تار کا پتہ مسلمان لاہور

الصلح خیر

ہفتہ میں دوبار ہر اتوار اور بدھ کو ٹھیک وقت پر شائع ہوتا ہے

اخبار پیغامِ صلح لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۴۳

جلد ۱۳ — نمبر ۱۸

مدینۃ المسیح لاہور، یوم اتوار مورخہ ۷ جمادی الثانی ۱۳۴۳ھ ہجری مطابق ۴ جنوری ۱۹۲۵ء

مسجد برلن اور جرمنی میں تبلیغ اسلام

حضرت مولٰینا مولوی صدر الدین صاحب کا پیغام

برادران ملت کے نام

(جو جلسہ سالانہ میں ۲۷۔ دسمبر ۱۹۲۴ء کو پڑھا گیا)

(گذشتہ سے پیوستہ)

جرمن مشن کا کام

اس عرصہ میں آپ نے جو یہاں کام کیا ہے، اس کی تفصیل بھی سن لیجئے، آپ نے یہاں سیرت خیر البشر کا انگریزی ترجمہ شائع کیا ہے، اور ارادہ ہے کہ وہ جرمنی میں بھی شائع ہو، حضرت صاحب کی کتاب اسلامی اصول کی فلاسفی (ٹیچنگز آف اسلام) کا ترجمہ جرمنی میں ہوا ہے، جو ابھی شائع نہیں ہوا۔ کیونکہ ہاتھ میں پیسے نہیں۔ رسالہ اسلام انگریزی میں شائع ہوا، اور اس کا ترجمہ جرمنی میں شائع ہوا، میری ایک چھوٹی سی کتاب جرمن زبان میں شائع ہوئی۔ رسالہ سہ ماہی یعنی مسلمش ریویو شائع ہوا، اور انشاء اللہ تعالٰے آپ لوگوں کی ہمت سے جاری رہے گا۔ اللہ تعالٰے نے اس رسالہ کو جاری رکھنے کے سامان بھی مہیا فرما دیئے ہیں یعنی یہاں بڑے بڑے قابل آدمی ڈاکٹری کی ڈگری یافتہ اس رسالہ کی مضمون نویسی کرتے ہیں جن میں دو بڑے قابل آدمی ہیں۔ یعنی ڈاکٹر مارقوس اور ڈاکٹر ہانگ۔ اس میں ڈاکٹر عارف گرائیفلٹ کی محنت کا بھی بڑا حصہ ہے، اور اس میں ہمارے مولوی عبد المجید صاحب کے مضامین بھی بڑی قابلیت کے ہیں۔ خود ہمارے حضرت امیر کے دو تین مضامین بڑے اعلٰے درجہ کے اس میں چھپے ہیں۔ اس رسالہ نے جرمنی میں عام طور پر ایک علمی رسالہ ہونے کی شہرت حاصل کر لی ہے، اور ہندوستان کے دو مشہور و قابل آدمیوں نے بھی اس کی بڑی تعریف کی ہے، ایک تو کلکتہ کے مشہور و معروف صلاح الدین خدا بخش ہیں۔ اور ایک ہمارے وطن کے سر ڈاکٹر اقبال ہیں۔

اور اس وقت تک پچیس آدمی اسلام میں شامل ہو چکے ہیں۔ یہ سارے کام مل ملا کر ہماری چھوٹی سی قوم نے تھوڑے سے عرصہ میں کئے ہیں۔ اللہ تعالٰے اس قوم کی ہمت میں اور بھی برکت ڈالے آمین۔ میں دسمبر میں ایک رسالہ نماز پر زبان جرمنی شائع کرنے والا ہوں ✤

یورپ اور اسلام

یہ تو مسجد وغیرہ کے متعلق امور تھے۔ جو میں نے عرض کئے۔ اب ایک دو باتیں وہ عرض کرتا ہوں۔ جو اسلام کو یورپ میں بالخصوص اور ساری دنیا میں بالعموم متمیز و ممتاز کرتی ہیں۔ یورپ میں تھوڑی دیر ہوئی ہے، جب سے

قومیت کا خیال

پیدا ہوا۔ اور یورپ اس خیال کو تمام تہذیب کی جڑ سمجھتا ہے۔ اسلام نے اس وقت یہ خیال پیدا کیا۔ جبکہ یورپ پر تاریکی و جہالت کا زمانہ طاری تھا۔ اور خود یورپ اس زمانہ کو تاریکی کا زمانہ کہتا ہے۔ اسلام نے ایک جملہ سے نہ صرف عرب کو ایک کر دیا۔ بلکہ ساری دنیا کے مسلمانوں کو ایک قوم کر دیا۔ جب فرمایا۔

انما المومنون اخوۃ

اور ان کے حقوق میں یہاں تک مساوات عطا کی۔ کہ خود سلطنت کے امور کو شورٰی کے متعلق کر دیا۔ اور بادشاہت کو وراثت نہ رہنے دیا۔ بلکہ ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم کہہ کر ہر ایک کے لئے انتہائی

ترقی کا میدان

کھلا چھوڑ دیا۔ چنانچہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کے رشتہ دار سلطنت کے مالک نہ ہوئے۔ بلکہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے، اور ان کے بعد آپ کے رشتہ دار کی باری آئی۔ کیونکہ وہی اس کا اہل اس وقت سمجھا گیا۔ پھر قومیت کا خیال حریت اور آزادی کا خیال مساوات حقوق کا خیال اس قدر مضبوط لیا۔ کہ خود

خلفائے راشدین

جن کو قوم منتخب کرتی تھی۔ اپنے تئیں قوم کے سامنے جواب دہ سمجھتے تھے، حضرت ابوبکرؓ جب بادشاہ ہوئے تو انہوں نے فرمایا کہ

فانا قد ولیت علیکم ولست بخیرکم فان احسنت فاعینونی وان زغت او اساءت فقوّمونی۔ اطیعونی ما اطعت اللہ ورسولہ فاذا عصیت اللہ ورسولہ فلا طاعۃ لی علیکم۔

فرمایا میں تمہارا حاکم تو ہو گیا ہوں لیکن میں تم سب سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میرے کام اچھے ہوں۔ تو میری اعانت کرو۔ اور اگر میں بدی کروں یا ٹیڑھا چلوں۔ تو مجھے سیدھا کر دو۔ میری اطاعت [illegible]

کی اطاعت کروں۔ اور جب میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو تمہارے اوپر میری اطاعت فرض نہیں ہے۔ خود حضرت عمرؓ جیسا مقتدر اور جلال والا شاہنشاہ ممبر پر خطبہ کرتا ہے، اور ایک عورت کی آواز پر اپنے خیال اور حکم کو غلط قرار دیتا ہے۔ وہ عورتوں کے مہر کو چار سو درہم مقرر کرتے ہیں۔ اور ایک عورت ان کو قرآن شریف کی آیت پڑھکر سناتی ہے، کہ اللہ تعالٰی ہم کو وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا، ڈھیروں ڈھیر سونا دینا جائز کرتا ہے۔ اور آپ اس کو منع کرتے ہیں۔ واللہ یعطینا ولا تمنعنا۔ اور وہ مقتدر ہستی نادم ہو کر کہتی ہے۔ ان نساء المدینۃ افقہ من عمرؓ۔ یعنے عمرؓ سے مدینہ کی عورتوں کو دین کا علم زیادہ ہے۔ اور کیوں یہ رنگ پیدا نہ ہوتا جبکہ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم۔ اگر میں بھی نافرمانی کروں تو مجھے سزا دی جائے گی۔ یہاں تک مساوات اور یہاں تک کامل

عدل یورپ میں

تو اس وقت تک بھی مفقود ہے، یہاں تو یہ کہتے ہیں کہ The King can do no wrong یعنی بادشاہ جس قانون کو چاہے۔ توڑ دے جس کو چاہے قتل کر دے۔ اس پر کوئی جرم عائد نہیں ہوتا۔ وہ کچہری میں حاضر نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن

حضرت محمد رسول اللہ صلعم

جو جسمانی و روحانی بادشاہ تھے۔ انہوں نے اپنے لئے اس وقت بھی کوئی رعایت نہ رکھی۔ نہ ہی اپنے رشتہ داروں کے لئے ایسی رعایت جائز قرار دی۔ اور نہ ہی اپنی قوم قریش کے لئے کوئی رعایت جائز رکھی بلکہ فرمایا۔ لو ان فاطمۃ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سرقت لقطعت یدھا۔ یعنی اگر فاطمہؓ میری بیٹی بھی چوری کرے، تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے حضرت عمرؓ نے جب وہ بادشاہ تھے تو [illegible]

ایک صحابی کی زمین

بغیر اس کی رضامندی کے مسجد کی توسیع کے لئے لے لی حتیٰ کہ دعوے دائر کرنے پر ان کو قاضی کے سامنے حاضر ہونا پڑا۔ قاضی اس قدر آزاد تھے۔ کہ ان کو سوائے خدا کے کسی کا ڈر نہ تھا۔ اور کسی کے [illegible] کا خیال نہ تھا اور نہ کسی بادشاہ کی پالیسی کا ان پر اثر ہوتا تھا۔ قاضی نے

خلیفہ وقت کے خلاف فیصلہ

[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح
لاہور

جلد ۱۳ مورخہ ۷ جمادی الثانی ۱۳۴۳ھ مطابق ۴ جنوری ۱۹۲۵ء نمبر ۱۸

اسلام کی ترقی کا راز

اشداء علی الکفار رحماء بینھم

حضرت امیر ایدہ اللہ کی تقریر جو جلسہ سالانہ منعقدہ ۲۵ دسمبر ۱۹۲۴ء میں آپ نے فرمائی

لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا بالحق ... علی ... الایہ وعد اللہ الذین امنو وعملو الصلحت منھم مغفرۃ واجرا عظیما ہ پڑھکر فرمایا۔

یہ سورۂ فتح کا آخری رکوع ہے۔ جو میں نے اس وقت آپ کے سامنے پڑھا ہے، اس سورت کا مضمون ہی اسلام کی فتح ہے کوئی ملکی فتح نہیں بلکہ مذہب اسلام کی فتح۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ ایک ہی ایسا موقع ہے، جس پر گو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کے مقابل میں شکست تو نہیں ہوئی۔ کیونکہ لڑائی کوئی نہیں ہوئی، لیکن شرائط آپ نے ایسی تسلیم کر لیں۔ جیسے ایک شکست خوردہ فریق مانتا ہے۔ اور اسی موقع کو قرآن نے اسلام کی فتح قرار دیا ہے۔ اس موقعہ پر بعض صحابہ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ باوجود حق پر ہونے کے ایسی شرائط کیوں مان لی گئی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا اظہار رسول اللہ صلعم کے حضور میں کیا۔ اور ان الفاظ میں کیا۔ فلم نعطی الدنیۃ فی دیننا ہ جب ہم حق پر ہیں تو اس قسم کی شرائط جو دینی طور پر ذلت وارد کرنے والی ہیں کیوں قبول کر لی گئی ہیں۔ اور وہ ذلت وارد کرنے والی شرائط کیا تھیں۔ ایک بڑی شرط ان میں سے یہ تھی کہ جو شخص مسلمانوں میں سے کفار کے ساتھ جا ملیں وہ ان کو واپس نہیں کریں گے، لیکن اگر قریش میں سے کوئی شخص مسلمانوں سے جا ملے تو انہیں اس کو واپس کرنا ہوگا۔ یہ شرط مسلمانوں پر بہت شاق گذری شرائط صلح تو چاہیئے تھا کہ دونوں فریق کے لئے یکساں ہوتیں۔ اگر یہ تھا کہ کفار میں سے کوئی اسلام لے آئے۔ تو واپس کفار میں بھیج دیا جائے تو اس کے بالمقابل چاہیئے تھا کہ جو [illegible] جا ملے، وہ بھی اسے واپس کر دیں۔ لیکن نہیں فیصلہ یہی ہوا۔ کہ کفار کسی مرتد کو واپس نہیں کریں گے لیکن مسلمان ایک ایمان لانے والے کو واپس کر دیں گے۔ مرتد کو واجب القتل بنانے والے پہلے اسی پر غور کریں کہ محمد رسول اللہ صلعم کفار کے ساتھ عہد نامے میں یہ شرط تسلیم کرتے ہیں۔ کہ اگر مسلمانوں میں سے کوئی مرتد ہو جائے۔ تو وہ اسے واپس کفار میں لوٹا دیں گے۔ غور فرمایئے کہ کیا مرتد کی سزا قتل ہو سکتی ہے جب محمد رسول اللہ صلعم اس قسم کی شرائط تسلیم کرتے ہیں۔ اگر آپ کے مذہب میں مرتد واجب القتل ہوتا۔ اگر شریعت نے ارتداد کی سزا قتل قرار دی ہوتی۔ تو محمد رسول اللہ صلعم اس شرط کو تسلیم نہیں کر سکتے تھے۔

اس سفر سے واپس ہوئے تو سفر میں ہی یہ سورت نازل ہوئی جو اس طرح شروع ہوتی ہے، انا فتحنا لک فتحا مبینا ہ ہم نے تیری فتح مبین کر دی ہے۔ جس وقت یہ سورت اتری۔ آپ نے حضرت عمرؓ کو یاد فرمایا۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں۔ میں ڈر گیا۔ کہ بارگاہ نبوی میں گستاخی کی تھی۔ کوئی عتاب نازل ہوگا۔ جب حاضر ہوئے تو آپ نے ان کو یہ سورت سنائی۔ انھوں نے پوچھا یا رسول اللہ صلعم! کیا یہی فتح مبین ہے۔ (یعنی صلح حدیبیہ) آپ نے فرمایا ہاں۔ اور یہ کوئی فرضی بات نہیں۔ جیسے لوگ اپنی ذلت کو ڈھانکنے کے لئے بڑے بڑے دعوے کر دیتے ہیں۔ مثلاً ناکامی ہوئی تو کہہ دیا کہ آسمان پر ہماری فتح ہوئی ہے۔ آپ نے جو صلح حدیبیہ کو فتح مبین قرار دیا۔ اس کی تصدیق واقعات سے ہوتی ہے، واپس آکر رسول اللہ صلعم کا تمام بادشاہوں کو خطوط لکھنا ان کو دعوت اسلام دینا یہ بتاتا ہے، کہ فی الحقیقت یہ ایک عظیم الشان فتح تھی۔ اس کے بعد ایک ڈیڑھ دو سال کے عرصہ میں اس قدر لوگ اسلام میں داخل ہوئے، کہ اس سے پہلے کئی سالوں میں اس قدر داخل نہ ہوئے تھے صلح حدیبیہ کے وقت آپ کے ساتھ تیرہ چودہ سو صحابہ تھے، لیکن فتح مکہ کے وقت دس ہزار صحابہؓ آپ کے ساتھ تھے۔

تو اس سورت کو فتح مبین فرمایا۔ اور اسی کے آخر میں یہ الفاظ آتے ہیں۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ وکفی باللہ شھیدا ہ اللہ وہ ہے۔ جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا۔ تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کرے۔ اور اللہ کی گواہی اس پر کافی ہے۔ اس سورت کے آخر میں اس آیت کو لاکر بتا دیا۔ کہ وہ فتح مبین کیا ہے فتح مبین یہی ہے کہ دین اسلام کو تمام ادیان پر غالب کر دے۔ اس غلبہ کا ذکر کرنے کے بعد۔ دین اسلام کی اس عظیم الشان فتح کی خبر دینے کے بعد فرماتا ہے۔ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا۔ محمد صلعم اللہ کے رسول ہیں۔ اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں وہ اشداء ہیں کافروں پر اور رحماء ہیں آپس میں۔ میں ابھی ان لفظوں اشداء اور رحماء کے کوئی معنے نہیں کرتا۔ یہ دو صفتیں [illegible] کی بیان کیں۔ اور ایک یہ کہ تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا تو انہیں دیکھتا ہے، کہ وہ رکوع اور سجدہ میں خدا کے حضور جھکے رہتے ہیں۔ اور اللہ کے فضل اور اس کی رضا کو طلب کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی فرمایا۔ کہ یہ جو دین کے غلبہ کی خوشخبری دی ہے تو ابھی تو وہ زمانہ ہے۔ کہ مدینہ سے باہر اس کا کوئی اثر نہیں۔ ابھی تو اس کی وہ حالت ہے۔ کزرع اخرج شطاہ جیسے ایک دانہ کو زمین میں پھینک دیا جائے۔ اور اس سے ایک کونپل سی باہر نکلے، فازرہ پھر وہ حالت آئیگی کہ وہ بڑھے گا۔ فاستغلظ پھر مضبوط ہوگا۔ فاستوی علی سوقہ پھر اپنے تنہ پر کھڑا ہو جائے گا۔

تو بتایا کہ دین اسلام کی ترقی جس کا وعدہ دیا گیا ہے، اسی طرح پر تدریجاً ہوگی۔ یہ ایک درخت ہے جس کا بیج لگ گیا۔ اور اب یہ بڑھیگا پھیلے گا اور پھل لائے گا۔ اب یہاں جو فرمایا اشداء علی الکفار رحماء بینھم۔ تو ان کو اس موقعہ پر لاکر بتا دیا۔ کہ یہ وہی باتیں مسلمانوں کی ترقی کا اصل راز ہیں۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اشداء کیا چیز ہے۔ رحماء کے معنے تو سمجھ آتے ہیں۔ آپس میں رحم کرنے والے۔ اور اسلام کی اخوت بھی مشہور ہے۔ جس کو مخالف وموافق سب جانتے ہیں لیکن اشداء کا لفظ پیش کر کے ہمیشہ اسلام پر حملہ کیا جاتا ہے۔ جہاں کہیں [illegible] صلح ومحبت کو قائم کرتا ہے۔ تو وہیں سوال ہوتا ہے کہ اشداء علی الکفار کا کیا مطلب ہے۔ اور شدت والوں سے کیا مراد ہے۔ عام طور پر یہی سمجھا جاتا ہے۔ کہ اس کا مطلب ہے کافروں پر بڑی سختی کرنے والے۔ کس قسم کی سختی؟ کسی کا خیال ہوگا کہ ذلیل کر کے ماتحت رکھیں۔ اور ان کو خوب کچلتے رہیں۔ کوئی اس سے اتر کر یہ خیال کرتا ہوگا۔ کہ ان کے ساتھ نرمی اور رحم کا برتاؤ نہ کیا جائے، اور ہمارے بعض تفسیر نویسوں نے بھی اسی قسم کے معنے کئے ہیں کوئی تو کہتا ہے عضوبا عبوسا فی وجوہ الکفار۔ کافروں کے سامنے سے جب گذریں تو غصہ میں بھرے ہوئے تیوری چڑھی ہوئی ہو۔ گویا کہ ابھی کھا جائیں گے اور کسی نے معنی کئے ہیں۔ غلاظا علیھم کما یغلظ الاسد علی فریستہ۔ ان پر ایسے غضب آلود ہوں۔ جیسے شیر اپنے شکار پر غضب آلود ہوتا ہے۔ اور اس کے آگے لفظ لکھے ہیں۔ فلا یرحمونھم ان پر کوئی رحم نہیں کرتے۔ یہ الفاظ تو ہماری تفسیروں میں پائے جاتے ہیں۔ کسی نے یہ بھی معنے کئے ہیں۔ کہ ان کے جسم ہمارے جسموں کو نہ چھوئیں۔ اور نہ ان کے لباس ہمارے لباسوں کو چھوئیں۔

یہ تو میں جانتا ہوں کہ کوئی بھی مسلمان قوم کسی زمانہ میں ایسی نہیں ہوئی جس نے اس قسم کا سلوک غیر مسلموں سے کیا ہو، خواہ وہ کفار پر حکمران ہوں۔ یا مساوی حیثیت میں یا ان کے ماتحت ہو کر رہے ہوں۔ تاریخ اسلام کوئی پتہ نہیں دیتی۔ کہ ان تین حیثیتوں میں سے کسی حیثیت میں بھی انہوں نے ایسی حالت اختیار کی ہو جو ہمارے مفسرین نے بیان کی ہے۔ کیا آپ نے کسی مولوی کو دیکھا کہ کسی کافر کے سامنے عضوباً عبوساً ہو جاتے ہیں ایسے تو بہت ہیں جو مسلمان سامنے آجائے۔ اور ان سے کوئی سوال کر بیٹھے۔ تو اس پر غضب ناک ہو جاتے ہیں۔ اور ایسے بھی ہیں۔ جو ہر وقت غضبناک اور تیوری چڑھائے رہتے ہیں لیکن ان کی یہ حالت غیر مسلموں سے خاص نہیں۔

تو تفسیر نویسوں کا مذہب صرف تفسیروں کے اندر لکھا ہوا ہے، عمل کے اندر کبھی نہیں آیا۔ دیکھنا یہ ہے کہ یہاں اشداء علی الکفار کن کی صفت بیان ہوئی ہے۔ محمد رسول اللہ والذین معہ کی۔ اس لئے اگر سب سے بڑا نمونہ اشداء علی الکفار کا دیکھنا ہو۔ تو کہاں دیکھنا ہوگا۔ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی مل سکتا ہے۔ یہاں تو آپ کا نام بھی موجود ہے۔ اور اس کے ساتھ رسول اللہ بھی فرمایا ہے۔ اس لئے سب سے بڑا نمونہ جو ہوگا۔ تو وہ خود ذات نبوی میں ہی ہونا چاہیئے۔ پس آنحضرت صلعم کا نمونہ اس بارہ میں کیا ہے۔ جن معنوں میں آپ اشداء علی الکفار تھے۔ انہی معنوں میں ہم بھی ہوں گے قرآن کریم کی ایک چھوٹی سی سورت ہے۔ عبس وتولی ان جاءہ الاعمیٰ۔ تیوری چڑھالی۔ اور منہ پھیر لیا کہ ایک اندھا آگیا۔ اگر تیوری چڑھانا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہوتی۔ تو یہ سورت نہ آتی۔ اور اس وقت تو کفار قریش سے آپ کی باتیں ہو رہی تھیں [illegible] سے عتاب کیوں آگیا؟ اس واقعہ پر اس سورت کے نزول سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے، کہ اللہ تعالےٰ نے نبی کریم صلعم کے لئے یہ پسند نہیں کیا۔ کہ آپ کے اخلاق فاضلہ پر تیوری چڑھانے کا داغ ہو۔ رحم مجسم کے اخلاق کے شایان شان یہ امر نہ تھا اس لئے فوراً تنبیہ ہوئی۔ وحی الٰہی تو آخر انسان کی قلبی کیفیت کے مطابق نازل ہوتی ہے، تو کیا جہاں ایک ذرا سی تیوری پر یہ وحی نازل ہوتی ہے۔ اس قلب کے اندر غضب اور غلظت اور شدت وغیرہ پیدا ہو سکتی ہے، قرآن فرماتا ہے۔ لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین۔ کیا تو اپنے آپ کو ہلاک کر لے گا اس غم میں کہ وہ مسلمان نہیں ہوتے۔ جس شخص کے دل کی یہ حالت ہو۔ کہ اس کا دل کفار کے غم میں گھلا جاتا ہے۔ اس کے دل میں تو رحم بھرا ہوا ہے نہ رحم کرنے کے معنے کیا ہوئے۔ دوسری جگہ آتا ہے۔ فلا تذھب نفسک علیھم حسرات کہ بتلاؤ جس شخص کی یہ حالت ہے۔ کہ غم کے اندر گھلا جاتا ہو۔ کیا وہ ایسی حالت پیدا کر سکتا ہے جیسی کہ مفسرین نے لکھی ہے۔ قرآن تو فرماتا ہے لو کنت فظاً غلیظ القلب لانفضوا من حولک۔ فظ اس کو کہتے ہیں جو سختی کے ساتھ کلام کرے

جس کی طبیعت میں سخت گوئی ہو، تو فرمایا۔ اگر تو سخت گو اور سخت دل ہوتا تو تیرے پاس سے یہ سب لوگ بھاگ جاتے، یہاں آپ سے دو قسم کی شرارت کی نفی کی ہے نہ آپ میں سخت گوئی ہے، نہ سخت دلی۔ یعنی دل میں بھی رحم کا دریا جوش مار رہا ہے اور زبان پر بھی [illegible] کا کلام ہے، پھر کفار کی تکالیف کا ذکر کر کے فرمایا کہ ان کی تکالیف پر رسول اللہ صلعم کی کیا حالت ہوتی ہے۔ لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف الرحیم۔

وہ جو چیز تم کو تکلیف پہنچاتی ہے، وہ رسول اللہ صلعم کو بھی شاق گزرتی ہے اور وہ تمہاری بہتری پر حریص ہے۔ یعنی تمہاری بہتری کی آرزو بھی اس کے دل میں ہے، یہ کفار کو کہا گیا اس کے آگے مومنوں کا ذکر علیحدہ کر دیا۔ بالمومنین رؤف الرحیم۔ جب کفار کے ساتھ ان کی تکالیف پر صدمہ پہنچتا ہے تو مومنوں کے لئے تو اس کا دل کمال راحت سے بھر جاتا ہے، ہو سکتا ہے کہ کوئی کہے کہ مومنوں کے لئے رؤف رحیم کہا۔ گویا رحم کو صرف مومن سے مخصوص کیا۔ لیکن نہیں قرآن کریم آپ کی تصویر رحم کو کمال تک پہنچاتا ہے۔ فرمایا وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین۔ ہم نے تجھے تمام عالمین کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اس کی تفسیر تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے [illegible] ہے۔ جب کسی کے لئے آپ سے بددعا کی درخواست کی گئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ انی لم ابعث لعانا انما بعثت رحمۃ۔ میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ تو آپ صرف مسلمانوں کے لئے رحمت نہیں۔ صرف عرب کے لئے رحمت نہیں بلکہ ہر مذہب و ہر ملت کے لئے ہر قوم اور ہر ملک کے لئے رحم ہیں۔

یہ آیت واقعی ایک بڑی عجیب آیت ہے۔ جو رسول اللہ صلعم کی حقیقی تصویر کو کھینچتی ہے۔ آج آپ کی کس قدر غلط تصویر کھینچی جاتی ہے۔ کہ آپ کے ایک ہاتھ میں تلوار ہے اور ایک میں قرآن اور ہمارے علما اس کی تردید کرنے کے بجائے اسی کی تائید کرتے ہیں۔ اب اس آیت کے سیاق و سباق کو دیکھو اس سے پہلے فرمایا۔ ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصالحون۔ ان فی ھذا لبلغا لقوم عابدین۔ زبور میں ہم نے ذکر کے بعد لکھ دیا ہے۔ کہ زمین کے وارث ہمارے صالح بندے ہوں گے۔ اس میں عبادت کرنے والے لوگوں کے لئے ایک بشارت کو پہنچا دینا ہے اس کے بعد فرمایا۔ وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین۔ بظاہر ان دونوں آیتوں کا تعلق نظر نہیں آتا۔ کہ آپ کے رحمۃ للعالمین ہونے کو زمین کی وراثت سے کیا تعلق ہے لیکن فی الحقیقت اگر قرآن پر غور کیا جائے۔ تو ایسے ہی موقعہ پر ذوق آتا ہے۔ جب کبھی کوئی مشکل مقام آئے! تو تھوڑا سا غور کیا جائے، تو وہ حل ہو جاتا ہے۔ اور پھر اس تعلق کے معلوم ہونے پر طبیعت اس قدر ذوق سے بھرتی ہے کہ دنیا کی کوئی لذت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ تو زبور کی جس پیشگوئی کا ذکر کیا۔ اس میں کیا خوشخبری تھی۔ یہی کہ یہ مسلمان اب ہمارے صالح بندے ہیں۔ پھر اب ملک کے مالک ہوں گے۔ لیکن جو قوم کسی ملک کی مالک بنتی ہے۔ وہ اپنے سے پہلے لوگوں کو تباہ کر کے ہی بنتی ہے، تو فرمایا یہاں یہ بھی نہیں ہوگا۔ ہم ان کو بھی ہلاک نہیں کریں گے۔ جو تم سے پہلے ملک پر قابض ہیں۔ کیونکہ ہم نے تم کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے قرآن میں جگہ جگہ قوموں کی تباہی کا ذکر ہے۔ اس لئے جب مسلمانوں کو بشارت دی تو صاف طور پر بتا دیا۔ کہ یہ اس لئے نہیں دی کہ پہلے لوگوں کو تباہ کر دیں۔ بلکہ ان کے لئے بھی رحمت ہی ہے۔ وہ بشارت پہلے لوگوں کو ہلاک کر کے پوری نہ ہوگی بلکہ ان کو ہدایت پر لا کر پوری ہوگی۔ "دشمن سے محبت کرو" صرف ایک دل خوش کن فقرہ ہے فی الحقیقت دشمن سے محبت کس نے کی۔ اس کا نقشہ محمد رسول اللہ صلعم کی زندگی میں نظر آتا ہے۔ آپ ہی کا وجود دشمنوں کے لئے بھی فی الحقیقت رحمت ثابت ہوا۔ کہاں کہاں آپ کا وجود رحمت ثابت ہوا۔ تاریخ کو دیکھنے سے اس کا پتہ لگتا ہے۔ جہاں دیکھو گے محمد رسول اللہ صلعم کے مخالف تباہ نہیں ہوئے، بلکہ بالآخر ہدایت یاب ہوئے۔ اور دوسرے انبیاء کے مخالف عموماً تباہ ہوئے۔ چنانچہ قریش کی جو آپ کے شدید ترین مخالف تھے یہی حالت ہوئی۔ یعنی باوجود انتہا کے سارے پہلوؤں کے بالآخر ان پر رحم کر کے انہیں راہ ہدایت پر لایا گیا۔ اور ان کا نام و نشان نہیں مٹایا گیا جس طرح فرعون یا پہلے لوگوں کا نام و نشان مٹایا گیا۔ اس کے بعد ترکوں نے عباسیہ کو ہلاک کیا۔ ان پر طرح طرح کے مظالم توڑے لیکن ترکوں پر تباہی نہیں آئی۔ بلکہ ہدایت نصیب ہوئی مرتبہ بھی ایسا ہی ہوگا۔ کہ وہ جو اسلام کو تباہ کرنا [illegible] کو

حکومت نہیں دلائے گا۔ بلکہ وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین کے ماتحت ان کو بھی ہدایت ہی نصیب ہوگی۔ یہ رحمۃ للعالمین کی صفت کا تقاضا ہے جو اس کو [illegible] ہے۔ وہ ناحق اپنے آپ کو جلاتا ہے۔

اب میں آپ کو تاریخ سے چند باتیں بتانا چاہتا ہوں۔ کہ یہ جو آپ کو بددعا کے لئے کہا گیا۔ اور آپ نے فرمایا کہ میں لعان بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ تو آپ کا اپنا طرز عمل اس کا کہاں تک شاہد ہے، فی الحقیقت منہ سے کہہ لینا آسان ہوتا ہے، میں بھی ایسا کہہ سکتا ہوں لیکن جب موقع پیش آئے۔ اس وقت پتہ لگتا ہے۔ کہ کہاں تک وہ بات صحیح ہے، حضرت مسیح نے کہا کہ دشمن سے محبت کرو لیکن یہ تب صحیح ثابت ہوتا جب دشمن مغلوب ہو کر آپ کے سامنے آتے اور آپ ان سے اس وقت محبت کرتے، محمد رسول اللہ صلعم کے سامنے دشمن مغلوب ہو کر آتے ہیں۔ اور آپ انہیں معاف کر دیتے ہیں۔ بڑے بڑے دکھ ان سے پہنچتے ہیں۔ مگر آپ کے منہ سے بددعا نہیں نکلتی۔ جب نکلتی ہے نیک دعا ہی نکلتی ہے۔ طائف میں یہ سمجھ کر آپ گئے کہ یہ لوگ ہدایت قبول کر لیں گے۔ لیکن وہاں جب تبلیغ شروع کی۔ تو [illegible] نکالا گیا۔ [illegible] دونوں طرف گلی کے بدمعاش کھڑے ہو گئے۔ اور وہ آپ پر اینٹوں کی بارش کرتے، جس سے آپ کی پنڈلیاں زخمی ہو گئیں۔ جب آپ کسی موقعہ پر درد کی تکلیف سے بیٹھ جاتے۔ تو ایک ان میں سے آ کر اٹھا دیتا اور پھر اینٹیں پڑنے لگتیں۔ یہ موقعہ تھا دیکھنے کا کہ آیا اس شخص کے دل میں فی الحقیقت رحمت ہے یا یہ نرا زبانی دعوے ہے۔ لکھا ہے کہ جب آپ شہر سے باہر نہایت تکلیف کی حالت میں بیٹھے تھے، تو ملک الجبال آیا اور اس نے کہا کہ اگر حکم ہو۔ تو میں پہاڑ کو اٹھا کر اس بستی پر الٹ دوں لیکن آپ نے فرمایا کہ نہیں، میں امید کرتا ہوں۔ کہ ان کی پشتوں سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے۔ جو ہدایت کو قبول کریں گے۔ یہ آپ کے دل کی حالت کا نقشہ ہے، کوئی بناوٹ کوئی تکلف اس کو پیدا نہیں کر سکتا لفظ بناوٹ کے ساتھ کہے جا سکتے ہیں۔ لیکن یہ عملی حالت بناوٹ سے پیدا نہیں ہو سکتی۔ وہ وقت جو انتہائی مصیبت کا ہے، جس میں نہایت بے کسی اور دکھ کی حالت ہے، اس وقت بددعا پر تیار نہیں۔ اس وقت بھی رحمت ہی جوش مارتی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سخت ترین دشمنوں کے لئے بھی اس قلب مبارک کے اندر رحمت ہی رحمت تھی، غیظ و غضب نہ تھا۔ انتقام کی ادنے سے ادنے خواہش نہ تھی۔ سخت ترین مصیبت کے وقت [illegible] فطرت کا اصل نقشہ ظاہر ہو جاتا ہے۔ جب کوئی کشتی ڈوبنے لگتی ہے تو اس وقت انسانی قلب کی کیا حالت ہوتی ہے۔ دعوا اللہ مخلصین لہ الدین۔ اس وقت ایک خدا ہی کو پکارتے ہیں۔ کیونکہ فطرت میں تو بت پرستی کوئی نہیں۔ ایک خدا ہی ہے تو اسی کا ظہور ہوتا ہے، اسی طرح سے رسول اللہ صلعم کے اوپر ایسے سخت دکھ اور مصیبت لا کر اور یہ لفظ آپ سے کہلوا کر بتا دیا۔ کہ محمد رسول اللہ صلعم کے قلب کا نقشہ یہ ہے کہ اس کے اندر رحم ہی رحم اور محبت ہی محبت بھری ہے۔

احد کی جنگ تھی۔۔۔۔ آپ کا سر مبارک لہولہان تھا۔ گرے پڑے تھے دانت شہید ہو چکے تھے صحابہؓ ارد گرد زخموں سے چور کھڑے تھے۔ آپ کے چچا حضرت امیر حمزہؓ شہید ہو چکے تھے بہت سے صحابہؓ بھی شہادت پا چکے تھے کسی نے کہا یا رسول اللہ صلعم کفار کے لئے بددعا کیجئے۔ اس وقت ہاتھ اٹھائے، اور کیا کہا؟ اللھم اھد قومی انھم لا یعلمون۔ اے اللہ تو میری قوم کو ہدایت کر۔ کیونکہ وہ نہیں جانتے۔ آہ افسوس آج ہمارے علما کیا نقشہ پیش کرتے ہیں یہی کہ جو دشمن کہتے ہیں وہ صحیح ہے۔ اور فی الواقعہ محمد رسول اللہ صلعم نے ایک ہاتھ میں تلوار اور ایک میں قرآن پکڑا ہوا تھا۔ ایک دو واقعات نہیں تاریخ کو پڑھ لو۔ میں آپ کو سچے دل سے بتاتا ہوں۔ کہ اسلام کی صداقت محمد رسول اللہ صلعم کی صداقت صحابہؓ کی صداقت کا اگر ثبوت چاہتے ہو، تو ان کی زندگی کے واقعات اس پر شاہد ہیں۔ ایک موقعہ پر جنگ حنین میں نبی کریم صلعم نے دشمن کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ ایک مہینہ محاصرہ کئے ہوئے ہو گیا۔ اور وہ قوم دبتی ہوئی نظر نہ آتی تھی۔ ان کے پاس سامان رسد کافی تھا۔ اس لئے اطمینان سے شہر کے اندر بیٹھے ہوئے تھے کسی نے کہا یا رسول اللہ۔ ان کے لئے بددعا کیجئے۔ آپ نے دعا کی اللھم اھد ثقیفا وائت بھم۔ اے اللہ تو ثقیف کو ہدایت فرما اور ان کو میرے پاس لے آ۔ ثقیف اس قوم کا نام تھا۔ چنانچہ اللہ تعالے نے آپ کی [illegible] اور تھوڑی دیر بعد وہ لوگ مسلمان

ہو گئے۔ ایک اور چھوٹا سا واقعہ ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کو تو آپ لوگ جانتے ہیں۔ ان کی ماں بڑی سخت تھیں۔ ایک دن ان کی موجودگی میں اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی سخت گالیاں دیں۔ وہ آئے اور کہا یا رسول اللہ آج مجھے بڑا ہی دکھ پہنچا ہے، میری ماں نے میرے منہ پر آپ کو گالیاں دی ہیں۔ آپ نے اس کے حق میں دعا فرمائی۔ پھر جو حضرت ابوہریرہؓ گھر گئے۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ ان کی والدہ غسل کر رہی ہیں۔ پوچھا کیا ہو رہا ہے کہا کہ نہاتی ہوں تاکہ کلمہ پڑھ کے مسلمان ہو جاؤں۔

یہ تاریخی واقعہ ہے اسی طرح سے جس قدر چاہتے ہو تاریخ [illegible] اندر ایسے ہی واقعات دیکھ لو۔ جس وقت کوئی ایسا موقعہ آتا ہے جب غیظ و غضب آنا چاہیے، تو اسی وقت آپ سے رحمت کا اظہار ہوتا ہے، کیا آپ خیال کر سکتے ہیں کہ ایسا شخص اشداء علی الکفار کا ان معنوں میں مصداق ہو سکتا ہے۔ کہ کافروں کے لئے دکھ چاہنے والا۔ ان کے لئے غیظ و غضب رکھنے والا اور انہیں دکھ دینے والا ہو۔ آج ہمیں بھی غیر مسلموں سے کچھ نہ کچھ سلوک کرنا پڑتا ہے۔ ہم جو فعل کرتے ہیں۔ وہ اسلام کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ ابھی سوچ سمجھ کر کام کرنا چاہیے، ایسا نہ ہو کہ ہمارے کسی فعل سے محمد رسول اللہ صلعم کا نام بدنام ہو۔

ایک موقع پر جنگ کرتے کرتے مسلمانوں سے مشرکین کے بچے بھی قتل ہو گئے۔ اس زمانہ میں عورتیں اور بچے بھی لڑائی میں [illegible] ہوتے تھے۔ کیونکہ گھر بار ساتھ ہی ہوتا تھا۔ [illegible] عورتیں [illegible] بچے بھی ساتھ ہوتے تھے۔ جب آپ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو آپ سخت ناراض ہوئے۔ اور فرمایا۔ الا لا تقتلوا اولاد المشرکین۔ خبردار مشرکوں کی اولاد کو قتل نہ کرو۔ اور وجہ بیان فرمائی کل مولود یولد علی الفطرۃ۔ ہر ایک بچہ اسلام پر ہی پیدا ہوتا ہے۔ [illegible] سے بڑھ کر فرمایا۔ الا ان خیارکم ابناء المشرکین۔ مشرکوں کے بیٹے تم میں سے بہت اچھے ہیں۔

پھر آپ کفار سے ہدیئے لیتے تھے۔ اور ان کو ہدیئے دیتے تھے ہدیئے لینا اور دینا آپس میں محبت بڑھانے کا [illegible] بہتر طریق ہے۔ اگرچہ آج مسلمانوں نے اسکو بھی چھوڑ دیا ہے لیکن آپ کفار سے ہدیئے لیتے اور ان کو دیتے تھے۔ چنانچہ بخاری کے اندر باب باندھے ہیں الھدیۃ للمشرکین۔ قبول الھدیۃ من المشرکین۔ مشرکوں کو ہدیئے دینا اور ان سے ہدیئے لینا یہ صاف طور پر [illegible] باب موجود ہیں یہ بعد کا واقعہ ہے۔ جب مسلمان بادشاہ اور غیر قوموں پر حکمران تھے۔ ایک موقعہ پر حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ ایک نابینا بڈھا آدمی مانگ رہا ہے۔ آپ نے پوچھا یہ کیوں۔ کہا گیا۔ جزیہ دینے کے لئے خیرات مانگتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اس پر جزیہ نہیں بلکہ اس کو بیت المال سے وظیفہ دیا جائے۔ اور ایسا ہی تمام ان قوموں کے وظائف مقرر کر دیئے۔ جو کمانے سے معذور تھے۔ اور یہ حکم دے کر [illegible] کی شہادت کہاں سے لی۔ انما الصدقت للفقراء والمساکین الخ (التوبہ) آپ نے فرمایا۔ فقرا مسلمان غریب ہیں۔ اور مساکین غیر مسلم غریب ہیں۔

پھر کفار کی مہمان نوازی رسول اللہ صلعم نے خود کی ہے۔ ایک دفعہ آپ کے گھر میں ایک مشرک مہمان تھا آپ نے ایک بکری دوہی وہ پی گیا۔ دوسری دوہی وہ پی گیا۔ تیسری دوہی وہ پی گیا چوتھی دوہی وہ پی گیا۔ سات بکریاں آپ کے پاس تھیں۔ ان سب کا دودھ پی گیا۔ اور آپ خود گھر کچھ نہیں لے گئے۔ نہ اس مہمان کے ساتھ ذرا بھی ترشروئی اختیار کی۔ اسی کا اثر تھا کہ جب صبح ہوئی، تو اس نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ ایسا ہی ایک مشرک نے آپ کے بستر کو غلیظ کر دیا، آپ خود اسے دھونے بیٹھ گئے صحابہ نے کہا کہ یا رسول اللہ صلعم ہم دھوتے ہیں۔ فرمایا مہمان میرا تھا۔ اس لئے میں ہی دھوؤں گا۔

یہ ہے اشداء علی الکفار۔ قرآن کی تفسیر محمد رسول اللہ صلعم کے عمل سے کرو، پہلے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لو کہ کفار سے کیا سلوک کرتے ہیں۔ وہ کافر جن کے متعلق بعض کا خیال ہے، کہ ان کو دیکھتے ہی دل غصہ سے بھر جائے۔ ان کے ساتھ آپ کا یہ سلوک ہے، جو آج دوست دوست کے ساتھ بھی نہیں کر سکتا۔ پھر آپ عیادت کرتے تھے نہ صرف مسلمانوں کی بلکہ غیر مسلموں کی۔ تاریخ میں ہے کہ آپ فلاں موقعہ پر فلاں یہودی کی عیادت کے لئے گئے۔ آج ہم اپنوں کی بھی عیادت نہیں کرتے اپنوں کا جنازہ نہیں پڑھتے۔ اور اپنے کاموں میں مصروف

رہتے ہیں۔ الغرض رسول اللہ صلعم کے پیرو بننا چاہتے ہو تو اپنے کاموں کو کم وقعت دو اور اخلاق کو زیادہ۔ آپ کفار کے جنازہ پر بھی کھڑے ہو جاتے تھے۔ ایک دفعہ ایک یہودی کا جنازہ گذرا۔ آپ اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ کسی نے کہا یا رسول اللہ یہودی کا جنازہ ہے۔ فرمایا کیا وہ تم جیسا انسان نہ تھا۔ میں اپنے دوستوں کو بالخصوص توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ ہماری جماعت بہت قلیل ہے۔ اس لئے اس فرض کا ادا کرنا ضروری ہے۔ جب کبھی کوئی جماعت سے بیمار ہو۔ اس کی عیادت کرو اور اگر مر جائے۔ تو اس کے جنازہ کے ساتھ جانا تم پر فرض ہے کسی حالت میں اس فرض کو بھولنا نہیں چاہیئے۔

پھر رسول اللہ صلعم نے کسی حالت میں بھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔ جتنے اور جذبے آپ کے اندر ہو سکتے ہیں۔ ہوں۔ لیکن انتقام کا جذبہ مفقود ہے۔ فتح مکہ کے موقعہ پر جتنے بھی دشمن اور جان کے پیاسے تھے۔ ان سب کو معاف کر دیا ایک عکرمہ بن ابوجہل وہاں سے اس خیال سے بھاگ گیا۔ کہ میں جان سے نہ مروا ڈالیں۔ اس کی بیوی امان لے کر اس کے پاس پہنچی۔ اور اسے واپس لائی۔ کہا۔ جب وہ آپ کے سامنے پہنچا تو گھوڑے پر سوار تھا۔ آپ نے فرمایا مرحباً بالمہاجر الراکب۔ اس سوار مہاجر کو مرحبا۔ ایک دفعہ ایک سخت دشمن قوم کا رئیس گرفتار ہو گیا۔ اس کو آپ نے قید کر دیا۔ صبح جا کر اس سے پوچھا کہ تم کیا چاہتے ہو۔ کہ کیا سلوک تم سے ہو۔ اس نے کہا اگر آپ قتل کریں گے تو آپ ایک خونی کو قتل کریں گے۔ اور اگر چھوڑ دیں گے تو ایک شکر گذار کو چھوڑ دیں گے۔ آپ نے اسے تین دن قید رکھ کر آزاد کر دیا۔ آزاد ہوتے ہی تھوڑی دور گیا اور غسل کر کے واپس ہوا۔ اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ جب مسلمان ہوا تو کہا۔ یا رسول اللہ آپ سے زیادہ کوئی شخص میرے نزدیک مبغوض نہ تھا۔ کوئی شہر آپ کے شہر سے زیادہ برا نہ تھا۔ کوئی مذہب آپ کے مذہب سے بدتر نہ تھا لیکن اب آپ سے زیادہ محبوب کوئی نہیں۔ آپ کے شہر سے زیادہ کوئی شہر مرغوب نہیں۔ آپ کے مذہب سے زیادہ کوئی مذہب پسندیدہ نہیں۔

یہ اثر تھا ان اخلاق کا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھائے لڑائیاں آپ نے ضرور کیں۔ لیکن ان کے آپ کا قلب جو ہے محبت اور رحمت سے بھرا ہوا ہے۔ لڑائی جنگ خونریزی تک کے لوگ آپ سے معافی پاتے۔ اور آپ کی رحمت کے وارث بنتے ہیں۔ (باقی پھر)

ایک ضروری تصحیح

گذشتہ اشاعت میں جلسہ سالانہ کی جو رپورٹ شائع ہوئی ہے ہمارے محترم خواجہ کمال الدین صاحب کی تقریر کے بعض حصص ہمارے رپورٹر نے غلطی سے خلط ملط کر دئیے جن کی تصحیح کرنی ضروری ہے خواجہ صاحب نے حضرت اقدس مسیح موعود کی کتاب نور الحق صفحہ ۱۳۲ کی وہ عبارت پڑھ کر سنائی تھی جس میں حضرت صاحب خبر دیتے ہیں کہ "نہ صرف انگلستان کے امراء ہی اسلام پھیلینگے شاہی خاندان کے ممبر بھی نور توحید سے خالی نہ رہیں گے" اس پر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ نور اسلام ان امراء کے گھروں میں جا رہا ہے جنھیں بادشاہ کے گھر سے تعلق رشتہ ہے۔ اس ضمن میں آپ نے سر آرچی بالڈ ہیملٹ کا ذکر کیا۔ اور پھر آپ نے چند لارڈوں کا جو خواجہ نذیر احمد صاحب کی ملاقات کے لئے ووکنگ تشریف لائے تھے۔ اسی بارہ میں خواجہ صاحب نے ایک چٹھی پڑھی جسے رپورٹر نے تار سمجھا ہے۔ بہرحال "پیغام صلح" مورخہ ۳ جمادی الاول ... کے تیسرے کالم میں سطر ۱۲ سے لیکر سطر ۱۷ تک جو امور ہوئے ہیں وہ بادشاہ کے گھر سے متعلق نہیں بلکہ ان انگلستان ریزیڈنٹ کے متعلق ہیں جن میں سے بعض کو شاہی خاندان سے تعلق ہے غلطی کی وجہ یہ ہوئی کہ رپورٹر نے حضرت اقدس مسیح موعود اور خواجہ صاحب کی تقریر سے خلط ملط کر دیا۔

بقیہ صفحہ اول

یہ وہ تعلیمات اسلامی ہیں۔ جن کے سامنے یورپ کے علما و فضلا سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ یہ وہ تعلیمات ہیں جن کا مقام نہایت ہی بلند ہے۔ اور اس مقام سے یورپ کی تعلیم کوسوں دور پڑی ہے۔ اسلام اپنے اندر ایک اور دلربائی رکھتا ہے۔ وہ یہ کہ جہاں اسلام نے حقوق اللہ اور عبادات اللہ کی باتیں سکھائیں۔ وہاں حقوق العباد کے ادا کرنے پر نہ صرف زور دیا۔ بلکہ اس کی تفصیلات عنایت فرمائیں اور جہاں کہیں کسی جگہ مخلوق کے حقوق پائمال ہوتے دیکھے۔ وہیں حضرت نبی کریم صلعم کا ہاتھ دستگیری کرنے کو بڑھا۔ اگر

انبیاء پر ظلم

ہوا۔ تو حضرت نبی کریم صلعم نے وہاں بھی کر دکھایا۔ اور ان کی حمایت کی۔ جیسے کہ حضرت عیسیٰ پر نہایت ظلم ہوا۔ ان کی سب سے زیادہ حمایت کی۔ اور تمام عیسائی دنیا کو مرہون منت کیا۔ اگر حضرت سلیمانؑ پر لوگوں نے افترا باندھا۔ تو فرمایا۔ وما کفر سلیمان اگر بیواؤں کے حقوق پامال ہوتے دیکھے تو ان کی حفاظت کی۔ لڑکیوں کے حقوق پامال ہوتے دیکھے۔ تو ان کی حفاظت کی۔

عورتوں اور غلاموں کے حقوق

پامال ہوتے تو ان کی نگہبانی کی۔ ظالموں کے ہاتھوں کو روکا۔ اور تمام قسم کے فسادات کی اصلاح کی۔ اس لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین کا لقب عطا فرمایا۔ اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے۔ کہ اس کا کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ یورپ میں جو قومیت کا خیال پیدا ہوا۔ وہ نہایت ہی تنگ اور متعصبانہ ہے۔ حضرت نبی کریم نے جہاں مسلمانوں کو بے نظیر اخوت کے سلسلہ میں منسلک کیا۔ وہاں ان کے

حقوق عباد اللہ کی حفاظت

کے لئے اتنی وسعت قلبی کا سبق دیا جتنی کہ خود دنیا وسیع ہے۔ فرمایا یا ایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا وبث منھما رجالاً کثیراً ونساء واتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والارحام۔ ان اللہ کان علیکم رقیبا۔ اس آیت سے تمام نسل انسانی کو ایک کر دیا۔ اور واتقوا اللہ والارحام ان دو لفظوں میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کا سبق دیا۔ الارحام کے معنی بعض لوگوں نے محض قریبی رشتہ دار کئے ہیں لیکن اس آیت کا مضمون اس قدر وسیع ہے۔ کہ الارحام کے اس قدر تنگ معنی یہاں موزون نظر نہیں آتے۔ جب کل مخلوق کو خدا تعالیٰ نے ایک نفس سے پیدا کیا۔ تو ساری مخلوق کے تعلقات پر بھی الارحام کا لفظ اطلاق پائے گا چنانچہ جب نبی کریم صلعم کے پاس

مصر کے قحط زدہ قبطی

آئے تو حضور نے ان کی مدد کے لئے جو تحریص کی تو ان الفاظ میں کی یا ایھا الناس انا خلقنکم من نفس واحدۃ رشتہ داریوں میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

لفظ رحم دور کی رشتہ داریوں پر

استعمال فرمایا ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلعم نے صحابہؓ کو ایک وصیت کی اور فرمایا۔ اذا فتحتم مصر فاستوصوا باھلھا خیراً فان لھم ذمۃ ورحما یعنی جب تم مصر کو فتح کرو۔ تو ان لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔ وہ صرف تمہاری رعایا ہی نہ ہوں گے۔ بلکہ وہاں رحمی رشتہ بھی ہے۔ کیونکہ حضرت ہاجرہ تمہاری بڑی اماں مصر کی ہیں۔ اس ایک حدیث میں فتح کی پیشین گوئی بھی موجود ہے۔ اور حضرت نبی کریم صلعم کی شفقت علیٰ خلق اللہ بھی موجود ہے۔ حقوق عباد اللہ کے متعلق جو تڑپ ہونی چاہیئے۔ وہ بھی موجود ہے۔ عورتوں کے لئے جو آرام اور رعایت ہو سکتی ہے۔ وہ بھی موجود۔ رعایا کے جو حقوق ہو سکتے ہیں۔ ان کے لئے شفقت بھی حاضر۔ چنانچہ حضرت عمروؓ بن عاص نے جب مصر فتح کیا۔ تو اس حدیث کا ذکر کرتے ہوئے

قبطیوں پر ہر طرح کے احسانات

کئے۔ کیا آج یورپ کی مہذب اقوام اس قدر حقوق عباد اللہ کی پرواہ کرتی ہیں۔ جو حضرت نبی کریم صلعم نے کی۔ جس طرح مصر کی عیسائی رعایا کے حقوق کی حفاظت کی گئی۔ اسی طرح

یمن کی رعایا کے حقوق

کیا جو یہودی تھی۔ حضرت معاذ بن جبل کو جو یمن کے گورنر تھے۔ اور ابو موسیٰ کو جو قاضی مقرر ہوئے تھے۔ فرمایا کہ آپ اہل کتاب کی طرف حاکم ہو کر جا رہے ہیں۔ اہل یمن کے دل بڑے رقیق ہیں ییسرا ولا تعسرا ان سے نرمی کرنا اور کوئی سختی نہ کرنا۔ ایاکم وکرائم اموالھم ان کے قیمتی مال زکوٰۃ میں نہ وصول کرنا۔ اس قوم کی قوت و ابتلا کرنے کے لئے اور ان پر تنگ دستی کی موت وارد کرنے کے لئے تم مقرر نہیں ہوئے۔ اتقوا اللہ خدا سے ڈرنا۔ کیا ابھی تک

مہذب اقوام کی تہذیب

اس حد تک پہنچی ہے۔ ہرگز نہیں۔ وہ تو دوسری قوموں کو اس لئے غلام بناتے ہیں۔ کہ ان کا مال اڑا کر عیش و عشرت کریں۔ اور ان کو تنگ دست کر کے ان کی غلامی کو ابدی غلامی بنا دیں۔ پھر حضرت نبی کریم صلعم نے

دوسری اقوام کے ساتھ معاہدات

کو نگاہ رکھنے کا حکم دیا۔ کیونکہ معاہدات کو نگاہ نہ رکھنے سے حقوق بالکل تباہ ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ یورپ کی اقوام اپنے معاہدات کی بالکل پرواہ نہیں کرتیں۔ ان کا خدا صرف روپیہ ہے۔ اور خود غرضی۔ فرمایا۔ یا ایھا الناس اوفوا بالعقود۔ تمام قسم کے معاہدات اس میں آ گئے۔ وہ معاہدات انفرادی طور پر ہوں۔ یا ہموطنوں سے یا دیگر اقوام سے ہوں۔ ان تمام کو مومن بڑی ایمانداری سے پورا کرتا ہے اور کسی دشمنی کی وجہ سے بھی ان معاہدات کو نہیں توڑتا۔ اس کو حکم ہے لا یجرمنکم شنان قوم علیٰ الا تعدلوا۔ کسی قوم کی دشمنی بھی تم کو عدل و انصاف کرنے سے نہ روکے۔ حضرت نبی کریم صلعم اور مسلمانوں نے بڑے بڑے نقصانات برداشت کئے۔ لیکن معاہدات کو ہمیشہ قائم رکھا۔ صلح حدیبیہ کے بعد ابوجندل نے مسلمانوں کو اپنی پیٹھ جو کفار نے زخمی کی ہوئی تھی دکھائی۔ اور رہائی کی دردناک اپیل کی صحابہؓ میں بڑی غیرت پیدا ہوئی۔ حضرت عمرؓ بڑے جوش میں آئے۔ اور سخت کلمات استعمال کئے۔ فلم نعطی الدنیۃ فی دیننا۔ لیکن حضرت نبی کریم صلعم اپنے معاہدہ پر قائم رہے اسی طرح طعمہ نے ایک زرہ چرا کر ایک یہودی کے پاس رکھ دی۔ تفتیش پر وہ زرہ یہودی کے گھر سے ملی۔ لیکن حضرت نبی کریمؐ نے اس یہودی کو کچھ نہ کہا۔ اور اپنے سپاہی کو سزا دی۔

آج کی اقوام کے حاکم

پرسٹیج کو قائم رکھنے کے لئے اپنے سپاہی کو کچھ نہیں کہتے اور دوسری قوم کے آدمیوں کو سزا دینے کے لئے بہانہ جوئی کرتے ہیں قرآن کریم نے ان کا نقشہ یوں کھینچا ہے اخذتہ العزۃ بالاثم یعنی پرسٹیج کی وجہ سے انصاف کی بجائے ظلم ناروا رکھتے ہیں ایسے حاکموں کے متعلق فرمایا۔ ومن الناس من یعجبک قولہ فی الحیوۃ الدنیا ویشھد اللہ علیٰ ما فی قلبہ وھو الد الخصام۔ واذا تولیٰ سعیٰ فی الارض لیفسد فیھا ویھلک الحرث والنسل۔ واللہ لا یحب الفساد یعنی دوسری اقوام کو ماتحت رکھنے کے لئے بڑی بڑی چکنی چپڑی باتیں کرتے ہیں کہ ہم تمہاری بھلائی کے لئے آرام کے لئے امن کے لئے تمہاری تہذیب کے لئے تمہیں اپنے ماتحت رکھتے ہیں۔ تم پر ہمارے بڑے احسانات ہیں۔ کہ ہم تمہارے حاکم ہیں اور ہم جنگ اس لئے کرتے ہیں۔ کہ کمزور اقوام کو پوری آزادی کے حقوق حاصل ہو جائیں لیکن اصل یہ ہے یھلک الحرث والنسل کے ماتحت لوگوں کی مالی حالت کمزور کر کے ان کی نسل کو تباہ کر دیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ان امور کی اصلاح کی۔ جن میں دوسروں کے حقوق تلف ہوتے ہیں اسلئے

سیاسی امور کی اصلاح

پر بڑا زور دیا۔ اور اس کی تفصیلات بیان فرمائیں۔ اور ان تفصیلات میں حقوق کی حفاظت خود کر کے دکھائی۔ جہاں ظلم نے زور پکڑا۔ حضور نے اس کا مقابلہ کیا۔ جہاں کہیں تکبر سے دوسروں کے حقوق پامال ہوتے دیکھے۔ وہاں حضور نے فوراً توجہ کی چنانچہ آیہ کریمہ الحر بالحر والعبد بالعبد والانثیٰ بالانثیٰ۔ اس کی شاہد ہے۔

عرب کے بعض متکبر قبائل

اپنے تئیں ایسا ہی دوسروں سے بڑا سمجھتے تھے جیسا کہ آجکل کی یورپ کی سفید رنگ اقوام اپنے تئیں دوسروں سے اعلیٰ سمجھتی ہیں۔ اور ان کے حقوق کو پائمال کرتی ہیں۔ ان عربوں کا ایک غلام اگر قتل ہو جاتا تھا۔ تو دوسری اقوام کے حر کو قتل کر ڈالتے تھے۔ اور اگر

حر کسی عبد کو قتل کرتا۔ تو اس کو قتل کی سزا نہ دی جاتی تھی۔ بالکل وہی نقشہ تھا جو یورپ کی حاکم قوموں اور مشرق کی محکوم قوموں میں نظر آتا ہے، لیکن نبی کریم فداہ ابی و امی نے

حقوق کی مکمل مساوات

کا رنگ دیا۔ فرمایا اگر حر کسی غلام کو قتل کرے۔ تو اس حر کو قتل کر دے، اور اگر غلام قاتل ہو تو وہ سزا پائے۔ اگر عورت قاتلہ ہے تو وہی اس سزا کی مستحق ٹھیرے گی۔ ولکم فی القصاص حیوۃ یا اولو الالباب۔ اگر قصاص نہ لیا جائے۔ تو قوم تباہ ہو جائے۔ حقوق عباد اللہ کی حفاظت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فطرت میں نظر آتی ہے۔ ابھی حضور کو رسالت کے مقام پر کھڑا بھی نہ کیا گیا تھا۔ کہ حضور ایک کمیٹی میں شامل ہوئے۔ جس کا نام

حلف الفضول

تھا۔ اس کمیٹی کے قیام کے لئے عبد اللہ بن جدعان کا جو شرافت و بزرگی میں بڑا مقام رکھتے تھے، مکان تجویز ہوا۔ اور اس کی غرض یہ تھی جو ابن ہشام نے ان الفاظ میں بیان کی ہے، فتعاقدوا و تعاھدوا علی ان لا یجدوا بمکۃ مظلوما من اھلھا وغیرھم ممن دخلھا من سائر الناس الا قاموا معہ وکانوا علی من ظلمہ حتی ترد علیہ مظلمتہ

یعنی ان بڑے بڑے آدمیوں نے جن میں حضرت نبی کریمؐ بھی شامل تھے۔ اس بات پر عہد کیا۔ کہ مکہ میں کسی شخص پر ظلم نہ ہونے دیں گے خواہ وہ مکہ کا رہنے والا ہو یا کوئی مسافر اس میں وارد ہو۔ خود حضرت نبی کریمؐ نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ فرمایا لقد شھدت فی دار عبد اللہ بن جدعان حلفا ما احب ان لی بہ حمر النعم۔ یعنی میں حلف الفضول کا ممبر بنا۔ اور میں اس عہد کو کبھی نہ توڑوں گا اگرچہ سرخ اونٹ یعنی عرب کی دولت اس عہد کے توڑنے کے لئے پیش کی جائے۔ اور فرمایا ما کان حلف فی الجاھلیۃ فان الاسلام لم یزدہ الا شدۃ کہ

جاہلیت کے معاہدات

کو اسلام توڑتا نہیں۔ بلکہ ان کو اور بھی مضبوط کر دیتا ہے۔ عرب کے تمام جور و ستم حضرت نبی کریم نے دور کئے۔ کمزوروں ضعیفوں کے حقوق کی بڑی حفاظت کی۔ حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کو ایک فرعون کے ظلم و ستم سے رہا کیا تو حضرت نبی کریمؐ کے مقابلہ پر بے شمار فرعون تھے جن کے پنجۂ ظلم و ستم سے حضور نے قوم کو رہا کرنا تھا۔ اس لئے حضرت نبی کریمؐ کو قرآن کریم نے مثیل موسیٰ بھی کہا۔ اور اصل میں

مذہب کی اصل غرض

حقوق عباد اللہ کو قائم کرنا ہے۔ جو حقوق عباد اللہ کی حفاظت کے لئے جد و جہد نہیں کرتا۔ اس نے مذہب کی غرض کو سمجھا ہی نہیں۔ اور جس نے حقوق عباد اللہ کی حفاظت کے لئے ذرہ بھر بھی کوشش کی۔ اس نے تقویٰ کو پا لیا۔ کیونکہ متقی کے معنی ہیں۔ اللہ اور اس کی مخلوق کے حقوق کی حفاظت کرنے والا۔ جتنی اس میدان میں کسی نے کوشش کی۔ اتنا ہی اس کا اجر بلند ہوا۔ ورنہ محض نماز روزہ بیکار ہے۔ فویل للمصلین الذین ھم عن صلوتھم ساھون ہ ویل ہے۔ ان نمازیوں پر جو اپنی نماز کی حقیقت سے بے خبر ہیں۔ وہ حقیقت کیا ہے۔ عباد اللہ کی خدمت۔ ایک مسلمان کے ذمہ بڑی بھاری خدمات سپرد کر دی گئیں۔ نہ صرف عباد اللہ کی خدمت۔ بلکہ عباد اللہ کے حقوق کی حفاظت۔

حقوق کی حفاظت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور کے صحابہؓ نے صرف وعظ ہی نہیں کیا۔ بلکہ اس کے لئے اپنا مال اور اپنی جانیں قربان کر دیں۔ اور اگر اپنی

جان اور مال قربان

نہ کئے جاویں تو حفاظت محال۔ قوم کی زندگی محال۔ زندگی کا راز اگر غور کرو۔ اور قرآن کریم میں تدبر سے کام لو۔ تو اسی مالی اور جانی قربانی میں پنہاں ہے۔ لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء عند ربھم و لکن لا تشعرون ۔ غرض یہ ایک

مسلمان کے ذمہ بڑا بھاری فرض

ہے۔ اور اس فرض کی وسعت بھی بڑی ہے۔ نہ صرف اپنے ماں باپ بیوی بچوں اور عزیز و اقارب کے حقوق کی حفاظت ہمارے ذمہ ہے بلکہ تمام مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت۔ نہ نہ بلکہ اپنے ہموطنوں کے حقوق کی حفاظت ہمارے ذمہ ہے۔ جتنا ہم کو اس کا احساس ہو جتنا ہم اس کے لئے جد و جہد کریں۔ اتنا ہی ہمارا اجر ہے۔ اتنا ہی ہمارا خدا کے نزدیک قرب ہے۔ اور اتنا ہی ہم مخلوق کی نگاہوں میں معزز ہوں گے ورنہ بڑے بڑے پرہیزگاری کے دعوے اور ہماری لمبی لمبی نمازیں خدا کی نگاہ میں ہمیں مقرب نہ بنا سکیں گی۔ تو پھر مخلوق کی نگاہ میں ہمارا معزز ہونا کیسا تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان ۔ ظلم کرنے والوں زیادتی کرنے والوں کے لئے ہماری تحریر ہماری تقریر اعانت کا پہلو لئے ہوئے نہ ہو۔ ورنہ ہم خدا کے سامنے اور اس کی مخلوق کے سامنے مقہور و ذلیل ٹھہریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو توفیق دے ہمت بلند دے۔ شجاعت دے کہ ہم خدا کی مخلوق کی خدمت کریں۔ اور خدا کی مخلوق کے حقوق کی حفاظت کرنے والے ہوں۔ والسلام

ہماری تبلیغی کوششیں

مقتبس از سالانہ رپورٹ ۲۴-۱۹۲۳ء

اس سال اس شعبہ کا کام بابو محمد منظور الٰہی صاحب بڑی دلچسپی سے سرانجام دیتے رہے ہیں۔ آپ کو تبلیغ اسلام و تبلیغ سلسلہ کا بڑا شوق اور خاص تڑپ ہے۔ اور شب و روز اسی کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ گمنام سے گمنام جگہ پر بھی اسلام اور حضرت مسیح موعود کا نام پہنچ جائے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ساعی جمیلہ میں برکت دے اور کامیاب کرے آمین

اس شعبہ سے سلسلہ کا وہ لٹریچر جو قیمتاً فروخت ہوتا تھا مفت یا رعایتی قیمت پر فروخت ہوتا ہے۔ اور علاوہ اس کے اس مد سے تبلیغی ٹریکٹ بالکل مفت انگریزی۔ عربی اور اردو زبان میں ہندوستان اور دیگر ممالک میں تقسیم ہوتے ہیں۔ چنانچہ دعوت عمل اردو چھ ہزار۔ اور دعوت عمل انگریزی دو ہزار۔ آریہ سماج اور گاندھی دو ہزار۔ تطہیر الاولیا ایک ہزار۔ لعنت اللہ خاں کی سنگساری پانچ ہزار۔ اشتہار انسداد طاعون۔ العلوی عربی دو ہزار تقسیم کئے گئے۔ دعوت عمل سے تعلیم یافتہ طبقہ کو بڑا فائدہ ہوا۔ اور ایک سال کے عرصہ میں چھ سو اشخاص سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔

علاوہ ان کتب اور ٹریکٹوں کے تین سو کاپی "اخبار لائٹ" کی مفت تقسیم کی جاتی ہے۔

اسی سال اس غرض کے لئے ۰-۱۴-۱-۳ روپیہ برآمد ہوئے اور خرچ ۰-۱۵-۲۵۹۶ ہوا۔

اس آمد کے مقابل اخراجات کا بوجھ بہت زیادہ ہے بجٹ تجویز کرتے وقت آمد کو سامنے رکھ کر ہی خرچ بھی تجویز ہوتا ہے لیکن اس مہتم بالشان کام کے سامنے یہ خرچ کیا ہے۔ جماعت کے افراد جگہ جگہ پر اپنے طور پر کام کرتے رہتے ہیں لیکن پھر بھی جو کامیابی کی آرزو ہے۔ وہ پوری نہیں ہوتی۔ گو آثار و قرائن سے صاف نظر آ رہا ہے کہ اب وہ وقت قریب آ رہا ہے کہ دین اسلام کی شوکت نظر آئے۔

تبلیغ ہند کا کام

گذشتہ سال شدھی کی شورش کی وجہ سے ایک نقص جو ہمارے کام میں چلا آ رہا تھا۔ ایک حد تک دور ہو گیا۔ آریہ سماج کی جانب سے ایک حملہ ہو گیا۔ اور اس زور آور حملہ نے مسیح موعود کی سچائی کو ظاہر کیا۔ ہندوستان بھر میں کئی کروڑ کی تعداد میں اچھوت اقوام بستی ہیں جو کسی دین کے ساتھ تعلق نہیں رکھتیں کیا اہل اسلام کا فرض نہیں کہ انہیں راہ ہدایت پر لائے۔ اور کتنے کروڑ کی آبادی ہے جو شرک و بت پرستی میں ڈوبی پڑی رہے جسے توحید کی تعلیم نہیں ہے۔ اور کتنے وہ افراد ہیں جو عیسائی پادری برگشتہ کر رہے ہیں۔ یہ سب کام ہونے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ عام توجہ اس جانب مبذول ہو گئی ہے۔ مگر ہنوز اس کی مثال دانہ از خرمن و قطرہ از دریا والی ہے۔

جن مقامات میں آریہ سماج نے ہنگامہ پرورش کی تھی۔ وہاں انجمن نے اپنے مبلغ بھیجے تھے جو کام کرتے رہے۔ وہاں آریہ پرچارکوں کے ساتھ ان کے مناظرے ہوئے اور علاقہ فتنہ ارتداد میں ملکانوں کو اور دوسروں کو حق الیقین ہو گیا کہ آریہ سماج جس مذہب کو پیش کر رہا ہے وہ ہدایت نہیں دیتا۔ اور شدھی کا وہ طریقہ جو آریہ سماج نے اختیار کر رکھا تھا وہ انہیں ترک کرنا پڑا۔ مگر اس کے ساتھ اشتعانت میں سستی آ گئی۔

سال زیر رپورٹ میں اس صیغہ کی آمد ۲۷۴۴ روپیہ ہوئی اور خرچ بدستور رہا یعنے ۱۲۴۸۱ روپیہ ہوا۔ انجمن نے فتنہ ارتداد کی روک تھام کے واسطے مستقل صورت میں کام شروع کیا تھا وہ مستقل جاری رہا۔

موضع پرسارہ ضلع علیگڈہ میں مولوی فیروز الدین صاحب کی زیر نگرانی دو مدرسے جاری ہیں۔ اور ایک لڑکیوں کا مدرسہ ہے۔ ایک مدرسہ موضع پائل خورد تحصیل پلول میں چل رہا ہے تبلیغ ہند کے سلسلہ میں علاوہ ایک علاقہ کو ارتداد سے بچانے کے اشاعت کا کام ایک چھوٹے پیمانہ پر ہوتا رہا۔ اور سال زیر رپورٹ میں سوا دو سو کے قریب لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔ دہلی میں ایک ریڈنگ روم قائم ہے۔ شروع سال میں ضلع کانگڑہ میں بھی کام جاری رہا لیکن آریہ سماجیوں کے ساتھ وہاں بھی بہت مناظرے جگہ جگہ پر ہوئے۔ یہاں حق کو فتح ہوئی۔ اور اسی وجہ سے ان کا کام وہاں رک گیا۔ بالخصوص مولوی عبد الحق صاحب اور مولوی عصمت اللہ صاحب نے پنجاب کے تقریباً تمام بڑے شہروں میں لیکچر اور مناظرے کئے اور پنجاب سے باہر بھی دور دور دعوت آنے پر پہنچے۔ چھاؤنیوں کی بڑی بڑی انجمنوں کو جب آریہ مناظرین نے چیلنج دیا تو انہیں کے واسطے لکھا۔ پٹھانکوٹ۔ جموں۔ راولپنڈی۔ کرملی۔ دینا نگر۔ جالندھر۔ شملہ مختلف مقامات تحصیل شکرگڑھ۔ رتلام۔ ولہوزی۔ مری وغیرہ مقامات پر مناظرے ہوئے۔ جہلم میں عیسائیوں کے خلاف جو اسلامیہ مشن کالج میں عیسائیوں نے اپنے بڑے بڑے مناد مختلف مقامات سے بلا کر بجوٹ مباحثہ کا سلسلہ جاری کیا۔ جہاں ان کے ساتھ مباحثات جاری رکھے گئے۔

علاوہ ازیں راندہیر علاقہ سورت میں پانچ مسلم ریاستیں اور وہاں کے مسلم راجا بڑودہ شدھی سبھا کے زیر اثر شدھ ہونے کے واسطے بالکل آمادہ ہو گئی تھیں۔ وہاں جا کر ان پر حقیقت اسلام واضح کی۔ اور ان کو نجات کا رستہ دکھایا۔

اسی صیغہ تبلیغ ہند کے ماتحت اشاعت اسلام کلاس جاری ہے جس میں اس وقت ایک طالب علم ٹرینیڈاڈ کا تعلیم پا رہا ہے چھ طالب علم جاوا سے آئے ہوئے ہیں۔ اور پانچ دوسرے علاقہ تعلیم پا رہے ہیں۔ ایک منشی فاضل پاس ہے اور ایک گریجویٹ ہے۔ اس کلاس کا نصاب تعلیم دو سال کا رکھا گیا ہے جس میں انٹرینس تک کی تعلیم کے طلبا گذر کر پورے مبلغ بن سکتے ہیں۔

اس صیغہ کی آمد میں چونکہ بہت کمی واقع ہو گئی ہے اس لئے اس کا خرچ صیغہ اغراض عام سے ہی ادا ہوتا رہا ہے۔

اقوام جرائم پیشہ کی اصلاح

انجمن کے پاس اسوقت دو بستیاں اقوام جرائم پیشہ کی ہیں۔ ایک کوٹ مومن ضلع سیالکوٹ میں ہے۔ اور چک نمبر ۲ ضلع منٹگمری میں ہے۔ جہاں گورنمنٹ نے جرائم پیشہ اقوام کو آباد کیا اور ان کا نظم و نسق وغیرہ انجمن کے حوالہ کیا۔ ان کے انتظام میں جو اخراجات ہوتے ہیں وہ گورنمنٹ انجمن کو ادا کرتی ہے پہلے ان کے آمد و خرچ صیغہ اغراض میں شامل تھے۔ مگر چونکہ ان کا خرچ و آمد معین ہے۔ اسلئے سال زیر رپورٹ سے یہ صیغہ الگ بنا دیا ہے۔ اس سال میں اس کی آمد ۵۳۰۴ ہوئی اور خرچ ۵۲۵۰ روپیہ ہوا۔

تازہ خبریں

—— اطلاع موصول ہوئی ہے کہ ہیرالعل محل جس میں مہاراجہ نابھہ رہا کرتے تھے اس میں بہت سی قیمتی چیزوں کے علاوہ ریشمی پردے بھی تھے ۔ چنانچہ آجکل محل کی تمام اشیا نیلام کی جا رہی ہیں ۔ ایک دن صرف ریشم کے بہترپردے نیلام کئے گئے جنکی قیمت ایک سو تئیس روپیہ وصول ہوئی ۔

—— معزز ہمعصر امرت بازار پتر کا رقمطراز ہے کہ ہم نے ابھی تک راجہ سر ہری سنگھ کے متعلق کوئی فیصلہ کن بات نہیں سنی مہاراجہ جموں و کشمیر آجکل کلکتہ میں رونق افروز ہیں ۔ جہاں انہوں نے لارڈ ریڈنگ سے ملاقات کی ہے ۔ عام طور پر یہ افواہ گشت لگا رہی ہے کہ مہاراجہ وائسرائے سے یہ کہیں گے کہ انہیں اپنا کوئی ولیعہد نامزد کرنے کی اجازت دیجائے ۔ سر راجہ ہری سنگھ تو حکومت کے منظور نظر ہیں ۔ لارڈ ریڈنگ کا دل یہ گوارا کرے گا کہ انہیں اس طرح برطرف کر دیں ۔

—— معزز ہمعصر ہند رقمطراز ہے کہ ۲۴ دسمبر کو صبح کے ۳ بجے بھوانی اور ہانسی کے درمیان بی ۔ بی اینڈ سی ۔ آئی کی چھوٹی لائن کی دو سواری کی گاڑیوں میں زبردست ٹکر ہوگئی ۔ بھوانی میں ان دونو گاڑیوں کا کراس ہوا کرتا تھا ۔ چنانچہ ۴۴ ڈاؤن اسٹیشن کے یارڈ میں کھڑی تھی اور ۳۲ ۔ اپ کو غلطی سے اسی لائن پر چھوڑ دیا گیا ۔ جس پر پہلے سے ۴۴ ڈاؤن کھڑی تھی ۔ چنانچہ دونوں گاڑیوں کی ایک زبردست ٹکر ہوئی ۔ دونوں انجنوں کو نقصان پہنچا ۔ بہت سے مسافر شدید طور پر زخمی ہوئے ۔ ریواڑی اور حصار سے ریلیف ٹرین بھیجی گئی ۔ نقصان مال و جان کا ابھی ٹھیک طور پر اندازہ نہیں لگایا جا سکتا ۔

—— اطلاع ملی ہے کہ حکومت پنجاب نے خدیجہ بیگم صاحبہ کو انڈین ایجوکیشنل سروس میں اعلیٰ خدمت دینے کے لئے سفارش کی ہے ۔ آپ پنجاب یونیورسٹی کی ایم ۔ اے ہیں ۔ ابھی پچھلے دنوں حکومت نے انہیں ولایت میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے وظیفہ دیا تھا ۔ لیکن آپ اپنے والد کی علالت کی وجہ سے ولایت تشریف نہ لیجا سکیں ۔

—— لاہور ۳ ۔ دسمبر ۔ کل گھوڑ دوڑ کے موقعہ پر سر میلکم ہیلی گورنر پنجاب ایک ایسی گاڑی میں سوار ہو کر گھوڑ دوڑ کے میدان میں پہنچے ۔ جس میں آٹھ اونٹ جتے ہوئے تھے ۔ آپ کے ہمراہ رسالہ بھی تھا ۔ زمانہ سلف میں جب موٹریں نہ ہوا کرتی تھیں تو گورنر اور حکومت کے معزز اصحاب اسی قسم کی گاڑیوں میں نکلا کرتے تھے ۔ جس میں اونٹ جتے ہوا کرتے تھے ۔

—— اطلاع ملی ہے کہ سید میر بسمل مدیر "لاحول" جنہیں دفعہ ۱۲۴ الف قانون تعزیرات ہند کی رو سے گرفتار کر کے تین سال کے لئے قید کر دیا گیا تھا ۔ حال ہی میں سشن جج گوجرانوالہ نے ان کی سزا میں تخفیف کر دی ہے ۔ چنانچہ اب بسمل صاحب کو تین سال کی بجائے صرف ایک سال قید کاٹنی ہوگی ۔ اس کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ بسمل صاحب نے عدالت عالیہ میں مرافعہ کیا ہے ۔

—— معزز ہمعصر "سرچ لائٹ" اپنی تازہ ترین اشاعت میں رقمطراز ہے کہ ریاست سکیت میں چند کسانوں نے حکومت کے خلاف بغاوت کی تھی ۔ جن کی سرکوبی کے لئے لاہور کی ایک گورکھا پلٹن بھیجی گئی تھی ۔ آج معلوم ہوا ہے کہ مہاراجہ سکیت اپنی ریاست سے ڈیرہ دون چلے گئے ہیں ۔ عام طور پر یہ خبر گشت لگا رہی ہے کہ مہاراجہ کی صحت اس قابل نہیں رہی کہ ریاست کے انتظامی معاملات کو سنبھال سکیں گو اسوقت آپ کی عمر تیس سال ہے ۔ اور تخت پر بیٹھے پانچ سال کا زمانہ بھی نہیں گذرا ۔

—— قاہرہ ۲۸ دسمبر ۔ وفد پارٹی نے ایک اعلان شائع کیا ہے جس پر سعد زغلول پاشا کے دستخط ثبت ہیں ۔ اس اعلان میں ذوار پاشا کے غیر آئینی افعال و اعمال کی مذمت کی گئی ہے ۔ اور مصری حکومت پر انتخابات کی آزادی میں خلل اندازی کا الزام عائد کیا گیا ہے ۔ اور آخر میں یہ کہا ہے کہ حکومت اپنے اعمال و افعال اور ان کے نتائج کی ذمہ دار ہے ۔

—— لندن ۲۹ ۔ دسمبر ۔ البانی حلقوں مقیم لندن کو البانی حکومت کے سقوط اور فرار کے خبر کی تصدیق موصول ہوئی ہے ۔ سابق وزیر اعظم اور دیگر وزرا اور چند ایک افسران فوج برنڈزی میں پہنچ چکے ہیں ۔ احمد بیگ زوگن جو انقلابی تحریک کا سردار ہے ۔ اب تیرانہ میں ہے اور حکومت مرتب کرنے کے لئے تیاری کر رہا ہے

—— ٹوکیو ۲۸ ۔ دسمبر ۔ سٹیشن کے احاطہ میں ۲۷ و ۲۸ دسمبر کو جو دھماکہ ہوا ۔ اسکے باعث ۵۰ اشخاص ہلاک ہوگئے اور ۵۰ اور ۲۸۰ لوگوں کو علی الترتیب شدید اور خفیف ضربات آئیں ۔ ڈائنامیٹ کے ۸۷۵ بکس جہاز سے اتارے جا رہے تھے کہ دفعتاً ایک بکس نیچے گر پڑا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام بکس پھٹ گئے ریلوے سٹیشن اور کوئلہ اور مال و اسباب کے احاطوں میں آگ لگ گئی ۔ متعدد عمارتوں کو جو آس پاس واقع تھیں شدید نقصان پہنچا

—— امرتسر ۲۹ ۔ دسمبر ۔ قصبہ کوٹ کلاٹ ریاست کپورتھلہ پنجاب کے محکمہ آبکاری نے حال ہی میں ہوشیاری اور مستعدی سے گرفتاری کی ۔ اطلاع موصول ہونے پر جالندھر کے انسپکٹر آبکاری نے قصبہ مذکور میں ایک جعلی تقریب کا انتظام کیا اور رقاصوں اور بھانڈوں کو بلا لیا گیا ۔ نوٹ جن پر نشان لگا ہوا تھا ۔ ناجائز شراب کی خرید کے لئے استعمال کئے گئے ۔ ۲۲ ۔ ایسے اشخاص کی گرفتاری عمل میں لائی گئی جنہوں نے شراب کی فروخت کی تھی ۔ پنجاب کے دیہات میں شراب کی ناجائز کشید ترقی پذیر ہے ۔ اور مختلف اضلاع سے متعدد گرفتاریاں عمل میں آئی ہے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اس خرابی کے انسداد کے لئے محکمہ آبکاری نے اپنی طاقت و قوت میں اضافہ کر دیا ہے ۔ اس سلسلہ میں ضلع راولپنڈی سے جو گرفتاریاں عمل میں آئی ہیں ۔ ان میں ایسی گرفتاریاں بھی ہیں جو شہر کی دکانوں پر ناجائز شراب فروخت کرنے کے جرم میں کی گئی ہیں ۔

—— بلگام ۲۹ ۔ دسمبر ۔ خلافت کانفرنس کے آخری اجلاس میں جو تجاویز منظور ہوئیں ۔ ان میں سے پہلی تجویز میں جدید قانون بنگال کے خلاف احتجاج کیا گیا ۔ دوسری تجویز میں حسین اور لڑکوں کے حجاز سے اخراج پر اظہار طمانیت کرتے ہوئے سلطان ابن سعود کو اس شاندار کارنامہ پر مسلمانان ہند کی طرف سے زبردست مبارکباد دی گئی ۔ ایک اور تجویز میں مسلمانوں سے پروگرام تنظیم کو جامہ عملی پہنانے کی سفارش کی گئی ۔

امرتسر ۲۸ دسمبر ۔ ارکان انجمن اسلامیہ کا عام اجلاس آج شام کے چار بجے شیخ غلام حسن ہال میں منعقد ہوا ۔ میاں محمد شریف صاحب سوداگر چرم صدر جلسہ تھے ۔ موجودہ ہائی سکول کو کالج کے درجہ تک پہونچانے کے متعلق مجلس انتظامیہ کی تصریحات پیش ہوئیں ۔ اور گرما گرم بحث کے بعد قرار پایا کہ انٹرمیڈیٹ کالج کی منظوری کے لئے پنجاب یونیورسٹی کے پاس فی الفور درخواست بھیجدی جائے فراہمی چندہ کے وسائل پر غور کرنے کے لئے ایک سب کمیٹی بنادی جائے ۔

—— کانپور کے سوداگران چرم کے ایک اجلاس میں ایک قرارداد منظور کی گئی ۔ جس میں پنڈت شام لال نہرو کے اس مسودہ قانون کے خلاف احتجاج کیا گیا جس کا تعلق گائے کی حفاظت کے مسئلہ سے ہے اور جسے پنڈت صاحب موصوف مجلس واضع اسمبلی میں پیش کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں ۔

—— لاہور میں ۳۰ دسمبر کو شام کے ۷ بجے بھاٹی دروازہ کے اندر بازار حکیماں میں ایک سہ منزلہ مکان گر پڑا جس کے نیچے چار آدمی دب گئے جن میں سے ایک شخص تو اسی وقت مر گیا ۔ باقی تینوں کی حالت خطرناک ہے ۔ زخمیوں سے ایک کی گردن کا منکا ٹوٹ گیا ہے ۔ جس کے بچنے کی کوئی امید نہیں ۔ معلوم ہوا ہے کہ جس شخص کی گردن کا منکا ٹوٹ گیا ہے ۔ وہ آگرہ کا رہنے والا تھا ۔ نیز ایک اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتا تھا ۔ اور لاہور میں تعلیم کی غرض سے آیا ہوا تھا ۔ جس وقت مکان گرا ہے ۔ اسوقت یہ شخص مکان میں بیٹھا کھانا کھا رہا تھا ۔ جب اسے مٹی کھود کر نکالا گیا تو اسوقت اس کے منہ میں کھانے کا نوالہ موجود تھا ۔ اس کی عمر ۲۴ سال ہوگی ۔

مکان کے گرنے کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ مکان کے نیچے ایک حمام نے حمام کھول رکھا تھا ۔ اور اس میں نل لگا ہوا تھا جو بوسیدہ ہونے کی وجہ سے ہر وقت رستا رہتا تھا ۔ چنانچہ یہ پانی مکان کی بنیاد کو کمزور کرتا گیا ۔ تاآنکہ مکان گر پڑا ۔

—— اخبار "ٹریبیون" اپنی ۷ ۔ دسمبر کی اشاعت میں رقمطراز ہے کہ سردار ہرنام سنگھ ایڈیٹر اکالی کا مقدمہ پنڈت ہری کشن میجسٹریٹ امرتسر کی عدالت میں زیر دفعہ ۱۲۴ (الف) قانون تعزیرات ہند جاری تھا ۔ اس کا فیصلہ آج سنا دیا گیا ۔ سردار صاحب کو دو سال قید بامشقت اور دو سو روپیہ جرمانہ کی سزا دی گئی ہے ۔ عدم ادائگی جرمانہ کی پاداش میں مزید چھ ماہ قید سخت بھگتنی ہوگی ۔

—— مہاتما گاندھی اپنے رفقا کے ہمراہ احمد آباد کو روانہ ہوگئے ہیں ۔ آپ کاٹھیاوار کی پولیٹیکل کانفرنس کے صدر ہونگے

—— بمبئی ۔ یکم جنوری ۔ مولانا شوکت علی اور سید مرتضیٰ مدراس کی طرف روانہ ہوگئے ہیں ۔ مولانا شوکت علی مدراس کی خلافت کانفرنس کے صدر ہوں گے ۔

—— بمبئی یکم جنوری ۔ پنڈت موتی لال نہرو کانگرس کی سوراجیہ جماعت کے معتمد عمومی نے لکھا ہے کہ سوراجیہ جماعت کی مجلس منتظمہ کا اجلاس ۱۱ ۔ جنوری کو ناگپور میں منعقد ہوگا تاکہ [illegible] پر غور کیا جائے ۔

—— احمد آباد ۔ ۳۱ ۔ دسمبر ۔ احمد آباد کے کاتنے اور کپڑا بننے کے کارخانہ میں آگ لگ گئی ۔ دس لاکھ روپیہ کا نقصان ہوا

—— بلگام ۔ ۲۷ ۔ دسمبر ۔ آج کانگرس کا انتالیسواں اجلاس ختم ہوا ۔ بہت سی قراردادیں منظور ہوئیں ۔

—— امرتسر ۳۱ دسمبر ۔ سردار اندر سنگھ پریزیڈنٹ مالوہ پرتی ندہی دیوان فیروزپور کو دفعہ ۱۷ ۔ الف ترمیم ضابطہ فوجداری کے ماتحت ۶ ماہ قید بامشقت اور ۱۰۰ روپیہ جرمانہ کی سزا دی گئی ۔

—— امرتسر ۲ جنوری ۔ گذشتہ شب ہندو سبھا ہال کے قریب ایک کنوئیں سے ایک ہندو نوجوان کی لاش برآمد ہوئی ہے پولیس تحقیقات کر رہی ہے ۔

—— ۳۰ دسمبر کو جلال آباد ضلع امرتسر تھانہ ویروال میں ایک افسوسناک حادثہ وقوع پذیر ہوا ۔ بیان کیا جاتا ہے کہ چوہڑہ قوم کے چند خورد سال لڑکے لڑکیاں آگ جلا کر سینک رہے تھے کہ دفعتاً آگ کی لپیٹ میں آگئے اور جل گئے ۔ دو بچے تو بالکل مر گئے اور ایک قریب المرگ ہے ۔ یہ حادثہ والدین کی عدم موجودگی میں ہوا

—— قاہرہ سے خبر آئی ہے کہ مصری انجمن ہلال احمر نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ ایک طبی وفد اہل حجاز کی خدمت کے لئے فی الفور بھیجدے ۔

—— جناب حمی شلے فرانس کو جا رہے ہیں ۔ ترکی اخبار ان کے اس سفر کے حامی ہیں اور لکھتے ہیں کہ اس سفر کا مقصد یہ ہے کہ فرانسیسیوں سے ایک خاص معاہدہ کیا جائے ۔

—— حکومت ایران نے دریائے آرو بیتا میں جہازرانی کرنے کا اجارہ روس اور امریکہ کو دے رکھا تھا ۔ میعاد اجارہ تیس برس تھی مگر ابھی دس ہی سال گذرے ہیں کہ دولت ایران نے اس کو منسوخ کر دیا ہے ۔ اور سوا لاکھ روپیہ کمپنی کو بطور ہرجانہ دیا ۔ خیال ہے کہ حکومت یہ کام خود کرے گی ۔

—— وزیر اعظم ایران نے ناصری سے حسب ذیل پیغام بھیجا ہے ۔ "میں نے جرنیل فضل اللہ خان کو عربستان کا گورنر مقرر کر دیا ہے ۔ عربستان کی افواج وہیں رکھی جائینگی ۔ خرم آباد سے عربستان کا راستہ کھل گیا ہے ۔ اور آمد و رفت بحفاظت تمام جاری ہوگئی ہے ۔ اب چونکہ عربستان کی شورش کا خاتمہ ہو چکا ہے ۔ اسلئے میں عراق عرب کے مقامات مقدسہ کی زیارت کے لئے جا رہا ہوں ۔ میرا یہ سفر سرکاری اور رسمی حیثیت نہیں رکھتا ۔

مدینۃ المسیح لاہور یوم بدھ۔ مورخہ ۱۰ جمادی الثانی ۱۳۴۳ ہجری مطابق ۷ جنوری ۱۹۲۵ء

ڈاک حضرت امیر ایدہ اللہ

اسلام اور احمدیت

احمدی نام کیوں رکھا گیا؟

غازی رحمت اللہ صاحب ساکنہ شہر جالندھر نے حضرت امیر کی خدمت میں ایک خط لکھا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی جماعت کا نام بجائے مسلمان کے احمدی رکھا۔ یہ قابل اعتراض امر ہے۔ اسی سلئے اکثر مسلمان باوجود اس جماعت کی خدمات اسلام کے اعتراف کے اس میں شمولیت سے پرہیز کرتے ہیں۔ اور کہ اہل قرآن۔ اہلحدیث شیعہ سنی۔ احمدی یا محمدی کہلانا اتنا ہی برا ہے جتنا کافر کہلانا۔ اور کہ احمدی نام رکھنا مرزا صاحب کی اجتہادی غلطی تھی۔ اس لئے امید ہے کہ آپ جماعت کا نام سوائے مسلم کے اور کوئی رکھنا پسند نہ فرمائیں گے۔ اس کے جواب میں حضرت امیر نے ذیل کا خط ان کو لکھا:۔

اخویم مکرم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ آپ کا خط ایام جلسہ میں پہنچ گیا تھا۔ اللہ آپ کو اور آپ کے متعلقین کو اپنی حفاظت میں رکھے۔

جماعت کے نام کے متعلق نہ معلوم آپ کو کیوں اس قدر غلط فہمی ہوئی ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ حضرت صاحب نے اسلام کے نام کو تبدیل کرکے احمدیت نام رکھا۔ "اس کے تبدیل کرنے کے جرم میں ضرور ماخوذ کئے جائیں گے۔" ہمارا نام اللہ تعالیٰ نے مسلم رکھا ہے۔ اسے نہ مرزا صاحب تبدیل کرسکتے ہیں نہ کوئی اور نہ حضرت مرزا صاحب نے اس نام کو تبدیل کیا حضرت مرزا صاحب بھی اپنے آپ کو مسلم کہتے تھے۔ ہم بھی اپنے آپ کو مسلم کہتے ہیں لیکن جب اللہ تعالیٰ نے آپ سے خدمات دین کا کام لینا چاہا۔ تو آپ کو ایک جماعت بنانے کا حکم دیا۔ یہ جماعت ۱۸۸۹ء میں بنی۔ اور آپ نے اس کا نام ۱۹۰۰ء تک کوئی نہیں رکھا۔ علاوہ اس جماعت کو مرزائی یا قادیانی کہتے تھے۔ اور یہ دونوں نام خود جناب مرزا صاحب یا ان کے مقام سکونت کی طرف منسوب تھے۔ آپ کو جو غیرت رسول کریم صلعم کے لئے تھی۔ اس کی وجہ سے آپ نے نہ چاہا کہ ایک جماعت جو رسول اللہ صلعم کے دین کی خدمت کے لئے اٹھی ہے۔ اس کا نام آپ کی (حضرت مرزا صاحب کی) طرف

خیال گذرا۔ کہ ایک غلط نام نہ پڑ جائے، تو آپ نے خود واضح طور پر لکھا اور ایک اشتہار شائع کیا جس میں یہ بتایا کہ میں اپنا اور اپنی جماعت کا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم احمد پر احمدی رکھتا ہوں یعنی اس جماعت کو اپنی طرف منسوب نہیں کرتا۔ بلکہ رسول اللہ صلعم کی طرف منسوب کرتا ہوں۔ اس اشتہار میں آپ نے لکھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نام تھے۔ ایک محمد صلعم اور دوسرا احمد صلعم اول الذکر جلالی نام ہے جو ظاہری شان وشوکت سے تعلق رکھتا ہے، آخر الذکر جمالی نام ہے جو اندرونی خوبیوں کی طرف اشارہ کرتا ہے اور چونکہ اب اسلام کے لئے ظاہری غربت اور بے کسی کا زمانہ ہے اور شان وشوکت کا زمانہ نہیں۔ اب اسلام لوگوں کو اپنی طرف اپنی اندرونی خوبیوں کی وجہ سے کھینچے گا۔۔۔ اس لحاظ سے اس جماعت کا نام جو اس وقت اور ان حالات میں خدمت دین کے لئے کھڑی ہوئی ہے، آنحضرت کے اسم احمد پر رکھا گیا ہے۔ اس بات کا ثبوت کہ یہ نام حضرت مرزا صاحب نے اپنے نام پر نہیں رسول اللہ صلعم کے نام پر رکھا ہے۔ یہ کافی ہے کہ اس اشتہار میں یہ سب صراحت موجود ہے، اور پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ آپ نے اپنا نام بھی وہی رکھا ہے جو جماعت کا یعنی لکھا ہے کہ میرا اور میری جماعت کا نام احمدی مسلمان ہے، اگر اپنے نام پر یہ نام رکھتے۔ تو اپنے آپ کو احمدی نہ کہتے،

سوال یہ نہیں کہ جماعت کا نام یہ رکھا یا وہ رکھا۔ سوال یہ ہے کہ جماعت بنانے کی ضرورت تھی یا نہیں۔ اور کیا وہ کام جس کے کرنے کے لئے آپ کو مامور کیا گیا تھا۔ بغیر ایک مخصوص جماعت کے ساتھ ہونے کے آپ کرسکتے تھے، آخر جب ایک جماعت بنے گی۔ تو اس کا کچھ نہ کچھ نام بھی رکھا جائے گا جس طرح ایک بچہ پیدا ہوتا ہے۔ تو اس کا ایک نام رکھا جاتا ہے اور کسی کے وہم میں بھی نہیں ہوتا۔ کہ ہمارا نام مسلم جو خدا نے رکھا تھا۔ وہ تبدیل ہوگیا اسی طرح ایک جماعت بنے گی۔ تو امتیاز کے لئے تعارف کے لئے اس کا ایک نام رکھا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔ وجعلناکم شعوباً وقبائل لتعارفوا۔ شاخوں اور قبیلوں کے بھی نام ہوتے ہیں۔ تاکہ ان کی پہچان ہوسکے، اسی طرح جب ایک جماعت اس زمانہ میں خدمت اسلام کے لئے تیار ہوتی ہے۔ تو اس کا ایک نام بھی رکھا جاتا ہے۔ مگر آپ نے نہ تو اپنے نام پر کوئی نام اختیار کیا نہ کسی اور امتیاز پر۔ بلکہ صرف آنحضرت صلعم کے ایک اسم کی طرف اس نام کو منسوب کیا۔ اور احمدی نام رکھنے پر اعتراض کرنا ایسا ہی ہے۔ جیسا کوئی کہے کہ اپنے آپ کو امت محمدیہ کہنا یا امت احمد

محض امتیاز کے لئے آپ نے یہ نام اختیار کیا۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ ایک گروہ ہے جن کی زندگیوں کا مقصد محض ایک ہی ہے خدمت اسلام کا کام نہ ہوسکتا تھا جب تک ایک جماعت نہ ہو۔ اور جماعت کے لئے نام ضروری تھا۔ ورنہ اس کا امتیاز نہ رہ سکتا تھا۔ پھر وہ نام ایسا ہے جس کی نسبت خود نبی کریم صلعم کی طرف ہے، آخر مہاجر اور انصار کے نام بھی تو تھے۔ وہ بھی محض امتیاز کے لئے تھے۔ جس طرح کسی کو مہاجر کہنے سے اس کا نام مسلم تبدیل نہیں ہوجاتا۔ اسی طرح احمدی یا امت احمد کہنے سے اس کا نام مسلم تبدیل نہیں ہوجاتا۔ اگر ایک شخص مسلم ہوکر مہاجر یا انصاری کہلا سکتا ہے تو ایک شخص مسلم ہوکر احمدی بھی کہلا سکتا ہے، مجھے اگر یہ معلوم ہوجائے کہ یوں کسی جماعت کا نام محض تعارف کے لئے رکھنا قرآن کے خلاف ہے تو میں اسے چھوڑ دوں گا۔ لیکن جب خدا کا کلام خود فرماتا ہے کہ تعارف کے لئے نام رکھنے میں حرج نہیں۔ جب اس میں بعض مسلم گروہوں کے خاص نام موجود ہیں۔ تو مجھے سمجھ نہیں آتا۔ کہ خدمت اسلام کی اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے جس کی بنیاد حضرت مرزا صاحب نے رکھی۔ اس نام پر کیا اعتراض ہوسکتا ہے، ایک چھوٹی سی بات کو اس قدر وقعت دے کر اگر ایک شخص خدمت اسلام کے اس کام میں حصہ لینے سے انکار کرتا ہے تو اس کا اختیار ہے۔ یہ کسی انسان کے اختیار میں نہیں۔ کہ اس کے دل کو اس غلط خیالی سے پاک کرسکے۔ والسلام ؀

(محمد علی)

مولوی محمد یعقوب خاں صاحب کا انگریزی لیکچر

مرزا غلام احمد دی مین (Mirza Ghulam Ahmad The man) اس قابل ہے کہ غور کرنے والے انگریزی خواں اصحاب کو بکثرت پہنچایا جائے۔ اس غرض کے لئے اسے لاگت سے بھی کم قیمت پر دیا جائے گا۔ یعنی جو احباب ایک روپیہ بھیجیں ان کے نام سولہ کاپیاں اس کی بھیج دی جائیں گی۔ تاکہ وہ اپنے مقام کے چیدہ چیدہ اصحاب کو پہنچا سکیں۔ امید ہے احباب بہت جلد اس نہایت ... [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۳۔ ۱۰ جمادی الثانی ۱۳۴۳ھ مطابق ۷ جنوری ۱۹۲۵ء نمبر ۱۹

اسلام کی ترقی کا راز

اشداء علی الکفار رحماء بینہم

حضرت امیر ایدہ اللہ کی تقریر جو جلسہ سالانہ منعقدہ ۲۵ دسمبر ۱۹۲۴ء میں آپ نے فرمائی

(گذشتہ سے پیوستہ)

اسی طرح اگر آپ صحابہؓ کی تاریخ کو پڑھیں۔ تو اس قسم کے واقعات وہاں بھی نظر آتے ہیں جن میں کفار کے ساتھ ملاطفت ہی کا برتاؤ کیا گیا ہے لیکن ایک شخص کہہ سکتا ہے، کہ اگر یہ حالت تھی تو قرآن کے اندر تو لفظ آتے ہیں۔ اشداء علی الکفار۔ یا ایھا النبی جاھد الکفار و المنافقین و اغلظ علیھم۔ تو کیا مطلب ہے، کہ قرآن کے حکم کے خلاف رسول اللہ صلعم نے کیا؟ اصل میں بعض وقت ادنیٰ سی غلطی بھی ٹھوکر کا موجب ہوتی ہے۔ شدت کا لفظ اصل میں قوت اور طاقت پر بولا جاتا ہے، لغت میں رجل شدید القوی یعنے رجل شدید کے معنے ہیں۔ قوی آدمی۔ تو اصل معنے کیا ہیں۔ اشداء علی الکفار کے۔ بڑے مضبوط ہیں کفار کے مقابلہ پر وہ معنے جو ہمارے ذہنوں میں ہیں۔ یا بعض مفسرین نے لکھ دیا ہے، بالکل غلط ہیں صحیح معنے یہ ہیں کہ جب کفار کے ساتھ مقابلہ ہوتا ہے، اور وہ تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ تو کیا حالت ہوتی ہے۔ اس وقت مسلمانوں کی۔ اشداء وہ پہاڑ کی طرح مضبوط ہو جاتے ہیں ان کے مقابلہ میں۔ اور ان کا کوئی خوف ان کے دلوں میں نہیں ہوتا یہی نقشہ رسول اللہ صلعم اور صحابہ کرامؓ کی زندگیوں میں نظر آتا ہے۔ جب [illegible] کفار سے مقابلہ پیش آیا ہے، تو باوجود کمزور ہونے کے ایسی قوت اور مضبوطی کا اظہار کیا ہے، کہ دشمن اپنی بڑی بڑی جمعیتوں کے باوجود ان پر غالب نہیں آ سکے، جنگ بدر میں مسلمانوں کے بالمقابل تگنا لشکر ہو گیا۔ جنگ احد میں چوگنا لشکر تھا۔ [illegible] جنگ احزاب میں تو دشمن کی جمعیت بہت بڑی تھی۔ لیکن ان تینوں میں پوری قوت اور مضبوطی کے ساتھ مسلمانوں نے مقابلہ کیا۔ ایک دفعہ تین ہزار صحابہؓ نے دشمن کی ایک لاکھ فوج کا مقابلہ کیا۔ اور وہ ذرا مرعوب نہیں ہوئے۔ یہی دو باتیں ہیں جو اسلام کی ترقی کا موجب ہیں۔ اشداء علی الکفار رحماء بینھم۔ کفار کا مقابلہ مضبوطی اور قوت کے ساتھ کام کرنے والے اور باہم رحم اور محبت سے پیش آنے والے۔ بالفاظ دیگر کفار سے نہ دبنے والے ان کے سامنے نہ جھکنے والے، اور آپس میں ایک دوسرے سے دبنے والے اور ایک دوسرے کے سامنے جھک جانے والے اسی طرح سے دوسرے الفاظ کو دیکھو۔ اعزۃ علی الکافرین اذلۃ علی المومنین کافروں کے بالمقابل مضبوط اور مومنوں کے سامنے جھکنے والے یہ تھی۔ اصل خوبی جس نے فی الحقیقت مسلمانوں کو غالب کیا۔ یہ خوبی کہاں سے پیدا ہوئی؟ فرماتا ہے۔ تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ و رضوانا۔ یہ خدا کے آگے جھکنے سے پیدا ہوتی ہے۔ اشداء اور رحماء دو متضاد باتیں ہیں۔ جب ایک قوم شدت اختیار کرتی ہے، تو پھر اس میں نرمی کا پہلو نہیں رہتا۔ اس کی ہر بات میں شدت پائی جاتی ہے، لیکن ان مسلمانوں میں ایک ہی وقت میں دو باتیں پیدا کر دیں۔ وہ سخت بھی ہیں اور نرم بھی۔ دشمن کے مقابل میں لوہے کی طرح ہیں آپس میں موم کی طرح۔ ایک ہی انسان تھے ایک موقعہ پر اس قدر مضبوط اور سخت کہ بڑی سے بڑی طاقت سے بھی دبنے والے نہ تھے اور دوسرے موقعہ پر اس قدر نرم تھے کہ باہم ہر بات میں دب جانا ان کا طریق تھا۔ یہ خوبی نماز سے ان میں پیدا ہوئی۔ بڑی چیز ہے نماز جس نے اس قدر متضاد صفات ان کے اندر پیدا کر دیں۔ سختی بھی پیدا کی اور نرمی بھی۔ مگر یہ نماز سے کس طرح دو متضاد باتیں پیدا ہو گئیں۔ نماز میں تو جھکنا ہی جھکنا ہے، کیا اس سے بڑھکر کوئی ذلت پیدا ہو سکتی ہے، حد درجہ کی ذلت اور نرمی نماز پیدا کرتی ہے، مگر یہ شدت کس طرح پیدا کرتی ہے، شدت اس طرح پیدا ہوتی ہے۔ کہ جو شخص خدائے واحد کے آگے گرتا ہے، وہ کسی دوسرے کے آگے نہیں جھکتا۔ خدائے واحد کے آگے گرنے سے ہی وہ طاقت پیدا ہوتی ہے۔ جو دوسروں کے آگے گرنے سے بچاتی ہے یہی وہ شدت ہے، جو دشمن کے مقابلہ پر اس سے وہ کارنامے نمایاں کراتی ہے جس کی نظیر کوئی دوسرا پیش نہیں کر سکتا۔

فی الحقیقت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ایک نہیں دو معجزے دکھائے ہیں۔ وہ لوگ جو ادنے ادنے باتوں پر ایک دوسرے کے گلے کاٹنا جانتے تھے، جن کو رات دن لڑائی اور تلوار چلانے کے سوا اور کوئی شغل نہ تھا۔ دو معجزے نبی کریم صلعم نے ان کی اصلاح میں دکھائے ہیں عرب کے لوگ وحشی تھے درندے تھے۔ جان کی انہیں پروا نہ ہوتی تھی۔ اگر مذہب اسلام فی الحقیقت [illegible] کرتے ہیں۔ اگر تلوار کے بغیر اسلام نہ رہ سکتا تھا۔ تو ان کی اصلاح کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ تلوار چلانے کی انہیں پہلے سے خوب مشق اور عادت تھی۔ مگر محمد رسول اللہ صلعم نے کیا کیا۔ پہلے ان کی تلواروں کو توڑا۔ انہیں کہا کہ تلوار کی تمہیں ضرورت نہیں، دکھ اٹھاؤ، تکلیف اٹھاؤ۔ ماریں کھاؤ اور مقابلہ نہ کرو۔ یہ تو بجائے خود ایک معجزہ تھا۔ کہ اس قدر درندوں کو بے ضرر لیلیوں کی صورت میں بدل دیا۔ اور جب وہ تلوار چلانا بھول گئے۔ اور وہ شدت ان میں نہ رہی۔ اور وہ حالت ہو گئی۔ کتب علیکم القتال و ھو کرہ لکم۔ قتال کا حکم ہوتا ہے، اور وہ مشقت معلوم ہوتی ہے، تو پھر ان میں مقابلہ اور شدت کا رنگ پیدا کر دیا۔ پہلے انہیں حجروں میں بٹھایا۔ ان کے ہاتھ میں تسبیح دی، پھر ان کو کہا کہ چلو اب دشمن کا مقابلہ کرو۔ یہ دو معجزے نبی کریم صلعم نے دکھائے۔ اور اگر صحابہ کرامؓ کی اس طرز زندگی کو دیکھو جس کو خلافت راشدہ کہتے ہیں۔ تو اس میں بھی یہی دو معجزے نظر آتے ہیں۔ میں خلافت راشدہ کے زمانہ کو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہوں۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا زمانہ اسلام کی شوکت و سطوت کا زمانہ ہے، جب دشمن کے مقابلہ میں اشداء علی الکفار کا پہلو روشن ہوا اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کا زمانہ رحماء بینھم کا زمانہ ہے۔ جب آپس میں اختلاف پیدا ہوتا ہے۔ یہ لوگوں کو غلطی لگتی ہے، کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایران اور شام پر مسلمانوں نے حملے کئے۔ اس کی ابتدا دراصل ان دونوں سلطنتوں کی طرف سے [illegible]۔ اس وقت جب رسول اللہ صلعم کی وفات کے بعد ملک عرب میں بغاوت پھیلی۔ تو ایران نے اسی وقت اپنی فوجیں عرب میں باغیوں کی امداد کے لئے بھیجی تھیں۔ دوسری بات ہوئی کہ ایران ہی کی سلطنت کا ایک حصہ تھا۔ جہاں سے سجاح نامی مدعیہ نبوت کھڑی ہوئی۔ اور ایام بغاوت عرب میں مدینہ پر چڑھائی کے لئے نکلی۔ یہاں تک کہ ملک عرب کے وسط تک پہنچ گئی۔ اور ایران نے مسلمانوں کے خلاف اسے مدد دی۔ تیسری شکل یہ پیش آئی کہ شام میں بھی مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خود بھی ان تیاریوں کی خبر سنکر تبوک پر جانا پڑا تھا۔ اور پھر اپنی زندگی کے آخری ایام میں اسامہ بن زید کی ماتحتی میں ایک لشکر تیار کیا تو ایک طرف ملک عرب میں بغاوت تھی۔ دوسری طرف شام کا خطرہ تھا۔ ادھر ایران نے حملہ کر دیا۔ یہ مسلمانوں کی سخت آزمائش کا وقت تھا کہ کیا وہ کفار کے عظیم الشان ہجوم کے سامنے دب جاتے ہیں۔ اور ہمت ہار دیتے ہیں اس وقت اشداء علی الکفار کا اصلی رنگ نظر آتا ہے۔ ادھر بغاوت فرو ہوتی ہے، اور ادھر ایران اور شام پر حملہ کی تیاریاں ہو جاتی ہیں۔ تاکہ دشمن کو سر اٹھانے کا موقعہ ہی نہ ملے۔ اگر وہ اس وقت حملہ نہ کرتے۔ تو یقینی تھا کہ یہ دونوں سلطنتیں جو پہل کر چکی تھیں مسلمانوں کو کچل دیتیں یہ لوگ کوئی تسبیح خواں ملانے تھے۔ کہ انہیں دنیا و ما فیہا کی کوئی خبر نہ ہوتی۔ وہ اپنی سرحدوں کی خبر رکھتے تھے۔ اور جانتے تھے۔ کہ اگر خبر نہ لی۔ تو دشمن حملہ آور ہو کر تباہ کر دیں گے۔ کوئی بڑی فوج پاس نہ تھی۔ ملک میں ابھی بغاوت ہو چکی تھی۔ اور ان لوگوں کو جو بغاوت کر چکے تھے، فوج میں بھرتی کرنے کا حکم نہ تھا۔ ایک ہی وقت میں دو عظیم الشان سلطنتوں کا [illegible] اس وقت کی دنیا کی عظیم ترین طاقتوں کا مقابلہ ہے، اور شرائط کیا ہیں جو ان کے سفیر لڑائی شروع ہو چکنے کے بعد پیش کرتے ہیں۔ وہ جا کر کہتے ہیں۔ یہ تو ہمارا مذہب ہے جسے تم تباہ کرنا چاہتے ہو۔ یا تو اس کو مان لو۔ پھر ہمیں تم پر اعتماد ہے، اگر یہ نہیں تو اطاعت اختیار کرو اور جزیہ دو۔ اور اگر یہ بھی نہیں تو تلوار ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرے گی۔ ایک سفیر نے یہی بات ایران کے بادشاہ سے کہی۔ بالمقابل کیا جواب ملا۔ وہ عربوں کو کمزور سمجھتے تھے۔ اس لئے کہا کہ مٹی کا ٹوکرا بھر کر لاؤ۔ اور اس کے سر پر رکھو۔ چنانچہ ٹوکرا لا کر اس کے سر پر رکھا گیا۔ وہ بھی بڑے سمجھدار تھے۔ وہ ٹوکرا لے کر بھاگے کہ انہوں نے ایران کی زمین خود ہمارے حوالہ کر دی ہے۔

تو باوجود اس حیثیت کے جو غیر قوموں کی نظروں میں ان کی تھی باوجود اس کے کہ طاقت میں ان کا کوئی مقابلہ نہ تھا، پھر بھی ان سے مطالبہ یہ کرتے ہیں۔ کہ جب تک شکست مان کر اطاعت اختیار نہ کرو۔ ہم لڑائی کو بند نہیں کریں گے، وہ جانتے تھے کہ یہ دین اسلام کے دل سے بدخواہ ہیں۔ اور اگر ذرا بھی موقعہ ملا۔ تو تباہ کر کے چھوڑیں گے، اس لئے یہ مطالبہ کیا۔ کہ مسلمان ہو جاؤ۔ تو کوئی جھگڑا تم کو نہیں رہے گی۔ یہ تھا اشداء علی الکفار کا پہلو جو پہلی دو خلافتوں میں نظر آتا ہے، اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے زمانہ میں جب مسلمانوں میں باہم لڑائی ہوئی۔ تو انہوں نے اپنا سر دے دینا پسند کیا۔ لیکن مسلمانوں کا خون بہانا گوارا نہ کیا۔ تاریخ اس بات پر کھلے طور پر شاہد ہے، کہ کس طرح سے مسلمانوں میں جنگ اور فساد کو ان دونو حضرات نے روکنا چاہا۔ غرض صحابہؓ کی تاریخ کے اندر دو پہلو صاف طور پر نظر آتے ہیں۔ اشداء علی الکفار کا پہلو بھی ہے اور رحماء بینھم کا بھی لیکن آج حالات کچھ ایسے ہیں۔ کہ مسلمانوں نے ان دونوں صفات کو چھوڑ دیا ہے، حالانکہ آج بھی ان دونوں پہلوؤں کو اختیار کرنے کی ضرورت ہے، اگر آج اسلام کا غلبہ چاہتے ہو۔ اگر لیظھرہ علی الدین کلہ کا رنگ دیکھنا چاہتے ہو تو وہ انہی دونوں پہلوؤں کو اختیار کرنے سے پورا ہو سکتا ہے، آج تمہیں کفار کس رنگ میں دبانا چاہتے ہیں۔ اس رنگ میں کہ مسلمانوں کو اسلام سے پھیر کر اپنے دین میں لے جائیں۔ عیسائیوں، آریوں کی غرض سب فرقوں کی کوشش اسی طرف لگی ہوئی ہے، کہ مسلمانوں کو ان کے مذہب سے پھیر دیں۔ تو جس رنگ میں وہ تمہیں دبانا چاہتے ہیں۔ تم بھی اسی رنگ میں ان کا مقابلہ کرو۔ اگر وہ اپنے ساز و سامان سے تم پر غلبہ پانا چاہتے ہیں۔ تو تم اپنے کمزور ہاتھوں سے دکھا دو کہ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ کا وعدہ سچ ہے۔ یہ تو اشداء علی الکفار کا پہلو ہے، جس میں اسلام کی ترقی مضمر ہے، اور دوسرا پہلو رحماء بینھم

کا یہ چاہتا ہے۔ کہ آپس میں اخوت اور محبت کا برتاؤ ہونا چاہیئے۔ یہ تکفیر کی بیماری جو اس وقت پائی جاتی ہے اس نے مسلمانوں کی اخوت اور محبت اور باہمی ہمدردی کو باقی نہیں رہنے دیا۔ خلفائے راشدین نے اس اخوت کو قائم رکھنے کی پوری کوشش کی تھی۔ خوارج نے الاعلان حضرت علیؓ اور آپ کے ساتھیوں کو کافر کہتے تھے۔ اس لئے کہ حضرت علیؓ معاویہؓ کو بوجہ اس کی بغاوت کے کافر کیوں قرار نہیں دیتے۔ لیکن انہوں نے کہا اخواننا بغوا علینا ہمارے بھائی ہیں انہوں نے ہم پر بغاوت کی ہے، خود خوارج کو بھی حضرت علیؓ نے مسلمان ہی کہا۔ اور ان پر پہلے تلوار نہیں اٹھائی۔ تکفیر کا مرض پیدا کرنے والی یہی خارجی قوم تھی۔ حضرت علیؓ نے ان کو یہی کہا تھا۔ کہ جب تک تم فتنہ نہ کرو۔ ہم تمہیں کچھ نہیں کہیں گے، چنانچہ نہروان کے مقام پر اس وقت لڑائی ہوئی۔ جب انہوں نے مسلمانوں کو واقعی قتل کر دیا۔

غرض رحماء بینھم کے پہلو میں بھی مسلمانوں نے غلطی کھائی ہے ہمارے جو سرکردہ علما ہیں ان کی حالت یہ ہے کہ دشمن کے مقابلہ میں طاقت کوئی نہیں۔ گھروں کے اندر چھپے بیٹھے ہیں۔ کوئی مقابلہ انہیں نہیں کرنا آتا۔ پچھلے سال جمعیت العلماء کا خط آیا تھا کہ ہمیں کچھ آدمی تیار کرنے کی ضرورت ہے، مولوی عبدالحق صاحب کو دو سال کے لئے ہمیں دے دیں۔ اور السلام علیکم سے خط کو شروع نہ کرسکے گویا کافر بھی قرار دیتے ہیں اور پھر اپنے عمل سے بتاتے ہیں کہ کافروں کے مقابلہ کے لئے اگر کوئی قوم ہے تو یہی چھوٹی سی قوم ہے یہ حال ہے ان کا کفار کے مقابلہ میں اشداء علی الکفار کا پہلو بھی گیا۔ اور رحماء بینھم کا بھی نعمت اللہ خاں کا قتل رحماء بینھم کا نقشہ ہے، میں تو اس کو اپنے لئے ایک بڑی مفید چیز سمجھتا ہوں خوب یاد رکھو۔ ہمارے اندر کوئی طاقت پیدا نہ ہوتی۔ اگر اس زور سے ہماری مخالفت نہ کی جاتی۔ مخالفت پیش آنے پر ہم میں بھی اپنے آپ کو کھڑا کرنے کی طاقت ہوئی لیکن . . . یہ بیماری مسلمانوں کے لئے سخت خطرناک ہے، یہ اس حد تک پہنچ گئی ہے، کہ ذرا ذرا سے اختلاف پر ایک دوسرے کو کافر ٹھیرانے کو تیار ہیں۔ آج کون مولوی ہے، جس کو کسی دوسرے سے ادنےٰ سا اختلاف ہو، اور وہ اسے کافر بنانے کے لئے تیار نہیں۔ ایک اہلحدیث مولوی صاحب لیکچر دے رہے تھے۔ کہ کس طرح سے ادنےٰ سے اختلاف پر مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کو افغانستان سے نکالا گیا۔ میں نے کہا، شکر کرو سنگسار نہیں کیا گیا، مگر آج یہی اہلحدیث احمدیوں کے سنگسار ہونے پر خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ غرض اشداء علی الکفار رحماء بینھم میں اسلام کی ترقی کا راز تھا، آج اس راز کو اگر کسی نے کھولا ہے، تو میں یقین دلاتا ہوں۔ کہ مرزا غلام احمد نے کھولا ہے، انہی دو پہلوؤں کو لے کر آپ نے ایک جماعت بنائی۔ یہ غلط ہے کہ آپ نے کوئی فرقہ بنایا۔ خوب غور کر کے دیکھ لو ایک گاؤں کا رہنے والا کہیں بدھ مذہب کے بالمقابل لکھتا ہے کہیں ہندو مذہب کہیں عیسائیت وغیرہ کا مقابلہ کرتا ہے، یہ کیوں اس لئے کہ اشداء علی الکفار کا پہلو روشن کرنا تھا، اگر ان دونوں پہلوؤں کو نہ لیتا۔ تو اسلام کا کام نہ چل سکتا تھا۔ اشداء علی الکفار کا وہ رنگ ہے کہ کسی مذہب کو بھی نہیں چھوڑا جس پر اسلام کی فوقیت ثابت نہیں کی۔ اور رحماء بینھم کا وہ رنگ ہے، کہ اگر ننانوے وجوہ کفر کی ہوں اور ایک وجہ اسلام کی تو بھی کافر نہیں کہنا اور سب سے بڑی وجہ اسلام کی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے، اس کے پڑھنے والے کو کافر کہنا آپ نے ہرگز جائز نہیں ٹھیرایا۔ جب مخالفین نے آپ کو کافر کہا تو ان کو کیا جواب دیا۔ کہا کہ آؤ جس طرح کسی دوسرے کو مسلمان کرتے ہو۔ مجھے بھی کر لو، اگلے دن علیگڈھ میں میرے لیکچر کا مضمون یہ تجویز کیا گیا، کہ مسلمانوں میں کوئی کافر نہیں، ایک صاحب نے کہا کہ اور کوئی کافر ہو تو ہو۔ آپ تو ہیں۔ میں نے کہا میں تھوڑی دیر کے لئے مان لیتا ہوں۔ کہ جیسا ہمارے علما کہتے ہیں میں کافر ہوں اب آؤ جس طرح کسی کافر کو مسلمان کرتے ہو۔ مجھے بھی مسلمان کر لو، لیکن وہ شخص آئے جس نے کسی کافر کو مسلمان بنایا ہو، جو کلمہ پڑھا کر تم کسی کافر کو مسلمان کرتے ہو۔ وہی میں پڑھتا ہوں۔ کون ہے جس کے ہاتھ میں یہ ٹکٹ ہو . . . . اور وہ اسلام کے اندر نہ آسکے، ایک اونٹے سے ٹکٹ کے ساتھ ایک احاطہ میں تم داخل ہو جاتے ہو، اس قرآن نے حق دے دیا ہے اسلام کے اندر داخل ہونے کا، کمزوریاں ہوں۔ نقص ہوں، سب کچھ ہو لیکن اسلام سے نکالا نہیں جاسکتا جب تک لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہے،

آج جس قدر نقصان دشمن اسلام کو پہنچا رہے ہیں۔ اس سے بڑھ کر مسلمانوں کے علما اسلام کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ آج اسلام کی کیا تصویر دشمنوں نے کھینچی ہے، یہی کہ اسلام ایسا مذہب ہے۔ جو تلوار کے زور سے پھیلایا گیا۔ اور ابھی امام مہدی آکر تلوار سے اسلام کو غالب کر دے گا۔ وہ نہیں جانتے کہ وہ اس خیال کو جگہ دے کر در پردہ عیسائیوں کو مدد دے رہے ہیں۔ اگر واقعی وہ اس طریق کو صحیح سمجھتے ہیں۔ تو انہیں چاہیئے کہ عیسائیوں کی مخالفت کرنا چھوڑ دیں اسلام کی دو تصویریں اس وقت پیش کی جاتی ہیں۔ ایک میں اسلام کی صورت۔ ایک سیاہ رو دیو کی ہے۔ کہ وہ کھانے کو اور مارنے کو تیار ہے۔ اور ایک دوسری تصویر ہے جو اس زمانہ کے مجدد نے پیش کی ہے، اس کو ایک خوبصورت معشوق کی صورت میں پیش کیا گیا ہے، اب تم یہ فیصلہ کر سکتے ہو۔ کہ کس گروہ کے ساتھ تمہیں ہونا چاہیئے آیا اس سیاہ رو دیو کی صورت کے ساتھ ہو کر اسلام کی بدنامی کا موجب ہونا چاہتے ہو۔ یا اس خوبصورت تصویر کے ساتھ جو مجدد وقت نے پیش کی ہے، مرتد کو واجب القتل قرار دینے میں اسلام کی شوکت تو تم نے فرض کر لی لیکن ان سے پوچھو جن کے سامنے اس کو پیش کرتے ہو۔ آیا وہ اسے شوکت سمجھتے ہیں یا پرلے درجہ کی تنگ دلی۔ اگر ہمارے سامنے عیسائی مذہب ہندو مذہب کا وہی نقشہ کھینچا جائے، جو ہمارے علما اسلام کا پیش کرتے ہیں، تو تم اس سے کس قدر نفرت کرو گے، یہی حال اس اسلام کا ہو رہا ہے۔ جس کا ایسا نقشہ مخالفین کے آگے پیش کیا جاتا ہے پھر کہتے ہیں۔ کہ دو فریق ہو گئے ہیں۔ کس کے ساتھ ہوں۔ چلو اسی کے اوپر فیصلہ کر لو۔ کہ ان دونوں میں رحماء بینھم پر کون عامل ہے، کیا یہ معنے ہوں گے رحماء بینھم کے کہ وہ چند آدمی جو ایک فریق کے ساتھ ہیں مسلمان ہیں اور باقی کل دنیا کے مسلمان خارج از اسلام، دونوں کے حالات کو دیکھ لو۔ اگر ایک فریق کو دیکھتے ہو۔ کہ رحماء بینھم کے نقشہ کے خلاف کر رہے ہیں۔ تو اس کو چھوڑ دو۔ اور اس کا ساتھ دو۔ جو اس رنگ کو اپنے اندر پیدا کرتا ہے، دیکھو اس شخص کی اولاد جس کی ساٹھ یا اسی تصنیفات غیر مذاہب کے مقابلہ میں ہیں . . . سلطان القلم ہو گئیں آج اس رنگ کو چھوڑ بیٹھی ہے، اس کی قلمیں کیوں آج غیر مذاہب کے مقابلہ میں نہیں اٹھتیں۔ اشداء علی الکفار کا تو یہ تقاضا تھا۔ کہ آج کفار کا مقابلہ کیا جاتا۔ سلطان القلم کا بیٹا قلم سے غیر مذاہب کا مقابلہ کرتا لیکن آج ولایت کے اخباروں میں چھپتا ہے کہ میاں صاحب نے کہا ہے، کہ عیسائی کافر نہیں۔ یہ ولایت کے اخباروں نے ان کی طرف منسوب کیا ہے کہ عیسائیوں کے متعلق انہوں نے کہا۔

They are not infidels

وہ (عیسائی) کافر نہیں ہیں مجھے افسوس ہے کہ انہوں نے اس کی تردید نہیں کی۔ اگر حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے، تو تم نے تو گویا عیسائیوں کی ہاں میں ہاں ملا دی۔ ان کا مقابلہ کیا کرنا ہے،

اس لئے ایک ہی گروہ ہے، جس میں اشداء علی الکفار کا پہلو غالب ہے۔ . . . . . خوب یاد رکھو کہ اگر اس کی طرف نہیں آتے۔ جو مرزا نے پیش کیا ہے، اگر اس راہ کو اختیار نہیں کرو جو اس مجدد وقت نے بتائی ہے۔ تو کبھی کامیابی کا منہ نہیں دیکھ سکتے جب تک اس جماعت کے ساتھ نہ ہو گے۔ اپنے طور پر کام نہیں کر سکتے۔ اس لئے اس جماعت کا ساتھ دو نظام اور جماعت کے بغیر کام سرے نہیں چڑھ سکتا۔ . . . .

. . . یہی وجہ ہے کہ اسلام کی تبلیغ کی توفیق ملتی ہے تو ان لوگوں کو نہیں ملتی۔ جو الگ رہتے ہیں۔ بات موٹی اور سیدھی ہے کہ وہ تصویر اسلام کی جو ہمارے علما نے پیش کی ہے۔ اور جس سے اس کی صورت نہایت مکروہ نظر آتی ہے۔ آیا وہ صحیح ہے یا وہ جو مجدد وقت نے پیش کی ہے، اور ان دونوں میں سے کس کے قبول کرنے کو دل چاہتا ہے۔ اگر اسلام کی تصویر وہی ہے، جس کو مجدد وقت نے پیش کیا ہے، تو اس کے ساتھ ہو جاؤ۔ . . تا کہ وہ دنیا میں غالب ہو جائے

تعصب کی انتہا

باوجودیکہ خود مہاتما گاندھی کو اس بات سے اطمینان حاصل ہو گیا ہے کہ میاں فضل حسین صاحب کی پالیسی ہند وکش نہیں بلکہ مسلم نواز ہے۔ باوجودیکہ پنڈت موتی لال نہرو۔ مسٹر چنتامنی اور مسٹر ... جیسے بڑے بڑے ہندو لیڈر جن کی اپنی قوم کے متعلق خیر خواہی اور نیک نیتی پر کوئی شبہ وارد نہیں ہوسکتا خود تحقیقات کر کے اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہیں کہ میاں صاحب کے متعلق جو کچھ شور مچایا جاتا ہے جو شکایات ان کے متعلق کی جاتی ہیں۔ ان کی تہ میں کوئی حقیقت موجود نہیں۔ باوجودیکہ خود میاں صاحب موصوف بارہا ہندو لیڈروں کو چیلنج دے چکے ہیں۔ کہ جو کچھ ان کے خلاف کہا جاتا ہے اس کو ثابت کریں جس کا کوئی جواب ہندو لیڈروں نے آج تک نہیں دیا۔ تاہم ہندو اخبارات جو آریہ سماجی ہونے کے باوجود ہندو قوم کی نمائندگی کا ادعا رکھتے ہیں۔ تحریر و تقریر میں جلے کٹے ریمارک کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔ یہاں تک کہ سال نو کے خطابات میں یہ دیکھ کر کہ میاں صاحب "سر" ہو گئے ہیں "پرتاپ" تو حسد کی آگ میں جل ہی اٹھا ہے۔ اور کبھی تو میاں صاحب موصوف کی پالیسی کو "ہندو کشی" کے نام سے موسوم کرتے ہوئے سر کے خطاب کو اس کا معاوضہ قرار دیتا ہے، اور کبھی ڈاکٹر کچلو کو مطعون کرتا ہے، کہ وہ سر نہ ہوئے۔ اور میاں فضل حسین ان سے آگے نکل گئے۔ یہ آج ہمیں معلوم ہوا۔ کہ ڈاکٹر کچلو ہندو کش ہیں۔ غالباً اس لئے کہ انہوں نے تنظیم کا کام شروع کر رکھا ہے۔ آخر ہر وہ بات جس میں مسلمانوں کا فائدہ نظر آئے۔ خواہ ہندوؤں کا کچھ بھی نہ بگڑے ہندو کشی ہی تو ہے۔ محمود کی بت شکنی اور اورنگ زیب کے روزانہ سوا من جنیو توڑنے کی کہانیاں برادران وطن کی زبانی آج تک ہم سنتے رہے ہیں۔ آج . . . میاں فضل حسین اور ڈاکٹر کچلو کی ہندو کشی غالباً ان سے کسی درجہ کم نہیں۔ اور کیا تعجب ہے، اگر آئندہ ہندو تاریخ میں ان دونوں بزرگوں کا ذکر بھی انہی مسلمانوں کی فہرست میں ہو جو عدل و انصاف کے ترازو کو ہاتھ میں رکھنے کی وجہ سے ہمیشہ ظالم و جابر کے القاب سے ملقب ہوتے رہے ہیں۔

ہندوستان کی مشترکہ زبان

آل انڈیا نیشنل کانگریس کے سالانہ اجلاس میں جو گام میں منعقد ہوا جہاں جی خر پر مہاتما گاندھی نے سب سے زیادہ زور صرف کیا کہ اسی میں ان کے نزدیک ہندوستان کی نجات ہے۔ وہیں بعض اور بھی عجیب و غریب باتیں بیان کیں۔ جن کہ سمجھنے سے عقل و فکر عاجز ہے "پرکاش" راوی ہے۔ کہ کانگریس میں ایک رزولیوشن ہندی زبان میں پیش ہوا جس پر ایک ڈیلیگیٹ نے صدر سے التجا کی۔ کہ ہر ایک رزولیوشن کا ترجمہ تامل زبان میں کیا جایا کرے۔ مہاتما جی نے اس کا جواب دیا کہ ہندوستان میں کل ۵۰ صوبے اور تقریباً ۵۰ مختلف زبانیں ہیں۔ یہ ناممکن ہے کہ ہر پیش ہونے والے رزولیوشن کا ان تمام زبانوں میں ترجمہ سنایا جائے۔ ہندوستان کی مشترکہ زبان ہندی ہے اس لئے رزولیوشن ہندی میں پڑھے جانے چاہئیں۔ اور اگر کچھ لوگ ہندی نہیں جانتے۔ تو ان کی سہولیت کے لئے انگریزی استعمال کی جائیگی۔

ہمیں حیرت ہے کہ مہاتما جی نے ہندی کو کیونکر ہندوستان کی مشترکہ زبان قرار . . . . بالکل محض ہیں۔ اور اس کے علاوہ خود ہندی جاننے والے بھی ایک دوسرے کے تلفظ اور رسم الخط کو بعض اوقات سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں۔ بالمقابل اردو ایک ایسی زبان ہے جس سے ہندوستان کا ہر باشندہ کچھ نہ کچھ ضرور واقف ہے۔

ان صحیح حالات کی روشنی میں مہاتما جی کا ارشاد آیا ہندی کی بیجا حمایت اور اردو کے گلے پر تیغ تیز کی حیثیت رکھتا ہے یا کچھ اور۔ اس کا فیصلہ قارئین کرام خود کر سکتے ہیں۔

آریہ سماج کا کام

معاصر "پرکاش" نے اپنی تازہ ترین اشاعت میں "ہمارا کام" کے عنوان سے مختلف فنڈوں کے لئے اپیل کی ہے جس کو دیکھنے سے معلوم ہوسکتا ہے، کہ آریہ سماج نے اپنی کوششوں کو کس حد تک وسیع کر رکھا ہے، مثلاً کنیا گوروکل (لڑکیوں کے مذہبی کالج) کے لئے ایک لاکھ روپیہ طلب کیا ہے۔ دیانند اپدیشک مہاودیالہ کے لئے ایک لاکھ روپیہ جس کو بقول "پرکاش" سوامی ستیانند جمع کر رہے ہیں۔ جنم شتابدی فنڈ کے لئے پندرہ ہزار۔ گوروکل ہردوار کی جو سیلاب کی نذر ہو گیا۔ دوبارہ تعمیر کے لئے دو لاکھ روپیہ۔ ایسا ہی ویدپرچار فنڈ کے لئے اپیل کی ہے جس کی رقم معین نہیں کی۔

یہ چندہ وسٹ ہوسٹے فنڈوں کے لئے اپیل ہے، اور جن لفظوں میں اپیل کی گئی ہے۔ ان سے معلوم ہوتا ہے، کہ اس کا پورا ہونا کوئی مستبعد بات نہیں۔ دوسری طرف جب ہم اپنی بے سروسامانی کو دیکھتے اور اس سالانہ آمد و خرچ پر نظر ڈالتے ہیں۔ جو پونے دو لاکھ سے بڑھکر کبھی نہیں ہوا۔ تو یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ مالی امارت کے لحاظ سے ہم کسی طرح بھی آریہ سماج کا مقابلہ کرنے کے قابل نہیں۔ تاہم خدا تعالےٰ کا یہ کس قدر فضل ہے کہ اس بے سروسامانی میں بھی اس کی نصرت شامل حال ہے خدا کے فضل سے جو مشن اس وقت یورپ میں تبلیغ اسلام کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ وہ آریہ سماج کے تمام گوروکلوں اور مدارس اور کالجوں سے بڑھکر حیثیت رکھتے ہیں۔ تاہم احمدی قوم کو یاد رکھنا چاہیئے کہ جس قدر گڑ ڈالا جائے گا۔ اسی قدر میٹھا ہو گا۔ یورپ میں جس قدر تبلیغ اسلام کی ضرورت ہے۔ اسی قدر ہندوستان میں حفاظت اسلام کی ہے۔ یہ جس قدر اپدیشک مہا ودیالے اور گوروکل وغیرہ کھڑے کئے جا رہے ہیں۔ ویدپرچار فنڈ اور شدھی فنڈ کے نام سے جو کچھ طلب کیا جاتا ہے، وہ اسلام کو کچلنے یا کم از کم ہندوستانی متلاشیان حق کو اس سے روکنے کے لئے ہے، اس لئے ہمیں اس کے بالمقابل کم از کم اس قدر کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ ہم بھی اپنے نوجوانوں کو اسلام کی تعلیم سے پورے طور پر واقف کر کے ہندو مذہب کے مقابلہ کے لئے تیار کریں۔ ہم اگر کالجوں اور ودیالوں کی طاقت نہیں رکھتے تو کم از کم اس لٹریچر سے ہی فائدہ اٹھائیں۔ جو اس غرض سے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے پیدا کیا ہے، اور مالی طور پر ان اشد ضروریات کو بھی پورا کریں۔ جو اس وقت مسلم ہائی سکول اور برلن مسجد کی صورت میں ہمارے سامنے ہیں۔

مسیحیت اور اسلام

خدا ہمارے مولویوں کو ہدایت دے، جو بھی بات ان کے مونہوں سے نکلتی ہے۔ مسیحیت کو اس سے ایک سہارا مل جاتا ہے، حیات مسیح کے عقیدہ اور بعض ایسے ہی دیگر عقائد سے عیسائیوں نے جس قدر فائدہ اٹھایا ہے۔ وہ ہندوستان کی مذہبی دنیا سے مخفی نہیں۔ مرتج اسلامی ہند سے آواز اٹھتی ہے کہ مرتد از روئے اسلام واجب القتل ہے، پادریوں کو اور کیا چاہیئے۔ یہ ایک سنہری موقعہ ان کے لئے تھا جس سے انہوں نے پورا فائدہ اٹھایا ہے۔ اور ڈاکٹر زویمر نے اس پر ایک زبردست کتاب لکھی ہے، جس میں نہ صرف اسلام کی اس بدنما تصویر کو تمام مغربی دنیا میں پیش کر کے اسے بدنام کیا ہے، بلکہ اس اعتراض کا کہ اسلامی ممالک میں مسیحیت کیوں کامیاب نہیں ہوتی۔ اسی بنا پر جواب دیا ہے۔ کہ وہاں مرتدین کو قتل کرنے کا قانون ہے۔ اس لئے مسلمان کھلے طور پر عیسائی نہیں ہوتے اگرچہ واقعات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ڈاکٹر زویمر کا یہ جواب ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہے، تاہم ایک سہارا تو آخر مل گیا جس کے دینے والے ہمارے مولوی ہیں۔ ڈاکٹر زویمر کا یہ عذر یورپ میں قابل پذیرائی سمجھا جائے یا نہ سمجھا جائے، مگر اسلام کا جو نقشہ اہل یورپ کے سامنے اس نے رکھا ہے۔ اس کا ذمہ وار ہمارے مولویوں کے سوائے اور کون ہے، جمعیت العلماء اور دیوبند کو مبارک ہو کہ ان کی وجہ سے یورپ میں تبلیغ اسلام کا کام ایک اور الجھن میں جا پڑا۔ اور جو رستہ ایک حد تک صاف ہو چکا تھا۔ اس پر پھر انہوں نے کیچڑ پھینک کر لوگوں کو پھسلانے کا بندوبست کر دیا۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون ہ

گئو کانفرنس

ایام کانگریس میں جہاں اور مختلف کانفرنسیں بلگام کے اندر منعقد ہوئیں۔ وہیں گئو کانفرنس کے نام سے بھی ایک مجلس کا انعقاد مہاتما گاندھی کی صدارت میں ہوا۔ مہاتما جی نے اپنی صدارتی تقریر میں گئو کی حفاظت اور سوراج کو لازم و ملزوم قرار دیتے ہوئے زیادہ تر ہندوؤں کو اس بات کا ملزم قرار دیا۔ کہ وہ گائے کی حفاظت پورے طور پر نہیں کرتے۔ اور اس کے ۔ ۔ ۔ اتنا اچھا سلوک روا نہیں رکھتے۔ پنڈت مدن موہن مالویہ نے صاف کہا کہ اگر ہندو اور ۔ ۔ آپس میں سمجھوتہ کر لیں۔ تو گورنمنٹ بھی عدم ذبح گاؤ کا حکم دے دے گی۔ انہوں نے امید ظاہر کی کہ مسلمان گائے ذبح کرنا چھوڑ دیں گے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور تجویز کی کہ ہر گاؤں میں ہندو سبھا اور گئو سبھا قائم کی جائیں۔ جو گائیں کو قصاب کے ہاتھ پڑنے سے روکیں۔"

ہم نہیں جانتے کہ ان ایام میں جبکہ ہندو مسلمانوں کے تعلقات پہلے ہی اس قدر کشیدہ ہو رہے ہیں۔ ایسے نازک مسائل کو کیوں چھیڑا جاتا ہے حتیٰ کہ اب گائے کے متعلق باقاعدہ کانفرنسیں منعقد ہونے لگی ہیں۔ مہاتما جی کے ارشاد اور پنڈت جی کی تجاویز سے یہ صاف پتہ پایا نہیں جاتا۔ کہ وہ ہر ممکن ذریعہ سے ذبح بقر کو روکنا چاہتے ہیں کاش ایسا ہی ہوتا۔ اگر ہندو بھی مسلمانوں کا کوئی حق انہیں دینے کے لئے تیار ہوتے۔ لیکن موجودہ حالات میں اس سوال کو اٹھانا گویا جلتی آگ پر تیل ڈالنا ہے۔ اور افسوس ہے کہ مہاتما جی بھی اس میں شریک ہیں۔

بہائی معتقدات اور اسلام

عام طور پر بہائی مذہب کے پیرو یہ کہہ کر لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ کہ بہائی مذہب اسلام ہی کا ایک فرقہ ہے۔ اور قرآن کو واجب العمل سمجھتا ہے ۔ ۔ ۔ لیکن اصل حقیقت اس کے خلاف ہے۔ جیسا کہ ذیل کے الفاظ سے جو بہائی مبلغ میرزا محمود ایرانی نے ۲۶ دسمبر کو امرتسر میں کہے ثابت ہوتا ہے:۔

"ایک صاحب نے دریافت کیا کہ آپ کی کتاب کونسی ہے۔ جناب میرزا صاحب نے جواب دیا کتاب الاقدس"

ایسے ہی بہاء اللہ کی صداقت کا معیار بیان کرتے ہوئے بتایا کہ "مجلہ عالمیان دیانت ایک ۔ ۔ ۔ حیثیت رکھتے ہیں کہ انہوں نے (۱) من اللہ ہونے کا دعوےٰ کیا (۲) ایک مستقل دعوےٰ دنیا کے سامنے پیش کیا (۳) باوجود جانکن مصائب کے اس دعوے پر استقامت دکھائی (۴) اگرچہ گذشتہ انبیاء علیہم السلام کا نام عزت سے لیا۔ اپنے تئیں ان کی کتب کا مصدق بتایا لیکن ان کا سہارا نہیں لیا۔ یعنی اپنے تئیں امتی نہیں بتایا ضروریات زمانہ کے ماتحت ایک مستقل کتاب کی تعلیم کو پیش کیا اور اس تعلیم کو دنیا میں رواج دیا۔ یہ وہ علامات ہیں جسے آپ بمقابلہ دیگر مذاہب کہہ سکتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلعم میں موجود ہیں۔ اور ہم کہتے ہیں کہ یہی علامات حضرت بہاء اللہ میں پائی جاتی ہیں۔"

ان کھلی تصریحات کے ہوتے ہوئے کون شخص کہہ سکتا ہے۔ کہ بہائی مذہب اسلام ہی کا ایک فرقہ ہے جو شخص خود ایک مستقل دعوےٰ (نبوت) رکھتا ہے۔ آنحضرت صلعم کا امتی نہیں۔ اور قرآن کے بعد ایک اور مستقل کتاب پیش کرتا ہے۔ وہ ایک علیحدہ مذہب بناتا ہے۔ اس کو اسلام کے ساتھ کیا تعلق۔

قرآن کے بعد ہدایت

ہمیں بہائی مذہب کے پیروؤں سے اس بارہ میں صرف اس قدر دریافت کرنا ہے۔ جس کو پہلے بھی ہم بارہا ان سے پوچھ چکے ہیں کہ آج کونسی ایسی نئی ضرورت دنیا کو پیش آئی ہے۔ جس کا حل قرآن میں موجود نہیں۔ اور کتاب الاقدس اس کو پورا کرتی ہے۔

(۱) قرآن نے گذشتہ شرائع کو منسوخ کرتے ہوئے یہ ایک اصول بیان کیا ہے۔ کہ ما ننسخ من آیۃ او ننسہا نات بخیر منہا او مثلہا جو شریعت ہم منسوخ کرتے یا دسے بھلا دیتے ہیں۔ اس سے بہتر یا اس کی مثل ہم دوسری لے آتے ہیں۔ سوال یہ ہے۔ کہ کتاب الاقدس نے قرآن سے بڑھ کر کونسی ہدایت دی۔ یا کم از کم جو ہدایات تمدن و معاشرت اور تعلق باللہ وغیرہ کے متعلق قرآن نے دی ہیں۔ تکمیل تزکیہ کے جو ذرائع اس نے بتائے ہیں۔ ان کی مثل ہی کتاب الاقدس سے دکھائے جائیں۔ برخلاف اس کے جس کتاب کا یہ حال ہو کہ خود اس کے اپنے پیروؤں کو بھی اس کی شکل تک دیکھنی نصیب نہیں۔ اور ایک خاص حلقہ تک اس کی اشاعت محدود ہے۔ اس کی تعلیم کو جانچنا قرآنی معیار کے لیے پورا اتارنا ایک فرضی بات ہے۔ پہلے کتاب کو پیش کرو۔ اسے دنیا میں علانیہ شائع کرو۔ پھر اس کے متعلق جو دعاوی تم رکھتے ہو۔ ان پر بھی غور ہو سکتا ہے۔ ورنہ جو کچھ اس وقت تک کہا جاتا ہے۔ وہ ہوائی شست اور گواہ چست سے بڑھ کر نہیں۔ تمہارا اصل کتاب کو چھپانا خود اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ تمہیں ان دعاوی کی صداقت پر خود اعتماد نہیں۔

حق بر زبان جاری

کلکتہ کے مسیحی ہمعصر ۔ ۔ ۔ سے کسی نے سوال کیا تھا کہ میرا ایک دوست مر گیا ہے۔ کیا میں اسکے لئے توبہ و استغفار کر سکتا ہوں؟ اسکے جواب میں "۔ ۔ ۔ " کا مسیحی ہمعصر رقمطراز ہے:۔

"کوئی شخص دوسرے کے لئے توبہ و استغفار نہیں کر سکتا"

یہ فطرت صحیحہ کی آواز ہے۔ کفارہ کا اصول اگر صحیح ہوتا تو یہ الفاظ ایک مسیحی قلم سے ہرگز نہ نکلتے۔ اس اصول کے ہوتے ہوئے کہ کوئی شخص دوسرے کے لئے توبہ یا استغفار نہیں کر سکتا مسیح کے متعلق یہ ایمان رکھنا کہ وہ تمام ملک کے لئے کفارہ ہوا کس قدر بے اصولاپن کی بات ہے۔ ہمارے مسیحی دوست اس پر غور کریں۔

مذہبی جنوں

مذہبی جنون کا الزام آج تک مسلمانوں پر دیا جاتا رہا ہے چنانچہ ملتان۔ سہارنپور۔ کوہاٹ کے واقعات کو فرضی رنگ چڑھا کر درد انگیز داستانوں کی صورت میں ہندو برادران وطن اپنی مظلومیت کا رونا روتے رہے ہیں۔ اور اس طرح سے کرتارپور اور آرہ وغیرہ میں مسلمانوں پر جو ظلم و ستم ہوئے جس طرح سے انہیں زندہ آگ میں جلایا گیا۔ اس کی پردہ پوشی کی لیکن آخر کار واقعات اعتراف حق پر مجبور کر دیتے ہیں۔ اب جبکہ فساد کرنے والے مالابار کے علاقہ کے موپلا اس وجہ سے تمام رہا کئے جا چکے ہیں کہ انہوں نے جو کچھ کیا مذہبی جنون کی صورت تھی" تو ہندو اخبارات نے بھی یہ لکھنا شروع کیا ہے کہ کرتارپور کے ملزموں نے بھی جو کچھ کیا۔ مذہبی جنون کی صورت تھی۔ الصبح کا بھولا شام کو گھر آئے تو اسے بھولا ہوا نہیں کہنا چاہیئے۔ آخر کار ہمارے معاصرین کو سمجھ آ گئی کہ مذہبی جنون مسلمانوں ہی سے خاص نہیں۔ ہندوؤں میں بھی پایا جاتا ہے اگر اسی نظر سے وہ کوہاٹ۔ مالابار۔ سہارنپور۔ لکھنو اور دیگر مقامات کے واقعات پر غور کریں گے تو وہاں بھی ہندوؤں کا مذہبی جنون انہیں صاف دکھائی دے گا۔ ہم نہیں کہتے کہ مسلمان غلطیوں اور غلطکاریوں سے مبرا ہیں لیکن ہمارے برادران وطن بھی اپنے آپ کو مقدس ثابت کرنا یا مذہبی جنون سے مبرا قرار نہیں دے سکتے بلکہ البادی اظلم کا فتویٰ آخر حالات میں انہی پر وارد ہوتا ہے جو اپنے آپ کو معصوم بھیڑوں کی صورت میں ظاہر کرتے ہیں۔

کرسمس اور مسیحی دنیا

دسمبر کا آخری ہفتہ ایام کرسمس (یعنی جناب مسیح کے جنم دن) کے نام سے مشہور ہے۔ ان ایام میں اور بالخصوص کرسمس کی رات اور دن کو مسیحی دنیا جس قسم کی رنگ رلیوں میں مصروف ہوتی ہے۔ تہذیب کا جو نقشہ ان دنوں میں مغرب کے مہذب ممالک میں دکھائی دیتا ہے اسکے بیان کی حاجت نہیں جنگ کے ایام میں یہ رنگ کسیقدر پھیکا پڑ گیا تھا۔ لیکن رپورٹر کا تار ہے کہ انگلستان میں اب بعد کرسمس ہر سال قبل از جنگ حالت کو زیادہ مشابہ ہوتا جاتا ہے" جس کے یہ معنی ہیں کہ ہر قسم کے لہو و لعب عیش و عشرت اور حیاسوز کارروائیوں کی نمائش کی جاتی ہے۔ ہمارے مسیحی معاصرین مغربی تہذیب کو ہمیشہ مسیحیت کی صداقت کا ایک روشن ثبوت ظاہر کرتے ہیں۔ ہم ان سے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کرسمس کے دنوں میں جس تہذیب کا اظہار مغرب میں ہوتا ہے۔ کیا اسے بھی مسیحیت ہی کا نتیجہ قرار دینا چاہیئے یا کیا؟

کانفرنسوں کا ہفتہ

ایک طرف مغربی دنیا سیاسیات کو ثانوی حیثیت دیکر ایام کرسمس میں مختلف قسم کی رنگ رلیوں میں منہمک ہوتی ہے۔ اور دوسری طرف ہندوستان میں ہر قومی، ملکی اور مذہبی تحریک انہی ایام میں فوقیت حیثیت اختیار کر لیتی ہے۔ ایام کرسمس ہندوستان میں کانفرنسوں اور کانگرسوں کے لئے مخصوص ہیں۔ امسال بھی بلگام اور بمبئی میں قومیت متحدہ اور فرقی مجالس کے مختلف مناظر دیکھنے میں آئے نیشنل کانگرس۔ خلافت کانفرنس۔ مسلم لیگ ہندو مہاسبھا۔ مسلم ایجوکیشنل کانفرنس اور مسیحی کانفرنس کے اجلاس ان دونوں مقامات پر نہایت تزک احتشام کے ساتھ ہوئے ان کے علاوہ سوشلسٹ کانفرنس۔ آل انڈیا لائبریریز کانفرنس اور کلرکوں کی کانفرنس کے بھی اجلاس ہوئے۔ گویا ہر فریق اور ہر طبقہ کے لوگوں نے اپنے اپنے مقاصد کی کامیابی کے لئے ان ایام میں پورا زور لگایا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل ملک ہر شعبہ زندگی میں اپنی اجتماعی ترقی کے لئے قدم آگے بڑھانا چاہتے ہیں جو ایک نہایت نیک اور مبارک فال ہے۔ لیکن ہندوستان کے فرقی تنازعات ہر امر میں ترقی کے راستہ کو بند کئے ہوئے ہیں۔ اور یہ اس وقت تک دور نہیں ہو سکتے جب تک کہ تمام مذاہب اور اقوام کے اندر رواداری اور صلح و محبت کے جذبات پیدا نہ ہوں

ایک عیسائی کے سوالات

اور جوابات

(بسلسلہ اشاعت ۲۴-دسمبر ۱۹۲۴ء)

حضرت مسیح کے معجزات

کہا جاتا ہے کہ حضرت مسیح نے بہت سے معجزات دکھائے اگر یہ بات سچی ہے کہ فی الواقع مردے قبروں سے نکل آتے تھے اور بیمار چھونے سے شفا پاتے تھے اور غیب کی باتیں ظاہر ہوتی تھیں تو ان معجزات کے دیکھنے والوں میں سے ایک شخص بھی بے ایمان نہ رہ سکتا تھا۔ حالانکہ اناجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح کے چیدہ حواریوں میں سے ایک یعنی یہودا اسکریوطی بے ایمان ہوگیا۔ اور صرف تیس روپیہ پر اپنے آقا کو گرفتار کرا دیا۔ اور باقی نے بھی حضرت مسیح کی گرفتاری پر سخت کمزوری دکھائی۔ اگر معجزات کی غرض ایمان کا مضبوط کرنا ہے تو یہ غرض حضرت مسیح کے حواریوں میں نظر نہیں آتی۔ بلکہ حضرت محمدؐ کے صحابہ میں نظر آتی ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح کے معجزات ہمارے نبی کریم کے معجزات سے کم درجہ پر تھے۔ کیونکہ درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔ حضرت مسیح کے معجزات دیکھنے والے کمزور ایمان والے آدمی تھے لیکن حضرت محمدؐ کے معجزات دیکھنے والوں نے اپنی جانیں اور مال خدا کی راہ میں قربان کردیئے۔

انجیل لوقا ۲۳ باب ۸-آیت۔ متی ۱۲ باب ۳۸-۳۹-آیت میں حضرت مسیح معجزات سے انکار کرتے ہیں۔

حضرت نبی کریم گنہ گار نہ تھے

یہ کہنا کہ از روئے قرآن حضرت نبی کریم گنہ گار ثابت ہوتے ہیں بالکل جھوٹ ہے۔ استغفار کے معنی یہ نہیں ہیں کہ جو گناہ کیے گئے ہیں۔ ان کی معافی ہو۔ بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہر ایک گناہ جو انسان سے صادر ہوسکتا ہے۔ اللہ کی حفاظت طلب کی جائے۔ اسلئے جو شخص استغفار پڑھتا ہے وہ اعلیٰ روحانی مقام طلب کرتا ہے اور ہر قسم کی لغزشوں سے خدا کی حفاظت مانگتا ہے۔

وَوَجَدَکَ ضَالًّا کے معنی

آیت وَوَجَدَکَ ضَالًّا فَھَدٰی سے یہ سمجھنا کہ حضرت نبی کریم گمراہ تھے۔ قرآن سے ناواقفیت کا ثبوت ہے ضال کے معنے یہاں سیاق و سباق سے تلاش وہدایت میں گم شدہ کے ہیں نہ کہ غلط راستہ پر چلنے والے کے۔ اس کے خلاف اناجیل سے ثابت ہے کہ ابلیس حضرت مسیح کو کبھی ایک جگہ لے گیا۔ کبھی دوسری جگہ۔ متی ۴ : ۱-۸ پھر متی ۱۹ : ۱۶-۱۷ میں حضرت مسیح نیک کہلانے سے انکار کرتے ہیں۔ جو شخص ابلیس کی ہمراہی میں رہے اور نیک کہلانے سے انکار کرے وہ گنہ گار۔ کہلایا جا سکتا ہے ہم حضرت مسیح کو ایسا ہرگز نہیں سمجھتے بلکہ جملہ انبیاء کو گناہوں سے پاک اور معصوم جانتے ہیں۔

حضرت مسیح میں انسانی کمزوریاں

اناجیل کے رو سے حضرت مسیح میں ہر ایک قسم کی انسانی کمزوریاں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً غیب کا علم نہ رکھنا۔ لیکن اس دن یا اس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا۔ نہ آسمان کے فرشتے نہ بیٹا مگر باپ مرقس ۱۳ : ۳۲- پھر متی ۲۱- باب ۱۹- آیت میں ایک انجیر پر بلاموسم پھل نہ دیکھ کر اسے بد دعا دی اور ثابت کردیا کہ اسے غیب کا کوئی علم نہیں۔ پھر گلتیوں ۳ : ۱۳ میں لکھا ہے۔ جو کوئی کاٹھ پر لٹکایا گیا۔ وہ لعنتی ہے۔ عیسائیوں کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ مسیح لعنتی ہوا۔ (معاذ اللہ)

حضرت مسیح کے پیروؤں کے نشانات

پھر حضرت مسیح نے اپنے سچے پیروؤں کے لئے یہ معجزات قرار دیئے "وہ میرے نام سے بد روحوں کو نکالینگے۔ نئی نئی زبانیں بولیں گے۔ سانپوں کو اٹھا لینگے۔ اور اگر کوئی ہلاک کرنے والی چیز پئیں گے انہیں کچھ ضرر نہ پہنچے گا۔ وہ بیماروں پر ہاتھ رکھینگے تو اچھے ہو جائیں گے۔ مرقس ۱۶ : ۱۵-۱۸

کیا کوئی عیسائی اس معیار کے مطابق سچا مسیحی ثابت ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں!

پھر حضرت مسیح فرماتے ہیں "میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اگر تم میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہوگا تو اس پہاڑ سے کہہ سکو گے کہ یہاں سے سرک کر وہاں چلا جا۔ اور وہ چلا جائے گا۔ اور کوئی بات تمہارے لئے ناممکن نہ ہوگی۔ متی ۱۷ : ۲۰- اگر عیسائی یہ کام نہیں کرسکتے" اور ہرگز نہیں کرسکتے تو ثابت ہوا کہ ان میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہیں۔ پھر اتنے لمبے چوڑے دعووں سے کیا فائدہ۔ جب رائی کے برابر بھی ایمان کا ثبوت اس دنیا میں نہیں دے سکتے تو قیامت کے دن ان کی نجات تو وہمی بات ہوئی دوسروں پر اعتراض کردینے سے کوئی مذہب سچا ثابت نہیں ہوسکتا۔ مذہب کی سچائی اپنی الہامی کتاب کے معیار پر ہی ہوسکتی ہے۔ اب اگر کوئی پادری یا دوسرا عیسائی رائی کے برابر بھی ایمان رکھتا ہے تو کسی پہاڑ کو اپنی جگہ سے سرکا کر دکھا دے تاکہ ساری دنیا اس کے مذہب کی سچائی کی قائل ہو جائے۔

(خاکسار تجمل حسین مقیم فورٹ منڈاڈا)

ہماری تبلیغی کوششیں

جرمنی میں تبلیغ اسلام

مئی ۱۹۲۲ء سے انجمن ہذا کی طرف برلن دارالخلافہ جرمنی میں اشاعت اسلام کا کام ہورہا ہے۔ اول اول مولوی عبدالمجید صاحب ایم۔اے۔بی۔ٹی کو اس غرض کے لئے بھیجا گیا تھا۔ جو تنہا سات آٹھ ماہ تک وہاں کام کرتے رہے۔ اور جرمن زبان سیکھتے رہے۔ ان دنوں میں وہاں ارزانی اخراجات کے باعث مسجد تعمیر کرنے کا فیصلہ ہوا جس کے واسطے اسوقت کے لحاظ سے تیس ہزار روپیہ کا تخمینہ کیا گیا۔

۲۷-دسمبر ۱۹۲۲ء کو سالانہ جلسہ کے اختتام کے ساتھ ہی مولوی صدرالدین صاحب برلن روانہ ہوگئے۔ ابتدا میں اخراجات بہت کم تھے۔ چنانچہ ایک شخص کے کل اخراجات خورد و نوش وغیرہ ہر قسم کی حیثیت میں ستر اسی میں ہو جاتے تھے۔ مگر بعد میں وہاں کے سکہ مارک کی قیمت نفی کے برابر ہوگئی۔ اور جوں جوں مارک گرتا گیا۔ اشیاء کی قیمت بڑھتی گئی۔ حتیٰ کہ دسمبر ۱۹۲۳ء میں ہر دو مبلغین کا خرچ نو سو روپیہ کے قریب تھا اور دن بدن اخراجات بڑھ رہے تھے۔ جو انجمن برداشت نہ کرسکتی تھی۔ ان مشکلات کا خیال کرکے انجمن نے مولوی عبدالمجید صاحب کے واپس بلانے کا فیصلہ کیا۔ اور اب مولوی صدرالدین صاحب سارے کام کو سرانجام دے رہے ہیں۔ اور اب تک وہی حساب و کتاب کا کام۔ خط و کتابت۔ تبلیغ۔ تعمیر مسجد۔ اور کتب وغیرہ کی چھپائی کا کام کررہے ہیں۔ تعمیر مسجد کا تخمینہ شروع میں تیس ہزار تھا۔ مگر بعد میں اخراجات بڑھ جانے سے یہ تخمینہ دو چند سے بھی زیادہ ہوگیا۔ تقریباً اٹھارہ کنال اراضی حاصل کی گئی جس پر ساڑھے سولہ ہزار روپیہ خرچ ہوا۔ اور جتنا عرصہ یہ زمین خالی پڑی رہی اس پر گورنمنٹ کی طرف سے ٹیکس برابر لگتا رہا۔ ایسے حالات کے تحت ایک غیور قوم کی غیرت کا یہ تقاضا نہ تھا کہ وہ دنیا میں مسجد بنانے کی شہرت کرکے اور چندہ لوگوں سے لیکر تعمیر مسجد کے کام کو ملتوی کر دیتی۔ چنانچہ سابقہ منظور شدہ نقشہ کو تبدیل کرکے نیا نقشہ تجویز کیا گیا۔ مگر اس کا اندازہ بھی ساٹھ ہزار روپیہ تھا۔ چنانچہ خدا کے فضل سے جلد سے تعمیر مسجد کا کام ہورہا ہے۔ اب جماعت کا کام ہے کہ دل کھول کر مسجد کی تکمیل کے لئے روپیہ دیں۔ دوستوں سے دلائیں۔ تاکہ کفرستان میں توحید کا ڈنکہ بجے۔ اور وہاں کے علم دوست اور سنجیدہ لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوں۔ ماہ دسمبر کے اوائل میں اطلاع آئی تھی کہ مسجد کی چھت چار پانچ روز میں پڑنے والی ہے۔ اور اب تک امید ہے کہ بہت سا حصہ بن چکا ہوگا۔

مولوی صدرالدین صاحب ایک حد تک جرمن زبان سیکھ چکے ہیں۔ آپ نے جرمن زبان میں ایک سہ ماہی رسالہ اسی سال سے جاری کیا ہے۔ یہ رسالہ تبلیغ کا اعلیٰ ذریعہ ثابت ہوا ہے چنانچہ جب سے یہ رسالہ جاری ہوا ہے۔ کوئی ہفتہ ایسا نہیں گذرتا کہ اس رسالہ میں اسلام کی تعلیم و خوبیاں اور حضرت رسول کریم صلعم کے حالات مطالعہ کرکے طالبان حق اسلام میں داخل نہ ہوتے ہوں۔ جیسا کہ آپ لوگ "اخبار پیغام صلح" و "لائٹ" میں مطالعہ کرتے رہتے ہیں۔ بڑے اعلیٰ طبقہ کے مرد و خواتین مشرف باسلام ہوئے ہیں۔ آخر ستمبر ۱۹۲۴ء تک بارہ نومسلم ہوئے۔ اور ستمبر کے بعد اسوقت تک پانچ اور داخل اسلام ہوئے ہیں۔ ان کے علاوہ بعض ایسے بھی علم دوست اصحاب تھے جو فقط اپنے مطالعہ سے اس نتیجہ پر پہنچے ہوئے تھے کہ اسلام سچا مذہب ہے اور اس کو قبول کرچکے ہوئے تھے۔ مگر وہ اعلان کرتے تو کس کے سامنے کرتے۔ کئی آدمی اسی طرح کے جناب مولانا صدرالدین صاحب کے پاس آئے اور ان پر یہ حقیقت واضح کی۔ یہ لوگ کفرستان کے بحر ظلمات میں اسی طرح حیران و سرگردان رہتے۔ اگر ان کو روشنی کا مینار نظر نہ آتا۔ اور خبر نہیں کہ دنیا کے کس کس کونہ میں ایسے افراد اسلام کے خزانہ کو بغل میں دبائے چھپے بیٹھے ہیں۔ ہم مسلمانوں میں یہاں کتنے [illegible] ہیں۔ سب کو معلوم ہے لیکن وہاں اسوقت ڈوڈوبی مسلم [illegible] خدمت اسلام بجا لا رہے ہیں۔ [illegible]

علاوہ اس رسالہ کے حضرت مولوی صاحب نے متعدد ٹریکٹ بغرض تبلیغ جرمن زبان میں شائع کئے اور حضرت نبی کریم صلعم کی لائف مصنفہ حضرت امیر طبع کراکر بھیجی۔ ٹیچنگ آف اسلام کا جرمن ترجمہ تیار ہوا ہے۔

کچھ عرصہ ہوا ہے کہ بعض حاسدوں نے وہاں ہمارے سلسلہ کے اور ہمارے کام کے بارہ میں طرح طرح کی بدگمانیاں پھیلائیں۔ اور گورنمنٹ اور بڑے بڑے حکام کو بدظن کرنا چاہا۔ مگر خدا کا فضل ہے کہ یہ ساری کارروائی گورنمنٹ اور حکام کی نظر میں باطل ثابت ہوئی۔ چنانچہ مولوی صاحب نے لکھا ہے کہ یہاں کے اخبارات نے ان تمام بدگمانیوں کی تردید کی ہے اور وہاں کام نہایت عمدگی اور روز بروز ترقی کے ساتھ ہورہا ہے۔

جزائر شرق الہند

جنوری گذشتہ کے شروع میں انجمن اسلامیہ سنگاپور کی جانب سے ایک درخواست اس مضمون کی آئی کہ وہاں ایک مبلغ بھیجا جائے۔ جو علاوہ تبلیغ کے رسالہ مسلم کی ایڈیٹری بھی کرے۔ حافظ محمد حسن صاحب بی۔اے ایل ایل بی کا بھیجا جانا تجویز ہوا۔ حافظ صاحب نے رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر اپنی وکالت کو چھوڑ کر وہاں جانا منظور کیا۔ حافظ صاحب کے وہاں جانے پر جلدی ہی احمدیت کی وجہ سے اس انجمن کے ممبران میں اختلاف ہوگیا۔ اور حافظ صاحب سے مخالفت شروع ہوگئی۔ بالآخر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انجمن نے اپنے معاہدہ کے خلاف حافظ صاحب کو واپس کردیا۔ اور اسطرح ہماری انجمن کو اس انجمن کے رویہ پر افسوس ہوا اور مالی نقصان اٹھانا پڑا۔ اسی وقت عیسائیت کی رو جاوا میں بڑھتی دیکھ کر انجمن نے وہاں مبلغ بھیجنے کا انتظام کیا۔ چنانچہ مولوی احمد صاحب اور مرزا ولی احمد بیگ صاحب کو فروری گذشتہ میں بھیجا گیا جنہوں نے جاوا جاکر کام شروع کیا۔ مولوی احمد صاحب تو خرابی صحت کی وجہ سے جلدی ہی واپس آگئے مگر مرزا ولی احمد بیگ وہیں کام کررہے ہیں۔ اور خدا کے فضل و کرم سے اچھی کامیابی ہوئی ہے۔ اور تبلیغ کا کام نہایت عمدگی سے ہورہا ہے۔ لوگ بھی دلچسپی لے رہے ہیں اس صیغہ کی آمد اس سال ۱-۲-۳-۸۱ (۴۳) اور خرچ ۸-۱۳-۱۴ [illegible] ہوا۔ یعنی آمد سے چار ہزار زیادہ۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیر اور دیگر بزرگان ملت بخیر و عافیت ہیں۔

مسلم ہائی سکول کی عمارت کا کام نہایت سرگرمی کے ساتھ جاری ہے۔ مہمان خانہ کا ایک حصہ اسپے۔۔۔ اور اس کے ملحقہ دو ایک مکانات گرائے جا چکے ہیں۔ اور کچھ گرائے جارہے ہیں۔ بنیادوں کی کھدائی شروع ہوگئی۔ احباب دعا کریں کہ تمام کام بخیر و خوبی سرانجام پائے۔

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب لاہور سے باہر تشریف لے گئے ہیں۔

مرزا خدا بخش صاحب مصنف عسل مصفٰے کے ہاتھ پر ایک ہندو عورت مسمات سنتوگن نے ۳-جنوری کو بعد نماز عصر اسلام قبول کیا۔ اسلامی نام محمدی بیگم رکھا گیا۔

کھاریاں سے مولوی عبدالحق صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ حکیم شاہ نواز صاحب مرحوم کی دختر نیک اختر کا نکاح ۱۹ دسمبر کو ملک سلطان بخش صاحب تحصیلدار کھاریاں کے ساتھ ہوا

اللہ تعالےٰ مبارک کرے۔ ملک صاحب موصوف نے مبلغ پندرہ روپیہ ماہوار چندہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور میں دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ جزاہ اللہ خیراً۔ ملک صاحب کی اہلیہ صاحبہ نے بھی دو روپیہ چندہ دینے کا وعدہ کیا ہے احباب سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس تعلق کو بابرکت کرے۔

بھوپن سے منشی فضل حسین صاحب کلرک نے مبلغ پانچ روپیہ معرفت اخویم ڈاکٹر عبد العزیز صاحب عنایت فرمائے ہیں کہ انجمن انہیں اپنے مقاصد دینیہ میں خرچ کرے۔ اللہ تعالےٰ معطی صاحب کو جزائے خیر دے۔ اور انہیں آئندہ بھی خدمت اسلام کی توفیق عطا کرے۔

ڈیرہ غازیخاں سے برادر شیر محمد بزدار اطلاع دیتے ہیں کہ مولانا مولوی عزیز بخش صاحب بی اے ہیڈ ورنیکلر کلرک دفتر ڈپٹی کمشنر ایک سرکاری تار کے ذریعہ سے تبدیل ہو کر ضلع جھنگ میں تشریف لے گئے ہیں۔ اسبارہ میں برادر موصوف کی پوری مراسلت آئندہ اشاعت میں درج ہوگی

برلن مسجد کیلئے ایک سو مزدور کی ضرورت

برادران سلسلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

برلن مسجد کا کام خدا کے فضل سے تکمیل کو پہنچ رہا ہے، اور ماہ فروری کے آخر تک انشاء اللہ تعالےٰ ہر طرح مکمل ہو جائے گا۔ اس وقت ٹھیکیداران کو باقی کل رقم کی ادائیگی کرنی ہوگی۔ جہاں تک عمارت کا سوال ہے صرف نو ہزار روپیہ ادا کرنا ہے، لیکن اس کے علاوہ جنگلہ۔ سامان۔ باغ کے لئے قریباً اسی قدر رقم اور بکار ہے، تاریخ اسلام میں یہ ایک عظیم الشان کام ہے۔ اور اس یادگار کے قائم کرنے والوں پر اللہ تعالےٰ کی طرف سے بڑی بڑی برکات نازل ہوں گی۔ ہم لوگ وہاں پہنچکر تو اس پاک گھر کے بنانے میں حصہ نہیں لے سکتے، لیکن اگر ہم یہاں اس کام کی تکمیل کے لئے تھوڑی سی تکلیف اٹھالیں تو گویا ہم اس کے مزدوروں میں شامل ہو گئے اور یہ ہمارے لئے بڑے فخر کا مقام ہے۔ اس رقم کے پورا کرنے کے لئے جو اس وقت مطلوب ہے چند احباب نے معقول رقوم کے فراہم کرنے کے وعدے کئے ہیں۔ اگر ان کے علاوہ ایک سو آدمی اور ایسے نکل کھڑے ہوں جو برلن مسجد کی کاپیوں پر پچاس پچاس روپے فی کس وصول کر لیں۔ تو انشاء اللہ تعالےٰ رقم مطلوبہ پوری ہو جائے گی۔ دو ماہ کی محنت ہے، جو شخص اللہ تعالےٰ کے لئے اسے اٹھائے گا اللہ تعالےٰ ہی اس کا اجر بھی اسے دے گا۔ میرے لئے یہ امر قوت کا موجب ہوگا۔ اگر ایسے احباب جو یہ عزم کرلیں اپنے اسمائے گرامی سے مجھے اطلاع دیں۔ والسلام ہ

(محمد علی)

ایک چینی مسلمان ہند میں

مسلمانان چین مسلمانان ہند سے تعلقات پیدا کرنا چاہتے ہیں

شیام ابراہیم ایک نوجوان چینی مسلم ہیں، جو کچھ عرصہ سے ہندستان بغرض حصول تعلیم آئے ہیں۔ اب تک ندوۃ العلماء میں تھے اب جامعہ ملیہ اسلامیہ علی گڈھ بغرض تعلیم انگریزی داخل ہونا چاہتے ہیں۔ کل دفتر روزنامہ خلافت میں تشریف لائے۔ اور بعض چینی مسلمانوں کے خطوط دکھائے۔ جن میں اس خیال کا اظہار کیا گیا تھا کہ چین اور ہندوستان میں اسلامی تعلقات قائم ہونے چاہئیں۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ بعض چینی اکابر اسلام کی یہ تجویز ہے۔ کہ ہندوستان سے دس روشن خیال علماء وہاں جائیں۔ اور اسلام کی نشر و اشاعت اور باہمی تعلقات کی مضبوطی میں کوشش کریں۔ چین میں ان کے قیام و طعام کا انتظام ہو جائیگا۔ لیکن یہاں سے چین تک جہاز کے کرایہ کا بندوبست ہندوستان کے مسلمان کریں۔

شیام ابراہیم صاحب نے ایک مقالہ بھی عربی زبان میں لکھ کر خلافت میں اشاعت کے لئے دیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ چین میں رپورٹوں کے لحاظ سے آٹھ دس کروڑ مسلمان آباد ہیں۔ اور سب جگہ پھیلے ہوئے ہیں۔ چین میں رسول اللہ صلعم کے زمانہ ہی سے اسلام پھیلنے لگا تھا۔ سرور کائنات نے خود اپنے صحابہ میں سے ابو وقاص اور ابو ذواس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو تبلیغ کے لئے بھیجا تھا۔ حضرت ابو ذواس راستہ ہی میں انتقال فرما گئے۔ مگر حضرت ابو وقاص رضی ابن وہیب بن عبد مناف چین پہنچ گئے۔ اور وہاں بہت کام کیا۔ یہ سلسلہ ھ میں پہنچے تھے۔ اور چین کے شہر کونتو میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کا مقبرہ اب تک وہاں موجود ہے۔ اور ایک شہنشاہ چین ہونے متعدد پتھر کی چٹانوں پر ان کے اوصاف کندہ کرائے تھے جو اب تک بھی موجود ہیں۔ اور چینی زبان میں اسلامی لٹریچر بھی آچکا ہے۔ ’’جوہر الدین‘‘ ’’اللہ ... الارکان الاسلام‘‘ چینی زبان کی مشہور مذہبی کتابیں ہیں۔ چین میں ذرا بھی مذہبی جبر نہیں۔ اور جس طرح قرآن مجید کا حکم ہے۔ لا اکراہ فی الدین بالکل اسی معنی کا ایک قانون چینی دستور میں موجود ہے۔ چین کے عدالتی اور دیگر محکموں میں مسلمان بھی شامل کئے جاتے ہیں۔ ’’کنفوشس‘‘ بدھ اور اسلام میں عہدوں کے معاملہ میں کوئی امتیاز نہیں ہے۔ سب اپنی اپنی قابلیت کے مطابق محکموں میں عہدے حاصل کر سکتے ہیں۔ چین کے کنفوشیس مذہب والے اور نیز بدھ مذہب ...... گوشت کھاتے ہیں۔ (خلافت بمبئی)

افغانستان ... شور بازار حکومت عبد الکریم کو ڈاکیور میں گرفتار ہوا ہے۔ ... پورسیل میں بھیجا جائیگا۔

—— لالہ لاجپت رائے نے مدراس میں کوہاٹ کے ہندوؤں کے لئے چندہ جمع کر رہے ہیں۔

—— مہاراجہ نابھہ کے ہیرا محل کی گراں بہا اشیا نیلام کی جانے والی ہیں۔ ریشمی پردے ایک سو تیس روپیہ میں لئے گئے۔

تازہ خبریں

—— روس میں دو ماہ ہوئے پارلیمنٹ کا انتخاب ہوا تھا۔ لیکن اس میں بالشویک عنصر بہت کم ہے۔ اسلئے پارلیمنٹ توڑ دی گئی ہے۔ اور صرف ایسے عنصر کو پارلیمنٹ میں طلب کیا جارہا ہے جو سوویٹ حکومت کے مقاصد کو پورا کرنے والا ہو۔

—— ترکی حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ تمام ذکور جن کی عمر ۱۸ - اور ساٹھ سال کے درمیان ہوں وہ سال میں بارہ دن تک سرکاری خدمات سرانجام دیا کریں۔

—— جنوبی افریقیہ میں حزب العمال کی کانفرنس نے مزدور ارکان حکومت سے یہ درخواست کی ہے کہ وہ ایشیائیوں کے داخلہ کے مقابلہ میں مغربی معیار معاشرت کے اہم اصول کا احترام کریں۔

—— انگلستان میں گیارہ روز سے طوفان باد و باران نہایت شدت کے ساتھ جاری ہے۔ یکم جنوری کو نہایت شدید ہوا چلی جس کی رفتار ... میل فی گھنٹہ تھی۔ ہوا کا دباؤ اور زور اتنا تھا کہ ایک مال و اسباب سے لدی ہوئی موٹر لاری ہوا میں وسیع سڑک پر دور تک اڑتی ہوئی چلی گئی۔ دریائے ٹیمز بہت چڑھا ہوا ہے۔ اور چڑھتا جاتا ہے۔ سمندر میں بھی طغیانی ہے۔ ساحل بحر کے شہر اور مکانات کو سخت نقصان پہنچا ہے۔ غوطہ زن بندرگاہ پر غرق ہوگئے۔ کئی ایک صوبوں کے ساتھ ٹیلیفون کا سلسلہ پیام رسانی درہم برہم ہوگیا ہے۔

—— بلغراد کی انجمن مزارعین اس الزام میں توڑ دی گئی کہ اس کا تعلق کمیونسٹوں سے ہے۔ اس کے ارکان کی گرفتاری مکان کی ضبطی۔ پارلیمنٹ اور سرکاری ملازمتوں میں ان کا عدم داخل کے احکام جاری کئے گئے ہیں۔

—— مہاراجہ ہری سنگھ ولیعہد کشمیر کے دوران قیام انگلستان میں ایک منکوحہ عورت کے ساتھ ناجائز رشتہ جوڑا۔ پیرس کے کسی ہوٹل میں راجہ صاحب اور وہ عورت سونے کے کمرہ میں بیٹھے گئے۔ راجہ صاحب نے بدنامی سے بچنے کے لئے ڈیڑھ اور دو لاکھ پونڈ کے دو چک اس عورت کے خاوند لکھ کر دے دئے۔ جن میں سے ایک وصول ہوگیا۔ اور دوسرے کی عدم وصولی پر اس شخص نے مڈلینڈ بینک پر عدالت میں دعویٰ دائر کیا۔ تب حقیقت حال کھلی۔ اور اب جیوری نے فیصلہ کیا ہے کہ یہ سب کچھ راجہ صاحب کے ایڈیکانگ اور بعض دوسرے لوگوں نے راجہ صاحب سے روپیہ اینٹھنے کے لئے کیا۔ اور بحران سے چک لکھوائے ...

اور ایک اور شخص مسٹر ہابس اسی سلسلہ میں گرفتار ہیں۔ راجہ صاحب کے سرکاری طور پر انگلستان بلائے جانے کی خبر مشہور ہوئی تھی لیکن دفتر ہند نے اسکی تردید کی ہے۔

—— پورٹ سعید نے برطانی جہاز فارنگا اور ڈچ جہاز سیلبس کا تصادم ہوگیا۔ اول الذکر لندن سے بمبئی آرہا تھا۔ دونوں جہازوں کو شدید نقصان پہنچا۔

—— کہا جاتا ہے کہ ماہ گذشتہ سال تاریخ چین میں مصیبتوں کے لحاظ سے لاثانی ہے لیکن اس سال اس کی تجارت میں قریباً بیس کروڑ پونڈ کا اضافہ ہوا۔

—— مانچسٹر بندرگاہ پر چینی جہاز ... میں مصری روئی کے دو ہزار گٹھے نذر آتش ہوگئے جن کی قیمت ایک لاکھ پونڈ ہے۔

—— ایک شخص مسٹر ہارڈ ہنا لیچے جمع کرنے کی دھن میں انیس سال سے سفر کر رہے ہیں۔ اس عرصہ میں انہوں نے ۴ لاکھ میل کا سفر کیا ہے۔ اور اب سولہویں صدی کے دو غالیچے خرید نے کے لئے جنوبی ہند کا دورہ کر رہے ہیں۔

—— بلگام میں آل انڈیا ریلوے مسافروں کی کانفرنس مسٹر ڈٹھل بھائی پٹیل کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ صدر نے تقریر ...

تار کا پتہ مُسلمان لاہور

الصلح خیر

ہفتہ میں دو بار ہر اتوار اور بدھ کو ٹھیک وقت پر شائع ہوتا ہے

اخبار پیغامِ صلح لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۳

جلد ۱۳ — نمبر ۲۰

مدینۃ المسیح لاہور یوم اتوار مورخہ ۱۴ جمادی الثانی ۱۳۴۳ھ ہجری مطابق ۱۱ جنوری ۱۹۲۵ء

اٹلی میں تبلیغ اسلام

ایک اسلامی مشن کی ضرورت

ہمارے ایک دوست اٹلی سے لکھتے ہیں کہ:

گذشتہ رات ایک جگہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کے ثبوت پر میری بحث تھی۔ ایک شخص اعتراضات کرتا جاتا تھا اور میں جواب دیتا تھا یہاں تک کہ آخر کار وہ خدا تعالیٰ کی ہستی کا قائل ہو گیا۔ اسی طرح وہ معترض مرنے کے بعد ... کی زندگی کو بھی نہ مانتا تھا ... رات کے بارہ بجے تک اس سے اس امر پر بحث ہوتی رہی۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے ایسے دلائل القا کر دیئے کہ میں خود حیران تھا۔ الحمد للہ کہ اس میں وہ قائل ہو گیا۔ پھر مسیحیت اور اسلام پر بحث شروع ہو گئی۔ آخر جملہ حاضرین نے اس بات کو مان لیا۔ کہ اسلام عین فطرت انسانی کے مطابق ہے اور عیسائیت لغویات کا مجموعہ ہے۔ ایک نہایت ہی قابل خاتون بہت متاثر ہوئی۔ اور کہنے لگی کہ وہ اسلام کو سچا سمجھتی ہے، لیکن ابھی اعلان کرنے میں اسے تامل ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے توفیق دے۔ کہ وہ عام اعلان کر دے۔ اخبار لائٹ کے پرچے ذرا زیادہ تعداد میں آنے چاہئیں۔ تاکہ مناسب جگہوں پر تقسیم کر دیئے جایا کریں۔ ان سے بہت میدان صاف ہو رہا ہے۔ اسی طرح جرمن رسالہ یہاں مفید کام کر سکتا ہے۔

برادر موصوف دوسرے خط میں لکھتے ہیں:

اٹلی میں اسلامی مشن کا ہونا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اس کی وجوہ میرے خیال میں یہ ہیں (۱) ... عیسائیت کا مرکز اٹلی میں ہے اور یہیں سے تمام ... مقاصد اسلام کے خلاف لکھے جاتے ہیں۔ اور اٹلی ... موجودہ زمانہ میں پروپیگنڈا کا علاج صرف اس کے خلاف پروپیگنڈا ہے کیونکہ آج دنیا کی رائے کا مدار اور اس کا تغیر و تبدل ... نشر و اشاعت پر منحصر ہے۔ (۲) اٹالین قوم کے دل میں رنگ ... کا خیال نہیں ہے۔ یورپ کی بعض دیگر اقوام کو ایشیائی اقوام اور ان کے افعال سے جو نفرت ہے وہ اس قوم میں نہیں ہے۔ بلکہ یہ قوم خود اس نفرت کا شکار ہو رہی ہے۔ (۳) حکومت اٹلی بھی مسلمانوں سے عمدہ سلوک کرنے کی طرف مائل نظر آتی ہے۔ (۴) یہاں کے سیاسی لوگوں کو پوپ اور اس کے گروہ سے سخت نفرت ہے۔ یہاں تک کہ نوجوان تعلیم یافتہ اٹالین پادریوں کو کوّا کے نام سے پکارتے ہیں۔ (۵) عربی زبان سے اس قوم کو زیادہ تعلق ہے، عربی نوآبادیاں ہونے کے باعث ان میں سے اکثر لوگ بلا تکلف عربی بول سکتے ہیں۔ اور عموماً مسلمانوں سے مانوس ہیں۔ حالانکہ یورپ کی بعض دیگر اقوام مسلمان ممالک پر ڈیڑھ دو سو سال حکومت کرنے کے باوجود مسلمانوں سے نفرت کرتی ہیں۔ اور ان کا تنفر روز افزوں ہے۔ اگر یہاں نہایت ہوشیاری سے کام کیا جائے۔ تو موجودہ عیسائی مذہب کے لئے ایک نہایت کاری حربہ ہوگا۔ مگر یہ کام ایک شخص کا نہیں۔ اور نہ ملّانوں کا ہے۔ البتہ جناب مولوی صدر الدین صاحب جیسا قابل شخص یہاں اعلےٰ درجہ پر کام کو سر انجام دے سکتا ہے۔ ان ممالک میں اشاعت اسلام کا کام کرنے کے لئے ضروری ہے کہ مختلف ممالک کے سیاسی جھگڑوں سے بالکل الگ تھلگ رہا جائے۔ اور اپنی تمامتر توجہ اشاعت مذہب پر صرف کی جائے۔

چینی مذاہب

مسلمانان چین

ہمارے دوست مولوی فضل الٰہی صاحب جو کچھ عرصہ ہوا احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور میں ملازم تھے آجکل کسی سرکاری کام پر شنگھائی (چین) گئے ہوئے ہیں انہوں نے وہاں کے مسلمانوں کے حالات مختصراً لکھ کر بھیجے ہیں جو امید ہے قارئین کرام کی دلچسپی کا موجب ہوں گے:۔

چین کی مذہبی حالت۔ ملک چین میں ماسوائے اسلام کے چھ اور مذہب پائے جاتے ہیں۔ (۱) کنفیوشس مذہب (۲) بدھ مذہب (۳) طاؤ ہی مذہب (۴) عیسائی مذہب (۵) یہودی مذہب (۶) جمہوری یا شاہی مذہب۔ ان میں سے ہر ایک مذہب کی کیفیت الگ الگ لکھ کر جناب کی خدمت میں تحریر ہوگی۔ سر دست میں مذہب اسلام کے متعلق چند سطور خدمت میں عرض کرتا ہوں۔

چین میں مسلمان صرف جنوب مغرب اور شمال مغرب کی ریاستوں میں پائے جاتے ہیں۔ خاصکر شانسی۔ کانسو۔ یونن ان تین ریاستوں میں مسلمان آبادی کثرت سے ہے۔

ریاست شانسی میں پانچ ملین کے قریب ۵۰۰۰۰۰۰

ریاست کانسو میں سات ملین کے قریب ۷۰۰۰۰۰۰

ریاست یونن میں چار ملین کے قریب ۴۰۰۰۰۰۰

پیکنگ شہر میں دو اور تین لاکھ کے درمیان مسلمان آبادی ہے شہر نان کنگ۔ سن گان فو۔ ہانک چو۔ کان ٹون میں بڑی بڑی عالیشان مسجدیں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ شہر تین شین میں بھی مسلمان آبادی کثرت سے ہے۔

شنگھائی میں مسلمان بہت کم ہیں صرف ایک مسجد چینی آبادی میں ہے۔ اور ایک مسجد چھوٹی سی ہندوستانی تجارت پیشہ سیٹھ صاحبان نے بنوائی ہے۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ ۸ جنوری کو بمبئی میل میں پشاور تشریف لے گئے۔

لاہور میں کل نماز جمعہ میر مدثر شاہ صاحب نے پڑھائی۔ اور خطبہ میں نماز جمعہ کی ضرورت و اہمیت پر زور دیا۔

میاں فضل حسین صاحب وزیر تعلیم کو "سر" کا خطاب ملنے پر پبلک کی طرف سے جو پارٹی ملنے والی ہے، اس میں شرکت کے لئے کل بعد نماز جمعہ جائنٹ سیکرٹری صاحب اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے تحریک کی اور بتایا۔ کہ کم از کم پچاس روپیہ ہماری جماعت کی طرف سے اس پارٹی میں جانا چاہیئے کیونکہ میاں صاحب نے پبلک کی بہت بڑی خدمات کی ہیں، اور مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کی ہے جس کے لئے ہر جماعت کے مسلمانوں کو ان کا شکر گزار ہونا چاہیئے۔ اسی وقت بعض احباب نے چندہ کی رقوم لکھوائیں۔

بھوپال سے حکیم غلام محی الدین صاحب نے یہ افسوسناک خبر لکھی ہے کہ ان کی والدہ ماجدہ کا انتقال ۲۸ دسمبر کو جبکہ وہ جلسہ سالانہ کی وجہ سے لاہور آئے ہوئے تھے ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مرحومہ کو جنت نصیب کرے، اور حکیم صاحب اور دیگر پسماندگان کو صبر عنایت فرمائے۔ احباب کرام مرحومہ کا جنازہ غائب پڑھ دیں۔

لیکچر ۱۱ جنوری کو بروز اتوار بوقت ۶ بجے شام مولوی محمد یعقوب خان صاحب بی۔ اے کا ایک ضروری انگریزی لیکچر محمڈن ہال لاہور میں ہوگا۔ میاں سر محمد شفیع صدارت فرمائیں گے۔ لیکچر کا عنوان ہے Love Thy Enemy—The man that should make. امریکہ سے ایک شخص ڈاکٹر آئے ہوئے ہیں جو مسیحیت کے متعلق یونیورسٹی ہال میں طلبا کو لیکچر دے رہے ہیں۔ ان کے جواب میں یہ سلسلہ شروع کیا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح
لاہور

جلد ۱۳، مورخہ ۱۴ جمادی الثانی ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۱ جنوری ۱۹۲۵ء نمبر ۲

قومی زندگی اور انفرادی زندگی

ہمارا قومی نصب العین

اور

اس کی کامیابی کا ذریعہ

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۲۴ء بر موقعہ جلسہ سالانہ

فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ

وللہ ملک السموات والارض .... الی .... العزیز الحکیم

قرآن کریم کے الفاظ میں شوکت

قرآن کریم کے الفاظ کے اندر جو ہیبت اور شوکت ہے، اور جو اثر اس سے دل پر ہوتا ہے، اس کو کوئی ترجمہ کسی زبان کا اپنے اندر قطعاً اپنے اندر لے سکتا، میں سمجھتا ہوں۔ کہ اگر خدا مسلمانوں کو توفیق دے، کہ قرآن کا ترجمہ سمجھ سکیں۔ تو نہ انہیں بہت تفسیروں کی ضرورت ہے نہ بہت سی تشریحات کی۔ یہی وہ کلام تھا۔ کہ ملک عرب کے بڑے بڑے کافر بڑی سخت دشمنی پر تلے ہوئے جب قرآن پڑھا جاتا تو خائف ہو جاتے تھے، قریش کا مشہور سردار عتبہ ایک دفعہ آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ آپ ہم سے ریاست لے لیں مال لے لیں حسینہ جمیلہ عورت لے لیں لیکن تبلیغ حق کو چھوڑ دیں۔ تو آنحضرت صلعم نے اس کے جواب میں کچھ اپنی طرف سے نہیں فرمایا۔ بلکہ ایک سورت پڑھی۔ اور جب اس آیت پر پہنچے، فان اعرضوا فقل انذرتکم صعقۃ مثل صعقۃ عاد و ثمود جو پہلی قوموں کی حالت ہوئی ہے۔ میں بھی اسی حالت کی تمہیں اطلاع دیتا ہوں تو اس پر ایسی ہیبت طاری ہوئی۔ کہ عرض کیا۔ اور آگے نہ پڑھیں۔ اور جب واپس گیا تو اس کے ساتھیوں نے کہا کہ یہ بھی محمد (رسول اللہ صلعم) کے جادو سے متاثر ہو گیا ہے، غرض بڑے بڑے شقی القلب انسانوں پر قرآن کا ایسا اثر ہوا ہے، کہ انہیں ناچار اس کے سامنے اپنی گردنیں جھکانی پڑی ہیں۔ قرآن کا سب سے بڑا معجزہ یہی ہے کہ اس کے الفاظ دل کے اوپر ایسے لگتے ہیں کہ اور کسی اپیل کی ضرورت نہیں ہوتی۔ افسوس ہے کہ آج ہم میں اس پاک کلام کا اس قدر کم چرچا ہے، کہ بہت کم لوگ اس کے معنوں کو سمجھ سکتے ہیں خود ہماری اپنی جماعت کی بھی حالت ایسی نہیں۔ کہ وہ قرآن کے فہم کے لئے اس زبان کو سیکھیں جس میں یہ پاک کلام نازل ہوا۔ میں حیران ہوں کہ لوگ اپنی اولاد کو بڑی بڑی تعلیم دلاتے ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ وہ عربی زبان ان کو نہیں سکھاتے۔

قوموں کا نامہ اعمال

قرآن کے اندر بہت سے حقائق کا انکشاف ہے، جو کسی دوسری کتاب میں نہیں، افراد کی زندگی موت ان کی اجل ان کے اعمال کے ساتھ قرآن کریم نے قوموں کی زندگی، موت، ان کی اجل اور ان کے اعمال کا بھی ذکر کیا ہے، یہاں ان آیات میں جس بات کی طرف توجہ دلائی ہے، وہ یہ ہے وتری کل امۃ جاثیۃ کل امۃ تدعی الی کتابھا ہر ایک قوم کو تو اس دن دیکھے گا۔ کہ وہ اپنی کتاب کی طرف بلائی جائیگی۔ [illegible]

نامہ اعمال ہے اور اس کو کہا جائے گا۔ کہ جو تم نے بویا تھا اس کو کاٹ لو جو کچھ اس دنیا میں کوئی قوم عمل کرتی ہے، لازمی طور پر اس کا پھل اسے کھانا ہوگا جس طرح سے ہر انسان جو عمل کرتا ہے، اس کے نتائج لے لیں گے، اسی طرح اللہ تعالے فرماتا ہے۔ کہ ہر قوم جو کچھ کرتی ہے۔ اس کا پھل پائے گی۔ یہ بلاشبہ قیامت کو تو ہوگا۔ بے شک نتائج اعمال کا کامل انکشاف قیامت کے لئے ہی رکھا ہے، لیکن یہ نہیں کہ صرف قیامت پر ہی منحصر ہے۔ بالخصوص قوموں کے رنگ میں جو نتائج وارد ہونے والے ہیں۔ وہ اس دنیا میں بھی کھلے کھل جاتے ہیں۔ ہاں ایسے نتائج اتنی جلدی ظہور پذیر نہیں ہوتے، کہ ادھر ایک کام کیا اور ادھر نتیجہ مل گیا۔ اس کے لئے کچھ مدت انتظار کرنی پڑتی ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو کام کئے، جو کچھ قربانیاں انہوں نے خدا کی راہ میں کیں۔ ان کے نتائج انہوں نے اور پیچھے آنے والی نسلوں نے دیکھ لئے، اور پھر پیچھے آنے والے مسلمانوں نے ایک اور بیج بویا۔ اس فیج الموج کے بوئے ہوئے بیج کا پھل ہم کاٹ رہے ہیں۔ ان کاموں کے نتائج ہم بھگت رہے ہیں۔ خدا کے ہاں سب کچھ لکھا جاتا ہے، جو کچھ تم عمل کرتے ہو کوئی بات ایسی نہیں۔ جو اس کے علم میں محفوظ نہ رہے، کوئی چیز اس کے ہاں ضائع نہیں جاتی۔ کوئی قوم اپنے آپ کو خدا کے اس قانون سے مستثنے نہ سمجھے۔ ہماری قوم بھی ان اعمال کا نتیجہ بالآخر ضرور اٹھائے گی۔ جو وہ کر رہی ہے۔

قوم کا اثر افراد پر

خوب یاد رکھو فرداً فرداً ہم خواہ کچھ اعمال کریں۔ جب تک قوم کے رنگ میں وہ نہ آئیں۔ قوم بحیثیت مجموعی ان پر عامل نہ ہو۔ ان کا اثر قوم پر نہیں ہو سکتا، آج ایک مسلمان خواہ کتنا مالدار ہو۔ کتنا ہی عزت وعظمت کا مالک ہو۔ لیکن اس ذلت کے اندر وہ شامل ہوگا۔ جس میں اس کی قوم مبتلا ہے، بدنامی کا وہ داغ جو اس کی قوم کے ماتھے پر ہے اس کے ماتھے سے مٹ نہیں سکتا۔ یہ قوم کی حالت سے تعلق رکھتا ہے جیسی قوم کی حالت ہوگی۔ ویسا ہی تمہارا حال ہوگا۔ دو قسم کے افعال ہیں۔ ایک تمہاری اپنی ذات سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ایک وہ ہیں جو قوم سے متعلق ہیں۔ قوموں کے اعمال کے ذمہ وار سب ہی ہیں خواہ کوئی ان میں سے ان اعمال کا مرتکب ہوا ہو یا نہ ہوا ہو قرآن کریم محمد رسول اللہ صلعم کے وقت یہود تھے۔ ان کو مخاطب کر کے کہتا ہے۔ یٰبنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم وانی فضلتکم علی العالمین ۔ دو ہزار سال پہلے جو نعمت کی تھی اس کا احسان اب دو ہزار سال بعد کی نسل پر رکھا۔ اور سارے قرآن

کو پڑھ جاؤ۔ یہی کیفیت نظر آتی ہے، جب کسی تباہی کی خبر سنائے گا۔ تو ساری قوم کو سنائے گا۔ خوب یاد رکھو کہ تباہی جو ہے تو قوم کے لئے ہے۔ اور ایسا ہی کامیابی جو ہے تو وہ بھی قوم ہی کے لئے ہے۔

افراد کا اثر قوم پر

ہاں بعض وقت تھوڑوں کا فعل بھی بڑا کام کر جاتا ہے، احد کی جنگ میں چند تیر اندازوں کی غلطی سے ساری قوم کو نقصان پہنچا۔ اس موقعہ پر قرآن ان غلطی کرنے والوں کو مخاطب نہیں کرتا۔ بلکہ ساری قوم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے۔ وعصیتم من بعد ما ارٰکم ما تحبون ۔ جب تم نے نافرمانی کی۔ وہ تم نافرمانی کرنے والے کون تھے، وہی چالیس آدمی جن کی وجہ سے نقصان پہنچا، لیکن مخاطب ساری قوم کو کیا۔ گویا تھوڑوں کا نتیجہ بہتوں کو بھگتنا پڑا۔

مسلمان بحیثیت قوم

غرض یہ ایک اصول ہے کہ قوم کے بھی اعمال ہوتے ہیں۔ اور قوم کے افعال کے بھی نتائج ہوتے ہیں۔ اگر اپنی آنکھوں سے ان نتائج کو دیکھنا چاہتے ہو۔ تو آج مسلمانوں کی حالت کو دیکھو، قرآن کریم بار بار دوسری قوموں کی طرف توجہ دلاتا تھا۔ کہ مسلمانوں کو ایسی حالت سے ڈرائے جس کا نتیجہ ان قوموں کو بھگتنا پڑا۔ آج ہمیں یہ ضرورت نہیں۔ کہ دوسروں کی حالت کو ہم دیکھیں۔ خود اپنی قوم کا نقشہ ہمارے سامنے کھلا ہے۔ اور ہم معلوم کر سکتے ہیں کہ قوموں کے اعمال کس طرح سے ان نتائج پر وارد کرتے ہیں۔

اسلام کی بدنما تصویر

ہم بھی احمدی ہو کر اس طرح نہیں بچ سکتے، کہ آج احمدی ہوئے اور کل ان نتائج سے بچ گئے، جو بحیثیت قوم مسلمانوں پر وارد ہو رہے ہیں، اس کے لئے بھی بہت سی لگاتار کوشش درکار ہے، کل میں نے بتایا تھا۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے کیا کام کیا ہے، آپ سے پہلے اسلام کی ایک بدنما تصویر دنیا میں کھینچی گئی تھی۔ لوگ یہی سمجھتے تھے کہ اسلام ایک ڈراؤنا مذہب ہے، جو لوگوں کو تلوار کے گھاٹ اتارتا ہے۔ اپنوں نے بھی اس کی تائید کی۔ اور متفقہ طور پر یہی ایک تصویر اسلام کی ہو گئی۔ یہ سب سے بڑی دشمنی تھی، جو اپنوں نے اسلام کے ساتھ کی۔ اس کے اصولوں کو ایسے رنگ میں پیش کرنا جس سے تنفر پیدا ہو اس سے بڑھ کر کوئی دشمنی نہیں۔ جو تم دین کے ساتھ کر سکتے ہو۔ کہتے ہیں اس میں اسلام کی شوکت ہے۔ کہ کوئی شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرے تو اس کو قتل کر دیا جائے، وہ اس کو شوکت سمجھتے ہیں۔ میں کہتا ہوں ذرا ان لوگوں سے پوچھیں جن پر اس شوکت کا اظہار مقصود ہے، ان سے دریافت کریں۔ کہ وہ اس کو کیا سمجھتے ہیں۔ اگر عیسائی مذہب کے پیرو عیسائیت کی وہی تصویر کھینچیں۔ جو تم اسلام کی کھینچتے ہو۔ تو تمہارے اندر عیسائیت سے کس قدر تنفر پیدا ہوگا۔ اگر وہ کہیں کہ ہمارے ہاں کوئی ایسا آدمی بھی آنے والا ہے، جو تلوار کے ذریعہ سے لوگوں کو عیسائی بنائے گا۔ تو تم اس کو کیا کہو گے۔ کیا تمہارے دل نہ بول اٹھیں گے کہ جو چیز تلوار سے منوائی جاتی ہے اس کو حق سے کیا نسبت ۔ بعینہ یونہی اپنے متعلق قیاس کر لو۔ کہ وہ بھی تمہارے اس اسلام کو ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ وہ اسلام جو لوگوں کو اپنی طرف کھینچتا تھا۔ آج اس کی یہ تصویر ہے کہ لوگ اس سے ڈر کر بھاگتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود کا کام

مرزا نے یہ کام کیا کہ اسلام کی اصل خوبصورت تصویر لوگوں کو دکھائی اور ان تمام غلط باتوں کو دور کیا جو اس کے متعلق بیان کی جاتی تھیں یہی وجہ ہے کہ جہاں احمدی جاتے ہیں۔ اسلام کی قبولیت پھیلتی جاتی ہے یہ اسلام کی اس خوبصورت تصویر کا نتیجہ ہے جو حضرت مرزا صاحب نے پیش کی ہے، ورنہ کیوں دوسروں کو وہ کامیابی نصیب نہیں ہوتی آخر احمدیوں کے ساتھ اسلام مخصوص تو نہیں ہو گیا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ جب احمدی اس کو لے کر جاتے ہیں۔ تو ان کے قدموں پر لوگ آ گرتے ہیں۔ اور دوسروں کو وہ قبولیت نہیں ملتی۔ آخر تم جانتے ہو کہ انگریز لوگ تمہاری کیا حیثیت سمجھتے ہیں۔ لیکن پھر بھی ایسے بڑے بڑے آدمیوں کا جیسے لارڈ ہیڈلے اور سر آرچیبالڈ ہملٹن ہیں۔ اسلام کے اس پیغام کے آگے جو تم نے انہیں پہنچایا، سر جھکانا بتاتا ہے، کہ اسلام کے اندر کس قدر کشش موجود ہے، فی الحقیقت یہ قرآن ایسی طاقت رکھتا ہے، کہ بڑے بڑے سرکشوں کی گردنیں اس کے سامنے جھک جاتی ہیں۔ عرب کے سرکشوں کو اس نے اپنے سامنے جھکایا آج یورپ کے سرکشوں کی گردنیں اس کے آگے جھکتی جا رہی ہیں۔

قرآن کا اثر

میں نے کہا تھا کہ قرآن کا کوئی ترجمہ اس شوکت کو ظاہر نہیں کرسکتا۔ جو اس کے اصل الفاظ کے اندر پائی جاتی ہے۔ لوگ بسا اوقات کہتے ہیں کہ کسی دوسری زبان میں کیوں نماز کو نہ پڑھ لیا کریں۔ میں کہتا ہوں جو شوکت اور اثر اصل عربی الفاظ سے تمہارے دلوں پر طاری ہوسکتا ہے، وہ دوسری زبان میں پڑھنے سے نہیں ہوسکتا۔ لیکن باوجود اس کے صرف ترجموں کو پڑھنے سے بھی اس قدر اثر بڑے بڑے سخت لوگوں کے دلوں پر ہوا ہے۔ کہ ایک بڑا شاعر فلاسفر لکھتا ہے کہ یہ قرآن سخت سے سخت عداوت کے ساتھ لے کر پڑھنے بیٹھو بھی انسان نہیں اٹھ سکتا جب تک کہ اس عداوت کو محبت میں تبدیل نہ کردے صحابہ کرامؓ کو دیکھو وہ اسی قرآن کے ذریعہ سے دشمنوں کو بھی اپنی طرف مائل کرلیتے تھے،

کیا اسلام کا قیام تلوار سے ہے

لیکن آج ہمارے علما ڈراؤنی تصویر کھینچکر لوگوں کی محبت کو دشمنی میں تبدیل کررہے ہیں۔ کیا ناپاک لفظ ہیں۔ جو ایک شخص نے لکھے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم مرتد کی سزا قتل قرار نہ دیں۔ تو آج آریہ سماج مسلمانوں کو مرتد بنالے۔ گویا وہ اسی وجہ سے مسلمان بنے ہوئے ہیں کہ انہیں ڈر ہے۔ کہ اگر اسلام کو چھوڑا۔ تو قتل کردیئے جائیں گے میں کہتا ہوں تف ہے تمہارے اس مذہب پر جو تلوار کے ذریعہ سے قائم ہے! اور اگر تلوار ہٹالو۔ تو اس کا کچھ باقی نہ رہے گا۔ اگر یہی بات کسی عیسائی کے منہ سے نکلے۔ تو تم کیا کہو۔ تم تو کہو گے کہ یہ عیسائیت کتنا لغو کس قدر لچر اور بیہودہ مذہب ہے کہ تلوار سے قائم ہے، لیکن اپنے مذہب کے متعلق تم وہی باتیں کہہ کر اس پر وہی الزام لے رہے ہو،

حضرت مرزا صاحب کا احسان

وہ جو اسلام کی خوبصورت تصویر پیش کرکے لوگوں کو اس کی طرف کھینچتے ہیں ان کی مخالفت کرتے ہو، گویا دوستوں کو دشمن بنا رہے ہو۔ لوگ مرزا کے متعلق جو کچھ چاہیں کہتے چلے جائیں۔ لیکن اس کا احسان ماننا پڑے گا۔ کہ اس نے اسلام کی خوبصورت تصویر کو پیش کرکے کتنا بڑا کام کیا ہے، کہ آج صرف دس بارہ سال کے اندر اتنے بڑے عظیم الشان لوگ اسلام کے اندر داخل ہونے لگے ہیں۔ ہم نہیں جانتے کہ کب یدخلون فی دین اللہ افواجا کا نظارہ پیش آئیگا لیکن موجودہ رنگ بتاتا ہے کہ وہ وقت دور نہیں۔

احمدی جماعت کی غرض

تو تم جو اس وقت میرے مخاطب ہو، وہ لوگ ہو جو اس بات کے ذمہ وار ہو کہ یہ ہو اس انسان کے جس نے اسلام کی خوبصورت تصویر پیش کی۔ اگر حضرت مرزا کو ضرورت نہ ہوتی کہ کوئی کام ہو۔ تو کبھی جماعت نہ بناتے، آپ اپنے طور پر اسلام کی خدمت کرتے تھے، لیکن جب وہ وقت آیا، کہ خدا نے آپ کے سپرد کام کو کیا اور بتایا کہ تم نے دنیا میں کسر صلیب کا کام کرنا ہے وقت ساتھ ہی حکم ہوتا ہے، واصنع الفلک باعیننا و وحینا۔ اب ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی سے کشتی کو بنا۔ چنانچہ اس وقت اس خدائی حکم کے ماتحت اس جماعت کو بنایا۔ تاکہ وہ کام جو آپ کے سپرد ہوا ہے وہ تکمیل پائے۔

مسیح موعود کا جانشین کون ہے؟

اس مجدد اور مسیح موعود کے جانشین وہ ہیں جس کے سپرد وہ عظیم الشان کام ہے، خوب یاد رکھو کہ جب تک اس کام کو نہ کرو، اس کی جانشینی کے حقدار تم نہیں ہوسکتے، تم میں ایسے لوگ ہیں جنہوں نے خدا کے فضل سے اپنے کاموں میں

بڑی بڑی دولتیں بنالیں، مکانات بنالئے۔ سب کچھ کرلیا۔ لیکن اگر اس کام کو نہیں کیا۔ جو مسیح موعود نے ان کے سپرد کیا تھا۔ تو کوئی فائدہ ان کے مالدار ہونے کا قوم کو نہیں، بحیثیت قوم کے جو کام ہے وہ ایک ہی ہے دین کو دنیا میں پھیلانا۔ اس کام کو جب تک تمام افراد مل کر نہ کریں۔ قوم کو انفرادی حیثیتوں سے کوئی نفع نہیں۔ جب تک سب مل کر جہاد نہ کریں کوئی فائدہ نہیں ہوسکتا۔ جہاد ایک نہایت ضروری چیز ہے، جب حضرت ابوبکرؓ خلافت پر بیٹھے۔ تو سب سے پہلی بات جو انہوں نے کہی۔ وہ یہ تھی کہ جس قوم نے جہاد کو ترک کیا، وہ تباہ ہوگئی۔ اس لئے مسلمانوں کو جہاد میں لگے رہنا چاہیئے۔

جہاد کبیر کی ضرورت

لیکن اس کے ساتھ ہی اس بات کو بھی یاد رکھو کہ جہاد یہی نہیں کہ اسلام کی طرف سے دوسری قوموں کے دفاع میں تلوار اٹھائی بلکہ اس سے بڑا ایک اور جہاد ہے، وہ قرآن نے خود فرمایا ہے۔ ولو شئنا لبعثنا فی کل قریۃ نذیرا فلا تطع الکافرین وجاھدھم بہ جہادا کبیرا۔ کیا عجیب یہ پاک کتاب ہے اس کی آیتوں اور مضمون کے تعلقات کس قدر عجیب ہیں۔ ان دونوں آیتوں کا باہم کیا تعلق ہے۔ اگر مشیت الٰہی ہوتی۔ تو دنیا کے ہر گاؤں میں ایک ایک نبی آجاتا۔ لیکن اس سے ہدایت کی اصل غرض پوری نہ ہوتی۔ کیونکہ اصل غرض نسل انسانی کا اتحاد ہے، اس لئے اب جہاد کبیر کرو۔ اس قرآن کے ساتھ یعنے قرآن اور اسلام کو دنیا میں پھیلاؤ۔ بہٖ کی ضمیر تمام مفسرین نے مانا ہے۔ کہ قرآن یا اسلام کی طرف جاتی ہے، اور جس طرح قرآن نے اس کو جہاد کبیر کہا اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جنگ سے آپ واپس آئے تو فرمایا رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر۔ چھوٹے جہاد سے ہم بڑے جہاد کی طرف لوٹتے ہیں۔ بڑا جہاد وہی ہے جو قرآن کے ساتھ ہوتا ہے، یعنے اشاعت اسلام۔ جب کافر لوگ تلوار سے مسلمانوں کو نیست و نابود کرنا چاہیں تو اس وقت ان کے بالمقابل چھوٹا جہاد کرنا پڑتا ہے۔ لیکن قرآن کے ساتھ جو جہاد ہے وہ سب سے بڑا جہاد ہے۔

دین کے لئے چندہ اور جہاد

تو خوب یاد رکھو کہ اگر تم جہاد نہیں کرتے، تو تمہاری وہی حالت ہوگی۔ جو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا تھا۔ میں ایک چھوٹی سی بات کہتا ہوں وہ روح ہے اس ساری بات کی۔ ہمارے حضرت نے یہ لفظ لکھے ہیں کہ جو احمدی تین ماہ تک [illegible] جماعت سے

سے نہیں۔ کیوں آپ نے ایسا کہا اس لئے کہ جس نے اتنا عظیم الشان جہاد چھوڑ دیا۔ اس کا جماعت کے ساتھ کیا تعلق ہوسکتا ہے۔ بعض لوگوں کے دلوں میں یہ خیال [illegible] غریبوں کو دیتے ہیں۔ اشاعت اسلام پر صرف [illegible] کی کیا خاص ضرورت ہے۔ ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ سب سے مقدم حق دین کا ہے، اور اگر اس جہاد دینی میں جو تبلیغ دین سے تعلق رکھتا ہے حصہ نہ لیا۔ تو ہماری خیرات اور نماز کس کام کی۔ ان تین آدمیوں کا قصہ یاد ہوگا۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تبوک کے جنگ میں نہ گئے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس آئے۔ تو آپ نے حکم دیا۔ کہ ان تینوں سے قطع تعلق کرلیا جائے، اب وہ نماز پڑھتے تھے روزے رکھتے تھے، اس سے پہلے لڑائیوں میں بھی شریک ہوچکے تھے لیکن چونکہ ایک جنگ میں نہیں گئے، اس لئے یہ سزا ملی۔ فی الحقیقت اس سے بڑھکر ایک شخص کے ساتھ دشمنی نہیں ہوسکتی۔ کہ اس کے ساتھ ہوکر اس کے کاموں میں شامل نہ ہوں۔ تم میں سے ہر شخص جہاد کے لئے باہر نہیں نکل سکتا۔ اس لئے اس کو اپنا مقدم فرض سمجھو کہ جو لوگ باہر نکلتے ہیں ان کو ضروری امداد روپیہ پیسہ سے دی جائے، وہ فیصلہ جو جماعت نے مل کر کیا ہے، اس پر عمل کرنے کی پوری کرو۔

مال دنیا اور خدا کی محبت

وہ کونسی چیز ہے جو خدمت دین سے محروم رکھتی ہے۔ وہ مال اور دنیا کی محبت ہے، خوب یاد رکھو دو معبود ایک دل کے اندر جمع نہیں ہوسکتے۔ خدا اور مال دنیا کی محبت ایک جگہ نہیں رہ سکتی۔ سب سے بڑی کمزوری مسلمان قوم کی یہ ہے کہ ان میں ایثار نہیں رہا۔ بیاہوں اور شادیوں پر ہزاروں روپیہ بے جا صرف کردیتے ہیں ایسی کسی شادی پر جاؤ۔ اور ان سے کہو کہ دین کے فلاں کام کے لئے اس قدر روپیہ کی ضرورت ہے، تو کہہ دیتے ہیں افسوس ہے شادی پر سب خرچ ہوگیا ہے، انہوں نے دنیا کے مال کی محبت کو اس تخت پر بٹھا دیا ہے جو خود اللہ تعالےٰ کی محبت کے لئے مخصوص تھا۔ دلوں کے اندر خدا تعالےٰ کے بجائے مال دنیا کی حکومت ہے، اور خدا سے بڑھکر مال کی قدر ہے، میں اپنی قوم کو اس سے ڈراتا ہوں کہ وہ مال اور دنیا کی محبت کو خدا کی محبت کی جگہ دیں۔

احمدی قوم کی قربانیوں کا نتیجہ

دیکھو اگر تم نے کوئی قربانیاں کی ہیں اور ضرور کی ہیں۔ تو آج تم ان قربانیوں کو کچھ نتیجہ دیکھنے ہو یا نہیں؟ اگر سارے لوگ اپنی اپنی توفیق کے مطابق خرچ کریں۔ تو کتنا فائدہ ہو، اس جماعت نے تھوڑا سا کام کیا۔ آج اس کے عوض کس قدر بڑے بڑے نتائج حاصل کررہی ہے، یہ جماعت ہے کتنی۔ اول تو احمدی جماعت سارے مسلمانوں میں آٹے میں نمک کے برابر ہے، اور پھر ہمارے حصہ کے متعلق دیکھنا چاہو۔ تو سو میں سے دس بمشکل ہمارے حصہ میں آئے ہیں۔ آخر ہیں کتنے؟ یہ جو تم بیٹھے ہو اس سے دو تین چار حصے اور سمجھ لو۔ جو نہ آسکے ہوں گے، اس تمہاری چھوٹی سی جماعت کے تھوڑے سے ایثار نے کتنا کام کیا ہے۔

دو عظیم الشان کام

یہ چھوٹی سی بات نہیں کہ تمہاری قوم نے سب سے پہلے وہ کام کیا ہے۔ جو سلطنتوں کا کام تھا۔ تم نے قرآن کو دنیا میں پھیلایا کفرستان کے اندر اسلام کا جھنڈا گاڑا۔ وہ ملک جہاں تثلیث کی آواز آتی تھی۔ وہاں خدائے واحد کی عبادت کے لئے مسجد کھڑی کی۔ یورپ کے ملک میں ایک دارالخلافہ کے اندر مسجد کا کھڑا کردینا کوئی چھوٹی سی بات نہیں۔ مسلمانوں نے لندن کے اندر مسجد بنانی چاہی۔ نہ بن سکی، آج چوتھائی صدی تجویز کو ہوگئی۔ ہماری مسجد کی تجویز کو دیکھ کر میاں صاحب نے برلن میں مسجد بنانے کا بندوبست کیا۔ لیکن ناکامی ہوئی۔ ضد کو خدا تعالےٰ پسند نہیں کرتا۔ وہ حسن نیت کو دیکھتا ہے کس قدر خدا تعالےٰ [illegible]

برلن مسجد کیلئے ایک سو مزدور کی ضرورت

برادران سلسلہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

برلن مسجد کا کام خدا کے فضل سے تکمیل کو پہنچ رہا ہے۔ اور ماہ فروری کے آخر تک انشاء اللہ تعالےٰ ہر طرح کمل ہو جائے گا۔ اس وقت ٹھیکیداران کو باقی کل رقم کی ادائیگی کرنی ہوگی۔ جہاں تک عمارت کا سوال ہے صرف نو ہزار روپیہ ادا کرنا ہے۔ لیکن اس کے علاوہ جنگلہ۔ سامان۔ باغ کے لئے فرنیچر اسی قدر رقم اور درکار ہے۔ تاریخ اسلام میں یہ ایک عظیم الشان کام ہے۔ اور اس یادگار کے قائم کرنے والوں پر اللہ تعالےٰ کی طرف سے بڑی بڑی برکات نازل ہوں گی۔ ہم لوگ وہاں پہنچکر تو اس پاک گھر کے بنانے میں حصہ نہیں لے سکتے، لیکن اگر ہم یہاں اس کام کی تکمیل کے لئے تھوڑی سی تکلیف اٹھالیں۔ تو گویا ہم اس کے مزدوروں میں شامل ہوگئے اور یہ ہمارے لئے بڑے فخر کا مقام ہے۔ اس رقم کے پورا کرنے کے لئے جو اس وقت مطلوب ہے۔ چند احباب نے معقول رقوم کے فراہم کرنے کے وعدے کئے ہیں اگر ان کے علاوہ ایک سو آدمی اور ایسے نکل کھڑے ہوں۔ جو برلن مسجد کی کاپیوں پر پچاس پچاس روپے فی کس وصول کرلیں تو انشاء اللہ تعالےٰ رقم مطلوبہ پوری ہوجائے گی۔ دو ماہ کی محنت ہے، جو شخص اللہ تعالےٰ کے لئے اسے اٹھائے گا۔ اللہ تعالےٰ ہی اس کا اجر بھی اسے دے گا۔ میرے لئے یہ امر قوت کا موجب ہوگا۔ اگر ایسے احباب جو یہ عزم کرلیں۔ اپنے اسمائے گرامی سے مجھے اطلاع دیں والسلام

محمد علی

غضب کے انگارے

بارگاہ خلافت سے

بددعا کے لئے جوش

مُریدوں کو سال نو کے خطابات

۲۔ جنوری ۱۹۲۵ء کے "الفضل" میں جناب میاں محمود احمد صاحب کی ایک تقریر شائع ہوئی ہے جو اس بدظنی کے جواب میں ہے جو ان کے مریدوں نے ان کے ایک خطبہ پر بنا پر کی کہ مرحومہ امۃ الحی کے غم میں انہوں نے صبر کا دامن چھوڑ دیا ہے۔

ہم اس تقریر کے خاص خاص مقامات کو بغیر کسی ریمارک کے ذیل میں نقل کئے دیتے ہیں تاکہ قارئین کرام خود اس بات کا اندازہ لگا سکیں کہ خلافت مآب آجکل کس عالم میں ہیں۔ اور اپنے مریدین کو جن میں علماء اگرا یجوکیٹڈ اور بعض حضرت مسیح موعود کے پرانے مرید بھی .... کس عالم میں دیکھ رہے ہیں۔ فرماتے ہیں:۔

"پیشتر اس کے کہ میں کوئی اور مضمون بیان کروں۔ میں یہ بتلا دینا چاہتا ہوں کہ کل کی حالت سے آج کی حالت بالکل متضاد ہے کل کی حالت تو دعا کی تھی اور

آج کی حالت غضب کی

ہے تو کل میں انسان کی طرح تھا جس کے جسم کا ہر ذرہ اپنے رب کے سامنے پگھل کر اپنے لئے اور دوسروں کے لئے دعائیں کر رہا ہو۔ اور آج اس حالت میں ہوں کہ میرے تمام حواس اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ میں کسی کے لئے بددعا نہ کروں۔

مجھے بعض لوگوں کے ایسے خیالات معلوم ہوئے ہیں جو اس قسم کی بدظنیوں پر مشتمل تھے کہ جن میں

میرے اخلاص و ایمان پر ایسا حملہ

تھا جس سے سر سے لیکر پیر تک میرے جسم کے اندر خون جوش مار رہا ہے۔ بعض نادانوں اور جاہلوں نے میرے کل کے خطبہ سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ گویا میں اپنی بیوی کی وفات پر صبر کے دامن کو چھوڑ بیٹھا ہوں۔ اور اب قریب ہے کہ میں غم کے مارے ہلاک ہو جاؤں۔ اس لئے وہ تسلی دینے لگے ہیں۔ ممکن ہے کہ بعض اور لوگوں کو بھی اسی قسم کا خیال ہو۔ اور انہوں نے اظہار نہ کیا ہو۔

ان نادانوں نے پہلے میرے حالات پر نظر نہ کی۔ اور اگر کی تو باوجود ان حالات کے جانتے ہوئے بھی مجھ پر بدظنی کی۔ نبی کریمؐ کے متعلق اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ کہ یہ رسول تم ہی میں رہا ہے تم اس کے حالات سے خوب واقف ہو۔ اسی طرح آج میں کہتا ہوں۔

او نادانو اور جاہلو

میں بھی تم میں بچپن سے رہتا ہوں۔ تم نے میرے حالات کو جانتے ہوئے پھر میرے متعلق کیونکر اس قسم کی بدظنی کی۔ اور میرے پہلے حالات پر کیوں نظر نہ کی۔ تم جانتے ہو کہ جس زمانہ میں غم اور حزن کے مارے تمہاری کمریں ٹیڑھی ہو رہی تھیں۔ اس وقت میرے جادہ استقلال میں فرق نہ آیا۔ اور میں نے کبھی غم اور حزن کو پاس نہیں آنے دیا یعنی تم اس پرانے تجربہ کی بنا پر سمجھ سکتے تھے کہ یہ خیال تمہاری اپنی نظر کی نابینائی کو میری طرف تو منسوب کرتے۔ تم میرے ان مضامین کو جو میں نے رسالہ سے لکھے دیکھتے۔ اگر

ان مضامین اور خطبہ میں کوئی ترتیب

نظر نہ آتی تو۔ ہو کہ کا احتمال ہو سکتا تھا۔ اگر ان میں باہم ترتیب ہو اور ایک ایک ایچ باہم مطابق ہو تو تم کو سمجھ لینا چاہئے تھا۔ کہ تمہارا خیال تم کو غلطی میں مبتلا کر رہا ہے۔ اور تمہارا خیال محض ایک بدظنی ہے۔ میں سمجھتا ہوں

دو چیزیں ہیں

جن کی وجہ سے ان کو غلطی لگی اور انہوں نے بدظنی کی۔ ایک میرے چہرہ پر غم کے آثار اور آنسو دوسرے میرا مجلس میں آتے وقت لوگوں سے الگ رہنے کی درخواست کرنا۔ یا مجلس سے علیحدہ کھڑے رہنا۔ اگر اللہ تعالےٰ نے ان کو آنکھیں دی ہوئی تھیں اگر ان میں کچھ بینائی ہوتی تو ان کو معلوم ہوتا کہ میری یہ علیحدگی اٹھارہ دن سے جاری ہے۔ اور اسکی وجہ اعصابی درد ہے۔ جو کا

لقوہ کی صورت

اختیار کرنے کا ڈر تھا۔ اور اسی وجہ سے باوجودیکہ امۃ الحی کی حالت اچھی تھی۔ مگر میں مسجد میں نہیں آتا تھا۔ میں نے ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل سے بھی جو میرے معالج تھے کہا تھا کہ جب لوگ میرے پر ہجوم کر کے آتے ہیں تو معاً مجھے اعصابی دورہ شروع ہو جاتا ہے میرے پٹھے کھچنے لگتے ہیں اور قریب ہوتا ہے کہ مجھے لقوہ ہو جائے لیکن اب باوجود اس واقعہ کے موجود ہونے کے معاً نماز میں آنا شروع کر دیا ہے تاکہ میری طرف کوئی یہ منسوب نہ کرے کہ میں ایسے رنج میں مبتلا ہوں جس کو برداشت نہیں کر سکتا۔ دوسری وجہ زیادتی بیماری کی یہ تھی کہ

لوگ میرے پاس درخواستیں لاتے تھے

کہ ہمیں فلاں تکلیف ہے۔ اور ہم اس انتظار میں تھے کہ حضور تشریف لائیں تو حضور کے پاس عرض کریں۔ یا ہمیں فلاں امر کی ضرورت تھی اور انہوں نے حضور کی واپسی تک ملتوی رکھا ہوا تھا۔ اور ادھر میری حالت یہ ہے کہ مجھے جب معلوم ہو کہ فلاں کو یہ تکلیف ہوئی ہے اور میں اس تکلیف کو دور نہیں کر سکتا۔ یا اس ضرورت کو پورا نہیں کر سکتا تو مجھے سخت بےچینی ہوتی ہے۔ غالباً میں نے میاں بشیر احمد صاحب سے بھی ذکر کیا تھا کہ

مجھ پر ایک جنون کی سی حالت

طاری ہو جاتی ہے جب مجھ پر حاجت مند لوگوں کا ہجوم جمع ہو جاتا ہے۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ میں فلاں شخص کی ضرورت کو پورا نہیں کر سکتا۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب اور میری والدہ صاحبہ بھی میری اس حالت سے واقف ہیں۔ کیونکہ ان کے پاس میں نے ذکر کیا تھا کہ ادھر مجھے دورہ ہو جاتا ہے۔ اور ادھر میں ان کی تکلیف پڑھتا ہوں تو مجھ سے برداشت نہیں ہوتا کہ ایسا نہ ہو کہ میں جلسہ سے پہلے زیادہ بیمار ہو جاؤں۔ اس وجہ سے میں ان دنوں میں جبتک کہ خدا تعالےٰ کوئی سامان نہ کر دے۔ لوگوں سے الگ رہوں گا۔ یہ واقعات تھے جن کی وجہ سے میں باہر کم آتا۔ اور لوگوں سے الگ رہتا تھا بلکہ یہاں تک حالت دی ہے کہ اسی وجہ سے میں

مرحومہ کی ایسی تیمارداری

بھی نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ میرا دل تیمارداری کرنے کو چاہتا تھا۔ حتیٰ کہ انہوں نے اپنی مرض الموت میں مجھ سے کہا تھا کہ جب آتے ہیں تو میری بیماری میں کمی معلوم ہونے لگتی ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ تم کم آتے ہو۔ باقی رہا دوسرا سوال۔ میں اسکو کئی حصوں میں تقسیم کرتا ہوں۔

پہلی بات غم کے متعلق

ہے اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ مجھے غم ہے اور بہت غم ہے۔ اس کا اثر میرے چہرے پر بھی ظاہر تھا جواب نہیں۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ اب غم نہیں بلکہ اسکی وجہ یہ ہے کہ میں یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ میں ضبط کر سکتا ہوں۔ اور مجھے اپنے جذبات پر پورا قابو ہے اور بہت قابو ہے۔ اور میں ایسی حالت میں ہنس بھی سکتا ہوں اور کئی دفعہ ایسا بھی ہوا کہ ایک شخص میرے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے۔ اور میں غم کی حالت میں ہوتا ہوں۔ گھر میں میرا بچہ بیمار ہوتا ہے۔ اور تو بھی غم ہوتے ہیں لیکن معاً

میں اپنے چہرہ کو ہنسی والا بناتا ہوں

اور سمجھتا ہوں کہ یہ میرا فرض ہے کہ اس شخص کی خوشی میں شامل ہوں لیکن تم ایسا نہیں کر سکتے بلکہ تم میں سے کئی لڑ پڑینگے کہ ہمارے گھر تو ماتم ہے اور تم ہمیں یہ بتانے آئے ہو کہ میرے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے۔ مگر میں ایسا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ جب خدا تعالےٰ نے یہ کام میرے سپرد کیا ہے اور اس کے فضل سے میں نے اسے سنبھالا کہ تو میرا فرض ہے کہ میں جماعت کے غموں اور خوشیوں میں شامل ہوں پھر میں ان غموں کو کبھی ظاہر بھی کرتا ہوں تاکہ کوئی بیماری پیدا نہ ہو کیونکہ غموں کے دبانے سے بھی اعصاب پر برا اثر پڑتا ہے لیکن جب ایسا موقعہ ہو کہ اس غم کو دبانا ہو تو دبا بھی سکتا ہوں آج تم میں سے ایک شخص بھی ایسا نہیں جو مجھ سے زیادہ خوشی والا چہرہ بنائے۔ اور مجھ سے زیادہ ہنس سکتا ہو۔ گو میرے دل میں اسوقت غضب ہے۔

میں نے جو اسلام کو سمجھا ہے

اس کو غرور کہو۔ عجب کہو۔ خود پسندی۔ اپنی تعریف آپ کرنیکا عادی کہو لیکن میں یقین واثق سے کہتا ہوں کہ میں نے تم سب سے زیادہ سمجھا ہے۔ اور اسپر میں فخر نہیں کرتا۔ اور اس علم کو اپنی طرف منسوب نہیں کرتا بلکہ اس کو خدا کا فضل جانتا ہوں اور اسی وجہ سے میں جب کبھی بھی سیکھنے کی مجھے ضرورت ہوتی ہے کہتا ہوں کہ اسے خدا تو اس بات کو جانتا ہے۔ میں کبھی علم کو اپنی طرف منسوب نہیں کرتا بلکہ اس کو محض تیرا فضل و احسان خیال کرتا ہوں۔ باقی رہا غم کرنا۔ یا آنسوؤں سے رونا یہ دعا میں تو جائز ہے۔ لیکن اسکے علاوہ بھی تو جائز ہے۔

اسکے بعد امۃ الحی کے وفات کے صدمہ اور اس کی تعلیمی ترقی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

تعلیم کی یہ خواہش جو ان میں تھی وہ دیگر عورتوں میں نظر نہیں آتی۔ عام طور پر عورتوں میں یہ خواہش اس حد تک ہے کہ تہذیب نسواں پڑھ لیں۔ دینی تعلیم کا احساس ہی نہیں۔

ہماری جماعت میں اور بھی عورتیں تو ہیں جو علم رکھتی ہیں۔ اور بعض باتوں میں امۃ الحی سے بھی زیادہ علم رکھنے والی ہیں۔ لیکن دین کے معاملہ میں خاص طور پر تعلیم دینی ان میں نہیں پائی جاتی میر محمد اسحاق صاحب کی بیوی بیشک تعلیم کی بہت شائق ہیں لیکن ان کے اندر وہ جنون نہیں جو امۃ الحی کے اندر تھا پھر ان کا وہ اثر بھی نہیں ہو سکتا۔ جو

خلیفہ کی بیوی

کا ہو سکتا ہے۔ اور وہ میرے خیالات کی ترجمانی بھی نہیں کر سکتیں۔ اسکے بعد حافظ روشن علی صاحب کی بیوی ہیں۔ میری بڑی بیوی بھی پڑھائی میں تو امۃ الحی کی برابر ہیں۔ لیکن بعض روکوں کی وجہ سے کچھ بچوں کی کثرت اور ان کی تربیت میں مشغول رہنے کی وجہ سے ان کو وسیع مطالعہ کرنے کا موقعہ نہیں ملا۔ اور اب میری عمر بھی اس قابل نہیں۔ کہ

اور شادی کروں

اور دس سال تک اس کو تعلیم دوں اور تربیت کروں۔ اسلئے عورتوں کے متعلق مجھے نہایت تاریک پہلو نظر آتا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ خدا تعالےٰ کوئی سامان پیدا کر دے گا۔ مگر اس کے لئے جس دعا کی ضرورت ہے وہ ایک درد اور تڑپ کو چاہتی ہے۔ پس میں نے اپنے غم و درد کا اظہار کسی کے سامنے نہیں کیا۔ ہاں خدا تعالےٰ کے حضور اسقدر غم و درد کا اظہار کیا ہے کہ جس سے میں یقین کرتا ہوں کہ میری دعائیں عرش کو اسطرح ہلا دینگی جس طرح دردمند شخص کی دعائیں ہلایا کرتی ہیں۔ مجھے جو افسوس و غم ہوا ہے وہ اسواسطے ہوا ہے کہ مجھے نظر آتا ہے کہ

عورتوں میں جو میں نے تعلیم کے متعلق سکیم سوچی تھی

وہ تمام درہم برہم ہو گئی۔ یورپ کے سفر میں تمام سکیم مکمل تیار کی تھی اور میں نے ارادہ کیا ہوا تھا کہ واپس جا کر اس سکیم کو جاری کروں گا۔ لیکن انسانوں میں سب سے زیادہ جس ہستی سے مجھے امید تھی کہ وہ اس اسکیم کے چلانے میں میری مددگار ہو گی۔ وہ وفات پا گئی۔ تو اب اس کے بعد اس تمام سکیم کے بدلجانے کی وجہ سے مجھے بہت غم تھا۔ درحقیقت انسانوں میں سب سے زیادہ ہستی جس پر مجھے اس تعلیمی سکیم کے متعلق بڑی امیدیں تھیں وہ امۃ الحی تھی۔ اب وہ میری سکیم اس واقعہ کے بعد بدل گئی۔ اور نئے فکر کی اس کے لئے ضرورت پڑی۔ کوئی کام بغیر آلات کے نہیں ہو سکتا۔ روشنی دیکھنے کا کس قدر بھی شوق ہو لیکن اگر آنکھیں نہ ہوں تو یہ شوق پورا نہیں ہو سکتا چلنے کا کتنا شوق ہو لیکن شوق بغیر ٹانگوں کے پورا نہیں ہو سکتا پس جب تک ہتھیار نہ ہوں تب تک کوئی کام نہیں ہو سکتا اور میرے خیال اور ارادہ میں جس ہستی کے اوپر میرا ہاتھ تھا۔ اور جس پر مجھے بڑی امیدیں تھیں وہ ہستی مجھ سے جدا ہو گئی۔ اسوجہ سے مجھے غم ہے۔ ورنہ ایسے انسان کی موت پر بھلا کیا غم ہو سکتا ہے جس کے لئے اسقدر دعاؤں کا موقعہ ملا۔ اور جس کے لئے آخری حد تک جو تیمارداری ممکن تھی اور میری برداشت کے اندر تھی وہ کی اور اپنی محبت کے اظہار کے لئے دل پر پتھر رکھ کر وہ کام کئے جو دوسروں کے لئے کرنے ناممکن ہیں۔ میں نے بھی اس کے لئے دعائیں کیں۔ اور جماعت نے بھی دعائیں کیں۔ پھر ایک بہت بڑی جماعت نے جنازہ پڑھا اور باہر کی جماعتیں بھی جنازہ پڑھینگی۔ پھر مقبرہ بہشتی میں مدفون ہو۔ بھلا اتنی خوش نصیبی کس کو نصیب ہے میری ممیرہ مبارکہ بیگم نے کہا کہ امۃ الحی تو بڑی ہی خوش نصیب نکلی جو کہ

ردتناسخ

سوامی جی کا ماننے الضمیر منکشف ہو جائے گا۔ چنانچہ مطابق خاصہ کی دو قسم ہے۔ قسم اول خاصہ لازم ایسے وصف کا نام ہے کہ جو اپنے موصوف اور ملزوم کے ساتھ مخصوص ہو۔ لیکن اسکا موصوف سے جدا ہونا غیر ممکن ہو۔ اس وصف لازم کا لزوم مختلف صورتوں سے ظاہر ہوا کرتا ہے۔ مگر ہم یہاں چند صورتوں کو بیان کر کے باقی کو بخوف طوالت ترک کرتے ہیں۔ ماحصل سب کا ایک ہی ہے یعنی جملہ صورتوں میں ان کا اپنے موصوف و ملزوم سے جدا ہونا غیر ممکن ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ وصف لازم مطلقاً حقیقت موصوف کو لازم ہو۔ مثلاً زوجیت اربعہ کے واسطے یا فردیت ثلاثہ کے واسطے۔ دوسرے یہ کہ یہ وصف لازم اپنے موصوف کو بلحاظ اسکے وجود خارجی کے لازم ہو مثلاً احراق کہ حقیقت آتش کو بلحاظ اسکے وجود خارجی کے لازم ہے۔ تیسری یہ ہے کہ یہ وصف لازم اپنے موصوف کو بلحاظ اس امر کے لازم ہو کہ ذات موصوف کسی حالت میں موجود ہے کہ اسکی وجہ سے اس کے واسطے اس وصف کا لازم ہونا ضروری ہے۔ مثلاً ماہیات ممکنہ کے واسطے امکان وصف لازم ہے۔ یہ تین قسمیں بیان کی گئیں۔ اب قسم دوم خاصہ مفارق بیان کی جاتی ہے۔ یہ ایسا وصف ہے کہ اپنے موصوف کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے لیکن لازم نہیں ہوتا۔ مثلاً ضحک بالفعل اور کتابت بالفعل وغیرہ یہ انسان کا خاصہ مفارق ہے۔ اسکے بعض اقسام اپنے موصوف و ملزوم سے جلد زائل ہو جایا کرتے ہیں۔ اور بعض دیر میں ہو جایا کرتے ہیں۔ خاصہ مفارق دائمی نہیں رہا کرتا۔ کیونکہ کسی کو موصوف کا وصف مفارق اگر دائمی ہو تو دو حال سے خالی نہیں ہوتا۔ یا تو وصف مفارق خود واجب ہے اسلئے کسی طرح ثابت نہیں ہو سکتا۔ پھر وصف مفارق ہونیکے معنے ہوئے۔ اور اگر ممکن ہے تو بالضرور بہ غرض بقا یہ وجود علت واجبہ کے طرف منتہی ہوگا۔ اور بوجود علت واجبہ معلول کا معدوم ہونا محال ہے بلکہ اس کا موجود اور لازم ہونا ضروری ہے۔ لہذا اس صورت میں بھی خاصہ مفارق کے سوائے اس کے جو ہم نے بیان کیا اور کچھ نہیں ہو سکتے۔ ہماری تحریر سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ دونوں صورتوں میں خاصہ مفارق دائمی خاصہ لازم نہیں ہوگا۔ اسلئے وصف مفارق یعنی خاصہ مفارق کو دائمی تجویز کرنا و نیز مسائل حکمت سے غفلت پر مبنی ہوگا۔ جیسا کہ اکثر محققین نے تصریح کی ہے جبکہ یہ معلوم ہو گیا کہ خاصہ مفارق دائمی نہیں ہوا کرتا۔ اور اسکے دیگر اقسام ازلی ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتے صرف خاصہ لازم ہی کے اندر ازلی ہونے کی صلاحیت رہ گئی کیونکہ وہ ایسے وصف کا نام کہ اس کا اپنے موصوف سے جدا ہونا غیر ممکن ہے۔ چونکہ سوامی جی نے آفرینش عالم کو ازلی اور طبعی خاصہ ذات خدا کا تجویز کیا ہے اسلئے بوجوہ مذکورہ بالا ان کے قول میں اس مقام پر خواہ خاصہ لازم بالحقیقت یعنی بالذات مراد لیجیے یا خاصہ لازم باوجود خارجی (باقتضائے مفہوم لفظ طبعی) سب کا مآل ایک ہے۔ جیسا کہ بیان معنی طبع میں ہم تحریر کر چکے ہیں کہ طبع خدا سے ذات خدا یا وجود خدا مراد لینا ضروری ہے۔ لہذا بلحاظ خاصہ لازم باوجود خارجی بہجان اشیاء کی صفات ذاتی بھی خاصہ لازم بوجود خارجی وغیرہ کے ساتھ بحیثیت ممتنع الانفکاک بحکم واحد ہیں۔ اسکی بابت سوامی جی کا عقیدہ ہے۔ ستیارتھ پرکاش باب ... آگ کی گرمی، پانی کی سردی وغیرہ بہجان اشیاء میں مظہرہ کی صفات ... کو ایشور بھی تبدیل نہیں کر سکتا۔ انتہی۔ خاصہ لازم ممتنع الانفکاک بمکن الانفکاک تسلیم کرنا امر بدیہی کا انکار رہیگا۔ کیونکہ ممتنع الانفکاک ہونے میں دونوں مساوی ہیں۔ بہرکیف آگ کی ذاتی صفت حرارت ہے جو اس سے جدا نہیں ہو سکتی۔ اور اگر علیحدہ ہو جائے تو ماننا پڑے گا کہ وہ آگ ہی نہیں۔ علی ہذا آفتاب کا خاصہ لازم یہ کہ دن موجود ہو جاتا ہے جو اس سے کبھی کسی حال میں جدا نہیں ہو سکتا۔ اور اگر دن موجود نہیں تو ماننا پڑے گا کہ آفتاب طلوع نہیں ہوا۔ یعنی بمجرد وجود آتش اسکی حرارت اضطراری طور سے موجود ہوگی اور ایسے ہی بمجرد طلوع آفتاب بالاضطرار دن موجود ہوا۔ خلاصہ یہ کہ بمجرد وجود اشیائے ذی خاصہ ان کے خواص اضطراراً پیدا ہو جاوینگے یعنی صفات ذاتی اور اوصاف لازمہ عدماً موصوف اور ذی خاصہ کے قبضہ و اقتدار سے خارج ہونگے

عدمی صورت بدیہی ہے۔ وجوداً اشیائے ذی خاصہ کے اقتدار کو تسلیم کرنا تحصیل حاصل کو مستلزم ہے۔ بہرحال ان کی صفات ذاتی یا اوصاف لازمہ کو اس طرح تعبیر کر سکتے ہیں کہ آتش نے افادتاً حرارت کو پیدا کر دیا۔ یا طلوع آفتاب نے افادتاً دن کو پیدا کر دیا۔ مگر اپنے افعال کے فاعل مختار نہیں۔ بلکہ فاعل غیر مختار اور مقتضی یعنی علت تامہ اضطراراً مستلزم وجود معلول ہیں۔ اور علت فاعل کے مختار ہیں جبکہ یہ عالم مقدرات صفات و خواص باری تعالی کا ہے تو ذات خدا کے وہ صفات و خواص جو بہ اقتضائے ذات خدا ہیں کیونکر تبدیل ہو سکتے ہیں۔ اور بمجرد وجود خدا کیونکر لازم اور پیدا ہو جاوینگے۔ مثلاً توحید کہ خدا کی ذاتی صفت اور طبعی خاصہ ہے نہ خدا نے بذات خود بہ اختیار خود اسکو پیدا کیا ہے۔ اور نہ جدا کر سکتا ہے بلکہ اسکی ذات مشخصہ کو لازم ہے۔ ابھی ہم لکھ آئے ہیں کہ طبع خدا سے ذات خدا یا وجود خدا کے اور کچھ مراد نہیں ہو سکتا۔ اور خاصہ وصف لازم ممتنع الانفکاک کا نام ہے لہذا خدا کے طبعی خاصہ کے معنی یہی ہو سکتے ہیں کہ ذات خدا کا ایسا وصف لازم کہ اس کو خدا نے نہ تو بذات خود و بہ اختیار خود پیدا کیا ہو اور نہ اپنے سے علیحدہ اور جدا کر سکتا ہو۔ جبکہ آفرینش عالم بقول سوامی جی طبعی خاصہ ذات خدا کا ہے تو لازم ہوا کہ یہ وصف لازم یعنی آفرینش عالم مع اپنے آثار مرتبہ بمجرد وجود ذات خدا بلا اختیار ازل سے لازم اور موجود ہوا یعنی بمجرد وجود خدا نے بحیثیت مقتضی بلا ارادہ و اختیار دنیا کو ازل سے موجود کر دیا۔ جیسا کہ بمجرد طلوع آفتاب نے دن کو پیدا کر دیا تھا۔ کیونکہ فاعل با خاصہ لازم ممتنع الانفکاک مقتضی بمجرد وجود فاعل بلا تاثیر اختیاری فوراً پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ بحث محض اس بنا پر ہے کہ لفظ طبع کے معنی پیدائشی سرشت اور فطرت کے لئے جائیں۔ اور چونکہ لفظ طبیعت معنی میں عو یعنی عادت کے ماخوذ ہے۔ اگر لفظ طبع سے عادت مراد لیجائے تو اسوقت سوامی جی کے قول کا یہ مطلب ہوگا کہ آفرینش عالم ذات خدا کی عادت کا خاصہ ہے۔ جیسا کہ ان کی مثال آنکھ کے طبعی خاصہ کی دلالت کرتی ہے۔ حالانکہ یہ مثال بالکل بےمعنی معلوم ہوتی ہے کیونکہ دیکھنا خاصہ آنکھ کا نہیں بلکہ روح کا ہے۔ آنکھ تو محض روح کے فعل ابصار کا آلہ ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس صورت میں طبعی خاصہ کے کیا مطلب ہوتے ہیں۔ چنانچہ باقتضائے مفہوم لغوی لفظ طبع عادت سے پیدائش مراد ہو سکتی ہے۔ چونکہ خالق بیچون پیدائش و خلقت سے منزہ ہے۔ اسلئے اس کی پیدائش عادت سے ذاتی عادت مراد ہوگی۔ یعنی ایسی عادت کہ باقتضائے ذات خداوندی ہے۔ اور چونکہ باقتضائے ذات خدا ازلی ہے۔ اور اسکی ذات ممتنع الانفکاک ہوگی۔ اور اس کا خاصہ لازم بھی ازلی اور غیر ممکن الانفکاک ہوگا۔ لہذا بمجرد وجود ذات خدا اور اس کا خاصہ لازم بھی مع آثار مرتبہ خود بالاضطرار دونوں ذات خدا کو لازم ہونگے۔ بہرحال خدا ان کی اس تجویز سے فاعل بالاختیار نظام عالم کا نہیں ہو سکتا۔ یہ بحث محض اس بنا پر ہے کہ لفظ طبع سے پیدائشی یعنی ذاتی عادت مراد ہو۔ دونوں بحثوں کا ماحصل ایک ہے یعنی وجود خدا کو وجود آفرینش عالم مرکب مع اپنے آثار مرتبہ کے لازم ہے نہ اس نے باختیار خود دنیا کو پیدا کیا نہ فنا کر سکتا ہے جیسے کہ طلوع آفتاب کو دن کا موجود ہونا لازم ہے۔ نہ طلوع آفتاب نے باختیار خود دن کو پیدا کیا نہ فنا کر سکتا ہے۔

تازہ خبریں

——— سردیا کے عیسائیوں اور مسلمانوں میں جنگ ہوئی جس میں ڈیڑھ سو مسلمان شہید ہوئے اور سردیوں نے خوشی کے نعروں میں ایک مسجد کو گرا دیا۔ حکومت انگورہ نے اس کے خلاف لیگ اقوام میں صدائے احتجاج بلند کی ہے،

——— سوامی شردھانند نے نمائندہ ٹریبیون سے بیان کیا ہے کہ ۲۴ دسمبر کو میں علی الصباح مہاتما گاندھی سے ملا تو انہوں نے فرمایا کہ اگرچہ عقائد و افعال میں ہمارا اختلاف ہے۔ پھر بھی ہم ایک دوسرے کو چھوڑ نہیں سکتے۔ سوامی جی نے یہ بھی بتایا کہ کانگرس نے سال آئندہ کے لئے کوئی کام نہیں بنایا۔ اس لئے صورت حال میں کوئی تبدیلی کی امید نہیں مسلم لیگ میں کوہاٹ کے متعلق جو ریزولیوشن پاس ہوا وہ مہاتما جی کی مرضی سے بنایا گیا ہے۔ اور کہ اب کانگرس کی باگ مہاتما جی کے ہاتھ میں ہے۔ اور ان کی ذات سے کوہاٹ کے ہندوؤں کے ساتھ پورا پورا انصاف ہونا یقینی نہیں۔ سوامی جی نے یہ بھی کہا کہ ان کی رائے میں کوہاٹ کے ہندوؤں کے ساتھ انصاف بھی ہو سکتا ہے۔ جب سارے ہندوستان کے ہندو اکٹھے ہو کر انہیں مدد دینے کی کوشش کریں۔

——— کوہاٹ میں زائد تعزیری پولیس رکھی گئی ہے۔ جس کا سالانہ خرچ ۲۳۸۱۰ روپیہ کوہاٹ اور اس کے مضافات کے باشندوں سے لیا جائے گا۔

——— پنجاب کونسل کے صدر کے انتخاب کے لئے گورنر پنجاب نے ۱۴ جنوری کی تاریخ مقرر کی ہے۔ چودھری شہاب الدین اور مسٹر کیسن سابق صدر کے نام بطور امیدوار لئے جاتے ہیں۔

——— سر محمد شفیع جو حال ہی میں وائسرائے کی وزارت قانونی سے فارغ ہوئے ہیں۔ دوبارہ وکالت کا کام شروع کرنے والے ہیں۔ اور اس کے ساتھ انہوں نے ریاست بہاولپور کے مشیر قانونی ہونا بھی منظور کر لیا ہے،

——— مجاہدین ریف اور ہسپانیہ کے مابین صلحنامہ مرتب ہو رہا ہے۔ امیر عبدالکریم کے نمائندہ نے صلح کے لئے یہ شرط پیش کی ہے۔ کہ ہسپانیہ دس ہزار بندوقیں۔ بیس ہزار

یہ سرمہ دھند۔ جالا۔ غبار۔ خارش۔ پانی گرنا سرخی اور ضعف بصر کے لئے مفید ہے

البیان الکامل فی تحقیق الدق والسل

مصنفہ جناب ڈاکٹر محمد حسن صاحب بی۔ ایم۔ ایس سابق اکسٹرا ... سول ہسپتال بریلی۔ مرض دق پر نایاب کتاب ہے۔ اسباب، علامات، تاریخ، طریقہ انسداد اور علاج غرضیکہ سب کچھ اس میں درج ہے۔ اس مضمون پر سب سے پہلی اچھی اور جامع کتاب اس وقت تک اردو زبان میں موجود نہیں۔ قیمت مع محصول چار روپے آٹھ آنے اس کی جلدیں نظام کے طبی محکمہ نے خریدی ہیں طبیب اور غیر طبیب دونوں کے مفید ہے۔ اخبار کا حوالہ دیجئے۔ پتہ اوپر درج ہے،

مدینۃ المسیح لاہور یوم بدھ مورخہ ۱۷ جمادی الثانی ۱۳۴۳ ہجری مطابق ۱۴ جنوری ۱۹۲۵ء

موجودہ صابیین کے عقائد

مسنز ای ایس ڈرووراب سے ایک سال قبل اپنے سفرنامہ عراق کے ذریعہ انگریزی جاننے والے طبقہ میں روشناس ہو چکی ہیں۔ اب انہوں نے انگلستان کے علمی فلسفی رسالہ "کویسٹ" میں صابیین کے عقائد حالات اور مذہبی رسوم کے متعلق ایک دلچسپ سلسلہ مضمون لکھنا شروع کیا۔

نجف اشرف اور کربلا کے علاوہ عراق کے ہر چھوٹے یا بڑے شہر میں صابی موجود ہیں۔ اہل عراق عموماً صناع ہوتے ہیں۔ اور صابی اس حیثیت سے تمام دوسری قوموں پر فوقیت رکھتے ہیں۔ وہ چمڑے کی کشتیاں اچھی بناتے ہیں۔ جن کو مشہف کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ چاندی بنانے میں بھی ان کا سب سے زیادہ حصہ ہے اور اس صنعت کے مرکز سوق الشیوخ پر ان کا قبضہ ہے۔

ان کے یہاں صفائی باطن کے لئے ظاہری صفائی بہت ضروری سمجھی جاتی ہے۔ اور وہ اکثر ساحلی مقامات پر رہتے ہیں۔ بعض دوسرے مذاہب کی طرح ان کے یہاں بھی تمام رسمیں مثلاً شادی، اصطباغ وغیرہ ان کے مذہبی پیشوا جن کو گنزبرہ [illegible] کہتے ہیں ادا کرتے ہیں۔ یہ پیشوا ایسے اوقات میں خاص لباس پہنتے ہیں جس کو رستہ کہا جاتا ہے۔ اس میں مختلف کپڑے ہوتے ہیں۔ مثلاً صدری، عبا، پٹی، عمامہ وغیرہ اس کے ساتھ ہی ان کو ایک عصا بھی رکھنا پڑتا ہے۔

صابی عیسائی یہودی اور مسلمانوں کی طرح ایک خدا کی پرستش کرتے ہیں۔ لیکن ان کے خدا کا تخیل بہت زیادہ روحانی ہے۔ وہ سب سے بلند اور سب پر حاوی ہے۔ وہ ظاہری دنیا کے لئے مختلف نائب مقرر کرتا ہے۔ وہ سبب اول ہے۔ یہ نائب نہ تو دیوتا ہیں اور نہ فرشتے۔ ان کے یہاں ان نائبوں کو ملکی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ ارواح نوری روشنی اور صفائی کی دنیا "عالم نہورہ" میں رہتی ہیں۔ یہ عالم غیر فانی ہے۔ ملکیوں میں عورت اور مرد دونوں ہیں۔ اور ان کے مدارج بھی مختلف ہیں۔ یہ خواہشات سے بری اور فوق الفطرت قوی سے متصف رہتے ہیں۔ انسانوں کی طرح یہ بھی اس خدائے برتر کی عبادت اور اس کے احکام کی پابندی کرتے ہیں۔ ان کی تعداد [illegible] ہے۔ اور صابیوں کے یہاں ان میں سے ہر ایک کا مستقل نام ہے۔ ان میں قابل ذکر یہ ہیں۔ مرد [illegible] ملکیوں کا بادشاہ ہے۔ ابو ثر مزبندہ یہ قطب شمالی میں رہتا ہے۔ اور اعراف سے گزرنے والی روحوں کا انصاف اس کے ہاتھ میں ہے اگر اعراف کی تکالیف ان کو پورے طور سے پاک نہیں کرتیں۔ تو وہ ان کو

پھر دوبارہ بھیج دیتا ہے۔ ان کے علاوہ ایک ملکی ہوال زیود ہے جس نے ایک خاتون روحیہ کی تلاش میں اس دنیا کا سفر بھی کیا تھا۔ ان دنوں ملکی [illegible] کی تقریب کو صابی ہر سال مناتے ہیں۔ اس تہوار [illegible] دیشیو ہے۔

اس روحیہ کے ایک دیوزاد لڑکا اور پیدا ہوا۔ اور وہی اپنی پیٹھ پر اس مادی دنیا کو اٹھائے ہوئے ہے۔ اور قیامت تک اس خدمت پر مامور رہے گا۔ اس کا منہ بہت بڑا ہے اس کی سانس اس قدر گرم ہے کہ جو شخص بھی اس سے متاثر ہو گا بچ نہیں سکتا۔ بعض کا خیال ہے کہ غیر صابی اسی دیوزاد کے لقمہ بنیں گے۔ اس کی توضیح یوں کی جاتی ہے۔ کہ اور کامت دوزخ ہے۔ ان کا اعراف ہمارے اعراف جیسا نہیں ہے۔ بلکہ بہشت کے مقدس خطہ میں داخل ہونے سے پہلے ہر نیک دل روح کو اس میں سے گذرنا ہوگا۔ حتی کہ تمام روحیں کم و زیادہ تکلیف اٹھا کر اور گناہوں سے پاک ہو کر جنت میں جا بدی ہے۔ داخل ہو جائیں گی اور اس وقت اعراف فنا ہو جائے گا۔ ان کا سب سے زیادہ عجیب عقیدہ یہ ہے۔ کہ اس دنیا کی طرح ایک اور دنیا ہے۔ جو نظر نہیں آتی۔ اور ہماری دنیا سے کم مادی ہے۔ ہماری دنیا کی طرح یہ بھی فانی ہے۔ لیکن وہاں کے باشندے جو شونی کوشتو کے نام سے موسوم ہیں ہماری طرح شی کے بنے ہوئے ہیں لیکن وہ ہماری طرح خرید و فروخت شادی عبادت کرتے اور کپڑے پہنتے ہیں۔ ان میں جو چیز مابہ الامتیاز ہے وہ یہ ہے کہ وہ خواہش جذبات اور خوف سے بری ہیں۔ ان کو شادی و غم کا احساس نہیں۔ وہ معصوم ہیں۔ ان کا لباس بہت سفید اور درخشاں ہوتا ہے [illegible]

اس مادی دنیا دار عرض طویل، کے باشندے آدم و حوا کی اولاد ہیں لیکن شونی کوشتو کے یہاں بھی ایک دوسرے آدم و حوا موجود ہیں۔ اس دنیا کے آدم و حوا کی طرح شونی کوشتو کے آدم و حوا کے یہاں بھی ایک لڑکی تھی۔ اس دنیا والی لڑکی خوبصورت تھی۔ اور دوسری دنیا کی لڑکی اس سے بھی زیادہ حسین۔ روحانی دنیا کے آدم نے ارضی دنیا کے آدم کی لڑکی سے شادی کی۔ اور اس شادی کا نتیجہ صابی قوم ہے دنیائی آدم نے بھی روحی آدم کی لڑکی سے شادی کی۔ لیکن اس سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔

عام اسلامی اور عیسائی مذاہب میں اس قسم کی کوئی نیم روحانی دنیا موجود نہیں ہے۔ لیکن بعض شیعی روایات میں اس کا پتہ چلتا ہے ان کا خیال ہے کہ اس دنیا میں ایک جگہ جزیرۃ الخضراء ہے جو تمام انسانی آنکھوں سے پوشیدہ ہے۔ اور ان کے بارہویں امام حضرت مہدی علیہ السلام وہیں پوشیدہ ہیں۔ اور جب وقت آئے گا۔ تو وہ یہاں سے ظہور کریں گے۔ ایک شیعی مجتہد نے ایک کتاب میں اس جزیرہ کا حال لکھا ہے۔ اس نے بیان کیا ہے۔ کہ کس طرح اس کا جہاز ٹوٹ گیا۔ اور کس طرح وہ ایک جہاز کے تختہ پر بیٹھ کر اس جزیرہ تک پہنچا۔

ان کے یہاں دونوں جنسوں کے لوگ مذہبی پیشوا ہو سکتے ہیں۔ رہنما کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ صحیح و تندرست ہو۔ جسمانی عیوب سے بری ہو۔ شراب، تمباکو اور دیگر لغویات سے محترز رہے۔ ان کے تمام وظائف اور کتابیں ان کی خاص زبان ماندی میں ہیں۔ ان میں قابل ذکر یہ ہیں۔ درد شنی یحییٰ۔ حضرت یحییٰ کی سوانحعمری، نین آلرحنی، کتاب السنیلہ، النشترا اور گنزا۔ رہنما بننے کے لئے بڑی بڑی دعائیں یاد کرنی پڑتی ہیں۔ اور ساٹھ دنوں تک مختلف ریاضت کے ذریعہ اپنی روح کو پاک کرنا پڑتا ہے۔ کوئی بد اخلاق، بد باطن، شریر شخص اس مقدس جماعت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اس کے داخلہ کے لئے تمام قوم یا قبیلہ کی منظوری اور پسندیدگی بہت ضروری ہے۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ پشاور اور راولپنڈی کے سفر سے امروز فردا واپس تشریف لانے والے ہیں۔

گذشتہ اتوار کی شام کو محمدن ہال میں مولوی محمد یعقوب خان صاحب کا انگریزی لیکچر ہوا۔ ڈاکٹر میاں سر محمد شفیع صدر تھے۔ ڈاکٹر [illegible] جو امریکہ سے آئے ہیں اور مسیحیت پر لیکچر دیتے پھرتے ہیں۔ اس لیکچر میں موجود تھے۔ لیکن [illegible] لیکچر تک وہاں نہ ٹھیر سکے۔ خانصاحب موصوف نے نہایت مدلل طریق سے یہ ثابت کیا کہ دشمنوں سے صحیح طور پر محبت کرنے والا اگر کوئی انسان ہوا ہے تو وہ محمد رسول اللہ صلعم ہیں جنہوں نے ان ظالم لوگوں کیلئے جو آپ اور آپ کے ساتھیوں کو شدید مظالم کا تختہ مشق بناتے رہے۔ اس وقت بھی جب آپ جنگ احد میں خون سے تر بتر ہوئے تھے، رحم اور محبت کا اظہار کیا، اور انکی ہدایت کیلئے دعا کی اور فتح مکہ کے وقت بھی جب ان پر غلبہ پایا لا تثریب علیکم الیوم کہکر اس بات کا ثبوت دیا، کہ آپکا دل محبت سے معمور ہے۔ اپنے لیکچر کے آخر میں خانصاحب ممدوح نے مشہور امریکن مصنف مسٹر [illegible] کے الفاظ پڑھکر سنائے جن میں بتایا گیا ہے کہ عیسائیت، بدھ مذہب، زرتشتی مذہب اور بعض دیگر مذاہب کو اگر عروج حاصل ہوا تو کسی نہ کسی حکمران کی مدد سے لیکن اسلام کی خصوصیت ہے کہ اسکے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت بیچارگی سے اٹھکر خود عروج حاصل کیا اور اپنے مخالفوں کو فتح کیا۔ سر محمد شفیع نے اپنی تقریر صدارت میں خانصاحب کے لیکچر کی تعریف کرتے ہوئے اس الزام کی تردید میں کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا، دہلی کی مسلم اور غیر مسلم آبادی کے تناسب کو پیش کیا اور بتایا کہ اگر مسلمان دوسروں کو بجبر اسلام میں لاتے، تو دہلی جیسے مقام میں جہاں صدیوں

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

جلد ۱۳، ۱۷ جمادی الثانی ۱۳۴۳ھ نمبر ۲

شکر گزار جماعت

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کا خطاب

برادران سلسلہ سے

(جو جلسہ سالانہ منعقدہ ۲۷ دسمبر ۱۹۲۴ء میں پڑھا گیا)

* * *

برادران۔ السلام علیکم۔ میں اس بات کا اہل نہیں۔ کہ مسیح موعود کے شاگردوں کے سامنے کوئی وعظ ونصیحت کا دفتر کھولوں یا اس لقمان زمانہ کے سامنے زانوئے ادب تہ کرنے والوں کو کوئی حکمت سکھاؤں۔ بلکہ محض درد دل سے مجبور ہو کر

قرآن کریم سے ایک کسوٹی

پیش کرنے لگا ہوں۔ جس پر آپ اپنی جماعت کو پرکھیں۔ اور جب تک اس معیار پر پورے نہ اتریں۔ اپنی جدوجہد کو بڑھائیں۔ تاکہ ناشکر گزاری کا فتوٰے جناب الٰہی سے ہماری قوم پر عائد نہ ہو بلکہ ہم اپنے فرض کو ادا کر کے خدا اور اس کے رسول صلعم اور اپنے امام حضرت مسیح موعود کے سامنے آخرت میں سرخرو ہوں۔

یہ تو مجھے بتلانے کی ضرورت نہیں کہ قرآن کریم ہی وہ کتاب ہے جو مسیح موعود نے کل ادیان باطلہ پر اسلام کو غالب کرنے کے لئے بطور حربہ ہمیں عنایت فرمائی۔ اور یہی وہ کتاب ہے جو دین و دنیا کی حسنات کی جامع اور تمام ہدایات دنیوی واُخروی اپنے اندر رکھتی ہے، جسے امید ہے آپ خود پڑھتے اور اپنے اہل وعیال کو سناتے، اور غیروں کو پڑھاتے ہوں گے کیونکہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ آپ مسیح موعود کے بعد اس قدر جلد اپنے فرائض کو بھول گئے ہوں گے پس آپ کی اسی محبوب ومطلوب کتاب میں سے کچھ سناتا ہوں۔ خدا کے لئے اس پر غور کریں۔ اور اپنے نفس کو اس معیار پر پورا اتارنے کی کوشش کریں۔ اور میرے لئے بھی دعا کریں۔ کہ مجھے بھی خدا یہ توفیق دے دیوے۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ والعادیات ضبحا۔ فالموریت قدحا۔ فالمغیرات صبحا۔ فاثرن بہ نقعا۔ فوسطن بہ جمعا۔ ان الانسان لربہ لکنود۔ وانہ علی ذلک لشہید۔ وانہ لحب الخیر لشدید۔ افلا یعلم اذا بعثر ما فی القبور۔ وحصل ما فی الصدور۔ ان ربھم بھم یومئذ لخبیر۔

گواہ ہیں وہ جماعتیں جو ہانپتی ہوئی بھی دوڑتی جاتی ہیں۔ اور پھر گواہ ہیں وہ جماعتیں جو اپنی ضرب سے پتھروں میں سے آگ نکالتی ہیں۔ اور پھر گواہ ہیں وہ جماعتیں جو راتوں رات نہایت تیزی سے سفر کر کے صبح کو منزل مقصود پر جا پہنچتی ہیں۔ یا دشمنوں پر چھاپہ مارتی ہیں۔ اور پھر گواہ ہیں وہ جماعتیں جو اس دوڑ دھوپ کے ساتھ اپنے پیچھے گرد و غبار چھوڑ جاتی ہیں۔ اور پھر گواہ ہیں وہ جماعتیں جو اس دوڑ دھوپ کے ساتھ اپنے مقابل دشمنوں کی صفوں کے بیچ میں گھس جاتی ہیں۔ بے شک انسان اپنے رب کا ناشکر گزار ہے، یہاں پانچ باتیں پیش کر کے نتیجہ یہ نکالا کہ انسان اپنے رب کا بہت ناشکر گزار ہے، یہ نتیجہ اس طرح نکالا کہ

پانچوں مذکورہ بالا باتیں گھوڑے میں

پائی جاتی ہیں۔ عرب میں گھوڑا ایک نہایت محبوب جانور تھا۔ اور اس کا مفید ہونا تمام دنیا جانتی ہے، اس کی فرمانبرداری اور وفاداری کا نظارہ

مالک سے۔ بتایا جاتا ہے۔ کہ جب کسی ضروری مقصد کے لئے تم گھوڑے پر کاٹھی ڈالتے ہو۔ اور اس پر سوار ہو کر کسی مقصد کو مدنظر رکھ کر گذا لینا چاہتے ہو۔ تو وہ کس طرح تمہاری باگ کے اشارے پر چلتا ہے۔ اور اپنی مرضی کو تمہاری مرضی کے ماتحت کر کے تمہارے لئے کس قدر جدوجہد کرتا ہے، تم چلاتے ہو وہ چلتا ہے۔ تم دوڑاتے ہو وہ دوڑتا ہے، یہاں تک کہ ہانپنے لگتا ہے، اور ہانپنے سے اس کے اندر سے آواز دھونکنی کی طرح نکلنے لگتی ہے، یہ بات اہل علم پر واضح ہے، کہ ہانپنا دراصل جسم کی غیر معمولی مشقت پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ اس وقت غیر معمولی رفتار کی وجہ سے قلب اور پھیپھڑوں اور دوسرے عضلوں اور پٹھوں کو اپنے معمول سے زیادہ کام کرنا پڑتا ہے، اور جسم پر وہ سخت کوفت اور غیر معمولی مشقت کا نشان ہوتا ہے، پس فرمایا کہ دیکھو گھوڑا کس طرح

تمہارے حکم کی فرماں برداری

میں دوڑتا ہے۔ اور باوجود اس کے کہ جسم پر سخت کوفت اور غیر معمولی مشقت ہوتی ہے، جس کی وجہ سے وہ ہانپتا ہے، اور اس کے پھیپھڑے گویا ہر قدم پر صدا دیتے جاتے ہیں۔ کہ ہم پر غیر معمولی کوفت ہے، مگر وہ اپنے نفس کی مطلق پروا نہ کر کے محض تمہارے حکم کی فرمانبرداری کو مقدم کرتا ہے، پھر اتنا ہی نہیں جب تم اس کی باگ کو ایک ایسے رستے کی طرف پھیرتے ہو۔ جو پتھروں اور چٹانوں سے پر ہے جس کی سنگلاخ زمین اس کے قدموں کو توڑ دینے کی دھمکی دیتی ہے، تو وہ ہرگز نہیں جھجکتا۔ بلکہ اپنی اسی

فرمانبرداری کی شان

اور اسی رفتار سے جدوجہد کو جاری رکھتا ہے، یہاں تک کہ اس کے قدم کی ٹاپوں سے آگ نکلتی۔ اور چنگاریاں اڑتی ہیں۔ مگر وہ ان مشکلات کی چٹانوں کو پیروں میں روندتا ہوا چلا جاتا ہے، گویا اس جدوجہد میں اپنی گرمی کو اور بڑھا لیتا ہے، یہاں تک غیر دیکھنے والے بھی اس آگ کو دیکھ لیتے ہیں۔ جو ان مشکلات سے ٹکر کھانے میں وہ نکالتا ہے۔ اور مشکلات میں اس کی بڑھتی ہوئی سرگرمی سے حیران اور مرعوب ہو جاتے ہیں۔ اور پھر یہی نہیں کہ رستے کی مشکلات اس کے مالک کے حکم کے سامنے ہیچ ہیں۔ بلکہ وقت کی مشکلات کی بھی اپنے آقا کے حکم کے آگے وہ پروا نہیں کرتا۔ وہ راتوں کو اس کے حکم کے آگے چلتا ہے۔ اگر مالک نے صبح کہیں کسی منزل پر اپنے کسی مقصد کے لئے ضروری پہنچنا ہے، تو وہ اپنے آرام کے وقت کو اس کے حکم پر قربان کر دیتا ہے۔ وہ رات کی اندھیاریوں میں بارش کی جھڑیوں میں، سردی اور برفباری کی شدت میں چلتا ہے۔ دوڑتا ہے۔ ہانپتا ہے، پتھروں سے ٹکراتا ہے۔ اور صبح کو منزل مقصود پر پہنچا دیتا ہے، پھر وہ اس جدوجہد میں جو کچھ کرتا ہے۔

اپنے نفس کے لئے نہیں

کرتا۔ بلکہ سب کچھ اپنے مالک کے لئے کرتا ہے، اپنے لئے تو وہ پیچھے سوائے گرد و غبار کے کچھ نہیں چھوڑ جاتا۔ اور وہ غبار بھی صرف اس کی جدوجہد کی نشان دہی کرتا ہے اور بس۔ وہ اپنی ہستی کو اپنے مالک کے حکم کے آگے ہیچ سمجھتا ہے، جو کچھ اس کا ہے وہ سب کا سب اس کے مالک کا ہے، اور اُس کے حکم پر سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر نکل پڑتا ہے، اپنے لئے نہ پیچھے کی پروا ہوتی ہے۔ کیونکہ پس ماندہ چیزیں اس کے مالک کا مال اور اس کی حفاظت میں ہوتی ہیں۔ اور اسے نہ آگے کی پروا ہوتی ہے کہ کیا درپیش آئے گا۔ وہ اپنے سامنے بجائے کسی آرام دہ منزل یا عشرتکدہ کے دشمن کی ایک تو تو ز رہ پوش دیکھتا ہے، مگر ہمت کے قدم اور وفا کی آن اور فرمانبرداری کی شان میں ذرہ برابر بھی تو فرق نہیں آتا۔ بلکہ اپنے مالک کے حکم پر اس موت کے منہ میں گھس جاتا ہے، اور اس طرح اپنے مالک کے لئے اپنی ہستی کو مٹا کر وفا اور صدق اور فرماں برداری اور شکرگزاری کا مرقع دنیا کے سامنے پیش کر دیتا ہے تو کیا ہی

دردناک امر

ہے کہ گھوڑا جس کی ربوبیت ناقص انسان کرتا ہے، وہ چند روزانہ گھاس کھا کر اپنے ربوبیت کرنے والے کی شکرگزاری میں یوں وفا اور فرماں برداری کا نمونہ دکھائے۔ مگر انسان اپنے رب کی ربوبیت تامہ وکاملہ سے بہرہ یاب رات دن اس کی ربوبیت کے احسانوں سے مستفیض بات بات میں نافرمانیاں کرے، اس سے بڑھکر ناشکرگزاری کا اور کیا ثبوت ہوگا۔ گھوڑے میں یہ جوہر اور انسان اشرف المخلوقات اس سے یوں عاری۔ وہ اپنے آقا کا فرمانبردار اور یہ نافرمان وہ شکرگزار اور یہ ناشکرا پس یہ

انسان کے لئے سبق

ہے، اگر وہ اپنے رب کا شکرگزار ہے تو اٹھے۔ اور نہ صرف خود بلکہ ایک جماعت کی شکل میں اٹھے۔ کیونکہ بغیر کسی جماعت اور تنظیم کے دنیا میں کبھی کوئی انقلاب عظیم نہیں آیا۔ تو فرمایا کہ وہ اٹھے اور

جماعت کی شکل میں اٹھے

اور ان کے رب کا جو مقصد دنیا میں ایک انقلاب عظیم پیدا کرنے کا ہے، کہ چار کھونٹ میں اسلام پھیل جائے، اور تمام ادیان باطلہ پر دین حق غالب ہو جائے، اس مقصد کے لئے اپنے رب کے حکم پر چلے نہ صرف چلے بلکہ سابق بالخیرات بنکر دوڑے، اس میں نفس پر مشقت ہوتی ہے تو ہو کوفت ہوتی ہے تو پڑی ہو۔ وہ نفس کی آرام طلبی کی آواز پر کان نہ دھرے، بلکہ مالک کی باگ کے اشارے پر نفس پر مشقت اٹھاتا ہوا دوڑے، اگر رستے میں مشکلات کے پتھر آجائیں اور وہ اپنی سختی اور درشتی سے ڈرائیں۔ تو اس کا قدم اور تیز پڑے اور وہ ان کو روندتا ہوا چلا جائے۔ اور یہ مشکلات اس کی گرمی کو اس طرح بڑھائیں۔ کہ چلتی گاڑی میں روڑا اٹکانے والے دشمن اور ابلیس مع اپنی کل فوج کے حیران اور مایوس ہو جائے۔ اور اپنے مالک کے حکم کے لئے نہ دن دیکھے نہ رات، وقت کی مشکلات اس کے سامنے ہیچ ہوں وہ اپنے آرام کو اپنے اوپر حرام کر لے۔ وہ

وہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر دعائیں کرے

اور نفس امارہ کی فوج کو صبح تک پسپا کر دے، وہ عسر اور یسر میں ہر حالت میں قدم کو آگے بڑھائے۔ یہاں تک کہ منزل مقصود پر پہنچ جائے، اور دشمن کی فوج کو بھگا دے، اور یہ سب کچھ اپنے رب کی رضا کے لئے ہو نہ اپنے نفس کے لئے۔ اپنے لئے تو یہ حال ہو کہ

نہ پیچھے کی فکر ہو نہ آگے کی

پیچھے جو کچھ چھوڑ گیا۔ جانتا ہے۔ کہ یہ میرے مالک کا مال ہے۔ اسے اس کی فکر نہیں .... کیونکہ جانتا ہے کہ مالک اپنے مال کی خود حفاظت کرے گا۔ ہاں جس راہ سے وہ جاتا ہے۔ وہاں کی خاک جس سے انسان کا خمیر ہے، گرد و غبار کی طرح آسمان کا رخ کر لیتی ہے، یعنے زمینی انسان آسمانی بنتے چلے جاتے ہیں یہی اس کی جدوجہد اور دوڑ دھوپ کا نشان دنیا کو نظر آتا ہے۔ کہ وہ دنیا کے فرزندوں کو اپنی جدوجہد سے آسمان کا راستہ دکھاتا چلا جاتا ہے۔ پھر آگے جو اسے درپیش آنے والا ہے۔ اسے اس کی پروا نہیں ہوتی۔ وہ خدا پر احسان رکھتا ہوا کسی سلطنت کا

اپنے نفس کیلئے متمنی نہیں

نہ اپنے نفس کے لئے مال و دولت یا سوراج مانگتا ہے، نہ عزت اور فخر کا طالب ہے بلکہ سامنے جو نذر کرتا ہے، تو باطل کی خونخوار فوج صف آراء نظر آتی ہے جس میں مردانہ وار اپنے مالک کے اشارہ پر گھس جاتا ہے اور یا تو اسے بھگاتا ہے۔ اور یا اسی تڑپ میں اپنی ہستی مٹا کر اپنی فرمانبرداری اور صدق و وفا اور شکرگزاری پر مہر لگا جاتا ہے، پس اگر انسان میں یہ باتیں نہیں۔ تو وہ خدا کا شکرگزار بندہ نہیں۔ اور کنود کے خطرناک و شرف انسانی کو خاک میں ملا دینے والے لقب کا مصداق ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، کہ انہ علی ذلک لشہید کہ بے شک انسان اس بات پر گواہ ہے کہ وہ ناشکرا ہے، اور وہ گواہی اگلی آیت میں بیان فرمائی کہ انہ لحب الخیر لشدید کہ بے شک وہ

مال کی محبت

میں بہت پختہ ہے، یعنے یہ کس قدر ناشکر گزاری ہے، کہ رب حقیقی کی انسان نافرمانی کرے، اور اس کے حکم کو پورا کرنے کے لئے تو کوئی جدوجہد نہ کرے، اور آرام طلبی اور نفس پرستی سے کام لے۔ مگر روپے کی خاطر وہ یہ سب باتیں جو اوپر بیان ہوئیں کرنے کو تیار ہے، روپے کی خاطر وہ دوڑنے کو تیار ہے خواہ ہانپتے ہانپتے دم نکل جائے، چند روپوں کے پیچھے لوگ ملازمتوں میں مزدوریوں میں دوڑتے۔ ہانپتے، پہاڑوں میں پتھروں اور چٹانوں سے سر ٹکراتے پھرتے ہیں۔ راتوں کو بارشوں میں سردیوں میں دن کو دھوپ کی گرمیوں میں ٹوکریاں ڈھوتے، ہتھوڑا چلاتے۔ کنواں چلاتے۔ ڈاک لے جاتے۔ ریل چلاتے، تانگہ چلاتے پہرہ دیتے۔ مریضوں کے سرہانے بیٹھے ہوئے رات گزار دیتے ہیں اور خدا جانے کون کون کیا کیا نہیں کرتے، روپیہ دو اور سب کچھ کروا لو چند روپوں کے پیچھے گھر بار چھوڑ کر افریقہ اور آسٹریلیا جانے کو تیار ہو جاتے ہیں چیرنے اور پہاڑ کاٹنے کو آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اور چند ٹکوں کے پیچھے فوج میں بھرتی ہو کر ہر قسم کا دکھ برداشت کرتے اور جان تک دینے کو اور پردیس میں مر جانے کو حاضر ہیں۔ مگر جب خدا کے لئے ان سے سہل تر باتوں کی طرف بھی بلایا جائے، تو ہزار بہانے اور سینکڑوں عذر

...ہوا ہے۔ بلیٰ من اسلم وجھہ للہ وھو محسن فلہ اجرہ عند ربہ۔ ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ ہاں بے شک جو شخص آستانۂ الٰہی پر اپنا سر رکھ دیتا ہے، اور وہ مخلوق پر احسان کرتا ہے اس کا اجر اس کے رب کے ہاں ہے۔ نہ وہ خوف کھائیں گے اور نہ غم۔

کیا اس عظیم الشان محبت اس بلا تمیز رواداری اور ہمدردی بنی نوع انسان کی جو اسلام اور محمد رسول اللہ صلعم نے دکھائی۔ دنیا کے کسی مذہب کی تاریخ میں کوئی مثال پیش کی جا سکتی ہے؟

صدر مسلم لیگ مولوی نعمت اللہ کی سنگساری پر

مسلم لیگ کے گذشتہ اجلاس میں جو بمبئی میں منعقد ہوا۔ آنریبل سید رضا علی نے خطبہ صدارت کے دوران میں مولوی نعمت اللہ خاں صاحب کی سنگساری کا بالخصوص تذکرہ کیا اور فرمایا کہ

کابل میں مولوی نعمت اللہ کی سنگساری ہونا ایسا معلوم ہوا ہے جس نے ہمارے ہم مذہبوں کے درمیان غیر معمولی دلچسپی پیدا کر دی ہے۔ ہمیں اس شخص کی سیاسی سرگرمیوں سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر اس پر کسی سیاسی جرم کا مقدمہ چلایا جاتا۔ اور جرم ثابت ہو جاتا۔ تو یہ معاملہ صرف حکومت افغانستان ہی تک محدود رہتا لیکن مفصل فیصلہ اخبارات میں شائع ہو چکا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ بعض معاملات میں اسے قدامت مسلمانوں کے عام اعتقادات سے اتفاق نہ تھا۔ میں مذہبی اختلافات کے متعلق کوئی فیصلہ صادر کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا لیکن میں خود کہوں گا۔ کہ کسی اسلامی حکومت کو یہ حق نہیں پہنچا کہ وہ اپنی رعایا کے کسی فرد یا کسی غیر ملکی مسلمان کی روح کو بچانے کی خاطر اس کے جسم کو فنا کر دے۔ اگر یہ خیال دنیا میں مشہور ہو گیا۔ کہ اسلامی حکومتیں اپنی رعایا کو پوری مذہبی آزادی نہیں دیتیں۔ تو اسلام کی عالمگیر اخلاقی حیثیت کمزور ہو جائے گی۔

حامیان سنگساری کہاں ہیں؟

آنریبل سید رضا علی کے یہ الفاظ اس قابل ہیں کہ حامیان سنگساری ان کی طرف بالخصوص متوجہ ہوں۔ نہ صرف اس وجہ سے کہ یہ ایک فاضل مسلمان کے خیالات ہیں۔ بلکہ اس لحاظ سے کہ مسلم لیگ کے جو تمام مسلمانان ہند کی متحدہ مجلس ہے۔ خطبہ صدارت کا جزو ہیں۔ گویا یوں سمجھنا چاہیئے۔ کہ یہ مسلمانان ہند کی متفقہ آواز ہے، بالخصوص اس لئے کہ اب تک اس کے خلاف کوئی دوسری آواز نہیں اٹھائی گئی باوجودیکہ زمیندار اور سیاست اور دیگر اخبارات نے اس خطبہ کو بتمام و کمال نقل کیا۔ اور ان الفاظ کو بھی شائع کیا لیکن اب تک کوئی رائے زنی ان پر نہیں کی گئی نہ ہی مولوی ظفر علی خاں نے جو مسلم لیگ کے جلسہ میں خود موجود تھے، اس کے خلاف آواز اٹھائی نہ کسی دیوبندی نے قرآن کی کوئی منسوخ التلاوت آیت اس کے خلاف پیش کی۔ آخر اس خاموشی کے کیا معنے ہیں مسلم لیگ مسلمانان ہند کی مشترکہ سیاسی مجلس ہے تعجب ہے اس کے خطبہ صدارت میں ایک ایسی بات کا اعلان ہو۔ جو جمعیت العلماء، علمائے دیوبند اور زمیندار وغیرہ کے نزدیک شریعت غرائے اسلامی کے سراسر منافی ہے۔ اور پھر کوئی اس پر ٹس سے مس نہ ہو۔ ع

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

کیا ہم یہ سمجھیں کہ آخرکار ان حامیان سنگساری کو بھی اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے۔ اور وہ اس کو مان گئے ہیں کہ امیر افغانستان کا یہ فعل فی الواقعہ خلاف انسانیت فعل تھا۔ بس کو اب وہ خاموشی کے پردہ میں چھپانا چاہتے ہیں؟

”ولایت میں تو اس کا علاج ہو سکتا ہے“

گذشتہ اشاعت میں میاں محمود احمد صاحب کی ایک تقریر کا ایک حصہ الفضل سے نقل کیا گیا تھا، اس کا بقیہ آج کسی دوسری جگہ ہدیۂ قارئین کرام ہے اس تقریر میں جناب میاں صاحب نے اپنے مریدوں کو جن خطابات سے سرفراز فرمایا ہے، اور اپنے غضب اور غصہ کی جو کچھ کیفیت بیان کی ہے اس میں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں، وہ جانیں جن لوگوں نے اپنی باگ ان کے ہاتھ میں دے رکھی ہے ان سے وہ جس طرح چاہیں سلوک کریں ... ”... اور جاہل“ کہیں یا مردے قرار دیں ان کیلئے موقع ... ان کو حق ہے۔ اور وہ اس کے مستوجب، باقی مضمون کے کالم پر ملاحظہ ہو

شہنشاہ حقیقی کے آستانہ پر نذر

ختم قرآن کے شکریہ میں

بخدمت حضرت امیر جماعت احمدیہ لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ۔ ثم الحمد للہ۔ ثم الحمد للہ کہ آج شب کو قرآن کریم ختم ہوا ہے۔ اور درس کا ایک دور مکمل ہو گیا، یہ اس مولا کریم کا فضل ہی ہے جو اس نے ہم ناچیز گنہگاروں پر فضل کیا۔ ہماری زبان نہیں جو اس غریب نوازی کا شکریہ ادا کر سکے، ہم کیا اور ہماری حیثیت کیا۔ مگر صرف اس بات کے نشان کے لئے کہ ہمارے دل کس طرح اس محبوب حقیقی کے شکر سے لبریز ہیں۔ اور اس کی عنایت و کرم و احسان کو کس قدر محسوس کرتے ہیں۔ ایک ناچیز رقم اس شہنشاہ حقیقی کے آستانہ پر نذر کرتے ہیں جس کے کرم بے پایاں کو شمار کرنا بھی ناممکن ہے اگرچہ چالیس روپے کی رقم بہت حقیر ہے، مگر الحمد للہ ولا قوۃ الا باللہ اخلاص بھرے دل سے نکلے ہیں ع

گر قبول افتد زہے عز و شرف

اس کی ذرہ نوازی کے بھروسہ پر ہی پیش کئے جاتے ہیں۔

مہربانی فرما کر اس رقم سے مندرجہ ذیل کتب آپ برلن مسجد کے لئے وقف کر دیں۔ کیا خوب ہو کہ اس مسجد کے ساتھ ایک کتب خانہ ہو۔ اور اس میں دینی کتب پبلک کے پڑھنے کے لئے وقف ہوں۔ ہمارا یہ فعل سابق بالخیرات کے رنگ میں ہو جاوے، اللہ کو سب قدرت ہے۔

فہرست کتب مفصلہ ذیل ہے

(۱) قرآن مجید انگریزی مترجمہ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب (قسم اول) .... ایک جلد۔

(۲) محمد دی پرافٹ (Muhammad the prophet) مصنفہ مولانا مولوی محمد علی صاحب .... ایک جلد۔

(اگر جرمن زبان میں ہو تو سب سے بہتر ورنہ انگریزی ہی سہی)

(۳) Techings of Islam مصنفہ حضرت مسیح موعود اگر جرمن زبان میں ہو تو بہتر ورنہ انگریزی ہی سہی۔ ...... ایک جلد۔

(۴) Sources of Christianity مصنفہ خواجہ کمال الدین صاحب انگریزی .... ایک جلد۔

(۵) Islam مصنفہ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب جرمن یا انگریزی .... ایک جلد۔

(۶) خواجہ صاحب کی کتاب مذہب فطرت اور خدا کی ہستی پر جو انگریزی میں ہے .... ایک جلد

اگر رقم پوری ہو جائے تو بہتر ورنہ بقایا ہم بھیج سکتے ہیں۔ اور کچھ رقم اگر بچ رہے، تو اس میں سے اور کوئی مناسب کتاب بھیج دیں۔

ان کتابوں میں ایک ایک پرچہ کاغذ کا جرمن زبان میں لکھ کر لگا دیا جائے کہ اس کتاب کو گجرات (پنجاب) میں ایک چھوٹی سی جماعت مسلمین نے قرآن کریم کے درس کے مکمل ہونے پر اپنے قادر ذوالجلال کے حضور اس کی اس عنایت بے پایاں کے شکریہ میں نذر کیا۔ والسلام

راقم خاکساران بشارت احمد۔ محمد حسن۔ سردار بیگ۔ اکرم بیگ۔ فضل احمد۔ محمد ممتاز فاروقی۔ محمد افضل محمد حسین۔ برکت علی۔ عبد الکریم، غلام علی۔ عبد الرشید، بشیر احمد۔ حیدر شاہ۔ اہل بیت بشارت احمد

فہرست چندہ دہندگان اصحاب درس قرآن کریم گجرات

برائے کتب (قرآن کریم انگریزی و کتب دینیہ) از سبیل تلف برائے برلن مسجد

(۱) مرزا اکرم بیگ صاحب .... عہ/
(۲) حکیم محمد افضل صاحب .... عہ/
(۳) بشیر احمد صاحب ۱۲/
(۴) غلام علی صاحب .... عہ/
(۵) عبد الکریم صاحب .... سے/
(۶) محمد حسین صاحب ۲/
(۷) حیدر شاہ صاحب ۱۴/
(۸) حافظ فضل احمد صاحب میر کبشی ۱۰/
(۹) مرزا سردار بیگ صاحب ۱۲/
(۱۰) محمد ممتاز فاروقی صاحب .... سے/
(۱۱) بابو برکت علی صاحب ۱۲/
(۱۲) حافظ محمد حسن صاحب پلیڈر .... سے/
(۱۳) بشارت احمد صاحب .... [illegible]
(۱۴) اہل بیت بشارت احمد صاحب .... عہ/
(۱۵) عبد الرشید صاحب پروفیسر ۱۲/

میزان .... للعہ

(راقم خاکسار بشارت احمد از گجرات)

ازالۂ تکفیر اور جماعت پشاور

جماعت پشاور کے دوستوں نے جناب میر مدثر شاہ صاحب کی معرفت ۶۲ روپیہ کی رقم ارسال فرمائی تاکہ اس لاگت سے رسالہ ازالۂ تکفیر شائع کیا جاوے اور علاقہ سرحد میں اسے تقسیم کیا جائے چنانچہ یہ رسالہ شائع کیا گیا۔ اور ہمیں اطلاع موصول ہوئی ہے، کہ اس کی اشاعت سے بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ ہوا ہے، مفت لٹریچر کی تقسیم ٹریکٹوں، اشتہاروں اور کتابوں کی شکل میں نہایت ہی مفید نتائج پیدا کرتی ہے، اگر دوست اس طرف توجہ دیں۔ تو وہ کام جو لیکچروں اور وعظوں سے نہیں ہو سکتا۔ بڑی آسانی سے ہو جاوے۔

میں پشاور کے احباب ذیل کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس مد میں روپیہ چندہ کر کے ارسال فرمائے۔

خاکسار ظہور احمد۔ جائنٹ سیکرٹری

فہرست اسماء چندہ دہندگان حسب ذیل ہے

مولانا مولوی غلام حسن خاں صاحب .... [illegible]
محمد دلاور خاں صاحب بی۔ اے اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر چارسدہ ۱۵
میاں محمد زمان خاں صاحب .... [illegible]
میر احمدی شاہ صاحب .... عہ/
مولوی عبد اللہ خاں صاحب .... سے/
ڈاکٹر نظام الدین صاحب ۱۲/
فضل خالق خاں صاحب ۱۲/
غلام حق صاحب .... عہ/
بابو ہدایت اللہ صاحب بوٹ مرچنٹ ۱۲/
سیف الرحمن صاحب .... [illegible]
بہادر دین صاحب ۱۲/
مستری عبد العزیز صاحب .... عہ/
غلام حسن خاں صاحب مجسٹریٹ چھاؤنی پشاور .... [illegible]
میاں فضل الٰہی صاحب ویرا ورش سوداگر پارچہ جات ۱۲/
حاجی فضل الرحیم صاحب سوداگر چارسدہ .... [illegible]
ملک نور محمد خاں صاحب .... عہ/

میزان کل ۶۲

بقیہ کالم اول۔ لیکن ایک بات میں ہمیں جناب خلافت مآب سے دلی ہمدردی ہے اور وہ ان کی تعلیمی سکیم کا جزو ہے جو وہ مستورات کیلئے یورپ سے تیار کر کے لائے تھے، درہم برہم ہو گیا ہے عزیزہ امۃ الحی کی وفات تو ویسے بھی ہم سب کیلئے انتہائی رنج اور افسوس کا موجب ہے لیکن ایسی حالت میں کہ میاں صاحب مرحومہ سے اپنی مجوزہ سکیم کے چلانے میں ایسی امداد لینا چاہتے تھے، جو بقول ان کے بجز خلیفہ کی بیوی کے اور کوئی نہیں دے سکتا، یہ رنج اور افسوس اور بھی بڑھ جاتا ہے، دوسری بیویوں میں سے خلیفہ رشید الدین صاحب کی صاحبزادی کے متعلق تو انہوں نے فرما دیا ہے کہ وہ معذور ہیں۔ چھوٹی بیوی کا ذکر انہوں نے نہیں کیا۔ شاید وہ بھی اس امداد کے قابل نہ ہوں۔ اس لئے میاں صاحب اپنی سکیم کے درہم برہم ہونے پر جس قدر ماتم کریں تھوڑا ہے۔

لیکن ہمارے خیال میں اس کا علاج کچھ زیادہ مشکل نہیں، بلکہ عزیزہ امۃ الحی کی وفات سے دو دن پہلے عالم رویا میں وہ اس کا علاج خود تجویز کر چکے ہیں جیسا کہ ان الفاظ سے ظاہر ہے۔

”میں نے کہا اس کا یہاں علاج نہیں، ولایت میں اس کا علاج ہو سکتا ہے“

اور فی الحقیقت بات بھی صحیح ہے، یورپ میں جو سکیم تیار ہوئی ہے اس کیلئے یورپین عورت ہی سب سے زیادہ موزوں ہو سکتی ہے۔ اگرچہ میاں صاحب نے عذر کیا ہے کہ ”اب میری عمر بھی اس قابل نہیں کہ اور شادی کر ... تک اس کو تعلیم دوں اور تربیت کروں“ لیکن یہی تو سن ان کی ... ابھی تو ماشاء اللہ نبوت کی عمر کا آغاز ہونے والا ہے اگر وہ چاہیں تو ... شادیاں ابھی کر سکتے ہیں اسلئے ہم اصحاب قادیان سے پُرزور سفارش کرتے ہیں، کہ اپنی نادانی اور جہالت کو اگر وہ مٹانا چاہتے ہیں تو خلافت مآب کی ...

غضب کے انگارے

بارگاہ خلافت سے

(گذشتہ سے پیوستہ)

ایک رونا اپنی طبیعت کے لحاظ سے بھی ہوتا ہے

جو طبیعت ایک مدت تک ایک انسان کے ساتھ رہنے کی عادی ہو چکی ہوتی ہے تو اس عادت کے خلاف ہونے پر ضرور رونا آتا ہے جو ایک طبعی امر ہے لیکن وہ حزن کس طرح ہو سکتا ہے۔ حزن تو گذشتہ چیز پر ہوتا ہے۔ اور میں اگلی چیز کا خیال کرتا ہوں جو کہ آئندہ آنیوالی ہے کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ مستورات کی تعلیم اور پھر دینی تعلیم میرے ذمہ ہے۔ اور کامیابی کے لئے یہ نہایت ضروری ہے۔ اور یہ کون انسان برداشت کر سکتا ہے کہ وہ پوری محنت کرے اور پھر وہ ناکام رہے

میرے غم کی مشابہت

حضرت یعقوبؑ کے غم سے ہو سکتی ہے۔ میرا واقعہ بھی حضرت یعقوبؑ کی طرح ہے۔ مجھے بھی لوگوں نے کہا کہ یہ تو اس غم میں مرجائے گا جس طرح کہ حضرت یعقوبؑ کو ان کے بیٹوں نے کہا کہ یہ بوڑھا اب اس غم میں ہلاک ہو جائے گا۔ حالانکہ حضرت یعقوبؑ کو حضرت یوسفؑ کی موت کا فکر و اندیشہ نہیں تھا۔ کیونکہ ان کو خدا تعالےٰ نے بتایا ہوا تھا کہ یوسفؑ ان کو ملجائے گا لیکن ان کے نادان بیٹے نہیں جانتے تھے اور حضرت یعقوبؑ نے بھی ان کو کسی مصلحت کی وجہ سے نہیں بتایا ہوا تھا۔ گو حضرت یعقوبؑ غم کرتے تھے اور یا اسفےٰ علی یوسف کہتے تھے۔ تو وہ یوسفؑ پر افسوس نہیں کرتے تھے بلکہ وہ نوان بیٹوں کیلئے غم کرتے تھے اور روتے تھے تاکہ یوسفؑ ان کا بھائی جلد ملجائے اور ان کو معاف کرے۔ اور ان سزا کی نوبت ہی منظور ہو۔ مگر وہ نادان یہی کہتے تھے کہ یہ بڈھا تو بس اسی غم میں مرجائے گا۔ حضرت یعقوبؑ کے متعلق اللہ تعالےٰ وھو کظیم کا لفظ فرماتا ہے۔ اور کظیم اس شخص کو کہتے ہیں جس پر غم کی وجہ سے اسقدر رقت غالب ہو کہ اسکی وجہ سے وہ کلام نہ کر سکے۔ تم میں سے بعض لوگوں نے مجھے یہی کہا۔ اور سمجھ لیا کہ بس اب تو یہ اپنی بیوی کے غم میں ہلاک ہو جائے گا۔ ان نادانوں کو یہ علم نہیں کہ میرے پانچ بچے فوت ہو چکے ہیں۔ ان میں سے

ایک پر میں نے صرف ایک آنسو بہایا تھا

اسلئے تاکہ میں شقی القلب نہ ٹھیروں۔ اور اس لئے کہ رسول اللہ بھی اپنے بچے کی وفات پر روئے تھے لیکن اسوقت جو مجھ کو افسوس ہوا ہے وہ اسلئے ہے کہ جو سکیم میں نے تیار کی تھی وہ اس طرح درہم برہم ہو گئی۔ یہ حزن نہیں تھا۔ بلکہ آئندہ کیلئے غم تھا۔ اس ایک بچہ کی وفات . . . .

پر جو میں نے ایک آنسو بہایا تھا۔ اس کا واقعہ اس طرح پر ہے کہ جب میں بمبئی صحت کے لئے گیا تو وہاں میری لڑکی بیمار ہو گئی۔ اس کی بیماری کی حالت میں میں ایک دن کے لئے کہیں باہر گیا۔ میری عدم موجودگی میں وہ اسقدر یاد کرتی کہ ابا ابا کہہ کر مجھے پکارتی اسکی نزع کی حالت تھی اس وقت میں گھر واپس آیا تو دیکھا کہ وہ تڑپتی اور کہتی تھی کیا میرے ابا آ گئے۔ اور گھر والوں نے بتایا کہ وہ آپ کے پیچھے آپ کو بہت یاد کرتی اور پکارتی رہی ہے۔ ان حالات کا طبعی اثر میرے قلب پر ہوا اور میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر

ایک آنسو بہادیا

بچوں کی وفات پر گو میں طبعی اثر سے خالی نہ تھا۔ خدا نے مجھے شقی القلب نہیں بنایا ہے۔ لیکن ایسا اثر نہیں ہوا۔ کیونکہ مجھے یقینی علم نہیں تھا کہ یہ دین کے لحاظ سے کیسے ہوں گے لیکن یہاں تو ایک وجود کو دس سال تک تربیت کر کے تیار کیا۔ اور اس پر بڑی امیدیں تھیں۔ ایسا وجود ہمارے ہاتھ سے جاتا رہا جس سے مستورات کی تعلیم و تربیت میں بڑی مدد کی توقع تھی۔ لوگوں کی تو ایسے موقعہ پر عجیب حالت ہوتی ہے۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص کے یہاں ایک مردہ بچہ پیدا ہوا۔ اس شخص کی بیوی کو صرف خیال تھا کہ وہ زندہ پیدا ہوا ہے۔ حالانکہ وہ بکہتی تھی کہ پیدا ہی مردہ ہوا ہے۔ لیکن وہ دونوں میاں بیوی اس بچہ کی . . . چھ ماہ تک جاتے رہے مگر میں نے

اپنے پانچ بچوں پر باوجود طبعی اثرات سے محسوس نہیں کیا

اس میں شک نہیں کہ بعض اوقات میں رویا ہوں . . . .

اور سخت رویا ہوں۔ مثلاً حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی وفات پر اور حضرت خلیفہ اولؓ کی وفات پر صرف اس لئے کہ وہ سلسلہ کے لئے بطور ستون تھے۔ اور ان پر رونا مردوں پر رونا نہیں تھا۔ بلکہ درحقیقت وہ زندوں پر رونا تھا جو ان فوائد سے محروم ہو گئے تھے جو ان وجودوں سے پہنچ رہے تھے۔ اسی طرح میں امۃ الحی پر بھی ضرور رویا لیکن پچھاوں۔ کیلئے جن کے متعلق میرا خیال تھا کہ ان کے سر سے ایک مفید وجود اٹھ گیا اس کی

وفات کے متعلق تو مجھے پہلے سے ہی اطلاع

ہو گئی تھی۔ تین سال ہوگئے کہ میں نے خواب دیکھا کہ وہ سفید کپڑے پہنے ہوئے میرے پاس آئی ہے اور السلام علیکم کہہ کر کہنے لگی "میں جاتی ہوں" اور اس کے بعد جلدی جلدی گھر سے نکل گئی۔ میں نے میر محمد اسماعیل صاحب کو اس کے پیچھے روانہ کیا تو انہوں نے واپس آکر بتایا کہ وہ بہشتی مقبرہ کی طرف چلی گئی ہیں اسی طرح سفر میں واپسی کے وقت جہاز میں رویا دیکھا کہ سمندر کی طرف سے ایک عورت کی نہایت دردناک چیخوں کی آواز آ رہی ہے۔ میں نے اس کو وہاں جہاز میں حافظ روشن علی صاحب اور دوسرے دوستوں کے سامنے بیان کیا۔ اور یہ واقعہ قریباً بیداری کا تھا۔ اسی طرح وفات سے دو دن پہلے دیکھا کہ حضرت مولوی صاحب خلیفہ اولؓ تشریف لائے اور میرے پاس چارپائی پر بیٹھ گئے ہیں۔ ان کا رنگ بالکل زرد ہے۔ آپ نے میرے پاؤں کی جراب کو پکڑا۔ اور فرمایا کہ یہ جراب تو اب بالکل بوسیدہ ہو گئی ہے۔ پھر اس میں سے ایک تاگا نکالا اور اسے ذرا کھینچا۔ تو وہ بالکل ٹوٹ گیا۔ اور کچھ روئی سی نکل آئی۔ اور فرمانے لگے یہ تو بالکل بوسیدہ ہے دیکھو اسکے تو تاگے بھی اب بوسیدہ ہو گئے ہیں۔ میں نے کہا کہ اس کا یہاں علاج نہیں

ولایت میں تو اسکا علاج ہو سکتا ہے

اس سے بھی میں نے یہی نتیجہ نکالا کہ وفات کے دن اب بالکل قریب معلوم ہوتے ہیں۔ مولوی صاحب پر اس واقعہ کا اثر ہوا ہوگا جو ان کے زرد رنگ سے معلوم ہوتا ہے۔ جراب سے مراد بیوی ہی تھی جو اس حد تک کمزور ہو گئی تھی کہ اب وہ بچ نہیں سکتی تھی۔ ہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ ولایت میں ایسے امراض کا علاج ہو سکتا ہوگا۔ یا شاید اس کا کوئی اور مفہوم ہو۔ پھر مبارکہ بیگم نے بتلایا کہ ایک دفعہ میرے آنے سے پہلے اوپر کھڑے ہو کر امۃ الحی نے ایک مصرعہ کہا جس کا مفہوم غالباً یہ تھا۔

ع اے بلبل بوستاں تو خاموش کیوں ہے

اور مجھ سے کہا کہ جب میں فوت ہو جاؤں گی تو آپ نے اسپر مصرع لگانا۔ مبارکہ کہتی ہیں کہ میں نے کہا کہ نہیں آپ سے پہلے میں فوت ہوں گی۔ میری وفات پر آپ نے اسپر مصرعے جوڑنے ہوں گے تو امۃ الحی نے کہا نہیں میں آپ سے ناراض ہو جاؤں گی اگر آپ نے پھر ایسا کہا۔ میں پہلے وفات پاؤں گی۔ میری وفات پر اس مصرع پر ضرور مصرعے لگانے ہوں گے۔ پھر دیکھو آخری حالت میں بھی اس نے صبر اور مایوس نہیں ہوا۔ امۃ الحی جب اپنی مرض الموت میں کرب کی وجہ سے کہتیں کہ دعا کرو کہ مجھ کو آسانی کے ساتھ موت آجائے تو میں سختی کے ساتھ کہتا کہ یہ ایمان کے خلاف ہے کہ میں اس حالت کو نزع کی حالت قرار دے کر خدا تعالےٰ سے مایوس ہو کر یہ دعا کروں کہ تجھ پر موت آئے اور یہ گھڑیاں اس صورت میں آسان ہوں بلکہ میں نزع کے وقت بھی یہ دعا کرتا تھا کہ خدا ان کے کرب کو دور کر دے۔ بھلا اتنا تو سوچو کہ

اگر میں نے صبر ہوتا

تو اتنی باتوں کے ہوتے ہوئے اور اس علم کے باوجود جو مجھے دیا گیا تھا کیوں سفر اختیار کیا۔

مجھ کو یہ علم بھی تھا کہ میری ایک بیوی میرے پیچھے فوت ہو جائیگی۔ مگر میں نے سفر کو ملتوی نہیں کیا۔ یہ تو اللہ تعالےٰ کا فضل تھا کہ اس نے میرے آنے تک اس واقعہ کو مہلت دیدی ورنہ میں تو یہاں سے ہی اعلان کر کے گیا تھا کہ میرے اس سفر میں بہت سے ابتلا مقدر ہیں۔ جن میں سے مجھے اللہ تعالےٰ نے اطلاع دی ہوئی ہے لیکن میں ظاہر نہیں کرتا۔ مجھے یہاں سے چلتے وقت بھی علم تھا کہ میری دو بیویوں میں سے ایک مرجائیگی

باوجود اس علم کے پھر بھی میں نے اسلام کی خاطر یہ لمبا سفر اختیار کیا۔ اگر مجھ میں صبر نہ ہوتا۔ تو آپ بیٹھ جاتا۔ اور کہتا کہ جاؤ مضمون پڑھ دو۔ اگر علم ہوتے ہوئے اور احساس رکھتے ہوئے کہ دو میں سے ایک کی موت مقدر ہے۔ اور میں جانتا ہوں کہ منذر رویا اگر بیان کر دی جائے تو واقعہ ہو جاتی ہے۔ میں نے اسلام کے لئے اس سفر کو ملتوی نہیں کیا تو کیا۔ وفات پر مجھے اب اس رنگ کا صدمہ ہو سکتا تھا جو ایک دنیا دار کو ہوتا ہے کتنے لوگ ہیں کہ اگر وہ شقی القلب نہ ہوں اور میرے جیسے انکے احساسات ہوں اور ان کو وہ علم ہو جو مجھے علم تھا۔ پھر ان کو اسلام کے لئے کہا جائے کہ فلاں جگہ سفر کو جاؤ تو وہ سفر کو اختیار کریں گے اور میں کہہ سکتا ہوں کہ

تم میں سے ایک بھی نہیں

جو ایسی حالت میں ایسا سفر اختیار کرے۔ یہ پہلی مرتبہ نہیں ہوا بلکہ ایک مرتبہ حضرت خلیفہ اولؓ نے مجھے ایک جگہ جانے کا حکم دیا۔ اسوقت ناصر احمد کو نمونیہ تھا۔ اور ڈاکٹر کہتے تھے کہ وہ چند گھنٹوں کا مہمان ہے لیکن میں حضرت خلیفہ اولؓ سے اس کی بیماری کا ذکر تک بھی نہ کیا تاکہ کسی عذر کا موجب نہ سمجھا جائے اور میں خدا تعالےٰ پر بھروسہ کر کے سلسلہ کی ضرورت کے لئے حکم پا کر سفر کرونگا

تمہاری اور میری مثال

تو اس شخص کی سی ہے جو کسی کے گھر میں اپنا مال رکھے۔ جب لینے جائے تو گھر والا شور مچادے۔ چور ہے۔ چور ہے۔ اسی طرح میں نے اس وقت جو درد محسوس کیا اور جس افسوس کا اظہار کیا وہ میرا افسوس اور درد مُردوں کے لئے نہیں بلکہ زندوں کیلئے ہے۔ مجھے تمہاری ترقی کی فکر ہے اور اس کے لئے جو ایک ذریعہ ہو سکتا تھا۔ اسپر بھی تمہاری یہ حالت ہے کہ الٹا چور کو توال کو ڈانٹے اور تم یہ سمجھتے ہو کہ میں امۃ الحی پر رو رہا ہوں۔ اور تم مجھے صبر کی تعلیم دیتے ہو۔ میں سچ کہتا ہوں

تمہیں صبر کے معنی ہی معلوم نہیں

تم یہ بھی نہیں جانتے کہ صبر کیا چیز ہے۔ ایک چیز موجود ہو پھر انسان اپنے جذبات کو قابو میں رکھے۔ تب صبر کہلائے گا۔ دل میں جرأت ہو۔ ہاتھ میں طاقت ہو۔ پھر تھپڑ کھا کر چپ رہے۔ تو وہ صبر اور عفو کہلائے گا نہ یہ کہ مقابلہ کی طاقت ہی نہیں اور کہدے کہ میں نے بڑا صبر دکھایا ہے۔ اب سنو

کل کا خطبہ

اس کے پہلے حصہ میں ایک سکنڈ کیلئے بھی مجھے وفات کا خیال نہیں آیا۔ فقط ایک خیال پڑا یا۔ وہ بھی ایک سکنڈ کے لئے آیا تھا۔ اور اسوقت مجھے بیشک رونا آیا۔ لیکن وہ رونا ان مردوں کے لئے نہیں تھا جو قبروں میں پڑے ہیں بلکہ وہ ان مردوں کے لئے تھا جو میرے سامنے بیٹھے تھے۔ میرے آنسو یورپ کے مُردوں پر تھے۔ جسکے لئے میں سمجھتا تھا کہ مرحومہ میری سکیم میں مددگار ہوگی۔

ایک بزرگ کا قصہ ہے کہ جب وہ کبھی قبرستان میں سے گذرتے تو منہ پر کپڑا اڈال دیتے۔ اور جب بازاروں میں سے گذرتے تو ایسا نہ کرتے۔ ایک شخص نے ان کی یہ حالت دیکھکر کہا کہ یہ کیا الٹی بات آپ کرتے ہیں تو اس بزرگ نے کہا کہ مجھے وہاں زندے نظر آتے ہیں۔ یہاں قبرستان میں مردے نظر آتے ہیں۔ مگر وہاں مردے نظر آتے ہیں اور یہاں زندہ نظر آتے ہیں۔ بس میرا جو یہاں رونا تھا تو وہ ان زندوں کے لئے نہیں رونا تھا جو قبروں میں ہیں بلکہ

تم مردوں کے لئے رونا تھا

جو دنیا میں میرے سامنے ہو۔ تمہیں معلوم ہی نہیں کہ مردہ کون ہے اور زندہ کون ہے۔ تم مردہ اسکو سمجھتے ہو جو دنیا میں کھاتا پیتا چلتا پھرتا نہ ہو اور زندہ اسکو سمجھتے ہو جو دنیا میں چلتا پھرتا اور خوب کھاتا پیتا ہو۔ حالانکہ مردہ وہ ہے جو کھاتا پیتا اور چلتا پھرتا ہو لیکن اسکے دل میں خدا کی یاد نہیں۔ ایک انسان جس کی بد عادات اور اخلاق بگڑے ہوئے ہیں جس کے اندر ایمان نہیں وہ مردہ ہے اور جس کے اندر یہ باتیں ہوں وہ ہمیشہ زندہ ہے۔ تمہارا چلنا پھرنا اور کھانا پینا یہ کوئی زندگی نہیں۔ زندگی تو احساس کو کہتے ہیں کیا انجن کو کوئی زندہ کہہ سکتا ہے۔ مشینوں کو زندہ کہتا ہے۔ حالانکہ وہ تو چلتے ہیں۔ انہیں اس لئے زندہ نہیں کہتے کہ ان میں احساس نہیں۔ زندگی احساس کا نام ہے۔ اگر تمہارے اندر احساس ہے

تو تم اگر کروڑوں من مٹی کے ڈھیروں کے نیچے بھی ہوگے تو بھی زندہ ہی رہوگے۔

رسول کے امتیوں کا یہ احساس ہی کام کرتا تھا۔ اور اس احساس کی وجہ سے آپ ہمیشہ زندہ ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ کے سینہ سے اس طرح رونے کی آواز آتی تھی جس طرح ہنڈیا کے ابلنے کی آواز آتی ہے۔ اس زمانہ میں تو جذبات کا اظہار کر لیا کرتے تھے۔ لیکن آج اس قسم کا زمانہ ہے کہ ہمیں اپنے جذبات کو دبانا پڑتا ہے۔ نماز میں رقت آتی ہے تو اسے دبا جاتے ہیں۔ پس میرے دل پر صدمہ ہے کہ

تم میں تربیت کے آثار نظر نہیں آتے

جب تک مجلس شوریٰ نہ دی جائے کہ بوجھ اٹھانے والے اور سنبھالنے والے لوگ موجود ہیں۔ بعض لوگوں کو

میرے متعلق خوابیں

آئی ہیں۔ ممکن ہے کہ وہ میری بیوی کے متعلق ہوں۔ کیونکہ بیوی بھی مرد کا ایک حصہ ہوتی ہے۔ پس میرے غم اور میرے رونے کی وجہ تمہاری حالت ہے۔ تمہاری حالت کو دیکھ کر مجھ پر جنوں کی حالت طاری ہوتی ہے کہ تمہارے اندر ابھی وہ قوت و طاقت نہیں کہ جس کے ساتھ تم اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکو۔ تم میں وہ وجود نظر نہیں آتے کہ دوسروں کے لئے اپنے دل میں درد پیدا کر سکیں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ تمہارے اندر رقت پیدا کرے قربانی کا جوش پیدا کرے۔ باہم محبت پیدا کرے۔ پس اپنے اندر اخلاص محبت دین کے لئے قربانی اور خدا سے محبت اور اس کی خشیت پیدا کرو۔ دوسری وجہ میرے غم کی یہ ہے کہ میں اب

آئندہ کے متعلق

بھی خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بجلی چمکنے پر بہت گھبراتے پھرتے تھے تو ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ بجلی چمکنے پر آپ کیوں گھبراتے ہیں۔ اس نے سمجھا کہ بچے ہی بجلی سے ڈرا کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ مجھے ڈر آتا ہے کہ کہیں یہ عذاب کا نشان نہ ہو اور قوم پر عذاب نہ آ جائے اب ان تین ماہ کے اندر ہمارے خاندان سے چار آدمی فوت ہو گئے ہیں۔ یہ موتیں کبھی رحمت کا موجب ہوتی ہیں اور کبھی عذاب کا موجب ہوتی ہیں۔ مجھے کیا علم ہے یہ کس بات کا باعث ہے۔ پس میری حالت تو یہ ہے

میں ہوا کا رخ دیکھتا ہوں

اور تم آندھیوں میں اڑے پھرتے ہو۔ اور تمہیں احساس تک نہیں تمہاری مثال اس شخص کی ہے جو کہ ہاتھی کے پاؤں کے نیچے آ جائے یا کسی مکان کے نیچے آ جائے۔ بدن چور چور ہو۔ مرنے کے قریب ہو۔ مگر اسے یہی پتہ نہ لگے کہ کون مر گیا ہے۔ یا کون دب گیا ہے۔

پس تمہیں تو کبھی حس نہیں ہوتی۔ اور میرے دل میں خوف پیدا ہوتا ہے۔ اور میں خدا سے ڈرنے پر فخر کرتا ہوں۔ میں خدا کے افعال کو اس کے اشاروں سے تاڑتا ہوں۔ اور تم اس کے افعال سے بھی کچھ نہیں سمجھتے۔ دیکھو جب حضرت صاحب کو اپنی وفات کے متعلق خدا کی طرف سے علم دیا گیا تو آپ کرب کی وجہ سے گھنٹوں ٹہلا کرتے اور اسی وقت سے بچوں تک کو مستحق رہ اور دعاؤں کے لئے کہتے۔ مجھے بار بار بلا کر کہتے کہ محمود! متواتر الہام وفات کے ہو رہے ہیں۔ یہی حال رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کا تھا۔ جب سورۃ اذا جاء نصر اللہ والفتح نازل ہوئی تو حضرت ابو بکرؓ کی روتے روتے ہچکیاں بند ہو گئیں۔ لوگوں نے کہا بڈھے کو ہو گیا یہ تو انعام ہوا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا تم نہیں جانتے۔ یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جدا ہونے کی خبر ہے انعام نہیں۔ پس جب تک تم چھوٹے چھوٹے اشاروں سے نہ سمجھو انعام الٰہی کو سمجھ نہیں سکتے۔ اسی طرح حضرت نبی کریمؐ کا حال تھا۔ پس کیا حضرت صاحب تمہاری شکلوں کو دیکھنے کے لئے دنیا میں اور زندہ رہنا چاہتے تھے۔ اور گھبراتے تھے کہ یہ صورتیں میری نظروں سے غائب ہو جائیں گی۔ کیا تم انہیں خدا سے زیادہ محبوب تھے۔ تم بھی کبھی خدا کے قرب اور تقویٰ میں ترقی نہیں کر سکتے جب تک چھوٹی چھوٹی باتوں سے اپنے اندر خشیت پیدا نہ کرو اور پھر اس کے ساتھ ہمت نہ ہو۔ میں اپنے گھر میں عزیزوں کو بھی کئی دنوں سے یہی کہہ رہا ہوں کہ وہ سب ان دنوں میں استغفار کرے اور دعائیں کریں تا اللہ تعالیٰ ان پر ظاہر فرمائے کہ یہ واقعات کیا نتیجہ پیدا کرنے والے

ہیں اور ساتھ ہی وہ ہمت کو چھوڑ نہ بیٹھیں۔ اور مایوس نہ ہوں۔ خوف اور رجا کے مابین اپنے ایمان رکھیں پس یہ وجہ تھی۔ اس درد و غم کی۔ اور میرے اندر تو ان دنوں تمہارے لئے دعاؤں کے واسطے ایک جوش تھا۔ اور میرا دل پگھلا ہوا تھا۔ اس درد اور غم میں میں تمہارے لئے دعاؤں میں لگا ہوا تھا۔ لیکن تمہاری حالت نے میرے دل میں قبض پیدا کر دی ہے۔ میرے اندر اس درجہ گداز کی حالت تھی کہ ممکن تھا۔ اور میں چاہتا تھا کہ کچھ دن اسی گداز میں گزر جاتے تاکہ میں

تمہارے لئے ایسی دعائیں کرتا

جو عرش پر پہنچتیں اور اسے ہلا دیتیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لیلۃ القدر کا علم دیا گیا تھا۔ اور آپ چاہتے تھے کہ اس سے لوگوں کو واقف کریں گے مگر دو آدمیوں کی لڑائی نے اس علم کو اٹھا لیا۔ لیکن

بعض نادانوں کی حالت

نے میرے دل میں قبض پیدا کر کے جماعت کو بھی ان دعاؤں سے محروم کر دیا ہے۔ مجھے آج ہی دفعہ ماسٹر عبد الرحمٰن نے ایک رقعہ دیا ہے اور میں اسکو پڑھ کر خوش ہو گیا کہ انہوں نے میرے مفہوم کو سمجھ لیا ہے

ایک فرشتہ سیرت انسان کی تبدیلی

مولوی عزیز بخش صاحب بی۔ اے ہیڈ ورنیکلر کلرک دفتر ڈپٹی کمشنر صاحب ڈیرہ غازی خان اچانک ایک سرکاری تار کے ذریعہ تبدیل ہو کر جھنگ میں تشریف لے گئے ہیں۔ آپ کی تبدیلی کا اثر جو پبلک پر ہوا ہے۔ وہ بیان سے باہر ہے۔ کیونکہ ہندو مسلمان آپکی نیک خصلت اور منصف مزاجی اور ہر دلعزیزی کے رطب اللسان ہیں۔ مولوی صاحب ۱۹۰۷ء میں مڈل سکول جام پور کے ہیڈ ماسٹر مقرر ہو کر آئے تھے۔ اور بعد ازاں ڈپٹی کمشنر صاحب کے دفتر میں ریکارڈ کیپر مقرر ہو گئے اور جہاں سے ترقی کر کے ہیڈ ورنیکلر کلرک کے عہدہ پر ممتاز ہو گئے۔

آپ جماعت احمدیہ شاخ لاہور کے ایک اعلیٰ رکن تھے آپکی بدولت ڈیرہ غازیخان میں اچھی جماعت بن گئی تھی قادیانیوں کے ساتھ اختلاف عقائد کی وجہ سے آپ نے ایک جدید مسجد کی بنیاد ڈالی تھی جس میں آپ روزانہ درس قرآن شریف دیتے تھے اور تبلیغ احمدیت کی غرض سے جلسہ وغیرہ کرتے تھے۔ لیکن افسوس کہ ہم ان تمام فوائد سے محروم ہو گئے اور مولوی صاحب ہمیشہ کیلئے ڈیرہ غازیخان کو خیر باد کہہ گئے۔ یکم جنوری ۱۹۲۵ء

(خاکسار بشیر محمد بزدار۔ از ڈیرہ غازی خان)

تازہ خبریں

—— ۹۔ جنوری کو سلطان ابن سعود نے جدہ پر حملہ کیا۔ مگر انہیں ناکامی ہوئی اور نقصان اٹھانا پڑا۔

—— روس میں جرمنی کی برطانیہ کے خلاف اکسانے کی بڑی کوشش کی جاری ہے مقررین اور ادیب اپنی لسانی اور فصاحت و بلاغت کو اسبات پر خرچ کر رہے ہیں کہ جرمنی کو یہ یقین دلایا جائے کہ برطانیہ جرمنی کی صنعتی فلاح کا دشمن ہے

—— سر رابرٹ بلیر نے بتایا ہے کہ شہر لنڈن کے تعلیمی بورڈ نے امسال پہلے کی نسبت دس لاکھ کم بچوں کی ابتدائی تعلیم کا خرچ منظور کیا ہے برطانیہ میں ہر سال ہر عمر کے ایک لاکھ نفوس کم ہو رہے ہیں۔ اندازہ ہے کہ ۱۹۲۱ء میں برطانیہ میں بیس لاکھ مزدور کم ہو جائیں گے۔ وزارت حفظان صحت نے اس بیان کی تردید کرنے سے انکار کر دیا ہے۔

—— مجلس واضع قوانین پنجاب نے گذشتہ اجلاس میں ترجمہ شدہ پنجاب اسٹام ایکٹ منتخبہ صدر کی تنخواہ اور سٹیج کیرج کے جو مسودہ ہائے قوانین منظور کئے تھے ان پر وائسرائے نے بالترتیب ۲۰۔ ۲۴۔ ۲۲ اور ۲۹ کو مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ اور وہ پنجاب گزٹ کی تازہ اشاعت میں برائے نفاذ شائع کر دئے گئے ہیں۔

—— بابو موہن نیوگی رکن مجلس واضع قوانین بنگال کی مجلس مذکور کے آئندہ اجلاس میں سر عبد الرحیم کے عہدہ کے متعلق بعض سوالات پوچھنے کا نوٹس دیا ہے۔ ان سوالات میں سر عبد الرحیم کی مختلف سیاسی کانفرنسوں میں شمولیت اور بنگالی آرڈیننس کی تائید حاصل کرنے

کے لئے ان کی تگ و دو کا ذکر ہے۔

—— اضلاع متحدہ امریکہ کے ڈاکٹر آرتھر منڈ جو ہسپتال کے کنسلٹنٹ ہیں۔ ایک ایسا قانون پاس کرانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جس کے رو سے وہ تمام شادیاں منسوخ کر دی جائیں جن کے دو سال بعد تک کوئی اولاد نہ ہو ان کا دعویٰ ہے کہ اگر کسی آبادی میں اضافہ کرنے کی کوئی تدبیر نہ کی گئی عنقریب وہ وقت آنیوالا ہے کہ اضلاع متحدہ امریکہ کے مالک روسی یورپی نسلیں ہو جائینگی بہت سی خواتین اور خود ڈاکٹر صاحب کی بیوی اس کی مخالف ہیں۔ اور موخر الذکر کا بیان ہے کہ اگر آج سے بیس سال پیشتر یہ قانون ہوتا تو ہمیں طلاق مل گئی ہوتی۔ کیونکہ ہمارا پہلا بچہ اسوقت پیدا ہوا جبکہ شادی کے بعد دو سال سے زیادہ عرصہ گذر چکا تھا۔

—— ناگ پور کے سوراجیوں نے کثرت رائے سے فیصلہ کیا ہے کہ وہ وزرا کے طور پر عہدے منظور نہیں کریں گے۔

—— جنوبی ہند بالخصوص مدراس میں اچھوت اقوام کو عام شاہراہوں پر چلنے کا حق حاصل نہیں اس کے متعلق حکومت مدراس نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ عام گذرگاہ پر ہر شخص کو چلنے کا حق ہے لیکن اگر خاص حالات میں خاص مقامات پر کوئی مخصوص حقوق پہلے سے مروج ہوں تو ان کا احترام لازمی ہے۔

—— لالہ دنی چند انبالوی سوراجی رکن مجلس وضع قوانین ہند مجلس مذکور کے آئندہ اجلاس میں یہ تجویز پیش کرنے والے ہیں کہ فسادات کوہاٹ کی تحقیقات کے لئے سرکاری اور غیر سرکاری ارکان مجلس کی ایک مجلس مقرر کی جائے جو اسباب فساد کی تحقیقات کر کے مظلومین کو معاوضہ دینے کی تجاویز پیش کرے اور ایسی تجاویز وضع کرے جن سے آئندہ فساد ناممکن ہو جائے۔

—— سر محمد رفیق کے کونسل آف سٹیٹ سے مستعفی ہو جانے پر صاحبزادہ آفتاب احمد کونسل کے ممبر نامزد کئے گئے ہیں۔

—— آل انڈیا کانگریس کمیٹی کی مجلس منتظمہ کا جلسہ ۲۴ جنوری کو ۲ بجے بعد دوپہر دہلی میں ڈاکٹر انصاری کے مکان پر منعقد ہوگا۔

—— کوہاٹ اور اس کے مضافات میں تعزیری پولیس کا جو فیصلہ گورنمنٹ نے کیا ہے۔ اسکے خلاف مسلمانان کوہاٹ نے صدائے احتجاج بلند کی ہے۔ اور اسکی یہ وجوہات بتائی ہیں کہ

(۱) گورنمنٹ نے خود فسادات کی تمام ذمہ داری ہندوؤں پر عائد کی ہے۔

(۲) مسلمانوں نے نہ صرف براہ راست آتشزدگی سے نقصان اٹھایا بلکہ ان کے زیورات بھی جو ہندوؤں کے پاس گروی رکھے جا رہے ہیں

(۳) مسلمانوں نے اپنے جان و مال کو خطرہ میں ڈال کر ہندوؤں کو اپنے گھروں میں پناہ دی۔ ایسا ہی کرشن سندیش کے مقدمہ کے متعلق

مولوی محمد یعقوب خان صاحب کا انگریزی لیکچر

مرزا غلام احمد دی مین Mirza Ghulam Ahmad The Man اس قابل ہے کہ غور کرنے والے انگریزی خوان اصحاب کو بکثرت پہنچایا جائے۔ اس غرض کے اسے لاگت سے بھی کم قیمت پر دیا جائے گا یعنی جو احباب ایک روپیہ بھیجدیں ان کے نام سولہ کاپیاں اس کی بھیج دی جائیں گی۔ تاکہ وہ اپنے مقام کے چیدہ چیدہ اصحاب کو پہنچا سکیں امید ہے احباب بہت جلد اس رعایت سے فائدہ اٹھا کر اس کی کاپیاں منگوا کر تقسیم کریں گے۔ ایک ایک کاپی کے خریدار سے اس کی قیمت ۲ لی جائیگی۔

درخواستیں بنام سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور آنی چاہئیں۔

البیان الکامل فی تحقیق الدق والسل

مصنفہ جناب ڈاکٹر محمد عمر صاحب بی۔ ایم ایس ایکس سرجن سول لائن بریلی۔ مرض دق پر نایاب کتاب اسباب۔ علامات۔ تاریخ۔ طریقہ انسداد اور علاج۔ غرضیکہ سب کچھ اس میں درج ہے۔ اس مضمون پر سب سے پہلی اچھی جامع کتاب اس وقت تک اردو زبان میں موجود نہیں قیمت مع محصول ڈاک للعہ چار روپے آٹھ آنے، اس کی جلدیں نظام کے طبی محکمہ نے خریدی ہیں۔ طبیب اور غیر طبیب دونوں کے لئے مفید اخبار کا حوالہ دیجئے۔ پتہ اوپر درج ہے۔

اخبار پیغام صلح

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۴۳

جلد ۱۳ — نمبر ۲۲

احمدیہ بلڈنگس لاہور یوم اتوار مورخہ ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۴۳ھ ہجری مطابق ۱۸ جنوری ۱۹۲۵ء

اشاعت و توسیع اسلام

ووکنگ مسلم مشن کے اثرات

ہمت و ثبات — قدم اٹھاؤ نصرت خداوندی تمہاری منتظر ہے

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی اپیل برادران ملت سے

توسیع اسلام و تضعیف عیسائیت کے سوال کو سامنے رکھ کر اگر آج میں گذشتہ بارہ سال کے واقعات پر ایک سرسری نگاہ بھی ڈالوں، یعنی مشن ووکنگ کے آغاز سے آج تک جو مذہبی انقلابات انگلستان میں ہوئے وہ کھلے کھلے طور پر کہہ رہے ہیں۔ کہ اشاعت اسلام کے معاملہ میں نصرت خداوندی ہماری راہ کی دیکھ رہی ہے۔

گرجاؤں کی سابقہ اور موجودہ حالت

۱۹۱۲ء میں جب میں انگلستان گیا، تو ہر جگہ گرجوں و کنیسوں کو میں نے معمور پایا۔ جس گرجے میں بھی اتوار کے دن مجھے استعلام و استعجاب لے گیا۔ وہاں میں نے تمام گرجا کی بنچوں اور کرسیوں کو زن و مرد سے بھرا پایا۔ آج بارہ برس کے بعد انگریزی زبان کے محاورہ میں خالی بنچوں سے مراد مسیحی معبد لئے جاتے ہیں۔ ستمبر ۱۹۲۳ء ایک مذہبی کانفرنس منعقدہ انگلستان میں لندن کے لارڈ بشپ فرماتے ہیں۔ کہ لندن کی آبادی کے حصہ شہر میں ایک کم پچاس گرجے ہیں۔ جن کے لئے سکتری طور پر ۹۴ واعظ ہر اتوار کو مسیحی ضمیر کی حفاظت کے لئے جاتے ہیں لیکن گرجے وہاں اپنے سامنے ۲۰ سے لے کر ۳۰ کی نفری کو بمشکل عبادت کے لئے پاتے ہیں۔ اس کانفرنس میں ریورنڈ میپسن کا بیان تھا، کہ انگلستان کے مضافات میں بھی اس نسبت سے حاضری کم ہے، شاید یہاں کا خیال درست ہوگا۔ لیکن جو نقشہ میں نے ووکنگ میں دیکھا ہے وہ تو قریب قریب لندن کے شہری حصہ کی کیفیت اپنے اندر رکھتا ہے۔

عقائد میں تبدیلی

یہ تو حاضری کی حالت ہے۔ لیکن عقائد نے جو تبدیلی گذشتہ سات آٹھ سال میں دیکھی، اس کی نظیر تو تاریخ عالم میں کہیں نظر نہیں آتی۔ کلیسی مذہب کی جو گت اس تھوڑی سی مدت میں خود اپنے معتقدوں کے ہاتھ سے ہوئی، اس کی نظیر دنیا میں کوئی مذہب پیش نہیں کر سکتا۔ آج انجیل۔ توریت کو خود معتبرین کلیسیہ نے محرف و مبدل تسلیم کر لیا ان کتب کے اکثر حصہ کو انسانی کلام قرار دیا گیا۔ مروجہ عقائد مذہب کے متعلق تسلیم کر لیا گیا، کہ انہیں جناب مسیح کی تعلیم سے کوئی تعلق نہیں۔ حضرت موسیٰ کی کتابوں کے اکثر واقعات پایہ صداقت سے گرے ہوئے تسلیم کئے گئے۔ زبور کے بعض حصص کو اس قابل نہ سمجھا گیا۔ کہ وہ گرجا کی میز پر رکھے جائیں۔ خود جناب مسیح کی باتوں کو ناقابل عمل اور ایک خواب، بین کے خیالات سمجھے گئے۔ اور تو اور مسئلہ طلاق کے متعلق بحث کرتے ہوئے علاقہ ڈرہم کے بشپ ڈاکٹر ہنسن نے ایک پبلک جلسہ میں کہا کہ ہم قانون طلاق کے مصائب سے بچنے کے لئے اس کی ترمیم اس لئے نہیں ہونے دیتے، کہ ایسی ترمیم جناب مسیح کے ایک فقرے کے خلاف پڑے گی، یہ فقرہ تو ایسی کتاب میں ہے، کہ جس کی صحت پر بھی ہمیں شبہ ہے، اور پھر اگر جناب مسیح آج ہوتے، تو حالات موجودہ کو دیکھ کر جو کچھ فرماتے زیادہ عقل سے کام لے کر فرماتے۔ غور کا مقام ہے کہ یہ فقرہ ایک اعلےٰ سے اعلےٰ ذمہ واری کے عہدے پر متمکن شخص کہہ رہا ہے، اور کہتا بھی اس کی شان میں ہے، جسے مسیحی دنیا خدا مانتی ہے، ایک مسلمان تو کسی پیغمبر کی شان میں بھی یہ فقرہ استعمال کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ رہی الوہیت مسیح اس سے بھی آج آفیشل طور پر انکار ہو گیا۔

مسیحی کانفرنسوں کا فیصلہ جناب مسیح کے متعلق

یہ امور جن کا میں نے ذکر کیا۔ فرادہ فرادہ معلمان مسیح کے منہ سے نہیں نکلے، بلکہ ۱۹۱۵ء سے لے کر ۱۹۲۴ء تک ہر سال اگست ستمبر کے مہینے آکسفورڈ کیمبرج یا کسی اور علمی مقام پر چوٹی کے پادریوں نے کانفرنسیں کیں، اور ان کانفرنسوں میں باری باری یہ مسائل پیش ہوئے، جس میں بحث کے وقت انگلستانی کلیسیا کے بہترین علماء نے حصہ لیا، اور مذکورہ بالا نتائج پر آئے چنانچہ ۱۹۲۱ء میں بمقام کیمبرج اسی قسم کا ایک عظیم الشان جلسہ ہوا، انگلستان کا ایک مشہور فاضل ڈاکٹر راشڈل بشپ آف کارلائل مسئلہ الوہیت پر بحث کرنے کے لئے منتخب ہوا، اس کے اعلانات نے ایک دنیا کو حیران کر دیا، اس نے کہا کہ ہم مسیح کی الوہیت پر تو ایمان رکھتے ہیں لیکن جناب مسیح کے متعلق ذیل کے اعتقادات بھی رکھتے ہیں (۱) جناب مسیح جسماً روحاً عقلاً اور قوت ارادی کی رو سے انسان تھے، اور خدا ہرگز نہ تھے (۲) جناب مسیح کے منہ بولے الفاظ سے آپ کا خدا کے ساتھ رشتہ انسان اور خدا کا پایا جاتا ہے، کچھ فقرے چوتھی انجیل میں اس رشتہ سے آگے جاتے ہیں لیکن وہ انجیل ہی معتبر نہیں۔ (۳) اگر جناب مسیح کے معجزات یا ان کی ولادت مخصوصہ تاریخی صحیح مان لی جائے، تو بھی اس سے وہ خدا نہیں ٹھہرتے، (۴) جناب مسیح کی روح ازلی، ابدی نہ تھی۔ ہاں اگر اور لوگوں کی روحیں بھی ازلی، ابدی تسلیم کر لی جائیں۔ سو وہ بھی سہی (۵) جناب مسیح کے معاصر بعض جاہلانہ باتوں پر پڑے ہوئے تھے، مثلاً انہوں نے بعض دماغی بیماریوں کا نام آسیب و جن رکھا ہوا تھا، بائبل کی بعض کتب کو وہ خدا کی طرف سے سمجھے تھے، یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ اور جناب مسیح بھی ان غلطیوں میں پڑے ہوئے تھے، جناب مسیح کو آئندہ کے متعلق کچھ توقعات تھیں لیکن تاریخ نے وہ غلط نکلیں مراد یہ ہے کہ جناب مسیح کی پیشگوئیاں غلط نکلیں۔

حیرت کا مقام ہے کہ ان شروط محدود کا مشروط و پابند انسان کیوں خدا کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔ ڈاکٹر راشڈل کی پانچویں شرط تو اسے ہماری نگاہ میں ایک نبی کے پایہ سے بھی گرا دیتی ہے۔ اسی جلسہ میں ریورنڈ ماسٹرمین نے جو آکسفورڈ میں ایک بیت العلوم الٰہیات کے پرنسپل ہیں۔ کہا کہ مسیح کو اگر ہم ابن اللہ کہتے ہیں تو یہ حقیقی معنوں میں نہیں بلکہ اخلاقی طریق پر۔ اور ان معنوں میں ہر ایک انسان خدا کا بیٹا ہے،

نصرت الٰہی کا کھلا نشان

میں یہ نہیں کہتا کہ ان امور کا ظہور آج ہوا، یہ تو برسوں کی تحقیق و تفتیش کا نتیجہ ہے۔ لیکن یہ خدا تعالےٰ کے خاص فضلوں کا مقام ہے کہ یہ سب کی سب باتیں ان بڑے بڑے چوٹی کے معلمان مسیحیت کے سینوں میں بند رہیں۔ لیکن جس وقت اسلام کو اللہ تعالےٰ نے انگلستان میں پھیلانے کا ارادہ کر لیا۔ اور ووکنگ میں جا کر علم اسلام منتصب ہو گیا، تو آغاز مشن کے تیسرے سال یہ باتیں نہایت اہتمام کے ساتھ ظاہر ہونے لگیں۔ یعنی ۱۹۱۵ء سے ان بڑے پادریوں نے باضابطہ جلسے کرنے شروع کر دیئے، اور خود اپنی تحقیق و تدقیق سے ان باتوں کا ابطال کیا۔ کہ جو مجھ سے سو آدمی بھی وہاں جا کر ایک پچاس سو سال تک محنت کرتے تو ایسا نہ کر سکتے، اللہ تعالیٰ کی نصرت و امداد کا یہ تو اس قدر کھلا کھلا نشان ہے۔ کہ اگر ہم اس کی جناب میں سجدات شکر نہ کریں۔ تو ہم گنہگار رہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ اللہ تعالےٰ ہماری نصرت پر اٹھ کھڑا ہوا ہے۔

تائیدات سماوی

قرآن کریم کی تعلیم اور حدیث کے کھلے کھلے الفاظ اس ایک اصول حقہ کو قائم کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ کے افضال انسان کو آٹھوں پہر اپنا مورد بنانے کے لئے موجود ہوتے ہیں لیکن وہ افضال ظہور پذیر نہیں ہوتے، جب تک کہ انسان کا قدم ان افضال کے حصول کے لئے نہیں اٹھتا، حدیث شریف میں آیا ہے، کہ اگر تم خدا کی طرف اگر ایک قدم اٹھاؤ تو وہ دس قدم تمہاری طرف آتے ہیں ملائکہ سماوات کی جمیعت جس طرح انسان کی مدد کرتی ہے۔ ... (باقی صفحہ ... کالم ۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح
لاہور

جلد ۲۳، ۲۱ جمادی الآخر ۱۳۵۳ھ مطابق ۱۸ جنوری ۱۹۳۵ء نمبر ۲۲

برلن مسجد کے لئے خواتین سلسلہ کی بے نظیر قربانی

حضرت امیر ایدہ اللہ کا پیغام سلسلہ کی بہنوں کو

خواہر محترمہ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

آپ کو معلوم ہے کہ ہماری انجمن برلن ولدالنحلا فہ جرمنی میں ایک عظیم الشان مسجد بنوا رہی ہے جس کی کل لاگت اسی ہزار روپے تک پہنچ جائے گی۔ چونکہ انجمن میں اس قدر استطاعت نہ تھی کہ مسجد کے سارے کام کی تکمیل فوراً کرا سکے، اس لئے مولانا صدرالدین صاحب کو لکھ دیا گیا تھا کہ سردست میناروں کا کام ملتوی کر دیا جائے، گو اس سے مسجد کی شان میں فرق آتا ہے۔ مگر مجبوراً یہ کرنا پڑا۔ اور سردست باقی مسجد کے کام کی تکمیل پر پوراز ور دینے کی ضرورت محسوس ہوئی جس کے لئے قریباً دس ہزار روپیہ اور بکار ہے، جو آخر فروری تک مولوی صاحب کو پہنچنا چاہیئے اور تقریباً اتنا ہی روپیہ میناروں کے لئے بکار تھا، اور بظاہر کوئی سامان نہ تھا کہ دس ہزار روپیہ میناروں کے لئے جمع ہو سکے، اتفاق سے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر میں نے ان احمدی خواتین کے سامنے جو جلسہ کے موقعہ پر موجود تھیں، وعظ کے بعد ذکر کیا۔ تو انہوں نے اس سچے ایثار کا ثبوت دیا۔ جو اس جماعت کے اندر امام وقت نے پیدا کیا ہے اور بڑے بڑے قیمتی زیورات جن میں بعض کی قیمت پانچ سو روپے تک تھی، اتار کر پھینک دیئے۔ اور چند منٹوں کے اندر قریباً تین ہزار کی مالیت کے زیورات جمع ہو گئے، گویا میناروں کا ایک تہائی خرچ ان چند باہمت خواتین نے جن کی تعداد بمشکل تیس چالیس ہوگی۔ اسی وقت جمع کر دیا، اور اس کے ساتھ ہی بعض باہمت خواتین نے یہ بھی کہا کہ وہ اپنی اور بہنوں کو بھی اس نیک کام میں شامل کرنے کی کوشش کریں گی، کہ پانچ ہزار روپیہ تک انشاء اللہ تعالیٰ لاہور میں جمع ہو جائے گا اس صورت میں باقی صرف پانچ ہزار روپیہ رہ جاتا ہے، اور میں امید کرتا ہوں۔ کہ وہ احمدی خواتین جو لاہور سے باہر رہتی ہیں۔ اس چھوٹی سی رقم کو بہت جلد پورا کر دیں گی۔ فی الحقیقت اگر تعداد کے لحاظ سے دیکھا جائے۔ تو اس سے کئی رقم کا پورا کر دینا بھی ان خواتین کے لئے کچھ مشکل نہیں، اور پھر لاہور کی احمدی خواتین تو عموماً کچھ نہ کچھ حصہ ایسے ثواب کے کاموں میں لیتی رہتی ہیں۔ لیکن بیرونجات کی خواتین کو ایسا موقعہ نہیں ملتا۔ اس لئے اس وقت جب مسجد کے ایک حصہ کی تکمیل ابھی باقی ہے۔ امید ہے کہ ہماری معززہ محترم بہنیں ہمت کر کے اس حصہ کو پورا کر دیں گی، یہ مینارے جو ان کے ایثار سے بنیں گے، ان کے لئے صدقہ جاریہ کا موجب ہوں گے، جو قیامت تک جاری رہے گا۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت دینی کی وجہ سے ان پر اور ان کی اولاد پر بڑی برکتیں اور رحمتیں نازل فرمائے گا۔ اور ان کے نام ہمیشہ کے لئے زندہ رہیں گے۔

شائد ہماری بہت سی بہنوں کو یہ خیال ہو کہ ان کے خاوند یا دیگر عزیز جب ان خدمات دینی میں حصہ لیتے ہیں۔ تو ان کے لئے بھی وہی کافی ہے، مگر یہ خیال صحیح نہیں۔ جس طرح خاوند کی پڑھی ہوئی نماز بیوی کے کام نہ آئے گی۔ خاوند کے رکھے ہوئے روزے بیوی کے کام نہ آئیں گے اسی طرح خاوند کی کی ہوئی خیرات بیوی کے کام نہ آئے گی۔ قرآن کریم نے جہاں المتصدقین یعنی صدقہ دینے والے مردوں کا ذکر کیا ہے، وہیں المتصدقات یعنی صدقہ دینے والی عورتوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ خاوند جو صدقہ کرتا ہے یا اور نیکی کرتا ہے تو اس کا ثواب اس کی بیوی کو نہیں ہوتا جس طرح خاوند اگر برا کام کرے، تو اس کا عذاب بیوی پر نہیں اور اللہ تعالیٰ نے خدمت دین کی ذمہ واری جس طرح مردوں پر رکھی ہے، اسی طرح عورتوں پر رکھی ہے، اس لئے ہمارے سلسلہ کی خواتین کو یہ یاد رکھنا چاہیئے، کہ خاوند کتنی ہی خدمت دین کریں کتنے ہی نیکی کے کام اور مجاہدات کریں۔ وہ اگر اپنے طور پر خدمت دین میں حصہ نہیں لیتیں، تو ایسی ہی محروم ہیں، جیسے دوسری کوئی عورت مرد کو اس کے اپنے کئے ہوئے عمل کام دیں گے، اور عورت کو اپنے کئے ہوئے عمل اور اسلام کا عورتوں پر یہ احسان ہے، کہ اس نے ہر عورت کو صاحب مال بنایا ہے۔ کیونکہ ہر عورت کا کچھ مہر ہوتا ہے۔ اور ایسا ہی اس کے زیورات ہوتے ہیں۔ پھر وہ چاہے تو تجارت وغیرہ کر کے مال حاصل کر سکتی ہے، اس لئے اس پر اپنے مال سے خدا کے رستہ میں خرچ کرنا اسی طرح فرض ہے جس طرح مرد پر فرض ہے، اور جو عورت اس غلطی میں ہے، کہ میرے خاوند کا خرچ کیا ہوا میرے کام آئے گا اس کیلئے کل کو خدا کے حضور مصیبت کا سامنا ہوگا۔

پس میں آپ سے نہ صرف یہ چاہتا ہوں۔ کہ برلن مسجد کے میناروں کے کام کو پورا کرنے کے لئے آپ اپنے زیور کا یا اپنے مال کا کوئی حصہ دیں۔ بلکہ اس کے ساتھ ہی آئندہ کے لئے میں یہ چاہتا ہوں کہ ہر ایک احمدی خاتون مستقل ماہوار بھی کچھ رقم تبلیغ اسلام کے لئے دے، ہمارے نبی صلعم کی بیویوں نے اور آپ کے صحابہ کی بیویوں نے دین کی اشاعت کے لئے بڑے بڑے دکھ اٹھائے، ظلم کھائے، مال دیئے، وہ دین جو ان پاک نفسوں کے خون سے دنیا میں قائم ہوا تھا، آج دشمن اس کو مٹا رہے ہیں، کیا جب خود سرور دو جہاں نے اپنا خون بہایا، ہاں ہم اپنا پسینہ بھی نہیں بہا سکتے، اور چند پیسے اپنے مال سے خرچ نہیں کر سکتے، اگر کوئی عورت اس قدر غریب ہے کہ اس کے پاس دینے کو چند آنے ماہوار بھی نہیں، تو وہ ایک مٹھی بھر آٹا ہی دونوں وقت نکال کر الگ کر دیا کرے۔ اور اس کو مہینے کے مہینے بیچ کر وہ پیسے اشاعت اسلام کے لئے دے دیا کرے۔ اور جو صاحب توفیق ہیں، وہ اپنی توفیق کے مطابق اس کام میں حصہ لیں۔ اور جو کچھ رقم اس طرح مقرر کی جائے، اس کی اطلاع مجھے بھی دی جائے،

جمعیت العلمائے ہند میں توریہ کی تعلیم

آخر جمعیت العلمائے ہند نے ترک موالات کے التوا کی راہ نکال ہی لی، یعنے جس چیز کو اس قدر بلند آہنگی کے ساتھ حرام قرار دیا گیا تھا کہ کاغذی اشتہارات سے تجاوز کر کے دیواروں کے اوپر موٹے حروف میں لکھ دیا گیا، کہ "پولیس اور فوج کی ملازمت حرام ہے" بلکہ کسی ایک جمعیت العلما کے اجلاس مراد آباد میں اس کو صورتاً حلال کر دینے کی کوشش کی گئی ہے،

وہ خاص صورت کونسی ہے۔ افسوس ہے کہ مولوی ابوالمحاسن صاحب نائب امیر شریعت صوبہ بہار نے اپنے خطبہ صدارت میں توریہ اور مخادعت کے نام سے اسے موسوم کر کے علمائے ہند کی ایمانی کیفیت کا حیرت انگیز طریق پر انکشاف کیا ہے، یعنے وہ مسلمانوں کو تعلیم دیتے ہیں، کہ وہ کونسلوں میں جائیں، حلف وفاداری لیں، فوجوں میں بھرتی ہوں، سرکاری ملازمتیں کریں، لیکن ان سب حالات میں ایک بات ان کے پیش نظر ہو۔ یعنے توریہ اور مخادعت، بالفاظ دیگر جھوٹ اور دھوکا بازی ان کا شعار ہو۔ چنانچہ ان کے اپنے الفاظ ہیں:-

"لیکن ایک صورت ایسی ہے کہ بعض مخصوص مسلمان صوبہ ترک موالات کو اپنے حق میں اغراض ملیہ اور جمہوریہ کو مدنظر کر کے ملتوی کر سکتے ہیں، اور وہ صورت مخادعت ہے"

اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"حکومت سے دشمنی رکھنے کے باوجود کوئی شخص اس موالات میں نصرت کرے۔ اور موالات کرنے کے ساتھ اپنی ایمانی قوت میں اس قدر مضبوط اور پختہ ہو، کہ جتنے مفاسد اختلاط اور خلط ملط سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان تمام مفاسد سے اپنے کو محفوظ رکھ سکے، اور کسی حرام فعل کا ارتکاب نہ کرے، بلکہ نہایت جرأت اور اپنی حکمت عملی سے فعل حرام سے اجتناب کرتا رہے، وفاداری کے اظہار میں تعریض اور توریہ سے کام لے"

انا للہ و انا الیہ راجعون۔ یہ ان علما کی حالت ہے جو آج شریعت غرائے مصطفوی کے پیشوا اور امام سمجھے جاتے ہیں۔ جنہیں امیر شریعت ہونے کا دعویٰ ہے آج وہ ادنے مفاد دنیوی کے لئے مسلمانوں کو توریہ اور مخادعت کی تعلیم دیتے اور پھر اس کو قوت ایمانی کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ افسوس اس ایمان پر جو جھوٹ اور فریب کی تعلیم دیتا ہے، اور صداقت اور راست گوئی کے بجائے مخادعت سکھاتا ہے، آخر کس نے مجبور کیا ہے۔ کہ ترک موالات کو ملتوی کیا جائے، اگر فی الواقعہ حکومت سے صدق دل کے ساتھ موالات جائز نہیں، تو کونسلوں کا داخلہ یا ملازمتوں کا سوال کیا ایسی چیزیں ہیں کہ دین و ایمان کو ان پر سے قربان کر دیا جائے؟ اور جھوٹ اور دغا بازی کو اپنا شعار بنایا جائے؟ ودوا لو تدھن فیدھنون کی کیفیت کفار پر اس وقت صادق آئے یا نہ آئے، مسلمانوں کو اس کا مصداق بنانے کی شرمناک کوشش مولوی ابوالمحاسن صاحب نے ضرور کی ہے، اور افسوس ہے کہ جمعیت العلمائے ہند کے پلیٹ فارم سے اس خلاف ایمان آواز کو بلند کر کے ثابت کر دیا ہے کہ ایمان فروشی میں علما کا قدم آج سب سے آگے ہے،

ترک موالات کا مقصد

اسی خطبہ صدارت میں ترک موالات کے تین مقاصد بیان کئے ہیں جن میں سے دو جو انگریزی حکومت سے آزادی حاصل کرنے سے تعلق رکھتے ہیں، ہندو مسلم افتراق کی وجہ سے متروک قرار دیئے گئے ہیں۔ اور تیسرا مقصد جو باقی ہے یہ بتایا گیا ہے کہ

"ہندوستانی مسلمانوں کے عقائد و اعمال و اخلاق پر موجودہ حکومت کی غلامی اور اس کے ساتھ اشتراک عمل اور خلط ملط سے جو برا اثر پڑتا ہے۔ اور جس سے اسلامی روح مردہ ہو جاتی ہے، یا بعض غلامی کی ضرورتوں سے دائمی جہنمی ہونے کی نوبت آجاتی ہے۔ اس سے محفوظ رہیں"

اس مقصد کی تشریح کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ

"اس مقصد سے اپنے ایمان کی دولت کی حفاظت مقصود ہے۔ وہ ترک موالات سے پورا ہو جائے گا، اور مغربی کو جو اختلاط اور خلط ملط اور نوکر بن کر مسلمانوں کے ایمان و اعمال اور اخلاق کے قلعہ میں نقب لگاتے ہیں، اس سے حفاظت ہو جائے گی"

لیکن اب التوائی صورت میں توریہ اور فریب کاری کی جو تعلیم مسلمانوں کو دی گئی ہے، غالباً اس سے بھی ایمان ہی کی حفاظت مقصود ہے سوال یہ ہے کہ مخادعت کو قرآن کریم کی کونسی آیت میں ایمان کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔ اور مسلمانوں کے ایمان و اعمال اور اخلاق کے قلعہ میں جو نقب جمعیت العلما نے لگائی ہے۔ وہ کہاں تک اسلام کے

ہندوؤں میں طلاق

لوگ لاکھ اسلام کی مخالفت کریں، فطرت انسانی کو کسی طرح بدل نہیں سکتے۔ اور قرآن کریم کا یہ دعوے ہے کہ فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا ذٰلک الدین القیم۔ یہی وجہ ہے کہ مخالفین اسلام کو بھی طوعاً و کرہاً انہی اصولوں کی طرف ہم آتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ جو مقتضائے فطرت ہونے کی وجہ سے اسلام نے تعلیم کئے ہیں۔

طلاق کا مسئلہ انہی اصولوں میں سے ایک ہے، اور آج مغرب نے باوجود ان سخت تعلیمات اور حدود و قیود نے جو دین مسیحی کے اندر موجود ہیں۔ اس کے دائرہ کو وسیع کر کے یہ ثابت کر دیا ہے، کہ آج سے تیرہ سو برس پیشتر اسلام نے جو تعلیم اس بارہ میں دی، وہی صحیح اور انسانی فطرت کے عین مطابق ہے،

عیسائیوں سے بڑھکر ہندو قوم اس اصول کی سخت ترین دشمن کہی جاسکتی ہے، کیونکہ ان کے ہاں طلاق کسی حالت میں ہے ہی نہیں یہی وجہ ہے کہ آئے دن آریہ سماج کی طرف سے اس مسئلہ کو محل اعتراض ٹھیرایا جاتا اور اس کی وجہ سے اسلام پر تمسخر و استہزا کیا جاتا ہے، لیکن فطرت انسانی نے اس قلعہ کو بھی آخر کار مسمار کر دیا، گزشتہ قومی جلسہ یا ایام کرسمس میں جو دو سوشل کانفرنسیں لکھنؤ اور بلگام کے اندر ایک ہی وقت میں منعقد ہیں۔ ان میں بقول "آریہ گزٹ" طلاق کے مسئلہ پر خوب گرما گرم بحث ہوئی، اور طلاق کو ہندو قوم کے اندر قانوناً رائج کرنے پر زور دیا گیا، لکھنؤ کانفرنس میں پنڈت کشن پرشاد کول نے یہ ریزولیوشن پیش کیا کہ

"اس کانفرنس کی پختہ رائے ہے کہ وقت آگیا ہے۔ جب مجلسی مصلحان قوم کو اس امر کی تعلیم دیں، کہ ہندو سوسائٹی کے لئے طلاق کا قانون جاری کیا جائے"

ڈاکٹر براینجپے۔ سر سنکرن نائر اور دیگر ہندو لیڈروں نے بھی اس کی تائید میں تقاریر کیں۔ جو اگرچہ مخالفین کی کثرت رائے کی وجہ سے کارگر نہ ہوئیں۔ اور ریزولیوشن مسترد ہو گیا، لیکن بہرحال یہ تحریک اور جد و جہد ثابت کرتی ہے، کہ ہندو قوم آہستہ آہستہ اسلامی اصولوں کی طرف آرہی ہے، اور آج نہیں تو کل انہیں اسلام ہی کی پناہ لینی پڑے گی۔

عقد بیوگان

طلاق کے علاوہ ایک اور اسلامی اصول بھی ہندو قوم کے اندر سرایت کر رہا ہے، بلکہ ایک حد تک عملی صورت اختیار کر چکا ہے اور وہ عقد بیوگان کا اصول ہے۔ آریہ سماج تو سوامی دیانند کی تعلیم کے خلاف اس پر عامل ہو ہی چکی ہے، لیکن ۸ جنوری کو پونا کے شیوجی مندر میں پنجاب کے سردار ہرنام سنگھ نے اچھوتوں کی حمایت میں تقریر کرتے ہوئے عقد بیوگان پر بھی زور دیا۔ اور بتایا کہ اس کی ترویج ہندو قوم میں اشد ضروری ہے۔

اس کے بالمقابل مسلمانوں کی حالت افسوسناک ہے، جوں جوں غیر اقوام اسلام کی طرف قدم بڑھاتی ہیں، مسلمان اسلام کو چھوڑتے جارہے ہیں۔ کس قدر مسلمان بیوائیں اسلامی گھروں کے اندر تجرد کے مصائب کو برداشت کر رہی ہیں۔ اس کا حال کسی صاحب ہوش مسلمان سے پوشیدہ نہیں۔ افسوس ہے کہ مسلمانوں کے سمجھدار افراد اس بیماری سے پورے طور پر واقف ہونے اور اس کو اسلام کے صریحاً خلاف جاننے کے باوجود اس کی اصلاح کی کوشش نہیں کرتے، اور ایسے امراض ناسور کی طرح مسلمانوں کو دن بدن کھائے چلے جارہے ہیں ؎

ایک وہ ہیں جنہیں تصویر بنا آتی ہے
ایک ہم ہیں کہ لیا اپنی بھی صورت کو بگاڑ

شکر للہ کہ میان من و او صلح فتاد

آخر کار کوہاٹ کا دنگل بھی ختم ہو گیا۔ وہاں کے ہندوؤں اور مسلمانوں نے باہم صلح کر لی۔ اور "پرتاپ" "کیسری"۔ "ملاپ" "بندے ماترم" وغیرہم کی ملاپ شکن کوششیں بے سود ثابت ہوئیں۔ پنڈت مالوی تو خیر پہلے ہی سے اسلام کے کھلے دشمن تھے، لیکن فسادات کوہاٹ کے سلسلہ میں لالہ لاجپت رائے جیسے معاملہ فہم ہندو لیڈر بھی جو قومیت متحدہ کے شیدائی سمجھے جاتے تھے، کھل کھیلے اور ہندو ذہنیت کی ... نئے افسانے مدراس تک سے ... ۔

اور تو اور مہاتما گاندھی نے بھی راولپنڈی جا کر کوہاٹی ہندوؤں کو جو الباری اظلم کے مصداق تھے، اور اپنی مرضی سے بھاگ کر آئے تھے یہی مشورہ دیا۔ کہ جب تک مسلمان تمہیں نہ بلائیں، تم کوہاٹ نہ جاؤ۔

غرض یہ ایک امتحان تھا جس نے ہندو لیڈروں کے اصلی روپ کو ظاہر کر دیا۔ اور خدا کا شکر ہے کہ ان سرکردہ مسلمانوں کو بھی جو ان لوگوں پر تکیہ کئے بیٹھے تھے، یہ سمجھ آگئی۔ کہ وہ درحقیقت کیا ہیں۔ لیکن بہرحال جہاں تک کوہاٹ کا تعلق ہے، ہمیں خوشی ہے کہ اس کا انجام بخیر ہوا۔ اور وہاں کے ہندو و مسلمان خود بخود گلے مل گئے، دوسری طرف ناگپور میں بھی مسلمانوں کی فیاضی آخر کار مصالحت کا موجب ہوئی جس کی تفصیل آج کی خبروں میں موجود ہے، ہم حیران ہیں کہ پنجاب کے ہندو اخبارات اس کو کس نظر سے دیکھیں گے، اور اپنی مفسدانہ طبع آزمائی کے لئے اب کونسا نیا اکھاڑہ تلاش کریں گے۔

بدھ مذہب اور اسلام

مسلمان جہاں کہیں بھی ہیں آج اپنے ابنائے وطن کے ہاتھوں مظالم کے شکار ہو رہے ہیں۔ ہندوستان میں سکھوں اور ہندوؤں جیسی قوم ... ایک کیڑا ... ایک ... جانور کی جان لینا بھی گناہ سمجھتی ہے۔ اگر موقع ملنے پر مسلمانوں کو مارنا اور عذاب شدید سے انہیں اپنے مذہب سے پھیرنے کی کوشش کرنا کار ثواب یقین کرتی ہے۔ تو سیام میں بدھ مت کے پیرو جن کے بانی نے دائمی نجات کے حصول کے لئے خود فنا ہو جانا ضروری سمجھا۔ اور اسی کی ہدایت اپنے پیرؤں کو دی مسلمانوں پر اس قدر ظلم و ستم کر رہے ہیں۔ کہ جن کے تصور سے لرزہ پیدا ہوتا ہے،

ناظم صاحب جمعیت العلما بنگال اس خبر کے ذمہ دار ہیں کہ گذشتہ پندرہ سال کے عرصہ میں تقریباً پانچ لاکھ مسلمان بدھ مذہب قبول نہیں کرتے۔ وہ شہریوں کے حقوق سے محروم اور حکومت کی اور دوسری ملازمتوں سے خارج کر دیئے جاتے ہیں۔ مسلمانوں کو اذان کی اجازت نہیں۔ قرآن بلند آواز سے نہیں پڑھ سکتے، حکومت علانیہ مسلمانوں کو کہتی ہے، کہ جب تک مسلمان رہو گے، تم سے یہی سلوک کیا جائے گا ۱۹۲۴ء کے ماہ رمضان میں تقریباً پانچ سو مسلمان طلبا کو سیامی کمشنر نے طلب کر کے سور کا گوشت کھانے پر مجبور کیا۔ ایسا ہی مسلمان روزہ دار مولویوں اور حاجیوں وغیرہ کو پھنگیوں (بدھ مذہب کے راہبوں) کے غسل کا پانی زبردستی پلا دیا۔

ہم نہیں کہہ سکتے کہ ان بیانات کی صحت میں کسی مغالطہ یا مبالغہ کو دخل ہے یا نہیں، لیکن کم از کم اس قدر کہا جا سکتا ہے، کہ تا نباشد چیزکے مردم نگویند چیزہا۔ کچھ نہ کچھ اصلیت ان کے اندر موجود ہے جس کے ازالہ اور سیامی مسلمانوں کی مذہبی آزادی کی کوشش کرنا مسلمانان ہند کا اہم ترین فرض ہے،

عذاب سے بچنے کا ذریعہ

زمانہ کا زبردست ہاتھ اب مسلمانوں کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر اٹھا رہا ہے۔ کہ مشیت ایزدی اب تمہاری غفلت کو پسند نہیں کرتی۔ اور تم سے متقاضی ہے کہ دنیا میں نکل کر اسلام کی خبر لو، اسے غیر قوموں کی دستبرد سے بچاؤ۔ اور انہیں بھی اسلام کے اندر لانے کی کوشش کرو۔ تاکہ یہ خطرہ ہمیشہ کے لئے مٹ جائے، یہی تعلیم ہے جو مجدد وقت نے دی۔ کاش اس کی آواز پر کان دھرا جاتا۔ اسی وقت تبلیغ اسلام کا علم ہاتھ میں لے کر مسلمان اٹھ کھڑے ہوتے، تو آج یہ صورت حالات پیش نہ آتی۔ آج چاروں طرف سے مسلمانوں پر کیوں مار پڑ رہی ہے، کیوں ان کو ہر جگہ ظلم و ستم اور مصائب و شدائد کا تختہ مشق بنایا جاتا ہے، اس کی وجہ یہی ہے کہ انہوں نے اس فرض کو چھوڑ دیا۔ جو ان کی پیدائش کی اصل غرض ہے، وکنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر۔ تم کو بہترین امت بنایا گیا۔ کیونکہ تم کو لوگوں کی بھلائی کے لئے پیدا کیا گیا۔ تم انہیں معروف کا حکم دیتے اور برائیوں سے روکتے ہو، آہ! آج اس فرض کو بھلا کر ہماری یہ حالت ہے، کہ ہر جگہ ذلیل و خوار ہیں۔ ہر طرف مصائب و شدائد کا سامنا ہے، اور جو شخص ہماری بھلائی کی خاطر ہمیں یہ فرض یاد دلاتا۔ اور انتم الاعلون کا اصل گر ہمارے ہاتھ میں دیتا ہے، اس کو اپنا دشمن سمجھ کر اس کی تخریب میں کوشاں ہو جاتے ہیں۔ کاش مسلمان اس پر غور کریں۔ اب بھی وقت ہے۔ کہ وہ تبلیغ اسلام کے اہم کام کو بحیثیت مجموعی اپنے ہاتھ میں لیں، اور دنیا و آخرت میں سرخرو ہوں۔ ورنہ قرآن کریم کا حکم ہر حال میں ان پر وارد ہو گا۔ الا تنفروا یعذبکم عذاباً الیما ویستبدل قوماً غیرکم ولا تضروہ شیئاً ۔ اگر خدا کی راہ میں نہ نکلو گے۔ تو وہ تمہیں دردناک عذاب دے گا۔ اور تمہاری بجائے کسی دوسری قوم کو کھڑا کر دے گا جس کا تم کچھ بگاڑ نہ سکو گے۔

دو نہایت ضروری کام!

اس وقت احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے سامنے دو نہایت ضروری کام ہیں۔ جو آجکل انجمن کی تمام تر توجہات کو اپنی طرف لگائے ہوئے ہیں۔ اور جماعت احمدیہ کے ہر بہی خواہ کے لئے بڑے میری توجہات کو چاہتے ہیں۔ پہلا کام مسجد برلن کی تکمیل کا ہے، جس کے لئے کچھ روپیہ کی ابھی ضرورت ہے، اور حضرت امیر ایدہ اللہ نے اس کے لئے ایک سو بیس قوم سے طلب کئے ہیں۔ جو کم از کم پچاس پچاس روپیہ چندہ دو ماہ کے اندر جمع کریں۔ یہ کوئی بہت بڑا مطالبہ نہیں۔ صرف تھوڑی سی کوشش درکار ہے، جن احباب نے اب تک اس کام میں حصہ نہیں لیا ہے وہ بالخصوص اس کام کو کریں۔ اور دفتر سے اس کے لئے رسید کبیں منگوالیں۔

دوسرا ضروری کام مسلم ہائی سکول کی عمارت کا ہے۔ یہ کام بھی شروع ہو چکا ہے۔ اور امید ہے۔ مارچ تک اس کو پایہ تکمیل تک پہنچانا ہے، حضرت امیر ایدہ اللہ نے احباب کرام سے ماہ نومبر کی ۵ یوم کی آمد یا آمدنی کا چھٹا حصہ طلب کیا تھا۔ بعض دوستوں نے ابھی تک اس طرف توجہ نہیں کی۔ وہ یاد رکھیں کہ ان کی اس غفلت سے قوم کا عظیم الشان نقصان ہو گا۔ جس کا خمیازہ انہیں بھی قوم کا ممبر ہونے کی وجہ سے اٹھانا پڑے گا۔ اس لئے جہاں تک ممکن ہو۔ جلد اس مطالبہ کو پورا کیا جائے، تاکہ یہ ضروری کام بخیر و خوبی سرانجام پائے۔

بائیبل اور قرآن

ولایت کے "ایڈونچر" نامی ایک رسالہ میں اسلام اور قرآن کریم کے ترجمہ کے متعلق کسی نے کوئی سوال کیا تھا۔ اس کے جواب میں مسٹر جارج جی ہالٹ نے جو اس رسالہ کے اس حصہ کے ایڈیٹر ہیں۔ جو مراکش سے تعلق رکھتا ہے، ایک لطیف مضمون لکھا ہے جس کا ایک حصہ قارئین کرام کے مطالعہ کے لائق ہے، وہ لکھتے ہیں کہ "قرآن کو ایک مذہبی کتاب سمجھنا صحیح نہیں۔ یا یوں کہیئے کہ اس کی حیثیت صرف وہی نہیں۔ جو ایک مذہبی کتاب کی حیثیت ہوتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ مسلمانان مراکش اور عامۃ المسلمین میں بھی دیوانی اور فوجداری قانون اس کے سوائے اور کوئی نہیں۔ جو قرآن کے اندر موجود ہے۔ مسیحیوں میں بائیبل کو مذہبی اور اخلاقی شریعت سمجھا جاتا ہے۔ جس کو ہمارے دیوانی اور فوجداری قوانین سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ مسلمانوں میں اس کا بالکل الٹ ہے، کیونکہ ان کا دیوانی اور فوجداری قانون سب کا سب قرآن کریم سے ماخوذ ہے۔ اور قرآن میں یہ دونوں خاصیتیں ہیں۔ کہ وہ قانون کا ماخذ بھی ہے۔ اور آخری اپیل بھی اسی کی عدالت میں کی جاسکتی ہے۔"

کیا یہ امید کی جاسکتی ہے، کہ ہمارا مسیحی معاصر "نور افشان" مسٹر ہالٹ کی حق گوئی کی تائید کرے گا؟

حضور نظام اور مسٹر پکتھال

مسٹر مارماڈیوک پکتھال ان روشن ضمیر فضلائے مغرب میں سے ہیں۔ جنکے قبول اسلام پر ووکنگ مسلم مشن کو بجا طور پر ناز ہے۔ آپ کو قرآن کریم پر پورا عبور حاصل ہے۔ حدیث اور اسلامی فقہ سے خوب واقفیت ہے۔ عربی زبان میں آپ کامل دستگاہ رکھتے ہیں۔ اور قرآن کو عربی ہی میں پڑھ سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ لندن اور ووکنگ میں جمعہ اور عیدین کی نمازیں پڑھاتے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ فن تصنیف میں آپ کا پایہ بہت بلند ہے۔ اور انگلستان میں آپ مانے ہوئے ناولسٹ ہیں۔ کچھ عرصہ سے آپ بمبئی کے مقتدر جریدہ "بمبئی کرانیکل" کی ادارت پر مامور تھے۔ اور اس اثناء میں آپ نے مسلمانان ہند کی جو کچھ سیاسی و مذہبی خدمات سرانجام دی ہیں۔ ان کا زمانہ شاہد ہے۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ بعض وجوہات سے آپ کو وہاں سے مستعفی ہونا پڑا۔ اور مسلمانان ہند آپ کے علمی فیوض سے محروم ہو گئے۔ تاہم والئے حیدرآباد کی مردم شناسی اور معاملہ فہمی کی داد دینی چاہیئے۔ انہوں نے مغرب کے اس مخلص اور دیندار انگریز مسلمان کے فیوض علمی سے اپنی رعایا کے بچوں کو متمتع کرنا ضروری سمجھا۔ اور مسٹر پکتھال کو چادر گھاٹ ہائی سکول کا پرنسپل بنا دیا۔

ہم اس تقرر پر حضور شہریار دکن کا دلی شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ...

اس کے ساتھ ہی اپنے فاضل دوست سیٹھ پکٹ ہال کو مبارکباد دیتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں امت مرحومہ کی نئی پود کے اخلاق و اعمال کا ذمہ دار بنا کر پہلے سے زیادہ اہم خدمات کا موقعہ دیا ہے۔ دعا ہے کہ وہ اس عظیم الشان کام میں کامیاب اور فائز المرام ہوں۔

شذرات

ایک ہندو معاصر ہندو لیڈروں کو راغب کرتے ہوئے نصیحت کرتا ہے کہ کسی آریہ سماجی یا سناتن دھرمی یا سکھ یا اکالی کو کوئی ایسی حرکت نہیں کرنی چاہیئے جس سے خواہ مخواہ رنجش بڑھ جائے بلکہ تمام ہندوؤں کو ایک وید کا ماننے والا سمجھ کر سچا ویدک دھرمی بن کر متحد ہو جانا چاہیئے"

ہمارے معاصر نے برہمو سماج۔ دیو سماج، جین مت وغیرہ کا ذکر نہیں کیا، شاید اس وجہ سے کہ وہ ویدک دھرمی نہیں۔ لیکن کیا تمام ہندوؤں میں سے ان کو خارج سمجھ لیا گیا ہے؟ اگر نہیں تو تمام ہندوؤں کو ایک وید کا ماننے والا اور سچا ویدک دھرمی کیونکر سمجھا سکتا ہے؟ امید ہے اس عقدہ کو بھی حل کر دیا جائے گا۔ اور یہ بھی بتا دیا جائے گا۔ کہ اکالی کب سے ویدک دھرمی بنے ہیں؟

دیوبندیوں اور غازی محمود دھرمپال میں آویزش جاری ہے۔ بلکہ بہت شدت اختیار کر چکی ہے۔ لدھیانہ کے کسی جلسہ میں غازی محمود نے احمدیوں کو مسلمان کہہ دیا۔ جو دیوبند کو کسی طرح بھی گوارا نہیں۔ چنانچہ اسی جلسہ میں دیوبندیوں نے انہیں کافر قرار دیا۔ غازی محمود نے اس کا کیا ہی مزیدار جواب دیا کہ

"آپ کا کفر کا فتویٰ تو ان لوگوں پر اثر کر سکتا ہے جنہوں نے کفر کی بو تک بھی نہ سونگھی ہو۔ مگر میں تو بارہ چودہ سال تک کفر کی بھٹی میں رہ کر بالکل کفر پروف بلکہ کفر توڑ ہو چکا ہوں۔ اس لئے یہ کفر کا ڈراوا تو دیوبند کے کسی خاص حجرے میں رکھے رکھیں۔ ہاں آپ جس وقت مباحثہ کریں میں تیار ہوں"

دیوبندی باوجود مباحثہ کا وعدہ کر گئے لیکن آج تک کالیاں اور غیر خبرش یا زیبا کی لیبیت ہے، اور اب غازی محمود نے یہ طریق اختیار کیا ہے، کہ جس انجمن سے انہیں تقریر کے لئے بلایا جاتا ہے اس سے وہ پہلے یہ سوال کرتے ہیں۔ کہ وہ انجمن آیا دیوبند کے اثر کے نیچے تو نہیں، اگر دیوبند کے زیر اثر ہے، تو وہ ان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اپنے جلسہ میں دیوبندیوں سے مباحثہ کرائے۔ ورنہ وہ اس میں لیکچر دینے سے انکار کر دیتے ہیں۔

غازی محمود نے ویدوں کے ترجمہ کا بھی اعلان کر رکھا تھا مگر اب انہوں نے ان لوگوں کو جو ایسے ترجمہ کے لئے تقاضا کرتے ہیں یہ جواب دیا ہے کہ

"میں اسے تمام حضرات کی خدمت میں عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ اگر نعمت اللہ خاں احمدی کی سنگساری کا حادثہ نہ ہو گیا ہوتا۔ تو میں اس وقت تک بہت سا ترجمہ ختم کر چکا ہوتا۔ مگر اس التوا کی وجہ نعمت اللہ خاں کی سنگساری ہوئی ہے، اس لئے کہ اس سنگساری پر ہمارے علمائے کرام نے عموماً اور علماء دیوبند نے خصوصاً جس قسم کی ظالمانہ نشاط و انبساط کا اظہار کیا۔ اور اس سنگساری کے جواز میں جس قسم کے رنگا رنگ فتنے شائع کئے انہوں نے میری آنکھوں سے ایک گہرے حجاب کو دور کر دیا اور مجھے پتہ لگ گیا کہ جن اسلام کی طرف میں غیر مسلموں کو دعوت دے رہا ہوں۔ وہ ہرگز ہرگز اسلام نہیں ہے، جس کی رو سے کسی مومن و مسلم کی گردن کسی فروعی اختلاف کی بنا پر کاٹی جا سکتی، اور پھر اس پر بیہودہ دیوتوں کی طرح خوشی کا اظہار کیا جا سکتا ہو"

دیکھیں کفر ساز اور کفر توڑ کی یہ جنگ کیا اثر پیدا کرتی ہے۔

البیان الکامل فی تحقیق الدق والسل

مصنفہ جناب ڈاکٹر محمد عمر لیں ایم بی ... ماہر ایکسرے ... نمبر ۲۰ ... سول لائن ... دق و سل پر نایاب کتاب اسباب علامات تاریخ طریقہ انداد علاج اور علاج غرضیکہ سب کچھ اس میں درج ہے۔ اس مضمون پر سب سے پہلے اچھی جامع کتاب اس وقت تک اردو زبان میں موجود نہیں۔ قیمت معہ محصول ... چار روپیہ آٹھ آنے) اس کی جلد پر ... نظام ... طبی ... طبیب اور غیر طبیب ... درج ہے۔

اسلام اور رواداری

(بسلسلہ اشاعت مورخہ ۱۸ دسمبر ۱۹۲۴ء)

معاوضۂ اراضی

اگر کسی بادشاہ کو کسی مسجد اور عمارت کے واسطے زمین لینے کی ضرورت ہوتی تھی۔ تو بیش قرار معاوضہ دے کر لے جاتی تھی چنانچہ تاج محل آگرہ کے واسطے شاہجہان کے عہد میں جو زمین لی گئی۔ اس کی قیمت اصل قیمت سے دس اور پندرہ گنا زیادہ دی گئی اسی طرح ممتاز محل کے مقبرہ کے واسطے معاوضہ دیکر زمین حاصل کی گئی تھی۔

قانونی حقوق اور حق قصاص

قانونی حقوق میں سب سے ضروری حق قصاص کا حق ہے، یعنی خون کے معاملہ میں فاتح اور مفتوح کے حقوق برابر سمجھے جائیں۔ اسلام نے نہایت فیاضی سے اس معاملہ میں مساوات کا حق قائم رکھا ہے اس کی اکثر مثالیں ہندوستان کی تاریخ میں موجود ہیں۔

سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد میں اس کے ایک چار ہزاری امیر ملک تعلق جاگیردار نے اپنی جاگیر بدایوں میں ایک غریب فراش کو کوڑوں سے اتنا پٹوایا کہ وہ مر گیا اس کی بیوی دربار شاہی میں دادخواہ ہوئی سلطان نے بعد ثبوت جرم ملک تعلق کو اتنے کوڑے لگوائے کہ وہ بھی مقتول کے پاس جا پہنچا اس کے بعد اس کی لاش بدایوں کے دروازے پر لٹکا دی گئی۔

شہنشاہ جہانگیر کے عہد کے مشہور امیر عالم خاں کے بھتیجے شنگ نے ایک غریب کو مار ڈالا۔ جب بادشاہ کو یہ حال معلوم ہوا خود اس مقدمے کی تحقیقات کرکے اس کے قتل کا حکم صادر کیا۔ جہانگیر نے اس مقدمے کا حال اپنی توزک میں لکھا ہے "حاشا کہ درین امور رعایت خاطر شہزادہ نہ کردہ بہ امراء و سائر بندہا چہ رسد۔ امید کہ توفیق رفیق باد"

اسی بادشاہ کے عہد میں ایک مشہور اور خاندانی امیر سید کبیر بارہہ ایک راجپوت کے قصاص میں قتل کیا گیا۔

مقدمات دیوانی و فوجداری

قصاص کے علاوہ دیگر مقدمات دیوانی و فوجداری میں فاتح مفتوح کی کوئی تمیز نہیں تھی مدعیوں کے واسطے ایک قاعدہ قانون تھا۔ قاضی مفتی۔ بلا رو رعایت قضایا کو فیصل کرتے تھے علی العموم بادشاہ بھی دن میں ایک مرتبہ دربار عام کیا کرتے تھے، اور اس میں بلا کسی قسم کی روک ٹوک کے ہر ادنیٰ و اعلیٰ شخص حاضر ہو کر دادخواہ ہو سکتا تھا کسی قسم کے انصاف کے واسطے کورٹ فیس۔ وکیل، درخواست تحریری وغیرہ کی ضرورت نہ تھی۔

ماسوا استثنائے چند عیاش طبع بادشاہوں کے سب کو عدل و انصاف کا اس قدر خیال تھا کہ آج سمجھ میں بھی نہیں آ سکتا، سلطان غیاث الدین بلبن ہمیشہ اپنے بیٹوں کو نصیحت کیا کرتا تھا۔ کہ تم عاجزوں پر کسی طرح کا ظلم روا رکھو گے، تو میں تمہیں بھی اس کی سزا دوں گا۔ شیر شاہ سور کا مقولہ تھا۔ کہ عدل تمام فضائل میں ایسا محمود ہے، کہ سلاطین اسلام اور غیر اسلام سب کو پسند ہے، کوئی طاعت عدل کے برابر نہیں۔ کفر و اسلام دونوں عدل کے مستحق ہیں۔ فرمانروایان خاندان مغلیہ کو جس طرح دیگر معاملات میں فرمانروایان ہندوستان میں خاص امتیاز حاصل تھا۔ اسی طرح اس معاملے میں بھی ہے۔ اکبر کے عدل و انصاف کے حالات عام طور سے مشہور ہیں۔ اس نے ہندوؤں کے مقدمات کے واسطے برہمنوں کو مقرر کیا تھا۔ جہانگیر نے تخت پر قدم رکھ کر سب سے پہلا یہ حکم صادر کیا کہ ایک زنجیر تیار کی جائے، اور اس کا ایک سرا قلعہ آگرہ کے شاہ برج پر لٹکا دیا جائے، اور دوسرا دریائے جمنا کے کنارے ایک سنگین میل سے باندھا جائے، اور تمام ملک میں منادی کر دی جائے، کہ اگر حکام عدالت کسی مظلوم کی فریاد نہ سنیں۔ یا مستغیث کا اطمینان ان کے فیصلہ سے نہ ہو تو اس کو لازم ہے کہ اس زنجیر کو ہلا دے۔ اس کی فریاد بخوبی سنی جائے گی، اس زنجیر کا نام زنجیر عدل تھا۔ شاہجہان کی نسبت تمام مورخوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ شاہجہان سا انتظام کرنے والا کوئی بادشاہ مغلوں میں نہیں ہوا اس کے عہد میں عدالتوں میں پورے طور سے انصاف کیا جاتا تھا۔ اعلیٰ و ادنیٰ اور امیر و غریب میں کوئی فرق نہ کرتا تھا۔ شہنشاہ اورنگ زیب کو جس قدر عدل و انصاف کا خیال تھا۔ وہ رقعات عالمگیری کے ملاحظہ سے بخوبی واضح ہوتا ہے۔

ڈاکٹر برنیر فرانسیسی سیاح اپنے سفرنامہ میں دربار عام و خاص کے حالات میں لکھتے ہیں۔ اس موقعہ پر مستغیث جو عرضیاں پیش کرتے ہیں، وہ تمام و کمال بادشاہ کے ملاحظہ اور سماعت میں آتی ہیں۔ اور بادشاہ بذات خود مستغیثوں سے دریافت حال کرتا ہے۔ اور اکثر ستم رسیدہ لوگوں کو فوراً داد دیتا ہے۔ اور ہفتہ میں ایک دن خلوت میں کامل گھنٹہ تک ایسے دس غربا کی عرضیاں سنتا ہے۔ جو مستغیثوں میں سے چن لئے جاتے ہیں۔ اور جن کے پیش کرنے کا کام ایک نیک اور محسن شخص کے سپرد ہے۔ اور ایک روز عدل و انصاف کے کمرہ میں جس کو عدالت خانہ کہتے ہیں۔ وہ بڑے قاضیوں کے ساتھ بیٹھ کر دادرسانی کرتا ہے۔ اور اس میں کبھی ناغہ نہیں کرتا۔ اس سے بخوبی عیاں ہے۔ کہ یہ ایشیائی بادشاہ جن کو ہم اہل یورپ جاہل اور ناتراشیدہ خیال کرتے تھے۔ وہ ہمیشہ اپنی رعایا کی دادرسی اور انصاف رسانی میں جو ان پر واجب ہے غفلت نہیں کرتے۔

یہی ڈاکٹر صاحب جو اورنگ زیب کے وزیر امور خارجہ نواب دانشمند خاں کی سرکار میں ملازم اور اپنے آقا کے ساتھ بادشاہ کے سفر کشمیر میں ہمراہ تھے۔ ایک خط میں لکھتے ہیں، ہم اپنی حاجت روائی لوٹ کھسوٹ سے بھی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ہندوستان میں ایک ایک بسوہ زمین خالصہ شریفہ سمجھی جاتی ہے۔ اور رعیت پر دست درازی اور تعدی کرنا گویا بادشاہ کے مال میں دست درازی کرنا ہے۔

ہندوستان میں ڈھائی سو برس کے بعد اب یہ تجویز پیش ہے۔ کہ ایگزیکیٹو (انتظامی) اور جوڈیشل (عدالتی) اختیارات ایک حاکم کے اقتدار سے نکال کر علیحدہ علیحدہ حکام کے سپرد کرنا چاہیئے۔ یہ دونوں اختیارات ایک حاکم کے سپرد ہونے سے جس طرح اکثر موقعوں پر انصاف کا خون ہوتا ہے۔ وہ کسی پر پوشیدہ نہیں۔ اورنگ زیب نے اپنے عہد حکومت میں ان دونوں محکموں کو بالکل علیحدہ علیحدہ کر دیا تھا، یعنی قاضیوں اور مفتیوں کو صوبہ داروں کے اقتدار سے نکال کر مقدمات جزئی اور کلی میں خود مختار کر دیا۔ اور اس کل محکمہ کا افسر قاضی عبدالوہاب احمد آبادی کو مقرر کر کے قاضی القضات کے نام سے موسوم کیا۔ اگرچہ بادشاہ کا یہ طرز عمل حکام صوبہ جات کو سخت ناگوار گذرا اور اکثر انہوں نے حکام عدالت کے اختیارات میں دست اندازی کرنا چاہی مگر اورنگ زیب کی وفات تک یہ محکمہ صوبہ داروں اور حکام ضلع کی ماتحتی سے آزاد رہا۔

سنہ ۱۰۸۰ ہجری میں اورنگ زیب نے ایک نیا حکم جاری کیا۔ کہ جس شخص کو سرکار شاہی پر کسی قسم کا دعوےٰ ہو۔ وہ نہایت آزادی سے وکیل شاہی کے مقابلہ میں اپنا دعویٰ عدالت میں رجوع کر سکتا ہے حکام عدالت کے نام ہدایات جاری ہوئیں۔ کہ ان کی عدالتوں میں اس قسم کا کوئی دعویٰ دائر ہو تو بلا رو رعایت اس کا فیصلہ کریں۔ اگر دعوےٰ ثابت ہو۔ تو سرکار شاہی سے اس کا روپیہ ادا کیا جائے۔ تمام صوبوں کے صدر مقاموں اور بڑے بڑے شہروں میں شاہی وکیل متعین کئے گئے۔ کہ ہمیشہ قاضی کی عدالت میں حاضر رہیں۔

افسوس کہ میں فاتح اور مفتوح کے حقوق شروع کر کے کہاں سے کہاں جا پہنچا۔ اگرچہ اس کے ثبوت میں ہندوستان کی تاریخ بہت سی مثالیں پیش کر سکتی ہے۔ لیکن بخوف طوالت شیر شاہ سور کے عہد کی طرف ایک مثال کو درج کر کے بحث کو ختم کرتا ہوں۔

شیر شاہی عدل

ایک دن شہزادہ عادل خاں شیر شاہ کا بڑا بیٹا ہاتھی پر سوار آگرے کے کوچہ سے ہو کر گذرا۔ راستے میں ایک بقال کی عورت اپنے گھر میں برہنہ نہا رہی تھی۔ مکان کی دیواریں نیچی تھیں۔ شہزادہ نے ایک پان کا بیڑہ اس کی طرف پھینک دیا۔ عورت بڑی پاک دامن تھی۔ جان دینے پر آمادہ ہو گئی۔ اسی اثنا میں شوہر آ گیا۔ اس نے سمجھا سمجھا کر عورت کو خودکشی کے ارادہ سے باز رکھا۔ اور بیڑہ ہاتھ میں لے کر دیوان عام میں پہنچا۔ جب بادشاہ نے اس کی فریاد سنی۔ بہت افسوس کیا اور بعد تحقیقات حکم دیا کہ اسی طرح بقال کو ہاتھی پر سوار کرا کر عادل خاں کی عورت اس کے سامنے کی جائے۔ تاکہ وہ اس کی طرف پان کا بیڑہ اسی طرح پھینکے۔ اس حکم پر امراء وزراء نے بہت عرض و معروض کی۔ مگر بادشاہ نے کوئی بات نہ سنی۔ اور فرمایا عدل میں امیر و غریب سب برابر ہیں، میں ہرگز نہیں دیکھ سکتا۔ کہ میرے فرزند رعایا کے ساتھ ایسی ناشائستہ حرکت کریں۔ آخر جب بقال نے خود راضی نامہ دے دیا۔ اس وقت بادشاہ نے مجبور ہو کر سکوت اختیار کیا۔ معاشرت کے تمام امور میں ہندو بھی مسلمانوں کے برابر حقدار سمجھے جاتے تھے مناصب، خیرات، مبرات۔ نہ صرف بادشاہ وقت بلکہ تمام مسلمانوں کی نگاہوں میں بھی ان کو مسلمانوں کا درجہ حاصل تھا۔ دربار میں لیاقت کے بموجب ان کے ساتھ برتاؤ کیا جاتا تھا۔

(باقی دارد)

ردّ تناسخ

(۲)

(عبد الرحمٰن صاحب کے قلم سے)

چونکہ تناسخ مستلزم محال خود بھی محال ہوا کرتا ہے - اس لئے تناسخ بذاتہ محال ہوا - سوامی جی کے کلام کے معنی صرف اسقدر ہو سکتے ہیں کہ ان کے عقائد کے موجود جب ہستی خدا در بارہ نظام عالم یوں ہے کہ جیسے طلوع آفتاب دن کو پیدا کرتا ہے - با وجود اتش حرارت کو پیدا کر دیتی ہے یعنی خدا کا وجود بمنزلہ علت تامہ مستلزمہ وجود معلول کے ہے - یا یوں کہا جائے کہ فاعل بالطبع مقتضی غیر مختار ہے - سوامی جی نے دیگر مذاہب پر اعتراض کرتے ہوئے معجزات کے دیکھنے کا بجد اشتیاق ظاہر کیا - اکثر مقاموں پر لکھا ہے کہ کہ یہ سب شعبدہ بازی تھی - اب کیوں ایسی باتیں نظر نہیں آتیں خدا کا ایک معجزہ یہ بھی تو ہے کہ وہ کسی ملحد فلسفی کے عقائد کو اپنے عقائد صادقہ کے مقابلہ پر سرسبز نہیں ہونے دیتا - مگر سوامی جی نے اسکے دیکھنے کا قصد ہی نہیں کیا - ورنہ طبعی خاصہ ذات خدا کا آفرینش عالم کو تجویز کرکے خدا کو معطل اور فاعل بالطبع غیر مختار کبھی نہ بتاتے - اب دو امر قابل غور ہیں - اول تو یہ کہ ہم پیشتر سوامی جی کے مختلف اقوال - مختلف ابواب اور صفحات ستیارتھ پرکاش سے نقل کر چکے ہیں کہ تعلیم وید خدا کا دنیا کا بنانے والا بتاتی ہے - یعنی خدا کا عالم مرکب کے لئے علت فاعلی ہے - اور سوامی جی بھی ساتھ ساتھ اسکے اثبات کے واسطے دلائل عقلی و نقلی تیار ہیں - اور ذات خدا کو اس کے افعال میں مختار اور صفت کمال میں متصف (اپنے خیال کے مطابق) تسلیم کرتے ہیں - جیسا کہ ہم اوپر ثابت کر آئے ہیں کہ علت فاعلی خدا کا اپنے افعال کے نتیجہ یعنی عالم مرکب پر متقدم بالطبع ہونا ضروری ہے اور عالم مرکب کا متاخر بالطبع ہونا لازمی ہے - لہذا پرواد سے عالم مرکب کا ازلی ہونا ثابت نہیں ہو سکتا - اور حدوث عالم کا اعتراف جو کہ مبطل تناسخ ہے لازم آگیا - اور سوامی جی کے مسلمات اور معتقدات نے اسکی بابت کافی شہادت دیدی - چونکہ دلیل مذکورہ مقدمہ اثبات تناسخ کے واسطے عالم مرکب کا آغاز نہ ہونا ضروری تھا - اور اسکی بنیاد صرف دو وجوں پر موقوف تھی اول یہ کہ عالم مرکب پرواہ سے ازلی ہے جس پر کہ ہم کافی بحث کر چکے ہیں - تکرار فضول ہے - دوئم قابل غور یہ امر ہے کہ آفرینش عالم کو طبعی خاصہ ذات خدا کا تجویز کرنے سے عالم مرکب کا آغاز نہیں متصور ہو سکتا - اس لئے اس دلیل دوم سے ثبوت تناسخ حد تکمیل تک البتہ پہنچ گیا - مگر جیسا کہ ہم نے بیان کیا نقص یہ لازم آتا ہے کہ خدا نظام عالم کا فاعل مختار رہتی نہیں رہ گیا اس کے وجود کو موجودہ نظام عالم کا وجود لازم ہے نہ باختیار خود پیدا کیا اور نہ فنا کر سکتا ہے - نعوذ باللہ بہ فنا گویا فنائے ذات باری تعالے ہوگی - عالم اسکی حکومت بھی نہیں اعمال کی جزا اور سزا کیسی - اسلئے یہ امر محال کیسے ہو سکتا ہے لہذا تناسخ بھی امر محال کو مستلزم ہو کر لفظاً بےمعنی ہو گیا - خدا کو علت فاعلی عالم کے لئے تصور کرنا - درانحالیکہ وہ اس کا فاعل مختار نہیں فعل عبث ہے - علت مادی کی کیا ضرورت - جیو اور مادہ کو قدیم بالذات کہنے کی ضرورت محض اثبات تناسخ کی وجہ سے تھی لہذا اب ان کو دنیا کی علت ماننے کی کیا ضرورت رہی - ازل سے پرے اور آفرینش چکر کبھی فنا آگیا - بڑے لمتوگنی غیر متحرک درخت - کیڑا مکوڑا - مچھلی - سانپ بچھوا - جیوانات - پرند و پرند کا جسم کیونکر حاصل کر سکتے ہیں - ایسے ہی ستوگنی اور جوگی اپنے اپنے مراتب کو کیسے پہنچ سکتے ہیں - کیونکہ یہ امور ان کے خود اختیاری ہیں - اور جس کو مختار ہونا تھا - وہ مختار نہیں رہا - علی ہذا القیاس بھی امر موہوم ہوئی - خدا سے دعا کرنے کا کوئی نتیجہ نہیں عبادت سے کوئی مدعا نہیں - یوگی لوگ سمادھی میں اسکے پرکاش کے منتظر ہیں - جلوہ دکھلانا پرماتما کے اختیار میں نہیں غرض یہ کہ خدا کے غیر مختار ہونے سے جملہ ارکان مذہبی پامال ہو گئے - ہاں صرف ایک مسئلہ نیوگ کا باقی رہتا ہے - بہر حال یہی غنیمت ہے دیکھئے مسئلہ تناسخ پر تجویز دوم اس حد تک پہنچانے کو تیار ہو گیا تاہم بھی سوامی جی کا بہ غور مضامین وید مطالعہ میں منہمک ہو کر فرمانا کہ مختلف قسم کے سکھ دکھ وغیرہ دیکھ کر پہلے جنم کا قیاس کیوں ٹھہر کرنے کے ساتھ اتنا نہیں بتاتے کہ یہ کسی پیش نظر کی روح کسی خاص فعل بد کی وجہ سے اس قالب میں آئی - ہو نفس الامر میں اس کا کیا ثبوت ہے - قیاس لینا محض فرض کر لینے کا نام نہیں اس کے مقدمات بغیر کافی ثبوت کے قابل تسلیم نہیں ہوا کرتے یہ کہنا کہ منو سمرتی میں موجود ہے - منوجی کا فرمودہ ہے - ان کے اشلوکوں میں لکھا ہے کہ بڑے تموگنی غیر متحرک درخت کیڑے مکوڑوں کے جنم میں جاتے ہیں کسی عاقل کے مقابلہ میں حجت نہیں - اسکے واسطے پہلے تناسخ کو دلائل سے ثابت کرنا چاہیئے جو باعث تسکین قلب ہوں اسکے بعد کتب معتبرہ مذہبی کا حوالہ کارآمد ہو سکتا ہے - سوامی جی کی دونوں وجہیں درباب ثبوت تناسخ کی واقعی حالت معلوم ہو جانے پر پہلی دلیل کی کیا وقعت ہو سکتی ہے - کیونکہ دلیل اول خود با مداد مسلمات سوامی جی مبطل تناسخ ہے اور دلیل دوم نے خدا کو فاعل بالاضطرار بنا کے سارا مذہبی تار و پود توڑ دیا - اسلئے تناسخ کا اعتقاد کرتے ہوئے بربنائے دلیل دوم کس طرح سے بھی درباب آفرینش عالم خدا کا اقتدار تسلیم نہیں کیا جا سکتا - سوامی جی کا ثبوت تناسخ میں کہ اگر پہلے جنم کو مانو تو خدا طرفدار ہوتا ہے - اسوقت صحیح ہو سکتا ہے کہ جب تناسخ کے ساتھ خدا اپنے کمالات و صفات کے درجہ میں باقی بھی رہ جائے - اور اس کا تعلق اختیاری دنیا کے متعلق ثابت بھی ہو - جب خدا دنیا کے پیدا کرنے و نیز اپنے افعال میں مختار ہونے سے بیکار خیال کیا گیا - تو اس کا انصاف کرنا یا نہ کرنا طرفدار ہونا یا نہ ہونا کیونکر متصور ہو سکتا ہے - کیونکہ یہ سب افعال ارادی و اختیاری ہیں - اور وہ اپنے افعال میں غیر مختار ہے - جبکہ سوامی جی کی تجویز درباب آفرینش عالم پرماتما کے جسم سے جامۂ الوہیت اتار چکی تو سوامی جی کا بہ ہدایت وید مقدس پرارتھنا کا سبق دینا ضرور تعجب انگیز ہے - ستیارتھ پرکاش باب [illegible] ہے - اگنی آپ مہربانی کر کے جس عقل کی اودیا سا عالم گیانی اور یوگی لوگ کرتے ہیں - اب آپ مجھے اس عقل سے آراستہ اور عقلمند کیجئے - آپ نور کل ہیں - مہربانی کر کے مجھے بھی نور بخشئے - آپ لاانتہا سامرتھ والے ہیں مجھے بھی طاقت عطا کیجئے - آپ برے کاموں اور برے کام کرنے والوں سے غضبناک ہیں اسلئے مجھے بھی نو ایسا ہی بنائیے انتہی - ان کا ایسا علم حقیقی کے واسطے التجا کرنا کہ وہ بغیر خدا کے تعلق پیدا کرنے کے حاصل نہ ہو سکے - دعا سے بہ عقائد سوامی جی یہ مراد ہے [illegible] رسالہ رتن مالا میں مرقوم ہے - خودی کا دور ہونا - انکساری کا پیدا ہونا تحصیل اوصاف حمیدہ کے لئے حوصلہ بڑھنا - انتہی - جبکہ حصول علم حقیقی خدا سے تعلق کرنے پر تائید خدا ممکن ہے - اور خدا کو اپنے افعال میں اختیار نہیں باوجود اس علم کے جو بانیان ویدک دھرم کو خدا کی نسبت ہے - ایسی دعا کی تعلیم دینا - اور ویدک دھرم والوں کا اس پر عمل کرنا اور فعل عبث کی خواہش کرنا - درانحالیکہ خدا غیر مختار ہے ثمرات مذکورۂ بالا سے کوئی ثمرہ مرتب ہو سکتا ہے اور کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے - سماجیو! دیکھو یہ سب تناسخ کا ثمرہ ہے - پرماتما کے تحمل بہ تنے کے یہی معنی ہو سکتے ہیں کہ توانا پرمیشور نے ازل سے پرکرتی اور جیو دونوں غیر مخلوق اور کمزور اشیاء کو گرفتار کرکے اور ترکیبی صورت میں لا کر ان پر قابض اور متصرف ہوا - اور ظالمانہ طریقہ سے ان کے اعمال پر نظر کرکے بذریعہ تناسخ بلا اظہار خطا جزا و سزا دینے لگا اور بہ نظر تحمل ان کو انسانی قالب سے لیکر نجاستوں کے کرم تک کا قالب دیدیا - اور ان کو متنبہ نہ کیا گیا کہ تمہیں کس خاص فعل بد کی وجہ سے یہ سزا دی گئی - تاکہ آئندہ ایسی مصیبت میں گرفتار ہونے سے محفوظ رہتے اگر ایسا کرتا تو شیرازۂ نظام عالم منتشر ہو جاتا - کیونکہ بہ عقائد سوامی جی محدود القدرت خدا کے پاس بھی چند چیزیں ہیں - علاوہ ازیں ان کو فطری آزادی اور حقوق سے بھی ترکیبی صورت میں لا کر محروم کر رکھا ہے -

بعد بطلان تناسخ وجہ اختلاف اشیا

ہر ایک سمجھدار و عاقل بشرطیکہ تعصب مذہبی خلل انداز نہ ہو - نہایت آسانی کے ساتھ سمجھ سکتا ہے کہ یہ مختلف انواع اور اقسام کی مخلوقات اور گوناگوں صنعتوں کی کائنات اس صناع مطلق کی لاانتہا قدرت کاملہ کی نمونہ ہیں - اور عالم مخلوقات میں کوئی چیز سماوی ہو یا ارضی نباتاتی ہو خواہ حیوانی - مادی ہو یا عنصر یا ذی [illegible] غیر ضروری نہیں [illegible]

آلہیہ کا اقتضا اور مظہر ہیں - ہر شئے اس کی کسی نہ کسی کمال کو ظاہر کرتی ہے - جبکہ ہر ذی عقل کے روبرو ذرا تامل کرنے سے ایسا حیرت افزا منظر آ موجود ہوتا ہے تو باوجود اس احساس اور ادراک کے ذات باری تعالےٰ پر اس کے کسی فعل سے الزام یا طرفداری نہیں عائد ہو سکتی جیسا کہ سوامی جی نے درباب ثبوت تناسخ خیال کیا ہے - اور تخالف نوعی و شخصی کا باعث سزا و جزا نہیں متصور ہو سکتا - عالم اسباب میں سلسلۂ نظام با حسن وجوہ بلا اختلاف اشیاء اپنے مدارج کمال کو طے نہیں کر سکتا - اور ایسے بیشمار انواع اور اصناف کی کائنات اور اس میں موجود ودیعت کردہ کیفیات کو معائنہ کرتے ہوئے اسکی قدرت کاملہ کو تسلیم کرنا افضل ہے - یا جنم سابق کا عذاب خانہ اور تناسخ کو تجویز کرکے خدا کو اسکے مراتب کمال اور مدارج الوہیت سے گرانا بہتر ہے - اگر وید مقدس و نیز سوامی جی کی تعلیم خدا کو بیکار ثابت کرتی ہے تو کس ضرورت سے اس کے وجود کو تسلیم کیا اس سے بھی انکار کر دیتے - کیا ایسی تعلیم اصول مذہبی اور ضوابط حق پرستی کی رہنما ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں - ہماری تحریر سے غالباً آپ کوئی چیز مخفی نہیں رہ گئی ہوگی کہ اگر حسب ہدایت وید مقدس یا سوامی جی خدا کو علت فاعلی تجویز کرنا اور ساتھ اس کے ساتھ ہی آفرینش عالم کو طبعی خاصہ بھی ذات خدا کا تجویز کرنا دونوں قول باہم متناقض ہیں - ایک کا صدق دوسرے کے کذب کو لازم ہے - ایک ہی ملہم پرماتما اور چاروں وید اسکی الہامی کتاب بہ شہادت سوامی جی کہیں تو دنیا کا فاعل بالاختیار ہوتا ہے اور کہیں فاعل بالاضطرار بن جاتا ہے اور اپنے کلام کے انجام کا خیال نہیں کرتا کہ اگر کسی کو یہ خیال پیدا ہو کہ ویدوں میں ایسا تناقض ہرگز نہیں یہ محض سوامی جی کی تحریفات کا نتیجہ ہے جس کی بدولت ویدوں کی بھی آبرو ریزی ہوئی تو اس کا جواب ہم دیتے ہیں کہ سوامی جی نے اپنے طبعزاد مضامین کو ہرگز رکن مذہب قرار نہیں دیا ہے کیونکہ بمقتضائے مسئلہ تناسخ بالمطابقت دلالت کرتا ہے کہ آفرینش عالم خواہ مخواہ خاصہ طبعی ذات خدا کا ہے تاکہ عالم مرکب کا آغاز ثابت نہ ہو کیونکہ عالم مرکب کا پرواہ سے ازلی ہونا اسیوقت پایۂ ثبوت کو پہنچ سکتا ہے - اسلئے دلیل مذکور درباب تناسخ کی تکمیل کسی وجہ سے بالضرور لازم ہوگی - سوامی جی نے اس مضمون کو اپنشد اور سمرتی سے لیا ہو خواہ شرتی سے چونکہ شرتی سب علوم کا منبع ہے - اور یہ سب اسکی شاخیں ہیں تناقض اقوال کا الزام بحالت تسلیم تناسخ محض شرتی پر عائد ہوگا - خیر حاصل یہ کہ دونوں تعلیم بجد متناقض اور متضاد ہیں - اور اسلئے رفع تناقض اور تضاد کے لئے سوامی جی کے قول کو قول فیصل تجویز کرکے نتیجہ کا اخذ کرنا ناظرین کے سپرد کرتے ہیں - سوامی جی نے کلام الٰہی ہونے کے لئے جو معیار تجویز کیا ہے اور جن لفظوں میں ادا کیا ہے اس میں شک نہیں کہ آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے فی الاصل کلام الٰہی کو من کل الوجوہ کلام صادق ہونا چاہیئے اور اس میں امکان کذب کسیطرح سے بھی متصور نہیں ہو سکتا - ستیارتھ پرکاش باب صفحہ ۲۵ جیسا کہ ایشور کا علم غلطی سے مبرا ہے ویسے ہی جس کتاب میں غلطی سے مبرا علم کا بیان ہے وہ کلام الٰہی ہے - انتہی - کیا یہ معیار صحیح ہے ہرگز نہیں - اسلئے کہ چند شرائط دیگر جن کے قلمبند کرنے میں سوامی جی نے غفلت کی - بہر حال عبارت مذکورہ بالا سے یہی نتیجہ برآمد ہوا کہ جو علم غلط ہو وہ ایشور کا نہیں - یا جس کتاب میں غلط علم کا بیان ہو وہ کلام الٰہی نہیں - جبکہ ویدوں کے ملہم پرماتما نے آفرینش عالم طبعی خاصہ اپنا بتلایا - اور اسکو یہ بھی محسوس نہ ہوا کہ اس کے جسم سے جامۂ الوہیت کا اتر رہا ہے تو کیا ایسا پرماتما ہمہ دان اور اس کا علم غلطی سے مبرا ہو سکتا ہے - اور وید مقدس کا ایک مقام پر خدا کو فاعل بالاختیار اور دوسری جگہ فاعل بالاضطرار بطبع اثبات تناسخ بتلانا گیا اس کی صداقت کی تصدیق کرتا ہے - ہر ایک سمجھدار اسکو جان سکتا ہے کہ یہ سب نقائص بہ غرض پرورش مسئلہ تناسخ بمعتقدات و مسلمات سوامی جی لازم آگئے اور باعتقاد تناسخ وجود اور عدم وجود برابر ہو گیا - اور اگر یہ خیال صحیح ہے تو نیک و بد اعمال [illegible] کا بھی خطرہ نہیں رہ گیا - کامل آزادی مل گئی جبکہ [illegible] سے نجات ہو گئی - بہرکیف اس مذہب کی اطاعت سے سوامی جی کا مقصد جو کچھ بھی ہو لیکن مذہبی مسلمات اپنے پیروؤں کو کشاں کشاں [illegible]

[illegible] قرآن مجید نے جو درجہ خدا کی توحید اور صفات کاملہ کا بتایا اور ہم کو پوری پوری ہدایت کی ہے - اس تعلیم سے مزید تعلیم غیر ممکن ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ ذات واجب الوجود بجمیع وجوہ جملہ نقائص [illegible] سے مبرا اور منزہ ہے ایسی ذات مستجمع جمیع صفات [illegible] اور عبادت ہمارا فرض عین ہے - لہذا قرآن حکیم کی تعلیمی احکام کی پیروی میں کسی نوع کا تمدنی دنیاوی علمی نقصان لازم نہیں آتا - برخلاف اسکے دیگر توہمات اور تخیلات میں مبتلا ہو کر انسان ایسا دوغلسفہ میں آجاتا ہے جو عقل سلیم اور فہم مستقیم کے بالکل خلاف ہے - مذہب کے صادق اصول اور عقائد کو واقعہ کے مطابق ہونا ضروری ہے - لیکن توہمات کا دخل نہ ہونا چاہیئے - ۱۴ دسمبر ۱۹۲۴ء

(راقم عبدالرحمن صدیقی گورکھپوری - احمدیہ بلڈنگ لاہور)

اخبار احمدیہ

حضرت امیرایدہ اللہ سفر پشاور سے واپس تشریف لے آئے

مسلم ہائی سکول کی بنیادوں کے بھرنے کا کام شروع ہوگیا ہے - احباب کرام دعا فرمائیں کہ اللہ تعالے اس عظیم الشان کام کو وقت پر تکمیل تک پہنچائے - حضرت امیر اور دیگر بزرگان ملت عمارت کی نگرانی بنفس نفیس کرتے ہیں اور نہایت سرگرمی کے ساتھ رات دن اس کام کو تکمیل تک پہنچانے میں مصروف ہیں اللہ تعالے ان کی مخلصانہ جدوجہد کو کامیاب اور بارآور فرمائے جن دوستوں نے مسلم ہائی سکول کے لئے ماہ نومبر کی آمد کا چھٹا حصہ ابھی تک ادا نہیں کیا وہ بہت جلد اس طرف متوجہ ہوں - اور قوم کی ان اہم ذمہ داریوں کو پہچان کر نے اور بروقت نصرت بڑھائیں تا ان کی غفلت کے نتیجہ میں ساری قوم کو نقصان نہ اٹھانا پڑے ایساہی برلن مسجد کے لئے موعودہ رقم بہت جلد ادا ہونی چاہیئیں اور حضرت امیر نے جو ایک سو مزدوروں کا مطالبہ کیا ہے اسکو بے نفس العزیز پورا کرنے کی کوشش کی جاوے۔

آج کی اشاعت میں خواتین سلسلہ سے حضرت امیرایدہ اللہ نے جو خطاب کیا ہے اسکو علیحدہ چٹھی کی صورت میں فرداً فرداً احباب کرام کو بھیجا گیا ہے - تاکہ وہ اپنے گھروں میں پہنچا دیں جن دوستوں کو علیحدہ چٹھی نہ پہنچ سکے وہ اخبار کا یہ پرچہ اپنے گھروں میں پہنچا کر اداء کے لئے مستدعی ہوں -

جالندھر [illegible] شیخ محمد صادق صاحب سٹی انسپکٹر آف پولیس کی تبدیلی کی خبر ہے - لیکن شیخ صاحب کی حسن کارکردگی کا اہل جالندھر پر یہاں تک اثر ہے کہ ۱۰ - جنوری ۱۹۲۵ء کو اہل شہر کا ایک عام جلسہ اس غرض سے منعقد ہوا کہ حکام سے درخواست کی جائے کہ شیخ صاحب کے وجود سے اہل جالندھر کو زیادہ دیر تک متمتع ہونے کا موقعہ دیا جاوے -

یہ جلسہ [illegible] حضرت امام نصیرالدین میں شیخ نیاز محمد صاحب میونسپل کمشنر صاحب کے زیر صدارت منعقد ہوا اور رذیل کے رزولیوشن اتفاق سے پاس ہوئے -

(۱) باشندگان جالندھر کا یہ جلسہ شیخ محمد صادق صاحب کا دلی شکریہ ادا کرتا ہے کہ انہوں نے شہر کو جوا بازوں اور عادی مجرموں سے پاک کر دیا ہے - اور ان لوگوں کے خلاف جو منشی اشیاء کی تجارت میں منہمک تھے سختی کے ساتھ کارروائی کی۔

محرک: لالہ [illegible] رام وکیل سکرٹری - ڈی - اے - وی ہائی سکول کمیٹی -

تائید: [illegible] احمد صاحب سابق سکرٹری ڈسٹرکٹ [illegible]

[illegible]

کو [illegible] کرتے ہیں [illegible] ہر نہیں [illegible] شہر کو جرائم پیشہ [illegible] سے پاک کر کے [illegible]

[illegible]

کو بھیجی جائیں -

محرک: - ڈاکٹر گنگا سنگھ صاحب سابق میڈیکل آفیسر گورنمنٹ پنشنر -

مؤید: - ڈاکٹر عبدالحق صاحب قریشی ہومیوپیتھک اینڈ بائیوکیمک پریکٹیشنر و جائنٹ سکرٹری انجمن اشاعت اسلام جالندھر

بقیہ صفحہ اول

وہاں بھی یہی قانون نظر آتا ہے، یہی قانون الٰہی اشاعت اسلام کے متعلق عملاً نظر آرہا ہے، اس قدر محققین انگلستان کا جن میں سب کے سب کلیسیا کے اعلےٰ سے اعلےٰ عہدہ دار ہیں - برسوں سے ایمانداری سے تحقیق کرنا - برسوں سے ان باتوں کو سوچتے رہنا کہ موجودہ عیسائی مذہب کہاں تک مذہب حقہ ہے، اور پھر نہایت خاموشی کے ساتھ نتائج بالا پر آجانا، لیکن ان سب کے اظہار کا وقت اللہ تعالےٰ کی مشیت میں وہی قرار دیا جاتا ہے، جب اشاعت اسلام کے لئے ایک قدم خواہ وہ کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو، ایک مسلم کی طرف سے اٹھایا جاتا ہے وہ قدم کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا جب تک متداولہ عقائد و خیالات کا قلع و قمع نہ ہوجاوے، غیر مسلم مقامات میں اسلام کا پھیلانا گویا اس جگہ پر ایک نئی عمارت کھڑی کرنی ہے، جہاں پہلے سے ہی بہت سی عمارتیں کھڑی ہیں - جب تک یہ عمارتیں نہ گریں - تب تک نئی عمارت کہاں قائم ہو لیکن قربان جاؤں خداتعالےٰ کے کہ ادھر ہندوستان ایک معمار جاتا ہے - ادھر آسمان پر پہلی عمارتوں کے گرانے کا انتظام ہوجاتا ہے، ابھی اسے انگلستان میں قدم رکھے ہوئے تین سال نہیں ہوتے، ابھی اس کے پاس تعمیر کے سامان بھی جمع نہیں ہوئے - کہ پرانی عمارتوں کے انہدام کا کام بڑے زور و شور کے ساتھ خدائی ہاتھ شروع کر دیتا ہے - یہ خدا کا ہاتھ نہیں تو اور کیا ہے - کہ بشپ، ڈین - ڈیکن، آرچ ڈیکن، سب کے سب خود بخود مروجہ عیسائیت کے ایک ایک عقیدہ کی بیخکنی کر رہے ہیں -

انجیل و توریت کے متعلق ارکان کلیسا کا فیصلہ

ایک مسلم مبلغ کو فیصلہ قرآنی کے ماتحت انہیں یہ اطلاع دینے کی ضرورت نہیں پڑتی - کہ انجیل و توریت کے بہت سے حصص میں انسانی ہاتھ کی آمیزش ہے بلکہ ۱۹۱۹ء میں خود بڑے [illegible] کے پادری انگلستان میں جمع ہو کر اسقف اعظم آرچ بشپ آف کنٹربری کے دربار میں میموریل پیش کرتے ہیں، کہ ہم یہ حلف اٹھانے کو تیار نہیں کہ انجیل اور توریت خدا کی طرف سے ہے، یہ وہ قسم ہے جو ڈیکن بننے کے وقت ایک پادری کو کھانی پڑتی ہے، ان باتوں کی تفصیل میں نے اپنی کتاب ینابیع المسیحیت میں کر دی ہے - اور یہ بھی کس قدر خدا کا فضل ہے، کہ اسی کتاب کی تصنیف نے دنیا پر ظاہر کر دیا، کہ مسیحیت یا کلیسیت کی کل کی کل متداولہ تعلیم شمس پرستی کو لی گئی ہے، صرف مسیح مریم، بیت اللحم، بیت المقدس جیسے ایک مقامات نئے ہیں - والا کل کے کل حالات، حکایات، معتقدات رسومات اور تہوار شمس پرستی کے ہیں، جو جناب مسیح کی پیدائش سے صدیوں پہلے دنیا میں موجود تھے،

(باقی)

تازہ خبریں

—— مدراس میل کا نامہ نگار مقیم پانڈیچری رقمطراز ہے - بولشویکوں کے معتمد مسٹر [illegible] کانپور کا ایک ملزم گذشتہ چار ماہ سے مفرور تھا - اور اس نے پانڈیچری میں پناہ لی تھی - اب مقامی حکومت نے اسے حکم دیا ہے وہ عدن کے قریب فرانسیسی بندرگاہ میں یا سیگون یا پایۂ تخت انڈوچائنا میں چلا جائے کیونکہ وہ سیاسی پناہ گزین ہونے کے باعث برطانی ہند میں نہیں بھیجا جاسکتا ملزم نے ڈاکٹری سرٹیفکیٹ پیش کیا کہ وہ سفر کرنے سے قاصر ہوں چنانچہ اسے ایک موضع میں رہنے کی اجازت دیدی گئی ہے جو پانڈیچری سے پانچ میل کے فاصلہ پر ہے -

—— گورمکھی کے اخبار [illegible] کے ایڈیٹر بھائی لال سنگھ صاحب زیر دفعہ ۱۲۴ - الف تعزیرات ہند گرفتار کئے گئے اور ان کا مقدمہ پنڈت سری کرشن مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش ہوگا -

—— کل رات کٹڑہ جیل سنگھ امرتسر میں خوفناک آتشزدگی واقع ہوئی سردار گوردیال سنگھ کے مکان کو بہت نقصان پہنچا - اور پچاس ساٹھ ہزار روپیہ تک کا نقصان ہوا -

—— آج علی الصباح نارتھ ویسٹرن ریلوے پر جارپیر کی ڈاؤن ٹرین اور ایک مال گاڑی کے درمیان تصادم ہوگیا - مال گاڑی دگرانا سٹیشن پر کھڑی تھی چھ مسافروں اور ڈرائیور کو ضربیں آئیں - ایک اور مسافر کی حالت نازک بتائی جاتی ہے -

معاصر پرتاب ۱۷ جنوری کی اشاعت میں رقمطراز ہے کہ لالہ دونی چند بیرسٹرایٹ لا نے جو لالہ جیون داس کے مقدمہ کی پیروی کرنے کیلئے کوہاٹ تشریف لے گئے ہیں ایک ملاقات کے دوران میں کوہاٹ کے ہندو مسلمانوں کی صلح کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ جو کچھ ہوا اچھا ہوا صلح ہوجانے کے متعلق دیوان ہنمت رام نے مہاتما جی اور [illegible] کو برقی پیغام بھیجے ہیں -

—— ناگپور کے نزاع ہندو مسلم کے متعلق پنڈت موتی لال نہرو اور مولانا ابوالکلام آزاد نے ایک اعلان اخبارات میں شائع کیا ہے جس میں مسجدوں کے سامنے گانے بجانے کے مسئلے کی توضیح کی گئی - ان کا بیان ہے کہ فریقین نے ان کے فیصلے پر رضامندی ظاہر کی ہے لیکن یہ بات نہایت مسرت انگیز ہے کہ ہنوز ناگپور کے لوگوں میں سے کسی کی شہادت ہی نہیں لی گئی تھی کہ مسلمانوں نے آکر کہدیا کہ گو حسب رواج وہ مسجدوں کے سامنے ہر طرح گانا ناچ بند کرا سکتے ہیں لیکن وہ اسباب پر اڑنا نہیں چاہتے اور اسبات کو ہندوؤں کی نیک نیتی اور حسن احساس پر چھوڑتے ہیں نفس مسئلہ کے حسن و قبح پر بحث کرنے سے اگر فیصلہ ہو بھی جائے - جب بھی دلوں میں کدورت رہ جاتی ہے - اور خوشگوار تعلقات کے بحال ہونے کی راہ میں مشکلات حائل ہو جاتی ہیں اس لئے مسجدوں کے سامنے اور نماز کے وقت گانے بجانے کو نہایت تکلیف دہ سمجھنے کے باوجود ہم اس قانونی حق سے دست بردار ہوتے ہیں - مولانا ابوالکلام آزاد اور پنڈت موتی لال نہرو نے مسلمانوں کو ان کی دانشمندی اور جذبہ حب وطن پر مبارکباد دی اور جانبین سے کہا کہ وہ اپنے اپنے خیالات قلمبند کرائیں مسلمانوں نے تجویز پیش کی اور ہندوؤں نے ان کی روح مصالحت کا پورا پورا اعتراف کیا اور عہد کیا کہ وہ مسلمانوں کو کسی طرح کی تکلیف نہیں پہنچنے دیں گے

—— معزز معاصر فارورڈ رقمطراز ہے کہ لارڈ لٹن گورنر بنگال نے بنگال آرڈیننس بل کو جسے بنگال کونسل نے کثرت رائے سے مسترد کر دیا تھا اپنے اختیارات سے منظور کر دیا ہے اور توقع کی جاتی ہے کہ لارڈ ریڈنگ بھی امروز فردا میں منظوری دینے والے ہیں

—— مسٹر ٹی ایس رام چندر راؤ صدر لبرل اور آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے رکن کونسل آف اسٹیٹ کی جگہ کے لئے امیدوار ہوں گے -

—— وزیر آباد میں بھائی ابنا شاسنگھ کی دھرمسالہ کے مہنت کرپال سنگھ کے خلاف تقریباً چار سال سے جو دیوانی مقدمہ زیر دفعہ ۹۲ سنگھ سبھا گوجرانوالہ اور وزیر آباد نے جو دائر کر رکھا تھا - آج اس کا فیصلہ سنا دیا گیا ہے عدالت نے مہنت کرپال سنگھ کو بری کر دیا -

—— اخبار ٹائمز کا نامہ نگار مقیم رنگا رقمطراز ہے کہ سوویٹ کے جرائد نے سائبیریا میں ایک سونے کی کان ملنے کی اطلاع شائع کی ہے - نامہ نگار لکھتا ہے کہ اس کان کے ایک مربع گز ریت سے چار اونس سونا نکلتا ہے - ابھی تک مقام کا پتہ نہیں لگا - اخبار یہ دریافت لکھتا ہے کہ یہ دریافت صحیح ہے -

اشاعت و توسیع اسلام

ووکنگ مسلم مشن کے اثرات

ہمت کرکے قدم اٹھاؤ۔ نصرت خداوندی تمہارے انتظار میں ہے

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی اپیل برادران ملت سے

(گذشتہ سے پیوستہ)

مسیحیت کی نئی عمارت اسلامی اصولوں پر

برادران اسلام۔ اب یہ آپ کے غور کا مقام ہے۔ کہ ہماری ایک ادنٰے سے ادنٰے کوشش کے مقابل اللہ تعالےٰ کے افضال کس بے انداز طریق پر ہمارے شامل حال ہوئے۔ کیا اگر ہم اپنی ان کوششوں کو کئی گنا کردیں۔ تو اس کی رحیمیت کا قانون مستمرہ ہماری کوششوں کے مقابل دس یا سو گنا نتائج مترتب نہ کرے گا۔ خود غور کرو کہ ایک طرف نصرانیت مرٹی، اس کی بنیادیں اکھڑ چکیں۔ اور تو اور خواص کے معلم اس سے بیزار ہو چکے۔ سیاسی مصلحتوں کی مجبوری آج علی الاعلان انہیں اپنے مذہب سے جدا ہونے نہیں دیتی۔ وہ چاہتے ہیں کہ نام تو انگلستان کے مذہب کا عیسائیت ہی رہے، لیکن اس کا مفہوم کچھ اور ہو۔ بمقام پلائی موتھ (Plymouth) ہو، ۱۹۲۳ء میں جو کانفرنس بیٹھی۔ اس کا مقصد۔ اس انہدام مذہب کے بعد اس کی نئی تعمیر کی کوشش تھی۔ انسان کے بنانے سے مذہب نہیں بنتا، یہ لاکھ کوشش کریں۔ یہ سب کوششیں بیہودہ اور فضول ہیں۔ رہنماءِ الناس اپنی سیاسی امور کی خاطر اپنے ضمیر اور قلب کو بیچ سکتے ہیں۔ اور نہ مشکل اغراض کے لئے ایمان فروشی کرسکتے ہیں۔ انہی امر نے گرجے خالی کردیئے۔ اسی امر نے نئے پلیٹ فارم مذاہب قائم کردیئے۔ ان تمام نئے مذاہب پر جو اس وقت مغرب میں بن رہے ہیں، خوب غور کرلو، خود قصر مسیحیت کی ان بنیادوں کو اکھاڑنے والوں کی ان کوششوں پر غور کرو۔ جو وہ نئی عیسائیت کی تعمیر میں صرف کررہے ہیں۔ ان سب کوششوں میں تم ایک ہی بات پاؤ گے۔ ان نئے مذاہب کا کل کا کل مصالحہ اسلام سے لیا جارہا ہے۔ وہی اسلامی خط وخال ان نئے مذاہب میں نظر آتے ہیں،

الی الاسلام

چنانچہ اس موضوع پر میں نے ایک انگریزی میں کتاب لکھی ہے۔ جس کا نام "الی الاسلام" (اسلام کی طرف) ہے۔ اس کتاب میں یہ دکھایا کہ یہ مذہبی تحریکیں جو عیسائیت کی بربادی پر مغربی قلوب کو اپنی طرف کھینچ رہی ہیں، اپنی تعلیم وعقائد کے لئے اسلام کی مرہون احسان ہیں۔ میں نے اس کتاب میں مشہور تحریکات میں سے ایک ایک کو لے کر یہ دکھلایا ہے کہ ان میں سے ہر ایک میں ۸/۱ یا ۹/۱ اسلام ہے، اور جہاں اختلاف ہے اس کی معقول طریق پر تردید کی گئی ہے، اور اس کے مقابل اسلامی صداقتیں دکھلائی گئی ہیں۔

اسلام کے متعلق مغرب کا اشتیاق

بالمقابل امور ذیل پر غور کرنے سے معلوم ہوجائے گا، کہ اسلام پر واقفیت حاصل کرنے کی کہاں تک مغرب میں خواہش ہے۔ ایک وہ وقت تھا، کہ جب مجھے ایک لیکچر کی خاطر پانچ چھ پونڈ صرف کرنے پڑتے تھے، یعنی کسی ہال کو کرایہ پر لیا جاتا تھا، اشتہار چھاپے جاتے تھے، کچھ چائے پانی کا انتظام کیا جاتا تھا، بہت سارا محصول ڈاک فرداً فرداً اشتہار بھیجنے میں صرف ہوتا تھا، پھر ان اخراجات اور محنتوں کے مقابل بمشکل پینتیس چالیس آدمی لیکچر سننے کے لئے آجاتے تھے، آج خدا کے فضلوں کا کہاں تک شمار ہو، خود بخود انگلستان کے مختلف حصص، مختلف سوسائٹیاں اور انجمنیں ہم سے خواہش کرتی ہیں۔ کہ ہم انہیں سال میں تین چار لیکچر اسلام پر دیں، مکان، اشتہار انتظام ہر قسم کا ان کے ذمہ ہوتا ہے، ووکنگ سے لیکچر گاہ تک کے آنے جانے کا کرایہ بھی وہ دے دیتے ہیں، اگر ان کے شہر میں قیام کرنا پڑے، تو اخراجات مہمان نوازی بھی ان کے ذمہ۔ اگر اب ہماری طرف سے کمی ہے، تو اس مطالبہ کے مقابل مبلغ نہیں۔ اگر دس بھی مبلغ ہوں۔ اور انگلستان کے مختلف شہروں میں بیسیوں انجمنیں ہیں، جہاں ہم جاسکتے ہیں۔ تو یہ سب کے سب ہر وقت، ہر ہفتہ مصروف ہوں۔ جو حالت اس وقت انگلستان میں پیدا ہوگئی ہے، وہاں ہماری کوششیں ختم ہوجاتی ہیں۔ کہ ما علینا الا البلاغ۔ تبلیغ کے کل سامان پیدا ہوگئے، اس سے آگے کا مرحلہ جو ہدایت کا ہے، وہ خدا کے ہاتھ میں ہے، سننے والے چاروں طرف موجود ہیں، خوشی سے سننا چاہتے ہیں لیکن سنانے والے کہاں ہیں۔ بالمقابل ہمارے مسلم احباب ہند ان خبروں کو پڑھتے رہتے ہیں۔ کہ وہاں کے لوگ برابر مسلمان ہوتے جارہے ہیں۔

ذرائع تبلیغ

ہمارے مسلم بھائیوں کو یہ سن کر حیرت ہوگی۔ کہ یہ لوگ کن ذرائع سے مسلمان ہوتے ہیں۔ ان میں اکثر وہی لوگ ہیں جنہوں نے انگلستان کے مختلف کتب خانوں میں اسلامک ریویو کا مطالعہ کیا ہے، یا کسی طریق پر انہیں انگریزی کتابیں پہنچیں۔ اچانک ڈاک والا ہمیں خط دیتا ہے، اور اس میں لکھا ہوتا ہے کہ میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں میں فلاں دن اس غرض کے لئے ووکنگ یا لنڈن آؤں گا۔ یا مجھے طریق اعلان لکھ بھیجئے میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔ یا وہ لوگ ہوتے ہیں جو ان مختلف انجمنوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ جہاں وقتاً فوقتاً ہمارے مبلغین جاتے ہیں۔

ہمارا فرض

اب یہ حالات سوائے خدا تعالےٰ کے اور کون پیدا کرتا ہے اس کے مقابل ہمارا اگر کوئی شکریہ ہوسکتا ہے۔ تو یہی کہ ہم اپنی کوششوں کو بڑھائیں۔ اور ہماری کوششیں دو قسم کی ہونی چاہئیں۔ ایک یہ کہ **اسلامک ریویو اور دوسرا اسلامی لٹریچر جو میں لکھتا ہوں وہ کثرت سے یورپ میں مفت تقسیم ہو۔** اسی طرح مبلغین کی تعداد بھی بڑھائی جائے، یہ امر کونسا مشکل ہے، اگر مسلم برادران تھوڑی تھوڑی امداد کریں۔ تو سب کچھ ہوجاتا ہے، اگر ایک ایک صوبہ یا ایک ایک ضلع میں سے چند بزرگ اٹھ کر تہیہ کریں تو صوبہ چھوڑ ایک بڑے شہر میں سے ایک مبلغ کے اخراجات کا انتظام ہوسکتا ہے۔ اس زمانہ میں جو وسعت ہے۔ ایک قسم کی بے اعتنائی پھیلی ہوئی ہے۔ اس کا ایک سہل علاج ہے کہ کسی مشہور شہر کے چند معتبر تھوڑا تھوڑا چندہ کرکے ایک مبلغ کی تنخواہ کے کفیل ہوجائیں۔ ان کے نام پر ایک مبلغ رکھ لیا جائے گا۔ جو وہ بھیجیں وہ تنخواہ میں اسے دے دیا کروں گا۔ اسی طرح رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کی قیمت ساڑھے سات روپے سالانہ ہے، جو شخص بھی مبلغ پانچ روپیہ بھیجے۔ ہم ایک رسالہ مفت انگلستان میں تقسیم کردیں گے، اور جس غیر مسلم انگریز مرد یا خاتون کے نام یہ رسالہ مفت یورپ میں جاری کریں گے، اس کے نام و پتہ سے معطی کو اطلاع دے دیا کریں گے، ایک اور طرز بھی ہے۔ کہ اگر ایک شہر میں سال میں ایک دفعہ دو ہزار انگریزی رسالہ اسلامک ریویو کی خریداری ہوجائے۔ تو ہم اس کے مقابل ایک مشنری رکھ دیں گے۔

اساتذہ وطلبائے مسلم یونیورسٹی سے خطاب

اسی امر پر میں نے اگلے دن علی گڑھ کے طلباء کو مخاطب کیا اگر مسلم یونیورسٹی کے طلباء سال میں ایک دفعہ تہیہ کرکے ہر طالب علم سے دو روپیہ کے اندر چندہ لے لیں۔ تو ایک مشنری کے گذارے کا سامان ہوجاتا ہے۔ میں اپنے احباب پروفیسران مسلم یونیورسٹی کی خدمت میں اور ایسے ہی بعض سرکردہ متعلقان یونیورسٹی سے یہ عرض کرتا ہوں کہ وہ اس کام میں حصہ لیں [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۰ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح
لاہور
جلد ۱۳- ۲۴ جمادی الثانی ۱۳۴۳ھ نمبر ۲۳

قرضہ برائے تعمیر مدرسہ

(حضرت امیر ایدہ اللہ کے قلم سے)

سالانہ جلسہ کے موقعہ پر تعمیر مدرسہ کے کام کو چلانے کے لئے احباب سے بیس ہزار روپیہ قرضہ کی درخواست کی گئی تھی جس کے آخر سال تک ادا کر دینے کا وعدہ ہے۔ بعض احباب نے اس وقت اس آواز پر لبیک کہا۔ اور بارہ ہزار روپے کی رقم کا انتظام ہو گیا۔ لیکن ابھی آٹھ ہزار روپیہ اور بکار ہے۔ لہذا دیگر احباب سے درخواست ہے کہ وہ بھی اس کار خیر میں حصہ لے کر ممنون فرمائیں۔ جو رقم اس وقت دی جائے گی۔ وہ ۳۱- دسمبر ۱۹۲۵ء تک انشاء اللہ تعالےٰ بہرحال ادا کر دی جائے گی۔ جن احباب کے پاس ایسا روپیہ ہو۔ جو بنک میں یا گھر میں پڑا ہو۔ وہ انجمن پر پورا اعتماد کر سکتے ہیں۔ اور جس طرح چاہیں اپنی تسلی کر سکتے ہیں۔ لیکن اس وقت ایسی امداد کے بغیر انجمن کو بہت سی زیر باری ہوگی احباب بہت جلد توجہ فرما کر ممنون فرمائیں۔ والسلام۔

کمثل الحمار یحمل اسفارا

گذشتہ اشاعت میں ہم جمعیتہ العلماء کے اجلاس مراد آباد کا ایک ... قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر چکے ہیں۔ معاصر "مسلم آوٹ لک" نے اپنی ۱۸ر جنوری کی اشاعت میں جمعیت کی اس کانفرنس پر ایک تفصیلی نظر ڈالی ہے۔ قرآن کریم کے احکام اور شریعت اسلامی سے پورے طور پر واقفیت ہونے کی وجہ سے علماء سے یہ توقع کرنا بجا ہے۔ کہ وہ جب ایک کانفرنس کے اندر مل کر بیٹھیں۔ جیسا کہ وہ مراد آباد کی کانفرنس میں جمع ہوئے تو ناواقف لوگوں کو بتائیں۔ کہ کہاں ان سے غلطی سرزد ہوئی ہے۔ ہمیں امید تھی کہ جمعیتہ العلماء نے کم از کم مولوی نعمت اللہ خاں کے کابل میں قتل کئے جانے پر غور کیا ہوگا۔ ہمیں امید تھی کہ علماء نے اس بارہ میں کہ آیا مولوی مذکور کو ان کے بعض ملحدانہ مذہبی عقائد کی وجہ سے قتل کیا گیا۔ یا پولیٹیکل وجوہات کی بنا پر ایک مستند بیان کی صورت میں اپنی رائے کا اظہار کیا ہوگا۔ ہمیں یہ بھی امید تھی کہ اس بیان میں غیر مسلم دنیا کو یہ بتا دیا گیا ہوگا۔ کہ قرآن کریم نے کھلے طور پر یہ اعلان کر دیا ہے۔ کہ دین میں کوئی جبر نہیں۔"

اسی طرح معاصر موصوف نے بعض دیگر اسلامی مسائل مثلاً بنکوں کے ذریعہ سے سود کے لین دین کا ذکر کرتے ہوئے بتایا ہے کہ جمعیتہ العلماء نے کس طرح ایسے ضروری مسائل کی طرف سے اغماض کیا ہے اور بعض ایسے ریزولیوشنوں پر کفایت کی۔ جو سیاسی معاملات سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ان میں بھی اپنی رائے کا اظہار ایسے طریق پر کیا ... علماء کے عدم ... اور آخر میں علماء کو نصیحت کی

ہے۔ کہ

"مسلمانوں کو اس حقیقت پر ایمان لانے کا حکم ہے۔ کہ ایک عالم آدمی جو قوت غور و فکر اور علم حقیقی سے بے بہرہ ہو "اس گدھے کی طرح ہے۔ جس کے اوپر بوجھ لدا ہوا ہے۔" اور جمعیتہ العلماء کو احتیاط رکھنی چاہیئے کہ وہ ایسے گدھوں کا مجموعہ نہ بن جائے۔"

امید ہے کہ معاصر مسلم آوٹ لک کے یہ خیالات اراکین جمعیتہ العلماء کے لئے طمانچہ بر رخسار بہ بیہ کا کام دیں گے۔

مسلم اور کافر

معاصر "مسلم آوٹ لک" نے اپنے اسی مضمون میں مولوی شبیر احمد دیوبندی کی تقریر کا ذکر کرتے ہوئے بتایا ہے۔ کہ مولوی صاحب نے یہ بیان کیا کہ

"خدا نے اپنے پاس دو رجسٹر رکھے ہوئے ہیں۔ ایک رجسٹر دوستوں کے ناموں پر مشتمل ہے۔ اور دوسرا دشمنوں کے اول الذکر میں مسلمانوں کے اور موخر الذکر میں غیر مسلموں کے نام درج ہوتے ہیں"

اس پر تنقید کرتے ہوئے معاصر موصوف رقم طراز ہے۔ کہ

"قرآن کریم میں ایک عجیب سورت موجود ہے۔ جس میں بار بار اسلام کے اصل آئینہ کو پیش کیا گیا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لاتا اور نیک عمل کرتا ہے۔ خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی اور صابی ان کا اجر ان کے رب کے ہاں ہے۔ اور ان پر کوئی خوف اور حزن نہ ہوگا۔ مولانا شبیر احمد دیوبندی کون ہیں۔ کہ وہ ان لغو خیالات سے جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔ اس شاندار پیغام امید رواداری کو رد کریں۔"

مولوی شبیر احمد کے خیالات کی لغویت تو ظاہر ہے۔ دوست و دشمن مسلمان اور کافر کے رجسٹر خدا کے ہاں وہ دیکھ آئے ہونگے۔ ہم نے تو اس کی پاک کتاب میں صرف اسی قدر پڑھا ہے۔ وکل انسان الزمنٰہ طائرہ فی عنقہ ونخرج لہ یوم القیامۃ کتابا یلقٰہ منشورا۔ ہر انسان کا اعمال نامہ ہم نے خود اسی کی گردن میں لٹکا دیا ہے۔ اور وہ قیامت کے دن کتاب کی صورت میں ہم اس کے آگے ڈال دیں گے۔ تاکہ وہ اسے پڑھ لے

لیکن اس کے ساتھ ہی معاصر مسلم آوٹ لک نے قرآن کریم سے یہ استدلال کرنے میں سخت غلطی کھائی ہے۔ کہ ہر شخص اپنے اپنے مذہب پر رہ کر نجات حاصل کر سکتا ہے۔ ایسی صورت میں اسلام اور محمد رسول اللہ صلعم یا قرآن کریم کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی نہ کسی کو اسلام کی دعوت دینے کی ضرورت ہے۔ جو جس مذہب پر بھی چاہے رہے۔ اور اس پر عمل کرکے نجات حاصل کرے گا۔ افسوس ہے کہ اس آئت پر غور نہ کرنے کی وجہ سے بہت سے لوگوں نے ٹھوکر کھائی ہے۔ حالانکہ اس آئت میں صرف اسی قدر بتانا مقصود ہے۔ کہ اسلام نے یہود اور نصاریٰ کی طرح جن کا ذکر اس آئت کے سیاق سباق میں موجود ہے۔ کسی خاص قوم کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ نہیں کیا۔ یہود اگر اپنا دین صرف یہودیوں کے لئے سمجھتے ہیں۔ تو اسلام اسکے بالمقابل دنیا کی تمام اقوام کو صلائے عام دیتا ہے۔ کہ کوئی یہودی ہو یا نصرانی یا صابی جو کوئی بھی دین اسلام کے اندر آ جائے (کیونکہ خدا اور یوم آخرت پر ایمان لانا شریعت اسلام کی اصطلاح میں اسلام میں داخل ہونا ہے۔ اور اس ایمان میں محمد رسول اللہ صلعم بھی شامل ہیں) اور جو نیک عمل کرے وہ اپنا اجر پائیگا۔ اور داخل جنت ہوگا۔

ہندوستان کی مشترکہ زبان

کسی گذشتہ اشاعت میں ہم نے مہاتما گاندھی کے اس اعلان پر کہ انہوں نے ہندی کو ہندوستان کی مشترکہ زبان قرار دیا۔ حیرانی کا اظہار کیا تھا۔ معاصر "پرکاش" اس پر تلملا اٹھا ہے اور لکھتا ہے کہ:-

"نہ معلوم مسلمانوں کو ہندی سے کیوں خدا واسطے کا بیر ہے کیا ہندی کے وہ اس لئے مخالف ہیں کہ وہ ہندوستان کی زبان ہے؟ اگر ایسا ہے تو پھر وہ ہندوستان کے ان جل، ہندوستان کی ہوا۔ ہندوستان کے کپڑے کا کیوں استعمال کرتے ہیں۔ اور ہندوستان کی زمین کے اوپر ہندوستان کے آسمان کے نیچے زندگی کے دن کیوں بسر کر رہے ہیں؟ اگر ان چیزوں سے فائدہ اٹھانے میں انہیں عار نہیں، تو ہندی سے کیوں پرخاش ہے"

ہم کا شوق لکو نہ معلوم اردو سے اس قدر بیر کیوں ہے۔ کہ اس قسم کے خیالات سے جو خواہ مخواہ ابنائے وطن میں تعصب اور تنگدلی کے جذبات پھیلانے والے ہیں۔ اس کے خلاف جہاد میں کوشاں ہے۔ ہمیں ہندی سے قطعاً کوئی پرخاش نہیں۔ بلکہ صرف اس حقیقت نفس الامری کا ہم نے اظہار کیا تھا۔ کہ ہندی ہندوستانیوں کی مشترکہ زبان نہیں۔ یہ وہ حقیقت ہے جس کی تردید حامیان ہندی آج تک نہیں کر سکے۔ محض ہندوستان کی زبان ہونا کافی نہیں۔ پنجابی بھی ہندوستان ہی کی زبان ہے تامل اور مرہٹی بھی ہندوستان ہی کی پیدایش ہے۔ لیکن کسی نے بھی آج تک ان کو مشترکہ زبان قرار دینے کی جرأت نہیں کی۔

اُردو کی پیدایش

اور تو اور خود اردو کے متعلق بھی ہمارے "معاصر" کو اعتراض ہے کہ :-

"اردو کون سی زبان ہے۔ جسے عرب، ایران سے ہجرت کرتے وقت وہ (مسلمان) اپنے ساتھ لائے۔ وہ بھی ہندوستان ہی میں پیدا ہوئی۔ اور ہندوستان ہی میں پلی اور اس کے پالن پوشن میں ہندوؤں کا مسلمانوں سے ہاتھ کم نہیں۔ آخر اردو ہے کیا؟ ہندی جس میں چند عربی فارسی الفاظ کو داخل کر دیا گیا ہے"

یہ فی الحقیقت صحیح ہے۔ اور ہم حیران ہیں۔ کہ باوجودیکہ اردو بھی ہندوستان ہی کی پیدایش ہے۔ اور اس سے بڑھ کر آج اسے یہ فخر حاصل ہے، کہ ہندوستان کے طول و عرض میں جہاں جاؤ۔ وہ بولی کو سمجھی جاتی ہے۔ اس سے ہمارے برادران وطن کو پرخاش کیوں ہے؟ کیا چند عربی اور فارسی کے الفاظ سے ان کا دھرم بھرشٹ ہونے لگتا ہے؟ کیا اس وجہ سے انہیں اردو سے پرخاش ہے کہ سات کروڑ مسلمان اس کے ذریعے ہندوستان کے "ان جل" سے متمتع ہیں؟ کیا اس وجہ سے وہ ہندی کی حمایت کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ اس کے رائج ہونے کی صورت میں شاہراہ ترقی پر برادران وطن کے دوش بدوش چلنے میں یہ ایک اور سد سکندری ان کے رستہ میں حایل ہو جائے گی۔

ہم پھر اپنے لایق ہمعصر اور دیگر ہندو معاصرین کی خدمت میں عرض کرنا چاہتے ہیں۔ کہ اردو اور ہندی کا سوال کوئی مذہبی سوال نہیں۔ نہ ہم ہندی کے اس وجہ سے دشمن ہیں کہ وہ ہندوؤں کی زبان ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو اردو کے بجائے ہم عربی کو مشترکہ زبان بنانے کی کوشش کرتے۔ بلکہ بات صرف اسی قدر ہے کہ اردو سے ہندوؤں اور مسلمانوں ہر دو کے فوائد وابستہ ہیں۔ اور ہندی محض ہندوؤں ہی کے کام آ سکتی ہے۔ مسلمان چونکہ اس سے قطعاً نابلد ہیں۔ اس لئے وہ ان کے لئے نقصان دہ ہے۔

دیانند شتابدی

امسال بسنت کے دن سوامی دیانند کو پیدا ہوئے سو سال پورے ہو جائیں گے۔ اس موقعہ سے آریہ سماج نے خاص طور پر فایدہ اٹھانا چاہا ہے۔ متھرا میں ایک بہت بڑا جلسہ سوامی صاحب کے اس سو سالہ جنم دن کی یادگار میں منعقد ہونا قرار پایا ہے۔ جو گویا کل آریہ سماجوں کا مشترکہ جلسہ ہوگا۔ تمام صوبوں کی پرتی ندھی سبھاؤں کے علیدہ علیدہ وہاں کیمپ ہوں گے۔ متھرا میں اس جلسہ کی خاص وجہ یہ ہے۔ کہ یہ سے ملکانوں کو بھی مرتد بنا لیا جائے۔ چنانچہ یہ بھی لکھا جا رہا ہے کہ جو لوگ وہاں جلسہ سے پہلے پہنچیں۔ وہ ملکانوں کے دیہات میں جائیں اور انہیں جلسہ میں شمولیت کی ترغیب دیں۔ یہ بھی لکھا ہے۔ کہ اس موقعہ پر ساندھن (جو ضلع آگرہ میں ملکانوں کا ایک گاؤں ہے۔ اور ابھی تک اشدھ نہیں ہوا) فتح ہو جانا چاہیئے۔

اس کے علاوہ اور بھی تیاریاں ہیں۔ لاہور میں ایک ایڈیشنل ہال کا سنگ بنیاد رکھنے کی تجویزیں ہو رہی ہیں۔ جس کے لئے ایک لاکھ روپیہ پنجاب سے جمع کیا گیا ہے۔ لیکن ہمیں دوسری باتوں سے ابھی چنداں تعلق نہیں۔ جتنا ان ناواقف مسلمانوں سے ہے۔ جو ابھی تک ہماری غفلت اور کوتاہیوں کی وجہ سے وادی ظلمت و جہالت میں بھٹک رہی ہیں۔ افسوس مسلمانوں نے چندروزہ جوش کے بعد ان کی اصلاح کے سوال کو پھر طاق نسیان پر رکھ دیا۔ اور اب نہیں کہا جا سکتا۔ کہ دیانند شتابدی کا دن اسلام پر کیا کیا ستم ڈھائے۔ کیا آریہ سماج کے یہ نئے ارادے مسلمانوں کے اندر حرکت پیدا کر اور غریب ملکانوں کو نغمہ ارتداد کی بھٹی سے بچانے کا موجب نہ ہوں گے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حضرت امیر ایدہ اللہ کا لیکچر مستورات میں

جو بر موقع جلسہ سالانہ منعقدہ ۲۷ دسمبر ۱۹۲۴ء ہوا

ان المسلمین والمسلمات والمومنین والمومنات۔۔

۔۔۔۔۔۔۔ اعد اللہ لھم مغفرۃ واجراً عظیماً

حضرت ام سلمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی تھیں۔ اور ہم سب مسلمانوں کی وہ ماں ہیں۔ انہوں نے ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ صلعم!

قرآن میں عورتوں کا ذکر

بہت کم آتا ہے۔ آپ نے قرآن کی یہی آیت ان کے جواب میں پڑھ دی۔ اور اس طرح ان کو سمجھا دیا۔ کہ جو کچھ مردوں کے متعلق ذکر آتا ہے وہی ذکر عورتوں کے لئے بھی ہے، یعنے جن باتوں کا خطاب مردوں سے ہے۔ انہی کا عورتوں سے بھی ہے، اگر کوئی مرد مسلم ہیں، تو عورتیں بھی مسلمہ ہیں۔ اگر مرد مومن ہیں تو عورتیں بھی مومنہ ہیں اگر کوئی مرد فرمانبردار ہیں تو عورتیں بھی فرمانبردار ہیں۔ مرد صدق دکھانے والے ہیں تو عورتیں بھی صدق دکھاتی ہیں۔ اگر مرد صبر کرتے ہیں تو عورتیں بھی صبر کرنے والی ہیں۔ اگر مرد خدا کے آگے جھکنے والے اور گریہ وزاری کرنے والے ہیں۔ تو عورتیں بھی خدا کے آگے جھکنے اور گریہ وزاری کرنے والی ہیں۔ اگر مرد صدقہ وخیرات کرنے والے ہیں تو عورتیں بھی صدقہ اور خیرات کرتی ہیں۔ اگر مرد روزے رکھتے ہیں تو عورتیں بھی روزے رکھتی ہیں۔ اگر مرد اپنے چھپانے کی چیزوں کی حفاظت کرتے ہیں تو عورتیں بھی حفاظت کرتی ہیں۔ اور اگر مرد خدا کو بہت یاد کرتے ہیں تو عورتیں بھی بہت یاد کرتی ہیں۔ آگے فرمایا اعد اللہ لھم مغفرۃ واجراً عظیماہ اللہ تعالےٰ نے ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم تیار کیا ہے۔ یعنے باتیں تو اتنی ہی ہیں۔ جو دین سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان میں دونوں شریک ہیں اور دونوں کے لئے یکساں اجر ہے، جب خدا نے یہ بات اپنے پاک کلام میں اتار دی۔ تو معلوم ہوا کہ خدا کے ہاں دونوں میں فرق کوئی نہیں۔

اس کے بعد فرمایا۔ وما کان لمومن ولا مومنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امراً ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالاً مبیناہ

جب یہ حالت ہے کہ خدا نے مردوں اور عورتوں کو یکساں مومن بنایا تو پھر کسی مرد اور عورت کے لئے یہ شایان نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی حکم دے دیں۔ خدا کی کتاب میں جب ایک بات آجائے تو پھر ان کو اختیار نہیں کہ اپنی طرف سے کوئی اور راہ اختیار کریں جس طرح خدا اور رسول نے فیصلہ کر دیا اسی طرح کرنا ہوگا، اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے۔ وہ بہت ہی سخت گمراہ ہوا،

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح مردوں اور عورتوں کے یکساں حقوق ہیں۔ اسی طرح

مردوں اور عورتوں پر یکساں ذمہ واریاں

بھی ہیں جس طرح وہ احکام جو قرآن میں آئے ہیں مردوں کے لئے ہیں۔ اسی طرح عورتوں کے لئے بھی ہیں۔ اگر مرد کسی جرم میں پکڑا جاتا ہے، تو عورت بھی اس جرم کے کرنے پر پکڑی جاتی ہے، اگر مرد زہر کھا کر مرجاتا ہے تو عورت بھی زہر کھانے سے مرجاتی ہے، اور اگر اچھی غذا کھا کر مرد صحت حاصل کرتا ہے، اور اگر مرد پانی پی کر پیاس بجھاتا ہے۔ تو عورت بھی ان چیزوں سے ویسا ہی فائدہ اٹھاتی ہے ایس کوئی عورت اپنے خاوند کی نیکی کی وجہ سے ثواب نہیں پاتی۔ نہ اس کے گناہ کی وجہ سے پکڑی جاتی ہے، بلکہ جو کچھ خود کرے گی اسی کا پھل کھائے گی۔ اس میں شبہ نہیں کہ

عورتوں کے لئے مشکلات

ہوتی ہیں بالخصوص وعظ اور نصیحت میں ان کے لئے بڑی مشکلات ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بھی عورتوں کو ایسی مشکلات تھیں۔ مگر وہ مسجدوں میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھتی تھیں۔ یہ بھی نہیں کہ پردہ ہوتا تھا۔ مردوں کی صفیں آگے ہوتی تھیں اور عورتیں پیچھے کھڑی ہوتی تھیں، ہاں مردوں کو حکم تھا کہ جب تک عورتیں باہر نکل جائیں اپنی جگہ [illegible] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات میں لکھا ہے [illegible] نماز پڑھتے اور کسی بچہ کے رونے کی آواز آجاتی۔ تو نماز کو اور قرأت کو ہلکا کر دیتے، یہ اصل بات ہے [illegible] بڑی مشکل عورتوں کے لئے

ہے۔ کہ وہ بچوں کو چھوڑ نہیں سکتیں۔ اور اگر ساتھ رکھیں تو ان کے رونے سے دوسروں کو تکلیف ہوتی ہے، ہمارے ہاں بھی یہ مشکلات ہیں۔ بعض اوقات بچوں کے رونے کی آواز سے مردوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے، ایسے وقت اگر بچہ کی ماں یا کوئی اور عورت اس کو تھوڑی دیر کے لئے الگ کرے، تو بہتر ہو لیکن اس میں شک نہیں، کہ عورتوں کو مردوں سے زیادہ مشکلات ہیں۔ اور اس وجہ سے وعظ کی مجلس میں ان کا شریک ہونا مشکل ہوتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے لئے ان کی مشکلات کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک دن مقرر کر دیا تھا۔ جب وہ اکٹھی ہو کر آپ کی نصائح اور وعظ سے مستفید ہوتیں، کیونکہ باوجود ان سب باتوں کے قرآن میں قطعاً یہ ذکر نہیں۔ کہ مرد کسی مرتبہ کو حاصل کر سکتے ہوں۔ اور عورتیں حاصل نہ کر سکتی ہوں۔ ہاں بعض باتوں میں مردوں کو فضیلت ہوتی ہے عورتوں پر۔ لیکن بعض حالات میں

عورتوں کو بھی مردوں پر فضیلت

ہے۔ ماں کے سامنے بیٹا خواہ کتنا بھی بڑا بن جائے، مگر وہ ہمیشہ اس کی عزت کرے گا۔ اور یوں ہر عورت کو مردوں پر ایک فضیلت ہے پھر مرد عموماً کما کر لاتے ہیں، اس لئے ان میں قوت اور شجاعت کا مادہ زیادہ رکھا گیا ہے، عورت کے سپرد چونکہ اولاد کی پرورش ہے اس لئے اس میں محبت۔ رحم کا مادہ زیادہ رکھا ہے، صلہ رحمی۔ رحم کے حقوق کو مدنظر رکھنا اس میں مردوں کی نسبت زیادہ ہے،

غرض اگر مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے، تو عورتوں کو بھی مردوں پر فضیلت ہے، اب سوال یہ ہوتا ہے۔ کہ

ہماری مستورات کو کیا کرنا چاہیئے

اگر تاریخ کو دیکھا جائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ طلحہؓ۔ زبیرؓ رضی اللہ عنہم ایسے لوگ ہیں۔ جن کے گھروں سے بہت سے سبق ہمیں ملتے ہیں۔ وہی ہمارے لئے بہتر نمونہ اور اسوہ ہیں، ان کی بیویاں جو کچھ کرتی تھیں۔ وہی ہمارے لئے واجب العمل ہوگا۔ اپنے طور پر کوئی مذہب بنا رکھنا صحیح نہیں۔ تاریخ کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ صحابہؓ کی بیویاں گھروں کے اندر بیٹھی رہتی تھیں بلکہ

مردوں کے ساتھ محنت مزدوری

کرتی تھیں محنت اور مزدوری کو نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عار سمجھا، نہ صحابہ نے صحابہ کرام میں۔۔۔ انصار بالعموم زمیندار تھے، ان کی بیویاں کھیتی باڑی میں اپنے خاوندوں کو مدد دیتی تھیں۔ حضرت زبیرؓ ایک بڑے صحابی ہوئے ہیں۔ ان کے گھر میں اسماء حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں۔ لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر جا رہے تھے تو انہوں نے دیکھا کہ اسماء کھجوروں کے چھلکوں کی ٹوکری اٹھائے ہوئے آرہی ہیں۔ یہ وہی اسماء ہیں جو عبداللہ بن زبیرؓ کی ماں تھیں۔ جو کچھ مدت کے لئے مدینہ کے بادشاہ ہو گئے تھے۔ ایسا ہی صحابہؓ کی عورتیں اور بھی کام کرتی تھیں، کھانا پکانا تو ہمیشہ عورتوں کا کام چلا آیا ہے لیکن اس سے زیادہ مشقت کے کام انہیں کرنے پڑتے تھے۔ حضرت فاطمہ خود اپنے ہاتھ سے چکی پیسی تھیں۔ آج کسی کو تھوڑا کھانے کو مل جاتا ہے، تو وہ کام کرنے کو عار سمجھتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بکریوں کا دودھ دوہ لیتے تھے، حضرت فاطمہؓ جو ہم سب کے لئے قابل عزت ہیں جب وہ اپنے ہاتھ سے تمام کام کرتی تھیں تو کون عورت ہے جو اس کو بے عزتی سمجھتی ہے۔ اگر کوئی ایسا سمجھتی ہے تو اس نے اسلام کو بھی جواب دیا۔ صحابہ کرامؓ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے حالات پڑھ کر خیال ہونا چاہیئے، کہ گھر کا کام کرنا سادہ زندگی بسر کرنا عار نہیں۔ بلکہ عزت ہے۔ آج تو ہمارے ہاں

موجودہ پردہ

ایسا ہے کہ کسی عورت کا باہر نکلنا ہی معیوب سمجھا جاتا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ پردہ کا مطلب اسلام میں اس قدر نہ تھا۔ جو آج ہم لیتے ہیں۔ اگر ایسا ہو تو ہزارہا ایسی عورتیں جن کو محنت مزدوری کا کام کرنا پڑتا ہے وہ تو کبھی اسلام پر چل ہی نہ سکیں۔

صحابہؓ کی عورتیں لڑائیوں میں

جاتی تھیں۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں لڑائی کے لئے آپ کے ساتھ باہر نکلتی تھیں۔ آپ کے بعد بھی جب عیسائیوں کے ساتھ شام میں مسلمانوں کی لڑائیاں ہوتی تھیں، تو مسلمان عورتیں لشکر میں ساتھ جاتی تھیں۔ لڑائیوں میں مسلمان عورتوں کا کام زخمیوں کی مرہم پٹی کرنا۔ کھانا کھلانا تیر پکڑانا وغیرہ ہوتا تھا۔ مسلمان عورتیں صحابہؓ کی عورتیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں سب لڑائیوں میں شامل ہوتی رہیں حضرت عائشہ جنگ احد میں رسول اللہ صلعم کے ساتھ تھیں۔ ام سلیم بہت سی لڑائیوں میں رسول اللہ صلعم کے ساتھ رہیں۔ جنگ خیبر میں بہت سی عورتیں ساتھ گئیں۔ ان سے پوچھا گیا کہ تم کیا کرو گی وانہوں نے کہا ہم کاتیں گی۔ اور مسلمانوں کے لئے کپڑا تیار کریں گی۔ وہ وہاں ہر قسم کے کام کرتی تھیں۔ ایک لڑائی میں عورتیں زخمیوں اور لاشوں کو اٹھا کر بھی لاتی تھیں۔ اس لئے اپنے ہاتھ سے کام کرنا کوئی عیب کی بات نہیں۔ اور اگر فی الواقعہ کسی بی بی کو اللہ تعالےٰ نے اس قدر سہولت دی ہے، کہ اسے اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی ضرورت نہیں، تو ان کو چاہیئے کہ

غربا کی خبر گیری

کے لئے اپنے ہاتھ سے کام کریں۔ عیسائی عورتوں کو دیکھو ہر ایک عورت اور لڑکی اپنے وقت کا ایک حصہ فارغ کرتی ہے، اس لئے کہ اس وقت میں وہ دوسرے کسی محتاج اور معذور کی یا کسی یتیم اور مسکین کی امداد کرے، ان کی خدمت وہ اپنے لئے سعادت سمجھتی ہیں حالانکہ ان کے ہاں کوئی نمونہ اس قسم کا موجود نہیں۔ لیکن ہمارے ہاں ایسے شاندار نمونے موجود ہیں کس قدر افسوس کا مقام ہے۔ کہ صحابہؓ کی بیویاں تو فخر سمجھیں، خدمت کرنے کو اور ہم اسے عار خیال کریں۔ اب بھی بعض اس قسم کی مثالیں مسلمانوں میں ملتی ہیں۔ ابھی جو لڑائی روم اور یونان کے ساتھ ہوئی اس میں

ترک عورتیں

بھی مردوں کے ساتھ میدان جنگ میں کام کرتی تھیں۔ اور بڑے بڑے بوجھ پیٹھوں پر اٹھا کر میدان جنگ میں پہنچاتی تھیں۔ خوب یاد رکھو کوئی کام نہیں ہو سکتا جب تک عورتیں مردوں کے پہلو بہ پہلو کام نہ کریں۔ جنگ احد میں ام عمارہ نے کئی وار رسول اللہ صلعم پر سے روکے۔ اور حضرت فاطمہؓ آپ کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔

ایک یرموک کی لڑائی بڑی مشہور لڑائی ہوئی ہے۔ اس میں مسلمانوں کا لشکر تیس چالیس ہزار کے درمیان اور عیسائی دو اڑھائی لاکھ تھے مسلمان چونکہ بہت تھوڑے تھے، اس لئے کفار بڑھتے بڑھتے خیموں تک آگئے۔ عورتوں نے خیموں کی چوبیں اٹھا کر ان پر حملہ کیا۔ اور مار مار کر بھگا دیا۔ آج

ہماری عورتیں

ہیں۔ کہ ایک چوہا بھی نکل آئے، تو ڈر سے چیخیں مارنے لگتی ہیں۔ ایسی عورتوں کے جو لڑکے ہوں گے وہ بھی کمزور اور بزدل ہوں گے جب تک ان کے اندر شجاعت نہ ہوگی۔ آئندہ اولاد بھی کمزور ہی ہوگی۔ ہمارے ہاں عورتوں کا یہ حال ہے۔ کہ اگر مرد ذرا باہر گیا، تو وہ خیال کرتی ہیں خدا جانے کیا ہو جائے گا۔ تاریخ کو دیکھو تو معلوم ہوگا۔ کہ عورتوں نے

شجاعت کے حیرت انگیز نمونے

دکھائے ہیں۔ ایک اسما بنت یزید تھیں۔ انہوں نے اسی جنگ یرموک میں نو رومیوں کو خیموں کی چوبوں کے ساتھ مارا۔ ایک دفعہ جب قریش کے ساتھ رسول اللہ صلعم کی جنگ تھی۔ تو انہوں نے اس قدر فوج کے ساتھ مدینہ کا محاصرہ کر لیا۔ کہ مسلمانوں کو اپنے گھر بھی غیر محفوظ چھوڑنے پڑے۔ نبی کریم صلعم نے عورتوں کو ایک قلعہ میں رکھ دیا۔ اور حضرت حسان بن ثابت کو جو شاعر تھے۔ ان کی حفاظت کے لئے وہاں چھوڑ دیا۔ یہودیوں نے جو مدینہ کے اندر تھے، یہ سمجھ کر کہ قلعہ میں عورتوں پر کوئی محافظ نہیں۔ حملہ کرنا چاہا۔ اور ایک آدمی کو وہاں بھیجا، کہ وہ دیکھ آئے کہ وہاں کوئی فوج تو نہیں۔ وہ جب قلعہ کی طرف جا رہا تھا۔ تو حضرت صفیہ نبی کریم صلعم کی بیوی نے اسے دیکھ لیا، اور حسانؓ سے کہا۔ کہ وہ دشمن آرہا ہے۔ اس کا کام وہیں تمام کر دو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ کوئی نقصان پہنچائے حضرت حسانؓ تھے شاعر۔ ان کو یہ جرأت کہاں۔ کہنے لگے اکیلا آدمی

ہے ۔ اس نے کیا کرنا ہے ، آخر حضرت حفصہؓ نے خود ایک بڑا لٹھ لیا۔ اور جب وہ پہنچا تو اس زور سے اسے مارا کہ وہیں اس کا کام تمام ہو گیا پھر حضرت حسانؓ سے کہا کہ اس کا سر کاٹ کر باہر پھینک دو۔ تاکہ یہودیوں کو خیال ہو۔ کہ قلعہ کے اندر فوج ہے ۔ اور وہ حملہ کی جرأت نہ کریں ۔ وہ کہنے لگے اب مر تو گیا۔ اب سر کیا کاٹنا ہے ، آخر حضرت حفصہؓ نے خود اس یہودی کا سر کاٹ کر باہر پھینک دیا۔ جس سے یہودیوں نے سمجھ لیا کہ قلعہ کی محافظ فوج موجود ہے ، حالانکہ فوج کوئی نہ تھی ۔ اور وہ حملہ کرنے کی جرأت نہ کر سکے ۔ غرض عورتوں نے نہ صرف لڑائیوں کے اندر خدمت کی ہے ۔ زخمیوں کی مرہم پٹی کی ہے ۔ بلکہ جب موقعہ پڑا۔ تو خود بھی لڑائی کی ہے ۔ یہ سب کام جو سمجھا جاتا ہے ، عورتوں کے نہیں۔ عورتیں ہی نہیں کرتی تھیں ۔ یہ علم جس کو لوگ سمجھتے ہیں کہ کیا ضرورت ہے ، کہ عورتوں کو پڑھایا جائے ۔ اس زمانہ میں

عورتوں کو علم

سکھایا جاتا تھا ۔ خوب یاد رکھو ہر ایک عورت معلمہ ہے ، کیونکہ اسے بچوں کی تربیت کرنی پڑتی ہے ۔ لیکن ہر ایک مرد معلم نہیں ۔ اس لئے عورتوں کو علم سکھانا نہایت ضروری ہے تاکہ وہ بچوں کی تربیت اچھی طرح کر سکیں

نبی کریم صلعم کی بیویاں

حضرت عائشہؓ ۔ حضرت ام سلمہؓ ۔ حضرت حفصہؓ ۔ تینوں حافظ قرآن تھیں حضرت حفصہؓ نے خود بڑی عمر میں لکھنا پڑھنا سیکھا ۔ جب نبی کریم صلعم فوت ہوئے ، تو حضرت عائشہؓ کی عمر اٹھارہ سال تھی ۔ اڑتالیس سال انہوں نے بیوگی میں گذارے ، اس عرصہ میں آپ لوگوں کو قرآن سکھاتی تھیں ۔ اور اس کا درس دیتی تھیں ، حضرت عائشہؓ بڑے علم والی تھیں ۔ جب کوئی بڑا مسئلہ پیش آتا تھا ۔ تو حضرت عائشہؓ ہی سے پوچھا جاتا تھا ۔ آپ کے دوسو شاگرد ایسے ہیں جن کے نام لکھے ہوئے موجود ہیں ۔ حضرت ام سلمہؓ کے بھی بہت سے شاگرد ہیں ۔ پھر مسلمان عورتوں نے دین کی تبلیغ کی ہے صحابہؓ کی عورتوں میں سے ایک عورت تھیں وہ عورتوں کو درس دیتی تھیں حضرت امام بخاریؒ کی ایک شاگرد کریمہ ہوئی ہیں ۔ حضرت کریمہؒ نے امام بخاری سے حدیث کو خود سنا اور آگے مردوں کو سنایا ۔ بتاؤ یہ کوئی بزرگ عورت تھیں ، یا ان کو بُرا کہو گی ۔ کہ مردوں کے سامنے کلام کرتی اور ان کو حدیث اور قرآن سناتی ہیں ۔ تم نے یہی سمجھا ہوا ہے کہ یہ علم دین مردوں کے لئے ہی ہے ، عورتوں کے لئے نہیں ، دو سال ہوئے میں نے خیال کیا کہ عورتوں کو کچھ قرآن پڑھاؤں ۔ اسی لئے

قرآن کا درس عورتوں میں

شروع کیا ۔ اور وہ کچھ مدت تک ہوتا رہا ۔ لیکن میرے پہاڑ چلے جانے پر وہ شوق کم ہو گیا ۔ اور آہستہ آہستہ درس بند ہو گیا ۔ اب ان کے خاوندوں اور باپوں کا کام ہے کہ انہیں علم سکھائیں ۔ قرآن پڑھائیں ۔ اگر وہ سلسلہ جاری رہتا ۔ تو آج تک قرآن ختم ہو گیا ہوتا ۔ میں نے بتایا ہے کہ صحابہؓ کی عورتیں درس دیتی تھیں ۔ صرف درس ہی نہیں ۔

عورتوں نے بڑے بڑے عظیم الشان مردوں کو مسلمان کیا

ہے ۔ یہ جانتی ہو حضرت عمرؓ کو مسلمان کرنے والی کون تھیں ۔ وہ حضرت عمرؓ کی بہن تھیں ۔ وہ پہلے مسلمان ہوئیں ۔ حضرت عمرؓ بڑے غصہ میں تلوار باندھے جا رہے تھے ، رستہ میں ان کو ایک شخص ملا ۔ اس نے پوچھا کہاں جاتے ہو ۔ کہا ۔ محمد (صلعم) کو قتل کرنے جاتا ہوں ۔ وہ کہنے لگا پہلے اپنی بہن اور بہنوئی کو تو قتل کر لو ۔ وہ دونوں مسلمان ہیں ۔ یہ سنکر وہ غضب سے بھر گئے ۔ فوراً بہن کی طرف گئے ۔ اس وقت آپ کے بہنوئی قرآن پڑھ رہے تھے ۔ جا کر دروازہ کھٹکھٹایا ۔ وہ ڈر گئے ۔ اور قرآن کو چھپا لیا ، اور دروازہ کھولا ۔ اندر آکر حضرت عمرؓ نے ان کو مارنا شروع کیا ۔ حضرت عمرؓ کی بہن فاطمہ بیچ میں آگئیں ۔ ان کو بھی چوٹ لگی ۔ یہاں تک کہ وہ لہولہان ہو گئیں ۔ اور انہوں نے کہا جو چاہے کرو ۔ ہم تو اسلام لا چکے ہیں یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ کو شرمندگی ہوئی ۔ بیٹھ گئے اور کہا ۔ کہ جو کچھ تم پڑھتے ہو ۔ اس کو لاؤ ۔ انہوں نے کہا پہلے غسل کرو ۔ اس کے بعد قرآن کو ہاتھ لگا سکو گے ۔ چنانچہ غسل کر کے سورۂ طٰہٰ پڑھنی شروع کی ۔ تو ایسا اثر ہوا ۔ کہ اسی وقت مسلمان ہو گئے ۔ اسی طرح حضرت عثمانؓ کو بھی مسلمان کرنے والی ایک عورت ہی تھی ۔ آج ہماری عورتوں کو اسلام سے ہی کوئی واقفیت نہیں ۔ چہ جائیکہ ان کے وہم میں بھی یہ خیال آ سکے ، کہ کوئی عورت بھی کسی مرد کو مسلمان کر سکتی ہے ۔ اسلام میں

سب سے پہلے جو شخص ایمان لایا

وہ آنحضرت صلعم کی بیوی حضرت خدیجہؓ تھیں ۔ جس قدر حضرت خدیجہؓ نے آپ کو تسلی دی ، اس قدر کسی نے نہیں دی ۔ اسی طرح ایک ایک بی بی کئی کئی مردوں کو مسلمان کرتی تھیں ۔

اب دیکھو ۔ محنت مزدوری وہ کرتی تھیں ۔ مرہم پٹی ان کا کام تھا ۔ لڑائیوں میں مدد دیتیں ۔ درس دیتیں ۔ علم سیکھتیں ، دوسروں کو سکھاتی تھیں ۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے مردوں نے ترقی کی ۔ اب بھی کوئی خدا کے رستہ پر چلے ۔ اب بھی مسلمان عورتیں ویسے کام کریں تو بہت کچھ فائدہ ہو سکتا ہے ۔ آج ہندو ہماری قوم پر شیر ہیں ۔ اور

مسلمان بچوں کے حوصلے

ان کے بالمقابل پست ہیں ۔ کیونکہ ان کی ماؤں نے وہ دودھ ان کو پلایا ہے جس کے اندر شجاعت نہیں ۔ خدمت دین کا کوئی کام پیش آئے ۔ تو مرد ہی بالعموم کرتے ہیں ۔ عورتیں اس میں کوئی حصہ نہیں لیتیں ۔

بعض عورتوں کا خیال

ہے کہ چلو مرد جو کام کرتے ہیں ۔ ہمیں کیا ضرورت ہے ، یا جس دن خاوند اپنے اعمال کے نتائج حاصل کریں گے ، ان کو بھی ساتھ شریک کر لیا جائے گا ۔ وہ تو ایسا دن ہوگا ۔ کہ یوم یفر المرء من اخیہ وامہ وابیہ وصاحبتہ وبنیہ نہ بھائی بھائی کے کام آئے گا نہ باپ اولاد کے ، نہ بیوی خاوند کے نہ خاوند بیوی کے ۔ نہ اس کا کوئی مال خرچ کرنا یا خدمت دین کا کام کرنا دوسرے کو کوئی فائدہ دے گا ۔

ایک شخص اس زمانہ میں آیا ۔ اور خدا سے حکم پاکر اس نے نیک رستہ پر لگایا ۔ اس کے ساتھ ہو کر طرح طرح کی قربانیاں لوگوں نے کیں ۔ مال خرچ کئے ۔ لیکن بعض بیبیاں ہیں کہ اس پر کڑھتی ہیں ۔ اور

مفت کا عذاب

اپنے اوپر لیتی ہیں ۔ خوب یاد رکھو اگر تم مردوں کو ان کی قربانیوں اور خدا کے رستہ میں خرچ کرنے پر بُرا کہو گی تو خواہ مخواہ اپنے لئے دکھ اختیار کرو گی ، خدا کا شکر کرو جس نے یہ سب کچھ دیا ، تم گھر میں بیٹھی رہتی ہو ۔ مرد باہر جا کر کماتے ہیں اور تمہیں لاکر دیتے ہیں ۔ پھر جب وہ کوئی نیکی کا کام کریں تو تم کیوں کڑھتی ہو ۔ تم

دوسری قوموں کی عورتوں کو بھی دیکھو

عیسائیوں اور ہندوؤں کو لے لو ۔ ان کی عورتیں دین کے کیسے کام کرتی ہیں ۔ عیسائیوں کے اندر وعظ کرنے والوں کا ایک بڑا حصہ عورتوں کا ہے چونکہ عورتوں میں محبت اور رحم کا مادہ زیادہ ہے ، اس لئے خدمت خلق کا کام وہ زیادہ کر سکتی ہیں ۔ اور کرتی ہیں ۔ تو جوانی کی عمر سیکھنے کے لئے بہت عمدہ ہے ۔ اگر

جوانی میں علم

حاصل کر کے اپنے آپ کو کسی قابل بنائیں ۔ کچھ سیکھیں تو بڑھاپے میں تو پردہ کی ضرورت بھی نہیں رہتی ۔ اس وقت وہ اپنے علم سے دوسروں کو فائدہ پہنچا سکتی ہیں ۔ کیا ہی خوش قسمت ہے وہ عورت جس کی جوانی علم دین کے سیکھنے میں اور بڑھاپا اس کے سکھانے یا خدمت خلق میں صرف ہو ۔ ایسی حالت میں اگر موت آئے ۔ تو وہ خوشی کا موجب ہے دیکھو

موت کا وقت

کتنا سخت ہے ۔ لیکن بعض کے مونہوں پر اس وقت خوشی اور ہنسی ہوتی ہے ۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ہم نے دنیا کی عمر کو ضائع نہیں کیا ۔ اور جن کے چہروں پر غم ہوتا ہے ۔ انہیں اپنی دنیوی بداعمالیاں نظر آتی ہیں ۔ جن کے آئندہ نتائج بھگتنے ہیں ۔ گیا کرو کی اس وقت مال اور دولت اور زیوروں کو یہ چیزیں جنہیں اپنی سمجھتی ہو ۔ یہ تمہاری اپنی نہیں ہیں ۔ وقت آتا ہے کہ یہ سب کچھ تم سے لے لیا جائے گا ۔ کس بات پر خدا کے حکم کو تم ٹالتی ہو ۔ میں بالخصوص ان عورتوں کو مخاطب کرتا ہوں جن کے خاوندوں کے مذہبی جوش کے سامنے دنیا سر جھکاتی ہے ہندوؤں عیسائیوں تک ان کے مداح ہیں ۔ میں ان کو بتاتا ہوں کہ دین کی حالت اس وقت نہایت نازک ہے ۔ دیکھو کیا نقشہ کھینچا ہے حضرت مرزا صاحبؑ نے ع

دین حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین

حضرت زین العابدین کی طرح اس وقت دین بیمار اور رلا جا رہا ہے اس لئے تم پر فرض ہے کہ تم بھی دین کی خدمت میں حصہ لو ۔ میں ان

احمدیوں کی بیویوں اور بیٹیوں سے خطاب

کرتا ہوں کہ اپنے خاوندوں کی مددگار بنو ، ان خدمات میں جو وہ کر رہے ہیں ۔ ان کو امداد دو ۔ تم ان کی اولاد کو نیک بناؤ ۔ اگر تم نیک اولاد چھوڑ جاؤ گی ۔ تو وہ باقیات الصالحات کا کام دے گی ۔ تم ان کے کاموں اور خدمت دین میں مال سے مدد دو ۔ یہ یاد رکھو کہ اگر تم نے لوگوں سے کوئی مال لیا ہے ۔ تو اپنے لئے نہیں لیا ۔ میں اپنے لئے تم سے نہیں مانگتا ۔ خدا کے دین کیلئے مانگتا ہوں ۔

اس لئے میں کہتا ہوں کہ خدا کا دین بیکس ہے ، مردوں نے بڑا کام کیا ہے ، اور عند اللہ وہ اپنے فرض سے سبکدوش ہیں تم پر یہ فرض باقی ہے ، کیا تم آخرت کی زندگی میں بھی ان کا ساتھ دینا چاہتی ہو ۔

اگر آخرت میں مردوں کا ساتھ دینا چاہتی ہو

تو دین کی امداد کرو ۔ اور اپنے خاوندوں کو ترغیب دو ۔ کہ وہ اور زیادہ قربانیاں کریں ۔ اگر تمہیں تکلیف بھی اٹھانی پڑے تو خدا کے رستہ میں کہو کہ ہمیں پچاس روپیہ بکار نہیں تیس ہی کافی ہیں ۔ کیا وہ لوگ دنیا میں نہیں جو دس پندرہ میں گذارہ کر لیتے ہیں ۔ میں یہ احمدیوں کی بیویوں کو مخاطب کر کے کہہ رہا ہوں ۔ ہم نے

جرمنی میں ایک مسجد

بنائی ہے ۔ آپ کے خاوند ، بھائی بیٹوں نے بڑی مدد کی ہے ، اس وقت تک اس مسجد کی دیواروں پر صرف مردوں کے نام ہیں ۔ عورتوں کے نہیں ۔ خوب یاد رکھو کہ اگر نیک کام مرد کرتے ہیں ۔ تو نام انہی کا لکھا جاتا ہے ، ان کی عورتیں ان کی نیکی میں شریک نہیں ہو سکتیں ۔ اگر تم چاہتی ہو کہ خدا کے ہاں تمہارا نام بھی نیکی کرنے والوں ، صدقہ خیرات کرنے والوں میں ، خدا کے فرمانبردار بندوں میں لکھا جائے ۔ تو خود اپنے ہاتھ سے کچھ کر لو ۔ خاوندوں کے کئے ہوئے کاموں سے دھوکا مت کھاؤ ۔ اس لئے میں دو باتوں کے لئے کہنا چاہتا ہوں ۔ ایک تو یہ کہ ہر ایک عورت اپنے خاوندوں کو تکلیف دے کر نہیں بلکہ

اپنے زیوروں میں سے

دے ۔ عورتیں مردوں سے زیادہ امیر ہیں ۔ ان کے پاس زیور ہیں مردوں کے پاس نہیں ۔ اس لئے اگر خدا کا رستہ تمہیں زیادہ پیارا ہے ۔ تو اپنے زیوروں میں سے کچھ دین کے لئے دو ، اگر ہماری مستورات ہمت کریں ۔ تو سات آٹھ ہزار کچھ چیز نہیں ، ہاں اگر ان کے خاوند روکیں تو پھر ان کا اختیار نہ رہا ۔ میں نے مولوی صدر الدین صاحب کو لکھا تھا ۔ کہ مسجد کے مینار سردست ملتوی کر دیں ۔ لیکن اگر تم ہمت سے کام لو ۔ تو

برلن کی مسجد کے میناروں پر تمہارے نام

قیامت تک روشن ہوں گے ۔ دوسرے میں نے کہا ہے کہ آپ کے خاوند بہت مدد کر رہے ہیں ۔ ان کو زیادہ تکلیف نہیں دی جا سکتی ۔ آپ اگر اس رقم میں سے جو آپ کے ہاتھوں میں آتی ہے کچھ ماہوار خدا کے لئے نکال دیں تو یہ کوئی بڑی بات نہیں ۔ ولایت میں یہ حالت ہے کہ جب کوئی چندہ کرنا ہوتا ہے ۔ تو چائے میں سے چینی کم کر دی جاتی ہے ، اور اس طرح ہزارہا روپیہ جمع ہو جاتا ہے ، اگر اسی قسم کے کام تم بھی کرو ۔ تو کس قدر فائدہ دین کو پہنچ سکتا ہے ۔ جس سے تمہیں بھی کوئی تکلیف نہ ہوگی ۔ رسول اللہ صلعم کے وقت میں وہ بھی لوگ تھے ، جو مٹھی بھر جو سے ساتھ دین کی مدد کیا کرتے تھے ۔ آپ بھی اگر

مٹھی بھر آٹا

ہر روز نکال لیں ۔ تو آپ کو کوئی تکلیف نہ ہوگی ۔ مگر دین کو بڑی بھاری مدد پہنچ جائے گی ۔ اپنی حسب حیثیت

کچھ چندہ ہر ایک بی بی اپنے اوپر لازم کر لے

جو مہینے کے مہینے ادا کر دیا جائے ۔ چند روپے ہوں یا چند آنے یا چند پیسے یا مٹھی بھر آٹا ۔ خدا کی نظر تو فرمانبرداری کرنے والے دل پر ہے ۔ تھوڑے اور بہت پر نہیں ۔ اس ذریعہ سے تم خدا کے دین کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے والی ٹھیرو گی ۔ اللہ تعالے ہم سب کو مردوں کو اور عورتوں کو اپنی رضا کی راہوں پر چلنے کی توفیق دے ۔

فہرست مستورات جنہوں نے برلن مسجد کیلئے چندہ دیا ہے

(۱) والدہ صاحبہ ڈاکٹر مرزا صاحب لاہور ۔ ایک جوڑی بند طلائی (۲) اہلیہ صاحبہ جعفر اسیر لاہور ایک جوڑی کڑا طلائی (۳) اہلیہ صاحبہ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب لاہور ایک جوڑی کڑا طلائی ۔ (۴) اہلیہ صاحبہ خواجہ جلال الدین صاحب لاہور ایک ہار طلائی ۔ (۵) اہلیہ صاحبہ چودھری ظہور احمد صاحب لاہور ۔ ایک ہار طلائی (۶) اہلیہ صاحبہ خواجہ عبد الغنی صاحب لاہور چھ عدد بالیاں طلائی ۔ (۷) اہلیہ صاحبہ شیخ محمد نصیب صاحب لاہور ۲ عدد بالیاں طلائی (۸) اہلیہ صاحبہ خان محمد یعقوب خان صاحب لاہور ایک جوڑی طلائی (۹) بابو مقبول الٰہی صاحب لاہور ایک جوڑی پہنچیاں طلائی ۔ (۱۰) بنت خواجہ جلال الدین صاحب لاہور ۲ عدد بالیاں طلائی (۱۱) اہلیہ صاحبہ شیخ محمد دین جان صاحب لاہور ایک عدد ہار طلائی (۱۲) اہلیہ صاحبہ سید [illegible] صاحب لاہور ایک جوڑی چوڑی طلائی (۱۳) اہلیہ صاحبہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ [illegible] صاحب لاہور ایک [illegible] اہلیہ بابو جلال [illegible] [illegible] غلام [illegible] صاحب راولپنڈی ۔

انگریزی راج میں دن دہاڑے ڈاکہ

مکرمی ایڈیٹر صاحب پیغام صلح! ذیل کی چند سطور اپنے اخبار میں درج فرماکر ممنون فرمادیں:۔

میرا حقیقی بھائی منشی محمد الدین۔ غلام فرید مالک امپیریل فونڈری اینڈ آئرن ورکس بٹالہ کے پاس ملازم ہوا۔ اور ساتھ ہی اس سے قبل تیس پینتیس سال کا جسقدر ساختہ پرداختہ تھا۔ وہ غلام فرید کو دےکر غلام فرید سے دو ہزار کا پرونوٹ ۱۴ فروری ۱۹۲۳ء کو لکھالیا۔ برادر مذکور کی ۲۴ دسمبر ۱۹۲۴ء کو وفات ہوگئی۔ چنانچہ میں اطلاع ملنے پر بٹالہ اس کے بیوی بچوں کے پاس آیا۔ تو معلوم ہوا کہ دو ہزار روپیہ۔ دو سو روپیہ ایک زیور کا۔ اور اس کی تنخواہ کا روپیہ اسکے ذمہ ہے۔ اسلئے میں ۳۰ دسمبر کو ہمراہ شیخ مختار احمد صاحب بیرسٹر کے غلام فرید کے پاس گیا۔ غلام فرید نے پہلے انکار کیا۔ کہ میں نے کوئی روپیہ نہیں دینا شیخ مختار احمد نے مجھے کہا۔ ان کا پرونوٹ نکالو۔ اور مجھے کہا کہ پڑھکر سناؤ۔ ایسا کیا گیا۔ اور پھر جیب میں رکھ لیا۔ غلام فرید کو علم ہوگیا کہ میرا پرونوٹ اصل اس کے پاس ہے۔ اس پر مجھے کہا کہ اس وقت میری بھٹی تیار ہے۔ فرصت نہیں کل صبح آنا تمام حساب کردونگا اگلے روز جب گیا۔ تو کہا اب میں لاہور جارہا ہوں۔ لاہور سے واپس آکر کردونگا۔ تم... مجھے اطمینان دلایا۔ اور کہا کہ کہیں شکائت کرنے یا کسی کو ہمراہ لانے کی ضرورت نہیں۔ جوتیوں کا مال ہے میں دیدونگا۔ ۱۳ دسمبر کو غلام فرید لاہور آیا۔ اور میری رخصت ختم ہوگئی تھی لاہور میں بھی واپس آیا۔ اور ۱۳ جنوری کو واپس بٹالہ گیا۔ ۱۴ کی صبح کو میں اپنے بھتیجے اور اس کے ماموں کے ہمراہ اس کے پاس گیا۔ مجھے مطلق خیال نہ تھا۔ کہ گورنمنٹ برطانیہ کے راج میں جب کہ یہ مشہور ہے کہ ایک عورت ہتھیلی پر سونا رکھے ملک میں پھر سکتی ہے۔ ایسا اندھیر ہوگا۔ کاغذات اور پرونوٹ میری جیب میں تھا۔ غلام فرید اور اس کے پانچ چھ ہمراہیوں نے یعنی رمضان والد غلام فرید۔ سبحان چچا غلام فرید۔ کاکا نذیر حسین۔ اور افضل ربانی اسسٹنٹ کلرک دفتر لفٹننٹ گورنر صاحب بہادر لاہور جو بوجہ اتوار اس روز غلام فرید کے ہمراہ لاہور سے آیا ہوا تھا۔ اور ہمارے جانے سے پہلے ہی وہاں موجود تھا۔ موقع پاکر گھیر لیا۔ میرے ہمراہیوں کو تو مار پیٹ کر گلی سے باہر بھگادیا۔ اور مجھے قابو کرلیا۔ اور یکدم مجھ پر حملہ آور ہوکر مجھے سخت زدوکوب کیا۔ اور زخمی کیا۔ اور ساتھ ہی کہا کہ تمہاری تلاشی لینی ہے۔ میں تن تنہا اور وہ چھ کس عذاب کے فرشتوں کی طرح میرے گرد ہوگئے۔ تلاشی کا لفظ سنکر میرے ہوش خطا ہوگئے میں نے مقابلہ کیا۔ مگر تابکے۔ میری لوئی اتاری۔ اور جیب میں ہاتھ ڈالا تو روسی حمایل نکلی۔ اسکے بعد مجھے کھینچکر اندر لے گئے۔ جہاں سخت مارا۔ میرا دل فیل ہونے والا تھا۔ خدا کے واسطے ڈالکر ایک گلاس پانی کا لیا۔ محلہ کے لوگ غریب تھے ان سے ڈرکر کسی نے امداد نہ کی ایک عورت میری چیخیں اور شور سنکر پہنچی امداد کرنا چاہی مگر اس کی کوئی نہ سُنی۔ پانی پلاکر پھر مجھے مارنا شروع کیا۔ آخر کار انہوں نے میرے بازو توڑ مروڑ کر میرے کوٹ کی جیب سے جدا کئے۔ اور مجھے گراکر جیب سے کاغذات نکالے ان میں سے دو ہزار کا پرونوٹ نکال کر باقی کاغذات واپس دےدئے اور میری لوئی اور سوٹی بھی چھین لی۔ اور گھر سے باہر نکال دیا۔ میں روتا پیٹتا تھانہ گیا۔ دروازہ پر ہی تھا۔ تو شیخ عبدالغنی سب انسپکٹر پولیس شہر بٹالہ نے جو ظلم کیا اسکی نظیر شاید ہی کہیں مل سکتی ہوگی۔ پہلے تو مجھے دھکے دیکر تھانہ سے باہر نکالنا چاہا اور رپورٹ لینے سے انکار کیا۔ مگر میرے اصرار پر چند سطور لکھیں۔ اور کہا کہ دستخط کردو۔ میں نے کہا پڑھ کر سنادیں۔ کہا میں تمہارا ریڈر نہیں ہوں۔ میں نے کہا مجھے ہی پڑھ لینے دیں۔ کہا مجھے اسقدر فرصت نہیں ہے۔ جب میں نے دستخط کرنے سے تامل کیا تو کہا کہ دستخط کرنے ہیں تو کردو ورنہ چلے جاؤ۔ میں نے بہت اچھا کہا اور چلنے کو تھا۔ کہ کہا اچھا اب میں تم کو گرفتار کرتا ہوں اور مقدمہ چلاتا ہوں۔ کہ رپورٹ لکھاکر دستخط نہیں کرتے ہیں چونکہ ناواقف تھا۔ قاعدہ کا علم نہ تھا۔ اور اپنی ساری عمر میں اب تک اس قسم کا کام نہ پڑا تھا اس لئے ڈرا کہ یہاں کوئی اور مصیبت نہ پیش آجائے۔ دستخط کردئیے اور پھر کہا کہ اب پڑھو ورنہ سب پڑھ لو ہوش و حواس جاتے رہے کیونکہ تھانہ وا رقعے

پھر کیا کچھ لکھا ہوا تھا۔ جو لوٹنے والوں کے لئے مفید تھا اور میرے لئے نقصان دہ۔ وہ لوگ دو دن تک دو دن تھانہ میں آئے پہلے تو حسب مارپیٹ اور لوٹنے سے انکار کیا۔ مگر بعد میں مارپیٹ کا اقرار کیا۔ اور کہا لوئی سوٹی یہ خود وہاں پھینک آئے ہیں۔ وہ لے لو پولیس نے یہ چیزیں لوئی سوٹی دلادیں۔ اور معاملہ رفع دفع کردیا نہ باقی کا مال دلایا۔ نہ بیان لکھائے نہ پرچہ چاک کیا۔ اب اس معاملہ کی پیروی کرتا ہوں۔ تمام احباب درد دل سے دعا کریں۔ کہ اللہ کریم مجھے اس معاملہ میں پوری کامیابی عطا فرماوے

(خاکسار محمد نصیب از گوجرانوالہ)

میاں فضل حسین صاحب کو مبارکباد
مسلم ہائی سکول کی طرف سے

جناب ایڈیٹر صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اساتذہ اور طلبائے مسلم ہائی سکول لاہور نے ایک جلسہ منعقد کرکے مفصلہ ذیل رزولیوشن بابت سر فضل حسین صاحب وزیر تعلیم کی خدمت میں بھیجا ہے۔ مہربانی کرکے اپنے اخبار میں درج کرکے مشکور فرماویں۔

سید غلام مصطفےٰ۔ ہیڈ ماسٹر۔

جملہ اساتذہ اور طلباء مسلم ہائی سکول لاہور کا یہ جلسہ جناب خان بہادر میاں فضل حسین صاحب کو ان کو سر کے خطاب ملنے پر تہ دل سے مبارکباد دیتا۔ گورنمنٹ کا جس نے ان کو ان کی نہ صرف قومی بلکہ ملکی خدمات کے صلہ میں خطاب دیا ہے تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے، نیز وہ خداوند سے دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کو لمبی عمر عطا فرماوے۔ تاکہ ملک کی وہ مزید خدمت کرنے کے قابل ہوسکیں۔ اور تجویز کرتا ہے۔ ریزولیوشن کی ایک نقل بخدمت میاں صاحب اور دوسری کاپی بھیجی جاوے۔

اور اس اعزاز میں باقی وقت دل بند کردیا جاوے۔

مصطفےٰ ہیڈ ماسٹر۔

کھلی چٹھی
بخدمت مولانا مولوی میرک شاہ صاحب دارالعلوم دیوبند

السلام علیکم۔ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا مضمون بعنوان "ایک افترا کی تکذیب" مطبوعہ ۱۰ جنوری ۱۹۲۵ء میری نظر سے گذرا۔ افسوس کہ آپ نے خود ایک افترا کی تردید کرتے ہوئے خود مجھ پر مرزائی ہونے کا الزام لگایا۔ حالانکہ میں نے اپنے پہلے ہی مضمون میں نہایت وضاحت سے لکھا تھا کہ میں احمدیوں کے کسی فریق سے تعلق نہیں رکھتا۔ پھر آپ نے کیوں میرے سوال کا جواب دیتے ہوئے مرزائیوں اور میرزا صاحب کے اقوال پیش کرنے شروع کردئیے جن کا میں ذمہ دار نہیں۔ میں پہلے لکھ چکا ہوں۔ اور اب حلفاً لکھتا ہوں کہ میں ہرگز ہرگز احمدی یا مرزائی نہیں آپ مجھے جواب دیتے ہوئے اس بحث کو نہیں چھیڑیں۔ سوال صرف اسیقدر ہے کہ آپنے اپنی تحریر مطبوعہ روزنامہ ... اکتوبر میں یہ بتایا کہ آیت رجم کا صرف حکم باقی ہے ... سے کوئی تعلق نہیں۔ حالانکہ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ جس آیت سے کچھ تعلق نہ ہو اس کا حکم کس طرح باقی رہ سکتا ہے۔ حضرت ... پڑھی ہی نہیں جائے گی تو پھر اس پر عمل کسطرح ہوگا۔ اور کون کر ... پھر یہ بھی عجیب بات ہے کہ قرآن کریم کی دوسری آیات جن پر ... جارہا ہے۔ ایک ہی جگہ مدون ہیں۔ مگر آیت رجم واجب العمل ہوتے ہوئے قرآن سے باہر ہے۔ کیا ہم ایسے قرآن کو جس میں تمام آیات واجب العمل موجود نہیں ... مکمل کہہ سکتے ہیں؟ یا یہ آپ کا دوسرا افترا ... کہ باوجود اس عقیدہ کے موجودہ نسخہ قرآن مجید کو مکمل مانتے ہیں آپ نے اپنے اشتہار میں آیت مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اور آیت وَاِذَا بَدَّلْنَاۤ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ کی طرف اشارہ کرکے کچھ گول مول اظہار کیا ہے جسکی سمجھ ہی نہیں آتی کہ آپ کا مفہوم کیا ہے۔ آخر جو لوگ قرآن مجید کو ناسخ منسوخ مانتے ہیں وہ دونوں قسم کی آیات کو قرآن ہی میں مانتے ہیں۔ یہ آپ ہی کی ایجاد ہے کہ قرآنی آیات کی تلاش دوسری ... کیا افسوس ہورہی ہے۔ اسلئے اب آپ فرمائیے کہ آیت رجم اگر کسی آیت کی ناسخ تھی تو کیوں قرآن سے باہر رہ گئی؟ کیا یہ عقل سلیم مانتی ہے کہ منسوخ آیت تو قرآن مجید میں درج ہے۔ اور اسکی ناسخ باہر رہجائے منسوخ کی تلاوت واجب ہوجائے۔ اور ناسخ کی تلاوت مرفوع! مولوی صاحب! کچھ تدبر سے کام لیجئے۔ اور لوگوں کی عقل اور دین خدا سے ہنسی نہ کیجئے۔

بہر حال میری التجا اب بھی یہی ہے کہ اسی قسم کی آیات جو واجب العمل ہیں لیکن قرآن موجود نہیں۔ آپ کے اہتمام سے جمع کی جائیں۔ اور ان کی ترتیب بھی آپ ہی کے ذریعہ ہو۔ میں انشاء اللہ اس جدید مکمل قرآن کی طباعت کے لئے آپ کی نگرانی میں مرتب ہوگا۔ اب بھی حاضر ہوں۔

(خاکسار زین العابدین۔ از لاہور۔ مورخہ ۲ جنوری ۱۹۲۵ء)

فہرست معاونین برلن مسجد

اخبار پیغام صلح مورخہ ۲ جنوری ۱۹۲۵ء میں حضرت امیر ایدہ اللہ کی طرف سے چندہ برلن مسجد کے لئے ایک اپیل بعنوان "برلن مسجد کے لئے ایک سو مزدور کی ضرورت" شائع ہوئی تھی۔ اس اپیل پر بعض احباب نے دفتر انجمن سے چندہ کی کاپیاں طلب فرمائی ہیں اور بعض اصحاب نے خود اپنی جیب سے نقد رقوم ارسال فرمائی ہیں۔ چنانچہ ان اصحاب کے اسمائے گرامی ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) مولوی دوست محمد صاحب ایک کاپی

جب حضرت امیر ایدہ اللہ کی مذکرہ بالا اپیل شائع کرنے کی غرض سے دفتر اخبار میں بھیجی گئی تو آپ نے اس اپیل کو شائع کرنے سے پیشتر خود اسمیں شامل ہونا ضروری خیال فرمایا۔ اللہ تعالےٰ ان کے اس جوش دینی کو سلامت رکھے

(۲) شیخ نظام الدین صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس چک شیخان ڈاکخانہ صدر شاہ پور سے پچاس روپیہ نقد وصول ہوگئے ہیں۔

(۳) شیخ مولا بخش صاحب مالک کارخانہ بوٹ شہر سیالکوٹ آپ نے جماعت شہر سیالکوٹ کو اس کے متعلق تحریک کی جسپر جماعت نے آمادگی کا اظہار کیا۔ اور آپ نے گیارہ کاپیاں طلب فرمائی ہیں۔

(۴) مسٹر اللہ بخش متعلم میڈیکل کالج لاہور .... ایک کاپی

(۵) بابو غلام محمد صاحب ہیڈ کلرک دفتر صاحب ڈپٹی کمشنر سرگودہا ایک کاپی

(۶) خان غلام حسن خان صاحب ای۔ اے۔ سی پشاور ۱۰۰ روپیہ نقد

(۷) ڈاکٹر بشارت احمد صاحب گجرات ۱۰۰ روپیہ نقد

(۸) بابو غلام المرسلین صاحب معرفت مولانا غلام حسن خانصاحب پشاور ۵ روپیہ نقد

امید ہے کہ دیگر احباب بھی اس طرف ...... توجہ فرماکر ماجور ہونگے

ایک غیر احمدی کا اشتہار

سردار خان

ذیل کا اشتہار جلسہ سالانہ کے موقعہ پر کسی صاحب نے تقسیم کیا تھا۔ امید ہے کہ قارئین پیغام صلح کے لئے موجب دلچسپی ہوگا۔

مسلمانوں کیلئے درس عبرت
غور کرنے کے لئے چند باتیں
حضرت مولوی میرک شاہ صاحب دیوبندی کی خوش فہمی

کابل میں ایک مسلمان اختلاف عقیدہ کی بنا پر سنگسار کیا جاتا ہے سوال ہوتا ہے کہ ایسا ہیبت ناک طرز عمل کیوں اختیار کیا جارہا ہے۔ جواب ملتا ہے کہ مسلمان مذکور محض فرقی اختلاف عقیدہ کی وجہ سے مرتد ہوگیا تھا۔ سوال ہوتا ہے کہ کیا مرتد کی سزا شریعت اسلام میں سنگساری ہے؟ جواب ملتا ہے کہ مرتد کی سزا تو نہیں ... سزا تو سنگساری ہے۔ سوال از آسمان جواب از ... ہوتا ہے کہ پھر زانی ہی کی سزا قرآن مجید سے دکھائیے ... ہے کہ آنحضرت صلعم پر ایک آیت نازل تو ...

بریں مولویت بباید گریست

اب غور کیجئے کہ اس قسم کے مولوی کس عزت کے قابل ہیں اور امور دینیہ میں ان کا فتویٰ کہاں تک قابل تسلیم ہے ؟

خاکسار فضل قادر چشتی - یکم نومبر ۱۹۲۲ء

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب اور دیگر بزرگان ملت بحمد اللہ بخیر و عافیت ہیں اور خدمات دینیہ میں منہمک

حضرت امیر ایدہ اللہ کے حکم کے ماتحت مولانا عصمت اللہ صاحب گزشتہ ماہ دسمبر ... وہاں کی رپورٹ آپ نے جو [illegible]

دہرم کوٹ رندھاوا ضلع گورداسپور کا ایک علاوہ [illegible] قصبہ ہے جس میں زیادہ تر سکھ زمیندار آباد ہیں - اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اچھے اچھے عہدوں پر مامور ہیں - دہرم کوٹ کے نزدیک ہی مشہور و معروف ایک تاریخی گاؤں نظر آتا ہے جس کا نام رنڑچیتر یا مکان شریف ہے جو کسی زمانہ میں بڑے بڑے اولیائے کرام کا مسکن تھا - اور جہاں طالبان رشد و ہدایت کا ہر وقت ایک جم غفیر لگا رہتا تھا - اگرچہ امتداد زمانہ کی وجہ سے اب وہ حالت نہیں رہی تاہم اس اجڑی حالت میں بھی مولوی سید منظور احمد صاحب کا دم غنیمت ہے - آپ اگرچہ نوعمر ہیں - مگر علم فضل اور وسیع الخیالی وبے تعصبی میں اپنے عالیشان خاندان کی حقیقی یادگار ہیں - دہرم کوٹ میں ایک اسلامی انجمن بھی موجود ہے جس کا نام انجمن اشاعت اسلام ہے اور جس کا الحاق احمدیہ انجمن اشاعت الاسلام لاہور سے ہے اگرچہ انجمن ابھی ابتدائی حالت میں ہے - مگر ترقی کے آثار نمایاں ہیں - انجمن کے سیکرٹری مولوی عبداللطیف صاحب رات دن ترقی انجمن کی تجویزیں سوچنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی کوششیں کرتے رہتے ہیں - گرد و نواح کے غیر مسلم دیہات میں گھومنا اور تبلیغ اسلام کا کام کرنا ان کا امتیازی نشان ہے - ۲۹ - دسمبر ۱۹۲۲ء کو دن کے گیارہ بجے اور رات کو بعد عشاء نیز ۲۹ دسمبر ۱۹۲۲ء کو دن کے ۱۰ بجے خاکسار کی تقریریں اسی انجمن کے زیر انتظام ہوئیں - تقریروں میں مقامی اشخاص کے سوا گرد و نواح کے لوگ بھی شریک ہوتے رہے - ہر تقریر میں اچھا خاصہ مجمع نظر آتا تھا - سکھ اور سناتنی ہندو بھی کثرت سے شریک ہوتے رہے - آریہ سماجی بھی آئے - اگرچہ انہیں اعتراض کرنے کی اجازت تھی - مگر توت اعتراض نہ پاکر انہیں برسانے پر تل پڑے - اور شرمناک طریق سے مجمع کو منتشر کرنا چاہا - مگر مدعا حاصل نہ ہوا - اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نہایت کامیاب رہیں - چلتے وقت انجمن اشاعت الاسلام دہرم کوٹ نے برلن مسجد کے لئے مبلغ [illegible] روپیہ چندہ بھی دیا ہم مشکور ہیں کہ انجمن باوجود قلیل البضاعت ہونے کے اس کار خیر میں حصہ لیا علاوہ اس کے دہرم کوٹ میں [illegible] روپیہ کے قریب اور چندہ ہوا - ۲ - دسمبر ۱۹۲۲ء کو خاکسار دہرم کوٹ سے ڈیرہ بابا نانک پہنچا - اور رات ایک عام جلسہ میں تقریر کی - اگرچہ قلت وقت کی وجہ سے انتظام میں کچھ خامی رہ گئی - مگر پھر بھی مجمع قابل تعریف تھا -

[illegible] مولوی عبدالحق صاحب ودیارتھی تبدیل ہو گئے ہیں جہاں [illegible] کا کام تصنیف و تالیف کے علاوہ جماعت کی تنظیم اور درس و تدریس بھی ہوگا - امید ہے کہ احباب راولپنڈی مولوی صاحب کے وجود سے پورے طور پر متمتع ہوں گے -

[illegible] عبدالرحمن صاحب اور خواجہ عبدالسلام صاحب کو جیسے احمدی [illegible] نوکرال کشمیر کا نکاح ۲ - دسمبر ۱۹۲۲ء کی شام کو اخویم خواجہ عبد [illegible] صاحب وانڈر صاحب ولد خواجہ عمر ڈار صاحب مرحوم سکنہ [illegible] امیرا کدل کی ہمشیرہ صاحبہ کے ساتھ ہوا - اس خوشی میں [illegible] روپیہ چندہ انجمن کو عطا فرمایا - دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ [illegible] جانبین کے لئے دینی و دنیاوی برکات کا موجب کرے [illegible] کو خدا تعالیٰ کے فضل سے کشمیر میں ایک [illegible] اسلام کی خدمت کی [illegible] توفیق عطا فرما [illegible] اور عبدالسلام صاحب [illegible] احمدی [illegible] اعلیٰ درجہ کا [illegible] رکھتے ہیں [illegible] ساتھ ہمیشہ تبلیغ سلسلہ میں لگے رہتے ہیں - [illegible]

"بہ خبر غلط ہے کہ حکومت حجاز نے جدہ [illegible] حلانکہ [illegible] مسلمان کو [illegible]

تازہ خبریں

— مسٹر [illegible] "ہم پر شیطان" پر دو الزاموں میں دفعہ ۱۲۴ - الف تعزیرات ہند کے ماتحت مقدمہ چل رہا ہے - وہ ۲۶ جنوری تک کے لئے پولیس کی حراست میں دیدیا گیا ہے - وہ ضمانت پر اس وجہ سے رہا نہیں کیا گیا کہ وہ ایک دفعہ پیشی پر بیماری کے باعث حاضر ہو گیا تھا -

— لالہ رام [illegible] سابق ممبر [illegible] نے ہندو مہا سبھا کے ایک جلسے میں تقریر کی - انھوں نے ہندو سنگھٹن کی ضرورت پر زور دیا کہ اور کہا کہ کانگرس کے ہندوؤں کے مفاد کی حفاظت کرتا ہے - انہوں نے کہا کہ جب مولانا محمد علی و شوکت علی مسلم لیگ مالس خلافت میں علانیہ حصہ لیتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ ہندو سنگھٹن ہندو سبھا میں حصہ نہ لیں - انہوں نے یہ بھی کہا کہ مسلمانوں نے ہندوستان کے ہندوؤں کی طرح محبت کرنی چاہیئے اور نیز انہیں چاہیئے کہ [illegible] ملکی مسائل کی طرف زیادہ توجہ نہ کریں -

— اطلاع موصول ہوئی ہے کہ اکالیوں کا [illegible] شہیدی جتھا جیتو پہنچ کر امن کے ساتھ گرفتار ہو گیا اور [illegible] بھیج دیئے گئے ہیں -

— آج رائے سنہا کے ویسٹرن پانس وضع قوانین ہند کی قومیت پسند جماعت کا جلسہ منعقد ہوا جلسہ کا غور کیا گیا کہ بنگال آرڈیننس [illegible] متعلق کیا رویہ اختیار کیا جائے - اسمبلی سے زیادہ ارکان شامل نہ ہوں گے - پنڈت موتی لال نہرو جو سوراجیہ جماعت کے اور آزاد خیال جماعت کے ابھی تک یہاں نہیں پہنچے اس لئے جلسہ برخاست ہو گیا

— بلدیہ بمبئی کے ایک اجلاس میں مسلمان لڑکیوں کو مفت اور جبری تعلیم دینے پر بحث ہوئی جلسہ میں فیصلہ ہوا کہ ایک سال تک بلدیہ [illegible] وارڈ میں جبری تعلیم رائج کی جائے اور اس کے بعد دس [illegible] کی عمر کی لڑکیوں پر جبری تعلیم لازمی کر دینی چاہیئے -

— آج صبح [illegible] بی ملکۂ نیپال [illegible] نیپالی فوج کے جرنیل اور [illegible] کے ساتھ سپیشل ٹرین میں یہاں تشریف لائیں ملکہ صاحبہ آج [illegible] روانہ ہو جائیں گی -

— پروفیسر [illegible] منتظم مرکزی شعبۂ اطلاعات گورنمنٹ ۱۹۲۳ء کے لئے [illegible] اخلاقی مادی ترقی کے متعلق رپورٹ مرتب کی ہے [illegible] ۲۶ جنوری کو پارلیمنٹ میں پیش کریں گے -

— [illegible] صاحب نے حضرت سلطان سعود بن غازی کے [illegible] کی اجازت سے حسب ذیل تار بجریدۂ "البلاغ" کو ارسال [illegible] عراق کے بعض اخبارات نے لکھا ہے [illegible] حکومتوں کا ہاتھ ہے - ترکوں اور نجدیوں کے مابین جو واقعات رونما ہوئے ہیں ان کے متعلق ترکی [illegible] پہلے سے سمجھوتہ ہو چکا تھا - حکومت نجد ان خبروں کی [illegible] ہے - اور اگر وہ کسی بات میں استصواب کرتی بھی ہے [illegible] اسلامی مفاد و مصالح کے لئے کرتی ہے

[illegible] "طان" جرائد مغربی کے حوالہ سے رقمطراز ہے کہ جدہ [illegible] اسلحہ کی ایک مقدار وافر پہنچ چکی ہے - شریف حسین [illegible] اس بات پر صرف کر رہا ہے کہ اپنے گرد مددگاروں اور [illegible] جمع کر کے شہر میں جس قدر فوجیں رہ گئی ہیں انہیں بھی زر کی لالچ [illegible] اپنے پاس جمع کر رہا ہے - نیز اس نے مال کے ذریعہ [illegible] قبائل کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا ہے - اور ان تدابیر سے [illegible] غرض یہ ہے کہ مکہ پر حملہ کر کے جس قدر جلد ہو سکے اسے واپس لیلے [illegible] حکومت ترکی نے حسب ذیل قانون صادر کیا ہے : جس شخص کے پانچ لڑکے لڑکیاں پیدا ہوں اسے عام بھرتی کے [illegible] فوجی خدمت سے معاف رکھا جائے - جس شخص کے [illegible] بچے ہو جائیں اسے فوجی خدمت بالکل معاف ہوگی جس شخص کے بچے [illegible] سے بھی زیادہ ہوں اسے بقدر پانسو ترکی پونڈ انعام دیا جائیگا [illegible] اور تمام عمر کے لئے [illegible] سو ترکی پونڈ ماہوار وظیفہ ملیگا - (البلاغ)

— سید عبدالروف المصبان مندوب جمعیت ملیہ حجاز مقیم مصر نے سید سنوسی کے نام حسب ذیل پیغام برقی ارسال کیا ہے -

بیان القرآن

یعنی

[illegible] القرآن

مصنفہ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم - اے امیر جماعت احمدیہ لاہور

اس بے نظیر تفسیر کی چند ایک خصوصیات جو اُسے دوسری تفاسیر سے ممیز کرتی ہیں حسب ذیل ہیں :-

(۱) قرآن کریم کے ایک مقام کو دوسرے سے حل کیا گیا ہے (۲) قرآن کریم کی تفسیر کرنے میں احادیث صحیحہ کو دوسری تمام باتوں پر مقدم کیا گیا ہے - اور اس غرض کے لئے امام بخاری کی کتاب التفسیر ابن جریر اور تفسیر ابن کثیر کو سامنے کیا گیا ہے - (۳) لغات قرآن کریم کی پوری تشریح کی ہے - جس کے لئے مفردات امام راغب تاج العروس اور لسان العرب سے مدد لی گئی ہے - (۴) قرآن کریم کی ترتیب اور نظم کو خاص طور پر واضح کیا گیا ہے - اول آیات قرآنی کا باہمی ربط، دوم رکوعوں کا باہمی تعلق، سوم سورتوں کا ایک دوسرے تعلق واضح طور پر بیان کیا گیا ہے - (۵) ہر ایک سورت کے شروع میں اس کے تمام رکوعوں کا خلاصہ دے دیا گیا ہے - اور اس سورت کے نام میں جو حکمت ہے - اسے ظاہر کیا گیا ہے - (۶) قرآن کریم کا ترجمہ لفظی مگر با محاورہ کیا گیا ہے اور ترجمہ کو الفاظ کی حد سے نہیں نکلنے دیا - اپنی طرف سے الفاظ بڑھانے کے اصول کو بالکل ترک کر دیا گیا ہے - (۷) قرآن کریم کی لغات کے حل اور مطالب کی تشریح میں [illegible] کی آراء کو نظر انداز نہیں کیا گیا - بلکہ زمانہ کے مطابق متقدمین کی آراء کو ساتھ ساتھ [illegible] کیا ہے - اور کتب کا حوالہ بھی دیا گیا ہے - (۸) اس تفسیر کی اصل غرض یہ ہے کہ لوگوں میں قرآن کریم کا شوق پیدا ہو اور جو لوگ زبان اردو لکھ پڑھ سکیں وہ اس تفسیر کی مدد سے خود قرآن شریف کا درس دے سکیں - اس لئے ہر ایک بات عام فہم عبارت میں واضح کی گئی ہے - (۹) ہر ایک جلد کے شروع میں تفسیر کے مضامین کی مکمل فہرست دی گئی ہے - (۱۰) ان تمام باتوں کے ساتھ کتاب کی ظاہری خوبی کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا ہر ایک صفحہ کے شروع میں قرآن کریم نہایت اعلیٰ درجہ کا خوشخط بین السطور ترجمہ نیچے تفسیر کاغذ نہایت اعلیٰ قسم کا جلد نہایت خوبصورت اور مضبوط پشت پر سنہری حروف میں کتاب کا نام اور جلد کا نمبر متوسط میں سنہری طغریٰ (۱۱) تمام تفسیر تین جلدوں میں شائع ہوئی ہے - ہر ایک جلد کی ضخامت $\frac{22 \times 29}{8}$ تقطیع کے ساتھ آٹھ سو صفحات کے قریب ہے - پہلی جلد قیمت [illegible] روپیہ محصول ڈاک و خرچ پیکنگ [illegible] روپیہ دوسری جلد قیمت [illegible] روپے محصول ڈاک وغیرہ [illegible] روپیہ تیسری جلد کی قیمت [illegible] روپے محصول ڈاک وغیرہ [illegible] روپیہ وی پی کی درخواست کیساتھ قیمت کا ایک حصہ پیشگی آنا چاہیئے تمام درخواستیں بنام منیجر دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور آنی چاہئیں

زمیندار اور ہفتہ وار

چونکہ اکثر حضرات روزانہ زمیندار کی قیمت نہیں ادا کر سکتے اور چونکہ بعض دیہات میں روزانہ ڈاک پہنچنے کا بھی کوئی معقول انتظام نہیں اس لئے زمیندار کا ایک ہفتہ وار ایڈیشن جاری کیا گیا ہے -

بالکل علیحدہ چیز

یہ ہفتہ وار روزانہ کے مضامین کا خلاصہ نہیں - بلکہ خود اپنی مستقل حیثیت رکھتا ہے - اس لئے اگر روزانہ زمیندار خریدنے والے بھی اسے خریدیں تو لطف اندوز ہو سکتے ہیں -

اس میں نہایت پُر معنی مضامین جدید وافکار و حوادث "

نہایت دلچسپ اور معلومات بڑھانے والے اقتباسات "

حضرت مولانا ظفر علی خان کی نظمیں اور آپ کے مضامین کے علاوہ ہفتے بھر کی تمام خبروں کا کافی و وافی خلاصہ درج کیا جاتا ہے - غرض ہر حیثیت سے یہ ہفتہ وار ایڈیشن روزانہ زمیندار کے شایان شان ہے -

قیمت سالانہ چھ روپے - ششماہی للعہ - سہ ماہی عہ

(ناظم [illegible] ہفتہ وار لاہور)

تارکا پتہ: مسلمان لاہور

الصلح خیر

ہفتہ میں دو بار ہر اتوار اور بدھ کو ٹھیک وقت پر شائع ہوتا ہے

اخبار پیغام صلح

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۳

جلد ۱۳ — نمبر ۲۴

مدینۃ المسیح لاہور یوم اتوار مورخہ ۲۸ جمادی الثانی ۱۳۴۳ھ ہجری مطابق ۲۵ جنوری ۱۹۲۵ء

اشاعت و توسیع اسلام

ووکنگ مسلم مشن کے اثرات

ہمت قدم بڑھاؤ۔ نصرت خداوندی تمہارا انتظار کر رہی ہے

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی اپیل برادران ملت سے

(گذشتہ سے پیوستہ)

اشاعت اسلام اور دیگر تحریکات

ان گذشتہ بیس سال میں مختلف تحریکیں ہمارے سامنے آئیں۔ ان میں سے بعض تحریکیں ہمارے روپیہ، وقت اور توجہ کی کچھ دیر کے لئے مالک بھی بن گئیں، جہاں تک میری رائے ہے ان تحریکوں کے محرک نیک نہاد لوگ تھے، ان میں صداقت بھی تھی۔ بعض ان نیک نہادوں کے ساتھ غلط کار بھی مل گئے، بہرحال کوئی اسباب ہوں مصلحت ربی نے اس وقت تک یہی ثابت کیا۔ کہ اشاعت اسلام ہی کی ایک تحریک ہے جو سرسبز رہی۔ اور کامیابی کا منہ دیکھ رہی ہے، حق الامر بھی یہی ہے، کہ قرآن کریم نے اشاعت اسلام کو تو ہم پر فرض کر دیا۔ اور اگر ہم اللہ تعالے کے اس حکم کی عزت کریں تو کیوں نہ اللہ تعالے ہماری مدد کرے۔

میرا کام ہو گیا

جہاں تک میں اپنی قلبی کیفیت کو دیکھتا ہوں۔ میں خیال کرتا ہوں کہ میری ان کوششوں کا ایک حصہ ختم ہو چکا۔ کہ اللہ تعالے نے مجھے وہ دن دکھا دیا۔ کہ عیسائیت کا انہدام ہو، لوگوں میں سے اسلام کے متعلق غلط فہمیاں دور ہو جائیں۔ ان کی توجہ اسلام کی طرف ہو جائے، وہ اسلامی مواعظ کو شوق سے سننے لگیں۔ یہ کام خدا تعالے نے کر دیا۔ اور میں خدا تعالے کو حاضر ناظر جان کر شہادت دیتا ہوں۔ کہ اللہ تعالے نے یہ کام کر دیا۔ کہ آج میں دنیا سے رخصت بھی ہو جاؤں تو بہ تسکین قلب کے ساتھ رخصت ہو جاؤں گا۔ کہ میری کوشش ضائع نہیں ہوئی۔ اس کے بعد یہ محض اس کا فضل ہے کہ اور کامیابیوں کا منہ دیکھنے کے لئے زندہ رکھے۔ وہی اخبار جو آغاز مشن کے وقت اسلام پر منہ چڑاتے تھے، آج اسلامی محاسن کے [illegible]

ڈیلی مرر محاسن اسلام پر

انگلستان کے ایک مشہور روزانہ اخبار موسومہ بہ ڈیلی مرر کو دیکھ کر میں سخت متحیر ہو گیا۔ وہ لکھتا ہے کہ وہ دن گئے۔ جب اسلام پر منہ چڑاتے تھے۔ اسلام کے بعض محاسن ایسے ہیں کہ اگر ان کی پیروی کریں تو ہمارے لئے بہتر ہے۔ اور تو اور وہ پردہ کے متعلق لکھتا ہے، کہ مسلم لوگ غیرت رکھتے ہیں۔ وہ اپنی عورتوں کا بے محابا پھرنا پسند نہیں کرتے۔ اگر ہم بھی ان کے پردے کی پیروی کریں۔ تو یہ نظارہ عورتوں کا نہ ہو، جو ہم انگلستان میں دیکھتے ہیں سبحان اللہ۔ الحمد للہ!! انگلستان اور پردہ کی خواہش یہ خدا کی بوالعجبیاں ہیں۔

کام کو بڑھانے کی ضرورت

یہ پرلے درجہ کا کفران نعمت ہوگا۔ اگر ہم ان حالات سے فائدہ نہ اٹھائیں۔ مشن چل چکا۔ اس کے لئے باقاعدہ دفتر مسجد ووکنگ انگلستان دلندن مسلم ہوس میں قائم ہو چکا۔ مکان اپنا موجود۔ دیگر اسباب دفتر بہم پہنچ چکے۔ مشن کا رسالہ موجود۔ اس مشن کے موجودہ کارندے کسی زیادہ امداد کے محتاج نہیں۔ اب اگر ضرورت ہے تو اسی بات کی کہ کام کو بڑھایا جاوے۔ آج سے کچھ تین چار برس پہلے اگر ایک روپیہ سے ایک کام نکلتا تھا تو آج اسی ایک روپیہ سے چار گنا کام نکل سکتا ہے۔

چند محسنوں کا شکریہ

اس ضمن میں مجھے چند ایک محسنوں کا شکریہ بھی ادا کرنا ہے۔ جنہوں نے ان تمام حالات کے معلوم ہونے پر میری آواز کو سنا۔ میری امداد کو پہنچے۔ ہماری مشکلات یہ ہیں کہ اول تو یہ زمانہ ہی قحط الرجال کا ہے پھر کچھ آدمی تیار ہوتے ہیں۔ تو ان میں سے بعض مختلف مشنوں پر لگ جاتے ہیں۔ اس وقت میرے سوائے صرف ایک مبلغ ووکنگ میں ہے۔ جو تیار ہوئے تھے۔ وہ ہمارے ہی متعلق جرمنی اور لاہور میں کام کر رہے ہیں۔ اور کچھ اپنے روزگار میں لگ گئے۔ اس سال میں دو نئے مبلغ بھیجے۔ ان سے معاہدہ ایک حد تک مستقل کام کرنے کا کیا ہے۔ ان میں سے ایک کے کفیل تو میرے محسن جناب جہانگیر میاں صاحب والئے منگرول (کاٹھیاواڑ) ہیں۔ ان کی ذات با برکات کا مشن ہمیشہ ہی سے مرہون احسان رہا ہے، اس موقعہ پر بھی آپ نے میری اپیل کو سنا۔ اور ایک مشنری کے اخراجات انہوں نے اپنے ذمہ ڈال لئے ہیں امید کامل ہے کہ وہ اس [illegible]

آپ صاحب عزو شرف حضرت سیدنا ابوظفر سیف الدین ہیں۔ آپ کو جس قدر مذہب اور خدمت مذہب کا شغف ہے، وہ ان کے منصب وحیثیت سے ظاہر ہے۔ انہوں نے میری اپیل کو فیاضانہ طبیعت سے سنا۔ اور خدمت اسلام کے لئے ہر طرح تیاری ظاہر فرمائی۔ اللہ تعالے ان کو جزائے خیر دے۔

تھوڑی تھوڑی امداد کرو

کام کوئی مشکل نہیں۔ اگر مسلمان بھائی ہمت کریں۔ اور تھوڑی تھوڑی دعا۔ للعہ۔ صہ۔ عنلہ۔ عنہ۔ امداد مستقل رقم میں ماہوار دیں۔ روز روز کی خط و کتابت اور استمداد میں وقت، محنت اور روپیہ ضائع ہوتا ہے۔ آج مشن کو بارہ سال ہو گئے، شرعاً ایک بچہ بھی اس عمر پر بالغ ہو جاتا ہے۔ زمانہ نے ہمارے حالات سے آگاہی حاصل کر لی ہے۔ اچھا یا برا اخفا میں نہیں۔ اللہ تعالے نے ہمیں کامیاب کر کے دکھا دیا آج یہی ایک کام ہے۔ جس کی طرف سب سے پہلے مسلمانوں کو متوجہ ہونا چاہیئے۔ یہی وہ کام ہے جس کے لئے انبیا علیہم السلام دنیا میں آئے۔ یہی وہ وظیفہ ہے جو صحابہ کرام نے اپنے لئے تجویز کیا۔ ہندوستان کی بھی مشکلات کا حل اسی ایک کام سے ہے۔

حساب کتاب کے متعلق

حساب کتاب کے متعلق میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ جہاں تک ہندوستان کی آمد و خرچ کا سوال ہے۔ وہ ماہوار چھپ جاتا ہے۔ انگلستان کا حساب سنہ ۱۹۱۹ء کے بعد نہیں چھپا۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ پادریوں نے خاص طور پر ہماری آمد و خرچ کے متعلق تفحص کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ ریونڈ والٹر نے کتاب لکھ کر ہمارے حساب کتاب پر بھی تبصرہ کیا ہے۔ اور ہمارے سنہ ۱۹۱۴ء ۱۹۱۵ء کے آمد و خرچ دیکھ کر خوشی ظاہر کی کہ مسلم مشن عنقریب تباہ ہو جائیگا۔ کیونکہ اسے بجائے پونڈوں کے ہماری آمد میں روپے نظر آئے۔ اور بجائے لاکھوں کے ہزار نظر آئے۔ وہاں تو پانی کی طرح روپیہ بہتا ہے۔ اس نادان نے یہ نہ سمجھا۔ کہ ہمارے مشن کے کارندے اگر ایثار سے کام نہ لیتے۔ اور پورے حق الخدمت کو عیسائی مشنوں کے اصول پر شمار کر کے رپورٹ میں دکھلا دیا جاتا تو پھر ہمارے اخراجات بھی بہت ہوتے بہر حال خدا کی شان ہے۔ مشن تو آج تک قائم اور کامیاب ہے۔ لیکن وہ ہمارے مشن کے خاتمہ کی پیشگوئی کرنے کے ایک سال بعد ہی اس دنیا سے رخصت ہو گیا اس کی اس رپورٹ پر مجھے یہی خیال آیا کہ ہمارے مالی معاملات [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۳، ۲۸ جمادی الثانی ۱۳۴۳ھ مطابق ۲۵ جنوری ۱۹۲۵ء، نمبر ۲۴

تذکرہ پر ایک نظر

حضرت امیر ایدہ اللہ کی طرف سے

قرآن کریم کی خدمت اگر غیر مسلم بھی کرے تو ہم مسلمانوں کو اس کی قدر کرنی چاہیئے۔ لیکن جب خود مسلمانوں میں یہ بیداری پیدا ہوتی نظر آئے۔ کہ وہ قرآن کریم کی خدمت کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔ تو یہ ہمارے لئے خاص خوشی کا موجب ہے، اس زمانہ میں جب ہماری درس گاہوں میں بیسیوں علوم پڑھائے جاتے ہیں۔ مگر قرآن کریم کا نام دنالی ہے۔ یہ امر ہر ایک مسلمان کے لئے مسرت کا موجب ہونا چاہیئے، کہ نئی روشنی کے اصحاب قرآن کریم پر غور و تدبر کرنے لگے ہیں۔ انہی اصحاب میں سے جناب محمد عنایت اللہ خاں صاحب ہیں جن کی کتاب تذکرہ اس وقت گو مخالفت کے رنگ میں ہی سہی۔ کافی شہرت حاصل کر چکی ہے، اگر ہماری کسی دوسرے سے مخالفت صرف اس حد تک ہو۔ کہ ہم اس کی بعض باتوں سے اختلاف رائے رکھتے ہیں۔ اور اس اختلاف رائے کو بوقت ضرورت ظاہر کر دیتے ہیں۔ تو یہ کوئی حرج کی بات نہیں لیکن ہمارے علما اور اخبار نویسوں کی یہ کوشش کہ فلاں شخص کی کتاب کو کوئی نہ پڑھے۔ اس لئے کہ اس کو پڑھکر بے ایمان ہو جائے گا۔ بہت ہی مذموم کوشش ہے۔ مذہب اسلام اس قسم کی تنگ دلی نہیں سکھلاتا بلکہ وہ غیر مسلموں کی بھی اچھی باتوں کی قدر کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ بدقسمتی سے علما کی یہ عادت ہوگئی ہے، کہ اگر ان سے کسی اعتراض کا جواب پوچھا جائے۔ تو وہ سائل کو بے ایمان بناتے ہیں۔ اور ان کی رائے کے خلاف کوئی رائے کا اظہار کرے۔ تو وہ چلا اٹھتے ہیں۔ کہ اس شخص نے مسلمانوں کے دین کو بگاڑ دیا۔ یہی سلوک کتاب تذکرہ سے بھی ہوا ہے۔

* * *

میں یہ نہیں کہتا کہ مصنف تذکرہ نے کوئی غلطی نہیں کی۔ انہوں نے بعض مقامات پر بری طرح ٹھوکر کھائی ہے۔ مگر اس کے باوجود میں یہ ضرور کہوں گا۔ کہ ان کی رائے اور خیالات کو بھی سننا چاہیئے۔ اور خذ ما صفا دع ما کدر پر عمل کرنا چاہیئے۔ اور مسلمانوں کو اس کتاب کو پڑھنا چاہیئے۔ اور ان کی محنت کی داد دینی چاہیئے، انہوں نے جو محنت شاقہ اس کتاب کی تیاری میں اٹھائی ہے، وہ اس کے صفحہ صفحہ سے ظاہر ہے۔ اور جو زر کثیر اس کی تیاری اور اشاعت پر صرف کیا ہے وہ کتاب کی ہیئت اور اس کے حجم سے عیاں ہے، اور ہمیں اس قسم کی کوششوں کی قدر کرنی چاہیئے۔ گو ہمارا اور ان کا بعض خیالات میں اختلاف بھی ہو۔ انہوں نے بعض خاص امور کی طرف توجہ دلائی ہے جن میں مسلمانوں میں کوتاہی پائی جاتی ہے۔ اور قرآن کریم سے ان امور پر استدلالات پیش کئے ہیں۔ مسلمانوں کو بتایا ہے کہ قوم کی ترقی کا راز چند عقائد میں نہیں جن کے ساتھ عمل نہ ہو۔ بلکہ ترقی کے لئے عملی شاہراہ پر قدم مارنا ضروری ہے، اس کی طرف توجہ دلانے کے لئے انہوں نے دین اسلام کو دس اصول پر مبنی بتایا ہے۔ عمل میں توحید امت کی وحدت، اولوالامر کی اطاعت۔ مال سے جہاد۔ تلوار سے جہاد ہجرت، سعی میں استقامت اور نتیجہ میں توکل۔ اخلاق فاضلہ۔ علم۔ ایمان بالآخرت، یہ دس امور ایسے ہیں۔ جن میں آج مسلمان تعلیم قرآنی سے بہت دور پڑے ہوئے ہیں۔ اور مصنف تذکرہ نے ان امور کی طرف توجہ دلانے میں نہایت عمدگی سے خدمت اسلامی کا کام کیا ہے۔ اور میں نہیں سمجھتا کہ کسی مسلمان کو اس بات میں ان سے اختلاف رائے ہو۔ کہ ان چیزوں کی مسلمانوں کو اشد ترین ضرورت ہے۔ اور نہ ہی اس بات میں ان سے کسی کو اختلاف رائے ہو سکتا ہے، کہ ان اصول پر عمل پیرا ہوئے بغیر مسلمانوں کا قعر مذلت سے نکلنا محال ہے، اور نہ ہی اس بات سے آج سمجھدار لوگوں کو اختلاف رائے ہو سکتا ہے، کہ مسلمان دین اسلام کی اصل حقیقت سے بہت دور پڑے ہوئے ہیں۔

* * *

جہاں مصنف تذکرہ کو ٹھوکر لگی ہے وہ مشرقی ہونے کے باوجود مغربیت کا دل پر بے انتہا اثر ہے۔ مغرب کی مادی ترقیوں نے ان کے دل پر اس قدر اثر کیا ہے۔ کہ انہی مادی ترقیوں کو ہی وہ اصل اخلاق اور اصل روحانیت اور علم خیال کرتے ہیں۔ اور یہ فرض کر کے انہوں نے ایک طرف مسلمانوں کو برا کہنے میں اور دوسری طرف یورپ کے سراہنے میں حد سے تجاوز کیا ہے، اگر وہ جائز حدود کے اندر مسلمانوں کو ان کے نقصوں کی طرف توجہ دلاتے یا یورپ کی بعض اچھی باتوں کو پیش کرتے، تو حرج نہ تھا۔ مگر کتاب کے مطالعہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک انسان کی ترقی صرف مادی ترقی کا ہی نام ہے اور اسی کو وہ فلاح اخروی بھی خیال کرتے ہیں جیسا کہ ذیل کے چند حوالجات سے معلوم ہوگا۔

(۱) اھم حربیون بان یسموا العلماء امر الغربیون الذین جعلوا عالی الارض سافلھا و بدلوا سافلھا بعالیھا وصعدوا بحیرتھا وغوروا فی بطنھا وصعدوا اعلی جبالھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الذین احسنوا فی ھذہ الدنیا علماً وعملاً واصلحوا بالھم فی الدنیا والاخرۃ ۰

(۲) افانتم امنتم بھذہ الایۃ وانزلنا الحدید فیہ باس شدید ام الکفار القرویون المعذون وانتم تخلقتم باخلاق اللہ القوی العزیز ام النصاری الوثنیون ۰

(۳) حتی الان اللہ لھم الحدید کما الان لداود وملکہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وما عملوا کل ھذا الا لیعملوا صالحاً ولیکونوا من المفلحین ۰

(۴) فواللہ ما جاھد قوم قط فی ھذہ الدنیا مثل ما جاھد الغرب فی زماننا ھذا ولم یعرفوا اللہ مثل ما عرفوہ ولم یقدروہ مثل ما قدروہ ۰

(۵) والملئکۃ یدخلون علیھم من کل باب سلام علیکم طبتم فی ھذہ الارض واحسنتم ۔ ۔ ۔

(۶) فسرھم اللہ ونعو فیھم من روحہ لانھم ھم القادرون علی ما یکسبون ۰

(۷) والغربیون ھدوا بھذہ العلم والنبوۃ الی التوحید والایمان ۰

(۸) فسلام علی المسلمین الذین یحملون القران العظیم فی زماننا ھذا وبشرھم بجنت النعیم ۰

(۹) وقد استنبط الحکماء من المغرب کل ھذا الاسلام من دراسۃ احوال الطبیعۃ ۰

(۱۰) والمغربیون ھم مسلموا صلاتھم وخضعوا الارض من فوقھا ومن تحتھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لیسبحوا اللہ ویحمدوہ ۰

(۱۱) وھم الذین ھدوا الی الصراط المستقیم وما جعلھم ما الصراط المستقیم ۰

(۱۲) والمغضوبون ھم الذین لم یرثوا من الارض قطعۃ وصاروا مستضعفین والمستضعفون ھم الھالکون المغضوبون ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فسلام علی المتقین الذین یرثون جنت الارض ثم یتبوؤن من الجنۃ حیث یشاؤن فنعم اجر العاملین الساعین الموحدین المتقین ۰

ان حوالجات سے معلوم ہوگا کہ مصنف تذکرہ کے نزدیک یورپ کے لوگ ہی علما کہلانے کے مستحق ہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے زمین کی آرائش کی ہے، اور اس کو ترقی دی ہے۔ اور وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر اور زمین کی غاروں میں پھر نکلے ہیں۔ اور ان کی حالت دنیا اور آخرت میں صلاحیت کی حالت ہے، یورپ کے لوگوں نے ہی اخلاق اللہ سے تخلق کیا ہے، یورپ کے لوگ ہی اعمال صالحہ بجا لاتے ہیں، اور فلاح حاصل کر چکے ہیں۔ جیسا آج یورپ کے لوگوں نے اللہ کو پہچانا ہے اور جیسا انہوں نے اللہ کی قدر کی ہے، ایسی کبھی کسی قوم نے نہیں کی۔ (گویا صحابہ نبی کریمؐ سے بھی بہتر انہوں نے اللہ کو پہچانا ہے، بلکہ تمام انبیا سے بھی بڑھکر) اور خدا تعالےٰ نے یورپ کی تکمیل کر کے ان میں اپنی روح نفخ کر دی ہے، اور وہ بغیر قرآن کا پڑھنے یا سننے کے پورے کے پورے اسلام کو احوال طبعی سے معلوم کر کے اس پر عامل ہیں۔ اور جس پر وہ عامل نہیں وہ اصل اسلام نہیں، اور وہ توحید اور ایمان کے مقام پر پہنچ چکے ہیں۔ اور وہی قرآن کریم کے حامل ہیں۔ اور وہی اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور حمد کرنے والی قوم ہے، اور وہی صراط مستقیم پر ہیں۔ اور وہی موحد اور متقی ہیں، گویا مصنف تذکرہ کے نزدیک مذہب کی اصل غرض و غایت صرف انسان کی مادی ترقی ہے، اور ایمان اور صلاح اور تقویٰ اور فلاح صرف مادی ترقی کے ہی مختلف نام ہیں۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ یہ باتیں وہ محض یورپ کے اثر سے متاثر ہونے کی وجہ سے کسی قدر جوش میں لکھ گئے ہیں۔ یورپ کی ہر ایک چیز ان کی نظر میں ایک خوبی ہے، اور مسلمانوں کی ہر ایک چیز ان کی نظر میں عیب ہے اگر وہ زیادہ غور سے دیکھتے اور ٹھنڈے دل سے کام لیتے، تو انہیں یورپ میں بھی بعض خطرناک عیوب نظر آجاتے، اور مسلمانوں میں بھی کچھ خوبیاں نظر آجاتیں۔

* * *

ایک بڑی غلط فہمی جس کا میں اسی تعلق میں ازالہ کرنا چاہتا ہوں۔ یہ ہے۔ کہ مذہب کی غرض صرف مادی ترقی یا بادشاہت کا ملنا سمجھا جاتا ہے، اور اس غلطی میں اکیلے مصنف تذکرہ ہی مبتلا نہیں بلکہ ہمارے بہت اکثر لیڈر آج اس غلطی میں مبتلا ہیں۔ انہوں نے سوراج حکومت اور بادشاہت کو ہی سب کچھ سمجھا ہوا ہے۔ بلاشبہ حکومت اور بادشاہت بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک ہے، بلاشبہ مادی ترقی خدا کی دی ہوئی نعمتوں سے فائدہ اٹھانا ہے، اور اشیاء کی وہ تسخیر ہے، جس کی طرف قرآن کریم بار بار توجہ دلاتا ہے، لیکن مذہب کی غرض اور اس کا آخری مقصد بادشاہت یا مادی ۔ ۔ ۔ ترقی نہیں بلکہ انسان کے کل قویٰ کی نشوونما ہے، اور اسی دنیا کی زندگی میں اگر مادی ترقی اس کے بعض قویٰ کے نشوونما کا نشان ہے، تو اخلاقی ترقی اس سے بھی اعلےٰ تر قویٰ کے نشوونما کا نتیجہ ہے، مادی ترقی کے سامان اللہ تعالےٰ نے انسان کے اندر رکھے ہیں۔ اور انسان اپنی کوشش سے ان کو حاصل کرتا چلا جاتا ہے اور ایک نسل دوسری نسل کے بعد ان میں اضافہ کرتی چلی جاتی ہے مسلمانوں نے اپنے زمانہ میں اس حصہ کو کمال تک پہنچایا، آج یورپ نے اس پر اضافہ کر کے اسے اور بلند مقام پر پہنچایا۔ اور کل کو جو اور قومیں ان کے پیچھے آئیں گی، وہ اور ان میں اضافہ کریں گی، مگر صرف ان مادی ترقیوں کو دیکھ کر ہم کو یہ نہ سمجھ لینا چاہیئے کہ جس قوم نے یہ کام کیا ہے، اس نے مذہب کی اصل غرض کو پا لیا ہے۔ بسا اوقات ہوتا ہے کہ جب یہ مادی ترقی کمال کو پہنچتی ہے۔ تو اخلاقی طور پر قوم میں تنزل اور انحطاط شروع ہو جاتا ہے، کس قدر قومیں مادی ترقی کے عروج پر پہنچکر مٹی ہیں انسان کی حقیقی ترقی اس کی اخلاقی اور روحانی ترقی ہے، اور یہی چیز ہے جس کا آج یورپ انتہائی مادی ترقی کے باوجود محتاج ہے، اور یہی وہ چیز ہے جس کے لئے پیغمبروں اور ہدایتوں کا اللہ تعالےٰ کی طرف سے آنے کی ضرورت ہے، اس لئے یہی مذہب کی اصل غرض ہے۔

* * *

کفارہ اور شفاعت

کسی گذشتہ اشاعت میں ہم نے معاصر "اپی فینی" کے اس خیال کو نقل کرتے ہوئے کہ

"کوئی شخص دوسرے کے لئے توبہ و استغفار نہیں کرسکتا"

یہ بتایا تھا کہ یہ فطرت صحیحہ کی آواز ہے۔ کفارہ کا اصول اگر صحیح ہوتا۔ تو یہ الفاظ ایک مسیحی قلم سے ہرگز نہ نکلتے۔

معاصر "پرکاش" اس پر دریافت کرتا ہے کہ

"پھر شفاعت پر ایمان لانا کس طرح حق بجانب ہوا؟"

یہ اسی طرح حق بجانب ہے جس طرح "پرکاش" اور "پرتاپ" ہندو قوم یا آریہ سماج کی نمائندگی کرنے اور اس کا اثر اور رسوخ دنیا میں پھیلانے میں حق بجانب ہیں۔ پرکاش کو کس نے بتایا کہ شفاعت اور کفارہ ایک ہی مفہوم اپنے اندر رکھتے ہیں۔ کیا شفاعت میں کسی شخص کے دوسروں کے گناہوں کا بوجھ اٹھانے اور اس کی سزا بھگتنے کا عقیدہ داخل ہے؟ اگر ایسا نہیں تو "پرکاش" کا یہ سوال اس کی خوش فہمی پر دال ہے۔ اور اسلام کا خدا ایسا ظالم بھی نہیں۔ کہ ذرا ذرا سی لغزش پر ہزارہا سال کی جونوں کے چکر میں ڈال دے۔ اس کے ہاں سفارش کا سننا بھی انصاف کے خلاف ہے۔ لیکن صرف انہی لوگوں کے متعلق سفارش کو وہ سنتا ہے جو اپنی طرف سے احکام الٰہی کی بجاآوری میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے۔ لیکن پھر بھی بعض غلطیاں اور خطائیں ان سے سرزد ہو جاتی ہیں۔ شفاعت کی غرض صرف ایسی غلطیوں اور خطاؤں کے نتائج بد سے انسان کو بچانا ہے۔ ایسا ہی دنیا کو نیکی کی طرف بلانا۔ گم گشتگان بادیہ ضلالت کو راہ حق دکھانا ان کو خدا سے ملانا بھی ایک شفاعت ہے جس کا تذکرہ کھلے لفظوں میں قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ

کیا ہم امید کریں کہ یہ الفاظ "پرکاش" کی غلط فہمی کو دور کرنے کا موجب ہوں گے، اور وہ انہیں اپنی آئندہ اشاعت میں درج کر کے اپنے قارئین کے اس مغالطہ کو رفع کرے گا، جس کا ان الفاظ سے احتمال پیدا ہوتا ہے۔

خدا اور رسول

معاصر "ہمدرد" نے اپنے کسی مضمون میں قرآن کریم کی یہ آیت نقل کی تھی۔ انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا فی الحیوۃ الدنیا الخ پرکاش کو اس میں خدا جانے کیا نظر آیا کہ اس نے سوال کیا ہے کہ

"اس میں خدا کے پیغمبروں پر ایمان لانے والوں کی مدد کا اقرار کیا ہے لیکن خدا پر ایمان لانے والوں کی مدد کی کوئی گارنٹی نہیں دی گئی۔ پیغمبروں سے منکروں اور نافرمانوں کو لعنت کا سامنا ہوگا۔ لیکن خدا سے منکروں اور حکم خدا سے نافرمانی کرنے والوں کے لئے کوئی سزا تجویز نہیں کی گئی۔ کہئے خدا بڑا ہے یا پیغمبر؟"

معلوم ہوتا ہے۔ ویدوں کی مردم پرستی کی تعلیم کو دیکھ دیکھ کر اب ہمارے سماجی دوستوں کو قرآن میں بھی وہی رنگ نظر آنے لگا ہے۔ اور تعجب نہیں اگر آئندہ دریاؤں اور پہاڑوں۔ آگ اور سورج کی پرستش کے مناظر بھی قرآن کے اندر انہیں نظر آنے لگیں۔

[illegible] انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا میں اٰمنوا سے خدا پر ایمان لانے والے مراد نہیں۔ کیا لوگ پیغمبروں پر ایمان لاتے ہیں۔ وہ خدا سے منکر ہوتے ہیں۔ خدا پر ایمان لا کر اس کے فرستادوں کی صداقت سے انکار کیا جا سکتا ہے؟

اسلام ویدک دھرم کی طرح اس بات کو جائز نہیں سمجھتا۔ کہ خدا پر ایمان لایا جائے۔ اس کے پیغام کو صحیح سمجھا جائے، لیکن پیغامبر کی صداقت کو تسلیم نہ کیا جائے۔ پیغامبر کا صادق نہ ہونا پیغام کی صداقت کو شبہ میں ڈالتا ہے۔ اور یہ ویدک دھرمیوں ہی کا خاصہ ہے۔ کہ وہ رشیوں کی راستبازی پر ایمان نہ لانے کے باوجود ویدوں کو الہامی کتاب مانتے ہیں۔ کوئی معقول انسان اس کو تسلیم نہیں کر سکتا۔

اسلام کو ملاؤں سے پاک کرو

معاصر "مسلم آؤٹ لک" نے جمعیت العلماء کے خلیفہ مخادعہ کا ذکر کرتے ہوئے اس ارشاد نبوی کو نقل کیا ہے۔ جس میں علمائے زمانہ کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا گیا ہے۔ علماء ھم شر من تحت ادیم السماء منھم تخرج الفتنۃ وفیھم تعود۔ اور بتایا ہے کہ جہاں تک ہندوستان کا تعلق ہے یہ پیشگوئی خدا کے فضل سے پوری ہو چکی ہے۔ اس کے ساتھ ہی معاصر موصوف رقمطراز ہے کہ

"اگر ہندوستانی مسلمان سوراج کے حقدار کبھی ہو سکتے ہیں۔ تو اسی طرح سے کہ اسلام کو ملاؤں سے پاک کر دیں۔ جنہوں نے مسلمان قوم کو ایسے ہی غلام بنا رکھا ہے جیسے کوئی اور چیز بنا سکتی ہے۔ تمام مسلمان جو پڑھ سکتے ہیں ان کے لئے قرآن کریم اور آنحضرت صلعم کی معتبر احادیث میں ایک ہدایت موجود ہے۔ جس کے رو سے کسی حقیقی عالم کو اس بات کی قطعاً ضرورت نہیں رہتی۔ کہ وہ مخادعت کی خوبیوں کی تعلیم دے کر ایمان کو دشمنوں کے پاس بیچے۔ اگر جیسا کہ بتایا گیا ہے صحیح ہے۔ تو اس شخص پر افسوس ... جو فریب سے بات کرتا اور گائے کی طرح زبان کو پھیرتا ہے۔ کیوں ہم اسلام کی اس غلط نمائندگی کو برداشت کریں۔ جو ان نام نہاد مسلمانوں کی طرف سے ہو رہی ہے۔ اور اسلام کو تباہ کرنے والی ہے۔ یہ انہی لوگوں کا صدقہ ہے۔ کہ ایک شخص جو غیر مذہب سے اسلام میں داخل ہوتا ہے، اپنے مسیحی رشتہ داروں اور دوستوں کی نظروں میں ذلیل ہو جاتا۔ یا اسے پاگل سمجھا جاتا ہے۔ کہ وہ ایسے بیانات کو سنتا ہے، جیسا کہ کسی مولانا نے مراد آباد میں سنائے، ...

... اسلام دنیا میں کیونکر پھیل سکتا ہے، اگر یہ ملاں لوگ اسلام کی سروری تسلیم کی مخالفت اور اپنے کذب و افترا کو [illegible] قرار دینے کے لئے آزاد چھوڑ دیئے جائیں۔ تمام عقلمند مسلمانوں کے ذمہ اس بارہ میں فرض ہے جس سے انہیں قطعاً پہلوتہی نہیں کرنی چاہیئے کیونکہ اس بارہ میں آنحضرت صلعم کا ایک اور فرمان ہے کہ جو شخص کسی جھوٹ بولنے والے کی عزت کرتا ہے۔ اس نے اسلام کی بربادی میں حصہ لیا۔"

خدا کا شکر ہے کہ مسلمانوں میں اس قسم کی بیداری پیدا ہونے لگی ہے، اب بھی وقت ہے کہ مولوی کہلانے والے اپنی اصلاح کی فکر کریں۔ ورنہ رہی سہی عزت بہت تھوڑے دنوں میں خاک میں مل جائے گی۔

خلافت اور اسلام

دنیائے اسلام کی جو کانفرنس خلافت کا فیصلہ کرنے کے لئے مصر میں آئندہ مارچ میں منعقد ہونے والی تھی۔ اس کے متعلق اب وہاں کے علماء کی ایک کونسل نے جو جامع ازہر کے شیخ الاسلام کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ یہ فیصلہ کیا ہے کہ آئندہ سال پر ملتوی کی جائے۔ اور اس عرصہ میں کونسل کی طرف سے دنیائے اسلام میں نمائندے بھیجے جائیں جو کانفرنس کے اغراض و مقاصد کی تبلیغ کریں۔ اور اس کے علاوہ حجاز کی حکومت کے متعلق جو کچھ واقعات پیدا ہو رہے ہیں۔ ان کا نتیجہ بھی اس عرصہ میں ظاہر ہو جائے گا۔

معاصر "مسلم آؤٹ لک" کی رائے ہے کہ ایک سال کا عرصہ بہت طویل ہے، حجاز کی حکومت کا فیصلہ اب ہونے ہی والا ہے، کیونکہ مکہ معظمہ میں اسی غرض سے ایک کانفرنس منعقد ہونے والی ہے۔ جس میں شرکت کیلئے ہندوستانی وفد جدہ پہنچ چکا ہے، رہا دنیائے اسلام میں نمائندے بھیجنے اور کانفرنس کے اغراض و مقاصد کی تبلیغ کا کام وہ بھی بہت جلد سرانجام پا سکتا ہے۔

ہم اب تک نہیں سمجھ سکے کہ خلافت کا منشا سوائے اس کے اور کیا ہے۔ کہ مسلمانوں کی ایک نہایت مستحکم اور زبردست جمہوری سلطنت ہو۔ جو مکہ و مدینہ پر بھی حکمران ہو۔ بالفاظ دیگر مسلمان قوم بحیثیت مجموعی حاکم ہو۔ جیسا کہ آیت استخلاف کے ان الفاظ سے ظاہر ہے

وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم کما استخلف الذین من قبلھم۔ اس میں مسلمان قوم کے ساتھ وعدہ ہے۔ نہ کہ کسی خاص فرد کے ساتھ۔ ایسا ہی خلافت کے یہ نشانات قرار دیئے ہیں:

(۱) ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم۔ ان کا دین مضبوط ہو جائے گا۔

(۲) ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا۔ خوف دور ہو کر امن قائم ہو جائے گا۔

ظاہر ہے کہ یہ دونوں باتیں جب تک پیدا نہ ہوں جب تک مسلمان قوم بحیثیت مجموعی حکمران قوم مستورنہ ہو۔ اس وقت تک خلافت کوئی نہیں۔ کانفرنسوں کے کرنے اور وفود بھیجنے سے کیا بنتا ہے۔ جب تک دل پاک و صاف ہو کر اس انعام الٰہی کی کشش کا موجب نہ ہوں۔

خلافت روحانی کا ظہور

جہاں تک ان ہر دو نشانات کا تعلق ہے، جن کا ذکر قرآن کریم نے وعدہ خلافت کے ساتھ کیا ہے، وہ ایک اور رنگ میں آج پورے ہو رہے ہیں۔ آج تمکین دین کا کام خدا کے فضل سے اس مبارک انسان کے ہاتھوں سے سرانجام پا چکا ہے، جو کو جسمانی سلطنت و بادشاہت نہیں رکھتا لیکن خلعت مجددیت سے سرفراز ہے۔ اس پاک انسان کی صداقت کا یہ ایک بین ثبوت ہے، کہ اسلام کے اس نازک زمانہ میں تمکین دین کا کام صرف اسی کے ذریعہ سے سرانجام پایا۔ نہ کوئی سلطنت اس کام کو سرانجام دے سکی۔ نہ کوئی خلیفہ ساز انجمن یا کانفرنس وغیرہ، اس نے ظاہری ساز و سامان سے عاری ہونے کے باوجود آج سے نصف صدی پیشتر یہ اعلان دنیا میں کیا کہ

"بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیان برمنار بلند تر محکم افتاد"

آج ہم ان ظاہری آنکھوں کے ساتھ دیکھ رہے ہیں کہ یہ بشارت عظمیٰ جو اللہ تعالیٰ نے اس کو دی تھی۔ من وعن پورے طور پر پوری ہو گئی۔ ظاہری سلطنت گو مسلمانوں کے پاس نہیں لیکن جس حد تک تمکین دین کا سوال ہے، مسلمانوں کا قدم اس نے بلند ترین مینار پر جا رکھا، اور نہایت مضبوطی کے ساتھ [illegible] ...

آمد سے پیشتر بالعموم جو ترکش اسلامی کو تباہ کر رہی تھیں۔ اب اسلام کا کچھ بگاڑ نہیں سکتیں۔ اس نے دلائل و حجج کی تلوار سے دشمنان حق کے سروں کو اس طرح سے کاٹا ہے، کہ ان کے پاس زبان نہیں۔ کہ بول سکیں۔ اگرچہ ان کا عوعو ابھی باقی ہے۔ لیکن لیظھرہ علی الدین کلہ کا رنگ ظاہر ہے، کاش مسلمان ان حالات و واقعات کو چشم بصیرت کے ساتھ دیکھیں۔ اور ظاہری خلافت کے پیچھے دوڑنے کے بجائے اس روحانی خلیفہ کی معیت اختیار کریں۔ کہ آج خلافت روحانی کے ذریعہ ہی اسلام کو فتحمند بنانا عین منشائے خداوندی ہے۔

فساد کے بانی کون ہیں؟

لالہ لاجپت رائے کوہاٹ کے ہندوؤں کے لئے چندہ کرنے کے لئے مدراس گئے، اور وہاں متعدد لیکچروں کے ذریعہ سے ہندوؤں کو مسلمانوں کے بالمقابل منظم ہونے پر آمادہ کیا، یہ بھی انہوں نے فرمایا۔ کہ جنوبی ہند میں ہندو مسلم سوال کوئی نہیں۔ اس لئے یہاں کوئی فساد کا احتمال نہیں۔ لالہ صاحب کا مدراس سے واپس آنا تھا، کہ ان کا احتمال "نہیں" سے "ہے" میں بدل گیا۔ اور وہی پرانا مرض ظاہر ہو گیا۔ جو تمام ہندوستان پر طاری ہے یعنی مسجدوں کے سامنے باجا بجانا۔ حالانکہ مدراس میں اس سے پیشتر اس قسم کا کوئی طریق نہ تھا۔

ہم اس کے قائل نہیں کہ مسجد کے سامنے باجا بجنے سے اسلام کا کچھ بگڑ جاتا یا مسلمانوں کی نماز میں خلل پڑتا ہے لیکن جس جگہ یہ رسم پہلے سے موجود نہیں۔ اور عوام کے جذبات اس سے مشتعل ہوتے ہیں۔ وہاں ایسا طریق عمل اختیار کرنا خواہ مخواہ کی چھیڑخانی نہیں تو کیا ہے؟

مہاتما گاندھی سے کچھ عرصہ ہوا یہ بیان [illegible] کرانے والی دراصل مسلمانوں کی کوئی خفیہ کمیٹی ہے، جس کی پشت پر گورنمنٹ کا ہاتھ ہے۔ معلوم نہیں لالہ لاجپت رائے کو مہاتما جی کس ذیل میں شمار کرتے ہیں۔

ہمارے خیال میں لالہ لاجپت رائے ضرور کسی ایسی ہی خفیہ کمیٹی کے عہدہ صدارت پر فائز ہیں۔ اور وہ یقیناً مسلمانوں کی کمیٹی نہیں ہو سکتی۔ بالخصوص جبکہ لالہ جی کا مقصد مسلمانوں ہی کے خلاف ہندوؤں کو ابھارنا اور ان کو آمادہ فساد کرنا ہے۔

تین نہایت ضروری کام

اس وقت تین اشد ضروری کام قوم کے سامنے پیش ہیں۔

(۱) برلن مسجد کیلئے ایک سو مزدوروں کی ضرورت جو پچاس روپیہ فی کس چندہ کریں۔ یا اپنی جیب سے دیں۔

(۲) مسلم ہائی سکول کی عمارت کیلئے اپنی ایک مہینہ کی آمد کا چھٹا حصہ جن دوستوں نے ابھی تک نہیں دیا۔ وہ فوراً اس مطالبہ کو پورا کریں۔

مصر و بیہ کا خط

ہمارے محترم بھائی جناب بابو منظور الٰہی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے تبلیغ دین کے لئے خاص جوش مرحمت فرمایا ہے۔ آنجناب آپ دنیا کے مختلف ممالک کے مسلمانوں سے روابط قائم کرنے اور تبلیغ احمدیت کے کاموں سے انہیں مطلع کرنے کے لئے ان سے خط و کتابت کرتے رہتے ہیں۔ ذیل کا خط جو مصر و بیا کے ایک مسلمان کی طرف سے بابو صاحب کے ایسے ہی خط کا جواب ہے۔ جو امید ہے قارئین کرام کے لئے عجیب دلچسپی ہوگا۔ دعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ بابو صاحب کو انکے پاک مقاصد میں کامیابی فرمائے۔ اور اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین۔

مصری حافظ مولوی حافظ ابراہیم اسعد صاحب ملک مصر و بیہ سے لکھتے ہیں:-

آپ کا خط پہنچا حال معلوم ہوکر فوراً جواب عرض کرتا ہوں۔

(۱) آپ کی زبان سے اخوۃ دینیہ کا تذکرہ سنکر بے حد مسرور ہوا۔ خیال آیا۔ کہ محبت کی خوشبو دار ہوا بلاد مشرقیہ سے ہماری دماغ کو معطر بنا رہی ہے۔ چونکہ آپ نے ایک دور دراز ملک سے ہمیں مخاطب بنایا ہے۔ اس لئے ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم بھی باہمی تعارف کا سامان پیدا کریں۔

(۲) ہم آپ کی انجمن کے مقاصد حسنہ پڑھکر اس قدر خوش ہوئے۔ کہ ہمارے پاس وہ الفاظ نہیں جنکے ذریعہ سے ہم اس خوشی کا اظہار کر سکیں۔ یقین ہے۔ کہ اسلام کا مستقبل نہایت شاندار ہوگا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے مشن کو کامیاب کرے۔ اور نشر علوم دینیہ حقہ و معارف قرآنیہ میں اللہ تعالیٰ آپ کا ممد اور معاون ہو۔ تاکہ مسلمانان عالم ان معارف سے مستفید ہو سکیں۔

(۳) ہمارا بھی فرض ہے۔ کہ اپنے ملک کے خواب آلودہ مسلمانوں کو جگائیں۔ اور فرائض دینیہ سے ان کو آگاہ کریں۔ .... تاکہ ان میں قوت جاذبہ پیدا ہو جسکے ذریعہ سے دوسروں کو اپنے اندر جذب کر سکیں۔

(۴) ہمارے اندر عربی۔ جرمنی۔ انگریزی۔ فرانسیسی۔ اطالوی روسی وغیرہ زبانوں کے جاننے والے کثیر التعداد مسلمان فاضل موجود ہیں۔

(۵) ہماری قریباً ۸ لاکھ کی جمعیت ہے۔ جنگ یورپ سے قبل ہمارے تین سیاسی اور چھ علمی رسائل جاری تھے۔ لیکن جنگ کے بعد ہماری حالت ترقی سے روبہ تنزل ہوگئی۔ اور اب ہم ایک اخبار بھی جاری رکھنے کے قابل نہیں۔ گو ہمارے دل میں اسلام [illegible] اور ہماری سوز گداز بے سود ہے۔ جب تک کہیں باہر سے مدد نہ ملے۔

(۶) جب کبھی آپ کا مبلغ برلن یا لندن جائے تو ہم سے ملکر جائے۔ تاکہ بالمشافہ باہمی تعارف و تعاون کے متعلق گفتگو کی جائے۔

(۷) بالآخر آپ اپنے وعدہ کے مطابق کتب موعودہ بھیج دیں۔ اور نیز ہندوستان و چین کے مسلمانوں کی تعداد اور جماعت احمدیہ اسلامیہ کی تعداد سے ہمیں مطلع فرماکر ممنون فرماویں۔ والسلام۔

قابل توجہ علمائے دیوبند

علمائے دیوبند کا مضمون مندرجہ اخبار زمیندار مورخہ ۲۳۔ اکتوبر سنہ میں نے بھی پڑھا ہے جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ قادیانی مذہب نے اور اس کی تحریفات نے بعض ضروریات اسلام کو تختہ مشق بنایا ہے۔ غالباً وہ ہمارے ناظرین سے مخفی نہیں ہے۔ ختم نبوت و انکار نزول مسیح علیہ السلام [illegible] ملخصاً۔

الجواب

ان پر عرض ہے۔ کہ اگر قادیانی مذہب سے مطلب قادیان کا موجودہ ہے، تو بے شک اہل قادیان ختم نبوت کے منکر ہیں۔ اور قائلین ختم نبوت کو گمراہ اور کافر قرار دے کر بزعم خود اسلام کی بیخکنی کر چکے ہیں۔ (حاجت حوالہ ندارد)

اگر قادیانی مذہب سے مراد آپ کی حضرت مرزا صاحب کی تعلیم ہے تو آپ کو معلوم ہو کہ حضرت مرزا صاحب ابتدا زمانہ سے لے کر تا زمان وفات ختم نبوت کے قائل تھے۔ جیسا کہ آپ اپنی پہلی کتاب توضیح المرام میں لکھتے ہیں:- واما النبوۃ التی تامۃ کاملۃ جامعۃ لکمالات الوحی فقد آمنا بانقطاعہا من یوم نزل فیہ وما کان محمداً ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ اور پھر اپنی آخری کتاب حقیقۃ الوحی کے اخیر استفتا کے صفحہ ۶۴ پر لکھتے ہیں۔ والنبوۃ قد انقطعت بعد نبینا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اور جس نبوت کے مرزا صاحب خود مدعی ہیں۔ اس کی نسبت لکھتے ہیں۔ وسمیت نبیاً من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ صفحہ ۶۵۔ اور اسی حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱۵۰ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں۔ کہ میری نبوت اصلی نہیں۔ اور پھر حقیقت الوحی کے تکملہ صفحہ ۱۶ کے حاشیہ میں مؤکد بعذاب حلف سے لکھتے ہیں۔ فذکرت غیر مرۃ ان اللہ ما اراد من نبوتی الا کثرۃ المکالمۃ والمخاطبۃ وھو مسلم عند اکابر اھل السنۃ فالنزاع لیس الا نزاعاً لفظیاً فلا تستعجلوا یا اھل العقل والفطنۃ۔ ولعنۃ اللہ علی من ادعی خلاف ذلک مثقال ذرۃ۔ ومعہا لعنۃ الناس والملائکۃ۔ اب اس کے بعد اگر حضرت مرزا صاحب کی کتابوں میں لاکھ دفعہ بھی لکھا ہو۔ کہ میں نبی ہوں رسول ہوں۔ تو بھی اس سے مراد وہی ظلی بروزی جزوی نبوت جس کو اکابر اہل سنت مکالمہ و مخاطبہ کہتے ہیں۔ سمجھی جائے گی نہ کہ اصلی نبوت۔ حضرت مرزا صاحب کے اس مؤکد بعذاب حلف [illegible] حضرت موصوف کی نسبت یہ وہم کرنا کہ وہ اصلی نبوت کے [illegible] اپنے آپ کو خدا کی لعنت۔ دنیا جہان کی لعنت۔ فرشتوں [illegible] کا مصداق بنانا ہے، جو کسی ایماندار کا کام نہیں۔ اب [illegible] اگر آپ کے نزدیک حیات مسیح کا عقیدہ ضروری [illegible] ہے۔ تو اس کا ذکر ضروری قرآن مجید میں باقی احکام اسلام کی طرح بلا اختلاف امت صریحاً موجود ہوگا۔ جو صرف آپ ہی کو معلوم ہے۔ اس لئے اب آپ کا یہ پہلے فرض ہے کہ کم از کم ایک ہی آیت قرآن کریم سے نکالکر مع لفظی ترجمہ کے شائع کریں مگر یہ خیال ضرور رکھنا چاہیئے، کہ سب اہل اسلام کا عموماً اور فقہائے حنفیہ کا خصوصاً یہ متفق علیہ عقیدہ ہے۔ کہ الفرض ما ثبت بدلیل قطعی لا شبھۃ فیہ۔ دیکھو کیدانی و حسامی وغیرہ کتب اصول فقہ۔

آپ لوگ بلا سوچے سمجھے اپنے اصول مقررہ کے خلاف آیات ذیل کو اثبات حیات مسیح کے لئے پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ ان آیات کے ترجمہ اور تفسیر میں صحابہؓ اور تابعین اور تبع تابعین اور علمائے سلف و خلف کا بہت کچھ اختلاف ہے، اور ہر ایک آیت کے ترجمہ اور تفسیر میں کئی کئی توہمات اور خیالات مفسرین نقل کر کے یوں ہی بلا کسی تنقید اور فیصلہ کے چھوڑ گئے ہیں۔ اور کوئی قطعی فیصلہ نہیں کر سکے مثلاً آیت

(۱) یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ

اس آیت کے ترجمہ میں مندرجہ ذیل اختلافات ہیں:-

(۱) اختلف اھل التاویل فی معنی الوفاۃ التی ذکرہا اللہ تعالیٰ عزوجل فی ھذہ الآیۃ

(۱) فقال بعضھم ھی وفاۃ النوم ورفعہ اللہ الیہ وکان معنی الکلام انی منیمک ورافعک فی نومک ۔

(۲) وقال آخرون معنی ذلک عن علی عن ابن عباس قولہ انی متوفیک یقول انی ممیتک

(۳) وقال آخرون معنی ذلک قابضک من الارض ورافعک الیّ۔

(۴) عن وھب بن منبہ الیمانی انہ قال توفی عیسیٰ ابن مریم ثلاث ساعات من النہار حتی احیاہ اللہ تعالیٰ

(۵) عن ابن اسحاق والنصاری یزعمون انہ توفاہ سبع ساعات من النہار ثم احیاہ اللہ تعالیٰ (تفسیر ابن جریر جلد ۳)

(۶) وقال آخرون معنی ذلک اذ قال اللہ یا عیسیٰ انی رافعک الیّ ومتوفیک بعد انزالی ایاک الی الدنیا۔ فی الآیۃ تقدیم وتاخیر

(۷) وقیل المضاف محذوف ای متوفی عملک ورافع عملک فکانہ بشرہ بقبول طاعتہ وانما وصل الیہ المتاعب فی تمشیۃ دینہ واظہار شریعتہ فہو لا یضیع کقولہ تعالیٰ الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ۔ (تفسیر نیشاپوری جلد ۳)

دوسری آیت جو حیات مسیح پر پیش کی جاتی ہے، وہ یہ ہے۔ آیۃ (۲) ما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لہم۔ اس کی نسبت لکھا ہے۔ اختلف اھل التاویل فی صفۃ تشبیہ

(۱) فقال بعضھم لما احاطت الیہود بہ وباصحابہ احاطوا بہم ولا یثبتون معرفۃ عیسیٰ بعینہ۔ وذلک جمیعاً حولوا فی صورۃ عیسیٰ۔ فاشکل علی الذین کانوا یریدون قتل عیسیٰ من غیرہ منہم فخرج بعض من کان فی البیت مع عیسیٰ فقتلوہ وھم یحسبون انہ عیسیٰ علیہ السلام

(۲) ولعض النصاری یزعمون ان یودس وکریا ہو الذی شبہ لہم فصلبوہ۔ تفسیر ابن جریر صفحہ ۱۲

(۳) قال اکثر المتکلمین ان الیہود قصدوا قتلہ فرفعہ اللہ الی السماء فخاف رؤساء الیہود وقوع الفتنۃ بین عوامہم فاخذوا انساناً وقتلوہ وصلبوہ علی الناس۔ انہ ھو المسیح والناس ما کانوا یعرفون المسیح الا بالاسم لانہ قلیل المخالطۃ مع الناس تفسیر نیشاپوری صفحہ

(۴) وقیل وکلوا بعیسیٰ علیہ السلام رجلاً یحرسہ صعد عیسیٰ فی الجبل ورفع الی السماء والقی اللہ علی ذلک الرقیب فقتلوہ۔ تفسیر نیشاپوری صفحہ

(۵) وقیل ان المختلفین ھم النصاری بأسرہم متفقون علی ان الیہود قتلوہ۔ تفسیر نیشاپوری

آیۃ ۳ وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ۔ اس کی تفسیر میں لکھا ہے۔ اختلف اھل التاویل فی معنی ذلک

(۱) فقال بعضھم معنی ذلک ان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بعیسیٰ قبل موت الکتابی یعنی لا یموت یہودی حتی یؤمن بعیسیٰ وھی فی قرأۃ ابی قبل موتہم

(۲) وقیل ضمیرہ یرجع الی اللہ تعالیٰ (تفسیر نیشاپوری)

آیۃ ۴ وانہ لعلم للساعۃ فلا تمترن بہا واتبعون ھذا صراط مستقیم۔ (زخرف) اس کی نسبت لکھا ہے۔ اختلف اھل التاویل فی الہاء التی فی قولہ وانہ

(۱) فقال بعضھم من ذکر عیسیٰ وھی عائدۃ علیہ وقالوا معنی الکلام وان ظہورہ علم یعلم بہ مجئ الساعۃ لان ظہورہ من اشراطہا

(۲) وقال الآخرون الہاء التی فی قولہ وانہ من ذکر القرآن۔ وقالوا معنی الکلام وان ھذا القرآن لعلم للساعۃ یعلمکم بقیامہا ویخبرکم عنہا وعن اھوالہا ... لقولہ تعالیٰ واطیعونی فاعملوا بما امرتکم وانتہوا عما نہیتکم ھذا صراط مستقیم۔ ولا یبعد لنا عن طاعتی (تفسیر ابن جریر)

(۳) والمراد اتبعوا رسولی وشرعی (تفسیر ...)

(۴) وروی عن ابن عباس ما ذکرت عنہ علمٌ (تفسیر ابن جریر)

یہ ہیں وہ آیات اور ان کے ترجمے جن سے احمدیت

اور عیسائیت کے حامی حیات اور نزول جسمانی مسیح ابن مریم علیہ السلام ثابت کیا کرتے ہیں۔ اور اپنے اس اصول مقررہ اذا تعارضا تساقطا کو نظر انداز کر کے ان روایات متضادہ کی بنا پر اپنے خیال سے ایک عقیدہ ایجاد کر کے اسے ضروریات اسلام میں سے قرار دیتے ہیں۔ اور ان لکیر کے فقیروں کو اتنی بھی خبر نہیں ہے۔ کہ یہ آیات خود مفسرین متقدمین و متاخرین کے درمیان تیرہ سو سال سے زیر بحث چلے آئے ہیں۔ اور یہ بات مسلمہ اہل اسلام ہے، کہ کوئی آیت یا حدیث متنازعہ فیہ کسی فریق کے لئے بطور دلیل کے پیش نہیں کی جا سکتی۔

اب اگر مولوی محمد شفیع صاحب کا یہ ایمان ہے۔ کہ مسیح ابن مریم جسد عنصری زندہ آسمان پر موجود ہے تو اس پر کوئی نص قطعی پیش کریں۔ ورنہ ایسے بے بنیاد عقیدہ سے تائب ہو جائیں۔

(محمد حسین [illegible] ضلع ہزارہ)

خلافت و وصایت

(مولانا مولوی عصمت اللہ کے قلم سے)

اگرچہ ہم مسلمانوں میں سے ایک گروہ کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ جناب رسالت مآب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین و وصی مقرر فرمایا۔ لیکن حضور کے اس دار فانی سے رحلت فرما جانے کے بعد عداوتوں کی وجہ سے لوگوں نے آپ کو اس منصب پر سرفراز نہ ہونے دیا۔ یہ عقیدہ گو بظاہر کیسا ہی دلفریب کیوں نہ ہو۔ مگر واقعات اسکی تکذیب کرتے ہیں۔ حقیقۃ الحال یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد جانشینی کے لئے کسی کو بھی نامزد نہیں فرمایا۔ ورنہ یہ بات خیال میں نہیں آسکتی کہ وہ پرجلال انسان جو عرب جیسے سخت دلوں کو یہاں تک مسخر کرلے کہ بتوں کی پرستش۔ بھائی سے بھائی۔ جورو سے خصم۔ باپ سے بیٹے لوگوں سے آرام و عیش اور وطن اور کینے اور غصے سب کچھ چھڑوا دے۔ کیا اس کو اتنی قدرت نہ تھی۔ کہ اپنی جانشینی کو اس طرح پر تسلیم کرا دیتا۔ کہ اختلاف نہ ہونے پاتا۔ اور سب کے سب بلا چون وچرا مان لیتے۔ کہ حضرت علیؓ ہی آپ کے خلیفہ بلافصل ہیں۔ اور پھر یہ بھی قیاس میں نہیں آسکتا کہ جناب رسالت مآب کے وہ جاں نثار جنہوں نے آپ کی رفاقت کی خاطر دولت و عزت اور تعلقات قرابت تک کی پرواہ نہ کی اور آپ کے ہر حکم کی تعمیل پر دل وجان سے تیار ہوگئے۔ اور اس تعمیل کو ایسے شوق اور ایسے شغف کے ساتھ انجام دیا کہ گویا وہی تعمیل حکم ان کا عین مقصود و مدعا تھا۔ ذاتی نقصان ہو۔ تو ہو۔ مال و دولت میں گھاٹا پڑے تو پڑے۔ دوست واشنار رنجیدہ ہوں تو ہوں۔ قرابت دار ترک تعلق کردیں۔ تو کردیں۔ کوئی پرواہ نہیں مگر کیا مجال کہ تعمیل میں سرمو فرق آنے پائے۔ ایسے جاں نثاروں سے کب ممکن ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے ایک عزیز کو خلیفہ نامزد فرمادیں۔ اور جملہ جاں نثار اس کی مخالفت پر آمادہ ہوجاویں۔ اس پر طرہ یہ کہ یہ نامزدگی یا وصایت مہات الامور میں سے ہو۔ اور جاں نثار بھی ایسے ہوں۔ جنہوں نے عسرت و تنگی۔ اور بیکسی و کس مپرسی کے عالم میں جبکہ طمع ولالچ کا خیال تک بھی نہیں آسکتا حق جاں نثاری ادا کیا ہو بات تو بالکل صاف ہے۔ مگر ستیا ناس ہو کورانہ تقلید اور تعلق پرستی کا جو بسا اوقات حقیقت فہمی کے راستے میں روڑا بنکر اٹک جاتی ہے اور منزل مقصود تک پہنچنے نہیں دیتی۔ اور انسان منزل سے کوسوں دور ہونے کے باوجود غلط فہمی سے اپنے آپ کو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ سمجھ بیٹھتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نامزدگی کا قصہ تو صرف ایک بے سروپا افسانہ ہے جسے بعض محبت میں غلو کرنے والوں نے فضائل ومناقب کی حدیثیں دیکھ کر اوران سے ۔ ۔ نکال کر گھڑ لیا ہے۔ ورنہ فضائل و مناقب کی حدیثیں بشرطیکہ صحیح ثابت ہوں۔ اس سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتیں۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بعض اوقات خاص خاص لوگوں کے ساتھ کسی وجہ سے خصوصیت کی سی باتیں کیں۔ ان کی تاویل جانشینی سے کرنا بالکل بے معنی سی بات ہے۔ مناقب مرتضوی کی صحیح احادیث کو دیکھو ان کے حقیقی مفہوم پر غور کرو۔ تو امر مذکورہ کے سوا اور کوئی بات پیدا نہیں ہوگی۔ یار لوگوں نے ان سے خلافت تراش نکالی۔ اور بات کا بتنگڑ بناکر کھڑا کر دیا۔ اور یہ نہ سمجھا کہ اس سے جناب رسالت مآب کی ذات والاصفات پر کئی ایک ناروا اور نامعقول الزام قائم ہوتے ہیں۔

اول یہ کہ باوجود اس بات کے کہ آپ جملہ کمالات نبوۃ کے جامع تھے۔ اور تمام کرۂ ارض آپ کے لئے حلقۂ تبلیغ بنا دیا گیا تھا مگر پھر بھی چند قرابت داروں کے سوا کسی کو حقیقی مسلمان نہ بنا سکے۔ اوراس کے سوا آپ کی تبلیغ سے اور کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ کہ منافقین ومعاندین کا ایک کثیر گروہ آپ کے گرد جمع ہوگیا۔ جس نے آگے چل کر آپ کے لگائے ہوئے پودے کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا۔ بھلا ایسا شخص جسکی تمام عمر کی جانفشانی اور جدوجہد اور تبلیغ کا یہ نتیجہ ہو کیونکر افضل الرسل اور جامع جمیع کمالات نبوت کہلا سکتا ہے۔ اور اسکا دین کیونکر آخری دین کہا جا سکتا ہے۔ اور خدا تعالے کا یہ فرمان کیونکر صحیح مانا جا سکے گا۔ واللہ متم نورہ ولو کرہ الکٰفرون ۔

دوم یہ کہ جناب رسالت مآب کا مقصود تبلیغ رسالت سے صرف یہ تھا۔ کہ دنیوی ساز وسامان اور جاہ و حکومت پیدا کرسکے بلا دخل غیرے اپنی اولاد کو اس کا وارث بنا دیں۔ تاکہ وہ زندگی کے ایام نہایت خوشی اور عمدگی و آرام سے بسر کرسکے۔

یہ کسقدر بے اصل اور ناپاک و پراگندہ الزامات ہیں۔ جو ایک بناوٹی مسئلے کی بنا پر عائد حال ہوتے ہیں۔ مگر حامیان خلافت بلافصل اور ہمدردان وصایت کے نزدیک ان کی کچھ پرواہ نہیں۔ رسالت و دین میں نقص پیدا ہو تو ان کی بلا سے انہیں تو صرف خلافت بلافصل کا مسئلہ اپنی رائے فاسد کے مطابق حل کرنا ہے۔ اور بس ورنہ واقعات بآنگ دہل پکار پکار کر کہہ رہے ہیں۔ کہ جناب رسالت مآب صلے اللہ وسلم جامع جمیع کمالات نبوت تھے۔ ؎

حسن یوسف دم عیسےٰ ید بیضا داری
آنچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری

آپ جملہ بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ اور تمام کرۃ الارض آپ کا حلقۂ تبلیغ تھا۔ اور آپ کی تاثیر تبلیغ کا یہ عالم تھا۔ کہ یدخلون فی دین اللہ افواجاً سے بہتر اس کی اور کوئی تعبیر نہیں ہوسکتی عرب کی وہ سرزمین جس میں قمار بازی زناکاری۔ شراب نوشی اصنام پرستی اور قتل و غارت کے سوا اور کوئی چیز نظر نہیں آتی تھی۔ تھوڑے ہی عرصہ کے اندر فضائل اخلاق و خدا پرستی اور عدالت وانصاف کی معدن بن گئی۔ جہاں لات ومنات کی پرستش کا دور دورہ تھا وہاں اللہ اکبر کی صدائیں اٹھنے لگیں۔ اور باوجود اس بات کے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل وکرم سے آپ کو عسرت و تنگی سے نکال کر ایک عظیم الشان سلطنت کا مطلق العنان شہنشاہ بنا دیا۔ مگر تاریخ گواہ ہے۔ کہ اسی سلطنت سے آپ نے اپنی ذات کے لئے نہ تو کوئی فائدہ ہی اٹھایا۔ اور نہ خود مختار [illegible] [illegible] سب سے بڑی آمدنی تھی۔ اپنی اولاد کے واسطے حرام قرار دے دیا۔ اور کوئی کام صحابہ کی صلاح ومشورہ کے بغیر انجام نہیں دیا۔ اور اس طرز حکومت سے دنیا میں قومی سلطنت کی بنیاد قائم کی یہ کس کا حوصلہ ہے۔ کہ اتنے بڑے عظیم الشان کا نامہ دیکھ کر یہ لب کشائی کرسکے۔ کہ آپ کی تبلیغ اور تمام جدوجہد کا یہ مدعا تھا۔ کہ علی کو وصی بناکر دنیا سے ان کی خلافت و وامانت کا اقرار لے لیا جاوے۔ کسی کا نہیں مگر ہاں۔ بے افراط محبت جہاں تو آجاتی ہے۔ صداقت و اصلیت کی بو باقی نہیں رہتی۔ مسیح انسان تھا۔ پیدا ہوا۔ نشو ونما پائی۔ بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے پیغمبر بنا۔ تبلیغ کی اور دنیا سے کوچ کر گیا۔ مگر کسی نے خدا کا بیٹا بنا دیا اور کسی نے منجی سمجھا۔ کسی نے حیات جاودانی عطا کر کے آسمان پر اٹھا دیا۔ اور کوئی آسمان سے اتارنے کی فکر میں سیڑھی لگا رہا ہے۔ کسی نے اس کو کسی قابل ہی نہ سمجھا۔ سب باتوں سے انکار کر دیا۔ علی بھی انسان تھا۔ ابو طالب کے گھر میں پیدا ہوا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دامان تربیت میں پرورش پانے کی وجہ سے کامل انسان بنا۔ مگر ماننے والوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھا کر خدا سے جا ملایا۔ ایسی ہی صدہا اور بھی مثالیں موجود ہیں۔ دور کیوں جاؤ۔ تو اپنے ہی اختلاف کو لو۔ اللہ تعالےٰ نے مناسب وقت پر حضرت مسیح موعود کو مبعوث کیا۔ آپ کی بعثت کے وقت دنیائے اسلام کی جو حالت تھی وہ بالطبع خود اس بات کی متقاضی تھی۔ کہ اس زمانے کا مجدد مبعوث ہو۔ اور اصلاح حال کا بیڑا اٹھائے۔ مگر سوال یہ ہے۔ کہ کیا حضرت مسیح موعود نے اپنے بعد کسی ایک شخص کی خلافت کی وصیت کی اگر نہیں تو پھر قادیان کا تمام کام کس اصل پر مبنی ہے۔ ہمارے خیال میں تو جملہ محمد رسول اللہ صلعم کی صداقت کی یہ بھی ایک بڑی بھاری دلیل ہے۔ کہ آپ اس جہان فانی سے کوچ فرما گئے۔ اور اپنی جانشینی کے لئے کوئی وصیت نہ فرمائی تاکہ قوم کا کام قوم ہی کے ہاتھوں میں رہے اور وہ اپنے میں سے جس کو بہتر اور قابل پائے۔ اپنا سردار منتخب کر کے کام لے۔ خواہ وہ اولاد رسول میں سے ہو یا نہ ہو۔ اور کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کاموں میں بھی نفسانیت کا شائبہ موجود ہے۔ عام دنیا داروں کی طرح جو کچھ کمایا۔ اولاد کے حوالے کر دیا۔ اللہ اللہ خیر صلاح اس طرح حضرت مسیح موعود کی صداقت پر آپ کا کسی ایک شخص کے لئے جانشینی کی وصیت نہ فرمانا بھی ایک بڑی بھاری دلیل ہے۔

کاش اہل قادیان آنکھیں رکھتے۔ اور اس دلیل سے کام لیتے ہوئے بدعات کا دروازہ نہ کھولتے۔ ہم مان لیتے ہیں۔ کہ حضرت صاحب کا مسکن قادیان میں تھا۔ اور مقبرہ بھی وہاں ہی ہے۔ لیکن اگر وہی قادیان حضرت صاحب کی تعلیمات کے برخلاف نئی تعلیم لیکر اٹھ کھڑی ہو۔ اور عامہ مسلمانان عالم کو کافر بنا دے۔ اور حضرت صاحب کو مستقل نبی مان بیٹھے۔ اور اس نامسعود غرض کو پورا کرنے کے لئے آپ کی بعض تحریرات کو منسوخ قرار دے۔ تو حضرت مسیح موعود کے سچے تابعدار کبھی گوارا نہیں کریں گے۔ کہ مقبرے اور مسکن کو تعلیمات پر فوقیت دیں۔ وہ تعلیمات کی پیروی کرتے ہوئے کسی چیز کی پرواہ نہیں کریں گے۔ احمدیت نہ تو مسکن پرستی کا نام ہے۔ اور نہ مقبرہ پرستی کا۔ سچی احمدیت یہ ہے۔ کہ ہر حال میں دین پر مقدم رکھا جائے۔

(بندہ محمد عصمت اللہ)

پٹنہ کا جدید قبرستان اور اس کے سچے حقدار

مکرمی اڈیٹر صاحب پیغام صلح! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اخبار زمیندار مورخہ ۴- جنوری ۱۹۲۶ء کے کالم اذکار و حوادث میں ایک نوٹ شائع ہوا ہے جس سے اڈیٹر صاحب کی حرارت دینی کا پتہ چلتا ہے۔ آپ کے قارئین کی دلچسپی کے لئے ذیل میں نقل کئے دیتا ہوں اور ملتمس ہوں کہ اسکو درج کرنے کے ساتھ اس ضروری تجویز کو جو میں آگے چلکر لکھوں گا اپنے گرامی قدر صحیفہ میں درج فرمائیں۔ اڈیٹر صاحب اذکار و حوادث فرماتے ہیں۔

"قارئین کو یاد ہوگا کہ چند روز ہوئے اسی کالم میں کلکتہ کے ایک اسلامی دار الاقامۃ کا ذکر کیا گیا تھا۔ جس کی امداد کے لئے گوہر جان کا کھیل دکھایا گیا تھا۔ ہم نے اس امر پر احتجاج بلند کی تھی کہ حسن وجمال اور رقص و موسیقی کی آمدنی ایک اسلامی دار الاقامہ کی تعمیر پر صرف کی جائے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اب مسلمان ہم جیسے قدامت پسندوں اور دقیانوسی خیالات کے آدمیوں کی باتیں سننے کے لئے طیار نہیں۔ چنانچہ پٹنہ میں ۲۲- دسمبر کو "باوفا قاتل" کا تماشا دکھایا گیا۔ اور پٹنہ کے تمام شاہدان بازاری نے اپنے زہر شکن عشوہ و غمزہ اور دلکش فریب ناچ سے حاضرین کو سرشار کردیا۔ اس نمائش حسن وجمال کی آمدنی ایک کار خیر میں صرف ہوگی یعنی مسلمانوں کے قبرستان کے لئے زمین خریدی جائیگی انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس تماشہ کا جو اشتہار شائع کیا گیا ہے۔ وہ "طوائفان شہر پٹنہ" کی طرف سے تھا۔ یہ اشتہار ہمارے پاس پہنچ چکا ہے۔ اس میں شاہدان بازاری نے اپنے حسن وجمال نوک پلک۔ ناز و کرشمہ کی تعریف کی ہے۔ اور صاف صاف بتا دیا ہے کہ ہم مسلمانوں کے قبرستان کی زمین خریدنے کے لئے یہ ایثار کررہی ہیں۔ اور کلو میاں کی کوشش سے ہم اس کار خیر پر آمادہ ہوئی ہیں۔ رنڈیوں کے آشنا تو خوش ہو رہے ہوں گے کہ مر کر دفن ہونے کا مزا اسی قبرستان میں ہے جو معشوقوں کا بنایا ہوا ہے تاکہ قیامت تک حرکات رقص کی مستیاں اور گھنگروں کی سامعہ نواز صدائیں اس شہر خموشاں میں گونجتی رہیں۔ شہیدان ناز پر عذاب قبر آسان ہو جائے کیا فرماتے ہیں حضرت امیر شریعت صوبہ بہار اور پٹنہ کے دیگر علمائے کرام بیچ اس مسئلہ کے کہ رنڈیوں کی کمائی سے خریدے ہوئے قبرستان میں مسلمانوں کا دفن ہونا جائز ہے یا نہیں۔ اور کیا حکم ہے خدا اور رسول کا ان علماء کیلئے جو پٹنہ کی مسجدوں میں نمازیں تو پڑھاتے ہیں لیکن خود پٹنہ اور ان کی رنڈیوں کے ان کارناموں پر ٹس سے مس نہیں ہوتے؟ کیا ان مولویوں کی سزا یہ نہیں کہ انہیں مار کر اسی ناپاک قبرستان میں دفن کر دیا جائے تاکہ جہنم کی آگ کے شعلے ان کا استقبال کریں"

اڈیٹر صاحب زمیندار کے استفتا کا معلوم پٹنہ کے علمائے کرام اور حضرت امیر شریعت صوبۂ بہار نے کیا جواب دیا ہے۔ میرے

تار کا پتہ مسلمان لاہور

الصلح خیر

ہفتہ میں دو بار ہر اتوار اور بدھ کو ۸ صفحات پر شائع ہوتا ہے

اخبار
پیغام صلح
لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۴۳۳

جلد ۱۳ — نمبر ۲۵

مدینۃ المسیح لاہور یوم بدھ مورخہ یکم رجب المرجب ۱۳۴۳ ہجری مطابق ۲۸ جنوری ۱۹۲۵ء

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم
ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام
دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن
جان شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست
زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود
آں نہ از خود از ہماں جائے بود

ما ازو یابیم ہر نور و کمال
وصل دلدار ازل بے او محال
مقتدائے قول او در جان ماست
ہرچہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک و ز خبر ہائے معاد
ہرچہ گفت آں مرسل رب العباد
آں ہمہ از حضرت احدیت است
منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اندر است
منکر آں کور و لعین خدا است
معجزات انبیائے سابقین
آنچہ در قرآں بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست
ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
زد ما کفر است و خسران و تباب

ڈاک حضرت امیر
احباب کے نام ایک خط

ذیل کا خط حضرت امیر ایدہ اللہ کی طرف سے تمام احباب کے نام فرداً فرداً بھیجا رہا ہے۔ امید ہے احباب کرام اس کی طرف خاص طور پر توجہ فرمائیں گے۔

برادرم مکرم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

آپ کو علم ہے کہ اللہ تعالےٰ کے محض فضل سے دارالخلافہ جرمنی میں ایک عظیم الشان مسجد تیار ہو رہی ہے۔ جو اور دو ماہ تک انشاء اللہ مکمل ہو جائے گی۔ اس مسجد کے تیار کرنے میں ہماری چھوٹی سی جماعت نے جو بے نظیر ایثار دکھایا ہے۔ اللہ تعالےٰ انہیں جزائے خیر دے اور ایسا ہی ان تمام مسلمان بھائیوں کو جنہوں نے اس کار خیر میں حصہ لیا ہے یہ مسجد اپنی عظمت و شان کے لحاظ سے اسلام کی شوکت کا نشان ہے اب جرمن مشن کا قائم رکھنا ہمارا دوہرا فرض ہے، ایک اسلام کے متعلق صحیح خیالات پھیلانے اور تبلیغ اسلام کے لئے اور دوسرا اس مبارک مسجد کے آباد رکھنے کے لئے۔ اور یوں مسجد کے بن جانے نے جرمن مشن کے مستقل قیام پر مہر لگا دی ہے، کیونکہ خانہ خدا کو بنا کر اسے خالی نہیں چھوڑا جا سکتا۔ اور جو شخص وہاں امام ہوگا۔ وہی تبلیغ بھی کرے گا۔ اور اس وقت تو خدا کے فضل سے ایک درجن کے قریب معزز گھرانوں کے لوگ وہاں داخل اسلام بھی ہو چکے ہیں۔ اور رسالہ بھی رسالہ بھی جرمن زبان میں جاری ہے۔

ان حالات میں احمدی قوم کا یہ فرض ہے۔ کہ اس مشن کے اخراجات کا مستقل انتظام کرے۔ یہ امر جلسہ سالانہ میں پیش کیا گیا۔ تو مشورہ سے یہ قرار پایا۔ کہ چونکہ افراد جماعت پر دیگر اغراض انجمن کے لئے تین پیسے فی روپیہ چندہ مقرر ہے۔ اور جن لوگوں کی ماہوار آمدنی قلیل ہے، ان کے لئے مزید بار مشکلات کا موجب ہوگا۔ اس لئے جماعت کے ایسے احباب جو قدرے وسعت رکھتے ہیں۔ اس خرچ کو اپنے ذمہ لیں۔ اور ایک رقم سالانہ مستقل طور پر جرمن مشن کے لئے علاوہ معمولی چندہ کے ادا کریں۔ چنانچہ جو احباب اس وقت موجود تھے۔ ان میں سے کشائش وسعت احباب نے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق سالانہ مستقل چندہ کے وعدے کئے۔ جن کی کل میزان ۰۰۰ھ ہزار روپیہ ہوتی ہے، لیکن اخراجات سولہ ہزار روپے سالانہ کے قریب ہیں۔ اس لئے اب باقی احباب کو تکلیف دی جاتی ہے۔ کہ وہ بھی حسب حیثیت سالانہ مستقل چندہ جرمن مشن کے لئے دیں۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ آپ کم سے کم سلعہ روپے سالانہ چندہ مقرر کر کے اس کار خیر میں شامل ہوں گے۔ جواب سے بواپسی مطلع کریں۔ تاکہ رجسٹر کی تکمیل ہو۔ اور اس امر سے بھی اطلاع دیں۔ کہ یہ چندہ آپ کب کب اور کن اقساط میں ادا کریں گے۔ والسلام۔

محمد علی،

جماعت کی ترقی

ایک معزز دوست نے جماعت کی کمی جوش اور لاہوری و قادیانی فریق کی مصالحت کے بارہ میں حضرت امیر کی خدمت میں لکھا جس کا جواب آپ نے حسب ذیل دیا۔

یہ قاعدہ کی بات ہے۔ کہ جو جوش اور صدق اور اخلاص مامور کے ساتھیوں میں ہوتا ہے، بعد میں آنے والوں میں الا ماشاء اللہ اس حد تک نہیں ہوتا۔ اس کی کو کثرت اور دیگر اسباب نصرت پورا کرتے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی وفات کے بعد مسلمانوں میں ابوبکرؓ و عمرؓ پیدا نہ ہوئے۔ گو اپنے رنگ میں خدمات بجا لانے والے پیچھے بھی ہوتے رہے، یہی حالت یہاں ہے۔ خدا کے فضل سے جماعت بھی ترقی کر رہی ہے، اور اللہ تعالےٰ دیگر سامان نصرت کے بھی عطا فرما رہا ہے ہماری طرف سے جد و جہد میں کمزوری ہے، جو خدا چاہیگا تو دور ہو جائے گی۔ اور اس کی نصرتیں پہلے سے بھی دو چند ہو کر آئیں گی۔

چند سوالوں کے جواب سے دو جماعتوں کا ایک ہو جانا مشکل ہے، دل تو میرا بھی یہی چاہتا ہے۔ کہ باہم اتفاق ہو۔ کم سے کم یہ کہ ایک دوسرے کے کام میں رکاوٹ کا موجب نہ ہوں۔ مگر میاں صاحب نے اس وقت آپ کو ان سوالوں کے جواب نہ دیئے۔ تو اب کیا دیویں گے، آپ کے سوالات میں زیادہ تر نبوت کی بحث ہے۔ لیکن حقیقت میں اصلی فرق مسئلہ کفر و اسلام پر ہے، اصل سوال صرف ایک ہی ہے۔ اگر یہ حل ہو جائے تو سب سوالات حل ہو جاتے ہیں۔

کیا حضرت مسیح موعود کے نام سے بے خبر لوگ۔ کیا آپ کو نیک اور راستباز ماننے والے لوگ دائرہ اسلام سے خارج ہیں کیا آج کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ منسوخ ہے؟

اگر اس سوال کا جواب مل جائے، تو باقی سب کا حل آسان ہو جائے گا، اس کا جو جواب میاں صاحب دیتے ہیں۔ اس کا بھی آپ کو علم ہے، اور جو جواب ہم دیتے ہیں۔ اس کا بھی علم ہے پس صورت میں عقائد پر اتفاق ہونا تو بظاہر ایک موہوم امر ہے، ہاں کوئی ایسی صورت نکل آئے، کہ دونوں جماعتیں ایک دوسرے کے کام میں رکاوٹ کا موجب نہ ہوں۔ تو بھی غنیمت ہے، اس کے لئے بھی ہم چار پانچ سال ہوئے کوشش کر چکے ہیں۔ قادیان وفد بھیجا گیا۔ کہ ایک دوسرے کو برا کہنا ذاتیات پر حملے کرنا چھوڑ دیئے جائیں۔ مگر میاں صاحب کی طرف سے اس کا کوئی جواب نہ ملا۔ اگر ملا تو یہ کہ اپنی جماعت کو خطاب کر کے کہا کہ پیغامیوں کے دھوکے میں نہ آنا بعض وقت شیطان بھی فرشتہ کے لباس میں آ جایا کرتا ہے،

حضرت امیر کی ایک نئی تصنیف
تاریخ خلافت راشدہ

قارئین کرام یہ سنکر خوش ہوں گے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ نے ایک کتاب بنام "تاریخ خلافت راشدہ" حال ہی میں تصنیف فرمائی ہے جو چھپ کر تیار ہو گئی ہے، اس کتاب میں واقعات کے رنگ میں حضرت ممدوح نے ثابت کیا ہے، کہ خلفاء راشدین کا زمانہ بھی دراصل زمانہ نبوی کا ہی تتمہ ہے، ہر ایک خلیفہ کا زمانہ جناب رسول اللہ صلعم کے ایک خاص خلق کا ظہور تھا، اور خلافت راشدہ کے چار مختلف زمانے مسلمانوں کو چار عظیم الشان سبق دیتے ہیں۔ جو ہر حالت میں ان کے لئے خضر راہ ہیں۔

بہت سے اعتراضات جو غیر مسلم ناواقفیت یا تعصب کی وجہ سے اسلامی فتوحات پر کرتے ہیں۔ اس کتاب کے پڑھنے سے دور ہو جاتے ہیں۔ کتاب کے ساتھ خلفاء راشدین کے زمانہ کی سلطنت اسلامی کا نقشہ بھی دیا گیا ہے۔

ہمارے احباب کو چاہیئے کہ یہ کتاب خود بھی پڑھیں۔ اور اپنے دوستوں کو بھی دکھائیں۔ دو قسم کے کاغذ پر کتاب چھپوائی گئی ہے قسم اول قیمت عہ۔ قسم دوم عہ۔

ملنے کا پتہ

منیجر دارالکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

ناظرین کرام خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں ورنہ تعمیل ارشاد محال ہے۔

منیجر

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۰ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۲ | یکم رجب المرجب ۱۳۴۳ھ مطابق ۲۸ جنوری ۱۹۲۵ء | نمبر ۲۵

دو خوشخبریاں

مسجد برلن کے میناروں اور عمارت مدرسہ کے متعلق

حضرت امیر ایدہ اللہ کا پیغام برادران ملت کے نام

برادران ! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ'

آج میں آپ کو دو خوشخبریاں سناتا ہوں۔ پہلی خوشخبری تو یہ ہے۔ کہ برلن مسجد کے میناروں کا کام جو ملتوی کرنے کا ارادہ میں نے جلسہ سالانہ پر ظاہر کیا تھا۔ اللہ تعالے نے محض اپنے فضل سے اس کا ایک سامان تو یوں کر دیا کہ اسی وقت مستورات میں تحریک شروع ہوگئی، اور فوراً تین ہزار روپیہ جس کا بہت بڑا حصہ لاہور کی احمدی خواتین کے چندہ کا ہے جمع ہوگیا ہماری دوسری جماعتوں کی خواتین کی طرف سے ابھی سوائے شاذونادر کے میری اپیل پر لبیک کی آواز نہیں آئی۔ مگر جن خواتین نے یہاں اپنے زیورات کی قربانی کرنے میں پہل کی ان کے دردول کی آواز کو اللہ تعالے نے سن لیا اور جرمنی میں کچھ ایسے سامان پیدا کر دیئے۔ جن سے میناروں کی تکمیل بہت سہل ہوگئی۔ آج کی ڈاک میں مولوی صاحب کا خط ملا ہے جس میں انہوں نے تحریر فرمایا ہے کہ ایک تو جو ماہر فن عمارت مسجد کی تکمیل کرا رہا ہے اس پر خدا کے فضل سے اس قدر اثر اسلام کا ہے کہ اس نے میناروں کے التوا کی خبر سنکر کہا۔ کہ میں اپنی فیس کا نصف جو دو ہزار مارک یعنی قریباً چودہ پندرہ صد روپیہ ہے، میناروں کے لئے دینے کو تیار ہوں دوسرے ایک اور صاحب نے جنہوں نے اپنا نام ظاہر کرنا پسند نہیں کیا، دو تین ہزار مارک کے اندر رقم کا وعدہ کیا ہے، یعنی قریباً دو ہزار روپے۔ اس طرح پر جس قدر رقم خواتین سلسلہ نے یہاں جمع کی تھی ایسی قدر رقم محض خدا کے فضل نے میناروں کی تکمیل کے لئے جرمنی میں ایسی جگہ سے دلادی جہاں وہم و گمان بھی نہ جاتا تھا۔ اور گویا چھ ہزار روپے کا انتظام ہوگیا، اب میناروں کی تکمیل کے لئے صرف تین چار ہزار کی اور رقم بکار ہے، اور اگر ہماری بیرونجات کی مستورات توجہ کریں۔ تو یہ رقم اب کچھ بھی نہیں۔ اللہ تعالے کے محض فضل اور اس کی نصرتوں پر بھروسہ کرتے ہوئے میں نے مولوی صاحب کو لکھ دیا ہے کہ کام وہ شروع کرادیں۔ اور بنیادیں بہرحال رکھ دی جائیں۔ اگر ہمارے بیرونجات کے آسودہ حال احباب توجہ کریں اور اپنے اپنے گھروں میں تحریک کریں۔ تو ایک دو ہفتے کے اندر تین چار ہزار کی رقم پوری ہوسکتی ہے، میں دیکھ رہا ہوں۔ کہ اس کام کے لئے اللہ تعالے کی نصرتوں نے اس طرح دوڑ دوڑ کر ہماری دستگیری فرمائی ہے، کہ جہاں سے وہم و گمان بھی نہ تھا۔ وہاں سے اسباب پیدا کر دیئے، اور یہ کام اب ضرور ہو کر رہے گا۔ افسوس ان لوگوں پر ہوگا جنہوں نے باوجود مقدرت اس میں حصہ نہ لیا۔ اس وقت جو احباب غفلت سے کام لے رہے ہیں۔ اور اپنے گھروں میں زبردست تحریک نہیں کرتے، وہ سخت غلطی کر رہے ہیں۔ خدا کے فضل سے ہمارے بعض احباب کے گھروں میں اس قدر زیورات ہیں۔ کہ اگر چار پانچ سو کا ایک زیور کم ہو جائے تو اس سے کوئی کمی واقع نہیں ہوگی۔ اور وہ زیور یہاں زینت کا موجب ہونے کے بجائے آخرت میں زینت کا موجب ہوگا۔ وہ اپنی حیثیت کے مطابق کوشش کریں لیکن فی الحقیقت یہ ایک ایسا کام ہے، کہ کسی دوست کو بھی اس سے مستثنے نہ رہنا چاہیئے کوئی گھر ایسا نہیں کہ جہاں صاحب خانہ بی بی کے پاس کچھ نہ کچھ زیور نہ ہو۔ اپنے حسب حیثیت وہ کچھ ایسے کام پر خرچ کرنے کے لئے نکالیں جو ان کے ناموں کو ہمیشہ بلند اور روشن رکھنے والا ہوگا،

اس کے ساتھ ہی میں احباب کو توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ کہ مولوی صاحب کو روپے کی قلت کی وجہ سے تکلیف ہے، میں چاہتا ہوں کہ اگر احباب ہمت کریں۔ تو ۱۵۔ فروری تک ان کے مطالبہ کا روپیہ ان کو بھیج دیا جائے، یعنی نو ہزار روپیہ جو مسجد کی بقیہ تکمیل کے لئے بکار ہے، اس کے بعد صرف احاطہ اور باغ اور فرنیچر کی ضرورت رہ جائے گی جس کے لئے قریباً دس ہزار کی رقم بکار ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالٰی اس کے لئے بھی کوئی سامان کر دے گا۔ اللہ تعالے جانتا ہے۔ کہ مجھے بعض وقت ایسا محسوس ہوتا ہے۔ کہ یہ کام اللہ تعالے نے ایسے رنگ میں کرایا ہے کہ ہم اس کے کرنے کے لئے مجبور ہوگئے، اور بے انداز مشکلات کے اندر ایسے ایسے سہولت کے سامان پیدا کر دیئے ہیں۔ کہ اس کے فضلوں پر طبیعت بے اختیار اس کے آگے سجدہ میں گر جاتی ہے۔ پس اپنے احباب سے یہ دوسری التجا ہے کہ جن احباب نے کاپیاں منگوائی ہیں۔ وہ ۱۵۔ فروری تک ان کا روپیہ بھجوانے کی کوشش کریں۔ اور جو احباب ابھی تک خاموش ہیں۔ وہ بھی خدا کے کام کے لئے اٹھ کھڑے ہوں ؎

بعت ایں اجر نصرت را دہند اے اخی ورنہ
قضائے آسمان است ایں بہرصورت شود پیدا

گویا خاص اسی موقعہ کے لئے لکھا گیا تھا۔

دوسری خوشخبری یہ ہے کہ مدرسہ کے لئے اللہ تعالے کے محض فضل سے پونے چار کنال زمین ہماری مسجد کے قریباً سامنے ۵۳۹۰ روپے رقبہ پینتیس ہزار نو سو) روپے کے خرچ سے حاصل کی جاچکی ہے، اور مدرسہ کی عمارت کا کام پورے زور سے شروع ہے، انشاء اللہ تعالے دو چار دن تک عمارت بنیادوں سے باہر نکل کر کرسی تک پہنچ جائے گی۔ اس عظیم الشان کام کے سامنے اپنی اپنی پانچ دن کی آمد کا مطالبہ کوئی حقیقت نہ رکھتا تھا۔ مگر ابھی تک بمشکل ایک چوتھائی جماعت کی طرف سے اس کی تعمیل ہوئی ہے، اور تین چوتھائی جماعت نے ابھی توجہ نہیں کی۔ ہمارے احباب کارکنوں کی مشکلات پر غور فرمائیں کہ اس قدر خرچ کا مقابلہ ان سب کی ہمت کے بغیر کس طرح ہو سکتا ہے۔ سب جماعتیں اس بات پر خصوصیت سے زور دے کر اور سب احباب سے کہہ کر پانچ پانچ دن کی آمد وصول کر کے بہت جلد روپیہ پہنچائیں۔ ۱۵۔ مارچ تک ہم نے پہلی منزل کی تکمیل کرنی ہے۔ جس پر علاوہ زمین کی قیمت کے قریباً چالیس ہزار روپیہ اور خرچ ہوگا۔ والسلام۔

اسلامی فرقوں میں اتحاد

کسی دوسری جگہ مولنا مولوی عصمت اللہ صاحب کی ایک مراسلت بعنوان "اتحاد بین المسلمین" درج کی گئی ہے جس میں انہوں نے معاصر "تنظیم" کے حوالہ سے بتایا ہے کہ جمعیت العلمائے ہند نے اسلامی فرقوں کے باہمی اختلافات ان کے اسباب اور دفعیہ پر غور کرنے کے لئے ایک مجلس تحقیقات مقرر کی ہے، جو اپنی رپورٹ جمعیت کے آئندہ اجلاس میں پیش کرے گی۔

مولوی صاحب کو اس پر اعتراض ہے، کہ جمعیت نے اس مجلس میں زیادہ تر ایسے اصحاب کو رکھا ہے، جو مسلمانوں کے ایک ہی گروہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ حالانکہ چاہیئے تھا۔ کہ جملہ اسلامی جماعتوں کا ایک ایک نمائندہ اس مجلس میں شامل کیا جاتا تاکہ ہر ایک فرقہ اپنے اپنے نقطہ خیال سے وجوہ اختلاف کو پیش کر کے ان کے انسداد کی تدابیر پیش کرسکتا۔

اس کے ساتھ ہی انہوں نے اس بات پر بھی زور دیا ہے کہ مسلمانوں کا باہمی عناد ہرگز دور نہیں ہوسکتا۔ جب تک ان میں سے کفربازی کے مرض کا استیصال نہ کیا جائے۔

ہمارے خیال میں مولینا کو جمعیت العلما کی تجویز سے ایک غلطی لگی ہے۔ اسلامی فرقوں سے جمعیت العلما کی مراد وہ جماعتیں ہرگز نہیں جن پر جمعیت کی طرف سے پہلے سے کفر و ارتداد کا فتوے صادر ہوچکا ہے۔ وہ تو پہلے سے خارج از اسلام ٹھیر چکے۔ ان کو تو وہ مسلمانوں میں شمار ہی نہیں کرتے، ورنہ ان کے کفر پر حشر کیوں کی جاتی۔ آخر ان میں کونسی ایسی نئی باتیں پیدا ہوگئی ہیں جن کی وجہ سے جمعیت اپنے فتوے سے دست بردار ہوجائے گی؟ ابھی تو جمعیت کو نعمت اللہ خاں شہید کے خون سے اپنے دامن کو آلودہ کئے ہوئے پورے چھ ماہ بھی نہیں ہوئے۔ کیا اس نے اس داغ کو دھو لیا ہے اور جماعت احمدیہ پر سے ارتداد کا فتوے اٹھا لیا گیا ہے۔ کیا اینما ثقفوا اخذوا و قتلوا تقتیلا کے ورد کا حق خدام اسلام کے اس چھوٹے سے گروہ کی طرف سے ہٹا لیا گیا ہے، کہ انہیں اس بات کی ضرورت ہو کہ تمام جماعتوں کے نمائندوں کو مجلس تحقیقات میں شامل کرے؟ ان نجدیوں اور حنفی ملاؤں میں بعض ایسے حالات پیدا ہو گئے ہیں۔ کہ جمعیت العلما کو چار و ناچار ان میں اتحاد کرانے کی ضرورت ہے۔ اور وہ بھی لا حب علی بل لبغض معاویۃ یعنے اسلام کی عزت و وقار کو قائم کرنے کے لئے نہیں بلکہ شریف حسین کی عدو اللہ کے بہرحال مجلس تحقیقات کا اگر کوئی منشا ہوسکتا ہے تو صرف یہی کہ ان دونوں گروہوں میں اتحاد کی کوئی صورت پیدا کرے۔ دیکھیں وہ اپنی ان کوششوں میں کہاں تک کامیاب ہوتی ہے۔

اتحاد کی اصل راہ

ہم اسلامی فرقوں کے اتحاد کے مخالف نہیں بلکہ دل سے متمنی ہیں کہ تمام مسلمان جماعتیں اپنے اپنے مخصوص معتقدات کے باوجود باہم متحد اور یک زبان ہوکر مشترکہ اسلامی کاموں کو سرانجام دیں۔ یا کم از کم ایک دوسرے کی تخریب سے باز آجائیں۔ اس کے وجوہ و اسباب کو تلاش کرنا چنداں مشکل نہیں۔ نہ کسی مجلس تحقیقات کے تقرر کی ضرورت ایسی مجالس کا قیام صرف مغربیت کی ایک نقل ہے۔ اور سوائے تضیع اوقات اور صرف زر کے اور کوئی نتیجہ اس سے برآمد نہ ہوگا۔ مسلمانوں کے باہمی تشتت و افتراق کی وجوہ ظاہر ہیں۔ اور ان کے اسباب بھی سب کو معلوم ہیں۔ دراصل اس کی ساری ذمہ داری علما پر عائد ہوتی ہے، عوام الناس علما کے پیچھے ہیں۔ علما کی تنگ دلی نے فروعی اختلافات کو موجب کفر قرار دیا۔ جس کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ ذرا ذرا سے اختلاف پر باہم سر پھٹول ہونے لگی۔ اگر آج تمام علما مخاصمت اور توبہ سے نہیں بلکہ صدق دل کے ساتھ یہ اعلان کر دیں۔ کہ کوئی کلمہ گو خواہ وہ حنفی ہے یا اہلحدیث۔ خواہ وہ اہل تشیع سے تعلق رکھتا ہے یا جماعت احمدیہ سے کافر نہیں۔ تو سمجھنا چاہیئے کہ اتحاد کی شاہراہ پر مسلمانوں کا قدم پڑ گیا لیکن علما سے اس کی توقع بے سود ہے، اور اس کا یہ نتیجہ ہے۔ کہ عموماً لوگوں کے دلوں سے علما کی عزت و وقعت زائل ہوچکی ہے، اور وہ دن آنے والا ہے۔ جب ان مولوی ملانوں یا

یا کسی جمعیت الجہلا کو کوئی پوچھے گا بھی نہیں۔

"انفیڈل" کے معنے

حضرت امیر ایدہ اللہ نے اپنی سالانہ جلسہ کی تقریر میں بتایا تھا کہ ولایت کے اخباروں نے میاں محمود احمد صاحب کی طرف یہ منسوب کیا ہے، کہ وہ عیسائیوں کو "انفیڈل" یعنے کافر نہیں سمجھتے جس کی تردید میاں صاحب کی طرف سے نہیں ہوئی۔ گویا انہوں نے عیسائیوں کی ہاں میں ہاں ملائی۔

اس کے جواب میں "الفضل" میں ایک طویل الذیل مضمون شائع ہوا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ

"یہ (انفیڈل) ایک انگریزی کا لفظ ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس کے معنے ہاتھی کے ہوں۔ پس اگر حضرت عیسائیوں کو ہاتھی کہنے سے انکار کریں۔ تو اس سے کونسا شریعت پر حرف آگیا"

ہم راقم مضمون سے دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ "انفیڈل" کے معنے "ہاتھی" انگریزی کی کونسی ڈکشنری میں انہوں نے پڑھے ہیں۔ یا یہ . . . . خلافت مآب کے اس فیضان صحبت کا نتیجہ ہے جس کے رو سے مجاز اور ظل حقیقت بن چکا ہے،

بہتر ہوگا اگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا جائے کہ کس ہوشمند نے جناب خلافت مآب کے سامنے عیسائیوں کو ہاتھی قرار دیا تھا۔ یا یہ پوچھا تھا کہ آیا وہ ہاتھی ہیں یا نہیں۔ کہ انہیں اس کی تردید کی ضرورت پیش آئی؟

بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

آگے چل کر راقم مضمون نے یہ بھی بتایا ہے۔ کہ انفیڈل کا لفظ یورپ میں گالی ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک انفیڈل کے معنے ہیں "ابدی جہنمی ابدی ملعون ازلی شقی۔ خدا سے ہمیشہ دور اور اس کے رحم سے محروم اور خدا کو کبھی نہ پا سکنے والا" اس لئے خلافت مآب نے ان کے انفیڈل ہونے کی نفی کر کے دراصل ان باتوں کی نفی کی ہے،

ہم دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا خالدین فیہا ابدا کا ارشاد عیسائیوں کے لئے نہیں؟ اور ایسا ہی مسلمانوں میں کیا کافر کا لفظ اسی قسم کی گالی نہیں سمجھا جاتا۔ جیسا کہ ان کے نزدیک عیسائی انفیڈل کو سمجھتے ہیں کیا مسلمانوں کی مذہبی سوسائٹی کافر کے لفظ کو اچھا سمجھتی ہے، اور ان کے نزدیک اس کے معنے عام طور پر "ابدی جہنمی۔ ابدی ملعون۔ ازلی شقی۔ خدا سے ہمیشہ دور۔ اور اس کے رحم سے محروم اور خدا کو کبھی نہ پا سکنے والا" نہیں سمجھے جاتے؟ اگر یہ صحیح ہے، اور کسی مسلمان کو کافر کہنا ایک خطرناک گالی سمجھا جاتا ہے، تو ہم دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ خلافت مآب مسلمانوں کو کیوں اس فیضان رحمت سے محروم رکھنا چاہتے ہیں۔ جس کا پرتو اور تو اور عیسائیوں پر بھی انہوں نے ڈالنا ضروری سمجھا۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے، کہ عیسائیوں کے ساتھ اس قدر رواداری کا برتاؤ وہ ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ جس لفظ کو وہ گالی خیال کریں۔ اس کو ان کی طرف منسوب کرنے سے احتراز کرتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں کو اسی قسم کی گالی دینا وہ ضروری اور جائز سمجھتے ہیں! کیا خلافت مآب کا کوئی حواری اس بے اصولاپن پر روشنی ڈالے گا؟

خلافت مآب کی جرأت

راقم مضمون نے یہ بتاتے ہوئے کہ خلافت مآب کافر وغیرہ کہنے میں کس قدر جرأت رکھتے ہیں۔ ایک واقعہ لکھا ہے کہ

"زاہدہ پرل ایک مشہور پرانی نو مسلمہ عورت ہے۔ آپ کے خواجہ صاحب کے چھوٹے فرزند اسی کے ہاں پرورش اور تعلیم پاتے رہے ہیں۔ آپ کے تمام مشنریوں سے اس کو خوب تعلقات ہیں۔ اس نے حضرت اور آپ کے ہمراہیوں کو چائے کی دعوت دی۔ اس نے گھر بلا کر حضرت سے یہ سوال کیا۔ کہ میں اپنے آپ کو مسلمان کہتی ہوں اور مجھے اس پر بڑا فخر ہے، میں خدا اور اس کے درمیان کسی کو وسیلہ نہیں سمجھتی۔ محمد رسول اللہ کو خدا کا نبی سمجھتی ہوں قرآن کو الہامی کتاب سمجھتی ہوں۔ گو کبھی پڑھا نہیں۔ لیکن میں نے ابھی تک آپ کے والد صاحب کو نہیں مانا۔ تو کیا آپ مجھے مسلمان سمجھتے ہیں۔ حضرت نے دوٹوک جواب دیا کہ نہیں میں تم کو کافر سمجھتا ہوں گو ممکن ہے کہ خدا کے حضور تم مسلمان ہو"

حضرت کی اس جرأت کی ہم داد دیتے ہیں۔ فی الواقعہ ان کی بارگاہ ایسی ہی ہے، کہ خواہ خدا کے حضور کوئی شخص مسلمان ہو۔ ان کے حضور میں مسلمان نہیں قرار پا سکتا، یہ بارگاہ کوئی خدائی بارگاہ تھوڑی ہی ہے، کہ کافر وہاں آکر مسلمان ہوں۔ وہاں تو مسلمانوں کو کافر بنایا جاتا ہے اور تعجب یہ ہے کہ پیر صاحب تو اس نیک دل عورت کی میز پر بیٹھ کر اس کے منہ پر اسے کافر کہتے ہیں۔ اور مرید اس کی غیر حاضری میں اسے نو مسلمہ قرار دیتا ہے ؎

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

غیر مذاہب کے مقابلہ میں لٹریچر

حضرت امیر ایدہ اللہ نے اپنی محولہ تقریر میں یہ بھی فرمایا تھا کہ "اشداء علی الکفار کا تقاضا تو یہ تھا کہ سلطان القلم کا بیٹا قلم سے غیر مذاہب کا مقابلہ کرتا"

اس کے جواب میں راقم مضمون نے لکھا ہے۔ کہ

"بھلا مولوی صاحب تبلائیے، تو سہی کہ منصب خلافت انوار خلافت، برکات خلافت، حقیقۃ الرویا۔ ذکر الٰہی، تقدیر الٰہی۔ نجات، تحفۃ الملوک، تحفہ شہزادہ ویلز، دعوت الامیر اور سینکڑوں ہزاروں لیکچر اور مضامین جو کہ مختلف اخبارات اور رسائل میں شائع ہوئے، ان کے ہوتے ہوئے آپ کی ضمیر نے کس طرح ایسا کہنے کی اجازت دی ہے۔"

حیرت ہے کہ راقم مضمون کی ضمیر نے کس طرح ان ناموں کو غیر مذاہب کے بالمقابل لٹریچر کے طور پر گنوانے کی جرأت کی، کیا ان میں سے ایک بھی ایسی کتاب پیش کی جاسکتی ہے جس میں عیسائیوں یا آریوں کا رد ہو۔ اور اسلام کی خوبیوں کا اظہار ہو ہاں ہم دور افتادگان راہ ضلالت کو اگر غیر مذاہب میں شمار کیا جاسکتا ہے، اگر تحفۃ الملوک کے مخاطب کو غیر مذاہب کے ذیل میں لایا جاسکتا ہے، تو البتہ خلافت مآب نے ان کتابوں کی تصنیف میں بہت بڑا کام کیا۔

رہے سینکڑوں ہزاروں لیکچر۔ وہ ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ کہ ان کتب سے باہر کس جگہ شائع ہوئے۔ ۔ اور ان میں کونسے علمی جواہر غیر مذاہب کے بالمقابل بکھیرے گئے ہیں۔

نجد اور حجاز

مصری اخبار "المقطم" نے نجد اور حجاز کی موجودہ صورت حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا ہے، کہ اس معاہدہ کے رو سے جو سلطان ابن سعود کا انگریزی حکومت کے ساتھ ہے، ان کی موجودہ پوزیشن کیا ہے۔ اور مکہ کانفرنس کا انعقاد صورت حالات کو کس قدر نازک بنا دے گا وہ لکھتا ہے کہ

اس معاہدہ کی دفعہ ۵ میں سلطان ابن سعود نے عہد کیا ہے کہ وہ برطانوی سیاسی سفیر کو مطلع کئے بغیر کسی غیر حکومت سے نہ تو کوئی گفتگو کریں گے، اور نہ کوئی معاہدہ کریں گے۔ اگر کوئی غیر حکومت معاملات نجد میں کسی قسم کا دخل دے گی؛ تو سلطان کا فرض ہوگا۔ کہ اس گفتگو اور معاہدہ کے مضمون سے برطانوی سفیر کو آگاہ کر دیں۔ دفعہ ۳ میں اس امر کی تصریح موجود ہے کہ حکومت برطانیہ کی منظوری کے سوا سلطان ابن سعود اپنے ملک میں سے کسی حصہ کو نہ بیچ سکتے ہیں۔ نہ رہن رکھ سکتے ہیں۔ نہ مستاجری پر دے سکتے ہیں نہ اپنی ملکیت کے کسی حصہ سے دست برداری دے سکتے ہیں۔ نہ کسی غیر حکومت کو کوئی رعایت دے سکتے ہیں۔ وہ بلا استثنا ہر معاملہ میں برطانیہ کے مشورہ پر چلیں گے۔

ان حالات میں اخبار مذکور کی رائے ہے کہ

اس معاہدہ کی رو سے سلطان ابن سعود کی پوزیشن مسلمانان عالم کی نظر میں بہت کمزور ہو جاتی ہے۔ سلطان مذکور کے لئے صرف دو راستے ہیں۔ اور دونوں کٹھن ہیں۔ یا تو وہ مذکورہ بالا عہد نامہ پر پابندی کا اعلان کریں۔ اور اس صورت میں حجاز بھی انہی شرائط کے ماتحت آجائے گا۔ جو علاقہ نجد پر حاوی ہوتے ہیں۔ یا پھر اس عہد نامہ کی خلاف ورزی کا اعلان کر دیں۔ اور اس کو ان کے اخلاق گوارا نہیں کر سکتے، کہ اپنے تسلیم شدہ معاہدہ سے منکر ہو جائیں۔ دونوں صورتوں میں سلطان ابن سعود کے لئے سخت مشکل کا سامنا ہے، اور مذکورہ بالا عقدہ لاینحل کو حل کرنے کیلئے کافی تدبر کی ضرورت ہے"

. . . . خلافت کمیٹی کے ارباب حل وعقد نے . . . کے لئے وفد بھیجنے سے پیشتر ان حالات پر غور نہیں کیا؟

دیوبندی ہتھکنڈے

کئی مہینوں کی خاموشی کے بعد دیوبندی ملاں بالخصوص مولوی . . . صاحب نے پھر سر اٹھایا ہے۔ اور چند روز سے اس قسم کے اشتہار ان کی طرف سے نکل رہے ہیں۔ جن میں اس الزام سے بچنے کی کوشش کی گئی ہے، کہ دیوبندی قرآن کریم کو غیر مکمل سمجھتے ہیں اپنی بریت کے لئے جو طرز انہوں نے اختیار کی ہے، وہ عذر بدتر از گناہ کی مصداق ہے۔ بجائے اس کے کہ مولوی میرک شاہ صفائی کے ساتھ اپنی غلطی کا اعتراف کرتے۔ اور یہ لکھ دیتے کہ قرآن کریم کی کوئی ایسی آیت نہیں جو اس سے باہر رہ گئی ہو۔ اور اسے مرفوع لیکن واجب العمل کہا جاسکے، نہ کوئی منسوخ ہے۔ انہوں نے فرض کر کے کہ جس شخص نے مرفوع التلاوت آیات کے اور مکمل قرآن چھپوانے کا ان سے مطالبہ کیا ہے، وہ کوئی احمدی ہے۔ یہ مغالطہ دینا شروع کیا ہے، کہ احمدیوں کا قرآن نامکمل کیونکہ حضرت مرزا صاحب مسیح موعود نے لکھا ہے، کہ قرآن میں ہے کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑے گی۔ اور رمضان کے مہینہ میں سورج اور چاند کو گرہن لگے گا۔

اس قسم کے متعدد اشتہارات اس وقت تک شائع ہو چکے ہیں۔ جن میں سے کوئی دیوبند سے شائع ہوا ہے اور کوئی اور مقام سے۔ اس کے علاوہ مولوی شبیر احمد صاحب نے اپنی مایۂ ناز تصنیف "الشہاب" کا ضمیمہ بھی شائع کیا ہے، جس میں حضرت امیر کے اس رسالہ کا جواب دینے کی کوشش کی ہے جو قتل مرتد کے متعلق آپ نے لکھا . . . ایک آٹھ صفحہ کا پمفلٹ مولوی محمد شفیع صاحب دیوبندی کی طرف سے آج ہی موصول ہوا جس میں میرک شاہی یاوہ گوئی کو دوہرایا گیا ہے۔

ہمارا خیال ہے کہ دیوبندی حضرات کے ترکش میں یہ ایک ہی تیر ہے جس کو وہ اب مختلف سمتوں سے چلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کیونکہ جس قدر اشتہارات ہمیں موصول ہوئے ہیں۔ ان سب میں الفاظ کے تغیر کے سوائے مضمون ایک ہی ہے۔ ہاں یہ بھی کوشش کی گئی ہے کہ بعض اشتہارات کے نیچے فرضی طور پر زین العابدین کا نام لکھ کر دنیا کو اس مغالطہ میں ڈالا جائے۔ کہ جس شخص نے انہیں قرآن کے غیر مکمل ہونے کا معتقد قرار دے کر ان سے مکمل قرآن کا مطالبہ کیا تھا وہ اب اس سے رجوع کر چکا ہے، جس کی تردید جناب زین العابدین نے کسی دوسری جگہ کی ہے،

بہرحال ان دیوبندی ہتھکنڈوں کا مفصل اور دندان شکن جواب آئندہ اشاعت میں ہم انشاء اللہ تعالےٰ دیں گے ہم امید ہے کہ قارئین کرام کے لئے موجب دلچسپی ہوگا۔

روپیہ بھیجنے میں احتیاط کریں

رامپور سے ایک دوست نے معمولی لفافہ میں بارہ روپے کے نوٹ بند کر کے ارسال فرمائے۔ یہ لفافہ دفتر میں موصول نہیں ہوا۔ ان کا خط آیا۔ کہ مجھے رسید نہیں ملی۔ کئی روز ہوئے میں نے بارہ روپے بھیجے تھے اس معاملہ کی تحقیقات جاری ہے۔ وقتاً فوقتاً اسی طرح نوٹ یا چیک دفتر میں موصول ہوتے رہتے ہیں۔ اس لئے احباب کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ ترسیل زر میں احتیاط فرمایا کریں۔ اور جو روپیہ انجمن کو بھیجا جایا کرے وہ سب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نام بذریعہ منی آرڈر یا بذریعہ رجسٹری بیمہ بھیجا جائے۔

اتحاد بین المسلمین اور جمعیۃ العلماء ہند

اخبار تنظیم مورخہ ۲۴ میں "مختلف اسلامی فرقوں میں اتحاد کی ضرورت" کے عنوان سے ایک نوٹ شائع ہوا ہے۔ کہ اسلام ایک جامع اور مکمل مذہب ہے، اگر اس کے صحیح اور سادہ اصولوں پر نیک دلی اور نیک نیتی سے غور کیا جاوے تو مسلمانوں میں کوئی اختلاف پیدا نہیں ہوسکتا لیکن علمائے طبعی تضاد اور بعض شہرت پسند لوگوں نے فرقہ آرائی سے اسلام کی اصلی طاقت کو کمزور کردیا۔ اور آج ہمیں افسوس کے ساتھ اس امر کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً کے معتقد اپنے اختلاف و افتراق سے صراط مستقیم سے دور جا رہے ہیں۔ تمام اسلامی جماعتیں بجائے خود اس تباہ کن نقص کو محسوس کرتی ہیں۔ اور اب جمعیت علمائے ہند نے اس مسئلہ پر غور و بحث کرکے متعدد علماء و رہنمایان اسلام کی ایک مجلس مقرر کی ہے، جو ان اختلافات ان کے اسباب اور ان کے دفعیہ کی تدابیر کی مفصل رپورٹ جمعیۃ العلماء کے آئندہ اجلاس میں پیش کرے گی۔

جمعیت العلماء کی طرف سے مجلس کا تقرر ایک عملی قدم ہے۔ اس منزل کو طے کرنے کے لئے جو مختلف جماعات اسلامی۔ بعد کا موجب ہے،

اس میں کوئی شک نہیں کہ مختلف اسلامی فرقوں میں اتحاد کی بے انتہا اور اشد ضرورت ہے، اور یہ بھی صحیح ہے، کہ اگر اسلام کے صحیح اور سادہ اصولوں پر نیک دلی اور نیک نیتی سے غور کیا جاوے۔ تو مسلمانوں میں کوئی اختلاف پیدا نہیں ہوسکتا۔ یہ بھی مسلم ہے کہ علما کے طبعی تضاد اور بعض شہرت پسند لوگوں نے فرقہ آرائی سے اسلام کی اصلی طاقت کو کمزور کردیا، یہ بھی ٹھیک ہے، کہ تمام اسلامی جماعتیں بجائے خود اس تباہ کن نقص کو محسوس کرتی ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ ان تمام نقصوں کو دور کرنے کی یہی تدبیر ہے۔ کہ جمعیت العلماء ایک مجلس مقرر کرکے اختلافات اور ان کے اسباب و علل اور تدابیر دفعیہ پر غور و بحث کرے، یا کسی اور علاج سے اس بیماری کو دور کیا جاسکتا ہے۔

ہمارے خیال میں جمعیت العلماء کا ایک مجلس کو مقرر کرنا اور اس میں اختلافات اور ان کے اسباب و علل اور تدابیر دفعیہ پر غور و بحث کرنا بالکل بے سود ہے، جبکہ جمعیت العلماء خود دیوبندی فرقے کے کفر ساز مولویوں کا ایک مجمع ہے، مجلس مقرر ہوگی۔ اختلافات ان کے اسباب اور تدابیر دفعیہ پر غور و بحث ہوکر نتیجہ نکلے گا۔ تو صرف یہ کہ اہلحدیث کافر۔ رضائی کافر۔ شیعہ کافر۔ احمدی کافر۔ محمودی کافر ان سے ملاپ کرنا ممنوع۔ ان کے ساتھ کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا ناجائز۔ جو ایسا کرے وہ خارج از اسلام۔ اور اس کی منکوحہ عورت پر طلاق۔ فرمائیے۔ اس نتیجے سے کس اختلاف کا سد باب ہوگا۔ اور مسلمانوں میں یکجہتی اور اتحاد کیونکر پیدا ہوسکے گا۔

اگر جمعیت نیک نیتی کے ساتھ اس کام کو انجام دینا چاہتی۔ تو پھر مناسب کیا ضروری تھا۔ کہ وہ مسلمانوں کی ہر ایک جماعت کا ایک ایک نمائندہ اس مجلس میں شامل کرتی۔ اور ایک ہی نمائندہ دیوبندیوں کا لیتی، پھر سب مل کر پہلے کفر سازی کی مشین کو توڑ پھوڑ کر چکنا چور کر دیتے اور جملہ اہل قبلہ کو مسلمان سمجھ کر اختلافات اور ان کے اسباب و علل اور تدابیر دفعیہ پر غور و بحث کرتے، تو بالیقین کسی صحیح نتیجہ پر پہنچ جاتے؛

لیکن ایسی حالت میں کہ اس مجلس میں سوائے دیوبندیوں کے کوئی دوسرا شامل نہیں۔ اس افتراق و تشتت کی خوفناک بیماری کا صحیح علاج تو صرف یہ ہے کہ اختلافات کو نظر انداز کرکے انہیں اس قدر اہمیت نہ دی جاوے کہ وہ کفر و اسلام کا مدار بن جائیں۔ موجودہ اختلافات صرف فروعی اختلافات ہیں۔ اصولی نہیں، جو جس خیال پر قائم ہے، اسی پر قائم رہے۔ اسے مسلمان سمجھا جائے۔ اور اسے چھیڑنے کی کوشش نہ کی جائے۔ مگر یہ تب ہی ہوسکتا ہے، جب ایک فریق دوسرے کو کافر بنانا چھوڑ دے، اس میں عوام الناس کا کوئی دخل نہیں۔ یہ مبارک ڈیوٹی مولویوں کے ہاتھوں میں ہے۔ جو اسے نہایت تندہی اور جانفشانی کے ساتھ اہم ترین خدمت اسلام سمجھ کر انجام دے رہے ہیں۔ اس لئے ضرورت ہے کہ انگریزی خوان تعلیم یافتہ گروہ اس اہم ترین فرض کو اپنے ہاتھوں میں لے۔ اور اس نازک وقت میں مسلمانوں کا ساتھ دے۔

بندہ محمد عصمت اللہ۔

حضرت مرزا صاحب کی صداقت واقعات عالم سے

(۱)

جہاد بالسیف اور عدم تشدد

(شیخ محمد عبداللہ صاحب پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور کے قلم سے)

بسا اوقات انسان محض اپنے تعصب اور بغض و عناد کی وجہ سے ایک ایسی حقیقت نفس الامری اور بین صداقت کے قبول کرنے سے محروم رہ جاتا ہے، جس کو پایۂ ثبوت تک پہنچانے کے لئے کوئی بڑے بڑے عقلی و نقلی دلائل کی ضرورت نہیں ہوتی، بلکہ خود واقعات عالم ہی اس کی سچائی پر مہر صداقت ثبت کر دیتے ہیں۔ اس کے وجود سے دنیا کے سامنے ایسے واقعات پیدا ہو آجاتے ہیں جن کے ذریعہ سے اس کی صداقت روز روشن کی طرح سے دنیا داران ظاہری آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں۔ اس زمانہ اور اس ملک ہندوستان میں ایک مامور من اللہ چند ایک صداقتوں کو لے کر آیا۔ اس نے اگرچہ ہر قسم کے دلائل سے اپنا صادق اور راستباز ہونا ہر کس و ناکس پر ظاہر کر دیا۔ اس نے اپنی صداقت اور راستبازی کا عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کیا اس نے ان صداقتوں کے ثبوت ہر ممکن طریقہ سے دنیا کے سامنے پیش کئے، علم و عقل اعجاز و خرق عادت کے رنگ میں اس نے عوام الناس کے سامنے اپنی حقانیت کو واضح کیا، مگر عقل کے اندھوں نے اس کی آواز پر لبیک کہنے کی بجائے اس کی مخالفت کی۔ اس کو ہر قسم کی تکلیفیں اور اذیتیں پہنچانی چاہیں، ہر ممکن طریقہ سے اس کو ناکام و نامراد کرنا چاہا۔ اور اس کی مخالفت میں یہاں تک بڑھ گئے کہ خون کے پیاسے ہوگئے، اور اس کو جان بحق کر دینے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا اس نے اپنی صداقت میں قرآن اور احادیث صحیحہ کو پیش کیا علمی و عقلی دلائل سے مخالفین حق پر اتمام حجت کردی۔ مگر ان بدبختوں کے سروں پر کچھ ایسے بھوت سوار تھے۔ اور کچھ اس قسم کا حسد و تعصب ان کے دلوں میں سمایا ہوا تھا۔ کہ انہوں نے اس کی مطلق پرواہ نہ کی۔

لیکن خدائے لایزال کے قوانین ایسے زبردست اور اٹل ہوتے ہیں، کہ دنیا لاکھ مخالفت کرے، وہ واقع ہوکر ہی رہتے ہیں۔ بے شک حق کی مخالفت ہوتی ہے، اور جتنی زیادہ مخالفت ہوتی ہی زیادہ اس کی حقانیت ہوتی ہے لیکن حق اور سچائی کبھی ناکامیاب نہیں ہوتی خدا کا جو کام ہوتا ہے، وہ آخرکار ہوکر ہی رہتا ہے، خواہ تمام دنیا اس کی مخالفت پر کمربستہ ہوجائے، اور اس کو نیست و نابود کرنا چاہے ؎

غرض رکتے نہیں ہرگز خدا کے کام بندوں سے
بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے

چنانچہ اس پاک انسان کے متعلق بھی آخرکار اللہ تعالے نے دنیا کے سامنے ایسے واقعات پیش کر دیئے، جن کی موجودگی میں ہر ایک وہ انسان جو ذرا سی بھی عقل رکھتا ہو۔ اور جس کے اندر کچھ تھوڑا سا بھی فہم و ادراک کا مادہ موجود ہو، اس کی صداقت کا انکار نہیں کر سکتا ذیل میں طالبان حق کے واسطے چند ایک واقعات درج کرتا ہوں۔ جو کہ یقینی اور قطعی طور پر اس بات کا فیصلہ کر دیں گے، کہ فی الواقعہ وہ شخص جس نے مجدد زمان اور امام وقت ہونے کا دعوے کیا تھا، وہ مامور من اللہ اور خدا کا مرسل تھا، کوئی نعوذ باللہ مفتری اور کذاب نہ تھا۔ بلکہ خدا کا صادق اور راستباز بندہ تھا، اس نے جو کچھ کیا۔ وہ اس کی نفسانی خواہشات کا نتیجہ نہ تھا، بلکہ خدائے علام الغیوب اور علیم و قدیر ہستی کی طرف سے تھا اس کا تعلق فی الواقع اس زبردست طاقت سے تھا، جس کے احاطہ قدرت سے ایک ذرہ بھر بھی باہر نہیں ہے،

حضرت مرزا صاحب نے خدائے تعالے سے علم پاکر ایک صداقت کا ہم دیا۔ اور بالخصوص اس زمانہ اور اس ملک ہندوستان کو۔ وہ صداقت یہ تھی کہ موجودہ زمانہ میں اگر مسلمان ترقی کرسکتے ہیں تو تلوار کے ذریعہ سے ہرگز ہرگز نہیں، بلکہ دلائل عقلیہ اور براہین قاطعہ سے۔ تلوار۔ تشدد یا زبردستی سے آج مسلمان اپنے مقصد کو حاصل نہیں کرسکتے۔ بالفاظ دیگر جہاد بالسیف کا اب زمانہ نہیں رہا۔ اس خیال کو اب سروں سے نکال دینا چاہیئے۔ ترقی اسلام کا اب صرف ایک ہی واحد ذریعہ ہے، اور وہ اس کی اندرونی طاقت اور اس کے پاک اور مستحکم اصول ہیں۔ دنیا اسلامی اصولوں کے سامنے اپنا سر جھکائے گی۔ اور یہ اسلامی اصول ہی لوگوں کے دلوں کو فتح کر جائیں گے تلوار سے اسلام کا بول بالا نہ کبھی ہوا اور نہ کبھی ہوسکتا ہے۔

آج مجدد وقت کو اس دنیا سے رخصت ہوئے ۱۶ سال کا عرصہ ہوتا ہے۔ مگر اس کا محکم اور زبردست اصول واقعات عالم کے رنگ میں ظاہر ہوکر اس کی سچائی پر مہر صداقت لگا چکا ہے، اور مسلمان یک زبان ہوکر بول اٹھتے ہیں۔ کہ اپنے مقصد اور نصب العین کو حاصل کرنے کیلئے non violence (عدم تشدد) سے کام لو تلوار سے ان کا مقصد حاصل نہیں ہوسکتا۔ اگرچہ آج مسلمانان ہند اپنے نصب العین کو حصول سوراج قرار دیتے ہیں۔ اور اسی کو اپنی زندگی کا مقصد تصور کرتے ہیں۔ اور اسی میں اپنی فلاح و بہبودی سمجھتے ہیں۔ اور اسی کو اپنی حقیقی ترقی کا راز جانتے ہیں۔ اور اسی کے واسطے ہر ممکن طریقہ سے کوشاں ہیں۔ لیکن ان کے نزدیک بھی سب سے بڑی بات جو کہ حصول مقصد کی راہ میں ان کی معاون و مددگار ہوسکتی ہے، وہ عدم تشدد ہی ہے، اگرچہ ان کا نصب العین مجدد زمان کے نصب العین سے بالکل علیحدہ ہے مجدد وقت نے اشاعت اسلام مقصد قرار دیا۔ اور بالآخر مسلمان دیکھ رہے ہیں۔ کہ عوام الناس کا مقصد زیادہ غلط ثابت ہورہا ہے، اور مامور من اللہ نے جو کہا تھا۔ وہی حق تھا۔ لیکن خدائے مقلب القلوب نے واقعات کے رنگ میں ظاہر کر دیا۔ کہ کامیابی کا واحد ذریعہ وہی ہے جو کہ مجدد زمان نے بتایا تھا۔ یعنی اپنی زبردست اندرونی طاقت سے فائدہ ہوسکتا ہے نہ کہ تیر و تفنگ سے، اگر ہندوستان کو چھوڑ کر دیگر ممالک پر بھی نظر ڈالی جائے، تو صاف معلوم ہوتا ہے، کہ اب فتح اور کامیابی بذریعہ تلوار ناممکن ہے،

یورپین ممالک میں جن جن رنگوں میں جنگیں ہوتی ہیں۔ یا آئندہ ہونے کے سامان نظر آتے ہیں۔ وہ اس قدر خطرناک ہیں کہ اگر یہ سلسلہ چند سالوں تک جاری رہا۔ تو دنیا کا خاتمہ ہوجائے گا۔ آجکل سامان جنگ نہ صرف توپ، تلوار اور تیر و تفنگ ہی ہے بلکہ ایسی ایسی زہریلی ہوائیں اور جراثیم کی ایجاد ہورہی ہے، جن کے ذریعہ سے دشمن کو اس قدر آسانی سے ہلاک کیا جاسکتا ہے۔ کہ انسان دیکھ کر حیران و ششدر رہ جاتا ہے۔ یہ اس قوت اور طاقت کا ناجائز فائدہ ہے، جو کہ خداوند عالم نے انسان کے اندر اس کی بہتری اور بہبودی کے واسطے ودیعت کر رکھی ہے، اور علمہ ادم الاسماء کلھا کے الفاظ میں دنیا پر ظاہر کیا ہے،

لیکن یہی واقعات ہیں جو بالآخر انسانوں کو اس بات پر مجبور کر رہے ہیں۔ کہ اپنی توجہ کو اس طرف سے بکلی ہٹا کر امن اور آشتی کی طرف لگائیں۔ یہ بالکل عقلی بات ہے۔ جب تک ایک چیز حد اعتدال پر قائم رہتی ہے۔ تب تک وہ نیک اور نفع رساں ہوتی ہے، مگر جب حد اعتدال سے گزر کر افراط یا تفریط میں جا پہنچتی ہے۔ تب اس کا اثر برا اور نقصان دہ ہوجاتا ہے، اور یہ بھی بالکل صحیح ہے، کہ بدی کا اثر ظاہر اور بین طور پر اس وقت ظاہر ہوتا ہے جبکہ وہ اپنے کمال کو پہنچ جاوے اب چونکہ جنگ یعنی تلوار کا استعمال حد اعتدال سے باہر جا رہا ہے۔ لہذا اس کا اثر بھی بین طور پر دنیا میں ظاہر ہوتا جا رہا ہے، اور بالآخر دنیا اس کو خود بخود ترک کرے گی۔ اب چونکہ مذہبی جنگ کی تمام شرائط بالکل مفقود ہیں۔ لہذا اس کا جواز بدی اور ظلم ہوگا، اور یہی وجہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے مخالفت جہاد بالسیف کا حکم دیا۔ دنیا اب واقعات کے رنگ میں دیکھ رہی ہے، کہ اب حکومت تلوار کی نہیں ہوسکتی بلکہ حکمت اور دلائل کی ہوگی۔ مولانا حالی مرحوم نے کیا ہی اچھا فرمایا ہے ؎

گیا دور حکومت کا، حکمت کی ہے باری
جہاں میں جا رہا ہو علم و عمل کی ہے عملداری

دیوبندیوں کا نامکمل قرآن

ناظرین پیغام صلح کو معلوم ہوگا کہ جناب زین العابدین صاحب لاہور نے مولوی میرک شاہ صاحب دیوبندی کے ایک مضمون کی بناپر جس میں انہوں نے لکھا تھا کہ قرآن شریف کی ایک آیت رجم تھی۔ جناب مرفوع التلاوت ہے مگر ناقذ العمل بھی ہے۔ ایسے بذریعہ ایک کھلی چٹھی کے جو اخبار "پیغام صلح" میں شائع ہوئی تھی دریافت فرمایا تھا کہ چونکہ جناب میرک شاہ صاحب دیوبندی کے قول کے مطابق موجودہ قرآن شریف نامکمل ہے اسلئے جناب میرک شاہ صاحب آیت رجم اور دیگر اس قسم کی آیتیں جو ان کے خیال میں نافذ العمل تو ہوں۔ مگر قرآن شریف میں موجود نہ ہوں جمع کر کے لاہور بھجدیں۔ اور ان کے ساتھ یہ بھی لکھدیں کہ کونسی آیت کس جگہ پر قرآن شریف میں درج کی جائے تاکہ قرآن شریف کو مکمل کر کے چھپوایا جاسکے۔ جناب میرک شاہ صاحب کے شائع شدہ مضمون کو مد نظر رکھتے ہوئے جناب زین العابدین صاحب کا مطالبہ بالکل حق بجانب تھا۔ لیکن اول تو اس مطالبہ پر مولوی میرک شاہ صاحب اور ان کے ہمنوا دیوبندی چنیں خفتہ اند کہ گوئی مردہ اند کے مصداق بنگئے۔ اور پھر جو بار بار کی جھنجوڑ سے چونکے تو بجائے اس کے کہ اصل مطالبہ کا جواب دیتے گئے بہکی بہکی باتیں کرنے اور سوائے اسکے وہاں رکھا ہی کیا تھا۔ ایک لمبے عرصہ کی خاموشی کے بعد مولوی میرک شاہ صاحب کی طرف سے ایک اشتہار شائع ہوا ہے جس پر تاریخ اشاعت تو ۱۰ نومبر لکھی ہوئی ہے مگر لاہور میں یہ اشتہار ماہ جنوری ۱۹۲۵ء کے دوسرے ہفتہ میں موصول ہوا ہے۔ اس خاص اشتہار کی سرخیاں قابل غور ہیں۔ "ایک افترا کی تردید" (۲) ہم قرآن مجید کے نامکمل ہونے کے ہرگز قائل نہیں بلکہ مرزائیوں ہی کا قرآن نامکمل ہے" ایک غیر معروف شخص مسمی بہ زین العابدین کی طرف سے میرٹھ سے شائع ہوا ہے۔ اس اشتہار پر بھی تاریخ اشاعت گو ۱۸ دسمبر ۱۹۲۴ء لکھی ہوئی ہے مگر لاہور میں ۱۲ جنوری ۱۹۲۵ء کو موصول ہوا ہے مضمون اسکا بھی وہی ہے جو مولوی میرک شاہ صاحب کے اشتہار کا ہے۔ صرف الفاظ کا تغیر ہے۔ اس اشتہار کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ میرٹھی زین العابدین صاحب بھی یا تو مولوی میرک شاہ صاحب کے پٹھو ہیں یا کم از کم کچھ روز دیوبند کی ہوا کھا چکے ہیں۔ ان دونوں اشتہاروں میں جناب زین العابدین صاحب لاہوری کے اصل مطالبہ کا کچھ جواب نہیں دیا گیا بلکہ نہایت ڈھٹائی سے یہ لکھدیا ہے کہ ہم موجودہ قرآن شریف کو مکمل سمجھتے ہیں۔ اور مرزائیوں کے نزدیک قرآن نامکمل ہے ان دونوں ملاؤں نے جناب زین العابدین صاحب کے سوال کو ایسا ہضم کیا ہے کہ ڈکار تک نہیں لیا۔ ہاں اصل مطالبہ کو چھوڑ کر اپنے اشتہاروں میں یہ لکھ دیا کہ مرزا صاحب نے فلاں کتاب میں یوں لکھا ہے اور فلاں میں ووں لکھا ہے۔ ان دونوں ملاؤں کا یہ وطیرہ ثابت کر رہا ہے کہ یہ دونوں صاحبان جناب زین العابدین صاحب کے مطالبہ کے جواب سے عاجز ہیں۔ اور محض ملاں ہونے کی وجہ سے بند نہ خود بر عمل پیرا ہیں سچ ہے سہ

بحث سے مولوی نہ ہاریں گے
جان ہارینگے جی نہ ہاریں گے

چاہئے تو یہ تھا کہ اگر ان کے پاس اس مطالبہ کا جواب نہ تھا تو صاف طور پر کہدیتے کہ جو کچھ لکھا گیا ہے وہ غلط ہے ہم اسکو واپس لیتے ہیں۔ مگر یہاں ایسی ایمانداری اور صاف گوئی کا سودا کہاں جب قرآن شریف نے یاری نہ کی تو اقوال و تفاسیر میں پناہ ڈھونڈھنی شروع کی۔ چنانچہ میرٹھی اشتہار میں قرآن کریم کو بالائے طاق رکھ کر لکھا ہے۔

" مولانا موصوف میرک شاہ صاحب نے صاف ہی اس آیت رجم کو مرفوع التلاوت بھی فرمایا۔ یعنی موجودہ قرآن مجید کی طرح اسکی تلاوت نہیں کی جائے گی جسکی ہم نے جستجو اور تلاش کر کے تمام علماء تفسیر و حدیث اور فقہ و اصول کا مسلمہ پایا اور بیسیوں معتبر کتابوں میں بچشم خود دیکھا۔ دیکھو فتح الباری شرح بخاری۔ عمدۃ القاری شرح بخاری۔ قسطلانی۔ مرقات شرح مشکوٰۃ لمعات ایضاً۔ اتقان۔ سیوطی۔ منہاج۔ بیضاوی۔ اصول ابن حاجب۔ غایۃ التحقیق۔ شرح حسامی۔ نامی ایضاً نور الانوار مسلم الثبوت معدن وغیرہ وغیرہ

خدا جانے یہ لوگ قرآن شریف کے صریح حکم انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ ہم ہی اس قرآن شریف کے اتارنے والے ہیں اور ہم ہی اسکی حفاظت کریں گے کے ہوتے ہوئے کیوں ایسی احادیث کی طرف دوڑتے ہیں۔ مگر وہ بھی کیا کریں بیچارے مجبور ہیں کبھی قرآن کریم پر غور کیا ہو تو معلوم ہو۔ انہوں نے پرورش ہی ایسے مکتب میں پائی ہے جس کے متعلق بجا طور پر کہا جاسکتا ہے سہ

کیا رہا ہے جناب مکتب میں
کچھ حدیثیں ہیں ایک ڈنڈا ہے

شاید جناب میرک شاہ صاحب اور ان کے ہمنواؤں کا یہ خیال ہو کہ اس طریق سے اس پیش آمدہ آفت کو ٹال دیا جائے تو جان چھٹے۔ مگر ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اب یہ بحث ان کے گلے کا ہار ہوگئی ہے۔ اس قسم کی حیلہ جوئیوں سے جو انہوں نے ان اشتہارات میں برتی ہیں کام نہیں چلیگا۔ بلکہ ان کا موجودہ رویہ ثابت کر رہا ہے کہ وہ جناب زین العابدین صاحب لاہوری کا جواب دینے سے عاجز ہیں۔ ان کی اس روش سے تاڑنے والے تاڑ گئے ہیں۔ ع

کچھ تو ہے جسکی پردہ داری ہے

جناب زین العابدین صاحب نے ان دونوں اشتہاروں کا جواب کھلی چٹھی بخدمت جناب مولانا مولوی میرک شاہ صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند کے عنوان کے ماتحت اخبار پیغام صلح مورخہ ۱۱ جنوری ۱۹۲۵ء میں دیدیا ہے۔ وہ اول روز ہی سے لکھ رہے ہیں کہ میں احمدی نہیں ہوں۔ اور دوران بحث میں حضرت مرزا صاحب کو لانے سے فائدہ ہے۔ چنانچہ اس کھلی چٹھی میں بھی انہوں نے مولوی میرک شاہ صاحب کو اسطرف توجہ دلائی ہے۔ مگر مولوی صاحب ہیں کہ وہی رٹ لگائے جاتے ہیں۔ جناب مولوی صاحب اگر آپ مرد میدان ہیں تو جناب زین العابدین صاحب کے اصل سوال کا جواب دیجئے۔ ادہر ادہر کی غیر متعلق باتیں بنانے سے آپ کو کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ دیکھئے میں آپ کو پھر انہی کے لفظوں میں ان کا اصل سوال بتاتا ہوں۔

" میرا اصل سوال صرف اسی قدر ہے کہ آپ نے اپنی تحریر مطبوعہ "روزنامہ وکیل" ۱۴ ہ ۲۔ اکتوبر میں یہ بتایا کہ آیت رجم کا صرف حکم باقی ہے۔ تلاوت کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ حالانکہ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ جس آیت کا تلاوت سے کچھ تعلق نہ ہو اسکا حکم کسطرح باقی رہسکتا ہے۔ حضرت جب یہ آیت پڑھی نہیں جائیگی تو پھر اس پر عمل کس طرح ہوگا۔ کون کرے گا (دیوبندی مولوی کریں گے۔ سردار خاں) پھر یہ بھی عجیب بات ہے کہ قرآن کریم کی دوسری آیات جن پر عمل کیا جا رہا ہے ایک ہی جگہ مدون ہیں مگر آیت رجم واجب العمل ہوتے ہوئے قرآن سے باہر ہے۔ کیا ہم ایسے قرآن کو جس میں تمام آیات واجب العمل موجود نہ ہوں مکمل کہہ سکتے ہیں؟ یا یہ آپ کا دوسرا افترا ہے کہ باوجود اس عقیدہ کے موجودہ نسخہ قرآن مجید کو مکمل مانتے ہیں"؟

مولوی صاحب! اگر اب بھی آپ نے اس مطالبہ کا جواب نہ دیا تو سمجھنے والے سمجھ لیں گے کہ آپ کی ترکی تمام ہوگئی ہے

سردار خان
۲۰ جنوری ۱۹۲۵ء

حفظان صحت کے اصولوں سے دائیوں کی لاعلمی

اور اس کے تباہی انگیز اثرات

(ایک ہندوستانی خاتون کی قلم سے)

ہندوستان کی دائیاں حفظان صحت کے عام اصولوں سے مطلقاً ناواقف ہوتی ہیں۔ اور ان کی اسی ناواقفیت سے ہر سال لاکھوں عورتوں کو نہ صرف شدید امراض میں مبتلا ہونا پڑتا ہے۔ بلکہ ان میں اکثر بیشتر قبل از وقت راہی عدم بھی ہو جاتی ہیں۔ جدید طبی انکشافات سے جو پچھلے پچاس سال کے اندر ادور ہوئے ہیں۔ یہ امر ثابت ہوچکا ہے کہ اکثر امراض جو عورتوں کو زچگی کے زمانہ میں لاحق ہو کر عرصہ دراز تک مبتلائے تکالیف رکھتے یا ان کا پیمانہ عمر لبریز کردیتے ہیں۔ ان کے جسم میں جراثیم کے داخل ہو جانے کے باعث عارض ہوتے ہیں۔ لیکن ہماری دائیوں کو اس حقیقت کا علم نہیں۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ وہ کسی مریض زچہ کی خدمات انجام دینے کے بعد ہی ایسے زچہ خانوں میں چلی جاتی ہیں۔ جہاں پہلے سے مرض موجود نہیں ہوتا لیکن ان کے ذریعہ اس کے جراثیم وہاں پہنچ کر زچہ اور بچہ دونوں کو مبتلائے مصیبت کر دیتے ہیں۔ درحقیقت دائیوں کا کوئی قصور نہیں۔ کیونکہ نہ تو ان کو کافی تعلیم حاصل کرنے کا موقعہ ملتا ہے اور نہ وہ اس قدر استطاعت رکھتی ہیں۔ کہ بطور خود جراثیم کش ادویات خرید کر ان کا استعمال کریں۔ اس میں شک نہیں کہ بعض بڑے بڑے شہروں میں میونسپلٹیوں کی طرف سے دائیوں کی تعلیم کے لئے کلاسیں کھلی ہوئی ہیں۔ لیکن چونکہ دائیاں عموماً عمر رسیدہ اور ناخواندہ ہوتی ہیں۔ اس لئے وہ اس تعلیم سے قرار واقعی بہرہ اندوز نہیں ہو سکتیں۔ یوروپین ملکوں میں زچہ و بچہ کی حفاظت کی خاطر ایسے قوانین نافذ ہیں۔ جن کی روسے دائیوں کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے فن کی پوری پوری تعلیم پائیں۔ اور اپنے کام کے سلسلہ میں حفظان صحت کے اصولوں کی سختی کے ساتھ پابندی کریں۔ ان قوانین کی پابندی ہونے یا نہ ہونے کے متعلق میونسپل کمیٹیوں کی مقرر کردہ کمیٹیاں جانچ پڑتال کرتی ہیں۔ اور خلاف ورزی کی صورت میں مجوزہ سزائیں دیتی ہیں۔

کیا ہندوستان میں ایسا نہیں ہو سکتا؟ ہو سکتا ہے۔ اور آسانی سے ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ یہاں کی پبلک آواز اٹھائے۔ اور میونسپل کمیٹیاں اضافی ذمہ داریاں لینے کو تیار ہو جائیں۔ ممالک غیر میں اب سے پچاس سال قبل عورتوں کی زندگی اتنی ہی پُر خطر تھی جتنی آج ہندوستان میں دیکھی جاتی ہے۔ لیکن انہوں نے جدید طبی انکشافات و تحقیقات سے فائدہ اٹھا کر اکثر شدید ترین خطرات کا انسداد کر لیا۔ اور جو چند باقی رہ گئے ہیں۔ ان کے مقابلے کے لئے آئے دن عظیم تیاریاں ہوتی رہتی ہیں۔ ہندوستان بھی ان انکشافات و تحقیقات سے یکساں طور پر فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اور یہاں زچہ و بچہ کی شرح اموات میں بہت بڑی حد تک کمی ہو سکتی ہے۔

زچہ اور بچہ کی زندگی کو ہلاکت سے محفوظ رکھنے کے لئے اس امر کی سخت ضرورت ہے کہ دائیوں کے پیشہ اور کام کی اصلاح کیجائے اور ان کو ضروری قواعد و ضوابط کا پابند کیا جائے۔ جن کی خلاف ورزی کی صورت میں وہ میونسپل امداد سے محروم کر دیئے جانے کی مستوجب ہوں۔ اس ضمن میں اس امر کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے۔ کہ جو دائیاں عام کیسوں میں خدمات انجام دیں۔ وہ مریض زچاؤں کے گھروں میں نہ جائیں۔ اور جو مریض زچاؤں کی خدمات انجام دیں وہ عام کیسوں میں ہاتھ نہ ڈالیں۔

ہمارے ملک کی دائیوں میں ایک اور بڑی کمی یہ ہے۔ کہ وہ ناتعلیم یافتہ ہونے۔ اور اپنے فن میں مہارت نہ رکھنے کے باعث زچہ کی حالت اعتدال اور حالت آغاز مرض میں امتیاز نہیں کر سکتیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ طبی امداد جو آغاز مرض میں نہایت ضروری ہوتی ہے۔ عرصہ تک طلب نہیں کی جاتی۔ اور زچہ غریب کا مرض پیچیدہ شکل اختیار کر کے انجام کار جان لیوا ثابت ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں مڈوائیف کی خدمات زیادہ سودمند ثابت ہو سکتی ہیں۔ کیونکہ وہ ہسپتال میں باقاعدہ تعلیم حاصل کر لینے کے بعد عملی کام کرتی ہے۔ کہیں صفائی کی احتیاط کے معاملہ میں جس کی اس کو ہسپتال کو سختی کے ساتھ تاکید کی جاتی ہے۔ اس پر بھی اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

اندریں حالات ضرورت ہے کہ دائیوں کی تعلیم کا بہتر انتظام ہو اور ان کے کام کی جانچ پڑتال کرائی جائے تاکہ لاکھوں جانیں جو ہر سال غیر ہنگامی طور پر تلف ہو جاتی ہیں محفوظ رہیں۔

امید کرنی چاہئے۔ کہ قوائے قومی کی مضبوطی اور عورتوں کی تکالیف سے ہمدردی رکھنے والے اصحاب اس اہم مسئلہ پر جلد از جلد توجہ دے کر نسوانی زندگی کے خطرات کا سدباب کرنے کے لئے عملی کارروائی کریں گے۔

علمائے سوء کی دہوکہ بازی

میر محمد نے ایک اشتہار "زین العابدین" کے نام سے شایع کیا ہے۔ جس کے الفاظ سے ایسا پایا جاتا ہے کہ اسکا لکھنے والا خاکسار راقم الحروف (لاہوری زین العابدین) ہے۔ جس نے چند دن ہوئے حضرت مولانا مولوی مبارک شاہ صاحب مدظلہ العالی مدرس دارالعلوم دیوبند سے یہ درخواست کی تھی کہ ان کے پاس جو قرآن کریم کی جن میں منسوخ التلاوت لیکن واجب العمل آیات کا ذخیرہ موجود ہے ... کی وجہ سے غیر مکمل ہے مدون فرماکر میرے پاس بھیجدیں۔ کہ میں ان کو ان کے اسم گرامی کے ساتھ مکمل قرآن کریم کے نام سے شایع کرسکوں۔

میں اس اعلان کے ذریعہ اپنے مکرم و محترم مولانا اور عامۃ الناس کو مطلع کرنا چاہتا ہوں کہ اس اشتہار کو میری طرف سے نہ سمجھیں۔ اور نہ یہ خیال کریں کہ میں نے اپنی درخواست کو واپس لے لیا ہے جیسا کہ میرٹھی اشتہار سے پایا جاتا ہے۔ یہ کیونکر ہوسکتا ہے۔ کہ مکمل قرآن کریم جیسی نعمت عظمیٰ کے شایع کرنے کی سعادت کو میں اس طرح سے کھو دوں۔ جیسا کہ میرٹھی زین العابدین صاحب نے ظاہر کیا ہے۔ نہ ہی مجھے حضرت مولانا مولوی مبارک شاہ صاحب قبلہ سے ایسی بدظنی ہے۔ کہ وہ ایسی عظیم الشان خدمت اسلام سے گریز کریں گے۔ یہ علمائے سوء کی کارستانی ہے۔ کہ اس قسم کے اشتہارات شایع کر رہے ہیں۔ اور حضرت قبلہ کو میرے متعلق غلط فہمی ڈالدی ہے۔ کہ میں میرزائی ہوں۔ جس کی میں پھر ایک دفعہ خدا تعالےٰ کو حاضر ناظر جانکر تردید کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ حضرت مولانا اب بہت جلد اس کام کو شروع کردیں گے۔ تاکہ مکمل قرآن کریم جیسی نعمت عظمیٰ کے انتظار کی زحمت دنیا کو زیادہ دیر تک اٹھانی نہ پڑے۔

(خاکسار زین العابدین از لاہور)

حیات مسیح پر ایک نئی دلیل اور اس کا جواب

مدعیان حیات مسیح میں سے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جب آیت انما المسیح ابن مریم رسول اللہ وکلمتہ القاہا الی مریم وروح منہ میں حضرت عیسیٰ کو روح اللہ کہا گیا ہے۔ تو پھر اس کی حیات ابدی اور رفع الی السماء میں کیا شک اور تردد ہوسکتا ہے۔ کیا ارواح کا آسمان پر جانا اور ابدالآباد ... مسلمات اہل اسلام میں سے نہیں ہے وغیرہ وغیرہ۔

افسوس ہے ... نے لفظ روح کے معنوں پر غور نہیں کیا لفظ روح کے ... سے زائد مشتقات نجوم الفرقان اور کتب لغت میں موجود ہیں اور ہر ایک لفظ کے کئی کئی معانی لکھے ہوئے ہوتے ہیں اور خود لفظ روح کے ... معنی لکھے ہیں۔ جیسا کہ لغت کی مستند کتاب مجمع البحار میں تحت لفظ روح لکھا ہے۔ ذکر الروح علی معان مثلاً روح الجسد والحیوۃ والوحی والملک علی القرآن والرحمۃ ... اور پھر اسی لفظ روح کی نسبت لکھا ہے ویذکر ویونث۔ یعنی اس سے مشتقات کبھی بصیغہ مذکر آتے ہیں اور کبھی مونث ہوکر۔

ایسا ہی لغت کی مشہور اور معتبر کتاب منتہی الارب میں لفظ روح کے کئی معنی لکھے ہیں جن میں سے ایک معنی رحمت اور مہربانی کے بھی لکھے ہوئے موجود ہیں۔ اور یہ لفظ مختلف شکلوں میں بھی رحمت کے معنوں میں آتا ہے جیسے لاتیئسوا من روح اللہ انہ لاییئس من روح اللہ الا القوم الکافرون (یوسف) اور ایسا ہی آیت وایدہم بروح منہ میں بھی بمعنی رحمت آیا ہے۔ اور لفظ الریاح بھی بمعنی رحمت آیا ہے (بالاتفاق) اور اس کے علاوہ تفاسیر معتبرہ میں بھی اس آیت میں روح کے معنی رحمت کے لکھے ہیں۔ جیسا کہ تفسیر ابن جریر جلد ۶ صفحہ ۲۲ پر لکھا ہے۔ وروح منہ ای ورحمۃ منہ کما قال جل ثناؤہ فی موضع آخر وایدہم بروح منہ۔ قال معناہ فی ہذہ الموضع ورحمۃ منہ قال فجعل اللہ عیسیٰ رحمۃ منہ علی من اتبعہ وآمن بہ وصدقہ لانہ ہداہم الی سبیل الرشاد اور ایسا ہی تفسیر نیشاپوری کے صفحہ ۱۳ جلد ۶ پر لکھا ہے۔ وروح منہ فلا شک ان وجود النبی رحمۃ للامۃ کما قال اللہ تعالےٰ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین۔ وقال صلی اللہ علیہ وسلم انا رحمۃ الخ۔ پس قرآن کے تحت وقرآن شریف اور حدیث اور اقوال معتبرہ مفسرین سے آیت انما المسیح ابن مریم ...... وروح منہ کے معنے ہوئے عیسیٰ ابن مریم کا وجود بنی اسرائیل کے لئے یا اپنے متبعین کے لئے خدا تعالےٰ کی رحمت مجسمہ ہے وبس۔ یہی اس آیت کا اصلی ترجمہ اور یہی اسکا اصل مطلب اور تفسیر ہے جو لغت عرب اور مطابق حدیث القرآن یفسر بعضہا بعضاً کے مطابق ہے۔ اسکے علاوہ جس قدر معنی اس آیت کے لکھے ہیں، سب تاویلی۔ اجتہادی اور بے دلیل ہیں۔

الغرض خدا تعالےٰ کی طرف سے حضرت آدم تا حضرت مرزا صاحب جو نبی اور رسول اور مجدد آیا۔ ہر ایک اپنے اپنے متبعین کے لئے روح اللہ (رحمت اللہ) تھا جن میں سے ایک حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی تھے۔ جو لوگ آیت زیر بحث میں روح اللہ سے مراد خاص خدائی روح مراد لیتے ہیں تو انکو اس صورت میں یہ بھی ماننا پڑے گا کہ خدا (معاذ اللہ) خود فوت ہو گیا۔ اور اسکی روح مریم کی پیٹ میں آداخل ہوئی۔ اور وہی مسیح کی صورت میں مجسم ہوکر نکل آئی (العیاذ باللہ منہا)

اگر کسی کے دل میں یہ خیال گذرے کہ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی اس نام سے روح اللہ کیوں مخصوص اور مشہور ہوگئے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اناجیل اور کتب تواریخ یہود اور اہل اسلام سے یہ ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تولد کے زمانہ میں حضرت مسیح کے اشتباہ میں بنی اسرائیل کے ہزارہا نوزادہ بچے قتل ہوچکے تھے۔ دوم رومی سلطنت کی طرف سے ان پر نہایت سختی کی جاتی تھی۔ سوم چونکہ حضرت مسیح بے باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ اسلئے حضرت مریم اور مسیح یہودیوں کے نزدیک نہایت حقیر اور منحوس خیال کئے جاتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے مریم کو آیت وامہ صدیقۃ میں صدیقہ کا خطاب دے دیا اور مسیح کو آیت وجعلنی مبارکاً اینما کنت (مریم) میں مبارک کا خطاب دیا ہے اور لفظ مبارک اور روح میں حقیقتاً کوئی فرق نہیں ہے۔ اسی لئے ایک آیت میں روح کہدیا ہے دوسری میں مبارک۔

راقم محمد یمین۔ از مقام داتہ تحصیل مانسہرہ۔ ضلع ہزارہ

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ اور دیگر بزرگان ملت بحمداللہ بخیر وعافیت ہیں۔

سکول کی عمارت کا کام سرگرمی سے جاری ہے۔ اور حضرت امیر اور دیگر بزرگوں کے وقت کا بہت سا حصہ اس کی نگرانی پر صرف ہوتا ہے۔

جالندھر سے قاضی رحمت اللہ صاحب رقمطراز ہیں کہ جناب مولانا عصمت اللہ صاحب مورخہ ۲۰ جنوری کی شام کو تشریف لائے۔ اس دن بارش کی وجہ سے کوئی کام نہ ہوسکا۔ کل مورخہ ۲۱ جنوری ۱۹۳۵ء کو خانقاہ حضرت امام ناصر الدین رح میں جلسہ کا انتظام کیا گیا۔ کیچڑ کی وجہ سے راستوں میں آمد و رفت نہایت مشکل تھی تاہم تین سو کے قریب حاضرین کی تعداد ہوگی۔ آریہ اور ہندو لوگ بھی شریک تھے۔ قرآن کریم اور وید مقدس پر تقریر تھی۔ جناب مولانا کے طرز کلام نے سامعین کو مسحور کر رکھا تھا۔ تقریر خالصتاً قرآن کریم سے ماخوذ تھی۔ اور ساتھ ساتھ نہایت پرلطف پیرایہ میں وید مقدس کی تعلیم کے ساتھ مقابلہ تھا۔ خداوند قدوس کے ذاتی اور صفاتی ناموں کے متعلق ہر دو کتب کے دعاوی اور ثبوت نہایت عمدگی کے ساتھ پیش کئے گئے۔ نماز مغرب کے وقت جلسہ برخاست ہوا۔ مولانا کی تقریر نے حاضرین پر ایسا عمدہ اثر کیا کہ لوگوں نے مولانا کو ایک روز اور ٹھہرنے کی درخواست کی چنانچہ اکابرین کے اصرار پر آج مورخہ ۲۲ جنوری کو ٹھیک چار بجے مولانا کا لیکچر شروع ہوا۔ آج حاضرین کی تعداد ایک ہزار کے لگ بھگ تھی مضمون وہی تھا۔ قرآن کریم کی تعلیم کو ہر زمانے کے تمدن کے مطابق ثابت کیا گیا۔ اور ویدوں کی تعلیم کو اس کے مقابلے میں بالکل غیر مکمل ثابت کیا گیا۔ آج وید مقدس کے ساتھ انجیل شریف کو بھی شامل کر لیا گیا تھا۔ قرآن کریم کی تعلیم کے عالمگیر ہونے پر وہ دلائل و براہین پیش کئے گئے کہ مجمع سے سبحان اللہ۔ واہ واہ کے نعرے بے اختیار بلند ہو رہے تھے۔ طرز بیان ایسا دلکش تھا کہ سامعین بت بنے بیٹھے تھے۔ اور یہی جی چاہتا تھا کہ تقریر ختم نہ ہونے پائے۔

یہ تو تھی عام کیفیت لیکن جو اثر مجھ پر اس تقریر کے بعد ہوا ہے۔ وہ اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔ مولانا نے فرقہ بندی کی دھجیاں جس موثر طریقے سے اڑائی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اگر اس طرح کے چند لیکچر جالندھر میں اور ہوجائیں تو جماعت احمدیہ کی صحیح وقعت مسلمانوں کے دلوں میں پیدا ہوجائے علاوہ ازیں خدا واسطے کا جو تعصب ملاؤں نے اپنی ہی زندگیوں کو فروغ دینے کے لئے لوگوں کے دلوں میں پیدا کیا ہے بالکل کافور ہوجائے اور لوگوں کے مسلم ہونے کے راستہ میں بہت آسانیاں پیدا ہو جائیں۔ میں دیکھ رہا تھا کہ بڑے بڑے کٹر ملا اس جلسہ میں اپنی وقعت کو کم ہوتا ہوا محسوس کر رہے تھے۔ میں اہالیان جالندھر کی طرف سے آپ کی اس مسلم نوازی کے لئے شکریہ ادا کرتا ہوں اور میری خدائے عزوجل سے دعا ہے کہ وہ آپ کی جماعت کو خدمت اسلام کے لئے اس سے بھی زیادہ کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین۔

خوشاب ضلع شاہ پور سے محمد عبدالکریم صاحب مطلع فرماتے ہیں کہ ان کے والد ماجد خان بہادر ملک شیر بہادر خان صاحب پنشنر ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس و آنریری مجسٹریٹ خوشاب بہت تھوڑی مدت بیمار رہ کر ۱۹/۲۰ جنوری کی درمیانی شب کو راہی عالم بقا ہوئے۔ مرحوم نہایت ہی نیک دل اور خوش خلق انسان تھے۔ تین خورد سال بچے پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔

۲۱ جنوری کے پرچہ میں اخبار احمدیہ کی ذیل میں عزیز عبدالرحمٰن سکنہ توکل کشمیر کے نکاح کی خبر دی گئی تھی۔ اس میں عزیز عبدالرحمٰن صاحب ولد خواجہ عبد السلام صاحب کے بجائے "عزیز عبدالرحیم اور خواجہ عبدالسلام صاحب" لکھا گیا۔ ناظرین درست کرلیں۔

تازہ خبریں

۲۱ جنوری کو سردار بہادر ہردیال سنگھ مجسٹریٹ درجہ اول کی عدالت میں ماسٹر مگلداس بھدوت اڈیٹر شیطان کا مقدمہ زیر دفعہ ۱۵۳-الف قانون تعزیرات ہند پیش ہوا۔ ملزم کے ہاتھ میں ہتھکڑی لگی ہوئی تھی۔ ملزم نے عدالت سے درخواست کی دوبارہ ضمانت لی جائے۔ مگر عدالت نے ضمانت لینے سے انکار کردیا اور کہا کہ ضمانت کے لئے عدالت عالیہ میں درخواست دو۔ اسکے بعد ملزم نے کہا کہ کم از کم جیل میں پولیٹیکل قیدی کی حیثیت سے رکھا جائے عدالت نے کہا کہ ۱۵۳-الف کے قیدی پولیٹیکل مجرم نہیں کہلا سکتے اسلئے تمہارا شمار پولیٹیکل قیدیوں میں نہیں ہوسکتا۔

مسٹر باولہ کا قتل اب تک بدستور اہل بمبئی کی تمام تر توجہ کو مبذول کر رہا ہے۔ اندور کے چند حکام کی گرفتاریوں کے بعد کوئی گرفتاری نہ ہوگی جمہور کی حسیات کا اندازہ اس امر سے ہوسکتا ہے کہ اب تک بمبئی میں جابجا مسٹر باولہ کے قتل پر اظہار افسوس کے جلسے ہو رہے ہیں کل شام سے ایک اور زبردست مظاہرہ کی طیاریاں ہو رہی ہیں جس کے صدر مرزا علی محمد خان ہوں گے۔ ابتک مقدمہ کی جو روداد شایع ہوئی ہے۔ اہل بمبئی اس سے غیر مطمئن ہوکر طرح طرح کی تجاویز میں مصروف ہیں لفٹنٹ سارجنٹ کل اندور روانہ ہوگئے۔ اور ان کی روانگی سے ایک اور خیال پیدا ہوگیا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے اور ایک مقامی اخبار نے بھی اس بیان کی تصدیق کی ہے کہ لفٹنٹ مذکور کے ساتھ پولیس کا ایک افسر بھی اندور گیا ہے۔

وزیر بیگم جو ممتاز بیگم کی والدہ ہے۔ آج کئی گھنٹوں تک پولیس کی تحقیق و تفتیش کرنے والے عملہ کے ساتھ رہی۔

مہاراجہ ... کی شادی مہاراجہ نابھہ کی لڑکی کے ساتھ ہونے والی ہے۔ یہ تقریب آئندہ فروری کے اول ہفتہ میں بمقام دہلی منائی جائیگی۔

نماز جمعہ کے بعد مسلمانان فرخ آباد کا ایک جلسہ منعقد ہوا جسمیں متفقہ طور پر منظور ہوا کہ ایک کمیٹی بنائی جائے جو مسلمانوں کے اوقاف کی حفاظت کرے چنانچہ ایک وقف کمیٹی بنائی گئی جس کے صدر سخاوت حسین تاجر کتب نائب صدر غلام مصطفےٰ معتمد رفیق الرحمٰن نائب معتمد احمد حسین خان عبد اللہ بیگ مقرر ہوئے اس کے بعد مجلس دعا پر ختم ہوئی۔

اخبار پیغام صلح

ہفتہ میں دو بار ہر اتوار و بدھ کو شائع ہوتا ہے

جلد ۱۳ — نمبر ۲۶

مدینۃ المسیح لاہور، یوم اتوار مورخہ ۶ رجب المرجب ۱۳۴۳ھ ہجری مطابق یکم فروری ۱۹۲۵ء

مسجد برلن جرمنی

(مولوی فضل کریم خاں صاحب درانی کے قلم سے)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے برلن آنے اور مسجد کے دیکھنے کا جو یہاں زیر تعمیر ہے موقع ملا۔ جو مسرت اور خوشی مجھے اس مسجد کو دیکھنے سے ہوئی ہے، میں چاہتا ہوں کہ برادران وطن کو بھی اس خوشی میں شریک کروں۔ بلا شبہ یہ مسجد احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے تدبر اور زیادہ تر اسی جماعت کی فراخ حوصلگی اور ایثار کا نتیجہ ہے، اور اسی جماعت کے ایک رکن یعنی حضرت مولانا صدر الدین صاحب مسلم مشنری کی زیر نگرانی تعمیر ہو رہی ہے۔ لیکن اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ جملہ مسلمانان ہند نے بھی جہاں تک ان کو علم ہوا اور اس میں حصہ لینے کا موقع ملا حتی المقدور حصہ لیا۔ الغرض کیا بلحاظ خانہ خدا ہونے کے اور کیا بلحاظ اس امر کے کہ یہ مقدس عمارت سب کی متفقہ کوشش کا نتیجہ ہے، مجھے یقین واثق ہے کہ تمام اہل اسلام کے لئے اس کے حالات سے آگاہی حاصل کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

لیکن پیشتر اس کے کہ میں اس پاک مکان کے حالات بیان کروں میں اس کی اہمیت کو جتا دینا ضروری خیال کرتا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ بعض اصحاب کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ برلن میں مسجد کی کیا ضرورت تھی اس کے متعلق میں صرف اتنا عرض کر دینا کافی سمجھتا ہوں کہ برلن میں اسلامی آبادی بہت زیادہ ہے، تقریباً ڈیڑھ ہزار نفوس سے زیادہ ہے۔ یہ لوگ مختلف ممالک مثلاً ہندوستان، ایران، ترکی، مصر وغیرہ سے آکر یہاں آباد ہو گئے ہیں۔ ان کے علاوہ اور بہت سے لوگ آتے جاتے رہتے ہیں جرمن نژاد نو مسلموں کی تعداد بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے روز بروز بڑھ رہی ہے۔ ظاہر ہے کہ ان سب کے لئے ایک مرکز کی ضرورت ہے، اور مسجد سے بہتر کوئی مرکز نہیں ہو سکتا اس سے ان سب کو شعار اسلام کے پورا کرنے کا موقع بھی مل سکیگا۔

مسجد ایک پر فضا اور بلند مقام پر واقع ہے۔ قرب و جوار میں پروفیسروں کی کوٹھیاں ہیں۔ چند قدم کے فاصلہ پر ایک وسیع چوک ہے جس میں بہت سی سڑکوں کے علاوہ مختلف اطراف سے آنے والی ٹرام ہے اور زمین دوز ریلوے کے سٹیشن ہیں۔ جابجا باغات اور سبزی کے قطعات ہیں۔ یورپین شہروں میں جہاں لاکھوں کی آبادی ہوتی ہے سفید کھلا اراضی کا دستیاب ہونا اور خاصکر ایسے پر فضا مقام میں قریباً ناممکن ہوتا ہے۔ آمد و رفت کے ذرائع قریب ہیں۔ لیکن اتنے فاصلہ پر کہ مسجد تک ان کا شور نہیں پہنچ سکتا۔ شہر کے اس حصہ میں

نہیں کہ بلند مکانات بنائے جا سکیں۔ یہ حصہ تو صرف پروفیسروں اور علمی مذاق کے لوگوں کے لئے مخصوص ہے۔ حق یہ ہے کہ کسی یورپین دار الحکومت میں اس سے بہتر مقام مسجد کی تعمیر کے لئے ملنا بہت مشکل ہے۔

مسجد کی عمارت کافی بلند ہوگی یعنی تکمیل پر گنبد کی چوٹی سے فرش تک ۵۰ فٹ۔ مقام کی اونچائی کی وجہ سے اور بھی بلند نظر آتی ہے اردگرد کے تمام مکانات اس کے آگے پست نظر آتے ہیں، گنبد نصف میل کے فاصلہ سے نظر آتا ہے۔ برلب سڑک ہے، اردگرد باغ ہوگا جس کے لئے جگہ موجود ہے۔ دونوں پہلوؤں پر دو مینار ہوں گے جن کی بلندی ۹۰ فٹ ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ تکمیل پر جو شان و شوکت ہوگی وہ وہم و گمان سے باہر ہے۔ جو مساجد ہندوستان میں شاہان مغلیہ کے ہاتھوں کی بنی ہوئی ہیں۔ مثلاً جامع مسجد دہلی یا شاہی مسجد لاہور وغیرہ۔ ان کے حسن۔ ان کی شان و شوکت اور ان کی عظمت سے کون انکار کر سکتا ہے۔ یہ مسجد بھی انہی کی طرز پر بنی ہے۔ اسلامی طرز تعمیر کو دیکھ کر خود معمار بھی جو اس کی ساخت میں مصروف ہیں۔ حیران ہوتے ہیں۔

مسجد کا رقبہ بھی کافی ہے۔ دو اڑھائی سو نمازی ایک وقت میں آسانی سے نماز ادا کر سکیں گے۔ ہماری ضروریات کے لئے مدت تک کافی ہوگی عیدین کے موقعہ پر حاضرین کی تعداد تو بہت بڑھ جایا کریگی۔ اس غرض کے لئے ایک کھلا میدان موجود ہے۔

یورپ بہت وجاہت پسند واقع ہوا ہے۔ اور یہ اسلام کی غیرت ہے، سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ آیا یہ مسجد اسلام کی عظمت و عزت اور دار الحکومت جرمنی کی شان کے شایان ہوگی۔ خوبصورتی میں تو یہ مسجد برلن کی کسی عمارت سے انشاء اللہ تعالیٰ کم نہیں ہوگی۔ اسلامی طرز تعمیر عمارت کا حسن۔ گنبد اور میناروں کی سر بفلک بلندی سے ایک عجب شوکت پیدا ہوگی۔ لیکن رقبہ میں نہ تو وہ جامع مسجد دہلی کے برابر ہے اور نہ سر دست اس کی یہاں ضرورت ہے۔

جاوا میں تبلیغ اسلام

گذشتہ کئی ماہ سے برادر مرزا ولی احمد بیگ صاحب مسلم مشنری جاوا کی طرف سے کوئی خط نہیں آیا تھا جس کے باعث ہمیں سخت تشویش تھی۔ بارے اس ہفتہ برادر موصوف کا مفصل خط آیا ہے۔ جو برادران سلسلہ کی آگاہی کے لئے درج ذیل کیا جاتا ہے۔

گذشتہ تین ماہ میں میں نے آپ کو دس خطوط اپنی کارگذاری اور جملہ حالات کے بارے میں لکھے ہیں۔ لیکن ان میں سے کسی ایک کا

بھی جواب نہیں ملا جس کے باعث مجھے سخت تشویش ہو رہی ہے اور اس خاموشی کی کوئی وجہ میری سمجھ میں نہیں آئی۔

یہاں کے شہر وانا سوبو میں جو خوفناک زلزلہ آیا تھا، اس کی مفصل رپورٹ میں پہلے بھیج چکا ہوں۔ یہ ایک پہاڑی شہر ہے اور جہاں میں مقیم ہوں سوہاں سے ۲۰ میل کے فاصلہ پر ہے اس کی آبادی زیادہ تر یورپین اور دیسی عیسائیوں پر مشتمل ہے۔ سب سے قریب آتش فشاں پہاڑ وانا سوبو سے ۹ میل کے فاصلہ پر ہے۔ پورے نو دن زمین دن رات حرکت کرتی رہی۔ اور اٹھارہ گاؤں بالکل نیست و نابود ہو گئے ہزار کے قریب لوگ مر گئے ہیں۔ اور اتنی ہی تعداد میں آبادی بے خانماں ہو گئی ہے ابھی تک زمین کی جنبش بند ہوئی ہے۔ معاملہ ان سپوٹ نہری طور پر ہی سی آبادی کو فنا کر دیا ہماری یہاں کی انجمن نے غریب مصیبت زدگان کی امداد کے لئے بہت سا روپیہ فراہم کر کے جس والنٹیئر فوراً وانا سوبو بھیجدیئے جنہوں نے لوگوں کی بہت دستگیری کی۔ آپ کی تار پہنچنے پر مجھے سخت تعجب ہوا کہ باوجود متواتر خطوط لکھنے کے اور جملہ حالات سے اطلاع دیتے رہنے کے آپ نے کیوں بذریعہ تار خیریت کی خبر دریافت کی۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہماری تحریک دن بدن ترقی کر رہی ہے اور ہر جمعہ اور اتوار کو میں اپنے تیس شاگردوں کے ساتھ جو یہاں انجمن نے میرے سپرد کر رکھے ہیں۔ باہو علنا کیلئے چلا جاتا ہوں مہینہ میں دو بار دار الخلافہ بٹاویہ میں جاتا رہتا ہوں جہاں کہ ہمارے شیخ بھائی عبد اللہ ڈیتوخ نے ایک مشن سکول کھول رکھا ہے۔ اور اس کی ہمت اور تبلیغ سے ۱۵ کے قریب ڈچ نو مسلم پیدا ہو گئے ہیں۔ میں نے اپنے بنگلہ پر ایک میٹنگ سکول جاری کر رکھا ہے، جہاں کہ ہر اتوار کو مذہبی مباحثات سننے کے لئے عوام کو دعوت دی جاتی ہے۔

حضرت امیر کی کتاب "اسلام اور محمد اینڈ کرائسٹ" اور خواجہ صاحب کی تصنیف "ینابیع المسیحیت" کا ترجمہ ملائی زبان میں ہو چکا ہے، اور یہاں کے ایک اخبار میں چھپتا رہا ہے۔ ان کی چھپوائی و اخراجات کی منظوری کی ضرورت ہے، یہاں کے ڈچ نوجوان اپنی زبان میں اسلام پر کتابیں طلب کرتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ ہمارے پاس ایسا کوئی ذخیرہ نہیں۔ میں نے ڈچ زبان میں اصول اسلام پر ایک مختصر سی کتاب چھپائی ہے۔ اور ارادہ ہے کہ ڈچ زبان میں ایک اخبار اپنے اخبار لائٹ کی طرز پر شائع کیا جائے جس پر چھ صد روپیہ پیشگی خرچ ہوگا۔ لیکن وہ بعد ازاں بلا زائد خرچ کے چھپتا رہیگا۔

یہاں کے عیسائی پادری سخت دشمن ہو گئے ہیں اور ہماری لوگوں میں ... پیدا کر دینا مجھے خاص سبب قرار دیتے ہیں گورنمنٹ میں جھوٹی رپورٹیں کرتے رہتے ہیں اور پولیٹکل جاسوس ہونے کا الزام دیتے رہتے ہیں اسی سبب خفیہ پولیس والے میری حرکات کی نگرانی کرتے رہتے ہیں۔ اور جملہ امور کی رپورٹ گورنمنٹ کو بھیجتے رہتے ہیں۔ اور میرے ...

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

لاہور

جلد ۱۳، ۱۶ رجب المرجب ۱۳۴۳ھ نمبر ۲۶

دیوبندی افترا پردازی

قرآن کریم پر غیر مکمل ہونے کا الزام

حضرت مسیح موعود پر ایک افترا اور اس کی تردید

گزشتہ اشاعت میں ہم بتا چکے ہیں۔ کہ دیوبندی ملاؤں نے ایک طویل خاموشی کے بعد اب پھر سر اٹھایا ہے اور اس الزام کا کہ وہ قرآن کریم کو غیر مکمل سمجھتے ہیں جواب دیتے ہوئے حضرت مسیح موعود کے متعلق افترا پردازی شروع کی ہے۔ کہ آپ نے بعض آیات قرآن کے اندر بتائیں۔ جو اس میں پائی نہیں جاتیں۔

ان تمام اشتہارات۔ رسالوں اور پمفلٹوں میں جو اس وقت تک ہمیں موصول ہو چکے ہیں۔ دیوبندی حضرات نے اپنے جو خبث کا اظہار جس طرز پر کیا ہے۔ اسے دیکھ کر کوئی سنجیدہ اور منصف مزاج انسان بشرطیکہ اسے قرآن کریم کے ساتھ تھوڑا سا بھی مس ہو۔ ان کی قابلیت اور قرآن دانی پر آٹھ آٹھ آنسو بہائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مولوی میرک شاہ صاحب کے اس لایعنی بیان کی کہ زانی محصن کیلئے رجم کی آیت قرآن میں اتری تھی لیکن منسوخ التلاوت ہونے کی وجہ سے اس میں چھپا نہیں ہوئی۔ لیکن اس کا حکم باقی ہے۔ جو جو کچھ توجیہات کی گئی ہیں۔ وہ عذر گناہ بدتر از گناہ کی مصداق ہیں۔ بجائے اس کے کہ اس خیال کو سختی کے ساتھ رد کیا جاتا۔ ان کی تائید ان الفاظ میں کی گئی ہے کہ:

”باتفاق امت نسخ کی تینوں قسمیں قرآن عزیز میں جاری ہوئی ہیں۔ یعنے تلاوت اور حکم دونوں کا منسوخ ہونا۔ صرف حکم کا منسوخ ہونا اور تلاوت باقی رہنا۔ صرف تلاوت کا منسوخ ہونا اور حکم کا باقی رہنا۔“

اس سے صاف ظاہر ہے کہ دیوبندیوں کے نزدیک قرآن میں کئی ایسی بھی آیات نازل ہوئی تھیں جن کی تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہو گئے۔ اور ایسی بھی جن کی تلاوت منسوخ ہوئی۔ اور حکم باقی رہ گیا۔ آج تک صرف اسی قدر سنا جاتا تھا کہ بعض آیات قرآن کے اندر ایسی ہیں جو بعض دوسری قرآنی آیات کی وجہ سے منسوخ ہو چکی ہیں۔ اگرچہ یہ خیال بھی غلطی سے پاک نہیں۔ لیکن آج یہ ایک نیا راز کھلا۔ کہ بعض ایسی بھی آیات ہیں جو قرآن کے اندر موجود نہیں اور ان کا حکم باقی ہے۔ بلکہ وہ بھی ہیں جو نہ تو قرآن کے اندر پائی جاتی ہیں۔ اور نہ وہ واجب الحکم ہیں۔ فرمائیے یہ قرآن میں تحریف لفظی کا صریح ثبوت نہیں تو اور کیا ہے۔ والسے یہ تو بتائیں کہ قرآن بھی ان کی دست برد سے بچ نہ سکا۔ تو ریت اور انجیل کی دولت نہیں بچی۔ جو ان لوگوں نے اپنے اعتقاد سے قرآن کی بنائی ہے۔ اور پھر دعوے یہ کہ ہم قرآن کو مکمل مانتے۔ اور انا لہ لحافظون کا مصداق سمجھتے ہیں۔

پھر بھی نہیں کہ اپنے اس اعتقاد کو دیوبندی چار دیواری اور موجودہ زمانہ کے علماء تک محدود رکھیں بلکہ یہاں تک ڈھٹائی سے کام لیا گیا ہے کہ اس پر تمام امت کا اتفاق ظاہر کیا گیا ہے اور آنحضرت صلعم کے عہد مبارک تک بھی اس عقیدہ کو شامل کر لیا گیا ہے چنانچہ لکھا ہے کہ

”خود آنحضرت صلعم کے عہد مبارک میں قرآن کی بعض آیتیں منسوخ کی گئیں جس کا خود قرآن نے کئی جگہ اعلان کیا ہے بلکہ آیات قرآنیہ ما ننسخ من آیۃ او اذا بدلنا آیۃ بغیرہ“

اور پھر لکھا ہے کہ

”خوارج اور پھر مرزائیوں کے سوائے کسی نے اس میں اختلاف نہیں کیا۔“

ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا طبرسی خوارج میں سے ہیں۔ جنہوں نے یہ اعلان کیا۔ کہ الروایات فی النسخ کلہا ضعیفۃ۔ نسخ کی تمام روایات ضعیف ہیں؟

ایسا ہی آنحضرت صلعم کے عہد مبارک میں قرآن کریم کی کونسی آیات منسوخ ہوئی تھیں؟ اور آیا ان کی منسوخی کا اعلان خود آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا یا کسی صحابی نے؟ اس کے ساتھ ہی یہ بھی دریافت طلب ہے کہ کسی صحابی کا قول کہاں تک قابل حجت ہے؟ اور جن آیات کے منسوخ الحکم ہونے کا ذکر روایات میں آتا ہے۔ ان میں سے کسی ایک کی تنسیخ پر بھی صحابہ کا اجماع ہے۔ یا اس کے برخلاف یہ حالت ہے کہ ایک صحابی ایک آیت کو منسوخ ٹھیراتا ہے۔ اور دوسرا اس کی تردید کر دیتا ہے؟

جب تک دیوبندی مولوی ہمارے ان سوالات کا جواب نہ دیں۔ اور یہ نہ بتا دیں۔

(۱) آنحضرت صلعم کے عہد مبارک میں قرآن کی کونسی آیتیں منسوخ کی گئیں۔ اور آیا خود آنحضرت صلعم نے انہیں منسوخ کیا۔ اور یہ نسخ کس قسم کا تھا۔ آیا صرف حکم کے لحاظ سے آنحضرت صلعم نے کوئی آیت منسوخ کی۔ یا بعض آیات کی تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہو گئے۔ اور بعض کا حکم باقی رہا اور تلاوت منسوخ ہوئی۔

ایسا ہی جب تک یہ ثابت نہ کیا جائے کہ

(۲) نسخ کی روایات صحیح ہیں۔ اور کل امت کا ان پر اتفاق ہے اور

(۳) ایک صحابی کا قول حجت ہو سکتا ہے۔ اور پھر دوسرے صحابی کی طرف سے اس کی تردید ہو چکی ہو۔

اس وقت تک نسخ پر زور دینا ایک لایعنی بات ہے۔ اور کلام الٰہی اور آنحضرت صلعم اور تمام امت محمدیہ کی پوزیشن کو سخت خدوش بناتا ہے۔

رہے ما ننسخ من آیۃ اور اذا بدلنا آیۃ کے ارشادات قرآنی۔ ہم حیران ہیں کہ دیوبندی مولوی ان آیات کے ذریعہ سے تکمیل قرآن کا دعوے کیونکر ثابت کرتے ہیں۔ کیا اگر یہ ثابت ہو جائے کہ ان آیات کے رو سے قرآن میں سے بعض آیات نکل چکی ہیں۔ تو قرآن کا کامل ہونا ثابت ہو جائے گا؟ علاوہ ازیں ما ننسخ من آیۃ کا ارشاد جس محل پر واقعہ ہوا ہے۔ اس کا سیاق و سباق ان معنوں کے قطعاً خلاف ہے۔ وہاں یہودیت اور نصرانیت کا ذکر ہے۔ اور ان کی شرائع پر بحث ہو رہی ہے۔ پھر کوئی قرآن کی آیت ابھی ایسی نازل نہیں ہوئی جس کو حامیان تنسیخ کے نزدیک منسوخ ٹھیرایا گیا ہو، تو کس طرح سے یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ اس آیت کے رو سے قرآن میں نسخ جائز ہے؟ پھر سوال یہ ہے کہ کیا نسخ کے عقیدہ سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ خدا تعالےٰ نے متضاد آیات نازل فرمائیں۔ حالانکہ خود ہی فرماتا ہے۔ ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا ۔ اگر یہ کلام غیر اللہ کی طرف سے ہوتا۔ تو اس میں اختلاف کثیر پایا جاتا۔ مگر وہ آیات جو اس وقت تک منسوخ ہونے کے باوجود قرآن کے اندر پائی جاتی ہیں۔ ایک اختلاف عظیم اس کے اندر پیدا کر رہی ہیں۔ پہلے ان کو بھی باہر نکال لیں۔ پھر دیکھینگے دیوبندیوں کا قرآن خدا کا کلام کہلانے کا کہاں تک مستحق ہے۔

ایک اور غور طلب بات یہ ہے کہ ما ننسخ من آیۃ کے الفاظ کو نقل کر کے دیوبندی مولویوں نے اگلے الفاظ کو چھوڑ دیا ہے۔ جو ان کے عقیدہ کو کھلے طور پر رد کرتے ہیں کیونکہ ان الفاظ کے بعد ہی اللہ تعالیٰ نے او ننسہا کی شق لگائی ہے، یعنے یا تو ہم منسوخ کر دیتے ہیں۔ یا بھلا دیتے ہیں۔ ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ او ننسہا میں کونسی آیات داخل ہیں۔ کیا وہ جن کا حکم اور تلاوت دونوں منسوخ ہو گئے؟ کوئی اور جو مہربانی کر کے دیوبندی میرک شاہی حضرات ان آیات کا بھی پتہ دے سکیں۔ جو او ننسہا کے ماتحت آتی ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی اس آیت کے معنوں پر بھی روشنی ڈالیں جس میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو مخاطب کر کے فرمایا۔ سنقرئک فلا تنسیٰ۔ ہم تجھ کو یہ قرآن پڑھائیں گے۔ اور تو اس کو نہیں بھولے گا۔ کیا وہ آیات جو او ننسہا کے ماتحت بھلا دی گئیں۔ وہ سنقرئک فلا تنسیٰ میں شامل نہ تھیں؟

یہ تو دیوبندی مولویوں کے قرآن کا حال ہے۔ حیرت ہے کہ یہ لوگ کس منہ سے قرآن کریم کو انا لہ لحافظون کا مصداق قرار دیتے۔ اور اس شخص (زین اللہ دین صاحب لاہوری) کو جس نے ان سے مکمل قرآن کا مطالبہ کیا ہے۔ مورد الزام ٹھیراتے ہیں۔ کیا ان کے یہ معتقدات قرآن کی حفاظت اور تکمیل کے صریحاً خلاف نہیں ہیں۔ کسی سمجھدار انسان کے سامنے تم ان معتقدات کو رکھ کر دعوےٰ کرو۔ کہ قرآن کامل اور محفوظ ہے۔ تو دیکھو کہ تمہارے مونہوں پر تھپیڑ لگ جاتے ہیں یا نہیں؟

ان معتقدات کی لغویت کو اگر تم اپنی ان افترا پردازیوں سے چھپانا چاہتے ہو۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے کوئی نیا قرآن بنایا تھا۔ تو یہ چھپ نہیں سکتی۔ دنیا جانتی ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب نے کوئی قرآن نہیں بنایا۔ بلکہ اسی قرآن کو جو تیرہ سو سال ہوئے حضرت صلعم پر نازل ہوا تھا۔ اپنا مقتدا اور رہبر تسلیم کرتے ہوئے ان الزامات سے اسے پاک کیا۔ جو اس کی تکمیل اور حفاظت پر شبہ وارد کرنے والی تھیں۔ اور دنیا کو بتایا۔ کہ قرآن کریم الحمد سے لے کر والناس تک کامل و مکمل ہے، اس میں کسی قسم کا نسخ واقع نہیں ہوا۔ نہ حکم میں اور نہ تلاوت میں۔ ہاں آپ نے بیشک یہ لکھا کہ

”میری نسبت توریت انجیل اور قرآن شریف میں خبر موجود ہے۔ کہ اس وقت آسمان پر خسوف۔ کسوف ہوگا“

(دافع البلا صفحہ ۱۸)

ایسا ہی فرمایا کہ

”قرآن شریف میں بلکہ توریت کے بعض صحیفوں میں یہ خبر موجود ہے کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑے گی“

لیکن آپ نے کہیں کوئی اس مطلب کی آیت اپنی طرف سے بنا کر پیش نہیں کی ...... جیسا کہ دیوبندی مولویوں نے رجم کی آیت لکھی ہے، اور ان کا دعوے ہے، کہ ایسی آیات ہیں جو منسوخ التلاوت ہونے کی وجہ سے قرآن میں نہیں۔ حضرت مسیح موعود نے خبر کا لفظ استعمال کیا ہے نہ کہ آیت کا۔ اور آپ کی دوسری تحریرات سے صاف پایا جاتا ہے۔ کہ آپ اسی موجودہ قرآن کریم کا جس کو دیوبندیوں نے غیر مکمل ٹھیرا دیا ہے۔ بعض آیات سے ایسا استدلال کرتے تھے۔

تعجب ہے کہ دیوبندی مولویوں کی نظر کشتی نوح اور دافع البلا پر جا پڑی۔ لیکن نزول المسیح اور تحفہ گولڑویہ سے انہوں نے آنکھیں بند کر لیں۔ جن میں صاف طور پر آپ نے ایسی آیات کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

”تب میرے دل میں ڈالا گیا۔ کہ یہی طاعون ہے۔ اور یہی وہ دابۃ الارض ہے جس کی نسبت قرآن شریف میں وعدہ تھا۔ کہ آخری زمانہ میں ہم اس کو نکالیں گے۔ اور وہ لوگوں کو اس لئے کاٹے گا کہ وہ ہمارے نشانوں پر ایمان نہیں لاتے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ واذا وقع القول علیہم اخرجنا لہم دابۃ من الارض تکلمہم ان الناس کانوا بایٰتنا لا یوقنون ۔ اور جب مسیح موعود کے بھیجنے سے خدا کی حجت ان پر پوری ہو جائے گی۔ تو ہم زمین سے ایک جانور نکال کھڑا کریں گے وہ لوگوں کو کاٹے گا۔ اور زخمی کرے گا۔ اس لئے کہ لوگ خدا کے نشانوں پر ایمان نہیں لاتے تھے۔ دیکھو سورہ النمل الجزو نمبر ۲۰“ (نزول المسیح صفحہ ۳۸)

خسوف کسوف کے متعلق لکھا ہے:

”آسمان کا نشان خسوف کسوف ہے جو ٹھیک ٹھیک مطابق آیۃ کریمہ وجمع الشمس والقمر اور نیز دارقطنی کی حدیث کے مطابق رمضان میں واقعہ ہوا“

(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۶۳)

دیوبندیو! ان دونوں حوالجات بالخصوص آیات قرآنی .. کو غور سے پڑھو۔ اور اپنی جہالت اور کوتاہ فہمی پر آٹھ آٹھ آنسو بہاؤ۔ اپنی طرف سے تم نے بہت بڑا مکر کیا۔ کہ اپنے معتقدات کی لغویت کو چھپانے کے لئے اس امام وقت پر یہ الزام لگایا۔ کہ اس نے قرآن کو غیر مکمل بیان کیا ہے۔ اور نئی آیات اپنی طرف سے گھڑ کر قرآن کی طرف منسوب کی ہیں۔ کبھی یہ لکھ کر لوگوں کو دھوکا دیا۔ کہ مرزا غلام احمد نے نیا قرآن بنایا تھا۔ جو اس وقت کی فضا کے موافق نہ تھا۔ اور اب لاہور سے شائع ہونے والا ہے۔ اور اس کے ثبوت میں ان دو حوالوں کے سوائے جن کی وضاحت حضرت مسیح موعود کی مندرجہ بالا عبارات سے ہو گئی۔ اور کوئی بین دلیل تم نہ لا سکے۔

کاش تم میں ذرا سا بھی شرم اور حیا کا مادہ موجود ہو تو حضرت مسیح موعود کی مندرجہ بالا عبارات اور پیش کردہ آیات کو پڑھ کر عرق ندامت

ذلت میں غرق ہو جاؤ تا کہ دوبارہ تمہیں سر اٹھانے کی جرأت نہ ہو

اسلام اور جہاد

جس وقت حضرت مسیح موعودؑ نے دنیا کو پیغام حق دیا ۔ اور یہ دعویٰ کیا کہ میں ہی وہ مسیح و مہدی ہوں جس کی خبر جناب رسالت مآب صلعم نے آج سے تیرہ سو سال پیشتر دی تھی ۔ اس وقت عام طور پر مسلمانوں میں یہ خیال تھا ۔ اور اب تک ہے ۔ کہ مسیح و مہدی دنیا کو تلوار کے ذریعہ مسلمان بنائیں گے ۔ جہاد کے معنے آج عام طور پر یہی ہیں ۔ کہ لوگوں کو جبراً اسلام کے اندر لایا جائے ۔ اور غیر مذاہب کے بالمقابل کشت و خون کا بازار گرم کیا جائے ، حالانکہ جہاد کے یہ معنے نہ تو قرآن نے بتائے ہیں نہ آنحضرت نبی کریم صلعم نے ۔ نہ آپ نے کسی ایسے مہدی یا مسیح کی خبر دی ۔ جو دین کے لئے خون کی ندیاں بہائے بلکہ صاف طور پر اس کے متعلق یضع الحرب کے لفظ احادیث میں موجود ہیں یعنے وہ دین کے لئے جنگ کو ملتوی کر دے گا ۔

افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اس مامور ربانی کی آواز کو نہ سنا ۔ اس کے اس بیان کو اپنے غلط معتقدات کے خلاف پا کر رد کر دیا اور اس بات پر غور نہ کیا کہ گذشتہ تیرہ سو سال میں اسلام نے کیا تلوار کے ذریعہ سے دنیا پر غلبہ پایا ہے ۔ یا اپنی سادہ تعلیمات اور پاکیزہ اخلاق سے ۔ کاش انہوں نے غور کیا ہوتا ۔ کہ تلوار کا اثر جسموں پر ہوتا ہے نہ کہ دلوں پر ۔ دل اس سے فتح نہیں ہو سکتے ۔ اس لئے مجدد وقت کا نسخہ صحیح ہے ۔ کہ اسلام کو اگر اب بھی فتح حاصل ہو سکتی ہے تو تلوار سے نہیں بلکہ اس کی تعلیمات کو دنیا میں پھیلانے سے ۔

اسلام مغربی افریقہ میں

واقعات عالم کو دیکھو ۔ دنیا میں جہاں جہاں اس وقت فتح حاصل ہو رہی ہے ۔ جس جگہ غیر اقوام کے لوگوں کو اسلام کے اندر لانے کا کام جاری ہے ۔ آیا وہ تلوار سے ہو رہا ہے یا سادہ تعلیم کو پیش کرنے سے ؟

اس وقت مغربی افریقہ کا نقشہ ہمارے سامنے ہے ۔ جہاں اسلام کی سرعت اشاعت نے مسیحی لٹریچر کو ماتم کدہ بنا رکھا ہے ۔ ولایت کے رسالہ "ایسٹ اینڈ ویسٹ" میں بشپ آف لاگوس (نائیجیریا) نے نائیجیریا اور اس کے سرحدی علاقوں میں "اسلامی خطرہ" کا اعلان کرتے ہوئے لکھا ہے ۔ کہ شمالی علاقہ میں سوڈان کے مسلمان اپنے مذہب کی اشاعت اب تلوار کے ذریعہ سے نہیں کرتے بلکہ عیسائیوں کی طرح وہ ملک کے رستوں کے کھل جانے سے فائدہ اٹھاتے ہیں ۔ اور تجارت کی غرض سے ادھر ادھر سفر کرتے اور پھیل جاتے ہیں ۔ اپنے مذہب کو پھیلا رہے ہیں ۔ چونکہ وہ بت پرستی چھڑانے کے علاوہ جس کا اثر پہلے ہی سے زائل ہو رہا ہے ، لوگوں کی زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں کرتے ۔ اس لئے وہ آسانی سے لوگوں کو اپنے دین میں داخل کر لیتے ہیں ۔ اکثر اوقات مسلمانوں اور عیسائیوں میں ایک قسم کی دوڑ ہوتی ہے ۔ کہ ان دونوں میں سے کس کا اثر ایک گاؤں پر پہلے پڑتا ہے ۔ اور طبعاً اسی کو سب سے فائدہ حاصل ہوتا ہے ۔ جو سب سے پہلے وہاں پہنچتا ہے ۔ نہ صرف مغربی افریقہ میں بلکہ انگلستان کے مہذب انسانوں کے دلوں میں اگر کوئی چیز گھر کر رہی ہے تو وہ اسلام ہی کی پاک تعلیم ہے ۔ اور یہ عملی شہادت ہے اس بات کی کہ اسلام کی فتح آج تلوار کے ذریعہ سے مقدر نہیں بلکہ اعلائے کلمۃ اللہ سے ہو سکتی ہے ۔ اور جہاد بالسیف کی حرمت کا فتوے جو امام وقت نے دیا ہے ۔ وہ بالکل صحیح اور حق بجانب تھا ۔

"اسلامی عقیدہ کی چاندنی"

اپنے اسی مضمون میں بشپ آف لاگوس نے اس بات کا اعتراف کیا ہے ۔ کہ "اسلام فی الحقیقت شرک اور بت پرستی کے مذاہب سے بہت بلند حیثیت رکھتا ہے ۔ اور ......

اگر ہمیں یہ احساس ہو ۔ کہ لوگوں کا مسلمان ہونا مسیحیت کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھنا ہے ۔ تو ہمیں اس پر معترض نہ ہونا چاہیئے ۔ لیکن تجربہ ہمیں بتاتا ہے کہ شاذ و نادر ہی ایسا ہوتا ہے ۔ ہمیں اس پر قانع نہیں ہونا چاہیئے ۔ کہ ظلمت شرک و کفر اسلامی عقیدہ کی چاندنی کو جگہ دے جس کا نتیجہ ہو ۔ کہ آفتاب صداقت کی پوری روشنی وہاں قدم نہ جما سکے لیکن خطرہ ہے کہ ایسا ہی ہو گا ۔"

یہ ایک مسیحی پادری کے الفاظ ہیں جن سے ظاہر ہے کہ مغربی افریقہ پر کس قدر غالب ہے ۔ پادری صاحب اسلامی عقیدہ کو چاندنی سے تشبیہ دیتے ہیں ۔ اور مسیحیت کو آفتاب صداقت کی پوری روشنی" تاہم انہیں شکایت ہے ۔ کہ جہاں یہ چاندنی داخل ہو جاتی ہے وہاں آفتاب کی پوری روشنی قدم نہیں جما سکتی حالانکہ چاہیئے تھا ۔ کہ آفتاب کے پہنچتے ہی چاندنی مفقود ہو جائے ۔ بھلا کسی نے کبھی دیکھا ۔ کہ جس جگہ سورج طلوع ہو گیا ہو ۔ وہاں سورج کی روشنی کے بجائے چاندنی غالب ہو ۔ برخلاف اس کے وہاں تو چاندنی بھی مشکل نظر آتی ہے ۔ لیکن آج یہ نئی منطق سننے میں آتی ہے ۔ کہ اسلام کی چاندنی جہاں پہنچ جائے ۔ وہاں مسیحیت کا سورج کوئی کام نہیں کر سکتا یہ دراصل پادری صاحب کی نظر کا قصور ہے کہ ظلمت کو سورج قرار دیتے ہیں ۔ اور جو فی الحقیقت سورج ہے اس کو چاندنی سے تشبیہ دے رہے ہیں ۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

روحانی خلیفہ کی ضرورت

حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا ۔ کہ "دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا ۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی صداقت کو ظاہر کر دے گا" آج ہم دیکھتے ہیں ۔ کہ خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ مختلف رنگوں میں پورا ہو رہا ہے ۔

حضرت مسیح موعودؑ کا دعوے روحانی خلیفہ ہونے کا تھا ۔ اور اس کے لئے آپ آیت استخلاف سے استدلال کرتے تھے ۔ برخلاف اس کے دوسرے مسلمانوں کا خیال تھا ۔ کہ خلیفہ سلطنت اور بادشاہت سے الگ نہیں ہو سکتا ۔ اور وہ اس کے لئے اسی آیت استخلاف کو پیش کرتے تھے ۔

قدرت الٰہی کا کرشمہ دیکھیئے ۔ کہ عین اس وقت جب مسلمان عام طور پر اسی جسمانی خلافت کے اقتدار کے قائم کرنے میں کوشاں تھے ترکی کے اندر مصطفےٰ کمال پاشا نے سب سے پہلے خلافت و سلطنت کو علیحدہ علیحدہ کیا ۔ پھر خلافت کے منصب کو ہی سرے سے منسوخ کر دیا ۔ اور اس کا نتیجہ آج ہم یہ دیکھتے ہیں کہ عام طور پر مسلمانوں میں یہ خیال پھیل رہا ہے ۔ کہ خلیفہ صرف روحانی ہونا چاہیئے نہ کہ جسمانی ۔

پروفیسر برکت اللہ نے جو کسی زمانہ میں جاپان کے اندر اسلام کی تبلیغی خدمات سرانجام دے چکے ہیں مسئلہ خلافت پر ایک کتاب لکھی ہے جس میں یہ تجویز کی ہے ۔ کہ قاہرہ میں جو اسلامی کانفرنس مسئلہ خلافت کو طے کرنے کے لئے منعقد ہونے والی ہے ۔ اسے چاہیئے ۔ کہ وہ ایسے شخص کو منتخب کرے جو "اسلام کا محض روحانی پیشوا ہو ۔ سیاست سے کوئی سروکار نہ ہو"

خدا نے چاہا تو یہی خیال لوگوں کو آہستہ آہستہ اس خلیفۃ اللہ کی طرف لانے کا موجب ہو گا ۔

خلیفہ کون ہو؟

پروفیسر برکت اللہ نے اپنی اسی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے ۔ کہ "آج مسلمانوں میں کسی ایسے شخص کا ملنا بہت ہی مشکل امر ہے جس کا مطمح نظر بہت وسیع ہو ۔ جو دوربین آنکھ رکھتا ہو ۔ بہت بلند نصب العین اس کے سامنے ہو ۔ طاقت تحمل و برداشت حد درجہ کی اس میں پائی جاتی ہو ۔ اور وہ خوشی کے ساتھ ایثار اور قربانی کر سکتا ہو ۔ تاہم ہمیں ایسے آدمی کی کسی نہ کسی طرح تلاش کرنی ہے ۔ اگر اس نسل میں ہم اسے نہیں پا سکتے ۔ تو آئندہ نسل میں پیدا کرنا چاہیئے ۔ لیکن ہمیں اس مشکل کو حل کرنے کے کام میں نہایت سرگرمی کے ساتھ لگ جانا چاہیئے ۔ اس میں شک نہیں کہ ہم میں شیخ احمد سنوسی جیسے نیک لوگ موجود ہیں جو اس منصب کے لئے موزوں ہیں" پروفیسر برکت اللہ کے خلوص اور نیک نیتی میں کلام نہیں لیکن روحانی خلیفہ کی تلاش کی جو راہ انہوں نے بتائی ہے ۔ اسے غلطی سے پاک نہیں کہا جا سکتا ۔ اسلام کا روحانی پیشوا کیا انتخاب سے یا انسانوں کے پیدا کرنے سے مل سکتا ہے؟ آیا یہ انسانوں کے بس کی بات ہے ۔ کہ اگر اس نسل میں نہیں تو آئندہ نسل میں ایسے شخص کو پیدا کر لیں ۔ جس میں وہ تمام صفات پائی جاتی ہوں ۔ جن کا ذکر پروفیسر صاحب نے کیا ہے ۔ اور کیا شیخ سنوسی کا دامن ان سیاسی آلودگیوں سے پاک ہے ۔ جن سے وہ خلیفہ کو منزہ دیکھنا چاہتے ہیں ؟

حقیقت یہ ہے کہ خلافت کسی کے سر پر ہاتھ رکھ دینے سے ایسے مل سکتی ہے ۔ نہ نام لے دینے سے اور نہ کسی خاص صفات ہی کو پیدا کرنے سے ۔ یہ خدا تعالیٰ کے بس کی بات ہے ۔ کہ ایسا آدمی پیدا کرے ۔ اور اسے خلیفہ بنائے جس طرح خدا تعالیٰ نے اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ کہہ کر رسالت کے منصب کو اپنے ہاتھ میں رکھا ۔ اسی طرح وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم و عملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کہہ کر منصب خلافت کو اپنے قبضہ میں رکھا ۔ اور حسب فرمودہ نبوی ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا گذشتہ تیرہ سو سال میں اللہ تعالیٰ خود ہی روحانی خلیفوں کو پیدا کرتا رہا ۔ اور آج بھی اس نے اس صدی کے سر پر ایک ایسے خلیفہ کو پیدا کیا جس کے مطمح نظر کی وسعت ، آنکھ کی دوربینی ، نصب العین کی بلندی ، تحمل برداشت کی طاقت اور ایثار و قربانی کا جذبہ اپنی نظیر دنیا میں نہیں رکھتا اسے سیاست سے بھی سروکار نہیں ۔ بلکہ محض روحانیت اس کے سر کا تاج ہے پس روحانی خلافت کے لئے کانفرنسوں کے انعقاد کی ضرورت نہیں ۔ بلکہ ایک منصفانہ آنکھ اور ٹھنڈے دل کے ساتھ اس پاک انسان کی سوانح اور عالیشان کارناموں کو پڑھنے کی ضرورت ہے جو اس کی صداقت اور خلیفہ برحق ہونے پر زندہ گواہ ہیں ۔

پادری زویمر اسلام پر

مسیحیت کو موجودہ زمانہ میں مختلف قوموں اور گونا گون رنگ اور نسل کے لوگوں سے جو واسطہ پڑا ہے ۔ اس نے اسے بڑی مشکل کے اندر مبتلا کر رکھا ہے ۔ اور نسلی اور قومی امتیازات کا سوال مسیحی حضرات کی توجہات کو اپنی طرف خاص طور پر مبذول کئے ہوئے ہے ۔ اس بحث پر آئے دن کوئی نہ کوئی تصنیف یورپ سے شائع ہوتی ہے ۔ جس میں یا تو کالوں اور گوروں کے اعدادی تقابل سے یہ ثابت کیا جاتا ہے ۔ کہ کالے لوگوں کی تعداد دن بدن بڑھ رہی ہے ۔ کوئی دن آئے گا ۔ جب سفید اقوام کو ان کی کثرت کے سامنے سر تسلیم خم کرنا پڑے گا ۔ اور یا اس بات پر بحث ہوتی ہے ۔ کہ مسیحیت کے اندر آ کر سیاہ اور سفید کا امتیاز کہاں تک قائم رہنا چاہیئے ۔

ان تمام مباحث میں ایک اہم بات جو دیکھنے میں آتی ہے وہ اسلامی برادری کا ذکر خیر ہے ۔ جس میں انہیں اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ اسلام نے جو برادری قائم کی ہے ۔ اس کی نظیر کہیں نہیں پائی جاتی ۔ چنانچہ مشہور رسالہ "مسلم ورلڈ" ایک ایسی ہی کتاب ذکر مسیحیت اینڈ ریس پرابلم پر ریویو کرتے ہوئے رقمطراز ہے کہ

"ہمیں افسوس ہے کہ اختلاف اقوام کے سوال کے متعلق دوسرے مذاہب کے نقطۂ نظر پر بہت تھوڑی روشنی ڈالی گئی ہے ۔ اسلام کا ذکر صرف ایک پیراگراف میں کیا گیا ہے ۔ حالانکہ اس پر ایک باب یا کم از کم ایک فصل لکھنی چاہیئے تھی ۔ کیونکہ اس مذہب نے ایک ایسی برادری قائم کی ہے ۔ جو بہت سے مسیحی ممالک کی اس اخوت سے زیادہ پائیدار اور حقیقی ہے ، جو دوسری اقوام کے متعلق وہاں پائی جاتی ہے"

"مسلم ورلڈ" جیسے متعصب مسیحی رسالہ کا یہ اعتراف الفضل ما شھدت بہ الاعداء کا مصداق ہے تعجب ہے ۔ کہ اسلام کے ان درخشندہ اثرات کے باوجود یہ لوگ اس کی تخریب کے درپے ہیں ۔

کچھ اپنے متعلق

کسی دوسری جگہ شیخ محمد دین جان صاحب منیجر پیغام صلح کا ایک ضروری مراسلہ شائع کیا جاتا ہے ۔ جس میں انہوں نے احباب کی اس شکایت کا ذکر کرتے ہوئے کہ اخبار کی موجودہ حالت صفحات کے لحاظ سے چنداں تسلی بخش نہیں ۔ اس حقیقت نفس الامر کا اظہار کیا ہے ۔ کہ اس کی اصل ذمہ داری ان احباب پر عائد ہے ۔ جنہوں نے آج تک اس کی توسیع اشاعت یا مالی حالت سنوارنے میں کوئی حصہ نہیں لیا ۔ منیجر صاحب نے کھول کر بتا دیا ہے ۔ کہ اس وقت "پیغام صلح" کی مالی حالت کس قدر خستہ ہے اور جب تک یہ حالت موجود ہے ۔ اور احباب کی طرف سے اسے بہتر بنانے کی کوئی صورت نہیں کی جاتی اس وقت تک انجمن قسم کے مصارف کی برداشت نہیں کر سکتا جو اسے ایک نمایاں اخبار بنانے کے لئے ضروری ہیں ۔ ظاہر ہے ۔ کہ اس کے [illegible]

تو موجودہ عملہ ہی کافی ہے۔ اور نہ "پیغام صلح" کی موجودہ ضخامت اور اس کی خاص قومی و دینی اغراض ایسی گنجائش تجویز دیتی ہیں۔
"پیغام صلح" ہفتہ میں دو دفعہ شائع ہوتا ہے۔ اور اس میں کام کرنے کے لئے صرف ایک ایڈیٹر ہے۔ حالانکہ [illegible] اخبارات جو اس سے بہت کم اور ہی ضخامت رکھتے ہیں۔ اور ان کا دائرہ بھی چنداں وسیع نہیں اپنے سٹاف میں دو دو تین تین ایڈیٹر رکھتے ہیں۔ پس ایسی حالت میں کیونکر آپ کہہ سکتے ہیں۔ کہ "پیغام صلح" ہماری ضروریات کو پورا نہیں کرتا۔ حالانکہ آپ نے خود ہی اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے کوئی سامان بہم نہیں پہنچائے۔

"پیغام صلح" نے جو بڑی یا کھلی خدمات قوم کی آج تک کی ہیں سو قوم کے سامنے ہیں۔ ان کو پیش نظر رکھتے ہوئے کیا یہ مطالبہ بیجا ہے۔ کہ قوم اس کی امداد اور توسیع اشاعت میں کوشاں ہو۔

ہمیں امید ہے۔ کہ ہمارے احباب مینجر صاحب کے مراسلہ کو بچشم غور مطالعہ فرما کر ان کے مطالبات کو پورا کرنے کی کوشش کریں گے تاکہ وہ اخبار کو ان کے حسب منشا بنانے کی سعی فرما سکیں۔

اس کے ساتھ ہی ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ کہ اخبار کی موجودہ حالت میں ہمارے احباب کس قسم کی ترمیم چاہتے ہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ یہ ایک خالص مذہبی پرچہ ہے۔ جو احمدی جماعت سے تعلق رکھتا ہے۔ اور جماعت احمدیہ کے مقاصد قومی کی تبلیغ اس کے خاص طور پر پیش نظر ہے۔ اس لئے یہ رنگ اخبار میں بہر حال غالب رہنا چاہیئے۔ اور غالب رہے گا۔ تاوقتیکہ اس کے اصل مقصد کو بدلا دیا جائے۔ جو انجمن کے اختیار کی بات ہے۔ اس کے علاوہ جو خاص تبدیلیاں اخبار کے اندر احباب کرام دیکھنا چاہتے ہوں ان سے ایڈیٹر کو مطلع کرنا اس کے لئے باعث مسرت و امتنان ہوگا۔ اگر ضرورت ہوگی تو ہم ایسی مجوزہ تبدیلیوں کی اطلاع آنے پر انہیں دوسرے احباب کے غور اور بحث کے لئے اخبار میں بھی شائع کر دیں گے۔ جس سے ممکن ہے۔ اخبار کی حالت کو بہتر بنانے میں زیادہ سہولیت ہو۔

اس کے علاوہ توسیع اشاعت اور مالی حالت کے بہتر بنانے کے لئے بھی اگر ہمارے احباب کرام کوئی ایسی تجاویز بتا سکیں۔ جو مینجر صاحب کی پیش کردہ تجاویز سے زیادہ مفید ہوں تو ان کو مینجر صاحب کی خدمت میں لکھ دینا چاہیئے۔ تاکہ وہ ان سے فائدہ اٹھا سکیں۔

فہرست معاونین برلن مسجد

جو فہرست معاونین برلن مسجد اخبار پیغام صلح مورخہ ۱۱ جنوری ۱۹۲۵ء کے صفحہ ۵ پر چھپ چکی ہے۔ اس کے بعد مندرجہ ذیل اصحاب کو چندہ کاپیاں ارسال کی گئی ہیں۔

(۹) شیخ محمد ہاشم صاحب چک شیخاں ڈاکخانہ شاہ پور — ایک کاپی
(۱۰) مولوی فیض احمد صاحب ہیڈ کلرک محکمہ نہر شیخوپورہ — " "
(۱۱) بابو عبد العزیز صاحب کلرک ملٹری ورکس سروس عیبک ہ — " "
(۱۲) جناب شیخ خدا بخش خاں صاحب پنشنر ای۔ اے۔ سی۔ پشاور — ۳ "
(۱۳) مولوی غلام ربانی صاحب محصل انجمن راولپنڈی — ۳ "
(۱۴) مولوی غلام رسول صاحب سیکنڈ ماسٹر سٹیٹ ہائی سکول پونچھ — ۳ "
(۱۵) مولوی امام بخش صاحب ہیڈ کلرک ڈپٹی کمشنر صاحب ملتان — ۳ "
(۱۶) شیخ محمد حسین صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس فیروز پور چھاؤنی — ۴ "
(۱۷) مولوی عبد الرحمن صاحب شملہ — وعدہ ۵۰ روپیہ
(۱۸) مولوی محمد اکبر علی صاحب شملہ — " "
(۱۹) جناب فضل دین محمد بشیر صاحبان پارچہ فروش کابلی گیٹ پشاور — ایک کاپی
(۲۰) جناب سید حبیب اللہ خاں صاحب سرگودھا — ۳ "
(۲۱) خلیفہ عبد الرشید صاحب معرفت مولوی دوست محمد صاحب ایڈیٹر پیغام صلح — ایک "
(۲۲) منشی کرم الٰہی صاحب دفتر ایگزیکٹو انجینئر جہلم — " "
(۲۳) جناب مولوی ثناء اللہ صاحب بی۔ اے۔ ہیڈ ماسٹر عیسیٰ خیل — ۲ "
(۲۴) منشی شاہ محمد صاحب مدرس مدرسہ [illegible] — ۱ "

ناظرین پیغام صلح سے چند ضروری باتیں

مینجر صاحب پیغام صلح کا ضروری مراسلہ

(۱) حضرات آپ میں سے بعض نے میرے پاس شکایت اور مطالبہ کیا ہے کہ پیغام صلح کیا بلحاظ مضامین اور کیا بلحاظ اخبار بلند پایہ نہیں۔ بلکہ بمقابلہ دیگر جرائد بہت کچھ پس ماندہ ہے۔ آپ کی شکایت بجا ہے اور مطالبہ صحیح۔ لیکن آپ کا شکایت کر دینا اور میرا اس کو صحیح مان لینا حالات کی اصلاح اور مرض کا علاج کرنے کے لئے مکتفی نہیں ہو سکتے۔ تاوقتیکہ کوئی اس پسماندگی کی وجوہات پر غور نہ کرے۔ اور پھر ان نقائص اور کمیوں کو جو معلوم ہوں دور کرنے کی کوشش نہ کرے۔ آج میں اس مقصد کو لے کر آپ کی خدمت میں اس امید پر حاضر ہوا ہوں۔ کہ آپ میری باتوں پر توجہ دیں گے۔ اور اس کام میں میرا ہاتھ بٹائیں گے۔

(۲)۔ اس بیسویں صدی میں یہ امر محتاج بیان نہیں ہے۔ کہ قومی زندگی کے لئے قومی جرائد ایسے لازمی اور لابدی ہیں کہ ان کے بغیر کوئی قوم نہ قوم کہلانے کی مستحق ہے نہ زندہ رہنے کی۔ بلا ان کے قوم ایک خشک لکڑیوں کا گٹھا ہے جس کو باندھنے کی رسی نہ ہو۔ اسے منتشر اور پراگندہ کرنے کے لئے ہر غلط انداز ٹھوکر کافی ہے۔ اس میں کوئی قوت مقابلہ نہیں ہوتی۔ اس کے افراد کی مثال کسی درخت کے زرد زرد پتوں کی ہے۔ جن کو خزاں نے آ لیا ہو۔ اور وہ ٹہنیوں سے اپنا کمزور تعلق توڑنے کے لئے ہوا کے پہلے جھونکے کے منتظر ہوں۔

جرائد قوم کے جسم میں دل کی مانند ہوتے ہیں۔ ان کا کام قوم کے اندر خون صالح پیدا کرنا اور اس کو گرم حرکت کرنا ہوتا ہے۔ ان کے مدیروں کے قلموں سے جتنے الفاظ صفحۂ قرطاس پر ٹپکتے ہیں۔ اسی قدر قطرات خون قوم کے جسم میں پیدا ہوتے جاتے ہیں۔ مدیر کے ہاتھ کی حرکت دل کی اس دھڑکن کے مشابہ ہوتی ہے جو لحظہ بلحظہ سرخ چمکدار خون جسم کی مختلف اور بعید ترین رگ و ریشہ تک دوڑاتی ہے۔ خوش نصیب ہے وہ قوم جو اپنے جرائد رکھتی ہے اور ان کی حیات بخش چشموں سے سیراب ہوتی ہے۔ مگر افسوس اس قوم پر جس کے ایڈیٹر کا ہاتھ نسبتاً سست رفتار ہے اس کا نرم رو لہو اپنے اندر روح حیات جذب نہیں کر سکتا۔ اس کا خون سے خالی اور پیلا جسم کوئی نشان زندگی نہیں رکھتا۔ اس کا فاتحہ پڑھ دو۔ اور اسے زندوں کی صف سے نکال دو وہ مر چکی ہے۔

(۳) یورپ کی کتاب حریت کے پہلے صفحہ کا عنوان کیا ہے۔ چھاپہ خانہ۔ اور اس کی بقا کا راز کیا ہے۔ روزنامہ۔ کاش میرا ہاتھ یورپ کے سرمایہ دار حیات ایڈیٹر کا ہاتھ ہوتا۔ اور اسی کا شعلہ زا اور شرارہ ریز قلم میرے ہاتھ میں ہوتا۔ تو میں دوکنگ مشن پر ناز کرنیوالی جماعت کو برلن مسجد کی بنیاد رکھنے والی جماعت کو۔ جاوا میں تبلیغ کرنیوالی جماعت کو دنیا بھر میں اسلام کی علمبردار جماعت کو۔ اس دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی مدعی جماعت کو بتلاتا۔ کہ اس کے شیرازہ کی واحد رسی بہت ہی کمزور ہے۔ میں اس کو جتلاتا کہ اس کی قومی گھڑی کا قفل نہایت ضعیف الحرکت ہے۔ میں اس پر واضح کرتا کہ اس کا دل جس کے ہر واحد نے خون حیات کا سینچ سینچ کر قوم کی بعید ترین جوارح کو پہنچانے کا کام کیا ہے ضعف سے متاثر ہے۔ غرضیکہ میں اس پر روشن کر دیتا۔ کہ اس کا واحد قومی آرگن پیغام صلح اس قدر فالج زدہ ہے۔ کہ ڈر ہے مبادا وہ دیگر اعضاء رئیسہ کو بھی بیکار کر دے۔ آپ کو شاید معلوم نہ ہو کہ پیغام صلح ہر ماہ تین چار سو روپیہ کے لئے بھیک مانگنے پر مجبور رہتا ہے۔ اگر صبح کو مسیح موعود کی تصانیف کی دہلیز پر جبہ سائی کرتا ہے تو دوپہر کو مسلم ہائی سکول کے دروازہ پر دست سوال دراز کرتا نظر آتا ہے۔ شام کو مشن وغیرہ کے کاسۂ گدائی سے بہرہ اندوز ہوتا ہے تو اگلی صبح سے صیغۂ اغراض عام کی دریوزہ گری کرنی پڑتی ہے۔ اور پھر شام تک وہی کوچہ نوردی ہے اور پیغام صلح۔ اسے پیغام صلح کہیں یا پیغام فلاکت۔

(۴) قومی زندگی کا ایک معیار اس کے جرائد ہیں۔ یورپ کی قومیں زندہ ہیں مگر ان کا کون سا رسالہ ہے جس کی تعداد اشاعت ہزاروں سے کم ہو۔ اور کونسا روزنامہ ہے . . . . جس کے خریدار لاکھوں سے نیچے ہوں۔ آپ دنیا میں اسلام پھیلانے کے دعویدار ہیں۔ اسلام زندگی کا نام ہے۔ کیا اس قوم میں جس کے واحد اخبار کی یہ حالت ہو۔ خود کوئی نشان زندگی ہے جو وہ دوسروں کو دے سکے۔ آپ کی قوم نے زندگی کا انجکشن حضرت مرزا صاحب سے لیا۔ کیا آپ نے کبھی سوچا کہ اس کے وقت میں آپ کے کتنے اخبار نکلتے تھے۔

ان میں سے ہر ایک خود اپنا کفیل تھا۔ کیونکہ اس وقت آپ میں زندگی تھی

(۵)۔ میری بھی یہ خواہش ہے کہ پیغام صلح کے مضامین نہایت اعلیٰ پایہ

ہوں۔ علاوہ مذہبی حصہ کے خبریں بالکل تازہ بتازہ ہوں۔ حالات حاضرہ پر جیدانہ تبصرہ ہوا کرے۔ اور شذرات کا بہترین کالم اس میں قائم کیا جاوے۔ تاکہ پیغام صلح کا مطالعہ ناظرین کو دوسرے اخبارات سے مستغنی کر دے۔ مگر یہ باتیں بغیر خرچ کے حاصل نہیں ہو سکتیں۔ بدقسمتی سے پیغام صلح کے لئے وہ تمام دروازے مسدود ہیں۔ جو دوسرے جرائد کے لئے [illegible] کھلے ہیں۔ بلکہ یوں کہنا زیادہ درست ہوگا کہ اس کی راہ میں بعض ایسے روڑے ہیں جو اسے اس قطار سے بہت پیچھے دھکیل دیتے ہیں۔ جس پر ہندوستان کے دوسرے جرائد کھڑے ہیں۔ مختصراً

۱۔ پیغام صلح ایک خاص جماعت کا اخبار ہے۔ اور جماعت بھی وہ جو بالعموم عام مسلمان کے زیر عتاب ہے۔ غیر از جماعت مسلمان عام طور پر اس کو ہاتھ لگانا کفر کے مترادف خیال کرتے ہیں۔ اس لئے قدرتاً اس کے خریداروں کی تعداد حلقہ جماعت تک محدود ہے۔

۲۔ اس کو ایسی کوئی بیرونی امداد بھی حاصل نہیں ہے جو دوسرے جرائد کو حاصل ہیں۔ مثلاً بعض اخبارات کو والیان ریاست یا دوسرے متمول طبقہ کے لوگوں سے مستقل امدادیں ملتی ہیں۔ بعض کے مالکان مفصلات میں دورہ کرتے ہیں۔ اور جہاں جاتے ہیں وہاں سے نذرانہ کی طرح امدادی رقومات حاصل کرتے ہیں۔ اور بعض مختلف چندوں سے اخبار کا پیٹ پالتے ہیں۔ لیکن پیغام صلح کو ایسے کوئی مواقع حاصل نہیں ہیں۔ وہ چھوٹی سی جماعت جس کو اس کا کفیل ہونا چاہیئے پہلے ہی چندوں سے زیر بار ہے۔ انجمن کا ماہواری چندہ۔ دوکنگ مشن کا چندہ مسلم ہائی سکول کا چندہ۔ اور آئے دن کوئی نہ کوئی تحریک ایسی ہوتی رہتی ہے کہ اس جماعت کو اپنی جیبوں کو ٹٹولنا پڑتا ہے۔ اگرچہ پیغام صلح ان سب تحریکوں کے لئے وقتاً فوقتاً اپیلیں کرتا رہتا ہے۔ لیکن یہ اس کی شرم حضوری خیال کریں۔ یا بے نفسی تصور کریں۔ اپنے لئے کبھی جماعت کے سامنے دست دراز نہیں کرتا۔ اور نہ حالات بالا میں کر ہی سکتا ہے۔ اس لئے واحد ذریعہ جو اس کی حالت کو درست کرنے کا ہو سکتا ہے یہ ہے۔ کہ اس کے خریداروں کی تعداد میں معتد بہ اضافہ ہو جائے۔

(۶) جماعت جس کا فرض پیغام صلح کی سرپرستی کرنا ہے۔ اور جس کی زندگی اس کی زندگی سے وابستہ ہے اگرچہ مختصر ہے۔ مگر پھر بھی اس کی تعداد ہزاروں سے کم نہیں۔ اگر وہ ہمت کرے تو پیغام صلح کی حالت کا درست ہو جانا کوئی مشکل بات نہیں۔ ہزاروں کی جماعت میں سے اس کے خریدار بمشکل چار صد ہیں۔ کیا یہ امر ہماری جماعت کے لئے فخر و مباہات کا موجب ہے۔ لے دے کر ایک تو ہمارا اخبار ہے۔ اور پھر تعداد خریداران اس قدر قلیل ہے کہ اس کا ذکر کرتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ کیا یہ زندہ قوم کا اخبار ہے۔ اگر چندہ کی رقم کچھ بہت ہوتی تو شاید اسے کمی خریداروں کی وجہ قرار دیا جا سکتا۔ مگر افسوس تو یہی ہے کہ پانچ روپیہ سالانہ کا اخبار ہو۔ اور خریدار اس کے چار سو سے متجاوز نہ ہوں میں کسی چندہ کی اپیل نہیں کرتا۔ جس سے آپ کو بوجھ معلوم ہو۔ میں صرف اس قدر چاہتا ہوں۔ کہ اگر آپ اب تک خریدار نہیں ہیں تو بلا توقف بن جاویں۔ اور اگر ہیں تو کم از کم دو خریدار اپنے قومی اخبار کے لئے ضرور بہم پہنچا دیں۔

(۷) اگر میری عرض داشت آپ کے جمود میں کچھ حرکت پیدا کرنے میں کامیاب ہو جائے تو اس قدر مہربانی فرما دیں کہ مجوزہ خریداروں سے چندہ نقد وصول کر کے دفتر ہذا میں بذریعہ منی آرڈر بھیج دیں۔ اور وی پیوں کا سلسلہ بے حد مضر ثابت ہو رہا ہے۔ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر کئی دوستوں نے اپنی خوشی سے خریدار بننے کے لئے نام دیئے۔ اور وی پی کی فرمائش کی۔ مگر جب وی۔ پی بھیجی گئی۔ تو وہ واپس آ گئے اور دفتر کو بجائے نفع خواہ مخواہ نقصان برداشت کرنا پڑا۔

(۲۵) شیخ نیاز احمد صاحب [illegible] اکبر آباد — " "
(۲۶) جناب یاسین سلیمن صاحب تاجر ضلع کوہاٹ — " "
(۲۷) مرزا فضل الٰہی بیگ صاحب سالن کوٹ فضل الٰہی بیگ ضلع شیخوپورہ — " "
(۲۸) ڈاکٹر سید اسمٰعیل حسین شاہ صاحب لاہور — " "

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ظہورِ مجددین

تکمیل دین اور ختم نبوت

اسلام سے پہلے جسقدر مذاہب دنیا میں پائے جاتے تھے وہ کیا بلحاظ زمانہ اور کیا بلحاظ قوم محدود تھے۔ اسلئے ان کی تکمیل کے لئے وقتاً فوقتاً انبیاء آتے رہے۔ لیکن جب خداتعالےٰ کی آخری کتاب قرآن شریف میں ... الیوم اکملت لکم دینکم کہکر دین کو کامل کر دیا تو پھر کسی نبی کے آنے کی ضرورت نہ رہی۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یعنی آخری نبی قرار دیا اور آپ کے بعد باب نبوت کو مسدود بتلایا۔ بلاشبہ دین کامل ہو گیا۔ اور اب تکمیل دین کے لئے کسی نبی کے آنے کی ضرورت نہ رہی

سلسلہ خلافت کی ضرورت

مگر ایک ضرورت اب بھی ویسی ہی باقی ہے جیسی پہلی تھی اور جبتک دنیا باقی ہے باقی رہیگی وہ تائید و تبلیغ دین کی ضرورت ہے۔ خداتعالےٰ علیم و خبیر ہے۔ وہ جانتا تھا کہ عمارت دین گو مکمل ہو چکی ہے۔ مگر مخالفین دین طرح طرح کی غلط فہمیاں اس دین کے متعلق پھیلائیں گے بلکہ دروغ الزام اس پر عائد کریں گے۔ مرور زمانہ سے خود اس دین کے ماننے والے بھی اپنی کوتاہ اندیشی سے اس کو کچھ کا کچھ بنا لینگے۔ اور دنیا کے سامنے ایسی گھناونی صورتیں پیش کریں گے کہ کوئی اسکے نزدیک نہ پھٹکے۔ پھر انسانی فطرت کچھ اس قسم کی واقع ہوئی ہے کہ وہ بیرونی موثرات سے متاثر ہو کر اصلی دینی صداقتوں کو چھوڑ دیتی ہے۔ اندریں حالات ضرور تھا کہ خداوند تعالےٰ اپنی حکمت کاملہ سے ایسا انتظام کرتا کہ ان تمام مفاسد کا علاج ہوتا رہتا چنانچہ اسی غرض کے لئے اللہ تعالےٰ نے حضرت خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد سلسلہ خلافت جاری فرمایا۔ جیسا کہ آیت استخلاف اسپر گواہ ہے گو آیت استخلاف میں جسمانی اور روحانی دونوں خلافتوں کا ذکر ہے مگر جس خلافت پر میں بحث کرنی چاہتا ہوں وہ روحانی خلافت ہے۔

آنحضرت صلعم کے روحانی خلیفے کون ہیں؟

روحانی خلیفے وہی لوگ ہیں جنکو دوسرے لفظوں میں مجدد دین کہا جاتا ہے۔ قرآن شریف میں ایک دوسرے مقام پر بھی بعثت مجددین کا ذکر ہے جہاں فرمایا رفیع الدرجات ذوالعرش یلقی الروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ لینذر یوم التلاق یعنے درجوں کا بلند کرنے والا صاحب عرش ہے۔ وہ روح کو اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جسپر چاہتا ہے ڈالتا ہے تاکہ ملاقات کے دن سے ڈرائے۔

اس آیت میں روح سے مراد وحی الٰہی ہے۔ کیونکہ یہ وہ روح نہیں جو سب بندوں کو دی جاتی ہے۔ بلکہ یہ وہ روح ہے جو صرف خاص خاص بندگان الٰہی پر نازل ہوتی ہے۔ اور پھر القائے روح کی غرض امر الٰہی کی تبلیغ بیان فرمائی گئی ہے یعنی تاکہ ایسا انسان لوگوں کو ڈرائے کہ انہیں قیامت کے روز اپنے اعمال کی جوابدہی کرنی ہوگی۔ اور ان کے نتائج بھگتنے ہوں گے۔ روح المعانی میں اس آیت کے تحت حدیث مجدد ان اللہ تعالیٰ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا یعنی اللہ تعالےٰ اس امت کے لئے ہر سو سال کے سر پر ایک ایسے شخص کو اٹھاتا رہیگا جو اس کے لئے اس کے دین کی تجدید کرتا رہے

حدیث مجدد کی صحت پر اتفاق

بڑے بڑے ائمہ دین نے نہ صرف اس حدیث کی صحت کو تسلیم کیا ہے بلکہ مجدد ہونے کے دعویٰ بھی کئے ہیں۔ اس حدیث کے متعلق امام جلال الدین سیوطی اپنے رسالہ تنبیہ میں فرماتے ہیں اتفق الحفاظ علی صحتہ یعنی حافظان حدیث نے اس کی صحت پر اتفاق کیا ہے۔ وہ مالک کا تو کیا ذکر ہے۔ اسی ہندوستان میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بھی کتاب "ازالۃ الخفا" کے صفحہ ... پر فرماتے ہیں "و خبر داد از انکہ بر سر اس ہر مائۃ مجدد پیدا خواہد شد فتحقیق ہمچنیں بوقوع رسید" ......

سرگروہ اہلحدیث نواب صدیق حسن خاں صاحب مرحوم نے بھی اپنی کتاب "حجج الکرامۃ" کے صفحہ ۱۳۴ پر لکھا ہے کہ حافظان حدیث اسکی صحت پر متفق ہیں۔ چنانچہ اسی حکم کے ماتحت خداتعالےٰ ہر صدی کے سر پر مجدد مبعوث کرتا رہا۔ اور اسیطرح سے تا قیامت کرتا رہیگا

چودھویں صدی کا مجدد

چنانچہ اپنے اسی وعدے کے مطابق چودھویں صدی کے سر پر جبکہ دین اسلام دنیا کے دیگر حصوں میں عموماً اور سرزمین ہند میں خصوصاً نہایت بیکسی اور غربت کی حالت کو پہنچ چکا تھا۔ اور دشمنان دین محکم اس کی بیخکنی کے لئے شب و روز انتھک کوششوں میں مصروف تھے۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے تائید و تبلیغ دین کیلئے ایک شخص کو ایسے پرخطر زمانہ میں کھڑا کیا جس نے قادیان کی سرزمین سے یہ آواز بلند اعلان کیا کہ

"اس اندھیری رات کے وقت اور تند ہوا کی تاریکی کے وقت خدا کے رحم نے تقاضا کیا کہ آسمان سے نور نازل ہو سو میں وہ نور ہوں اور وہ مجدد ہوں کہ جو خداتعالےٰ کے حکم سے آیا ہے۔ اور بندہ مدد یافتہ ہوں اور وہ مہدی ہوں کہ جس کا آنا مقرر ہو چکا ہے اور وہ مسیح ہوں جسکے آنے کا وعدہ تھا۔" خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷ و ۱۸

اسلام کی گھناونی تصویر

دنیا کی حالت اور اسلام کی بیکسی کا جو نقشہ اس عبارت میں کھینچا گیا ہے۔ فی الحقیقت تیرھویں صدی کے آخر اور چودھویں صدی کے شروع میں ایسا ہی خوفناک منظر تھا۔ اوروں کا تو کیا ذکر ہے خود مسلمانوں کی حالت اس حد تک پہنچ چکی تھی۔ کہ انہوں نے چند رسم و رواج اور توہمات کو اسلام سمجھ رکھا تھا۔ کہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو چوتھے آسمان پر بٹھا رکھا تھا۔ کہیں ایک ایسے خونی مہدی کے آنے کا انتظار تھا جس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ملکر تلوار کے زور سے تمام دنیا میں دین اسلام کی اشاعت کرنا تھا۔ اور کہیں وحشیانہ جہاد کو دین اسلام کا جزو اعظم سمجھا جاتا تھا جس کا اثر اب تک بھی اکثر مسلمانوں کے دماغوں پر پایا جاتا ہے۔ الغرض اس قسم کی بہتیری باتیں تھیں جنکو اسلام سمجھا جاتا تھا۔ اور جنہوں نے اسلام کو گھناونا بنا رکھا تھا

عقیدہ حیات مسیح کا اثر اسلام پر

اول الذکر عقیدہ کا تو یہ نتیجہ ہوا کہ جب سلطنت برطانیہ کے قیام کے ساتھ ہی فرنگی پادریوں نے اپنے مذہب کی تبلیغ شروع کی اور اس حیات مسیح کے عقیدہ کو اسلام کے خلاف بطور ہتھیار کے استعمال کیا تو اس خطۂ ہندوستان میں ہزاروں مسلمانوں نے اسلام کو چھوڑ کر عیسائیت کو قبول کیا۔ اسوقت کی حالت کا مجدد وقت حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے اشعار میں کیا اچھا نقشہ کھینچا ہے۔ آپ فرماتے ہیں ؎

بیکسی شد دین احمد ہیچ خویش و یار نیست
ہر کسے در کار خود با دین احمد کار نیست
ہر طرف سیل ضلالت صد ہزاراں تن ربود
حیف بر چشمے کہ اکنوں نیز ہم بیدار نیست

حضرت مرزا صاحب کا کام

اس مرد میدان نے مذہبی میدان میں قدم رکھتے ہی سب سے پہلے دجالی فتنہ کو ایسا فرو کیا کہ ہمیشہ کے لئے نیست و نابود ہو گیا۔ سب سے پہلے خداتعالےٰ سے علم پاکر اس نے عیسائی پادریوں کے اس ہتھیار کو چھینا جس کو وہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف استعمال کرتے تھے یعنی حیات مسیح کے عقیدہ کو غلط ثابت کیا۔ آپ نے قرآن شریف۔ حدیث۔ اناجیل اور تاریخ سے ثابت کر دیا کہ مسیح درحقیقت فوت ہو چکا ہے۔ اس ہتھیار کا چھیننا تھا کہ ارتداد کی لہر جو بڑے زور سے اٹھی تھی وہیں کی وہیں دب گئی۔ چنانچہ آج کہیں شاذ و نادر ہی کوئی مسلمان عیسائی ہوتا ہے اور وہ بھی کسی دنیوی غرض کے لئے۔

آپ نے دوسرے مذاہب آریہ دھرم۔ برہمو سماج۔ دیو سماج۔ نانک دھرم اور سکھ دھرم کی بھی کماحقہ تردید کی ہے۔ چنانچہ آپ کے اسی سے زائد کتب اسبات پر شاہد ناطق ہیں جو مخالف آپ کے سامنے آیا وہ سرنگوں ہوا۔ اور خداتعالےٰ نے اپنی تائیدات غیبی اور نصرتوں سے ثابت کر دیا کہ آپ فی الحقیقت خداتعالےٰ کی طرف سے کھڑے کئے گئے ہیں۔ جب یہ سچ ہے کہ ہر ایک درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے تو پھر اس مرد خدا کو مجدد وقت کیوں نہ تسلیم کیا جائے۔

مجدد ماننے کی ضرورت

بعض سادہ لوح مسلمان باوجود اس کے کہ ایک مصلح و مجدد کی ضرورت کو تسلیم کرتے ہیں۔ یہ کہدیتے ہیں کہ ہم نماز پڑھتے ہیں روزے رکھتے ہیں اور دیگر احکام الٰہی پر بھی حتی الوسع عمل کرتے ہیں پھر کیا ضرورت ہے کہ ہم مجدد وقت کی جماعت میں داخل ہوں لیکن ایسے لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ ان کا یہ قول قرآن کریم کے صریح خلاف ہے۔ قرآن کریم صاف طور پر مسلمانوں کو حکم دیتا ہے۔ یاایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین (سورۃ توبہ) دیکھئے اے ایمان والو۔ اللہ کا تقویٰ کرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ اس آیت کے سیاق و سباق پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کا منشا یہی ہے کہ جب خداتعالےٰ کی طرف سے راستباز بندے یعنی مجددین خدمت دین کے لئے مبعوث کئے جائیں تو مسلمان ان کے ساتھ ہو کر خدمت دین میں لگ جائیں۔ زمینی پیروں کے پیچھے لگنے سے یہ بہتر ہے کہ مسلمان آسمانی پیروں کا دامن پکڑیں۔ کیونکہ وہ جو آسمان سے آتا ہے آسمان کی کہتا ہے۔ اور وہ جو زمین کا ہے زمین ہی کی کہتا ہے حقیقی خدمت دین اسی کے ساتھ ہو کر کی جا سکتی ہے جو اوپر سے آتا ہے۔ کیونکہ اس کو وہ علوم و معارف دئے جاتے ہیں جن سے زمینی علماء بے بہرہ ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس صدی کے مجدد نے اپنی مشہور کتاب ازالہ اوہام میں نہایت زور سے اسبات کا دعویٰ کیا ہے کہ جو حکمت و معرفت کی باتیں میرے منہ سے نکلتی ہیں اگر ایسے ہی موتی تمہیں کسی دوسرے کے پاس ملجائیں تو میرا دعویٰ جھوٹا ہے۔ اے وہ لوگو جو مسلمان کہلاتے ہو خدا کے لئے اس دعویٰ پر غور کرو حضرت مجدد کی تصانیف کو پڑھو اور پھر دیکھو کہ یہ دعویٰ کس قدر سچا ہے۔ حیرت ہے کہ ایک مسلمان یہ سوال کرے کہ مجدد وقت کے ماننے کی کیا ضرورت ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر یہ سچ ہے اور یقیناً سچ ہے کہ اس امت میں ہر صدی کے سر پر مجدد آتا رہیگا تو پھر اس کے ماننے کی ضرورت نہ سمجھنا خداتعالےٰ کے فعل کو عبث قرار دینا ہے۔ زمانہ کے بھی کیا رنگ ہیں کہ انسان کیا سے کیا بنجاتا ہے۔ ایک طرف حضرت رسول عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام تو یہ فرمائیں کہ من لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاھلیۃ۔ یعنی جو شخص بغیر پہچانے امام وقت کے مرجائے وہ جاہلیت کی موت مرا۔ (دیکھو کنز العمال جلد ۳ صفحہ ...) اور دوسری طرف آج اس رسول مقدس صلعم کے نام لیوا ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ مجدد وقت کو ماننے اور پہچاننے کی کیا ضرورت ہے۔ ایسے اشخاص کے جواب میں ہم سوائے اس کے اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ ؎

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی
کیں راہ کہ تو میروی بہ ترکستان است

بیعت کی ضرورت

ان کے علاوہ ایک اور گروہ ہے جو یہ کہتا ہے کہ مانا کہ مرزا صاحب مجدد وقت تھے مگر بیعت کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ خدا جانے یہ لوگ قرآن شریف پر غور نہیں کرتے۔ یا دیدہ و دانستہ اسی قسم کی مین میکھیں نکالتے ہیں۔ قرآن شریف میں بیعت الرضوان کا تذکرہ موجود ہے۔ باوجود اس کے کہ وہ لوگ جن سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس وقت بیعت لی مسلمان تھے۔ اور آجکل کے مسلمانوں کی طرح محض نام کے مسلمان نہ تھے بلکہ بہت سی مالی و جانی قربانیاں کر چکے تھے۔ آنحضرت صلعم نے ایک خاص دینی مقصد کے لئے ان سے بیعت لی۔ اس واقعہ سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ہر ایک مامور ارشاد الٰہی کے ماتحت

(۲۹) شیخ محمد ابراہیم صاحب سوداگر چرم گوجرہ ۴
(۳۰) مسٹر غلام عباس صاحب بی اے خلف الرشید } میاں غلام رسول خاں صاحب
(۳۱) ڈاکٹر نبی بخش صاحب بھاٹی دروازہ لاہور وعدہ ۵
(۳۲) میاں نصیر احمد صاحب متعلم گورنمنٹ کالج لاہور خلف } جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مجرات ایک پائی
(۳۳) خان محمد شریف خاں صاحب رئیس لاچی ضلع کوہاٹ نقد ۵

دیگر احباب جنہوں نے ابھی تک اس کار خیر میں حصہ نہیں لیا اس طرف توجہ فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ والسلام۔

(سردار خاں)

تار کا پتہ مسلمان لاہور

الصلح خیر

ہفتہ میں دو بار ہر اتوار اور بدھ کو ٹھیک وقت پر شائع ہوتا ہے

اخبار پیغام صلح

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳

جلد ۱۳ | نمبر ۲۷

مدینۃ المسیح لاہور، یوم بدھ مورخہ ۹ - رجب المرجب ۱۳۴۳ھ ہجری مطابق ۴ - فروری ۱۹۲۵ء

نامۂ برلن

دو اور جرمن خواتین کا قبول اسلام

مسجد کے آرکیٹکٹ کی قربانی اور دل میں قبول اسلام

شام کے ایک مسلمان نواب کی طرف سے جرمن نومسلموں کی دعوت

مولینا صدرالدین صاحب برلن سے تازہ خط میں تحریر فرماتے ہیں:۔

مکان کی عمارت شروع ہے۔ اور اس کی دیواریں تہ خانہ سے نکل کر زمین سے اوپر گز تک اونچی آگئی ہیں۔ مسجد کا آرکیٹکٹ کئی بار مجھے کہہ چکا ہے۔ کہ آپ کی کتابیں پڑھنے پر کئی بار میں دل میں کہہ چکا ہوں کہ میں بھی مسلمان ہوں لیکن ابھی میں اعلان نہیں کر سکتا۔ اس کے ساتھ

میناروں کے متعلق

ذکر آیا تو اس نے کہا کہ وہ اپنی فیس کا نصف چندہ میں دینے کے لئے تیار ہے۔ اگر اس کو میناروں پر صرف کیا جائے۔ جس کے معنے ہیں دو ہزار مارک۔ ایک اور شخص جو سرِدست اپنے نام کے اظہار کی اجازت نہیں دیتا۔ دو ہزار سے تین ہزار مارک تک میناروں کے بنانے کے لئے دینے پر تیار ہے۔ اللہ تعالےٰ ان کو جزائے خیر دے۔ ٹھیکیدار نے کہا ہے۔ کہ اس نے مسجد کے معاملہ میں بہت بڑی رقم شروع میں ہی چھوڑ دی تھی۔ اور اب چونکہ سارے سامان گران ہو گئے ہیں۔ اس لئے اُسے گھاٹا پڑ رہا ہے۔ ہاں چونکہ میناروں کا بنانا ضروری ہے۔ اس لئے وہ اتنا کر سکتا ہے۔ کہ کسی اپنے دوست کو کہہ دے۔ کہ وہ ہمارا ٹکڑا زمین بجائے بارہ ہزار کے کچھ زیادہ پر خرید لے۔ یعنی ایک دو ہزار مارک کے قریب زیادہ قیمت دلانے کا وعدہ کرتا ہے۔ اگر یہ رقم میناروں پہ خرچ ہو۔ گویا اس طرح قریباً چھ ہزار مارک میناروں کے بنانے کے لئے یہاں مہیا ہو سکتا ہے۔ میرے اپنے خیال میں یہ چھ ہزار کی رقم لے لینی چاہیئے۔ اور یہ بڑی رقم ہے جو مشروط ملتی ہے۔ اس رقم کے ملنے سے مکان کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ اور بارہ ہزار مارک کے مینار بن جاتے ہیں۔ ہاں دیگر اخراجات باغ۔ جنگلہ۔ فرنیچر اس کے علاوہ ہوں گے۔

۳۰ - دسمبر کا سارا دن دو تین معزز مہمانوں نے لے لیا۔ ان میں سے ایک تو

ملک شام کی ایک ریاست کے نواب

اور ترکی پارلیمنٹ کے ممبر ہیں۔ ملک جرمنی اور یورپ میں بڑے بارسوخ ہیں۔ ساتھ ہی عالم دین ہیں۔ دو آشنا میں ان سے ملاقات ہوئی تھی۔ انہوں نے اعلےٰ طبقہ میں میرے لئے بہت کوشش کی ہے۔ اللہ تعالےٰ ان کو جزائے خیر دے۔ مسجد دیکھ کر ان کا دل باغ باغ ہو گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ احمدیوں کے متعلق اسلامی ممالک میں بڑی بدظنی ہے۔ ۲ - جنوری ۱۹۲۵ء بروز جمعہ انہوں نے جملہ جرمن نومسلموں کو ایک ہوٹل میں دعوت دی۔ اور نومسلموں سے بالمشافہ گفتگو کر کے بڑے خوش ہوئے۔ کیونکہ گفتگو کرنے سے لوگوں کے مزید حالات معلوم ہوتے ہیں۔ اور ان کی لیاقت اور مقدار کا پتہ لگ جاتا ہے۔ ان کے اخلاص یا بناوٹ کی حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے۔ چونکہ امیر موصوف ایک پولیٹیکل آدمی ہے۔ اس کی اس دعوت سے یہ بھی غرض تھی۔ کہ حقیقت حال معلوم کرے۔ جیسا کہ توقع تھی۔ ان ڈاکٹروں اور دوسرے نومسلموں اور مسلمان خواتین سے ملاقات کر کے اور انفرادی گفتگو کر کے اسے بڑی مسرت ہوئی۔ جس کا اس نے اظہار کیا۔ اور مجھے مبارکباد دی کہ ایسی اعلےٰ درجہ اور مخلص جماعت پہ ہم فخر کر سکتے ہیں۔ فالحمد للہ رب العالمین ٭

مولوی فضل کریم خان صاحب

امریکہ سے یہاں یکم جنوری کو پہنچ گئے تھے۔ ان کو بھی اس مجلس دعوت میں جملہ نومسلموں کی ملاقات کا موقعہ مل گیا۔ جس سے انہیں بڑی خوشی ہوئی۔ اور بالخصوص اعلےٰ طبقہ کے مخلص لوگوں کا مجمعہ ان کے لئے بڑی خوشی کا موجب ہوا۔ یورپ میں تبلیغ نچلے طبقہ کے لوگوں میں ایسی ہی ہے جیسا ہندوستان میں چماروں اور مہتروں میں۔ اسلئے جب کبھی کوئی مشرقی مسلمان ان نومسلموں کی ملاقات چاہتا ہے۔ تو وہ لوگ جنہوں نے ادنےٰ درجہ کے لوگوں کو مسلمان کیا ہوتا ہے۔ وہ دکھانے سے جی چراتے اور بہانے بناتے ہیں۔ اور کبھی ان لوگوں کی تصاویر شائع کرنے کی جرات نہیں کرتے۔ یہ اللہ تعالےٰ کا خاص فضل ہے کہ اس نے ہماری جماعت کو یہاں ایسے لوگ دیئے جن کی لیاقت اور اخلاص پر ہم فخر کر سکتے ہیں۔

۵ - جنوری کی شام کو ہمارے ہاں

دو معزز خواتین

مہمان تھیں۔ ایک تو ہماری نومسلمہ بہن ویدے دوسری نہ تھیں جو اسلام کا اعلان کر چکی ہیں۔ اور دوسری جو اسلام کے قریب اور ایک ہسپتال میں نرس ہیں۔ بے نظیر خوبی کی عورت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جلد اسلام کی دولت سے مالامال کرے۔ اس خاتون کو علم تھا کہ خاتون ویدے جو ایک معمر عورت ہیں۔ ان کی والدہ ستر سالہ ہیں۔ وہ مسلمان ہو چکی ہیں۔ اور ان کے گھر میں ایک خاتون ۲۸ سالہ رہتی ہیں۔ وہ بھی مسلمان ہو چکی ہیں۔ اور یہ دونوں مجھے بڑے دن پر تحریری اعلان بھیج چکی ہیں۔ اس لئے ان دونوں نے ان کا ذکر کیا۔ مجھے تعجب ہوا۔ اور میں نے پوچھا کہ خاتون ویدے کیا آپ کی اماں جان مسلمان ہو چکی ہیں۔ مجھے تو اس کا علم تک نہیں۔ وہ حیران ہوئیں۔ کیونکہ بڑے دن پر وہ ایک تحفہ کی ٹوکری جس میں کئی قسم کے کیک اور پھل اور بادام وغیرہ تھے، مجھے بھیج چکی تھیں۔ اور اس ٹوکری میں بڑا تحفہ جو ان کے خیال میں تھا۔ وہ تحریری اعلان تھے۔ ایک ان کی والدہ کا اور دوسرا اس نوجوان خاتون کا۔ جو ان کے گھر میں رہتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ اس ٹوکری میں تین چار لفافے تھے۔ جو ریشمی فیتوں سے لپٹے ہوئے تھے۔ میں نے ایک کو کھولا تو اس میں بڑے دن کا کارڈ تھا۔ اس لئے دوسرے لفافوں کو میں نے کھولا ہی نہیں۔ سو کل شام ان کے کہنے سے معلوم ہوا کہ دوسرے دو میں تحریری اعلان تھے۔ فالحمد للہ

آخر جنوری تک انشاء اللہ مکان پر چھت پڑ جائے گی۔ اور مارچ تک پورا تیار ہو جائے گا۔

پیغام صلح: ہماری غریب اور کمزور جماعت کے لئے کتنی مسرت کی بات ہے، کہ ہماری ناچیز کوششوں کے اس قدر عظیم الشان نتائج اللہ تعالےٰ ہمیں دے رہا ہے۔ اس کا صحیح معنوں میں شکر یہ اسی طرح سے ادا ہو سکتا ہے۔ کہ ہم جماعت کی مضبوطی اور ترقی کے لئے پورے زور سے کام لیں۔ جوں جوں جماعت مضبوط ہوگی۔ اور ترقی کرے گی۔ ہمارے کام بھی مضبوط ہونگے اور ترقی کریں گے۔ تبلیغ سلسلہ محض خدمت اسلام کے کام کو وسعت دینے اور دنیا میں اسلام کا غلبہ کرنے کی نیت سے بڑی تندہی سے کی جائے۔ ہم جماعت کی ترقی کسی پیر کی خوشنودی کے لئے نہیں چاہتے، بلکہ محض خدا کی رضا اور اس کے دین کی خدمت کیلئے۔

مولوی فضل کریم خاں صاحب کا خط یکم جنوری کو حضرت مولوی صدرالدین صاحب کے سامنے جرمنی آیا ہے خانصاحب اپنے عیال کو لندن چھوڑ آئے ہیں۔ اور امید ہے مکان کے تیار ہو جانے پر ان کو منگوا لینگے ٭

بسم اللہ الرحمن الرحیم • نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح لاھور

جلد ۱۳، ۹۔رجب المرجب ۱۳۴۳ھ مطابق ۴۔فروری ۱۹۲۵ء نمبر ۲۷

ضمیمہ الشہاب پر ایک نظر

قتل مرتد پر نئی دلیل

(حضرت امیر ایدہ اللہ کے قلم سے)

قتل مرتد کے مضمون پر میں مفصل لکھ چکا ہوں اور قرآن کریم اور حدیث اور اجماع ائمہ سے شہادت پیش کر چکا ہوں۔ اور دکھا چکا ہوں کہ محض کفر پر قرآن کریم نے کوئی دنیوی سزا نہیں رکھی۔ اور اسی لئے اسلام سے کفر کی طرف جانے پر بھی کوئی سزا نہیں۔ جس طرح بعض لوگوں کو یہ غلطی لگی ہے۔ کہ ہر ایک کافر کا قتل کرنا یا اس کے ساتھ جنگ کرنا ضروری ہے۔ حالانکہ قرآن کریم میں صراحت سے مذکور ہے کہ صرف ان کفار کے ساتھ جنگ جائز ہے، جو خود مسلمانوں سے جنگ کرتے ہیں۔ اسی طرح بعض لوگوں کو یہ غلطی لگی ہے۔ کہ ہر ایک مرتد کو قتل کر دینا چاہیئے۔ حالانکہ احادیث میں بعض مرتدین کی سزا کا ذکر ہے۔ اس کی وجہ ان کا مسلمانوں کو قتل کرنا یا خونریزی تھی۔ اور محض ارتداد پر کسی شخص کے لئے سزائے قتل نبی کریم صلعم کے عمل سے ثابت نہیں۔ علمائے دیوبند اور بہت سے اور علما اسی غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ اور ان دو باتوں میں تفریق نہیں کر سکتے۔ کہ سزائے قتل فساد یا خونریزی سے عائد ہوتی ہے نہ کفر سے۔ قرآن کریم نے مرتد کیلئے کسی دنیوی سزا کا ذکر محض اس وجہ سے نہیں کیا کہ محض ارتداد کی سزا ہی کوئی نہیں۔

دیوبند کے ایک مولوی صاحب نے اپنے رسالہ الشہاب میں اس بات کو تسلیم کیا کہ واقعی وہ آیات قرآنی جن سے آج تک مرتد کی سزا قتل ہونے کا استدلال کیا جاتا رہا ہے۔ واضح طور پر یہ سزا بیان نہیں کرتیں۔ اور یوں اس کے غیر قطعی ہونے کو تسلیم کر کے اپنی طرف سے قطعی شہادت قرآن کریم کی اس آیت کو ٹھیرایا۔ جس میں بنی اسرائیل کو گوسالہ پرستی کی وجہ سے فاقتلوا انفسکم کا حکم ہوا تھا۔ ان مولوی صاحب کی دلیل یہ تھی۔ کہ گوسالہ پرستی سے بنی اسرائیل مرتد ہو گئے تھے، اور ان کے قتل کا حکم بتاتا ہے۔ کہ شریعت موسوی میں مرتد کی سزا قتل تھی۔ اس لئے ہماری شریعت میں بھی یہی سزا ہے۔ اس آیت پر میں نے چند سوالات کئے تھے، جن کا جواب ان دیوبندی مولوی صاحب نے ضمیمہ الشہاب میں دینے کی کوشش کی ہے

گوسالہ پرستی اصطلاح شرعی میں ارتداد نہیں

میرا سوال تھا کہ کیا گوسالہ پرستی سے بنی اسرائیل مرتد ہو گئے تھے؟ کیا آج لاکھوں مسلمان جو قبر پرستی اور کئی قسم کی من دون اللہ پرستش میں مبتلا ہیں۔ ان پر ارتداد اور سنگساری کا حکم صادر ہوتا ہے؟

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ "کیا ایمان لانے کے بعد گوسالہ پرستی جس کے ساتھ یہ بھی اعلان ہو۔ کہ ھذا الھکم واله موسیٰ فنسی۔ اس کے ارتداد ہونے میں بھی آپ کو کچھ تردد ہے پھر تو کھلی سے کھلی بت پرستی بھی آپ کے نزدیک کفر نہیں ہوگی"

مولوی صاحب کو یہ غلطی لگی ہے۔ میں تو کھلی بت پرستی کو چھوڑ کر چھپی بت پرستی کو بھی کفر سمجھتا ہوں۔ اور اسے بت پرستی سے کم نہیں سمجھتا جو مسلمانوں میں علما اور پیروں کو اربابا من دون اللہ ٹھیرایا جا رہا ہے۔ لیکن اس کے مرتکب کو میں کافر نہیں بلکہ مسلمان کہتا ہوں غالباً اس مسئلہ سے علمائے دیوبند کو انکار نہ ہوگا۔ کہ کبھی مسلمان سے بھی کفر سرزد ہو جاتا ہے۔ پس قبر پرستی ہو یا پیر پرستی یا مولوی پرستی یا گوسالہ پرستی یہ سب کفر ہیں۔ مگر جس طرح قبر پرستی سے مسلمان اصطلاح شرعی میں کافر نہیں بن جاتا اور مرتد نہیں کہلا سکتا۔ بلکہ ایک غلط کار مسلمان ہی رہتا ہے۔ اسی طرح گوسالہ پرستی سے بنی اسرائیل کافر و مرتد نہ ہو گئے تھے۔ وہ اب بھی حضرت موسیٰ پر ایمان رکھتے تھے قرآن شریف میں یہ کہیں ذکر نہیں۔ کہ انہوں نے حضرت موسیٰ کی پیغمبری سے انکار کیا۔ یا خدا کی ہستی سے انکار کیا۔ بلکہ گائے کی پرستش کی بیماری چونکہ ان میں سرایت کر چکی تھی۔ اس لئے بچھڑے کو بھی انہوں نے معبود خیال کر لیا۔ وہ پہلے خدا کے نیچے دوسرا معبود ٹھیرا بیٹھے تھے۔ سمندر سے نکلتے ہی جب ایک بت پرست قوم پر ان کا گذر ہوا تو بول اٹھے۔"

یاموسیٰ اجعل لنا الٰھاً کما لھم الٰھۃ (الاعراف ۱۳۸)

اے موسیٰ ہمیں بھی ایک معبود بنا دو۔ جیسے ان کے معبود ہیں۔

اگر ھذا الٰھنا کہنے سے مرتد ہو سکتے تھے۔ تو اجعل لنا الٰھاً سے بھی مرتد ہو سکتے تھے۔ کیونکہ یہاں سے معلوم ہوا۔ کہ ان کا عقیدہ یہ تھا۔ کہ خدا کے نیچے دوسرا معبود بھی ہو سکتا ہے۔ اسی لئے وہ اپنے پیغمبر سے اسے پیغمبر جانتے ہوئے یہ درخواست کرتے ہیں۔ کہ ہمیں بھی ایک معبود بنا دو۔ پس گوسالہ پرست بنی اسرائیل اور قبر پرست اور پیر پرست مسلمانوں میں کوئی فرق نہیں۔ کیا اس ملک ہندوستان میں وہ پیر نہیں جو اپنے مریدوں سے سجدہ کراتے ہیں۔ اور پھر علی الاعلان اس بات کو اپنے خطوں میں بیان کرتے ہیں۔ کہ مرشد کو سجدہ تعظیمی کرنا جائز ہے۔ اور ان کے لاکھوں مرید ہیں۔ میں تو اس بات کو ماننے کے لئے تیار ہوں۔ کہ علمائے دیوبند کے نزدیک بھی اس قسم کی من دون اللہ پرستش سے ایک شخص مرتد ہو جاتا ہے اگر ان میں ان پیروں اور ان کے لاکھوں مریدوں کے حق میں بھی یہ کہنے کی جرأت ہو۔ کہ یہ لوگ مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ مگر نہیں۔ ان علما کی حالت حضرت مسیح کے وقت کے فقیہوں اور فریسیوں کی طرح ہے۔ منہ سے کچھ کہتے ہیں عمل کچھ اور ہے۔

پھر کسی کو الٰہ کہنا کیا ہے؟ یہی کہ اس کو معبود بنایا جائے۔ اس کے آگے سجدہ کیا جائے۔ اور اس سے دعا مانگی جائے۔ اور مراد طلب کی جائے۔ کیا آج لاکھوں کروڑوں مسلمان اس مرض میں مبتلا نہیں۔ کیا بڑے بڑے اولیاء کی قبروں پر یہ کھلا شرک نہیں ہو رہا۔ یہ سب شرک ہے جس کا ارتکاب مسلمان کر رہے ہیں۔ مگر باوجود اس شرک کے ارتکاب کے وہ مسلمان ہی ہیں مرتد نہیں۔ اس لئے گوسالہ پرستی سے بنی اسرائیل کا ارتداد ثابت نہیں ہوتا۔

کیا سامری منافق تھا

ایک سوال ... [illegible]

نہیں کیا گیا۔ اگر مرتد بحکم شریعت قتل تھا۔ تو یہ سب سے بڑے مرتد پر حکم قتل کیوں صادر نہ کیا گیا۔

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے۔ کہ یہ شخص "لاہوری پارٹی" کی طرح منافق تھا۔ اور منافق کے احکام کھلے مرتد سے علیحدہ ہیں۔ اس لئے سامری کو قتل نہیں کیا گیا۔"

مولوی صاحب نے یہاں سامری کے نفاق کے نیچے پناہ لی ہے مگر یہاں بھی ان کو پناہ نہیں مل سکتی۔ اور یہ بھی ہم جانتے ہیں۔ کہ مولوی صاحب کو حالت غضب میں یہ خیال نہیں رہتا۔ کہ کیا کہنا چاہیئے اور کیا نہیں۔ ابھی ڈیڑھ ماہ کی بات ہے، جب انہی مولوی صاحب نے رسالہ الشہاب لکھا تو اس میں بڑے وثوق سے یہ لکھا تھا۔ کہ لاہوری احمدی مرتد ہیں۔ اور مرتد واجب القتل ہے تو گویا مولوی صاحب کے نزدیک اس وقت ہم لوگ واجب القتل تھے۔ اور اب ڈیڑھ ماہ بعد انہی مولوی صاحب کا فتویٰ شائع ہوتا ہے۔ کہ سامری واجب القتل نہ تھا۔ اس لئے کہ وہ لاہوری احمدیوں کی طرح منافق تھا۔ دونوں تحریروں کو بالمقابل رکھ کر پڑھا جائے۔ تو معلوم ہوگا کہ مولوی صاحب کا حافظہ نہیں رہا۔

تحریر اول	تحریر ثانی
رسالہ الشہاب صفحہ	ضمیمہ الشہاب صفحہ
اس تمام تقریر سے یہ نتیجہ نکلا۔ کہ مرزا غلام احمد قادیانی ...... مرتد اور زندیق ہے۔ اور جو جماعت ان تصریحات پر مطلع ہو کر اس کو حق سمجھتی رہے۔ اور اس کی حمایت میں لڑتی رہے، وہ بھی یقیناً مرتد اور زندیق ہے۔ خواہ وہ قادیان میں سکونت رکھتی ہو یا لاہور میں۔	"منافقین سب سے بڑھ کر شرارتیں کرتے ہیں۔ لیکن اپنے نفاق کی وجہ سے دنیا میں قانونی گرفت سے اپنے آپ کو بچاتے رہتے ہیں ...... جیسا کہ لاہوری پارٹی باوجودیکہ مرزا صاحب کی ان کتابوں کی حرف بحرف تصدیق ہونے پر ایمان رکھتی ہے جو ... نبوت پر مشتمل ہیں۔ مگر از راہ خداع و فریب زبان سے یہی کہتی ہے کہ ہم ان کو نبی نہیں مانتے"

اب سامری کا قصہ سنیئے۔ مولوی صاحب نے روح المعانی سے ایک قول نقل کر دیا۔ کہ جمہور کے نزدیک سامری ایک منافق تھا۔ جو ایمان ظاہر کرتا تھا اور اندر سے کافر تھا۔ مگر یا تو ان علماء کے اندر سے غور کی عادت ہی جاتی رہی ہے۔ اور یا اپنی غلطی کو چھپانے کے لئے عمداً یہ غلط بیانی کی ہے۔ مفسرین نے جو سامری کو منافق لکھا ہے ... وہ اس کی پہلی حالت کو لکھا ہے۔ یعنی وہ حضرت موسیٰ کے ساتھ منافقانہ رنگ میں لگا ہوا تھا۔ انہوں نے یہ نہیں لکھا کہ بچھڑا بنا لینے کے بعد بھی وہ منافق ہی رہا تھا۔

مولوی صاحب کو شاید اس قدر تو علم ہوگا۔ کہ منافق اسے کہتے ہیں جو اپنے کفر کو چھپاتا ہے، تو کیا وہ اتنی موٹی بات کو سمجھ نہیں سکتے۔ کہ بچھڑا بنانے اور اس کی پرستش کرنے اور کرانے کے بعد وہ کفر مخفی نہ رہا تھا۔ بلکہ ظاہر ہو گیا تھا۔ اور منافق پر جس طرح اسلام ظاہر کرنے کی صورت میں مسلمان کے احکام وارد ہوتے ہیں۔ اسی طرح جب وہ ظاہر اسلام کو چھوڑ کر ظاہر کفر کی طرف جاتا ہے۔ تو اس پر ارتداد کا حکم وارد ہوگا سامری جس نے بچھڑا بنایا جس نے ساری قوم سے وہ شرک کرایا۔ وہ تو مولوی صاحب کے نزدیک مسلمان ہی رہا۔ اور جو لوگ حضرت موسےٰ پر ایمان لاتے تھے وہ مرتد ہو گئے۔ پھر نہ اس نے صرف بچھڑا ہی بنایا۔ اور قوم کو گمراہ ہی کیا بلکہ خود بھی اس بچھڑے کی اسی طرح عبادت کرتا تھا جس طرح دوسرے اسرائیلی۔ اگر مولوی صاحب کو یہ علم نہ ہو، تو سورہ طٰہٰ کو پڑھیں۔ وانظر الی الٰھک الذی ظلت علیہ عاکفاً یہ ان لوگوں کی حالت ہے جو علمائے دین کہلاتے ہیں۔ کہ صریح جھوٹ کے ساتھ اپنی غلطی کی پردہ پوشی کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مان لیجئے کہ سامری منافق تھا یعنی وہ صرف مونہہ سے حضرت موسیٰ پر ایمان لانے کا اقرار کرتا تھا۔ تو جب دوسرے لوگ گوسالہ پوجنے سے مرتد ہو گئے۔ تو سامری جس نے گوسالہ بنایا۔ دوسروں سے اس کی پرستش کرائی۔ خود اس کی پرستش کی وہ مرتد کیوں نہ ہوا؟

کیا بنی اسرائیل کی ساری قوم گوسالہ پرستی میں مبتلا تھی؟

تیسرا سوال یہ تھا کہ جب ساری قوم شرک میں مبتلا تھی۔ تو ساری مرتد ہو گئی۔ اور ساری کے قتل ہو جانے کے بعد پھر قوم کہاں سے آئی تھی۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے۔ کہ میں ثابت کروں کہ ساری قوم گوسالہ پرستی میں مبتلا تھی۔ یہ بار ثبوت تو اس شخص کے ذمہ ہے۔ جو کہتا ہے [illegible]

نوٹ: یہ اصول خود ساختہ ہے۔

ساری قوم ہی لی جائے گی۔لیکن افسوس یہ ہے۔کہ مولوی صاحب نے معمولی تفسیروں کو بھی نہیں دیکھا۔یہ تو مولوی صاحب کو علم ہوگا۔کہ مفسرین نے بنی اسرائیل کی کل تعداد چھ لاکھ بتائی ہے۔ان میں سے عجل پرستی سے کس قدر لوگ بچے کان سبعون رجلاً قد اعتزلوا مع ھارون العجل لم یعبدوہ (ابن جریر) یعنی حضرت ہارون کے ساتھ صرف ستر آدمی تھے۔جو بچھڑے کی پرستش سے بچے رہے۔مجھے تو تفاسیر میں یہی ایک قول نظر آیا ہے۔کہ چھ لاکھ میں سے صرف ستر آدمی عجل پرستی سے بچے تھے۔روح المعانی میں بھی ان کی تعداد ستر ہی لکھی ہے۔مولوی صاحب اگر اس کے خلاف کوئی قول پیش نہیں کر سکتے۔تو کیا وہ اپنی غلطی کو تسلیم کریں گے؟ کبھی نہیں۔بلکہ اب کچھ اور حجت تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔

فاقتلوا انفسکم کے معنے

آخری سوال یہ تھا کہ جس بنا پر مرتد کی سزا قتل کہی جاتی ہے۔انہی الفاظ سے مراد جان سے مارنا نہیں۔بلکہ اماطۃ الشھوات بھی لیا گیا ہے۔اور امام راغب کا حوالہ پیش کیا تھا۔اس کا جواب یہ دیا گیا ہے۔کہ یہ قول کہ اس سے مراد جان سے مارنا نہیں۔ایک مجہول قائل کا ہے۔اس لئے قابل قبول نہیں۔حالانکہ میں نے بتایا تھا کہ امام راغب نے اس قول کو نقل کیا ہے۔لیجئے اب معروف قائل کا قول بھی نقل کرتا ہوں۔تفسیر بیضاوی کے کم سے کم پہلے اڑھائی سپارے تو دیوبند میں پڑھائے جاتے ہیں۔اس میں فاقتلوا انفسکم کے معنے یوں لکھے ہیں۔فاقتلوا انفسکم تماما لتوبتکم بالبخع او قطع الشھوات کما قیل من لم یعذب نفسہ لم ینعمھا ومن لم یقتلھا لم یحییھا ہ

کیا اس کے بعد بھی مولوی صاحب کو شک ہے۔کہ فاقتلوا انفسکم کے معنے صرف نفس کو مارنا یا اپنے آپ کو کامل فرمانبردار بنانا یا قطع شہوات ہو سکتے ہیں۔اور روح المعانی میں اقتلوا انفسکم کے معنے ذللوا (اپنے آپ کو فرمانبردار بناؤ) کر کے لکھا ہے لولا ان الروایات علی خلاف ذلک لقلت بہ تفسیرا یعنی اگر روایات اس کے خلاف نہ ہوتیں۔تو میں بھی اس کی یہی تفسیر کرتا۔اب ظاہر ہے کہ ان میں سے کوئی روایت رسول اللہ صلعم سے ہو۔نہیں۔اس سے۔۔۔ اس تفسیر کو قبول کرنے میں کوئی رنج نہیں۔ہمیں دوسروں سے روایات ہوال پہلے کے مطابق ہی روایات موجود ہیں۔چنانچہ روح المعانی میں ہی قتادہ کی روایت لکھی ہے:

ونقل عن قتادۃ انہ قرأ فاقیلوا انفسکم والمعنی ان انفسکم قد تورطت فی عذاب اللہ تعالیٰ بھذا الفعل العظیم الذی تعاطیموہ وقد ھلکت فاقیلوھا بالتوبۃ والتزام الطاعۃ وازیلوا آثار تلک المعاصی باظھار الطاعات ہ

اب یہ دوسری قرات فاقتلوا انفسکم کے معنے پر ایک زبردست شہادت کا کام دیتی ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ قتادہ کے نزدیک بنی اسرائیل کو یہی حکم دیا گیا تھا۔کہ کامل فرمانبرداری کے ذریعے اس گناہ کے آثار کو مٹائیں۔

اب ہمیں انتظار رہے گا۔کہ دیوبند سے اور کونسی آیت قرآنی مرتد کے قتل یا سنگساری پر نکلتی ہے۔امید ہے مولوی صاحب خاموشی میں پناہ نہ لیں گے۔

اور ذیل کے سوالات کا جواب دینے سے مولوی صاحب برابر گریز کر رہے ہیں۔ہم بھی ان کو دوہراتے رہیں گے۔

(۱) کیا آیت لا اکراہ فی الدین منسوخ ہے یا نہیں؟

(۲) یکون الدین للہ کے کیا معنے ہیں اور ان معنوں کے رو سے آیت قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم منسوخ ہے یا نہیں؟

(۳) امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ کے کیا معنی ہیں؟

(۴) کیا کوئی ایسا مہدی آنے والا ہے یا نہیں جو دین اسلام کو تلوار سے پھیلائے گا؟

دلآزار تحریرات

کسی دوسری جگہ غازی محمود دھرمپال کا ایک ضروری مضمون بعنوان

نے پادری غلام مسیح کی کتاب تحقیق الاسلام اور سوامی دیانند کا ستیارتھ پرکاش کے جو حوالے نقل کئے ہیں۔ان سے صاف ظاہر ہے۔کہ ان ہر دو کتابوں میں اسلام اور حضرت نبی کریم صلعم پر نہایت ناپاک حملے کر کے اسلامی دلوں کو سخت مجروح کیا گیا ہے۔ستیارتھ پرکاش کے متعلق تو قبل ازیں بہت دفعہ چیخ و پکار کی جا چکی ہے۔جس کی شنوائی آج تک نہیں ہوئی۔لیکن تحقیق الاسلام کے متعلق غازی صاحب نے پہلی مرتبہ آواز اٹھائی ہے۔جس کی تائید مسلمانوں کو متفقہ طور پر کرنی چاہیئے۔

جہاں تک مذہبی آزادی کا سوال ہے۔ہم اس بات سے ہرگز ناخوش نہیں۔کہ مسیحی حضرات یا آریہ اور ہندو کسی اسلامی مسئلہ پر نیک نیتی کے ساتھ معترض ہوں۔بشرطیکہ ان کا طرز تحریر اور طریق تخاطب پایہ ثقاہت سے گرا ہوا نہ ہو۔لیکن موجودہ حالات میں جو لٹریچر اسلام کے خلاف غیر مذاہب پیدا کر رہے ہیں۔وہ قطعاً غیر شریفانہ اور مذہبی رواداری کے بالکل خلاف ہے۔کوئی مسلمان اس قسم کے ناپاک الفاظ جیسے کہ مولہ بالا کتابوں سے غازی صاحب نے نقل کئے ہیں کسی دوسرے مذہب کے پیشوا کے متعلق استعمال نہیں کر سکتا۔اور نہ ان کا سننا گوارا کر سکتا ہے۔لیکن افسوس ہے کہ ہمارے مخالفین نے آج مذہبی آزادی کا یہ ناجائز فائدہ اٹھایا ہے۔کہ ایسی تحریرات کو وہ بڑے فخر و مباہات کے ساتھ شائع کرتے ہیں۔آریوں سے تو ہمیں توقع نہیں۔کہ وہ اپنی غلط اور شر انگیز روش کو ترک کرنے پر مائل ہوں لیکن پادری غلام مسیح صاحب کی خدمت میں عارفانہ مشورہ امید ہے۔کہ قابل پذیرائی سمجھا جائے گا۔کہ وہ تحقیق الاسلام کے صفحات کو اس قسم کے ناپاک الفاظ اور درشت کلمات سے پاک کر دیں۔ویسے تو اپنے مطالب کے لحاظ سے بھی یہ کتاب محققین کے نزدیک چنداں قابل وقعت نہیں۔لیکن اس کے دلآزار الفاظ پڑھنے والوں کے دل پر اور بھی برا اثر پیدا کرنے والے ہیں۔

اسلامی خطرہ

اسی سلسلہ میں اس نہایت خطرناک پروپیگنڈا کا بھی ہمیں تذکرہ کرنا ہے جو ہندو اخبارات کی طرف سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جاری ہے۔یوں تو ہندو اخبارات کا شاید ہی کوئی پرچہ ہو۔جس میں مسلمانوں کی لوٹ مار قتل و غارت اور عورتوں اور بچوں کے اغوا کے بیہودہ فسانے شائع نہ کئے جاتے ہوں۔لیکن بسنت کے دن اپنے خاص بسنتی نمبروں میں اسلام کو بدنام کرنے اور مسلمانوں کے متعلق بے سرو پا قصے تراشنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی گئی۔یہ ملاپ تو درکنار ہندنام زندگی کا فوراتحاد شکن ہے ہی لیکن پرتاپ کا قدم بھی کچھ پیچھے نہیں۔بطور مثال بھائی پرمانند ایم اے نے جو "شری دیوتا سروپ" کے نام سے شر انگیزی میں معروف ہو چکے ہیں۔"ہماری بیماری اور اس کے علاج" کے عنوان سے ایک مضمون لکھا ہے۔جس میں وہ لکھتے ہیں۔کہ

"مجھے انگریزی راج کی نسبت اسلام سے زیادہ خطرہ معلوم ہوتا ہے۔یہ ایک ایسی زبردست آرگنیزیشن ہمارے گھروں کے ساتھ ہمیں کھانے کے لئے موجود ہے پاکستان تو پرے ہم کوہاٹ اور پشاور کو پرے چھوڑ دیتے ہیں لاہور شہر ہی دیکھ لیجئے۔ہندو نوجوان لڑکی زبردستی ایک مکان میں رکھی جاتی ہے۔ذرا پتہ لگنے پر دوسرے مکان میں بدل لی جاتی ہے۔شہر کے اندر ہر گلی اور ہر کوچہ میں مسلمانوں کے گھر پاکستان ہیں جہاں ہندو لڑکے اور لڑکیاں چھپا کر رکھی جا سکتی ہیں۔"

"دیوتا سروپ" صاحب کا خطرہ اس حد تک تو بجا ہے۔کہ اسلام اپنے زبردست اثر اور معقولیت اور رواداری سے سمجھدار اور بے تعصب ہندوؤں کے دلوں میں گھر کر رہا ہے۔اور وہ اپنی معقولیت کے اثر سے ہندو مذہب کو آہستہ آہستہ کھائے چلا جا رہا ہے۔لیکن جس قسم کا خطرہ انہوں نے ظاہر کیا ہے۔وہ ایک جھوٹے افسانہ سے بڑھ کر حقیقت نہیں رکھتا۔اور اس کی غرض مسلمانوں کو بدنام کرنے کے سوا اور کچھ نہیں۔غالباً ہندوؤں کو اسلام کے اثر سے بچانے کا اب یہی طریق ان لوگوں نے سوچا ہے۔کہ ایسے جھوٹے افسانے گھڑ کر اور غلط پروپیگنڈا کر کے ہندوؤں کو مسلمانوں سے پرے رکھا

اسلام کے سلسلہ کو وسیع کریں۔اور چھوٹے چھوٹے ٹریکٹوں کے ذریعہ سے اپنا پاک لٹریچر اس قدر پھیلا دیں۔کہ اسلام کا نور ہر ہندو گھر کے اندر پہنچ جائے۔اور لیھلک من ھلک عن بینۃ و یحیی من حی عن بینۃ کا منظر دنیا کو نظر آ جائے۔

وجوہ نفاق

معزز معاصر "تنظیم" اپنے ایک افتتاحیہ میں دلآزار کتابوں کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہے کہ

"تین چار کا نفرنسیں اس بات کی جستجو کر چکی ہیں کہ ہندو مسلمانوں میں وجوہ نفاق کیا ہیں۔رہنمایان ہند اس معاملہ پر غور کرتے ہیں۔اور یہ کہہ کر رہ جاتے ہیں۔کہ نفاق کے وجوہ اقتصادی ہیں۔مذہبی نہیں۔لیکن غور سے دیکھو۔تو معلوم ہوگا۔کہ ان تمام اسباب کی تہ میں خواہ وہ اقتصادی ہوں یا سیاسی۔اسی قسم کی زہر آلود تحریریں کام کر رہی ہیں جو ایک قوم کو دوسری قوم کے خلاف ابھارتی رہتی ہیں۔اتفاق و اتحاد کی مضبوط چٹان کو اسی ڈائنامیٹ کے ذریعہ سے اڑایا جا رہا ہے۔یہی وہ شے ہے جو ایک بڑی قوم کے دلوں کو رفتہ رفتہ مسموم کر رہی ہے۔اور جس کا اثر مختلف صورتوں اور شکلوں میں ظاہر ہوتا رہتا ہے۔مہاتما گاندھی نے جب ستیارتھ پرکاش پر نکتہ چینی کی تھی۔تو ان کے پیش نظر یہی ڈائنامیٹ تھا اور اسی کی کارفرمائیاں تھیں۔کیوں اس ڈائنامیٹ کا قلع قمع نہ کیا جائے اور ملک کو اس خطرہ عظیم سے محفوظ نہ رکھا جائے۔جو اس سے ہر وقت پیدا ہے۔یہ ایک سوال ہے جو قدرتاً دلوں میں موجزن ہے۔"

یہ وہ حقیقت ہے جس کو ہم بارہا ان کالموں میں الم نشرح کر چکے ہیں۔اور اسی پر حضرت مسیح موعودؑ نے آج سے ستر سال پیشتر اپنے اس "پیغام صلح" میں توجہ دلایا تھا جو۔۔۔ وفات سے چند دن پیشتر آپ نے لکھا تھا۔اس میں بتایا کہ اصل وجوہ فساد پولیٹیکل نہیں بلکہ مذہبی ہیں۔مگر افسوس ہے کہ رہنمایان ملک کو ابھی تک اس حقیقت کا پتہ نہیں لگا۔اور وہ ان فسادات کو اقتصادی یا پولیٹیکل وجوہ پر مبنی خیال کرتے ہیں۔ضرورت ہے کہ وہ ایسی دلآزار تحریرات کو جو ہندوؤں کی طرف سے بکثرت شائع ہوتی ہیں غور کے ساتھ مطالعہ کریں۔اور دیکھیں۔کہ کیا وہ قوم جو ہمارے مقدس نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے متعلق ناپاک اور گندے الفاظ استعمال کرے۔اس سے صلح ممکن ہے۔بقول حضرت مسیح موعودؑ شورہ زمین کے سانپوں اور بیابانوں کے بھیڑیوں سے صلح ممکن ہے لیکن ایسے لوگوں سے نہیں۔

آرہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج

حضرت مولینا صدر الدین صاحب کا خط جو آج کی اشاعت میں کسی دوسری جگہ ہدیہ قارئین کرام ہے۔اس حقیقت نفس الامری کا ایک کھلا ثبوت ہے۔کہ نہ صرف انگلستان بلکہ جرمنی اور دیگر ممالک یورپ کے مہذب اور باوقار انسان باوجود عیسائی کہلانے کے اپنے خیالات و معتقدات کے لحاظ سے اسلام سے بالکل قریب ہیں۔بلکہ در اصل مسلمان ہیں۔یہی وجہ ہے کہ جب ان کو اسلامی معتقدات اور تعلیمات کا پتہ دیا جاتا ہے۔تو وہ پکار اٹھتے ہیں کہ یہی ہمارے خیالات ہیں۔اور اس لئے ہم بھی تو مسلمان ہیں۔حضرت مولینا نے اپنے خط میں مسجد کے آرکیٹکٹ کے جن خیالات اور بے نظیر قربانی کا ذکر کیا ہے۔وہ از حد قابل قدر ہے۔حضرت امیر ایدہ اللہ نے گذشتہ خطبہ جمعہ میں یہ فرمایا۔کہ یہاں بڑی مشکل سے چند روپے لوگوں کی جیب سے نکلتے ہیں۔اور وہاں یہ حالت ہے کہ ہزارہا روپے اس قدر آسانی کے ساتھ دے دیئے جاسکتے ہیں۔یہ ایک نمایاں ثبوت ہے اس بات کا کہ یورپین اقوام اپنے اخلاق کے لحاظ سے اسلام کے لئے بہت مفید اور کارآمد ہو سکتی ہیں۔مگر افسوس ہے کہ ہم میں ایسی طاقت اور وسعت نہیں۔کہ اس نادر موقع سے فائدہ اٹھائیں۔اور اپنی ہمتوں اور کوششوں کو زیادہ وسیع کریں۔ہم ان کامیابیوں کی طرف اپنے احباب کو خاص طور پر توجہ کرانا چاہتے ہیں۔بالخصوص جرمن مسجد کے آرکیٹکٹ نے جو شاندار مثال

کرتے ہیں۔ اس مثال نے اب میناروں کے التوا کے لئے کوئی گنجائش باقی نہیں رہنے دی۔ تین چار ہزار روپیہ جو میناروں کے لئے اب بکار ہے۔ اگر ہمارے احباب ہمت کریں تو بہت جلد پورا ہوسکتا ہے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ نے اس کے لئے سو مزدوروں کا مطالبہ کیا تھا۔ جو پچاس پچاس روپیہ جمع کریں۔ بہت سے احباب ہیں جنہوں نے اب تک اس صدا پر لبیک نہیں کہی۔ ضرورت ہے کہ وہ اس طرف متوجہ ہوں تاکہ آنے والی نسلوں میں ان کے نام روشن میناروں کے اوپر لکھے جائیں۔ اور اس عظیم الشان کام کے لئے ان پر درود اور فاتحہ پڑھا جائے۔

نبوت مسیح موعود

"الفضل" کے تازہ پرچہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ

"ہم حضرت مسیح موعود کو جب حسب حدیث صحیح مسلم نبی اللہ کہتے ہیں۔ تو آپ کی نبوت سے کثرت المکالمہ والمخاطبہ ہی مراد لیتے ہیں۔"

بہتر ہوگا اگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا جائے۔ کہ آیا آپ کی نبوت کے انکار کو موجب کفر سمجھتے ہیں یا نہیں؟ محض کثرت المکالمہ والمخاطبہ کا ذکر کرکے پبلک کو مغالطہ میں ڈالنا خلاف دیانت ہے۔ صاف کیوں نہیں کہتے کہ

"ایسا نبی جیسے محمد خدائیگاں"

بہائیوں پر تو تم یہ الزام دیتے ہو۔ کہ وہ اپنی کتابوں کو چھپاتے ہیں لیکن خود بات کرتے ہوئے کیوں زبان کو مروڑ لیتے ہو؟ کیا تمہارا یہ عقیدہ نہیں کہ کثرت المکالمہ والمخاطبہ ہی نفس نبوت ہے۔ اور باقی صاحب شریعت یا غیر صاحب شریعت ہونا اضافی باتیں ہیں شرائط نبوت میں سے نہیں؟ کیا تم یہ نہیں مانتے کہ جس طرح آنحضرت صلعم اور آپ سے پہلے نبیوں کے انکار سے لوگ کافر ہوجایا کرتے تھے اسی طرح مسیح موعود کو نبی نہ مان کر بلکہ دل میں سچا سمجھتے ہوئے بھی محض زبانی اقرار نہ کرنے پر مسلمان اسلام سے خارج ہوجاتا ہے؟ کیا تمہارا یہ عقیدہ نہیں کہ صرف لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا۔ جب تک حضرت مسیح موعود کی نبوت پر ایمان نہ لائے؟ پھر تم کس منہ سے کہتے ہو کہ

"رسول اکرم کے خاتم النبیین ہونے پر ہمارا سچے دل سے ایمان ہے"

خاتم النبیین کا تو تقاضا تھا کہ آپ کے روحانی فرزند آپ ہی کی نبوت کو چلائیں۔ نہ کہ اس کو منسوخ کردیں۔ اور آپ پر ایمان لانا نہ لانے کے برابر ٹھیر جائے۔ پس دنیا کو دھوکا نہ دو۔ اور قولوا قولاً سدیداً پر عمل کرو۔ اگر تم میں ذرا بھی دیانت اور امانت باقی ہے۔

سودخواروں کا اجتماع امت مسلمہ کے خلاف

جس دن سے سر مقبول محمود صاحب نے ساہوکاروں کی رجسٹری کا مسودہ قانون کونسل میں پیش کیا ہے۔ تمام ہندو قوم میں تہلکہ برپا ہوگیا ہے اور وہ آئے دن اس قانون کے خلاف جلسے کر رہے ہیں۔ حالانکہ یہ قانون کوئی خاص ہندوؤں کے متعلق نہیں۔ بلکہ عام ایسے ساہوکاروں کے لئے ہے، جو دغابازی کے ساتھ غریب لوگوں سے روپیہ بٹورتے ہیں۔ تعجب ہے کہ ہندوؤں کو یہ کیوں ناگوار ہے۔ کہ ایسے لوگوں کی دغابازیوں کا قانونی ذرائع سے سدباب کیا جائے۔ اور غربا کی ان سے حفاظت کی جائے؟

کیا ان کا احتجاج کھلے طور پر اس بات کو ثابت نہیں کرتا۔ کہ ہندو قوم خود اپنے آپ کو دغاباز سودخواروں میں شمار کرتی ہے؟ اور اپنی دغابازی کو امت مسلمہ کے خلاف ہمیشہ کے لئے جاری رکھنا چاہتی ہے؟ شائیلاک بیچارے کا نام خواہ مخواہ بدنام ہے۔ خود ہمارے گھر میں سینکڑوں اور ہزاروں شائیلاک موجود ہیں۔ جو غریب مسلمانوں کا خون چوسنے کے درپے ہیں۔ ضروری ہے۔ کہ مسلمان ان لوگوں کے خلاف زبردست آواز بلند کریں۔ اور جب تک سر مقبول محمود کا بل پاس نہ ہوجائے دم نہ لیں۔

اس کے ساتھ ہی مسلمانوں کو اس واقعہ سے عبرت حاصل کرکے آئندہ اپنے خلاف شرع افعال اور بد رسومات سے بھی توبہ کرنی چاہیئے۔ تاکہ آئندہ انہیں اپنی ضروریات کے لئے ان شائیلاک کے دروازوں کو کھٹکھٹانا ہی نہ پڑے۔

ہندو مسلم اتحاد

شیخ محمد دین جان صاحب کے قلم سے

حکایان حکایت و راویان روایت یوں رقم طراز ہیں۔ کہ زمانہ باستان میں ایک شیر ایک بھیڑیئے اور گیدڑ میں سمجھوتہ ہوا۔ کہ تینوں مل کر شکار کیا کریں۔ اور مال غنیمت باہم تقسیم کرلیا کریں پہلے ہی دن انہوں نے ایک بیل۔ ایک ہرن اور ایک خرگوش شکار کئے۔ جب تقسیم کا وقت آیا۔ شیر نے نہایت فراخدلی سے بھیڑیئے کو کہا کہ ہم تقسیم کے جھگڑے میں نہیں پڑنا چاہتے۔ جس طرح تمہاری رائے میں آئے کردو ہمیں منظور ہوگا۔ بھیڑیئے نے کہا حضور حصے تو قدرت نے ہی کر رکھے ہیں۔ بیل جناب لے لیویں۔ بندہ ہرن پر قناعت کرے گا۔ اور خرگوش سے گیدڑ کی شکم پری ہوجائے گی۔ اس تقسیم پر شیر کو طیش آگیا۔ اور اس نے بھیڑیئے کے منہ پر ایک ایسا تھپڑ رسید کیا کہ بیچارہ وہیں ڈھیر ہوگیا۔ شیر نے گیدڑ سے کہا۔ بھائی مجھے اس بھیڑیئے کی کم فہمی نے خواہ مخواہ مکدر کر دیا۔ کم بخت خود تو ہرن سا تر مال لیتا تھا۔ اور تمہیں دیتا تھا خرگوش۔ مجھے برا معلوم ہوا اگر زبردست کمزوروں سے یہی سلوک کیا کریں، تو خدا کی خدائی میں فتور پڑ جائے۔ جاؤ تم تقسیم کردو۔ مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ گیدڑ نے دست بستہ عرض کیا۔ خداوند نعمت۔ خرگوش جناب چھوٹی حاضری پر نوش جان فرمادیں۔ تو مناسب ہے۔ ہرن حضور کے لنچ کے لئے بہت اچھا ہوگا۔ اور بیل کو شام کے کھانے کے لئے اٹھا دیں۔ اس میں جھگڑے کی بات ہی کیا ہے۔ شیر پکار اٹھا۔ آفرین بر فہم ہر نسب شاد بر مادر فما۔ خیلے خوب تقسیم کردی۔ واللہ بیا کہ ہمہ روزہا باہمدگر شکار کنیم و خوش گذرانیم۔

دہلی میں اب غالباً تیسری کانفرنس بیٹھی ہے۔ جس میں ہندو مسلم اتحاد کا مسئلہ درپیش ہے۔ مسلمان اتنی موٹی چمڑی کے واقعہ ہوئے ہیں۔ کہ ان کو تقسیم کرنا نہیں آتا۔ اور ہندو بار بار جھنجھلاتے ہیں۔ اشارے سے، کنائے سے غرضیکہ ہر عمدہ سے عمدہ طریق سے کہہ چکے ہیں۔ کہ تم بھارت ورش کے پوت نہیں ہو۔ سب کچھ ہمارے حوالے کردو۔ اور جاؤ جاکر عرابستان کے ریگستان کی خبر لو۔ لیکن مسلمان گیدڑ والی تقسیم نہیں کرتے۔ بات بنے تو کس طرح اتحاد قائم ہو تو کس بنا پر۔ تمام ہند میں ناگپور کے مسلمان تھوڑی بہت فہم و فراست کے مالک ہیں۔ انہوں نے کہہ دیا کہ مسجدوں کے سامنے خوب باجے بجاؤ اور گاؤ۔ نماز کا وقت ہو تو کیا ہوا۔ وہاں ہم نے صلح کرنے میں کوئی پس و پیش کی ہو تو تم کہہ دو

"تم فیصلہ کیوں نہیں کرتے کہ تمہارے مطالبات کیا ہیں" یہ سوال ہے۔ جو اب مسلمانوں سے کیا گیا ہے۔ اس کا جواب بارہا پہلے دیا جاچکا۔ کہ ہم ہندوستان میں رہنا چاہتے ہیں۔ اور زندہ رہنا چاہتے ہیں۔ میثاق لکھنؤ میں صرف یہی سوال تھا۔ اس وقت اس کا فیصلہ بھی ہوگیا تھا۔ اور مسلمانوں کو یقین ہو چلا تھا کہ برادران وطن درحقیقت اتحاد کے لئے تیار ہیں۔ لیکن اب معلوم ہوا کہ ہنوز روز اول ہے۔ اتنے سالوں کی خاموشی کی وجہ صرف یہ تھی۔ کہ میثاق لکھنؤ کے عملی شکل میں آنے کی کوئی صورت پیدا نہیں ہوئی تھی جب تک وہ میثاق کاغذی تھا۔ تو برادران وطن کو عملی طور پر کچھ چھوڑنا نہیں پڑتا تھا۔ اس وقت تک چپ رہے۔ جونہی ریفارم سکیم نے اسکے عملی شکل میں آنے کے امکانات کو قریب کرایا۔ وہ اس میثاق سے پشیمان ہوگئے۔

ہندوستان کے بہت سے صوبے ہیں۔ ان میں سے اکثر میں مسلمانوں کی تعداد بمقابلہ ہندوؤں کے کم ہے۔ کونسلوں کمیٹیوں میں سرکاری ملازمتوں غرضیکہ ہر جگہ اور ہر شعبہ میں ہندو عنصر کم از کم گذشتہ پچاس سال سے ٹڈی دل کی طرح چھایا ہوا ہے، مگر مسلمان آج تک حرف شکایت زبان پر نہیں لائے۔ پنجاب میں اتفاق سے ان کی تعداد زیادہ ہے۔ اس لئے قدرتاً ان کو موجودہ کونسلوں میں چند جگہیں زیادہ ملیں۔ سرکاری ملازمتوں پر قریباً ہر صیغہ اور شعبہ میں ابھی تک برادران وطن کا تسلط [illegible]

برادران وطن کی طرف سے وہ شور اٹھا کہ الامان۔ حالانکہ ان کی نمائندگی ہر جگہ مضبوط ہے۔ اور تعلیم کے حاصل کرنے کے لئے ان کے تو تن کان کھلی، جہاں اور کوئی کم ہی پیش ہی گھستا ہے۔ کافی ہیں۔ یہ باتیں صرف ایک نتیجہ کی طرف لے جاتی ہیں۔ اور وہ یہ کہ جب تک برادران وطن کو شیر کا حصہ ملا کیا۔ وہ خوش رہے۔ لیکن جب اس میں سے بقدر خرگوش کے بھی دوسروں کے پاس جانے کا خطرہ ہوا۔ وہ برافروختہ ہوگئے۔ اب بار بار پوچھتے ہیں تم چاہتے کیا ہو۔

دہلی کی موجودہ کانفرنس کو کامیاب بنانے کا واحد طریقہ یہی ہے۔ کہ مسلمان بلاحیل و حجت سچے دل سے اقرار کریں۔ اور لکھ دیں۔ کہ کونسلیں تمہاری، کمیٹیاں تمہاری۔ ملازمتوں سے ہمیں کوئی واسطہ نہیں۔ اور اس کے علاوہ اگر تمہیں ہمارے پاس کچھ نظر آتا ہے۔ تو وہ بھی آپ کی نذر ہے۔ ہم تمہارے غلام بلکہ غلام کے غلام۔ چاہے رکھو چاہے مارو۔ اگر کل کی بجائے آج اتحاد ہو جائے تو ہم قلم رکھ دیں گے۔

اٹلی میں تبلیغ اسلام

برادر محمد اقبال صاحب اٹلی سے لکھتے ہیں۔ رسالہ اسلام کا اٹلی زبان میں ترجمہ ہوچکا ہے۔ ٹیچنگ آف اسلام کے ترجمہ کا انتظام کرلیا ہے۔ اگر انجمن نے اٹلی میں مشن کھولنے کی منظوری دے دی تو انشاء اللہ کام چھوٹے پیمانے پر شروع کردیا جائیگا۔ انشاء اللہ کامیابی کی بہت امید ہے۔ اکثر سیاسی لوگ مجھے بہتیرا اپنے ساتھ ملکر سیاسی کام کے لئے کہتے رہے لیکن میں نے انکار کردیا کیونکہ اسلام کی خدمت اشاعت اسلام کے ذریعہ سے بہتر طریق پر ہوسکتی ہے۔ اگر اس مشن کے اجرا کا انتظام ہوگیا تو انشاء اللہ اٹلی زبان میں ایک ماہوار رسالہ کے اجرا کا کام بھی ہوسکیگا۔ ایک ہزار کاپی پر سو روپیہ ماہوار تک خرچ پڑے گا۔ یہاں اردگرد کے ممالک مسلمان بھی آتے رہتے ہیں۔ ان کے ذریعہ سے مسلمانوں میں بیداری پیدا کرنے کا کام بھی ہوسکتا ہے۔ یہاں کے جملہ حالات حوصلہ افزا ہیں۔ آگے اللہ تعالےٰ کا اختیار ہے۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اطالوی لوگ فوراً مسلمان بننا شروع کردیں گے۔ کیونکہ یہ سب خدا تعالےٰ کے ہاتھ میں ہے۔ ہمارا کام اسلام کی صحیح تعلیم کو ان کی زبان میں ان تک پہنچا دینا ہے۔ جیسا کہ میں نے سابقہ خط میں لکھا تھا۔ میرا ارادہ تجارتی کام کے لئے پیرس جانے کا ..... ہے۔ جہاں تھوڑا عرصہ قیام کروں گا۔ لیکن اگر انجمن نے اٹلی میں کام کرنے کی منظوری دے دی۔ تو کچھ روز میں فوراً کام شروع کردیا جائے گا۔ اور فی الحال رسالہ کا اجرا کیا جائیگا۔

خط چین

ہمارے مکرم بزرگ بابو منظور الٰہی صاحب نے غیر ممالک سے جو سلسلہ خط و کتابت شروع کر رکھا ہے۔ وہ ایک طرف اگر ترکی اور [illegible] وغیرہ مغربی ممالک کے ساتھ ہے۔ تو دوسری طرف میں چین [illegible] الہند وغیرہ مشرقی ممالک کو بھی اپنے حلقہ میں شامل کرتا ہے۔ ذیل کا خط بابو صاحب کے ایک خط کے جواب میں چین سے موصول ہوا ہے:-

"آپ کے جملہ خطوط اور کتب و رسائل پہنچ گئے ہیں۔ جن کو پڑھ کر چین کے مسلمان بہت خوش ہوئے۔ اور ہر ایک ان کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ میں چند چینی مسلمانوں کے نام آپ کو بھیجتا ہوں جنکو اپنا لٹریچر بھیجدیں۔ چند دوستوں کی طرف سے بیعت کے فارم پر کرکے ارسال کرتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ ہمیشہ ہم چینی بھائیوں کو مناسب ہدایات اسلام کے بارے میں دیتے رہیں گے۔ اور ہماری مذہبی تعلیم و تربیت کا بھی خیال رکھیں گے۔ براہ مہربانی اس خط کا جواب جلد دیں۔"

ناظرین خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں ورنہ تعمیل ارشاد نہ ہوگی۔ (منیجر)

شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر کا فرمان

اورنگزیب کی نسبت غیر مسلم اصحاب میں عام خیال ہے کہ وہ سخت متعصب اور ہندوؤں کا دشمن تھا۔ اور اس نے بے شمار منہدم کرا دیئے۔ مولانا شبلی مرحوم نے ان مفوات لاطائل کی تردید میں ایک رسالہ لکھا ہے۔ اور ان کے علاوہ اور بہت سے ماہران تاریخ کا خیال ہے۔ کہ اورنگ زیب کی نسبت رائے قائم کرنے میں بے حد مبالغے سے کام لیا گیا ہے۔ جو درحقیقت تعصب ہے۔ معلم "شباب اردو" کو شہنشاہ مغفور کا ایک فرمان ہاتھ آیا ہے۔ جسے دسمبر کی اشاعت میں اس نے درج کیا ہے۔ ہم بھی قارئین کرام کے اضافہ معلومات کے لئے ذیل میں اس فرمان کی حذف بحرف نقل درج کرتے ہیں۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ عالمگیر کا ہندوؤں اور برہمنوں سے نیز ان کے مندروں سے کیا سلوک تھا:

حکم

عفرائے شنجرف مستطیل

منشور لامع النور اورنگزیب بہادر بادشاہ غازی

محمد اورنگزیب بہادر شاہ غازی۔ ابن صاحبقران ثانی

وثق العنایه والمرحمه ابوالحسن بالتفات شاہانہ امیدوار بوده بدانند که چون مقتضاء مراحم ذاتی و مکارم جبلی ہمگی ہمت والانہمت و تمامی نہمت حق طویت بررفاہیت جمہور انام و انتظام احوال طبقات خواص و عوام مصروف است و از روئے شرع شریف و ملت منیف مقرر چنین است که دیرہا برانداخت نشود و بتکدہ تازہ بنا نیابد و دریں ایام معدلت انتظام بعرض اشرف اقدس ارفع اعلیٰ رسید که بعض مردم از راه عنف و تعدی بہنود سکنہ قصبہ بنارس و بعض اماکن دیگر بنواحی آن و اقوام جماعت برہمنان سدنہ آن محال که سدانت بتخانہ ہا قدیم آنجا بآنہا تعلق دارد مزاحم و متعرض میشوند و میخواہند که ایشان را از سدانت که از مدت مدید بآنہا متعلق است باز دارند و این معنی باعث پریشانی و تفرقہ حال این گروه میگردد لہذا حکم والا صادر میشود که بعد از ورود این منشور لامع النور مقرر کنند که من بعد احدی بوجه تعرض و تشویش باحوال برہمنان و دیگر ہنود متوطنہ آن محال نرساند تا آنہا بدستور ایام پیشین بجا و مقام خود بوده بجمعیت خاطر بدعا دولت و دوام بدوام سلطنت ازل بادی نیام قائم بمانند درین باب تاکید دانند تاریخ ۱۵ شہر جمادی الثانی ۱۰۶۹ھ ہجری نوشتہ شده۔

مطالب فرمان: ابوالحسن شاہانہ عنایت کا امیدوار رہ کر آگاہ ہو کہ فطرتی لطف و مروت کی بنا پر ہمارا مقصود یہ ہے کہ تمام عوام و خواص امن و عافیت سے زندگی بسر کریں۔ اور شرع اسلامی کا حکم بھی یہی ہے کہ موجودہ مندر و بتخانے ویران نہ کئے جائیں اور نئے تعمیر نہ ہوں ان دنوں ہم نے سنا ہے کہ بعض لوگ ظلم و تعدی سے بنارس کے ہنود کو تنگ کرتے ہیں۔ اور برہمنوں کی جماعت کو جو ان مندروں کے قدیم سے مجاور ہیں۔ ان کے اس حق سے انہیں محروم کرنا چاہتے ہیں۔ اور یہ بات اس گروہ کی پریشانی و تشویش کا موجب ہے۔ لہٰذا حکم صادر کیا جاتا ہے۔ اس فرمان کے وارد ہوتے ہی اس امر کا انتظام کرو کہ کوئی شخص ان برہمنوں اور مندروں کو تکلیف نہ دے سکے تاکہ مطمئن ہو کر ہمارے مداح رہیں گے۔

مکمل قرآن مجید

جناب ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح السلام علیکم

قواعد آداب بجالا کر عرض پرداز ہوں کہ یہاں کے مسلمان جناب مولوی میرک شاہ صاحب قبلہ کا صرف نام سن کر ان کو لاکھوں دعائیں دے رہے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے رجم اور سنگساری کی آئت مدتوں سے قرآن میں سے لوگوں نے نکال ڈالی تھی۔ تلاش کر لی اور یہ ان کا ایک بڑا احسان مسلمانوں پر ہے۔ چنانچہ اب خدا کا فضل و کرم مسلمانوں پر ہوا ہے۔ اور اب مسلمان مکمل قرآن کا مطالعہ کریں گے لہٰذا یہ عریضہ ارسال خدمت کر کے عرض پرداز ہوں کہ جس وقت مکمل قرآن ہندوستان کے کسی مطبع میں چھپ کر تیار ہو تو بندے کو حضور مطلع فرماویں۔ میں دعوے سے شاہستہ کہہ سکتا ہوں۔ کہ میں ایسے قرآن کی یہاں بہت بکری کراؤں اور اگر مجھ سے ہو سکا تو اس کا ایجنٹ بھی بن جاؤنگا۔

مرسلہ گوہر علی

اسلام کے خلاف دل آزار تصنیفات

پنجاب گورنمنٹ کی توجہ کے قابل

قاضی محمود دھرمپال اپنے رسالہ "حنیف" میں رقمطراز ہیں:۔

پنجاب گورنمنٹ مجھے کتنا ہی پریشان کرے لیکن میں تو سرکار کو محبت کا دیوتا ہی کہونگا۔ مگر اس بات کا کیا علاج کہ یونانی علم الاصنام کے ماہرین نے محبت کے دیوتا کی جو تصویر بنائی ہے۔ اس میں آنکھیں ندارد ہیں۔ اور انگریزی میں مثل مشہور ہے۔ کہ لو از بلائنڈ یعنے محبت اندھی ہے۔ حیرت کی بات ہے۔ کہ میں تو کفر توڑ وغیرہ کتب کو نہ چھاپتا ہوں۔ نہ فروخت کرتا ہوں۔ مگر محبت کا دیوتا اس پر کبھی اپنی محبت کو میرے برخلاف کم کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ دوسری طرف محبت کے دیوتا کی چار دیواری کے عین سامنے لاہور ہی میں ایسی ایسی کتب ہزاروں کی تعداد میں شایع اور فروخت ہو رہی ہیں۔ جو از حد دل آزار اور فتنہ و شر کے پلندے ہیں۔ اگر محبت کے دیوتا کو علم نہ ہو تو نیچے میں ان کا نمونہ پیش کرتا ہوں۔ لالہ دیوان چند نے اپنے پنجابی پریس لاہور میں پادری غلام مسیح کی کتاب بنام تحقیق الاسلام شایع کی ہے۔ جس کے چند فقرات نمونتاً پیش کرتا ہوں۔ پادری صاحب لکھتے ہیں:۔

"حضرت محمدؐ کی پاک لاش پورے تین روز اسی جگہ پڑی رہی جس جگہ آپ نے وفات پائی تھی۔ اس عرصہ میں آپ کی لاش میں سخت بدبو اور سڑن پیدا ہو گئی وہ ایسی حالت کو پہنچ گئی۔ کہ وہ وہاں سے اٹھائی ہی نہ جا سکتی تھی۔ نہ اسے کوئی اٹھا سکتا تھا آپکا بستر مرگ تک تبدیل کرنے کے قابل نہ رہا تھا آپ کو چوتھے دن کی رات کو دفنانے والے پکار رہے ہیں۔ کہ ہم نے اپنے آپ کو فراموش کر کے آپ کو دفن کیا تھا جس جگہ آپ نے وفات پائی تھی ہم خدا ترس دنیا سے پوچھتے ہیں۔ کہ وہ خوف خدا کو دل میں رکھتی ہوئی جواب دیوے کہ حضرت محمدؐ کی لاش کی کیوں ایسی نوبت ہو گئی۔ آپ کی وہ بیویاں کہاں تھیں جن کے قصص و حکایات دنیا نے سنے ہیں۔ آپ کے غلام و لونڈیاں کہاں تھیں جن کی حکایات راویوں نے بیان کی ہیں۔ آپ کے بھائی اور عزیز و اقارب کہاں تھے۔ خصوصاً حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ اور آپ کی دوسری بیٹیاں اور داماد کہاں تھے آپ کے پیارے اصحاب خصوصاً حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ و عثمان غنیؓ کہاں تھے۔ اگر یہ سب کے سب حضرت محمدؐ کی لاش کی حفاظت کر رہے تھے تو پھر ہمارے عزیز حضرت محمدؐ کی لاش کیوں اتنے دن رکھی گئی۔ کیوں آپ کی لاش کو سڑنے کی نوبت تک پہنچنے دیا گیا۔"

تحقیق الاسلام حصہ سوم صفحہ ۱۲۴ مطبوعہ پنجابی پریس لاہور"

رسول پاک کی لاش مبارک کے سڑنے وغیرہ کے بارے میں پادری صاحب نے جو "تحقیق" کی ہے۔ وہ کسی ضعیف سے ضعیف اور ناقص سے ناقص اسلامی کتاب سے بھی اس کا ثبوت نہیں دے سکیں گے۔ اور نہ ہی وہ کسی اجہل سے اجہل مسلمان کو پیش کر سکیں گے۔ کہ جس کا عقیدہ یہ ہو کہ رسول پاک کی لاش سڑ گئی تھی۔ وہ کونسا کلمہ گو ہے۔ جو پادری صاحب کے اس سراپا دل آزار کذب و بہتان کو پڑھے اور اس کا دل ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو جائے۔ مگر کیا محبت کے دیوتا نے اس کتاب کو دیکھا؟ اگر دیکھا۔ تو اس نے کیا نوٹس لیا؟

۲۔ پنجاب گورنمنٹ کا محبت کا دیوتا اسی مسیحی مصنف اور ہندو پرنٹر کی اس کتاب کے مندرجہ ذیل فقرات کو بھی پڑھے:۔

حضرت محمدؐ کی وفات ہوئی۔ آپ تیسرے دن زندہ نہ ہوئے۔ آپ کو بعد کے تین روز بعد دفن کیا گیا۔ پر آپ اکیلے دفن نہیں ہوئے قرآن محمدی بھی آپ کے ساتھ گیا۔ حضرت محمدؐ کی قبر شریف پہ بزبان قرآن عربی یہ لکھا رہ گیا شاعر مجنون۔ لست مرسلاً انک لمجنون۔ بل ھو شاعر۔ انت مفتر۔ ساحر کذاب رجلاً مسحورا۔ یقولون ھو اذن۔

۲۔ قرآن محمدی کی بابت کتبہ اساطیر الاولین۔ افلت مفتری ان ھذا الا سحر یوثر۔

ہم یہاں پر اور کچھ لکھنا نہیں چاہتے۔ مگر ہم حضرت محمدؐ کی اور مدنی کی قبر مقدس کو ان کتبات کے ساتھ چھوڑنا چاہتے ہیں..... اے مصنف حضرت محمدؐ کی مدنی قبر کے کتبوں کو پڑھتے رہیں۔

تحقیق الاسلام حصہ سوم صفحہ [illegible]

محبت کے دیوتا کیا تجھے علم ہے۔ کہ اس قابل مسیحی مصنف نے دنیا کے ۴۰ کروڑ مسلمانوں کے آقا و نامدار کی لاش مبارک کی تذلیل و توہین کے بعد کس طرح اس سید الانبیاء کی قبر پر شاعر مجنون۔ مفتری۔ ساحر۔ کذاب۔ مسحور وغیرہ کا کتبہ کندہ کیا ہے؟ اور کس طرح اس مسیحی قاتل نے قرآن پاک اور اسلام پاک کے [illegible] محبت کے دیوتا تیری معلومات کے ذرائع [illegible] اس کا کوئی نوٹس لیا گیا کیا تو انتظاری کر رہا ہے [illegible] پیدا ہو اور ان کے ریزولیوشن تیرے پاس پہنچیں۔ تب تو اس مسیحی مصنف اور ہندو پرنٹر کی مشترکہ شرارت کا سدباب کرے [illegible] دیوتا! تیرے کان ہیں۔ اور تو شور کو خوب [illegible] مسلمانوں کو خدا نے شور کرنے والی زبان ہی نہیں [illegible] اہمیت کو سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ان کا زبردست سے زبردست پریس ہے۔ پلیٹ فارم ہے۔ کونسلوں میں ان کے نمائندے موجود ہیں مگر غالباً وہ زبان کھولنا پسند نہیں کرتے۔

۳۔ محبت کے دیوتا کیا تو نے اسی قسم کی کثرت سے چھپنے والی دوسری کتاب کے ان فقرات کا مطالعہ بھی کیا ہے؟

"اور محمدؐ صاحب کا چال چلن ان باتوں سے ظاہر ہے۔ کیونکہ جو کئی عورتوں کو رکھے وہ خدا کا عابد اور پیغمبر کیونکر ہو سکتا ہے۔ اور جو ایک عورت کی طرفدار ہے بے آبروئی کرے۔ اور دوسری کی عزت کرے تو وہ طرفدار ہو کر گنہگار کیوں نہیں ہوگا۔ اور جو کئی عورتوں سے بھی یہی نہ پاکر کنیز کے ساتھ بیٹھے اس کے نزدیک شرم عوف۔ اور دھرم کیونکر بھٹک سکتا ہے۔ کسی نے کہا ہے۔ کہ "کام۔ ماترانام نہ بھیم نہ لجا" یعنے جو زانی آدمی ہیں۔ ان کو گناہ سے ڈر یا شرم نہیں ہوتی۔ ان کا خدا بھی محمدؐ صاحب کی بیویوں اور پیغمبر کے جھگڑے کا فیصلہ کرنے میں گویا سرپنچ ہے۔ اب صاحبان عقل غور کریں کہ یہ قرآن عالم یا خدا کا بنایا ہوا ہے۔ یا کسی بے علم مطلبی کا جس آدمی کو ذرا سی عقل ہے۔ وہ غور کر سکتا ہے۔ کہ یہ خدا کے کام [illegible] یا اپنی مطلب برآری کے ایسی ایسی باتوں سے ٹھیک ثابت ہوتا ہے۔ کہ خدا کچھ نہیں کہتا تھا۔ صرف موقع محل دیکھ کر اپنی مطلب برآری کے واسطے خدا کی طرف سے محمدؐ صاحب کہہ دیتے ہیں۔ یہ لوگ ان باتوں کو خدا ہی کی طرف سے کہتے ہیں۔ ان کو ہم تو کیا سب عقلمند یہی کہیں گے۔ کہ خدا کیا ٹھہرا گویا محمدؐ صاحب کے [illegible] بیاہ لانے والا اشاتی ٹھہرا۔"

"اردو ستیارتھ پرکاش مطبوعہ عزیز الدین سٹیم پریس لاہور۔ بارچہارم تعداد جلد ۵۰۰۰ ہزار صفحہ ۴۲۲"

محبت کے دیوتا! جس کتاب کا اوپر حوالہ دیا گیا ہے۔ اس کے ۵۔۵ ہزار کے کئی ایڈیشن تو صرف اُردو میں چھپے اور چھپ رہے ہیں۔ انگریزی۔ گورمکھی۔ گجراتی اور ہندی میں اس کی اشاعت الگ ہو رہی ہے۔ اس کتاب کے ذریعہ ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کی جڑوں میں جو ڈائنامیٹ لگایا جا رہا ہے۔ محبت کے دیوتا! کیا تجھے اس کا علم نہیں ہے؟ کیا جس ملک میں اس کتاب کی ہر ایک زبان کے اندر یوں کھلے بندوں اشاعت ہو رہی ہو۔ اس ملک میں کبھی بھی ہندو مسلم اتحاد قائم رہ سکتا ہے؟ محبت کے دیوتا تو نے مجھے تو گرفتار کیا۔ اور مجھ سے میری کتابوں کے تمام حقوق چھین لئے مگر افسوس! تو نے ستیارتھ پرکاش کے چودھویں باب کے متعلق جو مسلمانوں کے دلوں میں ناسور ڈال رہا ہے۔ اس کے چھاپنے اور فروخت کرنے والوں سے پوچھا تک بھی نہیں ہے۔ کہ وہ اس فتنہ و فساد کے بیج کو کیوں دن دہاڑے ملک کے ہر ایک کونے میں بو رہے ہیں۔ محبت کے دیوتا! کیا ابھی وقت نہیں آیا۔ کہ تو مسلمانوں کے زخمی دلوں پر مرہم لگائے۔ اور اس شرارت کا سدباب کرے؟

فرزندان اسلام غور کریں

فرزندان اسلام! میں نے آپ کے سامنے جن دو کتابوں کے اقتباسات پیش کئے ہیں۔ آپ ان کا بغور مطالعہ فرمائیں اور سوچیں کہ اگر ان کتب کا جواب دیا جاتا ہے۔ تو گورنمنٹ سمجھتی ہے۔ کہ ہم ملک میں شور و غل پیدا کر رہے ہیں۔ لیکن اگر ہم خاموش رہتے ہیں تو اسلام خطرہ میں پڑ رہا ہے۔ ایسی صورت میں کیا آپ کا فرض نہیں ہے۔ کہ آپ اپنے پریس اور پلیٹ فارم کے ذریعہ گورنمنٹ کی توجہ کو ان دل آزار کتب کی طرف کھینچیں۔ اور آپ کے نمائندے کونسلوں میں سوال کریں۔ کہ گورنمنٹ نے ان کتب کی اشاعت کو روکنے کے [illegible]

کی پوزیشن کا پتہ لگ جائیگا۔ اگر گورنمنٹ ان سربراہ کتب کی اشاعت کو روک دے اعلان کے چھاپنے یا فروخت کرنیوالوں کے برخلاف کوئی قانونی کاروائی کرنے کے لئے آمادہ ہو جائے۔ تو آپ کو گورنمنٹ کا مشکور رہونا چاہئے۔ ورنہ بصورت دیگر آپ کا فرض ہوگا کہ آپ کوئی دوسرا مناسب طریقہ اختیار کریں۔

آریہ سماج کا پبلک اور گورنمنٹ کو مغالطہ

آریہ سماج پبلک اور گورنمنٹ کو مغالطہ دیتی ہے۔ جب کہ وہ یہ کہتی ہے۔ کہ ان کے مروجہ ستیارتھ پرکاش میں اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ السلام کے متعلق جو دل آزاری کی گئی ہے۔ وہ آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند کے قلم سے ہے۔ اور اس امر کی ذمہ دار آریہ سماج نہیں ہے۔ حالانکہ یہ محض غلط ہے۔ کیونکہ وہ ستیارتھ پرکاش جو سوامی دیانند کی حین حیات میں مروج تھا۔ اور جو سب سے پہلی دفعہ ۱۸۷۵ء میں بنارس میں چھپا تھا اور جس کا بعد نے اردو میں بھی لفظ بلفظ ایک ایڈیشن ۱۹۱۲ء میں شایع کر دیا تھا اس میں مسلمانوں کے متعلق یہ باب ہی ندارد ہے۔ اور جب تک سوامی دیانند زندہ رہے ستیارتھ پرکاش کا یہ ۱۸۷۵ء کا ایڈیشن ہی مروج رہا۔ مگر سوامی دیانند کے ۱۸۸۳ء میں مرنے کے بعد اس شرارت کا آغاز ہوا۔ جو مروجہ ستیارتھ پرکاش میں موجود ہے۔ پس اس باب کی اشاعت کی تمامتر ذمہ داری آریہ سماج کے اراکین پر ہے۔ جو اس کو ہزاروں کی تعداد میں مختلف زبانوں میں چھاپ کر اور ہندوستان میں پھیلا کر فتنہ وفساد کا باعث رہے ہیں۔ اگر ہم دلیل کے طور پر یہ بھی مان لیں کہ یہ باب بھی سوامی دیانند کے قلم کا لکھا ہوا ہے۔ تو سوامی دیانند کو کیونکر یہ حق حاصل تھا۔ کہ وہ پیغمبر علیہ السلام کے متعلق اس قدر ناشائستہ دل آزار اور فتنہ انگیز حملہ کرتا۔ اور اس نے اگر ایسا کیا ہی تھا تو اس شرارت کا خاتمہ سوامی دیانند کی زندگی کے ساتھ ہی ہو جانا چاہئے تھا۔ نہ یہ کہ آریہ سماج اس کے مرنے کے بعد اس فتنہ و شرارت کا دائمی اجارہ دار بن کر اس کی اشاعت کرتا۔ اور مسلمانوں کے زخمی دلوں پر نمک چھڑک کر ملک میں فتنہ و فساد کا باعث بنتا رہتا۔ پس ہر ایک کلمہ گو کا فرض ہے۔ کہ وہ مروجہ ستیارتھ پرکاش کے چودھویں باب کے برخلاف پریس اور پلیٹ فارم اور کونسلوں کے ذریعہ صدائے احتجاج بلند کر کے گورنمنٹ کو مجبور کر دے۔ کہ وہ مروجہ ستیارتھ پرکاش کے چودھویں باب کو یا تو ضبط کرے یا آریہ سماج کو اس کی اشاعت سے قانوناً روک دے۔ مجھے امید ہے کہ مسلم پریس اور مسلم قوم خاصکر جمعیت العلماء ہند اس طرف اپنی فوری توجہ کو مبذول فرما کر اسلام کی اور ہندو مسلم اتحاد کے متعلق بہترین خدمت سرانجام دینے کا ثواب حاصل کریں گے۔ اور مجھے کامل امید ہے کہ ہر ایک اتحاد پسند ہندوستانی اور خاصکر مہاتما گاندھی بھی مسلمانوں کی اس حق بجانب جدوجہد میں مسلمانوں کا نہایت خلوص سے ساتھ دیں گے۔

مذہبی سوالات اور ان کے جوابات

سوال نمبر ۱ از منشی محمد الدین صاحب احمدی:۔

سورہ آل عمران کے چوتھے رکوع میں حضرت مریم والدہ حضرت مسیح کو عمران کی بیٹی بنایا ہے۔ جیسا کہ لکھا ہے۔ کہ عمران کی بیوی نے نذر مانی کہ جو کچھ میرے بطن میں ہے۔ میں اس کو بیت المقدس کی خدمت کے لئے مخصوص کردوں گی۔ مگر لڑکے کی بجائے لڑکی مریم پیدا ہوئی اور اس طرح ہی مریم عمران کی بیٹی ٹھہری پھر سورہ مریم میں حضرت مریم کو ہارون کی بہن کہہ کر پکارا گیا ہے۔ مگر بائیبل کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے۔ کہ حضرت مسیح قریباً سولہ سو سال حضرت ہارون کے بعد پیدا ہوئے۔ اور اس طرح حضرت مریم حضرت ہارون کی بہن نہیں بن سکتی اور نہ ہی حضرت ہارون کا باپ عمران حضرت مریم کا باپ بن سکتا ہے۔ کیونکہ دونوں میں قریباً سولہ صدیوں کی دوری ہے۔ ہاں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کی ایک بہن مریم نام تھی بائیبل اس کی شہادت دیتی ہے۔ مگر حضرت مسیح اس مریم سے پیدا نہیں ہوئے۔ اب لامحالہ ایک ہی نتیجہ نکل سکتا ہے۔ کہ دونو واقعات میں سے صرف ایک ہی صحیح ہو سکتا ہے۔ اگر ایک صحیح ہے تو دوسرا غلط کیا آپ براہ نوازش محولہ بالا واقعات میں تطبیق دے کر مشکور فرمائیں گے۔

جواب۔ سورہ آل عمران کی جس آئت کا آپ حوالہ دیتے ہیں۔ اس میں امرأت عمران کے الفاظ آئے ہیں۔ جن کے معنی دو طرح پر ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ عمران کی بی بی اور دوسرے آل عمران کی عورت اگر پہلے معنی لئے جائیں۔ تو اس صورت میں حضرت مریم کے والد کا نام عمران ہوگا۔ اور سورہ مریم کی اس آئت کے معنی جس میں حضرت مریم کو اُخت ہارون کہکے پکارا گیا ہے۔ یہ ہونگے کہ حضرت مریم کے ایک بھائی کا نام ہارون تھا۔ چونکہ ہمارے پاس نہ تو حضرت مریم کا کوئی نسب نامہ ہے۔ اور نہ کوئی اور تاریخی شہادت اس بات کے خلاف ہے۔ کہ حضرت مریم کے والد کا نام عمران اور بھائی کا نام ہارون تھا۔ اس لئے ان معنوں کو بھی قبول کیا جا سکتا ہے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ اس کی تائید میں بھی کوئی تاریخی شہادت ہمارے پاس موجود نہیں۔ پس دوسرے معنی کو اختیار کرنا زیادہ مناسب ہوگا۔ اس صورت میں معنی اس طرح پر ہونگے۔ کہ چونکہ اس آئت سے پہلی آئت میں عام طور پر آل عمران کی بزرگی کا ذکر کیا تھا۔ اس لئے یہاں آل عمران میں سے ایک خاص عورت کی بزرگی کا ذکر کیا۔ اور آل عمران کی جگہ پر عمران استعمال کرنا محاورہ کے خلاف نہیں۔ بلکہ بائبل میں بھی ایک مورث اعلےٰ کے نام پر ایک قوم کو پکارا گیا ہے۔ مثلاً کئی جگہ پر بنی اسرائیل کی جگہ صرف اسرائیل کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اور بنی اسماعیل کے لئے قیدار کا لفظ رکھا گیا ہے۔ پس امرأة عمران اور اخت ہارون میں آل عمران کے دو بزرگوں کا ذکر ہے۔ یعنی ایک حضرت موسیٰ کے والد عمران اور دوسرے حضرت موسیٰ کے بھائی ہارون علیہ السلام۔ یہ بات بائبل سے ثابت ہے۔ کہ کہانت کا تعلق حضرت ہارون سے تھا اور حضرت مریم کا ہیکل کی خدمت کے لئے مخصوص کیا جانا ثابت کرتا ہے۔ کہ آپ کا تعلق حضرت ہارون کے خاندان سے تھا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آپ کی ماں کی نسبت حضرت عمران سے ظاہر کی گئی۔ اور آپ کو اخت ہارون کہہ کر پکارا گیا۔ نیز یہ بھی یاد رہے کہ عربی زبان میں لفظ اب۔ ام۔ اخ۔ اور اُخت سب کے سب وسیع معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ نبی کریم صلعم فرماتے ہیں انا دعوۃ ابی ابراھیم یعنی میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں۔ یہاں حضرت ابراہیم کو صاف طور پر اپنا اب کہا ہے۔ پھر ایک اور حدیث میں آتا ہے۔ کہ جب حضرت صفیہ نے آنحضرت صلعم سے شکائت کی کہ لوگ مجھے یہودی عورت کہتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ تو نے جواب میں یوں کیوں نہیں کہا۔ ان ابی ھارون و عمی موسےٰ و زوجی محمدؐ۔ یعنی میرا باپ ہارون ہے۔ اور میرا چچا موسیٰ ہے۔ اور میرا خاوند محمد صلعم ہیں یہاں حضرت صفیہ کا باپ اور چچا ہارون اور موسیٰ کو قرار دیا گیا۔ پس ان آیات میں بھی اُمرأة اور اُخت کے الفاظ اسی طرح پر مستعمل ہوئے ہیں۔

(سردار خاں)

تازہ خبریں

"ینگ انڈیا کی تازہ اشاعت میں مہاتما گاندھی لکھتے ہیں:۔

ایک نامہ نگار نے مجھ سے کہا کہ میں اس ملاقات کے متعلق اپنے خیالات ظاہر کروں جو لاہور کے دورے میں میرے اور میاں فضل حسین کے مابین ہوئی چنانچہ میں اس ارشاد کی تعمیل بخوشی کرتا ہوں۔ میاں صاحب کے ساتھ کچھ دیر بہت خوشگوار گفتگو ہوتی رہی ان کے اخلاق نہائت پسندیدہ تھے۔ ان کی گفتگو قابل تعریف اور معقول تھی۔ وہ جانبداری کے اس الزام کے خلاف احتجاج کرتے تھے۔ جو ہندوؤں نے ان پر لگایا ہے۔ آپ نے کہا کہ میں مسلمانوں سے محض انصاف کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اور وہ بھی غیر مکمل طور پر ہے۔

آپ ہر ایک کے ساتھ ملاقات کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اور جو شخص بھی اس مسئلے پر غور کرنے کی تکلیف گوارا کرے۔ اس کے سامنے وہ اپنے رویہ کی توضیح وتشریح کرنے پر آمادہ ہیں۔ اس سے زیادہ کسی کو توقع رکھنے کا حق حاصل بھی نہیں تھا۔ مجھے معلوم نہیں کہ میاں صاحب کی حکمت عملی کے خلاف فی الحقیقت کچھ کہا جا سکتا ہے۔ یا نہیں۔ میں اس مسئلے کے بالتفصیل مطالعہ پر غور نہیں کر سکا۔ جب میں اس قابل ہو جاؤں گا۔ تو میں میاں فضل حسین کے اس دعوے کے متعلق اپنی رائے خوشی سے شائع کروں گا۔ کہ انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ پورے طور پر انصاف بھی نہیں کیا۔ اس اثناء میں میرا یہ محسوس کرنا کافی ہے کہ میاں صاحب کے ساتھ جس شخص کو معاملہ کرنا منظور رہوگا۔ وہ انہیں ایک شریف الطبع ملنسار۔ ہمدرد باوقار۔ اور معقول آدمی پائے گا۔

——— مسلم ٹریڈ ایسوسی ایشن کے ارکان تاجران چرم اور علیگڑھ کے مسلمان باشندوں نے کل رات پنڈت شام لعل نہرو کے اس مسودے کے خلاف جلسہ احتجاج منعقد کیا۔ جس کے رو سے برآمد گوشت کی تجارت ممنوع قرار دینے کی تجویز کی گئی ہے۔ اس مسودے کو مسلمانوں کے مفاد کے لئے ضرر رساں خیال کیا گیا۔ اور اسمبلی کے ارکان سے پرزور درخواست کی گئی۔ کہ وہ اس مسودے کی تائید نہ کریں۔

——— تیرانہ کا ایک پیغام مظہر ہے۔ کہ البانیہ کی مجلس آئینی نے احمد بیگ زوگو کو سات سال کے لئے جمہوریت کا صدر منتخب کیا ہے۔

——— انتخابات مصر کی پہلی قسط ۲۴ فروری کو ہونے والی ہے۔ اس لئے مصری افواج تمام ملک میں پھیلا دی گئی ہیں۔

——— اخبار و اطان لکھتا ہے کہ قابل وثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے۔ کہ معاہدہ روس و جاپان کی اس دفعہ کی تاویل کو درست تسلیم نہ کرنا چاہئے۔ کہ جاپان روس کے خلاف معاندانہ معاہدہ کرنے سے محترز رہے گا۔ اس لئے جمیعۃ الاقوام کے فیصلوں کو پس پشت ڈال دے گا۔ کہا جاتا ہے۔ کہ معاہدہ میں صرف یہ امر مذکور ہے۔ کہ روس و جاپان اس وقت کسی قسم کے معاندانہ معاہدات میں شریک نہیں۔ دونو ممالک کا اتحاد نہیں ہوا اور نہ اتحاد کا وعدہ کیا گیا ہے۔

——— حکومت ترکی یونانی بطریق کو اپنے حدود سلطنت سے خارج کر دیا ہے۔ جس پر حکومت یونان بہت پیچ وتاب کھا رہی ہے ترکی کا دعوےٰ ہے کہ وہ یونانی بطریق کو خارج کرنے میں اپنے حقوق کے اندر رہ کر کام کر رہا ہے۔ اخبار ٹائمز کا نامہ نگار مقیم قسطنطنیہ لکھتا ہے کہ اخبارات نے اخراج کی زبردست تائید کی ہے اور اسی خیال کو ظاہر کرتے ہیں کہ ترکی اپنے حقوق کو استعمال کر رہا ہے۔ اخبار اعلان کہتے ہیں۔ کہ یہ معاملہ محض داخلی حیثیت رکھتا ہے۔ جس میں غیر ملکی دول کو مداخلت کا کوئی حق نہیں پہنچتا آثار و علامات سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ترک اپنی ہٹ پر سختی سے قائم رہیں گے۔ اس لئے دول یورپ کو کسی طرح کا اقدام کرنے سے پیشتر پوری طرح غور و خوض کر لینا چاہئے۔

——— ایتھنز میں ٹیبٹ کے زیر اہتمام ایک جلسہ عام منعقد ہوا۔ جس میں حکومت کو تائید کی گئی کہ بطریق کے اخراج پر شدید رویہ اختیار کیا جائے۔ بعد ازاں عام ہجوم بازاروں میں چکر لگاتے رہے۔ جو انتقام لینے کا مطالبہ کر رہے تھے۔ انہوں نے سفارت کے سامنے ایک مظاہرہ کیا۔ ترکی سفارت کے سامنے پولیس نے حفاظتی انتظامات کر دیئے ہیں۔

——— جمیل بک معتمد حزب الشعب وزیر داخلہ مقرر ہوگئے لیکن وزارت میں اس کے علاوہ اور کوئی تغیر نہیں ہوا۔ وزیر خارجہ انگورہ نے اس مجلس کے ارکان کو دعوت طعام دی ہے۔ جو مسئلہ موصل کی تحقیقات کے لئے مقرر ہوئی ہے۔ (البلاغ)

برادر گم گشتہ کی تلاش

ہمارے ایک احمدی بھائی شیخ لطیف اللہ صاحب تقریباً سولہ برس سے مٹر لینڈ اڈ میں سکونت رکھتے ہیں۔ ان کا ایک بھائی مولوی نصیر الدین صاحب ولد شیخ عبدالواحد علی صاحب ساکن موضع زادہ پرگنہ او ترولہ ضلع گونڈہ ہندوستان میں رہتا ہے۔ دونو بھائیوں میں ایک عرصہ سے خط وکتابت موقوف ہے۔ اب شیخ لطیف اللہ صاحب نے لکھا ہے۔ کہ انہیں کہیں سے معلوم ہوا ہے۔ کہ ان کا بھائی لاہور میں ہے۔ اور انہیں ان کا پورا پتہ درکار ہے۔ اگر ہمارے کسی لاہوری بھائی کو مولوی صاحب موصوف کا پتہ معلوم ہو تو دفتر انجمن میں اطلاع دیں۔

(سردار خاں)

ووکنگ کا اسلامی "ہوّا"

پادریوں کا اسلام سے خوف

اور ووکنگ مسلم مشن کی اہمیت

مکرم بندہ جناب ایڈیٹر صاحب

السلام علیکم۔ ماہ گذشتہ میں ووکنگ کے پادری صاحب ریورینڈ آر۔ بی۔ جالی نے دی کرسچین مشنری سوسائٹی پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک سرسری ریمارک ہمارے مشن کے متعلق کیا۔ اور کہا کہ "اسلامی ہوا ووکنگ بھی آن پہنچا"۔

عامۃ الناس میں اس ریمارک پر ایک عجیب دلچسپی پیدا ہوئی جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ مقامی اخبار موسومہ "ووکنگ نیوز اینڈ میل" میں ایک اچھی خاصی لمبی خط وکتابت "اسلامی ہوا" کی سرخی کے نیچے چھپتی رہی۔ خواجہ نذیر احمد صاحب امام مسجد ووکنگ نے پادری صاحبان کو ایک کھلے مباحثہ کے لئے ۔ ۔ ۔ ۔ چیلنج کرنا پڑا۔ پادری صاحبان اپنی پرانی عادت کے مطابق مقابلہ پر نہ آ سکے۔ انہوں نے اپنے عمل سے اسلام کی صداقت کا ایک کھلا ثبوت دیا جس کا انشاء اللہ کے فضل سے ہر فرد بشر پر عیاں ہوا۔

آپ کے قارئین کرام کی دلچسپی کے لئے ذیل کی خط وکتابت ارسال کرتا ہوں۔ امید ہے آپ اسے اپنے اخبار میں درج فرما کر ممنون فرماویں گے۔

خاکسار نثار احمد خاں۔ سکرٹری۔ ووکنگ مسلم مشن
ووکنگ۔ انگلستان۔

(۱)

مکرمی ایڈیٹر صاحب ووکنگ نیوز اینڈ میل

جناب من میں نے آپ کے گذشتہ نمبر میں کرائسٹ چرچ کے پادری صاحب کی تقریر پڑھی ہے۔ جس میں انہوں نے ذکر کیا ہے۔ کہ "مسلم ہوا" ووکنگ میں بھی پہنچ گیا ہے۔ کیا مقدس پادری صاحب کی مراد ان مسلمان فوجیوں سے ہے۔ جو بروک وڈ اور ہارسل کے قبرستانوں میں مدفون ہیں؟ یا ان کی اس "ہوا" سے مراد ان مسلمانوں سے ہے جنہوں نے برطانیہ عظمےٰ کو اس عیسائی ملک یعنی جرمنی سے بچانے میں جان دی۔ میں چاہتا ہوں کہ ڈاکٹر موصوف اس "ہوا" کو اپنے اصلی معنوں میں پیش کریں۔ میرا خیال ہے کہ عقائد اسلام یہودیوں سے بہت ملتے جلتے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ یہودی تبلیغ سے کافی نہیں۔ اور اسلام کی نظر میں سب خدا کے بچے ہیں اور یہ کہ حضرت عیسیٰ خدا نہ تھے بلکہ نبی۔ اسلام میں کوئی ناجائز ٹھیکہ دار جس طرح کہ عیسائی ممالک میں پادری صاحبان ہیں، نہیں ہوتا۔ اسلام شراب کو ناجائز قرار دیتا ہے۔ میرے خیال میں یہ اصول کسی ملک کے لئے "ہوا" نہیں ہو سکتے۔

ارس رابرٹ ۲۰ نومبر ۱۹۲۴ء

(۲)

مکرمی ایڈیٹر صاحب۔

ووکنگ میں اس "اسلامی ہوا" کا حوالہ دیتے ہوئے مجھے کئی سال ہوئے کہ جب اس "ہوا" کو یہاں سے نکالنے کی کوشش کی گئی تھی۔ ایک مشرقی طالب علم کو سر لینڈ سے اسی غرض کے لئے بلایا گیا تھا۔ غریب لڑکے نے جس کے والدین عیسائیت قبول کر چکے تھے۔ مسجد کے ایک لیکچر میں اقرار کیا کہ پادری صاحبان اس تثلیث کی تبلیغ نہیں کرتے۔ درحقیقت اسے کبھی اس مقدس راز سے آگاہی نہ تھی جب تک کہ امام مسجد ووکنگ نے اسے ان اصولوں سے آگاہ نہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ فوراً اپنے دھرم باپ سے متنفر ہو گیا

(جی وکرز۔ ووکنگ)

(۳)

مکرمی ایڈیٹر صاحب۔

مجھے شہر کے پرانے باشندوں سے معلوم ہوا ہے۔ کہ ریورینڈ جالی کے فقرے "اسلامی ہوا" سے مراد ووکنگ مسلم مشن کے کارکنان سے ہے۔ مجھے اخبار ووکنگ نیوز اینڈ میل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ڈاکٹر موصوف نہایت ہی وسیع القلب انسان ہیں۔ کیا ہی اچھا ہو اگر وہ اپنا زرہ بکتر پہن کر میدان میں نکلیں۔ اور ووکنگ کے مسلمانوں سے بحث مباحثہ کر لیں؟ مجھے یقین ہے کہ ایک تو انہیں اس سے غور و خوض کا موقعہ ملے گا۔ دوسرا اس مباحثہ کی آمدنی ووکنگ ہسپتال کے کام آوے گی۔

(مارس رابرٹ۔ ہارسل)

(۴)

ان خطوط کے اخبار میں چھپنے کے بعد خواجہ نذیر احمد امام مسجد ووکنگ نے ایک چیلنج پادری صاحب موصوف کو ایڈیٹر کی معرفت بھیجا اور درخواست کی کہ وہ جلد جواب دیں۔ لیکن تاحال ان کی طرف سے کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ وہ چیلنج بدیں الفاظ تھا۔

مکرمی ایڈیٹر صاحب "ووکنگ نیوز اینڈ میل"

جناب من مجھے ابھی بتایا گیا ہے کہ ایک بہت دلچسپ خط وکتابت چند ہفتوں سے آپ کے کالموں میں ہو رہی ہے۔ جس میں ہمارے مشن کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ میں ڈاکٹر موصوف کرائسٹ چرچ کے ان قابل ذکر کلمات کے خلاف صدائے احتجاج بلند کروں گا۔ مسٹر مارس رابرٹ کی روش میری رائے میں قابل داد ہے اور میں بخوشی مسٹر جالی کو "الوہیت مسیح" پر مباحثہ کرنے کے لئے دعوت دیتا ہوں۔ چونکہ قرآن مجید پادری صاحب موصوف کے لئے کوئی معیار صداقت نہیں۔ اس لئے میں تجویز کرتا ہوں۔ کہ دونوں طرف سے دلائل کا ماخذ انجیل ہو۔ میں یہاں یہ کہنا بھی بہتر سمجھتا ہوں کہ میں انجیل کو جہاں تک کہ وہ اپنی موجودہ صورت میں خدا کی کتاب کہلانے کی مستحق ہے۔ الہامی کتاب مانتا ہوں۔

میں اس مباحثہ کے آدھے اخراجات دینے کے لئے تیار ہوں یا یکمشت دس پونڈ بھی ادا کرنے کو تیار ہوں۔ علاوہ ازیں پادری صاحب موصوف کو حق ہوگا۔ کہ مباحثہ کی آمدنی کسی مقامی خیراتی کام میں صرف کر دیویں۔ میں مفصلہ ذیل شرائط مباحثہ پیش کرتا ہوں۔

(۱) مباحثہ تحریری ہو اور سوال و جواب نہ ہوں۔ اس سے عقلمند لوگ خود ہی رائے قائم کر سکیں گے۔

(۲) ایک منتظمہ کمیٹی جس میں ہر دو طرفین کے نمائندوں کے علاوہ مختلف مذاہب کے انسان شریک ہوں بنائی جاوے۔

(۳) ٹکٹ داخلہ زیادہ نہ ہو مثلاً ۲ شلنگ ۶ پنس۔

(۴) ووکنگ نیوز اینڈ میل میں کارروائی مباحثہ چھپنی چاہیئے۔

آپ کا خیرخواہ

خواجہ نذیر احمد۔ امام مسجد۔ ووکنگ۔

(۵)

اس کا جواب پادری صاحب موصوف نے امام مسجد ووکنگ کو ذاتی طور پر دیا۔ اور کہا کہ دو تین ہفتہ کے بعد جواب دیں گے۔ چنانچہ امام صاحب موصوف نے دوبارہ ایڈیٹر اخبار کو لکھا کہ جب تک پادری صاحب کا جواب نہ آئے۔ وہ اس معاملہ میں کوئی قدم نہیں بڑھا سکتے۔ چنانچہ پادری صاحب نے ۔ ۔ ۔ ایڈیٹر صاحب موصوف کو لکھا جس میں انہوں نے یہ جواب دیا۔

مکرمی ایڈیٹر صاحب۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جلد ۱۳/۱۷ رجب المرجب ۱۳۴۳ھ، نمبر ۲۸

معیار حق و باطل

(۱)

جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے قلم سے

کسی دوسری جگہ "ایک حق پسند" صاحب کی مراسلت درج کی گئی ہے جس میں مختلف مذاہب کے باہمی اختلافات اور ہر ایک کے اپنے آپ کو ناجی سمجھنے کا ذکر کرتے ہوئے حق و باطل کا معیار دریافت کیا گیا ہے، تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ ان میں سے کونسا مذہب حق ہے۔ اس مراسلت کو درج کرنے سے پیشتر ہم نے جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی خدمت میں بھیجا۔ کہ وہ اس کا جواب لکھ دیں۔ چنانچہ انہوں نے اس مبحث پر ایک طویل الذیل مضمون لکھ کر ارسال فرمایا ہے۔ جس کی پہلی قسط ذیل میں ہدیہ قارئین کرام ہے۔

(ایڈیٹر)

قبل اس کے کہ میں اصل سوال کے متعلق کچھ عرض کروں معترض صاحب کو بتلا دینا چاہتا ہوں کہ اگر کوئی اہلسنت ہونے کا مدعی ہے۔ تو ہم اہل القرآن والسنت ہیں۔ یعنے قرآن اور سنت دونوں کو ضروری سمجھتے ہیں۔ ایک متن ہے تو دوسری اس کی بہترین شرح ہے۔ اسی کا دوسرا نام احدیت ہے۔ ہم نے احدیت کو چھوڑا نہیں۔ بلکہ غلو کرنے والوں سے الگ ہو گئے۔ اب میں اس کے بعد اصل مضمون کو لیتا ہوں۔ معترض صاحب کے اصل سوال سے پہلے جو تمہید ہے۔ اس میں بھی ضمناً کچھ اعتراض پیدا ہو گئے ہیں۔ اس لئے مجھے جواب دینے میں اپنی تحریر کو تین حصوں میں تقسیم کرنا پڑا ہے۔

اول یہ کہ اختلاف مذہب کیوں ہے یہ اختلاف طبائع کا نتیجہ ہے یا اختلاف ارادہ۔

دوم۔ سچے مذہب کا معیار کیا ہے۔

سوم۔ لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی کے ہوتے ہوئے مسلمان اہلسنت کہلانے والوں کا عمل اس پر کیوں نہیں ہے۔

اختلاف مذاہب

انسان کے خیالات اور افعال میں جو اختلاف ہے۔ اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(۱) ایک گروہ ہے جو تقاضائے طبعی ہے۔ یعنے انسان کے طبائع میں اختلاف جس قدر ہوتا ہے اتنا ہی خیالات اور افعال پر اثر پڑتا ہے۔ اس تقاضۂ طبعی کے پیدا کرنے میں تمام وہ چیزیں ممد ہوتی ہیں۔ جو خاندانی۔ قومی۔ آب و ہوا۔ سوسائٹی کے اثر سے فطرت انسانی میں تغیر پیدا کرتی رہتی ہیں۔ اس میں تربیت شامل نہیں۔ بلکہ صرف پیدائش پر اثر ڈالنے والی چیزیں مراد ہیں۔

(۲) دوسرے وہ اختلاف ہے جو انسان اپنی رائے اور ارادہ سے پیدا کرتا ہے۔

اختلاف طبعی

(۱) اختلاف طبعی دنیا کے لئے موجب رحمت ہے۔ اور یہی تمام ترقیات انسانی کی جڑ ہے۔ اس کا اثر خواہ ظاہر ہو یا باطن پر۔ ہر جگہ رحمت اور موجب برکت ہے۔ ظاہری علوم کو لو۔ تو تمام مختلف صنعتیں اور حرفتیں اور سائنس اور علوم کے شعبے انہی اختلاف طبائع کے صدقے میں اس قدر کمالات پر پہنچے ہیں۔ کسی کو علم نباتات کا شوق ہے تو کسی کو علم نباتات کا۔ کسی کو علم حیوانات کا شوق ہے تو کسی کو علم طب کا۔ پھر ان تمام علوم کے مختلف شعبوں میں جدا جدا مختلف مذاق کے لوگ اپنے اپنے میلان اور رجحان طبعی کے مطابق اپنے شوق سے ترقی کرتے اور تجربہ اور سعی سے کمالات کو حاصل کرتے ہیں۔ اگر سب کو ایک ہی شوق ہوتا۔ تو تمام ترقیات مسدود ہو جاتیں۔ بلکہ آپس میں لڑ کر مر جاتے۔ پس ہر ایک کا دائرہ عمل الگ کر کے اس کے مطابق اس کی استعداد اور میلان عطا فرمایا ہے

ہر کسے را بہر کارے ساختند
میلش اندر طبع آں انداختند

اسی استعداد اور اسی میلان طبعی کو معلوم کر کے جب تک بچہ کی تعلیم و تربیت کا انتظام ہو اس وقت تک وہ اپنے فطرتی کمال کو حاصل نہیں کر سکتا۔ اسی طرح علم باطن میں کوئی منقولی اچھا ہے تو کوئی معقولی۔ کوئی فقیہ اچھا ہے تو کوئی محدث عمدہ ہے۔ کوئی مفسر اچھا ہے تو کوئی صوفی اعلیٰ درجہ کا ہے۔ کسی میں عدل کی صفت جلوہ گر ہے۔ تو کوئی رحم مجسم ہے۔ کسی میں زہد و عبادت کا رنگ چوکھا ہے تو کسی میں سخاوت و فیاضی کی شان نظر آتی ہے۔ کوئی شجاعت کے میدان کا شیر ہے۔ تو کوئی عفو اور حلم کی تصویر ہے۔ کسی میں اخلاق جرأت کی صفت نمایاں ہے تو کوئی حیا کی صورت ہے۔ یہ اختلاف طبائع نہ ہوتا تو دنیا میں اخلاق انسانی کے یہ مختلف کمال نظر نہ آتے۔ یہاں تک کہ مختلف زمانوں اور مختلف قوموں کے انبیاء نے بھی اپنے زمانہ اور قومی حالات کے مطابق کسی ایک خلق میں دوسرے اخلاق سے زیادہ نمایاں شان دکھائی ہے۔ کہیں جلالی رنگ نظر آتا ہے تو کہیں جمالی۔ علیٰ ہذا القیاس۔ سوائے حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کے جو جامع کمالات انسانی تھے۔ آپ نے ہر ایک خلق کو اس کے انتہائی کمال پر پہنچا کر تمام زمانوں اور تمام قوموں کے واسطے ایک بہترین نمونہ قائم کر دیا۔ اور اس طرح انک لعلیٰ خلق عظیم اور اسوۂ حسنۃ کا خطاب حضرت رب العزت سے حاصل کیا۔ یہ میں خوش عقیدگی کی بنا پر نہیں کہتا۔ بلکہ یہ واقعات ہیں۔ پڑھ لو اور تمام دنیا کے صاحب اخلاق بزرگوں کا مقابلہ کر لو۔ صاف نظر آ جائے گا۔ کہ ان سب میں سب سے اونچی کرسی کس کی ہے۔ اور جامعیت کبریٰ کا مصداق حقیقی کون ہے۔

الغرض اختلاف طبعی ایک رحمت ہے۔ اسی کے ماتحت ساری ترقیات ظاہری اور باطنی ہیں۔ مگر مذہب کا اختلاف اس اختلاف کی بنا پر نہیں۔ بلکہ مذہب کی بنیاد فطرت کی اس مضبوط چٹان پر ہے جو تمام انسانی طبائع میں مشترک ہے۔

جس طرح ایک انسان کی شکل ظاہری میں اختلاف ہے۔ مگر با ایں ہمہ پیکر انسانی ایک ہی ہے۔ ناک آنکھ۔ چہرہ۔ ہاتھ۔ پاؤں سب انسانوں کے ایک ہی طرح ہیں۔ گو الگ الگ آپس میں اختلاف بھی رکھتے ہیں۔ اسی طرح باطنی صورت بھی سب انسانوں کی ایک ہی ہے اگرچہ آپس میں ظاہری شکل کی طرح اختلاف بھی ہے۔ اسی لئے علم طب نے ظاہری شکل و صورت کے لئے جو اصول صحت و تندرستی کے تجویز کئے۔ وہ کل نوع انسان کے لئے ایک ہی کئے۔ ہر ایک آدمی کے لئے الگ الگ نہیں کئے۔ اسی طرح علم روحانی یعنے مذہب کے اصول بھی ایک ہی ہونے چاہئیں۔ خواہ وہ کسی قوم کے لئے ہوں۔ اپنی اپنی قومی خصوصیات کے ماتحت خواہ کچھ فروعی اختلافات ہوں مگر اصول ایک ہی ہونے چاہئیں۔ اور جو عالمگیر مذہب ہو گا۔ وہ ان سب خصوصیات قومی کو بھی مدنظر رکھ کر انہیں کسی قاعدے کے ماتحت مشترک کرے گا۔ پس ظاہر ہے کہ خدائی مذہب تو ایک ہی ہونا چاہئے۔ پھر یہ اختلاف جو مذاہب میں نظر آتا ہے۔ وہ اختلاف طبعی کی بنا پر تو نہیں ہو سکتا۔ تو ضرور ہے کہ اس کی بنا اختلاف ارادی پر ہو۔

اختلاف ارادی

دوم۔ اختلاف ارادی یعنی وہ اختلاف جس میں انسان کی مرضی کو دخل ہے۔ اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(۱) وہ اختلاف جو بوجہ جہل یعنے لاعلمی کے پیدا ہوتا ہے یعنے جبکہ کسی امر کی نسبت علم صحیح نہیں ہوتا۔ تو غلط علم کی بنا پر یا لاعلمی کی وجہ سے اختلاف آراء واقع ہو جاتا ہے۔ یہ بھی ظاہر یا باطن ہر جگہ حاوی ہے مثلاً زمین کی حرکت اور سکون کے متعلق اختلاف غلط علم کی وجہ سے ہو سکتا ہے۔ یا علم ہیئت کے بعض مسائل میں اختلاف لاعلمی کی وجہ سے ہو سکتا ہے۔ لاعلمی سے ریاضی کے اشغال میں بھی غلط لگا کر اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ علم طب میں یونانی اور انگریزی میں ایلوپیتھک اور ہومیوپیتھک ڈاکٹری میں غلط علم یا لاعلمی کی وجہ سے سخت اختلاف نظر آتا ہے۔ مختلف فلاسفر اور ڈاکٹر بعض دفعہ آپس میں سخت مختلف الرائے ہو جاتے ہیں۔ اور اس کی وجہ یہی کسی امر کی نسبت لاعلمی یا غلط علم ہوتا ہے۔ اسی طرح علم باطن میں قرآن کریم کی ایک مثال بیان کرتا ہوں۔ اور وہ آدم کی خلافت اور استعداد باطنی و ظاہری پر ملائکہ کا اختلاف تھا۔ آدم کے متضاد قویٰ اور جذبات کو دیکھ کر ان کو یہ اندیشہ ہوا۔ کہ یہ زمین میں فساد اور خونریزی کا موجب ہو گا۔ اور یہ اختلاف بوجہ لاعلمی کے تھا۔ جیسا کہ جناب الٰہی سے ارشاد ہوا۔ کہ انی اعلم ما لا تعلمون ۔ یعنے بے شک میں علم رکھتا ہوں۔ اور تم نہیں رکھتے۔ مگر یاد رہے کہ یہ اختلاف اسی وقت تک رہتا ہے۔ جب تک کہ صحیح علم نہیں ملتا۔ اختلاف کرنے والوں میں یا تو سب غلط علم پر ہوتے ہیں۔ اور یا ان میں سے ایک صحیح ہوتا ہے۔ جب مزید تعلیم اور تحقیقات اور تجربہ صحیح علم کو بدیہی اور مشہود کر دیتا ہے تو پھر وہ غلط علم رکھنے والے اپنی غلطی کو تسلیم کر کے حق کے ساتھ متفق ہو جاتے ہیں۔ اور اپنی ہوائے نفس کو چھوڑ کر صحیح علم لانے والے کے آگے سر تسلیم خم کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ ملائکہ نے آدم کے علم و فضل اور کمالات کو دیکھ کر اپنی غلطی کو تسلیم کر لیا۔ اور صاف اقرار کر لیا۔ کہ لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم۔ کہ ہم کو علم نہیں مگر وہی جو تو نے ہمیں سکھایا۔ اور بے شک تو ہی کامل علم اور کامل حکمت والا ہے۔ یہی تمام ترقیات کی جڑ ہے۔ کہ انسان کو اگر صحیح علم مل جائے۔ تو وہ اپنے غلط علم کو چھوڑ کر صحیح کو قبول کر لے یورپ کی علمی ترقی اسی پر مبنی ہے۔ انسان کی روحانی ترقی اسی اصول پر منحصر ہے یہ وہ صفت ہے۔ جو ملکوتی ہے۔ جس پر عمل کرنے والا ملائکہ کے مقام پر کھڑا ہوتا ہے۔ مگر جب صحیح علم آ جائے۔ تو اس کے بعد بھی جو اختلاف کرے۔ تو وہ اختلاف کی دوسری قسم ہے۔ جو آگے آتی ہے۔

(ب) وہ اختلاف جو صحیح علم کے آ جانے کے باوجود انسان کرتا رہتا ہے۔ اس کی بنا کبر ہے۔ حق اپنے اندر ایسی صفائی رکھتا ہے، اور وہ پیچیدگیوں سے ایسا مبرا ہوتا ہے۔ کہ صحیح عقل کا انسان فوراً اپنے دماغ کے میزان میں اسے جانچ لیتا ہے۔ انزل الکتب بالحق والمیزان میں یہ اشارہ موجود ہے۔ صحیح علم کے باوجود پھر اس سے منہ پھیرنا اور قبول نہ کرنا درحقیقت کسی کبر نفس پر مبنی ہوتا ہے۔ یا تو انسان اپنے علم کو اس قدر بلند اور غلطی سے پاک اور دوسرے کے علم کو اس قدر حقیر سمجھتا ہے، کہ اس کی طرف توجہ ہی نہیں کرتا۔ اور فمن معرضون یعنے اعراض کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ اور یا اگر توجہ کرتا ہے۔ تو چونکہ وہ بما لا تھوی انفسکم کے ماتحت اس کے ہوائے نفس کے خلاف ہوتا ہے۔ اس لئے وہ اسے قبول کرنا پسند نہیں کرتا۔ اور اس طرح بغی کا مرتکب ہوتا ہے۔ یہ کبر نفس خواہ اس شکل میں ہو۔ کہ وہ اپنے آپ کو اتنا بڑا عالم یا اتنا بڑا دانا سمجھتا ہو۔ کہ دوسرے کے علم کو قبول کرنا باعث ہتک خیال کرتا ہے۔ یا اپنی قومیت یا خاندان اور شرافت یا بزرگی کو کہنے والے کے مقابل میں اس قدر بلند سمجھتا ہو۔ کہ اس آدمی کی بات کو خواہ وہ حق ہو قبول کرنا اپنے لئے موجب ننگ و عار سمجھتا ہے۔ یا وہ اپنے تئیں اس قدر مقتدر سمجھتا ہو۔ کہ اپنی خواہشات کے خلاف دوسرے کے علم اور ہدایت کو ہیچ اور ذلیل سمجھتا ہے۔ بہرحال صحیح علم کا انکار اور اس سے اعراض تکبر کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اور یہ وہ مقام ہے۔ جو شیطانی ہے۔ آدم کی عظمت و مرتبت کا صحیح علم رکھتے ہوئے ابلیس نے اختلاف کیا۔ اور اس کے آگے سر تسلیم خم کرنے سے انکار کیا۔ ابیٰ و استکبر و کان من الکفرین ۔ یعنے انکار کیا اور تکبر کیا۔ اور کافروں میں سے ہو گیا۔ یعنے اس کے قویٰ جن کمالات کو حاصل کر سکتے تھے۔ ان کو دبا دینے والوں میں سے ہو گیا۔ پس یہ وہ مقام ہے جو ابلیس کا ہے۔ دیکھ لو۔ آدم کی خلافت پر معترض دو ہستیاں ہوئیں۔ ایک نے لاعلمی کی وجہ سے اختلاف کیا۔ مگر صحیح علم مل جانے پر اپنے اختلاف کو چھوڑ کر حق کو قبول کر لیا وہ ملائکہ کہلائے۔ دوسرے نے صحیح علم رکھنے کے باوجود اختلاف کیا۔ اور اس پر اصرار کیا۔ جس کی وجہ سے وہ لعنتی ٹھیرا اور شیطان کہلایا۔

یہی حال مذہب میں ہے۔ انسان کی خلافت اور کمال درحقیقت ان تمام متضاد جذبات کو صحیح طور پر استعمال کرنے سے ہے۔ جو اس کے اندر اللہ تعالےٰ نے ودیعت کر دیئے ہیں۔ پس جس طرح اللہ تعالےٰ ہر ایک چیز کو الذی خلق فسوی ۔ والذی قدر فھدی کے ماتحت پیدا کرتا ہے۔ اور اس کو اس کے مقصد پیدائش کے مطابق ٹھیک ٹھاک اور خوب بناتا ہے۔ اور اسی کے مطابق اندازہ کر کے پھر اس کو ان راہوں پر چلا دیتا ہے۔ جس سے وہ اپنی پیدائش کی

غائیت کو حاصل کرے۔ اور اپنے کمال کو پالے۔ اسی طرح انسان کو پیدا کر کے اُسے ٹھیک ٹھاک بنا کر اس کی پیدائش کی غرض کو اندازہ کر کے اس کے مطابق اُسے قویٰ عنایت فرمائے۔ اور اسے ہدایت بھی عطا فرمائی۔ انسان کے قویٰ کے دو حصے ہیں۔ ایک تو وہ جو اس کے ارادہ سے باہر کام کرتے رہتے ہیں۔ اور دوسرے وہ جو اس کے ارادہ کے ماتحت کام کرتے ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ قویٰ کے اس حصہ کو جو اس کے اختیار سے باہر تھا جب صحیح طور پر چلنا سکھا دیا۔ یعنے انسان کے جسم کے تمام قویٰ جو اس کے ارادہ سے باہر ہیں۔ خود بخود چلتے اور اپنا کام ٹھیک طور پورا کرتے ہیں۔ تو انسان کے وجود کے اس حصہ کو ہدایت کیوں نہ دی جاتی۔ جو انسان کے ارادہ کے ماتحت کام کرتا ہے جو اس میں ہدایت اگر کوئی دی جا سکتی ہے۔ تو انسان کے ارادہ کو صحیح راہ پر چلنے کی دی جا سکتی ہے، اور یہی وہ صحیح علم ہے جو خدا کی طرف سے جب بندوں کو عطا ہوتا ہے، تو وحی آلہی کہلاتا ہے تو گویا وحی آلہی انسانی لاعلمی کو دور کرنے یا کمی علم کو پورا کرنے یا غلط علم کی اصلاح کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ الم۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ۔ کہ میں ہوں اللہ سب سے بڑھکر صحیح اور کامل علم رکھنے والا۔ اس لئے یہ کتاب وہ ہے جس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ بلکہ قطعی اور یقینی علم سکھاتی ہے۔ جو تقوے پر چلنے والوں کیلئے ہدایت ہے۔

الغرض انسانی لاعلمی یا کمی علم یا غلط علم کا علاج علم آلہی سے ہوتا ہے۔ جسے وحی آلہی یا کتاب آلہی کہا جاتا ہے، پس ضروری تھا کہ علم آلہی کے سامنے انسان اپنے علم کو چھوڑ دیتا تا سب اختلاف مٹ جاتے، جیسا کہ خود قرآن کریم نے بار بار فرمایا ہے۔ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ۔ کہ ہم نے انبیا کے ساتھ کتابیں اتاریں۔ جو حق یعنے صحیح علم پر مشتمل تھیں۔ تا کہ لوگوں کے اختلاف کا فیصلہ کر دے۔ لیکن اگر ایک حصہ انسانی نے مقام ملائکہ کو حاصل کیا۔ اور صحیح علم کا انکار اس کے آجانے کے بعد کیا جیسا کہ خود قرآن کریم نے فرمایا۔ کہ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ۔ اور نہیں اختلاف کیا اس کتاب یعنے علم آلہی کے متعلق مگر انہوں نے جن کی مدد کے لئے وہ علم بھیجا گیا تھا۔ اور یہ اختلاف بیّنات اور علم آجانے کے باوجود اپنی باہمی ضد اور سرکشی سے کیا۔

اب صاف نظر آگیا۔ کہ دنیا میں اختلاف مذہبی دو امور پر مبنی ہیں۔ ایک تو لاعلمی کی بنا پر ہے۔ اس کا علاج صحیح علم پہنچا دینا ہے۔ اور اس لئے تبلیغ نہایت ضروری چیز ہے۔ جیسا کہ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ اور تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ کا ارشاد خود قرآن کریم میں موجود ہے۔ دوسری بنا اختلاف کی کبر ہے۔ جو مذکورہ بالا تفصیلات میں سے خواہ کسی رنگ اور شان میں جلوہ گر ہو۔ مگر بقول اسے

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش
من انداز قدت را مے شناسم

ہے وہی کبر جو ابلیس کے تنزل اور زوال اور لعنت وہلاکت کا موجب ہوا۔ یہ چونکہ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ کے ماتحت ضد اور سرکشی اور ہوائے نفس اور دوسرے کی تحقیر کا رنگ اپنے اندر رکھتا ہے، اس لئے اس کا مٹنا ناممکن ہے۔ اس کے مٹنے کا دن تو قیامت کا دن ہے۔ جس دن مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ کے ماتحت خود ہی محاکمہ اور فیصلہ کرے گا۔ اور ضد اور سرکشی کا خاتمہ ہو جائے گا۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور
معاصر مسلم اوٹ لک کی رائے

معاصر "مسلم اوٹ لک" نے اپنی ۴ فروری کی اشاعت میں، Practical work (عملی کام) کے عنوان سے ایک افتتاحیہ لکھا ہے جس میں لاہور کی دو تین انجمنوں کے کاموں پر تبصرہ کرتے ہوئے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:۔

"اس کے علاوہ ایک اور انجمن جو نہایت اعلیٰ پیمانہ پر سرگرمی کے ساتھ کام کر رہی ہے۔ انجمن اشاعت اسلام ہے جس سے جماعت احمدیہ کا لاہوری فریق وابستہ ہے۔ ہم یہ بتا دینا چاہتے ہیں۔ کہ جمعیت العلمائے ہند کے بہت سے اراکین اس انجمن کو راسخ العقیدہ مسلمانوں میں شمار نہیں کرتے۔ اور اس لئے اسے چنداں ہمدردی اور تائید کی بھی مستحق نہیں سمجھتے۔ لیکن ہمارے علم میں کبھی ایسا نہیں ہوا۔ کہ جمعیت العلما کے ریزولیوشنوں سے کوئی ایک ہی غیر مسلم اسلام کے اندر آگیا ہو۔ حالانکہ دوسری طرف قرآن کریم کا وہ شاندار ترجمہ جو انجمن اشاعت اسلام کے پریزیڈنٹ نے تیار اور شائع کیا ہے۔ ہمارے ناقص تجربہ میں بہت سے نقاد غیر مسلموں اور دہریوں کے لئے اسلام کے دروازہ کو کھول دینے کا موجب ہوا ہے مسلمان یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اسلام نہ کبھی بنوک شمشیر پھیلایا گیا۔ اور نہ پھیلایا جائے گا۔ اس لئے اگر اسلام کو کل دنیا میں پھیلنا ہے۔ تو معقول دلائل۔ اور کھلی کھلی صداقت کی عام اشاعت اور پروپاگنڈا ہی زیادہ مفید ہو سکتا ہے۔ اور ایسا پروپاگنڈا جو تمام فرقی تفریقات سے علیحدہ ہو۔ انجمن اشاعت اسلام کے کارکنوں کی طرف سے ہر روز یورپ میں جاری ہے۔ انگلستان میں اب انگریزوں کے اندر ایک ہزار سے زائد نومسلمین موجود ہیں۔ اور یہ نومسلمین سب کے سب تعلیم یافتہ اور شائستہ مرد اور عورتیں ہیں۔ ہم جرأت کے ساتھ کہہ سکتے ہیں۔ کہ اسلام کو انگریزوں کے لئے جو عملی لوگ ہیں۔ ایک زبردست اپیل بننا چاہیئے۔ اور یقیناً ایک نہ ایک دن یہ اپیل ناقابل روک ہو جائے گی۔ انگریزوں اور ان کے ہمسایہ بھائی جرمنوں کی فطرت اور کیرکٹر انہیں طبعاً مسلمان بنانے والا ہے۔ اور ووکنگ۔ لنڈن اور برلن کے اسلامی مرکز ہم "مشن" کے لفظ کو ناپسند کرتے ہیں۔ کیونکہ اس کا مفہوم منافقت کے ہم معنی ہے۔ اس بات کے نشان ہیں۔ کہ سچی جمہوریت اور آلہی بادشاہت کی صداقت کے آگے مغرب فتح ہونا شروع ہو گیا ہے یہ تمام مرکز انجمن اشاعت اسلام کی طرف سے قائم ہیں اور یہ انجمن کے ان کارکنوں کی جو مغرب میں کام کر رہے ہیں۔ بے نفسی اور خالص اسلامی جذبات کی بدولت ہے کہ وہ فرقی تعلیمات کی اشاعت نہیں کرتے بلکہ محض اس اسلام کو پھیلاتے ہیں جس کی تعلیم قرآن کریم نے دی ہے۔ فی الحقیقت یہ انجمن اس زمانہ میں دین کے لئے ایسا مفید کام کر رہی ہے۔ کہ بہت سی دیگر جماعتوں اور انجمنوں نے اس کا ابھی ارادہ بھی نہیں کیا۔ اور ہمارے ان قارئین کا جو احمدی معتقدات کے قائل نہیں یہ فرض ہے۔ کہ وہ ہندوستان کی دیگر بہت سی جمعیتوں سے بڑھ کر اس انجمن کی کوششوں پر انصافاً فخر ومباہات کا اظہار کریں۔ اور فی الحقیقت دین اسلام کا وہ پروپاگنڈا جو یہ انجمن اپنے یورپین مرکزوں۔ اپنی فاضلانہ تصنیفات اور اپنے شعبہ تصنیف واشاعت کی قابلانہ ادارت کے ذریعہ سے کر رہی ہے۔ اس قابل ہے کہ تمام مسلمان جو ان اسلامی کوششوں میں اعانت کی توفیق رکھتے ہیں گرمجوشی کے ساتھ اس کی امداد کریں۔

ہم اپنے لائق معاصر کے ان پاکیزہ خیالات کے لئے اس کا دلی شکریہ ادا کرتے ہیں۔ فی الحقیقت اس زمانہ میں اگر کوئی چیز سب سے زیادہ گراں اور نایاب ہے۔ تو وہ دوسروں کی جنہیں ہم سے اختلاف ہے حسن خدمات کا اعتراف ہے۔

افسوس ہے کہ مسلمان آج اس سنت سے علی العموم عاری ہیں۔ اور وہ اپنے فرقی تنازعات کی وجہ سے ایک دوسرے کے نیک کاموں اور حسن خدمات کا اعتراف بھی گوارہ نہیں کرتے چہ جائیکہ ان میں امداد دے سکیں۔ مولانا داؤد امپین ایڈیٹر مسلم اوٹ لک ان انگریز نومسلمین میں سے ہیں۔ جو مغرب میں اشاعت اسلام کی اہمیت کو خوب سمجھتے ہیں جمعیت العلما اور دوسری اسلامی انجمنوں کو ان کے مندرجہ بالا الفاظ سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ اور دیکھنا چاہیئے۔ کہ جن لوگوں کو وہ کافر اور مرتد سمجھ رہے ہیں۔ اسلام کو ان کی خدمات کی کس قدر ضرورت ہے۔ اور ان کا مفروضہ کفر وارتداد اسلام کے لئے کس قدر مفید ثابت ہو رہا ہے۔ یہ خیال غلط ہے کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی فرقی تعلیمات قرآنی تعلیمات سے الگ ہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ جن خیالات کو لوگوں نے فرقی تعلیمات سمجھ رکھا ہے وہی عین قرآن اور اسلام ہیں۔ ان کو فرقی تعلیمات کہنا صحیح نہیں کیونکہ ہمارے نزدیک اسلام میں کوئی فرقہ نہیں۔ صرف چند فروعی باتیں ہیں۔ جن پر اختلاف رائے ہونے کی وجہ سے بعض تنگ دل اور متشدد مسلمان ایک دوسرے کو کافر قرار دیتے ہیں حالانکہ اصول میں سب کا اتفاق اور اتحاد ہے۔

آخر میں ہم پھر اپنے لائق معاصر کا دلی شکریہ ادا کرتے ہوئے یہ امید کرتے ہیں کہ اس کے خیالات عامۃ المسلمین کے بغض وتعصب کو دور کرنے اور حقیقت الامر کو پہچاننے کا موجب ہوں گے۔

ثنائی خنازیر

۶۔ فروری کے "اہلحدیث" میں "کیا مرزائی خنازیر ابھی زندہ ہیں" ایک مضمون مولوی ثناء اللہ نے لکھا ہے۔ اور اس میں بڑی خوشی کے ساتھ اس بات کا اظہار کیا ہے۔ کہ عیسائی پادری ابھی تک اسلام کا اسلام سر کچلنے کے لئے موجود ہیں۔ اور مرزا صاحب ان کو قتل نہیں کر سکے۔ ہم حیران ہیں کہ مولوی ثناء اللہ نے کب سے سیحیت کا بپتسمہ لیا ہے کہ انہیں پادریوں کی زندگی سے خوشی ہوئی۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کے اس دعوے کو کہ اسلام دلائل قاطعہ کے ساتھ مسیحیت پر غالب آجائے گا۔ انہوں نے غلط ٹھیرانے کی کوشش کی ہے۔ آخر تم ہی بتاؤ کہ کیا مسیحیت کا اثر آج مسلمانوں پر اسی قسم کا ہے جیسے مسیح موعودؑ کی بعثت سے پہلے تھا؟ کیا آج خود عیسائی ممالک حضرت مسیح موعود کے اثر سے اسلام کی طرف نہیں آرہے؟ اس سے بڑھ کر قتل خنزیر اور کیا ہوگا کہ خود بڑے بڑے انگلستان کے بڑے بڑے پادری الوہیت مسیح سے انکار کر چکے ہیں۔

ہاں اگر زندگی اس بات کا نام ہے۔ کہ کوئی شخص اپنے مد سے میاں مٹھو بنتا ہے۔ جیسا کہ مولوی ثناء اللہ نے "دو تختہ" کے حوالہ سے ثابت کرنا چاہا ہے۔ تو پھر ان کا مفروضہ مسیح آسمان سے اتر کر جنگلی سؤروں کو مارے تو مارے اسلام کو غالب نہیں کر سکتا اور نہ ثنائی خنازیر کو مٹا سکتا ہے۔ کہ ان کا وجود قیامت تک رہنا ضروری ہے۔

تو کار زمین را نکو ساختی

جمعیت العلما اور جمعیت تبلیغ الاسلام سیام میں ایک وفد بھیجنے کیلئے اپیل پر اپیل کر رہی ہیں تا کہ اس خبر کے متعلق کہ وہاں پانچ لاکھ مسلمانوں کو جبراً بدھ مذہب میں داخل کر لیا گیا ہے۔ تحقیقات کرے۔ ہمیں سمجھ نہیں آتا۔ کہ ان ہر دو جمعیتوں کے وفد سیام میں جا کر کیا کر لیں گے جبکہ خود ہندوستان لہ دہلی اور آگرہ کے عین پڑوس میں وہ چار لاکھ مسلم راجپوتوں کو کفر وارتداد سے بچا نہیں سکے۔

ہم ان ہر دو جمعیتوں سے دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ دیانند شتابدی کے موقع پر جو عظیم الشان جلسہ متھرا میں آریہ سماج کی طرف سے ہونے والا ہے اور اس میں ملکانوں اور دیگر ناواقف مسلمانوں کو مرتد بنانے کے جو سامان بہم پہنچائے گئے ہیں ان کا کیا تدارک انہوں نے کیا ہے۔ آج تک اس کا کوئی اعلان ان کی طرف سے نہیں ہوا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس سے بالکل غافل ہیں۔ ایسی حالت میں سیام میں وفد بھیجنا بھی چند دن کی شوریدہ سری سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا

تو کار زمین را نکو ساختی
کہ با آسمان نیز پرداختی

بقیہ صفحہ کالم ۲

جو کہ نمائش گاہ میں تھی۔ امام مسجد ووکنگ سے ان کی ملاقات ہوئی مسٹر رائٹ نے اسلام میں خاص دلچسپی کا اظہار کیا۔ چنانچہ آپ عید الاضحیٰ کے موقعہ پر خواجہ نذیر احمد صاحب کی دعوت پر مسجد میں تشریف لے آئے۔ آپ سے ان کے امریکہ چلے جانے کے بعد بھی اسلام کے متعلق خط وکتابت جاری رہی۔ خدا کے فضل سے انہیں نور ہدایت نصیب ہوا۔ اور انہوں نے پچھلے ہفتہ کی ڈاک میں ہمیں قبول اسلام کی خوشخبری سنائی۔ یہ سب اللہ تعالےٰ کے افضال ہیں۔ الحمد للہ۔ خدا کسار عبد الرحمٰن خان امام مسجد ووکنگ

بقیہ صفحہ اول

اور میں یہ سن کر بہت ہی حیران ہوا کہ "اسلم ہوا" کی سرخی سے نیچے میرا نام شائع ہوتا رہا ہے۔ میں لفظی جنگ میں شامل ہونے کا خواہشمند نہیں ہوں۔ مسجد ووکنگ کی طرف اشارے سے میری مراد اس کی روزافزوں ترقی تھی۔ اس مسئلہ پر میں تمام خط و کتابت ایک ایسے دوست کو بھیجتا ہوں جس نے اس معاملہ کا خاص مطالعہ کیا ہے۔ اور جو آپ کو عنقریب ایک چٹھی لکھیں گے۔

خیرخواہ۔ آر۔ بی۔ جالی۔

(۶)

چنانچہ پادری صاحب موصوف کے دوست پادری شانٹن نے حسب ذیل خط لکھا:۔

کرمی ایڈیٹر صاحب ووکنگ نیوز اینڈ میل۔

جناب من۔ کرائسٹ چرچ ووکنگ کے پادری صاحب نے میری توجہ اس خط و کتابت کی طرف مبذول کی ہے۔ جو آپ کے کالموں میں "اسلامی ہوا" کے عنوان سے چند ہفتوں سے شائع ہوتی رہی ہے۔ مجھے ووکنگ مشن کے حالات اچھی طرح سے معلوم ہیں۔ اس لئے میں یہ چند سطور ارسال خدمت کرتا ہوں۔ میری رائے میں لفظ "اسلامی ہوا" کا پادری صاحب نے غیر مناسب استعمال کیا ہے۔ اور اس کی وجہ میری رائے میں دو ہیں۔ اول۔ اس سے مراد یہ ہوگی۔ کہ ووکنگ کا اسلامی پروپیگنڈہ عیسائیوں کے لئے خطرناک ہے۔ حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے، ووکنگ مسلم مشن والے رواجی اسلام کے برخلاف خدا کی ابوت اور اخوت انسانی، مذہبی رواداری، تواحد ازدواج اور بہشت کی روحانی برکات، اسلام کے نمایاں پہلو بتاتے ہیں۔ یہ سب کے سب عیسائی نصب العین ہیں جو کہ رواجی اسلام قبول نہیں کرتا۔ لفظ "ہوا" کے استعمال سے دوسری مراد یہ بھی ہو سکتی ہے۔ کہ مسلمان عیسائیوں کے دشمن جری ہیں۔ اور ہم عیسائی لوگ ان کا اختلاط دیکھنا چاہتے ہیں یہ بھی غلط ہے۔ . . . . ہم عموماً ایک دوسرے کو یہ کہتے ہیں۔ کہ کاش ہم عیسٰے کی پیروی کرتے۔ کیا اینسلک کبھی مسلمان نے یہ بھی کہا ہے۔ کہ کاش ہم محمدؐ کی پیروی کرتے۔ انسانیت کے لئے یہ نقصان عظیم ہوگا۔ اگر اول الذکر نصب العین کو مؤخر الذکر سے تبدیل کر دیا جائے۔

خواجہ نذیر احمد صاحب کی تجویز بحث و مباحثہ کے متعلق میری یہ عرض ہے کہ مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ ان کے والد بزرگوار خواجہ کمال الدین صاحب جو کہ مشن کے بانی ہیں، بحث و مباحثہ کو بنظر استحسان نہیں دیکھتے۔ نیز یہ کہ اس مسئلہ پر ہماری بہت سی کتب چھپ چکی ہیں۔ (یہاں پادری صاحب نے چند کتابوں کے نام اور ان کی قیمتیں درج فرمائی ہیں)

آپ کا خیرخواہ

ایچ۔ یو۔ وائٹ برخت شانٹن۔ ڈی۔ ڈی۔

(۷)

اس کا جواب خواجہ نذیر احمد صاحب نے مفصلہ ذیل دیا۔

کرمی ایڈیٹر صاحب۔

جناب من۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ میری اس چٹھی کو اپنے اخبار میں جگہ دے کر ممنون فرمائیں گے۔

ریورینڈ آر۔ بی۔ جالی کے خط سے جو کہ آپ کے اخبار مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۹۲۲ء میں شائع ہوا ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اگرچہ وہ زخمی کرنے کے بہت مشتاق تھے۔ مگر ضرب پہنچانے سے گھبراتے بھی تھے۔ اگر وہ "اسلم ہوا" کی تاب نہ رکھتے تھے۔ تو کیا یہ بہتر نہ تھا۔ کہ وہ اس ترقی کو روکتے۔ کیا وہ ایسا کرنے کی جرأت کریں گے؟ ہرگز نہیں! بہرحال تبادلہ افکار . . . کہ وہ ایک ایسے دوست کی کہ جس نے اس معاملہ کا خاص مطالعہ کیا ہے" پناہ لیں۔

میری رائے میں ڈاکٹر شانٹن نے اس معاملہ پر کسی قسم کی نئی روشنی نہیں ڈالی۔ وہ عیسائیت اور احتیاط کو مترادف الفاظ سمجھتے ہیں۔ اور ان کی عقل ان کو یہی سکھلاتی ہے۔ کہ وہ کوئی جنبش نہ کریں، سوائے چند ایک بے بنیاد دعووں کے انہوں نے کچھ نہیں کہا۔ وہ عیسائیت کے چار پہلو پیش کرتے ہیں جن کو ان کے خیال میں اسلام نے نقل کیا ہے۔ وھو ھذا!

(۱) خدا کی ابوت اور اخوت انسانی۔ اس کے جواب میں میں ایک عیسائی سند پیش کرتا ہوں۔

اسلامی اور قدیمی اسرائیلیوں کی اخوت ایک بہت بھاری بات ہے۔ برعکس اس کے عیسائی ممالک میں یہ ایک فقرہ ہے

معنی ہے" (انسائیکلوپیڈیا ببلیکا جلد چہارم کالم ۴۸۵۶)

(۲) مذہبی رواداری۔ میرا جواب ان کے متعلق جنگ صلیبی اور (. . .) ہیں جو عیسائیت کے ساتھ خاص تعلق رکھتے ہیں۔

(۳) تواحد ازدواج۔ حضرت عیسٰے علیہ السلام اور پولوس کا نصب العین تجرد تھا۔ لیکن پولوس کا حضرات پادری کو زوجہ و ترویج کرنا جس کا انجیل میں ذکر ہے۔ ان لوگوں کے لئے جو تدبر کریں۔ بہت بڑے گہرے معنی رکھتی ہے۔

(۴) بہشت کی روحانی برکات۔ بہشت کے متعلق اسلامی تصویر یہ ہے۔ کہ وہ ہمارے اعمال کا نتیجہ ہے۔ اور اس دنیا سے شروع ہو کر حیات بعد الموت میں جاری رہتی ہے۔ لیکن برعکس اس کے عیسائی تصور مجتہدان صلیب کی نقطہ نگاہ سے مخلوق خدا کا سواد اعظم یعنی غیر عیسائیوں کو ان تمام نعمتوں سے محروم ٹھیراتا ہے۔

میری تجویز مباحثہ کے جواب میں ڈاکٹر شانٹن صاحب نے میرے والد بزرگوار کے ایک فرضی اعتراض کا ذکر کیا ہے۔ . . . سے وہ تمام مباحثہ سے گریز کر گئے ہیں۔ تو مجھے یہ پڑھکر خوشی حاصل ہوئی ہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف میرے والد بزرگوار کو اپنے لئے کامل نمونہ سمجھتے ہیں۔ اور خصوصاً جب انہیں اپنا الوسید حامہ تا نظر آئے۔ تو ان کے نقش قدم پر چلنے کے لئے تیار ہیں۔

میں اپنی کتابوں کا آپ کے کالموں میں بغیر اجرت اشتہار دے کر آپ کی مہربانی کا ناجائز فائدہ اٹھانا نہیں چاہتا۔

آپ کا خیرخواہ

خواجہ نذیر احمد۔ امام مسجد۔ ووکنگ۔

جامعہ ملیہ علیگڈھ کا دم واپسیں

(شیخ محمد دین جان صاحب بی اے ایل ایل بی کے قلم سے)

(۱)

ایک مدت ہوئی۔ جامعہ ملیہ علیگڈھ کے نام سے مسلم غیر مانوس ہو چلے۔ اس لئے اس کا ذکر کرنے سے قبل ضروری معلوم ہوا کہ تباہ اسلام سے اس کا پھر سے تعارف کرانے کا دردناک فرض ہم ادا کیا جائے۔ مبادا اہل اسلام کو وہ یاد ہی نہ آسکے۔

(۲)

جامعہ ملیہ علیگڈھ تعلیمی عدم تعاون کی بدنصیب تحریک کا وہ بدنصیب بچہ ہے۔ جس کو جناب محمد علی شوکت علی وغیرہ ہم نے گاندھی مہاراج کے اشارہ پر مسلمانوں کو قوم پرستی ڈھالنے کے لئے قائم کیا۔ اور جس کو علی برادران اور ان کے ہمنوا ہندوستان بھر کے تینوں اسلامی کالجوں کی راکھ پر کھڑا کرنا چاہتے تھے۔ جیسے عین علیگڈھ میں اس لئے بنایا گیا۔ کہ سرسید کے پاک ہاتھوں کے بنا کردہ کام کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے جس کے ذریعہ پنجاب کے واحد اسلامیہ کالج کی ہستی پر کاری ضرب لگائی گئی۔ اور جس کو آباد کرنے کی خاطر بعید سرحدی صوبہ کے اسلامیہ کالج کے طلباء کو ورغلایا گیا غرضکہ یہ وہ درسگاہ ہے یا آہ! بھٹی جس نے لاتعداد مسلم نونہالوں کی زندگیوں کو جھلس دیا۔

(۳)

اس درسگاہ کے پہلے پرنسپل جناب محمد علی تھے۔ . . . .

. . . .

جناب محمد علی کی انگریزی دانی مسلمہ ہے۔ اس کی وجہ سے انہوں نے کامریڈ کی حیات اول کے زمانہ میں مسلمانوں کے انگریزی داں طبقہ خصوصاً نوجوانوں کے دلوں میں جگہ بنالی "مقدونیہ میں آؤ۔ اور ہماری مدد کرو" اور "ترک کا انتخاب" ہر دو مشہور مضامین جہاں جناب محمد علی کے لئے بہت سی ابتلاؤں کا باعث ہوئے۔ وہاں انہوں نے جناب محمد علی کی روزافزوں شہرت میں بھی چار چاند لگا دیئے۔ اور اہل اسلام کے دلوں میں ان کی محبت اور اعتماد کا فراواں ذخیرہ جمع ہو گیا۔ اس لئے جب جامعہ ملیہ علیگڈھ کا اعلان ان کے ہردلعزیز نام کی نسبت سے ہوا۔ تو ہمارے کالجوں کے گرم خون طلباء نے بڑے خلوص اور زور سے اسے لبیک کہا۔ اور جامعہ مذکور کا وہ چرچا اور رونق ہوئی۔ کہ ہندوستان میں دوسرے الازھر کے قیام کی امید اور اندیشہ پیدا ہو گیا۔

(۴)

لیکن جناب محمد علی کی سیمابی طبیعت سے اس ذمہ واری کے احساس کو جو ان کے دل میں اتنی زندگیوں کو بے راہ کرنے اور ان کو کسی نہ کسی منزل تک پہنچانے کے متعلق ہونی چاہیئے تھی۔ چند دنوں میں زائل کر کے ان کو دوبارہ جیل میں پہنچا دیا۔ اور جامعہ ملیہ کی کشتی موافق و مخالف ہواؤں کی تھپکیوں اور تھپیڑوں کی آماجگاہ بنی رہی۔ اس لئے اس کا ہر قدم تدریجاً روبہ انحطاط پیتا رہا۔

(۵)

جیل سے باہر آنے پر جناب محمد علی کا فرض اولین تھا۔ کہ وہ جامعہ کی خبر لیتے۔ اور ان بدنصیب ہستیوں سے جنہوں نے محض ان کی ساحرانہ آواز پر ایک ناپیدا کنار بیابان میں قدم رکھ دیا تھا۔ پوچھتے کہ تم کس حال میں ہو۔ ان کی درد بھری داستان سنتے۔ اور ان کے آبلہ زدہ پاؤں اور زخمی دلوں کو ملاحظہ کر کے اور کچھ نہیں تو ہمدردی کے چار آنسو ہی بہا دیتے۔ مگر

. . . . . بلند است آشیانہ

جناب محمد علی کا عقاب جیل سے مکر رواپسی پر بھی ان کو بلند پروازی پر مائل کرتا رہا۔ وہ یہ متواتر انگریزوں کو کان سے پکڑ کر ہندوستان سے نکالنے پر تلے رہے۔ اور جامعہ ملیہ پر ایک غلط انداز نظر تک ڈالنے کی بھی ان کو فرصت نہ ملی۔ یہاں تک کہ اب اس کیلئے صور اسرافیل پھونکا جا چکا ہے۔ اور سوال درپیش ہے۔ کہ جامعہ کو بند کر دیا جائے۔

(۶)

جامعہ ضرور بند ہو کر رہے گی۔ اس لئے کہ وہ چل نہیں سکتی۔ مگر درگاہ احکم الحاکمین میں جناب محمد علی کے پاس اس کا کیا جواب ہوگا۔ کہ انہوں نے مسلمانوں کے وقت اور روپیہ کو اپنے ہنسی اور کھیل کی نذر کیا۔ اور اتنے مسلم نوجوانوں کی زندگیوں کو نہایت بے دردی سے دربابرد کر دیا۔

آفتاب اسلام کی ضیاباریاں

آٹھ انگریزوں کا قبول اسلام

کرمی جناب ایڈیٹر صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمدللہ! پچھلے دنوں میں خدا کے فضل و کرم سے چند سعید روحیں خواجہ نذیر احمد صاحب امام مسجد ووکنگ کے ہاتھ پر حلقہ بگوش اسلام ہوئیں۔ جن کے اسم گرامی مفصلہ ذیل ہیں یہ خدا کی عنایت اور کرم نوازی ہے!

پیدائشی نام	اسلامی نام
(۱) مسٹر فریڈرک ساڈرس	فضل کریم
(۲) ” ایلفرڈ رابرٹ گریوز	احمد
(۳) سارجنٹ میجر اس البرٹ رٹن ڈگلس	عبدالمجید
(۴) مس ڈارتھی کلائی	فاطمہ
(۵) مس نورا انڈرے	وقار بیگم
(۶) مسٹر ٹی جی این پریٹ	محمد توفیق
(۷) ” ہرمن ایف رائٹ	عبدالحمید
(۸) ” لارنس ایچ ویلز	عبداللطیف

اس فہرست میں مسٹر ہرمن ایف رائٹ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہ امریکہ کے رہنے والے ہیں۔ ان کے والد انگلستان چھوڑ کر امریکہ جا بسے تھے۔ اور خود بیرونٹ (Baronet) تھے۔ یعنی انگلستان کے ان مخصوص امراء میں سے تھے۔ جن کا جدی خطاب "سر" (Sir) ہوتا ہے۔ انہوں نے امریکہ میں امریکن قومیت اختیار نہ کی تھی۔ اس لئے ان کی وفات پر ان کے خلف مسٹر ہرمن ایف رائٹ نے (Baronet) بیرونٹی اور سر (Sir) کا خطاب ورثہ میں پایا۔ لیکن انہوں نے امریکن قومیت ۱۲ سال کی عمر میں اختیار کر لی۔ اور امریکہ اور انگلستان کے قوانین کے مطابق صاحب موصوف کو اپنی (Baronetcy) اور (Sir) کا خطاب چھوڑ دینا پڑا۔

صاحب موصوف گذشتہ موسم گرما میں ویمبلی کی نمائش پر تشریف لائے ہوئے تھے۔ آپ امریکن ٹریڈ ڈیلیگیشن (Trade delegation) کے معزز رکن تھے۔ اتفاقاً سیٹھ عبدالغفور صاحب سیلونی کی دوکان

لَاۤ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ

جماعت انسان اپنی کامیابی اور حاجت روائی کے لئے ہمیشہ سے تحصیل علوم کی طرف مائل رہی ہے اور سچے علم کی تحصیل کو ہی اپنی بہبودی کا ذریعہ سمجھتی رہی ہے۔ علوم کی دو قسمیں ہیں۔ ایک علوم مادی دوسری علوم روحانی۔ علوم مادی کی تحصیل دنیاوی بہبودی کا ذریعہ ہے لیکن علوم روحانی کو زیادہ ترنجات اخروی کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ مادی علوم کی صحت و غلطی بسہولت معلوم ہو جاتی ہے اور اسلئے لوگوں میں مادی علوم کے [illegible] میں اختلاف نہیں ہوا کرتا۔ اور اگر کسی قسم کی غلطی یا بےخبری سے اختلاف رائے ہو جاتا تو تحقیق کرنے پر وہ اختلاف جلد رفع ہو جاتا ہے۔ اسی لئے دنیا کے علوم ریاضیہ وطبعیہ میں اختلاف رائے نہیں ہوا کرتا۔

علوم روحانیہ کا حال بالکل ان کے خلاف ہے۔ ان کے متعلق دنیا میں ہمیشہ سے اختلاف چلا آیا ہے۔ اور آج تک یہی حالت ہے۔ ہر ایک فرقہ اپنے مذہب کو سچا اور اپنی جماعت کو دین حق کی پیروی کرنے والا سمجھتا ہے جب کبھی مختلف مذہب کے لوگوں میں مناظرہ شروع ہوتا ہے تو مناظرہ کے اختتام پر ہر ایک فریق اپنے مناظر کو مبارکباد دیتا ہے کہ فریق ثانی کو خوب مغلوب کیا۔ کتابیں اور رسالے جو اس طرح کی بحثوں میں لکھے جاتے ہیں ان کا بھی یہی حال ہے۔ ہر ایک شخص اپنے اور اپنے بزرگوں کے مسلمات کو صحیح یقین کرتا ہے۔ اور ان کے خلاف جو رائے ہو اسکو باطل جانتا ہے۔

ان اختلافات کا فیصلہ کرنے کے لئے آج تک کوئی معیار نہیں ملا۔ اور جن باتوں کو لوگ معیار سمجھتے ہیں وہ باتو ہر ایک فرقہ کے لئے علیحدہ ہے اور یا وہ معیار ایسا ہے کہ روحانی مسائل کے پرکھنے کا کام نہیں دیتا۔ زمانہ کے واقعات کے دیکھنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ طفولیت کی تعلیم و تربیت اور صحبت کا اثر اور اپنے خاندان اور قوم اور فرقہ کی محبت اور ان کی ہر ایک شے کی طرف رغبت خواہ مذہب ہو یا اور قسم کے اعتقادات ہوں یہی باتیں روحانی معاملات میں سب کو حق و باطل کے پرکھنے کا کام دیتی ہیں۔ اس لئے ہر ایک فرقہ اور مذہب کا شخص اپنے ہی فرقہ اور جماعت کے مسلمات پر اطمینان لئے ہوئے بیٹھا ہے۔ اپنی بہبودی کو ان ہی باتوں پر محدود سمجھتا ہے اور دوسروں کی رائے کو باطل جانتا ہے۔

البتہ لوگوں کی دماغی ساختوں میں بھی خلقی تفاوت ہوا کرتا ہے بعض لوگوں کی دماغ دہریت اور مادہ پرستی کے خیالات کو خوب قبول کرتے ہیں۔ اگرچہ وہ لوگ روحانی خیالات والوں میں پیدا ہوئے ہوں۔ مگر جب ان کو مادی خیالات کی طرف رغبت دینے والے سامان ملیں تو وہ فوراً یا بتدریج انہی خیالات کے مطیع ہو جاتے ہیں۔ اور اسی طرح سے اسکے برعکس بھی وہ بہت حالات دیکھنے میں آتے ہیں۔ اسکے سوا مادی اور روحانی خیالات کی بھی بیحد شاخیں ہیں۔ اور ہر ایک شاخ کے قبول کرنے کے لئے دماغوں کی ساختیں علیحدہ علیحدہ دنیا میں موجود ہوتی ہیں۔ اسلئے جب کوئی شخص ایک نیا فلسفہ یا علم نکالتا ہے اور اس کی تعلیم دینا چاہتا ہے تو جن لوگوں کے دماغ اس تعلیم کے قبول کرنے کی قابلیت رکھتے ہیں۔ وہ بہت جلد اسطرف مائل ہو جاتے ہیں۔ اسطرح سے ہزار ہا لوگ رام سنگھ کوکہ کے پیرو ہو گئے تھے۔ لاکھوں آدمی بہاء اللہ بابی کے پیرو ہو گئے کہ وطن اور جائدادیں اور جانیں تک فدا کر دیں۔ مگر اس مذہب کو نہ چھوڑا۔ یورپ اور امریکہ کے لوگ جو قدرت سے ان کے ہمخیال ہونے کی قابلیت رکھتے تھے اسطرف رجوع ہوتے چلے جاتے ہیں۔

غرضیکہ ہر ایک مذہب والا شخص بمصداق کل حزب بما لدیہم فرحون؀ اپنے مذہب کی سچائی پر نازاں ہے۔ لیکن جب یہ بات ہے کہ ہر ایک مذہب والا اپنے آپ کو ناجی اور دوسروں کو ناری جانتا ہے تو یہ بات تو ممکن نہیں کہ سارے ہی ناجی ہوں یا سارے ہی ناری ہوں۔ اگر مذہب کا اثر اس معاملہ میں ضروری ہے تو ایک تو ناجی اور دوسرے ناری ضرور ہوں گے۔ اور جب یہ بات ہے تو اس امر کی تحقیق اور تنقید کرنی انسانی بہبودی کے لئے ضروری ہے۔ اسلئے چند سطور میں جو [illegible] سے اسی نکتہ پر ہوں کہ تحقیق حق کا معیار معلوم کیا جائے۔ ہر ایک اہل مذہب نے پرکھنے کے لئے اپنی اپنی کتابوں کو معیار بنایا ہوا ہے۔ لیکن جب مسلمانوں کی کتابوں سے مسلمانوں کے اعتقاد و عمل کا مقابلہ کیا جاتا ہے تو باہم نہیں ملتے۔ یہی حال عیسائیوں [illegible] کا ہے بمصداق انا وجدنا اباءنا علی امۃ و انا علی اثارھم مھتدون؀ سب اپنے باپ دادوں کے مذہب کے پیرو ہیں کتب الہامیہ میں جنکی پیروی کا دعوی کرتے ہیں۔ اپنی ہوائے نفسانی کے موافق تاویل اور ترمیم کر لیتے ہیں۔ میں نے بہت مرتبہ چاہا کہ مذہبی رسالے جو شائع ہوتے ہیں ان کے ذریعہ سے بحث و مناظرہ کر کے دیکھا جاوے کہ حق و باطل کے پرکھنے کا طریق نکل آوے۔ مگر میں تجربہ سے یہی بات معلوم ہوئی کہ ہر ایک رسالہ کے جاری کرنے والوں کے مذہب کی حمایت ان میں ہوا کرتی ہے مخالف کی بات کوئی نہیں سنتا اور اگر سنتا ہے تو مخالفانہ طریق پر صرف اس کی تردید کرنے کے لئے انصاف اور حق پسندی کی نظر سے مخالف کی بات کو سنتا ہوا کوئی نہیں دیکھا گیا۔

رسالہ "پیغام صلح" کے جاری کرنے والے کچھ اوسط پسند طبیعت کے لوگ معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے پہلے اپنے آبائی طریق مذہب کو چھوڑا اور احمدی طریق مذہب اختیار کیا اور پھر احمدی طریق میں جو کچھ غلو ان کو نظر آیا۔ اسکو چھوڑ کر کچھ اوسط طریق اختیار کیا۔ اگر یہ واقعات صرف دماغی ساخت کا نتیجہ نہیں ہیں بلکہ حق پسندی اور حق جوئی کا نتیجہ ہے تو یہاں سے امید ہو سکتی ہے کہ حق و باطل کی تنقید کا معیار ملجاوے اس مطلب کے حاصل کرنے کے لئے میں چاہتا ہوں کہ جن جن باتوں میں قرآن شریف کا منطوق اور اہلسنت والجماعت کے اعتقاد و عمل میں مخالفت معلوم ہوتی ہے میں ان کی نسبت استفسار کروں۔ میں اور میرے جیسے دوسرے لوگ شاید اس بحث سے فائدہ حاصل کریں۔ میرا پہلا سوال یہ ہے۔

لَاۤ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ

نیکی اور بدی ظاہر ہو گئی ہے۔ اسلئے دین کے معاملہ میں جبر جائز نہیں ہے۔ مسلمانوں کے جم غفیر کا اعتقاد اور عمل اس کے خلاف ہے اسلئے میں عجز کے ساتھ مدیران "پیغام صلح" کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں کہ براہ نوازش وافادہ عوام اس اختلاف کی توجیہ اور حق الامر کی تصریح بیان فرمائیں۔ اسی طرح سے یکے بعد دیگرے اس طرح کے اختلافات پیش آجایا کریں گے اور ہر ایک سوال کے فیصلہ کے بعد دوسرا سوال گذارش کیا جایا کرے گا۔ اگر اس بحث کے درمیان قرآن شریف کے سوا کوئی اور عقلی معیار بھی زیر بحث آجائے تو اسکی تحقیق بھی ہونی چاہیئے۔ بشرطیکہ وہ اسی مسئلہ سے تعلق رکھتا ہو۔ اسلئے اسکو مانحن فیہ سے خارج نہیں سمجھا جائے گا۔

(ایک حق پسند)

فروخت زیورات

انجمن ان تمام زیورات کو جو برلن مسجد کے چندہ میں مستورات کی طرف سے وصول ہوئے ہیں۔ ۱۵ فروری ۱۹۲۵ء کو فروخت کرے گی جو بھائی زیورات خریدنا چاہیں۔ وہ براہ کرم اس تاریخ کو ۱۲ دو بجے سے پیشتر احمدیہ بلڈنگس لاہور میں پہنچ جائیں۔

نیز وہ بھائی جنہوں نے ابھی تک چندہ برلن مسجد کے لئے اپنے گھر کی مستورات میں تحریک نہ کی ہو۔ جلد ایسی تحریک کریں اور جو زیورات وصول ہوں۔ وہ اس تاریخ سے پیشتر دفتر انجمن میں بھجوا دیں۔ جن بھائیوں کو ایسے زیورات مستورات کی طرف سے وصول ہو چکے ہوں مگر انہوں نے ابھی تک دفتر انجمن میں نہ بھیجے ہوں وہ بھی براہ کرم تمام ایسے زیورات ۱۵ فروری سے پیشتر دفتر میں بھجوا دیں۔ تاکہ فروخت میں سہولیت ہو۔

سردار خان (بحکم حضرت امیر ایدہ اللہ)

قسطنطنیہ۔ مسیو تیمس وزیر خارجہ یونان کی ایک تقریر کے دوران میں یہ تجویز پیش کی کہ دارالسلطنت انقرہ سے سالونیکا میں منتقل کر دینا چاہیئے۔ بعض سند وین نے بدلہ پسندی اور اقلیت کی تجویز عنقریب ناقد ہو جائے گی۔

مذہبی سوالات اور انکے جوابات

سوال ۱۔ حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۳۹۰ پر لکھتے ہیں "مجدد صاحب سرہندی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص ہیں۔ اور قیامت تک مخصوص رہیں گے۔ لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف کیا جاوے۔ اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاویں وہ نبی کہلاتا ہے" حالانکہ مجدد صاحب نے "وہ نبی کہلاتا ہے" ہرگز نہیں لکھا۔ بلکہ لکھا ہے کہ وہ محدث کہلاتا ہے۔ مطلب یہ کہ مرزا صاحب نے وہ محدث کہلاتا ہے کی بجائے وہ نبی کہلاتا ہے کے الفاظ مجدد صاحب کی طرف منسوب کر کے دھوکا دہی سے کام لیا ہے۔ اگر مجدد صاحب کی کسی تحریر میں وہ نبی کہلاتا ہے کے الفاظ میں تو دکھلایا جاوے۔ جواب ۱۔ آپ نے اپنے خط میں حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۳۹۰ کی جو عبارت نقل کی ہے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت صاحب نے دھوکا دہی سے کام لیا ہے اس عبارت میں لفظ نبی بمعنی محدث استعمال کیا گیا ہے۔ اس عبارت کا سیاق و سباق بھی یہی ظاہر کرتا ہے۔ کہ یہ لفظ نبی اس جگہ انہی معنوں میں استعمال کیا گیا کسی دھوکہ دہی کی غرض کے لئے مستعمل نہیں ہوا۔ چنانچہ اس عبارت سے پہلے یہ الفاظ لکھے ہیں۔ کہ "اور پھر ایک نادانی یہ ہے۔ کہ جاہل لوگوں کو بھڑکانے کے لئے کہتے ہیں کہ اس شخص نے نبوت کا دعوے کیا ہے۔ حالانکہ یہ ان کا سراسر افترا ہے۔ بلکہ جس نبوت کا دعوے کرنا قرآن شریف کے رو سے منع معلوم ہوتا ہے ایسا کوئی دعوے نہیں کیا گیا۔ صرف یہ دعوے ہے کہ ایک پہلو سے میں امتی ہوں۔ اور ایک پہلو سے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض نبوت کی وجہ سے نبی ہوں۔ اور نبی سے مراد صرف اس قدر ہے کہ خدا تعالے سے بکثرت شرف مکالمہ و مخاطبہ پاتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ جیسا کہ مجدد صاحب .... کہلاتا ہے" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰)

اس تمام عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت صاحب جس نبوت کا یہاں دعوے پیش کر رہے ہیں۔ وہ محدثیت ہی ہے۔ نہ کہ اصل نبوت جیسا کہ حضرت صاحب ازالہ اوہام میں خود تشریح کر چکے ہیں۔ کہ نبی میں صرف ایک شان نبوت ہی پائی جاتی ہے۔ مگر محدث میں دونو شانیں۔ نبوت اور امتیت کی پائی جاتی ہیں۔ اور وہ ایک پہلو سے امتی ہوتا ہے۔ اور ایک پہلو سے نبی۔ پس یہاں لفظ نبی محدث ہی کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ چنانچہ اس لفظ نبی کی تشریح خود ان کے مابعد کے کلام سے بھی یہی ہوتی ہے۔ حضرت صاحب کی ۱۲ مارچ ۱۹۰۸ء کی ڈائری جو اخبار الحکم نمبر ۔۔ جلد ۱۲ مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۰۸ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس میں لکھا ہے۔ کہ "یہی خوابیں اور الہامات جو گاہ گاہ انسان کو ہوتے ہیں اگر کثرت سے کسی کو ہوں تو وہ محدث کہلاتا ہے۔ غرض یہ سب کچھ ہم نے اپنی کتاب "حقیقۃ الوحی" میں مفصل لکھدیا ہے۔ اس کا مطالعہ کر کے اپنی تسلی کر لیں"

ظاہر ہے کہ اس کلام میں آپ نے حقیقۃ الوحی کی اس عبارت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ "وہ نبی کہلاتا ہے" حالانکہ اس عبارت میں نبی نہیں بلکہ محدث کا لفظ ہے۔ پس آپ کا یہ کلام فیصلہ کن ہے۔ کہ آپ نے حقیقۃ الوحی میں جو نبی کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ وہ محدث کے معنوں میں ہے۔ اور وہاں دلالت [illegible]

سوال ۲۔ مرزا صاحب نے براہین احمدیہ حصہ پنجم کے صفحہ ۹۱ پر لکھا ہے۔ "اور بعض احادیث میں بھی آچکا ہے۔ کہ آنے والے مسیح کی ایک یہ بھی علامت ہوگی۔ کہ وہ ذوالقرنین ہوگا" حالانکہ حدیث کی کسی کتاب میں آنیوالے مسیح کی کوئی علامت ذوالقرنین نہیں کسی کسی حدیث میں ایسا لکھا ہو تو حوالہ دیا جاوے۔ نہیں تو ثابت ہوگا کہ مرزا صاحب نے مغالطہ دیا ہے۔ جواب ۲۔ اس عبارت کا لازمی طور پر یہ مطلب نہیں۔ کہ احادیث میں خاص ذوالقرنین کا لفظ آیا ہے۔ بلکہ مراد صرف اس قدر ہے۔ کہ احادیث سے مستنبط ہوتا ہے۔ کہ آنیوالا مسیح ذوالقرنین ہوگا۔ بہت سی احادیث میں آخری زمانہ میں خروج یاجوج ماجوج کا تذکرہ پایا جاتا ہے۔ اور لکھا ہے کہ آنے والا مسیح ان کا مقابلہ کرے گا۔ مثلاً مشکوٰۃ شریف کے باب العلامات بین یدی الساعۃ وذکر الدجال میں بسلسلہ ایک ہی [illegible]

۔۔ یشہ ہے کہ

اذ اوحی اللہ الی عیسی انی قد اخرجت عباداً لی لا یدان لاحد بقتالھم فحرز عبادی الی الطور ویبعث اللہ یاجوج و ماجوج وھم من کل حدب ینسلون الخ

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ آنے والا مسیح یاجوج ماجوج کے ساتھ مقابلہ کرے گا۔ اور قرآن کریم کی سورۃ الکہف سے یہ امر ثابت ہے۔ کہ یاجوج ماجوج فساد کا سدباب کرنے والا ذوالقرنین ہے اب جبکہ قرآن کریم ۔۔۔۔۔ کے رو سے یاجوج ماجوج کے ساتھ مقابلہ کرنے والا ذوالقرنین ٹھہرتا ہے۔ اور احادیث یہ گواہی دیتی ہے۔ کہ آنے والا مسیح یاجوج ماجوج کے ساتھ مقابلہ کرے گا۔ تو پھر مرزا صاحب کا یہ قول بھی جسکو آپ نے پیش کیا ہے۔ درست ہے۔ گویا جس حدیث نے آپ کو یاجوج ماجوج کے فساد سے بچانے والا ٹھہرایا ہے۔ اس نے بالالفاظ دیگر آپ کو ذوالقرنین ٹھہرایا ہے۔

سوال ۳۲:۔ مرزا صاحب نے براہین احمدیہ کے دیباچہ کے اخیر پر لکھا ہے۔ کہ "اس کتاب میں ایک اشتہار۔ ایک مقدمہ۔ چار فصلیں اور ایک خاتمہ ہے" براہین میں ایک اشتہار۔ ایک مقدمہ تو ہے۔ لیکن چار فصلیں اور ایک خاتمہ نہیں ہے۔ بلکہ صرف ایک فصل اور ایک باب ہے۔ مطلب یہ کہ مرزا صاحب نے براہین احمدیہ کے دیباچہ میں یہ لکھ کر کہ اس کتاب میں چار فصلیں اور ایک خاتمہ ہے۔ جھوٹ بولا ہے۔

جواب ۳۲:۔ بیشک حضرت صاحب کا ارادہ تھا کہ اس کتاب کو اس صورت میں شائع کیا جائے۔ مگر بعض وجوہات کی بنا پر ایسا نہ کیا جا سکا۔ چنانچہ براہین حصہ پنجم کے دیباچہ میں حضرت صاحب نے اس بات کا ذکر کیا ہے۔ پس ۔۔۔ نہیں کہہ سکتے۔

سوال ۳۳:۔ مرزا صاحب اربعین ۔۔۔ پر تحریر فرماتے ہیں۔ کہ مولوی غلام دستگیر ۔۔۔ نے لکھا ہے کہ یا اللہ اگر مرزا غلام احمد سچا ہے تو مجھے ان کی زندگی میں ہلاک کر اور اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کو میری زندگی میں ہلاک کر۔ مرزا صاحب کا یہ صریح کذب ہے۔ مولوی موصوف نے ایسا کہیں نہیں لکھا۔ اگر لکھا ہے۔ تو دکھایا جاوے اور حوالہ دیا جاوے۔

جواب ۳۳:۔ مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری نے بالضرور ایسا لکھا تھا۔ آپ کے اس سوال کا جواب حقیقۃ الوحی طبع اول کے صفحہ ۔۔۔ پر موجود ہے۔ آپ "۵ ۔۔۔ نشان" کو غور سے پڑھیں پھر آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ۔۔۔ موصوف نے اپنے رسالہ فتح رحمانی کے صفحہ ۲۶ و صفحہ ۲۷ پر یہ دعا لکھی تھی۔

مدرسہ عالیہ دیوبند اور اسکے معلمین

اونچی دوکان اور پھیکا پکوان

گر ہمین مکتب است و ہمین ملا
کار طفلان تمام خواہد شد

مگر یہ کہا جائے کہ مولوی میرک شاہ صاحب مدرس دیوبند اور ان کے چیلے چانٹے کیا امرتسری کیا بدایونی کیا میرٹھی اور کیا دیوبندی علم و عمل کے پیچھے لٹھ لئے پھرتے ہیں۔ تو بیجا نہ ہوگا۔ کیونکہ کابل کے قتل و سنگساری کے بعد جب ان لوگوں نے کابلی ملاؤں کی بربریت و جہالت کی بے جا طرفداری اور حمایت شروع کی تو رجم کو قرآن کریم کا عین حکم قرار دیا۔ جب معترضین کی طرف سے سوال ہوا کہ قرآن کریم سے ثابت کرو۔ تو مولوی میرک شاہ صاحب نے الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما کا حوالہ دیا مگر جب یہ عربی کا فقرہ ۔۔۔ حکم ثابت نہ ہوا تو سب مل کر بغلیں جھانکنے اور سر ۔۔۔ کرنے لگے۔ عرصہ کی غور و خوض کے بعد دور کی کوڑی ۔۔۔ کہ یہ آیت مرفوع التلاوت ہے۔ مگر ہے واجب العمل لیکن ۔۔۔ کے بعد یہ ایک بزرگ خواب خرگوش سے پیدا ہوئے ۔۔۔ کیا ہیں:۔

با تفاق امت نسخ کی تینوں قسمیں قرآن عزیز میں جاری ہیں۔ یعنی اول تلاوت اور حکم دونوں کا منسوخ ہونا۔ دوم ۔۔۔ کا منسوخ ہونا اور تلاوت باقی رہنا۔ سوم صرف تلاوت کا منسوخ ہونا اور حکم باقی رہنا۔

سبحان اللہ کیا عجیب استدلال ہے۔ ان طالبعلمان دین کا یہ خیال

نہ آیا۔ کہ ہم یہ کیا ہرزہ سرائی کر رہے ہیں۔ دیگر مذاہب کے لوگ قرآن مجید کے متعلق کیا خیال کریں گے۔ ان کے استدلال سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ایک آیت نازل فرماتا ہے۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب کبار کو حفظ کرنے اور عمل کرنے کا حکم بھی فرماتے ہیں۔ مگر آیت کو قرآن مجید میں درج نہیں فرماتے مولوی صاحب ذرا سوچو اور غور کرو۔ اور عقل سلیم سے کام لو اس طرح سے تو قرآن پاک کے ارشاد انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون کی صریح مخالفت اور تردید ہوتی ہے۔ نیز نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر بھی ایک بہتان عظیم لازم آتا ہے

اس پر طرہ یہ کہ آپ یہ بھی فرماتے ہیں:۔

جمعیۃ العلماء اور علماء دیوبند قرآن مجید کے موجودہ نسخہ کو بالکل کامل اور مکمل اور محفوظ جانتے ہیں۔ اور اس کو ایمان کا رکن اعظم قرار دیتے ہوئے "اعلان کرتے ہیں کہ جو شخص قرآن کریم کے موجودہ نسخہ کو نامکمل یا غیر محفوظ کہے وہ قطعاً کافر ہے"

مولوی صاحب آپ اپنے اس اعلان کو دیکھو اور خدا اور رسول سے ڈرو اور علماء سوء کی ذیل میں نہ آؤ۔ جس کی نسبت حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ علماء ھم شر من تحت ادیم السماء الخ میں آپ کی خدمت میں خلفیہ عرض کئے دیتا ہوں کہ میں یعنی خاکسار زیرک شاہ راقم الحروف احمدی یا مرزائی نہیں ہے۔

(خاکسار زیرک شاہ از لاہور)

تازہ خبریں

——— گورنمنٹ ہاؤس میں مریضان جذام کی اعانت کا سرمایہ جمع کرنے کے لئے ایک جلسہ منعقد ہوا سر ۔۔۔ مارٹن وزیر محکمہ حفظان صحت نے حاضرین کے سامنے تقریر کی حاضرین ایک کثیر تعداد میں موجود تھے۔ پنڈت مالوی جی نے بھی مجلس کو زینت بخشی تھی پچھتر ہزار روپیہ سے زائد وعدے ہوئے۔

——— سر ٹی سلاسوا آئر کو مدراس کے ہندوؤں نے مجلس اوقاف ہنود کا صدر مقرر کیا ہے۔

——— حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کے موقع پر ہندوستان کے ہر حصہ سے ہزار ہا زائرین جمع ہوئے اور ہر روز نمازوں کے بعد اور دیگر اوقات میں حجاز پر سے غیر اسلامی اقتدار کے خاتمہ اور مقامات مقدسہ سے وہابیوں کے اخراج کے متعلق دعائیں مانگی گئیں۔

——— ۔۔ وار کو ٹا جہاز راس کماری کے پاس آج علی الصباح خشکی پر چڑھ گیا۔ اس میں برہما کے چاول تھے جو ٹریونڈرم جا رہے تھے۔ کپتان ایڈی نے مایس اور ۔۔ والیس جہاز روانہ کیا ہے۔

——— برہما کے بدھوں کی مجلس عمومی کے اس محضر کے جواب میں جس سے حکومت ہند سے استدعا کی گئی تھی کہ بدھ گیا مندر کا انتظام بدھ فرقہ کے سپرد کر دیا حکومت نے افسوس اس امر کا اظہار کیا ہے۔ کہ وہ اپنے سابقہ فیصلہ پر نظر ثانی کرنے کے لئے طیار نہیں ہے۔ وہ فیصلہ یہ تھا۔ کہ اس معاملہ کا تصفیہ صرف متعلقہ جماعتیں ہی باہمی گفت و شنید سے کر سکتی ہیں۔

——— لندن کے سرکاری حلقوں میں اطلاع موصول ہوئی ہے۔ جس سے موصل کے اندر اضطراب پیدا ہونے کی خبر کی تصدیق ہوتی ہے۔ اس اضطراب کی وجہ یہ ہے۔ کہ وفد تحقیقات سرحد میں ترکی نمائندہ جواد پاشا کے ہمراہ دو ایسے معاون ہیں جو حکومت عراق کے خلاف زبردست سازش کے رکن رہ چکے ہیں۔ ان لوگوں کے موصل آنے پر عوام الناس کے جذبات اس قدر برانگیختہ ہو گئے کہ بغداد اور موصل کے حکام اور پولیس کو ان کی جان کی حفاظت کے لئے سخت احتیاطی ذرائع اختیار کرنے پڑے۔

جمعیۃ الاقوام کے معتمد اعلیٰ مسٹر آسٹن چیمبرلین کا بیان ہے کہ جواد پاشا کے دور فقا کو ۱۷ جنوری کے روز بغداد میں پہچان لیا گیا۔ یہ لوگ حکومت عراق کے سابق مجرم تھے۔ جنہوں نے حکومت عراق کی حکمدار طاقت کے خلاف عوام الناس کو بھڑکایا تھا۔ مسٹر چیمبرلین لکھتے ہیں۔ کہ ان اشخاص کی موجودگی نے لوگوں کی آتش غیظ و غضب کو مشتعل کر دیا۔ حکومت ترکی کو ان اشخاص کی گزشتہ زندگی کا پورا علم ہونا چاہئے تھا کیونکہ برطانی سفیر مقیم قسطنطنیہ نے مئی ۱۹۲۴ء میں ترکی حکومت کو مفصل حالات بہم پہنچائے تھے۔ ۱۷ جنوری کو بغداد کے ہائی کمشنر نے کمیشن کے پاس احتجاج کیا ہے۔ اور اس نے وعدہ کیا ہے۔ کہ وہ اپنی حکومت کے ساتھ گفت و شنید کرے گا ۔۔۔ اس نے وعدہ کیا کہ یہ رفقاء محض میرے ساتھ باہر نکلیں گے۔ اور میرے علم کے بغیر نہیں جائیں گے۔ حکومت برطانیہ نے بھی حکومت ترکی کے پاس احتجاج روانہ کیا تھا جس کا کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔

——— ۔۔۔ کے وزیر اعظم ترکی نے مجلس عالیہ ۔۔۔ میں یونانی بطریق کے اخراج کے متعلق ایک بیان پیش کرتے ہوئے اعلان کیا کہ ترکی امن کو درہم برہم کرنے کا خواہاں نہیں لیکن وہ اپنے حقوق سیادت و اقتدار کے معاملات میں غیر ملکی مداخلت کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ آپ نے فرمایا:۔

اگر ہماری آزادی و خود مختاری پر حملہ کیا گیا تو ہم اپنے وقار ۔۔۔

بیان القرآن

یعنی

اردو تفسیر و ترجمۃ القرآن

مصنفہ مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم اے امیر جماعت احمدیہ لاہور

اس بے نظیر تفسیر کی چند ایک خصوصیات جو اسے دوسری تفاسیر سے ممیز کرتی ہیں۔ حسب ذیل ہیں:

(۱) قرآن کریم کے ایک مقام کو دوسرے سے حل کیا گیا ہے۔ (۲) قرآن کریم کی تفسیر کرنے میں احادیث صحیحہ کو دوسری تمام باتوں پر مقدم کیا گیا ہے۔ اور اس غرض کے لئے امام بخاری کی کتاب التفسیر ابن جریر اور تفسیر ابن کثیر کو سامنے کیا گیا ہے۔ (۳) لغات قرآن کریم کی پوری تشریح کی ہے۔ جس کے لئے مفردات امام راغب تاج العروس اور لسان العرب سے مدد لی گئی ہے۔ (۴) قرآن کریم کی ترتیب اور نظم کو خاص طور پر واضح کیا گیا ہے۔ اول آیات قرآنی کا باہمی ربط دوم رکوعوں کا باہمی تعلق سوم سورتوں کا ایک دوسرے سے تعلق واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔ (۵) ہر ایک سورت کے شروع میں اس کے تمام رکوعوں کا خلاصہ دیا گیا ہے۔ اور اس سورت کے نام میں جو حکمت ہے اسے ظاہر کیا گیا ہے۔ (۶) قرآن کریم کا ترجمہ لفظی ۔۔۔ با محاورہ کیا گیا ہے اور ترجمہ کو الفاظ کی حد سے باہر نہیں ۔۔۔ اپنی طرف سے الفاظ بڑھانے کے اصول کو بالکل ترک کر دیا گیا ہے (۷) قرآن کریم کی لغات کے حل اور مطالب کی تشریح میں متقدمین کی آراء کو نظر انداز نہیں کیا گیا۔ بلکہ ضرورت زمانہ کے مطابق متقدمین کی آراء کو ساتھ ساتھ بیان کیا ہے۔ اور کتب کا حوالہ بھی دیا گیا ہے۔ (۸) اس تفسیر کی اصل غرض یہ ہے۔ کہ لوگوں میں قرآن کریم کا شوق پیدا ہو۔ اور لوگ زبان اردو لکھ پڑھ سکیں۔ وہ اس تفسیر کی مدد سے خود قرآن کریم کا درس دے سکیں۔ اس لئے ہر ایک بات عام فہم عبارت میں واضح کی گئی ہے (۹) ہر ایک جلد کے شروع میں تفسیر کے مضامین کی مکمل فہرست دی گئی ہے۔ (۱۰) ان تمام باتوں کے ساتھ کتاب کی ظاہری خوبی کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا۔ ہر ایک صفحہ کے شروع میں قرآن کریم نہایت اعلیٰ درجہ کا خوشخط بین السطور ترجمہ نیچے تفسیر کاغذ نہایت اعلیٰ قسم کا جلد نہایت خوبصورت اور مضبوط پشت پر سنہری حروف میں کتاب کا نام اور جلد کا نمبر وسط میں سنہری طغرا (۱۱) تمام تفسیر تین جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔ ہر ایک جلد کی ضخامت ۲۹×۲۲ تقطیع کے ساتھ آٹھ سو صفحات کے قریب ہے۔ پہلی جلد قیمت ۔۔۔ روپے محصولڈاک وخرچ پیکنگ ۔۔۔ روپیہ دوسری جلد قیمت ۔۔۔ روپے محصولڈاک وغیرہ ۔۔۔ روپیہ وی پی کی درخواست کے ساتھ قیمت کا ایک حصہ پیشگی آنا چاہئے۔

تمام درخواستیں بنام مینجر دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور آنی چاہئیں۔

تار کا پتہ مسلمان لاہور

الصلح خیر

ہفتہ میں دو بار ہر اتوار اور بدھ کو ٹھیک وقت پر شائع ہوتا ہے

اخبار پیغامِ صلح لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۴۳

جلد ۱۳ — نمبر ۲۹

مدینۃ المسیح لاہور، یوم بدھ مورخہ ۱۶ رجب المرجب ۱۳۴۳ھ ہجری مطابق ۱۱ فروری ۱۹۲۵ء

ایک اور جرمن مسلمان

حضرت مولٰینا صدرالدین صاحب کا تازہ خط

مخدومی مکرمی معظمی حضرت مولٰینا سلمکم اللہ تعالےٰ۔ نوازشنامہ ملا۔ جزاکم اللہ تعالےٰ۔

اس ہفتہ جماعت نومسلمین میں ایک صاحب کا اضافہ ہوا۔ یہ صاحب سوماٹرا میں مسلمان ہوئے۔ Mr. R. uchelmann ان کا نام تھا۔ اسلامی نام عبدالرحیم ہے۔ جرمنی میں پہنچکر ان کو معلوم ہوا۔ کہ یہاں ایک جماعت جرمن نومسلمین کی پیدا ہو چکی ہے۔ اس سے ان کو مسرت ہوئی۔ اور ملاقات کا اشتیاق پیدا ہوا۔ چنانچہ کل اور ہفتہ کے روز وہ میرے پاس تھے۔ بہت مخلص نوجوان ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسلام کو ان کے لئے بابرکت کرے۔ اس سے پیشتر میں عرض کر چکا ہوں کہ دو خواتین مسلمان ہو چکی ہیں۔

مسجد کے متعلق آج ایک اخبار میں جس کی اشاعت بڑی بھاری ہے۔ بڑا ہی خوش کن مضمون نکلا ہے۔ اس مضمون میں مسجد کی خوبصورتی وغیرہ کے متعلق تفصیلات ہیں۔ اور بعض غلط افواہوں کا رد ہے معلوم نہیں۔ یہ کون صاحب ہیں۔ جن کے دل میں اللہ احابت کا مضمون لکھایا۔ اس مضمون ٹیلیفون آرہے ہیں کہ یہ خوشی کی بات ہے۔ فالحمد للہ رب العالمین۔

مکان امید ہے جنوری کے آخر تک چھت تک پہنچ جائیگا ٹیکس کا کچھ فیصلہ نہیں۔

مولوی فضل کریم صاحب بحمداللہ خیریت سے ہیں۔ مجھے ان کے دیکھنے سے بڑی خوشی ہوئی ہے۔ قابلیت کے علاوہ خوش اخلاق اور معاملہ فہمی کی صفات سے متصف ہیں۔ اور یہ نہایت ہی ضروری امور ہیں۔ یہاں پر کام کرنے والے کے لئے۔ صاف گوئی بھی ان کی ایک نمایاں صفت ہے۔ اس سے انسان کو بڑی خوشی حاصل ہوتی۔ اور اعتبار بڑھتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ان کو یہاں کی تبلیغ کے لئے اور مسجد و مکان کو خوبی سے ساتھ چلانے کی توفیق عنایت کرے۔ وباللہ التوفیق۔

ناظرین پیغام صلح خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔ ورنہ تعمیل ارشاد محال ہے۔ مینجر

مولٰینا صدرالدین صاحب کا لیکچر جرمن زبان میں

اسلام اور مسیحیت پر ایک دلچسپ بحث

(مولوی فضل کریم خاں صاحب درانی کے قلم سے)

گذشتہ ہفتہ پوٹسڈام میں جو برلن کے قریب ایک مشہور قصبہ ہے حضرت مولانا صدرالدین صاحب مسلم مشنری کا ایک بہت کامیاب لیکچر ہوا۔ دعوت تو محض گفتگو کے لئے تھی۔ گفتگو کے لئے تو کسی تیاری کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ اور یوں بھی مولانا جرمن زبان میں بلاتامل گفتگو کر سکتے ہیں لیکن گفتگو کی بجائے وہاں لیکچر دینا پڑ گیا اور وہ بھی جرمن زبان میں۔ ایک دو صاحب یعنی ڈاکٹر گرائیفلٹ جو نومسلم ہیں۔ اور ہمارے پروفیسر ذاکر حسین صاحب جو یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ ان کے ذریعہ ترجمانی ہو سکتی تھی۔ لیکن جو اثر اصل میں ہوتا ہے وہ ترجمہ میں نہیں آسکتا۔ اس کو اللہ تعالےٰ کا ایک فضل یا مولوی صاحب کی جرأت سمجھئے۔ کہ انہوں نے بلاخوف جرمن زبان میں لیکچر دینا شروع کر دیا۔ اور ایک گھنٹہ تک تقریر فرمائی۔

یہاں ایک بزرگ مسٹر شوانز نامی ہیں۔ جو کسی زمانہ میں پادری ہوا کرتے تھے۔ غور و فکر والے آدمی ہیں۔ ان عقائد سے جو چرچ کا مایۂ ناز ہیں متنفر تھے۔ آخر حق نے اس قدر غلبہ کیا۔ کہ گرجے سے مستعفی ہوکر ایک الگ جماعت کی بنیاد ڈالی۔ چنانچہ اس جماعت کا صدر ہونے کی حیثیت سے اس نے حضرت مولانا کو مکالمہ کے لئے دعوت دی۔ مراد یہ تھی۔ کہ حضرت مولانا اور یہ بزرگ سب کے سامنے مکالمہ کریں۔ اور اس طرح اسلام کے مختلف پہلوؤں پر بحث ہو جائے۔ چنانچہ شام کے چھ بجے جلسہ کا آغاز ہوا لیکن عین وقت پر مکالمہ کی بجائے انہوں نے چاہا کہ لیکچر ہو۔ مسٹر شوانز نے ابتدائی تقریر کی۔ اور حضرت مولانا کا تعارف کرایا۔ اس کے بعد مولانا نے ایک گھنٹہ تقریر فرمائی جس کے دوران میں مختلف پہلوؤں سے اسلام کی خوبیوں اور محاسن پر روشنی ڈالی۔ آپ کی تقریر کے بعد بحث عام ہو گئی۔ ایک معمر بزرگ نے جو جج ہیں۔ بڑی زوردار تقریر کی۔ اور تقریر کے دوران میں یہ بھی کہا۔ کہ مسیح خدا کا بیٹا تھا۔ پھر کیا تھا۔ مولانا کھڑے ہوئے۔ اور پھر ایک برجستہ تقریر کی۔ بائیبل کے حوالے پیش کئے منقولی اور معقولی دلائل کی وہ بوچھاڑ کی کہ جج کو آخر خاموش ہونا پڑا اور بہت سی تقاریر ہوئیں۔ جن کا ماحصل یہ تھا۔ اسلام نے جن جو کچھ انہوں نے اس رات سنا ہے۔ وہ ان کے لئے بالکل نرالا اور نیا ہے۔

باقی رہا مسیح کے ابن اللہ ہونے کا مسئلہ۔ یہ ایک دقیانوسی خیال ہے۔ جس کو اب کوئی نہیں مانتا۔ اور نہ اس علم اور تہذیب کے زمانے میں اس کو مانا جا سکتا ہے۔

جلسہ ۱۱ بجے تک رہا۔ اس کے بعد ہم نے اپنا کچھ لٹریچر تقسیم کیا۔ جو اس غرض سے میں اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ ہمیں اللہ تعالےٰ کے فضل سے بہت امید ہے۔ کہ یہ سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ اس سے ہمیں بہت فائدہ ہوگا۔ لیکچر کے لئے دعوت خود اس بات پر شاہد ہے کہ اسلام کا بول بالا ہو رہا ہے۔

حضرت امیر کی ایک نئی تصنیف

تاریخ خلافت راشدہ

قارئین کرام یہ سنکر خوش ہوں گے۔ کہ حضرت امیر ایدہ اللہ نے ایک کتاب بنام "تاریخ خلافت راشدہ" حال ہی میں تصنیف فرمائی ہے۔ جو چھپ کر تیار ہو گئی ہے۔ اس کتاب میں واقعات کے رنگ میں حضرت ممدوح نے ثابت کیا ہے۔ کہ خلفاء راشدین کا زمانہ بھی دراصل زمانہ نبوی کا ہی تتمہ ہے۔ ہر ایک خلیفہ کا زمانہ جناب رسول اللہ صلعم کے ایک خاص خلق کا مظہر رہتا۔ اور خلافت راشدہ کے چار مختلف زمانے مسلمانوں کو چار عظیم الشان سبق دیتے ہیں جو ہر حالت میں ان کے لئے خضر راہ ہیں۔

بہت سے اعتراضات جو غیر مسلم ناواقفیت یا تعصب کی وجہ سے اسلامی فتوحات پر کرتے ہیں۔ اس کتاب کے پڑھنے سے دور ہو جاتے ہیں۔ کتاب کے ساتھ خلفاء راشدین کے زمانہ کی سلطنت اسلامی کا نقشہ بھی دیا گیا ہے۔

ہمارے احباب کو چاہیئے۔ کہ یہ کتاب خود بھی پڑھیں اور اپنے دوستوں کو بھی دکھائیں۔ دو قسم کے کاغذ پر کتاب چھپوائی گئی ہے۔ قسم اول قیمت عہ قسم دوم صہ

ملنے کا پتہ

مینجر دارالکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح
لاہور

جلد ۲۳، ۱۶ رجب المرجب ۱۳۵۴ھ، نمبر ۲۹

معیار حق و باطل

(۲)

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے قلم سے)

مذہب حق کا معیار

جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا۔ اللہ تعالےٰ نے ہر ایک چیز کو کسی خاص مقصد سے پیدا کیا ہے۔ اور اسے اپنے مقصد پیدائش کو حاصل کرنے کے لئے ایک راہ پر چلا بھی دیا ہے۔ اسی راہ کو اس چیز کا مذہب کہا جائیگا۔ انسان کو بھی جس مقصد کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے جو راہ اس کے لئے مقرر کی گئی ہے۔ اس پر صحیح طور سے چلنے۔ . کا نام ہی مذہب ہو سکتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں مذہب کی غرض و غایت یہی ہے۔ کہ انسان کو جو فطرتی قویٰ ملے ہیں انہیں صحیح راہ پر چلا کر تخلیق انسانی کے مقصد کو حاصل کرا دے۔ اور اس کو اس کمال پر پہنچا دے جس کے لئے وہ قویٰ اسے عنایت ہوئے ہیں۔

پس خدا کی طرف سے سچا مذہب وہی ہو سکتا ہے، جو ایسی ہدایات اور علم پیش کرے جو مطابق فطرت انسانی ہوں۔ اور اس کے مخفی قویٰ کو ترقی دے کر اور جذبات کو اعتدال پر چلا کر اسے انسان کامل کے بلند مقام پر پہنچا دے۔ اسی لئے قرآن کریم نے دین قیم کی جو تعریف کی ہے وہ یہی کی ہے کہ فاقم وجھک للدین حنیفا فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللہ ذلک الدین القیم۔ یعنے اپنے منہ کو دین کے لئے اعتدال پر قائم رکھو۔ اللہ کی فطرت جس پر اللہ نے انسان کو پیدا کیا۔ خدا کی پیدائش میں تبدیلی نہیں ہو سکتی یہی سیدھا اور پکا دین ہے۔ اس میں صاف بتا دیا کہ دین قیم وہی ہو سکتا ہے جو مطابق فطرت ہو۔ جب خدا کی پیدا کردہ فطرت میں تبدیلی ناممکن ہے۔ تو پھر وہ دین خدا کی طرف سے کیسے ہو سکتا ہے جو مطابق فطرت نہ ہو۔ اور دین فطرت کا کام یہی ہے کہ انسان کو اپنے جذبات اور قویٰ کو اعتدال پر قائم کرنے اور چلانے کی ہدایت دے۔ جس طرح ظاہری قویٰ اعتدال کے ساتھ کام لینے سے ترقی کرتے ہیں۔ اور افراط و تفریط یعنے حد سے زیادہ کام لینے یا بالکل کام نہ لینے سے ضائع ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح باطنی قویٰ اور اخلاق اعتدال پر چلنے سے ہی کمال اور ترقی حاصل کرتے ہیں۔ الغرض مذہب حق وہی ہو سکتا ہے۔ جو عین مطابق فطرت ہو۔ اور اسی دین کو قرآن نے پیش کیا ہے جیسا کہ مذکورہ بالا آیت سے ظاہر ہے۔ اور اس کا اس قدر اہتمام کیا ہے۔ کہ ہر ایک قانون باطنی کو جو انسان کی ترقی باطنی کے لئے مقدر ہے۔ قدرت کے قانون ظاہر سے ثابت کیا ہے۔ اور کوئی باطنی اصول نہیں بتایا جس کو نیچر (فلاسفی) کے ظاہر اصولوں سے مطابق کر کے نہیں دکھا دیا۔ یہی وہ بات ہے جو قرآن کو دیگر کتب پر ممتاز ٹھیراتی ہے۔ کہ جو معیار قائم کیا تھا۔ اُسے فطرت سے ثابت کر کے بھی دکھا دیا۔ پھر یہیں تک نہیں۔ جس طرح نیچرل فلاسفی کے قوانین تجربہ کے ذریعہ اپنی صداقت پر مُہر لگا دیتے ہیں۔ یعنے جب ایک قانون تجربہ میں صحیح اُترے، تو پھر اس کی صداقت میں شک و شبہ باقی نہیں رہ جاتا۔ اور یہی سائنس کی تمام ترقیات کی جڑ ہے۔ قرآن کریم نے اپنے قوانین باطنی کو بھی تجربہ کی سند سے مدلل اور مستحکم کر کے دکھا دیا۔ ان قوانین اور اصولوں کو تجربہ میں لانے کے لئے ایک قوم منتخب کی۔ جو ہر رنگ میں اسفل السافلین کو پہنچی ہوئی تھی۔ جو اپنی جہالت۔ وحشیانہ پن۔ گرے ہوئے اخلاق اور تمدن میں اپنا نظیر نہیں رکھتی تھی۔ ایسی قوم اس لئے منتخب کی۔ تا ان اصولوں کی حقیقت پر پوری روشنی پڑے۔ اور ان کی صداقت اور شوکت کا پورا اظہار ہو۔ پھر کیا ہوا جنگل کے ان درندوں۔ زمین کے ان کیڑوں، تاریکی کے ان فرزندوں کو دین و دنیا کا وہ معلم عطا کیا۔ اور ان کو تہذیب و تمدن کا وہ کمال عطا کیا۔ کہ دنیا حیرت سے انگشت بدندان رہ گئی۔ ان کو دنیا کا ظاہری و باطنی علوم کا معلم بنا دیا۔ ان میں وہ اخلاق فاضلہ کا نمونہ دکھایا کہ تاریخ عالم اس کی نظیر نہیں پیش کر سکتی۔ اس تجربہ کے بعد پھر کوئی شک و شبہ ان اصولوں کی صداقت میں لانا درحقیقت علم و فلسفہ کی ہتک کرنا ہے۔ پھر یہیں تک بس نہیں۔ یہ پیغام بھی دنیا کو سنا دیا۔ کہ یہ اصول ہمیشہ زندہ ہیں۔ جب بھی اور جو بھی عمل کرے گا۔ انہیں سچا اور مثمر نتائج پائے گا۔ چنانچہ فرمایا کہ قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا و من اتبعنی کہدے اے محمد صلعم کہ یہ میرا رستہ ہے اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ علی بصیرت دیکھ بھال کر صاحب تجربہ ہو کر اور اس بصیرت پر نہ صرف میں ہی ہوں۔ بلکہ جو بھی میرا متبع ہوگا۔ وہ اس بصیرت کو حاصل کرے گا۔ یعنے ان ہدایات پر چل کر وہ خدا کے قرب اور رضا کو حاصل کرنے والا اور اخلاق فاضلہ کا وارث ہوگا۔ اور خود اپنے تجربہ اور مشاہدہ سے اس راہ کی صداقت کو جان لے گا۔ اور اپنے مقصد زندگی کو پا لے گا۔ چنانچہ ان ہدایات پر عمل کر کے اپنے مقصد زندگی کو حاصل کر لینے والے لوگ ہمیشہ اسلام میں ہوتے رہے ہیں جن کا وجود باجود اسلام کی صداقت پر ہمیشہ گواہ رہا ہے۔ اور ایسے کاملین اور صلحائے امت اپنے تجربہ اور مشاہدہ کی بنا پر ادیان باطلہ پر حجت تمام کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ اس زمانہ کو بھی اللہ نے خالی نہیں چھوڑا۔ اور ایسے وقت میں جبکہ تمام مذاہب ایک دنگل میں مقابلہ کے لئے جمع تھے۔ اسلام کا ایک پہلوان مرزا غلام احمد نامی کھڑا ہوا۔ اور اس نے اسلام کے زندہ مذہب ہونے پر علیٰ وجہ البصیرت اپنے آپ کو پیش کیا۔ اور بتا دیا کہ اسلام ہی وہ سچا فطرت کا مذہب ہے جس پر چل کر انسان اپنے مقصود زندگی کو حاصل کرتا اور خدا کے قرب اور نجات کو پا لیتا ہے۔ اور میں اس معاملہ میں خود صاحب تجربہ ہوں۔ آپ نے تمام مدعیان مذاہب کو مقابلہ پر بلایا۔ مگر حق کے مقابلہ پر کسی کو جرأت نہیں ہوئی۔ کہ صاحب تجربہ اور علیٰ بصیرت ہونے کا اعلان کرتا۔ اور بتاتا کہ میں نے اپنے مذہب کے اصولوں کو تجربہ سے صحیح پایا۔ اور اپنے آپ کو خدا کے شیر کے مقابلہ میں پیش کرتا۔ تا خدا اپنی نصرت اور نشان سے اپنے مقرب کو فرق کر کے دکھا دیتا۔ مگر اس کے بار بار للکارنے پر بھی کوئی سامنے نہ آیا۔ اور اپنے مذاہب کے مُردہ اور غلط ہونے پر اس طرح مُہر لگا دی۔ حضرت مرزا صاحب نے کس طرح بانگ دہل فرمایا۔ سننے کے لائق ہے۔ فرماتے ہیں:۔

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دین دین محمد سا نہ پایا ہم نے
کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشان دکھلائے
یہ ثمر باغ محمد سے ہی کھایا ہم نے
ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا
نور ہے نور اٹھو دیکھو سنایا ہم نے
اور دینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا
کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے
آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

پس مذہب خدا کی طرف سے وہی ہو سکتا ہے جو فطرت کے قویٰ کو اعتدال پر چلا کر انسان کو اس کمال پر پہنچا دے جس کے لئے وہ ودیعت کئے گئے ہیں۔ اور وہ اصول ایسے ہونے چاہئیں۔ جو ایک زندہ حقیقت ہوں جس پر عمل کر کے انسان نتائج کو اسی دنیا میں دیکھ سکے۔ صرف زبانی دعوے نہ ہوں۔ بلکہ وہ اصول اپنے اندر ایسی زندگی اور حقیقت رکھتے ہوں۔ کہ ان میں سے کسی اصول کو دنیا کی کوئی قوم بھی اختیار کرے تو وہ اسی رنگ میں فائدہ اٹھائے۔ جیسے یورپ اسلام کے بعض اصولوں پر عامل ہو کر فائدہ اٹھا رہا ہے۔ جو اسپین کی تعلیم و تہذیب یا صلیبی جنگوں کے طفیل یورپ میں داخل ہوئے۔ الغرض جو فرد یا قوم ان اصولوں پر عمل کرے۔ وہ اپنے تجربہ کے معیار پر ہمیشہ ان کو درست پاوے۔ اور فی الحقیقت اپنی زندگی کی منزل مقصود کو پا لے۔

اب رہا یہ سوال کہ لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی کے ہوتے ہوئے مسلمان اس پر عمل کیوں نہیں کرتے سو واضح ہو کہ اس کے ذمہ وار وہ خود ہیں۔ جو اس پر عمل نہیں کرتے خود ان سے دریافت کرنا چاہئیے۔ مگر عمل نہ کرنے کا سبب میں در اصل اور بتاتا ہوں۔ ایک تو وہ ہیں جن کو علم نہیں۔ ومنھم امیون لا یعلمون الکتٰب الا امانی وان ھم الا یظنون۔ یعنے ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ جو ان پڑھ ہیں۔ کتاب کا علم نہیں رکھتے صرف بلا مطلب سمجھے الفاظ پڑھ چھوڑتے ہیں۔ اور اپنی من مانی خواہشات کے ماتحت انکلیں چلایا کرتے ہیں۔ ان میں میرے خیال میں بعض وہ علما بھی شامل ہیں۔ جو قرآن میں تدبر کرنا گناہ عظیم سمجھتے ہیں۔ اور تقلید مفسرین کو اپنا دین و ایمان سمجھتے ہیں۔ خواہ وہ صحیح ہو یا غلط۔ یا تقلید آبائی کو مذہب جانتے ہیں ایسے لوگ اس بات کے اہل نہیں کہ وہ دین میں مفتی یا قاضی کا منصب اختیار کریں۔ مگر بد قسمتی سے وہ قرآن کے صریح حکم کے خلاف فتوے دیتے پھرتے ہیں۔ اور نہیں سوچتے کہ انہی کے علاج کے لئے قرآن نے صاف فرما دیا ہے۔ کہ لا تقف ما لیس لک بہ علم۔ یعنے جس چیز کا علم نہیں اس کے پیچھے مت پڑو۔ اس میں دخل دینا ہرگز درست نہیں۔ کاش کہ اس پر علما کا عمل ہوتا۔ مگر کبر نفس یہاں تک عروج پر ہے۔ کہ ان علما میں ہی دوسرا گروہ ہے جو علم رکھتے ہوئے یا علم آجانے کے بعد بغیا بینھم کے ماتحت صحیح علم کے سامنے سر جھکانا اپنی مولویت اور مشیخت کے لئے موجب ننگ سمجھتے ہیں۔ اور انا خیر منہ کا نعرہ اور قلوبنا غلف کی آواز ان کے نفس کے اندر سے اس طاقت اور تواتر کے ساتھ نکلتی ہے کہ کوئی چیز اسے روک نہیں سکتی۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ انسان صحیح علم سے نفع نہ اٹھائے۔ جب انسان جانور سے بھی علم سیکھ لیتا ہے۔ قابیل نے کوّے کو دفن کرتے ہوئے دیکھ کر نعش کا دفن کرنا سیکھا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ انسان انسان سے علم نہ سیکھے۔ یا کم سے کم خدا کے علم کے سامنے سر کو نہ جھکا دے۔ مگر آیات قرآنی کو پیش کرتے جاؤ اگر وہ کسی مُلّا کی خواہشات کے خلاف ہوں گی۔ تو وہ مُلّا ان آیات کی تاویل کرتا چلا جاوے گا۔ اور مُلّا آں باشد کہ چپ نہ گردد کا نظارہ پیش کر دے گا۔ یہ لوگ قرآن کے محفوظ ہونے کی وجہ سے یہود کی طرح الفاظ تو تبدیل نہیں کر سکتے، مجبوری ہے۔ مگر یحرفون الکلم عن مواضعہ کے ماتحت تحریف معنوی کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے۔ اور جب اس طرح کام چلتا ہوا نہیں دیکھتے تو ناسخ منسوخ کی بحث چھیڑ دیتے ہیں۔ اور کہہ دیتے ہیں کہ قرآن میں لکھی ہوئی آیت تو ہے، مگر چونکہ ایک مُلّا کی خواہش کے خلاف ہے اس لئے منسوخ اور ناقابل عمل ہے۔ اور اگر ان کی خواہشات کے مطابق کوئی آیت قرآن میں نہیں ملتی، تو ایک عربی فقرہ پیش کر کے کہہ دیتے ہیں۔ کہ یہ آیت قرآنی ہے۔ گو قرآن میں نہیں ہے تو کیا ہوا۔ یہ مرفوع التلاوت ہے مگر واجب العمل ہے۔ اس طرح قرآن کی محفوظیت پر حملے کرتے رہتے ہیں۔ اور اپنے کبر نفس کو نہیں چھوڑتے حالانکہ محکمات قرآنی کے ماتحت نہایت آسانی سے ہر قسم کے متشابہات کا حل ہو سکتا تھا۔ مگر انہیں اس سے کوئی غرض نہیں۔ نہیں تو اپنی بڑائی میں فرق آجانے کا فکر ہے۔ اس کے لئے سب کچھ کر لینے کو تیار ہیں۔ خواہ جائز ہو یا ناجائز۔ انہی کے متعلق حافظ نے کہا تھا

حافظا مے خور و رندی کن و خوش باش ولے
دام تزویر مکن چوں دگراں قرآں را

قرآن نے ایسے ہی علما کی نسبت فرمایا۔ کمثل الحمار یحمل اسفارا۔ مگر میرے خیال میں ایک پہلو سے یہ سچے بھی ہیں کیونکہ خود یہ جو گفتگو کرتے ہیں۔ وہ ایسی غیر معقول اور لغویت کا رنگ رکھتی ہے کہ عقل انسانی اس کو ہرگز قبول نہیں کر سکتی۔ پھر آپ ہی فرمائیں یہ اپنی باتیں سوائے ڈنڈے کے زور منوانے کے اور کس طرح منوائیں۔ اس لئے ان کو یہ آیت لا اکراہ فی الدین رستہ کا کانٹا نہ نظر آئے تو اور کیا نظر آئے۔ اور یہ بیچارے اسے منسوخ نہ کریں اور تاویلیں نہ کرتے پھریں تو اور کیا کریں۔ آپ ہی انصاف کیجئے۔ لہذا آپ ان کے حال پر رحم کریں۔ اور معذور سمجھیں۔

مجھے امید ہے کہ آپ کی تسلی ہو گئی ہوگی۔ اور جان گئے ہوں گے کہ ان کا انکار علم آجانے کے بعد بغیا بینھم کے ماتحت کبر نفس کی وجہ سے ہے۔ پس اس اختلاف کا فیصلہ خدا پر چھوڑ دیجئے۔

زمیندار اور سود

میر مقبول محمود کی طرف سے سابق کارندہ ... کے نام سے

جو مسودہ قانون پنجاب کونسل میں پیش ہے۔ اس کا تذکرہ کرتے ہوئے انہوں نے پنجاب کے زمینداروں کی آمدنی اور سود کے متعلق جو وہ ساہوکاروں کو دیتے ہیں، دلچسپ اعداد و شمار بیان کئے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ پنجاب میں ہر زمیندار کی آمدنی کی اوسط چالیس سے ساٹھ روپیہ سالانہ تک ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں ہر ایک پر بانوے روپیہ سالانہ روٹی کپڑے کا خرچ آتا ہے۔ پنجاب کے زمینداروں کی کل آمدنی زراعت سے ۳۲ کروڑ روپے سالانہ ہے، مگر وہ سود خوار ساہوکاروں کو ۱۲ کروڑ روپے سود ۔۔۔ سالانہ دیتے ہیں۔

یہ اعداد و شمار زمینداروں کی خستہ حالی کی وجوہات کو الم نشرح کرنے کے لئے کافی ہیں۔ ۱۲ کروڑ روپے سالانہ سود کی تفصیل کو اگر تلاش کیا جائے۔ تو ساہوکاروں اور بنیوں کی بہیاں اور کھاتے بددیانتی اور تغلب کی بہت سی حیرت انگیز مثالیں پیش کریں گے۔

ہندو کیوں خائف ہیں؟

انہی بددیانت ساہوکاروں کی ناجائز کارروائیوں کو روکنے کے لئے میر مقبول محمود نے ساہوکارہ بل تیار کیا ہے کسی خاص قوم کو نقصان اس کا منشا ہرگز نہیں۔ اور نہ تمام ہندوؤں کو اس سے نقصان ہو سکتا ہے۔ بلکہ جہاں ایک کروڑ پچاس لاکھ زمینداروں میں سے جو اس قانون سے متمتع ہونے والے ہیں ۔۔۔۔ اکیاون فیصدی مسلمان اور ایک فیصدی دوسری قوموں کے لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔ وہیں سولہ فیصدی سکھ اور بتیس فیصدی ہندو بھی اس سے متمتع ہوں گے۔ اور ڈیڑھ کروڑ زمینداروں کے مقابلہ میں تینتیس ہزار سات سو پچاس ساہوکاران پنجاب میں سے نقصان صرف ان لوگوں کو ہوگا جو بددیانت ہیں سمجھ نہیں آتا۔ ان حقائق کے ہوتے ہوئے برادران وطن کا ایجی ٹیشن کیا معنے رکھتا ہے؟ کیا ان کو غریب زمینداروں کے ساتھ کوئی خاص دشمنی ہے یا بددیانتی اور ناجائز طریق سے غربا سے روپیہ حاصل کرنا ان کے مذہبی شعار میں سے ہے؟ یا یہ محض اس وجہ سے ہے۔ کہ قانون کا پیش کرنے والا ایک مسلمان ہے۔ اور اس سے مسلمانوں کو نسبتاً کسی قدر زیادہ فائدہ ہوگا؟ کیا ان کا یہ طریق عمل ان ہندوؤں اور سکھوں کے لئے مضر ثابت نہ ہوگا۔ جو سود کے بلاخیز شکنجوں سے اس قدر تنگ آ چکے ہیں کہ مسلمان زمینداروں کی طرح وہ بھی ساہوکارہ بل کو آیۂ رحمت سمجھتے ہیں۔
لیکن ہمارے معاصرین کا عمل شاید اس شعر پر ہے ؎

شادم کہ از رقیباں دامن کشیدہ رفتم
گو مشت خاک ما ہم برباد رفتہ باشد

فلا انساب بینھم

خواجہ حسن نظامی اپنے ۹۔جنوری کے روزنامچہ میں جو یکم فروری کے رسالہ "درویش" میں شائع ہوا ہے۔ کسی صدیقی اور فاروقی کے شیعہ ہونے پر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ

"دنیا کے عجائبات بھی معمولی نہیں ہیں۔ میں نے بعض سیدوں کو دیکھا قادیانی ہو گئے۔ جو شخص علیؓ جیسے باپ کو چھوڑ کر ایک مغل کی غلامی اختیار کرتا ہے، اس پر جس قدر حیرت ہو کم ہے۔"

ہمیں خواجہ صاحب کی حیرت پر حیرت ہے۔ کیا خدا کی کتاب میں کہیں یہ آیا ہے کہ سید کسی مغل کے غلام نہ ہوں؟ کیا قیامت کے دن کسی سے یہ سوال ہوگا۔ کہ تم نے علی جیسے باپ کو چھوڑ کر نہیں بلکہ اس کے ہوتے ہوئے ایک مغل کی اطاعت کیوں کی؟ خدا کی کتاب تو ہمیں بتاتی ہے۔ فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینھم یومئذ ولا یتساءلون ۔ جب نفخ فی الصور ہوگا۔ تو کوئی نسبی امتیاز ان میں اس دن نہ رہے گا۔ اور نہ وہ ایک دوسرے سے اس بارہ میں پوچھیں گے۔ پھر سب سے بڑھ کر جس بات کو کتاب الٰہی نے وجہ امتیاز اور تقرب الی اللہ قرار دیا ہے۔ وہ تقوے اللہ ہے۔ نہ کہ نام و نسب وغیرہ۔ فرمایا۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم ۔ تم میں سب سے بہترین خدا کے نزدیک وہ ہے جو تقوے میں سب سے بڑھ کر ہے۔ نسب اور قبائل وغیرہ کو قرآن نے اگر کوئی وقعت دی ہے۔ تو محض اسی حد تک کہ ایک دوسرے سے متعارف ہو جائے اور بس۔ ہاں مشرکین مکہ نے رسول اللہ صلعم پر یہ اعتراض ضرور کیا تھا۔ کہ لولا نزل ھذا القراٰن علی رجل من القریتین عظیم ۔ اس قرآن کو دو قریوں کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں اتارا گیا؟ جس کا جواب اللہ تعالےٰ نے انہیں دیا۔ اھم یقسمون رحمت ربك نحن قسمنا بینھم معیشتھم فی الحیوۃ الدنیا ورفعنا بعضھم فوق بعض درجٰت لیتخذ بعضھم بعضاً سخریا و رحمت ربك خیر مما یجمعون ۔
کیا وہ خدا کی رحمت کو تقسیم کرتے ہیں؟ ہم نے دنیا کی زندگی میں ان کی معیشت کو ۔۔۔ تقسیم کیا ہے، اور ان کے بعض کو بعض پر درجات میں فوقیت دی ہے۔ تاکہ ان کے بعض بعض سے خدمت لیں۔ اور تیرے رب کی رحمت اس سے بہتر ہے۔ جو کچھ وہ جمع کرتے ہیں۔

یہی جواب ہماری طرف سے خواجہ حسن نظامی کو ہے۔ ورنہ وہ ثابت کریں کہ کونوا مع الصادقین کا حکم سیدوں کے لئے نہیں۔ اور دوسرے لوگوں کے لئے ہے۔ یا یہ کہ صرف سید ہی صادقین میں سے ہو سکتے ہیں۔ اور دوسرے لوگ نہیں۔ تو کیا وہ اس پر روشنی ڈالنے کی جرأت کریں گے؟

مذہب اور سیاست

کلکتہ کے مشہور اخبار "بنگالی" نے جو مسٹر بپن چندر پال کے زیر ادارت شائع ہوتا ہے، ہندو مسلم اتحاد پر افتتاحیہ لکھتے ہوئے مسلمانوں کے متعلق یہ خیال ظاہر کیا ہے۔ کہ

"پیشتر اس کے کہ ہندوستان کی مختلف اقوام میں کوئی سچا اتحاد ہو۔ مسلمانوں کے مذہبی تخیلات کو سب سے پہلے دور کرنا چاہیئے"

ہمیں حیرت ہے کہ برادران وطن کو مسلمانوں کے مذہبی تخیلات سے اتنا خوف کیوں ہے، کیا وہ یہ سمجھتے ہیں۔ کہ مسلمان مذہب سے الگ ہو کر ملکی جدوجہد میں زیادہ حب الوطنی کا اظہار کر سکیں گے، اور ہمسایہ اقوام سے ان کی رواداری اور اتحاد بڑھ جائے گا؟ معاصر "مسلم اوٹ لک" نے اس کا جواب دیتے ہوئے سچ لکھا ہے۔ کہ ہندوؤں کے سامنے مغربی خیالات ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ مغربی شہنشاہیت پرستی، سرمایہ داری اور قومیت پسندی قابل تقلید ہیں۔ وہ دیکھتے ہیں کہ کس طرح سے جرمنی۔ فرانس یا برطانیہ کے لوگ قومیت کے نشہ میں سرشار ہیں۔ اور ان کا اتحاد نہایت زبردست اور مضبوط ہے۔ ان کا خیال ہے کہ اسی طرح سے ہندوستان کے لوگوں کو بھی قومیت پسندی کے بھوت کی طرف پروپگنڈا سے راغب کرنا چاہیئے۔ وہ اس بات کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ کہ یورپین لوگ جو کمزور لوگوں پر دست تطاول دراز کرتے۔ یا ان کے ملکوں کو لوٹتے ہیں۔ تو اس کی وجہ دراصل یہی ہے۔ کہ انہوں نے سیاست کو مذہب سے بالکل الگ کر رکھا ہے۔"

معاصر موصوف نے اس کے ساتھ ہی بتایا ہے کہ "ہندوؤں کے لئے مسلمانوں کی طرف سے آئندہ سلوک کے بارہ میں بہترین امید اسی بات میں مضمر ہے۔ کہ مسلمان مذہب پر اپنے ایمان کو برقرار رکھیں۔ اور صرف مذہب پر اس ایمان کی وجہ سے بت پرستوں کے ساتھ فیاضانہ اور حسن سلوک کا برتاؤ کریں۔ اگر مسلمان سیاست کو مذہب سے علیحدہ کر دیں۔ تو وہ جب چاہیں۔ ہندوؤں کو ستانا اور مارنا شروع کر دیں گے۔ اس لئے ہندو اگر عقلمند ہیں۔ تو انہیں مسلمانوں سے یہ اپیل ہرگز نہ کرنی چاہیئے۔ کہ وہ مذہب کو چھوڑ دیں بلکہ اس کے خلاف وہ ان سے التجا کریں گے۔ کہ وہ مسلمان پہلے ہوں اور مضبوط آدمی اور جارحانہ طریق اختیار کرنے والے بعد میں"

کیا ہندو قوم اس مخلصانہ مشورہ کو عقل کے کانوں سے سنے گی؟

الحق مع آل عیسٰے

ولایتی اخبارات میں پادری زویمر کی ایک کتاب "اسلام میں قانون ارتداد" پر ریویو شائع ہو رہے ہیں۔ اس کتاب میں پادری زویمر نے بتایا ہے۔ کہ اسلام نے مرتد کو واجب القتل ٹھیرایا ہے۔ اور اپنی تائید میں بعض احادیث اور فقہ اسلامی کو بھی پیش کیا ہے۔ جیسے دیوبندی حضرات بالخصوص مولوی میرک شاہ پیش کرتے ہیں۔

یہ ہمیں آج معلوم ہوا کہ دیوبندی اصحاب پادری زویمر کی ہمنوائی کا شرف رکھتے ہیں۔ اور حدیث میں جو یہ آیا ہے۔ کہ مسلمانوں اور عیسائیوں کی جنگ میں ایک آواز آئے گی۔ کہ الحق مع آل عیسٰے۔ تو اس سے دراصل اصحاب دیوبند ہی کی آواز مراد تھی۔ جو گلا پھاڑ پھاڑ کر اعلان کر رہی ہے کہ جو کچھ پادری زویمر نے لکھا ہے وہی حق ہے۔

خلافت اور تنظیم

خلافت اور تنظیم دو ایسے الفاظ ہیں۔ جن کا ذکر آجکل ہر مسلمان کی زبان اور ہر اخبار کے صفحات پر ہوتا ہے۔ لیکن اگر ان کی حقیقت معلوم کرنی چاہو۔ تو کچھ بھی نہیں۔ سنہ ۱۹۲۴ء سے پہلے جب خلافت کا نام ترکوں کے اندر باقی تھا۔ اس کے لئے جدوجہد کچھ حقیقت بھی رکھتی تھی۔ لیکن جب سے خلافت کو خود ترکوں نے منسوخ کر دیا۔ مجلس خلافت کا اس کے لئے جدوجہد کرنا اور لوگوں کو تحریک خلافت کے لئے وعظ کرنا ایک بے حقیقت بات ہے۔ ہاں اس کے بعد ایک نیا کام خلافت کمیٹی نے محترم ڈاکٹر کچلو کے زیر سیادت شروع کیا ہے۔ اور وہ تنظیم کا کام ہے۔ لیکن آج تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ عملاً مسلمانوں کی تنظیم کا کام کہاں تک سرانجام پایا۔ یا اس کے لئے کیا شاہراہ عمل تجویز کی گئی۔ کبھی کبھی خلافت کمیٹیوں کے عام جلسوں میں مسلمانوں کو تنظیم کے لئے ابھارا ضرور جاتا ہے، لیکن یہ نہیں معلوم کہ آیا مسلمان عام طور پر خود ہی ۔۔۔ اپنی اپنی جگہ پر تنظیم کرینگے۔ یا اس کے لئے علمبرداران تنظیم کو انہیں کسی شاہراہ پر چلانے کی ضرورت ہے۔ اگر مؤخر الذکر بات صحیح ہے تو ہم حیران ہیں کہ تنظیم کا کام آج تک وعظ گوئی تک محدود کیوں ہے؟ آخر کس کو تنظیم کی ضرورت اور اس کی اہمیت سے انکار ہے۔ کیوں علمبرداران تنظیم اس کو بروئے عمل لانے کی کوشش نہیں کرتے یا یہ محض لفظی اور زبانی باتیں ہیں جن کی غرض سوائے اس کے کچھ نہیں کہ مسلمانوں کو ایک مشغلہ میں رکھا جائے۔

آریہ سماج اور شانتی

"پرکاش" کانپور میں آریہ سماجی پرچار پر مسلمانوں کی طرف سے رکاوٹ کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہے کہ

"آریہ سماج کا طریق پرچار ایسا بے ضرر ہے کہ باوجودیکہ بھارت میں آریہ سماج سب سے زیادہ پرچار کا کام کرتا ہے۔ تاہم اس کے پرچار کی وجہ سے کبھی جھگڑے کی صورت پیدا نہیں ہوئی"

یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ آگ کے اثر سے کبھی کوئی چیز جل کر خاک سیاہ نہیں ہوئی۔ آریہ سماج اور شانتی دو متضاد چیزیں ہیں۔ ملک میں جہاں جہاں فساد برپا ہوا۔ وہاں اگر دیانتداری کے ساتھ تحقیقات کی جائے۔ تو اس کی بڑی وجہ آریہ سماجی ہاتھ ہوگا۔ کوہاٹ میں کونسی چیز فساد برپا کرنے کی موجب ہوئی تھی۔ کیا وہ آریہ سماجی پرچار نہ تھا؟ "کرشن سندیش" کے امن سوز ٹریکٹ کی اشاعت کیا آریہ سماج کی طرف سے نہ ہوئی تھی؟ اسی طرح سے دوسرے مقامات میں آریہ سماجی پروپگنڈا عام ہندوؤں کو فسادات پر مشتعل کرتا ہے۔ کیونکہ ہندو پریس کی باگ آجکل زیادہ تر سماجی ہاتھوں میں ہے اور اس پر خود مہاتما گاندھی کی شہادت موجود ہے۔ کہ آریہ سماج نے لڑاکے پرچارک پیدا کئے ہیں۔

تعجب ہے کہ ان صحیح واقعات کے باوجود "پرکاش" آریہ سماجی پرچار کو امن کا موجب قرار دیتا ہے۔ اور مسلمانان کانپور کو ملزم ٹھیراتا ہے۔ کہ انہوں نے خواہ مخواہ سماجی جھنڈا کو چھین کر پرچار کو روکا اسے شکر کرنا چاہیئے۔ کہ جھنڈے کے چھن جانے سے آتش فساد جلد فرو ہو گئی ورنہ اوم کے جھنڈے کی برکت سے جو جو کچھ امن سوز کیفیات پیدا ہوتی ہیں۔ ان سے مادر وطن کا کونسا متنفس ناواقف ہے۔

جماعت احمدیہ کا امتحان

اس وقت جماعت احمدیہ ایک سخت امتحان میں سے گذر رہی ہے۔ ایک طرف مسلم ہائی سکول کی عمارت پر چالیس ہزار روپیہ آئندہ ماہ تک صرف کرنا ہے ورنہ گورنمنٹ نے جو چالیس ہزار روپیہ دینے کا وعدہ کیا ہے۔ وہ نہ مل سکیگا۔ دوسری طرف مسجد برلن کے لئے ابھی تین چار ہزار روپیہ بکار ہے۔ جو ۱۵ فروری تک بہرحال جمع ہو جانا چاہیئے۔ تاکہ حضرت مولینا صدرالدین صاحب کی خدمت میں بھیجا جا سکے۔ جن احباب نے چندہ جمع کرنے کیلئے کاپیاں منگوائی ہیں وہ بہت جلد اس کام کو پورا کرنے کی کوشش کریں اور زیادہ سے زیادہ ۲۰ فروری تک کل جمع شدہ رقم بھیجدیں۔ ایسا ہی جن دوستوں نے ابھی تک سکول کی عمارت کیلئے اپنی ایک ماہ کی آمد کا چوتھا حصہ نہیں دیا وہ بہت جلد ادا فرما کر اپنی قوم کو اس امتحان میں سے نکالیں۔ اور ثواب دارین حاصل کریں۔

انتقاد

تحقیق المذاہب

مولانا اکبر شاہ خاں صاحب ایڈیٹر رسالہ "عبرت" نجیب آباد نے ایک کتاب "تحقیق المذاہب" نام تصنیف فرمائی ہے۔ چونکہ یہ ایک ضخیم کتاب ہے، جس کی ضخامت بقول مصنف ایک ہزار صفحات سے زیادہ ہوگی۔ اور ایسی ضخیم کتاب کے لئے ہندوستان ایسے ملک میں خریداروں کا ملنا دشوار تھا۔ اس لئے آپ نے خریداروں کی سہولت کو مدنظر رکھکر اس کتاب کو کئی چھوٹے چھوٹے حصوں میں شائع کرنا مناسب سمجھا ہے۔ چنانچہ پہلا حصہ موسوم بہ "حجۃ الاسلام" جس کی ضخامت دو سو (۲۰۰) صفحات ہے۔ شائع ہو چکا ہے۔ یہ حصہ ایک دیباچہ۔ ایک مقدمہ اور پانچ باب پر مشتمل ہے۔ مقدمہ میں ہستی باری تعالےٰ۔ وحی والہام۔ روح۔ جزا و سزا۔ یوم آخرت۔ انبیاء و رسل اور وجود ملائکہ وغیرہ مسائل پر نہایت محققانہ بحث کی گئی ہے۔ ہستی باری تعالےٰ کے ضمن میں دہریہ خیالات کی دلائل قاطعہ سے تردید کی ہے۔ اور وحی والہام کے ضمن میں ضرورت الہام و بعثت انبیا کو بدلائل ثابت کیا ہے۔

باب اول میں صفات باری تعالیٰ پر بحث ہے۔ دنیا کے مختلف مذاہب نے صفات باری تعالےٰ کا جو نقشہ پیش کیا ہے۔ مصنف نے اس باب میں اس کا خاکہ اس طرح اتارا ہے کہ گویا دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ صفات خداوندی کے متعلق جو عقائد عیسائیوں۔ یہودیوں۔ بودھوں۔ ہندوؤں۔ آریوں اور مسلمانوں میں ہیں۔ ان کو من وعن بیان کر دیا ہے۔ اور جس عقیدہ کی تائید کی ہے۔ قرآن کریم کی آیات سے کی ہے۔ اور جس کی تردید کی ہے، قرآنی بینات سے کی ہے، دوسرے باب میں مذاہب عالم اور مذہب اسلام کے باہمی تعلق کو بیان کیا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس

اس کتاب کی خاص خوبی جس کا میں یہاں ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ یہ ہے کہ مصنف صاحب جہاں کہیں کسی بات کی تائید یا تردید میں قرآنی آیات لائے ہیں۔ نہایت مناسب موقع اور محل پر لائے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو قرآنی آیات کے برمحل لانے کا خاص ملکہ حاصل ہے۔ زبان نہایت شستہ اور صاف ہے۔ تمام کتاب میں کسی مقام پر بھی تہذیب کے دامن کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا گیا۔ الغرض "تحقیق المذاہب" کے اس پہلے حصہ کے مطالعہ سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ کہ یہ کتاب اہل ملک وملت کے لئے نہایت مفید ثابت ہوگی۔ قیمت عمر؍ مولینا اکبر شاہ خاں صاحب ایڈیٹر رسالہ "عبرت" نجیب آباد سے طلب کیجئے۔ (سردار خاں)

پیغام امین

قرآن کریم کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کو پڑھکر نہ صرف مسلمانوں کے دلوں میں ایک کشش اور جذب پیدا ہوتا ہے بلکہ غیر مسلم بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اور سخت ترین دشمنی کے باوجود اس کی خوبیوں کا انہیں اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ بہت سے اکابر مستشرقین نے قرآن کریم کے متعلق جس حسن عقیدت کا اظہار کیا ہے، ہمارے خیال میں اس کی صداقت کو منوانے کے لئے اس سے زیادہ کوئی ثبوت بکار نہیں۔

مولانا محمد عبد اللہ صاحب منہاس سابق ایڈیٹر وکیل کا مسلمانوں کو ممنون ہونا چاہیئے۔ کہ انہوں نے ان تمام آراء کو ایک کتاب کے اندر جمع کر دیا ہے۔ جو "پیغام امین" کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ کتاب کے شروع میں قرآن کی حفاظت اور اشاعت کی مختصر تاریخ دی گئی ہے۔ اور ان تمام تراجم کا ذکر کیا ہے۔ جو مختلف زبانوں میں قرآن کے کئے گئے ہیں۔

ہمارے خیال میں یہ کتاب اس قابل ہے کہ ہر ایک مسلمان اسے خود پڑھے اور اپنے غیر مسلم دوستوں کو پڑھائے تاکہ انہیں معلوم ہو کہ جس کتاب کو آج مسلمانوں نے طاقچوں کی زیب و زینت بنا رکھا ہے۔ وہ کسقدر اعلےٰ درجہ کے دل و دماغ رکھنے والے لوگوں کو اپنا مسخر کر چکی ہے۔ کتاب لکھائی چھپائی کے اعتبار سے دیدہ زیب ہے قیمت ایک روپیہ۔ شرکت ادبیہ امرتسر سے طلب کیجئے +

حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت

واقعات عالم سے

(۲)

(پروفیسر شیخ محمد عبد اللہ صاحب کے قلم سے)

ایک اور صداقت جو مسیح موعودؑ نے مسلمانوں کے سامنے پیش کی یہ تھی کہ مسلمانوں کی حقیقی ترقی کا راز اشاعت اسلام میں مضمر ہے اور اب مسلمان بجز اس راہ کے اور کسی طریقہ سے حقیقی کلام اور دنیوی اور اخروی بھلائی حاصل نہیں کر سکتے۔ یہ ایک صداقت تھی جو کہ مامور من اللہ نے دنیا پر ظاہر کی۔ مگر مسلمانوں نے اس کا انکار کیا۔ اور نہ مانا۔ گو یہ ایک ایسی زبردست صداقت تھی جس کا وہ کھلا کھلا انکار نہ کر سکتے تھے۔ مگر اپنے عمل سے انہوں نے اس کی مخالفت کی۔ اور بعض تو بلاشبہ اسلام کا جنازہ پڑھ چکے تھے۔ اور ہر طرف سے ان کو مایوسی ہی مایوسی نظر آرہی تھی۔ مگر اب واقعات عالم ایسے پیش آ رہے ہیں کہ مسلمان بالآخر اس کی طرف قدم اٹھا رہے ہیں۔ مسلمانوں نے گذشتہ چند سالوں میں ایک نہیں بیسیوں مختلف انواع و اقسام کی انجمنیں اور کمیٹیاں قائم کیں۔ ان کے مختلف اغراض و مقاصد قرار دیئے۔ کبھی ہجرت میں کامیابی کا راز مضمر سمجھا۔ اور اپنا سارا مال و زر اس پر صرف کر دیا۔ کبھی خلافت پر ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ اور اس کے حصول کے واسطے جابجا خلافت کمیٹیاں قائم کیں۔ اور ہزاروں کی تعداد میں اس کے واسطے میدان عمل میں نکل پڑے۔ اور لاکھوں روپیہ صرف کر دیا اور کونہ کونہ میں اس کا چرچا ہو گیا۔ اور پھر کبھی حصول سوراج کے سوائے اور کوئی کام ہی نظر نہ آتا تھا۔ اور اس کو اپنی زندگی کا مقصد اور نصب العین قرار دیا۔ اور اس کے واسطے بھی بلاشبہ بڑی بڑی مالی اور جانی قربانیاں کیں۔ سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں جیل خانوں میں گئے۔ اور وہاں بڑی بڑی تکالیف برداشت کیں۔ مال و جان تک بھی پرواہ نہ کی۔ اور بے شک بڑے بڑے کارہائے نمایاں کئے۔ گھر گھر میں اس کا چرچا ہو گیا۔

الغرض اپنی دینی اور دنیوی ترقی کے واسطے ہر ممکن طریقہ سے جو کہ ان کے عقل و فہم میں آسکتا تھا۔ کوشش کی۔ مگر جو طریقہ اختیار کرنا تھا۔ وہ نہ کیا۔ وہ جو امام وقت کا بتایا ہوا راز تھا۔ وائے تعصب تو نے ان کے قدم کو اس طرف نہ اٹھنے دیا۔ اور ہمیشہ خسران اور ہلاکت کی طرف ہی ان کو لے گیا۔ لیکن اب وہ وقت آگیا ہے۔ کہ مسلمان اس گر کو سمجھیں جس کو مصلح ربانی نے خدائے علیم و حکیم سے علم پا کر دنیا پر ظاہر کیا تھا۔ مسلمان بالعموم ان مختلف حادثات میں پھنسکر اس قدر پیسے گئے ہیں۔ کہ ہر طرف سے ان پر مایوسی ہی مایوسی چھا رہی ہے۔ لیکن خوب یاد رکھو۔ کہ اب ان کے واسطے بجز اس ایک راہ کے اور کوئی طریقہ نہیں رہا۔ مسلمانوں نے گذشتہ آٹھ دس سال میں کافی سے زیادہ تلخ تجربے حاصل کئے ہیں۔ خوب یاد رکھو۔ من جرب المجرب حلت به الندامة۔ مسلمان اگر اب بھی سمجھ جائیں۔ تو خیر۔ ورنہ اب واقعات ایسے پیش آنے والے ہیں۔ کہ ان کو مجبوراً اس طرف آنا ہوگا قومی تناسب کا بڑا بھاری سوال ان کو اس بات پر مجبور کر رہا ہے کہ وہ اپنی تعداد کو بڑھائیں۔ جس کا واحد ذریعہ اشاعت اسلام ہی ہے۔ سیاسی نقطۂ نظر سے بھی جب تک ان کی تعداد کافی نہ ہوگی کامیابی ناممکن ہے۔ اور سب سے بڑا بھاری واقعہ جس کو اس ملک ہندوستان کے مسلمانوں نے دیکھا۔ وہ شدھی کا دور دورہ ہے۔ میں تو اس کو ایک رنگ میں رحمت ہی تصور کرتا ہوں۔ اور وہ اس طرح کہ حقیقت یہی ہے کہ جب تک مقابلہ نہ ہو انسان ترقی نہیں کرتا۔ ترقی کے لئے مقابلہ کا ہونا اشد ضروری ہے۔ اور اب اس موقع سے مسلمانوں کے اندر اشاعت اسلام کا کچھ نہ کچھ احساس پیدا ہو گیا ہے۔ اور ہوتا جا رہا ہے۔ اور بالآخر اس راستہ پر آ رہے ہیں۔ جو کہ مامور من اللہ اور مجدد وقت نے بتایا تھا۔

ایک اور بات جس کا اعلان حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے آخری ایام زندگی میں کیا۔ وہ عظیم الشان امر ہے۔ جس کو ہندو مسلم اتحاد کی کامیابی کا راز سمجھنا چاہیئے۔ آج اس ہندو مسلم اتحاد کو قائم کرنے کے واسطے رہنمایان ملک طرح طرح کے طریق عمل تجویز کرتے ہیں۔ کبھی تو ان کو سوراج جیسی سونے کی چڑیا دکھلا کر یک جان اور یک خیال ہونے کی تلقین کی جاتی ہے۔ اور کہیں ملک کی خاطر سب کچھ قربان کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اپنے آپ کو پہلے ہندوستانی اور پھر مسلمان کہنے میں فخر سمجھا جاتا ہے۔ کبھی ہندو مسلمانوں کے مشترکہ خلافت [illegible] سے کہ اس اتحاد کو قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اور کبھی مسلمانوں سے ہندوؤں کی خاطر گاؤ کشی کو بند کرنے کا تقاضا کیا جاتا ہے اس بات کو ماننے کے لئے تیار ہوں کہ یہ باتیں ایک حد تک مفید ہیں۔ مگر اس ہندو مسلم اتحاد کی اصل بنیاد اور اس کا اصل راز اس بات میں مضمر ہے جو آج سے ۱۵، ۱۶ سال پیشتر اس مصلح ربانی نے دنیا کے سامنے پیش کی۔ یعنی یہ کہ اصل اتحاد و حقیقی اتفاق تب ہی قائم ہو سکتا ہے۔ کہ ہندو مسلمانوں کے پاک رسول حضرت محمد صلعم اور ان کی مقدس کتاب قرآن کریم۔ اور ان کے دین اسلام سب کو سچا اور برحق تصور کریں۔ اور اس طرح مسلمان بھی ہندوؤں کے اوتار اور رشیوں کو خدا کے مرسل اور پیغمبر مانیں۔ مسلمانوں کو تو از روئے قرآن صاف حکم ہے۔ کہ وہ سب کے سب اس بات کو تسلیم کریں۔ کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے وقتاً فوقتاً ہر قوم و مذہب۔ ہر ملک و ملت میں اللہ تعالےٰ کے رسول اور نذیر اور بشیر آتے رہے۔ اس کے ماتحت ضروری ہے۔ کہ اس ملک ہندوستان میں بھی اللہ تعالےٰ نے اپنی صفت ربوبیت اور رحمانیت کے ماتحت مرسل اور نبی مبعوث کئے ہوں۔ پس مسلمان از روئے قرآن اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اس اصول عامہ کے ماتحت۔ ولکل قوم ھاد۔ وان من قریۃ الا خلا فیھا نذیر۔ اس ملک ہندوستان کے اوتار اور رشی اپنے اپنے وقتوں میں ہادی اور مرسل تھے۔ اور ہمارے نزدیک وہ بھی دیگر انبیاء اور رسولوں کی طرح قابل تعظیم ہیں۔ اور اسی طرح وید اللہ تعالےٰ کی الہامی کتاب تھی۔ مگر چونکہ اب وہ محرف و مبدل ہو چکی ہے۔ لہذا ناقابل عمل ہے۔

الغرض ہندو مسلم اتحاد اگر قائم ہو سکتا ہے۔ تو اس کا واحد ذریعہ وہی ہے۔ جو کہ امام وقت نے بتایا ہے۔ اور اب دنیا اس راہ پر گامزن ہو رہی ہے۔ ہندوستان کے بڑے لیڈر مہاتما گاندھی نے صاف کہا ہے۔ کہ میں قرآن کو خدا کا سچا کلام اور محمد رسول اللہ کو خدا کا سچا نبی تصور کرتا ہوں۔ اور چاہتا ہوں کہ دیگر اہل ہنود بھی اس کتاب یعنی قرآن کو اور اس رسول یعنی محمد رسول اللہ کے حالات کو آپ کے ذکر کو بغض و عناد اور تعصب وغیرہ سے پاک کر کے پڑھیں۔ اور طالب حق ہوں اس طرح سے ان کو ان سے ایسی ہی محبت پیدا ہو جائے گی جس طرح کہ مجھے ہے، اور اس کو خدا کا سچا کلام سمجھنے لگ جائیں گے۔ اور اگر غور کیا جائے۔ تو حقیقت یہی ہے۔ کہ بجز اس طریق کے اتحاد و اتفاق ناممکن اور ایک بے معنی بات ہے۔ جب تک کہ ہم دوسرے کے بزرگوں اور پیشواؤں کی عزت کرنی نہ سیکھیں گے، محبت۔ امن اور اتحاد کا پیدا ہونا ناممکن ہے۔ اور جیسا کہ مہاتما گاندھی کے الفاظ سے عیاں ہے۔ دنیا اب اس اصول کی طرف آ رہی ہے، اور یہ حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت پر واقعات عالم سے ایک بڑی بھاری دلیل ہے۔

(باقی)

قابل توجہ احباب

اکثر دیکھا گیا ہے۔ کہ احباب محاسب صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نام رقم بھیجتے وقت تفصیل نہیں دیتے۔ جس کی وجہ سے سوائے امانت کے اور کسی مد میں رقم جمع نہیں ہو سکتی۔ اور بعد میں بھی کوئی تفصیل نہیں آتی۔ اس لئے سب احباب کی خدمت میں عرض ہے کہ رقم بھیجتے وقت کوپن پر اس قدر تفصیل ضرور دے دیا کریں۔ کہ رقم ارسال کردہ میں کتنی کتنی رقم کس کس مد کے لئے ہے۔ اور اسوا تفصیل کی اطلاع اگر لمبی ہو۔ تو علیحدہ بذریعہ خط میرے نام بھیجکر ممنون فرمایا کریں۔"

خاکسار

جائنٹ سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

کتبہ عمارت مسلم ہائی سکول

خدا کے فضل و کرم سے مسلم ہائی سکول کی عمارت کا کام جاری ہے۔ اتوار کے دن ۱۵۔ فروری ۱۹۲۵ء کو بوقت نماز ظہر عمارت پر کتبہ لگایا جائے گا۔ بیرونجات کے جو احباب آسانی سے اس موقعہ پر لاہور آسکتے ہوں۔ وہ دعا میں شامل ہو کر عند اللہ ماجور ہوں۔

(سیکرٹری)

کیا احمدی حنفی وغیرہ نام غیر مشروع ہیں

(مولوی عصمت اللہ کے قلم سے)

آج کل تعلیم یافتہ روشن خیال طبقہ میں ایک گروہ ایسا بھی نظر آرہا ہے۔ جو مسلم کے سوا اپنے لئے اور کوئی نام پسند نہیں کرتا۔ اس کے خیال میں حنفی۔ شافعی۔ چشتی۔ قادری۔ اہلحدیث وغیرہ کہلانا احداث فی الدین کے مترادف ہے۔ یہ گروہ یوماً فیوماً ترقی پکڑ رہا ہے مجھے پہلے پہل کوہ مری میں اس گروہ کے بعض تعلیم یافتہ اشخاص سے سابقہ پڑا۔ اور پھر جالندھر میں بعض آدمیوں سے اتفاق ملاقات ہوا۔ اس میں شک نہیں کہ زمانے نے ہی کچھ ایسے اسباب پیدا کر دیئے ہیں جن سے خود بخود اس گروہ کو ترقی حاصل ہو رہی ہے۔

اول تو موجودہ زمانے کے علماء وقتی ضروریات و مصالح سے بے خبر فرقہ بندی کے جھگڑوں میں الجھے ہوئے ہیں۔ اور اپنے معدودے ہم خیالوں کے سوا سب پر تکفیر کی مشین گن چلانے میں منہمک ہیں۔ ان کا عملی نمونہ آزاد خیال تعلیم یافتہ انسان کے لئے۔ اس بات کا سبق آموز ہے کہ یہ آئے دن کی فرقہ بندیاں اور باہمی معرکہ آرائیاں صرف نفس خبیث ہی کی ترغیب کا نتیجہ ہیں۔ اسلام کو ان سے کوئی تعلق نہیں حیرت کا مقام ہے کہ موجودہ روشنی کے زمانے میں جب کہ ہر عقیدے کو فطری اصولوں کی کسوٹی پر کس کر دیکھا جا رہا ہے۔ دیوبندی علماء کا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن مجید میں بعض ناقابل العمل آیتیں مرفوع التلاوت ہیں اور بعض متروک العمل آیتیں اس میں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔ عیب کر سکتا ہے۔ تخلف وعدہ پر قادر ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ ان ناپاک اور گندے عقیدوں کو دیکھ کر کون سلیم الطبع انسان ہے۔ جو ان مولویانہ فرقوں میں سے کسی ایک فرقے کے ساتھ اپنے انتساب کو پسند کرے۔

دوم:- جب کہ اللہ تعالیٰ نے ہی فرما دیا ہے کہ تمہارا مذہب اسلام اور تمہارا نام مسلم ہے۔ تو پھر اس نام کو چھوڑ کر دوسرا نام اختیار کرنا اپنے ہی مالک کے خلاف نہیں تو اور کیا ہے۔

سوم:- یہ کہ زمانۂ نبوت اور قرون مشہود لہا بالخیر میں حنفی اور اہلحدیث وغیرہ نام ایجاد نہیں ہوئے۔ اور نہ کسی نے اپنے آپ کو ان ناموں سے یاد کیا۔

چہارم:- یہ کہ ان ناموں کا وجود مسلمانوں کے باہمی اتحاد میں رخنہ انداز ہے۔ اور انہی کی بدولت باہمی افتراق و تشتت کی گرم بازاری ہو کر فتنہ و فساد کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔

ہم مانتے ہیں کہ علماء ضروریات زمانہ سے بے خبر مسلمانوں کے باہمی انشقاق و افتراق کا موجب بنے ہوئے ہیں۔ اور اپنے من مانے عقیدوں کو جو صریحاً اسلام اور تعلیم قرآن کے برخلاف ہیں۔ دیدہ و دانستہ اسلام کی طرف منسوب کر کے اسے بدنام کر رہے ہیں۔ اور خود مخالفین کو ہنسنے کا موقعہ دے رہے ہیں۔ اور ہمیں یہ بھی تسلیم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارا مذہب اسلام قرار دیا ہے۔ اور ہمارا نام مسلم رکھا ہے۔ یہ بھی سچ ہے۔ کہ زمانۂ نبوت اور قرون مشہود لہا بالخیر میں حنفی۔ شافعی۔ دیوبندی وغیرہ نام ایجاد نہیں ہوئے تھے۔ اور اس میں بھی کلام نہیں کہ ان ناموں کی نسبت کو مدار اسلام سمجھ کر افتراق و تشتت کی خلیج کو زیادہ وسیع کر دینا خلاف تعلیم اسلام ہے۔ اور ہمارا یہ بھی یقین ہے کہ روشن خیال مسلم گروہ اپنے دل میں سچا درد اسلام رکھتا ہے۔ اور اس بات کا آرزومند ہے کہ مسلمانوں کی ترقی کے راستے میں جو روڑے اٹک رہے ہوں۔ وہ دور ہو جاویں۔ تاہم ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ حنفی۔ شافعی۔ اہلحدیث وغیرہ کسی مذہب کا نام نہیں۔ اگر کسی مذہب کا نام ہوتے تو پھر اصولی تعلیم کبھی متحد نہ ہوتی۔ اس میں ضرور اختلاف پایا جاتا۔ جیسا ہندوؤں میں ہے۔ جینی۔ آریہ۔ سناتن دھرمی۔ دیوسماجی۔ برہمو سماجی سب ہندو کہلاتے ہیں۔ مگر اصولاً باہمدگر اس قدر مختلف ہیں۔ کہ کوئی صورت ایک دوسرے سے ملاپ کی نظر نہیں آتی۔ یہ اور بات ہے۔ کہ مذہب کو چھوڑ کر ایک ہو جاویں۔ ورنہ مذہب کو اپنے اصلی رنگ میں قائم رکھ کر ایک ہو جانا ممکن نہیں۔

ایک کی نظر میں وید الہامی ہیں۔ تو دوسرے کی نگاہ میں غیر الہامی۔ ایک وجود باری کا قائل ہے۔ تو دوسرا منکر۔ ایک بت پرست تو دوسرا موحد۔ ایک سلسلہ الہام کو منقطع مانتا ہے۔ تو دوسرا اس کے ہمیشہ رہنے کا قائل ہے۔

یہ اصولی اختلافات ہیں۔ اور اس قسم کے اختلافات کا وجود ہمیشہ اتحاد کا مانع ہوا کرتا ہے۔ آج کل اگر اتحاد کی رو چل رہی ہے۔ اور نت نئے سوامی سنگھٹن کا پرچار ہو رہا ہے۔ تو سمجھ لو کہ جس قدر اتحاد بڑھے گا۔ اور جس قدر باہمی سنگھٹن ہو گا۔ اسی قدر مذہب چھوٹتا چلا جائے گا۔ اور آخر کار نوبت یہاں تک آ پہنچے گی۔ کہ مذہب جز و دان عدم میں بند ہو کر معدوم ہو جائیگا۔

مگر کیا حنفی۔ شافعی۔ اہلحدیث۔ اور احمدیوں میں ایسے اختلافات موجود ہیں۔ ہرگز نہیں۔ سب کا خدا ایک۔ رسول ایک کتاب ایک۔ سب روزہ و نماز کے قائل سب حج و زکوٰۃ کے مقر۔ ایک ذرہ بھی باہمدگر اختلاف نہیں۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے بے نظیر فصیح و بلیغ ہے۔ اور وسعت معانی کے لحاظ سے بحر لا ساحل کہلانے کا پورا پورا استحقاق رکھتا ہے۔ بنی نوع انسان اختلاف مرز و بوم اختلاف آب و ہوا۔ اور تعلیم وغیرہ کی وجہ سے مختلف الطبائع ہیں اس لئے ان کا مختلف الخیال ہونا بھی ضروری ہے۔ قرآن مجید کی ایک آیت پر مختلف الطبائع آدمی اصول و قواعد کے ماتحت بہت بڑی نیک نیتی کے ساتھ غور کرتے ہیں۔ مگر اختلاف طبائع کی وجہ سے فہم معانی میں مختلف ہو جاتے ہیں۔ کیا اس قسم کا اختلاف کوئی ایسا مضر نتیجہ پیدا کر سکتا ہے جس کا اصولوں پر برا اثر جا پڑے ہرگز نہیں۔ بلکہ اس قسم کا اختلاف تو قرآن پاک کے وسعت معانی پر دلیل بن جاوے گا۔ ایسا ہی اگر ہیئت نماز یا اس کے اعمال میں کچھ خفیف سا اختلاف رونما ہو جاوے۔ کوئی سینہ پر ہاتھ باندھنے کو اچھا سمجھے۔ اور کوئی زیر ناف۔ کوئی آمین بالجہر کو ضروری سمجھے اور کوئی غیر ضروری۔ تو کیا یہ اختلاف اور اختلاف بھی اس حالت میں کہ خود جناب رسالتمآب کا عمل اس معاملہ میں مختلف رہا ہو۔ اصول شکن قرار دیا جا سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ یا یہ کہ کچھ آدمی آیاتِ قرآنی پر غور کرتے ہوئے اس نتیجے پر پہنچیں کہ جناب مسیح علیہ السلام کو زندہ ماننے والے تو نزول جسمانی کے قائل ہوں۔ اور فوت شدہ کہنے والے یہ عقیدہ رکھیں۔ کہ مسیح کا دوبارہ اپنے جسم کے ساتھ آسمان سے نازل ہونا امر محال ہے۔ ہاں مسیح کا مثیل آ سکتا ہے۔ اور بس کیا یہ اختلاف بھی کوئی اصولی اختلاف ہے۔ ہرگز نہیں۔ پھر ان معمولی اختلافات کی بنا پر کسی کو یہ حق کب حاصل ہے۔ کہ دوسرے کو اسلام سے خارج کر دے۔ ہرگز نہیں۔ ان معمولی اختلافات کی بنا پر اگر کوئی متحد الخیال جماعت امتیاز کی غرض سے اپنا کوئی نام تجویز کر لے تو وہ نام مذہب کہلا سکے گا۔ ہرگز نہیں۔

جب کہ یہ نام کام یا خیال کے اتحاد کی بنا پر ہیں۔ تو پھر یہ کہنا کسی صورت میں بھی صحیح نہیں ہو سکتا کہ حنفی۔ شافعی۔ احمدی کہلانا احداث فی الدین کے مترادف ہے۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ بعض متحد الخیال جماعتوں کے افراد انانیت اور تعصب کی وجہ سے اپنے جزئی اختلافوں کو اصولوں سے زیادہ اہمیت دیکر باہمی نفاق و انشقاق اور تکفیر کا موجب بن رہے ہیں۔ ان کا یہ فعل درحقیقت اسلام کے خلاف ہے۔ اور یہ ہماری انتہائی بدقسمتی ہے۔ کہ جزئی اختلافات کو اصولی رنگ دینے والے۔ اور ان کی وجہ سے ایک دوسرے کو کافر بنا کر اسلام سے خارج کرنے والے ہمارے ہی مفتیان دین متین ہیں۔ افسوس جن مبارک نفوس کی نسبت یہ یقین تھا کہ وہ ہماری کشتی کے ناخدا بن کر اسے گرداب ہلاکت سے بچا کر ساحل پر لگا دیں گے۔ وہی اس کشتی کو ڈبونے والے نکلے۔ ؎

مہر کی تجھ سے توقع تھی ستمگر نکلا تو

موم سمجھے تھے ترے دل کو سو پتھر نکلا

یہ امر تو طے ہو چکا۔ کہ حنفی۔ شافعی وغیرہ نام مذہب کے طور پر نہیں بلکہ اتحاد خیال یا امتیاز کی بنا پر ہیں۔ مگر یہ امر ابھی طے کرنا باقی ہے۔ کہ یہ امتیازی نام اسلام اور قرآن مجید کی تعلیم کے برخلاف تو نہیں اگر برخلاف ہیں۔ تو قابل ترک ہیں۔ ورنہ ان ناموں کو ہدف ملامت بنانا کسی طرح پر صحیح نہیں۔ اس معاملے کو طے کرنے کے لئے سب سے پہلے یہ دیکھنا ہے۔ کہ کہیں قرآن مجید نے ایسے امتیازات تو قائم نہیں کئے۔ اگر کئے ہوں تو پھر ان ناموں پر اعتراض کرنا سخت ترین غلطی ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ ایسے امتیازات قرآن مجید میں موجود ہیں۔ یا نہیں۔

اس میں تو کوئی شک نہیں۔ اور ہمارا بھی علیٰ وجہ البصیرۃ یہ یقین ہے۔ کہ اسلام ہی سب سے پہلا مذہب ہے۔ اور یہی تا قیام قیامت قائم رہنے والا ہے۔ مگر باوجود اس بات کے اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے بعض اہل بصیرت کو اہل الذکر کے نام سے موسوم فرمایا ہے۔ جیسے ارشاد ہے فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون جب تمہیں نہ آتا ہو۔ تو اہل الذکر سے پوچھ لیا کرو۔

اہل الذکر ہم ہی میں سے ہیں۔ اور مسلمان ہیں۔ مگر وفور علم و بصیرت کی وجہ سے ہم سے ممتاز ہو گئے۔ اور اہل الذکر کہلائے۔ یہ امتیازی نام انہیں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے عطا ہوا۔

پھر اگر ہم اسی امتیاز کے لئے آج اپنے آپ کو احمدی کہہ دیں۔ تو کیا گناہ ہے۔ گناہ تب ہوتا ہے۔ جب ہم اپنے آپ کو حضرت مرزا صاحب کی طرف منسوب کر کے بطور مذہب کے اپنا نام احمدی رکھ لیتے۔ حالانکہ امر واقعہ یہ نہیں ہے حضرت مرزا صاحب نے خود اسی نسبت کی وجہ بتلا دی ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کے دو نام تھے۔ محمدؐ اور احمدؐ ایک جلالی دوسرا جمالی۔ جمالی نام کی طرف نسبت کر کے احمدی کہا گیا۔ یہ نسبت مرزا صاحب کی طرف نہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے۔ اور بعینہٖ وہی نسبت ہے جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظہور میں آوے گی۔

اس پر اعتراض کرنا اور صرف نام کو وجہ ملامت بنانا نہایت بڑی غلطی ہے۔

علاوہ ازیں یہ امر بھی قابل غور ہے۔ کہ احمدی حنفی اہلحدیث وغیرہ سب مسلم ہیں۔ اور وہ بھی مسلم ہی ہیں۔ جو اپنے آپ کو حنفی شافعی کہلانا پسند نہیں کرتے مگر آخر اس عموم میں کچھ تو خصوصیت ہے۔ جس کی بنا پر عام مسلمانوں اور ان روشن خیال حضرات میں امتیاز پیدا ہو کر ایک جماعت بن گئی۔ تعمیم کے بعد تخصیص کا ہونا لازمی امر ہے۔ اور اسی جہان کا کارخانہ چل رہا ہے تعمیم میں تخصیص پیدا نہ ہو۔ تو تقسیم کل کا اصول بیکار ہو جاوے۔ لیکن اس تخصیص بعد تعمیم یا بہ الفاظ دیگر جماعت بندی کو اصطلاحی معنوں میں مذہب کے نام سے موسوم کرنا سخت ترین غلطی ہے۔ اور اسی خیال سے بعض لوگوں کو یہ بھی غلطی لگ رہی ہے کہ احمدیت ایک جداگانہ مذہب ہے۔ احمدیت اسلام سے کوئی جداگانہ مذہب نہیں مذہب تو بمصداق ان الدین عند اللہ الاسلام صرف اسلام ہی ہے۔ ہاں وہ جماعت جو دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا عہد کر چکی ہے۔ اور رات دن اسلام کی اشاعت کی فکر میں لگی ہوئی ہے۔ جو اسلام کو قانون قدرت الہیہ کے خلاف نہیں سمجھتی۔ اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قوتوں سے ان کی استعدادوں کے مطابق کام لینا ضروری سمجھتی ہے۔ اور یہ یقین کرتی ہے۔ کہ اسلام کا کوئی عقیدہ اور کوئی حکم صداقتوں کے منافی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو ایک مانتی ہے۔ اور اس کی جملہ صفات کاملہ کی مقر ہے۔ جملہ انبیاء پر صدق دل سے ایمان رکھتی ہے۔ اور یہ بھی کہتی ہے۔ کہ وہ سب انسان تھے۔ انسانوں کی طرح پیدا ہوئے۔ اور وفات پا گئے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ اس مقدس گروہ میں سے کوئی ایک بشری اور انسانی لوازمات کو چھوڑ کر قانون قدرت کے خلاف اپنے عنصری جسم کے ساتھ دو ہزار سال تک زندہ ایک جا بیٹھا ہے۔ جیسا کہ مسیح علیہ السلام کے متعلق بعض لوگوں کا خیال ہے۔ محمدؐ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ ان کے بعد کوئی نبی نیا ہو یا پرانا نہیں آ سکتا۔ تمام الہامی کتابیں حق ہیں۔ قرآن مجید سب سے آخری کتاب اور آخری شریعت ہے۔ اب ممکن نہیں کہ اس کا کوئی حکم تبدیل ہو سکے ہاں اللہ تعالیٰ کا مکالمہ و مخاطبہ بند نہیں۔ تا قیام قیامت جاری رہے گا۔ وہ جسے چاہے اپنے مکالمے و مخاطبے کے شرف سے مشرف فرما سکتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر صدی کے سر پر مجدد مبعوث ہوتے رہے۔ اور آئندہ ہوتے رہیں گے۔ چودھویں صدی کے مجدد حضرت مرزا صاحب ہیں۔ اور وہ مکالمہ و مخاطبہ الہیہ کے شرف سے بالیقین مشرف فرمائے گئے۔ فرشتوں کا وجود حق ہے۔ تقدیر میں کوئی شک نہیں۔ قیامت بالیقین آنے والی ہے۔ نماز۔ روزہ۔ حج زکوٰۃ۔ سب کو مانتی ہے۔ وہ جماعت جس کے یہ معتقدات ہیں احمدی جماعت کہلاتی ہے۔ اس کے یہی معتقدات ظاہر کر رہے ہیں۔ کہ اس نے اسلام کے سوا کوئی نیا راستہ اختیار نہیں کیا۔ اور نہ کوئی نیا عقیدہ ہی ایجاد کیا سلف صالحین کے بھی یہی عقیدے تھے۔ اور جماعت احمدیہ کے بھی یہی عقائد ہیں پھر ہم نہیں سمجھتے کہ اس جماعت کو مسلمانوں سے علیحدہ جماعت کہنے کے کیا وجوہات ہیں۔ جب کہ جماعت مذکورہ کا صادق امام

اس طرح ارشاد فرما رہا ہے کہ میں کسی عقیدہ متعلق عاید ..... منحرف نہیں ہوں۔ آئینہ کمالات اسلام

میں مسلمان ہوں۔ اور اللہ اور رسول اور اللہ جل شانہ کے ملائک اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور بعث بعد الموت پر اسی طرح ایمان لاتا ہوں جیسا کہ اللہ جل شانہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیم میں ظاہر فرمایا ہے۔ اور نہ صرف یہی بلکہ ان تمام احکام صوم و صلوٰۃ کا پابند بھی ہوں۔ جو اللہ اور رسول صلعم نے بیان فرمائے ہیں۔ آئینہ کمالات

ما مسلمانیم از فضل خدا مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
مست او خیر الرسل خیر الانام ہر نبوت را برو شد اختتام

نام پسند نہ کرنے والی روشن خیال جماعت مسلمہ کو نام پر اعتراض کرنے کی بجائے ٹھنڈے دل سے ہمارے عقائد پر غور کرنا چاہئے اور پھر ہمارے ساتھ ہو کر اشاعت اسلام کی طرف دل و جان سے متوجہ ہونا چاہئے۔

موجودہ زمانے میں اشاعت اسلام سے بڑھ کر اور کوئی کام اہمیت نہیں رکھتا۔

علماء تو اپنے واہیہ مزعومات ہی کو عین اسلام سمجھ کر اسلام کی اصل صورت کو دھندلا بنا رہے ہیں۔ اور اس بات کے اہل نہیں رہے کہ ٹھیک معنوں میں اشاعت اسلام کر سکیں۔ ہاں اللہ تعالےٰ کے فضل سے جماعت مسلمہ میں یہ آثار نظر آ رہے ہیں۔ یہ جماعت مزعومات علماء کو ترک کر رہی ہے۔ اور اسلام کو اس کی اصلی صورت میں دیکھنا چاہتی ہے۔ اور یہی احمدیت کا بھی مدعا ہے۔ پس اس جماعت کو ساتھ دینا چاہئے۔

بینال بلبل اگر با منت سر یاری است
کہ ما دو عاشق زاریم کار ما زاری است

کسی نام کا زمانہ نبوۃ اور قرون مشہود لہا بالخیر میں جاری نہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ نام کبھی جاری ہی نہیں ہو سکتا کیونکہ امتیازات اس مبارک زمانے میں بھی موجود تھے۔ اور آئندہ بھی موجود رہیں گے۔ اصحاب صفہ کا وجود اسی زمانے میں قائم ہوا انصار و مہاجرین کی تمیز بھی اسی زمانے میں پیدا ہوئی۔ ہاں یہ امتیازات مذہب نہیں کہلائے۔ ایسا ہی احمدی اور حنفی کہلانا بھی مذہب نہیں۔ مذہب تو صرف اسلام ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ ان ناموں کا وجود باہمی اتحاد میں رخنہ انداز ہے۔ افسوس ہم اس کلیہ کو تسلیم کرنے سے قاصر ہیں ناموں کا وجود باہمی اتحاد میں رخنہ انداز نہیں۔ بلکہ اتحاد میں یہ بات رخنہ انداز ہے۔ کہ جزوی اختلافی مسائل کو اصولی رنگ دے کر ایک دوسرے کے برخلاف اکھاڑے قائم کئے جا رہے ہیں۔ بفرض محال اگر یہ نام بھی اڑا دیئے جاویں۔ تو کوئی مفید نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ اختلافی مسائل بھی باقی رہیں گے اور باہمی اکھاڑے بندیاں بھی قائم رہیں گی جماعت مسلمہ کو ترک اسماء پر زور دینے کی بجائے اس بات پر زور دینا چاہئے کہ ضروری اختلافات کو اصولی رنگ نہ دیا جاوے۔ اور انہیں معمولی اختلافات سمجھ کر منافرت کی خلیج کو زیادہ وسیع نہ بنایا جاوے۔ اور ایک دوسرے کی تکفیر نہ کی جاوے۔

اگر جماعت مسلمہ اس اصول پر کام کرے۔ تو پھر اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتی ہے۔ ورنہ اندیشہ ہے کہ کہیں وتضیع اوقات ہو کر کوشش رائگاں نہ ہو۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ اور دیگر برادران ملت بحمد اللہ بخیر و عافیت ہیں۔

مسلم ہائی سکول کی عمارت کا کام سرگرمی کے ساتھ جاری ہے دیواریں خاصی بلندی تک پہنچ گئی ہیں جیسا کہ کسی دوسری جگہ اعلان کیا گیا ہے - ۱۵- جنوری کو عمارت کا کتبہ لگایا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

انبالہ میں مولوی عصمت اللہ صاحب کے چار لیکچر نہایت کامیابی کے ساتھ ہوئے۔ مولوی صاحب ابھی تک انبالہ میں ہیں

دہلی سے ہمارے مکرم بھائی شیخ عبدالحق صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ آریہ سماجی مناظر دھرم بھکشو کے ساتھ ان کا مناظرہ دہلی میں نبوت مسیح موعود کے مضمون پر ہوا جس میں آریہ سماج کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ اور عامۃ المسلمین پر یہ واضح ہو گیا کہ مولوی اور محمودی جو حضرت مسیح موعود کی طرف دعویٰ نبوت منسوب کرتے ہیں۔ وہ کذب صریح ہے۔ سینکڑوں مسلمانوں نے حضرت صاحب کی پوزیشن کے صاف کر دینے پر مجھے مبارکباد دی مفصل اطلاع عنقریب ارسال کر دوں گا۔ فالحمد للہ علی ذالک

جہلم سے برادر منشی کرم الٰہی صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ ہمارے ایک مخلص بھائی مستری عبدالستار صاحب جو مسجد میں اذان دیتے اور معمار کا کام کرتے تھے ایک دیوار کے نیچے دب کر فوت ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم بہت ہی نیک اور مخلص احمدی تھے۔ صبح کی نماز کے وقت سب سے پہلے وہی مسجد میں اذان دیتے تھے اور دوسری مساجد والے ان کی اذان کی انتظار کرتے تھے۔ ایک دیوار کو بنا رہے تھے ظہر کی نماز پڑھ کر کام پر گئے۔ اچانک دیوار گر گئی اور مرحوم نیچے دب کر فوت ہو گئے۔ ان کے چھوٹے چھوٹے بچے رہ گئے ہیں۔ احباب کرام ان کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ ان کا حامی و ناصر ہو۔ اور مرحوم کا جنازہ غائب پڑھ دیں۔ جہلم میں مرحوم کے جنازہ کے ساتھ احمدی و غیر احمدی اور محمودی کثرت کے ساتھ شریک تھے غیر احمدیوں نے تو جنازہ کی نماز علیحدہ پڑھی لیکن محمودیوں کو احمدیوں کے پیچھے جنازہ پڑھنا گوارا نہ تھا۔ ہمارے بھائیوں نے اسکو دوسرے لوگوں میں اپنی سبکی سمجھا کہ وہ علیحدہ جنازہ پڑھیں۔ اسلئے خود ان کے امام کے پیچھے نماز جنازہ پڑھ لی۔

ہمارے مکرم بھائی خدا بخش صاحب گرداور قانونگو کی اہلیہ صاحبہ ۲۰ فروری کو رحلت فرما گئیں۔ احباب کرام ان کا جنازہ غائب پڑھ دیں۔

تازہ خبریں

—— حجاز کے ناظر حربیہ تحسین پاشا کا حسب ذیل تار امیر عبداللہ کے پاس آیا ہے۔ ۱۰ رجب جمادی الثانی کو صبح کے وقت دشمن کی فوج نے حملہ کیا۔ شتر سوار اور رسالہ ہمارے لشکر کے میمنہ کے سامنے آ گئے تو ہم نے آگ برسانی شروع کی اور نصف گھنٹہ میں دشمن کے لشکر کو بہت نقصان کے ساتھ منتشر کر دیا۔ ۱۱ رجمادی الثانی کو محاذ پر سکون رہا۔ ہوائی جہاز دشمن کے لشکر پر پہنچا اور گولے برسائے۔ مکہ کے آنے والوں سے معلوم ہوا کہ دشمن کے ڈیڑھ سو آدمی اس لڑائی میں کام آئے۔ زخمیوں کی تعداد ان کے علاوہ ہے۔ نیز ہماری توپوں سے بہت سے اونٹ اور گھوڑے بھی مارے گئے۔ ایک گولہ ابن سعود کے خیمہ کے پاس گرا جس سے بعض آدمی مارے گئے اور بعض زخمی ہوئے۔ اور ابن سعود کا پاؤں ٹوٹ گیا۔ لیکن یہ تحقیق نہیں ہوا کہ وہی تھے۔ یا ان کے بھائی تھے۔ ۱۲ رجمادی الثانی ۱۳۴۳ھ اس کے بعد فتی العرب خبر دیتا ہے۔ کہ ایک دوسرا تار ناظر خارجیہ کا امیر عبداللہ کے نام آیا۔ جس میں لکھا تھا کہ یہ خبر تواتر کے ساتھ معلوم ہوئی ہے۔ کہ خود ابن سعود ہی کا پاؤں ٹوٹا ہے۔ اور آل سعود میں سے چار آدمی زخمی بھی ہوئے ہیں۔ (خلافت)

—— بمبئی کے بعض حلقوں میں یہ خبر گشت لگا رہی ہے کہ ابن سعود نے جدہ فتح کر لیا۔ خبر ہنوز تصدیق طلب ہے

—— سرحد عراق کے قریب نجدی فوج کے اجتماع سے عراق میں کھلبلی پڑ گئی ہے فیصل الدرویش نہایت جانفشانی سے نجد کے شمالی حصوں کی تنظیم میں مصروف ہے

—— سید طالب نقیب جدہ گئے ہوئے تھے۔ اب وہاں سے اسکندریہ تشریف لے گئے ہیں۔ جدہ میں ان سے اور ابن سعود سے خطوط کے ذریعہ سے تبادلہ خیالات ہوا۔ سلطان ابن سعود نے سید طالب نقیب کو لکھ بھیجا کہ میں آپ سے ملاقات کر کے بہت خوش ہوں گا۔ مگر خاندان شریف سے صلح کرنے سے بالکل انکار کر دیا۔ کیونکہ اس خاندان کے متعلق دنیائے اسلام کی رائے واضح ہو چکی ہے۔

—— قسطنطنیہ سے یونانی بطریق کے اخراج نے ترکی اور یونان کے تعلقات میں جو سخت کشیدگی پیدا کر دی تھی۔ وہ کم ہو رہی ہے۔ اور یونان کے ایک برقی پیغام سے معلوم ہوتا ہے کہ حالت اب روبہ اصلاح ہے۔ حکومت یونان فیصلہ کر چکی تھی کہ اس مصانی آبادی کو جو ۱۹۲۵ء میں فوجی خدمات کے لئے بلائی جانے والی تھی۔ اس خدمت سے سبکدوش کر دیا جائے۔ لیکن بطریق قسطنطنیہ کے اخراج کے بعد یہ فیصلہ کچھ دن کے لئے کھٹائی میں ڈال دیا گیا تھا۔ پیغام مذکور مظہر ہے۔ کہ اب اس فیصلہ پر اسی ہفتہ کے اندر اندر عملدرآمد شروع ہو جائیگا۔

—— عالیہ انگورہ کے اجلاس میں ناظم خارجہ نے بیان کیا کہ حکومت برطانیہ نے موصل کمیشن کے دو ترکی نمائندوں کے طرز عمل پر جو اعتراض کیا تھا۔ وہ حکومت ترکی کی پیش کردہ تصریحات کی روشنی میں بالکل بے بنیاد ٹھہرتا ہے۔ ناظم خارجہ نے ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ نمائندگان موصوف کمیشن کی کارروائیوں میں برابر شریک رہے۔ اور رہیں گے حکومت ترکی کو ان پر پورا اعتماد ہے۔ اور اب اس سوال پر جو حکومت کی منشاء کے مطابق طے شدہ ہے۔ مزید غور کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔

—— مجلس وزراء کا سرکاری اعلان مظہر ہے۔ کہ سال رواں کے لئے۔ وزارت حربیہ کا میزانیہ انہی اصول کے مطابق تیار کیا جائے گا۔ جن پر سال گذشتہ کا میزانیہ وضع کیا گیا تھا۔ اس میزانیہ میں صاف طور پر واضح کر دیا جائیگا کہ مصر کی مصری افواج پر کس قدر رقم صرف کی جائے گی۔ مصر کی سوڈانی افواج کو مصری افواج کا جزو لاینفک خیال کرتی ہے۔ جس کے ذمہ صوبجات سوڈان کی مدافعت و حفاظت کا کام ہے۔ سوڈان کے صوبجات مصر کے ساتھ ایسا رشتہ اتحاد رکھتے ہیں۔ جو کسی صورت میں بھی توڑا نہیں جا سکتا۔

—— ساحلی پولیس برطانوی جہاز "ہوم سٹیڈ" کو جب

حضرت مولانا صدر الدین صاحب کا تازہ خط

خواتین سلسلہ کو ان کی قربانی پر مبارکباد

ایک اور جرمن خاتون کا قبول اسلام

جناب مولوی صدر الدین صاحب برلن سے تازہ خط میں لکھتے ہیں کہ:۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی کوشش کو بار آور کیا ہے۔ کہ ہر موقعہ پر ضرورت کے مطابق روپے جمع ہو گئے۔ فالحمد للہ رب العالمین خواتین نے تین ہزار کے زیورات میناروں کی تکمیل کے لئے دے دیئے۔ نہایت ہی قابل قدر ہے۔ آپ کے خط میں اس امر کا ذکر میرے لئے نہ صرف بڑی بھاری مسرت کا موجب ہوا۔ بلکہ اس نے اس قدر رقت پیدا کی۔ کہ میں فوراً سجدہ میں گر گیا۔ میرے دل سے ان خواتین کے لئے دعا نکلتی ہے۔ جنہوں نے میناروں کے لئے چندہ دیا ہے، اب تو خدا کے فضل سے مینار بھی تیار ہو جائیں گے جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا۔ چار پانچ ہزار مارک کا یہاں سے انتظام ہو جائے گا اب زیادہ فکر تو فرنیچر کی ہے۔ امید ہے کہ یہ ضروری رقومات بھی آپ کے ہندوستان کے احباب سے مہیا ہو جائیں گی، بفضلہ تعالیٰ ان حالات کے اندر جو کام کرنے کی مناسب تجویز ہے۔ وہ یہ ہے کہ میناروں کی پہلی منزل تعمیر کر دی جائے۔ اور اگر اس عرصہ میں یا اس کے قریب قریب میناروں کے لئے یا دوسرے الفاظ میں فرنیچر کے لئے رقوم مہیا ہو جائیں۔ تو میناروں کی تکمیل کر لی جائے۔ ورنہ مینار ایک منزل پر کھڑے رہیں۔ اور ہاتھ میں جو روپے ہوں۔ ان سے فرنیچر وغیرہ ضروری تکمیل کے حصص کو پورا کر لیا جائے۔

مکان پہلی منزل کے بالکل قریب پہنچ چکا ہے۔ جنوری کی آخری تاریخ سے پہلے دوسری منزل پوری ہو جائے گی۔ بفضلہ تعالیٰ دس گیارہ فٹ کی منزل پر اس سے زیادہ وقت صرف نہیں ہو سکتا۔

پرسوں اتوار کے دن ایک خاتون اور اسلام میں داخل ہوئی۔ بڑی قابل خاتون ہیں۔

مولوی مبارک علی صاحب قادیانی نے زمین مسجد فروخت کر دی ہے۔ آج انہوں نے ایک ہوٹل میں ٹی پارٹی دے کر اپنے احباب کو بلایا ہے۔ چالیس ہزار مارک تو ان کو وصول ہو چکا ہے۔ اور اسی ہزار مارک اپریل میں وصول ہونے کی امید ہے، یعنی کم و بیش چھ ہزار پونڈ پر انہوں نے مسجد فروخت کر دی ہے، پچاس ہزار روپے اس پر ان کا خرچ ہے۔ پھر بھی چالیس ہزار کے قریب ان کو زیادہ مل گئے۔ اچھا ہوا۔ مگر مسجد کا فروخت ہونا مرگ کا موجب ہے،

میں سمجھتا ہوں کہ مارچ کے اخیر تک مسجد و مکان تکمیل کو پہنچ جائیں گے اپریل میں مجھے اپریل کا رسالہ شائع کر کے شروع اپریل میں یہاں سے چل دینا چاہیئے۔ بشرطیکہ کوئی دوسرا امر مانع نہ ہو۔ اور بشرطیکہ کوئی بہت ضروری کام تکمیل سے باقی نہ رہ گیا۔ احباب کرام کی خدمت میں السلام علیکم اور جلسہ سالانہ کی کامیابی کی مبارک باد۔

اللہ تعالیٰ قوم کی ہمت کو اس سے بھی بہت زیادہ بلند کرے۔ اور ان کے جان و مال میں بڑی بڑی برکت ڈالے۔

ہمارا جرمن مشن

اور

ایک عرب امیر کی دعوت

(مولوی فضل کریم خاں صاحب کے قلم سے)

میں اس سے پیشتر ذکر کر چکا ہوں۔ کہ برلن میں مسلمانوں کی آبادی بہت زیادہ ہے۔ جو مختلف ممالک اسلامی سے آکر یہاں سکونت پذیر ہوئی ہے۔ ان کے علاوہ اسلامی دنیا کے مدبران سیاست اور سوداگران یہاں اکثر آتے جاتے رہتے ہیں۔ ان سے ملاقات ہوتی ہے۔ ہمارے مشن کے حالات یہ لوگ تحقیق کے ساتھ دریافت کرتے ہیں۔ ان کی رائے کا اثر ان کی اپنی حیثیت کے مطابق نہ صرف ان کے ہم قوموں پر ہوتا ہے جو یہاں آباد ہیں، بلکہ ان جرمنوں پر بھی جن کے ساتھ ان کے سیاسی یا علمی یا تجارتی تعلقات ہوتے ہیں۔ اور جو رائے ہمارے کام کے متعلق لے کر جاتے ہیں۔ اس کا اثر ان کے ہم وطنوں پر بھی ہوتا ہے۔ یہ قدرتی امر ہے کہ اگر ہم اپنی زندگی میں اسلامی نمونہ پیش کرتے ہیں۔ اگر ہمارا مشن کامیاب ہو رہا ہے۔ اور خلوص کے ساتھ کام کر رہا ہے، اور اغیار کی نظروں میں وقار رکھتا ہے، تو وہ ہمیشہ کے لئے ہمارے مشن کے مداح اور معاون بن جائیں گے۔ اگر خلاف اس کے وہ ہماری زندگیوں میں اسلامی نمونہ نہیں دیکھتے۔ ہمارے مشن میں کسی نہ کسی پہلو سے نقص دیکھتے ہیں۔ تو ضرور وہ ہماری ہنسی اڑائیں گے۔ اور ان کے نزدیک یہ مشن اسلامی دنیا کی ہمدردی کا مستحق نہیں ہوگا۔

آجکل برلن میں ایک بزرگ امیر شکیب ارسلان نامی تشریف لائے ہوئے ہیں۔ نسلاً عرب ہیں۔ مادری زبان عربی ہے۔ فاضل ہیں ترکی، فرانسیسی اور جرمن میں بھی بلا تکلف گفتگو کر سکتے ہیں۔ عالم سیاسیات میں ایک خاص رتبہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ ترکی پارلیمنٹ انگورہ کے ممبر بھی ہیں۔ برلن پہنچکر ان کو معلوم ہوا۔ کہ یہاں ایک مسجد بن رہی ہے۔ اور اس کے ساتھ ایک تبلیغی مشن بھی کام کر رہا ہے، چنانچہ حضرت مولینا صدر الدین صاحب مبلغ اسلام سے ملاقات فرمائی۔ مسجد کی زیارت بھی کی۔ جس سے بہت متاثر ہوئے لیکن آخر سیاست دان بزرگ ہیں مسجد کی دیواروں کا دیکھ لینا ان کے لئے کافی نہ تھا۔ وہ بطور خود تحقیق کرنا چاہتے تھے۔ کہ یہ نو مسلم جو مولانا موصوف نے بنائے ہیں۔ یہ کس حیثیت کے لوگ ہیں۔ جرمنی تو علم و فضیلت کا گھر ہے۔ یہاں تو صرف عالموں کی قدر ہوتی ہے۔ کیا یہ لوگ جو اسلام میں۔ اپنے اپنے حلقوں میں باثر لوگ ہیں۔ علماء ہیں یا جہلا۔ شرفا ہیں یا اراذل چنانچہ آپ نے نومسلموں سے ملاقات کا شوق ظاہر فرمایا۔ اور اپنے خرچ پر ایک بڑے ہوٹل میں سب کو چائے کی دعوت دی،

بارش یہاں لگاتار رہتی ہے۔ مجھے یہاں آئے ہوئے ایک ہفتہ سے زیادہ ہو گیا ہے لیکن ایک دن بھی سورج نکلا نہیں دیکھا۔ دعوت کے دن بھی یہی حال تھا۔ شام کا وقت تھا۔ بارش ہو رہی تھی۔ تاہم پھر بھی ذیل کے اصحاب تشریف لے آئے امیر دعوت امیر شکیب ارسلان، حضرت مولانا صدر الدین صاحب، ڈاکٹر مارقوس۔ ڈاکٹر گرائیفلٹ مسٹر کر۔ مسٹر باخ۔ مسٹر بروکش۔ میڈم کرانس۔ مسٹر اور مسز آکرلے ڈاکٹر منصور، مسز منصور، پروفیسر ذاکر حسین۔ میڈم ویزے۔ مس ہیزل باخ، ذکی کرام بے، خالد صبوح بے۔ ڈاکٹر رمضان۔ مسٹر صواف اور راقم۔ دعوت کے دوران میں میں نے دیکھا۔ کہ امیر دعوت ایک ایک سے ملتے تھے۔ اور پاس بیٹھ کر گفتگو کرتے تھے۔ دوران گفتگو میں کسی نہ کسی پہلو سے قریباً ہر ایک سے یہ ضرور پوچھ لیتے تھے کہ اسلام کیوں قبول کیا۔ ان کی علمی اور سوشل حیثیت کا اندازہ تو گفتگو سے ہو سکتا تھا۔ یہ محفل دو گھنٹہ سے زیادہ عرصہ تک رہی ہوگی۔ امیر شکیب ارسلان بہت متاثر ہوئے۔ بالآخر ان کو اقرار کرنا پڑا۔ کہ یہ مشن واقعی ایک مفید کام کر رہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت کامیابی حاصل کرے گا۔ آمین۔ ثم آمین۔

ناظرین پیغام صلح کی خدمت میں التماس ہے کہ خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔ ورنہ تعمیل ارشاد محال ہے۔

(منیجر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح
لاہور

جلد ۱۳، ۲۰ ۔ رجب المرجب ۱۳۴۳ھ نمبر (۳۰)

تنظیم! اتحاد!! اشاعت!!!

(حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے قلم سے)

خدا کی شان! وہ قوم جو اخلاق، آداب سوسائٹی کے اسالیب اور تنظیم کی بہترین راہوں کو جانتی تھی۔ اور جس کے تعلیم کردہ اصول آج بھی دوسروں کی ہدایت کا موجب ہو رہے ہیں۔ وہی قوم آج دوسروں کے قدموں کو دیکھ رہی ہے، فرقی تنازعات میں تو ایک گروہ دوسرے کو تقلید کا مطعون کرتا ہے۔ لیکن ملکی و سیاسی معاملات میں کل کے کل اندھے تقلید میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور پھر تقلید بھی کسی اپنے مذہبی پیشوا یا مجتہد کی نہیں۔ بلکہ کسی اور قوم کے مذہبی اور قومی لیڈر ہمارے پیشوا بنے ہوئے ہیں۔ ملکی معاملات میں اشتراک یا اتحاد کسی غیر قوم یا غیر مذہب سے کر لینا تو ایک اسلامی حقیقت ہے۔ لیکن جس اشتراک میں ایک فریق تو جو چاہے منوائے اور دوسرے فریق میں اتباع اور اطاعت ہی رہ جاوے۔ اور ان میں ہر دماغ اپنے لئے راہ سوچنے کی استعداد کو بھلا دے۔ تو وہ افراد من حیث القوم اگر دنیا سے مٹ جائیں تو یہ ایک طبعی امر ہے۔ حضرت ختمیت مآب علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک دفعہ امت مرحومہ کی آنے والی حالت کو دیکھ کر ٹھنڈی سانس بھری۔ آپ افسردہ خاطر ہوئے۔ صحابہ کرامؓ کے دریافت کرنے پر آپ نے اس آنے والی دردناک حالت کا ذکر فرمایا۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ کہ کیا اس وقت مسلمان تعداد میں کم ہو جائیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ تعداد میں تو بے شمار ہوں گے۔ لیکن اس خس و خاشاک کی مانند ہوں گے جنہیں ہوا یا آندھی کے جھونکے ادھر ادھر لے جائیں گے۔ اپنے آگے لگا لیویں گے۔ مخبر صادقؐ کے الفاظ کی مصداق اگر کوئی قرن ہے تو وہ ہماری کیمپ ہے۔ مغرب نے ہمیں خس و خاشاک بنایا۔ اور آج برادران وطن میں سے بعض ہمیں یہی سمجھے۔ یہ باتیں نہ تشریح کی محتاج ہیں۔ اور نہ ہی کسی گہرے تبصرہ کو چاہتی ہیں۔

* * *

یہ بھی خدا کا شکر ہے۔ کہ اس کورانہ تقلید سے آنکھ کھلنے لگ گئی ہے۔ ہندو بھائیوں میں سے بعض لوگ ہم سے یہ توقع رکھتے ہیں۔ کہ ہم ان کی ہاں میں ہاں ملاتے جائیں۔ لیکن اگر ہم اپنی کسی بہبودی کو سامنے رکھ کر کوئی تجویز پیش کریں۔ تو ہمیں ہر طرح سے مطعون کیا جائے۔ وہ سنگھٹن بنائیں۔ وہ کسی آئندہ مہم کو سامنے رکھ کر جسمانی ورزشوں کی فکر میں لگ جائیں۔ لیکن اگر ہم اپنی تنظیم کا فکر کریں تو ہم مورد الزام ٹھیریں۔ مولوی ظفر علی خاں صاحب اگر پنڈت مالویہ کی حقیقت حال سے خلافت کانفرنس امرتسر میں پردہ اٹھانا چاہیں تو روک دیئے جائیں۔ ڈاکٹر کچلو اگر ہنگام کانفرنس میں کھری کھری بات سنانے لگیں تو کل ہندو پریس انہیں برا بھلا کہے۔ اگر ہم میں سے بعض یہ کہیں۔ کہ ہم پہلے مسلمان ہیں اور پھر ہندوستانی۔ تو پھر ہم ہندی برادری میں شمولیت کے قابل نہیں ٹھیرائے جاتے۔ بہرحال وقت آگیا ہے۔ کہ ہم اپنے لئے کوئی دستور العمل سامنے رکھیں۔ اور اپنی ہستی کے قیام و بقا کی فکر میں لگ جائیں۔ میری اس سے یہ مراد نہیں کہ ہم برادران وطن سے معاملات ملکیہ میں الگ ہو جائیں۔ ۱۹۲۱ء کے آخر میں انگلستان کو جاتے ہوئے میں نے واقعات حاضرہ پر ایک نظم لکھی تھی۔ اس کا ایک بند یہاں لکھے دیتا ہوں۔

بہ پلیٹک کسانے گزشتہ شاد ۔ گر پلیٹک قرآن رفت از یاد
ہمہ پلٹیک درج مصحف پاک ۔ گر چیزے دگر بار تو ایکسا د
بکار اشتراک دنیا باغیر + لیکن شرکتے کہ قرآن کرد ارشاد
گر شرکت تساوی شرط آرد + چہ شرکت ۔ دست تو باشد نہ آزاد
چہ شرکت پیشوا چوں اتباع شد + تو شاگردی تراشد دیگر استاد
بے ہنر جو وقت کار آید + گناہت لازم و نیکیت برباد
چہ شد گر شیخ روے از حرم تافت + گر بت خانہ ما باد آباد
سیاسیات خود را کن تماشا + تو در ہندی دیار ما ہست آزاد
مصائب ہا اگر وا رفتہ کردت + ز ما ہم یک سخن ماند ترا یاد

سر تسلیم کن بر گفتہ یار
گر ہستی قومی را نگہدار

* * *

"گر ہستی قومی را نگہدار" اس بات کو ہم نے سامنے رکھنا ہے۔ ہمیں برادران وطن کے ساتھ اشتراک میں کوئی تامل نہ ہونا چاہیئے۔ جیسے کہ علی برادران کی رائے ہے۔ اور یہ صحیح رائے ہے۔ مگر کسی ایسے امر میں ہمیں ان کے ساتھ اتفاق نہ کرنا چاہیئے۔ نہ کسی ایسی بات میں ہمیں شرکت کرنا ہے۔ جس سے ہماری قومی ہستی کو اور مسلم کی انفرادی شخصیت کو نقصان پہنچے۔ پنجاب کے ہندو بھائیوں میں سے بعض نے جن کی روح سماجی روح ہے، گزشتہ سال کے طرز عمل سے یہ ثابت کر دیا کہ وہ کسی ایسے کام میں شریک نہ ہوں گے۔ جن میں مسلمانوں کی شرکت یا احتیاج کرنی پڑے، وہ ایک دن اس طریق عمل سے پچھتاویں گے۔ ہندوستان مسلم شرکت کے سوا کچھ نہیں کر سکتا۔ اس کے مقاصد کے حصول ہماری ذات سے وابستہ ہیں۔ ہم اس زنجیر کی ایک لازمی کڑی ہیں۔ اس لئے میں یہ تو نہیں کہتا کہ ہم پنجاب کے ہندو بھائیوں کے قدم بقدم رکھیں۔ لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ ہماری قومی تنظیم کچھ اس قسم کی ہونی چاہیئے۔ کہ اگر برادران وطن پنجاب کے برادران کی طرح ہم سے الگ ہونا چاہیں۔ تو پھر ہم اپنے آپ کو ایک مضبوط حصن حصین پائیں۔ آج ہندو بھائی اگر الگ ہوں۔ تو وہ ایک طاقت اپنے اندر رکھتے ہیں۔ ہم نے گزشتہ دس سال میں اطاعت ہی سیکھی۔ اسے ہمیں چھوڑ دینا چاہیئے۔ ملکی معاملات میں ہمیں برابر کا شریک ہونا چاہیئے۔ نہ یہ کہ اگر شریک غالب ہم سے الگ ہو۔ تو ہم ایک قدم آزادانہ بھی اٹھانے کے قابل نہیں۔ اگر ڈاکٹر کچلو نے ہر لومۃ لائم سے لاپرواہ ہو کر سچی سچی باتیں ہنگام کانفرنس میں سنا دی ہیں۔ اور کسی قسم کے مداہنے سے کام نہیں لیا۔ تو مولوی ظفر علی خاں صاحب نے اپنے صدارتی خطبہ کانفرنس امرتسر میں جو لائحہ عمل پیش کیا۔ وہ بہت حد تک قابل قدر ہے، قید فرنگ میں انہیں حالات حاضرہ پر غور کرنے کا بہت موقع ملا۔ اور اگر تنہا سوچ کا ایک نتیجہ یہ معنی خیز تقریر ہے۔ تو نہایت ہی قابل قدر نتیجہ ہے۔ مجھے ان دو بزرگوں کے قابل قدر خیالات پر اضافہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن میں اپنے خیال کے مطابق چند عملی باتیں یہاں لکھوں گا۔

* * *

اگر کسی قوم کو اس وقت تنظیم کی ضرورت ہے تو وہ مسلم قوم ہے، لیکن یہ تنظیم جس کا دوسرا نام مسلم اتحاد ہے۔ کوئی عملی شکل اختیار نہیں کر سکتی۔ جب تک وہ عناصر سکوت و جمود میں نہ آجائیں۔ جو فرقی تنازعات کو اپنی سرگرمیوں کا معراج سمجھتے ہیں۔ کس قدر حیرت کا مقام ہے۔ کہ برادران وطن تو ایسے وسیع القلب ہو جائیں۔ کہ ہندو مذہب کی تعریف میں ان تمام مذاہب کو شامل کر لیں۔ جو اپنے عقائد و تعلیم کے لحاظ سے تو ایک دوسرے سے مشرق و مغرب کا بعد رکھے۔ لیکن اگر وہ مذہب ہندوستان کے پیدا شدہ ہوں۔ تو وہ ہندو ہیں۔ ایک خدا پرست۔ ایک دہریہ، ایک تناسخ کا ماننے والا یا اس کا منکر۔ وید کو خدا کی کتاب ماننے والا۔ یا اس کے الہامی ہونے کا منکر۔ بتوں کے توڑنے والا یا بتوں کا پرستار۔ مشرک یا موحد الغرض کسی کا کوئی خیال ہو۔ یہ سب کے سب ہندو ہو سکتے ہیں۔ لیکن وہ قوم جس کے افراد اصول مذاہب میں متفق ہیں۔ جن کا خدا، جن کا رسولؐ، جن کی کتاب، جن کا کعبہ ایک ہے۔ جن کے ارکان اسلام ایک ہیں۔ جن کی عبادات ایک ہیں۔ جن کا آداب و اخلاق کا سرچشمہ مشترک ہے۔ جن کے شعائر کل کے کل ایک ہیں۔ جن کی رسمیات مذہبی ایک ہیں۔ وہی لوگ ان اختلافات کے باعث جن کو فروع بھی نہیں کہنا چاہیئے، جن کو اساس مذہب سے کوئی تعلق بھی نہیں۔ وہی ایک دوسرے کی تکذیب، تفسیق و تکفیر میں لگ کر شیرازہ قومی کا ستیاناس کر رہے ہیں۔ کیا جس غرض نے ہندو بھائیوں کو آپس میں اجتماع اضداد پر مجبور کر دیا ہے کیا وہی ضرورت اجزا مشترکہ کو منفرد کرنے سے ہمیں نہیں روکتی۔ وہ آگ پانی کے ملانے کی فکر میں ہیں۔ تو ہم کیوں پانی کے پھاڑنے کی دھن میں ہیں۔ جن شرائط کے ہونے پر آنحضرت صلعم نے اسلام کا سرٹیفکیٹ دے دیا۔ ان کو دائرہ اسلام سے خارج کرنے کا کس کو حق حاصل ہے۔ وہ تو صلوۃ، زکوۃ کا پابند اہل قبلہ ہونا، اسلامی ذبیحہ کا کھانا .... مسلمان ہونے کے لئے کافی سمجھتے ہیں۔ تو پھر کسی کا اور کیا حق ہے۔ کہ مفروضہ قطعیات شرعیہ کی فکر میں لگ جائیں۔

* * *

یہ بات کچھ ایسی نہیں کہ جس پر میں زور دوں۔ مسلمان مٹنے سے بچ نہیں سکتے۔ اگر سب سے اول اپنے اندر اس اتحاد کو پیدا نہ کر لیں۔ جس میں شرکت کے لئے آنحضرت صلعم کے الفاظ قطعی اور آخری سمجھے جائیں۔ قرآن کریم تو ایمان باللہ و بالیوم الآخر اور عمل صالح پر جنت کے دروازے کھولے۔ اور اس میں ایک عیسائی اور ایک یہودی اور ایک صابی تک کو بھی شامل کرے۔ آج دائرہ کے بڑھانے کی ضرورت ہے۔ اور میں نہایت ادب سے علماء کرام کی خدمت میں اور مدیران اخبارات کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ کہ وہ بخاری شریف کو دیکھیں۔ آنحضرت نے جس کو مسلمان کہا ہے۔ جو بھی اہل قبلہ اور کلمہ گو ہو اسے کسی غرض کے لئے نہیں تو قومی استحکام کے لئے اور شماری طاقت کو ایک مجتمع حالت میں کام کرنے کے لئے دائرہ اسلام سے خارج نہ کریں۔ ہاں کوئی ایسی جماعت جو اپنے عمل سے ہر ایک اسلامی معاملہ میں برادران اسلام سے الگ ہونی چاہے۔ انہیں حوالہ بخدا کریں۔

* * *

شدھی کے معاملہ میں ہیں چند ہزار نفوس کے چلے جانے پر ہیج ہوا۔ ہم نے بہت شور و غوغا کیا۔ ہم آریوں کے مقابل میدان عمل میں آئے۔ جو نتیجہ ہوا اس پر میں کچھ نہیں لکھتا۔ میں صرف دو باتیں عرض کرتا ہوں کہ اگر وہ غیرت ہماری جو چند ہزار.... ایسے نفوس کے چلے جانے سے صدمہ خوردہ ہو گئی۔ جو نہ کلمہ سے واقف۔ نہ انہیں نماز سے تعلق جن کی رسمیات کل کی کل ہندوانہ، جن کی طرز معاشرت کل کی کل غیر مسلم۔ تو وہی غیرت کیوں جوش میں نہیں آتی جب ہم لکھو کھا اہل کلمہ و کعبہ کو، زکوۃ دینے والوں کو۔ نماز و روزہ کے پابند رہنے والوں کو۔ ذبیحہ کے کھانے والوں کو اور من الجملہ ہر ایک ایسے امر کے پابند کو جس کی موجودگی سے ایک شخص خدا اور رسولؐ کے سامنے مسلمان ہو جاتا ہے۔ دائرہ اسلام سے خارج ہوتا دیکھیں۔

* * *

اس موضوع پر میں صرف ایک بات عرض کرتا ہوں۔ کہ معاملہ تکفیر میں اب لمبے چوڑے اجتہادوں کو چھوڑ دیا جائے۔ صرف خدا اور رسولؐ کے ان الفاظ کو انہی کے صحیح اور سادہ معنوں میں لیا جائے آج اسلام کے ان نام نہاد فرقوں سے فرادہ فرادہ ہر فرقے اور ہر جماعت میں نہایت کارکن ایثار کرنے والے قومی معاملات پر سوچ کر صحیح راہ پر گامزن ہونے والے موجود ہیں۔ وہ کیوں لا الہ الا اللہ کے جھنڈے تلے ختمیت مآب کے علم تلے جمع نہ کر لئے جائیں۔ مسلم بھائی ایک دس سال کے لئے اس پر عمل کریں۔ وہ کسی فرقہ سے تعلق رکھتے ہوں۔ اگر کوئی شخص اہل قبلہ ہے۔ قرآن کو خاتم الکتب مانتا ہے۔ اور حضرت محمد صلعم کو خاتم الرسل مانتا ہے۔ اسے اپنے میں شامل سمجھ کر اتفاق کی کوئی صورت پیدا کریں +

باقی

* * *

ستیارتھ پرکاش اور مسلمان

کسی گزشتہ اشاعت میں ہم نے غازی محمود دھرمپال کی ایک تحریر کی بنا پر ستیارتھ پرکاش کے ان حصص کی طرف توجہ دلائی تھی۔ جن میں قرآن کریم اور حضرت نبی کریم صلعم اور دیگر پیشوایان مذاہب پر حملے کر کے مسلمانوں اور تمام مذاہب کے پیروؤں کی دلآزاری کی گئی ہے۔ معاصر "تنظیم" نے بھی اسی موضوع پر ایک افتتاحیہ سپرد قلم کیا تھا۔ جس پر ہندو پریس میں جو در اصل آریہ سماجی پریس ہے۔ ایک شور محشر برپا ہو گیا۔ معلوم نہیں ڈاکٹر کچلو نے اس کو کیا سمجھا۔ کہ فوراً تنظیم کی تحریر سے دست برداری کا اعلان کر دیا۔ اور اس سے بڑھ کر معاصر "ہمدرد" نے ہندو پریس کی تقلید کرتے ہوئے تنظیم کو بری طرح لتاڑا۔ ہمیں حیرت ہے کہ اسلامی جرائد اور مسلم

ہ پیشیک مغربی پالٹیکس، وزیر پیشوا (حضرت مصنف بہ سیاست مسلمانان ہند)

...اور ہمارے ہی گورنمنٹ ... گوارا ہو لیا۔ کہ ایک ایسی کتاب جس کے صفحہ صفحہ اور سطر سطر میں مذہبی رواداری کے اصول کو بری طرح سے پامال کیا گیا ہے، اور ہندوستان کی مختلف جماعتوں کے اندر منافرت پیدا کرنے کی پوری کوشش کی گئی ہے جس میں اسلام اور محمد رسول اللہ صلعم کو اس قدر ناپاک الفاظ سے یاد کیا گیا ہے۔ کہ ایک مسلمان کے اس کو پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو کر قومیت متحدہ کی روح کو فنا کرتی رہے کیا انہیں معلوم نہیں۔ کہ محض یہی تحریرات ہیں جو مسلمانوں کو ہندوؤں سے اور ہندوؤں کو مسلمانوں سے متنفر کر رہی ہیں۔ اور ہندوستان کو متحد کرنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ ایسی تحریرات کی اشاعت کو بند کیا جائے۔ اگر ان کی اسلامی غیرت ستیارتھ پرکاش کو بری نظر سے نہیں دیکھتی۔ تو کم از کم اس مقصد کے لئے جو ہندو مسلم اتحاد کے نام ان کے پیش نظر ہے۔ اس کو بند کرانے میں کوشاں ہونا چاہیئے۔ خود مہاتما گاندھی کو اعتراف ہے کہ ستیارتھ پرکاش سب سے بڑھ کر دلشکن کتاب ہے۔ پھر تعجب ہے مسلم رہنمایان ملک اس کی اشاعت کو برا نہیں سمجھتے۔

افسوس آج تک ان لوگوں کو اتنی بھی سمجھ نہیں آئی۔ کہ موجودہ افتراق وانشقاق کی ایک بڑی وجہ یہی دلآزار تحریرات ہیں۔ جن کا بند ہونا اتحاد کے لئے ایک لازمی امر ہے۔

سوامی دیانند کی پوزیشن

سب سے بڑی دلیل جو ستیارتھ پرکاش کی حمایت میں دی جاتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ سوامی دیانند سماجی حلقوں میں ایک مذہبی پیشوا کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور اس کتاب کو جو سوامی صاحب کی تصنیف ہے۔ بہت بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ یہ دونوں باتیں سرے سے غلط ہیں۔ سوامی دیانند کو آریہ سماج نے کبھی اس قسم کی حیثیت نہیں دی جو ایک مذہب کے پیشوا کی حیثیت ہوتی ہے، نہ ستیارتھ پرکاش کو وہ مذہبی کتاب سمجھتے ہیں۔ بسا اوقات جب عدالتوں میں اس کے متعلق سوال کیا گیا ہے۔ تو آریہ سماجیوں نے یہی جواب دیا ہے۔ کہ ستیارتھ پرکاش کو ہم مستند اور مذہبی ہدایت نامہ نہیں سمجھتے۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ اس کی بعض باتوں سے اختلاف ہو۔ چنانچہ اس اختلاف کی بین مثال یہ ہے۔ کہ ستیارتھ پرکاش میں سوامی صاحب نے بیوہ کے ازدواج ثانی کی سختی کے ساتھ مخالفت کی ہے۔ اور اس کے بجائے نیوگ کی تعلیم دی ہے، لیکن آج آریہ سماج اس کے خلاف بڑا کام ضروری سمجھتی ہے۔

پھر اس خاص باب کے متعلق جو اسلام پر ستیارتھ پرکاش میں موجود ہے۔ خود آریہ سماج کو اعتراف ہے کہ وہ سوامی صاحب کی تصنیف نہیں بلکہ بعد میں اس کے ساتھ شامل کیا گیا ہے۔ اور اس کا ثبوت ستیارتھ پرکاش کی سب سے پہلی ایڈیشن سے ملتا ہے۔ جو سوامی صاحب کی زندگی میں شائع ہوئی۔ اس لئے اس تحریر کی وہ پوزیشن نہیں رہتی جو سوامی صاحب کو مذہبی پیشوا اور ان کی تصنیف کو مذہبی کتاب کی حیثیت دے کر قائم کی جاتی ہے۔

ضرورت ہے کہ مسلمانوں کے سیاسی لیڈر ان حقائق پر غور فرما کر اپنے خیالات پر نظر ثانی کریں۔ اور اسلامی جذبات کو ایسی دلآزار تحریرات کی ٹھوکروں سے بچانے کی کوشش کریں۔

ہندوستانیوں کی غربت اور برطانوی تجارت

ٹائمز (لندن) کی ۱۵ جنوری کی اشاعت میں ایک انگریز پروفیسر این گینگولی نے یہ تجویز کی ہے۔ کہ برطانوی حکومت کو ہندوستانیوں کی غربت کے اسباب کی پورے طور پر تحقیق کرنی چاہیئے۔ ورنہ اگر انہیں موجودہ حالت میں رہنے دیا گیا۔ تو ان کے لئے نہ صرف مہاتما گاندھی کے خیال کو صحیح تسلیم کرنا آسان ہوگا۔ بلکہ وہ خود بھی یہ خیال کرنے لگ جائیں گے۔ کہ ان کی غربت برطانوی پالیسی کا نتیجہ ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ اگر ان کی غربت کے اسباب کی تحقیقات کی جائے۔ تو اس سے مہاتما گاندھی کے ان بیانات کی صداقت کا پتہ لگ جائے گا۔ جن میں انہوں نے بتایا ہے کہ برطانیہ کا ناجائز طریق تجارت ہندوستانی دہقانوں کی تباہی کا ذمہ دار ہے۔ اس قسم کی غلط بیانیوں کو نظر انداز نہیں کر دینا چاہیئے۔ اور اس کا بہترین جواب یہ ہے۔ کہ عوام الناس کے برے سے برے حالات کی علانیہ اور پورے طور پر تحقیق کی جائے۔

اس میں شک نہیں کہ پروفیسر موصوف کی تجویز بہت قابل قدر ہے۔ اور اس کی طرف ارباب حکومت جس قدر جلد توجہ کریں ضروری۔ نہ صرف اس خیال سے کہ مہاتما گاندھی کے خیالات کی صداقت کو پرکھا جائے۔ بلکہ سب سے بڑی بات اس تحقیقات میں یہ ہونی چاہیئے کہ ہندوستانیوں کی روز افزوں غربت کی اصلاح کیونکر ہو سکتی ہے۔ اور ان ذرائع کو اختیار کیا جائے۔ جو عوام الناس کو ایسی حالت سے نکال سکیں اگر اس کام کو اختیار کیا جائے۔ تو ہمارے خیال میں یہ برطانوی حکومت کے قدموں کو ہندوستان میں مضبوط کرنے اور راعی رعایا کے تعلقات کی پختگی کا موجب ہوگا۔

یورپین معیار تہذیب اور مجاہدین ریف

ٹائمز کی اسی اشاعت میں سپین کے جنرل پرائیمو ڈی ریورا کی ایک مراسلت شائع ہوئی ہے جس میں اس بات کا اظہار افسوس کرتے ہوئے کہ ٹائمز نے مراکش کے معاملہ کو اپنے کالموں میں زیادہ اہمیت نہیں دی۔ یہ لکھا ہے کہ

"اگر ریف کو یورپین معیار تہذیب تک پہنچنے سے پہلے
ایک حریص اور ناسمجھ باغی کے زیر سیادت چھوڑ دیا گیا
تو اس کے ساحل کے قرب وجوار سے دنیا کے مختلف
ممالک کی طرف سمندر کا راستہ متواتر خطرات کا آماجگاہ
بن جائے گا۔"

یہ پروپاگنڈا کا طریق ہے جو برطانیہ اور دوسرے ممالک کو اپنے ساتھ شامل کرنے کے لئے سپین نے اختیار کیا ہے۔ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ یورپین تہذیب کا معیار کیا ہے۔ کیا یہی یورپین تہذیب ہے۔ کہ جس وقت سے بحیرہ روم کا رستہ دنیا کے ممالک کے لئے کھلا ہے یورپ کی حریص اور طامع سلطنتوں نے آہستہ آہستہ تمام شمالی افریقہ کو اپنے قبضہ میں کر لیا ہے۔ کیا جس وقت سپین نے مراکش پر قبضہ نہ کیا تھا، بحیرہ روم میں یورپینوں کی آمد و رفت نہ تھی۔ اہل ریف نے کب کسی یورپین جہاز کو اپنی آزادی کے زمانہ میں لوٹا تھا۔ کہ سپین کو اس پر قبضہ کرنا ضروری معلوم ہوا۔

بہرحال اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مجاہدین ریف کے خلاف دوسری سلطنتوں کو ابھارنے اور ان سے امداد حاصل کرنے کے لئے سپین ہر ممکن کوشش سے کام لے رہا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کا فرض ہے کہ مجاہدین کی ... امداد دینے کی پوری کوشش کریں۔ ان کو مالی امداد بھیجیں۔ اور دعاؤں سے بھی کام لیں۔ کہ یہی سب سے بڑا ہتھیار مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے۔

یارو جو مرد آنے کو تھا وہ تو آچکا

"آرڈر آف دی ایسٹ" کے نام سے ایک سوسائٹی کا اشتہار ہمارے پاس پہنچا ہے۔ جو ۱۹۱۱ء سے بنارس میں قائم ہے۔ جس کے اغراض و مقاصد میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ اس کی غرض تمام ان لوگوں کو جمع کرنا ہے۔ جو یہ مانتے ہیں کہ "نسل انسانی کی امداد کے لئے ایک عظیم الشان روحانی معلم کا عنقریب ظہور ہونے والا ہے۔" اس اشتہار میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ

"ایک عظیم الشان شخصیت کے عنقریب ظہور پذیر ہونے کی توقع عالمگیر ہے۔"

اور اس مجلس کا مدعا اپنے آپ کو اس کی شناخت کے لئے تیار کرنا ہے۔ مسز اینی بیسنٹ اس مجلس کی پروٹیکٹر ہیں۔ اور جے کرشنا مورتی اس کے صدر اعلیٰ۔ ایسا ہی بعض دیگر بڑے بڑے ہندو اس کی رکنیت پر فائز ہیں۔

ہم ان تمام حضرات کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ کہ جس عظیم الشان شخصیت کے ظہور کے آپ منتظر ہیں۔ وہ حضرت مرزا غلام احمد کے وجود میں ظاہر ہو چکی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ دنیاداروں کے نفسانی خیالات اس کی شناخت کو مخالفت اور بغض و حسد کے پردہ میں چھپائے ہوئے ہیں، حالانکہ بہت سے ارضی و سماوی نشانات ظاہر ہوئے جو اس کی صداقت پر گواہ ہیں۔ اس کی ہدایت اور رہبری سے آج اس کے پیرو اہل یورپ کو اپنا مطیع و منقاد بنا رہے ہیں۔ جو اس کی عظمت کا ایک زندہ نشان ہے۔ آپ کو اگر فی الحقیقت اس کی شناخت کی خواہش ہے تو اس کے حالات کا مطالعہ کریں۔ کہ اس میں دنیا کی ہدایت کے بہت سے سامان ہیں ؎

یارو جو مرد آنے کو تھا وہ تو آچکا
یہ راز تم کو شمس و قمر بھی بتا چکا

جماعت احمدیہ کا فرض

ہم اس اشتہار کی طرف ... اپنے احباب کی توجہ کو منعطف کرانا چاہتے ہیں۔ کیا ان کا یہ فرض نہیں۔ کہ وہ اس پیاسی دنیا کو وقت کے شیریں کلام سے سیراب کریں؟ کیا اس مجلس کی طرف سے اس پیام حق کا داعی نہیں۔ جو مامور الٰہی نے ہم کو دیا۔ کیا اس بات کی ضرورت نہیں۔ کہ ہم اس کا نام دنیا میں پہنچانے اور اس کی تعلیمات کو پھیلانے اور اسلام کی طرف لوگوں کو بلانے میں پورے طور پر ساعی ہوں۔ حضرت امام وقت جہاں مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے مہدی اور مسیح ہو کر آئے تھے۔ وہیں آپ کا دعوےٰ تھا کہ ہندوؤں کے لئے بھی آپ کرشن اوتار کے منصب پر فائز ہیں۔ مگر افسوس کہ آپ کا پیغام ہندوؤں تک پہنچانے میں ہم نے بہت کچھ کوتاہی سے کام لیا ہے۔ حالانکہ اس قوم میں بھی دوسری اقوام کی طرح ایک مسیحا کی آمد کی بہت سی امیدیں لگی ہوئی ہیں۔ ضرورت ہے۔ کہ ہم ان لوگوں تک پہنچیں۔ اور انہیں بتائیں کہ وہ مصلح اعظم جس کے لئے تم منتظر ہو اسلام میں آچکا ہے۔ اور آج اس تک پہنچنے کے لئے اگر کوئی دروازہ تمہارے لئے کھلا ہے۔ تو وہ اسلام ہی کا دروازہ ہے۔ آؤ اس دروازہ میں داخل ہو کر محمد رسول اللہ صلعم کی غلامی اختیار کرکے مامور الٰہی کا ساتھ دو۔ کہ اسی میں تمہاری فلاح و بہبودی مضمر ہے۔ کیا دوست اس طرف متوجہ ہوں گے؟

شذرات

ٹرینیڈاڈ سے برادر گوہر علی صاحب ایک کیڑے کا حال لکھتے ہیں۔ جو انسان کے پاؤں میں داخل ہو جاتا اور بہت تکلیف پہنچاتا ہے۔ ان کا بیان ہے کہ اس کیڑے کو عورتیں ہی سوئی کے ساتھ نکالتی ہیں اور اگر وہ مادہ ہوتی ہے تو انڈوں سمیت باہر نکال لی جاتی ہے۔ اس کے نکلنے سے پاؤں میں چھوٹا سا گڑھا ہو جاتا ہے۔ جو پانی وغیرہ لگنے سے بند ہو جاتا ہے۔ ورنہ اس سے پاؤں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

اسی خط کے آخر میں برادر موصوف لکھتے ہیں کہ ہمارے ہندوستانی مسلمان شاید تسلیم نہ کریں گے۔ کہ ایسا کیڑا بہت ہی خطرناک ہوتا ہے لیکن انہیں معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ وہ اس قدر خطرناک ... جس قدر حلوا مانڈہ کے شائق ملاں عالم اسلامی موجود ہیں۔ بات تو صحیح ہے اور غالباً اسی وجہ سے ایک دابۃ الارض کے آخری زمانہ میں پیدا ہونے کی قرآن کریم نے خبر دی ہے۔

ایک اور خط میں برادر موصوف نے جملہ مسلمانان ٹرینیڈاڈ کی طرف سے علمائے ہند کی خدمت میں التماس کی ہے۔ کہ قرآن شریف میں سے اس آیت کا پتہ دیا جائے۔ جس میں مرتد کو سنگسار کرنے کا حکم ہے۔ کیونکہ ٹرینیڈاڈ میں جو قرآن رائج ہے۔ اس میں ایسی کوئی آیت نہیں ملی۔

برادر موصوف کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہندوستان میں جو قرآن رائج ہے۔ اس میں بھی کوئی ایسی آیت نہیں پائی جاتی۔ ہاں دیوبند میں ایک ایسا قرآن موجود ہے۔ جس میں اس قسم کی بہت سی آیات درج ہیں۔ اسی میں سے ایک سنگساری کی آیت مولوی میرک شاہ صاحب نے لکھی بھی تھی۔ کوشش ہو رہی ہے کہ دیوبندی علما کا یہ مکمل کردہ قرآن شائع ہو سکے۔ امید ہے کہ مولوی میرک شاہ صاحب جلد اس طرف توجہ فرمائیں گے۔

سینٹ پال چرچ لندن کا سب سے بڑا گرجا ہے۔ اور عظمت و تقدیس اور اعلیٰ درجہ کے فن عمارت کے لحاظ سے تمام مسیحی دنیا میں ایک خاص امتیاز رکھتا ہے۔ اس گرجا کو بنے ہوئے پورے دو سو سال ہو گئے ہیں۔ ۱۶۷۵ء میں اس گرجا کی تعمیر شروع ہوئی تھی۔ اور ۱۷۱۰ء میں اس کا افتتاح ہوا تھا۔ اس کے اوپر ایک نہایت بلند اور شاندار گنبد ہے۔ جس کے ستون اب اس قدر کمزور ہو گئے ہیں کہ اس کے گرنے کا خطرہ ہے۔ ماہرین فن تعمیر نے اندازہ کیا ہے کہ صرف ان ستونوں کی مرمت پر ایک لاکھ بیس ہزار پونڈ سے لے کر ایک لاکھ چالیس ہزار پونڈ تک صرف ہوگا، ٹائمز لندن نے

...اس رقم کے فراہم کرنے کے لئے چندہ کی فہرست کھولی ہے۔ اور پہلی ہی اشاعت میں ۲۱۶ ۶ پونڈ کی رقم کے فراہم ہو جانے کا اعلان کیا گیا ہے۔ مسلمان اس کا مقابلہ اپنے خیراتی فنڈوں سے کریں تو اپنی حیثیت کا انہیں پتہ لگ جائے۔

جمعیت العلمائے ہند کی موجودہ حیثیت پر تبصرہ کرتے ہوئے حامی "البشیر" رقمطراز ہے۔ کہ "یہ مہاتما گاندھی یا ان کے مقلدین کا گراموفون ہے۔ مہاتما اور ان کے مقلدین کانگریس میں ریکارڈ تیار کرتے ہیں۔ اور وہ خلافت کمیٹی اور جمعیت العلما میں لا کر لوگوں کو سنائے جاتے ہیں۔"

لیکن اس سے بڑھ کر ان سے توقع بھی کیا ہو سکتی ہے جمعیت العلما کی بنائی ہی اس لئے گئی تھی۔ کہ ہندوؤں کے سیاسی مقاصد میں مسلمانوں کو شامل کرا دے۔ چنانچہ اس نے ترک موالات کا فتوے دے کر سینکڑوں اور ہزاروں مسلمانوں کو تباہ و برباد کیا۔ اور آخر کار نتیجہ ہیچ، اب داڑھیاں رکھوانے اور پاجاموں کو ٹخنوں سے اوپر کھینچنے کا کام ایک مولوی صاحب نے مراد آباد کے جلسہ میں تجویز کیا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ کام البتہ مہاتما گاندھی کے اثر سے باہر ہے۔ دیکھیں کہاں تک بار آور ہوتا اور مسلمانوں کے لئے کس قدر مفید ثابت ہوتا ہے۔

انتقاد

غبار افق

یوں تو وجود آریہ سماج کے ساتھ ہی ہندوستان میں تحریک شدھی کا بنیادی پتھر رکھ دیا گیا تھا۔ مگر ۱۹۰۸ء کے قریب قریب اس تحریک کو بار آور بنانے کے لئے انفرادی اور اجتماعی کوششوں کو عمل میں لایا جانے لگا یہاں تک کہ ۱۹۲۳ء کا آنا تھا۔ کہ یہ تحریک ہندوستان کے امن و امان کے افق پر غبار بن کر چھا گئی۔ اور مطلع بالکل تیرہ و تار ہو گیا۔ یہ تحریک کہاں پیدا ہوئی۔ کیوں پھلی پھولی۔ اس کا آغاز کیوں ہوا۔ اور انجام کیا ہے۔ اور حقیقت میں یہ تحریک مذہبی ہے یا سیاسی۔ سنہا و سنگھٹن کسے کہتے ہیں۔ اور اس کے ثمرات کیا ہیں۔ دلت اودھار کیا چیز ہے۔ اور کیا نتائج ہیں۔ یہ وہ سوالات ہیں جن کے صحیح جواب مسلمانوں کے لئے بہت بڑے عبرت آموز ہیں۔ اس لئے ضرورت تھی اور بہت بڑی ضرورت تھی کہ ان تحریکات کی ایک صحیح تاریخ ترتیب دے کر مسلمانوں میں پھیلا دی جائے۔ تا کہ انہیں معلوم ہو جائے کہ ان کی سب سے بڑی ہمسایہ قوم ان کے ساتھ کس سلوک سے پیش آنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اور اسے مد نظر رکھتے ہوئے ان کو کیا کرنا چاہیئے۔ نہایت خوشی کا مقام ہے کہ سید غلام بھیک صاحب نیرنگ بی۔ اے معتمد عمومی جمعیت مرکزیہ تبلیغ الاسلام انبالہ نے اس ضرورت کو محسوس کر کے باحسن وجوہ پورا کیا۔ اور ان تحریکات کی ایک مستند اور صحیح اور اس پر طرہ یہ کہ اجمالی تاریخ ترتیب دے کر غبار افق کے نام سے شائع کی۔ کتاب تو چھپ چکی ہے۔ اور ہاتھوں ہاتھ بکے گی بھی کیونکہ ادبیت و انشا پردازی کی دنیا میں پہلے ہی سے سید صاحب ممدوح کا نام آفتاب بن کر چمک رہا ہے اسکی مقبولیت کے لئے یہی کہہ دینا کافی ہے۔ کہ وہ سید صاحب کے زور قلم کا نتیجہ ہے کسی مزید سفارش کی ضرورت نہیں۔ مگر کتاب مذکور کے مضمون کی اہمیت کے لحاظ سے اس بات کی بہت بڑی ضرورت ہے۔ کہ دیانند شتابدی کے موقعہ پر ہر مسلمان کی طرف سے اس کی کثرت کے ساتھ اشاعت کی جائے۔ شتابدی اُتسو متھرا میں منایا جائیگا۔ اور ابھی سے بہت بڑے وسیع پیمانہ پر اس کی تیاری کی جا رہی ہے۔ شتابدی اُتسو کے لئے آریہ سماج کا متھرا کو انتخاب کرنا حقیقت میں اس غرض سے ہے کہ متھرا حلقہ ارتداد میں واقعہ ہے، مرتدوں اور بھولے بھالے نومسلموں کو اپنی کثرت اور شان و شوکت اور اپنے باہمی اتفاق و اتحاد کا ایک رنگین سرخ دکھا کر دام فریب میں لایا جائے اور اس طرح پر شدھی کے بازار کو تازہ رونق دیجائے۔ اس موقعہ پر اسلام و پیغمبر اسلام فداہ ابی و امی کے برخلاف بے سر و پا اور گندے رسالے کثرت سے شائع کئے جائینگے اور ان زہریلے جراثیم کے ذریعے سے وبائے ارتداد کو عام کرنے کی کوشش کیجائیگی۔ اسلئے ضرورت ہے کہ اس موقعہ پر مسلمانوں کی طرف سے بھی کثرت کے ساتھ ٹریکٹ شائع ہو کر ملکانہ راجپوتوں میں تقسیم کئے جائیں کم از کم غبار افق کو ہی اس موقعہ پر تقسیم کیا جائے جسکی ترکیب یہ ہے کہ مسلمانوں کے ذی استطاعت اصحاب اسکی بہت سی جلدیں خرید کر سید غلام بھیک صاحب کو اختیار دیں کہ وہ خود متھرا میں تقسیم کا انتظام کریں۔ قیمت صرف ۲/ ہے کم از کم دو ہزار کتاب تقسیم ہونی چاہیئے۔

عصمت اللہ

سلسلہ احمدیہ مشرق و مغرب میں

"میں تیرا نام دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا"

(الہام مسیح موعودؑ)

ہمارے مکرم و محترم بابو منظور الٰہی صاحب بلاد غیر کے مسلمانوں کے ساتھ جو خط و کتابت کر رہے ہیں۔ اس کا سلسلہ مشرق و مغرب کے قریباً تمام بلاد پر جہاں مسلمان موجود ہیں پھیلا ہوا ہے۔ اور بہت سی امید افزا بشارتیں پیدا کر رہا ہے۔ ذیل میں ان خطوط کے جو بابو صاحب مکرم کے جواب میں موصول ہوئے ہیں۔ ضروری اقتباسات ہدیۂ قارئین کرام ہیں۔ احباب کرام دعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالیٰ بابو صاحب مکرم کی ہمت اور عزم میں وہ چند برکت ڈالے جو گھر بیٹھے ہوئے دور دراز کے مسلمانوں کو امام وقت کا پیغام پہنچانے اور انہیں خدمت اسلام کے لئے ابھارنے میں کوشاں ہیں۔ (ایڈیٹر)

خط فلپائن (۹)

برادر اسحاق صاحب نے فلپائن کے نومسلمانوں کی بیعتوں کے فارم پُر کروا کر بھیجے ہیں۔ اور لکھتے ہیں۔ کہ بکثرت لوگ سلسلہ کی شمولیت کے لئے تیار ہیں۔ اس لئے اور بہت سی فارمیں بھیج دی جائیں۔ سلسلہ احمدیہ کے لٹریچر سے فلپائن کے مسلمانوں میں ایک زندگی سی پیدا ہو گئی ہے۔ اور انشاء اللہ یقین ہے۔ کہ وہاں اسلام زور سے ترقی کرے گا۔ حکام گورنمنٹ امریکہ مسلمانوں سے ہمدردی رکھتے ہیں اور ہمارے لٹریچر کو محبت سے مطالعہ کرتے ہیں۔

خط بورنیو

برادر سلیم صاحب جزیرہ بورنیو سے جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے ہیں۔ اور وہاں جماعت کی ترقی اور مسلمانوں میں بیداری پیدا کرنے میں مصروف ہیں۔

خط علاقہ جوہور (ملایا)

برادر محمد علی صاحب جزیرہ نما ملایا سے لکھتے ہیں۔ کہ آپ کے ہر دو خطوط ملے۔ میں خدمت اسلام کے لئے ہر طرح تیار ہوا ہوا ہوں اور لوگوں میں اپنی جماعت کے اثر کو پھیلانے میں مصروف ہوں۔ امید ہے کہ آپ کی مدد سے میں اسلام کی حقیقت سے بخوبی واقف ہو جاؤں گا۔ جو کتاب یا رسالہ انجمن شائع کرے۔ مجھے قیمتاً بھیجا جایا کرے۔ یہاں کے لوگ تعلیم خصوصاً مذہبی تعلیم کے بہت حاجتمند ہیں۔ گو یہاں سے چند ملائی زبان کے اخبار شائع ہوتے ہیں لیکن ہمارے اخبار لائٹ کے نمونہ کا ایک بھی نہیں۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ لائٹ کی طرز پر ایک اخبار ملائی زبان میں ان علاقہ جات سے شائع کیا جائے۔ جس میں اسلام کا خوبصورت چہرہ دکھایا جائے کیونکہ انگریزی زبان چیدہ اشخاص ہی سمجھ سکتے ہیں۔ یہاں ملائی لوگوں کی بہت سی سوسائٹیاں اور کلب ہیں لیکن سب خود غرضی میں مبتلا ہیں اس لئے ان کے وجود سے لوگوں کو کچھ بھی فائدہ نہیں۔ امید ہے آپ میری اس عرض پر غور کریں گے۔ کہ کن ذرائع سے یہ کام شروع کیا جائے۔ کیونکہ یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم حق کو پھیلائیں۔ یہاں بہت سے علماء اور حاجی ہیں۔ لیکن ان کی تعلیم عوام کی سمجھ سے باہر ہے۔ اور ان کے لئے اسی میں فائدہ ہے کہ لوگ اسلام کی تعلیم سے بے بہرہ رہیں۔

خط ایران

برادر اصفہانی صاحب طہران سے تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے اخبار لائٹ کی ایک کاپی یہاں کے عیسائی مشنری ڈاکٹر جارڈن کو بھیجی جس کا لیڈنگ آرٹیکل "عیسائی محبت" تھا۔ اسے پڑھ کر اس نے اپنے مشنری سکول کی بارہویں جماعت کے طلبا کو اس مضمون پر ڈیبیٹ کرنے کے لئے کہا۔ اس تجویز سے وہ غریب طلبا پر یہ ثابت کرنا چاہتا ہے۔ کہ "عیسائی محبت" کا مفہوم کچھ اور ہے۔ تاہم اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ آپ کے لٹریچر نے عیسائی حلقہ میں کچھ مشکلات پیدا کر دی ہیں۔ مجھے یہاں آئے تھوڑا عرصہ ہوا ہے۔ اس لئے میری واقفیت لوگوں سے کم ہے۔ تاکہ میں کوئی سوسائٹی وغیرہ حفاظت اسلام کے لئے قائم کر سکوں۔ تاہم جس طریق سے بھی ہو سکا میں خدمت اسلام کرتا رہوں گا۔

خط برٹش گیانا (امریکہ)

برادر تجمل حسین صاحب لکھتے ہیں۔ کہ باوجود دنیاوی کاروبار و ملازمت کے جتنا وقت مجھے مل سکتا ہے۔ میں جماعت کی ترقی میں مصروف رہتا ہوں۔ اور چھٹی کے دن باہر علاقہ میں جا کر تبلیغ کرتا رہتا ہوں۔ خدا کے فضل سے جماعت روز افزوں ترقی پر ہے۔ کئی دوست جو پہلے سلسلہ کے سخت مخالف تھے۔ اب جماعت میں شامل ہو کر خدمت اسلام میں مصروف ہیں۔ گو میں آسودہ حال نہیں۔ تاہم اللہ تعالےٰ نے جتنی توفیق دی ہے۔ اس کی راہ میں خرچ کر رہا ہوں اور اپنے خرچ پر کتب و رسالہ جات منگوا کر اور چھپوا کر مفت تقسیم کرتا رہتا ہوں۔ اگر مجھے رزق کی طرف سے ذرا فراغت ہوتی۔ تو میں اور زیادہ کام کر سکتا۔ انشاء اللہ بہت جلد یہاں ایک مضبوط جماعت قائم ہو جائے گی۔ اس وقت گھر گھر ہماری خدمات اسلام کا چرچا ہو رہا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ سچائی کو غالب کرتا جا رہا ہے۔ جملہ برادران کی دعاؤں کی ضرورت ہے۔

دو انگریزی خوان غیر مسلموں نے میرے ہاتھ پر اسلام قبول کر کے سلسلہ میں شمولیت اختیار کی ہے۔ اور نو آدمیوں کی بیعت کے فارم ارسال ہیں۔

خط شمالی نائجیریا (مغربی افریقہ)

برادر عبد الرحمن صاحب نومسلم لکھتے ہیں۔ کہ یہاں کے مسلمان بالکل جاہل اور دین سے ناواقف محض ہیں۔ وہ عجیب و غریب خیالات میں مبتلا ہیں۔ میں جماعت کی ترقی میں مصروف ہوں۔ اور اخبارات میں اسلام کے متعلق مضامین لکھتا رہتا ہوں۔ نمونہ کے طور پر اس علاقہ کا انگریزی اخبار بھیجتا ہوں۔ جس میں میرے دو مضمون اسلام پر ایک معترض کے جواب میں چھپے ہیں۔ اس علاقہ کے پرانی طرز کے ملاؤں سے بجائے فائدہ کے اسلام کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ عیسائی اپنی کوششوں میں مصروف ہیں۔ احباب دعا فرماویں۔ کہ اللہ تعالےٰ اس علاقہ کے مسلمانوں میں بیداری پیدا کرے۔

دیگر اسلامی ممالک

ترکی۔ مصر۔ شام۔ فلسطین۔ عراق۔ عرب کے تعلیم یافتہ طبقے ہماری جماعت کی خدمات اسلام کے دل سے معترف ہیں۔ اور جو غلط فہمیاں قادیانی عقائد نے حضرت مسیح موعودؑ کی نسبت اسلامی دنیا میں پھیلا رکھی ہیں۔ وہ خدا کے فضل سے دور ہوتی جا رہی ہیں۔ اور حضرت اقدسؑ کی اپنی کتب دیکھ کر غیر ممالک کے مسلمان آپ کی خدمات اسلام کا اعتراف کرتے جاتے ہیں۔ ان لوگوں کی مادری زبان عربی ہے۔ اس لئے وہ حضرت صاحب کی عربی کتب سے آپ کا صحیح مذہب بہت جلد معلوم کر لیتے ہیں۔

جماعت کا فرض

جیسا کہ احباب کو مختلف علاقہ جات کی خط و کتابت سے معلوم ہو چکا ہوگا۔ ہماری جماعت کا اثر خدا کے فضل سے تمام اسلامی اور غیر اسلامی ممالک میں بڑے زور سے پھیل رہا ہے۔ اور جہاں جہاں ہمارا لٹریچر پہنچتا ہے۔ وہاں کے مسلمانوں میں بیداری پیدا کر رہا ہے۔ کوئی مخالف طاقت اس اثر کو زائل نہیں کر سکتی۔ اگر اس تحریک کو کچھ نقصان پہنچ سکتا ہے تو وہ ہماری کاہلی، غفلت اور لاپرواہی سے پہنچ سکتا ہے غیر ممالک میں اپنے اثر کو مضبوط کرنے کے لئے نہایت ضروری ہے کہ ہمارا مرکز خوب مضبوط ہو۔ اور ہندوستان میں ہماری جماعت زور سے ترقی کرے۔ یہ تو احباب کو بخوبی معلوم ہے۔ کہ ہم اتنے تنخواہ دار مبلغ نہیں رکھ سکتے۔ جو ہندوستان کے ہر گوشہ میں تبلیغ کر سکیں اس لئے اپنی اپنی جگہ ہر ایک دوست کا فرض ہے۔ کہ وہ جماعت کی ترقی میں سر توڑ کوشش کرے۔ گذشتہ سال چند احباب کی ہمت سے جماعت نے خاصی ترقی کی تھی۔ اگر اس سال ہر ایک دوست اپنے فرض کو ادا کرے۔ تو انشاء اللہ جماعت اتنی مضبوط ہو سکتی ہے کہ ہم غیر ممالک میں دو تین اور مرکز تبلیغ قائم کر سکتے ہیں۔ باہر کے دوست بڑی جانفشانی سے کام کر رہے ہیں۔ ہندوستان کے دوستوں کو بھی ذرا ہمت سے کام لینا چاہیئے۔ خدا کی نصرت قریب ہے، اور اسلام کے غلبہ کے دن بہت نزدیک ہیں۔ اگر جماعت حضرت نبی کریمؐ کی پیشگوئیوں کو جو غلبہ اسلام کے متعلق ہیں۔ اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے دیکھنا چاہتی ہے۔ تو ہمت کو بلند کرے۔ اور پھر خدائی کرشمہ دیکھے جماعت کے ساتھ شامل ہو کر کام کرنے میں برکت ہے۔ اور اسی پر نیک نتائج مترتب ہوں گے۔ والسلام۔

سوالات وجوابات

منشی تاجدین صاحب امرتسر

سوال (۱) تحفہ گولڑویہ صـ۱۱۹ کے حاشیہ پر ہے کہ حدیثوں میں صاف طور پر یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ مسیح موعود کی تکفیر ہوگی اور علماء امت اسکو کافر ٹھہرائینگے۔ اور کہیں گے کہ کیا یہ مسیح ہے اس نے تو ہمارے دین کی بیخکنی کردی" غرض یہ ہے کہ حدیث کی کسی مستند یا مستخرج کتاب سے صحیح، مرفوع، متصل اور موقوف روایتیں نکالکر دکھلائیے جس میں بتلایا گیا ہو کہ مسیح موعود کی تکفیر ہوگی۔ براہ مہربانی حجج الکرامہ۔ فتوحات مکیہ۔ مکتوبات ربانی کے حوالے نہ پیش کیجئے۔ میں ان تینوں کتابوں کو دیکھ چکا ہوں۔ اور ان میں یہ کہیں نہیں لکھا کہ حدیثوں میں بتلایا گیا ہے۔

جواب۔ کیا آپ کو یہ معلوم نہیں کہ احادیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے اس آخری زمانہ کے مسلمانوں کی حالت کے متعلق جو یہ پیشگوئی فرمائی ہے کہ ان کی حالت یہودیوں کی مانند ہوگی۔ یہانتک کہ اگر کسی یہودی نے سوسمار کے سوراخ میں ہاتھ ڈالا ہے تو میری امت کے لوگ بھی ایسا ہی کریں گے عوام الناس کی بجائے علماء پر زیادہ صادق آتی ہے جنکے متعلق حدیث میں لکھا ہے کہ علماء ہم شر من تحت ادیم السما اب جبکہ یہ بات تاریخ و اناجیل سے بوضاحت ثابت ہے کہ حضرت مسیح اسرائیلی پر اسکے زمانہ کے یہودی علماء نے کفر کا فتویٰ لگایا تو پھر ضرور ہے کہ بموجب اس حدیث کے اس زمانہ کے یہودی صفت مولوی حضرت مسیح موعود پر کفر کا فتویٰ لگائیں اور اسطرح اپنے آپ کو کفر فریسیوں کا مثیل ٹھہرائیں۔ کیونکہ مماثلت چاہتی ہے کہ ایسا بدبخت گروہ بھی موجود ہو۔ اسی فتنہ سے بچنے کے لیے جس کا ذکر احادیث میں ہے قرآن شریف میں یہ دعا سکھلائی گئی ہے کہ اہدنا الصراط المستقیم۔ صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔

ایسی صاف احادیث کی موجودگی میں آپ کیونکر یہ کہہ سکتے ہیں کہ احادیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ علماء وقت کی طرف سے مسیح موعود کی تکفیر ہوگی۔

سوال (۲) اور ان کی (یعنی اہل کشمیر کی) پرانی تاریخوں میں لکھا ہے کہ یہ (یوز آسف) ایک نبی شہزادہ ہے جو بلاد شام کی طرف سے آیا تھا۔ جس کو قریباً انیس سو برس آئے ہوئے گذر گئے ہیں۔ اور ساتھ اسکے بعض شاگرد تھے۔ اور وہ کوہ سلیمان پر عبادت کرتا رہا۔ اور اس کی عبادت گاہ پر ایک کتبہ تھا جسپر یہ لفظ کندہ تھے کہ یہ ایک شہزادہ نبی ہے جو بلاد شام کی طرف سے آیا تھا۔ نام اس کا یوز آسف ہے۔

تحفہ گولڑویہ صـ۱۴

غرض یہ ہے کہ اہل کشمیر کی پرانی تاریخوں سے یہ بات نکالکر دکھلائیے۔

جواب۔ سنئے! تاریخ اعظمی جس کو لکھے ہوئے تقریباً دوسو برس گذر چکے ہیں اس کے صـ۸۲ پر لکھا ہے کہ

"سید نصیر الدین کی قبر کے ساتھ ایک نبی کی قبر مشہور ہے وہ ایک شہزادہ تھا جو غیر ملک سے کشمیر میں آیا وہ زہد وتقوی اور عبادت میں کامل تھا۔ خدا کی طرف سے نبی بنایا گیا اور اہل کشمیر کی دعوت میں مشغول ہوا اس کا نام یوز آسف تھا۔ بہت سے اہل کشف اور خصوصاً میرے مرشد نے شہادت دی ہے اس قبر سے برکات نبوت ظاہر ہوتے ہیں۔"

علاوہ ازیں کتاب اکمال الدین جو کہ ایک بہت پرانی کتاب ہے۔ اسکے صـ۳۵۹ پر اس نبی کا تذکرہ اسطرح لکھا ہے

"وسار فی بلاد و مدائن کثیرۃ حتی اتی ارضاً تسمی کشمیر فسار فیہا واحیا میتہا ومکث حتی اتاہ الاجل الی خلع الجسد وارتفع الی النور وقبل موتہ دعی تلمیذا لہ اسمہ یابد الذی کان یخدمہ ویقوم علیہ وکان رجلا کاملا فی الامور کلہا فاوحی الیہ فقال لہ قد دنا ارتفاعی عن الدنیا فاحفظوا بعز الفیکم ولا تزیغوا عن الحق وخذو بالنسک ثم امر یابد ان یبنی لہ مکانا وبسط ہو رجلیہ وصار راسہ الی المغرب ووجہہ الی المشرق ثم قضی نحبہ"

(ترجمہ) وہ (یوز آسف) بہت سے ملکوں اور شہروں میں پھرتے ہوئے اس ملک میں آئے جس کا نام کشمیر ہے اس میں پھرتے رہے۔ وہاں زندگی بسر کرتے رہے اور وہاں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ موت کا وقت آگیا اور انہوں نے خاکی جسم کو چھوڑا۔ اور نور کی طرف ان کا رخ ہوا۔ اور مرنے سے پہلے انہوں نے اپنے ایک شاگرد یابد نامی کو بلایا جو آپ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ اور آپ کی خدمت میں حاضر رہا کرتا تھا۔ اور کل امور میں کامل تھا۔ پس انہوں نے اسکو وصیت کی اور فرمایا کہ میرا اس دنیا سے اٹھنے کا وقت قریب آگیا ہے۔ سو تم اپنے فرائض اہتمام سے ادا کیا کرنا اور حق سے نہ مڑنا۔ اور عبادت کا پابند رہنا۔ پھر یابد کو حکم کیا کہ میرے لئے ایک مکان یعنی مقبرہ بنا۔ اور اپنے پاؤں کو پھیلایا۔ اور سر مغرب کی طرف کیا۔ منہ مشرق کی طرف اور اپنی جان دیدی۔

مصنف اکمال الدین نے اپنی کتاب میں یہ بھی بیان کیا ہے جو انکی کتاب کا نام بشری یعنی انجیل تھا۔

سوال (۳) مجدد صاحب سرہندی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ

"اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ ومخاطبہ الہیہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص رہیں گے لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ ومخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبیہ اسپر ظاہر کیے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے" حقیقۃ الوحی صـ۳۹۰

غرض یہ ہے کہ الفاظ "وہ نبی کہلاتا ہے" مکتوبات امام ربانی سے نکالکر دکھلائیے۔

جواب۔ اس سوال کا جواب اخبار پیغام صلح مورخہ ۸۔ فروری ۴۲ء میں دیا جا چکا ہے۔ وہاں سے دیکھ لیں۔

سوال (۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ سورج گرہن مہدی کے ظہور کے وقت ایام کسوف کے نصف میں ہوگا۔ یعنی اٹھائیسویں تاریخ دوپہر سے پہلے۔ نور الحق حصہ ۲ صـ۱۹

غرض یہ ہے کہ حدیث کی کسی مستند کتاب سے صحیح سند کے ساتھ کوئی ایسی روایت نکال کر دکھلائیے جس میں لکھا ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورج گرہن مہدی کے وقت ایام کسوف کے نصف میں ہوگا۔ میں سنن دارقطنی کو دیکھ چکا ہوں اسمیں ایک موضوع روایت امام محمد باقر بن زین العابدین ابن حسینؓ سے آتی ہے۔ اور کوئی مرفوع روایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ہوئی۔

جواب۔ محدثین میں سے کسی نے اس حدیث کو موضوع قرار نہیں دیا کیونکہ اہل بیت کا عموماً یہ قاعدہ تھا کہ وہ روایت کرتے وقت آنحضرت صلعم تک سلسلہ روایت پہنچانا ضروری خیال نہ کرتے تھے۔ حضرت صاحب کا بھی اس حدیث دارقطنی کی طرف اشارہ ہے۔ اب جبکہ واقعات نے اس حدیث کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کردی ہے۔ تو پھر اسکو موضوع کہتے جانا پاگل پنے سے ہے۔

سوال (۵) اور جیسا کہ ایک اور حدیث میں بیان کیا گیا ہے یہ گرہن دو مرتبہ رمضان میں واقع ہو چکا ہے۔ اول اس ملک میں دوسرے امریکہ میں اور دونوں مرتبہ انہیں تاریخوں میں ہوا ہے جن کی طرف حدیثوں میں اشارہ ہے۔ (حقیقۃ الوحی صـ۱۹۵)

غرض یہ ہے کہ وہ حدیث مرفوع ہو یا موقوف نکال کر دکھلائیے جس میں لکھا ہو کہ مہدی کے وقت میں چاند کو ماہ رمضان میں دو دفعہ گرہن لگیگا۔

جواب۔ میری نظر سے کوئی ایسی حدیث نہیں گذری۔ احادیث کا ذخیرہ بہت وسیع ہے کتب احادیث کے علاوہ تفاسیر وغیرہ کی کتب میں بھی احادیث پائی جاتی ہیں۔ بہت سی احادیث لغت کی کتابوں میں آجاتی ہیں معلوم نہیں کہاں سے حضرت صاحب نے اس حدیث کو لیا ہو جب وہ سینکڑوں احادیث پیش کرتے ہیں اور ان سب کے حوالے ملجاتے ہیں تو ایک دو حوالے نہ ملنے پر غلط بیانی کا الزام دینا جرأت ہے۔

احادیث کے متعلق حضرت صاحب کا علم بہت وسیع تھا۔ اگر آپ نے کسی حدیث کے حوالہ سے کوئی بات بیان کی ہو اور ہماری نظر سے وہ حدیث نہ گذری ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ایسی کوئی حدیث موجود ہی نہیں ہے یا معاذ اللہ حضرت صاحب نے غلط بیانی سے کام لیا ہے حضرت صاحب کا قاعدہ تھا کہ اکثر ایسی باتیں احادیث سے استدلال کر کے پیش کرتے تھے۔ اس قسم کی چھوٹی چھوٹی باتیں کسی نبی کے لئے معیار صدق وکذب نہیں ہوتیں کہ ایسی چھان بین کی جائے

سوال (۶) کہ مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری اور مولوی اسمٰعیل صاحب علی گڑھی نے لکھا ہے کہ "جھوٹا سچے کے سامنے مرجائے گا"

غرض یہ ہے کہ بتائیے ان دونوں حضرات نے یہ کہاں اور کس کتاب میں لکھا ہے

جواب۔ مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری نے اپنے رسالہ فتح رحمانی کے صـ۲۶ و صـ۲۷ پر ایسا لکھا ہے اور مولوی اسمٰعیل صاحب نے اپنے رسالہ میں لکھا تھا۔ جاء الحق وزہق الباطل

سوال (۷) اور بعض احادیث میں بھی آچکا ہے کہ آنے والے مسیح کی ایک یہ بھی علامت ہوگی کہ وہ ذوالقرنین ہوگا۔

غرض یہ ہے کہ کتب احادیث دنیا میں موجود ہیں اٹھا کر دیکھو کہاں اور کس جگہ لکھا ہے؟

جواب:۔ اس سوال کا جواب پیشتر ازیں اخبار "پیغام صلح" مورخہ ۸۔ فروری میں شائع ہو چکا ہے۔ اس پرچہ کو دیکھ لیں۔

از ماسٹر انعام اللہ خان صاحب نصاری ازپانی پت

سوال:۔ "میں کسی رسول کے قتل کا قائل نہیں۔ میرا اعتقاد نہیں کہ کسی رسول کو شکست ہوئی ہو"

(مرقاۃ الیقین صـ۲۰۲ مصنفہ مولوی نورالدین صاحب)

"بعض رسول قتل کیے گئے"

(بیان القرآن حاشیہ صـ۱۲۳۹ مصنفہ مولانا محمد علی صاحب)

ان دونوں میں سے کونسا قول درست اور صحیح ہے اور کیونکر؟

جواب۔ سورہ آل عمران کی آیت وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ رسولوں کے قتل کا امکان ہے۔

اگر اس سوال سے آپ کا یہ مقصد ہے کہ حضرت صاحب کے دو مریدوں میں ایک ہی مسئلہ میں کیوں اختلاف ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ ایسا اختلاف کوئی تعجب کی بات نہیں ایسے چھوٹے چھوٹے مسائل میں امت کے اندر بے شمار اختلافات پائے جاتے ہیں جس طرح کسی کی سمجھ میں آیا اسنے لکھ دیا۔ (سردار خان)

حسنِ اتفاق

لاہور میں علمائے دیوبند کا اجتماع
قرآن مجید کے مکمل ہونے کا زرّین موقع
جناب مولانا مولوی احمد علی صاحب کی خدمت میں التماس

زمیندار مورخہ ۷۔ فروری ۱۹۲۵ء میں شائع ہوا ہے کہ مولانا احمد علی صاحب امام مسجد دروازہ شیرانوالہ لاہور میں علمائے دیوبند کا ایک جلسہ منعقد کرانے والے ہیں جس میں بدعت و الحاد کی بڑھتی ہوئی رو کا سدِّ باب کیا جائے گا۔ مولوی صاحب موصوف کی اس حرارت دینی اور خدمت اسلام کا جسقدر بھی شکریہ ادا کیا جائے کم ہے مجھے جناب مولانا مولوی احمد علی صاحب کی خدمت اقدس میں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ اس جلسہ میں قرآن مجید کے مکمل کرنے کی تجویز بھی پیش کی جائے تو لگے ہاتھ اسلام کی یہ خدمت بھی ہو جائے اور وہ یہ ہے:۔

حضرت مولوی میرک شاہ صاحب مدرس دیوبند فرماتے ہیں کہ مرفوع التلاوت مگر واجب العمل آیات مثلاً الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموہما۔ قرآن مجید سے باہر ہیں۔ اور کتب احادیث وغیرہ میں موجود ہیں۔ اور ان پر اجماع امت کی تصدیق اور صحابۂ کرام اور خلفائے راشدین کا عمل بھی رہا ہے۔ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ ایسی آیات کو قرآن مجید میں مناسب موقع پر درج کر دیا جائے۔ اس سے جو فوائد مترتب ہو سکتے ہیں وہ ظاہر ہیں:۔

جمیع مسلمانان عالم کو کسی مسئلہ کا حکم بجائے متفرق اور بہت سی کتابیں دیکھنے اور ان کی ورق گردانی کئے بغیر آسانی کے ساتھ ایک ہی جگہ سے معلوم ہو جائے گا۔ دوم جو کام تیرہ سو سال میں کسی سے نہ ہوا۔ وہ ہمارے ہاتھوں سے پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے گا۔ سوم حضرت عمر کا وہ خطرہ جو انہوں نے ظاہر فرمایا ہے۔ جاتا رہیگا یعنی (مجھے خطرہ ہے کہ امتدادِ زمانہ کے سبب سے کوئی کہنے والا یہ کہے گا کہ قسم اللہ کی ہم کو کہیں بھی کتاب اللہ میں رجم کی آیت نظر نہیں آتی)۔ دیکھو اخبار ریاست ۲۔ اکتوبر ۲۴ء

میرے خیال میں اگر مولوی احمد علی صاحب کی طرف سے مولوی میرک شاہ صاحب دیوبندی کو بھی دعوت شرکت جلسہ دی جائے تو یہ مہتم بالشان امر نہایت احسن طور پر طے ہو سکیگا۔ چونکہ مولوی صاحب موصوف کو ان مسائل پر پورا پورا عبور ہے۔ لہذا ان سے درخواست کی جائے کہ وہ ایسی تمام آیات جو ان کو معلوم ہیں۔ اور وہ کتابیں جن میں وہ درج ہیں اپنے ساتھ لیتے آویں۔ اور وہ خود ہی اس مسئلہ کو علمائے کرام کے اس جلسہ میں جو حسن اتفاق اور مولوی احمد علی صاحب کی سعیٔ جمیلہ سے منعقد ہونا قرار پایا ہے۔ پیش کر کے زندہ علماء کی مہر تصدیق کرا دیں تاکہ حدیث زندہ گوئم مردہ در گور اکی مثل بھی صادق آجائے۔ مرفوع التلاوت واجب الحکم آیات کا مسئلہ تو اسطرح طے ہوا۔ لیکن ابھی قرآن مجید کے مکمل ہونے میں کسی قدر اور نقص باقی رہ جاتا ہے۔ اور یہ نقص وہ ہے جو حضرت مولوی محمد شفیع صاحب مدرس دیوبند کے اشتہار مطبوعہ دیوبند مورخہ ۱۱۔ جمادی الثانی ۱۳۴۳ھ سے بطور نتیجہ ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ باتفاق امت نسخ کی تینوں قسمیں قرآن عزیز میں جاری ہوئیں۔

اوّل تلاوت اور حکم دونوں کا منسوخ ہونا۔
دوم۔ صرف حکم کا منسوخ ہونا۔ اور تلاوت باقی رہنا۔
سوم۔ صرف تلاوت کا منسوخ ہونا اور حکم کا باقی رہنا۔

ان ہر سہ قسم نسخ پر تمام مفسّرین اور اصولیین کا اتفاق ہے شق اول کے متعلق تو صرف اسقدر عرض کر دینا کافی ہے کہ اس امر کے تسلیم کرنے کے لئے محض جناب مولانا ہی کا فہم متحمل ہو سکتا ہے۔ اور جو وہ عام مسلمانوں کے ادراک سے بہ بالاتر ہے۔ شق دوم میں البتہ مولانا کے چند ایک ہمنوا نظر آتے ہیں۔ مثلاً مولانا مولوی دیدار علی صاحب لاہوری۔ مولوی عبد الماجد صاحب بدایونی اور حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی۔

اندریں حالات مناسب ہے کہ جناب مولانا ممدوح بیعنے محمد شفیع صاحب ان علماء کو ہمراہ لیکر منسوخ آیات کا تعین کر کے علمائے کرام سے اس جلسہ میں پیش کر دیں تا کہ ان پر بھی مہر تصدیق ثبت ہو جائے۔ اور آئندہ کے واسطے ایک حتمی فیصلہ معرض ظہور میں آجائے کہ فلاں فلاں آیات جو قرآن مجید کے اندر تلاوت کی جاتی ہیں وہ مرفوع الحکم اور نا واجب العمل ہیں۔ ہاں ہاں قرآن مجید میں درج ہونے کے سبب سے محض قابل تلاوت ہیں۔

غرضکہ ہر دو مندرجہ بالا امور کی تکمیل یعنے

(۱) مرفوع التلاوت مگر واجب العمل آیات کو درج قرآن کر

اور

(۲) منسوخ مگر واجب التلاوت آیات کے تعین کے بعد ایک مکمل نسخہ قرآن مجید تیار کر کے خاکسار کو طباعت اور اشاعت کے لئے دیدیا جائے میں یقین دلاتا ہوں کہ اس کا حق تالیف کسی خاص شخص تک محدود نہ رکھوں گا۔ بلکہ ہر ایک مسلمان جس کو خدا توفیق عطا فرمائے چھاپ کر اسکی اشاعت کا مجاز ہوگا البتہ اسقدر ضروری ہوگا کہ اس مکمل قرآن مجید پر مولوی میرک شاہ صاحب کا نام نامی و اسم گرامی لبطور جامع اور خاکسار زین العابدین کا نام بطور ناشر لکھا جائے۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ

خاکسار زین العابدین از لاہور۔ ۸۔ فروری ۲۵ء

چندہ وصول شدہ معرفت منشی محمد بخش صاحب
چک نمبر ۳۵۵۔ گوجرہ

(۱) چودہری اللہ دتا مالی
(۲) مہر نوردین مالی
(۳) مہر مہندا
(۴) چودہری حیات
(۵) مہر مہندو
(۶) چودہری غفور
(۷) امام الدین ٹھیکہ دار باغ
(۸) اللہ دتا
(۹) مہر فتو
(۱۰) چودہری فتحدین
(۱۱) چودہری جلال
(۱۲) مہر انبیاں
(۱۳) مہر ابراہیم
(۱۴) مہر امیر الدین
(۱۵) چودہری پیر اندتا
(۱۶) چودہری کرم الٰہی
(۱۷) نواب — ۸/
(۱۸) عبد اللہ لوہار — ۸/
(۱۹) عبد اللہ پافندہ — ۶/
(۲۰) مہر نبی بخش — ۸/
(۲۱) دینا — ۴/
(۲۲) مہر خدا بخش — ۴/
(۲۳) مولوی غلام محمد صاحب
(۲۴) فضل الدین چک نمبر ۳۵۶
— ۸/

میزان

فہرست چندہ معرفت عزیز بیگم بنت منشی محمد بخش صاحب چک ۳۵۵

(۱) اہلیہ محمد بخش
(۲) دختر محمد بخش
(۳) ہمشیرہ مولوی اللہ بخش صاحب
(۴) دختر محمد بخش
(۵) اہلیہ مہندو
(۶) فاطمہ
(۷) اہلیہ امام الدین
(۸) اہلیہ نبی بخش — ۸/
(۹) اہلیہ اللہ دتا — ۸/
(۱۰) اہلیہ سندی — ۸/
(۱۱) اہلیہ اسمال
(۱۲) دختر امیر الدین — ۴/
(۱۳) اہلیہ امیر الدین — ۴/
(۱۴) اہلیہ کھیا — ۴/
(۱۵) اہلیہ غفور — ۴/
(۱۶) اہلیہ اسمٰعیل — ۴/
(۱۷) دختر صاحب زادہ — ۴/
(۱۸) اہلیہ کمول — ۴/
(۱۹) اہلیہ عبد اللہ
(۲۰) دختر جلال — ۴/
متفرق لڑکیوں سے

میزان

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ اور جملہ بزرگان ملت بحمد اللہ بخیریت ہیں۔

کل بروز اتوار مورخہ ۱۵۔ فروری کو مسلم ہائی سکول کی عمارت پر کتبہ لگایا جائے گا۔ اور تمام دوست جو اس موقعہ پر جمع ہوں گے شکر و دعا کریں گے۔

پشاور سے ۱۲۔ فروری کا تار اخبارات میں شائع ہوا ہے کہ کابل سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ ۱۰۔ فروری ۱۹۲۵ء کو سپرنٹنڈنٹ پولیس اور پندرہ کانسٹبلوں کی موجودگی میں دو احمدی دوکاندار نعمت اللہ خان کی طرح سنگسار کئے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حکومت افغانستان کا غریب احمدیوں پر یہ ظلم و ستم اور ایسی وحشیانہ سنگدلی کا اظہار ثابت کرتا ہے کہ اسکی بدبختی کے دن قریب ہیں۔ ہمارے دوستوں کا فرض ہے کہ اپنے شہیدان مرحوم کا جنازہ غائب پڑھ کر ان کی روحوں کو ثواب پہنچائیں اور اپنے باقیماندہ بھائیوں کی نجات کے لئے دعا فرمائیں۔

ڈیرہ غازیخان سے منشی محمد بخش صاحب محرر توشہ اطلاع دیتے ہیں کہ ان کے گھر میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے لڑکا تولد ہوا ہے جس کا نام بشارت احمد رکھا گیا۔ احباب اس کے لئے دعا فرمائیں کہ خادم دین ہو۔

منشی عبد اللطیف دفتر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام بھی مطلع فرماتے ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے۔ مبارک۔

تازہ خبریں

ہائی کورٹ کلکتہ میں جسٹس گریوز اور جسٹس مکرجی کے روبرو برنانداث کا مقدمہ پیش ہوا۔ جسے سشن جج نے مجرم قرار دیا تھا۔ برنانداث پر یہ جرم لگایا گیا تھا کہ اس نے ایک پولیس انسپکٹر کسی پرذوکمار رائے کو قتل کیا ہے۔ لیکن جیوری کے روبرو جو بیانات گزرے ہیں ان سے جیوری کو یقین ہو گیا ہے کہ ملزم پر نے بنیاد جرم لگایا گیا ہے۔ دراصل رب انسپکٹر کو باغی جماعت کے کسی آدمی نے گولی کا نشانہ بنایا تھا جب کہ وہ ہنی کوٹ مقدمہ کے سلسلہ میں مشکوک مشتبہ آدمیوں کو تقسیم کر رہا تھا۔ جیوری کے اس فیصلہ پر ججوں نے ملزم کو بری کر دیا۔

گذشتہ سہ شنبہ کو ہز اکسیلنسی سر میلکم ہیلی نے دو کانسٹبلوں لبا سنگھ رام اور دین محمد کا معائنہ کیا جو حال ہی میں گولی سے مجروح ہوئے تھے ہز اکسیلنسی نے انہیں ان کی شجاعت پر مبارکباد دی۔ مجروحین رو بصحت ہیں۔

پنڈت مدن موہن مالویہ پیارشنبہ کو لاہور پہنچے۔ اور اسی دن دوپہر کو یہاں سے چلے گئے۔

غوثان سنگھ ساکن مرنگھا ضلع لاہور کے مکان پر پولیس نے چھاپہ مارا۔ اور لہاں کے ۱۲ گھڑے برآمد کئے جن سے شراب کشید کی جاتی ہے مسٹر ہریوشر سدلاں جسدہ کی عدالت میں مقدمہ چل رہا ہے۔

شعبہ حفظان صحت بلدیہ مدراس کا ایک اعلان مظہر ہے کہ شہر میں چیچک کا مرض پھیل گیا ہے۔ ہفتہ مختتمہ ۷۔ فروری کو ۳۰ آدمی بیمار ہوئے اور ۱۰ فوت ہوئے ہفتہ گذشتہ میں ۳۹ آدمی بیمار ہوئے اور صرف ۱۳ اموتیں واقع ہوئیں۔

مسٹر مکنیل نائب وزیر خارجہ نے مراکش کے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ طنجہ کی نئی حیثیت کے انتظام کے متعلق حال ہی میں بہت ترقی ہوئی ہے اور امید پیدا ہو گئی ہے کہ خاطر خواہ انتظام ہو جائے گا۔ سرجی برمیش نے سوال کیا کہ آیا جنیوا میں جمعیتہ الاقوام کے محل کی تعمیر کا کام شروع ہو چکا ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو حکومت برطانیہ کو تجویز پیش کرنی چاہیئے کہ جمعیت کا مرکز کوئی اور مقام بنا دیا جائے۔ مسٹر مکنیل نے جواب دیا کہ حکومت برطانیہ ایسی تجویز پیش کرنے کے لئے تیار نہیں۔

دار العوام نے حکومت کو اختیار دے دیا ہے کہ قتل سردار کے خون بہا میں جو حکومت مصر پر عائد کیا گیا تھا۔ پانچ لاکھ پونڈ حکومت

تارکلمہ مسلمان لاہور

المصلح الموعود

ہفتہ میں دو بار اتوار اور بدھ کو ٹھیک وقت پر شائع ہوتا ہے

اخبار پیغامِ صلح لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۴۳

جلد ۱۳ — نمبر ۲۱

مدینۃ المسیح لاہور، یوم بدھ مورخہ ۲۳ رجب المرجب ۱۳۴۳ھ ہجری مطابق ۱۸ فروری سنہ ء

اسلام مشرق اور مغرب میں

جزیرہ نما ملایا میں اسلام اور عیسویت کی جدوجہد

امریکہ کا ایک پادری جو تیس سال جزیرہ نمائے ملایا میں تبلیغی کام کرتا رہا ہے۔ عیسوی رسالہ مسلم ورلڈ میں لکھتا ہے۔ کہ جزیرہ نمائے ملایا میں سینکڑوں چینی آج تک مسلمان ہو چکے ہیں۔ چنانچہ ۱۹۲۱ء کی چینی مردم شماری اور ان میں سے جو مسلمان ہو گئے ہیں۔ ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

	ہر مذہب کے چینی	چینی نو مسلم مرد	عورتیں	کل تعداد	تناسب فی ہزار
سٹریٹ سٹلمنٹ	۴۹۸۵۴۷	۵۲۵	۱۶۳	۶۸۸	۳۰۱
فیڈرل ملایا ریاستیں	۴۹۴۵۴۸	۴۶۴	۱۰۸	۵۷۲	۱۰۱
غیر ۔۔ ۔۔	۱۸۱۶۸۲	۴۳۶	۱۱۴	۵۵۰	۵۰۳

ان میں ایک بھی ایسا چینی نہیں۔ جو پیدائشی مسلمان ہو۔ بلکہ سارے کے سارے نو مسلم ہیں۔ اور قابل غور امر یہ ہے کہ نو مسلم مرد چینیوں کا تناسب ۸۷ فیصدی ہے۔ بحالیکہ عیسائی مشنریوں کی جدوجہد اور اخراجات کثیر کے باوجود عیسائی چینی ۲۵ فیصدی ہیں۔ مختلف ریاستوں میں چینی نو مسلموں اور چینی عیسائیوں کی تناسب آبادی حسب ذیل ہے:۔

نام ریاست	نو مسلم چینی	عیسائی چینی
پہانگ	۸۰۱ فی ہزار	۵۰۱ فی ہزار
جوہور	۲۰۲ فی ہزار	۱۰۱۰ فی ہزار
پرلس	۲۰۲ فی ہزار	
کیدہ	۵۰۲ فی ہزار	۸۰۵ فی ہزار
ملاکا	۷۰۵ فی ہزار	۵۰۲۶ فی ہزار
کیلانتن	۲۰۶ فی ہزار	۱۰۴ فی ہزار
برونی	۱۰۰۶ فی ہزار	۹۰۳۷ فی ہزار
ترنگانو	۱۰۱۱ فی ہزار	۱۰۱ فی ہزار

گویا تین ریاستوں میں اسلام نے بغیر کسی مشنری سوسائٹی کی موجودگی کے زیادہ کامیابی حاصل کی ہے۔ اور اگر ان علاقہ جات میں باقاعدہ تبلیغی کام کیا جائے۔ تو یقین ہے کہ عیسویت کی ترقی رک جائیگی مسلمانوں کے لئے یہ نہایت اہم مسئلہ ہے۔

جنوبی ابی سینیا میں اسلام

ایک مشنری ڈاکٹر وار النحلا فہ ابی سینیا سے مسلم ورلڈ میں لکھتا ہے کہ جنوبی ابی سینیا کے صوبہ جما میں گالا قوم کے مسلمان آباد ہیں۔ جو گذشتہ سو سال کے اندر مسلمان ہوئے ہیں۔ وہ عربی نہیں بولتے بلکہ صرف اصول مذہب و نماز وغیرہ عربی میں بیان کر سکتے ہیں۔ لیکن اپنے مذہب پر پکے ہیں۔ ان کا علاقہ بڑا زرخیز ہے۔ اور ابی سینیا میں اعلےٰ درجہ کی زراعت کی جگہ ہے۔ ان کے کھیت نہایت خوبصورتی سے جھاڑیوں کی قطاروں کے ذریعہ سے علیحدہ علیحدہ بنے ہوئے ہیں۔ اور انگلینڈ اور امریکہ کے کھیتوں کا لگا کھاتے ہیں۔ یہ لوگ بڑے زراعت پیشہ اور تاجر ہیں۔ ابا غفار کا سلطان ایک بوڑھا آدمی ۷۵ سال کی عمر کا ہے۔ لیکن ابھی تک نہایت مضبوط اور تنومند ہے۔ اس نے ابی سینیا کے بادشاہ کے ساتھ عہد نامہ کر رکھا ہے۔ اور ہر سال ایک بھاری رقم خراج کی اسے دیتا ہے اس شرط پر کہ عیسائی اس کے علاقہ میں داخل نہ ہوسکیں۔

میں نے وہاں جا کر وہ کچھ دیکھا۔ جو میں نے کبھی نہ سنا تھا یعنی یہ کہ مسلمان غیر مسلمانوں کو اسلام میں داخل کرنے کے لئے باقاعدہ مبلغ بھیجتے ہیں۔ ہم نے خود جا کر ان کے واعظین کو دیکھا۔ میں نہیں جانتا کہ دنیا کے کسی اور ملک میں مسلمان ایسا کرتے ہوں۔ یہ لوگ تجارت اور ملاحی کے ساتھ تبلیغی کام بھی کرتے ہیں۔

اخیر میں پادری صاحب اپنے ہم مذہبوں کو وہاں مشن کھولنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ لیکن ہم مسلمان ہیں۔ کہ ہمیں یہ بھی پتہ نہیں۔ کہ ہمارے بھائی کن کن علاقہ جات میں رہتے ہیں۔ اور ان کی حالت کیا ہے۔

بوسنیا اور ہرزیگونیا کے مسلمان

ایک پادری جو بین الاقوامی اتحاد عیسویت کے لئے جنوبی یورپ میں دورہ کر رہا ہے۔ اپنی رپورٹ میں لکھتا ہے۔ کہ سارا جیوو جہاں سے عالمگیر جنگ کی چنگاری بھڑکی تھی، کے مسلمان رئیس نے جو سب مسلمانوں کا نمائندہ تھا ہم سے ملاقات کے دوران میں بیان کیا۔ کہ موجودہ سرویا کے تمام ملک میں پندرہ لاکھ مسلمان آباد ہیں۔ جو نسلاً یوگوسلیو قوم سے ہیں۔ وہ بجائے کروشین کہلانے کے جس کا مترادف رومن کیتھولک ہیں۔ یا سربین کہلانے کے جس سے مراد گریک آرتھوڈوکس لیجاتی ہے۔ اپنے آپ کو بوسینین کہلانا پسند کرتے ہیں۔ وہ پکے مسلمان ہیں۔ اور صرف سارا جیوو میں ان کی ایک سو عالیشان مساجد ہیں جن میں سے ایک نہایت عظیم الشان اور مسلمانوں کی اعلےٰ درجہ کی صنعت کاری کا نمونہ ہے۔ کئی مساجد اب ویران ہو رہی ہیں مساجد کے منار شہر کی خوبصورتی کو دوبالا کر [illegible] دریائے بوسینیا کے دونوں کناروں پر آباد ہے۔ نیا شہر دریا کے پار پہاڑی پر بنایا گیا ہے۔ بازار تنگ ہیں۔ اور ان میں پھرنے سے جگہ بجگہ اسلامی طرز طریق کی حکومت نظر آتی ہے۔

پیغام صلح۔ عیسائی پادری صاحبان تو عیسائی ممالک میں اس لئے گشت لگاتے پھرتے ہیں۔ کہ عیسویت کے پراگندہ شیرازہ کو باوجود اصولی اختلاف کے اکٹھا کیا جائے۔ اور جو شخص اپنے آپ کو عیسائی کہتا ہے۔ خواہ اس کا عقائد میں کتنا ہی فرق ہو۔ اسے اپنی برادری کا آدمی سمجھا جائے۔ اور اس کی تبلیغ میں بجائے روڑے اٹکانے کے اس کی ہمت افزائی کی جائے۔ لیکن ہمارے ملاں صاحبان مسلمانوں کے شیرازے کو رات دن پراگندہ کرنے کی فکر میں ہیں۔ اور کوئی شخص خواہ کتنا ہی زبان اور عمل سے اسلام پر کاربند ہو بعض فروعی اختلاف کی بنا پر دائرہ اسلام سے باہر سمجھا جاتا ہے۔

ضرورت اور موقعہ ہے کہ ہماری جماعت مسلمانوں کے شیرازے کو متحد کرنے کا عملی کام اپنے ہاتھ میں لے۔ اور دس پندرہ ہزار روپیہ خرچ کر کے ایک مختصر وفد کے ذریعہ سے مسلمانان عالم کو ایک دوسرے سے روشناس کرنے کی کوشش کرے۔

سرویہ کے مسلمانوں پر جبر و تشدد

مسلم اوٹ لک کا لندنی نامہ نگار اپنے ایک حصہ میں لکھتا ہے کہ اب سرویہ میں جس نے جنگ عظیم کے اثرات فتوحات سے متمتع ہونے کے بعد یوگوسلافیہ کا نام اختیار کر لیا ہے مسلم آبادی پر سخت ظلم ہو رہے ہیں۔ ترکوں کے ماتحت ان مسلمانوں کو کامل آزادی حاصل تھی۔ آسٹریا کی حکومت کے زمانے میں بھی ان کے حقوق کا اچھا لحاظ رکھا جاتا تھا۔ اب مسلمان سخت بری حالت میں ہیں۔

چھ لاکھ مسلمان پستی میں

سرویہ کے مسلمانوں کی تعداد چھ لاکھ ہے۔ انہیں عربی۔ جرمنی۔ انگریزی۔ فرانسیسی۔ اطالوی۔ روسی زبانیں جاننے والے کثیر التعداد مسلمان فاضل موجود ہیں۔ لیکن مسلمانوں کا وہاں ایک بھی اخبار نہیں ہے۔ حالانکہ جنگ سے پیشتر مسلمانوں کے تین سیاسی اور چھ علمی رسائل تھے۔ یہ لوگ باہر کی امداد کے طالب ہیں۔ اور ہندوستان اور چین کے مسلمانوں سے رابطہ اتحاد کے خواہشمند ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح
لاہور

جلد ۱۳، ۲۳ رجب المرجب ۱۳۴۴ھ نمبر ۱۸

تنظیم! اتحاد! اشاعت!!!

(حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے قلم سے)

(گذشتہ سے پیوستہ)

قومی چندوں کے لئے بھی مجھے کچھ کہنا ہے۔ گذشتہ تجربے نے ہم پر یہ روشن کر دیا ہے۔ کہ ہم اب کل ہندوستان کے مسلم سرمایہ کو ایک جگہ جمع کرنے کے خیال کو چند عرصہ تک چھوڑ دیں۔ اول تو ہر شہر میں ضلعوار اتحاد کی انجمنیں ہوں۔ جو لوکل سرمایہ پر چلیں۔ وہیں کے کارکن ہوں۔ اور وہیں کے عہدہ دار اور وہیں اپنے ہاں اتحاد و تنظیم کا کام کریں۔ وہاں کا سرمایہ بہت حد تک وہیں خرچ ہو۔ یہ کہنا کہ ان ضلعوار انجمنوں کے اصول ایک ہی ہوں گے۔ ایک تحصیل حاصل ہے۔ اسلام نے حبل اللہ ہمارے ہاتھ دی ہے۔ وہی حبل اللہ کا اہتمام تنظیم کی بہترین کنجی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ سیاسی کانفرنسیں نہ ہوں۔ ہندوستان کے باہر کے معاملات میں دلچسپی نہ لی جاوے۔ لیکن یہ سب ... معاملات تو ہی کامرانی کا منہ دیکھیں گے۔ جب ہم میں کامل اتحاد ہوگا۔

آریوں نے تو چند ہزار مرتد بنا کر شور و شغب کیا۔ لیکن میں کہتا ہوں۔ کہ خدانخواستہ اگر چند لاکھ بھی چلے جائیں۔ اور ان کے مقابل میں یہاں کے سات کروڑ مسلمانوں میں سے پچاس لاکھ مسلم صحیح معنوں میں متحد ہو جائیں۔ تو ہمارے مقاصد حل ہو جائیں گے جن لوگوں کے ساتھ ہمیں ملنے کی ضرورت تبلائی جاتی ہے۔ اور میرے خیال میں صحیح طور پر تبلائی جاتی ہے۔ وہی لوگ بہزار منت ہم سے رشتہ محبت جوڑنے کی خود بخود سعی کرتے ہیں۔

اشاعت اسلام کے لئے ضروری نہیں۔ کہ ساری کی ساری قوم اس کام پر لگ جاوے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ اشاعت اسلام ہمارے فرائض اولین میں سے ہے۔ لیکن اس وقت اتحاد اسلام کی ضرورت شدید ترین ہے۔ اس کام میں تو میں چاہتا ہوں۔ کہ ہمارا ہر ایک فرد کوشش میں لگ جائے۔ ہر ایک کی زبان پر اتحاد ہو اور ہمارے عمل اس کی تصدیق کریں۔ اور ان عناصر کو سکوت میں لانے کی کوشش کریں۔ جو کفر بازی سے اسلامی اتحاد اور رفاقت کو کمزور کر رہے ہیں۔ بدقسمتی سے آج سے ۳۰ سال سے پیشتر کا دفن شدہ تنازع مابین حنفی و اہلحدیث پھر مشتعل ہوا ہے۔ اور ان بجھے ہوئے انگاروں کو راکھ میں سے بڑی تلاش کے ساتھ نکالا جا رہا ہے اور تو اور رفع یدین اور آمین بالجہر تنازعات پھر لہبی اور دیگر مقامات میں شروع ہو رہے ہیں۔ چند سال ہوئے لنڈن مسلم ہاؤس میں بعد از نماز جمعہ چند نومسلموں نے میرے خطبہ پر جس کا موضوع یہ تھا۔ کہ "اسلام میں کوئی فرقہ نہیں"! نماز کے بعض شعار پر جن میں فقہاء نے ایک دوسرے سے اختلاف کیا ہے، سوال کیا۔ خدا کے فضل سے انگلستان میں ایک ہی امام کے پیچھے ہر فرقہ کے لوگ نماز پڑھتے ہیں۔ شیعہ۔ حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی اپنی اپنی طرز پر شعار نماز ادا کرتے ہیں۔ کبھی کوئی ایک دوسرے سے متعارض نہیں ہوا۔ اس موقعہ پر ایک دفعہ جو گفتگو مجھ میں اور نومسلموں میں ہوئی۔ وہ میں نے اپنی کتاب مکالمات تکیہ کے ایک حصہ میں درج کی ہے۔ ہمارے ہندی مسلم بھائی غور فرمائیں۔ کہ جو باتیں انگلستان کے نومسلموں کی نگاہ میں وجہ تفریق نہیں سمجھی جاتیں۔ وہی باتیں ان مسلم نہادوں میں کیوں باعث پیکار ہو جاتی ہیں۔

مسئلہ اشاعت و تبلیغ اسلام اتحاد کے بعد اس وقت ہمارے لئے مسئلہ بقاء و حیات ہے۔ میں اپنے تجربے سے کہتا ہوں۔ کہ اگر اسلام کی خوبیوں کو اس ملک میں بھی پیش کیا جاوے۔ تو وہی لوگ جو ہمارے قلع قمع کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ وہ حلقہ بگوش اسلام نہیں۔ تو بہترے مداح اسلام ہو سکتے ہیں۔ میں پھر عرض کرتا ہوں۔ کہ یہ بات میں اپنے تجربہ سے کہتا ہوں۔ ابھی پچھلے اکتوبر میں میں نے بمبئی میں بزبان انگریزی کاؤس جی ہال میں ایک لیکچر دیا جس کا صدر پارسی قوم کا ایک فاضل موبد ڈاکٹر جیونجی مودی تھا۔ یہی لیکچر آریوں کی خواہش پر کانپور میں ہوا جس کا صدر وہاں کی سماج کا پریزیڈنٹ ڈاکٹر مراری لال تھا۔ اس لیکچر کے بعض حصص ہندوستان کے بعض شہروں میں دہرائے گئے۔ ہر جگہ غیر مذاہب والوں نے بہ الفاظ ڈاکٹر مراری لال یہی کہا۔ کہ اگر اس مذہب کو ایک سال کے لئے ہندوستان میں تبلیغ کیا جائے۔ تو کل کے کل ملک کے اندر امن و آشتی پھیل سکتی ہے۔ بمبئی کے لیجسلیٹو کونسل کے ممبر پنڈت سبے کارسٹرے اور مسٹر بھروچہ نے بہ اصرار مجھ سے درخواست کی۔ کہ میں اس اسلام اور اس قرآن کو ہندو مسلمانوں میں تبلیغ کروں۔ ایک ذمہ وار اور ذی حیثیت ہندو بھائی نے مجھے کہا۔ کہ جو نفرت مجھے اپنی ناواقفیت کے باعث اسلام سے تھی۔ وہ اس ایک لیکچر سے دور ہو گئی۔ آج ہندو سوسائٹی کے نزدیک ہم ہمسائیگی کے قابل نہیں۔ ہمارے اخلاق انہیں محمود نظر نہیں آتے۔ اور یہ جو کچھ ان کی رائے ہے۔ ہمارے اپنے اعمال اس کے ذمہ وار ہیں۔ جب ہماری آپس کی مخالفتیں انتہائی مقام پر پہنچی ہوئی ہیں۔ تو اسے دیکھ کر وہ ہم سے کس سلوک کی توقع رکھ سکتے ہیں۔ وہ اگر ہم سے اتفاق چاہتے ہیں تو محض وقتی ضرورت کے لئے۔ کیونکہ وہ ہمیں کسی تمدن کے قابل سمجھتے ہی نہیں۔ انہیں چند ایک جانفروشوں کی ضرورت ہے۔ اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہماری پیٹھ پر ہاتھ پھیر کر ہم سے جانفروشی کرا سکتے ہیں۔ چنانچہ جہاں گورنمنٹ کے مقابل ہنگامہ ہوا۔ اور اس میں ہندو مسلم نے تو برابر کا حصہ لیا۔ لیکن جیل میں مسلمان زیادہ گئے۔ جہاں ہندو مسلم آپس میں لڑے۔ وہاں ہر جگہ ابتدا تو ہندوؤں نے کی۔ لیکن جب پولیس آئی تو ہاتھ مسلمانوں پر پڑے۔ جس بات کو ہم ہاتھ سے کھو بیٹھے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ ہم نے علم و عقل پر جذبات کو غلبہ دیا۔ ہم چند خوش کن باتوں میں آکر اپنے جذبات کے غلام ہو جاتے ہیں۔

اشاعت اسلام کی یہاں اور باہر از حد ضرورت ہے۔ ہمیں یہ یقین کر لینا چاہیئے۔ کہ اسلام کے محاسن اور خوبیاں کچھ ایسی دلربائیاں اپنے اندر رکھتی ہیں۔ کہ ان کی کاٹ تلوار سے زیادہ کام دیتی ہے۔ نقص ہم میں یہ آ رہا ہے۔ کہ ہم سب کے سب وقت پر ایک ہی طرف جھک جاتے ہیں۔ اور باقی امور ضروریہ کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ گذشتہ دس سال میں ہم نے اس امر اولین کو پس پشت ڈال دیا۔ ہمیں یہ کہا گیا۔ کہ بعض سیاسی کامیابیوں کے حصول پر ہمارے تمام معاملات سلجھ جائیں گے۔ خیر جو ہوا سو ہوا۔ اب ہمیں تقسیم عمل پر کام کرنا ہے۔ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولئک ھم المفلحون ۔ کے حکم کے ماتحت ہمیں تبلیغ و اشاعت کی بہت ساری جماعتیں بنانی چاہئیں۔ ہمارے علماء کو آپس کے جھگڑے چھوڑ کر ایسا لٹریچر پیدا کرنا چاہیئے، جو غیر مسلموں کو اسلام کا گرویدہ بنائے۔ اگر انگلستان کے لوگ تمام مشکلات کے ہوتے ہوئے اسلام کی طرف راغب ہو رہے ہیں۔ اور وہ دن قریب ہے، جب یدخلون فی دین اللہ افواجا کا نظارہ دکھائی دے۔ تو وہی اسلامی مقناطیس ہندوستان میں بھی کام کر سکتا ہے۔ جس لٹریچر کی ضرورت ہے۔ وہ اخلاق اور اعمال کے متعلق ہونا چاہیئے۔ اس سے نہ صرف برادران وطن کی رائے ہمارے متعلق بدل جائے گی، بلکہ خود مسلم بھائی سمجھ لیں گے۔ کہ اگر انہیں دنیا میں کامیاب ہونا ہے۔ تو انہیں کیا کچھ کام کرنا ... اور کن اخلاق سے متصف ہونا ہے۔

مسلم ہائی سکول کا کتبہ

حضرت امیر ایدہ اللہ کے بابرکت ہاتھوں سے

جیسا کہ قبل ازیں اعلان کیا گیا تھا۔ ۱۵۔ فروری کو بعد نماز ظہر مسلم ہائی سکول کی عمارت میں درمیانی دروازہ کے اوپر جو شمال مغربی سمت کی طرف بنایا گیا ہے کتبہ نصب کیا گیا۔ اتفاق سے اسی دن انجمن کی جنرل کونسل کا اجلاس بھی تھا جس میں شمولیت کے لئے سیالکوٹ وزیر آباد۔ گوجرانوالہ و بعض دیگر مقامات سے چند اصحاب لاہور آئے ہوئے تھے۔ ان کے علاوہ بعض مقامی اصحاب بھی اس موقعہ پر پہنچ گئے اور سکول کے تمام طلباء بھی اساتذہ سمیت جمع تھے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ نے سب سے پہلے اس سیڑھی کے اوپر کھڑے ہو کر جو کتبے کے نصب کرنے کی جگہ کی طرف لے جاتی تھی۔ ایک مختصر لیکن دلنشین تقریر فرمائی۔ آپ نے قرآن کریم کی ان آیات کو جن میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کی ان دعاؤں کا ذکر ہے جو خانہ کعبہ کی تعمیر کے وقت انہوں نے کی تھیں پڑھ کر حاضرین کو مخاطب کیا، اور سب سے پہلے کتبہ کے ان الفاظ کی طرف توجہ دلائی۔ جن میں رب زدنی علما کی قرآنی دعا نقل کی گئی ہے۔ اور بتایا کہ اس دعا کی تعمیل میں آنحضرت صلعم نے یہ حکم دیا ہے کہ طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ ... جس کے معنے انگریزی زبان میں یوں ہو سکتے ہیں۔

Education is compulsory for every Muslim boy and every Muslim girl

علم کا حاصل کرنا ہر ایک مسلمان لڑکے اور مسلمان لڑکی کے لئے لازمی ہے۔ آج تیرہ سو سال بعد۔

لازمی تعلیم

کے لئے کوششیں ہوتی ہیں۔ لیکن مسلمانوں پر کس قدر خدا کا احسان ہے کہ آنحضرت صلعم ۔ تیرہ سو سال پہلے تعلیم کو ہر مسلمان مرد اور عورت کے لئے لازمی قرار دیتے ہیں۔ آپ نے بتایا کہ یہ صرف باتیں ہی نہیں، کہ مسلمانوں نے اب بنالی ہوں۔ تاریخ کو اٹھا کر دیکھو۔ مسلمانوں نے اپنے عروج کے زمانہ میں علم و حکمت کے خزانے لٹا دیئے ہیں۔ اس دوران میں سے ہر ایک بچہ اور بوڑھا تحصیل علم میں کوشاں رہتا تھا۔ اس لئے تم میں سے ہر ایک کے دل میں خواہ وہ بچہ ہے یا جوان یا بوڑھا۔ کوئی عالم ہے یا جاہل، یہ تڑپ ہونی چاہیئے۔ کہ رب زدنی علما علم کی زیادتی کے لئے ہمیشہ ہر ایک کو کوشش کرتے رہنا چاہیئے۔ آپ نے اس کے ساتھ ہی بتایا۔ کہ آنحضرت صلعم نے جہاں لڑکوں کی تعلیم کو لازمی قرار دیا ہے وہیں لڑکیوں کے متعلق فرمایا۔ طلب العلم فریضۃ علی کل ...... مسلمۃ۔ ہر ایک لڑکی کو تعلیم دلانا ویسا ہی لازمی ہے۔ جیسے لڑکے کو دلانا لازمی ہے۔ خدا کی نظر میں لڑکی اور لڑکا دونوں برابر ہیں۔ ان میں کوئی فرق نہیں۔ اور میری یہ دلی خواہش ہے۔ کہ اس سکول کے ساتھ جو خدا کرے کسی وقت کالج ہو۔

ایک لڑکیوں کا بھی سکول ہے

میرا دل اس وقت تک راضی نہیں۔ جب تک ان ماؤں کی جو بچوں کی تربیت کرنے والی ہیں۔ تعلیم کا بندوبست پورے طور پر نہ ہو۔ اور قوم کا نصف حصہ ترقی کرتا چلا جائے۔ اور نصف یونہی کس مپرسی کی حالت میں پڑا رہے،

حضرت امیر ایدہ اللہ نے اس کے ساتھ ہی اس بات کی طرف بھی توجہ دلائی۔ کہ یہ سکول جس انجمن کی طرف سے بنایا جاتا ہے۔ اس کا نام ہے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ اشاعت اسلام اس انجمن کا کام ہے۔ اور

اس سکول کے بنانے سے بھی اس کی غرض

یہی ہے۔ کہ اس میں جو بچے تعلیم پا کر نکلیں، وہ جس جگہ جائیں۔ اور جس کام میں لگیں۔ اسلام کی اشاعت کا ایک خاص جوش ان کے اندر پایا جائے۔ اور اپنے اپنے کاروبار میں وہ اس عظیم الشان مقصد کو نہ بھولیں۔

اس کے بعد آپ نے ان آیات کریمہ کا جو شروع میں تلاوت فرمائی تھیں۔ مختصر سا ترجمہ سنایا اور بتایا۔ کہ جب حضرت ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ خانہ کعبہ کی دیواروں کو اونچا کر رہے تھے۔ تو انہوں نے یہ دعا فرمائی۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ اے ہمارے رب تو ہم سے اس کو قبول فرما۔ تو قبول کرنے والا علم

... والا ہے۔ یہ دعا اللہ تعالیٰ نے جس طرح سے قبول فرمائی ظاہر ہے۔ دنیا میں لوگ

بڑے بڑے دار الخلافوں میں گھر

بناتے ہیں۔ مگر اگر اللہ تعالیٰ انہیں آباد کرنا چاہے تو وہ یونہی پڑے رہ جاتے ہیں۔ آج بہت سے عظیم الشان مکانات ویران پڑے ہیں۔ لیکن وہ معمولی سا گھر جس کے متعلق یہ دعا کی گئی کئی ہزار سال سے ایسا آباد ہے کہ اس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی۔ آپ نے بتایا کہ میں ابھی پچھلے دنوں دہلی میں گیا۔ وہاں راستے میں ایسی مساجد موجود ہیں جو مسلمان بادشاہوں نے اپنی حکومت کے زمانہ میں بنائی تھیں لیکن آج ویران پڑی ہیں۔ اس لئے اس سکول کی عمارت کا بنا لینا گو ہمارے بس کی بات ہو لیکن

اس کو آباد کرنا

اس کی غرض کا پورا ہونا یہ ہمارے بس کی بات نہیں۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی قبولیت ضروری ہے۔ اور ہم بھی دعا کرتے ہیں۔ کہ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ پھر دوسری دعا جو حضرت ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ نے کی۔ وہ یہ ہے۔ ربنا واجعلنا مسلمین لک ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لک۔ اے ہمارے رب ہمیں اپنا فرمانبردار بنا اور ہماری ذریت کو بھی فرمانبردار کر۔ یہ سب سے زیادہ ضروری ہے کہ

ہم پہلے خود فرمانبردار ہوں

ہم جو اس عمارت کے بنانے والے ہیں۔ اگر ہم ہی فرمانبردار اور سچے مسلمان نہ ہوں۔ تو دوسروں کو ہم کیا تعلیم دے سکتے ہیں۔ اس لئے سب سے پہلے ہمارا اپنا فرمانبردار ہونا ضروری ہے۔ اور اس کے بعد طلباء نے سکول کی طرف اشارہ کر کے، ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لک۔ ہماری اس ذریت میں سے فرمانبرداری اختیار کرنے والے ہوں۔ یہ تمام بچے جو یہاں کھڑے ہیں۔ ہماری ہی ذریت ہیں۔ وارنا مناسکنا اور ہماری عبادات ہمیں سکھا۔ وتب علینا اور ہم پر رجوع برحمت فرما انک انت التواب الرحیم تو رجوع برحمت کرنے والا اور رحیم ہے۔ ربنا وابعث فیہم رسولا منہم یتلوا علیہم آیاتک ویعلمہم الکتاب والحکمۃ ویزکیہم انک انت العزیز الحکیم۔ خدا نے حضرت ابراہیمؑ کی یہ دعا بھی سنی۔ اور وہ رسول مبعوث ہوا جس نے اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھیں۔ اور کتاب و حکمت دنیا کو سکھائی اور لوگوں کو پاک کیا۔ اس لئے ضرورت ہے۔ کہ اس رسول کے پاک نمونہ پر خود چلنے اور ان بچوں کو چلانے کی کوشش کی جائے۔ خوب یاد رکھو ان بچوں میں سے خواہ کوئی کتنا ہی غریب اور مسکین نظر آتا ہو لیکن وہ

ایک اکیلا دنیا کے اندر انقلاب

پیدا کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو ایک جیسے قوےٰ اور استعدادیں دی ہیں۔ صرف ان کو صحیح طور پر نشوونما دینے کی ضرورت ہے۔

اس کے بعد آپ نے عمارت کی تکمیل کے لئے دعا فرمائی اور بعض ان مشکلات کا ذکر کیا۔ جو برلن مسجد اور سکول کی عمارت کے دو عظیم الشان کاموں کے ایک ہی وقت میں پیش آنے سے پیدا ہوئی ہیں۔ آپ نے بتایا کہ ایک طرف برلن مسجد پر انجمن نے ساٹھ ستر ہزار کے قریب روپیہ خرچ کیا ہے۔ اور دوسری طرف سکول کی عمارت شروع ہے جس پر قریباً سوا لاکھ روپیہ خرچ ہوگا۔ اور اس لئے اگرچہ میں رات دن اسی غم میں ہوں۔ کہ ایسا نہ ہو کہ یہ کام رک جائے لیکن جب میں بعض ان

طلباء کا جوش

دیکھتا ہوں جو سکول میں پڑھتے ہیں تو ہمت بندھ جاتی ہے۔ اس ضمن میں آپ نے بعض طلباء کا خاص طور پر ذکر کیا۔ کہ وہ بڑے جوش اور سرگرمی کے ساتھ سکول کی عمارت کے لئے چندہ جمع کر رہے ہیں۔ آپ نے بتایا کہ میں جب پشاور گیا۔ تو ایک طالب علم محمد جعفر خاں متعلم جماعت نہم بڑی سرگرمی کے ساتھ جمع کرنے میں مصروف تھا۔ اسی وقت طالب علم کو بلایا گیا اور حضرت امیر نے اپنے پاس کھڑا کر کے سب کو اس کی صورت دکھائی۔ اس نے ۲۸۰ روپے اب تک جمع کئے ہیں۔ . . . .

. . . . اسی طرح ایک اور طالب علم عبد الرشید جماعت نہم نے ایک سو روپیہ جمع کئے ہیں۔ اور ہمارے مولوی یا مرزا عبد الرحمٰن نے جو ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کے فرزند ہیں ۲۵۰ روپے جمع کئے ہیں۔ ان کے علاوہ . . . .

آپ نے فرمایا کہ پہلے ہمارا ارادہ تھا کہ اس عمارت کو ایک ہی منزل تک پہنچا کر چھوڑ دیں گے لیکن ان طالب علموں کے جوش اور سرگرمی کو دیکھ کر آج ہی

ہم نے فیصلہ کیا ہے

کہ دوسری منزل بھی پوری کر دی جائے۔ اس لئے دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اس کام کو تکمیل تک پہنچائے۔ اور ایسا نہ ہو کہ ہماری کسی غفلت اور سستی کی وجہ سے درمیان میں ہی رہ جائے۔

آخر میں آپ نے ایک لمبی دعا کی اور پھر سیڑھی کے اوپر چڑھ کر کتبہ کو نصب کیا۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

ایک غور طلب مسئلہ

"پرکاش" نے ستیارتھ پرکاش کی حمایت میں آواز اٹھاتے ہوئے اس بات پر . . . . ہاں وہی حیثیت حاصل ہے۔ جو قرآن کریم کی حیثیت مسلمانوں کے ہاں ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ

"ستیارتھ پرکاش کو ہم اسی نظر توقیر سے دیکھتے ہیں جس نظر سے تم قرآن شریف کو دیکھتے ہو۔"

ایسا ہی مسلمانوں کی "حق پسندی" کی شکایت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"وہ آریوں کو یہ اجازت دینا گوارا نہیں کرتے کہ وہ ستیارتھ پرکاش کو اسی نگاہ توقیر سے دیکھ سکیں جس سے وہ خود قرآن کو دیکھتے ہیں۔ کیا یہ بھی مسلمانوں کا حق ہے کہ وہ غیر مذہب والوں کو اپنی دھرم پستکوں کی عزت کرنے سے بھی روک سکیں۔ اس بحث کو جانے دیجئے کہ قرآن الہامی ہے یا نہیں لیکن آخر ستیارتھ پرکاش آریہ سماج کے بانی کی تصنیف ہے یا نہیں۔"

مسلمانوں کو یقیناً کوئی حق حاصل نہیں۔ کہ دوسرے مذاہب کو اپنی دھرم پستکوں کی عزت کرنے سے روکیں لیکن آیا ستیارتھ پرکاش کو آریہ سماج اسی عزت و وقعت کی نگاہ سے دیکھتی ہے جس نظر سے مسلمان قرآن شریف کو دیکھتے ہیں؟ آیا سوامی دیانند کو سماجی حضرات آریہ سماج کا بانی سمجھتے ہیں؟ . . . . . آیا ستیارتھ پرکاش کا وہ حصہ جس میں اسلام پر حملے کئے گئے ہیں، خود سوامی صاحب کی تصنیف ہے؟ یہ سوالات ہیں جن پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے کی ضرورت ہے۔

ستیارتھ پرکاش اور آریہ سماج

ہمارے سامنے اس وقت آریہ سماجی مناظر مہاشہ دھرم بھکشو کی وہ شہادت ہے۔ جو انہوں نے ۲۳۔ جون ۱۹۲۷ء کو ڈسٹرکٹ جج لاہور کی عدالت میں غازی محمود دھرمپال کے مقدمہ میں دی۔ مہاشہ دھرم بھکشو سے جب یہ سوال ہوا کہ "ستیارتھ پرکاش کو آپ مستند مانتے ہیں یا نہیں؟" تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ "میں ستیارتھ پرکاش کو مستند نہیں مانتا۔ میری دھرم پستک وید ہے۔" پھر سوال ہوا کہ آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند ہیں یا نہیں؟ اس کے جواب میں مہاشہ جی نے فرمایا کہ "نہیں وہ آریہ سماج کے بانی نہیں۔ بلکہ اس کے ایک لیڈر ہیں۔"

یہ آریہ سماج کے اصل خیالات ہیں۔ اور ہم نہیں سمجھ سکتے۔ کہ ایسی حالت میں کہ آریہ سماج وید کو اپنی "دھرم پستک" مانتی ہے اور ان رشیوں کو جن پر وید نازل ہوا۔ آریہ سماج کا بانی سمجھتی ہے۔ ستیارتھ پرکاش اور سوامی دیانند کی وہ حیثیت کہاں باقی رہ جاتی ہے۔ جو پرکاش ثابت کرنی چاہی ہے۔ اسے چاہئے کہ پہلے اس کو صاف کرے۔ اور بتائے کہ اگر دھرم بھکشو کے خیالات صحیح نہیں۔ تو وید اور ستیارتھ پرکاش کی متعلقہ حیثیت کیا ہے۔ اور آیا وہ ستیارتھ پرکاش کے ایک ایک لفظ کو اسی طرح سے صحیح اور واجب العمل سمجھتے ہیں۔ جیسے مسلمان قرآن کریم کے؟ ایسا ہی وید کے رشیوں اور سوامی دیانند کا درجہ آیا برابر ہے یا ان میں کچھ فرق ہے؟ اس کے ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا جائے کہ ستیارتھ پرکاش کا وہ حصہ جس میں اسلام پر حملے کئے گئے ہیں اس کی پہلی ایڈیشن میں کیوں درج نہیں۔ اور اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ وہ سوامی صاحب کا اپنا تصنیف کردہ ہے؟

کیا "پرکاش" کا "اشتعال" زدہ ایڈیٹر اس معاملہ پر صبر و سکون کے ساتھ غور کر کے ہمارے سوالات کا جواب دے گا؟

ایک سکھ کی رائے آنحضرت صلعم کے متعلق

یوں تو حضرت بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کو اگر دیکھا جائے تو سکھ مذہب اور اسلام میں ایک ذرہ بھر بھی تخالف نظر نہیں آتا۔ لیکن بعد میں آنے والے گروؤں نے جو کچھ اس کی شکل بنائی ہے۔ اس نے سکھوں کو اسلام سے بہت دور پھینک دیا ہے۔ ایسی حالت میں کسی سکھ فاضل کا اسلام اور آنحضرت صلعم کے حالات کو بچشم انصاف مطالعہ کرنا اور ان کی صداقت کا قائل ہونا لائق تحسین ہے۔

اسی قسم کے منصف مزاج اور فاضل سکھوں میں سے ایک سردار پریتم سنگھ ہیں جنہوں نے آنحضرت صلعم کی زندگی کا نہایت گہری نظروں سے مطالعہ کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

"میں ایک لحظہ کے لئے بھی اس بات کو نہیں مان سکتا۔ جو نبی . . . . اور اس کے دل میں کچھ ہو۔ اور وہ اپنی تمام قوت کے ساتھ اس امر کا اعلان کرے کہ میں خدا . . . . ہوں۔ لوگ اس کا مقابلہ کریں۔ اور طرح طرح کے . . . . اپنے کام میں ثابت قدم رہے۔ اور آخر کامیاب ہو کر دم . . . . . "

اس کے بعد سردار صاحب دریافت کرتے ہیں "کیا تم مجھے اس بات کا یقین دلا سکتے ہو۔ کہ تیس کروڑ مسلمان جو آج قرآن مجید کو خدا کا کلام یقین کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو اس سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سچا ایمان رکھتے تھے۔ وہ تمام ایسے لوگ تھے جنہوں نے ایک جھوٹی بات پر اپنے ایمان کو جما یا۔ آپ کے احکام پر ایک دنیا اپنا سر جھکاتی ہے۔ اور گذشتہ تیرہ سو سال سے مومنین کم از کم پانچ مرتبہ محمد رسول اللہ صلعم کا نام مبارک اپنی زبانوں پر جاری رکھتے ہیں۔ میرے دوستو! مجھے بتاؤ کہ یہ طاقت یہ قوت کہاں سے آئی؟ کیا یہ جو تم دیکھتے ہو الٰہی طاقت نہیں ہے؟ میں نہیں سمجھ سکتا کہ الٰہی نصرت کے بغیر یہ طاقت پیدا ہو سکے۔"

سردار صاحب کی یہ رائے امید ہے کہ ان کے ہم قوم سکھ حضرات کیلئے جو آج مسلمانوں کے منہ سے اشھد ان لا الٰہ الا اللہ اور اشھد ان محمدا رسول اللہ کی آواز سننا گوارا نہیں کرتے۔ باعث عبرت ہوگی۔

کابل میں دو اور شہید

گذشتہ اشاعت میں کابل میں دو اور بے گناہوں کے جو جماعت احمدیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ سنگسار کئے جانے کی مختصر خبر شائع کی جا چکی ہے۔ ابھی تک اس خبر کی تفصیلات نہیں پہنچیں۔ لیکن جہاں تک خبر کے الفاظ سے پتہ چلتا ہے۔ یہ ہر دو بے گناہ سیدھے سادے دوکاندار تھے۔ بالفاظ دیگر ان کو سیاست سے کوئی تعلق نہ تھا۔

افسوس ہے کہ حکومت افغانستان نے اپنے اس طریق عمل سے احمدیت کو تو کیا مٹانا ہے۔ اسلام کو بدنام کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ وہ لوگ جو مولوی نعمت اللہ خاں صاحب کے خون کو سیاسی آلودگیوں سے پاک کرنا چاہتے تھے اس تازہ واقعہ پر غور کریں۔ اور دیکھیں کہ "سیدھے سادے" دوکانداروں کو شہید کر کے حکومت کابل نے کس قدر ظالمانہ اور مہذب لوگوں کی نظر میں اسلام کو ذلیل کرنے والی کارروائی کی ہے۔ دیوبندی ملانوں کا کلیجہ تو اسلام کی اس ذلت کو دیکھ کر ٹھنڈا ہوتا ہی ہے لیکن افسوس ہے کہ وہ لوگ بھی جو ایسی باتوں کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے اور اسلام کو اس سے بلند تر سمجھتے ہیں، حکومت افغانستان کے اس طریق عمل کے خلاف کوئی موثر آواز اٹھانا پسند نہیں کرتے۔ ہم ان فہمیدہ اور نیک دل حضرات سے جو فی الحقیقت اسلام کا سچا درد اور جوش اپنے دلوں میں رکھتے ہیں یہ اپیل کرنا چاہتے ہیں کہ اسلام کو اس بدنامی کے داغ سے بچانے کی کوشش کریں۔ ہمسایہ قوم حکومت افغانستان کے اس فعل کو ذمہ دار اسلام کو قرار دیتی ہے۔ اور وہ کیوں نہ ایسا کرے جب خود افغانستان اور ہندوستانی ملا ایسے ظلم و ستم کو عین اسلام سمجھتے ہیں۔ اس موقعہ پر سکوت اختیار کرنا خدا کے دین کی خدمت نہیں بلکہ اپنے ہاتھوں سے اس کی تخریب کرنا ہے۔ اس لئے اسلام کے نام پر ہم انہیں اور حکومت افغانستان کے ہاتھ کو آئندہ ہمیشہ کے لئے ایسے ظالمانہ فعل سے روکنے کی کوشش کریں۔ کہ اس میں خود ان کی اپنی اور تمام ہندوستان بلکہ کل دنیائے اسلام کی بہبودی مضمر ہے۔

عبرت

سہ اسر وکیل" راوی ہے کہ بعض آریہ اور ہندو حضرات آج کل اس کوشش میں ہیں۔ کہ کوئی ہندو مسلمانوں کو ضرورت کے وقت قرض نہ دے۔ اور اگر دینا ہی ہو تو شرح سود غیر معمولی طور پر زیادہ لے۔ اور معقول جائیداد کی کفالت اس کے ساتھ ہو۔ اور ایسے قانونی شکنجوں میں مسلمانوں کو کسا جائے۔ کہ عدالت میں چارہ جوئی کے بغیر وہ اسے فک نہ کرا سکیں۔ یہ حالات مسلمانوں کے لئے عبرت کا موجب ہونے چاہئیں۔ زیادہ تر شادی غمی کے اسراف پر مسلمانوں کو قرض لینے پڑتے ہیں۔ کیا اچھا ہو۔ اگر وہ فضول اخراجات سے منہ موڑیں۔ تاکہ دنیا و عاقبت ہر دو میں رسوائی سے بچ جائیں۔

ہاں اس کے علاوہ بعض وقت ایسی ضروریات بھی انسان کو پیش آتی ہیں۔ جو اسراف کی حد تک نہیں پہنچتیں، انسان مجبور ہوتا ہے کہ ایسے حالات میں قرض لے۔ افسوس ہے کہ مسلمانوں میں ایسی جائز ضروریات پر قرض دینے کا دستور اب باقی نہیں رہا۔ اور اس لئے ایک شخص کو ضرورت پیش آنے پر چار و ناچار ہندوؤں کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ اس تکلیف سے بچنے کے لئے مسلمان اگر اپنے اپنے محلوں میں چھوٹی چھوٹی کوآپریٹو سوسائٹیاں قائم کرلیں۔ تو ہمارے خیال میں وہ ہندوؤں کی دست نگری سے آسانی سے بچ سکتے ہیں ایسی سوسائٹیوں کی ایک اجمالی کیفیت اور طریق عمل سے ہم اپنے قارئین کو کسی آئندہ اشاعت میں مطلع کریں گے۔ انشاءاللہ۔

مسلم بنک شاخ دہلی

قارئین کرام کو معلوم ہوگا۔ کہ لاہور میں ۱۹۱۳ء سے ایک بنک "دی مسلم بنک آف انڈیا لمیٹڈ" کے نام سے قائم ہے۔ اور اس کی وجہ سے مسلمانان لاہور کو اپنے کاروبار میں ایک خاص سہولت پیدا ہوگئی ہے۔ گذشتہ دو سالوں میں اس بنک نے اپنے کاروبار کو وسیع کرنے کے لئے متعدد شاخیں کھولی ہیں۔ جو نہایت کامیابی کے ساتھ کام کر رہی ہیں۔ ایک شاخ خود لاہور ہی میں ۱۹۲۳ء میں قائم کی گئی۔ دوسری ۱۹۲۴ء میں امرتسر میں کھولی گئی۔ اور تیسری حال ہی میں آگرہ میں قائم ہوئی ہے۔ گذشتہ بارہ سالوں میں اس بنک نے جس کامیابی کے ساتھ اپنے کاروبار کو چلایا اس کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ امید کرنا بے جا نہیں کہ اس کی آگرہ کی برانچ یقیناً پورے طور پر کامیاب ثابت ہوگی۔ اور اس سے بڑھکر یہ امر موجب مسرت ہے۔ کہ بنک مذکور اپنی ایک شاخ اب دہلی میں کھولنے والا ہے۔ دہلی میں اس وقت تک مسلمانوں کا اپنا کوئی بنک نہیں۔ حالانکہ مسلمانان دہلی کا تجارتی کاروبار بہت بڑھا ہوا ہے۔ اور وہ اس ضرورت کو شدت سے محسوس کرتے ہوں گے۔ اور دل سے چاہتے ہوں گے۔ کہ دہلی جیسے دارالخلافہ میں ان کا ایک اپنا بنک قائم ہو۔ امید ہے کہ وہ مسلم بنک آف انڈیا کے فیصلہ کو بنظر استحسان دیکھیں گے۔ اور اس کو کامیاب بنانے کی پوری کوشش کریں گے۔

خریداران پیغام صلح

کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ اخبار کا چندہ جن جن حضرات کی طرف بقایا ہے۔ وہ خود بخود بہت جلد ادا فرما دیں۔ تاکہ خط و کتابت اور وی پی کرنے سے انجمن پر اور خریداروں پر ٹکٹ ڈاک وغیرہ کا خرچ زائد نہ پڑے۔

امید ہے کہ پہلے نوٹسوں کی طرح یہ بھی بے سود ثابت نہ ہوگا۔

(مینیجر)

سال سابق و سال نو

ذیل میں ہم خواجہ نذیر احمد صاحب کا وہ پیارا مضمون درج کرتے ہیں۔ جو انہوں نے اسلامک ریویو کی جنوری کی اشاعت میں ووکنگ مشن کی سال گذشتہ کی زندگی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا۔ یہ سال بفضلہ کامیاب گزرا۔ اور اس سال کے کارنامے ہمارے لئے کچھ کم حوصلہ افزا نہیں خصوصاً جب ہم اس بات کو دیکھتے ہیں۔ کہ بعض ناگزیر حالات نے وہاں مشن کا کل کا کل کام خواجہ نذیر احمد صاحب کے یکہ و تنہا کندھوں پر ڈال دیا۔ سنہ ۱۹۲۴ء کے آخر میں خواجہ کمال الدین صاحب کو اپنے گرامی قدر برادر اکبر خواجہ جمال الدین صاحب مرحوم کی اچانک وفات ہندوستان لے آئی۔ اور دوسری طرف ... جناب چوہدری محمد یعقوب خان صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی۔ بعض امور ضروریہ کی وجہ سے ہندوستان واپس لوٹ آئے اس وجہ سے اس سال مبلغان کی مشن میں کمی رہی۔ لیکن جو بات حوصلہ افزا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اگر سچے جوش اور ارادہ سے خدا کی راہ میں کوئی نکلے۔ تو خدا کا فضل اس کے شامل حال ہو جاتا ہے۔ اصل میں انسانی کوششیں کوئی چیز نہیں۔ صرف سچی ارادتمندی اور خدمت اسلام کا حقیقی شوق اگر قلب مسلم میں پیدا ہو۔ تو باقی دیگری خود بخود فضل الٰہی سے پوری ہو جاتی ہے۔

زندہ مذہب

آج ہم سال نو کے آستانہ پر کھڑے ہیں۔ یہ سال بھی ہمارے سامنے جہاں سرگرمی اور جرأت کی فضا پیش کرتا ہے، وہاں ساتھ ساتھ ہی کچھ ناکامیوں اور ناامیدیوں کی جھلک دکھاتا ہے۔ ان دو متضاد حالتوں کو دیکھ کر طبعاً انسان کی طبیعت گذشتہ حالات پر جا پڑتی ہے، واقعات گذشتہ پر نگاہ ڈالنا فائدہ سے خالی نہیں ہے اس سے جہاں یہ نظر آتا ہے۔ کہ کس قدر اپنے راہ کی مسافت ہم نے طے کرلی۔ کیا کیا کامیابیاں ہمیں نصیب ہوئیں۔ کس کس قسم کی مشکلات کا سامنا ہوا۔ کن راہوں سے ہم نے ان ... کو دور کیا۔ یا ان کے دفعیہ کی کوشش کی۔ وہاں ساتھ ہی یہ بھی نظر آتا ہے۔ کہ کہاں تک [illegible] سے دور جا پڑے وہ کونسے عمدہ سے عمدہ اسباب تھے جنہیں ہم نے اپنے غلط اندازوں سے اپنے لئے مفید نہ بنایا۔

یہ تبصرہ حالات گذشتہ اگر ہمیں یہ سکھلاوے کہ سال آئندہ ہمیں کن راہوں کو اختیار کرنا ہے۔ اور کس طرح اپنی گذشتہ ناکامیوں سے سبق عبرت حاصل کرکے اس خار راہ کو عصا ہدایت میں تبدیل کرنا ہے۔ تو شائد یہ گذشتہ منظر آئندہ منزل مقصود کیلئے خضر راہ بن جاوے۔

گذشتہ سال کے بعض منظر فی الواقعہ حوصلہ افزا ہیں۔ ان ایام میں عیسائیت کی بیخ و بن ہل گئی۔ نصرانیت کے نگہبان دھوکا دہ ثابت ہوئے۔ مسیحی بھیڑوں کی آنکھ کھل گئی۔ مایوسی اور ناامیدی کی گھٹیاں ان کو دکھائی دینے لگ پڑیں۔ گلہ پراگندہ ہوگیا اور گلہ بانوں کے گلے کی تعداد گھٹتے دیکھی۔ گرجے خالی اور ویران ہوگئے۔ اور ان گرجوں کی عبادت کرنے والے کسی اور معبد کی تلاش میں لگ گئے۔ کلیسیا کے فرمانروا آرچ بشپ اور بشپ اس فکر میں ہیں۔ کہ ان کے محل اور ان کے اسباب راحت ہاتھ سے نکلنے نہ پائیں۔ طبعاً حالات نو کے ساتھ موافقت کرنے کے لئے اس سعی میں کوشاں ہونے لگے۔ کہ کسی نہ کسی طرح حالات جدید کے ساتھ مذہب کی مطابقت کریں۔ آرچ بشپ آف یارک نے بہ آواز بلند اعلان کیا۔ کہ دنیا کو کلیسیائی مذہب سے بالکل نفرت ہے۔ آرچ بشپ آف کنٹربری اس توہ میں لگ گئے۔ کہ کس طرح گلہ نصرانیت اپنی بھیڑوں کو گلے میں تھام سکے۔ لنڈن کے لارڈ بشپ نے بصد حسرت و یاس یہ دیکھا کہ لنڈن کے شہری حصہ کے گرجاؤں میں معابدین کی تعداد سینکڑوں کی جگہ ۴ سے ۱۲ تک ہی رہ گئی۔ انگلستان کی سچی کو نفس نفیس عقائد مروجہ کی ترمیم کرنے لگیں لیکن زنگ خوردہ آئینہ کی صفائی یہاں تک کی کہ خود آئینہ کا صفایا ہوگیا۔ آہستہ آہستہ ۱۹۱۵ء سے ۱۹۲۲ء تک عیسائی عمارت کے مختلف حصص کو اس طرح بدلا اور اس کے پرانے ستونوں کی جگہ کچھ ایسے نئے عمود اور شہتیر ڈالے کہ ۱۹۲۴ء میں جس نئی عمارت کا خاکہ پیش کیا گیا۔ وہ اصلی سابقہ عمارت سے بالکل جداگانہ دکھائی دینے لگی۔ لیکن نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ مذہب ایک ربانی عمارت ہے

اس کے لئے اینٹ اور پتھر اس کا مسالحہ اور چونا ربانی ہاتھ ہی کا ہو تو وہ عمارت قائم رہ سکتی ہے۔ انسانی دماغ اس ربانی ہیکل کو قائم رکھ سکتی۔ کائنات میں جس حیوان یا انسان نے اپنے آرام و آسائش کے لئے مکان تعمیر کیا۔ اس کا استحکام و قیام اسی حد تک رہا۔ کہ جب تک خدائی ہاتھ کا پیدا کردہ مسالحہ اس میں جڑا گیا۔ پتھروں کی بنا کردہ عمارت خشتی عمارت سے اسی وجہ سے زیادہ مضبوط اور پائیدار ہے۔ کائنات میں ایک ہی جانور ہے۔ جو اپنے گھر کا مسالحہ اپنے اندر سے نکالتا ہے۔ اسی لئے عنکبوت کا گھر سب سے کمزور ہے۔ قرآن کریم نے دین باطلہ کی مثال اسی لئے بیت العنکبوت سے دے کر فرمایا۔ کہ ان اوھن البیوت لبیت العنکبوت یعنی مکڑی کا گھر تمام گھروں سے زیادہ ناپائیدار ہے۔ حوادث بیرونی جب اس کے گھر کو توڑتے ہیں۔ تو وہ فی الفور مرمت میں لگ جاتی ہے لیکن وہ مرمت کردہ گھر اپنی شکل و صورت میں پہلے گھر سے بالکل جداگانہ ہوتا ہے۔ دوسری صدی مسیحی سے انسان نے مسیحی معتقدات کو بدلنا شروع کیا۔ اسی طرح ہر تیسری چوتھی صدی میں اس کی شکل بدلتی رہی۔ آخر آج یہ مذہب اپنے خط و خال میں کہیں سے کہیں جا پہنچا۔ اس کا سبب بدیہی ہے۔ مسیحی مذہب میں حقیقی حیات باقی نہیں رہی۔ جب حقائق کائنات پر انسان کی آنکھ کھلی۔ اس نے مسیحیت کو متضاد باتوں کا مجموعہ پایا۔ علمی انکشافات کی روشنی میں جب انسانی نگاہ نے نصرانیت کی آنتول کی۔ تو یہ حقائق اور صداقت سے نہ صرف برعکس نظر آئی۔ بلکہ اس کے خط و خال کچھ ایسے گھنونے نظر آنے لگے کہ اس مذہب کا جادو آہستہ آہستہ ختم ہونے لگا۔ اور آج اس پر سکرات موت وارد ہوگئی۔ بلکہ معقول نگاہوں میں تو اس مذہب کا جنازہ تک اٹھ چکا ہے انسان ایک زندہ جاوید مذہب کی تلاش میں ہے۔ جو اس کی رات دن کی زندگی کا دستور العمل ہو سکے۔ اسلام ہی وہ چیز ہے جس کی تلاش میں فطرت انسان لگی ہوئی ہے۔ یہی وہ مذہب ہے۔ جو ہمیشہ سے بعض لاتبدیل حقائق کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ اس کی تعلیمات غیر متبدل۔ معقول علم منطق کی جان اور صداقتوں کی روح رواں ہے فرقی تنازعات اور انفرادی تفرقات سے بہت ہی ارفع اور بلند تر ہے۔ علمی انکشافات اور سائنٹیفک صداقتوں کی آندھیاں چلیں یا علم [illegible] نئے طوفان برپا کریں۔ علم و منطق نو زلزلہ دور محشر خیز ہوں۔ لیکن اسلام جس ربانی چٹان پر مستحکم ہے۔ ان باتوں سے متزلزل نہیں ہوتا ہے۔ آج تیرہ سو برس گذر گئے۔ وہی عقیدہ۔ وہی اصول۔ وہی اخلاق۔ وہی تمدن کے اصول۔ وہی عبادات ہیں۔

اسلام کیلئے بہترین مواقعے

ان انقلابات نے مغرب میں اسلام کے لئے وہ فضا پیدا کر رکھی ہے جس کی نظیر صدیوں سے اس سرزمین تثلیث میں پیدا نہ ہوئی تھی۔ اگر ہم ایک ہی پیغام پر عمل کریں۔ اور اس پیغام پر پورے انہماک سے کاربند ہوں۔ تو مغرب کی منتظر اور مشتاق آنکھیں خدا کے اس آخری پیغام کے قبول کرنے کو تیار ہوں۔ جو حضرت خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے نسل انسانی کو ملا لیکن جس پیغام قرآنی پر مسلم بھائیوں کو آج عمل کرنا ہے۔ وہ پیغام عمل ہے۔ ووکنگ مسلم مشن کی سرگرمیاں محتاج بیان نہیں۔ مشن نے روح و راستی کے ساتھ اس آخری پیغام کو مغربی دنیا میں بلا کم و کاست پہنچا دیا۔ وہی مذہب حنیف جس کی تعلیم خصمیت مآب نے فرمائی۔ اور جو اسلام کے نام نہاد فرقی تنازعات سے ارفع ہے۔ اسے ہی مغرب کے سامنے پیش کرنا ہے۔

خدا تعالےٰ نے مختلف رنگوں میں ہمیں کامیاب کیا۔ خصوصاً جب ہم یہ دیکھتے ہیں۔ کہ انسانی امداد نے ہماری توقعات کو بہت محدود طریق پر پورا کیا۔ اللہ تعالےٰ کا احسان ہے کہ ہم سال گذشتہ کی کامرانی پر خدا کی جناب میں سجدات تشکر بجا لانے کے قابل ہیں ہماری جدوجہد کا معاوضہ بھی اسی جناب سے ہمیں ملنے کا ہے۔ اور وہ معاوضہ بھی یہی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ ہمیں اس سے بھی بڑھ کر خدمت کا موقع دے۔ الخیل عمل پر ہمارا عمل ہے۔ یہی ہمارا خضر راہ ہے۔ اگرچہ سرمایہ کی کمی اور مسلم بھائیوں کی عدم توجہ ہماری منزل کو لمبا کرتی جاتی ہے یہ بھی سچ ہے کہ ہم نے ابھی بہت سی ایسی جگہوں سے استمداد نہیں کی۔ جہاں سے امانت ہو سکتی ہے۔ اور حق الامر یہ ہے کہ ہمیں ان دلوں کا پتہ نہیں۔ جو ہماری آواز پر لبیک کہنے کو تیار ہوں۔ بہرحال ہمیں اس حقیقی مستعان کی طرف ہی جھکنا ہے۔ جس کی عنایت سے من حیث لا یحتسب راہوں سے امداد آئی اور آئے گی۔ لیکن الخیل عمل کو عامل کو سرمایہ کی طرف سے بے فکر رہنا چاہیئے۔ ... ہمیں تو ان سرگرم نفوس

کی ضرورت ہے۔ جو اپنی روزانہ زندگی میں اور اپنی سرگرمیوں میں اس بات کو ہر وقت ثابت کرنے کو تیار ہوں۔ کہ اسلام ایک زندہ مذہب ہے۔ اور ہم اس کے سچے پیرو ہیں۔

سیاسی انجمنوں نے آج مطلع اسلامی کو گدلا کر رکھا ہے لیکن اگر میدان عمل میں ہمارا قدم مستحکم ہو جاوے تو مایوسی کے سیاہ بادلوں کے کنارے روشن ہونے لگے ہیں۔ آفتاب امید کی کرنوں نے مغرب میں مشرق کا رنگ پیدا کرنا شروع کر دیا ہے۔ افق مغرب پر نئے سے نئے مواقع سامنے آ رہے ہیں ایک بڑا بھاری فصل پختہ ہونے کے قریب آ رہا ہے۔ خرمن تیار ہے۔ بشرطیکہ ہم ان مواقع کو مفید بنالیں۔ اور ان فصلوں کے پکانے کے لئے مزدور بھیجیں۔ اور ان خرمنوں کو جمع کرنے والے مغرب میں لے آئیں۔ کیا ہی عجیب تماشہ ہے کہ اور مذہب کی تعلیمات سننے والے موجود نہیں۔ اور مغرب میں اسلام کے سننے والے اور گرویدہ تو ہیں مگر اسلام کے سنانے والے نہیں۔ حق الامر یہی ہے۔ جیسے کہ خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ ان الدین عند اللہ الاسلام۔ اسلام ہی اللہ کا اور اس کی مخلوق کا مذہب ہے۔ اسلام پر پہلے بھی نازک وقت آیا۔ ان مصیبت افزا حالات کا مطالعہ ایک ہی بات کو ظاہر کرتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اس وقت کے مسلمانوں کی اپنی ہی اسلام سے دور افتادہ حالت نے اسلام پر قیامت پیدا کی۔ اور وہ قیامت بظاہر اسلام کے فنا کرنے والوں کی شکل میں نمودار ہوئی لیکن وہی دشمنان اسلام آخر کار فرزندان اسلام کہلانے لگے۔ تاریخ نے آج بھی سابقہ واقعات کو دہرایا ہے، وہی قومیں جو سیاسی طور پر اسلام کے مٹانے کے درپے ہیں۔ انہی سے وہ لوگ پیدا ہو رہے ہیں۔ جو روحانیت اسلام کے حلقہ بگوش ہو رہے ہیں۔ جنہیں مسلم کہلانے پر آج ناز ہے۔ مسلمان بھائی اگر تبلیغ اسلام کے فرض اولین کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ تو مغرب میں یدخلون فی دین اللہ افواجا کا منظر دیکھنا کچھ مشکل نہیں +

انبالہ میں مولوی عصمت اللہ صاحب کا لیکچر اور محمودیوں کی فتنہ پردازی

جناب مکرم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مولوی محمد عصمت اللہ صاحب ۲/۵ کو انبالہ شہر میں تشریف لائے اور جناب میر سید غلام بھیک صاحب نیرنگ معتمد عمومی جمعیتہ مرکزیہ تبلیغ الاسلام کے ہاں قیام کیا۔ ۴/۵ کو زیر اہتمام جمعیت مرکزیہ مسلم ہائی سکول کے وسیع اور پرشان ہال میں صداقت اسلام پر ایک لیکچر ہوا۔ مجمع گو کم تھا مگر تاثیر کا یہ عالم تھا کہ حاضرین پر وجد کی حالت طاری تھی۔

۵/۵ کو اسی موضوع پر پھر لیکچر ہوا۔ مجمع پہلے روز کی نسبت دگنا تھا اور بیان اسقدر دلکش تھا کہ وہ بے اختیار واہ واہ کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔

۶/۵ کو بھر وبدک دھرم اور اسلام پر آپ نے تقریر فرمائی۔ آج کی تقریر سننے کے واسطے مجمع اسقدر تھا کہ ہال میں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ قریب تین ہزار کے مجمع ہوگا۔ انبالہ کے جملہ تعلیم یافتہ اصحاب بھی شامل تھے۔ مولوی صاحب کی یہ تقریر حد سے زیادہ موثر اور دل خوش کن تھی۔ دلائل محکم اور مضبوط تھے۔ طرز استدلال نہایت سادہ اور دلچسپ تھا۔ مولانا کی ہر تقریر میں ایک یہ نمایاں خوبی تھی کہ آپ بعض وقت پیچیدہ مسائل کو اس طرح بیان کر جاتے تھے کہ سامعین کو سنتے انتہا لطف آتا تھا۔ اور سمجھنے میں کوئی دقت نہ ہوتی تھی۔ حالانکہ آپ کی ہر تقریر حقائق و معارف سے پُر اور فلسفیانہ انداز میں تھی۔ مگر کیا مجال کوئی جلسہ سے اٹھے اور لطف اندوز نہ ہو۔ علاوہ ازیں تقریر کے دوران میں آریوں اور عیسائیوں کے اعتراضات کا قلع قمع بھی کرتے جاتے تھے۔ مولنا کی تقریر کا تمام انبالہ دلدادہ ہوگیا۔ اور اصرار پر اصرار ہونے لگا کہ ابھی چندے اور قیام فرما کر تقریر کریں۔ اگرچہ مولوی صاحب کا وعظ خالص اسلامی پہلو لئے ہوئے تھا مگر بھی ہمارے مقامی محمودیوں کو یہ بات سخت ناگوار گذری کہ ان کا ایک مخالف اسطرح کا بہا

اہم اور خواہ مخواہ دخل درمعقولات کے مصداق ہوئے۔ چنانچہ انہوں نے اس مخالفت کو عملی جامہ پہنانا شروع کر دیا کہ لیکچر کے ختم ہونے پر ہال کے دروازہ کے باہر کھڑے ہو کر لوگوں کو بہکانا شروع کر دیا کہ یہ تو قادیانی ہے۔ اور مرزا صاحب کو نبی مانتا ہے اور اعتقاداً ہمارے ساتھ ہے مگر منافقانہ طور پر کام کر رہا ہے۔ اور آپ لوگوں کو دھوکا دے رہا ہے۔ کیوں لیکچر سننے آتے ہو صرف اسی پر بجا قناعت نہ کی بلکہ صبح کو باقاعدہ منظم مخالفانہ پروپیگنڈا پھیلانا شروع کر دیا۔ بازاروں میں، شاہراہوں پر گلی کوچوں میں بیچارے لوگوں کو بہکایا گیا۔ اور ہر ایک کے کان میں پھونک دیا گیا کہ کوئی لیکچر سننے کو نہ جائے پھر بھی نہ کیا۔ بلکہ اپنے ساتھ چند ایک غیر احمدیوں کو بھی ملا کر ایک باقاعدہ پارٹی بنا کر ایسی ہوگئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہی ہال جس میں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی سامعین سے خالی نظر آنے لگا جس کا از حد افسوس ہے۔ بہرحال مولوی صاحب نے تقریر شروع کر دی لیکن دوران تقریر میں رقعہ بازی شروع ہوگئی کہ آپ اپنے عقائد کا اظہار کیوں نہیں کرتے۔ حالانکہ مولوی صاحب اس کام کے واسطے نہ آئے تھے بلکہ وہ اتحاد اسلام کا پیغام لیکر آئے تھے مگر دشمنوں کو یہ اتحاد کا نٹے کی طرح کھٹکا۔ الغرض اس طریق پر مولوی صاحب اور جمعیت کے تمام پروگرام کو گڑبڑ کر دیا اور اصل مطلب بالکل ہی فوت ہوگیا۔

مولوی صاحب کی پوزیشن کو بالکل نازک کر دیا گیا۔ آخر خاکسار نے اس امر کا اعلان کیا کہ مولوی صاحب کا تعلق ہرگز قادیان سے نہیں۔ اور مولوی صاحب ہرگز مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتے ہیں۔ مولوی صاحب کو بھی آخر مجبوراً اپنا پروگرام چھوڑ کر ختم نبوت پر آنا پڑا۔ چنانچہ مولوی صاحب نے ختم نبوت پر ایک ایسا عالمانہ لیکچر دیا کہ لوگوں پر وجد کی حالت طاری ہو گئی۔ اور بے اختیار واہ واہ سبحان اللہ کے نعرے بلند ہونے لگے۔ مولوی صاحب نے علی الاعلان فرمایا کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ اور نہ ہی کسی نبی کی ضرورت ہے۔ اور مرزا غلام احمد صاحب ہرگز نبی نہیں ہوسکتے اور نہ ہی انہوں نے کبھی نبوت کا دعوے کیا۔ اگر کوئی ثابت کرسکتا ہے تو آئے میدان میں۔ بس پھر کیا تھا قادیانی کیمپ میں ہلچل پڑ گئی اور لگے بھاگنے اور زنار پر نار دینے لگے کہ کوئی آئے اور ہمارے سر سے اس بلائے ناگہانی کو ٹلے بقول عل جلال تو آئی بلا ٹال تو۔ تمام قادیانی مولوی صاحب کے گلے کے ہار ہوگئے کہ ہم مناظرہ کریں گے۔ ۷/۵ کو جماعت قادیان کی طرف سے میر غلام بھیک صاحب نیرنگ کے پاس مناظرہ کا تحریری چیلنج آیا جو کہ منظور کر لیا گیا مگر افسوس کہ بیچارے قادیانیوں کو سخت خفت اٹھانی پڑی۔ کیونکہ مناظر کا تار آگیا کہ وہ نہیں آسکتا بیمار ہے۔ غالباً مولوی صاحب کا نام سنکر بیمار ہوگیا اور کہا گیا کہ مناظرہ ۱۵/۵ کو ہوگا بیکھے حالانکہ شرائط مناظرہ میں تاریخ ۹/۵ مقرر ہو چکی تھی۔ گویا کہ اس طرح بیچارے قادیانیوں کو شاندار رسوائی ہوئی۔

مولوی صاحب موصوف نے پھر اپنے لیکچر میں ثابت کیا کہ مرزا صاحب نے ہرگز نبوت کا دعوی نہیں کیا اور یہ محض قادیانی جماعت کا ایک افترا ہے۔ ہاں یہ عرض کرنا بھی ضروری ہے کہ اس لیکچر میں جب مولوی صاحب اپنا لیکچر فرما رہے تھے تو قادیانی جملہ تہذیب اور آداب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اپنے اخلاق کا ثبوت یوں دے رہے تھے کہ خواہ مخواہ لیکچر کے دوران میں بولتے جاتے تھے۔ افسوس ہے کہ ان لوگوں نے نفسانیت کو مدنظر رکھتے ہوئے مولوی صاحب کے ذریعہ سے جو انبالہ کے مسلمانوں میں ایک زندگی کی روح پھونکی جارہی تھی اسکو تباہ کر دیا اور تمام پروگرام تہ و بالا ہوگیا ؎

جو عدو سے باغ ہوا برباد ہو
خواہ وہ گلچیں ہو یا صبا ہو

نوٹ:۔ ہمارے پاس تحریری ثبوت اس امر کا موجود ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کہ یہ ساری کارروائی قادیانیوں نے کی کیونکہ وہ اقبالی ہیں۔

نیازکیش
حکیم محمد سمیع اللہ بیکس انصاری لکھنوی حال وارد انبالہ جمعیتہ

ای حاملان الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموہما ای قرآن عزیز میں تین قسم کی نسخ ماننے والو!! اے ساکنان مدرسہ عالیہ دیوبند!!!

جب کابل کے محکمہ تمیز کے نیم تمیز اور جاہل مولویوں نے نعمت اللہ خان مرحوم کو جو کلمہ گو پابند صوم و صلوٰۃ مسلمان تھا۔ فرعی اختلاف کی وجہ سے سنگسار کرایا تو آپ نے ایک مفروضہ آیت الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموہما سے استنباط کرتے ہوئے کابلی ملاوں کے اس فعل بربریت کو قرآن مجید اور شریعت اسلام کے عین مطابق قرار دیا۔

اس حکم کے ماتحت آئندہ بھی جب کوئی مرتد ہوگا وہ سنگسار کیا جائے گا یا بالفاظ دیگر اسکو معاً نیست و نابود کر دیا جائیگا۔ یہ ہے نتیجہ آپ لوگوں کی مفروضہ آیت الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموہما اور قرآن عزیز کے تین نسخ میں سے ایک نسخ کا۔ خدا جانے باقی دو نسخ کیا کیا خطرناک نتائج پیدا کریں۔ لیکن میں ایک مثال پیش کرتا ہوں جس کے تسلیم کرنے میں نہ صرف آپ کو بلکہ دنیائے اسلام میں سے کسی فرد واحد کو بھی کوئی عذر و حیلہ نہیں ہوسکتا وہ زندہ مثال عبد الغفور بی۔ اے کی ہے۔ ان کو بعض مسائل کی نسبت تفہیم کی ضرورت ہوئی تو آپ ایسے علماء سوء نے ۔ ۔ ۔ ایسے اینڈے بینڈے نامعقول اور لچر جواب دیئے کہ بالآخر وہ بیزار ہو کر دین پاک سے مرتد ہوگیا۔ حالت ارتداد میں سالہا سال تک جو کچھ اس نے اسلام اور پیغمبر اسلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کے متعلق لکھا۔ اور اسپر آریوں اور دیگر مذاہب کے لوگوں نے جو حاشئے چڑھائے۔ وہ ہرکس وناکس پر ظاہر ہیں۔ اعادہ کی ضرورت نہیں۔ لیکن شان ایزدی وہی مرتد جو آپ کے نزدیک یا بالفاظ دیگر آپ کے معتقدات کے رو سے معاً مغرف ہوتے ہی واجب القتل تھا پھر مشرف باسلام ہو کر غازی محمود کے نام سے مشہور ہوتا ہے۔ اور اسلام کی حمایت وحفاظت کی وہ بے نظیر خدمت بجا لاتا ہے کہ جس کی مثال آپ ایسے علماء کے اندر مفقود ہے۔

سالہا سال تک آریوں کے اندر رہ کر اور آپ کے مذہبی اعتقادات اور لٹریچر سے واقفیت بہم پہنچا کر جو خدمت و صداقت اسلام کی روشنی اسپر آشکار ہوئی۔ دوسرے عام مسلمان اس سے بہرہ ور نہیں ہوسکتے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ شخص عوام تو کیا خواص سے بھی کہیں زیادہ بڑھ کر خدمت اسلام بجا لا رہا ہے۔

اگر اس شخص کو مرتد ہوتے ہی سنگسار کر دیا جاتا تو لازماً خدمت اسلام کا ایک عظیم الشان کام جو اسکی ذات سے وابستہ ہے وہ عرصہ شہود میں نہ آتا۔ یہ نتیجہ ہے قرآن حکیم کی پرحکمت اور پرصداقت آیت من یرتد منکم عن دینہ فیمت وھو کافر الخ کا جس میں صاف اور صریح الفاظ کے ۔ ۔ ۔ اللہ تعالےٰ نے فیمت وھو کافر کے پرحکمت الفاظ فرما کر اس راز سربستہ کو کھول دیا کہ اللہ تعالےٰ کی رحمت کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے۔ ایک شخص خواہ کتنی بار مرتد ہو لیکن کسی کو اس کے قتل کرنے کا حق حاصل نہیں۔

ناظرین! اب قرآن مجید کی آیت اور جناب میک شاہ اور ان کے ہمنوا دیوبندیوں کی پیش کردہ خارج از قرآن مگر داخل آیت کے نتائج پر خود غور فرمالیں

ع ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

پھر کیا کہا جائے گا۔ ایسے علماء کے حق میں جو خلاف قرآن خلاف منشا ایزدی مرتد کی سنگساری کا حکم دیتے ہیں اور مرتد بھی کون جو محض ایک دو فرعی مسائل میں اختلاف رکھتا ہے۔ پابند صوم و صلوٰۃ ہے۔ توحید باری تعالےٰ اور رسالت محمدیہ پر ایمان رکھتا ہے۔ قرآن مجید کو کلام الٰہی مانتا ہے اور حشر نشر وغیرہ مسائل اسلامی پر اسکو یقین کامل ہے۔ کیا ایسے مسلمان کا سنگسار کرنا۔ اس کے متعلق سنگساری کا فتوی دینا۔ یا ایسے فتوی دینے والوں کے فعل کو جائز قرار دیکر اخبارات میں شائع کر کے ان کی اعانت وحمایت کرنا صحیح ہوسکتا ہے۔

اور کیا ایسا کرنے والے اللہ تعالیٰ کی اس تحدید کے "ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاءہ جہنم" سے بچ سکتے ہیں۔

ذلیل ہے اس گروہ پر جو مسلمانوں کو اپنے ہاتھوں سے سنگسار کرکے اپنے ہاتھوں سے اپنے لئے جہنم خریدتے ہیں۔ نعوذ باللہ من شرورہم ۔ اللھم انا نجعلک فی نحورھم۔

خاکسار زبرک شاد
۱۵ر فروری ۱۹۲۵ء

فہرست معاونین برلن مسجد

اس سے پہلے دو فہرستیں ۱۲ر جنوری اور یکم فروری ۱۹۲۵ء کی پرچوں میں شائع ہو چکی ہیں جس کے بعد اور مندرجہ ذیل احباب نے برلن مسجد کی تحریک ایک سو مزدوروں میں حصہ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب اصحاب کو جزائے خیر دے۔ دوسرے احباب کو بھی اس طرف فوراً توجہ کرنی چاہئے۔

(۳۴) شیخ اللہ بخش صاحب خلف شیخ مولا بخش صاحب فلور ملز لائلپور ایک، کاپی برلن مسجد (۳۵) بابو احمد دین صاحب اسٹیشن ماسٹر کاہی ضلع کوہاٹ - ایک کاپی - (۳۶) چودھری اللہ دتا صاحب ملازم ٹیکنیکل کالج محلہ ٹینکی پورہ سری نگر کشمیر دو کاپی (۳۷) ڈاکٹر حسن علی صاحب سب اسسٹنٹ سرجن کنجاہ ضلع گجرات ایک کاپی - (۳۸) غلام باری صاحب تلونڈی موسیٰ خاں براہ گوجرانوالہ ایک کاپی (۳۹) میاں گل محمد صاحب تمیم سب اورسیر تاندلیانوالہ ضلع لائلپور۔ دو کاپیاں (۴۰) ملک محمد فضل الرحمٰن خاں ٹانگہ پیسہ لوہا رمنڈی لاہور ایک سو کاپی (۴۱) چودھری غلام حسن صاحب لوہری والہ ڈاک خانہ سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ وعدہ پچاس روپیہ (۴۲) ڈاکٹر عبدالمجید خاں صاحب خلف چودھری غلام حسن صاحب سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ وعدہ پچاس روپیہ۔

ظہور احمد جائنٹ سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

خواتین سلسلہ اور برلن مسجد کے مینارے

اس سے پیشتر ۱۲ جنوری اور یکم فروری ۱۹۲۵ء کے پرچوں میں ان بہنوں کا ذکر کیا جا چکا ہے جنہوں نے اپنے قیمتی زیورات یا روپیہ برلن مسجد کی بنیادوں کے لئے دیا۔ اس کے بعد حسب ذیل خواتین نے اس تحریک میں حصہ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے جان و مال میں برکت دے۔

(۱۰۶) بنت بابو محمد اسحٰق صاحب لاہور۔ پازیب نقرئی ایک جوڑی (۱۰۷) اہلیہ بابو محمد اسحٰق صاحب لاہور۔ ڈنڈیاں طلائی ایک جوڑی (۱۰۸) اہلیہ صاحبہ میاں محمد صدیق صاحب کوتوالی شہر ایک تولہ سونا (۱۰۹) بنت خان بہادر میاں غلام رسول خاں صاحب۔ ڈی۔ ایس پی لاہور۔ ڈنڈیاں طلائی ایک جوڑی - (۱۱۰) اہلیہ مرزا خدا بخش صاحب حکیم لاہور۔ ایک عدد سہارا طلائی - (۱۱۱) بنت چودھری محمد اسمٰعیل صاحب افسر مال منٹگمری یکصد روپیہ نقد - (۱۱۲) ہمشیرہ اہلیہ صاحبہ چودھری محمد اسمٰعیل صاحب یکصد روپیہ نقد - (۱۱۳) اہلیہ صاحبہ چودھری محمد اسمٰعیل صاحب پانچصد روپیہ وعدہ (۱۱۴) اہلیہ صاحبہ خان محمد اسلم خان صاحب آنریری مجسٹریٹ مردان۔ چالیس روپیہ نقد - (۱۱۵) اہلیہ صاحبہ نواب خان صاحب سب انسپکٹر پولیس ریلوے لاہور۔ انگوٹھی طلائی ایک (۱۱۶) اہلیہ صاحبہ چودھری خیر الدین صاحب منڈی بہاؤالدین دس روپیہ نقد (۱۱۷) اہلیہ صاحبہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن گجرات آرسی طلائی ایک۔ پازیب نقرئی ایک (۱۱۸) اہلیہ صاحبہ کلاں سید محمود شاہ صاحب لاہور۔ آویزے طلائی ایک جوڑی (۱۱۹) از خانہ سید مراتب علیشاہ صاحب لاہور۔ انگشتری طلائی ایک (۱۲۰) والدہ صاحبہ مستری محمد عالم صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور۔ پانچ روپیہ نقد - (۱۲۱) اہلیہ صاحبہ اے۔ آر۔ کے راٹھور سب اورسیر مردان دس روپیہ نقد (۱۲۲) اہلیہ صاحبہ شیخ برکت اللہ صاحب لاہور پچیس روپیہ نقد (۱۲۳) معرفت عزیز بیگم بنت محمد بخش صاحب چک نمبر ۵ د ۳ - براہ گوجرہ - اٹھارہ روپیہ سوا آٹھ آنہ نقد (۱۲۴) خواتین منار معرفت میاں احمد علی صاحب منار ریاست کپورتھلہ - بائیس روپیہ نقد (۱۲۵) خواتین امرت سر معرفت بابو فیض الرحمٰن صاحب امرت سر۔ بیس روپیہ دو آنہ صرف دو جوڑیاں نقرئی ۲ عدد کا وعدہ (۱۲۶ الف) خواتین چک نمبر ۱۸ جنوبی سرگودھا معرفت چودھری محمد حسین صاحب نمبردار۔ ستر روپیہ نقد اور زیورات (۱۲۷) منشی خدا بخش صاحب گرداور قانونگو حافظ آباد منجانب اہلیہ مرحومہ پھول دو عدد طلائی کی قیمت ۵۰ روپیہ (۱۲۸) اہلیہ صاحبہ ڈاکٹر حسن علی صاحب کنجاہ پچاس روپیہ نقد (۱۲۹) اہلیہ صاحبہ محمد فضل قادر صاحب لائلپور دو عدد انگوٹھی طلائی وعدہ (۱۲۹) اہلیہ صاحبہ ڈاکٹر سعید احمد صاحب ایبٹ آباد۔ زیور چاندی قیمتی چالیس روپیہ وعدہ (۱۳۰) اہلیہ صاحبہ قاضی ظہور الدین صاحب پسرور۔ ڈنڈیاں طلائی دو عدد وعدہ (۱۳۱) اہلیہ صاحبہ قاضی نثار مجید صاحب پسرور۔ ڈنڈیاں طلائی دو عدد۔ وعدہ (۱۳۲) خاتون خاص پسرور ایک نام طلائی وعدہ (۱۳۳) اہلیہ صاحبہ قاضی بشارت علی صاحب پسرور بازکان نقرئی ۲ عدد وعدہ۔ (۱۳۴) از خانہ سیٹھ محمد الدین صاحب پسرور دو عدد پھول طلائی وعدہ (۱۳۵) اہلیہ صاحبہ عطا محمد صاحب مرحوم پسرور نقد چار روپیہ (۱۳۶) اہلیہ صاحبہ عبدالغنی صاحب پسرور نقد دو روپیہ (۱۳۷) اہلیہ امام الدین صاحب پسرور۔ نقد ایک روپیہ (۱۳۸) از خانہ غلام قادر صاحب پسرور دو روپیہ نقد۔ (۱۳۹) اہلیہ صاحبہ مرزا رحمت بیگ صاحب دان تین چلنی طلائی بقیمتی ایک صد روپیہ (۱۴۰) از خانہ شیخ مولا بخش صاحب سیالکوٹ دو عدد بالیاں طلائی ۔ نقد (۱۴۱) چودھری غلام حسن صاحب لوہری والہ ڈاک خانہ سوہدرہ تین طلائی قیمتی ۔

نمبر ۱۰۲ سے نمبر ۱۲۱ تک کی رقوم و زیورات وصول ہو کر ابھی تک یہاں نہیں پہنچیں۔ احباب سے تاکید ہے کہ انہیں بھجوا دیں۔ نیز دوسرے احباب سے جنہوں نے اب تک اس میں حصہ نہیں لیا درخواست ہے کہ اپنے اپنے گھروں میں تحریک کرکے جو کچھ وصول ہو اختتام فروری سے پہلے پہلے بھجوا دیں۔

ظہور احمد
جائنٹ سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ اور دیگر برادران ملت اللہ تعالیٰ کے فضل سے بخیریت ہیں۔

ہمارے احباب یہ سنکر خوش ہوں گے کہ ہمارے مکرم و مخدوم خان بہادر میاں غلام رسول صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کے فرزند میاں غلام عباس صاحب کو اکونٹس کے امتحان میں نمایاں کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ اور انہیں گورنمنٹ کی طرف سے ملٹری اکونٹس کے دفتر میں ساڑھے تین سو کی اسامی پیش ہوئی ہے۔ اس اسامی پر پچاس روپیہ ماہوار ہر سال کے بعد ترقی ہوگی۔ انتہائی گریڈ کوئی اڑھائی تین ہزار کا ہے۔ فالحمد للہ علی ذالک ہم اس کامیابی پر میاں غلام عباس صاحب اور ان کے والد ماجد کی خدمت میں تہ دل سے ہدیہ مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ کہاں وہ وقت کہ عزیز موصوف بیرسٹری کے امتحان کے لئے ولایت تشریف لے گئے۔ اور وہاں سے دق کا نامراد مرض لیکر واپس آئے جس نے ان کے والد ماجد اور دیگر احباب کو ایک مدت کے لئے پریشان کئے رکھا۔ اور کہاں آج یہ خوشی کا دن ہے کہ نہ صرف خدا تعالیٰ نے ان کو ایسے خطرناک مرض سے صحت ہی عطا فرمائی بلکہ ایسی شاندار کامیابی عطا فرمائی۔ غالباً اس خوشی میں گذشتہ اتوار کو خاں صاحب موصوف نے بعض خاص احباب کو چائے کی دعوت دی۔

وفات حسرت آیات

ہمارے احباب کرام یہ سنکر از حد متاسف ہوں گے کہ حضرت خلیفہ صاحب رجب الدین مرحوم کی اہلیہ صاحبہ جنکو حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی خوشدامن ہونے کا شرف حاصل تھا۔ ۱۵ فروری کی شام کو اس جہان فانی سے دار البقا کو رحلت فرما گئیں۔ خلیفہ صاحب مرحوم کو فوت ہوئے گو آج کم و بیش آٹھ نو سال کا عرصہ گزر چکا ہے لیکن جن لوگوں کو آپ سے شرف ملاقات حاصل تھا۔ وہ آپ کی یاد کو کبھی بھلا نہیں سکتے۔ اور ایسا ہی آپ کی اہلیہ محترمہ کی وفات پر بھی ان کے دلوں میں غم و اندوہ کے جذبات پیدا ہوں گے جو اس محترم ہستی کے فوت ہو جانے پر ہوئے۔ مرحومہ اگرچہ عمر کے لحاظ سے بوڑھی تھیں لیکن اپنے خاندان کے لئے باعث برکت و اتحاد تھیں۔ اسوقت خلیفہ صاحب مرحوم کی اولاد میں پانچ لڑکے اور غالباً تین لڑکیاں اور خدا تعالیٰ کا یہ فضل و احسان ہے کہ قریباً سب سلسلہ عالیہ احمدیہ سے وابستہ ہیں۔ اسمیں جہاں خلیفہ صاحب مرحوم کی نیکی اور حضرت خواجہ صاحب کے عمدہ نمونہ کا اثر ہے وہیں ان کی مرحومہ والدہ کی بھی حسن سیرت کو دخل ہے۔ افسوس ہے کہ اس موقعہ پر حضرت خواجہ صاحب اپنے عیال سمیت لاہور سے باہر ریاست منگرول میں تشریف لے گئے ہوئے ہیں۔ اور انہیں مرحومہ کے جنازہ میں شرکت کا موقعہ نہیں ملا جو اور بھی صدمہ کا موجب ہوگا مرحومہ زیادہ سے زیادہ ۲۴ گھنٹے بیمار رہیں اور اس قلیل عرصہ میں ان کا پہنچنا مشکل تھا۔ ہمیں حضرت خلیفہ صاحب مرحوم کے تمام خاندان سے اس صدمہ میں دلی ہمدردی ہے۔ اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت نصیب کرے اور تمام پسماندگان کو صبر اور بزرگوں کے نیک نمونہ پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین۔

تازہ خبریں

پرنس آرتھر۔ پرنسس آرتھر کی معیت میں ۱۳ فروری کی صبح کو بنارس پہنچے۔ اور کل تک یہاں قیام فرمانے کا ارادہ ہے۔ آپ مہاراجہ کے ساتھ "نند شیر ہوس" میں فروکش ہیں۔

ایسٹرن ہوٹل رائسینا (دہلی) میں ۱۳ فروری کو آگ لگ گئی لیکن جلد بجھا دی گئی۔ لیکن چنداں نقصان نہیں ہوا

مراکش کی ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ ضلع واراشے کے مقام سعاسہ کے ہسپانی مورچوں پر چھاپا مارا گیا۔ بہت سے سپاہی مقتول و مجروح ہوئے بہت جلد کمک پہنچ گئی جس نے غنیم کو پسپا کرکے مورچہ بندی کو از سر نو درست کر لیا۔

خالد پاشا جنہیں مجلس عالیہ ملیہ انگورہ کے ایوان میں ریوالور کی گولی سے مجروح کر دیا گیا تھا۔ رحلت فرما گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تسخیر جدہ کی اطلاع خام اور قبل از وقت تھی اب اس امر کی تصدیق جدہ کے ایک برقی پیغام سے ہوگئی ہے جو ۱۱ر فروری کو وہاں سے بھیجا گیا تھا۔ اسمیں لکھا ہے کہ ۹ تاریخ سے گولہ باری کی رفتار میں کمی واقع ہوگئی ہے۔

ہیرانیکا کے ایک سرکاری پیغام سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ سنوسی اور اطالوی دستوں کے درمیان متعدد جھڑپیں ہوئیں اس پیغام میں لکھا ہے کہ مختلف تاریخوں میں اطالوی دستوں نے سنوسیوں کے قافلوں پر حملے کئے اور دو سو کے قریب اشخاص کا نقصان کردیا اطالویوں نے ان حملوں میں پیادہ افواج رسالے اور ہوائی جہاز استعمال کئے۔ انہوں نے غنیم سے ہزار ہا بھیڑیں اور اونٹ چھین لئے۔ اطالویوں کا نقصان قابل ذکر نہیں۔

سردار سپاہ وزیر اعظم ایران کے اقتدار کو وسیع کرنے کا مسودہ قانون مجلس ایران میں پیش ہوا اور منظور ہو گیا۔ اس مسودہ قانون میں ایک دفعہ یہ بھی شامل کردی گئی ہے کہ سردار سپاہ مجلس کی رضامندی حاصل کرنے کے بغیر اپنے کام کو نہیں چھوڑ سکتے

اخبار ٹائمز کا نامہ نگار مقیم ریگا راوی ہے کہ ماسکو کا ایک پیغام مظہر ہے کہ چونکہ فرانس کے ساتھ تجارتی معاہدہ کی گفت و شنید نے قابل اطمینان طور پر ترقی نہیں کی۔ اس لئے سوویٹ کے رہنما جرمنی کے ساتھ سلسلہ جنبانی کرنے کے زبردست مساعی کر رہے ہیں۔

۱۳ر فروری کو انگلستان میں زور کی آندھی چلی۔ اور موسلادھار بارش ہوئی جس سے ملک کو بہت نقصان اٹھانا پڑا۔

کابینہ وزارت انگلستان تخفیف اسلحہ کے لئے ایک اور کانفرنس منعقد کرنے کا خواہان ہے۔

سلسلہ اسلامیہ

مسلم بچوں کی تعلیم کے لئے بڑا ضروری ہے کہ ایسا کورس تیار ہو جس کے پڑھنے سے تعلیمی ترقی کے ساتھ ساتھ ان کی دینی اور اخلاقی اصلاح بھی ہوتی رہے۔ اب تک کوئی ایسا مفید کورس تیار نہیں تھا۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے ارادہ کیا ہے کہ مسلم بچوں کے لئے ایسا کورس تیار کیا جاوے جس سے دونوں فائدے حاصل ہوں چنانچہ اس سلسلہ میں سردست قاعدہ اردو۔ اردو کی پہلی۔ اردو کی دوسری اردو کی تیسری کتاب چھپ چکی ہیں۔ ان کے علاوہ چند اور کتابیں بھی انجمن نے چھپوائی ہیں جن کا پڑھنا مسلمان لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے یکساں مفید ہے۔ احباب اپنے بچوں کو بھی یہ کتابیں پڑھائیں۔ اور دوسرے احباب کو بھی اس کار خیر میں ترغیب دیں۔

ملنے کا پتہ: مہتمم دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس۔ لاہور

کافرسازوں کے دو زبردست گروہ

علمائے اسلام اور علمائے نصرانیت

ہمارے دوست شیخ محمد اقبال صاحب شیدائی یورپ کی سیر و سیاحت کے بعد جس دن سے اٹلی پہنچے ہیں اشاعت اسلام کا ایک خاص جوش ان کے قلب میں موجزن ہے ہندوستان کے گذشتہ دور سیاسیات میں وہ بھی اسی ایک خیال کو اپنے سر میں لے کر گھر سے باہر نکلے تھے کہ اسلام کی ترقی اور کامیابی آج سیاست ہی سے وابستہ ہے۔ لیکن رہنمایان قوم بالخصوص مسلمان مولویوں کی اندرونی زندگی کو مطالعہ کرنے اور بلاد اسلامیہ کے حالات کو دیکھنے سے ان پر یہ واضح ہو گیا کہ سیاسی جد و جہد کسی کام نہیں آسکتی جب تک مسلمان اور بالخصوص ان کے علما اپنی اصلاح نہ کریں۔ اور دنیا میں اسلام کی تبلیغ نہ کی جائے۔ اسی خیال کو لے کر انہوں نے اٹلی میں اپنے طور پر تبلیغ اسلام کا کام شروع کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں کامیاب فرمائے۔ اس سے قبل شیدائی صاحب کے متعدد خطوط ان کالموں میں شائع ہو چکے ہیں۔ ذیل کا خط جو علمائے اسلام اور علمائے نصرانیت کے حالات پر مشتمل ہے۔ اسی خاص دلچسپی سے پڑھا جائے گا ہمیں امید ہے کہ شیدائی صاحب نصرانیت کے پایۂ تخت میں بیٹھ کر اسلام کی بہترین خدمات سرانجام دیں گے۔ اور قارئین پیغام صلح کو وقتاً فوقتاً اپنے مفید خیالات اور تبلیغی جد و جہد کے حالات سے مستفیض فرماتے رہا کریں گے۔ (ایڈیٹر)

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

مقام عبرت ہے۔ کہ وہ قوم جس کو امۃ وسطاً شہداء علی الناس امام اقوام کے معزز خطابات دے کر اس امر پر مامور کیا گیا تھا۔ کہ گمراہی و ضلالت کے تاریک و تار یا قعر عمیق و عمیق گڑھوں کے ساکنین آفتاب اسلام کی منزہ و مزکی کر دینے والی روشنی میں نکال باہر کھڑا اور وہ قوم جس کو تمام دنیا میں سے چن لیا گیا۔ کہ راستہ کو راستہ دکھائیں۔ اور راستہ چلنے والوں کی رہنمائی

اور اپنوں کو محبت و مودت کا سبق بنا کر۔ و بغض کینہ و دشمنی سے [illegible] آج [illegible] سمندر میں دنیا کی کشتی کے بچاؤ کے لئے روشنی کا مینار بنا کھڑا کریں۔ آج خود انہیں گندے غاروں میں گر چکی ہے۔ کہ جن سے سلامتی اور [illegible]

قرآن حکیم نے مختلف اقوام گذشتہ کا نقشہ نہایت واضح طور پر مسلمان قوم کے سامنے کھینچ کر رکھ دیا ہے۔ کہ وہ کس طرح بلندی پر پہنچیں۔ اور پھر کس طرح قعر ذلت میں گریں۔ اور گرے بھی کس طرح کہ آج اس بیسویں صدی عیسوی میں ان کی یادگاریں سوائے چند ٹیلوں۔ بوسیدہ دیواروں اور زنگ آلود زمین میں دبے ہوئے سکوں کے اور کچھ باقی نہیں ہے۔ مسلمان قوم کے سامنے یہ نقشے تیرہ سو سال پیشتر کھینچ کر رکھ دیئے گئے اور پھر ان کو تفکر و تدبر کا حکم دے کر کہا گیا کہ دیکھو قانون قدرت اٹل ہے۔ تم سے ہزارہا سال پہلے عیلمیوں۔ ثمودیوں۔ عادیوں وغیرہ وغیرہ کے لئے بھی وہی تھا۔ جو آج تمہارے لئے ہے۔ قانون کی تابعداری میں تم بڑھ سکتے ہو، پھول سکتے ہو اور پھل سکتے ہو۔ نافرمانی سے تم بھی انہی گمنامی کے غاروں میں دھکیل دیئے جاؤ گے۔ جن میں تم سے پہلی اقوام گر کر فنا ہو گئیں۔ اور آج ان کی یاد میں دو نیک حرف کہنے والا بھی موجود نہیں۔

مگر باوجود ان تمام روشن و بیّن تعلیمات کے مسلمان کچھ ایسے غافل اور بے حس ہو رہے ہیں۔ کہ ان کی آنکھیں ہیں مگر دیکھتے نہیں۔ ان کے کان ہیں مگر سنتے نہیں۔ ان کے دماغ ہیں مگر سوچتے نہیں۔ ان کے پہلو میں دل ہے مگر احساس سے خالی۔ زمانہ ان کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر اس خواب گراں سے جگاتا ہے۔ مگر اف رے بیخودی کہ جاگنا تو درکنار پہلو بھی نہیں بدلتے۔ کہ کچھ تو زندگی کے آثار معلوم ہوں۔ الحمرا کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی۔ مراکش والجزائر۔ طرابلس و مصر کے مراکز علوم و فنون برباد ہو گئے۔ سمرقند و بخارا کے عظیم الشان سر بفلک دار العلوم کی عمارات بوسیدہ ہو ہو کر گر گئیں۔ بغداد و دمشق کے ہزارہا مدارس و مکاتب جن سے ابو حنیفہؒ و شافعیؒ جیسے فرزندان اسلام نکلے تباہ و برباد ہو گئے۔ اور سب سے آخر مگر سب سے خوفناک زلزلہ جس نے اسلام کی بنیادیں تک ہلا دیں۔ وہ اس چودھویں صدی کے نصف میں حرمین الشریفین کی حالت زار ہے، فاعتبروا یا اولی الابصار۔ یہ سب کچھ ہو الدہر رہا ہے مگر کیوں۔ اس لئے کہ مسلمان قانون قدرت (یعنی اسلام) سے برگشتہ ہوئے جس کا نتیجہ دیکھنا بھی ضروری ہے۔

کافرسازوں کا اول گروہ

باوجود ان تمام خونین مناظر کے مسلمانوں میں ایک خاص طبقہ ہے جس کو علمائے اسلام کے نام سے دنیا یاد کرتی ہے۔ یہ فرقہ جس کا [illegible]

تعلیم شہیدوں کے خون سے زیادہ قیمت رکھتا ہے۔ اور جن کی صحبت میں ایک لحظہ گزارنا ایک سال کی عبادت سے زیادہ مفید اور بابرکت ہے۔ جو قرآن حکیم کی ایک ایک زیر اور زبر زیر اور جزو میں اپنا گمیر بچھائے جاتے ہیں۔ اور جن کو معارف و دقائق قرآن کے حل کرنے میں ید طولےٰ حاصل ہے۔ اور جن کو خدا معلوم کیا کیا "کچھ نہیں آتا اور جاتا"۔ اس دنیا میں خدا کی رحمت۔ ہدایت کے شمع بردار مقرر کئے گئے تھے۔ اور ان کو حکم تھا۔ کہ مسلمانوں کو "حبل اللہ" کے ذریعہ نہایت مضبوطی سے باندھے رکھنا۔ اور کسی ایک کو بھی علیحدہ نہ ہونے دینا۔ محبت و مروت، مودت و اخوت۔ اور تمام ان الفاظ سے جو "ت" کے ساتھ ختم ہوتے ہیں۔ دیگر جن کے بعض بھی ان چار الفاظ سے ملتے ہوں، ان اسلامی موتیوں کو ایک ہی رشتہ میں پروئے رکھنا۔ کیونکہ ایک مسلمان کا کم ہو جانا اس عظیم الشان عمارت میں جس کی بنیاد خاتم النبیین و رحمۃ للعالمین کے تقدس مآب ہاتھوں نے رکھی گئی۔ اور جس کی دیواریں بلند کرنے میں خود اس عظیم الشان انسان اور اس کے جان نثار احباب کے خون نے سیمنٹ اور چونے کا کام دیا، نقص واقع ہونے کا خطرہ ہے۔ اور جب نقب زن چوری کے لئے آئے گا تو اس کو سیندھ لگانے میں آسانی ہوگی کیونکہ ایک اینٹ کے نکل جانے سے اس کا کام آسان ہو جائے گا۔ اور وہ دوسری اینٹوں کو اپنے اوزار سے جلد علیحدہ کر سکے گا۔ مگر واہ رے طبقہ علما! [illegible] عمارت کی بنیادوں میں خود ڈائنامیٹ بھر دیا۔ اور نقب زن کو ہاتھ بھی ہلانے کی تکلیف نہ دی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

دنیا میں جب سے اسلام آیا مختلف مذاہب نے سر توڑ کوششیں کیں۔ کہ مسلمانوں کو کافر بنایا جائے۔ ہر طرح کے حیلوں سے کام لیا گیا۔ مال و دولت کا لالچ بھی ایک مسلمان کو باوجود اس کی مفلسی و قلاشی کے پایہ ثبات سے نہ ہلا سکا۔ حسن جو دنیا میں سب سے بڑا کیمیا سحر ہے۔ اس کے وار بھی نوجوان مسلمان پر دور سے اور نزدیک سے پے در پے کئے گئے۔ مگر اسلامی منتر کے سامنے وہ بھی بے حیثیت ہو گیا۔ مگر کسی کو کیا معلوم تھا۔ کہ خود مسلمانوں میں ایک "متقیوں" کا گروہ ہے جو وہ کام کرے گا جو نہ کر سکتا ہے یسوع کی تمام ذریات اور سوامی دیانند کے چیلے چانٹوں کو بھی مشرالے، پادری جی اور سوامی جی تو اپنے پہلو تہی میں ناکام ہوئے۔ مگر یہ حضرت مفتی جی ایسے حربوں اور منتروں سے مسلح ہیں۔ کہ وہ ایک پل میں اگر چاہیں تو ایک نہیں دو نہیں [illegible] ہزار نہیں بلکہ لاکھوں اور کروڑوں جان نثاران اسلام کو کافر بنا دیں۔ اور پھر لطف یہ کہ نہ مال و دولت کا لالچ ہو اور نہ حسن دلکش کی جھلک۔ صرف مفت ہی دو چار روپے پانی کے صرف کریں گے

مسلمان جیسے اب تک ہیں دو چار ہو رہے مسرت کو رستے ہیں۔ جہاں کہ مسلمانوں کو کافر بنا دیں گے اگر چہ پہلی اور موجودہ جو رہا ہے کو پہلے سے معلوم ہو جاتا تو اسے کروڑہا روپیہ صرف کر نے اور یہ پا بندہ کا محکمہ بنا نیکی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔ وہ چند ماہ دارالعلوم دیوبند یا فرنگی محل کی ٹکسالوں میں استادان فن کافر سازی کی زیر نگرانی رہ کر فن کافر سازی کو احسن طریقہ سے سیکھ کر ایسی طرح محبت کے یہ جاہلوں کا کام کر سکتا۔ نو دہ کرتا تو لپنے۔ ریاست کا فر سازی کے لئے (یعنی پادریوں کیلئے) نہایت وسیع میدان پیدا کرنا مقصد ان کا صرف مسلمان کو کافر بنا نا ہے جو مندرجہ بالا طریقہ سے آسانی سے ہو سکتا ہے۔ اور وہ صرف طبقہ "علمائے اسلام" کی معرفت ہی ہو سکتا ہے۔ جس کی ہینگ لگے نہ پھٹکری" بقول کسے اس کافر ساز گروہ کا کوئی خاص مسلک یا مقصد نہیں۔ یہ محض ان کا مشغلہ ہے۔ البتہ کچھ تھوڑی سی شہرت مد نظر ہوتی ہے۔ تاکہ دنیا کو معلوم ہو جائے۔ کہ فلاں مولانا بھی پانچوں سواروں میں سے ہیں جیسے کسی فرنگی محلی مولانا نے گذشتہ دنوں سلطان ابن سعود پر "مطلق کافر ہونیکا فتوےٰ صادر فرمایا تھا۔ بایں قبیل اور بہت سے "مولانا" ہیں۔ جن کو صرف یہی ایک فن آتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہی مسلمانوں پر رحم کرے۔ آمین۔

سنگساری کے متعلق

معاصرین کے خیالات

افغانستان کا وحشیانہ فعل

معزز معاصر "ریاست" دہلی اپنی ۱۲ فروری کی اشاعت میں رقمطراز ہے:۔

اس سے پہلے امیر امان اللہ خاں والئی افغانستان کے حکم سے ایک قادیانی نعمت اللہ خاں کو صرف مذہبی عقائد کے باعث سنگساری کی سزا دی جا چکی ہے جس کی متعدد معقولیت پسند مسلمان اخبارات نے بھی مخالفت کی۔ اور اس وحشیانہ فعل کے خلاف علانیہ صدائے احتجاج بلند کی۔ اور اب دو قادیانیوں کو عام پبلک کے سامنے صرف اس جرم میں پتھروں سے مار مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ کہ ان کے مذہبی عقائد قادیانی تھے۔ اور وہ والئی افغانستان کے اصولوں کے پابند نہ تھے۔

افغانستان گورنمنٹ کا یہ وحشیانہ فعل موجودہ زمانہ میں اس قدر قابل نفرت ہے۔ کہ جس کے خلاف مہذب ممالک جتنا بھی صدائے احتجاج بلند کریں۔ کم ہے۔ یقیناً امیر افغانستان کے غیر مذاہب کے ساتھ کئے گئے۔ اس سلوک نے دنیا پر ثابت کر دیا ہے۔ کہ گو افغانستان اس زمانہ میں مہذب ہونے کا مدعی ہے۔ مگر فی الحقیقت وہ اس درندگی سے محروم نہیں ہوا جو اُسے ہزارہا سال سے اپنے بادشاہوں سے وراثت میں ملتی آئی ہے۔

دنیا میں کسی شخص کا مذہبی عقائد کی صورت میں حکومت کی طرف سے ظلم کیا جانا اور بے رحمی کے ساتھ قتل کیا جانا باعث شہادت ہوا کرتا ہے۔ اور بلاشبہ نعمت اللہ اور اس کے دو شجاع اور بہادر قادیانی بھی شہید کہلائے جانے کے مستحق ہیں۔ جنہوں نے اپنے عقائد کے مقابلہ پر دنیادی لالچ اور راحت و آرام کی پرواہ نہ کی۔ اور اپنے فانی جسم کو پتھروں۔ اینٹوں اور دوسری بے جان چیزوں کے حوالہ کر دیا ہے۔

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

ہم جہاں افغان حکومت کے اس ظالمانہ فعل کے خلاف نفرت اور انتہائی حقارت کا اظہار کرتے ہیں۔ وہاں ان شہدا کے خاندان اور قادیانی فرقہ کے تمام لوگوں کو مبارکباد دیتے ہیں۔ کہ انہوں نے اپنے عقائد پر مضبوط رہ کر دنیا میں ظاہر کر دیا۔ کہ ہندوستان اب بھی اپنے عقائد کے مقابلہ پر بڑی مصیبت کو لبیک کہنے کے لئے تیار ہے۔

افغانستان میں دو اور احمدیوں کی سنگساری

معزز ہمعصر "تیج" ۱۰ فروری ۱۹۲۵ء کے پرچہ میں لکھتا ہے:۔

"پچھلے دنوں جب کابل میں قتل مرتد کے اسلامی عقیدے کے مطابق مولوی نعمت اللہ خان قادیانی کو حکومت افغانستان کے حکم سے نہایت بیدردانہ طریق پر سنگسار کیا گیا تھا تو اس کے خلاف صدائے

مہذب دنیا نے آواز بلند کی تھی اور قتل مرتد کے اسلامی عقیدہ کے خلاف عالمگیر اظہار ناراضگی کیا گیا تھا جس سے نادم ہو کر ہر اور ان وطن کے ایک طبقہ نے گمراہ کن بیانات کو اشاعت دیکر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ نعمت اللہ خان کو اسکے قادیانی ہونے یا قادیانی عقائد کا مملکت افغانستان میں پرچار کرنے کی وجہ سے سنگسار نہیں کرایا گیا بلکہ اس کا قصور یہ تھا کہ اس نے سیاسیات افغانستان میں دخل دیا تھا۔ اس طبقہ کا خیال تھا کہ اس طریق پر وہ مہذب دنیا کی اسلام کے بارہ میں رائے تبدیل کرنے میں کامیاب ہو جائینگے جو قتل مرتد کے خوفناک عقیدہ کی بدولت مولوی نعمت اللہ خان کی سنگساری سے مہذب دنیا قائم کر چکی تھی۔ لیکن مثل مشہور ہے جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ چنانچہ کابل سے آمدہ تازہ ترین اطلاعات ہیں جن میں دو قادیانی دوکانداری نے ظالمانہ سنگساری کے واقعات بیان کئے گئے ہیں دنیا پر روشن کر دیا کہ ان کی کوششیں صداقت پر مبنی نہیں تھیں۔ کیونکہ اگر اسلام میں قتل مرتد کا عقیدہ نہ ہوتا۔ اور حکومت افغانستان اس پر عمل نہ کرتی تو آج وہ غریب قادیانی دکاندار پر ایسی شرمناک عمل کو نہ دہرایا جاتا جس کے لئے وہ کسی قسم کا عذر پیش نہیں کر سکتے کیونکہ وہ دکاندار قادیانی بیچارے تو احمدیت کی تبلیغ کا کام بھی شاید نہ کر سکیں۔ سیاسیات میں دخل دینا تو دور کی بات ہے۔

ہمارے خیال میں اسقدر قلیل عرصہ کے بعد دو مزید احمدیوں کی سنگساری کے افسوسناک واقعہ نے دنیا پر یہ بات بخوبی روشن کر دی ہے کہ اسلام میں ایک بڑا طبقہ ایسا موجود ہے جو اس قسم کے بیرحمانہ و شرمناک قتل کو اسلامی شریعت کے مطابق سمجھتا ہے اسلئے ہم اس بحث میں پڑتے ہوئے کہ قتل مرتد کا عقیدہ تعلیم الاسلام کے موافق ہے یا مخالف۔ ان لوگوں کو مشورہ دیتے ہیں جو دل سے اسلامی مفاد کے خواہاں ہیں اور چاہتے ہیں کہ اسلامی عقائد کے بارہ میں کوئی بری رائے قائم نہ کرے۔ ان کا فرض ہے کہ بجائے اس قسم کے قتل کی حرکات کی پردہ پوشی کرنے کے علی الاعلان اسکی مذمت و مخالفت کریں اور دنیا کو بتلائیں کہ اس قسم کی وحشت انگیزی شعار اسلام نہیں تاوقتیکہ وہ ایسا نہیں کرینگے قتل مرتد کا خوفناک عقیدہ جاہل مسلمانوں کے دماغوں پر اسدرجہ قابو پائیگا کہ آئندہ کا غلبہ ہے۔ اور تعجب نہیں کہ ہندوستان بھی اسکے اثر سے محفوظ نہ رہے۔ ہمارے خیال میں اب نہ صرف مسلمانوں ہی کا یہ فرض ہے بلکہ دنیا بھر کے دیگر مذاہب کے لوگوں کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ دنیا کے چالیس کروڑ آدمیوں کے دماغوں کو ایک خوفناک عقیدہ کا غلام ہونے سے بچائیں۔ کیونکہ اگر عقیدۂ مذکور دنیا کے دیگر مذاہب کے حق تبلیغ کو چھینتا ہے اور دیگر مذاہب کے لوگوں کی مذہبی آزادی کا خون کرتا ہے تو قیام امن و امان کے بھی سراسر منافی ہے۔ پس ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارے بعض معزز برادران اس مرتبہ زیادہ جرأت اور مردانگی سے کام لینگے اور دیوبند کے نام نہاد علماء کی طرف سے کفر کا فتویٰ صادر ہونے کا خوف نہ کرتے ہوئے نئے دیرک قتل مرتد کے خوفناک عقیدہ اور حکومت افغانستان کے افسوسناک طرز عمل کے خلاف آواز بلند کرینگے۔

ہماری پختہ رائے ہے کہ اگر نعمت اللہ خان کی سنگساری پر حکومت افغانستان کو ہندوستان کے نام نہاد علماء کی طرف سے بجائے پیغامات مبارکباد کے بھیجنے کے اسکے خلاف اظہار ملامت کیا جاتا تو بہت اغلب تھا کہ اسقدر جلد دو اور قادیانیوں کی سنگساری کی نوبت نہ آتی۔ برادران وطن شاید ہم سے ناراض ہوں لیکن ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اس لحاظ سے ہم ایسے مسلمانوں کو ان دو قادیانیوں کی سنگساری کے لئے اخلاقی طور پر ذمہ وار سمجھتے ہیں جو یہ محسوس کرتے ہوئے کہ مذہبی عقیدہ کی مخالفت کی وجہ سے کسی کو سنگسار کرانا ایک شرمناک و خلاف تہذیب حرکت ہے۔ اپنی پوری طاقت سے اسکی مخالفت نہیں کرتے دوستی کی تعریف کرتے ہوئے بعض اہل خیال حضرات نے کہا ہے کہ سچا دوست اور بہی خواہ وہی ہے جو دوست کی خوبیوں کی ہی تعریف نہ کرے بلکہ اسکی برائیوں کو بھی بلا جھجک اس پر ظاہر کر دے۔ اگر دوستی کی یہ تعریف ٹھیک ہے تو کیا ہم مولانا محمد علی، شوکت علی، حکیم صاحب مولانا ابوالکلام آزاد و دیگر محترم مسلم لیڈران سے توقع کر سکتے ہیں کہ حکومت افغانستان کے سچے بہی خواہ ہونے کی حیثیت سے اس معاملہ میں قتل … اپنی پوری طاقت سے قتل مرتد کے خوفناک

عقیدہ ترک کرنے اور معصوم لوگوں کو سنگسار کرانے کے افسوسناک طرز عمل سے پرہیز کرنے کا مشورہ دینگے۔"

دروغ بیفروغ

میاں غلام رسول صاحب کوارٹ پورہ کشمیر نے اخبار "الفضل" پر ہمارے بھائی منشی محمد عبداللہ صاحب شوپیانی ساکنہ باڑی پورہ کشمیر پر چند الزامات بطور بہتان لگائے تھے جن کا جواب برادر موصوف نے مفصل طور پر دندان شکن دیا ہے۔ اور میاں غلام رسول صاحب کی اپنی ہسٹری بھی بیان کی ہے۔ جسے ہم مصلحتاً درج کرنا پسند نہیں کرتے۔ اگر اسنے پھر لکھا تو مفصل حالات درج کر دئے جائیں گے۔

اس نے ہمارے بھائی پر تین الزام دئے ہیں۔ اول کہ اس نے بیعت نہیں کی۔ دوم الزام … کی ادائیگی کے متعلق ہے۔ سوم کہ جو لوگ ہماری جماعت میں شامل … بیان لئے گئے ہیں وہ بدستور حضرت صاحب کو گالیاں دیتے ہیں۔

الزام اول کی رد میں دو ثبوت برادر موصوف نے پیش کئے ہیں۔ اول جماعت قادیان کا سکرٹری غلام محی الدین صاحب جسے کا رد بیعت دیا گیا تھا۔ اور جس کے ذریعہ سے ان کا نام "الفضل" ۱۹۱۴ء میں شائع ہو چکا ہے۔ دوم۔ قادیانی جماعت ان کے پیچھے نماز ادا کرتی رہی ہے۔ اور ابھی دو ماہ کا عرصہ ہوا کہ غلام محی الدین سکرٹری ان کے پیچھے نماز ادا کر چکا ہے۔ حالانکہ غیر احمدی کو کافر سمجھکر یہ لوگ ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔

امر دوم چندہ کے متعلق بیشک وہ باقاعدہ چندہ ادا کر سکنے کی کوئی صورت نہ رکھتے تھے تاہم فروخت شدہ برلن مسجد کے چندہ میں انہوں نے شمولیت کی تھی۔

امر سوم جو لوگ ان کے ذریعہ سے احمدی ہوئے ہیں۔ وہ ہرگز گالی گلوچ نہیں دیتے۔ گو ان میں سے ایک دو غیر احمدیوں کے رعب میں آگئے ہیں تاہم وہ گالی گلوچ نہیں نکالتے۔ اگر حضرت صاحب کی نبوت کا جھٹلانا جیسا کہ قادیانیوں کا عقیدہ ہے گالی گلوچ ہے تو ساری لاہوری احمدی جماعت اس نبوت کو جھٹلاتی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۳ ، ۲۷ و ۳۰ رجب المرجب ۱۳۴۳ھ مطابق ۲۱ و ۲۴ فروری ۱۹۲۵ء نمبر ۳۱ و ۳۲

معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ماہ رجب کی ستائیسویں تاریخ معراج نبوی کے عظیم الشان دن کی یادگار ہے۔ معراج کیا ہے؟ کیونکر ہوا؟ اس کی غرض کیا تھی؟ یہ سوالات ہیں جو اس موقع پر ایک مسلمان اور غیر مسلم کے دل میں بھی پیدا ہو سکتے ہیں۔ اور ہوتے ہیں۔ ہم نے اس ضرورت کو محسوس کرکے حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں اس موضوع پر ایک مختصر مضمون لکھنے کی درخواست کی جس کو بخوشی خاطر آپ منظور کرنے کے لئے تیار تھے اگر بعض دوسری اہم مصروفیات دینی آپ کو تھوڑی سی بھی فراغت ہوتی۔ تاہم آپ نے ذیل کے ضروری مضمون کی طرف جو بیان القرآن میں آپ اسی موضوع پر لکھ چکے ہیں ہمیں توجہ دلائی۔ اور اس کو قارئین کرام "پیغام صلح" کے لئے نقل کرنے کا ارشاد فرمایا۔ اس مضمون میں وہ سب کچھ آ جاتا ہے جس کی ضرورت معراج کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے ہو سکتی ہے۔ اور ہمیں امید ہے کہ ہمارے قارئین کے لئے یہ از بس مفید ثابت ہوگا۔ (ایڈیٹر)

سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصا الذی برکنا حولہ لنریہ

وہ ذات پاک ہے جو ایک رات اپنے بندے کو پاک مسجد سے دور کی مسجد کی طرف لے گیا جس کے ارد گرد ہم نے برکت دی

من اٰیتنا انہ ھو السمیع البصیر

تاکہ ہم اسے اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں، بے شک وہ سننے والا دیکھنے والا ہے

آیت اسرا اور احادیث معراج

اس آیت میں اللہ تعالےٰ کے نبی کریم صلعم کو رات کے وقت مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ کو لے جانے کا ذکر ہے۔ اور مفسرین اس سے مراد معراج لیا ہے۔ کیونکہ حدیث معراج میں نبی کریم صلعم کو پہلے بیت المقدس میں لے جانے کا ذکر ہے، احادیث اس بارہ میں بہت سے ہیں۔ اور ان میں سے صحیح بھی ہیں حسن بھی اور ضعیف بھی۔ اور ان میں بہت اختلافات بھی ہیں۔ یہاں تک کہ انہی اختلافات کی وجہ سے بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے، کہ معراج کئی بار ہوا ہے۔ ایک بار نہیں۔ مگر کثیر صحابہ سے اس روایت کا پایا جانا اور سب میں ایک ہی معراج کا ذکر پایا جانا صاف بتاتا ہے کہ واقعہ تو صحیح ہے، اور ہے بھی ایک لیکن بوجہ نوعیت قصہ کے اس میں راویوں سے اختلاف ہو گیا ہے خلاصہ احادیث معراج کا یہ ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلے بیت المقدس میں تشریف لے گئے اور پھر سب ساتوں کی سیر آپ کو کرائی گئی یہاں تک کہ آپ ان تمام مقامات سے اوپر نکل گئے جہاں تک دوسرے انبیاء علیہم السلام پہنچے تھے۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پانچ نمازوں کا فرض ہونا بھی واقعہ معراج سے ہی متعلق ہے۔

معراج کے متعلق امت میں دو گروہ

اس بارہ میں سب سے پہلا سوال یہ ہے کہ آیا معراج جسد عنصر کے ساتھ تھا۔ یا نہیں اور اس بارہ میں امت میں دو گروہ ہوئے ہیں کثیر گروہ اسے جسم عنصری کے ساتھ مانتا ہے۔ اور قلیل گروہ جن میں حضرت عائشہ صدیقہ اور معاویہ اور حسن ہیں اسے رویا مانتا ہے، ابن کثیر اس پر بحث کرتے ہوئے ابن اسحاق کے الفاظ نقل کئے ہیں۔ واللہ اعلم ای ذالک کان قد جاءہ وعاین من اللہ فیہ ما عاین علی ای حالہ کان نائما او یقظانا کل ذالک حق وصدق یعنی اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ کہ معراج جسم عنصری سے تھا یا بغیر اس کے ہاں آپ اللہ تعالےٰ کے حضور گئے اور اس میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے جو دیکھنا تھا دیکھا۔ خواہ کسی حالت میں ہو یعنی سوتے یا جاگتے۔ یہ سب حق وصدق ہے۔ اور یہی بات اقرب الی الصواب ہے۔ مگر آج اس بات پر تعجب ہے، کہ صرف اس بات کے کہنے کی وجہ سے کہ معراج روحانی تھا تکفیر تک نوبت پہنچائی جاتی ہے۔

معراج کے جسد عنصری کے ساتھ ہونیکی دلائل

جن لوگوں نے معراج کو جسمانی مانا ہے ان کی دلائل حسب ذیل ہیں اول یہ کہ اسے ایک عظیم الشان واقعہ کے طور پر بیان کیا گیا ہے یہاں تک کہ اس کی ابتدا سبحان الذی سے ہوتی ہے۔ دوم یہ کہ اگر جسمانی نہ ہوتا تو کفار قریش تکذیب نہ کرتے۔ سوم یہ کہ بعض مسلمان اس بات کو سن کر مرتد بھی ہو گئے تھے۔ چہارم یہ کہ لفظ عبد مجموعہ جسم و روح سے عبارت ہے۔

ان میں سے پہلی بات تو چنداں قابل توجہ نہیں۔ معراج روحانی بھی ہو تو اس کی عظمت کم نہیں ہو جاتی۔ عظمت تو اس لحاظ سے ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کو تمام انبیاء سے بلند تر مقام پر پہنچایا گیا۔ دوسری بات کہ کفار تکذیب نہ کرتے یہ بھی کوئی مضبوط دلیل نہیں اس لئے کہ کفار تو آنحضرت صلعم پر وحی آنے کی بھی تکذیب کرتے تھے۔ اور حضرت ابوبکر کا جواب بھی اسی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کہ جب آپ کے سامنے ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا انی اصدقہ علی بعد من ذالک اصدقہ علی خبر السماء غدوۃ او روحۃ میں تو اس سے بھی زیادہ بعید از قیاس پر آپ کی تصدیق کرتا ہوں۔ میں تو ۔ ۔ ۔ اس کو بھی سچا مانتا ہوں کہ صبح شام آپ پر آسمان کی خبر آتی ہے۔ تیسری بات کہ بعض مسلمان مرتد ہو گئے تھے صحیح معلوم نہیں ہوتی۔

روایات میں ہیں کہ بعض لوگ مرتد ہو گئے تھے۔ مگر ابوسفیان والی حدیث اس کی تردید کرتی ہے۔ جہاں قیصر کے اس سوال کے جواب میں کہ کوئی مسلمان مرتد ہوتا ہے۔ ابوسفیان نے یہ جواب دیا حالانکہ وہ اس وقت مسلمان بھی نہ تھا۔ کہ دین سے ناراض ہو کر کوئی مرتد نہیں ہوتا۔ اور چوتھی بات بہت ہی کمزور ہے۔ کیونکہ رویا میں جو کچھ انسان دیکھتا ہے وہ گو اس جسد عنصری سے نہ ہو مگر روح کو ایک اور جسم مل جاتا ہے۔ اور حالت کشفی میں بھی جو رویا سے زیادہ صفائی کی حالت ہے۔ ایک اور نورانی جسم عطا ہوتا ہے۔ جس کے ساتھ انسان کسی دوسرے عالم کی اشیاء کو دیکھتا ہے۔ حضرت ابراہیم کہتے ہیں انی اریٰ فی المنام یہ دیکھنے والا بھی تو روح مع الجسم ہی ہے۔ مگر وہ جسم جو رویا اور کشف میں ملتا ہے۔ یہ جسم عنصری نہیں ہوتا۔ یہ جہاں ہو وہیں رہتا ہے۔ اور انسان کہیں کا کہیں ہو آتا ہے۔ لوگ چونکہ انبیاء علیہم السلام کے رویا کو بھی اپنے خوابوں کی طرح سمجھتے ہیں۔ اس لئے خیال کرتے ہیں کہ رویا کے نیچے حقیقت ہی کیا ہے۔

معراج کے جسد عنصری کے ساتھ نہ ہونیکی دلائل

غور کیا جائے تو خود قرآن کریم سے اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحیح مذہب وہی ہے جس کی طرف قلت گئی ہے یعنی یہ کہ معراج نبوی اس جسد عنصری سے نہیں بلکہ نورانی جسم کے ساتھ تھا جو اللہ تعالےٰ حالت کشف میں اپنے برگزیدوں کو عالم روحانی کی سیر کے لئے عطا فرماتا ہے۔ قرآن کریم میں پہلی دلیل تو خود یہ موجود ہے، کہ اسی سورت میں معراج کا ذکر کرکے فرمایا۔ وما جعلنا الرویا التی اریناک (۶۰) جہاں صاف الفاظ میں اسے رویا کہا ہے۔ اور رویا کا لفظ عالم خواب سے مخصوص ہے، جس میں جسد عنصری حرکت نہیں کرتا۔ والرویا ما اریٰ فی المنام (رغ)، رویا وہ ہے جو خواب میں دیکھا جاتا ہے۔ دوم جب کفار نے جسد عنصری کے ساتھ اوپر جانے کا مطالبہ کیا۔ او ترقیٰ فی السماء (۹۳)، تو اس کا جواب دیا۔ قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا، گویا یہ تقاضائے بشریت کے خلاف ہے۔ کہ انسان اس جسد عنصری کے ساتھ اس زمین کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ پر چلا جائے جیسا کہ دوسری جگہ ہے۔ الم نجعل الارض کفاتا احیاء وامواتا (المرسلٰت ۲۵ ، ۲۶) سوم حدیث بخاری میں صاف یہ لفظ ہیں۔ فی ما یری قلبہ وتنام عینہ ولا ینام قلبہ یعنے اس حالت میں معراج ہوا جب آپ کا قلب دیکھتا تھا اور آپ کی آنکھ سوئی تھی مگر دل نہیں سوتا تھا۔ اور اسی حدیث کے آخر میں یہ لفظ ہیں۔ واستیقظ وھو فی المسجد الحرام، پھر آپ جاگ اٹھے۔ اور آپ مسجد حرام میں تھے جس سے صاف ثابت ہوا کہ یہ سب کچھ آپ پر حالت خواب میں وارد ہوا۔ اور دوسری روایت میں جو وہ بھی بخاری کی ہے معراج کی حالت کو بین النائم والیقظان یعنے سوتے اور جاگتے کے درمیان یا حالت کشف قرار دیا ہے، اور مطلب دونوں کا ایک ہے۔ چہارم جو کچھ آنحضرت صلعم نے معراج میں دیکھا۔ اس کا اسی زمین پر حالت کشف یا رویا میں دیکھنا ثابت ہے اول بیت المقدس۔ حدیث میں ہے کہ جب کفار نے آپ کی بات کو نہ مانا اور بیت المقدس کے حالات دریافت کئے تو اللہ تعالےٰ نے بیت المقدس کو آپ کے سامنے کر دیا۔ یعنی کشفی حالت میں، اور آپ نے ان کو سب کچھ بتا دیا۔ قمت فی الحجر فجعل اللہ لی بیت المقدس فطفقت اخبرھم عن اٰیاتہ وانا انظر الیہ گویا جیسا کہ خود امام نووی اللہ تعالےٰ نے بیت المقدس میرے سامنے کر دیں اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ دوسرا جنت و نار۔ حدیث کسوف میں ہے۔ کہ آپ نے فرمایا کہ مجھے اس جگہ سب کچھ دکھا دیا گیا۔ یہاں تک کہ بہشت اور دوزخ بھی۔ اور یہ اس وقت کا ذکر ہے جب آپ نماز کسوف پڑھا رہے تھے۔ چنانچہ بخاری ابواب الکسوف میں حدیث اسماء بنت ابی بکر میں یہ لفظ ہیں۔ قال ما من شیء کنت لم اراہ الا وقد رایتہ فی مقامی ھذا حتی الجنۃ والنار یعنی کوئی چیز نہیں جسے میں نے نہیں دیکھا تھا۔ مگر وہ مجھے اس مقام پر یعنے نماز پڑھتے پڑھتے دکھا دی گئی یہاں تک کہ بہشت اور دوزخ بھی دکھا دیئے گئے۔ تیسرا اللہ تعالےٰ جس طرح معراج میں دنا فتدلیٰ کا نظارہ ہوا اسی طرح احمد اور ترمذی کی روایت میں ہے۔ جسے حدیث صحیح کہا گیا ہے۔ جو معاذؓ سے روایت ہے۔

انی قمت من اللیل فصلیت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فاذا انا بربی فی احسن صورۃ ۔ ۔ ۔ ۔ فرایتہ وضع کفہ بین کتفی حتی وجدت برد انا ملہ بین صدری یعنی میں رات کے وقت اٹھا اور نماز پڑھی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تب ناگہاں میں نے اپنے رب کو احسن صورت میں دیکھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تب میں نے دیکھا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنا ہاتھ میرے کندھوں کے درمیان رکھا۔ یہاں تک کہ میں نے اس کی انگلیوں کی ٹھنڈک اپنے سینہ میں پائی۔ تو جب اللہ تعالےٰ کو جنت و نار کو، بیت المقدس کو مکہ یا مدینہ میں دیکھ لیا۔ تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ یہ نظارے اسی زمین پر دکھا دیا کرتا ہے۔ اور ان کے لئے نقل مکانی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ہاں اللہ تعالےٰ کو یہ بھی قدرت ہے کہ وہ ایک انسان کو اٹھا کر لے جائے۔ یہاں تک کہ جنت دکھا دے۔ اور یہ بھی کہ جنت کو اٹھا کر لائے یہاں تک کہ ایک انسان کو دکھا دے دونوں صورتوں میں قدرت میں کوئی فرق نہیں اور نہ اس سے قدرت میں کچھ فرق آتا ہے۔ کہ ایک چیز اپنی جگہ پر بھی ہو اور اللہ تعالےٰ نے اس کا تمثل دوسری جگہ بھی دکھا دے۔

معراج کی غرض

یہاں معراج کی ایک غرض بھی بتائی ہے لنریہ من اٰیاتنا یعنی

معراج کی حقیقت

شب معراج عروج تو از افلاک گذشت
بمقامے کہ رسیدی نہ رسد ہیچ نبی

(حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری کے قلم سے)

معراج کے کوئی معنے لئے جائیں، علماء صوفی فلسفی اس کی جو چاہیں تشریح کریں۔ قدسی کا مندرجہ بالا شعر ہر معنوں میں صحیح نظر آتا ہے۔ اگر آنحضرت صلعم زمین سے آسمان پر اور پھر آسمان اول سے کل افلاک سے آگے عرش معلّٰی تک جا پہنچے۔ تو یہ کونسا ان کیلئے مستبعد امر تھا جبکہ ان کا قلب مبارک جس رفعت کو پہنچا تھا۔ وہاں دیگر انبیاء علیہم السلام کے قلوب پہنچے ہوئے نظر نہیں آتے۔ ہماری دنیوی رفعت اور سوشل ترقی بھی تو ہمارے قلب و دماغ کی رفعت کے ساتھ ساتھ چلتی ہے۔ اسی طرح ہماری روحانی کیفیات کا بھی حال ہے، وسعت قلب سے ہی رفع روحانی ہوتا ہے۔ اور اس رفعت روح کے ماتحت ہی انسان مختلف افلاک سے کہیں پرے چلا جاتا ہے۔ شرح صدر سے کوئی ممدوح انس و ملک "ورفعنا لک ذکرک" کا مستحق ہو جاتا ہے۔

معراج کی رات آنحضرت صلعم مختلف آسمانوں سے گذرتے ہوئے عرش تک پہنچے۔ قاب قوسین کے مصداق ہوئے، راستہ میں مختلف انبیاء علیہم السلام انہیں مختلف آسمانوں پر نظر آئے، جناب آدمؑ اگر آسمان اول پر تھے۔ تو جناب مسیحؑ فلک چہارم پر نظر آئے، جناب موسیٰ پانچویں آسمان پر آپ کو ملے تو جناب ابراہیمؑ چھٹے آسمان پر علیٰ ہذا ہر آسمان پر ایک نہ ایک نبی نظر آیا۔ معراج کی رات کس نگاہ نے نظارے دیکھے، وہ کشفی تھی یا جسمانی۔ یہ انبیاء علیہم السلام فی الواقع ان آسمانوں پر کھڑے تھے۔ یا یہ ان کے روحی رفعت کے مقامات کا ایک کشفی نظارہ تھا۔ میں اس مختصر مضمون میں ان امور پر بحث کرنی نہیں چاہتا۔ میں ہر دو امور قبول کرنے کیلئے تیار ہوں۔ اور ان کیلئے دلائل بھی رکھتا ہوں۔ سما کے معنے رفعت اور بلندی کے بھی ہیں۔ مرنے کی بعد کی رفعت یہاں کی قلبی کیفیت سے وابستہ ہوتی ہے، اور قلبی کیفیات کی رفعت کا اندازہ اس بات پر ہے، کہ انسان کہاں تک اخلاق خداوندی اپنے اندر رکھتا ہے۔

کل صفات الٰہیہ کی سرتاج صفت ربوبیت ہے، یا ان سب کیلئے رب العالمین بطور اُم ہے جس کے ظہور کے خاص خط و خال الوہین رحمانیت۔ رحیمیت اور مالکیت ہیں۔ باقی اسماء حسنہ مندرجہ قرآن کل کے کل ان چار صفات کے تلے آجاتے ہیں۔ ہر ایک چیز خواہ وہ کسی عالم سے تعلق رکھتی ہو محض حق مخلوقیت کی بناء پر اس ربوبیت عامہ سے مستفیض ہوتی ہے، اس فیض کی تقسیم میں کوئی تمیز نہیں ہوتی۔

اس وسیع قلب کے ساتھ رب السموات والارض عرش عظیم پر متمکن ہیں۔ خاک کے پتلے میں جو قلب ہے، وہ بھی اسی قلب الٰہی کا ایک ظل ہے، اسکی وسعت بھی عرش عظیم تک ہے۔ اگر اس کے قوا اور اس کے مکسوبات کل کے کل بلا تمیز قوم و رنگ و جنس مخلوق الٰہیہ کی پرورش میں لگ جائیں، یعنی انسان رب العالمین والے اخلاق کا متخلق ہو جائے تو یہی مقام قاب قوسین ہے جہاں انسانی قوس کا اوپر کا حصہ ربانی قوس کے پہلے حصہ سے جا ملتا ہے۔

جس طرح کائنات میں بیاہات بلندیاں دسموات، ہمارے سمٰوات ہیں، قلب انسانی کی رفعت کے بھی سات ہی سموات ہیں، انسان کی اندر کی ضروریات اور ان کے دفعیہ کے اسباب کے تہیہ کا احساس انسان میں اور ایسا ہی حیوان میں ایک چیز پیدا کرتا ہے، اس کو ادراک کہتے ہیں۔ اس ادراک و رفعت و بلوغت کے سات مقام ہیں۔ حیوان جب کسی ضرورت یا اشتہا کو محسوس کرتا ہے، تو جہاں کہیں بھی اس دفع ضرورت کے اسباب ہوں، وہاں پہنچتا ہے اور اس بات کی تمیز نہیں کرتا کہ کہاں تک ان اسباب سے متمتع ہونیکا اسے حق حاصل ہے۔ حیوان کے سامنے جو آئے اس پر منہ مارتا ہے یہی قلب حیوانی کی کیفیت ہے۔ انسانوں کا ایک بھاری حصہ آج اسی قلب و ادراک کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ جو چیز دیکھتے ہیں اسے اپنی سمجھتے ہیں اور اس پر قبضہ کرنے میں تامل نہیں کرتے، خواہ اس حصول کا ذریعہ چوری ہو یا سینہ زوری۔ چور، ڈکیت، دغاباز مختلف جرائم پیشہ اور آجکل کی مہذب فاتح قومیں یہ سب کی سب ایک قطار میں ادراک کی اس پہلی منزل یا قلب حیوانی کو اپنے اندر لئے ہوئے ہیں اس سے حقیقی تمدن قائم نہیں ہوسکتا۔ تمدن کی پہلی منزل نصفت شعاری سے وابستہ ہے جہاں ہر ایک کے حقوق کا پاس ہو، پھر انسان وہی لے، جو اس کا حق ہو، اور خوشی سے دوسرے کو اس کا حق لینے دے یعنی خواہ وہ کسی کو فائدہ تو نہ پہنچا سکے لیکن دیگر مخلوق قطعاً قطعاً اس کی اذیت اور نقصان رسانی سے بچ جائے۔ جو اس حالت کو حاصل نہیں کرتا، وہ حیوان بھی نہیں اس سے بدتر ہے، انہی کا نام قرآن نے کالانعام بل ہم اضل رکھا ہے۔

الغرض عقل سے کام لینے والا ادراک کی دوسری منزل پر ہوتا ہے لیکن وہ حیوانیات کے پہلے آسمان طے کرلیتا ہے۔ اور اس کیلئے جنت اول کے دروازے کھلجاتے ہیں سامنے فلسفی اصطلاح میں ادراک انفرادی کہتے ہیں۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ انسان میں دوسرے ادراک پیدا ہوتے ہیں یعنی وہ دوسروں کی ضروریات کو اپنی طرح سمجھنے لگتا ہے۔ اور ان کی تکلیف کو اپنی تکلیف جانتا ہے۔ اس ادراک کے پیدا ہونے سے اس کی روحانی ترقی ہوتی ہے چنانچہ اس سے پہلی منزل ادراک وہی ہے۔ جب انسان اپنی ضروریات کی طرح عیال کی ضروریات کو سمجھے۔ اور اسی جوش و خروش سے ان کا تہیہ کرے۔ جیسے اپنے لئے کرتا ہے۔ یہ ادراک علی العموم انسان میں شادی کرنے کے بعد پیدا ہوتا ہے۔ قرآن نے شادی کرنے کا مقصد اس خلق کو پیدا کرنا بتلایا ہے۔ وجعل بینہم مودۃ ورحمۃ۔ اس کے بعد ادراک کی تیسری منزل اس انسان کو حاصل ہوتی ہے۔ بال بچوں کی چار دیواری سے گذر کر اپنے سب کنبہ کو دیگر افراد سے اسطرح سلوک کرنے کی اہلیت اپنے اندر دیکھتا ہے جیسے وہ اپنی ذات سے اور اپنے اہل و عیال سے کرتا ہے۔ اس کا نام صلہ رحمی ہے۔ اسکے بعد اسکی ہمدردی اور اس کا حسن سلوک اس قوم کے ساتھ پیدا ہو جاتا ہے جس میں وہ پیدا ہو۔ وہ اپنی کل قوم کو اپنا کنبہ بنا لیتا ہے۔ ان اخلاق کے متصف روحانی رفعت کے چوتھے آسمان پر ہوتے ہیں۔ پھر اہل ملک سے کنبہ کی طرح سلوک کرنا۔ اور اس کے بعد جنس انسان کو حقیقی معنوں میں اپنا کنبہ سمجھنا یہ سلوک روحانیت کی پانچویں یا چھٹی منزل ہوتی ہے۔ اس کے بعد وہ منزل ہے جہاں کل کی کل مخلوق الٰہیہ انسان کا اپنا خاندان ہو جاتا ہے۔ اس مقام کا مالک ایک ادنےٰ سے ادنےٰ جانور کی تکلیف و ضرورت کو اپنی تکلیف و ضرورت سمجھتا ہے۔ اور اس کے دفعیہ کا انتظام کرتا ہے۔ ان ترقیات کے لئے جیسا کہ میں نے کہا ہے ضروری ہے کہ گو انسان سے کسی دوسری جماعت کو فائدہ نہ پہنچے لیکن اس سے اسکو نقصان تو مطلق نہ پہنچے کیونکہ یہ صفت منزل دوم میں ہی ضروری ہو جاتی ہے جس کی لازمی صفت نصفت شعاری ہے۔ بہت سے لوگ اپنے کنبہ اور اپنی قوم اور اپنے ملک والوں سے نیکی کرتے ہیں لیکن جو ظلم و حق تلفی دوسری قوموں کی کرتے ہیں اس سے ان کے کل اخلاق تباہ ہو جاتے ہیں۔ ان ادراک و شرح صدر کے کل منازل کو طے کرکے انسان روحانیات کے ساتوں آسمانوں سے پار اس مقام پر چلا جاتا ہے جہاں رب العالمین کے صفات کاملہ ظاہر ہوتے ہیں۔ اس مقام کا دوسرا نام عرش ہے۔ ایسا ہی انسان متخلق باخلاق کاملہ الٰہیہ ہو جاتا ہے۔ اسی کا قلب مظہر عرش عظیم ہوتا ہے حضرت آدم طبعاً اخلاق کے پہلے آسمان پر ہی آنحضرت صلعم کو نظر آنے چاہئیں تھے۔ کیونکہ ان کی مودت و رحمت کے حاصل کرنے والے ان کے کنبہ کے اپنے ہی لوگ تھے۔ آپ کی فطرت میں تو تمام اخلاق کے کل جوہر تھے لیکن ان کے اظہار کے مواقع ابھی پیدا نہ ہوئے تھے۔ جناب مسیح کا قول و فعل انہیں ادراک کی چوتھی منزل سے آگے جانے نہیں دیتا۔ وہ بچوں کی روٹی کتوں کو نہیں ڈالتے۔ وہ سوروں کے آگے موتی نہیں بکھیرتے۔ ان سے آپ کی مراد غیر اسرائیلی لوگ ہیں۔ وہ جس روحانی الوان نعمت یعنے دین حقہ کو لائے وہ اسے کسی غیر قوم کو نہیں دینا چاہتے۔ وہ جب درد کو محسوس کرتے ہیں تو یروشلم اور اس کے بچوں کے لئے اور انہیں کے لئے وہ روتے ہیں۔ ان کا اوروں سے کوئی تعلق نہیں لیکن جناب موسیٰ کو اسرائیل کے علاوہ فرعون اور آل فرعون کا بھی درد ہے۔ وہ ان کی اصلاح کی بھی فکر میں ہیں۔ لہذا اگر جناب مسیحؑ اور موسیٰؑ خاتم النبیین کو چوتھے اور پانچویں آسمان پر نظر آئیں تو یہ طبعی امر تھا۔ جناب ابراہیمؑ کا دردِ ہر ایک قوم کیلئے ہے۔ وہ سب کے لئے مہمان نواز ہیں۔ ان کی محبت ان کی مروت، اور ان کی ہمدردی کا مستحق و مورد ہر فرد انسان ہے جس کے شاہد بائبل اور قرآن ہیں۔ یہ ادراک کی چھٹی منزل ہے۔ تو لازماً اس روحانیت اور ادراک والا انسان موت کے بعد چھٹے آسمان پر متمکن ہو جاتا ہے۔ آنحضرت کے روحانی عروج کی شہادت نہ صرف قرآن کریم بدیں الفاظ دیتا ہے (قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین) یعنی آپ کی زندگانی کا مقصد ربوبیت عالمین ہے جس میں کل کی کل مخلوق الٰہی شامل ہے۔ بلکہ آپ کی زندگی بھی اس کی شاہد ہے۔ آپ کا کل نسل انسانی کی اصلاح کے لئے مبعوث ہونا آپ کی کل کی کل تعلیمات کا من کل الوجوہ انسانی فلاح و صلاح سے وابستہ ہونا آپ کا قومی، ملکی، لونی عصبیات و تعصبات سے منزہ ہونا۔ پھر بے زبان حیوانوں سے اپنی زندگی میں ہر وقت نیک سلوک کرنا اور دوسروں کو اس سلوک کی تعلیم و ترغیب دینا مثلاً اونٹوں، ہرنیوں، گھوڑوں، کووں، کتوں، بلیوں اور دیگر پرند چرند جانوروں حتی کہ درختوں تک کی تکلیف پر آپ کا دل پسیجنا۔ اور ان کی تکلیف کے دفعیہ کے سامان کرنا یہ وہ باتیں ہیں جو اور انبیاء میں نظر نہیں آتیں۔ آپ کا ادراک، اور آپ کی وسعت قلب اور آپکا خلق عظیم جن مقامات پر پہنچا۔ وہاں تاریخاً دوسرے انبیاء نہیں پہنچے۔ یہ مقام ساتواں آسمان یا عرش کا مقام ہے۔

شب معراج عروج تو ز افلاک گذشت
بمقامے کہ رسیدی نہ رسد ہیچ نبی

اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ آنحضرت صلعم نے جو کچھ شب معراج کے متعلق بتایا وہ محض ایک استعارہ تھا۔ اور لفظی معنوں میں آپ کے ارشادات کی کوئی حقیقت نہ تھی۔ مجھے اولاً یہ دکھلانا تھا۔ کہ انسان کا قلب ہی اپنی بہشت اور اپنی روحانیت کے آسمان بنا لیتا ہے۔ اور موت کے بعد وہاں جا پہنچتا ہے اور جس جس روحانیت کے مقام پر اس دنیا میں کوئی کھڑا ہوتا ہو مرنے کے بعد اس رفعت یا آسمان پر وہ چلا جاتا ہے۔ اگر شب معراج میں عروج نبوی اسقدر بلند ہے تو آپ کا قلب مطہر ہی تو اس رفعت میں سب سے بلند تر ہے والا جو کچھ ہمارے حضور نے دیگر انبیا کے متعلق فرمایا، وہ حقیقت تھی اور آپ کی سیر افلاک بھی حقیقت تھی۔

رہا آپ کا جسم کے ساتھ آسمان پر جانا میں تو اس امر کا بھی قائل ہوں کہ آپ کے اس رویا کو خواب سے تعبیر کرنا غلط ہے۔ آپ جسم سے گئے۔ ہاں! اس جسم کی کیفیت میں اگر اختلاف رائے ہو تو اس میں ہرج نہیں اور اس اختلاف کی بانی حضرت عائشہ صدیقہؓ ہیں۔ لیکن یہ میرا ایمان ہے کہ آپ نے سوتے ہوئے نہیں بلکہ جاگتے ہوئے اپنے حواس کاملہ کے ساتھ یہ سیر کی۔ ہاں آپ کا جسم خاکی آپ کی رفیق زندگی حضرت عائشہؓ کے ساتھ تھا جیسا کہ وہ فرماتی ہیں۔ یہ امر کسیقدر تشریح چاہتا ہے۔ اولاً ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ یہ کسطرح ممکن ہے۔ میں نے اس مضمون پر اپنی کتاب "ایدیل الاسلام" بزبان انگریزی میں مفصل لکھا ہے۔ اسکا خلاصہ یہاں دیتا ہوں۔

آج بجلی کی کلوں کے ذریعہ انسان آناً فاناً کہیں کا کہیں پہنچ جاتا ہے۔ ہزاروں میل کی باتیں منٹوں میں سن لیتا ہے لیکن بذات خود بجلی کچھ نہیں کر سکتی جب وہ انسانی دماغ کے تلے آجاتی ہیں تو یہ سب کے سب کرشمے دکھلاتی ہیں بجلی کے مرتبان پر انسانی قلب و دماغ باہر سے کام کرتا ہے۔ اب بالفرض اگر انسانی دل و دماغ بجلی کے مرتبان میں ہو تو یہ سب کرشمے خود بجلی کا مرتبان دکھائے گا۔ اسیطرح اگر انسانی جسم کا کل کا کل پوست کے بجائے بجلی کا ہو جائے تو پھر ہم فوق الطریق پر دیکھیں اور سنیں۔ آن واحد میں ہزاروں میل طے کرتے جائیں۔ سائنس کے انکشافات سے آج پتہ چلتا ہے کہ ذرات ہی اولاً عناصر اور پھر عناصر تنظیمی اور غیر تنظیمی مخلوق بن کر آہستہ آہستہ درخت حیوان اور انسان بن گئے۔ گویا برقی ذرات کثیف ہوتے ہوتے کائنات کو پیدا کر رہے ہیں۔ انسانی جسم بھی برقی ذرات ہی کا مجموعہ ہے لیکن یہ ذرات انسانی ہیولا میں آکر بہت کثیف ہو جاتے ہیں۔ اگر وہ ذرات اپنی کثافتوں سے کسیوقت الگ ہو جائیں اور اپنی لطافت کو پالیں تو پھر یہی خاک کا پتلا کہاں چلا جائے گا۔ لیکن برقی ذرات سے بھی لطیف ایک اور چیز ہے جو کئی منزلوں میں کثیف ہوتے ہوئے برقی ذرات کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ اس کا نام نور ہے بجلی کے مقابل تو روشنی سریع السیر مانی گئی ہے حالانکہ خورد شنی بھی اس نور اصلی کی کثیف سے کثیف شکل ہے۔ یہ باتیں علمی انکشافات میں آگئی ہیں۔ اللہ نور السموات والارض والی آیت بھی اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ یعنی خدا نے نور سے کائنات بنی پھر انسان میں کائنات کے کل جوہر آگئے۔ انسانی دل و دماغ اور اسکی قوت ارادی میں اللہ تعالیٰ نے یہ خاص خوبی رکھی ہے کہ اگر وہ کسی امر میں کامل ترقی پالیں تو جسم انسانی سے امر متعلقہ میں جو خدمت چاہیں لے لیں اور وقت

ضرورت پر خاص قواء کو دوسرے قواء سے جدا کر سکے مثلاً انسان میں ہنسنے اور رونے کے خواص ہیں۔ یہ دو متضاد باتیں ہیں لیکن وہ جب روتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسمیں ہنسنے کے خواص کبھی نہ تھے۔ بالمقابل ایک فن کا مشاق یہ طاقت بھی رکھتا ہے کہ آن واحد میں رونے بھی اور ہنسے بھی ہمارے اندر کی کل قوتوں کا یہی حال ہے اگر ہم روح کی صفائی کرلیں اور اسکے ماتحت وہ ذرات نور کام کرنے لگ جائیں جن سے ہمارا جسم ابتداءً بنا یا بالفاظ دیگر اس نوری جوہر کو جسمانی کثافتوں سے پاک کرلیں۔ پھر کسی مکمل انسان کا اندرکا نورانی جسم اگر خاکی جسم سے الگ ہوکر ہفت افلاک سے ہوتا ہوا عرش تک کی سیر کرلے اور اسکا خاکی جسم بستر سے بھی جدا نہ ہو تو کیا امر مستبعد ہے۔ ہم دور کی باتیں سن سکتے ہیں۔ دور کے مشاہدات گھر بیٹھے کرسکتے ہیں۔ ایک ہی وقت گھر میں اور کسی اور مقام پر جا سکتے ہیں۔ یہ باتیں قریب قریب سائنٹفک انکشافات میں آتی جاتی ہیں۔ یہ سب کی سب باتیں ممکن ہیں۔ اسوقت برقی قوت سے یہ ہورہا ہے۔ عالم کبیر میں ٹیلیفون ہمارے ہی توکان ہیں۔ اب باقی یہ ہے کہ عالم کبیر کی بجائے عالم صغیر یعنی انسان کے اندر سے ان ذرات برق کو لے لیں۔ اور ذرات نور کو متحرک کرلیں۔ ان کو جمع کرلیں اور ان کے ذریعہ وہ کرلیں جو بیرونی بجلی کے ذرات کرتے ہیں۔ اگر ایک لکڑی کو کسی انداز سے بجلی کی طاقت تلے لے آئیں تو وہ حرکت کرنے لگ جائیگی جس انداز پر اسے چلائیں وہ چلیگی۔ برقی بیٹری سے بجلی لینے کی بجائے اگر امداد الٰہی سے ہم اپنے اندر کی بجلی کو جمع کرسکیں تو پھر عصائے موسیٰ والا معجزہ دیکھ لینا کوئی امر مشکل نہ ہوگا۔ اگر آج ملے سلکی پیغام رسانی ہورہی ہے۔ اور اس کا راز یہ ہے کہ جہاں جہاں خاص درجہ کے بجلی کے کھیت ہوں گے ان میں سے اگر ایک برقی کھیت پر کوئی آواز نکلے تو دوسرے کھیت پر وہ آواز سنی جائیگی تو پھر اگر ہمارے مشائخ اور اشراقیین دو مختلف اور بعد کے مقاموں پر بیٹھ کر آپس میں باتیں کرلیتے تھے تو کون سا مشکل امر تھا۔ وہ نور باطن سے یہ کام کرتے تھے۔ اس ساری بحث کا خلاصہ اور ان نظریات کی صحت صرف ان دو باتوں پر آرہتی ہے۔ کیا انسان عالم صغیر ہے یا نہیں اور یہ بات سائنس نے تسلیم کرلی ہے۔ دوسرے کیا انسان کا جسم برقی یا نوری ذرات کی ایک کثیف صورت ہے یا نہیں۔ یہ بات بھی اب مسلم ہے۔ اب آخری بات یہ ہے کہ انسان اپنی قوت ارادی کو بڑھا کر اپنے ان مضمرہ قواء پر حکومت کرسکتا ہے یا نہیں؟ اسپات کا امکان بھی مسلم ہے۔ مذہب دنیا میں اسی لئے آیا کہ انسان کے قلبی لطائف کو متحرک کرنے کا طریق سکھلائے اسکی بالقوہ روحانیت کو بالفعل کردے۔ کثافت جسمی کو دور کرکے لطافت پیدا کردے۔ یہ سب کچھ قوت ارادی پر منحصر ہے۔ اور یہ قوت اسکو حاصل ہوتی ہے جو جسم اور نفس کی خواہشات سے ارفع ہوتا ہے۔ ان امور کا حصول ایک لمبا اور مشکل راستہ چاہتا ہے اور یہ راستہ اگر کہیں نظر آتا ہے تو صرف قرآن کریم میں ہی نظر آتا ہے۔ باقی کل کتب اور مذہب اس سے بے بہرہ ہیں۔

خریداران پیغام صلح

کی خدمت میں التماس ہے کہ اخبار کا چندہ جن جن حضرات کی طرف بقایا ہے۔ وہ خود بخود بہت جلد ادا فرماویں۔ تاکہ خط وکتابت اور وی پی کرنے سے انجمن پر اور خریداروں پر ٹکٹ ڈاک وغیرہ کا خرچ زائد نہ پڑے۔

امید ہے کہ پہلے نوٹسوں کی طرح یہ بھی بے سود ثابت نہ ہوگا۔

(مینیجر)

دیوبندیوں کا فتنۂ عظیم

۲۴ فروری سنہ ۱۹۲۴ء کو جمعرات کا دن تھا۔ اور میں اپنے محترم دوست غازی محمود دھرم پال بی۔ اے کے مکان پر بیٹھا ہوا بعض مذہبی امور کے متعلق سرگرم گفتگو تھا کہ اتنے میں ڈاکیہ آیا۔ اور اس نے غازی صاحب ممدوح کے ہاتھ میں ایک لفافہ دیا۔ اسمیں ایک اشتہار بعنوان ذیل ملفوف تھا۔

مسلمانو! ہوشیار رہو
مرزائیوں کا مصنوعی قرآن
ایک فتنۂ عظیم کا انکشاف

میں نے حیرت اور خوشی کے ساتھ مذکورہ اشتہار غازی صاحب سے لیکر پڑھا۔

حیرت تو اسلئے تھی کہ جو نہ دیکھا نہ سنا۔ اور نہ جس کی کسی نے تعلیم دی۔ اور نہ اعتقاد کرایا۔ نہ خود کسی نے ایسا اعتقاد رکھا۔ آج رہنمایان اسلام کی طرف سے اسکی نسبت جماعت احمدیہ کی طرف کی جارہی ہے۔ اگر جزا و سزا کا مسئلہ حق ہے۔ اور اسپر دیوبندی رہنماؤں کو یقین کامل ہے تو وہ خدا کے لئے جواب دیں کہ اس محض افترا کا ان کے نزدیک کیا جواب ہے۔ اور اگر یہ مسئلہ حق نہیں۔ صرف لوگوں کے پھسلانے کے لئے ایک ڈھکوسلا کھڑا کردیا گیا ہے تو پھر دیوبندیوں کو حق حاصل ہے کہ جس مسئلہ کو چاہیں جماعت احمدیہ کی طرف منسوب کرکے اپنے دل کا بخار نکال لیں۔ جماعت احمدیہ کو ان سے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔ اور اس سے ان کا نامۂ اعمال بھی سیاہ نہ ہوگا۔ کیونکہ نہ سزا ہی ملیگی نہ جزا۔

خوشی اسلئے تھی کہ آج دیوبندی مولویوں کی مساعی جمیلہ کی بدولت ایک نئے اور مصنوعی قرآن کی زیارت نصیب ہوکر ایک عظیم فتنہ کا انکشاف ہوجائے گا۔ اور کم از کم اتنا پتہ تو ضرور چل جائے گا کہ جس راستہ پر ہم چل رہے ہیں وہ موصل الی المطلوب نہیں ہمیں کسی اور راستہ کی تلاش کرنی چاہیئے۔ مگر افسوس! اشتہار مذکور کے پڑھ لینے کے بعد میری خوشی قائم نہ رہی۔ اور میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ دیوبندی کٹ ملا۔ افترا پردازی۔ فریب دہی اور کذب بیانی کے کامل امام اور اسلام اور پیغمبر اسلام اور قرآن مجید کے سخت ترین دشمن اور صرف اپنے نفسانی مقروضات واہیہ کے مقلد ومقتدی ہیں۔

افترا پردازی۔ فریب دہی اور کذب بیانی کی امانت تو اس طرح پر حاصل کی کہ اپنے مذکورہ اشتہار میں حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب کی نسبت حسب ذیل جھوٹ باندھے اور اللہ تعالےٰ سے ذرا بھی شرم نہ کی۔

اول یہ کہ مولانا ممدوح اسی قرآن کو شائع کرنا چاہتے ہیں جو کہ مرزا صاحب نے تصنیف کیا تھا اور وہ مولوی صاحب کے ہاتھ میں آچکا ہے۔

دوم یہ کہ مولوی صاحب ممدوح نے اس قرآن کی اشاعت کی تمہید اسطرح پر اٹھائی ہے کہ علماء کے نزدیک قرآن نامکمل ہے۔

سوم یہ کہ مرزا صاحب نے امام مالکؒ پر وفات عیسیٰ علیہ السلام کے قائل ہونے کی تہمت لگائی۔

ان باتوں کے متعلق ہم اس سے زیادہ اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

دیوبندی کٹ ملاؤ۔ یاد رکھو تم اسقدر افترا پردازی کرکے اور اسقدر جھوٹ بول کر کبھی کامیاب نہیں ہوسکتے۔ تمہیں آئینہ میں اپنا ہی منہ نظر آرہا ہے۔ اور تم المرء یقیس علی نفسہ کے مصداق اپنے اوپر ہی دوسروں کا قیاس کرتے ہو۔ اگر تم میں کچھ حقانیت کی بو باقی ہے۔ اور متاع ایمان بالکل برباد نہیں کرچکے تو سچ کہو یہ تمہارا عقیدہ نہیں کہ موجودہ قرآن مجید سے بعض آیتیں منسوخ التلاوت ہوچکی ہیں۔ اور کیا منسوخ التلاوت کے تم نے یہ معنی بیان نہیں کئے کہ آیتیں تو قرآن مجید میں موجود نہیں رہیں نکال دی گئیں۔ مگر حکم اور عمل باقی ہے۔ اور کیا تمہارا یہ عقیدہ نہیں کہ قرآن مجید کی بعض آیات منسوخ بھی ہیں۔ اور کیا منسوخ آیات کے تم نے یہ معنی نہیں کئے کہ آیتیں تو قرآن مجید میں موجود ہیں۔ مگر حکم اور عمل منسوخ ہوچکا باقی نہیں رہا۔ اب خود ہی تبلاؤ کہ تمہارے عقیدہ کے موجب موجودہ قرآن مجید ایسا ہے یا نہیں جس میں ناقابل عمل آیات موجود ہیں۔ اور قابل عمل آیات نکال دی گئیں۔ اس عقیدہ کا نتیجہ بالکل صاف ہے کہ موجودہ قرآن مجید نامکمل اور ناقابل ہے۔ ہماری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ قابل عمل آیات کے باقی رکھنے میں کیا مصلحت تھی ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ ناقابل عمل آیات نکال کر قابل عمل آیات باقی رکھی جاتیں۔ اگر ایسا ہوتا تو پھر بھی قرآن مجید کو انسانی تصنیف کی طرح مکمل کہا جاسکتا تھا کیونکہ مصنفین کا عام قاعدہ ہی یہ ہے کہ تصنیف کرلینے کے بعد نظر ثانی کرنے کے وقت کانٹ چھانٹ کرکے تکمیل تصنیف کردیتے ہیں۔ مگر یہاں تو معاملہ ہی بالکل برعکس ہے۔ ایسی کتاب تو انسانی دستور تصنیف کے لحاظ سے بھی مکمل نہیں کہی جاسکتی۔ چہ جائیکہ منزل من اللہ اور الہامی سمجھ کر مکمل کہی جائے۔ الہام کی شان تو خود قرآن مجید بتلا چکا ہے۔ کہ لاتبدیل لکلمات اللہ یہی وجہ ہے کہ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب اور تمام جماعت احمدیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالےٰ کا کلام اور منزل من اللہ ہے۔ اور زمانۂ نزول سے لیکر آخر تک اس میں ایک لفظ کی کمی بیشی نہیں ہوئی اور نہ ہوسکتی ہے۔ اور نہ اس کتاب کے بعد کوئی کتاب آسکتی ہے یہی سب سے آخری کتاب اور ہر طرح پر مکمل ہے۔ کاش! دیوبندی افترا پرداز کٹ ملا آنکھیں کھول کر اس حقیقت کو دیکھتے تاکہ انہیں معلوم ہوجاتا کہ جماعت احمدیہ اللہ تعالےٰ کی پاک کتاب قرآن مجید کو کسقدر عظمت کی نگہ سے دیکھتی ہے۔ اور اس کتاب مقدس کے متعلق کیا اعتقاد رکھتی ہے۔ باقی رہا یہ الزام کہ حضرت مرزا صاحب نے امام مالکؒ کی طرف وفات مسیح علیہ السلام کے عقیدہ کو منسوب کردیا۔ دیوبندیوں کو یہ الزام قائم کرنے کے وقت شرم نہ آئی۔ کہ خود انہی کے امام صاحب مجمع بحار الانوار نے اس عقیدہ کو امام مالک کی طرف منسوب کیا ہے۔ کسقدر تعجب کی بات ہے کہ خود اپنے گھر کی کتاب میں یہ عقیدہ امام مالکؒ کی طرف منسوب ہو۔ اس سے آنکھ بند کرکے حضرت مرزا صاحب پر الزام قائم کریں۔ ہم تمہاری ہی مسلمہ کتاب کی رو سے اب بھی یہ کہتے ہیں کہ بقول صاحب مجمع بحار الانوار حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذہب تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پاگئے۔ اور وقت وفات ان کی عمر ۳۳ سال تھی۔ اسلام اور پیغمبر اسلام اور قرآن مجید کی دشمنی اسبات سے ثابت ہوتی ہے کہ یہ کٹ ملا قرآن مجید کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اس کی بعض آیتیں منسوخ التلاوت ہیں جس کے یہی معنی ہیں کہ کسی زمانہ میں قرآن مجید میں ایسی آیتیں بھی تھیں جو کہ بعد کو نکال دی گئیں مگر ان کا حکم باقی رہ گیا۔ چنانچہ اشتہار مذکور سے بھی اس عقیدہ کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ آیت منسوخ التلاوت کے یہ معنی ہیں کہ اس کے حکم پر مثل احکام قرآن مجید کے عمل واجب ہے۔ مگر اس کے الفاظ کی تلاوت نہ کی جائے اور ظاہر ہے کہ جب اس کے لفظ کی تلاوت نہ کی جائیگی۔ تو قرآن میں اسکا اندراج کیوں ہوگا۔ اس لئے کہ موجودہ قرآن مجید میں ان آیات کا نام ہے جن کی تلاوت کی جاتی ہے۔

یہ ہے دیوبندی کٹ ملاؤں کا ناپاک عقیدہ جس کی بنا پر نعوذ باللہ قرآن مجید نامکمل ٹھہرتا ہے اور اس کے نامکمل ہونے سے لازم آتا ہے کہ اسلام بھی نامکمل ہے۔ کیونکہ اسلام کی تعلیم قرآن مجید نے دی اور وہ دیوبندی مزعومات واہیہ کی بنا پر نامکمل ہوا تو اسلام کو کسطرح مکمل کہا جاسکتا ہے۔ اس عقیدہ کی زد نہ صرف قرآن مجید اور اسلام ہی پر پڑتی ہے۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس سے نہیں بچتے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو حکم دیا ہے بلغ ما انزل الیک من ربک فان لم تفعل فما بلغت رسالتہ

کیونکہ پروردگار کی طرف سے ایسی آیتیں وحی کی گئیں جنپر عمل کرنا ضروری تھا۔ اور قیامت تک کے لئے واجب العمل تھیں مگر آپ نے ان کو منسوخ التلاوت قرار دیکر قرآن مجید سے نکال دیا۔

دیوبندی مولویو! سوچو۔ جس راستہ پر تم چل رہے ہو۔ یہ راستہ کانٹوں سے بھرا ہوا ہے۔ اور موصل الی المطلوب نہیں۔ خدا کے لئے قرآن مجید کو نامکمل قرار دیکر شجر اسلام کی جڑ پر کلہاڑا مت مارو اگر میرک شاہ بدنام ہوتا ہے تو ہونے دو۔ اور اگر کسی اور مولوی کے نام پر کوئی حرف آتا ہے تو آنے دو۔ کوئی مضائقہ نہیں۔ مگر اس مولوی یا میرک شاہ کی خاطر قرآن پاک پر کوئی حرف نہ آنے دو۔ میرک شاہ اسلام کی بنیاد نہیں مگر قرآن پاک کی تعلیمات اسلام کی بنیاد ہے۔ سوچو اور غور کرو۔ اللہ تعالےٰ تمہیں ہدایت دے۔

بندہ محمد عصمت اللہ

مولوی سید میرک شاہ صاحب مدرس دیوبند اور ان کے شیعہ توجہ فرمائیں

اخبار "پیغام صلح" لاہور مورخہ یکم فروری ۱۹۲۵ء میں خاکسار کی طرف سے حضرت مولوی سید میرک شاہ صاحب مدرس دیوبند کی خدمت میں التماس کی گئی تھی کہ مہربانی فرما کر آپ اپنی پیشکردہ مرفوع التلاوت مگر واجب العمل آیۃ الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموہما کا صحیح صحیح ترجمہ مع تفسیر و شان نزول وغیرہ سلیس اردو میں شائع فرمائیں کیونکہ میرے جیسے کئی کم علم مسلمان اس کے معانی سمجھنے سے قاصر ہیں۔ افسوس کہ آج تک آپ نے اس التماس کو شرف قبولیت نہیں بخشا۔

خاکسار کی سمجھ کے مطابق فقرہ مذکورہ بالا کے کئی ایک لغوی اور اصطلاحی معنی ہو سکتے ہیں جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ ان میں سے جو صحیح ہوں ان سے مطلع فرما کر خاکسار اور عام مسلمانوں کو ممنون فرمائیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔

(۱) بوڑھا بوڑھی سے جب فعل زنا کا ارتکاب کرے پس ان دونوں کو سنگسار کر دو۔

اس معنی کے متعلق امر تنقیح طلب یہ ہے کہ بوڑھا اور بوڑھی کی عمر کتنی ہو، کتنے سال کی عمر کے مرد اور عورت، بوڑھا یا بوڑھی کہلا سکتے ہیں، آیا یہ ایسے بوڑھے اور بوڑھی کے متعلق ہے جن کے منہ میں دانت نہ پیٹ میں آنت نہ آنکھ میں بینائی نہ کان میں شنوائی، نہ ہاتھ میں طاقت، نہ پاؤں میں سکت اور نہ بدن میں مادہ رجولیت یا کوئی اور عمر ہے جو بوڑھے اور بوڑھی کے لئے آپ کی کتب میں مشخص اور معین کی گئی ہے۔ حوالہ کتاب دیتے وقت نام اور صفحہ کتاب اور جس مطبع میں چھپی ہو اس سے ضرور مطلع فرمائیں

(۲) شیخ بزرگ کو بھی کہتے ہیں جس میں عمر کی کوئی قید نہیں ہوتی مثلاً شیخ الاسلام ... شیخ الکل، شیخ السنۃ، شیخ الجامعہ دارالعلوم دیوبند، اس لحاظ سے آیت مذکورہ کا ترجمہ اس طرح ہوا۔ بزرگ مرد بزرگ عورت سے الخ

اس کے متعلق امر تنقیح طلب یہ ہے کہ سزا رجم بزرگوں کے لئے مخصوص ہو گئی۔ اور عوام الناس اس قید سے مستثنیٰ قرار دئے گئے

(۳) شیخ مسلمانوں میں ایک ممتاز قبیلہ ہے جن میں صدیقی فاروقی وغیرہ وغیرہ شامل ہیں

اس لحاظ سے آیت مذکورہ کا ترجمہ اس طرح ہوا جب کوئی مرد عورت اس ممتاز قبیلہ میں سے اس فعل کا مرتکب ہو تو ان کو سنگسار کیا جائے۔

اس کے متعلق امر تنقیح طلب وہی ہے جو نمبر ۲ میں گذرا

(۴) شیخ علی العموم نو مسلم پر بھی اطلاق پاتا ہے۔ اس لحاظ سے آیت مذکورہ کے یہ معنی ہوئے کہ اگر ایک نو مسلم مرد نو مسلمہ عورت سے زنا کا مرتکب ہو تو ان کو سنگسار کیا جائے۔

اسکے متعلق وہی تنقیح لازم آتی ہے جو نمبر ۲ و ۳ میں گذری

(۵) شیخ ایک ذات بھی مشہور ہے۔ جو پنجاب میں بھرائی اور ڈھول بجانے کا کام کرتے ہیں۔

اس لحاظ سے آیت مذکورہ کا ترجمہ اس طرح ہوا۔ ایک ڈھول بجانے والا شیخ ایک ڈھول بجانے والی شیخنی سے جب فعل زنا کا مرتکب ہو تو ان کو سنگسار کیا جائے۔

(۶) پنجاب میں اور دو تین قومیں بھی شیخ کہلاتی ہیں۔ ایک فانوگو دوسرے خوجہ لوگ جو عام طور پر بساطی اور چمڑے کا کام کرتے ہیں کیا ان لوگوں پر بھی یہ آیت اطلاق پاتی ہے۔

براہ عنایت جیسا کہ میں آغاز مضمون میں عرض کر آیا ہوں مندرجہ بالا تراجم میں سے جو صحیح ہو اس سے مطلع فرمایا جائے یا ان کے علاوہ جو اور معانی آپ صحیح سمجھتے ہوں ارشاد فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

خاکسار رزیرک شاہ از لاہور
مورخہ ۲۰ فروری ۱۹۲۵ء

ناظرین کرام کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں ورنہ تعمیل ارشاد محال ہے۔ منیجر۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ گذشتہ ہفتہ کی شام کو جموں تشریف لے گئے اور پیر کو واپس آئے۔ سنا ہے حضرت موصوف صحیح بخاری کا اردو ترجمہ اور شرح لکھ رہے ہیں جس کا بہت سا حصہ ختم بھی ہو چکا ہے اور عنقریب چھپنے والا ہے۔

اسلامیہ کالج لاہور کے حبیبیہ ہال میں مولانا مولوی یعقوب خان صاحب کے انگریزی لیکچر آجکل ہو رہے ہیں۔ پہلا لیکچر جو ۲۲ فروری کی شام کو ہوا جس کا عنوان تھا "سب کے لئے پیغام" دوسرا جو ۲۴ فروری کی شام کو ہوا۔ اسلام اور آنے والی نسل کے عنوان سے تھا۔ آخری لیکچر ۲۵ فروری کو "اسلام اور مغرب" کے عنوان سے ہوگا۔

شاہ آباد میں مولنا مولوی عصمت اللہ صاحب کی کئی ایک تقاریر ہوئی ہیں جو آریہ سماج کے لئے سخت ذلت کا موجب ہوئیں اور مسلمانان شاہ آباد پر ان کا ایک خاص اثر ہوا۔ آریہ سماج نے مولوی صاحب پر مقدمہ چلانے کی کوشش کی لیکن ناکامی ہوئی فالحمد للہ علی ذالک

جگادھری میں بھی انجمن ہدایت الاسلام کے جلسہ میں مولوی صاحب کی چار پانچ تقریریں ہوئیں جن کے متعلق سکرٹری صاحب انجمن مذکور لکھتے ہیں کہ خواص کے دلوں کو مسخر کرنیوالی تھیں۔

سامانہ میں ہمارے عزیز بھائی مرزا عزیز بیگ صاحب کی دختر زیب النساء بیگم صاحبہ فوت ہو گئیں۔ ہمیں مرزا صاحب موصوف سے اس صدمہ میں دلی ہمدردی ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو غریق رحمت کرے اور پسماندگان کو صبر عطا فرمائے احباب کرام مرحومہ کا جنازہ پڑھیں۔

مسلم ہائی سکول کی عمارت کا کام سرگرمی کے ساتھ جاری ہے۔ پہلی منزل کی دیواریں چھت کے قریب پہنچ گئی ہیں۔ امید ہے کہ جلد ہی چھت پڑکر پہلی منزل مکمل ہو جائیگی۔ گورنمنٹ کی طرف سے جو چالیس ہزار کا وعدہ تھا اسکی مبلغ اکتیس ہزار روپیہ کی پہلی قسط مل گئی ہے۔ باقی روپیہ بھی بہت جلد وصول ہو جائے گا۔ انشاء اللہ

شملہ سے مکرم شیخ اسد دین صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کے وصال سے چار پانچ سال پیشتر میں نے ایک خواب دیکھا تھا جس کا ملخص یہ ہے کہ احمدیہ بلڈنگس میں ایک ورلڈ یونیورسٹی قائم کی گئی ہے اور اسکے معلم اعلیٰ حضرت امیر ایدہ اللہ مقرر ہوئے ہیں۔ اب یہ دیکھ کر کہ اسی سرزمین میں مسلم ہائی سکول کی عمارت شروع کی گئی ہے مجھے خیال پیدا ہوا ہے کہ خدا نے چاہا تو وہ وقت آنیوالا ہے جب یہی سکول ایک یونیورسٹی کے درجہ تک پہنچے اور اس کا تعلق کل دنیا کے ساتھ ہو مبارک ہیں وہ لوگ جو اپنی پاک کمائی سے اس کی بنیادوں کو بھر رہے ہیں۔ ان کی یہ قربانیاں بہت سے نتائج حسنہ کا موجب ہوں گی۔

مہتمم صاحب تصنیفات مطلع فرماتے ہیں کہ تاریخ خلافت راشدہ مصنفہ حضرت امیر ایدہ اللہ کی قیمت اخبار میں غلط چھپتی رہی ہے اس میں اسقدر تصحیح کی ضرورت ہے کہ کتاب مذکور کی دو قسمیں نہیں ہیں۔ ایک ہی ہے صرف بجلد اور مجلد کا فرق ہے قیمت بجلد ۱۲؍ مجلد عہ

خوانین سلسلہ اور برلن مسجد کے منارے کے عنوان سے جو فہرست چندہ ۱۸ فروری کے "پیغام صلح" میں شائع ہوئی ہے اس میں ۸۰۱ و ۸۰۳ میں محمد اسحاق کی بجائے بابو عبد الرحمن کا نام ہونا چاہئے تھا۔ احباب کرام تصحیح فرمائیں۔

ضرورت

پرائمری سکول بستی اقوام جرائم پیشہ کے لئے ایک مدرس اور ایک معلمہ کی ضرورت ہے۔ مدرس تجربہ کار ہونا چاہئے جو پرائمری طلباء کو خاصہ پڑھا سکے اور جس کی اہلیہ بھی خواندہ ہو جو لڑکیوں کو دینی اور دنیوی تعلیم سے بہرہ ور کر سکے۔ اگر پرائمری پاس ہو تو بہت ہی بہتر ہے۔ تنخواہ حسب لیاقت دیجائیگی۔ درخواستیں معہ نقول اسناد مندرجہ ذیل پتہ پر آنی چاہئیں

سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

تازہ خبریں

حضور نظام نے فسادات گلبرگہ کی تحقیقات کے متعلق جو کمیشن مقرر کیا تھا۔ اس کے فیصلہ میں اختلاف رائے ہے جناب صدر نے سفارش کی ہے کہ تمام ملزم رہا کر دئے جائیں اور باقی دو ارکان نے انہیں مجرم قرار دیا ہے۔ نیز سفارش کی ہے کہ انہیں سزا دیجائے۔ حضور نظام نے جناب صدر کی رائے سے اتفاق کیا۔ اور احکام صادر فرما دئے ہیں کہ تمام ملزم رہا کر دئے جائیں، نیز ان اشخاص کے خلاف بھی کوئی کارروائی نہ کی جائے جو حال میں گرفتار کئے گئے ہیں۔

قوم پرست جماعت نے اپنی طرف سے ڈاکٹر لوہاکر اور مسٹر گنگادھر سنہا (؟) کو امرتسر روانہ کیا ہے تاکہ وہ ان شکایات کی تحقیقات کریں کہ اکالی قیدیوں کے ساتھ بدسلوکی کی جاتی ہے یہ دونوں رکن آج رات کو امرتسر روانہ ہو گئے توقع ہے کہ وہ چہارشنبہ تک واپس آجائینگے جب میزانیہ ریلوے کے متعلق رائے لی جائے گی۔

آج شام کو دہلی میں گھوڑوں کی شاہی نمائش ختم ہو گئی۔ لیڈی ریڈنگ نے کپ اور تمغے تقسیم کئے۔ اس موقعہ پر لارڈ ریڈنگ لارڈ الفنسٹن اور سر میلکم ہیلی بھی موجود تھے۔

۲۱ فروری ۲ بجے سہ پہر کو چودھری شہاب الدین صاحب کی زیر صدارت بلدیہ لاہور کا ایک طویل اجلاس منعقد ہوا چونکہ اس جلسہ میں سبزی پر محصول منسوخ ہونے کے مسئلہ پر بحث ہونیوالی تھی اسلئے ہال میں بہت سے سبزی فروش بھی موجود تھے مالی سب کمیٹی کی مخالفانہ سفارش کے باوجود بلدیہ نے متفقہ طور پر سبزی اور دودھ پر محصول منسوخ کر دیا۔ اس فیصلہ پر جب تک حکومت کی تصدیق نہ ہوگی۔ اسوقت تک سبزی فروشوں کو حسب معمول محصول دینا پڑے گا۔

بنگال کونسل کے مسلم ارکان کے ایک جلسہ میں جس میں کہ سرکاری قراردادوں کی حمایت کی گئی تھی گورنر سے یہ درخواست کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے کہ وہ جماعتی نزاع سے بچنے کیلئے دو ہندو وزیر مقرر کر دیں۔ اور مسلمان ان مسلم وزراء کے تقرر پر رضامند ہو جائیں گے جنہیں جناب گورنر مقرر کر دیں۔ امیدواروں میں سب سے زیادہ ووٹ مسٹر حق اور سر غضنفر نے حاصل کیں۔ ان کے نام بھی پیش کئے جائیں گے۔

آج دوپہر کو جیکب آباد میں ایک ہوائی جہاز کو حادثہ پیش آیا لیکن کوئی آدمی ہلاک نہیں ہوا۔

اطلاع موصول ہوئی ہے کہ پنڈت ارجن لال سیٹھی جناب یسین نوری وکیل کے توسط سے مدیر پانیر کو نوٹس دیا ہے کہ وہ ۲۱ نومبر کی اشاعت کی ایک ایڈیٹوریل عبارت کے متعلق معافی مانگیں کیونکہ اس سے پنڈت صاحب کی سخت توہین ہوئی ہے اگر معافی نہ مانگی گئی تو جناب نوری صاحب اور مرزا عبد القادر بیگ اس اخبار کے خلاف قانونی کارروائی کریں گے۔

الصلح خیر

ہفتہ میں دو بار ہر اتوار اور بدھ کو ٹھیک وقت پر شائع ہوتا ہے

اخبار پیغام صلح لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۴۳

جلد ۱۳ — نمبر ۳۴

مدیر ... لاہور یوم اتوار مورخہ ۵ شعبان المکرم ۱۳۴۳ھ ہجری مطابق یکم مارچ ۱۹۲۵ء

کافرسازوں کے دو زبردست گروہ

یعنی

علمائے اسلام اور علمائے نصرانیت

(گذشتہ سے پیوستہ)

کافرسازوں کا دوسرا گروہ

اگرچہ اس گروہ میں اور بہت سے گروہ شامل ہیں۔ مگر چونکہ سب کا مقصد ایک ہے۔ یعنی اسلام کے کافر بتا کر اپنے ساتھ شامل کرنا چاہتے ہیں اس وقت اس کافرساز گروہ کے بڑے گروہ کو لیتا ہوں۔ اور ان کا تذکرہ اسلام کے ماہواری میگزین میں شائع ہوا ہے مسلمانان ہندوستان کے لئے عموماً اور علمائے اسلام کی دلچسپی کے لئے خصوصاً ترجمہ کر کے "پیغام صلح" کے ذریعہ پیش کرتا ہوں۔ ممکن ہے کسی دردمند مسلمان کے دل میں اس کے مقابلہ اور مدافعت کے لئے ترغیب پیدا ہو جائے۔

اس گروہ کا فرساز کا مرکز دارالسلطنت اٹالیہ روما میں ہے اور تمام ادارہ ایک خاص کمیٹی کے سپرد ہے۔ جو کارڈینلز (Cardinals) پر مشتمل ہے۔ اگر یہ کبھی کوئی کام انجام نہیں دے سکتی۔ جب تک پوپ کی منظوری حاصل نہ ہو جائے۔ پہلے پہل اس محکمہ اشاعت و تبلیغ کا خیال پوپ گرگیوری پندرہویں کو پیدا ہوا۔ کہ گمراہ شدہ مسیحیوں (پراٹسٹنٹ) کو پھر سے مسیح کے نائندے کی نگرانی یا چرا گاہ میں لایا جائے۔ اور کروڑ در کروڑ کفار کو یسوع ناصری کے گلے میں شامل کیا جائے چنانچہ اس نے ۶۔ جنوری ۱۶۲۲ء میں کارڈینلوں کی ایک مجلس بپا کرنے کا حکم دیا۔ جو اس اہم مسئلہ پر غور و خوض کرے، آخرکار مجلس نے ۲۲۔ جون ۱۶۲۲ء کو اجرائے محکمہ پروپاگنڈہ کا فیصلہ کیا۔ یکم اگست ۱۶۲۲ء پوپ اربانو ہشتم (Urbano VIII) نے اس کا نام مقدس ادارہ مجلس پروپاگنڈہ رکھا۔ Santa Congregazione di Propaganda — Holy Congregation of Propaganda جس میں تمام مختلف ممالک کے مشنوں کی طرف سے نائندے لئے جاتے ہیں۔ جو تمام تحریک کا ادارہ کرتے ہیں۔ مدت تک یہ کام اس طریقہ پر ہوتا رہا۔ مگر ۱۹۰۸ء میں پوپ پیئس دہم (Pius X) نے قواعد و آئین بنائے جس کی رو سے پوپ چند کارڈینلوں کو نامزد کرتا ہے، اور ان میں سے ایک کو اس کمیٹی کا صدر بناتا ہے جس

کو پریفیکٹ (Prefect) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ نہایت نازک اور اہم مسائل کے لئے تمام کارڈینلز کی حاضری ضروری ہوتی ہے۔ تاکہ وہ اپنی آزادانہ رائے دیں۔ ورنہ عام مسائل میں پریفیکٹ خود کام چلاتا ہے۔ مگر ان کا فیصلہ یا قرارداد کوئی وقعت نہیں رکھتی، جب تک پوپ منظور نہ کرے۔

محکمہ پروپاگنڈہ کی زیر نگرانی ایک بہت بڑا کالج ہے جس میں تمام دنیا سے طلباء اشاعت و تبلیغ کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے آتے ہیں۔ ہر طالب علم کو پانچ سال تک زیر تعلیم رہنا لازمی ہے طلباء کے اخراجات کے متکفل اس ملک کے مشن ہوتے ہیں۔ جہاں سے وہ بھیجا جاتا ہے۔ جہاں کوئی باقاعدہ مشن نہیں۔ وہاں کے طلباء کو محکمہ پروپاگنڈہ اخراجات دیتا ہے۔ اس کالج میں دنیا کی مختلف زبانوں کی تعلیم دی جاتی ہے۔ مگر زبان لاطینی لازمی ہے۔ اور اطالوی زبان بھی ہر طالب علم کو لازماً سیکھنی پڑتی ہے۔ تعلیم ختم کرنے کے بعد طالب علم اپنے اپنے ممالک میں واپس جا کر تبلیغی کام میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ مگر اکثر کو تبلیغی کام شروع کرنے سے پہلے مختلف ممالک میں بغرض سیر و سیاحت بھیجا جاتا ہے۔ طلباء کو کوئی نہ کوئی فن بھی سکھایا جاتا ہے۔ اور فن طب کو زیادہ ترجیح دی جاتی ہے۔

کیتھولک مشن دو جماعتوں پر منقسم ہیں۔ ایک کفار (Heathens) کو دائرہ مسیحیت میں داخل کرنے کے لئے اور دوسرا منحرف شدہ پراٹسٹنٹ وغیرہ، اور گریک چرچ (Greek Church) کے پیرؤوں کو مقدس پوپ کے جھنڈے کے سایہ تلے لانے کے لئے ہے۔

یورپ کے ہر چھوٹے وبڑے شہر میں کیتھولک مشن قائم ہیں۔ جن کے بتانے کی ہمیں اس مضمون میں ضرورت نہیں۔ البتہ ہمیں مسلمانوں کی دلچسپی کے لئے اور خصوصاً کافرساز گروہ علمائے اسلام کی خوشخبری کے لئے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایشیا اور افریقہ میں کیتھولک مشنوں کے متعلق سرسری طور پر بتائیں۔ ممکن ہے کسی کو غیرت دینی آئے۔ اور اپنے رویہ سے توبہ کر کے اسلام کی حفاظت و مدافعت کے لئے تیار ہو جائے۔ اور اس کافرساز گروہ سے اظہار نفرت کرے۔ یا کم از کم اس لایعنی اور ذلیل ترین مشغلہ کو ترک کر کے کسی مسجد یا حجرہ میں گوشہ نشینی اختیار کر کے اللہ اللہ کیا کرے۔ اور دعا کیا کرے۔ کہ ان کافرسازوں کے گروہوں کی زبانوں میں کیڑے پڑیں۔ اور ان کی صورتیں مسخ ہو کر بندر۔ . . . . . . وغیرہ کی بن جائیں۔ تاکہ جب مسیح علیہ السلام چرخ چہارم سے اس زمین پر نزول فرماویں۔ تو سب سے پہلے ان مسخ شدہ جانوروں کی گردنیں ...

ایشیا میں مشن۔ سائبیریا میں ایک بڑا کیتھولک مشن قائم ہو چکا ہے۔ جس کا صدر مقام ولاڈی ووسٹک میں ہے۔ اس کے ماتحت دوسرے مشن ہیں۔ ایک پری مورسکا جا اوباستی (Pammorskaja Oblast) اور دوسرا امورسکا جا اوباستی (Amurskaja Oblast) میں۔ تیسرا مشن بھی ہے، جس کی شاخیں ٹامسک ٹوبالسک۔ ارکٹسک اور اومسک میں ہیں مگر یہ بالشویکی کے فی الحال درست حالت میں نہیں۔ اس ملک میں کیتھولک لوگوں کی تعداد ابھی چنداں زیادہ نہیں۔ اور جو لوگ ہیں۔ وہ پولش (Polish) نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔

چین۔ اس ملک میں قریباً ۵۰ سے زائد مشن ہیں۔ تین صدر مقام ہیں۔ جن کے ماتحت یہ تمام مشن ہیں۔ (۱) ماکاؤ (Macao) (۲) نانکن (۳) پکین۔ سب سے پہلا مشن ۱۵۷۶ء میں ماکاؤ میں قائم ہوا جس کے ماتحت تمام چین اور جاپان کا کام تھا۔ ۱۶۵۹ء میں چین کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ جنوب مغربی مع ریاست انام (۲) وسط اور کوچین چائنا (۳) شمالی چین مع کوریا اور تارستان ۱۶۹۶ء میں کیا چاؤ، سیچوآن اور یونان (چینی صوبہ ہے) جن سی جان سی۔ فوکین۔ ہاؤنانگ۔ جنگسی۔ اور چیکیانگ میں مشن قائم ہوئے۔ ۱۸۳۸ء میں پھر سے چین کی نئی تقسیم کی گئی۔ اور اس وقت وہاں ہزارہا کی تعداد میں مشنری کام کر رہے ہیں، جن میں چینی اور غیر چینی دونوں بڑا حصہ لے رہے ہیں۔ مگر ایک وقت آنے والا ہے۔ کہ تمام چین میں تمام چینی مشنری کام کرنے والے ہوں گے۔ اور کسی اجنبی مشنری کی ضرورت نہ رہے گی۔ اس وقت چین کے قریباً ہر شہر میں کیتھولک مشنری موجود ہیں۔ اور حسب ذیل صوبوں میں موجودہ تقسیم کی رو سے مشنوں کے صدر مقام ہیں:-

منگولیا (۴) مشن، مانچوریا، امبجاکار (۱)، سوئی یان (۱)، کنسیہ (۱)، چیلی (۷)، شان ٹونگ (۲)، ہونان (۳)، نانکن (۱)، آنہوی (۱)، جنگسی (۲)، کنگچاؤ (۱)، فوماؤ (۱)، شنگچاؤ (۱)، فونکنگ (۱)، اموئے (۱)، ہوپے (۳)، کانٹن (۱)، سواٹو (۱)، شیوچاؤ (۱)، یونان (۱)، شمالی ہونان (۱)، لانگ (۱)، تانگنو (۱)، کونگ مون (۱)، یعنی قریباً ۵۰ مشن ہیں۔

کوریا میں تین مشن ہیں۔ سیول۔ تائیکو۔ وون لسان۔

جاپان میں ۱۱ مشن ہیں۔ ٹوکیو (۴)، ہاکوداتے (۱)، ناگاساکی (۱)، اوساکا (۱)، فارموسا (۱)، ناگویہ (۱)، ساپورو (۱)، شی کوکو (۱)

ہند چینی میں ۱۱ مشن ہیں۔ صوبہ ٹان کن (۷)، کوچین چائنا (۳)، کمبوڈیا (۱)، رشانگ کمبو دیا ہے۔ سیام کا صدر مشن بانکاک میں ہے۔

برما میں تین مشن ہیں۔ رنگون۔ مانڈلے وغیرہ۔ (باقی پھر)

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۳، ۵ شعبان المکرم ۱۳۴۳ھ مطابق یکم مارچ ۱۹۲۵ء نمبر ۲۴

مامورین الٰہی اور ان کے مخالفین

کابل کے وحشیانہ فعل کا اثر اسلام اور احمدیت پر

موجودہ حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟

خطبہ جمعہ از حضرت امیر ایدہ اللہ مورخہ ۲۰ فروری ۱۹۲۵ء

ولقد ارسلنا موسٰے بایاتنا وسلطان مبین ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الیٰ ۔ ۔ ۔ وما اللہ یرید ظلما للعباد (الایۃ)

ہر ایک پیغمبر ہر ایک مامور کی زندگی اللہ تعالےٰ کی ہستی پر اس کی قدرت اور علم پر ایک اتنی بڑی بیّن دلیل ہوتی ہے ۔ کہ اس سے بڑھ کر واضح دلیل کوئی نہیں ہو سکتی فی الحقیقت

اللہ تعالےٰ کا ایک بھیجا ہوا اس کی آیت

اس کا نشان اور اس کی ہستی پر بڑی دلیل ہوتا ہے ۔ جب ایک شخص خدا سے پیغام لے کر آتا ہے ۔ تو کس طرح پر دنیا کی طاقتیں اس کے مقابلہ کے لئے کھڑی ہو جاتی ہیں ۔ اور کس طرح پر باوجود اس تمام مقابلہ کے ایک کمزور اور بیکس انسان آخر کار غالب ہوتا ہے ۔ حضرت موسٰی فرعون کے پاس آتے ہیں ۔ فرعون ۔ ہامان اور قارون تینوں کے نام لئے ہیں ۔ فرعون دنیوی طاقت کا نمائندہ ہے ۔ قارون دولت کا نمائندہ ہے ۔ اور ممکن ہے ہامان جس کا یہاں نام لیا ہے علم یا تقدس کا نمائندہ ہو ۔ فقالوا سٰحر کذاب ۔ ان تینوں نے کہا کہ یہ تو جادوگر اور جھوٹا ہے ۔ اور پھر اسی پر اکتفا نہیں کرتے ۔ فلما جاءھم بالحق من عندنا قالوا اقتلوا ابناء الذین اٰمنوا معہ واستحیوا نساءھم ۔ جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق پہنچ گیا ۔ تو وہ کہنے لگے ۔ کہ جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کے بیٹوں کو قتل کر دو ۔ اور عورتوں کو زندہ رہنے دو ۔ وما کید الکٰفرین الا فی ضلٰل ۔ کافروں کی تدبیر ناکامی ہی کا منہ دیکھتی ہے ۔ وقال فرعون ذرونی اقتل موسٰی ولیدع ربہ انی اخاف ان یبدل دینکم او ان یظھر فی الارض الفساد ۔ فرعون نے کہا مجھے چھوڑو میں موسٰی کو قتل کر دوں ۔ اور چاہیئے کہ وہ اپنے رب کو پکارے ۔ میں ڈرتا ہوں کہ وہ تمہارے دین کو بدل دے گا یا زمین میں فساد کرے گا ۔

جب یہ حالت ہو ۔ اور ایک اکیلے انسان کے بالمقابل اس قدر طاقت و عظمت والا اس طرح سے اٹھ کھڑے ہوں ۔ تو

ایسے شخص کا چارہ

ہی کیا ہے ۔ سوائے اس کے کہ یہ کہے ۔ انی عذت بربی وربکم من کل متکبر لا یؤمن بیوم الحساب ۔ میں ہر ایک متکبر سے جو یوم حساب پر ایمان نہیں لاتا ۔ اپنے رب کی اور تمہارے رب کی پناہ مانگتا ہوں ۔ کوئی مقابلہ نہیں ۔ کوئی طاقت نہیں ۔ کوئی پناہ خدا کے سوائے نہیں ۔

جب یہ حالت تھی ۔ ایک شخص جس پر حضرت موسٰی کی باتوں کا اثر ہو گیا ہے ۔ اور وہ دل سے ان پر ایمان لا چکا ہے ۔ بول اٹھتا ہے ۔

اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ

وقد جاءکم بالبینٰت من ربکم ۔ تمہارا اس سے کیا بگاڑا کیا تم صرف اسی بات پر اسے قتل کرتے ہو ۔ کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے ۔ اور تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے دلائل اور بیّنات لے کر آتا ہے ۔ وان یک کاذبا فعلیہ کذبہ وان یک صادقا یصبکم بعض الذی یعدکم ۔ اگر وہ جھوٹا ہے تو کیا جھوٹ کا وبال اس پر نہیں پڑے گا ؟ اور اگر سچا ہے تو وہ جو کہتا ہے ۔ کہ مخالفت کا نتیجہ ہلاکت اور خسران ہے تو ضرور اس کی باتوں کا کچھ حصہ تمہیں پہنچ کر رہے گا ۔ یہ نقشہ فی الحقیقت خدا کے ہر ایک رسول کی زندگی میں نظر آتا ہے ۔ اور سب سے بڑھ کر

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی

میں دکھائی دیتا ہے ۔ کس کس رنگ میں مقابلہ آپ کا کیا گیا ۔ اسارا مکہ ، ساری قوم ، سارا ملک آپ کا دشمن بن گیا ۔ آپ کے ساتھیوں پر دست درازی کرتے ۔ اور آپ کے بھی قتل کے منصوبے کرتے ہیں ۔ لیکن وہ خدا جو ایسے اوقات میں جب بے کسی انتہائی درجہ کو پہنچی ہوئی ہوتی ہے ۔ اپنے رسول کی مدد کرتا ہے ۔ آپ کی نصرت کا موجب ہوا ۔ ایسے ہی وقتوں میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے تسکین اور اطمینان کے سامان آتے ہیں ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج

آپ کے ایسے ہی اوقات کا واقعہ ہے ۔ لوگوں نے معراج کو دسویں گیارہویں سال بعثت کا واقعہ قرار دیا ہے ۔ لیکن جہاں تک میں نے تحقیق کیا ہے ۔ معراج آنحضرت صلعم کی ابتدائی زندگی میں ہوا ۔ جب مسلمانوں کو بڑی بڑی تکلیفیں اٹھا کر حبشہ کی طرف ہجرت کرنی پڑی ۔ اور آپ تنہا دشمنوں کے اندر رہ گئے ۔ اس کا ثبوت یوں ملتا ہے ۔ کہ سورت مریم جو حضرت جعفر نے نجاشی کے سامنے پڑھی ۔ اور سورت بنی اسرائیل جس میں معراج کا ذکر ہے ۔ ایک ہی زمانہ کی نازل شدہ ہیں ۔ اور پھر سورت النجم میں بھی معراج کا ذکر ہے اور وہ بھی ابتدائی زمانہ کی سورت ہے ۔

غرض جب مقابلہ انتہا درجہ کا تھا ، انتہائی بے کسی کا عالم تھا ۔ اس وقت اللہ تعالےٰ نے آپ کو معراج عطا فرمایا ۔ وہ معراج جس رنگ میں بھی ہو ۔ اور اس میں شک نہیں کہ امت کے بہت لوگوں نے اسے جسمانی ہی مانا ہے ۔ اور بعض نے روحانی بھی مانا ہے ۔ چنانچہ حضرت عائشہ اور حضرت معاویہ کا یہی مذہب ہے ۔ کہ معراج روحانی تھا ۔ لیکن وہ معراج کیا ہے ۔ اس میں یہی بتانا مقصود تھا ۔ کہ یہ جو تم پر بے کسی ہے ۔ اور سخت مصائب کے اندر تم ہو ۔ تم کو ایسا عروج حاصل ہوگا ۔ کہ کسی کو آج تک نصیب نہیں ہوا ۔ یہ فی الحقیقت اس سفر کے پیچھے سچی حقیقت تھی جس کو لوگوں نے کچھ کا کچھ بنا لیا ۔

غرض ایسے وقت میں جب

انتہا درجہ کی بے کسی

تھی ۔ اللہ تعالےٰ نے ۔ ۔ ۔ تسکین اور نصرت کا سامان کیا ۔ یہی حال مامورین کا ہوتا ہے ۔ ایک طرف دنیا کی مخالفت ہوتی ہے دوسری طرف خدائی ۔ ۔ ۔ ہیں ۔ وہ لوگ مخالفت کو ہیچ سمجھتے ہیں ۔ اور آخر کار ان مخالفتوں پر غالب آتے ہیں ۔ میں نے کہا کہ مامور کا وجود ایک نشان ہوتا ہے آج اس زمانہ میں بھی اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ ۔ ان لوگوں کو قتل کیا جاتا ہے جو اللہ کو اپنا رب مانتے ہیں ۔ کس قصور پر ان کو مارا جاتا ہے ۔ یہی کہ وہ خدا کے لئے بعض عقائد کو مانتے ہیں ۔

احمدیوں کا کیا قصور ہے

کہ ان پر ہندوستان میں بھی قتل کے فتوے دیئے جاتے ہیں ۔ گو ہمارے مفتی بے دست و پا ہونے کی وجہ سے عملدرآمد میں نہیں لا سکتے ۔ اور کابل میں تو سنگساری کا حکم جاری ہے ۔ کیا یہی قصور ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو وفات یافتہ مانتے اور یوں عیسائیت کی کمر توڑتے ہیں ۔ مگر یہ مخالفت ضروری تھی ۔ مخالفت اور مقابلہ ہی میں اللہ تعالےٰ کی نصرت آتی ہے ۔ جب دنیا اپنا پورا زور لگاتی ہے ۔ تو اس وقت اللہ تعالیٰ اپنا ہاتھ دکھاتا ہے ۔

بالفرض

اگر مرزا صاحب جھوٹے تھے

تو ان کو تباہ کرنے کے لئے ان کا جھوٹ ہی کافی تھا ۔ وان یک کاذبا فعلیہ کذبہ ۔ آپ نے خود اس قسم کی پردرد دعائیں اپنے متعلق کی ہیں ۔ کہ جن کو دیکھ کر سخت دل سے سخت دل انسان بھی آپ کو جھوٹا نہیں کہہ سکتا ۔ آپ کی ایک دعا اشعار کے اندر ہے ؎

گر تو مے بینی مرا پر فسق و شر
گر تو دیداستی کہ ہستم بدگہر
پارہ پارہ کن من بدکار را
شاد کن ایں زمرہ اغیار را
آتش افشاں بر در و دیوار من
دشمنم باش و تبہ کن کار من

دیکھو کس قدر پردرد دعا ہے ۔ کیا جھوٹا آدمی ایسی دعا کر سکتا ہے ؟ کیا ایک کذاب نہیں جانتا کہ میں کذاب ہوں ۔ وہ تو خدا سے کہتے ہیں ؎

گر تو مے بینی مرا پر فسق و شر
گر تو دیداستی کہ ہستم بدگہر
پارہ پارہ کن من بدکار را
شاد کن ایں زمرہ اغیار را

اگر تو جانتا ہے کہ میں فسق و شر میں مبتلا ہوں ۔ اگر تو دیکھتا ہے کہ میں بدگہر ہوں ۔ تو مجھ بدکار کو پارہ پارہ کر دے ۔ اور اغیار کے اس گروہ کو خوش کر دے ۔

اور پھر یہاں تک اپنے متعلق کہا کہ

آتش افشاں بر در و دیوار من
دشمنم باش و تبہ کن کار من

میرے در و دیوار پر آگ برسا ۔ اور میرا دشمن ہو جا ۔ اور میرے کام کو تباہ کر دے ۔

اگر فی الواقعہ ایسے شخص کو خدا تباہ نہیں کرتا تو کیا دنیا تباہ کر سکے گی ہرگز نہیں ۔ کیا اس دنیا میں کوئی شخص مرزا صاحب کا خیر خواہ تھا ؟ دیکھو دنیا اپنی اغراض کیلئے لوگوں کو اپنا پشت پناہ بناتی ہے ۔ لیکن مرزا صاحب نے کسی کو اپنا پشت پناہ نہیں بنایا بلکہ

سب کو اپنا دشمن بنا لیا

پہلے آریوں ، پادریوں ، برہموؤں سب سے مقابلہ کیا ۔ اب ساری دنیا دشمن تھی سوائے مسلمانوں کے ۔ مگر وفات مسیح کا نام لے کر ان کو بھی اپنا دشمن بنا لیا ۔ ان مقدمات کو دیکھ لو جن میں آریوں ، مسلمانوں اور پادریوں نے مل کر آپ کے خلاف زور لگایا ۔ سب کے سب آپ کی مخالفت پر کھڑے ہو گئے لیکن آخر کار ناکامی ہوئی ۔

آج ہم پھر دیکھتے ہیں کہ

اس سلسلہ کو تباہ کرنے کی کوشش

کی جاتی ہے ۔ کہ لوگوں کو سنگسار کر دیا جاتا ہے ۔ دو تین آدمیوں کے مر جانے یا مارے جانے کو تو میں اتنی وقعت نہیں دیتا ۔ ایسے ملک کے اندر جہاں لوگ عام طور پر سخت جہالت میں مبتلا ہیں ۔ حکومت پر بھی ہم اسقدر الزام نہیں دے سکتے لیکن ان واقعات نے

ہمارے لئے دوہری مصیبت

پیدا کر دی ہے۔ ایک تو ہمارے آدمی قتل ہوتے ہیں۔ اور دوسرے ہمارے ہندو دوست جب یہ سنتے ہیں تو وہ پوچھتے ہیں کیوں جی یہ کیسا وحشیانہ فعل کابل میں ہوا ہے۔ کس قدر ظلم ہوا ہے۔ اور ہم سنتے ہیں کہ وہ الزام امیر کابل پر نہیں، اسلام پر دیتے ہیں۔ اور کہیں بتاتے ہیں کہ یہ مسلمانوں کے وحشیانہ پن کی علامت ہے۔ اور یہ مذہب اسلام کی تعلیم ہے۔ ہمارے لئے واقعی بڑی مشکل کا سامنا ہے ایک تو ہمارے آدمی مارے جائیں۔ دوسرے کام میں ہمارے رکاوٹ پیدا ہو۔ کیونکہ اس کا اثر غیر مسلم لوگوں پر بہت برا ہو گا۔ اس کا علم ان لوگوں کو نہیں جو گھروں کے اندر بیٹھے ہیں۔

مصیبت ان کیلئے ہے

جو گھروں سے نکلتے ہیں۔ اور تہذیب دنیا کے سامنے اسلام کی صحیح تصویر پیش کرتے ہیں۔ اور بتاتے ہیں کہ یہ خونخواری کا مذہب نہیں۔ جیسا تم لوگوں نے خیال کر رکھا ہے۔ بلکہ عالمگیر صلح امن اور محبت کا مذہب ہے۔ اب وہ لوگ جو اس غلطی کو دور کرنے کے لئے گھر سے نکلے، وہ جو اسلام کو صلح اور محبت کا پیغام کہہ کر دنیا میں پیش کرتے ہیں۔ انہی کو مصیبت ہے کہ اس صلح اور محبت کے پیغام کو ماننے والے ان افعال کا ارتکاب کرتے ہیں جن کی وجہ سے لوگ اسلام سے متنفر ہو جاتے ہیں۔ میں نے ایک اشتہار میں لکھا تھا۔ کہ ان باتوں سے اشاعت اسلام میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔ اس کے جواب میں

ایک مولوی صاحب کہتے ہیں

کہ اشاعت اسلام میں رکاوٹ ہوتی ہے تو ہو۔ یہ مسلمان جو اس وقت موجود ہیں۔ وہ تو اسلام سے نہ نکلیں گے۔ گویا ان کے نزدیک مسلمانوں کا مذہب ایسا ہے۔ کہ اگر مرتد کی سنگساری کا ڈر رہا۔ تو مسلمان مسلمان رہیں گے۔ ورنہ ماشاء اللہ یہ چند کروڑ مسلمان بھی دنوں کے اندر اسلام سے نکل کر غیر مذاہب میں چلے جائیں گے۔ تف ہے ان لوگوں پر جن کا مذہب ایسا کچا اور بودا ہے۔ کہ تلوار کے خوف سے ہی قائم رہ سکتا ہے۔ غرض ان لوگوں کو اس سے واسطہ نہیں۔ کہ اسلام پھیلتا ہے یا بدنام ہوتا ہے۔ ان کو تو صرف اس سے واسطہ ہے کہ ان کی خواہش نفس پوری ہو۔ اور جنہیں وہ اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔ انہیں سنگسار کیا جائے۔ غرض یہ نقصان جس قدر اشاعت و تبلیغ اسلام کے کام کو پہنچ رہا ہے۔ ہم کو پہنچ رہا ہے۔ اس لئے

ایسے حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہیئے

بعض کا خیال ہے کہ کابل میں جتھے بھیجے جائیں۔ یہ دوسری قوموں کی نقل ہے لیکن فی الحقیقت ایسے حالات میں ہم کو جو اصلاح کا طریق بتایا ہے، وہ کچھ اور ہے۔ دنیا کی قوموں کی نقل مت کرو۔ کہ جتھے بھیجکر کامیاب ہو جاؤ گے۔ جتھے بھیجنے سے کامیابی نہیں ہو سکتی۔ کامیابی اسی طریق سے ہو سکتی ہے، جو حضرت موسےٰ نے اپنی قوم کو بتایا۔ قال موسیٰ لقومه استعينوا بالله واصبروا موسےٰ نے اپنی قوم سے کہا۔ اللہ سے مدد مانگو اور صبر سے کام لو۔ فی الحقیقت یہی ایک علاج ایسی مشکلات کا ہے۔ اگر خدا کے آگے جھکیں اور اکٹھے ہو کر جھکیں تو بہت جلد اللہ تعالےٰ سنتا ہے۔ خوب یاد رکھو مظلوم جب خدا کے آگے جھکتے ہیں۔ تو ان کی آہ سے زمین آسمان لرز جاتے ہیں۔ آج ہمارے لئے دوہرے مصائب ہیں ایک ہمارے آدمی مارے جاتے ہیں۔ اور دوسرے ہمارے کام میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔ اس کا علاج یہی ہے، استعینوا باللہ واصبروا۔ اللہ تعالےٰ سے مدد مانگو اور صبر سے کام لو۔ میں اس بات کو دوہرانا چاہتا ہوں کل بھی میں نے احباب کو جمع کر کے کہا تھا۔ نمازوں کے اندر بہت سستی ہے، یوں تو نماز سب پڑھتے ہوں گے لیکن

باجماعت نماز

کے اندر غافل رہتے ہیں۔ اس سستی کو ترک کرنا چاہیئے۔ نماز باجماعت پڑھنی چاہیئے۔ جماعت کی دعا بہت جلد سنی جاتی ہے، اس لئے اکٹھے ہو کر اور مل کر دعائیں کرو۔

ہمیں افسوس اس پر آتا ہے کہ وہ جو مسلمان کہلاتے ہیں۔

جو دیکھتے ہیں کہ یہ ظلم ہو رہا ہے

وہ بھی اس کے خلاف آواز نہیں اٹھاتے۔ دیکھو ہندوستان سے بیسیوں تاریں امیر کے پاس جاتی ہیں جس میں اس ظلم کی حمایت کی جاتی ہے۔ اور کوئی تار ایسی نہیں جاتی جس میں اس سے اظہار نفرت کیا گیا ہو۔ یہاں ہندوستان میں لاکھوں میں جنہوں نے اس فعل کو برا سمجھا لیکن چونکہ ہمارے مسلمانوں کی قوم کی حالت یہی ہے کہ کوئی پروا نہیں۔ اس لئے وہ اپنی جگہ پر خاموش بیٹھے ہیں۔ اور وہ چند علماء لوگ جو مسلمانوں کو مرتد کرنے پر خوش ہوتے ہیں۔ انہوں نے اپنی نمبرداری سے فائدہ اٹھا کر لکھ دیا۔ کہ ٹھیک ہوا ہے۔ بہت اچھا ہوا ہے اور عین شریعت کے مطابق ہوا ہے۔ اللہ تعالےٰ مسلمانوں کی حالت پر رحم کرے۔

صوت الحمیر

افغانستان سے احمدیوں کی سنگساری کی خبر آنے پر مولانا محمد علی نے اپنے اخبار "ہمدرد" میں مسلسل تین مقالات افتتاحیہ لکھے ہیں جن میں قرآن کریم اور احادیث سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ اسلام میں ارتداد کی سزا قتل نہیں۔ اور کہ جماعت احمدیہ مرتد نہیں۔ اسی موضوع پر ایک زبردست مضمون انگریزی زبان میں کامریڈ میں بھی شائع ہوا ہے۔

حق و صداقت کی یہ آواز ان دشمنان حق کو کیونکر پسند آ سکتی تھی۔ جو بقول "مسلم آؤٹ لک" کمثل الحمار يحمل اسفارا کے سچے مصداق ہیں۔ "الجمعیت" کے نام سے آجکل ایک اخبار جمعیت العلمائے ہند کی طرف سے دہلی سے نکلتا ہے، جس کو "صوت الحمیر" کہنا چاہیئے۔ اس کی ۲۶ فروری کی اشاعت میں مولانا محمد علی کے خلاف مضمون شروع کیا گیا ہے۔ اس پہلے نمبر میں مضمون نگار نے اس بات پر زور دیا ہے کہ

"افسوس اس لئے ہوا کہ ان کا یہ اجتہاد بھی درحقیقت اجتہاد نہیں ہے۔ بلکہ مولوی محمد علی صاحب لاہوری کی تقلید ہے۔ اگر آپ مولوی محمد علی صاحب کے رسالے جو انہوں نے اس مسئلہ پر لکھے ہیں۔ پڑھکر پھر مولانا محمد علی صاحب ایڈیٹر ہمدرد کے مضامین متعلقہ ہمدرد پڑھیں۔ تو آپ کو اس میں کوئی شبہ نہیں رہے گا۔ کہ مولانا محمد علی صاحب ایڈیٹر ہمدرد نے مولوی محمد علی صاحب لاہور کے مضامین اور ان کے ہی دلائل کو اختصار کے ساتھ اپنی عبارت میں لکھ دیا ہے۔"

یہ ہے جمعیت العلما کی مخالفت کی وجہ گویا مولانا محمد علی اگر حضرت امیر ایدہ اللہ کے دلائل کو نقل نہ کرتے۔ تو قتل مرتد کو نہ چھیڑتے ہمیں خطرہ ہے۔ کل کو اسی بنا پر قرآن کی بھی مخالفت نہ شروع کر دی جائے۔ کہ حضرت امیر ایدہ اللہ کے پیش کردہ دلائل اس کے اندر بھی موجود ہیں۔

بہرحال جمعیت العلما جو خود مولانا محمد علی ہی کی ساختہ پرداختہ ہے۔ اب ان کے بھی پیچھے پڑنے لگی ہے۔ اور بمصداق ان انکر الاصوات لصوت الحمير اپنی مکروہ آوازوں سے حق کو دبانے کے درپے ہے۔ دیکھیں اس باہمی نبرد آزمائی کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔

علما کا اثر

"الجمعیۃ" نے اپنے اسی مضمون میں مولانا محمد علی کے متعلق بیان کیا ہے کہ انہوں نے خلافت کمیٹی کے ایک جلسہ منعقدہ دہلی میں مولوی سید حسین احمد صاحب کے ایک سوال پر یہ بھی کہا تھا کہ

"میں علماء کرام سے زیادہ قرآن و حدیث کو سمجھتا اور ان سے بہتر اجتہاد کر سکتا ہوں"

آگے چل کر یہ بھی بتایا ہے کہ جمعیت العلما کے اجلاس مراد آباد میں مولانا محمد علی نے کہا تھا کہ

"علما کو چاہیئے کہ وہ معمولی معمولی باتوں پر سخت گیری نہ کریں۔ کیونکہ اگر انہوں نے یہ عادت نہ چھوڑی تو اس کا یہ اثر تو نہ ہو گا کہ مسعود الحسن صاحب اور عبد السلام صاحب ڈاڑھیاں رکھ لیں بلکہ اندیشہ ہے کہ محمد علی اور معظم علی کی ڈاڑھیاں بھی مونڈ ڈالی جائیں۔"

انہی فقرات کی بنا پر "الجمعیۃ" کو اس مضمون کے لکھنے سے یہ اندیشہ ہو گیا ہے کہ

"خدانخواستہ مولانا محمد علی صاحب ہمارے تحریر سے کوئی نا جائز اثر قبول کریں۔ اور خدانخواستہ قادیانی نبوت کے قائل ہو کر ان کے تمام دعووں کی تصدیق کرنے لگیں۔"

خدا اثر نہیں۔ بلکہ تمہاری ان حرکات کا صحیح نتیجہ یہی ہونا چاہیئے کہ یا تو اسلام کو ترک کر دیا جائے، اور یا اس اصل راہ کو اختیار کیا جائے جو احمدیت کا نصب العین ہے۔

ہم سمجھتے ہیں۔ مولانا محمد علی کا یہ دعوے کہ وہ علما سے بڑھکر قرآن اور حدیث سمجھتے اور بہتر اجتہاد کر سکتے ہیں۔ فی الحقیقت صحیح ہے۔ جیسا کہ اس قتل مرتد کی بحث سے ظاہر ہے۔

اتحاد ثلاثہ

"الجمعیت" نے اپنے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے کہ

"مولانا محمد علی ایڈیٹر ہمدرد نے اخبار ہمدرد میں تمام امت اسلامیہ کے خلاف اس معاملے میں اتحاد ثلاثہ (قادیانی۔ لاہوری آریہ) کا ساتھ دیا۔"

اسے غالباً یاد نہیں رہا۔ یا اپنی کوتاہ نظری کے سبب دیکھ نہ سکا۔ کہ "تمام امت اسلامیہ" کے اندر وہ لوگ بھی ہیں جو مولانا محمد علی ایڈیٹر ہمدرد سے پیشتر نعمت اللہ خاں کی سنگساری کے موقعہ پر حق کا ساتھ دے چکے ہیں کیا مولانا اسلم جیراجپوری ایڈیٹر جامعہ (جامعہ ملیہ علیگڑھ) یہ ممتاز علی ایڈیٹر تہذیب النسواں یا ڈاکٹر کچلو۔ آنریبل سید رضا علی جناح ہیں شامل ہیں یا نہیں کیونکہ انہوں نے بھی قادیانی اور لاہوری احمدیوں کی اس بارہ میں تائید کی تھی۔ کہ قرآن و حدیث سے مرتد کی سزا قتل ثابت نہیں ہوتی نہ احمدیوں کو زمرہ مرتدین میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ ہاں آریوں کا ساتھ نہ انہوں نے دیا۔ نہ قادیانی یا لاہوری احمدی جماعتوں اور نہ ہی مولانا محمد علی نے دیا ہے۔ کیونکہ آریوں کا بھی خیال یہی ہے کہ اسلام نے فی الحقیقت مرتد کو واجب القتل ٹھیرایا ہے۔ چونکہ یہ دیوبندیوں اور جمعیت العلما کے ہم آواز ہیں۔ ... سے ساتھ ایک تیسری جماعت عیسائیوں کی بھی ہے۔ جیسا کہ ڈاکٹر زویمر کے اس مضمون سے جو مسلم ورلڈ میں شائع ہوا ہے ظاہر ہے۔ اس لئے اتحاد ثلاثہ اگر کوئی ہے۔ تو دیوبندیوں، آریوں اور عیسائیوں کا ہے، جماعت احمدیہ جو کچھ کہہ رہی ہے، وہ عین قرآن و حدیث کی آواز ہے، اور بفضل خدا اس وقت بھی ملت اسلامیہ میں سے بعض حق پرست انسان اس کے ہم آواز ہیں۔

اسلام اور ہندوستان

اگرچہ ہندوستان کی موجودہ فضا اسلام کے حق میں بہت حد تک مکدر ہو چکی ہے۔ برادران وطن علی العموم اسلام کے متعلق غلط خیالات میں مبتلا پائے جاتے ہیں لیکن جو لوگ اسلام اور تاریخ کا مطالعہ تحقیق کی نظر سے کرتے ہیں۔ انہیں تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اسلام دنیا کے لئے باعث رحمت و برکت ثابت ہوا ہے۔ اس قسم کی بہت سی مثالیں قبل ازیں ہدیہ قارئین کی جا چکی ہیں۔ حال میں ایک اور ہندو بزرگ ڈاکٹر کے ایس سیتارام۔ ایم۔ اے پی ایچ ڈی نے ینگ مین کریسنٹ سوسائٹی مدراس کی دوسری برسی کے موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے اسلام کے محاسن کا اعتراف کر کے اپنی حق پسندی کا ثبوت نہایت واضح الفاظ میں دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ

اگر اسلام ہندوستان میں نہ آتا تو ہندوستان اس رنگ اور حالت میں نہیں ہو سکتا تھا جس طرح آج ہم اسے مشاہدہ کر رہے ہیں شاہان مغلیہ کے نقش و نگار اور عمارات کے دیکھنے سے ایک آدمی اس نتیجہ پر پہنچتا ہے۔ کہ مسلمان ہندوستان میں رہ پڑے تو وہ ملک سے اسی قدر محبت کرنے لگے جس طرح ہندو کرتے تھے۔ بعض بڑے بڑے پنڈت اور بعض فارسی دان برہمن تھے۔ فیضی بھی سنسکرت کے ایک جید عالم تھے۔ مغلوں کا سکول نقش و نگار نصف اسلامی اور نصف ہندو تھا۔ ہندو راجاؤں کے دربار میں اسلام کا اثر غالب تھا۔ دنیا کی موجودہ تہذیب صرف اسلام کی بدولت ہے۔ مقرر نے یورپ کے زمانہ جہالت کی تاریخ بیان کی۔ اور فرمایا۔ کہ اسلام نے ایشیائی تہذیب کی شمع کو بلند رکھا۔ اگر اسلام کا ملک کسی کو کہا جا

ایک نیک مثال

حضرت امیر ایدہ اللہ کا ضروری اعلان

شیخ نظام الدین ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس نے مجھے اپنے فرزند عزیز محمد ہاشم کی شادی کی تقریب پر جموں آنے کی دعوت دی تھی۔ اور جو اس تعلق محبت کے جو مجھے شیخ صاحب سے ہے، میں نے ان کی اس دعوت کو خوشی سے قبول کیا تھا چنانچہ ۲۲۔ کو میں اس تقریب پر جموں میں تھا۔ اس شمولیت پر مجھے دو وجہ سے خوشی ہے۔ اول اس لئے کہ دوسری طرف سے باجے کے ساتھ آنے کی خواہش تھی۔ اور گو باجے کے متعلق جواز کا فتوے حضرت مسیح موعود کا ہے۔ مگر میں نے انہیں لکھا کہ حضرت صاحب نے باوجود اس فتوے کے خود باجا نہیں بجوایا۔ اور میں بھی آج تک ایسی شادیوں پر شمولیت سے انکار کرتا رہا ہوں جن میں باجا ساتھ ہو۔ میری اس تحریر پر شیخ صاحب نے باجے کے ساتھ لے جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اور علاوہ ازیں بھی یہ شادی ہر قسم کی بدعات وغیرہ سے پاک تھی۔ اور نہایت سادہ اسلامی طریق پر ہوئی۔ دوسرے اس موقعہ پر شیخ صاحب نے ایک اور نیک مثال قائم کی۔ یعنے خطبہ نکاح کے بعد خود اپنی طرف سے ایک سو روپیہ چندہ برلن مسجد میں پیش کیا۔ اور غالباً چونکہ اس سے پیشتر وہ دوسروں کو بھی تحریک کر چکے تھے۔ اس لئے سب مہمانوں اور میزبانوں نے بھی اس چندہ میں حصہ لیا۔ اور ۳۴۲ روپے کی رقم پانچ سات منٹ میں جمع ہو گئی۔ میں اس سے پیشتر ہی چاہتا تھا کہ احباب میں تحریک کر دوں۔ کہ ہمیں اپنی شادی کے موقعہ پر نیک کاموں میں کچھ حصہ لینے کی عادت ڈالنی چاہیئے۔ اب شیخ صاحب کی اس مثال نے اس کے لئے مزید تحریک کر دی ہے۔ اور میں چاہتا ہوں۔ کہ ہمارے جملہ احباب اس بات کو مدنظر رکھیں۔ کہ اول تو اخراجات شادی میں ایک حصہ اشاعت اسلام کا ضرور ہونا چاہیئے۔ اور دوسرے اس موقعہ پر ان لوگوں میں جو جمع ہوئے ہوں۔ یہ نیک تحریک کرنی چاہیئے تاکہ وہ بھی ایک نیک کام میں شامل ہو جائیں۔ میں یقین کرتا ہوں۔ کہ اگر ہم لوگ اس وقت ہمت کر کے یہ نیک مثال قائم کر دیں۔ تو اس ذریعہ سے آئندہ اشاعت اسلام کے کام کو بڑی بھاری تقویت پہنچتی رہے گی۔ اور اس نیک طریق کے قائم کرنے کا ثواب ان لوگوں کو ملے گا۔ جو اس کے پہلے عامل ہوں گے۔ تفصیل اس چندہ کی جو عزیز محمد ہاشم کے خطبہ نکاح پر وصول ہوا حسب ذیل ہے:-

(۱) شیخ نظام الدین صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس — یکصد (۱۰۰)
(۲) ڈاکٹر محمد عالم صاحب لاہور — (۵۰)
(۳) شیخ محمد عزیز صاحب جموں — (۲۵)
(۴) سردار محمد زمان خان صاحب — [illegible]
(۵) راجہ سکندر خان صاحب تحصیلدار بھکر — [illegible]
(۶) جان خان صاحب ذیلدار موسیٰ خیل ضلع میانوالی — [illegible]
(۷) اہلیہ راجہ سکندر خان صاحب تحصیلدار — [illegible]
(۸) خان صاحب محمد حیات خان صاحب ڈی ایس پی اکٹری ضلع میانوالی — [illegible]
(۹) شیخ محمد ممتاز صاحب فاروقی گجرات — [illegible]
(۱۰) سیٹھ عبدالمجید صاحب جاپان ہوس لاہور — [illegible]
(۱۱) جناب مرزا عبدالواحد صاحب — [illegible]
(۱۲) شیخ محمد سعید صاحب رئیس میانی — [illegible]
(۱۳) ملک فتح خان صاحب رئیس بیڈیال ضلع شاہ پور — [illegible]
(۱۴) سردار محمد سرور خان صاحب پنشنر افسر مال گجرات — [illegible]
(۱۵) جناب سید رسول شاہ صاحب — [illegible]
(۱۶) سید حبیب اللہ شاہ صاحب وکیل سرگودہا — [illegible]

اس سفر جموں میں مجھے جس امر کو دیکھ کر تکلیف ہوئی وہ مستری یعقوب علی صاحب کی بیماری تھی۔ یہ ہمارے عزیز دوست خدمت سلسلہ میں ایسے ایثار کے نمونے دکھا چکے ہیں۔ جو بہت کم دیکھنے میں آتے ہیں۔ مستری صاحب کے متعلق ڈاکٹری تشخیص یہ ہے کہ سل کا آغاز ہے۔ میں ان کے لئے دعا کرتا ہوں۔ اور دیگر احباب سے بھی التجا ہے کہ اس خادم دین کی صحت کے لئے دعا کریں۔

تکمل قرآن مجید کے متعلق

حضرت مولوی سید میرک شاہ صاحب مدرس دیوبند نے ایک مرفوع التلاوت مگر واجب العمل آیت پیش کر کے کچھ ایسی چُپ سادھی ہے کہ گویا اس دنیا میں ہیں ہی نہیں۔

تھوڑے دنوں سے مختلف ناموں اور مختلف جگہوں اور مختلف عنوانوں سے اشتہار چھپ رہے ہیں مگر جاننے والے خوب جانتے ہیں کہ ع

کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں

اس وقت ایک اشتہار مرزائیوں کی تمام جماعتوں کو چیلنج کے عنوان سے ہماری نظر سے گذرا ہے جس کے لکھنے اور شائع کرنے کی تمام ذمہ داری مولوی محمد مرتضیٰ حسن صاحب چاند پوری ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند کے سر منڈھی گئی ہے۔ ورنہ خدا نخواستہ مولوی میرک شاہ صاحب کے ہاتھ شل ہوئے اور نہ ان کے ہاتھ سے کسی نے قلم چھین لیا معلوم نہیں کہ پھر کیا وجہ ہے کہ وہ دوسروں کی محتاجی کرتے ہیں۔ ہاں شاید یہ وجہ ہو کہ مولوی میرک شاہ صاحب خود وہ الفاظ جو دوسروں کے قلم سے لکھواتے ہیں اپنے قلم سے لکھنا اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہوں۔

اس طول طویل اشتہار میں ظاہری راقم نے اپنی عادت مستمرہ سے مجبور ہو کر مرزائیوں کو مخاطب کر کے دل بھر کر سب وشتم کیا ہے۔

کھسیانی بلی کھمبا نوچے

مگر ہمیں اس سے بحث نہیں مرزائی جانیں اور مولوی میرک شاہ یا ان کے ہمنوا

ہمیں تو صرف اس امر سے بحث ہے کہ یہ بھی وہی آواز ہے جو پہلے کئی لوگوں کے منہ سے نکل چکی ہے۔ جیسا کہ صاحب اشتہار بھی فرماتے ہیں۔

(جو امور جواب میں مذکور ہوئے ہیں۔ ان میں مولوی میرک شاہ صاحب کا کیا قصور۔ ایک شخص واقعات پیش کرتا ہے۔ تصحیح نقل اسکے ذمہ ہے۔ اگر کوئی بات ان میں سے ہمارے نزدیک مولانا نے غلط فرمائی ہے تو منہ میں زبان رکھتے ہو۔ ہاتھ میں قلم ہے کیوں نہیں کہتے!!

جس طرح مولوی محمد مرتضیٰ حسن صاحب کو مولوی میرک شاہ صاحب کی زبانی یہ سوال کرنے کا حق ہے۔ اسطرح اگر ہم جناب زین العابدین صاحب کی طرف سے جواب لکھیں تو بیجا نہ ہوگا مولوی صاحب کو اس کے متعلق یا تو غلطی لگی ہے یا آپ دیدہ و دانستہ بیاسخاطر مولوی میرک شاہ صاحب اغماض کر رہے ہیں۔

مولوی میرک شاہ صاحب "اخبار سیاست" مورخہ ۱۰ اکتوبر میں پیغامی مرزائیوں کے دعوی کو ان الفاظ بیان کر کے

"پیغامی مرزائی یہ دعوی بھی کرتے ہیں کہ وہ (زمیندار سیاست) قرآن کریم کی ایک ایسی بھی آیت پیش نہیں کر سکتے جس میں کسی بڑے سے بڑے جرم اور بالخصوص ارتداد پر رجم کی سزا تجویز کی گئی ہو"

اس کے بعد قرآن مجید کی آیت انما جزا الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا کا حوالہ دیتے ہیں۔ اور پھر فرماتے ہیں "اسی طرح ان کو یہ بھی بتا دینا ہوگا کہ آیت رجم جو مرفوع التلاوت ہو چکی ہے یعنی الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما کو قابل عمل مانتے ہیں۔ یا اس میں بھی امت محمدیہ سے علیحدہ ہو کر اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنائیں گے!

اس کے آگے حضرت عمر رض کے الفاظ "مجھے خطرہ ہے کہ امتداد زمانہ کے سبب سے کوئی کہنے والا یہ نہ کہے کہ قسم اللہ کی ہم کو کہیں بھی کتاب اللہ میں رجم کی آیت نظر نہیں آتی" لکھنے کے بعد سید میرک شاہ صاحب لکھتے ہیں جیسے کہ پیغامی مرزائی آجکل بڑے زور و شور کے ساتھ کہہ رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پیشین گوئی مرزائیوں پر صادق آئی یا نہیں۔

اب فرمائیے کہ کیا اس عبارت کے لکھنے کے بعد مولوی میرک شاہ صاحب محض واقعات نقل کرنے ہی کے ذمہ دار ہیں

جس طرح آپ نے غلط فہمی سے یا محض ان کی حمایت کرتے ہوئے یہ فیصلہ کر دیا کہ وہ نقل کی تصحیح کے ذمہ دار ہیں۔ حالانکہ اصل بات یہ ہے کہ مولوی میرک شاہ صاحب نے آیت رجم نہایت تحدی سے قرآن کریم کی آیت کے پہلو بہ پہلو رکھا ہے اور اسطرح گویا اس عبارت کو قرآن مجید کے ہم پایہ قرار دیا ہے اور مرزائیوں کو بالخصوص اور دوسرے مسلمانوں کو بالعموم اس کے خلاف ماننے پر ملزم گردانا ہے۔ میں اگرچہ مرزائی نہیں لیکن یہ میری سمجھ میں نہیں آتی کہ قرآن کریم کی کوئی واجب العمل آیت قرآن مجید کے موجودہ نسخہ سے باہر رہ گئی ہے۔ جب دوسری آیات واجب العمل اس قرآن مجید میں موجود ہیں تو اس ایک آیت کو کیا ہوا گیا کہ تیرہ سو سال سے باہر پڑی رہی مرفوع التلاوت کی منطق بھی میری اور عام مسلمانوں کی سمجھ سے بالا تر ہے۔ اور سمجھ میں نہیں آتا کہ جس آیت کا پڑھنا واجب نہیں اس پر عمل کیوں ہو۔ غرض یہ تمام تر ذمہ داری ہمارے نزدیک مولوی میرک شاہ صاحب پر عائد ہوتی ہے اور ہم پھر درخواست کرتے ہیں کہ وہ براہ کرم ہمیں بدلائل و براہین سمجھائیں کہ یہ آیت کیونکر آیت ہوئی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں قرآن شریف میں درج نہ کرائی اور آجتک کیوں کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ اسکو قرآن مجید میں درج کرے۔

اور تو اور مولوی میرک شاہ صاحب ہچکچا رہے ہیں۔ اور زین العابدین صاحب کے مجوزہ مکمل قرآن کی تکمیل و ترتیب کرنے کی جسارت نہیں کرتے۔

ہاں! باقی رہا آپ کا یہ سوال کہ اگر قرآن شریف کو مکمل مانتے ہو تو پھر ہم سے ہی کیوں مطالبہ کرتے ہو۔ حضرت اس کا جواب یہ ہے کہ اس زمانہ میں آپ خدا کے فضل سے شیخ جامعہ دیوبند ہیں اور مذہبی مسائل کے لئے قدرتی طور پر مسلمانوں کی آنکھیں آپ ہی کی طرف اٹھتی ہیں۔ دوسرے حضرت مولانا مولوی میرک شاہ ہی نے یہ تحدی سے دعوی کیا کہ آیت رجم قرآن کریم کی آیت ہے۔ اس سے تو پہلے تو معلوم نہیں کہ کسی مسلمان نے اس کو قرآن کریم کی آیت مانا ہو۔ روایت کی تردید تو خود اس واقعہ سے ہو رہی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود خود رسول ہونے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے باوجود خلیفہ ہونے کے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے باوجود خلیفہ اور جامع قرآن شریف ہونے کے اس آیت کو قرآن شریف کے اندر داخل نہیں کیا۔

لہذا باوجود ان باتوں کے اگر کوئی مسلمان یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ قرآن مجید کی کوئی واجب العمل آیت موجودہ نسخہ سے باہر ہے تو پھر ظاہر ہے کہ وہ قرآن مجید کو نامکمل سمجھتا ہے۔ اور یہ عقیدہ صراحتاً ضلالت اور گمراہی ہے اور ایسا شخص ایک حد تک ایمان سے معرا ہے۔ ہم تو موجودہ نسخہ قرآن مجید کو کامل و اکمل سمجھتے ہیں۔ اور جو شخص یہ کہے کہ اس کا کوئی نقطہ یا شوشہ بھی باہر رہ گیا ہے وہ ہمارے نزدیک سخت گمراہ ہے۔ آپ میرک شاہ صاحب سے کہدیں کہ اگر وہ آیت رجم کا قرآن شریف

خریداران پیغام صلح

کی خدمت میں التماس ہے کہ اخبار کا چندہ جن جن حضرات کی طرف بقایا ہے۔ وہ خود بخود بہت جلد ادا فرماویں۔ تاکہ خط وکتابت اور وی پی کرنے سے انجمن اور خریداروں پر ٹکٹ ڈاک وغیرہ کا خرچ زائد نہ پڑے۔

امید ہے کہ پہلے نوٹسوں کی طرح یہ بھی بے سود ثابت نہ ہوگا (منیجر)

سے باہر نہ ظاہر نہ فرماتے تو ہمیں مکمل قرآن مجید کا خیال بھی نہ ہوتا۔

مولوی امیر ک شاہ صاحب کو چاہئے کہ اپنی ضد کو چھوڑ دیں اور خداوند کریم کی جناب میں توبہ کریں ۔ اللہ تو بہ کرنے والوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ اور کلمہ گو پابند صوم وصلوٰۃ کو کافر اور مرتد کہنے میں پرہیز کریں۔

خاکسار زیرک شاہ

لاہور ۲۲ - فروری ۱۹۲۵ء

جرمن مشن کی ضروریات

اور اس کیلئے احباب سلسلہ کی قربانی

جلسہ سالانہ میں حضرت امیر ایدہ اللہ کی اس تحریک پر کہ جرمن مشن اب مستقل صورت اختیار کر چکا ہے - اور اسکو اب کسی صورت میں نہیں چھوڑا جا سکتا - دوسری طرف موجودہ آمدنی اس کے اخراجات کے لئے مکتفی نہیں - اسلئے تمام افراد سلسلہ کو اپنی طاقت کے مطابق کوئی سالانہ رقم اسکے اخراجات چلانے کے لئے مقرر کرنی چاہئے جو چندہ ماہوار کے علاوہ ہو - اسیوقت اکثر احباب نے جو موجود تھے مستقل وعدے لکھا دئے جن کی میزان سات ہزار روپیہ سالانہ بنتی تھی - لیکن اخراجات چونکہ سولہ ہزار روپیہ سالانہ کے قریب تھے - اسلئے جلسہ کے بعد حضرت امیر کی طرف سے دوسرے احباب کے نام فرداً فرداً چٹھیاں بھیجی گئیں - اور ہر ایک سے ایک مقررہ رقم کا مطالبہ کیا گیا - ان میں سے چند ایک کی طرف سے جواب موصول ہو گئے ہیں جن کی فہرست ذیل میں درج کی جاتی ہے - باقی احباب کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ بھی حسب توفیق کوئی رقم منظور فرما کر جواب سے ممنون فرمائیں - اللہ تعالے کی جناب میں ... دعا ہے کہ جس طرح یہ احباب اپنی کمائیوں سے اسکے گھر کی کفرستان میں آبادی کے لئے ہر طرح کی کوشش فرما رہے ہیں - اللہ ان کے ناموں کو دنیا میں ابد الآباد تک زندہ رکھے - آمین

(۹۰) بابو عبد العزیز صاحب کمپونڈر بھیرہ ... (۹۱) شیخ عبد العزیز صاحب سلہ ... (۹۲) مولوی عبد الستار صاحب لاہور ... (۹۳) محمد سعید صاحب جعفر سیالکوٹ ... (۹۴) ملک احمد خان صاحب ذیلدار چک اسلام آباد - ملتان (۹۵) ملک مراد بخش صاحب چک ۱۹۳ ... (۹۶) مرزا محمد سعید بیگ صاحب لاہور ... (۹۷) ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب دربند ... (۹۸) منشی شاہ محمد صاحب لدھا سدہا ... (۹۹) ڈاکٹر سعید احمد صاحب ایبٹ آباد ... مرزا رحمت بیگ صاحب مردان ... (۱۰۱) اہلیہ صاحبہ رحمت بیگ صاحب مردان ... (۱۰۲) مخدوم محمد اشرف صاحب شملہ ... (۱۰۳) مولوی عبد الرحمن صاحب شملہ ... (۱۰۴) لفٹننٹ کرنل منصب علی خان صاحب مالیر کوٹلہ ... (۱۰۵) سیٹھ اسمٰعیل آدم صاحب بمبئی ... (۱۰۶) ڈاکٹر شیخ محمد یوسف صاحب قلات ... (۱۰۷) خان صاحب شیخ خدا بخش صاحب پشاور ... (۱۰۸) ڈاکٹر جلال الدین صاحب گوجرہ ... (۱۰۹) مولوی محمد رمضان صاحب لاہور ... (۱۱۰) بابو محمد حسین صاحب گوجرانوالہ ... (۱۱۱) عبد الحمید خان صاحب پشاور ... وصول ہو گئے ہیں - (۱۱۲) چودہری محمد حسین صاحب نمبردار چک نمبر ۸ سرگودہا ... وصول ہو گئے ہیں - ماسٹر فقیر اللہ صاحب لاہور ۳ پائی فی روپیہ جو اسوقت ... سالانہ ہوتے ہیں۔

ان سب احباب کی خدمت میں التماس ہے کہ چونکہ جرمن مشن کے اخراجات ماہوار ادا کرنے ہوتے ہیں اسلئے دو ہی صورتیں میں اعانت زیادہ مفید ہو سکتی ہے (اول) اسطرح کہ نصف حصہ اب اور باقی نصف چھ ماہ بعد اور یا کل رقم کو بارہ ماہ پر تقسیم کرکے ماہوار چندہ کے ساتھ ہی بارہواں حصہ بھیجا کریں

ظہور احمد
جائنٹ سکرٹری
۲۵ - فروری ۱۹۲۵ء

فہرست معاونین برلن مسجد

حضرت امیر ایدہ اللہ نے برلن مسجد کے ... جو ایک سو مزدوروں کی اپیل کی تھی جو کہ پچاس پچاس روپیہ کی ایک ایک کاپی منگوا کر اسقدر رقم شروع مارچ تک بھجوا دیں - اس کے متعلق تین فہرستیں پہلے شائع ہو چکی ہیں - ان فہرستوں میں سے کا ... کے متعلق اور اس کے علاوہ اور جس قدر رقوم موصول ہوئی ہیں تبھی شکریہ کے ساتھ شائع کیا جاتا ہے - اللہ تعالیٰ ان سب احباب کو جزائے خیر دے - اور باقی تمام احباب کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ تمام روپیہ مارچ کے پہلے ہفتہ میں بھیجدیں -

(۱) ڈاکٹر جلال الدین صاحب گوجرہ ... نقد - (۲) شیخ عبد الرشید صاحب جھنگ ... نقد (۳) چودہری ... صاحب جھنگ ... نقد - (۴) فقیر محمد رشید صاحب نہنگ سیال ... روپیہ نقد - مہر زاد بخش صاحب نمبردار علاقہ سرگودہا ... روپیہ نقد - مہر جان محمد خان صاحب گوجرہ ... روپیہ نقد

مندرجہ بالا رقوم خان بہادر میاں غلام رسول خان صاحب کی فراہم کردہ ہیں

مولوی عبد الرحمن صاحب شملہ ... نقد ... حسب وعدہ - چودہری ... خان صاحب ... ہر سالہ ... نقد حسب وعدہ - ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب دربند ... نقد حسب وعدہ عبد الحمید خانصاحب پشاور ... نقد بحساب کاپی - منشی خدا بخش خان صاحب حافظ آباد ... نقد بحساب کاپی - ڈاکٹر سید طفیل حسین شاہ صاحب لاہور ... نقد بحساب کاپی - بابو احمد دین صاحب کاہی ... نقد بحساب کاپی - مسٹر غلام شبیر خلف خان بہادر میاں غلام رسول صاحب لاہور ... نقد بحساب کاپی - معرفت شیخ مولا بخش صاحب سوداگر بوٹ سیالکوٹ شہر ... نقد بحساب کاپی - معرفت بنت مستری محمد الدین صاحب و اہلیہ شیخ مولا بخش صاحب سیالکوٹ ... روپیہ نقد بحساب کاپی - شیخ اللہ بخش خلف شیخ مولا بخش صاحب فلور ملز لائل پور ... نقد بحساب کاپی - چودہری محمد عبد اللہ خان صاحب نمبردار چک نمبر ۷ ... روپیہ نقد بحساب کاپی - چودہری غلام حسن صاحب ... والا ... نقد حسب وعدہ میاں عبد العزیز صاحب سول سرجن مظفر گڑھ ... نقد - شیخ نظام الدین صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس رخصتی چک شہزاں ... روپیہ نقد بر موقعہ شادی محمد ہاشم پسر خود مقام جموں ڈاکٹر محمد عالم صاحب آف لاہور ... روپیہ نقد - شیخ محمد عزیز صاحب ... نقد - از مختلف احباب جموں ... نقد خان صاحب شیخ خدا بخش صاحب ... روپیہ نقد بحساب کاپیاں - خان سعادت علی خان صاحب رامپور ... روپیہ نقد ... شیخ مولا بخش و محمد اسمٰعیل صاحبان فلور ملز ... روپیہ نقد بحساب کاپیاں - منشی محمد حسین خان صاحب ... لدھیانہ ... روپیہ نقد بحساب کاپیاں۔

ظہور احمد
جائنٹ سکرٹری
۲۵ فروری ۱۹۲۵ء

تازہ خبریں

متھرا میں پنجابی طالب علموں اور چوبوں کے درمیان سخت لڑائی ہوئی اس میں جو آلات حرب استعمال کئے گئے - ان میں گھونسوں لاتوں اور جوتوں کے علاوہ لاٹھیاں اور پتھر بھی شامل تھے - بیان کیا جاتا ہے کہ چوبوں نے لاٹھیوں کا استعمال آزادانہ طور سے کیا اور ... دروازہ سے بسرام گھاٹ تک کی سڑک پر دونوں طرف کے مکانات کی چھتوں پر سے خوب پتھر برسائے۔

صدر جمعیتہ علماء ہند نے اعلان شائع کیا ہے - امیر علی کی غیر مستقیم روش اور جنگجویانہ کارروائی کی وجہ سے حجاز کی حالت ابھی تک ناقابل اطمینان ہے - اسی وجہ سے حجاج کی روانگی مخدوش ہے اس لئے ضروری ہے کہ جس وقت تک حجاج کی روانگی کی قابل اطمینان اطلاع شائع نہ ہو جائے - عازمان حجاج اپنے اپنے مقامات سے بمبئی کراچی وغیرہ کا ارادہ نہ کریں ورنہ بمبئی کراچی وغیرہ میں پہنچکر تکلیف اٹھائینگے - اور بیفائدہ زیر بار ہوں گے۔

مسٹر اے ٹی گڈوانی نابھ جیل سے رہا ہو کر آج دہلی پہنچ گئے ہیں۔

کابل کی خبریں مظہر ہیں کہ حکومت افغانستان اب ... سے ایک نیا سکہ جاری کرے گی جسے موجودہ امیر امان اللہ خان کے نام پر امانیہ کہا جائے گا - موجودہ کابلی روپیہ کی قیمت کا ایک ... سکہ بھی ہوگا جس کا نام نیم امانیہ ہوگا - اور ان کے علاوہ نکل کے چھوٹی چھوٹی قیمتوں کے سکے بھی ہوں گے - سکے پر مہر لگانے کے آلات یورپ سے منگائے گئے ہیں - اور چاندی کی ضروری مقدار ہندوستان سے ایک جرمنی کارخانہ کے ذریعہ سے اور نکل اطالیوں کے ذریعہ سے حاصل کی گئی ہے - تمام پرانے سکے واپس ٹکسال میں جمع کئے جا رہے ہیں جنھیں پگھلا کر دھات کی شکل میں منتقل کر دیا جائے گا۔

چیف کمشنر صوبہ سرحد نے اسی فرسودہ بہانے پر کہ امن عامہ خلل واقع ہونے کا احتمال ہے - وفد خلافت کو صوبہ سے نکل جانے کا حکم دیدیا - چنانچہ آج صبح ۹ بجے وفد پشاور سے روانہ ہو گیا - وفد کو صرف ۱۰ منٹ کی مہلت دے کر بذریعہ موٹر سرحد سے نکال کر اٹک پار پہنچا دیا گیا۔

غازی عصمت پاشا قسطنطنیہ سے انگورہ پہنچ گئے ہیں - آپ کی آمد کا مقصد بظاہر جماعت خلق کے اس اجلاس میں شریک ہونا ہے جو تمباکو کے اجارہ کے متعلق منعقد ہوگا - مگر یقین کیا جاتا ہے کہ اہم تبدیلات عمل میں آنے والی ہیں - یہ ایک قابل ذکر واقعہ ہے کہ مندوبین جماعت پہلے سے اکثر اسٹیشن پر آپ کے استقبال کے لئے موجود نہیں تھے - مگر غازی مصطفٰے کمال پاشا نے نہایت محبت سے آپ کا خیر مقدم کیا مجلس عالیہ نے دفتر خارجہ کا میزانیہ وصول کر لیا ہے۔

گورنر قسطنطنیہ نے اسقف اعظم مجلس مقدس اور راسخ العقیدہ یونانی مذہب کے ارکان کو ایک جلسہ میں جمع کیا جس کا مقصد ایک ایسے شخص کو عہدہ بطریق کے لئے منتخب کرنا تھا جو تبادلہ ماتحت نہ آتا ہو - اسقف اعظم نے جواب دیا کہ جدید انتخاب کے قبل بطریق قسطنطنیہ کا مستعفی ہونا لازمی ہے - اور نیز حکومت اس امر کا حتمی عہد کرے کہ وہ انتخاب پر کسی قسم کی پابندیاں عائد نہ کرے گی معلوم ہوا ہے کہ حکومت نے دوسرے پادریوں کو جو تبادلہ کے ماتحت آتے ہیں - خارج کرنے کا ارادہ ترک کرنے کا فیصلہ کر دیا ہے۔

معلوم ہوا ہے کہ اخراج بطریق کے سلسلہ میں جمعیتہ اقوام کو جو زبردست اپیل کی گئی ہے - اس کے سلسلہ میں ترکی کی طرف سے جمعیتہ اقوام کے آئندہ اجلاس منعقدہ جنیوا میں غالباً کوئی نمائندہ نہیں بھیجا جائے گا کیونکہ اسکی رائے یہ ہے کہ اس مسئلہ کا تصفیہ ہو چکا ہے - اور اس کے متعلق ترکی کے زاویہ نگاہ کے تمام تشریحی بیانات متعلقہ حلقوں کے سامنے پیش کر دئے جائینگے

چند دن ہوئے کہ صوفیہ کی مرکزی فوجی بارک کے باہر ایک سنتری قتل کر دیا گیا تھا جس کی تحقیقات کے ضمن میں اشتراکیوں کی ایک وسیع سازش کی موجودگی کا انکشاف ہوا ہے - پولیس نے متعدد اشخاص گرفتار کر لئے ہیں جن میں ایک لڑکی بھی شامل ہے - بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے اہم راز منکشف کئے ہیں وہ

تار کا پتہ مسلمان لاہور

الصلح خیر

ہفتہ میں دو بار ہر اتوار اور بدھ کو ٹھیک وقت پر شائع ہوتا ہے

اخبار پیغامِ صلح لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۴۳

جلد ۱۳ — نمبر ۳۵

مدینۃ المسیح لاہور، یوم بدھ مورخہ ۸ شعبان المکرم ۱۳۴۳ھ ہجری مطابق ۴ مارچ ۱۹۲۵ء

ڈاک حضرت امیر ایدہ اللہ

چند سوالات کے جوابات

چند روز ہوئے ایک دوست نے حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں ایک خط لکھا تھا جس میں مندرجہ ذیل چند سوالات مسئلہ سود کے متعلق کئے تھے۔ اس خط کا جو جواب حضرت امیر نے دیا ہے وہ مع سوالات ذیل میں درج کیا جاتا ہے:۔

سوالات

(۱) کیا سیونگ بینک پوسٹ آفس سے سود لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) کیا پوسٹ آفس سے کیش سرٹیفکیٹ خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) اگر پوسٹ آفس سیونگ بینک یا دیگر بینکوں کا سود ربٰو کے ماتحت آتا ہے تو پھر اس کو نیک کاموں کے لئے کیونکر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اگر یہ کہا جائے۔ کہ اس وقت اسلام کی حالت اضطراری ہے، تو یہ بھی غلط ہے۔ اس سے بڑھ کر اضطراری حالت آنحضرت صلعم کے زمانہ میں تھی۔ مگر آپ نے کبھی نہیں فرمایا۔ کہ دیگر لوگوں سے سود لے کر اشاعت اسلام وغیرہ کے کاموں میں لگاؤ۔ بلکہ قطعی ممانعت فرمائی۔ پھر اب کیونکر درست ہو سکتا ہے۔

(۴) قرآن شریف نے ربٰو کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ تو یہ فرمایا ہے کہ

(۱) "نہ ظلم کرو اور نہ ظلم کئے جاؤ"

اور دوسری جگہ یہ فرمایا ہے:۔

(۲) "دوگنا اور چوگنا نہ کھاؤ"

اب موجودہ بینکوں کے سود میں یہ دونوں باتیں مفقود ہیں پھر اس سود کو ربٰو کے ماتحت کس طرح خیال کیا جاتا ہے۔

(۵) ماہوار چندہ جو بھیجا جاتا ہے۔ اگر بھیجنے والا یہ نیت رکھے۔ کہ زکوٰۃ بھی اس کے اندر شامل ہے، تو یہ جائز ہوگا یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟

(۶) زکوٰۃ زیادہ ضروری ہے یا چندہ ماہوار؟ اگر زکوٰۃ زیادہ ضروری ہے تو اگر کوئی شخص چندہ کی رقم میں سے زکوٰۃ کی رقم کا حکم علیحدہ کر لے اور اس کو پھر علیحدہ انجمن کو بھیجے۔ تو یہ کہاں تک ٹھیک ہوگا؟

جواب از حضرت امیر

آپ کا خط پہنچا سود کے مسئلہ پر میں مفصل لکھ چکا ہوں بیان القرآن میں بھی بہت کچھ لکھا ہے۔ اس وقت تک میں اسی رائے پر ہوں۔ بظاہر پوسٹ آفس سیونگ بینک اور دوسرے بینکوں میں مجھے کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ اور میں احتیاطاً اسی میں سمجھتا ہوں کہ اس روپے کو نیک غرض پر خرچ کر دیا جائے۔ اور نہ خود استعمال میں لانے کی نیت ہو۔ نہ اسے اپنے استعمال میں لایا جائے۔ گورنمنٹ کی کیا غرض ہے، یہ سوال نہیں۔ بلکہ سوال یہ ہے۔ کہ روپیہ وہاں رکھنے والے کی کیا نیت ہے۔ اگر وہ اس سے نفع اٹھانا چاہتا ہے تو سود کے ساتھ زیادہ مشابہت ہوگی۔

آپ کا یہ سوال کہ آنحضرت صلعم نے ایسا کیوں نہ کیا کہ ایسے روپے کو اشاعت پر صرف کر لیتے۔ اس وقت اسلام کی حالت اس سے بھی زیادہ اضطراری تھی صحیح نہیں۔ حرمت سود کا حکم اس وقت نازل ہوا جب اسلام کی بادشاہت قائم ہو چکی تھی۔ کیونکہ مسلم طور پر یہ حکم آخری احکام میں سے ہے۔

"نہ ظلم کرو اور نہ کئے جاؤ"۔ "دوگنا چوگنا نہ کھاؤ" اس سے مطلق حرمت ربٰو کا حکم باطل نہیں ہو جاتا۔ نہ ظلم کرو سے مراد تو وہاں صرف اس قدر ہے کہ راس المال سے زیادہ نہ لو۔ خواہ وہ زیادتی دوگنے تک پہنچے یا نہ پہنچے۔

آخری سوال آپ کا زکوٰۃ اور چندہ ماہوار کے متعلق ہے۔ کہ کیا زکوٰۃ میں سے ہی چندہ ماہوار نہیں دیا جا سکتا؟ چندہ ماہوار حالات موجودہ میں حضرت امام زمان کے حکم کے ماتحت ایک دینی جہاد ہے رسول اللہ صلعم کے زمانے میں جو لوگ جہاد کرتے تھے۔ وہ زکوٰۃ سے مستثنیٰ نہ تھے۔ اور جو زکوٰۃ دیتے تھے۔ وہ حکم جہاد سے مستثنیٰ نہ تھے اس لئے ہم پر دونوں چیزیں الگ الگ ہیں۔ زکوٰۃ تو خاص نصاب پر ہے۔ اور اس روپے پر جو سال بھر جمع پڑا رہے۔ اور چندہ ماہوار آمدنی پر ہے۔

دونوں میں سے ضروری کون زیادہ ہے۔ یہ سوال ٹھیک نہیں نماز بھی خدا کا حکم ہے، روزہ بھی۔ دونوں ضروری ہیں۔ دین کے لئے جہاد اس کی حفاظت بھی خدا کا حکم ہے۔ اور زکوٰۃ کا دینا بھی خدا کا حکم ہے۔ اس لئے دونوں میں نسبت کا سوال کوئی نہیں۔ دونوں ضروری ہیں۔ ہاں یہ فرق ضرور ہے کہ چندہ کا حکم ہر شخص پر عائد ہوتا ہے۔ زکوٰۃ کا صرف ان لوگوں پر جن کے پاس خاص رقم سال بھر جمع رہی ہو۔ والسلام۔

پوپ کا حملہ قلب اسلام پر

ادر محمد اقبال صاحب نے پوپ صاحب روما کا نیا رسالہ بھیجا ہے۔ جو اسلامی و غیر اسلامی ممالک میں رومن کیتھولک مذہب کی اشاعت کے لئے جاری کیا گیا ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ ہم نے رومن کیتھولک پادریوں نے، اسلام کے قلب یعنی عرب میں مذہب عیسویت کی اشاعت کی پورے زور سے تیاری کر دی ہے۔ اور ہمارے پادری عدن میں سے اوپر کو بڑھ رہے ہیں اور فلسطین میں سے نیچے کی طرف۔ پوپ صاحب کی اپیل پر صرف ایک سال ۱۹۲۳ء میں اشاعت عیسویت کے لئے ۳ کروڑ پونڈ سے زیادہ جمع ہوا۔ ۱۹۲۴ء کی آمد کا حساب ابھی شائع نہیں ہوا۔ ۱۹۲۵ء رومن کیتھولکوں کے نزدیک متبرک سال ہے، جس میں جملہ ممالک دنیا سے عیسائی لوگ پوپ صاحب کی زیارت کے لئے روما میں آئیں گے، جس میں صرف اشاعت مذہب کے لئے دس کروڑ پونڈ جمع ہو جانے کا اندازہ کیا گیا ہے۔ اشاعت مذہب کا فنڈ بالکل علیحدہ ہے۔ جس میں ہر ایک رومن کیتھولک ہر سال یعنی ہفتہ میں ۵ سنٹ جو آج کے حساب سے شاید ایک دھیلہ سے کم ہوتا ہے۔ دیتا ہے۔ اس سے کروڑہا پونڈ جمع ہو جاتے ہیں۔

اس کے مقابل مسلمان اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ اشاعت اسلام کے لئے ان میں سے ہر ایک صاحب حیثیت آدمی سال میں کتنا خرچ کرتا ہے۔ دشمن اسلام قلب اسلام پر حملہ کی تیاری میں مصروف ہیں۔ اور ہمارے ملّاں صاحبان کلمہ گوؤں کو دائرہ اسلام سے خارج کرنے کی فکر میں مصروف ہیں۔

"پیغام صلح" کیا ہی بہتر ہو کہ ہماری جماعت خاص ہمت کر کے عیسویت کے مرکز یعنی روما میں اسی متبرک سال ۱۹۲۵ء میں اسلام کا جھنڈا گاڑ دے۔ خدا کے فضل سے ایک نہایت موزوں اور دردِ دل رکھنے والا آرکویٹ اس وقت ہمارے ہاں موجود ہے جو خدمت اسلام کیلئے ہر وقت تیار ہے۔ اگر کچھ کمی ہے تو ہماری طرف سے ہے۔ چار پانچ ہزار روپیہ اخراجات سے روما میں مختصر پیمانہ پر کام شروع کیا جا سکتا ہے ابھی سال میں جبکہ عیسائی دنیا مسیح موعود کی منتظر ہے۔ ہماری جماعت کا فرض ہے کہ وہ دنیا میں مسیح موعود کا پیغام یعنی اسلام عیسائیوں کے سامنے پیش کر دیا جائے انشاء اللہ بہت سی سعید روحیں یقیناً اسے قبول کریں گی۔ پانچ ہزار روپیہ سالانہ کوئی بڑی بات نہیں۔ اگر اللہ تعالےٰ توفیق دے۔ تو ایک ہی دوست اسے پورا کر سکتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح
لاہور

جلد ۱۳، ۸ شعبان المکرم ۱۳۴۳ھ مطابق ۴ مارچ ۱۹۲۵ء نمبر ۳۵

بارگاہ ذوالجلال میں شکریہ

حضرت امیر ایدہ اللہ کی طرف سے

ماہ رمضان میں درس قرآن

لئن شکرتم لازیدنکم

آج میرا دل اللہ تعالےٰ کے حمد اور شکریہ سے لبریز ہے۔ نہ صرف اس لئے کہ جو کام آج سے ایک سال قبل ناممکن نظر آتا تھا۔ اس کو قادر مطلق نے پورا کرنے کا سامان کر دیا۔ بلکہ اس سے بھی بڑھکر اس لئے کہ اس کام نے جماعت کے اندر ایک نئی زندگی

[illegible] نفخ روح صرف ان لوگوں تک محدود نہیں [illegible] میں کچھ نہ کچھ حصہ لیتے تھے بلکہ نوجوانوں اور خواتین [illegible] اپنی پوری قوت سے ظاہر ہوئی ہے۔ چونکہ یہ ارادہ الٰہی ہے۔ کہ اب مغرب میں آفتاب اسلام اپنی پوری قوت کے ساتھ چمکے۔ اس لئے اس کام کی تکمیل کے لئے گویا اللہ تعالےٰ کے فرشتے بھی قلوب کے اندر ایک تحریک پیدا کر رہے ہیں۔ اور جو لوگ اس وقت خدمت دین کے لئے کمربستہ ہو گئے ہیں۔ ان کا ارادہ ارادۂ الٰہی کے ماتحت ہو کر افضال الٰہی کا جاذب ہو رہا ہے۔ جب میں اس جوش اور محبت کو دیکھتا ہوں جس کے ساتھ ہمارے کارکن اپنی اپنی جگہ اس کام کو تکمیل کو پہنچانے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔ تو میری روح بے اختیار اللہ تعالےٰ کے حضور سجدہ میں گر جاتی ہے۔ جماعت کے قلب میں اس سکینت کا پیدا ہو جانا آنے والی تائیدات آلٰہی کا پیش خیمہ ہے

ان افضال الٰہی کا شکریہ ادا کرنے کے لئے میرے دل میں یہ تحریک پیدا ہوئی۔ کہ ماہ رمضان کے مبارک مہینے میں سارے قرآن شریف کا درس ختم کیا جائے۔ چنانچہ اس کے متعلق احباب سے مشورہ کیا تو انہوں نے بھی اس کو پسند کیا۔ گو قریباً ایک سیپارہ روزانہ کا درس روزہ کے ساتھ مجھے اپنی طاقت سے کچھ بڑھ کر نظر آتا ہے۔ مگر توکلاً علی اللہ اس کام کو تکمیل تک پہنچانے کا ارادہ ہے۔ اور یقین ہے کہ اللہ تعالےٰ اس کے لئے توفیق اور اعانت بھی عنایت فرمائے گا۔ لاہور کے دوست تو اس میں انشاء اللہ بدولت شامل ہو سکیں گے۔ باہر کے کوئی احباب اگر چاہیں تو اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ صرف ایک ماہ میں سارے قرآن شریف میں سے گذر جانا اور جہاں تک ممکن ہو اس کے مشکل مقامات کا حل کر لینا بجائے خود ایک بڑی بات ہے۔ لیکن اس کے علاوہ میں سمجھتا ہوں کہ ذکر الٰہی کے لئے یہ اجتماع اور بھی بہت سی برکات کا موجب ہوگا۔ مستورات کی طرف سے اگر شمولیت کی خواہش ہوئی۔ تو پردہ کا انتظام بھی ہو سکے گا۔ باہر سے جو اصحاب شامل ہونا چاہتے ہوں۔ وہ اطلاع دیں۔ تا کہ مناسب انتظام ان کے آرام کا کیا جا سکے۔

اس کے ساتھ ہی میں احباب کرام کو اس امر کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ کہ گو اس وقت مسجد اور مکان قریباً تکمیل کو پہنچ چکے ہیں۔ اور ان کے سامان اور مسجد کے جنگلا اور باغیچہ کے لئے صرف دس بارہ ہزار روپیہ کی ضرورت باقی رہ گئی ہے۔ لیکن مسجد کا قیام وہاں مستقل [illegible] چاہتا ہے۔ اور پھر اس مسجد کو اس ملک کے لئے تبلیغ اسلام کا مرکز بنانا ہے۔ صرف کافی روپیہ نہ ہونے کی وجہ سے وہاں پر صرف ایک آدمی مولوی فضل کریم خاں کو رکھا گیا ہے اگر کافی روپیہ ہاتھ میں ہو۔ تو وہاں دو آدمیوں کی ضرورت ہے۔ بلکہ ایک اجنبی ملک میں دوسرا رفیق کام کرنے والے کے لئے بہت کچھ قوت وجب ہو سکتا ہے۔ اس لئے ایک تو وہ احباب جن کے پاس وعدہ جات باقی ہیں۔ بہت جلد فراہم شدہ روپیہ ارسال فرمائیں۔ اور دوسرے اپنی کوشش کو اب مستقل طور پر جاری رکھیں۔

خواتین سلسلہ کی بے نظیر قربانی کے نمونے آئے دن ملتے رہتے ہیں۔ ابھی جموں سے میں ایک معتدبہ رقم اور زیورات لایا تھا۔ آج پشاور سے بہت سے زیورات سونے چاندی کے اور ۲۲۵ روپیہ نقد پہنچے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان بیبیوں کو بہت بہت جزائے خیر دے۔ اور ان کے اموال و اولاد میں برکت دے۔ ان نمونوں کو دیکھ کر میرے دل سے ان سب خواتین کے لئے دعائیں نکلتی ہیں۔ اور ان کے اندر خدمت دین کا یہ جذبہ دیکھ کر دل کو اس قدر راحت پہنچتی ہے جس کو میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔

ان بعض ہمارے آسودہ حال احباب نے اب تک اپنی خواتین تک اس پیغام کو پہنچایا یا نہیں معلوم ہوتا۔ کیونکہ جن بیبیوں کے خاوندوں نے اس قدر قربانی کی ہے۔ ان کے دلوں میں بھی یقیناً وہی جذبہ موجود ہونا چاہیئے۔ میں امید کرتا ہوں کہ ہمارے باقی ماندہ دوست اس موقعہ کو یونہی نہ گذر جانے دیں گے۔ ایسے بابرکت کام روز روز نہیں ہوتے برلن کی مسجد کی تعمیر کے ساتھ ہماری جماعت پر اس قدر افضال نازل ہوئے ہیں۔ کہ میری روح ان کو دیکھ دیکھ کر آستانہ الٰہی پر گری رہتی ہے۔ اس وقت جس نیک دل مسلم یا مسلمہ کا مال اس پاک کام پر لگ گیا۔ اسے ایک ایسا سعادت کا موقعہ مل گیا۔ کہ جو تلاش کرنے سے مل نہیں سکتا۔ اب تک یہ کام محض غرباء کے مختصر چندوں سے ہو رہا ہے۔ وہ وقت بھی آجائے گا کہ رؤسا اور شاہان وقت اس خدمت کے لئے نکل پڑیں گے لیکن آج غرباء کے لئے خوشخبری ہے۔ پس ہمارے جن احباب کے ازواج نے اس کام میں حصہ نہیں لیا۔ وہ جلد تر انہیں اس میں شامل کرنے کی کوشش کریں۔ کہ یہ موقعہ ہاتھ سے نکل جائے۔ جیسا کہ سب احباب کو معلوم ہے۔ میناروں کا کام شروع ہے۔ اور غالباً آخر مارچ تک تکمیل کو پہنچ جائے گا۔ اندازاً اس وقت چار اور پانچ ہزار کے درمیان خواتین سلسلہ کی طرف سے آچکا ہے اور میناروں کی تکمیل کے لئے تین چار ہزار کی اور ضرورت باقی ہے۔

التوائے حج

حجاز کی موجودہ غیر اطمینان بخش حالت کو پیش نظر رکھتے ہوئے [illegible]

خطرناک صورت حالات میں امسال حج کا ارادہ ملتوی کر دینا چاہیئے۔ حج کی شرائط میں سے ایک اہم شرط رستہ کا امن بھی ہے۔ اور حالت یہ ہے کہ جدہ میں جو حجاز کا بندرگاہ ہے۔ جہاں حجاج کے جہاز عموماً ٹھیرتے ہیں۔ ایک علیحدہ حکومت ہے۔ اور مکہ معظمہ میں علیحدہ۔ اور یہ دونوں حکومتیں (امیر علی ابن شریف مکہ اور سلطان ابن سعود) باہم مصروف پیکار ہیں جب تک یہ دوئی نہ اٹھ جائے۔ اور حجاز میں دوبارہ امن و امان قائم نہ ہو جائے۔ اس وقت تک ارادۂ حج کو ملتوی ہی کرنا پڑے گا۔

یہ امر جہاں عازمین مکہ معظمہ کے لئے ازحد افسوسناک ہوگا۔ وہیں اہالیان حجاز کے لئے بھی [illegible] نقصان رسان ہے۔ کیونکہ حج ان لوگوں کی گذر اوقات کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ وہ لوگ جن کو حج کے ذریعہ سے اطعمھم من جوع وآمنھم من خوف کا شرف عطا کیا گیا تھا۔ آج خود رب ہذا البیت کی عبادت سے منہ موڑ کر جوع اور خوف کے شکار ہو رہے ہیں۔ جو ایک عبرتناک امر ہے۔ اللہ تعالےٰ سے دعا کرنی چاہیئے۔ کہ وہ باہمی نبرد آزمائی کو چھوڑ کر کعبۃ اللہ کی خدمت میں جو ان کا اصل کام ہے لگ جائیں۔ اگر کم از کم حرام مہینوں میں ہی اس باہمی کشت و خون کو موقوف کر کے حاجیوں کے لئے راستہ صاف کر دیا جائے تو بھی ایک حد تک یہ خوف دور ہو سکتا ہے۔ لیکن ماہ رجب تو کشت و خون سے خالی نہ رہا۔ دوسرے مہینوں کے احترام کی کیا امید ہو سکتی ہے۔

مسودہ قانون حج

اسی سلسلہ میں اس مسودہ قانون پر بھی غور کرنا ہے جو حج کے متعلق حال ہی میں اسمبلی میں پیش ہوا ہے۔ اور اس میں حاجیوں کے لئے یہ ضروری قرار دیا گیا ہے۔ کہ وہ حجاز جاتے ہوئے واپسی کا ٹکٹ خرید لیں یا جیسا کہ اسمبلی کے ایک مسلمان ممبر کی کوشش سے فیصلہ ہوا مجسٹریٹ کے سامنے یہ حلفیہ اقرار کریں۔ کہ وہ تین سال تک واپس نہ آئیں گے۔ جمعیت العلمائے ہند کے نزدیک یہ حکومت کی طرف سے مذہب میں ناجائز دخل ہے۔ لیکن ان مشکلات کو پیش نظر رکھتے ہوئے جو ہر سال ایسے حاجیوں کی طرف سے پیدا ہوتی ہیں جو نادار ہونے کے باوجود حج کو چلے جاتے ہیں۔ یا اپنا زاد راہ بدوؤں وغیرہ سے لٹوا آتے ہیں۔ کیا ایسے لوگ حکومت اور ذی استطاعت حجاج کے لئے طرح طرح کی مشکلات اور پریشانیوں کا باعث نہیں ہوتے اور بعض اوقات اپنی ناداری کے سبب بدامنی کو خوف اور گدا کی جگہ نہیں بنا دیتے۔ اس کی بیسیوں مثال آئے سال سامنے آتی ہیں۔ حالانکہ قرآن کریم نے صاف اور صریح الفاظ میں تزودوا فان خیر الزاد التقوی کا ارشاد فرمایا ہے۔ تعجب ہے کہ اس ارشاد الٰہی کے ہوتے ہوئے جمعیت العلماء یا خلافت کمیٹی اس قانون کو مذہبی آزادی میں دخل قرار دیتی ہیں۔ حالانکہ یہ اسلام کے عین مطابق ہے۔ ہمارے خیال میں اس قانون سے حجاج کے لئے بہت سی آسانیاں پیدا ہو جائیں گی۔ کم از کم واپسی کا کرایہ سنبھالنے کی انہیں دقت نہ ہوگی۔ نہ کوئی خطرہ اس کے متعلق رہے گا۔

حیرت ہے کہ افغانستان کی حمایت میں تو جمعیت العلماء مذہبی قیود اور پابندیوں کو بھی عین مطابق فطرت سمجھتی ہے لیکن انگریزوں کی ہر بات [illegible] وہ قرآن کے مطابق ہو۔ مذہبی قیود کی حد میں دخل ہو کر ناجائز قرار پاتی ہے۔ تلک اذاً قسمۃ ضیزی۔

ضمیر کی آزادی اور جمعیت علما

گذشتہ اشاعت میں ہم بتا چکے ہیں۔ کہ جمعیت العلماء کے آرگن "الجمعیت" نے مولانا محمد علی ایڈیٹر ہمدرد و کامریڈ کی حق گوئی کو انکر الاصوات سے دبانا چاہا ہے۔ لیکن اس وقت تک جو کچھ ان کو اور احمدیہ جماعتوں کے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔ اس کو دیکھ کر حیرت آتی ہے۔ کہ اس کے لکھنے والے زیادتی الواقعہ تیج ہیں۔ کہ انہیں علماء کے معزز خطاب کا مستحق سمجھا جائے۔ یا بقول اسلم [illegible] کا صحیح مصداق قرار دیا جائے۔

[illegible] کی اشاعت میں جو مضمون "الجمعیت" نے اس بارہ میں لکھا ہے۔ اس میں یہ بتایا ہے کہ مولانا محمد علی اور احمدیہ جماعتوں نے جو یہ کہا ہے کہ اسلام نے ضمیر کی آزادی عطا فرمائی ہے۔ اور افغانستان کی وحشیانہ حرکات ضمیر کی آزادی کو سلب کرنے والی ہیں۔ یہ لکھا [illegible]

صحیح ہے۔ اس سارے مضمون میں جس کا عنوان ہے "شریعت اسلام اور قتل مرتد" قرآن کی ایک آیت بھی پیش نہیں کی گئی۔ نہ شریعت اسلام کی دیگر جزئیات کا ذکر ہے لیکن پورے دو کالموں میں ضمیر کی آزادی کے خلاف ایسی لایعنی منطق چھانٹی ہے۔ کہ اس کو پڑھتے ہوئے متلی آجاتی ہے۔

(۱) ہر شخص اس قابل نہیں کہ ضمیر کی آزادی کے حق کو استعمال کر سکے۔ اور واقعات پر حکم لگائے۔ اور مسائل کا استخراج اور استنباط کرے۔

(۲) دنیوی تعلقات اور معاشرتی و تمدنی ضروریات میں انسان کو ضمیر کی آزادی حاصل نہیں۔ کیونکہ حکومت اور سوسائٹی کے قوانین کو ماننا پڑتا ہے۔ پس دنیوی طاقتوں کو جب پابندیاں ڈالنے کا حق حاصل ہے تو خدا کو کیوں نہیں؟

(۳) اگر ضمیر کی آزادی حق ہے تو تسلیم کرنا چاہیئے۔ کہ ہر شخص کا مذہب اور اس کا عقیدہ صحیح ہے۔ توحید اور تثلیث اور بت پرستی اور شراب خوری خنزیر اور مردار سب حلال ہیں۔

(۴) اگر بت پرستی کو ناجائز اور اخروی سزا کی مستوجب قرار دیا جائے تو ضمیر کی آزادی نہ رہی۔

یہ ہے جمعیت العلمائے ہند کے ملانوں کا مبلغ علم۔ انا للہ وانا الیہ راجعون٥

ضمیر کی آزادی اور قرآن کریم

ہم پوچھتے ہیں کہ کیا قرآن میں کہیں آیا ہے۔ کہ ہر شخص اگر مسائل کا استنباط نہیں کر سکتا۔ یا واقعات پر حکم نہیں لگا سکتا۔ تو اسے ضرور زبردستی پکڑ کر اپنے خیالات کا پابند بناؤ؟ کیا ایک مسلمان کا کام وما علیک الا البلاغ کے چند الفاظ میں صاف نہیں کر دیا گیا۔ اور خود رسول اللہ صلعم کو لست علیہم بمصیطر کی گئی ہے۔ جمعیت العلما کو چاہیئے کہ یہ سوال قرآن پر کرے، کہ اس نے کیوں یہ فرمایا۔ کہ قد تبین الرشد من الغی ٥ حالانکہ دنیا میں ایسے بھی لوگ موجود ہیں۔ جو اس کے نزدیک، رشد اور غی کی حقیقت کو بھی سمجھنے سے قاصر ہیں۔ ہاں دنیوی حکومتوں اور سوسائٹی کے قوانین کی اطاعت قرآن نے بھی ضروری ٹھیرائی ہے۔ کہ اس کے بغیر امن قائم نہیں رہتا لیکن باوجود اس کے اسی قرآن نے لا اکراہ فی الدین کا چارٹر نسل انسانی کو عطا کیا لیکن جمعیت العلما کے ارباب سنا سیہ کو دیکھو۔ کہ اگر دنیوی قوانین میں اکراہ جائز ہے۔ تو خدا کی شریعت میں بھی اکراہ ہونا چاہیئے۔ گویا خدا نے لا اکراہ فی الدین بالکل غلط کہا۔

سنگساری کے متعلق

ہم کہتے ہیں فی الواقعہ ضمیر کی آزادی تم لوگوں کا حق نہیں۔ جو علم و عقل کے پیچھے اس طرح سے لٹھ لئے پھرتے ہو، اور حق کو جان بوجھ کر دبانا چاہتے ہو۔ کابل کے سنگریزے اگر فی الواقعہ ضمیر کی آزادی کو روکنے اور کسی انسان کی جان لینے کے لئے استعمال کئے جا سکتے ہیں تو وہ نعمت اللہ خاں اور دوسرے حق پرست احمدیوں پر نہیں بلکہ تم جیسے مولویوں پر برسنے چاہئیں۔ خدا کی زمین تم جیسے ناحق کوشوں سے جو یہلک الحرث والنسل کے حامی ہو۔ پاک ہو جائے تو اس سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ کہ ضمیر کی آزادی کا مقدس چارٹر سلب ہو کر اسلام دنیا میں وحشت و بربریت کا مذہب ثابت ہو کیا یہ مولویانہ منطق کسی صحیح الدماغ انسان کے سامنے پیش کرنے کے قابل ہے۔ کہ اگر ضمیر کی آزادی صحیح ہے۔ تو تمام مذاہب بالطرح حق ہیں اور اگر وہ حق نہیں۔ اور سزائے اخروی ان پر وارد ہوگی۔ تو ضمیر کی آزادی کوئی نہیں۔

کل تک حکومت کے ہر ایک ذرا ذرا سے حکم کو بھی علما ضمیر کی اور مذہب کی آزادی کے خلاف قرار دیتے تھے۔ اور آج بھی مسودہ قانون حج کے پیش ہونے پر بھی چیخ و پکار ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی احمدیوں اور افغانستان کا ذکر آنے پر وہی ضمیر کی آزادی ایک دلفریب اور دل خوش کن لیکن بے حقیقت لفظ قرار پایا جاتا ہے۔ اور طرح طرح کے مغالطوں سے اسے لاشئے ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ چودھویں صدی کے علمار سومی کی کرشمہ سازیاں ہیں۔ کون حق پرست ہے جو ایسی فریب کاریوں پر آٹھ آٹھ آنسو نہ بہائے۔ اور ایسے ملانوں کی سنگساری کو ضروری قرار

(دوسرے)

مہاتما گاندھی اور سنگساری

مہاتما گاندھی نے اپنے اخبار ینگ انڈیا میں سنگساری پر ایک نوٹ لکھا ہے جس میں بتایا ہے کہ

"افغانستان میں دو احمدیوں کی سنگساری کے خلاف مجھے بطور انڈین نیشنل کانگرس ایک طویل تار موصول ہوا ہے۔ مسٹر نعمت اللہ کو جو خوفناک سزا دی گئی تھی میں نے قصداً اس پر کسی رائے زنی سے احتراز کیا تھا لیکن اب ان واقعات کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ خصوصاً جب مجھ سے اظہار رائے کے لئے ذاتی طور پر اپیل کی گئی ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ قرآن میں صرف خاص حالات میں سنگساری کی اجازت ہے۔ جو حالات کہ مندرجہ بالا واقعات کے وقت موجود نہ تھے لیکن ایک خدا ترس انسان کے طور پر میں کسی بھی حالت میں سنگساری کی سزا کو بعید از اخلاق سمجھتا ہوں پیغمبر اسلام کی زندگی کے دوران میں کوئی چیز خواہ کس قدر ضروری ہو۔ اب محض اس بنا پر کہ قرآن شریف میں اس کا ذکر ہے۔ اسے جائز نہیں سمجھا جا سکتا۔ میں اس فرقہ سے اس بات میں اظہار ہمدردی کرتا ہوں۔ یہ کہنا غیر ضروری ہے۔ کہ میں اس معاملہ کے حسن و قبح پر کسی رائے کا اظہار نہیں کر سکتا۔ میں خیال نہیں کرتا کہ پبلک کے پاس اس قدر مسالہ موجود ہے جس کی بنا پر کوئی رائے قائم کی جا سکے۔ یہ ایک ایسی قسم کی سزا ہے جو انسان کے ضمیر کو مجروح کرتی ہے ایک آدمی کی دلیل اور جذبات دونوں اس اذیت سے بغاوت کرتے ہیں۔ خواہ یہ سزا کسی بھی جرم کے بدلہ میں دی جائے"

مسلم اخبارات بالخصوص "زمیندار" وغیرہ نے بڑی خوشی کے ساتھ اس نوٹ کا ترجمہ شائع کیا ہے۔ اور عنوان میں اسے "مہاتما گاندھی کا فتوے" قرار دیا ہے۔ اور قطعاً کوئی نکتہ چینی اس پر نہیں کی۔ نہ یہ بتایا کہ مہاتما جی نے سنگساری کی سزا کو قرآن کے مطابق اور اخلاق سے بعید قرار دینے میں کہاں تک حق کی حمایت کی ہے ہم حیران ہیں۔ ان لوگوں کے ضمیر اور ایمان نے اس بات کی کیونکر اجازت دی۔ کہ قرآن پر ایسے سخت حملہ کو اس طرح سے برداشت کر لیا۔ کہ گویا وہ شربت کے گھونٹ ہیں۔ اور اپنی خاموشی سے اس بات کو تسلیم کر لیا۔ کہ قرآن میں بعید از اخلاق باتیں موجود ہیں۔ لیکن کچھ ہو۔ آخر اس سے احمدیوں کی ایک حد تک مخالفت تو ہو گئی کہ قرآن میں بھی سنگساری کی سزا موجود ہے۔ قرآن میں ہو نہ ہو مہاتما جی کا فتوے جو موجود ہے۔ رہا قرآن کا بعید از اخلاق ثابت ہونا سو اس کی پرواہ کیا ہے۔ احمدیوں کی مخالفت سے غرض ہے سے

شاد م کہ از رقیباں دامن کشیدہ رفتم
گو مشت خاک ما ہم برباد رفتہ باشد

ستاتنی چوبے اور آریہ سماجی

متھرا میں دیانند شتابدی کا جلسہ جس دھوم دھام سے ہوا۔ اسی شان کے ساتھ دیانندی طالب علموں کی ایک جنگ بھی ستاتنی چوبوں کے ساتھ ہوئی۔ لکھتے ہیں کہ چوبوں نے بھی سماجی لڑکوں کے بالمقابل گھونسوں۔ لاتوں وغیرہ کے علاوہ چوبوں یا لاٹھیوں کا خوب استعمال کیا۔ اور اس نبرد آزمائی میں دونوں جانب کے تیس اشخاص مجروح ہوئے۔

دیانند شتابدی کا جلسہ فی الحقیقت آریہ سماجی خصوصیات کے بالکل منافی ہوتا۔ اگر اس قسم کا دردناک منظر وہاں دیکھنے میں نہ آتا۔ ستاتنی چوبوں کو تمام عمر میں شاید یہ پہلا ہی موقعہ ہوگا۔ کہ میدان جنگ میں اترنا پڑا۔ اور اگرچہ اس کے بعد صلح کی بھی افواہ سننے میں آئی ہے۔ لیکن ابھی تو آریہ سماج نے متھرا میں قدم ہی دھرا ہے۔ ابھی ع

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔

ناظرین خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔ ورنہ تعمیل ارشاد میں التوا ہوگا۔ مینجر

دل آزار تحریرات

ہم بارہا یہ کہہ چکے ہیں کہ ہندوستان کے موجودہ افتراق و انشقاق کی صحیح اور اصلی وجہ کو اگر تلاش کرنا ہو۔ تو ان دل آزار تحریرات کو دیکھنا چاہیئے جو آئے دن مختلف مذاہب کی طرف سے ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو کر دوسرے مذاہب کے تاویب کی توہین کرتی رہتی ہیں۔ اس قسم کی تحریرات خواہ ہندوؤں کی طرف سے ہوں یا مسلمانوں کی طرف سے بہرحال نفرین کے قابل ہیں۔ مذہبی مناظرات کی آزادی ایک اور چیز ہے۔ اور دوسرے مذاہب کو گالیاں دینا ایک دوسری چیز لیکن باوجود اس کے کہ رہبران ملک پر حقیقت پوری طرح آشکارا ہو چکی ہے ایسی افتراق انگیز تحریرات کے انسداد کی کوئی کوشش عمل میں نہیں آئی۔ ابھی "رنگیلا رسول" جیسی ناپاک کتاب کے مقدمہ کی پورے طور پر سماعت بھی ختم نہیں ہوئی۔ کہ آج ہم آریہ سماجیوں کی طرف سے ایک اور گندی اور فاحش کتاب کی اشاعت کی خبر پڑھتے ہیں۔ اس کتاب کی جس کا نام ہے "میں نے اسلام کیوں چھوڑا" اشاعت کسی شخص عبید الرحمن کی طرف سے ہوئی۔ جو اب آریہ ہو کر گیان اندر کے نام سے موسوم ہے۔ سماجی اشخاص کی جو حقیقت آجکل ہم پر آشکارا ہوئی ہے۔ اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم متامل ہیں۔ کہ گیان اندر کو سابق عبید الرحمن تسلیم کریں۔ اور اگر یہ سچ ہے کہ کوئی عبید الرحمن ہی ارتداد کا جامہ پہن کر گیان اندر بن گیا ہے تو بھی ہمارے پاس ایسے شواہد موجود ہیں جن کی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ یہ کسی "سابق مسلمان" کے ہاتھوں کی لکھی ہوئی کتاب نہیں۔

بہرحال غور طلب امر یہ ہے کہ جو کچھ غلاظت اس ناپاک تصنیف میں گیان اندر نے آریہ سماج کی طرف سے اچھالی ہے۔ آیا وہ اس قابل ہے۔ کہ اسے مذہبی لٹریچر میں شمار کیا جا سکے۔ اور اس لائق سمجھا جائے۔ کہ کوئی مہذب انسان اس کو اطمینان کے ساتھ پڑھ سکے۔ ہماری غیرت تقاضا نہیں کرتی۔ کہ ان ناپاک الفاظ کو نقل کریں۔ جو رسول اللہ صلعم، صحابہ کرام اور تمام مسلمانوں کے متعلق اس رسالہ میں لکھے ہیں۔ صرف ان لوگوں سے جو ہندوستان کے امن و امان کے فی الحقیقت دلی خواہاں ہیں یہ درخواست کرتے ہیں۔ کہ ایسی ناپاک تحریرات کے انسداد کی کوئی صورت جلد سے جلد کریں۔

ہمارے خیال میں سب سے بہتر صورت یہ ہو سکتی ہے کہ ایسا قانون حکومت کی طرف سے نافذ کرایا جائے جس کے رو سے کوئی شخص دوسرے مذاہب پر حملہ کرنے کا مجاز نہ ہو۔ تمام مذاہب اپنی اپنی خوبیاں بیان کریں۔ اور دوسروں پر حملہ یا نکتہ چینی کرنے سے محترز رہیں۔

قارئین کی توجہ کے قابل

مینجر صاحب "پیغام صلح" کو اپنے معاونین سے یہ شکایت ہے۔ کہ باوجودیکہ ہر خریدار کو جس کا چندہ ختم ہوتا ہے۔ کافی عرصہ پہلے یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ فلاں تاریخ تک اگر آپ کی طرف سے چندہ یا جواب نہ آیا۔ تو وی۔ پی بھیجا جائے گا۔ لیکن پھر بھی اکثر معاونین کی طرف سے وی۔ پی واپس آجاتے ہیں جس سے دفتر کا بہت نقصان ہوتا ہے۔

ہمیں تعجب ہے۔ کہ "پیغام صلح" کے خریدار جو پہلے ہی معدودے چند ہیں۔ اپنے اس ایک ہی قومی آرگن کے ساتھ اس قدر بے اعتنائی کا سلوک روا رکھتے ہیں۔ ہم اپنے قارئین سے ملتمس ہیں۔ کہ یہ طریق عمل کسی طرح بھی ہماری قومی زندگی کے لئے مفید نہیں۔ اخبار سلسلہ کے لئے بطور روح حیات ہے اور اس لئے ضروری ہے۔ کہ ہمارے احباب نہ صرف خود اس کو خریدیں اور وقت پر چندہ ادا کریں۔ بلکہ دوسروں کو بھی خریدار بنائیں۔ اخبار کی مالی حالت پہلے ہی بہت افسوسناک ہے۔ اس پر معاونین کا یہ سلوک اور وی پیوں کی واپسی اور بھی خطرناک ہے۔ ضرورت ہے کہ اس کی طرف ہمارے احباب اپنی توجہات کو منعطف کر کے اخبار کو اپنے قدموں پر کھڑا کرنے کی کوشش کریں۔

معاصر "تنظیم" اس خبر کا ذمہ دار ہے کہ لارڈ ہیڈلے امسال پھر حج کا ارادہ رکھتے ہیں۔ معاصر موصوف نے اس کو سیاسی حج [illegible] قرار دیا ہے۔ لیکن یہ خبر ہنوز [illegible]

معاصر ہمدرد و قتل مرتد پر

(۱) قتل مرتد اور قرآن

مولانا محمد علی ایڈیٹر ہمدرد کا مرتد نے قتل مرتد پر تین مضمون ہمدرد کے تین نمبروں میں لکھے ہیں۔ پہلے میں قرآن سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ مرتد کا قتل جائز نہیں ہے بلکہ اسلام نے مذہبی آزادی دی ہے۔ دوسرے میں حدیث سے اور تیسرے نمبر میں یہ ثابت کیا گیا ہے۔ احمدی مرتد نہیں اور افغانستان کے فعل کو ناجائز قرار دیا ہے۔ ہم قارئین پیغام صلح کے فائدہ کے لئے ذیل میں پہلا نمبر نقل کرتے ہیں۔ باقی دو نمبر آئندہ اشاعتوں میں درج ہوں گے۔ انشاء اللہ

(ایڈیٹر)

ایک تازہ اطلاع مظہر ہے کہ افغانستان میں پھر دو احمدیوں کو سنگسار کر دیا گیا ہے۔ گو خبر اس قدر مبہم ہے، کہ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ سرکاری طور پر یہ سنگساری عمل میں آئی ہے۔ یا ہجوم نے سنگسار کر دیا مگر پولیس کی موجودگی کی خبر دی گئی ہے۔ اگر یہ واقعہ صحیح ہے، تو ہم نہایت افسوس کے ساتھ افغانستان کے اس طرز عمل کے خلاف آواز بلند کرتے ہیں مولوی نعمت اللہ کی سنگساری کے بعد مزید دو احمدیوں کا رجم کسی طرح نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

قتل بربنائے ارتداد کے مسئلہ میں ہم قرآن پاک اور احادیث پر غور کرنے اور متعدد اکابر علماء سے گفتگو اور بحث و مباحثہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ کہ قتل مرتد کا ذکر تو احادیث میں موجود ہے۔ مگر یہ حکم قتل ارتداد کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ دوسری قومی۔ ملکی، سیاسی و حربی ضروریات و مقتضیات اس قتل کی وجہ ہیں۔

اس مسئلہ کے حل کرنے کے لئے سب سے پہلے ہمیں قرآن پاک کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔ قرآن حکیم میں قتل مرتد کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ بلکہ اس میں قتل و قتال کی اجازت صرف دو صورتوں میں دی گئی ہے۔ ایک تو فساد فی الارض کی صورت میں۔ اور دوسرے نفس کے بدلہ اور قصاص کی صورت میں۔

اسلام درحقیقت امن و صلح کا ایک عالمگیر پیغام ہے۔ اس نے ضمیر کی کامل آزادی انسان کو عطا فرمائی ہے۔ اشد و ہدایت اور گمراہی و ضلالت کے دو صاف راستے بتلا دیئے ہیں جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس کے بعد انسان کو اختیار دیا ہے۔ کہ وہ جو چاہے راستہ اختیار کرے۔ من شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر ٥

دین کے بارے میں سب سے پہلا محکم اور استوار اصول لا اکراہ فی الدین کا بیان کر دیا گیا ہے، کہ دین کے بارے میں کوئی جبر نہیں۔ اور اس کی وجہ یہ بتلائی ہے کہ قد تبین الرشد من الغی یعنی ہدایت گمراہی و ضلالت سے علیحدہ کر دی گئی ہے۔ یہ ایک کھلا ہوا حکم ہے۔ اور اس آیت کی تفسیر ابن کثیر نے ان الفاظ میں کی ہے۔

ای لا تکرھوا احداً علی الدخول فی دین الاسلام

یعنی کسی کو اسلام میں داخل ہونے کے لئے مجبور نہ کرو جب جبر کے ذریعہ سے مسلمان بنایا نہیں جا سکتا۔ تو مسلمان رکھنے کیلئے جبر کا حکم کیونکر دیا جا سکتا ہے۔

ایک طرف تو لا اکراہ فی الدین کا اصول محکم موجود ہے۔ اور دوسری طرف قتل مرتد کا کوئی ذکر قرآن میں موجود نہیں ہے۔ بلکہ ایسی آیتیں ہیں جن سے صاف پایا جاتا ہے کہ ارتداد کی سزا دنیا میں کوئی نہیں بلکہ آخرت میں اس کی سزا قرار دی گئی ہے۔ اور حبطت اعمالھم فرمایا گیا ہے۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا قتل انسان کی صرف دو ہی صورتیں قرآن نے جائز قرار دی ہیں۔ ایک قصاص کی صورت میں۔ اور دوسرے فساد فی الارض کی صورت میں، خدا نے دو جگہ فتنہ کو قتل سے بھی زیادہ شدید و کبیر بتلایا ہے۔ یعنی الفتنۃ اشد من القتل اور الفتنۃ اکبر من القتل اور قتال کی اسی وقت تک اجازت ہے کہ جب تک کہ فتنہ فرو نہ ہو جائے۔ اور دین خالص اللہ کے لئے ہو جائے یعنی جبر و اکراہ باقی نہ رہے۔ اور زور و دباؤ دین پر اٹھ جائے۔ وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ ٥ یعنی اس وقت تک قتال کرو کہ فتنہ باقی نہ رہے، اور دین صرف اللہ اور خالص اللہ کے لئے ہو جائے۔ دوسری جگہ فرمایا۔ کہ جو لوگ تم سے لڑیں۔ تم بھی اللہ کے راستہ پر ان سے لڑو مگر زیادتی نہ کرو۔ کیونکہ زیادتی کرنے والوں کو خدا دوست نہیں رکھتا۔ وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین ٥

سب سے پہلے جب قتال کی اجازت دی گئی۔ تو وہ بھی اسی وجہ سے کہ جب مسلمانوں کو ظلم و ستم کا بلا وجہ نشانہ بنایا گیا۔ اور ان کو اپنے وطن اور دیار سے بلا وجہ نکالا گیا۔ اور مسلمانوں کی یہ جلا وطنی صرف اس لئے عمل میں آئی کہ وہ اللہ کو اپنا رب کہتے تھے چنانچہ فرمایا۔

اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر ٥ الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ ٥

یعنی صرف اس جرم پر مسلمانوں کو گھر بار سے نکالا گیا۔ کہ وہ اللہ کو اپنا پروردگار کہتے تھے۔ اس زیادتی کو دور کرنے اور آزادی ضمیر کے حق کو قائم کرنے کے لئے مسلمانوں کو بھی قتال کی اجازت دی گئی۔ تاکہ دنیا سے یہ فتنہ جو قتل سے بھی زیادہ شدید و کبیر ہے۔ دور ہو۔ کہ دین کے معاملہ میں جبر و زیادتی روا رکھی جائے۔ جیسا کہ مسلمانوں کے ساتھ روا رکھی گئی۔ اور صرف اللہ کو پروردگار کہنے کے جرم میں ان کو وطن سے نکال دیا گیا۔ اس ضلالت و گمراہی کو دور کرنے کے لئے اور دین کے معاملہ میں ہر قسم کے دباؤ اور جبر کو ہٹا دینے، اور صرف اللہ کے لئے دین کو خالص بنا دینے، اور بندوں کے زور و تحکم سے دین کو آزادی دلانے کے لئے خدا نے مسلمانوں کو قتال کی اجازت دی۔ تاکہ لا اکراہ کا اصول قائم ہو جائے۔

اس حقیقت کو پیش نظر رکھنے کے بعد یہ کیونکر ممکن ہے کہ اسی چیز کو اختیار کرنے کی مسلمانوں کو اجازت دی جاتی جس سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے ان کو قتال کا حکم دیا گیا ہے، ایک طرف کفار کا یہ فعل کہ وہ اللہ پر ایمان لانے کی وجہ سے مسلمانوں پر ظلم کرتے ہیں۔ اس حد تک ناقابل برداشت بتلایا جاتا ہے کہ اس کی وجہ سے قتال کی اجازت دی جاتی ہے اور دوسری طرف اسی فعل کے اختیار کرنے کی مسلمانوں کو ہدایت دی جاتی۔ یہ تو بالکل متضاد تھا۔ اصل یہ ہے کہ جس طرح مسلمان بنانے میں کوئی اکراہ جائز نہیں، اسی طرح مسلمان رکھنے پر بھی اکراہ نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم میں اس کا کوئی ذکر نہیں۔ کیونکہ جب ایک عام اصول بیان کر دیا گیا۔ اور کہہ دیا گیا کہ لا اکراہ فی الدین۔ تو اس کے بعد اس کی ضرورت ہی نہیں باقی رہتی۔ کہ قتل مرتد کی بھی صراحتاً نفی کی جائے اس لئے کہ اس کی نفی تو لا اکراہ کے اصول کا اعلان کرتے ہی خود بخود ہو گئی۔

پھر صرف ایک ہی جگہ اس اصول کو بیان نہیں کیا گیا۔ بلکہ بار بار مختلف پیرایہ بیان میں اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے۔ مثلاً قل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر ٥ اے پیغمبر کہہ دو کہ حق تو تمہارے پروردگار کی طرف سے ہے۔ بس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے انکار کرے۔ یعنی خدا نے توحق بیان فرما دیا۔ اب لوگوں کو اختیار ہے کہ اسے مانیں یا نہ مانیں کسی قسم کا جبر نہیں ہے۔

دوسری جگہ فرمایا۔ ولو شاء ربک لآمن من فی الارض کلھم جمیعاً افانت تکرہ الناس حتی یکونوا مومنین ٥ اگر تمہارا پروردگار چاہتا۔ تو وہ تمام لوگ جو زمین پر بستے ہیں۔ ایمان لے آتے۔ تو کیا تم سب کو مجبور کر سکتے ہو۔ کہ وہ ایمان لے آئیں اس آیت سے بھی معلوم ہوا۔ کہ خدا نے بزرگ و برتر جبر کو پسند نہیں فرماتا اور بندوں کو خود اختیار دیا ہے کہ وہ کفر و ایمان اور ضلالت و ہدایت میں سے جس کو چاہیں اختیار کریں۔ ورنہ اگر وہ جبر کو پسند کرتا تو ہر ایک انسان کو پیدا ہی ایسا کرتا۔ کہ کفر میں مبتلا ہونا اس کے امکان سے باہر ہوتا۔

جب بندوں کی ضلالت و گمراہی سے رسول اللہ بہت زیادہ کڑھنے اور دکھ محسوس فرمانے لگے۔ تو خدا نے جا بجا یہ کہہ کر آپ کی تسکین فرمائی۔ کہ آپ تو صرف رسول ہیں۔ اور پیغام الٰہی کا پہنچا دینا آپ کا فرض ہے اور بس۔ مثلاً وما علی الرسول الا البلاغ ٥

مرتدین کا ذکر کلام پاک میں متعدد جگہ آیا ہے، اور قرآن کی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے بلکہ بعض نے تو یہ وطیرہ اختیار کر رکھا تھا۔ کہ کچھ دنوں کے لئے ایمان لاتے پھر کافر ہو جاتے۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ اصلی مسلمانوں کو بھی گمراہ کر دیں۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ:۔

وقالت طائفۃ من اھل الکتاب امنوا بالذی انزل علی الذین امنوا وجہ النھار واکفروا آخرہ لعلھم یرجعون ٥

اہل کتاب کی ایک جماعت کہتی ہے کہ دن کے ایک حصہ میں اس چیز پر ایمان لے آؤ، جو مومنوں پر نازل ہوئی ہے۔ (قرآن پر) اور اس کے آخری حصہ میں اس سے انکار کر دو۔ تاکہ وہ بھی (یعنی مسلمان) لوٹ آئیں۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کی شرارتیں کی جایا کرتی تھیں۔ مگر اس کے باوجود ان کے قتل کا کوئی حکم نہیں دیا گیا۔ اس کے علاوہ بھی کئی جگہ مرتدین کا ذکر آیا ہے۔ مثلاً من کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان ولکن من شرح بالکفر صدراً فعلیھم غضب من اللہ ولھم عذاب عظیم ٥ جو شخص ایمان لانے کے بعد کفر میں مبتلا ہوتا ہے۔ وائے اس شخص کے جو مجبور کیا جائے۔ اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔ ایسا شخص جس کا کفر پر شرح صدر ہو جاتا ہے۔ ایسے لوگوں پر اللہ کا غضب ہے۔ اور بڑا سخت عذاب ٥

اس آیت میں بھی قتل مرتد کا کوئی ذکر نہیں۔ بلکہ عذاب آخرت کی صورت سزا مقرر کی گئی ہے۔ ایک اور آیت ہے۔

ان الذین امنوا ثم کفروا ثم امنوا ثم کفروا ثم ازدادوا کفراً لم یکن اللہ لیغفر لھم ولا لیھدیھم سبیلاً ٥ جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہوئے، پھر ایمان لائے پھر کافر ہوئے، پھر کفر میں بڑھتے چلے گئے۔ اللہ ان کی مغفرت نہیں کرے گا۔ اور نہ ان کو سیدھا راستہ کی ہدایت کرے گا۔

اس آیت میں اسلام کے بعد کفر اور کفر کے بعد اسلام۔ اور پھر کفر کا ذکر ہے، یعنی دو مرتبہ اسلام لانے کے درمیان میں بحالت کفر زندگی کا ثبوت موجود ہے۔ جو سزائے قتل کے خلاف ایک بیّن دلیل ہے، اگر ارتداد کی سزا قتل ہوتی تو بار بار ایمان لانا اور پھر بار بار مرتد ہونے کی نوبت ہی نہیں آسکتی تھی۔ بلکہ پہلے ہی دفعہ کے ارتداد پر [illegible] کا خاتمہ ہو جاتا۔

ایک جگہ اور ارتداد کا ذکر ہے۔ مگر سزائے قتل کا کوئی ذکر نہیں۔

کیف یھدی اللہ قوماً کفروا بعد ایمانھم وشھدوا ان الرسول حق وجاءھم البینت واللہ لا یھدی القوم الظلمین ٥ اولئک جزاؤھم ان علیھم لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین ٥ اللہ اس قوم کو کس طرح ہدایت کرے جس نے ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کیا۔ اور جو لوگ گواہی دیتے تھے۔ کہ رسول حق ہے۔ اور ان پر واضح دلائل آ گئے۔ اللہ ظالم قوموں کی ہدایت نہیں کرتا۔ ان کی سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اس آیت میں صاف صاف اہل ردہ و کفر کی سزا بیان کر دی گئی ہے، مگر قتل کی سزا کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے۔ کہ اسلام محض ارتداد کی بنا پر کوئی سزا دنیا میں تجویز نہیں کرتا۔ کیونکہ اس کا اولین محکم اصول لا اکراہ فی الدین ہے ان تمام آیات پر غور کرنے سے اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے۔ کہ قرآن کی رو سے ارتداد محض کی کوئی سزا اس دنیا میں اسلامی حکومت کی طرف سے نہیں ہے،

ہم آئندہ صحبت میں احادیث کے نقطہ نظر سے اس مسئلہ پر بحث کریں گے +

روپیہ بھیجنے کے متعلق ضروری ہدایت

اکثر بار دیکھا گیا ہے کہ باہر سے احباب انجمن کے نام روپیہ بھیجتے وقت کوپن پر کچھ نہیں لکھتے جس سے محاسب صاحب کو بڑی دقت ہوتی ہے۔ اور بجائے مدات متعلقہ میں جمع کرنے کے امانت میں ایسی رقم رکھنی پڑتی ہے۔ اور بعد میں اگر تفصیل آ جائے تو رقم منتقل کر لی جاتی ہے۔ ورنہ مدتوں ویسے ہی پڑی رہتی ہے۔ اس لئے تمام احباب کی خدمت میں بتاکید التماس ہے کہ کوپن پر مدوار تفصیل ضرور دیا کریں۔ کہ اس قدر رقم چندہ ماہوار کی ہے۔ اس قدر بیرون مسجد کی اس قدر بلا غیر مشن کی اور اس قدر فلاں کی۔ اور ان کے علاوہ امور تفصیلیہ متعلق رسیدات اسی وقت سیکرٹری کے نام بھجوا دیا کریں۔

دوسرے تمام رقوم بذریعہ منی آرڈر یا بیمہ جو انجمن کے متعلق ہوں۔ وہ محاسب صاحب کے نام ارسال کیا کریں کسی دوسرے کے نام بھیجنے کی ضرورت نہیں +

کھلی چٹھی

بخدمت جناب حضرت مولوی احمد علی صاحب

امام مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور

بعد سلام مسنون گذارش ہے کہ اخبار "پیغام صلح" لاہور مورخہ ۱۵ فروری ۱۹۲۵ء میں جناب زین العابدین صاحب لاہوری کی طرف سے ایک مراسلت شائع ہوئی ہے جس میں جناب سے استدعا کی گئی ہے کہ علماء دیوبند کے اس جلسہ میں جو ۵ مارچ کو بدعت اور الحاد کی رد کورد کرنے کے لئے لاہور میں منعقد ہونے والا ہے آپ مولوی مبارک شاہ صاحب مدرس دیوبند اور ان کے چیلے چانٹوں کو بھی شرکت جلسہ کی دعوت دیں تاکہ مولوی صاحب موصوف اور ان کے چیلے قرآن مجید کو مکمل کریں لیکن مجھے بوجوہ چند جناب زین العابدین صاحب لاہوری کی اس تجویز سے اتفاق نہیں بلکہ ان کی اس تجویز پر رد کر افسوس آتا ہے کہ انہوں نے ایسے لوگوں کو اس جلسہ میں شریک کرنے کا خیال ظاہر کیا جن کو قرآن مجید اور اسلامی مسائل سے کچھ بھی مس نہیں۔ بلکہ قرآن مجید جیسی محفوظ و مامون کتاب پر جس میں قیامت تک کمی بیشی نہیں ہوسکتی طرح طرح کے الزام لگاتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ آیت رجم مرفوع التلاوت ہے مگر ہے واجب العمل۔ دوسرا کہتا ہے کہ قرآن عزیز میں تین قسم کے نسخ جاری ہیں۔ تیسرا کہتا ہے ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس کے (یعنی آیت رجم کے) تلاوت و کتابت مصاحف میں مشہور نہ ہونے سے امت پر تخفیف ہو۔ چونکہ یہ نہایت سخت حد اور شدید حکم ہے اسلئے اسکی تلاوت سے قلوب پر گرانی ہوتی ہے۔ (دیکھو اخبار اہلسنت والجماعت نمبر ۲۵۔ مورخہ ۱۱ر جنوری ۱۹۲۵ء)

ان لوگوں کے علم کا تو یہ حال ہے۔ اس سے آپ خود اندازہ کریں کہ یہ لوگ کہاں تک اس جلسہ میں آنے کے مستحق ہوسکتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی عقل کا جو تجربہ مجھے ہوا ہے وہ یہ ہے کہ اگر ان سے کوئی سوال کیا جائے تو یہ لوگ بجائے اسکے کہ سوال کو سمجھ کر جواب دیں دوسرے غیر متعلق اور خارج از بحث شخص کو گالیاں دینی شروع کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ زین العابدین صاحب لاہوری کی چٹھی کے جواب میں انہوں نے مرزائیوں کی جماعت کو کوسنا شروع کر دیا۔ ان کا اصل مدعا یہ تھا کہ جس طرح سے ہوسکے زین العابدین صاحب لاہوری کے سوال کو مرزائیوں کو گالیاں دے دے کر مٹی میں ملا دیا جائے۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ زین العابدین کا مطالبہ تو خود ان لوگوں کے مسلمات اور معتقدات کی بنا پر ہے۔ اگر یہ لوگ اس قسم کے اعتقاد کا اظہار نہ کرتے کہ آیت رجم قرآن مجید سے باہر ہے تو ہرگز ہرگز زین العابدین یا کسی اور صاحب کو قرآن مجید کے (نعوذ باللہ) ناکمل ہونے کا وہم و گمان بھی نہ ہوتا۔

ع اے باد صبا ایں ہمہ آوردۂ تست

اندریں حالات اس قسم کے مولویوں سے یہ توقع رکھنا کہ وہ بدعت والحاد کا سد باب کریں گے عبث ہے اور نہ ہی مولوی زین العابدین صاحب کی یہ آرزو ان مولویوں سے پوری ہوسکتی ہے کہ قرآن کریم کو مکمل کر دیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ مولوی الٹی کھوپری کے واقع ہوئے ہیں نہ یہ کسی مسئلہ کو خود سمجھ سکتے ہیں نہ کسی کو سمجھا سکتے ہیں اسلئے مجھے جناب زین العابدین کی تجویز سے ہرگز اتفاق نہیں کہ مولوی مبارک شاہ صاحب اور اس قسم کے دوسرے مولویوں کو شرکت جلسہ کی دعوت دی جائے۔

ہاں اگر کوئی لغو اور بے معنی بحث کا دنگل قائم کرنے کی ضرورت ہو تو یہ لوگ نہایت کار آمد ثابت ہوسکیں گے۔

بر رسولاں بلاغ باشد و بس

خاکسار زیرک شاہ از لاہور

۱۰۔ فروری ۱۹۲۵ء

جمعیۃ العلماء اور مخادعت

ایک وہ زمانہ تھا کہ اقتداء کانگرس میں جمعیۃ العلماء ہند نے یہ فتوی دینا پڑا کہ حکومت کے ساتھ ترک موالات کرنا فرض اور موالات کرنا قطعاً گناہ ہے۔ مگر اب جبکہ کانگرس نے یہ فیصلہ کر دیا کہ حکومت کے ساتھ بظاہر موالات اور بباطن ترک موالات کی جا سکے یعنی کونسلوں میں بار بار حلف وفاداری اٹھا کر اسے تحفیہ ارادہ پورا کیا جائے تو ضرور تھا کہ اب بارگاہ علماء ہند سے بھی کوئی اسی قسم کا فتوی شائع ہوتا۔ چنانچہ وہ شائع ہوا اور نہایت شاندار الفاظ میں شائع ہوا۔ جمعیۃ العلماء ہند کے اجلاس مراد آباد میں مولانا ابوالمحاسن صاحب نے اپنے خطبۂ صدارت میں فرمایا صورت مخادعہ جائز ہے یعنی بظاہر حکومت سے موالات کی جائے اور بباطن ترک موالات

جب یہ دھوکہ بازی کا فتوی اخبارات میں شائع ہوا تو "مسلم اوٹ لک" لاہور کے ایڈیٹر مولانا داؤد الپین صاحب نے وہ لی کی کہ ان علماء کی ساری علمیت دھری کی دھری رہ گئی۔ ان نام نہاد علماء سے مولانا الپین کی تحریرات کا جواب نہ ہوسکا تو انکی تحریرات کو بگاڑ کر جواب دینے کی کوشش کرنے لگے چنانچہ کسی نقاب پوش ملانے اخبار "ہمدم مسلم" کانپور مورخہ ۱۱ر فروری ۱۹۲۵ء میں "ملازم اور مغربیت" کے عنوان کے ماتحت ایک مضمون شائع کرایا ہے جس میں لکھا ہے:

"اس مسلم اوٹ لک" کے ایڈیٹر جناب الپین صاحب نے (جو نہایت پرجوش نومسلم ہیں) جمعیۃ علماء ہند کے اجلاس مراد آباد پر تمام اکابر علماء کو "ملانوں" کے نام سے یاد کر کے خوب خوب جی بھر کر گالیاں سنائیں اور ایک ایسی خبر دی جو کم از کم ہماری نظر سے نہیں گذری یعنی یہ کہ مولانا ابوالمحاسن سجاد صاحب نے اپنے خطبہ صدارت میں اس امر پر زور دیا کہ لوگ بظاہر ترک موالات جاری رکھتے ہوئے بباطن حکومت سے موالات کریں۔ ہم نے اس فقرہ کو مولانا ابوالمحاسن کے خطبۂ صدارت میں بہت تلاش کیا۔ مگر کہیں نہ مل سکا۔ ایڈیٹر "مسلم اوٹ لک" چونکہ فہم اردو سے قاصر ہیں یہ فقرہ انہیں کسی نامہ نگار نے لکھ کر بھیجا تھا۔"

مضمون نویس کو شکایت ہے کہ مولانا ابوالمحاسن کے خطبۂ صدارت میں ان کو یہ فقرہ نہیں ملا۔ بھلا ملتا کہاں سے جبکہ یہ فقرہ ہی دماغ کا اختراع تھا۔ مولانا الپین صاحب نے جس فقرہ پر اعتراض کیا تھا وہ وہی ہے جس کی طرف میں اوپر اشارہ کر چکا ہوں۔ مولانا ابوالمحاسن صاحب کی اصل تقریر یہ ہے:

"حضرات ہمارے مقصد کے لحاظ سے مسلمانوں کے حق میں التوائے ترک موالات کا کوئی اثر نہیں ہے جو حکم پہلے تھا وہی اس کے بعد بھی ہے لیکن صورت ایسی ہے کہ بعض مخصوص مسلمان صورتاً ترک موالات کو اپنے حق میں اغراض ملیہ اور جمہوریہ کو مدنظر رکھ کر ملتوی کرسکتا ہے۔ اور بظاہر موالات کرسکتا ہے اور وہ صورت مخادعہ ہے یعنے حکومت سے دشمن ہونے کے باوجود کوئی شخص اس سے موالات یعنے نصرت کرے۔ اور موالات کرنے کے ساتھ اپنی ایمانی قوت میں اسقدر مضبوط اور پختہ ہو کہ جتنے مفاسد اختلاط اور تعلقات سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان تمام مفاسد سے اپنے کو محفوظ رکھ سکے اور کسی حرام فعل کا ارتکاب نہ کرے۔ (حرام فعل کی بھی ایک ہی کہی کیا یہ منافقت اور اس کے اخفا کے لئے جو دروغ بیانی کی جائیگی وہ حرام فعل نہیں ہے؟ سردار) بلکہ نہایت جرات اور حکمت عملی سے فعل حرام سے اجتناب کرے اور وفاداری کے اظہار میں تعریض و توریہ سے کام لے الغرض اگر تمام منہیات سے اپنے کو بچانے پر قادر ہو تو موالات کی نجاست کے پاس بیٹھے مگر ایسی تنقید و بیداری کے ساتھ کہ نجاست سے خود آلودہ نہ ہو۔ اور ان مشکلات میں اپنے کو ڈالنے کا یہ مقصد ہو کہ اپنی قوم کو ہلاکت سے بچائے یا قوم کو فائدہ پہنچائے یا کم از کم اپنی جان اور عزت کی حفاظت کرے پھر ان تمام قیود کے ساتھ بیشک مسلمانوں کیلئے بھی صورت موالات جائز ہوگی۔ مثلاً کوئی مسلمان فوج میں بھرتی ہو۔ اور اتنا قوی الایمان ہو کہ اگر اسکو کسی بے قصور کسی مسلمان پر گولی چلانے کا حکم دیا جائے تو وہ قطعاً اسکی خلاف ورزی کرے اور اس کا مقصد اس مہلکہ میں پڑنے سے یہ ہو کہ جب ضرورت اور موقعہ ہو تو اسکو اور اس کو دشمن پر استعمال کرے اور مسلمانوں کی حفاظت کرے تو اس کے لئے یہ ملازمت جائز ہوگی۔"

مضمون نویس صاحب کے جس فقرہ کے نیچے مل سے لکیر کھینچی ہے اس فقرہ پر مولانا محمد الپین صاحب نے اعتراض کیا تھا جس کو آپ نے محرف کر کے پیش کیا ہے۔ کیا یہ منافقت اور دھوکا دہی کی صریح تعلیم نہیں ہے۔ اس عبارت کو غور سے پڑھیے۔ اور ان مذہبی رہبروں کی حالت پر آٹھ آٹھ آنسو بہائیے اور ان کے حق میں زبان دل سے کہتے جائیے۔

حیرت ہے یہ کہ تجھ سے ستمگر کے ہاتھ میں
آنکھوں نے دل کو کیونکر دیا دیکھ بھال کر

سردار خان

دیوبند یا جن بند

کسی نادان دیوبندی نے میرے جیسے امی کو بذریعہ ڈاک ایک اشتہار بھیجکر آگاہ کیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب قادیانی علیہ الرحمۃ نے کوئی قرآن علیحدہ بنایا ہے جیسا کہ "کشتی نوح" صفحہ (۶) دافع البلاء صفحہ ۱۸ میں لکھا ہے کہ قرآن شریف میں طاعون کی خبر اور خسوف و کسوف موجود ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ دیوبندی قرآن جس کی آیات منسوخ التلاوت ہیں مکمل ہے۔ بہت خوب! اسکا مختصر جواب یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے قرآن کریم کا استدلال فرمایا ہے جیسا کہ ایک حنفی قراءۃ خلف الامام کو بذریعہ استدلال قرآن شریف سے نفی ثابت کرتا ہے۔ مفسرین نے اب تک لاانتہا مسائل قرآن کریم سے اخذ کئے ہیں جیسا کہ اس وقت کے علماء اور عالمین کا تذکرہ بھی قرآن کریم میں موجود ہے کہ کمثل الحمار یحمل اسفارا۔ مگر ایسے استدلالات سے قرآن کریم کے اسناد میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی۔ قرآن کریم کا ہر ایک حرف محفوظ ہے اگر کسی شخص کا استدلال غلط ہو تو یہ امر دیگر ہے۔ مگر قرآن مجید کی آیات منزلہ کو مرفوع التلاوت کہکر ساری الہی کتاب کو مشتبہ کر دینا اور بات ہے۔ مجھے یہی معلوم ہوتا ہے کہ صداقت کا مقابلہ کرنے سے انسان کی عقل ماری جاتی ہے۔ اور لکھا پڑھا آدمی بھی دیوبندی ہو جاتا ہے

چو امتی شناسا تر از مولویست
بریں مولویت بباید گریست

خاکسار غلام رسول خان احمدی
ساکن ضلع چہ کدل۔ سری نگر (کشمیر)

خواتین سلسلہ اور برلن مسجد کی مینارے

اس سے پہلے تین فہرستیں اسی سلسلہ میں شائع ہو چکی ہیں جن میں اکثر حصہ زیورات اور روپیہ کا ساتھ ہی وصول ہو گیا تھا اور کچھ حصہ وصول ہو کر جماعتوں کے سکرٹریوں کی تحویل میں تھا ان میں سے اور اس کے علاوہ جسقدر اور وصول ہوئی ہے اس کی فہرست درج اخبار کی جاتی ہے۔ اللہ تعالےٰ ان تمام خواتین کو بیش از بیش اجر اپنی جناب سے عطا فرمائے۔

از خانہ شیخ نیاز احمد و شیخ عبدالرحمن صاحبان وزیرآباد ۶۲ نقد اہلیہ صاحبہ ڈاکٹر سعید احمد صاحب ایبٹ آباد قیمت زیور حسب وعدہ۔ اہلیہ صاحبہ مولانا احمد زروبی قیمت زیور اہلیہ صاحبہ ڈاکٹر حسن علی صاحب کنجاہ روپیہ نقد حسب وعدہ مرحومہ زیب النساء بیگم بنت مرزا عزیز بیگ صاحب پٹیالہ نقد اہلیہ صاحبہ ڈاکٹر جلال الدین صاحب گوجرہ نقد قیمت زیور

جماعت سیالکوٹ

اہلیہ صاحبہ حاجی فضل الدین صاحب نقد۔ اہلیہ ماسٹر غلام محمد صاحب نقد۔ اہلیہ بھائی بوڑا صاحب نقد اہلیہ حکیم شمس الدین صاحب۔ اہلیہ حکیم شمس الدین صاحب نقد۔ اہلیہ محمد الدین صاحب زرگر نقد۔ بخانہ حاجی محمد اسمعیل صاحب نقد معہ بالیاں طلائی چار عدد۔ اہلیہ محمد عبد اللہ ولد شیخ مولا بخش صاحب۔ اہلیہ عبدالرحیم صاحب ولد شیخ مولا بخش صاحب۔ فتح بی بی صاحبہ للعہ بخانہ محمد الدین صاحب جلد ساز معہ بند چاندی ۲ عدد۔ اہلیہ مستری عبد اللہ نقد۔ اہلیہ محمد شفیع صاحب۔ اہلیہ مستری قادر بخش صاحب نقد۔ جنت بی بی صاحبہ نقد۔ دختر بھائی بوڑا صاحب نقد۔ از خانہ محمد ابراہیم صاحب

سے نقد۔ اہلیہ سراج الدین فرزند ماسٹر محمد اسمٰعیل صاحب تعویذ طلائی ایک عدد۔ بنت سراج الدین فرزند ماسٹر محمد اسمٰعیل صاحب انگشتری طلائی ایک عدد۔ اہلیہ صاحبہ شیخ مولابخش صاحب بالیاں طلائی ۲ عدد ماجبین شاہ صاحب انگشتری طلائی ایک عدد۔ اہلیہ رحمت اللہ صاحب انگشتری طلائی ایک عدد بخانہ محمد سعید صاحب چوڑیاں چاندی ۲ عدد ہمیرہ چاندی ایک عدد۔ بخانہ میاں کرم الدین صاحب کنگن ایک جوڑا چاندی کے) بخانہ غلام قادر صاحب چوڑیاں چاندی ۲ عدد عطراں بی بی صاحبہ دو ڈنڈیاں چاندی۔ بخانہ مستری محمد الدین صاحب سات ڈنڈیاں ایک انگوٹھی چاندی۔

دیگر زیورات از سیالکوٹ :-

انگشتریاں طلائی ۲ عدد۔ ڈنڈیاں نقرئی ۲ عدد بند نقرئی ایک جوڑی۔ چوڑیاں نقرئی ایک جوڑہ

لاہور چھاؤنی

اہلیہ صاحبہ قاضی ثناء اللہ صاحب۔ ڈنڈیاں طلائی معہ جھمکی ۲ عدد بٹن طلائی معہ زنجیری ۳ عدد۔ اہلیہ صاحبہ قاضی رحمت علی صاحب پہنچیاں نقرئی ایک جوڑی۔ اہلیہ صاحبہ قاضی عبدالعزیز صاحب خورد۔ انگشتری طلائی ایک عدد۔ مسمات کرم بی بی صاحبہ بٹن معہ زنجیری نقرئی ۳ عدد۔ نقد سے روپیہ

جموں

اہلیہ مستری شہاب الدین صاحب بالیاں طلائی ۲ عدد۔ اہلیہ بابو چراغ الدین صاحب انگشتری طلائی ایک عدد معہ پانچ روپیہ نقد۔ اہلیہ مستری یعقوب علی صاحب۔ بالکیاں طلائی ۱۱ عدد ایک نام طلائی ... ۱۰۰ اہلیہ مستری عبداللہ چوڑیاں نقرہ ۲ عدد۔ اہلیہ مفتی فضل احمد صاحب چھلے نقرئی ۲ عدد۔ اہلیہ مستری نظام الدین صاحب مرحوم۔ چوڑیاں نقرئی ۲ عدد۔ دیگر نقد چندہ از جموں سے

پسرور

اہلیہ صاحبہ قاضی ظہور اللہ صاحب ڈنڈیاں طلائی کلاں ۲ عدد اہلیہ صاحبہ قاضی نثار محمد صاحب ڈنڈیاں طلائی خورد ۲ عدد۔ اہلیہ قاضی بشارت علی صاحب بازکان نقرئی ایک جوڑی۔ معلوم الاسم نام طلائی ایک عدد۔ نقد چندہ از پسرور سے

بزرگان سلسلہ کی توجہ کے قابل

اس وقت دو عظیم الشان کام تعمیر انجمن کی نگرانی میں ہو رہے ہیں۔ اول برلن مسجد کا دوم مسلم ہائی سکول لاہور کا۔ اور ہر دو کے متعلقہ اخراجات کی ادائیگی کے لئے اخیر مارچ تک بہت سے روپیہ کی ضرورت ہے۔ اس لئے عرض ہے کہ

اول ۔ جن احباب نے اس وقت تک برلن مسجد میں حصہ نہیں لیا۔ وہ حصہ لے کر ممنون فرماویں۔ اور اپنے حلقہ میں تحریک کر کے روپیہ فراہم کر کے بھجوائیں۔

دوم ۔ جن احباب نے برلن مسجد کی کاپیاں منگوائی ہوئی ہیں وہ پندرہ مارچ تک بھجوا دیں۔

سوم ۔ جن خواتین نے میناروں کی تعمیر میں حصہ نہیں لیا۔ اُن سے احباب اپنی اپنی جگہ تحریک کر کے زیورات اور رقوم وصول کر کے بھجوا دیں۔

چہارم ۔ جن جن احباب نے روپیہ کے متعلق خود یا دوسری جگہ سے فراہم کر کے ادا فرمانے کے وعدہ کئے ہوئے ہیں۔ وہ اپنے وعدوں کا ایفا کریں۔

پنجم ۔ تعمیر مدرسہ میں جن احباب نے اکتوبر اپنی آمدہ نومبر کا چھٹا حصہ نہیں بھجوایا یا کم بھجوایا۔ وہ جلد اپنی اپنی رقم بھجوا دیں۔

آخر میں عرض ہے کہ دفتر سے ان سب امور کے متعلق وقتاً فوقتاً چٹھیات احباب کی خدمت میں پہنچتی رہتی ہیں مگر بعض احباب توجہ نہیں فرماتے۔ جرمن مشن کے مستقل سالانہ وعدہ کے لئے جن جن احباب کی خدمت میں لکھا گیا ہے۔ ان میں سے اکثروں کے جواب نہیں آئے۔ انتظار ہے۔ امید ہے احباب اس طرف جلد توجہ فرمائیں گے۔

خاکسار

ظہور احمد جائنٹ سیکرٹری۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

تازہ خبریں

۲۰ فروری کو پنجاب کونسل میں چودھری افضل حق نے یہ سوال کیا کہ کیا حکومت بتلائیگی کہ آیا یہ افواہ درست ہے کہ گورنمنٹ پنجاب یہاں بھی آرڈیننس نافذ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے جس طرح کہ بنگال میں نافذ کیا گیا ہے اگر یہ امر واقعہ ہے تو کیا حکومت کے پاس صوبہ پنجاب میں انقلاب پسند جماعت کا وجود ثابت کرنے کے لئے کوئی کافی ثبوت موجود ہے۔ آنریبل سرجان مینارڈ نے سوال کے پہلے حصہ کا جواب یہ دیا کہ یہ افواہ بے بنیاد اور غلط ہے لہذا دوسرا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا

آنریبل سرجی پی روڈ اینل وزیر مالیات صوبہ متحدہ نے ۱۹۲۵ء و ۱۹۲۶ء کا میزانیہ پیش کیا۔ ۱۲۰۸۱۰۰۰ روپیہ وصول ہوگا۔ جس میں سے ۱۲۲۴۲۰۰۰ روپیہ خرچ کیا جائے گا۔ اور اس طرح سے ۱۶۱۰۰۰ روپیہ کی کمی واقع ہوگی۔

بنگال کی آزاد خیال جماعت نے اپنے ایک جلسہ میں مسٹر بی چکرورتی کو صدر۔ ڈاکٹر پرمانا تھ بنرجی اور مسٹر سعود سہروردی کو معتمدین مقرر کیا ہے۔ قومیت پسند جماعت کا مقصد انتہائی یہ ہے کہ ہندوستان کے لئے سوراجیہ یعنی پوری ذمہ دار حکومت حاصل کی جائے جو قلمرو برطانیہ کا ایک جزو لاینفک ہو۔ سب سے پہلے یہ جماعت کونسل کے اندر یا باہر دیگر جماعتوں سے بھی اتحاد کیا کرے گی۔ حکومت کی حامی جماعت جو ذرائع پیش کیا کرے گی ان پر ان ذرائع کے حسن و قبح کی حیثیت سے غور کیا جائے گا۔ تاکہ اس معیار کے مطابق ان کی تائید کی جائے یا انہیں مسترد کیا جائے۔ ایسا کرنے میں محض آئینی ذرائع استعمال کئے جائیں گے۔

یکم مارچ کو لاہور میں ٹھنڈی سڑک پر مسٹر ای کلارک ڈریپر کی دکان میں آگ لگی۔ پانی بجھانے کا انجن وقت مقررہ پر پہنچ گیا تھا لیکن بیان کیا جاتا ہے کہ پانی کی قلت کی وجہ سے آگ بجھ دیر بعد بجھی۔ آگ کے لگنے کی وجہ اب تک معلوم نہ ہو سکی۔ نقصان کا اندازہ ڈیڑھ لاکھ روپیہ کیا جاتا ہے۔

مسٹر فیض جی طیب جی بیرسٹر ایٹ لا سندھ کے ایڈیشنل جوڈیشل کمشنر مقرر ہوئے ہیں۔ آپ مسٹر آشٹن کی جگہ کام کریں گے آپ ۱۹۱۲ء میں عدالت عالیہ مدراس میں جج رہ چکے ہیں اور لاکالج بمبئی میں پروفیسری بھی کر چکے ہیں۔

بمبئی کے مذبح کے بوچڑوں نے ہڑتال کر دی ہے ہڑتال کرنے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ بلدیہ کے حکام نے بعض دُبلے پتلے بیلوں کو ذبح کرنے سے روک دیا تھا۔ گائے کا گوشت بیچنے والے بوچڑ اور بھیڑ بکری کو ذبح کرنے والے قصاب سب کے سب ہڑتال میں شامل ہوئے ہیں۔ آج صبح بمبئی کی کسی منڈی میں گوشت نہیں آیا۔

۱۲۵۰ اکالیوں کا ایک جتھا بھائی پھیرو روانہ ہوا۔ ان لوگوں کے لباس مختلف تھے۔ بعض لوگ زرد کپڑے بھی پہنے ہوئے تھے جو شہیدوں کی علامت ہے۔ اس جتھے کی روانگی کے موقعہ پر ایک دیوان منعقد ہوا اور سردار منگل سنگھ نے ایک پرزور تقریر کی۔ جس کے دوران میں انہوں نے یہ بھی کہا کہ اکالی موجودہ قانون کی خلاف ورزی کرنے پر مجبور ہیں کیونکہ یہ قانون گوردواروں کی اصلاح کے کام میں حائل ہے۔ ہانگ کانگ کا اکالی جتھا سرگودھا گیا ہے تاکہ وہ اکالی جتھوں کے لئے پروپیگنڈا کرے۔

"جرنلسٹ ایسوسی ایشن" کی مجلس عاملہ نے آج کے اجلاس میں حکومت کے اس فعل کے خلاف کہ اس نے پریس کے برقی پیغامات کی شرح میں اضافہ کر دیا ہے۔ صدائے احتجاج کی ہے اور ایک وفد حکومت کے ان اعلیٰ عہدہ داران کی خدمت میں بھیجنا منظور کیا ہے جو اس محکمہ کے ذمہ دار ہیں۔ اس وفد میں اے رنگا سوامی آئنگر ایم ایل اے اور وی سی کیشکر ایم۔ ایل آے سی۔ آئی ای نائب صدر دہلی جرنلسٹ ایسوسی ایشن بھی شامل ہیں۔

اخبار ٹائمز کا نامہ نگار مقیم قسطنطنیہ راوی ہے کہ فرانس برطانیہ اور اطالیہ کی دول نے فیصلہ کیا ہے کہ جس وقت ضرورت پیش آئے قسطنطنیہ میں رہنے والے سفراء و وزراء مختار انگورہ چلے جائیں کیونکہ وہاں ایک افسر کے مستقل طور پر رہنے کی بہت ضرورت ہے۔

کل شام ممالک متحدہ اور کینیڈا میں زلزلے کا جھٹکا محسوس کیا گیا۔ نیویارک میں ایک آدمی مقتول اور دو عورتیں مجروح ہو گئیں ہیں۔

کے گاؤں میں دو ناشناس گرجے میں جا پہنچے۔ کیونکہ انہیں خیال پیدا ہو گیا تھا کہ قیامت آپہنچی۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ کی طبیعت گذشتہ دو روز سے کسی قدر ناساز ہے درد شکم کی تکلیف ہے۔ احباب دعا فرمائیں۔

مسلم ہائی سکول کے امتحان انٹرنس میں جانے والے طلباء کو ایک الوداعی پارٹی سکول کی طرف سے یکم مارچ کو دی گئی جس میں بعض دیگر احباب کو بھی شمولیت کے لئے بلایا گیا۔ سب سے پہلے حاضرین کی تواضع مٹھائی اور پھلوں سے کی گئی۔ ہیڈ ماسٹر صاحبان نے ایک نہایت ضروری لیکچر دیا۔ جو آئندہ اشاعت میں درج ہوگا۔ اس کے بعد طلباء انٹرنس نے کچھ انگریزی اردو تقاریر کیں اور نظمیں پڑھیں اور آخر میں اولڈ بوائز میں سے عاشق حسین صاحب نے ایک نہایت پرجوش اور برجستہ تقریر کی۔ جس میں سکول کے ساتھ اپنی وابستگی کا اظہار کرتے ہوئے اس زندگی کی خوشگوار کیفیات کو بیان کیا جب وہ مسلم ہائی سکول میں پڑھتے تھے اور اراکین سکول سے درخواست کی کہ وہ اسی قسم کی زندگی پیدا کرنے۔ اور "اولڈ بوائز ایسوسی ایشن" بنانے کی کوشش کریں تاکہ رخصت ہونے والے طلباء کو ہمیشہ کے لئے اس سکول سے ایک گہرا تعلق ہو۔ مفصل رپورٹ آئندہ اشاعت میں درج ہوگی۔

اخویم عبدالشکور سیروری اپنے ہاں لڑکے کے تولد کی اطلاع دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔

حضرت امیر کی ایک نئی تصنیف

تاریخ خلافت راشدہ

قارئین کرام یہ سنکر خوش ہوں گے۔ کہ حضرت امیر ایدہ اللہ نے ایک کتاب بنام "تاریخ خلافت راشدہ" حال ہی میں تصنیف فرمائی ہے۔ جو چھپ کر تیار ہو گئی ہے۔ اس کتاب میں واقعات کے رنگ میں حضرت ممدوح نے ثابت کیا ہے۔ کہ خلفاء راشدین کا زمانہ بھی دراصل زمانہ نبوی کا ہی تتمہ ہے۔ ہر ایک خلیفہ کا زمانہ جناب رسول اللہ صلعم کے ایک خاص خلق کا ظہور تھا۔ اور خلافت راشدہ کے چار مختلف زمانے مسلمانوں کو چار عظیم الشان سبق دیتے ہیں جو ہر حالت میں ان کے لئے خضر راہ ہیں۔

بہت سے اعتراضات جو غیر مسلم ناواقفیت یا تعصب کی وجہ سے اسلامی فتوحات پر کرتے ہیں۔ اس کتاب کے پڑھنے سے دور ہو جاتے ہیں۔ کتاب کے ساتھ خلفاء راشدین کے زمانہ کی سلطنت اسلامی کا نقشہ بھی دیا گیا ہے۔

ہمارے احباب کو چاہیئے کہ یہ کتاب خود بھی پڑھیں۔ اور اپنے دوستوں کو بھی دکھائیں۔ قیمت مجلد ۱۲؍ بلا جلد ۱۰؍

ملنے کا پتہ

منیجر دارالکتب اسلامیہ۔ احمدیہ بلڈنگس۔ لاہور

ڈاک حضرت امیر

چند سوالات کے جوابات

ایک دوست نے حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں چند سوالات لکھ کر بھیجے تھے جو مع جوابات .... حسب ذیل ہیں:-

سوال ۱۔ زکوٰۃ کا روپیہ مسجد کی تعمیر میں خرچ ہو سکتا ہے؟

الجواب۔ زکوٰۃ کا روپیہ مسجد کی تعمیر پر خرچ کرنے کے فقہا مخالف ہیں۔ اس بنا پر کہ مسجد وقف ہے۔ اور وہ کسی کی ملک نہیں ہوتی۔ اور زکوٰۃ کا روپیہ کسی کی ملک کرنا ضروری ہے۔ مگر اس کے لئے کوئی شرعی سند نہیں۔ قرآن شریف میں سورۂ توبہ میں زکوٰۃ کے مصارف بیان کئے گئے ہیں۔ ان میں اور مصارف میں ایک مصرف فی سبیل اللہ ہے۔ اور یہ اس قدر وسیع لفظ ہے کہ ہر ایک خیراتی کام پر بولے جا سکتے ہیں۔ اس لئے ان الفاظ کے ماتحت میرے نزدیک مسجد پر زکوٰۃ کا روپیہ صرف ہو سکتا ہے۔

سوال ۲۔ آپ نے "پیغام صلح" میں شائع فرمایا تھا۔ کہ مرد کی خیرات کا حصہ عورت کو نہیں ملتا۔ چونکہ فی زمانہ عورتوں کی ملکیت سوائے مہر شرعی کے اور کچھ نہیں ہوتی۔ اس لئے اس مہر سے خرچ کر سکتی ہیں۔ یا گھر کے زیورات سے جو خاوند نے دیئے ہوں۔ اس میں سے دلوے تو اس کا ثواب کس کو پہنچے گا۔

الجواب۔ عورتوں کی ملکیت عموماً بلا شبہ محدود ہوتی ہے۔ لیکن بہتیری عورتیں صاحب مال و جائیداد ہوتی ہیں۔ اور علاوہ مہر کے ہر ایک عورت ورثہ کا حصہ بیٹی ہونے کی حیثیت سے بیوی ہونے کی حیثیت سے ماں ہونے کی حیثیت سے پاتی ہے۔ بعض عورتیں تجارت سے بھی اپنے مال کو بڑھا لیتی ہیں۔ پس اس تمام مال میں سے جو اللہ تعالےٰ نے انہیں دیا ہے۔ وہ خیرات بھی کر سکتی ہیں۔ زیورات بھی عموماً عورتوں کی ہی ملکیت ہوتے ہیں۔ اور ان میں سے بھی وہ خرچ کر سکتی ہیں۔ پھر عورتوں کے ہاتھ میں گھر کا خرچ ہوتا ہے۔ اس میں سے بھی کچھ بچا کر خیرات کر سکتی ہیں۔ عموماً عورتوں کو کچھ نہ کچھ رقم اپنے کپڑے یا جیب خرچ وغیرہ کے لئے بھی ملنی چاہیئے۔ کیونکہ عورت کا صرف خرچ خوراک ہی خاوند پر نہیں بلکہ اس کا لباس بھی خاوند پر ہے۔ اس میں سے بھی اگر عورت چاہے تو کچھ بچا کر خدا کی راہ میں خرچ کر سکتی ہے۔ لہٰذا خیرات کا موقعہ جس قدر مرد کو ہے اس سے کم عورت کو نہیں۔ ہاں یہ الگ امر ہے۔ کہ اگر اس کے پاس تھوڑا ہے۔ تو وہ اپنی حیثیت کے مطابق تھوڑا ہی خرچ کرے۔

سوال ۳۔ منکوحہ مرد و عورت پر زنا کا شبہ تھا انہیں ... فہمائش کی گئی کہ اس فعل سے باز آویں۔ مرد نے قرآن شریف کو ضامن دے کر آئندہ کے لئے اقرار کیا۔ کہ وہ آئندہ اس فعل کا مرتکب نہ ہوگا لیکن چند روز بعد وہ پھر اس مرض میں مبتلا ہو گیا اب پھر توبہ کرتا ہے۔ ایسے شخص کے لئے کیا حکم ہے۔ شرعی سزا کیا ہے یا کفارہ کیا ہے۔ اور آئندہ توبہ کے لئے کیا حکم ہے۔

الجواب۔ زنا کی سزا شریعت اسلام کے رو سے تو دُرے ہے۔ لیکن غیر حکومت کے ماتحت سزاؤں کا معاملہ اسلامی شریعت کے مطابق نہیں۔ جو حالت آپ نے لکھی ہے۔ اس میں سزا یا کفارہ تو بظاہر کوئی نہیں۔ توبہ ہی ہے۔

صد بار گر توبہ شکستی باز آ

ہاں یہ سچ ہے کہ توبہ کرتے وقت صدق دل سے یہ ارادہ ہو۔ کہ اس فعل کے قریب نہ جائے گا۔ ویسے اگر کچھ ڈنڈ لگا دیا جائے تو بھی حرج نہیں۔ اور وہ روپیہ کسی نیک کام پر خرچ ہو جائے۔ والسلام

حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت

واقعات عالم سے

(۳)

(پروفیسر شیخ محمد عبد اللہ صاحب کے قلم سے)

سب سے آخر جس بات کا میں ذکر کرنا چاہتا ہوا۔ اور جس کو حضرت مرزا صاحب کی صداقت کا ایک بڑا زبردست معیار .... قرار دیا جا سکتا ہے۔ وہ ہے موجودہ عیسائیت یعنی کلیسا کا زور اور دجال کا مفہوم۔ آخر احادیث صحیحہ میں صاف طور پر مذکور ہے کہ جب حضرت عیسےٰ تشریف لاویں گے تو اس وقت دجال کا بڑا زبردست غلبہ ہوگا اور اس کی قوت اور طاقت بڑی زبردست ہوگی۔ یہاں تک کہ کوئی اس کا مقابلہ نہ کر سکے گا۔ اور قرآن کریم نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے "من کل حدب ینسلون" یعنی ہر ایک طرف سے وہ پھیل جائے گا۔ اور ہر ممکن طریقہ سے مذہب حقہ کو کچلنے اور نیست و نابود کرنے کی کوشش کرے گا۔ اب سوال یہ رہ جاتا ہے۔ کہ اگر فی الواقعہ حضرت مرزا صاحب مثیل مسیح ہیں۔ اور وہی مسیح موعود ہیں جن کا ذکر احادیث میں آتا ہے۔ تو پھر دجال کون ہے۔ اس سوال کے جواب کے واسطے میں صرف ایک دو امور کی طرف توجہ دلانی چاہتا ہوں۔ سب سے اول حدیث میں آیا ہے۔ کہ جب فتنہ دجال ظاہر ہو۔ تو اس وقت سورۂ کہف کی پہلی ۱۵ آیات اور ...... بعض احادیث میں آتا ہے۔ آخری دس آیات پڑھا کرو۔ اب یہ بالکل صحیح بات ہے کہ چونکہ فتنہ دجال کے ظہور پذیر ہونے پر ان آیات کے پڑھنے کا حکم ہے۔ لہٰذا ان آیات کا تعلق فتنہ دجال سے ضرور ہے۔ اور ان آیات میں فتنہ دجال کا علاج ہے۔ اب اگر غور کیا جائے تو سورۂ کہف کی ابتدائی اور انتہائی دونوں رکوعوں میں عیسائیت کے مسئلہ الوہیت مسیح کا صاف طور پر ذکر ہے۔ اور ان ہر دو رکوعوں کا واحد اور مشترک مضمون الوہیت مسیح ہی ہے۔ پس چونکہ ان آیات کو فتنہ دجال کے لئے بطور علاج بتایا ہے۔ لہٰذا ان کا نفس مضمون ضرور اس فتنہ دجال کو ظاہر کرتا ہے۔ اور وہ الوہیت مسیح کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ اور فی الحقیقت الوہیت مسیح ہی موجودہ کلیسا کی جڑ اور روح رواں ہے۔ اور باقی سب کے سب مثل کفارہ۔ انسان کا گنہگار پیدا ہونا وغیرہ وغیرہ اس کے بعد آتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے جہاں کہیں عیسائیت کے غلط عقائد کا ذکر کیا ہے۔ تو وہاں صرف الوہیت مسیح کا ہی ذکر ہے اور تمام قرآن کریم نے کفارہ وغیرہ کا کہیں بھی ذکر نہیں کیا۔ اور دراصل اتخذ ولدا کا عقیدہ ہی ان تمام اعتقادات کی جڑ ہے۔

موجودہ کلیسا کی جو قوت اور طاقت مختلف رنگوں میں آج اسلام کے خلاف صرف ہو رہی ہے۔ وہ اس مذہب کی تاریخ میں اپنی نظیر نہیں رکھتی۔ عیسائیت نے مذہب اسلام کی مخالفت میں جن جن طریقوں سے جد و جہد کی ہے وہ اپنی نوع اور رنگ میں یکتا اور لاثانی ہے۔ اس نے اسلام کو نیست و نابود کرنے میں مختلف پیرایوں میں کوشش کی ہے۔ سکولز۔ کالجز۔ ہسپتال۔ اشاعت کتب۔ اخبارات و رسالجات کی مفت اشاعت۔ پھر مختلف سوسائٹیوں اور کلبوں کے رنگ میں ...... الغرض موجودہ کلیسا کے غلط اعتقادات کو دنیا میں پھیلانے اور حق و سچائی کو نیست و نابود کرنے میں جو انتھک کوشش اس قوم نے کی ہے۔ وہ اس بات کا بیّن ثبوت ہے۔ کہ دجال فی الواقعہ یہی ہے۔ اور اگر دجال یہی ہے۔ تو وہ شخص کہ جس کے ہاتھ سے دجال قتل ہو رہا ہے۔ اور جس کے ذریعہ سے

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

لاہور

جلد ۲۳، ۱۲ شعبان المکرم ۱۳۵۴ھ، نمبر ۳۶

قتل مرتد اور تفسیر بالرائے

(مولانا مولوی احمد صاحب کے قلم سے)

فاما الذین فی قلوبہم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من فسر القرآن برایہ فلیتبوأ مقعدہ من النار۔

سب احکام شرعیہ کے ثابت کرنے کے لئے اصل الاصول تو است قرآن کریم ہے لیکن حدود کی یا ان احکام کی نسبت جو اور بھی شان کے ہیں کیونکہ اسلام نسل انسانی کا بمقتضائے صفت ربوبیت الٰہی موافقاً اور نگہبان اور ترقی دینے والا ہے۔ اور ہلاک حرث و نسل بمقتضائے لیفسد فیہا ویہلک الحرث والنسل مفسدین کا کام قرار دیتا ہے۔ اس واسطے فقہائے حنفیہ نے ادرؤا الحدود بالشبہات پر عمل کر کے اس اصل کو مانا ہے۔ کہ شبہات دافع حدود ہوا کرتے ہیں اس بنا پر حدود خاصکر قتل کے واسطے کوئی قطعی دلیل چاہیئے۔ اور بغیر برہان قطعی کے کسی مسلمان کو مجرم قرار دے کر اس پر حد جاری کرنا حرام ہے۔ نبی کریم نے فرمایا ہے۔

کل المسلم علی المسلم حرام دمہ وعرضہ ومالہ

مسلمان کا خون عزت اور مال دوسرے پر حرام ہے۔ قرآن کریم چونکہ اصل کتاب ہے پس قتل یا سنگساری اگر اسلام نے صرف ارتداد کی سزا ٹھیرایا ہے۔ تو ضرور ہے کہ قرآن کریم میں اس کا ذکر صراحت سے ہو۔ مسلمان کی شان سے بعید ہے۔ کہ ایسے حکم کے اجرا یا اس پر خوشی ظاہر کرنے سے پہلے قرآن کریم کو بنظر انصاف اور عدل ہاتھ میں لے کر اس پر غور نہ کرے کہ آیا کوئی قطعی حکم قتل یا سنگساری کا صراحت سے اس میں ہے یا نہیں۔ پھر واجب ہے کہ اپنے ذہن کو یکطرفہ خیالات سے اور تقلید اور تعصب سے خالی کر کے صرف نظم قرآن پر غور کرے۔ اور اپنی مرضی کو بکلی قرآن کریم کا تابع اور محکوم بنائے۔ اور اگر کوئی پرانی کہانی قرآن کریم کے خلاف پائے۔ تو اس کو ردی کے انبار میں جلائے۔ اور قرآن کریم کی تفسیر کے وقت آیات القرآن کو آپس میں نہ لڑائے۔ اس لئے کہ اللہ تعالٰے نے عدم اختلاف فی القرآن تو قرآن کریم کی صداقت کی دلیل ٹھیرایا ہے۔ خصوصاً محتمل المعنی کو متحد المعنے کے مقابلہ پر نہ لائے۔ اور اول کو ثانی کا ناسخ نہ ٹھیرائے۔ بالفاظ دیگر متشابہ کو محکم کا معارض اور ناسخ نہ ٹھیرائے۔ کیونکہ یہ کام اہل حق کا نہیں بلکہ زائغین کا کام ہے۔ بغیر تحقیق اور تدبر فی القرآن کے کسی حکم کی نسبت اسلام اور قرآن کریم کی طرف کرنا ہزاروں دلوں کی ٹھوکر کا باعث ہو جاتا ہے۔

چنانچہ ہمارے مخالفین نے خصوصاً دیوبندی جو مسئلہ ارتداد میں سب سے بڑھ کر علمبردار ہیں۔ جب شور مچایا کہ مرتد کی سزا قتل یا سنگساری ہے۔ اور ان سے مطالبہ کیا گیا۔ کہ اسلام میں مرتد کی سزا قتل کہاں لکھی ہے۔ تو کسی نے تو قرآن کریم کو چھوڑ کر روایات کی طرف رخ کر کے ان احادیث کو نقل کرنا شروع کیا جن میں امر مشترک یہ ہے۔ کہ دین سے پھرنے والوں کو قتل کرو۔ انہوں نے ایک یہ غلطی کی۔ کہ کتاب اللہ کو اتنے بڑے حکم سے خاموش کہا۔ دوسرے یہ کہ روایات ظنیہ سے قتل جیسی حد کو ثابت کرنا چاہا۔ اور ظنیات سے اندر کئی قسم کے شبہات ہوتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ قرآن کریم کی ایک صریح آیت لا اکراہ فی الدین کو منسوخ یا ایک غلط تاویل کے ساتھ مقبول مانا۔ چوتھے یہ کہ بجائے حمایت دین اور اسلام کے اسلام کو بدنام کرنے والا ٹھیرایا شاباش اے چودہویں صدی کے مولوی صاحبان [illegible] سے استدلال ہو سکے کہ مرتد کو قتل کر دینا چاہیے [illegible] کاش انصاف کو پاس کرتے [illegible] دیتے۔ اور اگر صرف ارتداد کو محاربہ سمجھتے۔ تو اس کا فلسفہ بتاتے۔ کہ نفس کفر پر کیوں محاربہ نہیں ہے بعض نے اور آیات سے استدلال کر کے قرآن کریم کی بے عزتی کی ہے۔ اور بعض نے یہاں کہا کہ ایسا استدلال قطعی نہیں۔ اور پرستاران عجل سامری کے متعلق جو فرمان ہے۔ کہ فاقتلوا انفسکم۔ اس آیت کی نص ہے۔ کہ مرتد کی سزا قتل ہے۔ حضرت امیر نے اس قائل کی جو خبر لی ہے۔ وہ کافی سے زیادہ ہے۔ میں مولوی شبیر سے [illegible] گذارش کرتا ہوں کہ آپ کے یہاں اصول فقہ کا مسئلہ کیا ہے۔ کہ شرائع سابقہ ہمارے لئے حجت ہیں یا یہ شرط بھی ساتھ ہے کہ ہماری شریعت کے خلاف نہ ہوں۔ اور صورت موجودہ میں فاقتلوا انفسکم لا اکراہ فی الدین کے خلاف ہے یا نہیں۔ اگر خلاف ہے تو واجب العمل ہے۔ اور لا اکراہ فی الدین منسوخ ہے یا بمقتضائے اصول متروک العمل ہے۔ اور لا اکراہ فی الدین محکم ہے جیسا چاہئیں آپ پناہ لیں کہیں بھی پناہ نہیں ملے گی۔ اور جس آیت کو [illegible] ہو سکے۔ وہ آیت آپ کو دھکے دیتی ہے۔ کیوں صرف اس لئے کہ آپ لوگ قرآن کریم کی تفسیر اپنی رائے سے کرتے ہیں پہلے اپنی رائے قائم کر لیتے ہو یا کسی کی رائے پر از روئے تقلید یا تعصب جم جاتے ہو۔ اور پھر قرآن کریم کو اپنی رائے کا تابع اور اس کے مطالب کو اپنی رائے کا محکوم بنا [illegible] صرف مسئلہ ارتداد پر منحصر نہیں۔ کئی جگہوں میں آپ نے یہی مسلک اختیار کیا ہے پہلے از روئے تقلید یہ رائے قائم کر دی۔ کہ حضرت عیسیٰ بجسدہ العنصری آسمان پر زندہ ہیں۔ پھر آیات القرآن کی تفسیر اسی غلط رائے سے کی جاتی ہے۔ پہلے از روئے تقلید یہ رائے قائم کر دی کہ حضرت عیسیٰ نبی بنی اسرائیل آسمان پر سے نازل ہوں گے جس سے خاتم النبیین کی [illegible] غلط تاویل کی۔ اس پر ظلم یہ کہ حضرت مرزا صاحب کو از راہ تعصب مدعی نبوت بنا کر کفر کا فتوے دیا۔ پہلے رائے قائم کر دی۔ کہ مرتد واجب القتل ہے۔ پھر قرآن کریم کی تفسیر بالرائے کرنے لگے۔ اور اپنے دعووں کو قرآن کریم سے ثابت کرنا چاہا۔ کیا یہ اہل حق کا شیوہ ہے۔ کیا یہ انصاف اور عدل کا طریق ہے۔ کیا محکمات کا ترک اور ان کی تاویل اور استدلال بالمتشابہات زائغین کا کام نہیں۔ خوب یاد رکھو نبی کریم نے فرمایا ہے۔ من فسر القرآن برایہ فلیتبوأ مقعدہ من النار جس نے قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کی۔ وہ اپنا ٹھکانا آگ میں اختیار کرے۔ اور استدلال بالمتشابہ کو قرآن کریم نے کجروؤں کا طریق قرار دیا ہے۔

آجکل مسلمانوں میں جس قدر نا اتفاقی اور فرقہ بندیاں ہیں۔ اور جس قدر تکفیر بازی کا بازار گرم ہے۔ اور ہر ایک فرقہ دوسرے کو کافر یا گمراہ ٹھیراتا ہے، وہ اسی تفسیر بالرائے اور استدلال بالمتشابہ کے نتائج اور ثمرات قبیحہ ہیں۔ اگر ہر ایک فرقہ اپنی رائے کو بالائے طاق رکھ کر محکمات سے استدلال کرے۔ اور ہر ایک فرقہ دوسرے کو آزادی رائے اور اجتہاد کا حقدار سمجھے۔ اور خطا فی الاجتہاد کو کفر اور ضلالت نہ ٹھیرائے۔ اور قرآن کریم کو اپنی رائے کا محکوم نہ بنائے تو آج مسلمانوں سے یہ تکفیر بازی اور نا اتفاقی کی بلا سے عظیم ٹل جاتی ہے۔ اور سب کلمہ گو اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے والے ایک ہو کر متحدہ طور پر اعداء اسلام کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اور مسلمانوں کا وجود بھی دنیا میں ایک ہستی شمار ہونے لگے گا۔ لیکن جب تک اتباع ہوی اور خود پسندی اور تفسیر بالرائے کی ہو چلتی رہے گی مسلمان خصوصاً ایسے مفسرین نا اتفاقی اور تکفیر بازی کی جہنم میں جلتے رہیں گے۔

ذلک لہم خزی فی الحیوۃ الدنیا ویوم القیامۃ یردون الی اشد العذاب۔ وما اللہ بغافل عما تعملون

یہ وہی تفسیر بالرائے کی آگ ہے، جو حدیث مذکور میں من فسر القرآن برایہ فلیتبوأ مقعدہ من النار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔ اگر مولوی صاحبان اسلام اور مسلمان کلمہ گوؤں پر رحم کرنا چاہتے ہیں۔ اور ان کے دل میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی کوئی عزت ہے، تو ان کا فرض ہے۔ کہ اپنی رائے کو قرآن اور احادیث کا محکوم بنائیں اور اپنی رائے کی مخالفت کو کفر قرار دیں۔ ورنہ ان کو سمجھنا اس آگ سے جس کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تفسیر بالرائے کے متعلق دھمکی [illegible]

کیا ہے محال ہے۔

قرآن اور عقل

مہاتما گاندھی نے ۲۶ فروری کے ینگ انڈیا میں سنگساری پر جو اظہار رائے کیا تھا۔ اس پر مولوی ظفر علی خان صاحب نے انہیں ایک خط لکھا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ

آپ کا یہ کہنا کہ خود قرآن مجید کی کسی نص صحیح میں جرم کا حکم موجود ہو جب بھی ایسے حکم کو غلط سمجھنا چاہیئے۔ ایک ایسا استدلال ہے جو مسلمانوں کو مطمئن نہیں کر سکتا۔ جسے آپ غلطی کہتے ہیں۔ وہ تو محض ایک اعتباری شے ہے۔ اور مسلمانوں کے پاس اس کی تعبیر و تاویل کا دوسرا معیار ہے۔ ان کے نزدیک قرآن مجید ایک غیر ممکن التغیر قانون الٰہی ہے۔ جو انسان ضعیف البنیان کی آئے دن بدلنے والی عملی حکمتوں اور ان کی آن میں کچھ سے کچھ ہو جانے والی مصلحتوں سے وراء الوراء ہے۔

کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ مسلمان چونکہ قرآن کریم کو ایک غیر ممکن التغیر قانون الٰہی تسلیم کرتے ہیں۔ اس لئے اب انہیں عقل و فکر سے کام لینے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ کیا غیر مسلم دنیا کے سامنے قرآن کو اسی حیثیت سے پیش کرنا چاہیئے۔ کہ ہمارا ایمان ہے۔ کہ وہ ایک "غیر ممکن التغیر قانون الٰہی" ہے۔ لیکن اس کے بعض احکام انسانی عقل سے وراء الوراء بھی ہیں۔ اگر یہ سچ ہے۔ تو ایسے احکام ہمارے خیال میں انسانوں کے لئے نہیں ہو سکتے کسی اور مخلوق کے لئے ہونے چاہئیں جن کی عقل ان تک رسائی پا سکے، قرآن کریم نے تو بار بار افلا یتدبرون القرآن اور افلا تعقلون فرما کر عقل انسانی کو اپیل کیا ہے، جس سے ظاہر ہے کہ اس کے احکام ایسے نہیں کہ انسانی عقل میں نہ آ سکیں۔ ورنہ ایسی اپیل فضول تھی۔ لیکن کس قدر افسوس کا مقام ہے۔ کہ آج ایک غلط بات کو قرآن کی طرف منسوب کر کے یہ اقرار کرنا پڑا ہے۔ کہ کلام الٰہی بھی خلاف علم و عقل باتوں سے خالی نہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حالانکہ بات سیدھی تھی نہ قرآن میں سنگساری کا کوئی حکم ہے۔ اور نہ ایسی خلاف عقل باتیں اس پاک کتاب میں پائی جاتی ہیں۔

شب برات اور آتشبازی

خدا کا شکر ہے کہ مسلمان اخبارات نے اس افسوسناک لعنت کے خلاف امسال متفقہ طور پر صدائے احتجاج بلند کی ہے جو شب برات کے دن مسلمانوں کے مال و متاع پر آتش سوزاں بن کر نازل ہوتی ہے۔ مسلمانوں کا کروڑہا روپیہ جس کی بہت سی قومی کاموں کے لئے اشد ضرورت ہے جو ان کے لئے دنیا و آخرت میں فلاح اور بہبودی کا موجب ہو سکتا ہے۔ اس دن آتشبازی کی نذر ہو کر خسر الدنیا والآخرۃ کے سوائے اور کیا نتیجہ پیدا کرتا ہے۔

کل خطبہ جمعہ میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے اس موضوع پر بالخصوص احباب کو مخاطب کیا۔ اور بیس سال سے کم عمر کے بچوں کو خاص طور پر کھڑے کر کے ان سے عہد لیا کہ وہ آتشبازی میں ہرگز حصہ نہ لیں گے۔ نہ ہی اس دن خاص طور پر حلوہ وغیرہ کے لئے ان کا جی للچائے گا۔ کہ اس کا اہتمام بھی ان سلاسل و اغلال میں سے ہے جو رسوم و رواجات کی صورت میں آج مسلمانوں کے گلے کا ہار ہو رہے ہیں ضرورت ہے کہ ہمارے بیرونی احباب بھی ایسی باتوں سے محترز رہیں۔ اور اپنے بچوں کو جہاں تک ممکن ہو اس قسم کی بدعات اور نقصان دہ باتوں میں شامل نہ ہونے دیں۔

اسلام اور مغرب

کسی دوسری جگہ "خواتین مغرب کے مطالبات" کے عنوان سے ایک مضمون معاصر تنظیم لکھنؤ سے نقل کیا گیا ہے۔ اس پر رائے زنی کرتے ہوئے معاصر موصوف نے سچ لکھا ہے کہ

اسلام دین الفطرۃ ہے۔ اس کے تمام احکام و اوامر میں مقتضیات فطرۃ و بشریت کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ مغربی قومیں بتدریج اسی راہ کو اختیار کرتی جا رہی ہیں جو اسلام نے دنیا کے سامنے پیش

روٹی

مسیحیوں کی مماثلت

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے قلم سے)

مقام عبرت ہے۔ کہ وہ قوم جو کل تک مسیح موعود کے طفیل دریائے علم و حکمت کے دریا کی شناور تھی۔ آج پیر پرستی کے عمیق گڑھے میں عقل و ہوش کو خلافت محمودیہ کے چبوترے پر قربان کر کے ایسی ایسی خفیف الحرکاتی کی مرتکب ہوتی ہے کہ دل کو رنج اور تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ کیونکہ آخر اہل مقدس انسان کے نام لیوا ہیں۔ جو اس زمانہ کا لقمان تھا۔ مگر یہ دیکھ کر منفتے ہیں کہ یہ پس سے مس نہیں ہوتے۔ بلکہ مزہ یہ ہے کہ اپنی لغویت پر اسٹیج یہ لوگ نازاں ہوتے ہیں۔ اور اگر کوئی دردِ دل سے ہوشیار کرنا چاہے۔ تو پنجے جھاڑ کر اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ مثلاً یہی واقعہ لے لو کہ کہیں حضرت مسیح موعود نے کشف یا رؤیا میں دیکھا تھا کہ ایک فرشتہ کسی لڑکے کی شکل میں ایک چبوترہ پر بیٹھا ہے۔ اور اس نے ایک نہایت شفاف اور چمکدار روٹی آپ کو دی اور کہا کہ یہ تیرے لئے اور تیرے درویشوں کے لئے ہے۔ حضرت صاحب نے اس کی تعبیر میں نہ کوئی چبوترہ بنوایا اور نہ کوئی لڑکا بٹھا کر اس سے روٹی لی کیونکہ ظاہر ہے کہ یہ روٹی دنیاوی روٹی تو تھی نہیں۔ یہ روحانی مائدہ تھا جو آپ کو علم و حکمت اور معرفت الٰہی کے رنگ میں عطا کیا گیا تھا۔ اور آپ کے طفیل میں آپ کی جماعت کو ملنا۔ اور یہ وہ روٹی تھی جس سے مسلمانوں کی باطنی پرورش مقصود تھی۔ اور حضرت مسیح اسرائیلی سے یہ ایک مماثلت تھی۔ جیسے انہوں نے اپنی جماعت کے لئے مائدہ مانگا تھا۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔ آپ بھی اللہ تعالیٰ سے اپنی جماعت کے لئے مائدہ روحانی کے طالب رہتے۔ سو وہ آپ کو دیا گیا۔ مگر کیا تماشہ ہے کہ جیسے پہلے مسیح کی غلو کرنے والی جماعت نے اس مائدہ کو دنیا کی روٹی سمجھ کر اپنی روزانہ دعا میں یہ داخل کر لیا کہ "ہمیں آج کی روٹی دے" اور آخر کار دنیا کی روٹی کے وارث بنے۔ اسی طرح مسیح محمدی کی غلو کرنے والی جماعت نے بھی اس روٹی کو دنیا کی روٹی بنا دیا۔ یعنے میاں محمود احمد صاحب "انگلستان فتح کر کے" جب واپس تشریف لاتے ہیں۔ قادیان میں ایک عجیب و غریب رسم ادا ہوتی ہے ایک چبوترہ بنوایا جاتا ہے۔ اس پر ایک لڑکا بٹھایا جاتا ہے۔ اور تنور سے ایک گرما گرم نان اس کے ہاتھ میں پکڑایا جاتا ہے۔ میاں محمود احمد صاحب مع اپنے ہمراہیان سفر کے اس چبوترہ کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں۔ اور وہ لڑکا یہ کہتا ہوا نان میاں صاحب کو دیتا ہے۔ کہ یہ تیرے لئے اور تیرے درویشوں کے لئے ہے۔ اور یہ تبرک بٹتا ہے اور روٹی کے شیدائی اسے کھاتے ہیں۔ دنیا اس رسم کو پڑھتی ہے۔ اور ہنستی ہے۔ اور مسیح موعود کی آنکھیں دیکھنے والے اس لغویت پر روتے ہیں۔ یہ ایک سوانگ۔ ایک نقل۔ ایک ناٹک نہیں تو اور کیا ہے؟ خدا کے لئے سوچو۔ غور کرو۔ کیا مسیح موعود خدا سے دنیا کی روٹی مانگا کرتے تھے۔ کیا ان کے جو درویش تھے۔ وہ دنیا کی روٹی کے واسطے ان کے گرد جمع ہوئے تھے۔ ظاہر ہے کہ وہ روحانی روٹی تھی۔ جو مل چکی اور مل رہی ہے۔ مگر یہ سوانگ کیوں نکالا گیا۔ یہ اس خواب کو ظاہری رنگ میں کیوں تبدیل کیا گیا۔ کیا لوگ محض الفاظ سے اس خواب کا صحیح نقشہ ذہن میں نہیں جما سکتے تھے۔ اس لئے ایکٹ کر کے اسے دکھایا گیا۔ یا خدا نے عقلوں کو اوندھا کر دیا۔ اور غلو میں ایک گمگشتہ جماعت کو خود ان کے ہاتھوں سے ہی دکھا دیا۔ کہ تم نے مسیح موعود کے مائدہ روحانی کو بدل کر مائدہ دنیوی بنا دیا ہے۔ اب صرف روٹی کی ہی تمنا ہے۔ دنیا کی روٹی کے لئے ہی خلافت کی حاشیہ نشینی ہے اور اسی کی خاطر یورپ کے سیر و سیاحت میں مصاحبت اور رفاقت کی لن ترانیاں ہیں۔ مگر وہ تنور کی روٹی ہی زبان حال سے کہہ رہی تھی، کہ بے شک یہ رنگ میں ہی اب تمہارے لئے اور تمہارے ساتھ کے درویشوں کے لئے ہوں۔ وہ مسیح موعود والی روٹی تو دوسری تھی۔ وہ آسمانی روٹی تھی۔ جو ایک فرشتہ نے دی تھی۔ اور میں ایک زمینی روٹی ہوں۔ جو تمہاری مقصود خاطر ہوں۔ مجھے لو اور خوب لو۔ کھاؤ اور چین اڑاؤ۔ تمہیں پہلے مسیح اسرائیلی کی جماعت نے بھی آسمانی روٹی کو پھینک کر مجھے ہی قبول کیا تھا۔ اور دیکھو کیسے مزے اڑا رہے ہیں تم بھی ان کی مماثلت میں یہی کرنے لگے ہو۔ اور اپنے ہاتھوں سے کرنے لگے ہو۔ آسمانی روٹی یعنے علم و حکمت کو تو تم نے پھینک دیا۔ یعنے

اپنی دماغی اور قلبی قوتوں کو شخصیت پرستی کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھا چکے۔ اب مجھے مضبوط پکڑو۔ اور زمینی روٹی کے ہی وارث ہو تا پہلے مسیحیوں سے مماثلت پوری ہو۔ اور نبی کریم صلعم کی پیشگوئی پوری ہو۔ جہاں مغضوب علیہم یہود سے مماثلت اختیار کر چکے۔ وہاں اب غلو کرنے والوں کی مسیحیوں سے مماثلت پوری ہوئی۔

روٹی کی اس آواز اور زبان حال کو انہوں نے کیا سمجھنا تھا۔ آنکھ اور کان اور قلب تو خلافت کے نذر ہو چکے۔ مگر اس لغویت کو مشتہر کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اور اخبار میں ڈھنڈورا پیٹنے کی کیا حاجت تھی۔ شاید مریدوں کو یہ بتانا ہو۔ کہ مسیح موعود کے اصلی وارث میاں محمود احمد صاحب ہی ہیں اور آپ کے رؤیا اور کشوف میاں صاحب کے وجود میں پورے ہو رہے ہیں۔ اور اس طرح لاہوری احمدیوں پر زد کرنی منظور ہو۔ مگر افسوس یہ نہ سمجھا۔ کہ جو گڑھا ہم دوسروں کے لئے کھود رہے ہیں، اس میں گرنے والے خود ہم ہی ہیں۔ اس ناٹک میں جو کچھ دکھایا گیا۔ اس سے کیا ہم یہ سمجھیں۔ کہ اب تک مسیح موعود آسمانی مائدہ سے بے نصیب تھے، جو میاں محمود احمد صاحب کے ذریعہ اب جماعت کو عنایت ہوا۔ یا یہ سمجھیں کہ جو آسمانی مائدہ مسیح موعود کو ملا تھا۔ اسے خلافت محمودیہ نے بدل کر مائدہ زمینی بنا دیا۔ اور یہی وہ تنور کی گرما گرم روٹی ہے جس کے لئے ان کے ساتھ کے درویش ان کی خوشامد اور حاشیہ نشینی میں زمین و آسمان کے قلابے ملایا کرتے ہیں۔ یہ اپنے ہاتھوں سے کیا نقشہ دکھایا۔ اللہ رحم کرے۔ یہ عقلوں کو کیا ہو گیا؟ کبھی اس پر بھی غور کرو۔ شاید جواب میں یہ کہا جائے، کہ ہم نے رؤیا کو پورا کرنے کی کوشش کی۔ میں مانتا ہوں کہ رؤیا کو پورا کرنے کی کوشش کرنا برا نہیں۔ بلکہ ٹھیک ہے۔ مگر کوشش وہاں کرنا مستحسن ہوتا ہے۔ جہاں اسباب ظاہری سے کام لینا خلاف مذہب اور اس شخص کی شان کے منافی نہ ہو۔ جو رؤیا کا مصداق ہے مثلاً اگر کوئی رؤیا میں یہ دیکھے کہ میں دشمن پر فتحیاب ہو گیا ہوں۔ تو فوج اور اسلحہ اور تدابیر جنگ سے کام لینا منع نہیں بلکہ ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص اپنا نکاح کسی عورت سے ہوتا دیکھے تو اسے پیغام نکاح دینا اور رشتہ کی کوشش کرنا مذموم نہیں بلکہ ضروری ہے۔ اسی طرح کوئی کنواری لڑکی اگر رؤیا میں یہ بشارت پائے کہ اسے ایک لڑکا دیا جائے گا۔ تو اس کا نکاح کرنے سے گریز کرنا سخت غلطی ہوگی۔ بلکہ اس میں اشارہ اس کے لئے یہی ہے۔ کہ وہ نکاح کرے، لیکن اگر کوئی متقی شخص یہ رؤیا میں دیکھے۔ کہ وہ شراب پی رہا ہے۔ تو پھر اس کو ہم یوں پورا نہیں کر سکتے، کہ وہ صبح اٹھ کر شراب پینی شروع کر دے۔ بلکہ اس سے روحانی پہلو مراد لیا جائے گا۔ کہ اس کا منشا محبت الٰہی کی شراب ہے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود کو اگر کوئی روٹی ملی۔ تو اس سے یہ مراد تو نہیں ہو سکتی۔ کہ آپ کو کوئی لڑکا تنور کی روٹی دے گا۔ کیونکہ پھر اس سے مراد یہ ہوگی۔ کہ مسیح موعود دنیا کی روٹیوں کے طلبگار تھے۔ اور یہ آپ کے منجانب اللہ ہونے پر سخت زد ہے۔ یہاں صرف یہ مراد ہو سکتی ہے۔ کہ یہ روٹی دراصل وہ روحانی مائدہ ہے۔ جو آپ کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ اور جس سے آپ کی جماعت بھی مستفیض ہوئی اس رؤیا کو ظاہری لباس پہنانا مسیح موعود اور آپ کی جماعت کو بندۂ شکم ثابت کرنا ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔ اور اس سے بڑھ کر آپ کی ہتک اور کیا ہو سکتی ہے؟ مگر میاں محمود احمد صاحب کی خوشامد اور روٹی کی طلب نے آنکھوں پر پردے ڈال دیئے۔ اور وہ کام کیا جو ہرگز کرنا نہ چاہیئے تھا۔ پس جب ظاہر ہے۔ کہ یہ رؤیا ظاہر شکل میں پورا کرنا مسیح موعود پر معاذ اللہ دنیا طلبی کا الزام لگاتا ہے۔ تو پھر ضروری ہے، کہ یہ رؤیا اپنے روحانی پہلو پر مبنی ہو۔ یعنے روٹی سے مراد روحانی مائدہ ہے۔ تو پھر اب سوال یہ ہے۔ کہ کیا یہ رؤیا مسیح موعود کے وقت میں پوری نہ ہوئی کیا مسیح موعود اور آپ کے درویش اس سے اب تک بے نصیب تھے۔ جو اس رؤیا کو پورا کرنے کی کوشش کی گئی۔ خود یہ کوشش بتلاتی ہے کہ محمودی صاحبان مسیح موعود اور ان کے خدام کو مائدہ روحانی سے بے نصیب سمجھتے ہیں۔ ورنہ اس رؤیا کو پورا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اور پورا کس طرح کیا۔ کہ روحانی پہلو کو جسمانی سے بدل کر رؤیا کو جو باعث خوشخبری تھی موجب توہین بنا دیا۔ ذرا سوچو یہ کیا کیا؟ میاں محمود احمد صاحب مسیح موعود کے وارث نہیں بنے مسیح موعود کے روحانی مائدہ لائے۔ بلکہ وہ تنور کی روٹی لیکر نہیں آئے تھے۔ یہ چال تمہاری غلط گئی۔ اور دنیوی روٹی کی شکل میں رؤیا کو پورا کرنے کی کوشش سے دراصل یہ نذر مسیح موعود نہیں پڑی۔ پیار وہ روٹی اور تھی یہ اور ہے یہ وہ ہے جس کی طلب میں حق کو باطل سے ملتبس کر دیا گیا۔ اور یہ قدرت کا ہاتھ تھا جس نے بالفتنۃ مدت۔ دنیا کے سامنے پیش کر کے حقیقت کو ظاہر کر دیا۔ خود کردہ را علاجے نیست۔ اگر دختر کس است اپنا زبور تو رنجیدہ مست۔

برلن مسجد کے مینارے

اور خواتین سلسلہ کی بے نظیر قربانی

اس سے پیشتر اس سلسلہ میں چار فہرستیں شائع کی جا چکی ہیں۔ اسکے بعد حسب ذیل اور وصولی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور درد دل سے ان بہنوں کے لئے دعا مانگتی ہے کہ وہ ان پر اپنی بڑی بڑی برکات نازل فرمائے۔ دوسری جماعتوں سے بھی استدعا ہے کہ وہ بھی اس طرف توجہ فرمائیں۔ ایسے موقعے ہر روز نہیں آیا کرتے۔ اور یہ وقت ضرورت کا ہے۔ اس وقت خدا کی راہ میں دیا ہوا یقیناً ان کی بہتری اور بھلائی کا موجب ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں زیادہ قبولیت کا درجہ حاصل کریگا۔

جماعت پشاور

(۲۷۲) از خانہ سید مظفر شاہ صاحب ایک جوڑہ جھانجر نقرئی (۲۷۳) از خانہ مرزا شوکت علیخان صاحب ایک جوڑہ توڑہ نقرئی (۲۷۴) از خانہ سیف الرحمن صاحب ایک جوڑہ صندلی نقرئی۔ (۲۷۴) از خانہ شیخ ہدایت اللہ خان صاحب ایک جوڑہ کڑے طلائی۔ دو جوڑے کڑے نقرئی خورد۔ گیارہ عدد کڑے نقرئی نقد ۵ (۲۷۵) از خانہ بابو دلدار خان صاحب سکرٹری ایک جوڑہ کنگن نقرئی۔ ایک جوڑہ بند نقرئی ایک جوڑہ کھرپلے طلائی تین ٹکے طلائی (۲۷۶) از خانہ مرزا نذیر احمد جان صاحب ایک عدد بسنتی کچھی نقرئی (۲۷۷) از خانہ عبد اللہ جان صاحب ایک انگشتری طلائی (۲۷۸) از خانہ عبد الرحمن جان صاحب ایک انگشتری طلائی (۲۷۹) از خانہ مستری آغا محمد صاحب ایک انگشتری طلائی (۲۸۰) از خانہ مرزا محمود جان صاحب ایک انگشتری طلائی (۲۸۱) از دفتر مولانا غلام حسن صاحب ایک انگشتری طلائی (۲۸۲) از خانہ آغا لعل شاہ صاحب برق۔ پانچ پرزے سکہ نقرئی۔ ایک ٹکڑا چاندی کا۔ تین بٹن چاندی معہ زنجیر۔ ایک جوڑہ کجرے بچگانہ نقرئی۔ ۳ سر دانے مختلف قسم کے چاندی کے زیورات کے اجزا۔ ایک چار گل طلائی۔ دو پتے طلائی۔ ایک نتھرڑی طلائی اور پندرہ بیس کے قریب چھوٹے چھوٹے سونے کے اجزاء (۲۸۳) اہلخانہ پروفیسر عبد الرحیم صاحب ۵ نقد (۲۸۴) اہلخانہ شیخ فضل کریم صاحب ۵ نقد (۲۸۵) اہلخانہ مشعل خان صاحب ۵ نقد (۲۸۶) اہلخانہ مرزا رمضان علی خان صاحب ۵ نقد (۲۸۷) اہلخانہ بابو عظیم خان صاحب ۵ نقد (۲۸۸) از دیگر مستورات ۵ (۲۸۹) اہلیہ صاحبہ خان عبد الحمید خان صاحب مگر طلائی ایک جوڑی معرفت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب (۲۹۰) ع۔ف بنت چوہدری علیگوہر صاحب چک نمبر ۹ شمالی ڈاکخانہ بھلوال ۵

چندہ برلن مسجد

(۱) خان محمد اعظم خان صاحب نائب تحصیلدار سرگودھا عہ (۲) شیخ عالم علی صاحب سکرٹری ڈسٹرکٹ بورڈ ملتان عہ (۳) معین الدین صاحب ملازم شیخ عالم علی صاحب صہ (۴) قاضی عطا محمد صاحب پلیڈر صہ (۵) اہلخانہ جناب خان صاحب راجہ اکرم خان صاحب مہتمم آبادی ۵ (۶) خیر الدین ملازم راجہ صاحب موصوف صہ (۷) محمد الدین ملازم راجہ صاحب موصوف عہ (۸) راجاں بی بی صاحبہ ملازم راجہ صاحب موصوف عہ (۹) ٹیکاں بی بی صاحبہ ملازم راجہ صاحب موصوف عہ (۱۰) لفٹنٹ راجہ رب نواز خان صاحب دو میلی صہ (۱۱) حاجی غلام رسول صاحب عہ (۱۲) منشی غلام محی الدین صاحب محرر ذیل عہ (۱۳) میاں فضل الٰہی صاحب ساکن میانہ عہ (۱۴) ملک نواب خان صاحب سفید پوش چک نمبر ۶۸ جنوبی عہ (۱۵) میاں محمد صاحب مختار ملک صاحب موصوف عہ (۱۶) محمد شریف صاحب چپراسی مہتمم آبادی عہ (۱۷) خان محمد خان صاحب پنشنر انسپکٹر پولیس عہ (۱۸) صوبیدار محمد اسلم خان صاحب چک نمبر ۹۹ جنوبی عہ (۱۹) منشی غلام محی الدین صاحب کربلائی ریڈر صہ (۲۰) بابو فیروز الدین صاحب عہ (۲۱) بابو غلام محمد صاحب خزانہ ملتان ۵

اللہ تعالیٰ کی جناب میں دعا ہے کہ وہ ان سب لوگوں کو اپنی جناب سے بڑے بڑے اجر عطا فرمائے جو اس کے گھر کی تعمیر میں حصہ لے رہے ہیں۔

خواتین سلسلہ اور بولین مسجد کے میعار

اس سلسلہ کی چوتھی فہرست شائع کی گئی تھی ان میں سے ذیل کی رقوم درج ہونے سے رہ گئیں۔ انہیں اب شائع کیا جاتا ہے۔

اہلیہ شاہ محمد صاحب۔ بند نقرئی ایک جوڑی۔ اہلیہ حافظ محمد بخش صاحب۔ کنگن نقرئی ایک جوڑی۔ اہلیہ میاں امیر الدین صاحب بالے ایک جوڑی ہس نقرئی ایک عدد۔ کڑے نقرئی دو عدد از مرحوم پسر خود۔ اہلیہ چودہری نظام الدین صاحب نمبردار ہس نقرئی ایک۔ بشیر احمد پسر چودہری صاحب کڑا نقرئی ایک اہلیہ میاں نور احمد صاحب بانکاں نقرئی ایک جوڑی۔ اہلیہ میاں دین محمد صاحب ڈنڈیاں نقرئی دو عدد۔ والدہ محمد علی نابالغ ایک ڈنڈی نقرئی۔

دیگر مقامات

اہلیہ صاحبہ خان سعادت علی خان صاحب رام پور ۵ نقد والدہ بابو عبد الرحمن خان صاحب سب اوورسیر لاہور۔ دو ڈنڈیاں طلائی کلاں۔ دو ڈنڈیاں طلائی خورد۔ اہلیہ شیخ عبد الرحمن صاحب بوٹ مرچنٹ وزیر آباد۔ دو ڈنڈیاں طلائی معہ جھمکی۔ حافظ محمد حسن صاحب وکیل گجرات ایک عدد جوڑی طلائی۔ اہلیہ عبد الکریم صاحب نو مسلم لاہور ۵ قیمت پازیب نقرئی ایک جوڑہ

تفصیل زیورات شائع شدہ مورخہ ۱۸ر فروری از چک نمبر ۱۸ جنوبی سرگودہ

اہلیہ صاحبہ چودہری محمد حسین صاحب نمبردار کنٹھا طلائی ایک اہلیہ چودہری اللہ دتا صاحب انگشتری طلائی۔ کڑیاں نقرئی ایک جوڑی۔ اہلیہ چودہری قدر داد صاحب گوکھڑو نقرئی ایک جوڑی چوڑیاں نقرئی ایک جوڑی۔ اہلیہ میاں مولا داد صاحب گوکھڑو نقرئی ایک جوڑی۔ اہلیہ سید رسول شاہ صاحب گوکھڑو نقرئی ایک جوڑی۔ اہلیہ منشی فضل داد صاحب ہیل نقرئی ۵

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ بحمد اللہ تعالےٰ بخیر و عافیت ہیں

مسلم ہائی سکول کی پہلی منزل کی چھت پر گرڈر چڑھائے جا رہے ہیں۔ عنقریب چھت مکمل ہو جانے کے بعد دوسری منزل کی عمارت شروع ہو جائیگی۔ انشاء اللہ

اخویم چودہری ظہور احمد صاحب جائنٹ سکرٹری احباب کرام کی خدمت میں یہ اطلاع پہنچانا چاہتے ہیں کہ جماعت لاہور کے ایک مخلص ممبر میاں تاجدین صاحب نے ایک مدت سے لاہور میں بجلی کے سامان کی ایک دوکان کھول رکھی ہے۔ وہ خود بجلی کے کام سے خوب ماہر ہیں اور چاہتے ہیں کہ جہاں کہیں بھی کام میں کسی ہوشیار آدمی کی ضرورت ہو تو ان سے منگوایا جائے چودہری صاحب مکرم احباب کرام سے سفارش کرتے ہیں کہ میاں تاجدین صاحب کی ان کے کام میں امداد کی جائے۔ ہمارے بعض دوستوں کے کارخانے بھی جہاں بجلی وغیرہ کا کچھ نہ کچھ کام رہتا ہے۔ وہاں اگر ضرورت ہو یا کسی اور موقعہ پر یا بجلی کے سامان کی ضرورت ہو تو میاں تاجدین صاحب کو بلوا لیا جائے۔

جماعت سیالکوٹ کی طرف سے شیخ مولا بخش صاحب حضرت امیر ایدہ اللہ اور تمام جماعت کی خدمت میں یہ مبارکباد پیش کرتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کے فضل سے گورنمنٹ کی طرف سے سکول کی عمارت کے لئے اکتیس ہزار روپیہ کی پہلی قسط موصول ہو گئی۔ شیخ صاحب لکھتے ہیں کہ میں اسوقت لاہور میں تھا۔ جب میرے سامنے حضرت امیر کو یہ اطلاع ملی کہ گورنمنٹ کی گرانٹ کو روکنے کے لئے بعض کوششیں عمل میں آرہی ہیں۔ اسوقت میں نے دعا کی۔ خدا کا شکر ہے کہ دعائیں قبول ہوئیں ہیں اس خوشخبری کو سنکر سجدۂ شکر میں گر گیا۔ تمام جماعت کو سنایا۔ سب نے اللہ تعالےٰ کا شکریہ ادا کیا۔ یہ حضرت امیر کے ساتھ اللہ تعالےٰ کا خاص معاملہ ہے کہ جس کام کو ہاتھ میں لیتے ہیں۔ خدا تعالےٰ کامیاب فرماتا ہے ورنہ اس غریب جماعت سے ایسے عظیم الشان کام کہاں ممکن تھے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

خواتین مغرب کے مطالبات

اصلی ناموں سے پکارے جانیکی آرزو

امریکہ میں ایک نئے جذبہ کا ظہور

مسز ہلینا نارمنسٹن پہلی برطانی خاتون ہیں جنہیں عدالتوں میں بیرسٹری کرنے کی اجازت دی گئی تھی۔ آپ امریکہ تشریف لے گئی ہیں۔ اور جو پروانہ راہداری حاصل کیا ہے وہ آپ نے اپنے اصلی اور پیدائشی نام پر حاصل کیا ہے۔ شوہر کا نام نہیں لکھوایا اور سفر کا مقصد یہ ہے کہ آپ نیویارک پہنچکر ایک امریکن خاتون کے مقدمہ کی پیروی کریں جس نے وہاں کی عدالت میں یہ مقدمہ دائر کر رکھا ہے کہ مجھے اس امر کا حق عطا کیا جائے کہ میں شادی کے بعد بھی اپنا ذاتی اور اصلی نام استعمال کر سکوں۔ اور شوہر کے نام میں میرا نام مدغم نہ رہے۔ گو یہاں یہ سوال حال ہی میں پیدا ہوا ہے۔ لیکن بحر اوقیانوس کے صرف اسطرف سے نئے والے ممالک و بلاد میں کئی سال سے اس نے بہت اہمیت حاصل کرلی ہے۔

نام کی قربانی

درحقیقت "لیوسی اسٹون لیگ" کے قیام کا مقصد وحید ہی یہ ہے کہ خواتین اپنے حق کے لئے پوری قوت و سرگرمی کے ساتھ لڑیں۔ لیگ کے ہر ممبر سے حلف لیا جاتا ہے کہ وہ اپنے شوہر کی خاطر خواہ وہ کسی رتبہ و حیثیت کا ہو ہرگز اپنا نام قربان نہ کرے۔ حکومت متحدہ کے کنٹرولر جنرل مسٹر میک کارل جیسی عظیم المرتبت اور زبردست شخصیت نے یہ حکم نافذ کر دیا ہے کہ جو شادی شدہ خواتین اسوقت سرکاری ملازمت کی سلک میں منسلک ہیں ان کے لئے لازمی ہے کہ وہ اپنا اصلی نام درج نہ کرائیں بلکہ شوہر کے نام کے ساتھ منسوب رہیں یعنی مسز فلاں لکھوائیں۔ نہ کہ اپنا پیدائشی نام مندرج کراتی پھریں۔ اس لئے ایک بیوی کا حقیقی گھر اس کے شوہر کا گھر ہے۔

حکومت کا چیلنج

اس حکم نے خواتین امریکہ کے دعاوی و مساعی کو چیلنج دیا ہے۔ جسے انہوں نے بخوشی منظور کر لیا ہے۔ اور وہ مقابلہ کے لئے تیار ہو گئی ہیں۔ چنانچہ جیروس نے ایک مقدمہ بھی دائر کر دیا ہے تاکہ کنٹرولر کے حکم کی مناسبت و غیر مناسبت کا قانونی طور پر فیصلہ ہو جائے۔

دور غلامی کی یادگار

ایک اخبار نے مسٹر میک کارل کے حکم کو قابل نفرت و حقارت بتاتے ہوئے اسے طاقت کے تشددانہ استعمال پر محمول کیا ہے۔

ایک اور اخبار شادی شدہ عورتوں کے موجودہ قانون یعنی مسز فلاں کے رواج کو دور غلامی کی یادگار بتاتا ہے جبکہ ان کا ایک ہاتھ شوہر کے بازو پر رکھا ہوتا تھا۔ اور دوسرے ہاتھ سے وہ اپنا خاک پر گھسٹتا ہوا دامن پکڑے رہتی تھیں۔ برعکس ازیں نیویارک کے ایک روزنامہ نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ حکومت تمام شادی شدہ عورتوں کو برخاست کر کے ان کی جگہ بن بیاہی عورتوں کو مقرر کرے۔ تاکہ موجودہ مشکلات کا سد باب پورے طور پر ہو جائے اور کوئی دقت باقی نہ رہے

مشہور خواتین کا استحقاق

میرے یہ خیال میں یہ مسئلہ کوئی اصولی حیثیت نہیں رکھتا صرف چند عملی پہلو ایسے ہیں جن کا فیصلہ ہو جانا چاہیئے۔ شہرۂ آفاق اور ہمہ کردہ ایکٹرسوں، مصنفوں اور ڈاکٹروں کا نام ان کے کاروبار کی ضمانت ہے۔ اس لئے کوئی ہوشمند شخص ان عورتوں سے یہ توقع نہیں رکھ سکتا کہ وہ اپنے نام کی قربانی کریں اور شوہروں کے نام کے ساتھ منسوب رہیں۔ مناسب یوں ہے کہ انہیں اپنا اصلی نام قائم رکھنے کی اجازت دی جائے لیکن جن خواتین کو کوئی پبلک شہرت حاصل نہیں اور وہ شوہروں کی دولت و ثروت کی شریک و سہیم ہو کر اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کر رہی ہیں میرے خیال میں انہیں اسبات کا کوئی حق حاصل نہیں کہ وہ اپنے ناموں کو شوہروں کے ناموں کے ساتھ منسوب کرنے اور مسز فلاں کہنے سے گریز کریں۔

جدید دشواریوں کا اندیشہ

اول الذکر خواتین کے دعاوی و مطالبات اور موخر الذکر کے مطالبات کو قبول کر لینا صرف حماقت ہی نہیں بلکہ ایک فضول اور لایعنی بات ہے۔ ناموں کا منشا یہ ہے کہ بنی نوع انسان کے مابین انفرادی طور پر ایک امتیاز قائم رہے ان نتائج پر غور کرو جو اسوقت برآمد ہوں گے جبکہ ہر شادی شدہ عورت و مرد علیحدہ علیحدہ ناموں سے پکارے جائینگے پھر یہ دقت ملحوظ رہے کہ اس کشمکش میں بچے کس کے نام سے منسوب رہیں گے۔ ماں کے یا باپ کے۔ ان پیچیدہ حالات میں وہ بچہ بہت ہوشیار اور ذہین خیال کیا جائے گا جو اپنے خاص نام سے واقفیت حاصل کر سکے۔

تازہ خبریں

بمبئی کے خاص حلقوں میں یہ خبر گشت لگا رہی ہے کہ پنڈت موتی لال نہرو اور مسٹر سی آر داس نے بمبئی سوراج پارٹی کی وساطت سے یہ سلسلہ جنبانی کی ہے کہ "ٹائمز آف انڈیا" سوراج پارٹی کا اخبار ہو جائے۔ عملہ ادارت کے متعلق کہا جاتا ہے کہ موجودہ اسٹاف نے سوراج پارٹی کی ہمنوائی قبول کر لی ہے۔ لیکن اگر اس نے اس پالیسی پر عمل کرنے سے انکار کر دیا تو پھر یہ خیال ہے کہ مسٹر چیکار کی نگرانی میں کوئی بنگالی اہل قلم اس کا اڈیٹر ہو گا (خلافت)

۲۲ فروری کو رات کے ساڑھے آٹھ بجے کوٹڑی ہڑیاں والی مسافر گاڑی جس وقت حیدر آباد کے اسٹیشن پر پہنچی تو مسٹر رام چند ٹکٹ کلکٹر تیسرے درجہ کی زنانہ گاڑی کے قریب آیا۔ گاڑی سے چار پٹھان عورتیں اتریں۔ اور ڈبہ کے دروازہ کے قریب کھڑی ہو گئیں۔ اسی ڈبہ کے مقابل دروازہ پر ٹکٹ کلکٹر موصوف نے ایک پٹھان کو بھی دیکھا۔ جب اس پٹھان سے دریافت کیا گیا کہ تم یہاں کیوں کھڑے ہو تو اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ ٹکٹ کلکٹر نے اسپر شبہ کر کے پولیس میں اس کا چالان کر دیا۔ جس وقت پولیس اس پٹھان سے تھانہ میں کچھ سوالات کر رہی تھی تو ایک لڑکا جس کی عمر ۱۴ یا ۱۵ برس کی ہوگی تھانہ میں داخل ہوا۔ جب اس لڑکے نے پولیس والوں سے گفتگو کی تو ان کو اسکی عورت ہونے کے متعلق شک ہوا۔ پولیس کو یہ بھی اطلاع ملی ہوئی تھی کہ جنگی شاہ سے ایک پٹھان ایک پٹھان لڑکی کو اغوا کر کے لیگیا ہے جب اس لڑکی کو بغور دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ مرد کے بھیس میں عورت ہے۔ لڑکی کو اسکے والدین کے پاس پہنچایا گیا۔ اور پٹھان کو گرفتار کر لیا گیا۔

۴ مارچ کو چیف جسٹس سر نارمن میکلیوڈ اور جسٹس کویاجی نے اندور کے ان سات ملزموں کی درخواست پر غور کیا۔ جو مسٹر باولہ کے مقدمہ قتل میں ماخوذ ہیں۔ چیف پریسیڈنسی مجسٹریٹ نے ۲۰ فروری کو انہیں دوبارہ پولیس کی حراست میں دیدیا تھا۔ سر تھامس مسٹر رنگ ہین پانڈے۔ اور مسٹر ایس جی ویلنکار روداد مقدمہ کے ملزموں کی طرف سے پیش ہوکر سر تھامس نے اجمالاً عدالت ماتحت کی کارروائی بیان کی اور کہا کہ مجسٹریٹ کو کوئی حق حاصل نہ تھا کہ ملزموں کو حوالات میں دیتا۔ کیونکہ جب ریاست اندور نے ملزموں کو حوالے کر دیا تو وہ اس کی نگرانی میں آگئے۔ ججوں نے درخواست مسترد کر دی۔

معلوم ہوا ہے کہ برطانیہ عظمیٰ نے فرانس و اطالیہ سے مشورہ کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے کہ قسطنطنیہ کے برطانی نمائندگی کو سفارت کا درجہ عطا کر دیا جائے اور انگورہ میں ذرا کم درجہ کا سفیر اعلیٰ رکھا جائے۔ اسوقت قسطنطنیہ میں سر رانلڈ لنڈسے برطانی نمائندہ ہیں۔

آج دیوان عام میں مسٹر کرک وڈ نے مسٹر چیمبرلین کے بیان میں مداخلت کی وہ اجلاس کی شمولیت سے محروم کر دئے گئے اسپر حزب العمال کے تمام ارکان اجلاس سے اٹھکر چلے گئے

انتہا پسندوں میں کی انجمن علم سعیہ کے سکرٹری عارف عبد اللہ اور عبد الباری بیفل کو جو قتل سردار کے سلسلہ میں گرفتار کئے گئے تھے رہا کر دیا گیا ہے۔

الصلح خیر

ہفتہ میں دو بار ہر اتوار اور بدھ کو ٹھیک وقت پر شائع ہوتا ہے

اخبار پیغام صلح لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۴۳

جلد ۱۳ — نمبر ۲۷

مدینۃ المسیح لاہور، یوم بدھ مورخہ ۱۵ شعبان المکرم ۱۳۴۳ھ ہجری مطابق ۱۱۔ مارچ ۱۹۲۵ء

ڈاک حضرت امیر ایدہ اللہ

جمہوریت اور اسلام

چند سوالات کے جوابات

کسی صاحب نے حضرت امیر ایدہ اللہ کے اس لیکچر پر جو آپ نے جمہوریت اور اسلام کے عنوان سے گزشتہ ماہ دسمبر میں اسلامیہ کالج لاہور میں دیا تھا بعض سوالات لکھ کر بھیجے۔ جو مع جوابات درج ذیل ہیں:-

آپ کا خط مجھے آج ۵۔ مارچ کو ملا۔

سوال۔ اول یہ ہے کہ جمہوریت کا بنیادی اصول یہ ہے کہ قانون جمہور کا اپنا بنایا ہوا ہو۔ لیکن شرع اسلامی جو قرآن مجید سے مستنبط ہے۔ وہ ایک مسلم کے جملہ ضروریات پر حاوی ہے۔ اس لئے اپنا قانون بنانے کی گنجائش بھی کوئی نہیں۔

جواب۔ آپ کو جمہوریت کا مضمون سمجھنے میں غلطی لگی ہے۔ جمہوریت نام ہے انسانوں میں مساوات کا خدا اور انسان خالق و مخلوق میں مساوات کوئی نہیں۔ نہ جمہوریت کے یہ معنے ہیں۔ کہ خدا اور انسان کو برابر سمجھا جائے۔ یا انسان کو خدائی قانون سے مستغنی قرار دیا ہے۔ بلکہ ان قوانین کے ماتحت چلنا جو اللہ تعالےٰ نے مقرر کر دیئے ہیں۔ انسانی ترقی کا اصل راز ہے۔ اور یہ اصول جسمانیات اور روحانیات دونوں پر حاوی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کی ہدایت کے لئے کسی قانون کا ہونا جمہوریت کے خلاف نہیں۔ ہاں اس خدائی قانون کے نیچے تمام انسانوں میں مساوات ہے۔ اور یہی جمہوریت ہے۔ اور تمام انسانوں کی مساوات کی تعلیم بھی قانون الٰہی سے ہمیں ملی ہے یعنی قرآن کریم سے۔ رہا یہ امر کہ قرآن کریم یعنی خدائی قانون نے سب کچھ بیان کر دیا ہے۔ تو اب قانون بنانے کا کام ہی کیا باقی ہے۔ سو یہ صحیح نہیں۔ قرآن کریم نے بہت تھوڑے امور کو بیان کیا ہے۔ اور وہ عموماً اصولی امور ہیں یا ضروری فروع۔ باقی تمام امور کے متعلق اجتہاد کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اور انسان خود خدائی قانون کے ماتحت قانون تجویز کرتے ہیں۔ اگر قرآن کریم میں انسانوں کی جملہ ضروریات کے متعلق سارے قانون موجود ہوتے تو فقہ کی اتنی بڑی کتابوں کی ضرورت کیوں پیش آتی۔

اور یہ خیال کہ خدا نے اس طرح قانون مقرر کر کے انسانوں کی آزادی کو روک دیا ہے۔ صحیح نہیں۔ ظاہر نیچر میں بھی اللہ تعالےٰ نے کوئی قوانین مقرر کر دیئے ہیں۔ ان کے خلاف چلنا آزادی نہیں غلطی ہے۔ نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ انسانوں کی روحانی ترقی کے لئے خدائی قوانین ہیں۔ اور قانون سازی کی ضرورت انسانوں کے باہمی معاملات کی اصلاح کے لئے پیش آتی ہے۔ اور باہمی معاملات میں جو بعض اصول قرآن کریم نے بتائے ہیں وہ بھی ایسے ہیں کہ ان کے بغیر انسان خود ٹھوکریں کھا کر نقصان اٹھاتا ہے۔ مثلاً کیا یہ کہا جائے گا۔ کہ قرآن کریم نے نکاح کا قانون بنا کر یا ماں بہن سے نکاح کی حرمت بتا کر یا طلاق کی اجازت دے کر انسانوں کی آزادی کو روک دیا ہے۔ یا یہ کہ ان کو پیچ رستے پر ڈال دیا ہے۔ لیکن ان اصول صحیحہ کو مدنظر رکھتے ہوئے آگے قوانین کا تجویز کرنا یہ سب کچھ انسانوں کی رائے فہم و فراست پر ہی چھوڑا ہے۔

(۲) دوسرا سوال آپ کا یہ ہے۔ کہ تدبر فی القرآن یا تفقہ کا عام ہونا گویا یہ معنے رکھتا ہے۔ کہ جو کچھ کوئی شخص رائے پیش کرے اسے ہم تسلیم کرتے چلے جائیں۔ معلوم نہیں۔ یہ آپ نے کیونکر سمجھ لیا۔ جو کتاب یہ تعلیم دیتی ہے۔ کہ ہر شخص تفقہ یا تدبر کر کے مسائل کے استنباط کا حق رکھتا ہے۔ کیا یہ امر اس کی تعلیم میں شامل نہیں۔ کہ قبول کرنے والے بھی اپنے عقل و فکر سے کام لیں۔ ایک شخص کا تفسیر بالرائے کر دینا اور بات ہے۔ مگر اس کے ماننے کے لئے کوئی ہمیں مجبور نہیں کر سکتا۔ اگر قادیانی خاتم النبیین کے غلط معنے کریں یا شیعہ منافقین اور مرتدین نعوذ باللہ صحابہؓ کے پاک گروہ کو قرار دیں۔ یا اور کوئی شخص اپنی رائے کا تتبع کر کے غلط معنے کرے تو اسے ہم رد کر دیں گے۔ کیا اللہ تعالےٰ نے انسان کو یہ اختیار نہیں دیا۔ فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کفر کو بھی اللہ تعالےٰ چاہتا ہے۔ ولا یرضی لعبادہ الکفر۔ ایسا ہی اجتہاد کا دروازہ کھولنے کے یہ معنی نہیں۔ کہ غلطیوں کو بھی درست تسلیم کر لیا جائے۔ ہاں جو معنے رسول اللہ صلعم سے ثابت ہوں۔ وہ بے شک قابل قبول ہوں گے۔ لیکن نبی کے بعد اور کسی شخص کو یہ مرتبہ حاصل نہیں۔ کہ اس کی رائے مصئون عن الخطا ہو۔

تیسرا سوال آپ کا یہ ہے۔ کہ خلافت راشدہ کے زمانے میں انتخاب سے کام نہیں لیا گیا۔ یہ تاریخ کی ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ میں نے اس معاملہ پر اپنی کتاب "تاریخ خلافت راشدہ" میں مفصل بحث کی ہے۔ بلکہ یہ وہ امر ہے جس کا دشمنوں تک کو بھی اقرار ہے۔ جہاں تک اس زمانہ کے حالات اجازت دیتے تھے۔ انتخاب سے کام لیا گیا۔ ہاں طریق انتخاب اس وقت یہ نہ تھا جو آج پرچیوں کی صورت میں دیکھا جاتا ہے۔ اور نہ ہی حالات یہ اجازت دیتے تھے۔ کہ سارے ملک کی رائے لے کر کام کیا جائے۔ ہاں جہاں تک ممکن تھا لوگوں کی رائے لی جاتی تھی۔

ملاں آں باشد

معاصر "لائٹ" ملاں کی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہے کہ "ملاں لوگ بحیثیت جماعت مسلم سوسائٹی کیلئے ایک ناسور کی طرح ہیں۔ اور اس بات کے لئے کہ مسلمان پھلیں پھولیں اور مرفع الحال ہوں۔ یہ ضروری ہے کہ اس ناسور سے مخلصی حاصل کی جائے۔ اور زندگی اور صحت کے جراثیم اس کی رگ جان میں داخل کئے جائیں۔ یہی وہ مقصد ہے جس کے لئے "لائٹ" کی عاجزانہ کوششیں سرگرم عمل ہیں۔ ملاں کی ذات سے ہمیں واسطہ نہیں کیونکہ ملاں اپنے گوشت و پوست کے لحاظ سے اسی طرح ہماری ہمدردی اور محبت کا مستحق ہے۔ جیسے اور نسل انسانی۔ یہ در حقیقت ان [illegible] اور ذلیل خصائل کے لحاظ سے ہے، جو ملانوں کے اندر پائی جاتی ہیں۔ کہ ہم ان کے متعلق نفرت و حقارت کا اظہار کرتے ہیں۔ بالفاظ دیگر ان کا ملا نہ پن باعث نفرت ہے۔ اور اگر ہم ریاضی کے طریق پر بیان کرنا چاہیں۔ تو لفظ ملاں کی تعریف ذیل کی شکل میں کی جا سکتی ہے۔

ملاں = شکل پرستی + لفظ پرستی — روح — اصلیت اور حقیقت + کافر سازی + فرقہ بندی — اتحاد — برادری + کورانہ تقلید — عام عقل انسانی + کتابوں کا بوجھ — قرآن + مذہب میں جبر و تشدد — آزادی ضمیر + (غیر صحیح دماغ × ضدیت) + مجادلت + توریہ + (ڈاڑھی + دستار + جبہ + تسبیح — پاکیزگی — نیکی — خدا رسیدگی) + (مسواک — صفائی) + (زکوٰۃ + خیرات + نیاز) ÷ (اپنے آپ پر + اپنے خاندان پر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۳، ۱۵ شعبان المکرم سنہ ۱۳۴۳ھ نمبر [illegible]

احمدی خواتین کیلئے

حضرت امیرایدہ اللہ کی اس تحریک سے جو برلن مسجد کے میناروں کی تعمیر کے لئے آپ نے فرمائی تھی۔ اور خواتین سلسلہ کو اس میں بالخصوص مخاطب کیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہماری بہنوں کو بہت حد تک بیدار کر دیا ہے جس کا ثبوت ان فہرستوں سے ملتا ہے۔ جو مسلسل کئی پرچوں میں شائع ہو چکی ہیں۔ اور ابھی ہونے والی ہیں۔ ان فہرستوں کو اگر ایک سرسری نظر سے دیکھا جائے۔ تو صاف پتہ لگتا ہے۔ کہ محترم خواتین سلسلہ نے اس موقعہ پر ایسی دریا دلی اور فیاضی دکھائی ہے۔ کہ جس کی نظیر موجودہ زمانہ میں مشکل سے مل سکے گی۔ اس زمانہ میں اپنے اموال کو خدا کی راہ میں خرچ کرنا بڑے بڑے عالی حوصلہ انسانوں کے لئے بھی ایک مشکل ترین امر ہے۔ چہ جائیکہ سوسائٹی کا وہ حصہ جو مرد سے زیادہ ضعیف خلقت رکھتی ہو۔ لیکن اس طور پر کم حوصلہ اور [illegible] واقعہ ہوا ہے۔ اس دریا دلی سے قد اپنے قیمتی زیورات اور اموال کو خدا کی راہ میں لٹا دیں۔

خواتین سلسلہ کے اس جوش عمل نے ہمارے دل میں یکلخت نئے حوصلہ اور جرأت پیدا کر دی ہے۔ کہ وہ دن دور نہیں جب ہماری مستورات ہر ایک قومی تحریک میں مردوں سے بڑھ کر جوش و سرگرمی دکھائیں گی۔ اور صنف نازک صنف قوی کے دوش بدوش اور قدم بقدم چلنے میں کسی طرح بھی قاصر نہ رہیں گی۔

لیکن اس کیلئے ضرورت ہے کہ [illegible] اس جوش کو قائم رکھنے اور اسے ترقی دینے اور ان کی دینی واقفیت کو بڑھانے کی کوشش کی جائے۔ تا ایسا نہ ہو کہ اس تحریک کے ختم ہوتے ہی یہ جوش سرد پڑ جائے۔ اور پھر کسی دوسرے موقعہ پر دوبارہ جد و جہد کے ساتھ انہیں جگانا پڑے۔ جیسی کہ اب حضرت امیرایدہ اللہ کو کرنی پڑی ہے۔ اگر ہم کوئی ایسی صورت پیدا کر سکیں۔ کہ احمدی خواتین کو برابر سلسلہ عالیہ اور اس کے ہر کام سے اس طرح [illegible] رکھے۔ کہ انہیں چین نہ آئے۔ جب تک سلسلہ کے حالات سے پورے طور پر باخبر نہ ہوں۔ وہ کھانا نہ کھا سکیں۔ جب تک سلسلہ کی ضروریات سے واقف ہو کر ان کو پورا کرنے کا سامان نہ کریں۔ تو یہ قوم کے لئے بمنزلہ آب حیات ثابت ہوگا۔ مسلمانوں کی موجودہ تباہ حالی کے اسباب پر اگر ایک گہری نظر ڈالی جائے۔ تو سب سے بہت بڑا سبب ہماری مستورات کی جہالت اور ہر اجتماعی معاملہ سے الگ تھلگ رہنا ہے۔ جس ملک کی نصف آبادی ایسے حالات میں رہتی ہو۔ کہ گویا اسے ملک اور ملک کے باشندوں سے کوئی کام ہی نہیں۔ اس کی زندگی کا نصب العین کھانا، زندگی بسر کرنا اور بچوں کی پرورش اور شادی و بیاہ کے سوا اور کچھ نہ ہو۔ جس قوم کی مائیں ہر قسم کے علم و حکمت اور دین سے بالکل بے بہرہ ہوں۔ اس ملک اور اس قوم کی حالت کا سدھرنا محال ہے۔ جب تک کہ ان ماؤں کو اس قابل نہ بنایا جائے کہ وہ بچوں کی تربیت ایسے رنگ میں کر سکیں۔ کہ ان کے اخلاق و اعمال اسلامی زندگی کا صحیح نمونہ ہوں۔ جب تک ان کے اندر اس جذبہ اور عادت کو پیدا نہ کیا جائے کہ وہ ہر دینی اور قومی تحریک میں ان کو پیش پیش رکھے۔ جب تک ایسی عورتیں پیدا نہ ہوں۔ اس وقت تک یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ہم پورے طور پر کامیاب ہو سکتے ہیں۔ یوں تو خدا کا شکر ہے کہ ہماری مستورات نے باوجود ان مشکلات اور معذوریوں کے جن کی وجہ سے وہ دینی کاموں میں حصہ لینے سے قاصر ہیں۔ جو نمونہ اس وقت دکھایا ہے وہ بہت کچھ امید افزا ہے۔ لیکن جیسا کہ ہم نے کہا۔ اس جوش اور سرگرمی کو قائم رکھنے اور بڑھانے کیلئے ہماری طرف سے مسلسل اور پیہم کوشش عمل میں آنی چاہیئے۔ اس کی سب سے بڑی ذمہ واری تو ان خواتین کے خاوندوں ان کے بیٹوں اور بھائیوں پر ہے۔ کہ وہ اپنی بیویوں۔ ماؤں اور بہنوں کو تمام مذہبی معاملہ اور تمام دینی تحریکات اور حالات سلسلہ سے واقف کرتے رہیں۔ انہیں دین کا علم سکھائیں۔ اور جہالت کی تاریکیوں سے باہر نکالیں۔ لیکن ان کے علاوہ قوم کا بھی یہ فرض ہے۔ کہ خواتین سلسلہ کو بیدار رکھنے میں ساعی ہوں۔

اس لئے ہم نے ارادہ کیا ہے۔ اور ہمارے اس ارادہ کی محرک ایک محترمہ بہن اہلیہ صاحبہ چوہدری عبدالمجید صاحب ایم۔ بی۔ بی۔ ایس بنت چوہدری نبی گوہر صاحب نمبردار چک پنیار ہیں۔ کہ "پیغام صلح" میں آئندہ کم از کم ایک کالم خواتین سلسلہ کے لئے وقف کر دیا جائے۔ جس میں بالعموم قوم کی لکھی پڑھی خواتین سے مضامین لکھوانے کی کوشش کی جائے۔ اس سے جہاں انہیں مختلف قسم کے خیالات اور مسائل پر طبع آزمائی کا موقعہ اور مہارت حاصل ہوگی۔ وہیں اخبار کو خاص شوق کے ساتھ دیکھنے اور سلسلہ کی ضروریات اور حالات سے واقف رہنے کا بھی موقعہ ملے گا۔ اور امید ہے کہ یہ سلسلہ خواتین کے جوش دینی کو بڑھانے اور انہیں بیدار رکھنے کا ایک بہترین ذریعہ ہوگا۔

یہ سلسلہ ہم آج ہی سے شروع کرتے ہیں۔ اور سب سے پہلے نمبر میں اس نیک دل خاتون کا خط درج کئے دیتے ہیں۔ جو اس کی اصل محرک ہیں۔ ہماری اس محترمہ بہن نے جیسا کہ ان کے خط سے ظاہر ہے۔ برلن مسجد کی تحریک میں اپنے حسب استطاعت نمایاں حصہ لیا ہے۔ اور جس خلوص دل اور جذبہ دلی کے ماتحت یہ خط انہوں نے حضرت امیرایدہ اللہ کی خدمت میں لکھا ہے۔ اس کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ امید کرنا بیجا نہیں کہ ان کی یہ تحریک بارآور ہوگی۔ اور ہماری دوسری بہنیں ان کی آواز پر لبیک کہتی ہوئی آئندہ نمبروں میں کچھ نہ کچھ لکھنے کی کوشش کریں گی۔

شہدائے کابل کے عقائد

بمبئی سے ہمارے مکرم جناب سیٹھ اسمعیل آدم صاحب نے ہمیں اس بات کی طرف خاص طور پر توجہ دلائی ہے۔ کہ کابل میں جن بے گناہ احمدیوں کو شہید کیا گیا ہے۔ ان کے عقائد موجودہ قادیانی مذہب یا میاں محمود احمد صاحب کے عقائد کے صریحاً خلاف ہیں۔ لیکن باوجود اس کے قادیانی جماعت۔ یا میاں محمود احمد صاحب انہیں اپنا ہم عقیدہ ظاہر کر کے بدنام کرتے میں کوشاں ہیں۔ مولوی نعمت اللہ خاں صاحب شہید کا بیان جو انہوں نے عدالت میں دیا۔ اور جو ۱۸ ستمبر کے "الفضل" میں بھی شائع ہو چکا ہے اس بات کا ایک کھلا ثبوت ہے۔ کہ یہ لوگ حضرت مسیح موعود کو ظلی نبی یعنی فنا فی الرسول سے بڑھکر ہرگز تسلیم نہ کرتے تھے۔ اور نہ ہی غیر احمدیوں کو کافر سمجھتے تھے۔ [illegible] صاحب نے متعلق وزارت عدلیہ کابل کے جو الفاظ الفضل نے نقل کئے تھے۔ وہ اس پر کافی شہادت ہیں لکھا ہے کہ:۔

"ملا نعمت اللہ ۔ ۔ ۔ ۔ اتباع مرزا غلام احمد قادیانی بوده ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ باینکہ معتقد درا به مذہب حنفی میگفت اقرار بنود کہ مرزا غلام احمد نہ کور مسیح موعود و مہدی مہود و نبی ظلی است ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یعنی ظلی یعنے فنا فی الرسول است و وحی براو بدون واسطہ جبرئیل نازل شدہ والہام را از اسباب علم میدانم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کسانے راکہ از اہل تفاسیر اسلام بر رفع عیسٰی معتقد محق مخطی مے دانند۔"

ان الفاظ میں صاف طور پر بتا دیا گیا ہے۔ کہ مولوی نعمت اللہ خاں صاحب کے نزدیک

(۱) حضرت مسیح موعود نبی ظلی یعنے فنا فی الرسول تھے۔

(۲) آپ پر وحی جبرئیل کے توسط سے نہ آتی تھی۔ بالفاظ دیگر وحی نبوت کے آپ مورد نہ تھے۔

(۳) جو لوگ حضرت عیسٰی کے رفع جسمانی کے قائل ہیں۔ وہ غلطی پر ہیں۔ ان کے کفر کا اعلان نہیں کیا۔

یہی وہ باتیں ہیں جن میں ہمارا اور میاں صاحب کا اختلاف ہے۔ اور یہ تمام وہ عقائد ہیں۔ جو میاں صاحب کے قطعاً خلاف اور ہمارے عقائد کے موافق ہیں۔ باوجود اس کے میاں صاحب اور ان کے مریدین کا یہ مشہور کرنا کہ کابل کے احمدی ان کے عقائد کی وجہ سے شہید کئے جا رہے ہیں۔ ایک خلاف واقعہ بات ہے۔ اگرچہ ہم میاں صاحب کے بھی عقائد کو ایسا نہیں سمجھتے۔ کہ ان کی وجہ سے انہیں مستوجب قتل قرار دیا جائے۔ ہم جس طرح سے بعض غیر احمدیوں نے ان شہیدوں کے خون کو سیاسی آلودگیوں سے ملوث کرنے کی کوشش کی ہے۔ جو ایک ناپاک اور بیہودہ کوشش ہے۔ ویسے ہی میاں صاحب اور ان کے مریدین انہیں اپنا ہم عقیدہ قرار دینے میں صریحاً غلطی پر ہیں جس سے انہیں احتراز کرنا واجب ہے۔

نامدھاری سکھ اور اسلام

۸ مارچ کو امرتسر میں نامدھاری سکھوں کا ایک شاندار جلوس نکلا۔ جس میں ملک کے اطراف و اکناف سے آئے ہوئے سینکڑوں نامدھاری سکھ شامل تھے۔ اس فرقہ کے بانی گورو رام سنگھ کے جانشین بھائی پرتاب سنگھ سردار ندھان سنگھ عالم اور دیگر نامدھاری رہنما اور مذہبی سکھوں کے پیشوا بھائی خزان سنگھ بھی شامل تھے۔ سردار خوشحال سنگھ جن کا گروہ جلوس کے درمیان میں تھا۔ اپنے گلے میں حمائل شریف لٹکائے ہوئے تھے۔ اور ہر ایک چوک میں کھڑے ہو کر یہ تقریر کرتے تھے کہ

"سچا نامدھاری وہ ہے جو ہر وقت ست نام کا جاپ کرتا رہے کسی مذاہب یا مذہبی رہنما کی برائی نہ کرے۔ فقیروں اور ولیوں سے محبت کرے۔ اسلام ایک سچا مذہب ہے۔ محمد رسول اللہ صلعم نہایت پاکیزہ انسان تھے۔ ان کی تعلیم نہایت ہی دلپذیر تھی۔ چوہڑا چمار بھی ان کا کلمہ پڑھکر مسلمان بادشاہ کے دوش بدوش مسجد میں کھڑا ہو سکتا ہے۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ ہر ایک اچھوت محلے میں قرآن کا پرچار کریں۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سکھوں میں ابھی تک ایسے لوگ موجود ہیں۔ جو جناب بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے اصلی مذہب (اسلام) کی صداقت کے قائل ہیں۔ بلکہ اس کی تعلیم سے بھی ایک حد تک واقف ہیں۔ افسوس ہے کہ مسلمانوں کو اس طرف توجہ نہیں۔ ورنہ ایسے لوگوں کو بہت جلد اور نہایت آسانی کے ساتھ دائرہ اسلام میں لایا جا سکتا ہے۔ کیا مسلمان بھائی خزان سنگھ صاحب کی نصیحت پر عمل پیرا ہوں گے۔ اور اچھوت محلوں میں تبلیغ اسلام کا بندوبست کریں گے۔ خلافت کمیٹی کے رضا کار اگر اس کام کو اپنے ہاتھ میں لیں۔ تو اسلام کی بڑی خدمت کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ خلوص دل کے ساتھ اسلام کی خدمت کرنا چاہتے ہوں۔

نامدھاری سکھ اور گورنمنٹ

اکالی سکھوں کے جوش و خروش اور جد و جہد سے عام طور پر [illegible] ہو گیا ہے۔ کہ تمام سکھ قوم گورنمنٹ برطانیہ کے خلاف ہے۔ بھائی خزان سنگھ صاحب نے دیں [illegible] نامدھاری سکھوں کے جلوس میں انہوں نے کئی بار دہرائے اس خیال کو غلط ثابت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ

"موجودہ گورنمنٹ ہر لحاظ سے واجب التعظیم ہے میری تمنا ہے۔ کہ جب تک آفتاب عالمتاب اس دنیا پر روشن رہے۔ انگریز کا راج مضبوط اور اٹل رہے۔ اگر یہاں انگریز کا راج نہ ہو۔ تو ہماری عورتیں سکھ چھین کر لے جائیں۔ اور ہماری لڑکیاں جاٹوں کے سرخ چہرے دیکھ کر خود بخود ان کے ساتھ چلی جائیں۔ اس قانون اور ضابطہ کا احترام ہر ایک انسان پر فرض ہے۔"

کیا سوراج کے خواب دیکھنے والے ان خیالات کو گوش ہوش

سے نہیں لے ؟

افغانستان کے زیر حراست احمدی

اخبار پاؤنیر کو کابل سے معلوم ہوا ہے کہ دو سرے دو احمدی افغانوں کو جنہیں گرفتار کر کے ان پر مقدمہ چلایا گیا تھا۔ بظاہر اب اس اضطراب و پریشانی سے کہ کہیں ان کا بھی اپنے سنگسار شدہ ہم مذہبوں کا سا حشر نہ ہو۔ نجات مل گئی ہے۔ کیونکہ اطلاع ملی ہے کہ ان میں سے ایک نے مذہب سے دست برداری کا اعلان کر دیا ہے۔ اور اسے دس سال کی سزا دی گئی ہے۔ اور دوسرے نے عدالت کے عائد کردہ الزامات سے اپنی معصومیت کا یقین دلایا ہے۔

یہ مختصر سی خبر جو پاؤنیر کی اطلاع پر تمام انگریزی اردو اخبارات میں شائع ہو چکی ہے۔ ہنوز تصدیق طلب ہے۔ اس سے پیشتر جو اطلاع کابل سے موصول ہوئی تھی۔ اس میں تین احمدیوں کے زیر حراست ہونے کا ذکر تھا۔ اور اس خبر میں صرف دو کا ذکر ہے ان میں سے ایک کو اپنے عقائد سے دست برداری اختیار کرنے پر بھی دس سال کی سزا دی جاتی ہے۔

بہرحال اس سے اس قدر ثابت ہے کہ کابل میں جو ظلم و تشدد اس وقت احمدیوں پر ہو رہا ہے۔ وہ کسی سیاسی جرم کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ ان کے عقائد کی بنا پر ہے۔ اور وہ اسی صورت میں بچ سکتے ہیں۔ کہ یا احمدیت سے دست برداری اختیار کریں۔ یا یہ یقین دلا دیں کہ وہ ایسے عقائد نہیں رکھتے۔

کیا۔۔ لوگ جو مولوی نعمت اللہ خاں اور ان کے بعد کے شہداء کے رجم کو سیاسی وجوہات پر مبنی بتا کر حکومت افغانستان کو خون۔۔ سے بری الذمہ ثابت کرنا چاہتے ہیں اس پر غور کریں گے ؟

یہودیت اور اسلام

اعلان بالفور کے مطابق جو یہودی دنیا کے اطراف و اکناف سے فلسطین کی طرف دوڑے جا رہے ہیں کہ اس کو اپنا قومی گھر بنا کر رہیں۔ اور اس ذلت و سکنت سے نکل جائیں جو ہزار ہا سال سے ان کے ہمرکاب رہی ہے۔ ان میں سے ایک ڈاکٹر نشن بھی ہیں۔ جن کو شنگھائی (چین) سے رخصت ہوتے وقت ایک الوداعی دعوت دی گئی ڈاکٹر نشن نے اس موقعہ پر جو تقریر کی وہ شنگھائی کے یہودی اخبار جیوئش میسینجر میں بتمام و کمال شائع ہوئی ہے۔ دوران تقریر میں یہودیت کے وطن (فلسطین) کی دوبارہ تعمیر میں عربوں کی شرکت کی ضرورت کا اظہار کرتے ہوئے ڈاکٹر موصوف نے بیان کیا کہ

"ہم سب عربوں کی شائستگی۔ ان کی زبان اور لٹریچر اور قرآن کریم جیسی شاندار کتاب کے جو اعلیٰ اخلاقیات شاندار جمہوریت علوم و فنون اور فلسفہ مذہب کا گویا خزانہ ہے۔ بہت بڑے مداح ہیں۔ میرا دل عزت و عظمت سے لبریز ہو جاتا ہے۔ جب میں دمشق کے خاندان بنی امیہ کے حالات کو ذہن میں لاتا ہوں جب میں بغداد میں عباسیوں کی عظمت و جلال کو دیکھتا ہوں۔ جب مصر کے اندر فاطمیوں کی طاقت و جبروت پر نظر کرتا اور اندلس۔ ہندوستان اور افریقہ میں علم موسیقی۔ علم صناعی۔ علم نقاشی اور علم الادویہ میں مسلمانوں کا قدم آگے آگے پاتا ہوں لیکن میں اس کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ گذشتہ بارہ سو سال میں ان کی یہ خصوصیت فلسطین میں کسی نئی چیز کی پیدائش کا موجب نہیں ہوئی۔ تاہم میں خلوص دل سے یہ یقین رکھتا ہوں۔ کہ جب فلسطین میں اسرائیلی تہذیب اپنا اثر جمائے گی۔ تو ان سرچشموں یعنے یہودیوں اور عربوں کے توسط سے نئی نئی چیزیں کثرت سے پیدا ہوں گی۔"

ہم نہیں کہہ سکتے۔ کہ ڈاکٹر نشن کی یہ مدح سرائی آیا خلوص دل سے ہے۔ یا اس مطلب براری کے لئے کہ فلسطین میں جو عربوں اور عیسائیوں کا اتحاد یہودیت کے خلاف ہو چکا ہے۔ اس کو توڑا جائے۔ بہرحال یہ ایک یہودی فاضل کے الفاظ ہیں۔ جو اسلام کی

گذشتہ عظمت اور قرآن کریم کی فضیلت پر شاہد ناطق ہیں۔

جامع ازہر اور قرآن کریم انگریزی

حضرت امیر ایدہ اللہ کا انگریزی ترجمۃ القرآن بلاد مغرب اور تعلیم یافتہ مسلمانوں میں جس قدر مقبول ہوا ہے۔ اس کا یہ ایک کھلا ثبوت ہے کہ اس کا پہلا ایڈیشن جو پانچ ہزار کی تعداد میں طبع ہوا تھا تین چار سالوں میں ہی ہاتھوں ہاتھ نکل گیا سارو دوسرا ایڈیشن دس ہزار کی تعداد میں طبع ہوا جو ۵۰ ختم ہونے کے قریب الختم ہے۔ اور تیسرے ایڈیشن کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔

صرف ہندوستان ہی نہیں۔ ترکی مصر افریقہ کے اسلامی ممالک۔ شام عراق فلسطین عرب۔ ایران۔ جزائر غرب الہند۔ اور جزائر شرق الہند۔ فلپائن چین۔ غرض ہر جگہ جہاں مسلمان موجود ہیں۔ اس ترجمے کے ہزار ہا نسخے پہنچ چکے ہیں۔ اور ان کو خاص عزت و عظمت کی نظروں سے دیکھا گیا ہے یورپ میں بہت سے لوگوں کو یہ ترجمہ اسلام کی طرف کھینچنے کا موجب ہوا ہے۔ تاہم ملاں ملاں ہی ہیں۔ خواہ وہ ہندوستان میں ہوں یا یورپ اور مصر وغیرہ میں۔ باوجودیکہ مصر اور دیگر اسلامی ممالک میں کثیر التعداد مسلمان اس قرآن کو منگوا کر پڑھ چکے ہیں۔ اور ان کے گھروں میں اب تک موجود ہیں تاہم جہاں کہیں کسی ملاں کو یہ قرآن نظر آ جاتا ہے۔ وہ آتش غضب سے بھڑک اٹھتا ہے۔ اور نہیں چاہتا کہ خدا کی کتاب کے صحیح اور اصلی مطالب سے کوئی مسلمان فائدہ اٹھا سکے

اس بارہ میں مصر کے جامع ازہر کے مفتیوں کا طرز عمل خاص توجہ کے قابل ہے۔ مصر کے کسی مسلمان حسن علی البارادی کی درخواست پر اسے ووکنگ سے قرآن کریم کی ایک کاپی بھیجی گئی لیکن بجائے اس کے کہ وہ منزل الیہ تک پہنچ سکتی۔ قاہرہ کے ڈاکخانہ نے اس کو روک لیا اور جامع ازہر میں بھیجا جہاں سے اسے حکم موصول ہوا کہ اسے ضائع کر دیا جائے چنانچہ اس کو ضائع کر دیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ مسلمان مولویوں کا قرآن کریم کے ساتھ سلوک ہے۔ زیادہ سے زیادہ اس ترجمہ قرآن میں ایک یا دو باتوں میں عام لوگوں کے خیالات سے اختلاف ہوگا۔ اور وہ بھی معقول وجوہات کی بنا پر ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ بیان ہوا ہے۔ وہ مفسرین کے خیالات سے ذرہ بھر مخالف نہیں۔ تاہم جامع ازہر کے مولویوں کا یہ سلوک از حد افسوسناک ہے۔ اس سے پتہ لگتا ہے۔ کہ ان لوگوں میں اس قدر تنگدلی ہے۔ کہ ذرا سے اختلاف کو بھی برداشت نہیں کر سکتے اور نہ یہ چاہتے ہیں۔ کہ قرآن کریم کا ترجمہ ان کے علاوہ کوئی اور شخص بھی کرنے کا مجاز ہو۔ گویا انہوں نے قرآن کے مطالب کو بیان کرنے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ خواہ ان سے لوگ اسلام کی طرف آنے کے بجائے اور بھی زیادہ متنفر کیوں نہ ہوں۔

تعجب ہے کہ مصر میں کثیر التعداد عیسائی مشنری موجود ہیں۔ جو رات دن لوگوں کو اسلام کے خلاف لٹریچر شائع کر کے مسلمانوں کو مرتد بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کے خلاف مفتی جامع ازہر کی رگ حمیت جوش میں نہیں آتی۔ اور ان کا سدباب کرنے کی وہ کوشش نہیں کرتے۔ اگر ان کو جوش آتا ہے، تو قرآن کے اس ترجمہ کے خلاف جو آج بہت سے عیسائیوں کو اسلام میں لانے کا موجب ہوا ہے۔

ضرورت ہے کہ ایسی تنگدلی کے خلاف جو آئے دن مختلف ممالک کے مسلمان مولویوں کی طرف سے ظاہر ہوتی ہے بڑے زور سے آواز بلند کی جائے۔ اور وہ لوگ جو اسلام کو ایسی غیر رواداری سپرٹ سے پاک دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس کے خلاف جہاد کریں۔ (حتیٰ لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ) یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے۔ اور دین محض اللہ کیلئے ہو جائے۔

جناب حسرت اور ذبیحہ بقر

افسوس ہے کہ مسلمانوں میں بھی بعض ایسے لوگ اس وقت تک موجود ہیں جو ہندوؤں آریوں جیسی دشمن اسلام قوم کے ساتھ رشتہ اتحاد جوڑنے کے لئے ذبیحہ بقر کو چھوڑ دینے پر تلے ہوئے ہیں۔ انہی لوگوں میں سے ایک جناب حسرت موہانی ہیں۔ جن کا ایک مضمون آریہ سماج کی مدح سرائی میں سماجی اخبارات میں شائع ہو رہا ہے۔ جناب حسرت فرماتے ہیں۔

"میری رائے میں یہ اتحاد صحیح اتحاد تب ہی ہو سکتا ہے۔ جب مسلمان گائے مارنا اور اس کا گوشت کھانا بالکل چھوڑ دیں عید کے دن بھی مسلمان گئوکشی نہ کریں۔ اور نہ اس کا گوشت کھائیں۔ نہیں تو ان کے دل سے یہ عداوت جلدی نہیں چھوٹ سکتی۔ اسی خیال سے میں لالہ جیت رائے اور ڈاکٹر انصاری کے اس پیکٹ کے خلاف تھا جس میں سال میں ایک

عالم نسواں

ایک محترمہ بہن کی آواز

خواتین سلسلہ کی توجہ کے قابل

آج کے افتتاحیہ میں اہلیہ صاحبہ چودھری عبدالمجید صاحب کے جس خط کا حوالہ دیا گیا ہے۔ وہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے، امید ہے ہماری بہنیں اس کو خاص توجہ سے پڑھ کر اس محترمہ خاتون کی آواز پر لبیک کہیں گی۔

قبلہ ام جناب حضرت صاحب دام اقبالہ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

آپ کی اس تحریک کی کہ برلن مسجد کے مینار عورتیں بنائیں۔ تعمیل میں بتیس روپے کی حقیر رقم ارسال خدمت شریف کر چکی ہوں جس میں کچھ رقم میری والدہ صاحبہ کی طرف سے ہے۔ اور کچھ خاکسار کی طرف سے۔ امید واثق ہے کہ آپ اس حقیر مگر خلوص دل سے دی ہوئی رقم کو قبول فرما دیں گے۔ رقم مذکور جناب والد صاحب چودھری علی گوہر نمبردار سکنہ چک ۹ شمالی پنیار، نے اپنے چندہ وصولی کاپی برلن مسجد کے ہمراہ آپ کے اسم گرامی پر منی آرڈر کرا دی ہے۔

نیز بڑی مدت سے ایک آرزو دل میں رکھتی ہوں جو گزارش کر دیتی ہوں۔ اگر خاکسار کی تجویز آپ کو پسند آئی۔ تو بہت مسرت اس عاجزہ کو ہوگی۔ جو امکان اظہار سے باہر ہے وہ یہ کہ ہماری جماعت کی خواتین کے لئے کوئی مذہبی رسالہ یا اخبار نہیں جس کے ذریعہ سے ہم احمدی مستورات اپنے فرائض مذہبی سے واقف ہوتی رہیں۔ فتنہ ارتداد کے چندہ میں گو تھوڑا سے نے شاید بہت تھوڑا حصہ لیا ہو، میرے خسر صاحب ابو غلام حسن لوریوالہ نے اپنے گھر میں تحریک کی۔ کہ فتنہ ارتداد میں کسی نے چندہ دینا ہے تو دے دو۔ بڑا ثواب کا موقع ہے، ان کی دو بہوئیں تو قادیانی پارٹی کی ہیں۔ انہوں نے تو کچھ نہیں دیا۔ اور خاکسار نے ایک صد بیس روپے کا زیور دے دیا۔ ممکن ہے اسی طرح کئی ایک مردوں نے اپنے گھر کی عورتوں کو کہہ کر دے دیا ہو۔ تاہم یہ کوئی ایسی بات نہیں۔ کہ احمدی بہنیں اس پر فخر کر سکیں۔ جب تک انہیں خود بخود ایسی ضروریات محسوس نہ ہوں، اور وہ اپنے آپ چندہ میں حصہ نہ لیں۔ اس کے لئے یہ تجویز جو خاکسار کے دل میں برسوں سے تھی بہت کارآمد ہو سکتی ہے۔ کہ اخبار پیغام صلح میں ایک کالم ناقص العقل کے ملزم فرقہ کے لئے وقف کر دیں۔ اگر اس کالم کو مذہب سے خاص دلچسپی رکھنے والی مستورات پُر کرتی رہیں۔ تو بہت مفید ہوگا۔ ایک تو عورتوں کو دین کی طرف رغبت ہوگی۔ دوسرے ان کے مذہبی معاملہ میں خیالات بھی وسیع ہوتے جائیں گے۔ اور اپنا کالم پڑھنے کے بعد امید ہے۔ کہ پرچہ پیغام صلح کا جو مذہبی ترقی کا منبع ہے، ہر مفید مضمون عورتوں کی نظر سے گذر جایا کرے گا۔ تیسرے ہر پڑھنے والی بہن کو رشک ہوگا کہ میں بھی ایسی قابلیت پیدا کروں۔ کہ اپنی جنس کا کالم پُر کرنے میں مدد دے سکوں۔ اگر کسی پرچہ میں عورتیں اپنا کالم نہ بھی پُر کر سکیں۔ تو ایڈیٹر صاحب یا کوئی دوسرے مضمون نگار بھائی اس کالم کو کسی قابلانہ اور نصیحت آمیز مضمون سے پُر کر دیا کریں۔ رفتہ رفتہ عورتوں کو بھی عادت ہو جانے کی اور چین نہ آیا کرے گا۔ جب تک۔۔ مضمون نہ لکھ لیا کریں۔ میری تو یہ آرزو ہے کہ آنجناب جب ارشاد فرما دیں گے اپنی رائے مبارک سے خاکسار کو بھی مستفید فرما دیں۔ تاکہ اپنے خیال کو ایک طرف لگا دوں نیز خاکسار کو بھی دعائے خیر میں یاد فرمایا کریں۔ والسلام۔

راقمہ غلام فاطمہ اہلیہ چودھری عبدالمجید۔ ایم۔ بی۔ بی ایس۔ بنت چودھری علی گوہر نمبردار چک ۹ پنیار شمالی۔

اس خط پر حضرت امیر ایدہ اللہ نے ذیل کے الفاظ لکھے۔

"میں اس تجویز کو بہت پسند کرتا ہوں۔ ایڈیٹر صاحب اس پر زور تحریک کریں۔

(محمد علی)

ون گئوکشی کی اجازت دی گئی تھی۔"

معاصر ہمدرد و قتل مرتد

(۲) قتل مرتد اور احادیث

ہم کل کی صحبت میں قتل مرتد کے مسئلہ میں از روئے قرآن بحث کر چکے ہیں۔ جس سے اس امر کا اچھی طرح ثبوت مل سکتا ہے کہ قرآن حکیم نے ضمیر کی کامل آزادی انسانوں کو عطا کی ہے۔ اور اسلام سے روگردانی اور ارتداد کی اس دنیا میں اس نے کوئی سزا مقرر نہیں کی۔ ہر ایک مسئلہ میں سب سے پہلے کتاب اللہ ہی کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ اس کے بعد سنت رسول اللہ کی طرف فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ والرسول اس اصول کی بنا پر آج کی صحبت میں ہم چاہتے ہیں۔ کہ از روئے حدیث اس مسئلہ پر بحث کریں۔ کیونکہ قتل مرتد کے ثبوت میں بعض احادیث ہی سے استدلال کیا جاتا ہے۔

سب سے پہلے یہ حقیقت ذہن نشین کر لینی چاہیئے۔ کہ کوئی حدیث خواہ وہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ یعنی بخاری ہی کی حدیث کیوں نہ ہو۔ اگر وہ آیت قرآنی کے معارض و متضاد ہوگی۔ تو قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس میں تاویل کرنی پڑے گی۔ یہ ایک عام اور مسلمہ اصول ہے۔ اور اس سے کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ یعنی اس حالت میں کہ آیت قرآنی و حدیث میں تعارض واقع ہو۔ تو نفس آیت قرآنی کے مطابق دیا جائے گا۔ اور حدیث کو یا تو ترک کرنا پڑے گا یا تاویل کرنی پڑے گی کسی حدیث کی وجہ سے آیت قرآنی میں تاویل نہیں کی جا سکتی۔

چونکہ لا اکراہ فی الدین کا اصول محکم قرآن نے بیان کر کے ہر ایک شخص کو دین کے معاملہ میں کامل آزادی عطا کر دی ہے اس لئے کوئی صحیح حدیث اس اصول کے خلاف نہیں جا سکتی۔ اگر اس قسم کے قتل کا کوئی واقعہ احادیث میں ملتا ہے، تو وہ ارتداد نہیں۔ بلکہ دیگر جرم پر مبنی ہے۔ مثلاً نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا یہ واقعہ کہ آپ نے عکل کے بعض آدمیوں کو قتل کرایا۔ مگر اس کے متعلق خود بخاری ہی میں تصریح موجود ہے۔ کہ گو وہ مرتد ہو گئے تھے مگر انہوں نے چرواہوں کو قتل کر دیا تھا۔ اور اونٹ چرا لے گئے تھے۔ اس لئے رسول اللہ نے ان کو جرم قتل کی سزا میں قتل کروا دیا۔ چنانچہ حدیث کے اصل الفاظ یہ ہیں کہ:۔

عن انس قال قدم علی النبی صلعم نفر من عکل فاسلموا فاجتووا المدینۃ فامرھم ان یاتوا ابل الصدقۃ فیشربوا من ابوالھا و البانھا ففعلوا فصحوا فارتدوا وقتلوا رعاتھا واستاقوا ه

چند آدمی عکل کے رسول اللہ کے پاس آئے۔ اور بیمار ہو گئے تو آپ نے اُن کو باہر جہاں صدقہ کے اونٹ تھے بھیج دیا۔ وہ وہاں صحت یاب ہو گئے۔ تو مرتد ہو کر چرواہوں کو قتل کر ڈالا اور اونٹوں کو چرا کر لے گئے۔

چرواہوں کے قتل کے قصاص میں ان کا قتل واجب ہو گیا تھا۔ اس لئے رسول اللہ نے اُن کو قتل کروا دیا۔

اس حدیث سے نفس ارتداد کا پتہ نہیں چلتا۔ بلکہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ چرواہوں کے قتل کا جرم ان سے سرزد ہوا تھا۔ اس لئے ان کو بطریق قصاص قتل کیا گیا۔ اگر ان کی بجائے کوئی مسلمان ہوتا تو وہ بھی قصاص میں قتل کیا جاتا۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے جو مرتدین سے قتال کیا تھا۔ اس کی وجہ تو بالکل ظاہر تھی۔ کہ وہ حکومت وقت سے بغاوت پر آمادہ تھے۔ زکوٰۃ کا ٹیکس دینے سے انکار کر دیا تھا۔ اور مدینہ پر چڑھائی کی تیاریاں کر رہے تھے، اس لئے اُن سے بھی قتال کرنا امر ناگزیر تھا۔ کیونکہ

انما جزاء الذین یحاربون اللہ و رسولہ ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا۔ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے اور ملک میں فساد پھیلاتے ہیں۔ ان کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کر دیئے جائیں۔

سب سے زیادہ ابن عباسؓ کی اس روایت پر زور دیا جاتا ہے کہ من بدل دینہ فاقتلوہ جو دین تبدیل کرے اُسے قتل کر دو۔ اس روایت کے الفاظ بالکل عام ہیں اور اس قدر وسیع کہ ان کا اطلاق ان کافروں پر بھی ہوتا ہے، جو اسلام قبول کریں یا یہودی سے عیسائی اور عیسائی سے یہودی بنیں۔ ظاہر ہے کہ ایک ایسی مجمل روایت کسی قانون شرع کی بنیاد نہیں بن سکتی۔ بالخصوص جبکہ کتاب اللہ کی تصریحات بھی اس کے خلاف ہوں۔

اس کے بعد بخاری میں ابن مسعودؓ کی روایت ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔ المارق لدینہ التارک للجماعۃ۔ یعنی دین سے خارج اور جماعت کا چھوڑنے والا۔ مروق عن الدین کے معنے تارک للجماعۃ کی قید کے ساتھ یمادعن الامۃ کے ہیں۔ جیسا کہ خوارج کے متعلق منقول ہے، کہ انہوں نے امت کے ساتھ جدال و قتال شروع کر دیا تھا۔ اور اس کا مزید ثبوت یہ ہے کہ امام بخاری نے ارتداد کے متعلق "کتاب المحاربین من اھل الکفر والردۃ" کا عنوان قائم کیا ہے۔ یعنی "کافروں اور مرتدوں میں سے جنگ کرنے والوں کے متعلق احکام" اسی عنوان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ نفس ارتداد موجب قتل نہیں۔ بلکہ جنگ کرنا باعث قتال ہے۔ اور صرف مرتد ہی نہیں بلکہ کافر بھی، اگر محارب ہو جائے گا۔ تو اس کے لئے بھی یہی احکام ہیں۔

"من بدل دینہ فاقتلوہ" کا آخری راوی ابو النعمان محمد بن الفضل ہے جس کی نسبت تہذیب التہذیب میں ہے کہ:۔

قال ابن حبان اختلط فی آخر عمرہ وتغیر حتی کان لا یدری ما یحدث بہ فوقع فی حدیثہ المناکیر الکثیرۃ فیجب التنکب عن حدیثہ ه

یعنی ابن حبان کہتے ہیں۔ کہ وہ آخر عمر میں خلط ملط کرنے لگ گیا تھا یہاں تک کہ اسے معلوم نہ ہوتا تھا کہ حدیث بیان کرتا ہے۔ اس لئے اس کی حدیثوں میں بہت ہی منکر باتیں داخل ہو گئی ہیں۔ لہٰذا اس کی حدیث سے پرہیز واجب ہے۔

اس کے بعد قائلین قتل مرتد سب سے زیادہ اہم اور وزنی استدلال ابن مسعود کی روایت سے کر سکتے ہیں۔ مگر اس میں تارک للجماعۃ کی قید نے . . . . اس حقیقت کو واضح کر دیا ہے کہ نفس ردہ اور ترک دین موجب قتل نہیں۔ بلکہ ترک جماعت اور دشمن سے مل جانا اور محارب بن جانا قتل کو جائز قرار دیتا ہے، چنانچہ احناف کے اس طرز عمل سے مرتد عورت کو واجب القتل نہیں ٹھیرایا گیا۔ اور اس کی وجہ یہ بتلائی گئی۔ کہ وہ محارب نہیں بن سکتی۔ اس امر کا مزید ثبوت ملتا ہے کہ وجہ قتل ارتداد نہیں۔ بلکہ حرب و بغاوت اور دیگر قسم کی خطرناک حربی و جنگی ضروریات ہیں۔ جن کی بنا پر آج بھی اس شخص کے لئے موت ہی کا فتوےٰ صادر کیا جاتا ہے۔ جو عین حرب سے بھاگے۔ یا دشمن سے مل گئے۔ یا اسی قسم کی دوسری خطرناک حرکتیں کرے جس سے راز فاش ہو۔ اور فتنہ بڑھنے اور نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔

اگر نفس ارتداد وجہ قتل ہوتا۔ تو مرتد عورت کو مستثنےٰ کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ کیونکہ سبب قتل یعنی ارتداد عورت اور مرد دونوں کے درمیان مشترک ہے۔ مگر چونکہ نفس تبدیلی دین موجب قتل نہیں اس لئے عورت کو اس سزا سے مستثنےٰ کر دیا گیا چنانچہ ہدایہ میں ہے:۔

وقلنا ان النبی علیہ السلام نھی عن قتل النساء ولان الاصل تاخیر الاجزیۃ الی دار الآخرۃ اذ تعجیلھا یخل بمعنی الابتلاء وانما عدل عنہ لدفع شر ناجز وھو الحراب ولا یتوجہ ذلک من النساء لعدم صلاحیۃ البنیۃ بخلاف الرجال ه

ترجمہ:۔ اور ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ نبی علیہ السلام نے عورتوں کے قتل کو منع فرمایا ہے۔ اور اس لئے بھی کہ اصل یہی ہے کہ جزا کو آخرت پر چھوڑا جائے۔ کیونکہ سزا میں عجلت کرنی (یعنی دنیا میں دینی) ایک ابتلاء ہے۔ اور اس عالم میں مخل ہوتا ہے۔ اور اس اصول کو کیونکہ جزا کا تعلق دوسرے عالم سے ہے، کسی پیدا ہونے والی شر کی وجہ سے چھوڑنا پڑتا ہے۔ اور وہ شر حرب یعنی لڑائی ہے اور عورتوں سے اس کا اندیشہ نہیں، کیونکہ ان کی بناوٹ میں اس کی صلاحیت نہیں، بخلاف مردوں کے۔

اس سے صاف معلوم ہوا کہ احناف کے نزدیک بھی وجہ قتل ارتداد نہیں بلکہ جنگ و حرب ہے۔ اور اس جگہ ہدایہ پر حاشیہ دیا ہے جس میں لکھا ہے کہ:۔

ولکن ایجب القتل بالردۃ لدفع الشر لا جزاء الکفر لان جزاءہ اعظم عند اللہ فیختص بمن یتاتی منہ الحرب وھو الرجل ه

یعنی ارتداد کی وجہ سے قتل لڑائی کے شر کی وجہ سے ہے نہ کہ قتل کفر کی وجہ سے نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی سزا تو اللہ کے ہاں اس سے بھی بڑی ہے۔ پس یہ حکم اس کے ساتھ مخصوص ہے جس کی طرف سے جنگ ہو سکتی ہو وہ مرد ہے۔

ان تصریحات سے اچھی طرح واضح ہو گیا۔ کہ فقہائے حنفیہ کے نزدیک بھی ارتداد موجب قتل نہیں ہے، بلکہ فساد اور مسلمانوں سے جنگ کو قتل کا سبب قرار دیا ہے۔ اور ارتداد کو وجہ قتل ٹھیرانے سے انکار کیا ہے۔

بہرحال احادیث اور فقہائے حنفیہ کے اقوال سے بھی بخوبی واضح طور پر ثابت ہو گیا ہے۔ کہ اسلام میں ارتداد اور ترک دین کی اس دنیا میں کوئی سزا نہیں ہے۔ اور خدائے اسلام ہر ایک انسان کو ضمیر کی کامل آزادی عطا فرماتا ہے، اور دین کے معاملہ میں کسی قسم کے جبر و اکراہ کو پسند نہیں فرماتا۔ باقی رہا فوجی و حربی اور سیاسی و ملکی ضروریات کا اقتضاء، وہ بالکل الگ چیز ہے۔ اور اس کی بنا پر قتل ہمیشہ سے جائز رہا ہے، اور آج بھی جائز ہے، اور ہمیشہ اس پر عمل ہوتا ہے۔ اگر ایک سپاہی اپنی فوج سے الگ ہو کر دشمن سے جا ملے۔ تو اس کو قتل جائز ہو جاتا ہے۔ نا ممکن ہے کہ بحالت جنگ کوئی سپاہی اس قسم کا ارادہ کرے۔ فوراً اس کی نسبت موت کا فتویٰ صادر ہو گا۔

حضرت علیؓ نے خوارج سے جو قتال کیا تھا۔ اس کی بنا بھی یہی تھی۔ کہ خوارج مسلمانوں سے لڑتے تھے۔ اور مسلمانوں کے خون کو اپنے اوپر مباح اور حلال کر لیا تھا۔

ہم کل احمدی جماعت کے ارتداد کے متعلق اپنے خیالات ظاہر کریں گے۔ ہمارے نزدیک وہ مرتد نہیں ہیں۔

*

بزرگان سلسلہ کی توجہ کے قابل

اس وقت دو عظیم الشان کام تعمیر کے انجمن کی زیر نگرانی ہو رہے ہیں۔ اول برلن مسجد کا دوئم مسلم ہائی سکول کا اور ہر دو کے متعلقہ اخراجات کی ادائیگی کے لئے اخیر مارچ تک بہت سے روپیہ کی ضرورت ہے۔ اس لئے عرض ہے کہ

اول۔ جن احباب نے اس وقت تک برلن مسجد میں حصہ نہیں لیا وہ حصہ لے کر ممنون فرمائیں۔ اور اپنے حلقہ میں تحریک کر کے روپیہ فراہم کر کے بھجوائیں۔

دوم۔ جن احباب نے برلن مسجد کی کاپیاں منگوائی ہوئی ہیں۔ وہ چندہ واپسی تک بھجوا دیں۔

سوم۔ جن خواتین نے میناروں کی تعمیر میں حصہ نہیں لیا ان سے احباب اپنی اپنی جگہ تحریک کر کے زیورات اور رقوم وصول کر کے بھجوا دیں۔

چہارم۔ جن جن احباب نے روپیہ کے متعلق خود یا دوسری جگہ سے فراہم کر کے ادا فرمانے کے وعدے کئے ہوئے ہیں وہ اپنے وعدوں کا ایفا کریں۔

پنجم۔ تعمیر مدرسہ میں جن احباب نے اب تک اپنی مد ماہ نومبر کا چندہ حصہ نہیں بھجوایا۔ یا کم بھجوایا۔ وہ جلد اپنی رقم بھجوا دیں

آخر میں عرض ہے کہ دفتر میں ان سب امور کے متعلق وقتاً فوقتاً چٹھیات احباب کی خدمت میں پہنچتی رہتی ہیں۔ مگر بعض احباب توجہ نہیں فرماتے۔ جرمن مشن کے مستقل سالانہ وعدہ کے لئے جن جن احباب کی خدمت میں لکھا گیا ہے۔ ان میں سے اکثر کے جواب نہیں آئے۔ انتظار ہے۔ امید ہے احباب اس طرف جلد توجہ فرمائیں گے

خاکسار

ظہور احمد جائنٹ سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

درخواست

تائید سلسلہ کے لئے ایک رسالہ زیر تصنیف ہے جس کے لئے مجھے تاریخ ابن خلکان کی ضرورت ہے اگر کوئی صاحب [illegible] صرف ایک ماہ کے لئے دے سکیں تو مشکور ہوں گا۔ جواب کا منتظر [illegible]

ہیڈماسٹر صاحب مسلم ہائی سکول کا لیکچر

طلباء جماعت دہم کو

کسی گذشتہ اشاعت میں اس الوداعی پارٹی کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ جو مسلم ہائی سکول کی جماعت دہم کے طلباء کو امتحان انٹرنس کے لئے رخصت کرتے وقت سکول کی طرف سے دی گئی۔ اس موقعہ پر سید غلام مصطفے شاہ صاحب ہیڈماسٹر نے طلباء کو خطاب کرتے ہوئے جو نصیحت آمیز خطبہ پڑھا۔ وہ اس قابل ہے کہ قارئین "پیغام صلح" کے ملاحظہ میں لایا جائے تاکہ وہ اپنے قومی سکول کے قابل اساتذہ اور منتظمین کی دلی خواہشوں اور جذبات سے واقف ہو سکیں وھو ھذا

عزیز طالب علمو! آج تمام اصحاب ذی وقار اولڈ بائز کا اسوقت اجتماع جو آپ بنظر خود دیکھ رہے ہیں۔ میں اس کے اظہار کرنے کے واسطے طوالت سے کام لوں گا کیونکہ آپ بخوبی جانتے ہیں کہ جس مطلب کے واسطے آپ نے اپنا قیمتی وقت اور روپیہ کو صرف کیا ہے وہ بے معنی نہیں تھا۔ اس الوداعی پارٹی کے انعقاد سے صاف مترشح ہے کہ آپ عنقریب اس پیاری درسگاہ کو الوداع کہتے ہوئے ہم سے جدا ہونے والے ہیں۔ میں خوب سمجھتا ہوں کہ اس وقت دو قسم کے خیالات دلوں میں موجزن ہیں اول تو آپ کی تکمیل تعلیم کی پہلی منزل کو طے کرنے کے بعد آئندہ ترقی کے منازل پر قدم زن ہونے کی خوشی۔ دوم وہ جدائی جس سے دل حزن وتاسف سے لبریز نظر آتے ہیں۔

تعلیم کا حقیقی مقصد

عزیزو! تعلیم کا حقیقی مقصد جس پر تمام درسگاہوں کا استقرار ہوتا ہے۔ میں خیال کرتا ہوں۔ بہت سے اس مقصد کو پورا کرنے میں قاصر رہتے ہیں۔ مگر اس درسگاہ کو جس میں آپ نے اپنی عمر کا قیمتی حصہ صرف کیا ہے۔ اور آپ کی تعلیم وتربیت کے کفیل رہی ہے۔ بہت حد تک اس میں کامیابی ہوئی ہے جس کے اعادہ کی میں ضرورت خیال نہیں کرتا۔ ہمارا قول وفعل اور اثر اسکی نمایاں شکل ہے۔ جس سے اسکی روز بروز ترقی کا زینہ ارفع واعلیٰ مقام پر پہنچ رہا ہے۔

حضرت نبی کریمؐ کا ارشاد

عزیزو! تعلیم ایسی چیز ہے جس کے واسطے ہمارے نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے کہ اطلبوا العلم ولوکان بالصین یعنی تم علم حاصل کرو خواہ وہ چین میں ہو۔ اس پر صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا حضرت آپ کس علم کی تلقین فرماتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ العلم علمان علم الادیان وعلم الابدان یعنی وہ علم حاصل کرو جو جسمانی اور روحانی ترقی کا موجب ہو۔

طلباء کو کیا سکھایا گیا

میں خیال کرتا ہوں کہ ان ہر دو علوم کا کچھ نہ کچھ حصہ آپ کی خدمت میں پیش ہوتا رہا ہے جو موجودہ زمانہ کی تعلیم کا خیال رکھتے ہوئے اور اس کے نصاب پر کلی طور پر چلتے ہوئے ہم نے آپ کے اخلاق کو کماحقہ سنوارنے میں کوتاہی نہیں کی ہے۔ یعنی جہاں پر آپ کو یونیورسٹی کے امتحانات میں کامیاب کرنے کے واسطے مقررکردہ نصاب پر عملدرآمد ہوتا رہا ہے وہاں ہم لوگ آپ کی دینی تعلیم سے غافل نہیں رہے ہیں۔ میرے پاس اس کی زندہ مثالیں موجود ہیں۔ مگر میں ان کو معرض تقریر میں لاکر زیادہ وقت لینا نہیں چاہتا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ آپ اس سے بخوبی واقف ہیں۔ صرف اتنا کہدینا ضروری سمجھتا ہوں کہ جہاں پر بھی ہمارے طالب علم اعلیٰ تعلیم کے حاصل کرنے کے لئے کالجوں یا دوسری درسگاہوں میں گئے ہیں۔ ان میں اس سکول کے پاس شدہ طلباء ہمیشہ بنظر تحسین دیکھے گئے ہیں جس کو میں محض اللہ تعالےٰ کے فضل پر محمول کرتا ہوں۔

تبلیغ دین میں حصہ

آپ بخوبی جانتے ہیں کہ اس سکول کی سرپرست ۔ ۔ ۔ ۔ ایک ایسی انجمن ہے جس نے علاوہ تعلیم کے تبلیغ کا بیڑا بھی اٹھایا ہے جو اس کا مقصد اولین ہے۔ چنانچہ چارسو عالم میں جا بجا مشن قائم کئے گئے ہیں۔ اور ان کے اخراجات کی بہ احسن ہر پہلو سے کفیل ہوتی ہے۔ اور اس نے کسی پہلو میں بھی کوتاہی نہیں کی۔ لہذا آپ ان کی اس درسگاہ سے مستفید ہو کر جب دنیا میں داخل ہوں تو اس کی بہتری اور بہبودی کے خواہاں ہونے کے علاوہ اس مقصد کی تبلیغ کو نظر انداز نہ کریں۔ جہاد بالقلم اور جہاد بالفعل ایسا ذریعہ ہے جس سے اب اسلامی دنیا میں آپ اپنی گذشتہ زرین ہسٹری کا اعادہ کر سکتے ہیں۔ لہذا میں بہت زور سے اپیل کرتا ہوں کہ آپ اس سکول کے نصب العین سے بالکل غافل نہ ہوں جہاں کہیں بھی ہوں آپ اس کے ہر رنگ میں ممد ومعاون ہوں۔

مسلمانوں میں اتحاد بڑھاؤ

عزیزو! مسلمانوں میں اسوقت نفاق وعداوت کی لہر زوروں پر ہے۔ ایک بھائی دوسرے بھائی کا گلا کاٹنے میں ذرا دریغ نہیں کرتا۔ اختلاف آراء جو کبھی باعث رحمت خیال کیا جاتا تھا آجکل باعث زحمت ثابت ہو رہا ہے۔ مقام حیرت ہے کہ جو اسلام تمام دنیا کے واسطے صلح وآشتی کا پیغام لیکر آیا تھا اور جس نے دنیا کو ببانگ دہل یہ پیغام دیا تھا کہ لا اکراہ فی الدین اب اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ تلوار کے ذریعہ ہی سے اس کی نشوونما ہوئی ہے اور اسی سے ہی اسکی بقا رہی ہے آمادہ بھی یہی طرز عمل اس کی کامیابی کے حصول کا باعث ہو سکتا ہے اس کو بیگانے تو الگ رہے اپنے ہی افراد ملت تباہ کرنے کے درپے ہیں اور تکفیر بازی کا بازار ہر وقت گرم رہتا ہے۔ جبتک ایک بھائی دوسرے بھائی کو کافر کے لقب سے ملقب نہ کرے اسوقت تک وہ مطمئن نہیں ہوتا۔ بہت سے علمائے اسلام جو مسلمانوں کی اصلاح اور بہتری کے لئے ذمہ دار گردانے گئے تھے۔ وہی اسلام کے بدترین دشمن ثابت ہو رہے ہیں۔

دین کو غلطیوں سے بچاؤ

ان کی ہی گمراہ کرنے والی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ مسلمانوں میں دہریت اور الحاد کی لہر زوروں پر ہے اور ہمارے اپنے افراد ملت ہی مذہب کا تمسخر اور پھبتیاں اڑاتے ہیں اور اسباب پر فخریہ بیان کرتے ہیں اپنی قابلیت کا اظہار کرتے ہیں کہ اسلام ایک دقیانوسی مذہب ہو چکا ہے۔ اور اس مقدس انسان کی تعلیم جس نے کہ چودہ سو برس قبل فاران کی چوٹیوں پر پیغام حق دیا تھا۔ آج پس پشت ڈالی جا رہی ہے اور محض نفسانیت کو نشوونما زندگی خیال کرتے ہوئے قرآن کریم کی تعلیم میں ایک زبردست تحریف کی جا رہی ہے۔ اور اس بزرگ ہستی کو جو ہمارے لئے باعث رحمت وہدایت ہے اب بعض حالتوں میں قابل نمونہ خیال نہیں کیا جاتا۔ ایسے حالات میں میں آپ کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرنا چاہتا ہوں کہ اگر ایسے حالات آپ کے درپیش ہوں تو میرا خیال ہے کہ آپ اندھا دھند تقلید نہ کریں گے۔ بلکہ ان کا زبردست مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوں گے۔ مجھے امید ہے کہ آپ مشعل اسلام کو دنیا میں ۔ ۔ ۔ ۔ روشن کرنے میں بلیغ کوشش سے کام لینگے۔

اسلام کو زندہ مذہب ثابت کرو

آپ اپنے قول وفعل سے لوگوں پر واضح کردیں گے اسلام ہی دنیا میں ایک زندہ مذہب ہے۔ اور اسکی پیروی سے انسان تسکین قلب حاصل کر سکتا ہے وعنداللہ وعندالناس فلاح پا سکتا ہے۔ لہذا آپ کے جذبات سے اپیل کرتا ہوں کہ اس درسگاہ کی بنیاد کے اصول کو اپنے دل میں جگہ دے کر اخوت وہمدردی کا نقش لوگوں کے دلوں پر بٹھائیں اور ان روحانی بیماریوں کا ازالہ کرنے میں ہمہ تن ساعی وکوشاں رہیں۔ اور ان لوگوں کی جو شب وروز اشاعت اسلام میں منہمک ہیں دل وجان سے مدد کرنے کو اپنا فرض اولین خیال کریں۔ اور وہ انجمن جس کو مختلف شعبوں میں ہزارہا روپیہ کے مصارف برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ ان کی مشکلات میں ان کا ہاتھ بٹائیں

عمارت مدرسہ کے متعلق

میں اس موقعہ پر ان طالبعلموں کے نام کا اعلان کئے بغیر نہیں رہ سکتا جنہوں نے سکول کی عمارت کے متعلق میری پہلی اپیل پر لبیک کہتے ہوئے میدان عمل میں قدم زنی کی اور اسوقت تک ۔ ۔ ۔ کی گرانقدر رقم فراہم کر کے اپنی اخوت وہمدردی وایثار کا قابل تعریف ثبوت دیا ہے۔ علاوہ اس رقم کے بہت سے ایسے وعدے بھی ہیں جو وصول نہیں ہوئے مگر میں امید کرتا ہوں۔ وہ بھی عنقریب وصول ہو کر اس رقم میں معتد بہ اضافہ کریں گے میں ان طلباء کے عزیز واقارب کا خاص طور پر شکریہ ادا کرنا ضروری خیال کرتا ہوں جنہوں نے نہایت وسعت قلبی سے وہ ہماری اپیل پر عمل پیرا ہو کر ہماری حوصلہ افزائی فرمائی کیا آپ ۔ ۔ ۔ مرزا عبدالرحمٰن جماعت دہم۔ عبدالرشید جماعت نہم۔ جعفر خاں ونصراللہ خاں جماعت ہشتم جیسے ہمت اور ایثار رکھنے والے افراد موجود نہیں یقیناً ہیں اور ضرور ہیں۔ جنہوں نے سکول کی خاطر دن رات سرگرمی سے کام کیا ہے اور ہمیں نہ صرف اپنے اخلاق حمیدہ کا گرویدہ کر لیا ہے بلکہ جب تک سکول قائم رہے گا۔ ان کا نام سکول کے ساتھ سنہری حرفوں میں ثبت رہیگا۔ میں ان سب کو اساتذہ اور اپنی طرف سے دلی مبارکباد دیتا ہوں۔ اور امید رکھتا ہوں کہ وہ آئندہ بھی اس سکول کا خیال محو نہ کریں گے۔ اور اپنی عملی کارروائیوں سے دوسروں کے واسطے ایک نمونہ ہوں گے۔

اولڈ بوائز سے خطاب

اس موقعہ پر میں اولڈ بائز کو جو مختلف کالجوں میں اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور جنہوں نے ہماری دعوت کو قبول کر کے ہمیں ممنون کیا ہے چند ایک باتیں کہنی چاہتا ہوں کہ یہ سکول کس قدر مشکلات سے ہو کر گذرا ہے اور اب جلدی ہی خدا کے فضل سے ایک نہایت عالیشان عمارت میں تبدیل ہونیوالا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ بھی اسکی بہتری اور بہبودی میں ہماری اعانت کریں گے اس درسگاہ کا آپ پر حق ہے کہ آپ اس کے وفادار افراد ہیں۔ چند منٹ کے لئے دوسری اقوام کے بچوں کی طرف نگاہ ڈالیں اور غور کریں کہ انہوں نے کسقدر ایثار سے اپنے مرکزوں کو قائم رکھنے میں ہمت وجرات سے کام لیا ہے تو آپ کو پہلے اور موجودہ احباب کی محنت شاقہ کا نتیجہ معلوم ہو جائے گا کتنی عمارتیں محض ان کی اپنی ہمت سے ایک مجسم نمونہ نظر آتی ہیں۔ ہندوستان میں آریہ سماج کے ۸ کالج ۴۷ ہائی سکولز اور ۴۹۴ پرائمری اور گرلز سکولز ہیں جو اسوقت ان کی آئندہ آنیوالی نسلوں کیواسطے ایک مرکز مضبوط مرکز تعلیم وتربیت بنے ہوئے ہیں

اس سکول کی عمارت زیر تعمیر ہے۔ اور بورڈنگ ہوس ابھی تیار ہونے والا ہے۔ میں آپ کی خدمت میں پرزور اپیل کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آپ ہر دو عمارتوں کے واسطے اپنی استطاعت اور ہمت کے مطابق روپیہ جمع کرنے میں ہماری مدد کریں گے اور دنیا کو دکھلادینگے کہ اسلامی درسگاہوں کی بنیاد قائم کرنے والے لوگوں میں سے ان کے نونہال ہی ایک زندہ مثال پیش کرنے کے واسطے کافی ہیں۔ علاوہ بریں ایک اور بات کا اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ یہ ابنائے طلباء سابقہ وموجودہ ہم نے اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کے اجراء کا فیصلہ کر لیا ہے جو سکول کے اغراض میں ممد ومعاون ہوگی۔

حاضرین کا شکریہ

آخر میں حضرت مولوی صاحب اور دیگر بزرگوں کا اپنی طرف سے اور اپنے سٹاف کی طرف سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے ہماری ناچیز دعوت کو قبول کر کے ہماری حوصلہ افزائی کی ہے۔ اور ان سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ ہمارے طلباء کے واسطے تہ دل سے دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ ان سب کو ہر طرح فائز المرام کرے۔

میں ہوں آپ کا دعاگو سید غلام مصطفے ہیڈماسٹر

تصحیح

اخبار "پیغام صلح" مورخہ ۸ - مارچ میں برلن مسجد کے ۔ ۔ ۔ چندہ کی جو تفصیل چھپی ہے اس کے اوپر بابو غلام محمد ہیڈکلرک دفتر صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر سرگودھا کا نام درج ہونے سے رہ گیا جن کی معرفت رقم وصول ہوئی۔

اسی طرح خواتین سلسلہ اور برلن مسجد کے مینارے کے ماتحت جو قیمتی فہرست کے زیورات کی جو تفصیل دی گئی ہے اس کے اوپر جیک ۲۷ ابل اوکاڑہ کا نام رہ گیا۔ قارئین کرام درست کرلیں۔

مولوی یعقوب خان صاحب کے تین لیکچر

پہلا لیکچر

انجمن اشاعت اسلام اسلامیہ کالج لاہور نے مولوی یعقوب خان صاحب بی اے ایڈیٹر مسلم مشنری ووکنگ کے تین سلسلہ وار لیکچروں کا انتظام کیا۔۔۔۔ پہلا لیکچر ۲۳ فروری ۱۹۲۵ء کو سات بجے شام کے قریب زیر صدارت آنریبل خان بہادر شیخ عبد القادر صدر پنجاب کونسل شروع ہوا۔ جلسے کی ابتدا قرآن مجید کی تلاوت سے کی گئی۔ اس کے بعد مولوی صاحب موصوف نے "اسلام کا پیغام تمام دنیا کے لئے" موضوع پر انگریزی میں عالمانہ تقریر کی۔ فاضل لیکچرار نے بیان کیا کہ اسلام دین فطرت اور قانون قدرت کے مطابق ہے۔ زمانہ سلف کے دیگر مذاہب کے پیرو بیرحمانہ اور ظالمانہ قربانی اور دیگر قبیح رسوم کو اپنے دیوتاؤں کی خوشنودی کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ مسیحیت نے دنیا میں اس اصول کو پھیلایا کہ انسان فطرتاً گنہ گار واقع ہوا ہے۔ بدھ مت نے زمانہ کے نزوال کا مسئلہ سکھایا۔ اور ہندو مذہب نے مسئلہ تناسخ کا چرچا کیا۔ مگر اسلام دنیا میں ایک افضل اور پاک ترین پیغام لایا۔ اور یہی ایک مذہب ہے جس نے روح شناسی اور انسانیت کا سبق پڑھایا اور خودکشی سے بچایا۔ فاضل لیکچرار نے قرآن مجید کے حوالوں سے ثابت کر دکھایا کہ اسلام تمام مذاہب عالم سے بزرگ ترین مذہب ہے اور زمانہ کے لئے ایک آخری پیغام ہے

اس کے بعد مولوی غلام محی الدین صاحب قصوری نے مقرر کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے اپنی فاضلانہ اور عالمانہ تقریر سے سامعین کو بہرہ اندوز کیا اور یہ بھی فرمایا کہ صرف اسلام ہی عالمگیر مذہب ہے جس نے ہمیں اطاعت اور تسلیم کی خو سکھائی۔ مساوات کا سبق دیا۔ کالے گورے مشرقی اور مغربی تفرقات کو مٹا دیا اور ذاتوں کے جھگڑے سے نجات دلائی۔

اس کے بعد شیخ نیاز علی صاحب وکیل نے اسبات پر زور دیا کہ اسلام امن اور آشتی سکھلاتا ہے اور ایسی اطاعت کا سبق دیتا ہے کہ اس کے ذریعہ سے ہم تمام دنیا پر حکومت کر سکتے ہیں۔

سب سے آخر جناب صدر نے اسبات کو ظاہر کیا کہ صرف اسلام ہی عالمگیر مذہب ہے جس کی بنیاد عقل سلیم پر ہے اسکے اصول اسقدر سادہ ہیں کہ ہر فرد بشر ان پر عمل پیرا ہو سکتا ہے اور یہی ایک ایسا مذہب ہے جس کو عملی مذہب کہہ سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر انہوں نے منشی اشیاء کی حرمت کا ذکر کیا جس کو دیگر مذاہب اب محسوس کر رہے ہیں اور اس معاملہ میں اس تقلید کے لئے سخت کوشش کر رہے ہیں۔ اسی طرح آپ نے کثرت ازدواج کو بنی نوع کے لئے ایک رحمت ثابت کیا۔ بشرطیکہ عورتوں کے مساوی حقوق کی پوری پوری نگہداشت کی جاے۔

حاضرین اور صدر کے شکریہ کے بعد جلسہ برخاست ہوا

دوسرا لیکچر

اس انجمن کی سرپرستی میں مولوی محمد یعقوب خان صاحب بی اے مسلم مشنری ووکنگ نے زیر صدارت ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین ایم اے ایل ایل ڈی بیرسٹر ایٹ لاہور "اسلام اور موجودہ نسل" کے موضوع پر حبیبیہ ہال اسلامیہ کالج لاہور میں بتاریخ ۲۴ فروری ۱۹۲۵ء ساڑھے سات بجے شام کو دوسرا لیکچر دیا۔ قرآن شریف کی تلاوت کے بعد فاضل لیکچرار نے فرمایا کہ نوجوانوں کو اسلام کے پیغام کے ساتھ خاص موانست ہے ہوتی ہے شباب نے جو قبیح رسوم سے بیزار بیٹھا تھا۔ اسلام کے ٹھنڈے اور خوشگوار سایہ کے نیچے آنا پسند کیا کیونکہ اسلام ایک ایسا پیغام ہے جس کی قدر صرف آزاد اور حریت پسند روح ہی کر سکتی ہے۔

ہندوستان کے نوجوان مسلموں کے دلوں میں اسلامی تڑپ نہیں جو کہ آزاد ملکوں کے مسلمانوں کے دلوں میں ہے۔ جنگ عظیم میں آکسفورڈ اور کیمبرج کے طلبا نے اپنے قلموں کو پھینک کر بندوقوں کو جا اٹھایا تا برٹش جیک کی حفاظت کریں لیکن آج کے کیمبرج یعنی اسلامیہ کالج کے نوجوانوں کے سینوں میں [illegible] اسلامی اضطراب نہیں اور یہ قصور سلسلہ تعلیم کا ہے نہ کہ نوجوانوں کا لیکن پھر بھی مسلم نوجوانوں کو اپنے مذہب کی آبرو اور حرمت کا خیال ہونا چاہئے۔ مولوی صاحب موصوف نے فرمایا کہ مذہب کا اصل مقصد مفقود ہو چکا ہے۔ کیونکہ اسلام کا اصل مقصد روح کا رسومات باطلہ سے آزاد کرنا ہے لیکن آج کل کے مسلمان کلمہ شریف کو بار بار پڑھنا ہی اسلام سمجھتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے ایک وہ حصہ ہے جو مکہ میں گذرا۔ اور جہاں آپ نے مسلمانوں کو رسوم باطلہ اور جہالت سے نجات دلائی۔ جب ضمیر کو ایسی کمزوریوں سے بچایا گیا تب بدنی آزادی کی ضرورت [illegible] ہوئی کیونکہ آزاد روح غلام بدن میں نہیں سما سکتی۔ دوسرا حصہ آپ کی زندگی کا مدینہ میں گذرا۔ جہاں آپ نے مسلمانوں کی روح و بدن دونوں کو ان رسوم باطلہ سے آزادی دلائی۔

فاضل مقرر نے فرمایا کہ اسلام اسوقت ایک عجیب نزلزل کی حالت میں ہے اور یہ ہر مسلم کا فرض ہے کہ وہ اسے نازک دور سے بچا لے۔ ۱۹۲۴ء میں پاپائے روم نے مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لئے اپنے پیروؤں پر آٹھ آنہ فی کس کے حساب سے سالانہ ٹیکس لگایا۔ اور ایک سال میں تین کروڑ پونڈ اکٹھا ہو گیا۔ اور اس روپیہ سے اسلامی ملکوں میں وفود روانہ کئے جا رہے ہیں۔ کیا موجودہ نسل کے نوجوان اسلامی بہبودی کے لئے کچھ نہیں کر سکتے۔ امریکہ نے دس ہزار گریجویٹ طلبا۔ اسلامی ملکوں میں عیسائیت کی تبلیغ کے لئے بھیجے ہیں۔ اب میرا سوال یہ ہے کہ اسلامیہ کالج نے کتنے طلبا اپنی تبلیغ کے لئے بھیجے۔ مجھے اسبات کے کہنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ موجودہ نسل کو اپنی اس خطرناک پوزیشن کو سمجھنا چاہئے اور چاہئے کہ اپنی ضمیر اور اپنی روح کو آزاد کر کے اسلام کا اصلی مقصد سمجھیں۔

اس کے بعد جناب صدر نے لیکچر پر اپنی رائے ظاہر کی اور مسلم نوجوانوں سے اپیل کی کہ وہ عیسائیت سے سبق حاصل کریں اور جس طرح وہ اپنی تبلیغ کے لئے اسلامی ملکوں میں رضاکار بھیج رہے ہیں اسی طرح یہ بھی اپنی تبلیغ کے لئے سرگرم کوشش کریں۔ پھر جناب صدر نے فرمایا کہ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آجکل کے نوجوان اپنے مذہب کے فرائض سے بالکل بے خبر اور بے پروا ہیں۔ ان کو چاہیے کہ اپنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دین کو پھیلائیں۔ اور دنیا و آخرت میں سرخرو ہوں۔ شکریہ صدر کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔

تیسرا لیکچر

سلسلہ وار لیکچروں کا آخری لیکچر مولوی محمد یعقوب خان صاحب بی اے مسلم مشنری ووکنگ نے زیر صدارت خان بہادر چودھری شہاب الدین صاحب بتاریخ ۲۵ فروری ۱۹۲۵ء انگریزی میں دیا۔ اس مضمون کا عنوان "اسلام اور مغرب" تھا۔ فاضل لیکچرار نے بیان کیا کہ یورپ عیسائیت سے بالکل تنگ آ گیا ہے کوئی شخص اس مذہب کی پروا نہیں کرتا۔ جنگ سے پہلے مغرب بالکل مادہ پرست تھا۔ لیکن اب وہ روحانیت کی طرف آ رہا ہے اگر ان لوگوں کے سامنے اسلام اچھی طرح پیش کیا جائے تو وہ ضرور اسے قبول کر لینگے۔ انجیل میں وہ ہر قسم کی تبدیلیاں کر رہے ہیں۔ سرمایہ داروں اور مزدوری پیشہ لوگوں کے درمیان یورپ کے ممالک میں جنگ جاری ہے سرمایہ دار ایک انتہا پر ہے تو بولشویک دوسری انتہا پر لیکن اسلام نے ان دونوں کے درمیان ایک حد قائم کر دی ہے۔ اس نے سرمایہ داری اور بولشوزم دونو کو مذموم قرار دیا ہے اور ایسے قوانین بنائے ہیں جن سے دولت قریباً قریباً یکساں طور پر لوگوں میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ فاضل مقرر نے طلبا پر زور اپیل کی اور کہا کہ اگر مسلمان ہمت کریں تو مغرب کو مسلمان بنا لینا کوئی مشکل امر نہیں۔ اسلام نے صرف مفتوحہ اقوام کو اپنا حلقہ بگوش بنایا۔ بلکہ فاتح بھی اپنی غلامی میں شامل کر لیا۔ کیا تعجب ہے کہ کسی دن [illegible] برطانیہ اسلام کی غلامی میں داخل ہو جاے اسکے بعد شیخ عظیم اللہ صاحب وکیل نے ایک فاضلانہ تقریر کی جس میں آپ نے نوجوان مسلموں کی مذہب سے بے اعتنائی کا شکوہ کیا۔ اور ان کو اسلام کی اشاعت میں مستعدی سے کام لینے پر زور دیا۔ اسکے بعد اسلامیہ کالج کے ایک طالب علم محمد اکبر نے بتایا کہ عیسائیت سے مغرب کیسے بیزار ہوتا چلا جا رہا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ آجکل عیسائیت تاریکی میں ہے جیسا کہ یونان اور روم عیسائیت سے ظاہر ہوتے ہیں اور کہا کہ یہی وجہ ہے کہ یورپ جو سائنس کی ترقی پر نازاں ہے تثلیث کا کس طرح قائل ہو سکتا ہے۔

تازہ خبریں

فونڈیشن کمیٹی کی مقرر کردہ سب کمیٹی نے جامعہ کو دہلی منتقل کر دینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اب یہ ایک آزاد قومی درسگاہ ہے۔ اور عملی سیاسیات سے اسکو مطلق تعلق نہ ہوگا اس کی رجسٹری کرائی جائیگی۔ اس کے اُستادوں اور عہدہ داروں کا از سر نو انتخاب کیا جائے گا۔ شیخ الجامعہ کو مالی ذمہ داریوں سے سبکدوش کر دیا جائے گا۔ ڈاکٹر انصاری کے معتمد مالیات بنائے جائینگے تجویز ہے معلوم ہوا ہے کہ ان تمام مسائل کا آخری فیصلہ ۷ مارچ کو علیگڑھ میں کیا جائے گا۔

جناب شیخ صادق حسن صاحب ممبر لیجسلیٹو اسمبلی نے ذیل کے سوالات پیش کرنے کا نوٹس دیا ہے۔

الف۔ کیا گورنمنٹ اس امر سے آگاہ ہے کہ گذشتہ چند ماہ سے گندم اور اناج کے نرخ میں بہت اضافہ ہو رہا ہے۔

ب۔ کیا گورنمنٹ کو معلوم ہے کہ ۱۹۲۴ء کی فصل خریف کی نسبت ۱۹۲۵ء کی فصل خریف کی اجناس کا نرخ بہت چڑھ گیا ہے۔

ج۔ کیا گورنمنٹ کو یہ بھی معلوم ہے کہ ۱۹۲۴-۲۵ء میں گندم و دیگر اجناس کی برآمد ۱۹۲۳-۲۴ء کی نسبت زیادہ ہوئی ہے۔

اگر ان سوالات کا جواب اثبات میں ہو تو کیا حکومت پبلک کو قحط سے محفوظ رکھنے کے لئے گندم کی برآمد کی قطعی ممانعت کے احکام صادر کرے گی۔

حکومت ایران نے فیصلہ کیا ہے کہ اس سال کے لئے کوئی پروانہ راہداری جاری نہیں کیا جائے گا۔

حکومت کے تازہ حاصل کردہ اختیارات کا پہلا نتیجہ اخبار "توحید افکار" کے بند کر دینے کی صورت میں ظاہر ہوا۔ یہ اخبار نہایت ہر دلعزیز تھا۔ اور اسکی بہت بڑی اشاعت تھی۔ گو یہ کسی جماعت کی ملکیت نہیں تھا۔ مگر حکومت پر نکتہ چینی کرتا رہتا تھا ایک اور اہم اخبار "طنین" نے آئندہ ہر قسم کی سیاسی خبروں اور ان پر تنقید و تبصرہ کرنے سے احتراز کیا ہے۔

مینگلیم میں تقریر کرتے ہوے مسٹر بالڈوین نے کہا کہ یورپ میں تباہ کن مرض یہ ہے کہ فرد فرد اور قوم قوم میں شکوک و بدظنی موجود ہے آپ نے کہا کہ اگر جرمنی اپنا فرض ادا کرے تو کوئی وجہ نہیں کہ یورپ وسطے کے ساتھ تجارت از سر نو بحال نہ ہو جاے امور داخلہ پر بحث کرتے ہوے آپ نے کہا کہ صنعت و حرفت کے لئے ایک تباہ کن طوفان پیدا ہو رہا ہے جو اگر برپا ہو گیا تو تباہی و بربادی کا موجب ہوگا۔ اور خارج البلد کا [illegible] بنا دیگا۔ آپ نے کارخانہ داروں اور مزدوروں کی انجمنوں سے اپیل کیا کہ بیٹھ کر ٹھنڈے دل سے ان مشکلات کے حل کرنے کی تجاویز پر غور کریں کیونکہ یہ کام سیاستدانوں کی نسبت وہ زیادہ اچھی طرح انجام دے سکتے ہیں۔

غنیہ البطریق کے متعلق یونان اور ترکی کے مابین گفت و شنید کا سلسلہ از سر نو جاری ہو گیا ہے۔ "اخبار ٹائمز" کا نامہ نگار مقیم استنبول لکھتا ہے کہ سیاسیات ترکیہ کے تازہ تغیر کی وجہ سے یقین کیا جاتا ہے کہ اس مسئلہ کے متعلق تصفیہ ہو جاتے کا اب پہلے کی نسبت زیادہ امکان ہے کہ یہ کارروائی تغیر پسندوں بالخصوص مزدور حلقوں کی سرگرمیوں کی وجہ سے ضروری ہوگئی ہے۔ مباحثہ کے دوران میں پولیس کا ایک زبردست دستہ ایوان کے گرد موجود تھا تاکہ اگر کوئی مظاہرہ عمل میں آئے تو اسے دبا دیا جائے تین مظاہرہ کنندے جن میں سے اکثر مزدور ہیں گرفتار کئے گئے۔

اخبار "ویسٹ منسٹر گزٹ" وائسرائے کی طلبی انگلستان کو بدظنی و شبہ کی نگاہ سے دیکھتے ہوے لکھتا ہے کہ موجودہ وقت کسی نئے تجربہ کے لئے موزوں نہیں ہے۔

تارکا پتہ "مسلمان لاہور"

الصلح خیر

ہفتہ میں دو بار ہر اتوار اور بدھ کو ٹھیک وقت پر شائع ہوتا ہے

اخبار پیغام صلح

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳

جلد ۱۳ — نمبر ۳۸

دفتر احمدیہ بلڈنگس لاہور یوم اتوار مورخہ ۱۹ شعبان المکرم ۱۳۴۳ ہجری مطابق ۱۵ مارچ ۱۹۲۵ء

معاصر ہمدرد اور قتل مرتد

(۳)

کیا احمدی مرتد ہیں؟

ہم گذشتہ دو صحبتوں میں حتی الامکان کافی تفصیل کے ساتھ اپنی سمجھ اور حقیر معلومات کی بنا پر قرآن حکیم اور احادیث سے یہ ثابت کر چکے ہیں۔ کہ اسلام میں مرتد کی کوئی سزا نہیں۔ اور اگر نے جو قتل اختیار کیا ہے۔ وہ بھی بربنائے ارتداد نہیں۔ بلکہ بربنائے حرب ہے۔ اور حربی ضرورت پر قتل آج بھی جائز ہے اور تمام دنیا کا اس پر عمل ہے۔

جب ارتداد کی سزا نہیں ہے تو بربنائے ارتداد افغانستان کا احمدیوں کا قتل و رجم سخت افسوسناک ہو جاتا ہے۔

اگر فرض کر لیا جائے کہ ارتداد کی سزا قتل ہے۔ تو اس کے بعد یہ سوال باقی رہتا ہے۔ کہ کیا احمدی جماعت مرتد ہے؟ اور وہ اب مسلمان نہیں رہی۔ ہمارے نزدیک احمدیوں کو کافر اور مرتد کہنا سخت ظلم اور ناانصافی ہے جب کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔

اس وقت احمدیوں کی دو جماعتیں ہیں۔ لاہوری جماعت کے عقائد تو بالکل عام مسلمانوں کے سے ہیں۔ وہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو مجدد مانتے ہیں لو بس۔ اور غالباً ہندوستان کے وہ کافر گر و کفر ساز مولوی بھی ان کو کافر و مرتد نہیں کہتے جن کا یہی دلچسپ مشغلہ ہے۔

اب رہے قادیانی احمدی یعنی مرزا بشیر احمد صاحب کے حلقہ کے لوگ۔ بے شک ان کے عقائد عام مسلمانوں سے بالکل الگ ہیں اور ہم ان کو صحیح نہیں سمجھتے۔ مگر باوجود ان کے غلط عقائد کے ان کو کافر و مرتد کہنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اہل قبلہ ہیں۔ توحید و رسالت، قرآن اور حدیث کو مانتے اور عبادات و معاملات میں فقہ حنفی پر عمل کرتے ہیں۔ صوم و صلوٰۃ اور حج و زکوٰۃ کو فرض تسلیم کرتے اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ قرآن کو کلام الٰہی اور رسول اللہ کو افضل الرسل اور خاتم الانبیاء مانتے ہیں۔ باقی مرزا غلام احمد صاحب کے متعلق جو خیال انہوں نے قائم کر لیا ہے وہ ہمارے لحاظ سے غلط و باطل ہے۔ مگر بہرصورت وہ قصور فہم و کوتاہی فہم کی وجہ سے ہے۔ وہ آیات و احادیث میں تاویل کرتے ہیں۔ اور مثال کو [illegible]

اب کسی نے مرتد و کافر نہیں کہا۔ مرتد کی تعریف یہ ہے کہ جو اپنی زبان سے کہہ دے۔ کہ ہم نے دین اسلام کو چھوڑ دیا۔ کسی دوسرے شخص یا جماعت کو یہ حق نہیں۔ کہ کسی ایسے شخص کو وہ مرتد یا کافر قرار دے۔ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو۔ قرآن یہاں تک کہتا ہے کہ لا تقولوا لمن القیٰ الیکم السلام لست مومنا۔ جو تم کو سلام کرے اس سے یہ مت کہو کہ تو مومن نہیں۔

اگر قصور فہم و تاویلات بعیدہ کی بنا پر کفر و ارتداد کے فتوے نکلنے اور احکام جاری ہونے لگیں گے۔ تو کوئی فرقہ بھی کفر و ارتداد کی زد سے نہیں بچ سکتا۔ واقعہ یہ ہے کہ قادیانی جماعت کے جو کچھ بھی عقائد ہیں۔ وہ آیات و احادیث کے سوء فہم و قصور علم کی بنا پر ہیں۔ ایک آیت کے معنے جو ہم سمجھے ہوئے ہیں۔ وہ اس کے دوسرے معنے مراد لیتے ہیں۔ ہماری طرح وہ بھی اپنے عقائد کے ثبوت میں آیات و احادیث کے معنی و مفہوم کو اپنے طور پر اپنے فہم و ادراک کے مطابق پیش کرتے ہیں۔ اور یہ مسلمہ مسئلہ ہے۔ کہ متأول کو مرتد یا کافر نہیں قرار دیا جا سکتا۔ اس کے علاوہ مرتد کی سزا قتل بتلائی جاتی ہے نہ کہ رجم۔ مگر افغانستان میں ان کو رجم کیا جا رہا ہے جو ایک نئی اختراع ہے۔

اگر مناظرانہ الزامات کفر و ارتداد کو معتبر قرار دیا جائے۔ تو پھر تمام فرقے ایک دوسرے کے نزدیک واجب القتل ٹھیرتے ہیں۔ بہت سے غالی اور متقشف علمائے احناف شیعوں کو بھی کافر سمجھتے ہیں۔ بالخصوص قائلین افک عائشہ (رض) کو۔ اسی طرح شیعہ خوارج کو کافر کہتے ہیں۔ اور مناظرانہ حیثیت میں تمام فرقے ایک دوسرے کے عقائد کو باطل ٹھیراتے اور کفر و ارتداد سے تعبیر کرتے ہیں۔ بریلی کے دار الکفر سے سیکڑوں علماء حق کی نسبت کفر کے فتوے صادر ہوئے، خصوصاً مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر حضرت شیخ الہند قدس سرہ العزیز تک تمام علمائے دیوبند ان کے نزدیک بالکل ہی مرتد و کافر تھے۔ کیا یہ سب واجب القتل نہیں ٹھیرتے۔ اور کیا اس طریقہ پر ایسے فتنہ کا [illegible] مفہوم اصطلاح شرع میں یہ ہے۔ کہ کسی شخص کو اس [illegible] ستانا اور اس پر اس لئے ظلم روا رکھنا کہ وہ اپنے عقیدے سے [illegible] جائے جس طرح کفار مکہ مسلمانوں کو ستاتے تھے۔ اور صرف اللہ کو اپنا رب کہنے پر طرح طرح کے ظلم و ستم ان پر کرتے تھے [illegible] جس کی بابت قرآن کی آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔ [illegible]

ظلموا [illegible]

[illegible] بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ) دروازہ نہیں کھل جاتا۔ جو لا انتہا تباہی و بربادی کا باعث ہو گا۔

مولوی نعمت اللہ کی سنگساری کے متعلق مختلف روایات سننے میں آئی ہیں۔ اور گو سبب رجم ارتداد ہی کو قرار دیا گیا ہے۔ لیکن افغانی جرائد میں وہ تمام فتاوے شائع ہو چکے ہیں۔ مگر اس کے باوجود بیان کیا جاتا ہے۔ کہ اصل سبب قتل سیاسی ہے۔ لہور بغاوت خوست میں بھی اسی چیز کا دخل تھا یعنی کہا جاتا ہے۔ کہ امیر کے متعلق یہ مشہور کیا گیا تھا کہ وہ قادیانی ہو گئے ہیں۔ لہٰذا ان کی اطاعت واجب نہیں رہی۔ کیونکہ اب وہ مسلمان ہی نہیں رہے۔ اور احمدی یہ مشہور کر کے تبلیغ میں اس سے مدد لیتے تھے۔ اس بنا پر حکومت کے لئے رجم ضروری ہو گیا۔ دوسری روایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ افغانستان کے خلاف خفیہ سازش میں مولوی نعمت اللہ شریک تھے۔ اور کہا جاتا ہے کہ بغاوت خوست میں ان کا بھی ہاتھ تھا۔ اور غیر مسلم بیرونی طاقت کے ہاتھ میں وہ کھیل رہے تھے۔

ایک تیسری روایت یہ بیان کی جاتی ہے۔ کہ بعض اصلاحات کے نفاذ سے شورش پسند ملاؤں نے امیر کو مخالف شریعت مشہور کر دیا ہے۔ اور بغاوت خوست میں اسی حربہ سے زیادہ تر کام لیا گیا۔ اور چونکہ بہت سے تنگ دل علمائے افغانستان احمدیوں کو مرتد سمجھتے ہیں۔ اس لئے انہوں نے مجبور کر دیا۔ کہ سنگساری عمل میں آئے۔ اور امیر صاحب باوجود ذاتی طور پر اس کے مخالف ہونے کے مجبور ہو گئے۔ کہ علماء کے فتوے کے مطابق رجم کا حکم صادر کر دیں۔ اگر وہ اس سے انکار کرتے تو ان کی بے دینی و ضلالت کے قصے مشہور کر کے ملک میں شورش و بغاوت کو مزید تقویت دی جاتی۔ اور علاوہ خوست کے دوسرے علاقوں میں بھی بغاوت کے پھوٹ پڑنے کا اندیشہ تھا۔

یہ تمام بیانات زبانی اور قیاسی ہیں۔ دنیا کے سامنے جو چیز آئی ہے وہ یہ ہے۔ کہ نعمت اللہ کے ارتداد کا فتوے دیا گیا۔ اور اس فتوے کے مطابق ان کی سنگساری عمل میں آئی۔ چنانچہ اس فتوے کی نقل اور احکام حکومت کی نقل اخبارات میں شائع ہو چکی ہے۔

اگر اس قتل کے سیاسی وجوہ ہیں۔ تو دوسری بات ہے۔ مگر ضرورت اس امر کی ہے کہ صاف صاف سیاسی وجوہ ظاہر کر دی جائیں۔ [illegible] سبب کا جامہ نہ پہنانا چاہیئے۔

بقیہ پر صفحہ کالم ۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح
لاہور

جلد ۱۳، ۱۹ شعبان المکرم ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۵ مارچ ۱۹۲۵ء نمبر ۳۸

توبہ اور اس کا صحیح مفہوم

(خطبہ جمعہ مورخہ ۲۷ فروری ۱۹۲۵ء)
(فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ)

یا ایہا الذین امنوا توبوا الی اللہ توبۃ نصوحا . . . . الی . . . انک علی کل شیء قدیر

یا ایہا الذین امنوا۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو توبوا الی اللہ ۔ اللہ کی طرف توبہ کرو۔ توبۃ نصوحا ۔ ایسی توبہ جو ہر ایک کھوٹ سے پاک اور صاف ہو۔ نصح اصل میں کہتے ہیں خالص چیز کو اور توبۃ النصوح اس توبہ کو جو ہر ایک کھوٹ سے پاک ہو۔

توبہ کا ایک مفہوم

تو وہ ہے جس کو عام لوگ جانتے ہیں یعنی کسی گناہ کے بعد اللہ کی طرف رجوع کرنا۔ یا جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے کسی گناہ کی معافی اللہ تعالےٰ سے چاہنا۔ بلاشبہ یہ بھی انسان کیلئے ایک نہایت ضروری بات ہے۔ انسان سے بعض اوقات کوئی معصیت خدا کی نافرمانی یا کسی فعل شنیع کا ارتکاب ہو جاتا ہے۔ اس کے لئے اللہ سے معافی مانگنا ایک نہایت ضروری امر ہے۔ لیکن جس چیز کو لوگوں نے توبہ سمجھا ہوا ہے۔ کہ منہ سے کہہ دیا جائے کہ میں توبہ کرتا ہوں یہ کوئی توبہ نہیں۔

توبہ کے مؤثر ہونے کیلئے

ضروری ہے کہ اول انسان کو جو برا فعل اس سے ہوا ہو۔ اس کی برائی کا اعتراف ہو۔ بہت لوگ ہیں جو برا کام کرتے اور اسے اچھا سمجھتے ہیں۔ تکبر کو خودداری سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور طرح طرح کے پردے اپنی برائیوں پر ڈال کر دل کو تسلی دے لیتے ہیں۔ وہ بجائے اس کے کہ اپنے ہر ایک فعل پر تحقیق کی نگاہ ڈالیں۔ اپنے ہر ایک فعل کو اچھا سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ یہ بہت بری مرض ہے . . . . جس کی اصلاح بہت مشکل ہو جاتی ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے کہا ہے۔ لا تزکوا انفسکم اپنے آپ کو پاک مت کہو۔ اگر کوئی اچھے کام کرتا ہے تو ان پر اترائے نہیں۔ یہ مت سمجھے کہ میں نے کوئی بڑا کام کیا۔ اگر اچھا کام کرکے اپنے آپ کو سراہنے لگ جاتا ہے تو خوب یاد رکھو کہ اس کا اس کام کو کرنا نہ کرنا برابر ہو جاتا ہے۔ مگر تو

پہلی شرط توبہ کیلئے

یہ ہے کہ اپنی برائی کا اعتراف کرے۔ اپنی کمزوری کا اعتراف ایسے ہو۔ انسان کو دن رات جہاد کرنا پڑتا ہے۔ شیطان کہہ لو۔ اپنا نفس کہہ لو۔ ان کے ساتھ لڑنا پڑتا ہے۔ اور بعض اوقات اس جہاد میں گر بھی جاتا ہے لیکن اس کا گرنا اتنا خطرناک نہیں جتنا یہ خطرناک ہے کہ اسے احساس ہو کہ میں گرا نہیں۔ اس کے بعد

دوسری بات

یہ ہے کہ انسان عزم کرے کہ آئندہ برے فعل کا ارتکاب نہ کروں گا۔ کسی معصیت سے توبہ ہرگز قبول نہیں ہوتی جب تک آئندہ کے متعلق عزم نہیں کر لیتا۔ کہ اس کے قریب نہ جاؤں گا۔ اگر ایسا عزم کر لے تو پھر وہ فی الحقیقت گناہ سے بچ سکتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے انسان کے عزم کو اتنا بلند رکھا ہے کہ [illegible]

ہوں تو ٹل جاتے ہیں۔ اس لئے اگر انسان سچے دل سے عزم کرے تو پھر توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ ممکن ہے کہ اس کے بعد بھی بعض وقت پھر ٹھوکر کھا جائے۔ لیکن بہت کم ایسا ہوگا۔ پھر اس کا عزم یا ارادہ کر لینا بھی کافی نہیں۔ جب تک ایک

تیسری شرط

پوری نہ ہو۔ اور انسان ایسی کوشش نہ کرے کہ دوبارہ اس کا قدم معصیت کی طرف نہ جانے پائے۔ مثلاً اگر جھوٹ بولنے کی عادت ہے۔ تو ان جگہوں یا ان کاموں سے بچنے کی کوشش کرے۔ جن کی وجہ سے جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔ بسا اوقات بعض صحبتیں ہوتی ہیں۔ جن میں خواہ مخواہ انسان کو جھوٹ بولنے کی عادت پڑ جاتی ہے۔ ایسی صحبتوں سے حتی الوسع بچے، اور اگر کبھی کوئی ایسا موقعہ بھی پیش آ جائے۔ کہ جھوٹ کے بغیر دکھ اٹھانا پڑتا ہو۔ تو دکھ اٹھا لے۔ لیکن جھوٹ نہ بولے۔ غرض یہ تیسری شرط ہے۔ توبہ کی جس کے بغیر توبہ ہرگز مکمل نہیں ہوتی۔

لیکن اس کے علاوہ

ایک اور توبہ

بھی ہے۔ توبہ کے اصل معنے ہیں لوٹ آنا۔ رجوع کرنا اسی لئے توبہ کا لفظ جس طرح انسان پر بولا جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ پر بھی بولا جاتا ہے تواب خدا تعالےٰ کا نام ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ توبہ کے معنے نرے یہ نہیں۔ کہ گناہ سے لوٹ کر آئے۔ بلکہ مطلق لوٹ آنے یا رجوع کرنے پر بھی توبہ کا لفظ بولا جاتا ہے۔ اسی لئے حدیث قدسی میں ہے۔ کہ اگر بندہ خدا کی طرف چل کر جاتا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ دوڑتا ہوا اس کی طرف آتا ہے۔ فی الحقیقت اگر صرف انسان ہی خدا کی طرف رجوع کرنے والا ہوتا۔ تو توبہ کا مفہوم پورا نہ ہو سکتا۔ تو توبہ دراصل یہ ہے۔ کہ انسان کی توجہ اللہ تعالےٰ کی طرف ہو۔ اور ہر حالت میں ہو۔ یہ ایسی بات ہے کہ انسان اپنی قوت اور طاقت سے اس کے اوپر قادر نہیں۔ اسی لئے سکھایا ایاک نعبد و ایاک نستعین تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

غرض یہ دوسری توبہ ہی ہے جس کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے یا ایہا الذین امنوا توبوا الی اللہ توبۃ نصوحا ۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو۔ اللہ کی طرف اس طرح رجوع کرو۔ کہ ہر قسم کے کھوٹ سے تمہارا دل پاک ہو۔ ہر ایک غل اور غش اور میل سے اپنے آپ کو پاک کر کے خدا کی طرف آؤ۔ ہر ایک برائی اور گند سے صاف ہو کر آستانہ الٰہی پر گرو۔ یہی وہ توبہ تھی جس نے صحابہ رضی کی زندگیوں میں یہ نظارہ پیدا کیا۔ کہ وہ کامل طور پر خدا کے لئے ہو گئے اور دنیا کو ایسا چھوڑا کہ پھر اس کی طرف توجہ ہی نہیں کی۔ تو

توبہ کے معنے

یہ ہیں کہ اپنی کام قوتوں اور طاقتوں کو دنیا کی طرف سے پھیر کر خدا کی طرف رجوع ہونا۔ شائد اس سے یہ خیال ہو۔ کہ دنیا کو چھوڑ کر گوشہ تنہائی کو اختیار کرنے کے لئے کہا جاتا ہے۔ مگر نہیں گوشہ تنہائی اختیار کرنا ضروری نہیں۔ بلکہ اپنے خیالات اور اپنی توجہ کو دنیا کی طرف سے پھیرنا ہے۔ کام وہی کرے جو دنیا میں اور لوگ کرتے ہیں لیکن

صرف اپنے نقطۂ نگاہ کو بدل لے

ہر ایک شخص شادی بیاہ کرتا ہے۔ اور وہ شخص بھی جو اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ شادی بیاہ کرتا ہے۔ لیکن اس کا نقطۂ نگاہ کچھ اور ہوتا ہے اور باقی لوگوں کا کچھ اور۔ توبہ سے دراصل انسان پر تبدیلی وارد ہونا مراد ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک دریا چل رہا ہو۔ اس کا رخ کسی اور طرف پھیر دیا جائے۔ اپنی زندگی کے تمام افعال تمام قوتوں کو کسی اور طرف پھیر دینا یہ توبہ ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ان میں سے جو سب سے بڑی بات ہے۔ اس پر قرآن میں سب سے بڑھ کر توجہ دلائی ہے۔ انسان کیلئے

جو چیزیں سب سے بڑی کشش کا موجب ہیں

ان کا ذکر فرماتا ہے۔ زین للناس حب الشہوات من النساء والبنین والقناطیر المقنطرۃ من الذہب والفضۃ والخیل المسومۃ والانعام والحرث ذلک متاع الحیوۃ الدنیا واللہ عندہ حسن المآب۔ لوگوں کو پیاری معلوم ہوتی ہیں۔ خواہشات کن کی ؟ من النساء عورتوں کی والبنین اور بیٹوں کی والقناطیر المقنطرۃ من الذہب والفضۃ اور ڈھیروں ڈھیر سونا اور چاندی۔ والخیل المسومۃ والانعام والحرث اور اونٹ۔ گھوڑے اور مویشی اور کھیتی باڑی ذلک متاع الحیوۃ الدنیا۔ یہ دنیا کی زندگی کا تھوڑا سا سامان ہے۔ واللہ عندہ حسن المآب ۔ اور اللہ تعالےٰ کے ہاں بہتر سامان ہیں۔ پھر فرماتا ہے۔ قل اؤنبئکم بخیر من ذلکم للذین اتقوا عند ربہم جنت تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا و ازواج مطہرۃ و رضوان من اللہ واللہ بصیر بالعباد۔ کہہ دے کیا میں تمہیں ان چیزوں سے بہتر کا پتہ دوں۔ جو ان لوگوں کے لئے جو تقوے اختیار کرتے ہیں ان کے رب کے ہاں جنات ہیں۔ ان کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ اسی میں رہ پڑیں گے۔ اور ان کے لئے پاک ازواج بھی ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کی خوشنودی بھی اور اللہ اپنے بندوں کو دیکھتا ہے۔ پھر فرماتا ہے۔ لا تمدن عینیک الی ما متعنا بہ ازواجا منہم ولا تحزن علیہم واخفض جناحک للمؤمنین۔ اپنی آنکھوں کو تو اس کی طرف نہ پھیلا۔ جو ہم نے ان کو ان میں سے ازواج دیئے ہیں۔ اور نہ غمگین ہو اور مومنوں کے لئے رحمت کے بازو پھیلا۔ کہیں فرماتا ہے۔ المال والبنون زینۃ الحیوۃ الدنیا والباقیات الصالحات خیر عند ربک ثوابا و خیر املا ۔ مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی زینت ہیں۔ لیکن فرماتا ہے کہ ان سے بڑھ کر کوئی اور چیزیں ہیں جو باقی رہنے والی ہیں۔ ان کی طرف توجہ ہونی چاہیئے۔ ایک حسن ظاہری ہے۔ ایک وہ حسن ہے جس کو دل کی آنکھیں دیکھتی ہیں۔ ظاہری حسن پر اپنی توجہ کو لگا دینا منفی نہیں۔ جو لوگ خدا سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ ظاہری حسن سے باطنی حسن کی طرف توجہ کو لگاتے ہیں۔ ظاہر سے باطن کی طرف جانا یہی حقیقت میں توبہ ہے۔

کہا جائے گا کہ ان چیزوں سے توجہ کو پھیرنا بڑا مشکل ہے یہ محض

ایک وہم

ہے۔ دیکھئے ہر انسان جب لباس پہننے لگتا ہے۔ تو اس پر بڑی توجہ صرف کرتا ہے۔ کہیں سے میلا نہ ہو۔ کہیں شکن نہ ہو۔ کسی طرح برا معلوم نہ ہو۔ بظاہر وہ سمجھتا ہے کہ اسی اچھے لباس کی وجہ سے اس کی عزت ہے۔ لیکن کبھی غور نہیں کرتا کہ میں نے کبھی کسی کی عزت اس کے اچھے لباس کی وجہ سے کی ہے ؟ یا میں اس کی خوبیوں کو دیکھ کر اس کی عزت کرتا ہوں۔ تو عزت اس ظاہری حسن کی وجہ سے نہیں۔ دولت کی وجہ سے نہیں۔ کیا کبھی تم نے کسی کی عزت اس وجہ سے کی ہے۔ کہ وہ بڑی دولت کا مالک ہے ؟ ہرگز نہیں۔ تو خوب یاد رکھو۔ کہ یہ چیزیں جو بظاہر عزت کا موجب ہیں۔ عزت کا موجب دراصل نہیں۔

عزت کا موجب

دراصل کوئی اندرونی خوبیاں ہیں جن کے ہوتے ہوئے خواہ لباس اچھا نہ ہو۔ خواہ ایک پیسہ بھی پاس نہ ہو۔ لوگ خواہ مخواہ عزت کرتے ہیں۔ دیکھو تو غور کر کے دنیا میں بڑے بڑے مالدار ہوئے کیا کسی کی عزت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح یا محمد رسول اللہ صلعم کی طرح ہوئی؟ آج بھی سینکڑوں اور ہزاروں سالوں کے بعد ان کا نام لیا جاتا ہے تو عزت اور عقیدت کے ساتھ اور دشمن بھی جب ان کے حالات کو دیکھتا ہے تو دلدادہ ہو جاتا ہے۔

غرض انسان جن چیزوں کو سمجھتا ہے کہ وہ اس کی عزت اور بڑائی کا موجب ہیں۔ وہ درحقیقت کسی خاص عزت کا موجب نہیں۔ کوئی کسی کے مالدار ہونے کی وجہ سے اس کی عزت نہیں کرتا۔ اپنی اپنی اغراض کے لئے کوئی جا کر سوال کرے یا عزت کرے تو الگ بات ہے۔ اس لئے اگر عزت کرانی مطلوب ہو تو حقیقی تو یہ کرنی چاہیئے۔

سب سے بڑی بات جو انسان کے دل میں تو یہ کو پیدا کرتی ہے

وہ اس کا ظاہری حسن کا دلدادہ ہونا ہے۔ ان چیزوں کی عزت کرنا ضروری ہے۔ جو فی الحقیقت عزت کے قابل ہیں۔ کیا عجیب فرمایا ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات سیجعل لھم الرحمٰن ودا۔ وہ لوگ جو ایمان لائے۔ اور انہوں نے نیک عمل کئے عنقریب رحمٰن ان کے لئے محبت پیدا کر دے گا۔ یہی حال دنیا میں نظر آتا ہے۔ وہ فقیروں اور غرباء کا گروہ جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کرنے والوں کا ہے۔ ایک طرف کر لو۔ اور ان بڑی بڑی طاقت و حشم کے مالکوں کو دوسری طرف پھر دیکھ لو۔ کہ کس کی عزت دنیا میں سب سے بڑھکر ہے۔ اس لئے تم میں سے ہر ایک کو سمجھنا چاہیئے۔ کہ میری عزت تبھی ہوگی۔ کہ میرے اخلاق اچھے ہوں۔ میں کہتا ہوں غور کرو جن چیزوں میں تمہیں بڑی لذت آتی ہے وہ کہاں تک تمہارے لئے مفید ہیں۔ میں نے دیکھا ہے۔ آجکل یہ

بہت بڑی بیماری

پھیلی ہوئی ہے۔ کہ رات کو بہت دیر تک فضول باتیں کرتے رہتے ہیں۔ اور صبح کو بہت دیر سے اٹھتے ہیں جس کا نتیجہ ہے کہ نماز نہیں پڑھ سکتے۔ اسی طرح عورتوں کے اندر بھی یہ بیماری موجود ہے یہ بہت بری بات ہے۔ جن چیزوں کے اندر لگے ہوئے ہیں ان کے اندر ہرگز لذت نہیں۔ یہ لغو کہانیاں۔ جو سمجھتے ہو تماشے یہ سب کچھ ہیچ معلوم ہوگا۔ اس لذت کے آگے جو خدا کی طرف جھکنے سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ شراب کے نشہ کی طرح ہے شراب کے بعد بھی جب نشہ اتر جاتا ہے۔ تو کوئی خوشی انسان کو نہیں ہوتی۔ یہی ان چیزوں کا حال ہے۔ نبی کریم صلعم کے صحابہؓ کو دیکھو۔ کن چیزوں میں انہیں لذت ملی۔ نماز کے اندر سب سے فی الحقیقت سب سے بڑھکر خوشی اور لذت پیدا کرتی ہے۔

بہت سمجھو کہ اسلام مال کمانے سے روکتا ہے۔ روکتا نہیں بلکہ کہتا ہے کہ خوب کماؤ اور اپنے عیال پر خرچ کرو لیکن

ان چیزوں کو محبوب نہ بناؤ

اسی طرح جس طرح عیال پر خرچ کرتے ہو۔ دین کے کاموں پر خرچ کرو۔ عام طور پر یہ حال ہے کہ شادی ہوئی۔ باجا بج گیا۔ ناچ ہوئے۔ اور روپیہ اس طرح ضائع ہوا۔ بلکہ جو گئے وہ بھی اس فاحشہ کے سامنے سر تسلیم خم کر کے اپنے اخلاق کو برباد کر بیٹھے ہیں۔ اس لعنت سے بچنے کے لئے اگر تم اسی مال کو انہی موقعوں پر خدا کی اطاعت میں لگاؤ۔ تو کس قدر فائدہ ہو سکتا ہے۔ میں آجکل ہی

ایک شادی

پر گیا۔ ہمارے دوست شیخ نظام الدین صاحب کے لڑکے کی شادی ہوئی۔ انہوں نے مجھے بلایا۔ اور یہ بھی لکھا کہ لڑکی والوں کی طرف سے باجے کے ساتھ برات کے جانے کا تقاضا ہے میں نے ان کو لکھا۔ کہ شامل تو بڑی خوشی سے ہو سکتا ہوں۔ اور باجا بھی کوئی ممنوع نہیں۔ ہمارے حضرت مسیح موعود کا فتوے موجود ہے۔ کہ نکاح کی تشہیر کے لئے یہ جائز ہے۔ لیکن میں نے نہیں دیکھا۔ کہ انہوں نے کبھی باجا بجوایا ہو۔ نہ مولوی نورالدین صاحب نے بجوایا۔ اس لئے میں ایسی برات میں کبھی شامل نہیں ہوتا۔ جس کے ساتھ باجے ہوں۔ انہوں نے بڑی ہمت دکھائی۔ کہ میرے اس لکھنے پر لڑکی والوں کی درخواست کو نامنظور کیا۔ خیر میں وہاں گیا۔ میں نے تو وہاں کوئی اشارہ تک بھی نہیں کیا۔ لیکن خطبہ نکاح

کے بعد انہوں نے اور ان کے براتیوں نے خود بخود اڑھائی سو روپیہ کے قریب مسجد برلن کے لئے چندہ کر دیا۔ اس طرح سے وہ مال جو بیہودہ وقتوں پر گناہ کے کاموں پر صرف ہوتا ہے۔ نیکی پر لگ گیا۔

پھر وہ چیزیں جن کو تم

زینت کا موجب

سمجھتے ہو۔ اگر غور کر کے دیکھو تو زینت نہیں۔ ان کو اگر خدا کی راہ میں لگا دو تو جو خوشی نیکی کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ وہ دوسری جگہ صرف کرنے سے نہیں ہو سکتی۔ جن لوگوں نے ان بری راہوں سے خوشی حاصل کرنی چاہی۔ ان کو کوئی خوشی بھی میسر نہیں آئی۔

توبوا الی اللہ توبۃ نصوحا

دل کے اخلاص کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرو

اپنے اوقات کو ایسا بناؤ کہ تم خدا کی اطاعت میں وقت صرف کر سکو اپنے مالوں کو خدا کی اطاعت میں لگاؤ۔ اگر تم ایسا ارادہ رکھو تو پھر خدا کہتا ہے۔ کہ وہ لقمہ جو تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتے ہو وہ بھی خدا کی عبادت میں شمار ہوتا ہے۔

اگر تم واقعی بہشت کے اندر داخل ہونا چاہتے ہو

تو اس راہ کو اختیار کرو۔ عسیٰ ربکم ان یکفر عنکم سیاتکم ویدخلکم جنت تجری من تحتھا الانھار۔ وہ قریب ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ تمہارے گناہوں کو بخش دے۔ اور تمہیں بہشت کے اندر داخل کرے۔ جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ وہ بہشت اسی دنیا میں مل جاتا ہے۔ ایسا بہشت کہ واقعی تم بادشاہ ہوگے اگرچہ تمہارے پاس کھانے کو کچھ نہ ہو۔

شراب کی ناجائز کشید

چودھری محمد اسمٰعیل خاں صاحب بی۔ اے افسر ایکسائز منٹگمری مسلمانوں کے خاص شکریہ کے مستحق ہیں۔ کہ وہ ضلع منٹگمری سے شراب کی ناجائز کشید کا سدباب کرنے کے لئے خاص جانفشانی سے کام لے رہے ہیں چودھری صاحب موصوف نے کچھ عرصہ سے ایک خاص آدمی ناجائز کشید شراب کا پتہ لگانے کے واسطے مقرر کیا ہوا تھا جس کے اطلاع دینے پر چودھری صاحب موصوف نے اپنے ہمراہ چودھری محمد اکبر خاں صاحب سب انسپکٹر پولیس تھانہ اوکاڑہ معہ تین کنسٹیبلان اور چودھری ظفر اللہ خاں صاحب نائب تحصیلدار اور لالہ صاحب دیال صاحب انسپکٹر آبکاری کو لیا اور ۲۰ فروری ۱۹۲۵ء کو بطرف چک ۴۴ و ۴۵ روانہ ہو گئے۔ وہاں پہنچکر جب کسی قدر تاریکی ہو گئی۔ تو انہوں نے یک دم ان چکوں کا نہایت محتاط طریق سے محاصرہ کر لیا۔ اور اچانک حملہ آور ہو گئے۔ چنانچہ آٹھ مقامات پکڑے۔ اور بہت سی شراب ناجائز و آلات شراب سازی معہ دیگر تمام سامانوں کے گرفتار کئے۔

چودھری صاحب موصوف اور پولیس کی ایک قلیل جماعت نے نہایت دلیرانہ طور سے اس کام کو سرانجام دیا۔ باشندگان چک ہائے مذکوران افسروں پر حملہ آور ہوئے جس میں طرفین کو ضربات بھی پہنچیں۔ مگر آخرکار سب ملزمان گرفتار کر لئے گئے جن کا چالان عدالت میں کیا گیا ہے۔

چودھری صاحب موصوف کی یہ مثال دوسرے اضلاع کے حکام کے لئے لائق تقلید ہے۔ اگر ذمہ دار حکام اسی طرح اپنے فرائض کو پہچان کر ملک کو برائی سے پاک کرنا چاہیں۔ تو ہندوستان فی الحقیقت جنت نشان بن سکتا ہے۔ بہرحال چودھری صاحب موصوف نے جو جرأت دکھائی ہے وہ اس قابل ہے کہ حکام بالا اس کو خاص عزت و عظمت کی نگاہوں سے دیکھیں۔

احمدی خواتین کیلئے

احمدی خواتین کی مجالس کیسی ہونی چاہئیں

احمدی خواتین کو مخاطب کرتے ہوئے سب سے پہلی بات جس کی طرف ہم توجہ کرنا چاہتے ہیں، وہ ان کی مجلسی اصلاح ہے۔ یہ عام طور پر دیکھا گیا ہے۔ کہ عورتوں میں نمود و نمائش کی عادت بہت ہوتی ہے۔ جب کبھی انہیں کسی ایک جگہ اکٹھا ہونے کا موقعہ ملتا ہے وہ اپنی آرائش و زیبائش اور کپڑوں اور زیورات سے دوسری عورتوں کو مبہوت کرنا اور اپنی امارت کا سکہ ان پر بٹھانا چاہتی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کی یہی کوشش ہوتی ہے۔ کہ مجھے تمام مجلس میں سب سے بڑھ کر امیر سمجھا جائے یا کم از کم سب سے بڑھ کر قابل عزت قرار دیا جائے اپنی تمام عزت کا باعث وہ اپنے کپڑوں اور زیورات کو سمجھتی ہیں۔ اور اس بارہ میں ایک دوسری کی نکتہ چینی بھی بالعموم کی جاتی ہے۔ اور ہر ایک اپنے اظہار تفاخر کے لئے مجلس کی دوسری عورتوں پر حرف رکھتی ہے۔ چہ جائیکہ کوئی غریب عورت وہاں ہو۔ اور اس کو نفرت و حقارت کے ساتھ نہ دیکھا جائے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ مسلمانوں کے غریب سے غریب گھروں میں بھی زیورات اور کپڑوں پر بہت کچھ صرف کیا جاتا ہے بالخصوص ایسے موقعوں پر جب کسی کی برادری میں شادی بیاہ ہو۔ یا کسی اور تقریب پر کسی مجلس میں شامل ہونا ہو۔ تو قرض اٹھا کر بھی بہترین آرائش و زیبائش کے سامان بہم پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور اس طرح سے ایک غریب گھر کی عورت کا کسی مجلس میں جانا خاوند اور گھر والوں کے لئے سخت تکلیف اور دکھ کا موجب ہوتا ہے کون شخص یہ چاہتا ہے۔ کہ اسے ذلت اور حقارت کی نگاہوں سے دیکھا جائے۔ کون اس بات کو پسند کرتا ہے۔ کہ مجلس میں وہ سب کی نظروں میں مقہور ٹھیرے۔ اس لئے دو ہی صورتیں ہیں یا تو ایسی مجلس میں شامل ہی نہ ہوں۔ اور یا پھر گھر میں کھانے کو ہو یا نہ ہو۔ خاوند قرض کے بوجھ کے نیچے دبا جا رہا ہو۔ خودداری کا یہ تقاضا ہے کہ اس مجلس کے شایان شان لباس ہو۔ یہ خیال مردوں میں بھی موجود ہے۔ لیکن ان کے لباس اور آرائش اس قدر اسراف کا موجب نہیں۔ جیسے عورتوں کے ہیں۔ مردوں میں مختلف طبقوں کے افراد مختلف مذاق رکھتے ہیں۔ اور ان کے لباس بھی اسی لحاظ سے ایک حد تک مختلف ہوتے ہیں۔ لیکن عورتوں میں آجکل یہ ہوا چل گئی ہے۔ کہ ہر درجہ اور ہر طبقہ کی عورت یہی چاہتی ہے۔ کہ اعلیٰ سے اعلیٰ فیشن کے لباس اور زیورات اس کے زیب تن ہوں۔

افسوس ہے۔ کہ یہ مرض ہماری احمدی خواتین کے اندر بھی ایک حد تک موجود ہے۔ اور جب کبھی انہیں اکٹھے ہونے کا موقعہ ملتا ہے۔ اس نمود و نمائش کا رنگ ان کی مجالس میں بھی ایک نہ ایک حد تک نظر آتا ہے۔ جس سے بعض وقت بعض نووارد مستورات کو ٹھوکر بھی لگی ہے۔ اور کوئی تعجب نہیں اگر بعض غریب بہنوں کو اس سے متاثر ہو کر یا اپنی عادت کے موافق اسی طریق کو اختیار کرنا پڑا ہو جس کی تشریح اوپر کی جا چکی ہے۔ یہ ہماری قوم کے لئے ازحد افسوسناک امر ہے۔ اور اس کی اصلاح جس قدر جلد کی جائے ضروری ہے۔ مانا کہ ہم میں خدا کے فضل سے ایسی بہنیں بہت سی ہیں جن کو اللہ تعالےٰ نے مال وافر سے حصہ دیا ہے۔ مانا کہ اپنے مال کو زیب و زینت پر خرچ کرنا حرام نہیں۔ بالخصوص جب قرآن کریم نے صاف طور پر فرما دیا۔ من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ۔ تاہم دیکھنا چاہیئے کہ ان کی زیب و زینت یا اظہار تفاخر سوسائٹی کے لئے آیا مفید ہے یا مضر۔ اگر آپ نے مستورات کی مجالس کو ترقی دینا ہے۔ اگر آپ چاہتی ہیں۔ کہ آپ کے باہمی تعلقات بہت مضبوط اور گہرے ہوں اور دین کے کاموں میں آپ مردوں سے بڑھ کر ہمت دکھائیں۔ اگر آپ کی یہ خواہش ہے۔ کہ دوسری مستورات بھی آپ کے حلقہ کے اندر شامل ہو کر اس ضروری کام میں آپ کی مددو معاون ہوں۔ جو آپ کے سامنے ہے۔ تو اسکا واحد طریق یہی ہے۔ کہ اپنی مجالس کو آرائش گاہ یا مجالس عیدی بنانے کے بجائے سادگی کا رنگ دیں۔ آپ بے شک اپنی گھروں کے اندر زیورات کو رکھیں۔ اعلیٰ درجہ کے فیشن ایبل کپڑے بنوائیں۔ لیکن اپنی قومی مجالس میں شامل ہوں۔ تو سادہ کپڑوں کے سوائے

کوئی غیر معمولی آرائش کا سامان آپ کے بدن پر نہ ہو۔ تاکہ دوسری غریب اور کم استطاعت بہنوں کو آپ کے بالمقابل مقہور ٹھیرنے کا خیال ہی پیدا نہ ہو۔ اور نہ وہ اس خیال سے اپنے اوپر غیر معمولی تکلیف برداشت کریں۔ یا آپ کی مجلس میں آنا چھوڑ دیں۔

اسی پرچہ میں حضرت امیر کا خطبہ چھپا ہے۔ اس کے مطالعہ سے ہماری بہنوں پر یہ واضح ہو جائے گا کہ لباس یا ظاہری زیب و زینت درحقیقت کسی کی بڑائی یا عزت کا موجب نہیں۔ عمدہ اخلاق اور اعمال ہی درحقیقت عزت اور شرافت کا موجب ہیں

نبوت مسیح موعود

کے بعض سوالات کے جوابات

نبوت مسیح موعود پر کسی صاحب نے بعض سوالات قادیان بھیجے تھے جن کے جواب مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری نے وہاں سے دیئے۔ وہ جوابات مع اصل سوالات حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں بھیجے گئے۔ آپ کے حکم سے چودھری سردار خاں صاحب نے ان پر جو کچھ لکھا ہے وہ اس قابل ہے کہ قارئین "پیغام صلح" اس سے مستفید ہوں۔ (ایڈیٹر)

از دفتر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام
مورخہ ۲۴۔ فروری ۱۹۳۲ء

بخدمت شریف جناب مولوی صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جو جوابات آپ کو قادیان سے موصول ہوئے ہیں۔ ان میں بہت کچھ مغالطے سے کام لیا گیا ہے۔ میں ان تمام جوابات کو نمبروار لیتا ہوں اور ان کی تردید ذیل میں لکھتا ہوں۔

(ا) یہ عقیدہ صریحاً قرآن و حدیث اور اجماع امت کے خلاف ہے۔ کہ نبوت جاری ہے۔ اور آنحضرت صلعم آخری نبی نہیں ہیں۔ آپ نے اصل خط میں ملاحظہ فرمایا ہوگا۔ کہ مجیب نے "خاتم النبیین" کے معنی خلط ملط و صداقی ہیں "تمام نبیوں سے کامل" لکھے ہیں۔ اور اپنے تمام جوابات میں کہیں بھی خاتم النبیین کے معنی آخری نبی نہیں لکھے جس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ مجیب کے نزدیک اس لفظ کے معنی آخری نبی نہیں ہیں۔ اب غور طلب امر یہ ہے، کہ کیا میاں صاحب اور ان کے مریدوں سے پہلے بھی کسی مسلمان نے اس لفظ کے یہ معنے کئے ہیں۔ جو آج میاں صاحب اور ان کے مرید کر رہے ہیں۔ ان کے نزدیک خاتم النبیین کے معنی آخری نبی نہیں۔ بلکہ یہ ہیں کہ ایسا کامل نبی کہ جس کی مہر سے نبی بنتے ہیں۔ اب کیا اس جدید عقیدہ کی تائید قرآن و حدیث سے ہوتی ہے، ہرگز نہیں۔ قرآن شریف اور احادیث سے تو یہی واضح ہوتا ہے۔ کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ اور آپ کے بعد نبوت جاری نہیں۔ احادیث میں تو صاف لکھا ہے کہ دعوے نبوت کرنے والے کاذب ہوں گے جس قدر عربی زبان کی مستند کتب لغت ہیں۔ ان سب میں خاتم النبیین کے معنے آخری نبی ہی ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ تاج العروس۔ لسان العرب۔ مفردات راغب اور مجمع البحار یہ انوکھے معنے جناب میاں صاحب ہی کو سوجھے ہیں۔ کسی لغت نویس نے تو اس کے یہ معنے نہیں کئے۔ کہ ایسا نبی جس کی مہر سے نبی بنا کریں گے۔

آیہ کریمہ ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ سے یہ نتیجہ نکالنا نصوص صریحہ کے خلاف ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کی پیروی سے انسان نبی بن جاتا ہے۔ اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ پہلے نبوت وہبی تھی اب اکتسابی ہے۔ حالانکہ ایسا دعوے کرنے والوں کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں۔ اس آیت سے تو صرف یہی ثابت ہوتا ہے کہ جو انسان آنحضرت صلعم کی پیروی کرتا ہے۔ اس کو خدا تعالے محبوب رکھتا ہے۔ محبوب رکھنے سے یہ کہاں لازم آگیا کہ وہ نبی بھی ضرور بنایا جائے کیا اولیاء اللہ خدا تعالے کے محبوب نہیں ہو سکتے۔

آیت۔ ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا۔ سے بھی یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ آنحضرت صلعم کی پیروی سے انسان نبی بن جاتا ہے صحیح نہیں ہے اس آیت میں تو جنت کی معیت کا ذکر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ تمام لوگ جنت میں اکٹھے ہوں گے۔ اور اگر ہمارے قادیانی دوستوں کو یہی شوق ہو کہ اس آیت سے اجرائے نبوت کا مسئلہ نکالا جائے۔ تو میں کہتا ہوں کہ اس آیت میں اول تو لفظ مع استعمال کیا گیا ہے۔ جس میں مرد و عورت سب شامل ہیں۔ تو پھر کیا یہ کہنا درست ہوگا کہ عورتیں بھی آنحضرت صلعم کی پیروی سے نبیہ ہو سکتی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ہمارے قادیانی دوست بھی اس بات کو تسلیم نہ کریں گے۔ کہ عورتیں نبی بن سکتی ہیں۔ پھر یہاں "النبیین" میں تشریعی اور غیر تشریعی سب قسم کے نبیوں کا ذکر ہے۔ کسی خاص قسم کے نبیوں کی تخصیص نہیں کی گئی۔ تو اس سے تو یہ لازم آتا ہے۔ کہ تشریعی اور غیر تشریعی ہر ایک قسم کے نبی آ سکتے ہیں۔ ہمارے قادیانی بھائیوں نے تشریعی نبیوں کو اس میں سے کیوں خارج کر دیا ہے؟ اگر یہ کہا جائے کہ تشریعی نبی اس لئے نہیں آسکتے۔ کہ شریعت کامل ہو چکی ہے۔ تو میں کہتا ہوں کہ بقول مجیب اور دیگر مریدین میاں صاحب کے نبوت بھی تو کامل ہو چکی ہے، کیونکہ خاتم النبیین کے معنی یہی کرتے ہیں کہ تمام نبیوں سے کامل" اگر کامل شریعت کے بعد کوئی نئی شریعت کے بعد کوئی نئی شریعت نہیں آسکتی۔ تو پھر کامل نبی کے بعد نیا نبی کیونکر آسکتا ہے، پھر جب دوسری آیات قرآنی مثلاً قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً سے صاف طور پر ثابت ہے کہ اب تا قیامت آنحضرت صلعم ہی تمام دنیا کے لئے نبی اور رسول ہیں۔ تو پھر کسی متشابہ آیت کے اس طرح پر معنی کرنا کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ الغرض نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہو چکی ہے۔ اب نہ کوئی نیا نبی اور نہ کوئی پرانا نبی آسکتا ہے۔

حضرت مسیح موعود نے جو "ظلی نبی" کے الفاظ اپنے لئے استعمال کئے ہیں۔ ان کا یہ مطلب نہیں جیسا کہ مجیب قادیانی نے ظاہر کیا ہے کہ گویا حضرت مرزا صاحب اس بات کے قائل تھے۔ کہ آنحضرت صلعم کی پیروی سے انسان نبی بن جاتا ہے یا وہ خود نبی تھے۔ آپ ظلی نبوت سے جزوی نبوت یا محدثیت ہی مراد لیتے تھے، یہ قادیانی مجیب کا محض افترا ہے۔ کہ وہ حضرت صاحب کی طرف اپنے اس جدید عقیدہ کو منسوب کرتا ہے۔ حضرت صاحب کا مذہب یہی تھا کہ نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہو چکی ہے۔ اب کوئی نبی نہیں آسکتا۔ ہاں محدث آتے ہیں۔ اور انہی میں سے ایک ہونے کا آپ نے دعوے کیا ہے۔ چنانچہ آپ اپنی کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۷۵ پر لکھتے ہیں کہ

> "اور نیز خاتم النبیین ہونا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی دوسرے نبی کے آنے سے مانع ہے۔ ہاں ایسا نبی جو مشکوٰۃ نبوت محمدیہ سے نور حاصل کرتا ہے۔ اور نبوت تامہ نہیں رکھتا جس کو دوسرے لفظوں میں محدث بھی کہتے ہیں۔ وہ اس تحدید سے باہر ہے کیونکہ وہ بباعث اتباع اور فنافی الرسول ہونے کے جناب ختم المرسلین کے وجود میں ہی داخل ہے"

پھر آپ نے حقیقۃ الوحی میں بھی جو آخری زمانہ کی کتاب ہے یہی لکھا ہے کہ

> "آدم کو پیدا کیا اور رسول بھیجے اور کتابیں بھیجیں۔ اور سب کے آخر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا۔ جو خاتم الانبیاء اور خیر الرسل ہے"
>
> حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۱

پھر عربی ضمیمہ حقیقۃ الوحی میں لکھا ہے کہ

> "وسمیت نبیاً من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ" یعنی میرا نام مجازی طور پر نبی رکھا گیا ہے نہ کہ حقیقی طور پر"

(ب) خلافت کا جھگڑا فضول ہے حضرت صاحب کی صاف تحریر موجود ہے کہ میرے بعد میری حقیقی جانشین انجمن احمدیہ ہوگی۔ اس تحریر کا عکس کتاب الوصیت کے ساتھ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے شائع ہو چکا ہے جس کے جواب میں آج تک قادیان سے کوئی آواز نہیں اٹھی۔ مداحات البشری یا کسی اور کتاب میں لفظ خلیفہ کا استعمال۔ وہ اس بات پر حجت نہیں ہو سکتا کہ ان معنوں میں جن میں قادیانی دوستوں نے سلسلہ خلافت جاری کر رکھا ہے۔ کوئی سلسلہ خلافت جاری ہوگا۔ حضرت صاحب نے اپنی حین حیات میں انجمن بنا کر اور تمام کام اس کے سپرد کر کے اپنے عمل سے بتلا دیا ہے۔ کہ انجمن ہی حقیقی خلیفہ ہے۔ یہ سب کچھ خدا تعالےٰ کے حکم کے ماتحت کیا گیا پھر یہ بھی یاد رہے کہ لفظ خلیفہ بہت وسیع ہے۔ معنوں میں ہم سب احمدی حضرت صاحب کے خلیفہ ہی ہیں۔

(ج) شریعت بے شک انسانوں کو دو بڑے گروہوں میں تقسیم کرتی ہے۔ مگر یہ تقسیم انبیاء کے اقرار یا انکار سے پیدا ہوتی ہے۔ نہ کہ کسی مجدد یا محدث کے انکار سے۔ چونکہ حضرت مرزا صاحب محدث تھے نہ کہ نبی۔ اس لئے ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن سکتا جیسا کہ وہ اپنی مشہور کتاب تریاق القلوب کے صفحہ ۱۳۰ پر لکھتے ہیں۔ کہ

> "ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا"

یہی وہ اصول تھا جس پر حضرت صاحب آخر دم تک قائم رہے پھر حضرت صاحب کے بارے میں آیت فمنکم مومن و منکم کافر کو پیش کرنا بالکل بے تعلق ہے۔ مومن یا کافر نبی کے اقرار یا انکار سے بنتے ہیں نہ کہ کسی محدث یا مجدد کے اقرار و انکار سے۔ مجیب صاحب کا یہ بالکل جھوٹ ہے کہ

> "ایسے لوگوں کو جنہوں نے نہیں مانا۔ پیغامی دوست بھی مومن نہیں مانتے"

اگر وہ مومن نہیں تو پھر کیا ہیں؟ اگر ہم بھی ان کو کافر ہی سمجھتے ہیں تو پھر ہم میں اور قادیانی دوستوں میں تکفیر اہل قبلہ کے معاملہ میں تو کچھ بھی فرق نہ رہا۔ الغرض مجیب صاحب نے اس معاملہ میں یا دھوکا دیا ہے یا ناواقفیت کی وجہ سے دھوکا کھایا ہے۔

مجیب صاحب نے بیعت کے متعلق جو کچھ لکھا ہے۔ وہ بھی اسی حالت میں درست سمجھا سکتا ہے جب تسلیم کر لیا جائے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کے اقرار یا انکار سے مسلمان یا کافر بنتے ہیں چونکہ حضرت مرزا صاحب کے محض انکار سے کوئی شخص کافر نہیں بن سکتا۔ اس لئے یہ کہنا کہ جو بیعت نہ کرے۔ تو وہ ظاہر مسلمان قرار نہیں دیا جا سکتا۔ غیر صحیح ہے۔ حضرت صاحب کی بیعت نہ کرنے سے کوئی مسلمان کافر نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر کوئی شخص بیعت کرتا ہے تو وہ فائدہ اٹھاتا ہے، اور جو نہیں کرتا وہ بہت سی باتوں سے محروم رہتا ہے۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ یہ محض قادیانی دوستوں کی بھول بھلیاں ہیں کہ وہ ایک سیدھی سادی بات کو گورکھ دھندا بنا رہے ہیں۔

قادیانی مفتی صاحب نے حضرت صاحب کے دعوے پہنچنے یا نہ پہنچنے کے اثرات کے متعلق جو فتوے صادر فرمایا ہے یہ بھی اسی حالت میں صحیح ہو سکتا ہے، کہ حضرت صاحب کو مدعی نبوت تسلیم کیا جائے۔ اور آپ کے انکار سے کافر ہو جانا لازمی سمجھا جائے۔ حالانکہ یہ دونوں باتیں صحیح نہیں۔ جیسا کہ میں اوپر ثابت کر آیا ہوں۔ حضرت صاحب نہ نبی تھے نہ ان کے انکار سے کفر لازم آتا ہے، پھر آپ کو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوش بدوش کھڑا کرنا اعلیٰ درجہ کی گستاخی نہیں تو اور کیا ہے۔

(۳) تیسرے جواب میں قادیانی مفتی صاحب نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ معاذ اللہ حضرت مرزا صاحب کا دعوے نبوت کا تھا۔ اور آپ نبوت کو دو قسموں میں تقسیم کرتے تھے۔ ایک وہ جو شریعت والی ہوتی ہے۔ اور جو براہ راست ملتی ہے۔ اور دوسری وہ جو بغیر شریعت کے ہوتی ہے اور آنحضرت صلعم کی پیروی سے ملتی ہے، اور ان ہر دو نبوتوں میں بلحاظ نفس نبوت کے کچھ فرق نہیں ہوتا۔ مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ حضرت صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی سمجھتے تھے۔ اور آپ کے بعد دعوے نبوت کرنے والے کا ذب اور مفتری قرار دیتے تھے۔ ہاں جس چیز کو جاری سمجھتے تھے وہ صرف جزوی نبوت ہے جس کو دوسرے لفظوں میں محدثیت کہا جاتا ہے۔ چنانچہ ذیل کے حوالہ جات اس بات کے متعلق فیصلہ کن ہیں:

> (۱) "کیونکہ ممکن تھا کہ خاتم النبیین کے بعد کوئی ایسا نبی اسی مفہوم تام اور کامل کے ساتھ جو نبوت تامہ کے شرائط میں سے ہے۔ آسکتا۔ کیا یہ ضروری نہیں کہ ایسے نبی کی نبوت تامہ کے لوازم جو وحی اور نزول جبرئیل ہے اس کے وجود کے ساتھ لازم ہونی چاہئیے کیونکہ حسب تصریح قرآن کریم رسول اسی کو کہتے ہیں جس نے احکام و عقائد دین جبرائیل کے ذریعہ سے حاصل کئے ہوں۔ لیکن وحی نبوت پر تو تیرہ سو برس سے مہر لگ گئی ہے۔ کیا یہ مہر اس وقت ٹوٹ جائے گی؟"
>
> (ازالہ اوہام صفحہ ۵۳۴)

خط کشیدہ عبارت قابل غور ہے۔ حضرت صاحب تو یہ فرماتے

ہیں۔ کہ وحی نبوت پر تیرہ سو برس سے مہر لگ چکی ہے۔ اور اب یہ نعمت کسی کو نصیب نہیں ہو سکتی۔ مگر آج میاں صاحب اور ان کے مرید اس مہر کو لعنت خیال کر رہے ہیں۔ جب میاں صاحب اور ان کے مرید حضرت صاحب کو نبی سمجھتے ہیں۔ تو ہم پوچھتے ہیں کہ آیا اب حضرت مرزا صاحب کی وحی وحی نبوت ہے یا نہیں۔ اگر وحی نبوت ہے تو کیا اب وہ مہر جس کا حضرت صاحب نے اس عبارت میں ذکر کیا ہے۔ ٹوٹ گئی ہے۔

(۲) اور نیز خاتم النبیین ہونا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی دوسرے نبی کے آنے سے مانع ہے۔ ہاں ایسا نبی جو مشکوٰۃ نبوت محمدیہ سے نور حاصل کرتا ہے اور نبوت تامہ نہیں رکھتا جس کو دوسرے لفظوں میں محدث بھی کہتے ہیں۔ وہ اس تحدید سے باہر ہے۔ کیونکہ وہ بباعث اتباع اور فنافی الرسول ہونے کے جناب ختم المرسلین کے وجود میں ہی داخل ہے۔ جیسے جزو کل میں داخل ہوتی ہے۔"
ازالہ اوہام ص ۵۷۵

یہ عبارت کس قدر صاف ہے۔ جس نبوت کو حضرت صاحب جاری سمجھتے ہیں۔ وہ صرف جزوی نبوت ہے جس کو دوسرے لفظوں میں محدثیت کہا جاتا ہے۔

(۳) اور اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں۔ کہ ہمارے نبی صلعم خاتم الانبیاء ہیں۔ اور آنجناب کے بعد اس امت کے لئے کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نیا ہو یا پرانا"
نشان آسمانی ص ۲۸

الغرض حضرت صاحب نے ہرگز نبوت کا دعوے نہیں کیا۔ مفتی صاحب نے جو حوالے ایک غلطی کا ازالہ اور حقیقۃ الوحی کے پیش کئے ہیں۔ ان کے سباق و سیاق کو چھوڑ دیا ہے۔ حالانکہ خود ان کا سیاق و سباق اس بات کا فیصلہ کئے دیتا تھا کہ متکلم کا کیا منشا ہے۔ غلطی کے ازالہ کے شروع کی عبارت اس طرح پر ہے:-

"ہماری جماعت میں سے بعض صاحب جو ہمارے دعوے اور دلائل سے کم واقفیت رکھتے ہیں۔ جن کو نہ بغور کتابیں دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اور نہ وہ ایک معقول مدت تک صحبت میں رہ کر اپنے معلومات کی تکمیل کر سکے۔ وہ بعض حالات میں مخالفین کے کسی اعتراض پر ایسا جواب دیتے ہیں کہ جو سراسر واقع کے خلاف ہوتا ہے"

جس سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ اس غلطی کے ازالہ سے پہلے کی لکھی ہوئی کتابوں میں حضرت صاحب نے مسئلہ نبوت پر جو کچھ لکھا ہے۔ وہ صحیح ہے۔ اب وہ کتابیں کونسی ہیں۔ وہ وہی ہیں جو ۱۹۰۱ء سے پہلے لکھی گئی ہیں۔ اور جن میں صاف طور پر اس مسئلہ کو حل کیا گیا ہے۔ مندرجہ بالا حوالجات انہی کتابوں سے دیئے گئے ہیں۔ اب اگر قادیانی دوستوں کی بات کو صحیح سمجھا جائے کہ اس غلطی کے ازالہ میں حضرت مرزا صاحب نے نبوت کا دعوے کیا ہے۔ اور پہلی کتابوں کو منسوخ کیا ہے تو اس سے تو خود غلطی کے ازالہ میں تناقض پیدا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ شروع میں تو حضرت صاحب یہ لکھتے ہیں۔ کہ جو کچھ پہلی کتابوں میں لکھا گیا ہے۔ وہ صحیح ہے۔ اور ان کتب کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ تاکہ مخالفین کے سوالات کا صحیح جواب دیا جا سکے۔ مگر آگے چل کر بقول قادیانی دوستوں کے ان کتب کو منسوخ قرار دیتے ہیں۔ الغرض یہ بات بالکل غلط ہے کہ حضرت صاحب نے غلطی کے ازالہ میں ایک نئی قسم کی نبوت کا دعوے کیا ہے۔ اور اپنی پہلی تحریرات کو منسوخ قرار دیا ہے۔ حضرت صاحب جس طرح پہلے فنافی الرسول کے مقام کا باقی رہنا مانتے تھے۔ اسی طرح اس غلطی کے ازالہ میں بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ در اس موہبت کے لئے محض بروز اور ظلیت اور فنافی الرسول کا دروازہ کھلا ہے"

ملفوظات احمدیہ

حصہ دوم

اخبار احمدیہ

حضرت امیرایدہ اللہ و دیگر بزرگان ملت الحمد للہ بخیریت ہیں۔

جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب بمبئی کے سفر سے واپس تشریف لے آئے ہیں۔

اخویم خان صاحب محمد ناصر خان نے چینی ترکستان سے ایک صد روپیہ برائے مسجد برلن و عمارت سکول بھیجا ہے اللہ تعالٰے خان صاحب کو بہت بہت جزائے خیر دے۔ خان صاحب جب سے اس علاقہ میں گئے ہیں سلسلہ کی اشاعت میں بہت کوشش کرتے رہتے ہیں۔

برادر خیر الدین صاحب سکنہ گوجرانوالہ کے والد صاحب میاں احمد الدین صاحب چند یوم سے علیل ہیں۔ احباب ان کی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔

مبارک - ۲۶ - ۲۷ فروری کی درمیانی شب اخویم میاں عبد اللہ صاحب مستری کے گھر اللہ تعالٰے نے بڑھاپے کی عمر میں دو فرزند عطا فرمائے ہیں۔ سید یاسین شاہ صاحب نے بچوں کے نام عبد الرحمٰن و عبد الرحیم رکھے احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالٰے بچوں کو صحت تندرستی کے ساتھ عمر دراز عطا فرمائے اور وہ خادم دین اور والدین کے لئے قرۃ عین ثابت ہوں آمین۔

دہر مسالہ میں ۲۸ - فروری ۱۹۲۵ء کو ایک ہندو سید یاسین شاہ صاحب کے ہاتھ پر مسلمان ہوا جس کا نام غلام محمد رکھا گیا۔

اخویم ملک محمد بخش صاحب نے آسٹریلیا سے نبوت پر ایک مضمون لکھ کر بھیجا ہے۔ اور اسے نہایت عمدہ طور پر نبھایا ہے۔ انشاء اللہ کسی وقت اسے شائع کرنے کی کوشش کی جائیگی۔ سابقہ مضمون میں سہو کاتب سے کچھ غلطیاں رہ گئی تھیں جن کی ملک صاحب کو شکایت ہے۔ جس کے لئے ہم معافی کے خواستگار ہیں۔

ضرورت - ایک ایسے احمدی ملازم کی جو کھانا پکانے کا کام عمدگی سے کر سکتا ہے ہمارے ایک بھائی کو جو سب انسپکٹر پولیس کے عہدہ پر متعین ہیں ضرورت ہے۔ اگر کوئی احمدی بھائی اس کام کو کر سکتا ہو تو سکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی معرفت خط و کتابت کرے۔ تنخواہ آٹھ روپیہ اور روٹی۔

تازہ خبریں

آج کونسل آف سٹیٹ نے بھی چھاونیوں کا ترمیمی مسودہ قانون - روئی و منے کا مسودہ قانون اور مسودہ جج جو مجلس وضع قوانین نے منظور کئے تھے منظور کر لیا ہے۔

بنک آف انڈیا سے مئی ۱۹۲۴ء میں ایک لاکھ ۱۴ ہزار کے چیک پر جعلی دستخط کرنے کا ایک دلچسپ مقدمہ پیش ہوا۔ یہ چیک مسٹر ایس۔ ڈی مہتہ معتمد بمبئی مہاداریکہ کی طرف سے جن کا بنک میں ۲/۱ لاکھ روپیہ جمع لکھا گیا تھا مسٹر مہتہ کا ایک رشتہ دار زیر حراست کیا گیا ہے۔

سرحد کے سابق نواب ویر فوت ہو چکے ہیں۔ اور قبائل کے جرگہ نے خان بہادر شاہجہان خان کو ان کا جائز جانشین قرار دیا ہے مگر اس امر میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ کیونکہ نواب مرحوم کے دوسرے فرزند عالم زیب کے حامی بھی بہت کافی تعداد میں موجود ہیں۔ اس اثنا میں سیاسی چالوں کا جال بچھا ہوا ہے۔

قتل بالا کے بارہ ملزمین آج پھر عدالت میں پیش ہوئے ان کو آٹھ اور چار دو دستوں میں وہاں پہنچایا گیا۔ پہلا دستہ جس میں اندور کے ملزمین تھے پھر ۲۴ ماہ حال تک کے لئے جیلخانہ میں بھیجا گیا۔ اور دوسرے دو ملزمین کو پندرہ روز اور باقی دونوں کو تحقیقات کے لئے ایک ہفتہ اور زیر حراست رکھے جانے کا حکم ملا۔

کلکتہ - ملز آف ونس میں دوشنبہ کی شام کو آگ لگ گئی جو غالباً ہولی کی آتشبازی کا نتیجہ ہے جس سے ذخائر کو بہت سا نقصان پہنچا اور دو گھنٹہ کی محنت شاقہ کے بعد بجھ گئی۔

امرتسر میں چند نوجوانوں کا ایک گروہ پیدا ہو گیا ہے جن کو مہذب ڈاکو کہنا بیجا نہ ہوگا۔ نوجوان کسی کے ہاں لڑکا ہونے کی خبر سنتے ہیں تو فوراً وہاں جا دھمکتے ہیں اور گھر والوں کو مجبور کر کے نقدی اینٹھ لیتے۔ اور اسے ضیافت میں صرف کرتے ہیں

حضور نظام نے ریف کی بیواؤں اور یتیموں کے لئے "مسلم آوٹ لک" کی تحریک پر پانچسو پونڈ کی گرانقدر رقم منظور فرمائی ہے۔ یہ رقم سر آغا خان اور سید امیر علی کی وساطت سے روانہ کی جائیگی۔

سر ولیم میرس گورنر صوبہ متحدہ نے کل شام بلیکا و دیالہ کی نئی عمارت کی رسم افتتاحیہ ادا کی۔ سپاسنامہ کا جواب دیتے ہوئے تعلیم نسواں پر بہت زور دیا۔ آپ نے فرمایا کہ ایک تعلیم یافتہ عورت اپنے خاوند کے مفاد کو دوگنا ترقی دیتی ہے۔

آج میٹرکولیشن کے امتحانات شروع ہو گئے ہیں۔ امیدواروں کی تعداد معمول سے بہت زیادہ ہے۔ ۷۸ - ۱۳ طلبا امتحان میں شامل ہوئے ہیں یہ تعداد سال گذشتہ سے ایک ہزار زائد ہے یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ دہلی کے ان امتحانات میں ۳۴ لڑکیاں بھی شامل ہیں۔

سردار منگل سنگھ صدر سنٹرل سکھ لیگ نے ارکان مجلس واضع قوانین ہند کے نام آزادی عبادت کے لئے سکھوں کی جدوجہد اور اسکو دبانے کیلئے حکومت کے جبر و تشدد کے متعلق ایک تفصیلی خط شائع کیا ہے جس میں تمام سکھ تحریک پر مفصل بحث کرتے ہوئے آپ نے بتایا ہے کہ اس جدوجہد میں ۴۰۰ سکھ ہلاک اور ۲۰۰۰ ہزار زخمی کئے گئے اور ۳۰۰۰۰ ہزار عزیز اکالی جیل کی تنگ و تاریک کوٹھڑیوں میں مقید کر دئے گئے ہیں۔

میونسپل کارپوریشن میں یہ تجویز پیش ہوئی۔ کہ ہر وارڈ میں چند بکس لٹکا دئے جائیں تاکہ ان کے ذریعہ سے شکایات موصول ہوں۔ جیسا کہ بعض بلدیات میں عمل کیا جاتا ہے۔ مسٹر مانڈرک نے کہا کہ یہ قاعدہ بلدیہ کے لئے انتہا دقت کا موجب ہوگا۔ ڈاکٹر دور نے اس تحریک کی تائید کی۔ آخر کار یہ تجویز کثرت رائے سے منظور کی گئی۔

برلن مسجد کے مینارے

اور خواتین سلسلہ کی بے نظیر قربانی

اس سلسلہ میں یہ فہرست شائع کی جاتی ہے۔ اللہ تعالٰے ان خواتین پر بڑی بڑی برکات نازل فرمائے اور ان کے مال جو اس پاک گھر کی تعمیر میں خرچ ہو رہے ہیں اسقدر برکت پیدا فرمائے کہ یہ مسجد جرمن کے ہزارہا نفوس کو اس خدائے ذوالجلال کے آستانہ پر جھکانے کا موجب ہو۔ اور اللہ اکبر کی صداؤں سے تمام ملک کا گوشہ گوشہ سیراب ہو۔

اہلیہ صاحبہ مستری روشن الدین صاحب جموں ۲ عدد بالیاں طلائی فہرست میں درج ہونے سے رہ گئی تھیں۔ از اہلیہ صاحبہ سکندر شاہ صاحب میاں چارسدہ قاضی خیل ۔/۱۰ روپیہ نقد۔ از اہلیہ صاحبہ حاجی فضل رحیم صاحب چارسدہ قاضی خیل ۔/۱۰ نقد

جلد ۱۳ — نمبر ۳۹

قادیان مسیح لاہور، یوم بدھ مورخہ ۲۲ شعبان المکرم ۱۳۴۳ھ ہجری مطابق ۱۸ مارچ ۱۹۲۵ء

اسلام مشرق و مغرب میں

خط ترکی

برادر عمر رضا صاحب قسطنطنیہ سے تازہ خط میں لکھتے ہیں کہ
آپ کی مرسلہ کتب و خط پہنچ گئے ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ میں عنقریب محمد دی پرافٹ کا ترکی زبان میں ترجمہ کر کے شائع کر دوں گا۔ چونکہ ماہ رمضان قریب ہے۔ اس لئے میں نے صداقت اصول اسلام پر سلسلہ مضامین شائع کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ امید ہے۔ کہ آپ مجھے لائٹ کے دو پرچے بھیج دیں گے جن میں ایسے مضامین ہوں۔ بدقسمتی سے ترکی زبان اسلامی لٹریچر سے بہت کم حصہ رکھتی ہے۔ اس کا خاص سبب یہ ہے۔ کہ ترکی کے تمام علما اپنی کتابیں عربی یا فارسی میں لکھتے رہتے ہیں۔ چونکہ طرز جدید کے سکول پرانے مکتبوں کی طرح عربی پر خاص زور نہیں دے سکتے۔ اس لئے تعلیم جدید کے حاصل کرنے والے مسلمان اسلام کی تعلیم سے بے بہرہ رہ جاتے ہیں۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم نوتعلیم یافتہ مسلمانوں کو اعلےٰ درجہ کی اسلامی کتب ان کی زبان میں مہیا کر دیں۔ میں نے سید امیر علی صاحب کی سپرٹ آف اسلام کا ترجمہ ختم کر لیا ہے۔ اور اب محمد دی پرافٹ کا شروع کیا ہے۔ آپ ہمیں تمام ایسی اسلامی کتب سے اطلاع دیں۔ جن کا ترجمہ ہماری زبان میں اعلےٰ درجہ کا اسلامی لٹریچر مہیا کر دے۔ میں قرآن شریف کا ترکی ترجمہ حضرت مولوی محمد علی صاحب کی طرز پر کرنا چاہتا ہوں کیونکہ ابھی تک ترکی زبان میں کوئی مستند ترجمہ قرآن موجود نہیں۔ میں آئندہ خط میں اپنی کوششوں کے نتائج سے آپ کو اطلاع دوں گا۔ اگر اس میں مجھے کامیابی ہوئی۔ تو کام شروع کر دیا جائیگا۔
ان سطور کے لکھنے کے بعد مجھے آپ کا خط ملا۔ جو آپ نے اخبار . . . . کو بھیجا تھا۔ میں آپ کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ آپ نے مفید کتابیں ہمیں مہیا کیں۔ ہم اشاعت اسلام کے لئے ایک انجمن بنانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ لیکن اس کو شروع کرنے سے پہلے ضروری ہے۔ کہ تعلیم یافتہ طبقہ کو اپنے ساتھ ملا لیا جائے۔ اس لئے ہم ان کے لئے ایسی کتابیں مہیا کر رہے ہیں۔ جو ان کو خدمت اسلام کے لئے اپیل کریں۔ اگر اس میں ہمیں کامیابی ہو جائے۔ تو پھر ہم غیر مذاہب میں . . . کام شروع کر سکتے ہیں . . . [illegible]

سے حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب کی خدمت میں مودبانہ السلام علیکم عرض کر دیں۔ میں عنقریب آپ کو بلگیریا و دیگر ممالک کے مسلمانوں کے پتے بھیجوں گا۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ آپ کی ان تمام کوششوں کو بامراد کرے۔

خط اٹلی

برادر محمد اقبال صاحب نے پوپ روم کے تبلیغی اخبار کے دو تازہ نمبر بھیجے ہیں۔ جن کے ساتھ ضروری نوٹ دیئے ہیں۔ جو انشاء اللہ کسی آئندہ نمبر میں شائع کر دیئے جائیں گے۔ برادر موصوف کا تازہ مضمون "جناب پوپ کا دھاوا عرب پر" کے عنوان سے کسی دوسری جگہ درج کیا جاتا ہے۔ خان صاحب یعقوب خان صاحب کی کتاب "مرزا غلام احمد دی مین" . . . . کے بارے میں لکھتے ہیں۔ کہ اسے پڑھکر بڑی مسرت ہوئی۔ میری طرف سے خان صاحب کو مبارکباد دیں۔ نہایت اعلےٰ طریقہ اور شستہ زبان میں لکھی گئی ہے۔

خط نائجیریا (افریقہ مغربی)

برادر عبدالرحمن صاحب نومسلم شمالی نائجیریا سے لکھتے ہیں کہ۔
میرا ارادہ سال آئندہ حج کے لئے جانے کا ہے۔ اور واپسی پر ارادہ ہے۔ کہ اشاعت اسلام کے لئے ایک انگریزی اخبار اسلاک سے جاری کیا جائے۔ شمالی علاقہ کے لوگ نیم وحشی ہیں۔ گورنمنٹ انگریزی ان میں تعلیم پھیلانے کی بہت کوشش کر رہی ہے۔ انشاء اللہ تعلیم یافتہ ہو کر یہ لوگ اسلام کو اچھی طرح سمجھ سکیں گے۔ اس ملک سے چھ عیسائی اخبار شائع ہوتے ہیں۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ مسلمانوں کا ایک بھی اخبار نہیں۔ باوجودیکہ مسلمانوں کی آبادی بہت زیادہ ہے۔ اور مسلمان باہوش ہیں۔ میرا اس امر میں آپ سے اتفاق ہے۔ کہ نوجوان مسلمانوں کو خدمت اسلام کے لئے تیار کیا جانا ضروری ہے۔ اور اسی لئے میرا ارادہ مسلمانوں میں سوجھ بوجھ پیدا کرنے کیلئے اخبار جاری کرنے کا ہے۔

خط سیرالیون (مغربی افریقہ)

مسٹر . . . عبدالرحمن نومسلم سیرالیون سے لکھتے ہیں کہ۔
آپ کا خط اور کتب پہنچ گئی ہیں۔ جن کے لئے میں مشکور ہوں۔ . . . آپ کی . . . کے احباب سے یہاں ملا ہوں اور وہ . . . بہت خوش ہوئے . . .

نے مجھے اسلام کے متعلق نہایت مفید معلومات بہم پہنچائیں۔ اللہ تعالےٰ کے فضل سے امید ہے۔ کہ میں ایک مفید انسان بننے کی کوشش کروں گا۔ آپ کی انجمن نے جو مجھے نیا نام عبدالرحمن دیا ہے۔ اس پر میں بہت خوش ہوا ہوں۔ اور اپنے اس نام نو کی عوام کی اطلاع کے لئے عنقریب مشتہر کر دوں گا۔ بیعت کا فارم پر کر کے واپس کرتا ہوں۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔ کہ میں اسلام کی تعلیم کو پورے طور پر حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔ اور ہمیشہ اسلام کا وفادار اور خادم بننے کی سعی کروں گا جہاں کہیں میں جاؤں گا۔ جب سے میں نے اسلام اختیار کیا ہے مجھے اپنے اندر ایک روشنی اور نور محسوس ہوتا ہے۔ اور میں خدا تعالےٰ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ اس نے میری راہ راست کی طرف ہدایت کی۔ میرا ارادہ اسملک سے بلجیم کے علاقہ میں جاکر آباد ہونے کا ہے۔ اور آپ کا دوسرا خط پہنچنے سے قبل میں یہاں سے روانہ ہو چکا ہوں گا۔ ڈاکخانہ والوں سے میں نے خطوط کے وہاں روانہ کر دینے کا انتظام کر لیا ہے۔

خط بورنیو (جزائر شرق الہند)

برادر سلیم صاحب بورنیو سے لکھتے ہیں کہ۔
آپ کا خط اور رسالہ جات پہنچ گئے ہیں۔ چند عربی رسالہ جات اور بھیج دیں۔ تاکہ تبلیغ کے کام آئیں۔ اشاعت اسلام اور تبلیغ احمدیت کے لئے ضروری ہے۔ کہ اسملک کی زبان میں رسالہ جات تصنیف کر کے شائع کئے جائیں۔ اس لئے میں ان تمام کتب کا ڈچ اور ملائی زبان میں ترجمہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں دعوت عمل اور مرزا غلام احمد دی مین زیادہ تعداد میں بھیج دیں۔ اگر حضرت مسیح موعود اور انجمن کے بڑے بڑے کارکنان کے فوٹو مل سکیں۔ تو وہ بہت مفید ثابت ہوں گے۔ چند احباب کے نام لکھتا ہوں جنہیں آپ لائٹ اور کتب بھیجیں۔

سلسلہ اسلامیہ

مسلم بچوں کی تعلیم کیلئے بڑا ضروری ہے کہ ایسا کورس تیار ہو جس کے پڑھنے سے تعلیمی ترقی کے ساتھ ساتھ ان کی دینی اور اخلاقی اصلاح بھی ہوتی رہے۔ اب تک کوئی ایسا مفید کورس تیار نہیں۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے ارادہ کیا ہے کہ مسلم بچوں کیلئے ایسا کورس تیار کیا جائے جس سے دونوں فائدے حاصل ہوں چنانچہ اس سلسلہ میں سردست قاعدہ اردو۔ اردو کی پہلی، اردو کی دوسری، اردو کی تیسری کتاب چھپ چکی ہیں۔ علاوہ ازیں چند اور کتابیں . . . [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ○

پیغام صلح
لاهور

جلد ۱۳، ۲۲ شعبان المکرم ۱۳۴۳ھ، نمبر ۳۹

جناب پوپ کا دھاوا عرب پر

(جناب محمد اقبال صاحب مقیم رومار اٹلی، کے قلم سے)

وہ گھڑی آگئی جس کا خطرہ تھا یعنی وہ ملک جس کو صحابہ کرام اور خود جناب رسول اکرم نے اپنے خون کو پانی کی طرح بہا کر تمام شرک و بت پرستی کی آلائشوں سے پاک کیا تھا۔ پھر مسلمانوں کی بے حسی سے تثلیث پرستی کا اڈہ بنکر دغاکا بازار بننے والا ہے۔ پوپ یعنی کنواری مریم کے بیٹے کا پہلا ہراول دستہ عرب کے دروازوں پر پہنچ کر مقیم ہوگیا ہے۔ جن میں ہم پادری۔ تین راہب اور بارہ کنواریاں شامل ہیں۔ اور انہوں نے اپنے سحر آفرین دام فریب دجاہل بدوؤں کو پھنسانے کے پھیلا دیئے ہیں۔ ہم ان کے ایک ریویو سے جو ایطالی زبان میں روما سے مہینے میں دوبار شایع ہوتا ہے۔ ہندوستانی علمائے کرام اور صوفیائے عظام کی خوشخبری اور دلچسپی کے لئے ترجمہ کر کے .... پیش کرتے ہیں تاکہ ان کے دلوں میں ان کنواریوں کے نام سے ایک ولولہ اور امنگ پیدا ہو۔ اور ان کو اپنی جادو بیانی اور توجہ باطنی سے اپنی طرف کھینچیں۔ یا اگر وہ ان کے دام محبت و الفت کا شکار نہ ہوسکیں۔ تو ایسی بددعا کریں۔ کہ ان کی شکلیں ایسی بدصورت اور کریہہ ہوجائیں۔ کہ وحشی بدو ان کی صورتوں کو دیکھ کر متنفر ہو جائیں۔ اور وہ ناکام ہوکر پھر روما کی کسی خانقاہ میں گوشہ گزیں ہو جائیں اور دوبارہ اپنے حسن زاہد فریب کی واپسی کو لئے کنواری مریم کے بیٹے کے حضور میں التجا کیا کریں۔

"دولی فرانسسکو جس نے سب سے پہلے عرب میں ایک خانقاہ کی بنیاد ڈالی۔ کوئی خاص سیاسی دسیاست برائے پراپیگنڈہ مسیحیت، قابلیت نہ رکھتا تھا۔ مگر اس نے یہ کام خداوند اور کلیسا کی مرضی پر چھوڑ دیا۔ اب خداوند اور کلیسا کی مرضی سے ملک عرب میں ایک اپاستالک مشن قائم ہوگیا ہے۔ ۱۹۲۲ء کی مردم شماری کی رو سے عرب میں ۹۹ کیتھولک مذہب میں داخل ہو چکے ہیں۔ اور ۲۸۹ یورپین۔ ہندوستانی اور افریقی کیتھولک ان کے علاوہ ہیں۔ بلاشک ہمارے مشنری اسلامی دنیا کے قلب میں گھس کر عیسوی پیغام پہنچا رہے ہیں۔ جو ایک نہایت ہی ہیبت ناک کام ہے۔ اس وقت اس ہراول دستے میں جو عرب کے دروازہ یعنی عدن میں مقیم ہو چکا ہے۔ چار پادری تین راہب اور بارہ کنواریاں شامل ہیں۔ اور یہ اس تعداد میں شامل نہیں۔ مگر وہ انہیں کی محنت اور کارگزاری کا نتیجہ ہے۔ خداوند نے ان کو عربستان کے ریگستان میں رائی کے دانہ کی طرح جو بے شمار پھل لاتا ہے بو دیا ہے۔"

اخوذ از Rivista Illustrata della Esposizione Missionaria Vaticana Roma

کیا کہتے ہیں ہمارے ملاں اور پیر لوگ جن کی گردنوں کی رگیں کافرسازی کے رحرو ٹش کے زور سے پھول پھول جاتی ہیں اور جنہوں نے مجددِ دوراں اور اس کی غریب مگر اسلام کی فداکار جماعت کی مخالفت میں اودھم مچا رکھا ہے۔ اگر وہ کچھ بھی اسلامی حمیت اور غیرت اپنے دلوں میں پاتے ہیں۔ تو ان کو اپنے اپنے وضو خانوں کی سڑاندی بھری نالیوں میں ڈوب مرنا چاہیئے۔

ان کو شرم آنی چاہیئے کہ وہ اس باغیرت اسلامی جماعت کو قابل دار اور لائق سنگساری ٹھیراتے ہیں۔ جنہوں نے اللہ اکبر اور محمد رسول اللہ کے نعروں سے کفرستان کے سنگین قلعوں کی دیواروں کو لرزہ میں ڈال دیا ہے۔ آج اسلامی دنیا ایک صدر الدین یا ایک کمال الدین اگر پیدا کر دیتی۔ تو ان کے فتوے قابل وقعت ہو سکتے تھے۔ بہوش کفایت اللہ۔ یک شاہ اپنا کیپٹی ای قائد یا اس سے نصف کم زور مسلم بازی پر لگاتی جس قدر کہ وہ کافر گری پر لگا رہی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے حضور میں دونوں طرف سے نہیں تو ایک طرف سے تو ضرور سرخرو ٹھیرتے۔ اور اہل مغرب کی توجہ کو اپنے دو رنگا چہروں کی زیبائش سے اپنی طرف کھینچتے۔ اور جنت و دوزخ کے دربان بھی انگلیاں اٹھاتے۔ کہ وہ آتے ہیں۔ واللہ کیا ٹھاٹھ رہتا۔

اب وقت آگیا ہے۔ کہ وہ طبقہ جو نئی روشنی سے منور کہلاتا ہے۔ ان بے ہنگام ملانوں اور پیروں کے خلاف اعلان جہاد کر اور اسلامی خدمت کو اپنے ہاتھ میں لے۔ اور ان گمراہ کنندہ خلق خدا کو دیوبند یا کسی اور جنہ کی تاریک و تار کوٹھڑیوں میں بند کر کے آہنی زنجیروں کو مقفل لگا کر کنجیاں دریائے گنگا یا اٹک کی گہرائیوں میں پھینک دے۔ اور پھر سے زور سے نعرۂ تکبیر بلند کرے۔ اور آواز بلند کہے۔

قل جاء الحق وزهق الباطل۔ ان الباطل كان زهوقا

کس قدر مصیبت ناک امر ہے۔ کہ تثلیثی ہمارے تو ہمارے قلب میں خنجر بھونک دیں۔ اور ہر طرف سے سرنگیں لگا کر ہمارے آخری قلعہ کی بنیادوں میں ڈائنامیٹ بھر رہے ہوں۔ مگر ہم قلعہ کی دیواروں کے اندر آرام سے بیٹھے اپنے ہی بھائی بندوں پر کفر کے تیر چلا رہے ہوں۔ اگر نوجوان گروہ نے جن کے دلوں میں نور ایمان اور عشق اسلام کی کفر سوز چنگاری موجود ہے۔ اپنے ہتھیاروں کو جلد نہ سنبھالا۔ تو دشمن سے نجات محال ہے۔ اب ہمارے لئے مدافعت کی صرف ایک ہی صورت باقی رہ گئی ہے۔ یعنی ہمارے نوجوان دلائل و براہین کے ہتھیاروں سے آراستہ ہو کر تثلیث کے قلعوں پر حملہ آور ہو جائیں۔ ہم یقین اور دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ کامیاب ہوں گے۔ کیونکہ دشمن کے گھر کی دیواریں نہایت بودی بنیادوں پر قائم ہیں۔ جو صرف لبیک کی آواز سے ہی فنا ہو جائیں گی۔

آج کل کی لڑائیوں نے ثابت کر دیا ہے۔ اور گذشتہ تاریخ بھی شاہد ہے۔ کہ بہترین مدافعت دشمن کو اس کے اپنے ملک میں مصروف پیکار کرنا ہے۔ تاکہ وہ ہماری سرحد میں داخل ہی نہ ہو سکے۔ اور اگر نقصان ہو تو اسی کے ملک کا ہو۔ اسی اصول کو مدنظر رکھ کر کنواری مریم کے بیٹے کے جانشین نے ہمارے قلب پر حملہ کیا ہے۔ کیونکہ وہ ہماری کمزوری سے کماحقہ آگاہ ہے۔ وہ جانتا ہے کہ ہم اس کے اس حملہ کی تاب مقاومت نہیں رکھتے۔ اور یہ ہماری نہایت ہی خطرناک کمزوری ہے۔ جس سے وہ فائدہ اٹھا رہا ہے۔

وما علینا الا البلاغ ○

انجمن خدام الدین لاہور کا سالانہ جلسہ
اصحاب دیوبند او ہم

گذشتہ تین روز جمعہ ہفتہ اور اتوار، لاہور میں ایک نئی انجمن "خدام الدین" کا جلسہ ہوتا رہا۔ یہ انجمن بہت تھوڑے عرصہ سے لاہور میں قائم ہے جس کا مقصد نوجوانان اسلام کو تعلیم اسلام سے بہرہ ور کرنا اور شرک و بدعت کو مٹانا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ اس کے بانی مولوی احمد علی صاحب ان تنگ دل ملانوں میں سے نہیں جو بات بات پر مسلمانوں کو کافر بنانے کے درپے ہیں۔ بلکہ خود ہمارے منہ پر مولوی صاحب نے کچھ عرصہ ہوا اس بات کا اعتراف کیا تھا۔ کہ میں جماعت احمدیہ کو کافر نہیں سمجھتا۔ اور نہ اختلافی مباحث کو چنداں اہمیت دینا چاہتا ہوں۔ لیکن ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی، جبکہ انہی وسیع الخیال مولوی صاحب نے خدام الدین کے جلسہ میں دیوبند کے کفرساز ملانوں کو بلایا۔ جنہوں نے ان تین ایام میں شرک و بدعت کا مٹانا تو ایک طرف اس کی دیواروں کو مستحکم کرنے کی پوری کوشش کی۔ مثلاً مولوی شبیر احمد صاحب نے انك ميت وانهم ميتون سے یہ انوکھا استدلال کیا۔ کہ رسول اللہ صلعم کی موت اور قسم کی ہے۔ جو انقطاع زندگی سے تعلق نہیں رکھتی۔ اور دوسرے لوگوں کی موت اور رنگ رکھتی ہے۔ یعنے جسمانی زندگی کا انقطاع۔ یقیناً مولوی شبیر احمد کو حیات النبی کے مشرکانہ خیالات کی تائید ہی کی۔ تو اس آیت سے جو صریحاً آنحضرتؐ کی وفات پر دال ہے۔ یا اس مایۂ ناز دلیل سے کہ اگر نبی کریم صلعم فوت شدہ ہوتے۔ تو امہات المومنین سے نکاح جائز ہوتا۔ حیرت ہے کہ ان مولویوں کے علم و عقل کو کیا ہوگیا۔ کیا اگر کسی کا باپ مر چکا ہو۔ تو وہ ماں سے نکاح کر سکتا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کے فوت ہونے کی صورت میں امہات المومنین سے کسی مسلمان کا نکاح جائز ہوتا۔

یہ تو اس شرک و بدعت کا حال ہے جس کے قلع قمع کرنے کے لئے انجمن خدام الدین کھڑی ہوئی تھی۔ رہی کفر بازی اس کے لئے مولوی مرتضیٰ حسن کا نام لے دینا کافی ہے۔ جنہوں نے اپنی عادت مستمرہ کے مطابق یہاں تک کہنے سے دریغ نہ کیا۔ کہ ایک مسلمان کا زنا کرنا۔ چوری کرنا اور شراب پینا چنداں معیوب نہیں جس قدر احمدیوں کو مسلمان قرار دینا برا ہے۔ ہم نہیں سمجھتے۔ کہ مولوی صاحب کو زانیوں۔ چوروں اور شرابیوں سے اس قدر لگاؤ کیوں ہے۔ کہ وہ ان اہل حق پر انہیں ترجیح دیتے ہیں۔ جو احمدیوں کو مسلمان سمجھتے ہیں سوائے اس کے کہ انہیں دایں ریش و نش، ایسے کاموں سے خاص دلچسپی ہو... اور کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔

...... مولوی صاحب نے مسیح کو زندہ کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ اور الفضل اور پیغام صلح کو اپنے مایۂ ناز کتابوں کے جن کی شکل بھی آج تک دکھانے کی انہیں جرأت نہیں ہوئی ہوا کے لئے چیلنج دیا۔ اور حضرت مسیح موعود پر افترا پردازیوں اور بہتان بندیوں کا وہ طومار باندھا۔ کہ الشتری پناہ۔ یہاں تک کہا کہ مرزا صاحب نے تعلیم دی ہے کہ ختم المرسلین کے دامن سے چھوٹ کر میرے دامن سے وابستہ ہو جاؤ۔ کاش اس بارہ میں کوئی ایک ہی حوالہ پیش کیا ہوتا۔ بہرحال ان کی تقریر کسی آئندہ صحبت میں مفصل تبصرہ کرنے کا ہم ارادہ رکھتے ہیں۔ مقررین میں اصحاب دیوبند کے علاوہ مولوی نور علی خان صاحب بھی تھے جنہوں نے مسلمانوں کو اتحاد کا وعظ کرتے ہوئے احمدیوں پر زبان کی تلوار چلانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

....

....

انہوں نے اس خطرہ کو پورے زور کے ساتھ اعلان کیا۔ کہ کابل میں جہاں احمدیوں کی تعداد آٹا میں نمک بھی نہیں۔ بلکہ نمک کے ایک ریزہ کے برابر ہے۔ اگر اس ریزہ کو بھی نیست و نابود کرنے کی پوری کوشش نہ کی گئی۔ تو وہ عنقریب تمام افغانستان کو کان نمک بنا کر رہے گا۔ یہ اس عذب و کشش کا کھلا اعتراف ہے جو اہل حق کے اندر ہمیشہ موجود رہا ہے۔ اور جماعت احمدیہ کے اندر بھی پایا جاتا ہے۔ اور کہ یہ غلط ہے کہ اسلام کا غلبہ قلم کے جہاد سے ممکن ہے۔ جب تک تلوار نہ اٹھائی جائے گی۔ اس وقت تک مسلمان دنیا پر غالب نہیں آسکتے۔ معلوم نہیں مولوی صاحب کو تلوار اٹھانے سے کس نے منع کیا ہے۔ احمدیوں کے اعتقاد کو وہ ان کے پاس رہنے دیں۔ اگر وہ خود جہاد بالسیف ہی کو ضروری سمجھتے ہیں۔ تو کیوں اس پر عمل پیرا نہیں ہوتے۔ کیا احمدیوں پر معترض ہونے سے وہ اس فرض سے سبکدوش ہو جائیں گے جس کے لئے احمدیوں کو ہدف ملامت ٹھیراتے ہیں۔ مذاق تھا کہ جہاد بالسیف خود کر کے دکھاتے۔ اور لم تقولون ما لا تفعلون کا مرقع بنکر دنیا کے سامنے پیش نہ ہوتے۔ احمدی جماعت جس بات کی قائل ہے۔ اس کو عملی طور پر سر انجام دے رہی ہے۔ لیکن تمہاری یہ حالت ہے کہ منہ سے کہتے ہو۔ اور کر کے نہیں دکھاتے۔ کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون۔ حیرت ہے کہ جب حالت اپنی یہ ہے تو کہ بقول شاعر ؎

> نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
> یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

تو کس منہ سے یہ لوگ "جہاد بالسیف" "جہاد بالسیف" کا ۔۔۔ اور احمدیوں پر نفرت و ملامت کے ووٹ پاس کرتے ہیں۔

مسلم ہائی سکول لاہور

جلسہ تقسیم انعامات

ہیڈ ماسٹر صاحب کی رپورٹ

مورخہ ۲۴ مارچ ۱۹۲۷ء کو مسلم ہائی سکول کا جلسہ تقسیم انعامات سکول کے احاطہ میں ہوا۔ جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اسسٹنٹ سرجن جنہوں نے اپنے دست مبارک سے طلباء کو انعام تقسیم کیا۔ سب سے پہلے ہیڈ ماسٹر صاحب نے رپورٹ پڑھی جس کے بعد ڈاکٹر صاحب نے انعام تقسیم کئے اور بعد ازاں چند ایک نصائح اپنے عزیز طلباء کو کیں اور انہیں کوشش ترقی کا شوق دلایا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ بچوں کو چاہئے کہ اپنے مذہب سے واقفیت حاصل کریں اور اشاعت اسلام میں جہاں تک ہو سکے کوشش کریں۔

معزز حاضرین! میں کوئی لمبی رپورٹ سنا کر آپ کی سمع خراشی نہیں کرنا چاہتا۔ آپ کو معلوم ہے کہ اس سے قبل دو موقعوں پر سکول کے متعلق پہلے بھی عرض کر چکا ہوں۔ میں اس موقعہ پر ان باتوں کا اعادہ نہیں کروں گا۔ صرف چند ضروری باتیں آپ کے سامنے بیان کروں گا جس سے معلوم ہو جائے گا کہ سکول نے ایک سال کے عرصہ میں کتنی ترقی کی ہے۔

آپ کو معلوم ہے کہ جلسہ انعامات بھی سکول کا ایک ضروری کام ہے جس سے سکول ہر دلعزیزی حاصل کر کے نمایاں ترقی کر سکتا ہے۔ اس غرض کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم نے ۱۹۲۶ء میں اسکو شروع کیا تھا۔ ۱۹۲۶ء میں مبلغ یک صد روپیہ کے انعامات حضرت امیر قوم مولانا مولوی محمد علی صاحب نے اپنے دست مبارک سے تقسیم کر کے ہمیں مشکوری کا موقعہ دیا تھا۔ اس سال ہمارا ارادہ تھا کہ ہم جلسہ انعامات کو زیادہ اعلیٰ پیمانہ پر کرتے لیکن چونکہ سکول کی عمارت تیار ہو رہی ہے۔ اسلئے اسوقت تک ہماری توجہ اسی طرف مبذول رہی ہے اور بالکل فرصت نہیں ملی۔

آج سے چند روز پہلے ہم نے یہ ارادہ کیا تھا کہ جلسہ کے انعقاد کا خیال اس سال بالکل ترک کر دیا جائے کیونکہ نہ تو ہمارے پاس کافی روپیہ ہے اور نہ ہی کافی وقت۔ آپ کو معلوم ہے کہ ایسے جلوس کے لئے دونوں چیزوں کی سخت ضرورت ہے۔ لیکن چونکہ ایسے جلسوں کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے میں نے اساتذہ کی ہمت اور جوش کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ فیصلہ کر دیا کہ ضرور جلسہ کا انعقاد کیا جائے اور اس موقعہ پر اساتذہ نے جس ایثار اور خلوص سے کام لیکر طلباء کو میڈل دئے ہیں۔ انکا میں دلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔

اس سال سکول نے تعداد طلباء کے لحاظ سے بہت ترقی کی ہے۔ اسوقت ۴۰۵ طلباء سکول میں پڑھتے ہیں اور پچھلے سال ۴۳۲ تھے۔ جگہ کی تنگی کے باعث بعض حالتوں میں طلباء کو داخل کرنے سے انکار کرنا پڑا۔ اگر یہی رفتار رہی تو انشاء اللہ آئندہ سال بہت ترقی ہو جائے گی۔ اسوقت ہی جماعت دوم اور جماعت پنجم کے دو سیکشن ہیں۔ اور آئندہ ہمیں امید ہے کہ اور جماعتوں میں بھی ہمیں سیکشن بنانے پڑیں گے۔

میٹریکولیشن کے امتحان میں گذشتہ سال ۲۹ لڑکے بھیجے گئے تھے ان میں سے ۲۷ میٹریکولیشن۔ ایس۔ ایل۔ سی اور ایس ایل سی میں ۲ لڑکوں میں سے ایک لڑکا پاس ہوا تھا۔ خدا کے فضل سے ہمارے سکول کا نتیجہ دوسرے لڑکوں کے مقابلہ میں بہت اعلیٰ رہا۔ جو لڑکے فسٹ ڈویژن میں پاس ہوئے محمد نذیر جو سکول کی طرف سے فسٹ رہا ہے اس نے ۵۲۹ نمبر حاصل کئے جس کو آج سکول کی طرف سے انعام دیا جائے گا۔

ہمارے طلبا تمام کھیلوں میں دلچسپی لیتے ہیں اور مختلف سکولوں کے ساتھ میچ کرتے رہتے ہیں۔ اس سال بھی سکول ٹورنمنٹ کیا گیا جو لڑکے اول نکلے ہیں۔ ان کو آج انعامات وغیرہ دئے جائینگے۔

خدا کا شکر ہے کہ سکول ہر طرف نمایاں ترقی کر رہا ہے۔ سکول اخلاقی حالت کے سنوارنے میں نمایاں حصہ لیتا ہے۔ اور تعلیمی حالت بھی اچھی ہے۔ سکول کی ہر دلعزیزی کا اس سے پتہ چلتا ہے کہ طلبا اور سکول میں داخل ہونے کے لئے دور دراز علاقوں سے آئے ہیں۔ اور والدین اپنے بچوں کو یہاں بھیج رہے ہیں اور ہم سخت کوشاں رہتے ہیں۔ اور سکول کی ترقی کا ہے۔ طلبا کی تعداد میں معتدبہ اضافہ ہو جانے کی وجہ سے اس سال باوجود مالی مشکلات کے انجمن محبت اور ایثار سے کام لیکر سکول کی عمارت کر رہی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ دو تین ماہ میں تیار ہو جائے گی اور ہماری مشکلات باقی نہ رہینگی۔

آخیر میں میں مولوی اللہ بخش صاحب مدرس اور خان محمد طالب علم کی پلیگ کے ایام میں ناگہانی موت پر دلی رنج کا اظہار کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالے ان کو غریق رحمت کرے۔

اب میں جناب مرزا صاحب کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ وہ طلباء کو انعامات اپنے دست مبارک سے تقسیم کر کے مشکوری کا موقعہ دیں۔

اولڈ بائز ایسوسی ایشن

مسلم ہائی سکول لاہور

مسلم ہائی سکول لاہور اولڈ بائز ایسوسی ایشن کی بنیاد رکھنے کی غرض سے بتاریخ ۵ مارچ بروز جمعرات ۴½ بجے شام سکول میں "طلباء سابقہ" کا ایک جلسہ ہوا۔ اس جلسہ کی دعوت سید غلام مصطفےٰ صاحب ہیڈ ماسٹر کی طرف سے تھی۔ اولڈ بائز کی ایک خاصی تعداد نے لبیک کہا۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ اکثر اصحاب کے پتہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے انہیں اطلاع نہ پہنچ سکی اور اسطرح وہ جلسہ میں شریک نہ ہو سکے۔ ہمارا یہ پہلا جلسہ امید افزا تھا۔

جناب ہیڈ ماسٹر صاحب جلسہ کے صدر تجویز ہوئے اور انہوں نے اپنی افتتاحی تقریر میں ایسوسی ایشن کے قیام کی اہمیت وضاحت سے بیان کی۔ اور فرمایا کہ "طلباء سابقہ" میں برادرانہ تعلقات پیدا کرنا۔ ان کا سکول سے رشتہ موانست قائم رکھنا۔ اور ہر ممکن طریقہ سے مدرسہ کی امداد کرنا اس ایسوسی ایشن کے مقاصد اولین میں سے ہونے چاہئیں۔

اثنائے تقریر میں آپ نے ذکر فرمایا کہ اس سے چند روز قبل جبکہ جماعت دہم کے طلباء کو الوداعی دعوت دی گئی۔ اولڈ بوائز میں سے ایک صاحب نے سکول کے متعلق تبصرۃً چند ایسے الفاظ کہے جن سے بعض لوگوں کے دلوں میں سکول کے کام کے متعلق شکوک پیدا ہونے کا اندیشہ تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اس قسم کی باتیں نجی کے طور پر بتا دی جائیں تو ان کا اثر نہایت اچھا ہوتا ہے لیکن پبلک میں ذکر کرنے سے غلط فہمی کی وجہ سے بدگمانیاں پیدا ہونے کا احتمال ہوتا ہے۔ اس پر ایک دو اصحاب نے تقریریں کیں اور صاحب مذکور نے بھی اپنی پوزیشن صاف کر دی۔ ان تقریروں کا یہ اثر ہوا کہ جانبین کی غلط فہمی رفع ہو گئی اور یہ ناخوشگوار واقعہ اختتام پذیر ہوا۔

اسکے بعد جلسہ کی باقاعدہ کارروائی شروع ہوئی۔ سید غلام مصطفےٰ صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی نے اتفاق رائے سے پیٹرن (سرپرست) قرار پائے۔ اور مندرجہ ذیل اصحاب عہدیدار منتخب ہوئے۔

صدر۔ شیخ عاشق حسین صاحب بی۔ اے متعلم لاء کالج لاہور

نائب صدر (۱) جناب رشید احمد صاحب متعلم گورنمنٹ لاہور (۲) سید بشیر حسن صاحب متعلم میڈیکل کالج لاہور

سکرٹری۔ چودہری محمد علی

جوائنٹ سکرٹری۔ سید شبیر حسن صاحب متعلم اسلامیہ کالج لاہور

اراکین مجلس انتظامیہ:۔ (۱) مرزا خلیل الرحمٰن صاحب (۲) مرزا محمد نذیر صاحب (۳) سید احمد حسین صاحب (۴) خالد رشید صاحب (۵) غلام حسین صاحب (۶) سعید احمد صاحب

بعد ازاں جناب ہیڈ ماسٹر صاحب کی طرف سے حاضرین کی مہمانوں سے تواضع کی گئی اور دعائے خیر کے بعد جلسہ ختم ہوا۔

خاکسار

چودہری محمد علی۔ سکرٹری

بھاونگر کا ایک پیغام مظہر ہے کہ ایک پولیس ملازم نے سلور بات کے سپرنٹنڈنٹ پولیس پر برچھی سے حملہ کر کے ... ہلاک کر دیا۔ ... مقتول ... تھا

تازہ خبریں

سردار کشن سنگھ کمیونڈین اکالی کو فساد مرہانہ کے سلسلہ میں ضلع امرتسر سے گرفتار کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ پولیس نے سردار صاحب کو عدالت میں پیش کر کے تحقیقات کے لئے مزید تین دن کی مہلت طلب کی ہے۔

اطلاع موصول ہوئی ہے کہ ترچناپلی کی پولیس نے قتل و غارت کی ایک منظم سازش کا انکشاف کیا ہے۔ اور پیرامبور میں ۲۵ اشخاص کو گرفتار کر لیا ہے جس میں بعض متمول اور ذی رسوخ اشخاص شامل ہیں۔

پیرامبور میں دو ہفتے کے اندر اندر ۱۰۰ مکانات جل گئے اور نقصان کا اندازہ ۲۵۰۰۰۰ روپیہ کیا گیا ہے۔

بیگم یعقوب حسن مع اپنے تین سالہ بچہ کے جمعہ کے دن قسطنطنیہ سے بمبئی پہونچیں۔ اور مسز نائیڈو جی کے ہاں قیام پذیر ہوئیں آپ اتوار کی شب کو اپنے شوہر کے ہمراہ میل سے مدراس روانہ ہو گئیں۔

اخبار ہندو نے اپنی تازہ ترین اشاعت میں بمبئی کرانیکل کے حوالہ سے ایک خبر سپرد قلم کی ہے وہ لکھتا ہے کہ ممتاز بیگم اپنے باپ سمیت ہسپتال سے صحت یاب ہو کر کام چلی گئی ہے اور وہاں ایک مکان میں فروکش ہے۔ پولیس ابھی تک اس کی نگرانی کر رہی ہے۔

اخبار ہندوستان ٹائمز اپنی تازہ ترین اشاعت میں رقمطراز ہے کہ اس سال پنجاب میں انٹرنس کے امتحان میں ۱۸ ہزار طلبہ شریک ہوئے ہیں۔ ان میں سے صرف ۲۱۷۸ طلبہ دہلی سے امتحان میں شریک ہوئے ہیں۔

خلیج میں ابھی طوفان کم نہیں ہوا۔ ٹکا ہٹم میں سمندری طوفان بہت ہے۔ سینکڑوں مسافر رکے پڑے ہیں۔ جہازوں کے لنگر ٹوٹ گئے اور وہ دونوں غرق ہو گئے۔ ان میں سے ایک پر چاول کی ۵۲۰۰ بوریاں تھیں۔ بندرگاہ کا افسر موقعہ پر پہنچ گیا ہے۔

عہدنامہ لوزان کا وہ حصہ جو ترکی اور امریکہ کے مابین از سر نو تعلقات قائم کرنے کے متعلق ہے سینٹ نے مجلس تحقیقات تعلقات خارجہ کے سپرد کر دیا ہے۔ سنٹر بوراہ نے تصدیق کی ہے کہ یہ کارروائی اسلئے کی گئی ہے کہ عہدنامہ کی تصدیق کے لئے ووٹ نہیں ملے تھے۔

مصر کے جدید انتخابات میں زوار پاشا وزیر اعظم اور وزیر خارجہ اور صدیقی وزیر داخلہ۔ سابق وزیر اعظم یحییٰ ابراہیم وزیر مال ڈاکٹر علی ماہر وزیر تعلیم اور سابق اسمعیل سرتی اور موسیٰ فواد جو پہلے حامیان زاغلول میں سے تھے۔ اب بالترتیب وزیر تعمیرات عامہ اور وزیر جنگ مقرر ہوئے ہیں۔

اہل رہیف نے آج ایسٹرن ٹیلیگراف کمپنی کے جہاز ایمبر پر جو ساحل افریقہ سے پرے تحت البحری تار مرمت کرنے میں

... رشس پالی گرنا ...

جناب مولانا صدر الدین صاحب کا تازہ خط

حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں

مخدومی و مکرمی و معظمی مولانا سلمکم اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ملفوف ممبرستانہ وصول ہوا۔ الحمد للہ۔ اللہ تعالیٰ آپ کی ہمت میں برکت ڈالے۔ آپ نے لکھا ہے۔ کہ میناروں کی تکمیل ہی کرنے کا۔ انشاء اللہ تعالیٰ میناروں کی تکمیل بھی ہو جائے گی۔ آپ نے فرمایا ہے کہ تصدیق نامے بھیجے جائیں گے۔ اگر جناب قرآنوں والی رقم بھی عنایت کریں۔ تو سب مکان مینار اور فرنیچر سارے کا سارا کام تکمیل کو پہنچ جاتا ہے۔

اس لئے کہ زمین کا ٹکڑا جو دو ہزار مارک کو فروخت ہو گیا ہے۔ اور دو ہزار مارک آرکیٹکٹ نے اپنی فیس میں سے تھیلے دیئے ہیں۔ یہ چودہ ہزار کی رقم ہے۔ آرکیٹکٹ اور ٹھیکیدار کی کوشش کا نتیجہ ہے۔ ورنہ ٹیکس کے ڈر سے کوئی بارہ ہزار پر بھی راضی نہ ہوتا تھا۔ ان دونوں میں سے آرکیٹکٹ تو بار بار کہہ چکا ہے کہ میں مسلمان ہوں۔ اور ٹھیکیدار بھی اسلام کے حق میں نہایت اعلیٰ درجے کے الفاظ بولتا ہے۔ ان دونوں کو عمارت کی تکمیل دیکھنے کا قدرتی طور پر ہی شوق ہے۔ ان کی کوشش بار آور ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ رب العالمین ٥

جنگلے اور باغ کا قصہ باقی رہ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے بھی سامان مہیا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری جماعت کو بڑی ہمت عطا کی ہے۔ قابل قدر اور قابل شکر گزاری خود آپ کے لئے بھی میرے دل سے دعائیں نکلتی ہیں۔ مینار شروع کرانے ہیں۔ تار دے دی تھی۔

میں سمجھتا ہوں شروع اپریل میں میں واپس آسکوں گا۔

بقیہ کالم ۳

دھرم سالہ سے حکیم سید یاسین شاہ صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ مسمی بھگت رام ولد چھڑنگی قوم راجپوت ساکنہ گھنیارہ ضلع کانگڑہ نے مورخہ ۲۸ جنوری ۱۹۲۵ء کو بخوشی میرے ہاتھ پر اسلام قبول کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس نومسلم بھائی کو استقامت بخشے آمین

ناظرین خط وکتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔ ورنہ تعمیل ارشاد محال ہے۔ (مینجر)

ممالک شرقیہ میں رومن کیتھولک مشنوں کی جدوجہد

ہمارے دوست شیخ محمد اقبال صاحب نے اٹلی سے جو پوپ صاحب کے اخبارات سے نوٹ بھیجے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ پراٹسٹنٹ کے مختلف فرقوں کے ہزاروں باقاعدہ مشنوں کے علاوہ جو ممالک شرقیہ میں کام کر رہے ہیں۔ اب پاپائے روم کے پیرو بھی مختلف ممالک، اسلامی و غیر اسلامی میں پوری جدوجہد سے کام لے رہے ہیں

چین کے بندرگاہ شنگھائی میں اپنا مرکز قائم کر کے گذشتہ چار سال کے اندر رومن کیتھولک پادری دو ہزار کیلومیٹر کا فاصلہ پیدل اور خچروں پر طے کر کے صوبہ کانسو میں کام کر رہے ہیں۔ اور اس حصہ میں ۴۸۸۴۴ لوگوں کو عیسائی بنا چکے ہیں۔

جزائر شرق الہند سماٹرا۔ بورنیو وغیرہ میں پہلے ان کے مشن نہ تھے۔ اب وہاں بھی انہوں نے کام شروع کر دیا ہے۔ اور صرف بورنیو میں رومن کیتھولک ۴۵۷۰ کی تعداد تک پہنچ گئے ہیں سماٹرا میں اُن کی تعداد ۷۰۲۰ ہے۔ یہ تعداد باوجود حکومت ڈچ کی مخالفت کے جو پراٹسٹنٹ ہے۔ بجگئی ہے۔ ہالینڈ کے رومن کیتھولک کوشش کر رہے ہیں۔ کہ حکومت کے اس قانون کو جو ان کی تبلیغ میں روک ہے۔ منسوخ کرا دیا ہے تاکہ پراٹسٹنٹ مشنوں کی طرح وہ بھی ان علاقہ جات کے مسلمانوں و غیر مسلموں میں اپنی تبلیغ قائم رکھ سکیں۔

سوالات وجوابات

سوال از محمد سلطان صاحب احمدی منڈیالہ

زید نے ہندہ کی بہن کی معیت میں اس کی ماں کا دودھ پیا تھا کیا زید کا نکاح ہندہ سے جائز ہے؟

جواب

روایات فقیہہ کے رو سے یہ نکاح درست نہیں۔ عمدۃ الرعایۃ حاشیہ شرح الوقایہ کتاب الرضاع میں لکھا ہے۔

فاولاد المرضعۃ کلہم [illegible] علی الرضیع وقد تقدم منہ کانت علی رضاعتہ او بعد

یعنی دودھ پلانے والی عورت کی کل اولاد دودھ پینے والے (رضیع) پر حرام ہوتی ہے۔ خواہ وہ اولاد رضاعت پر مقدم ہو یا موخر۔"

لیکن مجھے اس سے اتفاق نہیں۔ قرآن کریم کے رو سے یہ حرمت اس قدر وسیع نہیں۔ قرآن کریم تو صرف رضیع اور رضیعہ (دودھ پینے والا لڑکا اور لڑکی) تک ہی اس حرمت کو محدود کرتا ہے۔ اور عرفاً و لغتاً اور شرعاً بھی وہ بہن بھائی کہلائے جاسکتے ہیں۔ ہاں فقہاء کا انحصار بلاشک اس حدیث "یحرم من الرضاع مایحرم من النسب" حرام ہیں رضاعاً وہ عورتیں یا مرد جو حرام ہیں نسباً" پر ہے۔ لیکن یہ حدیث باوجود خبر واحد ہونے کے ائمہ مجتہدین کے درمیان اصولاً مختلف فیہ ہے۔ جو کہ بہرحالت معارضہ قرآن اور اثبات حرمت سے قاصر ہے۔

(خادم الابرار عبد الستار)

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ کی طبیعت دو تین دن سے ناساز تھی۔ اب خدا کے فضل سے آرام ہے۔ فالحمد للہ۔

راولپنڈی سے بابو غلام ربانی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ جب سے یہاں مولوی عبد الحق صاحب تشریف لائے ہیں۔ درس قرآن کا سلسلہ شروع ہے۔ انجمن کا دفتر جہاں پر روزانہ شام کو درس ہوتا ہے۔ عین بازار میں ہے۔ یہ مکان میاں عبد الکریم صاحب کا ہے۔ جو کہ بڑے متمول اور شریف النفس احمدی ہیں۔ آپ نے یہ مکان انجمن کو بلا کرایہ دیا ہوا ہے۔ یہ مکان عیسائیوں کی لائبریری اور لیکچروں کی جگہ کے عین متصل واقعہ ہے۔ ہمارے جوشیلے نوجوان ہر روز پانچ بجے شام کے قریب بازار میں کھڑے ہو کر اسلام کی خوبیاں پر بولا کرتے ہیں۔ اس کے بعد معاً درس قرآن شروع ہو جاتا ہے علاوہ اس کے ہر روز اتوار کو پبلک لیکچروں کا سلسلہ بھی شروع کر دیا ہے۔ چنانچہ پہلا لیکچر ہو چکا ہے۔ اس اتوار کو اس لئے نہیں ہوا۔ کہ مولوی عبد الحق صاحب سیالکوٹ جلسہ پر تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ درس میں خاصی تعداد احمدیوں اور غیر احمدیوں کی جمع ہوتی ہے۔ اگر یہ سلسلہ قائم رہا اور یقین ہے کہ انشاء اللہ قائم رہے گا۔ تو خدا کے فضل وکرم سے کامیابی کی بڑی امید ہے۔ طرفہ یہ ہے کہ بعض غیر احمدی احباب جو کہ ہمارے سلسلہ میں شامل نہیں ہیں۔ وہ بھی ہمارے ساتھ مل کر اشاعت اسلام کا کام کر رہے ہیں۔ باقی بر کالم اول

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۰ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

لاہور

جلد ۱۳، ۲۶ شعبان المکرم ۱۳۴۳ھ مطابق ۲۲ مارچ ۱۹۲۵ء نمبر ۴۰

اگر تم اسلامی سلطنت چاہتے ہو تو قرآن کو دنیا میں پھیلاؤ

(خطبہ جمعہ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۲۵ء فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ)

حم۔ والکتب المبین۔ انا جعلنٰہ قرآنا عربیا .... وانا الی ربنا لمنقلبون

مسلم آوٹ لک کی پیشگوئی

ہمارے یہاں لاہور سے ایک انگریزی اخبار مسلم آوٹ لک نکلتا ہے۔ چند دن ہوئے اس میں ایک مضمون اس امر پر نکلے۔ کہ یہ جو برٹش ایمپائر ہے۔ آخر کار یہ ایک مسلم ایمپائر بن جائے گی۔ اس پر بہت سے ہندو اخبارات نے جو کچھ لکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی تشابہت قلوبھم انسان ہمیشہ یکساں حالت میں رہتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ مسلم آوٹ لک کا ایڈیٹر مجنون ہے۔ شاید ان ہندوؤں کو پہلی دفعہ اس کے سننے کا موقعہ ہوا ہو۔ کیونکہ مسلمان اخبار نویس علی العموم ایسی باتیں لکھنے سے پرہیز کرتے ہیں۔ اور غالباً ان نومسلموں کے دل میں ایمانی زندگی اور روح پڑھی ہوئی ہے۔ ان کے دل میں ایک محکم عقیدے کی طرح یہ بات گڑی ہوئی ہے۔ کہ اسلام آخر کار غالب ہوگا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ یہی یقین ہے۔ جس کے ذریعہ سے اسلام آخر کار غالب ہو سکتا ہے۔ یہ بات مسلمانوں سے نکل چکی ہے۔ بے شک بیس سال کے اخبار اٹھا کر دیکھ لو بڑے بڑے مولوی۔ بڑے بڑے لکھنے والے تمام باتوں پر ...... لکھتے ہیں۔ مگر اس کلمہ کے لئے زبان نہیں کھلتی۔ اور غالباً اسی لئے مسلمان اشاعت اسلام سے گھبراتے ہیں۔ کہ وہ اسے ایک وہمی بات سمجھتے ہیں۔ اور خیال کرتے ہیں کہ مذہب کا تسلط اٹھتا جا رہا ہے۔ اس کی وجہ دراصل یہ ہے کہ ہم لوگ خود بھی مذہب کو چھوڑ رہے ہیں۔ اسی لئے دوسروں کے متعلق بھی سمجھتے ہیں کہ مذہب کا تسلط ان پر سے اٹھتا جا رہا ہے۔

اس خیال کو کس نے پیدا کیا

اس زمانہ میں اس خیال کو کہ اسلام غالب آنے والا ہے۔ اور وہ محتاج نہیں ہے کسی ملکی طاقت کا بلکہ قرآن کے ذریعہ سے وہ غالب آئے گا۔ اس کو پھیلانے والے حضرت مرزا صاحب ہیں۔ اور آپ ہی کے وجود سے وہ جماعت بنی۔ جو اس غلبہ کے لئے کوشش کر رہی ہے۔ اور غلبہ ہوتا جا رہا ہے۔ غور کر کے دیکھ لو جس قدر وہ جماعت ترقی کرتی ہے۔ اسی قدر اسلام غالب آتا ہے۔

کیا یہ خیال مجنونانہ ہے؟

لیکن عام طور پر مسلمانوں کے دل میں اس کا یقین نہیں۔ اور ایک نومسلم کے منہ سے یہ کلمہ نکلتا ہے۔ کہ اسلام غالب ہو جائے گا۔ اس کے اوپر غیروں کی طرف سے وہی کہا جاتا ہے۔ جو پہلے کہتے تھے۔ کہ یہ مجنون ہے۔ ایسا ہی اس وقت بھی لوگوں نے کہا۔ جب محمد رسول اللہ صلعم یہ پیغام دنیا میں لائے۔ اور جب فرمایا کہ اس پیغام کو قبول کرنے سے تم عرب و عجم کے مالک ہو جاؤ گے۔ اور جب یہ وعدے دیئے۔ کہ یہ حق پھیل جائے گا۔ اس وقت انہوں نے کہا کہ یہ مجنون ہے۔ اس کا جواب ان آیات میں دیا۔ فرمایا۔ انا جعلنٰہ قرآنا عربیا لعلکم تعقلون۔ تاکہ تم سمجھ سکو۔ لفظ عربی کے معنے ہیں لغت میں فصیح۔ کھول کر بیان کرنے والا۔ وضاحت سے بیان کرنے والا۔ اور اس کے مقابل عجم کے معنے ہیں گنگ۔ غیر فصیح۔ سمجھ نہ آنے والا۔ جہاں جہاں یہ لفظ قرآن میں آیا ہے۔ عموماً انہی معنوں میں آیا ہے۔ تو فرمایا انا جعلنٰہ قرآنا عربیا۔ ہم نے اس کو فصیح وضاحت سے بیان کرنے والا قرآن بنایا ہے۔ لعلکم تعقلون۔ تاکہ تم سمجھ سکو۔ وانہ فی ام الکتب یہ قرآن ام الکتاب میں ہے۔ ام الکتاب کیا چیز ہے؟ مختصر طور پر کہہ لو کہ علم الٰہی سے مراد ہے۔

قرآن کی خصوصیات

لعلی حکیم۔ بلند مرتبہ دوسروں کو بلند کرنے والا حکمت والا۔ یوں تو قرآن کو پڑھو گے۔ تو بہت سی اس کی خوبیاں بہت سے کمالات ہیں۔ جو اس میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن ایک بڑا کمال اس کا یہ ہے کہ وہ علی ہے۔ بہت بلند اپنے پیروؤں کو بلند کرنے والا۔ حکیم ہے حکمت والا اور دوسروں کو حکمت سکھانے والا۔

تاریخ کا سبق

تاریخ کو دیکھ لو۔ جنہوں نے واقعی قرآن کی پیروی کی۔ جنہوں نے واقعی اس کو اپنا رہبر بنایا۔ وہ اس قدر بلند مرتبہ پر پہنچے۔ کہ تمام دنیا ان کے قدموں کے نیچے تھی۔ اور جس قدر علم و حکمت کی روشنی قرآن نے پھیلائی ہے کسی مذہب نے نہیں پھیلائی۔ ایک ایک ہی کتاب کو دیکھ لو۔ کیا توریت نے علمی روشنی دنیا میں پھیلائی ہے؟ کیا انجیل نے علم کی روشنی پھیلائی ہے؟ کیا ہمارے ہندوستان میں پرانے زمانہ کے وید ہیں۔ ان کے ساتھ کوئی علمی روشنی پھیلی؟ سوائے قرآن کے کوئی مذہب نہیں جس سے علمی روشنی پھیلی ہو۔ نہ ہی کسی نے واقعی اپنے پیروؤں کو ایسا بلند اخلاق والا بنایا۔

قرآن کی وحی بارش کی طرح زندہ کرتی ہے

اور پھر کس طرح مثال کے ساتھ اس کو واضح کرتا ہے۔ والذی نزل من السماء ماء بقدر فانشرنا بہ بلدۃ میتا کذلک تخرجون ۰ وہ خدا جو آسمان سے پانی ایک اندازہ کے ساتھ اتارتا ہے۔ اس کے ساتھ مردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے۔ اسی طرح تم اس قرآن کے ذریعہ سے زندہ کئے جاؤ گے۔ تم ملک عرب کے رہنے والے تمہارے اندر کسی قسم کی زندگی نہیں۔ تمدنی۔ معاشرتی۔ زندگی کوئی نہیں جس طرح زمین مردہ ہو جاتی ہے۔ تو آسمان سے پانی نازل ہو کر اسے زندہ کرتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی خدا کی وحی اور اس کے ساتھ زندگی ہے تو قرآن ہی وہ وحی ہے جس کے ذریعہ تمہارے اندر زندگی پیدا کی جائے گی۔ کذلک تخرجون کے معنے یہی ہیں۔ لوگ خواہ مخواہ ہر جگہ ایسے الفاظ کو قیامت پر لگاتے ہیں۔ قیامت کا کوئی ذکر یہاں نہیں۔ صاف طور پر بتایا ہے۔ کہ جس طرح آسمان سے ... اترتا ہے۔ اور اس سے مردہ شہر زندہ کیا جائے گا۔ قرآن کے ان مقامات کو پڑھو۔ جہاں بار بار ذکر آتا ہے۔ کہ یوں ہم پانی آسمان سے لاتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ مردہ زمین کو زندہ کرتے ہیں۔ اس کی صاف غرض یہ ہے۔ کہ جس طرح مردہ زمین آسمانی پانی سے زندہ ہو جاتی ہے۔ اس قرآن کے ساتھ عرب کے مردہ لوگوں کو زندہ کر دے گا۔ چنانچہ وہی ملک عرب کے لوگ تھے۔ جن کو ایک بیس سال کے عرصہ میں ایسا زندہ کیا۔ کہ دنیا میں ممتاز ہو گئے۔ عرب کا ملک جس طرح ظاہری طور پر بیابان تھا اسی طرح روحانی طور پر بھی بیابان بنا ہوا تھا۔ اس کو اس قلیل عرصہ میں ایسی نشو و نما دی۔ ایسی روشنی پہنچائی۔ اور ایک ایسا سرسبز باغ بنا دیا۔ کہ جن لوگوں نے اس کی پہلی اور بعد کی حالت کا مقابلہ کیا ہے وہ حیران رہ گئے ہیں۔ کہ آخر یہ طاقت کہاں سے آئی جس نے ایسے مردہ لوگوں کو اس طرح زندہ کر دیا۔

مسلمانوں کی قرآن سے علیحدگی

مذہب اسلام کی صداقت کے ہزاروں پہلو ہیں۔ لیکن سب سے زبردست پہلو اس زندگی کا لوگوں کے اندر پیدا ہو جانا ہے۔ مگر آج ہم لوگوں کی حالت کو دیکھتے ہیں۔ تو وہ آسمانی پانی جو ایسا تھا کہ ملکوں کے ملک سیراب کر دیئے۔ ایسے بیج بوئے۔ کہ بیابانوں کو باغات بنا دیا۔ آج وہ قرآن چیز تھی۔ وہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس کے لئے دلوں کے اندر کشش نہیں۔ توجہ کے اندر جگہ نہیں۔ ہر ایک چیز ہے۔ جس کی طرف توجہ کر سکتے ہیں لیکن نہیں توجہ کر سکتے تو اس آسمانی پانی کی طرف۔ ہر ایک مسلمان بچے، بوڑھے اور جوان کو سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ قرآن وہ طاقت تھی جس کے ذریعہ وہ پہلے زندہ ہوئے تھے۔ اور اسی قرآن کے ذریعہ سے وہ پھر زندہ ہوں گے۔

قرآن اسلامی درسگاہوں میں

جس قدر مردگی اور تباہی آج مسلمانوں پر ہے۔ وہ اسی قرآن کو چھوڑنے کی وجہ سے ہے۔ آج مسلمانوں کی درسگاہوں میں چلے جاؤ۔ جہاں بڑے بڑے علوم کی یونیورسٹیاں ہیں۔ قاہرہ کی یونیورسٹی میں جا کر دیکھو۔ قرآن وہاں نہیں پڑھایا جاتا یہی وجہ ہے کہ تنگ دلی نمایاں طور پر پائی جاتی ہے۔ قرآن اگر پڑھایا جاتا۔ تو تنگ دلی نہ ہوتی۔ یہ بھی یاد رکھو کہ ہندو قوم کے اندر جو تنگ دلی ہے۔ وہی اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ قوم بننے کے قابل نہیں اور ایسا ہی مسلمان جب تک تنگ دلی کو نہ چھوڑیں۔ قوم نہیں بن سکتے۔ یہی جو درسگاہیں مسلمانوں کی ہیں۔ ان کے اندر سے منطق اور فلسفہ کی کتابوں کو نکال کر قرآن پڑھاؤ۔ پھر دیکھو کہ وہی لوگ جو آج تنگ دلی پست ہمتی کا مرقع ہیں۔ کس قدر فراخدل ہو جاتے ہیں۔ خوب یاد رکھو۔ دنیا فتح نہیں ہو سکتی بغیر فراخدلی کے اور فراخدلی نہیں ہو سکتی بغیر قرآن کے۔

اپنی جماعت سے خطاب

میں سمجھتا ہوں ہماری جماعت نے بھی ابھی تک قرآن کا علم حاصل کرنے کی پوری کوشش نہیں کی۔ بے شک تم نے سکول بھی بنا لیا۔ اور مسجد بھی بنا لی لیکن یہ چیزیں اصل کامیابی نہیں۔ اصل کامیابی ہے قرآن کا علم حاصل کرنے میں۔ قرآن کا علم پھیلانے میں۔ جب تک اس طرف پورے طور پر توجہ نہ ہو۔ اس وقت ہم کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالےٰ بہتر جانتا ہے۔ کہ کس کو ایسا دل اور دماغ دیا ہے کہ اس بیج کے ساتھ ایک انقلاب پیدا کر دے مجھے افسوس ہوتا ہے یہ دیکھ کر کہ ہم میں یہ بہت بڑا نقص ہے۔ اور میں اس نقص کو چھپانا نہیں چاہتا حقیقت یہی ہے کہ ہم نے بھی قرآن کو ابھی تک نہیں لیا۔ صحابہ کو جو کامیابی حاصل ہوئی۔ تو اس کی اصل وجہ یہی تھی۔ کہ انہوں نے قرآن کو اپنا مقتدا بنا لیا۔ ان کا تو ہر مسئلہ میں قرآن ہی مقتدا تھا، بوڑھے بوڑھے آدمیوں نے قرآن کو حفظ کیا۔ ان کی تو زبان ہی عربی تھی۔ باوجود اس کے انہوں نے قرآن کو سمجھنے کی اس قدر کوشش کی۔ ہماری زبان بھی کوئی اور ہے۔ باوجود اس کے کچھ ہم کس قدر اس زبان کو سیکھنے اور قرآن کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

کامیابی کا اصل ذریعہ

اب بھی اگر کوئی ذریعہ کامیابی کا ہو سکتا ہے۔ تو وہ یہی ہے کہ قرآن کو سیکھو۔ اور اس کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں دیکھتا ... ہمارے ... مقتدا رہا اولاد قرآن سے عبدالرحمن

پڑی ہے۔ کسی نے تھوڑا سا چندہ دے دیا۔ تو اس سے کفارہ نہیں ہو جاتا۔ تم اپنے گھروں میں قرآن کو داخل کرو۔ اپنی اولاد کو قرآن پڑھاؤ۔ میں افسوس کرتا ہوں یہ دیکھ کر کہ ہر روز یہاں درس ہوتا ہے، مگر اس میں آٹھ دس طالب علم اور چند ایک دوسرے آدمی ہوتے ہیں۔ کیا تمہارے دلوں میں خدا کا خوف نہیں جو تم نیچے گھروں کے اندر بیٹھے رہیں گے۔ فضول باتوں میں وقت ضائع کریں گے۔ اور تم اتنا انہیں نہیں کر سکتے۔ کہ میاں تھوڑی دیر جا کر قرآن سن آؤ۔ دیکھو سنبھل جاؤ۔ اور مطمئن مت ہو جاؤ۔ کہ کوئی عمارات بنالی ہیں۔ عمارات سے کچھ نہیں بن جاتا جب تک قرآن کو سمجھنے اور اولاد کو سمجھانے اور پھیلانے کی کوشش نہ کرو۔ میں پھر کہتا ہوں۔ اس قرآن کو پڑھو۔ اس کو آگے پڑھاؤ۔ اور ست تھکو اگرچہ تم بڈھے ہو جاؤ۔ اسی میں تمہاری زندگی ہے۔ اور یہی تمہاری کامیابی کا اصل راز ہے۔

*

آزادی ضمیر کی نئی تفسیر

حامیان قتل مرتد کی طرف سے جو نئی توجیہات افغانستان کے ناروا فعل کی حمایت میں پیش کی جاتی ہیں۔ ان میں ایک یہ بھی ہے کہ زنا، سرقہ اور ڈاکہ وغیرہ جرائم میں قرآن کا دنیوی سزائیں مقرر کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ اسلام نے عقائد مذہبی میں انسانی ضمیر کو کوئی آزادی عطا نہیں کی۔ اور جس طرح ان جرائم کے مجرم کو اس دنیا میں سزا دینا ضروری ہے۔ ویسے ہی مرتد کو بھی سنگسار یا قتل کرنا عین موافق اسلام ہے۔

یہ وہ توجیہ ہے جو نہ صرف جمعیت العلمائے ہند کے اخبار "الجمعیت" میں مولوی کفایت اللہ صاحب نے کی ہے۔ بلکہ مولوی ظفر علی خاں نے بھی اپنے اخبار "زمیندار" میں اسی لنگڑے حربہ کو استعمال کرنے میں اپنی ناکام کوشش سے کام لیا ہے[5]

ہمیں حیرانی ہے کہ ان لوگوں کی عقلوں کو کیا ہو گیا۔ ایسے جرائم جن کا تعلق انسانی سوسائٹی کے ساتھ ہے۔ اور جو بالفاظ قرآن فساد فی الارض کا نتیجہ ہیں، ضمیر کی آزادی سے کیا تعلق رکھتے ہیں۔ چوری۔ ڈکیتی اور زنا وغیرہ ایسے جرائم ہیں۔ جو انسانی سوسائٹی کے حقوق کو پامال کرنے والے ہیں۔ اس لئے ان کا سدباب اس دنیا میں ہونا ضروری ہے۔ اس کو کوئی شخص بھی آزادی ضمیر کے خلاف نہیں کہہ سکتا۔ بلکہ ہر ایک شخص کا ضمیر ان باتوں کو برا جانتا ہے۔ آزادی ضمیر جس چیز کا نام ہے۔ وہ ان جرائم سے بالکل مختلف ہے۔ اور وہ ایک شخص کی ذاتی رائے اور اس کا عقیدہ ہے۔ جو کسی حالت میں بھی سوسائٹی پر خلل انداز نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس میں جس قدر آزادی دی جائے۔ سوسائٹی کی ترقی اور فائدہ کا موجب ہے۔ انسانی اخلاق کا بہت کچھ انحصار اسی آزادی پر ہے لیکن افسوس ہے کہ آج اس عظیم الشان برکت کو جو محض اسلام کے ذریعہ سے دنیا پر نازل ہوئی تھی۔ اسلام ہی کے نام لیوا اپنے ہاتھوں سے مٹانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

اسلامی اخبارات اور مسئلہ رجم مرتد

"زمیندار"، "سیاست" اور .... ایک دو اور اخبارات کے سوائے شاید ہی کوئی اسلامی وغیر اسلامی اخبار ہو گا جس نے افغانستان کے وحشیانہ فعل کے خلاف اظہار نفرت نہ کیا ہو اور مسئلہ رجم مرتد کو اسلام کے قطعاً خلاف قرار نہ دیا ہو۔ سب سے بڑھکر مولانا محمد علی نے اپنے ہمدرد اور کامریڈ میں جس تفصیل کے ساتھ اس مسئلہ پر بحث کی ہے۔ وہ ان کے خلوص اسلامی پر دال ہے۔ اگرچہ ان کے خلاف ہر طرف سے آوازیں اٹھ رہی ہیں۔ اور نام نہاد علما نے ان پر یہ آوازے کسنے شروع کئے ہیں۔ کہ وہ احمدیوں کی حمایت میں افغانستان کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں لیکن مولانا محمد علی پر ان باتوں کا کوئی اثر نہیں۔ اور انہوں نے کامریڈ کی ۱۳۔ مارچ کی اشاعت میں ایک اور زبردست مضمون اس مسئلہ پر لکھا ہے۔ جو بیس کالم پر مشتمل ہے۔ ہم کوشش کریں گے۔ کہ اس کے ضروری حصص کا ترجمہ قارئین کرام تک پہنچائیں اور ان سے درخواست کریں۔ کہ اس مضمون کو اور اس سے پہلے ہمدرد سے جو مضامین نقل کئے جا چکے ہیں۔ . . . . جہاں تک ممکن ہو عوام الناس تک پہنچانے کی کوشش کی جائے۔ تا کہ ان کے غلط خیالات کی اصلاح ہو۔ یقیناً اب وقت آ گیا ہے، کہ اس مسئلہ کا جس کو علما کی کم فہمی اور بغض و تعصب نے کچھ کا کچھ بنا دیا ہے۔ ہمیشہ کے لئے فیصلہ ہو جائے۔ اور اسلام کو ہر قسم کے غلط اور تنگ دلانہ خیالات سے بری الذمہ ثابت کر دیا جائے۔

گرانی گندم اور خلافت کمیٹی

کچھ دنوں سے پنجاب میں گندم کی گرانی میں ہوش ربا زیادتی ہوتی جا رہی ہے، جس کی وجہ سے غربا کو ازحد تکلیف اور پریشانی لاحق ہے۔ گرانی کی وجہ کوئی خاص نظر نہیں آتی۔ سوائے اس کے کہ برآمد کی رفتار پہلے کی نسبت زیادہ تیز ہے۔ تاہم سوداگروں کے کھتے ابھی تک بھرے ہوئے ہیں۔ اور اگر وہ چاہیں۔ تو اس برآمد کے باوجود بھی کچھ مدت تک سستے بھاؤ پر گندم بیچ سکتے ہیں۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ ؎

خداوندان نعمت را کرم نیست

اس بارہ میں سب سے بڑھکر ذمہ داری حکومت پر عائد ہوتی ہے۔ کہ وہ نہ تو برآمد کو روکتی ہے۔ اور نہ سوداگروں کو اس ظالمانہ طریق سے باز رکھنے کی کوشش کرتی ہے۔ اور اس طرح سے رعایا کو خود فاقوں مارتی ہے۔

شکر ہے کہ اس صورت حالات کو دیکھ کر خلافت کمیٹی کو غربا کی تکلیف کا احساس ہوا۔ اور اس نے اپنے ایک خاص اجلاس میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ پانچ سو روپیہ اپنی طرف سے دے۔ اور میونسپل کمیٹی سے بھی کچھ روپیہ لے کر غربا کے لئے گندم خریدی جائے اور انہیں سستے داموں دیا جائے۔ میونسپل کمیٹی پہلے بھی ایسے مواقع پر اس قسم کا طریق اختیار کر کے ہمدردی انسانی کا ثبوت دیتی رہی ہے۔ اور اب بھی امید ہے۔ کہ وہ اس پر کاربند ہو کر غریبوں کی دعا لے گی۔

حضرت امیر کا تار مہاتما گاندھی کو

ینگ انڈیا کی ۱۲۔ مارچ کی اشاعت میں حضرت امیر کا ایک تار شائع ہوا ہے۔ جو آپ نے مہاتما گاندھی کو دیا تھا۔ اور اس میں لکھا تھا کہ

"قرآن نے کسی بھی جرم پر رجم کی سزا کا حکم نہیں دیا۔ آپ کا نوٹ اسلام اور اس کے پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں غیر منصفانہ ہے۔ اور خطرہ ہے کہ اس سے دنیا میں اسلام کے خلاف سخت تعصب پھیل جائے گا۔ مجھے یقین ہے۔ کہ آپ نے خود سوچ سمجھ کر اس رائے کا اظہار نہیں کیا، بلکہ سنی سنائی بات کو لکھ دیا ہے۔ میرے انگریزی ترجمۃ القرآن کے ان مقامات کو اگر آپ ملاحظہ فرمائیں۔ جہاں اس مسئلہ کا ذکر ہے تو آپ کو یہ یقین ہو جائیگا کہ آپ کو جن لوگوں نے ایسی اطلاع دی ہے وہ غلطی پر ہیں۔ خدا کے لئے آپ اس پر غور کریں۔ اور اس کی تردید کریں۔"

مہاتماجی کا جواب

اس تار کو نقل کرنے کے بعد مہاتماجی نے لکھا ہے کہ "ڈاکٹر محمد علی (حضرت امیر ایدہ اللہ) نے میری تنقید کو غلط سمجھا ہے۔ میں جانتا تھا کہ بعض لوگوں نے رجم کو ایک ایسی سزا قرار دیا ہے، جس کو بعض خاص حالات میں قرآن نے بیان کیا ہے۔ اپنی طرف سے کسی رائے کا اظہار کئے بغیر کہ آیا ایسی سزا قرآن یا حدیث میں بیان ہوئی ہے یا نہیں، میں نے صرف اس قدر کہا کہ اس کو محض قرآن کی سند پر صحیح قرار نہیں دیا جا سکتا۔ میں خوش ہوں کہ ڈاکٹر محمد علی نے مجھے یقین دلایا ہے۔ کہ قرآن نے رجم کی سزا کوئی نہیں

دی۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ وہ کونسی روایات ہیں۔ جن کی بنا پر کابل میں ایسی سزا کو حق بجانب قرار دیا گیا ہے اور ہندوستان میں بھی مسلمانوں کے ایک فریق نے اس کی تائید کی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کی طرف سے سزائے رجم کے خلاف متحدہ طور پر نفرت کا اظہار ہو۔ اگر ایسا ہو سکے تو اس سے آئندہ اسلامی دنیا میں ایسی سزا کا اعادہ غیر ممکن ہو جائے گا۔"

مہاتماجی کی خواہش اور خیال بالکل صحیح ہے۔ انہیں یقین رکھنا چاہیئے۔ کہ سوائے چند ملانوں کے کوئی فہمیدہ مسلمان افغانستان کے اس فعل کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھتا اور خدا نے چاہا تو حامیان سنگساری پر بھی وہ دن آنے والا ہے کہ وہ اپنی خلاف اسلام مصلحتوں کو بالائے طاق رکھکر اس کو نفرت کی نگاہوں سے دیکھیں۔ رہا یہ کہ اسلام میں سنگساری کی سزا کہاں سے آئی۔ یہ نتیجہ ہے دراصل قرآن کو چھوڑ کر حدیث کی طرف جانے کا۔ حالانکہ حدیث قرآن کی طرح محفوظ نہیں۔ اور اس میں بہت سی ایسی غلطیاں ہیں جو قرآن کو مقدم ٹھیرانے کی صورت میں بہت جلد صاف ہو سکتی ہیں۔

جماعت احمدیہ اور آریہ سماج

آریہ سماج مدت سے ایسے حیلہ کی تلاش میں تھی جس سے وہ جماعت احمدیہ کے بالمقابل آنے سے بچے۔ کیونکہ جس طرح احمدی مناظرین سماجی معتقدات کا قلع قمع کر سکتے ہیں۔ دوسرے لوگ نہیں کر سکتے۔

آخر کار سوامی شردھانند کو ایک حیلہ اس بارہ میں ملا ہے جس کے نتیجے میں انہوں نے لکھا ہے۔ کہ

"آریہ سماجک بھائیوں سے بھی مجھے اس جگہ نویدن کرنا ہے۔ احمدیوں کے ساتھ آپ کے مناظروں کا حال پڑھکر مجھے افسوس ہوتا ہے۔ جنہیں عام مسلمان مرتد اور کافر سمجھتے ہیں۔ ان کے ساتھ مناظرہ کرنے سے کیا فائدہ۔ یہ مٹھی بھر آدمی مسلمانوں کی نظروں میں بچنے کے لئے آپ سے خواہ مخواہ کی ٹکریں لیتے ہیں۔ آپ ان کی بے جا خواہش کے پورا کرنے میں کیوں مدد دیتے ہیں؟"

دیکھیں آریہ سماج سوامی جی کے ارشاد پر کہاں تک عمل پیرا ہوتی ہے۔ لیکن اسے یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ وہی عام مسلمان جو احمدیوں کو مرتد اور کافر سمجھتے ہیں آریہ سماج سے مقابلہ کے وقت احمدی نوجوانوں کو اپنا نمائندہ بنا کر کھڑا کر دیتے ہیں۔ ۔ سماجی حضرات لاکھ کوشش کریں۔ وہ احمدیوں سے پیچھا نہیں چھڑا سکتے۔

اس کے ساتھ ہی ہم یہ بھی پوچھنا چاہتے ہیں۔ کہ کیا سوامی جی کے اس ارشاد کے مطابق ویدک دھرم آشٹ ان ہی لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ جن کو عام مسلمان مرتد اور کافر قرار نہ دیں

ترکی میں شراب

بمبئی کرانیکل کا ایک نامہ نگار قسطنطنیہ سے رقمطراز ہے کہ جب سے مجلس ملی نے شراب پر سے قیود ہٹا دی ہیں، ترکی میں الکحل کا استعمال اس قدر بڑھ گیا ہے۔ کہ موت کے واقعات پیش آ چکے ہیں۔ عورتوں تک اس کا رواج ہو گیا ہے اس کے دفعیہ کے لئے ایک انجمن ہلال اخضر جمعیتی تین سال سے قائم ہے۔ جس کا ہفتہ وار اخبار بھی ہے لیکن ابھی تک اس کے ارکان کی تعداد مختصر ہے۔ اس کو ایسی بیماری کا مقابلہ کرنا ہے۔ جو خوب اچھی طرح سوسائٹی میں جڑ پکڑ چکی ہے۔ لوگ جس کی وسعت کا یہ عالم ہے کہ آج بہت کم مثالیں یہاں ایسی ملیں گی۔ جنہوں نے اس ام الخبائث کو شرعاً حرام سمجھ کر اس سے پرہیز کیا ہو۔

ترکی کے یہ حالات عالم اسلامی کے لئے ازحد افسوسناک ہیں۔ لیکن یہ خیال کہ مجلس ملی کے شراب پر سے قیود ہٹا دینے کا یہ نتیجہ ہے۔ ہرگز قرین قیاس نہیں۔ سوسائٹی کی ایسی خراب حالت جو نامہ نگار نے بیان کی ہے۔ دو تین سال کی آزادی کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مرض مدتوں

---

[5] مولوی ظفر علی خاں صاحب نے مسئلہ قتل مرتد پر مسلسل ایک مضمون اپنے اخبار "زمیندار" میں شروع کر رکھا ہے۔ اس کا مفصل جواب مضمون کے ختم ہونے پر ہماری طرف سے زمیندار میں بھیجا جائے گا جس کو شائع کرنے کا انہوں نے وعدہ کیا ہے۔

سے اندر ہی اندر سرایت کر چکا تھا۔ اور اس کی وسعت کو اب مجلس ملی کی دی ہوئی آزادی نے نمایاں طور پر نشر کر دیا ہے۔

اصلاح کی صورت

بہر حال اس سے ظاہر ہے کہ ترکی کی حالت ہندوستان سے بھی گری ہوئی ہے۔ کیونکہ یہاں صدیوں کی آزادی کے باوجود ابھی تک وہ حالت نہیں۔ جو اوپر بیان ہوئی ہے۔ کاش ترکوں کو اس جام روحانیت سے سرشار کرنے کا کوئی انتظام ہو سکے۔ جس کی ترشی سے تمام نشے یک لخت کافور ہو کر انسان کو فلاح دارین کا وارث بنا دیتے ہیں۔ مذہبی قیود یا اور انجمنوں سے کچھ نہیں ہوتا۔ اگرچہ ایک اسلامی سلطنت میں شراب نوشی بھی جرائم میں شمار ہونی چاہئے جب تک دلوں کو اسلام سے ایسا ہی لگاؤ اور خلوص نہ ہو۔ جیسے صحابہ رضوان اللہ کرام کو تھا۔ جنہوں نے ایک اشارہ پا کر صدیوں کی شراب نوشی کو ایسا چھوڑا۔ کہ خفیہ اور علانیہ بھی اس کا نام تک نہ لیا۔ یہ خلوص کہاں سے آئے۔ سوائے اس کے کوئی صورت نہیں۔ کہ مامور الٰہی سے تعلق پیدا ہو۔ اور اس کے انفاس قدسی اپنے اثر سے اس کو پیدا کریں۔ اس لئے مامور وقت کا پیغام ان تک پہنچنا ضروری ہے۔ اور اس بارہ میں ہمارے کرم بابو منظور الٰہی صاحب کی کوششیں قابل تشکر و امتنان ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں بار آور کرے۔

"علما کو چاہیئے"

خدا کی شان ایک زمانہ تھا۔ جب علما دوسروں کو ہدایات دیتے اور ان کی اصلاح کے لئے کوشاں ہوتے تھے۔ آج یہ حالت ہے کہ علما کو وعظ و نصیحت اور ان کے فرائض بتانے کی ضرورت ہے۔

ندوۃ العلماء کے حالیہ جلسہ میں ایک ٹونکی بزرگ علامہ شتابی نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ "ہمارے علما کو چاہیئے کہ وہ اوہام کے گورکھ دھندے سے باہر نکلیں۔ دنیا کی سیاحت کریں۔ مختلف اقوام و ملل کے احساسات اور روشنیہ و علمیہ کا مطالعہ کریں۔ مدارس اسلامیہ کی اصلاح کریں۔ اپنے تو سے کو مربوط کر کے امت کی خدمت کریں۔ اور تفوق و برتری کے لئے لڑنا چھوڑ دیں۔

یہ بھی انہوں نے بتایا۔ کہ "عالم سے میری مراد کسی خاص شعبہ دینیہ کے واقفکار سے نہیں۔ بلکہ ہر وہ شخص عالم ہے۔ جو کسی فن کو جانتا ہو۔ خواہ روحانیات سے متعلق ہو یا ادبیات سے اور صحیح عالم تو وہی ہے۔ جو سب کچھ جانتا ہو۔"

اس میں شک نہیں کہ علما کی اصلاح کا یہ ایک بہترین نسخہ ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اس پر عمل کون کرائے۔ خود بخود وہ لوگ اس پر عمل کرنے سے رہے۔ مدتوں سے یہ تمام نسخے تجویز ہو رہے ہیں لیکن بے سود۔ ہمارے نزدیک اصلاح کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ وہ لوگ جو صحیح علم و فہم کے مالک ہیں۔ اور علما کی ناسمجھیوں کے شاکی وہ ان کا ساتھ چھوڑ دیں۔ اور دوسروں کو ان سے علیحدہ کرنے کی کوشش کریں۔ ورنہ اس کے بغیر علما کو اپنی بدحالی کا احساس بھی ہونا مشکل ہے۔ کیا باوجود ایسی حالت کے کہ عوام تو عوام علما کی حالت پر تو سب کو اعتراف ہے کسی مجدد کی ضرورت نہیں؟

نور الحق حصہ اول

یہ کتاب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے علماء مصر و عرب اور عراق کو تبلیغ کرنے کے لئے لکھی ضمناً عیسائیوں کے عقائد باطلہ کفارہ ابنیت مسیح وغیرہ کی بھی دلائل قاطعہ سے تردید کی ہے۔ اور تحدی کے ساتھ تمام مخالفین کو مقابلہ پر بلایا ہے اور اس کتاب کے جواب لکھنے والے کو پانچ ہزار روپیہ انعام دینے کا وعدہ کیا۔ مگر اب تک کسی مخالف کو اس کا جواب لکھنے کی جرأت نہیں ہو سکی۔ پہلا ایڈیشن جو حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں چھپا تھا ختم ہو کر کتاب نایاب ہو گئی تھی۔ اب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے دوبارہ نہایت خوشخط بڑے عمدہ کاغذ پر چھپوا کر شائع کی ہے۔ کتاب عربی میں ہے۔ اور ساتھ اردو ترجمہ بھی ہے۔ قیمت ایک روپیہ (عہ)

ذیل کے پتہ سے طلب فرمائیں

مینیجر دار الکتب اسلامیہ۔ احمدیہ بلڈنگس۔ لاہور

احمدی خواتین کیلئے

ایک محترم بھائی کی تجویز

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اخبار میں جو تحریک مکرمہ بہن امینہ صاحبہ چودھری عبد المجید صاحب نے فرمائی ہے۔ اس کے متعلق یہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کہ بہن صاحبہ کی طرف انہوں نے توجہ دلائی ہے۔ یہ ایک حقیقی ضرورت ہے ... وہ علم دین جو ہم یورپ امریکہ کے کونے کونے تک پہنچانے کے ارادے کر رہے ہیں۔ افسوس ہے کہ ہمارے اپنے گھر اس سے خالی ہوں۔ علاوہ ازیں فرقہ اناث کے حقوق سے عدم توجہی کے الزام کے علم دین سے بے بہرہ ہونے کا دوسرا نقصان جو نقصان عظیم ہے۔ ہمیں یہ اٹھانا پڑے گا کہ ہماری اولادوں میں جذبہ حمایت دین اور قربانی کی روح مفقود ہو گی۔ اسی جذبہ کو پیدا کرنے کے لئے لاہور میں سکول قائم کیا گیا۔ جو خدا کے فضل سے یوماً فیوماً ترقی کر رہا ہے۔ اور حضرت امیرؓ نے لڑکیوں کے لئے سکول کے قیام کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہو ہی جائیگا کچھ وقت کی بات ہے۔ لیکن کتنے لوگ ملک میں ہیں جن کے بچے ان سکولوں سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ جماعت غریب ہے اور مقدرت والوں کو بھی اکثر بہت رکاوٹیں پیدا ہو جایا کرتی ہیں بلیں اگر سکول کی ضرورت لاہور میں ہے۔ تو بیرونجات کے لئے اسی مقصد کے لئے کسی دیگر ذریعہ کا اختیار کرنا اس سے زیادہ ضروری ہے۔ اور اس سے قطع نظر کرتے ہوئے بھی کسی ایسی تدبیر کو اختیار کرنا فرض ہے جس سے ہماری قوم کے بچوں کے لئے ان کی ماں کی گود پہلی دینی تعلیم گاہ ہو۔ کیونکہ بچے کے دل میں جذبات کا جو بیج اس موسم میں لگتا ہے۔ وہ عموماً ہمیشہ مضبوط درخت بنا کرتا ہے۔ اور اس ایک امر کی طرف توجہ کرنے سے بتوفیق الٰہی تو م کے لڑکے اور لڑکیاں یکساں اس طرح پر مستفید ہوں گے کہ وہ باغیرت مسلمان اور خادمان و فدایان دین بن سکیں۔ پھر ایک محترمہ بہن کی طرف سے تحریک۔ اور اس تحریک کے بیان کردہ وجوہات خود اس امر کا کافی ثبوت ہیں کہ اخبار "پیغام صلح" اس ضرورت کو پورا نہیں کر سکتا۔ اور واقعات بھی اسی کے موید ہیں ... کی وجہ یہی ہے۔ کہ سلسلہ کی اکثر وہ مستورات جو لکھنا پڑھنا ... وہ دین کی اس ابجد کو بھی نہیں جانتیں جس کا جاننا ان اور ... سب کیلئے ضروری ہے۔ جن کی اشاعت اس اخبار کے ذریعہ ہوتی ہے۔

پس ان کے لئے نہایت آسان۔ ابتدائی۔ خوشخط لٹریچر کا مہیا کرنا لازمی ہے جس میں ظاہری و باطنی کشش کا سامان موجود ہو۔ اور جس سے دین سے محبت۔ اس رستہ میں قربانی کی روح، دنیا کی طرف مائل کرنے والی اور خدمت دین سے روکنے والی رسوم اور برادریوں سے بے پرواہی کا جذبہ پیدا ہو۔ اور اس طریق پر خدا کرے کہ ہماری جماعت میں وہ رنگ پیدا ہو۔ کہ تعلقات میں مہر اور جہیز کی بجائے مستورات میں تقوے اور خدمت دین۔ معیار شرافت اور ذریعہ عزت شمار ہوں۔

اب اس سوال کے متعلق کہ آیا الگ رسالہ جاری ہو۔ یا اسی اخبار کا کوئی کالم مخصوص کیا جائے۔ اپنی ناچیز رائے کا اظہار چاہتا ہوں۔ ایسی تحریکیں اس سے پیشتر کئی دفعہ ہوئیں۔ اور چند دن کے لئے اخبار کے کالم مخصوص بھی ہوئے۔ مگر پھر وہ تحریک مر گئی۔ بس اخبار کا کالم اس غرض کے لئے مخصوص کرنا اس امر کی دلیل ہے۔ کہ ہم صرف چند روزہ دکھاوے کا کھیل کھیلیں گے حقیقی ضرورت کا احساس ہمیں نہیں۔ اور جب کبھی کوئی اہم ضرورت محسوس ہو گی۔ اول عارضی طور پر ہم ان کالموں کا صرف ایک یا دو اشاعت کے لئے استعمال ضرورتاً کریں گے۔ اور بعد میں رفتہ رفتہ پھر یہ خیال جاتا رہے گا۔ کہ یہ کالم مخصوص ہیں۔ اس طرح پر مستورات کو وہ دلچسپی بھی نہیں رہتی۔ جس کو قائم رکھنے کے لئے پابندی لازمی ہوا کرتی ہے اس کے علاوہ ہمارے اخبار کا کاغذ اور چھپائی اس قابل نہیں کہ اس کو کامیابی کے ساتھ مستورات کی اغراض کے لئے استعمال کیا جا سکے۔ اور اس میں وہ دلچسپی لیویں۔

الگ رسالہ تجویز کرتے میں اندازہ اشاعت کا سوال قابل غور ہے کیونکہ غرض پوری نہیں ہو سکتی جب تک اشاعت وسیع نہ ہو۔ ہماری جماعت مالدار نہیں۔ اور جماعت کے واحد اردو اخبار کی حالت ہی اطمینان بخش نہیں۔ تو جدا رسالہ کی اشاعت میں وسعت کی توقع کس طرح سے کی جا سکتی ہے۔

دونوں کے بین بین ایک تجویز اگر ممکن ہو سکے۔ تو میرے خیال میں یہ ہو سکتی ہے۔ کہ کتابی تقطیع پر عمدہ کاغذ پر اور خوشخط ایک دو دفعہ یا چار ورقہ ضمیمہ مستورات کے لئے اخبار میں ایزاد کیا جاوے اس طریق سے ۲ یا ۴ صفحہ ماہوار کا لٹریچر مستورات کے لئے پہنچ جاوے گا۔ بطور ضمیمہ تھوڑا تھوڑا ملنے سے چند فائدے ہونگے جو کسی صورت میں بھی میری رائے میں نظر انداز کئے جانے کے قابل نہیں۔ اول تو یک دم رسالہ کی صورت میں امکان ہے۔ کہ اس کے بعض حصص کو پڑھنے کی تکمیل ہی وہ طبائع گوارا نہ کریں جن میں شوق پیدا کرنا مقصود ہے۔ اور دو چار ورق میرے خیال میں سب گھروں میں پڑھ لئے جایا کریں گے۔

دوسرے اس طریق سے جماعت کی مستورات کو اخبار پیغام صلح کے ساتھ ایک خاص تعلق رہے گا۔ اور وہ ہمیشہ اپنے رسالہ پر ہی اکتفا نہ کریں گی۔ بلکہ ساتھ ساتھ اخبار سے استفادہ کی صورت پیدا ہوتی جائے گی۔ تیسرے ڈاک کا خرچ علیحدہ نہ پڑے گا۔ جس سے قیمت میں تخفیف ہو سکے گی۔ اور کم خرچ ہونے کی وجہ سے اشاعت زیادہ ہو سکے گی۔ اس ضمیمہ کے اخراجات کے لحاظ سے قیمت مقرر کر دی جاوے۔ جو اخبار کی قیمت میں اضافہ کر کے وصول کی جاوے جو لوگ صاف اظہار کر دیں۔ کہ وہ ضمیمہ خریدنا نہیں چاہتے ان کو اختیار ہونا چاہیئے۔ کہ اخبار کی اشاعت پر اس کا اثر بوجہ نہ سمجھنے والے اصحاب کی طرف سے نہ ہو۔

چونکہ دینی اغراض کا خاص مستورات کے لئے ایسا کوئی رسالہ نہیں۔ اس لئے اخبار الاخرۃ کے ذریعہ دوسرے مسلمانوں میں اس کو ... یہ رسالہ خرید نے کی تحریک کی جا سکتی ہے۔ اور یہ امر پہلے ہی مدنظر ہونا چاہیئے۔ کہ اسی ضمیمہ کو جو اخبار کے ساتھ شائع ہوتا رہے۔ زیادہ چھپوا کر ماہوار رسالہ کی شکل میں ان لوگوں کے لئے بیچ کر دیا جاوے۔ جو پیغام صلح کے خریدار نہیں۔ مگر الگ ماہوار رسالہ کی مستورات کے لئے ضرورت کو محسوس کر کے اس کے خواہشمند ہیں۔ اور اس ماہوار رسالہ کی قیمت الگ مقرر کر کے اس کی توسیع اشاعت کی کوشش مناسب طریق سے کی جاوے۔ بہرحال کوئی نہ کوئی عملی قدم اس غرض کے حصول کے لئے لازمی ہے جس میں امید ہے آپ تاخیر نہ ہونے دیں گے۔ اور جلد کسی نہ کسی رنگ میں اس سلسلہ کو جاری کر دیں گے۔ والسلام۔

امجد علی۔ کورٹ انسپکٹر۔ دھرم سالہ

سنگساری کے متعلق معاصرین کے خیالات

حکومتوں کو جلا دینے والی بجلیاں افغانستان میں

نعمت اللہ کی سنگساری کے بعد افغانوں نے پھر دو دوکاندار مرزائیوں کو کابل میں سنگسار کر دیا۔ جن کا جرم صرف یہ تھا۔ کہ وہ احمدی تھے۔ اب غالباً ہمارے ان ہندوستانی احباب کو بھی جنہوں نے پہلی سنگساری کو سیاسی وجوہ پر مبنی قرار دیا تھا۔ یہ شبہ نہ رہا ہوگا۔ کہ اس رجم میں کوئی سیاسی جرم پنہاں ہے۔ کیونکہ انہوں نے اس عقیدہ کے عام لوگوں کو اب گرفتار بھی کرنا شروع کر دیا ہے۔ قتل مرتد کے متعلق اسلام کی صریح اور نمایاں تعلیمات ہم اس سے پہلے جامعہ اکتوبر ۱۹۲۴ء میں تفصیل لکھ چکے ہیں۔ اور ہم نے مفصل آیات آسانی سے اس امر کو واضح کر کے دکھلا دیا ہے۔ کہ نہ مرزائی مرتد ہیں اور نہ یہ سنگساری اسلام کے احکام کے مطابق ہے بلکہ اس کے بالکل منافی ہے۔ اس لئے جب اسلام کا دامن اس بدنما دھبہ سے پاک ہے تو ہم کو کوئی اندیشہ نہیں کہ کسی کے جاہلانہ فعل سے وہ بدنام ہو سکے۔ لیکن ایک خطرہ ضرور ہے اور وہ یہ.... **خون ناحق جو مذہبی تعصب میں بہائے جاتے ہیں۔ اس کے ایک ایک قطرہ میں خرمن سوز شعلے اور حکومتوں کو جلا دینے والی بجلیاں مخفی رہتی ہیں۔ اس لئے حکومت افغانستان ان مرزائیوں کو سنگسار کر کے**

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسلمانان ہند کی سب سے اہم ضرورت
کے پورا کرنے کے لئے
ایک اسلامی بنک کے اجرا کی تجویز
مسلمانوں کی اقتصادی کمزوری

ا- ہندوستان کے مسلمان زندگی کے ہر میدان میں ہمسایہ اقوام سے پیچھے رہنے کے عادی ہیں- اور تجارت و حرفت میں تو ان کی غفلت حد تک پہنچ چکی ہے- آج ملک کے ہر کونے سے تجارت و حرفت کو ترقی دینے اور اقتصادی حالت کو بہتر کرنے کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں- اور دیگر اقوام ترقی کی تگ و دو میں نہایت تیزی سے مصروف ہیں لیکن مسلمان ابھی تک غافل ہیں حالانکہ یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ اس تجارتی و صنعتی جدوجہد کے زمانہ میں کوئی قوم فروغ نہیں حاصل کر سکتی جو تجارت و صنعت کی طرف سے لے پرواہ ہو بلکہ یہ کہنا بجا نہ ہوگا کہ کوئی قوم زندہ نہیں رہ سکتی جس کی اقتصادی حالت خراب ہو جس کے افراد قرض کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوں جسے تجارتی ذرائع میسر نہ ہوں اور جو کاروباری مقابلہ میں ناکامیاب ہو- کیا اس حقیقت سے انکار ہو سکتا ہے کہ مسلمانان ہندوستان کو ابھی تک اپنی اس کمزوری کا پورا احساس بھی نہیں ہوا؟ مسلمانوں کی تہیدستی اسلامی بنکوں کی عدم موجودگی کی رہین منت ہے ہندو- پارسی خوشحال ہیں کہ وہ بڑے بڑے بنکوں کے مالک ہیں- مسلمان بد حال ہیں کہ ترقی کی اس شاہراہ سے وہ کوسوں دور پڑے ہیں آئے دن ان کی جائدادیں کوڑیوں کے عوض بنیوں کے ہاتھوں میں جا رہی ہیں- کیونکہ انہیں جائز ضروریات کے پورا کرنے کے روپیہ کے حصول کے وسائل حاصل نہیں- اگر ان کے تنزل کی یہی حالت چندے اور رہی تو وہ دن دور نہیں کہ ان کا نام معزز اقوام کی فہرست سے محو ہو جائے گا-

مسلمانوں کی سب سے بڑی اقتصادی ضرورت

۲- اسوقت مسلمانوں کی سب سے بڑی قومی اور اقتصادی ضرورت زبردست بنک ہیں جو تجارت کے لئے ان کو آسانیاں بہم پہنچائیں- ان کی مالی مشکلات کو حل کریں- اور ان میں اقتصادی روح پھونکیں- ان کے بغیر نہ تعلیم ان کو تنزل کے گڑھے سے بچا سکتی ہے اور نہ ان کی سیاسی اہمیت کی ڈینگیں ان کو کوئی اہمیت دے سکتی ہیں۔ اہمیت بہت کچھ تو ضائع ہو چکی ہے اور جو تھوڑی سی باقی ہے بھی چند دنوں کی مہمان ہے- اگر اقتصادی آزادی نہیں تو بے معنی الفاظ ہیں- اگر مسلمانان ہند نے عزت کی زندگی بسر کرنی ہے تو ان کے لئے لابدی ہے کہ وہ اعلیٰ پیمانہ پر اپنے بنک قائم کر کے خود اپنے پاؤں پر کھڑے ہوں اور اغیار کے دام سے نکلیں۔

اسلامی بنک کے اجرا کا فیصلہ

۳- ان حالات کو مدنظر رکھ کر چند مقتدر بہی خواہان قوم نے فیصلہ کیا ہے کہ موجودہ کمی کو پورا کرنے کی غرض سے پہلا قدم لاہور میں اٹھایا جائے اور ایک بنک جلد لاہور میں قائم کر دیا جائے جس کی شاخیں دوسرے شہروں میں بھی ہوں- بلکہ دوسرے ممالک سے رابطہ تجارت و اتحاد پیدا کرنے کے لئے ہندوستان سے باہر عرب- مشرقی افریقہ- وسط ایشیا وغیرہ میں شاخیں قائم کی جائیں کہ بالفعل بنک کا سرمایہ پچاس لاکھ روپیہ کا ہو جو پچاس ہزار حصوں پر مشتمل ہو- گویا ہر حصہ ایک صد روپیہ کا ہوگا- شروع میں بیس روپیہ فی حصہ وصول کیا جائے اور بعد میں اور باقی- بنک کے ڈائرکٹران بنک معزز صاحب ثروت اور کاروباری تجربہ رکھنے والے حضرات ہوں گے اور ہر ڈائرکٹر کے لئے لازمی ہوگا کہ وہ کم از کم ایک سو حصوں کا مالک ہو- نام کرسنٹ بنک آف انڈیا تجویز کیا گیا ہے-

کرسنٹ بنک آف انڈیا کی خصوصیات

۴- مجوزہ بنک اور اسکی شاخوں میں تجارتی لین دین کا کاروبار دوسرے بنکوں کی طرح تو ہوگا- مگر علاوہ ازیں اس کے اغراض و مقاصد حسب ذیل ہوں گے-

الف- مسلمانوں کی اقتصادی حالت کو بہتر کرنا- ان کے لئے روپیہ مہیا کرنے میں سہولتیں بہم پہنچانا- اور انہیں کم شرح سود پر روپیہ قرض دے کر ساہوکاروں کے پنجہ سے نجات دلانا-

ب- ان کی تجارت اور صنعت و حرفت کی ترقی میں امداد دینا اسوقت شمالی ہندوستان میں خالص اسلامی صنعت کی کئی شاخیں موجود ہیں جو غفلت کا شکار بن رہی ہیں- ان کو دوبارہ زندہ کرنا اور تقویت پہنچانا اس بنک کا کام ہوگا-

ج- مسلمان ممالک و اقوام کے درمیان رابطہ و اتحاد کو مضبوط کرنا- واقف کار حضرات سے پوشیدہ نہیں کہ اسوقت افغانستان وسط ایشیا و ہندوستان کے درمیان ایک طرف اور ایران ترکی- مصر- عرب و مشرقی افریقہ و ہندوستان کے درمیان دوسری طرف جس قدر تجارت ہے (اور یہ تجارت ہر سال کروڑوں روپیہ کی ہے) وہ سب غیر مسلموں کے ہاتھ میں ہے- ایک اسلامی بنک کے لئے یہاں کاروبار کا وسیع میدان موجود ہے جس سے نہ صرف تجارتی منفعت کا پورا یقین ہے بلکہ رابطہ اتحاد کے مضبوط ہونے سے ہر طرح کے فوائد کی امید ہو سکتی ہے-

د- مسلمان حاجیوں کو امداد دینا- اور ان کے سفر کے آرام اور روپیہ کی نگہداشت کا انتظام کرنا یہ امر بھی کسی سے مخفی نہیں کہ ہندوستان و دیگر اسلامی ممالک افغانستان وسط ایشیا اور جاوا وغیرہ سے جو حاجی کراچی و بمبئی کے راستہ حجاز کو ہر سال ہزارہا کی تعداد میں جاتے ہیں ان کو طرح طرح کی تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے- یہ بنک انتظام کرے گا کہ حاجیوں کا سارا سفر آرام سے کٹے- ان کا روپیہ محفوظ رہے اور ہنڈی قرض کی ادائگی میں انہیں خاص سہولتیں میسر ہوں-

ہ- بنک خود اپنے منافع سے زکوۃ- غربا- مساکین و یتامے کی امداد کے لئے نکالے گا اور دوسرے مسلمانوں کو زکوۃ کے باقاعدہ خرچ و انتظام میں امداد دے گا تاکہ صرف مستحقین پر زکوٰۃ کا روپیہ صرف ہو-

مسلمان زمینداروں کو امداد

۵- اس بنک کی ایک خصوصیت یہ ہوگی کہ مسلمان زمینداروں کو امداد دی جائے- پنجاب کی اسلامی آبادی کا اکثر حصہ مالکان و کاشتکاران زمین پر مشتمل ہے- لیکن بدقسمتی سے ان کی مالی و اقتصادی حالت نہایت کمزور ہے- دوسرے بنک نہ اس فرقہ کو امداد دیتے ہیں اور نہ ان کو ساہوکاروں کے پنجہ سے چھڑاتے ہیں- مگر مجوزہ بنک کا اہم ترین مقصد یہ ہوگا کہ زمینداروں کو ضروری سرمایہ بہم پہنچانے میں سہولتیں بہم پہنچائی جائیں- ان کی قرض کی زنجیریں توڑی جائیں اور ان کی املاک و جائدادوں کو ساہوکاروں کے قبضہ سے واگذار کیا جائے-

قوم سے اپیل

محمد حسین (سید) ممبر پنجاب کونسل شیخوپورہ
فیروز خان نون (ملک) بیرسٹرایٹ لا- ممبر پنجاب کونسل لاہور
مقبول محمود (میر) بیرسٹرایٹ لا ممبر پنجاب کونسل امرتسر)
سکندر حیات (سردار) ممبر پنجاب کونسل (واہ)
ہیبت خان (خان) ممبر پنجاب کونسل خانیوال)
امیر علی (خان بہادر- شیخ) پنشنر سول جج لاہور)
عصمت اللہ (خان صاحب) مکینیکل انجینیر
سردار شاہ (خان بہادر سید) پنشنر- پروفیسر- رئیس لاہور)
محمد حسین (ملک) وکیل- سینیر وائس پریزیڈنٹ میونسپل کمیٹی لاہور
ظفر علی خان ظفر الملت مولانا ایڈیٹر زمیندار لاہور)
محمد انشاء اللہ خان (مولوی ایڈیٹر وطن آنریری مجسٹریٹ لاہور)
عبد الحق (مولوی مالک رفاہ عام پریس و مسلم اوٹ لک لاہور)
سعادت علیخان (آنریری جنرل سکرٹری انجمن اسلامیہ پنجاب)
محمد شریف (شیخ- سوداگر چرم و میونسپل کمشنر رئیس) امرتسر
کرامت علی (شیخ وکیل شیخوپورہ)
محمد حسن (رانا بیرسٹرایٹ لا ملتان)
غلام محی الدین خان (مولوی- وکیل سکرٹری انجمن حمایت اسلام لاہور)
دل محمد- خواجہ (پروفیسر و میونسپل کمشنر لاہور)
فتح شیر (چوہدری میونسپل کمشنر لاہور)
فضل حق (سردار رئیس و جاگیردار لائل پور
سراج الدین (میاں سوداگر چرم لاہور
محمد صادق (شیخ بیرسٹرایٹ لا ممبر پنجاب کونسل امرتسر
عبد العزیز (میاں- بیرسٹرایٹ لا- ممبر پنجاب کونسل لاہور)
حبیب شاہ (سید ممبر پنجاب کونسل رہوج)
مظہر علی اظہر (سید ممبر پنجاب کونسل بٹالہ
عبد الحق (چوہدری- بیرسٹرایٹ لا- پریزیڈنٹ میونسپل کمیٹی منٹگمری)
عنایت اللہ (راجہ رئیس گوجرانوالہ)
فرید خاں- (خان صاحب آنریری مجسٹریٹ خانیوال)
اعجاز حسین (مرزا وکیل دہلی)
عبد القادر (مولوی- وکیل قصور)
صاحبداد خان (چوہدری- وکیل- ممبر پنجاب کونسل حصار
حبیب- سید- ایڈیٹر "سیاست" لاہور
محبوب عالم- (مولوی- ایڈیٹر پیسہ اخبار لاہور
شجاع الدین- (خلیفہ- ڈاکٹر- ایل ایل- ڈی بیرسٹرایٹ لا لاہور

رسیدات زر

۲۵ - فروری سے ۱۰ - مارچ تک جو رقوم برلن مسجد اور عطیہ جات میں موصول ہوئیں انہیں شکریہ کے ساتھ درج کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ان تمام احباب پر اپنی ہر قسم کی برکات نازل فرمائے اور انہیں اس سے بڑھکر خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔

(۱) ماسٹر غلام رسول صاحب بی۔ اے پونچھ عہ بحساب کاپی برلن مسجد
(۲) چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب و چوہدری محمد رمضان سوداگر چرم لاہور عہ نقد برائے برلن مسجد
(۳) بابو محمد عبد اللہ صاحب پیسہ اخبار سٹریٹ لاہور صہ برلن مسجد
(۴) چوہدری اللہ دتا صاحب ٹینکی پورہ سری نگر مار بحساب کاپی
(۵) ماسٹر محمد اسمٰعیل صاحب ٹیلر ماسٹر راولپنڈی عہ "
(۶) ماسٹر صادق علی صاحب پٹیالہ عہ "
(۷) منشی عبد الغفار صاحب سکنہ پھلڑہ مانسہرہ عہ نقد
(۸) منجانب دختر للعہ برلن مسجد
(۹) منشی خدا بخش صاحب گرداور قانونگو حافظ آباد عہ بحساب کاپی برلن مسجد
(۱۰) چوہدری علی گوہر صاحب نمبردار چک نمبر ۹ پنیار عہ بحساب کاپی
(۱۱) بابو غلام محمد صاحب ہیڈ کلرک سرگودھا عہ "
(۱۲) ڈاکٹر حسن علی صاحب کنجاہ عہ "
(۱۳) مسٹر اللہ بخش صاحب متعلم میڈیکل کالج لاہور عہ "
(۱۴) شیخ فیروز الدین صاحب معرفت بابو فیض الرحمٰن صاحب امرتسر } عہ برائے برلن مسجد
(۱۵) از متفرق احباب لعہ
(۱۶) بابو ظہور الحسن صاحب پٹھانکوٹ صہ نقد "
(۱۷) مولوی فقیر محمد صاحب معرفت ڈاکٹر سعید احمد صاحب ایبٹ آباد } ۲ صہ "
(۱۸) خان زمان صاحب " ے "
(۱۹) شیخ محمد حسین صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس فیروز پور } انعام ستہ نقد بحساب کاپی
(۲۰) فقیر سید سعید الدین صاحب سب جج جھنگ عہ نقد برائے برلن مسجد
(۲۱) خان سید زمان خان صاحب جھنگ عہ نقد برائے برلن مسجد
(۲۲) چوہدری محمد خان صاحب سب انسپکٹر پولیس لائل پور } صہ نقد (عطیہ)
(۲۳) خان محمد نصیر خان صاحب کاشغر سہ نقد برلن مسجد
(۲۴) ڈاکٹر عبد المجید صاحب خلف چوہدری غلام حسن صاحب اوورسیر لوہالہ } صہ نقد برلن مسجد (حسب وعدہ)
(۲۵) مولوی عالم الدین صاحب وکیل شیخوپورہ } عہ نقد بحساب کاپی برلن مسجد
(۲۶) معرفت قاضی فیض احمد صاحب للعہ نقد برلن مسجد
(۲۷) شیخ محمد الدین صاحب بدگاچھیا صہ نقد
(۲۸) مولوی اکبر علی صاحب شملہ صہ نقد حسب وعدہ
(۲۹) ماسٹر اللہ بخش صاحب دائرہ دین پناہ صہ نقد حسب وعدہ
(۳۰) بابو احمد الدین صاحب کاہی عہ بحساب کاپی برلن مسجد
(۳۱) حافظ محمد بخش صاحب چک ۲ ایل اوکاڑہ بر موقعہ شادی برادر خورد } عہ نقد (عطیہ)
(۳۲) سردار ماجی خان صاحب وٹو آنریری مجسٹریٹ ورئیس پیتر یوالہ } مار نقد عطیہ
(۳۳) محمد عمر خان صاحب برانی سکنہ اتمان زئی منجانب ہمشیرہ خود } اسا روپیہ برائے برلن مسجد
(۳۴) حاجی غلام غوث صاحب حیدرآباد دکن عہ نقد برلن مسجد
(۳۵) ایم فضل خالق خان صاحب پشاور عہ روپیہ بحساب کاپی برلن مسجد
(۳۶) شیخ عبد الحمید صاحب اینڈ برادرز انگلش ویر ہاؤس لاہور } ۱۱صہ عطیہ ۱۱ صہ تعمیر مدرسہ
(۳۷) حاجی اسمٰعیل حاجی یوسف ٹرسٹ فنڈ معرفت ہارون آدم عبد الشکور صالح محمد صاحب بمبئی } ۱۱صہ عطیہ اشاعت اسلام ۱۱صہ عطیہ ووکنگ مشن
(۳۸) از وورہ جمیلہ معرفت جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب } ۳۲۱ مار صہ برلن مسجد

ان تمام احباب کی خدمت میں جنہیں برلن مسجد کی کاپیاں فراہمی چندہ کے لئے بھیجی ہوئی ہیں تاکید عرض ہے کہ حسب وعدہ جلد سے جلد رقوم فراہم کر کے بھجوائیں کیونکہ ان ایام میں ہی روپیہ کی زیادہ ضرورت ہے۔

ظہور احمد اسسٹنٹ سکرٹری

برلن مسجد کے مینارے
اور خواتین سلسلہ کی بےنظیر قربانی

اس سلسلہ میں یہ ساتویں فہرست شائع کی جاتی ہے۔ اللہ تعالےٰ ان خواتین کو اجر عظیم اپنی جناب سے عطا فرمائے۔

۲۹۹ - والدہ صاحبہ میاں غلام حیدر صاحب عہ نقد
۳۰۰ - اہلیہ صاحبہ شیخ محمد الدین صاحب بدگاچھیا صہ نقد
۳۰۱ - اہلیہ صاحبہ ماسٹر اللہ بخش صاحب دائرہ دین پناہ صہ نقد
۳۰۲ - اہلیہ صاحبہ شیخ عبد المنان صاحب انگلش ویر ہوس لاہور عہ نقد
۳۰۳ - اہلیہ صاحبہ شیخ عبد الرشید صاحب " " عہ نقد
۳۰۴ - ہمشیرہ صاحبہ شیخ عبد الرحمٰن صاحب " " عہ نقد
۳۰۵ - اہلیہ صاحبہ مومن حسین صاحب احمدی حیدرآباد دکن صہ نقد
۳۰۶ - بہو و دختران مومن حسین " " صہ نقد
۳۰۷ - والدہ صاحبہ محمد اقبال معرفت داروغہ نبی بخش صاحب لاہور } عہ نقد
۳۰۸ - از خانہ شیخ غلام محی الدین صاحب ہلم - ۲۰ تولہ چاندی - چوڑیاں عدد
۳۰۹ - معرفت ابراہیم صاحب " " ڈنڈیاں ۱۲ عدد

ظہور احمد جائنٹ سکرٹری

رقوم وصول شدہ از پشاور

نہ کوئٹہ: منشی احمد جان صاحب معرفت شیخ ہدایت اللہ صاحب بوٹ مرچنٹ پشاور } عہ
حافظ عبد الرحیم صاحب پشاور عہ
وصول شدہ بذریعہ سکرٹری جماعت پشاور عہ

ظہور احمد جائنٹ سکرٹری

مکمل قرآن شریف

میں نے اخبار "سیاست" میں ایک مضمون بھیجا تھا۔ جس کا لب لباب یہ تھا کہ باوجود دیوبندیوں کے قرآن کریم کے متعلق اسقدر ناپاک اور گندے عقائد ہونے کے آپ ان کی مدح سرائی اپنے اخبار میں کرتے رہتے ہیں۔ مگر مسٹر تہذیب نے بجائے اس کے کہ میرے مضمون کو درج اخبار کر کے اسپر کوئی مومنانہ رائے زنی کرتا .... خلاف تہذیب میرے خلاف ایک تمسخرانہ نوٹ اپنے اخبار میں لکھدیا ہے اور نیز لکھا ہے کہ گویا میں بزرگان دین کے خلاف بے ادبی کرتا ہوں اسمیں کچھ شک نہیں کہ بزرگان اور علمار دین کے برخلاف بلا وجہ موئیہ قلم اٹھانا ایک مسلم اور مومن کی شان سے بعید ہے مگر میں ایسے بزرگان اور علماء سو کو جو موجودہ قرآن کریم کو ناقص اور نامکمل سمجھتے ہیں۔ یا جنکا یہ اعتقاد ہو کہ موجودہ قرآن مجید میں ایک یا چند آیات درج ہونے سے رہ گئی ہیں یا منسوخ التلاوت ہیں غلطی پر سمجھتا ہوں۔ اور مجھے کامل یقین ہے کہ جملہ مسلمان جن کے دلوں میں قرآن کریم اور اسلام کی کچھ بھی عزت ہے میرے ساتھ اس عقیدہ میں متفق ہوں گے۔

تابعدار

شیخ ہدایت اللہ بوٹ مرچنٹ صدر بازار پشاور

تازہ خبریں

دہلی شہر میں اب سکون ہے کل تمام خاص خاص بازار کھل گئے حسب معمول کاروبار شروع ہو گیا۔ اور کوئی خاص واقعہ نہیں ہوا مقامی پولیس نے تحقیقات شروع کر دی ہے۔ کل منوہر لال بھارگو رکن بلدیہ - امبا پرشاد مجسٹریٹ - بچھمی نرائن وکیل اور گوپی ناتھ مرچنٹ وغیرہ رکھی کیش انسپکٹر پولیس کے ہمراہ موقعہ پر پہنچے اور اس محلہ کے ہندوؤں سے ملاقات کی۔ مسلمانوں کی اس کارروائی سے بڑی دلشکنی ہوئی کیونکہ وہ مسلمانوں کے متعلق ان لوگوں کے جذبات سے بخوبی واقف ہیں یہ لاگ جیو بخی کی طرف سے صفائی کے گواہوں کے طور پر پیش ہوئے تھے۔ تھوڑے دن ہوئے پولیس نے اسپر مقدمہ چلایا تھا۔ عام طور پر یہ خوف ہے کہ اگر پولیس کی تحقیقات غیر متعصبانہ اور غیر جانبدار اشخاص کے سپرد نہ کی گئی تو مجرم صاف بچ جائینگے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ جیو بخی دہلی میں چھپا ہوا ہے۔

مولوی فضل علی مرحوم رئیس فتح پور اسلامیہ سکول الہ آباد کے نادار طلبا کو وظائف دئے گئے۔ ۳۰۰ روپیہ سالانہ کا عطیہ مقرر کر گئے ہیں۔

کالی منڈی (ملتان) شہر کے وسط میں واقع ہے۔ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ وہاں ایک ہندو سنار اپنے بیٹے سمیت قتل کر دیا گیا۔ پولیس تفتیش میں مصروف ہے۔

اطلاع ملی ہے کہ مسلم بنک آف لاہور کی ایک شاخ صدر بازار دہلی میں مسلمان تجار کے کاروبار کے فروغ دینے کے لئے ۲۵ مارچ ۱۹۲۵ء کو کھلنے والی ہے۔ دہلی کے ممتاز اور جلیل القدر اصحاب بعد از نماز جمعہ اس کا افتتاح فرمائیں گے۔ اس سے قبل اسی بنک کی ایک شاخ آگرہ میں کھل چکی ہے۔

شیخ غلام حسین ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں رائے بہادر بھور سنگھ مہا آنجہانی کے اکلوتے بیٹے پرشوتم لال کے قتل کے مقدمہ مدت سے چل رہا تھا۔ دیوان چند ملزم پر عدالت نے دفعہ ۳۰۲ - قانون تعزیرات ہند کے ماتحت فرد جرم لگایا تھا۔ آج لالہ رنگی لال سشن جج کی عدالت سے ملزم کو پھانسی کی سزا کا حکم دیا ہے۔

ایسوشی ایٹڈ پریس کے ایک پیغام سے مترشح ہے کہ لارڈ کرزن کا انتقال ہو گیا ہے۔

ٹوکیو ۱۸ - مارچ آگ ٹوکیو کے شمالی حصے کا صفایا کر رہی ہے ہزار سے زائد مکانات تباہ ہو چکے ہیں اور آگ ابھی جاری ہے مزید مکانات کو آگ سے بچانے کے لئے فوجیں مکانات منہدم کر رہی ہیں۔ ہزاروں باشندے گھر کے برتن سامان کندھوں پر اٹھائے بچاؤ کا گوشہ تلاش کر رہے ہیں۔ باد تند شعلوں کو بھڑکا رہی ہے اور گذشتہ قلت بارش کے باعث آگ بجھانا دشوار ہو گیا ہے۔ بعد کی اطلاع مظہر ہے کہ آگ پر کسیقدر قابو پا لیا گیا ہے ہزار مکانات تباہ ہو چکے ہیں اور ۲۰ ہزار آدمی بے خانمان۔

دار العوام میں سوالات کے موقع پر مسٹر ایچ ہیوڈل نے ایک سوال کے جواب میں وزیر مستعمرات کی طرف سے کہا کہ بصرہ میں برطانوی قونصل کے تقرر کا مسئلہ زیر غور و بحث ہے۔ امید ہے کہ جلد اس کا فیصلہ ہو جائے گا۔

آج صبح آئرلینڈ کے ساتھ ہوائی جہاد کے ذریعہ سے ڈاک بھیجنے کا نیا سلسلہ قائم ہو گیا۔ اس سے ڈہائی گھنٹہ کی بچت ہو گئی۔

لی سٹیک کے قتل کے متعلق جو تحقیقات ہو رہی ہے اسکے سلسلہ میں ایک اور دلچسپ انکشاف ہوا ہے۔ ٹائمز کے نامہ نگار مقیم قاہرہ کا بیان ہے کہ مقتول اشخاص میں سے ایک نے ستمبر ۱۹۲۳ء میں ... کے قتل اور ڈکیتی میں شرکت اور ۱۲ مارچ ...

یہ سرمہ دھند - جالا - غبار - خارش - پانی گرنا سرخی اور ضعف بصر کے لئے مفید ہے۔

تار کا پتہ مسلمان لاہور

ہفتہ میں دو بار ہر اتوار اور بدھ کو ٹھیک وقت پر شائع ہوتا ہے

اخبار پیغامِ صلح لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۴۲

جلد ۱۳ — نمبر ۸۱

مدینۃ المسیح لاہور یوم بدھ مورخہ ۲۹ شعبان المکرم ۱۳۴۳ھ ہجری مطابق ۲۵ مارچ ۱۹۲۵ء

امریکہ کا ایک پادری کلیسیا کی عدالت میں

مسیحی معتقدات سے انکار

بشپ براؤن امریکہ کے ایک نامی پادری ہیں۔ ستر سال ان کی عمر ہے۔ اور گذشتہ چالیس سال سے کلیسا کے کام پر مامور ہیں۔ انہوں نے کلیسائے مسیحیت کے بہت سے معتقدات سے انکار کر دیا ہے پہلے ایک کتاب انہوں نے لکھی۔ جس کا نام ہے "کمیونزم اینڈ کرسچینٹی" یعنے اشتراکیت اور مسیحیت اس کتاب کے سرورق پر انہوں نے لکھا کہ

"معبودانِ باطل کو آسمانوں سے اور سرمایہ داروں کو زمین سے خارج کر دو۔ اور دنیا کو کاروباری اشتراکیت کے لئے محفوظ کر دو"

مسیحیت کے اصولی معتقدات کی علانیہ انہوں نے تردید کی۔ اور صاف طور پر بتایا کہ جناب مسیح کا افسانہ سورج پرستی کا اثر ہے۔ اور عشائے ربانی آدم خوری کے رواج کا بقیہ۔

کلیسا میں مقدمہ

ان خیالات کی پاداش میں گذشتہ سال بشپ براؤن پر ہوس آف بشپس کی عدالت میں مقدمہ چلایا گیا۔ اور وہاں سے فردِ قرارداد جرم لگ چکنے کے بعد انہیں ان خیالات سے رجوع کا موقعہ دیا گیا لیکن وہ اپنی بات پر قائم رہے۔ اور اس بات پر مصر ہے کہ ان کو یہ انفرادی حق ہے کہ جس بات کو صحیح سمجھیں اسے زبان پر لائیں۔

اس پر کلیسا کی نظر ثانی کی عدالت میں انہیں کھینچا گیا۔ جس نے سابقہ فیصلہ کو کہ بشپ موصوف سے پادریانہ اعزاز کو چھین لیا جائے۔ قائم رکھا۔ اس فیصلہ کا نفاذ اس وقت تک نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ ہوس آف بشپس کا دو تہائی حصہ اس کو منظور نہ کرے۔ اور ہوس آف بشپس کا انعقاد آئندہ ستمبر میں بمقام نیو اورلینز ہوگا جہاں ایک شخص جوزف ڈبلیو شارٹس اٹرنی ستر سالہ بوڑھے بشپ کی بحالت کریں گے۔

سنے معاصر نور افشان اور پادری علی بخش صاحب غور فرمائیں۔ جو موجودہ مسیحیت کو شمس پرستی کا نتیجہ قرار دینے میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کو مورد الزام ٹھیراتے ہیں۔

عدالت میں بیان

کلیسائی نظر ثانی کی عدالت میں بشپ موصوف نے جو بیان دیا ہے۔ وہ اس قابل ہے۔ کہ ناظرین پیغام صلح اس سے لطف اندوز ہوں۔ انہوں نے کہا:-

(۱) میں خدا کو مانتا ہوں۔

لیکن کسی بازوؤں اور ٹانگوں والے خدا کو نہیں جو ان صفات انسانی سے متصف ہے جن کو ہم شخصیت کے نام سے پکارتے ہیں۔ بلکہ میں اس ہمہ گیر خدا پر ایمان رکھتا ہوں۔ جس کی ذات میں ہم جیتے۔ اور حرکت کرتے۔ اور اپنی ہستی کو اسی میں پاتے ہیں۔ اور جس کے قوانین سے ہمارا اتحاد اور تطابق ایک لازمی امر ہے بشرطیکہ ہم فائدہ حاصل کرنا چاہیں۔

(۲) وہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔

لیکن وہ کوئی کاریگر یا بت تراش نہیں۔ جیسے کہ وہ لوگ جنہوں نے اس عقیدہ کو ایجاد کیا ہے۔ اپنے انسانی لباس میں ملبوس خدا کو سمجھتے ہیں۔ سائنس کے انکشافات کے رو سے جو ان پر منقفل رہے ہیں۔ میرا آسمان اور میری زمین ان کے آسمان اور زمین کی نسبت زیادہ پیچیدہ ہے۔

(۳) اور میں یسوع مسیح پر جو خداوند کا اکلوتا بیٹا اور ہمارا خداوند ہے ایمان رکھتا ہوں"

لیکن میں پھر کہتا ہوں لفظی معنوں میں خداوند اور اکلوتا بیٹا نہیں مانتا۔ تاریخی امور کے متعلق مجھے لازماً مورخین کے انکشافات کی پیروی کرنی ہوگی۔ اور کلیسائی افسانوں کی تنقید میں۔ وہ لازماً بہت سخت واقع ہوئے ہیں۔ تاہم بغیر اس خیال کے کہ مورخین کن نتائج تک پہنچ سکتے ہیں میں خداوند کے فرزند کو جو تمام سچائی اور خوبصورتی اور نیکی کا انسانی لباس میں مظہر ہے۔ قبول کرتا اور اس کی عزت کرتا ہوں۔

(۴) "وہ یسوع مسیح جس کو روح القدس نے کنواری مریم سے پیدا شدہ سمجھا"

مگر لفظی معنوں میں نہیں۔ موجودہ علوم نے ایمانیات کے اس جزو کو لفظاً تسلیم کرنا ہمارے لئے ناممکن بنا دیا ہے۔ اور لفظی معنوں سے ہماری علیحدگی کی صورت میں ابنیت کا یہ نشان زیادہ کارآمد ہو جاتا ہے۔ میں جناب مسیح پر ویسا ہی ایمان رکھتا ہوں جیسے لفظ پرست لوگ رکھتے ہیں۔ خواہ وہ جدید الخیال ہوں۔ یا بنیادی عقائد تجویز کرنے والے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے میرا ایمان ان سے بہت بڑھکر ہے۔ میں اس مقدس ترین نام کے ساتھ تمام کشتگان ظلم و تعدی تمام محنتی لوگوں اور مزدوروں کو شامل کرتا ہوں جن کی غیر اداشدہ مزدوریوں سے چند آدمی عیش و عشرت کے دن بسر کر رہے ہیں۔ ایسا ہی تمام ان لکھوکھا لوگوں کو شامل کرتا ہوں جن کو جنگ میں بھیجا گیا۔ تاکہ خون بہائیں اور جان دیں۔

ہمیں اپنے گناہوں سے چشم پوشی نہیں کرنی چاہیے۔ ہم نے بحیثیت کلیسا لوگوں کو جنگ میں سولی چڑھنے کے لئے بھیجنے میں مدد کی۔ ہم نے جنگ کو برکت دی۔ ہم رب العالمین کی طرف ان کی رہنمائی کرنے کے بجائے قبائلی خداؤں کی طرف انہیں لے گئے اگر میرے عدم ایمان کی وجہ سے مجھ پر نفرین بھیجنے کا خیال آپ کے دل میں پیدا ہو۔ تو اس حقیقت کا احساس بھی میں آپ کو کرا دینا چاہتا ہوں۔ جیسا کہ جناب مسیح اور سیزر کے درمیان واقعہ ہوا کلیسا نے ملکداری کو پسند کیا ہے"

عہدہ کو چھوڑنے سے انکار

یہ وہ خیالات ہیں۔ جن کا اظہار بشپ براؤن نے کلیسا کی عدالت اپیل میں کیا ہے۔ اور فلاڈلفیا کا اخبار نارتھ امریکن قطراز ہے۔ کہ بشپ موصوف کسی متعصبانہ ظلم و تعدی کے تختہ مشق نہیں بنائے گئے۔ بلکہ آپ اس بارہ میں جارحانہ پہلو رکھتے ہیں۔ اس لئے کہ کلیسا کے شرائط ایمان کی جنہیں برقرار رکھنے کی وہ ایک دفعہ قسم اٹھا چکے ہیں۔ تردید کرنے کا انہیں حق حاصل ہے کبھی زیر بحث نہیں لایا گیا۔ انہوں نے اپنے عہدہ کو جس کے فرائض کو وہ پامال کر رہے ہیں۔ چھوڑنے سے انکار کر کے اور تعلیمات کلیسا کو غلط قرار دے کر خود اس بحث کو پیدا کیا ہے +

مسیح علیہ السلام روانہ ہو گئے

ترکی اخبار "استقلال" نے ایک بزرگ کی پیشگوئی شائع کی ہے جس میں لکھا ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام آسمان سے روانہ ہو چکے ہیں۔ اب دنیا میں پہنچنے والے ہیں۔

پیغام صلح:- حامیانِ حیات مسیح کو مبارک ہو جس انسان کو دو ہزار سال سے انہوں نے آسمان پر بٹھا رکھا ہے۔ اور اتنی مدت سے اس کے منتظر چلے آتے ہیں۔ آخر اس کی روانگی کی خبر آئی۔ اگرچہ ہمیں ڈر ہے کہ حضرت عیسےٰ کے اس سفر کا بھی وہی حال نہ ہو جو اس سے پیشتر خواجہ حسن نظامی کی پیشگوئی پر ہوا۔ اور وہی بات نہ ہو کہ کانہ اخبر شد خبرش باز نیامد +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۳، ۲۹ شعبان المکرم ۱۳۴۳ھ، نمبر ۱۴

روزہ اور اسلام

(۱)

آج سے ایک دو دن بعد وہ مبارک مہینہ ہم پر پھر آنے والا ہے جس کے تیس دنوں میں ایک عظیم الشان مجاہدہ کے ذریعہ سے قرب الٰہی کی مختلف منازل طے ہوتی ہیں جس کی راتیں برکات سماوی کے نور سے منور ہوتی ہیں۔ وہ مبارک مہینہ جس میں قرآن کریم جیسی نعمت عظمیٰ نازل ہوئی۔ تاکہ بنی نوع انسان کو جہالت و گمراہی سے باہر نکال کر ہدایت اور علم و عرفان کے سرچشمہ کی طرف لے آئے۔

نادان دشمن خیال کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو ان تیس ایام میں بھوکا پیاسا رکھ کر اسلام نے خواہ مخواہ کی مشقت ان پر ڈالی ہے جس کا روحانیت سے کوئی تعلق نہیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ روزہ ایک ایسی چیز ہے جس سے انسان اس جسم خاکی کے ساتھ عالم روحانیت کی طرف پرواز کر سکتا ہے۔ اسلام نے جہاں انسان کو وقت پر کھانا کھانے کا حکم دیا ہے۔ وہیں روزہ کے ذریعہ سے خواہشات نفسانی پر حکمرانی کی طاقت اس کے اندر پیدا کرنی چاہی ہے۔ تاکہ اگر بعض وقت کھانا وقت پر نہ مل سکے۔ یا کسی غریب کو بھوکا اور پیاسا دیکھے اور اپنی ضرورت سے زیادہ کھانا نہ رکھتا ہو تو اپنی ضرورت کو نظر انداز کر کے اس غریب کو کھانا کھلا دے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ نیکی کی قوت کو یہاں تک اپنے اندر بڑھائے کہ حرام چیزیں اور بری خواہشات تو ایک طرف خدا کی رضا کے لئے اگر کسی حلال چیز کو بھی چھوڑنا پڑے۔ تو اسے چھوڑ دے اور رضائے الٰہی کو مقدم کرے۔ پہلی قوموں میں جیسا پادری کروڈن نے نجوم بائیبل میں لکھا ہے۔ غم اور رنج و مصیبت کے اندر روزہ رکھا جاتا تھا۔ لیکن اسلام کو جہاں اور باتوں میں دوسری اقوام پر فضیلت ہے۔ وہیں ایک یہ بھی ہے کہ اس کی ہر ایک عبادت کسی غم اور مصیبت کو دور کرنے کے لئے نہیں۔ بلکہ اصلاح نفس یا تکمیل نفس انسانی کے لئے ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم نے لعلکم تتقون کے الفاظ میں مختصر طور پر بیان کیا ہے۔ اگر غور کر کے دیکھا جائے۔ تو روزہ کے بغیر فی الحقیقت بے نفسی اور نیکی کی حقیقی قوت پیدا ہونی ناممکن ہے۔ اور جب تک عملی طور پر ایک بات کی مشق نہ کرائی جائے اس وقت تک یہ مشکل ہوتا ہے۔ کہ موقعہ پیش آنے پر اس قسم کا نمونہ کوئی شخص دکھا سکے۔ جیسا کہ روزہ رکھنے والا دکھا سکتا ہے۔ [illegible]

صرف اسلام ہی نہیں جس نے رمضان کے ذریعہ سے اس قوت کو پیدا کرنا چاہا ہے۔ سابقہ شرائع میں روزہ کا حکم موجود ہے۔ اور تاریخ اس بات پر شاہد ہے۔ کہ اسلام نے یہ کوئی انوکھا طریق اختیار نہیں کیا۔ بلکہ سابقہ انبیائے کرام کی سنت کو کامل اور اکمل طریق پر زندہ کیا ہے۔ توریت اور انجیل کو جا کر دیکھو۔ وہاں صاف طور پر روزوں کا ذکر پایا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ خود حضرت مسیح نے بھی چالیس دن اور چالیس رات کا روزہ رکھا ہے۔ (متی ۶ : ۱۶) اور صاف طور پر اپنے پیروؤں کو یہ تعلیم دی ہے کہ

"جب تم روزہ رکھو۔ ریاکاروں کی مانند اپنے چہرہ کو اُداس نہ بناؤ۔"

ایسا ہی ہندو قوم میں بھی روزہ کی رسم اب تک باقی ہے۔ جیسا کہ مہاتما گاندھی نے اکیس دن کا روزہ رکھا۔ اور عام طور پر ہندو لوگ شیولاتری کے دن روزہ رکھتے ہیں۔

(۲)

لیکن ان میں اور اسلام کے روزہ میں یہ فرق ہے کہ دوسری اقوام میں روزہ کے متعلق افراط و تفریط کا رنگ غالب ہے۔ ان میں وہ بھی ہیں جو کئی کئی دن کے روزہ میں فواکہ یا شربت وغیرہ کا استعمال جائز سمجھتے ہیں۔ اور وہ بھی جو مہاتما گاندھی کی طرح اکیس دن تک کچھ بھی کھانا پینا جائز نہیں سمجھتے بلکہ کہا جاتا ہے کہ ہندو قوم میں اس سے زیادہ لمبا روزہ بھی ہے۔ اور ممکن ہے پہلے عیسائیوں اور یہودیوں میں بھی ہو جیسا کہ انجیل سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ نے چالیس دن اور چالیس رات کا روزہ رکھا۔ سابقہ امم میں روزہ کی ابتدا اگلی رات سے ہوتی تھی اور انتہا مغرب کے بعد۔ اور اس طرح سے روزہ کے ایام میں جہاں اگلی رات سے ہی ان پر کھانا اور پینا حرام ہو جاتا تھا۔ وہیں وہ زوج کی طرف بھی رجوع نہ کر سکتے تھے جو بعض وقت نقصان کا موجب ہو جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کا ہر حکم افراط اور تفریط کے دونوں پہلوؤں سے بچا ہوا ہے۔ روزہ کے متعلق اس نے جہاں یہ حکم دیا کہ کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم تم پر اسی طرح سے روزے فرض کئے گئے جس طرح سے پہلے لوگوں پر فرض تھے۔ وہیں اس اعتدال کو بھی مدنظر رکھا جو فطرت انسانی کے مناسب حال ہے۔ اور صاف طور پر فرما دیا کہ احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسائکم ھن لباس لکم و انتم لباس لھن علم اللہ انکم کنتم تختانون انفسکم فتاب علیکم و عفا عنکم فالئن باشروھن وابتغوا ما کتب اللہ لکم وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر ثم اتموا الصیام الی الیل۔ روزوں کی رات میں تمہارے لئے اپنی عورتوں کی طرف رغبت کرنا حلال کیا گیا۔ وہ تمہارے لئے لباس ہیں۔ اور تم ان کے لئے لباس ہو۔ اللہ تعالےٰ جانتا ہے کہ تم اپنی جانوں کو نقصان پہنچانا چاہتے تھے۔ سو اس نے تم پر رجوع برحمت کیا۔ اور تمہیں معاف کیا۔ پس اب ان سے میل جول کرو۔ اور جو اللہ نے تمہارے لئے مقرر کیا ہے۔ اس کی خواہش کرو۔ اور کھاؤ اور پیو یہاں تک سیاہ دھاری سے سفید دھاری نمودار ہو جائے۔ پھر اس کے بعد رات تک روزے کو پورا کرو۔

یہ ہے اسلام کی تعلیم۔ اس سے ظاہر ہے کہ اس نے روزہ کے اندر کوئی ایسی مشقت انسان پر ڈالنی نہیں چاہی جو فطرت انسانی کے لئے نقصان دہ ہو۔ یا اس کی برداشت انسان کی طاقت سے باہر ہو۔ یہی وجہ ہے کہ بیمار اور مسافر کو دوسرے دنوں میں جب وہ بیماری یا مسافرت میں نہ ہوں۔ روزہ رکھنے کی اجازت دی ہے فمن کان منکم مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر ایسا ہی بوڑھے اور دائم المریض اور حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتیں جن کے لئے روزہ کی مشقت ناقابل برداشت ہے۔ اس حکم کی صرف اسی حد تک مکلف ہیں۔ کہ ایک مسکین کا کھانا کھلا دیا کریں۔ جیسا کہ فرمایا وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین ۔ اور ان لوگوں پر جو روزہ کی برداشت نہیں رکھتے۔ ایک مسکین کا کھانا ہے اس سے یہ مطلب نہیں کہ جس شخص کو ذرا بھی مشقت روزہ کے اندر محسوس ہو۔ وہ فدیہ دے دے۔ یوں تو ہر شخص روزہ سے آزاد ہو سکتا ہے۔ کیونکہ کم و بیش ہر شخص روزہ میں تکلیف محسوس کرتا ہے۔ اگر یہی اس کا مطلب ہوتا۔ تو روزہ کا حکم ہی دینا فضول تھا۔ صرف فدیہ کا حکم دے دیا ہوتا۔ . . . . فدیہ کی اجازت صرف ان کے لئے ہے۔ جن کے لئے روزہ کی مشقت عام طور پر ناقابل برداشت ہو۔ یا ان کی جان جانے کا خطرہ ہو۔ یا اور کسی قسم کا جسمانی نقصان ہونے کا احتمال ہو۔ جیسے کہ شیخ فانی یا دائم المریض یا حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتوں کا حال ہے۔

غرض اسلام نے روزہ کے متعلق میانہ روی اور اعتدال کو مدنظر رکھا ہے۔ اس نے نہ تو اتنا لمبا اور سخت روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے۔ جو انسان کی جسمانی صحت کے لئے مضر ہو۔ اور اس کو جان کے لالے پڑ جائیں۔ اور نہ اس کی اجازت دی ہے۔ کہ کچھ تھوڑا سا روزہ میں کھا پی لیا جائے۔ جس سے روزہ کی غرض ہی مفقود ہو جاتی ہے۔ ایسا ہی جہاں ان لوگوں کو جو اس کی برداشت نہیں کر سکتے۔ فدیہ پر چھوڑ دیا۔ تاکہ روزہ کی غرض کو ایک حد تک وہ حاصل کر لیں۔ وہیں جو لوگ روزہ کی تکلیف کو برداشت کر سکتے ہیں۔ ان کو روزہ رکھنے ہی کا مکلف ٹھیرایا۔ تاکہ اس حقیقی فائدہ کو جو روزہ سے مقصود ہے۔ حاصل کر سکیں۔ اسلام نہ تو یہ چاہتا ہے کہ خواہ مخواہ انسانوں کو رات دن بھوکا پیاسا رکھ کر یا ہر بوڑھے اور جوان بیمار اور مسافر کو بلا استثنےٰ روزہ کا حکم دے کر تکلیف مالا یطاق میں مبتلا کرے اور نہ انہیں ایسی بے جا رعائتیں دیتا ہے جو تقویٰ کی حقیقی غرض کو فوت کر دیں۔ روزہ سے اس کا حقیقی منشا متقی بنانا اور روح انسانی کو اسی جسم کے اندر سفلی خواہشات سے بلند کرنا ہے اور یہ غرض اسی اعتدال پر قائم رہ کر حاصل ہو سکتی ہے۔ جو اسلام نے سکھایا ہے۔

ہندو سنگھٹن کی انتہائی منزل

آخر کار لالہ ہردیال ایم اے نے سویڈن سے ہندو سنگھٹن کی انتہائی منزل مقصود کا پتہ دے دیا۔ اگرچہ ہندو قوم کے اینٹ پتھر اور تیزاب کے ستون پہلے سے اس حقیقت کو الم نشرح کر رہے تھے کہ ہندو سنگھٹن کا منشا مسلمانوں کو سنگسار کرنے کے سوا اور کچھ نہیں۔ تاہم لالہ ہردیال کی صاف گوئی نے معاملہ کو اور صاف کر دیا۔ اور بتا دیا کہ سنگھٹن کی آخری منزل مقصود ہندو راج کو قائم کرنا اور اس کے ذریعہ مسلمانوں اور عیسائیوں کو شدھ بنانا ہے۔ لالہ صاحب کا جو مضمون اس بحث پر ہندو اخبارات میں شائع ہوا ہے وہ ان کی دماغی حالت کو ظاہر کرنے کے علاوہ نہایت دلچسپ بھی ہے۔ ہندو قوم کے سامنے انہوں نے تین رستے پیش کئے ہیں۔

(۱) "یا تم خود مسلمان بن جاؤ"

(۲) "یا پہلے سوراجیہ لے کر مسلمانوں کو شدھ بناؤ"

(۳) اگر ان دونوں میں سے کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ تو سندھ جہلم، چناب۔ راوی۔ بیاس اور ستلج کے پانی میں ڈوب مرو۔ یہی تیسرا راستہ"

وہ فرماتے ہیں کہ :-

"اگر ہندو مسلمان مل کر کام کر سکتے ہیں۔ تو صرف اس طرح ممکن ہے۔ جیسا آجکل ہندو ریاستوں میں دیکھتے ہیں۔ یا جیسا مہاراجہ رنجیت سنگھ کے زمانہ میں حال تھا۔ یعنے ریاست ہندوؤں کی ہو۔ اور مسلمان وہاں آباد ہوں لیکن ریاست مسلمانی نہیں ہو سکتی۔ اور ہندو مسلمانوں کی مشترکہ ریاست بھی نہیں ہو سکتی"

یہ بھی انہوں نے بتایا ہے کہ

"ہندو سنگھٹن کا مقصد پنجاب میں ایک ہندو ریاست قائم کرنا ہونا چاہیئے"

پھر فرماتے ہیں کہ :-

"ہم شروع میں صرف ایک ایسی ریاست بنانا چاہتے ہیں جیسی آجکل کشمیر یا بڑودہ ہے ہم ایسی ریاست بنانے کے لئے قربانی نہیں کرتے۔ جیسی بہاولپور یا حیدرآباد ہے۔ اب مطلب صاف ہے"

اتفاق کے سوال کو لالہ صاحب نے کس عمدگی سے حل کیا ہے کہ :-

"مسلمان اور عیسائی پہلے شدھی کے ذریعہ سے ہندو قومی تہواروں اور رواجوں کو اختیار کریں، پھر اتفاق کا سوال حل ہو جائے گا۔ مسلمان اور عیسائی اپنے بدیسی نام اور رسوم بدلیں۔ اور ہندو بنیں یہی اتحاد کا ذریعہ ہے ہندو سنگھٹن کا یہ اصول ہونا چاہیئے۔ ہندو سوراجیہ اور شدھی۔ جب تک پنجاب اور ہندوستان ان بدیسی مذہبوں سے پاک نہیں ہوں گے۔ تب تک ہم کبھی چین سے سونا نہیں لے گا۔ پس پکار کر کہو۔ شدھ بہار۔ شدھ پنجاب۔ یہی ہمارا نصب العین ہے . . . . ہر سچے ہندو کی یہ دلی خواہش ہے۔ کہ اپنے دیس کو اسلام اور عیسائیت سے پاک کر دے۔ اس مقصد کے لئے ہم اپنے بچوں کی قربانی بھی دیں گے۔ جیسے گرو نے اپنے چاروں بیٹے قربان کر دیئے تھے"

ایسا ہی ہندوؤں کو بڑے زور سے نصیحت کی ہے :-

"یا سب ہندوؤ! اسلام قبول کر لو۔ یا سب مسلمانوں کو

شدھی کے ذریعہ سے ہندو بنالو۔ یہی اس سوال کا حل ہے۔"

کونسا رستہ اختیار کرو گے؟

جن لوگوں کو لالہ ہردیال کی سابقہ زندگی کو دیکھنے کا موقعہ ملا ہے وہ ان کے تلون اور جوشیلی طبیعت سے خوب واقف ہیں۔ اور جانتے ہیں۔ کہ ایسی طبایع سے کس قدر مجنونانہ حرکات سرزد ہوتی ہیں یہی وجہ ہے کہ ایک طویل عرصہ سے وہ ہندوستان کی سرزمین سے باہر پڑے ہیں۔ ان کی اسی جوشیلی طبیعت کی وجہ سے بے شمار جانیں پھانسی پر لٹکائی جا چکی ہیں جس کے بعد انہوں نے انگریزی حکومت سے معافی بھی مانگی۔ اور ایک کتاب کے ذریعہ ان کی قصیدہ خوانی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ تاہم "شدہ بھارت" کو اپنے ناپاک قدموں سے اشدھ کرنے کی اجازت انہیں نہ مل سکی۔ اب یہ مجنونانہ بڑ انہوں نے سویڈن سے بیٹھے ہوئے ہانکی ہے۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ پنجابی ہندوؤں کے جذبات کی ایک حد تک ترجمانی کی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ ہمارے نام نہاد برادران وطن کے دلی ارادے کیا ہیں۔ لیکن ہم ان کی خدمت میں عرض کریں گے۔ کہ جن تین راستوں کا پتہ لالہ ہردیال نے انہیں دیا ہے۔ ان میں سے سوراجیہ سے کر مسلمانوں کو شدھ کرنے کی تجویز تو ایسی نہیں۔ کہ کوئی ہوش حواس رکھنے والا انسان اس کو اختیار کر سکے۔ ہاں مسلمان ہونے یا سندھ جہلم، چناب، راوی، بیاس اور ستلج کے پانی میں ڈوب مرنے کی تجویز البتہ بہت آسان ہے۔ وہ اس پر جس وقت چاہیں۔ عامل ہو سکتے۔ اور بھارت اور پنجاب کی سرزمین کو شدھ کر سکتے ہیں دیکھیں دونوں میں سے کونسا رستہ برادران وطن کو پسند آتا ہے۔

قرآن کریم کا ترجمہ ترکی زبان میں

ترکی کی تازہ اطلاعات مظہر ہیں کہ: "مجلس ملی میں اس امر پر بہت زبردست مباحثہ ہوا کہ حکومت کی طرف سے ایک کمیشن اہل علم حضرات کا مقرر کیا جائے جو قرآن شریف کا مستند ترجمہ کریں اور ترکی زبان میں نہایت تفصیلی شرح لکھیں، وزیر اعظم نے اس تجویز کی تائید میں تقریر کی، اور صدر ہیئت امور دینیہ نے بھی نہایت زور کے ساتھ تائید کرتے ہوئے کہا کہ اب تک ترکی مملکت میں قرآن شریف کا ترجمہ نہ ہونے کا باعث یہ تھا کہ جو احتیاط اس بارے میں لازمی ہے وہ ممکن نہ تھی۔ یا کم از کم لوگوں کے لیے ترجمہ کرنے کا اعتماد نہیں تھا۔ لیکن اب حکومت اس کام کو قابل اعتماد طریقے سے انجام دے سکتی ہے۔"

خدا کا شکر ہے کہ ترکوں کو قرآن کریم جیسی نعمت عظمےٰ کے سمجھنے کی ضرورت محسوس ہوئی ہے۔ اور اسکا ترجمہ وہ اپنی زبان میں کرنے لگے ہیں۔ اگرچہ یہ امر موجب افسوس ہے کہ سیکڑوں سالوں کی حکومت کے باوجود آج تک اس سب سے ضروری کام کی توفیق انہیں نہ ہوئی تاہم صبح کا بھولا شام کو گھر آئے تو اُسے بھولا نہیں کہنا چاہیئے۔ اور امید رکھنی چاہیئے کہ جلد اس تجویز کو عملی جامہ پہنایا جائے گا تاکہ قوم اس پاک کتاب کی تعلیم سے بہرہ ور ہو کر خلافت اسلامیہ کے صحیح اور سچے علمبردار ثابت ہوں۔

شادی بیاہ کے اخراجات

ایک اور اصلاحی قانون جس کی اطلاع ابزرور کے نامہ نگار مقیم قسطنطنیہ نے دی ہے شادی بیاہ کے اخراجات کے متعلق ہے وہ لکھتا ہے کہ "قسطنطنیہ کی ایک کمیٹی نے ایک قانون پاس کیا ہے جس میں شادی کے موقع پر فضول اور زیادہ خرچ کرنے کی ممانعت کر دی گئی ہے اس قانون کے ماتحت دُلہن کو ایک کمرہ سے زیادہ فرنیچر مہیا نہیں کرنے دیا جائیگا اور دولہا اپنی جانب سے دُلہن کو ۲۰ پونڈ ترکی (جس کی قیمت موجودہ تبادلہ سکّہ کے لحاظ سے دو پونڈ ہوتی ہے) سے زیادہ قیمت کی انگوٹھی نہیں دے سکیگا۔ مزید تجویز کی جا رہی ہے کہ شادی بیاہ اور پیدائش کے موقع پر جو دعوتیں دیجاتی ہیں انکو ممنوع قرار دیا جائے۔"

ترکوں کی یہ نیک کوششیں لائق تحسین ہیں۔ ہندوستانی مسلمانوں کو اس قانون کی طرف بالخصوص توجہ کرنی چاہیئے۔ جن کے شادی بیاہ کے اخراجات بے حد اسراف تک پہنچے ہوتے ہیں۔ اور ان کی وجہ سے بہت سے خاندان تباہ ہو چکے ہیں۔ پھر بھی آئے دن مختلف ... میں یہ اخراجات بڑھتے جا رہے ہیں۔ کیا یہ ضروری نہیں کہ ...

اصلاحی انجمنیں خاندانوں اور برادریوں کی مزعومہ ناک "کو مروڑ کر صحیح اسلامی سادگی کی طرف لانے اور مسلمانوں کو تباہی و بربادی سے بچانے میں ساعی ہوں۔"

روحانی خلافت

لندن کے اخبار "ویسٹ منسٹر گزٹ" نے پروفیسر برکت اللہ کی رائے شائع کی ہے کہ خلافت کی روحانی بنیاد قاہرہ میں خلیفہ کی ایک مجلس مشاورت منعقد کر کے قائم کی جائے اور اس روحانی خلافت اسلام کو سیاست سے کوئی تعلق نہو۔

معاصر "تنظیم" اس تجویز کو شائع کرتے ہوئے رقمطراز ہے:۔ "اس تجویز کو برطانی مدبر ضرور پسند کرینگے۔ کیونکہ سیاسیات سے بے تعلق روحانی خلافت جسکا مستقر قاہرہ ہو، برطانیہ کے اغراض و مقاصد کی ممد و معاون ہوگی۔ لیکن مسلمانان عالم اس سے متفق نہیں ہو سکتے۔ خلافت کا مقصد تحفظ اسلام ہے۔ مگر جو مقام غیر اسلامی طاقت کا مرجع، جو خلافت محض یا جس کے زیر سایہ ہو...... اور جو خلیفہ پاپائے روم کی طرح بے دست و پا ہو کوئی حلقہ بگوش اسلام اسے قبول نہیں کر سکتا۔"

فی الحقیقت اس قسم کا خلیفہ جیسا کہ پروفیسر برکت اللہ کی تجویز ہے پوپ کی حیثیت سے بڑھکر نہ ہوگا۔ پروفیسر موصوف کی اس تجویز کو قبل ازیں ان کی ایک کتاب کے حوالے سے ہم نقل کر کے بتا چکے ہیں کہ روحانی خلیفہ بنانا انسانوں کے اختیار کی بات نہیں بلکہ یہ خود اللہ تعالیٰ کا کام ہے کہ جسکو چاہے مسلمانوں کی قیادت روحانی پر مامور کرے اور جیسا کہ حدیث نبویؐ سے معلوم ہوتا ہے۔ اس قسم کے مامور سو سال کے بعد ہی آیا کرتے ہیں۔ اس صدی میں بھی اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کو خلیفہ بنا کر بھیجا جس نے مسلمانوں کو حقیقی کامیابی کی راہ بتائی۔ اور ایک جماعت کو اسلام کی عظمت کو دنیا میں قائم کرنیکے لئے کھڑا کر دیا۔ افسوس بہت کم لوگوں نے اُسے پہچانا لیکن آخر کار سب طرف سے مایوس ہو کر مسلمان اسی راہ کو اختیار کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں جو اس روحانی خلیفہ نے بتایا یعنی اشاعت اسلام۔ کاش کوئی غور کرے۔ اور "کُونُوا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ" کے ارشاد ربانی کے ماتحت اس مامور من اللہ کی معیت میں ہو کر اسلام کو دنیا میں پھیلائے کہ اسی میں حقیقی فلاح ہے۔

درس قرآن جمعرات سے شروع ہوگا

حضرت امیر ایدہ اللہ نے ماہ رمضان میں سارے قرآن کریم کا درس دینے کا جو عزم کیا ہے۔ اس کے متعلق قارئین کرام بالخصوص لاہوری احباب کو مطلع رہنا چاہیئے کہ درس جمعرات (مورخہ ۲۶ مارچ ۱۹۲۵ء) سے مسجد احمدیہ بلڈنگس میں شروع ہوگا۔ درس کا وقت ۴½ بجے سے نماز مغرب تک ہے۔

جسمانی خلافت

رہی خلافت جسمانی جسکے متعلق معاصر "تنظیم" کا خیال ہے کہ "خلافت معدوم ہو گئی لیکن خلافت کی روح دنیا میں موجود ہے حریت و آزادی، انصاف و صداقت اور خلوص و ایثار کے عناصر ناپید نہیں ہیں وقت آنے والا ہے کہ خلافت اپنی اصل شان میں کامل عظمت و جلال کے ساتھ عالم شہود میں آئے گی۔ اور ایک دفعہ پھر دنیائے اسلام میں زندگی کی روح پھونکے گی۔"

ہم اپنے لائق معاصر کے ہم آواز ہیں اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ یہ جسمانی خلافت بھی مسلمانوں کو اسی راہ پر چلنے سے ملے گی جو خلیفہ روحانی یا مامور من اللہ نے ہمیں بتایا۔ یعنی اشاعت اسلام۔ آؤ اور دنیا میں اسلام کو پھیلاؤ۔ بادشاہوں کو مسلمان کرو۔ حکومتوں کو اسلام کا حلقہ بگوش بناؤ۔ پھر دیکھو کہ جسمانی اور روحانی ہر دو خلافتیں ...

قدموں پر آ گریں گی۔ کیا کوئی ہے جو اس پر غور کرے اور اس صاف سیدھے رستہ کو اختیار کر کے مسلمانوں کی حقیقی فلاح کا باعث ہو۔

جماعت احمدیہ اور آریہ سماج

گزشتہ اشاعت میں سوامی شردھانند کی اس نصیحت کو نقل کیا جا چکا ہے جو انہوں نے آریہ سماج کو کی ہے کہ جب احمدیوں کو مسلمان کافر اور مرتد کہتے ہیں تو تم ان کے ساتھ مباحثات اور مناظرات کیوں کرتے ہو۔

سوامی صاحب سے ہم اسقدر اور عرض کرنا چاہتے ہیں کہ اگر احمدیوں کو مسلمانوں کی طرف سے کافر اور مرتد قرار دیا جاتا ہے تو آریہ سماج کو ہندو قوم میں کونسا رسوخ حاصل ہے کیا تمام ہندو آریہ سماج کو اور اس کا مذہب نہیں سمجھتے؟ اسی لیے وہ اپنے مندروں کے اندر آپ کو قدم تک نہیں دھرنے دیتے بلکہ موقع ملنے پر لاٹھیوں اور گھونسوں کے ساتھ آپ کا مقابلہ ضروری سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ متھرا کے واقعات۔ اس لیے آریہ سماج کے مقابلہ کے لیئے سب سے زیادہ موزوں احمدی قوم ہی ہے ع خوب گزرے گی جو مل کے بیٹھیں گے دیوانے دو بلکہ جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں احمدیوں کو یہ فائدہ بھی حاصل ہے کہ سوا چند ملانوں کے فہمیدہ مسلمان انہیں مسلمان ہی سمجھتے ہیں۔ اور جب کبھی آریہ سماج سے مقابلہ پیش آیا ہے۔ سماجی مناظرین کی کوشش کے باوجود عام مسلمانوں نے احمدی مناظروں کو اپنا نمائندہ قرار دیا۔ سوامی صاحب کو تو چاہیے تھا کہ آریہ سماج کو احمدیوں کے مقابلہ پر آنے کی نصیحت کرتے کہ تمام مسلمانوں کو حتیٰ کہ مولویوں کو بھی میدان مناظرہ میں اگر کسی پر ناز ہوتا ہے وہ احمدی مناظرین ہی ہیں جنسے آریہ سماج کو پیچھا چھڑانا بہت مشکل ہوتا ہے۔

ایک امریکن پادری کا الحاد

آج کی اشاعت میں کسی دوسری جگہ ایک امریکن پادری کا بیان درج کیا گیا ہے۔ جو اس نے امریکہ کی عدالت کلیسا میں دیا۔ اس میں صاف طور پر اس بات کا اقرار کیا کہ مسیح علیہ السلام لفظی معنوں میں کنواری کے پیٹ سے پیدا نہیں ہوئے۔ نہ ہی وہ لفظی معنوں میں خدا تعالیٰ کے فرزند ہیں۔ بلکہ یہ بھی صاف کہہ دیا کہ میں ایسے خدا کو نہیں مانتا۔ جو بازو اور ٹانگیں رکھتا ہو۔ یہ دو مغرب میں عام ہے۔ اور کلیسا کے بہت سے ارکین انہی خیالات کے حامی ہیں بلکہ انگلستان میں تو بہت سے پادریوں نے علی الاعلان ان باتوں کا اظہار کیا ہے۔ اور نہ صرف الوہیت و ابنیت مسیح بلکہ کنواری کے پیٹ سے پیدا ہونے اور معجزات وغیرہ سے بھی قطعی انکار کیا ہے۔ باوجود اس کے وہ کلیسا کے رکن ہیں۔ امریکہ میں معلوم ہوتا ہے کہ کلیسا کا قانون زیادہ سخت ہے۔ کہ بشپ براؤن پر الحاد کا فتوے صادر کیا گیا۔ اور کلیسا سے ان کو علیحدہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ لیکن پادری صاحب بڑے دل و گردہ کے آدمی ہوتے ہیں۔ کہ ان سب باتوں کے باوجود ابھی تک اپنے منصب کو نہیں چھوڑتے۔ اور بشپ کے فرائض بدستور بجا لاتے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے احادیث میں جو دجال کے نمک کی طرح خود بخود پگھلنے کا ذکر ہے اس کا وقت اب آگیا ہے۔ اور اسی طرح سے آہستہ آہستہ مسیحی معتقدات کا خاتمہ ہو کر توحید کی روشنی دنیا میں پھیل جائے گی۔ انشاء اللہ۔

احمدی خواتین کیلئے

گزشتہ اشاعت میں احمدی خواتین کے کالم میں سید امجد علی صاحب کورٹ انسپکٹر دھرم سالہ نے جو تجاویز پیش کی ہیں ان کی طرف ہماری بہنوں کی خاص توجہ درکار ہے سید صاحب کی تجویز ہے۔ کہ بجائے اس کے کہ اخبار ہی کا ایک کالم احمدی خواتین کے لئے وقف ہو۔ کتابی تقطیع پر ایک ضمیمہ اخبار کے ساتھ ایزاد کیا جائے۔ جو لکھائی چھپائی اور مضامین کے لحاظ سے اس قابل ہو۔ کہ ہماری بہنیں اس کو دلچسپی کے ساتھ پڑھیں۔ اور اس کے مطالب کو سمجھ سکیں۔

ہمارے اس محترم بھائی نے اپنی اس تجویز کی تائید میں بہت سے معقول دلائل پیش کیے ہیں۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ اگر اس قسم ...

ہمارے خیال میں ایسا ضمیمہ ابتدا میں ہر پرچہ کے ساتھ لگانے کے بجائے ہفتہ وار شائع ہونا چاہیئے۔ تاکہ اخراجات کا زیادہ بوجھ نہ ہو۔ لیکن اس تجویز کا آخری فیصلہ تو ہماری بہنوں کی مرضی پر موقوف ہے۔ ان کی طرف سے اس بارہ میں اظہار خیالات ہونا ضروری ہے۔ صرف اظہار خیالات بلکہ یہ بھی کہ اس ضمیمہ کے اخراجات کا بوجھ کیا وہ اٹھانے کے لئے تیار ہیں یا نہیں۔ ہمارے خیال میں ایک روپیہ سالانہ چندہ دینے والی کم از کم پانچسو (۵۰۰) مستورات ہوں تو ضمیمہ کے اخراجات بآسانی پورے ہو سکتے ہیں۔

امید ہے ہماری محترم بہنیں اس بارہ میں اپنے خیالات کا اظہار کریں گی۔

حضرت مولنا صدر الدین صاحب کا تازہ خط

حضرت مولنا صدر الدین صاحب نے اپنے ایک خط میں جو ۳ مارچ کا لکھا ہوا حضرت امیر ایدہ اللہ کے نام موصول ہوا ہے ایک اور اپنی پریشانی کی خبر سنائی ہے جو احباب کرام کی توجہ اور اطلاع کے لیئے درج ذیل ہے :-

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مخدومی مکرمی حضرت مولنا سلمکم اللہ تعالی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج مجھے سخت پریشانی ہے کیونکہ برلن کی آخری فیصلہ گاہ نے ٹیکس کے متعلق فیصلہ کیا ہے کہ ٹیکس مجھے ضرور دینا پڑے گا۔ اور پورا دینا پڑے گا۔ اس فیصلہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ ہمیں علم ہوا ہے کہ مسجد کی زمین کا کچھ حصہ فروخت ہو چکا ہے تو اس صورت میں ٹیکس کے ادا کرنے میں دقت کیا ہے۔ مجھے اس کا بڑا صدمہ ہوا ہے۔ مسجد کی تعمیر کی تکمیل کے لیئے ابھی بڑی رقوم بکار ہیں۔ یہ چار ہزار اسی مارک کی رقم کہاں سے دوں۔

دوسری تکلیف یہ ہوئی ہے کہ مسجد کی زمین کی چونکہ تین ٹکڑوں میں تقسیم کرانی پڑی۔ ایک اپنے لیئے اور دو فروخت کے لیئے۔ اس تقسیم کے جو نقشے بنے اور علیحدہ علیحدہ نمبروں پر اندراج ہوئے اسکا خرچ نوصد مارک طلب کیا گیا ہے۔ اس پر بھی میں نے بہت کوشش کی کہ کچھ ہو لیکن یہ تو یہیں مقرر ہے اسکا کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ نوصد مارک ادا کر دیا گیا ہے یہ بھی نقصان ہوا۔ میں سمجھتا تھا کہ آپ کے آٹھ سو پونڈ سے عمارت کی تکمیل کے بعد ایک ہزار مارک فرنیچر کے لیئے بچ جائے گا۔ وہ پہلے ہی سے دینا پڑا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ عمارت کی تکمیل کے لیئے امید ہے آپ نے ...صد پونڈ ارسال کر دیے ہونگے۔

اس اتوار کو مولنا مولوی برکت اللہ کے لیئے ہمارے ہاں چالیس کے قریب آدمیوں کا مجمع تھا۔ اس میں چار پانچ معتبر ہندوستانی تھے اور ... سب نو مسلم۔ مولنا پر بڑا ہی عجب اثر ہوا۔ اب اور ایک ایرانی مسمی ... بھی آئے ہوئے تھے۔ وہ بڑے مرد آدمی ہیں ان کے دو اخبار بھی ... سے نکلتے ہیں ایک فارسی میں دوسرا جرمن میں۔ دونوں مصور۔ ... کی خاطر مجمع کی تصویر بھی لی گئی۔ ان پر بڑا اثر ہوا اور انہوں نے کہا ... ہم آجتک آپکے کام سے ناواقف اور غافل رہے۔ آپ نے ایک ... نو مسلموں کی جماعت چپکے سے تیار کر لی۔ اور جرمن اس طبقے ... انسان مجھ سے کرسکتا ہے۔ ... مرد آدمی ہوں۔ آپ کی خدمت کا ... کرتا ہوں۔

خاکسار صدر الدین، برلن۔ ۳ مارچ

مہاراجہ دربھنگہ اور ہندو سنگھٹن

۱۹ مارچ کو بندرابن میں سناتن دھرمی ہندوؤں کی ایک عظیم ... کانفرنس منعقد ہوئی۔ مہاراجہ صاحب ادھیراج دربھنگہ نے خطبہ صدارت پڑھا۔ جس میں آپ نے ان لوگوں کی ہمت اور حوصلہ کی ... کی جنہوں نے مریادا کو بھنگ کرنے والے آریہ سماجیوں سے ... اور مقدس استھانوں کی حفاظت کی تھی۔ آپ نے اس بات ... افسوس ظاہر کیا کہ آریہ سماجیوں نے مریادا کو بھنگ کر کے سناتن ... ہندوؤں کی دل آزاری کی۔ آپ نے فرمایا کہ میں ہندو سنگھٹن کے حق ... ہوں۔ مگر دان آشرم کو ہندو سنگھٹن پر قربان نہیں کیا جا سکتا۔ جنم شتابدی کے موقع پر آریہ سماجیوں کی کارروائی پر اظہار افسوس ... کا رزولیوشن پاس ہوا۔ اور اس بات کا مطالبہ کیا گیا کہ ... کی ذمہ داری دی جائے کہ آئندہ اس قسم کے واقعات رونما ... ورنہ آریہ سماجیوں کا داخلہ ہندوؤں۔ مقدس استھانوں میں ... بند کیا جائے گا۔ اسکے بعد ... رکھشا دل اور سناتن دھرم سبھاؤں ... ہندوستان میں قیام پر زور دیا گیا۔ نیز اسمبلی کے ان ممبروں پر ... بیزاری کا اظہار کیا گیا جو سناتن دھرم کے عقائد کے خلاف ...

احمدی خواتین کیلئے

ہمارا کام

"پیغام صلح" کے کالم نسواں میں اپنی ہم صنف بہنوں کے مضامین پڑھ کر مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ نہ صرف اس لئے کہ وہ نہایت پاکیزہ جذبات سے مملو ہیں۔ اور نہ ہی صرف اس لئے کہ نہایت خوبصورتی سے مضمون نگاری کا حق ادا کیا گیا ہے۔ بلکہ زیادہ تر اس لئے کہ میں اس تحریک میں ایک نہایت شاندار مستقبل کا پیش خیمہ دیکھتی ہوں۔ یہ ایک حقیقت نفس الامری ہے۔ کہ کوئی قوم زندگی کی جدوجہد میں کامیابی کا منہ نہیں دیکھ سکتی۔ جب تک اس قوم کی مائیں اور بہنیں اس کارزار حیات میں مردوں کے دوش بدوش نظر نہ آئیں۔ تاریخ عالم اس پر گواہ ہے۔ اور خود تاریخ اسلامی سے یہی پتہ چلتا ہے۔ آجکل مغربی ممالک کی اس حیرت انگیز ترقی کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے۔ کہ وہاں جنس لطیف کو عضو معطل کی طرح گھروں کی چاردیواری میں مقفل نہیں رکھا جاتا۔ بلکہ وہ زندگی کے مختلف شعبوں میں سرگرم کار نظر آتی ہیں۔ دکان۔ دفاتر۔ سکول۔ کارخانے ہر جگہ کثیر التعداد عورتیں مردوں کے ساتھ ساتھ برابر کا حصہ لے رہی ہیں۔ ملکی اور قومی معاملات میں بھی ان کی دلچسپی مردوں سے کسی قدر کم نہیں۔ اخبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح انگریز عورتیں اپنے ملک کے پارلیمنٹ میں نہایت قابلیت سے ملکی معاملات پر بحث کرتی ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ جنگ کے زمانہ میں جب مردوں کا زیادہ حصہ میدان جنگ میں تھا۔ مردوں کے تمام کام عورتوں نے سنبھال لئے تھے۔ لنڈن میں ہماری ایک نومسلم بہن جس کا نام زاہدہ خاتون ہے۔ اپنے ہاتھ سے بڑی بڑی موٹر لاریاں چلایا کرتی تھیں۔ اور اسی طرح ہر عورت نے کوئی نہ کوئی کام سنبھال لیا تھا۔ آج اگر ملک ہندوستان میں ایک انگریز نہ رہے۔ اور حکومت کے مختلف شعبوں کی باگ ڈور انگریز عورتوں کے ہاتھ میں دی جائے۔ توپوں کی بجائے مشین گن اور ہوائی جہاز عورتوں کے سپرد کئے جاویں۔ تو اس میں کوئی مبالغہ نہیں۔ کہ ایک مٹھی بھر انگریز عورتیں ہندوستان کے ۳۳ کروڑ مردوں کو اسی طرح دم بخود رکھنے کی قابلیت رکھتی ہیں۔

پس جب تک کسی قوم پر اس حقیقت کبری کا انکشاف نہیں ہوتا۔ کہ عورتوں کو میدان عمل میں مردوں کے دوش بدوش لایا جائے یقین جانو۔ ہنوز دلی دور است۔ وہ قوم ابھی اس راستے پر نہیں پڑی جو قومی عظمت کی طرف لے جاتا ہے۔ جب تک قوم کی نصف سے زیادہ طاقت چاردیواری کے اندر سڑ رہی ہے، جب تک قوم کی مائیں جہالت۔ توہم پرستی۔ رسوم پرستی کی زنجیروں میں مقید ہیں۔ جب تک قوم کی بیٹیوں اور بہوؤں کا مطمح نظر ہانڈی چولہے سے اوپر نہیں اٹھتا۔ اس وقت تک قومی بڑائی۔ قومی عزت، قومی فلاح قومی آزادی کے خواب پریشان سراب سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتے۔ جو قوم جنس نازک کو طرح طرح کی جسمانی اور دماغی غلامی میں رکھے وہ یقیناً قدرت کے ہاتھوں اس سے بہتر سلوک کی مستحق نہیں ہوسکتی۔ کہ اس کے ماتھے پر غلامی کی ابدی مہر لگادی جائے۔ جن اسلامی ممالک نے شاہراہ ترقی پر قدم رکھ لیا ہے۔ وہاں ساتھ ہی عورتوں کی حالت میں نمایاں انقلاب نظر آتا ہے۔

اگر ترک مرد مورچہ میں بیٹھا ملک کی حفاظت کے لئے سینہ سپر ہوتا ہے۔ تو ترک عورت بے شمار صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے اسے سامان رسد اور سامان جنگ بہم پہنچاتی ہے۔ اگر غازی مصطفے کمال عساکر عثمانیہ کے ریویو کے لئے جاتے ہیں۔ تو ان کی بیگم صاحبہ محل کی چاردیواری میں بیٹھی بیکاری اور بے حسی کی اباسیاں نہیں لیتیں۔ بلکہ وہ بھی اسی دلچسپی کے ساتھ غازی ممدوح کے دوش بدوش سپاہیوں کی مستعدی کی داد دیتی ہیں۔ ابھی تھوڑے دنوں کی بات ہے، کہ انگورا کا تعلیمی پورٹ فالیو ایک عورت کے نازک ہاتھوں کے سپرد کیا گیا تھا۔ یہی رو مصر میں نظر آتی ہے جہاں عورتیں ملکی آزادی کی جدوجہد میں مردوں سے بڑھ چڑھ کر جوش و خروش کا اظہار کرتی ہیں۔ گذشتہ مارشل لا کے دنوں جب انگریزی سپاہ کا ایک دستہ قاہرہ کی کسی گلی سے مظاہرۂ رعب کی غرض سے گذر رہا تھا۔ تو مصری مائیں ہی تھیں۔ جو ان کے سامنے سینہ سپر ہوئیں۔ اور انہیں چیلنج دیا۔ کہ اگر ایک قدم آگے بڑھو گے۔ تو تمہاری سنگینوں کو ہماری چھاتیاں چیر کر ہی گذرنے کا راستہ ملے گا۔

مجھے بے حد افسوس ہے۔ کہ تمام جہان میں عورتیں ہر طرح کی قابلیت عزم اور ہمت سے آراستہ نظر آویں۔ لیکن اگر کہیں وہ تعزلت میں ہیں کہنیں وہ کالشئی محض ہیں۔ تو وہ اس مذہب کی پیرو سوسائٹی ہیں جس کے سب سے عظیم الشان کارناموں میں ایک نمایاں کارنامہ یہ تھا۔ کہ سب سے پہلے اس نے اس صداقت کا بیانگ دہل اعلان کیا۔ کہ عورت ہر لحاظ سے مرد کی ہم پایہ اور ہم رتبہ ہے۔ اور وہ ہزارہا بیڑیاں جو عورت کے ایک ایک بال کو لگ رہی تھیں یک قلم توڑ دیں۔ خدا کے فضل و کرم سے ہم ایک ایسی سوسائٹی سے منسلک ہیں۔ جسے خالص اسلامی سوسائٹی ہونے کا دعوے ہے جسے خدا کے اپنے فرستادہ نے بے شمار بیہودہ قیود سے آزاد کیا جس کی تربیت خود مسیح موعودؑ کے ہاتھوں ہوئی۔ اس لئے اب وقت ہے کہ جہاں ہمارے مرد اپنی دینی خدمات اور دینی قربانیوں کے لحاظ سے تمام عالم اسلامی میں ممتاز نظر آتے ہیں۔ ہم عورتیں بھی کسی طرح ہوا کرتی ہیں سلف اولے کی شاندار روایات کو نہ محض زبانی دہرانے پر مطمئن ہوں۔ بلکہ عین میدان عمل میں ان شاندار روایات کو دہرا کر دکھاویں۔ ہم اپنے اندر وہ قابلیت پیدا کریں۔ وہ بلند خیالی پیدا کریں۔ وہ پختگی عزم پیدا کریں۔ کہ جہاں ہم نے بفضل خدا چند منٹ میں اپنے زیورات کو مسجد برلن کے میناروں کے لئے خس و خاشاک کی طرح پھینک دیا۔ اسی طرح ان میناروں سے اللہ اکبر کا نعرہ خود بلند کرنے کے لئے تیار ہوں۔ عیسائی عورتیں ہزارہا کی تعداد میں صلیب کا پیغام پہنچانے کے لئے دنیا کے گوشہ گوشہ پر پھیلی ہوئی ہیں۔ کوئی وجہ نہیں کہ ہم خدائے واحد کا نام پھیلانے کے لئے اس سے بڑھکر جنون اپنے اندر پیدا نہ کریں۔ گجرات سے میری ہمنام بہن نے جس کے فصیح اور پرمغز مضمون کے لفظ لفظ سے **مردانہ حوصلہ مردانہ** بلند پروازی اور **مردانہ** ہمت ٹپک رہی ہے، اس سے قبل خدا کے راستے میں سنگاپور کا دور دراز سفر اختیار کر کے ہمارے لئے مثال بھی قائم کر دی ہے۔ اس لئے بہنوں سے میری گذارش یہی ہے۔ کہ ہم اپنے اندر دینی خدمات کے لئے ہر قسم کی قابلیت پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ تاکہ خدا کے سامنے ہمیں یہ شرمساری نہ اٹھانی پڑے۔ کہ جب ہمارے مرد اس کے دین کی اشاعت کے لئے دور دراز ممالک کی خاک چھانتے پھرتے تھے۔ ہم گھر بیٹھے انجمن کو کوستی رہتی تھیں۔ کہ ہمارے مردوں کو کہاں پھینک دیا۔ مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ "پیغام صلح" کے اس کالم نسواں کی تحریک طبقۂ نسواں میں کسی نہ کسی دن وہ خوشگوار انقلاب پیدا کرے گی۔ جس کی اس زمانہ میں از حد ضرورت ہے۔

ز۔ ح۔ از لاہور

افغانستان میں قانون مطابع

افغانستان میں جو نیا قانون مطابع نافذ ہوا ہے۔ اس کی شرائط حسب ذیل ہیں :- (۱) کسی اخبار یا رسالے کو شائع کرنے سے پیشتر داخلی وزارت کی اجازت لینی پڑتی ہے۔ آجکل جو اخبارات شائع ہو رہے ہیں انہیں تین ماہ کے اندر اندر اجازت حاصل کرنی ہوگی۔ ہر ایک اخبار پر ذمہ وار ایڈیٹر کے دستخط ہونگے۔ اخبار یا رسالے کے ایڈیٹر یا مالک کیلئے افغانی رعایا ہونا لازم ہوگا۔ ذمہ وار ایڈیٹر کی عمر کم از کم ۱۰ سال ہونی چاہیئے۔ اس کے لئے لازمی ہے۔ کہ ملک معظم کے عہد حکومت کے بعد چوری۔ دھوکا دہی یا کسی دیگر اسی قسم کے جرم میں سزا نہ ہوئی ہو۔ ایڈیٹر بننے سے پہلے ضروری ہے۔ کہ اس میں کافی علمی قابلیت ہو۔ اخباروں کے ایڈیٹروں کے لئے لازمی ہوگا کہ وہ سرکاری اعلانات بلا کسی اجرت کے اخبارات میں فوراً شائع کرینگے۔ اگر کسی اخبار میں کسی سرکاری یا غیر سرکاری افسر کے خلاف کوئی بات شائع کیگئی ہو تو اس کیلئے لازمی ہوگا کہ وہ اس کا جواب اپنے اخبار میں شائع کرے۔ وہ رسالے جن کا سیاسی معاملات کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس قانون کی زد میں نہیں آتے اسی طرح تعلیمی محکمہ وزراء کی اجازت کے بغیر افغانستان کے کسی چھاپے خانے میں کوئی کتاب طبع نہیں کی جاسکتی۔ قانونی طور پر ان تمام کتابوں کو ممنوع قرار دیا گیا ہے جو مذہب اسلام کے خلاف لکھی گئی ہوں اسی طرح ایسی تصنیفات جن میں خلاف اخلاق باتیں درج ہوں یا کسی پر حملہ کیا گیا ہو۔ شائع نہیں ہوسکیں گی مندرجہ ذیل قسم کی کتابوں کی تصنیف ممنوع قرار دیگئی ہے (۱) ان حکومتوں کے خلاف جو افغانستان کی دوست ہوں (۲) شاہی خاندان کے خلاف (۳) کسی محکمہ (۴) افسران یا فوج کے خلاف۔ اگر کوئی ... ان پر عمل نہیں کرے گا۔ تو اس کا اخبار بند کر دیا جائیگا۔ غیر ملکی اخبارات

اہلیہ امانت دان صاحب چک نمبر ۳۶۳	صہ/

چک نمبر ۳۶۴ ج ۔ ب

الخانہ چودہری فضل قادر صاحب	عـہ
والدہ جمال الدین صاحب نمبردار	صہ/
اہلیہ بہادر	عـلعہ/
اہلیہ شاہ عالم	عہ
میزان	[illegible]

چک نمبر ۳۶۵ ج ۔ ب

اہلیہ مہر محمدالدین صاحب	صہ/
اہلیہ مہر نشردین صاحب	صہ/
اہلیہ مہر نوردین صاحب	صہ/
مسمات روڑی	/۸
مسمات حسن بی بی	/۲
مسمات چراغ بی بی	۱۰/-
مسمات سلوانی	/۰
میزان	۱۲/ [illegible]

چک نمبر ۳۶۶ ۔ ج ۔ ب

اہلیہ منشی غلام احمد صاحب	[illegible]
اہلیہ امام مسجد صاحب	[illegible]
اہلیہ منشی محمد فاضل صاحب	سعہ/
چراغ بی بی صاحبہ	سعہ/
اہلیہ عبدالرحمٰن صاحب	سعہ/
فتح بی بی صاحبہ	سعہ/
ہمشیرہ عبدالرحمٰن صاحب	سعہ/
والدہ چودہری الطاف علی صاحب	سعہ/
نامعلوم الاسم مسمات ۔ ڈنڈی چاندی	/۱۴
	/۰۵
میزان	۱۱/ [illegible]

چک نمبر ۳۵۴ ۔ ج ۔ ب

والدہ عالم صاحب	[illegible]
اہلیہ حامد علیشاہ صاحب	صہ/
والدہ الہ داد صاحب	عـلعہ/
بخانہ چودہری احمد خان صاحب	صہ/
اہلیہ عبدالشکور خان صاحب	[illegible]
رشتہ دار میاں عبدالشکور صاحب	[illegible]
متفرق	صہ/

کل میزان	خرچ بیمہ	باقی رقم وصولشدہ
[illegible]	[illegible]	[illegible]

اس کے علاوہ جناب شیخ مولابخش صاحب کارخانہ فلور ملز لائل پور کی معرفت حسب ذیل زیورات ونقدی جماعت لائلپور کی طرف سے وصول ہوئی ہے۔

(۳۱۱) اہلیہ صاحبہ میاں حاجی مبارک الدین صاحب: ایک جوڑی چھلے طلائی ۔ (۳۱۲) اہلیہ صاحبہ قاضی فضل قادر صاحب ایک جوڑی انگشتری طلائی (۳۱۳) اہلیہ میاں حاجی شیخ مولابخش ایک انگشتری تین بالیاں طلائی (۳۱۴) ہمشیرہ صاحبہ شیخ الٰہی بخش صاحب کالونی ملز تین بالیاں طلائی ۔ (۳۱۵) بڑی والدہ صاحبہ شیخ الٰہی بخش صاحب کالونی ملز گیارہ چھلے نقرئی ونقد عـہ (۳۱۶) اہلیہ صاحبہ شیخ میاں محمد صاحب فلور ملز دو ڈنڈیاں طلائی ایک بالی اور ایک بلاک طلائی ۔ (۳۱۷) اہلیہ مولوی الٰہی بخش صاحب ایک انگشتری طلائی ۔ (۳۱۸) اہلیہ شیخ مولابخش صاحب کالونی ہوس ونگان نقرئی گیارہ عدد ۔

ظہور احمد ۔ جائنٹ سکرٹری

بقیہ اخبار احمدیہ کالم ۲

پرسارہ ضلع علیگڈہ سے مولوی فیروز الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ پرسارہ ضلع علیگڈہ ۔ ماحول میں طاعون کا سخت زور ہے ۔ گلہریاں اور مویشی گر گر کر مر رہے ہیں ۔ تمام لوگ جنگلوں میں ڈیرے ڈال بیٹھے ہیں ۔ احباب سے درخواست ہے کہ اس موقعہ پر خاص طور پر دعا فرمائیں کہ اللہ تعالٰے اس بلائے ناگہانی سے اپنی پناہ میں رکھے ۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ بخیریت ہیں۔

انجمن تبلیغ الاسلام کے جلسہ میں جو بمقام لکھیم پور منعقد ہوا ۔ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب اور مولوی عصمت اللہ صاحب کی بھی تقریریں ہوئیں ۔ مولوی عصمت اللہ صاحب اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں :۔

تبلیغی کانفرنس میں دور دور سے نامی گرامی مولوی بھی آئے ہوئے تھے ۔ جمیعت العلمار ہند کے ناظم مولوی احمد سعید مولوی عبدالعلیم صدیقی مولوی محمد عرفان ۔ مولوی عبدالماجد بدایونی وغیرہ وغیرہ کثرت سے شریک تھے ۔ ان میں سے صرف مولوی احمد سعید اور عبدالماجد بدایونی فاخرالہ آبادی اور ایک کانپوری مولوی صاحب کی تقریریں ہوئیں ۔ حضرت خواجہ صاحب اور خاکسار کی دو دو تقریریں ہوئیں اور پھر بھی پبلک کی یہی خواہش تھی کہ ان کی اور بھی تقریریں ہوں ۔ حضرت خواجہ صاحب کی تقریروں کی ممتاز خصوصیت یہ تھی کہ آپ نے اپنی تقریر کے دوران میں علمار کے نفاق انگیز طریقہ تبلیغ پر اس شرح وبسط کے ساتھ روشنی ڈالی کہ بے اختیار واہ واہ کی صدا بلند ہونے لگی ۔ اور حضرت مرزا صاحب کے نام اور آپ کے احسانات کو نہایت ہی خوبی و وضاحت کے ساتھ پیش کردیا ۔ اگرچہ مولوی لوگوں میں اسیر آپس میں چہ میگوئیاں تو ہوئیں ۔ مگر کسی کو لب ہلانے کی طاقت نہیں ہوئی ۔ حضرت خواجہ صاحب کی تقریر میں ڈپٹی کمشنر اور دیگر معززین یورپین بھی شریک ہوئے ان کی شرکت کی وجہ سے حضرت خواجہ صاحب نے بھی اپنی تقریر کے بعض حصوں کو زبان انگریزی میں بیان فرمایا ۔

۱۴ کو حضرت خواجہ اور ۱۲ کو خاکسار لکھیم پور سے روانہ ہوئے ۔ حضرت خواجہ صاحب رام پور ہوتے ہوئے دہلی پہنچے اور خاکسار لکھیم پور سے مرکز جمعیت تبلیغ الاسلام کے کہنے سے سیدھا دہلی پہنچا ۔ اور ۱۵ کو جمعیت انصار المسلمین رائےسینا دہلی کے جلسہ میں حضرت خواجہ صاحب اور خاکسار کی ایک ایک تقریر ہوئی ۔ بحمداللہ دونوں تقریریں حد سے زیادہ کامیاب اور موثر ثابت ہوئیں ۔ ۱۶ کو خاکسار تبلیغی کانفرنس علیگڈہ میں شامل ہوا اور ضرورت الہام پر ایک مبسوط تقریر کی ۔ مجمع بھی چار پانچ ہزار سے کم نہ تھا ۔ یہ تقریر اس قدر مقبول ہوئی کہ علیگڈہ میں لگاتار تقریروں کا سلسلہ شروع ہوگیا ۔ آج تک ہزاروں تقریریں ہوچکی ہیں اور ہر تقریر میں چار چار پانچ پانچ ہزار کا مجمع ہوتا ہے ۔ میں نے واپس آنے کے لئے ہر چند کوشش کی مگر تبلیغ اسلام والے نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ کانپور اور فتحپور کے جلسہ میں تقریر کرنے کے بعد اجازت دی جائیگی ۔

۱۲ کو کانپور میں جلسہ ہے ۲۳ کو فتحپور میں

اوکاڑہ ضلع منٹگمری سے شیخ محمد صدیق صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ ان کے والد بزرگوار اور ہماری جماعت کے ایک محترم بزرگ میاں محمد سلطان صاحب ایک طویل علالت کے بعد ۲۲ ملتے کو اس جہان فانی سے انتقال فرماگئے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ہیں میاں صاحب مرحوم کے جملہ خاندان سے دلی ہمدردی ہے اللہ تعالٰے مرحوم کو جنت نصیب کرے اور پسماندگان کو صبر عنایت فرمائے ۔

شیخ محمد صدیق صاحب لکھتے ہیں کہ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے ہم سب بھائی مشکور ہیں کہ میاں صاحب مرحوم کے ایام بیماری میں انہوں نے نہایت محنت سے نسخہ جات تجویز کئے ۔ احباب کرام میاں صاحب کا جنازہ غائب پڑھکر ان کی روح کو ثواب پہنچائیں ۔

جموں سے مستری یعقوب علی صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ "پیغام صلح" میں حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ نے خاکسار کی صحت کے لئے احباب سلسلہ کو دعا کیلئے توجہ دلائی تھی جس پر بعض اصحاب کے خط بھی پہنچے ۔ خدا کا شکر ہے کہ احباب سلسلہ وخصوصیت سے حضرت سیدنا ومولانا کی دعاؤں سے مجھے اس قدر مہلک بیماری سے خدا نے صحت بخشی ۔ براہ کرم میری طرف سے سب احباب سلسلہ کی خدمت میں بذریعہ اخبار عرض کردیں کہ میں جملہ برادران کا مشکور ہوں جنہوں نے میرے لئے خدا سے صحت کی دعائیں کیں ۔ خدا ان کو جزائے خیر دے ۔

باقی بر کالم علـ

تازہ خبریں

ایک اطلاع مظہر ہے کہ جہورا اسٹن سکرٹری سناتن دھرم سبھا کورٹ کے خلاف جو مقدمہ عدالت میں چل رہا تھا ۔ اس میں استغاثہ کے گواہوں کی شہادتیں قلمبند ہوچکی ہیں ۔ اب عنقریب فیصلہ سنایا جائے گا ۔

معاصر "انقلاب" نے اپنی تازہ ترین اشاعت میں "پاینیر" کے حوالہ سے ایک خبر سپرد قلم کی ہے ۔ وہ لکھتا ہے کہ مسلم ایسوسی ایشن بنگال کے ایک جلسہ میں یہ فیصلہ ہوا ہے کہ گورنر بنگال سے یہ درخواست کی جائے کہ وہ ایک مسلمان وزیر کے تقرر کو عمل میں لائیں ۔ اور اگر حکومت نے اس درخواست کو رد کردیا تو چودہری نواب علی وزیر بنگال بھی مستعفی ہوجائینگے ۔

۲۴ مارچ کو بنگال کونسل میں وزرار کی تنخواہوں کا مطالبہ ۴۹ مخالف اور ۰۶ موافق آرار کے ساتھ مسترد کردیا ۔

اخبار "ٹریبیون" اپنی تازہ ترین اشاعت میں رقمطراز ہے کہ حکومت پنجاب نے ایک سال کے لئے ضلع لاہور میں ذیل کے قصبوں پر پولیس کی چوکیاں قائم کردی ہیں ۔

زوال ۔ جہان گڈہ ۔ ننوکی ۔ بھمبہ کالاں ۔ بھمبہ خورد

ہزاکسلنسی لارڈ رالنس کمانڈر انچیف کو اپنڈیسائٹس کا عارضہ ہوگیا ہے ۔ جمعرات کے دن مرض رونما ہوا تھا ۔

اسرامرتا سنگھ جو آجکل لیمن جیل پرہما میں اپنی تیدکے دن گذار رہے ہیں کسی خاص بات پر فاقہ کشی کررکھی ہوئی تھی ۔ دریافت کرنے پر شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی نے ایک برقی پیغام بھیجا اور ساتھ ہی ماسٹر جی کو بھی اس مضمون کا ایک تار دیا ہے کہ خواہ حالات اور واقعات کچھ ہی کیوں نہ ہوں فاقہ کشی ترک کردیجائے ۔

انتخابات بلدیہ امرتسر ختم ہوگئے ہیں لیکن نامزد ارکان کے لئے جو نشستیں خالی ہیں ۔ ان کے متعلق لوگ بہت دلچسپی لے رہے ہیں ۔ حکومت عنقریب اپنا فیصلہ صادر کرنے والی ہے ۔ دو مسلمان دو ہندو اور ایک سکھ نامزد کیا جائے گا لیکن سکھ ارکان نے ہزاکسلنسی گورنر کی خدمت میں ایک درخواست بھیجی ہے کہ اگر جیسا کہ مشہور ہے اس بنا پر کوئی سکھ نامزد نہ کیا گیا کہ دو سکھ ارکان اس سے قبل منتخب ہوچکے ہیں تو یہ سکھوں سے بے انصافی ہوگی ۔ ٹریبیون کا بیان ہے کہ دو مسلمانوں کی بجائے تین مسلمان منتخب ہوں گے ۔

میلہ چراغاں پر دستور کے موافق کافی سے زیادہ ہجوم تھا لوگوں کی کثرت کے باعث کھوے سے کھوا چھلتا تھا ۔ اسی اثنا میں چند تماشائی موٹر کی پچھلی نشست پر بیٹھے ہوئے چلے گذر رہے تھے کہ یکایک پیچھے سے ایک ٹانگہ نہایت تیزی کے ساتھ آرہا تھا ۔ ٹانگہ کا بم ایک نوجوان کی پسلی میں لگا جو اگلی موٹر پر سوار تھا ۔ چوٹ کے لگتے ہی چشم زدن میں اس نوجوان کی طرح قفس عنصری سے پرواز کرگئی ۔ نعش کو پوسٹ مارٹم کے لئے ہسپتال پہنچا دیا گیا ہے ۔ ٹانگہ والے کی کچھ خبر نہیں ۔ پولیس تحقیقات میں مصروف ہے ۔

سٹیٹسمین کے نامہ نگار مقیم لندن نے اس خبر کی تردید کی ہے کہ لارڈ برکن ہیڈ آئندہ موسم گرما میں ہندوستان جارہے ہیں ۔

شاہ جارج اور ملکہ میری شنبہ کی شام کو نگھارن میں پہنچے برطانی قونصل نے ان کا استقبال کیا ۔

آج ایوان عام میں وزیر اعظم کے کمرہ کے اندر کابینہ وزارت کا ایک خاص جلسہ منعقد ہوا اور مسٹر چیمبرلین کی اس رپورٹ پر غور وخوض کیا گیا جو انہوں نے اپنے مباحث جنیوا وپیرس کے متعلق پیش کی ہے ۔

وزیر اعظم نے لارڈ برکن ہیڈ کو دوبارہ بحری لائحہ عمل کی بیعد مجلس کابینہ کا صدر مقرر کیا ہے ۔ یہ تیسری مجلس کابینہ ہے جس کی صدارت لارڈ برکن ہیڈ نے کی ہے ۔

ارل آف پاپرس سخت علیل ہیں ۔

فرانسیسی سفیر مقیم برطانیہ موسیو ڈی فلیریو چیمبرلین اور بالڈون کے ساتھ ملاقات کرنے کے لئے پیرس گئے اور موسیو بریاں سے دیر تک گفتگو کرتے رہے ۔ ابزور کے سیاسی نامہ نگار کا بیان ہے کہ برطانی حکمت عملی کے وہ پہلو جو اب تک اہل پیرس کی نگاہ سے پوشیدہ تھے وہ موسیو فلوریو اور موسیو ہیرٹ کی ملاقات کے بعد روشنی میں آجائینگے ۔

تار کا پتہ مسلمان لاہور

الصلح خیر

ہفتہ میں دو بار ہر اتوار اور بدھ کو ٹھیک وقت پر شائع ہوتا ہے

اخبار پیغام صلح لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۴۳

چندہ سالانہ پانچ روپیہ

جلد ۱۳ — نمبر ۴۲ و ۴۳

مدینۃ المسیح لاہور، یوم اتوار و بدھ مورخہ ۳ و ۶ رمضان المبارک ۱۳۴۳ ہجری مطابق ۲۹ مارچ و یکم اپریل ۱۹۲۵ء

جزائر شرق الہند میں تبلیغ اسلام

ایک سال کے کام کی رپورٹ

ایک عیسائی مشنری کا اعتراف

اخویم مرزا ولی احمد بیگ صاحب ملک جاوا سے اپنے ۱۳ مارچ کے خط میں لکھتے ہیں:-

آپ کے دو خط معہ رقم مرسلہ کے پہنچے۔ ۱۸ مارچ ۱۹۲۵ء کو مجھے اس جزیرہ کی سرزمین پر پاؤں رکھے ایک سال ہو جائے گا۔ اس عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے جو جو نصرتیں اس عاجز کو فرمائی ہیں۔ وہ حد بیان سے باہر ہیں۔ جس کا اعتراف دشمنان اسلام کو بھی ہے۔ یہاں کے عیسائیوں کی مجلس میں ریورنڈ ڈاکٹر بیکر نے جو وسط جاوا کے عیسائی مشنوں کا سرگروہ ہے حسب ذیل الفاظ کہے "گذشتہ نصف سال سے انجمن محمدیہ کے ممبر بڑے جوش سے عیسویت کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ اور اس کی خاص وجہ ان کے درمیان احمدی مشنری کی موجودگی ہے جو اس جزیرہ میں عیسویت کی روک تھام کے لئے بھیجا گیا ہے"

مسلمانوں میں زندگی

میں نے نہ صرف مسلمانوں کو خدمت اسلام کے لئے جگا ہی دیا ہے۔ بلکہ ساتھ ہی ان کو بتا دیا ہے۔ کہ کس طرح سے وہ اپنے آپ کو اور اپنے ملک کے مسلمانوں کو عیسویت کے جال سے بچا سکتے ہیں۔ میرے آنے سے پہلے یہاں کے نوجوان مذہب سے بالکل بیگانہ تھے لیکن اب ہمارے لٹریچر کے ذریعہ سے اسلام کا خوبصورت چہرہ دیکھ کر ان کے سینے خدمت اسلام کے جوش سے لبریز ہو رہے ہیں۔ یہاں کے دارالخلافہ میں نوجوانوں نے ایک انجمن بنام ینگ اسلامک بانڈ کی بنیاد رکھی ہے۔ جس کا خاص مقصد علوم اسلامی کی تعلیم اور جزائر شرق الہند میں اشاعت اسلام ہے اس انجمن کے بانی دو بھائی سوگانگ اور سام ہیں۔ اول الذکر ایک سکول کا ہیڈ ماسٹر ہے۔ اور موخر الذکر یہاں کے قانونی کالج کا طالب العلم۔ اس سے پہلے عیسائیوں کا لٹریچر پڑھکر وہ اسلام کے خلاف تھے لیکن ٹیچنگ آف اسلام اور انگریزی ترجمہ قرآن نے جسے میں نے ایک ایک آیت کر کے انہیں سمجھایا۔ ان پر اسلام کی نورانیت کا اثر ڈالا۔ کہ وہ محمود پرستی چھوڑ کر خادم اسلام بن گئے ہیں۔ اور اب اپنی ساری عمر اشاعت اسلام کے لئے دینا چاہتے ہیں۔

ملانوں سے بیزاری

ہمارے لٹریچر نے تمام جزیرہ میں ایک زندگی پیدا کر دی ہے اور تمام نوجوان مسلمان مولویوں اور پرانے ملانوں کے نام سے بھی بیزار ہو رہے ہیں۔ جنہوں نے اسلام کی علمی اور عملی بھیانک صورت دنیا میں پیش کر رکھی تھی۔ ان ملانوں کا اثر اب جاوا کے لوگوں کے دلوں پر سے مفقود ہو گیا ہے۔ ملاں خواہ جاوا کے ہوں یا دیوبند کے۔ ان کا حال سب دنیا پر یکساں ہے۔ اور ان کے وہی دقیانوسی خیالات ہیں۔ جو ہر جگہ موجود ہیں۔ تاہم یہاں کے ملانوں میں ایک صفت ضرور ہے۔ کہ ان کے ہاں کفر کا بازار [illegible] گرم نہیں [illegible] ہے۔ بجائے کسی کو کافر کہنے کے وہ خود گمنامی کے گڑھے میں گر جاتے ہیں۔ اور عوام کے سامنے نہیں آتے۔ اگر دیوبندی ملاں بھی ان کی پیروی کریں۔ تو دنیا سے فتنہ وفساد دور ہو کر امن و خوشحالی کا دور دورہ ہو جائے۔

لٹریچر کی اشاعت

اپنا عربی لٹریچر جتنا بھی ہو سکے بھیج دیں۔ ذیل کی کتابیں میں ڈچ اور ملائی زبان میں ترجمہ کر رہا ہوں۔

(۱) اسلام۔ اس کا ترجمہ ہر دو زبانوں میں چھپ چکا ہے۔ اور ملائی ترجمہ یہاں کے اخبارات میں بھی شائع ہو چکا ہے۔

(۲) ینابیع المسیحیت۔ اس کے تین باب ملائی زبان میں ترجمہ ہو کر شائع ہو چکے ہیں جس کی ایک کاپی ارسال ہے۔ اس کا ترجمہ جاوی زبان میں ایک دوست کر رہا ہے۔ اس کتاب کے ترجمہ نے عیسائی مشنریوں میں سخت ہلچل پیدا کر دی ہے۔ جس کے بارہ میں انہوں نے اپنے ڈچ رسالہ میں لکھا ہے۔ کہ جاوا میں عیسائیوں کو ایک زبردست دشمن یعنی احمدی مشنری کا مقابلہ پڑ گیا ہے جس کی تحریریں عیسویت کے خلاف زبردست اثر پیدا کر رہی ہیں۔

(۳) دعوت عمل کا ترجمہ بھی ہر دو زبانوں میں ہو چکا ہے جس کے شائع کرنے کی منظوری درکار ہے۔ اس کے ذریعہ سے ہمارے لئے میدان صاف ہو جائے گا۔

(۴) سیرت خیر البشر کے دس باب ملائی زبان میں ترجمہ ہو چکے ہیں۔ جن میں سے دو یہاں کے ایک اخبار کے ذریعہ سے شائع ہو چکے ہیں۔ نمونہ پہلے بھیجا جا چکا ہے۔

(۵) خواجہ صاحب کا لیکچر ایمانیات۔ ڈچ زبان میں شائع ہو کر مقبول عام ہو چکا ہے۔ کیونکہ یہ ڈچ زبان میں اسلام پر پہلی کتاب ہے۔ جو کسی مسلمان عالم کے قلم سے نکلی ہے۔ اس کا نمونہ ارسال ہے۔ آپ یہ معلوم کر کے یقیناً خوش ہوں گے۔ کہ میں اب نہ صرف جاوی اور ملائی زبانیں جانتا ہوں بلکہ ڈچ زبان میں بھی قدرے گفتگو کر سکتا ہوں نیز عربی بھی۔ اور اس سے میرے تبلیغی کام میں بڑی سہولت پیدا ہو گئی ہے۔

کام کو وسیع کرنے کی ضرورت

میں دوسرے جزائر میں بھی چلا جاؤں۔ لیکن یہاں کا کام کون سنبھالے گا۔ جو اتنی محنت سے کامیابی کی حد تک پہنچ چکا ہے۔ اگر دوسرا آدمی آ جائے تو بہت بہتر ہوگا۔ میں تین ماہ کے اندر اسے یہاں کی زبانیں سکھا دوں گا لیکن آدمی وہ آئے۔ جو کم از کم تین سال یہاں ٹھیرا رہے۔ یہاں کے لوگ دیگر جزائر کی نسبت بہت ترقی یافتہ ہیں۔ بولڈ کا بیٹا واپس آیا ہے۔ وہ بڑا اچھا اثر لے کر آیا ہے۔ اور آزادی سے ہمارے خیالات کی اشاعت کرتا رہتا ہے جب کبھی حضرت صاحب کا نام لیتا ہے۔ تو حضرت مسیح موعود کہہ کے لیتا ہے۔ اس نام نے ملانوں کو خوف زدہ کر دیا ہے۔ اور جونہی کہ وہ اسے آتا دیکھتے ہیں۔ اپنے گھروں میں گھس کر دروازہ بند کر لیتے ہیں۔

یہ خط حضرت امیر اور جملہ احباب کو دکھا کر ان سے دعا کی درخواست کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ذریعہ سے اسلام کو دنیا میں غلبہ کرے۔ آمین۔

بقیہ صفحہ ۶

جس سے قوم کے اندر ایک ایسا زہریلا مادہ پیدا ہوتا جا رہا ہے۔ جو ان کو بجائے ترقی کے نہایت سرعت سے تنزل کی طرف لے جا رہا ہے۔ اور ان کے ترقی کے کاموں میں حارج ہے۔ اس لئے ہر محب دین وملت کا یہ فرض ہے۔ کہ وہ ان گم شدہ رہبروں کی رہبری کرے۔ چنانچہ ہمارا اخبار "لائٹ" علما کی انہی کمزوریوں کی طرف انہیں توجہ دلاتا ہے۔ اور چاہتا ہے کہ وہ پہلے اپنی اصلاح کریں۔ اور ان تمام راہوں سے مجتنب رہیں۔ جو قوم کو پستی کی طرف لے جانے والی ہیں۔ اگر اس مقدس گروہ کے اقوال وافعال پر قوم کی طرف سے پہلے گرفت کی جاتی۔ تو آج چمن اسلام ہندوستان میں تفرقہ بازی کی باد سموم سے محفوظ ہوتا اور اس کے جس وحشت انگیز منظر کو آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اس کو دیکھنے کی نوبت نہ آتی۔ بلکہ اس کی بجائے اس گلستان میں موسم بہار کی شادابیاں ہمارے پیش نظر ہوتیں اب بھی اگر قوم نے اپنے مذاق کو درست نہ کیا تو [illegible] خدا ہی [illegible]

اسلام اور ارتداد

مولانا محمد علی ایڈیٹر کامریڈ کے خیالات

ذیل میں مولانا محمد علی ایڈیٹر کامریڈ و ہمدرد کے اس ضروری مضمون کے بعض حصص کا ترجمہ دیا جاتا ہے۔ جو انہوں نے کامریڈ کی ۱۳ مارچ کی اشاعت میں لکھا ہے۔ اس مضمون کا زیادہ تر حصہ اس بحث پر مشتمل ہے۔ کہ قرآن کریم اور احادیث کی متقابل حیثیت کیا ہے۔ اور حدیث کو قرآن کریم کے بالمقابل کیا درجہ و وقعت حاصل ہے۔ اس بحث میں انہوں نے دکھایا ہے۔ کہ جو اعتنا قرآن کریم کی حفاظت اور اس کے جمع کرنے میں برتی گئی ہے۔ جس طرح سے اس پاک کتاب کا لفظ لفظ اور حرف بحرف آج تک محفوظ چلا آتا ہے۔ وہ خصوصیت حدیث کو حاصل نہیں۔ اور اس لئے قرآن کریم کو ہی بہرحال مقدم کرنا پڑے گا۔ اور جو حدیث اس کے معارض اور مخالف ہو۔ اس کو ترک کرنا پڑے گا۔

لیکن اس بحث کو شروع کرنے سے پیشتر اصل مسئلہ کے متعلق مولانا موصوف رقمطراز ہیں کہ

"۲۰ فروری کی اشاعت میں "اسلام اور ارتداد" کے عنوان سے جو افتتاحیہ ہم نے لکھا تھا۔ اس میں ان اصولوں پر ہم نے بحث کی تھی۔ جو مذہبی آزادی کے بارہ میں قرآن کریم کے اندر بیان ہوئے ہیں۔ ہم نے بتایا تھا کہ خود قرآن کریم کے اندر کوئی ایسی بات بیان نہیں ہوئی جس سے اشارۃً بھی یہ ۔ ۔ ۔ نکل سکے کہ جو شخص اسلام کو چھوڑ دے اس کو سنگسار کیا جائے۔ یا مار دیا جائے۔ یا انسان کی طرف سے کسی قسم کی سزا اسے ملے۔ ہماری رائے میں قرآن کریم کا سارا طرز بیان ہی اس سزا کے قطعاً منافی ہے۔ اور ہم نے بہت سی آیات نقل کرنے کے بعد یہ لکھا تھا کہ "کیا ان آیات میں ایک بھی لفظ ایسا موجود ہے۔ جس سے اشارۃً بھی کسی دنیوی سزا کا استدلال کیا جا سکے۔ یہاں آدمی آزاد ہے۔ مذہب کے بارہ میں اس کی رسی دراز کی گئی ہے۔ کوئی شخص اس بات کا مجاز نہیں کہ اس پر ایک بھی پتھر مار سکے۔ کیونکہ اس کی سزا خود اللہ تعالےٰ کے ہاتھ میں ہے۔ ایک ایسے بڑے روحانی جرم کے لئے موت بھی ناکافی سزا ہے۔ کیونکہ مرتد کے لئے عالم عقبےٰ میں ایک نہایت دردناک عذاب تیار کیا گیا ہے۔

قرآن کریم کی آیات متعلقہ ارتداد پر مفصل بحث کرنے کے بعد ہم نے ارادہ ظاہر کیا تھا۔ کہ آئندہ ہفتہ ہم ان احادیث نبوی پر غور کریں گے جن میں مرتدین کو سزائے موت دیئے جانے کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن قرآن کریم کی صحیح آیات کی روشنی میں ان کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کہ **محض ارتداد کی بنا پر** وہ سزا دی گئی تھی۔ جس قدر ہم سے ممکن تھا۔ اس مضمون کا گہرا ۔ ۔ ۔ اور آزادانہ طور پر مطالعہ کرنے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ کہ قتل کی سزا ان مرتدین پر وارد کی گئی تھی۔ اور انہی کے لئے مقرر کی گئی تھی۔ جو حکومت اسلامیہ کے قانون دیوانی یا فوجداری کو نہایت بری طرح سے پامال کرنا شروع کریں۔ جیسے قاتل۔ جاسوس۔ دشمن سے جنگ کے دوران میں افواج اسلامیہ کو ترک کرنے والے۔ اور وہ جو حکومت اسلامیہ کے خلاف سازش کے مرتکب ہوں۔ اور اس لئے یہ محض انہی جرائم کی سزا تھی۔ جو ایسے مرتدین کو دی جاتی تھی نہ کہ ارتداد کے روحانی جرم کی سزا۔

ہمیں امید تھی کہ دوسرے ہفتہ میں ہم ارتداد کے مضمون پر حدیث کے رو سے بحث کریں گے لیکن بعد میں ہمیں معلوم ہوا کہ دیوبند کے ایک ممتاز نوجوان عالم نے حال ہی میں ایک پمفلٹ لکھا ہے۔ جس میں مرتدین کا قتل نہ صرف احادیث کی بنا پر جائز ثابت کیا گیا ہے بلکہ قرآن کریم کی بھی سند پیش کی گئی ہے۔ اور کہ جمعیت العلماء کے جدید الشیوع اخبار "الجمعیت" میں اس کے پریسیڈنٹ مولانا کفایت اللہ ایک سلسلہ مضامین شروع کرنے والے ہیں جس میں ان تمام مضامین پر جو "ہمدرد" میں اسی بحث پر بطور افتتاحیہ شائع ہوئے ہیں۔ تنقید کی جائے گی۔ اور کہ لکھنؤ سے ایک اور عالم خود ہمدرد کے کالموں میں تنقید کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ان سب علمائے کرام کی عزت و عظمت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہم نے آئندہ بحث کو ملتوی کر دیا۔ اور ان کی مستند آراء کی انتظار ضروری سمجھی۔

اس اثنا میں ہم نے دیوبند کے مفلٹ اور اس کے ضمیمہ کو بھی مطالعہ کر لیا۔ اور قطعاً کوئی ایسی د ۔ ۔ ۔ رہے کیونکہ قرآن بجائے خود مرتدین کے قتل کی ۔ ۔ ۔ دیتا۔ تبدیل ہم کریں۔ جو دوسرے علما کی جن سے ہم نے مشورہ کیا ہے۔ آراء کے عین مطابق ہے۔ اس پمفلٹ کا لکھنے والا رقمطراز ہے کہ قرآن کریم میں بہت سی ایسی آیات ہیں۔ جن سے مرتدین کے قتل کا استنباط کیا جا سکتا ہے لیکن ان بہت سی آیات کو نقل کرنے کے بجائے صرف ایک ہی آیت سورہ بقرہ سے درج کی ۔ ۔ ۔ مسلمانوں کے متعلق کوئی حکم موجود نہیں۔ چنانچہ وہ آیت یہ ہے :-

واذ قال موسیٰ لقومہ	اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کو کہا۔ اے
یا قوم انکم ظلمتم	قوم تحقیق تم نے بچھڑے کو اپنا معبود بنا
انفسکم باتخاذکم	کر اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ پس اپنے رب
العجل فتوبوا الیٰ	کی طرف رجوع کرو۔ اور اپنے لوگوں
بارئکم فاقتلوا انفسکم	کو قتل کر دو۔ تمہارے لئے تمہارے
ذالکم خیر لکم	رب کے نزدیک بہتر ہے۔ پس وہ تم
عند بارئکم فتاب	پر رجوع برحمت ہوا بیشک وہ رجوع
علیکم انہ ھو التواب	برحمت کرنے والا ہے ☆
الرحیم ☆	

بائیبل کے رو سے یہوی کے فرزندوں کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ ان لوگوں کو قتل کر دیں۔ جنہوں نے سونے کا بچھڑا بنانے میں پیشقدمی کی تھی اور اس دن تین ہزار آدمی قتل کئے گئے لیکن قرآن کریم نے یہ نہیں بتایا کہ آیا فی الحقیقت اس حکم پر عمل ہوا یا نہیں۔ اس کے برخلاف اس آیت میں ہمیں بتایا گیا ہے کہ ان کا جرم معاف کر دیا گیا۔ ہو سکتا ہے۔ کہ بعض مجرموں پر سزا وارد کرنے کے بعد باقیوں کو چھوڑ دیا گیا ہو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مگر ذیل کی آیات جو مندرجہ بالا آیت کے ساتھ ہی اس سے پہلے بیان ہوئی ہیں۔ اصل حقیقت کو ظاہر کرتی ہیں :-

واذ وٰعدنا موسیٰ	اور جب ہم نے موسیٰ سے چالیس رات
اربعین لیلۃ ثم اتخذتم	کا وعدہ کیا پھر تم نے اس کے پیچھے
العجل من بعدہٖ و	بچھڑا کو معبود بنا لیا۔ اور تم ظالم تھے
انتم ظٰلمون۔ ثم عفونا	پھر ہم نے تم سے اس کے بعد درگذر
عنکم من بعد ذٰلک	کیا تاکہ تم شکر کرو ☆
لعلکم تشکرون ☆	

اس جگہ اس بات کا قطعاً کوئی ذکر نہیں کہ سونے کا بچھڑا بنانے والوں کو قتل کیا گیا تھا۔ بلکہ جرم کے بیان کرنے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انکی معافی اور اس کے وجوہات ذکر کر دئے گئے ہیں۔ اس قسم کی آیت سے یہ استدلال کرنا کہ مسلمانوں کو اس میں حکم دیا گیا ہے۔ کہ آج جو ان میں مرتد ہوں۔ ان کو وہ قتل کریں۔ ایک ایسی بات ہے۔ جس کی جرأت ہمارے خیال میں کسی مسلمان کو نہیں ہو سکتی۔ بائیبل نے قرآن کریم کے برخلاف حضرت ہارون کو سونے کا بچھڑا بنانے کا مرتکب قرار دیا ہے تاکہ اس کی عبادت کی جائے۔ لیکن تعجب انگیز امر یہ ہے۔ کہ حضرت ہارون کو کوئی سزا نہ ملی۔ قرآن کریم کے نزدیک اس خطرناک جرم کا مرتکب سامری تھا (یا یوں کہنا چاہیئے کہ بعد کے زمانہ میں جو سامری لوگ ہوئے ان کا مثیل تھا) لیکن اس کو بھی قتل نہیں کیا گیا۔ اس لئے ایسی حالت میں کہ قرآن کریم میں کوئی ایسا حکم موجود نہیں۔ جس میں مسلمانوں کو قتل کرنے کا براہ راست حکم دیا گیا ہو۔ اور پھر کوئی ایسے کھلے الفاظ بھی موجود نہیں۔ جن سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ سکے کہ بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے سونے کے بچھڑا کو اپنا معبود بنایا وہ فی الحقیقت حکم الٰہی کے ماتحت قتل کئے گئے تھے۔ ہم دیوبندی پمفلٹ کے مصنف کی اس دلیل کو ہرگز نہیں مان سکتے کہ قتل مرتد کا حکم قرآن کریم میں ایسی صراحت کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ کہ کوئی متقی انسان اس کے کوئی اور معنے قطعاً نہیں کر سکتا۔ یہ تقویٰ اللہ ہی ہے۔ جس کی وجہ سے ان معنوں کی تردید پر مجبور ہوئے ہیں۔ جو دیوبند کے نوجوان عالم نے اس آیہ کریمہ کے کئے ہیں ☆

رہے لکھنؤ کے عالم جنہوں نے اس ارادہ کا اظہار کیا تھا کہ وہ ہمدرد کے مضامین کے جواب میں اپنی تنقید لکھ کر اشاعت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ [illegible] بحث کر رہا ہے۔ اس ۔ ۔ ۔ نے اب اپنا ارادہ بدل دیا ہے لیکن الجمعیت بظاہر اس مضمون پر اس قدر تفصیل کے ساتھ بحث کرنا چاہتا ہے۔ کہ ان چار نمبروں میں جو اس نے اب تک لکھے ہیں۔ مسئلہ ارتداد پر قرآن کریم کی آیات کو اس نے ابھی چھوا تک نہیں۔ چہ جائیکہ احادیث کے حوالوں پر وہ بحث کرتا۔ ان حالات میں ہمیں پریسیڈنٹ جمعیۃ العلما کی (جن کے متعلق ہم نے سنا ہے کہ وہ الجمعیۃ میں اپنا فاضلانہ مضمون لکھ رہے ہیں) غیر محدود عرصہ تک انتظار کئے بغیر بالا عداعیسکر اپنے مضمون کو پورا کرنا چاہیئے۔ اس لئے اب ہم احادیث نبوی کی طرف متوجہ ہوتے اور یہ دیکھتے ہیں کہ ہمیں کیا روشنی وہاں سے ملتی ہے ☆

مسئلہ قتل مرتد

مہاتما گاندھی کا جواب مولوی ظفر علی خان کو

ینگ انڈیا کی تازہ اشاعت میں مہاتما گاندھی نے مسئلہ قتل مرتد پر مزید خیالات کا اظہار کیا ہے جس کا ترجمہ ناظرین پیغام صلح کی اطلاع کے لئے درج ذیل ہے :-

آپ فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے مختصر سا نوٹ اس مسئلہ کے متعلق لکھا ہے خطوط کے طومار میری طرف آ رہے ہیں ان میں سے مولوی ظفر علی خان۔ آغا صفدر ہمان سیالکوٹی اور خواجہ کمال الدین کے خطوط قابل ذکر ہیں۔

مجھے یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی کہ قرآن مجید کی رو سے مرتد کی سزا سنگساری نہیں ہے۔ اور میں نے بھی لکھا تھا کہ قرآن میں بالتصریح اس کا ذکر نہیں۔ مولانا ظفر علی خان ایک طرف تو اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اس قسم کی کوئی سزا قرآن مجید میں بالتصریح مذکور نہیں۔ لیکن ساتھ ہی یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ یہ شریعت اسلام کا جزو ہے اور اس پر عمل ہوتا رہا ہے۔ مجھے ایسے غیر مسلم کے لئے ایک چیز جو کہ اسلامی روایات و رواج میں داخل ہے خواہ پیغمبر کے نقش عمل پر کار مزن ہو کر کی جائے۔ اور خواہ اسلامی دنیا کی ایک کثیر جمعیت کی مہر تصدیق سے عمل میں آئے ایک ہی حیثیت رکھتی ہے۔ میں اپنے مسلمان احباب سے یہ جاننا چاہتا ہوں کہ جس چیز کو دنیا کی عقل انسانیت کے منافی سمجھے اسے بلا تامل مطعون کرنا چاہیئے۔ میں آغا صفدر اور خواجہ کمال الدین کے رویہ پر بہت خوش ہوں کہ انہوں نے اس فعل کو قابل ملامت ٹھہرایا ہے۔

مجھے امید ہے کہ وہ اس خیال میں بھی میری تائید کریں گے کہ اگر کوئی ایسی نظیر پیغمبر کی زندگی سے ماخوذ بھی کر لی جائے یا کوئی اسلامی جمعیت اس کے جواز کا قطعی فیصلہ بھی دیدے تو بھی اسے انسانی جذبات کے ناموافق سمجھ کر اس کی حمایت نہ کی جائے میں مولانا صاحب سے یہ ظاہر کر دینا چاہتا ہوں کہ وہ دنیائے اسلام میں میرے وقار کا فکر نہ کریں۔ کیونکہ اگر رسم و رواج کے متعلق اظہار رائے کرنے سے یہ اثر زائل ہو جاتا ہے تو میں وقار کا ایک لحظہ کے لئے بھی قائم رکھنا پسند نہیں کرتا۔ میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں کہ مجھے اپنے دربار کا ٹھاٹھ قائم رکھنے کیلئے اپنے وقار کی ضرورت ہو۔ میں تو مسلمانوں۔ عیسائیوں۔ یہودیوں۔ پارسیوں اور ہندوؤں کا یکساں خادم ہوں۔ خادم کو وقار و تمکنت سے کیا کام؟ وہ تو محض محبت کا دلدادہ ہوتا ہے۔ جب تک میں صداقت شعاری سے کام کروں گا مجھے یقین ہے کہ وفا محبت مجھے دنیا میں سرافراز کرے گا اور ہر ایک کے دل سے مجھے اس کا صلہ پہنچتا رہیگا بہتر ہوگا کہ اگر مولانا ظفر علی خان صاحب میرا وقار قائم کرنے کی بجائے اسلام کا وقار قائم کرنے میں ساعد ہوں تو میں بھی اس معاملہ میں حتی المقدور ان کا ہاتھ بٹانے کو تیار ہوں

میرا خیال ہے کہ مولانائے موصوف نے اس مسئلہ کی بیجا حمایت کر کے اسلام کے وقار کو ایک بہت بڑی حد تک نقصان پہنچایا ہے۔ تبدیلی مذاہب کے لئے موت یا سنگساری کسی شہادت یا استدلال کی محتاج نہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ۔ ہمہ ۔

جلد ۱۳ ۔ ۳ و ۶ رمضان المبارک ۱۳۴۳ھ نمبر ۴۳ و ۴۴

روزہ اور اسلام

کے بعض ضروری تصریحات اور اعتراضات کے جوابات (۲)

عام طور پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے ۔ کہ اسلام نے روزہ کی حد صبح صادق سے غروب آفتاب تک بتائی ہے ۔ تو ان ممالک میں جہاں کئی کئی ماہ کا دن ہوتا ہے کس طرح روزہ رکھا جا سکتا ہے اور چونکہ ان ممالک پر یہ قانون عائد نہیں ہو سکتا ۔ اس لئے اسلام عالمگیر مذہب نہیں ۔

یہ اعتراض رمضان کے متعلق قرآن کریم کے الفاظ کو نہ دیکھنے کا نتیجہ ہے ۔ قرآن کریم کے صاف الفاظ ہیں ۔ من شهد منكم الشهر فليصمه ۔ جو شخص تم میں سے اس مہینہ کو پائے ۔ وہ اس کے روزے رکھے ۔ جن ممالک میں چھ چھ مہینہ کا دن اور چھ چھ مہینہ کی رات ہوتی ہے ۔ وہاں اول تو آبادی کوئی نہیں ۔ اور اگر ہو بھی تو اس قدر لمبے دنوں میں بارہ مہینوں کی تقسیم ہی مشاہدہ میں نہیں آ سکتی ۔ اور نہ رمضان کا مہینہ وہاں ہوتا ہے ۔ اس لئے من شهد منكم الشهر کی رو سے وہ تمام مقامات احکام رمضان سے خارج ہیں ۔

دوسرا سوال مسافر اور مریض کے متعلق ہے ۔ قرآن کریم کے صاف اور کھلے الفاظ ہیں ۔ من كان منكم مريضا او على سفر فعدة من ايام اخر ۔ لیکن آج مسلمانوں میں جہاں اور معاملات میں افراط و تفریط کا رنگ غالب ہے ۔ وہیں روزہ کے متعلق بھی دونوں قسم کے خیالات موجود ہیں ۔ اور دونوں پہلوؤں میں تشدد بہت ہے ۔ کئی ایک جانیں اسی وجہ سے ضائع ہو جاتی ہیں ۔ کہ بیمار ہونے کے باوجود روزہ رکھنا ضروری سمجھا جاتا ہے ۔ بعض لوگوں کا خیال ہے اور عموماً روزہ کی تائید میں اس خیال کو بلا سوچے سمجھے پیش کیا جاتا ہے ۔ کہ روزہ بیماریوں کو اچھا کرتا ہے ۔ اس میں شک نہیں کہ روزہ سے جسم انسانی کی بہت سی آلائشیں دور ہو کر بہت حد تک صحت ترقی کرتی ہے لیکن جو شخص پہلے سے بیمار ہے ۔ اور اس کی صحت کا مدار اسی پر ہے کہ اسے وقتاً فوقتاً دوائی اور غذا ملے ۔ اس کو روزہ رکھوانا حفظان صحت کے قوانین کی صریح خلاف ورزی کرنا ہے ۔ اور خدائی کتاب کی ایک کھلی مخالفت ہے ۔ اگر روزہ بیمار کے لئے بھی مفید ہوتا ۔ تو اللہ تعالےٰ اسے رخصت نہ دیتا ۔ بلکہ سب سے پہلے اسی پر فرض ہوتا ۔ ہاں اس کے ساتھ ہی ذرا ذرا سی تکلیف کو بھی بیماری قرار نہیں دیا جا سکتا ۔ معمولی تکلیف پر جس میں دوائی وغیرہ کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی ۔ روزہ کا چھوڑ دینا بھی صحیح نہیں ۔

سفر کے متعلق بعض لوگوں نے حدود مقرر کی ہیں ۔ اور آج عام طور پر یہ کہا جاتا ہے ۔ کہ ریل نے سفر کی صعوبتوں کو دور کر دیا ہے ۔ اس لئے ایسے سفر میں روزہ کا چھوڑنا صحیح نہیں ۔ معلوم نہیں لوگوں کو خدا کی کتاب سے کیوں اس قدر پرخاش ہے ۔ کہ جن باتوں کا حکم دیا گیا ہے ۔ ان پر عمل نہیں کرتے ۔ اور جن اعمال سے اللہ تعالےٰ نے رخصت دی ہے ۔ ان کو بجا لانا ضروری سمجھتے ہیں ۔ نماز اور زکوٰۃ کا حکم بار بار ہر پارہ ۔ ہر سورت اور قریباً ہر رکوع کے اندر دیا گیا ہے ۔ لیکن کتنے مسلمان ہیں ۔ جو نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں ۔ کتنے ہیں جو برے افعال اور حرمت کی چیزوں سے بچتے ہیں ۔ روزہ پر اس قدر تشدد ہے کہ بیمار ہو یا مسافر روزہ کا رکھنا ضروری سمجھا جاتا ہے ۔ لیکن روزہ رکھ کر جھوٹ بولتے ۔ بالباطل دوسروں کا مال کھاتے ہیں اور نماز کا کبھی نام تک نہیں لیتے ۔ حیرت ہے کہ روزہ کے متعلق اس قدر تشدد کیوں ہے ۔ کیا دوسرے احکام خدائی حکم نہیں ؟ کیا خدا نے ... لکھ دیا فرمایا ہے ۔ کہ ریل کا سفر ہو تو ....

تو روزہ رکھ لینا چاہیئے ۔ ایک مسلمان کا طرز عمل ہمیشہ افراط و تفریط کے بین بین ہونا چاہیئے ۔ اور انہی باتوں پر عمل کرنا چاہیئے جن کا اللہ تعالےٰ نے حکم دیا ہے ۔

زہد و ورع کوشش و صدق و صفا
ولیکن میفزائے بر مصطفےٰ

احادیث نبوی سے صاف ثابت ہے ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں نکلے ۔ صحابہؓ آپ کے ساتھ تھے ۔ رمضان کا مہینہ تھا ۔ بعض صحابہؓ نے روزہ رکھا ہوا تھا ۔ ان کو تکلیف ہوئی ۔ آپ نے افطار کا حکم دیا ۔ بعض نے روزہ کھول دیا ۔ بعض نے نہ کھولا ۔ اس کی رپورٹ رسول اللہ صلعم کے پاس ہوئی ۔ تو آپ نے فرمایا اولئك هم العصاة ۔ یہی لوگ نافرمان ہیں ۔ پس کتاب الٰہی میں مسافر کے لئے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ایک طرف اور رسول اللہ صلعم کا عمل اور حکم دوسری طرف اس طرز عمل کے قطعاً خلاف ہے جو آج عام طور پر مسلمانوں نے اختیار کر رکھا ہے ۔

مسافروں کے اندر بعض وہ لوگ بھی شامل ہیں ۔ جو ملازمتوں اور کاروبار کی وجہ سے ہمیشہ سفر میں ہی رہتے ہیں ۔ اس لئے فعدة من ايام اخر ہ پر بھی وہ عامل نہیں ہو سکتے ۔ ایسے لوگ اسی حکم میں داخل ہیں ۔ جو دائم المریض اور شیخ فانی وغیرہ کے لئے ہے ۔ اور جن کے متعلق یہ بتایا جا چکا ہے ۔ کہ وہ ایک مسکین کا کھانا دیا کریں ۔ جتنے اس قسم کے لوگ ہیں ۔ جن کے لئے روزہ کی مشقت ناقابل برداشت ہو ۔ اور دوسرے دنوں میں بھی وہ روزہ نہ رکھ سکتے ہوں ان کے متعلق صاف فرما دیا ۔ وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين جو لوگ طاقت برداشت نہ رکھتے ہوں ۔ ان پر ایک مسکین کا کھانا بطور فدیہ دینا ہے ۔

ایک اور سوال جو اس زمانہ میں بعض کج فہم لوگوں نے اٹھایا ہے ۔ یہ ہے کہ روزوں کی فرضیت کا ذکر کرنے کے بعد قرآن نے فرمایا ... ايام معدودات ۔ اور معدودات کا لفظ تین پر بولا جاتا ہے اس لئے تین دن کے روزے فرض ہیں نہ سارے مہینہ کے ۔ یہ اعتراض بڑی کوتاہ فہمی کا نتیجہ ہے ۔ معدود کا لفظ اگرچہ گنتی کے لحاظ سے قلت پر بولا جاتا ہے ۔ لیکن وہ قلت کسی ایسی کثرت کے بالمقابل ہوتی ہے ۔ جو گنتی میں نہیں لائی جا سکتی ۔ سال کے ۳۶۰ دنوں میں سے اگر ۳۰ دن کے روزے فرض ہوئے تو وہ ايام معدودات ہی ہیں ۔ اور پھر یہ اعتراض قرآن کریم نے خود آگے چل کر رفع کر دیا ۔ جب یہ فرمایا ۔ فمن شهد منكم الشهر فليصمه ۔ جو شخص تم میں سے اس مہینہ کو پائے ۔ پس وہ اس کے روزے رکھے ان الفاظ میں صراحت کے ساتھ بتا دیا ۔ کہ ايام معدودات سے مراد سارا مہینہ ہے نہ کہ تین دن ۔

حیات مسیح کا زبردست ثبوت

معاصر "اہلحدیث" نے اپنی ۱۳ مارچ ۱۹۲۵ء کی اشاعت میں حیات مسیح کا ایک نہایت زبردست ثبوت پیش کیا ہے ۔ جو اسی کے الفاظ میں قارئین "پیغام صلح" کے سامنے پیش ہے ۔

"مرزا صاحب کہا کرتے تھے ۔ کہ حضرت عیسٰے ... اگر زندہ ہیں تو آسمان پر زندہ ہیں ۔ تو پاخانہ کہاں پھرتے ہیں ۔ یہ ایک ایسا مغالطہ انہوں نے مشہور کر رکھا ہے کہ عموماً ان کے مریدوں کے منہ پر چڑھا ہوا ہے ۔ علماء نے اس کے کئی جوابات دیئے ۔ مگر آجکل لاہور میں ایک واقعہ ایسا وقوع پذیر ہے ۔ کہ مرزا صاحب کے اس دعوے کی کافی تردید کرتا ہے ۔ وہ یہ ہے کہ ایک لڑکی جس کے والد کا نام نانک بخش (مسلمان) ہے ۔ محلہ چابک سواراں میں رہتا ہے ۔ وہ لڑکی جوان بالغ ہے ۔ روزانہ غذا کھاتی ہے مگر پاخانہ اسے گیارہ مہینوں سے نہیں آیا ۔ بہت سے علاج بھی کرا چکے ہیں حتےٰ کہ مرزا صاحب کے مرید ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کا علاج بھی کرایا گیا ہے مگر پاخانہ نہیں آیا ۔"

ان الفاظ کو پڑھ کر حیرت آتی ہے کہ ان لوگوں کے علم و فہم کو کیا ہو گیا ۔ غور کرنا چاہیئے ۔ کہ گیارہ مہینہ سے اگر ایک لڑکی کو پاخانہ نہیں آتا ۔ تو اس کا ناک میں دم آ جاتا ہے ۔ اور بڑے بڑے طبیبوں اور ڈاکٹروں کو بلوا کر اس کا علاج کرایا جاتا ہے ۔ تو جس شخص کو دو ہزار سال سے پاخانہ نہ آئے ۔ اس بیچارے کا کیا حال ہو گا ۔ ہمارے خیال میں بہتر ہو گا ۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کسی قابل حکیم یا ڈاکٹر کی خدمات حاصل کریں ۔ اور جس طرح بن پڑے ۔ آسمان پر چڑھ کر ان کا پاخانہ نکلوا آئیں ۔ ورنہ ڈر ہے کہ زمین پر آنے سے قبل ہی وہ جنت البقا کو سدھار جائیں ۔ اور بیچارے مولوی صاحبان کو احمدیوں کے ہاتھ ناحق پشیمانی اور شرمندگی اٹھانی پڑے ۔

لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

لیکن سوال یہ ہے کہ آیا یہ واقعہ صحیح بھی ہے ؟ ہم نے کوچہ چابک سواراں میں بہت تلاش کیا ۔ کہ وہاں نانک بخش نام کون مسلمان رہتا ہے ۔ اور کس کے گھر میں وہ لڑکی ہے ۔ جس کو گیارہ ماہ سے پاخانہ نہیں آیا ۔ نہ اس لئے کہ مولوی ثناء اللہ کو جھوٹا کیا جائے ۔ کیونکہ اس کے لئے بفضل خدا اور بہت سے دلائل قویہ ہمارے پاس موجود ہیں ۔ بلکہ اس وجہ سے کہ کوچہ چابک سواراں میں راقم الحروف کی بود و باش آبا و اجداد سے چلی جاتی ہے ۔ ایسا عجیب و غریب واقعہ اور یہ نام اس محلہ میں رہتے ہوئے معلوم نہ ہونا ایک تعجب انگیز امر تھا ۔ لیکن باوجود تلاش بسیار کے ہمیں اس کا قطعاً کوئی پتہ نہیں چلا ۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب سے دریافت کیا کہ کیا آپ نے کسی ایسی لڑکی کا علاج کیا ہے ۔ وہ بھی سرے سے انکاری ہیں ۔ کہ کوئی ایسی لڑکی ان کے زیر علاج نہیں رہی ۔ فرمایئے ۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کی اس روایت کو کم سے کم صحیح قرار دیں تو کیا کہیں ؎

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

ایک اور مولوی صاحب

ہمارے خیال میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے ایسی بات تراش کر جس کی آسانی سے تحقیقات ہو سکتی تھی ۔ خواہ مخواہ اپنی ذلت کرائی ۔ انہیں اگر مسیح علیہ السلام کے پاخانے کی اس قدر فکر تھی تو بہتر ہوتا کہ مولوی مرتضےٰ حسن دیوبندی سے سبق حاصل کرتے جو اسی پاخانہ کی تلاش میں دوزخ تک ہو آئے ہیں ۔ جیسا کہ انہوں نے شملہ میں اپنی ایک تقریر میں بیان کیا ۔ کہ جس طرح ہر مکان میں باورچی خانہ غسل خانہ اور پاخانہ وغیرہ کے لئے علیحدہ علیحدہ جگہیں بنی ہوتی ہیں ۔ ویسے ہی آسمان پر جناب مسیح کے پاخانہ پھرنے کے لئے دوزخ موجود ہے ۔

یک نہ شد دو شد ۔ معلوم نہیں بیچارے مسیح کے ساتھ مولویوں کو اس قدر دشمنی کیوں ہے ۔ کہ پہلے تو انہیں نبوت سے معزول کیا اور امتی بنایا ۔ اور اب دوزخ میں بھی بھیجنے سے انہیں دریغ نہیں ۔ افسوس ! انا لله وانا اليه راجعون ۔ کیا دوسروں پر کفر کے فتوے دینے والے توہین انبیاء جیسے عظیم الشان جرم کے مرتکب ہو کر خود اپنے لئے دوزخ کو نہیں سہیڑ رہے ۔

حکومت بمبئی اور بندش شراب

حکومت بمبئی نے تین سال ہوئے ایک آبکاری کمیٹی قائم کی تھی ۔ کہ شراب نوشی کی ضرورت اور عدم ضرورت پر غور کرے ۔ اس کمیٹی نے جو رپورٹ پیش کی ہے ۔ اس میں بیان کیا گیا ہے ۔ کہ عام رائے اس معاملہ میں متفق ہے ۔ کہ شراب کو قطعاً بند کر دیا جائے ۔ اس رپورٹ کی بنا پر حکومت بمبئی نے ایک رزولیوشن شائع کیا ہے کہ اس کا ارادہ ہے کہ چند سال کے اندر شراب کی خرید و فروخت قطعی طور پر بند کر دی جائے ۔

انسداد شراب کے مسئلہ پر غور کرتے ہوئے سب سے بڑی مشکل جو کسی حکومت کے سامنے ہوتی ہے ۔ وہ محاصل آبکاری کا ہاتھ سے جاتے رہنا ہے ۔ حکومت بمبئی کے سامنے بھی یہ مشکل موجود

ہیں۔ کیونکہ احاطہ بمبئی میں آبکاری کی آمدنی چار کروڑ روپیہ کے قریب ہے مجموعی آمدنی کا ایک تہائی حصہ ہے۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ اس نے اس مشکل کو یوں حل کیا کہ اس آمدنی کے جاتے رہنے سے جو کمی پیدا ہوگی اس کو دوسرے ٹیکس کے ذریعہ سے پورا کیا جائے گا۔ اس سال گورنمنٹ شہر بمبئی میں ۳ فیصدی اور اضلاع متعلقہ میں ۵ا فیصدی دکانیں بند کرنا چاہتی ہے۔ قطعی بندش کے لئے کسی خاص مدت کا تعین نہیں کیا گیا۔ لیکن امید کی جاتی ہے۔ کہ چھ سال کے اندر احاطہ بمبئی میں شراب کی قطعی ممانعت ہو جائے گی۔

یہ ایک نہایت مبارک قدم ہے جو گورنمنٹ بمبئی نے اٹھایا ہے ضرورت ہے کہ دیگر صوبجات کی حکومتیں بالخصوص گورنمنٹ پنجاب بھی اس کی تقلید کرے۔ اور شراب کی قطعی بندش کر کے غریب پنجاب کو قلاشی سے بچائے۔

"تنہا علاج"

کئی سے چند سال پیشتر جب مسلمانوں کو تبلیغ اسلام کے لئے کہا جاتا تھا۔ اور اس بات پر زور دیا جاتا تھا۔ کہ تمہاری کامیابی کا راز اسی ایک بات میں مضمر ہے۔ کہ دنیا میں تبلیغ اسلام کا علم بلند کرو۔ تو اس وقت یہ کہہ کر ٹال دیا جاتا تھا۔ کہ یہ دور کا راستہ ہے۔ قریب ترین راستہ یہی ہے کہ سوراج حاصل ہو۔ اسی سے مسلمانوں کو تفوق و اقتدار حاصل ہوگا۔

لیکن آج کیا حالت ہے۔ حال ہی میں علیگڈھ میں ایک تبلیغ کانفرنس منعقد ہوئی ہے جس کی صدارت ایک سوراجی مسلمان مولوی محمد مظہر الدین صاحب ایڈیٹر الامان دہلی، کے حصہ میں آئی۔ انہوں نے اپنا خطبہ صدارت جن الفاظ سے شروع کیا۔ وہ پڑھ لینے کے قابل ہیں۔ فرمایا:۔

"حضرات یہ تبلیغ کانفرنس ہے۔ اور اس لئے مجھے تبلیغ کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہیئے۔ میرا خیال ہے کہ ہماری تمام کمزوریوں اور مسلمانوں کے موجودہ انحطاط کا تنہا علاج تبلیغ ہے۔ ہر مسلمان کا فرض تھا۔ لیکن آج اس فرض کو مسلمانوں نے یکسر فراموش کر دیا۔ اور دیگر اقوام نے اس فرض کو اختیار کر لیا۔ لہذا وہ کامیاب و بامراد ہیں۔ اور ہم ناکام و نامراد۔"

شکر ہے۔ آخر کار سمجھ آنے لگی . . . اگر ذرا اور غور کیا جائے۔ تو پتہ لگ جائے گا۔ کہ تبلیغ کا صحیح راستہ وہی ہے۔ جو مجدد وقت نے بتایا۔ کہ اسلام کو غلط معتقدات سے پاک کرو۔ جو غیر مذاہب بالخصوص عیسائی پرستی کے مؤید ہیں۔ جس وقت مسلمانوں نے اسکی سچائی کو مجدد وقت کی آواز پر لبیک کہہ کر میدان تبلیغ میں نکل پڑے۔ کامیابی ان کے قدم لے گی۔

تبلیغ اور سیاسی حقوق

اسی خطبہ صدارت میں مولوی صاحب نے یہ بھی بتایا کہ
"حضرات آپ جانتے ہیں کہ سیاسی حقوق کی بنیاد آج کل تعداد پر ہے۔ چنانچہ آل پارٹیز کانفرنس میں بعض ذمہ وار ہندوؤں نے محض اس بنیاد پر جداگانہ حقوق کی مخالفت کی۔ کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد ہمیشہ بڑھتی رہتی ہے۔ لہذا اگر تناسب آبادی کو حقوق کا معیار قرار دیا جائے۔ تو یہ معیار تناسب آبادی میں اضافہ کے ساتھ ہمیشہ بدل جائے گا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی تعداد کا اضافہ برادران وطن کی نگاہوں میں کھٹکتا ہے۔ اور اس کی تلافی وہ شدھی و سنگھٹن سے کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن ہمارے سیاسی اصحاب جائز مدافعت کے لئے بھی تیار نہیں ہوتے۔ تو اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ اپنے سیاسی حقوق کے اصول کی حفاظت بھی کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اور جو قوم خود اپنے سیاسی حقوق کے بنا . . . سے غافل ہو وہ سیاسی حقوق کے حاصل کرنے کی اہل کیونکر ہو سکتی ہے۔"

اس میں شک نہیں کہ تبلیغ اسلام بہت سے سیاسی حقوق کے حصول کا ذریعہ ہے۔ اور یہ وہ بات ہے جس کو ہم بارہا ان کالموں میں دہرا چکے ہیں۔ لیکن ایک مسلمان مطمح نظر محض سیاسی حقوق نہیں ہونے چاہئیں۔ بلکہ اسلام کا پیغام غیر مسلموں تک پہنچاتے وقت یہ بلند تر خیال اس کے دماغ میں ہونا چاہیئے۔ کہ وہ نجات اور فلاح اخروی کا رستہ لوگوں کو بتا رہا ہے۔ اس کا کام لوگوں کو رضائے الٰہی کی راہیں بتانا ہے۔ اور یہی فی الحقیقت سب سے بڑی کامیابی ہے اگر مسلمان خلوص اور درد دل کے ساتھ اس کام کو کریں۔ تو دنیا اور عاقبت میں وہ سرخرو اور نیک نام ہوں گے۔

ایک حق پسند ہندو

گذشتہ اشاعت میں ہم لالہ ہردیال ایم اے مقیم سویڈن کے ایک مضمون کا اقتباس دے چکے ہیں جس میں انہوں نے ہندوؤں کو مشورہ دیا ہے۔ کہ ہندوستان میں ہندو سوراجیہ قائم کریں۔ اور اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کو اپنے مذہب میں داخل کر لیں۔ حیرت ہے کہ اس مضمون کو ہندو اخبارات نے جو آئے دن مسلمانوں پر مذہبی جنون اور جبر کا الزام دیا کرتے ہیں۔ شائع کرنے کے باوجود . . . . . بس سے مس نہیں کی۔ گویا کچھ سنا ہی نہیں۔ اگر کسی مسلمان کے منہ سے کوئی ایک ہی لفظ ایسا نکل جاتا۔ جس سے اشارۃً بھی مسلمان حکومت قائم کرنے اور جبراً تبلیغ کرنے کا خیال نکل سکتا۔ تو یہی ہندو معاصرین بڑے بڑے جلی عنوانوں سے زمین آسمان ایک کر دیتے۔ لیکن ہندو کے زبان و قلم سے خواہ کچھ نکلے۔ وہ شہد کے گھونٹ ہیں۔

تاہم منصف مزاج لوگ ہر قوم میں کچھ نہ کچھ ہوتے ہیں۔ خواہ ان کی تعداد کتنی ہی تھوڑی ہو۔ مسٹر جنگ بہادر سنگھ انہی لوگوں میں سے ہیں۔ جنہوں نے معاصر "مسلم آوٹ لک" میں اس قسم کے خیالات کے خلاف صدائے نفرت بلند کی ہے۔ اور صاف لکھا ہے کہ

"لالہ ہردیال اور ڈاکٹر ساورکر دونوں باعزت آدمی ہیں لیکن اس کے یہ معنے نہیں کہ ان کی شر انگیز تحریرات کو ہندو پریس اس شدت کے ساتھ شائع کرے۔"

کیا ہندو معاصرین اپنے ایک ہم قوم کی اس نصیحت کو چشم التفات سے دیکھیں گے؟

اسلام اور غلامی

کلکتہ کے مسیحی معاصر ایپی فینی میں کسی شخص نے لکھا تھا۔ کہ اسلام نے لونڈی کے ساتھ ناجائز تعلقات رکھنے کی اجازت دی ہے۔ اس کے جواب میں ایک مسلمان نے حضرت امیر ایدہ اللہ کے انگریزی ترجمۃ القرآن سے سورت النساء کی آیت ۲۵ کا ترجمہ لکھ بھیجا اور بتایا کہ قرآن نے لونڈیوں کے ساتھ نکاح کا حکم دیا ہے۔ اور انہیں بدکاری یا چھپی آشنائی سے منع کیا ہے۔ جیسا کہ محصنٰت غیر مسٰفحٰت ولا متخذٰت اخدان سے ظاہر ہے۔

لیکن "ایپی فینی" نے اس جواب کو درج کرنے کے بعد سورت مومنون کا حوالہ دیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ قرآن کریم نے والذین ھم لفروجھم حافظون الا علیٰ ازواجھم او ما ملکت ایمانھم کے الفاظ میں لونڈی سے ناجائز تعلقات کی اجازت دی ہے۔ اور اس کا خیال ہے کہ

"ان لونڈیوں کی جن سے ایک مسلمان تعلقات زن و شوئی قائم کر سکتا ہے۔ تعداد کی کوئی حد بندی نہیں۔ اور مسلمانوں کے اندر غلامی کا رواج زیادہ تر اسی اجازت کی وجہ سے ہے۔"

لونڈی بغیر نکاح نہیں رکھی جا سکتی

اسلام پر اس سے زیادہ ناواجب اور خطرناک الزام اور کوئی نہیں۔ کہ یہ کہا جائے۔ کہ اس نے غلام عورتوں سے ناجائز تعلقات کی اجازت دی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بعض غلط کار مسلمانوں نے بھی ایسا ہی سمجھا ہے۔ لیکن جہاں تک قرآن کریم اور آنحضرت صلعم کے طرز عمل کا تعلق ہے۔ ایک بھی ایسی مثال پیش نہیں کی جا سکتی۔ جو اس ادعا کو ثابت کرنے والی ہو۔

قرآن کریم نے دوسرے مقامات میں صریح طور پر لونڈیوں سے نکاح کا حکم دیا ہے۔ فانکحوھن باذن اھلھن۔ ایسا ہی فرمایا۔ وانکحوا الایامیٰ منکم والصّٰلحین من عبادکم وامائکم۔ رہا یہ کہ اگر ۴ [illegible] نکاح کرے یا نہیں؟ یقیناً اس کو بھی نکاح کرنا ہوگا۔ نفی کا ثبوت ملنا غالباً مشکل ہے۔ بلکہ آنحضرت صلعم کے ایک ارشاد سے صاف پایا جاتا ہے۔ کہ آپ اسی کو پسند فرماتے تھے کہ لونڈی کو پہلے آزاد کیا جائے۔ اور پھر اگر کوئی چاہے تو اس سے نکاح کرے۔ اور آپ کی تین ازواج ایسی تھیں۔ جو بحالت غلامی آپ کے قبضہ میں آئیں۔ اور آپ نے انہیں آزاد کر کے ان سے نکاح کیا۔ اور وہی حقوق انہیں آپ کی زندگی میں اور آپ کے بعد ملے۔ جو دوسری ازواج کو حاصل تھے۔ اگر کوئی مسلمان اس کے باوجود غلط راہ اختیار کرتا ہے۔ تو اس کا ذمہ وار وہ خود ہے نہ کہ اسلام۔

غلامی کو کیوں یک لخت نہ روکا گیا؟

رہا یہ کہ اسلام نے غلامی کو یک لخت کیوں نہ روک دیا۔ اس کا جواب وہی ہے جو ایپی فینی نے مسیحیت کی وکالت کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ

"ایک ایسے رواج کو جو بے شمار صدیوں سے رومی سلطنت کا بنیادی عنصر رہا ہو۔ یک لخت جڑ سے اکھاڑ پھینکنا نہایت ہولناک مصائب کو پیدا کر دیتا۔ جن کا ایک بہت بڑا حصہ غلام آبادی کو اپنا شکار بنا لیتا۔"

اسی وجہ سے اسلام نے غلامی کو قطعاً حرام قرار دینے ایسی راہیں پیدا کر دیں۔ جن سے آہستہ آہستہ اس کا رواج ہی . . . اس نے غلاموں کے وہی حقوق قائم کئے۔ جو عام انسانوں کے حقوق ہیں۔ اسی میں سے کھلاؤ جو خود کھاتے ہو۔ اسی میں سے پہناؤ جو خود پہنتے ہو۔ اور اسلام کی تاریخ ایسی شاندار مثالوں سے پُر ہے۔ جن میں آقا اور غلام ایک ہی حیثیت میں نظر آتے ہیں۔ بلکہ بعض وقت غلاموں کی حیثیت آقاؤں سے بھی بلند ہے جیسا حضرت عمرؓ کے سفر بیت المقدس اور ہندوستان کے خاندان غلامان کی بادشاہت میں نظر آتا ہے اسلام نے کئی قسم کی لغزشوں پر غلام آزاد کرنے کا حکم دیا۔ اور اسے بہت بڑا ثواب قرار دیا۔ کیا مسیحیت اس قسم کے کوئی ثبوت غلامی کے انسداد میں پیش کر سکتی ہے۔ زبانی دعووں سے کہ مسیحا نے یہ کیا اور وہ کیا۔ کچھ نہیں بن جاتا۔ جب تک عملی ثبوت پیش نہ کیا جائے اور جب تک ان احکام کو جن میں جناب مسیح اور پولوس نے صریحاً غلامی کی تائید کی ہے غلط قرار نہ دیا جائے۔

علمائے حجاز و نجد کا مناظرہ

کسی دوسری جگہ معاصر "خلافت" سے یہ خبر نقل کی گئی ہے۔ کہ سلطان ابن سعود کے مکہ پہنچنے کے بعد علمائے نجد اور علمائے حجاز مابین مناظرہ ہوا جس میں ان مسائل کا جو ایک مدت سے حنفیوں اور اہلحدیث یا اہل نجد کے درمیان مابہ النزاع چلے آتے تھے۔ بحمد اللہ فیصلہ ہو گیا۔ اور دونوں طرف کے علماء نے اس پر اتفاق کیا کہ

(ا)۔ اللہ کے سوائے خلق میں سے کسی کو جلب نفع یا دفع ضرر کے لئے ندا کرنا جائز نہیں۔

(ب)۔ غیر اللہ سے ایسے امر میں شفاعت براہ راست نہیں طلب کرنی چاہیئے۔ جسے پورا کرنے پر وہ قادر نہ ہو۔

(ج) قبروں پر شاندار عمارتیں کھڑی کرنا اور انہیں بہت زیادہ زیب و زینت نہیں دینی چاہیئے۔

(د) اللہ کے سوائے کسی اور کے نام کا حلف نہیں لینا چاہیئے۔

ان میں سے پہلے تین مسائل بالخصوص ایسے ہیں جو ہمیشہ اہلحدیث اور احناف کے درمیان اختلاف اور . . . کا موجب چلے آتے ہیں۔ خوشی کی بات ہے۔ کہ علمائے حجاز نے علمائے نجد سے اس بارہ میں اتفاق کیا۔ اور ایک دیرینہ جھگڑے کو ہمیشہ کے لئے طے کر دیا۔ کیا ہندوستان کے علمائے احناف بھی اس پر غور کر کے ساکنین بیت الحرام کے ہم آواز ہوں گے؟

شراب اور مسیحیت

معاصر "نور افشان" نے اپنی ۲۷ مارچ ۱۹۲۵ء کی اشاعت میں "مغرور پرہیزگار" کے عنوان سے ایک افتتاحیہ سپرد قلم کیا ہے جس میں شراب کے نقصانات اور ان اصلاحی کوششوں کا ذکر کیا ہے جو شرابنوشی کے خلاف مختلف سوسائٹیوں کی طرف سے کی جا رہی ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ ۱۹۰۱ء میں ڈاکٹر کمنیکل نے اس امر کی تحقیقات شروع کی۔ کہ شراب کا موروثی طور پر بچوں کے دماغ پر کیا اثر ہوتا ہے۔ . . . ۵۵ بچوں کا انہوں نے امتحان کیا۔ جن میں سے ۴۴ فیصدی کی قوت دماغ اعتدال پر تھی اور ۸ فیصدی میں سے کچھ کند ذہن اور کچھ ناقص العقل ثابت ہوئے۔ ایسا ہی جن بچوں کے آباؤ اجداد شرابنوش تھے۔ وہ ۴۴ فیصدی کند ذہن نکلے اور جن کے والدین نہیں بلکہ دادا شرابنوش تھے ان

...ثابت ہو گیا ہے کہ یہ اعداد و شمار فی الحقیقت لائق عبرت ہیں۔ لیکن کیا ہم اپنے لائق معاصر سے یہ سوال کر سکتے ہیں کہ گیا کی عبادات میں شراب کا استعمال ہوتے ہوئے کس طرح ان لوگوں کو ملزم قرار دیا جا سکتا ہے۔ جو مسیحی ہو کر شراب کا استعمال کرتے ہیں۔ وہ اصلاحی تدابیر جن کا ذکر ہمارے قابل معاصر نے کیا ہے۔ کیونکر موثر ہو سکتی ہیں۔ جبکہ خود کلیسا کی سب سے بڑی عبادت (عشائے ربانی) کے وقت شراب کا دور چلتا ہے۔ اگر غور کر کے دیکھا جائے۔ تو یہی ایک بات ہے۔ جس نے تمام یورپ کو بادہ خوار بنا رکھا ہے۔ اور جیسا کہ ایک قابل مسیحی مصنف کی رائے ہے۔ جہاں جہاں مسیحیت کا قدم گیا ہے۔ شراب اس کے ساتھ ساتھ گئی

اہلحدیث اور احناف میں جھگڑا

لاہور میں انجمن خدام الدین کا جلسہ کیا ہوا ایک فتنۂ عظیم کھڑا ہو گیا دیوبندی مولویوں کا اپنے عجیب و غریب استدلالات اور سخت کلامی سے بعض غلط عقائد کی تائید کرنا۔ جماعت اہلحدیث کی برہمی کا موجب ہوا۔ چنانچہ گذشتہ ۲۲۔ مارچ ۱۹۳۵ء کو مسجد چینیانوالی میں ایک عام جلسہ اہلحدیث کی طرف سے ہوا جس میں مولوی عنایت اللہ صاحب گجراتی، مولوی سید محمد اسمٰعیل صاحب غزنوی۔ مولوی عبدالواحد صاحب غزنوی نے تقاریر کیں۔ اور اس بات پر اظہار ناراضگی کیا۔ کہ مولوی بدر عالم صاحب دیوبندی نے خدام الدین کے جلسہ میں فاتحہ خلف الامام کو "بک بک" قرار دیا۔ اور مولوی شبیر احمد نے انبیا کی دنیوی زندگی کو غیر منقطع بتایا۔ دوران تقاریر میں بعض احناف نے اعتراض کئے۔ جن پر جلسہ میں نہایت گرم اور تیز بحث رات کے ایک بجے تک ہوتی رہی۔ یہ بھی کہا گیا۔ کہ مولوی احمد علی صاحب نے دوران جلسہ میں جماعت اہلحدیث نے لکھا تھا کہ مولوی بدر عالم کی تردید کریں۔ جس کا جواب انہوں نے دیا۔ کہ اگر موقعہ ملا تو کر دی جائے گی۔ حالانکہ ایسے ضروری معاملہ میں موقعہ کا عذر چنداں اہمیت نہیں رکھتا۔

بہرحال انجمن خدام الدین کے جلسہ سے پہلے مولوی احمد علی صاحب کے ذریعہ سے احناف اور اہلحدیث میں اتحاد کی جو امید نظر آتی تھی۔ جاتی رہی۔ اور اب سنتے ہیں۔ کہ مولوی دیدار علی صاحب جو جماعت بریلی کے رکن ہیں۔ اہلحدیث کے مقابلہ میں جلسہ کرنے والے ہیں۔ بریلی اور دیوبند کا یہ اتحاد نہایت تعجب انگیز ہے۔

ہم ان تمام مسلم جماعتوں سے عرض کریں گے۔ کہ خدا کے لئے وہ اپنی قوت کو ایسے فروعی مسائل اور ایک دوسرے پر فتوے بازی میں ضائع نہ کریں۔ اگر وہ اسی روپیہ اور طاقت کو غیر مسلموں کے بالمقابل کام میں لائیں۔ اور انہیں اسلام کے اندر لانے کی کوشش کریں تو ہر فریق کے لئے یہ دنیا و آخرت ... میں فائدہ بخش ثابت ہو گا۔

"رنگیلا" کرشن

معاصر "آریہ گزٹ" اپنی ۲۶ مارچ کی اشاعت میں رقمطراز ہے۔

"ہمارے سناتن دھرمی بھائیوں نے یوگیراج کرشن کے جیون چرتر کو ایسے پیرایہ میں پیش کیا ہے کہ غیر اقوام کے افراد اسے پڑھکر ہندو دھرم پر پھبتیاں اڑانے لگ جاتے ہیں۔ اور برملا یہ کہنا شروع کر دیتے ہیں۔ کہ جس ہندو جاتی کا مہاپرش اس طرح نفسانی خواہشات میں پھنسے رہنے کا ثبوت دیتا ہے۔ وہ ہندو جاتی اپنے اعلےٰ اخلاق کی کیا ڈینگ مار سکتی ہے۔ اور واقعی کئی دفعہ جب ہم بازاروں میں ایسی تصاویر دیکھتے ہیں جن میں یوگیراج کرشن سکھیوں کے چیر ہر کر درخت پر چڑھے بیٹھے ہیں۔ تو ہمارا سر شرم کے مارے جھک جاتا ہے۔"

لیکن اب ایک نیا الزام کرشن مہاراج پر لگایا گیا ہے اور اس کی نوعیت ہی مختلف ہے۔ اخبار سدرشن لاہور کے ۱۸۔ مارچ کے پرچہ میں لالہ روشن لال نیر کی ایک نظم بعنوان "کرشن کی مرلی" شائع ہوئی ہے جس کا ایک مصرعہ یوں کرشن مہاراج کو مخاطب کرتا ہے ؎

فتنے جگا دیتے ہیں نغمے سنا سنا کر

ہم حیران ہیں کہ فتنے جگانے والا انسان کس طرح مہاپرش ہو سکتا ہے۔ مہاپرشوں کا کام تو لوگوں میں پریم و الفت کا سنچار کرنا ہوتا ہے لیکن اس نظم میں کرشن مہاراج کو فتنے جگانے والا یا دوسرے الفاظ میں فساد کھڑا کرنے والا ظاہر کیا گیا ہے۔

بھگتی کی ترنگ بھی عجیب ہوتی ہے۔ جس کے زیر اثر کبھی ہمارے سناتنی بھائی کرشن مہاراج کو رنگیلا ظاہر کرتے ہیں۔ اور کبھی فتنے جگانے والا۔

اس میں شک نہیں کہ سناتن دھرمی ہندوؤں کی طرف سے جناب کرشن کو جس رنگ و روپ میں پیش کیا جاتا ہے۔ وہ اس قابل نہیں کہ کوئی شریف آدمی اس سے محبت کرے۔ بلکہ ایسے شخص سے محبت کرنے کا خیال بھی دل میں لائے۔ لیکن ہم اپنے سماجی ہمعصر سے عرض کریں گے کہ اس قدر گھبرانے اور پیچ و تاب کھانے کی ضرورت نہیں۔ گنبد کی صدا ہے جیسا کہو گے۔ ویسا سنو گے۔ تم نے اس پاک ہستی پر جو دنیا کے لئے رحمت ہو کر آیا۔ تھوڑی ... بہتان بندیاں نہیں کیں۔ اور رنگیلا کا ناپاک لفظ اس کے پاک نام کے ساتھ لا کر اس کی ذات پاک پر ایسا سخت حملہ کیا۔ جس کی تاب مسلمان نہیں لا سکتے۔ اس سے بڑھکر حالی اپنے گھر کے اندر دیکھ لو۔ شیشے کے محلوں میں بیٹھکر دوسروں پر پتھر پھینکنا اچھا نہیں۔

واقعات کابل اور میاں صاحب

۲۸۔ مارچ ۱۹۳۵ء کے "الفضل" میں میاں محمود احمد صاحب کا ایک خطبہ شائع ہوا ہے جس میں یہ ذکر ہے۔ کہ چند دن ہوئے جب وہ لاہور آئے تھے تو بعض لوگ ان سے ملنے گئے اور انہوں نے کہا کہ:۔

"جو کچھ کابل کے مظلوم احمدیوں کے متعلق مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقا نے کیا ہے۔ قادیان والوں نے اس کے مقابلہ میں کچھ نہیں کیا۔"

ان خیال کو نقل کرنے کے بعد میاں صاحب فرماتے ہیں کہ:۔

مجھے یہ بات سن کر خوشی بھی ہوئی۔ کہ اللہ تعالےٰ کا شکر اور اس کا احسان ہے۔ کہ ہمارے ان مظلوم اور بیکس بھائیوں کے ظالمانہ قتل کے خلاف جذبات ان لوگوں کے دلوں میں بھی پیدا ہو گئے ہیں۔ جن سے آج تک سوائے سب وشتم کے ہم نے کبھی کچھ نہیں سنا۔ بلکہ ان واقعات کے بعد بھی انہوں نے کئی ایسی باتیں کی ہیں۔ جن کی غرض صرف ہمیں چڑانے اور ہمارا دل دکھانے کے سوائے کچھ نہ تھی۔ مگر بہرحال مجھے اس بات کی خوشی ہے۔ کہ ان کے دلوں میں بھی یہ احساس پیدا ہوا ہے۔ کہ ہمیں اس فعل کے خلاف آواز اٹھانی چاہئیے میں ان کی اس آواز کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔"

پھر فرماتے ہیں:۔

لیکن ساتھ ہی مجھے اس بات پر تعجب اور حیرت بھی ہوئی اور پنجابی کی مثل یاد آ گئی۔ جو یہ ہے۔ کہ جو ماں سے زیادہ چاہے پھپھے کٹنی کہلائے۔ بھلا انہوں نے کونسی ایسی عملی کارروائی کی۔ یا انہوں نے کونسی ایسی تجویز کی جس کے ذریعے انہوں نے اپنے وہم میں کابل کے احمدیوں کو آزادی دلائی۔ یا وہ اس کے ذریعے ان کو آزادی دلا بھی سکتے ہیں۔ پھر کونسی عقل اس واہمہ کو ایک منٹ کے لئے صحیح سمجھ سکتی ہے۔ کہ وہ جن کے جسموں کے وہ ٹکڑے تھے۔ اور جن کے خون کا وہ حصہ تھے۔ جن کے ساتھ ان کے دنیا کے جسمانی تعلقات سے بھی زیادہ روحانی تعلقات تھے۔ ان کے دلوں میں تو اپنے بھائیوں کے قتل پر کوئی جذبہ اور جوش پیدا نہ ہو۔ اور دوسرے اپنے اندر زیادہ ہمدردی اور جوش محسوس کریں۔ جب جسمانی تعلقات میں یہ بات نہیں ہوتی۔ کہ جن کا کوئی رشتہ دار مصیبت میں ہو اور وہ خاموش گھروں میں بیٹھے رہیں۔ پس روحانی تعلقات جو جسمانی تعلقات سے کہیں بڑھ چڑھ کر اہمیت رکھتے ہیں۔ ان میں یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ جن کا ان مظلوموں کے ساتھ روحانی تعلق ہو۔ وہ تو گھروں میں آرام سے بیٹھے رہیں لیکن دوسروں کے دل ان کے لئے بیقرار اور اضطراب میں ہوں۔

جہاں تک واقعات کابل کے متعلق میاں صاحب اور ہماری کوششوں کا سوال ہے۔ ہمیں اس مقابلہ کی چنداں ضرورت نہیں ہم نے جو کچھ کیا اور کر رہے ہیں۔ وہ محض اس مذہبی آزادی کے قیام کے لئے ہے جس کو اسلام دنیا میں لے کر آیا لیکن کابل کے وحشی انسانوں اور ہندوستان کے جاہل ملانوں کے ہاتھوں سے پامال کیا جا رہا ہے۔ میاں صاحب یا کسی اور کی خوشنودی کے لئے نہیں۔ اگر بالفرض کوئی مسلمان عیسائی یا آریہ بھی ہو جاتا۔ اور حکومت کابل یا کوئی اور سلطنت اسی جرم میں اسے رجم یا قتل کرتی یا کوئی اور سزا دیتی۔ تو ہم اسی زور سے اس کے خلاف آواز بلند کرتے۔ جیسے نعمت اللہ خاں کے اور دوسرے مظلوم احمدیوں کے حق میں اٹھائی۔

رہی ان مظلومین کی آزادی اس میں میاں صاحب اور ہم برابر ہیں اگر ہم انہیں آزادی نہیں دلا سکے۔ تو میاں صاحب بھی لنڈن اور امریکہ اور لیگ اقوام تک دوڑنے کے باوجود ابھی تک اس سے محروم ہیں۔ رہا ہمارا سب وشتم۔ اگر میاں صاحب کے عقائد سے اختلاف کا اظہار کرنا سب وشتم کہلا سکتا ہے۔ تو ہم فی الواقعہ اس کے مجرم ہیں۔ ورنہ میاں صاحب کی تحریرات اور ان کے اخبارات اس کا کھلا ثبوت ہیں۔ کہ یہ الزام ہم پر نہیں بلکہ خود انہی پر زیادہ تر صادق آتا ہے۔ منافق اور فاسق انہوں نے ہمیں قرار دیا۔ فرشتہ کے لباس میں شیطان انہوں نے بتایا۔ خائن انہوں نے کہا کہ اور مسیح موعود کے جلیل القدر صحابہ پر وہ وہ ناپاک الزام دیئے کہ شرافت سے وہ قطعاً بعید ہیں۔

اس وقت بھی پنجابی کی جو مثل میاں صاحب نے ہمارے متعلق بیان کی ہے۔ وہ اس حقیقت کا ایک کھلا ثبوت ہے۔ اور افسوس ہے کہ وہ زیادہ تر خود انہی پر صادق آتی ہے نعمت اللہ خاں کا گوشت اور خون اگر کسی سے ملتا ہے تو انہی کے ساتھ جن کے عقائد پر اس نے جان دی۔ جیسا کہ اس کے اپنے بیان سے ظاہر ہے۔ میاں صاحب کے ساتھ جسمانی رشتہ تو اس کا کوئی ہے ہی نہیں۔ پھر روحانی رشتہ کیونکر ہو سکتا ہے ...... جبکہ عقائد کے لحاظ سے اس کے اور میاں صاحب کے خیالات میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

حق برزبان جاری

حق بات آخر کار زبان پر آ ہی جاتی ہے۔ اپنے مندرجہ بالا بیان کے بعد ہی میاں صاحب فرماتے ہیں:۔

"پھر میرے لئے یہ کیونکر ممکن ہے۔ کہ میں ان لوگوں کی جو کہ ہمارے سلسلہ سے منسلک ہیں۔ گو کتنا ہی بعد رکھتے ہوں۔ ان کی اس ہمدردی اور کوششوں کو جنہوں نے لوگوں کے جذبات یا خیالات میں ہیجان پیدا کر دیا ہو۔ شکر او امتنان کی نظر سے نہ دیکھوں۔ میرے دل میں حاشا و کلا ایک منٹ کے لئے بھی کبھی ان کے متعلق بغض و عناد پیدا نہیں ہوا۔ اور نہ اب ہے۔ بلکہ میں ان کے اس فعل کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ بلکہ میرے دل میں ان کا یہ فعل محبت کے جذبات بھی پیدا کرنے والا ہے"

ہم میاں صاحب کی اس محبت اور شکریہ کے دل سے ممنون ہیں لیکن حیرانی ہے۔ کہ ابھی وہ فرما رہے تھے۔ کہ "انہوں نے کونسی ایسی عملی کارروائی کی" اور اب اسی زبان سے اس حقیقت کا بھی اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکے۔ کہ "**لوگوں کے جذبات یا خیالات میں ہیجان پیدا کر دیا**" کیا فی الواقع لوگوں کے جذبات اور خیالات میں ہیجان پیدا کرنا کوئی عملی کارروائی نہیں؟ اگر یہ سچ ہے تو حیرانی ہے کہ میاں صاحب نے کس بات کا شکریہ ادا کیا ہے۔

معزز "ریاست" اپنی تازہ ترین اشاعت میں رقمطراز ہے کہ مہاراجہ اندور عنقریب انگلستان جانے والے ہیں اور وہاں کم از کم پانچ سال تک آپ کا قیام رہیگا۔

پیرس ۲۷ مارچ۔ ریوکس کے کان کے حادثہ میں ۱۱ اشخاص مقتول اور ۲۸ مجروح ہوئے۔

مارکوئس کرزن آنجہانی کی جگہ لارڈ سالسبری دارالامرا کے لیڈر ہوں گے۔

احمدیت اور ملّا ازم

ماخوذ از صدائے مسلم۔ کانپور

وہ لوگ جو احمدیت کی تاریخ سے واقف ہیں۔ اس بات کو خوب جانتے ہیں۔ کہ احمدی قوم کا اصل مطمح نظر شروع ہی سے اشاعت اسلام رہا ہے۔ تحریک احمدیت کو عالم وجود میں آئے ہوئے ابھی کچھ زیادہ زمانہ بھی نہیں گذرا۔ مگر اس قلیل مدت میں اس تحریک نے باوجود اندرونی و بیرونی مخالفتوں کے جس سرعت کے ساتھ ترقی کی ہے۔ اور جس تنظیم سے دنیا کے مختلف ممالک میں اشاعت اسلام کے لئے مراکز قائم کئے ہیں۔ وہ نہایت حیرت انگیز ہے۔ اشاعت اسلام کا کام ہی ایسا عظیم الشان اور اہم تھا۔ کہ وہ اس قوم کے متعلق روشن خیال مسلمانوں کے دلوں میں محبت و ہمدردی کے جذبات پیدا کرنے کے لئے کافی ضمانت تھی۔ مگر اس چھوٹی سی قوم کی عزت افزائی کا ایک اور سبب یہ ہوا۔ کہ اس نے باوجود اپنی بےبضاعتی اور اپنے مخالفتوں کی شبانہ روز کوششوں کا مقابلہ کرتے ہوئے وہ کام کیا اور کر رہی ہے۔ جو دراصل سلطنتوں کا کام ہے۔ اور جس سے تمام دنیا کے مسلمان غافل پڑے تھے۔ مثلاً انگریزی زبان میں قرآن شریف کا لوگوں تک پہنچانا دیار مغرب میں تبلیغ واشاعت اسلام کے لئے مراکز قائم کرنا تشنگان حق کو دین برحق کی دعوت دینے کے لئے قابل قدر لٹریچر پیدا کرنا اور ممالک یورپ میں مساجد تعمیر کرنا۔ ان تمام امور سے جن میں اسلام کی ترقی کا راز مضمر ہے۔

عام مسلمان اب بھی ویسے ہی غافل ہیں۔ جیسے پہلے تھے۔ اس وقت گو مسلمانوں میں ان امور ضروریہ کے متعلق جن پر ان کی قومی [illegible] ہے۔ قدرے احساس پیدا ہو گیا ہے۔ مگر فوری عمل ابھی تک بدستور سابق [illegible] اسی احساس کا عملی صورت میں بھی اظہار کیا گیا ہے۔ تو اشاعت اسلام میں نہیں بلکہ تخریب اسلام میں۔ مثلاً ۱۹۲۳ء میں ہندوستان میں جو فتنۂ ارتداد [illegible] مسلمانوں میں ایک گونہ بیداری تو پیدا ہو گئی تھی۔ اور ہمارے مولوی صاحبان میدان کارزار میں اتر پڑے۔ مگر چونکہ ضروری اسلحہ سے مسلح نہ تھے اس لئے دشمن کا مقابلہ نہ کر سکے۔ آخر کار جو کچھ ان سے ہو سکتا تھا اس سے نہ چوکے۔ وہاں اپنوں ہی پر تکفیر بازی کے اس قدر تیر چلائے کہ اس خانہ جنگی سے دشمن کی جمعیت کو اور تقویت پہنچ گئی۔ اور دشمن کی وہ فوج جس کو متفقہ کوشش سے تھوڑے ہی عرصہ میں کامل شکست دی جا سکتی تھی۔ بیش از پیش جرأت سے مصروف پیکار ہو گئی۔ اس میدان میں علماء کی حالت بعینہ وہی تھی جس کا نقشہ لسان العصر نے اپنی اس رباعی میں کھینچا ہے۔

(رباعی)

خانہ جنگی ہی میں حضرت مرد ہیں کیا عیب جوئی کے ہنر میں فرد ہیں
اپنوں ہی کے واسطے ہیں شعلہ خو سامنے غیروں کے بالکل سرد ہیں

اس میدان میں سب سے زیادہ جس جماعت کو تکفیر بازی کا ہدف بنایا گیا۔ وہ یہی احمدی جماعت تھی۔ جس نے بقول جناب خواجہ حسن نظامی دہلوی فتنۂ ارتداد کی روک تھام میں سب سے بڑھ کر کام کیا۔ اور جس کا لوہا سوامی شردھانند جیسا مخالف اسلام بھی مان گیا۔ ابھی اس واقعہ کو زیادہ عرصہ نہیں گذرا۔ کہ جب دہلی میں مسلم لیڈروں کا اس غرض کے لئے اجتماع ہوا کہ ہندو مسلم نا اتفاقی کے اسباب پر غور کی جائے۔ اور اتحاد کو قائم کرنے کے لئے کوئی لائحہ عمل تجویز کیا جائے۔ اور آخر جب یہ بات طے ہوئی۔ کہ مسلمان اور ہندو اپنے اپنے مبلغین کو حلقۂ ارتداد سے واپس بلا لیں۔ اور [illegible] ہو جائے گا۔ تو صدر جمعیت العلماء نے صاف کہہ دیا۔ کہ ہم تمام مبلغین کو واپس بلا لینے کا ذمہ لیتے ہیں۔ مگر احمدی مبلغین کی واپسی کا ہم ذمہ نہیں لیتے۔ اس پر سوامی شردھانند نے کہا کہ جب تک علاقۂ ارتداد میں ایک احمدی مبلغ بھی باقی رہے گا۔ ہم اپنے اپدیشکوں کو واپس بلانے کے لئے تیار نہیں۔ دوسری جماعتوں کے مبلغین بے شک رہیں۔ ان سے ہمیں کوئی خطرہ نہیں۔ کیا سوامی شردھانند کا یہ کہنا صاف اس بات کا اقرار نہ تھا۔ کہ احمدی جماعت ہی وہ جماعت ہے۔ جس کے مبلغین تمام ضروری ہتھیاروں سے مسلح تھے۔ اور اپنی پوری قوت کے ساتھ دشمن کے قلع قمع میں مصروف تھے۔ الغرض ہندوستانی مسلمانوں میں اس وقت ایک یہی احمدی جماعت ہے۔ جو اشاعت و حفاظت اسلام کے کام کو پورے طور پر سرانجام دے رہی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ روشن خیال طبقہ میں عزت کی نگاہوں سے دیکھی جا رہی ہے۔

ایسے حالات میں ہمیں یہ دیکھ کر نہایت تعجب ہوا ہے۔ کہ اخبار صدائے مسلم کانپور میں اس جماعت کو بدنام کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہماری جماعت کے متعلق جو کچھ غلط بیانیاں کی گئی ہیں وہ حسب ذیل ہیں:۔

(۱) احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے اغراض و مقاصد میں تعلیمات قرآن و سنت کے ساتھ حکومت برطانیہ کی خدمت واطاعت بھی داخل ہے۔

(۲) حضرت مرزا صاحب سرسید مرحوم کی طرح معجزے کے قائل نہ تھے۔ صرف اس قدر فرق تھا۔ کہ مرزا صاحب سرسید مرحوم کے خلاف بانگ دہل اس کا اعلان نہ کرتے تھے۔

(۳) حضرت مولانا محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ بی امیر جماعت احمدیہ لاہور نے تفسیر قرآن انگریزی و اردو میں دیدہ و دانستہ خیانت کی ہے۔ اور عملاً معجزات انبیا سے انکار کیا ہے۔

(۴) ہماری جماعت علماء کو خواہ مخواہ بدنام کرتی ہے۔ اور رسالہ اخبار "لائٹ" اکثر ملّا لوگوں کے خلاف نہایت زہر آلود باتیں لکھتا رہتا ہے۔

پہلی غلط بیانی کے متعلق یہ عرض ہے۔ کہ انجمن احمدیہ کا کام تمام سیاسیات سے الگ رہ کر اشاعت اسلام کرنا ہے۔ یہی اس کی اصلی غرض ہے کسی حکومت کی خدمت واطاعت کی تبلیغ واشاعت ہرگز اس کے مقاصد میں سے نہیں ہے۔ سلسلہ احمدیہ کے مخالفین اکثر یہی غلط فہمی لوگوں میں پھیلاتے ہیں۔ کہ یہ جماعت دراصل گورنمنٹ برطانیہ کی کارندہ ہے۔ اور ان کا یہ جادو ایک حد تک ناواقف لوگوں پر چل بھی جاتا ہے۔ کیونکہ ایک اور مؤثر خارجی اس [illegible] جماعت کا سیاسیات سے الگ رہنا ہے۔ بہت سے ناواقف لوگ اس جماعت کی سیاسیات سے علیحدگی سے یہ نتیجہ نکال لیتے ہیں۔ کہ ہو نہ ہو یہ جماعت ضرور گورنمنٹ کی ایجنٹ ہے۔ حالانکہ فی الحقیقت [illegible] اصل بات یہ ہے کہ جب تک کوئی جماعت اپنے مقصد معین کو حاصل کرنے کے لئے اپنی تمام تر قوتوں کو اس کے حصول میں صرف نہیں کرتی۔ اس میں کامیابی نصیب ہونا امر محال ہے۔ چونکہ جماعت احمدیہ کی اصل غرض دنیا کے مختلف ممالک میں اشاعت اسلام کرنا ہے۔ اور اس کام کے لئے ضروری ہے۔ کہ سیاسیات سے علیحدگی اختیار کی جائے۔ تا کہ اس کام کو پوری قوت اور توجہ کے ساتھ کیا جا سکے۔ اس لئے یہ جماعت سیاسیات سے الگ تھلگ رہتی ہے۔ اس علیحدگی سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ جماعت احمدیہ گورنمنٹ برطانیہ کی خفیہ ایجنٹ ہے۔ ایسا ہی مہمل ہے۔ جیسا فتنۂ ارتداد کی روک تھام اور اشاعت اسلام کے کاموں سے سیاسی لیڈروں کی علیحدگی سے یہ نتیجہ نکالنا کہ ان سے جذبہ مذہبیت مفقود ہے۔ یا وہ بالشویکوں کے ایجنٹ ہیں۔ اور اگر ہم گزشتہ چار پانچ سال کی عدم تعاون وغیرہ کی تحریکات میں شامل نہیں ہوئے۔ تو اس معاملہ میں بھی ہمیں کوئی خصوصیت حاصل نہیں۔ بلکہ کروڑہا دوسرے مسلمان بھی ان تحریکات کو ملک و ملت کے لئے نقصان دہ سمجھ کر ان سے الگ رہے۔ ہاں جہاں تک مذہب کا تعلق تھا۔ ہم نے ان میں پورا پورا حصہ لیا۔ مثلاً مسئلہ خلافت کے متعلق مسلمانوں کے صحیح جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے گورنمنٹ کو تحریرات کے ذریعہ سے توجہ دلائی گئی۔

دوسری غلط بیانی یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب معجزات کے قائل نہ تھے۔ اس کا جواب میں حضرت مرزا صاحب ہی کے الفاظ میں پیش کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں کہ

"اس عاجز (مراد از حضرت مرزا غلام احمد صاحب) سنا ہے۔ کہ اس شہر (دہلی) کے بعض اکابر علما میری نسبت یہ الزام مشہور کرتے ہیں۔ کہ یہ شخص نبوت کا مدعی۔ ملائک کا منکر۔ بہشت و دوزخ کا انکاری اور ایسا ہی وجود جبرئیل اور لیلۃ القدر اور معجزات نبوی سے بالکل منکر ہے۔ لہذا میں اظہاراً للحق عام و خاص اور تمام بزرگوں کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں۔ کہ یہ الزام سراسر افترا ہے میں نہ نبوت کا مدعی ہوں۔ اور نہ معجزات اور ملائک اور لیلۃ القدر وغیرہ سے منکر بلکہ میں ان تمام امور کا قائل ہوں۔ جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں۔ اور جیسا کہ سنت جماعت کا عقیدہ ہے۔ ان سب باتوں کو مانتا ہوں .... جو قرآن اور حدیث کے رو سے مسلم الثبوت ہیں۔ اور سیدنا ومولانا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی ہے۔ اور جناب رسول اللہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔" (اشتہار ۲۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء)

پھر حضرت مرزا صاحب کے مندرجہ ذیل اشعار بھی ملاحظہ ہوں ؎

معجزات او ہمہ حق اند و راست منکر آں سور دلعن خدا است
معجزات انبیائے سابقیں آنچہ در قرآن بیانش بالیقیں
برہمہ از جان و دل ایمان ماست ہر کہ انکارے کند از اشقیا است

تیسری غلط بیانی یہ ہے کہ حضرت مولانا محمد علی صاحب نے قرآن کی تفسیر کرنے میں [illegible] سے کام لیتے ہوئے معجزات سے انکار کیا ہے۔ چنانچہ اس کے متعلق اخبار مذکور میں لکھتا ہے کہ

"بہرحال اگرچہ اردو تفسیر میں مولانا محمد علی نے اصولاً معجزے تسلیم کیا ہے۔ لیکن قرآن کی جن آیات سے آجتک تمام اکابر مفسرین معجزات اخذ کرتے آئے تھے۔ انہیں آپ نے دوسرے معنوں میں پیش کر کے یہ لکھا ہے۔ کہ قرآن بھی انہی معنوں کی تعلیم دیتا ہے۔ اس طرح اگر اصولاً نہیں تو عملاً معجزے کا انکار ہے۔ اس انکار کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ تقریباً دس سیپاروں میں تاویل کی ضرورت پیش آ جاتی ہے۔"

اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ حضرت مولانا نے معجزات کا انکار نہیں کیا۔ بلکہ انگریزی اردو تفاسیر میں ان لوگوں کی تردید کی ہے۔ جو یہ خیال کرتے ہیں کہ قرآن شریف میں معجزات کھلانے سے انکار کیا گیا ہے۔

اگر اردو تفسیر یعنی بیان القرآن کے تفسیری نوٹ ۹۹ء [illegible] تو صاف طور پر معجزات کے متعلق حضرت مولانا کے مسلک کا پتہ لگ جاتا ہے۔ اسی اردو تفسیر میں آنحضرت صلعم کے متعدد معجزات کو ثابت کیا گیا ہے مثلاً آپ کا قرآن کو نہ بھولنا لکڑی کا کلام۔ آپ کی دعاؤں سے قحط کا دور ہونا اور بارش کا آنا۔ مردوں کو زندہ کرنا اور شق القمر وغیرہ۔ غرض اس قسم کے بہتیرے معجزے ہیں جن کو نہ صرف اس قابل مفسر قرآن نے تسلیم کیا ہے بلکہ ان کو بدلائل ثابت کیا ہے۔ ہاں یہ بلاشبہ صحیح ہے۔ کہ حضرت مولانا نے ان ہر دو تفاسیر میں نہایت تحقیق سے کام لیا ہے۔ اور ان ضعیف اسرائیلی روایات اور بے سروپا قصوں کو جن کو بعض غیر محقق مفسرین نے محض اپنی خوش فہمی اور سادہ لوحی سے اپنی تفاسیر میں نقل کر دیا ہے۔ قبول نہیں کیا اور جہاں ضروری خیال کیا ہے وہاں ان کی تردید بھی کی ہے۔ مگر اس کے لئے ہم حضرت مولانا کو مجرم نہیں گردان سکتے۔ کیونکہ بعض قدما نے بھی اس قسم کے ضعیف قصوں کو قبول نہیں کیا اور صاف لکھ دیا ہے کہ یہ قصے اسرائیلیات سے اسلام میں آئے ہیں۔ مثلاً حضرت مولانا نے اس قصے کو صحیح تسلیم نہیں کیا۔ کہ چاہ بابل میں دو فرشتے ہاروت و ماروت لٹک رہے ہیں۔ بلکہ ان آیات کی ایسی لطیف تفسیر بیان فرمائی ہے۔ کہ بے اختیار آپ کے لئے منہ سے دعا نکلتی ہے۔ الغرض ضعیف قصہ جات کا انکار اور چیز ہے اور معجزات کا انکار اور چیز ہے۔ ان دونوں کو خلط ملط نہیں کرنا چاہیئے۔ حاصل کلام یہ کہ حضرت مولانا معجزات کے قائل ہیں۔ اور ہر دو تفاسیر میں آپ نے متعدد معجزات بیان کئے ہیں۔ ایسے حالات میں یہ کہنا صحیح نہیں ہے۔ کہ حضرت مولانا کو عملاً معجزے کا انکار ہے۔

چوتھی غلط بیانی کے متعلق یہ عرض ہے کہ ہمیں مولوی صاحبان سے کوئی ذاتی عناد نہیں ہے۔ نہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ان کو پبلک کی نظروں میں خواہ مخواہ ذلیل کیا جائے۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ہم ان کی اصلاح چاہتے ہیں۔ چونکہ وہ اپنے آپ کو قوم کے رہبر سمجھتے ہیں مگر بقول مولانا حالی مرحوم ان کا حال یہ ہے ؎

بڑھے جس سے نفرت وہ تقریر کرنی جگر جس سے شق ہوں وہ تحریر کرنی
گنہگار بندوں کی تحقیر کرنی مسلمان بھائی کی تکفیر کرنی
یہ ہے عالموں کا ہمارے طریقہ
یہ ہے ہادیوں کا ہمارے سلیقہ

ملایا میں اسلام اور عیسائیت کی اعداد و شمار

معاصر حقیقت کا بیان ہے کہ ایک امریکن پادری نے جو ۲۰ سال تک جزیرہ نمائے ملایا میں تبلیغی کام کرتا رہا ہے۔ عیسوی رسالہ مسلم ورلڈ میں لکھا ہے کہ جزیرہ نمائے ملایا میں سینکڑوں چینی آج تک مسلمان ہو چکے ہیں۔ ان میں ایک بھی ایسا چینی نہیں جو پیدائشی مسلمان ہو بلکہ سارے کے سارے نومسلم ہیں۔ اور قابل غور امر یہ ہے کہ نومسلم چینیوں کا تناسب ۸ فیصدی ہے بحالیکہ عیسائی مشنریوں کی جدوجہد اور اخراجات کثیر کے باوجود عیسائی چینی ۷ء۵ فیصدی ہیں مختلف ریاستوں میں چینی نومسلموں اور چینی عیسائیوں کے تناسب آبادی ۱۹۲۱ء کی مردم شماری کے مطابق حسب ذیل ہیں۔

نام ریاست	نومسلم چینی	عیسائی چینی
پھانگ	۱٫۹ فی ہزار	۱٫۵ فی ہزار
جوہور	۲٫۲ "	۱٫۱۰ "
پرلس	۲٫۲ "	——
کیدہ	۵٫۲ "	۰٫۵ فی ہزار
لاکا	۷٫۵ "	۵٫۲۶ "
کیلانٹین	۲٫۶ "	۱٫۴ "
برونئی	۳٫۶ "	۹٫۳۷ "
ترنگنو	۱٫۱۱ "	۱٫۱ "

گویا تین ریاستوں میں اسلام نے بغیر کسی مشنری سوسائٹی کی موجودگی کے زیادہ کامیابی حاصل کی ہے اور اگر ان علاقہ جات میں باقاعدہ تبلیغی کام کیا جائے تو یقین ہے کہ عیسویت کی ترقی رک جائیگی۔

آٹھ دن میں لندن سے آسٹریلیا میں

ہوائی جہاز کے ذریعہ ڈاک

آرمسٹرانگ کی کمپنی نے جو ایک نجی کمپنی ہے شاہی ہوائی ڈاک کے تجربہ کے لئے حال میں ایک نیا ہوائی جہاز تیار کیا ہے جو آٹھ یا نو دنوں میں لندن سے نیوزیلینڈ پہنچے گا اور راستہ میں صرف تین مقامات یعنی بغداد۔ کولمبو۔ فری منٹل میں اترے گا۔ یہ جہاز بلحاظ ساخت اور شکل پرانے جہازوں سے بالکل مختلف ہے اس جہاز میں کم از کم ۱۳۰ مسافران کی گنجائش ہوگی۔ اور وہ تمام جہاز کے اصلی رہائشی حصہ میں مقیم ہوں گے۔ یہ جہاز کمانڈر برنی رکن پارلیمنٹ کے بیان کے مطابق اگست ۱۹۲۶ء میں تیار ہو جائے گا۔ اس کی رفتار تقریباً ۹۰ میل فی گھنٹہ ہوگی۔ اس جہاز کی تعمیر سے عملاً حکومت کے اس قانون کو چیلنج دیا گیا ہے جس کے مطابق سالگذشتہ میں "برنی آرمسٹرانگ" سکیم مسترد کی گئی تھی۔ حکومت نے اس سکیم کو اس بنا پر مسترد کر دیا تھا کہ اس سے عملاً ایک زبردست اجارہ قائم ہو جائے گا۔ آرمسٹرانگ کارنی کمپنی کے ایک با اختیار ملازم نے بیان کیا ہے کہ حکومت اور کمپنی مذکور کے ساتھ آخر کاریوں مفاہمت کی گئی تھی کہ ہوائی بیڑہ کی وزارت کو اختیار دیا گیا تھا کہ پچاس لاکھ مکعب فٹ کا ایک ہوائی جہاز تیار کرایا جائے اور کمپنی مذکور تجارتی اغراض کے لئے ایک اور جہاز کی تعمیر کا پہلا ٹھیکہ دیا جائے۔

کمانڈر برنی کا اندازہ ہے یہ جہاز چار روز کے بعد بغداد اور ۱/۲ ۷ روز کے بعد فری منٹل اور آکلینڈ اور آٹھ یا نو دن کے بعد نیوزیلینڈ پہنچ جائے گا اور بیان کیا کہ اگر غیر معمولی واقعہ پیش نہ ہو گیا تو آج سے دو سال کے بعد باقاعدہ ہوائی جہازوں کے ذریعہ ڈاک پہنچانے کا سلسلہ قائم ہو جائے گا۔ اور اس میں مسافروں کو موجودہ ہوائی جہازوں کی نسبت زیادہ آرام ہوگا۔ اور سونے کھانے اور آرام کیلئے کافی جگہ بھی ہوگی اس جہاز کے اترنے کا طریقہ بھی نیا ہے

امریکہ کی جنت میں ہندوستانی جہنمیوں کا داخلہ

ایک سرکاری اعلان مظہر ہے کہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی عدالت اعلیٰ کے ایک قانون کے ماتحت کہ ایشیا کا باشندہ ریاستہائے متحدہ امریکہ میں ایک شہری کی حیثیت سے بود و باش رکھنے کا مجاز نہیں۔ اب ہندوستان کی برطانی رعایا کا کوئی شخص ریاستہائے متحدہ امریکہ میں داخل نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ حسب ذیل مستثنیات میں سے نہ ہو۔

الف۔ سرکاری حکام جن میں ان کے اہل و عیال، مصاحب اور خدام و ملازمین شامل ہیں۔

ب۔ مبلغین مذہب۔ کالجوں۔ اکاڈمیوں اور یونیورسٹیوں کے مدارس کے اساتذہ جو ریاستہائے متحدہ امریکہ میں داخل ہونے کے لئے درخواست دینے سے کم از کم دو سال پہلے سے ان مشاغل میں مصروف ہوں۔ اور صرف یہی مشاغل جاری رکھنے کیلئے ریاستہائے متحدہ میں داخل ہونے کے متمنی ہوں۔ ان حضرات کی بیویاں اور ۱۸ سال سے کم عمر کنوارے بچے جو ان کے ساتھ جانا چاہیں یا ان کے ساتھ شامل ہونے کے لئے بعد میں جانا چاہیں جا سکتے ہیں۔

ج۔ صحیح الارادہ طلبا جن کی عمر کم از کم ۱۵ سال ہو اور جو کسی منظور شدہ کالج۔ سکول۔ اکاڈمی یا یونیورسٹی میں خاص اور بالکل تعلیم کے لئے جائیں جس کا نام وہ خود پیش کریں۔ اور حکام امریکہ اس کی تائید و تصدیق کریں۔

د۔ سیاح اور کام یا تفریح کے عارضی طور پر جانے والے ریاستہائے متحدہ امریکہ کے منصلہ ممالک میکسیکو۔ کینیڈا۔ نیو فاؤنڈلینڈ۔ کیوبا اور ہیٹی وغیرہ کی طرف جانے کے لئے پروانہ راہداری کی درخواست کرنے والے حضرات کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ اگر ان پر قواعد و ضوابط صادق نہ آئیں تو ریاستہائے متحدہ امریکہ میں داخل ہونے سے محترز رہیں ورنہ وہ قید یا جلاوطنی کے مستوجب ہوں گے

علاوہ ازیں آئندہ ان لوگوں کے لئے جاپان یا ہندوستان کے درمیان کسی بندرگاہ کے لئے پروانہ ہائے راہداری جاری نہ کئے جائیں گے جن کا ارادہ صریحاً ریاستہائے متحدہ امریکہ یا کسی برطانی مقبوضہ کی طرف جانے کا ہو بشرطیکہ یہ امر یقینی نہ ہو کہ وہ اس ملک سے خارج نہیں کئے جائیں گے جو ان کا آخری مقام مقصود ہو کسی تحفظ کے پاس پروانہ راہداری ہونا اسے ان قوانین نوطن سے مستثنیٰ یا معاف نہیں کرسکتا جو برطانی یا غیر ملکی ممالک میں نافذ و رائج ہوں۔

علمائے حجاز و نجد کا مناظرہ

مناظرین کا متحدہ اعلان

مکہ کا اخبار "ام القریٰ" اپنی تازہ اشاعت میں لکھتا ہے علمائے بلد الحرام اور علمائے نجد نے ایک جلسہ منعقد کیا تاکہ ہر فریق دوسرے کے سامنے اپنے عقائد لکھ کر پیش کرے اور قرآن و حدیث کی رو سے اگر کوئی اعتراض وارد ہوتا ہو تو اسکو پیش کر دیا جائے۔ اس جلسہ میں اصولی مسائل پر کامل اتفاق ہو گیا۔ صرف فروعی مسائل پر بعض اختلافات باقی رہے جن پر بحث ہوئی۔ آخر میں دونوں طرف کے علما نے حسب ذیل اعلان اتفاق و اتحاد کے ساتھ شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ

بعد ہٗ۔ علمائے حرم اللہ شریف میں سے شیخ محمد عبد اللہ الشقیلی۔ شیخ عمر باجنید۔ ابی بکر شیخ درویش عجمی۔ شیخ محمد مرزوقی۔ شیخ احمد بن علی النجار۔ شیخ جمال المالکی۔ شیخ عباس۔ شیخ حسین بن سعید۔ عبد الغنی۔ شیخ عبد اللہ۔ شیخ عبد الستار۔ شیخ سعد ناصر شیخ عمر بن صدیق خان۔ شیخ عبد الرحمن الزواوی کی طرف سے اعلان کیا جاتا ہے کہ ہم جب مشائخ نجد حرم اللہ شریف میں تشریف لائے تو ہم اور وہ ایک جگہ جمع ہوئے ان میں سے قابل حضور شیخ عبد الرحمن بن عبد اللطیف۔ شیخ عبد اللہ بن حسن۔ شیخ عبد العزیز بن مزاحم۔ شیخ عبد الرحمن بن محمد بن داود۔ شیخ محمد بن عثمان الشاذی شیخ مبارک بن عبد المحسن بن باز شیخ ابراہیم بن ناصر بن حسین تھے۔ ہم میں اور ان حضرات میں مباحثہ ہوا بعد بحث و مباحثہ کے ہم میں اور ان میں اصولی مسائل میں بالکل اتفاق ہو گیا۔ ان ہی مسائل میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ کے سوا مخلوق میں سے کسی کو جلب نفع یا دفع ضرر کے لئے ندا کرنا کیونکہ اس طرح کفر لازم آتا ہے نیز یا یا کہ ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ اس امر پر بھی اتفاق ہو گیا کہ غیر اللہ کو ایسے امور میں شفاعت براہ راست نہیں طلب کرنی چاہیئے جسے پورا کرنے پر وہ قادر نہ ہو۔ کیونکہ خدا نے قرآن پاک میں فرمایا ہے مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ کون شفاعت کرسکتا ہے خدا کے پاس الا اسکے حکم سے اور وہ اجازت نہیں دیتا مگر اس وقت جب کہ راضی ہو۔ اللہ فرماتا ہے وَلَا یَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی اور اللہ توحید و اخلاص کو پسند کرتا ہے۔ یہ بھی طے فرمایا کہ قبروں پر شاندار عمارتیں کھڑی کرنا اور ان کو بہت زیادہ زیب و زینت دینا نہیں چاہیئے۔ کیونکہ بدعت محرم ہے نیز اس امر پر بھی اتفاق ہوا کہ سوائے اللہ کے کسی اور کے نام کا حلف نہیں لینا چاہیئے۔ کیونکہ رسول اللہ نے فرمایا ہے مَنْ حَلَفَ لِغَیْرِ اللّٰہِ فَقَدْ اَشْرَکَ جس نے اللہ کے سوا کسی اور نام کا حلف لیا پس شرک کیا۔

آریہ ودوانوں کا تعصب

اور

ہمارے انصاف کیلئے التماس

آپ ذرا غور فرمائیے۔ عدالتوں کے بڑے بڑے ججوں کے فیصلہ کا ملاحظہ کرنا اگر کسی شخص کو درکار ہو تو بلا لحاظ کسی ذات پات کے وہ شخص چند روپیہ خرچ کرنے پر اس فیصلہ کی نقل حاصل کرسکتا ہے لیکن افسوس ہے کہ ویدک دھرم کے بڑے بڑے ودوانوں پنڈتوں اور سنیاسیوں سے کسی دھارمک معاملہ کے متعلق کوئی ترکیش بیوستھا لینے والے مانگیں تو وہ عام لوگوں کو سوالات کا کوئی جواب دینا پسند نہیں کرتے۔ بلکہ ان کو ہر روز مغالطے اور بحری میں ہی رکھے چلے جا رہے ہیں۔

دھارمک معاملات میں فیس کا لینا اور دینا اگرچہ درست معلوم نہیں ہوتا مگر تاہم بطور متلاشی حق اور صداقت پانے کا خواہشمند ہونے کے اگر کچھ غیر موزوں نہ سمجھا جائے تو اپنے سوالات کا جواب حاصل کرنے کے لئے یہ احقر مفلسی حالت کی بنا پر نہیں بلکہ دس روپیہ فی جواب ادا کرنے کو تیار ہے اور ذیل کے صرف دس سوالات ہیں ان کے جوابات کے عوض میں مبلغ ایک سو روپیہ جس آریہ فنڈ کے لئے مناسب خیال کیا جائے ایڈیٹر کے پاس پیشگی جمع کروانے کو تیار ہے۔

اور ہمارے سوالات ایسے سوالات ہیں جو دنیا کے اندر روزمرہ اور ہر ایک مرد اور عورت کے زیادہ کام آنے والے ہیں اور بلکہ بہت سے ہندوستانی گھروں کے دکھوں کا علاج کر دینے والے ہیں۔ آسمان تک کی خیالی باتوں اور خیالی دقیانوسی امورات پر بحث مباحثے کرنے کی نسبت دنیاوی زندگی میں زیادہ کام آنے والے ان سوالات کا حل کرنا سب سے اہل ضروری ہے اور وہ

حل طلب ضروری سوالات یہ ہیں:-

(۱) ویدک گرنتھوں کے اندر جب کبھی اور جہاں کہیں آریہ رشیوں نے اولاد کی خواہش کی تو انہوں نے لڑکوں کی پیدائش کے لئے بڑے بڑے یگیہ۔ تہوار اور پرارتھنائیں کیں مگر کبھی کسی نے لڑکی کی پیدائش کے لئے خواہش نہیں کی۔ کیا ویدک دھرم کے اندر لڑکیوں کی ضرورت ہی نہیں۔ اور پھر کیا یہ ویدک دھرم کی طرف سے اس طرح لڑکیوں کے اوپر نے انصافی نہیں ہے۔ شاید اس قسم کی نفرت کے باعث مدتوں تک ہندوستان میں دختر کشی کی بدرسم جاری رہی۔

(۲) ویدک گرنتھوں کے اندر جس طرح لڑکوں کے حقوق تقسیم وراثت کے لئے مقرر کئے ہوئے ہیں۔ وہاں پر لڑکیوں کے حقوق کو کیوں نہیں درج کیا گیا۔

(۳) دان کا لفظ صرف بیجان اشیاء یا گائے بھینس وغیرہ مویشیوں کی طرف ہی استعمال کرنا درست ہے لیکن اپنی جیسی سو منترا کا رکھنے والے ورکرم بونی میں آئی ہوئی لڑکی کی طرف بیاہ کے موقعہ پر سمبندھ کی بجائے کنیا دان کا لفظ استعمال کرنا کیونکر درست ہوسکتا ہے؟ کیا ویدک دھرم میں لڑکیوں کو بھی بیجان مال یا ادنے مویشیوں کے برابر ہی سمجھا جاتا ہے؟

(۴) ویدک اتہاس کے اندر اگر کہیں اور کسی شاہی خاندان میں

کسی لڑکی نے اپنے باپ کی طرف سے یا کسی عورت نے اپنے خاوند کی طرف سے کبھی کوئی راج وراثت میں حاصل کیا ہو تو اسکا پتہ دیا جائے۔

(۵) ویدک دھرم میں جب بیٹا نہ ہونے کی صورت میں غیر گھر کا لڑکا متبنیٰ کر لینے کی رسم موجود ہے تو پھر اخلاق کے بگاڑنے والے مسئلہ نیوگ کے قائم کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

(۶) علاوہ ازیں جب کسی ہندو گھر میں صرف لڑکیاں ہی موجود ہوں وہاں پر متبنیٰ کر لینے سے ایک بالکل غیر شخص کا لڑکا تو جائداد کا مالک بنا دیا جاتا ہے اور اپنی نزدیکی سگی بیٹیاں اتفاقیہ رہے حقوق سے بھی محروم کر دی جاتی ہیں کیا یہ ویدک دھرم کی بے انصافی نہیں ہے۔

(۷) ویدک دھرم کی رو سے ہندوستان میں لاکھوں اور کروڑوں عورتیں زندہ جلکر ستی ہوگئیں۔ اسقدر لمبے زمانہ میں کیا کبھی کہیں اردھانگ کہلانے والا آریہ خاوند بھی ستی ہوا؟ اگر نہیں تو پھر کیا یہ ویدک دھرم کا پکشپات نہیں تو اور کیا ہے؟

(۸) شری سوامی دیانند سرسوتی جی نے جہاں دیگر مذاہب کی سخت نکتہ چینی کی۔ اور کئی بد رسومات کا کھنڈن بھی کیا انہوں نے کیا کبھی ہندوستان کی سب سے بُری اور خوفناک رسم دختر کشی اور ستی سسٹم کے برخلاف بھی کہیں کوئی تحریر لکھی؟ اگر ان کی بنائی ہوئی کسی پستک میں ایسی تحریر درج ہو تو اس کا پتہ بتلایا جائے۔ علاوہ ازیں سوامی جی مہاراج نے اپنی ستیارتھ پرکاش کے چوتھے سملاس میں یہ درج کیا ہے کہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد لڑکا ایسی لڑکی کے ساتھ بیاہ کرے کہ جس کی ہنس اور ہتھنی کی سی چال ہو۔ سوکشم لوم کیش اور دانت یکت ہو اور جس کے سب انگ کومل ہوں۔ آپکے لڑکوں کے لئے اس قسم کی ایک طرفہ ہدایتیں دینا سکھایا یہ سیدھے سادے انگ رکھنے والے گرشد ھر یو تر بھی مان لڑکوں کے اوپر بے انصافی نہیں ہے۔

(۹) آگے کسی بیوہ عورت کو اپنے خاوند کی طرف سے اگر کبھی کوئی جائداد ملتی بھی ہے تو اس بیچاری کو اس کے بیع یا انتقال کا اختیار نہیں ہوتا۔ اس طرح پر ویدک دھرم کے اندر استریوں کی زندگی سخت بیکسی اور افسوس کی ہے بچپن سے لیکر مرن نیت وہ اپنا جیون بغیر کسی مقررہ حق حقوق کے ہی بسر کرتے ہیں۔ حالانکہ دیگر فرقوں میں والدین کے گھر میں لڑکیوں کے حقوق اور خاوند کے اور خاوند کے گھر میں عورت کے حقوق واضح طور پر تسلیم شدہ اور مقرر ہیں۔ جب ویدک گرنتھوں کے اندر استری جاتی کے لئے کوئی حقوق پختہ طور پر مقرر ہی نہیں ہے۔ تو پھر خالی جمع خرچ کے طور پر اور بے سلسلہ ہی عورت کو کبھی اردھنگنی کبھی گاڑی کا برابر کا پہیہ کبھی گھر کی مالکہ اور کبھی لکشمی کہہ دینے سے کیا حاصل؟

(۱۰) اور جب کوئی غیر جاتی کا شخص ویدک دھرم میں شامل ہوتا ہے تو یہ کہا جاتا ہے کہ اسکی شدھی کی گئی کیا ویدک دھرم کی نگاہ میں دیگر فرقوں کے سب اصحاب رتا وقتیکہ وہ ویدک دھرم میں شامل نہ ہوں) اشدھ ہی سمجھے جاتے ہیں؟

لہذا اپنی طرف سے بے انصافیوں کی روک تھام کرنے اور عدل و انصاف کا مادہ بڑھانے کے لئے یہ التماس پیش کر دی ہے آگے حق کی بات کہنا معزز ناظرین کا خود اپنا فرض بھی ہے۔

المشتہر
ماسٹر بھگت رام اگروال چھاؤنی فیروز پور۔

بقیہ صفحہ ۲

میرا اپنا نقطۂ نگاہ ظاہر و روشن ہے۔ میں تو خارا سلام کو دنیا ہی ملحوظ رکھتا ہوں جیسا کہ ہندو دھرم کا وتیرہ مجھے ملحوظ ہے میں ہندو دھرم کی کسی چیز کی بھی محض اسلئے حمایت نہیں کرتا کہ وہ ویدوں یا دوسری کتب مقدسہ میں درج ہے اور نہ قرآن حمید کے احکام کی حمایت اس بنا پر کرنے کو طیار ہوں کہ وہ معیار عقل پر کھرا اترتا ہے اور اگر اسے مجبوراً یا کسی اور طریقہ سے منوایا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام رحمت کی بجائے دنیا میں زحمت کا موجب ثابت ہوگا۔

میں اسبات سے انکار نہیں کرتا کہ انسان کی عقل تمام اشیاء عالم پر محیط نہیں۔ مثال کے طور پر خدا کی ذات عقل انسانی کے غیر مطابق نہیں ہے۔ مگر انسانی فہم و فراست کی رسائی سے بالا تر ہے لیکن رسم کے حسن و قبح کی بحث اور رائے ظاہر کرنا

احمدی خواتین کیلئے اپنی محسن بہنوں کو مبارک باد

بعد السلام علیکم کے میں اپنی تمام سلسلہ کی معزز خواتین کو مبارک باد دیتی ہوں کہ آج ہمارے دینی و دنیاوی ترقی کا پہلا قدم اٹھا ہے مگر یہ سفر تب ہی تمام ہوگا کہ ہم اپنی خاص توجہ اس طرف لگا دیں اور گھرداری کے سارے دن کے دھندوں سے صرف دس یا پندرہ منٹ اس کار خیر کے لئے وقف کر دیا کریں اگر ایسا ہوا تو قابل امید ہے کہ خدائے قادر اس سوئی سے زیادہ باریک دھار کو آہستہ آہستہ چھوٹی سی نہر کی شکل میں منتقل کر دے گا اور پھر نہر سے دریا اور دریا سے سمندر بنجائینگے اے خدا تو ایسا ہی کر آمین آمین۔ اگر سلسلہ کی قابل بہنیں اپنے مفید خیالات سے اپنے کالم کو پر کرتی رہیں تو انشاء اللہ تعالےٰ آج سے چار پانچ برس بعد ہی خواتین اپنی ہی طاقت سے کوئی ماہوار رسالہ یا ہفتہ وار اخبار علیحدہ نکلوانے کی کوشش میں کامیاب ثابت ہوں گی۔

میں قبلہ جناب مولوی صاحب کا بہت بہت شکریہ ادا کرتی ہوں کہ انہوں نے ہمارے ناقص العقل فرقہ کو اپنی عقل آزمائی کا زریں موقعہ عنایت فرمایا ہے۔

آخر میں میں خدائے عزوجل شانہ کے دربار میں نہایت عاجزی سے استدعا کرتی ہوں کہ اپنے کرم خاص سے ہماری جماعت کے سرپرست یعنی حضرت امیر ایدہ اللہ کو ہمارے سروں پر سلامت رکھے آمین۔ کیونکہ وہ اپنی جماعت کے ہر فرد کی خواہ وہ بچہ ہو یا عورت تکلیف کو بہت جلد محسوس کرتے ہیں۔ دنیا میں ایسا خیرخواہ انسان ملنا بہت مشکل ہے۔ والسلام

خاکسار غلام فاطمہ اہلیہ چوہدری عبدالمجید بی ایم بی ایس

ایک اور محترمہ بہن کا پیغام

میں جنابہ ہمشیرہ صاحبہ غلام فاطمہ کو مبارکباد دیتی ہوں کہ ان کے نیک دل کے خیالات نے یہ دن دکھایا ہے کہ جس سے فرقہ ناقص العقل یعنی طبقہ نسواں کو اپنی دینی و دنیوی ترقی کا بہترین موقعہ ملا ہے اس نیک نیت خاتون کی ہم جسقدر بھی مشکور ہوں کم ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی ہمارے مہربان و ہمدرد قوم جناب مولوی صاحب کے لئے بھی دعائیں نکلتی ہیں۔ جنہوں نے خاص مہربانی سے ہمشیرہ موصوفہ کے خیال مبارک پر بغور توجہ مبذول فرمائی۔ گو ان کے لئے یہ کام کچھ حقیقت نہ رکھتا تھا مگر ہمارے لئے یہ پربت تھا۔ آج سے پیشتر و پہلے ہوئے کہیں معلوم نہ تھا کہ اخبار "پیغام صلح" کتنی بار آتا ہے مگر اب تو ہمیں گویا انتظار رہتا ہے کہ خود بخود دل کوشش کرتا ہے۔ سخت انتظار رہتی ہے کہ کب پرچہ یا ہفتہ ہو اور ہم اس کے گوہر آبدار کی ورق گردانی کریں اور دیکھیں کہ کس قابل بہن نے کالم مبارک سے ہمارا کالم پر ہوا ہے۔ نیز جب میں اخبار تمام پڑھ چکی ہوتی ہوں تو اس کے موثر مضامین سے دل بہت مسرور ہوتا ہے۔ خداوند کریم کا ہزار ہزار شکر ہے کہ یہ مبارک دن نصیب ہوا ہے

زمین چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا
بدلتا ہے رنگ آسمان کیسے کیسے

۱۸۔ مارچ کے پرچہ میں اپنی پھوپھی زاد بھاوج محترمہ زبیدہ خانم کا مضمون پڑھ کر میں بہت خوش ہوئی کہ اس تحریک میں سے پہلے ہمارے

۱۴۳ باقی دائرہ عقل کے اندر ہے۔ اسے بعید از عقل کہنا ایسا ہی ہے جیسا کوئی دیانتداری اور سوگند کو احاطۂ فراست سے باہر خیال کرے۔ تبدیلی مذہب کے عواقب اسقدر ہولناک نہیں جسقدر یہ سزا ہے۔ اور اگر فی الواقعہ اسے ایسا ہی ہولناک تسلیم کر لیا جائے تو ایک ہندو کا اسلام اختیار کرنا بھی مستوجب سزائے موت ہے۔ مولانا کا یہ فرمان کہ میں کانگرس کمیٹی کا صدر اور مسلمانوں کا دوست ہونے کی بنا پر قرآن اور اسکی تعلیم پر کسی قسم کی نکتہ چینی کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ یہ ایک ایسا امر ہے کہ میں اسے ماننے کو تیار نہیں۔ میں دونوں حالتوں میں نااہل ثابت ہوں گا۔ اگر اپنی رائے کا اظہار نہ کروں سنگساری کا مسئلہ اسقدر اہم اور وسیع ہے کہ تمام دنیا کے انسانوں کی اخلاقیات پر اسکا اثر پڑتا ہے جو مذاہب عالم کی بنا ہے۔

ہی خاندان نے حصہ لیا۔ دعا ہے کہ خداوند کریم اپنے فضل سے سب احمدی بہنوں کے دلوں میں دینی جوش پیدا کرے اور میری ان ہر دو ہمشیرگان کی طرح ہر ایک احمدی خاتون خواب غفلت سے بیدار ہوں کہ اس سے وہ خدمت دین کے قابل ہو جائیں گی۔

زینہ بیگم بنت چوہدری علی گوہر صاحب بنز میکل شمالی

تازہ خبریں

خواجہ غلام محمد معتمد عمومی اطلاع دیتے ہیں کہ میونسپل واٹر ورکس کے ملازمین کی ایک انجمن قائم ہو گئی ہے اور اس نے فیصلہ کیا ہے کہ میاں محمد اسحاق خان میونسپل انجینیر جو مستعفی ہو گئے ہیں اتوار کے دن ۹ بجے واٹر ورکس میں ایک الوداعی سپاسنامہ دیا جائے

اتوار کی صبح کے ۳ بجے ٹھنڈی سڑک پر ایک تمباکو فروش کی دوکان پر یکایک آگ لگ گئی۔ قریب ہی مسٹر کیمبل حلوا فروش کی دکان تھی جب مسٹر کیمبل کو اسکا علم ہوا تو اس نے تمباکو فروش کی دکان کو کھول کر دیکھنا چاہا لیکن دکان مقفل تھی۔ چنانچہ آگ بجھانے والا انجن بھی تھوڑی دیر میں وہاں جا پہنچا۔ اور دکان کے نصف حصہ کو جو آگ لگ چکی تھی اسے بجھا دیا گیا۔

۲۷ مارچ کو قریباً ۲ بجے دوپہر کے وقت مسز انڈر روز نے مسز بیک پر جو اپنے کمرہ میں کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی ریوالور سے دو فائر کئے دونوں گولیاں مسز بیک کی چھاتی پر لگیں اور وہ ہسپتال میں جا کر فوت ہو گئیں معلوم ہوا ہے کہ قاتلہ کے ہوش و حواس قائم نہ تھے

آج آنریری پریذیڈنسی مجسٹریٹ نے اس مقدمے کا فیصلہ سنا دیا جس میں یورپین سارجنٹ ارنپ کمار ٹولی کے پہرہ دار پر حملہ کرنے کا الزام عائد کیا گیا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ۱۹ فروری کو سارجنٹ مذکور نے ایک ٹیکسی کو چیت پور روڈ پر کھڑے دیکھا اور ڈرائیور سے کہا کہ اسے یہاں سے لے جاؤ۔ اس پر دونوں میں جھگڑا ہو گیا اور سارجنٹ نے ڈرائیور کے سر پر ایک لاٹھی رسید کی جس سے خون بہنے لگا۔

مجسٹریٹ نے سارجنٹ کو مجرم قرار دیتے ہوئے کہا کہ حملہ نہایت بے باکانہ تھا اور اشتعال کی وجہ کوئی موجود نہ تھی ملزم پر پچاس روپیہ جرمانہ کیا گیا۔

لیڈی رالنسن زوجہ سپہ سالار افواج ہند کی موت پر لیڈی رالنسن کو کثرت پیغامات تعزیت و ہمدردی موصول ہوئے ہیں۔ ملک معظم نے اپنی اور ملکہ معظمہ کی طرف سے اظہار رنج و افسوس کیا ہے۔ مرکزی ہندوستانی ریاستوں کی طرف سے پیغامات تعزیت بھیجے گئے ہیں۔

برلن مسجد کی تکمیل

ایک غلط فہمی

(حضرت امیر ایدہ اللہ کے قلم سے)

محض اللہ تعالے کے فضل سے برلن مسجد کی عمارت کا کام تکمیل کو پہنچ گیا۔ فالحمد للہ علی ذلک ۔ اس کام کے لئے جس قدر ایثار اور جذبہ خدمات دینی کا ثبوت ہماری نہایت ہی مختصر جماعت نے دیا ہے۔ وہ نہایت ہی قابل قدر ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے۔ اور ہمارے احباب کو اس سے بڑھکر خدمات دینی کی توفیق عطا فرمائے۔

مسجد کی تکمیل کے ذکر سے بعض احباب کو شائد یہ غلط فہمی ہو کہ اب اس کے لئے مزید روپے کی ضرورت نہیں۔ حالانکہ صورت حالات یہ ہے کہ آخری رقم جو مولوی صاحب کو چھ صد پونڈ کی بھیجی گئی تھی۔ اور ابھی اس میں قریباً تین ہزار روپیہ قرضہ کا ادا کرنا باقی ہے اور مزید برآں یہ دقت پیدا ہوئی ہے۔ کہ چار ہزار مارک ٹیکس اور قریباً ایک ہزار مارک انتقال وغیرہ کی فیس یعنی کل پانچہزار مارک یا اڑھائی صد پونڈ ایک ناگہانی آفت کی طرح اور بوجھ آپڑا ہے۔ جس کا ذکر مولوی صاحب کے تازہ خط میں ہے۔ جو سارا پونے چار ہزار روپیہ بنتا ہے یہ کسی تخمینہ میں نہ تھا۔ گویا یہ کل سات ہزار روپے کی رقم قابل وادگی ہے۔ اور پھر یہ صرف عمارت کی تکمیل ہے۔ فرنیچر۔ جنگلہ۔ باغ ابھی ہزارہا روپے کے خرچ کو چاہتے ہیں۔

ایسا ہی ہمارے بعض احباب کو مولوی صدر الدین صاحب کے خط مندرجہ اخبار پیغام صلح مورخہ ۱۸۔ مارچ سے یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ مولوی صاحب کے پاس اخراجات مسجد ادا کر کے ایک ہزار مارک بچ رہے ہیں۔ اور اس لئے خواتین میں جو تحریک میناروں کے لئے کی گئی ہے۔ اس کی اب ضرورت نہیں رہی۔ حالانکہ اول تو وہ ایک ہزار مارک کی بچت اس صورت میں تھی۔ کہ یہاں سے آٹھ صد پونڈ بھیجے جاتے جس کی بجائے روپیہ کافی نہ ہونے کی وجہ سے صرف چھ سو پونڈ بھیجے گئے۔ ابھی دو سو پونڈ یہاں سے اور بھیجے جائیں۔ تو ایک ہزار مارک بچنے کی توقع ہو۔ اور اب ٹیکس اور فیس انتقال نے پانچہزار مارک کا بوجھ اور ڈال دیا۔ یہ محض خدا کا فضل تھا کہ خواتین میں وقت پر تحریک ہو کر میناروں کے کام کی تکمیل کا فیصلہ کر لیا گیا۔ میناروں کے کل خرچ کا اندازہ غالباً آٹھ یا نو ہزار روپیہ تھا۔ اور میناروں کے کام کو ملتوی کر کے یہ رقم دوسری ضروریات مسجد پر صرف کرنی تھی۔ جیسے فرنیچر۔ جنگلہ۔ باغ۔ خواتین میں تحریک کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ میناروں کا کام بھی ساتھ ہی شروع کر دیا گیا لیکن یہ رقم ابھی تک پوری وصول نہیں ہوئی۔ اس وقت تک کل رقم جو خواتین کی طرف سے نقد یا فروخت زیورات سے وصول ہو چکی ہے۔ وہ قریباً ۴۲۰۰ روپے ہے۔ اور فروخت زیورات کا قریباً آٹھ سو روپیہ قابل وصول ہے۔ اور کچھ زیورات قابل فروخت موجود ہیں۔ جو اندازاً سولہ سو روپے کے ہیں۔ اس لحاظ سے خواتین کی طرف سے گویا کل قریباً پانچہزار آٹھ سو روپے اب تک آچکے ہیں۔ اور ابھی میناروں کا خرچ پورا کرنے کے لئے تین ہزار روپے سے زیادہ کی اور ضرورت ہے۔ اس لئے امید ہے کہ باقی احباب جن کی مستورات نے اب تک اس تحریک میں حصہ نہیں لیا۔ کوشش کر کے ممنون فرمائیں گے تا کہ انجمن ان قرضہ جات کے بوجھ سے سبکدوش ہو۔ اور مسجد کے باقی کام کی تکمیل کی فکر کرے۔

محمد علی

جرمنی میں تبلیغ اسلام

پروفیسر برکت اللہ مسجد برلن میں

مولوی فضل کریم خاں صاحب کا خط

پروفیسر مولانا برکت اللہ صاحب کا اسم گرامی اسلامی دنیا میں کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے علوم حاضرہ کے علاوہ علم دین میں بھی بفضلہ تبحر حاصل ہے۔ عربی کے عالم ہیں۔ فارسی زبان میں مادری زبان ہندوستانی کی طرح بلا تکلف گفتگو کر سکتے ہیں ترکی اور جرمن بھی بولتے ہیں اشاعت اسلام کا خاص جوش اپنے اندر رکھتے ہیں۔ چنانچہ چین جاپان اور امریکہ وغیرہ ممالک میں اشاعت اسلام کے لئے اکثر سفر کرتے رہے ہیں۔ سیاسی لحاظ سے ان کی خدمات اسلام نہایت ہی اعلیٰ پایہ رکھتی ہیں۔ غرضیکہ ایک متین۔ سنجیدہ فاضل انسان ہے۔ جس نے اپنے آپ کو قطعاً خدمات اسلام کے سپرد کر رکھا ہے۔ ایک ہفتہ ہوتا ہے کہ آپ کو برلن آنے کا اتفاق ہوا حضرت مولانا صدر الدین صاحب سے ان کا تعارف لوزان کانفرنس کے موقعہ پر سوئٹزرلینڈ میں ہوا تھا۔ برلن پہنچتے ہی دوسرے دن حضرت مولانا کے پاس تشریف لائے۔ اس وقت سے آج تک مسجد کی خدمت میں مصروف ہیں۔ مولانا موصوف کو چونکہ تبلیغ اسلام کا خاص جوش ہے۔ اور اشاعت کے کاموں میں بہت دلچسپی لیتے ہیں اس لئے ان کے اعزاز میں جرمن نومسلموں کو دعوت چائے دی گئی۔ تاکہ مولانا کو ایک نئی برادری کا تعارف ہو جائے۔

اس قسم کے اجتماع اپنے اندر خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ بقول ڈاکٹر اقبال ع

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں

یہ نومسلم فرداً فرداً دور دور رہتے ہیں۔ ان کو تو ایک دوسرے کی ہستی ہی سے خبر نہیں ہوتی لیکن جب اس قسم کی مجلسوں میں جمع ہوتے ہیں۔ تو اپنے آپ کو اکیلا نہیں بلکہ ایک جماعت کا فرد پاتے ہیں۔ اور دیکھتے ہیں کہ انہی سے ہم قوم اور بھی ہیں۔ جو اسلام کی غلامی کا جوا اپنی گردنوں میں ڈال چکے ہیں۔ تو ان کے دلوں میں بہت قوت پیدا ہوتی ہے۔ اپنا مکان نہ ہونے کی وجہ سے آج تک اس قسم کے جلسے نہیں ہو سکے۔ یہ اللہ تعالےٰ کا خاص فضل اور احسان ہے۔ کہ قوم کی اولو العزمی سے یہ وقت تو چند ہفتہ کے اندر ختم ہو جانے والی ہے۔ گو اس میں شک نہیں کہ اگر یہ مرکز ایک سال پیشتر بنا ہوتا۔ تو آج جماعت کی تعداد چار گنا ہوتی۔

یہ اجتماع بھی بہت کامیاب ہوا۔ قریباً چالیس مہمان ہوں گے ان میں ہندوستانی تو چند ہی تھے۔ ان میں سے قابل ذکر مولانا برکت اللہ صاحب کے علاوہ پروفیسر ذاکر حسین صاحب جامعہ ملیہ علیگڈھ۔ سید محمد عمر صاحب۔ مسٹر عابد حسین صاحب آف بھوپال۔ خان صاحب ڈاکٹر ممتاز علی خاں بٹی (ضلع گورداسپور) ہیں۔ دو ایک ایرانی بھی تھے جن میں سے مسٹر سیف بالخصوص قابل ذکر ہیں۔ ان کی ادارت میں یہاں سے دو پرچے ایک فارسی زبان میں جس کا نام آزادی شرق ہے اور دوسرا جرمن زبان میں شائع ہوتے ہیں۔ یہ پرچے نہایت وقار رسائل ہیں اور تصاویر سے مزین ہوتے ہیں۔ فارسی پرچہ کی اشاعت ایران و افغانستان میں بہت ہے۔ ان کے علاوہ باقی سب مہمان جرمن مرد اور عورتیں تھیں۔ ڈاکٹر خالد بانگ۔ ڈاکٹر مارقوس۔ ڈاکٹر گراننکٹ۔ مسٹر رپکش وغیرہ وغیرہ۔ یہ محفل قریباً تین گھنٹے رہی۔ اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہماری جماعت کے لوگ تعلیم یافتہ ہیں اور ان میں سے اکثر اہل قلم ہیں علمی مضامین پر گفتگو ہوتی رہی جو نہ صرف ہمارے لئے۔ نہ صرف ان کے لئے جو اسلام کے اندر پیدا ہوئے ہیں بلکہ جرمن نومسلموں کیلئے بھی بہت تقویت کا باعث ہوئی۔ اس قسم کی مجالس کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ اللہ اللہ کس قدر قوت ہے اسلام میں کہ یہ مسیحیت کی گود میں پلے ہوئے لوگ کس طرح اپنے قدیمی تعصبات کو یک قلم ترک کر کے اسی اسلام کے آگے جو کو وہ برا سمجھتے تھے سر جھکا دیتے ہیں۔ اور بزور اعلان کرتے ہیں کہ ہم مسلم ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۳ ، ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۴۳ھ نمبر ۴۴

روزہ اور اسلام

(۳)

رمضان میں ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟

اس سے پہلے بتایا جا چکا ہے۔ کہ روزہ کی اصل غرض تقویٰ سے اللہ کا حصول ہے۔ اسکے ذریعہ سے انسان اپنی خواہشات نفس کا محکوم ہونے کے بجائے ان پر حاکم ہو سکتا ہے۔ اور اس کی روح اس قدر صفائی حاصل کر لیتی ہے۔ کہ جناب آلہی کی طرف بآسانی پرواز کر سکے۔

جو شخص روزہ کی اس غرض کو مد نظر رکھتے ہوئے اسے پورا کرنے میں ساعی ہوتا ہے۔ وہ اس قرب آلہی کو یقیناً حاصل کر لیتا ہے۔ جو انسانی روح کا نصب العین ہے۔ اس کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا:۔ واذا سألك عبادی جب میرے بندے میرے متعلق عنی فانی قریب۔ اجیب تجھ سے سوال کریں۔ تو میں قریب دعوۃ الداع اذا دعان ہوں دعا کرنے والے کی دعا کو جب فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا بی وہ دعا کرتا ہے۔ قبول کرتا ہوں۔ پس لعلھم یرشدون ہ چاہیئے کہ میری فرمانبرداری کریں۔ اور چاہیے کہ مجھ پر ایمان لائیں۔ تاکہ ہدایت پائیں۔

رمضان کے ذکر میں ان الفاظ کو لانا صاف بتاتا ہے۔ کہ اس مہینہ کو قبولیت دعا اور قرب آلہی کے حصول سے خاص تعلق ہے۔ اور وہ تعلق دراصل اسی سبب سے ہے۔ کہ خود روح انسانی روزہ کی وجہ سے صفائی حاصل کر کے قرب آلہی کی طرف پرواز کرتی ہے۔ ایسی حالت میں جب انسان کی روح سفلی خواہشات یا آلائشوں سے پاک ہو۔ عبادت میں بھی ایک خاص لطف حاصل ہوتا ہے اور خواہ مخواہ دل میں خضوع خشوع پیدا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ پچھلی رات کی عبادت کو خاص طور پر افضل ٹھیرایا۔ اس وقت جسمانی غذا ہضم ہو جاتی ہے۔ اور روح زیادہ انہماک کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ ہو سکتی ہے۔ اس کے متعلق بھی لکھا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ اس وقت پہلے آسمان پر ہوتا ہے۔ اور دعا بآسانی قبول ہوتی ہے۔ بات اصل یہی ہے کہ جس قدر انسان خدا تعالےٰ کی طرف دوڑے جس قدر اپنی روح کو سفلی آلائشوں سے پاک و صاف رکھے۔ جس قدر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف قدم بڑھائے۔ اسی قدر خدا بھی اس کی طرف قدم بڑھاتا ہے۔ پہلا یا دوسرا آسمان تو ایک طرف وہ تو فرماتا ہے نحن اقرب الیہ من حبل الورید ہ ہم انسان کی رگ جان سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔ ہاں ہماری طرف سے ..... قدم اٹھانا شرط ہے۔ اگر ہم قدم نہیں اٹھاتے۔ تو وہ رگ جان سے زیادہ قریب ہو لے سکے باوجود انسان سے اتنا دور ہے کہ شاید دنیا کی کوئی دوری اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

بہرحال رمضان کی یہ ایک عظیم الشان خصوصیت ہے۔ کہ اس کے اندر قرب آلہی کو انسان آسانی سے حاصل کر سکتا ہے۔ اور اس بارہ میں جو دعا کی جائے۔ اسے اللہ تعالیٰ نہایت جلد سنتا اور ضرور قبول فرماتا ہے۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا ہ دوسری دعائیں اور وقتوں میں کی جا سکتی ہیں۔ رمضان کا مہینہ قرب آلہی کے حصول کی دعائیں لگانا چاہیئے۔ یہی اس آیت کا حقیقی منشاء ہے۔ انی قریب کا لفظ بتا رہا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ کہ انسان اس مہینہ میں بالخصوص قرب آلہی کو ڈھونڈے اور اسی کے لیئے دعا کرے ...... دوسری عام دعاؤں کا ذکر علیحدہ دوسری جگہ کیا ہے۔ جہاں فرمایا۔ فیکشف ما تدعون الیہ ان شاء (الانعام ۶ : ۴۱)

رمضان میں نماز تراویح اور قیام اللیل پر زور دینے کی یہی وجہ ہے حدیثوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم اس مہینہ میں خصوصیت سے عبادت کے لئے کمر کس لیتے تھے۔ اور دوسرے ایام سے بڑھکر عبادت اور دعا کرتے تھے۔ نماز تراویح جس طرح مسلمان آج پڑھتے ہیں۔ نبی کریم صلعم سے قطعاً ثابت نہیں بعض حدیثوں سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ نے دو یا تین رات اگلی رات کچھ نوافل جماعت کے ساتھ پڑھے لیکن اس کے بعد اس پر التزام نہیں رکھا اور فرمایا کہ میں ڈرتا ہوں۔ کہیں یہ تم پر فرض نہ ہو جائے۔ آج بیس رکعت جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں۔ اور قرآن کریم کا پارہ پارہ سوا سوا پارہ سنایا جاتا ہے۔ لیکن نہ سنانے والے کو پتہ ہے کہ کیا سنا رہا ہے۔ نہ سننے والے کو ہوش ہے کہ کیا سنایا جا رہا ہے۔ الفاظ کانوں پر پڑتے ہیں۔ لیکن اول تو تھوڑے ہیں جن کو ان کا مطلب سمجھ آ سکے۔ اور جو معانی سے واقف ہیں۔ ان کے لئے اس قدر جلد غور و تدبر بہت مشکل ہے۔ اٹھتے ہیں اور بیٹھتے ہیں۔ اور اس طرح سے ان بیس رکعت کو پورا کرتے ہیں۔ کہ گویا وبال جان ہیں۔ اور جس قدر جلد ان سے مخلصی حاصل ہو بہتر ہے۔ اذا قاموا الی الصلوٰۃ قاموا کسالیٰ کا پورا نقشہ اس وقت نظر آتا ہے۔ جب امام آگے کھڑا ہوا قرآن سنا رہا ہے۔ اور مقتدیوں میں سے کئی ایک تھک کر اس انتظار میں بیٹھ رہے ہیں۔ کہ کب امام رکوع کا ارادہ کرے۔ اور کھڑے ہو کر اس کے ساتھ شامل ہو جائیں۔ عام طور پر مساجد کے اندر جا کر دیکھ لو۔ یہی نظارہ بالعموم دکھائی دیتا ہے۔ اس سے بہتر تھا کہ وہ لوگ خود اپنے گھروں میں پچھلی رات کچھ نوافل پڑھتے۔ نماز تراویح دراصل نماز تہجد ہی ہے۔ لوگوں کو رمضان میں خاص طور پر عبادت کی عادت ڈالنے کے لئے اگلی رات اسے کہا گیا لیکن بجائے اس کے کہ اس سے کوئی فائدہ ہو۔ روح انسانی اللہ تعالیٰ کی طرف پرواز کرے۔ ایک بوجھ طبیعت پر ہوتا ہے جو اور بھی دوری کا موجب ہے۔ اگر اس کے بجائے پچھلی رات نماز تہجد پڑھ لی جایا کرے۔ تو اس سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ یوں بھی لوگ کھانا کھانے کے لئے رمضان میں پچھلی رات اٹھتے ہیں۔ اگر چند رکعت خشوع و خضوع کے لحاظ پڑھ لیا کریں۔ تو وہ اپنے آپ کو بہت جلد اللہ تعالےٰ کے قریب پائیں۔ قرآن کا سننا بے شک اچھی بات ہے۔ لیکن اگر اس کے معنی سمجھ نہ آئیں۔ اور طبیعت کھڑے ہونے سے اکتا جائے۔ تو وہی ثواب عذاب کا موجب ہو گیا۔ اس سے بہتر ہے کہ خود قرآن کو معنوں کے ساتھ بالالتزام رمضان میں پڑھیں۔ اور اس پر غور و تدبر کی کوشش کریں۔

حضرت امیر ایدہ اللہ نے امسال جو درس قرآن لاہور شروع کیا ہے۔ اور اس میں قریباً ایک پارہ روزانہ ختم ہوتا ہے۔ اسی طریق پر اگر ہر جگہ ہمارے دوست ایک جگہ جمع ہو کر یا دو دو چار چار کر قرآن پڑھیں۔ تو کس قدر عظیم الشان فائدہ ہو۔ اور قرآن کے فہم میں نہایت آسانی ہو جائے۔ اللہ تعالےٰ نے رمضان میں قرآن کریم کے نزول کا ذکر کر کے خصوصیت سے اس طرف توجہ دلائی ہے کہ اس مہینہ میں اس پاک کتاب کو سمجھنے کی خاص طور پر کوشش کرنی چاہیئے۔

شھر رمضان الذی انزل رمضان کا مہینہ وہ ہے۔ جس میں فیہ القرآن ھدی قرآن اتارا گیا لوگوں کے لئے ہدایت للناس وبینات من اور ہدایت کی کھلی دلیلیں اور حق و باطل کو الھدیٰ والفرقان ہ الگ الگ کر دینے والی دلائل۔

پس کس قدر بابرکت ہے۔ وہ مہینہ جس میں ہدایت و رحمت کا یہ عظیم الشان چشمہ پھوٹا۔ حیف ہے ہم پر اگر ہم اس آب حیات سے اپنی روحوں کو تر و تازہ کرنے کی کوشش نہ کریں۔ اور اس کے عظیم الشان فوائد سے دنیا کو مستفید کرنے میں ساعی نہ ہوں۔ حدیثوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ رمضان میں جبرئیل قرآن کریم کا دور نبی کریم صلعم کے ساتھ مل کر کرتے تھے۔ کیا اس پاک رسولؐ کی پیروی کا دم بھرنے والے اس کے خلیفہ اور مہدی و مسیح کے ہاتھ پر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کرنے والے اس بات کی ضرورت نہیں رکھتے کہ اس کے درس و تدریس سے اس ہدایت کو حاصل کریں۔ جو اس کے اندر مستتر ہے۔ ان کھلی دلائل سے واقفیت پیدا کریں جو اس نے راہ ہدایت اور اپنی صداقت کے متعلق پیش کی ہیں۔ اور اس کے اعجازی کرشموں سے دنیا کے سامنے حق و باطل کو الگ الگ کر کے رکھ دیں۔

حدیث میں آتا ہے۔ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجود الناس واجود ما یکون فی رمضان ہ حضرت نبی کریم صلعم تمام لوگوں سے بڑھ کر سخی تھے۔ اور رمضان میں آپ کی سخاوت اور بھی بڑھ جاتی تھی۔ اور فی الحقیقت روزوں کا مطلب بھی یہی ہے کہ انسان کو اس بھوک اور پیاس کا اندازہ ہو سکے۔ جو بہت سے ناداروں کو مبتلا ئے مصائب و آلام کئے ہوئے ہے۔ اور وہ انہیں آرام پہنچانے میں کوشاں ہو لیکن افسوس ہے کہ آج اس حقیقی فائدہ کو نظر انداز کر کے خود اپنی ہی شکم پری زیادہ مد نظر ہوتی ہے افطاری اور سحری ہمارے ہاں دو عیدیں ہیں۔ بقول غالب مرحوم ؎

دوسرے ایام میں شاید اس قدر شکم سیری نہ ہوتی ہو اور ایسا پر تکلف کھانا نہ کھایا جاتا ہو جیسا کہ رمضان میں سحری اور افطاری کے وقت کھایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے روزے کوئی حقیقت اپنے اندر نہیں رکھتے۔ اور نہ دوسروں کی تکلیف کا ہمیں کوئی احساس ہوتا ہے۔ اور نوا اور زکوٰۃ جیسے ضروری فریضہ کی ادائگی میں سو حیل و حجت کی جاتی ہے۔ جو کسی طرح ایک مسلمان کے شایان شان نہیں۔

ہم اس موقعہ پر اپنے احباب کو بالخصوص مخاطب کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت امیر نے بھی گذشتہ جمعہ اس طرف خاص طور پر توجہ دلائی تھی۔ کہ اس وقت آپ کی انجمن کو بہت سی مالی مشکلات درپیش ہیں۔ خدا تعالےٰ کا فضل سمجھنا چاہیئے کہ برلن مسجد اور مسلم ہائی سکول کی عمارت کے عظیم الشان کاموں کے لیئے اس نے خاص سامان بہم پہنچا دیئے۔ لیکن ابھی ان دونوں کاموں کی تکمیل کے لئے بہت سا روپیہ درکار ہے۔ ہمارے سب احباب نے ابھی تک اس طرف توجہ نہیں فرمائی۔ رمضان میں ان کا اس طرف متوجہ ہونا دوگنے ثواب کا موجب ہوگا۔ جن دوستوں نے ابھی اپنی موعودہ رقمیں نہیں دیں یا جنہوں نے ابھی تک اس طرف توجہ نہیں فرمائی اور وہ جن پر زکوٰۃ فرض ہے اور رمضان کے مہینہ میں واجب الادا ہے وہ اس طرف جلد تر توجہ فرمائیں۔ اور روزوں کی حقیقی غرض و غایت کو حاصل کریں۔ لئن شکرتم لازیدنکم۔ اللہ تعالےٰ کا وعدہ ہے۔ ضرورت ہے کہ اللہ تعالےٰ کے ان فضلوں کا جو اس وقت تک ہم پر ہوئے۔ ہم اس رنگ میں شکریہ ادا کریں۔ کہ اپنی ہمتوں اور کوششوں کو اور زیادہ بڑھائیں۔ تا کہ اس کا فضل اور زیادہ نازل ہو۔ ایسا نہ ہو کہ ہم اس طرف سے غافل ہو کر سابقہ نصرتوں سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں۔

ترکی حکومت اور آزادی ضمیر

معاصر "ہمدرد" کا نامہ نگار مقیم لندن اپنے ایک خط میں رقمطراز ہے کہ

ترکی حکومت کی کیفیت مزاجی یہ ہے کہ ایک طرف تو مصطفےٰ کمال پاشا اپنے اعلان میں کرد باغیوں کو شرابی بدمعاش، ڈاکو، لٹیرے، باغی، شورش پسند کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ اور دوسری طرف مجلس ملی میں پیش کرنے کے لئے ایک قانون کا مسودہ تیار ہوتا ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے۔ کہ آئندہ جو شخص سلطنت ترکی میں مذہب کے نام سے کوئی ایسی بحث چھیڑے گا۔ یا شورش پھیلائے گا۔ جو حکومت کے مفاد پر برا اثر کرتے۔ اس پر بغاوت کا جرم عائد ہوگا۔ میرا ذریعہ علم صرف ترکی اخبارات ہیں۔ قسطنطنیہ کے اخبارات میں اس مسودہ پر دلچسپ بحث چھڑی ہوئی ہے۔ اور کہا جا رہا ہے۔ کہ یہ قانون اس قدر ہمہ گیر اور

سخت گیر ہوگا کہ آئندہ کوئی شخص کسی مذہبی ستارے یا مصنف حکومت پر نکتہ چینی نہ کر لے گا۔ خدا کرے کہ یہ خبر غلط ہو لیکن اگر سچ ہے۔ تو جمہوریت، اخوت و مساوات اور آزادی ضمیر و رائے کا یہ معیار جو حکومت انگورہ کے پیش نظر ہے۔ ہم محکوم اور غلام ہندوستانیوں کے فہم سے بھی بالاتر ہے۔ جمہوریت کی نفی اگر عین جمہوریت ہے تو دنیا کا نظام زمان چند ہزار برس پیچھے ہٹنا چاہیئے۔

اس میں شک نہیں کہ آزادی ضمیر کی نعمت غیر سترقیہ کا اس طرح سے چھن جانا ایک افسوسناک بات ہے۔ بالخصوص ایسی حالت میں کہ اس قسم کا قانون ترکی جیسی اسلامی حکومت کی طرف سے نافذ ہوتا ہے ہمیں ڈر ہے کہ ان ممالک میں جہاں اسلام کو بہت سی خوشگوار امیدیں اس وقت لاحق ہیں۔ ان قوانین کا اثر بہت مضر ثابت ہوگا۔ کاش اسلام کے نام لیوا ان حالات کو سمجھیں۔ اور اس مقدس مذہب کو جو آزادی ضمیر کا سب سے پہلا علمبردار ہے۔ اس طرح سے بدنام کرنے سے باز آئیں۔

اچھوت اور ہندو

آریہ سماج اور بعض سیاسی خیالات رکھنے والے آزاد خیال ہندوؤں نے اس بات کی بہت کوشش کی۔ کہ اچھوت ہندوؤں بلکہ خود مسلمانوں کو بھی ہندو قوم میں شامل کر لیا جائے۔ اور انہیں مساوات کا درجہ دیا جائے۔ بہت جگہوں پر اچھوت ہندوؤں کو کنوؤں پر چڑھایا گیا۔ اور بعض مقامات پر اشدہ لوگوں کے ساتھ رسمی طور پر کھانا پانی بھی کر لیا گیا۔ لیکن یہ سب کچھ محض ایک نمائش کے لئے تھا جو ایک دفعہ ہوئی اور ختم ہوگئی۔

یہ نمائش اس وقت فائدہ مند سمجھی جاتی۔ جب ہندوؤں کی اعلیٰ ذاتوں میں اچھوت اقوام کو شامل کیا جاتا۔ ان کے ساتھ شادی بیاہ کو پسند کیا جاتا۔ لیکن خود پنڈت مالوی جی سے جب دریافت کیا گیا تو انہوں نے اور غالباً ہندو مہا سبھا نے بھی یہی فیصلہ کیا۔ کہ اشدہ شدہ لوگوں کی اپنی الگ ذات بنائیں۔ اور آپس میں شادی بیاہ کریں۔ جو اس بات پر ایک کھلی شہادت ہے کہ وہاں لوگوں کو اعلیٰ ذاتوں کے ساتھ مساوات کا وہ درجہ دینے کے لئے تیار نہیں۔ جو انسانیت کا سب سے بڑا حق ہے۔ یہ اسلام ہی ہے جس نے ہر درجہ اور ہر طبقہ کے انسان کو دوسرے انسانوں کے ساتھ خواہ وہ کتنے اعلیٰ درجہ کے ہوں حق مساوات عطا کیا ہے۔ اور اگر مسلمان تھوڑی سی کوشش کریں۔ تو بہت جلد ان لوگوں کو اسلام کے سایہ میں لا کر سوسائٹی کے اعلیٰ سے اعلیٰ اعضا بنا سکتے ہیں۔

اچھوتوں میں بیداری کی لہر

معلوم ہوتا ہے کہ خود اچھوتوں میں بھی بیداری کی لہر پیدا ہو رہی ہے۔ جیسا کہ وائیکوم کی ستیہ گرہ سے ظاہر ہے۔ تازہ خبر ہے۔ کہ دہلی کے اچھوت فرقوں کا ایک وفد چیف کمشنر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وفد نے درخواست کی۔ کہ اچھوتوں کا بھی ایک نمائندہ میونسپلٹی کے لئے نامزد ہونا چاہیئے۔ پینے کے پانی اور حفظان صحت کے متعلق جو شکایتیں تھیں۔ وہ پیش کی گئیں اور درخواست کی گئی کہ اچھوتوں کے بچے بھی تمام سرکاری اور امدادی مدارس میں داخل کئے جائیں۔ انہوں نے یہ بھی درخواست کی کہ ان کے بچوں کے لئے خاص صنعتی اور ابتدائی مڈل سکول جاری کئے جائیں۔ چیف کمشنر نے ہمدردی کے ساتھ جواب دیا اور وعدہ کیا۔ کہ تعلیمی مراعات اور خصوصاً صنعتی تعلیم کے لئے میں مدد کروں گا۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ میں میونسپل کمیٹی کے ممبروں کو نامزد کرتے وقت تمہارے مفاد کا خاص لحاظ رکھوں گا۔

لیکن غور طلب امر یہ بھی ہے۔ کہ جب ہندو قوم اچھوتوں کو کسی قسم کی مراعات دینے اور انہیں برادریوں میں بھی شامل کرنے کے لئے تیار نہیں بلکہ تعلیم یافتہ ہو کر بھی ہندوؤں میں کوئی درجہ و شرف انہیں حاصل نہیں ہو سکتا۔ تو انہیں ہندوؤں کی مردم شماری میں شامل کرنے کا کیا حق ہے۔ ضرورت ہے کہ مسلمان اس پر سنجیدگی کے ساتھ غور کریں اور کم از کم اچھوتوں کی تعداد سے ہندوؤں کو ناجائز فائدہ نہ اٹھانے دیں۔

ڈاکٹر منگانا کی تحریف قرآن

آج سے بارہ سال پیشتر انگلستان سے ایک آواز اٹھی تھی۔ کہ قرآن کا یہ دعوے کہ آجتک اس میں کوئی تحریف نہیں ہوئی غلط ثابت ہوگیا۔ کیونکہ قرآن کریم کے بعض قلمی اوراق دستیاب ہوئے ہیں جن کی عبارت موجودہ قرآن سے مختلف ہے۔ یہ اپنی نوعیت کا غالباً سب سے پہلا حملہ تھا۔ جو ایک مخالف کی طرف سے قرآن کریم پر ہوا۔ اور جس نے تمام دنیائے اسلام کو حیرت زدہ کر دیا۔ لیکن جب ان قلمی اوراق کو شائع کیا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ اس دعوے کی حقیقت بلند بانگ سے بڑھکر نہیں۔ جتنے زور سے یہ آواز اٹھی تھی۔ اتنی ہی حسرت اور ناکامی اس شخص (ڈاکٹر منگانا) کو نصیب ہوئی۔ جو مانچسٹر کی رلینڈز لائبریری سے اس ادعا کو لے کر کھڑا ہوا تھا۔ اور دنیا کو معلوم ہوگیا۔ کہ جس بات کو وہ تحریف قرآن کا نتیجہ قرار دیتا ہے۔ وہ اس کی اپنی جہالت کا ایک کھلا ثبوت ہے۔ کیونکہ قرون اولیٰ میں قرآن کریم کے الفاظ پر اعراب نہ دیئے جاتے تھے۔ اس نے کوئی ایسا ہی بے اعراب ورق دیکھا۔ اور بر کتابی پر اعراب نہ ہونے کی وجہ سے اسے برکتا پڑھا۔

آج وہی شخص پھر اسی آن بان کے ساتھ کھڑا ہوا ہے۔ اور پہلے سے بھی زیادہ کند ہتھیار سے کام لینا چاہتا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ اسے مشرق سے قرآن کریم کا ایک قدیم نسخہ ملا ہے جو شامی زبان میں ہے۔ اور اس میں خدا اور مسیح پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے ہم حیران ہیں کہ ان مدعیان علم و تحقیق کی عقلوں کو کیا ہو گیا قرآن کریم اپنی اصل زبان میں دنیا کے اندر موجود ہے۔ اور اس کے ہزارہا قلمی اور مطبوعہ نسخے دنیا کے ہر حصہ میں پائے جاتے ہیں۔ ان کو چھوڑ کر کسی ترجمہ کی طرف رجوع کرنا اور اسے تحریف قرآن کی بنا قرار دینا پرلے درجہ کی کوتاہ فہمی اور کم عقلی کی بات ہے۔ کون کہہ سکتا ہے۔ کہ ایسے تراجم جو ابتدائے اسلام میں ہرگز نہیں ہوئے کسی تثلیث پرست نصرانی کے طبعزاد نہیں۔ اور اس کا کیا ثبوت ہے۔ کہ قرآن کریم کے جس نسخہ سے وہ ترجمہ کیا گیا۔ اس میں بھی ایسی آیات موجود تھیں۔ ویسے بھی جن لوگوں کو تاریخ سے واقفیت ہے وہ اس دعوے کی لغویت کو نہایت آسانی سے جانچ سکتے ہیں۔ رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں نصرانی آپ کے پاس آئے۔ آپ کی ان سے بحثیں ہوئیں۔ اور آپ نے علانیہ الوہیت مسیح کی تردید کی۔ بلکہ ان کو مباہلہ کا بھی چیلنج دیا۔ اور ہمیشہ توحید الٰہی کا وعظ کیا اور ہر طرح کے دکھ اس کے لئے اٹھائے۔ کیا ان حالات میں یہ دعوے کہ قرآن کریم میں مسیح کی الوہیت کو ماننے کی دعوت دی گئی ہے۔ صریحاً لغویت پر دال نہیں۔

"واحد علاج"

گذشتہ اشاعت میں ایک مسلمان لیڈر کا یہ خیال نقل کیا گیا تھا۔ کہ مسلمانوں کے مصائب کا تنہا علاج تبلیغ اسلام میں مضمر ہے آج معاصر "الجمعیت" نے مسلمانوں کے تمام عوارض اور ان علاجوں پر تبصرہ کرتے ہوئے جو آجتک تجویز ہوئے ہیں۔ یہ رائے ظاہر کی ہے کہ

> "مسلمانوں کی بیماری کا واحد علاج یہی ہے کہ وہ اپنی زندگی کے ہر شعبہ میں قرآن حکیم کی تعلیمات اور نبی کریم کے اسوہ حسنہ کے مطابق اصلاح کریں۔ اور ہر اس چیز کو رد کر دیں۔ جو کتاب اللہ اور سنت رسول کے خلاف ہو۔ مگر یہ کام اتنا آسان نہیں ہے کہ خود عوام ہی اس کو انجام دے لیں۔ اور نہ یہ اشخاص و افراد کے بس کی بات ہے۔ یہ صرف علماء کا کام ہے۔ اور اب ضرورت ہے۔ کہ تمام علمائے امت اپنے فرض کو محسوس کریں اور ارشاد و ہدایت دینی کے اس منصب کو دوبارہ سنبھالنے کے لئے مستعد ہو جائیں۔ جسے انہوں نے خود ہی عرصہ سے چھوڑ رکھا ہے"

اس میں شک نہیں کہ اصلاح امت کا کام علماء ہی کے فرائض میں سے ہے۔ لیکن جب خود علما کی حالت بگڑ جائے۔ تو دوسروں کی اصلاح وہ کیا کر سکتے ہیں۔ آجکل کے علمائے ظاہر کے حالات سے زمانہ واقف ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ یہی علما مسلمانوں کی بیماریوں کے معالج ثابت ہوں گے جبکہ وہ خود دوسروں سے بدتر حالات میں مبتلا ہیں۔ ایسی حالت میں سوائے اس کے کہ اس شخص کی آواز پر لبیک کہا جائے جسکو اللہ تعالیٰ نے کھڑا کیا ہے اور کوئی کامیابی کی راہ نہیں۔

احمدی خواتین کے لئے

محترم بزرگ بھائیوں کی خدمت میں اپیل

ہماری افسوسناک حالت کا کون ذمہ وار ہے

(ایک محترمہ خاتون کے قلم سے)

اس قحط الرجال کے زمانے میں جبکہ فی سبیل اللہ جہاد کرنے والے مرد ہی بہت کم ہیں۔ بیچاری عورتوں سے جو گھر کی چار دیواری میں مقید اور طرح طرح کی مجبوریوں میں مبتلا ہیں۔ اور پھر ان کو تعلیم کا موقعہ بھی کم میسر ہے کوئی توقع کرنی فضول معلوم ہوتی ہے۔ مگر جب میں دیکھتی ہوں۔ کہ جماعت احمدیہ کا بیشتر حصہ اشاعت اسلام کے لئے جد وجہد میں مصروف ہے۔ تو بے اختیار دل چاہتا ہے کہ کسی طرح کچھ بی بیاں بھی نکلیں۔ جو مردوں کے پہلو بہ پہلو کام کر کے ان کی معاون بنیں۔ مگر ساتھ ہی جب اپنی بہنوں کی حالت جمود پر نظر پڑتی ہے۔ تو منہ سے آہ نکل جاتی ہے۔ اور امید کا ٹمٹماتا ہوا دیا بجھ جاتا ہے۔ بارہا غور کیا کہ اس کی کیا وجہ ہے۔ کہ ہمارے معزز بھائی تو خدا کے فضل سے سرتوڑ جد وجہد میں مبتلا ہیں۔ ان کو دن رات یہی جنون ہے۔ کہ کسی طرح اسلام کا بول بالا ہو۔ مگر جب آپ ان کے گھروں میں جا کر دیکھیں۔ تو حیرت ہوتی ہے کہ کیا یہ انہی پرجوش احمدیوں کے گھر ہیں کیا یہ انہی خادمان دین ملت کی بیوی بیٹیاں ہیں جنہیں سوائے دنیاوی دھندوں کے کوئی اور ہوش ہی نہیں ہے۔ گستاخی معاف میرے الفاظ کسی قدر سخت ہو گئے ہیں۔ لیکن میں نہایت ہی افسوس سے یہ لکھنے پر مجبور ہوں۔ کہ اس میں ذرا بھی مبالغہ نہیں مثل مشہور ہے چراغ تلے اندھیرا۔ میرے وہ پرجوش بھائی جنہوں نے طرح طرح کی جانی و مالی قربانیاں کر کے اور بڑے بڑے مصائب سہہ کر خدمت دین کا بیڑا اٹھایا ہے۔ خدارا وہ اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر دیکھیں۔ اور غور کریں۔ کہ انہوں نے اپنی عورتوں کے لئے کیا کچھ کیا ہے۔ میں جانتی ہوں کہ انہوں نے اپنی بیویوں کے لئے عالیشان مکان بنوائے ہیں۔ مجھے علم ہے کہ وہ ان کے لئے عمدہ لباس و غذا مہیا کرتے ہیں۔ میں نے یہ بھی مانا کہ وہ ان کے آرام کے لئے ہر وقت کوشاں ہیں۔ مگر میں یہ جاننا چاہتی ہوں۔ کہ انہوں نے ان کی روحانی پرورش کا کیا انتظام کیا ہے۔ اور ان کی دینی تعلیم و تربیت کے لئے کتنی تگ و دو کی ہے۔ صرف قرآن مجید کو بابا کے طوطے کی طرح رٹ لینا یا بہت ہوا تو نماز پڑھ لی۔ یہی صرف دینی تعلیم نہیں ہے بلکہ ضرورت ہے کہ ہماری بہنیں شعار اسلام سے پوری طرح واقف ہوں احمدیت کو خوب سمجھتی ہوں۔ ان کے گھروں میں دین کا چرچا ہو۔ ان کی تقریبات سے اسلامی شان نمایاں ہو۔ اور وہ خدمت دین میں مردوں کی معاون اور سچی غمگسار ہوں۔

اس وقت میری مخاطب میری بہنیں نہیں ہیں۔ بلکہ میں نہایت ادب سے اپنے محترم بھائیوں کی خدمت میں التماس کرتی ہوں۔ کہ وہ میری اس درد دل سے لکھی ہوئی تحریر کو غور سے پڑھیں اور پڑھتے ہی فراموش نہ کر دیں۔ کیونکہ ہماری پستی اب اس حد تک پہنچ چکی ہے۔ کہ ہم کو اس کا احساس بھی باقی نہیں رہا۔ اس لئے جب تک وہ ہماری مدد نہ کریں گے۔ ہمیں سہارا نہ دیں گے ہم ہرگز اپنے پاؤں پر کھڑی نہیں ہو سکتیں۔ مجھے نہایت قلق ہوتا ہے۔ جب دیکھتی ہوں۔ کہ ہمارے احمدی گھروں میں اندھیرا پڑا ہے۔ الا ماشاء اللہ جب عورتوں کا یہ حال ہے تو اولاد کا خدا حافظ۔ صرف یہ فرض کر لینا کہ وہ ہمارے گھر والے سب احمدی ہیں۔ کافی نہیں بلکہ آپ کو واجب ہے۔ کہ واقعی طور پر اپنے گھروں میں احمدیت پھیلائیں۔ اپنی بیویوں کو اپنا ہمخیال بنائیں۔ یہ تو نہ ہو کہ میاں تو باہر اس فکر میں غلطاں و پیچاں ہوں۔ کہ کس کس طرح اشاعت سلسلہ بڑھے۔ اور بیوی اندر بیٹھی جھینک رہی ہیں۔ کہ اس احمدی ہونے کی وجہ سے فلاں کام بگڑ گیا۔ رسم و رسومات میں پہلی سی آزادی نہ رہی۔ لوگوں میں انگشت نمائی ہوتی ہے۔ غرضیکہ احمدیت نے ناک میں دم کر دیا ہے۔ تو خیال فرمائیے۔ کہ ایسے حالات میں پرورش پا کر آپ کی اولاد کیسے کی احمدی بنے گی۔ جب محمودی کہتے ہیں کہ لاہوریوں کی اولاد دین سے بے بہرہ ہے۔ تو آپ جوش سے بھر جاتے ہیں۔ کاش یہ غیرت

... اور ... ان کے علاج کی فکر کریں۔ اگر نہیں آپ چاہتے ہیں۔ کہ اس سے بے خبر رہیں۔ اور اس خیال میں مگن کہ او تو یہ بیٹے ہیں۔ ہمارے گھروں میں تو احمدیت رچی ہوئی ہے۔ آہ اس مریض کی حالت کس قدر قابل رحم ہے۔ جو اپنے مرض کو مرض نہیں سمجھتا۔ اور اگر کوئی بیمار کہے تو ناراض ہو جاتا ہے۔ بقول حالی مرحوم ؎

کسی نے یہ بقراط سے جا کے پوچھا
مرض تیرے نزدیک مہلک ہیں کیا کیا
کہا دکھ جہاں میں نہیں کوئی ایسا
کہ جس کی ہو دوا حق نے نہ پیدا
مگر وہ مرض جس کو آسان سمجھیں
کہے جو طبیب اس کو ہذیان سمجھیں

پیارے معزز بھائیو۔ کیا آپ اپنی عورتوں کو اس قدر کم فہم سمجھتے ہیں۔ کہ وہ سوائے آٹے دال کے بھاؤ کے اور کچھ نہیں سمجھ سکتیں یا یہ پسند ہے کہ یہ بے بس ہستیاں سوائے دنیاوی جھگڑوں کے اور کسی قابل نہ ہوں۔ اگر نہیں تو کیا وجہ ہے کہ آپ ان سے خانہ داری اور رشتہ برادری کے قصے قضیئے تو کرتے ہیں۔ مگر کبھی ان سے کوئی علمی و دینی بات نہ کی۔ جو کتابی تعلیموں سے بڑھ کر زبانی تعلیم ہے آپ جلسوں میں شامل ہوتے ہیں۔ درس سنتے ہیں۔ اعلیٰ کتابیں پڑھتے ہیں۔ تو کیا حرج ہے۔ اگر کبھی کبھی ان بے خبر ہستیوں کو بھی کچھ سنا دیا کریں۔ الرجال قوامون علی النساء (مرد عورتوں کے سر دھرے ہیں) آپ کا فرض ہے۔ کہ اپنی بیویوں کے لئے بیٹیوں کے لئے قرآن کریم با ترجمہ اور حدیث پڑھنے کا انتظام کریں۔ حضرت مسیح موعودؑ کی کتب پڑھنے کو دیں۔ اور وقتاً فوقتاً ان سے ایسے سوالات کرتے رہیں کہ معلوم ہو جائے۔ کہ جو کچھ انہوں نے پڑھا ہے۔ سمجھا بھی ہے اگر غلطی کریں تو مفصل طور پر سمجھائیں۔ اور بتائیں کہ مسیح موعودؑ کے آنے کی کیا غرض تھی۔ اس کا ساتھ دینا کس قدر ضروری ہے۔ اور اب ہمارا کیا فرض ہے۔ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں جو روزمرہ معمولی باتوں باتوں میں ذہن نشین ہو سکتی ہیں۔ یہ بھی چاہیئے کہ ان کو سلسلہ کے متعلق جو لٹریچر شائع ہوتا ہے۔ وہ پڑھنے کو دیں اور زبانی بھی سمجھائیں کہ معلومات بڑھانے کا یہ بہترین ذریعہ ہے۔

دو سال کا عرصہ ہوا جب فتنہ ارتداد شروع ہوا۔ تو میں نے ایک مضمون پیغام صلح میں لکھا۔ چند دن بعد اپنی ایک معزز بہن سے جو تہذیب النسواں شوق سے پڑھتی ہیں۔ پوچھا کہ پیغام صلح میں جو مضمون چھپا ہے۔ وہ آپ نے بھی پڑھا ہے تو انہوں نے منہ بنا کر جواب دیا۔ کہ ہم نے تو کبھی پیغام صلح کی شکل بھی نہیں دیکھی۔ بابو ... صاحب کے پاس آتا ہوگا۔

کس قدر افسوس کی بات ہے۔ کہ آپ کے گھروں میں اور رسالے اخبار تو آئیں۔ ناول داخل ہو سکیں مگر نہیں بار پا سکتا تو ہمارا واحد قومی آرگن "پیغام صلح"!

اب سوال یہ ہے کہ یہ نقص ہو کس کا ہے۔ آپ تمام دنیا میں احمدیت کا ڈنکا بجانے کو تیار مگر اپنے گھروں سے قطعاً غافل۔ افسوس کا مقام ہے۔ کہ وہ طبقہ جو دین کے لئے بڑی بڑی قربانیاں کرے۔ اس کے نصف حصہ کا مطمح نظر صرف اچھا کپڑا پہننا یا زیور بنوانا ہو۔ اور ہانڈی چولہے سے اس قدر فرصت ہی نہ ملے۔ کہ دین کی طرف متوجہ ہوں۔ متمول بی بیاں جن کے ہاں خدا کے فضل سے نوکر چاکر موجود ہیں۔ ان کا بھی یہی حال ہے۔ تو یہ نقص نہیں دور ہو سکتا۔ جب تک آپ توجہ نہ کریں گے۔ اور آپ کی ادنےٰ توجہ انشاء اللہ بیڑا پار کر سکتی ہے۔ اور یقیناً آپ کو بے حد راحت ملے گی۔ جب آپ دیکھیں گے کہ آپ کی آئندہ نسل بھی آپ کی طرح نشۂ دین سے سرشار ہے۔ سو کیوں آپ ایک ذرا سی غفلت سے اپنے آپ کو اس مسرت بے پایاں سے محروم کر رہے ہیں۔

صبح کا بھولا اگر شام کو گھر آ جائے۔ تو اس کو بھولا نہیں کہتے۔ خدارا اٹھیے اور اپنے اس خوشگوار فرض کی ادائیگی کی فکر کیجئے۔ تاکہ آپ کے بچے اپنی ماؤں کی چھاتیوں سے اسلامی جوش سے فلٹر شدہ دودھ پئیں۔ اور آپ کا گھر زبان حال سے پکارے۔ کہ یہ ایک اسلامی مجاہد کا مسکن ہے۔ اب میں آپ کی توجہ چند باتوں کی طرف مبذول کرانا چاہتی ہوں۔ وہ یہ ہیں۔

(۱) آپ دیکھیں کہ کیا آپ کی بیوی بیٹی اور بہو سب احمدی یعنی بیعت شدہ ہیں۔ اور اگر نہیں تو کیوں؟ فرداً فرداً بیعت کرنا ضروری ہے۔ اس معنے لبید ہے فرض کا احساس نہیں ہوتا۔

(۲) کیا آپ کی بیوی بیٹی وغیرہ (بلا لحاظ قید عمر) قرآن یا ترجمہ پڑھ سکتی ہیں۔ اگر نہیں تو کیا وجہ ہے؟ اور اب تک آپ نے اس بارے میں کس قدر کوشش کی ہے۔ جب آپ ان کے دنیاوی چارہ کار ہیں۔ تو اس کا انتظام بھی کرنا چاہیئے اور کر سکتے ہیں۔ یہ کہنا کہ بڈھے طوطے اب کیا پڑھیں گے۔ ٹھیک نہیں۔ میں نے بوڑھی بوڑھی عورتوں کو پڑھتے یاد کرتے اور کامیاب ہوتے دیکھا ہے۔ اس کے بعد احادیث کو رکھ لیجئے۔

(۳) حضرت مسیح علیہ السلام کی کتب کتنی آپ کے گھر میں موجود ہیں اور پڑھی جا چکی ہیں۔ اگر نہیں تو اس کا انتظام کیجئے۔ اور وقتاً فوقتاً خود نگرانی کریں۔

(۴) سلسلہ کے متعلق لٹریچر باقاعدہ آپ کے گھر میں جانا چاہیئے خصوصاً پیغام صلح اور آپ کبھی کبھی اس کے مضمونوں پر بات چیت کرتے رہیں۔ تاکہ آپ کو یہ علم بھی رہے۔ کہ یہ سب پڑھا جاتا ہے صرف آگ جلانے کے کام ہی نہیں آتا۔

(۵) سلسلہ کی تحریکوں میں فرداً فرداً حصہ لینا چاہیئے۔ اس میں ننھے ننھے بچوں کو بھی شامل کرنا چاہیئے۔ تاکہ ان کو بچپن ہی سے خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی عادت پڑے۔ اور عورتوں کو بھی سکھائیں۔ کہ وہ تقریبات پر فضول رسم و رسومات سے روپیہ بچا کر خدا کی راہ میں خرچ کریں۔ اور ایسی باتوں پر اپنی خوشی ظاہر کریں۔

(۶) آپ کی بیویوں بیٹیوں کو اول تو باقاعدہ اور اگر نہ ہو سکے، تو کبھی کبھی ہی سہی۔ جمعہ کی نماز میں شامل ہونا اور خطبہ غور و توجہ سے سننا چاہیئے۔ یہ چند ابتدائی باتیں ہیں۔ جو میں نے آپ کے گوش گذار کی ہیں۔ ممکن ہے پہلے کچھ دقت محسوس ہو مگر ایک ذرا سی توجہ و ہمت شاندار نتائج پیدا کر سکتی ہے۔ آپ کے تاریک گھر منور ہو جائیں گے۔ آپ کی بیویاں، زیور علم سے آراستہ و پیراستہ ہو کر آپ کی ممد و معاون بن جائیں گی۔ اور آپ کے بچے اپنے گھروں میں وہ کچھ سیکھ سکیں گے۔ جو آپ کتابیں رٹوا کر نہیں سکھا سکتے۔

چاہیئے کہ یہ چرچا تمام جماعت میں ہو۔ مگر لاہور کے محترم بھائی خصوصیت سے متوجہ ہو کر عند اللہ ماجور ہوں۔

آخر میں اپنے بزرگ بھائیوں کی خدمت میں التجا ہے کہ وہ مضمون کی لغزشوں کو نظر انداز کر کے لکھنے والی کی غرض کو پیش نظر رکھیں۔ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے۔ کہ وہ آپ کو اسی ضروری فرض کی ادائیگی کی توفیق بخشے۔ آمین۔

خاکسار۔ م۔ ن۔ از لاہور۔

قابل توجہ احباب

(۱) جہاں جہاں انجمن کی شاخیں قائم ہیں۔ وہاں کے سکرٹری اور محاسب صاحبان زکوٰۃ کی وصولی کی طرف خاص طور پر توجہ فرماویں اور ہر ایک صاحب نصاب سے اس کی وصولی فرماویں اور رقوم وصول شدہ چندہ ماہوار کے ہمراہ بھجوا دیں۔

(۲) ہر مہینے کا چندہ دوسرے مہینے کے پہلے ہفتہ میں فراہم کر لیا کریں۔ جو کہ پندرھویں تاریخ تک یہاں پہنچ جانا چاہیئے۔ کیونکہ خطوط یاددہانی پر بہت سا خرچ کرنا پڑتا ہے۔ سب احباب اگر اس کا خیال رکھ لیں۔ تو انجمن کا بہت سا خرچ بچ جاتا ہے۔

(۳) جہاں جہاں انجمنیں نہیں ہیں۔ وہاں کے احباب فرداً فرداً ہر دو امور مندرجہ بالا کی طرف توجہ فرماویں۔

(۴) بہت سے احباب نے اس وقت تک برلن مسجد کی کاپیوں کا روپیہ فراہم کر کے نہیں بھجوایا۔ اور جنہوں نے بھیجا ہے وہ بھی کم ہے۔ اس لئے التماس ہے کہ اس کی طرف خاص توجہ فرماویں۔ وعدوں کے مطابق اخیر مارچ تک ہمیں اس کی وصولی کی امید تھی۔ مسجد کا کام چونکہ اختتام پر آ گیا ہے۔ اس لئے ہر قسم کے بلوں کی رقوم اب ادا کرنی ہیں۔

(۵) جرمن مشن کے لئے جن جن احباب نے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر وعدے فرمائے تھے۔ انہیں معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ اس مشن کے اخراجات انجمن کو ماہوار ادا کرنے پڑتے ہیں۔ اور انہیں کے وعدے اس مشن کی آمدنی ہے۔ اس لئے یا تو وہ ماہوار یا ششماہی حصہ اپنی امداد کا بھیج دیا کریں۔ اور یا نصف شروع سال میں اور نصف ۶ ماہ گزرنے کے بعد ادا فرمایا کریں۔ تاکہ انجمن کو سہولت رہے۔ اور جن احباب نے جلسہ پر اس میں کوئی حصہ نہ لیا تھا۔ اور انہیں علیحدہ اس میں شمولیت کے لئے دفتر سے لکھا گیا۔ انہیں اس کے جواب کی طرف توجہ فرمانی چاہیئے۔ ان کے لئے یہ وقت قربانی اور ایثار کا ہے۔ جس کے بغیر کوئی نمایاں کام ہم نہیں کر سکتے۔

خاکسار
ظہور احمد۔ جائنٹ سیکرٹری

عریضہ نیاز

بخدمت جناب مولٰینا ظفر علی خاں صاحب مالک زمیندار

مکرمی جناب مولانا صاحب السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔

قتل مرتد کے متعلق روزنامہ زمیندار میں آپ کے بہ اعضا مین میری نظر سے گذر چکے ہیں۔ آپ نے جس شرح و بسط کے ساتھ اس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے۔ اس سے میری معلومات میں بہت اضافہ ہوا ہے۔ اس کے لئے میرا دلی شکریہ قبول کیجئے۔ اب میں جناب کی خدمت میں یہ التماس کرتا ہوں۔ کہ جس شرح و بسط کے ساتھ آپ نے قتل مرتد کے مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے۔ اسی شرح و بسط کے ساتھ آپ مفصلہ ذیل سوالات پر روشنی ڈالیں۔

اول۔ خداوند کریم نے اپنا کلام پاک میں کفر و اسلام یا ایمان و ارتداد کی کیا تعریف فرمائی ہے؟

دوم۔ وہ کونسے شعائر اللہ یا حدود اللہ ہیں جن کو توڑنے سے کوئی شخص من کل الوجوہ دائرہ اسلام سے خارج یا کافر و مرتد ہو جاتا ہے؟

سوم۔ آیا احمدیوں نے ان جملہ شعائر اللہ یا حدود اللہ کو جو کسی شخص کے مسلمان ہونے کی علامت ہو سکتے ہیں۔ من کل الوجوہ خیرباد کہہ دیا ہے۔ یا ابھی تک ان میں ان شعائر اللہ یا حدود اللہ کی کوئی ایسی رمق باقی ہے۔ جس سے وہ مسلمان کہلائے جانے کا استحقاق رکھتے ہوں؟

چہارم۔ اگر ان میں اسلام کی ایک بھی نشانی موجود نہ ہوتے بھی موجودہ صورت میں جبکہ دنیا کے ہر ایک نظام حکومت میں جملہ ملکی مسائل کا حل کثرت رائے کی بنا پر کیا جا رہا ہو کسی ملک میں مسلمانوں کے مقابلہ پر غیر مسلمانوں کی کثرت رائے کا غلبہ توڑ کر مسلمانوں کو کامیاب بنانے کے لئے احمدیوں کی آراء کا مسلمانوں یا غیر مسلمانوں میں سے کس کے حق میں شمار کیا جانا مسلمانوں کے لئے مفید یا مضر ہو سکتا ہے؟

مجھے امید ہے کہ آپ مذکورہ بالا جملہ سوالات کا جواب "زمیندار" کے کالموں میں شائع فرما کر مجھے اور دیگر مسلمانوں کو مرہون منت فرمائیں گے۔ میں یہ استدعا اس لئے کرتا ہوں۔ کیونکہ میں نے اپنے رسالہ "صحیفہ" میں احمدیوں کو مومن و مسلم اور ان کے قتل کو قتل مرتد نہیں بلکہ قتل عمد مومن لکھا تھا۔ آپ کے مضامین کو

پیغام صلح لاہور ۔ ۵ اپریل ۱۹۳۴ء

مسلم ہائی سکول لاہور

ہیڈ ماسٹر صاحب مسلم ہائی سکول لاہور مطلع فرماتے ہیں کہ سالانہ امتحانات کے نتائج نکلنے کے بعد یکم اپریل سے سکول کھل گیا ہے۔ نئے سال کی پڑھائی شروع ہے جن احباب نے اپنے بچے داخل ہونے کے لئے ابھی نہیں بھیجے۔ وہ بہت جلد بھیج دیں۔ تاکہ ان کی تعلیم کا حرج نہ ہو۔

شریعت اسلام اور سنگساری

مولانا محمد صفدر اور خواجہ کمال الدین کے خیالات

ینگ انڈیا کی تازہ اشاعت میں مہاتما گاندھی نے مولوی ظفر علی خاں کے جواب میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے ان کو گذشتہ اشاعت میں نقل کیا جا چکا ہے۔ اسی مضمون میں مہاتما جی نے آغا محمد صفدر اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے خطوط بھی درج کئے ہیں۔ جو انہوں نے اس مسئلہ کے متعلق مہاتما جی کی خدمت میں لکھے ذیل میں ان ہر دو بزرگواروں کے خطوط کا ترجمہ ہدیہ قارئین کرام ہے:۔

مولانا محمد صفدر کے خیالات

مولانا محمد صفدر سیالکوٹ سے لکھتے ہیں۔ میں نے آپ کا نوٹ سنگساری کے موضوع پر ۲۶ فروری کے ینگ انڈیا میں پڑھا ہے اور نیز اس کا جواب جو مولانا ظفر علی خان نے دیا ہے اور زمیندار کی ۱۴ مارچ کی اشاعت میں چھپا ہے وہ بھی پڑھا ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ کسی قسم کا جھگڑا اغلاط فہمیوں کی طرف رہنمائی کرے اور اسلئے امر متنازعہ فیہ فی الفور صاف کیا جانا چاہئے۔ جیسا کہ آپ نے بیان کیا ہے قرآن شریف میں رجم کی سزا یعنی پتھر مار مار کر مار دینے کی سزا کا حکم نہیں ہے۔ لفظ رجم کا ذکر فقط دو مرتبہ قرآن میں آیا ہے۔ پہلے تو سورۂ ہود میں جہاں مدینہ کے لوگ اپنے پیغمبر سے کہتے ہیں۔ "اور شعیب جو کچھ آپ کہتے ہیں اسکو بہت کچھ نہیں سمجھتے۔ اور یقیناً ہم آپ کو اپنے درمیان بہت کمزور دیکھتے ہیں اور اگر یہ آپ کے لئے نہ ہوتا ہم یقیناً سنگسار کرتے اور آپ ہمارے مقابلہ میں طاقت ور نہیں ہیں۔" (سورہ ۱۱ کی آیت ۹۱ صفحہ ۴۸۰ ایم محمد علی کا ترجمہ) دوسرے سورۂ کہف میں جہاں غار میں رہنے والوں میں سے ایک شخص بازار میں خوراک خریدنے کے لئے ایک ایسے سکے کے ساتھ جاتا ہے جو سینکڑوں سال کا پرانا ہے اور سامان خورد و نوش فروخت کرنے والے شخص کی طرف سے اسکو کہا جاتا ہے "یقیناً اگر وہ (حکومت) تم کو پکڑے وہ تمکو سنگسار کر دے یا اپنے مذہب میں جبراً واپس لے وغیرہ" (سورہ کہف آیت ۲۰ صفحہ ۵۹۱ ایم محمد علی کا ترجمہ) یہ ظاہر کریگا کہ لفظ رجم کا ذکر صرف قدیم تاریخ کے حوالہ جات کے سلسلہ میں کیا گیا ہے اور قرآن شریف کی طرف سے اس کا بطور سزا کے حکم نہیں ہے۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ موجودہ انسانی اخلاق اس وحشیانہ سزا کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ یہ کہ آپ کسی طرح بھی قرآن کی تعلیم کی مخالفت نہیں کرتے اور مسلمانوں کے احساسات کو زخمی نہیں کرتے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ مولانا ظفر علی خان رجم کو اسلامی شریعت قرار دینے میں حق بجانب نہیں ہیں۔ قرآن اس کی تائید نہیں کرتا اور اسبارہ میں اختلاف رائے ہے کہ اسکو بجز کے مسلم اسپیر کیا سمجھتے اور کیا قرار دیتے ہیں۔ ہمارے پاس اسبات کی سچائی کو پرکھنے کے لئے یہی ایک معیار مرکزی ہے جو کچھ ہمارے رسول سے بطور روایات منسوب کیا جا چکا ہے۔

خواجہ کمال الدین کے خیالات

خواجہ کمال الدین ہیڈ مسلم مشنری لکھتے ہیں کہ قرآن ارتداد کے لئے کوئی سزا تجویز نہیں کرتا ہے۔ کلام مجید مذہب کے معاملہ میں ضمیر کی پوری آزادی کی تلقین کرتا ہے اور اس پہلو میں ہر قسم کے جبر کی مخالفت کرتا ہے۔ میں نے اپنے دفتر لاہور کو ہدایت کی ہے کہ وہ آپ کو میری کتاب India in the Balance بھیجے جو میں نے ۱۹۲۲ء میں تصنیف لکھی اس میں آپ ایک باب اس موضوع پر بطور تتمہ کے پائینگے۔

بقیہ صفحہ ۴ کالم ۳

پڑھ کر بعض احباب نے مجھ سے درخواست کی ہے۔ کہ میں اجوبہ کے متعلق اپنے مذکورہ بالا عقیدہ سے رجوع کروں۔ مجھے ایسا کرنے میں کوئی عذر نہیں ہوگا بشرطیکہ مجھے میرے مذکورہ بالا سوالات کا تسلی بخش جواب مل جائے۔ میں نے اپنے اس عریضہ نیاز کی ایک ایک کاپی ہمدرد دہلی، پیغام صلح لاہور، تنظیم امرتسر اور الفضل قادیان کو بھی اشاعت کے لئے بھیجی ہے۔ اطلاعاً گذارش ہے۔

نیاز کیش، غازی محمود دھرمپال، ایڈیٹر "حنیف" لدھیانہ

سے آپ نے قرآن شریف پڑھا ہے لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ آپ نے یہ کہنے میں غلطی کی ہے کہ قرآن میں رجم کی سزا ہے۔ کیا آپ براہ مہربانی آیت کا حوالہ دیں گے جب آپ پھر اس مضمون پر لکھیں۔ میں کلام مجید میں کوئی اس قسم کی سزا نہیں دیکھتا۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہت سی حالتوں پر ارتداد کے دو واقعات ہوئے لیکن کسی کو عملی طور پر اس کے لئے اس قسم کی سزا نہیں دی گئی۔ کوئی حدیث یا روایت قرآن شریف کی سند کو چھین نہیں سکتی۔

رسول پاک نے فرمایا تم بہت سی باتیں سنو گے جو مجھ سے منسوب کی جائینگی اگر وہ قرآن و شریعت کے مطابق ہوں تب وہ میری ہیں اور اگر وہ قرآن کے مطابق نہیں ہیں وہ میری نہیں ہیں۔

قابل توجہ زمیندار

دیوبندی مُلّانا اور ڈاکٹر منگانا ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں

زمیندار مورخہ ۴ اپریل میں "ڈاکٹر منگانا کی ہرزہ سرائی" کے عنوان سے ایک نوٹ ایڈیٹوریل کالم میں شائع ہوا ہے جس میں ڈاکٹر منگانا کو قرآن مجید کے محرف و مبدل کرنے کی ناکام کوشش پر مورد ملامت و تعریض ٹھہرایا ہے۔ اور بجا طور پر تحدی کی گئی ہے کہ:۔

"دنیا بھر کی آسمانی کتابوں میں صرف قرآن مجید ہی کا یہ دعوی ہے کہ اس کا ایک ایک نقطہ محفوظ ہے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے آجتک کروڑوں مسلمانوں نے اسکو حفظ کیا۔ اور آج بھی برابر کر رہے ہیں۔ شروع سے لیکر آجتک کہیں ایک زیر زبر کا بھی فرق نہیں آیا۔ ڈاکٹر منگانا اور اسکے تمام ہم مشرب قیامت تک پرانے کتب خانوں کی خاک چھانتے پھریں لیکن قرآن مجید کو محرف و مبدل ثابت نہیں کر سکتے۔"

ہمیں ایڈیٹر صاحب "زمیندار" کے مندرجہ بالا بیان سے کلی اتفاق ہے اور ہر ایک مسلمان جو قرآن مجید کو کلام الٰہی مانتا ہے یہی عقیدہ رکھے گا۔ مگر رونا تو اس امر کا ہے۔

ع اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

ایڈیٹر صاحب "زمیندار" کی بالغ نظر منگانا کے اعتراض پر تو جا پڑی لیکن اپنے گھر کی خبر نہیں کہ قتل مرتد کی بحث کے دوران میں مولوی مبارک شاہ صاحب مدرس اور دیگر علماء دیوبند نے جنکی مدح سرائی میں "زمیندار" رطب اللسان ہے۔ ڈاکٹر منگانا کے بھی کان کتر ڈالے ہیں۔ جو گل انہوں نے کھلایا وہ ڈاکٹر منگانا کے باپ کو بھی نہ سوجھا ہوگا۔ ڈاکٹر منگانا تو کوئی آیت اپنے دعوی کو ثبوت میں پیش نہیں کر سکا۔ جس کی تصریح اسی نوٹ میں موجود ہے لیکن چشم بد دور ہمارے دیوبندی عقل و علم کے پتلے عمل و فضل کے پتلے۔ شریعت آگاہ حقیقت پناہ مبارک شاہ نے ایک بولتی ہوئی آیت الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما۔ پیش کر دی۔ اسکی نسبت ان کا ایمان ہے کہ یہ آیت اگرچہ مرفوع التلاوت ہے مگر ہے واجب العمل اور اسی مرفوع التلاوت مگر واجب العمل آیت سے نعمت اللہ خان کی سنگساری پر استدلال کیا ہے۔ دیکھو اخبار "سیاست" نمبر ۲۲۲ مورخہ ۹ اکتوبر ۱۹۲۴ء اور "زمیندار" مورخہ ۱۱۔ اکتوبر ۱۹۲۴ء نمبر ۲۲۲۔

دوستوں سے ہم نے وہ صدمے اٹھائے جان پر
دشمنوں کی دشمنی کا رب گلہ جاتا رہا

اور نہ صرف یہی ایک آیت بلکہ بیان کیا جاتا ہے کہ کئی ایک آیات موجودہ قرآن مجید سے باہر رہ گئی ہیں جیسا کہ غازی محمود نے اپنے رسالہ "حنیف" بابت ماہ نومبر ۱۹۲۴ء میں لکھا ہے۔

"میں نے ایک دیوبندی سے لدھیانہ میں جن کئیں معزز مسلمانوں سے یہ سوال کیا کہ وہ آیا اس بات کے قائل ہیں کہ قرآن مجید میں کوئی آیت یا بہت سی آیات مرفوع التلاوت یا گم ہو گئی ہیں۔ یا درج ہونے سے رہ گئی ہیں۔ میں نہایت افسوس کے ساتھ اسبات کا اظہار کرتا ہوں کہ میرے مذکورہ بالا سوال کا جواب اس دیوبندی نے اثبات میں دیا۔ میں نے مسلمانوں کے مجمع کو مخاطب کیا کہ تم سن رہے ہو دیوبندیوں کا کیا عقیدہ ہے اس پر اس دیوبندی نے ایک بار نہیں کئی بار اس مجمع کے سامنے اعلان کیا کہ ہاں الشیخ والشیخۃ ہی نہیں کہ قرآن مجید میں ایک نہیں بلکہ بہت سی آیات درج ہونے سے رہ گئی ہیں جس نے مسلمانوں کے مجمع کو اس پر گواہ ٹھہرایا۔"

مزید براں مولوی محمد شفیع معین المدرسین دیوبند اپنے پمفلٹ "فتنہ مرزائیہ کا ایک تازہ کرشمہ" مورخہ ۱۱ جمادی الثانیہ میں اسطرح ہمطراز ہیں:۔

"باتفاق امت نسخ کی تینوں قسمیں قرآن عزیز میں جاری ہوئی ہیں۔

اول۔ تلاوت اور حکم دونوں کا منسوخ ہونا۔

دوم۔ صرف حکم کا منسوخ ہونا اور تلاوت باقی رہنا

سوم۔ صرف تلاوت کا منسوخ ہونا اور حکم کا باقی رہنا"

مندرجہ بالا سطور کسی مزید تشریح و توضیح کے محتاج نہیں قرآن مجید کے متعلق ڈاکٹر منگانا اور حضرات دیوبند کے معتقدات میں سر مو تفاوت نہیں بلکہ دیوبندیوں کا قدم ڈاکٹر منگانا سے بہت آگے ہے۔ کیا اس قطع و برید کے بعد قرآن مجید کی کوئی حیثیت باقی رہ جاتی ہے۔ اور اس کی حفاظت کا وہ وعدہ جو قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے قائم رہ سکتا ہے۔

اب قابل توجہ امر یہ ہے کہ "زمیندار" ڈاکٹر منگانا (جو ایک عیسائی ہے) کے بیان پر تو اسقدر برہم ہو کہ خدا کی پناہ لیکن یہی بات جب دیوبندیوں کے قلم اور زبان سے نکلتی ہے تو اسلام جوش اور آتش کریم سمجھ کر غٹ غٹ پی جاتا ہے اور اسکو اپنے اخبار میں درج کر کے عین شریعت اسلام قرار دیتا ہے۔

اور حضرت "سیاست" ہیں کہ دیوبندیوں کے مضمون کو دھڑا دھڑ درج کرتے چلے جاتے ہیں اور اعلائے کلمۃ الحق کے موقعہ پر ان کی زبان بند ہو جاتی ہے۔

کیا ہم امید کر سکتے ہیں کہ "زمیندار" اسپر کوئی مزید روشنی ڈال کر دونوں میں مابہ الامتیاز قائم کرے گا۔ والسلام

بندۂ درگاہ زیرک شاہ از لاہور مورخہ ۳ اپریل ۱۹۲۵ء

زیورات طلائی قابل فروخت

برلن مسجد کے میناروں کے لئے جو زیورات خواتین سلسلہ کی طرف سے موصول ہوئے تھے ان میں سے ایک حصہ فروخت کر دیا گیا ہے جس کی فہرست معہ قیمت کے کسی دوسرے پرچہ میں شائع کی جائیگی۔ ان کے علاوہ حسب ذیل زیورات تاحال فروخت نہیں کئے گئے اور نہ سردست بازار میں ان کے فروخت کرنے کا خیال ہے۔ اگر کوئی صاحب اپنے گھر کی ضروریات کے لئے کوئی زیور خریدنا چاہیں تو وہ دیکھ کر یا بذریعہ خط و کتابت خریدنے کا انتظام فرما سکتے ہیں۔ جس سے ان کو بھی فائدہ رہیگا۔ اور انجمن کو بھی نقصان نہ ہوگا۔ نام خرما و ہم ثواب۔

نمبر شمار	نام اشیا	وزن سونا: تولہ	ماشہ	رتی
۱	بند طلائی ایک جوڑی	۱۴	۱	۰
۲	ہار طلائی ایک عدد	۴	۸	۰
۳	سہارا طلائی	۲	۴	۰
۴	بالیاں طلائی دو عدد	—	۹	۰
۵	چوڑی طلائی ایک عدد	—	۱۱	۴
۶	بالیاں طلائی ۲ عدد	—	۱	۲
۷	چوڑیاں طلائی ایک جوڑی	۱	۱۰	۰
۸	چوڑیاں طلائی آٹھ عدد	۱۰	۸	۰
۹	ڈنڈیاں طلائی ایک جوڑی	—	۱۱	۱
۱۰	سہارا طلائی ایک عدد	۲	۴	۴
۱۱	تین نام طلائی معہ سہاگہ	۲	۹	۰

نمبر	تفصیل			
۱۲	ڈنڈیاں طلائی دو عدد	۱	۱	۲
۱۳	ڈنڈیاں طلائی دو عدد	۵	۱	۱
۱۴	بندی طلائی ایک عدد	۱	۱۱	۰
۱۵	جھمکی ڈنڈی طلائی ایک جوڑی	۰	۵	۳
۱۶	جھمکی ڈنڈی طلائی ایک جوڑی	۱	۳	۳
۱۷	تین بٹن سوز بجبری طلائی	۲	۶	۱
۱۸	بالیاں طلائی چار عدد	۲	۶	۲
۱۹	بالیاں طلائی ۴ عدد	۱	۵	۱
۲۰	ڈنڈیاں طلائی کلاں ۴ عدد	۲	۹	۲
۲۱	ڈنڈیاں طلائی خورد ۴ عدد	۰	۵	۱
۲۲	نام طلائی ایک عدد	۰	۱۱	۰۰
۲۳	بالیاں طلائی ۲ عدد	۰	۹	۱
۲۴	پھول طلائی ۴ عدد	۰	۶	۱۰
۲۵	چھلے طلائی ۲ عدد			
۲۶	انگشتریاں طلائی ۳ عدد			
۲۷	دو بالیاں بربل طلائی			
۲۸	بالیاں طلائی ۴ عدد			
۲۹	لاک طلائی ایک عدد			
۳۰	انگشتریاں طلائی ۱۲ عدد			

ظہور احمد
جائنٹ سکرٹری

مسلم ہائی سکول لاہور
اولڈ بائز ایسوسی ایشن

مکرم بندہ جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور۔
السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ ازراہ مہربانی مندرجہ ذیل سطور کو اپنے آئندہ نمبر میں شائع فرماکر مشکوری کا موقعہ دیں۔
مسلم ہائی سکول لاہور۔ اولڈ بائز ایسوسی ایشن کا آئندہ جلسہ بروز اتوار مورخہ ۵۔ اپریل کو بوقت ۷ بجے شام منعقد ہوگا۔ قواعد و ضوابط جو مجلس انتظامیہ میں پاس ہو چکے ہیں۔ عام بحث اور منظوری کے لئے پیش کئے جائیں گے۔ سکول کے تمام سابق طلبہ سے استدعا ہے کہ وقت مقررہ پر تشریف لائیں۔ افطاری کا انتظام سید غلام مصطفےٰ صاحب ہیڈ ماسٹر کی جانب سے ہوگا۔
جو اصحاب کسی مجبوری کی وجہ سے تشریف نہ لاسکیں۔ وہ مہربانی فرماکر اپنی تجاویز لکھ کر سیکرٹری کو بھیجدیں۔
نیازمند۔ چودھری محمد علی آنریری سیکرٹری

زمانہ قدیم کی عجیب و غریب گھڑیاں
دور وسطیٰ و ماضیہ کے انسانوں کی محیر العقول فہانت

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ قدیم سے ایسی گھڑیوں کی مانگ رہی ہے جو عجیب و غریب نوعیت کی ہوں۔ اور یہ مانگ سترھویں صدی میں خاص طور پر بہت زوروں پر تھی۔ اور جو مختلف گھڑیاں اسوقت ایجاد کی گئیں وہ ہمارے آباؤ اجداد کی عدیم النظیر قابلیت کی گواہی دیتی رہیں گی۔

انسانی زندگی کے مختلف دور دکھانیوالی گھڑیاں

مسٹرلیبرگ کے گرجا کی مشہور گھڑی میں ہر گھنٹہ کا چوتھا حصہ ایک نشان سے بجایا جاتا تھا جو انسانی زندگی کے کسی خاص دور کا مظہر ہوتا تھا۔ چنانچہ پہلا چوتھائی گھنٹہ بجانے والا ایک لڑکا تھا جس کے ہاتھ میں ایک سیب تھا۔ نصف گھنٹہ ایک نوجوان جو ہاتھ میں تیر پکڑے ہوئے تھا۔ تیسری چوتھائی ایک ادھوری عمر کا آدمی جو لکڑی کے بل چلتا تھا۔ اور آخری چوتھائی گھنٹہ ایک معمر آدمی بجاتا تھا جس کے ہاتھ میں بوڑھوں کا عصا سے امدادی دیا ہوا تھا۔ اور اس کے بعد سالم گھنٹہ بجانے والا خود موت کا نشان تھا

مگرمچھ والی گھڑی

ایک اور عجیب گھڑی ایسی تھی جو چھوٹی چھوٹی گولیوں کے ذریعہ سے چلتی تھی۔ یہ گولیاں ایک ہموار سطح پر لٹکی ہوئی تھیں اور انکو آخر کار نیچے کے بنے ہوئے سانپ جن کے اردگرد یہ گولیاں حرکت کرتی تھیں غائب کر دیتے تھے جس کے بعد انہیں پھر ایک پیچ کے ذریعہ سے باہر پھینک دیا جاتا تھا۔ اسی طرح ایک اور گھڑی کی ساخت یہ تھی کہ ایک پانی کی بھری ہوئی رکابی میں ایک مگرمچھ چکر لگاتا تھا۔ اور اسکی ایک سالم گردش ایک گھنٹہ کے برابر ہوتی تھی۔ اس کی رکابی کی ایک سطح ڈائل کا کام دیتی تھی۔

پیغمبروں کے جلوس

نہایت قدیم زمانہ کی گھڑیاں بھی دستیاب ہوئی ہیں جو پیغمبروں کے جلوس دکھاتی ہیں۔ ان کی ساخت سے صرف ان گھڑیوں کے موجدوں کی مذہبی اطاعت شعاری ہی نہیں بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ عجیب و غریب اشیا تیار کرنے کا ان پر ایک زبردست رجحان پایا جاتا تھا۔ اس سے بھی پرانے زمانہ کی گھڑیاں ملتی ہیں جو موجدوں کی قابلیت و ذہانت کا تو زبردست ثبوت ہیں مگر ظاہری نمائش کے لحاظ سے وہ ان کا مقابلہ نہیں کرسکتیں۔ ان میں سورج اور چاند اور مد و جزر کی حرکات ظاہر کی گئی ہیں

ایک گھڑی مقیاس الہوا کا کام دیتی ہے

بیان کیا جاتا ہے کہ جارج سوم نے ایک ایسی گھڑی ایجاد کی تھی جو روزانہ مقیاس الہوا کا اتار چڑھاؤ دکھاتی تھی۔ اس کے گھنٹوں کا نشان ایک پنسل درج کرتی تھی جو پارہ کی سطح پر آویزاں تھی۔ یہ پنسل ایک دائرہ کی شکل کے کارڈ پر جسے ۳۶۵ حصوں میں تقسیم کیا ہوا تھا چکدار لکیروں پر گھومتی تھی۔

تازہ برقی گھڑیاں

سو سال سے زیادہ عرصہ گذر چکا ہے جب پہلی دفعہ سرکاری گھڑیوں کے ڈائل چکدار بنانے کا طریقہ رائج ہوا۔ اور گلاسگو اس طریقہ کے اختیار کرنے والا سب سے پہلا شہر تھا۔ آجکل کی گھڑیوں میں یہ کام برقی مقناطیس سے لیا جاتا ہے۔ جو ہمارے لئے کوئی نئی بات نہیں ہے۔ اور برقی گھڑیاں تین سال تک چلتی ہیں حال ہی میں ایک نئی گھڑی تیار ہوئی ہے جس کے دس سال تک ٹھیک وقت دکھانے کی ضمانت دی جاتی ہے۔

یہودیوں کی یونیورسٹی کا افتتاح کرنے سے قبل لارڈ بالفور کا شاندار استقبال کیا گیا۔ اجتماع بہت عظیم الشان تھا اور تمام فلسطین کے پادری جمع تھے۔

"ٹائمز" کے نامہ نگار مقیم قسطنطنیہ کا بیان ہے کہ سرکاری اعلان کے مطابق موش وارطو کے گرد کا علاقہ باغیوں سے خالی کر دیا گیا ہے اطراف شرق سے ان کا سلسلہ مراسلات منقطع ہوگیا ہے۔ ساتھ ہی حکومت کی فوجیں ارغانہ پالو ہانی کی افواج میں پہنچ گئی ہیں اور باغیوں کو جوک سوپ کی طرف واپس بھگا رہی ہیں

تازہ خبریں

ایم۔ اے خان معتمد این ڈبلیو آر یونین راولپنڈی نے چیف کمشنر ریلوے دہلی "صدر ریلوے بورڈ" دہلی اور آنریبل سر چارلس انز دہلی کے نام حسب ذیل برقی پیغام روانہ کیا ہے "یونین کا مندوب ناتک چند جو راولپنڈی کی لوکو شاپ سے تعلق رکھتا ہے۔ غیر منصفانہ برطرف کر دیا گیا۔ احتجاج کرنے پر ۲۶ مارچ کو بارہ سو آدمی کام کرنے سے روک دیئے گئے۔ کیرج شاپ کے آدمیوں نے ہمدردی کے طور پر کام بند کر دیا ہے این ڈبلیو آر کے ملازمین شامل ہونے کو طیار ہیں۔ ایجنٹ نے گفت و شنید کرنے سے انکار کر دیا۔ عام ہڑتال کل تک ملتوی کر دی گئی ہے۔ تاکہ آپ مداخلت نہ کر سکیں۔

جولائی ۱۹۲۴ء کے فساد کے سلسلہ میں مسٹر بی ایل چند ملا اسپیشل مجسٹریٹ کی عدالت میں تین کہاروں کا مقدمہ پیش تھا جنہوں نے کوئیں پر ایک مسلمان لڑکے کو پیٹا تھا۔ اور اس سے فساد کی ابتدا ہوئی۔ ان کہاروں کو سات سات دن قید بامشقت اور بیس بیس روپیہ جرمانہ کی سزا دی گئی ہے۔ جرمانہ میں سے چالیس روپیہ وضع کرکے اس بچہ کو دے دئے جائیں گے۔

آج سے ڈنشا پیٹنٹ مل بند ہوا ہے نہ کہ مانک جی پیٹٹ مل "جس کی اطلاع دی گئی تھی حصہ داروں کے جلسے کی صدارت کرتے ہوئے سر ڈنشا پیٹنٹ نے کہا۔ سوتی پارچہ کی صنعت ضرور تباہ ہو جائیگی۔ تاوقتیکہ حکومت ہماری اعانت کرے۔ مجھے بہتر دور آنے کی توقع نہیں۔

حکومت بہار اوڑیسہ نے چند ماہروں کی ایک مجلس اس غرض سے مقرر کی ہے کہ وہ صوبہ میں مویشی کی پرورش کے متعلق تحقیقات کرے۔

لارڈ ریڈنگ کی لاش پنجشنبہ کو بمبئی سے روانہ ہوگئی۔ وہ "بلار ڈپیرا" میں آٹھ بجے صبح روانہ ہوگی اور فوجی جہاز "رسائی" پر رکھی جائے گی جو فی الفور روانہ ہو جائیگی۔

۳۱ مارچ کو ۱۹۶ بچے پیدا ہوئے اور ۱۸۱ اموات ہوئیں یکم اپریل کو ۱۷۲ بچے پیدا ہوئے اور ۱۰۱ اموات ہوئیں۔

"ٹائمز" کے نامہ نگار مقیم طنجہ کا بیان ہے کہ لندن اور پیرس کے بعض سرکاری حلقوں کا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ حکومت اطالیہ طنجہ کا جدید رتبہ تسلیم کرنیوالی ہے۔ فی الحال اطالیہ کا کوئی ارادہ نہیں ہے کہ طنجہ کا جدید مرتبہ تسلیم کر لیا جائے۔

سرکاری طور پر اندازہ کیا گیا ہے کہ انسگوبٹ کے حادثہ میں ۸۳ نفوس مفقود الخبر ہیں جن میں سے ۲۶ شادی ...

پیغام صلح

لاھور

جلد ۱۳، ۱۳ رمضان المبارک ۱۳۴۳ھ نمبر ۴۵

اسلامی ہند کی تعمیر

ایک ہندو کی طرف سے مہاتما گاندھی کو دعوت اسلام

مسٹر جی۔ بی نائر ساکن پال گھاٹ نے مہاتما گاندھی کے نام ایک پیغام بھیجا ہے جس میں ان کو مخاطب کر کے لکھا ہے کہ

"آپ ہندو مذہب کو مختلف فرقوں اور جماعتوں میں منقسم دیکھتے ہیں۔ اور اس پر بھی آپ چاہتے ہیں۔ کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں اتحاد قائم ہو جائے۔ مہاتما جی یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ہندوستان میں برہمن ہی تمام اصلاحی تحریکوں کی راہ میں مزاحم ہیں۔ مجھے اپنے برہمن بھائیوں کی ہمدردی میں ذرا بھی اعتبار نہیں ہے۔ یہ ہماری سوسائٹی کے ناسور ہیں۔ اور ہندوستان کی ہندو دنیا میں وہ ایک فساد انگیز عنصر ہیں۔ ان لوگوں میں کبھی کوئی تحریک کامیاب نہیں ہو سکتی۔ جب حالت یہ ہے تو ازبرائے خدا فرمایئے۔ کہ آپ ہندو مسلمانوں کے باہم ملانے میں کیونکر کامیاب ہو سکتے ہیں؟ میرے نزدیک یہ بالکل ناممکن ہے۔ یہ اور ایسا ہی مشکل ہے جیسا کہ ایک دریا کے بہاؤ کو اوپر کو لے جانا۔

اس مسئلہ کا حل ہمارے ہندوستان میں مضمر ہے۔ اگر ہم اس مقصد کو حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ضرور ہے کہ ہمارا نصب العین ایک اور مذہب بھی ایک ہی ہو۔

میرا پختہ یقین ہے کہ جب تک ہم اسلام کی شفیق آغوش میں نہیں آ جائیں گے۔ اور اپنی سرگرمیوں کا رخ ایک اسلامی ہند کی تعمیر کی طرف نہیں پھیریں گے۔ ذات پات کا موجودہ سوال اور اسی نوع کے دیگر نقائص رفع نہیں ہو سکتے۔"

تمام مذاہب عالم میں اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے۔ جو اتحاد باہمی اور ایک مشترکہ مطمح نظر کو ترقی دیتا ہے۔ دنیا میں کوئی مذہب اس قدر جمہوری۔ اس قدر پاکیزہ، اور اس قدر بے تعصب اور فیاض نہیں ہے۔ اسلام میں ذات پات کی الجھنیں نہیں ہیں۔ اس میں کوئی پیچھے کی طرف دیکھنے والی روح نہیں ہے۔ قرآن کریم کے اوراق مقدس کے روبرو تمام انسان مساوی درجہ رکھتے ہیں۔ نارسائی۔ اچھوت پن۔ اور رازداری سے اسلام ناآشنائے محض ہے۔

آپ نے اپنے اعمال میں بھی اکثر اوقات خالص اسلامی ہوتے ہیں۔ آپ ہندو مسلم اتحاد کے ایک زبردست حامی ہیں۔ آپ اصول اسلام کے بہت بڑے مداح اور ثناخوان ہیں۔ آپ نے ایک مسلمان کے گھر میں [illegible] کو برت رکھا۔ اور ایک مسلمان کی مہیا کردہ غذا سے [illegible] کو اپنی قوم کے افراد سے زیادہ ٹھیک [illegible] سے اٹھنت سے [illegible] کوتاہ۔ آپ ایک "اسلامی پرزہ" کا نمونہ ہیں۔

مہاتما جی! میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ ان حالات میں آپ کیوں اسلام قبول کر کے اپنی بقیہ زندگی ایک آزاد و خود مختار اسلامی ہند کی تعمیر و تکمیل میں نہیں صرف کرتے۔ میرا یقین ہے کہ بہت سے غیر برہمن آپ کے گروہ میں شامل ہونے کو تیار ہوں گے۔ اچھوت پن اور اسی قسم کی دوسری خرابیاں کسی اور طریقہ سے رفع نہیں کی جا سکتیں۔ خواہ آپ کھان پان اور شادی بیاہ میں کتنی ہی فراخدلی سے کام لیں۔ اور مختلف قوموں میں اس قسم کے تعلقات قائم کریں۔

میری دعا ہے کہ خدا آپ کو ایک عمر دراز اور بہتر صحت عطا کرے۔ اور آپ کی شریفانہ مساعی شاہد مقصود سے ہمکنار رہوں"

مسٹر نائر ہندو ہیں۔ لیکن ان کے پیغام سے ظاہر ہے کہ اسلام کی صداقت ان کے دل میں گھر کر چکی ہے۔ ان کی یہ رائے بالکل صحیح ہے کہ "اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو اتحاد باہمی اور ایک مشترکہ مطمح نظر کو ترقی دیتا ہے" اور اس لئے ہندوستان کی موجودہ مشکلات کا حل صرف اسی ایک مذہب سے وابستہ ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے جس کا اعلان ہماری طرف سے ان کالموں میں ہو چکا ہے۔ اور ہر ایک وہ شخص جو ہندو قوم کی ذات پات کی الجھنوں اور ان کے فرقی اختلافات کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسلام کی تعلیم کا چشم بصیرت کے ساتھ مطالعہ کرے گا اسی نتیجہ پر پہنچے گا۔ کہ ہندوستان کی نجات نہ ... سوراج میں ہے نہ ہندو راج میں۔ ان دونوں کا نتیجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ قلیل التعداد اقوام اور زیادہ تر مسلمانوں پر ہندوؤں کو مسلط کر دیا جائے کہ وہ کشت و خون کا بازار گرم کریں۔ یا جبراً انہیں اپنے مذہب میں لے جائیں جیسا کہ لالہ ہردیال کا خیال ہے۔ بالفرض سوراج سے اگر ایسے نتائج کا احتمال نہ بھی ہو۔ تو بھی اس کا ملنا کہا جاتا ہے کہ قومیت متحدہ پر منحصر ہے اور یہ وہ جنس ہے۔ جو آج ہندوستان میں نایاب ہے۔ ہندو قوم کی باہمی فرقہ آرائیاں اور مسلمانوں کے ساتھ بغض و تعصب اس کی راہ میں ایک خطرناک روک ہیں۔ جن کو موجودہ حالات میں دور کرنا ناممکن امر ہے۔ مسٹر نائر کا خیال صحیح ہے۔ کہ اگر ہم اس مقصد کو حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ تو ضرور ہے کہ ہمارا نصب العین ایک اور مذہب بھی ایک ہو۔ اور ایسا مذہب جو اتحاد باہمی اور مشترکہ پلیٹ فارم پر لے آئے۔ جو خود ذات پات کی الجھنوں سے پاک اور انسان کو مساوات کے درجہ پر لے آنیوالا ہو۔ اسلام کے سوائے اور کوئی نہیں۔

افسوس ہے۔ کہ مسلمان خود اس حقیقت کو سمجھنے سے علی العموم غافل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں آج تک اس زور کے ساتھ ہندو قوم کو دعوت اسلام دینے کی جرأت نہیں ہوئی۔ ورنہ اس کام کو اگر وہ پوری مستعدی کے ساتھ ہاتھ میں لیتے۔ تو یہ حقیقت آج سے [illegible] پہلے مشاہدہ میں آ چکی ہوتی۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ مسٹر نائر کا پیغام کہاں تک مفید اور موثر ثابت ہوگا۔ لیکن یہ ایک بہت بڑی شہادت ہے اس بات پر کہ مسلمانوں کے اس گئے گزرے زمانہ میں بھی۔ اسلام کی اصل تعلیم کو اگر غیر مسلموں تک پہنچایا جائے۔ تو وہ بہت سے دلوں کو اپنا ہمنوا بنانے میں کامیاب ثابت ہوگی۔ افسوس ہے تبلیغ اسلام کے بارہ میں ابھی تک مسلمانوں میں بہت بڑی غفلت ہے۔ ہندوستان میں اس کے لئے بہت وسیع میدان موجود ہے۔ اور اگر کوشش کی جائے تو بہت تھوڑے عرصہ میں اسے اسلامی ہند بنایا جا سکتا ہے۔ اس سے ہرگز یہ مراد نہیں۔ کہ زبردستی ہندوؤں کو مسلمان کیا جائے۔ یا غلام بنا لیا جائے جیسا کہ لالہ ہردیال اور دیگر ہندو لیڈر مسلمانوں کے ساتھ کرنا چاہتے ہیں۔ اسلام صلح و محبت کا مذہب ہے۔ اور صلح و محبت کے ساتھ ہی اسے پھیلایا جا سکتا ہے۔ صرف اس کے اصولوں کو پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ وہ خود بخود دلوں کو اپنی طرف مائل کر لیں گے۔ اگرچہ مسلمانوں کا موجودہ طریق عمل ان اصولوں کے بہت کچھ خلاف ہے۔ تاہم اگر محض اصولوں کو ہی پھیلایا جائے۔ تو بہت سی پیشانیاں اسلام کے آستانہ پر جھک سکتی ہیں۔ اور وہی لوگ جو ہندو راج کے خواب دیکھنے میں مست ہیں۔ اسلامی ہند کے ستون بنائے جا سکتے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ مسلمان ابھی تک اس سے غافل ہیں۔

کیا مسٹر نائر کا پیغام مسلمانوں کو اس خواب خرگوش سے جگانے کا موجب ہوگا؟ کیا وہ ان کے اس پیغام کو موثر اور کامیاب بنانے کے لئے پوری کوشش اور جدوجہد سے کام لیں۔ گرو مہاتما گاندھی اس پیغام کا جو کچھ بھی جواب دیں۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس پیغام کو صرف اپنی تک مخصوص نہ رکھیں۔ بلکہ ہندو قوم کے ہر چھوٹے بڑے فرد تک اسے پہنچائیں۔ اور بقول مسٹر نائر اپنی سرگرمیوں کا رخ اسلامی ہند کی تعمیر کی طرف پھیر دیں کہ اسی میں ہندوستان کی نجات ہے،

مسلمانان سیام

کچھ دن ہوئے ناظم جمعیت العلمائے بنگال کی طرف سے اخبارات میں یہ اعلان ہوا تھا۔ کہ حکومت سیام نے پانچ لاکھ مسلمانوں کو جبراً بدھ مذہب میں داخل کر لیا ہے۔ اور ان پر طرح طرح کے ظلم و تشدد روا رکھے جاتے ہیں۔

اس خبر کے شائع ہوتے پر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی طرف سے جناب ابو منظور الٰہی صاحب نے حکومت سیام کو ایک خط لکھ کر اصل حالات دریافت کئے جس کے جواب میں وزیر داخلیہ کی طرف سے ذیل کی چٹھی موصول ہوئی ہے:۔

"ہز ایکسلنسی وزیر داخلیہ نے مجھے حکم دیا ہے۔ کہ میں آپ کو آپ کے خط مورخہ ۲۸ جنوری ۲۵ء کی جو حکومت سیام کے خلاف بعض اعتراضات کے متعلق ہے جو ہندوستانی اخبارات میں شائع ہوئے ہیں۔ دلی شکریہ کے ساتھ وصولی کی اطلاع دوں۔

"ہز ایکسلنسی اس ہمدردانہ سپرٹ کو بہت سراہتے ہیں جس کی بنا پر آپ نے یہ خط لکھا ہے۔ اور آپ کو یقیناً ایسے کاغذات کی نقلیں بھیج دی جاتیں جن کا آپ مطالبہ کرتے ہیں۔ اگر ان کا کوئی وجود ہوتا۔ لیکن چونکہ ..... بیانات قطعاً بے بنیاد ہیں۔ ایسے کوئی مقدمات ہماری عدالتوں میں موجود نہیں مذہبی رواداری کا اصول شاہی حکومت کی طرف سے اس ملک کی تمام اقوام و ملل کے ساتھ روا رکھا جاتا ہے۔ اس اصول کا ہر اس شخص کو جسے سیام سے ذرا سی بھی واقفیت ہے۔ یہاں تک پختہ علم ہے کہ اس ملک میں ان بیانات کو محض افترا پردازی پر محمول کیا جاتا ہے۔ بینگ کاک کی انجمن اسلام کے ممبروں نے مقامی اخبارات میں اس بے بنیاد خبر کی پہلے ہی تردید کر دی ہے۔ اور میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا۔ کہ آپ کو اس ملک کے تین بڑے بڑے اخبارات کے کٹنگ ارسال کروں۔

"میں پھر آپ کے خط کا شکریہ ادا کرتا ہوں"

یہ خط ان تبلیغی انجمنوں کی خاص توجہ کے قابل ہے۔ جو محض تحقیقات حالات کے لئے سیام میں ایک وفد بھیجنا چاہتی تھیں۔ اور اس غرض سے چندہ کی اپیلیں ان کی طرف سے شائع ہو رہی تھیں۔ ظاہر ہے کہ اگر وفد بھیج دیا جاتا۔ تو ندامت و شرمندگی کے علاوہ مسلمانوں کا کس قدر روپیہ خرچ ہو جاتا۔ اس لئے ایسی خبروں پر اعتبار کرنے یا وفد بھیجنے سے پہلے خود بھی ان ذرائع تحقیقات سے کام لینے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ جو نسبتاً ارزاں تر اور سہل الحصول ہیں۔ قرآن کا ارشاد کس قدر پاکیزہ ہے۔ یا ایها الذین امنوا ان جاءکم فاسق بنباء فتبینوا ان تصیبوا قوما بجهالة فتصبحوا علی ما فعلتم ندمین ٥

اسلام اور ربا

کہا جاتا ہے کہ اسلام نے سود خواری کو ناجائز ٹھیرا کر زمانہ کی ایک اہم ضرورت سے انکار کیا ہے۔ معاصر "پرکاش" اس کو ایسی بنیادی غلطی قرار دیتا ہے "جو کسی قوم کی اقتصادی حالت کو ابھرنے نہیں دیتی"۔ کاش ان معترضین کو موجودہ اقتصادیات کے ان ہوش ربا مناظر پر بھی نظر ہوتی۔ جو آج مغرب میں اسی سود خواری کے نتیجہ میں پیدا ہو رہے ہیں۔ سرمایہ دار اور مزدور کے دو مختلف گروہ کس چیز کا نتیجہ ہیں؟ بالشوزم کا بھوت جو ہر سرمایہ دار کے عشرت کدہ کو نار جہیم میں جھونکنے پر تلا ہوا ہے کس اقتصادی برکت کا اثر ہے بالظاہر ہے کہ سود خواری کے سوائے اور کوئی چیز ان مصائب کے پیدا کرنے

۵۰۰ خریداروں کا پیدا کرنا خواتین کے لئے کوئی بڑی بات نہیں۔ صرف احساس ہونا چاہئے۔ میں تو کہتا ہوں کہ اکیلی ایک ایک خاتون ۵ خریداروں کی رقم ادا کرنے کے لائق ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے ان کو بہت اموال کا مالک بنایا ہوا ہے۔ یہ صرف ہماری اپنی غلطی ہے۔ کہ ان کو تحریک نہیں کرتے۔ حضرت امیر کی تھوڑی سی تحریک سے کس قدر روپیہ جمع ہو گیا۔ فی الحال وہ اپنے آپ کو کچھ نہیں سمجھتیں۔ تمام بوجھ مردوں کے سر پڑا ہوا ہے۔ جب وہ یہ سمجھنے لگ جائیں گی کہ ان کے ذمہ بھی کچھ کام ہے۔ تو انشاء اللہ زیادہ تحریک کی ضرورت نہ رہے گی۔

میرا یہ تجربہ ہے کہ اگر مستورات میں تحریک کی جاوے تو ان پر بہت جلد اثر ہوتا ہے۔ میری اہلیہ دو لڑکیوں۔ اور تین بہوؤں نے ۱۳۰۰ روپیہ کے قریب چندہ کے زیورات بطور امداد برلن مسجد اور ملکانہ فنڈ میں دیئے ہیں۔ میرے گھر کی مستورات تو حضرت امیر کی تحریک سے پہلے بھی صرف میری اپنی تحریک سے قومی کاموں میں حصہ لینے میں مجھ سے پیچھے نہ تھیں۔ امید ہے تمام احباب اپنی اپنی جگہ کوشش کریں گے۔ اور خواتین کچھ سستی کریں تو اپنی گرہ سے ضمیمہ کے خریداروں کی تعداد کو پورا کر دیں گے۔ اور ایڈیٹر صاحب کو زیادہ انتظار اور یاد دہانی کا موقع نہ دیں گے۔

والسلام۔ غلام حسن ریٹائرڈ سٹیشن ماسٹر سکنہ موضع لوہیانوالہ۔ ڈاکخانہ دسوہہ۔

بقیہ صفحہ اول

انما المومنون اخوۃ

جنرل اگر چاہو تو جنرل ڈکسن مسلمان موجود ہے۔ اسی طرح میجر کپتان۔ لفٹننٹ انگریز مسلمان موجود ہیں۔ لارڈ مسلمان موجود ہیں۔ ذرا تعداد بڑھنے دو۔ تو تمہارے ہندوستان کے یورپین بھی مسلمان آ جائیں گے۔ خیر یہ تو یورپ کی باتیں ہیں۔ خود اس ہندوستان میں بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ اسلام کے مقابل کوئی مذہب نہیں ٹک سکتا۔ اگر ہندو مذہب یا آریہ سماج میں کوئی طاقت ہوتی۔ یا سماجی تعلیم میں کوئی غلبہ کا رنگ ہوتا۔ تو ان ہندوؤں کی کوششیں بے علم اور جہلا گروہ کی طرف منعطف نہ ہوتیں۔ ایک صدی کی کوشش نے عیسائی مشنوں کو سبق دیا۔ کہ انہیں اسلام کے مقابل ہر جگہ ناکامی ہوئی۔ انہوں نے شہروں سے مشن اٹھا کر گاؤں اور دیہات کا رستہ لیا۔ پھر دیہاتوں کو چھوڑ کر وہ چوہڑے اور چماروں میں چلے گئے۔ ٹھیک یہی حالت آریہ سماج کی ہے۔ انہوں نے بھی اپنا میدان عمل ان نام نہاد مسلمانوں میں تجویز کیا جنہیں اسلام سے کچھ تعلق نہ تھا۔ ہم نے تو اسلام کو پیش ہی نہیں کیا۔ اور پیش بھی کیا کرتے۔ ہم خود ہی اس کے خوبصورت چہرے سے ناآشنا ہیں۔ تم اسلام کو پیش کر کے تو دیکھو اس کے حسن کے مقابل کوئی ٹک نہیں سکتا۔ اس کی دلربائیاں ایک سیاہ دل دشمن کو بھی اپنا گرویدہ کر سکتی ہیں۔ کیا یہ سماجی ایام جاہلیت کے عمر سے اسلام کے زیادہ دشمن ہیں۔ لیکن اگر وہ فاروق اعظم ہو سکتے تھے، تو یہ شردھانند۔ لاجپت رائے، ہنس راج کیا چیز ہیں۔ ان کی کیا حقیقت ہے لیکن ہم غور کریں۔ کہ ہم نے ان کو راہ راست پر لانے کی کیا کوشش کی ہے لیکن ہم کوشش بھی کیا کریں۔ ہمیں تو اپنی خانہ جنگیوں سے فرصت نہیں۔ ہم کسی دوسرے مذہب کا ابطال کرنے کے لئے کہاں سے وقت لائیں۔ ہمیں تو ایک دوسرے کی تکفیر، تکذیب، تفسیق سے فرصت نہیں۔ میں اس مضمون پر کچھ زیادہ لکھنا نہیں چاہتا۔ میں پھر آیات مندرجہ عنوان کی طرف قارئین کرام کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ یہ حکیم کتاب کی آیتیں ہیں۔ اس کا ایک ایک جملہ حکمت سے بھرا پڑا ہے۔ اور ایک آیت کو دوسری آیت کے ساتھ اگر جوڑا گیا ہے۔ تو وہ بھی حکمت کے ماتحت ہی رکھا گیا ہے۔ ان آیات کے پہلے میں سنے کر دیتا ہوں "اے مومنو! اس قدر تقویٰ کرو۔ کہ جو تقویٰ کا حق ہے۔ اور تم جس حال میں ہو جس وقت موت آئے۔ تمہیں مسلمان ہی پائے۔ تم سب خدا کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور آپس میں تفرقہ مت ڈالو۔ اور اس خدا کی نعمت کو تو یاد کرو۔ کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ تمہارے دلوں میں ہم نے ایک دوسرے کی ... اور تمہیں نعمت اخوت عطا کی۔ تم ایک آگ سے کنارے کھڑے تھے۔ ہم نے تمہیں اس سے بچا لیا اللہ تعالےٰ اسی طرح نشان تمہارے لئے بیان کرتا ہے۔ تم ان سے ہدایت پکڑو۔ اور تم ایک جماعت پیدا کر لو۔ جو اسلام کی طرف لوگوں کو بلائے۔ اور انہیں بدیوں سے روکے۔ اس طریق پر تم فلاح پا جاؤ گے۔"

ان مندرجہ آیات کی ترتیب کو دیکھو۔ اگر فلاح کا مقصد یہاں اشاعت اسلام ٹھیرایا۔ تو اس سے پہلے تفرقت اور محبت کا ذکر کیا۔ باہمی عداوت کا نام آگ رکھا۔ اس سے بچنے کو بڑا احسان بیان کیا۔ مسلمان ہونا شرط رکھا۔ دین مسلمان کا سب سے اولین فرض اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑنا قرار دیا۔ اور پھر اس اعتصام بحبل اللہ کی تشریح ولا تفرقوا سے کر دی۔ ہم مسلمان بھی سہی۔ ہم متقی بھی سہی لیکن کیا ہم سب کے سب نے خدا کی رسی کو مضبوط پکڑا ہوا ہے۔ شاید بعض عامل بالقرآن کہیں۔ کہ ہم نے پکڑا ہوا ہے۔ لیکن اس کے بعد ولا تفرقوا۔ مجھے یہ بتاتا ہے کہ خدا کی رسی اس کے ہاتھ میں ہے۔ جو ایک کلمہ گو کے ساتھ تفرقہ نہیں رکھتا۔ کیا آج اہل قبلہ کے درمیان۔ فقرہ دین التاذ میں مخالفت اور تباغض کی ایک خوفناک آگ بھڑکی ہوئی نہیں۔ اس سے کسی کو انکار نہیں۔ پھر جب بات یہ نہ ہے کی۔ نہ ہم نے اعتصام باللہ کیا ہوا ہے۔ نہ ہم سب کے ہاتھ میں ایک ہی رسی ہے۔ نہ ہم ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ پھر کس کا اشاعت اسلام اور کس کی فلاح۔

باقی آئندہ

قابل توجہ احباب

(۱) جہاں جہاں انجمن کی شاخیں قائم ہیں۔ وہاں کے سیکرٹری اور محاسب صاحبان زکوٰۃ کی وصولی کی طرف خاص طور پر توجہ فرماویں۔ اور ہر ایک صاحب نصاب سے اس کی وصولی فرماویں اور رقوم وصول شدہ چندہ ماہوار کے ہمراہ بھجوادیں۔

(۲) ہر مہینے کا چندہ دوسرے مہینے کے پہلے ہفتہ میں فراہم کر لیا کریں۔ جو کہ پندرہویں تاریخ تک یہاں پہنچ جانا چاہئے۔ کیونکہ خطوط یاددہانی پر بہت ساخرچ کرنا پڑتا ہے۔ سب احباب اگر اس کا خیال رکھیں۔ تو انجمن کا بہت ساخرچ بچ جاتا ہے۔

(۳) جہاں جہاں انجمنیں نہیں ہیں۔ وہاں کے احباب فرداً فرداً ہر دو امور مندرجہ بالا کی طرف توجہ فرماویں۔

(۴) بہت سے احباب نے اس وقت تک برلن مسجد کی کاپیوں کا روپیہ فراہم کر کے نہیں بھجوایا۔ اور جنہوں نے بھیجا ہے وہ بھی کم ہے۔ اس لئے التماس ہے کہ اس کی طرف خاص توجہ فرماویں۔ وعدوں کے مطابق اخیر مارچ تک ہمیں اس کی وصولی کی امید تھی۔ مسجد کا کام چونکہ اختتام پر آ گیا ہے۔ اس لئے ہر قسم کے بلوں کی رقوم اب ادا کرنی ہونگی۔

(۵) جرمن مشن کے لئے جن جن احباب نے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر وعدے فرمائے تھے۔ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اس مشن کے اخراجات انجمن کو ماہوار ادا کرنے پڑتے ہیں۔ اور انہیں کے وعدے اس مشن کی آمدنی ہے۔ اس لئے یا تو ماہوار یا رہواں حصہ بھیج دیا کریں۔ اور یا نصف شروع سال میں اور نصف چھ ماہ گذرنے کے بعد ادا فرمایا کریں۔ تا کہ انجمن کو سہولت رہے اور جن احباب نے جلسہ پر اس میں کوئی حصہ نہ لیا تھا۔ اور انہیں علیحدہ اس میں شمولیت کے لئے دفتر سے لکھا گیا۔ انہیں اس کے جواب کی طرف توجہ فرمانی چاہئے۔ ان کے لئے یہ وقت قربانی اور ایثار کا ہے۔ جس کے بغیر کوئی نمایاں کام ہم نہیں کر سکتے۔

خاکسار۔ ظہور احمد جائنٹ سکرٹری۔

ضروری ہدایت

ان تمام احباب کی خدمت میں جو انجمن کو روپیہ بھجواتے رہتے ہیں۔ بتاکید عرض ہے۔ کہ وہ کوپن منی آرڈر پر کل رقم کی تفصیل مدات تحریر فرما دیا کریں۔ یعنی حسب ذیل طریق پر:

چندہ ماہوار رقم
برلن مسجد "
زکوٰۃ "
عطیہ اشاعت اسلام "
وغیرہ "
میزان "

(۲) اور تمام رقوم متعلقہ انجمن صرف محاسب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے پتہ پر روانہ فرمایا کریں۔ اور علاوہ اس کے (۳) ایک الگ مفصل تفصیل اسی وقت معہ نقشہ رسیدات کے سیکرٹری کے نام بھجوا دیا کریں۔ کیونکہ دفتر میں تمام بیرونی انجمنوں کا حساب نمبروار رکھا جاتا ہے۔ اور اگر کسی سے متواتر تین ماہ چندہ کی رقم یا دیگر وعدوں کی رقوم وصول نہ ہوں تو انہیں براہ راست یاد دہانی کرانی ہوتی ہے۔ اس لئے اس کی طرف خاص طور پر خیال رکھنا چاہئے اس کی تفصیل حسب ذیل طریق پر کارآمد ہو سکتی ہے۔

نام ممبر	چندہ ماہوار بابت ماہ	رقم تعمیر مسجد	جرمن مشن	وغیرہ	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷

(ظہور احمد جائنٹ سیکرٹری)

آستانہ میں تلچ

گرما گرم بحث

۱۷۔ فروری کو مجلس انیہ داخلی امور اس عام پر بحث کے دوران میں شیخ ضیاء الدین آفندی نے احرار کے خلاف زبردست تقریر کی اور فرمایا۔ کہ

"مسئلہ امن عامہ اخلاق اور معتویات سے زبردست تعلق رکھتا ہے۔ لیکن افسوس کہ ہم اس کی طرف پوری توجہ نہیں کرتے اس وقت آستانہ میں ایک ہزار کے قریب شراب کی دکانیں اور آٹھ سو (۸۰۰) قحبہ گھر ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ میخواری عورتوں میں بھی رائج ہو چکی ہے۔ بعض لوگ مغربی رسم و رواج اور مدنیت کے دلدادہ ہیں لیکن وہ یورپ کے علوم و فنون کو قبول نہیں کرتے۔ اس کی اچھی باتوں کو چھوڑنا اور اس کی بری باتیں قبول کر لینا کونسی دانشمندی ہے۔ یہ تجدد نہیں۔ بلکہ انحطاط ہے۔ ترقی نہیں۔ تنزل ہے۔ روشنی نہیں ظلمت ہے۔"

رائے عامہ اس قسم کے حالات سے سخت جوش میں آتی ہے یہ حالات آداب دینیہ سے سخت مغائرت رکھتے ہیں۔ مسیحی حکومتیں بھی دینی مشاعر و آداب کا احترام کرتی ہیں۔ لیکن ہمارے ملک میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ہر شخص کہنے لگا ہے "میرا کوئی مذہب نہیں" پھر یہ جرأت و جذبہ کہاں سے آیا؟ ہماری سلطنت اسلامی سلطنت ہے۔ اور قانون اساسی اس کی تصریح کرتا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے۔ کہ عیسائی دنیا ایک پادری دبطریق، کے اخراج پر کس قدر چراغ پا ہوئی ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے۔ کہ یونان مرنے مارنے پر تلا ہوا ہے۔"

احرار یعنی آزاد خیال لوگ ان کلمات کے سخت متاثر ہوئے۔ اور خصوصاً استاذ محترم کے یہ الفاظ کہ حکومت عورتیں دے کر اور فواحش کی اجازت بخش کر فائدہ حاصل کرنا چاہتی ہے۔ ان کے دل پر سخت گراں گذرے۔ رحمد اللہ صبحی بک نے کھڑے ہو کر استاذ موصوف کی تردید کی۔ اور کہا کہ موجودہ نسل کے اخلاق گذشتہ نسل کے اخلاق سے عمدہ ہیں۔ اس کے بعد مقرر نے کہا۔ کہ شیخ موصوف کو "تجدد" کے معنی ہی معلوم نہیں۔

انگریز بیوی مشرقی شوہر

محمد ثابت بے نے ایک انگریزی خاتون مسز تاش سے شادی کر لی تھی۔ مگر ان دونوں کی زندگی خوشگوار نہیں رہی حتیٰ کہ طلاق کی نوبت آ گئی۔ محمد ثابت بے کا بیان ہے کہ ہمارے مذہبی اختلافات سے زندگی میں بہت مشکلات پیش آئیں۔ تجربہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ کہ مسلمان اور مسیحی کی شادی خوشگوار زندگی نہیں پیدا کر سکتی۔ متعدد امور ایسے ہیں کہ مغربی اور مشرقی آدمیوں کا ان میں اتفاق ناممکن ہے۔

(الاہرام)

تبلیغ اسلام کے لئے بہت جوش رکھتے ہیں کئی ہندو آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر چکے ہیں۔ ۴ اپریل ۱۹۲۵ء کو ایک ہندو مسمی سرجو توم راجپوت نے اسلام قبول کیا۔ اللہ تعالے استقامت عطا فرمائے اور حکیم صاحب کو اجر عظیم سے متمتع کرے۔

شیخ غلام حسن صاحب پنشنر اسٹیشن ماسٹر بریوالہ تحریر فرماتے ہیں کہ وزیر آباد کی جامع مسجد میں کسی ملانے نے وعظ کیا ہے کہ آنحضرت صلعم کا پیشاب اور پاخانہ پاک تھا۔ اور کہ آپ کی ازواج مطہرات میں سے ایک نے نعوذ باللہ پیا بھی تھا۔ وعظ سننے والے بھی اسکے معتقد ہو گئے ہیں۔ حالانکہ ان کو بہت سمجھایا گیا کہ قرآن کریم میں آنحضرت کو بشر کہا گیا ہے۔ اس ملانے ایک وعظ میں یہ بھی کہا کہ کسی شخص نے آنحضرت صلعم کو خواب میں دیکھا تو آپ سے سوال کیا کہ آپ اردو بھی جانتے ہیں تو آنحضرت صلعم نے جواب دیا کہ ہاں! دیوبند کے مدرسہ میں ہم نے تعلیم پائی ہے۔ اردو زبان سے واقفیت اسی تعلیم کا نتیجہ ہے۔ اس تقریر سے مولوی صاحب کی غرض مدرسہ دیوبند کی فضیلت کو ثابت کرنا تھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ شیخ صاحب لکھتے ہیں "ان ملانوں کے وعظ ایسے ہی لغویات کا مجموعہ ہوتے ہیں جن کی وجہ سے سلیم المزاج انسان بیزار ہوتے ہیں جب تک اس گروہ کی اصلاح نہیں ہو گی۔ عام مسلمانوں کا راہ راست پر آنا مشکل ہے۔ ہماری طرف سے "پیغام صلح" اور "لائٹ" بڑی کوشش کر رہے ہیں مگر ہمارے اخبارات عوام الناس کے ہاتھ میں بہت کم جاتے ہیں۔ اس لئے اس بیماری کے علاج کی دوا میری ناقص عقل میں یہ آئی ہے کہ ہماری طرف سے مزید کوشش ہو اور بڑے بڑے شہروں میں عام لیکچر ہوں اور لوگوں کو ہماری باتوں کو سننے کا موقعہ ملے۔ خواندہ لوگ کچھ نہ کچھ فائدہ ہمارے لٹریچر سے اٹھا لیتے مگر عوام الناس بالکل دقیانوسی خیالات میں پڑے ہوئے ہیں۔ وزیر آباد جیسے شہر میں زیادہ نہیں تو سال بھر میں تین چار لیکچر ضرور ہونے چاہئیں جو بجائے مسجد کے کسی پبلک جگہ پر ہوں۔ چونکہ ہمارے نام۔ سے ہی لوگوں کو ضد ہے اس لئے ہماری مسجدوں میں آنا بھی پسند نہیں کرتے اور سال بھر میں ایک لیکچر تو حضرت امیر کا ضرور ہونا چاہیئے اور سوال و جواب کا موقعہ بھی دینا چاہیئے۔ چونکہ لوگوں کو قرآن کریم کا علم نہیں اس لئے ان کے مذہب کا تمام دارومدار سنی سنائی باتوں پر ہے اور ملانوں نے اپنے مطلبوں کو لوگوں کے دلوں میں بٹھا رکھا ہے کیا اچھا ہو کہ دیکھا بھی جائے۔ امید ہے کہ آپ اس پر توجہ فرمائینگے۔ اور حضرت امیر کی خدمت بابرکت میں بھی گذارش کریں گے

تازہ خبریں

ایلورہ جوسلیشم کے قریب واقعہ ہے ایک اضطراب انگیز سانحہ کی اطلاع ملی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ مسٹر ڈبلیو ایچ میکالسٹر نے جو ملٹری ورکس میں ایک ممتاز عہدے پر فائز تھا۔ اپنی چھوٹی بچی کو قتل کر کے پھر خودکشی کر لی اور اس کا پتہ ان تین خطوں سے چلا ہے جو خودکشی سے قبل مکان میں چھوڑ گیا ہے۔ ان خطوں میں سے ایک خط ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کے نام تھا دوسرا اسسٹنٹ مجسٹریٹ کے نام اور تیسرا اپنی والدہ کے نام جو سیلون میں رہتی ہے۔ خودکشی کی وجہ مالی پریشانی بیان کی جاتی ہے۔ میکالسٹر نے پہلے اپنی لڑکی کو پستول سے قتل کیا۔ اور بعد ازاں چھرے سے خودکشی کر لی تحقیق و تفتیش کے بعد تجہیز و تکفین عمل میں آئی۔

معاصر "پرتاب" اپنی تازہ ترین اشاعت میں رقمطراز ہے کہ لالہ جیون داس کے مقدمہ کی سماعت ۶ اپریل کو عدالت میں ہوگی اور اسی دن فیصلہ بھی سنا دیا جائے گا۔

غالباً خزاں کا اجلاس ختم ہونے پر کونسل آف سٹیٹ توڑ دی جائے گی۔ اور تھوڑے سے وقفے کے بعد عام انتخابات شروع ہوں گے۔ ایوان تجارت بمبئی اور برما کے حلقہ جات انتخابات میں رائے دینے والوں کی نئی فہرستوں کی تیاری کے لئے احکام صادر ہو چکے ہیں۔ دوسرے حلقہ جات میں نئی فہرستیں تیار نہیں کی جائینگی۔

جناب فقیر سلیم اللہ صاحب سجادہ نشین درگاہ حضرت جعفر شاہ اطلاع دیتے ہیں کہ ۴ اپریل کو حاجی محمد درویش درگاہ حضرت جعفر شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ بیگم کوٹ کے پاس اوی کو عبور کر رہے تھے کہ بڑی بیرحمی سے قتل کر دئے گئے۔ پولیس تحقیقات میں مصروف ہے

۴ اپریل کو چار بجے بعد دوپہر دہلی دروازہ کے اندر ایک مکان میں آگ لگ گئی۔ بالائی منزل جل گئی۔ اور آگ جلدی بجھا دی گئی۔ رات کے ۱½ بجے بازار کسیریاں میں آگ لگ گئی تین دکانیں جل گئیں۔

لارڈ رالنسن آنجہانی کی جگہ فیلڈ مارشل سر ولیم برڈ وڈ کے تقرر کا اعلان ہو چکا ہے لیکن جب تک وہ ہندوستان نہیں پہنچے جنرل سر کلاڈ جیکب ہندوستان کے کمانڈر انچیف اور گورنر جنرل کی کونسل عامہ کے رکن ہوں گے۔

ہز اکسلنسی گورنر اور لیڈی ہیلی نے کل ڈسٹرکٹ بورڈ کے ہسپتال واقعہ موگہ کا معائنہ کیا جو رائے بہادر منصراداس کے زیر اہتمام ہے۔

ہز اکسلنسی لارڈ لٹن معہ عملہ ۲ اپریل ۱۹۲۵ء کو دارجلنگ پہنچ گئے۔

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ امرتسر نے سردار ندہان سنگھ اور سردار ہرنام سنگھ کو ۳ ہزار روپیہ کی ضمانت پر پولیس کی حراست سے رہا کر دیا ہے اور دونوں پر ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں باغیانہ تقریروں اور لوگوں کو عدم ادائے محاصل کی تائید کرنے کے الزام میں زیر دفعہ ۱۰۸ مقدمہ چل رہا ہے۔

"ٹائمز" کے نامہ نگار مقیم برلن کا بیان ہے کہ سوشلسٹوں نے ڈاکٹر مارکس کی حمایت کا وعدہ کر لیا ہے۔

مسٹر بالڈون کی زیر صدارت بین الاقوامی ہوائی کمیشن کا جلسہ منعقد ہوا جس میں وہ اکیس اشخاص شریک تھے جنہوں نے معاہدہ ورسیلز پر دستخط کئے تھے۔

اہل جدہ پر مصیبت نازل ہے۔ شریف علی نقد اور قیمتی اشیا پر قبضہ کرتا ہے۔ ان چیزوں کو فروخت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر خریدنے والے ناپید ہیں۔ اکثر تجار جدہ چھوڑ کر چلے گئے صرف اپنے معتمدین کو چھوڑ گئے ہیں۔ بہت لوگ قید کر دیئے گئے ہیں۔ بہت سے گرفتار کر کے عقبے بھیجے گئے ہیں۔ ان میں بعض ایسے ہیں جن پر سلطان نجد سے سازش کا الزام ہے۔ جدہ میں پانی کی بہت قلت ہے۔ حکومت کی طرف سے نہایت مہنگے داموں پر پانی فروخت ہوتا ہے۔ شہر میں گشت کرتے رہتے ہیں۔ جس سے اہل جدہ بہت خائف ہیں۔

تبلیغ اسلام مشرق و مغرب میں

خط جرمنی

جناب مولوی صدر الدین صاحب اپنے تازہ خط میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ

کثرت برف باری کے سبب سے چار روز سے کام عمارت بند ہے۔ سردی ۲۲ درجہ صفر سے نیچے تک پہنچ گئی ہے۔ سب طرف برف کے انبار نظر آتے ہیں۔ یہ نظارہ اور یہ کام کی رکاوٹ محض اس لئے ہے۔ کہ میں احسانات الٰہی کا شکریہ ادا کروں۔ سارا موسم سرما کام برابر جاری رہا۔ اور ایسا عمدہ موسم بہار کبھی کسی شخص کی یاد میں نہیں آتا۔ ایسے سرد ملک میں اس قسم کا صاف موسم میسر آنا محض افضال الٰہی میں سے ہے۔ اس نے دکھا دیا ہے۔ کہ چاہے تو مارچ میں بھی وہی کیفیت پیدا کر دیں۔ جو دسمبر و جنوری میں نظر آنی چاہیئے تھی۔ اور ہم نے چاہا تو دسمبر و جنوری میں مارچ کی کیفیت پیدا کر رکھی ہے۔ فالحمد للہ۔

معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے۔ کہ جرمن گورنمنٹ نے ہمارے متعلق پورے طور پر تحقیقات کر کے اپنا اطمینان کر لیا ہے۔ ایک شخص نے بتایا کہ گورنمنٹ کو ہمارے متعلق بہت دھوکا دیا گیا تھا۔ لیکن اب چونکہ گورنمنٹ کو ہمارے متعلق پوری تسلی ہو گئی ہے۔ اس نے ہماری مسجد کی تعمیر کے متعلق شرارت کرنے والوں کا انسداد کر دیا ہے۔ ایک مصری کو جرمنی سے اخراج کا حکم دے دیا گیا ہے۔ اور دیگر شرارت کنندگان کے متعلق بھی ضروری کارروائی کی گئی ہے۔ ایک جرمن کو اس کی نادانی اور جہالت پر تنبیہ کر دی گئی ہے۔ اللہ تعالےٰ کا شکر ہے۔ کہ اس نے اپنے فضل سے معاملات کو صاف کر دیا۔ چالاکی۔ دغابازی دیر تک نہیں چلتی۔ اخلاص اور سچائی یقیناً کامیابی تک پہنچتی ہے۔ خدا وند تعالیٰ نے جو اصل قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے۔ وہ ہمیشہ سچا اترے گا۔ یعنی والعاقبۃ للمتقین۔ دو سال جنہوں نے مجھے اذیت دی۔ اور تبلیغ کے کام میں روڑے اٹکائے۔ آج ان کا کیا حشر ہوا۔ عبرت کے تازیانے برستے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہمیں نہ صرف دوسروں کے شر سے محفوظ رکھے۔ بلکہ یہ بھی توفیق دے۔ کہ ہم دوسروں کے لئے کسی قسم کے شر کا موجب نہ ہوں۔ وبا اللہ التوفیق۔

خط اٹلی

برادر محمد اقبال صاحب لکھتے ہیں۔ کہ فی الحال ان کا پیرس جانا ملتوی ہو گیا ہے۔ کیونکہ انہیں اٹلی میں ہی رہ کر تجارتی کام کرنے کے لئے تار آ گیا تھا۔ اس طرح سے اللہ تعالےٰ نے اٹلی میں رہنے کا ان کے لئے سامان پیدا کر دیا۔ اطالین زبان سیکھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یورپ کا نیا رسالہ خرید کر لیا ہے۔ اس میں ایک مضمون ہند کے متعلق ہے جس کا عنوان "ایک قوم کی تسخیر" ہے اس کا ترجمہ آئندہ ڈاک میں بھیجا جائے گا۔

خط چین

چین کے ایک یہودی اخبار کے ایڈیٹر نے ایڈیٹر لائٹ کو لکھا کہ

میں آپ کو اپنے اخبار کی ایک کاپی بھیجتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ اسے دلچسپ پائیں گے۔ اور تبادلے میں اپنا اخبار بھیجنا شروع کریں گے آپ کا اخبار نہایت دلچسپ ہے۔ میں نے حال ہی میں اسے یہاں دیکھا۔ میرے خیال میں آپ رب العالمین کے لئے نہایت مفید کام کر رہے ہیں۔ آپ کے مضمون "خدا کی ہستی" کے ایک ایک لفظ سے میرا اتفاق ہے۔ بحیثیت ایک یہودی ہونے کے میں اللہ تعالےٰ کی بادشاہت کے تمام دنیا میں پھیلانے کے لئے آپ کی تحریک کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ یہودی اور مسلمان اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی حیثیت سے باہم بھائی بھائی ہیں۔ اور ہر دو کے ذمہ ایک اہم فرض ہے۔ میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ ہم اس فرض کی ادائیگی کے پورے اہل ثابت ہوں گے۔

جزیرہ نمائے ملایا

برادر عثمان کلام صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے لائٹ کے تمام رسالے پرچے مطالعہ کئے۔ جو آپ نے مجھے بھیجے تھے۔ فی الحقیقت یہ اخبار نور لانے کا حقیقی مصداق ہے۔ میں اپنے احباب میں اس کی خریداری کے لئے پورے زور سے کوشش جاری رکھوں گا۔ میں اپنا سالانہ چندہ آج بھیج رہا ہوں۔

برادر محمد علی صاحب لکھتے ہیں کہ آپ کا خط ملا جو ہدایات آپ نے تحریر فرمائی ہیں۔ انہیں میں ہر وقت پیش نظر رکھوں گا۔ میں ایک نہایت اہم سوال آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں اور وہ یہ ہے۔ کہ کیا آپ قرآن شریف کا ملائی ترجمہ کر سکیں گے۔ جیسا کہ آپ دوسری زبانوں میں کر رہے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ہماری جماعت کو تمام بڑی بڑی زبانوں میں قرآن کا ترجمہ کرنا ضروری ہے تاکہ لوگوں کو اسلام کی حقیقی تعلیم سے آگاہی حاصل ہو۔ یہ میں اس لئے کہتا ہوں۔ کہ ہمارے ملک میں قرآن کی صرف اتنی ہی تعلیم دی جاتی ہے۔ کہ عربی پڑھا دی جاتی ہے۔ جس کے معانی کوئی بھی نہیں جانتا اسی سبب سے میں خود قرآن کے سمجھنے سے عاری ہوں میرے خیال میں ہماری انجمن کو اس طرف خاص توجہ کرنی چاہیئے۔ چند معزز اشخاص کے پتے لکھتا ہوں۔ آپ ان سے خط و کتابت کر کے انہیں جماعت میں شامل کرنے کی کوشش کریں۔ میں اس چھوٹے سے قصبہ میں لوگوں کے درمیان بیداری پیدا کر رہا ہوں۔ میں پھر آپ سے ترجمہ قرآن کے لئے التجا کرتا ہوں جبکہ ہم خادم اسلام ہونے کے مدعی ہیں۔ اور مسلمانوں کو غلط خیالات سے نکالنا چاہتے ہیں۔ تو ہمارا پہلا فرض یہ ہے کہ قرآن کی تعلیم مختلف زبانوں میں بذریعہ تراجم قرآن پھیلائیں۔ جو کچھ ہم کرنا چاہتے ہیں۔ وہ جلد کرنا چاہیئے۔ اس میں زیادہ دیر کی ضرورت نہیں۔ دوسری کئی کتابیں ملائی زبان میں چھپی ہوئی ہیں۔ لیکن افسوس کہ صرف قرآن کا کوئی ترجمہ موجود نہیں۔

فارم بیعت ارسال خدمت ہے۔ مناسب ہدایات ارسال فرماویں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ لوگوں کی اس سلسلہ کی طرف رہنمائی کرے۔

ٹرینیڈاڈ

برادر ایوب خاں صاحب لکھتے ہیں کہ جہاں تک مجھ سے ہو سکتا ہے۔ میں خریدار پیدا کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ ایک پونڈ ارسال ہے۔ جو چار خریداروں کا چندہ ہے۔ یہاں کے چند ایک غریب محنتی طلبا تحصیل علم دین کے لئے آپ کے ہاں آنا چاہتے ہیں کیا آپ اس بارہ میں کچھ انتظام کر سکتے ہیں؟ کیا آپ کوئی انگریزی دان مولوی یہاں بھیج سکتے ہیں۔ آپ کے مبلغ مولوی فضل کریم خاں صاحب نے یہاں بڑا مفید کام کیا تھا۔ ہم بہت مشکور ہوں گے اگر آپ اپنے خرچ پر کوئی موزوں آدمی بھیج سکیں۔

برادر گوہر علی خاں صاحب لکھتے ہیں کہ میں اپنے آپ کو جماعت احمدیہ کا ممبر شمار کرتا ہوں۔ اور جہاں تک ہو سکتا ہے۔ لوگوں کو سلسلہ میں داخل کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ یہاں کے قریباً تمام تعلیم یافتہ انگریزی دان مسلمان دل سے آپ کے ساتھ شریک ہیں۔ اگر آپ کی طرف سے ایک مبلغ آ جائے۔ تو بہت مفید ہو۔ یہاں کے علماء کی مخالفت کے باوجود ہم سے جہاں تک ہو سکتا ہے کوشش کر رہے ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۳ ۔ ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۴۳ھ نمبر ۴۶

مسلم ہائی سکول لاہور

لا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق

گذشتہ اشاعت میں ہیڈ ماسٹر صاحب مسلم ہائی سکول کی طرف سے یہ مختصر اطلاع شائع ہو چکی ہے کہ سکول کا نیا تعلیمی سال یکم اپریل سے شروع ہو گیا ہے جماعت بندی ہو گئی ہے۔ جو اصحاب اپنے بچوں کو بھیجنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ وہ جلد بھیج دیں۔ تاکہ ان کی تعلیم کا نقصان نہ ہو۔

اس میں شک نہیں کہ باہر سے بچوں کا یہاں آنا بہت سی مشکلات کا موجب ہے۔ والدین کے لئے بچوں سے جدا ہونا بہت ہی شاق ہوتا ہے۔ اور خود بچے اکثر اوقات ماں باپ سے الگ ہونا نہیں چاہتے۔ اور اس سے بڑھ کر مشکل یہ ہے کہ باہر بھیجنے میں خرچ نسبتاً زیادہ ہوتا ہے۔ لیکن ان تمام مشکلات کے بالمقابل جن فوائد کو پیش نظر رکھ کر اس سکول کو قائم کیا گیا ہے وہ بہت زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ کون نہیں جانتا۔ کہ زمانہ کی بے راہ روی اور لامذہبیت کا اثر تو تعلیم یافتہ دماغوں پر بہت زیادہ ہوتا ہے جس کا زیادہ تر باعث مدارس کی چار دیواری ہے جن کے اندر طلبا کو بالعموم مذہب سے قطعاً بیگانہ رکھا جاتا ہے۔ اور اگر کہیں مذہب کی تصویر ان کے سامنے رکھی بھی جاتی ہے۔ تو وہ اس قدر گھناؤنی اور نامرغوب ہوتی ہے۔ کہ کسی سلیم المزاج انسان کا اسے دیکھنے کو بھی جی نہیں چاہتا۔ اسلام کا وہ خوبصورت چہرہ جو آج سے تیرہ سو سال پہلے دنیا کی فریفتگی کا موجب تھا۔ آج ملاں لوگوں کے ہاتھوں سے ایسا بدنما ہوا ہے۔ کہ اسے دیکھا نہیں جا سکتا یہی وجہ ہے۔ کہ موجودہ تعلیم اسلام کے اثر کو پختہ کرنے کے بجائے اس کو زائل کرنے کا موجب ہے۔ اور جب ہمارے بچے سکولوں سے نکل کر کالجوں کے اندر جاتے ہیں۔ تو سیحیت یا دہریت کا چولہ پہن کر وہاں سے باہر آتے ہیں۔

وہ خدا جس کا وعدہ تھا۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون وہ اسلام کی اس درگت کو جس کی وجہ سے مسلمانوں کا قدم تباہی کی طرف جا رہا تھا۔ خاموشی کے ساتھ نہ دیکھ سکتا تھا۔ اس نے اس زمانہ میں ہماری اصلاح کے لئے اپنے ایک مجدد کو بھیجا تاکہ اسلام کو تمام آلائشوں سے پاک کر کے اس کا خوبصورت چہرہ دنیا کے سامنے پیش کرے۔ چنانچہ اس پاک انسان نے اس کام کے لئے ایک جماعت تیار کی۔ جو آج دنیا میں تبلیغ اسلام کا بیڑہ اٹھائے ہوئے ہے لیکن وہ چند افراد جو اس وقت اس کام کو کر رہے ہیں ہمیشہ کے لئے کفیل نہیں ہو سکتے۔ اس عظیم الشان کام کو جاری رکھنے اور تکمیل تک پہنچانے کے لئے ضروری ہے کہ ہماری آئندہ نسلیں ابھی سے اس کے لئے تیار ہوں۔ ضرورت ہے۔ کہ انہیں ابتدا سے اسلام کی صحیح تعلیم دی جائے [illegible] وہ دشمنوں سے اس کا بچاؤ کر سکیں [illegible] پاک تعلیم [illegible] سے جانیں [illegible] سکول کی [illegible] خصوصیت [illegible] اس بات کی [illegible] علوم مروجہ سے

سے بہرہ ور ہوں۔ اور جہاں تک ممکن ہو۔ امر پہلو میں ترقی کرنے کی کوشش کریں۔ وہیں قرآن شریف کا بھی انہیں علم ہو۔ اور وہ ہر حال جائیں جن حالات میں کاروبار کے اندر ہوں۔ اس پاک کتاب کی اشاعت ان کا اصل نصب العین ہو۔ ہمارے دوستوں کو یہ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ وہ اپنے فرائض سے [illegible] جب تک اپنے بچوں کو اسلام سے پورے طور پر واقف نہ کریں اور اس کی خدمت کا جوش ان کے دلوں میں پیدا نہ کر دیں۔

خدا نے آپ کو اس کے لئے ایک نہایت عمدہ ذریعہ بنا رکھا ہے۔ اس وقت مسلم ہائی سکول، جو محض اسی غرض سے قائم کیا گیا ہے اس پہلو میں قوم کی نہایت شاندار خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ اس کا تعلیمی سٹینڈرڈ دوسرے سکولوں سے بدرجہا بڑھا ہوا ہے۔ اور علوم مروجہ کی تعلیم کے ساتھ علوم دینیہ بالخصوص قرآن کریم کی تعلیم پر زور دیا جاتا ہے۔ ایسی کتب کے ذریعہ سے جن میں اسلام کے ضروری مسائل اور ان کی خوبیوں کو واضح کیا گیا ہے۔ جن میں رسول اللہ صلعم کی پاک زندگی اور تاریخ اسلام کے شاندار اسباق کو جمع کیا گیا ہے۔ طلبا کو بتایا جاتا ہے کہ انہیں کس قسم کی زندگی اختیار کرنی چاہیئے۔ اور اس پر بڑی بات یہ ہے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ کے وعظ، خطبات جمعہ اور درس و تدریس سے ایک خاص روح ان کے اندر پھونکی جاتی ہے۔ اور اس بات کی پوری کوشش کی جاتی ہے۔ کہ اس سکول کے طلبا علوم مروجہ میں بہرہ ور ہونے کے علاوہ اپنے جوش اسلامی۔ واقفیت دینی اور روشن خیالی میں خاص امتیاز رکھتے ہوں اور سکول سے باہر نکلکر جہاں کہیں بھی وہ جائیں جن حالات کے اندر وہ زندگی بسر کریں۔ دین کے سچے خادم ثابت ہوں۔

یہ فوائد اس قدر عظیم الشان ہیں کہ ہم سمجھتے ہیں۔ کہ ان کے بالمقابل وہ مشکلات جو مالی کمزوریوں یا والدین کی محبت کے رنگ میں پیش کی جاتی ہیں۔ قطعاً ہیچ ہیں۔ جو ماں باپ اولاد کی محبت کے لئے انہیں ایسے عظیم الشان فوائد دینی سے مستفید ہونے سے روکتے ہیں۔ جن والدین کو اولاد کی دینی پرورش کے بالمقابل چند پیسوں کی زیادہ فکر ہے۔ ان کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ وہ اپنی حرکات سے قتل اولاد جیسے فعل شنیع کے مرتکب ہوتے ہیں جس سے قرآن کریم نے کھلے لفظوں میں منع کیا ہے لا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق ...... حضرت ابن عباس رضؓ نے اس کے یہی معنے کئے ہیں۔ کہ مفلسی کے ڈر سے اپنی اولاد کو جاہل نہ رکھو، اور اس سے بڑھ کر جہالت کیا ہے۔ کہ اپنے دین اور قرآن حکیم جیسی پاک کتاب سے جو دنیا و عقبےٰ میں فلاح کا موجب ہے۔ بے بہرہ رکھا جائے۔

ہم ایک دفعہ پھر اپنے دوستوں سے یہ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ نے ہماری چھوٹی سی جماعت کو بے شمار نصرتیں عطا فرمائی ہیں۔ تاکہ ہم اس کے دین کی خدمت کے لئے اور زیادہ جوش اور ہمت کے ساتھ قدم آگے بڑھائیں۔ اس وقت جب یہ سکول قائم ہوا تھا۔ تو بہت کم لوگوں کو امید تھی کہ ہماری کمزور جماعت اس کو کسی طرح بھی قائم رکھنے اور چلانے میں کامیاب ہو گی۔ اس کے بعد کئی مواقع ایسے پیش آئے کہ جن کی وجہ سے اس کی زندگی کے جلد ختم ہو جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا لیکن خدا تعالےٰ نے نصرت اور دستگیری فرمائی۔ یہاں تک کہ آج ہم اسی سکول کو اس قابل دیکھتے ہیں۔ کہ ایک عظیم الشان عمارت اس کے لئے تعمیر ہو رہی ہے۔ جس کی ایک منزل ختم ہو چکی ہے اور دوسری منزل کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ کیا یہ ہماری اکیلی کمزور جماعت کا کام تھا۔ اگر خدا تعالےٰ کی طرف سے نصرت نہ آتی۔ تو یقیناً ہمارے ہاتھوں سے اس قدر عظیم الشان کام نہ ہو سکتا تھا۔ ہاں یہ ان چند پاک نفس لوگوں کی دعاؤں کا نتیجہ تھا۔ جنہوں نے مسیح موعود کے انفاس قدسیہ سے وہ فیضان حاصل کیا ہے۔ جو انہیں ہر وقت دین متین کی خدمت اور ترقی کے لئے سرگردان رکھتا ہے۔ بالخصوص حضرت امیر ایدہ اللہ کا دلی درد اور نیم شبی دعائیں فضل الٰہی کی کشش کا موجب ہوئیں۔ اور ہمیں آج [illegible] جیسے مقام پر ایک عالیشان [illegible] بنانے کی توفیق دی۔ ایک سکول [illegible] عالیشان [illegible] عمارت کے سامان عطا فرما [illegible] کی درستی کا ایک ذریعہ پیدا کر دیا ہے۔ ضرورت ہے کہ ہم اس موقعہ سے فائدہ اٹھائیں۔ اگرچہ اس کے لئے اپنا بہت کچھ قربان کرنا پڑے۔ اسی سے اللہ تعالےٰ کی نصرتیں اور زیادہ آئیں گی۔ کیونکہ وہ فرماتا ہے۔ لئن شکرتم لأزيدنكم ولئن كفرتم ان عذابي لشديد۔

ہاں اپنے بچوں کو اپنے اس قومی سکول میں بھیجو۔ کہ اسی پر تمہاری آئندہ قومی زندگی کا انحصار ہے۔ وانفقوا في سبيل الله ولا تلقوا بايديكم الى التهلكة ۔ خدا کے دین کی حفاظت اور اشاعت ہی پر ہماری زندگی ہے۔ اگر اس کام کو تھوڑا سا خرچ کر کے ہم ہمیشہ کے لئے جاری رکھ سکیں۔ تو گویا ہم نے ہمیشہ کی زندگی کا سامان کر لیا۔ ورنہ سچی بات یہ ہے۔ کہ اس کے بغیر اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو ہلاکت کے گڑھے میں دھکیلنا ہے۔ امید ہے کہ ہمارے دوست اس طرف متوجہ ہوں گے۔

اسلام کے سب سے بڑے دشمن

مراد آباد میں حال ہی میں ایک سنی کانفرنس منعقد ہوئی ہے۔ جس میں کابل کے واقعات سنگساری کو خالص مذہبی قرار دیتے ہوئے اسلام کے عین مطابق بتایا گیا اور تہنیت الانوار امیر والی افغانستان کو پیغام بھیجے گئے ہیں کہ وہ احمدیوں کا کام تمام کر دیں۔ [illegible] بھی نہ دھریں۔

کلکتہ کا انگریزی معاصر "مسلمان" اس کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہے کہ

"مراد آباد کی سنی کانفرنس کے متعلق اطلاع ہے کہ اس نے چند احمدیوں کی سنگساری کو خالص مذہبی معاملہ اور اس کی مخالفت کو مذہبی امور میں دخل قرار دیا۔ ہمیں یہ معلوم نہ تھا کہ ہم مسلمان اس قدر تنزل کے گڑھے میں گر چکے ہیں .... ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسلمانوں سے بڑھکر آج اسلام کے اور کوئی دشمن نہیں کبھی بھی کسی غیر شخص نے اسلام کے پاک چہرہ پر ایسی سیاہی نہیں لگائی۔ جیسے ہم لگا رہے ہیں"

ہم اپنے لائق معاصر سے عرض کرنا چاہتے ہیں کہ فی الحقیقت اسلام کو اپنے دوستوں سے جس قدر نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ اس قدر دشمنوں سے نہیں پہنچا۔ اس لئے اس مرض کو دور کرنے اور مسلمانوں میں رواداری اور علم پیدا کرنے کی جس قدر بھی کوشش کی جائے ضروری ہے۔ ہمارے خیال میں واقعہ سنگساری سے مسلمانوں کے سمجھدار اور جاہل لوگوں میں امتیاز ہو گیا ہے۔ اور معلوم ہو گیا ہے کہ مسلمانوں کے مذہبی معتقدات کہاں تک قرآن کریم کے خلاف پڑے ہوئے ہیں۔ اور ان میں اصلاح کی کس قدر گنجائش ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ اسلام کی صحیح تعلیمات کی اشاعت کی ... لگاتار کوشش کی جائے تاکہ خلاف اسلام معتقدات لوگوں کے دماغوں سے نکلکر اسلام کی اصل شکل دنیا میں ظاہر ہو۔

سنگساری کی وجہ

مولوی ظفر علی خاں نے زمیندار میں ایک طویل سلسلہ مضامین لکھا اور یہ ثابت کرنے کی پوری کوشش کی کہ اسلام رواداری کے اس اصول سے قطعاً ناآشنا ہے جس کا اعتراف غیر مذاہب کو بھی بعض وقت طوعاً وکرہاً کرنا پڑا ہے۔ جو دلائل مولوی صاحب نے اس سلسلہ میں پیش کئے ہیں ان پر کسی دوسری صحبت میں مفصل تبصرہ کیا جائے گا۔ لیکن یہ دیکھ کر ہمیں حیرانی ہوئی۔ کہ سزا سے ارتداد کو ثابت کرتے ہوئے واقعات کابل پر جب مولوی صاحب پہنچے تو ان کو اصل وجوہات کو بعض سیاسی مصلحتوں کے پردہ میں مخفی قرار دیا۔ اگر یہ سچ ہے تو شریعت اسلام کو بدنام کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ انہیں چاہیئے تھا کہ صرف اسی قدر لکھ دیتے کہ حکومت افغانستان نے نعمت اللہ خان اور دیگر احمدیوں کو مذہبی وجوہات سے نہیں بلکہ سیاسی وجوہات کی بنا پر قتل کیا ہے اگرچہ کابل کے اخبارات اور خود عدالت شرعیہ کے فیصلہ اس کی تغلیط کے لئے کافی ہیں۔ لیکن سیاسی سنگساری [illegible] مولانا [illegible] ہم آج تک نہیں سمجھ سکے۔ کہ ایک طرف اس سنگساری کو [illegible] اور دوسری طرف اس کی بنا حکومت کے سیاسی وجوہات پر رکھتے ہیں۔ کیا ان میں کوئی صاحب عقل آدمی نہیں ہے۔

تار کا پتہ مسلمان لاہور

ہفتہ میں دو بار ہر اتوار اور بدھ کو ٹھیک وقت پر شائع ہوتا ہے

اخبار پیغامِ صلح لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۶۳

جلد ۱۲ — نمبر ۸۰

مدینۃ المسیح لاہور یوم بدھوار مورخہ ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۴۳ھ ہجری مطابق ۱۵ اپریل ۱۹۲۵ء

عیسائی مشنری سرگرمیوں کی غرض و غایت

مشرق اقصیٰ کی روز افزوں تجارتی ترقی سے خدشات

حبشیوں کی تعلیم حکومت کی بجائے مشنریوں کی نگرانی میں

چرچ مشنری سوسائٹی کی ایکسٹر ایسوسی ایشن کی صدارت کرتے ہوئے اسقف ایکسٹر ڈاکٹر ٹمپل نے کہا کہ تبلیغ واشاعت عیسائیت کا کام آجکل نہایت ضروری ہے۔ مگر ساتھ ہی لوگوں کے دلوں اور ضمیروں کو حقیقی طور پر مؤثر اور فیصلہ کن بنانے کے لئے اتنا ہی مشکل بھی ہے۔

ہندوستانی تحریک عوام

ڈاکٹر ٹمپل نے کہا کہ اب نہ صرف افراد کی موجودہ بہبودی اور آئندہ خوشی بلکہ ترقی پذیر اور تغیر پسند تہذیب بھی خطرہ میں ہے۔ مزید براں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ دنیا کے دور دراز حصوں میں جو تغیرات کار فرما ہیں۔ ان کا خود ہماری زندگی پر زبردست اثر پڑتا ہے۔ اور ان واقعات نے تبلیغ کا کام نہایت ضروری بنا دیا ہے۔ آپ نے خواہش ظاہر کی۔ کہ عیسائیان برطانیہ ہندوستان کی تحریک عوام کو حقیقی طور پر سمجھیں اور کہ ہندوستانی اچھوتوں کو اپنا دنیاوی مقصد بہتر بنانے کا جو خیال محرک ہے۔ وہ نہایت قابل قدر ہے۔ اور اگر یہ بلند ترین مقصد نہیں تو کم از کم خدا اکیلا اگر وہ ضرور ہے۔ آپ نے دعا کی کہ ہم ہندوستان کی تحریک عوام کی طرف نسبتاً زیادہ توجہ دے سکیں۔

گذشتہ پچاس سال کی تاریخ کے نتائج

اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے اسقف موصوف نے فرمایا ہندوستان سے ذرا آگے مشرق اقصیٰ پر نظر دوڑائیں۔ تو وہاں انسان کو ہمارے پرانے صنعتی دور کے بدترین آثار نمایاں معلوم ہوتے ہیں۔ جو جاپان میں تو کافی جڑیں پکڑ چکے ہیں اور چین میں بھی ان کی زبردست ابتدا ہو گئی ہے۔ آپ نے کہا مجھے یقین ہے۔ کہ اگر اس ملک کے مزدوروں کے گذشتہ پچاس سال کے حالات کا مطالعہ کیا جائے۔ تو ثابت ہوگا۔ کہ اس عرصہ میں جو ترقیاں ہوئی ہیں۔ وہ لوگوں کے دماغ میں ایک لازمی چیز کی طرح کالنقش فی الحجر ہو گئی ہیں جو لوگ فی الحقیقت مصائب و آلام کا شکار ہیں۔ وہ اپنی بے بسی کے اظہار میں بے زبان حیوانوں سے زیادہ خوش نصیب ہے۔

مذہب کے پردہ میں تجارتی ترقی کی تحریک

لیکن اگر مشرق اقصیٰ اُن ہی طریقوں سے جو ہم ترک کر چکے ہیں۔ ہماری مصنوعات کا منڈیوں میں مقابلہ کرتا رہا۔ تو ہماری ترقی کا جاری رہنا محالات میں سے ہے۔ اس میں شک و شبہ نہیں کہ یہ طریقے اگر زیادہ عرصہ تک استعمال کئے جائیں۔ تو وہ قومی صنعت و حرفت کے لئے تباہ کن ثابت ہوتے ہیں۔ لیکن خود تباہ ہونے سے بہت قبل وہ اپنے ہمسایہ اور مقابل کی صنعت و حرفت کو تباہ کر دیتے ہیں۔ اس لئے جب تک ہم مشرق اقصیٰ کو یہ نہ سکھا دیں۔ کہ عیسائیت کا معیار کیا ہے۔ اور انسانی انفرادی ہستی سے کیا مقصد ہے۔ نیز اس کے ساتھ صنعت و حرفت میں کیسا سلوک ہونا چاہیئے۔ ہمارے لئے گھر میں اپنی ترقی جاری رکھنا بہت مشکل ہوگا۔

اتحاد اسلامی اور مسلم قومیت

اس تحریک سے جسے عرصہ دراز سے اتحاد اسلامی کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ ایک اور پیچیدہ مسئلہ پیدا ہو گیا ہے۔ لیکن اب کہ اس تحریک کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ اس کی جگہ مسلم قومیت نے لے لی ہے۔ اور اتحاد اسلامی سے بالکل ہی مختلف ہے۔ بعض مسلم اقوام جو عالم اسلامی کے مجتمع حصہ سے علیحدہ تھیں۔ پہلے ہی بیرونی اثرات قبول کر رہی ہیں۔ جن میں سے ایک عیسائیت ہے۔

افریقہ کے حبشیوں کی تعلیم

چوتھا اہم اور قابل غور مسئلہ اہل افریقہ کو تعلیم دینے کا ہے۔ حکومت نے عیسائیت سے درخواست کی ہے۔ کہ حکومت کے نام پر وہ افریقہ کی تعلیم اپنے ہاتھ میں لے۔ اور حکومت افریقہ کے علاوہ خود حکومت برطانیہ نے عیسائی تبلیغی اثرات کے ماتحت اساتذہ کی تعلیم و تربیت کا کام ہمارے حوالہ کرنے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے آخر میں کہا کہ میں نے یہ چار چند مسائل محض بطور مثال آپ کے سامنے پیش کئے ہیں۔ کہ تبلیغ کی ضرورت اور مشکلات کا آپ اندازہ لگا سکیں۔

پہاڑی گورکھوں میں اسلام

اس وقت مسلمانوں کو قدم قدم پر ہر شعبہ عامہ میں کثرت و قلت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ مسلمانوں کو اپنی تعداد میں اضافہ کرنا چاہیئے اور کوشش کرنا چاہیئے۔ کہ جو جائز طریقے ان کے مذہب نے ان کو بتائے ہیں۔ ان پر عملدرآمد کریں۔ اس وقت ضلع گورکھپور میں دامن کوہ اور ترائی پہاڑی لوگ گورکھے آباد ہیں۔ جن کی منگولی شکل۔ جن کی سادگی۔ جن کی راست پسندی اور جن کی استقامت اور وفادارانہ روش ان کے حق میں امتیازی درجہ رکھتی ہے۔ یہ قوم برائے نام بھی کسی مذہب کی پابند نہیں ہے۔ صرف رسوم قدیمہ کی پابند ہے۔ اگر ان میں تبلیغ اسلام کی کوششیں ہوں۔ اور چند مسلمان ان کی بولی اور زبان سیکھ کر ان میں رہنا سہنا اختیار کریں۔ تو اسلام کو بڑی تقویت پہنچے۔ یہ لوگ اسی طرح اسلام میں جوق جوق آ جائیں گے۔ جس طرح چین میں منگولی نسل کے لوگ گروہ در گروہ آ رہے ہیں۔ یہ گورکھے بہادر قوم ہے ہیں۔ اور بہادروں کو جب اسلام کی سادگی اور آخرت کی بشارت معلوم ہوتی ہے۔ تو سیلاب کی طرح اس میں آتے ہیں۔ ہم نے بعض کو گورکھپور مردم شماری لیتے وقت دیکھا۔ اور ان کے نام بھی سنے۔ اکثر کے خاندانی نام "علی" "معین" "تہا" اور "تیغ" آخر میں سنے گئے ہیں۔ غالباً یہ لوگ کبھی مسلمان تھے جن کو مسلمانوں نے ایسا بھلا دیا۔ کہ وہ بھی اسلام کو بھول گئے۔ اور پھر قدیم رسموں کی بھول بھلیاں میں رہ گئے۔ لہٰذا ان میں اشاعت اسلام کرنا بہت ضروری ہے اور مجھے امید ہے کہ ارباب تبلیغ اس پر دھیان دیں گے۔

(مشرق)

البرہان الصحیح

فی تائید المسیح

بابا ہدایت اللہ صاحب پنجابی شاعر کے نام سے ہمارے اکثر احباب واقف ہوں گے۔ پنجابی زبان کے آپ مسلمہ استاد ہیں۔ اور آپ کا کلام ایک ممتاز حیثیت اور خاص تاثیر اپنے اندر رکھتا ہے۔ جن اصحاب کو پنجابی زبان سے کچھ انس ہے وہ اس حقیقت سے واقف ہیں۔ مذکورہ صدر رسالہ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تائید میں پنجابی نظم میں لکھا ہے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات۔ یاجوج۔ ماجوج۔ دجال مسیح علیہ السلام کے معجزات۔ مسیح کی آمد ثانی۔ اور ظلی نبوت وغیرہ پر مفصل بحث کی ہے۔ کتاب کی خوبی پڑھنے سے معلوم ہو[گی] جن احباب کو پنجابی زبان سے کچھ بھی دلچسپی ہے وہ ضرور پڑھیں قیمت بھی بہت تھوڑی ہے یعنی ار محصول

ملنے کا پتہ:- دارالکتب اسلامیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح
لاہور

جلد ۱۳ ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۴۳ھ نمبر ۴۷

رمضان اور لیلۃ القدر

بعثت ماموریں کا تعلق لیلۃ القدر سے

انا انزلنہ فی لیلۃ القدر وما ادراک ما لیلۃ القدر لیلۃ القدر خیر من الف شہر تنزل الملئکۃ والروح فیہا باذن ربہم من کل امر سلام ہی حتی مطلع الفجر ٥

نور اور ظلمت۔ ہدایت اور گمراہی کی جنگ ہمیشہ سے دنیا میں لگی ہوئی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی اللہ تعالےٰ کی یہ سنت مستمرہ بھی ہر آن اپنا کام کر رہی ہے۔ کہ جب کبھی ظلمت اور گمراہی کا تسلط نور اور ہدایت پر ہونے لگتا ہے۔ جس وقت تاریکی دنیا پر پھیل جاتی ہے۔ اور قریب ہوتا ہے کہ ہدایت کی روشنی بالکل گم ہو جائے۔ اس وقت اللہ تعالےٰ آسمان سے روح بھیجتا اور ایک نیا نور نازل فرماتا ہے۔ ایسی گھڑی جب ظلمت نور پر احاطہ پا لے۔ اگرچہ بظاہر بڑی خطرناک گھڑی نظر آتی ہے لیکن حقیقت میں یہی وہ وقت ہوتا ہے جب خدا تعالیٰ اس نعم کو پھر چمکاتا اور روشن کرتا ہے سالہا سال اور صدیوں کی تاریکی ... نبی کا آنا جس درجہ قابل قدر ہو سکتا ہے ... اگرچہ وہ وقت انتہائی ظلمت ... تاکہ ہم اس کو لیلۃ القدر کے نام سے یاد کرتا۔ اور اسے ہزار مہینہ ... بہتر ٹھیراتا ہے۔ کیونکہ اس کے اندر ملائکہ تمام خیر و برکت کے امور لے کر نازل ... تے ہیں۔ اور اس کے نتیجہ میں دنیا سالہا سال کی تاریکیوں سے نکل صبح صادق کا منہ دیکھتی ہے۔

یہ مبارک رات ہر نبی اور مامور کی آمد سے پہلے دنیا پر آتی ہے یہی وہ پاک ساعت ہے۔ جس کے بعد وہ آفتاب صداقت طلوع ہوا جس نے تمام اطراف عالم کو منور کر دیا۔ محمد رسول اللہ صلعم اور قرآن کریم جس کمال کو لے کر دنیا میں آئے ہیں۔ ان سے پہلے اسی قدر جہالت اور ویسا ہی اندھیرا اور تاریکی دنیا پر چھائی ہوئی تھی۔ اس تاریکی کو دور کرنے کے لئے عیسائی اور یہودیوں جیسی اقوام نے یکے بعد دیگرے کوششیں کیں۔ اور باوجود اس کے کہ ان کی پشت پر بڑی بڑی عظیم الشان سلطنتوں کا امدادی ہاتھ تھا۔ ناکامی ہی سے انہیں دوچار ہونا پڑا۔ اس سے آنحضرت صلعم کے کام کی عظمت اور قرآن کریم کا کمال ظاہر ہوتا ہے۔ آپ نے ایک بیس سال کے عرصہ میں وہ کام کر دکھایا۔ جو بڑی بڑی سلطنتوں سے ناممکن تھا۔ اور پھر اسلام تمام دنیا کے لئے جس قدر خیر و برکت کا موجب ہوا۔ جس قدر علوم و حکمت قرآن کریم کے ذریعہ سے دنیا میں پھیلے۔ کوئی دوسرا مذہب اور مذہبی کتاب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ پس ایسی عظیم الشان کتاب جس رات کے اندر نازل ہو۔ جو ظلمت اور تاریکی اس کامل نور کا پیش خیمہ ثابت ہو۔ فی الحقیقت وہ ایک فضیلت رکھتی ہے۔ جو ہزار مہینہ کی راتوں کو حاصل نہیں۔

لیکن کیا وہ مبارک رات آنحضرت صلعم پر ختم ہو گئی ہے کیا ... کریم کے نزول کے بعد اب اس کا پھر آنا ناممکن ہے ہاں ... آنحضرت صلعم پر کامل ہدایت نازل ہوئی۔ اور اسی کا نتیجہ ہے۔ کہ آپ آخری نبی ہیں۔ آئندہ اب نہ کوئی نئی ہدایت آ سکتی ہے اور نہ نیا نبی آ سکتا ہے۔

ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

لیکن اس کامل ہدایت کی موجودگی کے باوجود دنیا فسق و فجور میں مبتلا ہو سکتی ہے۔ وہ اس کے صحیح مطالب کو سمجھنے سے قاصر رہ سکتی ہے۔ اور اس نور ہدایت سے فائدہ اٹھانے کے بجائے اسے پس پشت پھینک سکتی ہے جس کی شکایت خود آنحضرت صلعم کو بھی ہو گی۔ کہ یارب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا۔ پس کیا باوجود اس کے اب اس بات کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ کہ ایسے اوقات میں اللہ تعالےٰ کسی ایسے شخص کو کھڑا کرے۔ جو دنیا کو فسق و فجور سے باہر نکال کر قرآن حکیم پر چلانے میں ساعی ہو۔ کیا تکمیل شریعت اور نبوت کے ساتھ ہی اصلاح خلق کا کام بھی ختم ہو گیا۔ اور کوئی ایسا شخص نہیں آ سکتا جو نبی نہ ہونے کے باوجود آنحضرت صلعم کے رنگ میں رنگین ہو کر لوگوں کو اسلام کی طرف بلائے ہزار مہینہ بلکہ ہزار ہا سال کی تاریکیاں رکھتے ہوئے امت محمدیہ لیلۃ القدر کی برکات سے متمتع نہیں ہو سکتی؟

حدیث نبوی میں اس کا جواب صاف ہے۔ ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا ٥ ہر صدی کے سر پر کسی ایسے شخص کو اللہ تعالےٰ اس امت میں مبعوث کیا کرے گا۔ جو اس کے دین کو اس کے لئے تازہ کرے۔ ہر صدی کے سر پر مجدد کا ہونا اسی حکمت بالغہ پر مبنی ہے۔ جس کا ذکر سورۃ قدر کے اندر کیا گیا ہے۔ ایک صدی کے اتی اتراسی سال ہزار مہینہ کے برابر ہیں۔ اور اس قدر طویل عرصہ کے بعد بھی اگر خدا تعالےٰ کی طرف سے دین کو تازہ کرنے والا کوئی شخص پیدا نہ ہو۔ تو نور ہدایت کے مٹ جانے میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا۔ قرآن کریم خود اس پر شاہد ہے کہ ... آسمانی نور کو آئے ہوئے جس قدر زمانہ گذرتا ہے۔ اسی قدر انسانوں کے قلوب سخت ہو جاتے ہیں۔ الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ وما نزل من الحق ٥

اتی تراسی سال کا عرصہ کوئی تھوڑا عرصہ نہیں۔ ایک انسان کی عمر ہے۔ اس قدر عرصہ میں انسانی دلوں کا سخت ہونا ایک لازمی امر ہے۔ جس کے بعد ضروری ہے۔ کہ پھر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھڑا ہو۔ جو اس نور الٰہی کو پھر تازہ کرے۔ گویا یوں کہنا چاہیئے۔ کہ امت محمدیہ پر ہر اتی تراسی سال میں ایک لیلۃ القدر آتی ہے جس کے بعد ایک مجدد کا ظہور ہوتا ہے۔

تاریخ اس پر شاہد ہے۔ کہ ہر صدی کے سر پر کوئی نہ کوئی ایسا شخص یا اشخاص پیدا ہوئے۔ جن کو خدا تعالےٰ نے خلعت مجددیت سے سرفراز کیا۔ ان میں سے بعض کے دعوے بھی موجود ہیں۔ مثلاً حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی۔ حضرت مجدد الف ثانی جن کو مجدد ہی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ کوئی صدی ایسی نہیں گذری۔ جس میں دنیا نے ایک ایسی لیلۃ القدر کو مشاہدہ نہ کیا ہو۔ جو اپنی بڑھی ہوئی ظلمت کے باعث کسی نہ کسی مجدد کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ یہاں تک کہ ہمارا زمانہ بھی اس سے خالی نہیں رہا بلکہ یوں کہنا چاہیئے۔ کہ اس زمانہ کے فتن جیسا کہ آثار میں بتایا گیا مطلقاً گذشتہ صدیوں پر فوقیت لے گئے۔ اور اس قدر ظلمت و تاریکی دنیا پر چھائی ہے۔ کہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آج تک اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔

مگر افسوس کہ اس قدر فتن اور تاریکیوں کے باوجود ہمارے زمانہ کے لوگ اپنے آپ کو اس سے بے نیاز سمجھتے ہیں۔ کہ کوئی شخص خدا تعالےٰ کی طرف سے ان کی اصلاح کے لئے کھڑا ہو۔ بیماریوں اور فتنوں کا انہیں اعتراف ہے۔ رات دن اس کا رونا روتے ہیں۔ کہ ہم خطرناک امراض کے شکار ہو رہے ہیں۔ لیکن اس کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ کہ کوئی ایسا حکیم ان کے لئے پیدا ہو۔ جو قرآن کریم کے بھولے ہوئے نسخہ کو یاد دلائے۔ حدیث موجود ہے کہ مجدد صدی کے سر پر آنا چاہیئے۔ تاریخ اس پر شاہد ہے۔ کہ مجدد ہر صدی میں آتے رہے۔ زمانہ کے پرفتن حالات اس پر گواہ ہیں۔ کہ کوئی مجدد پیدا ہونا چاہیئے۔ لیکن موجودہ صدی کا سر بلکہ نصف کے قریب گذر جانے کے باوجود اس کا خیال تک نہیں کہ کیوں یہ صدی خالی چلی گئی۔ کاش اگر مرزا صاحب سے عناد تھا۔ تو حدیث نبوی سے تو عناد نہ ہوتا۔ آنحضرت صلعم کے قول کو غلط ثابت نہ ہونے دیتے۔ لیکن مشکل یہ ہے۔ کہ اس صدی میں مجدد بھی ایک ہی پیدا ہوا ہے۔ پس اگر مانیں تو اسی کو ماننا ہو گا۔ ورنہ نہ صرف حدیث نبوی کو غلط ٹھیرانا ہو گا۔ بلکہ تمام مجددین کو جو اس حدیث کے مطابق اللہ تعالےٰ کی طرف سے کھڑے ہوئے۔ معاذ اللہ جھوٹا ٹھیرانا پڑے گا۔ اور ہمیں حیرت ہے کہ وہ لوگ جن کو حدیث کی صحت پر بھی کوئی شبہ نہیں۔ اور نہ وہ مجددین کو جھوٹا ٹھیرا سکتے ہیں۔ کیونکر اس بارہ میں اپنے دلوں کو تسلی دیتے ہیں۔ کس طرح وہ مجدد وقت کو نہ مان کر قول نبوی اور مجددین امت کو سچا ثابت کر سکتے ہیں۔ بلکہ وہ لوگ بھی جو آج اسلام کی دی ہوئی مذہبی آزادی کو مجروح اور مخدوش احادیث کی بنا پر سلب کرنے کے درپے ہیں۔ ایک ایسی حدیث کو کس طرح سے رد کر سکتے ہیں جس کی صحت پر گذشتہ تیرہ صدیوں کے مجددین کی مہریں ثبت ہو چکی ہیں۔ کاش ان لوگوں کے دلوں میں ذرا بھی خوف خدا ہو۔ اور رمضان کی لیلۃ القدر ان کے لئے اس لیلۃ القدر کی شناخت کا موجب ہو جس نے ایک ایسے عظیم الشان مجدد کو ہم میں پیدا کیا۔ اور وہ اس کے ساتھ ہو کر دین الٰہی کی خدمت میں ساعی ہوں۔ کہ یہی اس کا حقیقی مشن اور کام تھا۔

الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ وما نزل من الحق ٥

آزمائشی نکاح

مغرب میں ایک وقت تھا۔ کہ اسلام کے قانون طلاق پر پھبتیاں اڑائی جاتی تھیں۔ پھر وہ وقت آیا۔ کہ خود اہل مغرب کو بھی قانون طلاق نافذ کرنا پڑا۔ یہاں تک کہ امریکہ میں بات بات پر عدالت طلاق کی طرف رجوع ہونے لگا۔ لیکن اب یہ آزادی بھی ناقابل برداشت ہو گئی ہے۔ اور ڈیلاور (امریکہ) کی مجلس قانون ساز میں ایک مسودہ قانون پیش ہوا ہے جس کے رو سے نکاح کنندگان کو آزمائشی طور پر ایک سال کے لئے نکاح کرنا ہو گا۔ اور اگر سال بھر کے بعد میاں بیوی علیحدہ ہونا پسند کریں۔ تو آئندہ کبھی انہیں طلاق کی اجازت نہ ہو گی۔

یہ قانون اس میں شک نہیں کہ طلاق کے غلط استعمال کو ایک حد تک روکنے کا موجب ہو گا۔ لیکن یہ کون کہہ سکتا ہے۔ کہ سال بھر کے خوشگوار تعلقات کے بعد آئندہ تمام عمر میں کوئی ایسی ازدواجی مشکلات پیدا نہ ہوں گی جن کی وجہ سے ان کا تعلقات زوجیت کو قائم رکھنا ناممکن امر ہو۔ ایسے حالات میں طلاق کو روکنا ایک امر قبیح کو پیدا کرنا ہے۔ ہمارے خیال میں جب تک اہل امریکہ اس سیدھے طریق کو اختیار نہ کریں۔ جو اسلام نے پسند کیا ہے۔ اس وقت تک طلاق یا عدم طلاق کی مشکلات سے ان کی نجات نہیں ہو سکتی۔ طلاق تمام عمر میں کسی وقت ہو سکتی ہے جب حالات ایسے ہوں۔ کہ تعلقات زوجیت کو توڑنے کے سوائے چارہ نہ ہو لیکن یہ اجازت ایسی نہیں کہ ہر ذرا سی بات پر اس سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔ بلکہ اپنے جائز محل پر بھی وہ ابغض الحلال کا حکم رکھتی ہے۔

پہاڑ چلا سے گئے

انگریزی رسالہ "ریویو آف ریلیجنز" کے اپریل نمبر میں آسٹریلیا کے ایک شخص نے لکھا ہے۔ کہ انگریزی کا یہ جملہ کہ the mountain would not go to Mohammad - So Mohammad must perforce go to the mountain (یعنی پہاڑ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف نہیں جائے گا۔ اس لئے محمد (صلعم) کو پہاڑ کی طرف جانا ہو گا) مسلمانوں کے لئے سخت دلآزار ہے۔ اس جملہ کا استعمال قطعاً ترک کر دینا چاہیئے۔ اور اگر اس کا استعمال ضروری ہو۔ تو محمد (صلعم) کے بجائے یسوع مسیح کا نام استعمال ہونا چاہیئے۔ بالخصوص جبکہ جناب مسیح کی زندگی پر یہ جملہ فی الحقیقت صادق آتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے ہی فرمایا تھا کہ

"اگر تو اس پہاڑ کو کہے کہ اپنی جگہ سے ہٹ کر سمندر

میں جا گر۔ تو وہ گر جائے گا" (متی باب ۲۱: ۲۱)

اور باوجود اس کے جناب مسیح کی زندگی میں ایک بھی ایسا واقعہ نہیں ملتا۔ کہ آپ کے حکم سے کوئی پہاڑ اپنی جگہ سے ہل کر سمندر میں جا گرا ہو۔

"نامہ نگار" ریویو آف ریلیجنز" کی رائے بالکل صحیح ہے۔ نہ صرف اس لئے کہ جناب مسیح اس جملہ کے صحیح مصداق ہیں۔ بلکہ جہاں تک آنحضرت صلعم کا تعلق ہے۔ آپ کے حکم سے مٹی کے پہاڑ نہیں۔ تو انسانی پہاڑ ضرور چلائے گئے۔ وہ بڑے بڑے سرداران عرب جو اپنی قوم میں جبیل (پہاڑ) سمجھے جاتے تھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں آئے۔ تو پس کر رہ گئے۔ اور ان میں سے بعض نے آپ کی غلامی کو اپنا فخر سمجھا۔ اسی طرف قرآن کریم نے اشارہ فرمایا ہے۔

گویا یوں کہنا چاہیئے۔ کہ محمد رسول اللہ صلعم کو پہاڑ کی طرف جانے کی ضرورت نہیں ہوئی۔ بلکہ پہاڑ خود اپنی جگہ سے ہل کر محمد رسول اللہ صلعم کے قدموں میں آ گرے۔ اور آج بھی گر رہے ہیں۔ کاش اس کی ہی کوئی ایک مثال جناب مسیح کی زندگی میں مل سکتی۔

حج کے متعلق

قبل ازیں جمعیت العلمائے ہند کا ایک اعلان نقل کیا جا چکا ہے۔ کہ چونکہ حجاز میں امن کی صورت ناپید ہے۔ اس لئے عازمین حج کو امسال اپنا ارادہ موقوف کر دینا چاہیئے۔

ایک اسی قسم کا اعلان بمبئی کی حج کمیٹی نے کیا ہے۔ کہ حجاز کے موجودہ حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ ضروری ہے کہ ہندوستانی عازمین حج کو امسال روکا جائے۔

لیکن ایک اعلان سلطان ابن سعود کی طرف سے بھی ہوا ہے۔ کہ جس میں انہوں نے مسلمانان عالم کو حج بیت اللہ کے لئے دعوت دی ہے۔ اور یہ یقین دلایا ہے۔ کہ اگر تین نئی بندرگاہوں منفغورہ۔ ربیغ اور قسیعط کے رستہ سے حجاج آئیں۔ تو ان کے لئے ہر قسم کے امن کا انتظام وہاں کر دیا گیا ہے۔ ان بندرگاہوں میں ہر قسم کے جہاز وہاں محفوظ پہنچ سکتے ہیں۔ اسی اعلان کی بنا پر مولانا شوکت علی نے حج کمیٹی کے ساتھ بھی گفت و شنید کی ہے اور امید دلائی ہے۔ کہ "ایک ہفتہ کے اندر اندر ہم تمام صحیح حالات مہیا کر لیں گے"۔ اور عید کے بعد حاجیوں کی روانگی شروع ہو جائیگی بمبئی میں اس وقت چار پانچ سو بخاری حجاج صرف جہازوں کی انتظار میں بیٹھے ہیں۔

ہمارے خیال میں حج کمیٹی اور اراکین مجلس خلافت کا فرض ہے۔ کہ وہ اس بارہ میں بہت سوچ سمجھ کر قدم اٹھائیں۔ حالات کی اچھی طرح سے تحقیق کر لینی ضروری ہے۔ حاجیوں کو محض بندرگاہوں پر پہنچا دینا ہی کام نہیں۔ اس سے آگے مکہ معظمہ تک کا رستہ زیادہ خطرناک ہوگا۔ ایسا نہ ہو کہ غریب حاجیوں کے قافلے وہاں جا کر لٹ جائیں۔ اس بارہ میں زیادہ تحقیق اور احتیاط کی ضرورت ہے۔

آریہ سماج کی تعلیمی خدمات

آریہ سماج کو پیدا ہوئے کم و بیش چالیس سال کا عرصہ ہوا ہے لیکن اس قلیل مدت میں اسنے باوجود ان شدید اختلافات کے جو عام ہندوؤں کے ساتھ وہ رکھتی ہے ایک خاص عزت اور ہر دلعزیزی . . . . ہندو قوم میں حاصل کر لی ہے۔ اسکی بڑی وجہ اگر غور کر کے دیکھا جائے تو یہی ہے کہ اسنے مختلف مقامات پر تعلیمی مدارس قائم کر کے ہندو نوجوانوں کو اپنا ہمخیال بنا لیا ہے۔ اس بارے میں آریہ سماج نے حیرت انگیز ترقی کی ہے۔ اس وقت ہندوستان بھر کی آریہ سماج تعلیمگاہوں میں کم و بیش ساٹھ ہزار طلبہ تعلیم پا رہے ہیں مختلف درسگاہوں کی تعداد ملاحظہ ہو:

لڑکوں کے لئے آرٹس کالج ۸۔ لڑکیوں کے لئے آرٹس کالج ۲۔ ٹریننگ کالج ۱۔ مذہبی تعلیم کے کالج ۳۔ آیورویدک کالج ۲۔ ہائی سکول لڑکوں کے ۷۷۔ لڑکیوں کے لئے ہائی سکول ۱۔ لڑکوں کے لئے مڈل سکول ۷۰ لڑکیوں کے لئے مڈل سکول ۵۹۔ لڑکوں کے لئے پرائمری سکول ۱۵۵ لڑکیوں کے لئے پرائمری سکول ۱۲۱۔ سنسکرت سکول ۹۔ ہندی سکول ... کے لئے ۸۰۔ گوروکل ۳۷۔ نائٹ سکول ۱۲۔ دلت جاتیوں کے سکول ۵۵۔ لڑکوں اور لڑکیوں کے مخلوط سکول ۱۱۔ یتیم خانے ۱۲۰۔ صنعتی سکول ۲۔ بیواؤں کے آشرم۔

یہ تو سکولوں وغیرہ کی تعداد ہے۔ ان پر تقریباً بیس لاکھ روپیہ سالانہ خرچ ہوتا ہے۔ کالجوں اور عمارتوں پر اب تک قریباً اسی لاکھ روپیہ خرچ ہو چکا ہے۔ یہ حال ہے اس جماعت کا جسکو سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ہم عمر کہنا چاہیئے۔ اس تعداد کے بالمقابل ہمارا ایک مسلم ہائی سکول پر فخر کرنا کہاں تک واجب ہے۔ بالخصوص ایسی حالت میں کہ اسکے لئے بھی قوم سے اپیلیں کرنی پڑتی ہیں۔ اسمیں شک نہیں کہ ہماری توجہ زیادہ تر بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام کی طرف ہے۔ لیکن کاش بیس لاکھ کے بالمقابل کم از کم دس لاکھ روپیہ سالانہ ہی تبلیغ اسلام پر صرف کر سکتے تو ایک بات ہوتی۔

مولوی نعمت اللہ خان کے معتقدات

کسی گزشتہ اشاعت میں ہم نے لکھا تھا کہ میاں محمود احمد صاحب مولوی نعمت اللہ خانصاحب شہید کو اپنا ہم عقیدہ قرار دے کر خواہ مخواہ انہیں بدنام کرتے ہیں۔ جن عقائد کا اظہار شہید مرحوم نے عدالت کابل میں کیا ہے وہ میاں صاحب کے معتقدات کے صریحاً خلاف ہیں۔ الفضل نے اسکے جواب میں ایک طویل مضمون لکھا ہے جو دو اشاعتوں میں شائع ہوا ہے لیکن کام کی بات صرف آخری تین کالموں میں ہے۔ جہاں شہید مرحوم کے معتقدات پر بحث کی ہے۔ شہید مرحوم نے فرمایا تھا:۔

"مرزا غلام احمد مذکور اگرچہ نبی صاحب شریعت نیست اما نبی ظلی یعنی فنافی الرسول است"۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود کی نبوت کو فنافی الرسول کے درجہ سے بڑھکر نہ سمجھتے تھے۔ "الفضل" نے اسکے جواب میں بتایا ہے کہ

۱۔ یہاں "نبی ظلی" کے الفاظ شہید مرحوم نے "نبی صاحب شریعت" کے بالمقابل استعمال کیے ہیں۔ آپکے نبی ہونے سے انکار نہیں کیا۔

۲۔ حضرت مسیح موعود نے بھی ... اپنے آپ کو فنافی الرسول کے درجہ پر کہا ہے۔

ہم نہیں سمجھتے کہ ان تصریحات سے الفضل کا مطلب کیا ہے۔ کیا وہ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ فنافی الرسول یا ظلی نبی فی الحقیقت نبی ہوتا ہے اگر یہ سچ ہے تو وہ مہربانی کر کے یہ اعلان کر دے کہ سابق اولیاء اللہ میں سے کوئی بھی فنافی الرسول کے درجہ پر نہ تھا تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ حضرت مسیح موعود کے مذہب سے وہ کسقدر دور پڑا ہوا ہے۔ اسکے ساتھ ہی ایک اور دلچسپ بات یہ بھی سننے کے قابل ہے کہ مولوی نعمت اللہ خانصاحب نے یہ بھی کہا تھا کہ:۔

"وحی براو بدون واسطہ جبرائیل نازل شدہ"

یعنی حضرت مسیح موعود پر جبرئیل کی وساطت کے بغیر وحی نازل ہوتی تھی یہ اسقدر صاف بات ہے کہ اس سے بڑھکر کوئی چیز انکار نبوت کے ثبوت میں پیش نہیں کی جا سکتی۔ لیکن "الفضل" کی توجیہ ملاحظہ ہو کہ چونکہ عام عقیدہ ہے کہ جبرئیل شریعت لاتا ہے۔ اس لیے اس سے انکار کیا گیا ورنہ وہ کہہ چکے تھے کہ

"ہماں معتقدات مذکور مندرجات کتاب اوراحق سے دائم"

اور حضرت مسیح موعود نے حقیقۃ الوحی میں اپنا ایک الہام بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔

"اسجگہ آئل خدا تعالیٰ نے جبرائیل کا نام رکھا ہے اس لیے کہ بار بار رجوع کرتا ہے"۔

تو پھر وہ آپ پر مطلق نزول جبرائیل کا انکار کیونکر کر سکتے تھے"

یہ کسقدر غلط بیانی ہے۔ ہم کب کہتے ہیں کہ شہید مرحوم نے مطلق نزول جبرئیل کا انکار کیا۔ انکے لفظ صاف ہیں۔ "وحی براو بدون واسطہ جبرائیل نازل شدہ"۔

کیا "الفضل" اس کھلے ہوئے فرق کو نہیں سمجھ سکتا کہ وحی کا بواسطہ جبرائیل نازل ہونا اور بات ہے اور مطلق جبرائیل کا نزول اور بات۔ کیا باوجود اسکے کہ جاءنی آئیل حضرت مسیح موعود کا الہام ہے اور آئیل سے آپ نے جبرائیل ہی مراد لیا ہے۔ یہ کہنا صحیح نہیں کہ جبرائیل کے توسط سے وحی کا آپ پر نہیں ہوئی کیا وہ کسی ایسی وحی کا پتہ دے سکتا جو بتوسط جبرائیل آپ پر نازل ہوئی ہو۔ اگر نہیں اور ہرگز نہیں دے سکتا تو شہید مرحوم کا یہ اعتراف کرنا کہ بدون واسطہ جبرائیل آپ پر وحی آئی۔ اس بات کی ایک کھلی شہادت ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود کو نبی نہ سمجھتے تھے اور نہ تمام غیر از جماعت مسلمانوں کو کافر۔

ریویو

احسن البیان

اس نام کی ایک کتاب مولوی عبد الشکور صاحب میوا[؟] تصنیف فرمائی ہے۔ اور جناب مسلم خان صاحب سکنہ تمیکا ذیل کے نوٹ کے ساتھ برائے ریویو بھیجی ہے "ہمارے مولوی صاحب مصنف کتاب نہایت غیر متعصب عالم ہیں جس کا جناب کو اس کتاب میں سے گی"۔ اسی بے تعصبی کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم نے اس کتاب کا بغور مطالعہ کیا۔ خصوصاً سلسلہ اہلحدیث و فرقہ ہائے اسلامیہ کے متعلق۔

نہایت افسوس کہ جس شوق سے ہم نے اس کا مطالعہ کیا تھا۔ وہ کتاب کے ختم کرتے ہی کم ہو گیا۔ اگر بے تعصبی اسی کا نام ہے۔ جو مولوی صاحب کی اس کتاب سے ظاہر ہے دنیا میں پھر تعصب کی کوئی تعریف ہی نہیں۔

مولوی صاحب کی بے تعصبی کے ثبوت ملاحظہ ہوں:

موجودہ مسلمانوں کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

"افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ آجکل کے مسلمان اس اسلام کو خیرباد کہہ کر سبکدوش ہو چکے ہیں جس کو وہ رحمۃ للعالمین اور بشیر و نذیر لے کر آیا تھا۔ ہماری اس حالت کا فوٹو یہ فقرہ ہے۔ مسلمانان درگور مسلمانی درکتاب . . . . . . اس وقت اگر کوئی مذہب دنیا میں اپنے معتقدین کی اخلاقی پستی کی وجہ سے انگشت نما ہے۔ تو وہ مذہب اسلام ہے . . . . . . انہی کی عناد اور سرکشی نے مذہب کی صورت مسخ کر دی ہے"۔ صفحہ ۳

علماء کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

"علما اختلاف پیدا کرنے والے ہوا کرتے ہیں دباغوائے شیطانی علم قابلیت طباعی اور بڑائی ثابت کرنے کو جس کتاب کو اٹھا کر دیکھو۔ بربنائے تعصب اختلافات کی ایک طغیانی ہے۔ جو اشارہ ہی ہے (منہم خرجت الفتنۃ وعلیہم تعود) ان علما کی تعریف ہے کہ ان سے فتنہ اٹھے گا۔ اور انہی پر پڑے گا"۔ صفحہ

پھر عنوان قائم کرتے ہیں:۔

"مسلمان یہود و نصاریٰ کی چال پر چلے"

اور مضمون کے آخر پر لکھتے ہیں:۔

"یہ سارے اوصاف یہود و نصاریٰ کے ہیں جو نہ معلوم مسلمانوں میں کیونکر آئے"۔ صفحہ

مختلف فرقوں کو گمراہ و مردود قرار دے کر صفحہ پر لکھتے ہیں "کہ یہ لوگ اپنا نام مسلمان رکھے ہوئے ہیں۔ حالانکہ نہ ان کو اسلام صحیح سے تعلق ہے نہ وہ مسلمان ہیں (الا ماشاء اللہ)"

ایسے ہی مولوی صاحب جب دوسروں کے خیالات کا ذکر کرنے بیٹھے ہیں تو فرماتے ہیں:۔

"(تمام علماء اسلام اور متبعین قرآن و حدیث کو کافر مردود کو مشابہ بالیہود اور جہنمی قرار دینا) یعنی جماعت احمدیہ کا حالانکہ مولوی صاحب خود ہی سوائے اپنی جماعت کے سب کو غیر مسلم (ص) مشابہ بالیہود والنصاریٰ (ص تا ۸) گمراہ اور مردود (ص ۸) قرار دے چکے ہیں سا اپنا حق سمجھتے ہیں۔ کہ علماء اور دوسرے مسلمانوں کو جن الفاظ سے چاہیں خطاب کریں۔ لیکن یہ حق دوسروں کو نہیں دینا چاہتے"۔ ص ۲

سلسلہ احمدیہ کے بارے میں مولوی صاحب نے جو ٹھوکر کھائی ہیں وہ ان کی ذیل کی عبارات سے ظاہر ہیں ص ۱۸ پر لکھتے ہیں "حضرت مرزا صاحب" :۔

"آہستہ آہستہ ترقی کرتے کرتے مجدد ہو بیٹھے"۔

ص ۱۲ پر لکھتے ہیں:۔

"کیونکہ ۱۸۸ ... میں آپ نے مجدد و امام ہونے کا دعوے کیا تھا۔

خود مولوی صاحب کا ... کہ محمد بیت والا ست کا دعویٰ
... وقت کیا ۔ پھر پہلی تحریر خود ہی غلط ثابت ہوگئی ۔
(۲) پھر لکھتے ہیں صفحہ ... مہدی ... مسیح موعود ... بالآخر
... رسول بن گیا ۔ اب نبوت کو پاش پاش کر دیا ۔
صفحہ ۲ پر لکھتے ہیں ... میں ... نبوت و ...
... میں آیا ۔
مولوی صاحب کا پہلا خیال یہاں بھی غلط ہوا ۔
(۳) فرماتے ہیں مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت و رسالت
... قرآن واحادیث صحیحہ ... پر آیت الیوم اکملت
لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم
الاسلام دینا ۔ اور آیت خاتم النبیین اور حدیث لا نبی بعدی
... کامل گواہ ہیں ۔ صفحہ ۱۹ ۔ لیکن آپ توجہ نہیں فرماتے ۔ کہ ان آیات
... میں نئے اور پرانے کی خصوصیت نہیں ۔ ان میں کہاں سے
... ہوا ۔ کہ نیا نہیں آسکتا ۔ پرانا آسکتا ہے ۔ یہ لوگ ان آیات و حدیث
... وجود گی میں نئے یا پرانے نبی کا آنا مانتے ہیں ۔ ہمارے نزدیک
دونوں خلاف قرآن وحدیث کہتے ہیں ۔ اس لئے صحیح مذہب
... قرآن و حدیث یہ ہے " میرے پر یہی کھولا گیا ہے کہ حقیقی نبوت
کے دروازے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بکلی بند ہیں ۔
... نہ کوئی جدید نبی حقیقی معنوں کے رو سے اور نہ کوئی قدیم نبی
ملتا ہے ۔ (سراج منیر ، مصنفہ حضرت مرزا صاحب)
(۴) فرماتے ہیں (مرزا صاحب کا " اعلان کرنا کہ جو کوئی اس مقبرے
میں دفن ہوگا جنتی ہوگا ۔ حالانکہ قرآن نے مدار نجات ایمان صحیح اور اعمال
صالحہ کو قرار دیا ہے " صفحہ ۱۹
اگر مولوی صاحب نے یہ بہتان نہیں باندھا ۔ تو مہربانی فرما کر
... اعلان ضرور شائع کریں جس میں ایمان اور عمل صالح کے بغیر کسی کا
... مقبرہ میں دفن ہونا جنتی بنا دیتا ہے ۔
(۵) صفحہ ۱۹ پر فرماتے ہیں " مرزا صاحب کے مریدین کہتے ہیں کہ ...
... نے صلیب کو توڑ دیا ۔ نیچریوں آریوں برہموسماج کی گردن توڑ دی
... شرک و کفر کافور ہو گئے ۔ اسلام تازہ ہو گیا ۔ عیسائیوں کے خدا کو فوت
... ثابت کر دیا ۔ حالانکہ یہ تمام جھوٹ ہے ۔
یہی مولوی صاحب صفحہ ۱۸ پر اعتراف کر چکے ہیں کہ " اسلام کی تائید
... اور غیر مذاہب کی تردید میں ایک بڑی عظیم الشان کتاب براہین
احمدیہ انعامی دس ہزار روپیہ لکھی جس میں اچھی اچھی دلیلیں بہم پہنچائیں
... واقعی طور پر اچھی تھیں ۔
پھر صفحہ ۱۸ پر جماعت احمدیہ کے بارہ میں لکھتے ہیں کہ " یورپ و
امریکہ وافریقہ و جاپان اور چین وغیرہ میں اس کے مشن قائم ہو چکے ہیں ۔
اشاعت اسلام کر رہے ہیں ۔ ہندوؤں ۔ آریوں ۔ دیو سماجیوں
سے بھی علمی جنگ کر رہے ہیں ۔ عیسائیوں کا بھی ناطقہ بند کرنے
... بیٹھے ہیں "
صفحہ ۱۲ پر لکھتے ہیں کہ " اس جماعت کا ہو کو تبلیغ اسلام سے
خاص ذوق ہے "
لیکن مولوی صاحب ایسے بے تعصب ہیں کہ اپنی جماعت اہلحدیث
... ان خدمات کو نہ پا کر بھی اس کی تعریف میں رطب اللسان ہیں ۔
اور احمدیہ جماعت کی خدمات کے اعتراف کے باوجود ان کو ابو طالب
کی مثال دے کر رد کرتے ہیں ۔ اور اس بات پر غور نہیں کرتے کہ کیا
ابو طالب کلمہ توحید پڑھتا تھا ۔ نماز ۔ روزہ ۔ حج ۔ زکوٰۃ ۔ ایمان باللہ ۔
ایمان بالرسل ۔ ایمان بالکتب ۔ ایمان بالملائکۃ ۔ ایمان بالآخرۃ کا قائل
تھا ۔ کہ مسلمان خادمان اسلام کی خدمات کو اس کی مثال سے رد کرنا
چاہتے ہیں ۔
جماعت احمدیہ کے ... رد مخالفین کو تسلیم کرتے ہوئے
بھی مولوی صاحب ان خدمات کو کن بودے دلائل سے رد کرتے
ہیں ۔ کہ نہ مرزا صاحب کے ہاتھ پر دو چار لاکھ عیسائی مسلمان ہوئے ۔
آریوں نیچریوں کا پہلے سے زیادہ زور ہے ۔ تعلیم یافتہ دہریہ نیچری
لامذہب ہو رہے ہیں ۔ قبر پرستی ۔ تعزیہ پرستی ۔ ستارہ پرستی ۔ پیر پرستی زور
پر ہے ۔ سو دو چار ہزار مشرک مسلمان نہ ہوئے ۔ بلکہ مسلمانوں کی ایک
قوم ارتداد کے گڑھے میں گر گئی ۔
دوسری جگہ مولوی صاحب حضرت نبی کریم کے بارے میں لکھتے
ہیں صفحہ ۵ " اس سارے جہاں کے نبی نے علی الاعلان بار بار
کہا کہ میں کل ممالک یورپ و ایشیا و افریقہ امریکہ آسٹریلیا عالمین کے لئے
... [illegible]

احمدی خواتین کے لئے

ایک جدیلوں میں شادی

تنظیم نسواں مورخہ ۲۸ فروری میں ایک مضمون ممتاز اختر
فاروقی احمدی کا چھپا ہے جس کا ایک حصہ نقل کرنا مناسب سمجھتی
ہوں ۔ یہ اس لائق ہے کہ ہماری سب احمدی بہنیں آویزہ گوش
ہوش بنائیں ۔ کیونکہ ابھی تک ہماری جماعت میں بھی ذات پات
کا خیال موجود ہے ۔ اسلام نے ایک عالمگیر برادری اخوت اسلامی
کی قائم کی ۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم میں سے وہی شریف ہے
جو خدا کے نزدیک صفات پسندیدہ رکھتا ہے ۔ پھر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ نے اس بات کو بھی صاف
کر دیا ۔ کہ ذات پات کا خیال رسم جاہلیت ہے ۔ آپ نے اپنی
دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے حضرت عثمانؓ کے عقد میں دیں
جو بنی ہاشم نہ تھے ۔ اسی طرح اپنی پھوپھی زاد بہن کی شادی ایک غلام
سے کر دی ۔ آپ کے صحابہ کرامؓ بھی آپ کے نقش قدم پر چلتے
تھے ۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے اپنی صاحبزادی حضرت کلثومؓ کو جو
حضرت فاطمہؓ کے بطن مبارک سے تھی ۔ اور سیدہ تھیں حضرت
عمرؓ سے بیاہ دیا جو غیر سید تھے ۔ مگر افسوس کہ منجملہ اور تعلیمات اسلامی
کے جو فراموش کر دی گئیں ۔ ایک یہ بھی ہے ۔ کہ اب سید غیر سید کو
بیٹی نہیں دیتے ۔ بلکہ لینے میں بھی تامل کرتے ہیں ۔ وہ ایک بدچلن
نالائق سید کو ایک متقی غیر سید پر ترجیح دیتے ہیں یہی حال دیگر
برادری والوں کا ہے ۔
حضرت مسیح موعود نے جہاں اور تعلیمات اسلامی کو زندہ کیا وہاں
یہ تعلیم بھی ۔ کہ ذات پات کے قیود کو بالکل اڑا دیا ۔ مگر تعجب ہے کہ اکثر
احمدی ابھی تک ان بیڑیوں کو پہنے ہوئے ہیں ۔ جو اہل ہنود کی دیکھا
دیکھی اپنے پاؤں میں ڈال لی تھیں ۔ ہماری بہنیں اس معاملہ میں زیادہ
ذمہ دار ہیں ۔ اکثر شادی بیاہ کے معاملات ان کی صلاح و مشورہ سے
طے پاتے ہیں ۔ اور بوجہ کم علمی ان کو ذات پات کا بہت خیال ہوتا
ہے ۔ اس لئے اگر وہ ہمت کریں ۔ تو یہ بدعت جلد دور ہو سکتی ہے
میرے بزرگ احمدی بھائیو اور بہنو ! جس طرح آپ نے خدا کے مسیح
کا ساتھ دیتے وقت اپنی کسی برادری اور رشتہ داری کی پرواہ نہ کی ۔
اور کوئی ملامت و خوف بدنامی آپ کو سچائی کے قبول کرنے سے
نہ روک سکا ۔ اسی طرح اس بارے میں بھی مومنانہ شجاعت سے کام
لیں ۔ اور کسی کی پرواہ نہ کر کے صرف اسلامی تعلیم پر عمل پیرا ہوں ۔ بلکہ واجب
ہے کہ مرکز اس موقعہ پر اپنے کامل اختیارات سے کام لیں ۔ تاکہ احمدی قوم
کی پیشانی سے یہ بدنما داغ دور ہو ۔ اور حقیقت یہی ہے ۔ کہ احمدی قوم
مضبوط تر ہوگی جب تک ذات پات کی قیود کو توڑ کر صرف تقویٰ کو
معیار شرافت نہ سمجھے ۔ وہ مضمون جس کا حوالہ شروع میں دیا ہے یہ ہے ۔
" ایک بدرسم اور خام خیالی جو ہمارے دماغوں میں سمائی ہوئی ہے
وہ اپنی ذات میں شادی کرنے کا خیال ہے ۔ سید سیدوں میں ہی
اپنی لڑکی بیاہیں گے ۔ اسی طرح شیخ شیخوں میں اور مغل مغلوں میں ۔
پٹھان پٹھانوں میں ۔ وغیرہ وغیرہ ۔ میری سمجھ میں آج تک یہ بات نہ آئی ۔
کہ وہ مسلمان کہلا کر کس طرح اس قسم کے خیالات اپنے دماغوں میں رکھ
سکتے ہیں ۔ اپنی ذات میں شادی کرنی ہے تو بے شک کرو ۔ مگر یہ
کہ اپنی ذات کے باہر لڑکی ہرگز نہیں دینی ایک نہایت ہی قبیح بدعت
ہے ۔ اور مساوات اسلامی اور حضرت نبی کریم صلعم کے اسوہ حسنہ
کا خون کرنا ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ ان اکرمکم عند اللہ
اتقٰکم ۔ یعنے اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ
شریف اور معزز وہ ہے ۔ جو تم میں سب سے زیادہ متقی اور راست باز
ہے ۔ اور پھر بھی بہتیرے ایسے مسلمان ہیں ۔ کہ شاہ جی چاہے
شراب خواری ۔ جوئے بازی ۔ بدمعاشی کتنی ہی کیوں نہ کریں ۔ مگر پھر
بھی وہ ہنس کر کہہ دیتے ہیں ۔ کہ جی آل رسول ہیں ۔ ان کے نانا کو تو ہی
قیامت کے دن ہماری شفاعت کرنی ہے ۔ ان کے لئے سب کچھ
جائز ہے ۔ استغفر اللہ ! کہاں ایک طرف حضرت نبی کریم صلعم حضرت
فاطمہ زہراؓ کو فرماتے ہیں ۔ کہ اے فاطمہؓ تو یہ نہ سمجھ لینا کہ تیرا باپ رسول
اللہ ہے اس لئے تیری بخشش ہو جائے ۔ بلکہ تیرے اعمال پر
ہی تیری بخشش ہوگی یا جزا و سزا ملے گی ۔ اور کہاں آجکل کے مسلمان
کہ ان پیروں ۔ فقیروں اور شاہ جی لوگوں سے منتیں مانگتے ہیں ۔

اور ان کا دامن پکڑ کر جنت میں داخلے کی آرزو رکھتے ہیں ع
ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا
اسلام تو دنیا میں تفرقہ بازی مٹانے اور مساوات انسانی قائم
کرنے آیا ہے ۔ دنیا کا کوئی مذہب نہیں جس میں ایسی مساوات
برابری پائی جاتی ہو جیسی اسلام میں ۔ بھلا اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتا ہے کہ
نبی کریم صلعم اپنی پھوپھی زاد بہن کو جو قبیلہ قریش (جو عرب کے سب
قبیلوں سے اشرف اور افضل گنا جاتا تھا) سے تعلق رکھتی تھیں ۔ اپنے
غلام زید بن حارثہ سے بیاہ دیتے ہیں ۔
اب بتائیے کون مسلمان ہے ۔ جو اپنے آپ کو حضرت نبی کریم
صلعم سے زیادہ دانا یا عقلمند یا غیرت مند سمجھتا ہو ۔ اور حضرت
زینبؓ سے زیادہ اپنی بیٹی یا بہن کو افضل یا اشرف سمجھتا ہو ۔ مگر کتنے
ہیں جو اس اسوہ حسنہ پر ہزاروں حصہ بھی عمل کرتے ہیں ۔
اگر کوئی بات شادی سے پہلے معلوم کرنی ضروری ہے ۔ تو وہ یہ
ہے کہ لڑکا شریف ۔ نیک چلن لائق اور کمانے کھانے والا ہو ۔ اور لڑکی
اچھی قبول صورت ۔ خانہ داری سے واقف لکھی پڑھی اور نیک مزاج
ہے ۔ مگر لڑکا اور لڑکی دونوں کی مرضی ضرور دریافت کرنی چاہیئے ۔
خلاف مرضی شادیاں کبھی کامیاب نہیں ہوتی ہیں ۔ یہ نبی کریم صلعم کا
بھی ارشاد ہے ۔ کہ لڑکے لڑکی دونوں کی مرضی اور پسندیدگی شادی
سے پہلے ضرور حاصل کر لینی چاہیئے .... کیونکہ ماں باپ
نے تو شادی کر کے اپنے سر سے بوجھ اتار دیا ۔ مگر عمر تو ان دونوں کو
اکٹھی کاٹنی ہے ۔ اگر طبیعت مل گئی تو فبہا ورنہ آئے دن کی تو تو میں
میں رہے گی ۔ جس میں عورت کو سب سے زیادہ تکلیف اٹھانی
پڑے گی ۔
شادی بیاہوں کے رشتے اکثر عورتوں ہی کے ہاتھ میں ہوتے
ہیں ۔ اگر وہ عقلمندی سے سوچ سمجھ کر قدم اٹھائیں ۔ اور ذات
برادری کی قیدوں میں نہ پڑیں ۔ ان کو لڑکے لڑکیاں بھی حسب منشا
مل سکیں گی .... آپ کی جنس کی اصلاح بہت کچھ آپ
کے ہاتھ میں ہے ۔ سارا قصور مردوں کے سر پر ہی نہ تھوپیں ۔

خاکسار م ۔ ن ۔ از لاہور

بقیہ کالم اول

چنانچہ ارشاد ہوا ۔ کہ ہم نے تم کو کافۃ للناس بشیرا و نذیرا
بنا کر بھیجا ہے " ایک مخالف اسلام کو حق پہنچتا ہے ۔ کہ وہ مولوی صاحب
سے دریافت کرے کہ کب حضرت نبی کریمؐ نے یہ پیغام اپنے وقت
کے تمام بنی نوع کو پہنچایا ۔ کونسا صحابیؓ امریکہ یا آسٹریلیا بھیجا گیا تھا تیرہ
سو سال گذر رہے ۔ اس وقت بھی جماعت احمدیہ کہ جسے چھوڑ کر علماء اس
پیغام کو کونسے غیر ممالک میں پہنچا رہے ہیں ۔ جب واقعات یہ ہیں
تو حضرت مرزا صاحب پر طعن کرنا کہاں تک درست ہے ۔ حالانکہ
خوب جانتے ہیں ۔ کہ حضرت نبی کریمؐ کے وقت سارا عرب بھی مسلمان
نہ ہوا تھا ۔ انبیاء اور اولیائے نیکی کا ایک بیج لگاتے آتے ہیں ۔ اور وہ
ایک جماعت خادم دین پیدا کر جاتے ہیں ۔ جو اپنی ہمت اور قربانی
کے ذریعہ سے اس نیکی کو بتدریج دنیا میں پھیلاتی ہے ۔ مولوی صاحب
کو اعتراف ہے ۔ کہ جماعت احمدیہ یہ کام کر رہی ہے ۔ اگر اس کی
کوششوں کو پوری کامیابی حاصل نہیں ہوئی ۔ تو اس کی وجہ مولوی
صاحب جیسے علماء کی پھیلائی ہوئی غلطی ہے ۔ جو عام مسلمانوں کو ہمارے
ساتھ مل کر خدمت اسلام کرنے سے روکے ہوئے ہے ۔ ورنہ
جو کچھ اسلام کی نسبت پادریوں اور مولویوں کی پھیلائی ہوئی غلط بیانیاں
ہیں ۔ وہ کبھی کی بالکل دور ہو گئی ہوتیں ۔ اور لوگوں کے لئے اسلام
میں داخلہ کا دروازہ کھل جاتا ۔ ہم فخر سے نہیں بلکہ تحدیث بالنعمۃ
کے طور پر کہتے ہیں ۔ کہ جیسی خوبصورت تصویر اسلام کی ہماری جماعت
دنیا کے سامنے پیش کرتی ہے ۔ وہ موجودہ زمانہ کے علماء سے ممکن
نہیں ۔ اور اس کا ثبوت واقعات دے رہے ہیں ۔ کہ مولوی صاحب
کا پیش کردہ اسلام غیر مذاہب کو بھونڈا اور خلاف عقل نظر آتا ۔
حالانکہ ہمارا پیش کردہ اسلام ان کے ضمیر کو اپیل کرتا ہے ۔ اور وہ
محبت سے قبول کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں ۔ مولوی صاحب !
پاس سوائے بغض و بدگمانی پھیلانے کے کچھ نہیں دھرا ۔
مولوی صاحب کی یہ کتاب مجموعہ اضداد ہے ۔ اور مسلمانوں
میں بجائے باہمی محبت پیدا کرنے کے عناد پیدا کرنے کا ذریعہ
ہوگی ۔

خاکسار
محمد منظور الٰہی ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

ایک فاضل دیوبند سے گفتگو

مکرمی جناب اڈیٹر صاحب پیغام صلح! السلام علیکم
گذارش ہے کہ میرے چند لفظ بذریعہ اخبار "پیغام صلح" شائع کر دیں اور وہ یہ ہیں کہ ایک مولوی فاضل صاحب نووارد سیالکوٹ محلہ خراسیاں میں مقیم ہیں جنکا نام مولوی محمد نظیر صاحب ہے - ابھی حال میں مولوی فاضل کا امتحان پاس کر کے تشریف لائے ہیں -

اتفاقیہ طور پر مجھے ان سے دو دن گفتگو کرنے کا موقعہ ملا بحث قتل مرتد پر تھی - قرآن کریم اسبارہ میں کیا حکم دیتا ہے - ذیل میں دیوبندی اور احمدی کے عنوانات سے اس گفتگو کا خلاصہ لکھ دیتا ہوں -

دیوبندی - مرتد کی سزا قرآن میں قتل ہے -

احمدی - مولوی صاحب اگر واقعہ میں قرآن کریم میں مرتد کی سزا قتل ہے تو ثابت کریں اور قرآن کریم سے حوالہ دیویں -

دیوبندی - حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو دین اسلام سے پھر جائے اس کی گردن مارو -

احمدی - مولوی صاحب! آپ کا دعویٰ قرآنی ثبوت دینے کا تھا مگر آپ نے حدیث پیش کی - قرآن کا حوالہ دیں -

دیوبندی - کیا حدیث قول رسولؐ نہیں -

احمدی - اس حدیث کے ماننے میں کچھ عذر نہیں جو خلاف قرآن کریم نہ ہو - پھر یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ رسول صلعم کے زمانہ میں جن اسلام سے پھر کر لوگ مرتد ہوئے - رسول صلعم نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا -

دیوبندی - کون ہوا -

احمدی - عبداللہ کاتب قرآن - عبداللہ بن ابی

دیوبندی - اول عبداللہ بن ابی کو لیتا ہوں - وہ مرتد نہیں تھا - بلکہ منافق تھا - اور کلمہ گو تھا - اسلئے وہ واجب القتل نہ تھا

احمدی - اگر عبداللہ بن ابی کلمہ گو ہونے کے سبب واجب القتل نہ تھا تو کیا جو افغانستان میں قتل ہوئے وہ کلمہ گو نہ تھے - عبداللہ بن ابی تو سخت دشمن اسلام تھا - اور اس نے کوشش بھی کی تھی کہ انصار اور مہاجرین میں جنگ کرا دے - جب یہ خبر رسول اللہ صلعم کو پہنچی تو حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ جس کو آپ حکم فرمائیں قتل کر دوں (یعنی عبداللہ کو)

حضرت نے فرمایا کہ کلمہ گو کے قتل سے اسلام بدنام ہوگا وغیرہ تو مولوی صاحب اب فرمائیں کہ کلمہ گو کو قتل کرنا افغانستان کے لئے کس طرح جائز ہو سکتا ہے -

دیوبندی - میں اسبات کے ثابت کرنے کو تیار ہوں کہ حضرت عمرؓ جب بھی کوئی ایسی بات ہوا کرتی تھی تلوار کھینچ کر کہتے کہ یا رسول اللہ حکم کریں آپ فرمائیں اسکا سر کاٹ دوں - اسی طرح پر حضرت عمرؓ نے اس معاملہ میں بھی اجازت مانگی - مگر رسول اللہؐ نے حضرت عمرؓ کی شہادت کی تردید کر دی - اور عبداللہ بن ابی کو قتل نہیں کیا

اس روایت سے ثابت ہوا کہ عبداللہ بن ابی واجب القتل نہ تھا اور اگر حضرت عمرؓ کے خیال میں وہ واجب القتل تھا تو یہ قول ہمارے لئے حجت نہیں ہے -

احمدی - مولوی صاحب! میں تو یہ کہتا ہوں کہ رسول اللہؐ نے حضرت عمرؓ کے چاہنے پر قتل کی اجازت نہ دی اور نفی قتل کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ کلمہ گو کے قتل سے اسلام بدنام ہوگا - یہ کہ حضرت عمرؓ کا قول ہمارے لئے حجت نہیں اسکا جواب یہ ہے کہ جب آپکے کوئی روایت پیش کرتے ہیں - تو آپ فوراً کہہ دیتے ہیں کہ یہ ہمارے لئے حجت نہیں تو آپ بتائیے جو قرآن کریم اور رسول اللہ صلعم کے خلاف ہو اُسپر ہمیں کیوں مجبور کیا جائے -

غیر مختصر یہ ہے کہ وہ شریعت جس پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم چلتے تھے وہ قرآن کریم ہے اس سے ثابت فرمائیے کہ حضرت نے کسی مرتد کو قتل کا حکم دیا ہو یا کرایا ہو - اور وہ آپ کے عہد نبوت میں وقوع میں آیا ہو -

دیوبندی - میں پھر بھی کہتا ہوں کہ عبداللہ بن ابی مرتد نہیں تھا بلکہ منافق تھا اور کلمہ گو تھا -

احمدی - مولوی صاحب! اسلام کے لئے مرتد زیادہ خطرناک ہے یا منافق؟

دیوبندی - منافق اسلام کے لئے زیادہ خطرناک ہے -

احمدی - اللہ جل شانہ قرآن شریف میں شہادت دیتے ہیں کہ منافق زیادہ خطرناک ہیں جب ان کو قتل نہیں کیا گیا تو مرتد کس طرح سے قابل قتل ہو سکتا ہے - اور احمدی تو کلمہ گو بھی ہیں - اور پورے طور پر اسلام کے پابند بھی - تو یہ تو کسی صورت سے بھی واجب القتل نہیں ہو سکتے

دیوبندی - آپ چلے جاؤ - بیٹھک سے باہر ہو جاؤ -

احمدی - بہت اچھا صاحب

دیوبندی - نکالے جاتے کیوں نہیں ہو جاتے -

مولوی صاحب کا پارہ چڑھا ہوا دیکھ کر میں اٹھ کھڑا ہوا اور خدا کا شکر ہے کہ مولوی صاحب کی ہمت نہ پڑی کہ مجھے سنگسار کر سکتے فالحمد للہ -

(محمد حسین ٹھیکہ دار - کوچہ مولوی محمد علی شہر سیالکوٹ)

امامت اور اسلام

حضرت محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا - رحمۃ للعالمین خاتم النبیین کے بعد اہل اسلام میں منصب امامت بغرض اصلاح اخلاق و روحانیت اسی طرح تسلیم کیا گیا ہے - جیسا کہ دنیاوی تمدنی امورات کے نظم و نسق کے واسطے ظاہری سلطنت کا ہونا ضروری ہے -

فرق صرف اسقدر بیان کیا گیا ہے کہ بادشاہت ظالم اور فاسق فاجر اور غیر مسلم کو بھی پہنچ سکتی ہے - مگر منصب امامت اسلام میں ظالم اور غیر متقی کو نہیں پہنچتا -

بعض کا یہ خیال ہے کہ رسول مقبول محمد صلعم نے اپنی امت کو قرآن مجید سپرد کیا ہے اور فرقان حمید خود امام ہے - اور خداوند اسکا حافظ ہے اس کی موجودگی میں کسی دوسرے امام کی ضرورت نہیں - ائمہ کا وجود موجب فرقہ بندی ثابت ہوا ہے جس سے اسلامی طاقت کو بڑا صدمہ پہنچا ہے -

چونکہ موجودہ زمانہ تحقیق حقائق کا زمانہ کہلاتا ہے - اسواسطے ضرورت معلوم ہوتی ہے کہ اس مسئلہ کو زیر بحث لایا جائے اور علمائے کرام و صوفیائے عظام حامیان دین متین سید المرسلین کی خدمت بابرکت میں مؤدبانہ درخواست کی جاتی ہے کہ بنظر ہمدردی اہل قبلہ اس مسئلہ پر کمال شائستگی اور محبت سے روشنی ڈالی جائے جس سے توحید پرست قوم ایک نقطہ پر جمع ہو جائے اور کسی کی دل آزاری مقصود نہ ہو اس خیال سے کہ اس مسئلہ کی اہمیت وغیرہ بہ آسانی سمجھ میں آسکے شعبہ جات ذیل مقرر کئے جاتے ہیں -

(۱) کیا یہ اصطلاح شرادینہ امامت نیابت نبوت کا نام ہے -

(۲) کیا اہل اسلام کے لئے بعد سید المرسلین خاتم النبیین صلعم منصب امامت واجب التسلیم ہے

(۳) کیا قرآن مجید میں تصریحاً یا اجمالاً کوئی ایسا حکم درج ہے جس کی رو سے امت محمدیہ امامت کے تسلیم کرنے کے لئے پابند ہو سکتی ہو

(۴) اگر نہیں تو کیا احادیث نبوی ائمہ کے وجود کے تسلیم کرنے کے واسطے تائید یا تاکید کرتی ہے -

(۵) اگر قرآن مجید اور حدیث نبوی کا اس مسئلہ امامت میں خلاف ہو تو اہل اسلام کے واسطے قول مرجح کونسا ہوگا -

(۶) کیا یہ درست نہیں کہ قرآن مجید خود امام ہے اور آئندہ نسل انسانی میں سے کسی امام کی ضرورت نہیں بتلاتا - اور ضرورت امامت کو وہ خود پورا کرتا ہے -

(۷) اگر قرآن مجید اور حدیث نبوی سے امامت ثابت ہوتی ہو تو کیا امام ہر ایک زمانہ کے واسطے ہونا چاہیئے یا کسی خاص زمانہ کے لئے -

(۸) کیا دعویدار امامت خود اپنا دعویٰ پیش کرے گا - یا قوم کے انتخاب سے ہوگا -

(۹) کیا یہ درست نہیں کہ ائمہ کا وجود بوجہ فرقہ بندی کے باعث زوال طاقت دین اسلام ہوا ہے -

(۱۰) کیا مسلم قوم کے واسطے اب کوئی ایسی تجویز نہیں ہو سکتی ہے کہ امتیاز فرقہ بندی اٹھ جائے اور اہل اسلام میں یکانگت اور قوت و شوکت و صولت اور تقویٰ و طہارت پھر پیدا ہو جائے -

(سائل رمضان علی منشی مسلخوان شہر شاہدرہ ۱۲ مارچ ۱۹۲۵ء)

چندہ برلن مسجد

ہم جناب فضل خالق خان صاحب ہیڈ ریلیشنل اسسٹنٹ خیبر میلوے چھاؤنی کے از حد ممنون ہیں جنہوں نے باوجود اپنی بے حد مصروفیتوں کے حسب ذیل رقم فراہم کر کے بھجوائی ہے -

مورخہ ۱۲/۲	۱۶	۵۰
۵/۲	۱۱	۲۱
۱۶/۵	۱۰	۶
میزان		۷۷

ظہور احمد جائنٹ سکرٹری

قابل توجہ احباب

(۱) جہاں جہاں انجمن کی شاخیں قائم ہیں - وہاں کے سیکرٹری اور صاحب صاحبان زکوٰۃ کی وصولی کی طرف خاص طور پر توجہ فرماویں اور ہر ایک صاحب نصاب سے اس کی وصولی فرماویں - اور رقوم وصول شدہ چندہ ماہوار کے ہمراہ بھجوا دیں -

(۲) ہر مہینے کا چندہ دوسرے مہینے کے پہلے ہفتہ میں فراہم کر لیا کریں جو کہ پندرہویں تاریخ تک یہاں پہنچ جانا چاہیئے - کیونکہ یاد دہانی پر بہت سا خرچ کرنا پڑتا ہے - سب احباب اگر اس کا خیال رکھیں تو انجمن کا بہت سا خرچ بچ جاتا ہے -

(۳) جہاں جہاں انجمنیں نہیں ہیں - وہاں کے احباب فرداً فرداً ہر دو امور مندرجہ بالا کی طرف توجہ فرماویں -

(۴) بہت سے احباب نے اس وقت تک برلن مسجد کا روپیہ فراہم کر کے نہیں بھجوایا - اور جنہوں نے بھیجا ہے وہ بھی کم ہے - اس لئے التماس ہے کہ اس کی طرف خاص توجہ فرماویں - وعدوں کے مطابق اخیر مارچ تک ہیں اس کی وصولی کی امید تھی مسجد کا کام چونکہ اختتام پر آگیا ہے - اس لئے ہر قسم کے بلوں کی رقوم اب ادا کرنی ہونگی -

(۵) جرمن مشن کے لئے جن جن احباب نے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر وعدے فرمائے تھے - انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اس مشن کے اخراجات انجمن کو ماہوار ادا کرنے پڑتے ہیں - اور ان کے وعدے اس مشن کی آمدنی ہے - اس لئے یا تو ماہوار بارہواں حصہ بھیجا کریں - اور یا نصف شروع سال میں اور نصف چھ ماہ گذرنے کے بعد ادا فرمایا کریں تا کہ انجمن کو سہولت رہے - اور جن احباب نے جلسہ پر اس میں کوئی حصہ نہ لیا تھا - اور انہیں علیحدہ اس میں شمولیت کے لئے دفتر سے لکھا گیا - انہیں اس جواب کی طرف توجہ فرمانی چاہیئے - ان کے لئے یہ وقت قربانی و ایثار کا ہے - جس کے بغیر کوئی نمایاں کام ہم نہیں کر سکتے -

خاکسار - ظہور احمد جائنٹ سیکرٹری

برلن مسجد اور بلاد غیر کے مشنوں کے اخراجات

قابل توجہ احباب

جیسا کہ احباب کو معلوم ہے کہ ابھی تک برلن مسجد کے لئے سارا روپیہ فراہم نہیں ہوا - ابھی ٹھیکہ دار تعمیر کو رقم ادا کرنی باقی ہے - پھر جنگلہ - باغ - اور تمام متعلقہ فرنیچر مہیا کرنا ہے - اور ماسوا اس کے آبادی اور رونق کے لئے مستقل طور پر ایک معقول رقم کی ضرورت ہے اور اس مسجد کو تعمیر کرنے کا کام ختم نہیں کر دینا بلکہ اسی طرح دوسرے ممالک میں ضرورت ہے کہ ہمارا ایک مشن موجود ہو - ان ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے انجمن نے اور رسید بکیں جو لگائی ہیں جن میں ہر رسید بک ایک روپیہ کی رکھی گئی ہے - ایک حصہ کتابچوں کا پچاس رسیدات پر مشتمل ہے اور ایک حصہ سو سو رسیدات پر - تمام احباب کو چاہیئے کہ وہ ہر وقت اپنے پاس ایک ایک رسید بک ضرور رکھیں اور اسکو فروخت کر کے روپیہ بھجواتے رہیں جس وقت وہ ختم ہو جائے تو دوسری منگوا لیں لیکن ایسا نہ ہو کہ مدتوں ان رسیدات کو بغیر فروخت کے رکھ چھوڑیں - جو احباب ایسا کر سکیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اسکی توفیق دی ہوئی ہے اس طرف توجہ فرمائیں - ان کی اس توجہ سے انجمن کو مدد پہنچی ہوگی -

خاکسار ظہور احمد جائنٹ سیکرٹری

فریضہ زکوٰۃ

دفتر کی طرف سے تمام جماعتوں میں وصولی زکوٰۃ کیلئے یاد دہانی کرائی گئی ہے۔ امید ہے کہ سب احباب اسکی طرف توجہ فرمائیں گے۔ سو تمام احباب جو صاحب نصاب ہیں انہیں چاہیے کہ اپنی اپنی رقم زکوٰۃ اپنی جماعت کے سکرٹری کو ادا کردیں اور جہاں جماعت نہیں وہ محاسب صاحب انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور کے نام رقم بھیجدیں۔ سب کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ ادائیگی زکوٰۃ میں وہ اپنے آپ کو نمایاں کرکے دکھائیں۔ یہ اللہ تعالےٰ کا تاکیدی حکم ہے اور اسکی ادائیگی میں ہی ان کی اور ان کے اموال کی بہتری ہے۔ اسوقت تک جن جن احباب کی طرف سے جس قدر رقم وصول ہو چکی ہے اسے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

وصولی از یکم اکتوبر ۱۹۲۴ء لغایت ۲ اپریل ۱۹۲۵ء

۱۔ مرزا اجلال احمد صاحب لاہور چھاؤنی — عسہ
۲۔ حافظ محمد حسن صاحب وکیل گجرات — مدعسہ
۳۔ بابو غلام ربانی صاحب محصل انجمن — لعہ
۴۔ میاں امیر الدین صاحب چک ۱۲۴ ایل اوکاڑہ — ططعہ
۵۔ میاں احمد الدین صاحب ڈوگری گھمناں — للعہ
۶۔ مولوی عبد الرحمٰن صاحب شملہ — لوعہ
۷۔ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب گجرات — سعہ
۸۔ ہمشیرہ صاحبہ شیخ عبد الرحمٰن صاحب جہلم — لعہ
۹۔ منشی ثناء اللہ صاحب امرتسر — مععہ
۱۰۔ مرزا امیر دار بیگ صاحب گجرات — عہ
۱۱۔ ماسٹر محمد اسمٰعیل صاحب سیالکوٹ — سعار
۱۲۔ قاضی ثناء اللہ صاحب لاہور چھاؤنی — مار
۱۳۔ قاضی عبد العزیز صاحب ″ — سعہ
۱۴۔ از خانہ عبد الحکیم صاحب مرحوم — لعہ
۱۵۔ قاضی محمد نعمان صاحب — عار
۱۶۔ ڈاکٹر بلعطا محمد صاحب گڑھ شنکر — صہر
۱۷۔ شیخ عبد العلی صاحب ڈیرہ غازیخان حال دہلی — مدعہ
۱۸۔ منشی محمد اسمٰعیل صاحب کورٹ فتحدین خان — سعہ
۱۹۔ شیخ اللہ دین صاحب شملہ — لعہ
۲۰۔ اہلیہ صاحبہ ڈاکٹر حسن علی صاحب کنجاہ — دعہ
۲۱۔ منشی احمد جان صاحب معرفت شیخ ہدایت اللہ صاحب پشاور
۲۲۔ حافظ عبد الرحیم صاحب ″ — صہر
۲۳۔ بابو علی بخش صاحب منٹگمری — لعہ
۲۴۔ ڈاکٹر سید طفیل حسین شاہ صاحب لاہور — سعہ
۲۵۔ اہلیہ صاحبہ مرزا رحمت بیگ صاحب مردان — عمعہ
۲۶۔ بنت ماسٹر فقیر اللہ صاحب لاہور — لعہ
۲۷۔ ماسٹر اللہ بخش صاحب دائرہ دین پناہ — لعہ
۲۸۔ میاں احمد الدین صاحب درزی گوجرانوالہ — مدعہ
۲۹۔ اہلیہ صاحبہ ماسٹر انعام اللہ خان صاحب فورٹ سنڈیمن — بعہ
۳۰۔ مولوی عطاء الٰہی صاحب اوورسیر برنالہ — صہر
۳۱۔ منشی فضل احمد صاحب رکھ بنگال لاہور چھاؤنی — دعہ

میزان — ۹۲ ؍ ۲ر

خاکسار ظہور احمد جائنٹ سکرٹری

ضروری ہدایت

ان تمام احباب کی خدمت میں التماس ہے کہ جو انجمن کو روپیہ بھجواتے رہتے ہیں بتاکید عرض ہے کہ وہ کوپن منی آرڈر پر کل رقم کی تفصیل بذات تحریر فرمالیا کریں یعنی حسب ذیل طریق پر۔

	رقم
چندہ ماہوار	
برلن مسجد	″
زکوٰۃ	″
وغیرہ	″

(۲) اور تمام رقوم متعلقہ انجمن صرف محاسب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے پتہ پر روانہ فرمایا کریں اور علاوہ اسکے تفصیل اسی وقت متعلقہ سکرٹری کے ... کے سکرٹری

کے نام بھجوایا کریں۔ کیونکہ مرکز میں تمام بیرونی انجمنوں کا حساب نمبروار رکھا جاتا ہے۔ اور کسی سے متواتر تین ماہ چندہ کی رقم یا دیگر عطوں کی رقوم وصول نہ ہوں تو انہیں براہ راست یاد دہانی کرائی ہوتی ہے۔ اسلئے اس امر کی طرف خاص طور پر دھیان رکھنا چاہیئے۔ اس کی تفصیل حسب ذیل طریق پر کارآمد ہو سکتی ہے۔

نام ممبر	چندہ ماہوار بابت ماہ	رقم	تعمیر مدرسہ	برلن مسجد	دیگر	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷

(ظہور احمد جائنٹ سکرٹری)

جائنٹ سکرٹری کا اعلان

میں نے کچھ عرصہ کے واسطے رخصت لی ہے۔ اپنے دوستوں سے میں درخواست کرتا ہوں کہ وہ دفتر کے ساتھ خط و کتابت میں سکرٹری صاحب کو مخاطب کیا کریں۔ میں نے پیشتر بھی احباب کی توجہ کے واسطے عرض کیا تھا کہ ترسیل زر محاسب صاحب انجمن کے نام ہوا کرے اور دیگر خط و کتابت سکرٹری کے ساتھ ہو۔ مگر اسکے باوجود بعض دوستوں نے اصرار ہی کیا۔ اور منی آرڈر وغیرہ میرے نام آتے رہے۔ امید کرتا ہوں کہ اس مرتبہ احتیاط ہو گی۔

خاکسار ظہور احمد جائنٹ سکرٹری

تازہ خبریں

۱۱ اپریل کو مسٹر برزا ایسنداس خانیوال کی طرف سے مسٹر آر جی ٹی ہال پریزیڈنٹ نارتھ ویسٹرن ریلوے لاہور کو حسب ذیل تار موصول ہوا۔ مسٹر ایم اے خان لالہ انت رام ماسٹر انصاری، مسٹر محمد بخش مسٹر وحید بخش اور مسٹر علم الدین وارنٹ کے بغیر مسٹر عالم کے زبانی احکام پر ہڑتال بند کرنے کے عوض گرفتار کر لئے گئے۔ ہڑتال جاری ہے۔ (بعد کی اطلاع مظہر ہے کہ ۲ گھنٹہ کے بعد متذکرہ بالا رہنمایان رہا کر دیے گئے۔

۸ اپریل کو ۴ بجے سہ پہر کالکا کے ورکشاپ کے عملہ اور نارتھ ویسٹرن ریلوے شیڈ کے جلسہ عام میں حسب ذیل قرارداد منظور ہوئی کالکا کی شیڈ اور ورکشاپ کا عملہ ایجنٹ کو تاکید کرتا ہے کہ مسٹر ایچ پی ہال۔ مسٹر ایم۔ اے خان ہو مسٹر ملر سے گفت و شنید کرے۔ نارتھ ویسٹرن ریلوے کے ہیڈ کوارٹرس آفس کا بیان ہے کہ ریلوے کے مزدوروں کا اضطراب راولپنڈی سے نکلکر خانیوال اور کنہ بال تک پھیل گیا ہے۔ ان مقامات پر ہندوستانی عملہ شیڈ کو غیر حاضر رہا۔ وفادار اشخاص گاڑیاں چلا رہے ہیں۔

لارڈ ریڈنگ نے منصفانہ طور پر ہندوستان کی گورنر جنرل کا جو جائزہ لیا ہے۔ اس کے لئے آج صبح کے وقت قلعہ سینٹ جارج میں فوجی قواعد ہوئی اور قلعہ سے ۳۱ توپوں کی سلامی اتاری گئی۔

کلکتہ میں ۱۱ اپریل کو ہندو مہاسبھا کا اجلاس منعقد ہوا متعدد قراردادیں منظور کی گئیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ ہندو مہاسبھا کا یہ اجلاس بنگال، بہار، آسام، گجرات اور صوبہ سرحد کے ان لکھو کہا ہندوؤں کے اس فعل کو نہایت غم و اندوہ کے ساتھ دیکھتا ہے جنہوں نے اپنا مذہب تبدیل کرکے دوسرا مذہب اختیار کر لیا۔ اور یہ تجویز کرتا ہے کہ ہندو دھرم کے تحفظ کے لئے ایک لیگ قائم کی جائے۔ ہندو مہاسبھا فرقہ وارانہ نیابت کو نہایت نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہے اور امن و قیام حصول سوراج کے لئے اسے سم قاتل سمجھتی ہے کیونکہ فرقہ وارانہ نیابت نے ہندوستان کو سخت صدمہ پہنچایا ہے۔ سیاسی حقوق کی مطلب براری کے لئے مختلف قوموں نے جو باہم فیصلہ کیا ہے اسے مہاسبھا کا یہ اجلاس بنظر استحسان دیکھتا ہے۔

۱۰ اپریل کی شام کو سر ولیم ریڈ نے آسام کی گورنری کا جائزہ لیا۔

پروفیسر ایم آر سیرازی بی۔ اے جو ڈی جے سندھ کالج کراچی کے فارسی کے پروفیسر تھے اور آل انڈیا بہائی کانفرنس کے صدر تھے۔ ہفتہ کے دن حیدر آباد سندھ کے نزدیک نہر فلیلی میں نہاتے ہوئے ڈوب گئے مرحوم مذہب بہائیہ کے ایک سرگرم کارکن تھے اور سب سے پہلے ۱۹۲۱ء اور ۱۹۲۲ء میں بھی اس فرقہ کی جو کانفرنس منعقد کی گئی اس کے صدر رہ چکے تھے۔ مرحوم نے ایک رسالہ بہائیہ بھی جاری کر رکھا تھا جو کہ ہندوستان میں اپنی قسم کا پہلا رسالہ تھا۔ گذشتہ سال اپنے مذہب کی تبلیغ کے لئے آپ یورپ کو بھی تشریف لے گئے تھے۔ مرحوم کی عمر تقریباً تیس سال تھی۔

شاہ افغانستان نے خواہش کی تھی کہ سابق شاہ کا جنازہ سپیشل ٹرین پر اٹھایا جائے لیکن سان ریمو کے بازاروں میں ہجوم ... ہو گئے

بیان القرآن یعنی اردو تفسیر و ترجمۃ القرآن

مصنفہ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ امیر جماعت احمدیہ لاہور

یہ ایک بے نظیر تفسیر کی چند ایک خصوصیات جو اسے دوسری تفاسیر سے ممتاز کرتی ہیں حسب ذیل ہیں:

(۱) قرآن کریم کے ایک مقام کو دوسرے مقام سے حل کیا ہے۔

(۲) قرآن کریم کی تفسیر کرنے میں احادیث صحیحہ کو دوسری تمام باتوں پر مقدم کیا گیا ہے۔ اور اس غرض کے لئے امام بخاری کی کتاب اور تفسیر ابن جریر اور تفسیر ابن کثیر کو سامنے رکھا گیا ہے۔

(۳) لغات قرآن کی پوری تشریح کی گئی ہے جس کے لئے مفردات امام راغب، تاج العروس اور لسان العرب سے مدد لی گئی ہے۔

(۴) قرآن کریم کی ترتیب اور نظم کو خاص طور پر واضح کیا گیا ہے اول ایک رکوع کی باتوں کا باہمی تعلق پھر سورتوں کا ایک دوسری سے تعلق واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔

(۵) ہر ایک سورت کے شروع میں اسکے تمام رکوعوں کا خلاصہ دیدیا گیا ہے۔ اور اس سورت کے نام میں جو حکمت ہے اسے ظاہر کیا گیا ہے۔

(۶) قرآن کریم کا ترجمہ لفظی مگر بامحاورہ کیا گیا ہے۔ اور ترجمہ کو الفاظ کی حدود سے نہیں نکلنے دیا۔ اپنی طرف سے الفاظ زائد کرنے کے اصول کو بکلی ترک کیا گیا ہے۔

(۷) قرآن کریم کی لغات کے حل اور مطالب کی تشریح میں متقدمین کی آراء کو نظر انداز نہیں کیا گیا بلکہ ضرورت زمانہ کے مطابق متقدمین کی آراء کو ساتھ ساتھ بیان کیا گیا ہے اور کتب کا حوالہ بھی دیا گیا ہے۔

(۸) اس تفسیر کی اصل غرض یہ ہے کہ لوگوں میں قرآن کریم کا شوق پیدا ہو۔ اور جو لوگ زبان اردو کو پڑھ سکیں وہ اس تفسیر کی مدد سے قرآن شریف کا درس دے سکیں اس لئے ہر ایک بات نہایت عام فہم عبارت میں واضح کی گئی ہے۔

(۹) ہر ایک جلد کے شروع میں تفسیر کے مضامین کی مکمل فہرست دی گئی۔

(۱۰) ان باتوں کے ساتھ کتاب کی ظاہری خوبی کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا۔ ہر ایک جلد کے شروع میں قرآن کریم نہایت اعلےٰ درجہ کا خوشخط۔ بین السطور ترجمہ۔ نیچے تفسیر۔ کاغذ نہایت اعلےٰ قسم کا۔ جلد نہایت خوبصورت اور مضبوط۔ پشت پر سنہری حروف میں کتاب کا نام اور جلد کا نمبر درج ہے۔ سنہری پتری۔

(۱۱) تمام تفسیر تین جلدوں میں شائع ہوگی۔ ہر ایک جلد کی ضخامت ۲۲×۳۰ کے سائز پر سات آٹھ سو صفحات کے قریب ہے۔ پہلی جلد کی قیمت نو روپیہ (لعہ) محصولڈاک رجسٹری وی پی وغیرہ عہ/ دوسری جلد کی قیمت آٹھ روپیہ (صہ) محصولڈاک وغیرہ عہ/ تیسری جلد کی قیمت ... روپیہ (...) محصولڈاک وغیرہ ... پہلی دو جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ تیسری انشاء اللہ جلد شائع ہوگی۔ وی پی کی درخواست کے ساتھ قیمت کا ... حصہ پیشگی آنا ضروری ہے۔ تمام خط و کتابت اس نام

مہتمم تصنیفات احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

سے ہونی چاہیے۔ مفصل فہرست طلب کرنے کا ٹکٹ آنے پر مفت ارسال کی جاتی ہے۔

پیام امین

ہندوستان کے مشہور انشاء پرداز اور مصنف حضرت مولانا محمد امین ... سابق اڈیٹر "وکیل" کی یہ ایک تازہ تالیف ہے۔ جس میں محققانہ انداز میں تاریخی نقطۂ نگاہ سے بتایا گیا ہے کہ قرآن مجید کی مجلدات دنیا میں کیونکر پھیلیں۔ اس کی اشاعت مختلف اقوام عالم اور بالخصوص یورپ میں کیونکر ہوئی۔ یورپ میں قرآن کے مترا ایڈیشن جس قدر شائع ہوئے ہیں اور مغرب اور مشرق کی جن جن زبانوں میں قرآن کے تراجم لکھے اور شائع کئے گئے ہیں۔ ان سب کی مفصل کیفیت نہایت عرق ریزی سے مختلف زبانوں سے اخذ کرکے درج کی گئی ہے۔ اسکے علاوہ ستر کے قریب نامور مستشرقین، مؤرخین و مصنفین مغرب کی رائیں قرآن کریم کے بارہ میں فراہم کی گئی ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ دنیا کا اعلیٰ دماغ قرآن کی فضیلت اور برتری کو تسلیم کرتا اور اسے تمام آسمانی کتابوں میں بہترین کتاب قرار دیتا ہے۔ اخبارات نے شاندار ریویو لکھے ہیں۔ اور اسے مصنفوں۔ اخبار نویسوں مبلغوں واعظوں لیکچراروں مضمون نگاروں اور طالب علموں کیلئے ایک نعمت عظمیٰ قرار دیا ہے۔ کاغذ لکھائی چھپائی نہایت نفیس۔ قیمت ایک روپیہ

روزنامہ تنظیم بک ڈپو امرتسر

سے طلب کیجئے

ہفتہ میں دو بار ہر اتوار اور بدھ کو ٹھیک وقت پر شائع ہوتا ہے

اخبار پیغامِ صلح

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۴۳

جلد ۱۳ — نمبر ۴۸

مدینۃ المسیح لاہور، یوم اتوار مورخہ ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۴۳ ہجری مطابق ۱۹ اپریل ۱۹۲۵ء

ایشیا کا قدیم راستہ

کانسو کی نیرنگیاں

اسلام مغرب کی طرف بڑھ رہا ہے

کانسو کا زرخیز شمالی حصہ کو سوں تک تان شان کے پہاڑ کے شمال میں چلا گیا ہے۔ جو کہیں کم اور کہیں زیادہ ہو گیا۔ اس قطعہ زمین میں عجیب خوبصورتی پنہاں ہے۔ اور کہیں کہیں تو سمرا اور صحرا کے نخلستانوں کی سی مشابہت پائی جاتی ہے۔ ایک مسافر کا گذر تاروں بھری رات کے بعد جس وقت صبح کو یہاں ہوتا ہے۔ تو وہ قدرت کی کرشمہ سازیوں اور نیرنگیوں کا عالم دیکھ کر محو حیرت ہو جاتا ہے۔ سبز پہاڑوں سے ایک خاص قسم کی روشنی نمودار ہوتی ہے۔ جو کہیں پیلی اور کہیں لال ہو جاتی ہے جس سے صبح کے سہانے وقت پر اور بھی بہار کا عالم ہوتا ہے۔ اسی طرف سے وسط ایشیا کی طرف وہ شاہراہ عام رواں ہے۔ جو کسی زمانہ میں بہت مشہور تھا۔ مگر اب مسلمانوں کی آپس میں خانہ جنگیوں اور لڑائیوں کی وجہ سے خراب و خستہ حالت میں ہے۔ تاہم اس کے نشانات اب بھی جا بجا ملتے ہیں۔ یہ بات عام طور سے معلوم ہے کہ چین کے مسلمانوں کا مرکز ہوچاؤ ہے۔ جو صوبہ کانسو کا ایک شہر ہے۔ جہاں وہ تمام طرف اپنا اثر پھیلاتے ہیں۔ شمال میں سننگ اور جنوب میں تاؤچاؤ تک مسلمانوں کو رضامند رکھنے کے لئے مسلمان سرداروں کو مختلف صوبوں میں فوجی عہدے دیئے گئے ہیں۔ جس سے ایک عجیب صورت پیدا ہو گئی ہے۔ مشرق میں مسلمان ما فو سیانگ نے نجیار پر قبضہ جما یا ہے۔ یہ جدید صوبہ شانسی کے شمال میں وسط منگولیا میں ہے۔

ضلع سیانگ چاؤ پر بڑے مسلم سردار ما انزو کے تیسرے بیٹے کا قبضہ ہے۔ اور اس کے مغرب میں کانچاؤ میں ایک مسلم سردار ما ن لن کا قبضہ ہے۔

یہ سب مسلمان ہیں ... کہا جا سکتا ہے کہ چین کے شمال مغربی حد پر مسلمانوں کا اقتدار ہے۔ اس کے علاوہ چین خاص کے بعد فوراً ہی ترکستان شروع ہو جاتا ہے جہاں مسلمانوں کی آبادی بکثرت ہے۔ اور اقتدار بھی انہی کا ہے۔ اور وہ لوگ اس حد تک جا سکتے ہیں۔ یہ لوگ آپس میں ملتے کم ہیں۔ اور بات کانسو سے زیادہ وابستہ ہیں اس لئے یہ لوگ آپس میں جنگ و جدل نہیں کرتے۔ ورنہ ایک عام بدعملی اور خانہ جنگی پھیل جاتی۔

مگر یہ کون کہہ سکتا ہے۔ کہ ان کے دلوں میں ایک اسلامی ریاست بیکال سے تبت اور منگولیا سے بخارا تک قائم کرنے کا حوصلہ نہیں ہے۔

سورج کی رفتار تابانی

ایک سیکنڈ میں ۴۰ لاکھ ٹن کا خرچ

آج تک $\frac{1}{3}$ حصہ خرچ ہوا

ڈاکٹر جیفری نے حال میں شاہی مجلس ہیئت کے اجلاس میں اس مسئلہ پر تفصیلاً روشنی ڈالی۔ کہ اس "تصادم" کے وقت جس سے ہمارے نظام شمسی کا آغاز ہوا۔ سورج کتنا بڑا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ سورج اس وقت تقریباً ۴۰ لاکھ ٹن فی سیکنڈ کے حساب سے تاباں ہے۔ مگر پھر بھی اس کی موجودہ حالت اس حادثہ کے وقت سے اتنی معمولی کم ہے۔ جسے نظر انداز کیا جاتا ہے۔ حالانکہ اس وقت کے بعد ہزاروں سال کا عرصہ گذر چکا ہے۔ آپ کے خیال میں سورج کا وزن اس قدر زیادہ ہے۔ کہ اس عظیم الشان رفتار تابانی کے باوجود اس بے پایاں زمانہ میں اس کا صرف $\frac{1}{1000}$ حصہ خرچ ہوا ہے۔

ترک عیسائیوں سے اعلیٰ ہیں

استانبول کی اخلاقی زندگی

پوسی فوٹ جانسن جو دنیا میں شراب نوشی کے خلاف جدوجہد کرنے کے سلسلہ میں شہرت عام رکھتے ہیں۔ حال میں ترکی بھی حال میں ترکی بھی گئے تھے۔ انہوں نے وہاں کی زندگی کا بغور مطالعہ کیا۔ نوکپورٹ جرنل کے نمائندے سے دوران ملاقات میں پوسی فوٹ جانسن نے بیان کیا۔

اگر استانبول سے عیسائی نکل جائیں تو بہتر ہو۔ استانبول کی زندگی بہت اچھی ہو جائے۔ میں نے استانبول کی زندگی کا بغور مطالعہ کیا۔ اور میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ بلحاظ اخلاق کے ترک عیسائیوں سے کہیں زیادہ اعلیٰ ہیں۔ استانبول میں جو دو سو میخانے ہیں۔ جن میں سے گیارہ عیسائی کے ہیں۔ سترہ سو ایسے مقامات ہیں۔ جہاں جا کر لوگ زنا کرتے ہیں۔ ان میں سات سو فاحشہ عورتیں ملازم ہیں۔ جو سب عیسائی لڑکیاں ہیں۔ عیسائیوں کا جو سب سے بڑا کلیسا ہے۔ اس کے ساتھ چھ میخانے ملحق ہیں۔ استانبول میں اس وقت منع مسکرات کا قانون زیر غور ہے۔ مگر یہ عارضی بات ہے۔ امید ہے کہ کامل ممانعت بھی ہو جائیگی۔

(وطن)

کوڑا کرکٹ سے دولت حاصل کرنیکا طریقہ

ایک سال کیلئے دو سو پونڈ کا ٹھیکہ

اس واقعہ کا کہ گھروں کے کوڑا کرکٹ میں بھی دولت موجود ہوتی ہے۔ عام انسانوں کے دماغ میں تخیل تک نہیں آیا۔

۲۰۰ پونڈ سالانہ کا ٹھیکہ

مگر پیکن جیسے شہر میں بھی جہاں دولتمندوں کی تعداد نہایت قلیل ہے۔ مسٹر ڈی ہمس نامی ایک تاجر شہر کی کونسل کو ۲۰۰ پونڈ سالانہ اس غرض سے دیتا ہے۔ کہ مجھے شہر کے کوڑا کرکٹ میں سے چیتھڑے اور بوتلیں وغیرہ نکال لینے کی اجازت دی جائے۔ اور لوہے کے ٹکڑوں کا ٹھیکہ ایک تاجر نے کئی سال کے لئے لیا ہوا ہے۔

کیا یہ ایک غیر مفید سودا ہے؟ بظاہر ایسا معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ مسٹر ہمس نے پہلے سو پونڈ دے کر چھ ماہ تجربہ کیا ہے جس کے بعد اب وہ دو سال کے لئے ٹھیکہ لینا چاہتا ہے۔ کونسل سے یہ ٹھیکہ منظور کرنے کی سفارش کی گئی ہے جو غالباً وہ منظور کرے گی۔

اس تاجر کو کوڑا کرکٹ ضائع کرنے والی مشینوں پر اپنی اشیاء ضروری علیحدہ کرنے کے لئے ایک کافی عملہ رکھنا پڑے گا۔ کیونکہ یہ کام کافی وقت طلب ہے۔

خالدہ خانم کا لکچر

خالدہ خانم نے استانبول کی خواتین کے ایک عظیم الشان جلسہ میں مستقبل خواتین ترک پر طویل تقریر کی۔ آپ نے فرمایا کہ ترکی خواتین کی زندگی میں کافی انقلاب ہو چکا ہے اور بہت جلد وہ اپنی قومی ذمہ داریوں کا احساس کرتی جاتی ہیں۔ آجکل کی دنیا میں صرف وہی قومیں زندہ رہ سکتی ہیں جن کے مردوں کیساتھ ان کی عورتیں بھی زندگی کی جدوجہد میں حصہ لیں کہ مردوں اور عورتوں کے میدان جہاد بعض جدا ہیں ...

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح
لاہور

جلد ۱۳ ۔ ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۴۳ھ ۔ نمبر ۴۸

حسن تناسب

مقدم مقدم ۔ مؤخر مؤخر

علماء کرام دیوبند کا جو دستہ چند روز ہوئے دارالخلافہ صوبۂ پنجاب میں نزول فرما ہوا تھا۔ ان میں سے ایک علامہ کا ذکر ہے۔ کہ انہوں نے اپنے مواعظ کے دوران میں آپ نے نہایت پرجلال لہجہ میں فرمایا کہ کوئی جھوٹ بول لے کوئی چوری کا مرتکب ہو۔ کوئی شراب پیئے کوئی زنا جیسے قبیح فعل سے اپنا منہ کالا کرے۔ تو بے شک کرے یہ چنداں مضائقے کی بات نہیں۔ یہ ایسی باتیں ہیں۔ جن سے چشم پوشی ہو سکتی ہے۔ لیکن سب سے بڑا جرم جو کسی صورت میں علماء کرام برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں۔ یہ ہے کہ کوئی "مرزائی" ہو جائے۔ ہر ایک قسم کا جرم قابل در گذر ہو سکتا ہے لیکن "مرزائیت" سب سے بدترین جرم ہے جس کا کوئی مسلمان مرتکب ہو سکتا ہے۔

اس وقت ہمارے مدنظر یہ بتانا نہیں۔ کہ جس چیز کو "مرزائیت" کا ناقابل معافی جرم کہا جاتا ہے۔ وہی حقیقت اسلام ہے۔ اور نہ یہ کہ جس گروہ پر مورچۂ دیوبند ہی سے اس قدر غیظ و غضب کی آتشباری ہوئی۔ اور آئے دن ہوتی رہتی ہے۔ وہ خادمان دین اسلام کا ایک خالص مخلص گروہ ہے۔ اور ان کے قلوب میں اگر کوئی تڑپ ہے۔ تو وہ صرف خدمت اسلام کی تڑپ ہے۔ اور اس خدمت کی بجا آوری میں وہ ہر دکھ کو راحت ہر ذلت کو عزت سمجھتے ہیں۔ یہ سب کچھ ہم خدا پر چھوڑتے ہیں۔ جس کے ہاتھ میں تمام امور کا انجام ہے۔ اس وقت ہم مسلمان بھائیوں کی توجہ ایک حقیقت کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں۔ جو ایک عالمگیر وبا کی طرح مسلم سوسائٹی کو دامنگیر نظر آتی ہے۔ اور جس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ حالت بجائے روبہ اصلاح ہونے کے روز بروز بدتر ہوتی جاتی ہے۔

وہ عالمگیر بیماری یہ ہے۔ کہ بدقسمتی سے مسلمان کی دماغی کیفیت اس انداز کی ہو گئی ہے۔ کہ مذہبی معاملات میں وہ اس شخص کی طرف جو اس سے قریب ترین تعلق رکھتا ہو دل میں شدید ترین جذبات بغض و عناد رکھتا ہے۔ باہمی اختلافات میں شروع سے ہی یہی طریق چلا آ رہا ہے۔ سنی شیعہ کا جھگڑا شروع ہوا۔ تو حضرات شیعہ کے نزدیک بدترین خلائق وہ ہیں۔ جو جناب رسالت مآب کے یار غار اور دست راست تھے۔ یہودی کے ساتھ تعلقات دوستانہ ممکن، عیسائی کے ساتھ ممکن۔ لیکن اگر دو تلواروں کی طرح ایک نیام میں سمانے کے لئے تیار نہیں تو وہ آپس میں۔ سنی شیعہ کے خون کا پیاسا۔ شیعہ سنی کے خون کا۔ جہان میں اگر کوئی اہم ترین کام انہیں نظر آتا ہے۔ اگر کوئی زندگی موت کا سوال ہے۔ تو بس یہی کہ ایک دوسرے کو نیچا دکھائیں ان تمام بے شمار امور کو جو ان کو شیر و شکر رکھنے کے لئے تا قیامت کافی تھے۔ ان تمام مشترکہ مقاصد کو ان تمام مشترکہ خطرات کو جو ایک کو دوسرے کے ساتھ جوڑنے کے لئے سیمنٹ کا کام دے سکتے تھے۔ ان سب کو اپنے غیظ و غضب کے سمندر میں ڈبو دیا۔ گویا ان کا وجود ہی نہ تھا۔ اور اختلافات کے

لئے تو پیادہ بنا کر رات دن باہم ان مضامین پر طاقت ضائع کرتے رہے۔ اور اپنے ہاتھوں اپنی قبر کھودتے رہے۔ بعینہ یہی حال ان تمام فرقہ وارانہ اختلافات کا نظر آتا ہے۔ جو آج تک اسلام میں رونما ہوئے۔ ابھی عرصہ دراز نہیں گذرا۔ جب اسلام میں اس تحریک نے سر اٹھایا جو اہلحدیث کے نام سے موسوم ہے بس لیا تھا۔ دنیا جہان کا کام چھوڑ چھاڑ اہلحدیث کے پیچھے پڑ گئے۔ انہیں مسجدوں سے روکا گیا۔ اگر اتفاق سے کسی اہلحدیث کا کسی حنفی مسجد میں گذر ہوا۔ تو فرش تک اکھڑوا دیا گیا۔ بلکہ اس سے بڑھکر اس سے بہتر ان کے فتوے اور اوقات کے لئے کوئی مصرف ہی نہ تھا۔ اور بالمقابل اہلحدیث نے بھی وہی شکل اختیار کی۔ اصلاحات کا جو جذبہ اس تحریک کا موجب ہوا تھا۔ آپس کی کشمکش میں ہمیشہ کے لئے دب گیا۔ اور اس کی جگہ جذبۂ انتقام نے لی۔ یہی حالت احمدیہ تحریک کی ہوئی۔ عامۃ المسلمین کے نزدیک وہ بدترین مخلوق قرار پائے۔ اور فتنہ ارتداد جیسے نازک ترین قومی مرحلہ میں بھی یہ بغض دب نہ سکا۔ علماء کرام کو یہ اس قدر ناگوار نہ تھا۔ کہ کوئی ملکانہ آریہ بن جائے۔ جس قدر یہ کہ وہ احمدی مسلمان بن جائے۔ بلا سے مسلمان بھی نہ بنے۔ آریہ بن جائے۔ یا جو چاہے بنے مگر احمدی نہ بنے یہ واقعات ہیں۔ علماء اسلام نے ان خیالات اور جذبات کا نہایت فخر سے اعلان کیا۔ اور جب سے احمدی قوم دو جماعتوں میں بٹ گئی ہے۔ ہر ایک کے نزدیک دوسرا بدترین خلائق بن گیا ہے۔ "محمودی" سے بڑھ کر گمراہ لاہور کے نزدیک نہیں اور قادیان کے خیال میں "پیغامی" سے بڑھ کر گردن زدنی جہان بھر میں نہیں۔ یہ وہ بیماری ہے جس کو ہم فقدان حسن تناسب کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ جب کسی قوم کا دور ادبار آتا ہے تو اس کی ذہنی پستی اس حد تک پہنچ جاتی ہے۔ کہ وہ قوت جس کا نام عقل سلیم ہے بھی مسخ ہو جاتی ہے۔ ہمیں بے حد افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہم مسلمانوں کی نوبت ہر پہلو سے تباہی تک پہنچ چکی ہے۔ اسی فقدان حسن تناسب کو دیکھئے۔ وہ جو ہمارے سب سے قریب تر ہیں۔ وہ ہمارے نزدیک بعید تر ہو گئے ہیں۔ اور ہمارا سارا زور بجائے اس کے کہ کسی اہم قومی کام پر خرچ ہو۔ معمولی معمولی باتوں پر ضائع ہوتا ہے۔ اگر ایک ملکانہ احمدی ہو جائے تو عقل سلیم کا یہی تقاضا ہے۔ کہ علمائے دیوبند کے لئے کم از کم اس قدر بات قابل خوشنودی ہو۔ کہ نبی کریم اور قرآن پاک کی عزت کرنے والوں میں ایک کا اضافہ ہو گیا۔ اور یہ بہرحال اس سے بہتر ہے کہ وہ شخص آریہ بنتا اور رات دن نبی معصوم پر بے حیائی سے زبان درازی کرتا۔ مگر ہماری شومئی قسمت سمجھئے۔ ہم سے وہ حس تک جاتی رہی ہے کہ کس سے ہمارے تعلقات قدرتاً زیادہ مضبوط ہیں اور ہونے چاہئیں۔

کم از کم قرآن پاک کا یہ فلسفہ نہیں۔ قرآن پاک نے اس معاملہ میں جو طریق اختیار کیا ہے وہ دیگر تعلیمات کی طرح حکمت پر مبنی ہے۔ قرآن سکھاتا ہے۔ کہ مشرکوں کی نسبت اہل کتاب مسلمانوں کے زیادہ قریب ہیں۔ اور پھر اہل کتاب میں عیسائی یہودیوں کی نسبت۔ ہم میں اور اہل کتاب میں مشرکوں کی نسبت زیادہ مشترک باتیں پائی جاتی ہیں۔ اور اسی طرح ہم میں اور عیسائیوں میں یہودیوں کی نسبت یہ زائد وجہ محبت ہونی چاہئے۔ کہ ہر دو حضرت مسیح کو خدا کا مقرب سمجھتے ہیں۔ بالفاظ دیگر قرآن حکیم کا نقطۂ نگاہ تو یہ ہے۔ کہ باہمی تعلقات میں ہماری آنکھ صرف ایسے امور کی متلاشی ہو۔ جو ہمارے درمیان مشترک ہوں۔ اور انہیں پر زور دیا جائے تاکہ محبت کے تعلقات ترقی کریں۔ اور ترقی کرتے کرتے ان معمولی امور کو جن میں ہمارا اختلاف ہے خود بخود محو کر دیں۔ اور یہی قانون قدرت ہے۔ اگر لیلیٰ جیسی سیاہ فام کو بھی چشم مجنوں سے دیکھا جائے تو نتیجہ اچھا ہوتا ہے۔ ہمارا طرز عمل اس کے عین برعکس ہے۔ ہم ان باتوں کو کرید کرید کر نکالتے ہیں۔ جن سے اختلاف کی خلیج وسیع ہو۔ اور وسیع ہوتے ہوتے بعد المشرقین تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ اور پھر اس کبری نظر سے ہمیں یوں

معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص اسلام کا بیخ کن آریہ بنے تو ہم اروشن دل ما شاد۔ ہمیں اس قدر شاق نہیں گذرتا لیکن وہ کسی صورت میں احمدی نہ بنے۔ کوئی شخص جھوٹ بولے۔ چوری کرے شراب پئے۔ زنا کرے تو کرے لیکن وہ احمدی نہ بنے۔ خواہ ایسا کرنے میں اس کے لئے ان کبائر سے بچنے کے زیادہ مواقع ہوں۔ ہمارے نزدیک یہ فقدان حسن تناسب مسلمانوں کی موجودہ خانہ جنگیوں کی سب سے بڑی وجہ ہے۔ اصلاح کے لئے سب سے پہلے اس بات کی ضرورت ہے۔ کہ ہم یہ حس پیدا کریں یعنے مقدم کو مقدم۔ مؤخر کو مؤخر سمجھیں۔ اہم کو اہم سمجھیں معمولی کو معمولی۔ اصل کو اصل سمجھیں۔ فرع کو فرع۔ اختلافی پہلوؤں کی جگہ اشتراکی پہلوؤں پر زور دیں اور ان پر اپنے باہمی تعلقات کی بنیاد رکھیں۔ یہی قرآن کریم کی تعلیمات کا منشاء ہے۔ قرآن کریم اہل کتاب کو بھی تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم کی دعوت دے کر محبت و اخوت کا ہاتھ بڑھاتا ہے۔ اگر مسلمان فی الحقیقت ایک متحدہ قومیت کو دیکھنے کے متمنی ہیں۔ تو اس کے حصول کی پہلی سیڑھی یہی ہونی چاہئے۔ کہ ہم اس فقدان حسن تناسب کا علاج کریں جو بدقسمتی سے کم و بیش ہم سب کو لاحق ہے۔

ایک خطرہ عظیم

سنہ ۱۹۲۳ء کے شروع میں جب فتنۂ ارتداد ضلع آگرہ اور اس کے گرد و نواح میں برپا ہوا تھا۔ اور ہندوؤں کی ان خفیہ ریشہ دوانیوں کا علم ہوا تھا جو وہ ایک عرصہ سے ملکانہ قوم کو مرتد بنانے کے لئے کر رہے تھے تو مسلمانوں کی تمام جماعتوں کے اندر ایک ایسا ہیجان پیدا ہوا تھا کہ ظاہر بیں لوگ سمجھ رہے تھے کہ اب یہ جوش دینی رنگ لائے بغیر نہ رہے گا۔ مگر وہ دوربین نگاہیں جو یہ جانتی تھیں کہ مسلمانوں کا جوش اکثر ہنگامی ہوتا ہے۔ یہ فتویٰ دے رہی تھیں۔ کہ یہ چند روز کا ہنگامہ ہے اور بس۔ چنانچہ بعد کے واقعات نے یہ ثابت کر دکھایا۔ فتنۂ ارتداد کے شروع میں اسلامی انجمنوں نے جس جوش و خروش سے حفاظت و اشاعت اسلام کا کام شروع کیا تھا وہ تھوڑے ہی دنوں میں مفقود ہو گیا۔ لطف یہ ہے کہ جتنے روز کام کیا گیا وہ بھی زیادہ تر نہایت بے ترتیبی سے کیا گیا۔ برخلاف اسکے دشمن کی جماعت ایک مستقل نظام کے ماتحت آج تک اپنے کام کو نہایت کامیابی کے ساتھ چلا رہی ہے۔ گو ملکانوں کو مسلمانوں میں اسقدر کامیابی نہیں ہوئی جسقدر ان کو امید تھی۔ مگر انہوں نے اپنی ان جماعتوں کو ضرور مضبوط کر لیا ہے جو یا تو اسلام کے زیر اثر تھیں یا ان میں اشاعت اسلام کا دروازہ کھلا تھا۔ یہ جماعتیں وہی ہیں جن کو اچھوت اقوام کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ ابھی شدھی کی تحریک سے پیشتر ان اقوام میں اسلام نہایت سرعت کیساتھ ترقی کر رہا تھا۔ مگر اب حالت یہ ہے کہ آریہ سماج کے اپدیشکوں نے جو حشرات الارض کی طرح ہندوستان کے کونے کونے میں گشت کر رہے ہیں ان اقوام کو نہ صرف اپنے گمراہ کن پروپیگنڈا سے اسلام سے متنفر کر دیا ہے۔ بلکہ اکثر مقامات پر ان اقوام کو آریہ سماج میں پرویش بھی کر لیا ہے گو برائے نام ہی ہو۔ اس تحریک کو صرف بٹوائی اور چمار وغیرہ اقوام ہی محدود نہیں رکھا گیا۔ بلکہ اس کو چوہڑوں (خاکروبوں) تک بھی وسعت دی گئی ہے۔ پنجاب کے اکثر اضلاع سے خبریں موصول ہو رہی ہیں کہ مختلف اضلاع کے مراکز میں چوہڑوں کی پنچائتیں منعقد کر کے انکو ہندو قوم میں شامل کرنے اور مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے کی سر توڑ کوششیں کی جا رہی ہیں۔ بعض مقامات پر ان کو اشدھ کر کے آریہ سماج میں شامل کر لیا گیا ہے۔ آریہ سماج کو اس قسم کی سب سے بڑی کامیابی شام چوراسی ضلع ہوشیارپور میں ہوئی ہے۔ جہاں کہ تمام خاکروبوں کو آریہ سماج کی شرن میں لے لیا گیا ہے۔ آجکل ضلع حصار میں آریہ سماج نہایت مستعدی سے سرگرم عمل ہے۔ اسکے برخلاف مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ تبلیغ و اشاعت اسلام تو ایک طرف رہی۔ انہیں یہ پتہ نہیں کہ ان کا حریف کیا کیا منصوبے باندھ رہا ہے۔ ہم مسلمانوں کو مشورہ دیتے ہیں کہ اگر انہیں اس ہندوستان میں رہنا ہے اور ذلت سے نہیں عزت سے رہنا ہے تو انہیں آنکھ کھولنی چاہیئے اور دشمن کے مقابلے کے لئے پورے ساز و سامان کے ساتھ میدان عمل میں نکلنا چاہیئے۔

ویداور قرآن کا مقابلہ

وید

(۱) حضرت بابا نانک کی ویدوں کے متعلق یہ رائے ہے کہ

"وید پڑھت برہما مرے چاروں بید کہانی
سنت کی مہما وید نہ جانی"

(ستیارتھ پرکاش صفحہ ۴۲۳)

حضرت باباصاحب فرماتے ہیں کہ برہما جی وید پڑھ پڑھ کر مر گئے مگر انہیں ان ویدوں سے کچھ علم معرفت حاصل نہ ہوا۔ چاروں وید محض قصہ کہانیوں سے پر ہیں۔ ان میں نہ علم معرفت کا بیان ہے نہ ایشور کا گیان۔

گرنتھ صاحب میں بھی گورو نانک صاحب نے فرمایا ہے کہ

"پڑھ پڑھ پنڈت منی تھکے ویدوں کا ابھیاس
ہرنام چیت نہ آئے نہچ گھر ہوئے داس"

یعنی بڑے بڑے رشی اور منی بھی ویدوں کو پڑھ پڑھ کر تھک گئے۔ مگر انہیں ویدوں کے مطالعہ سے نہ تو معرفت حاصل ہوئی۔ اور نہ نجات۔

پھر ایک اور جگہ پر فرماتے ہیں کہ

"ترگن بانی وید وچیار
بکھیا میل بکھیا ویار"

یعنی ویدوں کو بہت سوچ بچار سے پڑھا۔ مگر کوئی گیان اور معرفت کی بات میسر نہ ہوئی۔

(۲) جناب بھگت کبیر صاحب ویدوں کے متعلق جو رائے رکھتے تھے۔ وہ سوامی دیانند جی کے اس قول سے ظاہر ہے کہ

"خاص کر پنڈت شاستر ویدوں کی مذمت کیا کرتا تھا"

(ستیارتھ پرکاش صفحہ ۴۲۳)

سوامی جی کے اس قول سے صاف ثابت ہے۔ کہ بھگت کبیر صاحب ویدوں کے متعلق نہ صرف اچھی رائے ہی نہ رکھتے تھے بلکہ علانیہ ان کی مذمت کرتے تھے تاکہ عوام الناس ان کے گمراہ کن تعلیمات سے محفوظ رہیں۔

(۳) بدھ مذہب والے بھی ویدوں کے سخت مخالف ہیں۔ چنانچہ ان کے متعلق سوامی جی نے ستیارتھ پرکاش میں صفحہ ۳۱۲ پر لکھا ہے کہ یقین تو یہی ہوتا ہے کہ وید اور ایشور سے مخالفت کرنے کا ان کو یہی نتیجہ ملا۔

قرآن

(۱) چیمبرز انسائیکلوپیڈیا میں لکھا ہے کہ

"مذہب اسلام کا وہ حصہ بھی جس میں بہت کم تغیر و تبدل ہوا ہے۔ اور جس سے اس کے بانی کی طبیعت نہایت صاف صاف معلوم ہوتی ہے۔ اس مذہب کا نہایت کامل اور روشن حصہ ہے۔ اس سے ہماری مراد قرآن کریم کے اخلاق سے ہے۔ ناانصافی۔ کذب۔ غرور۔ استہزا، طمع، اسراف، عیاشی، بے اعتباری۔ بدگمانی، نہایت قابل ملامت بیان کی گئی ہیں نیک نیتی۔ فیاضی، تحمل، صبر، بردباری، حیا، کفایت شعاری، سچائی۔ راست بازی، ادب، صلح۔ سچی محبت اور سب سے پہلے خدا پر ایمان لانا اور اس کی مرضی پر توکل کرنا سچی ایمانداری کا رکن اور سچے مسلمان کی نشانی خیال کی گئی ہے۔"

(۲) مشہور مؤرخ مسٹر گبن لکھتا ہے کہ

"قرآن کو مسلمانوں کا ایک عام مذہبی تمدنی، ملکی، تجارتی، قومی، دیوانی اور فوجداری وغیرہ کا ضابطہ کہہ سکتے ہیں۔ وہ ہر ایک امر پر حاوی ہے۔ مذہبی عبادات سے لیکر رات دن کے کاروبار اور روحانی نجات سے لے کر صحت جسمانی۔ جماعت کے حقوق سے لے کر حقوق افراد کے اخلاق سے لے کر جرائم اور ان کی بنیادی سزا سے لے کر دینی سزا و جزا وغیرہ تک کے تمام احکام قرآن میں موجود ہیں۔ اس سبب سے قرآن اور انجیل دو مختلف چیزیں ہیں۔ کیونکہ انجیل کو مسیح کہتا ہے۔ کہ انجیل میں دینیات کا کوئی قاعدہ اور ضابطہ نہیں ہے بلکہ اس میں قصص ہیں جن سے عبادت و پرہیزگاری کے جذبات برانگیختہ ہوتے ہیں قرآن انجیل سے ملتا ہے کہ اس کو ہم صرف مذہبی رایوں اور افعال کی اصلاح ہی کا معیار قرار دیں بلکہ برخلاف اس کے قرآن میں سیاسی اصول بھی موجود ہیں۔ انہی اصول پر حکومت کی بنیاد پڑی۔ انہی سے ملکی قوانین اخذ کئے جاتے ہیں۔ اور روزمرہ کے مقدمات جانی و مالی فیصل ہوتے ہیں۔"

(۳) مسٹر راڈویل لکھتے ہیں کہ

"قرآن ایک نہایت گہری حقانیت ہے جو ان سنتوں میں بیان کی گئی ہے۔ جو باوجود مختصر ہونے کے قوی اور صحیح رہنمائی اور الہامی حکمتوں سے مملو ہیں۔"

وید

(۴) چکرانکت مت والوں کا ویدوں کے متعلق جو رویہ ہے وہ یہ ہے۔

"جس قدر چکرانکت وغیرہ ویدوں کے مخالف ہیں۔ اس قدر شنکر آچاریہ کے مت کے معتقد نہیں ہیں"

(ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۲۵ باب ۱۱ دفعہ ۳۸)

سوامی جی کے اس قول سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ سوامی شنکر آچاریہ مت کے لوگ بھی ویدوں کے مخالف ہیں۔ اس عبارت میں لفظ "وغیرہ" بھی معنی خیز ہے۔

(۵) رام سنیہی پنتھ والوں کی رائے ویدوں کے متعلق یہ ہے کہ وہ:۔

"رامداس اور ہر رامداس (رام سنیہی پنتھ کے بانی) کے اقوال کی کتاب کو وید سے زیادہ مانتے ہیں"

(ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۸۴)

پھر اس فرقہ کے لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ وید وغیرہ پڑھنے سے کچھ نہیں ملتا۔ رام بھجن سے نجات ہوتی ہے۔ چنانچہ اس فرقہ کا ایک منتر ہے۔ جس کا قول ہے کہ

"وید پران پڑھے پڑھ گیتا
رام بھجن بن رہ گئی ریتا"

(ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۸۴)

(۶) دیوسماجیوں کی ویدوں کے متعلق جو کچھ رائے ہے وہ یہ ہے کہ

"ویدوں میں بھی بہت سی لغویات یعنی جھوٹی گپیں اور فضول یا بیہودہ باتیں موجود ہیں" صفحہ ... ویدک لغویات کے چند نمونے

(۷) براہمو سماج اور پرارتھنا سماج والے ہندو ویدوں مقدس کے متعلق جو کچھ رائے رکھتے ہیں۔ وہ یہ ہے۔

"وید وغیرہ کی عزت کرنا تو دور رہا برائی کرنے سے بھی باز نہیں رہتے۔ براہم سماج کے مقاصد کی کتاب میں سادھوؤں کی فہرست میں عیسیٰ۔ موسیٰ۔ محمدؐ، نانک اور چیتن کے نام لکھے ہیں۔ لیکن کسی مہرشی کا نام نہیں ہے۔"

(ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۹۸)

قرآن

(۴) مسٹر جان ڈیون پورٹ لکھتے ہیں کہ:۔

"منجملہ ان خوبیوں کے جن پر قرآن فخر کر سکتا ہے۔ دو نہایت ہی عیاں ہیں۔ ایک تو وہ مودبانہ انداز اور عظمت جس کو قرآن اللہ کا ذکر یا اشارہ کرتے ہوئے ہمیشہ مدنظر رکھتا ہے۔ کہ وہ اس کی طرف خواہشات رذیلہ اور انسانی جذبات کو منسوب نہیں کرتا۔ کہ وہ تمام نامہذب اور ناشائستہ خیالات حکایات اور بیانات سے بالکل پاک ہے۔ جو بدقسمتی سے یہود کے صحیفوں میں عام ہیں۔ قرآن تمام ناقابل انکار عیوب سے مبرا ہے۔ اس پر خفیف سے خفیف حرف گیری نہیں ہو سکتی۔ اس کو شروع سے آخر تک پڑھ جایئے مگر تہذیب کے رخساروں پر ذرا بھی حجاب کے آثار نہیں پائے جائیں گے"

(۵) ڈاکٹر سموئیل جانسن لکھتا ہے کہ

"قرآن کے مطالب ایسے ہمہ گیر ہیں۔ اور ہر زمانہ کے لئے اس قدر موزوں ہیں۔ کہ زمانہ کی تمام صدائیں خواہ مخواہ اس کو قبول کر لیتی ہیں۔ اور وہ محلوں، ریگستانوں شہروں اور سلطنتوں میں گونجتا ہے۔ قرآن نے اپنے منتخب قلوب کو تمام دنیا کے فتح کرنے کے لئے مشتعل کر دیا۔ اور اس کے بعد وہ ایسی کا رکن قوت بن گیا جس کے ذریعہ سے جس وقت عیسائیت تاریکی کی ملکہ بنی ہوئی تھی۔ یونان اور ایشیا کی تمام روشنی عیسائی یورپ کے گہرے اندھیرے میں پہنچی"

(۶) مشہور جرمن فاضل گوئٹے لکھتا ہے کہ

"جس قدر ہم اس سے قریب ہوتے ہیں۔ یعنی اس پر زیادہ غور و فکر کرتے ہیں۔ تو وہ اسی قدر زیادہ ہمیں اپنی طرف کھینچتا ہے۔ یعنی اس کے مضامین اتنے ہی بلند و ارفع معلوم ہوتے ہیں۔ قرآن کریم اول بتدریج فریفتہ کرتا ہے۔ پھر متعجب بناتا ہے۔ اور آخر کار ایک سرور انگیز تحیر میں ڈال دیتا ہے اسی لئے ہم بے اختیار اس عجیب و غریب کتاب کی اہمیت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں"

(۷) لڈولف کریہل جس نے ۱۸۸۴ء میں آنحضرت صلعم کے حالات شائع کئے تھے۔ لکھتا ہے کہ

"قرآن میں عقائد، اخلاق اور ان کی بنا پر قانون کامل موجود ہے اس میں ایک وسیع جمہوری سلطنت

وید

(۸) چارواک، ابھانک، بدھ اور جین مت مہاتما ر آستک جو ویدوں کے مشہور عالم ہیں۔ ویدوں کے متعلق یہ رائے رکھتے ہیں۔ کہ

"وید کے بنانے والے بھانڈ دھورت (مکار) اور نشاچر یعنی راکشش تین طرح کے آدمی ہیں۔ جرپھری۔ ترپھری وغیرہ پنڈتوں کے مکر کی باتیں ہیں۔

دیکھو دھورتوں کی کارروائی کہ گھوڑے کے لنگ کو عورت پکڑے۔ یجمان کی عورت کا اس کے ساتھ ہم صحبت کرانا اور لڑکی سے ٹھٹھا کرانا وغیرہ جو لکھا ہے وہ دھورتوں کے سوائے اور کسی کا کام نہیں ہو سکتا۔ اور جہاں گوشت کھانا لکھا ہے۔ وہ وید کا حصہ راکشش کا بنایا ہوا ہے۔"

(ستیارتھ پرکاش صفحہ ۵۱۹)

(۹) ویدوں میں بت پرستی کی تردید تو کیا ہوگی۔ ہاں خیر سے بت پرستی کے متعلق ایک حرف بھی موجود نہیں۔ آریہ سماج کے مہرشی سوامی دیانند جی شہادت دیتے ہیں کہ:۔

"ویدوں میں پتھر وغیرہ بت پرستی اور پرمیشور کے بلانے رخصت کرنے کے متعلق ایک حرف بھی نہیں ہے۔"

(ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۳۲ باب ۱۱ دفعہ ۴۸)

پھر اسی صفحہ پر آگے چل کر لکھتے ہیں کہ

"بت کے متعلق ویدوں میں ایک منتر بھی نہیں"

آریہ دوستو! سنتے ہو۔ سوامی جی کیا فرما رہے ہیں۔ کیا یہی وہ کامل و مکمل الہام ہے جو سرشٹی کے شروع میں علم کل پرمیشور کی طرف سے دنیا کی رہنمائی کیلئے بھیجا گیا تھا؎

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرہ خون نہ نکلا

اگر ایشور جی مہاراج ویدوں میں بت پرستی کے متعلق بھی چند منتر داخل کر دیتے تو آج ہندوستان میں ویدک بت پرستوں کی اتنی تعداد نظر آتی جیسی کہ اب ہے۔

قرآن

کے ہر شعبہ کی بنیادیں بھی رکھ دی گئی ہیں۔ تعلیم، عدالت، حربی تنظیمات، مالیات اور نہایت محتاط قانون فرما وغیرہ کی بنیادیں قطعاً اسے واحد کے یقین پر رکھی گئی ہیں۔"

(۸) ڈاکٹر گستاولی بان فرانسیسی اپنی کتاب تمدن عرب میں لکھتا ہے کہ

"کسی مذہبی کتاب کے فوائد عامہ کا اندازہ کرتے وقت یہی دیکھنا چاہیئے۔ کہ اس میں فلسفی خیالات کیسے ہیں۔ کیونکہ یہ عموماً بہت ہی کمزور ہوا کرتے ہیں بلکہ یہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ جن اعتقادات دینی کی تعلیم اس کتاب میں دی گئی ہے۔ انہوں نے دنیا میں کیا اثر پیدا کیا اور جس وقت اسلام کو اس نظر سے دیکھیں۔ تو معلوم ہوگا کہ دنیا کے ان مذاہب میں جنہوں نے قلوب پر حکومت کی ہے۔ یہ ایک نہایت عالیشان مذہب ہے۔ البتہ اسلام میں بھی نیکی، انصاف، عبادت وغیرہ کی ویسی ہی تعلیم ہے جیسی کل اور ادیان میں لیکن یہ تعلیم ایسی سادگی اور وضاحت کے ساتھ دی گئی ہے۔ کہ ہر شخص کی سمجھ میں آتی ہے۔ اسلام قلوب میں اس قسم کا زندہ اور پرزور جوش ایمان پیدا کر دیتا ہے کہ اس میں مطلقاً شک اور تذبذب کی گنجائش نہیں رہتی۔ ...... اسلام تو وہ مذہب ہے جس کے اعتقادات کا خاصہ یہ ہے کہ ہمارے اخلاق کو نرم کریں۔ اور ہم میں نیکی اور انصاف اور دوسرے مذاہب کی رواداری پیدا کریں۔ مذہب اسلام کے اعتقادات کو زمانہ نہیں مٹا سکا۔ اور آج بھی ان کا اثر ویسا ہی پرزور ہے۔ جیسا پہلے تھا۔ پھر اس زمانہ میں جبکہ اسلام سے کہیں پرانے مذہب کی حکومتیں قلوب پر سے کم ہوتی جاتی ہیں۔ قانون اسلام کی وہی پہلی حکومت اس وقت تک قائم ہے۔ ان آیات قرآنی میں جو اوپر نقل کی گئی ہیں۔ ہم دیکھ چکے ہیں۔ کہ پیغمبر اسلام نے اپنے ماقبل کے مذاہب کی اور علی الخصوص مذہب یہود و نصاریٰ کی بے انتہا رواداری کی ہے۔ یہ اس قسم کی رواداری ہے۔ جو مذاہب کے بانیوں میں نہایت شاذ ہے۔"

(۹) مشہور جرمن مستشرق عمانوئیل ڈیوش لکھتا ہے کہ

"اس کتاب (قرآن مجید) کی مدد سے عربوں نے سکندر اعظم اور رومیوں کی سلطنتوں سے بڑی دنیا فتح کر لی۔ فتوحات کا جو کام رومیوں سے سینکڑوں برس میں ہوا تھا۔

باقی برصفحہ ۴۔ کالم ۱

صلیبی سورماؤں کے حملوں کی طیاریاں

دنیائے اسلام کے پرخچے اڑا دو

وُہ مسلمان جو اب تک تبلیغ و اشاعت کی اہمیت کو نہیں سمجھتے صلیبی سورماؤں کے حسب ذیل الفاظ کو پڑھیں۔ جو ان کے منصوبوں اور ارادوں کے ترجمان ہیں۔

(۱) ڈاکٹر جان راوٹ جو ایڈنبرا کانفرنس میں اسلام و مسیحیت کی لڑائی فیصلہ کن ہونی چاہئے۔ اس لئے ضروری ہے کہ کام کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہو۔ اور جو پالیسی اختیار کی جائے وہ زوردار ہو"

(۲) پادری کے ایکنسفیلڈ سیکرٹری منسٹری سوسائٹی برلن "اس بات کا فیصلہ کرنے کا وقت آگیا ہے۔ کہ اس وقت افریقہ میں عیسائیت و اسلام میں سے کونسا مذہب زبردست ہو۔ اس لئے نہایت ضروری ہے۔ کہ گورنمنٹ کی طرف سے مسیحی مشنریوں کو فیاضی سے کامل آزادی عطا کی جائے۔

لارٹ پادری بسا "اس بیسویں صدی میں ہر مسیحی مرد اور عورت پر لازم ہے۔ کہ وہ مسلمانوں کی ترقی کی رفتار روکنے کے لئے جو کچھ بن پڑے کرے۔ اسلام نے نہ صرف مسیحیت کی ترقی کے راستے میں دیوار کھڑی کر دی ہے۔ بلکہ خود تہذیب کی اشاعت کی راہ میں روڑا اٹکا دیا ہے۔

ریورنڈ سے۔ پی میکنا ٹن "تمام عیسائیت کا پُرزور صدمہ اب پہلی مرتبہ دنیائے اسلام کو پہنچایا جا رہا ہے۔ عیسائیت اپنی تجارت اپنی صنعت کاریاں اور ایجادیں اپنی انجیلیں اپنی تقریریں نیز مدرسے شفاخانے اور اخبار دنیائے اسلام کی جبری خدمت کے لئے مفت مہیا کر رہی ہے۔ اور یہ تمام عظیم الشان قوتیں ایک ہی مرکز کی طرف راجع ہیں۔ اور اسلام کی طاقت پاش پاش ہو رہی ہے۔ ایک قطعی و فیصلہ کن اور شاندار کامیابی کے لئے اب صرف ایک ایسے عزم راسخ اور جوش صادق کی ضرورت ہے۔ جو خدا کی رحمت کی باراں اور اس کی مستی حدت و حرارت کے نیچے اسلام کی عظیم الشان چٹان کے پرخچے اُڑا دے"

مسٹر ای۔ اینچ گیبنی "ڈنمارک اور شمالی افریقہ میں بائبل کی تعلیم کہیں بارہ سو سال کے بعد جا کر زندہ ہونے لگی ہے لیکن قبل اس کے کہ تمام علاقے کو مسیحی بنانے کی کاروائی شروع کی جاتی یہ بات لازمی اور ضروری تھی کہ اسلامی حکومت کا قلع قمع کر دیا جاتا۔ دسمبر ۱۸۳۰ء میں فرانسیسیوں نے الجیریا پر قبضہ کر لیا۔ ۱۸۸۱ء میں ٹیونس کو فرانس کے آگے سر تسلیم خم کرنا پڑا اسی طرح شمالی افریقہ کے وسطی علاقے میں اسلامی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ اب مشرقی سمت میں طرابلس اور مغربی سمت مراکو رہ گیا ہے۔ اور اب وُہ بھی نہیں"

نامور انسٹرکی پیر لوٹی (فرانس) "مسلمان ہمارے شکار ہیں۔ اس شکار کے لئے ہم کو اپنے چمکتے ہوئے آلات جنگ کا شکریہ ادا کرنا چاہئے۔ افریقہ کی شکارگاہ زنجبار سے لے کر مراکش تک تمام علاقہ ہمارے قبضہ میں ہے۔ اور یہاں کے شکار اب ختم ہونے کو ہیں۔ البتہ ایران کے ہرن ابھی تک چوکڑی بھر رہے ہیں جنکو دو طرفہ گھیرنے کی ضرورت ہے۔"

(ماخوذ از دنیائے اسلام و عیسائیت)

بقیہ صفحہ ۳ کالم ۳ - عربوں نے اُسے اس کے دسویں حصہ وقت میں انجام پر پہنچایا۔ اسی قرآن کی مدد سے تمام سامی اقوام میں صرف عرب ہی یورپ میں شاہانہ حیثیت سے داخل ہوئے جہاں اہل فنیشیا بطور تاجروں کے اور یہودی لوگ پناہ گزینوں اور اسیروں کی حالت میں پہنچے ان عربوں نے بنی نوع انسان کو روشنی دکھلائی جبکہ چاروں طرف تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ ان عربوں نے یونان کی عقل و دانش کو زندہ کیا۔ اور مغرب

احمدی خواتین کیلئے

"عملی دلآویزی"

جب سے ہمارے قومی آرگن میں نسوانی کالم جس میں لطیف نے قلم اعجاز رقم کا رہین منت ہونا شروع ہوا ہے "پیغام صلح" پہلے سے دو چند نشان محبوبیت سے شائع ہو رہا ہے۔ بتول ہمشیرہ سکینہ بیگم اس کے پڑھنے کے لئے خاص انتظار رہتا ہے۔ اور اناث میں ہمارا اخبار خاص اشتیاق سے پڑھا جانے لگا ہے۔

مستورات کی نازک خیالی۔ وفا شعاری ہمدردی اور دلسوزی کا اعتراف بارہا مردوں کی طرف سے کیا جا چکا ہے آتش فساد کے شدید ترین اشتعال میں عورتوں نے محبت کے چھینٹے دے دئے۔ اور دشمنوں کو شیر و شکر کی طرح ملا دیا۔ خود ہمارا مذہب دنیا کے لئے عالمگیر امن کا پیغام ہے۔ پس عورت سے بڑھ کر اس کی علمبرداری کا کون اہل ہو سکتا ہے فی الواقع تبلیغ و اشاعت مذہب کے لئے عورت موزوں ترین ہستی ہے۔ آہ! ظالموں نے عفت مآب معصومہ کو اکاذیب و باطل کی تشہیر و توسیع کے لئے کس بیدردی سے استعمال کیا ہے اس کے خوبصورت گلو کے خوش الحان سے بجائے صداقت و حق کے دل کش نغموں کے فریب اور دعوکا بازی کے گیت سنائے گئے عروس کے تبسم جان بخش نے کئی حرص و ہوا کے بندوں کے ایمانوں پر چھاپا مارا موجودہ "کلیسیا" جس نے عقیدتاً دنیا میں گناہ و گندگی کی تمام تر ذمہ داری اس مظلوم ہستی کے سر تھوپ دی ہے۔ اپنے باطل عقائد کو پھیلانے کے لئے اس ہستی کو بطور آلہ استعمال کر رہا ہے۔

مگر افسوس ہے ہم پر اور ہمارے فرقہ پر اس رحمت اللعالمین کی اُمت کہلا کر جس نے دنیا میں ہمارے لئے آزادی اور مساوات کا نغمہ چھیڑا لیکر دیا جسنے ہمارے حقوق کی حفاظت کی اور ہمارے پاؤں کے نیچے جنت بچھا دی آج اس کے دین کے لئے کوئی حمیت اور غیرت نہیں محسوس کرتیں۔ ہماری عیسائی بہنیں تو "لا جا عورت دور ہو" کہنے والے پر فدا نثار ہوں کہ اس کے نام پر ہر چیز قربان کر دیں۔ اور ہم اپنی آنکھوں کے سامنے دُشمن کی فوج کو قلعہ اسلام پر حملہ آور ہوتا دیکھیں اور ہمارے بدن پر جوں بھی نہ رینگے۔ وہ پردہ نشینان حرم نبوی جو جنگوں میں شامل ہو کر داد شجاعت دیا کرتی تھیں۔ ہماری موجودہ بے حسی کو دیکھ کر کیا کچھ نہ کہتی ہونگی۔

میری ہمنام بہن نے لاہور سے کیسے ہی خوبصورت اور پُر اثر پیرایہ میں "استقامت یعقوبی" کا قیمتی درس دیا ہے۔ اگر اس پر واقعی عمل کیا جائے تو اسلام کا اقبال بعظمت گم گشتہ کی طرح دوبارہ مسلم بیگمات کی گود میں کھیلتا نظر آئے۔

اے خواہران محترم! اس وقت ضرورت ہے "عملی دلآویزی" دکھانے کی مضمون نگاری میں مردوں کا مقابلہ نہیں کر سکتیں ان کی ادیبانہ نکتہ نوازیاں اور فلسفیانہ موشگافیاں ہمارے توہم و گمان سے بھی بالاتر واقع ہوئی ہیں۔

تمام عالم اسلامی پر نگاہ ڈال کر دیکھو اسلام کا جوش ہر سینہ میں موجود ہے۔ مگر عمل کا مہیب فقدان ہے۔ افغانستان احمدیت کے خلاف کس طرح بپھر رہا ہے گویا کہ شمع اسلام کا پروانہ ہے۔ اسکی نگاہ میں اسلام کی سب سے بڑی خدمت یہی ہے۔ کہ جاں نثاران اسلام کو تعصب کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھا دیا جائے۔ اپنے ملک کے اسلامی پرچوں کو دیکھو پولیٹیکل خیالات کا جب اظہار کریں گے تو زمین آسمان کے قلابے ملا دیں گے۔ لیکن اگر کسی پہلوان صحافت کو پولیس کانسٹیبل ایک وار کی نمائش کے ساتھ کورنش بجا لائے تو حضرت کی ساری عبارت بر ف پر مسلسل رعشہ کی شکل میں ظاہر ہونے لگیگی

الحمد للہ ہماری جماعت کا مسلک میانہ روی ہے۔ نہ ہم انتہا پسندی کے اس مقام پر کھڑے ہیں۔ جہاں سے الفاظ کے بم حکومت کے پرخچے اُڑا رہے ہوں۔ اور نہ ہی ہماری جبین نیاز آستانہ حکومت پر منافقت کے سجدے کر رہی ہے۔ جائز امور میں ہمارا حکومت سے تعاون ہے۔ اور جائز مطالبات میں ہم پبلک کے ہم نوا ہیں۔

پس اس پاک جماعت کی خاتو نو! تمہیں بھی دنیا میں بڑھ کر کے دکھلانا ہے۔ بعض مضمون نگاری تو تمہیں انگاری ہے کچھ عملی تحریک پیدا ہو جانی چاہئے۔ جمود اور غفلت کو چھوڑ دو اپنے قومی کاموں میں پوری دلچسپی لینی شروع کر دو۔

تمہارا بھی ایک حلقہ اثر ہے۔ انواع و اقسام کی عورات سے تمہارا تعلق ہے۔ کہیں غیر مسلم بیگمات ہیں۔ جن میں سادہ اور دلچسپ پیرایہ میں تمہیں دین فطرۃ کے اصول تلقین کرنے ہیں۔ کہیں اپنی مسلم خواتین پر مجدد دوران کے مشن کو واضح کرنا ہے۔ کہیں اپنے عزیزوں رشتہ داروں ملنے جلنے والی سہیلیوں سے چندہ فراہم کر کے انجمن کی مالی امداد کرنی ہے۔ کہیں اپنی احمدی بہنوں کے اندر محبت اور یکجہتی کے جذبات پیدا کرنے ہیں۔ ان سے تعلق روحانی محکم طریق پر قائم کرنا ہے۔ کہیں ننھے ننھے بچوں کو باتوں باتوں میں تبلیغ و اشاعت کے راز بتلانے ہیں۔ یہ تم ہی ہو جو گہوارہ میں بچہ کو زمانہ کا آئندہ محمد علی یا خواجہ کمال الدین بنا سکتی ہو تمہارے ہاں صحن میں کئی صلاح الدین کھیلتے پھرتے ہیں۔ کئی ایک لائق کے آئندہ ایڈیٹر تیار کر سکتی ہو الغرض آسانی سے تھوڑی سعی اور وقت دے کر تم اپنی انجمن کے لئے مفید ترین ہستی بن سکتی ہو۔ خداوند تعالے کا ہزار ہزار شکر ہے۔ کہ ہمیں اپنے خیالات کے اظہار کے لئے ایک کالم نصیب ہوا ہے جس میں ہمیشہ "عملی دلآویزی" کی جھلک نظر آنی چاہئے۔ تاکہ ادھر مردوں کی ہمتیں بلند ہوں اور عورتیں جوش اسلام میں دن دوگنی رات چوگنی کوشش کریں۔ آمین۔ ثم آمین۔

فقط فدویہ زبیدہ خانم از گجرات۔

شہنشاہ اورنگ زیب کی عطا کردہ سند

نمائش پٹنہ کی دلچسپ ترین چیز

ہنگی ڈسٹرکٹ لائبریری کانفرنس منعقدہ پٹنہ میں دستی تحریرات کتب اور دیگر مسلمہ دار الکتب کی ۷ اپریل کو نمائش کی گئی۔ نمائش کی دلچسپ ترین چیز اس سند کی فوٹو شدہ تصویر تھی۔ جو شہنشاہ اورنگ زیب نے راجہ رامیشور۔ اے میا سائی۔ والئے پٹنہ کو ۱۰ صفر ۱۰۹۵ھ کو "راجہ مہاسائی" کا موروثی خطاب عطا کرتے وقت عطا کی تھی۔ یہ سند راجہ کشتیند را دیپ وائے مہا سائی نے بھیجی تھی۔ جو آجکل اس سند کا مالک ہے۔

ضروری ہدایت

ان تمام احباب کی خدمت التماس ہے کہ انجمن کو روپیہ بھجواتے رہتے ہیں۔ بتاکید عرض ہے۔ کہ وہ کوپن منی آرڈر پر کل رقم کی تفصیل مدات تحریر فرمایا کریں۔ یعنی حسب ذیل طریق پر۔

چندہ ماہوار	رقم
برلن مسجد	"
زکواۃ	"
دیگرہ	"

(۲) اور تمام رقوم متعلقہ انجمن صرف صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے پتہ پر روانہ فرمایا کریں۔ اور علاوہ اس کے (۳) ایک رقم وار تفصیل اسی وقت معہ نقل رسیدات کے سیکرٹری کے نام بھجوا دیا کریں۔ کیونکہ مرکز میں تمام بیرونی انجمنوں کا حساب نمبر وار رکھا جاتا ہے۔ اور کسی سے متواتر تین ماہ چندہ کی رقم یا دیگر وعدوں کی رقوم وصول نہ ہوں تو انہیں براہ راست یاد دہانی کرائی ہوتی ہے۔ اس لئے اس امر کی طرف خاص طور پر دھیان رکھنا چاہئے اس کی تفصیل حسب ذیل طریق پر کارآمد ہو سکتی ہے۔

۷	۶	۵	۴	۳	۲	۱
میزان	دیگرہ	جرمن مشن	مدرسہ	رقم تعمیر	بابت ماہ	نام ممبر چندہ ماہوار

سید محمد حسین شاہ جائنٹ سیکرٹری

مولوی ظفر علی اور قتل مرتد

مولوی ظفر علی خان صاحب نے مرتد کے قتل کے متعلق ایک سلسلہ مضامین شروع کر رکھا ہے۔ مولوی صاحب کو زبان پر بڑی قدرت ہے اور دماغ بھی اچھا ہے۔ اور مولوی صاحب میں اتنی قابلیت ہے کہ جھوٹ کو سچ کر دکھائیں۔ مگر خوشی کی بات ہے کہ موجودہ مضمون میں مولوی صاحب کامیاب نہیں ہو سکے مولوی صاحب کا مضمون بڑی بھونڈی لفاظی اور بے سر و پا باتوں کا مجموعہ ہے جس میں دلیل ایک بھی نہیں۔ اس مضمون میں مولوی صاحب نے متعدد بار اپنی نالائقی کا اعتراف بھی کیا ہے مگر باوجود اس اعتراف کے پھر مفتی بننے کے لئے تیار بھی ہو گئے ہیں۔ مولوی صاحب کو واضح ہونا چاہئے کہ اخبار نویسی اور شے ہے اور علم دین اور شے مولوی صاحب [illegible] کہ اسکے متنازعہ فیہ ہے کیونکہ بڑے بڑے قابل آدمیوں نے اسکے خلاف رائے دی ہے۔ تو کیا اس صورت میں مولوی صاحب کے لئے مناسب نہ تھا کہ ایسے مسئلہ پر قلم اٹھانے سے پہلے جس کے صحیح حل پر اسلام کی عزت اور اعتبار منحصر ہے ایسے لوگوں سے جن کی رائے مولوی صاحب سے متفق نہیں۔ تبادلہ خیالات کر لیتے اور پھر قلم اٹھا لیتے۔ مگر بعض لوگوں کا خیال ہے۔ اور یہ قرین قیاس بھی معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب تاجر پہلے ہیں۔ اور اور کچھ پیچھے۔ مولوی صاحب ایسی بات کبھی نہیں کر سکتے جس سے ان کی اپنی اور اخبار کی ہر دلعزیزی میں فرق آئے۔ مولوی صاحب دل میں ہرگز قائل نہیں ہو سکتے کہ کسی شخص کو اسکے اعتقاد کے تبدیل کرنے پر قتل کر دینا چاہئے لیکن چونکہ عام ملا اور ان کے چیلے چانٹے یہی اعتقاد رکھتے ہیں اسلئے مولوی صاحب کے لئے بحیثیت ایک اخبار نویس ہونے کے ضروری ہے کہ ایسے لوگوں سے اختلاف نہ کریں جن میں ان کا اخبار فروخت ہوتا ہے۔ اصل میں مولوی صاحب نے قتل مرتد کی حمایت کر کے اپنے اخبار کا اشتہار دیا ہے۔ نماز کے لئے لوگوں کو جگانا یہ بھی اسی طرح کا اشتہار ہے۔ بعضوں کا تو خیال ہے کہ مولوی صاحب کا خواہ نخواہ ایسی جگہوں میں جانا جہاں سے آپ جانتے ہیں کہ نکالے جائیں گے یا ایسی تقریر کرنا جس کی بنا پر آپ نکالے جائیں یہ بھی اشاعت اخبار ہی کی خاطر ہے۔ اور قید کو خواہ نخواہ دعوت دینا اسکا مقصود بھی صرف یہی ایک بات ہے۔ العلم عند الله

مولوی صاحب نے اپنے مضامین میں فرمایا ہے کہ شریعت تین چیزوں سے بنی ہے۔ اول قرآن کریم۔ [illegible] رسول کا عمل اور قول۔ تیسرے اجماع امت۔ میری رائے ناقص میں ایک سمجھدار مسلمان کی قلم سے ایسی بات نہیں نکل سکتی۔ قرآن کریم کامل کتاب ہے۔ اور کتاب مبین ہے۔ رسولؐ نے قرآن پر عمل کیا اور اپنے قول و فعل سے قرآن مجید کی تفسیر کی۔ اگر کوئی شخص کسی بات کو رسولؐ کی طرف منسوب کرے جسکی صراحتاً اشارتاً قرآن مجید میں وجود نہیں تو وہ شخص رسولؐ پر بہتان لگاتا ہے۔ اجماع امت کا بھی یہی حال ہے۔ رسول قرآن مجید میں ایزادی نہیں کر سکتے ہیں ورنہ قرآن کامل نہیں رہتا۔ اگر بقول مولوی ظفر علی قتل مرتد کا حکم قرآن مجید میں نہیں نہ اشارتاً نہ صراحتاً تو رسولؐ کی طرف اسے منسوب کرنا ظلم عظیم ہے۔ اور جس کسی نے اس عمل کو جاری کیا اس نے قرآن میں زیادتی کی۔ اور ایسے گناہ کا مرتکب ہوا جو بہت بھاری ہے اور جتنے شخص ارتداد کے الزام میں قتل کئے گئے ہیں سب کا گناہ اس کی گردن پر ہے۔

مرتد کے قتل کے حامی اسکو تین وجوہات پر جائز ٹھیرا سکتے ہیں۔ اول یہ کہ قتل ارتداد کی سزا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ انسان ان گناہوں کی سزا تو دے سکتا ہے۔ جو انسان یا سوسائٹی کے خلاف کئے جاتے ہیں۔ مثلاً قتل یا چوری جعلسازی اور زنا بالجبر لیکن ارتداد کا گناہ تو صرف خدا کا گناہ ہے۔ کیا مولوی ظفر علی بتا سکتے ہیں کہ خدا نے کس کو اور کن الفاظ میں یہ ڈیوٹی سپرد کی ہے کہ وہ مرتد کو قتل کر دے۔ بڑی جرأت ہے۔ بڑی گستاخی ہے خدا کی طرف وہ باتیں منسوب کرنا خدا کے کلام میں جنکا نشان تک نہیں۔

دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ قیام امن کی خاطر مرتد کو قتل کر دینا چاہئے لیکن اگر قیام امن مطلوب ہے تو ایسے شخص کو تو ایسے شخص کو ملک بدر کیوں نہ کر دیا جائے۔ [illegible] بات یہ ہے کہ ملاؤں کی آتش انتقام صرف خون سے بجھ سکتی ہے۔ اسلئے بھلا وہ ایک ایسے شکار کو جو ان کی گرفت میں ہے کس طرح ہاتھ سے نکلنے دیں۔ قیام امن کے لئے بیگناہ کو قتل کر دینا اور ان ظالموں کو سزا نہ دینا جو امن شکنی کرتے ہیں۔ اسلئے کہ ایک شخص ان کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے کیا یہ انسانیت ہے۔

پھر تاریخ بتاتی ہے کہ کسی عقیدہ کے رکھنے والے کی ایذا دہی ہی اس عقیدہ کے پھیلنے کا ذریعہ بنتی ہے۔ جب لوگ دیکھتے ہیں کہ کوئی شخص اپنے عقیدہ کی خاطر کس بہادری سے جان دیتا ہے تو ان کے دل میں نہ صرف اس سے ہمدردی پیدا ہوتی ہے بلکہ اس عقیدہ کے متعلق بھی اس میں تحقیق کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور اکثر حالات میں اس تحقیق کا نتیجہ اس کا اس عقیدہ کو قبول کر لینا ہوتا ہے۔

مولوی ظفر علی خان صاحب کو معلوم ہوگا کہ حضرت مسیح کے قتل کا فتوی کس نے دیا۔ یہی مولوی تو تھے۔ مولوی صاحب بیسیوں اسلام کی مایہ ناز ہستیوں کی اسوقت ولایت کے قائل ہوں گے۔ مولوی صاحب ایک کا نام تو ان میں سے بتائیں جن پر زمانہ کے مولویوں نے کفر اور قتل کا فتوی نہیں لگایا۔ پھر ایسے فتووں اور ایسے مفتیوں کا کیا اعتبار۔ ابھی ابھی ایک مولوی نے فٹبال کھیلنے کو کفر قرار دیا ہے۔ مولوی صاحب اسکے بارہ میں کیا فرماتے ہیں۔ انہیں افغان ملاؤں نے مولوی عبد اللہ غزنوی مرحوم کو افغانستان سے کفر کا فتوی دے کر نکال دیا تھا۔ مولوی صاحب فرمائیں کہ ان کی مولوی محمد داؤد غزنوی صاحب کے دادا مرحوم کے متعلق کیا رائے ہے۔

رسول کی نرم دلی اور رحم ملاحظہ ہو عبد اللہ بن ابی رأس رئیس منافقین مرتا ہے آپ اپنا کرتہ اس کے کفن کے لئے دیتے اور خود اسکا جنازہ پڑھتے ہیں۔

حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ ایک شخص کو دھوپ میں اس لئے ننگے سر کھڑا کر دیا گیا تھا کہ اسنے جزیہ ادا نہیں کیا تھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ خدا کے بندوں کو عذاب مت دو۔ جو بندوں کو عذاب دیتا ہے اسکو خدا کے عذاب کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ مگر مولوی ظفر علی صاحب ہیں کہ اس رسولؐ کی شریعت کی طرف ایسے حکم منسوب کر رہے ہیں جس سے حکم دینے والے کی سنگدلی ٹپکتی ہو مولوی صاحب اگر وہ بار ولی میں ایسی سزاؤں کا علم ہے تو ہو تو راۃ کا زمانہ تو گذر گیا۔ یہ تو محمدؐ کا زمانہ ہے۔ یہ تو اس رسول کا زمانہ ہے جسکی لائی ہوئی کتاب اللہ تعالیٰ کے اسم رحمٰن سے شروع ہوتی ہے۔ انگریز اگر سرحدیوں کو بیرحمی سے مارتے ہیں تو آپ اور ہم لوگ ان کو کیا کہتے ہیں۔ ظالم اور شقی ہی تو کہتے ہیں۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ ہمارے رحیم کریم رسول کو بھی سنگدل اور ظالم کہیں۔

مولوی صاحب کو آپ کا صاحبزادہ اور آپ کے اخبار کے ایڈیٹر مظفر الملت والدین کہا کرتے ہیں۔ مولوی صاحب نے اگر دین کی کوئی خدمت کی ہوگی تو خدا آپ کو اجر دے گا لیکن یہ یقینی بات ہے کہ مولوی صاحب نے قتل مرتد کی حمایت سے بہت سے مسلمانوں کو اسلام سے بدظن کر دیا ہے اور بے شمار ہندوؤں اور عیسائیوں کو جو اسلام کے متعلق حسن ظن رکھتے ہوں گے اسلام سے بہت دور جا پھینکا ہے۔ مہاتما گاندھی ایک نیکدل انسان ہے۔ اور یقیناً اسکے دل میں اسلام کا ادب اور احترام تھا۔ لیکن مولوی صاحب ذرا غور فرمائیں۔ اس قتل مرتد کے فتوی نے مہاتما کے دل پر کیا اثر کیا ہوگا۔ کیا مہاتما اب اسلام کے قریب ہے یا اس فتوی کے شائع ہونے سے پہلے تھا۔ مولوی صاحب آپ یاد رکھیں خدا کے دین میں کوئی ایسی بات نہیں ہو سکتی جس سے طبیعت بیزار ہو عقل کی رو سے کوئی شخص اسلام کے کسی اصول پر جس پر اس نے کافی غور نہ کیا ہو اعتراض کرے تو کرے لیکن ایسی بات کہ جس سے طبیعت کو صدمہ پہنچے نفرت پیدا ہو وہ اسلام میں نہیں ہو سکتی آپ خدا سے ڈریں۔ اور ایسی باتیں اس پاک مذہب کی طرف منسوب نہ کریں جو قابل نفرت ہوں۔

مولوی صاحب عقل کو بہت کوستے ہیں اس سے مولوی صاحب کا منشاء صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ ملاؤں کو یقین دلا دیں کہ میں تم لوگوں کے ساتھ ہوں یا شاید اسلام [illegible] کی عداوت نے مولوی صاحب کی عقل ماردی ہے۔ ورنہ قرآن مجید تو بات بات پر عقل سے اپیل کرتا ہے۔ اور اسی انسانی عقل کی طرف جس کو مولوی صاحب باربار بالکل مسخ شدہ کہتے ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ جس سے یہ نکلتا ہے کہ تبلیغ کے بعد اور کچھ نہیں اب ان ملاؤں نے مرتد کو تبلیغ تو کر دی کہ تو اس عقیدہ سے [illegible] کر۔ یہاں تک تو قرآن کے مطابق ہے اسکے بعد جو اس کو قتل کیا یہ کہاں سے نکالا۔ کیا یہ قرآن میں ایزادی نہیں۔ اور قرآن میں زیادتی ظلم عظیم نہیں۔ مولوی ظفر علی خان صاحب قرآن جانتے ہیں تو وہ غور کریں۔

مولوی ظفر علی صاحب فرماتے ہیں کہ سزا ہر قوم کی تہذیب کے موافق ہوتی ہے۔ یعنے مہذب ملکوں میں مہذب سزا اور وحشی قوموں میں وحشیانہ سزا۔ گویا دوسرے لفظوں میں مولوی صاحب افغانستان کے علماء کو وحشی قرار دیتے ہیں۔ اب دیکھیئے کہ کہاں افغانستان کی مدح سرائی کہاں یہ بات کہ ان کو صرف اپنی بات کے سچا کرنے کے لئے وحشی قرار دیدیا۔ پھر مولوی صاحب ان مسلمانوں کو بھی جنکی تہذیب پر ہمیں بجا ناز ہے وحشی قرار دیتے ہیں جنہوں نے پہلے پہل یہ سزا تجویز کی۔ ایسی قوم تھی جس کو [illegible] کے لئے بطور نمونہ پیش کرتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ [illegible] اور اختیار کے دنوں میں جب نکتہ چینی کرنے والا کوئی نہ ہو مسائل بنائے جاتے ہیں اور بنانے والے ایسے چند افراد ہوتے ہیں جن میں تدبر نہیں ہوتا۔ اس دور میں جب نکتہ چینی کا زمانہ ہے ان کو اسلام کا جزو قرار دینا اسلام کے ساتھ دشمنی ہے

مولوی صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن میں قتل مرتد کا [illegible] نہیں۔ حیرت ہے۔ قرآن اوامر و نواہی کی کتاب۔ قرآن [illegible] کی کامل کتاب۔ پھر وہ قتل مرتد کے متعلق اگر کچھ نہ کہے۔ یہ خاموشی کیوں۔ کامل کیسے ہوئی؟

مولوی صاحب سوراج کے لئے کوشش فرما رہے ہیں سوراج کے معنے ہندوؤں اور مسلمانوں کا متحدہ راج ہوا مولوی صاحب کا یہ قانون کہ مرتد قتل کیا جائے کیسے چلیگا کیونکہ جو ہندو ہو جائے گا اسکو تو ہندو قتل نہ کرنے دینگے البتہ جو [illegible] ہو جائے اسکی اجازت حاصل ہو جائے گی۔

مولوی صاحب آزادی ضمیر کے بہت پیچھے پڑے ہیں تماشا یہ کہ لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ میں سے بھی جبر کی تعلیم نکالتے ہیں۔ ماشاء اللہ اسلام اسی کا نام ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جبر سے کام نہ لیا جائے تو اسلام کے سب ضوابط و قانون معطل ہو جاتے ہیں لیکن تعجب ہے کہ مولوی صاحب ذرا ٹھنڈے دل سے غور نہیں فرماتے کہ سوشل جرائم اور عقائد میں کتنا فرق ہے۔ لا اکراہ فی الدین کے معنے صرف یہی ہیں کہ عقیدہ کے متعلق کسی قسم کا جبر نہیں اسلئے کہ عقیدہ ایسی شے ہے جس سے انسان کسی دوسرے انسان کا کچھ نہیں بگاڑتا۔ مگر زنا۔ قتل شراب خوری یہ تو سوشل جرائم ہیں جنکے بارہ میں جبر سب قوانین کی بنا ہے۔ پس صرف اسی ایک فرق پر غور کرنے سے سارا مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ اسلام عقائد میں انسان کو بالکل آزاد چھوڑتا ہے۔ ورنہ اگر عقیدہ چھوڑنے پر قتل جائز ہو تو ڈرا کے عقیدہ منوانا کیسے جائز ہو۔

مولوی صاحب اگر آپ کو یہ حق پہنچتا ہے کہ جو شخص اسلام [illegible] اسکو آپ قتل کر دیں تو کیا یہ حق دوسرے مذہب والوں کو نہیں پہنچتا۔ یورپ کے عیسائیوں میں ایک زمانہ میں اس حق کو دل کھول کر برتا گیا اور ہزاروں مسلمان موت کے گھاٹ اتارے گئے آپ کی ان کے متعلق کیا رائے ہے۔ اگر دنیا کی ساری قومیں افغانستان کی دیکھا دیکھی اس قسم کے قانون بنا لیں تو اشاعت اسلام کیسے ہو۔ قرآن میں تو یہ قانون آپ خود مانتے ہیں موجود نہیں علماء ہی نے بنایا ہے۔ اسیطرح پادری اور برہمن بھی بنا سکتے

مولوی صاحب! کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ مسلمان کون ہے؟ ہم نے تو آج تک نہیں دیکھا۔ سید احمد اور اس کے پیرو کافر۔ مولوی چکڑالوی اور اس کے پیرو کافر۔ ایران کے شیعہ کافر۔ اہل حدیث کافر۔ احمدی کافر۔ آپ کے بھائی الہی کا فر۔ کیونکہ پچھلے دنوں آپ برادر ڈاکٹر کچلو پر بھی کفر کا فتوی لگا تھا۔ اور اصول قادیانی احمدیوں کے مرزا صاحب کے منکر کافر۔ آپ کے اصول کے مطابق یہ سب واجب القتل تو پھر کون مسلمان ہوئے۔

مولوی صاحب بڑے زور سے کہتے ہیں کہ بادشاہ باغیوں کو جب سزا دیتے ہیں تو خدا سے جو بغاوت کرے اس کو کیوں سزا نہ دیجائے۔ مگر سوال صرف یہ ہے کہ خدا نے کہاں کہا ہے کہ سزا دو اور کس کو کہا ہے کہ تو سزا دے۔ بادشاہ کا باغی تو بادشاہ کی سلطنت کو نقصان پہنچاتا ہے۔ مگر خدا کا باغی اس کا کیا بگاڑ سکتا ہے اسی لئے تو خدا نے اس کا معاملہ اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ اور انسانوں کو کہا ہے تو صرف یہ کہ اسکو دعوت حق دو۔ اگر مانے تو بہتر ورنہ اسکا پیچھا چھوڑ دو۔

(ایک مسلمان)

قابل توجہ احباب

(۱) جہاں جہاں انجمن کی شاخیں قائم ہیں۔ وہاں کے سیکرٹری اور محاسب صاحبان زکوٰۃ کی وصولی کی طرف خاص طور پر توجہ فرماویں۔ اور ہر ایک صاحب نصاب سے اس کی وصولی فرماویں۔ اور رقوم وصول شدہ چندہ ماہوار کے ہمراہ بھجوا دیں۔

(۲) ہر مہینے کا چندہ دوسرے مہینے کے پہلے ہفتہ میں فراہم کر لیا کریں۔ جو کہ پندرھویں تاریخ تک یہاں پہنچ جانا چاہئیے کیونکہ یاددہانی پر بہت سا خرچ کرنا پڑتا ہے سب احباب اگر اس کا خیال رکھیں بہت سا خرچ بچ جاتا ہے۔

(۳) بہت سے احباب نے اس وقت تک برلن مسجد کی کاپیوں کا روپیہ فراہم کر کے نہیں بھجوایا۔ اور جنہوں نے بھیجا ہے وہ بھی کم ہے اس لئے التماس ہے۔ کہ اس کی طرف خاص توجہ فرماویں۔ وعدوں کے مطابق اخیر مارچ تک ہمیں اس کی وصولی کی امید تھی۔ مسجد کا کام چونکہ اختتام پر آگیا ہے اس لئے ہر قسم کے بلوں کی رقم اب ادا کرنی ہوگی۔

(۵) جرمن مشن کے لئے جن جن احباب نے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر وعدے فرمائے تھے انہیں معلوم ہونا چاہئیے کہ اس مشن کے اخراجات انجمن کو ماہوار ادا کرنے پڑتے ہیں۔ اور انہیں کے وعدے اس مشن کی آمدنی ہے۔ اس لئے یا تو ماہوار بارہواں حصہ بھیجدیا کریں۔ اور یا نصف شروع سال میں اور نصف چھ ماہ گذرنے کے بعد ادا فرمایا کریں تاکہ انجمن کو سہولت رہے اور جن احباب نے جلسہ پر اس میں کوئی حصہ نہ لیا تھا اور انہیں علیحدہ اس میں شمولیت کے لئے دفتر سے لکھا گیا۔ انہیں اس کے جواب کی طرف توجہ فرمانی چاہئیے۔ ان کے لئے یہ وقت قربانی اور ایثار کا ہے جس کے بغیر کوئی نمایاں کام ہم نہیں کر سکتے۔ (سید محمد حسین شاہ جائنٹ سیکرٹری)

برلن مسجد اور بلاد غیر کے مشنوں کے اخراجات
قابل توجہ احباب

جیسا کہ احباب کو معلوم ہے کہ ابھی تک برلن مسجد کے لئے سارا روپیہ فراہم نہیں ہوا۔ ابھی ٹھیکہ دار تعمیر کو رقم ادا کرنی باقی ہے۔ پھر اس کا کمپاؤنڈ۔ باغ۔ اور متعلقہ فرنیچر مہیا کرنا ہے۔ اور ماسوا اس کے اس کی آبادی اور رونق کے لئے مستقل طور پر ایک معقول رقم کی ضرورت رہے گی۔ اور اس مسجد کو تعمیر کرنے کا کام ختم نہیں کر دینا۔ بلکہ اسی طرح دوسرے ممالک میں ضرورت ہے۔ کہ ہمارا ... مسجد ہو۔ ان ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے انجمن نے رسیدات بکس طبع کرائی ہیں۔ جن میں ہر ایک رسید ٹکٹ ایک روپے کی رکھی گئی ہے۔ ایک حصہ کاپیوں کا پچاس پچاس رسیدات پر مشتمل ہے۔ اور ایک حصہ سو سو رسیدات پر۔ تمام احباب کو چاہئیے کہ وہ ہر وقت اپنے پاس ایک ایک رسید بک ضرور رکھیں اور اس کو فروخت کر کے روپیہ بھجواتے رہیں۔ جس وقت وہ ختم ہو جائے تو دوسری منگوالیں۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ مدتوں ان رسیدات کو بغیر فروخت کے رکھ چھوڑیں۔ جو احباب ایسا کر سکتے ہوں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کی توفیق دی ہوئی ہے وہ ضرور اس طرف توجہ فرماویں۔ ان کی اس توجہ سے انجمن کو ہمیشہ بہت بڑی مدد پہنچتی رہے گی۔

خاکسار محمد حسین شاہ جائنٹ سیکرٹری۔

تازہ خبریں

لاہور میں ۱۶۔ اپریل کو دن کے گیارہ بجے لوکو۔ کیرج اور پاور ہوس کے عملہ نے ہڑتال کر دی۔ شام کے تین بجے شیڈ اور ٹریفک نویڈ سٹاف نے ہڑتال کر دی۔ کراچی کی ہڑتال کا انتظار کیا جا رہا ہے۔

مسٹر پار۔ مسٹر ہال اور مسٹر ایم۔ اے خان لاہور پہنچ ہیں۔

چیف جسٹس سر شادی لال نے اس مقدمہ کے انتقال کا حکم دے دیا ہے جو سردار بہادر ساد ہو سنگھ آنریری اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر امرتسر کے خلاف سردار کھڑک سنگھ وکیل لاہور نے دائر کیا تھا یہ مقدمہ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لاہور کی عدالت میں پیش ہوگا۔

سوامی شوانند سابق ایڈیٹر شکتی کو ہفتہ گذشتہ کو حیدر آباد سنٹرل جیل سے رہا کر دیا گیا۔

ہز ایکسلنسی وائسرائے اور لیڈی ارون آج صبح کے ۹ بجے ٹکمنڈ پہنچے۔ میلام کے سٹیشن پر ۷ بجے پہنچے اور وہاں سے موٹر میں روانہ ہو کر ۹ بجے گورنمنٹ ہوس میں پہنچ گئے۔ وائسرائے کے استقبال کے لئے لوگ قطار اندر قطار بہ تعداد کثیر جمع تھے حسب معمول توپوں کی سلامی اتاری گئی۔ وائسرائے یہاں مچھلی کے شکار کے لئے آئے ہیں

دہلی کی پولیس نے جس میں مسٹر کرو سٹر ڈوائٹن اور سید احمد سب انسپکٹر شامل تھے۔ ۱۵ اپریل کی شب کو شہر کے ایک مشہور و معروف قمار خانہ پر چھاپہ مارا۔ اور ایک ہزار اکتالیس روپیہ من ایک تن پائی اپنے قبضہ میں کر لئے ۳۰ آدمیوں کو بھی گرفتار کر لیا۔

دہلی کے فسادات کے ملزم راجہ رام سنگھ کا مقدمہ آج ایڈیشنل مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش ہوا۔ استغاثہ کی طرف سے سب انسپکٹر پولیس اور کوتوال اور رائے صاحب گوپالداس مجسٹریٹ درجہ اول کی شہادتیں ہوئیں

رام سنگھ مجرم نے بیان کیا کہ اسکو کئی قصابوں نے پیٹا تھا اسنے کسی کو نہیں مارا۔ نذیر الحق معہ ۵۔ ۶۔ آدمیوں کے ہسپتال میں آیا۔ اور کہا کہ یہی رام سنگھ ہے۔ اسکو شناخت کر لو۔ میں نے اس مطلب کی اطلاع انچارج ہسپتال کو کر دی تھی۔

مقدمہ ۱۸ اپریل پر ملتوی ہوا۔

معلوم ہوا ہے کہ کینیڈین شہیدی جتھہ کے جتھیدار اور نائب جتھیدار کو زیر دفعہ ۱۹۔ ایکٹ اسلحہ تین تین سال قید بامشقت کی سزا کا حکم سنایا گیا ہے۔ وجہ یہ کہ ان کے پاس تین تین فٹ لمبی کرپانیں تھیں

سکھ ایجوکیشنل تعلیمی کانفرنس کا سولھواں اجلاس ختم ہو گیا۔ اس میں جو تقریریں کی گئیں۔ اور جو رزولیوشن پاس کئے گئے ان میں سے اکثر میں خالصہ کالج کو یونیورسٹی بنانے کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے۔ ایک کروڑ روپیہ کی اپیل کی گئی تھی۔ اس سلسلہ میں کئی رقموں کا اعلان کیا گیا۔ چنانچہ پٹیالہ دربار نے ۱۱ ہزار روپیہ اکبر تھلہ نے ایک ہزار روپیہ دیا۔ اسیطرح اور بھی کئی چندے اعلان کئے گئے

اگرچہ حکومت نے کوئی اعلان شائع نہیں کیا لیکن قیاس کیا جاتا ہے کہ جولائی میں سی پی کونسل کا ایک اجلاس طلب کیا جائے جس میں وزراء کی تنخواہوں کا مطالبہ پیش کیا جائے

فرانس میں وزیر اعظم کی تلاش برابر جاری ہے۔ کیونکہ سوشلسٹ کونسل نے موسیو برائنڈ کی حمایت کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ صدر جمہوریہ پھر موسیو پینلو کو دعوت دینگے جو پہلے انکار کر چکے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ موسیو پینلو کی مشکلات انہیں ہم ... کریں گی۔

چونکہ فوجی اور سیاسی اسرار درہ سر منکشف ہونے لگے تھے اسلئے ٹرکی کے محکمہ ٹیلیفون سے تمام غیر مسلم ملازم عورتیں معزول کر دی گئیں ہیں۔ اس انتظامی ذریعہ کی ضرب یہودی لڑکیوں پر پڑے گی۔ عیسائی لڑکیاں اب سے بہت عرصہ پہلے اس امر کا شکار ہو چکی ہیں۔

ایک قدیم ترین مدفون شہر
دس ہزار سال قبل خواتین کی حکومت

اطلاع ملی ہے کہ نیویارک میں ہی فاؤنڈیشن عجائب خانہ کی ایک انکشاف کنندہ جماعت نے امریکہ میں آج سے دس ہزار سال قبل کا مدفون شہر دریافت کیا ہے۔

"سنٹرل نیوز" لکھتا ہے۔ کہ یہ دنیا میں قدیم ترین مدفون شہر تصور کیا جاتا ہے۔ اور سینٹ جیمز اور آدرٹن شہروں کے مابین ایک دریا کے کنارے پر واقع ہے۔

زمانہ قدیم میں خواتین کا رتبہ

انکشاف شدہ آثار سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ ابتدائی دور کے انڈین لوگوں کے آباد ہونے سے قبل کے زمانہ میں یہ علاقہ کوہ زیادہ ریتیلا اور صحرائی نہیں تھا۔ اور عورتیں سوسائٹی کے سیاہ و سپید کی مالک تھیں۔

اندھے اشخاص کا دوڑنے کا مقابلہ
۶ میل ۱۵ منٹ اور تین سیکنڈ میں
انگلستان میں ایک دلچسپ مقابلہ

پچھلے دنوں سینٹ ونسٹن کے ۲۲ بالکل اندھے اور ۱۰ نصف اندھے اشخاص نے ایجنس پارک چھ میل کی دوڑ میں حصہ لیا۔ ان کی رہبری کا کام لنڈن کے بعض کلبوں کے ارکان کرتے تھے۔

بالکل اندھے اشخاص میں سے تیز ترین رفتار مسٹر جے انگرام کی تھی۔ جس نے گذشتہ سال لنڈن سے برائیٹن تک کی دوڑ میں انعام لیا۔ مگر بعد میں اس کی رفتار سست ہو گئی۔ اور اب کے اس نے تیسرا انعام لیا۔ چھ میل کی مسافت اس نے ۱۵ منٹ ۳۰ سیکنڈ میں طے کی۔

ممالک غیر میں تبلیغ اسلام

خط جرمنی

جناب مولوی صدرالدین صاحب برلن سے لکھتے ہیں کہ
خدا تعالیٰ کے فضل سے مسجد اور حجرہ عید تک بالکل مکمل ہو جائیں گے فرنیچر و دیگر تکمیل کے لئے انہیں فی الحال قریباً پانصد پونڈ کی ضرورت ہوگی، تاکہ عید تک ضروری فرنیچر وغیرہ خرید کر لیا جائے۔ اور ٹھیکیدار کا حساب بیباق کر دیا جائے۔ جنگلے اور باغ کا معاملہ حوالہ بخدا ہے آجکل دماغ میں مختلف کاموں کا ہجوم ہے۔ مسجد کی آبادی کا خیال ہے۔ مسجد و مکان کی ضروریات کا خیال ہے۔ اور مختلف تکلفات ہیں۔ میں انشاء اللہ تعالیٰ عید کے دوسرے یا زیادہ سے زیادہ تیسرے دن یہاں سے چلوں گا۔ اغلباً ۲۷- اپریل کو۔

خط ٹرینیڈاڈ

برادر تخیل حسین صاحب لکھتے ہیں کہ
خدا کے فضل سے یہاں مخالفت کمزور پڑ گئی ہے۔ اور سب لوگ ہماری جماعت کے اشاعت اسلام کے کام سے خوش ہیں چند پرانی طرز کے ملاں ہیں۔ جو تنگدلی سے کام لیتے ہیں عام لوگ ان کا ناطقہ بند کر دیتے ہیں۔ ایک آدھ ملاں نے ہندوستان سے آکر احمدیوں کے خلاف زہر اگلی لیکن اسے کچھ کامیابی نہ ہوئی۔ لوگ نری بکواس نہیں سننا چاہتے۔ بلکہ یہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ کہ کونسا گروہ خدمت اسلام کر رہا ہے۔ ملانوں کے پاس سوائے مسلمانوں کو کافر بنانے کے اور کچھ نہیں اس لئے وہ ذلیل ہوتے جا رہے ہیں۔ ایک پیدائشی عیسائی میرا دوست ہے۔ جسے میں تبلیغ اسلام کرتا رہتا ہوں۔ اب اس پر اتنا اثر ہو گیا ہے۔ کہ وہ علانیہ حضرت نبی کریم اور اسلام کی تعریف کرتا رہتا ہے۔ اور عیسائیوں سے جھگڑتا رہتا ہے امید ہے انشاء اللہ جلد مسلمان ہو جائے گا۔ اور بھی بہت سے عیسائی اسلام کی طرف رخ کر رہے ہیں۔ دعا کی ضرورت ہے

مصر

انگریزی قرآن کی جو کاپی ازہر کے کسی عالم کی تنگدلی کے سبب سے محکمہ چونگی نے تلف کر دی تھی۔ اس کے خلاف حکومت مصر اور اخبارات مصریہ پر پروٹسٹ کیا گیا تھا۔ وہاں کا ایک عربی اخبار لکھتا ہے کہ:-

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے ہماری طرف ایک ٹائپ شدہ چٹھی روانہ کی ہے جس میں مجلس ازہر کے علماء پر ترجمہ قرآن کے تلف کر دینے کے بارے میں ملامت کی گئی ہے۔ لہٰذا ہماری مجلس نے ارادہ کیا ہے کہ ایک متبحر عالم کو مجلس ازہر میں تحقیق حالات کے لئے بھیجکر اصل معاملہ معلوم کرے۔ [illegible] کے بعد ہم اس معاملہ پر لکھیں گے

خط ایران

برادر اصفہانی صاحب جو ایران سے عیسویت کے اثر کو زائل کرنے کے لئے بڑی کوشش [illegible]۔ دس روپیہ چندہ لائٹ بھیجا اور لکھتے ہیں کہ:-

آپ کی کتابوں خصوصاً انگریزی ترجمہ قرآن کی یہاں بہت مانگ ہے۔ جو کتابیں آپ پہلے بھیج چکے ہیں۔ وہ بالکل ختم ہو چکی ہیں۔ آئندہ کے لئے آپ میرے پاس کافی کتابوں کا ذخیرہ مہیا رکھیں۔ میں تبرو۔ ہمدان وغیرہ شہروں میں ہمدردان اسلام کی تلاش میں ہوں۔ جو اشاعت اسلام کا دلی درد رکھتے ہوں برلن مسجد کا فوٹو دیکھ کر میں آپ کی جماعت کو مبارکباد دیتا ہوں جس نے کفر گڑھ میں اسلام کی ایسی شاندار یادگار قائم کر دی ہے۔

(۲) برادرم حاجی اشتری صاحب لکھتے ہیں۔ کہ اصفہانی صاحب کا میں بہت مشکور ہوں۔ کہ انہوں نے آپ سے میرا تعارف کرایا۔ میں پندرہ سال سے انگریزی اسلامی لٹریچر کا شائق تھا۔ کیونکہ عرصہ سے میں اصفہان کے عیسائی مشنریوں سے ہفتہ وار بحث کرتا رہا ہوں۔ میں ایسی معزز انجمن کا بہت ہی مشکور ہوں۔ جس نے ایسی دلچسپ کتابیں اور رسالے انگریزی میں اسلام پر شائع کئے۔ میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی مدد کرے گا۔ تاکہ آپ ساری دنیا میں اشاعت اسلام کا کام زور سے کر سکیں۔ دو ماہ سے زیادہ عرصہ ہوا۔ کہ میں دارالخلافہ میں خانگی ضروریات کے لئے آیا۔ اور تب ہی سے مسلمانوں اور غیر مسلموں میں اسلامی کتابیں رسائل و اخبارات تقسیم کرتا رہا ہوں۔ اور عیسائیوں کو مفت کتب دیتا رہا ہوں جیسا کہ آپ کو ان خطوط سے معلوم ہو جائے گا۔ جن کی نقلیں میں اس خط کے ہمراہ بھیج رہا ہوں۔ میں نے ہمدان تبرو۔ کرمان۔ شیراز اصفہان تک تحریک جاری کر رکھی ہے۔ امید ہے تھوڑے دنوں تک آپ [illegible]ات سے آگاہی حاصل ہو جائے گی۔ میری خواہش ہے کہ اگر میں آپ کے ہاں ہوتا تو میں نہایت فخر سے آپ کی قدمبوسی کر کے آپ کا بغلگیر ہوتا۔ آخر میں دعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ آپ کی کوششوں کو کامیاب کرے۔ میری طرف سے شکریہ قبول کیجئے

عید الفطر

ماہ رمضان اب ختم ہونے کو ہے۔ مبارک ہیں۔ وہ جنہوں نے ان ایام میں اپنے مجاہدہ کو پورا کیا۔ اور اپنے آپ کو کلی طور پر خدا تعالیٰ کی رضا کی راہوں پر چلنے کے قابل بنایا۔ عید کے موقع پر جیسا کہ سب احباب کو معلوم ہے۔ کم از کم ایک روپیہ **عید فنڈ** خالص اشاعت اسلام کے کاموں کے لئے حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے مقرر فرمایا تھا۔ تاکہ جہاں قوم کے سینکڑوں روپے اپنے دنیاوی کاموں میں خرچ ہو جاتے ہیں۔ وہاں اللہ تعالیٰ کی راہ میں بھی ان کا حصہ پہنچ جائے۔ سو اس کے لئے خاص طور پر تمام جماعتیں اور احباب اپنے اپنے طور پر خیال رکھیں۔ اور صدقات کی رقوم کے ہمراہ اس کی وصولی بھی کی جائے۔ اور جملہ رقوم محاسب صاحب کے نام مد کی تفصیل دے کر بھجوا دی جائیں۔

سید محمد حسین شاہ جنرل سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

اعلان تعطیل چونکہ آئندہ اتوار کو دفتر میں عید الفطر کی رخصت ہوگی۔ اس لئے آئندہ پرچہ اتوار کی بجائے بدھ کو شائع ہوگا۔ ناظرین کرام انتظار نہ فرمائیں۔

منیجر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم ○

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۳، ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۴۳ھ نمبر ۴۹

واقعات کی پکار

عقل سلیم کے علاوہ لغت اسلام میں جو لفظ جلی حروف میں نظر آتا ہے۔ وہ لفظ **واقعات** ہے۔ جہاں مذہب فطرت قدم قدم پر انسان کے **عقل سلیم** کو اپیل کرتا ہے۔ اور اس بات پر زور دیتا ہے۔ کہ انسان اس خدا داد نور کو ہر وقت اپنا مشعل راہ بنائے رکھے۔ وہاں یہ بھی بکمال تاکید وصراحت تلقین کرتا ہے۔ کہ ہم اپنی روزمرہ کی زندگی **واقعات** کی تیز روشنی میں بسر کریں۔ کہیں لیل ونہار کی گردش سے سبق حاصل کرنے کا ارشاد ہوتا ہے۔ کہیں بارش سے مردہ زمین کے زندہ ہونے سے کبھی گذشتہ اقوام کے حالات اور ان کے انجام سے ہمیں متنبہ کیا جاتا ہے۔ اور پھر کبھی ارشاد ہوتا ہے۔ کہ سیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبۃ المکذبین ○ درحقیقت یہ دو ایسے لفظ ہیں۔ جو مذہب اسلام کو دیگر تمام مذاہب سے نمایاں کرنے والے ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے یہی دو لفظ ہیں۔ جو آج ہمیں ہمارے ملا ساختہ اسلام میں کہیں نظر نہیں آتے۔ اگر **عقل سلیم** پر کورانہ تقلید کی پٹی باندھ دی گئی۔ تو **واقعات** پر خوش اعتقادی کے پردے پڑ گئے۔

گذشتہ اشاعت میں ہم بتا چکے ہیں۔ کہ اسلام کی اندرونی خانہ جنگیاں اسی کمال ایک ادنےٰ کرشمہ ہیں جو عقل سلیم مسخ ہونے۔ نوساتھ ہی اس حس نے جواب دیا۔ جس کے بغیر مقدم نہ موخر۔ اہم اور معمولی میں تمیز نہیں کیجا سکتی۔ آمین بالجہر۔ رفع یدین۔ ورلمبی ریش و پاجامہ جیسی چھوٹی چھوٹی باتوں نے معرکۃ الآرا مسائل کی شکل اختیار کی۔ اور ان میں سے ہر ایک پر وہ وہ طاقت آزمائیاں ہوئیں۔ گویا اسی پر اسلام کی موت وزندگی کا دارومدار ہے۔ اور نتیجہ کیا ہوا۔ یہ کہ وحدت قومی کو جو ہر مسلمان کے لئے سب سے مقدم سب سے اہم نصب العین ہونا چاہیئے۔ پاش پاش کر دیا۔

آج ہم یہ بتانا چاہتے ہیں۔ کہ اسلام کی دوسری خصوصیت کو بھی ہم نے اپنی روزمرہ کی زندگی سے بکلی مٹا دیا ہے۔ یعنے واقعات عالم کی طرف ہماری آنکھیں بکلی بند ہیں۔ اور گو خطرات کا ایک سیلاب عظیم عین ہمارے سر پر آ کھڑا ہے۔ ہماری حالت اس شتر مرغ کی سی ہے۔ جو شیر کو دیکھ کر ریت میں سر دبا لیتا ہے۔ اور یہ سمجھ بیٹھتا ہے۔ کہ خیر خیریت ہے۔

سنہ ۱۹۰۰ء میں ریاستہائے متحدہ امریکہ کے شہر نیویارک میں ایک عظیم الشان اجتماع ہوا۔ جو ایکومینکل فارن مشنز کانفرنس کے نام سے موسوم ہوا۔ یعنے تمام دنیا کے ان مشنوں کی کانفرنس جو ممالک غیر میں پیغام تثلیث پہنچانے کے لئے قائم ہوئے ہیں۔ یہ آج سے پچیس سال کی بات ہے۔ امسال پھر شہر واشنگٹن میں اسی قسم کا اجتماع ہوا جس میں گذشتہ پچیس سالہ کارگذاری پر نظر ڈالی گئی۔ اور آئندہ کے لئے وسائل وتدابیر اختیار کیے گئے۔ کہ دنیا میں مسیحیت کی تبلیغ ایک عظیم الشان پیمانے پر ہو سکے۔ یہ **واقعات** ہیں۔ مگر ہمیں **واقعات** سے کیا۔ ہمارے مولوی صاحبان کے لئے اس سے زیادہ کیا دلچسپ مشغلہ ہو سکتا ہے۔ کہ باہم ایک دوسرے سے دست وگریبان رہیں۔ انہوں نے تو شاید نیویارک اور واشنگٹن کا نام بھی نہ سنا ہو۔ کیونکہ یہ کافروں کے ملک ہیں۔ اور اس واسطے یہ شان اتقاد سے بعید ہے۔ کہ ان کے نام بھی کان میں پڑیں۔ اس کے علاوہ یہ حالات عموماً انگریزی زبان میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ جو کفار کی زبان ہے۔ اور اگر کسی کی آنکھ اس پر پڑ جائے تو من تشبہ بقوم فھو منھم وہ بھی ان میں سے ہو جائے گا۔ ہم نے سنا ہے کہ اس بیسویں صدی میں بھی علماء کرام یہ گوارا نہیں کرتے۔ کہ دیوبند کی چار دیواری میں کوئی پیسہ انگریزی اخبار گھسنے پائے۔ یا کوئی وہاں کا طالب علم کوئی ایسی بات کرنے پائے جس سے کفار کی مشابہت کا احتمال ہو۔ اور اسی لئے فٹ بال تک کھیلنا بھی شان اسلامی کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔ خواہ بیچارے طالب علم پڑے پڑے مٹر ہی رہیں۔ دیوبند کے کنوئیں کو سارا جہان سمجھ کر اپنی کھال میں مست رہنا یقیناً اس **کتاب حکیم** کی تعلیم کی ہتک ہے۔ جو پکار پکار کہتی ہے۔ کہ جاؤ دنیا جہان میں چلو پھرو۔ واقعات عالم پر غور کرو۔ اور ان سے سبق سیکھ لو۔

امسال کی کانفرنس میں سے ہم صرف چند **واقعات** پر قناعت کرتے ہیں۔ جو ہر مسلمان کی آنکھیں کھولنے کیلئے کافی ہونے چاہئیں۔ بشرطیکہ اس میں اسلام کی بہبودی کی حس بکلی مر نہ چکی ہو۔ ممالک غیر بالخصوص ممالک اسلامی میں مسیحی پروپاگنڈا پر جو روپیہ اور جو طاقت صرف ایک ملک امریکہ کے صرف ایک فرقہ پروٹسٹنٹ کی طرف سے خرچ ہو رہی ہے۔ اس کا اندازہ ان اعداد وشمار سے ہو سکتا ہے:۔

مشنوں کی کل تعداد	۲۰۰
کل رقم جو سالانہ ان مشنوں پر خرچ ہوتی ہے	۱۲۰،۸۲۸،۰۰۰ روپے
ایک مشنری سوسائٹی کا سال گذشتہ کا بجٹ	۰۰۰،۰۰۰،۴۲ روپے
مشنریوں کی تعداد	۱۳۰۰۰
ان مشنریوں کے علاوہ مقامی سٹاف	۶۰۰۰۰
سکول اور کالج	۲۰۰۰۰
ان میں طلبا کی تعداد	۶۲۲۰۰۰

یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ یہ صرف **ایک** ملک کے **ایک** فرقہ کی طاقت ہے۔ جو زیادہ تر اسلام کے خلاف ہر سال خرچ ہو رہی ہے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ یورپ کے عیسائی ممالک جو اپنی مساعی اشاعت مسیحیت میں امریکہ سے کسی قدر کم نہیں۔ کس قدر مال وزر اور کس قدر مشنری اسلامی ممالک میں سال بہ سال بھیج رہے ہوں گے۔

یہ ہے ایک **واقعہ**۔ ایک طرف عیسائیت کروڑوں روپے اور لاکھوں سپاہیوں کے ساتھ دنیا اسلام پر حملہ آور ہے۔ اور دوسری طرف ہمارے محافظین دین متین کو علم تک نہیں۔ کہ کیا کچھ ہو رہا ہے۔ دشمن گھر پر مسلط ہوا چاہتا ہے۔ اور یہاں خانہ جنگی کا بازار گرم ہے۔ اگر اس خطرہ عظیم کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔ تو وہی حالت ہوتی ہے، جس کا نقشہ قرآن حکیم نے کھینچا ہے۔ کہ ان کی آنکھیں ہیں مگر دیکھتے نہیں۔ اپنی بے حسی اور سردگی کی پردہ پوشی کے لئے ایک اور بات گھڑ لیتے ہیں کہ اسلام کا محافظ خدا ہے۔ بے شک یہ سچ ہے۔ لیکن یستبدل قوماً غیرکم بھی اسی طرح سچ ہے۔ اگر ہم اسلام کی حفاظت پر کمربستہ ہونے کے لئے تیار نہیں تو چاہیئے۔ کہ ہم اپنی بقا سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں۔ کیونکہ ایسی قوم کے لئے قرآن پاک کے نزدیک ایک ہی بات مقدر ہے۔ یعنے **سٹ جانا** صفحہ ہستی سے معدوم ہو جانا۔

اس فتنہ دجال کے بالمقابل اگر دنیا اسلام میں سے کسی نے ہاتھ پاؤں ہلایا ہے۔ تو اس محدود جماعت نے جو علماء کرام کے نزدیک مرتد اور واجب القتل ہے۔ اسلام کی حقیقی ہمدردی مدنظر ہوتی۔ تو اس مقابلہ میں تمام اختلافات خانگی بالائے طاق رکھ کر اس مختصر مجاہد گروہ کی ہر مالی اور اخلاقی مدد کی جاتی۔ لیکن عقل سلیم پر تو پٹی بندھ چکی۔ اور واقعات کے سامنے آنکھیں بند کر دی۔ اور نتیجہ یہ ہے کہ جہاں عیسائی دنیا کے صرف ایک ملک کے صرف ایک فرقہ کی طرف سے ممالک اسلامیہ میں پورے دو صد مشن مصروف کار ہیں۔ وہاں تمام عالم اسلامی کی طرف سے عیسائی ممالک میں صرف دو اسلامی مرکز قائم ہو سکے ہیں۔ یعنے ووکنگ و برلن۔ یہ **واقعات** ہیں جن پر ہر مسلمان کو ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیئے۔ علماء کرام سے ہمیں امید نہیں۔ کہ وہ صرف ونحو کے حلقہ منطق کے پیچوں اور باہم کفر وتکفیر کے شغل سے فرصت پا سکیں۔ اس لئے ہماری نظر اگر کسی طبقہ پر پڑتی ہے۔ تو وہ وہ تعلیم یافتہ طبقہ ہے۔ جو ابھی تک اس مولویانہ لعنت سے آزاد ہے۔ اور یہ اہلیت رکھتے ہیں۔ کہ **واقعات کی پکار** کو سن سکیں۔ اور سنکر اسلام کی خدمت پر کمربستہ ہو سکیں۔

آریہ سماج اور اشاعت اسلام

وہ لوگ جنہوں نے سوامی دیانند جی کے سوانح حیات اور تصنیفات کا مطالعہ کیا ہے۔ اس بات سے خوب واقف ہیں۔ کہ سوامی جی کو اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ سخت عداوت تھی۔ آپ نے اپنی تصنیفات میں اسلامی تعلیمات کو غلط رنگ میں پیش کر کے اسلام کے خلاف جو زہر پھیلایا ہے یہ اسی کا نتیجہ ہے۔ کہ آریہ سماج کا ہر ایک ممبر جو سوامی جی کا سچا چیلا ہے۔ اسلام کے خلاف نفرت پھیلانا اور اس کو ہر ایک ممکن طریقے سے بدنام کرنا اپنا فرض اولین سمجھتا ہے گو سوامی جی خود تو چھوت چھات کے خلاف تھے مگر ان کے پیرو محض اس کینہ وبغض کی بنا پر جو ان کو اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ ہے۔ اچھوت اقوام تک کو یہ تعلیم دے رہے ہیں۔ کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ چھوت چھات کا برتاؤ کریں۔ پنجاب کے ان اضلاع میں جہاں بٹوال۔ چمار اور میگھ وغیرہ اچھوت قومیں مسلمان کاشتکاروں اور زمینداروں کے ساتھ زندگی بسر کر رہی ہیں۔ ان کو آریہ سماج کے اپدیشک گاؤں بہ گاؤں پھر کر یہ تعلیم دیتے پھرتے ہیں۔ کہ وہ مسلمانوں کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا نہ کھائیں۔ یہی نہیں بلکہ چوہڑوں تک میں یہ سپرٹ پیدا کی جا رہی ہے۔ کہ وہ مسلمانوں کے گھر کا پکا ہوا کھانا نہ کھائیں۔

ایک ناواقف شخص تو شاید آریہ سماج کے اس پروپیگنڈا کو کچھ زیادہ وقعت نہ دے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ آریہ سماج کی نہایت گہری چال ہے جس سے وہ ان اچھوت اقوام کے اندر جو ایک عرصہ تک مسلمانوں کے ساتھ رہنے سہنے سے اسلامی رسم ورواج سے بہت کچھ مانوس ہو چکی ہیں۔ اور اسلام کے ساتھ انہیں ایک حد تک کچھ انس بھی پیدا ہو چکا ہے۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت وحقارت کے جذبات پیدا کرنا چاہتی ہے۔ اسی پر بس نہیں بلکہ ان قوموں کے اندر اسلام کے متعلق کئی قسم کی جھوٹی مگر عجیب باتیں تراش کر مشہور کی جا رہی ہیں۔ جن کو یہ سادہ لوح لوگ فوراً باور کر لیتے ہیں۔ کیونکہ سادہ لوح جماعتوں کا یہ خاصہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی اعجوبہ پسند طبیعت کے باعث ایسی عجیب باتوں کو نہ صرف بہت جلد قبول کر لیتی ہیں۔ بلکہ ایسی مزخرفات کی اشاعت بھی ان کے اندر نہایت سرعت سے ہو جاتی ہے اس کے علاوہ نہ صرف آریہ سماجی پریس اسلام کے خلاف سرگرمی سے مصروف عمل ہے۔ بلکہ آریہ سماج کی طرف سے اسلام کے خلاف کثرت سے ایسے ٹریکٹ شائع ہو رہے ہیں جن میں اسلام کو نہایت گھناؤنی شکل میں پیش کیا جاتا ہے۔

آریہ سماج کی ان تمام کوششوں کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ ہندو قوم کے اندر ایک ایسی ذہنی حالت پیدا ہو رہی ہے جو اس کو اسلام سے اور دور لئے جا رہی ہے۔ اور جس سے یہ اندیشہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ ہندو قوم کے اندر اسلام کی اشاعت بالکل رک جائے گی۔ اگر مسلمانوں کی طرف سے آریہ سماج کے اس تباہ کن پروپیگنڈا کے ازالہ کا کوئی زبردست انتظام نہ کیا گیا۔ تو پھر ہندوستان میں اشاعت اسلام کا باب بالکل مسدود ہو جائیگا۔ ہم نہایت زور کے ساتھ تمام اسلامی تبلیغی انجمنوں کو اس طرف توجہ دلاتے ہیں۔ کہ وہ اس

وید اور قرآن کا مقابلہ

گزشتہ سے پیوستہ

وید

(۱۰) سناتن دھرمی ہندوؤں کا یہ عقیدہ ہے کہ وید لا تعداد تھے جن میں سے چار باقی رہ گئے ہیں اور باقی سب گم ہو گئے ہیں۔ اور انہی گم شدہ ویدوں میں کھلے طور پر بت پرستی کی تعلیم دی گئی تھی جس کا سراغ اب پرانوں میں ملتا ہے۔ چنانچہ آریہ سماج کا مہارشی اس کے متعلق لکھتا ہے کہ

"مورتی پوجک (بت پرست) فرقہ والے لوگ سوال کرتے ہیں کہ وید لاانتہا ہیں۔ رگوید کی اکیس، یجروید کی ایک سو ایک، سام وید کی ایک ہزار اور اتھروید کی نو شاخیں ہیں۔ ان میں سے تھوڑی سی ملتی ہیں۔ بقیہ گم ہو گئی ہیں۔ انہی میں بت پرستی اور تیرتھوں کا حوالہ ہوگا۔ اگر نہ ہوتا تو پورانوں میں کہاں سے آتا" (ستیارتھ پرکاش صفحہ [illegible] باب ۱۱ دفعہ ۸)

یہ بالکل سچ ہے کہ ہندوستان میں بت پرستی کے پھیلنے کا باعث خود وید ہی ہیں۔ چاہے اس وجہ سے کہ بقول سناتن دھرمی ہندوؤں کے انہوں نے بت پرستی کی تعلیم دی اور چاہے اس لئے کہ ان میں بت پرستی کی تردید موجود نہیں۔

(۱۱) بابو کرشن کمار بھٹاچارجی جو پریزیڈنسی کالج کلکتہ میں سنسکرت کے پروفیسر ہیں۔ لکھتے ہیں کہ

"ویدوں میں شہوت پرستی اور آریوں ...... فحش الفاظ کا ذکر بھرا پڑا ہے۔ رگوید کے مطالعہ سے ہم اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ گایوں کا پالنا، ان کو چرانا، دودھ، دہی اور بخشش وغیرہ اس کتاب کے مضامین عالیہ ہیں۔ متعدد ذرائع سے یہ امر بالکل واضح ہو گیا ہے کہ وید کسی خانہ بدوش کے حالات کا مجموعہ ہے۔ وید ہماری رہنمائی نہیں کر سکتا۔ اس بارے میں ایک ہزار مجنونوں کی مثال ایک ایسا لق و دق جنگل اور ہولناک بیابان ہے جس میں جدھر نظر اٹھا کر دیکھو خار دار جھاڑیوں کے سوا کچھ نظر نہ آئے گا۔" (ڈنگیورلاء)

(۱۲) ہندوؤں کے مشہور و سرگرم لیڈر لالہ ہردیال ایم۔ اے لکھتے ہیں کہ

"وید کے اصول بوسیدہ ہیں نوجوانوں کو اس قسم کی مذہبی تعلیم سے کوئی فائدہ نہیں۔ ویدوں کو کوئی شخص پڑھ نہیں سکتا۔ مذہبی تعلیم کے اس عام پروگرام کے بخیے ادھڑ چکے ہیں۔ ویدوں سے کوئی نفع نہیں۔ کیونکہ یہ جہالت و وہم انگیز تخیلات سے لبریز ہیں۔ علمی صداقتوں کے سامنے بوسیدہ اصول پیش کرنے سے کیا فائدہ۔ ایسے ملاح جہاز کو ساحل مراد تک ہرگز نہ پہنچا سکیں گے۔ ان کے فرائض کو معلوم کرنا اپنے دماغ کو خراب کرنا ہے۔ سنسکرت کی کوئی کتاب ہمارے نوجوانوں کو یہ نہیں بتلا سکی کہ موجودہ زمانہ میں کسی سوسائٹی کو کیونکر مرتب و منظم رکھنا چاہیئے اگر ان دساتیر پارینہ سے صحیح اخلاقی اصول کی تعلیم ممکن ہے تو جدید ہندوستان کے لیڈر بننے کے لئے بے شک بنارس کے پنڈت سب سے زیادہ عقلمند و مدبر ثابت ہوں گے لیکن کون شخص بنارس کے پنڈتوں کو اس کے لئے پسند کرتا ہے۔ ہم سے بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ چاروں ویدوں کے سامنے سر جھکا دو لیکن میں ترقی کے نام پر اس مذہبی غلامی کے خلاف صدا بلند کرتا ہوں۔ ویدک تعلیم محض غلامی ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ ہمارے لڑکے لڑکیاں مذہبی مکاری اور روحانی کثافت ذہنی کی فضا میں نشوونما پائیں مجھے آج تک معلوم نہیں ہوا کہ ہندو مذہب کیا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں "خدا" لیکن ہم نہیں جان سکتے کہ وہ کن صفات کا ہے۔ ...... الحاصل ہندو مذہب اور وید کی تعلیم سے ہرگز ہرگز کام نہیں چل سکتا"

(۱۴) بقول لالہ رام دیو صاحب سابق پرنسپل گوروکل کانگڑی آریہ سماج میں کتنے ہی آدمی ایسے ہیں جو ویدوں کو ایشوریہ گیان نہیں مانتے اور پھر بھی آریہ سماج کے سدسیہ رہتے ہیں"

(اخبار [illegible] ۱۹۲۷)

قرآن

(۱۰) مارگولیتھ انگریزی ترجمہ قرآن مترجمہ راڈویل کے دیباچہ میں لکھتا ہے کہ

"قرآن نے اول تو جزیرہ نما عرب کے مختلف صحرائی قبیلوں کو ایک مشاہیر کی قوم میں تبدیل کر دیا اور اس کے بعد اس نے اسلامی دنیا کی وہ عظیم الشان سیاسی مذہبی جمعیتیں قائم کیں۔ جو آج یورپ اور مشرق کے لئے ایک بڑی طاقت کا درجہ رکھتی ہیں۔ قرآن کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اس جدید علمی اور فلسفی تحریک کا آغاز کرنے والا ہے جس نے ازمنہ وسطیٰ میں بہترین دل و دماغ رکھنے والے یہودیوں اور عیسائیوں پر گہرا اثر ڈالا ہے۔ تحقیقات سے یہ ظاہر ہو گیا ہے کہ یورپ میں علم کے دور جدید سے کئی صدیاں پیشتر یورپ کے علماء نے فلسفہ ریاضی ہیئت اور دیگر علوم کے متعلق جو کچھ جانتے تھے۔ وہ تقریباً سب کا سب اصلی عربی کتابوں کے لاطینی ترجموں کے ذریعہ سے انہیں حاصل ہوا تھا۔ قرآن ہی نے شروع میں کنایۃً ان علوم کے حاصل کرنے کا ذوق شوق عربوں اور ان کے دوستوں میں پیدا کیا تھا"

(۱۱) مسٹر راڈویل اپنے انگریزی ترجمہ قرآن کے دیباچہ میں لکھتا ہے کہ

"یہ ضرور تسلیم کرنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ کا جو تخیل بلحاظ صفات قدرت، علم، عام ربوبیت اور وحدانیت کے قرآن میں موجود ہے اس بنا پر قرآن بہترین تعریف اور توصیف کا مستحق ہے۔ اس کتاب میں آسمان و زمین کے واحد خدا پر کامل یقین اور بھروسہ کی گہری اور پر جوش تعلیم موجود ہے۔ قرآن نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس کتاب کی تعلیم میں ایسے عناصر موجود ہیں جن کے ذریعہ سے زبردست اقوام اور فتوحات کرنے والی سلطنتیں بن سکتی ہیں۔ ..... ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا سیدھے سادے چرواہے اور عرب کے بادیہ گرد بدوی لوگ ایک ساحر کی طلسمی چھڑی کی مدد سے یکایک سلطنتوں کے بانیوں، بڑے شہروں کے تعمیر کرنے والوں اور کتب خانوں کے قائم کرنے والوں کی حیثیت میں منتقل ہو گئے ..... قرآن مجید اس قوت عظیم کا حامل ہے اور اس کی تعلیم میں وہ اصول موجود ہیں جو عملی قوتوں کا سرچشمہ ہیں ..... بحیثیت ایک مجموعۂ قوانین ہونے کے اور بحیثیت اپنے مذہبی نظام تعلیم کے اس کتاب کی فوقیت اور خوبیوں کا اندازہ ان نتائج سے ہو سکتا ہے۔ جو اس کتاب کے ذریعہ سے ان لوگوں کے عادات و اطوار اور عقائد میں واقع ہوئیں۔ جنہوں نے اس کتاب کو قبول کیا۔ قرآن بے شک اپنے پیروؤں کے لئے باعث رحمت و برکت تھا[1]"

یہی مصنف اسی دیباچہ میں ایک اور جگہ لکھتا ہے کہ

"عرب کے سیدھے سادے خانہ بدوش بدو ایسے بدل گئے جیسے کسی نے سحر کر دیا ہو۔ بت پرستی کے شانے جنات اور دیوتاؤں کے شرک کے عوض اللہ کی عبادت قائم کرنے اطفال کشی کی رسم کو نیست و نابود کرنے بہت سے توہمات کو دور کرنے اور ازدواج کی تعداد کو گھٹا کر اس کی ایک حد معین کرنے میں قرآن بے شک عربوں کے لئے برکت اور رحمت تھا"

(۱۲) مسٹر ٹامس کارلائل اپنی کتاب ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ کی جلد دوم میں لکھتے ہیں کہ

"میرے نزدیک قرآن میں سچائی کا جوہر اس کے تمام معنی میں موجود ہے۔ جس نے اس کو وحشی عربوں کی نظر میں بیش بہا کر دیا تھا۔ سب سے اخیر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب یعنی قرآن سب سے اول اور سب سے اخیر جو عمدگیاں ہیں وہ اپنے میں رکھتا ہے۔ اور ہر قسم کے اوصاف کا بانی ہے۔ بلکہ دراصل ہر قسم کے وصف کی بنا صرف اس سے ہو سکتی ہے"

(۱۳) مسٹر گاڈفرے ہیگنس لکھتے ہیں کہ

"مسیح کی انجیل کی طرح قرآن غریب آدمی کا دوست اور غمخوار ہے۔ بڑے آدمیوں کی ناانصافی کی ہر جگہ مذمت کرتا ہے۔ وہ آدمیوں کی باعتبار درجے کے توقیر نہیں کرتا۔ یہ امر اس کے مصنف[2] کی خواہ وہ عرب کے نامی پیغمبر محمدؐ ہوں خواہ ان کے خلیفہ عثمانؓ کی لازوال نیکنامی کا باعث ہے۔ کہ اس میں ایسا کوئی بھی حکم بتایا نہیں جا سکتا کہ جس میں پولیٹیکل خوشامد و رواداری کی طرف ذرا سا بھی میل ہو۔ جیسا کہ ویسٹ منسٹر ریویو میں منصفانہ رائے دی گئی ہے۔ کہ اگر خود مختار روحانی پیشوائی فرماں رواؤں کو ان کے ارادہ سے کوئی چیز کبھی روک سکتی ہو۔ تو وہ غالباً قرآن کی ایک بے تکلف آیت کسی ذی جرأت واعظ کی زبانی ہوگی"

[1] مسلمان قرآن شریف کو خدا کا کلام مانتے ہیں [illegible]

تاریخ خلافت راشدہ

(از مولانا عبدالماجد صاحب بی اے)

عین اس وقت جب کہ ہمارے علماء کرام کلمہ گو افراد کو مرتد قرار دینے اور ان کے واجب القتل ہونے کے فتاوے صادر کرنے میں مصروف ہیں۔ خدا کے اسلام انہیں مرتدوں سے اسلام کی وہ خدمت لے رہا ہے۔ جس پر تم متقی یا حنفی العقیدہ کا نہ گویا اسلام کو رشک کرنا چاہیئے۔

عہد صحابہ کی تاریخ ہم تک کچھ ایسی پیچیدگیوں اور اختلافات میں گھر کر پہنچی ہے کہ اغیار تو الگ رہے خود اپنوں کے ذہن و قلب کو اس کے مطالعہ سے بجائے تشفی کے تشویش ہی پیدا ہوتی ہے۔ اس امر کی ضرورت اور بہت ضرورت تھی کہ کوئی شخص اس عہد مبارک کے واقعات سے الجھنوں کو دور کر کے اور سلیقہ و خوش اسلوبی کے ساتھ ایک مسلسل بیان کی صورت میں مرتب کر کے پیش کرے۔

اردو میں کوئی اس قسم کی کوشش بڑے پیمانہ پر اب تک نہیں ہوئی مولانا شبلی اور ان کے شاگردوں نے ایک حد تک بے شبہ اس راہ پر قدم بڑھایا۔ اور عہد صحابہ کے بعض مخصوص رہنماؤں نیز ان کی زندگی کے بعض شعبوں کو اسی دلنشین انداز میں سلجھا کر پیش کیا لیکن اس بابرکت دور کی ایک مکمل و مسلسل تاریخ مرتب کرنے کی ضرورت بدستور باقی رہی۔ ماں میں سب سے زیادہ امیدیں جامعہ ملیہ قائم ہوئی تھیں لیکن قوم کی بد قسمتی سے اس کی کوشش اس بات میں نہ صرف ناکام بلکہ عبرت انگیز ثابت ہوئی اور اس کی طرف سے جو تاریخ خلافت راشدہ (بہ سلسلہ تاریخ امت) شائع ہوئی اسے پڑھ کر ہر شخص سوچنے لگا کہ وہ ابوبکرؓ و عمرؓ کی پاکیزہ سیرتوں کا مطالعہ کر رہا ہے۔ جن کے تقویٰ و دیانت کی شہرت عالم ملکوت تک ہے یا نپولین اور ہٹلر کی سیاسی چالوں کا تماشہ دیکھ رہا ہے!

مولوی محمد علی امیر جماعت احمدیہ لاہور پہلے شخص ہیں جن کے ہاتھ سے خدا نے اس اہم ضرورت کو پورا کرایا۔ انکی تاریخ خلافت راشدہ محض واقعات و سنین کا ایک خشک و بے ربط مجموعہ نہیں۔ بلکہ واقعات کے وجوہ اور نتائج کے اسباب کا ایک دلچسپ، مربوط و مسلسل مرقع ہے جس میں صحابہ کرام کی عظمت و مرتبت کے خط و خال بآسانی پہچانے جا سکتے ہیں۔

فاضل مؤلف کو اس کا پورا احساس ہے کہ وہ کتاب المناقب نہیں بلکہ تاریخ لکھ رہے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی اس حقیقت کو بھی وہ فراموش نہیں ہونے دیتے کہ تاریخ کس کی لکھ رہے ہیں۔ وہ تاریخ اس مقدس گروہ کی لکھ رہے ہیں۔ جس کی روشن و تابناک زندگی ہر ایک کج فہم، ناشناس و ناسپاس دنیا نے تاریکیوں کے بہت سے پردوں میں چھپا رکھا ہے۔ ایک دیانت دار فرض شناس مورخ کی طرح انہوں نے اپنا فرض سمجھا کہ فضا کے اور سے کج رائیوں اور غلط فہمیوں، بدگمانیوں اور غلط بیانیوں کے بادل دور کرنے کی کوشش کرتے رہیں اور توفیق خداوندی نے ان کی رفاقت کی اور اس کوشش میں انہیں کامیاب کیا۔

شروع کے ۴۲ صفحے عہد صدیقی کی نذر ہیں۔ واقعات سیاسی و جنگی کے علاوہ حضرت صدیقؓ کا انتخاب خلافت کا واقعہ کو اس خوش اسلوبی سے بیان کیا ہے کہ کسی کو محل اعتراض نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح آپ کے عہد معاہدات میں آپ کی طرف سے ابتدا نہ ہونے کو بہ خوبی ثابت کیا ہے اور جمع قرآن، جمع زکوٰۃ، اور آپ کے جوہر صدیقیت کے متعلق تمام ضروری معلومات فراہم کر دیئے ہیں۔ خلافت فاروقی کا بیان ۴۳ سے ۹۵ تک قدرتاً کتاب کا بڑا حصہ ہے۔ اس میں فتوحات فاروقی کے جو اسباب اصلی، اور مسلمانوں کی کامیابی کے حقیقی اسباب پر بہ کمال نکتہ سنجی نظر کی ہے۔ باب سوم و چہارم حضرت عثمانؓ و حضرت علیؓ کے زمانہ خلافت سے متعلق ہیں۔ ان حضرات کے عہد میں جو فتنے

چوسٹے اور جن حالات و اسباب سے خانہ جنگیوں کی نوبت آئی ان کی حقیقت ان ابواب میں کھول کر بیان کی ہے ۔ واقعات تاریخ کی بنا پر ان دونوں حضرات کی عظمت کو ظاہر کیا ہے اور جو الزامات ان دونوں حضرات، نیز عائشہ صدیقہؓ پر لگائے جاتے ہیں ان سب سے ان تینوں کی برات وصفائی دلائل محکم و شواہد قیمہ کے ساتھ پیش کی ہے ۔

مسلم "یونیورسٹی" "جامعہ ملیہ" اور دوسری اسلامی درسگاہیں اگر اس کتاب کو اپنے نصاب درس میں رکھیں از کم اسوقت تک کے لئے جبتک اس کا نعم البدل نہ تیار ہو جاوے، داخل کر لیں تو یقیناً طلبا کے ذہن سے بہت سی غلط فہمیاں دور ہو جائیں گی ۔ اور جو اسلام کے عہد زریں کے متعلق ان کے دلوں میں بجا طور پر مسرت کے جذبات پیدا ہو سکیں گے۔ سوال مصنف کی احمدیت و قادیانیت کا نہیں ۔ اسلام کی عزت و حرمت کا ہے ۔ (ہمدرد)

مسائل صلوٰۃ العید

صدقہ فطر اور عید فنڈ

رمضان المبارک قریب الاختتام ہے ۔ جسکے بعد عید الفطر آنے والی ہے ۔ اسکے متعلق چند مسائل حوالہ قلم ہیں ۔

صلوٰۃ العید دو رکعت ہوتی ہے ۔ پہلی رکعت میں سات تکبیریں اور دوسری میں پانچ تکبیریں ۔ قرارت تکبیروں سے بعد پڑھنی چاہیئے دونوں رکعتوں میں سورۃ ق والقرآن المجید اور اقتربت الساعۃ وانشق القمر ۔ عید الفطر میں صبح کے وقت صلوٰۃ العید سے پہلے کھانا کھانا چاہیئے ۔ کھجوریں کھانا سنت ہے ۔ صلوٰۃ العید سے پہلے کوئی نماز نہیں پڑھنی چاہیئے ۔ عید کے دن عید گاہ کو رستہ تبدیل کر کے جانا چاہیئے ۔ یعنی جس راستے جائیں اسی راستے سے نہ آئیں عید گاہ کو پیدل جانا چاہیئے ۔

عید کے دن کپڑے اچھے پہنے خوشبو وغیرہ لگائیے ۔

عید گاہ کو جاتے ہوئے راستے میں تکبیریں پڑھتا جائے ۔

ارتفاع شمس سے لیکر زوال تک عید کا وقت ہوتا ہے ۔ امام خطبہ میں احکام صدقہ بتلائے اور لوگوں کو وعظ کرے ۔ ایک ہی خطبہ ہوتا ہے ۔ بعد میں دعا امر مسنون نہیں (خطبہ عید کے متعلق حضرت امیر ایدہ اللہ کا ارشاد دوسری جگہ ملاحظہ ہو) ایڈیٹر

عید کے دن عورتیں بھی عید کی نماز پڑھنے کے لیے بر عایت پردہ جائیں ۔ خطبہ صلوٰۃ العید کے بعد ہوتا ہے ۔ عید میں اقامت اور اذان نہیں کہی جاتی ۔

اس عید کے موقع پر صدقۃ الفطر کے نام سے کچھ صدقہ ہر ایک مسلمان کی طرف سے دیا جانا واجب ہے ہر ایک وہ شخص جو کسی کا کفیل اور صاحب نصاب ہے اس پر واجب ہے کہ اپنے ساتھ اپنے گھر کے تمام لوگوں بلکہ چھوٹے بچوں کا بھی صدقہ دے ۔

صدقہ کی مقدار نصف صاع گیہوں ہے صاع چار مُد کے برابر ہے ۔ مُد ایک پیمانے کا نام ہے جس میں ۱۲ چھٹانک گیہوں آتی ہے ۔ حساب سے نصف صاع یا ایک سیر گیہوں فی کس یا اسکی قیمت بہ حساب ۲ سیر فی روپیہ ۸ آنہ فی کس واجب الادا ہے ۔

صدقہ فطر کے علاوہ عید کے موقع پر حضرت مسیح موعود نے روپیہ بطور عید فنڈ دینے کے لیئے کہا ہے جو اشاعت اسلام کی ضروریات کے لیئے بہت کچھ کام آسکتا ہے ۔ عید ایک خوشی کا دن ہے ۔ اس لیئے جہاں اور بہت سا روپیہ عیش وعشرت کے سامانوں پر مسلمان بے دریغ خرچ کرتے ہیں اگر اشاعت اسلام جیسے اہم مقصد کے لیئے دیدیا کریں ۔ تو اس میں بہت کچھ مدد مل سکتی ہے ۔

ہمارے تمام احباب کو چاہیئے کہ صدقہ عید فطر اور عید فنڈ اپنی اپنی جماعتوں کے سکرٹریوں کے پاس نماز عید سے پہلے جمع کرا دیں عید کے بعد صدقہ فطر نہیں ہوتا ۔ جہاں با قاعدہ انجمنیں نہ ہوں وہاں سے براہ راست محاسب صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو بھیجدیں ۔ امید ہے کہ احباب ان چند ضروری باتوں کو یاد رکھیں گے اور صدقہ فطر اور عید فنڈ جمع کرنے میں پورے اہتمام سے کام لیں گے ۔

ریویو کیفیت مباحثہ سیالکوٹ

مندرجہ بالا کتاب ہمارے پاس مسٹر ایم اسے خان صاحب لاہور نے برائے ریویو بھیجی ہے ۔ اسمیں وہ خط وکتابت درج کی گئی ہے جو احمدی فریق قادیان اور عیسائی صاحبان کے درمیان مباحثہ کرنیکے لیئے ہوئی تھی ۔ اس کتاب میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ قادیانی احمدی مباحثہ کرنیکے لیئے میدان میں نہ نکلے ۔

عیسائی صاحبان و دیگر مخالفین اسلام کی ہمیشہ سے عادت رہی ہے کہ وہ بجائے اصل بحث پر بحث کرنیکے اسلام کے نادان دوستوں یعنی ملانوں کے باہمی تنازعات میں بیچ میں لاکر اپنا پہلو بچانے کی کوشش کرتے ہیں ۔ چنانچہ اس کتاب کے شروع میں ہی امرتسری مولوی ثناء اللہ صاحب کی آڑ لے کر بہت کچھ تعلی کی ہے ۔ اور پادری صاحبان کے احمدیوں کے مقابلہ سے پہلوتہی کرنے کی ایک نئی توجیہ نکالی ہے اور وہ یہ کہ چونکہ عبداللہ آتھم کے مباحثہ میں حضرت مرزا صاحب اور انکے پیرو شکست فاش کھا چکے ہیں ۔ اسلیئے پادری صاحبان احمدیوں کو منہ لگانا نہیں چاہتے ہیں ۔ توجیہ تو نئی نکالی گئی ہے ۔ لیکن اس کا ثبوت پادری صاحبان کی کسی سابقہ تحریر میں نہیں پایا جاتا صرف مولوی ثناء اللہ صاحب کی عیسائیوں سے ہمدردی نے یہ لفظ ان کے قلم سے نکلوائے ۔ نام اہلحدیث ۔ اور ساتھ ان لوگوں کا اجرن کا شیوہ رات دن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت الزامات لگانا ہو اور اسلام اور بانیٔ اسلام کو جھوٹا قرار دینا ہے ۔ مولوی ثناء اللہ صاحب پر ہی کیا منحصر ہے ۔ عیسائی صاحبان نے سیالکوٹ کے مولوی صاحبان کے فتاوے بھی اپنی تائید میں پیش کیئے ہیں ۔ اور اسی بنا پر بحیثیت مسلمان ہونے کے احمدیوں سے مقابلہ نہ کرنا چاہا ۔ اگر مذہبی علماء کی تنگ دلی پر کسی مذہب کے پیرووں کی حیثیت جانچی جائے تو سب سے پہلے پادری صاحبان خود عیسائیت کے نمائندے نہیں رہ سکتے ۔ پاپائے روم کے پیرو جو ہمارے پنجابی پادری صاحبان کے فرقے سے کروروں کی تعداد میں زیادہ ہیں ۔ پروٹسٹنٹ فرقہ کو کافر اور مرتد قرار دیتے ہیں ۔ پھر پروٹسٹنٹ فرقے باہم ایک دوسرے کو انہیں ناموں سے یاد کرتے ہیں ۔ اگر پادری صاحبان انکار کریں تو ہر ایک فرقہ کی مذہبی سوال وجواب کی کتابیں ثبوت میں پیش کی جا سکتی ہیں ۔ مدعا یہ کہ بحث کا طریق ہمیشہ یہی ہوتا ہے کہ مخالف کے مسلمات کو تسلیم کر کے بحث کی جائے یہ نہیں کہ مخالف تنگدلوں کی تحریروں کا سہارا لیکر فرقی اختلافات کو بیچ میں لایا جائے ۔ اگر قادیانی احمدی فرقی اختلافات کے اصول کو مان کر اسلام کے وکیل نہیں ہو سکتے ۔ تو اسی بنا پر پادری صاحبان عیسویت کے وکیل نہیں ہو سکتے ۔

سیالکوٹ کے عیسائیوں اور احمدیوں کے عنوان کے ماتحت پادری صاحب حضرت مرزا صاحب کی ملازمت اور دعوے پر تمسخر کیا ہے ۔ تعجب ہے کہ ایک بڑھئی کے لڑکے کی حیثیت جو ایک غالباً ۳ پیسہ روز کا بھی کام اپنے باپ کی دکان پر نہ کرتا ہوگا ۔ اور پھر دوسرے وقت خدائی کا مدعی بن بیٹھا ۔ پادری صاحب کے ذہن سے کیوں اتر گئی ۔

۱۶ ۔ ستمبر ۱۹۲۴ء کو کمنگس صاحب کی طرف سے قادیانی احمدیوں کو چیلنج مناظرہ دیا گیا ۔ جسے مفتی محمد صادق صاحب نے منظور کر کے بذریعہ خطوط ومضامین عام اعلان کر دیا ۔ اور ۲۲ ۔ ستمبر کے خط میں پادری صاحب کو اطلاع دی کہ "اہل اسلام و مسیحی حضرات کے درمیان مسائل متنازعہ پر بحث کرنے کے لیئے جو دعوت مجھے دی ہے میں اسے منظور کرتا ہوں" (صہ) اسپر پادری صاحب نے پادری سلطان محمد خانصاحب و پادری عبدالحق صاحب سے خط وکتابت شروع کی ۔ صہ ۹ ۱۷ ۔ ستمبر کو پادری کمنگس صاحب نے مباحثہ کا اشتہار شائع کیا صہ ۱۱ پادری صاحبان نے مناظرہ کے لیئے بجائے عام اصول اسلام منتخب کرنیکے فروعی اختلاف کا پیش کر دینا ہی بہتر سمجھا ۔ بھلا الوہیت مسیح ناصری کے مقابل نبوت مسیح قادیانی کا کیا تعلق تھا ۔ جب پادری صاحبان توحید اور قرآن کلام اللہ کے لیئے احمدی صاحبان کو اسلام کا وکیل اور نمائندہ تسلیم کرنیکے لیئے باوجود سیالکوٹی مولویوں کی درخواستوں کے کہ احمدی جماعت مسلمانوں کی صحیح نمائندہ نہیں ہے تیار تھے تو نبوت محمدیہ کی بجائے نبوت مسیح قادیانی کو بیچ میں لے آنا محض مخالف فرقہ ہائے اسلام کو اکسانا نہ تھا تو اور کیا تھا ۔

دو مضامین بحیثیت وکیل اسلام لیکر تیسرا اختلافی مضمون شامل کر لینا عیسائی صاحبان کی نیک نیتی پر دلالت نہیں کرتا ۔ اس کا مزید ثبوت پادری صاحبان کا ۱۴ ۔ اکتوبر کا خط مندرجہ صہ ۱۲ دیتا ہے جس میں صاف لکھا ہے کہ "اسوقت تک ہمارا خیال تھا کہ آپ بحیثیت مسلمان ہمارے ساتھ مقابلہ کرنا چاہتے ہیں" ۔ جب اس تک پادری صاحبان کا یہی خیال تھا اور فریق ثانی اسی خیال سے مقابل پر آیا تھا تو پادری صاحبان کو فرقی اختلافات کا گند سنبھال پیش کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی صہ ۱۳ پر مسیحی مناظر کا شیر ببر کی طرح گرج کر کہنا ۔

"یہ ثابت کرنا ہمارا ذمہ ہوگا کہ مرزا صاحب ہرگز سچے مسلمان نہ تھے" ۔ کیا سچے مسلمان پرکھنا عیسائی پادریوں کے ذمہ مولوی صاحبان نے لگا دیا ہے ۔ جو لوگ حضرت نبی کریمؐ کو ہی سچا نہیں سمجھتے وہ حضرت مرزا صاحب کو کب سچا کہنے لگے ۔ رہا شیر ببر کی طرح للکارنا یہ تو بہت آسان بات ہے ۔ ہم رومن کیتھولک فرقہ کے ایک ایک پادری کی شہادت پیش کر سکتے ہیں کہ پروٹسٹنٹ فرقہ کے تمام لوگ مرتد اور کافر ہیں ۔ اور ان میں سے کوئی بھی سچا عیسائی نہیں ۔ پنجابی پادری صاحبان کو اگر شوق ہے تو وہ حوالہ جات کا ہم سے مطالبہ کریں ۔

فرقی اختلافات کو بیچ میں لاکر پادری صاحبان کا جو منشاء تھا وہ پورا ہو گیا یعنی "مسلمان براہ تضحیک وتمسخر کہتے تھے الخ صہ ۱۵" ۔

ابھی پادری صاحبان حضرت مرزا صاحب کو سچا مسلمان نہ ماننے کا ثبوت رکھتے تھے اور وہ پیش بھی کرنا چاہتے تھے ۔ لیکن حضرت محمدؐ کو جھوٹا نبی سمجھکر بھی آپ مسلمانوں کا دل نہ دکھانے اور نقص امن کے خیال سے آپ پر اعتراضات کرنیسے پرہیز کرتے رہے (صہ ۱) جب اول المسلمین کو ہی آپ سچا نہیں سمجھتے تو دوسرے کس شمار میں ۔

ساری کتاب پڑھنے سے ایک منصف مزاج آدمی اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ پنجابی پادری صاحبان نے مسلمانوں کے فرقی اختلافات سے خوب فائدہ اٹھایا ۔ اور اپنی تحریروں میں سب خیالات کے مسلمانوں کی خبر لی ۔ سمجھداروں نے تو سمجھ لیا ۔ اور بے سمجھ لیا اور بے سمجھ مسلمانوں کے لیئے یہ ایک مشغلہ ہو گیا ۔ آخری باب میں پادری صاحب نے ملانوں کے اعتراضات نقل کیئے ہیں جو وہ حضرت صاحب پر کیا کرتے ہیں بہتر ہوتا کہ ان کو نقل کرنے سے پہلے حضرت مسیح کے دعاوی مشترجہ موجودہ اناجیل پر نظر رکھتے اور یہودی جو اعتراض حضرت مسیح پر کرتے ہیں مطالعہ کر لیتے ۔ اسی باب کے اخیر پر لکھتے ہیں کہ "خبردار کوئی مسیحی احمدیوں سے مسائل عامہ اسلام پر ہرگز بحث نہ کرے" ۔ یہی لفظ ایک مسلمان تمہارے فرقے کی نسبت لکھ سکتا ہے لیکن ایسے لفظ لکھنا خود شکست کی دلیل ہے ۔ سب پیغمبروں کی احمدی تو عزت کرتے ہیں ۔ بے عزتی اسنے کی جس نے کہا کہ سب چور اور بٹمار گزر چکے ہیں اور آیندہ بھی جھوٹے ہی آئیں گے ۔ اگر عیسائیوں کی موجودہ اناجیل میں کسی ایک پیغمبر کو نیک کہا گیا ہے تو وہ پیش کیا جائے جس مذہب کا عقیدہ ہی یہ ہو کہ ہر ایک انسان خواہ وہ بڑے سے بڑا پیغمبر ہی کیوں نہ ہو ۔ گنہگار پیدا ہوتا ہے ۔ اس کا کسی کو نیک کہنا کب جائز ہو سکتا ہے ۔

پادری صاحب کی دوسری کتب انسان کامل و ہیولیٰ فضل انسانی کا ریویو عنقریب درج ہوگا ۔

قابل توجہ احباب

جہاں جہاں انجمن کی شاخیں قائم ہیں ۔ وہاں کے سیکرٹری اور محاسب صاحبان زکوٰۃ کی وصولی کی طرف خاص طور پر توجہ فرمائیں اور ہر ایک صاحب نصاب سے اس کی وصولی فرمائیں اور رقوم وصول شدہ چندہ ماہوار کے ہمراہ بھجوا دیں ۔

(۲) ہر مہینے کا چندہ دوسرے مہینے کے پہلے ہفتہ میں فراہم کر لیا کریں ۔ جو کہ پندرہویں تاریخ تک یہاں پہنچ جانا چاہیئے ۔ کیونکہ یاددہانی پر بہت سا خرچ کرنا پڑتا ہے ۔ سب احباب اگر اس کا خیال رکھ لیں ۔ تو انجمن کا بہت سا خرچ بچ جاتا ہے ۔

(۳) جہاں جہاں انجمنیں نہیں ہیں ۔ وہاں کے احباب فرداً فرداً ہر دو امور مندرجہ بالا کی طرف توجہ فرما دیں ۔

(۴) بہت سے احباب نے اس وقت تک برلن مسجد کی

کاپیوں کا روپیہ فراہم کر کے نہیں بھجوایا۔ اور جنہوں نے بھیجا ہے وہ بھی کم ہے۔ اس لئے التماس ہے کہ اس کی طرف خاص توجہ فرماویں۔ وعدوں کے مطابق ۔ مارچ تک ہمیں اس کی وصولی کی وصولی کی اسے بھی۔ مسجد کا کام چونکہ اختتام پر آگیا ہے۔ اس لئے ہر قسم کے بلوں کی رقوم اب ادا کرنی ہوگی۔

(۵) جرمن مشن کے لئے جن جن احباب نے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر وعدے فرمائے تھے۔ انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اس مشن کے اخراجات انجمن کو ماہوار ادا کرنے پڑتے ہیں لہٰذا انہیں گے وعدے اس مشن کی آمدنی ہے۔ اس لئے یا تو ماہوار بار ہواں حصہ بھیجا کریں۔ اور یا نصف شروع سال میں اور نصف چھ ماہ گذرنے کے بعد ادا فرمایا کریں تاکہ انجمن کو سہولت رہے۔ اور جن احباب نے جلسہ پر اس میں کوئی حصہ نہ لیا تھا۔ اور انہیں علیحدہ اس میں شمولیت کے لئے دفتر سے لکھا گیا۔ انہیں اس کے جواب کی طرف توجہ فرمانی چاہیئے۔ ان کے لئے یہ وقت قربانی اور ایثار کا ہے جس کے بغیر کوئی نمایاں کام ہم نہیں کر سکتے۔

خاکسار سید محمد حسین شاہ جنرل سیکرٹری

ضروری ہدایت

ان تمام احباب کی خدمت میں التماس ہے کہ انجمن کو روپیہ بھجواتے رہتے ہیں۔ بتاکید عرض ہے کہ وہ کوپن منی آرڈر پر کل رقم کی تفصیل تادات تحریر فرمایا کریں۔ یعنی حسب ذیل طریق پر

چندہ ماہوار — رقم

برلن مسجد — ״

زکوٰۃ — ״

وغیرہ — ״

(۲) اور تمام رقوم متعلقہ انجمن صرف محاسب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے پتہ پر روانہ فرمادیا کریں اور علاوہ اس کے (۳) ایک اسم وار تفصیل اسی وقت معہ مثنی رسیدات کے سیکرٹری کے نام بھجوادیا کریں۔ کیونکہ مرکز میں تمام بیرونی انجمنوں کا حساب نمبروار رکھا جاتا ہے۔ اور کسی سے متواتر تین ماہ چندہ کی رقم یا دیگر وعدوں کی رقوم وصول نہ ہوں۔ تو انہیں براہ راست یاددہانی کرائی ہوتی ہے۔ اس لئے اس امر کی طرف خاص طور پر دھیان رکھنا چاہیئے۔ اس کی تفصیل حسب ذیل طریق پر کارآمد ہو سکتی ہے۔

نام ممبر، چندہ ماہوار، بابت ماہ، رقم التعمیر، برلن مشن، وغیرہ، میزان

۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷

سید محمد حسین شاہ جنرل سیکرٹری

برلن مسجد اور بلاد غیر کے مشنوں کے اخراجات

قابل توجہ احباب

جیسا کہ احباب کو معلوم ہے کہ ابھی تک برلن مسجد کے لئے سارا روپیہ فراہم نہیں ہوا۔ ابھی ٹھیکیدار تعمیر کو رقم ادا کرنی باقی ہے پھر اس کا جنگلہ باغ اور تمام متعلقہ فرنیچر مہیا کرنا ہے۔ اور ما سوا اس کے اس کی آبادی اور رونق کے لئے مستقل طور پر ایک معقول رقم کی ضرورت رہے گی۔ اور اس مسجد کو تعمیر کرنے کا کام ختم نہیں کر دینا بلکہ اسی طرح دوسرے ممالک میں ضرورت ہے۔ کہ ہمارا ایک مشن موجود ہو۔ ان ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے انجمن نے اور رسید بکیں بنوائی ہیں۔ جن میں ہر ایک رسید بک ایک روپیہ کی رکھی گئی ہے۔ ایک حصہ کاپیوں کا پچاس پچاس رسیدات پر مشتمل ہے۔ اور ایک حصہ سو سو رسیدات پر۔ تمام احباب کو چاہیئے کہ وہ ہر وقت اپنے پاس ایک ایک رسید بک ضرور رکھیں۔ اور اس کو فروخت کر کے روپیہ بھجواتے رہیں۔ جس وقت وہ ختم ہو جائے تو دوسری منگوالیں۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ مدتوں ان رسیدات کو بغیر فروخت کے رکھ چھوڑیں۔ جو احباب ایسا کر سکتے ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کی توفیق دی ہوئی ہے وہ ضرور اس طرف توجہ فرمائیں۔ ان کی اس توجہ سے انجمن کو ہمیشہ بہت بڑی مدد پہنچتی رہے گی۔

(خاکسار سید محمد حسین جنرل سیکرٹری)

دنیا میں قرآن شریف کے نایاب نسخے

اور ان کے خصوصیات وکیفیات

(از مولوی حافظ نذیر احمد صاحب محقق آثار قدیمہ عجائب خانہ کلکتہ)

آج میں اس خاص مضمون کو جس کا میں نے دسمبر میں وعدہ کیا تھا مارچ میں پیش کر رہا ہوں۔ اس میں ان ایسے نادر اور بیش بہا قرآن شریف کے نسخوں کا ذکر ہے جو دنیا میں عدیم النظیر ہیں۔ میں نے اس مضمون کو چار قسموں پر منقسم کیا ہے۔

قسم اول میں وہ قرآن شریف پیش کروں گا جن کو میں نے کتب خانوں کی فہرستوں سے چنا ہے۔ قسم دوم میں وہ کلام پاک ہوں گے جنکو مورخین نے تواریخ میں ذکر کیا ہے۔ قسم سوم میں وہ قرآن ہوں گے جو خاص کسی شخص کی ملک یا قبضہ میں ہیں۔ قسم چہارم میں وہ قرآن ہوں گے جنکو میں نے اپنے زمانہ سیاحت میں کتب خانوں میں معائنہ کیا ہے۔

قارئین کرام سے استدعا ہے کہ اگر کسی کی ملک یا کتب خانہ میں کوئی اور نادر الوجود قرآن ہو تو اسی سلسلہ میں فقیر کو مطلع کریں تاکہ وہ بھی اس مجموعہ میں شامل ہو جائے یا ایڈیٹر صاحب کو اطلاع دیں کہ وہ ملحق فرمائیں اور ایک دلچسپ اضافہ ہو جائے۔

نمبر اول میں ایک قرآن ہے جس پر میں نے بیل بوٹے لگا کر اس میں ایک خوبی کا اور اضافہ کر دیا ہے۔ تاریخی قدامت اور خط کی حیثیتوں سے آپ کو نظر آئے گا جس کے اخیر صفحہ کے ملاحظہ سے معلوم ہوگا کہ اس قرآن پاک نے دو شاہان صفویہ اسمٰعیل (غالباً اسمٰعیل اول اور عباس غالباً عباس اول) کے کتب خانوں کو زیب و زینت دینے کے بعد اکبر شاہ کے کتب خانہ کو زینت بخشی ہے۔ اور اکبر نے اپنے دستخط اور تحویلداروں نے اکبر کی مہر ثبت کی ہے پھر شاہجہان کے کتب خانہ میں داخل ہوا۔ اور دو جلیل القدر عہدہ داران عنایت خان اور فاضل خان نے اپنی مہریں اس پر ثبت کیں پھر اس نے عالمگیر کے کتب خانہ کو شرف بخشا۔ اور اعتماد خان منصبدار نے اپنی مہر اس پر لگائی۔ اس کے بعد اول صفحہ میں ایک فارسی عبارت نظر آتی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۵ جمادی الاول سنہ ۱۲۵۴ھ میں چند سرداران ملک سندھ کے درمیان عہد و پیمان ہوا تھا۔ غالباً عہد و پیمان کے وقت اس قرآن کو درمیان رکھ کر سرداروں نے عہد و پیمان کے پختہ کرنے کی قسم کھائی ہے) اسی قرآن کو پھر سندھ کے انعامی مالوں میں شامل کر دیا گیا۔ پھر سنہ ۱۸۵۰ء میں لارڈ ڈلہوزی نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے کتب خانہ میں اس دُرِّ بے بہا کو تحفہ دیا۔ اور اب وہ لندن میں انڈیا آفس لائبریری کو زینت بخش رہا ہے۔

(۱) یہ قرآن شریف مکمل نہیں صرف چند سورتیں ہیں۔ ۲ صفحات ہیں۔ ہر صفحہ میں دس سطریں ہیں۔ عرض و طول ۸ ½ ہے خط کوفی میں ہے۔ حرکات کے لئے سبز اور سرخ نقطے ہیں۔ آیات سنہری نقوش سے بنی ہیں۔ دس دس آیات کے بعد ایک نقش کلاں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دسویں آیت ہے۔ اکثر صفحوں پر حروف مٹتے جا رہے ہیں۔ اور آخیر میں کاتب کا نام یوں لکھا ہے۔

"کتبہ علی بن حمدان"

نمبر دوم میں جو قرآن شریف آپ ملاحظہ فرمائینگے۔ اس میں بھی تاریخی حیثیت سے اور قدامت نظر آئیگی۔ مگر سب سے آخر میں کاتب کا نام جب آپ ملاحظہ فرمائیں گے تو آپ مسرت سے اچھل پڑینگے کہ تیسرے خلیفہ حضرت عثمان بن عفان کے مقدس ہاتھ کی تحریر ہے (واللہ اعلم بحقیقۃ الحال)

اس قرآن پاک نے بھی شاہان مغلیہ کے کتب خانوں کو شرف بخشا ہے۔ اس کے اخیر صفحہ میں اکبر بادشاہ کی مہر اور دستخط دوسرے امراء کی مہریں بھی آپ معائنہ کریں گے۔ پھر گردش زمانہ سے یہ قرآن پاک سنہ ۱۸۴۵ء میں میجر راولنسن پولیٹیکل ایجنٹ ترکی کو جو بغداد کی طرف سے کونسل بغداد میں تھا یہ گوہر بے بہا ملتا ہے۔ اور وہ بھی لارڈ ڈلہوزی کی طرح سنہ مذکور میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے کتب خانہ میں تحفۃً دیتا ہے۔ جو فی الحال لندن کے انڈیا آفس کے کتب خانہ کو شرف بخش رہا ہے۔

(۲) اس میں بھی چند سورتیں خط کوفی میں ہیں۔ طول و عرض میں ½ ۹

× ۶ ¾ ہے۔ صفحات ۱۸ ہیں۔ ہر صفحہ میں ۱۶ سطریں ہیں۔ سورتوں کے نام نہایت ٹیڑھے خطوط میں لکھے ہوئے ہیں۔ اور دس آیت کے بعد ایک ایک نشان ایسے حرف کی شکل میں ہے جو ایک قدیم مغربی حروف کی طرح ہے۔ اور دو سو آیات کے بعد حاشیہ پر ایک نشان ہے۔ اور آخیر میں کاتب کا نام یوں لکھا ہوا ہے۔

"کتبہ عثمان بن عفان"

نمبر سوم میں جو چند سور قرآن کی نظر آئینگے وہ بھی قدامت، طرز تحریر کتابت اور تاریخی حیثیت سے دلچسپ ہوں گے تاریخی حیثیت سے کہا جاتا ہے کہ تیمور لنگ اسکو ہندوستان میں لایا تھا پھر اس نے لاہور میں کسی کتب خانہ کو شرف بخشا۔ اس کے بعد ٹیپو کے کتب خانہ کو زیب دیتا رہا۔ اور اب لندن میں انڈیا آفس کے کتب خانہ کو زینت دیتا ہے۔ کاتب کی حیثیت سے نہایت عجیب ہے کہ خلیفہ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس کے کاتب ہیں واللہ اعلم

(۳) یہ قرآن پاک عرض و طول میں ۵ ½ × ۲ ہے۔ ۴۴ صفحات ہیں ہر صفحہ میں ۵ سطور ہیں۔ خط کوفی میں لکھا ہے۔ ہر سطر کے درمیان بہت زیادہ بُعد ہے۔ اور درمیان درمیان حرکات کی جگہ سرخ نقطے دیئے گئے ہیں۔ سنہری نقوش سے آیات بنے ہیں۔ اور دس دس آیات کے بعد ایک نقش کلاں سنہری کام کا ہے۔ اور یہی ترتیب ہر دس آیات کے بعد ہے۔ عنوان میں سورتوں کے ناموں کو پر نقش کیا گیا ہے۔ حواشی پر حال میں کسی نے دبیز کاغذات ضم کر کے طلائی کاموں سے مرصع و مزین کر دیا ہے۔ اور ابتدا اور انتہا صفحات کو اعلیٰ درجہ پر منقش کیا ہے۔ اور اخیر میں ختم قرآن کے بعد جو معمول ہے۔ یعنی صدق اللہ الغنی العظیم نقوش کے اندر لکھی ہوئی ہے۔ اخیر میں دوسرے خط میں کاتب کا نام یوں ہے۔

کتبہ علی ابو طالب

چمڑے کی جلد اور ریشم کے جزدان میں ہے

نمبر چہارم میں ایک قرآن شریف نظر آئے گا جو تاریخی حیثیت سے خالی مگر کتابت قدامت اور کاتب کی حیثیت سے نہایت اہم ہے۔ کاتب کا نام جو آخیر میں ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے دست مبارک کی تحریر ہے۔ واللہ اعلم

(۴) یہ بھی خط کوفی میں چند سورتیں ہیں طول و عرض میں ۶ × ۴ ہے۔ ہر صفحہ میں تین سطریں، اور ۲۵ صفحات ہیں جو عجب خط کوفی میں تعجب ناک طریقہ سے لکھا ہے۔ سرخ نقطوں سے جا بجا حرکات کے نشان ہیں۔ سنہری نقوش کے آیات ہیں حواشی اعلیٰ درجہ کے مطلا و مذہب ہیں۔ آخر کے ورق پر بھی خط کوفی لکھا ہوا ہے جو قریب مٹنے کے ہے اور نقوش کے اندر کاتب کا نام یوں ہے۔

کتبہ حسن بن علی

سنہری چمڑے کی جلد میں منڈھا ہوا ہے

نمبر پنجم میں بھی کوئی تاریخی دلچسپی نہیں۔ مگر قدامت، کتابت روشن خط، اور کاتب کی حیثیت سے جس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ یہ بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دست مبارک کا لکھا ہوا ہے ممتاز ہے۔

(۵) اس میں بھی چند سورتیں خط کوفی میں ہیں جو عجب خط اور ملانے حروف میں لکھے گئے ہیں۔ طول و عرض میں ۷ × ¾ ۴ ہے، ۴۴ صفحات ہیں۔ اور ہر صفحہ میں ۹ سطریں ہیں۔ حرکات سرخ۔ سبز، زرد اور نیلے رنگوں سے بنے ہوئے ہیں۔ آیات زر افشان ہیں اور دس آیات کے بعد طلائی کام کا ایک بڑا نقش ہے۔ دوسری سورۃ کا نام عنوان میں زر افشان زمین پر لکھا ہوا ہے۔ صفحہ ۴۴ میں کسی نے اپنے نوٹ میں لکھا ہے کہ یہ تحریر بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ہے واللہ اعلم

یہ قرآن شریف بھی چمڑے کی جلد اور ریشمی جزدان میں ہے۔ مندرجہ بالا تینوں قرآن شریف ہندوستان کے انڈیا آفس لائبریری کو زینت دے رہے ہیں۔ ان پانچوں قرآن شریف میں سنہ کتابت نہیں

نمبر ششم میں آپ کو قرآن شریف کی چند سورتیں نظر آئینگی جو سیستان میں سنہ ۵۰۹ھ میں لکھی گئی تھیں۔ یہ اس وقت برسلز بیلوتھیکا نیشنل کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ اس قرآن کو مسٹر شیفر نے خرید لیا تھا اور ۷۸۹ کتابوں کے ذخیرہ میں یہ قرآن پاک بھی تھا۔ مسٹر شیفر کا ذاتی کتب خانہ بھی تھا جس میں ۵۷۲ عربی

۲۷ ۱ فارسی اور ۸ ۷ ترکی قلمی نایاب بیش بہا کتابوں کا ذخیرہ تھا۔ ۔ ۔ ۔ میلوسٹیڈ کانٹیل کی طرف سے ان کتابوں کی فہرست تیار کی ہے مگر اس میں اس نے قرآن کی کیفیت نہیں بتائی۔ صرف تاریخ کتابت لکھی ہے۔

نمبر ہفتم۔ مسٹر شیفر کے ذخیرہ میں ایک مکمل قرآن پاک استاذ الخطاط یاقوت معتصمی المتوفی ۶۹۸ھ کے دست خاص کا لکھا ہوا جیلو منسل کے قبضہ میں ہے۔ اسی ضمن میں مناسب سمجھتا ہوں کہ یاقوت معتصمی کے دست خاص کے لکھے ہوئے جس قدر قرآن ہیں۔ ان سب کو بیان کردوں۔

چار نسخے ہندوستان میں ہیں۔

(۲) پٹنہ اورینٹل پبلک لائبریری میں ایک نسخہ مکمل ہے۔
(۳) مدراس احتشام الدولہ کے کتب خانہ میں مکمل ہے۔
(۴) لکھنؤ واجد حسین کتب فروش مرحوم کے ذخیرہ میں اول کے ۱۵ سپارے نہایت ہی مطلا و مذہب ہیں۔ ہر صفحہ میں آب ۳، سطور پائینگے جن میں اول، درمیانی اور آخر کے چوب نسخ میں لکھی ہوئی ہے ۶۹۱ھ ہجری تاریخ ہے۔
(۵) اتفاق سے اسکا دوسرا حصہ یعنی نصف اخیر ان کے چھوٹے بھائی عبدالحسین کتب فروش کے ذخیرہ میں تلاش کے بعد ملا۔ مگر دونو بھائیوں میں اسقدر نااتفاقی ہے کہ ہر شخص جدا جدا فروخت کرنا چاہتا تھا۔ لہذا میں ناکامیاب رہا۔ واجد حسین کو اڑہائی سو روپیہ میں راضی کیا اور عبدالحسین سے کہا تم بھی اڑھائی سو روپیہ لو مگر انہوں نے ۵۰۰ نصف اخیر کا مانگا لہذا میں مجبور ہوا۔ واجد حسین کا حال میں انتقال ہوگیا۔ اب وہ نسخہ وہاں نہیں رہا۔ معلوم نہیں کس کے ہاتھ لگا۔

نمبر ششم۔ اس کی نقاشی، طلاکاری، آراستگی، خوشخطی کے علاوہ اسمیں خاص تاریخی حیثیت بھی ہے کہ ٹیپو سلطان جن کے کتب خانہ میں چیدہ چیدہ بیس ہزار قلمی کتابیں تھیں۔ ان میں سے ایک بیش بہا گوہر یہ بھی تھا جو ہر روز شاہ موصوف کی تلاوت کے لئے پیش ہوتا تھا۔ موصوف اپنی آنکھوں کو روزانہ ٹھنڈک بخشتے تھے اور اب یہ قرآن لندن میں انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے

(۸) طول و عرض ۸ × ۴ صفحات ۵۲۲ فارسی میں سورتوں کی فہرست صفحہ ۱ سے صفحہ ۱۱ تک ہے۔

فہرست کتاب اللہ المجید الخ)

قرآن کی ابتدا صفحہ ۱۵ سے اور اختتام صفحہ ۵۲ میں ہوتا ہے اور عربی دعائیں صفحہ ۱۵ سے صفحہ ۵۲۲ میں ہیں۔ خط نسخ میں اعلیٰ طرز پر لکھا ہوا ہے۔ نہایت عمدہ مشرقی جلد بھی ہے۔

نمبر نہم قرآن شریف معہ ترجمہ فارسی کے اخیر میں مسٹر ... ... کا ایک عجب خیز نوٹ ملیگا۔ جو ایک خاص تاریخی اہمیت ... ہے جس سے آپ کے رونگٹے کھڑے ہوجائینگے اور قرآن پاک کی عظمت بھی آپ کو معلوم ہوگی۔ ایام غدر ۱۸۵۷ء میں شہر لکھنؤ میں بغاوت و فساد کی آگ مشتعل ہوئی اور جنرل فرانکس Gen. Franks ... اپنی لیڈی کیمپ کپتان ہنڈرسن Capt. Henderson ... ... کے لکھنؤ میں داخل ہوتا ہے۔ اور یہی قرآن اسکو راستہ ... ملتا ہے۔ اور وہ اٹھاتا ہے اور اپنے خزانہ میں رکھتا ہے اسکی نسبت اسکا یوں بیان ہے کہ ایک مسلمان عبادت گذار اپنی جان کے خوف سے اس قرآن کو لیکر بھاگا جارہا تھا۔ راستہ میں مارا گیا ... ے وقت اس بزرگ نے اس قرآن کو اپنے جسم پر یا سینہ پر رکھا ... تھا) یہاں تک کہ اسکی روح آشیانہ خلد بریں میں جا بسی معلوم ... نا ہے کہ خاتمہ بالخیر کی نیت سے اس بزرگ نے قرآن کریم کو ... م پر رکھا ہوگا۔ اللہ اللہ یہ کیسے لوگ تھے کہ ایسی شورش ... ت بھی قرآن پاک کو جان کر ساتھ رکھتے تھے۔ اللّٰھم اغفر لھم بالقرآن۔ نظیر ...

کاتب اس کا احمد انصاری المدینی کا لڑکا ہے۔ دسویں صدی ... زندہ تھا۔

... طول و عرض ۸ ۔ اعلیٰ خط نسخ ترجمہ فارسی نستعلیق میں مگر اوراق ... پلٹ گئے ہیں اور نہایت بے ترتیبی کی حالت میں ہے۔ ... کی تحریر ہے۔

... اسوقت یہ بھی لندن کے انڈیا آفس کو زینت دیتا ہے۔

نمبر دہم۔ تاریخی قدامت روش کتابت کی حیثیت سے نہایت ... ہے۔

مسٹر سڈنی چرچل Mr. Sidney Churchill

جس وقت وہ انگریزی سفارت خانہ طہران کے فارسی ترجمانی کے منصب جلیلہ پر مامور تھے اسوقت خوش قسمتی سے یہ نایاب قرآن پاک دستیاب ہوا تھا جس کی نسبت ممتاز مورخین و مستشرقین کا خیال ہے کہ قرآن شریف کا ایسا قدیم اور عمدہ نسخہ یورپ میں کبھی جلوہ نما نہیں ہوا۔ یہ برٹش میوزیم کو دیدیا گیا۔

(۱۰) طول و عرض ۸ × ۱۲ ، ۱۲۱ صفحات، سطریں ۲۴ لمبائی تحریر ۱۰ انچہ۔ خط کوفی، چوب قلم، کتابت گھنی، چمڑہ کا کاغذ نہایت مضبوط و مستحکم۔

یہ مکمل قرآن نہیں ہے۔

نمبر ۱۱۔ یہ قرآن پاک سر اوسلے Ouseley ... کے ذخیرہ کا ہے اسے بھی برٹش میوزیم لندن کے کتب خانہ میں دیا ہے۔ قدامت اور طرز تحریر میں سابق کی طرح اہمیت رکھتا ہے۔

... صفحات ۴ حجم ۱۵۱۔ لمبائی ۹ سطریں خط کوفی لمبائی میں ... ہے۔ کتابت گھنی۔ کاغذ چمڑے کا ما سبق کی طرح۔

(معارف)

تازہ خبریں

لکھنؤ کے کاغذ کے کارخانہ میں جو ہڑتال جاری تھی وہ بتدریج ہورہی ہے۔ کارکن ایک کافی تعداد میں اپنی اپنی خدمتوں پر واپس آرہے ہیں اور کام باقاعدہ ہورہا ہے۔

۱۰ ر اپریل کو مسٹر ڈزنی مجسٹریٹ درجہ اول کی عدالت میں گوروگمنتال کا مقدمہ سماعت کے لئے پیش ہوا۔ تمام گواہان نے بیان کیا کہ ملزم سکھ لکھنا پڑھنا نہیں جانتا۔ اس نے کسی اخبار کے لئے کبھی کوئی مضمون نہیں لکھا وہ صرف اخبارات بیچتا تھا ملزم نے کبھی شہنشاہ معظم کی مختلف اقوام میں منافرت پھیلانے کی کوشش نہیں کی۔ اب صرف چند گواہان کی شہادت باقی ہے آئندہ پیشی ۳۰ ر اپریل کو ہوگی۔

سشن جج کی عدالت میں نہایت ہی ہنگامہ خیز مقدمہ کی سماعت ہو رہی ہے۔ اس مقدمہ میں بہت سے معزز بنگالی نوجوان ماخوذ ہیں اور ان کی تعداد ۲۴ کے قریب ہے ان میں سے ایک گواہ سلطانی بنگیا ہے۔ استغاثہ کا بیان ہے کہ ۲۲ دسمبر ۱۹۳۰ء میں پولیس نے دو ملزموں کو گرفتار کیا تھا جن کا نام سندر رگھوش اور نایک بنرجی ہے۔ ملزموں کو عین اسوقت گرفتار کیا گیا جبکہ وہ لوہا جنگ جہاز سے ایک بندرگاہ پر اتر رہے تھے۔ تلاشی لینے پر ان کے پاس سے چھ گولیوں والا پستول اور کچھ کارتوس برآمد ہوئے۔ سندر رگھوش سلطانی گواہ بنگیا۔ اور اپنے جرم کا اقبال کرلیا۔ چنانچہ پولیس نے ڈھاکہ ... پور اور تیرہ کے اضلاع میں خانہ تلاشیاں لیں اور بہت سے آدمیوں کو گرفتار کیا۔ بہت سا مسروقہ مال تلاشی کے وقت پولیس کے ہاتھ آیا۔

باوا جھنڈا سنگھ مجسٹریٹ درجہ اول امرتسر کی عدالت میں رائے صاحب جسونت رائے ایڈیشنل ڈسٹرکٹ سشن جج کا ایک ملازم اس جرم کی پاداش میں اسٹیشن سے گرفتار کرکے پیش کیا گیا کہ ملزم نے اپنے آقا کے گھر سے ایک سو ستر روپیہ کے نوٹ چرائے تھے۔ پولیس نے ایک سو تیس روپیہ تو ملزم کے پاس سے برآمد کئے اور باقیماندہ کی وہ چیزیں خرید چکا تھا۔ ملزم پر دفعہ ۳۰۱ - تعزیرات ہند کے ماتحت مقدمہ چل رہا ہے۔

پنجاب کے ورنیکلر اخبارات اس امر پر بہت خوش نظر آتے ہیں کہ مسودہ قانون گوردوارہ کونسل کے اجلاس میں پیش ہونے والا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ مسودہ کی ترتیب کا آخری کام سرانجام دیا جارہا ہے۔ یہ ایک پرائیویٹ مسودہ ہوگا۔ اسلئے سکھ ارکان مجلس نے سردار تارا سنگھ وکیل موگا کو مسودہ کی تحریک کے لئے مقرر کیا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ سکھ ارکان اسکی تائید و منظوری کے لئے کوشاں ہیں۔ یہ مسودہ اکثر سکھوں کا اطمینان کردے گا۔

اخبار "اکالی" نے بھی اس مسودہ پر اظہار اطمینان کیا ہے۔

ترکی وفد ہلال احمر کل شام کی بمبئی میل پر بمبئی کی طرف روانہ ہوگیا۔ چند روز وہاں قیام کرنے کے بعد وفد حیدرآباد جائے گا۔

گڑھوال کے ضلع میں ۱۱ - ۱۲ - اپریل کی درمیانی شب کو ایک خوفناک طوفان آیا جس سے مکان کو سخت نقصان پہنچا۔ بڑے بڑے درخت اکھڑ کر زمین پر گر پڑے۔ تار برقی کا سلسلہ بھی چار دن تک منقطع رہا۔ جان کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔

چندہ برائے برلن مسجد

از فورٹ سنڈیمن (بلوچستان)

(فراہم کردہ ماسٹر انعام اللہ خان صاحب)

[illegible]	[illegible]	نام معطی	رقم: روپیہ	آنہ	پائی	کیفیت
۱	۳۱۴	آغا سردار شاہ صاحب نائب تحصیلدار	۲	۰	۰	
۲	۳۴۸	کوٹ وفدار بخش خان صاحب - اے۔ ڈی۔ ٹی۔ پی سی	۵	۰	۰	
۳	۳۵۴	خان بہادر شیخ باز گل خان صاحب ٹھیکہ دار و سردار مندو خیل	۱۰	۰	۰	
۴	۳۵۵	شیخ خداداد خان صاحب منشی ٹھیکہ دار	۳	۰	۰	
۵	۳۷۰	خان بہادر شیر بت خان صاحب سی۔ آئی۔ ای پولیٹکل ایجنٹ ژوب	۱۵	۰	۰	
۶	۳۷۱	آغا میر محمد یعقوب شاہ صاحب اسسٹنٹ پولیٹکل ایجنٹ ژوب	۷	۸	۰	
۷	۳۷۲	شیخ نیک خان صاحب ٹھیکہ دار	۱	۰	۰	
۸	۳۷۳	سیٹھ سلیم خان صاحب سوداگر پارچہ ہینگ وغیرہ	۱	۰	۰	
۹	۳۷۴	ملک نور دل خان صاحب نائب تحصیلدار	۲	۰	۰	
۱۰	۳۷۵	ڈاکٹر میاں حبیب اللہ خان صاحب آئی۔ ایس۔ ...	۲	۰	۰	
۱۱	۳۷۶	صاحبزادہ آغا عبدالحکیم شاہ صاحب مدرس	۳	۰	۰	
۱۲	۳۷۷	ملک عطا محمد صاحب اکونٹنٹ ملیشیا	۱	۰	۰	
۱۳	۳۷۸	مرزا عنایت اللہ بیگ صاحب نقشہ نویس	۱	۰	۰	
۱۴	۳۷۹	ملک لال خان صاحب کلرک بارکماسٹری	۱	۰	۰	
۱۵	۳۸۰	مرزا محمد خان صاحب اکونٹنٹ	۱	۰	۰	
۱۶	۳۸۱	ڈاکٹر عبدالرحمن خان صاحب پاشا ملیشیا	۳	۰	۰	
۱۷	۳۸۲	ڈاکٹر سید محمد عوض صاحب زیدی ملیشیا	۲	۰	۰	
		میزان	۶۰	۸	۰	

تار کا پتہ: مسلمان لاہور

الصلح خیر

ہفتہ میں دو بار اتوار اور بدھ کو سہ پہر کے وقت شائع ہوتا ہے

اخبار پیغامِ صلح

لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۸۳

جلد ۱۳ — نمبر ۵۰

مدینۃ المسیح لاہور، یوم بدھ مورخہ ۵ شوال المعظم ۱۳۴۳ ہجری مطابق ۲۹ اپریل ۱۹۲۵ء

ہندوستان میں تبلیغ عیسائیت کا جال

حیرت انگیز اعداد و شمار

ذیل میں ہم عیسائیوں کی ۱۹۲۳ء کی رپورٹ سے کچھ اعداد و شمار نقل کرتے ہیں جن سے بخوبی پتہ لگ سکتا ہے کہ عیسائی کتنے زور کے ساتھ ہندوستانیوں کو عیسائی بنانے کا کام کر رہے ہیں اور انہیں اس میں حیرت انگیز کامیابی حاصل ہو چکی ہے

سات ہزار سے زائد عیسائی مبلغ

عیسائیانِ ہند کی رپورٹ بابت ۱۹۲۳ء میں درج ہے کہ اسوقت ہندوستان میں ۷۲۱۸ عیسائی مبلغ اور ۱۶۷ سو سائٹیاں تبلیغ و پرچار کا کام کر رہی ہیں۔

عیسائی تبلیغ کے مرکز

ان کے کام کرنے کے مرکز (۱۳۴۰) ایک ہزار تین سو چالیس ہیں۔ مبلغ تیار کرنے کے لئے ۶۱ درسگاہیں ہیں۔ ان کے علاوہ ۱۸۷۷۹ عیسائی پادری کام کر رہے ہیں۔ عیسائی استادوں کی تعداد جنکا زیادہ وقت عیسائیت کی اشاعت پر صرف ہوتا ہے (۴۴۷۰۴) ہے۔ اور عیسائی ڈاکٹر اور وایاجو اس کام میں خصوصیت سے حصہ لیتے ہیں ان کی تعداد (۱۵۹۸) ہے۔ تبلیغ کے لئے (۹۹) خالص مذہبی اخبارات ہیں جو مختلف زبانوں میں مختلف صوبجات سے شائع ہوتے ہیں جن کے لئے ۴۴ پریس کام کر رہے ہیں علاوہ ازیں (۱۵۸۲۰) سنڈے سکول (۱۳۴۳) یتیم خانے (۱۴۰۸) ہسپتال (۶۱۰) ہائی سکول (۵۰) کالج (۹۸) زراعتی سکول (۱۷۰) صنعتی سکول ہیں جن کے ذریعہ طالب علموں میں عیسائیت کی تبلیغ کی جاتی ہے۔ ان سکولوں اور کالجوں میں (۴۸۰۴۴) استاد کام کرتے ہیں اور (۱۰۶۰۰۰۰) دس لاکھ ساٹھ ہزار طلبہ تعلیم پاتے ہیں۔ پچاس لاکھ دو ہزار ایک سو چھتیس (۵۰۲۱۳۶) کالج ہائی اور ہائی سکولوں میں اور تقریباً ۶ لاکھ (۵۵۸۷۵۱) سنڈے سکولوں میں۔

اس تمام تبلیغ کا نتیجہ یہ ہے کہ ۱۹۲۳ء تک لاکھوں تعداد میں ہندوستانی لوگ عیسائی بن چکے ہیں (۷۹۲۹۲۴) گرجا کے باقاعدہ ممبر ہیں جن سے (۱۸۵۳۰۷۶) روپیہ سالانہ چندہ عیسائیت کے لئے وصول ہوتا ہے۔ ممالک غیر سے جو کروڑوں روپیہ سالانہ آتا ہے۔ وہ علیحدہ رہا۔

ذیل میں عیسائیوں کے کام صوبہ وار تقسیم کرتے ہیں جس سے ہر صوبہ کے ہندوستانی لوگوں کو معلوم ہو سکتا ہے کہ ان کے اپنے صوبہ میں جہاں وہ بیفکری اور چین کی نیند سوتے ہیں۔ ہندوستانیوں پر کتنا زبردست ظلم ہو رہا ہے اور کس قدر آدمی اب سے پیشتر عیسائی ہو چکے ہیں۔

نام صوبہ	کل آبادی	عیسائیوں کی تعداد	عیسائی مبلغین کی تعداد
آسام	۷۶۰۶۶۰۳۰	۱۳۲۱۰۶	۰
ریاست برلودہ	۲۱۲۶۵۲۲	۷۴۲۱	۲۲
بلوچستان	۷۹۹۶۲۵	۶۶۹۳	۱۴
بنگال	۴۷۵۹۲۴۶۲	۱۰۳۰۷۵	۷۱۷
بہار	۳۴۹۶۱۸۵۸	۳۰۳۳۵۸	۴۳۹
بمبئی	۲۶۷۵۷۶۴۸	۲۷۹۰۶۲	۹۴۸
سنٹرل انڈیا ایجنسی	۵۹۹۷۰۲	۹۶۲	۱۲
سی پی	۱۵۹۷۶۶۶۰	۷۷۷۱۸	۴۴۲
ریاست کورگ	۱۶۳۸۳۸	۳۱۸۲	۰
صوبہ دہلی	۴۸۷۱۸۸	[illegible]	

انتقاد

دیو سماج لاہور نے حال ہی میں آریہ سماج کے مہارشی سوامی دیانندجی کے متعلق چند ٹریکٹ شائع کئے ہیں جو ریویو کے لئے ہمارے پاس بھیجے ہیں۔ ایک ٹریکٹ موسومہ "سوامی دیانند صاحب کے مختلف اندرونی روپوں کے درشن" ہے جو تین حصوں میں شائع کیا گیا ہے۔ ان تینوں نمبروں میں علی الترتیب سوامی جی کے ویراگ، برہمچریہ اور سنیاس کی قلعی کھولی گئی ہے۔ ان کے علاوہ دو لیف لٹ بھی شائع کئے گئے ہیں۔ لیف لٹ نمبر ۱ میں سوامی جی کو ان کی اپنی تحریرات ہی کی بنا پر مذہبی آزادی کا دشمن ثابت کیا گیا ہے۔ نمبر ۲ نیوگ کے متعلق ہے۔ ہم تمام اردو دان اصحاب سے سفارش کرتے ہیں کہ وہ ان ٹریکٹوں کا مطالعہ فرمائیں۔ ان ٹریکٹوں کی قیمت معمولی ایک ایک دو دو پیسہ ہے۔

ملنے کا پتہ:۔ سپرنٹنڈنٹ دیو سماج دین سمیتی پبلشنگ آفس لاہور

یاددہانی نمبر ۱

بخدمت جناب ایڈیٹر صاحب زمیندار

میں نے اخبار "پیغام صلح" مورخہ ۵ اپریل ۱۹۲۵ء میں ایک چٹھی آپ کی توجہ کے لئے بعنوان دیوبندی ملا اور ڈاکٹر سنگانا لکھی تھی اور اس کا کٹنگ بھی آپ کی خدمت میں آپ کی خدمت میں بھیجا تھا مگر آجتک اس کا جواب آپ کے کسی پرچہ میں شائع نہیں ہوا لہذا بذریعہ عریضہ ہذا یاددہانی کرائی جاتی ہے کہ مہربانی فرما کر آپ اسکا جواب دیں کہ ڈاکٹر سنگانا اور دیوبندی مولویوں میں بلحاظ عقائد کے کیا فرق ہے جو کہتے ہیں کہ قرآن مجید کی بہت سی آیات الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما کی طرح قرآن مجید سے باہر ہیں یعنی مرفوع التلاوت مگر واجب العمل ہیں اور قرآن مجید کی بہت سی آیات منسوخ یعنے ناقابل عمل ہیں۔

اور اسی اخبار میں غازی محمود کی چٹھی بعنوان عریضہ نیاز بخدمت ایڈیٹر صاحب زمیندار شائع ہوا ہے غالباً وہ بھی میری طرح جواب کے تاحال منتظر ہوں گے۔ امید ہے کہ جناب دونوں چٹھیوں کا جواب جلد از جلد اپنے اخبار میں شائع فرمائیں تاکہ مسلمانوں کی تسلی و تشفی ہو۔ اگر جناب نے جواب لکھنے میں تساہل فرمایا تو مجھے پھر جناب کو تکلیف دینی پڑیگی اور تا وقتیکہ آپ شافی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۳، ۵ شوال المعظم ۱۳۴۳ھ، نمبر ۵۰

تنظیم

قوتوں یا اشیا کی ایسی ترتیب کو جس سے بلا تصادم خاص مقصد حاصل ہو سکے تنظیم کہتے ہیں۔ تنظیم کوئی ایسی شے نہیں جو مقصود بالذات ہو۔ بلکہ وہ ذریعہ ہے کسی مقصد کے حصول کا۔ اس لئے تنظیم کے خیال سے قبل مقصد کا ہونا ضروری ہے۔ اگر مقصد موجود نہیں تو تنظیم کی ہر سعی ایک لغویات ہے۔

مقصد دو طرح کا ہو سکتا ہے۔ خارجی یا داخلی۔ خارجی وہ ہے جس کو تنظیم کا قائم کرنے والا اپنے دماغ میں رکھ کر نظام کو ترتیب دے۔ اس قسم کا مقصد بیرونی ہوتا ہے۔ اور کسی ایسی ہستی کی طرف سے بطور حکم ہوتا ہے جس کے سامنے کوئی چارہ سوائے تسلیم کے نہیں ہوتا۔ اس کی شان نظام شمسی ہے۔ اس میں جس قدر افراد یعنی کرّے ہیں۔ ان میں سے کسی کی مجال نہیں۔ کہ اپنے مفوضہ فرض یا مقررہ راستہ سے ایک لمحہ کے لئے بھی ہٹ جائے۔

داخلی مقصد وہ ہے جس کو افراد نظام خود اپنے دماغوں میں رکھ کر نظام قائم کریں۔ یہ مقصد ایک سے زیادہ ارادی قوتوں کے اجتماع کا اظہار ہوتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جہاں ایک سے زیادہ ارادی قوتیں کام کرتی ہوں گی۔ وہاں تنظیم سے قبل غرض مشترک موجود ہونی چاہیئے۔ ورنہ تصادم کا خطرہ ہر وقت موجود ہوگا۔ مختلف ارادی قوتوں کا اجتماع بلا غرض مشترک ایک میگزین کی مثال ہے جس میں ڈائنامیٹ اور بارود کے قسما قسم کے بیشمار سامان اس بات کے منتظر موجود ہوں۔ کہ کب ان میں سے کسی کو چنگاری کی جھلک پڑے۔ اور وہ تمام میگزین کو لے اڑے۔ تنظیم کے لئے کوئی ایسی غرض مشترک کام نہیں دے سکتی ہے۔ جو مشکوک اور مبہم ہو۔ ہر ایک فرد نظام کے دل و دماغ میں غرض مشترک کا صحیح اور واضح نقش ہونا چاہیئے۔ اور وہ ایسا مستقل نصب ہونا چاہیئے کہ ہر ایک فرد کے اقوال و افعال کی سوئی کا رخ ہر وقت اس طرف پھرے۔

کسی قوم نے آج تک ترقی نہیں کی۔ اور کوئی قوم اپنی ترقی کو قائم نہیں رکھ سکی۔ جو غرض مشترک کے لحاظ سے اس مقام پر نہ پہنچی ہو۔ دنیا کی تاریخ الٹ ڈالو۔ اور دیکھو کہ جن لوگوں نے بھی ترقی کی ہے۔ ان میں سے کوئی اس سے خالی نہیں۔ یونان روما غرضیکہ یورپ و ایشیا اور امریکہ کی کسی قوم کو جس نے زمانہ کسی حالت میں ترقی کی ہو لے لو ان میں سے ہر ایک میں ایک ہی بات پاؤ گے یعنی غرض مشترک۔ وہ غرض مشترک کیا تھی۔ میں اسے ہر ایک کے دو لفظوں میں عرض کر دیتا ہوں۔ حب الوطن من الایمان۔

مسلمانوں نے بھی ترقی کی۔ اور ہر پہلو سے کی۔ مگر غرض مشترک کے اصول پر کاربند ہو کر نہ کہ اس سے علیحدہ رہ کر۔ گو ان کی غرض مشترک ذرا مختلف تھی۔ ان کی غرض مشترک کو تعلق زمین یا بستیوں کے آقا یعنی انسان سے تھا۔ جیسے مسلمانوں کے کلموں پر یہ جلی موٹے حرفوں میں لکھی ہوئی تھی۔ اور وہی ان کے دلوں پر نہایت گہرے حرفوں میں کھدی ہوئی تھی۔ وہ غرض مشترک کیا تھی۔ اشاعت لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ یعنی سب انسان برابر اور بھائی بھائی ہیں۔

وہ برادری کے اصول کو منوا آیا یونان نے اس اصول کو کبھی تسلیم نہیں کیا۔ روما مٹتے مٹتے مٹ گیا۔ مگر عوام کو امرا کے ساتھ بیٹھنا نصیب نہیں ہوا۔ یورپ کی قومیں تو آج بیسویں صدی میں بھی اپنے تئیں دوسروں کے مقابلہ میں فلک الافلاک کے بلند ترین ستارے خیال کرتی ہیں۔ مگر مسلمان جہاں گیا۔ مساوات اور اخوت ساتھ لیتا گیا۔ عاجز سے عاجز انسانوں اور حقیر سے حقیر قوموں کو اس نے بلند ترین مقامات پر فائز کیا۔ پھر کون تھا جو اس کو خوش آمدید نہ کہتا۔ کون تھا جو اس کا استقبال نہ کرتا۔ اور کون تھا، جو اس غرض مشترک میں اس کا ہمنوا نہ ہوتا۔ اس تیز روشنی کے زمانہ میں جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسلام آہنی تلوار کے زور سے پھیلا۔ حقیقت الامر کو نہیں سمجھتے۔ اسلام کے پاس تلوار یں ضرور تھیں مگر مساوات اور اخوت کی نہ کہ لوہے کی۔ اور وہ دلوں کو سونتی تھیں نہ کہ جسموں کو۔ لوہے کی تلوار نے آج تک اسلام پھیلایا نہ پھیلا سکے گی۔

غرضیکہ جب تک مسلمانوں کی غرض مشترک لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ رہی۔ اسلام نے وہ نتائج سالوں میں حاصل کئے جن کو دوسری قومیں صدیوں میں حاصل نہ کر سکیں۔ دنیا کے تاریخ نویس جب اس زمانہ میں پہنچتے ہیں۔ جہاں سے اسلامی تاریخ کا آغاز ہوتا ہے۔ تو ان کی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں۔ اور ان کے سامنے جلال کی وہ چکا چوند پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ مجبوراً ان کو اپنے قلم رکھ دینے پڑتے ہیں۔ صرف اس بات کو دریافت کرنے کے لئے کہ وہ کون آتش گیر مادہ تھا جس نے دنیا کے متاع ایمان کو جلا کر عمارت اسلام کا چونا بنا دیا اور وہ کیا جادو تھا جس نے عرب جیسی ناہموار قوم کو اس فوق العادت عروج پر پہنچا دیا۔ ان کی خاک پرست آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔ کہ بے جان مٹی کی محبت سے بلند تر مقام انسان کی محبت کا ہے۔ اور چونکہ اسلام تمام انسانوں کو وہ حقوق عطا کرتا تھا۔ جو مٹی کے پوجنے والے سوائے ان لوگوں کے جن کو وہ اپنے ملک کی خاک سے پیدا شدہ سمجھتے تھے۔ اور کسی کو نہ دیتے تھے۔ اس لئے اسلام نے محیر العقول ترقی کی۔

مگر آج وہ قوم جس کی غرض مشترک لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تھی۔ جو اس وظیفہ میں ہر ایک کو اپنا ہم سبق بنانا فرض اول سمجھتی تھی۔ لوزمین کی مساوات و اخوت میں اقوام عالم اپنی ہستیاں مٹا مٹا کر شامل ہونا اور پھر اپنی روایات تک کو بھول جانا فخر سمجھتی تھیں۔ اس کی مثال بالکل ایسے شخص کی سی ہے جس کو یہ تو معلوم ہے۔ کہ اس کے گھر کو آگ لگ چکی ہے۔ اور امروز فردا میں اس کا نام و نشان مٹایا جاتا ہے۔ مگر وہ ایسا ہوا ہے اس بات سے۔ کہ نہیں جانتا کہ کون سی چیز اس کو بچا سکتی ہے۔ کبھی پھڑکنے والے شعلوں پر ریت کی مٹھیاں بھر بھر کر ڈالتا ہے۔ اور کبھی پانی کے لوٹے۔ مگر پانی کے اس عظیم پمپ کو جو اس کے قبضہ قدرت میں ہے۔ اور ایک لحظہ پر تمام آگ کو سرد کر سکتا ہے۔ کھول دینا اپنی بے عزتی خیال کرتا ہے۔

ہجرت، خلافت یا تنظیم وغیرہ ریت کی حقیر مٹھیاں اور پانی کے ناچیز لوٹوں سے بڑھ کر نہیں۔ پہلی دونوں زمانہ کے اعتبار سے اپنی ناکامیابی پر آپ نوحہ خوان ہیں۔ اور تیسری اندازہ ماں کی اولاد نہیں تو کل مر جائے گی۔ ہجرت نے مسلمانوں کی بے شمار قیمتی املاک تباہ کر دیں۔ اور خلافت نے لاکھوں پر پانی پھیر دیا۔ ابھی نہیں کہا جا سکتا۔ کہ تنظیم کیا کچھ سے مر رہے گی۔

لالہ لاجپت رائے نے گذشتہ دسمبر میں اپنے سالانہ خطبہ کے دوران میں کہا تھا۔ Tanzeem is anti Hindu بظاہر حالات لالہ جی کا خیال صحت سے بہت دور معلوم نہیں ہوتا۔ تنظیم محض سنگھٹن کے مقابلہ میں علی غول کی دوسری شکل معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے اس کا وہی حشر ہونا لازمی ہے جو علی غول کا ہوا۔ اس کا کوئی مقصد آج تک ایسا بیان نہیں کیا گیا۔ جو جمہور اسلام کے درمیان غرض مشترک کا کام دے سکے۔ اور فی الواقعہ سچ یہی ہے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کے فرقے حشرات الارض کی طرح نوع در نوع موجود ہیں۔ ان میں اگر کوئی بات مشترک پائی جاتی ہے۔ تو وہ ایک دوسرے کو کافر کہنا ہے اور بس۔ ان بدنصیبوں کو اتنا بھی خیال نہیں آتا۔ کہ ان کی آنکھ ہوتے وہ لوگ آپس میں مواخات قائم کر رہے ہیں۔ جن میں کوئی اعتقادی بات بھی مشترک نہیں ہے۔ اگلے دن ایک آریہ مہاشہ کہہ رہے تھے۔ ان کو بڑی دقت یہ ہے۔ کہ وہ کوئی بات بھی اعتقادی رنگ میں ایسی پیش نہیں کر سکتے۔ جس پر تمام ہنود کا اتفاق ہو اس لئے آریہ سماج مدت سے اس دقت کو بری طرح محسوس کر رہی ہے اور سوائے اس کے اور کوئی حل نظر نہیں آتا۔ کہ تو قیر گائے کو جس کی تمام ہندو فرقے کم و بیش عزت کرتے ہیں۔ اجتماع کا اصل الاصول بنایا جاوے۔ ملکتہ گائے کو اقتصادی پہلو سے ضروری ثابت کرنے کی اس سے قبل بہت ناکامیاب کوششیں ہو چکی ہیں۔ مگر یہ بالکل نیا رنگ ہے۔ کوئی تعجب نہیں کہ اہل ہنود اس مسئلہ کی وجہ سے ایک پلیٹ فارم پر آ جاویں۔ مگر نہیں آ سکتے تو مسلمان۔ کیونکہ ان کا خدا ایک، رسول ایک، قرآن ایک، وہی آریہ دوست مسلمانوں کی اس خوش قسمتی پر رشک کرتے تھے۔ کہ کاش ان میں بھی ایک بات بھی مشترک ہوتی۔ مگر ع

کجا دانند حال ما سبکساران ساحلہا

تلخ تجربہ نے بتلا دیا ہے۔ کہ مسلمانوں کا اجتماع محالات سے ہے مشہور انگریزی ڈراما نویس شیکسپیئر کا قول ہے کہ وقت پڑے پر غیر جنس کے ساتھ بھی انسان ایک بستر میں سو سکتا ہے۔ لیکن میدان ارتداد کے واقعات نے ہمیں بتلا دیا۔ کہ مسلمانوں سے یہ بات غیر متوقع ہے۔ مسلمانوں کا ہر ایک فرقہ اس بات کا آرزو مند ہے۔ کہ دنیا میں عیسائی ہندو۔ یہودی، سکھ، غرضیکہ سب قومیں زندہ رہیں۔ اور پھلیں پھولیں۔ مگر نہ رہیں تو وہ ان کا نہ رہیں۔ جو خود ان سے کسی بات میں مختلف الرائے ہوں۔ یہی بات افغانستان میں چند احمدیوں کی سنگساری کا باعث ہوئی۔ اور خدا معلوم ابھی کیا کیا گل کھلائے گی۔

قرون وسطیٰ میں کلیسائی تحکم، احتساب عقائد کی سفاکیوں نے جہاں جہاں سرزمین یورپ کو رنگین کیا۔ ان مقامات کو یورپ حال اور آئندہ کی تمام مشینوں کا پیدا کردہ صابون بھی پاک نہیں کر سکتا۔ اور کلیسا ابد الآباد تک تاریخ کے ان اوراق کو جہاں اس بدنصیب محکمہ کے کارناموں کا ذکر ہوگا۔ چھپاتا رہے گا۔ مگر سوال یہ ہے۔ کہ اگر ہمارے علما کو وہ طاقت اور قوت حاصل ہوتی۔ جو کلیسا کو قرون وسطیٰ میں تھی۔ تو کیا دنیا ان سے کسی بہتر سلوک کی امید رکھ سکتی تھی ہرگز نہیں۔ کلیسا تو شاید یہ کہہ کر بچ جاوے۔ کہ قرون وسطیٰ میں انسانی تہذیب بہت ترقی یافتہ نہ تھی۔ مگر آج بیسویں صدی میں ان افغانی ملانوں کے پاس کیا جواب ہے۔ اور ہمارے ہندی نام نہاد علماء نے ان افغانی ملانوں کی تائید سے گناہ بے لذت کے مرتکب ہو کر سوائے اس کے کیا پایا۔ کہ انہوں نے اس سیاہ ٹیکہ کو جو افغانی ملانوں نے اپنے جہل سے اسلام کی نورانی پیشانی پر لگا دیا تھا۔ سیاہ سے سیاہ تر کر دیا۔ ایسی ابتلاء رواداری کے ہوتے ہوئے کون کہہ سکتا ہے۔ کہ تنظیم جیسی تحریک جس میں روح حیات یعنی غرض مشترک ہی موجود نہیں۔ کوئی خاص نتائج پیدا کر سکے گی۔ اس کی وقعت ایک خوش خیالی سے زیادہ کچھ نہیں۔ ہاں اس کی مختصر زندگی کے دوران میں بعض شہرت طلب لوگوں کو اپنے ناموں کے ساتھ کچھ عہدے طویل و طویل القاب لکھنے اور لکھانے کا موقع ضرور مل جائے گا۔

غرضیکہ ہمارے سیاست دانوں کا یہ نوزائیدہ جس کی پیدائش پر بھی کوئی خوشی منانے والا نظر نہیں آتا تھا۔ یوم ولادت سے ہی اپنے ضعف دل کا شاکی ہے۔ اور علی الاعلان بتلا رہا ہے کہ وہ مسلمانوں کی نجات کا موجب نہیں ہے۔

وہ عظیم پمپ جو مسلمانوں کے گھر کی آگ کو بجھا سکتا ہے۔ وہی ہے جس کے ذریعہ سے گردہ پہلے زمین میں دنیا میں نکلے تھے۔ یعنی اولاد آدم سب برابر اور جو یہ مان لے وہ برادر۔ لیکن اس پمپ کو کھولنا وہ اپنی ہتک خیال کرتے ہیں۔ وہ یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ ان سے اختلاف رائے رکھ کر بھی کوئی شخص مسلمان رہ سکتا ہے۔ اور مسلمانوں کو کفر کے گھاٹ اتارنا ہی اصل اسلام خیال کرتے ہیں کسی قوم میں تنظیم کا ہونا بہت اچھی بات ہے لیکن پہلے قوم بھی تو ہو۔ مسلمان قوم صرف اسی طرح بن سکتے ہیں۔ کہ تمام کلمہ گوؤں کو اپنا بھائی تصور کریں۔ خواہ وہ حنفی ہوں یا دیوبندی، احمدی ہوں یا اہلحدیث۔ رضائی ہوں یا مصطفائی وغیرہ وغیرہ۔ اور ان سب کا اصل الاصول، ان کا قطب، ان کا اصل ستون صرف ایک بات ہو۔ اشاعت لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اگر وہ ایسا نہیں کر سکتے۔ اور بظاہر ایسا ہی معلوم

ہوتا ہے کہ وہ نہیں رہتے۔ تو ان کے درمیان کوئی بھی تنظیم قائم نہیں ہو سکتی۔ ان کو چاہئے کہ سب جماعت وار بحر ہند کی ناپیداکنار لہروں میں اپنے تئیں غرق کر دیں اور یہی بہترین خدمت ہے جو وہ اہل دنیا اور ہندوستان کی کر سکتے ہیں۔ اسلام کو ان کی تنگ انسانیت زندگی کی کوئی ضرورت نہیں۔ اسلام کا خدا تو میں تباہی اور پیدا کرنی جانتا ہے۔ وہ ان سے بہتر قوم اپنے مذہب کے پھیلانے کے لئے لے آئے گا۔

جتنی ٹھوکریں مسلمانوں کو گذشتہ ۵۰ سال میں لگی ہیں۔ زمانہ حال میں شائد اس سے قبل نہیں لگی ہوں گی۔ ایک حکیم نے مریض کے لئے دوائی تجویز کی۔ اور اپنے ملازم سے کہا۔ کہ اسے بنا کر مریض کو پلا دو۔ مریض نے بجائے اس کے کہ دوائی کو لے کر شکریہ کے ساتھ پی لیتا۔ اسے لے کر دیوار سے دے مارا۔ اور حکیم صاحب کے ملازم کو ان کے روبرو گالیاں دیں۔ اس لئے حکیم صاحب نے مریض کو ایک تھپڑ رسید کی۔ اور اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ مثال بہت تشریح کی محتاج نہیں ہے۔ خدا بزرگ نے مسلمانوں کے لئے نسخہ تجویز کیا تھا۔ اشاعت اسلام۔ مگر انہوں نے بجائے اس کے کہ اس کو لے کر استعمال کرتے۔ نسخہ لانے والے مجدد صدی کو گالیاں دیں اور خود ساختہ نسخے ہجرت۔ خلافت تنظیم وغیرہ استعمال کرنے شروع کئے۔ ہم علی الاعلان کہتے ہیں۔ کہ ان نسخوں سے ان کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ خدا کا منشا ہے کہ مسلمان اشاعت اسلام کے کام کو ہاتھ میں لیں۔ اور جب تک اس خدا کے تجویز کردہ نسخے کو استعمال نہیں کرتے۔ وہ کبھی اچھے نہیں ہو سکتے۔ اور ہرگز نہیں ہو سکتے۔ آج بھی اور کل بھی ان کو یہ نسخہ لینا پڑے گا۔ اور اگر وہ اس کو قبول نہیں کریں گے۔ تو خدا اس جماعت کو آگے بڑھائے گا۔ جو اس نسخہ کو استعمال کرتی ہے یا کرے گی۔

امسال کا حج

بمبئی کی مجلس حج کی طرف سے اخبارات میں یہ اعلان شائع ہوا ہے کہ چونکہ حجاز کی موجودہ حالت قابل اطمینان نہیں ہے اسلئے موجودہ مجلس حج ان لوگوں کو جو امسال حج کے لئے جانے کا ارادہ رکھتے ہیں اسبات کی اطلاع دینا اپنا فرض منصبی سمجھتی ہے کہ اس سال کا حج خطرات سے خالی نہیں۔ اس اعلان کے خلاف اکثر مسلمان اخبارات نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ چونکہ حج کا موقعہ ایک ایسے اجتماع کا موقعہ ہے جس میں دنیا کے مختلف حصص سے مسلمان جمع ہو کر اپنی دینی و دنیوی بہتری کی تجاویز سوچ سکتے ہیں۔ اور دول مغرب کو فرزندان اسلام کا یہ باقاعدہ اجتماع ایک آنکھ نہیں بھاتا۔ کیونکہ اس میں ان کے پولیٹیکل منصوبوں کے لئے ایک زبردست خطرہ ہے۔ اسلئے وہ ہر ایک ذریعہ سے اس اجتماع میں رخنہ ڈالنے اور مسلمانوں میں اس خیال کے کم کرنیکی کوشش کرتے ہیں۔ پس مسلمانوں کو چاہیئے کہ حکومت کے اس قسم کے اعلانات کی ذرا بھر پروا نہ کریں اور جوق در جوق حج کے لئے روانہ ہوں۔ اس ضمن میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سلطان ابن سعود نے حجاج کے تحفظ و سلامتی کی ذمہ داری اپنے سر لی ہے۔ اسلئے حجاج کے لئے کوئی خطرہ نہیں۔

ہمارے خیال میں مجلس حج کے اعلان کو کسی ایسے پولیٹیکل منصوبہ پر حمل کرنا جس کا مقصد مسلمانوں کو نقصان پہنچانا ہو۔ مسلمانوں میں فریضہ حج کے خیال کو کم کرنے کی کوشش قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ یہ ایک دوستانہ مشورہ ہے جو حجاج کو انہی کی بھلائی کے لئے دیا گیا ہے۔ اسوقت عرب کی سیاسی حالت نے الحقیقت نہایت مخدوش ہو رہی ہے۔ خصوصاً علاقہ حجاز میں تو اور بھی ابتری پھیلی ہوئی ہے۔ گذشتہ سال جبکہ حجاز میں اس قسم کی کوئی جنگ بھی نہ تھی جیسی کہ اب ہے حجاج کا جو کچھ حشر ہوا تھا وہ سب کو معلوم ہے۔ سینکڑوں لوگ ظالم بدوؤں کے ہاتھ سے لوٹے گئے۔ اور ہزاروں العطش العطش پکار کر ملک عدم کو سدھارے۔ اس سال جبکہ سلطان ابن سعود اور امیر علی کے مابین جنگ کا سلسلہ جاری ہے۔ بھولے بھالے مسلمانوں کو یہ مشورہ دینا کہ وہ حج کے لئے روانہ ہوں دیدہ و دانستہ [illegible]

[illegible] حج ساقط ہو جاتا ہے تو کیوں ایسا بیدردانہ مشورہ دیا جاتا ہے کہ مسلمان خواہ مخواہ اپنے جان و مال کو خطرہ میں ڈالیں۔ مانا کہ سلطان ابن سعود حاجیوں کی حفاظت و سلامتی کا ذمہ لیتے ہیں مگر اس کا کیا علاج ہے کہ ایسے زمانہ میں جبکہ ملک میں خانہ جنگی کا بازار گرم ہو امن قائم رکھنا سخت مشکل ہوتا ہے۔ اسکے ساتھ ہی جب ان جنگجو بدوؤں کے رویہ کا تصور کیا جاتا ہے جو حجاج کے مال و اسباب کو مال حرب ہی سمجھتے ہیں تو یہ حالت اور بھی خطرناک اور بھیانک دکھائی دیتی ہے۔ ان حالات کی موجودگی میں ہم مسلمانوں کو ہرگز یہ مشورہ نہیں دے سکتے کہ وہ اس سال حج کو جائیں۔

حکومت افغانستان اور انسداد گداگری

اخبار پاونیر کو اطلاع ملی ہے کہ حکومت افغانستان نے قانون غربا نافذ کرنیکے لئے ایک نیا حکم صادر کیا ہے۔ یہ قانون گداگری کی تباہ کن عادت کے فرو کرنے کے لئے جاری کیا جائیگا۔ اس قانون کے مطابق گداگر بچے اپنے والدین یا سرپرستوں کے سپرد کئے جائینگے۔ جو حکومت کو اسبات کا یقین دلائیں گے کہ ان بچوں کو مدارس میں تعلیم دیجائیگی۔ یا کسی منفعت بخش کام پر لگایا جائیگا۔ جن بچوں کے وارث نہ ہوں گے۔ انہیں یتیم تصور کیا جائیگا۔ اور انکی پرورش و تربیت حکومت خود کریگی۔ تندرست گداگروں کو کام کرنے پر مجبور کیا جائیگا۔ اور بیمار اور کمزور آدمیوں کا کھانا اور کپڑا محصول دہندوں کے ذمہ ہوگا۔ اور ان کی حفاظت کوتوال کریں گے جو طبقہ نسوان کو اپنی عورتوں کے سپرد کریں گے۔

ہم اُمید کرتے ہیں کہ حکومت ہند بھی انسداد گداگری کے مسئلہ پر غور کریگی، جو افراط ہے۔ اسکی نظیر شاید ہی دنیا کے کسی دوسرے ملک میں مل سکے اس گروہ میں بیشک بعض ایسے افراد بھی ہیں جو کسی مجبوری کی وجہ سے اس پیشہ کو اختیار کرنے پر مجبور ہیں۔ مگر اکثر حصہ ایسے افراد پر مشتمل ہے۔ جو صحیح و سالم اور ہٹے کٹے ہیں۔ اور ایک بیکار زندگی بسر کر کے نہ صرف سوسائٹی کے دوسرے افراد پر اپنا بوجھ ڈال رہے ہیں۔ بلکہ دیگر کارکن افراد کو بھی اپنے عمل سے اس بیکاری کی ترغیب و تحریص دلا رہے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ ان کو اس بیکار و کاہل زندگی کا عادی بنانے میں ان نادان مذہبی لوگوں کا بھی ہاتھ ہے۔ جو سخاوت و خیرات کا بیجا استعمال کر رہے ہیں۔ مگر پبلک خود اس مکروہ پیشہ کا انسداد نہیں کر سکتی ہے۔ اسکا حقیقی علاج گورنمنٹ کے ہاتھ میں ہے۔ اگر حکومت کے ارباب حل و عقد اس طرف توجہ کریں گے۔ تو اس برائی کا سدباب ہو سکتا ہے۔ ہمارے خیال میں یہ بہتر ہوگا کہ تندرست گداگروں کو کوئی کام کرنے پر مجبور کیا جائے۔ اور ان گداگروں کے لئے جو مستحق امداد ہوں ہر بڑے مقام پر اپاہج خانے کھولے جائیں۔ انشاء اللہ ہم کسی آئندہ اشاعت میں اس مسئلہ کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار شرح و بسط کے ساتھ کریں گے۔

ایک چاک ہو تو سی لوں اپنا گریبان یارب

ہمعصر "مسلمان" کلکتہ سے اپنی ۲۳۔ اپریل کی اشاعت میں اطلاع دیتے ہیں کہ ایک تعلیم یافتہ بنگالی مسلمان کلکتہ میں مرتد کیا گیا ہے۔ فتنہ ارتداد دن بدن ترقی کرتا ہوا تبلیغ و اشاعت سے بے خبر مسلمانوں کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ جگا رہا ہے۔ اور اب وہ وقت بہت قریب آ رہا ہے۔ کہ اسلام کے حقیقی خیر خواہ اس کی ترقی کی دنیاوی تدابیر سے مایوس ہو کر مجدد وقت حضرت مرزا غلام احمد کے ذریعہ سے خدا کے نوشتہ کے آگے سر تسلیم خم کر دیں گے اور "ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون" کی آواز پر لبیک کہتے ہو۔ اپنے گذشتہ اعمال پر کف افسوس ملیں گے۔

کاش کہ یہ مسلمان چند سال پیشتر اس مرد خدا کی آواز پر دھیان دیتے اور فرقہ بندی کی زنجیروں کو توڑ کر۔ خود غرض۔ متعصب اور نام نہاد ملاؤں کی دست بوسی سے کنارہ کش ہو کر خدا کے دین کی اشاعت میں لگ جاتے تو آج یہ روز بد نہ دیکھتے۔

قابل توجہ احباب

(۱) جہاں جہاں انجمن کی شاخیں قائم ہیں وہاں کے سیکرٹری اور محاسب صاحبان زکواۃ کی وصولی طرف خاص طور پر توجہ فرماویں اور ہر ایک صاحب نصاب سے اسکی وصولی فرماویں اور رقوم وصول شدہ چندہ ماہوار کے ہمراہ بھجوا دیں۔

(۲) ہر مہینے کا چندہ دوسرے مہینے کے پہلے ہفتہ میں فراہم کر لیا کریں جو کہ پندرھویں تاریخ تک یہاں پہنچ جانا چاہیئے کیونکہ یاددہانی پر بہت سا خرچ کرنا پڑتا ہے سب احباب اگر اس کا خیال رکھیں تو انجمن کا بہت سا خرچ بچ جاتا ہے۔

(۳) جہاں جہاں انجمنیں نہیں ہیں۔ وہاں کے احباب فرداً فرداً ہر دو امور مندرجہ بالا کی طرف توجہ فرماویں۔

(۴) بہت سے احباب نے اسوقت تک برلن مسجد کی کارڈ پیہ فراہم کر کے نہیں بھجوایا۔ اور جنہوں نے بھیجا ہے وہ بھی کم ہے۔ اس لئے التماس ہے کہ اس کی طرف خاص توجہ فرماویں وعدوں کے مطابق آخر مارچ تک ہمیں اس کی وصولی اُمید تھی مسجد کا کام چونکہ اختتام پر آ گیا ہے۔ اس لئے ہر قسم کے بلوں کی رقوم اب ادا کرنی ہوں گی۔

(۵) جرمن مشن کے لئے جن جن احباب نے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر وعدے فرمائے تھے۔ انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اس مشن کے اخراجات انجمن کو ماہوار ادا کرنے پڑتے ہیں۔ اور انہیں کے وعدے اس مشن کی آمدنی ہے۔ اس لئے یا تو ماہوار بارھواں حصہ بھیجدیا کریں۔ اور یا نصف شروع سال میں اور نصف چھ ماہ گذرنے کے بعد ادا فرمایا کریں۔ تاکہ انجمن کو سہولت رہے۔ اور جن احباب نے جلسہ پر اس میں کوئی حصہ نہ لیا تھا اور انہیں علیحدہ اس میں شمولیت کے لئے دفتر سے لکھا گیا۔ انہیں اسکے جواب کی طرف توجہ فرمانی چاہیئے۔ ان کے لئے یہ وقت قربانی اور ایثار کا ہے۔ جس کے بغیر کوئی نمایاں کام ہم نہیں کر سکتے۔

خاکسار ظہور احمد جائنٹ سیکرٹری

جدہ کا ایک پیغام مظہر ہے کہ نجدی وجہ کی طرف بڑھ جانے کی تجاویز کر رہے ہیں۔ وجہ کی جائے وقوع جدہ سے عقبہ کی جانب نصف سے زیادہ راستہ پر ہے۔ نجدی بظاہر حجاز ریلوے کا سلسلہ منقطع کرنے کے لئے جا رہے ہیں۔

"سیار طلیین" کے جسے حکومت نے بند کر دیا ہے۔ مدیر حسین ہمادی گرفتار کر کے انگورہ بھیجے گئے ہیں۔ ۳۴ آدمی بغاوت کردستان میں شریک ہونے کے جرم میں دیار بکر میں پھانسی پر لٹکائے جا چکے ہیں۔

بقیہ صفحہ اول

ریاست گوالیار	۱۰۱۸۶۰۷	۱۹۴۷	۳۱
ریاست حیدرآباد	۱۲۴۷۱۸۷۷	۴۲۶۹۶	۲۰۶
کشمیر	۳۴۴۰۵۱۸	۱۹۳۴	۳۱
احاطہ مدراس	۴۷۷۷۱۴۶۷	۲۸۱۶۲۰۱	۱۵۰۶۳
ریاست مدراس	۵۱۶۰۳۱۲	۱۴۵۴۵۴۸	۱۸۲
ریاست میسور	۹۸۷۸۸۷۲	۰۱۳۷۵	۰
پنجاب	۲۵۱۰۱۰۴۰	۲۳۲۷۳۶	۵۸۷
ریاستہائے پنجاب	۴۴۱۶۰۳۶	۳۸۸۹	۰
راجپوتانہ	۱۲۳۹۶۰۵۷	۱۰۴۴۲	۰
راجپوتانہ ایجنسی	۶۶۴۴۳۸۴	۴۹۱۱	۰
است سلم	۸۱۷۲۱	۳۷۰	۷
	۴۶۵۱۰۶۶۸	۲۰۳۱۷۱	۴۲ (باقی)

احمدی خواتین کیلئے

ہماری حالت اور تعلیم کی ضرورت

میری معزز بہنو! یہ وقت اپنی خوبیاں گننے کا نہیں بلکہ اپنے عیبوں پر نظر ڈالنے کا ہے۔ کوئی بڑی بات نہیں۔ اگر ہم نے کچھ رقم یا زیور راہ خدا میں دے دیا۔ ہمیں اس سے بھی بڑھکر نیک کاموں میں حصہ لینے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

میری بہنو! اپنی حالت پر غور کریں۔ ہماری منزل مقصود کیا ہے اور ہم کس ذلت کے گڑھے میں گری ہوئی ہیں۔ ہم خدا کی کتاب کو کس قدر غور سے پڑھتے ہیں۔ اور کبھی اس کے معنی و مطلب سمجھنے کی کوشش بھی کی ہے۔ اور کہاں تک اس کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ ہمارے دل کی حالت کیا ہے؟ دنیا کی حرصوں نے ہمیں کہاں تک گھیرا ہوا ہے۔

خواب غفلت سے ذرا آنکھیں کھولو۔ اور دیکھو کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ مسیح زمان نے ہمیں کس کام پر کھڑا کیا ہے۔ ہمارے بھائی اس میں مصروف ہیں۔ اور ہم ان کی رکاوٹ کا باعث ہو رہی ہیں۔ شرم کی جا ہے۔ ہمیں تو انہیں ہمت و حوصلہ دلانا چاہیئے تھا۔ تاکہ وہ پوری تن دہی سے اس کام میں لگ جائیں۔

ہم میں وہ درد اور جوش ہونا چاہیئے۔ کہ اگر قوم تکلیف میں ہو۔ تو ہم اپنا سارا مال اس پر سے فدا کرنے کو تیار ہو جائیں۔ اگر ہم اپنی جانوں سے اس کی ضرورت پوری نہیں کر سکتیں تو کیا اپنے مال سے بھی مدد نہیں دے سکتیں۔

وہ بھی تو وقت تھا جبکہ خواتین لڑائیوں میں شامل ہوتی تھیں۔ اور اپنی جانوں تک کی پروا نہیں کرتی تھیں۔

ہمارے جیسی عورتیں اور ہماری ہی ہم جنس بڑی بڑی عالم فاضل ہو گذری ہیں۔ اور اب بھی ہیں۔ لیکن اور قوموں میں ہم کیا نہیں کر سکتیں سب کچھ کر سکتی ہیں۔ مگر جس چیز کی ہمیں ضرورت ہے۔ اور جس کے بغیر ہم ہرگز ترقی نہیں کر سکتیں۔ وہ علم ہے۔ کم علمی کی وجہ سے ہی ہماری یہ حالت ہے۔

افسوس ہے کہ ہمارے بھائیوں کو بھی اس کا مطلق خیال نہیں۔ کہ اپنی بیٹیوں بہنوں کو زیادہ نہیں۔ تو تھوڑی بہت ہی تعلیم دلائیں۔

اس کے متعلق محترمہ "م۔ ن" صاحبہ بہت کچھ فرما چکی ہیں۔ اس لئے میں زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھتی لیکن پھر بھی اپنی بہنوں کو اس طرف توجہ دلاتے ہوئے تمام احمدی احباب کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ وہ ضرور اپنی مستورات کی تعلیم کا انتظام فرمائیں۔

میرا مضمون عالمانہ نہیں فلسفیانہ نہیں۔ مردانہ نہیں۔ مضمون نگار نہیں ہوں۔ بلکہ دل کے جذبات و درد نے مجبور کیا کہ یہ چند ٹوٹے پھوٹے الفاظ پیش کروں۔ امید ہے۔ بہنیں غور اور توجہ سے پڑھیں گی۔

ص۔ ب۔ ا: لاہور

پیغام صلح: اس میں کوئی کلام نہیں۔ کہ ہزار بیماریوں کی ایک دوا تعلیم ہے تعلیم ہی سے ہماری صنف ضعیف قوی بن سکتی ہے تعلیم ہی سے ہماری صنف نازک میں روشن خیالی اور اولوالعزمی پیدا ہو سکتی ہے۔ یقیناً یقیناً تعلیم سے زیادہ قیمتی تعلیم سے زیادہ خوبصورت کوئی زیور نہیں جس سے ہم آنے والی قوم کی ماؤں کو آراستہ پیراستہ کر سکتے ہیں۔ اس تمام قوت وطاقت کے ساتھ جو ہماری قلم ادارت کو حاصل ہے۔ ہم محترمہ ص۔ ب کی اس مبارک تحریک کی تائید کرتے ہیں۔ اور اس کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ہماری نظر جہاں اور بہت سے بزرگان دین پر پڑتی ہے۔ وہاں سب سے اول اپنے نوجوان جوائنٹ سیکرٹری صاحب کی طرف جاتی ہے۔ جو انجمن کے نظام عمل کی چابی ہیں۔ ہمیں امید ہے وہ اس طرف اپنی فوری توجہ مبذول فرماویں گے۔ کوئی وجہ نہیں کہ جہاں ہم اپنے لڑکوں کے لئے لاکھ سوا لاکھ کی درسگاہ چند ماہ میں کھڑی کر سکتے ہیں اپنی لڑکیوں کی تعلیم پر چند ہزار روپیہ خرچ کرنے کیلئے تیار نہ ہوں۔ یہ وہ **قومی ضرورت** ہے جس کو [illegible]

تحفہ عید یا کھلی چٹھی!

بخدمت شریف جناب مولوی سید میرک شاہ صاحب مدرس دیوبند

تسلیم و نیاز۔ الحمدللہ۔ رمضان شریف کا ماہ مبارک بخیر و خوبی گذر گیا اب پھر وقت آگیا ہے۔ کہ جناب کی توجہ اپنے گذشتہ عرائض کی طرف منعطف کراؤں۔ جو گذشتہ دنوں میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے ہیں۔ اور ان کا جواب اب تک آپ کے ذمہ ہے ماہ رمضان کی وجہ سے میں نے جوابات کا مطالبہ مناسب نہ سمجھا۔ اب ماہ رمضان گذر گیا ہے۔ اس واسطے جناب کی پھر سمع خراشی کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔ اگر اسلامی حمیت کی کوئی رمق غیرت ملی کا کوئی شائبہ اور تہذیب و شائستگی کا کوئی اثر آپ میں باقی ہے۔ اور ضرور ہے، تو میری معروضات مطبوعہ کا جواب جلد از جلد لکھ کر اس قرضہ کو ادا کر کے سبکدوشی و سرخروئی حاصل کریں۔

مولوی میرک شاہ آپ کو واضح ہو۔ کہ آپ مولوی شبیر احمد کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی آیت کریمہ انک میّت و انھم میّتون کی انوکھی تفسیر سے بخلاف تفسیر حضرت ابوبکرؓ ثابت کرتے ہیں۔ اور مولوی محمد شفیع صاحب کو جو قرآن عزیز میں تین قسم کے نسخ جائز قرار دیتے ہیں جن کی تائید میں مولوی مسیح احمد بھی ہیں۔ اور حبیب احمد آبادی اور مولوی مرتضیٰ حسن کو جو قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھے ہیں اور جو اپنے سوا سب مسلمانوں کو سب و شتم کرنے میں مشاق ہے ہیں۔ اور زین العابدین میرٹھی کو جو مسلمانوں کو دھوکہ دینے میں یدطولیٰ رکھتے ہیں۔ اور حبیب الرحمن القادری بدایونی کو جو ناسخ و منسوخ کے علمبردار اور مولوی عبدالماجد بدایونی کے شاگرد اور ان کے حامی سب کو اخبار اہلسنت والجماعت مورخہ ۱۲ جنوری ۱۹۲۵ء میں فرماتے ہیں کہ الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما کی تلاوت باقی نہ رکھنے میں یہ مصلحت ہے۔ کہ امت کا امتحان لیا جائے۔ نیز فرماتے ہیں۔ کہ ایک حکمت یہ بھی ہے۔ کہ اس کی تلاوت وکتابت مصاحف میں مشہور نہ ہونے سے امت پر تخفیف ہو۔ چونکہ یہ نہایت سخت حد اور شدید حکم ہے۔ اس لئے اس کی تلاوت سے قلوب پر گرانی ہوتی ہے۔ اور ایڈیٹر سیاست کو جو آپ سب لوگوں کے بیہودہ مضامین کو اپنے اخبار میں آئے دن درج کر کے مسلمانوں کے ایمان میں خلل ڈالتا رہتا ہے۔ اور مولوی انور شاہ صاحب کو بھی جو آپ سب کے قبلہ و کعبہ ہیں۔ اور اسی طرح ادیا با من دون اللہ کو اپنی حمایت اور اعانت کے لئے بلالیں۔

یاد رکھو آپ لوگ جب تک میرے مطالبات کا کافی شافی قرآن مجید سے جواب اثبات میں نہ دیں گے۔ اور حق کی طرف رجوع نہ کریں گے۔ اور اپنے باطل عقیدہ نسخ قرآنی سے باز نہ آئیں گے اور قرآن مجید کو محفوظ اور من کل الوجوہ نسخ اور اغلاط سے پاک نہ سمجھیں گے۔ میں اپنی اس سچی بات کا مطالبہ کرنے سے باز نہیں آؤں گا۔ میرے مضامین جن کا جواب آپ کے ذمہ ہے حسب ذیل ہیں:۔

(۱) مرفوع التلاوت آیت کا ترجمہ مندرجہ پیغام صلح یکم فروری ۱۹۲۵ء

(۲) مدرسہ عالیہ دیوبند اور اس کے معلمین " " " " "

(۳) اے حاملان الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما " " " " "

(۴) مولوی میرک شاہ مدرس دیوبند اور ان کچھ توجہ کریں " ۲۵ " "

(۵) کمل قرآن مجید کے متعلق " " یکم مارچ ۱۹۲۵ء

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

خاکسار ذیرک شاہ۔ ۲۵۔ اپریل ۱۹۲۵ء

مسلمانوں کے قبضہ میں ایک لاش

اور

ہندوؤں کے قبضہ میں ایک مسلمان معصوم لڑکی

قصبہ کونچ ضلع جالون جہاں قلیل التعداد مسلمان آباد ہیں۔ اور نادار بھی ہیں۔ جن کو قصبہ کے ہندو براہ راست یا توسط ہر طرح ستاتے رہتے ہیں۔ یکم اپریل ۱۹۲۵ء کو جبکہ آریوں کا ایک گروہ قصبہ میں لیکچر دے رہا تھا۔ اسی شام کو تھانہ کونچ کے ایک پردیسی [illegible] مسلمان [illegible]

چھ سال کی تھی۔ لاپتہ ہو گئی۔ تلاش درپیش تھی۔ کہ دوسرے دن اس معصوم لڑکی کی لاش تھانہ کی پشت پر عیسائیوں کے قبرستان کے پاس دستیاب ہوئی۔ خون پاس نہیں تھا۔ چاقو کے دو نشان گلے کے اوپر اور دو نشان دہنی ران میں اور دو نشان بائیں ران پر موجود تھے۔ زیور بدستور موجود تھا مگر پیٹ چاک کر کے دل نکال لیا گیا تھا۔ ایک کاغذ بازو پر بندھا ہوا تھا۔ جس پر اردو اور ہندی میں لکھا تھا۔ کہ اب مسلمانوں کے بچوں پر ایسا ہی ظلم کیا جائے گا۔ جیسا کہ زمانہ سابق میں ہوتا تھا یعنی ہر سال مسلمانوں کے بچوں کے دل نو درگا پر چڑھا دیئے جائیں گے۔ پولیس تفتیش میں مصروف ہے۔

اس کے برخلاف گوڑگانواں کے شفاخانہ میں ایک برہمن فوت ہو گیا۔ ہندوؤں کو شفاخانہ کے حکام نے بار بار اطلاع دی لیکن کسی نے خبر نہ لی۔ اس پر ایک مسلمان حافظ کی سرکردگی میں چند مسلمانوں نے اس نعش کو بڑی عزت سے ہندو قواعد کے ماتحت جلا دیا۔

(مبلغ دہلی)

نوجوان لڑکیوں کی تصویروں کے متعلق

جمعیتہ العلماء کے اخبار میں اعلان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب اپنا فوٹو مغربی ممالک میں اس غرض سے بھیجنے کے لئے کھنچوایا کہ علم قیافہ رکھنے والے لوگ آپ کی شکل کو دیکھ کر اندازہ لگا سکیں۔ کہ یہ کسی جھوٹے مدعی کی نہیں ہو سکتی۔ اسوقت ہندوستان کے علماء نے تصویر کو خلاف شریعت اسلامیہ قرار دینے میں ایڑی سے لیکر چوٹی تک کا زور لگا دیا اور اس قدر شور مچایا کہ الامان! مگر کچھ عرصہ بعد بڑے بڑے مولویوں نے خود اپنی تصویریں کھنچوانی شروع کر دیں۔ اور اب تو ان کی حالت اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ "نوجوان اور خوبصورت لڑکیوں" کی تصویریں کھچوا کر منگوانے لگ گئے ہیں۔ چنانچہ ہندوستان کے علماء کی جمعیتہ کے اخبار الجمعیتہ (۱۸۔ اپریل ۱۹۲۵ء) میں حسب ذیل اعلان بعنوان "ایک لڑکی کی ضرورت" کیا گیا ہے:۔

"ایک نوعمر مسلمان کو جو عربی اور انگریزی کا اعلےٰ تعلیم یافتہ اور ڈھائی تین سو روپیہ ماہوار کی جائداد رکھتا ہے۔ ایک ایسی نوجوان اور خوبصورت لڑکی کی ضرورت ہے۔ جو شریف اور خوبصورت ہونے کے ساتھ تعلیم یافتہ بھی ہے۔ اور اگر ہندو سے مسلمان ہوئی ہو۔ تو قابل ترجیح ہوگی۔ درخواستیں معہ تصاویر کے الجمعیتہ کی معرفت آنی چاہئیں"

ہم نہیں سمجھتے۔ کونسے ایسے بے غیرت والدین ہوں گے جو اپنی۔۔۔"نوجوان خوبصورت لڑکی" کی تصویر کھچوا کر "الجمعیتہ" کے دفتر میں اس لئے بھیج دیں گے۔ کہ جمعیتہ العلماء" کا جگمگاتا آنکھیں مل مل کے اسے دیکھے۔ اور حسن و قبح پر بحث و مباحثہ شروع کر دے۔ اسوجہ سے امید نہیں کہ ہندوستان کے علماء کی طرف سے شائع ہونیوالے اخبار کے اس اعلان کی طرف کوئی شریف گھرانہ توجہ کرے لیکن باوجود اس کے ہم جمعیتہ العلماء ہند سے یہ دریافت کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ کن دلائل شرعیہ کی رو سے نوجوان خوبصورت لڑکیوں کے فوٹو کھچوانے جائز قرار دیے گئے ہیں۔ اور نوجوان لڑکیوں کے فوٹو منگوا کر دیکھنا شریعت اسلامیہ کے خلاف تو نہیں ہے۔

اس قسم کے اعلان کا کسی عام مسلمان اخبار میں شائع ہونا بھی سخت معیوب سمجھا جاتا۔ لیکن اب جبکہ یہ ان لوگوں کے اخبار میں شائع ہوا ہے۔ جو اپنے آپ کو دین اسلام کے ستون قرار دیتے ہیں۔ اور جو مسلمانوں کی مذہبی رہنمائی کے مدعی ہیں۔ نہایت ہی قابل شرم اور لائق ملامت بات ہے۔ اور اس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ یہ جبہ پوش علماء مسلمانوں کی عزت اور شرافت کو خاک میں ملانے کے لئے کیسے کیسے شرمناک افعال کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

(الفضل)

فہرست چندہ زکوٰۃ

اس سلسلہ میں ایک فہرست شائع کی جا چکی ہے - اس کے بعد اور چندہ رقوم زکوٰۃ موصول ہوئی ہیں - انہیں ذیل میں درج کیا جاتا ہے اور پھر التماس کی جاتی ہے کہ تا حال زکوٰۃ کی ادائیگی کے متعلق احباب نے توجہ نہیں فرمائی - بہت سے احباب ابھی صاحب نصاب باقی ہیں جنہیں خاص طور پر اس کی طرف توجہ فرمانی چاہئے - یہ اللہ کا حق ہے اسے قائم رکھنا چاہئے -

۳۲	سردار نیاز علی خاں صاحب پنشنر صوبیدار کر ٹیالوالہ	۵
۳۳	اہلیہ صاحبہ پروفیسر محمد عبد اللہ صاحب لاہور	۵
۳۴	مولوی عبد الرحمٰن صاحب بی اے سملہ	لکا مرید
۳۵	شیخ محمد لطیف صاحب "	صر
۳۶	مخدوم محمد اشرف صاحب بی اے سملہ	۵
۳۷	چوہدری مبارک احمد صاحب کوہاٹ	۵

دستخط سید محمد حسین
جنرل سکرٹری

برلن مسجد کے مینارے
اور خواتین سلسلہ کی بے نظیر قربانی
(نویں فہرست)

شکریہ کے ساتھ یہ فہرست شائع کی جاتی ہے - اللہ تعالے ان نیک خواتین کو بہت بڑا اجر اپنی جناب سے عطا فرمائے -

(۱) اہلیہ صاحبہ خان بہادر میاں غلام رسول خان صاحب لاہور — بندیاں طلائی ... ۵ عدد — نقد
(۲) والدہ صاحبہ محمد ابراہیم صاحب چک شیخاں - آرسی طلائی ایک عدد
(۳) اہلیہ صاحبہ مولوی لال حسین صاحب محصل انجمن — نقد
(۴) خیر النساء بیگم صاحبہ بنت ماسٹر فقیر اللہ صاحب لاہور — پانچ روپیہ (صہ) نقد (سابقہ وصول شدہ)
(۵) اہلیہ صاحبہ سید حبیب اللہ شاہ صاحب وکیل سرگودہا — نقد
(۶) اہلیہ صاحبہ سید ممتاز علی صاحب چک نمبر ۱۲۶ جھنگ الوالہ — نقد
(۷) اہلیہ صاحبہ ملک احمد خان صاحب " — نقد
(۸) بیوہ فیروز الدین صاحب معرفت بابو فیض الرحمٰن صاحب امرت سر — للعہ
(۹) اہلیہ صاحبہ میاں محمد صدیق صاحب پسرور — صہ نقد
(۱۰) اہلیہ صاحبہ مہر الدین صاحب پٹواری پسرور — صہ نقد
(۱۱) از خانہ محمد الدین صاحب پسرور — صہ نقد

دستخط سید محمد حسین
جنرل سکرٹری

برلن مسجد اور بلاد غیر کے مشنوں کے اخراجات قابل توجہ احباب

جیسا کہ احباب کو معلوم ہے کہ ابھی تک برلن مسجد کے لئے سارا روپیہ فراہم نہیں ہوا - ابھی ٹھیکہ دار تعمیر کو رقم ادا کرنی باقی ہے - پھر اس کا جنگلہ باغ - اور تمام متعلقہ فرنیچر مہیا کرنا ہے اور ماسوا اسکے اس کی آبادی اور رونق کے لئے مستقل طور پر ایک معقول رقم کی ضرورت رہیگی اور اس مسجد کو تعمیر کرنے کا کام ختم نہیں کر دینا - بلکہ اسی طرح دوسرے ممالک میں ضرورت ہے کہ ہمارا ایک مشن موجود ہو - ان ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے انجمن نے اور رسید بکیں بنوائی ہیں - جن میں ہر ایک رسید ایک ایک روپیہ کی رکھی گئی ہے - ایک حصہ کاپیوں کا پچاس پچاس رسیدات پر مشتمل ہے - اور ایک حصہ سو سو رسیدات پر - تمام احباب کو چاہیئے کہ وہ ہر وقت اپنے پاس ایک ایک رسید بک ضرور رکھیں اور اس کو فروخت کرکے روپیہ بھجواتے رہیں - جس وقت وہ ختم ہو جائے تو دوسری منگوالیں لیکن ایسا نہ ہو کہ مدتوں ان رسیدات کو بغیر فروخت کے رکھ چھوڑیں جو احباب ایسا کر سکتے ہوں -

اور اللہ تعالے نے انہیں اس کی توفیق دی ہوئی ہے - وہ ضرور اس طرف توجہ فرمائیں - ان کی اس توجہ سے انجمن کو ہمیشہ بہت بڑی مدد پہنچتی رہیگی -

خاکسار سید محمد حسین شاہ جائنٹ سیکرٹری

ضروری ہدایت

ان تمام احباب کی خدمت میں التماس ہے - کہ انجمن کو روپیہ بھجواتے رہتے ہیں بتاکید عرض ہے - کہ وہ کوپن منی آرڈر پر کل رقم کی تفصیل مدات تحریر فرمایا کریں - یعنی حسب ذیل طریق پر -

	رقم
چندہ ماہوار	
برلن مسجد	"
زکوٰۃ	"
وغیرہ	"

(۲) اور تمام رقوم متعلقہ انجمن صرف محاسب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے پتہ پر روانہ فرمایا کریں - اور علاوہ اس کے -

(۳) ایک اسم وار تفصیل اسی وقت معہ نقشہ رسیدات کی سیکرٹری کے نام بھجوا دیا کریں - کیونکہ مرکز میں تمام بیرونی انجمنوں کا حساب نمبروار رکھا جاتا ہے - اور کسی سے متواتر تین ماہ چندہ کی رقم یا دیگر وعدوں کی رقوم وصول نہ ہوں - تو انہیں براہ راست یاد دہانی کرائی ہوتی ہے - اس لئے اس امر کی طرف خاص طور پر دھیان رکھنا چاہیئے اس کی تفصیل حسب ذیل طریق پر کارآمد ہو سکتی ہے -

نام ممبر - چندہ ماہوار - بابت ماہ رقم - تعمیر مدرسہ - جرمن مشن وغیرہ میزان

سید محمد حسین شاہ جائنٹ سیکرٹری

تازہ خبریں

نارتھ ویسٹرن ریلوے کے ایجنٹ نے حسب ذیل اعلان شائع کیا ہے -

گذشتہ چند روز میں ایک اور انجن شملہ میں پھنس گیا ہے - اور بعض کاریگر غیر حاضر ہو گئے - اس سے ریل گاڑیوں کی آمد و رفت پر کوئی اثر نہیں پڑا - بھرتی قابل اطمینان طور پر جاری ہے -

اکتیس اکالیوں کا ایک جتھا جیتو کو روانہ ہوا ہے - آج یہ جتھا لائل پور سے ٹرین پر سوار ہو کر چلا - دو روز امرتسر قیام کرنے کے بعد پیدل جیتو کو روانہ ہوگا -

ایک اطلاع مظہر ہے کہ کلکتہ پریزیڈنسی جیل سے تین قیدی موقعہ پاکر بھاگ گئے - مگر تھوڑے ہی دن بعد علی پور کی پولیس نے انہیں پھر گرفتار کر لیا ہے -

۲۳ - اپریل کی صبح کو بی بی کرم کور لاہور جیل سے ۴ - ماہ کی قید کے مصائب کے بعد رہا ہو کر امرت سر پہنچ گئی ہیں - آج آپ کو سری اکال تخت سے سروپا دیا گیا -

ستالدہ (بنگال) میں رام کرشن مشن سوسائٹی کا ایک پرچہ بمفلٹ تقسیم کر رہا تھا کہ پولیس نے اسے گرفتار کر لیا - اسے مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیا گیا - چونکہ اس کے خلاف کوئی قابل گرفت الزام نہ تھا - عدالت نے اسے بری کر دیا -

سٹر بچیانے وائی - ایم - سی - اے کے ہال میں تقریر کی اور اس امر پر زور دیا کہ کالجوں میں عسکری تعلیم و تربیت لازمی کر دی جائے - آپ نے کہا کہ ہندوستانیوں کی جسمانی حالت کی درستی اور ان میں ضبط و نظام اور پابندی اوقات کی روح پیدا کرنے کے لئے عسکری تربیت ضروری ہے - آپ نے کہا کہ سنگاپور کے بحری مرکز کے معاملہ پر اگر کل جاپان و برطانیہ میں جنگ چھڑ گئی تو ہندوستان کو اس میں شریک ہونا پڑے گا اسلئے ہندوستانی نوجوانوں کو عسکری تربیت حاصل کرنی چاہیئے -

ہفتہ گذشتہ انارکلی کے مقدمہ بم کا فیصلہ سنا دیا گیا -

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
اندریں دیں آمدہ از مادریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام او
آں رسولے کش محمد ہست نام
مہر او با شیر شد اندر بدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود

مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہم بریں از دار دنیا بگذریم
بادۂ عرفان ما از جام اوست
دامن پاکش بدست ما مدام
جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہر نبوت را برو شد اختتام
زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آں نہ از خود از ہماں جائے بود

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما از و یابیم ہر نور و کمال
اقتدا بر قول او در جان ماست
از ملائک و ز خبر ہائے معاد
آں ہمہ از حضرت خاتم است
معجزات او ہمہ حق باور کنیم
معجزات انبیائے سابقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب

وصل دلدار ازل بے او محال
ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
ہر چہ گفت آں مرسل والا جناب
منکر آں مستحق لعنت است
منکر آں مورد لعن خداست
آنچہ در قرآں بیانش بالیقین
ہر کہ انکار ست کند از شقیست
نزد ما کفر است و خسران و تباب

پیغام صلح اخبار

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ — لاہور

ہفتہ میں دو بار یکشنبہ و چہارشنبہ کو شائع ہوتا ہے +

قیمت سالانہ ؁ ششماہی ؏ سہ ماہی ؏
طلبار سے سالانہ ؏

جلد ۱۳ | مدینۃ المسیح لاہور ۔ یوم اتوار ۔ مورخہ ۹ شوال ؁۱۳۴۳ ہجری مطابق ۳ مئی ؁۱۹۲۵ء | نمبر ۱۵

برلن مسجد کا افتتاح

الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ آج یہ خوشخبری بھی ہمیں پہنچی کہ برلن مسجد کا افتتاح عمدہ موقعہ پر نمازیوں کے ایک بھارے پُر امن مجمع میں ہوا۔ جن میں ہر قسم کے لوگ شامل تھے۔ یعنی نماز عید برلن مسجد میں ادا ہوئی۔ ان لوگوں کو جن کے اموال اس رستہ میں خرچ ہوئے مبارک ہو کہ اللہ تعالےٰ نے ان کے ایثار کی قبولیت کا یہ نشان دنیا میں ہی ظاہر کر دیا اور اس سے بہت بڑھکر وہ ثواب ہے جو اس کے حضور میں موجود ہے۔ کون کہہ سکتا تھا کہ یہ مسجد اس قدر جلد بن جائے گی۔ اور آباد بھی ہو جائے گی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اسے قیامت تک آباد رکھے۔ اور اسے کثیر مخلوق کا مرجع بنائے جہاں سے وہ روحانی فوائد حاصل کریں +

میں پہلے بھی لکھہ چکا ہوں اور اس موقعہ پر پھر لکھتا ہوں کہ ہمارے بہت سے احباب نے ابھی تک کا بیوں یا لفافیوں کا روپیہ نہیں بھیجا۔ حالانکہ دفتر سے بار بار یاددہانی ہو رہی ہے ادھر مولوی صاحب کے خط پر خط آ رہے ہیں۔ اور روپے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ اور مجھے ڈر ہے کہ روپے کے نہ پہنچنے کی وجہ سے ان کی وہاں سے روانگی ہی التوا واقع نہ ہو جائے ادھر یہ حالت ہے کہ قرضہ لے کر جو روپیہ انہیں اس وقت تک بھیجا گیا ہے۔ وہ قرضہ بھی ابھی پورا نہیں ہوا۔ اور ڈیڑہ اور دو ہزار کے درمیان ابھی اس قرضہ کی ادائیگی باقی ہے اب وہ تین ہزار کا اور مطالبہ کر رہے ہیں۔ اور غالباً جب تک روپیہ نہ پہنچے اس وقت تک وہاں سے چل نہ سکیں گے۔ اس کا کیا انتظام کیا جائے۔ یہ بہت ہی ظلم ہے کہ ہم اپنی غفلت سے ان کے اہل و عیال ہر والپسی میں تاخیر ڈال رہے ہیں۔ اور برلن مسجد کے مستقل اخراجات الگ ہیں۔ خاص کے لئے .... کوئی صورت ہونی چاہئے۔ بہت احباب ہیں جن کے پاس کاپیاں ہیں۔ بہت سے دوست ہیں جن کے ذمے مسجد اور مشن کے بقایا ہیں۔ وہ اگر توجہ کریں تو یہ مشکلات حل ہو سکتی ہیں۔ ہاں جہاں ان احباب سے شکایت ہے ان دوسرے احباب کا شکریہ بھی ہے۔ جنہوں نے اس کام کے لئے زبردست جدوجہد کی ہے۔ اور جن کی سعی سے اس وقت ہم اس قابل ہوئے کہ اس کام کو اس حد تک پہنچا سکیں جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ اور ایسی بھی مثالیں اور نمونے موجود ہیں۔ جنہوں نے اپنا عمر کا اندوختہ اس کار خیر پر لگا دیا ہے۔ ان احباب میں سے بالخصوص مجھے قاضی سمیع اللہ صاحب کا شکریہ ادا کرنا ہے۔ جنہوں نے اس سالانہ جلسہ پر تین سو روپیہ .... برلن مسجد کے لئے دیا۔ اور اب اور پانچ سو روپیہ اسی غرض کے لئے عطا فرمایا ہے ایسے مخلص احباب کے لئے میرے روم روم سے دعا نکلتی ہے۔ یہی وہ ایثار کے نمونے ہیں جو قوموں کو زندہ کر دیتے ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ ہمارے دیگر احباب بھی قاضی صاحب کے لئے جو کچھ بیمار رہتے ہیں خصوصیت سے دعا کریں گے۔ اگر اس قسم کے چند باہمت احباب اور ہوں تو برلن مسجد کی موجودہ مشکلات دنوں میں رفع ہو سکتی ہیں +

محمد علی

ممالک غیر میں تبلیغ اسلام

مشرقی افریقہ

برادر محمد طفیل خانصاحب مشرقی افریقہ سے لکھتے ہیں:۔ کہ آئے دن اخبارات میں یہ خبریں درج ہوتی رہتی ہیں کہ اسلام افریقہ میں بہت ترقی کر رہا ہے۔ اگرچہ یہ ایک پہلو سے صحیح ہے۔ مگر میری رائے میں یہ ایک پروپیگنڈا ہے جو عیسائیوں کی طرف سے مسلمانوں کو افریقہ کی طرف توجہ مبذول کرنے سے غافل کرنے کے لئے کیا جا رہا ہے۔ اسلام بیشک دین فطرت ہے۔ اور بھولے بھالے انسان کے لئے جن کا دماغ تمام مذاہب سے بالکل خالی ہو۔ صراط ہدایت و رشد ہے۔ اس کے سیدھے سادھے اصول تثلیث جیسی الجھنوں کے گورکھ دھندوں سے نہایت آسان اور قابل قبول ہے۔ بہت سے اشخاص باوجود عیسائیوں کی ان تھک کوششوں اور چالبازیوں کے دایرہ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔ تاہم عیسائی مشنریوں نے جو رویہ اختیار کر رکھا ہے اس سے لکھوکھا انسان طوعاً و کرہاً عیسائی بن رہے ہیں۔ اور اگر یہی لیل و نہار ہے تو خدانخواستہ وہ دن دور نہیں جبکہ تمام اندرونی افریقہ عیسائیت کے آغوش میں ہو اور اسلام صرف سواحل تک محدود کر دیا جاوے۔ عیسائی مشنریوں کی چالیں عجیب ہیں۔ انہوں نے سکول کھول رکھے ہسپتال بنا رکھے ہیں۔ دیسی باشندے بیچارے حصول تعلیم کے لئے سکول میں داخل ہوتے ہیں جبکہ ان کا نام وہی دیسی ہوتا ہے۔ کماڈیا ملیبیا ہوتا ہے جب وہ پرائمری ختم کر چکتے ہیں۔ تو ان کا نام جان کمانڈ جیمس جرو ہو جاتا ہے۔ اور فریڈرک ملیبیا رکھ دیا جاتا ہے اور تھوڑے عرصہ کے بعد انہیں بپتسمہ دیکر عیسائی بنا لیا جاتا ہے۔ ایسا ہی ہسپتالوں میں ہوتا ہے۔ ہیچ قسم کی دیگر ذرایعہ سے عیسائیت کو بڑھایا جاتا ہے +

راقم الحروف جس جگہ ہے۔ اس کے نواح میں تقریباً ایک درجن پادری مختلف حیثیتوں میں اپنے اپنے اڈے جمائے بیٹھے ہیں۔ اور تقریباً کامیابی سے ہمکنار ہو رہے ہیں۔ مشرقی افریقہ میں نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ ایک پادری نے سواحلی زبان میں قرآن کا ترجمہ کیا ہے۔ اور نہایت ارزاں فروخت کر رہا ہے۔ دیباچہ میں اس نے لکھا ہے کہ یہ عیسائیوں کی سہولیت کے لئے ہے تا کہ مسلمانوں سے مباحثہ کے وقت ان کو اس سے مدد ملے۔ اس ترجمہ کی حیثیت معلوم ہو سکتی ہے چند برسوں سے کتنی فوج نے بھی یہاں آ ڈیرا جمایا ہے پنجاب میں مجھے ایک اندھا پادری ملا تھا اس نے دوران ملاقات میں کہا کہ ہمارے سب پادری افریقہ چلے گئے ہیں کیونکہ سب عیسائی مشغول کا ارادہ اب پوری پوری توجہ افریقہ کی طرف کرنے کا ہے "تاکہ وہ براعظم سارے کا سارا عیسائی کر لیا جائے +

آپ اس عیسائی پروپیگنڈا پر ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ یہاں مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ ان کے پاس کوئی مبلغ ہے نہ اشاعت اسلام کی طرف توجہ۔ پھر مسلمانوں کو بچانے کے لئے کیا کیا جائے اے کاش یہاں بھی کوئی کمال الدین یا صدرالدین پہنچ جاتا۔ یدخلون فی دین اللہ افواجا کا نظارہ نظر آ جاتا۔ ازراہ کرم چند رسایل عیسویت کے متعلق بھیجیں جن کا ترجمہ سواحلی زبان میں کر کے یہاں کے مسلمانوں میں تقسیم کیا جاوے۔ اگر ایسے رسایل یہاں شائع ہو جائیں تو عیسائیت کی رو رک سکتی ہے۔ ہمارے ایک دوست نے افریقہ کے چند روزہ سفر میں سواحلی زبان میں اسلام پر ایک کتاب چھپوائی تھی۔ جس کی ایک درجن کاپیاں مجھے بھی عطا کی تھیں وہ مجھ سے لوگ چھین چھین کر لے گئے۔ اور بہت پسند کیں۔ نہ معلوم اس کی زیادہ اشاعت کیوں نہ ہو سکی۔ میں نے ایک عالم کو لکھا ہے کہ قرآن کریم کی تفسیر سواحلی زبان میں لکھے۔ کیا آپ کی انجمن ازراہ خدمت دینی اس کے چھپوانے کا انتظام کر سکے گی۔ بقدر استطاعت یہاں سے بھی چندہ مل سکے گا +

برادر اے ڈی قادری صاحب مشرقی افریقہ نے کسموکی نئی مسجد کا فوٹو ارسال فرمایا ہے۔ اور اپنی گرہ سے سات مختلف شہروں کی یورپین کالونیوں کے پتہ پر اخبار لائٹ جاری کرایا ہے۔ اور دوکنگ ماہوار اشاعت اسلام کے لئے دینا منظور فرمایا ہے۔ اللہ تعالےٰ برادر موصوف کو دینی دنیاوی برکات سے بہت حصہ دے +

ملک شام

برادر محمد ادیب عبدالعزیز صاحب ملک شام سے لکھتے ہیں:۔ آپ کا خط برنماے قبولیت بیعت معہ عربی کتب پہنچا۔ اس کے مطالعہ سے بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ دیگر علمائے کرام کو بھی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۳، ۹ شوال المعظم ۱۳۴۳ھ، نمبر ۵۱

جماعت احمدیہ اور "زمیندار"

لاہوری معاصر "زمیندار" کو جس دن سے خلافت وسوراج کے غیر ممکن الحصول مقاصد کے شغل سے فرصت نصیب ہوئی ہے۔ عوام الناس میں ہردلعزیزی حاصل کرنے کی ایک ہی راہ اسے نظر آئی ہے۔ کہ جماعت احمدیہ اور اس کے معزز اراکین کو جا وبیجا طور پر بدنام اور مطعون کیا جائے۔ اس غرض کو پیش نظر رکھتے ہوئے اسے نہ حق والنصاف سے کوئی واسطہ رہتا ہے۔ نہ اسلام کی بدنامی یا نیک نامی کی کوئی پرواہ ہے۔ اور نہ اپنے مسلم لیڈروں اور مولاناؤں کی عزت وحرمت ہی محفوظ خاطر رہ سکتی ہے۔ بلکہ اگر ان میں سے کوئی حق کی تائید میں آواز بلند کرے۔ تو اس کی پگڑی اچھالنے سے بھی اسے دریغ نہیں۔ افغانستان کے واقعات سنگساری کیا تھے "زمیندار" کی شہرت ونیک نامی کا ایک اچھا خاصہ ذریعہ بن گئے۔ اسلام بدنام ہوگیا تو کیا ہوا۔ مولوی ظفر علی خان کی مولانائی تو ثابت ہوگئی۔ اور قرآن سے سزائے ارتداد کے باوجود چند مشتبہ روایات کی بنا پر مولانا محمد علی ایڈیٹر کامریڈ پر یہاں تک آواز سے کسے گئے۔ کہ "مولانا" سے وہ "منشی کمرشل" بن گئے۔ اور اب مولانا داؤد ایڈیٹر مسلم آوٹ لک نہ معلوم کیا کیا کچھ بننے والے ہیں۔ جن کے متعلق ۲۹-اپریل ۱۹۲۵ء کے "زمیندار" میں دو طویل شذرے محض اس بنا پر لکھے گئے ہیں۔ کہ انہوں نے بعض مواقع پر جماعت احمدیہ کے کاموں کی جایز طور پر تعریف کی ہے۔ "زمیندار" کے نزدیک یہ شریعت اسلامیہ سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ کہ مسلم آوٹ لک کے قابل ایڈیٹر نے خواجہ کمال الدین کی تبلیغی کوششوں کو بنظر استحسان دیکھا۔ اور انہیں اور حضرت امیر ایدہ اللہ اور مسٹر پکتھال کو "صحیح الخیال عالم" قرار دیتے ہوئے یہ تجویز پیش کی کہ۔

"اسلامی مؤتمر میں مسلمانان ہند کی نمایندگی محض جمعیتہ العلماء ہی کے ممتاز رہنماؤں تک مخصوص نہیں رہنی چاہئے۔ بلکہ
.... مولوی محمد علی۔ مسٹر پکتھال
اور خواجہ کمال الدین ایسے صحیح الخیال علماء کو بھی مؤتمر میں بھیجنا چاہئے"

"زمیندار" کو اس تجویز میں "مولوی محمد علی" اور "خواجہ کمال الدین" کے اسمائے گرامی کیا نظر آئے آتش غیظ وغضب میں وہ گویا ابولہب بن گیا۔ اور ان دونوں بزرگ ہستیوں کی پوزیشن کو اپنی مکروہ آوازوں سے مخدوش کرنے میں کوشاں ہے۔ ہمیں اس پر تعجب نہیں۔ کہ وہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب یا جماعت احمدیہ کے دوسرے مبلغین کی خدمات اشاعت اسلام کو غیر مفید قرار دینے کے درپے ہے۔ جس شخص کا قلم اسلام جیسے حریت نواز مذہب کی دی ہوئی آزادی کو "مادر پدر آزادی" قرار دینے سے نہ جھجکتا ہو۔ جسے "ڈکارہ حوادث" کو فاحشہ عورتوں کے قصوں اور مخرب اخلاق خیالات سے نہایت ذوق وشوق سے پر کیا جاتا ہو۔ اور سب سے بڑھکر یہ کہ جس کے صفحات قرآن جیسی محفوظ اور کامل کتاب کو غیر مکمل ثابت کرنے کے لئے وقف رہ چکے ہوں۔ اس سے سوائے اس کے اور کیا توقع ہوسکتی ہے کہ اشاعت اسلام کے کام کو وہ غیر مفید قرار دے کر اسلام کے رستہ میں خطرناک روڑا اٹکانے کی کوشش کرے ✦

لیکن اسے یاد رکھنا چاہئے کہ اس کی یہ کوشش ہرگز ...... کارگر نہ ہوگی۔ خدا کے کام رک نہیں سکتے۔ دنیا جانتی ہے کہ نومسلمین انگلستان ان الزامات سے قطعاً پاک ہیں جو زمیندار نے ان پر لگائے اور کس قدر کذب بیانی ہے ان کے متعلق کہ۔

"وہ اس وقت تک شراب کے معتدل استعمال کو جائز سمجھ رہے ہیں۔ اور تعدد ازدواج کی مخالفت میں نہایت شرمناک طریق استدلال اختیار کر رہے ہیں"

یہ ایک عیسائی کی قے ہے جس کو "زمیندار" نے چاٹنا شروع کیا ہے اور اس کا کوئی ثبوت اس کے پاس نہیں۔ برخلاف اس کے ہم شراب کی قطعی حرمت اور تعدد ازدواج کی تائید میں انگریز نومسلموں کے پرزور مضامین پیش کر سکتے ہیں۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ "زمیندار" کو احقاق حق سے واسطہ نہیں۔ بلکہ محض اپنے قارئین کو جماعت احمدیہ سے بدظن کرنا مقصود ہے۔ وہ بیشک اپنا پورا زور لگائے اور تمام دنیا سے یہ منوالے کہ اشاعت اسلام کے کام میں خواجہ کمال الدین اور جماعت احمدیہ کی کوئی امداد نہ کرنی چاہئے۔ وہ انڈیا ان دی بیلنس کے مطالب کو غلط طریق سے پیش کرنے کے لئے "ایک دردمند مسلمان" کی خدمات کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ شوق سے کرے۔ اور خواجہ صاحب اور لارڈ ہیڈلے کے حج بیت اللہ کو جو رنگ دینا چاہتا ہے خوشی سے دے۔ اس بارہ میں خواجہ صاحب کو ڈرانے دھمکانے اور ان سے استفسار کی قطعاً ضرورت نہیں۔ اور نہ انہیں اس کی پروا ہے۔ کہ وہ خدا کے لئے کام کرتے ہیں۔ اور خدا ہی انہیں کامیابی اور نصرت عطا کرنے والا ہے۔ سو وہ انشاءاللہ کامیاب ہوں گے اور زمیندار کا "درد" اور مرض ختم نہ ہوگا ✦

غالباً "زمیندار" نے یہ سمجھ رکھا ہے۔ کہ اس کی ان لن ترانیوں سے ڈر کر جماعت احمدیہ کو لوگ امداد دینا چھوڑ دینگے۔ اور اسلام کا کام وہیں رک جائیگا۔ فی الحقیقت مولوی ظفر علی خان کے خانہ ساز خطاب "ظفر الملت والدین" کو اس سے چار چاند لگ جائیں گے کہ اشاعت اسلام کو روکنے میں انہوں نے بہت بڑی فتح حاصل کیں۔ لیکن ہم کہتے ہیں۔ اعملوا علیٰ مکانتکم انی عامل فسوف تعلمون ؁

مسلم آوٹ لک کے فاضل ایڈیٹر نے مؤتمر اسلامی کے لئے اگر حضرت مولوی محمد علی صاحب اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحب ایسے صحیح الخیال علماء کا نام لیا۔ تو ہم نہیں سمجھتے کہ کیا برا کیا۔ "زمیندار" کے نزدیک ان حضرات کی چند انگریزی تصانیف ممکن ہے کچھ وقعت نہ رکھتی ہے۔ لیکن مولانا داؤد اپین جانتے ہیں کہ ان تصانیف میں وہ معرکتہ الآرا رسالہ بھی ہے جو دوران شورش خلافت میں "خلافت اسلامیہ" کے نام سے حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ کے قلم سے نکلا۔ اور اس کے کئی ایڈیشن ہزارہا کی تعداد میں ملک کے تمام فہمیدہ اصحاب نے خریدے۔ اور حضرت مولینا نے خلافت کی جو پوزیشن اس میں بتائی ہے۔ اس سے پورا اتفاق ظاہر کیا۔ بلکہ محض اسی رسالہ سے انہوں نے خلافت کی حیثیت کو سمجھا۔ جس کے زبردست ثبوت ہمارے پاس موجود ہیں۔ پھر نری انگریزی کتابیں اور رسالے ہی نہیں بلکہ جو نظام اس وقت اشاعت اسلام کے لئے جماعت احمدیہ کی طرف سے تمام دنیا کے اندر پھیلا ہوا ہے۔ مولانا داؤد اپین اس کی خوبی اور پختگی کے قایل ہیں۔ اور وہ جانتے ہیں کہ یہ سب کچھ انہی سرد وصحیح الخیال حضرات کی صواب رائے کا نتیجہ ہے۔ ہم حیران ہیں کہ "زمیندار" کو اگر جماعت احمدیہ سے عداوت ہے۔ اگر اشاعت اسلام کا کام اسے ایک آنکھ نہیں بھاتا تو کیا واقعات سے بھی اس کی آنکھیں بند ہوگئی ہیں۔ کہ ہر امر واقعہ کو وہ جھٹلانے اور محض لفاظی سے حق کو دبانے میں کوشاں ہے؟ ✦

ہندو مہاسبھا اور آریہ سماج

ہم بارہا ان کالموں میں بتا چکے ہیں کہ ہندوؤں کی تمام سیاسی سرگرمیوں میں اس وقت آریہ سماجی عنصر کو بہت بڑا دخل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت ہندوستان کی قومیت متحدہ پراگندہ ومنتشر ہو رہی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ سناتن دھرمی ہندوؤں کو بھی اب اس حقیقت کا احساس ہو رہا ہے۔ جیسا کہ ہندو مہاسبھا کے اجلاس کلکتہ کے موقعہ پر ظاہر ہوا۔ باوجودیکہ اس جلسہ کی صدارت لالہ لاجپت رائے جیسے مسلمہ ہندو لیڈر نے فرمائی اور دیوتا سروپ بھائی پرمانند جیسے آتش افروز مقرر نے سنگٹھن کا جوش ہندوؤں میں پیدا کرنے کی پوری کوشش کی۔ لیکن پھر بھی سناتنی ہندوؤں سے یہ جلسہ بالعموم خالی رہا۔ اور بقول معاصر "تنظیم" کلکتہ کے سناتن دھرمی ہندوؤں نے پنڈت دین دیال جی کی جو اب تک مہاسبھا کے ایک زبردست حامی تھے۔ اور ان کے فرزند سری سروپ جی کی زیر قیادت مہاسبھا کے مقابلہ میں ایک مخالفانہ جلسہ منعقد کیا۔ اور وہ اپنی اس مخالفت کو کافی حد تک عملی جامہ پہنانے میں کامیاب بھی ہوگئے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے مہاسبھا کے مقابلہ میں "دیروآشرم دہرم سنگت" کے نام سے ایک جدید تحریک کا سنگ بنیاد رکھا ہے جس کے لئے وہ اب تک کافی سرمایہ جمع کر چکے ہیں۔ راسخ العقیدہ ہندو اس تحریک کی تائید واعانت کر رہے ہیں۔ اور مارواڑیوں کی دولتمند جماعت بالخصوص اس کو ہر قسم کی مالی امداد دینے پر کمربستہ ہے۔ اس سنگت نے ایک تجویز منظور کی ہے جس میں مہاسبھا کی سرگرمیوں کو قابل نفرت ٹھہراتے ہوئے انہیں سناتن دھرمیوں کے مفاد کے منافی قرار دیا گیا ہے۔ اس واقعہ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آریہ سماجیوں (جن کے ساتھ پنڈت مالوی کے چند چیلے بھی شامل ہیں) اور راسخ العقیدہ سناتن دھرمیوں کے مابین ایک شدید اختلاف وافتراق پیدا ہوگیا ہے ✦

پنڈت مالوی جی کو جو سناتنی ہونے کے باوجود آریہ سماجیوں سے شدید انس رکھتے ہیں۔ اس افتراق کا افسوس ہوگا۔ لیکن ہمیں امید ہے کہ پنڈت دین دیال ہندوؤں کو سماجی اثر سے آزاد کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھیں گے۔ کہ اسی پر موجودہ فضا کی تبدیلی کا بہت کچھ انحصار ہے ✦

سنگھٹن کی حقیقت

ہندو مہاسبھا کے اسی اجلاس میں بھائی پرمانند نے جو تقریر کی اس میں ہندو نوجوانوں کو مسلمانوں اور عیسائیوں کے خلاف نبرد آزمائی کی ترغیب دلائی۔ اور غلط تاریخی واقعات کے ذریعہ سے ان کو اشتعال دلانے کی پوری کوشش کی۔ یہاں تک کہ اس کے لئے خونریزی پر بھی اکسایا۔ اور صاف لفظوں میں کہا کہ

. . . .

. . . .

. . . .

"..... وہ اس مرض کا صرف ایک ہی علاج ہے اور وہ سنگھٹن ہے لئے ایسے آدمیوں کی ضرورت ہے۔ جو جاتی کے لئے خون بہا دینے کے لئے تیار ہوں۔ ہندو جاتی کے سنگھٹن کے قصر کی بنیادوں میں نوجوانوں کا خون سیمنٹ کا کام دیگا۔ اس پوتر کام کے لئے مجنوں کی مانند عاشقوں کی ضرورت ہے میں آپ سے اپیل کرتا ہوں۔ کہ جاتی سنگھٹن کے لئے سیمنٹ کا کام دینے کو تیار ہو جائیں۔ تب ہی سنگھٹن پورا ہوگا"

ان صاف اور کھلے الفاظ کے بعد کون شخص کہہ سکتا ہے۔ کہ ہندو سنگھٹن کی غرض مسلمانوں اور عیسائیوں کا کشت وخون کرنا نہیں پنڈت مالوی اور دیگر ہندوؤں نے اس تحریک کو پرامن اور ہندوؤں کے اندرونی نظام سے مختص ثابت کرنے کی پوری کوشش کی۔ لیکن اصل بات منظر پر آئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ ضرورت ہے کہ مسلمان ان آوازوں کو گوش ہوش سے سنیں اور اپنی حفاظت کرنے اور تبلیغی وسایل کو بڑھا کر طاقت اور ترقی حاصل کرنے میں پورے طور پر کوشاں ہوں ✦

خواجہ حسن نظامی کے تبلیغی خطابات

دہلی کے خواجہ حسن نظامی عجیب

قماش کے [illegible] - یہ [illegible] ان کا [illegible]

سال بعض لوگوں کو تبلیغی خدمات کے سلسلہ میں کچھ خطابات بھی عنایت کرتے ہیں۔ تبلیغی خدمات سے تو ہم نہیں جانتے کہ انکی مراد کیا ہے۔ ہاں یہ ضرور معلوم ہوتا ہے۔ کہ جماعت احمدیہ کے علاوہ جو لوگ کسی ایک یا دوسرے رنگ میں کوئی کام کرتے۔ یا احمدیوں کو گالیاں دیتے ہیں۔ وہی خواجہ صاحب کے ان خطابات کے مستحق ہیں۔ چنانچہ حال ہی میں جو خطابات خواجہ صاحب نے شائع کئے ہیں۔ ان میں [illegible] ظفر علی خاں صاحب کو "[illegible]" اور اخبار سیاست کو "اسلامی [illegible]" کا خطاب دیا گیا ہے۔ نہ معلوم ان لوگوں نے کون سے تبلیغ کے کام کئے ہیں۔ کتنے لوگوں کو مسلمان کیا ہے یا کس قدر غیر مسلموں تک اسلام کا نام پہنچایا ہے۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ جماعت احمدیہ کو گالیاں دینے میں [illegible] ہر وہیں۔ اور انہی گالیوں کو ان کے تبلیغی کارنامے سمجھ کر ان خطابات کا انہیں مستحق قرار دیا گیا ہے۔

تعصب اور کوتاہ بینی کا ستیاناس ہو۔ وہ جماعت جس کی تبلیغی خدمات کا اس وقت ایک دنیا کو اعتراف ہے۔ جس نے مسلمانان ہند کو ان کا یہ مقدس فریضہ سب سے پہلے یاد دلایا۔ اور یورپ اور دیگر ممالک میں ان کی تبلیغی خدمات سے ایک تہلکہ پیدا ہو چکا ہے۔ اس کا ذکر تک کرنا خواجہ حسن نظامی کو گوارا نہیں۔ اور اپنے غیر کو خطابات دیکر فریضہ تبلیغ کی توہین کی جاتی ہے۔ کیا خواجہ کمال الدین کا نام خواجہ حسن نظامی کو معلوم نہیں۔ کیا ان کے تبلیغی کارناموں نے ان کے دماغ کو معطل کر دیا ہے۔ اور وہ سمجھ نہیں سکتے۔ کہ یورپ میں تبلیغ اسلام کا علم کس نے بلند کیا۔ کیا حضرت مولانا محمد علی ایدہ اللہ کا انگریزی اور اردو ترجمۃ القرآن زمیندار اور سیاست کے تبلیغی اثرات سے بھی کم حیثیت رکھتا ہے اور ایک دنیا ان سے ہدایت یاب نہیں ہو گئی؟ .... ہمارا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ ایسے خطابات کی کوئی حقیقت اور وقعت ہماری نظروں میں ہے۔ ہم ایسی باتوں کو پرپشہ کے برابر بھی وقعت نہیں دیتے۔ لیکن مسلمانوں کے بعض شہرت طلب لیڈروں کے اندرون قلب کا اظہار جن باتوں سے ہو ان کے بتیوا اور امام تقدس اور اور جوش اسلامیت کے جانے ہیں کہ خلق خدا کو مرعوب کرتے ہوئے اپنی حق ناشناسی اور تعصب کے جو ثبوت ہم پہنچائیں ان کا ذکر کر دینا بھی ضروری ہے۔

جماعت احمدیہ سے خطاب

ہمارے بعض احباب جن کو روزانہ اخبار پڑھنے کا موقعہ ملتا ہے۔ اس بات کو دیکھ کر کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ پر اس وقت بعض دریدہ دہنوں نے پھر اپنے مخصوص انداز میں یورش شروع کی ہے۔ اور اپنی لن ترانیوں۔ مغالطہ آفرینیوں اور چلتی پھرتی لفاظیوں سے صداقت کے روشن چہرہ کو مکدر کرنے کیلئے اپنا پورا زور صرف کر رہے ہیں۔ کچھ پژمردہ خاطر ہو رہے ہیں اور وہ حیران ہیں کہ ان دشمنان دین کو حق و صداقت سے اس قدر بغض و عناد کیوں ہے۔ کیا وہ اسلام کو دنیا میں پھیلتا ہوا نہیں دیکھنا چاہتے۔ کیا وہ اس بات کے متمنی ہیں۔ کہ کفر و شرک کی ظلمت دنیا پر اپنا تسلط جمالے اور حق و صداقت کا نام دنیا سے مٹ جائے۔

ہم اپنے ان احباب کو بتانا چاہتے ہیں۔ کہ ان لوگوں کی حرکات اس قسم کا اثر پیدا نہیں کر سکتیں۔ جس کا انہیں خیال ہونے لگا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جن عظیم الشان کاموں کو اس وقت سلسلہ عالیہ احمدیہ نے شروع کر رکھا ہے۔ اور انہی [illegible] کاموں کی بدولت اسلام کی فتح آج احمدیت کے نام پر لکھی جا رہی ہے دشمنان حق ان کو یکسر مٹا دینے کی فکر میں ہیں وہ نہیں چاہتے۔ کہ ایسے پاک کام اس مقدس جماعت کے ہاتھوں سے سرانجام پائیں اپنے آپ تو انہیں تبلیغ اسلام کے پاک فریضہ کو بجا لانے کی توفیق نہیں۔ اور جماعت احمدیہ کے بغض و عناد کی وجہ سے اس کی تبلیغی خدمات کو ایک آنکھ نہیں دیکھ سکتے۔ لیکن اس پر پژمردہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ کیونکہ حق کے ساتھ ہمیشہ ایسا ہی سلوک ہوتا رہا ہے۔ دشمنوں کا [illegible] ہماری کامیابی کی دلیل ہے۔ اور وہ وقت بہت جلد آنیوالا ہے جبکہ انہیں [illegible]

اللہ تعالیٰ نے [illegible] موعود کے ذریعہ سے مقدر کر رکھی ہے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ہو کر رہیگا۔ ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ و لوکرہ المشرکون۔

ہمارا فرض

ہاں ایسے موقع پر ہمارا بھی ایک فرض ہے۔ اور ضرورت ہے کہ ہم پژمردہ خاطر ہونے کے بجائے اس کی سرانجام دہی میں کوشاں ہوں جس قدر دشمن اپنی سرگرمیوں کو ہماری تباہی کے لئے بڑھاتا ہے ضرور ہے کہ ہم بھی اسی قدر اپنی ہمت اور طاقت اور کوششوں کو ترقی دیں دشمن کا زور اس کے سوا نہیں۔ کہ غلط پروپیگنڈا کے ذریعہ سے ہمیں بدنام کر کے۔ ہماری قوت و طاقت کو سلب کر لے۔ کیا ہمیں یہ ضرورت نہیں کہ ہم ان مغالطوں کو دور کرنے اور اپنے قائم شدہ [illegible] کو محفوظ رکھنے بلکہ ترقی دینے میں کوشاں ہوں۔ کیا ہمارے ذمہ یہ فرض نہیں۔ کہ لوگوں کو سلسلہ حقہ کے اندر شامل کر کے اپنی قوت کو بڑھانے میں ساعی ہوں؟ اس کے لئے ذیل کی دو تین تجاویز امید ہے کہ زیادہ سودمند ثابت ہونگی:-

(۱) "پیغام صلح" کو ہر خواندہ مسلمان تک پہنچانے کی کوشش کی جائے۔ اگر آپ قیمتاً خرید کر اسے نہیں دے سکتے تو اپنا پرچہ اسے ضرور پڑھوانے کی کوشش کریں۔ ممکن ہے تھوڑے عرصہ میں وہ خود ہی خریدار بن جائے۔

(۲) ہر احمدی "پیغام صلح" کو ضرور خریدے اور باقاعدہ طور پر اسے پڑھے۔ تاکہ جب کبھی اسے مخالفین کے اعتراضات کے جواب دینے کی ضرورت پڑے۔ تو وہ آسانی کے ساتھ دے سکے۔

(۳) "لائیٹ" کو انگریزی خوان طبقہ میں پھیلانے کی پوری کوشش کی جائے۔

(۴) چھوٹے چھوٹے ہینڈبل شائع کئے جائیں جن میں سلسلہ کی صداقت پر یا اعتراضات کے جواب میں مضامین ہوں خواہ "پیغام صلح" یا کسی اور جگہ سے نقل کر دیئے جایا کریں تاکہ ان کو عام طور پر لوگوں تک پہنچایا جا سکے۔

(۵) ہر جگہ جہاں ہمارے کچھ دوست موجود ہیں [illegible] ہوں۔ جن میں مخالفین کو دعوت دی جائے تاکہ وہ زبانی تبلیغ سے فائدہ اٹھا سکیں۔

امید ہے۔ ہمارے دوست اس تجویز پر عمل پیرا ہونگے۔

اچھوت اقوام اور مسلمان

آج کے پرچہ میں [illegible] اسلام پنجاب کی اچھوت اقوام کے متعلق ایک ضروری مراسلت درج کی گئی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ کس طرح سے ان لوگوں کو جو بعض اسلامی رسوم کے پابند ہونے کے باوجود غلطی سے اچھوت اقوام میں داخل ہیں۔ ہندو قوم کی طرف سے اچھلنے اور ہندو برادری میں داخل کرنے کے لئے پوری سرگرمی کے ساتھ کوششیں ہو رہی ہیں [illegible] کی رائے ہے۔ کہ ان کوششوں کے دفعیہ کے لئے انجمن حمایت

اسلام لاہور کے زیر [illegible] ایک تبلیغی [illegible] قائم ہو جو ہر شہر اور قریہ کے مسلمانوں میں [illegible] تبلیغ [illegible] اور اس ذریعہ سے پنجاب کی اچھوت اقوام کو قبل اس کے کہ وہ ہندو مذہب میں چلی جائیں مسلمانوں کے گلے ملا دیا جائے۔

تجویز فی الواقعہ نہایت عمدہ ہے۔ لیکن اس کی کامیابی ہمیں [illegible] ہے۔ اس سے پیشتر فتنہ ارتداد کے دفعیہ کے لئے انجمن حمایت اسلام کے زیر اہتمام ایک [illegible] قائم ہوا تھا جو نتیجہ [illegible] نہ ہونے کے برابر ہے۔ اور کوئی کام اس سے نہیں کیا۔

اصل بات یہ ہے کہ انجمن حمایت اسلام کا کام اب زیادہ تر تعلیمی ہے۔ اور اس کی توجہ کا کسی اور طرف لگنا ایک محال امر نظر آتا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ اس کو اس کام کے لئے رہنے دیا جائے۔ اور بطور تقسیم عمل تبلیغی کام احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے سپرد رہنے دیا جائے۔ جس کا کام ہی محض اسلام کی تبلیغ و اشاعت ہے۔

ہم اپنے احباب کو بالخصوص متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ جہاں جہاں ان کے علاقوں یا شہروں [illegible] اچھوت اقوام آباد ہیں ان کے حالات سے انجمن کو مطلع کرنے کی کوشش کریں۔ اور اس کے ساتھ ہی ان کی اصلاح کی ضروری تدابیر سے بھی اطلاع دیں۔ اور بتائیں کہ وہ خود کس قدر حصہ اس نیک کام میں لے سکتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اگر ہر شہر اور قریہ کے لوگ مقامی تبلیغ کے ذمہ دار بن جائیں۔ تو یہ کام نہایت سہولت اور آسانی سے بہت جلد سرانجام پا سکتا ہے۔ بشرطیکہ اس طرف توجہ کی جائے ورنہ موجودہ غفلت مسلمانوں کے لئے نقصان عظیم کا موجب ہوگی۔

قرآن کی اشاعت کی ضرورت

امسال رمضان المبارک کے مہینہ میں جو درس قرآن کا سلسلہ حضرت امیر ایدہ اللہ نے شروع کیا تھا الحمد للہ کہ وہ ۲۹ رمضان کو ختم ہو گیا۔ باوجودیکہ ۴ بجے سے نماز مغرب تک کا وقت روزہ داروں کی شدت تکلیف کا وقت ہوتا ہے۔ اور اس وقت کسی کام میں انہماک ایک حد تک مشکل ہو جاتا ہے۔ تاہم اکثر احباب کرام نے ان تیس ایام میں اپنے عزم اور استقلال کا نہایت عمدہ نمونہ پیش کیا۔ اور حضرت امیر ایدہ اللہ نے جو زبردست مجاہدہ اس درس کے ذریعہ سے کیا۔ وہ جماعت احمدیہ کی تاریخ میں سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے اور اس کی نظیر موجودہ مسلمانوں میں شاید بہت مشکل سے مل سکتی ہے۔

درس کے آخری دن قرآن کریم کے ختم کرنے کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ نے ایک لمبی دعا فرمائی۔ اور پھر احباب لاہور کو اس امر کی طرف متوجہ کیا کہ جس علم و عرفان کو انہوں نے ان تیس دنوں میں حاصل کیا ہے۔ اسے دوسرے لوگوں تک بھی پہنچانا ضروری ہے۔ بہت لوگ ہیں جو قرآن کریم کا علم حاصل کرنا چاہتے اور بیان القرآن کے پڑھنے کے مشتاق ہیں۔ رات دن ان کی درخواستیں ہمارے پاس آتی ہیں۔ لیکن چونکہ وہ قیمت ادا نہیں کر سکتے اس وجہ سے ان درخواستوں کو مسترد کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ ہمارے احباب ایسے لوگوں کے لئے اس

ایک عظیم الشان خوشخبری

ڈاکٹر مارقوس کا قبول اسلام

کل خطبہ جمعہ میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے اعلان فرمایا کہ برلن سے مولانا صدرالدین صاحب کا تار موصول ہوا ہے۔ کہ ڈاکٹر مارقوس نے .... قبول اسلام کا اعلان کیا۔ ڈاکٹر مارقوس ایک امیر گھرانے کے فرزند اور بہت بڑے جرمن عالم ہیں۔ اور بہت سی کتابوں کے مصنف۔ جرمن زبان کے علاوہ انگریزی پر بھی انہیں قدرت حاصل ہے۔ مولانا صدرالدین صاحب کے ساتھ بہت عرصہ سے ان کا میل جول تھا۔ اور ان کے رسالہ مسلمش ریویو میں ان کے اکثر مضامین شائع ہوتے رہے ہیں۔ جن کی تعریف ہندوستان سے ڈاکٹر سر محمد اقبال نے بھی حضرت مولانا کو لکھی۔ اور ان کی قابلیت کا اعتراف کیا۔ اسلام کی صداقت تو پہلے سے ان کے دل میں گھر کر چکی تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ اب ان کے سینے کو اللہ تعالیٰ نے اعلان حق کے لئے بھی کھول دیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ خدا کی شان! یہ خبر اس وقت پہنچتی ہے۔ جب ہندوستان کا ایک سنجیدہ نگار جماعت احمدیہ کی تبلیغی خدمات کو غیر مفید اور عبث قرار دیتا ہے۔ کاش دشمنان حق ان زبردست نشانوں کو دیدہ عبرت وا کر کے دیکھیں۔ اور وہ اس بات پر غور کریں کہ وہ کونسی چیز ہے جو ایسی عظیم القدر ہستیوں کو اسلام کی غلامی میں کھینچ کر لا رہی ہے۔ [illegible] نگر اسے قوم نشانہائے خداوند قدیر

چشم بکشا ز پئے چشم [illegible] کبیر

ختم قرآن کے شکریہ میں اپنے حسب استطاعت کچھ چندہ مرحمت فرمائیں۔ تاکہ قرآن کریم کو ان لوگوں تک پہنچایا جاسکے۔ ان کا یہ چندہ صدقہ جاریہ ہوگا۔ کہ اس کے ذریعہ قرآن کا علم دنیا میں پھیلتا رہے گا +

اس ضروری ارشاد کی احباب کرام نے اس وقت خوشی سے تعمیل کی اور بہت سی رقم اسی وقت جمع ہوگئی۔ لیکن حضرت امیر ایدہ اللہ کی خواہش ہے۔ کہ ہمارے بیرونی دوست بھی اس کار خیر میں حصہ لیں۔ تاکہ وہ بھی لاہوری احباب کے ساتھ درس رمضان کے ثواب میں شریک ہوسکیں۔ ہمیں امید ہے۔ کہ احباب کرام اس ضروری تحریک میں بہت جلد حصہ لیں گے۔ تاکہ قرآن کریم کا صحیح علم لوگوں تک آسانی سے پہنچایا جاسکے +

اس چندہ سے بیان القرآن بالعموم مساجد کے اماموں کو بھیجا جائیگا۔ تاکہ وہ خود پڑھکر اپنے مقتدیوں میں قرآن کا علم پھیلا سکیں ہمارے دوست ایسے اماموں کے جو اس سے فایدہ اٹھا سکیں نام اور پتے لکھکر بھیجدیں تو بہتر ہوگا

(بقیہ مضمون صفحہ اول)

خط دکھایا گیا۔ جنہوں نے انجمن کی خدمات اسلام کا دل سے اعتراف کیا۔ یہاں گو فرانسیسی اور انگریزی سمجھی جاتی ہے لیکن عربی لٹریچر بھیجنا زیادہ مفید ہوگا۔ یہاں کے ایک پادری نے جو انگریزی فرانسیسی اور عربی جانتا ہے۔ اسلام پر کچھ اعتراضات کئے ہیں جنہیں جواب کے لئے میں اگلے ہفتہ آپ کے پاس بھیجدونگا ضرورت ہے کہ آپ کی سب کتابیں عربی میں ترجمہ ہوکر چھپ جائیں۔ تاکہ عوام کو ان سے فایدہ پہنچے۔ آپ عربی کتب جلد بھیجدیں تاکہ یہاں تقسیم کردی جائیں +

ملک سرویہ

حافظ اسعد صاحب علاقہ بوسنیا (سرویہ) سے لکھتے ہیں۔ آپ کا خط معہ کتب و میگزین وغیرہ پہنچا۔ ہم سب بھائی آپ کے مشکور ہیں۔ اور جہاں تک ہم سے ہوسکتا ہے مسلمانوں کی اصلاح اور بیداری میں کوشاں ہیں۔ لیکن غربت ہمیں کچھ نہیں کرنے دیتی۔ اللہ تعالےٰ آپ کی انجمن کی سعی کو بابرکت کرے جو وہ اشاعت اسلام کے لئے کررہی ہے +

ملک آسٹریا

برادر کرنیل رشید غالب بے صاحب آسٹریا سے لکھتے ہیں کہ: میں قسطنطنیہ کے کئی اخبارات کا نامہ نگار ہوں۔ جن میں وقتاً فوقتاً آپ کے اخبار لائٹ کے مضامین کا ترجمہ چھپتا رہتا ہے۔ جس سے مجھے ازحد خوشی حاصل ہوتی ہے میں مشکور ہونگا۔ اگر آپ مجھے اخبار لائٹ باقاعدہ بھیجتے رہیں۔ تاکہ مجھے آپ کی کوششوں سے جو آپ اسلام کے لئے کررہے ہیں پوری پوری خبر رہے۔ میں انشاءاللہ ہر طرح آپ کی مدد کرونگا +

ملک اٹلی

برادر چوہدری محمد اقبال صاحب اٹلی سے لکھتے ہیں کہ:۔ میں چند روز کے لئے سوئٹزرلینڈ گیا ہوا تھا۔ جب سے واپس آیا ہوں قدرے علیل ہوں۔ دعا کریں اللہ تعالےٰ کامل شفا عطا فرمائے۔ عمر رضا صاحب ترکی زبان میں حضرت امیر کی سیرۃ خیر البشر کا ترجمہ کررہے ہیں آپ ان سے خط و کتابت رکھے حضرت امیر کے خط کا جواب انشاءاللہ آئندہ ہفتہ لکھونگا +

اخبار احمدیہ

حضرت امیر اور دیگر بزرگان ملت بحمد اللہ بخیر و عافیت ہیں۔

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب عید کے روز لاہور تشریف لے گئے اور اب تک یہیں ہیں۔

مسلم ہائی سکول کی عمارت کی دوسری منزل تعمیر ہورہی ہے امید ہے کہ ایک دو ماہ تک عمارت مکمل ہوجائیگی اور اس کے بعد سکول نئی عمارت میں منتقل ہوجائے گا

جہلم میں اسوقت ہیضہ کا بہت زور ہے۔ برادر مکرم منشی کرم الٰہی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ اس وقت جہلم میں کہرام مچا ہوا ہے۔ اچھا بھلا آدمی صرف دو چار الٹیاں اور پاخانے آجانے سے صرف ایک گھنٹہ کے اندر اندر دار البقا کو پہنچ جاتا ہے۔ ٹیکہ لوگوں نے لگوایا۔ لیکن اثر الٹا ہوا جن لوگوں نے ٹیکہ لگوایا وہی پکڑے گئے اور ابھی کوئی علاج کارگر

انسان کامل یا مظہر خدا

پادری سلطان محمد خان صاحب نے جو اپنے آپ کو رئیس المناظرین حاجی مولوی فاضل عربی لکھتے ہیں۔ یہ رسالہ الوہیت مسیح کی تائید میں لکھا ہے جس میں سب سے پہلے انسان کامل کی تعریف علما اسلام کے حوالجات سے دی ہے۔ اور پھر رسالہ اشاعت اسلام اور برزخ کبریٰ پر بحث کرکے حضرت مسیح کو انسان کامل برزخ کبریٰ اور مظہر جامع ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ اور آخر میں اہل اسلام کے خدا اور مسیحیوں کے خدا کا مقابلہ کیا ہے۔

ہمیں تعجب آتا ہے کہ ایک شخص جو اپنے آپ کو علوم کا اتنا ماہر بیان کرتا ہے کس طرح سے ایک معمولی بات کو بھی سمجھ نہیں سکتا کہ انسان کامل وہ ہوسکتا ہے جس میں صفات انسانی کا پورا پورا جلوہ نظر آئے یا دوسرے معنوں میں وہ خدا کی کتاب کا عملی نمونہ ہو یعنے اللہ تعالےٰ نے جو جو صفات ایک کامل نمونہ کی اپنی کتاب میں بیان کی ہوں وہ اسمیں پورے طور پر جلوہ گر ہوں۔ ظاہری مثال اسکی یوں ہے کہ اگر ایک انسان کی بینائی یا شنوائی یا گویائی کی صفت میں کسی قسم کی کمی ہو تو اسے اس کمی کے لحاظ سے ناقص کہا جائیگا اسی طرح اخلاقی صفات کو لے لیجئے۔ اگر کسی انسان میں کسی خلاقی صفت کا فقدان ہو جائے گا تو اسے اس نقص کے لحاظ سے ناقص کہا جائے گا۔ اب اگر عیسائیوں کے مسلمات کو ہی مدنظر رکھ کر ان کے مزعومہ مظہر خدا یا کامل انسان کو دیکھا جائے تو وہ نہ صرف اخلاقی طور پر بلکہ غالباً جسمانی طور پر بھی ناقص معلوم ہوتا ہے جس شخص نے ساری عمر بیاہ نہ کیا نہ اس کے لڑکے بالے ہوں نہ اسے کبھی دنیا پر طاقت نصیب ہوئی ہو۔ وہ ایک شادی شدہ۔ بال بچوں والے اور بادشاہ کے لئے کیا نمونہ دکھا سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ اس لحاظ سے ناقص کہا جائے گا حضرت مسیح نے ان امور کے لئے کوئی عملی نمونہ ہمارے سامنے پیش نہیں کیا۔ اس لحاظ سے وہ کامل انسان کہلائے جانے کے

مستحق نہیں محض دعوی کردینے سے کوئی شخص کامل انسان نہیں کہلا سکتا جب تک کہ واقعات اسکی تائید نہ کریں۔ فاضل عربی صاحب کو دکھانا تو یہ چاہئے تھا کہ حضرت مسیح ایک انسان کے لئے اسکے جملہ شعبہ زندگی میں ایک کامل نمونہ ہیں۔ اسلئے وہ کامل انسان ہیں محض چند نالے معنے دعوی کردینے سے کوئی شخص کامل نہیں بن سکتا۔ یہ تو پیران نمی پرند مریداں می پرانند والی مثال ہے۔

اب ہم فاضل عربی صاحب کے دعاوی کو بھی بائبل کی رو سے پرکھتے ہیں کہ ان سے کیا ثابت ہوتا ہے۔

(۱) پہلا حوالہ یوحنا ۱۰-۳۰ کا ہے "میں اور باپ ایک ہیں" پادری صاحب ایک وہمی بات کو ثابت کرنے کے لئے خود انجیل کے اصل مطلب کو بھی چھوڑ رہے ہیں۔ یوحنا ۱۰-۲۴ سے یہودیوں اور حضرت مسیح کا مکالمہ شروع ہوتا ہے۔ جسے ہم انجیل کے الفاظ میں ہی یہاں لکھ دیتے ہیں۔

یہودی۔ تو کب تک ہمارے دل کو ڈانواڈول رکھے گا؟ اگر تو مسیح ہے تو ہم سے صاف کہدے۔

مسیح میں نے تو تم سے کہدیا۔ مگر تم یقین نہیں کرتے جو کام میں اپنے باپ کے نام سے کرتا ہوں وہی میرے گواہ ہیں لیکن تم اسلئے یقین نہیں کرتے کہ میری بھیڑوں میں سے نہیں ہو۔ میری بھیڑیں میری آواز سنتی ہیں اور میں انہیں جانتا ہوں اور وہ میرے پیچھے پیچھے چلتی ہیں۔ اور میں انہیں ہمیشہ کی زندگی بخشتا ہوں اور وہ ابد تک کبھی ہلاک نہ ہونگی اور کوئی انہیں میرے ہاتھ سے چھین نہ لیگا۔ میرا باپ جس نے مجھے وہ دی ہیں سب سے بڑا ہے اور کوئی انہیں باپ سے چھین نہیں سکتا۔ میں اور باپ ایک ہیں۔

(یہ سنکر) یہودیوں نے اسے سنگسار کرنے کے لئے پھر پتھر اٹھائے

یسوع۔ میں نے تم کو باپ کی طرف سے بہتیرے اچھے کام دکھائے ہیں۔ ان میں سے کس کام کے سبب مجھے سنگسار کرتے ہو

یہودی۔ اچھے کام کے سبب نہیں بلکہ کفر کے سبب تجھے سنگسار کرتے ہیں اور اسلئے کہ تو آدمی ہوکر اپنے آپ کو خدا بناتا ہے

یسوع کیا تمہاری شریعت میں یہ نہیں لکھا ہے کہ میں نے کہا کہ تم خدا ہو جبکہ اس نے انہیں خدا کہا جن کے پاس خدا کا کلام آیا۔ آیا تم اس شخص سے جسے باپ نے مقدس کرکے دنیا میں بھیجا کہتے ہو کہ تو کفر بکتا ہے اسلئے کہ میں نے کہا۔ میں خدا کا بیٹا ہوں۔ اگر میں اپنے باپ کے کام نہیں کرتا۔ تو میرا یقین نہ کرو لیکن اگر میں کرتا ہوں۔ تو گو میرا یقین نہ کرو۔ مگر ان کاموں کا تو یقین کرو تاکہ تم جانو اور سمجھو کہ باپ مجھ میں ہے اور میں باپ میں "

میں نے ساری عبارت محض اسلئے نقل کردی ہے تاکہ حضرت مسیح کا اصل مفہوم سمجھ میں آجائے۔ یہودی اسے دعوی خدائی کے لئے سنگسار کرنا چاہتے ہیں اور وہی الزام اس پر لگا رہے ہیں جو اسوقت عیسائی صاحبان حضرت مسیح پر دے رہے ہیں یعنی دعوی خدائی کا۔ لیکن حضرت مسیح انہیں زبور ۸۲-۶ میں سے کہ "میں نے تو کہا کہ الٰہ ہو اور تم سب حق تعالےٰ کے فرزند ہو" کا حوالہ دیکر ملزم کرتے ہیں اگر تو حضرت مسیح کا یہ حوالہ دینا درست تھا تو نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت مسیح کے ان الفاظ کا مطلب "میں اور باپ ایک ہیں" دعوی خدائی نہ تھا۔ کیونکہ انہوں نے یہودیوں کو ان کی کتاب کے حوالہ سے ملزم کرنا چاہا۔ اور اگر ان الفاظ سے دعوی خدائی ثابت ہوتا ہے تو حضرت مسیح نے جھوٹا حوالہ دیا ان الفاظ سے دعوی خدائی نکالنے میں عیسائی صاحبان یہودیوں کے قدم پر چل رہے ہیں نہ حضرت مسیح کی حقیقی تعلیم پر۔

حوالہ دوم یوحنا ۱۴-۱۱ کا دیا ہے۔ میں اسے بھی پورا پورا نقل کردیتا ہوں تاکہ ثابت ہوجائے کہ تحریف کرنے میں عیسائی صاحبان کیا کمال کرتے ہیں۔

مسیح - تمہارا دل نہ گھبرائے تم خدا پر ایمان رکھتے ہو۔ مجھ پر بھی ایمان رکھو۔ میرے باپ کے گھر میں بہت سے مکان ہیں اگر نہ ہوتے تو میں تم سے کہدیتا۔ کیونکہ میں جاتا ہوں تاکہ تمہارے لئے جگہ تیار کروں اور اگر میں جاکر تمہارے لئے جگہ تیار کروں تو پھر آکر تمہیں اپنے ساتھ لے لوں گا تاکہ جہاں میں ہوں تم بھی ہو اور جہاں میں جاتا ہوں وہاں کی راہ تم جانتے ہو۔

توما - اے خداوند ہم نہیں جانتے کہ تو کہاں جاتا ہے۔ پھر راہ کس طرح جانیں؟

مسیح - راہ اور حق اور زندگی میں ہوں۔ کوئی میرے وسیلہ کے بغیر باپ کے پاس دائیں نہیں آتا۔ اگر تم نے مجھے جانا ہوتا تو میرے باپ کو بھی جانتے۔ اب اسے جانتے ہو اور دیکھ لیا ہے۔

فلپس - اے خداوند باپ کو ہمیں دکھا یہی کافی ہے۔

یسوع - اے فلپس میں اتنی مدت سے تمہارے ساتھ ہوں کیا تو مجھے نہیں جانتا؟ جس نے مجھے دیکھا۔ اس نے باپ کو دیکھا تو کیونکر کہتا ہے کہ باپ کو ہمیں دکھا۔ کیا تو یقین نہیں کرتا کہ میں باپ میں ہوں اور باپ مجھ میں ہے۔ یہ باتیں جو میں تم سے کہتا ہوں اپنی طرف سے نہیں کہتا۔ لیکن باپ مجھ میں رہکر اپنے کام کرتا ہے۔ میرا یقین کرو کہ میں باپ میں ہوں اور باپ مجھ میں۔ نہیں تو میرے کاموں ہی کے سبب میرا یقین کرو۔ الخ

اس حوالہ کا شروع ہی بتاتا ہے کہ حضرت مسیح نے توما سے کہا کہ جب تم خدا پر ایمان رکھتے ہو تو مجھ پر بھی جو اسکا فرستادہ ہوں ایمان رکھو۔ جب ایک کم فہم مرید نے یہودیوں کی طرح ... . خدا دکھا دینے کا مطالبہ کیا تو اسے کہنا پڑا کہ خدا تو کسی انسان کو نظر نہیں آسکتا۔ ہاں خدا کے فرستادوں میں خدائی جلوہ ہوتا ہے۔ اور انہیں کو پہچان کر انسان خدا کو پہچان سکتا ہے اور انہیں سچا یقین کرکے انسان خدا کو سچا یقین کرتا ہے

ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم - جو لوگ تیری بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت خدا کی بیعت کرتے ہیں۔ یہ خدا کا ہاتھ ہے جو ان کے ہاتھوں پر ہے

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ کہدے اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو تا خدا بھی تم سے محبت کرے۔ ان آیات میں وہی کچھ ہے جو یوحنا میں ہے۔

خود اسی یوحنا کی کتاب میں ہے (۱-۱۸) خدا کو کسی نے کبھی نہیں دیکھا۔ پھر اپنے اوپر یقین کرنے کے معنوں کو کس خوبی سے حضرت مسیح نے حل کیا۔ یوحنا (۵-۴۶) کیونکہ اگر تم موسیٰ کا یقین کرتے تو میرا بھی یقین کرتے یعنی جیسا اس فرستادہ خدا کا تم نے یقین نہ کیا۔ باوجود اس کی سچی تعلیم کے تو میرا جو اسی کے نقش قدم پر اور اسی کی پیشگوئی کے مطابق آیا ہوں کیسے یقین کرتے۔

(باقی دارد)

جناب زین العابدین کی تمنا بر آئی

یعنی

مکمل قرآن شریف کی اشاعت لندن میں

جناب زین العابدین صاحب لاہوری نے بار بار کی درخواستوں سے حضرت مولانا بالفضل اولنا سید میرک شاہ صاحب نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند کا دم ناک میں کر رکھا تھا کہ تمام وہ آیات جو جناب رسالت پناہی اور ان کے صحابہ کرام نے اراداً یا سہواً موجودہ قرآن میں درج نہ کیں اور جو صرف اس زمانہ میں کارکنان دیوبند کے اہلی سینوں میں بند تھیں۔ شائع فرما کر اسلام نوازی کا ثبوت دیں۔ مولانا موصوف نے اس کام کی اہمیت محسوس کر کے وہ تمام آیات اپنے خاص مریدوں کی معرفت ڈاکٹر منگانا نائب مہتمم کتب خانہ لندن کو ارسال فرما دی ہیں کہ وہ یعنی ڈاکٹر منگانا خاص اہتمام سے سنہری حروف میں لندن ٹائمز یا مارننگ پوسٹ کے مطبعوں میں انہیں شائع کرائیں ان آیات کی اشاعت پر جس قدر اخراجات آئینگے وہ مولانا میرک شاہ اور کابل کے ملا اپنی خاص جیبوں سے عطا فرمائینگے۔ بشرطیکہ باقی قرآن کی اشاعت کے اخراجات جناب زین العابدین صاحب لاہوری اور ان کے احباب دیں۔

"مارننگ پوسٹ" اور دیگر ولائتی اخبارات نے بڑی بڑی سرخیوں سے اس نئے انکشاف پر خامہ فرسائی کی ہے۔ مگر حضرت مولانا میرک شاہ صاحب نے بڑی دانائی اور انکسار سے کام لیا ہے یعنی اپنی شہرت کو انہوں نے پسند نہ فرمایا اور وہ آیات فلسطین کے کسی کتب خانہ میں اپنے مریدوں سے لکھوا کر انہیں کے ذریعہ بھجوا دیں اور ڈاکٹر منگانا کو اطلاع فرما دی کہ فلسطین کے فلاں کتب خانہ میں وہ گم شدہ یا منسوخ شدہ آیات موجود ہیں جا کر لے لو۔ چنانچہ ڈاکٹر موصوف فوراً فلسطین آئے اور آیات مذکورہ کو لندن لے گئے۔ اور اخبارات کے ذریعہ تمام دنیا کو اطلاع کر دی کہ اگر کسی کو یقین نہ آئے تو ڈاکٹر منگانا کو خط و کتابت کر کے دریافت کرے۔

ہم امید کرتے ہیں کہ جناب زین العابدین صاحب لاہوری اب مولانا میرک شاہ صاحب کو تنگ نہیں فرمائینگے۔ بلکہ وہ اور تمام مسلمان ایسے منکسر المزاج بزرگ دیوبند کے سامنے ہمیشہ زانوئے ادب و شاگردی تہ کریں گے۔ اقبال از روما (اٹلی)

حضرت مولانا و بالفضل اولنا سید میرک شاہ صاحب

کی خدمت میں

ایک عرضداشت

لیجئے حضرت! آپ کو یہ خاکسار مبارکباد عرض کرتا ہے۔ کہ آپ کی آیات شائع ہونے والی ہیں مسلمان قوم نہایت قدامت پسند واقع ہوئی ہے۔ بھلا یہ بھی کوئی دانائی اور عقل کی بات ہے کہ تیرہ سو سال سے ایک ہی قرآن کو دہراتے چلے جائیں آخر کچھ نہ کچھ تو تبدیلی لازمی ہے۔ دیکھو عیسائی کیسے ہوشیار ہیں۔ زمانہ کے ساتھ ساتھ رہنے کی کوشش جاری رکھتے ہیں اور اسی لئے آج تمام دنیا میں پھیل گئے ہیں۔ ان کی انجیل مقدس بیس سال کے بعد کچھ نہ کچھ تبدیلی کو اپنے اندر لے لیتی ہے۔ چنانچہ اس سال Tennessee Yale ییل یونیورسٹی کے دو پروفیسروں نے انجیل سے لفظ شراب کو نکال دیا ہے اور اسکی بجائے لفظ Unfermented (ساگی میوہ) رکھ دیا ہے تاکہ عیسائیت سے شراب پینے کی تعلیم کو خارج کر دیا جائے۔

کیا ہی اچھا ہو اگر ہمارے دیوبند یونیورسٹی کے پروفیسر بھی ییل یونیورسٹی کے پروفیسروں کی تقلید کریں اور کچھ تبدیلیاں کر کے مسلمانوں کو up to date بنانے کی کوشش کریں یعنی چند ایک آیات ایسی قرآن میں جڑ دیں کہ پاجامہ ٹخنوں سے اوپر رہنا چاہیے ڈاڑھی تین بالشت لمبی ہونی چاہیے۔ مونچھوں کا بالکل صفایا لازمی ہے وغیرہ وغیرہ۔ تو پھر دیکھئے مسلمان قوم کس قدر جلد ترقی کے زینوں کو طے کرتی ہے۔ امید ہے کہ پروفیسران دیوبند ضرور بضرور ییل یونیورسٹی کے پروفیسروں کی تقلید فرما کر مسلمانوں پر ایک بڑا احسان فرمائینگے۔ اقبال از روما (اٹلی)

بندکی میں آریوں سے مناظرہ

اور

آریوں کو کامل شکست

بندکی ضلع فتحپور ہسوہ کے آریوں نے مقامی مسلمانوں کی ناتوانی و کمزوری سے فائدہ اٹھا کر شدھی کو فروغ دینے کے لئے اور یہ جتانے کے لئے کہ کوئی مسلمان ہمارا مقابلہ نہیں کرسکتا اپنے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر شنکا سمادھان کے فرضی نام سے چیلنج دے رکھا تھا۔ انہیں کیا علم تھا کہ ہر فرعونے را موسیٰ کی ضرب المثل بالکل سچ ہے۔ مولانا مولوی عصمت اللہ صاحب بھی اسی نواح میں تبلیغی دورہ فرما رہے ہیں۔ ۲۹ کو شنکا سمادھان کا دن تھا۔ عین اسی دن مولانا ممدوح بھی سید عبدالحی صاحب نائب ناظم جمعیت تبلیغ الاسلام صوبہ متحدہ اور مولانا عبدالماجد صاحب قادری بدایونی کی معیت میں رونق افروز بندکی ہوئے۔ اور معمولی خط و کتابت کے بعد آریہ سماج کی جلسہ گاہ میں آکر حسب ذیل اعتراضات کر دئے۔

(۱) رگ وید میں خدا کا ذاتی نام اوم بطور جزیہ منتر کے کہیں موجود نہیں

(۲) رگ وید میں کہیں یہ نہیں لکھا ہے کہ اوم ایک ہے۔ اور وحدت کے تذکرے سے یہ وید بالکل خالی ہے۔

(۳) اوم کی صفات مندرجہ ستیارتھ پرکاش رگ وید میں کہیں موجود نہیں ہے۔ اور کہیں بھی نہیں لکھا کہ اوم سروشکتیمان سروویاپک ہے سروانتریامی ہے۔ سروادھار ہے وغیرہ وغیرہ۔

(۴) رگ وید کے کسی منتر سے مفہوم الہام پر روشنی نہیں پڑتی اور کہیں نہیں بتایا گیا کہ یہ وید فلاں رشی کے دل میں ڈالا گیا۔

(۵) رگ وید میں ملہم رگ وید کا نام بھی بطور ملہم کے کہیں موجود نہیں

(۶) بنا دعلی ہذا اس وید کو الہامی کہنا اس کے شایاں نہیں کیونکہ ملہم کا ذاتی نام اس میں نہیں۔ توحید اس میں نہیں۔ صفات اس میں نہیں۔ الہام کا مفہوم نہیں۔ ملہم کا پتہ نہیں۔

سوامی پورنانند آریہ سماج کی طرف سے جواب دہی کے لئے بادل ناخواستہ اٹھے تو سہی مگر کچھ ایسے حواس باختہ ہوئے کہ جواب دینا تو ایک طرف رہا۔ رگ وید ہی کا نام بھول گئے۔ بجائے رگ وید کے اپنشد میں پڑھ کر سنانے لگے۔ بھلا اس معاملہ میں اپنشدوں سے کاربراری ہو سکتی ہے۔ مولوی صاحب نے انکی اس نامعقول حرکت پر خوب ہی گت بنائی۔ اور للکار کر رگ وید سے مطالبات کو مانگا۔ سوامی جی سے اور تو کچھ نہ بنا ایک موٹی سی کتاب ہاتھ میں لیکر فرمانے لگے کہ دیکھو رگ وید میں اوم موجود ہے مولوی صاحب نے کتاب مانگی تو بہلانے بنانے لگے۔ مگر مولوی صاحب ان بہانوں میں کب آنے والے تھے۔ کتاب منگوا کر دم لیا۔ دیکھا تو رگ وید ادی بھاش بھومکا تھی۔ اب مولوی صاحب کو تاب کہاں۔ فوراً قلعی کھول دی اور دس روپیہ کا نوٹ ہاتھ میں لیکر فرمانے لگے کہ سوامی جی اسقدر اخلاقی کمزوری نہ دکھائیے۔ اور رگ وید آدی بھاش بھومکا کو رگ وید کہکر پبلک کو دھوکا نہ دیجئے۔ میں رگ وید آپ کے پاس بھیجتا ہوں جو منتر آپ نے رگ وید ادی بھاش بھومکا سے پڑھ کر سنایا ہے اور جس کے پہلے اوم شبد تحریر ہے اگر یہی منتر آپ رگوید سے نکالکر دکھا دیں اور اس کے پہلے اوم موجود ہو تو میں اسی وقت آپ کو علاوہ دس روپیہ کا نوٹ بطور شکریہ کے دیدوں گا۔ اس غرض کے لئے اپنے وقت میں سے دو منٹ بھی آپ کو دیتا ہوں مگر یاد رکھئے آپ ابد تک ایسا نہیں کر سکتے ہو۔ آپ کی اخلاقی کمزوری اور حیلہ بازی تو پبلک پر معلوم ہو چکی۔ منتر نکالتے وقت باقی آریہ سماج کی اخلاقی جرأت بھی معلوم ہو جائیگی اور پتہ لگ جائے گا کہ بانی آریہ سماج نے اپنی کتاب میں وید منتر لکھتے وقت کسقدر کتر بیونت سے کام لیا ہے

مولوی صاحب کے اس ارشاد پر جلسہ گاہ میں سناٹا سا چھا گیا۔ اور سوامی جی عرق عرق ہو کر ندامت سے کہنے لگے کہ مولوی صاحب رگوید تو بہت بڑی کتاب ہے۔ تھوڑے سے وقت میں کیا ہو سکتا ہے۔ اسوقت حاضرین جلسہ میں سے کسی شخص سے رہا نہ گیا۔ فوراً بول اٹھا کہ سوامی جی کو منتر نکالنے کے لئے آدھ گھنٹہ دے دیجئے۔ مولوی صاحب نے اسے بھی منظور کر لیا مگر سوامی جی پھر دُم دبا گئے اور اپنی خاموشی سے پبلک کو بتلا دیا۔ کہ ان مطالبات کو پورا کرنا ہمارے بس کا کام نہیں۔

اس شنکا سمادھان میں آریہ سماج نے مولوی صاحب کے ساتھ ایک ناانصافی بھی کی۔ خود دس دس منٹ لئے اور مولوی صاحب کو پانچ پانچ منٹ دئے مگر پھر بھی ناکامی رہی۔

کامل دو گھنٹہ کے بعد شنکا سمادھان ختم ہوا۔ اور مسلمان شاداں و فرحاں خوشی کا ترانہ گاتے ہوئے اپنے اپنے گھروں کو لوٹے۔

(عبدالحکیم شیخ محمد اکرامی جمعیت مرکزیہ تبلیغ الاسلام انبالہ شہر)

اچھوت اقوام اور مسلمانان پنجاب کا فرض

پنجاب میں ایک ایسی صورت اس وقت پیدا ہو گئی ہے جسکی طرف خاص توجہ مسلمانان پنجاب کو ہونی چاہیے وہ یہ ہے کہ اچھوت اقوام کو ہندو صاحبان نے بہ تتبع تحریک شدھی اپنے ہمراہ ملانے کے لئے مختلف کوششیں شروع کی ہیں۔ اسوقت پنجاب میں سکولوں کے رنگ میں کہیں خاص دعوتوں کی صورت میں یہ کوششیں جاری ہیں۔ وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اسوقت سے پہلے اچھوت اقوام کا رجحان مسلمانوں کی طرف تھا اور ان میں بہت سی باتیں ایسی رائج ہیں جو اسلام کے مطابق ہیں۔ اس موقعہ پر ایک ہی منظر کا ذکر کرنا کافی ہوگا وہ یہ کہ لوگ اپنے مردوں کو دفن کرتے ہیں

اس تحریر سے میرا مدعا یہ ہے کہ ہم مسلمانان پنجاب کو بھی اسطرف توجہ کرنی چاہیئے۔ تاکہ ہم مسلمانان ان اچھوت اقوام کو اپنے مذہب میں لاسکیں۔ اب یہ ایسا وقت ہے کہ اگر ہم اسوقت اپنے فرائض کے ادا کرنے میں غفلت کریں گے تو بلاشبہ یہ اچھوت اقوام ہمارے اثر سے نکلکر دوسری قوم کے پنجوں میں جا پھنسیں گی

میرے خیال میں سردست ایک سنٹرل کمیٹی شاخ انجمن حمایت اسلام لاہور پنجاب کی مقرر کی جائے جس سے اس نیک کام کے متعلق ہدایات جاری ہوتی رہا کریں۔ خاص طور پر ہر ایک ضلع کے مسلمانوں کو اپنے ضلع کی اچھوت اقوام کے متعلق ذمہ دار کرنا چاہیے کہ وہ مقامی خدمت کو اپنے مقامی چندہ سے انجام دیں۔

یہ امر ظاہر ہے کہ پنجاب میں مسلمانوں کی آبادی بہ نسبت دیگر اقوام کے زیادہ ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ بہت سے دیہات پنجاب میں صرف مسلمانوں کی ہی ملکیت میں۔ مسلمانوں کی ہی آبادی ہے اور ان مواضعات میں بہ فضل خدا اسوقت تک علمائے دین بھی موجود ہونگے اگر ہم یہ نیک کام ان علمائے دین سے لینا چاہیں تو مجھے پورا یقین ہے کہ وہ بڑی گرمجوشی اور صدق دل سے اس کام کو انجام دینگے اور ما رکان دیہ بھی اس میں پورے طور سے حصہ لیکر ثواب دارین حاصل کرینگے۔ ہاں! جو حل طلب سوال ہے یہ ہے کہ جہاں مخلوط آبادی ہے۔ وہاں اسبارہ میں ہم کو کیا طریق اختیار کرنا چاہیئے سردست میری رائے میں وہی طریق جو میں نے علمائے دین کے متعلق اوپر ذکر کیا ہے مفید ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ان دیہات میں بھی مساجد اور علمائے دین موجود ہیں

اس نیک کام میں بلاتمیز تفریق فرقہ بندی کے ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ حصہ لے۔

میں تجویز کرتا ہوں کہ ایک سنٹرل کمیٹی شاخ انجمن حمایت اسلام لاہور اس نیک کام کے لئے لاہور میں مقرر کی جاوے اور اسمیں برگزیدہ مسلمانان ہر ضلع و ہر فرقہ کے شامل ہوں۔

آخر میں میں بخدمت برگزیدہ مسلمانان پنجاب و اڈیٹر صاحبان اسلامی اخبارات کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ اس امر کیطرف پوری توجہ کر کے اپنے خیالات کو بذریعہ اخبارات شائع کریں۔ اور اس سنٹرل کمیٹی کو جسقدر جلدی ہو سکے قائم کرا دیں لیکن ساتھ ہی اسکے ہر ایک ضلع میں چیدہ مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس نیک کام کو فوراً شروع کریں۔

(گل محمد خاں وکیل فیروزپور)

تصحیح

اخبار "پیغام صلح" نمبر ۵۰ - مطبوعہ ۹ اپریل ۱۹۲۵ء کے صفحہ اول کے تیسرے کالم میں بادہ ہائی نمبر ا کے عنوان سے جو مضمون شائع ہوا ہے اسمیں راقم کا نام غلطی سے بجائے زیرک شاہ کے میرک شاہ درج ہوا ہے۔

احمدی خواتین کیلئے

احمدی بہنوں سے ایک ضروری درخواست

پیشتر اسکے کہ میں اپنے خیالات کا اظہار کروں - یہ مناسب خیال کرتی ہوں کہ بہن غلام فاطمہ کا شکریہ ادا کروں کہ جنہوں نے ایک ایسی بات کی طرف ہمیں متوجہ فرمایا ہے جس کی بڑی مدت سے دلوں میں خواہش اور تڑپ تھی - کیونکہ انہوں نے اپنے اظہار خیالات سے نہ صرف ہم پر بلکہ ساری قوم پر مہربانی فرمائی ہے - مگر مجھے یہ پڑھ کر افسوس ہوا ہے (جیسا کہ چند بہنوں کا خیال ہے) کہ ہم میں ابھی تک اتنی اہلیت پیدا نہیں ہوئی کہ ہم اچھے مضامین لکھ سکیں گویا بالفاظ دیگر اپنی کمزوری ظاہر کی ہے - بچہ پیدا ہوتے ہی چلنا شروع نہیں کرتا - بلکہ جوں جوں اسکی پرورش ونگہداشت ہوتی ہے اپنی کمزور اور نازک حالات کی منازل کو طے کر کے ایک پرہمت اور باہمت انسان کی صورت میں اپنے آپ کو ظاہر کرتا ہے -

نپولین بونا پارٹ جو ایک مشہور اور لاثانی فرانسیسی شہنشاہ اور جرنیل گذرا ہے لکھتا ہے کہ دنیا میں کوئی ایسا کام نہیں جو کہ انسان نہیں کر سکتا فی الحقیقت اگر انسان ہمت باندھ کر کسی چیز کے حصول کے لئے کوشاں ہو تو بقول مَن جَدَّ وَجَدَ ضرور ہے کہ وہ اس کو حاصل کرے

ہمت کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا

میں پرجوش الفاظ میں اپنی بہن ممدوحہ صاحبہ کی تائید کرتی ہوں کہ ہمارے مضامین اسی اخبار میں شائع ہونے چاہئیں - تاکہ اوروں کو نکتہ چینی کرنے کا موقعہ ملے اور ہمیں اپنی کمزوریاں کو دفع کرنے کا خیال پیدا ہو - کیونکہ نکتہ چینی سے انسان ایک مکمل انسان بن سکتا ہے آخر میں اپنی بہنوں سے ملتجی ہوں کہ وہ ہمت کریں - انشاء اللہ خدا ان کی مدد کرے گا - گھر بیٹھے ان خیالات کو اپنے دل میں جگہ دینا کہ ہم میں لیاقت نہیں ذہن کو کمزور اور پست کر دیتا ہے کہ ہم مردوں کی ممد و معاون ہو سکیں - امید ہے میری دیگر معزز بہنیں مختلف عنوانوں پر اپنے خیالات کا اظہار فرما کر سعادت دارین حاصل کریں گی - والسلام

(اہلیہ سید غلام مصطفےٰ ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول لاہور)

تازہ خبریں

کل ساحل سمندر پر نہایت شدید بارش ہوئی - ٹراینڈام کے قریب ورلی میں ایک شادی کی رسوم میں بادل کی گرج اور بجلی کی چمک کے باعث بہت ہرج واقع ہوا - بجلی گرنے سے ایک مہمان ہلاک اور اٹھارہ زخمی ہوئے - زخمیوں میں دو عورتیں بھی شامل ہیں جو ہسپتال میں پڑی ہیں -

کل بہاول کے قریب پنجاب میل کے تصادم میں جو لوگ زخمی ہوئے تھے ان کی حالت بہتر ہو رہی ہے - جو مسافر خفیف طور پر زخمی ہوئے ہیں ان میں سے کپتان فیرلے اور کپتان پیرسن کل رات یہاں پہنچ گئے ہیں -

آج بلدیہ لاہور کی طرف سے بذریعہ منادی اعلان کیا گیا ہے کہ اب شہر لاہور میں پانی کے نلکے صبح ۴ بجے سے لیکر ۹ بجے تک اور ۴½ بجے سہ پہر سے ۸ بجے رات تک کھلے رہا کریں گے لیکن درمیان میں ایک بجے دوپہر کے وقت پانی نہیں دیا جائے گا جیسا کہ اب تک ہوتا رہا ہے -

اخبار "ملاپ" اپنی تازہ ترین اشاعت میں رقمطراز ہے کہ ایک ہندو خوانچہ فروش نے ایک بائسکل بنانے والے کے خلاف اسلئے عدالت میں مقدمہ دائر کیا ہے کہ ملزم نے ہمسائگی کے حق کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایک کیک جس کی قیمت ڈیڑھ پیسہ تھی مذاقاً چھین کر اپنے منہ میں ڈال لیا - مقدمہ کی سماعت ہو رہی ہے -

آج تین بجے دوپہر فرینک بلس اینڈ کمپنی سندھ کے احاطہ میں آگ لگ گئی - یہ ایک کیمیاوی ادویہ کی دوکان ہے - ایک ملازم تارپین کو موم سے ملا رہا تھا - کہ آگ پیدا ہو گئی - فائر بریگیڈ نے آگ آکر بجھائی - سامان کا ایک حصہ جل گیا - مال کو بھی نقصان پہنچا -

۵۱ - اکالیوں کا ایک جتھا جیتو روانہ ہونیوالا تھا کہ پچاس کا ایک اور جتھا پہنچ گیا - پربندھک کمیٹی کو مجبور کیا گیا کہ وہ ۱۰۱ کا

ہندو سنگھٹن اور شدھی کے دونو رخ

پنڈت مالوی جی کارپوریشن میں

کلکتہ کارپوریشن (کے ایڈریس) کا جواب دیتے ہوئے پنڈت مدن موہن مالوی نے اپنی تقریر میں کہا -

اس خواہش میں کہ میں متحد ہندوستان دیکھوں - تمام فرقوں اور تمام جماعتوں کو ہم وطن ہونے کی حیثیت سے ساتھ ملکر کام کرتے ہوئے دیکھوں - یہ دیکھوں کہ ہر ایک کے دل میں ہر ایک کے متعلق انصاف کا جذبہ ہو اور تکلیف پہنچانے کا خیال نہ ہو یہ دیکھوں کہ ہر شخص یہ محسوس کرے کہ ہر دوسرے (ہندوستانی) شہری کی عزت خود اس کی عزت اور فائدہ اسکا مفاد ہے - گذشتہ پچاس سال سے میری زندگی کا اصل اصول رہا ہے - میرا خیال ہے کہ کسی ہندوستانی کا اس سے زیادہ اہم فرض کوئی نہیں کہ وہ اس ملک کے بسنے والے تمام مختلف فرقوں میں باہمی اعتماد اور حقیقی برادرانہ دوستی کے جذبات کو ترقی دے خواہ دوسری جماعت ہندوستان کی رہنے والی ہو یا تجارت کی غرض سے یہاں آ رہی ہو - جو کوئی شخص تجارت کے لئے اس ملک میں آ رہا ہو - یہاں کے ہر فرقہ کا طرز عمل ہو کہ وہ سمجھے کہ ہم اسکی کامیابی کو اپنی عزت اور اپنی کامیابی سمجھتے ہیں - اسی مقصد کے لئے ہم کوشش کر رہے ہیں - اور اسی مقصد کے لئے ہم کو آئندہ کام کرنا ہے -

پنڈت مالوی جی بڑا بازار میں

پنڈت مالوی جی نے مہیشوری ودیالہ بڑا بازار میں اس دن ایک تقریر کی جس کی رپورٹ ۱۸ اپریل کے امرتا بازار پتر کا میں شائع ہوئی ہے -

پنڈت مالوی جی نے ان کوششوں کا ذکر کیا جو ہندو دلیپ کو مسلمان بنانے کے لئے کی گئی ہیں - مگر یہ تمام کوششیں ناکام رہیں کیونکہ گورو تیغ بہادر (سکھوں کے ایک گرو) نے اپنی جان دیدی - مگر اپنا مذہب نہیں چھوڑا -

(سکھوں کے دسویں گورو) گرو گوبند سنگھ پر بھی مظالم توڑے گئے - اسکے بعد پنڈت جی نے سیوا جی کی کوششوں کا ذکر کیا جو انہوں نے ہندوؤں کو مسلمانوں سے بچانے کیلئے کی تھیں - پنڈت جی نے کہا کہ یہ تمام قربانیاں اسلئے کی گئی تھیں کہ ہندوؤں کو مسلمان بن جانے سے بچایا جائے - آج پھر یہی مسئلہ ہندوؤں کے سامنے موجود ہے - کیونکہ سات کروڑ ہندو مسلمان بنائے جاچکے ہیں -

جتھا روانہ کرے اس جتھا میں زیادہ تر دوآبہ کے اکالی ہیں جو تابجیل سے رہا ہو کر آئے ہیں - یہ جتھا ۲ - اپریل کو لائل پور پہنچا ہے - جہاں ہز ایکسلنسی گورنر پنجاب بھی تشریف فرما ہیں -

ریلوے سٹرائک میں کوئی اہم تبدیلی نہیں ہوئی - البتہ ورکشاپ میں آدمیوں نے آنا شروع کر دیا ہے - نئی بھرتی کی سے حالت کچھ اتنی اصلاح پذیر ہو رہی ہے کہ رننگ سٹاف کے آدمی دوسرے مقامات کو بھی بھیجے جا سکتے ہیں - ٹرینوں کی آمدورفت پورے طور پر جاری ہے -

مہاتما گاندھی ۲۶ اپریل کو ناگپور میل سے کلکتہ کی طرف روانہ ہو گئے -

آج سشن جج کانپور کی عدالت میں سونے کی اینٹیں چرانے کے مقدمہ کا فیصلہ سنا دیا گیا - امید علی قلی کو زیر دفعہ ۴۱۴ تعزیرات ہند دس سال قید بامشقت کی سزا دی گئی - عبدالستار غنی کو زیر دفعہ ۴۰۳ تعزیرات ہند [illegible] سال قید بامشقت کی سزا ملی - عبدالرحیم غنی اور نتھا حلوائی کو زیر دفعہ ۴۱۱ تعزیرات ہند ۳ - ۳ سال کی سزا دی گئی -

لارڈ برکن ہیڈ اور لارڈ ریڈنگ کے درمیان ایک ابتدائی مشورہ ہوا جس میں آئندہ بحث و تمحیص کے لئے پروگرام بنایا گیا -

اگرچہ بلغاریہ کی حالت پرسکون ہے - لیکن حکام اپنی سرگرمیوں میں برابر مصروف ہیں - اخبار ٹائمز کا نامہ نگار مقیم صوفیہ لکھتا ہے کہ حکومت نے دول خارجہ کے سفرا کو ہدایت کی ہے کہ وہ اپنی جان کے تحفظ کا خاص خیال رکھیں کیونکہ شاید کوئی شخص ان پر اس نیت سے حملہ کر بیٹھے کہ حکومت مزید مشکلات میں مبتلا ہو - پولیس سفارت خانوں کی حفاظت کر رہی ہے -

اخبار ٹائمز کا نامہ نگار مقیم [illegible] رقمطراز ہے - [illegible]

جرم سے ہشیار ہو کر پولیس ... [illegible] - انسٹیٹیوٹ کے یونین کو گیارہ مئی کے روز جلسہ منعقد کرنے کی اجازت دیدی گئی ہے - لیکن جلوس نکالنے کی ممانعت ہے - شورش پسندوں کی نگرانی کی جا رہی ہے - فوری ضرورت کے لئے دستے طیار کر لئے گئے ہیں - موٹر سائیکل بازاروں کا گشت لگا رہے ہیں -

ایجنٹ ریلوے کی طرف سے ایک کمیونکے شائع ہوا ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ لاہور کے اسٹیشن پر جن لوگوں نے کام چھوڑ دیا تھا ان سب کی جگہ دوسرے آدمی رکھ لئے گئے ہیں بھرتی نہایت سرعت کے ساتھ جاری ہے - معلوم ہوا ہے کہ شورکوٹ کے غیر اہم اسٹیشن پر چند آدمی غیر حاضر ہو گئے ہیں - ریلوں کی آمدورفت بغیر کسی قسم کے تغیر و تبدل کے جاری ہے

اعلیٰ ترین کتب

حمائل شریف } مطبوعہ جرمنی - لکھائی چھپائی اعلیٰ - کاغذ ولایتی چکنا - جلد اعلیٰ اور مضبوط قیمت عہ

حمائل شریف - جیبی سائز عہ

چشمہ معرفت - از تصنیف حضرت میرزا غلام احمد صاحب قادیانی رحمۃ اللہ علیہ قیمت ۵ر

رد تناسخ } از رشحات قلم حضرت مولٰنا مولوی نورالدین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قیمت ۲ر

کتب عیسائیت کی تردید میں

جنگ مقدس } از تصنیف حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی رحمۃ اللہ علیہ قیمت ۱۲ر

ابطال الوہیت مسیح } از رشحات قلم حضرت مولٰنا مولوی نورالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ قیمت ۴ر

الحق مباحثہ لدھیانہ } روئداد مباحثہ مابین مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور میرزا غلام احمد صاحب قادیانی قیمت ۱۲ر

الحق مباحثہ دہلی } روئداد مباحثہ مابین حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور مولوی محمد بشیر صاحب بھوپالوی - قیمت ۴ر

آسمانی فیصلہ } اس کتاب میں حضرت مرزا صاحب نے ہندوستان کے تمام مولویوں - ملاؤں پیرزادوں - فقیروں اور سجادہ نشینوں کو آسمانی فیصلہ کی طرف دعوت دی ہے قیمت ۵ر

ملفوظات اولیاء امت قیمت ۴ر

نشان آسمانی } اس کتاب میں بعض سابق اولیاء امت کی پیشگوئیوں کو خاصکر نعمت اللہ ولی مرحوم کی پیشگوئی درباره مسیح کا تذکرہ کیا گیا ہے - قیمت ۵ر

اوعیہ قیمت ۳ر

آئینہ کمالات اسلام - اس کتاب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام کی خوبیوں کا دیگر مذاہب سے مقابلہ کیا ہے - اور عیسائی اور آریہ اسلام پر جو اعتراضات کرتے ہیں - ان کا دندان شکن جواب دیا ہے قیمت عہ

برکات الدعا } اس میں حضرت مرزا صاحب نے فلسفہ دعا پر مدلل اور مبسوط بحث کی ہے - اور سر سید احمد خان صاحب کے اس خیال کی کہ دعا محض عبادت ہے - قیمت ۴ر

حجۃ الاسلام اور سچائی کا اظہار } اس میں خط و کتابت مابین ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک و پادری عبداللہ آتھم اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور ڈپٹی عبداللہ آتھم صاحب عیسائی قیمت ۱۲ر

کلید کلام الامام } حضرت مسیح موعود کی تمام کتابوں کی کلید جس سے فوراً ہر ایک شخص معلوم کر سکتا ہے کہ فلاں لفظ یا فلاں فقرہ کس کس جگہ استعمال ہوا ہے قیمت ۱۰ر

تمام درخواستیں

بنام مینیجر دارالکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور آنی چاہئیں

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

اخبار
پیغام صلح
لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

ہفتہ میں دو بار یکشنبہ و چہارشنبہ کو شائع ہوتا ہے +

قیمت سالانہ ...

طلباء سے سالانہ ...

جلد ۱۳ | مدینۃ المسیح لاہور یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۲ شوال ۱۳۴۳ھ ہجری مطابق ۶ مئی ۱۹۲۵ء | نمبر ۵۲

مسلمانوں کی عید

عید کو کیا کرنا چاہئے؟

(خطبہ عید الفطر مورخہ ۲۷ اپریل ۱۹۲۵ء فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ)

اسلام معاملات زندگی پر

سورۃ فاتحہ پڑھکر فرمایا:-

اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس نے انسان کی ہر ایک فرو گذاشت کو مدنظر رکھا ہے۔ وہ جیسا کہ بہت لوگوں کا خیال ہوگا۔ صرف چند عبادتوں یا اذکار سکھانے کا نام نہیں۔ بلکہ زندگی کے ہر پہلو پر حاوی ہے۔ شادی اور غمی کے موقعہ پر۔ روزمرہ کے کاروبار میں۔ بیوی بچوں کے ساتھ تعلقات میں۔ دوستوں اور بیگانوں مسلمانوں اور غیر مذاہب والوں کے ساتھ معاملات میں وہ ہدایت دیتا اور حلیہ شریعت کو پورا کرتا ہے۔

عید کا اجتماع

یہ عید جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے۔ ایک خوشی کا موقعہ ہے اور بڑی خوشی کا موقعہ ہے۔ اس کے ساتھ اس میں شک نہیں کہ ایک عبادت کا رنگ بھی رکھا ہے۔ اور وہ لوگوں کے جمع ہونے کے ساتھ رکھا ہے۔ یعنے اس موقعہ پر ایک اجتماع کا ہونا ضروری قرار دیا ہے اور فی الحقیقت کوئی خوشی کامل نہیں ہو سکتی جب تک دوستوں سے میل جول نہ ہو۔ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر نہ بیٹھیں اور تعلقات روابط کو نہ بڑھایا جاوے۔ ہماری شادیوں میں یہ رواج ہے کہ دوستوں اور احباب کو جمع کیا جاتا ہے۔ اس لئے یہاں عید کو مسلمانوں کے لئے ایک مذہبی فریضہ قرار دیا۔ وہیں اس کو میل جول کے بڑھانے اور احباب سے ملنے کا ذریعہ بھی ٹھیرایا۔ کہ اس سے اصل خوشی ہوتی ہے۔

خوشی اسلام کا ایک حصہ ہے

خوب یاد رکھو اسلام خوشی کا مانع نہیں۔ بلکہ مسلمانوں کے مذہب کا ایک حصہ خوشی کو قرار دیا ہے۔ اور اسی خوشی کا پہلا ذریعہ یہ قرار دیا ہے کہ دوست عزیز باہم ملیں۔ ایک دوسرے کے حالات سے واقف ہوں اور پھر خوشی کے جو دوسرے سامان ہیں اپنے اپنے رنگ میں ان کو بھی پورا کریں +

نماز عید کی خصوصیت

لیکن اس اجتماع میں تھوڑی سی عبادت بھی رکھدی۔ عید کی نماز کی تمام نمازوں سے یہ خصوصیت رکھی ہے۔ کہ اس کے اندر تکبیریں زیادہ ہیں۔ اس سے قلوب پر ایک اچھا اثر پڑتا ہے خدا تعالیٰ کے جلال و جبروت کا ایک خاص اثر پیدا ہوتا ہے۔

عید پر عورتوں کا اجتماع

اس عبادت میں مردوں اور عورتوں دونوں کا جمع ہونا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ نبی کریم صلعم نے عید کے موقعہ پر دونوں کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ یہاں تک کہ جو عورتیں نماز سے معذور ہوں ان کو بھی حکم دیا کہ وہ بھی شامل ہوں۔ کیونکہ اس موقعہ پر چند نصائح بھی ضروری قرار دی ہیں +

مسلمانوں پر تمام اقوام کی یورش

سب سے بڑی نصیحت اور وعظ جو رسول اللہ صلعم سے ثابت ہے۔ یہ ہے کہ اس موقعہ پر جب تم خوشی میں ہو اپنے ان بھائیوں کو بھی یاد کرو۔ جو دکھ میں ہیں۔ اور مسلمانوں کی سب سے بڑی تکلیف آج یہ ہے کہ دنیا کی سب قومیں ہاتھ دھوکر ان کے پیچھے پڑی ہوئی ہیں۔ عیسائی۔ آریہ اور تمام مذاہب کے لوگ ان کو کھا جانے کے درپے ہیں۔ اس کو تو میں بڑی بات نہیں سمجھتا کہ مسلمانوں کے پاس حکومت نہیں رہی۔ تلك الايام نداولها بين الناس۔ ایسے دن ہر ایک قوم پر آتے ہیں۔ لیکن وہ تکلیف اور مصیبت جو کثرت سے مسلمانوں کو کھا رہی ہے یہ ہے کہ آج بڑی بڑی طاقتور قومیں مسلمانوں کو اسلام سے خارج کرنے کے درپے ہیں +

فتنہ ارتداد اور اس کی وسعت

مسلمانوں کی یہ خصوصیت تھی کہ ان میں سے کوئی بھی مرتد نہ ہوتا تھا لیکن آج کسی قدر جہالت اور کسی قدر افلاس کی وجہ سے ہر طرف سے مسلمانوں کے ارتداد کی خبریں آتی ہیں۔ کہیں سیام کی خبریں ہیں کہیں چین کے ارتداد ہیں۔ جاوا کے واقعات ہیں۔ اور اسلامی ممالک کے واقعات ہیں۔ کہ کس طرح مسلمان مرتد ہوتے جا رہے ہیں۔ خود ہمارے گھر کے اندر شدھی کا کام اس خاموشی کے ساتھ ایک وسیع پیمانہ پر جاری ہے۔ کہ مسلمانوں کو اس کی خبر تک نہیں۔ نہایت وسیع پیمانہ پر مسلمانوں کو مرتد کرنے کی کوششیں جاری ہیں اور ان کی جہالت اور افلاس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔

مجدد وقت کی تعلیم

تو ایسے موقعہ پر جب مسلمانوں کا اجتماع ہوتا ہے۔ اس کو بھول نہیں جانا چاہئیے۔ اور ان بھائیوں کی حالت کا خیال کرنا چاہئیے جنکی غربت اور جہالت انہیں ارتداد کی طرف دھکیل رہی ہے۔ اسی کی طرف اس صدی کے مجدد حضرت مرزا صاحب نے توجہ دلائی تھی۔ آج پینتیس ۳۵ سال کا عرصہ ہوتا ہے۔ کہ آپ نے یہ کہا تھا۔ کہ مسلمان بڑی سخت غلطی کر رہے ہیں۔ کہ اشاعت اسلام کو اپنا نصب العین نہیں بناتے۔ آپ نے نہ صرف اشاعت اسلام پر زور دیا۔ بلکہ ایک جماعت کو اس کام پر لگا دیا +

مرزا صاحب کی صداقت کی دلیل

اور کوئی دلیل مرزا صاحب کی صداقت کی نہ ہو۔ تو یہی ایک دلیل آپ کی صداقت پر کافی ہے کہ آپ کے دل میں اشاعت اسلام کے لئے سچا جوش اور تڑپ ہے۔ یہی آپ کے صادق ہونے کی دلیل ہے۔ صدق یہی ہے کہ اسلام کے لئے دل میں تڑپ اور جوش ہو۔ وہی شخص صادق ہے جس کے دل میں اسلام کی سچی تڑپ ہو +

جاہدوا باموالکم وانفسکم

غرض یہ ایک بات ہے جسکو میں اس اجتماع میں یاد دلاتا ہوں۔ بہت بڑی تیاریاں اسلام کے خلاف کی گئی ہیں اور کی جا رہی ہیں۔ جن کا مقابلہ تمہیں کرنا ہوگا۔ خوب یاد رکھو۔ تم آرام سے زندہ نہیں رہ سکتے۔ تم کو اپنے مال کے ساتھ اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرنا ہوگا۔ مردوں اور ان کے ساتھ عورتوں کو بھی اس جہاد میں حصہ لینا ہوگا ورنہ تمہاری زندگی محال ہے +

اجتماعی کوشش کی ضرورت

خوب یاد رکھو کہ جب تک جہاد نہیں کرتے اور ایک ہو کر دین کی خدمت نہیں کرتے اس وقت تک کامیابی محال ہے۔ ایک ہونا اور مل کر کام کرنا ضروری ہے کیوں نہیں عبادت میں اکٹھے کیا جاتا ہے عبادت تو خدا کے آگے جھکنے کا نام ہے۔ اور کوٹھڑی میں الگ ہو کر خدا کے آگے جھکنے میں جو مزا آتا ہے۔ اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ عبادت گھروں کے اندر علیحدہ علیحدہ کرنے کا حکم دیا جاتا۔ پھر اکٹھے کرنے سے کیا غرض ہے تاکہ یہ سمجھا جائے کہ بغیر اجتماع اور اتحاد کے کوئی برکت نہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ تمام جماعت کے سامنے ایک کام ہو اور سارے کے سارے اسی کام کو سرانجام دینے میں کوشاں ہوں

جماعت کے کاموں میں سستی دغابازی ہے

ایک رسہ ہے جس کو ایک طرف سے اعدائے دین کھینچ رہے ہیں۔ اور دوسری طرف سے ہم۔ ایسے وقت میں جو لوگ رسہ کھینچنے میں پورا زور نہیں لگاتے وہ دغابازی کرتے ہیں۔ اس لئے اپنا زور صرف کرو۔ اپنی جانوں اور مالوں کو دین کی راہ میں لگاؤ +

عورتوں کو اس جنگ میں شامل کرو

جنگ کرنا بہت بڑا کام ہے۔ بالخصوص عورتوں کی جنگوں میں شمولیت ایک بڑی بات ہے۔ لیکن صحابہ کی عورتیں۔ رسول اللہ صلعم کی بیویاں جنگوں میں شامل ہوتی تھیں۔ زخمیوں کو وہ اٹھاتی تھیں انکی تیمارداری کرتی۔ اور ہر طرح کی امداد دیتی تھیں۔ ایک عورت کہتی ہے۔ کہ میرا خاوند بارہ لڑائیوں میں شریک ہوا۔ جن میں چھ میں میں ان کے ساتھ تھی۔ تو صحابہ کی عورتیں محمد رسول اللہ کی بیویاں جنگوں میں شامل ہوتی تھیں۔ ہم کیسے مسلمان ہیں جو یہ کہیں کہ ہماری عورتیں اس جہاد میں حصہ نہیں لے سکتیں۔ ہم نے خود ان کو بیکار کر رکھا ہے۔ ورنہ اگر ہم چاہیں تو ان سے سب کام لے سکتے ہیں +

عورتوں میں قربانی کی روح

میرا دل خوش ہوتا ہے جب میں دیکھتا ہوں کہ جس قدر ہمت اور قربانی عورتوں کے اندر ہے۔ مرد اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ عورتوں کے دل قدرتاً بڑے نرم اور رقیق ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ بچوں کی پرورش اچھی طرح کر سکتی ہیں۔ مرد کبھی بچوں کو نہیں رکھ سکتے۔ عورتیں ہر طرح کا دکھ اٹھا کر بچوں کی پرورش کرتی ہیں۔ وہ اپنے آرام اور صحت کو انکے لئے قربان کر دیتی ہیں کیونکہ انہیں ہمدردی اور قربانی کا مادہ بہت ہے۔ واقعی بعض باتوں میں عورتوں کو مردوں پر فضیلت ہے اسلئے ان سے کام لینا ضروری ہے

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

لاہور

جلد ۱۳ - شوال المعظم ۱۳۴۳ھ نمبر ۵۲

دُنیا کی موجودہ مصائب اور اُن کا علاج

اے بسا پردۂ یثرب بخواب
خیز کہ شد مشرق و مغرب خراب

"مزدوری سرمایہ داری کے خلاف - قوم قوم کے خلاف - نسل نسل کے خلاف - یہ وہ تین بڑی تقسیمیں ہیں جو موجودہ دنیا کو ٹکڑے ٹکڑے کر رہی ہیں - کوئی ایسا ذریعہ جو ان منتشر اجزاء کو ملانے اور ان حدود و قیود کو توڑنے میں اور روک کا موجب ہو - نسل انسانی کی بہت بڑی خدمت سرانجام دیگا" +

یہ انگلستان کے مشہور اخبار مانچسٹر گارڈین کے الفاظ ہیں - جن سے معلوم ہوتا ہے کہ نسل انسانی کی موجودہ تفریقات نے جو تہذیب جدید کا لازمی نتیجہ ہیں - اب خود مہذب اقوام کو بھی بیزار کر دیا ہے - اور وہ کسی ایسی راہ کی تلاش میں ہیں - جس سے نسل انسانی میں رابطہ اتحاد قائم ہو - اور سب کے سب انسان ایک ہی پلیٹ فارم پر آجائیں +

قوموں اور نسلوں کے امتیازات اور باہمی مخاصمت کا جس قدر تلخ تجربہ موجودہ زمانہ میں دنیا کو کرنا پڑا ہے - شاید ہی کبھی ہوا ہو انگریز اور جرمن - فرانسیسی اور انگریز - جرمن اور فرانسیسی پھر ترک اور غیر ترک - مصری اور غیر مصری - اور خود ہندوستان میں انگریز اور ہندوستانی - اور سب سے بڑھکر ہندو اور مسلم یہ ایسی تفریقات ہیں جنہوں نے نسل انسانی کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور تمام دنیا کا امن ان سے پامال ہو گیا ہے شاید ہی کوئی ملک اور کوئی قوم آج ہو جو اس باہمی مخاصمت کے تلخ ثمرات سے بچی ہوئی ہو - قومیت کے نشہ نے آج ہر قوم کو اس قدر چور کیا ہے کہ وہ اپنے سوائے ساری دنیا کو دائرہ انسانیت سے خارج سمجھتے - اور راندۂ درگاہ الٰہی یقین کرتے ہیں - اور جہاں تک ممکن ہے ایک دوسرے کو دبانے اور ذلیل اور برباد کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں +

اس سے بڑھکر لعنت جس نے آج مغربی ممالک کی ایک ایک قوم کو کئی کئی ٹکڑوں میں منقسم کر دیا ہے - مزدوری پیشہ اور سرمایہ داروں کی جنگ ہے - اس جنگ نے دنیا کو اور بھی زیادہ مصائب و آلام میں مبتلا کیا ہے - یہی وہ چیز ہے جس نے دارکو "بالعالی زار" بنایا - اور قریبًا تمام دنیا میں اس وقت ایک آگ برپا کر رکھی ہے +

کون سی وہ ایسی چیز ہے جو ان ہولناک حوادث سے دنیا کو نجات دلوائے اور اس تشتت و افتراق کو دور کر کے تمام انسانوں کو بھائی بھائی بنا دے ؟

اس کا جواب "مانچسٹر گارڈین" نے خود ہی آگے چلکر دیا ہے کہ "اگر مشرقی تخیلات کو مغربی حقایق کے ساتھ ملا دیا جائے تو دنیا کی تہذیب کئی قدم آگے بڑھ جائے گی" +

فی الحقیقت مشرق ہی ایک جگہ ہے - جہاں اس نامراد مرض کا حقیقی علاج ہے - اگرچہ اس کو نظر انداز کر دینے کی وجہ سے مشرق آج خود بھی اسی مہلک وبا کا شکار ہے - تاہم مشرق کے ایک انسان نے آج سے تیرہ سو سال پیشتر جس طریق سے ان تفریقات کو مٹایا - اور اس خطرناک بیماری کا قلع قمع کیا - وہی آج دنیا کے لئے مفید ہو سکتا ہے +

اسلام ہی ایک مذہب ہے - جو قومی و نسلی امتیازات اور تباغض و تحاسد کو یکسر مٹاتا اور کل نسل انسانی کو ایک پلیٹ فارم پر کھڑا کرتا ہے - اس کے نزدیک پرلے درجہ کی جہالت ہے کہ ایک قوم اپنے آپ کو محض نسلی تفاوت کی وجہ سے دوسروں سے برتر خیال کرے - اور باقی نسل انسانی کو کوئی چیز ہی نہ سمجھے وقالت الیہود لیست النصاریٰ علیٰ شیٔ وقالت النصاریٰ لیست الیہود علیٰ شیٔ - کذالک قال الذین لایعلمون مثل قولہم - یہود نصاریٰ کو کہتے ہیں کہ ان کی کوئی بنیاد نہیں اور نصاریٰ یہود کو کہتے ہیں کہ انکی کوئی بنیاد نہیں - وہی لوگ ایسا کرتے ہیں - جو علم نہیں رکھتے اس نے اس حقیقت نفس الامری کو کھلے طور پر آشکارا کیا - کہ کوئی شخص یہودی ہو یا نصرانی یا صابی اگر اسلام میں داخل ہوتا اور اعمال صالحہ بجالاتا ہے - تو وہ بھی اسی طرح نجات حاصل کریگا - جیسے کوئی دوسرا مسلمان - کسی کا یہودی یا صابی یا نصرانی قوم میں سے ہونا اس کے اسلام میں خارج نہیں ہو سکتا - اور نہ اسکی نجات کو روک سکتا ہے - دوسری اقوام کی خوبیوں اور ان کے نیک لوگوں اور راستبازوں کا انکار اسلام کے نزدیک کفر تک پہنچا دیتا ہے - اس کے ایمانیات میں داخل ہے کہ جس طرح خدا تعالےٰ کی ظاہری ربوبیت میں تمام اقوام اور کل نسل انسانی شریک ہے ویسے ہی تمام انسان کو اس کی روحانی تربیت کے وارث ہیں جس طرح سے سورج اور ہوائیں اور بارش اور پانی اور زمین اور روئیدگی اور تمام دیگر نعمائے عالم سب انسانوں کو یکساں طور پر میسر ہیں ویسے ہی اللہ تعالےٰ کی روحانی بارش تمام اقوام پر ہوئی اور سب کے اندر پیغمبر آئے - اور سب کے سب ابناء اللہ و احباؤہ قرار پائے اس کا انکار ایسا ہی ہے جیسے محمد رسول اللہ صلعم کا انکار - کیونکہ اگر ایسا نہ مانا جائے - تو خدا کی مخلوق میں تفریق کرنی پڑتی اور اس کی صفت رب العالمین پر نقص وارد ہوتا ہے - اور اسی کا نتیجہ وہ مہلک امراض ہیں - جو آج مغرب سے نکل کر تمام دنیا پر چھائی ہوئی ہیں +

اسلام نے کھلے لفظوں میں تمام نسل انسانی کو ایک ہی جوہر سے پیدا شدہ قرار دیا - یاایہا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منہا زوجہا وبث منہما رجالا کثیرا ونساءً - ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین ثم جعلناہ نطفۃ فی قرار مکین - پھر اس سے بھی بڑھ کر صفائی کے ساتھ بتا دیا - کہ تمہارے شعوب اور تمہارے قبائل خدا کے نزدیک کوئی درجہ و وقعت نہیں رکھتے - تم میں سے خدا کے نزدیک اگر کوئی بڑا ہے تو وہ وہی ہے جو متقی ہے - تمام نسل انسانی کو ایک پلیٹ فارم پر لاکر تمام شعوب اور قبایل کو ذریعہ تعارف (اور اس سے بڑھکر کچھ نہیں) بتا کر محض اتقا کو کسی قوم کی بڑائی کا موجب قرار دینا یہ اسلام ہی کی ایک خصوصیت ہے جس کو دنیا نے ہمیشہ حیرت اور استعجاب کی نظروں سے دیکھا ہے اور سب سے بڑھکر حیرت کا موجب وہ رشتہ اتحاد و اخوت ہے - جو اس کے پیرووں کے مابین قائم ہے - لیکن مغربی تاثرات کی وجہ سے اس میں بہت کچھ تزلزل واقعہ ہو چکا ہے - کل مومن اخوۃ - انما المومنون اخوۃ کا جس قسم کا پختہ رنگ اسلام کی تیرہ صدیوں میں دنیا نے دیکھا اس کی نظیر دیگر امم میں ملنی مشکل ہے سب سے موثر اور شاندار نظارہ وہ تھا جو عرب کے خونیں انسانوں کی صدیوں کی عداوتوں کو دور کر کے محمد رسول اللہ صلعم کے علم کے نیچے دکھائی دیا اور فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا کا بے نظیر منظر دنیا نے دیکھا - آج بھی جبکہ مسلمان اپنی خانہ ساز تفریقات اور چھوٹے چھوٹے اختلافات کی وجہ سے پراگندہ و منتشر ہو رہے ہیں - یورپ کے تباہی خیز ہاتھوں کو جو چیز لرزہ براندام رکھتی ہے - وہ پان اسلام ازم یا اسلامی دنیا کا باہمی اتحاد ہے - دنیا کی تمام بڑی بڑی اقوام جنہیں قومیت کے جذبہ میں کوئی دوسری قوم کا انسان انسان نظر نہیں آتا - اگر خوف و ہراس رکھتی ہیں تو اس ایک چیز سے - حالانکہ اسلام کا اتحاد دنیا کی تباہی کے لئے نہیں بلکہ سب کو ایک دایرہ اخوت میں لانے کے لئے ہے

اسلام کا ہرگز یہ منشا نہیں کہ مسلمانوں کے سوائے باقی تمام اقوام کو ذلیل و رسوا کیا جائے - اور محض مسلمان کہلانے والوں کو سب پر فوقیت و برتری حاصل ہو جائے - بلکہ وہ چاہتا ہے کہ تمام نسل انسانی ایک خدا کو مان کر اس کی جسمانی و روحانی ربوبیت کا سب کو وارث قرار دے - تمام انسان ایک دوسرے کو اپنا بھائی یقین کریں اور جس طرح سے ایک ماں باپ کی اولاد ایک دوسرے کے لئے دکھ اور تکلیف اٹھاتی اور ایک دوسرے کے حقوق کو غصب نہیں کرتی وہی رنگ تمام نسل انسانی میں پیدا ہو - مزدوری اور سرمایہ داری کی جنگ اس کے اندر کوئی نہیں - کیونکہ اس نے سرمایہ دار پر زکوٰۃ و خیرات کا ٹیکس لگا کر غریبوں اور محتاجوں کو اس مفلسی اور قلاشی کی لعنت سے بچا لیا - جو یورپ کے مزدوری پیشہ لوگوں پر مستولی اور ان کی جنگ و جدل کی اصل ذمہ وار ہے +

کون کہہ سکتا ہے کہ یہ تعلیم جو اسلام نے دی ہے دنیا کی موجودہ مصائب کا حقیقی علاج نہیں - یہ الگ امر ہے کہ مسلمان آج اس تعلیم کو چھوڑ دینے کی وجہ سے اسی تباہی کی طرف چلے جا رہے ہیں جس کی شکایت مانچسٹر گارڈین کو ہے - لیکن حقیقت یہ ہے - کہ یہی ایک تعلیم ہے جس سے دنیا کی نجات وابستہ ہے - اسلام ہی آج ایک ذریعہ ہے جو دنیا کو محبت اور اتحاد کی اس شاہراہ پر کھڑا کر سکتا ہے - جو موجودہ بدامنی اور تباغض و تحاسد سے نکال کر اسے آسمانی بادشاہت کے تخت پر بٹھا سکتی ہے - دنیا کو آج اس کی تلاش ہے - اور مانچسٹر گارڈین کے الفاظ بتا رہے ہیں - کہ مغرب کو آج خصوصیت سے اس کی ضرورت ہے - اس لئے مغرب میں اشاعت اسلام کا کام جس قدر تندہی اور کوشش کے ساتھ کیا جائے - جس قدر اس کام کو بڑھایا جائے اور اس کے لئے زندگیاں وقف کی جائیں - اور اموال لٹائے جائیں - اسی قدر جلد اسلام کا اثر اور اقتدار قایم ہوگا - اور دنیا پھر امن کی زندگی میں داخل ہوگی - ص

اے بسا پردۂ یثرب بخواب
خیز کہ شد مشرق و مغرب بخواب

بینک کا سود اور مسلمان

عرصہ سے یہ مسئلہ مسلمانوں کے زیر غور ہے - کہ بینک کا سود لینا جائز ہے یا نہیں ؟ سلسلہ احمدیہ کو اس سوال کو حل کئے ہوئے ایک عرصہ ہو گیا - خود حضرت مسیح موعود نے یہ پسند کیا کہ بینکوں کو جمع شدہ رقوم پر سود کی جو رقم لازمًا علیحدہ کرنی پڑتی ہے - اس کو وصول کر کے اشاعت اسلام پر خرچ کر دینا چاہیے - لیکن عام مسلمان اس کے خلاف رہے ہیں جس کا یہ نتیجہ ہے - کہ مسلمانوں کی جمع کردہ رقوم پر جو کچھ سود بنا وہ بینکوں کے قواعد کے رو سے مکتی فوج کے سپرد ہوتا رہا - کہ وہ تبلیغ مسیحیت کے کام میں لائے اور مسلمانوں ہی کے روپیہ سے انہیں ارتداد کے گڑھے میں دھکیلے - خدا کا شکر ہے - کہ سیٹھ ہارون جعفر کے ایک ریزولیوشن نے جو ۱۸ مارچ کی کونسل آف سٹیٹ میں انہوں نے پیش کیا تھا جمعیتہ العلما کی توجہ کو اس طرف منعطف کیا - سیٹھ صاحب نے اس ریزولیوشن میں یہ تحریک کی تھی - کہ سیونگ بینکوں اور حکومت کی ضمانتوں میں مسلمانوں کے سرمایہ کا جتنا سود جمع ہوتا ہے اس کو کسی اور مصرف میں صرف کرنے کے بجائے مسلمان طلباء کو تعلیمی وظایف دے کر انہیں علیگڑھ مسلم یونیورسٹی میں بھیجا جائے - حکومت نے اس کو اصولًا تسلیم کر لیا - مگر مصرف کے متعلق جواب دیا گیا کہ اگر مسلمانوں کی اکثریت اس خیال کی حمایت کرے گی تو اس روپے کو اس کام میں صرف کر دیا جائیگا - چنانچہ سیٹھ صاحب کی تجویز کو کونسل کے آیندہ گرمائی کے اجلاس کے لئے ملتوی کر دیا گیا - تاکہ اس وقت تک اسلامی رائے عامہ کی کافی تحقیقات ہو جائے +

جمعیتہ العلما کا فتوےٰ

جمعیتہ العلما کو اس اصل مسئلہ کی توجہ ہوئی - اور آخرکار اس نے یہ فیصلہ کیا ہے - کہ

"شریعت اسلامی کا فتویٰ یہ ہے کہ اگر بینکوں میں سرمایہ جمع کرنا ناگزیر ہی ہو۔ تو اس کا سود وصول کر لینا نہ صرف جایز بلکہ ضروری ہے۔ کیونکہ سود لینے سے بدرجہا زیادہ بری بات یہ ہے۔ کہ ہم اپنے روپیہ سے کفر کی اشاعت میں مدد دیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ اس روپے کو اپنی ذات پر صرف نہ کیا جائے۔ بلکہ صدقہ کر دیا جائے۔ اس بات میں فقہا کی صاف تصریح ہے۔ کہ ان الخبیث واجب التصدق فلا یاخذ الا من یجوز لہ اخذ الصدقۃ یعنی مال حرام کو صدقہ کر دینا ضروری ہے۔ اور وہ صرف ایسے ہی شخص کو دینا چاہئے جس کے لئے صدقہ لینا جایز ہو۔ پس اس تصریح کے مطابق تمام وہ امور جن میں صدقہ صرف کیا جاتا ہے بینک کے سود کے مصرف صحیح بن سکتے ہیں۔ مثلاً فقرا اور مساکین کی اعانت۔ یتامیٰ کی پرورش۔ نادار طلبہ کی امداد اور تبلیغ و حفاظت اسلام وغیرہ"

مجدد وقت کی صداقت کی اس سے بڑھکر اور کیا دلیل ہو گی۔ کہ تمام وہ باتیں جن سے ایک وقت اس کی تکذیب کی جاتی تھی۔ ایک ایک کر کے خود اس کے دشمنوں کو تسلیم کرنی پڑیں منجملہ اور باتوں کے یہ بھی آپ پر اعتراض کیا جاتا تھا۔ کہ سود جیسی ناپاک چیز کو آپ اسلام کے لئے جایز قرار دیا۔ جمعیتہ العلماء کا یہ فتویٰ کیا اس پاک انسان کی صحابت رائے اور معترضین کی نافہمی پر دال نہیں؟

اشاعت اسلام اور دوسرے مصارف

جہانتک سیٹھ ہارون جعفر کے اصل ریزولیوشن کا تعلق ہے "الجمعیتہ" کی رائے ہے کہ صرف علیگڈھ یونیورسٹی کی تخصیص کے بجائے تمام صوبوں پر اسے تقسیم کیا جائے اور ادبی تعلیم پر صرف کرنے کے بجائے مختلف قسم کی صنعتی تعلیموں پر صرف کیا جائے۔

لیکن ہمارا اپنا خیال ہے۔ کہ تعلیم سے بڑھکر اشاعت اسلام کا مصرف ایسی قوم کا زیادہ تر محتاج ہے۔ اس وقت جیسا کہ "الجمعیتہ" کو اعتراف ہے۔ مسلمانوں پر چاروں طرف سے ارتداد کی بلا نازل ہو رہی ہے۔ شاید ہی کوئی ملک ہو جہاں غیر مذاہب کی طرف سے اسلام کو نیست و نابود کرنے کی کوششیں جاری نہ ہوں خود ہندوستان میں فتنہ ارتداد نے جو مہیب شکل اختیار کر رکھی ہے۔ اس کا علاج بے شمار روپیہ کے بغیر کہاں ہو سکتا ہے۔ لیکن یہی وہ جنس ہے۔ جو آجکل اس مقدس ترین کام کے لئے ناپید ہے تعلیم پر لوگ بے شمار رقوم خود بخود صرف کرتے ہیں۔ اور اس کے علاوہ وظایف وغیرہ سے طلبا کی امداد کی جاتی ہے۔ لیکن اشاعت اسلام پر شاید اس کا عشر عشیر بھی صرف نہیں ہوتا۔ اس لئے ہماری رائے ہے کہ مسلمانوں کا سود کا روپیہ جو گورنمنٹ کے پاس جمع ہو تمام ان مجالس پر جو اشاعت اسلام کا کام کرتی ہیں۔ بحصہ رسدی تقسیم کر دیا جائے۔ جس میں ان مجالس کے کام کی مقدار اور ان کے اخراجات کو بالخصوص ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ اور اسی نسبت سے انہیں حصہ ملنا چاہئے۔ یہ ہمارے خیال میں سب سے زیادہ موزون تجویز ہے۔ جس سے امید ہے کہ کسی مسلمان کو اختلاف نہ ہوگا۔ اور عام طور پر مسلمانوں کی اکثریت اسی کی حمایت کریگی۔ تاکہ دین متین کی حفاظت اور اشاعت کا کام زیادہ خوش اسلوبی کے ساتھ چلایا جا سکے +

مولوی صاحبان کے لئے

حکومت انگورہ نے جدید اصلاحات کے دوران میں مولوی صاحبان کو جو خاردار لگام چڑھائی ہے۔ اس کی وجہ سے قسطنطنیہ کی مساجد گذشتہ ماہ رمضان میں مولویانہ فتنہ انگیزی سے پاک رہیں۔ اور رمضان میں روزانہ وعظ کا جو دستور ہمیشہ سے چلا آتا اس خدمت کو حکومت کے تنخواہ دار مولویوں نے سرانجام دیا۔ معاصر "ہمدرد" کا لندنی نامہ نگار اسپر رائے زنی کرتا ہوا رقمطراز ہے۔ کہ

"آپ کا نامہ نگار ہندوستان کے "مولوی لیڈروں" کی سیاسی قلابازیوں سے تنگ آ چکا ہے۔ ترکی تحریک جدیدہ کے حامیوں کے اس نقطہ نظر کو کسی طرح غلط نہیں کہہ سکتا۔ اگر ہندوستان میں قومی حکومت ہوتی اور ہندی مجلس ملیہ میں آپکا نامہ نگار بھی کسی ضلع کا نمایندہ ہو کر شریک ہو سکتا تو پہلا مسودہ قانون یہی پیش کرتا کہ مولوی صاحبان اپنی بقیہ عمر کے لئے مسجدوں کے حجروں میں بند کر دیئے جائیں۔ اور ان سے عرض کیا جائے کہ اب پانچ وقت نماز پڑھکر ہندوستان کی مجلس ملیہ کے حق میں دعائے خیر فرمایا کریں۔ چونکہ مرغن غذایئں معدوں کو نقصان پہنچاتی ہیں۔ اس لئے گذشتہ پُرخوری کا علاج یہ ہوگا کہ آیندہ دونوں وقت سنت رسول اللہ کے مطابق کھانا حاضر کیا جائیگا۔ جس شخص کے اندر ہندوستان کے پیشہ ور مولویوں کے ناخن دل کے زخموں کو آج تک کرید رہے ہوں وہ حکومت کے اس عمل پر کیونکر نکتہ چینی کر سکتا ہے۔ ترک چاہتے ہیں کہ ان کی قوم جہالت کی اس تاریکی سے باہر آئے جس میں طبقہ علماء نے اس کو مقید کر دیا تھا۔ ترکوں کا کوئی دوست ان کی اس خواہش پر اعتراض کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا"

اس سے زیادہ ذلت اور کیا ہو گی۔ جو موجودہ زمانہ کے مولویوں کو نصیب ہوئی ہے۔ کاش ان لوگوں کو دوسروں کو وعظ کہنے کے بجائے اپنی اصلاح کی زیادہ فکر ہو۔ تاکہ ان کے اخلاق و اعمال اس درجہ ذلت و رسوائی کا موجب نہ ہوں۔ اور وہ مخلوق خدا کو بدظن کرنے والے نہ ٹھہریں +

قرآن کا علم

اسی قسم کے مولوی صاحبان میں سے ایک "مولانا کیفی فاضل چڑیاکوٹی" ہیں جنہوں نے یکم مئی کے مدینہ میں "اسلام اور سزائے ارتداد" کے عنوان سے ایک مضمون لکھا ہے۔ اور ان لوگوں کو جو نفی قتل مرتد کے قائل ہیں۔ مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ

"جو لوگ قرآن دانی کے مدعی ہیں ان کو لازم ہے کہ پہلے یہ ثابت کر لیں کہ قرآن میں جتنے علوم مذکور ہیں ان کا علم ان کو ہے۔ جن کا جاننا قرآن دانی کے لئے لازم ہے مثلاً:۔
علم المخاصمہ۔ علم الاحکام۔ علم التذکیر بالآء اللہ۔ علم التذکیر بایام اللہ۔ علم التذکیر بالموت و مابعدہ علم الاستدلال بالموادث دکائنات الارض والسماء علیٰ ذات اللہ وصفاتہ۔ ان علوم پر بحث کی جائے تو ایک مستقل کتاب تیار ہو سکتی ہے"

یقیناً مولوی صاحبان کا قرآن ایسا ہی مشکل ہے۔ کہ جب تک ان تمام علوم بلکہ اس سے بھی بڑھکر ان کی خاص الخاص "مولویت" کا علم نہ ہو۔ اس کو کوئی شخص سمجھ نہیں سکتا۔ اور شاید یہی وجہ ہے کہ خود مولوی صاحبان بھی آجتک اسے سمجھنے سے قاصر ہے کیونکہ وہ خود بھی ان تمام علوم سے علی العموم عاری ہیں۔ لیکن وہ قرآن جو آج سے تیرہ سو برس پہلے محمد رسول اللہ صلعم کے قلب مبارک پر نازل ہوا اس کے نازل کرنے والے کا دعوےٰ ہے۔ کہ ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر۔ ہم نے قرآن کو تمہاری نصیحت کے لئے آسان بنایا ہے۔ پس کیا کوئی ہے۔ جو اس سے فایدہ اٹھائے +

برما اور سیام میں اسلام کی حالت

اس سے قبل حکومت سیام کے ایک خط کی بنا پر جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے نام موصول ہوا تھا۔ اس خبر کی کہ سیام کے مسلمانوں کو جبراً بدھ مذہب میں لے جایا جاتا ہے۔ تردید کی جا چکی ہے لیکن جمعیتہ العلماء کے اخبار "الجمعیتہ" نے اپنی ۲۰ مئی کی اشاعت میں اسپر مقالہ افتتاحیہ لکھتے ہوئے نامہ نگار "زمیندار" کے اس بیان کو نقل کیا ہے کہ

"مسلمان بچوں کو بدھ مندروں میں تعلیم دی جاتی ہے۔ اور مسلمانوں کو بے دین کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا جاتا۔ سیامی عورتوں اور مسلمان مردوں کی اولاد میں سے ہزارہا مسلمانوں نے بودھ مذہب اختیار کر لیا ہے۔ ملایا کے سینکڑوں مسلمان سیامی عورتوں کے عشق میں یا دولت کے لالچ سے بے دین ہو گئے ہیں۔ ہندوستانی تاجر بھی کچھ زیادہ پابند مذہب نہیں اور مال و زر پر اپنے دین و ایمان کو قربان کر دینے میں کوئی باک نہیں رکھتے۔ نامہ نگار لکھتا ہے: کہ سیامی مسلمانوں کے لئے ارتداد کا سب سے بڑا جال عورتیں ہیں۔ عورتوں کی یہاں اس درجہ افراط ہے کہ آٹھ نو روپے میں باسانی ایک عورت مل جاتی ہے اور ان کے پیچھے بہت سے جاہل مسلمان اپنے مذہب سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں"

اس بیان سے بھی اگرچہ اس الزام کی تائید نہیں ہوتی۔ جو حکومت سیام پر جمعیتہ العلماء کے ایک رکن کی طرف سے لگایا گیا تھا لیکن اس قدر ضرور معلوم ہوتا ہے کہ سیامی مسلمانوں کی حالت نہایت ناگفتہ بہ اور خراب ہے۔ اور اگر چندے یہی کیفیت رہی۔ تو ان کا اسلام سے نکل کر دوسرے مذاہب میں چلے جانا کوئی مستبعد امر نہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ برما کی حالت اس سے بھی بدتر ہے۔ مگر بالعموم یہی حالت مسلمانوں کی ہر جگہ ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ لیکن اس کا باعث ان کی اپنی سستی اور دین کی طرف سے لاپرواہی ہے نہ کہ حکومت کا جبر

چارہ کار

"الجمعیتہ" کی رائے ہے۔ کہ سیامی مسلمانوں کی اصلاح کے لئے فی الفور مبلغین کی ایک جماعت وہاں بھیجی جائے یہ فی الواقع ضروری ہے۔ لیکن ہمیں ڈر ہے کہ مولوی صاحبان کی جو حالت اس وقت عام طور پر ہندوستان میں ہے۔ وہ دوسروں کی اصلاح کے بجائے اسلام سے برگشتگی کا موجب نہ ہو۔ ضروری ہے کہ مبلغین مولوی صاحبان سے بہت زیادہ فراخ دل اور وسیع حوصلہ ہوں موقعہ و محل کے مطابق بات کرنا انہیں آتا ہو۔ اور وہاں کے غیر مذاہب سے کافی طور پر واقفیت رکھتے ہوں تاکہ ان کے مقابلہ میں ذلت نہ اٹھانی پڑے۔ جمعیتہ العلماء کو چاہئے کہ تبلیغی جماعت مرتب کرنے سے پیشتر ایسے مبلغین پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ تاکہ غیر آزمودہ کار مولویوں کے ہاتھوں اسلام کو زیادہ تباہی نہ دیکھنی پڑے +

ریویو

قاعدہ یسرنا القرآن

ملک دل محمد صاحب تاجر کتب کشمیری بازار لاہور نے اس نام سے ایک قاعدۃ القرآن شایع کیا ہے۔ جو ۲۰×۲۶/۸ کے ۶۴ صفحات پر ختم ہوا ہے۔ طرز وہی ہے۔ جو قادیان کے قاعدہ یسرنا القرآن کی تھی۔ اگرچہ اس میں بہت کچھ ایزادی ہے۔ اور اکثر مواقع پر مفرد و مرکب حروف کی مشقوں میں اختلاف بھی ہے آخری قواعد میں قرآن کریم کے بعض الفاظ کی مخصوص طرز تحریر کا ذکر کرتے ہوئے یہ بتایا گیا ہے کہ انہیں کس طرح پڑھنا چاہئے اور رموز و اوقاف بھی سمجھائے گئے ہیں +

اصل قاعدہ ۵۰ صفحات پر ختم ہو جاتا ہے۔ اور باقی ۱۴ صفحات میں ایمانیات اور نماز روزہ کے متعلق ضروری مسایل اور دعائیں لکھی ہیں۔ جن کو ابتدائی عمر میں بچے آسانی سے یاد کر سکتے ہیں +

ہمارا خیال ہے کہ یہ قاعدہ اس طرز کے پہلے قاعدوں سے زیادہ مفید ثابت ہوگا۔ اگرچہ ضمناً زائد تفصیل کو اس میں مدنظر رکھا گیا ہے۔ اس کو سمجھنے اور قاعدہ کو ختم کرنے میں بچوں کا بہت سا وقت صرف ہوگا۔ لیکن اس کا یہ فائدہ ضرور ہو گا۔ کہ قاعدہ ختم کر چکنے کے بعد قرآن کریم کو ایک بچہ نہایت آسانی سے اور خود بخود پڑھ سکیگا۔ بشرطیکہ استاد سمجھدار اور تعلیم یافتہ ہو +

کاغذ۔ چھپائی اور لکھائی وغیرہ ہر لحاظ سے۔ یہ قاعدہ اس قابل ہے۔ کہ بچوں کے ہاتھوں میں دیا جائے۔ اور مؤلف اور ناشر...... ہر دو کی مساعی لائق شکریہ ہیں۔ قیمت فی جلد ۵۔ ملنے کا پتہ۔ ملک دل محمد صاحب تاجر کتب لاہور بازار کشمیری +

احمدی خواتین کیلئے

ہائے افسوس!

ہماری بہنیں اپنی بیماری کو محسوس نہیں کرتیں

آج ۸ اپریل کے "پیغام صلح" میں یہ دیکھ کر افسوس ہوا کہ ہماری کسی بہن کا یہ بھی خیال ہے کہ ہمارے مضمون مردانہ اخبار میں زیب نہیں دیتے۔ میں اپنی بہن سے یہ دریافت کرنا چاہتی ہوں کہ اسوقت ہماری شرم کہاں تشریف رکھتی ہے کہ جب ہم اس سوال کا جواب کہ آپ کا عقیدہ کیا ہے یہ دیتے ہیں کہ جو مردوں کا ہے۔ صد افسوس۔ ہزار افسوس کہاں بیجا شرمناک بہنوں کی وجہ سے یہ دن دیکھنے نصیب ہوئے۔ میں اس موقعہ پر ایک واقعہ بیان کرنا چاہتی ہوں۔ ہمارے چک ۹ میں صرف دس گھر احمدیوں کے ہیں جن میں سے نو گھر جناب میاں صاحب کے عقیدہ کے پیرو ہیں۔ اور میرے والد ماجد صاحب ہی سلسلہ حقہ یعنے حضرت امیر ایدہ اللہ کی جماعت میں منسلک ہیں۔ یہاں کی مستورات نماز جمعہ باجماعت پڑھنے لگی تھیں ایک سال متواتر یہ سلسلہ جاری رہا ایک صاحب کی دو بہوئیں خواندہ تھیں جماعت با نماز یا تو وہ کرتیں یا خاکسار۔ ہمارے فرقہ نسوان کی شامت اعمال کہ ایک دن سکرٹری جماعت احمدیہ چک ۹ نے اپنی بیوی سے پوچھا کہ جماعت کون خاتون کرتی ہے اس نے کہا کہ یا فلاں چوہدری کی بہوئیں یا فلاں چوہدری کی دختر۔ میرے والد صاحب کا نام سنکر سکرٹری صاحب کو بہت غصہ آیا۔ اور بیوی سے کہا کہ اگر اب فلاں چوہدری کی بیٹی کے پیچھے نماز ادا کی تو جمعہ پڑھنا بند کر دیا جائے گا۔ مستورات مردوں کی مہربانی سے مذہب سے محض ناواقف ہیں اور وہ ہمارے اور اپنے عقیدہ میں کچھ امتیاز نہیں سمجھتیں۔ خیر سکرٹری کے کہنے سننے سے انکی بیوی کو معلوم ہوا کہ مسئلہ نبوت میں اختلاف کی وجہ سے وہ خاکسار کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتیں۔ اب دوسرا جمعہ آیا۔ جب میں جمعہ کی جماعت کیلئے کھڑی ہوئی تو خاتون مذکورہ بڑے جوش سے کہنے لگیں کہ ہم اسکے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتیں اب سب مستورات حیران کھڑی ہیں کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ خاکسار نے بلحاظ وقت زیادہ گفتگو فضول سمجھی اور کہا کہ نماز سے فارغ ہوکر سب پر واضح کر دیا جائے گا کہ کیا معاملہ ہے۔ نماز با اطمینان ادا ہوئی پھر خاکسار نے کہا کہ سب سے پہلے میں ایک بات عرض کرتی ہوں۔ اسکے جواب کے بعد جو آپ سوال کریں گی میں جواب دینے کو حاضر ہوں۔ وہ یہ ہے کہ مجھ پر روشن کیجیے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کیا عقیدہ تھا اور ہمارا کیا ہے اور آپ کا کیا ہے۔ اسپر سب حاضرات یکزبان ہوکر بولیں کہ ہمیں کیا معلوم کہ آپ کا کیا عقیدہ ہے۔ نیز ہمارا عقیدہ وہ ہے جو ہمارے مردوں کا ہے۔ اسکے علاوہ وہ ہرگز کوئی جواب نہ دے سکتی تھیں۔ حیف ان احمدی مردوں پر جنہوں نے مستورات کو مذہب سے اسقدر بیگانہ رکھا ہوا ہے۔ اور لطف یہ ہے ایسی مستورات پر جو باوجود ایسی ناشائستہ حالت کے مردوں سے کچھ سیکھنا اپنی شان کے شایان نہیں سمجھتیں۔ کیا ایسے غفلت مآب احمدی بھائیوں کے جگانے کے لئے کوئی لائق بھائی ہمت کر سکتے ہیں یہ قابل رحم حالت ہمارے ہر دو فرقوں کی مستورات کی ہے اسلئے گذارش ہے کہ اپنی جماعت کو بیدار کرنے کے لئے اگر حضرت خواجہ کمال الدین صاحب یا حضرت امیر ایدہ اللہ جیسے بزرگ قلم مبارک کو اٹھائیں تو امید ہو سکتی ہے کہ جلدی کامیابی کا منہ نظر آئے۔ کیونکہ ایسی گہری نیند میں سونے والے احباب کو شاید ہم صنف نازک کا قلم نہ جگا سکے۔

ہاں ہمارے مضامین مردانہ اخبار میں اگر نہ ہوں تو کہاں ہوں کیا ہم کسی صورت میں بھی مردوں سے اپنے لکھے ہوئے خیالات کو چھپا سکتی ہیں ضمیمہ تو درکنار اگر علیحدہ اخبار بھی ہو تو ایڈیٹر صاحب ہمارے مضمون کو دیکھ کر ہی چھاپ دینگے۔ جن سے ہمارے مضمون مستور نہیں رہ سکتے اور اگر ہمشیرہ صاحبہ کی عالی حوصلگی سے ایڈیٹری کا کام بھی کسی خاتون کے سپرد ہو جائے تو پھر یہ مشکل پیش آئیگی کہ پریس رہنا مشکل ہوگا۔ اور اور یہ خیال بے بنیاد ہماری بہنوں کو عرق

انسان کامل یا مظہر خدا

نمبر ۲

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

حوالہ سوم۔ ابتدا میں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ تھا۔ اور کلام خدا تھا۔ یہی ابتدا میں خدا کے ساتھ تھا۔ ساری چیزیں اس کے وسیلہ سے پیدا ہوئیں۔ اور جو کچھ پیدا ہوا ہے اسمیں کوئی چیز بھی اس کے بغیر پیدا نہیں ہوئی (یوحنا ۱۔ ۱ تا ۳) ان میں مسیح کا ذکر تک نہیں۔ کہ کلام سے مراد مسیح ہے۔ اور نہ کہیں دوسری جگہ ایسی تشریح موجود ہے غور کرنے سے اسکا مطلب سوائے قدرت کے اور کچھ نہیں نکلتا۔ کہ اللہ تعالے ہر حال میں قادر تھا اور اسی صفت کے ظہور نے سب کچھ ظاہر کیا۔

حوالہ چہارم۔ وہ خدا کی ان دیکھی صورت اور تمام مخلوقات سے پہلے موجود ہے (کلسیون ۱۔ ۱۵) جو انجیل مطبوعہ ۱۸۶۵ء مشن پریس لدھیانہ ہمارے پاس ہے۔ اسمیں یہ عبارت یوں لکھی ہے۔

"وہ ان دیکھے خدا کی صورت ہے اور ساری خلقت کا پلوٹھا ہے" خدا کی صورتیں اور پلوٹھے بیٹے انجیل میں مرقوم ہیں (یرمیاہ ۳۱-۱۰) کیونکہ میں اسرائیل کا باپ ہوں۔ اور افرائیم میرا پلوٹھا ہے۔ تواریخ ۲۲-۱۰ میں سلیمان کو بیٹا کہا۔ استثنا ۱۴-۱ میں سب کو خدا کے فرزند کہا۔ زبور ۸۹-۲۷ میں پلوٹھا بیٹا ہے۔ اگر خدا کے بیٹوں کی فہرست تیار کی جائے تو بڑی لمبی ہو جائے گی اس سے مسیح کو کوئی خصوصیت نہیں ملسکتی۔

حوالہ پنجم۔ کیونکہ الوہیت کی ساری معموری اسمیں مجسم ہوکر سکونت کرتی ہے (کلسیون ۲-۹) اسبارہ میں میں نے قرآن کی دو آیات کا حوالہ نقل کیا ہے جس سے آنحضرت صلعم کا کمال ثابت ہوتا ہے۔ حالانکہ فاضل عربی صاحب نے ہم سے ایک آیت کا مطالبہ کیا تھا۔

فاضل عربی صاحب نے حضرت مسیح کی نشاۃ روحیہ کی تائید میں یوحنا ۱۴-۶ کو پیش کیا ہے جس کے الفاظ ہیں راہ حق اور زندگی میں ہوں جس کا مطلب صاف ہے کہ خدا تک پہنچانے کا راستہ حضرت مسیح تھے اور وہ حق پر تھے اور لوگوں کو زندگی بخشنے کے لئے آئے تھے یہی وہ بات ہے جس کے لئے سارے انبیاء آیا کرتے ہیں۔ قرآن میں ہے۔ یا ایھا الذین آمنوا استجیبوا للہ و للرسول اذا دعاکم لما یحییکم ۸/۲۴ یعنے رسول زندگی بخشنے کے لئے آیا کرتے ہیں۔ پھر آیا ہے یا ایھا الناس قد جاءکم الحق من ربکم تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آیا۔ ان آیات سے معلوم ہوا کہ حضرت مسیح نے یہ لفظ کہکر کوئی نئی بات نہیں کہی بلکہ وہی کہا جو دوسرے رسول کہتے آئے۔ یوحنا کی اس آیت کی تائید کے بعد فاضل صاحب نے قرآنی آیت کلمتہ القاھا الی مریم و روح منہ پیش کی ہے اگر وہ قرآن سے ہی کلمہ کے معنی دیکھ لیتے تو انہیں یہ آیت پیش کرنے کی جرأت نہ ہوتی۔ تمت کلمت ربک الحسنی علی بنی اسرائیل وکذالک حقت کلمۃ ربک علی الذین کفروا یعنے کلمہ سے مراد وہ تمام امور محققہ ہوتے ہیں جو ہونیوالے ہیں روح منہ سے کوئی نئی قسم کی روح نہیں بلکہ ایسی جیسی کہ جملہ بنی آدم میں پھونکی گئی تھی ونفخ فیہ من روحہ ۳۲/۹ ایسی نشاۃ روحیہ تو ہر ایک انسان میں ازروئے قرآن ثابت ہے۔ پھر مسیح کی خصوصیت کیا رہی۔

نشاۃ عنصریہ۔ میں ابن آدم کا لفظ پیش کیا ہے۔ مگر اس کی بجائے مرقس ۱۳-۳۲ پیش کردیتے لیکن اس دن یا اس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا نہ آسمان کے فرشتے نہ بیٹا مگر باپ تاکہ یہ ثابت ہو جائے کہ مسیح میں خدا کی طرح عالم الغیبی کی صفت نہ تھی۔ **نشارۃ مریمیہ** کے ثبوت میں یوحنا ۱۴-۹ کو پیش کیا ہے اسکے بارہ میں ہم پہلے مفصل لکھ چکے ہیں۔ سورۂ نور کی آیت ۳۵ کا حوالہ دے کر فاضل عربی نے خود ہی اپنے جملہ دعاوی پر پانی پھیر دیا ہے وہ لکھتا ہے قرآن نے بھی مظہر خدا کی شہادت اس آیت میں دی ہے لیکن اسے اتنا معلوم نہیں کہ یہ آیت حضرت نبی کریم کی ذات بابرکات کے بارہ میں ہے کہ وہ اللہ تعالے کے نور سے روشن ہے اور اسکے چمکتے ہوئے شیشہ کے ذریعہ سے اللہ تعالے کا نور دنیا پر بڑھ چڑھ کر روشنی دیتا ہے۔ اسی سے حضرت نبی کریم کی صفات

عالیہ کا پتہ لگ سکتا ہے۔ ایک جگہ تو فرمایا کہ جو اس کے ہاتھ پر بیعت کرے وہ خدا کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے۔ پھر فرمایا کہ اس نے مٹھی نہیں پھینکی بلکہ خدا نے پھینکی ہے پھر تیسری جگہ فرمایا کہ اللہ تعالے کا نور اسکے عکسی آئینہ میں سے ہوکر نور علی نور ہو جاتا ہے۔ مسیح کے بارہ میں جو کچھ ہے اس سے کم ہی ہے۔

فاضل عربی صاحب تاریخدانی کے بھی مدعی ہیں اور فرماتے ہیں کہ آنحضرت نے جو کچھ سیکھا یہودیوں اور عیسائیوں کے مدرسہ میں بیٹھ کر سیکھا۔ شاید پادری صاحب کو اپنے موجودہ مدارس کو دیکھ کر خیال آیا ہوگا کہ عیسائی صاحبان ہمیشہ سے ایسے مدارس بناکر کم سن بچوں اور بیمار عاجزوں کو اپنے دام تزویر میں پھنساتے رہے ہوں گے لیکن جو شخص مسیحیت کی تاریخ سے واقف ہے وہ خوب جانتا ہے کہ حضرات یاوری تعلیم انجیل برہمنوں کی طرح اپنے خاص حلقہ میں ہی محدود رکھا کرتے تھے اور جوں ہی فلسفی نے مذہب میں عقل کو دخل دیا۔ اس کی جان کی خیر نہ ہوتی تھی۔ مدارس اور ہسپتال اور یتیم خانے کھولکر تبلیغ دین کرنا تو اب انہیں سوجھا ہے۔ کہ جب انہوں نے دیکھا کہ عقلمند سمجھدار اور عالم لوگ ان کے من گھڑت اصولوں کو قبول نہیں کرتے تو انہوں نے ناتجربہ کار بچوں، بیماروں، حاجت مندوں اور یتیموں، غریبوں کے دین کو اس ذریعہ سے بگاڑ کر اپنا دین بڑھانا شروع کیا۔ ایک بچہ جس کو نیکی بدی کی کوئی سمجھ نہیں وہ کیا جانے کہ مسیح کا مظہر خدا ہونا سچ ہے یا کرشن جی خدا کے اوتار ہیں۔ ایک بیمار جسے اپنی بیماری کی فکر ہے وہ اپنی صحت کے لئے ہر بات ماننے کو تیار ہو سکتا ہے۔ ایک غریب جو نان جویں کا محتاج ہے اور پراگندہ روزی پراگندہ دل کا مصداق ہے سچ اور جھوٹ میں کیا تمیز کرے گا۔ بلکہ جہاں اسے آرام ملیگا وہ غنیمت سمجھیگا۔ مسیح کی خدائی نہیں بلکہ گیدڑ کو بھی خدا مان لے گا۔ صرف اسکا پیٹ بھر دیا جائے۔

آخر میں فاضل عربی صاحب نے اہل اسلام کے خدا اور مسیحیوں کے خدا کا مقابلہ کیا ہے۔ قرآنی خدا کو پیش کرتے وقت انہوں نے حوالہ کسی آیت کا نہیں دیا۔ بلکہ عیسوی تعصب کے باعث جو جی چاہا لکھ دیا جب وہ ہر ایک بات کے لئے جو انہوں نے لکھی ہے حوالجات قرآنی پیش کرینگے تو ہم اسپر غور کرینگے لیکن مسیحی خدا کا نمونہ ازروئے بائبل پیش کر دینا ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

مسیحی خدا صاحب کا ایک اقنوم عام انسانوں کی طرح عورت (عیسائیوں کے عقیدہ میں عورت دنیا میں گناہ لانے کا باعث ہوئی) کے پیٹ میں ۹ ماہ خون حیض کھاتا رہا اور اسی تکلیف سے ماں کے پیٹ سے باہر آیا۔ جیسا عام بچے آتے ہیں۔ ساری عمر انسانوں کی طرح مصائب برداشت کرتا رہا۔ آخر مخالفوں نے اسے صلیب پر چڑھا کر مار ڈالا۔

اب خدا کی صفات ملاحظہ ہوں۔ تب خداوند انسان کے زمین پر پیدا کرنے سے پچھتایا اور دلگیر ہوا۔ (پیدائش ۶/۶) اسلئے کہ ۶ دن میں خداوند نے آسمان اور زمین پیدا کیا۔ اور ساتویں دن آرام لیا اور تازہ دم ہوا (خروج ۳۱/۱۷) میں رحم کرتے کرتے تھک گیا۔ (یرمیاہ ۱۵/۶) اور تو نے اپنی خطاؤں سے مجھے تھکا دیا۔ (یشعیاہ ۴۳/۲۴) اور خداوند اس شہر اور برج کو جسے آدمی بناتے تھے دیکھنے اترا۔ (پیدائش ۱۱/۵) جہاں خداوند تیرا خدا بیابان میں چالیس برس تجھ کو لئے پھرا تاکہ تجھے عاجز کرے اور تجھے آزمائے اور تیرے دل کی بات دریافت کرے (استثنا ۸/۲) کیونکہ میں خداوند تیرا خدا غیور ہوں اور باپ دادوں کی بدکاریاں ان کی اولاد پر تیسری اور چوتھی پشت تک پہنچاتا ہوں (خروج ۲۰/۵) خدا جنگی ہے (خروج ۱۵/۳) فوجوں کا خدا اس کا نام ہے (یسعیاہ ۵۱/۱۵)

یہ فہرست بڑی لمبی ہو سکتی ہے جب فاضل صاحب اسپر کچھ مزید لکھیں گے تو ہم بھی پوری فہرست دے دیں گے۔

عقیدہ تثلیث

عقیدہ تثلیث کے بارے میں فاضل عربی صاحب فرماتے ہیں کہ خدا ماحد مطلق نہیں جس کا وجود ازروئے عقل ثابت نہ ہوسکے بلکہ اس میں تین اقانیم ہیں جو باپ۔ بیٹے اور روح القدس کے ناموں سے پکارے جاتے ہیں۔ لیکن تین خدا نہیں بلکہ ایک ہی خدا ہے

فلاح انسان کا پہلا پیغام

... اپریل کو احمد پور (بہاولپور) ہائی سکول کی رسم افتتاحی کے موقعہ پر حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے حضور نواب صاحب کے ارشاد پر ذیل کی تقریر فرمائی۔

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ۔ اقرأ باسم ربك الذی خلق ۔ خلق الانسان من علق ۔ اقرأ وربك الاكرم الذی علم بالقلم ۔ علم الانسان ما لم یعلم ۔

احمد پور ہائی سکول کے افتتاح کے موقعہ پر مجھے چند الفاظ کہنے کے لئے کہا گیا ہے۔ میں اس مختصر سے وقت میں بہتر سے بہتر امر یہ کرسکتا ہوں کہ میں ان آیات مقدسہ کی طرف حاضرین کو متوجہ کروں جن سے حضرت ختمیت مآب پر وحی الٰہی کا افتتاح ہوا۔ اور جو میں نے ابھی پڑھیں۔ یہ وہ آیات ہیں جن سے اس صحیفہ مقدسہ کا آغاز ہوا جو انسان کو رفعت اور تکریم کے مقام پر پہنچانے کے لئے آیا۔ ان کا کھلا کھلا ترجمہ یہ ہے۔

اپنے پیدا کرنے والے رب کے نام سے پڑھ! اس نے ایک لہو کی پھٹکی سے انسان بنا دیا۔ پڑھ! وہ رب مکرمت والا ہے۔ اب وہ انسان کی مکرمت ربوبیت کرنے لگا ہے (وہ قلم کے ذریعہ تعلیم دیتا ہے۔ وہ وہ باتیں انسان کو سکھلاتا ہے جو اسے پہلے معلوم نہ تھیں۔

اس وحی کے مخاطب تو ختمیت مآب ہیں۔ لیکن ان کے ذریعہ کل نسل انسانی کو یہاں خطاب ہوتا ہے یعنے جو ہستی ایک قطرۂ خون سے کامل اعضائے ہوئے انسان کی شکل اختیار کر لیتی ہے اور جسے جسماً بہتر سے بہتر اعضا اور جوارح دے گئے۔ اسے اب ہر پہلو سے اکرم اور مکرم بنانے کا ارادہ ربی ظاہر ہو رہا ہے جس اقرأ وربك الاكرم کے مقدس الفاظ اشارہ کر رہے ہیں اور اس مقام عالی پر پہنچانے کیلئے صرف تین امور کا ذکر کیا جاتا ہے پڑھنے اور لکھنے کا۔ الذی علم بالقلم ۔ علم الانسان ما لم یعلم یعنی ان علوم کی تعلیم جو انسان کو اس وحی پاک کے نزول سے پہلے معلوم نہ تھے۔ آنحضرتؐ کے زمانہ ماقبل اور مابعد اگر کسی امتیازی امر کی تلاش کیجائے اور انسان کی موجودہ صیقل کردہ ترقی و تمدن کے وجوہ دیکھے جائیں تو بھی تین باتیں نظر آتی ہیں جن کا اس وحی میں ذکر ہے۔ اسلام سے پہلے نوشت و خواند کا چرچا نہ تھا کل دنیا میں کم آدمی لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ چند کو سینہ بہ سینہ طریق پر تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اور علوم جدید جن پر موجودہ تہذیب و تمدن کا انحصار ہے وہ تو انسان کے علم ہی میں نہ آئے تھے ختمیت مآب آئے اور یہ تینوں باتیں اپنے ساتھ لائے کاغذ کی ایجاد مسلمانوں نے ہی کی اور یہ ظاہر ہے کہ کاغذ کی ایجاد سے پہلے کامل طور پر علم کا چرچا نہ ہوسکتا تھا۔ نہ کتابوں کا رواج ہوسکتا تھا۔ پھر علوم جدیدہ تو مسلمان ہی لائے انہوں نے ہی ان کی بنیاد ڈالی۔ بعض علوم کو کمال پر پہنچایا۔ جس کی ترقی اب اقوام مغرب نے کی۔

مجھے تو ان مقدس الفاظ پر غور کرتے حیرت ہوتی ہے ایک اُمی قوم میں کا اُمی انسان۔ اس قوم یا اسکو پڑھنے لکھنے سے کیا تعلق۔ وہ ان علوم کو کیا جانے جو اس کے بعد دنیا میں آئے لیکن اسے پہلے وحی آتی ہے تو کن حقائق عالیہ کو اپنے اندر لئے ہوئے۔ انسان کے ہر معنوں میں کمال حقیقی پر پہنچنے کے اسرار اگر کسی پر کھلتے ہیں تو اسی امی لقب انسان پر۔ گویا وہ دنیا میں سب سے اول یہ تعلیم کرتا ہے کہ اب نسل انسانی اس کمال پر پہنچیگی کہ جس پر وہ پہلے نہ پہنچی تھی۔ اور یہ رفعت اسے پڑھنے لکھنے اور علوم جدیدہ کے حصول سے حاصل ہوں گے پیغمبر آخر کیوں آئے ہیں۔ ان کی بعثت کا مقصد بھی یہی بتلایا گیا اور یہ مقصد کتنا بلند سے بلند ہے۔ اور اگر وہ مقصد صرف ان باتوں سے حاصل ہوا جن کیطرف یہ آیات اشارہ فرما رہی ہیں تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرسل اور نبی ہونے میں کسکو کلام ہوسکتا ہے۔ ہم مسلمان ہیں اگر ہم علم حاصل نہ کریں۔ اگر ہم پڑھے لکھے نہ ہوں۔ اگر ہم علوم جدید میں ید طولےٰ حاصل نہ کریں تو ہم نے بعثت اسلام کی غرض کو پورا نہ کیا۔ ہم مسلمان مسلمان کہلانے کے مستحق نہیں۔ یاد رکھو اسلام کی ترقی کے بھاری اسباب جو تھے وہ قرون اولے کے مسلمانوں نے حاصل کئے۔ اور دینی ... اسلامی میراث جب سے ہاتھ سے گئی۔ ہم میدان ترقی میں پیچھے رہ گئے۔ تم نمازیں پڑھتے ہو روزے رکھتے ہو اچھا کرتے ہو لیکن آنحضرت صلعم کی باتیں بھی مجھ سے سن لو کہ ایک عالم کا ایک رات کا تفکر و تدبر کسی کے ایکسال کی نماز اور عبادت سے افضل ہے۔ تم جس کے عاشق ہو۔ لیکن آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ عالم کی قلم کی سیاہی کا ایک قطرہ شہید کے قطرات خون سے کم نہیں۔ تم میں سے بعض ابھی تک دیگر زبانوں اور دیگر قوموں کے پیدا کردہ علوم حاصل کرنے سے گھبراتے ہیں لیکن آنحضرت تو فرماتے ہیں اطلبوا العلم ولو کان فی الصین نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت تو چین مسلمان نہ تھا۔ پھر وہ کیوں فرماتے ہیں کہ چین تک جا کر علم حاصل کرو۔

مسلمانو! علم تمہارا ہی میراث ہے۔ یہ علوم جو یورپ میں ہیں وہ تو تمہارے تھے۔ تم کیوں اُسے واپس نہیں لیتے۔ اور اگر انہوں نے نئے علوم دریافت کئے ہیں تو وہ تو بقول نبی کریم مومن کی ایک گم شدہ (ضالۃ مومن) چیز ہے۔ اس کا فرض ہے کہ جہاں اسے ملے لیلے یہ تو ایک فریضہ ہے۔ علی کل مسلم و مسلمۃ ۔ مسلم مرد و عورت پر حصول علم فریضہ ہے۔ یعنے نماز و زکوٰۃ کے بعد یہ ہمارے فرائض میں سے ہے۔

الغرض یہ ہائی سکول کا کھلنا تمہارے لئے رحمت و برکت ہے۔ اگر تم اس سے حقیقی فائدہ اٹھانا چاہو۔ اس ریاست پر ایک زرریز زمانہ آنے والا ہے۔ اس ملک کی آبپاشی ہونے والی ہے یہ تمہارے چاروں طرف جو مٹی اور بالو کے ٹیلے نظر آتے ہیں یہ سب چاندی اور سونا ہے لیکن اس مٹی کو چاندی بنانا علم کے حصول پر منحصر ہے۔ آج یہ ہائی سکول ہے آپ لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں اور یہاں تک اپنا شوق علم ظاہر کریں کہ یہ ہائی سکول کالج ہو جائے ریاست اس سے زیادہ کیا کرسکتی ہے کہ جو اس نے کیا۔ اب اس سے آگے بڑھنا تمہارے ہاتھ میں ہے یہ سب باتیں میں نے اسلامی نقطہ نگاہ سے کہیں لیکن اسلام تو کل نسل انسانی کے لئے آیا۔ اس کے سامنے تو انسان کی فلاح تھی خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم اور جو بھی باتیں میں نے کہیں۔ ان کے مخاطب ہندو بھائی بھی ہیں۔ وہ مجھ سے سن لیں کہ قرآن خدا کی طرف سے انسان کی فلاح و ترقی کا پیغام لایا ہے۔ اور ان راہوں کو بتلانے آیا ہے کہ جن سے انسان اپنے کمال کو پالے۔ اس پیغام آخری کا شروع ان آیات سے ہوتا ہے جو میں نے پڑھی ہیں۔ اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ اب انسان کو بلند کرنا چاہتا ہے۔ اور انسان کو یہ بزرگی اور مکرمت لکھنے پڑھنے اور نئے نئے علوم حاصل کرنے پر ملیگی۔ تیرہ سو برس سے یہ پیغام آیا۔ اسوقت سے آجتک جس نے ترقی حاصل کی وہ اس پیغام پر چلنے سے کی۔ اب بھی وہی پیغام ہے۔ اسے جو چاہے قبول کر اور کمال کے درجہ پر پہنچ جائے اس پیغام پر یہاں کے لوگوں کو چلانے کے لئے یہ ہائی سکول بطور منزل اول ہے۔ اس سے فائدہ اٹھانا تمہارا کام ہے۔ خدا تمہارے ساتھ ہو۔

بقیہ صفحہ اول کالم نمبر ۴

عورتوں کو علم سکھاؤ

ہمارے ہاں عورتوں کے اجتماع کی کوئی صورت نہیں۔ جمعہ میں کوئی دو چار آجاتی ہیں۔ اسلئے تم عورتوں کو علم سکھاؤ۔ ان کو اس قابل بناؤ کہ اخباروں کو پڑھ سکیں۔ قرآن کو سمجھیں۔ تاریخ سے واقفیت حاصل کریں اور تمہاری اولاد پر اچھا اثر ڈال سکیں خوب یاد رکھو۔ بچوں کی پرورش ٹھیک طور پر نہیں ہوسکتی جب تک عورتوں میں علم پیدا نہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں مردوں کو تعلیم دیتی تھیں۔ بڑے بڑے صحابی حضرت عائشہ سے مسئلے پوچھنے آتے تھے اور ان کی فقاہت کی داد دیتے تھے۔ تم اپنے بچوں اور اپنی اولادوں کی خاطر ان عورتوں کو اس قابل بناؤ کہ وہ دین سے بہرہ ور ہوں

غربا اور مساکین کی خبرگیری کی ضرورت

ایک بات ہے جو اس موقعہ پر میں کہنی چاہتا ہوں اور دوسری بات وہ ہے جس کی طرف نبی کریم صلعم عید کے موقعہ پر بالخصوص توجہ دلاتے تھے۔ وہ غربا اور مساکین کی خبرگیری کے متعلق ہے۔ حدیثوں میں میں نے دیکھا ہے کہ نبی کریم صلعم اس موقعہ پر وعظ کرتے تھے اور اس میں غربا اور مساکین کی خبرگیری کی طرف بالخصوص توجہ دلاتے تھے۔ آپ عورتوں میں بھی اسکی تحریک کرتے تھے اور عورتیں جیسا کہ ان کا ہمیشہ سے دستور ہے۔ کوئی ڈنڈی کوئی بالی کوئی انگوٹھی اتار اتار پھینکتی تھیں۔ اور حضرت بلالؓ جمع کرتے جاتے تھے۔

صدقہ اور خیرات نظام کے ماتحت ہونے چاہئیں

میں یہ جانتا ہوں کہ مسلمانوں کے گھروں میں صدقہ اور خیرات بہت ہوتی ہے۔ بالخصوص عورتیں بہت کچھ خیرات کرتی ہیں لیکن بوجہ ناواقفیت وہ خیرات بےمحل صرف ہو جاتی ہے۔ مثلاً بعض وقت دیگیں پکا کر کھلا دی جاتی ہیں۔ یہ کوئی بری بات نہیں لیکن اگر ان دیگوں کے خرچ کو روپیہ کی صورت میں کسی نظام کے ماتحت صرف کریں تو بہت زیادہ فائدہ ہو۔ خیرات کا بہترین مصرف یہ ہے کہ اکٹھے ہو کر قومی ضروریات پر روپیہ صرف کیا جائے۔ دوسری قوموں کو دیکھو ان کے ہاں خیرات کا بہترین حصہ نظام کے ماتحت صرف ہوتا ہے۔

خیرات کا بہترین مصرف

ہمارے ہاں خدا کے فضل سے بہت سے ایسے ضروری مصارف ہیں جہاں پر روپیہ صرف ہوسکتا ہے۔ ہمارے ہاں جاوا سے بلکہ اس سے بھی دور دور سے طالب علم آئے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ جو اسقدر دور سے تکلیف اٹھا کر آتے ہیں۔ ان کے اوپر آپ جو کچھ خرچ کرینگے وہ صدقہ جاریہ ہوگا۔ جہاں جہاں وہ اس علم کو لیکر جائینگے اس کا ثواب آپ کے لئے لکھا جائیگا۔ خدا کے ہاں کوئی چیز ضائع نہیں جاتی۔ کوئی بات انسان کے منہ سے نہیں نکلتی۔ جس کی حفاظت ایک نگہبان نہیں کرتا۔ اسلئے میں اپنے دوستوں اور مستورات کو اسطرف توجہ دلاتا ہوں کہ اپنی خیرات کو یہاں بھیجا کریں۔ دیگیں پکا کر کھلانے کی بجائے بہتر ہے کہ اسکا روپیہ یہاں بھیجدیں۔ اسطرح گھروں میں کوئی چیز زائد ہوتی ہے۔ بسا اوقات کپڑے زائد ہوتے ہیں۔ ایسی سب چیزوں کی ہمارے ہاں ضرورت ہے۔ یہ سب یہاں کام آسکتی ہیں بھیجا صدقہ خیرات کرنے کے اور محل ہوتے ہیں۔ اسوقت بھی یہی خیال رکھا جائے

برلن مسجد اور ہم

تمہاری ذرا سی قربانی سے کسقدر فوائد تمہیں حاصل ہوتے ہیں۔ آج کیا تمہارا دل راحت سے نہیں بھرتا کہ کفرستان کے اندر ایک چھوٹی سی جماعت کی ہمت سے ایک مسجد قائم ہوگئی میں مانتا ہوں کہ اس میں دوسروں کا بھی روپیہ ہے لیکن تمہاری ہی ہمت سے یہ قائم ہوئی ہے۔ تھوڑی کوشش سے آج تمہارے ہاتھوں ایک مسجد جرمنی میں قائم ہوتی ہے جس کے اندر آج تو جرمن کی جماعت نماز پڑھ رہی ہوگی۔ اسلئے قدم آگے بڑھانے کی کوشش کرو

پرانی رسموں کو نیا رنگ دینا چاہئے

تمہارے ہاں بعض پرانی رسمیں جاری ہیں جن میں کچھ نہ کچھ خیرات کی صورت ہے ان کو ضائع مت کرو بلکہ ان کو نیکی میں بدل دو۔ مثلاً تمہارے ہاں مسجدوں میں تیل جاتا تھا۔ تم بجائے تیل اسکی قیمت یہاں بھیجدیا کرو۔ پرسوں ہم نے یہاں قرآن کریم کا پورا درس ختم کیا ہے۔ خدا کے فضل سے قریباً ایک پارہ روزانہ کے حساب سے رمضان میں پورا قرآن ختم ہو گیا۔ میں نے اسوقت تحریک کی کہ کچھ چندہ ہو جائے جس سے بیان القرآن غیر مستطیع اشخاص تک جو اسے پڑھنا چاہتے ہیں پہنچایا جاسکے۔ اسوقت عورتوں میں ایک ایسی بی بی آئی ہوئی تھیں جن کو ہمارے یہاں کے دستور کا علم نہ تھا۔ انہوں نے تعجب کیا کہ یہ سب کچھ ملاجی کے لئے جمع ہوتا ہے ان بیچاری کو علم نہ تھا۔ لیکن بہرحال جو کچھ تم ملا کو بھیجا کرتے تھے بہتر ہوگا اگر اسکو یہاں بھیجدیا کرو کہ مستحقین کے کام آئے۔ یقیناً یہاں تمہارا بھیجا ہوا اچھی صورت میں کام آئیگا

مسلمانوں کی ترقی کی اصل بنیاد

دیکھو میں یقین دلاتا ہوں کہ یتیموں اور مسکینوں کو دینے سے ہی تمہاری عزت ہوسکتی ہے۔ ان کو اسلئے نہ دو کہ وہ مفلس ہیں بلکہ عزت اور اکرام کے لئے ان کو دو۔ ان کو معزز بنانے کے لئے اور ذلت اور حقارت کے رنگ میں مت دو۔ غرض ایک تو اپنی طاقت و ہمت کو اشاعت اسلام پر لگاؤ۔ اور دوسرے غربا و مساکین کی خبرگیری پر پورا زور صرف کرو۔ یہی دو باتیں آج مسلمانوں ...

(بقیہ صفحہ) پادری صاحب نے باوجود بہت سی بیفائدہ علمیت جتانے کے اپنے اس عقیدہ کی تائید میں بائبل سے کوئی حوالہ پیش نہیں کیا وجہ یہ ہے کہ اناجیل کے کسی ایک مقام پر یہ نہیں لکھا کہ خدا تین ہیں۔ یا اسکی ذات میں تین ہیں یا تین میں ایک ہے یا اسکی ذات میں تین اقنوم ہیں۔ اس لئے معلوم ہوا کہ یہ بناوٹی عقیدہ ہے کہ جیسا باپ ہے ویسا ... سلئے معلوم ہوا کہ یہ بناوٹی عقیدہ ہے اور حضرت مسیح کی تعلیم کے خلاف ہے تاہم اس پر ہم کچھ لکھنا چاہتے ہیں۔ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ جیسا باپ ہے ویسا ہی بیٹا اور ویسا ہی روح القدس۔ باپ ازلی۔ بیٹا ازلی۔ روح القدس ازلی۔ تاہم تین ازلی نہیں بلکہ ایک ازلی ہے۔ ایسا ہی باپ قادر مطلق۔ بیٹا قادر مطلق اور روح القدس قادر مطلق تو بھی تین قادر مطلق نہیں بلکہ ایک قادر مطلق ہے ایسا ہی باپ۔ خدا بیٹا خدا روح القدس خدا اس پر بھی تین خدا نہیں بلکہ ایک ہی خدا ہے۔ اس عقیدہ میں تین کو علیحدہ علیحدہ شمار کر کے پھر ان کو ایک کہا جاتا ہے۔ ہر ایک صاحب عقل شخص اس بات کو جانتا ہے کہ تین علیحدہ علیحدہ چیزیں ایک نہیں کہلا سکتیں البتہ مصنوعی ترکیب سے چند چیزیں ایک نام سے موسوم ہو سکتی ہیں جیسا کہ اکثر مرکب ادویہ ہوا کرتی ہیں لیکن بموجب عیسائیوں کے عقیدے کے خدا کوئی معجون مرکب کی طرح سے نہیں ہے بلکہ اس میں وحدت حقیقی ہے لہذا اس طور کی وحدت بھی وہاں نہیں ہو سکتی اور ظاہر ہے کہ ایسی ترکیب میں ہر ایک جزو کل کے مانند نہیں ہوتی۔ اور کل کو اپنے اجزاء کی طرف حاجت ہوتی ہے۔ مثلاً تین ضلع مثلث ہوتا ہے مگر ہر ایک ضلع کو مثلث نہیں کہہ سکتے اور نہ ہر ایک ضلع کل کے برابر ہے اور تثلیث میں تینوں اقنوموں کو برابر مانا جاتا ہے۔ اور ہر ایک کو خدا کہا جاتا ہے غرضیکہ تثلیث میں ایسی توحید بھی نہیں ہو سکتی جیسی مصنوعی ترکیب میں ہوا کرتی ہے بلکہ یہاں تو صاف صاف علیحدہ علیحدہ تین مانے جاتے ہیں (متی باب ۳۔ ۱۶ و ۱۷) جس سے عیسائی تثلیث ثابت کرتے ہیں یہ ہے "اور یسوع بپتسمہ لیکر فی الفور پانی کے پاس سے اوپر کو گیا۔ اور دیکھو اسکے لئے آسمان کھل گیا۔ اور اس نے خدا کی روح کو کبوتر کی مانند اترتے اور اپنے اوپر آتے دیکھا۔ یہ ہر سہ علیحدہ وجود ایک کیسے ہو سکتے ہیں جس طرح ماں، باپ، بیٹا ملکر ایک شخص نہیں اسی طرح خدا مسیح اور روح القدس بھی ایک نہیں ہو سکتے وجہ اس کی یہ ہے کہ تین کو کثرت لازم ہے اور ایک کو وحدت اور یہ دونوں چیزیں یعنی کثرت اور وحدت باہم متضاد ہیں پس ایک شے کا واحد اور کثیر ہونا ایک ہی وقت محال ہے اگر وہ کثیر ہے تو واحد نہیں ہو سکتی اور واحد ہے تو کثیر نہیں ہو سکتی پس اگر خدا کی ذات واحد ہے تو تثلیث محال ہے اور اگر اسکی ذات تثلیث ہے تو واحد ہونا اس کا محال ہے اگر کہا جائے کہ تثلیث کا سمجھنا احاطہ عقل انسانی سے باہر ہے تو یہ محض غلط ہے۔ جو شے دلیل عقلی سے باطل ٹھیرے وہ احاطہ عقل انسانی سے باہر نہیں ہو سکتی۔ ہاں جس شخص کی عقل پر پردہ پڑ گیا ہو اسکا کچھ ذکر نہیں عقیدہ ہمیشہ ایسا ہونا چاہیئے جو بلا کسی تاویل کے الہامی کتاب سے ثابت ہو لیکن جس طرز سے عیسائی صاحبان یہ عقیدہ بیان کرتے ہیں اسکا وجود اناجیل میں کہیں نہیں پایا جاتا۔

بقیہ صفحہ ۔۔ کالم ۔۔

عرض کر رہا ہے کہ ہمارے نوشتہ پر کسی مردکی نظر نہ پڑ جائے۔ کیا پھر وہ دستور روا رکھا جائے گا جو عام طور پر اختیار کیا جاتا ہے کہ داڑھ میں سخت درد ہے اور قریب ترین ہسپتال میں زنانہ ڈاکٹر بازپرس نہیں مل سکتی۔ پھر کیا ہوا قہر درویش بجان درویش مرد ڈاکٹر سے ہی طوعاً یا کرہاً داڑھ نکلوائی جائے۔ یہ میرا چشم دید واقعہ کر اور بار ہا دیکھنے میں آیا ہے پس ہمشیرہ صاحبہ کو ابھی سے سمجھ لینا چاہیئے کہ ہماری داڑھ میں سخت درد ہے اور زنانہ ڈاکٹر یعنے خالص پریس زنانہ "پیغام صلح" کے دفتر میں ایک طرف شاید سارے ہندوستان بلکہ دنیا میں نہ مل سکے اسلئے ناچار مردوں ہی سے مدد لینی اور انہی کے اخبار میں طبع آزمائی کرنی ہے اور اس میں کوئی عیب نہیں آخر ہمارے ملک میں جو زنانہ اخبار یا رسالے نکلتے ہیں ان کے سرپرست مرد ہی ہیں۔ اخبار "تہذیب نسواں" کو تمام ملک میں مستورات کیلئے لاثانی مانا جاتا ہے اور واقع میں بھی وہ ایسا ہی ہے لیکن اس میں بھی مستورات کے قلم سے جو مضامین نکلتے ہیں۔ جناب میر ممتاز علی صاحب مینیجران پر تنقید فرماتے ہیں اور قابلانہ مضمون پر اظہار مسرت

کرتے ہیں۔ ایسا ہی سب زنانہ اخباروں کا دستور ہے۔ یہ کوئی خلاف اخلاق نہیں کہ ہمارے مضامین ایک مذہبی اخبار میں جگہ پائیں جو ہمیں نیکی کے راستہ کی طرف بلاتا ہے۔ اسلئے میں اپنی بہنوں سے عرض کرتی ہوں کہ ایسے توہمات کو اپنے دلوں سے نکال دیں اور اس کام میں شمولیت کی طرف اپنی پوری توجہ لگائیں۔

کام کرنے کا نہیں اے دل ناداں کوئی
خود بخود غیب سے ہو جائے گا ساماں کوئی

(خاکسار غلام فاطمہ بیگم اہلیہ چودہری عبدالمجید خان اسسٹنٹ سرجن)

ریاست کشمیر پر شدھی والوں کی خاص توجہ

سوتے جاگتے کا قصہ

مسلمانوں کو دعوت بیداری

آج کی ڈاک میں جموں سے ایک چھٹی آئی ہے جس کو عینہ شائع کیا جاتا ہے۔ ہندو مہا سبھا کی جانب سے پرچارکوں کا آنا۔ خفیہ جلسہ کا منعقد ہونا۔ ریاست کی امداد سے ان کا سفر کرنا۔ ادویات وغیرہ سامان کا ان کے ساتھ ہونا مختلف راستوں سے ان مختلف ٹولیوں کا سری نگر پہنچنا۔ اور پھر سری نگر کو صدر مقام قرار دے کر پرچار کرنا۔ ان تمام امور سے معلوم ہوتا ہے کہ ریاست کشمیر پر شدھی والوں کی خاص یورش ہے۔ ہم اس بارہ میں ضروری تحقیقات کر رہے ہیں عنقریب مفصل حالات کا اظہار کیا جائے گا لیکن کیا اخوان ملت اپنی سکے سیر والی چال کو چھوڑ کر واقعی موثر اور عملی کام کریں گے یا اس قسم کے واقعات کو ہمیشہ نظر انداز ہی کرتے رہیں گے۔

(سید غلام بھیک نیرنگ معتمد عمومی جمعیتہ مرکزیہ تبلیغ الاسلام انبالہ)

نقل چٹھی آمدہ از جموں

مکرم سید غلام بھیک صاحب سلمہ اللہ تعالے

السلام علیکم۔ میں آپ کو ایک ایسی خبر سناتا ہوں جسے سن کر آپ تو خون جگر پیئے بغیر نہ رہینگے لیکن مسلمان پرواہ تک نہ کرینگے آج ۱۱۔ اپریل کو ایک بجے والی گاڑی سے ہندو مہا سبھا کی طرف سے ۱۰ کس پرچارک آریہ یہاں پہنچے جلسہ ہوا مندر میں رات کو لیکچر ہوا کسی مسلمان کو اندر جانے کی اجازت نہ تھی ایک دوست کی زبانی سارا حال معلوم ہو گیا۔ ان کی چار ٹولیاں بہار کشمیر و بھمبر اور کشتواڑ تک جائینگی اور لطف یہ کہ سب کی سب اخر ناگہ یاترا کے دن کشمیر پہنچ کر ۳ ماہ کشمیر میں پرچار کریں گی۔ ان کے پاس ادویات دیسی و انگریزی بکثرت ہیں۔

ایک گروہ جموں سے اکھنور کے راستہ میں راجوری پونچھ پہنچے گا۔

دوسرا گروہ جموں سے ریاسی۔ بدل۔ گلاب پورہ ہوتا ہوا کشمیر پہنچے گا۔

تیسرا گروہ جموں سے سانبہ رام نگر کشتواڑ اور ڈوڈہ پہنچے گا۔

چوتھا گروہ ادہم پور۔ رام سوہ اور بانہال کے راستہ سے کشمیر پہنچے گا۔

ان کو ریاست کی طرف سے گھوڑے اور آدمی ہمراہ دئے گئے ہیں۔ آپ مسلمانوں کو توجہ دلائیں کیونکہ پہاڑ اور کشمیر پر آریوں نے ڈاکہ ڈالدیا ہے۔ فقط

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ اور دیگر بزرگان ملت بفضلہ تعالے بخیریت ہیں۔

قتل مرتد پر جو مضامین مولوی ظفر علی خان نے زمیندار میں لکھے ہیں ان کا جواب حضرت امیر ایدہ اللہ نے لکھا ہے جو زمیندار میں چھپنے کے لئے بھیجا جائے گا۔ اس کے بعد پیغام صلح میں شائع ہوگا۔ انشاء اللہ۔

بدایوں کے نواح میں آریوں کی طرف سے مسلمانوں کو اشدھ کرنے کے لئے اپریل کے آخری دنوں میں ایک جلسہ بڑے ترک و احتشام کے ساتھ ہوا تھا اسکے مقابلہ کے لئے جمعیت تبلیغ الاسلام نے مولوی عصمت اللہ صاحب کو بلوایا۔ مولوی صاحب اور بہت سے دیگر مسلمان علماء نے وہاں لیکچر دئے مولوی صاحب لکھتے ہیں "مسلمانوں کو اشدھ کرنے کے لئے آریوں نے ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگایا۔ راجے مہاراجے بلوائے ہاتھیوں پر جلوس نکالے نو مسلین کو زمین اور روپیہ کا لالچ دیا۔ ان کے دیہات میں پھرنے اور جہاں تک ممکن تھا انہیں اپنے مذہب سے پھیرنے کی کوشش کی مسلمانوں نے عید کے دن کو جشن ارتداد کا دن منانا چاہا۔ بعض نو مسلموں کو ان کے ہندو رشتہ داروں کے ذریعہ ڈرایا دھمکایا۔ بعض کو حبس بیجا میں رکھا۔ آریوں کی ان کوششوں کو دیکھ کر مسلمانوں کے حوصلے پست ہوتے جاتے تھے۔ مایوسی کا عالم طاری ہو رہا تھا مگر بایں ہمہ قدرت نے عین وقت پر مدد فرمائی آریوں کی تمام کوششیں ناکام ہوئیں اور وہ اپنے منحوس مقاصد میں ناکام رہے۔ ہمارے پہنچنے سے پہلے ۱۵۔ ۷ آدمیوں کو آریہ اشدھ کر چکے تھے ان میں دو نو مسلم واپس آ گئے ہیں باقی روپوش ہیں"۔ مولوی صاحب نے شاہ پور میں ۵ ہ بجاروں کے مسلمان ہونے کی خوش خبری سنائی ہے۔ (ناظر ...)

تازہ خبریں

حکومت بنگال کے محکمہ سیاسی نے اعلان کیا کہ اس تصویر کی تمام کاپیاں قابل ضبطی ہیں جس میں زندان نابھ کے قیدیوں کی تکالیف ظاہر کی گئی ہیں اور جو اکالیوں کی قربانیوں کے نام سے موسوم ہے۔ نیز وہ تمام تحریرات قابل ضبطی ہیں جن میں تصویر مذکور لی گئی ہے۔

۱۹ر اپریل کو رات کے ۲ بجکر ۲ منٹ پر چند آدمیوں نے ایک شخص عبدالغنی کے مکان کو توڑا۔ اور اپلوں پر مٹی کا تیل چھڑک کر اسے آگ لگا دی نصف گھنٹہ کے اندر ۲ کمرے جل گئے ہمسایوں نے آگ بجھانے کی ہر چند کوشش کی۔ ساڑھے تین بجے بوائے سکاوٹس کی ایک جماعت پانی کے ڈول لئے ہوئے آگ بجھانے کے لئے پہنچی تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کی تگ و دو کے بعد آگ بجھا دی گئی۔

پانچ ۶ روز سے باغبانپورہ اور بھوگیوال میں ہیضہ شروع ہو گیا ہے وجہ یہ ہے کہ بلدیہ نوٹیفائیڈ ایریا کی صفائی بالکل نہیں کراتی حالانکہ بارہ ۱۲ ہزار روپیہ نقد اسکے پاس موجود ہے جو محاصل کے ذریعہ سے پورا کیا گیا ہے۔ موریوں میں غلاظت جمع رہتی ہے اور بازار کی حالت بھی خراب ہے ان چند ایام میں دس گیارہ آدمی مر چکے ہیں اور بہت سے بیمار پڑے ہوئے ہیں۔

رفو چکر ہو لئے

رفو چکر ایک سفوف ہے جس کو تین چار لیپ کی طرح لگانے سے نازک سے نازک اور نرم سے نرم جگہ کے بال تمام عمر کے لئے اڑ جاتے ہیں اور پھر دوبارہ پیدا نہیں ہوتے۔ ہزاروں سرٹیفکیٹ موجد کے پاس موجود ہیں قیمت ۱۲ محصولڈاک ذمہ خریدار۔ رفو چکر کے لگانے سے کسی قسم کی تکلیف اور جلن نہیں ہوتی بلکہ جلد ریشم کی طرح نکل آتی ہے۔ رفو چکر کو لیپ کر دیجئے۔ بالوں کے جنگل کے جنگل ہمیشہ کے لئے صفا چٹ میدان ہو جائینگے۔

بابا ہیر ڈائی صابن یعنے علمی دنیا میں ہلچل ڈالنے والا ہیر ڈائی صابن تیار ہو گیا اس لئے آئندہ خضابوں کو چھوڑ دیجئے۔ ہیر ڈائی صابن تمام ہندوستان میں بالکل نئی ایجاد ہے۔ لوگوں نے لاکھ ہاتھ پاؤں مارے مگر آج تک کامیاب کوئی نہیں ہوا۔ ہیر ڈائی صابن معمولی صابن کی طرح بالوں پر لگا دیجئے بال فوراً سیاہ ہو جائینگے۔ سیاہی ہا نذار ایک ماہ تک رہیگی۔ قیمت ایک بکس تین روپیہ دو بکس پانچ روپیہ محصولڈاک ایک بکس سے دو بکس تک آٹھ آنہ ذمہ خریدار ہے ایک بکس سال بھر کے لئے کافی ہے۔ یاد رکھئے مذکورہ بالا دونوں چیزیں اپنی شہرت کی وجہ سے گورنمنٹ آف انڈیا میں رجسٹرڈ ہیں۔

المشتہر جرمن کرین مارکہ خضاب ورکس قصور پنجاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

[illegible]

پیغام صلح اخبار

لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۴۳۸

ہفتہ میں دوبار یکشنبہ و چہارشنبہ کو شائع ہوتا ہے +

قیمت سالانہ ۵ر ششماہی ۳ر سالانہ طلبا ۴ر

طلباء سے سالانہ ۴ر

جلد ۱۳ | مقام اشاعت لاہور یوم یکشنبہ مورخہ ۱۶ شوال ۱۳۴۳ ہجری مطابق ۱۰ مئی ۱۹۲۵ء | نمبر ۵۳

ممالک غیر میں تبلیغ اسلام

ملک اٹلی

چوہدری محمد اقبال صاحب لکھتے ہیں:۔ آپکا خط ملا۔ اخبارات بھی باقاعدہ پہنچ رہے ہیں۔ میری سستی مضمون لکھنے کی تکلیف برداشت نہیں کرنے دیتی۔ گذشتہ آٹھ دس روز تو بیمار رہا جیساکہ پچھلے خط میں عرض کر چکا ہوں۔ نزلہ ابھی تک بدستور ہے۔ مگر باقی شکایت نہیں۔ کمزوری بہت حد تک دور ہو چکی ہے۔ دوسرے اس کثرت سے مختلف لوگوں کو خطوط لکھنے پڑتے ہیں کہ بیناہ بخدا طبیعت گھبرا جاتی ہے۔ جس کو جواب باخط نہ لکھوں۔ شکوہ ہوتا ہے +

افسوس ہے کہ بعض ہندوستانی لیڈروں نے ہماری تجارت کو خراب کرنے میں پورا زور لگایا۔ اور آخر وہ کامیاب ہوگئے یعنی ہماری کمپنی ٹوٹ گئی۔ معلوم نہیں ان لوگوں کے ہاتھ کیا آگیا یہ لوگ بڑے بڑے بیٹوں والے ہیں نہ خود کچھ کرتے ہیں۔ نہ دوسروں کو کچھ کرنے دیتے ہیں صرف سید صاحب سے مخالفت تھی۔ اس لئے بڑا زور لگایا۔ یورپین لوگوں کو خط لکھے کہ ان سے مل کر کام نہ کیا جائے۔ خیر اللہ تعالٰے مالک ہے کوئی دوسرا سبب پیدا کر دے گا +

ملک سرویا

صابری حافظ ابراہیم اسعد صاحب لکھتے ہیں:۔ ہمارے سب احباب آپ کی کتب اور کام دیکھ کر حیرت زدہ ہو گئے۔ اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالٰے آپ کی کوششوں کے بہتر نتائج پیدا کرے۔ ہمیں یقین ہے کہ آپ کا دوست ضرور ہم سے مل کر جائے گا۔ تاکہ ہم اسے یہاں کے مفصل حالات بتا سکیں +

ملک آسٹریا

کرنیل رشید غالب بے صاحب لکھتے ہیں۔ کہ آپ کی مرسلہ جملہ کتب پہنچیں۔ گو میں انگریزی لکھ نہیں سکتا۔ لیکن اسے پڑھ اور سمجھ سکتا ہوں۔ اس لئے میں نے آپ کی دلچسپ کتابوں کا نہایت خوشی سے مطالعہ کیا ہے۔ اخبار لائٹ کے مضمون عیسوی محبت نے خصوصاً میری توجہ کو کھینچا ہے۔ جو کچھ آپنے رائے دی وہ بالکل صحیح ہے۔ لیکن افسوس کہ دلایل بغیر مادی طاقت کے کسی کام نہیں آتے۔ ہمارے پاک مذہب کی خوبیاں سب مسلمانوں پر واضح ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے موجودہ صدی کے مسلمان اس سے کچھ فایدہ حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔

اگر ہم روئے زمین کی طرف نظر دوڑائیں تو سوائے چند کے مسلمان عموماً عیسائی سلطنتوں کے غلام بنے ہوئے ہیں۔ جو منافقانہ طور پر عیسوی محبت کے مدعی ہیں۔ یہ نہایت تعجب کی بات ہے کہ قرآن جیسے ہتھیار کو اپنے ہاتھ میں رکھتے ہوئے ہم کس طرح عیسائیوں کے جوئے کے نیچے آگئے ہیں۔ اور اپنے آپ کو اسے استعمال کر کے بچا نہیں سکتے۔ اور اپنی غفلت اور کاہلی کو دور نہیں کر سکتے۔ ۲۵۰ ملین مسلمان عیسائی سلطنتوں کے آہنی پنجہ میں گرفتار ہیں قرآن مجید کا ارشاد ہے لیس للانسان الاما سعی۔ پھر فرماتا ہے۔ ھل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون۔ علم ایک طاقت ہے اور علم ہی طاقت کا پیمانہ اور معیار ہے۔ وہ لوگ جن کے ہاتھوں میں قرآن جیسا ترقی کرنے کا آلہ موجود ہے وہ اندھیرے میں زندگی کی جدوجہد کر رہے ہیں۔ اور کچھوے کی چال چل رہے اور اپنی ترقی کے اسباب کو بیل گاڑی کے ذریعہ سے لے جا رہے ہیں جو بمشکل ۴ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چلتی ہے۔ حالانکہ ان کے چالاک مخالف فی گھنٹہ ۴۰ میل رفتار سے ترقی کر رہے ہیں بعض اقوام کی خوش قسمتی دوسروں کے لئے بدقسمتی کا موجب ہو جاتی ہے۔ افسوس کہ غیر اقوام کی غیر معمولی ترقی ہماری بدقسمتی کا موجب ہے۔ یہ حقیقت ہے۔ جسے ہم سب جانتے ہیں اور اسے یہاں دوہرانا میری غلطی ہے۔ لیکن یہ ایک دردمند دل کی آہ ہے اور آپ کے اخبار لائٹ کی تحریروں نے مجھے یہ لکھنے کی ترغیب دی ہے +

سب سے بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ عیسوی محبت کے مدعیوں نے اپنی محنت اور مادی ترقی سے ہمیں بہت پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ وہ ہم پر غالب ہیں۔ اس لئے اپنی کمی کو پورا کرنے کے لئے ہم مسلمانوں کو محنت اور ترقی سے محبت کرنی چاہئے۔ کیونکہ اللہ تعالٰے فرماتا ہے۔ لیس للانسان الاما سعی۔ اور میں جانتا ہوں کہ ۲۵۰ ملین مسلمانوں کا بیدار کرنا کتنا مشکل کام ہے جو صدیوں سے خواب غفلت میں سو رہے ہیں +

مسلمانان بوسینیہ

صوبجات بوسینیہ اور ہرزیگوینیا کا رقبہ بیس ہزار مربع میل ہے اور ۳۱ جنوری ۱۹۲۱ء کی مردم شماری کے مطابق اس کی آبادی اٹھارہ لاکھ ستر ہزار نفوس کی ہے۔ تمام آبادی سروین یا کروشین نسل کی ہے۔ لیکن بلحاظ مذہب ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔ قریباً ½ حصہ آبادی کا مذہب سروین آرتھوڈوکس ہے ⅓ مسلمان اور ¼ کیتھولک ہیں۔ یعنی ۴۴۰۱ فی صدی سروین آرتھوڈوکس ۳۱۰۲ فی صدی مسلمان ۲۳۰۲ فی صدی کیتھولک اور ۰۰۷ فی صدی یہودی ہیں۔ لڑائی کے قبل آبادی کا تناسب سنہ ۱۹۱۰ء کی مردم شماری کے رو سے حسب ذیل تھا۔ سروین آرتھوڈوکس ۴۳۰۵ فی صدی۔ مسلمان ۳۲۰۲ فی صدی کیتھولک ۲۲۰۳ یہودی ۰۰۶ فی صدی۔ ان اعداد سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑائی کے دوران میں مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچا ہے۔ اور ان کی آبادی چھ لاکھ بارہ ہزار سے پانچ لاکھ تراسی ہزار رہ گئی ہے۔ سنہ ۱۸۷۹ء سے جب یہ صوبجات آسٹریا ہنگری کی ماتحتی میں آئے مسلمانوں کی آبادی متواتر کم ہوتی چلی گئی۔ پہلے ان کا تناسب آبادی ۳۹۰۷ فی صدی تھا۔ اس کے بعد کی مردم شماریوں میں علے الترتیب ۳۶۰۹ فی صدی۔ ۳۵ فی صدی ۳۲۰۳ فی صدی اور آخر ۳۱۰۲ فی صدی رہ گیا۔ اس کمی کی وجوہات قدرتاً ترقی میں کمی اور ترکی کو ہجرت کرتے رہنا ہے۔ سنہ ۱۸۸۳ء سے سنہ ۱۹۱۴ء تک قریباً ۵۲ ہزار مسلمان ترکی کو ہجرت کر گئے جن میں سے دس ہزار دوبارہ واپس آگئے۔ . . . . گذشتہ ۳۸ سال میں صرف ۴۴ کس مسلمان ہوئے۔ اور ۶۵ نے اسلام چھوڑا۔ جن کے اصل وجوہات بیرونی تھے یعنی نکاح وغیرہ۔ کثرت ازدواجی شاذونادر ہے۔ سنہ ۱۹۱۰ء کی مردم شماری میں تمام ملک میں گیارہ سو بیاسی مسلمان دو بیویاں رکھتے تھے۔ ۲۸ کے ہاں دو سے زاید بیویاں تھیں۔ مسلمانوں میں سے ⅐ حصہ صرف ضلع کارزن میں تھا جو خالص اسلامی ضلع اور بوسینیہ کے شمال مغربی کونہ پر واقع ہے صوبہ بھر میں پروٹسٹنٹ صرف ۵۴۰۰ ہیں جو خاص کر جرمن ہیں۔ مسلمان اضلاع کارزن اور بجاک میں کثرت سے ہیں۔ پھر تیسرا علاقہ ان کا موسٹر دار الخلافہ ہرزیگوینیہ کے مشرق کی طرف نووی بازار سے ملا ہوا ہے۔ بوسینیہ اور ہرزیگوینیا کے مسلمان اپنے آپ کو ترک کہتے ہیں۔ حالانکہ وہ ترکی نہیں جانتے۔ اس نیم مشرقی ملک میں مذہب ہی قومیت کا معیار سمجھا جاتا ہے۔ اعلےٰ درجہ کے دس ہزار زمیندار خاندانوں میں سے ۹۱ فی صدی مسلمان ہیں جو کئی صدیوں سے مسلمان آبادی کے لیڈر خیال کئے جاتے ہیں ان کو بیگ یا آغا کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ اپنی جاگیریں مزارعین کو کاشت کے لئے دیا کرتے تھے۔ جن کی تعداد ۹۵ ہزار خاندان پر مشتمل تھی جو عیسائی تھے جن میں سے ۷۳ فی صدی آرتھوڈوکس فرقہ کے تھے۔ انہیں ہر فصل پر ⅓ حصہ پیداوار کا مالکان زمین کو دینا پڑتا تھا۔ یہ خاندان مزارع ہوتے تھے۔ لیکن انہیں اپنی جگہ چھوڑ دینے کی ہر وقت اجازت تھی۔ انیسویں صدی میں مالکان زمین اور مزارعین میں کثرت سے جھگڑے شروع ہو گئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عہد نامہ برلن کے مطابق سنہ ۱۸۷۸ء میں آسٹریا نے ان صوبجات پر قبضہ کر لیا۔ آسٹریا نے اس خیال سے کہ مسلمان آبادی ساری کی ساری وطن نہ چھوڑ جائے۔ آہستہ آہستہ مزارعین کو زمینیں خریدنے میں آسانیاں مہیا کر دیں

(باقی دیکھو صفحہ ۔۔۔)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

لاہور

جلد ۱۳ — ۱۶ شوال المعظم ۱۳۴۴ھ — نمبر ۵۳

مسئلہ سود اور مسلمان

ربا اور اس کے معنے

(حضرت امیر ایدہ اللہ کے انگریزی مضمون مندرجہ نیو اورینٹ سے ترجمہ کیا گیا)

ربا کا مسئلہ آج اسلامی قلوب کو بہت پریشان کر رہا ہے اور بالکل جائز پریشانی .... ہے۔ ایک طرف قرآن کریم کا کھلا ارشاد ہے۔ جس میں ربا کو ایک مسلمان کے لئے حرام قرار دیا گیا ہے۔ اور دوسری طرف دنیا کی اقتصادی جدوجہد ہے جس میں مسلمان بہت حد تک دوسری اقوام سے پیچھے ہیں۔ کیونکہ ربا کی ممانعت کی وجہ سے وہ ان اقتصادی فواید سے محروم ہیں جو دوسری اقوام کو حاصل ہیں۔ ان حالات میں یہ مسئلہ اس قابل ہے۔ کہ پورے اطمینان اور سکون قلب کے ساتھ اس کو حل کیا جائے۔ نہ تو ہمیں موجودہ اقتصادی حالات سے آنکھیں بند کر لینی چاہئیں۔ اور نہ ہی مسلمانوں کی اقتصادی بھلائی کی کوشش میں قرآن کریم کے الفاظ کو نظر انداز کرنا یا انہیں غلط معنے دینے چاہئیں۔ یہ مضمون ایسا ہے کہ اس پر قوم کے بہترین دل و دماغ کے لوگوں کی طرف سے ایک طویل بحث کی ضرورت ہے۔ جو ہر قسم کے جوش و خروش سے پاک اور پوری سوچ و بچار کا نتیجہ ہو +

قرآن کی اصطلاح میں ربا کیا ہے؟ یہ ایک سب سے زیادہ اہم سوال ہے۔ ایک بہت بڑی غلط فہمی جو اس بارہ میں پائی جاتی ہے۔ (اور وہ اس میں شک نہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک قول کی بنا پر ہے) یہ ہے کہ ربا کے معنے ٹھیک طور پر معلوم نہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ربا کی حرمت کے متعلق قرآن کا حکم آنحضرت صلعم کی زندگی کے آخری ایام میں نازل ہوا۔ اور آپ یہ بتانے سے پہلے ہی فوت ہو گئے۔ کہ ربا کیا چیز ہے اور کیا نہیں حالانکہ حقیقت الامر یہ ہے۔ کہ اگر آنحضرت صلعم نے ربا کی تشریح نہ فرمائی تو اس کی یہ وجہ نہ تھی۔ کہ آپ کو اس کا وقت نہ ملا تھا۔ بلکہ کسی ایسی تشریح کی فی الحقیقت ضرورت ہی کوئی نہ تھی۔ اسلام سے قبل ربا ایک بہت معروف چیز تھی۔ جس کو سب لوگ جانتے سمجھتے تھے۔ اور کسی کے دل میں بھی کوئی اس قسم کا شبہ پیدا نہ ہو سکتا تھا۔ کہ یہ کیا چیز ہے۔ یہ امر ناقابل تردید ہے۔ کہ یہ حکم آنحضرت صلعم کے آخری حج سے پہلے نازل ہوا تھا۔ اور حجۃ الوداع کے دن آپ نے خطبہ میں جو کوہ عرفات پر دیا۔ اس مسئلہ پر بھی صفائی کے ساتھ روشنی ڈالی اور فرمایا۔ یاد رکھو ربا جو ایام جاہلیت میں لیا جاتا تھا۔ اب تمہارے لئے حرام ہے۔ تمہارے لئے راس المال ہیں تم کسی کے ساتھ ظلم نہ کرو۔ اور تمہارے ساتھ ظلم نہ کیا جائیگا۔ اس کے ساتھ اور بہت سے ہدایات پہنچانے کے بعد جو اس خطبہ کا ایک حصہ ہیں۔ آپ نے لوگوں سے سوال کیا۔ کہ "کیا میں نے تمہیں پیغام پہنچا دیا ہے؟" یہ سوال و جواب تین مرتبہ دوہرائے گئے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ حاضرین کے دلوں میں ذرا بھی شک و شبہ اس بات کے متعلق نہ تھا کہ ربا کیا چیز ہے۔ اس کے بعد آنحضرت صلعم تراسی دن زندہ رہے۔ اگر حضرت عمر رضہ یا کسی اور کے دل میں اس کے متعلق کوئی شک تھا تو تراسی دنوں کا عرصہ اس شبہ کو آپ سے دور کرانے کے لئے ایک بہت کافی عرصہ تھا +

قرآن کریم کے الفاظ پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے بھی صاف پتہ لگ جاتا ہے۔ کہ ربا کیا چیز ہے۔ فرماتا ہے یاایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربوا ان کنتم مومنین .... فلکم رؤس اموالکم۔ لا تظلمون ولا تظلمون وان کان ذو عسرۃ فنظرۃ الی میسرۃ اے لوگو جو ایمان لائے ہو ان فرایض کی جو اللہ نے تم پر رکھے ہیں نگہداشت کرو۔ اور ربا میں سے جو کچھ باقی ہے اس کو چھوڑ دو۔ اگر تم مومن ہو .... تمہارے لئے راس المال ہیں جو تم نے سکتے ہو۔ نہ تو دوسرا کو نقصان پہنچاؤ اور نہ تم کو کوئی نقصان پہنچایا جائیگا۔ نیز اگر وہ تنگی میں ہے تو اس کو مہلت دو یہاں تک کہ آسانی کے ساتھ ادا کرنے کے قابل ہو۔ یہ الفاظ صاف طور پر بتا رہے ہیں کہ ربا کیا چیز ہے یہ قرضہ کی صورت میں اصل مال کے ساتھ کسی چیز کا لینا ہے یہی اس لفظ کی تشریح تمام مفسرین نے کی ہے۔ ابن جریر کی مشہور و معروف تفسیر میں اس لفظ کے دو معنے بتائے گئے ہیں۔ مجاہد کا قول ہے۔ کہ ایام جاہلیت میں ایک شخص نے دوسرے سے قرضہ وصول کرنا ہوتا تو وہ کہہ دیتا۔ کہ تم اصل میں اس قدر بڑھا لو اور ادائیگی میں مہلت دیدو۔ چنانچہ ایسا کر لیا جاتا اور قتادہ کا قول ہے کہ ایام جاہلیت کا ربا یہ تھا۔ کہ ایک شخص دوسرے سے کچھ خریدتا جس کی ادائیگی ایک مقررہ وقت پر کرنی ہوتی تھی۔ جب وہ وقت آ جاتا۔ اور وہ ادا نہ کر سکتا۔ تو قرض کے ساتھ کچھ بڑھا لیا جاتا۔ اور اس کی ادائیگی کو کسی آیندہ وقت پر ملتوی کر دیا جاتا +

امام رازی اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ روپیہ اس شرط پر دوسرے کو قرض دیتے تھے۔ کہ ہر مہینہ انہیں کچھ مقررہ منافعہ اس پر دیا جائے۔ اور راس المال میں سے کچھ بھی کم نہ ہو جب ادائیگی قرضہ کا وقت گذر جاتا۔ تو قرضخواہ سے راس المال طلب کیا جاتا۔ اگر وہ ادا نہ کر سکتا تو اس شرط پر اسے کچھ اور مہلت دی جاتی۔ اہل سنت اس بارہ میں متفق الرائے ہیں۔ امام راغب فرماتے ہیں کہ "ربا راس المال پر ایک زیادتی کا نام ہے لیکن شریعت میں یہ ایک خاص رنگ کی زیادتی ہے"۔ تاج العروس میں لکھا ہے کہ "ربا دو طرح کا ہے۔ ایک ناجائز۔ جو ایک ایسا قرضہ ہوتا ہے۔ جس میں ایک شخص اصل قرضہ کے ساتھ کچھ زیادہ وصول کرتا ہے۔ اور ایک جائز صورت ہے۔ یعنے ہبہ یا تحفہ جو ایک شخص اس نیت سے دیتا ہے کہ اس سے بڑھکر اسے ملے"۔ لسان العرب میں ہے۔ کہ ربا شرع میں راس المال پر کچھ زیادتی کا نام ہے۔ بغیر اس کے کہ اشیاء کا تبادلہ اس میں ہو +

میں نہیں سمجھتا کہ ایسی کھلی تشریحات کی موجودگی میں کوئی شخص یہ کہنے کا حقدار ہے۔ کہ ربا مشتبہ المعنی لفظ ہے۔ اس کے معنے بصورت قرضہ راس المال پر کچھ زیادتی کے ہیں۔ اور قرآن کریم میں صاف طور پر انہی معنوں میں اس لفظ کو استعمال کیا گیا ہے حضرت عمر رضہ کے الفاظ کو سمجھا نہیں گیا۔ آپ کے جو لفظ بیان کئے جاتے ہیں وہ یہ ہیں۔ آخر آیۃ نزلت علی النبی صلعم آیۃ الربوا .... فدعوا الربا والریبۃ۔ یعنے آخری آیت جو آنحضرت صلعم پر نازل ہوئی وہ آیۃ ربا ہے۔ اور اس کے بعد آنحضرت صلعم فوت ہو گئے۔ اور آپ نے اس کی تشریح ہمیں یہ بتائی۔ اس لئے ربا اور اس چیز کو جو مشتبہ ہے چھوڑ دو۔ ان الفاظ سے قطعاً ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت عمر رضہ کے دل میں لفظ ربا کے معنوں کے متعلق کوئی شک تھا کیونکہ ایسی صورت میں آپ ہرگز یہ نہ کہتے۔ کہ ربا کو چھوڑ دو۔ ان الفاظ کے معنے صاف ہیں۔ حضرت عمر رضہ نے فرمایا کہ نہ صرف ربا کو جو ایک مشہور و معروف چیز ہے چھوڑ دو۔ بلکہ تمام ان باتوں سے بھی کنارہ کشی اختیار کرو۔ جن کے متعلق یہ شبہ ہے کہ وہ ربا سے مشابہت رکھتی ہیں۔ فدعوا الربا والریبۃ۔ ربا اور جس کے متعلق شک ہے وہ چھوڑ دو +

اس قسم کی تشریح لغت حدیث میں موجود ہے۔ مجمع البحار میں لکھا ہے۔ کہ "یہ آیت جس میں ربا کو چھوڑ دینے کا حکم ... ہے، منسوخ نہیں ہوئی۔ نہ ہی وہ مشکوک المعنی ہے۔ اسی وجہ سے آنحضرت صلعم نے اس کی تشریح نہیں فرمائی۔ اس لئے ربا کے جایز کرنے کے لئے حیلوں بہانوں سے کام لینا چھوڑ دو" (ربا سے مشابہت رکھنے والی صورتیں وہ ہیں۔ جن میں بعض خاص قسم کا لین دین منع ہے۔ اور جن کو اہل فقہ کی اصطلاح میں ربا الفضل کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور ربا النسیئۃ سے جو ربا اصلی ہے اس کو تمیز کیا گیا ہے۔ اول الذکر اصطلاح اس زیادتی کا نام ہے جو ایک ہی جنس کے دست بدست تبادلہ پر لی جاتی ہے مثلاً وہ زیادتی جو گندم کے گندم سے تبادلہ کرنے پر لی جائے۔ اور ربا النسیئۃ وہ زیادتی ہے جو قرض کی ادائیگی میں تاخیر ہونے پر لی جائے۔ ربا الفضل کے ماتحت جو صورتیں آتی ہیں۔ وہ بہت زیادہ اور ایک دوسری سے مختلف ہیں۔ اور ان میں سے بعض کا ذکر خود آنحضرت صلعم سے بھی ملتا ہے۔ لیکن قرآن کریم میں ان کا ذکر صراحت سے کوئی نہیں بلکہ جس ربا کا اس میں ذکر ہے۔ وہ صرف وہ زیادتی ہے جو قرض پر لی جاتی ہے کو)

حج کے متعلق

ان پے درپے پیغامات کے مطابق جو سلطان ابن سعود کی طرف سے مرکزی خلافت کمیٹی کے نام آئے ہیں۔ مولانا شوکت علی نے یہ اعلان کر دیا ہے۔ کہ مکہ معظمہ کا راستہ حاجیوں کے کھل گیا ہے اگرچہ وہ نیا ہے جو جدہ کی بجائے بندرگاہ لیث۔ رابغ اور قنفذہ سے مکہ معظمہ کو جاتا ہے۔ سلطان ابن سعود کا اعلان ہے کہ ان بندرگاہوں سے مکہ معظمہ پہنچنے کے لئے حجاج کو کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ اور ان کی ہر قسم کی سلامتی کی ذمہ داری انہوں نے خود اٹھائی ہے۔ دوسری طرف علمائے مکہ کی طرف سے ایک اپیل شائع ہوئی ہے جس میں انہوں نے اہل مکہ کی حالت زار کا ذکر کرتے ہوئے ہندوستانی مسلمانوں کو نہ صرف حج کے لئے دعوت ہے۔ کہ ساکنین بلد الحرام کے بہبود اس سے وابستہ ہیں۔ بلکہ خاص طور پر چندہ کے ذریعہ سے اعانت کی بھی التجا کی ہے +

ان حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے مولانا شوکت علی نے ہندوستان کی تمام اسلامی انجمنوں سے یہ استدعا کی ہے کہ امسال سفر حج کے متعلق اپنا صاف بیان شائع کریں کہ عازمین حجاز کو کیا کرنا چاہئے مان لیا ہے۔ کہ جہازوں کی کمپنیاں تھوڑے کرایہ پر بندرگاہوں تک پہنچانے کے لئے تیار رہیں۔ ... تقریباً ایک ہزار حجاج ... سوار ہونے کے منتظر ہیں ... تو اسلامی انجمنوں کے ذمہ ہے۔ مگر جہاں تک اہل مکہ کی حالت افلاس کا تعلق ہے تمام دوسرے امور سے بڑھکر امداد کے مستحق ہیں۔ کہ ان بیچاروں کے لئے ہر قسم کے ذرائع جو کسی ملک کی مرفع الحالی کا موجب ہو سکتے ہیں مفقود ہیں۔ اسی وجہ سے حضرت ابراہیم نے ان کے لئے یہ دعا فرمائی۔ رب اجعل ھذا البلد امنا وارزق اھلہ من الثمرات۔ اے میرے رب اس شہر کو امن والا بنا اور اس کے اہل کو ثمرات سے عطا فرما۔ اور اللہ تعالیٰ نے الذی اطعمھم من جوع وامنھم من خوف کے الفاظ میں ... طور پر اس کا ذکر کیا۔ پس ضروری ہے کہ ابو الانبیا کی اس دعا کو جو کہ پوری ہوتی رہی ہے اور اس الٰہی نشان کو جو آج تک ساکنین بلد الحرام فاقہ کشی سے بچاتا رہا ہے۔ بدستور قایم رکھنے کا بندوبست کیا جائے اور ایک ایسا فنڈ قایم کیا جائے جس سے ان کی اعانت کی جاسکے +

شیعوں کا مہدی اور اہل حدیث

امرتسری معاصر "اہل حدیث" کی ۸ مئی کی اشاعت میں ایک مضمون جناب "غلام احمد خاں از میگو" کے قلم سے شائع ہوا ہے جس کا عنوان ہے "امام مہدی آؤ اور جلد آؤ" اس مضمون میں شیعوں کے امام مہدی کو تمسخرانہ انداز میں پکارا گیا ہے۔ اور حضرت علی کے ۲۴ سالہ تقیہ کے بعد امام حسین کی جرأت و جسارت اور موجودہ اہل تشیع بالخصوص شیعان پنجاب کے دلیرانہ ارادوں کا کہ وہ کوئی شیعوں کے خلاف جنہوں نے امام حسین کا ساتھ چھوڑ دیا۔ امام مہدی کے ساتھ بدانتک برتاؤ کریں گے۔ کہ خود امام موصوف کو بھی "دال کا بھاؤ" معلوم ہو جائے) ذکر کرتے ہوئے ترغیب دلائی ہے۔ کہ وہ جلد نکلیں اور نام لیوایان شیر خدا کو زیادہ انتظار کے اضطراب میں نہ رہنے دیں +

یہ تو شیعوں کے امام غائب کے متعلق ہے۔ لیکن ہم حیران ہیں کہ مضمون نگار نے اہل سنن کے مزعومہ مہدی کا کیوں نام تک نہیں لیا۔ کیا وہ اس کے آنے سے اب مایوس ہو چکے ہیں۔ یا وہ خواجہ حسن نظامی کی طرح اس کی آمد کی تاریخ معلوم کر چکے ہیں۔ اس لئے اس کو پکارنے کی

ضرورت نہیں تھی۔ دونوں میں سے جو بھی بات ہو۔ انہیں اس کا اظہار کرنا چاہیئے۔ تاکہ جو لوگ اسلام کی پاک تعلیم سے دنیا کو فتح کرنے کے بجائے امام مہدی کی تلوار پر بھروسہ کئے بیٹھے ہیں ان کی ڈھارس بندھے۔ اور وہ ان کے ساتھ ہو کر کافروں کو مارنے کے لئے اور نہیں تو کوئی لاکھ دو لاکھ ڈانگیں ہی جمع کر لیں تاکہ مغرب کے ہوائی جہازوں اور مشین گنوں کے بالمقابل کام آسکیں۔ اور جناب مہدی کو عالم خیال سے اس دنیا میں آکر آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو جائے ٭

جناب مسیح کب زمین پر پہنچینگے؟

پچھلے دنوں خبر آئی تھی۔ کہ جناب مسیح آسمان سے روانہ ہو چکے ہیں۔ اور اب دو ہزار سال کے بعد پھر اس دنیا کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرمانے والے ہیں ٭

ہم خوش ہوئے تھے کہ خیر خدا خدا کر کے ہمارے غیر احمدی دوستوں کی بھی تمنا بر آئی۔ اور خدا نے چاہا تو جو خصومت ہمارے اور ان کے درمیان ایک عرصہ سے چلی آرہی ہے وہ اب خود جناب مسیح کے تشریف لے آنے کے بعد مٹ جائیگی۔ ع

خوب ہوگی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو

لیکن ہم حیران ہیں کہ اس خبر کو شائع ہوئے آج ایک مہینہ سے زیادہ عرصہ ہو چکا ہے اور جناب مسیح کا ابھی کوئی پتہ نہیں۔ کہ کہاں پہنچے ان کی منزل سفر ابھی زمین سے کتنے کوس ہے۔ اور کب تک وہ یہاں پہنچنے والے ہیں۔ بہتر ہوگا۔ اگر خواجہ حسن نظامی یا کوئی اور بزرگ اس کی تحقیقات کا بندوبست کریں۔ اگر پیروں اور اولیاؤں کی خانقاہوں سے شب و روز دعائیں کرنے کے باوجود انہیں کوئی جواب نہیں ملتا (وانک لا تسمع الموتی) تو کم از کم کسی ستارہ پرست رمال اور نجومی سے ہی دریافت کریں۔ یا کسی رصدگاہ پر دوربین لیکر کھڑے ہو جائیں۔ اور ان کی منازل سفر کو دن رات دیکھتے اور دنیا کو خبر پہنچاتے رہیں۔ اور اگر ان میں سے کسی بات پر عمل پیرا نہیں ہو سکتے تو سب سے زیادہ آسانی اس میں ہے۔ کہ دمشق کے منارہ شرقی پر روشنی کر کے اس کے چاروں طرف بیٹھ جائیں۔ اور ٹکٹکی لگا کر آسمان کی طرف دیکھتے رہیں۔ تاکہ اتنا تو ہو کہ ان کی آمد کے وقت پیشوائی کا ہی انتظام کر سکیں ٭

لیکن ہمارے ان دوستوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ ان کی یہ انتظار اور یہ اطلاعات محض ان آخری گھڑیوں کا پتہ دے رہی ہیں۔ جن کے بعد مایوسی کے سوائے چارہ نہیں۔ حضرت مسیح موعود نے سچ لکھا ہے۔ کہ حامیان حیات مسیح جب مسیح کی آمد کا انتظار کرتے کرتے تھک جائینگے۔ تو آخر کار انہیں وفات کا قائل ہونا پڑیگا۔

اسلام اور مسیحیت

ایک مسیحی اخبار کا نامہ نگار اسلام کی ان فتوحات کے متعلق جو شمالی افریقہ شام اور فلسطین میں اسے حاصل ہوتی رہی ہیں۔ مشرقی عیسائیوں کے اس نقطہ خیال کو کہ اسلام کی یہ تمام فتوحات جارحانہ طریق عمل اور فوجی اسباب کا نتیجہ ہیں غلط قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ

"یہ بہت ہی افسوس ناک بات ہے۔ کہ مشرقی عیسائیوں کے سامنے ہمیشہ یہی نقطہ خیال رہا ہے۔ اور اس لئے ان زبردست روحانی ذرایع اور اسباب کو جو تبلیغ مسیحیت کے لئے انہیں حاصل تھے قطعاً فراموش کر کے سیاسی اسباب و ذرائع پر امیدوں کا انحصار انہوں نے رکھا جسکا نتیجہ مایوسی۔ کمزوری اور کلیسیا کی کامل شکست ہے۔ میرے خیال میں یہ تاریخی مطالعہ کا بالکل حق بجانب اور جائز فیصلہ ہے۔"

ہمارے خیال میں نامہ نگار کو غلطی لگی ہے۔ کلیسا کی یہ "کامل شکست" جس کا انہیں اعتراف ہے۔ محض سیاسی اسباب ہی سے کام لینے کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ ان روحانی اسباب و ذرایع کو بھی بہت بڑا دخل حاصل ہے جو دور حاضرہ میں تبلیغ مسیحیت کے [illegible] کئے ہیں۔ یہ الگ امر ہے۔ کہ [illegible] فایدہ اٹھا کر [illegible]

جس حد تک اسلامی اور مسیحی تعلیمات کا سوال ہے۔ جہاں جہاں ان دونوں کو مقابلہ پیش آیا ہے۔ موخر الذکر نے میدان اسلام کے سپرد کر دیا ہے۔ خود یورپ کے نام نہاد مسیحی ممالک کی حالت اسپر شاہد عادل ہے۔ اور ممالک اسلامیہ میں کلیسیا کی شکست فاش کا اعتراف تو خود پادری زویمر جیسے متعصب مسیحی بھی علے الاعلان کر چکے ہیں ٭

دوسری اقوام سے نفرت

بھائی پرمانند عرف دیوتا سروپ نے معاصر "کرم ویر" میں ایک طویل الذیل مضمون لکھا ہے۔ جس میں ان اسباب کا ذکر کرتے ہوئے جن سے ہندوؤں کی آبادی دن بدن کم ہو رہی ہے اور انہیں ذات پات کی امتیاز کو ترک کرنے اور ازدواج بیوگان اور دوسری ان صورتوں کو جو کثرت اولاد کا موجب ہوں اختیار کرنے کی تلقین کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"ہندو تعصب سے گھبراتے ہیں۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ملکی معاملات میں قومیت کے جذبہ کے معنے یہ ہیں کہ اپنی قوم سے محبت اور دوسری تمام اقوام سے نفرت کی جائے۔"

گذشتہ اشاعت کے افتتاحیہ میں ہم تفصیل کے ساتھ بتا چکے ہیں کہ قومیت کا یہی جذبہ موجودہ زمانہ میں قوموں کے باہمی افتراق و انشقاق اور تصادم کا موجب ہوا ہے۔ اور اگر اسلام کی رواداری اور عدم قومیت کو دنیا نے اپنا خضر راہ نہ بنایا تو اس کی تباہی میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا۔ افسوس ہے کہ دیوتا سروپ صاحب ان کھلے نتایج کو دیکھتے ہوئے اپنے ہم قوموں کو اسی تباہی کی طرف لے جانا چاہتے ہیں۔ "اپنی قوم سے محبت"۔ "یقیناً ایک اچھی چیز ہے"۔ لیکن "دوسری تمام اقوام سے نفرت" کرنا دیوتا سروپ کے مذہب کے سوائے کہاں جائز ہو سکتا ہے ٭

لیکن ہم دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ "ملکی معاملات میں قومیت" سے ان کی مراد کیا ہے۔ کیا ایک ملک کے تمام باشندے اس "قومیت" کے دایرہ میں آسکتے ہیں یا ان کا ایک فرقہ؟ "دیوتا سروپ" صاحب کی تلقین محض ہندوؤں کو ہے جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہندوستان کے ملکی معاملات میں قومیت سے وہ محض ہندو قوم ہی کو مراد لیتے ہیں اور قومیت متحدہ کا جذبہ ان کے نزدیک کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ بلکہ ہندوستان کی "دوسری تمام اقوام سے نفرت" کرنا انکے ملکی معاملات میں ضروری ہے ٭

مسلمانوں کو وطنیت کے جذبہ سے عاری بتلانے والے اپنے اس رویہ پر غور کریں۔ اور دیکھیں کہ ان کی نام نہاد وطنیت فرقہ وارانہ تعصب و تنگدلی کے مذبح پر کس طرح سے قربانی ہو چکی ہے ٭

آریہ سماجی سرگرمیاں

آج کے بہرہ مراسلات میں ہمارے ایک بھائی نے آریہ سماج کی تعلیمی سرگرمیوں کا حال ان کی سالانہ تعلیمی رپورٹ کے حوالہ سے لکھا ہے۔ یہ تعلیمی سرگرمیاں دراصل شدھی کا ہی ایک شعبہ ہے۔ کیونکہ اس ذریعہ سے ہندو بچوں کے اندر وہ رنگ آسانی سے پیدا کیا جا سکتا ہے جس سے بڑے ہو کر وہ پکے آریہ سماجی بن جائیں۔ اس کے علاوہ اشدھی وغیرہ کا جال ہے۔ جو تمام ہندوستان میں پھیلا ہوا ہے اور جاہل اور مفلس مسلمانوں کو طرح طرح کے حیلوں بہانوں سے پھنسانے کے لئے سماجی مبلغین ہر علاقہ میں منڈلا رہے ہیں پھر اخبارات کا سلسلہ اور مخالفانہ لٹریچر کی اشاعت ہے۔ جو اسلام اور مسلمانوں سے بالخصوص اور دوسرے مذاہب سے بالعموم عوام الناس کو بدظن کرنے کے لئے اس کثرت سے ہوتی ہے کہ مسلمان اس کا عشر عشیر بھی شایع نہیں کر سکتے ٭

یہ تو ہندوستان کا حال ہے۔ اس کے علاوہ کہا جاتا ہے۔ کہ عراق اور مشرقی افریقہ اور مارشس میں بھی سماجی جھنڈا گڑ چکا ہے جمنی جی جو ہندوستان سے وہاں .... گئے ہوئے ہیں۔ ان سناتنی ہندوؤں کے اندر آریہ سماجی اثر کو سرعت سے پھیلا رہے ہیں۔ اور ہندو سبھا کے نام پر سناتنیوں اور سماجیوں کا سنگٹھن بڑے زور سے کر رہے ہیں۔ عراق وغیرہ کے بعض سماجیوں نے عربی کی بھی ٹانگ توڑنی شروع کر دی ہے۔ اور چند عربی رسایل بھی شایع کئے ہیں۔ جس سے پتہ لگتا ہے کہ آریہ سماج بلاد اسلامیہ میں بھی اپنا اثر پھیلانے میں پوری سرگرمی کے ساتھ کوشاں ہے اگرچہ آج تک اس کا کوئی موثر نتیجہ ظاہر نہیں ہوا ٭

ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟

ان آریہ سماجی سرگرمیوں کے بالمقابل ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟ یہ ایک سوال ہے۔ جس کا حل احمدی جماعت کو فی الفور تلاش کرنا ہے۔ اور کم از کم اسلام کے متعلق شکوک و شبہات پیدا کرنے اور اسے بدنام کرنے کے لئے جو پروپاگنڈا آریہ سماج نے شروع کر رکھا ہے۔ اس کے ازالہ کی کوئی صورت ہونی ضروری ہے اس میں شک نہیں کہ یورپ میں تبلیغ اسلام کا جو کام ہم نے شروع کر رکھا ہے۔ وہ اس سے بہت بڑھکر اہمیت رکھتا ہے۔ اور اسی وجہ سے ہماری زیادہ تر توجہات اس طرف منعطف ہونی چاہئیں لیکن آریہ سماج نے اسلام کے خلاف جو فتنہ اٹھایا ہوا ہے اس سے بھی ہم کسی طرح غافل نہیں رہ سکتے۔ اور ہمیں اس قدر توجہ اس طرف ضرور دینی چاہیئے جو موثر ثابت ہو ٭

اس کام کو ہمارے خیال میں آسانی کے ساتھ سرانجام دینے کا طریق اگر کوئی ہو سکتا ہے تو وہ لٹریچر کی اشاعت ہے۔ اگر ہم عربی۔ اردو اور ہندی میں چھوٹے چھوٹے رسایل اور پمفلٹ (جن میں اسلام کی خوبیاں بیان کرنے کے ساتھ سماجی معتقدات اور ویدک تعلیم کی اصل حقیقت کو واضح کیا جائے) شایع کر کے عام طور تقسیم کر سکیں۔ تو مبلغین اور دیگر ذرایع سے بہت بڑھکر یہ فایدہ مند ہوگا۔ اگر ہمارے دوست مولوی عبد الحق صاحب اس طرف متوجہ ہوں اور مختلف مضامین پر چار چار اور آٹھ آٹھ صفحہ کے ہینڈ بل لکھ کر انجمن سے اس ... کی منظوری لیں کہ انہیں اردو۔ ہندی اور عربی میں ہزاروں کی تعداد میں چھپوا کر مختلف ممالک میں بھیجا جائے۔ تو ہم سمجھتے ہیں۔ کہ وہ اسلام کی بہت بڑی خدمت سرانجام دیں گے ٭

ریویو

خورشید صداقت

اس نام سے ۲۲×۲۰/۱۶ سایز کے ۱۲۸ صفحات کی ایک کتاب قادری بک ڈپو لاہور نے شایع کی ہے جس میں اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو تین طریقوں سے ثابت کیا گیا ہے۔ یعنے کتاب کے تین حصے ہیں۔ جن میں سے حصہ اول میں اسلام اور آنحضرت صلعم کی تعلیم کو اصولی رنگ میں پیش کیا گیا ہے۔ دوسرے حصہ میں وہ پیشگوئیاں ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق توریت۔ زبور۔ انجیل وغیرہ کتب سماویہ میں پائی جاتی ہیں۔ اور تیسرے حصہ میں جو دراصل کتاب کی قدر و قیمت کو چار چاند لگانے والا ہے غیر مسلم اصحاب کی رائیں جمع کی گئی ہیں۔ اس حصہ میں ۴۳ لوگوں کی رائیں نقل کی ہیں۔ جن میں سے ۲۷ یورپین مصنفین کی ہیں جن میں گبن۔ نپولین۔ پول۔ ٹالسٹائے۔ ارونگ۔ ٹامس کارلایل۔ ہربرٹ وائل۔ وغیرہ کے نام خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ اور باقی سات ایشیائی لوگوں کی ہیں۔ جیسے مہاتما گاندھی۔ مسز سروجنی نائیڈو۔ بھوپندر ناتھ باسو۔ سوامی وویکا نند وغیرہ۔

ہمارے خیال میں یہ کتاب تبلیغ اسلام کے کام میں بہت مفید ثابت ہوگی۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ اس کو خرید کر خود بھی پڑھیں اور اپنے پاس رکھیں اور دوسروں تک بھی اسے پہنچانے کی کوشش کریں۔ بالخصوص غیر مسلموں میں کثرت سے پھیلائیں قیمت فی جلد عمہ کتاب کی ضخامت [illegible]

[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احمدی خواتین کے لئے

حقیقی لیڈر

آج پرانے کاغذات میں سے ایک مضمون نکلا جو قریباً دو سال ہوئے لکھا تھا۔ بہنوں کے فائدہ کے لئے ذیل میں درج کرتی ہوں۔

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواجِ یزید
دینِ حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین

تیرھویں صدی کا آخری زمانہ اہل اسلام کے لئے گوناگون مصائب کا زمانہ تھا۔ جہاں ایک طرف ان کی دنیاوی شان و شوکت بصد حسرت رخصت ہو رہی تھی تو دوسری طرف وہ مذہبی نکتہ نظر سے بھی تحت الثریٰ میں پڑے ہوئے تھے۔ اعلیٰ اخلاق و صفات کبھی کے کھو چکے تھے۔ دروغگوئی۔ بدعہدی۔ بدچلنی۔ قماربازی۔ منافقت اور بدکاری غرضکہ تمام صفات رذیلہ ان کے گلے کا ہار تھیں اور حالت بدینجا رسید کہ یہ اسلام کے نام لیوا خود اسلام کے لئے ہی باعث ننگ و عار تھے۔ اسلام کے لئے بھی یہ عجب بیکسی کا زمانہ تھا۔ غیر مذاہب والے پوری طاقت کے ساتھ حملہ آور تھے۔ دوسری طرف خود ایک حصہ مسلمانوں کا جنکو علماء کے نام سے موسوم کرتے ہیں اسکی جڑوں کو کھوکھلا کر رہا تھا۔ یہ لوگ، مذہب کو قصے کہانیوں تک محدود کر کے اپنے حرص و ہوا کی پیروی کرتے تھے اور دین کی ٹھی میں دنیا کا شکار کھیلتے تھے۔ عملی حالت یہ تھی کہ اشاعت دین تو کجا اشاعت کفر ایک محبوب شغل تھا۔ لوگوں کو اسلام میں داخل کرنے کی جگہ تکفیر میں منہمک تھے۔

کرتے ہیں شب و روز مسلمانوں کی تکفیر
بیٹھے ہوئے یہ کہہ ہم بھی تو بیکار نہیں ہیں

اس آلہ تکفیر نے اخوت اسلامی کو پاش پاش کر دیا تھا اور ان کے افعال و کردار فہمیدہ طبقہ کو مذہب سے بیزار کرنے کے لئے کافی تھے۔ ان رہنمایان دین اسلام نے اسلام کے پاکیزہ چہرہ کو ایک ایسا گھناونا رنگ دیا کہ خود مسلمان اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہوئے شرماتے تھے۔ اور کتنے ہی فرزندان توحید تثلیث کے گورکھ دھندے میں جا پھنسے۔ غرضکہ یہ طبقہ بجائے قوت کے ضعف کا موجب ثابت ہو رہا تھا۔ اور یہ اندرونی بیماری گھن کی طرح اسلامی عمارت کو کھا رہی تھی ؎

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ بامن ہرچہ کرد آں آشنا کرد

لیکن کیا اسلام کے خدا نے جو زندہ خدا ہے اسلام کو اس سخت مصیبت میں چھوڑ دیا۔ ہرگز نہیں بلکہ اس نے اپنے وعدہ انا لہ لحافظون کے مطابق عین وقت پر ایک شخص کو کھڑا کیا اور اسکو اپنے کلام سے مشرف فرمایا۔

یہ مجدد وقت جو بلحاظ اپنے علم و فضل اور زہد و تقویٰ اپنی نظیر آپ ہی تھا۔ نور الٰہی کی شمع لیکر اٹھا۔ تاریکی کے بادل پھٹ گئے۔ اور اسلام کا درخشاں چہرہ ظاہر ہوا۔ وہ اسلام کے حملہ آوروں کے سامنے سینہ سپر ہوا۔ اور خود مسلمانوں کو پکارا کہ آؤ میں تمہیں حقیقی ترقی کی راہ دکھاؤں۔ اس کے نئے لٹریچر نے ایسا اثر دکھایا کہ وہ مخالفین اسلام جو بڑھ بڑھ کر باتیں بنا رہے تھے۔ ان کو پہلے گھر کی فکر پڑ گئی۔ اور جو وہ اسلام کی تباہی کے درپے تھے ان کو اپنا آپ سنبھالنا مشکل ہو گیا۔ بظاہر تو بہت کم مسلمانوں نے اس کا ساتھ دیا۔ مگر اسمیں کسی کو شک نہیں کہ ایک عام قوت جو اسلام کو پہنچی اس نے مسلمانوں کو مضبوط کر دیا۔ ان کو معلوم گیا کہ مسلمان کہلانا موجب عار نہیں۔

لوگ پوچھتے ہیں کہ مرزا غلام احمد نے کیا کام کیا؟ میں نہیں سمجھتی کہ اس سے بڑھ کر اور کیا کام ہو سکتا ہے۔ سب کچھ چھوڑ دیجئے ایک ہی بات کافی ہے کہ اس نے اسوقت جب مسلمان خواب خرگوش میں پڑے تھے۔ انہیں جگا کر ترقی کی راہ دکھائی۔ اب تو برساتی کیڑوں کی طرح لیڈر پیدا ہو رہے ہیں۔ ہر ایک اپنے زعم میں رہبری کا دعویدار ہے مگر پے در پے ناکامیوں نے بتا دیا کہ [illegible] نگاہ نے سالہا سال پہلے دیکھ لیا تھا۔ کاش! مسلمان اس طبیب کامل کا نسخہ بھی آزما دیکھتے جو اس نے علم الٰہی کی مدد سے تجویز کیا تھا یعنے "اشاعت اسلام" یہ کوئی نئی بات نہ تھی بلکہ مسلمانوں کا ایک فراموش شدہ فرض تھا اور ان کی ترقی کا گر۔ اس کو ترک کر کے انہوں نے دردر کی ٹھوکریں کھائیں۔ ایک ہندو کے کہنے پر اپنی نوکریاں چھوڑ دیں۔ اپنی تعلیم برباد کی جیل خانوں کی مصیبتیں جھیلیں۔ ہندوؤں کے خوش کرنے کے لئے سوانگ بھرے رنگ لگائے مگر یہ سب بے سود ثابت ہوا علماء نے ہجرت کا فتویٰ دیا۔ ہزارہا اس میں تباہ ہوئے۔ بیشک ہجرت اسلام کا ایک زرین اصول ہے۔ اسکو ہاتھ میں لیکر مسلمانوں نے چار سُو توحید کا ڈنکا بجایا تھا۔ مگر افسوس کہ اب مسلمانوں میں وہ روح وہ قوت ایمانی۔ وہ اتحاد باقی نہیں پھر کیا زیبا تھا کہ اس مقدس اصول کو بازیچہ اطفال بنائیں اور بے نقصان مایہ دیگر شماتت ہمسایہ کے مصداق ٹھہریں۔ یہی حشر عدم تعاون عمل کا ہوا۔ اور تمام کوششیں بیکار ثابت ہوئیں۔ بہت ہاتھ پاؤں مارے مگر نتیجہ برعکس نکلا۔ ع

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

حقیقت ہے غافل قوم! تیری مثال اس شخص کی سی ہے جو پانی میں ڈبکیاں کھا رہا ہو۔ اور بچ نکلنے کی راہ نظر نہ آتی ہو تو کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی جبتک نصرت الٰہی تیرے ساتھ نہ ہو۔ اور آہ تو نے اپنے عمل سے کھو دیا۔ گریبان میں منہ ڈال کر دیکھ تو کہاں تک احکام الٰہی پر عمل پیرا ہے۔ خود تیرے لیڈر۔ تیرے رہنما اسلامی زندگی سے کوسوں دور ہیں۔ تجھ سے قوت عمل مفقود ہے۔ اور وہ پیدا نہیں ہو سکتی جبتک کہ تو اس زمانہ کے مجدد کا دامن نہ پکڑے۔

اسلام کا خدا خود اسلام کا محافظ ہے۔ اس نے عین وقت پر اپنا برگزیدہ بندہ بھیجا تاکہ بھٹکے ہوؤں کو راہ راست پر لائے حیف بر حال قوم۔ اسکو جھٹلایا گیا۔ تھوڑے تھے جنہوں نے اسکی آواز پر لبیک کہا۔ اسنے کامیابی کی طرف راہ نمائی کی۔ تو نے شوخی سے منہ پھیر لیا۔ اور ہنسی اڑائی۔ آخر کب تک ٹھوکریں کھا کر نقصان اٹھا کر وہ وقت بھی آئے گا جب تو حقیقت کو سمجھیگی اور یہ الفاظ پورے ہوں گے ؎

امروز قوم من نہ شناسد مقام من
روزے بگریہ یاد کند وقت خوشترم

فریضۂ حج موجودہ حالات میں

(جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب ایل۔ ایم لاہور کے قلم سے)

گو حج کے متعلق کئی سال سے سخت مشکلات ہیں اور حاجیوں کو بیحد صعوبت اور مصیبت برداشت کرنی پڑتی ہے۔ چنانچہ سابق شریف کے وقت میں اونٹوں کا کرایہ کم از کم چار پانچ گنا بڑھ گیا اور فاضلہ رقم سب شریف غدار ہضم کر جاتا تھا۔ مکہ اور مدینہ کے درمیان کا راستہ عرصہ سے پُرخطر ہے اور اسکی وجہ بھی یہی شریف رہا ہے یعنی اس کا اپنا اقتدار اور طاقت تو کوئی نہ تھا۔ راستہ کے بدوؤں کے کرایہ کی آمد میں سے حصہ نہ دینے کی وجہ سے وہ اپنے راستہ سے قافلوں کو گذرنے نہ دیتے تھے۔ چنانچہ گذشتہ سال سوائے معدودے چند لوگوں کے جو دوسرے راستہ مدینہ منورہ پہنچے مکہ سے مدینہ کو کوئی قافلہ صحیح وسالم نہیں جا سکا۔ یہ بھی سنا جاتا ہے کہ گذشتہ سال عین حج کے دن نہر بند کر دی گئی اور دو دو چار چار روپیہ کو ایک ایک گلاس پانی کا بکا۔ اور کثرت سے لوگ بھوک و پیاس اور گرمی کی شدت سے ہلاک ہوئے اور بہت سے صفائی کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے ہیضہ سے مرتے رہے ہیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

موجودہ صورت حالات

اس میں شک نہیں کہ سابق شریف کا اپنے کیفر کردار کو پہنچنا عالم اسلامی کے لئے ایک گونہ خوشی کا موجب ہے اور ابن سعود موجودہ شاہ حجاز سے اس سے بہت بڑھ کر توقعات ہیں۔ مگر حال اسوقت یہ ہے کہ مسلمانان ہند کہاں تک اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اور اس سال عازمان حج کو مختلف اسلامی جماعتوں [illegible] طرف آجکل اسلامی انجمنیں اور جماعتیں متوجہ ہوں۔ اور ان کو اس سے بھی زیادہ متوجہ ہونا چاہئے۔ چنانچہ ہمارے شہر میں ۳۰ اپریل کو انجمن اسلامیہ کا جلسہ محمدن ہال میں تھا اور یکم مئی کو باغ بیرون دہلی دروازہ میں خلافت کمیٹی کے جلسہ میں اخیر تک نہ ٹھہر سکا۔ اور ۱۰ بجے رات کے بعض ضروریات کی وجہ سے مجھے اٹھنا پڑا۔ مگر ہر دو جلسوں کا ماحصل جو میں سمجھا ہوں مفصلہ ذیل ہے۔

(۱) انجمن اسلامیہ پنجاب کے اراکین نے جمعیۃ العلماء ہند کے فیصلہ کی بناء پر نیز مولانا شوکت علی صاحب کے تار اور دیگر حالات کی بناء پر یہ قرار دیا کہ حالات سفر حج مخدوش ہیں۔ علمائے لاہور سے فتویٰ طلب کیا جائے کہ ان حالات میں حاجیوں کو سفر حج کے لئے جانا شریعت اسلام کی رو سے جائز سمجھتے ہیں یا نہیں

(۲) خلافت کمیٹی کے جلسہ میں مولوی ظفر علیخان صاحب صدر خلافت پنجاب نے فرمایا کہ مسلمانان پنجاب کو جوق در جوق ٹولیاں بنا کر خلافت کمیٹی کے ماتحت اس سال حج کے لئے تیار رہنا چاہئے مگر جب تک کہ تسلی بخش اطلاعات موصول نہ ہوں۔ موجودہ حالات میں حج کے لئے روانہ نہ ہونا چاہئے۔ اور یہ کہ مولانا شوکت علی صاحب کو تار دیا گیا ہے۔ اور ان کو لکھا گیا ہے کہ مفصل حالات سے اطلاع دیں۔ اور جب ان کی طرف سے پوری تسلی ہوگی۔ تب حج کے لئے مشورہ دیا جائے گا۔ اسکے علاوہ گورنمنٹ ہند کو حاجیوں کے واسطے سب سہولتیں بہم پہنچانے کے لئے استدعا کرنے کا رزولیوشن پاس ہوا جس پر گورنمنٹ کو فوری توجہ کرنی چاہئے۔

شریعت کا حکم اور اسوہ حسنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

حج کے متعلق شریعت کا حکم صاف ہے کہ ہر ایک صاحب استطاعت مسلم کے لئے حج کعبۃ اللہ فرض ہے۔ البتہ راستہ کا امن ضروری ہے۔ چنانچہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ معظمہ سے ہجرت کی اور کفار مکہ نے آپ سے جنگ کی ٹھان لی بلکہ کئی ایک حملے آپ کی جمعیت پر کئے تو حج کے لئے اس دشواری کی وجہ سے آپ نے اور آپ کی جماعت نے سات سال تک حج نہ کیا درمیان میں چھٹے سال ہجرت میں حج کے خیال سے مدینہ سے روانہ ہوئے مگر حدیبیہ کے مقام سے دشمن کی مخاصمت کی وجہ سے واپس ہونا پڑا۔ البتہ سات سال ہجری کے بعد اس کی صورت [illegible] آئی آپ نے حج کیا۔

ایک اہم سوال

اب جبکہ عرب کے ملک کے اندر رہ کر جناب نے حالت جنگ میں حج نہیں کیا تو کیا ایسی صورت میں کہ اگرچہ مکہ معظمہ محفوظ ہے۔ مگر راستے مخدوش ہیں تو ان حالات کے ماتحت کیا ہندوستان کے لوگوں کو یہ مشورہ دینا قرین مصلحت ہے کہ وہ ضرور اس سال حج کیلئے جائیں؟؟ جہاں تک میں سمجھتا ہوں اس قسم کی ذمہ داری اٹھانی بہت مشکل ہے اور اس سال حج کے لئے لوگوں کو آمادہ کرنا۔ یا ضرور جانے کا مشورہ دینا بہت بڑی ذمہ داری اپنے اوپر لینی ہے اور اس دور و دراز سفر میں بہت سی بیجا صعوبتوں کا احتمال ہے۔ البتہ اگر راستہ کلیتاً پُرامن ہو اور اسکے متعلق پوری تسلی ہو اور بیت اللہ میں خورد و نوش و دیگر رہائش کے لئے پورے انتظام کے متعلق تسلی ہو جائے تو جو لوگ کہ از خود فریضۂ حج کے ادا کرنے کے لئے جانا چاہتے ہیں انکو روکنا مناسب نہیں۔

ابن سعود کی طرف سے دعوت

ابن سعود شاہ حجاز کی طرف سے حج کے لئے جانے کی [دعوت] ان کی شرافت کی دلیل ہے۔ مگر راستہ کا امن پیدا کرنا اور کل زائرین کے لئے خورد و نوش کا کافی انتظام کرنا اس صورت میں کہ جدہ کا راستہ بالکل بند ہے۔ اور دونوں طرف فوجیں پڑی ہیں۔ ینبوع کا بندرگاہ بند ہے۔ اور مدینہ منورہ دشمن کے قبضہ میں ہے۔ ان کیلئے بہت ہی مشکلات کا موجب ہے۔ اور اس شدت کی گرمی میں کہ حج کے ایام میں صرف پانی کا انتظام کافی نہ ہو تو ہزاروں جانیں پہلے سے ضائع ہو جاتی ہیں تو اس محاصرہ کی صورت میں اگر انکو کھانے کو بھی نہ ملا تو پھر حاجیوں کا اور خود وہاں کے باشندوں کا کیا حال ہو گا۔

حج کے لئے ترغیب

جو حضرات اس سال ضرور حج کو جانے کے لئے ترغیب دیتے ہیں ان کی نیک نیتی میں مجھے ذرہ بھی شبہ نہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر اس سال حج کے لئے لوگ نہ گئے یا بہت تھوڑے [illegible]

گئے تو امیر ابن سعود و اہل مکہ کے بچاؤ کی بھی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ یعنے انواقعہ شریف مکہ اور اہل مکہ کی آمد کا ذریعہ سالانہ حج ہی کا موقعہ ہے جو کہ اگر نہ ہوا یا بہت تھوڑے لوگ جائیں تو ان کا گذارا وقات نہیں ہو سکتا۔

ہمارا فرض

اس میں شک نہیں کہ ابن سعود اور اہل مکہ کی جہاں تک ہو سکے ہمارے لئے امداد ضروری ہے مگر یہ بھی خدا ہی کا حکم ہے کہ جب راستہ کا امن نہ ہو حج نہ کیا جائے اور لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ یعنے اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو کا حکم قرآنی بھی صاف ہے۔ اسلئے چاہیے کہ غازی عبدالرحمٰن صاحب سکرٹری خلافت کمیٹی نے فرمایا کہ کامل اطمینان کے بعد عازمان حج کے لئے جائیں الا نہ جائیں۔ یہ ہی امن کی راہ ہے۔

ہجرت کا تجربہ

آخر میں لیڈران قوم کی خدمت میں ادب سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ لوگوں کو زبردستی حج کے لئے امسال دھکیلنے سے پہلے ذرا ہجرت کے راستہ کو مدنظر رکھیں۔ بادشاہ افغانستان امیر امان اللہ خان صاحب کی شخصیت اور کابل کے محاصل کا بھی دھیان رکھیں اور کابل و ہندوستان کی مسافت کا بھی خیال رکھیں۔ اور ابن سعود صاحب کی شخصیت و مکہ معظمہ کے محاصل اور مسافت کا خیال رکھیں۔ اور پھر حج کے لئے صلائے عام دیں۔ امیر امان اللہ صاحب غازی نے نہایت فراخدلی اور نیک نیتی سے اہل ہند کو ہجرت کے لئے دعوت دی اور اپنے ذرائع ان کے لئے پیش کر دئے۔ مگر لوگ اس کثرت کے ساتھ اور بعض ایسی بے سروسامانی کے ساتھ کابل میں داخل ہوئے کہ ان کے لئے ان کا انتظام آسائش محال بلکہ ناممکن ہو گیا۔ جس شوق سے اور جس قربانی سے اور جس دہوم دہام سے لوگ پشاور سے اور اپنے اپنے مقامات سے ہجرت کے لئے رخصت ہوئے وہ اظہر من الشمس ہے۔ مگر جس پریشانی اور مصیبت اور بیقدری سے وہ کابل سے واپس ہوئے اس کا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے ہے جسکو یاد کرکے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ اور کہو کہا کا نقصان مال واملاک جوان لوگوں کا ہوا وہ اندازہ سے باہر ہے۔ اب بھی امیر ابن سعود کی نیک نیتی اور شرافت اور بیعت قلب کے کیونسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ مگر اگر اس [illegible] دور دراز کے سفر میں لوگوں کو راستہ کا امن نصیب نہ ہوا۔ اور بالخصوص جہاز بندرگاہوں پر اترنے اور وہاں سے مکہ معظمہ تک پہنچنے کے لئے اور بالخصوص مکہ معظمہ میں ان کے خورد و نوش کے لئے کافی انتظام نہ ہوا تو پھر جو لوگ کہ بعض لیڈران کے مشورہ سے حج کو جائیں گے ان کا کیا حشر ہوگا۔

آخری گذارش

میرا مطلب صرف اسقدر ہے کہ جہاں تک ہو سکے حالات کو معلوم کرنے میں عجلت سے کام لینا چاہئے اور عام مسلمانان ہند کے ساتھ پوری ہمدردی کرنی چاہئے اور جب راستہ کے متعلق امن کا پورا اطمینان ہو جائے اور مکہ معظمہ میں خورد و نوش کا انتظام کافی طور پر کیا جا سکے یا اسکے متعلق اطمینان ہو جائے تب لوگوں کو حج کے لئے مشورہ دیا جائے اور یہ نہ کہا جائے کہ جنکا حج کا ارادہ نہ بھی ہو وہ بھی امسال ضرور حج کریں کیونکہ عمر میں صرف ایک دفعہ ذی استطاعت اصحاب کے لئے حج ضروری ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ اسی سال ہو اگلے سال بھی جب امن ہو حج ہو سکتا ہے۔ البتہ اگر اب بھی پوری تسلی ہو جائے تو خواہ مخواہ حاجیوں کو حج سے روکنا بھی قرین مصلحت نہیں۔ بہترین طریق اصل حالات دریافت کرنے کا میری رائے میں مصر کے اہل الرائے حضرات کے ذریعہ سے ہو سکتا ہے۔

ویدک دھرم کی رفتار اشاعت اور احمدیوں سے اپیل

جناب محمد عبد اللہ صاحب ہیڈ ماسٹر ڈی۔ بی سکول تونسہ ضلع ڈیرہ غازیخان کے قلم سے

آریہ سماج کی سال گذشتہ کی سالانہ ایجوکیشنل رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ آریہ سماج کے تمام ہندوستان میں ۵۰۰ سکول ہیں تفصیل حسب ذیل ہے۔

آرٹ کالج لڑکیوں کے لئے	۸
" " زنانہ	۲
ٹریننگ کالج	۱
خالصہ ہندی کالج	۳
آیورویدک کالج	۲
ہائی سکول مردانہ	۷۳
" " زنانہ	۱
مڈل سکول مردانہ	۷۰
" " زنانہ	۵۲
پرائمری سکول مردانہ	۱۴۴
" " زنانہ	۱۱۱
سنسکرت سکول	۸
ہندی سکول مردانہ	۸۰
گورکل	۳۱
نائٹ سکول	۱۲
سکول برائے پنچ اقوام	۵۵
زنانہ و مردانہ سکول	۹
یتیم خانے	۱۰
دستکاری سکول	۴
اخراجات سالانہ	18,847,462/11/11

گورنمنٹ و ڈسٹرکٹ بورڈ میونسپل سکولوں کی موجودگی میں آریوں کا روپیہ کو پانی کی طرح بہانا۔ بڑے بڑے آدمیوں کا چندہ کے لئے گداگری کرنا صبح شام۔ دن رات اجرائے سکول کے لئے سرگرداں رہنا کیا مطلب رکھتا ہے۔ کیا انہوں نے تجارت کرنے کے لئے سکول کھولے ہوئے ہیں۔ کیا انہیں اس سے کچھ روپیہ وصول ہوتا ہے۔ نہیں نہیں۔ فیس طلبا کی معاف کرتے ہیں۔ وظائف دیتے ہیں اور ہر طرح سے طلبار کی امداد کرکے دوسرے سکولوں کی رونق گھٹانے میں کوشاں رہتے ہیں تو پھر سوال یہ ہے کہ ان کے سکولوں، کالجوں ... کے اجرا کی کیا غرض ہے۔ اس کا دو لفظوں میں جواب یوں ہو سکتا ہے اشاعت مذہب۔ کسی گذشتہ اشاعت میں آپ نے "ہندوستان میں تبلیغ عیسائیت کا جال" کے عنوان سے مضمون پڑھا ہوگا۔ کسقدر ایثار و قربانی اشاعت مذہب کے لئے کر رہے ہیں وطن چھوڑتے ہیں۔ مال و جان خرچ کرتے ہیں۔ در بدر منادی کرتے ہیں۔ ہر قسم کی تکالیف کا سامنا بڑے استقلال سے کرتے ہیں لیکن مسلمان ہیں جو اس حالت میں کہ دشمن سرہانے جان نکالنے کا منتظر ہے۔ افلاس نے دبا لیا ہے جائدادیں رہن ہیں۔ جہالت و نکبت کی گھنگور گھٹا چھائی ہوئی ہے خواب غفلت کے خراٹے لے رہے ہیں اپنے مستقبل کو نہیں سوچتے اپنے بچوں کی جنہوں نے آئندہ قوموں کی رہنما ہونا ہے ثابت ہوتا ہے صحیح طور پر تعلیم و تربیت نہیں کرتے۔ ان کے بچے دوسروں کے زیر اثر ہیں۔ اگر معدودے چند قومی سکول کھلے ہوئے ہیں تو ان کی حالت ابتر۔

علمار ہر وقت فروعی تنازعات میں مسلمانوں کی تکفیر کرنے میں سرگرداں۔ مرشد و پیر لوگوں کو علم سے محروم کرنے اور اپنی نذرانہ منوانے میں کوشاں۔ روسار عیش و عشرت کے کاموں میں مبتلا۔ تعلیمیافتہ نوجوان تھیٹروں کے دیکھنے اور ناولوں کے پڑھنے میں مشغول۔ اور کہاں ہیں وہ مسلم جنہوں نے علم کا ایسا ڈنکا بجایا کہ آج مہذب قومیں حیرت کی نگاہ سے دیکھتی ہیں جنہوں نے درسگاہیں یونیورسٹیاں قائم کرنے کے لئے وہ وہ تکالیف اٹھائیں جنکو پڑھنے سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں ؎

اجتہاد فن میں مضطر صورت سیماب تھے
علم کی لو اس قدر تھی سوختن کا تاب تھے

اور کہاں ہیں آجکل کے مسلمان جو اپنی درسگاہوں کو ویرانی کی حالت میں دیکھ رہے ہیں اطلبوا العلم من المھد الی اللحد اور طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ کے ارشاد کو بھولے ہوئے ہیں۔ علم نے مسلمانوں کا اقبال بلند کیا اور علم ہی مسلمانوں کو پستی سے بالائی کی طرف لے جائے گا۔ افسوس ہے۔ دوسروں کی ترقی دیکھتے ہیں۔ سوچتے ہیں سمجھتے ہیں پر کرتے نہیں ؎

نیند غفلت کی ہے طاری سارا قوم پر۔ سب کی آنکھیں ہیں کھلی سوتے ہیں لیکن بیخبر

اب میں آخر میں احمدیوں سے پوچھتا ہوں کہ آپ نے اسقدر کوشش کی۔ کیا ہماری قوم کا ہر فرد آریوں اور عیسائیوں کی طرح تبلیغ و اشاعت میں سرگرداں ہے۔ کیا ہمیں اسقدر احساس ہے جسقدر ان لوگوں کے دلوں میں ہے۔ کیا ہم میں اسقدر تڑپ، عشق، غیرت اور حمیت ہے جو ہونی چاہئے۔

اگر ہے تو کیوں ہمارے معدودے چند سکول نظر آتے ہیں کیوں اشاعت دین کے لئے اسقدر مشنری نہیں جس قدر آریوں اور عیسائیوں کے ہیں۔

اگر ہم میں حقیقی تڑپ ہوتی تو یقیناً ہم تمام دنیا کو مسخر کر لیتے کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا غلط ہے کہ چالیس مومن تمام دنیا کو فتح کر سکتے ہیں۔ کیا حضرت مسیح موعود کو آخر تک ایسے چالیس آدمیوں کی خواہش نہیں رہی تھی مگر یہ ہمارا اسقدر عظیم بالشان کام صرف چار آدمیوں کے اخلاص کا نتیجہ ہے اور بس۔

احمدیو! آپ نے ایک مامور کی بیعت کی۔ اور پھر ایسے مامور کے ہاتھ پر جس کی کیفیت قلبی کا نقشہ اس کے چند اشعار سے یوں ظاہر ہے ؎

بدل دردے کہ دارم از برائے طالبان حق
نمی گردد بیاں آن درد از تقریر کوتاہم
دل و جانم چناں مستغرق اندر فکر اوشان است
کہ نے از دل خبر دارم نہ از جان خود آگاہم
مرا مقصود و مطلوب و تمنا خدمت خلق است
ہمیں کارم ہمیں بارم ہمیں رسمم ہمیں راہم

پھر تم نے عہد کیا کہ "دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا" اپنے گریبانوں میں منہ ڈالو اور دیکھو کہ اس عہد کو کہاں تک پورا کیا۔

احمدیو! آج کشتی اسلام ایک خطرناک بھنور میں پھنسی ہوئی ہے آپ ہی ولتکن منکم امۃ کے ماتحت ایک قوم ہیں جس نے اس کشتی کی ملاحی کرنی ہے۔

احمدیو! آج آپ میں کوئی نظام نہیں۔ نظام پیدا کرو۔ انجمنیں بناؤ۔ جماعت کو ترقی دو۔ تا خادم اسلام بڑہیں اور اشاعت اسلام کے کام کو ترقی ہو۔ فوراً مجاہد فی سبیل اللہ بن جاؤ تا اللہ تعالے کی نصرتوں کو دیکھ کر ایمانوں کو تازہ کرو۔ سرسید مرحوم نے قوم کی حالت دیکھ کر اسلام کا جنازہ پڑھنے کی اپیل کی لیکن خدا کے مامور حضرت میرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے آپ کو فتح و نصرت کی بشارت دی اور فرمایا۔

دیں کی نصرت کے لئے اک آسماں پر شور ہے
اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن

آخر پر پھر میں اپنے الفاظ کو دہراتا ہوں کہ وہ دل پیدا کرو جو قرون اولے کے مسلمانوں نے پیدا کیا۔ وہ درد پیدا کرو جو ایک حقیقی مسلمان میں ہونا چاہئے اگر یہ سب کچھ پیدا ہو گیا تو کامیابی یقینی ہے ؎

تمہاری اب تمہارے ہاتھ موت و زندگی
ہو تمہیں اپنے مسیحا اور تمہیں ہو جانستاں
یا کرو کوشش کہ مردہ قوم میں پڑ جائے جان
اور دکھا دو خلق کو اس راکھ سے اٹھتا دھواں
یا رہو دنیا میں بھنگوں اور پشوں کی طرح
جن کا دنیا میں ہے ہونا اور نہ ہونا ایکساں

خط انگلستان

خواجہ نذیر احمد صاحب اپنے تازہ خط میں حضرت امیر کی خدمت میں لکھتے ہیں :-

آپ کو شاید معلوم ہوگا کہ خداوند تعالے نے آپ کے قرآن کو بہت مقبول فرمایا ہے۔ ایک ثبوت عرض کرتا ہوں۔ جتنی کتابیں میں نے اسلام پر پڑھی ہیں جو کہ حال میں چھپی ہیں ان میں جہاں کہیں حوالہ قرآن کا ہوتا ہے۔ تو آپ کے قرآن کا حتی کہ ولزنگ آپ کا ہی ذکر کرتے ہیں۔

خریداروں کی خدمت میں التماس

جو صاحب اپنا پتہ تبدیل کرانا چاہیں۔ وہ ازراہ کرم اپنا نمبر خریداری ضرور لکھا کریں۔ بصورت دیگر تعمیل ارشاد سے معذور خیال فرمائیں۔

مینجر پیغام صلح لاہور

اس برس کا حج

قنفذہ - رابغ اور لیث کی مزید حالات

اخبار بمبئی کرانیکل" کے نامہ نگار مقیم عدن نے اپنے ایک تازہ مکتوب میں حج کے متعلق ضروری معلومات بہم پہنچائی ہیں۔ ہم انکا خلاصہ ذیل میں درج کرتے ہیں۔

دوسرے ممالک کی طرح عدن کے باشندے اس سال حج کے لئے بہت مضطرب ہیں اور ان کی رائے یہ ہے کہ اگر قطعی طور پر یہ ثابت ہوجائے کہ امسال حاجیوں کے لئے شریف کے زمانہ سے زیادہ خطرات ہیں تو اس صورت میں حج کو ملتوی کرنا شاید نامناسب نہ ہوگا۔ لیکن اگر یہ ثابت نہ ہو تو حج ضرور کرنا چاہئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ مصطفےٰ کمال پاشا نے ابن سعود کے نام ایک خط بھیجا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مجلس ملیہ انگورہ نے شیخ سنوسی کو خلیفہ اسلام منتخب کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے اسلئے ابن سعود کو حجاز کا علاقہ کلیتہً خالی کردینا چاہئے تاکہ شریف مکہ کے منصب کو سنبھالنے کے لئے ایک موزوں شخص کے بھیجنے کا انتظام ہو سکے۔ کہا جاتا ہے کہ اس خط کے جواب میں ابن سعود نے مجلس ملیہ کے فیصلہ کی پابندی پر کامل اعتماد کا اظہار کیا ہے۔ لیکن یہ شرط پیش کی ہے کہ خلیفہ سے پیشتر ترکی افواج مقامات مقدسہ کی حفاظت کے لئے حجاز میں پہنچ جانی چاہئے۔ سلطان نے ساتھ ہی یہ ظاہر فرمادیا ہے کہ حملۂ حجاز سے میرا مقصود محض شریف کا اخراج تھا۔ یہ افواہ مشہور ہے کہ ستر ہزار افواج حجاز کی حفاظت کا کام سنبھالنے کے لئے روانہ ہو رہی ہیں اور اگر دوسرے ممالک سے حاجی نہ پہنچے تو کم از کم ترک فریضۂ حج کی بجا آوری میں قطعاً تامل نہ کریں گے۔

نامہ نگار خود بندرگاہوں کے متعلق لکھتا ہے۔

قنفذہ

قنفذہ جدہ سے دو سو میل جنوب کی طرف واقع ہے آبادی کم و بیش تین ہزار ہے۔ شہر کی عمارتیں کچھ زیادہ عالیشان نہیں ہیں سمندر کی طرف میناروں والی ایک مسجد ہے۔ اشیائے مایحتاج وہاں اسقدر جمع رہتی ہیں جو آبادی کے لئے کفایت کرسکیں لیکن چند روز کی اطلاع پر اندرون ملک سے ہر قسم کی چیزیں بکثرت مہیا ہو سکتی ہیں۔ پانی کے لحاظ سے قنفذہ بحیرۂ احمر کی بہترین بندرگاہ سمجھی جاتی ہے وہاں جہازوں کے لنگر انداز ہونے کے لئے کوئی باقاعدہ جگہ نہیں ہے لیکن خلیج کے جنوبی حصہ میں ساحل کے ساتھ چٹانوں کا ایک سلسلہ چلا گیا ہے جو تقریباً ایک میل لمبا ہے۔ اس سلسلہ اور خلیج قنفذہ کے شمالی حصہ کے مابین جہازوں کے ٹھہرنے کیلئے ایک عمدہ جگہ ہے اس جگہ اور سلسلہ کے مابین ایک رود بار ہے جو بہترین مدخل کی حیثیت رکھتی ہے۔ داخلہ کے دو اور راستے بھی ہیں لیکن ان میں سے صرف چھوٹے جہاز گذر سکتے ہیں۔ دخانی جہاز ران کمپنیوں میں سے صرف آسٹرین لائڈ کمپنی کے جہاز قنفذہ ٹھیرتے ہیں۔

رابغ

رابغ ایک چھوٹا سا مقام ہے۔ جہاں کھجوروں کے درخت بہت زیادہ ہیں۔ پانی یہاں زیادہ نہیں ہے لیکن کنوئیں بہت زیادہ ہیں۔ یہاں شیرم رابغ جہازوں کے ٹھیرنے کے لئے عمدہ جگہ ہے یہاں جہاز ہر طرف کی ہواؤں سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ اور آسانی کے ساتھ اس میں آجا سکتے ہیں۔

لیث

لیث بھی بحیرۂ احمر کا ایک عمدہ بندرگاہ ہے لیکن یہاں سمندر کی گہرائی بہت کم ہے۔ جہازوں کو کافی فاصلہ پر ٹھیرنا پڑتا ہے اور مسافر کشتیوں کے ذریعہ سے آجا سکتے ہیں۔ لیث سے جدہ حدیدہ اور عدن تک جہاز آتے جاتے ہیں اسکی آبادی پانچ اور چھ ہزار کے درمیان ہے۔ جنوب میں حدیدہ اور شمال میں جدہ کے ساتھ تار کا بھی انتظام ہے۔

ضروری استفسارات

لیث حاجیوں کے اترنے کے لئے موزوں نہیں۔ اسلئے کہ اول تو وہ جہازوں کے لنگر انداز ہونے کے لئے مناسب مقام نہیں ہے اور دوسرے یہ مقام مکہ معظمہ سے تقریباً پانچسو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اسکے خلاف قنفذہ اور رابغ علی الترتیب تین سو اور دو سو میل کے فاصلہ پر واقع ہیں۔ بلاشبہ جدہ کی بہ نسبت یہ فاصلے بہت زیادہ ہیں لیکن جب سلطان ابن سعود حاجیوں کی راحت و آسائش وحفاظت کے ذمہ دار بن چکے ہیں تو محض بعد مسافت کی بنا پر حج کا سلسلہ ملتوی نہ ہونا چاہیے۔ بلاشبہ ان راستوں میں مصارف زیادہ ہوں گے نیز یہ ضروری ہے کہ حاجی مئی کے اندر اندر روانہ ہو جائیں تاکہ بر وقت وہاں پہنچ سکیں سلطان ابن سعود سے جن معاملات کی نسبت معلومات حاصل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہیں۔

(۱) راستوں کی حفاظت کے انتظام کی کیا صورت ہے؟

(۲) حاجیوں کے ٹھہرانے کا کیا بندوبست کیا گیا ہے۔ کیا کافی مکانوں کا انتظام ہے یا بوقت ضرورت انتظام کیا جا سکتا ہے؟ جس مکان میں کم از کم پانچ حاجی ٹھہر سکتے ہیں اسکا کیا کرایہ ہوگا؟

بقیہ صفحۂ اول

اور ان کی تعداد کو کم کردیا۔ ۱۹۱۸ء میں حکومت سرویہ نے ان شرائط کو بالکل منسوخ کردیا۔ اور مالکان زمین کو پوری پوری قیمت ادا کردی۔ قومی مجلس نے ۵ء۲ ملین دینار اس مطلب کے لئے منظور کئے جو زمین کی پیداوار کی ایک سال کی آمد کے برابر تھی۔ اس سے بڑے بڑے دولت مند خاندان معمولی حیثیت سے گذارہ کرنے پر مجبور ہوگئے۔ اور درمیانہ درجہ کے مالکان زمین بالکل تباہ ہوگئے سوائے ان کے جو تجارت کرتے تھے ان کی حالت اپنے مزارعین سے بھی بدتر ہوگئی۔ صرف وہی کچھ بچ گئے جو زمین کا کچھ حصہ اپنے ہاتھ سے کاشت کرتے تھے۔

مسلمانوں کا باقی حصہ شہروں میں رہتا ہے۔ جہاں وہ زیادہ تر تجارت کا کام کرتے ہیں۔

شازاجیوو میں مسلمانوں کی آبادی ۳۵ فیصدی ہے جنکی آبادی ساٹھ ہزار نفوس کی ہے۔ ملک کی آبادی کا کثیر حصہ غیر تعلیمیافتہ ہے اور مسلمان خصوصاً کم تعلیم یافتہ ہیں۔ ۱۹۱۱ء سے تعلیم لازمی ہے۔ لیکن مسلمان ابھی تک پرانے فیشن کے مکتبوں کے دلدادہ ہیں۔ مذہبی استادوں کی تعلیم کے لئے ایک مدرسہ ہے اسی طرح حنفی فقہ کی تعلیم کے لئے دار الحلافہ میں ایک سکول ہے مسلمانوں کے وراثت وخانگی معاملات خاص شرعی مجالس فیصلہ کرتی ہیں جنکو گورنمنٹ تسلیم کرتی ہے۔ آسٹریا کی حکومت نے مسلمانوں کو مغربی تعلیم سے بہرہ ور کرنے کی کوشش کی لیکن وہ ناکام رہی۔ اپنے عیسائی ہمسائیوں کی زود اعتقادی کا اثر بعض مسلمانوں میں یہاں تک آگیا ہے کہ وہ بلیک میریا کے گرجے کی زیارت کرجاتے ہیں۔ اور ان کی دوسری رسومات میں بھی حصہ لیتے ہیں۔

رفو چکر ہوگئے

رفو چکر ایک سفوف ہے جس کو تین چار لیپ کی طرح لگانے سے نازک سے نازک اور نرم سی نرم جگہ کے بال تمام عمر کے لئے اڑجاتے ہیں اور پھر دوبارہ پیدا نہیں ہوتے۔ ہزاروں سرٹیفکیٹ موجود کے پاس موجود ہیں قیمت ۱عہ محصول ڈاک ۵ر مہ خریدار۔ رفو چکر کے لگانے سے کسی قسم کی تکلیف اور جلن نہیں ہوتی بلکہ جلد ریشم کی طرح نکل آتی ہے۔ رفو چکر کو لیپ کردیجئے۔ بالوں کے جنگل کے جنگل ہمیشہ کے لئے صفاچٹ میدان ہوجائینگے۔

بابا ہیر ڈائی صابن لیجئے علمی دنیا میں ہلچل ڈالنے والا ہیر ڈائی صابن تیار ہوگیا۔ اسلئے آئندہ خضابوں کو چھوڑ دیجئے۔ ہیر ڈائی صابن تمام ہندوستان میں بالکل نئی ایجاد ہے۔ لوگوں نے لاکھ ہاتھ پاؤں مارے مگر آج تک کامیاب کوئی نہیں ہوا۔ ہیر ڈائی صابن معمولی صابن کیطرح بالوں پر لگادیجئے بال فوراً سیاہ کالے ہو جائینگے۔ سیاہی پائدار ایکماہ رہیگی۔ قیمت ایک بکس تین روپیہ دو بکس پانچ روپیہ محصولڈاک ایک بکس سے دو بکس تک ۸ر فی بکس خریدار ہے۔ ایک بکس سال بھر کے لئے کافی ہے۔ یاد رکھئے مذکورہ بالا دونوں چیزیں اپنی شہرت کی وجہ سے گورنمنٹ آف انڈیا میں رجسٹرڈ ہیں۔

المشتہر مینیجر جرمن کرین مارک خضاب ورکس قصور پنجاب

تازہ خبریں

کل ۸ مئی کو تانگے والوں نے بارہ بجے تک ہڑتال رکھی۔ اور اس کے بعد تانگے انہیں جوت دی گئیں۔ بلدیہ کو نوٹس دیا گیا تھا کہ اگر وہ بارہ گھنٹے کے اندر تانگہ والوں کے مطالبات کو پورا کرنے کے لئے ضروری تدابیر اختیار نہ کریگی تو ہڑتال جاری رکھی جائیگی۔ کل بارہ بجے تک محض یہ ثابت کرنے کے لئے ہڑتال کی گئی تھی کہ تانگہ والوں میں اتحاد و اتفاق موجود ہے اور مکمل ہڑتال کرنے کی طاقت و استطاعت رکھتے ہیں۔ آج ہڑتال بدستور جاری ہے۔ اور افواہ ہے کہ آٹھ روز تک جاری رہیگی۔ تانگہ والوں کے عزم و ثبات میں کوئی فرق نہیں آیا اور جب تک ان کے مطالبات پورے نہ کئے جائینگے۔ اور ان کی تمام شکایات رفع نہ ہوں گی وہ ہڑتال کو برابر جاری رکھینگے۔

پنجشنبہ کی شام کو بلدیہ کلکتہ کا ایک اجلاس مسٹر سی آر داس کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ اور اس جلسہ میں نیو مارکیٹ کے اندر مدفون شدہ مسلمان ولی کی نعش کو دوسری جگہ دفن کرنے کا سوال پیش ہوا۔ بحث وتمحیص کے بعد فیصلہ ہوا کہ اس معاملہ کے متعلق قانونی مشورہ حاصل کیا جائے۔

مہاتما بدھ کی برسی کی تقریب پر مہاتما گاندھی ایک جلسہ کے صدر ہوئے آپ نے کہا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ میری تعلیمات بدھ کی تعلیمات سے ملتی جلتی ہیں۔ مجھے اس سے انکار نہیں میرے خیال میں بدھ مت ہندو مت ہی ہے۔ آپ نے کہا کہ وہ وقت بہت جلد آنے والا ہے جبکہ تمام مذاہب سونے کی طرح کھرے ہوجائینگے۔

پنڈت موتی لال نہرو ملیریا کے عارضہ میں مبتلا ہوگئے ہیں۔ آپ جس وقت سفر کے قابل ہوں گے تو دلہوزی کو روانہ ہوجائینگے۔

آج صبح گرمی کا عارضی طور پر انسداد ہوگیا۔ اور شہر کے بعض حصص میں تیز بارش ہوئی۔ بائیکولا بمبئی کا نشیبی حصہ ہے اسمیں کسیقدر پانی بھرگیا۔ لیکن فورٹ اور کولابہ میں نہایت معمولی بارش ہوئی۔

لاہور ۶ مئی۔ کل ۱۰ بچے پیدا ہوئے اور ۱۲ موتیں واقع ہوئیں۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۸ آدمی بخار سے۔ ۲ نمونیا سے۔ ۱ پیچش سے ایک چیچک سے۔ ایک تپ دق سے۔ ۲ خسرہ سے ۴ دیگر امراض سے

راولپنڈی توپ خانہ میں چوری کی سازش کے مقدمہ میں ملزم فضل الدین کو چار سال قید سخت کی سزا دی گئی ہے۔

گذشتہ تین روز سے لاہور کا موسم بہت خوشگوار رہا ہے۔ آسمان پر شب و روز کا اکثر حصہ بادل چھائے رہتے ہیں۔ رات ترشح بھی ہوا۔

موسیو ٹراٹسکی صحت یاب ہوچکے ہیں۔ اور اب اپنے کام پر ماسکو کی طرف واپس آ رہے ہیں۔ سرکاری طور پر اس امر کی تردید کردی گئی ہے کہ ایک مجلس سینٹ جائیگی جو موسیو کامینف۔ موسیو زینو ویف۔ موسیو سٹیلن اور موسیو ٹراٹسکی پر مشتمل ہوگی۔

ٹرام چلانے والوں اور کرایہ کی موٹریں چلانے والوں کی ہڑتال ترقی پذیر ہے۔ آج دوپہر کے بعد نصف سے کم گاڑیاں چل رہی تھیں۔ ہڑتال کرنے والوں نے فیصلہ کیا ہے کہ جب تک ان کے معطل شدہ رفقائے کار کو کام پر نہ بلایا جائے گا۔ وہ کام پر واپس نہ آئینگے۔

بعد کی اطلاع مظہر ہے کہ تنازعہ کا فیصلہ ہوگیا۔ اور ہڑتال کرنے والے کل کام شروع کردینگے۔

پولیس کو اینٹورپ سے اطلاع ملی کہ ایک مسکرات کی ناجائز تجارت کرنے والے مشہور آدمی نے روٹرڈم کی طرف دو صندوق بھیجے ہیں جن کے محفوظ تھا جن کے اندر غالباً افیون بند کی ہوئی ہے۔ پولیس نے ان صندوقوں کو قبضہ میں کرلیا جن میں سے ہر ایک کا وزن ۵۰۰ کلوگرام تھا۔ ان میں واقعی افیون رکھی تھی۔ پولیس نے ایک اور دکان پر دس اور صندوق بھی پکڑے۔ ان میں سے بھی افیون نکلی۔ گویا ایک ہزار کلوگرام افیون پکڑی گئی ایک شخص کو جو روسی ہے گرفتار کرلیا گیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا — مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
اندرین دین آمده از مادریم — ہم برین از دار دنیا بگذریم
آن کتاب حق کہ قرآن نام او — بادۂ عرفان ما از جام او
آن رسولے کش محمد ہست نام — دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او با شیر شد اندر بدن — جان شد و با جان بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست — زو شده سیراب آبے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود — آن نہ از خود از ہمان جا مے بود

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما ازو یابیم ہر نور و کمال — وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست — ہرچہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک وز خبرہائے معاد — ہرچہ گفت آن مرسل رب العباد
آن ہمہ از حضرت احدیت است — منکر آن مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق ... — منکر آن مورد لعن خداست
معجزات انبیائے سابقین — آنچہ در قرآن بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست — ہر کہ انکار کند از اشقیاست
یک قدم دوری ازان روشن کتاب — نزد ما کفر است و خسران و تباب

اخبار پیغام صلح

لاہور — رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

ہفتہ میں دو بار یکشنبہ و چہارشنبہ کو شائع ہوتا ہے۔

قیمت سالانہ [illegible] ششماہی [illegible] سہ ماہی [illegible]
طلباء سے سالانہ [illegible]

جلد ۱۲ | مقام اشاعت لاہور یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۹ شوال ۱۳۴۳ ہجری مطابق ۱۳ مئی ۱۹۲۵ء | نمبر ۵۴

کلیسا کی مساوات

ایک افریقی حبشی اور امریکن پادری

کتنی مدت سے عیسائی پادریوں نے یہ شور مچا رکھا ہے۔ کہ کلیسائے مسیحیت نے نسل انسانی کو جو مساوات عطا کی ہے۔ وہ کسی دوسرے مذہب نے نہیں دی۔ حالانکہ خود کلیسا کے اندر دیسیوں اور یورپینوں۔ کالوں اور گوروں۔ ادنے اور اعلےٰ طبقات کے گرجوں کا علیحدہ علیحدہ ہونا اور اُن میں سے ہر ایک کے اندر نشستوں کا امتیاز اس دعوے کے بطلان کا ایک کھلا ثبوت ہے۔ لیکن اس سے بڑھکر ذیل کا واقعہ جو مدراس کے ایک اخبار میں سٹرسی۔ ایف اینڈریوز نے بیان کیا ہے۔ مسیحیت اور تہذیب جدید ہر دو کی اصلیت کو ظاہر کرتا ہے۔ مسٹر اینڈریوز بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک سفید رنگ کا آدمی جو افریقی خون رکھتا تھا ممالک متحدہ امریکہ کے کسی جنوبی شہر کے ایک خوبصورت گرجا کے سامنے سے گذرا۔ اور اس نے گرجا کے دروازہ پر عبادات کے اوقات اور حسب معمول "سب لوگوں کے لئے ایک مخلصانہ دعوت" کے الفاظ لکھے ہوئے دیکھے۔ ان الفاظ کو دیکھکر یہ سفید رنگ اور نیلی آنکھوں والا حبشی گرجا کے اندر جا داخل ہوا۔ تاکہ اُن کی صداقت کو آزما کر دیکھے۔ عبادت کا وقت نہ تھا۔ اس لئے وہ گرجا کے پادری کے پاس جو اُسوقت اپنے پادریانہ لباس میں جلوہ فرما تھا جا پہنچا۔ پادری نے نہایت حلیمی اور محبت کے ساتھ پوچھا فرمائیے بھائی صاحب میرے لئے کیا خدمت ہے حبشی نے کہا "میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کیا میں اس گرجا کا ممبر بن سکتا ہوں؟" اس پر پادری صاحب خوشی کیساتھ مسکرائے اور پوچھا "بھائی صاحب کیا آپ عیسائی ہیں؟ کیا آپ نے بپتسمہ پایا ہے؟ کیا آپ ان تمام معتقدات کو مانتے ہیں۔ جنکی ہمارے خداوند اور منجی یسوع مسیح نے بائیبل میں تعلیم دی ہے؟ حبشی کی طرف سے ان تمام سوالات کے جوابات اثبات میں پاکر پادری صاحب کے چہرہ پر پھر خوشی اور رونق کے آثار نمایاں ہوئے اور فرمایا "نوجوان! میرے لئے یہ نہایت خوشی کا دن ہے میں تمہارے جیسے نوجوان کو اس گرجا کا ممبر بنانے میں نہایت خوش ہوں۔ آج جبکہ تمام دنیا دنیوی چیزوں اور خواہشات پر جھکی ہوئی ہے۔ اور جبکہ ہم ابوت الہٰی اور اخوت انسانی کے متعلق وہ سب کچھ بھلا چکے ہیں۔ جو ہمارے خداوند اور منجی نے ہمیں تعلیم کیا تھا۔ یہ میرے بھائی! نہایت ہی خوشی کا مقام ہے کہ آپ جیسے نیک دل نوجوان سے میں دوچار ہوا ہوں"

پادری صاحب کی اس گفتگو کو سُنکر اُس نیک دل نوجوان نے تھوڑے سے تامل کے بعد کہا کہ "اگرچہ میں باقاعدہ طور پر بپتسمہ یافتہ عیسائی ہوں۔ اور مسیحی اصحاب کی محبت میں زندگی بسر کرنا چاہتا ہوں لیکن نسلاً میں حبشی ہوں" ان الفاظ کا سُننا تھا کہ پادری صاحب کے چہرہ سے تمام خوشی اور مسکراہٹ ملکلخت کافور ہوگئی۔ اور انہوں نے نہایت سخت اور کرخت نظروں سے دیکھنا شروع کیا جسپر اُس نوجوان حبشی سے نہ رہا گیا اور اس نے کہا کہ "آپ ابھی اللہ تعالےٰ کی ابوت اور انسانی اخوت کا ذکر کر رہے تھے"۔ لیکن اس کے جواب میں پادری صاحب فرمانے لگے "مجھے ڈر ہے کہ تم نے میری بات کو ٹھیک طرح نہیں سمجھا۔ ہمیں کہیں نہ کہیں خط امتیاز بھی کھینچنا چاہئے یہ بہت بڑی مجلسی خرابی کی بات ہوگی۔ اگر سفید آدمی اور حبشی ایک ہی گرجا میں جائیں"۔ اسپر حبشی نے نہایت جھجکتی ہوئی کہی "کیا تم سمجھتے ہو۔ کہ قیامت کے دن جب تم اُٹھائے جاؤ گے۔ تو اُسوقت بھی یہ قومی اور نسلی امتیازات باقی رہیں گے؟" پادری صاحب نے بے صبری کے ساتھ مُڑکر جواب دیا "میں نہیں جانتا کہ آسمان پر اسکے متعلق کیا کچھ انتظامات ہوں گے۔ لیکن ہمیں یہاں زمین پر کچھ نہ کچھ امتیاز ضرور رکھنا چاہیئے"۔ یہ جواب سُنکر حبشی نے الوداع کہا اور گرجا سے باہر نکل کر غالباً اُن الفاظ کو پھر پڑھا۔

"سب لوگوں کے لئے ایک مخلصانہ دعوت"

اور اہل کلیسا کے اخلاص و محبت کی داد دیتے ہوئے وہاں سے چلدیا۔

جرمن مشن کے ثمرات

تین خواتین اور دو مردوں کا قبول اسلام

اللہ تعالےٰ کا بے حد احسان اور فضل ہے کہ ہماری حقیر اور ناچیز کوششوں کو بارآور کر رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے اندر خود ایک کشش ہے۔ جو لوگوں کو اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔ ایک خوبی اور حسن ہے۔ جس پر جو کوئی بھی اس سے آگاہی پاتا ہے۔ فریفتہ ہو جاتا ہے ہفتہ سابقہ میں ہفتہ کے روز دو خاتونیں حضرت مولانا صدرالدین صاحب کی ملاقات کے لئے آئیں ½ ۸ بجے شام سے ½ ۱۱ بجے تک گفت و گو رہی۔ اسلام اور بائبل پر بہت گفت گو ہوتی رہی۔ ہماری کتابیں دیکھ چکی ہیں۔ جس کا انہوں نے ذکر کیا۔ لیکن رشتہ داروں کی مخالفت بہت ہے۔ وہ بھی اپنے ارادوں کی پکی ہیں۔ بجائے اسکے کہ رشتہ داروں کی مخالفت کے آگے سر تسلیم جھکا دیں۔ اسلام کے لئے کھڑی ہو جاتی ہیں اور انکو تبلیغ کرتی ہیں اور اُمید کرتی ہیں کہ گو اُن کے رشتہ دار مخالف ہیں مگر ہماری کتب کے مطالعہ کے بعد نہ صرف اپنی رائے تبدیل کرلیں گے بلکہ خود بھی اسلام قبول کرلیں گے۔

دو دن کا واقعہ ہے کہ دو حضرات مسجد میں حضرت مولانا سے ملے۔ اُن میں سے ایک صاحب تو دو سال سے واقف تھے۔ اُنکو کتابیں تو دی جا چکی تھیں۔ مگر باوجود اتنی لمبی واقفیت کے اُن سے مذہب کے بارہ میں گفتگو کبھی نہیں ہوئی تھی۔ اُس دن اُنہوں نے خود ہی ذکر کیا کہ کتابیں تو آپکی پڑھ چکا ہوں۔ لیکن آجتک گفتگو کبھی نہیں ہوئی۔ میں اسلام قبول کر چکا ہوں اور یہ دوسرے صاحب جو میرے ساتھ ہیں یہ بھی میرے ساتھ اسلام لا چکے ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

چند دن ہوئے ہالینڈ سے ایک خاتون کا خط آیا۔ جس میں وہ لکھتی ہیں کہ میں اسلام قبول کر چکی ہوں۔ اُن کا مسلمان ہو جانا بجائے خود ایک بڑی خوشی کا مقام ہے۔ اُس کے علاوہ ایک اور امر قابل مسرت یہ ہے کہ یہ خاتون جرنلسٹ ہی اور صاحب قلم ہونے کی وجہ سے اسلام کی بہت خدمت کر سکتی ہیں۔ ایک طرح سے انہوں نے تبلیغ کا سلسلہ اپنے ملک میں شروع کر دیا ہے۔ ماہ مئی میں حضرت مولانا کے دو لیکچر مقرر کر دئے ہیں۔ لیکن بے حد مجبوری کی وجہ سے انکار کرنا پڑا۔ کیونکہ حضرت مولانا بہت پہلے ہندوستان روانہ ہو چکے ہونگے

بابو منظور الٰہی صاحب کی تحریک پر سرویا کے ایک جج صاحب کی چٹھی آئی ہے۔ جس میں انہوں نے سرویہ جانے کی دعوت دی ہے۔ ایک تو مقام بہت دور ہے۔ دوسرے یہی مجبوری کہ مولانا اُسوقت ہندوستان ہوں گے۔

مسجد پر کام خوب ہو رہا ہے۔ آجکل اندر لپائی کا کام ہو رہا ہے مکان کی لپائی ہو چکی ہے۔ اللہ تعالےٰ کے فضل سے اُمید ہے کہ اندر کی لپائی کا کام عید سے پیشتر ختم ہو جائیگا۔ اور عید کی نماز اسی مسجد میں ہوگی۔ ہماری طرف سے تو کوئی اعلان نہیں ہوا۔ البتہ نجی طور پر اکثر اصحاب سے ذکر ہوا ہے۔ اتفاق سے یہ خبر اخبارات میں بھی شائع ہو چکی ہے۔ معلوم نہیں۔ کیسے اُنکو پتہ ملا۔ برلن کے تمام اخبارات میں مسجد کی تصویر شائع ہو چکی ہے اور ہر ہفتہ ایک نہ ایک اخبار میں شائع ہو جاتی ہے۔ ہمیں تو اُس کا علم نہیں ہوتا۔ اخبارات کے رپورٹر خود ہی آتے ہیں اور احاطہ مسجد سے باہر کھڑے ہوکر تصاویر لے لیتے ہیں۔ کل کا ذکر ہے کہ وہ خاتون جس کے مکان پر میں رہتا ہوں کہتی تھی کہ وہ سابقہ شب کو ایک سینما تھیٹر میں گئی۔ وہاں سینما والوں نے بھی مسجد کی تصویر دکھائی۔ یہ محض اللہ تعالےٰ کا احسان ہے۔ کہ خود بخود شہرت کے ذرائع پیدا ہوتے جاتے ہیں۔

والسلام
خاکسار فضل کریم خان

ہز ایکسیلنسی امیر شکیب ارسلان کا ایک خط

ہز ایکسیلنسی امیر شکیب ارسلان کے نام نامی سے پیغام صلح کے کالموں کے ذریعہ آپ تعارف حاصل کر چکے ہیں کچھ عرصہ ہوا آپ ترکی کو روانہ ہو گئے تھے۔ حال میں اُنکا ایک خط آیا ہے۔ جس میں وُہ لکھتے ہیں کہ جب سے یہاں ترکی میں پہنچا ہوں۔ برلن مسلم مشن کی خدمت میں مصروف رہا ہوں۔ بہت لوگوں سے زبانی ذکر کیا ہے۔ اخبارات کو بھی لکھا۔ جن میں مسجد برلن اور مسلم مشن کا ذکر شائع ہو چکا ہے۔ اب مصر جا رہا ہوں وہاں بھی عمائد مصر سے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

لاہور

جلد ۱۳ | ۱۹۔ شوال المعظم سنہ ۱۳۴۳ ہجری | نمبر ۵۴

مسئلہ سود اور مسلمان

یویوری اور انٹرسٹ

حضرت امیر ایدہ اللہ کے انگریزی مضمون مندرجہ نیوا ورینٹ سے ترجمہ کیا گیا

ان تمام تشریحات سے ظاہر ہے۔ کہ جس ربا کا ذکر قرآن کریم کے اندر کیا گیا ہے۔ وہ اصل سے زیادتی کا نام ہے۔ جو قرضہ کی صورت میں اصل رقم کے ساتھ وصول کی جاتی ہے۔ اس کے بعد جو سب سے زیادہ ضروری سوال پیش آتا ہے وہ یہ ہے کہ ربا کا لفظ آیا صرف usury کے مفہوم کو ظاہر کرتا ہے یا usury اور interest [illegible] دونوں پر یہ لفظ عائد ہوتا ہے۔ usury اور interest میں جو مسلمہ فرق ہے وہ یہ ہے کہ usury حد سے بڑھا ہوا سود ہے یعنی معروف منصفانہ اور معمولی سے "قانونی" حد سے بہت بڑھ کر سود لینا ہے۔ اور اس کے بالمقابل معمولی اور قانونی حد کے اندر جو منافع دیا جائے اس کا نام انٹرسٹ ہے۔ ربا کا مفہوم ان دونو حالتوں پر صادق آتا ہے۔ کیونکہ عربی زبان میں usury یا interest دونوں میں سے کسی کے لئے بھی کوئی اور علیحدہ لفظ نہیں پایا جاتا۔ نہ ہی کسی تاریخ میں کوئی ایسی بات پائی جاتی ہے۔ جس سے یہ ظاہر ہو کہ جس سود کو آج "قانونی حد کے اندر" اور جائز سمجھا جاتا ہے وہ اسلام کی آمد کے وقت عرب میں نہ تھا۔ قرآن کریم کی اس آیت کی بنا پر جس میں سود در سود کو منع کیا گیا ہے (آل عمران ۱۳۰) یہ کہا جاتا ہے۔ کہ جس چیز سے اس نے منع کیا ہے۔ وہ صرف حد سے بڑھا ہوا سود یا سود در سود ہے۔ چنانچہ وہ فرماتا ہے یاایہا الذین اٰمنوا لا تاکلوا الربٰوا اضعافا مضاعفۃ اے لوگو جو ایمان لائے ہو سود کو دوگنا اور چوگنا کرکے نہ کھاؤ۔ کہا جاتا ہے۔ اگر ربا کا لفظ usury کے مفہوم پر مشتمل ہوتا تو اس آیت میں اضعافا مضاعفۃ کے الفاظ لانے کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن اس نتیجہ کے خلاف جو ان الفاظ سے نکالا گیا ہے۔ (کہ صرف usury یا حد سے بڑھے ہوئے سود کو منع کیا گیا ہے۔) البقرہ ۲۷۸، ۲۷۹ آیت میں ہمیں ایسے الفاظ ملتے ہیں جن میں یہ ارشاد ہے کہ اس حکم کے نزول کے وقت ربا کی ایک کوڑی بھی اگر قابل وصول ہو۔ تو اسے چھوڑ دیا جائے۔ اور البقرہ ۲۷۹ آیت میں صرف راس المال ہی کو واپس لینے کی اجازت دی گئی ہے۔ مگر قرآن کریم نے usury اور interest میں کوئی فرق جائز رکھا ہوتا تو راس المال کے ساتھ وہ مناسب interest کے وصول کرنے کی بھی اجازت دے دیتا۔ اس لئے ربا کے منع کرنے میں usury اور interest دونو کا امتناع آجاتا ہے۔

موجودہ اقتصادیات اور ربا

موجودہ اقتصادی حالات اور بینکوں کے موجودہ نظام پر اس حکم کو نافذ کرتے ہوئے پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا قرضہ کی صورت میں راس المال کے ساتھ کوئی ایسی زیادتی کی صورتیں پیدا ہو سکتی ہیں۔ جو صاف طور پر ربا کی تعریف میں نہ آسکیں اس بارہ میں پہلی بات یاد رکھنے کے قابل یہ ہے کہ اس حکم میں قرض دہندہ کو ربا کے ذریعہ سے دولت جمع کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اور اس لئے راس المال پر کسی قسم کی زیادتی جو قرض دہندہ کی ملکیت نہ بن سکے اس امتناع سے خارج ہے اس طرح پر کواپریٹو بنکوں کا طریق جس میں سود کو تقسیم نہیں کیا جاتا بلکہ وہ صرف جمع ہوتا رہتا ہے اس حکم سے باہر ہے۔ ان بینکوں کے دستور العمل میں روپیہ دینے والا یہ جانتا ہے کہ اسے قرض پر کسی قسم کا منافع یا زیادتی نہ دی جائیگی۔ اور جو کچھ بھی منافع ہوگا وہ بنک ہی کی ملکیت رہیگا کسی ممبر کو اسکے روپیہ کا منافع نہیں دیا جائیگا۔ اسی قسم کی صورت ایک یہ بھی ہے۔ کہ کوئی شخص اپنا روپیہ حفاظت کے لئے کسی بنک میں رکھے اور اس کا یہ ارادہ ہو کہ اس سے جو سود ملیگا وہ اسے اپنے صرف میں لانے کے بجائے کسی خیراتی کام پر صرف کر دیگا۔ ایسی حالت میں وہ اس زیادہ رقم کو مالک کی حیثیت سے نہیں بلکہ کسی خاص خیراتی کام کا ٹرسٹی ہونے کی حیثیت سے وصول کرتا ہے۔ اور اس لئے جو زیادہ رقم جو وہ وصول کرتا ہے جب تک اس خیراتی کام پر صرف ہوتی ہے جس کے لئے اسے خاص کیا گیا ہے۔ ربا نہیں کہلا سکتی۔

یہ خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن کریم نے ربا کو اس لئے منع نہیں کیا کہ وہ کوئی نجس یا ناپاک چیز ہے۔ بلکہ اس وجہ سے روکا ہے کہ اس ذریعہ سے کسی شخص کے مال و دولت میں اضافہ ہونا اس کے دل میں مال و زر کی محبت کو پختہ کر دیتا ہے۔ قرآن کریم کے الفاظ بہت صاف ہیں الذین یاکلون الربٰوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطٰن من المس جو لوگ ربا کھاتے ہیں وہ نہیں کھڑے ہوتے مگر جیسے وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھو کر زمین پر گرا دیا ہو۔ سود پر قرض دے کر اس سے مال و دولت جمع کرنے کی خواہش کو شیطان کے چھونے سے مثال دی گئی ہے جو انسان کو زمین پر گرا دیتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس شخص کی جو ربا یا سود لیتا ہے۔ تمام خواہشات اور خیالات کا مرکز ایک ہی چیز ہوتی ہے۔ مال و دولت کے انباروں کے انبار جمع ہو جائیں۔ یہاں تک کہ وہ زمین پر ہی گر جاتا ہے۔ اور نسل انسانی کے اعلیٰ نصب العین کو حاصل نہیں کر سکتا۔ شیطان دنیوی خواہشات کا نمائندہ ہے۔ اور اس لئے مس شیطان اس دنیا کی چیزوں کی حد سے زیادہ محبت کو ظاہر کرتا ہے۔ اس لئے کوئی ایسا انتظام جس میں اس زیادتی کو جو اصل مال پر حاصل ہوتی ہے۔ قرض دہندہ کی ملکیت نہیں سمجھا جاتا قرآن کریم کی عائد کردہ حدود کے اندر بالکل جائز سمجھا جائیگا۔ ربا وہ زیادتی یا منافعہ ہے۔ جو قرض دہندہ کے جیب میں چلا جاتا ہے۔ اور جو اس کی جیب میں نہیں جاتا۔ وہ قطعاً ربا نہیں کہلا سکتا۔

نہ ہی میں یہ سمجھتا ہوں کہ موجودہ حالات میں محولہ بالا طرز کے کواپریٹو بنک مسلمانوں کی اقتصادی ترقی میں کچھ تھوڑے فائدہ کا موجب ہیں۔ اس طریق عمل سے مسلمانوں کی دیہاتی آبادی کو بہت بڑا فائدہ حاصل ہوا ہے۔ اور شہروں کے اندر ان کی وسعت کو بڑھانا تجارت کے لئے بہت مفید ثابت ہوگا۔ ہزارہا ایسے مسلمان ہیں جو ایسے بنکوں میں روپیہ رکھنے کے لئے تیار ہونگے اور کوئی سود اس پر طلب نہ کرینگے بشرطیکہ انہیں صرف اس قدر یقین ہو۔ کہ بنک کو ایک اچھا اعتبار حاصل ہے۔ فی الحال صرف ڈاک خانہ کے سیونگ بنکوں میں جو سود بغیر مطالبہ کے پڑا ہے۔ وہ لاکھوں روپے تک پہنچتا ہے۔ اور اگر اس رقم کو مناسب طریق سے استعمال کیا جائے۔ تو یہ قوم کے لئے بحیثیت مجموعی بہت مفید ثابت ہوگا۔ غالباً بیس سال کے عرصہ میں یہ مسلمانوں کو اس قابل بنا دیگا۔ کہ وہ ایک اپنا بنک بنا سکیں جس سے سرمایہ جو کسی کی ملکیت نہیں قائم کریں۔ بہرحال اسلام کا ایک بہت بڑا ریزرو فنڈ ہو جائیگا۔

ربا سے متعلق دوسرے سوالات بالخصوص تجارتی سود کے سوال میں کسی دوسری [illegible] میں جب تھوڑی سی فراغت حاصل ہو [illegible]۔

الہام مسیح موعود اور قرآن کریم

معاصر الجمعیۃ میں عرصہ سے ایک مضمون قتل مرتد کی تائید میں شائع ہو رہا ہے۔ جس کے بعض حصص پر ہم وقتاً فوقتاً تبصرہ کر چکے ہیں اس وقت اس مضمون کا بارھواں نمبر ہمارے سامنے ہے جس میں مولوی کفایت اللہ صاحب نے حضرت امیر ایدہ اللہ سے ایک سوال کیا ہے (جس کا کوئی تعلق بظاہر اصل مضمون سے نہیں) کہ حضرت مسیح موعود کے الہامات کو آیا وہ اسی طرح قطعی اور یقینی سمجھتے ہیں جیسے قرآن کریم کو یا ان کو ظنی قرار دیتے ہیں۔ اس کے جواب میں ہم مولوی صاحب کو بتانا چاہتے ہیں کہ جہاں تک آپ کے الہامات کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کا تعلق ہے۔ ہم ان کو قطعی اور یقینی سمجھتے ہیں یعنی فی الواقع آپ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرف مکالمہ و مخاطبہ حاصل تھا اور آپ پر جو الہامات نازل ہوتے تھے۔ وہ [illegible] اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی تھے۔

حجت شرعیہ

لیکن اس سے یہ مطلب نہیں کہ ان [illegible] جو قرآن کریم کا ہے۔ قرآن کریم آخری اور کامل شریعت ہے اور اس کے بعد کوئی ایسا الہام نازل نہیں ہو سکتا جس کو یہ مرتبہ حاصل ہو۔ اولیا اور مجددین کے الہامات اگرچہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی ہیں لیکن انہیں حجت شرعیہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ بلکہ جیسا کہ حضرت مسیح موعود کا طرز عمل رہا ہے۔ ان کو قرآن پر عرض کرکے اس کی تائید سے پیش کیا جائیگا۔ یعنی کسی امر کے منوانے کے لئے اصل دلیل ایک مجدد کا الہام نہیں ہو سکتا بلکہ قرآن کو بطور سند پیش کیا جائیگا۔ حضرت مسیح موعود کو الہام کے ذریعہ سے وفات مسیح کا پتہ دیا گیا لیکن آپ نے دنیا کو اس طرح نہیں منوایا کہ میرے الہام میں مجھے بتایا گیا ہے کہ مسیح مرگیا اس لئے تم مان لو۔ بلکہ اس کی تائید میں قرآن کو پیش کیا اور دلائل پر دلائل قرآن سے دیئے۔ پس باوجودیکہ مسیح موعود کے الہامات ہمارے نزدیک یقینی طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں ہم انہیں حجت شرعیہ نہیں سمجھتے۔ اور نہ قرآن کے برابر مرتبہ دیتے ہیں۔

حدیث کو ظنی قرار دیا گیا ہے تو اسی وجہ سے کہ احادیث کی روایات بالمعنی ہیں اور کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ جو کچھ ان کے اندر بیان ہوا ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصلی الفاظ ہیں۔ اگر ایسا ثابت ہو جائے تو پھر انہیں بھی یقین اور قطعیت کا مرتبہ حاصل ہوگا جیسے قرآن کو۔ امید ہے اس وضاحت سے مولوی صاحب کو الہام مسیح موعود کی اصل پوزیشن سمجھ آجائیگی۔ اور وہ جس نتیجہ پر پہنچنا چاہتے ہیں۔ اس کو اب بیان کرینگے۔

شدھی کی رفتار

غالباً مسلمانوں کا بہت بڑا حصہ یہ یقین کئے بیٹھا ہے کہ شدھی یا فتنہ ارتداد کا طوفان جو ۱۹۲۳ء میں آگرہ اور یوپی کے دیگر اضلاع سے اٹھا تھا۔ وہ مسلمانوں کی زبردست مدافعانہ کارروائیوں سے وہیں دب کر رہ گیا اور اب اس فتنہ کا نام و نشان ہندوستان میں باقی نہیں رہا اور اگر ہے تو بہت کم۔ یہی وجہ ہے کہ سوائے ایک دو انجمنوں کے اب کوئی اس فتنہ کے اندفاع کا نام بھی نہیں لیتا۔ اور شاید ان انجمنوں نے بھی اس کام کو اس قدر اہمیت دینا مناسب نہیں سمجھا جیسا ابتدا میں سمجھا جاتا تھا۔ ہم اپنے قارئین کو بتانا چاہتے ہیں کہ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ شدھی کا کام کبھی بھی رکا نہیں۔ بلکہ اسی تیز رفتاری سے جاری ہے۔ جیسے کہ پہلے دن تھا۔ فرق صرف اس قدر ہے۔ کہ ابتدا میں غلطی سے اس قسم کی خبریں آریوں نے شائع کر دیں جس سے مسلمانوں کے جوش میں سوڈا واٹر کی طرح ابال آیا اور کچھ دن اپنا زور دکھا کر بیٹھ گیا۔ آریوں نے ان کے جوش کو دیکھ کر اپنی کوششوں کو مخفی کر دیا۔ مسلمان سمجھے کہ میدان جیت لیا۔ لیکن وہ اندر ہی اندر سینکڑوں مسلمانوں کو اغوا کرتے رہے اور اب تک کر رہے ہیں ضلع بدایوں کے تازہ واقعات آپ کے سامنے ہیں۔ جہاں ایسے ہی حالات کے پیدا ہونے پر تبلیغ کانفرنس مسلمانوں نے منعقد کی اور بعض اشدھ شدہ لوگوں کو واپس اسلام میں لے آئے۔ اس بارہ میں مسلمانوں کی کوششیں جہاں بہت سست ہیں وہیں ان کا طریق عمل افسوس ہے کہ غلطی سے خالی نہیں۔ ان کی تبلیغی انجمنیں اور مبلغین اسی علاقہ میں پہنچتے ہیں۔ جہاں ارتداد کی وبا پھیلنی شروع ہو جائے اور یہ نہیں کرتے کہ جن علاقوں پر ابھی تک اس کا حملہ نہیں ہوا۔ لیکن ان کی حالت اس قسم کی ہے۔ کہ اس کے اثر کو جلد قبول کر سکتے ہیں۔ وہاں پہلے سے پہنچ کر ایسی تدابیر اختیار کریں۔ کہ وہ شدھی کا اثر ان پر نہ ہو۔

کام کیسے ہونا چاہیئے؟

اس بارہ میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی کوششیں لائق تحسین ہیں کہ اس نے اگرچہ اپنے کام کو ایک دو علاقوں تک ہی محدود رکھا ہے۔ لیکن ان علاقوں کو ایسے مضر اثرات سے قطعاً پاک کر دیا ہے۔ ہمارے خیال میں اگر ایک ایک گاؤں میں ایک ایک مبلغ ایسا بیٹھ جائے۔ جو وہاں بچوں کو باقاعدہ طور پر پڑھائے۔ اور اسلام سکھائے بڑوں کو وقتاً فوقتاً وعظ و تلقین کرتا رہے۔ اور اسلام کی خوبیاں ان کی استعداد کے مطابق ان کے ذہن نشین کرے اور ہندوانہ خیالات اور رسومات کے بجائے اسلام کا حقیقی رنگ ان میں پیدا کرنے کی کوشش کرے تو بغیر کسی وقت اور آویزش کے شدھی کا اثر زائل ہو سکتا ہے وہاں کام کرنے والے ایسے ہونے چاہئیں۔ جو خود سچا اسلامی جوش اور خلوص اپنے اندر رکھتے ہوں۔ اسلام سے خود ایک حد تک واقف ہوں اور دوسروں پر اثر ڈال سکیں۔ نمود و نمائش [illegible] مبلغین کا شیوہ ہے۔ الا ماشاء اللہ ان [illegible]

میں نہ ہو۔ وہ تواضع۔ حلم اور انکساری کے ساتھ ہر چھوٹے بڑے کے ساتھ پیش آئیں اور اسلام کی خاطر ہر قسم کا دکھ اٹھانے کے لئے تیار ہوں یہی وہ باتیں ہیں جو آج اس سخت مقابلہ میں کامیاب کرسکتی ہیں اور افسوس ہے کہ ایسی صفات کے انسان آج مسلمانوں میں بہت کم پائے جاتے ہیں۔ کاش وہ اس پر غور کریں اور مجدد وقت کے ساتھ ہوکر تبلیغ کا صحیح طریق سیکھیں اور اسلام کا سچا درد اپنے اندر پیدا کریں

مسلمان عورتوں کی قابل رحم زندگی

ہندوستان میں مسلمان عورتوں کے لئے جو پردہ رائج ہے اُس کے خلاف شریعت ہونے میں تو کوئی کلام نہیں۔ لیکن شاید بہت کم لوگوں کو یہ معلوم ہے۔ کہ یہ پردہ مسلمان خواتین کو طرح طرح کی خطرناک بیماریوں میں مبتلا کرنے کا ذمہ وار ہے۔ مدراس کے اسلامی اخبار مسلم ہیرلڈ نے اُس پر ایک تفصیلی نظر ڈالی ہے۔ اور بتایا ہے کہ ادنےٰ اور دیہاتی آبادی اور اعلےٰ طبقہ کے مسلمانوں کو چھوڑکر کہ انہیں کھلی آب و ہوا اور سیر و سیاحت کے بہت سے مواقع میسر ہیں طبقہ متوسط کی خواتین زیادہ تر سخت ترین پردہ کی شکار ہیں۔ اُن کو نہ سیر و سیاحت کا موقع ملتا ہے اور نہ کھلی آب و ہوا کا مکانوں کے صحن جہاں وہ علی العموم مقید رہتی ہیں۔ اُونچی اونچی دیواروں سے بند ہیں کھلی سڑکوں کی طرف کھڑکیاں اوّل تو ہیں نہیں اور اگر ہیں تو وہ اُنسے فائدہ نہیں اُٹھا سکتیں۔ اور علی العموم تنگ و تاریک گلیوں کی طرف سے اُنکی آمد و رفت اور سکونت رہتی ہے۔ وہ اپنے ہاتھوں سے کھانا پکاتی اور دھوئیں کے زہریلے اثرات کو جذب کرتی ہیں۔ اگر کبھی شاذ و نادر باہر جانے کا موقعہ ملتا ہے۔ تو گاڑیوں کو چاروں طرف سے بند کر دیا جاتا ہے۔ مضمون نگار ان حالات کو بیان کرکے لکھتا ہے کہ "ان حالات میں کیا یہ کوئی تعجب انگیز بات ہے۔ کہ ہزارہا مسلمان مستورات آج پھیپھڑوں کی بیماریوں میں مبتلا ہیں"۔ اُس نے ۱۹۲۱ء کی مردم شماری کی رپورٹ کو اپنے ثبوت میں پیش کیا ہے اور بتایا ہے۔ کہ تمام ممالک میں عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہے۔ لیکن ایک بدقسمت مسلمان مستورات کا طبقہ ہے جن کی شرح اموات مسلمان مردوں سے بڑھی ہوئی ہے اور اُن کی تعداد نسبتاً کم ہے۔

یہ حالات فی الحقیقت بہت افسوسناک ہیں اور اُنکی اصلاح کی سخت ضرورت ہے۔ افسوس ہے کہ ہمارے زمانہ کے تمدنی حالات اس درجہ پیچیدہ ہیں کہ موجودہ پردہ کو ناواجب تسلیم کرنے کے باوجود اُسکو اُٹھانا یا کم از کم اس کی قیود کو ہلکا کرنا لوگوں کو دشوار نظر آتا ہے۔ کاش وہ لوگ جو قومی بہبودی کی ذمہ داری اپنے سروں پر اُٹھائے ہوئے ہیں۔ اس طرف متوجہ ہوں اور خواتین اسلام کو اس قابل رحم زندگی سے باہر نکالنے کی کوئی مؤثر تدابیر سوچیں ؎

چین اور اسلام

چین کا ملک ایک مدت سے مسیحی سرگرمیوں کا بہت بڑا مرکز بنا ہوا ہے اور زیادہ تر وہاں کے مسلمان مسیحی حضرات کے پیش نظر ہیں حال ہی میں ایک مشنری عورت مسز ٹیلر نے ایک کتاب شائع کی ہے جس میں شمال مغربی چین میں اپنے دشوار گذار سفر کے حالات کو قلمبند کرتے ہوئے اس نے لکھا ہے۔ کہ اس بہت بڑے علاقہ میں مسیحیوں کے تین مشن کس قدر نتیجہ خیز کام کر رہے۔ تاہم مسز ٹیلر کو شکایت ہے۔ کہ ایک بھی ایسا شخص نہیں جو تمام دوسرے بندھنوں سے آزاد ہوکر محض تیس لاکھ مسلمانوں میں کام کرنے کے لئے آپ کو وقف کرے۔ کیونکہ ان مسلمانوں کا آج مسیحیت کے اندر آنا ایسا آسان ہے کہ تمام تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ کتاب کے آخری ابواب میں ایسے لوگوں کے لئے اپیل کی گئی ہے۔ جو کانسو کے بنجر علاقہ میں مسلمانوں کے اندر کام کریں ؎

مسز ٹیلر کی یہ آواز یقیناً کامیاب ہوگی۔ اور عیسائی دنیا ایک نہیں۔ بہت سے ایسے لوگ نکلیں گے۔ جو اپنی زندگیاں ان بنجر علاقوں کے لئے وقف کردیں۔ ایسی حالت میں جن تیس لاکھ مسلمانوں پر مسز ٹیلر کی نظر ہے ان کو بچانے کی کیا صورت ہوسکتی ہے۔ افسوس ہے کہ اسکا جواب سوائے خاموشی کے اور کچھ نہیں ؎

آسمان را حق بود گر خون ببارد بر زمین
بر پریشاں حالئے اسلام و فقدِ مسلمین

ریویو
رفیق خیاطاں

اس نام سے ۲۲ × ۱۸ ؍ ۴ کے ۹۶ صفحات کی ایک کتاب مسٹر ایم۔ ایم بیگ۔ ایم۔ آئی۔ بی۔ ٹی سابق کٹر میان واس لیٹیڈ لنڈن نے تصنیف فرمائی ہے جس میں ہر وضع کے انگریزی لباس کے قطع کرنے کے بہترین طریقے سمجھائے گئے ہیں۔ فن خیاطت میں سب سے زیادہ مشکل کام اگر کوئی ہے۔ تو وہ کپڑوں کا قطع کرنا ہے۔ یورپ نے اس کو بالکل ایک الگ فن قرار دیا ہے۔ اور بکی وہاں باقاعدہ تعلیم دی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ تمام انگریزی فرموں میں اس فن کے ماہر بالکل الگ ہوتے ہیں۔ جو صرف کپڑوں کا قطع کرنا جانتے ہیں اور محض یہی کام ان کے سپرد ہوتا ہے۔

مسٹر ایم۔ ایم بیگ نے جو اس کام کے ماہر اور ڈگری یافتہ ہیں۔ اس کتاب کو شائع کرکے درزیوں پر بہت بڑا احسان کیا ہے جو علی العموم اس فن سے ناواقف ہونے کی وجہ سے بہت سا کپڑا اکثر ہونٹ میں ضائع کر دیتے۔ اور اکثر حالات میں غلط طریق سے قطع کرتے ہیں جس سے لباس کی موزونیت میں فرق آجاتا ہے۔ اس کتاب میں مسٹر بیگ نے ہر قسم کے لباس کے قطع کرنے کی مفصل ہدایات لکھی ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی ساتھ ایسے نقشے دیئے ہیں جنہیں دیکھکر ایک فن خیاطت کو جاننے والا آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ کہ کس طرح سے اسے کپڑا قطع کرنا چاہیئے ؎

کتاب کے شروع میں مسٹر ڈبلیو۔ اے سمنس ہیڈ کٹر رینکن اینڈ کمپنی لاہور مسٹر ڈبلیو تھامسن کٹر بمبئی ہاؤس اور مسٹر ایچ ویومن ہیڈ کٹر بال موڈی اینڈ کمپنی لاہور کی آرائے نقل کی ہیں۔ جو انہوں نے اس کتاب کو پڑھکر لکھیں اور جو اس کی صحت پر زبردست شہادت ہیں۔ ہمارے خیال میں یہ کتاب ہر درزی کے پاس ہونی ضروری ہے۔ قیمت فی جلد چار روپیہ (للعہ) لکھائی چھپائی ہر طرح سے قابل تعریف ہے۔ پہلے صفحہ پر مسٹر بیگ کی تصویر اور ڈپلوموں کے عکس بھی دیئے گئے ہیں ؎

ملنے کا پتہ:۔ نمبر ۲ مال روڈ لاہور یا ملہار پلٹن اندور۔ سی۔ آئی ؎

بیان القرآن کی مفت اشاعت کے متعلق

کسی گذشتہ اشاعت میں یہ تحریک کی گئی تھی کہ اگر ہمارے احباب کچھ کچھ چندہ اس غرض سے دیں کہ بیان القرآن مساجد کے اماموں کو جو اسے پڑھنا چاہتے ہوں دیا جاسکے تو یہ صدقہ جاریہ کا کام دیگا اس سے غالباً یہ سمجھا گیا ہے۔ کہ مساجد کے اماموں کو بیان القرآن مفت دیا جائیگا۔ اسی وجہ سے بعض درخواستیں بھی اسی قسم کی پہنچی ہیں لیکن یہ صحیح نہیں صرف ان اماموں کو جو بیان القرآن کو پڑھنا چاہتے ہوں نصف قیمت پر دیا جاسکتا ہے اس لئے ہمارے احباب صرف ان اماموں کی درخواستیں بھجوائیں جو نصف قیمت پر اسے لینا چاہتے ہیں

بقیہ صفحہ اوّل

بقیہ صفحہ اوّل

ذکر کرونگا۔ جن اصحاب کے نام بھیج رہا ہوں۔ اُن کے نام رسالہ جاری کر دیا جائے۔ اُمید ہے اُن ممالک میں بھی اُن خدمات کی قدر ہوگی اور لوگ اس طرف توجہ کریں گے۔ آپ جب واپس ہندوستان جائیں۔ تو لاہور پہنچکر حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب کی خدمت میں میرا اَسلام علیک عرض کردیں"۔ اس خط کے ساتھ علاوہ ناموں کے مشہور ترکی اخبار روزنامہ وقت کا ایک قطعہ بھی آپ نے ارسال کیا ہے۔ اس میں دو جرمن نومسلموں کی تصاویر ہیں۔ جو ہمارے رسالہ مسلم ریویو لی ہوئی ہیں۔ ان تصاویر کے نیچے ایک مضمون ہے جو ہز ایکسیلنسی کا لکھوایا ہوا ہے۔ اُسکا ماحصل یہ ہے کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا اسلامی دُنیا پر بہت احسان ہے کہ پہلے اس انجمن کی کوششوں کے ذریعہ انگلستان میں سینکڑوں انگریز اسلام لاچکے ہیں۔ اب اس انجمن نے برلن دارالسلطنت جرمنی میں سلسلہ اشاعت و تبلیغ شروع کیا ہے۔ اور ایک عالیشان مسجد تعمیر کی ہے۔ میں خود مسجد دیکھ کر آیا ہوں۔ اور خود نومسلموں سے ملا ہوں۔ اور ان سے بات چیت کی ہے۔ اُن کی کتابیں اور رسالے ساتھ لایا ہوں۔ وغیرہ وغیرہ۔

امیر شکیب ارسلان بڑے پایہ کے بزرگ ہیں۔ ممالک ترکی اور مصر میں بہت رسوخ اور اقتدار رکھتے ہیں۔ اور بڑے ہی مخلص انسان ہیں۔ اسلام کا درد اپنے سینے میں رکھتے ہیں۔ صاحب قلم بھی ہیں۔ جب اس قسم کے بزرگ اسلام کی خدمت کے لئے اٹھ کھڑے ہوں۔ تو کامیابی کچھ دور نہیں۔ اللہ تعالےٰ اُن کی کوششوں کو بارآور کرے۔ والسلام

خاکسار فضل کریم خاں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احمدی خواتین کیلئے

ضرورت بیعت

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے لاتزر وازرۃ وزر اخریٰ کوئی ایک دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا۔ غور کیجئے تو دنیا میں ہی بہتے بیتے ہیں یہی قانون الٰہی جاری و ساری نظر آتا ہے۔ وہ تکلیف درد و غم کے بوجھ کوئی نہیں ٹال سکتا۔ وہ ماں جو اپنے پیارے بچے پر جان فدا کرنے کو تیار ہے۔ وہ بھی اسکی تکالیف کو ہٹا نہیں سکتی۔ یہ دنیا ہوئی اب دین میں دیکھئے تو وہاں بھی یہی عالم نظر آتا ہے۔ اپنے اپنے اعمال اپنے اپنے ساتھ۔ بیوی کے نماز روزے شوہر کے کام نہیں آسکتے۔ اور شوہر کے مجاہدات بیوی کو نہیں بچا سکتے۔ ہر ایک سے اسکے کاموں کی پرسش ہوگی۔ ہمارے سیدو مولا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لخت جگر سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اے فاطمہؓ تم یہ نہ سمجھنا کہ پیغمبر کی بیٹی ہو اسکی وجہ سے بخشی جاؤں گی۔ اپنے ہی عمل کام آئیں گے تو پھر بھلا ہم گنہگار کس شمار و قطار میں ہیں۔ اسلئے جہاں تک ہوسکے بھلائی اختیار کرنے میں عجلت سے کام لینا چاہیئے ؎

خبرے کن اے فلاں و غنیمت شمار عمر
زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

ضرورت بیعت ایک مسلمہ امر ہے مگر افسوس ہے کہ ہم نے اسطرف کافی توجہ نہیں کی۔ مجھے اپنے بزرگ احمدی برادران کو بھی گلہ ہے کہ انہوں نے اس باب میں تساہل سے کام لیا ہے۔ ورنہ ممکن نہ تھا کہ ایسی پاک تعلیم اور خود ان کا عمدہ نمونہ بے اثر رہتا میں صنف کی فطرت سے بخوبی واقف ہوں نیکی رحمدلی ایثار و دینداری ان میں موجود ہیں۔ صرف تحریک کی ضرورت ہے۔ اپنی محترم لائق بہنوں کو نیک نیتی علو حوصلگی نے مجھے جرأت دلائی ہے کہ میں ان ٹوٹے پھوٹے الفاظ کے ذریعہ ان کی توجہ اس ضروری امر کی طرف مبذول کروں ورنہ من آنم کہ من دانم

مجھے اس بارہ میں اکثر بات چیت کا موقعہ ملا ہے۔ بعض بہنوں کا خیال ہے کہ جب ہمارے شوہر بیعت شدہ ہیں اور ہم دل سے ان کے ساتھ ہیں تو پھر ہمیں بیعت کرنے کی کیا ضرورت ہے اسی طرح بعض کا خیال ہے کہ احمدی کے اولاد کو بھی بیعت کی ضرورت نہیں مگر دراصل یہ خیالات غلطی پر مبنی ہیں۔ تجربہ بتاتا ہے کہ دل میں خواہ کتنی ہی عقیدت ہو۔ زبانی اقرار بغیر قوت عمل کمزور رہتی ہے۔ اقرار بیعت سے جرأت ایمانی۔ عزت اور احساس فرض پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً میں نے عہد کیا کہ دین کو دنیا پر مقدم کروں گی۔ ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ میرے قدم کو لغزش ہوتی ہے۔ اسوقت چپکے سے ضمیر کہتا ہے کہ تو نے جو عہد کیا ہے اسکو یاد رکھ۔ میں فوراً سنبھل جاتی ہوں میرا عزم مضبوط ہوجاتا ہے۔ ہمت بڑھتی ہے اور اپنے عہد کو قائم رکھنے کیلئے تمام مشکلات کو ہیچ سمجھتی ہوں یہ نری لفاظی نہیں بلکہ واقعات ہیں۔ جماعت ایک درخت کی طرح ہوتی ہے۔ پس جڑ سے تعلق قائم رکھنے میں زندگی ہے۔ جماعتی کوششوں پر خدا کی برکتیں نازل ہوتی ہیں۔

جماعت احمدیہ اسوقت جو خدمات اسلام بجالا رہی ہے ہم اس میں شریک نہیں ہوسکتے جبتک کہ اس کا ایک جزو نہ بنیں۔ خدا کے لئے اس پست خیالی کو چھوڑیئے کہ ہم کیا کر سکتے ہیں۔ یہ زمانہ مجاہدات کا ہے پست خیالی کم ہمتی کو پس پشت ڈالئے اور خدا کے دین کے لئے کسی ملامت کی پرواہ نہ کریں۔ اسوقت کی چھوٹی چھوٹی نیکیاں اللہ تعالےٰ کے حضور بڑا درجہ رکھتی ہیں۔ ہم خوش قسمت ہیں کہ ایسا بابرکت زمانہ پایا۔ پس وقت کو ضائع نہ کیجئے۔ آپ صرف اپنے ہی ذمہ دار نہیں ہیں بلکہ آپ کے ذمہ آئندہ نسل بھی ہے۔ آپ کے ناتواں ہاتھوں پر آئندہ نسل کی ترقی منحصر ہے۔

زندہ قوموں کے بچے بچے میں ایک روح پائی جاتی ہے اور وہ زیادہ تر ماؤں کے خیالات پر منحصر ہے۔ پس اس گراں بہا ذمہ داری کی خاطر قدم آگے بڑھائیے دل چاہتا ہے کہ مربی کا مضمون پہنیں

بھی امام وقت کے جھنڈے تلے جمع ہوکر مردوں کے پہلو بہ پہلو اس دینی جہاد میں حصہ لیں جس طرح ان کی بزرگ بہنیں عہد نبوی میں کیا کرتی تھیں۔ میری بہنوں! یہ تو آپ جانتی ہیں کہ احمدی قوم خدا کے فضل سے ذلیل نہیں۔ غیر بھی مانتے ہیں کہ اب بھی واحد جماعت ہے جو خدمات دین بجا لارہی ہے پس ہر فخر ہونا چاہیئے کہ ہم ایک ایسی قوم سے وابستہ ہیں جس کا لوہا سب مانتے ہیں۔ اور ہم ایک ایسے زرین مقصد کے لئے کوشاں ہیں جس کے ساتھ دین دنیا کی بہبودی وابستہ ہے۔ میرا تجربہ ہے کہ احمدی ہونے کے وجہ سے ذلت نہیں اٹھانی پڑتی بلکہ عزت کی جاتی ہے۔ باقی بیہودہ اور لچر باتوں کی پرواہ ہی نہیں کرنی چاہیئے کہ اس کے بغیر دنیا کا کوئی کام نہیں چل سکتا۔ سب سے مقدم اور ضروری بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے حضور نمازوں میں دعا کریں کہ وہ ہماری کمزوریوں کو دور کرکے صراط مستقیم پر چلائے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم کرسکیں۔ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب ط

(آپ کی بہن صادقہ)

افریقہ میں اسلام کی ترقی

مسلمانان عالم کیلئے دعوت عمل

تبلیغ کیلئے وسیع میدان

کسی قریبی اشاعت میں "مسلم اوٹ لک" نے اڈیٹوریل کالم میں مسٹر سی ایف اینڈریوز کے ایک سچے قصہ کا ذکر کیا تھا جس میں انہوں نے بیان کیا ہے کہ کس طرح ایک مسیحی کو جس کے جسم میں حبشی خون کے چند قطرات تھے ایک امریکن پادری نے اپنے کلیسا کا رکن بنانا منظور نہیں کیا۔ اسی طرح جنوبی افریقہ کے ایک اخبار کی تازہ اشاعت میں جانسبرگ کے ایک پادری کا خطبہ درج ہے جو مسیحیت کا مبلغ ہے اس مبلغ نے بھی اس کا اقرار کیا ہے کہ مسیحیت میں امتیازات نسلی اس قدر شدید ہیں کہ اس مذہب کی ترقی میں سد باب ہیں۔

اسلام کا مقابلہ

اس مبلغ نے یہ بھی کہا کہ افریقہ کے حبشیوں میں مسیحیت ترقی نہیں کررہی ہے۔ اور اسپر بڑا افسوس ظاہر کیا "کہ تاریک براعظم میں اسلام اس سرعت کے ساتھ ترقی کررہا ہے کہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد بت پرست حبشی ہی باقی نہ رہیں گے کہ ان میں مسیحیت کی تبلیغ ہوسکے" اس شخص کا بیان ہے کہ اسلام کی کامیابی کا سبب فی الحقیقت یہ ہے کہ وہ کثرت ازدواج کی اجازت دیتا ہے اور چونکہ افریقہ کی اقوام میں کثرت ازدواج کا طریقہ موجود ہے لہذا وہ اسلام قبول کرلیتے ہیں۔ اس کمزور دلیل کے بعد پادری نے پھر وہی پرانی بات دہرائی کہ اسلام اسوجہ سے کامیاب ہے کہ وہ انسانی خواہشات اسفل کو دبانے کی کوشش نہیں کرتا۔

اسلام کا زندہ معجزہ

سید امیر علی کی کتاب "روح اسلام" میں مسیحی مصنفوں کے اقوال نقل کئے گئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ افریقہ میں اسلام نے ترقی کیا معجزہ کر دکھاتی ہے ایک مصنف کا بیان ہے کہ جب اسلام کسی قریہ میں پہنچتا ہے تو وہ شدید اوہام پرستی، بیہمانہ بداخلاقی، عورتوں پر ظلم، صنف نازک کی غلامی، استعمال مسکرات نجاست اور غلاظت سے پیدا ہونے والی بیماریوں سے دوچار ہوتا ہے۔ لیکن جب اسلام اپنا کام کرچکتا ہے اور گاؤں مسلمان ہوجاتا ہے تو حالات یوں تبدیل ہوجاتے ہیں کہ جیسے کوئی معجزہ رونما ہو۔

اسلام کا اثر

وہ انسان جو فطرت کے مظاہرات یا جنوں کو پوجتے تھے جو دیوتاؤں اور جادوگروں کے کمالوں کا تصور کرکے کانپتے تھے اب کون و مکان خداوند عالم رحمٰن و رحیم پر ایمان لے آتے ہیں اور عقلمندی کے ساتھ اپنے عقیدہ کو سمجھتے ہیں۔ مساجد کے ساتھ مدارس کھولے جاتے ہیں۔ جہاں گاؤں کے بچوں کو ابتدائی تعلیم دیجاتی ہے۔ بداخلاقی اور بداطواری کی جگہ محدود کثرت ازدواج کا رواج ہوجاتا ہے اور عورتوں کا رتبہ دیہی ہوجاتا ہے جو مردوں کا اور ان کے حقوق محفوظ ہوجاتے ہیں۔ جسم و مکان کی صفائی غلاظت کی حکومت کو تباہ کردیتی ہے اور وہ لوگ جو برہنہ ظالم و وحشی تھے ایک ایسے نظام معاشرت کے متمدن اور مہذب ارکان ہوجاتے ہیں جس میں اخوت انسان کا عقیدہ اصل اصول ہے۔

اسلام اور مسیحیت کا مقابلہ

یہ ہے۔ ایک مسیحی کی شہادت لیکن گو اس میں اس اصلاح کا ذکر ہے جو اسلام کی وجہ سے اہل افریقہ میں ہورہی ہے۔ بلکہ ہر اس مقام پر جہاں اسکا بربریت اور اوہام سے مقابلہ ہے اسلام کے کارناموں کا اس بیان سے حال معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اس میں یہ مذکور نہیں ہے کہ جہاں پر اسلام کامیاب ہے۔ وہاں مسیحیت کو ناکامی کیوں ہوئی؟

اسلام کی عالمگیر اخوت

اسکا جواب بالکل آسان ہے۔ اسلام حبشیوں اور تمام محکوم اقوام کو بہت عزیز معلوم ہوتا ہوگا۔ اس لئے کہ اس میں ابتدا سے ہی اس قسم کے خلاف انسانیت امتیازات نہیں ہیں۔ اسلام کے پہلے موذن اور رسول اسلام کے ایک نہایت محبوب صحابی یعنی حضرت بلال رضؓ حبشی تھے۔ ایک نہایت عمدہ روایت مشہور ہے کہ چونکہ اسلام کے پہلے موذن حضرت بلال رضؓ تھے لہذا حبشی قوم کو خدا نے موسیقی میں خاص مہارت اور نہایت دلکش آواز دی ہے۔

حبشیوں کے ساتھ اسلام کا برتاؤ

اس محبت ہی کا ذکر جو رسول اسلام اور حضرت بلال رضؓ کے مابین تھی۔ افریقہ کے باشندوں کو مسلمان مبلغین کی دعوت سے مانوس کردیتا ہوگا۔ اور خصوصیت کے ساتھ ہر زمانہ اور ہر ملک کے مسلمانوں کا یہ دستور کہ مسلمانوں نے حبشیوں کے ساتھ مکمل کے تعلقات رکھے حبشیوں کو مسلمانوں کی طرف زیادہ مائل کرتا ہوگا۔

افریقہ کے مسیحی اور امتیازی رنگ و نسل

افریقہ اور دیگر مقامات پر مسیحی مبلغ ہمیشہ اگر احتیاط کے ساتھ سفید رنگ اقوام کی برتری کا وعظ کہتے ہیں اور وہ مسیحی حبشی جو کسی کلیسا میں جاتا ہے سفید رنگ کے نمازیوں کے ساتھ شامل نہیں ہوسکتا بلکہ کلیسہ کی پچھلی نشستوں پر عاجزی کے ساتھ بیٹھ جاتا ہے۔ ہندوستان تک میں جہاں ہندوستانی پادری تک ہوگئے ہیں ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ کوئی ہندوستانی کسی فوجی رسالہ یا فیشن ایبل چرچ میں نماز کی قیادت کرسکے اسکے برخلاف ہم نہایت جرأت کے ساتھ کہتے ہیں کہ ایک برطانوی رسالہ "لنک لگالے" پادری کے ہاتھ سے مقدس شراب اور روٹی حاصل کرنے کی بجائے خواہ وہ کتنا ہی "مقدس آب" ہو بغاوت کرنا زیادہ پسند کرے گا۔

امریکہ میں تبلیغ کا میدان

امریکہ میں کروڑوں حبشی اور مخلوط نسل کے انسان ہیں یہ جانور افریقن ہمقوموں کی طرح اسلام کے پیغام پر لبیک کہنے کے لئے تیار رہوں گے بلکہ وہ تو اور بھی جوش کے ساتھ خیر مقدم کریں گے اسلئے کہ وہ افریقہ کے حبشیوں سے زیادہ متمدن ہیں اور انسے تعلیم یافتہ ہیں کہ وہ صرف رنگ کی بنا پر اپنے ساتھ حقارت کے برتاؤ سے سخت ناراض ہیں۔ مسیحیت ان کے بالکل کام نہ آئی اور صرف اسلام ہی ان کے احساس خودداری کو محفوظ رکھ سکتا ہے ہمارا خیال ہے کہ امریکہ میں تبلیغ کا بہت بڑا میدان ہے۔ اور مسلمانوں کو چاہیئے کہ اس میدان میں جدوجہد کے لئے تیار ہوجائیں اور عجلت کے ساتھ اسطرف رخ کریں۔ مسٹر اینڈریوز کے قصہ سے تمام اقوام کے مسلمانوں میں تبلیغ کا جوش پیدا ہونا چاہیئے ۔

(مسلم اوٹ لک)

خریداروں کی خدمت میں التماس

ازراہ کرم بروقت خط و کتابت اپنے نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیا کریں۔

مینیجر "پیغام صلح لاہور"

رسیدات زر

بہ سلسلہ اشاعت گذشتہ

۱۲۔ مئی ۱۹۲۹ء تک برلن مسجد اور جرمن مشن کے لئے جو رقوم وصول ہوئی ہیں۔ انہیں شکریہ کیساتھ شائع کیا جاتا ہے۔ ان سب احباب کی خدمت میں جنہوں نے ابھی تک برلن مسجد کی کاپیوں کا روپیہ نہیں بھجوا دیا۔ یا اپنے وعدہ کے مطابق جرمن مشن کے لئے رقم ارسال نہیں فرمائی۔ التماس ہے۔ کہ وہ اسطرف جلد توجہ فرماویں۔ انجمن کو اس وقت روپیہ کی از حد ضرورت ہے:۔

۱۔ مرزا فضل الہی بیگ صاحب کوٹ فضل الہی بیگ — بحساب کاپی برلن مسجد
۲۔ بابو محمد حسین صاحب محاسب جماعت گوجرانوالہ — 〃 〃 〃
۳۔ سردار خان صاحب افسر مال بندوبست کیمبل پور — 〃 〃 〃
۴۔ ماسٹر ثناء اللہ خان صاحب ہیڈ ماسٹر عیسےٰ خیل — 〃 〃 〃
۵۔ سردار غلام رسول صاحب لائل پور — 〃 〃 〃
۶۔ میاں محمد نواز صاحب تھانہ نہال سنگھ والا — 〃 〃 〃
۷۔ چوہدری خدا بخش صاحب حافظ آباد — 〃 〃 〃
۸۔ خواجہ غلام نبی صاحب لاہور — 〃 〃 〃
۹۔ میاں غلام عباس خان خلف الرشید خان بہادر میاں غلام رسول خانصاحب لاہور — 〃 〃 〃
۱۰۔ شیخ نیاز احمد صاحب رئیس وزیر آباد — 〃 〃
۱۱۔ منشی عطاء الہی صاحب برنالہ جموں — 〃 〃
۱۲۔ پروفیسر محمد عبد اللہ لاہور — 〃 〃
۱۳۔ قاضی سمیع اللہ صاحب محکمہ زراعت سرگودھا — عطیہ برلن مسجد
۱۴۔ چوہدری خیر الدین صاحب۔ پنڈی بہاؤ الدین — 〃 〃
۱۵۔ سید محمود صاحب زوجیل معرفت مولوی عبد الوہاب صاحب — 〃 〃
۱۶۔ ایم فتح محمد صاحب ایڈووکیٹ مچھینا۔ برما — 〃 〃
۱۷۔ منشی کرم الہی صاحب ڈنگہ — 〃 〃
۱۸۔ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب گجرات — 〃 〃
۱۹۔ معرفت بابو محمد عثمان غنی صاحب لاہور
۲۰۔ قاضی محمد فضل قادر صاحب مائل پور — 〃 〃
۲۱۔ مہر الہ داد صاحب خانیوال — 〃 〃
۲۲۔ بابو غلام حسین صاحب رئیس میونسپل کمشنر وزیر آباد — معرفت شیخ جان محمد صاحب وزیر آباد — 〃 〃
۲۳۔ متفرق احباب — 〃 〃
۲۴۔ ڈاکٹر کرم الہی صاحب پشاور معرفت بابو ولادر خان — 〃 〃
۲۵۔ سردار غلام حسن خان صاحب جھنگ معرفت مولوی عزیز بخش صاحب — 〃 〃
۲۶۔ شیخ عبد الواحد صاحب سب انسپکٹر پولیس ابوہر — 〃 〃
۲۷۔ 〃 〃 〃 — موعودہ جرمن مشن
۲۸۔ ڈاکٹر غلام محمد صاحب لاہور — 〃 〃
۲۹۔ ڈاکٹر سید طفیل حسین شاہ صاحب لاہور — 〃 〃
۳۰۔ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب لاہور — 〃 〃
۳۱۔ ماسٹر صادق علی صاحب پٹیالہ — 〃 〃
۳۲۔ سیف الرحمن خانصاحب سوداگر پشاور — 〃 〃
۳۳۔ مشعل خان صاحب سوداگر پشاور — 〃 〃
۳۴۔ مولوی عبد الہادی خان صاحب عظیم کلہ — 〃 〃 — موصولہ ۱۲ 2/25
۳۵۔ چوہدری محمد حسین صاحب نمبردار چک ۹۵ جنوبی سرگودھا — 〃 〃 — 15 2/25
۳۶۔ میاں محمد سعید صاحب بھٹہ پورہ ہیراں سیالکوٹ — 〃 〃 — 21 2/25
۳۷۔ عبد الحمید خانصاحب وکیل پشاور — 〃 〃 — 14 2/25
۳۸۔ شیخ عطاء اللہ صاحب لاہور — 〃 〃 — 11 4/25
۳۹۔ شیخ مولا بخش و میاں محمد اسمٰعیل و میاں محمد صاحبان فلور ملز لائل پور — (۴۰۰) — 〃 — 2 4/25
۴۰۔ حاجی احمد صاحب رنگون معرفت خواجہ عبد الغنی صاحب — عطیہ جرمن مشن
۴۱۔ ایم خورشید علی صاحب اورسیر لکھنؤ — 〃 〃
۴۲۔ بابو امام بخش خاں صاحب دفتر انگریزی جموں — برلن مسجد بحساب کاپی
۴۳۔ فضل خالق خاں صاحب ہیڈ پولیٹیکل ایجنٹ پشاور — ایضاً

حضرت مولانا صدر الدین صاحب:۔ بمبئی سے سیٹھ اسمٰعیل آدم صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ مولانا مولوی صدر الدین صاحب کا تار مارسیلز سے موصول ہوا ہے کہ آپ وہاں سے ۸ مئی کو جہاز پر سوار ہوگئے۔ اُمید ہے کہ حضرت مولانا ۲۲۔ مئی تک بمبئی پہنچ جائیں گے۔

تکمیل قرآن مجید کے متعلق ایک اور عمدہ تجویز

قابل توجہ مولوی میرک شاہ و دیگر علمائے دیوبند

گذشتہ اکتوبر ۱۹۲۳ء میں مجھے حضرت مولوی میرک شاہ صاحب مدرس دیوبند کی تحریر سے معلوم ہوا کہ الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما قرآن مجید ایک آیت ہے اس کے بعد مولوی عبد الماجد صاحب بدایونی کی کتاب دربار علم اور مولوی دیدار علی صاحب امام مسجد وزیر خان لاہور کے وعظ مندرجہ زمیندار ۱۷ اکتوبر ۱۹۲۳ء سے واضح ہوا کہ بہت سی آیات جو قرآن مجید میں درج ہیں منسوخ یعنے ناقابل عمل ہیں بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے مجھے رنج ہوا کہ افسوس آج تک ہمارا قرآن مجید بھی مکمل نہیں۔ یعنی مولوی میرک شاہ صاحب نے جناب صدر جمعیت العلماء ہند کی خدمت میں درخواست کی کہ مہربانی فرما کر قرآن مجید کا ایک نسخہ ایسا مرتب کریں جس میں متروک مگر واجب العمل آیات کو قرآن مجید میں داخل کر دیا جائے۔ اور منسوخ آیات کو جو منسوخ ہونے کے باعث ناقابل عمل ہیں قرآن مجید سے خارج کر دیا جائے۔ اسکے بعد غازی محمود کی تحریر سے ظاہر ہوا کہ لدھیانہ کے ایک اور دیوبندی مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ ابھی بہت سی آیات ہیں جو قرآن مجید میں درج نہیں۔ اسکے معلوم ہونے پر میں نے بہت زور دیا کہ کسیطرح یہ کام جلدی سرانجام ہو مگر افسوس بجائے اسکے کہ علماء دیوبند مجھے کوئی مدد دیتے۔ الٹا مجھے مرزائی تصور کر کے گالیاں دینا شروع کیں جن کا سلسلہ نامتناہی تاحال جاری ہے۔ نیز بذریعہ اشتہارات یہ ظاہر کرنا شروع کر دیا کہ اگر آیت مندرجہ بالا کو مرفوع التلاوت نہ سمجھا جائے تو قرآن مجید مکمل نہیں ہو سکتا۔ اسکے مرفوع التلاوت ہونے سے ہی قرآن مکمل ہے۔ اسکے علاوہ اور بہت سے خارج از بحث باتیں لکھ کر تضیع اوقات کی جس سے میری سمجھ میں کچھ بھی نہ آسکا۔ کیونکہ ایک طرف تو اس آیت کو آیت قرآنی منوایا جاتا ہے۔ دوسری طرف اس کو قرآن سے باہر رکھنے کی تاکید کی جاتی ہے۔ کبھی قرآن عزیز میں تین قسم کے نسخ بنائے جاتے ہیں۔ بہر ان پر عمل بھی بہتر کیا جاتا۔ البتہ مجھے جناب مولوی حبیب الرحمن صاحب القادری بدایونی کا کسقدر ممنون ہونا چاہیے کہ انہوں نے ایسی بات کہی جو کسی قدر قابل فہم ہو سکتی ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

قسم اول:۔ بیشک بعض آیات ایسی ہیں جنکا حکم منسوخ فرمایا گیا ہے۔ مگر ان کی تلاوت باقی ہے۔ اور بعض آیات ایسی ہیں جنکی تلاوت منسوخ مگر ان کا حکم باقی ہے

دوسری قسم سے الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما ہے۔ اسکی تلاوت باقی نہ رکھنے میں یہ مصلحت ہے کہ امت کا امتحان لیا جائے جو سچے مسلمان ہیں وہ ادنے اشارہ کی تعمیل کرتے ہیں۔ ان کو اس جستجو کی ضرورت نہیں کہ یہ حکم قرآن کریم میں مکتوب نہیں تو اسپر کیوں عمل کیا جائے۔ ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اسکی تلاوت کتابت مصاحف میں مشہور نہ ہونے سے امت پر تخفیف ہو۔ چونکہ یہ نہایت سخت حد اور شدید حکم ہے۔ اسلئے اسکی تلاوت سے قلوب پر گرانی ہوتی ہے۔" دیکھو اخبار اہلسنت والجماعت امرتسر نمبر ۱۵ مورخہ ۱۱ جنوری ۱۹۲۵ء)

میرے خیال ناقص میں ۱۳۴۳ سال کا عرصہ امتحان کے لئے کافی ہو چکا ہے۔ اور اس طویل عرصہ میں بہت مسلمان بفضل خدا وافر نمبروں میں پاس ہو چکے ہیں۔ لہذا اب مسلمانوں کے حال پر خدا کے لئے رحم کر کے امتحان کی کشمکش سے انہیں نجات ملنی چاہیئے کیونکہ اب نہ وہ پرانے زمانہ کے مسلمان ہیں اور نہ ہی وہ زمانہ ہے اب تو موجودہ مسلمان بغیر کافی ثبوت اور دلائل کے کسی بات کو مانتے ہی نہیں۔ فوراً انکار کر دیتے ہیں۔ خدا نخواستہ اگر یہ معاملہ اسی طرح فضائی میں پڑا رہا تو اس کا وبال موجودہ زمانہ کے علماء کی گردنوں پر تا قیامت رہیگا۔ اسلئے وقت آگیا ہے کہ اس آیت کو بغیر کسی وقفہ کے درج قرآن مجید کر دیا جائے۔ مگر بقول مولانا صاحب چونکہ یہ نہایت سخت حد اور شدید حکم ہے اسلئے اسکی تلاوت سے قلوب پر گرانی ہوتی ہے۔ لہذا میں بھی یہی مناسب خیال کرتا ہوں کہ کوئی ایسی تجویز ہو جس سے یہ منشا بھی پورا ہو۔ اور یہ آیت اور دوسری اسی قسم کی آیات جن کے پڑھنے سے دلوں پر گرانی ہوتی ہے سب اکٹھی کر کے چھاپی جائیں۔ میرے خیال میں ایک تجویز آئی ہے جس سے یہ منشا بطور احسن پورا ہو سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ممالک یورپ میں اندھوں کو ابھرے ہوئے حروف میں تعلیم دیجاتی ہے۔ مناسب یہ ہے کہ ان سب آیات کو اکٹھا کر کے اندھوں کے حروف میں تیار کرالیا جائے اور ایک لفافہ میں جس کا ایک طرف منہ کھلا ہوا ہو اس میں رکھکر قرآن مجید کے ساتھ مجلد کر دیا جائے تا کہ جب کبھی ایسا واقعہ ہو اور علماء کو ایسے احکام صادر کرنے کی ضرورت لاحق ہو تو جھٹ مکمل قرآن کو لیکر لفافہ سے یہ اوراق نکال کر ان آیات کو جو مرفوع التلاوت ہونے کی وجہ سے پڑھنی نہیں چاہیئیں ٹٹول ٹٹول کر احکام صادر کریں۔ اس طرح علماء کو بہت سی کتابوں کی ورق گردانی کی زحمت نہ ہوگی۔ اور نہ میرے جیسے کم علم لوگوں کو اسکے قرآنی حکم ہونے میں کسی قسم کی شک شبہ کی گنجائش رہیگی اور نہ عام مسلمانوں میں آئے دن ایسے جھگڑے پیدا ہوں گے باقی رہا منسوخ آیات کا معاملہ سو اسکی نسبت یہ عرض ہے کہ علماء دیوبند اور جمعیت العلماء کے چند بزرگ منسوخ آیات کا تعین کر دیں اور جہاں جہاں وہ درج ہیں اسی جگہ ان آیات کو خطوط وحدانی میں لکھ کر ان کے اوپر لفظ منسوخ لکھ دیا جائے تا کہ ان منسوخ آیات سے کوئی شخص کسی مسئلہ کا استنباط نہ کرے اور پڑھنے والے بدستور ثواب حاصل کرتے رہیں۔ اس طرح کرنے میں قرآن مجید کی موجودہ ترتیب میں بھی کوئی نقص نہیں آئے گا۔ اور عام مسلمان ان آیات کی تلاوت سے بدستور ثواب حاصل کرتے رہیں گے۔ کیونکہ مولوی حبیب الرحمن صاحب کی تحریر سے بھی پایا جاتا ہے کہ منسوخ آیات کو مسلمان صرف حصول ثواب کے لئے ہی پڑھتے ہیں۔ چنانچہ آپ اخبار "اہلسنت والجماعت" کے اس مضمون میں فرماتے ہیں:۔

"علی العموم نسخ تخفیف و آسانی کے لئے مرفوع ہوا ہے پس ان آیات کی تلاوت اسلئے باقی رکھی گئی ہے کہ بندے رب عزوجل کے اس انعام و فضل کو یاد رکھیں کہ اس نے ان کی مشقت و محنت کو رفع فرما دیا اور ان پر آسانی اور سہولت کر کے احسان فرمایا۔"

کیا ان آیات کا یاد کرنا باعث اجر نہیں کیا ارشاد باری عز اسمہ کو زبان سے ادا کرنا موجب برکت نہیں۔ یقیناً ان کے حفظ و تلاوت سے فائدہ و ثواب حاصل ہوتا ہے۔

اگر ہم مولوی صاحب کے اس استدلال کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ عرض کریں کہ جب منسوخ آیات کے پڑھنے سے کلام الٰہی ہونے کے باعث موجب ثواب برکت ہے تو الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما کی آیت بھی بقول آپ کے اور سید میرک شاہ صاحب اور دیگر علمائے دیوبند کے اسی خدا کا کلام ہے جس کا کلام قرآن مجید ہے اور اسی نبی برحق پر نازل ہوا ہے جس پر قرآن مجید نازل ہوا تو کیا اسکے پڑھنے سے ثواب اور برکت نہ ہوگی اسلئے کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ اسکو موجودہ قرآن مجید سے علیحدہ رکھا جائے۔ مگر خیر! اسوقت میں بطور تنزل مان لیتا ہوں کہ اسکو موجودہ قرآن کے حروف میں نہ لکھا جائے مگر اندھوں کے حروف میں ضرور چھپوایا جائے اور لفافہ میں بند کر کے قرآن مجید کے ساتھ مجلد کرا لیا جائے۔ ہاں اگر آپ لوگ زانی محصن کے رجم کی آیت سے بھی آگاہ کر دیں تو اس کو بھی ساتھ شامل کر لیا جائے اور قرآن مجید کی وہ آیات جن میں عذاب دوزخ کے وعید بیان فرمائے گئے ہیں جن کے پڑھنے سے قلوب پر گرانی اور خوف طاری ہوتا ہے۔ سب کو انہی آیات کے ساتھ لکھ لیا جائے تو مناسب ہوگا تا کہ مسلمانوں پر بقول مولوی صاحب آسانی اور سہولت ہو۔ مگر اب ایسی آیات کا اس طرح مدون ہونا ضروری اور لابدی ہے کیونکہ حسن اتفاق سے اسوقت ممالک یورپ میں ڈاکٹر منگانا جو ایک متعصب عیسائی ہے۔ اور قرآن مجید کی متروک آیات کے متعلق بہت دلچسپی رکھتا ہے اور طرح طرح کی تحقیقات متعلق قرآن بھی کر رہا ہے۔ اگر اس کام میں مولوی صاحبان اسکو شامل کریں تو امید ہے کہ وہ بغیر کسی معاوضہ کے خوشی سے اس کام کو اپنے ذمہ لیکر بطریق احسن انجام دے گا۔ مرقوم ۳ اپریل ۱۹۲۵ء

مکرم بندہ جناب اڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ امید ہے کہ مندرجہ ذیل عریضہ عریضہ اپنے صحیفہ گرامی میں شائع فرما کر ممنون فرمائینگے۔

قابل توجہ برادران اسلام

اگست ۱۹۲۴ء کو کابل میں رجم یعنی سنگساری کے واقعہ ہائلہ پر علماء دیوبند وغیرہم نے رجم کی تائید میں طول طویل مضامین اخبارات میں شائع کرا کر اس مذموم فعل کو قرآن مجید اور شریعت اسلام کے عین مطابق قرار دیا اور حکومت کابل کو اس وحشیانہ اور خلاف شریعت فعل کرنے پر نہ صرف مبارکباد کے تار دئے بلکہ مختلف شہروں میں جلسے منعقد کر کے تہنیت نامے ارسال کئے غرضکہ انہوں نے اس ظالمانہ فعل کی ہر طرح سے تائید کی۔

لیکن مسلمانوں میں سے بفضل خدا بہت سے ایسے افراد بھی نکل آئے جن کے نزدیک یہ فعل سراسر دین کے خلاف اور صریح ظلم تھا۔ انہوں نے بغیر لوم لائم امر حق کا اظہار کرتے ہوئے صدائے احتجاج بلند کی۔ چنانچہ ان کے متعدد مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ ان میں سے مولانا محمد علی ایڈیٹر کامریڈ و ہمدرد دہلی، زین العابدین لاہوری، فضل قادر چشتی، اڈیٹر صاحب جامعہ ملیہ علی گڑھ و غازی محمود صاحب لدھیانہ۔ سید ممتاز علی صاحب اڈیٹر تہذیب نسواں لاہور۔ ایڈیٹر صاحب وکیل امرتسر۔ ایڈیٹر صاحب تنظیم امرتسر آنریبل بہادر رضا علی صاحب۔ میر مقبول احمد صاحب ڈپٹی کلکٹر کے نام نامی خاص ذکر کے قابل ہیں۔ اور اس کے متعلق خاکسار زیرک شاہ نے بھی اپنی اور کے مطابق جن خیالات کا اظہار بذریعہ اخبارات کیا وہ بھی شائع ہو چکے ہیں۔

اگر آپ پسند کریں اور صحیح مشورہ دیں تو افادۂ عام کو مدنظر رکھتے ہوئے ان تمام مضامین کو جو وقتاً فوقتاً مختلف اخبارات اور اشتہارات کے ذریعہ شائع ہوتے رہے ہیں، جمع کر کے یکجا شائع کر دیا جائے تا کہ جمیع برادران اسلام اس اہم اور نازک مسئلہ پر غور و خوض فرما کر ایک صحیح نتیجہ پر پہنچ سکیں اور ان پر واضح ہو جائے کہ زمانہ حال کے نام نہاد علماء کہاں تک علوم دین اور احکام شریعت سے بہرہ ور ہیں اور بجائے اس کے کہ ان کے وجود سے شریعت غرا کو استحکام حاصل ہو وہ دین کے نادان دوست بنکر دین متین کی بیخ کنی کر رہے ہیں اور دشمنان اسلام کے سامنے اسلام کی نہایت بھیانک صورت پیش کر کے دنیا کو اسلام سے متنفر کر رہے ہیں۔ یا صاحب ان قومی انجمن هذا العنوان مجموعہ

جن اصحاب کو خاکسار کی رائے سے اتفاق ہو وہ بذریعہ دفتر پیغام صلح مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔ والسلام

(خاکسار زیرک شاہ، لاہور)

احمدی خواتین کے لئے

ایک فروگذاشت

گذشتہ اشاعت میں احمدی خواتین کے کالم میں جو ضروری مضمون "حقیقی لیڈر" کے عنوان سے شائع ہوا۔ افسوس ہے کہ کاتب کی غلطی سے اس کا آخری حصہ درج ہونے سے رہ گیا۔ اور اسی وجہ سے اس محترمہ بہن کا اسم گرامی بھی شائع نہ ہو سکا۔ جنہوں نے ایسے گرانقدر خیالات سے قارئین پیغام صلح کو مستفید فرمایا۔ اور جن کا ایک اور قیمتی مضمون آج کے پرچہ میں کسی دوسری جگہ درج کیا گیا ہے۔ ہم اپنی محترمہ بہن سے اسکے لئے معافی کے خواستگار ہیں اور ذیل میں ان کے مضمون کا آخری حصہ چند قبل کے شائع شدہ الفاظ کے ساتھ دہرا دیتے ہیں۔ تا کہ سلسلہ مضمون معلوم ہو سکے۔

"اسلام کا خدا خود اسلام کا محافظ ہے۔ اس نے عین وقت پر اپنا برگزیدہ بندہ بھیجا تا کہ بھٹکے ہوؤں کو راہ راست پر لائے حیف بر حال قوم کہ اسکو جھٹلایا گیا۔ تھوڑے سے تھے جنہوں نے لبیک کہا۔ اس نے کامیابی کی طرف رہنمائی سے منہ پھیر لیا اور ہنسی اڑائی۔ آخر کب تک

تو وا ہیں کھالز انتصان انھالر۔ وہ وقت بھی آئے گا جب وہ حقیقت کو سمجھ لیگی اور یہ الفاظ پورے ہوں گے

امروز قوم من نشناسد مقام من
روزے بہ گریہ یاد کند وقت خوشترم

مگر وہ تو نہ ہوگی۔ تیری آئندہ نسل ہوگی جو تجھ کو موجودہ غفلت اور تعصب پر نشانہ ملامت بنائیگی۔ پس اگر اسلام کی شان و شوکت دنیا میں دیکھنی چاہتے ہو تو سچے دل سے ہدایت کے طلبگار بنو۔ اگر آئندہ نسل کی ملامت سے بچنا چاہتے ہو تو رہبر وقت کے جھنڈے تلے آجاؤ۔ مل کر کام کرو۔ اپنی تمام قوتیں اسطرف لگا دو۔ اور تن من دھن سے اشاعت اسلام میں منہمک ہو جاؤ کہ اسلام کی کامیابی اور قومی ترقی اب اسی میں پنہاں ہے۔

ضرور ہجرت کرو۔ چار دانگ عالم میں پھیل جاؤ۔ دنیا کے کونہ کونہ میں دین فطرت کا ڈنکا بجاؤ۔ کبر و نخوت سے عام تعاون کر کے اپنے عمل سے اسلامی نمونہ دکھاؤ۔ پھر دیکھو کہ کس طرح نصرت الٰہی تمہاری مدد کرتی ہے۔ فتح و ظفر تمہارے قدم چومتی ہے اور وہ قومیں جو آج اسلام کی بربادی میں کوشاں ہیں۔ اسلام کے حلقہ غلامی میں آجاتی ہیں۔"

آنچہ دانا کند کند ناداں
لیک بعد از ہزار رسوائی

خاکسارہ صادقہ

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ اور دیگر بزرگان ملت بخیریت ہیں

قتل مرتد پر جو مضمون حضرت امیر ایدہ اللہ نے مولوی ظفر علی خاں صاحب کے جواب میں لکھا ہے۔ اس کا پہلا نمبر غالباً ۱۷ مئی کے زمیندار میں شائع ہوگا۔ اور تین نمبروں میں نکلیگا۔ پیغام صلح میں نقل کرنے کا جو وعدہ کیا گیا تھا اسکو ترک کر دیا گیا ہے۔ زمیندار میں چھپنے کے بعد الگ ٹریکٹ کی صورت میں شائع ہوگا۔

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے ۱۳ مئی کے مسلم آؤٹ لک" میں "اسلام اور ارتداد" کے عنوان سے ایک انگریزی مضمون مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے پروفیسر وینیاست کے جواب میں لکھا ہے۔ اور مولانا داؤد ایڈیٹر مسلم آؤٹ لک" نے بھی اس موضوع پر ایک مقالہ افتتاحیہ سپرد قلم کیا ہے ان ہر دو مضامین کا ترجمہ کسی قریبی اشاعت میں ہدیہ قارئین کرام ہوگا۔ انشاء اللہ

کرکی (دیونا) سے ہمارے ایک بھائی منشی تاجدین صاحب جو اشاعت کے لئے خاص تڑپ رکھتے ہیں۔ اطلاع دیتے ہیں کہ ان کے ایک دوست کی کوشش سے ایک عیسائی مسمی جان نے اسلام قبول کیا ہے۔ اسلامی نام محمد فاضل رکھا گیا۔ اللہ تعالے اسے استقامت بخشے۔

اخویم چوہدری رحمت خاں صاحب بدر دفتر انجمن سے اطلاع دیتے ہیں کہ میرے ماموں چوہدری عبدالعزیز صاحب بنڈی بہاؤالدین میں کچھ عرصہ سے سخت بیمار ہیں احباب سلسلہ ان کی صحت کے لئے دعا فرما کر ممنون فرمائیں۔

ضرورت ہے ایک ایسے انگریزی دان کی جو ایک رئیس کو اسقدر انگریزی پڑھا سکے کہ اسے انگریزی بول چال آجائے ۔/۳۰ روپیہ ماہوار تنخواہ اور کھانا دیا جائے گا۔ سلسلہ کے متعلق واقفیت رکھنے والے احمدی احباب کو ترجیح دی جائیگی۔ درخواستیں سکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی معرفت آنی چاہئیں۔

تازہ خبریں

ہڑیہ کے مقدمہ کی سماعت لالہ لال چند مجسٹریٹ کی عدالت میں ہوئی۔ مجسٹریٹ نے ... [illegible]

ماسٹر کو دفعہ ۳۰۴۔ الف قانون تعزیرات ہند کے ماتحت دو سال قید بامشقت کی سزا کا حکم سنایا تھا۔ کیونکہ اس کی غفلت کی وجہ سے ہڑیہ کا جانخراش واقعہ معرض ظہور میں آیا تھا۔ ملزم نے مسٹر لکھی لال سیشن جج کی عدالت میں اپیل دائر کیا لیکن سیشن جج نے اپیل کو خارج کر کے عدالت ماتحت کے فیصلہ کو برقرار رکھا۔

پوسٹل اور آر ایم۔ ایس کانفرنس کا پانچواں سالانہ اجلاس وکٹوریہ میموریل ہال پشاور میں شروع ہوا۔ ہال مندوبین اور مہمانوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ کئی تقریریں ہوئیں اور معتمد عمومی نے سالانہ رپورٹ پڑھی۔ اس کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔

اوٹکمنڈ کے شہر میں آجکل انفلوئنزا پھیلا ہوا ہے۔ گذشتہ ہفتہ اس مرض میں دو سو آدمی مبتلا ہوئے تھے لیکن اس ہفتہ مریضوں کی تعداد میں دگنا اضافہ ہو گیا ہے۔ احتیاطی تدابیر اختیار کی جا رہی ہیں۔ اسوقت تک کوئی موت واقع نہیں ہوئی۔ شہر کے علاوہ قصبوں اور قریوں میں بھی یہ مرض پھیل رہا ہے۔

آستانہ کی خبر ہے کہ فوجی کالج کے دس طلبہ کو اس الزام میں گرفتار کیا گیا ہے کہ وہ آستانہ میں بولشوزم کی تحریک پھیلاتے تھے ان کو معمولی قید خانہ میں نہیں رکھا گیا۔ بلکہ ایک علیحدہ مکان میں بہت حفاظت سے قید کیا گیا۔

تیرہ مئی کو اتحادیوں کی یادداشت پر غور کرنے کے لئے سفرائے دول کی کانفرنس کا اجلاس منعقد ہوگا

تخلیہ کولون کے متعلق فرانس نے ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ فرانس ہمیشہ یہی کہتا رہا ہے کہ اس کے تحفظ کے لئے جرمنی میں تخفیف اسلحہ نہایت ضروری ہے۔ لیکن اس خیال کا ہمیشہ سے مخالف ہے۔

عدالت انتخاب نے مارشل فان ہنڈنبرگ کے انتخاب کو جائز قرار دیا ہے۔

بحری اور عسکری نمائشی جنگ سے حاصل ہونے والے تجربات کا سرکاری طور پر اعتراف کیا گیا ہے۔ اس نمائشی جنگ میں اسقدر جہازوں کا اجتماع کیا گیا تھا کہ اس سے قبل دیکھنے میں نہ آیا تھا۔ منصفوں نے اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ بحر الکاہل کے ساحل پر اکثر مقامات محفوظ نہ تھے۔ مسٹر سبکر نے ایک تقریر میں ہونولولو کو مضبوط کرنے پر زور دیا اور کہا کہ جزائر ہوائی کو دنیا بھر کی مضبوط ترین فوجی چوکی بنا دیا جائے۔

ریوٹر کو معلوم ہوا ہے کہ پروفیسر بیرل نے جسے جمعیۃ اقوام نے قرضہ عثمانیہ کو ٹرکی سے علیحدہ شدہ حصوں پر تقسیم کرنے کے لئے ثالث مقرر کیا تھا۔ دول متعلقہ کو اپنے فیصلہ کی اطلاع بھیجدی ہے۔ اس فیصلہ سے ترکوں نے اس دعوی کو منسوخ کر دیا ہے کہ سلطان عبدالحمید کی جائداد کو عثمانی قرضہ سے کوئی تعلق نہیں اور عراق و فلسطین کو اس دعوی کی تردید کر دی ہے کہ حجاز ریلوے کے مصارف قرضہ عثمانیہ میں شامل نہ کئے جائیں۔ شرق بردون کے حصہ میں جو رقم آئی تھی اس میں تخفیف کر دی گئی ہے۔ ابھی تک پروفیسر بیرل نے کرنسی کے اس طریق کا فیصلہ نہیں کیا کہ جس سے عثمانی قرضہ ادا کیا جائیگا۔

"اخبار ٹائمز" کا نامہ نگار مقیم ریگا راوی ہے کہ ماسکو کے جرائد نے افواج احمر کے جنرل سٹاف کے رئیس جنرل میبوف کی ایک اپیل شائع کی ہے جس میں وہ اس امر پر زور دیتے ہیں کہ رائفل کلب کو بہت وسعت دی جائے تا کہ مغربی یورپ کے عسکری ادارت سے توازن قائم رہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ ایک ایک لمحہ قیمتی ہے جسے ضائع نہ کرنا چاہئے۔ رائفل چلانے کی مشق کی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے۔ حکومت کے اکثر حلقے معرکے قائم کر رہے ہیں۔ اور انعامات تقسیم کرتے ہیں۔

سفیر ایران متعینہ ترکی آجکل انگورہ گئے ہوئے ہیں اور کوشش کر رہے ہیں کہ ایران و ترکی کے مابین درآمد و برآمد مال کا سلسلہ مستقل طور سے قائم ہو جائے اور دونوں سلطنتیں ایک دوسرے کی تجارتی ترقی کے لئے کوشش کریں۔ ترکی میں جو مال ایران سے آتا ہے اسکے لئے سہولتیں حاصل کرنا سفیر ایران کا مقصد ہے۔ ترکی حکومت سے توقع کی جا رہی ہے کہ وہ ایسی مبارک تجاویز کا پرجوش خیر مقدم کرے گی۔

عدالت استقلال نے حسین جاہد سے ایڈیٹر اخبار طنین کو صوبہ کے ایک گاؤں میں جلاوطنی اور نظربندی کی سزا دی ہے۔

اخبار طنین کی اشاعت کے امتناع اور ایڈیٹر کی گرفتاری کی خبر پہلے آچکی ہے۔

۹ مئی کو پنجاب میل ساڑھے تین گھنٹہ کی تاخیر کے بعد ہوڑہ سٹیشن پر پہنچی۔ وجہ یہ تھی کہ راستہ میں رسول پور کے سٹیشن پر ایک بھینس انجن کے آگے پس گئی اور انجن سکھ پٹے اتر گئے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

اخبار پیغام صلح

لاہور — رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

ہفتہ میں دوبار یکشنبہ وچہار شنبہ کوشائع ہوتا ہے +

قیمت سالانہ ششماہی ... طلباء سے سالانہ ...

جلد ۱۳ | مسیح الموعود لاہور یوم یکشنبہ مورخہ ۲۳ شوال ۱۳۴۳ ہجری مطابق ۱۷ مئی سنہ ۱۹۲۵ء | نمبر ۵۵

اسلام اور زردشتی مذہب

اس نام پر ایک کتاب حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے حال ہی میں بزبان انگریزی تصنیف فرمائی ہے۔ جس میں زردشتی مذہب کی اصلیت کو واضح کرکے پارسی قوم کو اسلام کی طرف دعوت دی ہے۔ یہ کتاب جو دراصل اسلامی لٹریچر میں ایک نہایت قیمتی اضافہ ہے۔ اس وقت ولایت میں زیر طبع ہے۔ اور عنقریب وہاں سے شائع ہوکر پارسی قوم کے ہاتھوں میں پہنچ گی۔ اس کا ترجمہ گجراتی زبان میں بھی شائع کرانے کا حضرت خواجہ صاحب نے انتظام کیا ہے۔ جس سے ہندوستان کی اس سب سے زیادہ متمول قوم میں تبلیغ کا کام آسان ہو جائیگا۔ ذیل میں اس کتاب کے چند تمہیدی اوراق کا جو اسلامک ریویو میں شائع ہوئے ہیں ترجمہ ہدیہ قارئین کرام ہے۔ (ایڈیٹر پ۔ ص)

پارسی قوم اور اسلام

موجودہ قیام بمبئی میں چند بزرگوں کی خانقاہوں پر گیا۔ وہاں ان مقابر پر میں نے بمبئی کے ہر مذہب وملت کے آدمی دیکھے۔ ان میں پارسیوں کی بھی خاصی تعداد تھی۔ اس قوم کی طرز معاشرت۔ انکے معاملات، دینوی۔ ان کے بعض بضب العین مجھے ہمیشہ سے پسند آئے۔ یہ لوگ جس خوش عقیدگی سے مسلم اولیاء کی قبروں پر کھڑے تھے۔ اس نے مجھے آمادہ کیا کہ میں زردشتی مذہب کی کتب کا پھر مطالعہ کروں۔ ان کی مذہبی کتب اور ان کی ادبیات کے مطالعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یہ لوگ بھی خدائے واحد پر ایمان رکھتے ہیں۔ چنانچہ توحید کے یہ بھی مدعی ہیں۔ لیکن پھر بھی یہ قوم آگ کے آگے جھکتی ہے۔ اس لئے ان کو آتش پرست کہتے ہیں ان کے نزدیک کائنات میں سے آگ ہی ایک ایسا عنصر ہے۔ جو خدا کی ایک کامل مظہر ہونے کی مستحق ہے۔ یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ کل عناصر کے مقابل صرف آگ میں ہی ایک کامل زندگی ہے یہی مختلف چیزوں کو ملا کر انہیں ایک شعلہ میں جمع کرلیتی ہے۔ اس کے شعلے آسمان کی طرف جاتے ہیں۔ اسی میں قدوسیت کا رنگ ہے جس کو یہ چھوتی ہے اسے یہ پاک کردیتی ہے +

انسان اور مخلوق پرستی

مخلوق الٰہی میں سے انسان ہی وہ مخلوق ہے جس میں رنگ برنگ کی شکوک کوٹ کر بھر دیا گیا ہے۔ انسان کے ساتھ مختلف تقاضے اور احتیاجیں لاحق ہیں۔ انہی سے اس کے سینہ میں مختلف جذبات اور امنگیں موجزن ہوتی ہیں۔ اس کے سب جذبات پر اس کے دو جذبے غالب ہیں۔ ایک غضب اور دوسری شہوت یہی دو جذبے دراصل ام الجذبات ہیں۔ انہیں سے اس میں امید وبیم پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو اسے دوسروں کے آگے جھکاتے ہیں اس کے ایمان ویقین میں جو چیز اس کی امیدوں کو پورا کرے۔ اور اس کی خواہشوں کو بہم پہنچائے وہ اس کی معبود ہو جاتی ہے۔ اسی طرح وہ ان ہستیوں کا بھی پرستار ہو جاتا ہے جن سے اسے کسی قسم کا خوف وڈر ہو۔ ان حالات میں انسان علی العموم علت ومعلول میں فرق نہیں کرسکتا۔ جو چیز اس کے سامنے ہو اسی کے آگے جھک جاتا ہے اور اس باعث اوسے کو دیکھ نہیں سکتا جس کا زبردست ہاتھ انسان کے تجویز کردہ معبودوں کے پیچھے کام کررہا ہے۔ وہ سطح کی طرف مایل ہو جاتا ہے۔ اور تہ کو نظرانداز کردیتا ہے۔ یہ کیفیات خصوصاً ان قلوب میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ جو حقیقی مذہب کی روشنی سے ابھی منور نہیں ہوتے۔ ارواح پرستی شجر اور نجم پرستی اسی بات سے پیدا ہوئی ہے۔ ان تمام مخلوق پرستیوں میں آفتاب پرستی ہمیشہ سے سب پر غالب رہی۔ ایک سطحی نگاہ میں یہ امر بھی صحیح ہے۔ نیر اعظم ہی بظاہر کل حیات کا سرچشمہ ہے یہی کائنات کی بین انتہا ہے۔ سورج ہی مردہ مادہ میں زندگی پیدا کردیتا ہے۔ نباتات۔ جمادات کو آفتاب ہی وجود میں لے آتا ہے۔ کائنات کے اندر تمام حرکات وعمل اسی سے پیدا ہوتے ہیں سوئی ہوئی زندگی کو سورج ہی جگاتا ہے۔

آتش پرستی

الغرض کل کی کل برکات ایک سطحی نگاہ میں آفتاب سے ہی وابستہ ہیں ان حالات میں یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں۔ اگر قدیم زمانہ کے لوگ نیر اعظم کے آگے جھک گئے ہوں۔ اور اس کے پرستار ہو گئے اس معبود العظم کا اگر کوئی اکلوتا بیٹا کائنات میں ہوسکتا ہے۔ جو روشنی کا بھی دیوتا ہو تو وہ آگ ہی ہے۔ اسی میں سورج کے امتیازی نشان پائے جاتے ہیں۔ یعنے روشنی اور گرمی۔ حرارت وحدت۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جو قوم آفتاب پرست ہوئی وہی آتش پرست بھی ہوگئی۔ ایک سچے موحد کی نگاہ تو ہمیشہ سرچشمہ نور کی طرف جائیگی۔ لیکن انسان کی مشرکانہ فطرت اس کی عقل ودماغ کو دھندلا کردیتی ہے۔ شرک سے اس کا محاکمہ صحیح نہیں رہتا۔ انسان اصل کی جگہ ایجنٹ کو ہی اصل سمجھ لیتا ہے۔ وہ مغز کو چھوڑ چھلکے پر نگاہ ڈالتا ہے نتیجے کا گرویدہ ہوکر باعث کو بھلا دیتا ہے۔ اور علت حقیقی کو چھوڑ کر معلول کو قبول کرلیتا ہے یہی انسانی طبیعت انسان کو مشرک بناتی ہے۔ وسطی افریقہ کی بیضہ پرستی سے لیکر مہذب یورپ کی انسان پرستی تک جس قسم کی مخلوق پرستیاں انسان نے قبول کیں وہ اسی مذکورہ بالا فطرت کے کرشمے تھے +

رسولوں کا کام

خدا کے مرسل اسی پست فطرتی کے قلع قمع کرنے کے لئے مبعوث ہوئے وہ سب کے سب توحید کا ہی پیغام لائے انہوں نے انسان کی عبادت کا مستحق ایک ہی ... واحد کو ٹھیرایا۔ ان سبھی نے قلب انسان کو معلول پرستی سے نکال کر علت العلل کی طرف لے جانے کی جدوجہد کی +

سلیمان اور ملکہ سبا

قرآن کریم نے جو ملکہ سبا کا قصہ جناب سلیمان کے متعلق بیان کیا۔ وہ بھی اسی حقیقت کو کھولتا ہے۔ یہ خاتون بھی سورج پرست تھی۔ وہ جناب سلیمان کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ خدا کے نبی نے چاہا کہ وہ کسی لطیف پیرایہ میں ملکہ سبا پر یہ راز منکشف کرے کہ سورج تو ایک دور کی چیز ہے۔ جو حقیقی علت العلل سے کئی منزلوں گذر کر نکلی ہے۔ سورج نے نہیں بلکہ علت العلل نے کل کائنات بنائی ہے۔ اس غرض کے لئے جناب سلیمان نے ایک حوض بنایا۔ اس کو پانی سے بھر کر اس کی سطح کو شیشے سے کچھ ایسی خوبصورتی کے ساتھ منڈ دیا کہ دیکھنے والا پانی میں اور شیشے میں تمیز نہ کرسکے۔ جناب سلیمان نے ملکہ سے ملنے کے لئے جو مقام تجویز کیا۔ وہاں پہنچنے کے لئے ملکہ سبا کو وہ حوض عبور کرنا تھا۔ ملکہ جب حوض کے کنارے آئی تو اس نے شیشے پر پانی کا دھوکا کھایا اس نے اپنے پاؤں اور پنڈلیوں کا نچلا حصہ اس لئے ننگا کردیا کہ اس کے کپڑے پانی سے خراب نہ ہوں۔ لیکن قدم دھرتے ہی اُسے اپنی غلطی معلوم ہوگئی۔ وہ تو پانی نہ تھا۔ پانی پر شیشہ تھا۔ صرح ممرد من قواریر) اس غلطی کی واقفیت کے ساتھ ہی ملکہ کے دل پر ایک بھاری صداقت جلوہ افگن ہوگئی ملکہ نے فی الفور سمجھ لیا کہ ہو نہ ہو کہیں سورج بھی شیشہ ہی نہ ہو۔ کہ جس کے پیچھے نور حقیقی جلوہ افروز ہو رہا ہے۔ تو ایسی صورت میں وہ سورج کے آگے کیوں جھکے۔ وہ کیوں نہ اس بزرگ ہستی کی پرستار ہو جو نور السموات والارض ہے +

ایران اور آتش پرستی

جناب زردشت علیہ السلام خدا کے مرسل تھے۔ وہ ایران میں پیغام توحید لائے تھے۔ ان کی قوم بھی ملکہ سبا کی سی مصیبت میں پڑی ہوئی تھی۔ یہی وہ ایام تھے جب آفتاب پرستی ایران اور اس کے نواحی ممالک میں پھیلی ہوئی تھی۔ متھرا، بعل، طیس، ایڈونس۔ بیکس۔ او تیرس۔ ہورس۔ سورج کے نام تھے۔ جن کے ماتحت نیر اعظم کی ایران۔ بابل۔ نینوا۔ سیریا۔ فلسطین یونان اور مصر میں پرستش ہوتی تھی۔ ایرانی لوگ آفتاب کے علاوہ امرزد خدائے ایران کے بیٹے آگ کی بھی پرستش کرتے تھے۔ بلکہ آفتاب سے آگ کی پرستش کی طرف زیادہ مایل تھے اور یہ بات بھی تعجب انگیز نہ تھی۔ ایران کا شمالی کوہستانی علاقہ جہاں سال کا زیادہ حصہ برف اور زمستان ہی ہوتا ہے۔ وہاں سورج کے مقابل آگ کہیں زیادہ موجب برکات ہے سورج چڑھتا ہے ڈوبتا ہے۔ پھر سال کے بہت سارے حصہ میں ...

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

لاہور

جلد ۱۳ ۲۲ شوال ۱۳۴۳ ہجری نمبر ۵۵

پنجاب کی اچھوت اقوام اور ہمارا فرض

ہندوستان کا نام آج جن باتوں کی وجہ سے بدنام ہے اور صحیح طور پر بدنام ہے۔ ان میں سے ایک ان کروڑہا لوگوں کا اس کے اندر پایا جانا ہے۔ جو جرائم پیشہ یا اچھوت اقوام کے نام سے موسوم ہیں۔ یہ لوگ کہاں سے آئے؟ انہیں اچھوت کیوں ٹھہرایا گیا۔ سوسائیٹی کے اعلےٰ طبقات میں انہیں کیوں جگہ نہ دی گئی اور ان کے جرائم پیشہ بن جانے کی کیا وجہ تھی؟ یہ چند سوالات ہیں جن پر آج ہر بہی خواہ وطن کو غور کرنے کی ضرورت ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی اس بات پر بھی غور کرنا ضروری ہے کہ ان لوگوں کی اصلاح کے لئے ہم نے کیا کیا اور کیا کچھ کر سکتے ہیں؟

اس وقت ہمارے سامنے "پنجاب کی بعض اچھوت قومیں" کے نام سے ایک کتاب پڑی ہے۔ جو انفرمیشن بیورو پنجاب نے حال ہی میں شائع کی ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان اور پنجاب میں جس قدر اچھوت اقوام آباد ہیں۔ وہ کسی وقت سوسائیٹی کے نہایت "مفید" ارکین بے شمار ہوتی تھیں۔ بالفاظ دیگر ان کے آباؤ اجداد یا تو حکمران طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اور یا وہ ان اعلےٰ خاندانوں میں سے تھے۔ جو ہمیشہ اپنے تمول اور شرافت کی وجہ سے خاص عزت ووقعت کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں۔ قسمت کا پھیر تو اس کو نہیں کہا جا سکتا۔ البتہ ہندو قوم کے خاص قومی اور معاشرتی دستور العمل کا یہ نتیجہ ہے کہ یہ اقوام شرافت وتمول کے درجہ سے گر کر اس قدر ذلیل وخوار ہوئیں کہ آج اچھوت اور جرائم پیشہ کے نام سے ہندوستان کی پیشانی پر کلنک کا ٹیکا ثابت ہو چکی ہیں۔ یہ بھی صحیح ہے کہ ان میں سے اکثر اقوام ہیں جو ہندوستان کے قدیم باشندوں کی اولاد ہیں۔ لیکن ان کی یہ ذلیل حالت بھی ہندو قوم ہی کے جور وستم اور جبر واستبداد ہی کا نتیجہ ہے۔ آج ہندو بھائیوں کو مسلمانوں کے جبر واستبداد کے افسانے جس قدر یاد ہیں۔ کاش وہ اس کا عشر عشیر بھی اپنے آباؤ اجداد کی ان ظالمانہ کارروائیوں کو یاد کرتے جو انہوں نے ایک غیر ملک سے آ کر یہاں کے اصلی باشندوں کے ساتھ کیں۔ تو ان درماندہ اقوام کی قسمت کبھی کی پھر چکی ہوتی مسلمانوں اور انگریزوں کو غیر ملکی قرار دیکر یہاں سے چلے جانے کا مشورہ دینے والے ذرا اپنے گریبانوں میں منہ ڈالیں۔ اور دیکھیں کہ آیا ان کے اس اصول کے مطابق وہ یہاں کی وطنیت کے زیادہ حقدار ہیں۔ یا وہ لوگ جن کو آج "اچھوت" کا نام دیکر ذلت وحقارت کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے +

اوپر ہم بتا چکے ہیں کہ ہندو قوم کا خاص قومی اور معاشرتی دستور العمل ان میں سے بعض اقوام کی موجودہ ذلت ونکبت کا موجب ہوا ہے۔ اگر آپ ان اقوام کی اصلیت اور اس کی تاریخ کا مطالعہ کریں۔ ....

.... تو یہ امر آپ پر روشن ہو جائیگا کہ ہندو قوم کی ذات پات کی قیود فی الحقیقت ان قوموں کو گرانے اور جرائم پیشہ بنانے کا موجب ہوئی ہیں۔ بقول انفرمیشن بیورو پنجاب "اعلےٰ ذات کی عورت اگر ادنےٰ ذات کے مرد سے شادی کا تعلق پیدا کر لیتی تو اس کے بچوں اور اس کی اولاد کو شہر میں داخل ہونے کی اجازت نہ تھی۔ بے گھر سے دربدر پھرنے لگے۔ اور جن حیلوں سے بھی پیٹ بھرنے کو کچھ ہاتھ لگتا انہیں اختیار کرنے میں دریغ نہ کرتے آہستہ آہستہ خانہ بدوشی۔ دشت نوردی۔ چوری۔ رہزنی کی عادتیں طبیعتوں میں راسخ ہو گئیں۔ اور عام سرکش لٹیروں کے ساتھ مل کر لوٹ، غارت اور چوری کو کسب معاش کا ذریعہ بنا لیا"

وہ لوگ جو ہندو قوم کے ذات پات کے دستور العمل کو انسانی سوسائیٹی کا بہترین نظام سمجھتے ہیں۔ ان حالات پر غور کریں اور بتائیں۔ کہ جس طریق عمل سے کروڑہا انسان انسانیت کے درجہ سے گر کر وحشت وبربریت کے پتلے بن چکے ہوں۔ اور انہیں اس درجہ ذلیل وخوار سمجھا جاتا ہو۔ کہ ان کا ایک برہمن کے پاس سے ہو کر گذرنا بلکہ اس سڑک پر چلنا جہاں سے اعلےٰ ذات کے لوگ گذرتے ہوں۔ ان اعلےٰ ذات والوں کو ناپاک کر دینے کے لئے کافی ہے۔ وہ کہانتک انسانیت کیلئے باعث شرف قرار دیا جا سکتا ہے +

بہرحال یہ ہندو قوم اور ہندو مذہب کا اثر ہے۔ کہ آج اس تہذیب وتمدن کے زمانہ میں بھی ہندوستان کے اندر اس قسم کے لوگ ہیں ملتے ہیں جنہیں نہ تہذیب سے کوئی مس ہے نہ انسانیت کا کوئی پرتو ان پر ہے۔ انسانیت سے ان کو گرا کر ہندو مذہب نے درندے بنا دیا۔ اور باوجودیکہ وہ ہندو کہلاتے اور برادران وطن کی سیاسی قوت کو مضبوط کرتے ہیں تاہم وہ ان کی نظروں میں ذلیل اور مقہور ہیں۔ اور کسی طرح بھی اٹھائے نہیں جا سکتے +

مہاتما گاندھی کا یہ خیال بالکل صحیح ہے۔ کہ ہندوستان کو اس وقت تک سوراج حاصل نہیں ہو سکتا۔ جب تک ان ادنےٰ اقوام کی اصلاح کر کے انہیں سوسائٹی کے بہترین رکن نہ بنایا جائے۔ لیکن ہندو قوم سے ان کا اس قسم کی توقع کرنا بالکل بے سود اگر دیش بندھو داس جیسے قابل اور محترم انسان کو ان کی بے شمار قومی وملکی خدمات کے باوجود اس قابل نہیں سمجھا جاتا کہ پنڈت مدن موہن مالوی ان کے ساتھ ایک کمرہ میں بیٹھ کر کھانا کھائیں۔ (کیونکہ وہ داس (غلام) قوم میں سے ہیں اور یہ پنڈت) اگر سر سنکرن نایر جیسا قابل اور معزز شخص اپنے اعلےٰ اعزاز کے باوجود نایر کہلانے سے اس وجہ سے شرماتا ہے کہ اس کی قوم اعلےٰ ذات کے ہندوؤں کی نظروں میں نہایت ذلیل اور اچھوت سمجھی جاتی ہے۔ تو دوسرے جاہل اور غیر متمدن انسانوں کا کیا حال؟ اس لئے ہندو قوم سے یہ توقع ہی کرنا فضول ہے کہ وہ ان لوگوں کو ایسی ذلت کی حالت سے اٹھا کر اعلےٰ ذاتوں کے گلے ملائے گی۔ اور انہیں سوسائیٹی کے مفید اور بہترین اجزا بنانے کے لئے کوئی کوشش عمل میں لائیگی ڈوموں اور میراثیوں کو کنوؤں پر چڑھانے کی چند نمائشی کارروائیاں انکی حالت پر کوئی اثر نہیں ڈال سکتیں اور نہ ان کارروائیوں کو مخلصانہ کوششیں قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس کی وجوہات دوسری ہیں۔ جن کا ہم آیندہ اشاعت میں ذکر کریں گے اور یہ بھی بتائینگے کہ گورنمنٹ اور مسلمانوں نے ان اقوام کی اصلاح کے لئے جو تھوڑی بہت جدوجہد کی ہے۔ وہ کہانتک مفید ثابت ہوئی ہے۔ اور آیندہ ان کی اصلاح کی بہترین راہ کیا ہو سکتی ہے +

دنیا کا خاتمہ

امریکہ کی ایک عورت مسز مارگریٹ ڈبلیو رووَن نے جو لوس اینگلز کے ایڈوینٹسٹ ریفارنڈ چرچ سے تعلق رکھتی ہیں حال ہی میں ایک پیشگوئی کی تھی کہ فلاں تاریخ کو دنیا کا خاتمہ ہونیوالا ہے۔ اور اس کے خاتمہ پر صرف ۱۴۴۰۰۰ سچے ایمان دار اس آخری نظارہ کو دیکھنے کے لئے باقی ہونگے۔ ان سب کو کیلیفورنیا کے پہاڑ کی چوٹیوں پر جو تمام کامل انسانوں کے اجتماع کی جگہ ہے۔ منتقل کیا جائیگا۔ اور وہاں جناب مسیح کا نزول آسمان سے ہوگا +

اس پیشگوئی کا سننا تھا کہ ایڈوینٹسٹ چرچ سے تعلق رکھنے والے امریکنوں نے اپنے مال واسباب کو جلد جلد بیچنا شروع کر دیا تاکہ مسز مارگریٹ کی مقرر کردہ تاریخ سے پہلے وہ فارغ ہو بیٹھیں۔ وہ تو خیر گذری کہ تاریخ مقررہ سلامتی کے ساتھ گذر گئی اور دنیا نے قیامت تو کیا اس کا کوئی اثر بھی محسوس نہ کیا ورنہ وہ لوگ جنہوں نے اپنے مال واسباب اس عجلت کے ساتھ فروخت کرنا شروع کیا تھا اور غالباً ان کی تعداد ۱۴۴۰۰۰ سے کسی طرح کم نہ ہوگی، شاید یہ سمجھے ہوئے تھے۔ کہ وہ روپیوں۔ پونڈوں اور لوٹوں کی تھیلیاں اٹھا اٹھا کر کوہ کیلیفورنیا پہنچ جائینگے اور وہاں جناب مسیح کے قدموں پر ڈھیر کر دینگے کہ انہیں "آسمان کی بادشاہت" میں داخل کر دیا جائے۔ اگر یہ سچ ہے تو انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ جناب مسیح کا جواب ان کے لئے صاف ہے کہ

"اونٹ کا سوئی کے ناکے میں سے نکل جانا اس سے آسان ہے۔ کہ دولتمند خدا کی بادشاہت میں داخل ہو"

نجات کا ذریعہ

ہاں جو چیز جناب مسیح کے نزدیک کسی کو بڑا بنانے اور نجات دلانے کے قابل ہے۔ وہ دولتمند ہونے کے باوجود عاجزی اور فروتنی اختیار کرنا ہے۔ جیسا کہ انہوں نے خود فرمایا۔

"جو کوئی اپنے آپ کو اس بچے کی مانند چھوٹا بنائیگا وہی آسمان کی بادشاہت میں بڑا ہوگا۔ اور جو کوئی ایسے بچے کو میرے نام پر قبول کرتا ہے وہ مجھے قبول کرتا ہے"

وہ بچہ جس کو مسیح نے اپنے نام پر قبول کرنے کا حکم دیا۔ کون ہے؟ وہ محمد رسول اللہ صلعم ہیں جو آپ سے چھ سو سال بعد پیدا ہوئے پس نجات آج اسلام کے ساتھ وابستہ ہے۔ جو بڑے بڑے گردن فرازوں کو چھوٹے بچہ سے بھی بڑھکر متواضع اور حلیم بنا دیتا ہے +

سکھوں کی تنظیم

محترم ڈاکٹر کچلو نے معاصر تنظیم میں "ہندو مہا سبھا کی حقیقت" کے عنوان سے ایک افتتاحیہ سپرد قلم کیا ہے۔ جس میں ضمناً سکھوں کی تنظیم کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ۔

"ہم قارئین کرام کو اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس تحریک کے دوران میں سکھ بھائی نہ صرف اپنی قوم کو ہر لحاظ سے بہترین طریق پر منظم کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں بلکہ انہوں نے مذہبی اشاعت اور تبلیغ کے سلسلہ میں جگہ جگہ مشنری سوسائیٹیاں قایم کر لی ہیں۔ اور سناتنی سکھوں اور بعض ہندوؤں کو اکالی جماعت میں شامل کر رہے ہیں۔ جنہوں نے ساتھ ساتھ اکالی مشنری بھی اپنے مذہب کی اشاعت کرتے ہیں۔ اور ہر مقام پر "دیوان" منعقد کر کے غیر اکالیوں کو اپنی جماعت میں داخل کرتے جاتے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ جس سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا"

ڈاکٹر کچلو نے اپنے اس ذاتی تجربہ کو ان سنگھٹنی ہندوؤں کے لئے بیان کیا ہے۔ جو مسلمانوں کی تبلیغ اور تنظیم سے پریشان نظر آتے ہیں۔ اور ان سے سوال کیا ہے کہ اگر فی الواقعہ تبلیغ اور تنظیم قومیت متحدہ کے خلاف اور بری چیز ہے تو سکھوں کی ان کوششوں کے خلاف وہ کیوں صدائے احتجاج بلند نہیں کرتے اور مسلمانوں ہی کے منہ آتے ہیں +

لیکن کیا ہم محترم ڈاکٹر صاحب سے یہ سوال کر سکتے ہیں۔ کہ تبلیغ وتنظیم کے زبانی شور وشر کے سوائے اب تک کیا عملی کارروائی مسلمانوں کی طرف سے ہوئی۔ سکھوں کی تنظیم اور مشنری سرگرمیوں یا ہندو سنگھٹن کے بالمقابل مسلمانوں کی حالت کیا ہے۔ اور جتنا عرصہ تبلیغ اور تنظیم کے الفاظ دوہراتے ہوئے ہو گیا ہے اس کے بالمقابل کیا کچھ عملی کارروائی ہوئی ہے؟ کاش مسلمانوں چیخنے اور چلانے کے بجائے کام کرنے کی عادت ہوتی تو ہندوؤں کی پریشانی شاید ایک حد تک بجا سمجھی جا سکتی +

شدھی اور تبلیغ

اپنے اسی افتتاحیہ کے ایک نمبر میں ڈاکٹر صاحب

لکھتے ہیں کہ

"جب آریہ سماج نے شدھی کا سلسلہ جاری کیا اور دیگر مذاہب پر جارحانہ حملے شروع کئے تو مسلمانوں نے بھی مدافعت کے لئے تبلیغی جماعتیں قایم کیں۔ اور اس طرح شدھی اور تبلیغ کا بازار گرم ہوا۔ لیکن ہم اس حقیقت کا ظاہر کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ جہاں آریہ سماجیوں کا طرز عمل جارحانہ اور جنگجویانہ تھا۔ وہاں بعض مسلمان بھی اعتدال کو قایم نہ رکھ سکے۔ اور تسخیر قلوب کی بجائے قلم اور زبان کو جوابی رنگ میں تیز کیا۔ گو ان کا یہ فعل مدافعانہ تھا۔ مگر احسن نہ تھا۔ اور ہم ایسے مسلمانوں سے جو شخصی حیثیت سے آریہ سماجیوں کی مخالفانہ حرکات سے مشتعل ہو جاتے ہیں اور غصہ کی حالت میں اعتدال کی حد سے نکل جاتے ہیں۔ پُرزور اپیل کرتے ہیں کہ وہ جماعتی اصول کی پیروی کریں۔ اور قوم کے مقتدر رہنماؤں کا ساتھ دیں"

ڈاکٹر صاحب کے یہ الفاظ سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہیں۔ فی الحقیقت ایک مسلمان کے لئے یہ شایاں نہیں کہ وہ کسی غیر مذہب کو ایسے رنگ میں جواب دے جو اس کیلئے اشتعال کا موجب ہو۔ اگرچہ آریہ سماج کی حرکات ہمیشہ حد اعتدال سے تجاوز اور مسلمانوں کے حق میں اشتعال انگیز ہوتی ہیں لیکن ان کا جواب ایسے رنگ میں ہی دینا بہتر ہے۔ کہ ایک معقول اور متین انسان اس کو پڑھ کر فایدہ اٹھائے اور طبیعتوں میں غصہ و رنج پیدا نہ ہو +

ایک مرتبہ سوراجیہ تک پہنچکر

فرید پور کانفرنس میں مہاتما گاندھی نے ہندوستان کے موجودہ جماعتی اختلافات ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ

"ان مختلف اور صوبجاتی اختلافات سے بچنے کا ذریعہ سوائے عدم تشدد اور صداقت کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ ورنہ ہم تو ایک کان پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ جس کے ہر وقت اڑ جانے کا احتمال ہے۔ اسی لئے میں ہر وقت جا و بیجا باموقع و بےموقع عدم تشدد اور صداقت کی پالیسی پر زور دیتا رہتا ہوں۔ اور کہتا ہوں کہ ایک مرتبہ اپنی منزل مقصود یعنی سوراجیہ تک پہنچکر پھر جو بھی چاہنا اپنے ملک میں کرتے رہنا"

کیا اس کا یہ مطلب ہے۔ کہ "عدم تشدد اور صداقت" کا وعظ صرف موجودہ حالات میں مختلف جماعتوں کو ملانے کے لئے ہے۔ تاکہ سوراج مل جائے۔ اور جب یہ مقصد حل ہو جائیگا۔ تو پھر نہ عدم تشدد رہیگا نہ صداقت۔ باطل کا ڈنڈا نہایت زور کے ساتھ تمام جماعتوں کے اندر چلیگا۔ اور ہندوستان کی قومیت متحدہ ایک خواب پریشان بن کر رہ جائیگی۔ مہاتماجی کے منہ سے ان الفاظ کا نکلنا بہت ہی حیرتناک ہے +

سناتن دھرم اور آریہ سماج

سناتنی ہندوؤں پر آریہ سماجی شدھی کی حقیقت آخرکار منکشف ہو گئی۔ اور ان کے بڑے بڑے پنڈت تمام ہندوستان میں آریہ سماج کے مقابلہ کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ پرکاش کو شکایت ہے کہ

"یہ آل انڈیا تحریک ہے جو بے کار سناتنی پنڈتوں نے اپنے سوارتھ کے لئے جاری کی ہے"

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ آریہ سماج نے سناتنی ہندوؤں کی خاموشی سے ایک مدت تک فایدہ اٹھایا۔ اور اشدھی کے کام میں جو سناتن دھرم کی بنیادوں پر گویا ایک کلہاڑا ہے۔ انہیں متحد بتا کر ان کے دھرم کا ننشٹ کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی مسلمان ملکانوں کو ہندو برادریوں میں لے جا کر آریہ سماج نے جو ظلم سناتن دھرم پر کیا ہے [illegible] کچھ کم نہیں۔ اس ظلم سے [illegible] اپ کو بچانے کے لئے اگر سناتنی پنڈت اب سے جدوجہد کر رہے ہیں تو یہ ان کا جایز حق ہے +

احمدی اور آریہ

احمدیوں کے مقابلہ میں پے درپے زک اٹھانے کے بعد اب آریہ سماج کو اور کوئی صورت سوائے اس کے نظر نہیں آئی کہ ناسمجھ مولویوں کے فتوائے ارتداد سے سپر کا کام لیں۔ چنانچہ سوامی شردھانند نے آریہ سماج کو یہی مشورہ دیا کہ وہ احمدیوں کے ساتھ مناظرہ کرنے کے بجائے محض یہی جواب دیدیا کریں۔ کہ تم کو مسلمانوں نے مرتد قرار دیا ہے۔ اس لئے تم سے مناظرہ کی ضرورت نہیں۔ یہی روش "پرکاش" نے بھی اختیار کی ہے اور وہ سوامی صاحب کے اس مشورہ سے ہر جگہ بیجا فایدہ اٹھاتا ہے +

ہم نے چند دن ہوئے ایک مسلمان کی اس تجویز پر کہ اچھوتوں کی اصلاح کا کام انجمن حمایت اسلام اپنے ہاتھ میں لے۔ یہ لکھا تھا کہ انجمن کی تمام توجہات مسلمانان پنجاب کی تعلیمی ترقی پر مبذول ہو رہی ہیں وہ اس کام کو کما حقہ سرانجام نہیں دے سکتی البتہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی کوششیں محض اشاعت اسلام کے لئے وقف ہیں اور وہی اس کام کو کر سکتی ہے +

"پرکاش" نے نہ معلوم اس میں دخل درمعقولات کی کیا وجہ دیکھی کہ خواہ مخواہ یہ لکھنے بیٹھ گیا کہ

"کمال کی حماقت ہے مسلمان تو احمدیوں کو مرتد قرار دیں اور یہ اشاعت اسلام کا ہار مسلمانوں سے ہی حاصل کرنے کی کوشش کرے جو خود مرتد ہے وہ ارتداد کا پرچار تو کر سکتا ہے اسلام کا نہیں"

ہم کہتے ہیں اصل حماقت یہ ہے۔ کہ جس بات کا تعلق آریہ سماج سے نہیں ہو۔ اس میں بھی ٹانگ اڑانے کی کوشش کی جائے۔ احمدی تو خدا کے فضل سے جس کام کو کر رہے ہیں۔ عامۃ المسلمین مولویوں کے فتوائے ارتداد کے باوجود اس کی اہمیت کے قایل ہیں۔ لیکن آریہ سماج کو کیا کہا جائے۔ جو تمام ہندوؤں کی نظروں میں ہندو دھرم کا دشمن ہونے کے باوجود ان کو اپنا ہمخیال بتاتا اور راجپوت ملکانوں اور اچھوتوں کو دھوکا دیتا ہے۔ کیا جو قوم ہندوؤں کی دشمن سمجھی جا چکی ہے۔ اس سے دشمنی اور فساد کے سوائے اور کچھ ظہور میں آ سکتا ہے +

احمدیوں کے بالمقابل آریہ سماج کو یہ ہتھیار استعمال کرتے ہوئے شرم کرنی چاہئے۔ اس بارہ میں اس کی پوزیشن احمدیوں سے کچھ کم ناگوار نہیں۔ بلکہ بہت زیادہ بدتر اور خراب ہے۔ اس لئے اگر وہ سوچے تو اس کے مقابلہ کے لئے سب سے زیادہ موزوں احمدیہ جماعت ہی ہے۔ جس کو عام مسلمان بھی میدان مناظرہ میں اپنا نمایندہ بنا لیتے ہیں۔ ارتداد کا طعنہ دیکر میدان سے بھاگنا کسی اچھی خصلت کا نتیجہ نہیں +

اسلامی ریاستوں پر غلط الزام

اشدھی کے کام میں ہندو راجوں اور مہاراجوں نے جو نمایاں امداد کی ہے۔ وہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے۔ حال ہی میں مہاراجہ اندور نے کئی ہزار روپیہ شدھی سبھا کو دیا۔ مہاراجہ جموں و کشمیر نے بھی بعض مواقع پر اس کام میں امداد دی ہے۔ بعض راجاؤں نے خود میدان ارتداد میں جا کر اپنی جاہ و حکمت سے غریب اور جاہل رعایا کو مرعوب کرنے کی کوشش کی اور اپنے سامنے انہیں اشدھ کرایا ضلع بدایوں کا تازہ واقعہ ہے کہ وہاں اشدھی کانفرنس کے موقع پر ایک راجا کا جلوس ہاتھیوں پر نکلا اور راجہ صاحب نے اپنی حکومت اور رعب سے ناجایز فایدہ اٹھانے میں کوئی کسر نہ رکھی +

ان تمام واقعات کے اثر بد کو چھپانے کے لئے "پرکاش" نے مسلم ریاستوں کو یہ وعظ کہنا شروع کیا ہے کہ

"رعایا ایک پاک امانت ہے جو فرمانرواؤں کو پرماتما کی طرف سے سونپی جاتی ہے۔ نیک اور عادل فرمانرواؤں کی ایمانداری اس امر کا تقاضا کرتی ہے۔ کہ وہ اپنی رعایا کے مذہبی خیالات میں کسی قسم کا دخل نہ دے کر اسے اپنے عقیدہ کے مطابق راہ نجات کی تلاش میں مصروف رہنے دے۔ لیکن مسلم فرمانروا ہیں۔ کہ اس ایشور یہ آگیا پر اپنے مذہبی جنون کو ترجیح دیتے ہیں۔ بارہا ایسے واقعات اخبار میں آ چکے ہیں۔ کہ مسلم ریاستوں میں حکام کی طرف سے ہندوؤں کو مذہبی زبردستی بگاڑا گیا"

"دزدے کہ بکف چراغ دارد" کی اس سے واضح تر مثال اور کیا ہوگی۔ کیا راجہ اندور۔ مہاراجہ بھرت پور اور یوپی کے دیگر راجے اور مہاراجے اس اصول سے مستثنے ہیں جس کی تلقین "پرکاش" نے اسلامی ریاستوں کو کی ہے۔ ہم ببانگ دہل کہتے ہیں۔ کہ کسی بھی اسلامی ریاست میں اس قسم کا طریق حکومت کی طرف سے آجتک اختیار نہیں کیا گیا۔ جس کا ذکر "پرکاش" نے کیا ہے۔ اور یہ صرف ہندو راجاؤں کے ایسے طریق عمل کو چھپانے کے لئے ہے کہ اس نے اسلامی ریاستوں کے متعلق یہ الزام تراشا ہے۔ ورنہ اس کی حقیقت کوئی نہیں ریاست بھوپال کی طرف اس نے جس واقعہ کو منسوب کیا ہے اس کی اصلیت کچھ اور ہے۔ جس کا ہم آیندہ اشاعت میں ذکر کریں گے انشاء اللہ +

خواجہ نذیر احمد صاحب کی آمد

۷ مئی کا دن احمدیہ بلڈنگس میں خاص خوشی اور رونق کا دن تھا۔ جبکہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے فرزند ارجمند خواجہ نذیر احمد صاحب دس سال کے بعد ولایت سے واپس تشریف لائے۔ خواجہ صاحب نے اس طویل عرصہ میں نہ صرف سول انجنیرنگ اور امتحان بیرسٹری ہی پاس کیا ہے بلکہ ایک کافی مدت تک ووکنگ مسلم مشن کی تبلیغی خدمات بھی سرانجام دیتے رہے ہیں بالخصوص آخری دو سالوں میں جبکہ مسجد ووکنگ کے امام کی حیثیت سے وہ وہاں کام کرتے تھے۔ ان کی خدمات بہت کارآمد ثابت ہوئیں۔ اور سر آرچیبالڈ ہملٹن اور بعض دوسرے بڑے بڑے لوگوں کا قبول اسلام انہی کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے اس لحاظ سے آج ہم میں خواجہ نذیر احمد نہیں بلکہ ووکنگ مسلم مشن کا ایک نہایت قابل قدر مبلغ تشریف لایا ہے جس پر خوشی و مسرت کا جس قدر اظہار کیا جائے تھوڑا ہے +

اسی جذبہ مسرت کے اظہار کے لئے لاہور کے بعض رؤسا نے جن میں سر میاں محمد شفیع کے سی ایس آئی۔ شیخ نیاز محمد صاحب بیرسٹرایٹ لا۔ مولوی فضل الدین صاحب وکیل۔ خلیفہ محمد کاظم صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ ڈاکخانہ جات کے اسمائے گرامی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ آپ کا استقبال اسٹیشن پر جا کر کیا۔ جہاں خواجہ صاحب موصوف کو پھولوں کے ہار پہنائے گئے اور اس کے بعد سب کے سب موٹروں میں بیٹھ کر احمدیہ بلڈنگس میں پہنچے۔ اور سر میاں محمد شفیع کے سی ایس آئی نے ایک مختصر تقریر میں ان کا خیر مقدم کیا۔ اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کو مبارک باد دی۔ ان کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ نے ووکنگ مسلم مشن کی تبلیغی خدمات اور خواجہ نذیر احمد صاحب کی مساعی جمیلہ کا شرح و بسط سے ذکر کیا۔ اور بتایا کہ مغرب میں تبلیغ اسلام کا کام کس قدر ضروری اور اہم ہے اور جو اعتراضات آج انگریز نومسلمین پر کئے جاتے ہیں وہ کس قدر بیہودہ اور غیر صحیح ہیں ان کے بعد حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے ایک مختصر تقریر کی اور بتلایا کہ جس قدر خوشی اور اطمینان انہیں تبلیغ اسلام کے کام میں حاصل ہے۔ وکالت کے اعلے سے اعلے معراج پر پہنچکر بھی حاصل نہ ہو سکتا۔ اور ان کے لئے بہت خوشی کا مقام ہوگا کہ ان کا فرزند اگرچہ روپیہ پیسہ سے خالی ہو لیکن تبلیغ اسلام کے کام میں منہمک ہو۔ آخر میں خواجہ نذیر احمد صاحب نے انگریزی زبان میں لمبی تقریر کی اور یورپ میں عیسائیت کے زوال اور ناکامی کا مفصل حال سنایا اور بتایا کہ اسلام اعلے طبقہ کے انسانوں کے دلوں میں گھر کرتا چلا جا رہا ہے۔ فالحمد للہ علی ذالک

ہم اس مبارک تقریب پر قارئین "پیغام صلح" کی طرف سے اپنے مخدوم و مکرم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کو مبارک باد عرض کرتے ہیں۔ نہ صرف اس لئے کہ ان کا پیارا بچہ ایک مدت کی مفارقت کے بعد اپنے اعزا و اقربا میں واپس آیا ہے۔ بلکہ

احمدی خواتین کیلئے

ہماری لڑکیوں کی تعلیم

احمدی خواتین کے کالم کو آج تک جن بہنوں نے اپنے قیمتی مضامین سے مزین فرمایا ہے۔ ان کی توجہ ان مسائل کی طرف بہت کم مبذول ہوئی ہے جو ہماری بہنوں کی معاشرتی اور اجتماعی زندگی سے متعلق ہیں۔ حالانکہ سب سے پہلے جس بات کی ہمیں ضرورت ہے وہ یہی ہے کہ ہمارے گھر اسلامی زندگی کا صحیح نمونہ پیش کرتے ہوں اور ہماری مجالس اسلام کا اصل مرقع ہوں۔

اس غرض کو پیش نظر رکھتے ہوئے جو مسئلہ سب سے پہلے ہمارے پیش نظر آنا چاہیئے وہ ہماری لڑکیوں کی تعلیم کا مسئلہ ہے اس حقیقت سے تو غالباً ہماری کسی بہن کو انکار نہیں ہوگا کہ آج مسلمانوں پر جس قدر تباہی وارد ہو رہی ہے۔ جتنی رسومات اور مجلسی خرابیاں اسلام میں پیدا ہو چکی ہیں۔ ان کی اصل وجہ مستورات کی جہالت ہے۔ اگر غور کر کے دیکھا جائے تو ہماری مستورات ہی ہیں جنکی توہم پرور گودوں سے نکلکر آج ہم ہر پہلو سے رنگ اسلام ثابت ہو رہے ہیں۔ ورنہ اگر ہماری مائیں اور دادیاں پڑھی لکھی ہوتیں اگر انہیں اسلام کی صحیح اور اصلی تعلیم سے واقفیت حاصل ہوتی تو ہماری حالت یقیناً اسقدر گری ہوئی نہ ہوتی اسلئے آج سب سے ضروری بات جو ہمارے پیش نظر ہونی چاہیئے وہ ہماری لڑکیوں کی تعلیم کا مسئلہ ہے جس سے آئندہ نسلوں کا سود و بہبود وابستہ ہے۔

یہ مسئلہ جس قدر اہم ہے۔ اسیقدر نازک اور پیچیدہ بھی ہے بہت سے ایسے ضروری پہلو ہیں جو لڑکیوں کی تعلیم کے مسئلہ میں بڑی احتیاط کے ساتھ پیش نظر رہنے چاہئیں۔ مثلاً یہ کہ

(۱) لڑکیوں کو کس حد تک تعلیم دلائی جائے آیا محض قرآن کریم اور چند اسلامی کتابوں کا پڑھانا کافی ہے یا علوم مروجہ سے بھی انہیں بہرہ ور ہونا چاہیئے؟

(۲) تعلیم آیا گھروں کے اندر دلائی جائے یا سکولوں میں بھیجنا ضروری ہے؟

(۳) موجودہ حالات میں جبکہ لڑکیوں کے لئے اسلامی مدارس بہت کم ہیں اور کم از کم اعلیٰ تعلیم کے لئے ایک بھی اسلامی مدرسہ نہیں۔ کیا دوسرے مدارس میں جہاں بالعموم مشنری عورتیں تعلیم دیتی ہیں۔ لڑکیوں کو بھیجنا مناسب ہے؟

(۴) ایسے حالات میں کہ غیر اسلامی مدارس میں لڑکیوں کو تعلیم کے لئے بھیجا جائے۔ ان کو اسلام سے واقف کرنے دینیات پڑھانے اور قرآن سکھانے کا کیا انتظام ہو کیونکہ یہی ایک چیز ہے جس کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ اور غیر مسلم سکولوں میں یہ بالکل مفقود ہے بلکہ وہاں بعض اوقات اس کے مخالف اثر پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

(۵) کیا یہ ضروری نہیں کہ جہاں ہماری قوم نے لڑکوں کے لئے ایک شاندار مدرسہ قائم کیا ہے وہیں لڑکیوں کے لئے فی الحال چھوٹے پیمانہ پر ہی ایک مدرسہ کھولا جائے تاکہ ہماری لڑکیاں اسلام کی صحیح تعلیم سے واقف ہو سکیں۔ یہ چند سوالات ہیں جو لڑکیوں کی تعلیم کے متعلق بالخصوص غور کے قابل ہیں۔ اور ہمارا خیال ہے کہ اگر ہماری بہنیں ان چند سوالات پر غور اور بحث کریں تو بہت کچھ فائدہ اور دلچسپی کا موجب ہوگا اور ممکن ہے اس سے ایسے نتائج برآمد ہوں جو اس ضروری اور اہم قومی مسئلہ کو آسان اور بہترین طریقہ سے حل کر دیں۔

ہم اپنی احمدی بہنوں بالخصوص جنابہ م۔ ن صاحبہ جنابہ صادقہ بیگم جنابہ ز۔ خ صاحبہ اور دوسری محترمہ خواتین سے یہ التجا کرتے ہیں کہ وہ ایسے ضروری مسئلہ پر اپنے قلموں کو حرکت دیں اور اپنے رنگ میں اس پر بحث کریں تاکہ اس اہم مسئلہ کے متعلق طبقہ خواتین کے خیالات روشنی میں آ سکیں اور اس مسئلہ کو کسی اچھی صورت میں حل کیا جا سکے۔

کیا ہماری محترمہ بہنیں اس طرف متوجہ ہوں گی؟

ایڈیٹر
ب۔ ص

بقیہ صفحہ اول

کم نظر آتا ہے۔ اور دیو ظلمت کے پنجہ میں اکثر پھنس جاتا ہے۔ چھ مہینہ تک ہر سال اس کا جہان افروز چہرہ بہت ہی کم نظر آتا ہے دن گھٹ جاتے ہیں راتیں بڑھتی ہیں۔ ایسی تکلیف کے وقت اگر انسان آگ کے آگے نہ جھک جائے تو کیا کرے۔ آفتاب تو دیو ظلمت کے پنجے میں پھنس جاتا ہے۔ لیکن آگ پر اس کا قابو نہیں چلتا۔ اگر آگ میں خوشبودار لکڑیاں اس کو ہمیشہ قائم رکھنے کے لئے ڈالی جائیں تو وہ ہمیشہ قائم رہ سکتی ہے۔ ان حالات میں اگر ایک مقدس پیر موبد جذبۂ پرستش میں یہ چلا اٹھے تو ایک طبعی بات ہے "اے آگ تو ہی اہرمزد کی فرزند ہے۔ تجھ کو ہی روشن کرنے کے لئے اور قائم رکھنے کے لئے پیر موبد کی ضرورت ہے۔"

صحیفہ فطرت اور علم الٰہی

حضرت زردشت چاہتے تھے کہ ایرانیوں کو نور آتش کے خیال سے جدا کر کے نور حقیقی کی طرف لیجائیں۔ اس میں تو شک نہیں کہ آگ میں مدرکہ اعظم (خداوند) کے کئی ایک خط و خال جلوہ فگن ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق ہم کچھ بھی نہیں جانتے جو کچھ بھی ہمارا علم خدا تعالیٰ کے متعلق ہے وہ اسکی صفات کا ہی ہے اور ان صفات کا علم بھی ہمیں یا الہام الٰہی کے ذریعہ ہوا ہے۔ یا صحیفۂ فطرت کے مطالعہ سے کچھ سمجھ آئی ہے۔ اور حق الامر یہ ہے کہ صحیفۂ فطرت ہی سے ان صفات باریتعالے کی تشریح ہوتی ہے جنکا علم الہام الٰہی نے انسان کو دیا۔ چنانچہ خدا کی آخری کتاب نے بھی جب ہمیں خدائے رحمٰن و رحیم کی حقیقت سے آگاہ کرنا چاہا تو آیات قرآنی سے بھی بعض مظاہر ہمارے سامنے پیش کئے چنانچہ فرمایا۔ وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ اِنَّ فِىْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِىْ تَجْرِىْ فِى الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ط

ترجمہ۔ تمہارا خدا ایک خدا ہے۔ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں وہ رحمٰن و رحیم ہے۔ بالتحقیق زمین و آسمان کی پیدائش میں۔ اختلاف لیل و نہار میں۔ جہازوں میں جو سمندر میں چلتے ہیں۔ اور ان سے انسان کو فائدہ ہوتا ہے۔ ایسا ہی اس پانی میں جو آسمان سے اتر کر مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے۔ پھر اسی سے ہر قسم کے حیوانات پیدا ہوتے ہیں۔ اور ان بادلوں میں جو آسمان و زمین کے درمیان انسان کے خادم بنے ہوئے ہیں۔ ان سب میں ایک سمجھ والے انسان کے لئے نشانیاں ہی نشانیاں ہیں۔

ان آیات نے درحقیقت ان تمام برکات کا ذکر کر دیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمانیت اور رحیمیت کی طفیل ہمیں بخشی ہیں۔ اور جن کے سوا ہم زندہ نہیں رہ سکتے۔ ان حالات پر ہماری عبادت اور پرستش کا ان کی ذات کے سوا کون مستحق ہو سکتا ہے۔ قرآن کی مختلف آیتیں ان تمام چیزوں کو ایک ایک کر کے گن ڈالتی ہیں جنہیں انسان نے اسلام سے پہلے خدا بنا رکھا تھا۔ پھر قرآن فرماتا ہے۔ کہ اے انسان یہ سب کی سب چیزیں تیری معبود نہیں۔ تیری غلام اور خادم ہیں تو تو کائنات کا مالک ہے تو کائنات کا غلام کیوں ہو گیا۔ چنانچہ فرمایا

ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنھار لاٰیات لاولی الالباب ہ الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا ہ ویتفکرون فی خلق السموات والارض ہ ربنا ماخلقت ھذا باطلا ہ

یعنے زمین و آسمان اور اختلاف لیل و نہار سب دنیا میں سمجھنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں وہ غور و فکر کر کے اسی نتیجہ پر آجاتے ہیں کہ اسکی بنائی ہوئی کوئی بھی شے صرف چیز نہیں۔ یہ سب کی سب انسان کے فائدہ کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔

جناب زردشت کا وعظ

الغرض تمام خدا کے نبی اور اس کے نیک بندے انسان کو مخلوق پرستی سے نکال کر خالق پرستی کی طرف لاتے رہے۔ اور اس کام کے لئے انہوں نے ہمیشہ اسی چیز کو اپنے وعظ کا ذریعہ بنایا۔ جو ان کی مخاطب قوم کا معبود تھا۔ حضرت زردشت بھی اسی مقدس گروہ میں سے تھے۔ انہیں بھی اس صداقت عظمیٰ کو جبراً کرنے کے لئے وہی راہ اختیار کرنی پڑی۔ اس لئے انہوں نے جب ایرانیوں کو مخاطب کیا تو آگ کو ہی سامنے رکھ کر ذیل کے الفاظ فرمائے

"اب میں تمہیں خدائے مزد کی حکمت آمیز باتیں سناتا ہوں۔ اور اہرا خدائے ایرانیاں کی تعریف میں گاتا ہوں۔ اور اس مقدس روح کی مدح کرتا ہوں جسے میں ان مقدس شعلوں میں دیکھتا ہوں۔ لہذا اے میری قوم تم نہایت پاک اور نیک دل کے ساتھ آگ کے شعلوں پر غور کر کے روح کائنات کی آواز پر کان دھرو"

آگ کے ذریعہ خالق آتش کی تبلیغ

یہ تو ظاہر ہے کہ کائنات کی روح آگ نہیں ہو سکتی۔ خود زردشتی موبد بھی اس روح کائنات محولہ بالا سے مراد روح اعظم یعنے خدا ہی لیتے ہیں۔ حضرت زردشت آگ میں خالق آتش کے خوبصورت چہرہ کو دکھلا رہے ہیں۔

جناب خاتم النبیین کا ظہور ایک ایسے وقت ہوا جب کہ کل کی کل دنیا بدترین شرک میں مبتلا تھی۔ کائنات کی ہر ایک چیز انسان کو خدا نظر آ رہی تھی۔ آفتاب و ماہتاب۔ ستارے۔ بادل زمین۔ پانی۔ آتش۔ ہوا۔ درخت اور خود انسان الغرض عناصر سے ترکیب پایا ہوا ہر ایک ہیولیٰ انسان کو خدا ہی خدا نظر آتا تھا۔ اسی وجہ سے قرآن نے انسان سے کہا کہ تو تو زمین پر خدا کا خلیفہ ہے اور کائنات کی کل کی کل چیزیں تیری معبود نہیں بلکہ تیری غلام ہیں اب اگر آنحضرت صلعم ان تمام چیزوں کو گن کر اولے الالباب کو ان چیزوں کو غور و تفکر کرنے کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ اور اس سے انکو اس نتیجہ پر لانا چاہتے ہیں کہ تمہارا سب کا ایک ہی خدا ہے تو حضرت زردشت بھی آگ کو سامنے رکھ کر یہی سبق پڑھاتے ہیں وہ ایرانیوں کو کہتے ہیں کہ تم اس خدا کو پوجو جس کی طرف آگ کے شعلے رخ کر رہے ہیں۔ تم اس قدوس کو پوجو جس نے آگ میں پاک کرنے کی تاثیر رکھی ہے۔ تم اس حی و قیوم کے آگے سر جھکاؤ جس نے آگ میں ایک زندگی پیدا کر دی ہے۔ تم اس ہستی کے پرستار ہو جو کل کائنات میں مختلف اور متضاد چیزوں کی ترکیب سے نئی نئی چیزیں پیدا کرتا ہے جیسے کہ آگ لکڑی کے ٹکڑوں سے بحیثیت مجموعی ایک شعلہ پیدا کرتی ہے۔

جناب زردشت اور ایرانی قوم کا مذہب

جناب زردشت مجھے ہمیشہ ایک مقدس انسان ہی نظر آئے۔ مغربی محققین نے انہیں یونہی آفتاب پرستی کا ایک سورج دیوتا خیال کیا ہے۔ لیکن اہل مغرب کی تحقیقیں ایسی ہی ہوا کرتی ہیں۔

ایران سے چلکر آئرلینڈ تک جہاں کہیں آفتاب پرست پیدا ہوئے۔ ان سب میں سے پارسی مجھے ہمیشہ ایک ممتاز قوم نظر آتی ہے۔ دیگر آفتاب پرستوں نے ایام سلف میں اپنی مذہبی رسومات ادا کرتے ہوئے جو مذموم اور ناکردنی افعال کئے ہیں۔ ان سے یہ ایرانی لوگ الگ ہے۔ ہاں! آنحضرت صلعم کے وقت یہ لوگ بھی مزدک کی تعلیم تلے ناکردنی افعال میں پھنس گئے۔ لیکن مزدک کو تو پارسی لوگ بھی ظلمت کا مظہر سمجھتے ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ میں یہاں آفتاب پرستوں کے ناپاک قصے بیان کر کے ان صفحوں کو گندہ کروں مختصراً یہ کہتا ہوں کہ شیطان کے کل کے کل کارنامے آفتاب پرستی کے مختلف تہواروں پر کئے جاتے تھے۔ لہذا یہ ظلم ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ پارسیوں کو شامل کیا جائے اور حضرت زردشت کو آفتاب پرستی کا ایرانی دیوتا مانا جائے۔

پارسی مذہب کی اخلاقیات

پارسی مذہب کی اخلاقیات کا خلاصہ ان دو لفظوں میں آ جاتا ہے۔ نیک خیال۔ نیک قول۔ نیک فعل کرو۔ اور بد خیال بد قول اور بد فعل سے بچو۔ حق الامر یہ ہے کہ دنیا کے کل اخلاقیات کا مجموعہ یہ دو باتیں ہیں۔ اسوقت بھی سخاوت۔ خیرات۔ رفاہ عام کے کاموں میں پارسیوں کا کوشاں ہونا یہ ایسی باتیں ہیں جو عناصر پرستی سے پیدا نہیں ہوتیں۔ انسانی فطرت کے بہترین اور اشرف جوہر اسی قلب میں سے موجزن ہوتے ہیں جو خدائے واحد کا تخت گاہ ہوا کرتا ہے۔

جناب زردشت توحید کے معلم تھے

جناب زردشت بھی ایسے لوگوں میں سے تھے۔ وہ بھی وہی مذہب توحید لائے تھے جو خدا کے اور مرسل لائے تھے۔ اسی طرح اور مذاہب کی تعلیمات مرور ایام سے محرف و مبدل ہو گئیں آپ کی

بہائیت کا آئینہ

بابیت یا بہائیت کیا ہے

مسٹر ریمی لکھتے ہیں کہ بابیت سے بہائیت نہیں نکلتی بلکہ باب کا مشن تمہیدی تھا۔ [illegible] لکھتی ہیں کہ بہائیت اسلامی فرقہ نہیں ہے۔ چنانچہ اسی لئے مسلمانوں نے خصوصیت کے ساتھ اسکی مخالفت کی۔ پس معلوم ہوا کہ بہائیت کا تعلق اسلام سے نہ تھا نہ ہے۔ اس لئے بہائیوں کو کوئی حق حاصل نہیں کہ وہ قرآن مجید اور تبیان سے استدلال کریں۔ مسٹر موصوف آگے چلکر لکھتے ہیں کہ بابیوں نے اپنی ناعاقبت اندیشی سے شاہ فارس کے خلاف سازش کی اور اس طرح اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی ماری۔ صبح ازل کے سازش سے ترکوں نے بہاء اللہ کو عکہ جلاوطن کیا۔ سید مصطفیٰ رومی صاحب لکھتے ہیں کہ سید محمد اصفہانی نے مرزا یحییٰ کو بہکایا تھا۔ بہاء اللہ کے بعد جو عبد البہا نظر بند رکھے گئے اس کا باعث محمد علی ہوئے تھے کیونکہ وہ جھوٹی خبریں سرکار عثمانیہ میں پہونچاتے تھے۔ عبد البہا جب تک نظر بند رہے ان کو ترکی سرکار سے برابر وظیفہ ملتا تھا۔ اب میں ایک بہائی کتاب سے کچھ نقل کرنا چاہتا ہوں۔ عباس آفندی کہتے ہیں کہ مذہب کو چاہئے کہ تمام دلوں میں اتحاد پیدا کرے اور جنگ و جدل کو صفحۂ زمین سے مٹا دے۔ روحانیت پیدا کرے۔ اور دلوں کو روشن اور زندہ کرے۔ اگر نفرت اور تفرقہ کا باعث کوئی مذہب ہو تو یہ بہتر ہوگا کہ وہ نہ رہے۔ ایسے مذہب سے اپنے آپ کو دور رکھنا ایک مذہبی فعل ہوگا۔ کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ دوا کا مقصد علاج ہوتا ہے اگر دوا صرف شکایت کے اضافہ کا باعث ہو تو بہتر یہ ہے کہ اسے یوں ہی چھوڑ دیا جائے۔ اگر کوئی مذہب محبت اور اتفاق کا باعث نہ ہو تو وہ مذہب نہیں ہے۔ (عبد البہا کی تقریر پیرس کی تھیاسوفیکل سوسائٹی میں)

اور ایک جگہ انہوں نے اپنی تقریر میں کہا کہ مذہب کا تعلق روح سے ہے اور سیاست کا تعلق دنیا سے ہے۔ مذہب کا کام تخیل سے ہے اور سیاست کا میدان ظاہری دنیا ہے۔ عالموں کا کام تبلیغ و ہدایت کرنا اور تعلیم کرانا ہے تاکہ لوگ روحانیت میں ترقی کریں۔ سیاسی پیچیدگیوں سے انہیں کوئی واسطہ نہیں۔ مسٹر براؤن نے مسٹر فلپ کی کتاب کا جو دیباچہ لکھا ہے۔ اس میں لکھتے ہیں کہ بہائیت کی اشاعت کی دو وجہ ہوئی ہیں۔ ایک تو یہ کہ نئی تحریک ہونے کی وجہ سے اس کے پیروؤں میں جوش تھا۔ اور دوسری یہ کہ دنیوی طاقت نہ ہونے کی وجہ سے کسی کو دکھ نہ پہنچا سکے اور نہ پیچیدہ مسئلوں کے سلجھانے میں اسکا وقت گذرا۔ چنانچہ بہائیت کی اشاعت اسکی صداقت و حقانیت کی وجہ سے نہیں ہوئی۔

بابی رواداری سے کوسوں دور تھے۔ خصوصاً سنیوں کے ساتھ ان کا رویہ معاندانہ تھا۔ چنانچہ فارسی بیان نوشتہ باب ملا اور تلمیح [illegible] جانی کے اوراق اس بات کے شاہد ہیں۔ بابیوں کی جتنی کتابیں ۱۸۴۴ء اور ۱۸۶۳ء کے درمیان تصنیف ہوئیں ان کے مصنف کے نام سے ہم ناآشنائے محض ہیں۔ بابیوں کے یہاں کوئی اصول مذہب نہ ہونے کی وجہ سے وہ اپنے عقائد میں مختلف الرائے تھے۔ خصوصاً قیامت روح کے متعلق بہائی سخت کوشش کرتے ہیں کہ وہ اپنے ایسے واقعات اور خیالات اور تحریرات کو چھپائیں جو وہ فضول خیال کرتے ہیں یا اپنے مقاصد کے خلاف سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک بہائی بننے کے لئے یہ کافی ہے کہ ایک شخص بہاء اللہ کی محبت کا دعویٰ کرے۔ ان کے اور ان کے خلیفہ کی الوہیت کو تسلیم کرے اور ان کے الواح حروف کو بصد ذوق و شوق تلاوت کرے۔

براؤن صاحب کہتے ہیں کہ ان کو معتبر حلقوں سے معلوم ہوا ہے کہ بہائی ان سے سخت ناراض ہیں اسلئے کہ انہوں نے بہائیت کی تحقیق کر کے اس کا بھانڈا پھوڑ دیا ہے۔ انہوں نے تاریخ جدید کا ترجمہ کر کے ینابیع البہائیت شیعہ مذہب قرار دیا ہے۔ چنانچہ بہائی کہتے ہیں کہ براؤن ان شخصوں میں سے ہیں جن کے سامنے ایک خوشنما پھول رکھا ہوا ہے اور وہ اس سے مطمئن نہ ہو کر اور اس کی دلربائی، دلفریبی اور خوب صورتی کو پرے رکھ کر اسبات کی ٹوہ میں لگ جاتے ہیں کہ اسکی جڑ کی حقیقت کیا ہو اور کس کھاد سے اسکی نشو و نما ہوئی۔

پروفیسر براؤن کہتے ہیں اگر بہائیوں کا بس چلے تو مرزا یحییٰ کی کو وہ برباد کر ڈالے۔ بہاء اللہ کی پرائیویٹ زندگی کی کیا حالت تھی مرزا یحییٰ۔ صبح ازل، خلیفۃ الباب اول کی زبانی سنئے۔ بہاء اللہ ترکوں کو سلطنت کے خلاف ابھارتا ہے۔ اسلام کو برباد کرنا چاہتا ہے قرآن مجید کی توہین کرتا ہے۔ روزہ، تعدد ازدواج اور پردہ کا منکر ہے۔ پروفیسر براؤن صاحب مقالہ شخصی سیاح میں لکھتے ہیں کہ عکہ میں دو ازلیوں کو بہائیوں نے مار ڈالا اور Laurence Oliphant نقل کرتے ہیں کہ اس جرم میں بہاء اللہ بھی ماخوذ کئے گئے۔ لیکن انہوں نے رشوت دیکر رہائی حاصل کرلی۔ حیفہ میں "باب" کے مقبرہ بنانے کے لئے عبد البہا نے سلطنت سے اجازت حاصل کی تھی۔ لیکن ان کے بھائی محمد علی کہتے ہیں کہ ان کا اصل مقصد قلعہ تعمیر کرنا اور حکومت کو زیر کرتا ہوا شام فتح کرنا تھا۔ محمد علی کے دوسرے بھائی بدیع اللہ بھی ایک زمانہ تک عبد البہا کے مخالف رہے لیکن سنہ ۱۹[illegible]ء میں وہ راضی کر لئے گئے۔

عبد البہا ہمیشہ شام کے وقت قرآن مجید تلاوت کیا کرتے تھے اور رمضان میں مہینہ بھر روزہ رکھتے تھے۔

مسٹر فلپ لکھتے ہیں کہ جب وہ عکہ گئے تو بہائیوں نے انہیں اسلئے عورتوں سے خلط ملط نہیں ہونے دیا کہ مسلمان بگڑ نہ جائیں۔

ایک مرتبہ فارس میں دو بہائیوں کا جھگڑا ہوا۔ ایک کہتا تھا کہ بہاء اللہ خدا ہیں۔ دوسرا کہتا تھا کہ نہیں ظل اللہ ہیں۔ دونوں فیصلے کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بہاء اللہ نے جواب دیا کہ تم دونوں سچے ہو۔

بہائی تعلیم کے مطابق ایک بیوی سے زیادہ نہیں کرسکتے لیکن بہاء اللہ نے خود دو شادیاں کی تھیں۔ اور کتاب ایقان میں بھی دوسری شادی کی اجازت ہے۔ بہاء اللہ نے اپنے لڑکے عبد البہا کو دوسری شادی کی اجازت نہیں دی۔ ان کی پہلی بیوی کے گذر جانے کے بعد خود فلپ کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ یہ معاملہ کیا ہے۔

عباس آفندی کے کہنے کے مطابق خدا خالق نہیں ایک جگہ لکھتے ہیں۔ مادہ قدیم اور غیر فانی ہے۔

مطابق تعلیم عبد البہا کے ہر شخص سے یہ درخواست کی جائے کہ وہ اپنے مذہب پر پورے طور سے عامل ہو جائے۔

خاتمہ

اب آپ پر ظاہر ہو گیا ہوگا کہ بہائیت کیا ہے۔ برما میں بہائیت بابیت کے نام سے مشہور ہے اور اسلام کا ایک فرقہ خیال کیا جاتا ہے۔ ہندوستان کے مختلف حصوں سے یہاں مسلم نما بہائی آتے ہیں۔ اور مسلمانوں میں شادی کرتے ہیں۔ اس طرح ان کا دائرہ اثر وسیع ہو جاتا ہے۔ اور ناواقف مسلمان بہائی بنا لئے جاتے ہیں۔ میں نے نہایت ہی متانت کے ساتھ بہائیوں کے اعتراض کا جواب دیا ہے۔ اور مسلمانوں کو بتا دیا کہ بہائیت روحانیت کے لئے سم قاتل کا حکم رکھتی ہے۔ ان کو چاہئے کہ نہایت احتیاط کے ساتھ اس کے زہر سے بچنے کی کوشش کریں۔ مجھے معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ بہائی مشنری میرے متعلق طرح طرح کی بدگمانیاں پھیلا رہے ہیں۔ اور غیروں کے سامنے واہی تباہی بکتے ہیں لیکن ان کو چاہئے کہ اسبات کو اچھی طرح سے یاد رکھیں کہ اس سے نہ میں صداقت کے اظہار سے باز آؤں گا اور نہ بہائیت کی باطل پرستی پوشیدہ رہ سکے گی۔ یا ایہا الذین آمنوا ان تنصروا اللہ ینصرکم و یثبت اقدامکم (سورہ محمد) "اے ایمان والو اگر تم اللہ کے دین کی مدد کروگے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔" میرا خدا مددگار ہے۔ اور اس کا فضل شامل حال ہے۔

مسلمانو! بہائی اسلام کے حق میں مار آستین کا کام کر رہے ہیں ایک طرف تو مسلمانوں میں شامل ہیں تو دوسری طرف ان کی قطع و قمع کے لئے تدبیریں کر رہے ہیں۔ ایران کو اس گروہ نے تباہ کر دیا ترکی سلطنت کو کھوکھلا کر دیا۔ مصر کی مٹی پلید کر دی۔ ان لوگوں کی سازش سے اسلامی سلطنتوں کو سخت ضرب پہنچی۔ یہ لوگ دنیا میں اسلام کو ڈراونی شکل میں پیش کر رہے ہیں۔ اسلام کو قتل و غارت گری کا حامی اور بانی بتاتے ہیں۔

چنانچہ اسی طرح دنیا کی دیگر قوموں کو اس اسلام سے متنفر کر دیتے ہیں۔ ایران نے جو کچھ بہائیوں کے ساتھ کیا وہ محض سیاسی نقطہ نظر سے تھا۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ داخلی امن قائم رکھنے کے لئے حکومتوں کو اس سے کہیں زیادہ سختیاں کرنی پڑتی ہیں۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ اس قتل و غارت گری کے محرک بھی خود بابی ہوئے تھے۔ چنانچہ اب مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ دنیا کو بتا دیں کہ یہ طبقہ سازشی ہے اور امن و امان کا دشمن۔ ترکوں نے بابی اور بہائی فرقوں کو اپنے یہاں پناہ دی۔ اور بتا دیا کہ دنیا میں اسلام ہی صرف ایک ایسا مذہب ہے جس میں مذہبی رواداری صحیح معنوں میں پائی جاتی ہے۔ جب وہ آپس میں لڑ مرنے لگے تو انکو نہایت عزت کے ساتھ جلاوطن کیا۔ اور جب تک وہ نظر بند رہے وظیفہ دیتے رہے۔ چنانچہ برما کے شیخ البہائی سید مصطفیٰ رومی صاحب اپنی کتاب "باب الحیات" کے صفحہ ۹۲ میں لکھتے ہیں۔

"اس سفر میں ترکی حکام اور عہدہ دار نہایت خاطر و مدارات اور عزت و توقیر کرتے تھے اور بڑے ترک و احتشام سے کوچ اور مقام ہوتا تھا۔ اس طریقہ پر قافلہ اسلامبول میں وارد ہوا۔ سلطنت سنیہ عثمانیہ کی طرف سے ان کو مہمانسرا میں ٹھہرایا گیا۔ اور فرود کرتے وقت ہر طرح سے ان کی خاطر و مدارات کی گئی اور مکان کی تنگی اور جمعیت کی کثرت کے سبب سے تیسرے دن ان کو دوسرے گھر میں منتقل کیا!"

یہ ہے اسلامی اخلاق کا ایک ادنیٰ نمونہ

بہائیوں کو اس بات پر بہت ناز ہے کہ شروع میں انہوں نے اپنے مذہب کی خاطر سخت قربانیاں کیں۔ چنانچہ امریکن و یورپین مصنف بھی اس کے متعلق رطب اللسان ہیں لیکن جسوقت دنیا پر یہ بات ظاہر ہو جائیگی کہ بابی تحریک سیاسی تھی۔ اسوقت جو کچھ حسن ظن اس مذہب کے متعلق ہے جاتا رہیگا۔ دوسری یہ کہ اس سے پہلے ایسے متعدد واقعات ہو چکے ہیں۔ چنانچہ اسمٰعیلیوں میں بھی فدائی گذرے ہیں۔ وہ اپنے مذہب کی خاطر اپنی جانیں ہتھیلیوں پر لئے پھرتے تھے۔ انہوں نے ایسی سخت بھینٹیں چڑھائی تھیں کہ دنیا دنگ رہ گئی۔ جس زمانہ میں اندلس میں مسلمانوں کی حکومت تھی اسوقت عیسائیوں نے بھی شہیدی جتھا بنایا تھا۔ آج ہمارے سامنے اکالیوں کا واقعہ موجود ہے۔ ان تمام باتوں سے کسی مذہب کی صداقت کا اظہار نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ اس مذہب کے تاریک پہلو پر بھی نظر پڑتی ہے۔

چند دن ہوئے ایک بہائی بزرگ سے ملاقات ہو گئی تھی انھوں نے مجھے ہوٹل لیجا کر چائے سے میری تواضع کی۔ میں نے بھی اسلامی تعلیم کے مطابق ان کی مہمانداری کو بسر و چشم قبول کیا قریباً تین گھنٹہ تک گفتگو ہوتی رہی۔ انہوں نے مختلف پہلوؤں سے میرے خیالات میں تبدیلی پیدا کرنی چاہی۔ لیکن میں نے بھی اسلام کی سپر سے محفوظ ہو کر عقائد باطلہ کو پاس پھٹکنے نہیں دیا۔ انھوں نے مسلمانوں کی ناگفتہ بہ حالت بیان کرتے ہوئے بہائیت کی ضرورت کو ثابت کرنا چاہا۔ میں نے اسکی وجہ مسلمانوں کو اپنے پاک مذہب سے بے پرواہ اور لاعتنا رہنا ثابت کیا اور کہا کہ جس دن مسلمان اپنے مذہب پر عامل ہوں گے۔ اسدن ان کی حالت کچھ اور ہو جائیگی اس لئے میں نے کہا کہ اسلام کے ہوتے ہی کسی اور مذہب کی ضرورت نہ تھی اور نہ ہے۔

اس کے بعد انھوں نے سود کے مسئلہ کو چھیڑا۔ اور کہا کہ آج مسلمان تباہ ہیں۔ میں نے اس کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ حضرت عثمان غنیؓ، امام اعظمؒ جیسے زبردست تاجر سے بہکر موجودہ سلطنت خداداد افغانستان کو دیکھو۔ کیوں وہ خوشحال ہے؟

اس لئے یہ کہنا کہ سود ہی ترقی کی کلید ہے۔ غلط ہے۔ اگر سود نقصان دہ نہیں تو گورنمنٹ کیوں اسبارہ میں مداخلت کرتی ہے میں نے کہا کہ اسی سود کی وجہ سے برما کے کسان تباہ ہیں۔ اور آسانی سے اس کے بعد میں نے ان سے "بیان" اور "اقدس" کے پڑھنے کا اشتیاق ظاہر کیا۔ لیکن انہوں نے کہا کہ آپ پہلے "بہائی" ہو جائیے۔ پھر کتابیں بھی مل جائینگی۔ میں نے کہا کہ جب "بہائی" ہو جاؤں گا تو پھر کتابوں کی ضرورت نہیں رہیگی۔ اگر واقعی یہ کتابیں دنیا کی ہدایت کے لئے نازل کی گئیں تو آپ پر فرض ہے کہ ان کو ہر فرد بشر تک پہنچائیں۔

انہوں نے کہا ہے کہ لوگ پڑھتے ہیں مگر سمجھتے نہیں۔ میں نے کہا کہ عجیب معاملہ ہے۔ الہامی کتاب کی تو یہ صفت ہونی چاہیئے کہ

عام فہم ہو۔ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ اور ہم نے قرآن کو لوگوں کے نصیحت پکڑنے کیلئے آسان کر دیا۔ کوئی ہے جو نصیحت پکڑے" یہ ہے الہامی کتاب کی شان۔ میں نے کہا کہ اگر لوگ سمجھتے نہیں ہیں اور تفسیر غلط کرتے ہیں تو ایک کام کیجئے۔ میں آپ کے یہاں آؤں گا۔ آپ مجھے اپنی کتابیں نہ دیکھئے گا صرف "بیان اللہ اقدس" کو جس طرح دنیا کے منطقی بغیر "بہائی" سمجھتے ہیں۔ اسیطرح مجھے سبقاً پڑھا کر سمجھا دیجئے۔ لیکن انہوں نے کہا کہ "بہائی" کوئی مکتب کھولنا نہیں چاہتے ہیں۔ میں نے کہا کہ پھر "بہائی" کس بات کی دعوت دے رہے ہیں۔ صرف چائے بسکٹ سے تو ہماری نجات نہیں ہو سکتی اور نہ ہم تشکک اور تذبذب میں رہ کر کسی نئے مذہب کو قبول کر سکتے ہیں۔ اگر ایسی آزادی کے زمانہ میں بھی "بہائی" اپنے مذہب کی اشاعت نہیں کر سکتے تو پھر ان کو آسمانی بادشاہت کا منتظر رہنا چاہیئے۔

انبیاء و اولیاء کی توہین

گستاخی اور بیباکی کی انتہا

"زمیندار" کے بہرۂ افکار و حوادث کا گستاخ اور بیباک ایڈیٹر مورخہ ۱۷ اپریل کے اخبار میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مرحوم پر تمسخر و استہزا کرتے ہوئے حضرت اویس قرنیؓ، سلمان فارسیؓ، حضرت ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ، حضرت جبرائیلؑ و عزرائیلؑ اور حضرت ذوالقرنینؑ کے اسمائے مبارکہ کو اسمائے قبیح قرار دیتا ہے اور لفظ ذوالقرنین کا ترجمہ دو شاخہ کر کے نہ صرف حضرت ذوالقرنینؑ کی توہین کرتا ہے بلکہ قرآن مجید کی صحیح تعلیم کو توڑ مروڑ کر غیر مذاہب والوں کو ہنسی اور مذاق کا موقعہ دیتا ہے۔ خدارا اس بے غیرت سے کوئی جا کر کہے کہ مرزا صاحب کے ساتھ تم کو جو بغض و عناد ہے وہ ہوا کرے اور تم لاکھ دفعہ اسکا اظہار کرو۔ مگر یہ کیا دیدہ دلیری اور شوخ چشمی ہے کہ مرزا صاحب کو برا کہتے کہتے تم اسلام کے مسلمہ بزرگوں پیغمبروں اور فرشتوں کے اسمائے گرامی کو اسمائے قبیح قرار دینے لگے

منہ بھی پڑ جانے دیتے گالیاں صاحب
زباں بگڑی تو بگڑی تھی خبر لیجے دہن بگڑا

یہ تو اس پوربی کے ستو کھانے والی مثل ہوئی۔ یعنی ایک پوربی نے دوسرے پوربی کی تھالی میں ستو بنا کر کھائے تھے۔ چونکہ پورب میں چھوت کا زیادہ خیال ہے اسلئے تھالی والے کو بہت برا معلوم ہوا۔ بڑے غصہ میں آ کر اسکو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ "تم ہماری تھالی میں ستو کھاتے ہو ہم تمہاری تھالی میں نہ کھا بیٹھے" یہ مثال زمیندار کے مولانا بہرۂ "افکار و حوادث" کے حال پر صادق آتی ہے۔

(راقم عارف از لاہور)

مسلم ہائی سکول اولڈ بوائز ایسوسی ایشن

محترمی جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ
جناب کا نہایت ممنون ہوں کہ آپ ہماری ایسوسی ایشن کی اطلاعات اپنے گرانقدر جریدہ میں وقتاً فوقتاً شائع کرتے رہے ہیں۔ اس حسن سلوک کو مدنظر رکھ کر توقع ہے کہ مندرجہ ذیل سطور کو اپنے آئندہ نمبر میں جگہ دیکر ممنون فرمائیں گے۔

"مسلم ہائی سکول لاہور اولڈ بوائز ایسوسی ایشن" کے قواعد اور مقاصد مرتب ہو چکے ہیں اور انشاء اللہ جلد طبع ہو جائیں گے تمام ان حضرات سے جنکا تعلق اس مدرسہ سے معلمانہ یا متعلمانہ حیثیت سے رہا ہے استدعا ہے کہ ایسوسی ایشن کے کام میں دلچسپی لیں اور اپنے اور اپنے دوستوں کے پتہ سے سیکرٹری کو اطلاع دیں تاکہ ان کی خدمت میں قواعد کی کاپیاں ارسال کی جائیں ایسوسی ایشن کا داخلہ ایک روپیہ ہے اور چندہ سہ ماہی ایک روپیہ یا سالانہ چار روپیہ

ترسیل زر بنام خازن مولوی عزیز الدین صاحب بی۔اے بی۔ٹی ہونی چاہیئے۔

ہر قسم کی خط و کتابت سیکرٹری سے کریں۔
نیازمند چودھری محمد علی سیکرٹری اولڈ بوائز ایسوسی ایشن مسلم ہائی سکول لاہور

تازہ خبریں

ڈاکٹر عظمت اللہ نے ویرو فیسر توفیق لے اور مسٹر یعقوب حسن شنبہ کو ویلور کی طرف روانہ ہوں گے تاکہ عربی مدرسہ "باقیات الصالحات" کے جلسہ تقسیم اسناد میں شامل ہوں یکشنبہ کی صبح کو علماء کی کانفرنس منعقد ہوگی۔ تقریباً ایک ہزار مندوبین کے آنے کی توقع ہے جلسہ تقسیم اسناد دوشنبہ کی صبح کو ہوگا اور تقریباً ایک سو بیس حضرات کو دستار فضیلت پہنائی جائیگی۔ ان حضرات نے گذشتہ بیس سال کے مطالعہ کے بعد دینیات۔ فقہ و حدیث اور منطق میں کمال حاصل کیا ہے۔ اگلے دوشنبہ کو ترک حضرات بمبئی کو روانہ ہو جائینگے

بمبئی عبدالرحمن سٹریٹ میں چھتری کا نوٹس کی دکانوں میں آگ لگ گئی۔ دو لاکھ کا نقصان ہوا۔

معاصر "پرتاب" اپنی تازہ ترین اشاعت میں رقمطراز ہے کہ کل موری دروازہ کے اندر ۲ آدمیوں میں جھگڑا ہو گیا جس میں ایک ہندوستانی نے اپنے دوسرے ساتھی کو چاقو سے زخمی کر دیا۔ مجروح ہسپتال پہونچا دیا گیا۔ اب معلوم ہوا ہے کہ وہ ہسپتال میں جا کر مر گیا ہے۔ سنار حملہ آور زیر حراست پولیس ہے۔

آج "سٹینڈرڈ بنک" کے مقدمہ میں ملزم سردار کبیر سنگھ و کشن سنگھ نے مسٹر منجندہ کی عدالت سے مقدمہ ہذا کو منتقل کرانے کے لئے ہائیکورٹ میں درخواست دی ہے اور جبتک اس درخواست کا فیصلہ ہو جائے مقدمہ کی سماعت نہیں ہو گی۔

لاہور ۱۴ مئی بعد دوپہر ابھی ایک بجنے میں دس منٹ باقی تھے کہ ایک زبردست زلزلہ محسوس ہوا۔ تقریباً ایک منٹ تک اس زلزلہ کا اثر رہا۔ اور دروازے ہلتے رہے۔

معاصر "پرتاب" اپنی تازہ ترین اشاعت میں رقمطراز ہے کہ کل چند مزدور جس وقت کام پر جا رہے تھے تو چند ہڑتالیوں نے ان کو روکا۔ اسپر دونوں میں لڑائی ہو گئی۔ اور روکنے والی جماعت کے ایک ممبر کو چھرا لگا جو بعد میں ہسپتال پہنچایا گیا جہاں وہ جاں بحق ہو گیا۔

معلوم ہوا ہے کہ "مدراس میل" کے اس بیان میں کوئی صداقت نہیں کہ پنڈت موتی لال نہرو اور مسٹر داس سے کہا گیا ہے کہ وہ اعلےٰ سرکاری عہدے قبول کریں۔

"مسلم آؤٹ لک" کا نامہ نگار جالندھر سے اطلاع دیتا ہے کہ ۱۰ مئی کو وکٹوریہ میموریل ہسپتال جالندھر شہر میں ایک مسلمان عورت کے ایک مردہ بچہ پیدا ہوا جس کے دو سر تین ہاتھ۔ تین پیر اور ایک دُم تھی۔ ہزاروں زن و مرد ہسپتال میں بچہ کو دیکھنے کے لیئے گئے۔ یہ بچہ ۱۵ مئی کو لاہور روانہ کر دیا گیا۔ اور اس کے چند گھنٹے بعد بچہ کی ماں کا انتقال ہو گیا

جدید بلدیہ امرتسر نے سر گوپال داس بھنڈاری کو از سر نو صدر منتخب کیا ہے۔

سردار ہرنام سنگھ اور سردار ندھان سنگھ عالم کا مقدمہ زیر دفعہ ۱۰۸۔ تعزیرات ہند لالہ امرناتھ ایڈیشنل مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش ہوا۔ اور بغیر کسی کارروائی کے آئندہ پیشی ۱۹ مئی مقرر ہوئی

شب گذشتہ کو سنیر روڈ پر چرچ گیٹ سٹریٹ کے قریب دو ٹیکسیوں کے درمیان خوفناک تصادم ہوا۔ دونو ٹیکسیاں مختلف سمتوں سے بے تحاشا دوڑی آ رہی تھیں کہ سامنے سے ٹکر ہوئی ایک ٹیکسی تو سڑک پر سے پگڈنڈی پر جا گری۔ اور دوسری بالکل الٹ گئی۔ دونوں ٹیکسیوں میں ہندوستانی سوار تھے۔ چھ آدمی ہسپتال پہونچا دیئے گئے۔ حالت نازک بتائی جاتی ہے۔

خلیج بنگال کے طوفان کی حالت کے متعلق تحقیقات کی گئی معلوم ہوتا ہے کہ طوفان مغربی سمت میں بڑھ رہا ہے۔ اور اسوقت عرض البلد ۱۴۔ اور طول البلد ۸۵ پر ہے۔ اور یہ مقام بندرگاہ مدراس سے دو سو یا تین سو میل کے فاصلہ پر ہے۔ بندرگاہ مدراس میں احتیاط کے طور پر مقامی طوفان کا جھنڈا نصب کر دیا گیا ہے۔

آنریبل مسٹر بولٹن چیف کمشنر صوبہ سرحد عنقریب چکدرہ جائینگے۔ آپ جدید نواب دیر کو رسمی طور پر تسلیم کرنے کے سلسلہ میں تشریف لے جا رہے ہیں۔

کل پو پھٹتے ہی جنرل کولمبٹ اور جنرل نرائیڈان برگ کے کالموں نے بہت سے ہوائی جہازوں اور بھاری توپ خانہ کی مدد کی۔ اہل ریف کو کوہستان بلیبان کے مورچوں سے نکال دیا۔ اہل ریف نے شدید مزاحمت کی لیکن انہیں زبردست نقصان اٹھا کر شمال کی طرف پسپا ہونا پڑا۔ اہل ریف کا عام تخلیہ عمل میں آیا۔ دوپہر ہونے تک فرانسیسیوں نے سنگینوں کی مدد سے کئی چوکیاں غنیم کے پنجہ سے چھڑا لیں

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحب گذشتہ جمعہ (۱۵ مئی) کو وزیر آباد تشریف لے گئے تھے۔ لاہور میں نماز جمعہ جناب میاں غلام رسول خانصاحب نے پڑھائی۔

وزیر آباد سے شیخ نیاز احمد صاحب اور شیخ محمد جان صاحب خواجہ نذیر احمد صاحب کے استقبال کے لئے لاہور تشریف لائے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کا مضمون جو قتل مرتد کے مسئلہ پر مولوی ظفر علی خانصاحب کے جواب میں آپ نے لکھا تھا "زمیندار" میں شائع ہو رہا ہے۔ اسوقت تک دو نمبر ۱۷۔ ۱۸ مئی کے زمیندار میں نکل چکے ہیں۔ تیسرا نمبر ۲۰ مئی کے زمیندار میں شائع ہوگا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

مسلمانیم از فضل خدا
اندریں دیں آمدہ از مادریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام او
آں رسولے کش محمد ہست نام
مہر او با شیر شد اندر بدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود

مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہم بریں از دار دنیا بگذریم
بادۂ عرفان ما از جام او
دامن پاکش بدست ما مدام
جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہر نبوت را برو شد اختتام
زو شدہ سیراب سیراب کہ ہست
آں نہ از خود از ہمال جا مے بود

پیغام صلح
اخبار
لاہور
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

ہفتہ میں دو بار یکشنبہ و چہارشنبہ کو شائع ہوتا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما از و یابیم ہر نور و کمال
اقتدائے قول او در جان ماست
از ملائک و ز خبرہائے معاد
آں ہمہ از حضرت اعزت آمد
معجزات او ہمہ حق ماند راست
معجزات انبیائے سابقیں
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب

وصل دلدار ازل بے او محال
ہر چہ زو ثابت شود ایمان ما
ہر چہ گفت آں حق جل جلالہ
منکر آں مستحق لعنت است
منکر آں مورد لعن خدا است
آنچہ در قرآں بیانش بالیقیں
ہر کہ انکار کند از اشقیاست
نزد ما کفر است و خسران و تباب

قیمت سالانہ صہ ششماہی عہ سطے ہی عہ
طلباء سے سالانہ عہ

جلد ۱۲ | منہ المسیح لاہور یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۵ شوال ۱۳۴۳ھ ہجری مطابق ۲۰ مئی ۱۹۲۵ء | نمبر ۵۶

حضرت امیر گجرات میں

سچ ہے کہ حق و صداقت کی جس قدر مخالفت ہوتی ہے اسی نسبت سے اسے فروغ حاصل ہوتا جاتا ہے آجکل جبکہ علماء سوء اور چند بازاری اخبارات نے ہمارے خلاف فتوے بازی کا بازار خاص اہتمام سے گرم کر رکھا ہے قوم کے روشن خیال اور ذی حیثیت طبقہ کی طرف سے ہماری اسلامی خدمات کا خاص طور پر اعتراف و احترام کا اظہار ہو رہا ہے اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے شرفا کے حلقوں میں ہماری تحریکات اسی تیزی سے ہر دلعزیز ہو رہی ہیں جس تیزی سے مخالفین ہماری تذلیل کے درپے ہیں۔ ۲۷ اپریل کو (بعد از مغرب) جبکہ حضرت امیر ایک نکاح کی تقریب پر گجرات تشریف لے گئے تھے اسی قسم کا ایک روح پرور نظر دیکھنے میں آیا۔ جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی دعوت پر معززین گجرات ایک خاص تعداد میں سول ہسپتال کے احاطہ میں شامل دعوت ہوئے۔ میز پر خورد و نوش کا جو سامان چنا گیا تھا۔ وہ نہایت شوق سے تناول ہوا۔ لیکن اس جسمانی غذا کے بعد روحانی غذا کی باری آئی۔ جو حضرت امیر نے پیش کی۔ مدعوئین جس ذوق سے اس سے مسرت اندوز ہوئے وہ کہیں بڑھ کر تھا۔ روحانی لذت کے آثار چہروں پر نمایاں تھے۔ اور ہر ایک زبان حال سے یہ کہہ رہا تھا کہ یہ عجب "کافر" ہے جس کے دل میں اسلام اور مسلمانوں کے لئے اس قدر درد ہے جس کا ایک عشر عشیر بھی ہم نے کبھی اپنے "علمائے کرام" میں نہیں دیکھا۔ یہ عجیب "مرتد" ہے جس کی زبان سے معارف اسلام کا یہ شیریں چشمہ رواں ہے۔ حضرت امیر کے خطبے کا لب لباب یہ تھا کہ بدقسمتی سے مسلمانوں میں مذہب نے رسم و رواج کی شکل اختیار کر لی ہے۔ باوجود اس کے کہ قرآن حکیم نے مسلمانوں کو متنبہ کرنے کے لئے خاص کوشش کی ہے۔ یہودیوں کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ بندر بن گئے۔ قرآن قصوں کہانیوں کی کتاب نہیں ہے۔ مقصد تو صرف یہ تھا کہ مسلمانوں کے ذہن نشین کیا جائے کہ کہیں تم بھی "قردۃ خاسئین" نہ بن جاؤ۔ وہ عبادت وہ شعائر جن کی تہہ میں کوئی حقیقت نہ ہو۔ درحقیقت بوزنہ کی نقالانہ حرکات سے بڑھکر قیمت نہیں رکھتے۔ قرآن میں "مصلین" (نماز پڑھنے والوں) کیلئے ویل کا ذکر آتا ہے۔ یہ اسی قسم کے مصلین ہیں یعنے وہ جو مغز قرآن سے بےخبر ہو کر نماز پڑھتے ہیں۔ اسلام ایک حقیقت کا نام ہے۔ اگر وہ حقیقت نہیں تو کچھ نہیں۔ مسلمانوں کی موجودہ قومی مردگی کی وجہ یہی ہے کہ ان میں پوست ہی پوست رہ گیا۔ مغز ان کے ہاتھ سے جاتا رہا۔ اور زندگی صرف اسی صورت میں پیدا ہو سکتی ہے کہ اسلامی خوبیاں ہمارے دلوں میں رچ جاویں۔ یہی حال نکاح اور نکاح کے خطبوں کا ہے۔ نبی کریم کی سنت تھی کہ ایسے موقع پر کچھ وعظ و نصیحت فرمایا کرتے تھے تاکہ لوگ سمجھیں اور سمجھ کر اپنی حالت میں نیک تبدیلی پیدا کریں۔ مگر آجکل ہمارے مولوی صاحبان کی نظر صرف ایک رسم تک محدود ہو گئی ہے۔ غیر زبان میں جس سے سامعین کو کچھ مس نہیں ہوتا کچھ کہہ دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے ایک اسلامی کام کیا۔ خواہ عمر بھر فارسی کا لفظ دولہا یا دولہن کے کان میں نہ پڑا ہو۔ ایجاب و قبول فارسی ہی میں ہوگا "بر آرے قبول کردم" ہی کہنا پڑیگا۔ اس کے بعد آپ نے بتلایا کہ اسلام عورت کے ساتھ کس قدر حسن معاشرت کا حکم دیتا ہے۔ اخیر میں سردار خاں ولد بابو خیر دین ساکنہ پنڈی بہاؤ الدین اور امۃ اللہ بنت ڈاکٹر الٰہی بخش مرحوم کے نکاح (بحق مہر دو ہزار روپیہ) کا اعلان کیا۔ گجرات اس روحانی کیفیت کو تا دیر یاد رکھیگا۔ (نامہ نگار)

مسجد برلن کا افتتاح

عید الفطر کی نماز ترکی سفارتخانہ میں

مدذیل کی مراسلت میں مولوی فضل کریم خانصاحب نے برلن مسجد کے افتتاح اور نماز عید الفطر کی مفصل کیفیت لکھکر بھیجی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا یہ قیاس کہ مسجد برلن کا افتتاح عید الفطر کی نماز کے موقعہ پر ہوا غلط تھا۔ عید الفطر کی نماز مسجد کے افتتاح سے دو روز پہلے ترکی سفارت خانہ میں ادا ہو چکی تھی۔ حضرت مولانا صدر الدین صاحب کا تار چونکہ مجمل تھا۔ اور عید الفطر سے دو روز بعد کا دیا ہوا تھا۔ اس لئے یہی قیاس ہو سکتا تھا کہ عید الفطر کے دن افتتاح ہوا۔ تاہم یہ امر موجب مسرت ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے جماعت احمدیہ کی مخلصانہ مساعی کو اللہ تعالےٰ نے بار آور کیا اور وہ اہم اور دل خوش کن نتائج پیدا کئے جن کا ذیل کی مراسلت میں ذکر ہے۔ (ایڈیٹر)

اللہ تعالےٰ کا بے حد احسان اور فضل ہے کہ آخر مسجد برلن کی تعمیر اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ اس کے اندر نماز ادا کی جا سکتی ہے اور بوقت ضرورت جلسے وغیرہ بھی کئے جا سکتے ہیں۔ احمدیہ جماعت لاہور اس پر جس قدر بھی فخر اور ناز کرے بجا ہے۔ اور اس کامیابی کے لئے اللہ تعالےٰ کے حضور میں جس قدر سجدات شکر بجا لائے جائیں کم ہیں۔

گذشتہ اتوار مورخہ ۲۶ اپریل کو تقریب افتتاح عمل میں آئی۔ اتفاق سے موسم اس دن بہت خراب تھا۔ سردی بھی غیر معمولی تھی اور بارش بھی لگاتار ہو رہی تھی۔ تاہم گیارہ بجے تک مسجد مہمانوں سے بالکل بھر گئی تھی۔ ترکی سفارت خانہ کی طرف سے دربان کا انتظام تھا۔ دو گھنٹہ تک سفارتخانہ کے عمال بڑے جوش اور مستعدی سے کام کرتے رہے۔ پروگرام کا زیادہ حصہ انہی کے اہتمام سے پر ہوا۔ جلسہ کا آغاز خواجہ عبد الحمید صاحب متعلم یونیورسٹی نے قرات قرآن مجید کے ساتھ کیا۔ اس کے بعد حضرت مولانا صدر الدین صاحب نے بزبان جرمن ایک مختصر خطبہ پڑھا۔ ان کے بعد ایک فاضل روسی مسلمان لطفی بے نامی نے ترکی زبان میں تقریر کی جس میں آپ نے تحریک احمدیت پر روشنی ڈالی۔ اپنی تقریر کے دوران میں آپ نے کہا کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس تحریک کی بنیاد ڈالی۔ اس تحریک کا مقصد محض اشاعت اسلام ہے۔ میں نے حضرت غلام احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتب پڑھی ہیں۔ وہ اپنے آپ کو رسول اللہ صلعم کا خادم سمجھتے تھے۔ ازاں بعد مقرر نے حضرت مولانا مولوی صدر الدین صاحب کے کام کا تذکرہ کیا کہ کس طرح سینکڑوں انگریز آپ کے ذریعہ ولایت میں اسلام کے اندر داخل ہوئے ہیں۔ مقرر خود انگلستان ہو آئے ہیں چنانچہ کہا کہ جس کسی سے گفتگو کا موقعہ ملا اس نے حضرت مولانا کی تعریف کی برلن میں ان کی مساعی سے اسلام کا نام بالا ہو رہا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے فضل سے امید ہے کہ یہ کام اس مسجد کے ذریعہ جو یہاں تعمیر ہوئی ہے جاری رہے گا۔ ان کے بعد ڈاکٹر ادریس بخاری نے بزبان ترکی تقریر کی اور اخوت اسلامی پر زور دیا جو اسلام کی جڑ ہے جس بے ایرانی نے فارسی زبان میں تقریر کرتے ہوئے فرقہ بندی کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی اور سب کو یکجہتی کے ساتھ اسلام کی خدمت کی ہدایت کی۔ پروفیسر عبد الحکیم صاحب نے ترانۂ اقبال پر اپنی ایک طبعزاد مسدس پڑھکر سنائی۔ ان کے بعد ایک ایرانی شہزادہ نے نہایت فصیح جرمن زبان میں تقریر کی اور اصول اسلام کو بوضاحت بیان کیا۔ حضرت مولانا نے جلسہ کو ختم کرتے ہوئے آرکیٹکٹ اور ٹھیکیداروں کی دیانت اور محنت کی تعریف کی جلسہ میں تمام اقوام کے لوگ تھے۔ ترک۔ ایرانی۔ مصری۔ افغان جرمنی۔ وغیرہ۔

عید الفطر کی نماز بروز جمعہ سفارت خانہ میں ادا کی گئی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ڈر تھا کہ عبد الجبار خیری جو ڈلنس ڈارف میں خود امامت کرانا چاہتا تھا۔ فساد کریگا۔ اور ترکی سفارت خانہ کی طرف سے پولیس وغیرہ کا انتظام ہو گیا تھا۔ تاہم ترکی سفارتخانہ کو یہ پسند نہ آتا تھا کہ مسلمان ایک تیوہار کے موقعہ پر آپس میں فساد کریں اور اغیار کے سامنے باعث تمسخر بنیں۔ چنانچہ نماز عید ترکی سفارت خانہ میں ادا کی گئی۔ عبد الجبار اور اس کے دو ساتھی ڈلنس ڈارف میں پہنچے۔ مگر پولیس نے ان کو مسجد میں داخل نہ ہونے دیا۔

عید سے چند روز پیشتر ایک ترکی خاتون حضرت مولانا کی غیر حاضری میں ان کے مکان پر پہنچی۔ اور استنبول کے مشہور اخبار توحید افکار کا ایک نمبر بابت ۱۳ رجب ۱۳۴۳ھ چھوڑ گئی۔

(باقی صفحہ ۶)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۳ ۲۵ شوال ۱۳۴۳ھ نمبر ۵۶

اچھوت اقوام اور ہمارا فرض

جیسا کہ ہم قبل ازیں بتا چکے ہیں۔ اچھوت اقوام کی اصلاح کی امید ہندو قوم سے کرنا بالکل بے سود ہے۔ بالخصوص ایسے حالات میں کہ ہندوؤں میں ذات پات کی قیود ابھی تک باقی ہیں۔ اور ان کے اصلاح یافتہ اور معراج ترقی پر پہنچے ہوئے لوگ بھی ان قیود سے باہر نہیں۔ ہم حیران ہیں کہ وہ لوگ جو ہندو قوم سے اچھوتوں کو اپنے ساتھ ملانے کی اپیلیں کرتے ہیں۔ سب سے پہلے غیر اچھوت اقوام سے ذات پات کی قیود کو کیوں دور نہیں کرتے۔ یہ کیونکر ممکن ہے۔ کہ ایک برہمن چھتری اور ویش سے یا ویش اور چھتری برہمن سے تو شادی بیاہ کے تعلقات قایم کرنے کا مجاز نہ ہو۔ اور اگر کرے تو ان کی اولاد چنڈال کہلائے۔ اور ہر قسم کی جایداد سے محروم الارث قرار پائے۔ لیکن دوسری طرف وہی برہمن چھتری اور ویش شودروں اور اچھوتوں کو اٹھا کر اپنے گلے لگائیں۔

اس لئے جب تک ہندو دھرم شاستر ہندو قوم کا دستور العمل ہے۔ جب تک برہمن۔ چھتری اور ویش کی تقسیم ہندوؤں میں باقی ہے۔ اور ان میں سے کوئی ایک ذات دوسری سے ازدواجی رشتہ قایم نہیں کر سکتی اس وقت تک ان لوگوں سے شودروں یا اچھوتوں کی اصلاح کا خیال قطعاً بے بنیاد ہے۔ اگر وہ بفرض محال پڑھ لکھ کر مہذب و شایستہ بھی بن جائیں تو بھی ایک برہمن کے نزدیک وہ ویسے ہی ناپاک ہیں اور وہ قطعاً ان کے پاس بیٹھ کر کھا نہیں کھا سکتا نہ انہیں اپنے نزدیک پھٹکنے کی اجازت دے سکتا ہے۔ وہ باوجود مہذب و شایستہ اور پڑھے لکھے ہونے کے برہمنوں کے نزدیک ایسے ہی شودر رہیں گے جیسے موجودہ حالات میں وہ سمجھے جاتے ہیں۔ سوائے اس کے کہ کسی اور مذہب اسلام اور عیسائیت میں چلے جائیں۔

یہ ہم اپنے پاس سے نہیں کہتے۔ واقعات اس پر شاہد ہیں۔ جنوبی ہند میں ایسے مقدمات ہوئے ہیں۔ جن میں اچھوت اقوام کے افراد کو اس بات کیلئے ملزم گردانا گیا۔ کہ وہ ایک برہمن کے پاس سے ہو کر گذرے یا کسی تالاب کے جو برہمنوں کے لئے مخصوص تھا قریب جا کر اس کو ناپاک کر دیا۔ حالانکہ مسلمان یا عیسائیوں کے لئے ایسی ممانعت نہیں۔ عدالتوں کے اندر صاف طور پر اس بات کا اعتراف کیا گیا کہ اگر ان اچھوت قوموں میں سے کوئی مسلمان یا عیسائی ہو جائے تو ان کے ان افعال کو جرم نہ سمجھا جائیگا۔ بلکہ ایسے لوگوں کو بھی برہمن عزت و حرمت کی جگہوں پر بٹھلاتے ہیں۔

ان حالات میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ان اقوام کا اچھوت ہونا اس قدر مضر نہیں جس قدر ان کا ہندو ہونا ان کے لئے ضرر رساں ہے۔ اور اگر ان کی اصلاح کی کوئی صورت ممکن ہے۔ تو وہ یہی ہے۔ کہ انہیں اسلام کی طرف لایا جائے۔ عیسائی مذہب بھی اس قابل نہیں کہ انہیں اپنے اندر جذب کر کے ان کی حالت کو سدھارنے کا موجب ہو۔ کیونکہ ہائی چرچ اور لو چرچ اور دیسی اور بدیسی کے امتیازات وہاں بھی موجود ہیں۔ صرف اسلام ہی ایک مذہب ہے۔ جو اس قسم کی تمام تفریقات سے قطعاً آزاد ہے۔ اور ادنےٰ اور اعلےٰ۔ فقیر اور بادشاہ سب کو ایک نظر سے دیکھتا اور حقیقی بھائیوں کی طرح ایک دوسرے کے گلے ملاتا ہے۔ اس حقیقت کا اظہار نائر قوم کے ایک فرد نے چند دن ہوئے اپنے ایک پیغام میں کیا تھا جو اس نے مہاتما گاندھی کے نام بھیجا اور صاف طور پر اس میں لکھا کہ

"تمام مذاہب عالم میں اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو اتحاد باہمی اور ایک مشترکہ مطمع نظر کو ترقی دیتا ہے۔ دنیا میں کوئی مذہب اس قدر جمہوری اس قدر پاکیزہ اور اس قدر بے تعصب اور فیاض نہیں ہے۔ اسلام میں ذات پات کی الجھنیں نہیں ہیں۔ اس میں کوئی پیچھے کی طرف دیکھنے والی روح نہیں ہے۔ قرآن کریم کے اوراق مقدس کے روبرو تمام انسان مساوی درجہ رکھتے ہیں۔ نارسائی۔ اچھوت پن اور ایذا رسانی سے اسلام ناآشنائے محض ہے"

پس اچھوت اقوام کی اصلاح کا اگر کوئی طریق ہے تو وہ یہی ہے کہ انہیں اسلام کے اندر لانے کی کوشش کی جائے۔ اس میں شک نہیں کہ اس کے ساتھ ہی ان کی عادات کو بدلنے ان کی اخلاقی حالت کو سنوارنے اور قابل عزت مسلمان بنانے کے لئے بہت سے دیگر ذرائع سے بھی کام لینے کی ضرورت ہے۔ جن پر ہم کسی دوسری جگہ فرصت میں بحث کریں گے۔ لیکن سب سے پہلے ان کی مجلسی حیثیت کو مساوات کے درجہ پر لانا ضروری ہے کہ اس کے بغیر تمام اصلاحات بے کار رہ جاتی ہیں۔ اس کا اصل ذریعہ اسلام ہے۔ اور اس بارہ میں مسلمانوں پر بہت بڑی ذمہ داری عاید ہوتی ہے۔ جس کی تشریح آیندہ اشاعت میں کی جائیگی۔

ارمنی اور ترک

ترکوں کے عیوب کی فہرست میں جو یورپ کے اندر عام طور پر پھیلائی جا چکی ہے۔ ایک بہت بڑا جرم ارمنوں کے ساتھ سختی کا برتاؤ ہے۔ حالانکہ یہی وہ قوم ہے۔ جو ترکی رعایا ہونے کے باوجود ہمیشہ ترکی حکومت کا تختہ الٹ دینے کی خفیہ تدبیریں کرتی رہی۔

صرف ترکوں ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس قوم کے شمایل میں سے ہے کہ جس کو اس سے واسطہ پڑتا ہے۔ اسی کی تباہی کے لئے وہ کوشاں رہتی ہے۔ مقامی معاصر سول اینڈ ملٹری گزٹ میں ۱۸۵۹ء کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ برما کے علاقہ میں بعض انگریز تاجروں نے ایک کارخانہ کھول رکھا تھا۔ جس کو بعض خاص حالات کی وجہ سے کچھ مدت کے لئے بند کر کے اور ایک برہمی حاکم کی حفاظت میں دیکر وہ باہر سے چلے گئے۔ ان کی غیر حاضری میں بعض ارمن سوداگروں نے جھوٹی رپورٹیں حاکم کو پہنچا کر اسے مخالف کر دیا جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ ان انگریزوں کو ان کی واپسی پر موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے سول اینڈ ملٹری گزٹ کا وقایع نگار لکھتا ہے کہ

"اس طرح سے ارمنوں کو سرکاری رپورٹ میں مشرق کے یہودی اور بدعہد کے نام سے یاد کیا گیا ہے"

یہی "مشرق کے یہودی اور بدعہد" لوگ ہیں جن کی یہودیت اور بدعہدی کی وجہ سے ترکوں کو بعض وقت ان کے خلاف ہتھیار اٹھانے پڑتے ہیں۔ حیرت ہے کہ یورپین اقوام ان کے خصایل بد کا تجربہ کر چکنے کے باوجود اس کو ترکوں کے تعصب پر محمول کر کے انہیں بدنام کرتی ہیں۔

بلیک ہول کا افسانہ

سول اینڈ ملٹری گزٹ کے نامہ نگار نے اپنے اسی مضمون میں واقعہ بلیک ہول کی طرف بھی اشارہ کیا ہے یعنی اس قصہ کی طرف جو تاریخ ہند میں نواب سراج الدولہ کے خونی کارناموں کی فہرست میں بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ بتایا گیا ہے کہ نواب موصوف نے بہت سے انگریزوں کو گرمیوں کے موسم میں ایک تنگ کوٹھڑی کے اندر بند کر کے بھوکا اور پیاسا مار ڈالا۔

یہ قصہ ان چند بے سروپا افسانوں میں سے ہے جو خاص اغراض کے ماتحت مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لئے تاریخ ہند میں لکھ دیئے گئے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ جس طرح سے اور بہت سے قصے جن سے اسلامی تعیش و تعصب اور ظلم و ستم کی بدبو آتی تھی غلط ثابت ہو چکے ہیں۔ نواب سراج الدولہ کا دامن بھی اس خونی داغ سے موجودہ زمانہ کے محققین مورخین نے دھو ڈالا ہے۔ اور یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو چکی ہے۔ کہ واقعہ بلیک ہول کی حقیقت ایک بے سروپا افسانہ سے بڑھکر نہیں باوجود اس کے سول اینڈ ملٹری جیسے اخبار میں ایسی باتوں کا آنا کیا اس کی وقعت کو کم کرنے والا نہیں؟

حج کے متعلق

عازمان حجاز کے رستہ میں جو دشواریاں امسال پائی جاتی ہیں ان پر غلبہ پانے کے لئے مسلمان لیڈروں نے اپنا پورا زور لگایا۔ اور آخر کار اس قدر کامیابی حاصل کر لی کہ سلطان ابن سعود کے بتائے ہوئے نئے بندرگاہوں تک حجاج کے پہنچنے کا خاطر خواہ انتظام ہو گیا۔ اس سے آگے کیا پیش آئیگا رابغ سے لے کر مکہ معظمہ تک دو سو میل کا سفر کس طرح سے طے ہوگا بالخصوص ایسے حالات میں کہ عرب کا ریگستانی علاقہ۔ گرمیوں کا موسم اور پانی کی قلت اس سفر کے لوازمات ہیں۔ سلطان ابن سعود کی طرف سے حجاج کے لئے سہولتیں بہم پہنچانے کے وعدے بیشک ہیں۔ لیکن نہیں کہا سکتا۔ کہ آیا وہ ان وعدوں کو پورا کرنے کی طاقت بھی رکھتے ہیں یا نہیں۔ اس سے پیشتر ہجرت کے موقعہ پر امیر افغانستان کے وعدوں کا جو حشر ہوا وہ بھی آنکھوں کے سامنے ہے۔ ایسے حالات میں بہتر ہوتا اگر مولانا شوکت علی اور دیگر حضرات اس قدر عجلت سے کام لینے اور حجاج کی روانگی کا حد سے زیادہ اشتیاق ظاہر کرنے کے بجائے رستہ کے خطرات کو مد نظر رکھتے ہوئے جمعیتہ العلماء کے سابقہ اعلان کے مطابق امسال لوگوں کو حج کے لئے جانے کا مشورہ نہ دیتے۔ اور اگر ایسا کرنا ضروری تھا تو خلافت کمیٹیوں کے نمایندے حجاج کے ساتھ بھیجنے کا جو انتظام اب سوچا گیا ہے۔ اس پر پہلے سے عمل کر لیا جاتا۔ اور حجاج کی روانگی سے پہلے ان نمایندوں کو بھیجکر پورے حالات کا علم حاصل کر لیا جاتا۔

لیکن اب چونکہ حجاج کی روانگی کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ اور آج (۱۵ مئی) کو حجاج کا پہلا جہاز بمبئی سے رابغ کی طرف روانہ ہونے والا ہے۔ اس لئے سوائے اس کے اور کوئی راہ نہیں کہ عازمان حجاز کے لئے جناب الٰہی میں خلوص دل کے ساتھ دعا کی جائے کہ اللہ تعالےٰ انہیں صحت و سلامتی کے ساتھ پہنچائے اور حج بیت اللہ سے فراغت کے بعد بخیر و عافیت اپنے گھروں میں واپس لائے۔ خدانخواستہ اگر واقعہ ہجرت کی طرح سینکڑوں بلکہ ہزاروں مسلمان تباہ و برباد ہو کر اسلام کے لئے نقصان اور شماتت ہمسایہ کا موجب ہوئے۔ تو مسلمان لیڈروں کے سروں پر یہ ایک اور خطرناک الزام عاید ہوگا۔ کہ ان کی ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے مسلمانوں پر تباہی آئی

ہمارے خیال میں مولانا شوکت علی اور دیگر لیڈروں کو اس موقعہ پر سب سے بڑھ کر دعا سے کام لینا چاہئے اور حجاج کے حالات سے پورے طور پر باخبر رہنے کا انتظام کرنا چاہئے۔

امریکہ میں ممانعت شراب کا اثر

سول اینڈ ملٹری گزٹ میں امریکہ کے قانون ممانعت شراب کی مخالفت میں ایک طویل مضمون کسی شخص نے لکھا ہے جس میں از حد مخالفت کے باوجود اس بات کا اسے کھلے طور پر اعتراف کرنا پڑا ہے کہ

"یہ سچ ہے۔ کہ سیونگ بنکوں میں آج اس سے بہت زیادہ روپیہ جمع ہوتا ہے۔ جس قدر ممانعت شراب سے پہلے جمع ہوتا تھا"

لیکن اس کی وجہ اس کے نزدیک ممانعت شراب نہیں بلکہ اعلیٰ

وجہ یہ ہے کہ

"ملک آج پہلے سے زیادہ امیر ہے۔ تنخواہیں پہلے
سے زیادہ ہیں۔ بے کاری پہلے سے کم ہے۔ تھوڑے
خرچ کو نیکی کا کام بتاکر اس کی ترغیب دلائی جاتی ہے"

ہم حیران ہیں کہ نامہ نگار مسول کا اس سے کیا منشا ہے۔ یہی وہ باتیں ہیں جن کو ممانعت شراب کا نتیجہ سمجھا جاتا ہے۔ اور یقیناً سمجھا جانا چاہئے۔ کیونکہ اس سے پہلے ان میں سے کوئی بھی بات وہاں نہ پائی جاتی تھی۔ ملک کی امارت۔ تنخواہوں کا بڑھنا۔ بے کاری کا کم ہونا۔ اور تھوڑے خرچ کو نیکی سمجھنا یقیناً شراب نوشی کے ترک کرنے کا نتیجہ ہے۔ کاش سلطنت انگلشیہ ان خوشگوار نتائج کو دیکھ کر ہندوستان اور دیگر مقبوضات سے اس ام الخبائث کے اخراج کا بندوبست کرے۔ تو لوگوں کی ترقی اور مرفہ الحالی کا یہ ایک بہت بڑا ذریعہ ہوگا +

مسیحیت اور شراب

لیکن سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ مسیحیت بحیثیت مذہب شراب کے استعمال کو جایز رکھتی اور عبادات میں اس کا استعمال ضروری قرار دیتی ہے۔ ایک انگریز مصنف کا قول ہے کہ جہاں جہاں مسیحیت گئی ہے۔ شراب اس کے ساتھ گئی ہے +

معاصر "ایپی فینی" نے اس حقیقت کا اعتراف اپنی ایک تازہ اشاعت میں کیا ہے۔ جہاں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے اس نے لکھا ہے کہ

"شراب ضروریات زندگی میں سے ہے۔ اور
اس لئے مسیحی مذہب نے اس کی ممانعت نہیں کی
اگرچہ اپنی خواہشات کو دبانے کی تعلیم دی ہے"

"ضروریات زندگی" بھی ایک ہی کہی کیا دنیا کے چالیس کروڑ مسلمان اور کروڑہا دیگر مذاہب کے افراد جو شراب سے کوسوں دور رہتے ہیں زندہ اور خوشحال نہیں۔ اگر ہیں اور یقیناً ہیں تو اس کو "ضروریات زندگی" میں سے قرار دینا اپنی بے عقلی پر مہر کرنا ہے۔ کاش یہ لوگ سوچیں اور غور کریں۔ کہ جو چیز انسان کی عقل اور ہوش و حواس کو تباہ کر دیتی اور اس کی صحت جسمانی کو بگاڑ دیتی ہے۔ اس کو "ضروریات زندگی" میں کیونکر سمجھا جا سکتا ہے اور کسی مذہب کا اسے جائز ٹھہرانا کہاں تک قرین عقل و انصاف ہے +

مسلم والیان ریاست و تبلیغ

اس سے پیشتر یہ خبر قارئین کرام تک پہنچ چکی ہے کہ مہاراجہ اندور نے لالہ رام پرشاد صاحب سکرٹری شدھی سبھا کو شدھی کے کام کے لئے دس ہزار روپیہ کی کثیر رقم عطا فرمائی ہے۔ یہ کوئی نیا دان نہیں جو مہاراجہ اندور نے دیا ہے۔ ہندو راجے اور مہاراجے اس سے بڑھ کر بہت کچھ خرچ کر چکے اور مسلمانوں کو مرتد بنانے کے لئے اپنے اثر اور رعب کو کام میں لا چکے ہیں +

معاصر "وکیل" نے ان حالات کا تذکرہ کرتے ہوئے مسلم والیان ریاست کو توجہ دلائی ہے۔ کہ وہ بھی تبلیغ کے کام میں کچھ نہ کچھ امداد کریں۔ اس میں شک نہیں کہ مسلمان ریاستوں کا تبلیغ جیسے ضروری کام میں امداد دینا ایک ایسا فرض ہے جس سے وہ کسی طرح عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ اگرچہ ہم اس بات کے حامی نہیں کہ ہمارے والیان ملک دوسروں کو مسلمان کرنے میں ہندو راجاؤں کی طرح اپنے ذاتی اثر اور رعب کو کام میں لائیں۔ تاہم اس کام میں مالی امداد دینا از حد ضروری ہے۔ اور کوئی دنیا کا اصول کوئی دشمن سے دشمن قوم اور کوئی گورنمنٹ انہیں اس مقدس فریضہ کی ادائیگی سے روک نہیں سکتی۔ پس ضروری ہے کہ والیان ریاست سے اس کے لئے امداد طلب کی جائے کہ فتنہ ارتداد کی سرکوبی روپیہ کی کثرت کے بغیر ناممکن ہے +

حج اور احمدی

معاصر "زمیندار" میں کسی نام نہاد مسلمان نے لکھا ہے کہ احمدی جماعت حج کی قایل نہیں یہی وجہ ہے کہ جناب مرزا صاحب نے حج نہ کیا۔ اور نہ میاں محمود احمد صاحب حج کے لئے گئے۔

افسوس ہے جماعت احمدیہ کی مخالفت میں ان لوگوں کو جھوٹ بولنے سے بھی عار نہیں۔ میاں محمود احمد صاحب کے خیالات اور عقیدات سے ہمیں کتنا ہی اختلاف ہو۔ اس کا یہ نتیجہ نہیں ہونا چاہئے کہ ان کے متعلق خواہ مخواہ بہتان بندی سے کام لیا جائے نامہ نگار "زمیندار" کی نظر میاں صاحب کے سفر یورپ پر ہے۔ لیکن اگر وہ اس سے ۱۲ سال قبل کے واقعات پر نظر ڈالتا تو اسے معلوم ہو جاتا کہ میاں صاحب خانہ کعبہ کا حج کر چکے ہوئے ہیں۔ بلکہ وہاں غیر احمدیوں کی اقتدا میں نماز بھی ادا کر چکے ہیں۔ نہ صرف میاں صاحب بلکہ جماعت احمدیہ کے بہت سے دیگر افراد۔ جن میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کا اسم گرامی خصوصیت سے قابل ذکر ہے +

رہا حضرت مسیح موعود کا حج نہ کرنا اس کی وجوہات اظہر من الشمس ہیں۔ حج کی شرایط میں سے یہ ایک ضروری شرط ہے۔ کہ انسان کو اپنی جان کا خطرہ نہ ہو۔ حضرت مسیح موعود سے بڑھکر کون تھا جو رات دن ایسے خطرات میں سے ہو کر گذرتا ہو۔ بالخصوص عرب جیسے ملک میں ایسا خطرہ یقینی تھا۔ جس کی دھمکی بھی بعض مخالفین نے دی تھی۔ پھر آپ دایم المریض تھے اور مریض پر حج فرض نہیں +

تعجب ہے کہ ہمارے مخالف بغض و تعصب میں یہاں تک مبتلا ہو چکے ہیں کہ صریح حقایق کو آنکھوں سے دیکھتے ہوئے ان کا انکار کر دیتے ہیں +

تنظیم کا پروگرام

اپنے مضمون "ہندو مہا سبھا کی حقیقت" کے آخری نمبر میں جس کا مقصد ہندوؤں کے اطمینان خاطر کے لئے ڈاکٹر کچلو نے "تنظیم" کا پروگرام نقل کیا ہے جو انہی کے الفاظ میں ذیل ہے:۔

"اوقاف اور مساجد کی اصلاح۔ مکاتب کا قیام تجارتی بنکوں اور کمپنیوں کا اجرا۔ رسوم قبیحہ کا انسداد۔ بیوہ عورتوں اور یتیم بچوں کی پرورش کا انتظام۔ خیرات۔ صدقات اور عشر وغیرہ کا نظام۔ پنچایتی خیالات اور کھدر کی ترویج۔ اور ان سب امور کی تکمیل کے لئے کارکنوں اور رضاکاروں کی تعلیم و تربیت اور گذر اوقات کا اہتمام۔ یہ ہے وہ تنظیمی پروگرام جس کے خلاف بعض خود غرض اور ناعاقبت اندیش اشخاص نے ایک طوفان بے تمیزی برپا کر دیا ہے۔ کیا کوئی انصاف پسند اور حق و باطل میں تمیز کرنے والا شریف انسان کہہ سکتا ہے کہ اس میں کوئی بات بھی ایسی ہے جو ہندو مسلم اتحاد کے منافی ہو"

یقیناً اور ہرگز نہیں۔ لیکن کاش اس شاندار پروگرام کو عمل میں لانے کی ابھی کوئی صورت ہوا اور اسکے ساتھ ہی مسلمانوں میں سے تکفیر کے مرض کو دور کرنے کی بھی کوئی کوشش عمل میں لائی جائے +

ریویو

کاشف الاسرار یعنی بہائیت کا آئینہ

اس نام سے ایک ۵۴ صفحہ کا ٹریکٹ جناب ہوسے ابراہیم متعلم بی۔ اے کلاس یونیورسٹی کالج رنگون نے حال ہی میں لکھا ہے۔ جس کا کچھ تھوڑا سا اقتباس گذشتہ اشاعت میں دیا جا چکا ہے۔ اس چھوٹے سے رسالہ میں باب کے مختصر حالات۔ بہائیت کے متعلق پروفیسر براؤن کے خیالات بابیت کے متعلق مولانا محمد علی کی تحقیقات۔ بابیوں کی خونی داستان۔ باب کی آخری ساعت۔ اور دیگر بہت سے مفید معلومات فراہم کئے گئے ہیں۔ بابیوں کی دعوت کا طریقہ بھی بتایا ہے اور بابیت اور بہائیت نتائج کا ذکر کرنے کے ساتھ مختلف مصنفین کی آراء نقل کی ہیں۔ ان تمام مضامین سے کتاب کی اہمیت ظاہر ہے۔ ہمارے خیال میں بانی مصنف نے اس چھوٹے سے رسالہ کے ذریعہ سے اسلام کی بہت بڑی خدمت سرانجام دی ہے۔ شروع میں بہائی مذہب کی کتابوں اور دوسرے لوگوں کی تصنیفات کی جن سے اس مذہب کا حال معلوم ہو سکتا ہے فہرست دی گئی ہے۔ جس سے اس کتاب کی قدر و قیمت اور بھی بڑھ گئی ہے اور لایق مصنف کی محنت اور عرق ریزی کا پتہ لگتا ہے۔ سب سے زیادہ مفید بات یہ ہے کہ انجمن تبلیغ الاسلام رنگون نے اس کتاب کو چھپوا کر مفت تقسیم کیا ہے۔ جن لوگوں کو بہائی لٹریچر سے واقفیت حاصل کرنا منظور ہو وہ اس کتاب کو ضرور منگوا کر پڑھیں و مفت تقسیم کریں +

پنجاب میں بعض اچھوت قومیں

یہ کتاب انفرمیشن بیورو پنجاب نے $\frac{20}{8}$×$\frac{26}{}$ کے ۹۰ صفحات پر چھپوا کر شایع کی ہے۔ جس میں پنجاب کی بعض اچھوت اقوام کے جو جرایم پیشہ کہلاتی ہیں مفصل حالات درج کئے گئے ہیں اور ان کی ابتدا اور موجودہ حالت کا ذکر کرتے ہوئے بتایا ہے۔ کہ یہ تمام اقوام ہندو سوسائٹی کی اعلےٰ ذاتوں میں سے نکلی ہوئی ہیں۔ جنگلوں کی زندگی اور ہر قسم کے ذرایع سے محروم ہونے کی وجہ سے وحشت و بربریت کا جامہ انہوں نے پہن لیا اور جرایم پیشہ بن گئے ہیں۔ سانسی۔ بیٹے اور ہاڑی اقوام کا بالخصوص ذکر کیا اور ان کی موجودہ وحشیانہ زندگی کو تصاویر کے ذریعہ سے واضح کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ان اصلاحی کوششوں کا بھی ذکر کیا ہے جو گورنمنٹ اور مختلف مذہبی جماعتوں کی طرف سے عمل میں آئی ہیں۔ اور مختلف حالات کے فوٹو دیئے گئے ہیں۔ قیمت فی جلد ۸ر۔ انفرمیشن بیورو پنجاب لاہور

المنطق

مولوی نورالدین صاحب قاری کاشمیری اول مدرس عربی سٹیٹ ہائی سکول سرینگر نے اس مختصر رسالہ میں جو $\frac{18}{}$×$\frac{22}{}$ کے ۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ علم منطق کے اصول و قواعد کو نہایت سلیس پیرایہ میں لکھا ہے۔ جن حضرات کو منطقی قواعد اور اصطلاحات پڑھنے اور استعمال کرنے کا شوق ہے۔ وہ اس رسالہ سے فایدہ اٹھا سکتے ہیں۔ قیمت ۳ر۔ مصنف سے یا مہتمم تصنیفات احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے طلب کیجئے +

جامع الدعوات

یہ رسالہ بھی مولوی محمد نورالدین صاحب قاری کی تصنیف ہے۔ اس میں تمام ان اسلامی دعاؤں کو جمع کیا گیا ہے۔ جو ایک مسلمان کو اٹھتے بیٹھتے۔ سوتے جاگتے۔ سفر اور حضر غرض تمام حالات زندگی میں کرنی چاہئیں۔ رسول اللہ صلعم ہمیشہ ہر حالت میں ہر کام کے آغاز کے وقت دعا فرمایا کرتے تھے۔ اس لئے ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ کہ آپ کے اسوہ حسنہ کی پیروی کرے۔ اور ایسی دعاؤں کو سیکھے اور یاد کرے۔ مولوی قاری نورالدین صاحب کو اللہ تعالےٰ جزائے خیر دے کہ انہوں نے مسلمانوں کی اس ضرورت کو پورا کیا۔ کتاب زیر ریویو $\frac{20}{}$×$\frac{22}{}$ کے ۸۴ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ قیمت فی جلد ۳ر۔ پتہ۔ مولوی نورالدین صاحب قاری زینہ دار محلہ سرینگر۔ کشمیر

مولوی صدرالدین صاحب کے متعلق

جیسا کہ احباب کو علم ہوگا حضرت مولوی صدرالدین صاحب برلن روانہ ہو چکے ہیں اور انشاء اللہ تعالےٰ ۲۴ مئی ۱۹۲۵ء کو بروز اتوار ۸ بجے صبح پنجاب میل میں لاہور پہنچیں گے۔ ان احباب کی خدمت میں جو تشریف لا سکیں درخواست ہے کہ وہ ازراہ مہربانی اس مجاہد فی سبیل اللہ کی زیارت و ملاقات اور استقبال کیلئے تشریف لائیں اور دینی جلسہ کو رونق بخشیں۔ الخ

احمدی خواتین کیلئے

بیٹی کا جہیز

گزشتہ اشاعت میں ہم نے لڑکیوں کی تعلیم کے مسئلہ کی طرف اپنی محترمہ خواتین کی توجہات کو منعطف کیا تھا جس پر امید ہے کہ ہماری بہنیں بہت جلد اپنے پاکیزہ خیالات کا اظہار کریں گی۔

اس قسم کا ایک ضروری مسئلہ لڑکیوں کے جہیز کا ہے جو بہت سی ماؤں کو دن رات پریشان رکھتا ہے یہ بھی دراصل اس عام جہالت کا نتیجہ ہے۔ جو ہمارے گھروں کے اندر پائی جاتی ہے۔ لڑکیوں کا بہترین جہیز اگر کوئی ہو سکتا ہے تو وہ ان کی اچھی تعلیم اور حسن تربیت ہے۔ اسکے بغیر خواہ لاکھ روپیہ کا جہیز دیا جائے ہرگز سودمند نہیں ہو سکتا۔ اس حقیقت کو سید ظہور احمد صاحب وحشی شاہجہانپوری نے ذیل کے قصہ کی صورت میں بیان کیا ہے جو امید ہے کہ ہماری بہت سی بہنوں کے لئے دلچسپی اور فائدہ کا موجب ہوگا۔

سید محمد رفیق جتنے خاموش ہیں اتنے ہی گویا۔ جتنے ظریف ہیں اتنے ہی سنجیدہ۔ اور جتنے سادہ لوح ہیں اس سے کہیں بڑھ کر دانشمند ہیں۔ انہیں بہت پسند کرتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ وہ ایک ماہر سائیکالوجی سے زیادہ فطرت انسانی سے واقف ہیں اور بڑے بڑے مصلحین قوم سے بڑھ کر اپنی معاشرت کا صحیح علم رکھتے ہیں۔ آج سے بیس سال پہلے شادی کے تیسرے سال ان کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی چونکہ پہلی اولاد تھی۔ گھر کی سب چھوٹے بڑے کچھ زیادہ خوش نہیں ہوئے وہ چاہتے تھے کہ لڑکا پیدا ہو۔ سید صاحب اس معاملہ میں خاموش تھے۔ لیکن تین چار دن کے بعد جب انہوں نے لڑکی کی صورت دیکھی تو ان کی خاموشی شگفتگی سے بدل گئی۔ میں نے پوچھا سید صاحب یہ کیا بات ہے؟ کیا خون نے جوش مارا؟ فرمانے لگے یہ بات نہیں ہیں صرف یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ قدرت نے اگر لڑکی دی ہے تو اسے جہیز کے ساتھ بھیجا ہے یا خالی ہاتھ۔ خدا کا شکر ہے کہ لڑکی جہیز ساتھ لیکر آئی ہے۔ اور اسی لئے میرے تفکرات ختم ہو گئے۔ کیونکہ جو لڑکیاں قدرت سے جہیز لیکر نہیں آتیں۔ ان کے والدین بڑی مصیبت میں پڑ جاتے ہیں۔ تمام عمر کی کمائی بیٹی داماد کو دے ڈالتے ہیں۔ پھر بھی کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ میں نے کہا حضرت قدرت کونسا جہیز رکھتی۔ کونسا زیور اور کون سے ظروف لڑکی کے ہمراہ کرتی ہے؟ سید صاحب نے فرمایا کہ قدرت کا جہیز ان خرافات پر مشتمل نہیں ہوتا۔ اچھی صورت اور اچھا دماغ قدرت کا ایسا بیش قیمت جہیز ہے جس کے مقابلہ میں تمام دنیا کے جواہرات اور زیور ہیچ ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ میں "قرۃ العین" (نورِ دیدہ بچی کا نام) کی صورت سے تو مطمئن ہو گیا۔ اب رہا دماغ تو اس کا حال ہوش سنبھالنے کے بعد معلوم ہوگا۔ لیکن اس کی روشن آنکھیں۔ چمکدار پیشانی اور چہرہ کی لطافت بتا رہی ہے کہ وہ ضرور ذہین اور طباع ہوگی۔

پانچ سال کا زمانہ چشم زدن میں ختم ہو گیا۔ سید صاحب کی والدہ ہمشیرہ اور خاصکر بیوی کے تقاضے ہو رہے ہیں۔ کہ صاحب تمہیں کچھ خیال نہیں۔ لڑکی ذات لمحوں میں جوان ہوتی ہے۔ قرۃ العین کو خیر سے چھٹا سال ہے۔ لیکن نہ اس کے کانوں میں بالیاں ہیں نہ گلے میں چمپا کلی۔ آخر ہو نا کیا ہے۔ ستر روپیہ مہینے کی آمدنی اور جہیز کا خرچ بھلا ایک دم اور ایک دن میں کہاں سے آ جائیگی۔ لیکن سید صاحب ان کے مطالبات کے جواب میں صرافہ کی طرف قدم اٹھانے یا سنار کی دکان پر جانے کی بجائے ایک تجربہ کار استانی کو دس روپیہ ماہوار پر ملازم رکھتے ہیں اور قرۃ العین کو ۴ گھنٹے کے لئے ان کے سپرد کر دیتے ہیں۔ پانچ سال کے بعد جب لڑکی گیارھویں سال میں قدم رکھتی ہے تو نہ صرف قرآن ازبر یاد ہے۔ بلکہ اردو نوشت و خواند اور حساب میں بھی پوری مہارت حاصل ہے۔ جو کتاب پڑھتی ہے۔ نہایت صاف ستھری رہتی ہے۔ شرم و حیا۔ ادب۔ تمیز۔ تہذیب۔ شائستگی کا مجسم نمونہ ہے۔ اب سید صاحب اسے باورچی خانہ کا انتظام سپرد کرتے ہیں۔ دو سال پھر کے بعد اسے سینے پرونے کی باقاعدہ تعلیم دی جاتی ہے۔ چودھویں سال سید صاحب بیوی سے خانہ داری کا چارج قرۃ العین کو دلوا دیتے ہیں۔ اب کیا ہے جس طرح ایک تعلیمیافتہ ہوشیار منیجر کسی کارخانہ کو فروغ دے سکتا ہے اسی طرح قرۃ العین گھر کو سنبھال لیتی ہے۔ چند روز میں حالت کچھ سے کچھ ہو جاتی ہے۔ ہر چیز سے سلیقہ مندی ظاہر ہوتی ہے۔ ہر بات میں تمیز و تہذیب کے آثار پائے جاتے ہیں۔ گھر کے چھوٹے بڑے محلہ اور کنبہ کا ہر شخص قرۃ العین کا ثنا خوان ہے۔ جابجا تذکرے ہو رہے ہیں کہ لڑکی کیسی مقبول صورت اور فرشتہ سیرت ہے کیسی اچھی پرواز ہے۔ لڑکوں کی مائیں تمنا کرتی ہیں کہ انہیں قرۃ العین سی بہو ملے۔ اونچے اونچے گھروں میں خیالات ظاہر کئے جا رہے ہیں کہ صاحب ہمیں نہ بھاری جہیز کی ضرورت ہے اور نہ جائداد کی۔ خدا نے ہمیں سب کچھ دے رکھا ہے۔ ہمیں تو فقط آدمی کی ضرورت ہے۔ قرۃ العین سی لڑکی کہاں نصیب ہو سکتی ہے۔ ماشاء اللہ صورت میں حور۔ سیرت میں فرشتہ۔ ایسی تعلیمیافتہ اور ایسی ہنرمند۔

رفتہ رفتہ خیالات عملی صورت اختیار کرتے ہیں۔ پیاموں کی بھرمار ہوتی ہے۔ سید گوہر علی زمیندار اپنے صاحبزادہ کے لئے سید مجتبیٰ حسین ڈپٹی کلکٹر اپنے چھوٹے صاحبزادہ کے لئے۔ میر ولایت علی ڈپٹی انسپکٹر مدارس اپنے بھتیجے کے لئے۔ شیخ عبداللطیف ریلوے انجنیئر اپنے بیٹے کے لئے۔ ایک بیوہ اپنے نوجوان بچے کے لئے جس نے امدادی وظائف سے بی اے کیا ہے۔ اور اب کے سال قانون کا آخری امتحان دینے والا ہے۔ درخواست کرتی ہے۔ تمام کنبہ میں اختلاف رائے ہے۔ کوئی ڈپٹی صاحب کو ترجیح دیتا ہے کوئی انجنیئر صاحب کو لیکن دنیا سے نرالی سمجھ والے سید محمد رفیق اس غریب بیوہ کی درخواست قبول کرتے ہیں جس کے پاس نہ رہنے کو گھر ہے اور نہ خرچ کرنے کو روپیہ۔ سید صاحب کی اس رائے سے گھر کے چھوٹے بڑے نہایت خفا ہوتے ہیں۔ اور قرۃ العین کی تقدیر کو رو بیٹھے ہیں۔

سید محمد ذکی آخری امتحان میں کامیاب ہو کر اپنے وطن میں آ گئے۔ ان کا خیال تھا کہ سال دو سال پریکٹس میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد معمولی دھام سے شادی کریں گے۔ لیکن جب سید صاحب کو یہ حال معلوم ہوا تو انہوں نے سخت مخالفت کی اور کسی اہتمام کے بغیر جلد سے جلد اس فرض سے سبکدوشی کی رائے دی۔ چنانچہ ایک مناسب تاریخ مقرر کر کے دونوں جانب کے احباب و اعزہ کو اطلاع دی گئی۔ اور قرۃ العین کا نکاح ہو گیا۔ لوگ سمجھتے تھے کہ یہ صرف نکاح کی تقریب تھی اور رخصت پھر ہوگی۔ لیکن سب حیران رہ گئے۔ جب سید صاحب نے بیٹی کو رخصت بھی کر دیا۔ انہوں نے بیٹی کو کچھ جہیز نہیں دیا۔ چلتے وقت ہزار روپیہ کی رقم داماد کے حوالے کی اور نہایت عاجزی کے ساتھ کہا کہ تمہارے نصیب کا جو کچھ تھا وہ یہی ہے۔ اب اسے جہیز سمجھو یا اپنا حق جیسا کرو۔ محمد ذکی نہایت روشن خیال اور سلجھی ہوئی طبیعت کا نوجوان تھا اس نے سید صاحب کے طریق عمل کو نہایت پسند کیا۔ اور بیوی کو لیکر خوش خوش اپنے گھر واپس گیا۔

ایک ہفتہ ہی میں سید محمد ذکی اور ان کی والدہ کو معلوم ہو گیا کہ ان کے گھر میں بہو نہیں بلکہ ساری دنیا کی دولت آ گئی ہے جانبین کی مسرت و طمانیت کی کچھ انتہا نہیں تھی۔ محمد ذکی کی پریکٹس کو آج تیسرا سال ہے۔ ان کی آمدنی پانچ چھ سو ماہوار ہے۔ زندگی نہایت آرام و اطمینان سے بسر ہو رہی ہے۔ میاں بیوی میں ایسا اتحاد ہے کہ کنبہ برادری کے لوگ اسکی مثال دیتے ہیں۔

اس واقعہ کے بعد ایک دن سید صاحب سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ ماں بیٹی کو بہتر سے بہتر یہی جہیز دے سکتے ہیں کہ اس کی تعلیم و تربیت کا معقول انتظام کریں۔ اور پھر انتہائی عاقبت اندیشی کے ساتھ اسکے لئے شوہر انتخاب کریں۔ میں دعوی کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اگر میں قرۃ العین کی تعلیم و تربیت کا اور ایک اچھے گھر میں اسکی شادی کا انتظام نہ کرتا تو لاکھوں روپیہ کا جہیز دینے پر بھی وہ اسقدر خوش نہیں رہ سکتی تھی جس قدر خدا کے فضل سے آج خوش ہے۔

دشمنان اسلام یا مولویان دیوبند

اے چشم اشکبار ذرا دیکھ تو سہی
یہ گھر جو بہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

۸ رجب ۱۳۵۴ھ کو مولوی محمد مرتضی حسن صاحب ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند کی طرف سے ایک اشتہار بعنوان "مرزائیت کا خاتمہ" شائع ہوا تھا جس میں ہدایت تھی کہ مسلمان اس اشتہار کو چھاپ چھاپ کر مرزائیوں میں خوب تقسیم فرمائیں اور جواب لیں چنانچہ اس ہدایت کے مطابق مولوی صاحب کا ایک لاہوری مرید مسمی اللہ رکھا سوداگر ریشم اس اشتہار کو اپنی طرف سے چھپوا کر آئے دن تقسیم کرتا رہتا ہے۔ معلوم نہیں مرزائیوں نے اسکا کوئی جواب دیا ہے یا نہیں بہرحال اسکی ذمہ داری اس کے سر ہے اس اشتہار کا مفاد علاوہ اس بدزبانی کے جو دیوبندی علماء کا طرۂ امتیاز ہے آپ ہی کے الفاظ میں یہ ہے

مرزا صاحب کا دعوی ہے کہ مجھ کو وہ معارف قرآنیہ دیئے گئے جس کی نظیر امت میں نہیں ملسکتی۔ (مسیح موعود ہی جو ہوئے) اور جو دولت حضرت عیسی علیہ السلام مسلمانوں کو تقسیم فرمائینگے۔ اور لوگ لیتے لیتے تھک جائینگے اور مال و دولت کے لینے سے انکار کرینگے وہ دنیاوی مال و دولت نہیں جس کو فتنہ فرمایا گیا ہے۔ یہ دولت وہی معارف قرآنیہ اور علوم دینیہ ہیں جس کو مرزا صاحب تقسیم کرتے ہیں اور مسلمان اسے قبول ہی نہیں کرتے۔ (معارف قرآنیہ ہوتے تو مسلمان ضرور قبول کرتے معارف شیطانیہ کو مسلمان کب قبول کر سکتے ہیں)

مولوی صاحب کا یہ دعوی جہاں تک میں خیال کرتا ہوں ایک حد تک درست معلوم ہوتا ہے۔ غریب مرزا صاحب یا ان کے پیرو مولوی نور الدین مرحوم اور مولوی محمد علی وغیرہم معارف قرآنیہ کو بمقابلہ دیوبندی علماء کے کیا سمجھ سکتے ہیں۔ بلکہ میں یہ کہوں گا کہ جو معارف قرآنیہ دیوبندی علماء اور ان کے حواری سمجھتے ہیں۔ امت محمدیہ تو در کنار خود محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی نہیں سمجھ سکے۔ پھر مرزائیوں کی کیا طاقت ہے کہ دیوبندی علماء کو منہ دکھا سکیں۔ اگر ہم علماء دیوبند کی تعریف میں جناب مولوی ظفر علی خان صاحب کے اشعار تھوڑے سے تصرف کے ساتھ بطور مدح عرض کریں تو بیجا نہ ہوگا۔

نہیں نکلا ہے کچھ بھی کم ترے دیوبند
جسے دیکھو وہی بادن گزا ہے
ہوا نیتار مذہب کا پزاوہ
مگر جھگڑا وہی ڈیڑھ اینٹ کا ہے
خدا کو چھوڑ بیٹھے شیخ و ملا
بڑا شیطان گھر گھر تج رہا ہے
کوئی کرتا ہے دعوی شریعت
مگر رکھتا طریق اشقیا ہے
کوئی کہتا ہے قرآن ہے مکمل
مگر رجم اس سے باہر رہ گیا ہے
ٹھٹک کر رہ گیا ہے پیکر عقل
تماشا پتلیوں کا ہو رہا ہے

حال ہی میں علماء دیوبند نے جو معارف قرآنیہ وقتاً فوقتاً بیان فرمائے ہیں بطور مشتے نمونہ خروارے عرض کئے جاتے ہیں۔

اول۔ الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما کو قرآن مجید کی آیت بیان کیا جاتا ہے جو قرآن مجید میں درج نہیں مگر کہا جاتا ہے مرفوع التلاوت ہے اور حکم باقی ہے۔ یہ ہیں معارف قرآنیہ دیوبندیہ

الف۔ اس مفروضہ آیت میں زانی کو رجم کرنے کا حکم ہے مگر مرتد کے رجم پر استدلال کیا گیا ہے۔

ب۔ آیت مذکورہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے پیش کیجاتی ہے مگر صحیح بخاری میں درج ہونے سے اس قول کو حدیث کا درجہ دیا جاتا ہے سبحان اللہ کیا دیدہ دلیری اور کیا مولویت ہے۔

(ج) (۱) اس کے متعلق حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے الفاظ پیش نہیں کئے گئے عجیب سینہ زوری ہے۔

(۵) کوئی ایسی حدیث نہیں بیان کی گئی جس سے مرفوع التلاوۃ اور قرآن مجید میں درج نہ کرنے کی ممانعت کا حکم ہو۔

(۲) قرآن عزیز میں تین قسم کے نسخ جاری ہونے بیان کئے گئے ہیں۔ مگر ان کی نسبت کوئی حدیث یا آیت بیان نہیں کی گئی۔

قسم اول یہ ہے تلاوت اور حکم دونوں کا منسوخ ہونا۔ شاباش اے دیوبندی مولویو شاباش۔ واہ وا۔ کیا عقل و دانش فہم و ذکا ہے ماشاء اللہ اسکو سوائے دیوبندی علماء کے کوئی اور شخص قیامت تک نہیں سمجھ سکتا۔ یہ ہی معارف قرآنیہ ہیں جن پر علماء دیوبند کو ناز ہے۔

(۳) دوسری قسم حکم کا منسوخ ہونا اور تلاوت باقی رہنا ہے کے ثبوت میں آیہ ما ننسخ من آیۃ او ننسہا نات بخیر منہا او مثلہا اور واذا بدلنا آیۃ مکان آیۃ کو پیش کیا جاتا ہے۔ اگر دیوبندی مولویو کے معانی اور تفسیر کو صحیح تسلیم کیا جائے تو توریت و انجیل کے منسوخ ہونے کا حکم کہاں سے لایا جائے گا۔ واہ رے دیوبندی مولویو۔ قرآن کے معارف آپ خوب سمجھے ہیں۔ کیا خدا تعالے کو معلوم نہ تھا کہ اس پیغمبر کو جو حکم میں دیتا ہوں کل کو اسی پیغمبر کی اس کتاب میں سے جس کو میں خود قول فیصل کہتا ہوں اپنا حکم منسوخ کرنا پڑے گا۔ جناب مولوی کفایت اللہ صاحب صدر جمعیت العلماء ہند کو چاہیے کہ تمہاری عقل کے ناخن لیں تاکہ تمہارے حواس درست ہوں۔

(۴) انک میت وانہم میتون کی تفسیر سے حیات النبی ثابت کیا جاتا ہے جس سے حضرت ابوبکر صدیق خلیفہ اول کی تغلیط ہوتی ہے مگر دیوبندیوں کو اس سے کیا واسطہ وہ تو اپنے معارف قرآنیہ بیان کرکے ہی رہینگے۔ جزاک اللہ خسر الدنیا والآخرہ ذالک ہوالخسران المبین۔

(۵) انکم ظلمتم انفسکم باتخاذکم العجل فتوبوا الے بارئکم فاقتلوا انفسکم دیوبندی مولوی صاحب فرماتے ہیں فاقتلوا انفسکم من انفسکم کے معنے وہی ہیں جو ثم انتم ہؤلاء تقتلون انفسکم کے ہیں۔ اور قتل کی اپنی اصلی اور حقیقی معنی سے مراد ہے۔ کیوں نہ ہو آخر دیوبندی علم ہے نہ۔ اتنا نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالے کسی کو خودکشی کا حکم نہیں دیتا۔ ان مولویوں کو دونوں آیات کا بیّن فرق نظر نہیں آتا۔ انفسکم کی تفسیر کرتے ہیں کہ اپنے آدمیوں کو قتل کرو۔ مگر قرآن مجید ان کو ذبل کے حکم سے معاف فرماتا ہے جو اس آیت سے پہلے موجود ہے۔ مگر مولوی صاحب کے معارف قرآنیہ کو دیکھئے کہ اس آیت کو بغیر ڈکار کے ہضم کر جاتے ہیں۔ واذ واعدنا موسیٰ اربعین لیلۃ ثم اتخذتم العجل من بعدہ وانتم ظالمون ۰ ثم عفونا عنکم من بعد ذالک لعلکم تشکرون ۰ اور نہیں خیال کرتے کہ اگر قتل کرانا ہی مقصود باری تھا تو پھر معاف کیا کیا گیا۔

(۶) لااکراہ فی الدین کی تفسیر حواریان دیوبندیان یوں فرماتے ہیں کہ یہ غیر مسلمانوں کے لئے ہے۔ یعنی کسی غیر مسلم پر جبر نہ کرو مگر مسلمانوں پر جبر کرو۔ اللہ اللہ کیا معارف ہیں۔

اگر اس مضمون کے پڑھنے کے بعد بھی میاں اللہ رکھا صاحب سوداگر پشم نے دیوبندیوں کی قرآن دانی کو معلوم کرنا چاہا تو ہم انشاء اللہ آئندہ نہایت وضاحت سے ان کے قرآنی معارف کے پرخچے اڑا دینگے۔ فی الحال میاں اللہ رکھا صاحب سوداگر پشم نے کہتے ہیں کہ انہوں نے مولوی مرتضیٰ حسن کے اشتہار چھاپنے میں کیوں خواہ مخواہ اپنے سر پر بار طباعت ڈال رکھا ہے اس سے تو مرزائیوں کی پشم بھی کندہ نہیں ہوئی چنانچہ حال ہی میں زمیندار نے لکھا ہے کہ عبدالمالک صاحب رئیس گجرات نے جو سید عطاء اللہ شاہ صاحب کے دوست ہیں بھرے جلسہ میں مرزائیت قبول کی ہے جس پر زمیندار کے مدیر اور کارپرداز نے حضرت شاہ صاحب موصوف سے استدعا کی ہے کہ گجرات جاکر عبدالمالک صاحب کو اس ابتلا سے بچائیں کیا مولوی محمد مرتضیٰ حسن صاحب اسی پر مرزائیت کا خاتمہ کر رہے ہیں مجھے اس مضمون کے لکھنے کی ضرورت نہ تھی مگر میاں اللہ رکھا صاحب سوداگر پشم کی تسلی اور آئندہ کی تکلیف اور زیر باری کو بچانا مقصود ہے۔ نیز اپنے پرانے مطالبات کا تقاضا مطلوب ہے۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

(خاکسار زیرک شاہ۔ ۱۷ مئی سنہ ۱۹۲۵ء)

نطشے اور مسیحیت

مسیحیت کے متعلق نطشے کے خیالات بیان کرنے کے قبل یہ مسئلہ غور طلب نہیں کہ ایک نہیں متعدد فلسفیوں نے مسیحی مذہب پر حملے کئے اور اس کے خلاف رسالے لکھے مگر یورپ برافروختہ نہیں ہوا۔ لیکن جب نطشے مسیحیت پر اعتراض کرتا ہے تو کیوں یورپ چراغ پا ہو جاتا ہے اور دنیائے مسیحیت میں ایک تہلکہ مچ جاتا ہے۔ ہیوم۔ کینٹ۔ لمارک۔ اسپنسر۔ ڈاروِن سب کے سب دین مسیحی کے خلاف تھے اور ان کے نظریوں نے مسیحیت کی اینٹ سے اینٹ بجادی تھی۔ مگر ان میں سے کسی کو مجنون و مخبوط الحواس نہیں کہا گیا آخر نطشے کے اعتراضات میں کیا خصوصیت تھی کہ یورپ نے اس کو دیوانہ اور پاگل کے لقب سے پکارا۔

حقیقت یہ ہے کہ نطشے سے پہلے مسیحیت پر جتنے اعتراضات کئے گئے وہ اس کے ارکان عقائد اور عبادات کے متعلق تھے اور کسی نے اب تک اسکی اخلاقیت میں ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ چونکہ اس قسم کے اعتراضات آئے دن تقریباً تمام مذاہب پر ہوتے رہتے ہیں اسلئے یورپ نے ان کو نا قابل التفات سمجھا۔ لیکن نطشے کو مسیحیت کی مذہبیت سے کوئی غرض نہ تھی اس نے صرف مسیحیت کی اخلاقیت پر حملہ کیا اور یہ حملہ کارگر ثابت ہوا۔ علمبرداران مسیحیت کو اپنے مذہب کی اخلاقیت پر ناز تھا۔ نطشے کے حملوں نے انکا غرور توڑ دیا اور وہ مجسمۂ غیظ و غضب ہوگئے چنانچہ نطشے اپنی مشہور کتاب [illegible] میں لکھتا ہے :-

> "مسیحیت پر اب تک جتنے حملے کئے گئے وہ نہ صرف بزدلانہ تھے بلکہ غلط بھی۔ جب تک مسیحی اخلاقیت کو دنیا کا بدترین جرم قرار نہیں دیا گیا تھا۔ حامیان مسیحیت کو اطمینان تھا۔ مسیحی مذہب کی اخلاقیت کی قدر و قیمت کا مطالعہ کئے بغیر اسکی حفاظت و صداقت کے متعلق سوال کرنا میرے موضوع بحث سے باہر ہے خواہ یہ سوال وجود باری کی بابت ہو خواہ دین عیسوی کی ابتدا کی بابت ہو۔ اصل سوال یہ ہے کہ مسیحیت کی اخلاقیت کسی کام بھی ہے یا صرف خطرناک ہی ہے ہر چند کہ اس کا نفاذ تقدس کے پیرایہ میں ہو۔"

یورپ کے غیظ و غضب میں اشتعال پیدا ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہوئی کہ نطشے ایک ایسے خاندان میں پیدا ہوا جو کئی پشت سے پادریوں کا خاندان تھا۔ حامیان مسیحیت کو قدرتی طور پر یہ توقع ہوگی کہ یہ ہونہار لڑکا آگے چلکر اپنے آبائی مذہب کا پشت و پناہ ہوگا۔ مگر وہ خلاف امید مسیحیت کا دشمن نکلا جس نے پادریوں راہبوں اور مذہبی پیشواؤں کے رازہائے سربستہ کو فاش کردیا۔

مخالفت کی ابتدا

نطشے کے دل میں مذہبیت کی طرف سے بدظنی اسیوقت پیدا ہوئی جب کہ وہ بون یونیورسٹی میں پڑھتا تھا۔ کیونکہ اسی زمانہ میں (۱۸۶۵ء) "ایسٹر" کی مذہبی تقریب میں اس نے شرکت کرنے سے قطعی انکار کردیا۔ اور اپنی بہن الیزبتھ نطشے کو یہ خط لکھا کہ اگر تم یہ روحانی اطمینان و مسرت چاہتی ہو تو اپنے مذہب پر قائم رہو اور اگر حق کی حامی ہونا چاہتی ہو تو تحقیق و تفتیش کرو۔ نطشے جب بون یونیورسٹی چھوڑکر لیپسک یونیورسٹی میں داخل ہوا تو اسے شوپن ہار کی تصنیفات کا مطالعہ کرنا پڑا۔ اسکی مشہور کتاب

نے نطشے کے خیالات میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کردیا اور مسیحیت کی جانب سے اسکی بدگمانی اور مستحکم ہوگئی۔ اس کے پہلے جرمن فلسفی ڈیوڈ اسٹراز اور فرانسیسی فلسفی رینن کی کتابیں "حیات مسیح" کے نام سے شائع ہو چکی تھیں جن میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے ارشادات و ہدایات کو وحی و الہام سے کوئی تعلق نہیں۔ ڈاروِن کی کتابیں مشہور خاص و عام ہوچکی تھیں۔ کینٹ اور لمارک کی تصنیفات مقبول خلائق ہو چکی تھیں۔ نطشے ان کے عالمگیر اثرات سے کیونکر محفوظ رہ سکتا تھا۔ رفتہ رفتہ وہ مسیحیت کا سخت مخالف ہو گیا۔ اور اپنی ساری کوششیں اس کے استیصال میں صرف کردیں۔ نطشے اب دیگر فلسفیوں مسیحیت کی نقل و روایت کی بجائے فہم و درایت پر اعتماد کرتا تھا۔ فرق صرف یہ تھا کہ اوروں نے مسیحی عقائد و ارکان کی تحقیق میں روایت کو دخل دیا۔ اور اس نے مسیحیت کے قوانین اخلاق کی تحقیق میں درایت سے کام لیا۔ نطشے جس کا اصل مقصد یہ تھا کہ قوانین اخلاق کا ایک ایسا مجموعہ تیار کرے جو لوگوں کے لئے لائحہ عمل، دستور کار اور مشعل ہدایت کا کام دے اور جس پر عمل کرنے سے افراد انسانی کے دل و دماغ سے پست خیالی و کم ہمتی دور ہو جائے اور ان میں بلند حوصلے اور اعلیٰ جذبات پیدا ہوں۔ وہ ان سوالات کو دوراز کار سمجھتا تھا کہ خدا ایک ہے یا تین۔ حضرت مسیح علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں یا نہیں۔ انجیل خدا کا کلام ہے یا انسان کا۔ اسکے دل میں جو خلش تھی وہ یہ تھی کہ کیا مسیحیت اپنی موجودہ اخلاقیت سے بنی آدم کی حالت کو سدھار سکتی ہے یا نہیں؟ اور مسیحی اخلاقیت نے اشیاء عالم کی جو قدر و قیمت معین کی ہے وہ صحیح ہے یا نہیں؟ نطشے ان سوالات کا جواب پرزور نفی میں دیتا ہے۔ نطشے مسیحی اخلاقیت پر مختلف پہلوؤں سے اعتراض کرتا ہے۔

مسیحیت اور انتخاب طبعی

نطشے نے ارتقائیین سے ایک قدم آگے بڑھکر یہ دعویٰ کیا کہ اشیاء عالم میں تنازع للبقا اور کشمکش حیات نہیں بلکہ تنازع للقوۃ جاری ہے۔ دنیا کی چیزیں صرف زندہ رہنے کے لئے نہیں کہ یہ پست خیال ہے بلکہ زور و قوت کے حصول کے لئے سرگرم کار ہیں۔ اور انتخاب طبعی کا اقتضا یہ ہے کہ وہ تمام چیزیں جو ضعف اور کمزوری پیدا کریں اور زور و قوت کے حصول میں سنگ راہ ہوں خود بخود فنا ہو جائینگی اور اگر آسانی سے فنا نہ ہوں تو وجدان سلیم کا مطالبہ یہ ہے کہ ان کو زبردستی فنا کردیا جائے کیونکہ اندیشہ ہے کہ کارآمد اور مفید اشیاء بھی ان کے اثر سے متاثر ہوکر تباہ و برباد ہو جائینگی۔

نطشے نے انجیل کا مطالعہ کیا اور ہر جگہ یہی پایا کہ کمزوروں اور ناکاروں کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور مختلف طریقوں سے ان کی ہمت افزائی کیگئی ہے۔ اور ان کے مقابلہ میں پرزور اور لائق ہستیوں کی دھجیاں اڑائی گئی ہیں۔ مثال کے طور پر اس نے انجیل سے متعدد اقتباسات بھی اپنی کتاب "جینیالوجی آف مورلس" میں درج کئے گئے ہیں۔ ان میں سے بعض یہ ہیں :-

> "(۱) صرف بدنصیب غریب اور نیچے طبقے کے لوگ اچھے ہیں (۲) صرف غربت زدہ، محتاج، بیمار اور بدصورت اشخاص مقدس ہیں اور ان پر خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے (۳) مغرور اور خوددار لوگ برے ہیں۔ ظالم ہیں ملحد ہیں اور ہمیشہ کے لئے رحمت الٰہی سے محروم ہیں۔ اور ان پر خدا کی پھٹکار برستی ہے (۴) غریبوں پر خدا کی خاص رحمت ہے اور بہشت کی بادشاہت ان ہی کو ملیگی (۵) آہ و زاری اور گریہ و بکا کرنے والوں پر برکت نازل ہوتی ہے اور کمزوروں ہی کو آخرکار دنیا کی حکومت ملیگی۔"

اسلئے قدرتی طور پر نطشے کی رائے میں انتخاب طبعی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ مسیحیت معلوم ہوئی جسکی اخلاقیت درحقیقت کمزوروں کی حمایت سے عبارت ہے۔ نطشے مسیحیت کو انتخاب طبعی کا نقیض سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ مسیحی اخلاقیت انسان کو نکما اور اپاہج بنانے کا ایک زبردست ذریعہ ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے :-

> "اگر بیمار اور کمزور شخص کی منزلت وہی ہو جو صحیح و تندرست کی ہے تو پھر ارتقا کی قدرتی راہ مسدود ہو جائیگی اور خلاف فطرت چیز قانون بنجائیگی۔ قدرت کا اقتضا یہ ہے کہ کمزور بوسیدہ اور ناکارے لوگ فنا ہو جائیں لیکن مسیحیت خاصکر ایسے ہی لوگوں کی حمایت کا ذمہ لیتی ہے مسیحیت کمزوروں اور اپاہجوں کی اس تعداد کو مستحکم کرتی ہے جو ان کو ایک دوسرے کی حفاظت و اعانت کی تعلیم دیتی ہے۔ جو شخص ایسی تعلیم کو خلاف اخلاق اور زندگی کے لئے مضر سمجھے وہ بھی دراصل پست خیال ہے۔ نوع انسان کی خالص اور بے لوث محبت کا مطالبہ یہ ہے کہ افراد انسانی اسکی خاطر قربانی کریں۔ بے شبہ یہ محبت ایک کٹھن اور دشوار چیز ہے۔ کیونکہ یہ انسانی قربانی کی طالب ہے۔"

بقیہ صفحہ اول

اس کے صفحہ اول کے آخری نصف کالم میں ہمارے مشن کا ذکر ہے برلن مسجد کی تصویر دی ہوئی ہے - اور ایک طویل مضمون اس کی بحث میں ہے جس میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور اور حضرت مولانا صدرالدین صاحب کے کارہائے نمایاں کا ذکر ہے - انگلستان میں جو عدیم المثال خدمات اسلام حضرت مولانا صدرالدین صاحب نے کی ہیں - ان کا بھی تذکرہ ہے - اس پرچہ کے اوپر کسی ترک صاحب نے اپنے ہاتھ سے لکھ کر تین چٹیں چسپاں کردی ہیں - سب سے اوپر صدق اللہ العظیم - اس سے نیچے موٹے حروف میں انما المومنون اخوۃ اس کے نیچے ایک ترک رباعی ہے جس سے غالباً مسجد برلن کی تاریخ تعمیر نکلتی ہے - رباعی حسب ذیل ہے -

معبد الاسلام ماند	جامع الاخوا ندر
احمدیہ برلینہ	در ہندستا ندر

ہجرہ سنہ ۱۳۴۳

(خاکسار فضل کریم خان)

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ اور دیگر بزرگان ملت بخیریت ہیں - ۱۰ - مئی کی شام کو جناب خان بہادر میاں غلام رسول خان صاحب نے خواجہ نذیر احمد صاحب پسر حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے اعزاز میں بعض احباب کو دعوت دی۔

شملہ سے شیخ اسلام الدین صاحب لکھتے ہیں کہ میرا لڑکا نورالدین طالب علم ۲۲ - ۲۳ یوم سے بیمار ہے احباب کرام ان کی صحت کے لئے دعا فرمائیں -

چودھری رحمت خان صاحب کلرک دفتر انجمن لکھتے ہیں کہ میرے ماموں صاحب چودھری عبدالعزیز صاحب پنڈی بہاءالدین عرصہ سے بعارضہ سنگ رہنی بیمار ہیں جن کے لئے کسی پچھلے پرچہ میں احباب سے درخواست دعا کی تھی - اب گذارش کرتا ہوں کہ ان کے لئے اگر کسی صاحب کو کوئی نسخہ یاد ہو تو اخبار میں یا بذریعہ خط چودھری ۔۔الدین صاحب ریٹائرڈ گارڈ ریلوے پنڈی بہاءالدین ضلع گجرات جناب کے نام مطلع فرمائیں - عین مشکوری کا باعث ہوگا -

اعلان

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور نے احمدی طلباء کی دینی و دنیوی سہولتوں اور مفاد کا خیال کرکے گذشتہ سال سے مسلم ہوسٹل کھولا ہوا ہے جس میں انجمن اخراجات کثیر برداشت کررہی ہے - بالمقابل اس کے ہمارے احمدی طلباء اور ان کے والدین کو جسقدر اس کی قدر کرنا چاہتے تھے وہ نہیں کی - اور بہت تھوڑے احمدی طلباء ہوسٹل میں داخل ہوئے ہیں - اس صورت میں قلیل فائدہ کے عوض اخراجات کثیر کا برداشت کرنا قومی روپیہ کو برباد کرنا ہے - اسلئے انجمن مذکورہ نے اپنے تازہ ایک رزولیوشن میں فیصلہ کیا ہے کہ علاوہ احمدی طلباء سے جولاہور کے کالجوں میں پڑھتے ہیں مسلم ہوسٹل کے داخلہ کے لئے درخواستیں منگائی جائیں پس اس اعلان کے ذریعہ ان تمام طلباء کو جو سلسلہ احمدیہ سے تعلق رکھتے ہیں مطلع کیا جاتا ہے کہ وہ اپنی تمام درخواستیں ۲۰ جون سے پہلے پہلے دفتر سکرٹری میں ارسال کردیں جو طلباء اسوقت ہوسٹل میں ہیں وہ بھی اپنی درخواست روانہ کردیں کہ ہم آئندہ سال ہوسٹل میں رہینگے - اس قسم کے ہوسٹل طلباء کے والدین اور قوم کے لئے نہایت مفید ثابت ہوتے ہیں - جہاں اخلاق حسنہ نماز روزہ درس قرآن مجید اور دیگر جملہ امور شرعی کا لحاظ رکھا جاتا ہے اسلئے طلباء کے والدین کو اس امر کا خاص خیال رکھنا چاہئے تاکہ ان کے عزیز بچوں کی عمریں بابرکت ہوسکیں -

تازہ خبریں

ہندوستان

سکرٹری گوردوارہ کمیٹی کا پیغام

امرت سر ۱۸ - مئی - سردار تارا سنگھ رکن مجلس وضع قوانین پنجاب جو گوردوارہ بل کے محرک انہیں سکرٹری گوردوارہ کمیٹی سیمبو دیرہا سے حسب ذیل برقی پیغام موصول ہوا ہے -

گوردوارہ بل اسی صورت میں تسلیم کیا جاتا ہے جبکہ حکومت تمام اکالی قیدیوں اور اکالی رہنماؤں کو رہا کردے اور شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی پر جو قیود عائد کی گئی ہیں انہیں اٹھالے اور ساتھ ہی شرومنی گوردوارہ کمیٹی کو مقامی گوردوارہ کمیٹیوں پر نگرانی کے پورے اختیارات دے دئے جائیں - ہر سکھ خواہ مرد یا عورت جس کی عمر ۱۸ سال سے متجاوز ہو اسے شرومنی کمیٹی کا رکن بننے اور رائے دینے کا پورا پورا حق ہوگا - مقامی کمیٹیوں کو شرومنی کمیٹی سے علیحدہ نہ کیا جائے بلکہ اسے شرومنی کمیٹی کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے کہ جس طرح وہ مناسب سمجھے اپنے اختیارات کو کام میں لائے

کراچی میں قلت آب

کراچی میں پینے کے پانی کی بڑی قلت ہے - اور لوگوں کو سخت تکلیف ہورہی ہے -

دو شہیدی جتھوں کی طیاری

امرت سر ۱۸ - مئی - بیان کیا گیا ہے کہ شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی کے پانچ پانچ سو اکالیوں کے دو شہیدی جتھوں کی طیاری کی ہے جو اکھنڈ پاٹھ کرنے کے لئے جیتو جائینگے - پہلا جتھا ۔۔ مئی کو روانہ ہوگا دوسرا جون کے پہلے ہفتہ میں روانہ ہوگا -

ہندوستان میں امیر علی کا وفد

بمبئی ۱۰ - مئی - طاہر الدباغ اور ایک دوسرے بزرگ بمبئی میں ۱۸ یا ۱۹ مئی کو بمبئی پہنچیں گے - ان کو امیر علی نے مسلمانان ہند کے پاس بطور وفد کے روانہ کیا ہے "تاکہ مؤخر الذکر مداخلت کریں اور امیر علی اور سلطان ابن سعود کے درمیان صلح کرائیں -

ایک سینما کے منیجر کے خلاف مقدمہ

سٹی مجسٹریٹ کراچی نے جارج سٹوارٹ منیجر کراچی پکچر پیلس ملکہ مدن تھیٹرس کو مذکورہ سینما کا روپیہ غبن کرنے کے الزام میں عدالت سشن کے سپرد کردیا ہے -

بہادر کی گرفتاری

امرت سر ۱۸ - مئی - پولیس نے بہادر نامی ایک نوجوان مسلمان کو علاوہ سات آدمیوں کے اسلئے گرفتار کیا ہے کہ جمعہ کی شب کو امرت سینما میں اس نے ایک ایکٹرس کی بےعزتی کی تھی - دو ملزم ابھی تک فرار ہیں - گو پولیس نے اپنی تحقیقات مکمل کرلی ہے اور عنقریب دفعہ ۳۵۴ اور ۱۴۷ قانون تعزیرات ہند کے ماتحت ان کا چالان عدالت میں ہونے والا ہے سینما کمپنی کے کارپردازوں نے پولیس کی کافی جمعیت منگوالی ہے اور گذشتہ دو راتوں سے کھیل بدستور ہورہا ہے - تماشا - تماشائیوں سے کھچا کھچ بھرا ہوتی ہے

ممالک غیر

تنخواہ اور مصارف میں اضافہ

برلن ۱۶ - مئی رشستاغ کی مجلس میزانیہ نے آج صدر جمہوریت کی تنخواہ اور مصارف میں اضافہ کی تجویز منظور کی - اس کے رو سے صدر کی تنخواہ ساٹھ ہزار مارک اور مصارف ایک لاکھ بیس ہزار مارک ہونگے کمیونسٹ ارکان نے اس تجویز کی مخالفت کی اور سوشلسٹ ارکان رائے دینے سے محترز رہے -

قضیہ سرحد موصل

جنیوا - ۱۵ مئی - جمعیت الاقوام نے موصل کی متنازعہ فیہ سرحد کی تحقیقات کے لئے جو کمیشن مقرر کیا تھا اسکی روئداد ۸ جون تک طیار نہ ہوسکیگی اس لئے مجلس جمعیت الاقوام کے ۸ جون کے اجلاس میں پیش نہ ہوسکے گی - تاخیر کی وجہ یہ ہے کہ متنازعہ فیہ مسئلہ کے متعلق شہادتوں کا جو طومار جمع ہوگیا ہے - اس کی ترتیب کا کام وقت طلب ہے - روئداد مذکورہ مجلس جمعیۃ کے ستمبر کے اجلاس میں پیش کی جائیگی -

برطانی عنصر کی فوقیت

لندن ۱۶ - مئی - لارڈ برکن ہیڈ نے گلاسگو یونیورسٹی کی ہندستانی طلبہ کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اہل سکاٹ لینڈ نے ہندستان میں بڑی بڑی خدمات انجام دی ہیں - لیکن اب انڈین سول سروس میں ان کی اور انگریز امیدواروں کی تعداد کم ہوگئی ہے - اگر وزیر ہند اور پارلیمنٹ ہندوستان میں عمدہ نظام حکومت کے قائم رکھنے کے خواہاں ہیں تو انڈین سول سروس کے نصف رنگروٹوں کا برطانی ممالک سے لینا ضروری ہے - اسکی وجہ یہ نہیں کہ برطانی رنگروٹوں پر کچھ فوقیت رکھتے ہیں - بلکہ یہ کہ ان میں بعض خصوصیات ایسی ہیں جو ہندوستانیوں میں نہیں - جس طرح کہ ہندوستانیوں کی بعض خصوصیات برطانیوں میں نہیں پائی جاتیں -

مصر کا نیا ہائی کمشنر

لندن - سر جارج لائڈ نے لارڈ ایلنبی کی جگہ مصر کی ہائی کمشنری کا عہدہ قبول فرمالیا ہے کل ایسٹ بورن کے یونینسٹ ان کے جانشین کا فیصلہ کریں گے - جو دارالعوام میں کام کرے -

بادشاہ اور اسکے وزرا کو قتل کردیا جائے

بلگریڈ ۱۷ مئی - پولیس نے ایک عظیم الشان سازش کی اطلاع دی ہے - جو بادشاہ سلامت اور ارکان وزارت کو قتل کرنے اور محل اور ایوان پارلیمنٹ کو اڑا دینے کے لئے کی گئی - اس سازش کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ ستر غیر ملکی اشتمالیین کا کام ہے جو حال ہی میں دارالسلطنت میں پہنچے تھے - ان میں سے چند اشخاص سازش پر بحث و تمحیص کرتے ہوئے پکڑے گئے -

فرانسیسی ماہر پرواز کی موت

پیرس - ۱۵ مئی رباط کا ایک اعلان مظہر ہے کہ فرانس کو چند چوکیاں آزاد کرانے میں کامیابی ہوئی - فرانس کا ایک سربرآوردہ ماہر پرواز میجر منرز لیویس مقیض میں زخموں کے مارے مرگیا وہ زخمی ہونے کے باوجود کام کررہا تھا -

گول میز کانفرنس کی تجویز

کیپ ٹاون - ۱۵ مئی - اسمبلی میں ڈاکٹر ملان وزیر داخلہ نے بیان کیا کہ حکومت ہند کی طرف سے پیغام موصول ہوا ہے جس پر گول میز کانفرنس کی انعقاد کی تجویز کی گئی ہے - ابھی تک کوئی جواب نہیں دیا گیا - اسی لئے میں ابھی ایشیا والوں کی متعلق اپنی حکمت عملی بیان کرنے سے محترز رہتا ہوں - اجلاس کے اخیر میں ایک مسودہ قانون کے منظور ہونے کی توقع نہیں -

زہریلی گیسوں کا استعمال

واشنگٹن ۱۵ مئی - اعلان کیا گیا ہے کہ صدر امریکہ نے جنگ کے اندر زہریلی گیسوں کے استعمال کو محدود کرنے کے لئے بین الاقوامی معاہدہ کر دی ہیں -

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

یاایھا الذین آمنوا ... من دون اللہ

اخبار پیغام صلح

لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

ہفتہ میں دو بار یکشنبہ و چہارشنبہ کو شائع ہوتا ہے +

قیمت سالانہ ہے ششماہی عہ طلباء سے سالانہ للعہ

جلد ۱۳ | مئنہ المسیح لاہور یوم یکشنبہ و چہارشنبہ مورخہ ۹ شوال و ۱۲ ذیقعد ۱۳۴۳ ہجری مطابق ۲۴ و ۲۷ مئی ۱۹۲۵ء | نمبر ۵۷ و ۵۸

حضرت مسیح موعود کا تعمیری کام

(خطبہ جمعہ مورخہ ۲۲ مئی فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ)

اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس الی غسق اللیل ... الخ

حق اور باطل کا امتیازی نشان

اصل غرض اس رکوع کی ایک بات کو بیان کرنا ہے۔ قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ حق آگیا۔ اور باطل معدوم ہوجائیگا۔ باطل ایسی چیز ہی نہیں جو رہ سکے۔ حق اور باطل۔ سچ اور جھوٹ یہ ایسی چیزیں نہیں ہیں کہ بہت مدت تک انسان دھوکا میں رہے اور ان کی شناخت نہ کرسکے۔ کیا صحیح کہا ہے جہاں حق اور باطل کی مثال دی ہے کہ انزل من السماء ماء فسالت اودیۃ بقدرھا فاحتمل السیل زبدا رابیا ومما یوقدون علیہ فی النار ابتغاء حلیۃ او متاع زبد مثلہ کذالک یضرب اللہ الحق والباطل فاما الزبد فیذھب جفاء واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض کذالک یضرب اللہ الامثال۔ آسمان سے پانی اترتا ہے۔ پھر وادیاں پانی لے لیتی ہیں۔ پھر ایک تو وہ پانی ہوتا ہے۔ ایک جب سیل چلتی ہے تو وہ کوڑا کرکٹ اور جھاگ جو اس کے ساتھ آتی ہے۔ اوپر آجاتی ہے۔ اسی طرح تم زیور بناتے ہو تو جھاگ اوپر ہوتی ہے۔ اصل چیز اس کے نیچے فاما الزبد فیذھب جفاء وہ جو جھاگ ہوتی ہے وہ چلی جاتی ہے۔ ایک وقت ہوتا ہے کہ وہی نظر آتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صاف پانی ہے ہی نہیں۔ لیکن خدا کا قانون یہ ہے۔ اما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض۔ وہ چیز جو لوگوں کے لئے نفع بخش ہوتی ہے۔ وہی زمین میں باقی رہتی ہے۔ اسی طرح خدا حق اور باطل کی مثال بیان کرتا ہے۔ اور اسی طرح باطل کی جھاگ جو ایک وقت غالب نظر آتی ہے۔ دور ہو کر حق غالب آئیگا +

آنحضرت صلعم کے ذریعہ سے باطل کا استیصال

حق کیا ہے ما ینفع الناس۔ وہ لوگوں کے لئے فائدہ بخش چیز ہوتی ہے۔ اس لئے اگرچہ ایک وقت وہ مغلوب ہوتا ہے اور بظاہر ایسا نظر آتا ہے۔ کہ اب باطل ہی کا غلبہ رہیگا لیکن وقت آتا ہے۔ کہ وہی حق باطل پر غلبہ پاتا ہے۔ اور اس کو نیست و نابود کر دیتا ہے۔ ان ساری باتوں کو بیان کرنے کی غرض کیا ہے۔ یہ سمجھانا مقصود ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم ... [illegible]

لائے ہیں جبکہ باطل کا قدم اوپر نظر آرہا ہے۔ وہ توحید جس کو آپ دنیا میں قایم کرنا چاہتے ہیں۔ نیچے دبی ہوئی ہے۔ کہیں بت پرستی ہے کہیں شجر و حجر پرستی اور کہیں انسان پرستی پائی جاتی ہے۔ تمام دنیا باطل سے بھری ہوئی ہے۔ تو فرماتا ہے کہ یہ باطل نہیں رہیگا۔ خدا کا قانون یہ ہے کہ جو چیز نفع دینے والی ہے اسی کو باقی رکھتا ہے۔ اس لئے توحید ہی آخر کار غالب آئیگی +

اب دیکھو۔ غور کرو ایک تو وہ وقت تھا کہ نبی کریم صلعم کے زمانہ میں باطل کس طرح مثلاً شرک بت پرستی وغیرہ کی کیسے جڑ کٹ گئی کہ گویا کبھی تھے ہی نہیں۔ اور اس پر غور کیا جائے تو اما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض کا حقیقی نظارہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے +

عیسائیت کا غلبہ اور اسکی موجودہ حالت

مگر قرآن صرف ملک عرب کے لئے نہ تھا۔ اور نہ اس کا قانون اسی زمانہ کے لئے خاص تھا جب آنحضرت صلعم ہوئے۔ بلکہ آپ کا پیغام کل دنیا کے لئے تھا۔ اور ہر زمانہ میں کام کرنے والا ہے باطل کا زور ہر زمانہ میں دنیا کے اندر ہوتا رہا ہے اور مختلف رنگوں میں وہ دنیا پر تسلط حاصل کرتا ہے۔ ایک زمانہ میں بت پرستی کا شرک بڑے زور پر تھا۔ پھر زمانہ آیا کہ انسان پرستی کا شرک زوروں پر ہوا یہانتک کہ آج یا آج سے بیس تیس سال پہلے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ انسان پرستی یا مسیح پرستی کا شرک ہی دنیا کے اندر رہ جائیگا مگر یہ وہی جھاگ تھی جو ایک وقت اوپر اٹھتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اور تھوڑے سے عرصے کے بعد اس کا کچھ باقی نہیں رہتا۔ آج اسی عیسائیت کے نظارہ کو اس کے اصل نقشہ کو دیکھو میں سمجھتا ہوں تعلیم یافتہ اور مہذب ممالک میں دس فیصدی بھی ایسے نہیں جو اس کے اصولوں کو مانتے ہوں۔ بڑے بڑے پادری علانیہ اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ مسیح ان معنوں میں خدا نہ تھے جن معنوں میں موجودہ عیسائیت کے اندر تعلیم دی گئی ہے آخر کار اس عقیدہ کی غلطی بھی ظاہر ہوگئی اور اسی قوم میں سے اس کی تردید کرنے والے کھڑے ہوگئے +

عقیدہ الوہیت مسیح اور اناجیل

مسیح کے خدا ہونے کا عقیدہ خود انجیل کو بھی دیکھا جائے تو غلط ثابت ہوتا ہے۔ حالانکہ اصل انجیل جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے نازل ہوئی موجود نہیں۔ لیکن متی۔ مرقس۔ لوقا اور یوحنا چار حواریوں یا ان کے شاگردوں کی جو انجیلیں ہیں ان کو بھی دیکھا جائے تو ان کے اندر بھی کہیں اس باطل کو نہیں پاؤ گے کہ یہ عقیدہ کہ مسیح خدا ہے۔ مسیح اور روح القدس کی خدائی اور ان کا ازلی ابدی اور کامل ہونا یہ عقیدہ حضرت مسیح کے پورے چار سو سال بعد بنا اس ... [illegible]

اور وہ انجیلوں کے اندر نہیں۔ بلکہ یوحنا کے خط میں پائی جاتی ہے یعنی ا یوحنا ۵ باب ورس ۷۔ لیکن ان تمام محققین نے مان لیا ہے کہ وہ الحاقی ہے +

باطل کا موجودہ غلبہ عارضی ہے

بہرحال اما الزبد فیذھب جفاء آج عیسائیت مرتی جاتی ہے۔ و اما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض۔ وہی چیز باقی رہے گی جو لوگوں کے لئے نفع بخش ہوگی۔ بالفاظ دیگر نہ مسیح دنیا میں رہ سکتی ہے۔ نہ عیسٰے یا کرشن پرستی۔ اور نہ ہی قبر اور شجر و حجر پرستی رہ جائے گی۔ اگر رہنے والی چیز کوئی ہے تو وہ صرف توحید ہے۔ جو محمد رسول اللہ صلعم کی تعلیم ہے۔ خوب یاد رکھو یہی تعلیم آخر کار دنیا میں غالب ہوگی۔ اور اس وقت جو تھوڑا بہت باطل کا غلبہ نظر آتا ہے وہ جھاگ کی مانند ایک عارضی بات ہے جو جلد دور ہو جائے گی +

مامور کے دو کام

لیکن محض باطل کو دور کر دینا ہی اصل کام نہیں جو رسولوں یا ماموروں کے سامنے ہوتا ہے۔ ایک مامور کا کام صرف یہ نہیں ہوتا کہ چند غلطیوں کو دور کر دے۔ بلکہ اس کی تعلیم کے دو حصے ہوتے ہیں۔ کچھ انہدام کرنا اور کچھ بنانا۔ جس طرح کچھ کھنڈر یا کوئی پرانی بوسیدہ عمارت ہو۔ تو اس کی درستی کے لئے اس میں سے کچھ حصہ گرانا پڑتا ہے۔ یعینہ ان لوگوں کی حالت ہے جو خدا کی طرف سے آتے ہیں۔ یہی کام رسول کا ہوتا ہے +

مسلمانوں کا موجودہ شغل

آج مسلمانوں کو سبق لینا چاہئے کہ ان کا اصل کام یہی نہیں تھا کہ کچھ گرایا جائے۔ بلکہ تعمیری کام ان کا اصل کام تھا۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ مسلمان آج بجائے کچھ بنانے کے بجائے کوئی عمارت کھڑی کرنے کے صرف بنی ہوئی عمارت کو گرانے کے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ اور وہ بھی کسی دوسری عمارت کے گرانے میں نہیں بلکہ خود اسلام کی عمارت کے گرانے کا کام ہے۔ جماعت جماعت کے خلاف اور فرقہ فرقہ کے خلاف اس کوشش میں ہے کہ اپنے ہی بھائی بندوں کو برباد اور تباہ کردے۔ اور انہیں سوائے اپنے بھائیوں کے چند مزعومہ یا اصلی نقصوں کے اور کوئی چیز گرانے کے قابل ہی نظر نہیں آتی +

اصل کام کچھ بنانا ہے نہ کہ گرانا

کیا محمد رسول اللہ صلعم یہی پیغام لائے تھے۔ کہ بدی کو محض دنیا سے دور کرنا ہے۔ اور کوئی کام نہیں؟ آپ کا کام تو بدی کو دور کرکے اس کی جگہ نیکی اور راستبازی کو پھیلانا تھا۔ اگر آپ نے تثلیث کو گرایا تو یہ نہیں کہ اسے گرا کر پھر اس کی جگہ بنایا کچھ نہیں اور دنیا کو دہریت میں چھوڑ دیا۔ بلکہ انہیں توحید اور تقوے اور راستبازی سکھائی۔ گرانا بھی اگر کام ہے۔ کہ اس سے بڑھکر باطل کوئی چیز نہیں۔ اصل چیز بنانا ہے پس اگر کچھ کرنا ہے تو گرانے کے بجائے کچھ بناؤ +

آریہ سماج کے شاگرد

آج لوگ حدیثوں کے متعلق بہت کچھ خیالات ظاہر کرتے ہیں۔ فرض کرو کہ حدیث کو جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے ردی سمجھ لیا جائے۔ اس سے کیا فایدہ انہیں ہوگیا؟ کیا اس سے قرآن کریم کی عظمت دنیا میں پھیل گئی۔ نہیں بلکہ وہ عظمت تو قرآن کریم کو دنیا میں پھیلانے سے ہی ظاہر ہوگی۔ مگر ان لوگوں کی حالت دیکھو جو دن رات حدیث کو گرانے کی فکر میں ہیں اور ان کے وقت کا کوئی حصہ قرآن کی عظمت کو دنیا میں پھیلانے پر صرف نہیں ہوتا یہ محمد رسول اللہ صلعم کے شاگرد نہیں۔ آریہ سماج کے شاگرد معلوم ہوتے ہیں کہ سارا زور صرف کھنڈن پر ہے +

حدیث کی مخالفت سے قرآن کی عظمت نہیں ہوتی

ایسا ہی فرض کرلو کہ مولوی عبد اللہ چکڑالوی کی غرض یہ ثابت کرنا تھا۔ کہ قرآن ہی سب کچھ ہے۔ اس کی عظمت کو منوایا جائے تو اس کا علاج یہ نہ تھا کہ حدیث کو گرانے پر دن رات لگے رہتے بلکہ اصل علاج یہ تھا کہ قرآن کو لیکر نکل جاتے اور محض اسی کو دنیا میں منواتے۔ حدیثیں اگر ردی بھی ثابت ہوجائیں تو اس سے قرآن کی عظمت دنیا میں ظاہر نہ ہوگی۔ حالانکہ سیدھی بات تھی کہ اگر حدیثوں میں کچھ غلطیاں بھی ہیں تو کیا خدا نے انسان کو اتنی تمیز بھی نہیں دی کہ اچھے برے میں فرق کرسکے؟ عموماً احادیث کی غلطیوں کا علاج تو یہ تھا کہ کھرے کھوٹے کو الگ کردیا جاتا اور زیادہ زور اس کام پر لگایا جاتا کہ قرآن کریم کی عظمت کو دنیا میں ظاہر کیا جائے مگر اس کام کی اللہ تعالےٰ نے اس قوم کو .... توفیق نہ دی۔ بلکہ آج تک وہی ایک رونا دن رات ہے کہ حدیث ایسی ہے اور ویسی ہے۔ اس کے قریب مت جاؤ۔ اور ایک قوم نے اپنی خدا داد طاقتوں کو ایک نکمے کام میں صرف کرکے برباد کرلیا +

حضرت مسیح موعود کا تعمیری کام

یہ تو عام طور پر دنیا کی حالت ہے۔ کہ بجائے کچھ بنانے کے گرانے کی کوشش کررہے ہیں۔ لیکن اس کے بالمقابل ایک شخص اٹھتا ہے۔ اس نے کیا عجیب فہم کی بات کہی کہ قرآن کو بنیاد ٹھیراؤ اور حدیث اس بنیاد پر قائم ہوسکے لے لو۔ جو اس بنیاد پر کھڑی نہیں ہوسکتی اسے چھوڑ دو۔ یہ کیا سمجھ کی بات ہے۔ لیکن یہیں تک نہیں ... اصل کام تھا۔ وہ یہ ہے کہ اس قرآن کو دنیا میں پھیلا دیا۔ اس کی تعلیم سے آج سینکڑوں نہیں ہزاروں قرآن کے عاشق اور متبع پیدا ہوگئے۔ گو مرزا صاحب بھی نرا لئے ہی ... ہوتے کہ ... تو کچھ ان کو نظر آتی

وسیع نہ ہوئی کہ تعمیری کام کا انہیں خیال بھی کبھی پیدا ہوتا۔ لیکن شروع سے ہی آپ کی فطرت ایسی تھی کہ آپ کے سامنے دین اسلام کو پھیلانے ... کا غلبہ دنیا میں کرنے کا کام رہا +

آنحضرت صلعم کے ابتدائی عمر کے حالات

فقد لبثت فیکم عمرا کے یہی معنے ہیں کہ ایک انسان کی ابتدائی عمر اس کے آیندہ کام کو بتا دیتی ہے۔ اگر یہ دیکھ لیا جائے کہ ایک نبی نبوت کے دعوے سے پہلے کیا کام کرتا تھا۔ تو اس سے اس کے آیندہ واقعات پر اچھی روشنی پڑتی ہے۔ رسول اللہ صلعم کو دیکھو کہ رسالت سے پیشتر آپ کا کیا شغل تھا؟ آپ کا کام محض یتیموں اور بیکسوں کی خبرگیری رہا ہے۔ اور اسی کو آپ نے دعوے کے بعد سرانجام دیا آپ ابتدا سے ہی اس کام میں ایسے منہمک تھے کہ جب آپ کو اللہ تعالےٰ سے یہ اطلاع ملی کہ آپ کو اصلاح خلق کے لئے کھڑا کیا گیا ہے۔ تو آپ ڈرے کہ اتنا بوجھ آپ کیسے اٹھائیں گے۔ اس وقت وہ بیوی جو آپ کی مصائب کی زندگی میں حقیقی مونس اور غمگسار تھی۔ آپ کو کہتی ہے کلا لا یخزیک اللہ ابدا انک لتصل الرحم وتحمل الکل وتعین علی نوائب الحق۔ نہیں آپ کو اللہ تعالےٰ ہرگز ذلیل نہیں کریگا۔ آپ تو شروع سے ہی اس کام کو کررہے ہیں۔ صلہ رحمی آپ کرتے ہیں۔ مصیبت زدہ کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ اور حق کی خاطر آپ لوگوں کی امداد کرتے ہیں۔ گویا یہی کام آپ ابتدا میں بھی کرتے تھے۔ غرض وہ تو انسان کی فطرت بتاتی ہے۔ کہ وہ کیا کام ہے جس کو لے کر وہ آیا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شروع میں جو کام تھا۔ وہ یتیموں اور بیکسوں کی خبرگیری کرنا تھا اور اسی لئے آپ بے قرار رہتے تھے۔ اور اسی کی تکمیل کے لئے اللہ تعالےٰ نے آپ پر روشنی بھیجی +

حضرت مسیح موعود کی ابتدائی عمر کے حالات

خوب یاد رکھو نبی کا کام بدلتا کبھی نہیں۔ شروع سے آخر تک ایک ہی رہتا ہے بیشک تاریخ کو دیکھ لو۔ وہی کام آپ کا آخر میں ہے جو ابتدا میں تھا۔ پہلے ایک بیج تھا جو پیچھے ایک درخت بن گیا۔ بعینہ اسی طرح مرزا صاحب کو اگر دیکھا جائے کہ کیا کام آپکے سامنے تھا۔ تو وہ کام شروع زندگی میں نظر آجاتا ہے گھر میں ایک گاؤں کے اندر ہیں تو وہاں بھی غیر مذاہب کی کتب کا مطالعہ اور اسلام کی ان پر عظمت ثابت کرنے کا شوق ہے۔ سیالکوٹ نوکری کے لئے گئے ہیں تو وہاں بھی کہیں عیسائیت کا مقابلہ ہے کہیں برہمو سماج کا مقابلہ ہے۔ مقدمات کی پیروی میں والد نے لگایا تو وہاں بھی اصلی شغل یہی ہے۔ آج بڑے بڑے خواندہ اور مہذب لوگ نہیں جانتے کہ کس طرح اسلام کی عظمت کو ثابت کیا جاسکتا ہے۔ ایک گاؤں کا رہنے والا جوان کے سامنے اسی کا درجہ رکھتا ہے۔ کیا جوش اس کے سینہ میں تھا۔ اسلام کو دنیا میں پھیلانا عیسائیت کے بڑھتے ہوئے غلبہ کو روکنا اور تمام مذاہب پر اسلام کو غالب کرنا یہ ابتدا میں ہی ایک بیج آپ کے سینہ میں رکھا گیا۔ وہ بیج آج بھی نظر آتا ہے۔ اور ایک بہت بڑے درخت کی شکل میں نظر آتا ہے +

اسلام کے غلبہ کیلئے جوش اور کامیابی

غرض یہ ایک بات ہے جو مرزا صاحب کو تمام دوسرے لوگوں پر ممتاز کرتی ہے۔ تمام قسم کی تحریکات کے بالمقابل آپ کے سینہ میں ایک ہی جوش تھا کہ اسلام دنیا میں غالب ہوجائے۔ وہ جوش اس وقت مسلمانوں میں مرچکا تھا۔ آج بھی وہ جوش نہیں باوجودیکہ بڑے بڑے نظارے بھی دیکھتے ہیں۔ اس وقت دین کی عظمت کا کوئی نشان نہ پایا جاتا تھا۔ عیسائی پادری بڑا احسان کرتے تھے کہ اسلام کے متعلق یہ کہدیتے تھے کہ ہاں یہ بھی اچھا مذہب ہے۔ لیکن ان وحشی انسانوں کے لئے جو ابھی انسانی سوسائٹی کے ابتدائی مدارج پر ہوں۔ پھر کہا جاتا تھا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا۔ لیکن آج انسانی سوسائٹی کے اعلےٰ مدارج پر پہنچے ہوئے لوگ کیوں اسلام قبول کررہے ہیں۔ کونسی تلوار ان کے سروں پر ہے۔ اگر مسلمان حاکم ہوتے تو تب بھی کہا جاسکتا تھا کہ ان کی حکومت کا اثر ہے۔ لیکن ایک محکوم قوم حاکم قوم کے ملک میں جاتی ہے اور بڑے بڑے بلند پایہ لوگوں کو اسلام

کی طرف لے آتی ہے۔ اور فی الحقیقت جس قدر کوئی شخص بلند پایہ ہوتا ہے۔ اسی قدر جلد اسلام کو قبول کرتا ہے کیونکہ اس کی فطرت صاف ہوتی ہے +

مسیح موعود کے لگائے ہوئے بیج کا پھل

تو واقعی یہ ایک بیج تھا جو خدا نے لگایا۔ اور آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ وہ بیج ایک بڑا درخت بن گیا ہے۔ اس سے حضرت مرزا صاحب کی صداقت اور عظمت کا اندازہ ہوسکتا ہے کسی کو تم باتوں سے اندازہ نہ کرو۔ اس کے کام سے اندازہ کرو۔ کیا مجھے پسند آیا۔ اپنے ایک کرم دوست کا قول جو اس نے ان لوگوں سے کہا جو آجکل لاہور میں جلسہ کرنے والے ہیں کہ اگر تم نے گالیاں ہی دینی ہیں اور اس بدزبانی کی عادت کو پورا کرنا ہے تو ایک قوم ہے احمدی ان کو پہلے بھی برا کہتے اور گالیاں دیتے ہو۔ اب بھی جتنا جی چاہے برا بھلا کہتے جاؤ۔ بیشک انہیں گالیاں دو۔ وہ تمہارا مقابلہ نہیں کریں گے۔ اور کوئی فساد نہیں ہوگا لیکن اگر کسی اور فرق کو گالیاں دیں تو فساد کا اندیشہ ہے +

مسیح موعود کی صداقت کا ایک نشان

یہ بالکل صحیح ہے صرف مسلمان ہی نہیں جو اس جماعت کو اپنا نشانہ بناتے ہوں۔ بلکہ آریہ اور عیسائی بھی اسی قوم کو برا بھلا کہتے ہیں۔ مگر وہ خدا کے فضل سے دین کی راہ پر کھڑی ہے۔ بلکہ دن بدن ترقی کررہی ہے۔ یہ حضرت مرزا صاحب کی صداقت کا نشان ہے کہ تمام دنیا ایک طرف ہے۔ اور آپ جس کام کو لیکر کھڑے ہوئے۔ وہ کامیاب ہو رہا ہے۔ اور ایک چھوٹی سی جماعت کے ذریعہ سے اسلام کو دنیا میں غالب کررہا ہے +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح
لاہور

جلد ۱۳ - ۲۹ شوال و ۳ ذیقعد ۱۳۴۴ نمبر ۵۷ و ۵۸

حضرت مسیح موعود کے علمی کمالات

صادقم و از طرف مولےٰ بانشاں آمدم
صد درِ علم و ہدیٰ بر روئے من بکشادہ اند
(مسیح موعود)

(مولانا مولوی غلام مصطفٰے خانصاحب بی۔ اے کے قلم سے)

(۱)

پیغام صلح کے ایڈیٹر صاحب نے مجھ سے "مسیح موعود" نمبر کے لئے "حضرت مسیح موعود کے کمالات علمی" پر مضمون لکھنے کی فرمایش کی۔ لیکن ساتھ ہی یہ ستم ظریفی کی کہ ایک ہی دن میں مضمون پورا کرنے کا تقاضا کیا۔ ایسے وسیع مضمون کے لئے یہ وقت کس قدر تنگ ہے۔ اس کا اندازہ خود ناظرین کرام کر سکتے ہیں۔ اس مضمون کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کے لئے مجھے حضور مرحوم و مغفور کی کم از کم تمام تصنیفات پر جو سو کے قریب ہیں ایک ناقدانہ نظر ڈالنی چاہئے تھی لیکن میری کم استطاعتی کی فراوانی۔ اور وقت کی تنگ دامانی۔ دونوں سنگ راہ ہیں۔ بالکل ممکن تھا کہ اگر مجھے کافی وقت بھی ملتا تو بھی میں کماحقہٗ اس فرمایش سے عہدہ برآ نہ ہو سکتا۔ کیونکہ حضور اقدس کے علمی کمالات پر تبصرہ کرنا تبحر علمی کو چاہتا ہے۔ اور میری بے بضاعتی مسلم ہے۔ ؎

دامانِ نگہ تنگ و گلِ حسنِ تو بسیار
گلچینِ بہارِ تو زداماں گلہ دارد

(۲)

بہرحال میں صاحب فرمایش کی پاس خاطر سے حضور مرحوم کے علم کلام سے چند پھول چنتا ہوں۔ اور ان کا گلدستہ احباب کرام کی خدمت میں پیش کرتا ہوں +

حضرت مسیح موعود نے دنیا میں اپنی ذات کو ایک مذہبی مصلح کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔ اور اسی رنگ میں حضور کا تمام علم کلام ڈوبا ہوا ہے۔ مذہبی تحقیقات سے حضور کو ابتدائی عمر سے شوق رہا۔ اور خدا کی شان ہے کہ اسی کام کے لئے خدا نے آپ کو منتخب کر کے مجددیت کے منصب پر سرفراز کر دیا۔ اس لئے آپ کے علم کلام کا اصل جوہر وہ تجدید ہے جو آپ نے مذہبی مباحثات اور مذہبی تحقیقات کے بارے میں کی اور اسی ایک موضوع پر میں اس مضمون میں کچھ روشنی ڈالنے کی کوشش کروں گا +

آپ کی بعثت سے پہلے ہندوستان میں تو اسلامی دنیا میں ایک انحطاط رونما ہو چکا تھا۔ عوام تو عوام علماء کرام تک بھی معارف عالیہ قرآنیہ سے بے بہرہ تھے۔ ان کا مبلغ علم صرف حدیث و فقہ کی چند کتابوں تک محدود تھا۔ ان کی کتب کی لفظی ہیرا پھیری ہی ان کے مباحث کی جولانگاہ تھی۔ تفقہ فی الدین کا نام و نشان نہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ عیسائی پادریوں نے ان قل اعوذی ملاؤں کی جہالت سے فائدہ اٹھا کر شریعت اسلام پر طرح طرح کے اعتراض کئے۔ آریہ سماج نے اسلام کے خلاف علیحدہ راگ الاپے۔ غرض جو دین علم و حکمت سکھانے آیا تھا۔ جس نے عرب کے امیوں کو علم و عمل کے سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچا دیا۔ جس نے یورپ کو اپنی علمی روشنی سے منور کیا تھا وہ آج خود ہر ایک جاہل کا ہدف ملامت بنا ہوا تھا۔ اس پر آشوب زمانے میں حضرت مسیح موعود نے مباحثات مذہبیہ میں احقاق حق اور ابطال باطل کے لئے ایک اصل الاصول پیش کیا جس کی معقولیت کے سامنے سب کی گردنیں خم ہو گئیں۔ لیکن ساتھ ہی اس کے استعمال سے تمام مذاہب باطلہ کے سر بھی قلم ہو گئے +

(۳)

امرتسر میں حضور مرحوم و مغفور کو عیسائیوں کے ساتھ ایک بحث پیش آئی تھی۔ مسیحیت کی طرف سے پادری عبداللہ آتھم مناظر تھے۔ جو کسی زمانہ میں مسلمان رہنے کی وجہ سے اسلام کی تعلیم سے ایک حد تک واقف تھے۔ بالکل ممکن ہے کہ یہ بیچارے ملانوں ہی کی کج فہمی اور کج ادائی سے مسیحیت کے شکار ہو گئے ہوں۔ یہ مباحثہ جنگ مقدس کے نام سے موسوم ہے اس میں حضور نے وہ اصل الاصول پیش کیا۔ جو دنیائے مذاہب میں ایک نیا انکشاف تھا۔ اور جس سے بہت سے مذہبی جھگڑوں کا فیصلہ ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہر ایک مذہب کی الہامی کتاب کا فرض ہے کہ جو دعوےٰ کرے۔ اس کی دلیل بھی دے۔ اور اسی کی پابندی فریقین کو کرنی ہو گی۔ ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ بحث کرتے ہوئے قرآن مجید کے دعاوی کی دلیل بھی قرآن مجید ہی سے دے۔ اور اسی طرح ایک مسیحی کا فرض ہے کہ وہ انجیل کے دعاوی کی دلیل انجیل سے پیش کرے۔ یہ اصول کیسا معقول اور عام فہم ہے۔ قاعدے کی بات ہے کہ جو شخص کوئی دعوےٰ کرتا ہے۔ اس کے دلایل بھی رکھتا ہو گا۔ اس لئے اس کا فرض ہے وہ خود ہی ان دلایل کو بھی بیان کرے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ دعوےٰ تو زید کرے اور اس دعوے کی دلیل بکر بیان کرنی شروع کر دے۔ یہی حال الہامی کتابوں کا ہے۔ انجیل اگر تثلیث کا دعوےٰ کرتی ہے تو اس کا فرض ہے کہ خود ہی اس دعوے کو براہین قاطعہ سے ثابت کرے۔ یہ طریق نامعقول ہے کہ دعویٰ تو انجیل کر دے۔ لیکن اثبات دعوے کے لئے پادری صاحب اپنے دماغ کو نوچنا اور چھیلنا شروع کر دیں۔ کوئی شخص جو ذرا بھی عقل رکھتا ہے اس اصول سے انکار نہیں کر سکتا۔ لیکن صرف اسی ایک اصول کے ماننے ہی سے مذاہب باطلہ کے بت ٹوٹ جاتے ہیں۔ ان کے جھوٹے دعوے خاک میں مل جاتے ہیں۔ جہانتک میری نظر ہے حضرت مسیح موعود سے پہلے کبھی کسی مذہبی مناظر نے یہ نظریہ پیش نہیں کیا۔ آج ہمارے نام نہاد علماء کرام حضور مرحوم کے علمی کمالات سے انکار کر دیتے ہیں اور نہایت ڈھٹائی سے انکار کر دیتے ہیں۔ لیکن ایسے لوگوں کا فرض ہے کہ وہ بتائیں کہ حضرت مسیح موعود سے پہلے کس شخص نے یہ اصول پیش کیا؟ آج مسلمان اس اصول کو ہاتھ میں لیکر تمام دنیا کے مذاہب باطلہ کو فتح کر سکتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود کے نام لیوا خدا کے فضل سے کسی مذہبی مناظرے میں شرمندہ نہیں ہوتے کہ ان کے پاس وہ آلات حرب موجود ہیں جو اس زمانہ کے مجدد نے ضروریات زمانہ کے لحاظ سے خدا سے علم پا کر تیار کئے ہیں۔ اس کے برخلاف وہ علماء اسلام جو حضور کے کلام سے بہرہ اندوز نہیں دشمنان اسلام سے منہ کی کھاتے ہیں۔ کیونکہ ان کا علم بوسیدہ اور ان کے دماغ ژولیدہ ہیں۔ ؎

دلیلیں ہیں سب آج بیکار ان کی
نہیں چلتی توپوں میں تلوار ان کی

(۴)

مذہبی لٹریچر کے سمجھنے میں یہ عام غلطی مسلمانوں میں پھیلی ہوئی تھی کہ ان الفاظ کی پابندی حد سے زیادہ کرتے تھے۔ اور استعارہ مجاز یا تشبیہ کو جو کلام میں اس طرح ضروری ہیں جیسے طعام میں نمک بالکل نظر انداز کر دیتے تھے۔ اب بھی اگر مسلمانوں میں متنازعہ فیہ مسایل کا تجزیہ کیا جائے تو بہت سے مسایل اسی قبیل کے نکلیں گے جن کا تعلق الفاظ کے مختلف معانی یا استعارہ اور تشبیہ کے استعمال سے ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں خدا کے لئے بعض ایسے الفاظ استعمال ہوتے ہیں جن کا تعلق جسمانیات سے ہے اس لئے لفظ پرستوں نے خدا کا جسم بھی مانا۔ اور کہا کہ قرآن مجید میں لکھا ہے۔ یداہ مبسوطتان۔ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں۔ اس لئے خدا کے ہاتھ بھی ہیں۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص میری طرف ایک قدم بڑھتا ہے تو میں دس قدم بڑھتا ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ خدا کے پاؤں بھی ہیں۔ دوسری طرف لیس کمثلہٖ شیئٌ سے تمسک کرنے والوں نے اس قسم کے خیالات کو وجہ کفر و نفاق قرار دیا۔ دونوں فریقوں میں خوب بحث گرم رہی لیکن اس قسم کے تمام جھگڑوں کا فیصلہ حضور مغفور نے صرف اس اصول سے فرما دیا کہ خدا کے کلام میں استعارہ اور تشبیہ ہوتے ہیں۔ اور اگر ہم استعارہ کے الفاظ کو حقیقت پر محمول کریں تو اس کی مثال ایسی ہو گی جیسے کسی خوبصورت چہرہ کو چیچک کے داغوں سے بدنما اور بدصورت بنا دیا جائے۔ اسی طرح جو خوبی و رعنائی میں استعارہ کو حقیقت پر محمول کرنے سے ہوتی ہے اور شاید کسی طرح ممکن نہ تھی۔ اس اصول علمی کی تبلیغ جس قدر ضرورت ہو گئی جنہوں نے مسیح ابن مریم۔ دجال۔ خر دجال۔ کسر صلیب۔ قتل خنزیر وغیرہ کے متعلق جو پیشگوئیاں بیان ہوئی ہیں۔ ان کو اگر ہم استعارہ نہ سمجھیں تو یہ سارا مجموعہ نعوذ باللہ جھوٹ اباطیل قرار دینا پڑیگا یہی وجہ ہے کہ سرسید اس قسم کی حدیثوں کے قایل ہی نہ تھے۔ اور بعض لوگوں کو اس قسم کی احادیث سے یہاں تک ٹھوکر لگی کہ وہ سرے سے حدیث ہی کے منکر ہو گئے۔ مگر ان دونوں طریقوں سے اسلام کے نام پر ایک سخت دھبہ لگتا ہے اور دشمنان اسلام کے ہاتھ میں اسلام کی تخریب کا ایک زبردست ہتھیار مل جاتا ہے۔ لیکن اگر ہم استعارہ کے استعمال کو تسلیم کر کے ان پیشگوئیوں کو دیکھیں جو حضور مرحوم نے بیان کئے تو یہی بدنما دھبہ اسلام کے خوبصورت چہرہ پر ایک خال نظر آتا ہے۔ جس سے چہرہ کی خوبی و رعنائی کو چار چاند لگ جاتے ہیں اور اسلام کی صداقت روز روشن کی طرح چمکنے لگتی ہے +

غرض اس اصول علمی نے کہ الہامی کتب میں استعارہ اور مجاز کا استعمال بھی ہوتا ہے بہت سے اعتراضات کو دور کر دیا۔ اور قرآن مجید کے وہ حقایق عالیہ کشف کئے جو اس کے بغیر ناممکن تھے خود حضور مرحوم و مغفور کے دعوے مسیحیت نے اس اصول کی توضیح کر دی۔ اور بہت سی پیشگوئیاں جن کا انتظار کرتے کرتے بے شمار مسلمان مر چکے تھے یا بہت سے مایوس ہو کر اسلام سے بدظن ہوا چاہتے تھے صداقت اسلام کا ذریعہ بن گئیں۔ اور مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کی ایک نئی لہر دوڑ گئی +

(۵)

موجودہ زمانہ میں مادی ترقیات اور علمی انکشافات نے مذہبی جذبات و محسوسات پر ایک سخت حملہ کیا تھا۔ پہلے اگر مذہب کو سفسطہ سے ہاتھا پائی کرنی پڑتی تھی تو اب فلسفہ سے جنگ شروع ہو گئی۔ اور اس جنگ نے ایسی خطرناک صورت اختیار کی کہ اسلام کے بڑے بڑے سپہ سالاروں کا قدم استقامت مرکز ثقل سے ہٹ گیا۔ مسلمانوں نے علی الاعلان الہام اور وحی سے انکار کر دیا۔ اور یہ کہنا شروع کیا کہ وحی خدا کی طرف سے نہیں ہوتی۔ بلکہ خود نبی کے دل ہی میں سے اس طرح نکلتی ہے جس طرح چشمہ سے پانی ابلتا ہے۔ اس قسم کے خیالات ان ہی لوگوں کی طرف سے شایع ہوئے جنہیں صحیفہ فطرت کے مطالعہ کا ادعا تھا۔ حضرت مسیح موعود نے ایسے لوگوں کو صحیفہ فطرت کو سامنے رکھکر جواب دیا کہ دیکھو انسان کی ہر ایک قوت کسی خارجی سبب کی محتاج ہے۔ آنکھ میں قوت باصرہ موجود ہے۔ لیکن یہ بصارت سورج کی روشنی کی محتاج ہے۔ اسی طرح کان میں قوت سامعہ موجود ہے۔ لیکن کان کے وہ عجیب و غریب پردے جن میں قدرت نے یہ قوت ودیعت کی ہے۔ ہوا کے محتاج ہیں کہ اس میں ہماری آواز کی لہریں پیدا ہوں۔ اور پھر یہ ان پردوں سے ٹکرا کر قوت سامعہ میں شنوائی کی کیفیت پیدا کریں۔ اسی طرح اگرچہ انسانی دل و دماغ کو ایک نور فراست جسے قوت مدرکہ کہتے ہیں حاصل ہے۔ تاہم یہ قوت ایک خارجی سبب یعنی وحی الٰہی کی محتاج ہے۔ یہ مضمون نہایت ادق ہے۔ لیکن حضور مرحوم و مغفور کا کمال علمی دیکھئے کہ اس قسم کے اچھوتے مضامین کو نہایت بے تکلفی سے نظم میں بیان کر دیتے تھے۔ اور پھر لطف یہ ہے۔ کہ فلسفیانہ دلایل کا زور نظم کی محدود قیود کے باوجود دوبالا ہو جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو:۔

حاجتے نورے بود ہر چشم را	این چنیں افتاد قانون خدا
چشم بینا بے خور تاباں کہ دید	کے چنیں چشمے خداوند آفرید
چوں تو خود قانون قدرت بشکنی	پس چرا ابر دیگراں سرے زنی
آنکہ در ہر کار شد حاجت روا	چوں روا داری کہ نبود رہنما
آنکہ اسپ و گاؤ و خر را آفرید	تا رہد پشت تو از بار شدید
چوں ترا حیراں گذارد در معاد	اے عجب تو غافل از این اعتقاد
چوں بدو بینمت دادہ اند لے بے خبر	پس چرا نوعی بے وقت نظر
آنکہ زور قدرتے گشتہ عیاں	قدرت گفتار چوں ماندے نہاں
ہر کہ در وصف پاکش جلوہ گر	پس چرا این وصف ماندے مستتر
ہر کہ او غافل بود از یاد دوست	چارہ نسیان غفلت پیغام اوست

لیکن میدان

حضور اقدس نے اگرچہ ... جو جلسہ مذاہب میں ... مبسوط تبصرہ کرنا ... لوگوں کی یاد میں تازہ ہوگا۔ اس ... میں کے تقریباً تمام علما موجود تھے۔ وہ حضرات موجود تھے جن کو اپنی دستار فضیلت اور مولویت پر ناز ہے اور بہت بڑا ناز ہے۔ لیکن خدا کی شان ہے کہ حضور مغفور کے عالمانہ اور فلسفیانہ مضمون کے سامنے نہ صرف مسلمان مولویوں بلکہ دوسرے مذاہب کے نمایندوں کے قلم ٹوٹ گئے۔ آج ہمارے نام نہاد علما رکھنے پھرتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے جو کچھ لکھا وہ پرانی کتابوں سے چرا کر لکھا۔ لیکن کاش کہ یہ مولوی صاحبان اس آڑے وقت میں اسلام کی خدمت چرائے ہوئے مضامین ہی سے کرنے ... خق نینا سی اور ناسپاسی کا ستیاناس ہو کر خود تو یہ مولوی صاحبان شیر قالین کی طرح کچھ کر نہیں سکتے اور جب خدا کا پہلوان اپنے جوہر دکھاتا ہے تو اس کو سرقہ قرار دیدیتے ہیں۔ ع

بریں مولویت بباید گریست

اب میں اپنے احباب سے ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ سلسلہ احمدیہ ایک علمی سلسلہ ہے۔ جس مجدد کا دامن تم نے پکڑا ہے وہ توپ و تفنگ کے ساتھ دنیا میں نہیں آیا۔ بلکہ نوک قلم کے ساتھ آیا ہے۔ اس کے تمام کمالات کا انحصار علم و تحقیق پر ہے۔ وہ خود کہتا ہے ع

صادقم و از طرف مولے بانشاں آمدم
صد در علم و ہدیٰ بر روئے من کشادہ اند

اور سچ پوچھو تو کمال انسانی کا انتہائی معراج علم ہی سے وابستہ ہے۔ خود ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ کی بعثت کی غرض اس پیغام الٰہی میں جو سب سے پہلے آپ پر نازل ہوا نشر علوم ہی قرار دی گئی ہے۔ اور صاف لفظوں میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ شرف انسانیت تحصیل علم ہی سے ہے۔ چنانچہ سب سے پہلی وحی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی یہ ہے:-

اقرا باسم ربك الذی خلق - خلق الانسان من علق - اقرا و ربك الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم -

اس لئے میرے دوستو! تم قرآن مجید کے حامل اور حضرت مسیح موعود کے نام لیوا ہونے کی حیثیت سے علوم کے سیکھنے اور ان کی اشاعت کے ذمہ دار ہو۔ تمہارا فرض یہ ہے کہ تم اسلامی علوم کو دنیا میں پھیلاؤ۔ اور خلق خدا کے رہنما بنو۔ خدا تمہیں اور مجھے توفیق عنایت کرے۔ آمین +

سوانح حضرت مسیح موعود

حضرت مسیح موعود کی سوانح عمری کا کام جس قدر ضروری اور اہم ہے اسی قدر ہماری جماعت نے اس کی اشاعت میں غفلت سے کام لیا ہے۔ حالانکہ اگر آپ کی صداقت کے تمام دلایل اور واقعات کو چھوڑ کر محض آپکی زندگی کے حالات کو سادہ الفاظ میں ایک کتاب کے اندر جمع کر دیا جائے۔ تو ہمارا ایمان ہے کہ بہت موثر اور بہت سے دلوں کو کھینچنے کا موجب ہوگا +

مولانا مولوی عبداللہ خاں صاحب منیجر دائرۃ المعارف لاہور کا ہمیں شکر گذار ہونا چاہیئے کہ انہوں نے قوم کی اس سب سے بڑی ضرورت کو ایک حد تک پورا کر دیا ہے۔ اس وقت ہمارے سامنے وہ سوانح حضرت مسیح موعود ... کے نام مولانا کی ایک بلند پایہ تصنیف موجود ہے۔ جو جلسہ سالانہ پر آپ نے شایع کی تھی۔ اس میں حضرت مسیح موعود کے خاندانی حالات سے لیکر آپ کی وفات تک کے تمام واقعات کو ایسی عمدگی کے ساتھ جمع کیا گیا ہے کہ

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم
کرشمہ دامن دل مے کشند کہ جا اینجاست

اس کتاب کا ایک باب جس میں حضرت مسیح موعود کی ابتدائی عمر کے واقعات ہیں کسی دوسری جگہ ہدیہ ناظرین کرام ہے۔ دوسرے ابواب میں سلسلہ مکالمات الٰہیہ۔ خدمت اسلام کا پہلا کام اور دعوے مجددیت۔ دعوائے مسیحیت و مہدویت اور لوگوں کی مخالفت مخالفین کی یورشیں اور قہری نشانات۔ دعوت الی الحق۔ وصیت اور وفات فضایل و اخلاق کا مفصل بیان ہے۔ کتاب ۲۰×۲۶/۱۶ کے ۲۸۰ صفحات پر ختم ہوئی ہے۔ قیمت فی جلد ۲ ؎

ضرورت ہے کہ تمام احمدی احباب اس کو اپنا رزجان نمائند اور اس کی بہت سی کاپیاں خرید کر غیر احمدیوں میں تقسیم کریں +

پتہ - منیجر دایرۃ المعارف لاہور +

حضرت مسیح موعود کی عمر

حضرت مسیح موعود کی عمر کا سوال آج منجملہ ان معرکۃ الآرا بحثوں کے ہے جو مولوی ثناء اللہ امرتسری اور اس کے ہم مشرب لوگوں نے اٹھا رکھی ہیں۔ ان کا دعوے ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کی عمر ان کے الہام کے مطابق اسی برس یا اس کے قریب نہیں ہوئی۔ اور اس وجہ سے آپ کا الہام خدا تعالےٰ کی طرف سے نہیں۔

اس کا جواب قبل ازیں متعدد مرتبہ دیا جا چکا ہے۔ اور یہ ثابت کیا جا چکا ہے۔ کہ سن ہجری کے رو سے آپ کی عمر ۷۵-۷۶ سال بنتی ہے۔ جو الہام کی صداقت پر ایک بین دلیل ہے۔ لیکن مولوی فاضل کی عادت ایسے جوابات اور مسکت دلایل کو سننے کی نہیں۔ ہمیشہ سے ان کا یہ دستور رہا ہے۔ کہ مختلف پیرایوں میں ایک ہی اعتراض کو دہرا کر اپنے قارئین کو مغالطہ میں ڈالا جائے۔ سب سے زیادہ زور اس اعتراض پر حضرت مسیح موعود کی وفات کے موقعہ پر دیا گیا۔ جس کا جواب اسی وقت قوم کے بہت سے مقتدر بزرگوں مثلاً حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب مرحوم و حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب نے دیا۔ پھر ۱۹۱۷ء میں مولوی فاضل نے حضرت مسیح موعود کی سن پیدائش اور بعض واقعات زندگی کی تاریخوں اور عمر کے متعلق آپ کے بیانات کو نقل کر کے ثابت کرنا چاہا کہ ان میں تضاد ہے۔ اور ان کی مطابقت اور عمر کے متعلق آپ کے الہام کی صداقت ثابت کرنے والے کے لئے سو روپیہ انعام رکھا۔ ہم نے اسی وقت پیغام صلح کے کالموں میں دندان شکن جواب دیا لیکن انعام کا مطالبہ ہم نے نہ کیا تھا۔ اس لئے مولوی فاضل کو جواب نہ دینے کا بہانہ مل گیا +

اب پھر اہلحدیث کے ایک تازہ پرچہ میں اس اعتراض کو ایک اور پیرایہ میں دہرایا گیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ

"مرزا صاحب کی وفات ۱۹۰۸ء میں ہوئی اس لئے ادھر سے تاریخ محدود ہوگئی۔ مرزا صاحب خود اپنی پیدائش ۱۸۳۹ء میں لکھتے ہیں۔ جس کی تائید حکیم نور الدین خلیفہ اول نے کی ہے۔ اس حساب سے مرزا صاحب کی عمر ۶۸ سال کی ہوتی ہے۔ جو ستر سال سے بھی کم ہے"

مولوی فاضل کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جس اعتراض کے جواب کئی مرتبہ دیئے جا چکے ہوں۔ اس کو بار بار دہرانا بغیر اس کے کہ ان جوابات کو غلط ثابت کیا جائے ایسی جہالت کا ثبوت دینا ہے کیوں مولوی صاحب کی نظر شمسی حساب پر ہی رہتی ہے۔ اور قمری حساب کو کبھی چھو تک نہیں۔ اس لئے کہ شمسی حساب سے مولویانہ مغالطہ آفرینی کا اچھا موقعہ مل جاتا ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ مسلمانوں کا سن ہجری قمری مہینوں کے حساب سے ہی چلتا ہے۔ اور اسی کے مطابق حساب ہونا چاہیئے +

آیئے ہم آپ کو بتائیں کہ حضرت مسیح موعود نے تریاق القلوب میں یہ لکھا ہے۔ کہ چالیس برس کی عمر میں آپ پر سلسلہ مکالمات الٰہیہ شروع ہوا۔ اور یہ بھی بتایا ہے۔ کہ دانیال نبی کی پیشگوئی کے مطابق اس وقت ۱۲۹۰ھ ہجری کا زمانہ تھا۔ اب ۱۲۹۰ھ کے بعد ۱۳۲۶ھ تک جو آپ کا سال وفات ہے ۳۶ سال ہوتے ہیں۔ ۳۶ کو اگر چالیس میں جمع کیا جائے تو مولوی فاضل کے حساب سے بھی ۷۶ ہی ہونگے۔ فرمایئے اب آپکی عمر اسی سے

"چار یا پانچ سال کم" ہوئی یا نہیں؟ یہ تو قمری حساب ہے۔ اب شمسی حساب سے بھی سن لیجئے اور ہم سے نہیں بلکہ خود مولوی فاضل کی زبان سے سنئے کہ آپ اپنے رسالہ مرقع میں کس صفائی سے اس بات کا اقرار کر چکے ہوئے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود کی عمر سن عیسوی کے مطابق بھی ۷۵ سال ہوئی۔ ملاحظہ ہو مرقع نمبر ۹ ضمیمہ ۱۲ سطر ۵ بابت ۱۹۰۶ء:-

"مرزا صاحب رسالہ اعجاز احمدی میں عبداللہ آتھم عیسائی کی بابت لکھتے ہیں۔ کہ اگر پیش گوئی سچی نہیں نکلی تو مجھے دکھاؤ کہ آتھم کہاں ہے۔ اس کی عمر تو میری عمر کے برابر تھی۔ یعنی قریب چونسٹھ سال کے صفحہ ۳۔ اس عبارت سے صاف پایا جاتا ہے کہ عبداللہ آتھم کی موت کے وقت مرزا صاحب کی عمر چونسٹھ سال کی تھی آیئے اب ہم یہ تحقیق کریں کہ آتھم کب مرا تھا شکر ہے کہ اس کی موت کی تاریخ بھی مرزا صاحب ہی کی تحریروں میں پائی جاتی ہے۔ مرزا صاحب رسالہ انجام آتھم صفحہ ۱ پر لکھتے ہیں (چونکہ مسٹر عبداللہ آتھم صاحب ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو بمقام فیروزپور فوت ہوگئے) اس عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ ۱۸۹۶ء میں مرزا صاحب کی عمر چونسٹھ سال کے قریب تھی۔ بہت خوب آیئے اب معلوم کریں کہ آج ۱۹۰۶ء میں ۱۸۹۶ء کو گذرے ہوئے کے سال ہوئے۔ ہمارے حساب میں (اگر کوئی مرزائی غلطی نہ نکالے تو) گیارہ سال ہوتے ہیں۔ بہت اچھا چونسٹھ کے ساتھ گیارہ کو ملانے سے پچھتر سال ہوتے ہیں۔ تو ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کی عمر آجکل پچھتر سال ہے"

فرمایئے مولوی فاضل کے اس کھلے اعتراف کے بعد کوئی گنجایش باقی رہ جاتی ہے؟ حیف ہے اس مولویت پر کہ صریح طور پر اقرار کر کے پھر مکرتے ہیں اور طرح طرح کے حیلوں حوالوں سے لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون

کہا جائیگا کہ حضرت مسیح موعود نے اپنی تاریخ پیدایش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء لکھی ہے۔ اور اس حساب سے آپ کی عمر مولوی ثناء اللہ کے حساب کے مطابق ۶۸ سال ہی ہوتی ہیں۔ اس کے متعلق ہم اس قدر عرض کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کے پاس کوئی جنم پتری نہیں تھی کہ انہیں اپنی پیدایش کی صحیح تاریخ معلوم ہوتی۔ ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء آپ نے تخمینا اپنی یادداشت کی بنا پر لکھدیا ہے۔ اور تخمینہ اور یادداشت میں غلطی کا امکان ہے اور اگر غلطی نہ بھی ہو تو بھی جب سن ہجری کے مطابق آپ کی عمر پوری ۷۶ سال بنتی ہے۔ اور ایک نہیں دو مختلف بیانات کے مطابق ۷۶ سال ہی کی عمر ٹھیرتی ہے۔ تو الہام کی صداقت میں کوئی شبہ باقی نہ رہا۔ مولوی فاضل کے پاس اگر ہمت ہے۔ تو ہمارے ان بیانات کو بدلایل قاطعہ غلط ثابت کرے ورنہ اس انعام کو جس کا وہ بار بار اظہار کر کے سادہ لوحوں پر اپنے دلایل کا اثر بٹھانا چاہتے ہیں۔ ہمارے حوالہ کر کے دستار فضیلت کو سر سے اتار دے +

اس جگہ ہم ایک اور دشمن کا بھی ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ جس دن سے آریہ گزٹ کی عنان ادارت مہاشہ بسنام رائے

ایک احمدی خاتون کے جذبات

ذیل کے اشعار ایک احمدی خاتون کی طبع رسا کا نتیجہ ہیں اور چونکہ ایک خاتون کے جذبات ہیں۔ امید ہے کہ شعری لوازمات کو نظر انداز کر کے خاص قدر کی نگاہوں سے دیکھے جائیں گے +

ہم نے ووکنگ میں جا کے کیا دیکھا — بیشک اک جلوۂ خدا دیکھا
دیں کو بخشا کمال خالق نے — خواجۂ خواجگاں کھڑا دیکھا
جب ہوئے صدر صدر الدین احمد — گرد اک جمگھٹا لگا دیکھا!
صید کرتے سفید چڑیوں کو — وار ان کا چپا تلا دیکھا!
نورِ احمدؐ کی جب صدا اٹھی — اسمِ اعظم واں گونجتا دیکھا!
مرحبا ہیڈلے جزاک اللہ — حق کا متلاشی باخدا دیکھا
برسوں ڈھونڈا کیا کلیسا میں — آخر اسلام میں خدا دیکھا
آن کر چند روزہ ووکنگ میں — آن واحد میں مصطفےٰ دیکھا
نورِ حق دیکھا دینِ احمدؐ میں — جلوہ پھر حق کا جابجا دیکھا
ابرِ رحمت کا پہلا قطرہ ہے تو — گرتے پھر اک پہ دوسرا دیکھا
ہو مبارک یہ بارشِ اسلام — تیری آنکھوں نے کیا سے کیا دیکھا
ہم کو ہے ناز اک زمانے پر — کیا بتائیں کہ ہم نے کیا دیکھا
گو نہیں دیکھا احمدِ مرسل — پر غلام اُس کا بارہا دیکھا
اک چھلاوا سا ہو گیا لیکن — سیر ہو کر ابھی نہ تھا دیکھا
کیا کہوں دل پہ کیا گذرتی ہے — تفرقہ ان میں جو پڑا دیکھا
ہند میں آنا پھر مبارک ہو — صدرِ دیں دیں پہ مرشا دیکھا
شکر صد شکر احمدی بیگم — صدرِ دیں صدر از کیا دیکھا

مضمون بقیہ صفحہ

بس اتار گیا سورج نے پھر دکھائی دی اور قبرستان سے واپسی پر گرمی تھی۔ چونکہ مرحومہ کے زہد و تقا کا شہرہ نہ صرف شہر میں بلکہ دیہات میں تھا اور دور دور کے لوگ ان کا دل سے احترام کرتے تھے اسلئے جوق در جوق اس خبر کو سنکر جنازہ گاہ میں پہنچے اور یکے بعد دیگرے چار دفعہ جنازہ پڑھا گیا۔

تحدیث بالنعمت کے طور پر اور نیز اسلئے کہ ہماری بہنیں ان کے نیک نمونہ سے فائدہ اٹھائیں مختصراً یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مرحومہ نے اپنی قریباً ستر سالہ زندگی میں اپنا نہایت ہی اعلیٰ اور پاک نمونہ چھوڑا۔ فی زمانہ مستورات میں تو کیا مردوں میں بھی ایسا زہد و تقویٰ عبادت۔ ایثار و للہیت کا نمونہ ملنا بہت ہی مشکل ہے وہ دن رات کا اکثر حصہ تلاوت قرآن مجید و نماز اذکار میں گذارتیں اور ہر ایک اہل قرابت اور ہمسایہ سے نہایت ہی نیک سلوک و مروت کا رویہ رکھتیں اور غربا و مساکین پر ہمیشہ شفقت و مروت کرتیں اور اکثر خیرات اسطرح کرتیں کہ دوسرے کو علم نہ ہو اور باوجود اللہ تعالےٰ کے بیحد افضال کے جو کہ ان پر دنیوی رنگ میں تھے وہ عجز و انکسار اور تحمل و فروتنی کا نمونہ تھیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور جملہ پسماندگان کو ان کے نمونہ پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین۔

شہر و قرب و جوار کے نہ صرف مسلمان بلکہ معزز ہندو بھی ان کی عزیز پرسی میں شامل ہوئے۔

جائنٹ سیکرٹری صاحب

چودہری ظہور احمد صاحب جائنٹ سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام رخصت سے واپس تشریف لے آئے ہیں اور دفتر میں کام شروع کر دیا ہے۔ اس لئے آئندہ جائنٹ سیکرٹری کی تمام خط و کتابت انہی کے نام ہوگی احباب مطلع رہیں +

مضمون بقیہ صفحہ

ہو کہ مسیح علیہ السلام کو آسمان سے اتارنے کا عقیدہ رکھ کر اپنے اس قول کی تکذیب کرتے ہو کہ جو آسمان پر جاتا ہے پھر واپس نہیں آتا۔ سوچو اور سمجھو کہ ہمارے اس عقیدہ سے کسی درست بات کی تکذیب تو نہیں ہوتی۔ مگر کون سوچے لکیر کے فقیر بنے بیٹھے حالانکہ اگر نزول مسیح کی حدیث پر بھی غور کرتے تو ان کو صاف پتہ لگ جاتا کہ یہ مسیح اور ہے مسیح ناصری نہیں۔ کیونکہ دونوں کے حلیہ میں بڑا فرق ہے مسیح ناصری کا حلیہ جو معراج کی حدیث میں درج ہے گورا رنگ اور گھنگریالے بال نزولِ مسیح کی حدیث میں جو اس امت میں آنے والا ہے اسکا حلیہ گندم گون رنگ اور سیدھے بال زمین اور آسمان کا فرق یہ ہے۔ یہ دو حلیے الگ الگ کیسے ہو سکتے ہیں۔ پھر مسیح ناصری کی موت کا ذکر قرآن میں صراحت سے موجود ہونے سے اس مسیح کے دوبارہ آنیکی عقیدت کو رد کر دیتا ہے۔

سیرۃ مسیح موعودؑ کا ایک ورق

ابتدائی عمر کی چند باتیں

پیدائش

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا أَفَلَا تَعْقِلُونَ

انیسویں صدی عیسوی اور تیرھویں صدی ہجری کے وسط میں جبکہ پنجاب میں سکھوں کا دور استبداد اپنی انتہائی منازل کو پہنچ چکا تھا میرزا ہادی بیگ کی نسل سے وہ نور ہدایت رونما ہوا جس کی انتظار امت محمدیہ کے اولیاء اور ابدال اور اقطاب کو تیرہ سو سال سے چلی آتی تھی جسکو خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا سلام بھیجا تھا اور جسکے انوار تربیت سے بیسویں صدی کے مہذب انسانوں کو منور ہو کر ہدایت کے رستہ پر گامزن ہونا تھا۔

میرزا غلام مرتضےٰ جو اسوقت اپنے باپ میرزا عطا محمد صاحب کی کھوئی ہوئی ریاست کے ایک حصہ پر دوبارہ قابض ہو چکے تھے اس فکر میں غلطان و پیچان تھے کہ کس طرح سے بقیہ علاقہ کو اپنے قبضہ و تصرف میں لائیں کہ ناگاہ فیضان ایزدی ان پر ایک اور رنگ میں نازل ہوا۔ اللہ تعالےٰ نے ان کے گھر میں ایک ایسا نور پیدا کیا جس کی روشنی سے آج کم از کم چار پانچ لاکھ انسان منور ہو کر اسلام کا پاک نام دنیا کے ہر گوشہ اور ہر حصہ میں پہنچانے میں منہمک ہیں۔ وہ ظاہری سلطنت و ریاست جو اس کے آباؤ اجداد کو حاصل تھی چند میلوں سے پرے نہ تھی لیکن اسکی حکومت کا دائرہ آج ہزارہا میلوں میں پھیلا ہوا ہے۔ اور یا وجودیکہ وہ آج ہم میں نہیں۔ لیکن بیشمار دل اسکے نام پر...... فدا ہونے کو تیار ہیں ۱۸۳۵ء ۱۲۵۰ ہجری وہ مبارک سال ہے جب آپ کی پیدائش ہوئی۔ حضرت محی الدین ابن عربیؒ نے لکھا ہے کہ مسیح موعود توام پیدا ہوگا۔ اور ایسا ہی ہوا۔ آپ کے ساتھ ہی ایک لڑکی پیدا ہوئی جو تھوڑے دن زندہ رہ کر فوت ہوگئی۔ آپ کے والد ماجد نے ایک نہایت مبارک فال کو مدنظر رکھ کر آپ کا نام غلام احمد رکھا جس کے ساتھ اگر "قادیانی" کا اضافہ کر دیا جائے تو حساب جمل اسکے عدد تیرہ سو بنتے ہیں۔ گویا تیرھویں صدی کے آخر میں جس مبارک وجود نے مخلوق خدا کی رہبری کے لئے کھڑا ہونا تھا وہ آپ ہی ہیں۔ چنانچہ "غلام احمد قادیانی" کے الفاظ اس زمانہ پر آپ پر الہاماً نازل ہوئے جب خلعت مجددیت سے آپ کو سرافراز فرمایا گیا۔ آپ کی طفولیت کا زمانہ کہتے ہیں کہ نہایت پاکیزہ اور معجز نما زمانہ تھا۔ جس سال آپ پیدا ہوئے۔ پنجاب میں سکھوں کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ اور مسلمانوں کو اس دور تشدد سے نجات حاصل ہوئی جو سکھوں کی طوائف الملوکی میں ان پر طاری تھا۔ خود آپ کے خاندان اور گھر میں جو عسرت اور تنگی کی حالت تھی وہ فراخی اور راحت سے بدل گئی اور دن بدن حالت سدھرتی چلی گئی۔ اگرچہ وہ سابقہ حکومت و ریاست تو بازنہ ملی لیکن خاندانی حالت نہایت عمدہ ہوگئی۔

ایام طفولیت

آپ کے ایام طفولیت میں جو اوصاف آپ سے ظاہر ہوئے وہ بڑے بڑے صاحب عقل انسانوں کو حیران کرنے والے تھے ایام شیر خوارگی سے نکلکر جب آپ چلنے پھرنے کے قابل ہوئے تو والد ماجد نے آپ کے بہلانے کے لئے خاص طور پر کھلونے فراہم کئے اور قصبہ کے بچوں کو اپنے گھر لا رکھا کہ آپ سے ملکر کھیلیں کودیں اور خوش رہیں لیکن قدرت نے آپ کو شروع سے ہی ایسی طبیعت عنایت فرمائی تھی کہ اس دنیا اور دنیا کی چیزوں سے آپکو کوئی لگاؤ نہ تھا۔ اور بشرہ سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی عظیم الشان کام کی طیاری میں مستغرق ہیں چنانچہ بعد کے واقعات نے ثابت کر دیا کہ وہ کام فی الحقیقت بہت عظیم الشان تھا جس کیسی ہی سوچ فکر رکھنے والی طبیعت درکار تھی۔

تعلیم

چھ سات سال کی عمر میں آپ کے والد ماجد نے اپنے خاص مذاق کے مطابق آپ کی تعلیم کا بندوبست کیا۔ ایک فارسی دان استاد جس کا نام فضل الٰہی تھا آپ کی تعلیم کے لئے مقرر ہوئے استاد کو بھی اپنے مبارک شاگرد کی بعض حرکات دیکھ کر ماس کے

...پ اپنے استادوں کا
...ادر ملتے تھے۔ قریباً دو ازالی
...پ نے قرآن شریف اور فارسی کی کئی ایک
...یں جسکے بعد دس سال کی عمر میں ایک عربی دان
...نا آپ کی عربی تعلیم کے لئے مقرر کیا گیا جن کا اسم گرامی
فضل احمد تھا جو مولانا مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی کے
دادا جان تھے۔ ان کو بھی آپ کے حیرت انگیز کرشمات اور بصیرت
افروز نکات کو سنکر تعجب ہوتا تھا۔ اور باوجود استاد ہونے کے
آپ کی خاطر و مدارات ملحوظ رکھتے اور ادب کرتے تھے اور
بعد میں جب آپ نے مسیحیت کا دعویٰ کیا تو انہوں نے بلا
تامل شہادت دی کہ یہ شخص سچا ہے۔ بلکہ عیسائیوں کے
اعتراضات کے جواب آپ سے جاکر پوچھتے تھے۔ آپ نے
ان سے علم صرف کی بعض کتابیں اور نحو کے کچھ قواعد پڑھے
اسکے بعد سترہ سال کی عمر میں ایک اور استاد گل علی شاہ نام
مقرر ہوئے جو بٹالہ کے رہنے والے تھے۔ ان سے آپ نے
علم منطق پڑھا اور نحو کی جہاں تک ممکن تھا تحصیل کی۔

آپ کے والد ماجد بہت بڑے طبیب تھے۔ انہوں
نے اس ہونہار فرزند کو بھی علم طبابت سے بہرہ ور کرنا چاہا
اور کیا۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ اس پاک انسان کا کام جسمانیات
سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ روحانیات سے متعلق ہے اس نے
آئندہ ہزارہا انسانوں کی روحانی بیماریوں کے لئے مسیحا کا کام
کرنا ہے۔ اور یہ کام طب جسمانی پر ہزارہا درجہ زیادہ فوقیت
رکھتا ہے تاہم آپ نے علم طب کی بہت سی کتابیں اپنے
والد سے پڑھیں۔ اور خدا کے فضل سے جسمانی بیماریوں کے
علاج میں بھی آپ کو خاصی مہارت حاصل تھی۔

مطالعہ کا شوق

ابتدا ہی سے آپ کو کتابوں کے مطالعہ کا شوق بہت
زیادہ تھا۔ زیادہ تر آپ اسی میں مصروف رہتے اور عموماً
ٹہل کر آپ پڑھا اور لکھا کرتے۔ وہ حصہ زمین جہاں روزمرہ
ٹہلا کرتے تھے اور عموماً بہت کثرت کے ساتھ ٹہلتے تھے بار بار
قدم پڑنے سے باقی حصہ زمین سے دب کر نیچے ہو جاتا تھا
آپ کے والد ماجد کو آپ کی صحت کا بہت خیال رہتا تھا۔
اور اسوجہ سے آپ کو اکثر کثرت مطالعہ سے منع کرتے رہتے تھے

دنیوی کاموں سے نفرت

یہ بھی ان کا منشا تھا کہ کتب کے مطالعہ کو چھوڑ کر دنیوی
کاموں میں ان کی امداد کریں۔ اپنی کھوئی ہوئی ریاست کو
دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ چنانچہ خود اپنا وقت و زیادہ
تر ایسے ہی کاموں پر صرف کرتے اور بیٹے کو بھی امور دنیا داری
اور نشیب و فراز سے خوب آگاہ کرنا چاہتے تھے۔ لیکن ساتھ
ہی اس ہونہار فرزند کی طبیعت اور طرف راغب پاکر یہ
فرماتے کہ میں صرف ترحم کے طور پر اپنے بیٹے کو دنیا کے
دھندوں کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ ورنہ میں جانتا ہوں کہ کس طرف
اسکی توجہ ہے۔ یعنی دین کی طرف۔ اور سچ بات یہی ہے ہم
تو اپنی عمر ضائع کر رہے ہیں۔

یہ آپ کے والد ماجد کی شہادت ہے جس سے صاف
پتہ لگتا ہے کہ عین عنفوان شباب میں بھی آپ کے دل پر دنیا
اور اس کے دلفریب مناظر کا کوئی نقش موجود نہ تھا۔ جاہ
پرستی کی بجائے خدا پرستی آپ کے دل پر مستولی تھی۔ کسی نے
کیا ہے اور بالکل سچ کہا ہے ؎

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری است

فی الحقیقت ابتدا ہی سے آپ اس رنگ میں رنگین
تھے جو انبیاء اور مامورین کا رنگ ہوتا ہے اور یہ آپ کی صداقت
پر ایک بین دلیل اور روشن نشان ہے جیسا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی ابتدائی عمر کو اللہ تعالے نے آپ کی صداقت
کے لئے بطور دلیل پیش کیا ہے

لیکن ابھی آپ نے اس ایک انسان کی ماموریت سے
پہلے بہت دلکش مناظر کو دیکھنا ہے جو قدم قدم پر اسکی صدق و
دیانت کا ثبوت پیش کرتے ہیں ؎

زفرق تا بہ قدم ھر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

زمینداری کا کام

والد ماجد نے آخر کار زمینداری کا کام آپ کے سپرد کر دیا
جس کو طبیعت کی عدم رغبتی کے باوجود امتثال امر کے لئے کچھ دن
سرانجام دیا اور یوں اس پیشگوئی کو پورا کر دیا جو زبان مبارک نبوی
سے تیرہ سو سال ہوئے نکلی تھی کہ مہدی موعود حارث (زمیندار) ہوگا

سرکاری ملازمت

آپ کے والد ماجد کا آپ کو زمیندار ہی نہ بنانا چاہتے
تھے بلکہ کسی بڑے سرکاری عہدہ پر آپ کو دیکھنا چاہتے تھے
جہاں پہنچکر آپ اپنی آبائی ریاست کو واپس لے سکیں چنانچہ
اسی خیال سے انہوں نے آپ کو سرکاری ملازمت میں لگا دیا
اور کچھ دنوں آپ سیالکوٹ میں بطور ناظر ضلع کام کرتے رہے۔
آپ کی یہ ملازمت کا زمانہ بھی زریں نظر آتا ہے۔ صدق و دیانت
اور فرض شناسی آپ کے جوہر خصوصی تھا۔ جس عہدہ پر آپ ملازم
تھے وہ رشوت ستانی اور ستم گری کا ایک اچھا خاصہ ذریعہ ہو
سکتا تھا لیکن آپ نے اس طرف قطعاً توجہ نہ کی اور صرف
اس تھوڑی سی تنخواہ پر ہی جو گذر اوقات کے لئے بمشکل مکتفی ہو
سکتی ہے۔ والد ماجد کی حکم کی تعمیل میں بیٹھے رہے۔ اور اپنے
فرائض کو اس خوش اسلوبی سے سرانجام دیا کہ حکام نے آپ
کی حسن کارکردگی کی وجہ سے آپ کو تمغے دئے۔ دوسرے لوگ
بھی جن سے آپ کو واسطہ پڑتا تھا۔ آپ سے بہت ہی خوش تھے

دینی شغف اور غیر مذاہب سے گفتگو

دوران ملازمت میں بھی آپ نے شغل کتب بینی اور
دینی مطالعہ کو نہیں چھوڑا۔ جب آپ دفتر کے کام سے فارغ
ہوتے تو سیدھے اپنی جائے رہائش پر جو ایک نہایت مختصر
سا مکان تھا آجاتے اور وہاں تنہا مطالعہ میں مصروف ہو جاتے
ملازمت کی وجہ سے جہاں آپ کو بات سے ایسے لوگوں کا تجربہ
ہوا جو صدق و دیانت کو کچھ چیز ہی نہ سمجھتے تھے۔ چہ جائیکہ
اکل حلال سے انہیں کوئی واسطہ ہو۔ وہیں زندگی کے اس حصہ
میں مختلف مذاہب کے پیرووں سے بھی آپ کو ملنے کا اتفاق
ہوا جن میں سے ایک پادری صاحب کو آپ سے ایک خاص
انس ہو گیا تھا۔ یہ پادری صاحب سکاچ مشن سے تعلق رکھتے
تھے اور اپنے حلقہ میں بہت معزز و ممتاز تھے۔ اتفاقاً ان کی
ملاقات آپ سے ہو گئی اور کچھ مذہبی گفتگو بھی ہوئی جس کا پادری
صاحب کے دل پر خاص اثر پڑا۔ اور اب انہوں نے روزانہ ملنا
شروع کیا۔ وہ ہر روز آپ کے دفتر میں پہنچتے اور جو وقت
آپ کام سے فارغ ہو کر نکلتے تو ان کے ساتھ ہی گفتگو کرتے
ہوئے گھر تک جاتے اور پھر وہاں بھی بیٹھ کر دیر تک گفتگو کرتے
رہتے۔ باوجودیکہ وہ مکان نہایت ہی مختصر اور بالکل معمولی تھا
جو ایک عیسائی کی طبیعت کو لبھا نہیں سکتا لیکن پادری صاحب
وہاں بڑی خوشی سے دیر تک بیٹھے رہتے اور بڑی محویت اور
عقیدت سے آپ کی باتیں سنتے۔ مشن والوں نے جب یہ دیکھا
تو پادری صاحب کو اس سے روکنا چاہا اور کہا کہ اس میں مشن کی
خفت ہے کہ آپ وہاں جاکر بیٹھتے اور ان کی باتیں سنتے ہیں۔
انہوں نے جواب دیا کہ تم نہیں جانتے یہ ایک بڑا عظیم الشان
انسان ہے۔ میں اسکو خوب سمجھتا ہوں۔

غالباً اسی زمانہ میں آپ نے والد صاحب کے اصرار سے
وکالت کے امتحان کی تیاری کی۔ آپ کے ہم سبق اور رفیق
کوئی ہندو تھے لیکن مصلحت الٰہی نے آپ کو اس مشغلہ سے
روک لیا۔ (اور) سے اس عظیم الشان کام کو نقصان پہنچنے کا احتمال
تھا جو آئندہ آپ کے سپرد ہونے والا تھا۔

آپ کی قلبی کیفیت

سیالکوٹ کی زندگی اور ملازمت ہمیشہ لوگوں کی بد اعمالیوں
کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے اپنے حالات پر مولانا رومؒ کے یہ
شعر منطبق کئے ہیں ؎

من بہر جمعیتے نالاں شدم جفت خوشحالان و بدحالاں شدم
ہر کسے از ظن خود شد یار من وز درون من نجست اسرار من

ترک ملازمت

آخر کار والد صاحب کی محبت ان کی دنیوی خواہشات
پر غالب آئی اور اپنے لخت جگر کے فراق کو زیادہ برداشت
نہ کر سکنے کی وجہ سے آپ کو نوکری چھوڑ کر چلے آنے کے لئے لکھا
چنانچہ آپ نے اس حکم کی تعمیل کی اور فوراً استعفا دے کر والد صاحب
کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ وہاں پہنچتے ہی والد صاحب نے
پھر زمینداری کا کام سپرد کر دیا

دنیا سے نفرت

لیکن وہاں آپ کو قرآن شریف اور دیگر کتب کے مطالعہ کا اکثر
وقت مل جاتا تھا اور آپ عموماً کتابیں مطالعہ کرتے اور اپنے والد
صاحب مکرم معظم کو بھی سناتے تھے جس سے والد صاحب کے دل
میں یہ بات راسخ ہو گئی کہ آپ کو دنیا کے کاموں سے قطعی نفرت ہے
اور محض دین ہی دین آپ کا شغل ہے۔ اس کو دیکھ کر بعض وقت
انہیں فکر ہوتا اور اپنے دوستوں سے کہتے کہ مجھے غلام احمد کا فکر
ہے یہ کہاں سے کھائے گا وہ کیا جانتے تھے کہ روز کی روٹی تو
ایک طرف اسکی جھولیوں میں لعل و جواہر آکر پڑیں گے اور وہ بصد استغنا
انہیں ساری قوم پر نثار کر دے گا۔

زہد و عبادت

عبادات میں آپ کو اس درجہ انہماک تھا کہ جب کوئی شخص
آپ کے والد ماجد صاحب سے آپ کا پتہ دریافت کرتا تو آپ
جواب دیتے مسجد کے سقادہ کی کسی ٹونٹی میں جاکر دیکھو۔ اگر وہاں
نہ پاؤ تو مسجد کے اندر کسی گوشہ میں تلاش کرو۔ اگر وہاں بھی نہ ہو تو دیکھنا
کہ کسی صف میں کوئی لپیٹ کر کھڑا کر گیا ہوگا کیونکہ وہ زندگی میں ہی
مرا ہوا ہے۔

روزہ داری

ایک دفعہ آپ کو خواب میں ایک متبرک صورت بزرگ دکھائی
دئے جنہوں نے آپ سے کہا کہ تو کسیقدر روزے انوار سماوی کی
پیشوائی کے لئے رکھنا سنت خاندان نبوت ہے۔ چنانچہ آپ نے
مخفی طور پر روزے رکھنے شروع کئے۔ باہر مردانہ نشست گاہ
میں آپ کھانا منگوا لیتے اور قصبہ کے یتیم بچوں سے کہہ رکھا تھا وہ
آکر آپ سے لیجاتے۔ کچھ دنوں تک یہ التزام رکھنے کے بعد آپکو
خیال ہوا کہ ایسے روزوں کا کیا فائدہ کہ ایک وقت پیٹ بھر کر روٹی
کھالی جائے۔ کسی طرح کھانے کو کم کرنا چاہئے۔ چنانچہ آپ نے
آہستہ آہستہ کھانے کو کم کرنا شروع کیا۔ جس سے دن رات میں
آپ کی غذا چند تولے رہ گئی اور آٹھ نو ماہ تک آپ صرف اس
چند تولے روٹی پر ہی گذارہ کرتے رہے جس سے خدا کے فضل
سے آپ کی صحت کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔

مکاشفات اور نبی کریم صلعم کی زیارت

ان روزوں سے اللہ تعالے نے آپ کو خواب اور مکاشفات
میں بڑے بڑے عجائبات دکھائے۔ بعض گذشتہ نبیوں سے
ملاقاتیں ہوئیں۔ اس امت کے اولیاء کی زیارت حاصل ہوئی
خود حضرت نبی کریم محمد رسول اللہ صلعم عین عالم بیداری میں تشریف
فرما ہوئے۔ جس کا تذکرہ آپ نے خود ذیل کے اشعار میں کیا ہے۔

یاد کن وقتیکہ در کشفم نمودی شکل خویش
یاد کن ہم وقت دیگر کامدی مشتاق وار
یاد کن آں لطف و رحمت ہا کہ با من داشتی
واں بشارت ہا کہ میدادی مرا از کردگار
یاد کن وقتیکہ چوں بنمودی بہ بیداری مرا
آں جمالے آں رخے آں صورتے رشک بہار

علاوہ ازیں بہت سے انوار روحانی تمثیلی طور پر آپ پر
نازل ہوئے جن سے اس زہد و ریاضت کا پتہ لگتا ہے جو والد صاحب
کی زندگی ہی میں آپ نے اختیار کر رکھی تھی۔ (بسیرۃ ماخوذ)

عسل مصفیٰ اور حضرت مسیح موعود

ایک اعتراض کا جواب

از طرف حکیم مرزا خدا بخش صاحب مصنف عسل مصفیٰ کے قلم سے

پرچہ "اہلحدیث" امرتسر مورخہ ۲۲ مئی ۱۹۲۵ء کے کالم سوم کے دیکھنے کا مجھے اتفاق ہوا۔ میں جانتا ہوں کہ اڈیٹر "اہلحدیث" کو اپنے اخبار کے بارونق بنانے کے لئے اس سے بڑھکر اور کیا مضمون ملسکتا ہے کہ مجدد وقت پر ناپاک تناپاک الزامات قائم کر کے اپنی جیب کو گرم کرے اسلئے وہ یا ان کے چیلے آئے دن مجدد وقت کے مشن پر کوئی نہ کوئی اعتراض جڑ دیا کرتے ہیں تاکہ عقل کے اندھے اور گانٹھ کے پورے ان کی علمیت اور فضیلت کی داد دیں لیکن ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ بجائے علمیت ظاہر ہونے کے ان کی فضیلت کی پردہ دری ہو جاتی ہے۔ اہلحدیث کے محولہ بالا پرچہ میں مولوی ثناء اللہ کے ایک چیلے حبیب اللہ کلرک نے ہمارے الفاظ مندرجہ "عسل مصفیٰ" "پر کہ وہ نبی تھا مگر غیر تشریعی یا بروزی" یہ درافشانی کی ہے کہ حکیم خدا بخش صاحب احمدی نے الفاظ وہ نبی تھا مگر تشریعی یا بروزی لکھکر اپنی کتاب عسل مصفیٰ میں مرزا غلام احمد صاحب کو غیر تشریعی نبی تسلیم کیا تھا۔ ناظرین ان الفاظ کو یاد رکھیں پھر ملاں فضیلت مآب کی اس گوہر افشانی کو دیکھیں۔

"کتاب عسل مصفیٰ" سے دو ایسی دلیلیں درج کی جاتی ہیں"

"جن سے صاف معلوم ہو جائے گا کہ حکیم صاحب کی ان تحریروں کی رو سے مرزا صاحب اپنے دعوی نبوت و رسالت میں سچے نہ تھے"

اس کے بعد عسل مصفیٰ سے دو حدیثیں نقل کی گئی ہیں جن میں سے ایک میں بتایا گیا ہے کہ نبی جس جگہ فوت ہوتا ہے۔ اسی جگہ دفن کیا جاتا ہے اور دوسری میں ہے کہ نبی کو جوان عمر میں مبعوث کیا جاتا ہے۔ حالانکہ وہ دو حدیثیں جو کتاب عسل مصفیٰ میں درج ہیں وہ تو حقیقی نبیوں کے متعلق ہیں نہ کہ غیر تشریعی یا بروزی نبیوں کے متعلق ان سے دلیل لینا دلیل مع الفارق ہے۔

پھر آپ کو یہ بھی معلوم نہیں کہ غیر تشریعی یعنی بروزی نبوت کیا ہوتی ہے۔ آیا یہ کوئی شریعت کی اصطلاح ہے اگر ہے تو ثابت کریں اور آپ ہرگز ثابت نہیں کر سکتے۔ یہ غیر تشریعی یعنی بروزی نبوت صوفیائے اسلام کی اصطلاح مجوزہ ہے۔ کیونکہ اکثر اولیاء اللہ کرام کو بروزی نبوت خداوند تعالے کی طرف سے مرحمت ہوتی ہے۔ آپ فتوحات مکیہ مصنفہ محی الدین ابن عربی ملاحظہ کریں۔ فوالیٰ یہ پہلے اولیاء اللہ ہیں جنہوں نے مکالمات ومخاطبات اولیاء اللہ کیلئے غیر تشریعی نبوت کا نام تجویز کیا ہے۔ اور دیگر بزرگان نے اس کا نام بروزی۔ ظلی اور لغوی نبوت رکھا ہے۔ اگر ہم نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو انہیں اصطلاحات کے رو سے غیر تشریعی۔ بروزی یا ظلی یا لغوی یا لاوی نبی تسلیم کر لیا تو کیا گناہ کیا .... کیا اس سے ان کی حقیقی نبوت یا رسالت ثابت ہوتی ہے ہرگز نہیں بلکہ یہ ایسی اصطلاح ہے جو صوفیائے کرام و اولیاء عظام نے لم یبق من النبوۃ الا المبشرات کے ماتحت رویائے صادقہ یا مکالمات ومخاطبات جو ان کو محبوب حقیقی سے ہوتے ہیں" کا نام غیر تشریعی یا بروزی وغیرہ نام رکھ لیا ہے جس کے وجود سے انکار نہیں ہو سکتا۔ اگر اسکو تسلیم نہ کیا جائے تو جسقدر بڑے بڑے اولیائے کرام مثل حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ و محی الدین ابن عربی بایزید بسطامی۔ حضرت علی ہجویری المعروف بحضرت داتا گنج بخش صاحب۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی۔ حضرت بابا فرید شکر گنج اجودھنی۔ حضرت خواجہ نظام الدین صاحب اور دیگر ہزارہا اولیاء اللہ سے جنکو خدا جلشانہ سے مکالمہ اور مخاطبہ کا شرف حاصل تھا ہاتھ دھونا پڑے گا اور ان لوگوں کا قول صادق آئے گا جو کہتے ہیں کہ اہلحدیث یعنی وہابی لوگ اولیاء اللہ کے منکر ہیں۔ الغرض صوفیائے کرام کی مصطلحات سے کوئی شخص حقیقی نبی نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہم ایسا تصور کرتے ہیں اور نہ ہم۔

حضرت مرزا صاحب مسیح موعود تو ہمیشہ قسمیں کھاکر کہتے رہے کہ میں نبی کا دعوی نہیں کرتا اور وہ ہمیشہ اپنے آپ کو بموجب الہام الٰہی مجدد و محدث کہتے رہے اور اسی محدثیت والی نبوت کا ذکر کرتے رہے۔ وہ تو بار بار کہہ چکے ہیں کہ یہ مجھ پر افترا ہے کہ گویا میں نے حقیقی نبوت کا دعوی کیا ہے۔ چنانچہ جو بیان انہوں نے جامع مسجد دہلی میں دیا وہ یہ ہے۔ اے اخوان مومنین۔ اے برادران سکنہ دہلی و متوطنان این سرزمین۔ بعد سلام مسنون ودعائے درویشانہ آپ صاحبوں پر واضح ہو۔ اس وقت یہ حقیر غریب الوطن چند ہفتہ کے لئے آپ کے اس شہر میں مقیم ہے اور اس عاجز نے سنا ہے کہ اس شہر کے بعض اکابر علماء میری نسبت یہ الزام مشہور کرتے ہیں کہ یہ شخص نبوت کا مدعی ہے۔ ملائک کا منکر۔ بہشت و دوزخ کا انکاری اور ایسا ہی وجود جبرائیل اور لیلۃ القدر اور معجزات اور معراج نبوی سے بکلی منکر ہے۔ لہذا میں اظہاراً للحق عام وخاص اور تمام بزرگوں کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں کہ یہ الزام سراسر افترا ہے میں نہ نبوت کا مدعی ہوں اور نہ معجزات اور ملائک اور لیلۃ القدر وغیرہ سے منکر۔ بلکہ میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں اور جیسا کہ سنت جماعت کا عقیدہ ہے۔ ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن اور حدیث کے رو سے مسلم الثبوت ہیں اور سیدنا ومولانا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَاٰمَنْتُ بِکِتَابِ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ الْقُرْاٰنِ الْکَرِیْمِ وَاتَّبَعْتُ اَفْضَلَ رُسُلِ اللّٰہِ وَخَاتَمَ اَنْبِیَآءِ اللّٰہِ مُحَمَّدَنِ الْمُصْطَفٰی وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَاَنْتَ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَا یَعْلَمُ غَیْرُکَ وَاَنْتَ خَیْرُ الشَّاھِدِیْنَ۔ اس میری تحریر پر ہر ایک گواہ رہے۔ اور خداوند سمیع وعلیم اول الشاہدین ہے کہ میں ان تمام عقائد کو مانتا ہوں جن کے ماننے کے بعد ایک کافر بھی مسلمان تسلیم کیا جاتا ہے اور جن پر ایمان لانے سے ایک غیر مذہب کا آدمی بھی معاً مسلمان کہلانے لگتا ہے۔ میں ان تمام امور پر ایمان رکھتا ہوں جو قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں درج ہیں۔ دیکھو اشتہار ۲۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء علاوہ اسکے سینکڑوں جگہ لکھ چکے ہیں کہ میں مدعی نبوت نہیں ہوں۔

اور سب سے بڑھکر ان کا یہ فرمانا کہ میرے دعوے کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں ہو سکتا (تریاق القلوب) اس امر کا کافی ثبوت ہے کہ مدعی نبوت نہ تھے۔ اگر ہوتے تو ایسا ہرگز نہ لکھتے۔ کیونکہ یقینی بات ہے کہ نبی کا منکر باتفاق کل فرق اسلام کافر ہوتا ہے۔ پھر تعجب بر تعجب ہے کہ ملاں ثناء اللہ صاحب نے کس دیدہ دلیری سے لکھ دیا کہ وہ اپنے دعوی نبوت ورسالت میں سچے نہ تھے۔ جب انہوں نے سرے سے اس قسم کا دعوی ہی نہیں کیا تو پھر ملاں صاحب کا مدعی نبوت قرار دینا اور خاکسار کے حوالہ جات سے غیر نبی ثابت کرنا چہ معنی دارد۔ اور ہم تو سرے سے حضرت مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتے اور اسی وجہ سے ہم جماعت قادیان سے بالکل علیحدہ ہیں۔ پھر ہمارے پیش کردہ حوالہ جات سے غیر نبی ثابت کرنیکی کوشش بیفائدہ نہیں تو اور کیا ہے۔ ہاں البتہ اپنے خوش عقیدوں کو کچھ وقت کے لئے خوش کر دینا ہے کہ مولانا صاحب نے کیا عجیب نکتہ نکالا ہے۔

رہا امر دوم سو اس بارہ میں بھی عادت مستمرہ کے مطابق ملاں ثناء اللہ صاحب نے چالاکی سے کام لیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ حکیم خدا بخش صاحب احمدی "عسل مصفیٰ" کے حصہ اول کے صفحہ ۲۴۱ پر لکھتے ہیں۔ ابن مردویہ اور ضیاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب کبھی اللہ تعالے نے کسی کو مبعوث کیا نوجوان ہی مبعوث کیا۔ دیکھو کنز العمال جلد ۶۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جو اصدق الصادقین ہیں فرماتے ہیں کہ تمام انبیاء جوان بھیجے گئے اور تواریخ بھی گواہی دیتی ہے کہ رسول ہمیشہ جوان آتے رہے۔ آگے چلکر ملاں صاحب نوٹ میں فرماتے ہیں۔ حکیم خدا بخش صاحب احمدی کے الفاظ "رسول ہمیشہ جوان آتے رہے ہیں" پر غور کرو حکیم صاحب نے لکھا ہے کہ جناب مرزا صاحب ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوئے (عسل مصفیٰ مطبوعہ ۱۹۰۱ء اسلامیہ سٹیم پریس لاہور صفحہ ۱۰ اور صفحہ ۱۱) اور حکیم صاحب نے اثبات کو بھی لکھا ہے کہ جمادی الثانی ۱۳۰۸ھ میں حضرت مرزا صاحب نے بحکم الٰہی ظاہر کیا کہ قرآن واحادیث میں جس مسیح کے آخر زمانہ میں آنے کا وعدہ دیا گیا ہے وہ میں ہوں۔ (عسل مصفیٰ حصہ دوم صفحہ ۶۱۱) اس حساب سے حضرت میرزا صاحب کی عمر ۱۳۰۸ھ مطابق ۱۸۹۱ء میں ۵۲-۵۳ برس بنتی ہے جس سے وہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ مرزا صاحب جوانی میں مبعوث نہیں ہوئے بلکہ بڑھاپے میں۔

اس عبارت میں صرف ایک ہی دھوکا نہیں بلکہ کئی دھوکے ہیں اول یہ کہ خاکسار نے جو حدیث عسل مصفیٰ میں لکھی ہے وہ حضرت مرزا صاحب کے متعلق نہ تھی وہ تو ان لوگوں پر اتمام حجت کے لئے تھی جو کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ناصری اپنے آخری زمانہ میں تشریف فرما ہوں گے حالانکہ اسوقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر انیس سو برس سے بھی زیادہ ہو چکی ہے۔ وہ پیر فرتوت کی حد سے بھی گذر چکے ہیں وہ کیونکر آ سکتے ہیں۔ برخلاف مضمون حدیث کہ نبی جو مبعوث ہوتا ہے وہ جوان ہی مبعوث ہوتا ہے کہ ملاں صاحب دیدہ و دانستہ کس جرأت سے اس حدیث کو حضرت مرزا صاحب کی ذات پر چسپاں کرتے ہیں۔ دوم یہ کہ حضرت مرزا صاحب نے کب رسول ہونے کا دعوے کیا وہ تو فرماتے ہیں۔ ع

من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب

پھر اس حدیث کو ان کی ذات پر لگانا کہاں تک جائز ہے اور خود مؤلف کتاب عسل مصفیٰ نے کب ان کو نبی و رسول حقیقی معنوں کے رو سے تسلیم کیا ہے۔ یہ ملاں ثناء اللہ صاحب کی دیدہ دلیری نہیں تو اور کیا ہے۔ چہارم جیسا کہ ہم اول اعتراض کے جواب میں ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے کبھی بھی حقیقی معنوں میں نبی و رسول ہونے کا دعوی نہیں کیا تو پھر ان کو بوڑھے ثابت کرنے کی کوشش کرنا دھوکہ دہی نہیں تو اور کیا ہے۔ پنجم یہ کہ حضرت مرزا صاحب کے دعوی کو ۱۸۹۱ء میں ظاہر کرنا روشن دن میں آنکھوں میں دھول ڈالنا نہیں تو اور کیا ہے۔ سب سے پہلا اشتہار جو حضرت مرزا صاحب نے اپنی ماموریت کا دیا وہ غالباً ۱۸۸۵ء کا ہے۔ گو مطبوعہ اشتہار پر تاریخ نہیں دی ہوئی۔ مگر یقیناً ۱۸۸۵ء کا ہے کیونکہ خاکسار ۱۸۸۵ء کے آخری مہینے یعنے دسمبر میں امتحان انٹرینس میں شامل ہونے کے لئے لاہور آیا تھا۔ بعد فراغت از امتحان مشہور مقامات کے دیکھنے کے لئے گئے تو جامع مسجد لاہور کے بیرونی دروازہ پر ایک اشتہار چسپاں دیکھا جو حضرت مرزا صاحب کی طرف سے تھا جس کے پڑھنے سے میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ اگر پاس ہو گیا تو لاہور گورنمنٹ کالج میں داخل ہونے سے پہلے ایسے شخص کی زیارت ضرور کروں گا جس کا یہ اشتہار ہے جس سے ظاہر ہے کہ سب سے پہلا اشتہار ۱۸۸۵ء میں ہی دیا گیا اسمیں جو مضمون ہے وہ حسب ذیل ہے

بعد ما وجب گذارش ضروری یہ ہے کہ یہ عاجز (مؤلف براہین احمدیہ) حضرت قادر مطلق جلشانہ کی طرف سے مامور ہوا ہے کہ نبی ناصری اسرائیلی (مسیح) کے طرز پر کمال مسکینی و فروتنی وغربت و تذلل وتواضع سے اصلاح خلق کے لئے کوشش کرے اور ان لوگوں کو جو راہ راست سے بیخبر ہیں صراط مستقیم (جس پر چلنے سے حقیقی نجات حاصل ہوتی ہے اور اس عالم میں بہشتی زندگی کے آثار قبولیت اور محبوبیت کے انوار دکھائی دیتے ہیں) دکھلائے الخ اس اشتہار سے روز نصف النہار کی طرح ظاہر باہر ہے کہ حضرت مرزا صاحب ۱۸۸۵ء کے قریب مامور ہوئے ہیں نہ کہ ۱۸۹۱ء میں۔ کیا یہ صریح دلیری نہیں کیا ان تاریخوں سے ان کا ۴۰ سال یعنے عین کمال جوانی میں مبعوث ہونا ثابت نہیں۔ پھر کس بھروسہ پر ملاں صاحب ۵۲-۵۳ سال کی عمر میں مبعوث ہونا ظاہر کرتے ہیں۔ حالانکہ اگر ایسا نہ بھی ہوتا تو بھی کوئی اعتراض وارد نہ ہو سکتا تھا جبکہ خود حضرت مسیح موعود (علیہ السلام) بھی رسول اپنے حقیقی معنوں کے رو سے تسلیم نہیں کرتے۔ مجدد و محدث کے لئے جوان ہونے کی شرط نہیں ہے اگر ہے تو ملاں صاحب ثابت کریں۔

اب اس سارے بیان سے ظاہر ہو گا کہ ملاں ثناء اللہ صاحب نے بیہودہ اعتراضات میں دھوکا کھایا ہے۔ یا دھوکا دینے کی دیدہ و دانستہ کوشش کی ہے۔ امید ہے کہ ملاں ثناء اللہ صاحب آئندہ سوچ سمجھ کے اعتراض کیا کریں گے اور کسی دوسرے کے نام سے شائع نہ کیا کریں گے۔ یہ بھی سخت کمزوری کی بات اور تقوی اللہ کے خلاف ہے۔

عریضہ نیاز

بخدمت جناب زین العابدین صاحب لاہوری

سلام مسنون کے بعد التماس ہے کہ آپ کے متعدد مضامین دربارہ تیاری مکمل قرآن مجید جو وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہتے ہیں میری نظر سے گذرے۔ میں نے ان کو غور و خوض سے پڑھا۔ اور جہاں تک میری سمجھ میں آیا وہ یہ ہے کہ آپ درحقیقت موجودہ قرآن مجید کو مکمل مانتے ہیں۔ اور ناسخ منسوخ کے قائل نہیں پائے جاتے۔ اور جو لوگ الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما کو خدا کا کلام کہتے ہیں۔ اور بعض آیات قرآن مجید کو منسوخ سمجھتے ہیں۔ ان پر ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ وہ غلطی اور گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں اور دنیائے اسلام کو اپنے ساتھ غلط راستہ پر چلا رہے ہیں۔ اس خامہ فرسائی سے آپ کا مدعا یہ ہے کہ جس طرح سے ہوسکے ان لوگوں کو متنبہ کرکے اس فاسد اور غلط عقیدہ اور گمراہی سے نکال کر راہ راست پر لایا جائے۔

میں جناب کو واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ یہ لوگ ہرگز ہرگز آپ کی نہیں سنینگے۔ جو خیال ان کے دلوں میں بیٹھ گیا ہے اس کا نکالنا آپ کے بس کا روگ نہیں۔ دنیا ایسے ہی کوتاہ فہم اور ضدی لوگوں سے بھری پڑی ہے۔ اگر میں ایسے لوگوں کی چند مثالیں پیش کروں تو بیجا نہ ہوگا۔

(۱) ہمارے سناتنی ہندو بھائی باوجود خدا تعالےٰ کو خالق ماننے کے مخلوق کی پرستش کرتے ہیں۔

(۲) گائے جو ایک عام چوپایہ ہے اس کی نہ صرف حد سے زیادہ تعظیم و تکریم کرتے ہیں بلکہ اس کے گوبر، پیشاب کو کھا لیتے ہیں اور پیشاب کو پی کر پوتر ہوتے ہیں۔

(۳) بیوہ کے عقد ثانی کا ذکر ... بیوہ پن کی حالت میں جو بے عزتی اور ذلت ہوتی ہے اسکو برداشت کرتے ہوئے بھی بیوہ کا عقد ثانی نہیں کرتے۔

(۴) آریہ فرقہ جو سمجھتا اپنے آپ کو موحد اور نئی روشنی کا ترقی یافتہ خیال کرتا ہے اسکی یہ حالت ہے کہ خدا کو واحد مانتے ہوئے مادہ اور روح کو خدا کا برابر کا حصہ دار بناتے ہیں اور گائے کی عزت بھی اسیطرح کرتے ہیں جیسا اس سے پہلے عرض کر چکا ہوں۔

(۵) یہ لوگ بیوہ کے عقد ثانی کے تو ایک حد تک قائل ہوتے جاتے ہیں مگر نیوگ جو ایک کھلی بے حیائی ہے کوئی باغیرت آدمی اسکو پسند نہیں کرسکتا اسکو یہ انہیں سمجھتے بلکہ کہتے ہیں کہ نیوگ ہمارا بڑا ایک مسئلہ ہے جبتک نیوگ تسلیم نہ کیا جائے کوئی آریہ سچا آریہ ہی نہیں ہوسکتا۔

(۶) عیسائیوں کو تثلیث کی پیچیدگی اور کفارہ کا مسئلہ ایسا دلنشین ہوچکا ہے کہ ان کے سامنے وحدانیت کا کتنا ہی وعظ کرو مگر تثلیث کی پیچیدگی سے باہر نہیں آئینگے اور نہ اس سے خلاصی ممکن ہے الا ماشاءاللہ

ان سب باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے میں جناب کی خدمت میں بڑے ادب سے عرض کرتا ہوں کہ آپ مہربانی فرماکر اس مسئلہ کے متعلق اب زیادہ خامہ فرسائی نہ کریں۔ اگر آپ قیامت تک بھی لکھتے رہیں گے تو دیوبندیوں کے دلوں سے اس عقیدہ کو دور نہیں کرسکیں گے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار مکہ اور سرداران قریش خصوصاً ابوجہل اور ابولہب کو کسقدر اور کن کن خوبیوں سے راہ حق سمجھایا۔ مگر وہ اپنے کبر و نخوت کی وجہ سے نہ سمجھے اور ایمان نہ لاسکے ایسے ہی لوگوں کی نسبت اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ ختم اللہ علی قلوبہم وعلی سمعھم وعلی ابصارہم غشاوۃ۔ کیا آپ کے قلم میں آنحضرت سے زیادہ طاقت ہے۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں تو پھر کس برتے پر آپ اتنا زور لگا رہے ہیں۔ یہ لوگ قرآن کی نہیں سنتے تو آپ کی کیا سنینگے انہی لوگوں کی شان میں اللہ تعالےٰ سورۂ جمعہ میں کمثل الحمار یحمل اسفارا فرماتا ہے۔ اب اسقدر سمجھانے کے بعد میں اس عریضہ کو اس دعا کے ساتھ ختم کرتا ہوں۔ خدا آپ کی سعی کو مشکور کرے کیونکہ آپ خالصاً للہ کوشش کر رہے ہیں۔

والسلام۔ خاکسار زیرک شاہ از لاہور۔ ۱۷ مئی ۱۹۲۶ء

تازہ خبریں

ہندوستان

حکومت پنجاب کا اعلان

شملہ ۲۳ مئی۔ حکومت پنجاب نے ان تمام تصویروں کو بحق سرکار ملک معظم ضبط کرلیا ہے جنمیں نابھہ جیل میں اکالی قیدیوں پر تشدد آمیز کارروائیوں کا نقشہ کھینچا گیا تھا۔ ان تصویروں پر جو سرخی دی گئی تھی ان پر یہ الفاظ درج تھے کہ "اکالیوں کی قربانیاں" ان تصویروں کے تمام متعلقہ اشیاء بھی ضبط کرلی گئی ہیں۔

شاہ عالمی دروازہ کی مسجد کا معاملہ طے ہوگیا

چند سال ہوئے شاہ عالمی دروازہ لاہور کی مسجد ڈپٹی کمشنر لاہور کے حکم سے اس بنا پر ڈھا دی گئی تھی کہ مسلمانوں نے زمین بلدیہ کا کچھ حصہ دبا لیا تھا۔ اب اسکا معاملہ طے ہوگیا ہے۔ اور حکومت نے زمین زائد کے لئے جو ایک مرلے سے زیادہ ہے ۱۱۵۴ روپیہ کا مطالبہ کیا ہے۔ مسجد کی انجمن انتظامیہ نے مسجد کو انجمن اسلامیہ پنجاب لاہور کے سپرد کر دیا۔ اور اس نے زر مطلوبہ ادا کرکے مسجد کو اپنے قبضہ میں لے لیا ہے۔

ایک ڈاکو کی گرفتاری

آگرہ ۔ ۲۵ مئی۔ ایسٹ انڈین ریلوے پر جو ڈاکہ کی واردات ہوئی تھی۔ آگرہ کی پولیس نے ڈاکوؤں میں سے ایک کو عین اس وقت گرفتار کیا جبکہ وہ مسروقہ نوٹوں میں سے ایک کو بھنا رہا تھا ملزم ذات کا کھد ہے۔ اور ٹونڈلہ کا رہنے والا ہے۔

مدراس میں طوفان بادوباران

مدراس ۔ ۲۳ مئی۔ ضلع گنٹور کے کلکٹر کی آخری اطلاع بگولہ کے طوفان کے متعلق مظہر ہے کہ ریپلا تالوک کے اکثر حصہ میں طوفان آیا ہوا ہے۔ اور یہ حصہ ابھی تک پانی میں ڈوبا ہوا ہے مکان گر جانے سے دو جانیں تلف ہوئیں کئی مویشی تباہ ہوئے معلوم ہوا ہے کہ زر تقاوی کے طور پر ایک لاکھ روپیہ مختص کیا گیا ہے۔

دیار عرب میں شیخ سعید کا مقدمہ

ہنوز شیخ سعید محکمہ استقلال کے روبرو حاضر نہیں کئے گئے لیکن مقدمہ کی سماعت جاری ہے۔ اور ایسے کاغذات پیش ہو رہے ہیں جن کا تعلق شیخ سعید کے مقدمہ سے ہے بہت سے ایسے خطوط ہاتھ آئے ہیں جن سے سازش کے حالات معلوم ہوتے ہیں اور پتہ چلتا ہے کہ شیخ مذکور کو کس کس حلقہ کی طرف سے اعانت دی گئی تھی۔

نجدی لشکر کا اجتماع

فتح العرب راوی ہے کہ الجوف میں نجدی فوج کا زبردست اجتماع ہو رہا ہے جس کی کمان سرکردہ اشخاص کے ہاتھ میں ہے معلوم ہوا ہے کہ اس لشکر کا مقصد یہ ہے کہ الموجہ پر حملہ کیا جائے۔

فیلڈ مارشل جان ڈینٹن کا انتقال

لندن ۲۱ مئی۔ طویل علالت کے بعد مارشل جان ڈینٹن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

لاہور

جلد ۱۳۔ ۷ ذیقعدہ ۱۳۴۳ھ۔ نمبر ۵۹

عمارت مدرسہ افتتاح

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر اور حمد ہے۔ کہ جس چیز نے آج سے تین چار ماہ بیشتر جماعت احمدیہ کو ایک کرب اور اضطراب میں ڈال رکھا تھا۔ آج وہ اس کے فضل اور احسان سے تکمیل تک پہنچ گئی۔ آج سے تین چار ماہ بیشتر جماعت احمدیہ کے سامنے دو عظیم الشان کام تھے۔ ایک برلن مسجد کی تعمیر اور دوسرے عمارت مدرسہ۔ یعنے مسلم ہائی سکول کے لئے نئی عمارت۔ یہ دونوں کام جس قدر کثیر اخراجات کو چاہتے تھے۔ وہ ان کی عظمت اور اہمیت سے ظاہر ہے۔ ایک ہی وقت میں ان دو زبردست کاموں کے لئے روپیہ فراہم کرنا یقیناً اس چھوٹی سی قوم کی طاقت سے بڑھکر تھا۔ ایک طرف مسجد برلن کی عمارت کے تخمینہ کا تیس ہزار سے بڑھکر اسی ہزار تک پہنچ جانا۔ اور اس کے ساتھ دوسرے بہت سے اخراجات مثلاً میناروں وغیرہ کی تعمیر کا خرچ۔ اور دوسری طرف مدرسہ کے لئے دو تین ماہ کے اندر چالیس ہزار روپیہ کا فراہم کرنا یہ دونوں ایسے عظیم الشان کام ہیں کہ جن کی ایک ہی وقت میں تکمیل اس چھوٹی سی قوم کی تاریخ میں یقیناً یادگار رہے گی +

خدا تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے کہ ابھی ایک مہینہ ہوا ہم برلن مسجد کے افتتاح کی خبر سن چکے ہیں۔ اور اب اس کے دوسرے مہینہ میں مدرسہ کی اس شاندار عمارت کا جس کا سنگ بنیاد گذشتہ جنوری میں رکھا گیا تھا آج ۹ مئی کو افتتاح ہوتا ہے +

گذشتہ سالانہ جلسہ میں اور اس کے بعد جب یہ دونو عمارات زیر تکمیل تھیں کس قدر غم اور حزن قوم کے بعض برگزیدہ اصحاب کو لاحق تھا کس قدر مشکلات کے پہاڑ ان کے سامنے کھڑے تھے۔ اور ... کس قدر ... صدوجہد اور دعاؤں کے ساتھ انہوں نے ان سب پر غلبہ حاصل کیا۔ اس کا حال جن لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ وہ ان اصحاب بالخصوص حضرت امیر ایدہ اللہ کی للہیت اور جوش و اخلاص کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے اور ان دونوں عمارات سے وہ نیک ثمرات پیدا کرے جو ان کی اصلی غرض ہیں +

مدرسہ کی عمارت کا افتتاح کرتے ہوئے حضرت امیر ایدہ اللہ نے جو تقریر طلبار کے سامنے کی اور آپ کے بعد حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے جن پاکیزہ خیالات کا اظہار کیا ان کا خلاصہ اور لب لباب احباب کرام کے گوشگذار کرنے کے قابل ہے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ نے فرمایا کہ ان ... ات سالوں میں جو اس مدرسہ کو قایم ہوئے ہو گئے مختلف کرایہ کے مکانات میں رہنا پڑا۔ کوٹھیوں میں بھی اس کو رکھا گیا۔ اور اب چار سال سے موجودہ کرایہ کے مکان میں ہے۔ اس عرصہ میں طلبار کو تنگی کی وجہ سے ... بھی ... وجہ سے جو تکلیف اٹھانی پڑی۔ اب اس عمارت کے اندر امید ہے وہ راحت سے بدل جائیگی۔ اس عمارت کے متعلق محکمہ تعلیم کے بڑے بڑے افسروں کی یہ رائے ہے کہ پنجاب کے تمام مدارس کی عمارات میں اپنی شان کے لحاظ سے یہ اول نمبر پر ہے۔ لیکن اصل بات جس کی طرف توجہ دلانی ضروری ہے وہ اینٹ اور پتھر کی عمارت نہیں بلکہ وہ اصل غرض ہے جو اس عمارت کے بنانے اور اس مدرسہ کے قایم کرنے میں مضمر ہے۔ آپ نے اس موقعہ پر طلبار کو نیکی اور راستبازی کی تلقین فرمائی اور راستبازی پر خاص طور پر زور دیا کہ سچ بولنا ہی تمام بھلائیوں کی جڑ ہے اور اس لئے ہمارے بچوں کو یہ عادت بالخصوص اپنے اندر پیدا کرنی چاہیئے۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے بڑی عمر کے طلبار کو مخاطب کرتے ہوئے انہیں اشاعت اسلام کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا کہ یہی اصل غرض اس مدرسہ کے قیام سے ہے۔ کہ طلبار کے اندر اسلام کی محبت اور جوش پیدا کیا جائے۔ اس لئے طلبا اور اساتذہ کو چاہیئے کہ اس غرض کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں +

اس مختصر تقریر کے ساتھ آپ نے عمارت مدرسہ کا افتتاح فرمایا اور پھر حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے مذہبی جوش اور گھر بار اور وطن سے بار بار مفارقت اختیار کرنے کا ذکر کرتے ہوئے انہیں تقریر کے لئے کہا۔ چنانچہ آپ نے چند مختصر الفاظ میں اس شاندار حقیقت کی طرف متوجہ کیا۔ جو صحیفہ قدرت میں جلوہ گر نظر آتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت مولوی صاحب نے بتایا ہے۔ کہ اس مدرسہ کو بنے ہوئے سات سال ہو گئے۔ اس کو میں بطور عمدہ تفاؤل کے لیتا ہوں۔ جس طرح سے صحیفہ قدرت کے اندر ہر چیز کے تدریجی ارتقا اور کمال تک پہنچنے کے سات مدارج ہیں اسی طرح یہ بھی بعید از صداقت نہیں کہ یہ مدرسہ بھی آج بہت سے ابتدائی مراحل میں سے گذر کر اس ساتویں منزل پر پہنچا ہے۔ جو اس کے کمال کا اولین زینہ ہے۔ آپ نے بھی طلبا اور اساتذہ کو اسلام کی بہبودی اور فلاح کے پیش نظر رکھنے کی خاص طور پر نصیحت فرمائی۔

اور اس کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ نے بتایا کہ اگرچہ مدرسہ کی عمارت بن گئی ہے۔ لیکن ابھی تک انجمن پر مالی مشکلات کا بہت سا بوجھ ہے۔ جس کو طلبار اور اساتذہ ایک حد تک اتار سکتے ہیں آپ نے فرمایا کہ آیندہ دو تین ماہ کی چھٹیاں طلبار کو ہونے والی ہیں۔ اگر ہیڈ ماسٹر صاحب ایک ایسا نظام قایم کر دیں کہ طلبا جس طرح سے پہلے دو دو سو تین تین سو کی رقوم جمع کر کے لائے ہیں ان چھٹیوں میں بھی کچھ نہ کچھ چندہ کریں۔ تو بہت سا بار ہلکا ہو سکتا ہے۔ اس کے لئے آپ نے ہیڈ ماسٹر صاحب کو ایک خاص نظام بنانے کی تاکید کی۔ جس کے ماتحت مثلاً کم از کم سو طالب علم ایسے ہوں جو پچاس پچاس روپے جمع کریں۔ اور دس استاد ایسے ہوں جو سو سو روپیہ جمع کریں۔ اس کے بعد آپ نے دعا فرمائی۔ اور اسی وقت طلبا کو چھٹی دی گئی۔ اور اعلان کیا گیا کہ آیندہ ۱۱ مئی کو مدرسہ نئی عمارت میں کھلیگا فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

اس موقعہ پر ہم اپنی قوم کو مبارکباد دینا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا بڑا ہی فضل اور احسان ہے کہ آج اس نے اس چھوٹی سی جماعت کے صدق اور اخلاص کو قبول فرمایا۔ اس وقت کو ہم اگر یاد کریں جب حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب کی وفات کے بعد ہم قادیان سے نکل کر آئے تھے۔ اور موجودہ وقت اور حالات سے اس کا مقابلہ کریں۔ تو اللہ تعالیٰ کے ان افضال پر جو اس قلیل عرصہ میں اس چھوٹی سی قوم پر ہوئے ہیں۔ ہمارا دل شکریہ کے ساتھ بھر جاتا ہے وہ وقت جب ہمیں "چند آدمی" کہکر نفرت کے ساتھ یاد کیا جاتا تھا۔ جب ہمارے ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے کی پیشگوئیاں کی جاتی تھیں۔ جب طرح طرح کے افتراؤں اور بہتانات کے ذریعہ سے جماعت کو ہم سے بگاڑنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ کون اس وقت کہہ سکتا تھا کہ ان چند آدمیوں پر اللہ تعالیٰ اس قدر رحمت اور فضل کی بارش نازل کریگا۔ کون اس وقت موجودہ حالات کو اپنی دوربین عینک کے ساتھ دیکھ سکتا تھا۔ حالات یہاں تک مخالف تھے کہ خود اس جماعت کے سرکردہ احباب کو بعض وقت اپنی کامیابی میں شبہ پڑ جاتا تھا۔ اور تو اور خود اس مدرسہ کے قیام کے موقعہ پر نہ صرف قادیان سے بلکہ عام مسلمانوں کی طرف سے مخالفت کی آواز بلند ہوئی اور لوگوں کو اس میں داخلہ سے روکا گیا لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت کو کون روک سکتا ہے۔ وہ ایک غریب اور عاجز قوم کو اگر اپنے خاص فضل سے بڑھانا چاہتا ہے تو کون اس کے ہاتھ کو پکڑ سکتا ہے۔ یقیناً ہم آج بھی تھوڑے ہیں۔ اور ان لوگوں کے بالمقابل جن کو اپنی تعداد اپنے اموال اور دنیوی عز و جاہ پر ناز ہے۔ کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ لیکن خدا کا فضل ہمارے ساتھ ہے۔ اس نے قرآن کریم کا ترجمہ ایسے حالات میں شایع کرایا جب چاروں طرف سے مخالفت کا زور تھا اور اس کو ایسا مقبول کیا کہ دنیا کا کوئی حصہ اور کوئی ملک آج اس سے خالی نہیں۔ ہاں یہ اسی کا خاص فضل ہے۔ کہ دو کنگ مشن جیسا عظیم الشان کام آج اس چھوٹی جماعت کے مخلص اصحاب کے خلوص و ایثار سے وابستہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی کا کرم ہے کہ آج برلن مسجد اور جرمن مشن جیسے بڑے بڑے کام جو بادشاہوں کے کام ہیں۔ اس غریب اور نادار جماعت کے ہاتھوں سرانجام پاسئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک +

آخر میں ہم قارئین کرام کی طرف سے حضرت امیر ایدہ اللہ اور دیگر بزرگان قوم کو بالخصوص مبارکباد دیتے ہیں۔ کہ انہی کی مخلصانہ جدوجہد اور شبانہ روز محنت و سعی ان فضایل الٰہی کی کشش کا موجب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس سے بڑھکر کامیابیاں اور ثمرات حسنہ عطا فرمائے۔ آمین

مولویوں کی اکھاڑہ بندی

کچھ دنوں سے لاہور میں مولویوں کی اکھاڑہ بندی زوروں پر ہے جس دن سے مسجد وزیرخاں کی امامت مولوی دیدار علی صاحب بریلوی کے سپرد ہوئی ہے۔ کفر بازی کا بازار خوب گرم ہے گذشتہ دنوں انجمن خدام الدین کے جلسہ میں دیوبندیوں کی شرکت بریلوی جماعت کے لئے اور بھی اشتعال کا موجب ہوئی۔ اور باوجودیکہ دیوبندیوں نے بعض باتوں میں بریلوی جماعت کی ہم عقیدگی کا اظہار کیا تھا۔ جس کی وجہ سے گروہ اہل حدیث کو ان کی تردید میں بیک وقت پڑنے تاہم بریلوی کفر بازی سے کون چھوٹ سکتا تھا انہوں نے ضروری سمجھا کہ سب کو کفر کا نشانہ بنایا جائے۔ یہانتک کہ اخبار زمیندار بھی اپنے ہم مشرب مولویوں کے دست تطاول سے نہ بچا۔ اور انہی پیر جماعت علی شاہ صاحب نے جن کی آنت نہ لوسی کے لئے مولوی ظفر علی خانصاحب متعدد مرتبہ علی پور کا سفر کر چکے ہیں علانیہ بھرے جلسہ کے اندر زمیندار پر لعنتیں برسائیں۔ اور اس کے پڑھنے والے کو نکاح ٹوٹ جانے کی دھمکی دی معلوم نہیں ان لوگوں کی نظر مسلمانوں کے نکاحوں پر اس قدر کیوں ہوتی ہے کیا وہ امت مسلمہ کو پراگندہ و منتشر کرنے کے بعد غریب اور جاہل مسلمانوں کی خانہ بربادی بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ یا اس ذریعہ سے بھی جلب منفعت کا خیال ہے۔ تاکہ دوبارہ لوگ نکاح پڑھوائیں اور مولوی صاحبان کی مٹھی گرم ہو +

بہرحال بریلوی کفربازی نے سوئے ہوئے فتنہ کو پھر جگایا ... اور ایسے وقت میں جب کہ مخالفین اسلام اپنے اہم اور اصولی اختلافات کو سنگھٹن کی بھٹی میں جھونک کر الکفر ملۃ واحدۃ کا رنگ اختیار کر چکے ہیں۔ مسلمانوں کو ایک ایک کر دینے کی ایسی ناپاک کوشش کی ہے۔ کہ ایک غیر متمدن انسان کی گردن مارے شرم کے جھک جاتی ہے۔ اس موقعہ پر بعض دوسرے حنفیوں۔ دیوبندیوں اہل حدیث اور لاہور کی جماعت محمودیہ کی طرف سے جو اشتہار بازی ہوئی۔ اور اب ہر جماعت کی طرف سے مخالفانہ جلسوں کا اہتمام ہونے لگا ہے۔ وہ مولویانہ اکھاڑہ بندی کا ایک کھلا ثبوت ہے +

افسوس مسلمان آج بھی اپنی قوتوں کو انہی فروعی اختلافات کے جھگڑے میں ضائع کر رہے ہیں۔ جو آج سے کچھ عرصہ پہلے ان کی بربادی کا باعث ہو چکے ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ جاہل اور کفرباز مولویوں کا واحد علاج یہی ہے کہ ان کا قطعی طور پر مقاطعہ کر دیا جائے اور ان کی بے ہنگم سرایوں اور کفربازی سے اس طرح اغماض کیا جائے کہ گویا وہ ہیں ہی نہیں۔ ان کو .... مخاطب کرنے کے بجائے قالوا سلما پر عمل کیا جائے۔ بلکہ ضروری ہے کہ جس قدر یہ لوگ مسلمانوں کو کافر بنانے میں کوشاں ہیں۔ جو لوگ ان کے خوالف ہیں۔ وہ اسی قوت کے ساتھ کافروں کو مسلمان بنانے میں کوشاں ہوں۔ اسلام کو آج جس چیز کی سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ تعمیری کام ہے۔ بیکار آپس کے جھگڑے اور اختلافات ماسلف آؤ اور مولویانہ اکھاڑہ بندی کو چھوڑ کر اس تعمیری کام میں محمد (ص) کا ساتھ دو۔ کہ اسی میں اسلام کی کامیابی اور مسلمانوں کی حقیقی فلاح ہے۔ آؤ اور اپنی ہمت اور طاقت کو ایک دوسرے کے گرانے پر خرچ کرنے کے بجائے غیر مذاہب کے مقابلہ میں صرف کرو اور جو شخص اس جہاد کبیر سے علیحدہ ہوتا ہے۔ اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو +

پیر جماعت علی شاہ کی لاف زنی

بریلوی مولویوں کے اسی مجمع میں جو حزب الاحناف کا جلسہ

کے نام سے موسوم تھا۔ پیر جماعت علی شاہ کی ڈینگیں خاص طور پر سننے کے قابل تھیں۔ سب سے بڑی لاف زنی جو انہوں نے کی وہ یہ تھی کہ

"اگر کوئی مرزائی (حضرت) مرزا غلام احمد صاحب (مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو مسلمان ثابت کر دے تو میں دس ہزار روپیہ انعام دینے کو تیار ہوں"

اس کے جواب میں اسی دن لاہور کی جماعت محمودیہ کی طرف سے سید دلاور شاہ صاحب نے اشتہار دیا کہ پیر صاحب دس ہزار روپیہ کسی معتبر بنک میں جمع کرا دیں۔ تو ان کا مطالبہ پورا کیا جا سکتا ہے لیکن پیروں کی ڈینگیں ایسی نہیں ہوتیں کہ ان کو حقیقت پر محمول کیا جا سکے۔ عوام الناس پر سکہ بٹھانے کے لئے مولویوں اور پیروں نے اسی قسم کے جھوٹے دعاوی کو آج شیر مادر سمجھ رکھا ہے۔ افسوس ہے کہ آج قادیان کی فضا بھی اس سے خالی نہیں +

"زمیندار" کے لئے عبرت

حضرت مسیح موعود کا الہام تھا۔ انی مھین من اراد اھانتک۔ مولوی ظفر علی خان کا وجود اس الہام کی صداقت کی زندہ شہادت ہے۔ آج چھ سات سال ہوئے۔ ستارہ صبح میں مولوی ظفر علی خانصاحب نے حضرت مسیح موعود پر طعنہ زنی اور آپ کی تکذیب کو اپنا مطمح نظر بنایا۔ اس کا نتیجہ اسی وقت انہوں نے دیکھا کہ انارکلی بازار میں ستارہ صبح کے پرچے سڑک کے اوپر رکھکر جلائے گئے۔ آج پھر انہوں نے مامور الٰہی کی توہین کو اپنی شہرت اور ہر دلعزیزی کا ذریعہ سمجھا۔ اور اس کے پیرووں کو مرتد قرار دے کر قتل کے فتوے دیئے ہیں اس کا صلہ انہیں دم نقد مل گیا۔ اور انہی کے ہم مشرب حنفیوں نے بھرے مجمع کے اندر انہیں کافر اور مرتد قرار دیا ؎

ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے

مولوی ظفر علی خان کی سب سے زیادہ زبردست دلیل احمدیوں کے بالمقابل یہ تھی کہ جب ہم تمام احمدیوں کو مرتد اور واجب القتل سمجھتے ہیں۔ تو وہ اپنی آزادی ضمیر سے کام لیکر کیوں انہیں سنگسار نہ کریں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مولوی ظفر علی خان بریلوی مولویوں کو اس مفروضہ آزادی ضمیر کے استعمال کی اجازت کہاں تک دیتے ہیں +

آل مسلم پارٹیز کانفرنس

خدا کی شان ایک طرف امت مسلمہ کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی کوششیں نام نہاد مولویوں اور لیڈروں کی طرف سے جاری ہیں اور دوسری طرف امرتسر میں بعض خیر خواہان ملت آل مسلم پارٹیز کانفرنس کے انعقاد کا بندوبست کر رہے ہیں۔ اور وہ دل سے چاہتے ہیں کہ اس کانفرنس کے ذریعہ سے تمام اسلامی جماعتیں باہم متحد اور ایک دوسرے کی معین و مددگار بن جائیں۔ اس نیک ارادہ کی تائید تمام اطراف سے ہو رہی ہے۔ یہاں تک کہ "زمیندار" اور "جمعیتہ" جو احمدیوں کے نام سے جلتے ہیں۔ اس تحریک کا خیر مقدم کر رہے ہیں۔ ہم نہیں جانتے کہ ان لوگوں کے نزدیک احمدی آیا آل مسلم پارٹیز میں شامل ہیں یا نہیں۔ اور بریلوی جماعت کو بھی اس کانفرنس میں شامل کیا جائیگا یا نہیں۔ یا یوں کہئے کہ آیا بریلوی جماعت ... زمینداروں وغیرہ کے ساتھ ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونا پسند کرے گی یا نہیں۔ اگر ان بھائی فریقوں کو علیحدہ رکھا گیا۔ تو "آل مسلم پارٹیز" کی حقیقت معلوم +

سائنس اور آریہ سماج

پنڈت شیو نرائن شمیم نے اپنے ایک مقالہ میں سائنس کے مذہب پر غلبہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"الہامی کتابوں کو تحقیقات جدیدہ کے مطابق کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے"

آریہ گزٹ اس فقرے کو پڑھکر خوشی سے پھولا نہیں سماتا۔ اور لکھتا ہے کہ

"عیسائی مسلمان اور ہمارے سناتن دھرمی بھائی تمام سائنس کی روشنی میں اپنے اپنے مذاہب کی چھان بین کر رہے ہیں۔ اور انہیں سائنس کی معلومات کے مطابق بنا رہے ہیں۔ مثلاً آج کوئی پڑھا لکھا مسلمان مفر پردہ کی حمایت کر سکتا ہے"

لیکن آریہ گزٹ کو یہ کس نے کہہ دیا کہ موجودہ "مفر پردہ" اسلام کی تعلیمات میں سے ہے۔ کیا اگر یہ کہا جائے کہ سائنس کو ویدک دھرم کے خلاف پاکر سوامی دیانند نے ویدوں کی چھان بین کی اور انہیں سائنس کے مطابق بنایا تو آریہ گزٹ کو یہ پسند آئیگا؟ حالانکہ اصل اور سچی بات یہی ہے کہ ویدوں کے الفاظ اور ہندو مذہب کا دستور العمل ہرگز ان خیالات کے مؤید اور ان تاویلات کے متحمل نہیں جو موجودہ سائنس کی روشنی میں کی گئی ہیں۔ سوامی صاحب نے اگرچہ سائنس کا باقاعدہ مطالعہ نہ کیا تھا تاہم اس کے اصول ایسے نہیں کہ آج ہر کہ ومہ کو ان کی حقیقت نہ معلوم ہو سکے۔ اور یہ کیا مشکل ہے۔ کہ ویدوں جیسی کتاب کے جس کو بہت کم لوگ پڑھتے اور سمجھتے ہیں۔ الفاظ کو توڑ مروڑ کر سائنس کا جامہ پہنا دیا جائے۔ اسلام خدا کے فضل سے ایسی ضرورتوں سے پاک ہے۔ ہاں مسلمانوں نے اپنی ناسمجھی سے اس پر غلطیوں کا جو پردہ ڈال رکھا ہے اسکو پھاڑنے کی ضرورت ہے +

ڈاکٹر رانجپے اور اسلام

ڈاکٹر رانجپے ہندوستان کے سیاسی لیڈروں میں سے ہیں اور افسوس ہے کہ تنگ نظری اور غلط فہمی کا پردہ باوجود لیڈری کے ان کی آنکھوں پر سے نہیں اٹھا۔ اس کا ثبوت ذیل کے الفاظ سے ملتا ہے۔ جو اسلام کے متعلق انہوں نے کہے ہیں۔

"اسلام اور عیسائیت ہمیشہ سے تبلیغی مذہب رہے ہیں۔ اور ماضی میں انہوں نے تبلیغ میں نہایت ناجائز طریقوں سے کام لیا ہے ...... اسلام نے بہت سے لوگوں کو جبراً مسلمان بنایا تھا۔ اب ایسے واقعات بہت کم ہو گئے ہیں۔ لیکن موپلا بغاوت نے وحشت خیز طریقے سے ان کی یاد پھر تازہ کر دی ہے"

جس ملک کے پولیٹیکل لیڈروں کا یہ حال ہو کہ انہیں اپنے وطن کے صحیح حالات کی انہیں واقفیت نہ ہو۔ یا دیدہ دانستہ ان کے متعلق غلط بیانی کرنا ان کا شعار ہو۔ اس کا خدا حافظ۔ تعجب ہے کہ ہندو لیڈر اسلام کی اصل تعلیم کو نہیں دیکھتے۔ اور نہ ان بے شمار برکات پر نظر ڈالتے ہیں جو مختلف ممالک کے اندر اسلام کے نام پر سنہری حروف سے لکھی ہوئی ہیں۔ بعض ایسے واقعات پر جن کو کوئی فہمیدہ مسلمان پسندیدہ نظروں سے نہیں دیکھ سکتا رائی کا پہاڑ بنا دینا عقلمندوں کا شیوہ نہیں اور نہ ہندوستان کے موجودہ حالات کے مناسب ہے۔ موپلاؤں کی وحشت و بربریت کا ذکر کر کے ہندو جذبات کو برانگیختہ کرنا ... جہالت و تعصب کا اظہار اور قوم اور ملک کے ساتھ غداری کرنا ہے۔ کیا واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے والے غیر طرفدار لوگ اس بات کی شہادت نہیں دے چکے۔ کہ وحشت و بربریت کا برتاؤ موپلاؤں کی طرف سے نہیں ہوا۔ بلکہ اس کی اصل ذمہ داری مالابار کے ہندو زمینداروں پر عاید ہوتی ہے۔ جنہوں نے ان غریبوں کو ذلیل و خوار و تباہ و برباد کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ ... ہندو برادران تعصب کی عینک ... اتار کر اسلام کا مطالعہ کریں۔ تو موجودہ ناگوار حالات بہت جلد بدل کر ایک خوشگوار حالت پیدا ہو جائے +

دو مسلمان یتیم بچیاں

دہلی کے مولانا راشد الخیری نے ایک مراسلت اخبارات میں بھیجی ہے جس میں وہ لکھتے ہیں کہ

"صبح آٹھ بجے جب بیگم شاکر حسین صاحب بیرسٹر ایٹلا کی تشریف آوری کے انتظار میں جو تربیت گاہ بنات کے ملاحظہ کو آرہی تھیں میں سڑک پر کھڑا مولوی رفتار اللہ صاحب انجینئر سے باتیں کر رہا تھا۔ ایک غیر مسلم جماعت کے مسلمان متعلق نے مجھ کو اطلاع دی کہ آج دو مسلمان یتیم بچیاں مرتد ہو رہی ہیں۔ میں پتہ پوچھکر ان کے گھر پہنچا تو معلوم ہوا کہ لڑکیاں ابھی گھر پر موجود ہیں۔ مگر ارتداد کی تحریک شروع ہو گئی ہے۔ اور تمام کارروائی نہایت خفیہ طریقہ پر ہو رہی ہے"

یہ دونوں بچیاں کس خاندان کی چشم و چراغ ہیں۔ اور وہ کونسی بات ہے جس کی وجہ سے انہیں دین مسیحی کی پناہ تلاش کرنی پڑی اس کا حال ذیل کے الفاظ سے معلوم ہو سکتا ہے +

"بچیوں کی بڑھیا نانی نے جو غالباً نابینا ہے۔ جس وقت اپنی داستان مصیبت بیان کی تو بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ وہ کہتی تھی۔ مولانا ابو الخیر قدس سرہ کی زندگی تک ہم کو تکلیف نہیں ہوئی۔ ان کے بعد اب ہم پر دو دو تین تین وقت کے فاقے پڑ رہے ہیں۔ آج پندرہ مہینے سے یہ بچیاں ننگے پاؤں پھر رہی ہیں۔ کھانا اور کپڑا تو درکنار ہمارے بیٹھنے ہی کی جگہ نصیب نہیں ہے۔ مجبوراً یہ فیصلہ کیا کہ ان بچیوں کو کسی کے حوالے کر دیں کہ فاقوں سے تو بچیں گی"

کیا یہ حالات مسلمانوں کے لئے لائق عبرت نہیں؟ نہ معلوم ابھی اور کتنے ایسے گھر ہیں۔ جہاں مسلمانوں کی اولادیں غربت و افلاس کی وجہ سے کفر و شرک کی آغوش میں جانے کے لئے تیار ہیں یا جا چکی ہیں۔ یہ ساری مصیبت اسی وجہ سے ہے کہ مسلمانوں نے اپنے یتیموں کی خبرگیری چھوڑ دی۔ حالانکہ جس قدر اسلام نے یتیموں کے ساتھ احسان کی تاکید کی ہے۔ شاید کسی دوسرے مذہب نے ایسی تعلیم نہیں دی۔ لیکن افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اپنے مذہب کو چھوڑ دیا۔ اور غیر قوموں نے اسے لے لیا جس کی وجہ سے یہ ہولناک واقعات آئے دن سننے میں آتے ہیں۔ کاش وہ اب بھی اصلاح حالات کی طرف متوجہ ہوں +

رسول کریم کے بعد نبی؟

"الفضل" نے پھر اپنی ایک تازہ اشاعت میں انہی بیہودہ دلایل سے جن کا تار و پود متعدد مرتبہ بکھیرا جا چکا ہے آنحضرت کے بعد سلسلہ نبوت کے جاری ہونے پر زور دیا ہے۔ حیرت ہے کہ ان لوگوں کی عقلوں کو کیا ہو گیا۔ نبوت کو عمل کا نتیجہ قرار دینا ایک ایسی فاش غلطی ہے جس سے بڑھکر اور کوئی خطا نہیں ہو سکتی۔ نبوت کوئی ایسا انعام نہیں جو انسان کو عمل کرتے ہوئے روحانیت کے اعلیٰ درجہ پر پہنچ کر مل جاتا ہے۔ بلکہ ایک منصب ہے۔ جو ایک خاص کام کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے خاص بندوں کو بطور موہبت عطا ہوتا رہا ہے۔ وہ کام چونکہ اب باقی نہیں شریعت جو نبیوں کا اصل کام ہے چونکہ کامل ہو چکی ہے۔ اس لئے اب کسی اور نبی کی ضرورت نہیں۔ آنحضرت صلعم کے بعد کسی اور شخص کو نبی بنانا آپ کے رحمتہ اللعالمین ہونے کے منافی ہے۔ یہ کہنا کہ آپ کے اتباع سے کوئی شخص نبی ہو سکتا ہے ایک صریح مغالطہ ہے نبی کسی کا تبع نہیں ہوتا۔ بلکہ خود مطاع ہوتا ہے۔ اور اس پر وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ کی آیہ کریمہ اور حضرت مسیح موعود کی تحریرات ایک کھلی شہادت ہیں یہ کس قدر مضحکہ انگیز بات ہے۔ کہ دین اسلام کی حفاظت کے لئے نبی کے آنے کی ضرورت ہے۔ کیا تیرہ سو برس تک دین اسلام کو حفاظت کی ضرورت نہ تھی۔ پھر کیوں اس قدر طویل عرصہ میں کوئی نبی نہ آیا۔ اور تمام بڑے بڑے اولیا اور ابدال اور اقطاب اعلیٰ درجہ روحانیت پر پہنچ جانے کے باوجود نبی نہ ہو سکے؟ اگر رحمتہ اللعالمین کے یہی معنے ہیں کہ آنحضرت صلعم کی اتباع سے نبی بنا کریں۔ تو تیرہ سو سال تک کیا آپ دنیا کے لئے رحمت نہ تھے؟ تعجب ہے کہ آنحضرت صلعم دین کی حفاظت کے لئے محض مجددوں کے آنے کا وعدہ دیتے اور اپنے آپکو قصر نبوت کی آخری اینٹ بتاتے ہیں (انا ھذہ اللبنۃ وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی) اور آج کہا جاتا ہے کہ ابھی اسکے اندر ہزارہا اینٹوں کی گنجایش ہے۔ اور یہ محل بالکل نامکمل کھڑا ہے کیا یہ اسلام پر ایک خطرناک حملہ اور حضرت مسیح موعود کی ذات پر ایک بہت بڑا ناپاک الزام نہیں حالانکہ آپ کھلے طور پر ایسے الزامات سے اپنی بریت کا اعلان کر چکے ہیں۔ اور مجددیت سے بڑھکر اپنے آپ کو کوئی منصب نہیں دیتے +

مسلم اخبارات کے باہمی تعلقات

(جناب قریشی کے قلم سے)

مولانا حالی مرحوم نے علمائے کرام کے متعلق چند اشعار لکھے تھے ہم خیال کرتے ہیں کہ یہ اشعار صرف علماء ہی پر نہیں بلکہ اخبار نویسوں پر بھی صادق آتے ہیں ؎

بڑے جس سے نفرت وہ تقریر کرنی
جگر جس سے شق ہو وہ تحریر کرنی
گنہ گار بندوں کی تحقیر کرنی
مسلمان بھائی کی تکفیر کرنی
یہ ہے عالموں کا ہمارے طریقہ
یہ ہے ہادیوں کا ہمارے سلیقہ

مجھے آہستہ آہستہ یہ محسوس ہو رہا ہے کہ مسلمانوں کے ۹۰ فیصدی اخبارات خدمت کے لئے نہیں بلکہ تجارت کے لئے جاری ہوئے ہیں اور کوئی ایک اخبار دوسرے اخبار کے عروج و اقبال کو کشادہ دلی کے ساتھ برداشت نہیں کرتا - نہ صرف یہ کہ ان میں برادرانہ محبت اور گرمجوشی کے آثار معدوم ہیں - بلکہ وہ ایک دوسرے کی عزت و آبرو کے دشمن بھی ہیں - ایسا معلوم ہوتا ہے جب ایک اخبار دوسرے اخبار کے خلاف قلم اٹھاتا ہے تو اس سے حملہ آور اخبار کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے حریف کی ترقی اشاعت کو روک دے - اخبارات کی یہ حالت ظاہر کرتی ہیں - کہ اخبار نویسوں کے اندر کوئی خلوص للہیت اور خدا ترسی موجود نہیں ہے اِلّا مَاشَاءَ اللّٰہ۔

چند روز کا ذکر ہے کہ معزز معاصر "زمیندار" میں نامہ نگار خصوصی نے اپنی چٹھی میں نہایت ہی بیدردی اور ناشکری کے ساتھ مولانا محمد علی جیسے عظیم الشان فرزند کو "دہلی کا آبرو باختہ اور معزول دیوار" کے خطاب سے سرافراز فرمایا - ان الفاظ کو پڑھ کر جسقدر صدمہ ہوا بیان سے باہر ہے - میں نے اسدن یہ اخبار مولانا عبدالقادر صاحب قصوری کی خدمت میں پیش کیا - آپ نے بھی بہت افسوس کا اظہار فرمایا - اور کہا کہ مولانا محمد علی جیسا قابل آدمی تو ایک واقعی اور حقیقی احترام کا مستحق ہے - میں نامہ نگار مذکور کی اس بیدردی کے خلاف احتجاج کرنا چاہتا تھا کہ معاصر "ہندو" نے "زمیندار" کو اسکی فروگذاشت پر متنبہ کیا - اور یہ امر قابل تحسین ہے کہ مولانا ظفر علی خان صاحب نے اطلاع و انتباہ کے بعد اس غلطی کی فراخ دلی سے تلافی کر دی -

اسی طرح "قتل مرتد" کا واقعہ ہے - مجھے کل ہی ایک مخلص دوست نے بتایا ہے کہ یہ صرف مسائل کی تحقیق نہ تھی - بلکہ مولانا محمد علی اور ان کے اخبار کے خلاف پروپیگنڈا تھا - اور انہوں نے واقعات کی رو سے یہ ثابت کیا کہ مولانا ظفر علی خان کے مضامین نے "ہمدرد" کی اشاعت پر بہت برا اثر ڈالا ہے - اور بہت سے لوگ مولانا محمد علی صاحب کو مرزائی سمجھنے لگے ہیں - اگر مولانا ظفر علی خان صاحب کے مضامین کا یہی اثر ہوا ہے جو مجھے بتایا گیا ہے تو ہمیں رونا چاہیئے کہ ایک بھائی نے دوسرے بھائی کی خدمات کا بہت برا بدلہ دیا ہے - مجھے یاد ہے کہ مولانا ظفر علی صاحب کی غیر حاضری میں جب زمیندار پر سولہ ہزار کی ڈگری ہو گئی تو مولانا ممدوح کی اس مصیبت پر سب سے پہلے جس بزرگ نے خون کے آنسو بہائے تھے وہ مولانا محمد علی تھے -

میں نے متذکرہ صدر افسوسناک واقعات کا اعادہ کیوں کیا ہے؟ خداوند پاک میرے دل کی نیت سے واقف ہے اور مجھے خلق خدا کے سامنے صفائی پیش کرنے کی ضرورت نہیں - ۱۱ مئی کے "بندے ماترم" میں ایک نوٹ شائع ہوا ہے میں چاہتا ہوں کہ ناظرین کرام اسکو غور سے پڑھیں -

"سیاست کی چوٹ"

مولانا محمد علی کے اخبارات "کامریڈ" اور "ہمدرد" کی مالی حالت پر تبصرہ کرتا ہوا "سیاست" لکھتا ہے کہ ہم مولانا سے عرض کریں گے کہ "ہمدرد" اور "کامریڈ" خسارہ کے معاملہ میں تنہا نہیں ہیں - بہت سے ایسے اخبار نویس ہیں جو خاموشی اور صبر سے اس سے بدتر حالت کا مقابلہ کر رہے ہیں - اگر کچھ فائدہ ہو تو ان کو جنکا درست سوال ہر وقت جن ان کے لئے دراز ہے "کیا سیاست کی یہ چوٹ اسکے پرانے دوست "زمیندار" پر تو نہیں ہے"

اگر یہ صرف "بندے ماترم" کی خوش فہمی ہے تو ہمیں کوئی شکوہ نہیں ہے - لیکن اگر روزانہ "سیاست" نے گداگری کی تعریض "زمیندار" پر کی ہے تو ہمیں اس امر کا بے حد افسوس ہے - کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ مسلمان اخبارات بھائیوں کی طرح محبت سے اپنی زندگی بسر کریں؟ والمؤمنون والمؤمنات بعضهم اولياء بعض مومن مرد اور مومن عورتیں باہم ایک دوسرے کے رفیق اور مددگار رہا کرتے ہیں - ہمیں خدا کے لئے اپنی حالت کی اصلاح کرنی چاہیے ان الفاظ کا کبھی یہ مطلب نہیں کہ ہم دوسروں کی عیب جوئی سے اپنی پرہیزگاری کا اعلان کرنا چاہتے ہیں - ہم بھی کمزوریوں کے لحاظ سے کسی طرح دوسرے اخبارات سے کم نہیں ہیں لیکن ہم سچے دل سے یہ محسوس کرتے ہیں کہ مسلم اخبارات کے باہمی تعلقات کی پوری پوری اصلاح ہونی چاہیئے -

مسلمانان چین کی موجودہ حالت
اسلام پر مشرق اقصیٰ کے سیاسی انقلابات کا اثر

(ایک چینی مسلمان کے قلم سے)

ذیل کا مضمون شانگھائی کے اخبار "نور اسلام" میں ایک چینی مسلمان لی ہاکرما نے شائع کیا ہے جس سے مسلمانان چین کی موجودہ حالت اور ان کے سیاسی موقف پر بہت کچھ روشنی پڑتی ہے -

چین کی اضطراب انگیز حالت

چین میں مانچو خاندان کی حکومت ختم ہو کر جمہوریت کو قائم ہوئے چودہ برس گذر چکے ہیں مگر ابھی تک وہاں بےچینی اور شورش کے حالات رونما ہیں - اتحاد چین کے خواب کی تعبیر بہت دور نظر آتی ہے - کیونکہ اسوقت بھی اس کی حالت اس زمانہ سے کچھ مختلف نہیں ہے جبکہ وہاں کے چھوٹے چھوٹے حکمران ایک دوسرے کے دشمن بنے ہوئے تھے - آخری اطلاعات کے مطابق یہ معلوم ہوا ہے کہ منگولیا جو اپنی آزادی کا اعلان کر چکا تھا اب اپنے ارادوں کے حصول میں روس کی مدد حاصل کرنے کے لئے بالشویک ہونا چاہتا ہے - کہا جاتا ہے کہ اس مقصد کے حاصل کرنے کے لئے منگولیا نے اپنی موروثی پالیسی کو چھوڑ دیا ہے - جو چنگیز خان کے زمانہ سے برابر منتقل ہو رہی تھی اس خبر کے متعلق مسٹر لی چیا آو چینی سفیر متعینہ روس کا بیان ہے کہ یہ افواہ بے بنیاد ہے اور یہ غلط ہے کہ بالشویک حکومت منگولیا کی پالیسی کے متعلق کوئی عملی کارروائی کرنے والی ہے لیکن اس تردید کو بھی غیر شافی تعبیر کیا جا سکتا ہے - دوسری طرف منچوریا چانگ سولن خود مختار حکمران ہے جسکی سلطنت میں کوئی دخل نہیں دے سکتا حقیقت یہ ہے کہ تمام ملک پر جنگی دیوتا کی حکمرانی ہے جو بغیر مرکزی حکومت کی مداخلت کے اس پر قابض و متصرف ہے -

دو مخالف قوتوں کی کشمکش

ایسی حالت میں یہ بات بالکل عیاں ہے - کہ تبت کی آزادی کو ہر سال ایک نئی صورت سے عملی جامہ پہنایا جا رہا ہے چین کے میدان میں اسوقت دو مخالف قوتیں باہم جدوجہد کر رہی ہیں - ایک طرف تو یورپ اپنی تبتی پالیسی کے ساتھ ہندوستانی پالیسی کے لئے سعی کر رہا ہے - اور دوسری طرف بالشویک منگولیا میں ریشہ دوانیاں کر رہے ہیں - واقعات ایسے ہیں جن کا رجحان منگولیا اور تبت کی آزادی کی طرف معلوم ہوتا ہے اور اب صرف وقت کا خیال رہ گیا ہے - آجکل چین کو جتنے داخلی و خارجی مسائل درپیش ہیں ان میں یہ مسئلہ سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے اور اسپر فوری توجہ کی ضرورت ہے - چانگ سولن جو منچوریا کی نام نہاد حکومت پر پورا قبضہ رکھتا ہے - اب آہستہ آہستہ اپنا اثر قائم کر رہا ہے - اور مرکزی حکومت ہر سال اپنا اثر کھو رہی ہے کیونکہ اسکا وجود برائے نام ہے - زمانہ گذر رہا ہے - اور ملک سیاسی انقلابات کے باعث ایک زبردست جنگ کے لئے تیار ہو رہا ہے - اس حالت میں کون ایسا ہے جو یہ تسلیم کرے گا کہ چین کی حکومت جمہوری اصولوں پر قائم ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے - منگولیا مرکزی حکومت کا جوا اتار دینے کی سخت کوشش کر رہا ہے - تبت کا آزاد ہو جانا بھی ناممکن ہے - اور منچوریا بالکل چانگ سولن کے زیر اثر ہے - اور واقعات کی رو سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ چین اس وقت ایسی چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستوں میں بٹا ہوا ہے جہاں زبردست کمزور کو شکار کر لیتے ہیں اس پیچیدہ صورت حال کو کوئی قوم اتنی بے پروائی کے ساتھ نہیں دیکھ سکتی جیسا کہ ہم تین کروڑ مسلمانوں کی قوم دیکھ رہی ہے

مسلمانوں کی سیاسی پوزیشن

یہ سوال کہ آیا چین کے پانچ نام نہاد قبائل میں اتحاد ہو سکتا ہے یا نہیں - اسوقت بہت اہمیت رکھتا ہے - اگر اسقدر بڑے ملک میں اختلافات کے باعث انتشار پیدا ہو گیا تو اس کی ذمہ داری عوام پر عائد ہو گی جنہیں موجودہ حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے بیدار ہونا چاہیئے تھا - ہم کو دیکھنا چاہیئے کہ دنیا اسوقت کس طرف جا رہی ہے - یورپ کی جنگ عظیم کے بعد سے تمام چھوٹی بڑی قوموں نے "خودمختاری" کے علم بلند کرنے شروع کر دئے ہیں - یہ کوئی تعجب کی بات نہیں - ہے کہ رنگین اقوام نے ہوا کا رخ دیکھ کر سب سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کی کیونکہ بعض سفید اقوام نے ایک عرصہ سے انہیں اپنے مظالم کا شکار بنا رکھا تھا - لیکن ان کے پنجہ سے نجات حاصل کرنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ رنگین اقوام آپس میں اختلافات پیدا کرنے سے احتراز کریں -

کسی ایسی نئی حکومت کے قیام سے قبل جو جدید اصولوں پر قائم کی جائے اس کی ضرورت ہے کہ سب سے پہلے قومی خود مختاری کے احساس کو ترقی دیجائے - تاکہ آزادی - مساوات اور انسانیت کی صداقت قائم رہے - صرف ایک چین کے مسلمان ہیں جو موجودہ جنگی طوفان میں بےحس و حرکت کھڑے تماشا دیکھ رہے ہیں - اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ سب جاہل ہیں - اگر ایسا نہ ہوتا تو اس ملک کے مسلمانوں کی اکثریت کسی ایسی تحریک کا آغاز کرتی جو مذہبی احکام پر مبنی ہوتی - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے مطابق جب کبھی ہم کسی خطرہ میں مبتلا ہوتے ہیں تو کوئی ایسی تحریک ضرور شروع کرتے ہیں جس سے ہمارا ملک اور ہمارے بھائی اس خطرہ سے نجات حاصل کریں - اگر ہم اپنی حفاظت کے لئے کھڑے نہ ہوں تو ہمارا یہ جمود صرف نبی عربی کی تعلیمات ہی کے خلاف نہیں ہوگا بلکہ خود احکام الٰہی کی خلاف ورزی کے بھی ہم معنی ہوگا -

مسلمانان چین کی مذہبی حالت

منگولیا کی آزادی - تبت کی خودمختاری اور منچوریا کی علیحدگی کے بعد چین کی جمہوری حکومت یقیناً ختم ہو جائیگی - اگرچہ اس موقعہ پر ہم مسلمانوں کی آزادی کا اعلان کر دینے کی کوئی خواہش نہیں رکھتے لیکن بہرحال ایک زبردست مذہبی جماعت ہونے کی حیثیت سے یہ امر ضرور قابل الزام ہے کہ ہم محض ناواقفیت کی زندگی بسر کریں اور صرف چند مذہبی اصولوں کی پابندی پر قناعت کر کے ایسی نازک حالت میں کسی اہم تحریک کا آغاز نہ کریں - صرف مسلمانوں پر موقوف نہیں بلکہ ہر قوم جس کا مذہب اپنی صحیح روح کو فنا کر کے محض رسوم و شعائر کی پابندی کا نام رہ جائیگا اس کا فنا ہو جانا یقینی ہے جس جماعت کا ایسا مذہب ہو اسوقت وہ اوہام پرست کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتی - مذہب کا حقیقی مقصد یہ ہے کہ انسانوں کو دین اور دنیا میں کامیاب بنائے اور ہر سچا مذہب ہمیشہ اپنے پیرووں کو اسی ارفع و اعلیٰ درجہ تک لیجاتا ہے - اس اعتبار سے قرون اولیٰ میں اسلام ایک واقعی زندہ مذہب تھا - مگر موجودہ حالت میں کم سے کم چین کے مسلمانوں نے اسے ایک مردہ مذہب بنا دیا ہے جس میں پیغمبر اسلام کی پیدا کی ہوئی روح باقی نہیں رہی ہے نہ صرف چین بلکہ تمام دنیا میں اسلام کی موجودہ حالت یہی ہے اور اسی لئے عبدالوہاب سنوسی کے اندر سے برابر اس کے احیا کی کوششیں جاری ہیں -

مسلمانوں میں ایک عام بیداری کی ضرورت

انقلاب کے بعد سے مسلمانوں کو اس ملک کی سیاسی مشین کا ایک اہم پرزہ تسلیم کر لیا گیا ہے - لیکن اب بھی ہم سیاسی کام کرنے کے قابل نہیں ہیں بلکہ محض ایک مذہبی جماعت بن کر رہ گئے ہیں

صحیح طریق پر قائم ہو جاتی اور اسے کوئی اقتدار حاصل ہوتا تو ... کے لئے یہ سب سے بہتر تھا کہ بجائے سیاسی کام کرنیکے محض مذہبی حیثیت قائم رکھتے۔ ٹانگ شنگ، یوآن منگ اور مانچو خاندان کے زمانہ میں مسلمان ایک نہایت مطیع و فرمانبردار جماعت بنے رہے اور کبھی اس خوف سے سر نہیں اٹھایا کہ مبادا وہ سیاسیات میں حصہ لینے کے باعث خطرہ میں مبتلا ہو جائیں لیکن ہمیں تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کبھی مسلمان حکام نے اپنا اثر قائم کیا ہے تو باوجود اس کے کہ خود حکومت ہی نے ان کا تقرر کیا تھا ہر قدم پر حکومت اور پبلک نے ان کی مخالفت کی ہے۔ مسلمانوں نے ہر حکمران خاندان کے مظالم اور توہین آمیز برتاؤ کے باوجود اپنی زندگی امن سے گذاری ہے۔ اور ہمیشہ صرف اللہ پر بھروسہ کیا ہے۔

احمدی طلبا اور ان کے والدین سے اپیل

ستمبر ۱۹۲۴ء میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے ایک ہوسٹل بنام مسلم ہوسٹل لاہور کے مختلف کالجوں کے مسلمان طلبا کے واسطے بالعموم اور احمدی طلبا کے واسطے بالخصوص زر کثیر کا بوجھ اپنے ذمہ لیکر جاری کیا۔ بے شک چند ایک نقائص کی وجہ سے ہوسٹل سال رواں میں کماحقہ کامیاب نہ بن سکا۔ ان وجوہات میں سے جن کی بناپر ہوسٹل اپنے مقاصد کو پورا حاصل نہ کرسکا ہیں وہ ضروری وجوہات عرض خدمت کرتا ہوں سب سے اول بیشک سال گذشتہ میں ہوسٹل کا انتظام وغیرہ بہت دیر سے شروع ہوا۔ اور اسوجہ سے طلبا کو ایک تو کافی طور پر اس کا علم نہ ہوسکا۔ اور دوسرے بعض طلبا نے سال آئندہ کے واسطے اپنا انتظام وغیرہ کرلیا تھا اور چونکہ ہوسٹل کے قیام کی اطلاع ان کو دیر سے ملی تھی لہذا وہ ایسی رہائش اختیار کرنے سے معذور تھے۔ دوسرا امر چونکہ ہوسٹل کی کامیابی میں حارج ہوا وہ اپنی جماعت کے احمدی طلبا کی بہت ہی قلیل تعداد کی وجہ تھی۔ سال گذشتہ میں ہوسٹل کے واسطے جو کوٹھی لی گئی تھی وہ چونکہ چھوٹی تھی۔ لہذا اس میں صرف ۱۴ لڑکوں کے واسطے گنجائش تھی۔ لیکن نہایت ہی افسوس کے ساتھ اس امر کا اظہار کرنا پڑتا ہے کہ ان ۱۴ لڑکوں میں سے بھی صرف پانچ چھ احمدی طلبا تھے اور باقی سب کے سب غیر از جماعت۔ میں اس امر کو تسلیم کرتا ہوں کہ بیشک سال رواں میں ہوسٹل کا اجرا دیر سے ہوا ... پھر بھی میں یہ بات ضرور کہوں گا کہ ہماری جماعت کے مختلف کالجوں کے طلبا نے اور ان کے والدین نے اس طرف بہت ہی کم توجہ کی ہے۔

ہماری جماعت کا اس ہوسٹل کے کھولنے سے منشا صرف ایک دو باتیں ہیں۔ سب سے اول یہ کہ اپنی جماعت کے طلبا جو کہ باہر سے مختلف شہروں سے یہاں کالجوں وغیرہ میں تعلیم کے واسطے آتے ہیں۔ اور چونکہ ان کے والدین یا دیگر سرپرست یہاں نہیں ہوتے لہذا عموماً یا تو کالج کے بورڈنگ میں رہائش اختیار کرتے ہیں یا پرائیویٹ لاج وغیرہ کا انتظام کرتے ہیں ان ہر دو طریقوں میں اور بالخصوص موخر الذکر جگہ میں اخلاق اور مذہبی تعلیم کا کوئی معقول اور خاطر خواہ انتظام نہیں ہوتا جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ طلبا میں عموماً دین اور مذہب کی طرف سے نہ صرف بالکل بے رغبتی اور ایک قسم کی نفرت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ اخلاق فاضلہ سے محروم رہ جاتے ہیں بلکہ معمولی اخلاق سے بھی عاری ہو کر انسانیت کے درجہ سے بھی گر جاتے ہیں اور بجائے فائدہ کے الٹا نقصان اٹھاتے ہیں اور اپنی زندگی کو تباہ و برباد کر لیتے ہیں جس کا بسا اوقات ان کے والدین کو پتہ تک بھی نہیں ہوتا۔ کالج کی زندگی موجودہ زمانہ میں اخلاق اور تمدنی نقطہ نظر سے ایک نہایت ہی اہم اور مشکل زندگی ہے۔ کالجوں کے اندر بالعموم اس قسم کا طرز عمل پیدا ہو گیا ہے۔ اور اس کی زندگی میں ایک ایسا رویہ آگیا ہے کہ بالعموم مذہب سے بالکل نا آشنا نہیں ہو جاتے ہیں بلکہ اس سے تمسخر کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور غیر ضروری چیز سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ اور یہ ایک بڑا بھاری نقص ہے اس نقص کو کم از کم اپنی جماعت کے طلبا سے دور کرنے کے واسطے انجمن نے یہ ہوسٹل قائم کیا تھا۔ یہ ہوسٹل اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے ضرور کامیاب ہوگا لیکن اسکو کامیاب بنانے کے واسطے ہماری جماعت کے طلبا کو بالعموم اور ان کے والدین کو بالخصوص اس طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ اس ہوسٹل پر ہم کو ایک زر کثیر صرف کرنا پڑتا ہے۔ سال گذشتہ میں گو صرف ۱۳-۱۴ طلبا رہے لیکن تاہم انجمن کو اپنی گرہ سے کم و بیش ہزار ڈیڑھ ہزار روپیہ صرف کرنا پڑا ہے۔ انجمن یہ روپیہ صرف اسواسطے صرف کرتی ہے تا ہماری جماعت کے طلبا ان بد اثرات سے نہ صرف محفوظ رہیں۔ بلکہ ان کے اندر دین اور مذہب سے ایک خاص انس اور محبت پیدا ہو اور دو چار سال کے قلیل عرصہ میں جو ہوسٹل میں بسر کریں وہ اپنے اندر تعلیم اسلام کا بے بہا خزانہ لیکر نکلیں اور اپنی مذہبی معلومات میں آپ معتدبہ اضافہ پیدا کرلیں اور جہاں جائیں اسلام کے علمبردار اور حقیقی مبلغ ہوں۔ اور اپنی زندگیوں کو ایسی پاک اور اعلیٰ درجہ کی بنالیں کہ جس کے ذریعہ سے وہ غیر مذہب والوں کو اپنا گرویدہ بنالیں۔

اس مقصد کو حاصل کرنے کے واسطے ہماری جماعت کا باقاعدہ انتظام ہے۔ قرآن کریم کا درس بھی جاری رہتا ہے اور پھر اسکے علاوہ جماعت کے بڑے بڑے بزرگ اور مقتدر اصحاب یہاں تک کہ حضرت امیر خود وقتاً فوقتاً اپنے قیمتی خیالات کا اظہار لیکچروں وغیرہ کی صورت میں کرتے رہتے ہیں جس کا طلبا کے اوپر ایک خاص اثر ہوتا رہتا ہے۔

دوسرا بڑا بھاری فائدہ جو کہ اس مسلم ہوسٹل کے ذریعہ پیدا ہو سکتا ہے وہ کالجوں کی غیر از جماعت طلبا پر اپنا اثر ڈالنا ہے۔ خوب یاد رکھیں آج وہ بات جس کی سب سے بڑی بھاری ضرورت ہے وہ ان نوجوانوں کا اپنے اندر لینا ہے جو کہ اسوقت مختلف کالجوں میں تعلیم حاصل کرتے ہیں اگر ہم اس طبقہ میں ایک اچھی خاصی جماعت پیدا کرلیں تو ہماری جماعت آئندہ بڑی ہی مضبوط اور زبردست ہو سکتی ہے۔ ملاازم یعنی مولویت اور کورانہ تقلید کا زمانہ اب خود دور ہوتا جاتا ہے۔ اور معقول پسند طبقہ اسکو دھکے دے رہا ہے۔ لہذا اگر ہم ان طلبا کے آگے مذہب اسلام کو اسکی سچی اور خوشنما تصویر کے ساتھ پیش کریں اور وہ وہی تصویر ہے جو کہ مجدد زمانہ نے پیش کی تو لازماً اس حلقہ میں سے ایک زبردست جماعت ہمارے ساتھ ہو جائیگی اور یہ ایک بڑی بھاری کامیابی ہے اور اگر ہمارا ہوسٹل ایک دو سال تک چلے تو یہ ایک دوسرا بڑا بھاری فائدہ ہوگا جو کہ اس کے ذریعہ سے ہم حاصل کرسکتے ہیں۔ سٹوڈنٹ کلاس کو اپنے ساتھ اس طرح سے ملا لینا کوئی مشکل امر نہیں ہے۔ اور اگر ہم اس میں کامیاب ہو جائیں تو میرے خیال میں بڑا ہی مفید کام ہوگا۔ بالآخر میں نہایت ہی پر زور الفاظ میں مختلف کالجوں کے احمدی طلبا سے اور ان کے والدین یا سرپرستوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ ضرور بر ضرور اس ہوسٹل کو کامیاب بنانے کی کوشش کریں اس کے واسطے ان کو کوئی قربانی یا ایثار بھی نہیں کرنا پڑتا۔ آخر کار بالخصوص وہ طالب العلم جو کہ باہر سے یہاں تعلیم حاصل کرنے کے واسطے یہاں آتے ہیں انہوں نے کہیں نہ کہیں رہائش اختیار کرنی ہے خواہ اپنے کالج کے بورڈنگ میں اور خواہ کوئی پرائیویٹ انتظام کریں لیکن کیا ہی اچھا ہو اگر ان کے والدین ان کو یہاں اس ہوسٹل میں داخل کرادیں جس کے اندر وہ اپنی دنیوی تعلیم کے ساتھ ساتھ ہی دینی تعلیم حاصل کرسکیں اور ان کے اندر اعلیٰ درجہ کے اخلاق پیدا ہو سکیں اور مذہب سے ان کو ایک خاص انس اور محبت پیدا ہو جائے اور اسکو اپنی زندگی کا مشعل راہ قرار دیں۔ ان کا ایک دوسرے کے ساتھ اکٹھے رہنے سے آپس میں محبت و الفت پیدا ہوگی۔ جو کہ حقیقی اخوت کی اصل روح اور جڑ ہے۔ لہذا بذریعہ اپیل ہذا تمام احمدی طلبا سے التماس ہے کہ وہ جلد اپنی اپنی درخواستیں بنام سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور روانہ ... تا کہ حسب ضرورت جلدی انتظام وغیرہ کردیا جائے۔

(خاکسار محمد عبداللہ پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور)

مسجد برلن کا افتتاحی جلسہ

حضرت مولٰنا صدر الدین صاحب کا رانگی سے پہلا خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مخدومی مکرمی حضرت مولٰنا سلمکم اللہ تعالےٰ

آج بتاریخ ۴ مئی یہاں سے شام کی گاڑی روانہ ہوتا ہوں انشاء اللہ تعالےٰ۔ آپ کی خدمت میں تار دیدیا ہے۔

مسجد کا افتتاح بڑی کامیابی سے ہوا۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ ایک روسی مسلمان لطفی نے صاحب حضرت مسیح موعود کے دعوے کے متعلق نہایت پر زور الفاظ میں وعظ کیا۔ اور اسکو لوگوں نے نہایت خوشی سے سنا۔ یہ وعظ ترکوں، مصریوں، بخاریوں اور عربوں کے لئے نہایت مفید تھا۔ اور انہوں نے لوگوں کی بدظنیوں کو دور کیا۔ اسی طرح سے ادریس ایک بخاری ہیں حکومت کے نمائندے ہیں انہوں نے بھی سلسلہ کے متعلق نہایت عمدہ ذکر کیا۔ ایک پروفیسر حسن ہیں جو یہاں فارسی پڑھاتے ہیں۔ انہوں نے بھی فرنچ ہندی پر دلچسپ تقریر کی۔ یہ تقریریں ترکی، فارسی وغیرہ میں تھیں۔ پروفیسر خلیفہ عبدالحکیم یونیورسٹی حیدرآباد نے ترانہ اقبال کی طرح پر ایک نظم لکھی اور پڑھی "مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری" ایک ایرانی شاہزادے نے نہایت فصیح جرمن میں تقریر کی سب سے پہلے خواجہ عبدالحمید صاحب نے تلاوت قرآن کی اسکے بعد ایک خطبہ میری طرف سے بزبان جرمن ہوا اور اختتام پر بھی چند کلمات میں نے کہے۔

مسجد بھرپور اور معمور تھی۔ اسلامی ممالک کے باشندے بھی تھے۔ اور جرمن نومسلم اور غیر مسلم بھی تھے۔ ترکوں نے تمام خدمت اپنے ذمہ لی۔ اور سفارت ترکیہ نے اپنے قالین بھیجے۔ جزاہم اللہ تعالےٰ اجمعین۔

امید ہے کل پیرس میں قبلہ حکیم اجمل خان سے ملاقات ہوگی۔ ڈاکٹر مارکوس جو کہ ہماری فاضل ہیں اور مصنف ہیں خدا کے فضل سے مسلمان ہو گئے ہیں۔ بڑی خوشی ہوئی۔ اس مشن کی بنیاد مستحکم ہو گئی کیونکہ وہ اسلام پر بڑا عجیب لکھتے ہیں۔ اور اخلاق فاضلہ کی بے نظیر مثال ہیں احسنکم احسنکم اخلاقاً بھی ان پر صادق آتا ہے۔ اہل علم ہونے کی وجہ سے ان کا رتبہ بڑا ہے تبلیغ اسلام کا بھی بڑا جوش ہے اور اسوقت ان کے بڑے پایہ کے مضامین ہمارے ریویو میں شایع ہو چکے ہیں فالحمدللہ رب العالمین

نومسلمین جرمنی کا الوداعی جلسہ

مولٰنا صدر الدین صاحب کو دعوت

مولٰنا کا دوسرا خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آج صبح تار بھی دیا کہ میں چلتا ہوں۔ اور خط بھی قدرے مفصل لکھا۔ آج شام چلنے سے پیشتر لوگوں نے مجھے ایک ہوٹل میں مدعو کیا۔ نومسلموں نے بڑی فصیح اور پرزور تقریریں کیں لیکن وہ نہ صرف مدح سرائی تھی بلکہ انہوں نے اس کام کو آگے چلانے کے متعلق تجاویز کیں۔ ڈاکٹر مارکوس نے جماعت کو کہا کہ مکان میں ماہوار کم از کم ایک جلسہ ہو۔ ہوٹ فلز عبدالمجید نومسلم نے فصاحت اور طاقت کا بڑا زور رہا۔ اسکی تجویز یہ تھی کہ ہم مسجد کے لئے چندہ جمع کریں۔ تھوڑا سا آغاز بھی کردیا گیا۔ اسپر ڈاکٹر نصیر نے اٹھکر کہا کہ ایرانی قالین میرے ذمہ رہا۔ میں ۱۲ x ۱۰ میٹر قالین مہیا کردوں گا۔ ہاں! اسکے لئے دو تین ماہ بکار ہوں گے۔ میرے ایرانی دوست میرے لکھنے پر ایک قالین بھیج چکے۔ میری ... ہوئی کہ حکیم صاحب کے آنے پر نومسلموں اور پرانے مسلمانوں کا ... جائے اور ۱۵ ہزار مارک طلب کرے۔ ڈاکٹر بانگ نے تجویز کیا پیش نہ کی لیکن پرزور تقریر کی۔ ایک مصری نے بڑے اخلاص تقریر کی اور مالی امداد اور اخلاقی مدد کا وعدہ کیا۔ ایک خاتون نے بڑی پردرد تقریر کی لوگوں کو رلا دیا۔ مولوی فضل کریم کو ہر طرح ...

مدد دینے سے وعدے لوگوں نے کئے۔ مولوی فضل کریم صاحب نے بھی تقریر کی۔ جس نے کوئی حرف نہیں کہا۔

(۶) چھ نئے انگریزوں کا قبول اسلام

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
از راہ کرم ذیل کی اطلاع اپنے گرامی صحیفہ کی تازہ ترین اشاعت میں درج فرما کر ممنون فرمائیں۔ تازہ ولایتی ڈاک میں خواجہ نذیر احمد صاحب ووکنگ انگلستان سے اطلاع دیتے ہیں کہ چھ نئے انگریز مرد اور خواتین اسلام میں داخل ہوئے ہیں جن کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔

نمبر شمار	انگریزی نام	اسلامی نام
۱	مسٹر ایڈورڈ ز کیلز	عبدالکریم
۲	مسز ایلزبیتھ آمات	عائشہ
۳	مسز گونڈولی ایلسٹوٹ	خدیجہ
۴	مس مارگریٹ ادنہ ڈابیبن	رشیدہ
۵	مسٹر ریچرڈ ہویت	عبدالرحیم
۶	دی آنریبل ڈاکٹر جون ہربرٹ سٹینلے۔ ایم۔ بی۔ ایس۔ ایل۔ آر۔ سی۔ پی ایم۔ آر۔ سی۔ ایس	عبدالحمید

آخری دو اصحاب خاص حیثیت کے بزرگ ہیں۔ مسٹر ہویت تو ایک بڑی بھاری آسٹریلین فرم کے مینیجنگ ڈائرکٹر ہیں اور آنریبل سٹینلے لارڈ سٹینلے مرحوم کے پوتے ہیں۔ اسوقت آسٹریلیا میں پریکٹس کرتے ہیں۔ انگلستان میں بطور سیر آئے تھے اور مسجد کی میں آمد و رفت کے بعد مشرف بہ اسلام ہوئے۔

خواجہ عبدالغنی
سکرٹری مسلم مشن ووکنگ۔ عزیز منزل لاہور

برلن مسجد کے میناروں کیلئے خواتین سلسلہ کی بینظیر قربانی

(دسویں فہرست)

بڑے شکریہ کے ساتھ اخبار میں شائع کی جاتی ہے۔ طبیعت اس بات کی بہت خوشی ہوئی پیدا ہوتی ہے کہ ابھی تک یہ تحریک جاری ہے۔ اور برابر کچھ نہ کچھ وصول ہوتا رہتا ہے۔ دراصل یہی باتیں ہماری زندگی کا نشان ہیں۔ اور ایسی ہی قربانیوں سے ہم کوئی نمایاں کام کر سکتے ہیں۔ یہ اللہ تعالے کا محض فضل ہے۔ ورنہ مسلمانوں کی عام حالت اس سے کوسوں دور ہے۔ اللہ تعالے ہمارے مردوں اور ہماری عورتوں۔ ہمارے چھوٹوں اور ہمارے بڑوں سب کو یہ توفیق بخشے کہ ہم اسکی راہ میں ہر قسم کی قربانیاں کرنے کو تیار ہوں کیونکہ بغیر اسکے کوئی کامیابی نہیں۔

۱۔ والدہ صاحبہ منشی عطاالٰہی صاحب مدرس برنالہ جموں عا
۲۔ اہلیہ صاحبہ منشی عطاالٰہی صاحب „ ایک کوکی طلائی
۳۔ اہلیہ صاحبہ چوہدری عبدالعزیز صاحب لفٹنٹ چھاونی جموں حال برنالہ } ایک کوکی طلائی
۴۔ اہلیہ صاحبہ ڈاکٹر سید جلال شاہ صاحب لاہور عــہ نقد
۵۔ اہلیہ صاحبہ مولوی عبدالرحمن صاحب بی اے شملہ عــہ نقد
۶۔ اہلیہ صاحبہ منشی محمد نواز صاحب تھانہ نہال سنگھ والا } دو عدد انگشتریاں طلائی
۷۔ اہلیہ صاحبہ محمد اللہ کاربنیٹر سکنہ جادہ ضلع جہلم ایک عدد لونگ طلائی
۸۔ اہلیہ صاحبہ بشارت احمد صاحب معرفت اہلیہ صاحبہ شیخ مولابخش صاحب سیالکوٹ } ایک عدد لونگ جڑاؤ
۹۔ اہلیہ صاحبہ سید حبیب اللہ شاہ صاحب وکیل سرگودھا } ہمہ بابت قیمت ایک عثمانی

سید محمد حسین
سکرٹری

فریضہ زکوۃ قابل توجہ احباب

بسلسلہ اشاعت گذشتہ زکوۃ کے متعلق جو رقوم موصول ہوئی ہیں انہیں درج اخبار کیا جاتا ہے۔ افسوس ہے کہ جیسا کہ احباب کو اسکی طرف توجہ ہونی چاہئے تھی وہ نہیں۔ جماعت کے سکرٹریوں کی طرف بھی چٹھیاں لکھی گئی ہیں اور بعض احباب کو فرداً فرداً بھی لکھا ہے جن کی طرف سے گذشتہ سالوں میں رقوم وصول ہوتی رہی ہیں تاحال جواب موصول نہیں ہوئے۔ نہ ہی رقوم پہنچی ہیں۔ سب احباب کی خدمت میں جنھیں یاد دہانیاں کرائی گئی ہیں۔ اور جن پر زکوۃ واجب الادا ہے التماس ہے کہ وہ اس قم کو الگ کر کے جلد بھجوا دیں۔ یہ اللہ تعالے کا حق ہے۔ اس میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہ ہونی چاہئے۔

۱۔ قاضی محمد فضل قادر صاحب لائل پور عــہ
۲۔ قاضی محبوب عالم صاحب گوجرانوالہ ــہ
۳۔ چوہدری عبدالحق صاحب سب انسپکٹر ٹیکس حلقہ کھاریاں ــے
۴۔ منشی اللہ دتا صاحب بنڈالہ تحصیل بھمبر صہر
۵۔ کیپٹن ایم۔ اے جعفری صاحب ڈیرہ دون ــہ
۶۔ شیخ عبدالعزیز صاحب شملہ ــے
۷۔ مولوی عبدالرحمن صاحب شملہ عا مزید

سید محمد حسین
سکرٹری

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ بجمعہ مورخہ ۱۹۔ مئی ۱۹۲۵ء کی شام کو ڈلہوزی تشریف لے گئے۔ سٹیشن پر آپ کو رخصت کرنے کے لئے بہت سے احباب جمع تھے۔

کل خطبہ جمعہ میں حضرت امیر نے گذشتہ گیارہ سال کے کاموں پر جو قادیان سے آنے کے بعد جماعت احمدیہ نے سرانجام دیئے تبصرہ کرتے ہوئے بتایا کہ اگرچہ ہماری علیحدگی کو تفرقہ قرار دیا گیا ہے لیکن یہ علیحدگی سلسلہ کے لئے از حد مفید ثابت ہوئی۔ نہ صرف اسوجہ سے کہ لوگوں کو حضرت مسیح موعود کی صحیح پوزیشن معلوم ہوگئی بلکہ ان خدمات اسلام کی وجہ سے بھی جو لاہور آنے کے بعد اس چھوٹی سی قوم نے سرانجام دیں۔ سلسلہ کی عظمت لوگوں کی نظروں میں بہت بڑھ گئی۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے جماعت کی بعض کمزوریوں کا بھی ذکر کیا۔ اور نماز باجماعت اور اشاعت اسلام کے متعلق عہدوں کی پابندی اور احباب کی تیمارداری اور ان کے جنازوں میں شمولیت کی تاکید فرمائی۔ پورا خطبہ کسی آئندہ اشاعت میں ہدیہ قارئین کرام ہوگا۔

ایک فروگذاشت گذشتہ اشاعت میں ایک مضمون "والدہ صاحبہ مرحومہ" کے عنوان سے شائع کیا گیا تھا جس کے نیچے نویسندہ کا نام لکھنے سے رہ گیا۔ یہ مضمون جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کا تھا جنکی والدہ صاحبہ گذشتہ ۵ امئی ۱۹۲۵ء کو کلانور میں فوت ہوئیں۔ اللہ تعالے انہیں غریق رحمت کرے۔ احباب کرام جنازہ غائب پڑھ کر مرحومہ کو ثواب پہنچائیں۔

اخویم مکرم شیخ محمد شفیع صاحب سانوی اطلاع دیتے ہیں کہ ایک جائداد کے مقدمہ میں وہ مبتلا ہیں۔ احباب کرام دعا فرمائیں کہ اللہ تعالے کامیابی عطا فرمائے۔

تازہ خبریں

دو ہندو خواتین آغوش اسلام میں

بمبئی ۸ مئی۔ آج دو جوان ہندو عورتوں نے چیف پریسیڈنسی مجسٹریٹ کے سامنے پیش ہو کر حلقہ اسلام میں داخل ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ انہوں نے اعلان کیا کہ ہم کو وہ بیوہ ہیں۔ چونکہ ہمارا کوئی رشتہ دار نہیں اسلئے ہم اپنے وطن کو چھوڑنے کی خواہاں تھیں ہم ۲ مئی کو اپنی مرضی سے بمبئی آ گئیں اور جامع مسجد کے قاضی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئیں تاکہ ہمیں مسلمان بنا لیا جائے قاضی صاحب نے ہمیں مشورہ دیا کہ ہم عدالت میں جا اظہار ارادہ کا اظہار کریں مجسٹریٹ نے حلم دیا کہ دونوں عورتوں کا اظہار قلمبند کر لیا جائے۔

دو مورتیاں ٹوٹ گئیں

پونا ۹ مئی۔ کل گنیش پیٹھ پونا کے ایک مندر میں لکشمی اور وشنو کی دو مورتیاں شکستہ دیکھی گئیں۔ پولیس نے موقعہ پر پہنچ کر تحقیقات شروع کر دی ہے۔ مزید حالات کے لئے صبری کے ساتھ انتظار کیا جا رہا ہے۔ شہر میں جوش پھیل رہا ہے۔

باغیانہ کتاب کے مصنف کی گرفتاری

کلکتہ ۹ مئی۔ پریم ناتھ گانگلی اور انکو کمار گپتا کو کل گرفتار کیا گیا ہے۔ اور آج الزام بغاوت میں انہیں چیف پریسیڈنسی مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ پہلا ملزم ایک کتاب "انقلاب اور طلبہ" کا مصنف اور دوسرا اس کا طابع و ناشر ہے۔ اس کتاب میں باغیانہ مواد ہے جسے حکومت ایک ماہ قبل ضبط کر چکی ہے۔

تیس سکنڈ میں لندن کی خبر بمبئی پہنچ گئی

ایسٹرن ٹیلیگراف کمپنی نے آج ڈربی کے نتیجے کی خبر پہنچانے میں کمال سرعت سے کام لیا۔ ادھر کامیاب گھوڑے لندن میں حد سے گذرے۔ ادھر بمبئی رپوٹر کے نمایندے کو تیس سکنڈ کے بعد معلوم ہوگیا گویا گھوڑے تھمنے نہ تھے کہ نتیجہ بمبئی پہنچ گیا۔ دیگر مقامات پر پیغامات بھیجنے میں حسب ذیل وقت صرف ہوا۔

ولنگٹن۔ سڈنی اور ملبورن نوے سکنڈ۔ اڈری میڈ۔ ہانگ کانگ ساٹھ سکنڈ بمبئی اور ڈربن تیس سکنڈ۔ اسکندریہ۔ کیپ ٹاؤن مزیوڈی۔ بیونس ایرز اور والپارئیزو پندرہ سکنڈ۔

لارڈ ریڈنگ کی میعاد ملازمت میں اضافہ

بمبئی ۸ مئی۔ اخبار "ایونگ نیوز آف انڈیا" کو انگلستان سے ایک خاص برقی پیغام موصول ہوا ہے جس سے پایا جاتا ہے کہ معتبر حلقوں میں یہ امر طے ہو چکا ہے کہ لارڈ ریڈنگ کی میعاد ملازمت میں دو سال کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔

ناگپور یونیورسٹی کے نتائج

ناگپور ۸ مئی۔ یونیورسٹی نے امتحانات کے نتائج پہلی دفعہ شائع کئے اور اس سے پہلے طلبہ اور ان کے والدین کے درمیان اضطراب پھیل گیا۔ کیونکہ ایف اے کے پانچ طلبہ بی۔ اے کے دو۔ ایل۔ ایل بی درجہ اول کا ایک اور ایل ایل بی درجہ آخر کا ایک۔ طالب علم کے متعلق پہلے کامیاب ہونے کا اعلان کرنے کے بعد پھر ان کی ناکامی کا اعلان کر دیا۔ سر لوئیس وائس چانسلر نے ایک اعلان میں طلبہ سے ہمدردی کی ہے۔ اور لکھا ہے کہ چونکہ یونیورسٹی کے لئے یہ پہلا موقعہ تھا اسلئے نتائج مرتب کرنے میں غلطیاں رہ گئیں جو دوبارہ نظرثانی کرنے پر معلوم ہو سکیں۔

اینگلو انڈین وفد انگلستان کو

شملہ ۸ مئی۔ فیصلہ کیا گیا ہے کہ اینگلو انڈین جماعت کا ایک سیاسی وفد جس میں کرنل گڈنی اور میسرز میک گانر اور گرنتھ شامل ہوں انگلستان بھیجا جائے تاکہ حکومت برطانیہ کے سامنے اینگلو انڈین اور یہاں آباد ہونے والے یوروپین کے دعاوی پر زور دے سکے۔

باغیان خوست کی سزایابی

پشاور ۸ مئی۔ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ باغیان خوست کے پہلے دستے کو جو ساٹھ اشخاص پر مشتمل تھا اور جس میں سرغنہ بغاوت ملا لنگ بھی شامل تھا۔ اعلیحضرت امیر غازی کے حکم سے گولی سے اڑا دیا گیا۔

مسٹر باولہ مرحوم کا شوفر

بمبئی ۸ مئی۔ مسٹر باولہ مرحوم و مغفور کے شوفر محمد شفیع کو جو سلطانی گواہ بنگیا تھا ضمانت پر رہا کر دیا گیا۔ کیبل استغاثہ خلاف الزام کو واپس لینے کی درخواست کرنے والا ہے۔

امریکہ سے ۵۰ لاکھ ڈالر کا قرضہ

وائنا ۹ مئی۔ حکومت آسٹریا نے امریکہ کے ساتھ انتظام کیا ہے کہ وہ طویل عرصہ کے لئے ۵۰ لاکھ ڈالر قرضہ دے تاکہ اس سے آسٹریا کی زراعت کو ترقی دی جائے۔

مہاراجہ گوالیار

پیرس ۹ مئی۔ ایک اطلاع مظہر ہے کہ مہاراجہ گوالیار کی طبیعت بہت کچھ سنبھل گئی ہے۔

قل یا اهل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا الله ولا نشرک به شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله

اخبار پیغام صلح لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا — مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم — ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست — بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام — دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او با شیر شد اندر بدن — جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست — زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود — آں نہ از خود از ہماں جائے بود

ہفتہ میں دوبار یکشنبہ و چہارشنبہ کو شائع ہوتا ہے +

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما ازو یابیم ہر نور و کمال — وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست — ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک و ز خبرہائے معاد — ہر چہ گفت آں حق رسول با نجا
آں ہمہ از حضرت احدیت است — منکر آں مستوجب لعنت است
معجزات آں ہمہ حق اند و راست — منکر آں مورد لعن خدا ست
معجزات انبیائے سابقیں — آنچہ در قرآں بیابی بالیقیں
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست — ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب — نزد ما کفر است و خسران و تباب

قیمت سالانہ صہ ششماہی عہ سہ ماہی عہ

طلباء سے سالانہ للعہ

جلد ۱۳ | مدینۃ المسیح لاہور یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۰ ذیقعد سنہ ۱۳۴۳ ہجری مطابق ۳ جون سنہ ۱۹۲۵ء | نمبر ۶۰

ممالک غیر میں تبلیغ

خط فلپائن

برادر ڈبلیو اسحاق صاحب لکھتے ہیں:- آپ کے مرسلہ قرآن شریف پہنچ گئے ہیں۔ وہ یقیناً نہایت عجیب و عمدہ ہیں۔ میں آج کل پاؤں میں ناسور ہو جانے کے باعث علیل ہوں۔ چند یوم تک آرام ہو جانے پر آپ کو مفصل لکھوں گا۔ مجھے ابھی تک بیعت کے فارم نہیں ملے۔ جن کی سخت انتظاری ہے۔ جرمن رسالہ پہنچتا رہتا ہے۔ اور جرمن مسجد نہایت نفیس بنی ہوئی دیکھ کر دلی خوشی ہوتی ہے۔ یہاں مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں۔ لیکن اب تمام سکولوں میں انگریزی کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس لئے نئی نسل انگریزی جانتی ہے۔ کچھ لوگ ملائی بھی جانتے ہیں۔ چونکہ سکولوں میں تعلیم لازمی ہے۔ اس لئے مسلمان لڑکے اور لڑکیاں سب تعلیم سے بہرہ ور ہو رہے ہیں۔ یہاں کے سکولوں میں سات لوئر جماعتیں ہوتی ہیں۔ ۔ ۔ رہا رسالہ ہائی کی تو سب جزیرے میں یکساں ہے۔ ملک کے تمام دفاتر میں جزیرہ کے باشندے ملازم ہیں۔ صرف گورنر جنرل اور چند ایک دوسرے افسر امریکن ہیں۔ باقی سب افسر یہاں کے ہیں۔ میں گرے ہوئے مسلمانوں کو سنبھالنے کے لئے بڑی کوشش کر رہا ہوں۔ نیز غیر مسلموں میں اسلام کی اشاعت میں مصروف ہوں۔ میں آپ کو جملہ امور کے بارے میں مفصلاً سے دریافت کرکے جواب دوں گا +

خط اٹلی

چوہدری محمد اقبال صاحب اٹلی سے لکھتے ہیں:- خطوط نہ لکھنے کی وجہ علالت تھی۔ میں انشاء اللہ کل کسی گاڑی سے ریویر یج جاؤنگا وہاں سے پیرس۔ جہاں پہنچ کر دوسرا خط لکھوں گا۔ پیغام صلح کے لئے ایک مضمون لکھنا چاہتا تھا۔ لیکن طبیعت منتشر ہو گئی۔ اس لئے مکمل نہ ہو سکا۔ اللہ تعالے آپ کی ہمتوں میں برکت دے۔ اب وہ زمانہ آگیا ہے۔ کہ نوجوان تعلیم یافتہ مسلمان ہماری جماعت میں فوج در فوج شامل ہو کر اشاعت اسلام کا کام کریں گے۔ اور مجدد زمانہ کی پیروی کو فخر سمجھیں گے۔ جہادی ملاؤں کو ان کی جہالت و ضلالت پر چھوڑ دیں اُن کے دلوں پر اللہ تعالے نے مہر لگا دی ہے۔ [illegible] اب [illegible] نوجوان [illegible] بدظن ہو گئے ہیں۔ اگر ان کو صحیح اسلام کی روشنی نظر آ جائے۔ تو وہ یقیناً لبیک کہیں گے۔ اور مجھے یقین ہے کہ ہماری جماعت اس میں کامیاب ہو جائے گی۔ کیونکہ ملا گردی ختم ہو گئی ہے۔ آپ لائٹ اور دوسرا لٹریچر بہت تعداد میں بھیجتے رہیں۔ ہماری جماعت کے چند نوجوانوں کو ترکی زبان سیکھنی ضروری ہے۔ میں بھی اسے سیکھنے کی کوشش [illegible]

چوہدری صاحب اپنے دوسرے خط میں حضرت امیر کی خدمت میں لکھتے ہیں کہ:- حضور کا والا نامہ عرصہ ہوا ملا تھا۔ جواب میں بباعث علالت کوتاہی ہو گئی۔ جس کے لئے معافی کا خواستگار ہوں۔ افسوس ہے کہ ہمارے تجارتی کام کو خراب کرنے میں بعض ہندوستانی مسلمان لیڈروں نے پورا زور لگایا۔ اور کامیابی کے ساتھ۔ میرے ساتھ تو کوئی پرخاش نہ تھی۔ البتہ میرے دوست سید عبدالوحید صاحب کے ساتھ بعض بڑے بڑے موٹے چوڑے لیڈر ناراض تھے۔ اس لئے ہر کام جو سید صاحب کرنا چاہتے ہیں۔ یہ لیڈر خراب کر دیتے ہیں۔ معلوم نہیں ان کے ہاتھ کیا آتا ہے۔ خیر جو اللہ کو منظور ہوتا ہے وہی ہوتا ہے۔ میں انہی پریشانیوں کی وجہ سے باقاعدہ خطوط نہ لکھ سکا۔ پوپ صاحب کے اخبارات خرید سے پہلے ہیں آیندہ ڈاک سے بھیج دوں گا۔ صرف ایک مضمون قابل ملاحظہ ہے جس کا اقتباس روانہ کر دوں گا۔ گاہ تو نیت کچھ کروں۔ مگر حالات ایسے پیش آجاتے ہیں۔ کہ دماغ کام کرنے سے عاجز آجاتا ہے۔ یہاں نہ کوئی دوست نہ غمگسار کہ جس سے چند باتیں کر کے دل کی بھڑاس نکالوں۔ یہ لوگ غیر ہیں۔ ان کو اپنی کوئی کمزوری کی بات کہتے ہوئے شرم آتی ہے اب ارادہ کر رہا ہوں کہ اگر اللہ تعالے نے کچھ سامان پیدا کر دیئے تو پیرس کچھ زمانہ کے لئے چلا جاؤں۔ وہاں کچھ ہندوستانی ہیں اور چند دوست بھی ہیں۔ پھر کچھ دنوں کے بعد اگر حالت درست ہو گئی۔ تو روما چلا جاؤں گا +

یہ معلوم کرکے کہ ترکی ہلال احمر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تھا بہت خوشی ہوئی۔ انشاء اللہ تمام تاریکیاں بہت جلد دور ہو جائیں گی اور زمانہ قریب ہے کہ تعلیم یافتہ مسلمان فوج در فوج مجدد وقت کے گروہ میں داخل ہو کر حقیقی خدمت اسلام کر سکیں گے۔ تلوار سے تو اب اسلام کی خدمت ناممکن نظر آرہی ہے۔ میں جو کچھ اس وقت دیکھ رہا ہوں وہ نہایت ہولناک مناظر ہیں۔ عرب کی تقسیم ہو گئی ہے یمن کے علاقہ پر ایطالیہ ہاتھ صاف کرنا چاہتا ہے۔ ایطالیہ کو نوآبادیوں کی ضرورت ہے۔ دنیا کے تمام براعظم فرانس انگلستان امریکہ کے ہاتھ میں ہیں۔ ایطالیہ کو جس کی آبادی خطرناک طور سے ہر سال بڑھ رہی ہے نوآبادیوں کی سخت ضرورت ہے۔ اور اب صرف عرب کا خطہ باقی ہے جو ایطالیہ لے سکتا ہے۔ یمن چونکہ نہایت زرخیز علاقہ ہے۔ اور اسکے عین مغرب میں ایطالی صومالی لینڈ اور اریٹیریا ہے۔ اس لئے اٹلی نے اپنا کام شروع کر دیا ہے۔ [illegible] انگلستان [illegible] مرزا احمد [illegible] اور [illegible] کرنے کہ تمام دنیا کے مسلمانوں کو اور [illegible] ہے۔ اور فرانس اگر وہاں چاہے تو انگلستان سخت مخالف ہوگا۔ کیونکہ جیسے فرانس اور [illegible] ہندوستان اور دیگر انگریزی نوآبادیوں کو [illegible] سکتا ہے۔ اگر اٹلی یمن پر قابض ہو جائے تو [illegible] انگلستان کی امداد [illegible] قائم نہیں [illegible] اٹلی

یمن پر قابض ہو گیا۔ تو پھر تمام عرب میں عیسویت کی لہر بڑے زور سے پھیل جائے گی جس کا مقابلہ ناممکن نہیں تو سخت مشکل ضرور ہوگا اور اگر سچ پوچھئے تو موجودہ مسلمان اس قابل نہیں کہ اب زندہ رہ سکیں۔ یہ یورپ کے قرون وسطی کے زمانہ میں سے گذر رہے ہیں۔ اللہ تعالے اب کسی اور قوم کو اسلام کی حفاظت اور حمایت پر کھڑا کر دیگا +

انگلستان اور جرمن مشنوں کو جس قدر زیادہ مضبوط بنا سکیں۔ نہایت مفید ہوگا۔ ممکن ہے اللہ تعالے ان دونوں قوموں میں سے کسی ایک کو مسلمان کر دے۔ اور یہ خدمت اسلام کر سکیں +

خط جاوا

برادر مرزا ولی احمد بیگ صاحب جاوا سے لکھتے ہیں کہ:- یہاں کی انجمن کا جلسہ وسط مارچ میں ہوا۔ جلسہ کیا تھا پرانے خیالات کے ملاؤں کا میلہ تھا۔ نہ کسی علمی مضمون پر لکچر ہوا۔ نہ کوئی ایسی بات ہوئی کہ جس سے تعلیم یافتہ طبقہ اسلام کی طرف کھنچا آتا۔ ملک کے اردگرد کے آٹھ یا نوسو کے قریب مرد عورت جمع ہوئے تھے۔ میں ہر ایک شہر کے نمایندہ سے جا کر دریافت کرتا تھا۔ کہ بھائی یہ بتلاؤ کہ گذشتہ سال میں آپنے کتنے غیر قوم کو مسلمان کیا۔ کتنے مرتد۔ ؟ کو دوبارہ دائرہ اسلام میں داخل کیا۔ کتنی کتابیں اسلام پر اپنی زبان میں شائع کیں ہیں نئے تعلیم یافتہ طبقہ کی پیاس بجھتی جو مذہب کی تلاش میں ہر سمت ٹکریں مارتے پھرتے ہیں۔ اس کا جواب کسی کے پاس کچھ نہ تھا۔ اسی طرح میں ہر ایک سے حضرت مسیح موعودؑ کا دعوے اور جماعت کی خدمات اسلام کا تذکرہ کرتا رہا۔ ایک شہر کا ایک ملا جو مصر رہ آیا ہے کہنے لگا۔ کہ اگر آپ نے احمدیت کے بارہ میں کچھ کہنا ہے تو کھلے مجمع میں کہو۔ جس پر کئی لوگ اس کے ہم آواز ہو گئے اور مجھے لکچر دینے کے لئے کہا گیا۔ دوسرے دن صدر کی اجازت سے قریباً ڈیڑھ ہزار کے مجمع میں ان کی زبان میں میں نے لکچر دیا جس میں اپنی جماعت کے دو اصول بیان کئے اول دنیا کے سب مسلمانوں کو ایک علم کے تلے لانا۔ یعنی فرقہ بندی توڑ کر مسلمانوں کو بھائی بھائی بنانا۔ اور ان میں خدمت اسلام کی سچی روح پھونکنا۔ دوم اسلام کا دنیا میں پھیلانا۔ ان ہر دو اصولوں کو مدنظر رکھکر ہماری جماعت نے دنیا میں کیا کام کیا ہے۔ اور کہاں تک اس میں کامیابی ہوئی ہے۔ انگلینڈ جرمنی و دیگر ممالک میں اشاعت اسلام کا کام اور ترجمہ قرآن انگریزی کا خوب مفصل ذکر کیا۔ پھر مسجد برلن کا حال سنایا۔ اور آخر پر زور آواز سے حاضرین سے دریافت کیا۔ کہ ایسی خدمات اسلام کرنے والے کون لوگ ہیں۔ اور کس شخص کی روح ان خادمان اسلام میں کام کر رہی ہے۔ یہ سب کام اس زمانہ کے مجدد مسیح موعود مہدی مسعود حضرت مرزا غلام احمد صاحب کا ہے کہ جس نے قلیل عرصہ میں خادمان اسلام کی ایک جماعت اپنے گرد جمع کرلی۔ اور اپنے دعوے کی سچائی کو عمل سے ثابت کر دکھایا

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح
لاہور

جلد ۱۳ ۱۰۔ ذیقعد ۱۳۴۳ھ نمبر ۶۰

جماعت احمدیہ اور اسلام

(۱)
ہم احمدی کیوں کہلاتے ہیں

اسلام میں کوئی فرقہ نہیں۔ کوئی اصولی اختلاف مسلمانوں کے اندر نہیں پایا جاتا۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے۔ جس کا انکار گویا نصف النہار میں سورج کا انکار کرنا ہے۔ اگرچہ ان فروعی اختلافات کو جو اس وقت بعض جزئی مسائل میں مسلمانوں کے اندر پائے جاتے ہیں۔ اس قدر اہمیت دیدی گئی ہے۔ کہ دوسری اقوام میں اصولی اختلافات کو بھی ایسی اہمیت حاصل نہیں۔ بات بات پر کفر وارتداد کے فتوے مولویوں کے نوک زبان ہیں۔ تاہم جہانتک اصل اسلامی تعلیم کا تعلق ہے ان اختلافات کو اصول دین سے کوئی واسطہ نہیں۔ دین کے اصول جو شرائط ایمان میں سے ہیں۔ اور جن کا ماننا ایک شخص کے مسلمان ہونے کے لئے کافی ہے۔ سب مسلمانوں کے نزدیک ایک ہیں۔ اور سب کا ان پر اتحاد ہے۔ یعنے ایمان باللہ۔ ایمان بالملائکہ۔ ایمان بالرسل ایمان بالکتب۔ ایمان بالقدر۔ ایمان بالآخرۃ۔ کون مسلمان ہے جو ان تمام امور پر متفق نہیں۔ کون ایمان دار ہے۔ جو ان میں سے کسی ایک بات کا بھی انکار کرتا ہو شیعہ۔ سنی۔ اہل حدیث۔ احمدی وغیرہ وغیرہ تمام جماعتیں ان سب امور کو صدق دل سے قبول کرتی ہیں۔ اور ان میں سے کسی ایک بات سے انکار کرنے والے کو کافر اور مرتد یقین کرتی ہیں +

لیکن اس حقیقت کا اقرار کرتے ہوئے یہ خیال کرنا کہ مختلف جماعتوں نے اپنے لئے جو نام تجویز کر رکھے ہیں۔ اور خود جماعت احمدیہ جس نے آج اس عظیم الشان حقیقت سے دنیائے اسلام کو بہرہ ور کر کے اسلام کی ایک بہت بڑی خدمت سرانجام دی ہے اپنے آپ کو "احمدی" کا نام دینے میں حق بجانب نہیں۔ تفریط کے پہلو پر قدم مارنا ہے جس طرح سے مسلمانوں کے فروعی اختلافات کو فرقہ بندی کی حد تک پہنچانا بہت بڑی غلطی اور افراط کی راہ اختیار کرنا ہے ویسے ہی مختلف جماعتوں کے امتیازی ناموں کو مٹانا اور انہیں مسلکِ المسلمین کے خلاف قرار دینا ایک خطرناک غلطی ہے۔ اگر فروعی معاملات میں اختلاف کا ہونا ضروری اور لازمی امر ہے تو مختلف خیالات رکھنے والی جماعتوں کو الگ الگ نام دینا بھی ضروری ہے کیا کوئی عقلمند یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ تمام انسان رنگ۔ آواز اور شکلوں میں اختلاف رکھنے کے باوجود جب انسان ہی ہیں۔ تو انہیں زید یا بکر کے نام سے پکارنا ناجائز ہے۔ اور سب کو "انسان" ہی کے نام سے پکارنا چاہیئے؟ جب مختلف انسانوں میں ان چھوٹے چھوٹے اختلافات کی وجہ سے ناموں کا امتیاز ضروری ہے۔ تاکہ ہر ایک کو اسی نام سے پکارا جائے۔ جو اس نے انسان ہونے اور کہلانے کے باوجود دوسرے انسانوں سے علیحدہ رکھا ہے۔ تو کیوں جماعتوں میں مسایل کا اختلاف ہونے پر انہیں علیحدہ نام سے پکارنا جایز نہیں؟ شعوب اور قبایل کے بھی نام ان کے باہمی امتیاز کے لئے رکھے جاتے ہیں۔ اور ان پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔ بلکہ خود قرآن کریم نے بھی اس کو جایز قرار دیا ہے۔ وجعلناکم شعوبًا و قبائل لتعارفوا۔ لیکن حیرت ہے۔ کہ مذہبی جماعت کے امتیازی ناموں کو وہ لوگ برداشت نہیں کر سکتے جو ملانہ تقلید سے نکل کر اختلافی مسائل کے متعلق رواداری کا مادہ اپنے اندر پیدا کر چکے ہیں؟

اور تو اور خود ہماری جماعت کے بھی بعض بزرگ یہ خیال کرنے لگے ہیں۔ کہ احمدی کہلانا اسلام میں فرقہ بندی پیدا کرنا ہے۔ اور جس طرح سے ہم محمدی کہلانا جائز نہیں سمجھتے۔ اسی طرح ہمارا احمدی کہلانا بھی صحیح نہیں۔ ہمارا نام قرآن نے "مسلمان" رکھا ہے۔ اور اسی نام سے ہمیں پکارا جانا چاہیئے۔ ہمارے خیال میں یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے۔ ہمارا احمدی کہلانا کسی طرح "مسلمان" نام کے خلاف نہیں۔ نہ ہی کسی فرقہ بندی کے خیال سے یہ نام رکھا گیا ہے۔ حضرت مسیح موعود نے اپنی جماعت کو یہ نام دیتے ہوئے صاف طور پر لکھا ہے کہ اس جماعت کو "مسلمان فرقہ احمدیہ" کا نام اس لئے دیا گیا ہے۔ کہ اس کے اندر ایک بہت بڑا امتیازی نشان ہے۔ اور وہ یہ کہ دین کے پھیلانے میں وہ جبر کو جایز نہیں سمجھتی۔ صلح آشتی اور محبت سے دین کو پھیلانا چاہتی ہے۔ اسی امتیاز کو ظاہر کرنے کے لئے اس جماعت کا یہ نام رکھا گیا ہے +

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود نے کسی فرقہ بندی کے لئے یہ نام نہیں رکھا۔ بلکہ محض اس غرض سے کہ جماعت کو دوسرے لوگوں سے ایک امتیاز حاصل ہو۔ اور ظاہر ہے کہ امتیاز کے بغیر جماعت کا قایم رہنا اور اس کام کو سرانجام دینا جس کے لئے آپ مبعوث کئے گئے تھے ایک ناممکن امر تھا۔ تبلیغ واشاعت اسلام کا کام چاہتا تھا کہ آپ کے ساتھ ایک خاص جماعت ہو جو محض اسی کام کو اپنا نصب العین قرار دے۔ اور ہر ایسی جماعت یا سوسایٹی یا انجمن کا کچھ نہ کچھ نام ضرور رکھا جاتا ہے۔ آئے دن مختلف انجمنیں مسلمانوں میں بنتی ہیں اور ان کے الگ الگ نام بھی رکھے جاتے ہیں۔ کوئی نہیں کہتا کہ یہ نام رکھنا صحیح نہیں یا اس سے "مسلمان" نام تبدیل ہو گیا۔ پس حضرت مسیح موعود نے اگر اشاعت اسلام کے مقصد کے پورا کرنے کے لئے ایک جماعت بنائی اور اس کا نام اپنے نام پر نہیں بلکہ آنحضرت صلعم کے اسم احمد پر رکھا کیونکہ آج جمالی رنگ میں اسلام کے پھیلنے کا وقت ہے تو کیا برا کام کیا۔ اور اس سے فرقہ بندی کا احتمال کیوں پیدا ہو گیا۔ فرقہ بندی وہ لوگ کرتے ہیں جو چند اختلافی مسایل کو لیکر دوسروں پر کفر کے فتوے جڑنے لگ جاتے ہیں۔ یا محض اس نام کی وجہ سے اس جماعت کے ساتھ ملنا گوارا نہیں کرتے۔ اور احمدی کہلانا مسلمان کہلانے کے خلاف سمجھتے ہیں +

یہ کہنا کہ جب ہم محمدی کہلانا پسند نہیں کرتے تو احمدی کیوں کہلائیں ایک اور غلط فہمی پر مبنی ہے۔ ہر شخص یا ہر ایک جماعت اسی نام کو پسند کرتی ہے۔ جو وہ اپنے لئے مقرر کرے۔ اگر زید کو آپ بکر کہکر پکاریں۔ تو وہ کبھی اس کو پسند نہیں کریگا۔ حالانکہ بکر کہلانے میں اس کی کوئی ہتک یا بے عزتی نہیں۔ لیکن جب وہ زید کے نام سے متعارف ہے۔ تو اسے دوسرے نام سے پکارنا اس کے عرف کو مٹانا ہے۔ ہماری جماعت کا نام احمدی رکھا گیا ہے۔ اور یہ نام خاص حکمت پر مبنی ہے۔ زمانہ کے حالات اسی بات کے متقاضی ہیں کہ آج آنحضرت صلعم کے اسم احمد کا دنیا میں ظہور ہو۔ اسلام پر آج غربت و مسکنت کا زمانہ ہے۔ اور وہی ہتھیار آج کام آسکتے ہیں جو محمدیت کے نہیں بلکہ احمدیت کے مظہر ہیں۔ اس لئے ہمارا احمدی مسلمان کہلانا ہی ضروری ہے جس سے ہماری جماعت متعارف بھی ہے "محمدی" کا نام ہم اس لئے پسند نہیں کرتے کہ نہ تو یہ ہمارے لئے موزوں ہے۔ اور نہ یہ ہمارا نام رکھا گیا۔ اس لئے باوجودیکہ ہم محمدی کہلانا پسند نہیں کرتے۔ کیونکہ یہ ہمارا نام نہیں۔ اور نہ حالات اس نام کے متقاضی ہیں، ہم جہاں دایرہ اسلام کے اندر ہونے کی وجہ سے مسلمان کہلانا ضروری سمجھتے اور اور اس نام کو پسند کرتے ہیں۔ وہیں اس خاص کام کی وجہ سے جو مجدد وقت کے سپرد کیا گیا "احمدی" کہلانا بھی پسند کرتے اور اس کو اپنے لئے ضروری سمجھتے ہیں +

امرتسری مکذب اور "بدذات فرقہ مولویاں"

۳۱ مئی ۱۹۲۵ء کی شام کو انجمن اہل حدیث لاہور کے جلسہ منعقدہ میونسپل باغ بیرون موچی دروازہ لاہور میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے تقریر کرتے ہوئے یہ اعتراض پیش کیا کہ حضرت مرزا صاحب نے جو انجام آتھم میں مولویوں کو "بدذات فرقہ مولویاں" کہکر مخاطب کیا ہے یہ خلاف تہذیب ہے۔ ہم حیران ہیں کہ مولوی صاحب حضرت مرزا صاحب کی مخالفت میں اس حدیث کو کہ حضرت نبی کریم صلعم کا اس مشہور حدیث کو کیوں بھول گئے جس میں حضور نے فرمایا ہے کہ علماءھم شر من تحت ادیم السماء آخری زمانہ کے علماء آسمان کے نیچے بدترین خلایق ہوں گے۔ کیا یہ حدیث اسی زمانہ کے یہود صفت مولویوں کے حق میں نہیں ہے۔ اب جبکہ علماء کی حالت وہی ہے جس کا نقشہ اس حدیث میں کھینچا گیا ہے تو پھر حضرت مسیح موعود کا ان کو "بدذات فرقہ مولویان" کہنا کیونکر خلاف تہذیب ہے۔ کیا سچ بولنا خلاف تہذیب ہوتا ہے +

ایک اہل حدیث مولوی کے متعلق

حضرت مسیح موعود نے جو کچھ یہود صفت مولویوں کے متعلق فرمایا وہ حرف بحرف ان پر صادق آتا ہے۔ اگر اعتبار نہ ہو تو خود اہلحدیث مولویوں کی زبان سے سن لیجئے۔ ابھی چند روز ہوئے ہیں لاہور میں حزب الاحناف کے جلسہ میں جہاں تقریبًا ڈیڑھ سو مولویوں اور پیروں نے جو اطراف واکناف ہند سے جمع ہوئے تھے۔ اپنی یہودیانہ خصایل کا پورا نمونہ دکھایا .... اس کے جواب میں ناظم انجمن دعوت الحق نے ایک دو ورقہ اشتہار شایع کیا ہے جس میں حزب الاحناف کے کارپرداز مولویوں کو ان الفاظ میں مخاطب کیا گیا ہے۔

"اتفاق کی جڑ پر کلہاڑا رکھنے والو! اسلام کو بدنام کرنیوالو! مدت کی کمائی کو ایک آن واحد میں برباد کرنیوالو! میدان کے نامردو! نادان دوستو! حرص وآز کے بندو! پیٹ کی پرستش کرنیوالو!"

یہ ایک مولوی کی شہادت ہے۔ جو اہل حدیث کی انجمن کا نائب ناظم بھی ہے۔ تعجب ہے کہ ایسے سخت الفاظ کے باوجود بھی ان لوگوں کو اپنی تہذیب پہ ناز ہے۔ اور دوسروں کو مورد طعن ٹھیراتے ہیں +

دیوبندیوں کے خیالات مولویوں کے متعلق

اگر اس پر بھی تسلی نہ ہوئی ہو تو اور سنئے! یکم جون کی شام کو جو جلسہ باغ بیرون دہلی دروازہ میں حزب الاحناف کے اس فتوے کفر کے خلاف جو مولوی ظفر علی خان صاحب پر انہوں نے دیا ہے۔ اظہار نفرت کے لئے منعقد ہوا اس میں مولوی حبیب الرحمن صاحب نائب مدرسۃ العلوم دیوبند نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ "یہ مولوی اور پیر کلی طور پر یہود ہیں یا انسان کی شکل میں شیطان ہیں۔ ان کی پرورش کے لئے ایک یتیم خانہ کھولنا چاہئے۔ اور اس میں ان سب کو داخل کرنا چاہیئے"

اب مولوی ثناء اللہ صاحب بتائیں کہ ایسے شیطانی سیرت مولویوں کو "بدذات فرقہ مولویان" نہ کہا جائے تو کیا کہا جائے +

اور تو اور خود قرآن کریم میں بھی ایسے یہود صفت علماء کو گدھوں سے تشبیہ دیگئی ہے معلوم نہیں قرآن کے متعلق مولوی فاضل کا کیا خیال ہے۔ کیا وہ بھی نعوذ باللہ پایہ تہذیب سے گرا ہوا ہے +

آریہ سماج اور نکاح بیوگاں

بنگال کی کسی ۲۲ سالہ ہندو بیوہ نے اسلام قبول کر کے ایک مسلمان کے ساتھ شادی کر لی۔ کیونکہ ہندو دھرم میں وہ اب شادی کی مجاز نہ تھی۔ اور باوجودیکہ اس نے برادری سے کہہ دیا تھا۔ کہ وہ تجرد کی زندگی بسر نہیں کر سکتی۔ اس کی کوئی شنوائی نہ ہوئی بلکہ ڈنڈے کی دھمکی دی گئی۔ اس بیوہ عورت کے ساتھ ایک پانچ سالہ لڑکی بھی ہے جس کو واپس لانے کے لئے اس کے چچا نے برہمنوں سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ جو ہو گیا سو ہو گیا۔ اب لڑکی واپس نہیں لی جا سکتی +

آریہ سماجی مہاشہ "ملاپ" برہمنوں کے اس جواب پر بہت سیخ پا ہوا ہے۔ اور کلکتہ ہندو سبھا کو اس نے توجہ دلائی ہے کہ وہ دونوں ماں بیٹیوں کو واپس لینے اور برہمنوں کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرے +

ہم آجتک نہیں سمجھ سکے کہ آریہ سماج کا "راہ راست" کیا ہے سوامی دیانند صاحب ستیارتھ پرکاش میں کھلے طور پر نکاح بیوگان کی

مخالفت کر چکے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ برہمنوں کا فتوے سوامی صاحب کے عقاید کے عین مطابق ہے۔ باوجود اس کے "ملاپ" انہیں جس راہ راست کی طرف لانا چاہتا ہے۔ آیا وہ وہی نہیں جس پہ ہندو بیوہ نے قدم مارا ہے؟

مسلمانان بنگال کی تنظیم

یہ سننا موجب مسرت ہے۔ کہ محترم ڈاکٹر کچلو کی آواز بنگال میں بھی جاگونجی ہے۔ اور وہاں کے مسلمان لیڈر مسٹر فضل الحق نے اس کو عملی رنگ میں کامیاب بنانے کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔ ۲۰ مئی کو برہام پور میں مسلم کانفرنس کے صدر کی حیثیت سے تقریر کرتے ہوئے مسٹر فضل الحق نے اس سکیم کی تشریح کی جو مسلمانان بنگال کی تنظیم کے لئے ان کے پیش نظر ہے۔ انہوں نے بتایا کہ "سب سے پہلے میں تمام مساجد کی فہرست مرتب کر کے ان کے متعلق ضروری معلومات مہیا کروں گا۔ اور ان مساجد کو اسلامی تنظیم کے لئے بنیاد قرار دونگا۔ دوسرے میں ایک سہ روزہ اخبار کا اجراء کروں گا جس کی زبان بنگالی ہوگی۔ اور جو ڈاکٹر کچلو کے تنظیم کی طرح مسلمانوں کا سیاسی آرگن ہوگا۔ یہ اخبار نہ صرف اسلامی سیاسیات سے بحث کرے گا بلکہ وہ ان کے مذہبی نقطہ نظر کو بھی پیش کرے گا۔ اور اس کا کام مسلم عوام کو ہدایات دینا بھی ہوگا۔ سب سے آخریں میرا یہ کام ہوگا کہ میں مسلمان نوجوانوں کی ایک انجمن خادم الاسلام بناؤں گا جو سرونٹ آف انڈیا سوسائٹی کے طرز پر قائم ہوگی"۔

خدا کرے۔ مسٹر فضل الحق کی یہ سکیم کامیاب ثابت ہو۔ اور مسلمانان بنگال اتحاد اور نظم ونسق میں تمام ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے نمونہ اور رہبری کا کام دیں۔ پنجاب پر افسوس ہے۔ کہ تنظیم کی آواز سب سے پہلے یہیں سے اٹھی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی مسلمانوں کی رہی سہی محبت اور اتفاق بھی اُٹھ گیا۔ اور مولویوں کی کفر بازی نے ایسا فتنہ برپا کیا ہے۔ کہ بظاہر ملاپ کو کوئی صورت نظر نہیں آتی ہم ہمیشہ اس بات پر زور دیتے رہتے ہیں کہ جب تک کفر باز مولویوں کا بائیکاٹ نہ ہوگا۔ اس وقت تک مسلمانوں کی تنظیم ایک ناممکن امر ہے۔ کاش ہمارے محترم ڈاکٹر کچلو اس طرف متوجہ ہوں اور امت مسلمہ کے اس ناسور کو اپنے اتحادی مرہم سے مندمل کرنے کی سعی فرمائیں۔

مامور ربانی اور تنظیم

حقیقت یہ ہے۔ کہ مسلمانوں کی موجودہ حالت کا علاج نہ ڈاکٹر کچلو کے پاس ہے۔ نہ مسٹر فضل الحق کی سکیم کا جادو چل سکتا ہے۔ اس کا اصل علاج مامور ربانی کے پاس ہے جس کے ساتھ ہو کر ہر قسم کے فروعی اختلافات کالعدم ہو جاتے ہیں۔ آج سلسلہ احمدیہ میں وہ لوگ بھی ہیں۔ جو حنفیوں میں سے آئے ہیں۔ اور وہ بھی جو اہل حدیث اور شیعہ وغیرہ سے آکر شامل ہوئے ہیں۔ ان میں سے کوئی آمین بالجہر کہتا ہے۔ کوئی نہیں کہتا۔ کوئی رفع یدین کرتا ہے کوئی نہیں کرتا۔ کوئی سینہ پر ہاتھ باندھتا ہے۔ اور کوئی ناف کے نیچے۔ لیکن سب کے سب ایک امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ اور کوئی بھی ایک دوسرے پر معترض نہیں ہوتا چہ جائیکہ کفر کے [illegible] عاید ہوں۔

سلسلہ احمدیہ کے مسلک پر بھی نظر ڈال کر دیکھ لو۔ باوجودیکہ عام طور پر مسلمانوں کی طرف سے اس جماعت کو ہر طرح کے دکھ اور تکلیفیں پہنچائی گئیں لیکن کسی اختلافی مسئلہ کی بنا پر یا مامور ربانی کو نہ ماننے کی وجہ سے انہیں کافر نہیں کہا گیا۔ حضرت مسیح موعود کا کھلا اعلان ہے کہ ہم کلمہ گو کو کافر نہیں کہتے۔ اس لئے اگر اس وقت مسلمانوں میں کوئی صلح کن گروہ موجود ہے تو وہ جماعت احمدیہ لاہور ہی ہے جو مجدد وقت کے قدموں پر گامزن ہے۔ ضروری ہے کہ تنظیم کے شیدائی اس کے ساتھ ہو کر اس فرض کو صحیح طور پر سرانجام دیں۔ ورنہ زبانی باتوں اور اخبارات سے تنظیم نہیں ہو سکتی۔

حقوق العباد اور مسیحیت

معاصر "نور افشاں" اپنی ۲۹ مئی کی اشاعت میں رقمطراز ہے کہ:-

"بانیان مذاہب نے بنی نوع انسان کو قوانین مذاہب تو دیئے۔ حقوق اللہ کی بڑی بڑی فہرستیں بنا کر دیں پر حقوق العباد کی گتھی کسی نے نہ سلجھائی۔ جس قدر یہ الجھن سلجھانے کی کوشش کی اسی قدر زیادہ پیچیدگیاں اس میں پیدا کردی گئیں۔ دنیا میں صرف یسوع مسیح اور اس کی انجیل ہی ایسی ہستیاں ہیں جنہوں نے اس مشکل لاحل کو حل کر کے دکھا دیا ہے۔ اس نے فرمایا ہے کہ جو تم چاہتے ہو کہ لوگ تم سے کریں وہی تم ان سے کرو۔ توریت اور انبیاء کا یہی خلاصہ ہے"۔

کیا فی الحقیقت انجیل کی یہ تعلیم ایسی ہے۔ کہ دوسرے کسی بانی مذہب نے اس کی تلقین نہیں کی؟ "نور افشاں" کی پیش کردہ آیت کے الفاظ خود اس خیال کی تردید کر رہے ہیں۔

"توریت اور انبیا کا یہی خلاصہ ہے"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ توریت میں دوسرے تمام انبیا نے بھی یہی تعلیم دی ہے۔ اور یہ کوئی نئی بات نہیں جو حضرت مسیح ہی کے منہ سے نکلی ہو۔ ایسا ہی حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفے صلعم کے کھلے الفاظ موجود ہیں۔ لا یومن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ۔ تم میں سے کوئی شخص ایمان نہیں لاتا جب تک اپنے بھائی کے لئے وہی بات پسند نہ کرے۔ جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ نور افشاں ان الفاظ کا مقابلہ انجیل کی آیت سے کرے۔ تو اسے معلوم ہو جائیگا۔ کہ انجیل کے الفاظ میں وہ زور ہی نہیں۔ جو آنحضرت صلعم کے لفظوں میں پایا جاتا ہے۔ اس لئے اگر صحیح رنگ میں حقوق العباد کو کسی نے سکھایا ہے۔ تو وہ آنحضرت صلعم ہی ہیں۔

حقوق اللہ

بہتر ہوتا اگر اس کے ساتھ ہی ہمارا لایق معاصر یہ بھی بتا دیتا کہ جناب مسیح نے حقوق اللہ کو کس رنگ میں بیان کیا ہے آیا مسیح کے کفارہ پر ایمان لے آنا حقوق اللہ کی ادائیگی کے لئے کافی ہے۔ آیا خدا تعالٰے کا صرف اتنا ہی حق ہے کہ اس کو انتقام کا دیوتا مان لیا جائے۔ اور اس بات پر ایمان لایا جائے کہ اس کی صفت عدل اور صفت رحم کا مقتضیٰ پورا نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنی مخلوق کے گناہوں کا بدلہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے سے نہ لے؟ اور اس ایمان لانے کے بعد کوئی شخص جس طرح جی چاہے بسر کرے کوئی عبادت۔ کوئی نماز۔ کوئی نیک کام اسپر فرض نہیں رہتا؟ اگر یہی حقوق اللہ ہیں تو مسیحیت کا خدا ہندوؤں کی کالی ماتا سے یقیناً ایک انچ بڑھ کر نہیں۔ کیونکہ موخر الذکر کو بھی اپنے غضب کے ٹھنڈا کرنے کے لئے ایک نہ ایک انسان کے خون کی ضرورت ہوتی ہے۔

یہ تو مسیحیت کی تعلیم ہے۔ لیکن اسلام نے حقوق اللہ کو جس رنگ میں بیان کیا ہے۔ اس سے خدا تعالٰے کی عظمت ثابت ہوتی ہے۔ اسلام نے خدا تعالٰے کی ذات کو اس سے بری ٹھیرایا ہے۔ کہ اس کی طرف صفت عدل کو جو ایک ناقص درجہ رکھتی ہے منسوب کیا جائے۔ اسلام کا خدا عادل نہیں بلکہ مالک ہے۔ وہ اپنی مخلوق کے گناہوں کو بخش سکتا ہے۔ اور یہ عدل کے قطعاً خلاف نہیں۔ ہاں اس کا کسی کی نیکی کو برباد کر دینا یقیناً عدل نہیں بلکہ ظلم ہے۔ اور وہ فرماتا ہے۔ کہ ان اللہ لیس بظلام للعبید اس لئے اللہ تعالٰے کے حقوق وہی ہیں جو اس کی پاک صفات کا تقاضا ہیں۔ وہ ہر قسم کے عیب سے منزہ ہے ضروری ہے کہ ہم بھی اپنے آپ کو تمام عیوب سے پاک کرنے کی کوشش کریں وہ نیک اعمال کا حکم دیتا ہے ضروری ہے کہ ہم حکم کو بجا لائیں اور اس کے احکام کی بجا آوری ہی دراصل حقوق اللہ کی ادائیگی ہے۔ اس کی آنحضرت صلعم نے نہایت مختصر الفاظ میں تلقین کی۔ التعظیم لامر اللہ اور اس کے ساتھ والشفقۃ علی خلق اللہ میں حقوق العباد کی طرف بھی اشارہ کر دیا۔ اور بتا دیا کہ مسیحی تعلیم سے بڑھکر اللہ تعالٰے کی مخلوق پر شفقت کرنا ہے جو دراصل حقوق العباد کی اصل جڑ ہے۔ قرآن کریم نے بھی اس طرف اشارہ فرمایا ہے بلٰی من اسلم وجھہ للہ وھو محسن فلہ اجرہ عند ربہ ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔

کیا نور افشاں اس پر غور کریگا؟

تبدیلی مذاہب پر رجسٹری کی ضرورت

گذشتہ اشاعت میں ہم ڈاکٹر پرانجپے کے ان خیالات کا ذکر کر چکے ہیں جو اسلام کے متعلق انہوں نے ظاہر کئے ہیں اپنے اسی مضمون میں جو ۲۲ مئی کے بندے ماترم میں شائع ہوا ہے۔ ڈاکٹر موصوف نے اس بات کی ضرورت ظاہر کی ہے کہ ہندوستان میں مذہب تبدیل کرنے والوں کی باقاعدہ طور پر رجسٹری ہونی ضروری ہے تاکہ فرقہ وارانہ فساد اور بلوے جو تبدیلی مذہب کی وجہ سے ہوتے ہیں رک سکیں۔ یہ تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ رجسٹری کے ذریعہ سے فسادات اور بلوے رک جائیں گے۔ اور کسی جلا شدھ ہندو کے اسلام قبول کرنے پر اشدھی پسند ہندوؤں کے جذبات مشتعل نہ ہوں گے۔ لیکن اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ تبدیلی مذہب کی رجسٹری اگر لازمی ہو تو اس سے دھوکے اور فریب کا بہت کچھ انسداد ہو سکتا ہے۔ جس دن سے اشدھی کا میدان گرم ہوا ہے۔ مسلمانوں کو تبلیغ کی طرف راغب پاکر بہت سے زر پرست لوگ جگہ بجگہ مسلمان ہوتے پھرتے ہیں۔ اور اسی کو انہوں نے اپنا ذریعہ معاش بنا رکھا ہے۔ اگر قانوناً یہ ضروری قرار دیا جائے کہ مذہب تبدیل کرنے والے اپنی اس تبدیلی کی ضرور رجسٹری کرائیں تو اس سے یہ وبا جو عام طور پر پھیل چکی ہے بہت حد تک دور ہو جائیگی۔ اور سادہ لوح مسلمان ہندوؤں کے دھوکے اور فریب سے ایک حد تک محفوظ ہو جائیں گے۔ اس کے علاوہ ایک اور فایدہ جو ڈاکٹر پرانجپے نے بتایا ہے۔ وہ بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں وہ لکھتے ہیں کہ شادی اور وراثت کے قوانین کا مذہب پر انحصار ہے اور اس لئے ضروری ہے۔ کہ ہر شخص کا مذہب شک وشبہ سے بالاتر ہو۔ فی الحقیقت اشدھی کی فتنہ سازی نے بہت سے جاہل اور ناواقف لوگوں کے مذاہب کو شک وشبہ میں ڈال دیا ہے۔ اور اس کا اثر ان کی وراثت وغیرہ پر ہونا لازمی ہے۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ مسلمان اخبارات اس تجویز کی پورے طور پر تائید کریں۔ کیونکہ اس میں سب سے زیادہ انہی کا فایدہ مضمر ہے۔

مولوی ظفر علی خاں سنگسار کب ہونگے؟

گذشتہ اشاعت میں اس فتوے کفر کا ذکر ہم کر چکے ہیں۔ جو انجمن حزب الاحناف کے جلسہ میں مولوی ظفر علی خاں صاحب پر لگایا گیا۔ انجمن مذکور کا یہ جلسہ بقول معاصر "تنظیم" قریباً ڈیڑھ سو علماء اور سجادہ نشینوں پر مشتمل تھا۔ پیر جماعت علی شاہ۔ مولوی حامد رضا خاں بریلوی اور مولوی دیدار علی صاحب اس جلسہ کے روح رواں تھے۔ پیر صاحب نے مولوی ظفر علی خاں کے ستارہ صبح کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ انہی کی بددعا اور کرامت سے ستارہ صبح بند ہوا تھا۔ مولوی دیدار علی نے زمیندار کی متعدد عبارات پیش کر کے انہیں کفر کا مرتکب ٹھیرایا اور مولوی حامد رضا خاں نے اعلان کیا کہ

"میرے فتوے کی رو سے ظفر علی خاں کافر ہو گیا۔ اور اس کا کفر اس حد تک پہنچ گیا کہ اس کی بیوی پر طلاق ہو گئی۔ اور اب اس کو یہ حق حاصل ہے کہ بغیر عدت کسی دوسرے سے نکاح کر لے"۔

یہ چودھویں صدی کے علماء کی کرتوت ہے۔ لیکن مولوی ظفر علی خاں کے نزدیک علماء کے فتاوے ایسے نہیں کہ انہیں وقعت کی نظروں سے نہ دیکھا جائے۔ کابل میں احمدیوں کی سنگساری کے موقعہ پر وہ ان فتاوے کو کالوحی من السماء قرار دے چکے ہیں۔ ایسی حالت میں یہ ضروری ہے کہ وہ جلد سے جلد اپنے آپ کو سنگساری کے لئے پیش کریں۔ اگر ہندوستان میں ایسا نہیں کر سکتے تو کابل ہی تشریف لے جائیں تاکہ ان کی مزعومہ شریعت اسلام کی تعمیل میں کوئی کمی نہ رہ جائے۔ اور نہیں تو کم از کم اپنی بیگم صاحبہ سے تو علیحدگی کا اعلان کر دیں۔ جو ان کے مقدس علماء کے فتوؤں سے ان پر حرام ہو چکی ہیں۔

ہمارے احباب یہ سنکر خوش ہونگے کہ ہمارے مکرم و معظم دوست جناب بابو منظور الٰہی صاحب کو حضور ملک معظم کے یوم ولادت (سوم جون ۱۹۲۵ء) کی تقریب پر "خان صاحب" کے خطاب سے سرفراز فرمایا گیا ہے۔ ہم اس عزت افزائی پر قارئین پیغام صلح کی طرف سے مبارکباد عرض کرتے ہیں۔

مسلمان اور دوسری اقوام

اسلام کس بڑی حد تک اپنے پیروؤں کے سامنے دوسری قوموں کے ساتھ صلح و آشتی، امن و اتحاد کا نصب العین پیش رکھتا ہے۔ اور ایک مسلمان کا برتاؤ بیگانوں کے ساتھ عموماً کس رواداری اور ہمدردی کا رہنا چاہیئے۔ اسے ان اوراق میں بارہا بیان کیا جا رہا ہے۔ اور انشاء اللہ آئندہ بھی بیان کیا جاتا رہیگا۔ کچھ روز ہوئے خواجہ کمال الدین صاحب نے مسلم و غیر مسلم کے تعلقات پر بھوپال میں پرنس حمید اللہ خان کی زیر صدارت اسی موضوع پر ایک لیکچر دیا۔ جو اسلام کی صحیح تعلیمات و ہدایات کا ایسا صحیح ترجمان ہے کہ ملک میں اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کرنا عین اسلامی خدمت ہوگی۔ چند اقتباسات ذیل میں ملاحظہ ہوں۔

"مجھ سے کہا جاتا ہے کہ تم برادران وطن سے صلح کرلو۔ صلح کا عہد لیا جاتا ہے۔ میں تو دراصل اس مطالبہ میں اپنے لئے ایک ازالہ حیثیت عرفی دیکھ رہا ہوں۔ میں تو مسلمان کی حیثیت میں خدا سے عہد کر چکا ہوں اور اگر اس عہد کو توڑ دوں تو میں مسلمان نہیں۔ مجھ سے تو قرآن کہتا ہے کہ خیر صلح میں ہے۔ اور صلح کے بعد فساد نہ کرنا۔ میرے تو مذہب کا نام اسلام یعنے صلح و امن ہے۔ اور یہ صلح و امن مجھے کسی جماعت سے نہیں بلکہ کل انسانوں سے کرنی ہے۔ مسلمان تو ہر ایک میں خدا کی روح دیکھتا ہے۔ کیونکہ نفخت فیہ من روحی (میں نے آدم میں اپنی روح پھونکی) ہر ایک آدم کے بچہ پر حاوی ہے۔ تو پھر کوئی ہندو ہو یا مسلمان۔ عیسائی ہو یا یہودی۔ ان سب میں خدا ہی کی روح کام کر رہی ہے۔ پھر میں کسی کے خلاف کیسے کرسکتا ہوں۔ ہمارے خدا کا نام الرحمٰن ہے جس کے فضل بلا تمیز مذہب و قوم یکساں پہونچے ہیں جو شخص عبدالرحمٰن ہونا چاہے وہ کس طرح اس نام کا مصداق ہوسکتا ہے۔ جب تک وہ ہر ایک سے بلا تمیز قوم و ملت نیکی پر آمادہ نہ ہو۔"

پوری تقریر روزنامہ "تنظیم" (امرتسر) نے اپنے کالموں میں نقل کردی ہے لیکن اسلام کی ہر ہدایت اخبار کے کالم میں نہیں مسلمان کے دل میں جگہ پانے کے قابل ہے۔ (سچ)

سود کا مفہوم

لاہور کی جماعت احمدی کے سردار مولوی محمد علی ایم اے کے مذہبی مضامین اور خصوصاً ان کا انگریزی ترجمہ قرآن بہت سی انگریزی تعلیمیافتہ افراد کیلئے شمع ہدایت ثابت ہوچکا ہے۔ حال میں ان کا ایک پرمعلومات مضمون مسئلہ سود پر جدید انگریزی رسالہ "نیو اورینٹ" میں شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے سود کے مفہوم اور اسکی مختلف صورتوں پر نظر تحقیق ڈالی ہے وہ بالآخر اس نتیجہ پر پہونچے ہیں کہ

قرآن کریم میں جس ربا کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہ اصل سے زیادتی کا نام ہے جو قرضہ کی صورت میں اصل رقم کے ساتھ وصول کی جاتی ہے آجکل ایک ایسا گروہ پیدا ہوا ہے جو کہتا ہے کہ اسلام نے صرف اس شے کو حرام کیا ہے جس کو انگریزی میں Usury یوژری کہتے ہیں۔ اور روپیہ کا کرایہ جسے انگریزی میں انٹرسٹ Interest کہتے ہیں بالکل جائز ہے۔ اس دعویٰ کی دلیل پر بھی فاضل موصوف نے ایک نظر کی ہے اور اپنا فیصلہ یوں صادر کیا ہے :-

ربا کا مفہوم ان دونوں حالتوں پر صادق آتا ہے کیونکہ عربی میں یوژری اور انٹرسٹ دونوں میں سے کسی کے لئے کوئی علیحدہ لفظ نہیں پایا جاتا۔ نہ ہی کسی تاریخ میں کوئی ایسی بات پائی جاتی ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ جس سود کو آج قانونی حد کے اندر اور جائز سمجھا جاتا ہے وہ اسلام کی آمد کے وقت عرب میں نہ تھا۔

مضمون کا اردو ترجمہ اخبار "پیغام صلح" کے دو نمبروں میں نکل چکا ہے۔ اسے پڑھ کر ہر مسلم و غیر مسلم بہ آسانی سمجھ سکتا ہے کہ جواز سود کی کوئی گنجائش ہی اسلام میں نہیں۔ جو شے سود کے حکم میں داخل ہے۔ خواہ اسکی شکل کچھ ہی ہو۔ ہر حال اور ہر صورت میں حرام ہی رہیگی۔ گفتگو صرف یہ ہوسکتی ہے کہ آیا فلاں طریقہ اخذ مال کسی قاعدہ میں سود کے حکم میں داخل ہے یا نہیں؟ سود تسلیم کرلینے کے بعد پھر کوشش جواز کرنا کسی مسلمان کے لئے ممکن نہیں۔ (سچ)

نٹشے اور مسیحیت

(بسلسلہ اشاعت ۲۰ مئی ۱۹۲۵ء)

نٹشے کی رائے میں (جس کی تفصیل جنوری ۱۹۲۵ء کی معارف میں شائع ہوچکی ہے۔) افراد انسانی دو طبقوں پر منقسم ہیں۔ ایک حکمرانوں کا طبقہ اور دوسرا محکوموں کا طبقہ اور ان طبقوں کی ضروریات زندگی اور طرز معاش کے مطابق اخلاقیت کی بھی دو قسمیں ہیں ایک اعلیٰ اخلاقیت اور دوسری ادنےٰ اخلاقیت۔ پہلی قسم اخلاق انسان کے دل و دماغ میں بلند حوصلے، شریفانہ خیالات اور خود دارانہ جذبات پیدا کرتی ہے اور آئین جہانگیری اور طریقہ حکمرانی سکھلاتی ہے اور دوسری اخلاقیت انسان کو پست خیال، کم ہمت، ناکارہ اور احمق بناتی ہے اور سادگی و خاکساری اور باہمی مروت و ہمدردی کی تعلیم دیتی ہے۔

نٹشے کا اعتراض یہ ہے کہ مسیحیت کی اخلاقیت ادنیٰ اخلاقیت ہے جس میں ادنےٰ طبقہ کے لوگوں کی ضروریات کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اور اعلےٰ طبقہ کے لوگوں کے لوازمات کو نظر انداز کیا گیا ہے جس میں رذیلوں، ناکاروں اور احمقوں کو سبز باغ دکھائے گئے ہیں۔ اور شریفوں، لائقوں اور عقلمندوں کے حسیات و جذبات کو پامال کیا گیا ہے جس میں رذالت و حماقت کی مدح کی گئی ہے اور شرافت و عقلمندی کی مذمت۔ مثال کے طور پر نٹشے حسب ذیل اقتباسات پیش کرتا ہے۔

(۱) کیا خدا نے دنیا کی عقل کو بیعقلی سے نہیں بدلا ہے
(۲) خدا نے احمقوں کو برگزیدہ بنایا کہ وہ عقلمند کو مبہوت کردیں۔ اور خدا نے کمزور چیزوں کو منتخب کرلیا۔ تاکہ وہ زور آور اشیاء پر غالب ہوجائیں (۳) خدا نے دنیا کی رذیل اور ذلیل چیزوں کو پسند کرلیا ہے
(۴) خدا عقلمندوں، شریفوں اور طاقت وروں کو پسند نہیں کرتا ہے۔

نٹشے نے مسیحیت پر تقسیم اخلاقیت کی رو سے جو اعتراض کیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے :-

مسیحیت نیچے کے لوگوں کی حمایت و حفاظت کا ایک مغالطہ آمیز ذریعہ ہے مسیحیت نے اعلیٰ طبقہ کے لوگوں سے جنگ کر رکھی ہے۔ اور ان کی کوشش دلیل میں روڑا اٹکا رکھا ہے۔ اور ان کو ناکارہ بنا دیا ہے مسیحیت ہمیشہ کمزور اور پست چیزوں کا ساتھ دیتی ہے۔ مسیحیت نے طبائع انسانی کی تمام خوددارانہ قوتوں کا استیصال کرنا اپنا مسلک قرار دیا ہے مسیحیت نے زبردست دماغوں کا ستیاناس کر دیا ہے۔ کیونکہ اسکی تعلیم ہے کہ عقل و دماغ کے مشورہ پر چلنا گناہ اور ضلالت کا پیش خیمہ ہے۔

"رحم" اور "بیغرضی" مسیحی اخلاقیت کے اصل اصول ہیں مگر نٹشے ان دونوں کو حیات انسانی کے لئے مہلک سمجھتا ہے اسکی رائے ہے کہ رحم تضییع جذبات ہے۔ اور اخلاقیت کے پردہ میں خوشامد اور چاپلوسی ہے۔ رحم ان حسیات و جذبات کی مخالفت کرتا ہے جو انسان کی رفعت خیالی اور بلند حوصلگی کا باعث ہوتے ہیں۔ رحم مرض متعدی ہے صحت انسانی کا دشمن ہے اکثر ضعف و ناتوانی پیدا کرتا ہے۔ جب انسان رحم کرتا ہے تو اس کا زور گھٹ جاتا ہے۔ رحم تباہی و بربادی کا پیش خیمہ ہے۔

بے غرضی کے متعلق نٹشے کا خیال ہے کہ "بے غرضی" کی تعریف و تحسین کرنا اپنی خود غرضی کا اظہار کرنا ہے۔ انسان اپنے ہمسایہ کی بے غرضی اور بے نفسی کی جو تعریف کرتا ہے وہ صرف اس وجہ سے کہ وہ اسکی "بے غرضی" سے ان نقصانات سے محفوظ رہتا ہے جو اس ہمسایہ کی خود غرضی کی حالت میں اس کو پہنچ سکتی ہے۔ اور اگر وہ خود بیغرض اور بے لوث ہوتا اور وہ نفع اور ضرر کی پروا نہ کرتا تو اسے اپنے ہمسایہ کی بیغرضی کی تعریف کا خیال بھی نہ ہوتا۔ پس کسی کی بیغرضی کو سراہنا درحقیقت اپنی غرضمندی کا اظہار کرنا ہے۔

علاوہ بریں نٹشے کا دعویٰ ہے کہ مسیحیت بے غرضی کی تعلیم تو دیتی ہے مگر خود اس پر عمل پیرا نہیں ہے۔ آج ایک بیغرض اور بے لوث شخص کی تعریف و تحسین کی جاتی ہے۔ حالانکہ خود مسیحیت اپنے عروج کے زمانہ میں خود غرضی کا مجسمہ تھی پہلے حامیان مسیحیت نے دیکھے صرف ایک چیز کا خیال کرتے تھے یعنے اپنی نجات واپس لیلیں۔

مسیحیت اور تمدن

نٹشے کا دعویٰ ہے کہ مسیحی اخلاقیت ناقابل عمل ہے۔ کیا کوئی شخص ایسا ملیگا جس کی ایک گال پر اگر طمانچہ پڑے تو دوسرا گال بھی پیش کردے۔ کیا کوئی فرد بشر ایسا ہے جو دشمن سے اسطرح محبت کرتا ہو جس طرح وہ اپنے دوست سے محبت کرتا ہے۔ کیا بنی آدم اس امر کو پسند کریں گے کہ مسیحی تعلیم کے مطابق علوم و فنون سے بے بہرہ رہیں۔ اور جاہل مطلق اور احمق بنے رہیں کہ رحمت ایزدی ایسے ہی لوگوں کے لئے مخصوص ہے۔ بالفرض ایسے نفوس دستیاب بھی ہوئے تو نٹشے کا اعتراض یہ ہے کہ مسیحی اخلاقیت تمدن کے لئے سخت مہلک ہے اگر دنیا مسیحی اخلاقیت پر عمل پیرا ہو تو نظام عالم درہم برہم ہوجائے اور سیاست و تمدن کا وجود خواب و خیال ہوجائے۔ مسیحیت اور تمدن دو متضاد چیزیں ہیں۔ وہ یکجا جمع نہیں ہوسکتیں مسیحیت کی اخلاقیت پر نٹشے کے سابق اعتراضات سے خاکسار کو مطلق اتفاق نہیں۔ مگر اس آخری اعتراض سے پورا اتفاق ہے۔ یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ مسیحیت کی بیاض تعلیم میں تمدن و سیاست کی جگہ سادی پڑی ہوئی ہے۔ یورپ کا تاریک ماضی اور شاندار حال اسکی بین دلیل ہے۔ دنیائے مسیحیت نے تہذیب و تمدن میں اسوقت تک ترقی نہیں کی جب تک مذہب کو ٹھکرا نہیں دیا گیا۔ عہد حاضرہ مسیحیوں کا عہد زرین کہلاتا ہے مگر کتنے نفوس ایسے ہیں جو مسیحیت کی تعلیم پر عمل پیرا ہوں آج اگر کسی عیسائی کی ایک گال پر طمانچہ پڑے تو ریوالور لیکر کھڑا ہوجائے۔ دشمن سے محبت تو درکنار دوست سے بھی غداری کرنے میں کوئی باک نہیں۔

نٹشے مسیحیت پر تمدنی نقطہ نظر سے بحث کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتا ہے۔ آج ماضی کے تہذیب و تمدن سے ہمیں جو پھل ملنے والا تھا مسیحیت نے اس کا ستیاناس کردیا اور پھر بعد کو تمدن اسلام سے جو فائدہ ہم اٹھا رہے تھے اسے مسیحیت نے برباد کردیا۔ مسیحیت نے اندلس کے شاندار تمدن اسلام کا گلا گھونٹ دیا۔ صلیبیوں نے مسلمانوں کے خلاف جنگ کی۔ لیکن اس سے کہیں بہتر ہوتا کہ وہ زمین کے اندر سما جاتے۔ جنگ صلیبی زبردست رہزنی تھی۔

نٹشے اور مسیح علیہ السلام

نٹشے حضرت مسیح علیہ السلام کی تعظیم و تکریم کرتا ہے۔ لیکن اس کا خیال ہے کہ ان کی تعلیم و تبلیغ کا منشاء صرف طرز زندگی بنانا تھا نہ کہ مذہب قائم کرنا۔ یعنی یہ کہ زندگی اسی طرح گذارنی چاہیے جس طرح سولی پر جان دینے والے نے گذاردی آج بھی ایسی زندگی گذاری جاسکتی ہے۔ لیکن حضرت مسیح علیہ السلام بودھ کی طرح جس روحانی سکون و طمانیت کی تعلیم دیتے تھے ان کی وفات سے اس کا خاتمہ ہوگیا۔

نٹشے سینٹ پال کو مسیحی مذہب کا ذمہ دار بلکہ بانی قرار دیتا ہے اور اسی بنا پر اپنا سارا غصہ اسی پر اتارتا ہے چنانچہ وہ کہتا ہے کہ

سینٹ پال ... شخص تھا۔ اور اقتدار حاصل کرنے کی فکر میں رہتا تھا۔ اس نے حضرت مسیح کی زندگی ان کی ہدایات اور ان کی موت کے واقعات کی تحریف کردی۔

(معارف)

مسلمانانِ چین کی موجودہ حالت

اسلام پر مشرق اقصیٰ کے سیاسی انقلابات کا اثر

(بہ سلسلہ اشاعت گزشتہ)

اس میں شک نہیں کہ خاندان مانچو کی حکومت کے درمیانی زمانہ میں اسلامی علاقہ کے اندر انقلابی تحریکات ضرور رونما ہوئی تھیں۔ اور کانسو اور ہنان کے صوبوں میں اس قسم کے فسادات برپا ہوئے تھے۔ جنہوں نے تمام ملک کی توجہ کو اپنی طرف منعطف کر لیا تھا۔ مگر پھر بھی اپنی پوزیشن کے اعتبار سے مسلمان ۱۹۲۲ء تک ویسے ہی رہے جیسے کہ تھے حقیقت میں انقلابی تحریک نے مسلمانوں کو ایک موقعہ دیا ہے۔ اسکی بدولت وہ قوم جو تیرہ سو برس سے گمنامی میں پڑی ہوئی تھی۔ اور جس کے حقوق کبھی تسلیم نہیں کئے گئے تھے اسے پہلی مرتبہ یہ موقعہ ملا ہے کہ سیاسی اسٹیج پر اپنے حقوق تسلیم کرائے اور اپنا اثر استعمال کرے۔ اسی طرح مشرق اقصیٰ کے ایک بر اعظم میں مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد آبادی کی طاقت کو دنیا نے تسلیم کر لیا۔ اب مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنا وجود تسلیم کرانے کے بعد قدیم رسموں کو ترک کر دیں اور اس سے زیادہ آجکل جبکہ ہر وقت زبردست انقلاب کا اندیشہ لگا رہتا ہے اور آبادی نہایت افسوسناک حالت میں ہے ان کو چاہئے کہ وہ تمام امکانی ذرائع کو استعمال کر کے اپنا قومی استقلال حاصل کرنے کے لئے جد جد شروع کر دیں یہی وہ طریقہ ہے جو مسلمانوں کو اللہ اور اسکے رسول کے احکام کے مطابق اختیار کرنا چاہیے مگر افسوس ہے کہ وہ ترقی کی راہ میں اسقدر پسماندہ ہیں کہ ان کے لئے وقت کا ساتھ دینا قطعی ناممکن ہے اور اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ دنیا سے ناواقف ہیں۔

مذہب اور سیاست

چین میں ہم مسلمانوں کی تعداد تین کروڑ سے زائد ہے مگر ہماری اوہام پرستی اس درجہ تک پہنچ گئی ہے کہ ہم محض رسم رواج کے پابند رہ گئے ہیں۔ اور ہماری زندگیاں بت پرستوں کی زندگیوں سے زیادہ مشابہ ہیں۔ ہم بجائے ترقی کرنے کے اور تنزل کر رہے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ ہم میں سیاسی بیداری کا فقدان ہے۔ اب یہ استبدادی حکومت کا زمانہ نہیں ہے۔ بلکہ جمہوریت کا دور ہے جب سے کہ مسلمانوں کو یہ حق ملگیا ہے کہ وہ ملکی سیاسیات میں دخل دے سکتے ہیں اسوقت سے ان کے لئے ضروری ہوگیا ہے کہ وہ ایک اہم مذہبی جماعت کی حیثیت سے کچھ نمایاں کام کر کے دکھائیں۔ حکومت اور مذہب کے اجتماع کی پالیسی موجودہ زمانہ کے خلاف ہے۔

ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ آفندی خلیفہ اور سلطان کو محض اس وجہ سے جلاوطن کر دیا گیا کہ حکومت انگورا اور مذہب میں اتحاد نہیں تھا۔ ترکی میں یہی سوال ایک عرصہ تک تشویش کا باعث رہا ہے۔ ہماری قوم چونکہ ایک مذہبی جماعت ہے اسلئے سیاسیات میں تو ہمیں حصہ لینا ہی چاہیے۔ مگر ہمارا یہ ارادہ نہیں ہے کہ حکومت اور مذہب کو ملا دینے کی پالیسی پر عمل کریں۔ ہماری قوم کو جمہوریت کا ایک عنصر تسلیم کر لیا گیا ہے۔ جس طرح ایک آدمی یا ایک خاندان کسی قومی نظام کا جزو ہوتا ہے اسلئے جبتک ہم اس حالت میں رہیں ہمیں ایک متحدہ جماعت کی حیثیت سے اپنے حق کو پوری طرح استعمال کرنا چاہیے تاکہ ہم قومی اتحاد کی ذمہ داری کو پورا کر سکیں اور اس کے ساتھ ہی ایک مذہبی جماعت کی حیثیت سے عالمگیر اسلامی اخوت و مواسات کی اسکیم کو عملی جامہ بھی پہنا سکیں اگر ہم نے یہ نہیں کیا تو ہم مذہب یا مذہبی جماعت کی حیثیت سے فنا ہو جائینگے۔ بلکہ اس کے برعکس ہماری جماعت قومی زندگی کے لئے بجائے مفید ہونے کے اور زیادہ مضر ثابت ہوگی۔ اسوقت جمہوریہ چین میں مسلمان نہایت تیزی کے ساتھ تنزل کر رہے ہیں۔ اگر ان میں سیاسی بیداری جلد پیدا نہ ہوئی تو وہ تباہ ہو جائینگے۔

بدنظمی اور طوائف الملوکی

مسلسل سیاسی انقلابات اور جنگ و جدال کے باعث چین کے باشندوں کی حالت قابل رحم ہوگئی ہے۔ نام نہاد فوجی سپاہی اپنے ذاتی اغراض کے لئے بیجا لڑائیاں لڑتے ہیں۔ رحمت پسندوں کا اندازہ ہے کہ چین کی فوج میں دس لاکھ سپاہی ہیں۔ ان کے علاوہ تقریباً اسی قدر مسلح آدمی اور ہیں جن کے جرگے تمام ملک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ دونوں گروہ دراصل ایک ہیں کیونکہ جرگے عموماً شکست یافتہ سپاہیوں پر مشتمل ہوتے ہیں اور فوج میں جو باقاعدہ سپاہی ہوتے ہیں وہ بھی اکثر ان جرگوں ہی کے افراد ہوتے ہیں جو ملازمت کی خاطر فوج میں بھرتی ہو جاتے ہیں وہ خود اپنے ملک پر حملہ کرتے ہیں اپنے ہی لوگوں کو تکلیف پہنچاتے ہیں۔ اور اپنے ہی وطن میں خوف و ہراس پیدا کرتے ہیں۔ یہ چین کی فوج پر بدنامی کا دھبہ ہے ان کے مذہب کی یہ حالت ہے کہ ان میں سے اکثر اوہام پرست ہیں۔ دوسری طرف کفر و الحاد روز بروز ترقی کرتا جاتا ہے۔ یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عہد بعثت کی حالت سے بہت زیادہ مشابہ ہیں۔ یا ان کی حالت کی دوسری مثال ان واقعات میں ملسکتی ہے جو محمد ابن عبدالوہاب کے زمانہ میں تھی جو آج سے تین سو سال قبل ریگستان عرب کے مرکز یعنے نجد میں پیدا ہوئے تھے جنہیں نہایت خراب حالت کا مقابلہ کرنا پڑا تھا۔ ہم مسلمان اس حالت سے چشم پوشی نہیں کرسکتے جیساکہ میں اوپر کہہ چکا ہوں۔ اس وقت چینی مسلمان صرف نماز روزہ کے پابند رہ گئے ہیں۔ اور ان کی حالت اس حدتک پہنچ گئی ہے کہ وہ بت پرستی سے بہت قریب ہو گئے ہیں۔ حالانکہ اسلام کا مقصد بت شکنی ہے مسلمانوں نے اپنی مساجد کو صنم کدے بنا رکھا ہے اور نہایت معمولی رسومات پر سختی کے ساتھ قائم ہیں۔ ان میں موجودہ خراب حالت کی اصلاح کرنے کی قوت عملی نہیں ہے۔ اور وہ جہالت میں نہایت غفلت کی نیند سو رہے ہیں۔ اس قسم کی خرابیوں پر عبدالوہاب نجدی کے جانشین نے افسوس کر کے اصلاح کا بیڑا اٹھایا تھا۔ اور ان رسومات و بدعات قبیحہ کی بیخکنی کر دی تھی جو قلب عرب میں اسوقت رائج تھیں اسنے نہایت دلیری کے ساتھ لوگوں کی قدامت پرستی کا مقابلہ کیا۔ کیونکہ وہ مسلمانوں کو تنزل کی حالت سے نکال کر ترقی کی طرف لیجانا چاہتا تھا۔ اور اوائل میں اسلام کے قرون اولے کی صحیح اور سادہ سپرٹ پیدا کرنے کا متمنی تھا۔ دور حاضر میں جب شاہ حسین نے اپنی جدید خلافت کا اعلان کیا اور اس کے مظالم حد سے بڑھنے لگے تو نجد کے وہابی پھر اصلاح کے لئے اٹھے اور انہوں نے ایک سخت جنگ کے بعد شریف کو اس خاندان سمیت مکہ سے نکالدیا۔

عالم اسلامی کا اثر مسلمانان چین پر

بیرونی دنیا اور خصوصاً عرب کے ان حالات کا چینی مسلمانوں پر بہت برا اثر پڑتا ہے لیکن دوسری طرف گذشتہ عرصہ میں ترکی کی حیات جدید استقلال مصر۔ ہندوستان کی سعی آزادی اور ایران کی سیاسی بیداری کی اطلاعات برابر چین میں آتی رہی ہیں۔ اور ان واقعات کو دیکھ کر ہم چینی مسلمانوں کو بھی کچھ کرنے کی ہمت بندھ چلی ہے۔ جب ہم مشرق کے مسلمانوں کی موجودہ حالت پر غور کرتے ہیں تو ہمیں پرانے زمانہ کے بہادران اسلام کے کارنامے بے اختیار یاد آجاتے ہیں۔ مانچو خاندان کے بادشاہ چین لنگ کے عہد میں مانگ زہین سو سوبے سان اور نین دو۔ یہ تین آدمی عرب گئے تھے جہاں ان پر عبدالوہاب کی تحریک احیاء الاسلام کا بہت گہرا اثر پڑا۔ اور انہوں نے اپنے گھر واپس آکر ایک نئی مذہبی تحریک کی بنیاد ڈالدی اس کے بعد تنگ چیہ کے عہد میں جلو کے باشندہ ما ہو اسنگ اور چیہ پاؤ نے کین نواں کی مدد سے مسلمانوں کی حالت درست کرنے کے لئے نہایت سرگرمی سے کام کیا۔ اور بالآخر اپنے مقصد عظیم کی راہ میں شہید ہو گئے پس امید ہے کہ ہم ایک مذہبی جماعت ہی نہیں بلکہ ایک سیاسی جماعت کی حیثیت بھی اختیار کر چکے ہیں۔ اس لئے ہمیں اپنے مذہبی اور سیاسی حقوق کو استعمال کرنے میں اور بھی زیادہ مستعدی سے کام لینا چاہیے۔ کوئی وجہ نہیں کہ اب ہم خاموش رہیں۔ یہ ایسا وقت نہیں ہے کہ ہم اپنے راستہ کی مشکلات سے ڈر کر ساکت و صامت ہو بیٹھیں بلکہ ہم کو چاہیے کہ قومی مفاد کے لئے ترقی کریں۔ منگولیا، تبت اور منچوریا جو کچھ کرنا چاہتے ہیں وہ کر رہے ہیں مرکزی حکومت حالات کو درست کرنے کی قابلیت نہیں رکھتی۔ آبادی کی حالت افسوسناک ہے اور محض سیاسی طاقت سے عوام کی نجات ناممکن ہے ایسی حالت میں ہمارے لئے یہ موقعہ ہے کہ ملک و قوم کی خاطر کسی اسلامی تحریک کا آغاز کریں۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ہم سب سے پہلے اس پر زور دیتے ہیں کہ ہمیں جو طاقت حاصل ہے اسے استعمال کیا جائے۔ بیداری کے بعد ہم واقعات کا رخ بدل سکتے ہیں اور یہی وہ بات ہے جو پیغمبر اسلام علیہ السلام کی تعلیمات کے بالکل موافق ہے۔

حقیقت حال

اخبار وکیل نمبر ۴۱ مورخہ ۳۰ مئی ۱۹۲۵ء میں جناب عبدالرحمن صاحب علی گڑھی کی ایک مراسلت بعنوان "تبلیغ کانفرنس متھرا اور آریوں کی ریشہ دوانیاں" شائع ہوئی ہے جو حسب ذیل ہے!۔

> مورخہ یکم لغایت ۳ جون ۲۵ء متھرا میں تبلیغ کانفرنس بہت بڑی شان و شوکت کے ساتھ منعقد ہوگی۔ ابھی سے اسکی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ مگر آریوں نے اس سے پہلے اپنا جلسہ قرار دیکر مسلمانوں کو چیلنج دیدیا ہے ضرورت ہے کہ ۳۰ تاریخ مئی تک اسلامی مناظرین پہنچ جائیں۔ مولانا مولوی عبدالحق صاحب ودیارتھی جنہوں نے سکندرآباد میں آریوں کو بے پا کیا تھا۔ اور مولانا مولوی عصمت اللہ صاحب مناظر اسلام جنہوں نے حال ہی میں ہنڈی کے مقام پر آریوں کی خوب ہی گت بنائی۔ اپنی عنان توجہ کو اسطرف منعطف کریں ہم احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کو توجہ دلاتے ہیں کہ وہ ان حضرات کو جہاں کہیں ہوں وہاں سے بلوا کر متھرا بھیجدیں۔

ہم کو مراسلت نگار صاحب پر تو چنداں اعتراض نہیں ممکن ہے کہ انہوں نے وقت مقررہ سے بہت پہلے مراسلت ارسال کی ہو۔ مگر ایڈیٹر صاحب وکیل کی وقت ناشناسی کا ضرور گلہ ہے کہ آپ نے اس مضمون کو ایسے وقت پر شائع کیا جبکہ تاریخ مناظرہ کو گذرے ہوئے بھی چار دن زائد گذر گئے۔ خیر یہ معاملہ تو جس طرح ہوا ہو گیا مگر آئندہ کے لئے جناب ایڈیٹر صاحب کو چاہیئے کہ ایسے مضامین کو وقت پر شائع کیا کریں۔ ورنہ بصورت دیگر ایسے مضامین اخبار کے کالم بے فائدہ سیاہ کئے جانے کے سوا اور کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتے۔

اگرچہ مناظرے کا وقت گذر چکا ہے۔ مگر پھر بھی اس مراسلت کے پڑھنے سے ہماری خوشی اور رنج کی کوئی انتہا نہ رہی۔ خوشی اسلئے ہوئی کہ الحمدللہ قادیان اسلام میں خدا تعالے نے اپنے فضل و کرم سے ایسے افراد پیدا کئے ہیں جو معترضین اسلام کو دندان شکن جواب دیکر اسلام کی فتح و نصرت کا چاروں دانگ عالم میں ڈنکا بجا رہے ہیں اور ممالک یورپ میں اشاعت اسلام کا کام کرکے دنیا کو حلقہ بگوش اسلام کر رہے ہیں۔ اور سچے مسلمان انکو عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور ان کی ان خدمات جلیلہ کا اعتراف کرتے ہیں۔ اللھم زد فزد

اور رنج اسلئے ہوا کہ وہ لوگ جو اپنے آپ کو علماء کا خطاب دیتے ہیں۔ اور نام نہاد درسگاہیں کھول کر اور اسی طرح کے دیگر وسائل اختیار کرکے جونک کی طرح مسلمانوں کا خون چوس رہے ہیں اور بڑے بڑے جبہ اور عمامہ پہنکر دین و دنیا سے غافل ہوکر خواب خرگوش میں پڑے سوتے ہیں۔ اگر ان کو کبھی ہوش آتی ہے تو ہڑبڑا کر مسلمانوں ہی پر کفر کے فتووں کی بوچھاڑ کرتے ہیں۔ ابھی کل کا واقعہ ہے کہ نعمت اللہ خان احمدی کی سنگساری پر انہی لوگوں نے جو اہلحدیث، دیوبندی، بریلوی، ندواریہ وغیرہ وغیرہ خدا جانے کیا کیا بلا کہلاتے ہیں سب نے متفقہ طور پر فتوے دیا کہ احمدی مرتد ہیں اور مرتد کی سزا قتل (سنگساری) قرآن شریف اور شریعت اسلام کے مطابق ہے۔ خدا کی شان آجکل یہی مولوی لاہور میں ایک دوسرے پر کفر کا فتوی لگا رہے ہیں۔ حزب الاحناف یعنی بریلوی دیوبندیوں کو اور دیوبندی یعنی حزب النعمان بریلویوں کو کافر کہتے ہیں۔ مزید لطف یہ ہے کہ وہابیوں نے ان دونوں کا قافیہ تنگ کر رکھا ہے۔

افسوس! ان بدبخت ناہنجار احمقوں کو یہ خیال نہیں آتا کہ ہم

یہ کیا کر رہے ہیں اور اسکا نتیجہ کیا ہوگا - اس کفر بازی سے مسلمانوں میں وہ افراتفری پڑ رہی ہے کہ خدا کی پناہ -

مسلمانوں کو چاہیئے کہ ان مولویوں کے فتووں پر نظر غائر ڈالیں اور ان کی وقعت کا اندازہ لگائیں - اگر ان کے فتووں کو صحیح مانا جائے اور ان کے کہنے پر عمل کیا جائے تو دنیا میں کوئی بھی مسلمان مسلمان کہلا سکتا ہے ہرگز نہیں ہرگز نہیں -

پس یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ سب ان لوگوں کے ڈھکوسلے ہیں جو شکم پروری اور شکم پُری کے لئے بنائے گئے ہیں - ورنہ کوئی شخص جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہے اور قرآن مجید کو خدا کا کلام اور مکمل سمجھتا ہے وہ کافر نہیں ہوسکتا ہے - البتہ کوتاہی عمل سے گنہگار ہوسکتا ہے -

درحقیقت یہ لوگ آپس میں نہیں لڑتے بلکہ بھولے بھالے سادے مسلمانوں کو اپنے اپنے دھڑے پر چڑھا کر ایک کو دوسرے کا مخالف کرکے اپنے حلوے مانڈے کا سامان کرتے ہیں - یہ ان لوگوں کے ہتھکنڈے ہیں - ان کے سمجھنے والے ان کو خوب سمجھتے ہیں اگر یہ لوگ غیر مذاہب کے لوگوں کے سامنے مناظرہ کے لئے جائیں تو امید نہیں کہ سرخرو ہوکر واپس آئیں - کیونکہ یہ وہی لوگ ہیں جن کا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن مجید کی کئی ایسی آیات ہیں جو قرآن مجید میں درج نہیں مگر واجب العمل - مثلاً آیت رجم آیت زانی محصن اور کوئی کہتا ہے کہ قرآن مجید کی کئی ایسی آیات ہیں جو قرآن مجید میں درج تو ہیں - مگر واجب العمل نہیں -

پس جن کی یہ سمجھ اور عقل ہو ان سے خدمت اسلام کی کیا توقع ہوسکتی ہے ہمارا خیال ہے کہ شاید عبد الرحمٰن صاحب علی گڑھی نے اسی وجہ سے مجبور ہوکر مولوی عبد الحق اور مولوی عصمت اللہ صاحب سے شمولیت جلسہ کی درخواست کی ہے - وہ جانتے ہوں گے ان احمق مولویوں سے جو آپس میں ایک دوسرے کو کفر کی گندگی میں دھنسائے جا رہے ہیں - کچھ نہ بن سکے گا - اس میدان کے مرد اور ہی لوگ ہیں -

(خاکسار زیرک شاہ از لاہور یکم جون ۱۹۲۵ء)

اپل صاحب کی شخصیت کا راز

جمہور آگاہ رہیں

لاہور میں جابجا اشتہار چسپاں ہیں کہ "اپل صاحب کی قابلیت سے فائدہ اٹھاؤ" جس کو پڑھ کر کسی یورپین ڈاکٹر کا دھوکا ہوتا ہے - آپ حقیقت میں انڈین بلکہ مسلمان واقع ہوئے ہیں - چند روز ہوئے آپ "الفرقان" کے ٹائٹل پیج پر ابو القاسم رفیق دلاوری کے نام سے پبلک میں آئے تھے لیکن باوجود ادعائے اہلیت چند ہی روز میں الفرقان جیسے صحیفہ کو کتم عدم میں پہنچا دیا - جہاں تک مجھے معلوم ہے آپ نے ڈاکٹری یا طب کی کسی زبان میں بھی کوئی سند حاصل نہیں کی اور اس نے بہرگی علم و فن طب ڈاکٹری کے باوجود اپنے مسخ شدہ نام کے ساتھ ساتھ ڈالی ڈالی اور پتہ پتہ معہ اپنی ادویہ کی پوٹ کے رونق افروز نظر آتے ہیں کیا یہ پبلک کو دھوکا دینا نہیں ہے؟ اور کیا حکومت ایسے شخص سے کوئی بازپرس نہ کریگی - پبلک کو چاہیئے کہ ایسے لوگوں کی تیار کردہ دواؤں سے بچتی رہے - جو ڈاکٹری اور طب سے بالکل بے بہرہ ہوں مگر صرف اپنے نفع کی خاطر نام تبدیل کرکے دواؤں کے اشتہار دیتے پھریں - کیونکہ بلا - ڈاکٹر اور طبیب کے مشورہ کے دواؤں کا استعمال مضر ہے -

(نامہ نگار)

(بقیہ صفحہ اوّل)

اسلئے اگر آپ لوگ بھی اسلام کی ترقی کے خواہاں اور خادم اسلام بننا چاہتے ہیں تو اس مجدد زمان کا دامن پکڑیں - دوسرے سب راستے دنیوی اغراض سے پُر اور منزل مقصود سے دور پڑے ہوئے ہیں -

یہ تقریر یہاں کے ایک اخبار میں چھپی ہے - جس کا پرچہ ارسال ہے - ایک شہر میں نوجوان تعلیم یافتہ مسلمانوں کی ایک انجمن قائم ہوئی ہے جنہوں نے مجھے لیکچر کے لئے بلایا - مضمون اسلام اور کثرت ازدواجی پر تھا - ایک گھنٹہ لیکچر دینے کے بعد حاضرین میں سے کوئی شخص نہ اٹھا - اسکے بعد احمدیت کی تبلیغ کی گئی اور انگریزی دعوت عمل تقسیم کی گئی - یہاں کے ایک پادری نے احمدیت کے خلاف لیکچر دیا - جس کا جواب ایک ڈچ اخبار میں بھیج رہا ہوں

ایک ضروری تجویز

ذیل کا خط حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں موصول ہوا ہے جو دیگر احباب کی توجہ کے قابل ہے امید ہے کہ ہمارے قارئین کرام اس کے متعلق اپنی اپنی رائے کا اظہار فرمائینگے -

جناب قبلہ مولوی صاحب دام ظلکم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہمارے قومی آرگن یعنی "پیغام صلح" میں عموماً دو طرح کے مضامین نکلتے ہیں ایک تو قوم کو ابھارنے کے لئے ہوتے ہیں - تاکہ ہماری قوم زیادہ مستعدی اور جوش سے کام کرے - دوسرے غیر مذاہب کے رواداران کے اسلام کے متعلق اعتراضات کے جواب ہوتے ہیں اس دوسری قسم کے مضامین کے متعلق ایک عرض ہے جو حضور میں پیش کرنا چاہتا ہوں وہو ہذا -

یہ مضامین ہمیشہ کے لئے ہمارے پاس محفوظ نہیں رہتے اور نہ ہی غیر از جماعت لوگ اور دیگر مذاہب کے لوگ خاطر خواہ فائدہ ان سے اٹھا سکتے ہیں - کیونکہ یہ مضامین یا تو پیغام صلح میں چھپکر یا ٹریکٹ کی شکل میں شائع ہوکر وقتی ضرورت کو تو رفع کر سکتے ہیں مگر آنے والی نسلیں آپ لوگوں کے ان قیمتی جواہر پاروں سے فائدہ اٹھا نہیں سکتیں - کیا ہی اچھا ہو اگر یہ تمام مضامین جو پیغام صلح "لائٹ" "اشاعت اسلام ..." اور دیگر احمدی اخبار میں چھپتے ہیں کم از کم سال میں ایک دفعہ کتابی شکل میں شائع کردئے جایا کریں - اور پیغام صلح میں اشتہار دے کر ان تمام حضرات کے نام رجسٹر کرلئے جائیں جو اس کتاب کو خریدنا چاہیں اگر ہم صرف وہ مضامین ہی اس کتاب میں شائع کریں جو خالص اسلام کے متعلق ہوں - اور کسی فرقہ کی حمایت میں نہ ہوں تو امید ہے کہ غیر از جماعت حضرات بھی خریدار بن سکینگے اس طرح ہماری آنے والی نسلیں آپ کے قیمتی خیالات سے جو آپ نے حضرت صاحب کی صحبت میں رہ کر سیکھے ہیں - فائدہ اٹھا سکینگی - کیونکہ عموماً دیکھا جاتا ہے - لوگ اخباروں اور ٹریکٹوں کو پڑھکر ضائع کردیتے ہیں - اس سے بیشک چند ایک مشکلات پیش آئینگی - پہلے مالی مشکل ہوگی - اس کے لئے عرض ہے کہ خریدار اپنا نام رجسٹر کراتے وقت دو چار روپیہ پیشگی دیویں تاکہ کتاب چھپوانے میں آسانی ہوسکے اور انجمن پر زیادہ بوجھ نہ پڑے دوسری مشکل یہ ہوگی کہ ہمیں پتہ نہیں کہ کتاب کتنی بڑی ہوگی - اس کے لئے عرض ہے کہ پہلی دفعہ کتاب کے حجم کو ذہن میں رکھ لیا جائے اور اتنی ہی بڑی کتاب لکھی جائے - جو مضامین رہ جائیں ان کو ضمیمہ کے طور پر چھاپ کر خریداروں سے قیمت وصول کی جائے یا اگلے سال کی کتاب میں وہ مضامین رکھ لئے جائیں یا پچھلے سالوں میں سے کسی ایک سال کے رسالہ جات اور اخبارات کو سامنے رکھکر صحیح اندازہ لگایا جائے کہ کتنی بڑی کتاب ہوگی اور اسی حساب سے اسکی قیمت رکھ لی جائے - دیگر کتاب میں مضامین کو ترتیب دیکر رکھا جائے جو ایک خاص مذہب کے متعلق ایک خاص عقیدہ کے متعلق ہوں تاکہ فہرست کو دیکھ کر فوراً مضامین دیکھ لئے جائیں یعنے پہلے خاص ہندو دھرم کے مضامین رکھیں پھر بھی ترتیب دیویں کہ یہاں تناسخ شروع ہوتا ہے اور یہاں مادہ کی بحث شروع ہوتی ہے - پھر عیسائی دھرم کو لیا جائے اور ان میں بھی ترتیب ہو کہ یہاں سے مسیح کی خدائی پر بحث ہے - اور سب مضامین جو اس موضوع پر ہوں اکٹھے رکھے جائیں - خیال ہے کہ بہتوں کو فائدہ ہوگا - آگے جو آپ کی اور قوم کی مرضی ہو - میں نے اپنا خیال ظاہر کردیا ہے - اگر ہوسکے تو پیغام صلح میں قوم سے آراء لے لیں - والسلام -

(نیازمند محمد الدین احمدی)

چار آدمیوں کیلئے سزائے موت

صوفیہ، ۲ مئی - ان اشخاص کا مقدمہ ختم ہوگیا جن کے خلاف الزام تھا کہ انہوں نے گرجے کی واردات کے متعلق سازش کرنے والوں کو پناہ دی - پریچ سیچ یسچر اور میڈم نکھدا کے لئے سزائے

تازہ خبریں

پنڈت مدن موہن مالوی کا داخلہ حیدرآباد

کانپور - یکم جون - حضور نظام نے پنڈت مدن موہن مالوی کا داخلہ بند کرنے کے متعلق جو فرمان شائع کیا ہے - اس سے کانپور میں بڑی دلچسپی پیدا ہوگئی ہے - لالہ لاجپت رائے کی آمد کے سلسلہ میں جو جلسہ منعقد ہوا - اس میں ہندوؤں نے حضور نظام کے اس فعل کے خلاف احتجاج کیا - اور مسلمانوں نے گذشتہ جمعہ کو جامع مسجد میں ایک جلسہ منعقد کرکے اسکی حمایت کی -

ریاست الور میں گولی چلنے کا مقدمہ

کانپور - یکم جون "پرتاب" کانپور کا نمایندہ ریاست الور بھیجا گیا تھا تاکہ وہ معاملہ نیمچرنی کے متعلق تحقیقات کرکے رپورٹ پیش کرے - کیونکہ جریدہ مذکور کی ایک اشاعت میں بیان تھا کہ ریاست کی پولیس نے کئی باشندوں کو گولی سے ہلاک کردیا جب نمائندہ مذکور ریاست کے اندر ۳۰ میل تک چلا گیا تو اسے واپس آنا پڑا کیونکہ حکام ریاست نے اسے متاثرہ علاقہ میں جانے کی اجازت نہیں دی -

ایم - اے فلسفہ کا نتیجہ

۱۹۲۵ء کے امتحان ایم - اے (فلسفہ) میں حسب ذیل امیدوار کامیاب ہوئے ہیں -

۱۷۸ - شوکت رائے نمبر ۳۹۰ گورنمنٹ کالج لاہور
۱۸۱ - دینا ناتھ رینہ نمبر ۱۰۵ - ایس پی کالج سری نگر
۱۷۱ - راجہ رام کماریا نمبر ۳۴۹ - گورنمنٹ کالج لاہور
۱۷۵ - ڈی رومی طالب الدین نمبر ۱۷۰ - گورنمنٹ کالج لاہور
۱۸۲ - محمد رشید قریشی نمبر ۲۰۳ ریاست مالیر کوٹلہ پرائیویٹ طالبعلم
۱۸۳ - مدن موہن نمبر ۲۰۴ گورنمنٹ کالج لاہور

سرسنکرن نائر کونسل آف سٹیٹ میں

مدراس یکم جنوری - اخبار سوراجیہ لکھتا ہے کہ اس امر کا اعلان کرنے کی درخواست کی گئی ہے کہ مدراس کے عام حلقہ کی جو نشستیں ہیں ان میں سے ایک کے لئے سر سنکرن نائر کونسل آف سٹیٹ کی رکنیت کے امیدوار ہوئے ہیں -

انڈیمان کے مایلہ قیدی

مدراس - یکم جون - اخبار ہندو کا ایک نامہ نگار کالی کٹ سے رقمطراز ہے کہ میں نے ان مایلا قیدیوں سے ملاقات کی جو انڈیمان سے ملیبار آئے ہیں تاکہ اپنے اہل و عیال کو وہاں لیجائیں ان کا بیان ہے کہ جزائر انڈیمان ان کے لئے ناخوشگوار اور مضر صحت ہونا تو ایک طرف بلکہ وہ جگہ ان کے لئے ملیبار کی طرح آرام دہ ثابت ہوئی ہے - اگر ملیبار میں ان کی جائداد یہاں نہ ہوں تو وہ اپنے نئے وطن انڈیمان کو ترک کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے

تین سو طلباء پر پولیس کے فائر

شنگھائی - ۳ مئی - تین سو چینی طلبا کا جلوس شاہراہ سے گذرا اور غیر ملکیوں کے خلاف رسالے تقسیم کئے - چنانچہ ان کو پولیس نے منتشر ہونے کا حکم دیا - طلبا نے حکم ماننے سے انکار کردیا - اسپر پولیس نے ان کے رہنماؤں کو گرفتار کرلیا پھر باقی طلبا نے پولیس کی چوکی پر حملہ کردیا اور ان کے سروں پر گولی چلائی گئی لیکن اسکا کوئی نتیجہ نہ نکلا - پھر پولیس نے ان کی طرف گولی چلائی اور چھ آدمی مقتول اور چار مجروح ہوئے - جب سے سنگ لوٹ کاٹن ملز میں ہڑتال ہوئی ہے جاپانیوں کے خلاف سخت اشتعال پیدا ہوگیا ہے - پولیس کے خیال میں اس بدامنی کی وجہ یہ ہے کہ مل کی ہڑتال کے سلسلے میں ایک جاپانی فورمین نے ایک چینی کارکن کو ہلاک کردیا تھا - غضبناک ہجوم نے وہ برطانوی کانسٹبلوں کو حملہ کرکے گرادیا "غیر ملکیوں کو ہلاک کردو" کے نعرے لگائے گئے اور ان کے اسلحہ پر قبضہ کرنے کی کوشش کی -

بلغاریہ کے جلاوطن اشتراکیین

لندن - ۳ مئی حکام صوفیہ کو معلوم ہوا ہے کہ تین اشتراکیین جلاوطن یوگوسلاویہ سے بلغاریہ میں داخل ہوگئے ہیں اور موضع وربترا میں روپوش ہیں چنانچہ انہوں نے ایک لفٹنٹ کو چند کانسٹبلوں کے ساتھ ان کی گرفتاری کے لئے روانہ کردیا - جب ان جلاوطنوں کو پولیس کی اطلاع ملی تو انہوں نے گولی چلانا شروع کردی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک لفٹنٹ مارا گیا اور فرار ہوگئے -

قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

اخبار پیغام صلح

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

لاہور

ہفتہ میں دو بار یکشنبہ و چہارشنبہ کو شائع ہوتا ہے +

قیمت سالانہ ہ؂ ششماہی عہ؂ سہ ماہی عہ؂

طلباء سے سالانہ للعہ؂

جلد ۱۳ | مدینۃ المسیح لاہور یوم یکشنبہ مورخہ ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۴۳ ہجری مطابق ۷ جون ۱۹۲۵ء | نمبر ۴۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم
ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام
دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او با شیر شد اندر بدن
جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست
زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود
آں نہ از خود از ہماں جا سے بود

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما از و یابیم ہر نور و کمال
وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست
ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک و ز خبرہائے معاد
ہر چہ گفت آں مرسل ربّ العباد
آں ہمہ از حضرت عزت است
منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اند و راست
منکر آں مورد لعن خداست
معجزات انبیائے سابقیں
آنچہ در قرآں بیانش بالیقیں
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست
ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

پولینڈ کے مسلمان

اور

ان کی مذہبی و تمدنی حالت

ایڈمن میرزا کبر لشنسکی جغرافی بین الاقوامی کانفرنس میں شریک ہونے کے لئے قاہرہ آئے۔ ان کے پاس متعدد اخبار نویس ملاقات کے لئے گئے۔ بتیس سال کے جوان ہیں۔ داڑھی صاف ہے بہت مونچھیں رکھتے ہیں اور تاتاری نسل سے ہیں ان کے آباد اجداد مشرق سے مغرب کی طرف حملے کرتے ہوئے آئے تھے اور پھر وہاں انہوں نے سکونت اختیار کر لی۔ لباس۔ عادات۔ عقل کے لحاظ سے یہ پورے مغربی ہیں مگر ان کے قلب میں اسلام کا جذبہ اور ان کے چہرے پر اسلام کا نور موجود ہے۔ اور انہیں اپنے اسلام پر فخر ہے۔ اور چاروں طرف غیر قوم سے گھرے ہوئے کے باوجود یہ لوگ حج و تقریب نماز پڑھتے اور اسلامی روایات کو زندہ رکھتے ہیں جو شخص ان سے ملتا تھا وہ محسوس کرتا تھا کہ ان میں اور ہم میں ایک خاص اسلامی رشتہ ہے جو شرق و غرب کی پابندیوں سے بالاتر ہے جس کی وجہ سے شرقی اور غربی دونوں بھائی بھائی ہو سکتے ہیں +

انہوں نے پولینڈ کے مسلمان بھائیوں کے حالات سنائے ان کی تعداد بارہ ہزار کے قریب ہے۔ خدا کے فضل سے ان میں نماز کا بہر چا ہے اور دیگر فرائض اسلامیہ کے بھی پابند ہیں۔ ابتدا میں یہ لوگ شاہ لاویسلاس کی مدد کے لئے آئے تھے جو اس زمانہ میں پروشیا سے جنگ کر رہا تھا اور ان کی ہی وجہ سے اسے فتح نصیب ہوئی۔ اس امداد کے صلہ میں انہیں بڑی بڑی جاگیریں ملیں عرصہ دراز تک اس طرح اطمینان و سکون کے ساتھ آباد رہنے کے بعد وہ وقت آیا جبکہ یہ روس کے ماتحت ہو گئے حکومت روس نے ان کی آزادی میں صرف اس قدر فرق کیا کہ ان کے جو بچے مسیحی بیویوں سے ہوتے تھے ان پر حکومت قبضہ کر لیتی تھی۔ دیگر لحاظ سے انہیں پورے حقوق حاصل تھے لیکن جب پولینڈ کو بھی حکومت خود مختاری ملی تو انہیں ان بچوں کو بھی مسلمانوں کی طرح پرورش کرنے کا حق پھر حاصل ہو گیا جو مسیحی ماؤں سے ہوتے تھے +

انہوں نے بتایا کہ پولینڈ کی مسلمان عورتوں میں تعلیم بہت زیادہ ہے پردہ کی رسم وہاں نہیں ہے اور عورتیں بھی مردوں کی طرح زندگی کے تمام مشاغل میں حصہ لیتی ہیں۔ پولینڈ کی مسیحی عورتوں سے بھی وہاں کی مسلم عورتیں زیادہ ترقی کئے ہوئے اور تعلیم یافتہ ہیں۔

طلاق کے معاملہ میں مسلم عورتیں اسلامی طریقہ پر عامل ہیں۔

پولینڈ کے علما و سیاہ جبہ پہنتے اور مشرقی علماء کے طرز پر رہتے ہیں ان کے لئے ایک مفتی بھی ہے۔ یہ لوگ قرآن عربی میں پڑھتے ہیں مگر لکھا ہوا لاطینی حروف میں ہوتا ہے نماز باجماعت ادا کرتے ہیں۔

ان سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپ اپنے قلب میں محسوس کرتے ہیں کہ ہم پولینڈ میں اجنبیوں کی طرح ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہرگز نہیں ہم اپنے آپ کو ہر لحاظ سے پولینڈ کا باشندہ سمجھتے ہیں۔ ہم تمام دیگر اہل پولینڈ کی طرح سیاسی مقاصد رکھتے ہیں۔ اور بجز اس کے کہ ہم مسلمان ہیں تمام تحریکات میں اہل پولینڈ کے ساتھ ہیں ہم یہ ذرا بھی محسوس نہیں کرتے۔ کہ ہم پولینڈ میں اقلیت کی حالت میں ہیں انتخابات میں بھی ہماری علیحدہ نمائندگی نہیں۔ بلکہ تمام دیگر لوگوں کے ساتھ مل کر حصہ لیتے ہیں۔ اور جو اصول تمام پولینڈ والوں کے لئے ہیں وہی ہمارے لئے ہیں۔ پولینڈ کے مسلمان زیادہ تر تجارت و زراعت کرتے ہیں۔ اور بعض حکومت کے بڑے بڑے عہدوں پر بھی مامور ہیں۔ بعض ان میں سے نامی گرامی علما بھی ہو چکے ہیں مثلاً طوکان میرزا برد ونسکی اقتصادیات کے مشہور پروفیسر اور ایک جید عالم ہیں۔

بولشوزم کے متعلق انہوں نے کہا کہ یورپ کے حالات کو دیکھتے ہوئے تو بولشوزم بہت مبارک تحریک ہے۔ کیونکہ یورپ میں سرمایہ داری کی بہت مصیبت ہے جسے ختم کر دینا بالشوزم کا مقصد ہے یورپ میں عوام کی محنت سے چند افراد فائدہ اٹھاتے ہیں بولشوزم اس کے خلاف ہے لیکن بالشوزم ہر دین کے لئے بڑا خطرہ ہے۔ بولشوزم ملکیت کے حقوق کو تسلیم نہیں کرتی۔ اس کا مقصد ہے کہ دنیا سے ملکیت کا اصول بالکل اٹھ جائے اور یہ اسلام کے اصول کے خلاف ہے + (خلافت)

مسلمانان عالم کی آبادی

دیگر مذاہب عالم سے پیروان اسلام کا تناسب

مدراس کے ایک انگریزی اخبار "مسلم ہیرالڈ" نے دنیا کی مسلم آبادی کے متعلق مندرجہ ذیل معلومات شائع کی ہیں:-

اب تک دنیائے اسلام کی آبادی ایک راز سربستہ رہی ہے عیسائی مصنفین کے اندازہ کے مطابق دنیا کے مسلمانوں کی آبادی ۲۰۰۰۰۰۰ سے لیکر ۲۶۰۰۰۰۰ ہے لیکن ابھی حال میں ٹرکی کی وزارت تعلیم نے ایک کتاب شائع کی ہے جس میں مندرجہ ذیل اعداد دیئے گئے ہیں:-

ہسپانیہ	۷۰۰
انگلستان	۲۳۰۰
آسٹریا	۲۵۰
فرانس	۲۵۱۰
ہنگری	۴۴۷
پرتگال	۱۲۱
جبرالٹر (جبل الطارق)	۱۳۴
روس	۹۲۹۸۶۴
رومانیا	۵۹۴۸۵
یوروپین ٹرکی بشمول مغربی و شمالی ممالک	۱۴۸۲۰۰۰
البانیا	۶۹۱۲۴۸
بوسنیا و ہرزی گوڈینا	۵۶۱۳۸۲
سرویا و مانٹینگرو	۵۰۶۴۳۸
بلغاریا و مشرقی رومیلیا	۶۵۷۳۸۷
یونان مناستر جنوبی مقدونیہ و جزایر	۳۱۰۲۴۰
جزائر ڈوس	۱۲۵۸۹
میزان	۱۳۹۰۱۵۶۶

دنیا کے دوسرے حصص کی مسلم آبادی حسب ذیل ہے:-

اناطولیہ موصل اور ٹرکی کے مشرقی حصص	۱۰۵۵۲۴۲۲۴
جزیرہ قبرص	۵۹۳۲۱
عراق	۱۸۵۴۳۳
شام و فلسطین	۱۸۱۰۵۷۱
جزائر عرب۔ حجاز۔ یمن۔ حضر موت۔ بحرین۔ نجد۔ عمان	۷۴۳۸۹۷۹
ایران	۹۸۸۱۲۰۰
بخارا۔ خیوا۔ ترکستان۔ سواحل جیحوں۔ مشرقی و مغربی سائبیریا	۱۲۵۷۵۲۴
افغانستان	۷۸۰۰۰۰۰
بلوچستان	۸۱۱۰۰۰
ہندوستان	۶۳۲۸۶۵۴۴
چین خاص	۳۲۹۹۰۰۰
ہندوستانی چین	۳۲۲۵۴۳۰
منگولیا	۲۷۱۰۰۰
یناں ذناؤ (چین)	۴۷۸۰۰۰۰
سیما داں (چین)	۴۳۰۰۰
کنتنج (چین)	۳۲۲۰۰۰۰
سیام	۱۰۹۸۷۲۲
جزائر سماٹرا و جاوا	۳۲۰۲۷۷۵۳
آسٹریلیا	۲۸۱۸۹
افریقہ	۱۱۱۸۹۰۴۳۹۰
امریکہ	۸۳۳۳۹
اس طرح کل مسلم آبادی ہے۔	۲۴۰۰۰۰۰۰۰

دوسرے مذاہب کے پیروؤں کی تعداد حسب ذیل ہے:-

عیسائی	۴۹۸۰۰۰۰۰۸
بدھ	۴۵۴۰۰۰۰۰۰
ہندو	۲۰۷۰۰۰۰۰۰
یہودی	۱۵۰۰۰۰۰۰
دہریہ	۴۵۰۰۰۰۰۰
تمام دنیا کی آبادی	۱۷۴۹۰۰۰۰۰۰

ہے اور دنیائے اسلام کی آبادی اس کے ۱/۵ ہے +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۳ | ۱۴ ذیقعد ۱۳۴۳ھ | نمبر ۶۱

حضرت مسیح موعود کی خدمات اسلام

(۱)

حضرت مسیح موعود نے دنیا میں آکر کیا کام کیا۔ اسلام کی کونسی خدمات سرانجام دیں۔ یہ سوال عموماً بعض مخالفین کی طرف سے پیش کیا جاتا ہے۔ اور آجکل اس قسم کے اشتہارات شایع ہو رہے ہیں۔ جن میں اس سوال کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ اس موضوع پر ان کالموں میں تفصیل کے ساتھ بحث کریں۔ اگرچہ آپ کی خدمات اسلام پوشیدہ نہیں۔ نادان اور جاہل لوگ بھی جانتے ہیں کہ آپ کا وجود اسلام کے لئے کس قدر مفید ثابت ہوا ہے کیونکہ عظیم الشان کام آپ کی وجہ سے اس وقت یورپ اور امریکہ میں جاری ہیں جن کی نظیر دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی اسلامی سلطنت بھی پیش نہیں کرسکتی تاہم کوتاہ باطن انسانوں کی بصارت فہم کے لئے آپ کے کارناموں پر ایک تفصیلی تبصرہ کی ضرورت ہے۔ جو ممکن ہے کسی صاحب دانش و بینش کے لئے باعث ہدایت ثابت ہو۔

پیشتر اس کے کہ آپ کی خدمات اسلام کو ہم ایک ایک کر کے گنوائیں اور یہ بتائیں کہ آپ کا وجود موجودہ زمانہ میں اسلام کیلئے بمنزلہ آبحیات ثابت ہوا ہے۔ یہ بتا دینا ضروری ہے کہ موجودہ زمانہ کے مفاسد جن کی اصلاح کے لئے آپ مبعوث ہوئے تھے۔ گزشتہ تمام زمانوں سے بہت بڑھے ہوئے ہیں پہلے وقتوں میں جو مجدد مبعوث ہوتے رہے ان کے سامنے اس قدر کام نہ تھا جس قدر حضرت مسیح موعود کو پیش آیا۔ ان کے زمانہ میں اسلام کو کسی ایک معمولی دشمن کا سامنا ہوتا تھا اور مجدد وقت کو ساری دنیا کا مقابلہ درپیش ہے۔ آج اسلام کو چاروں طرف سے دشمنوں نے گھیرا ہوا ہے اور نہ صرف ایک مذہب ایک خیال کا جواب آپ نے دینا ہے بلکہ تمام دنیا کے مذاہب کے حملوں کی مدافعت کرنا آپ کا کام تھا۔ نہ صرف بیرونی دشمنوں سے آپ کو مقابلہ کرنا پڑا بلکہ اسلام کے بہت سے اندرونی دشمن بھی اس کی راہ میں حائل تھے۔ نہ صرف عیسائی اور موسائی اور آریہ اور دیگر مذاہب کے لوگ . . . . . . ہر قسم کے ساز و سامان کے ساتھ اسلام کے مقابلہ میں ڈٹے ہوئے تھے۔ بلکہ خود مسلمان کہلانے والے بھی اپنے غلط عقاید اور فروعی اختلافات سے اس کی تخریب کے درپے تھے۔ اسلام کی وہ شکل و صورت جو تیرہ سو سال ہوئے نبی عرب صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں قایم کی تھی۔ اور جس کی تبلیغ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دنیا کے کناروں تک اپنے خون سے کی تھی موجودہ زمانہ میں بالکل بدل چکی تھی۔ دین حنیف شرک اور بت پرستی کا مرقع بنا ہوا تھا۔ پیر پرستی۔ قبر پرستی۔ رسم و رواج پرستی اور سب سے بڑھ کر مسیح پرستی مسلمانوں میں سرایت کر چکی تھی اور ان سب سے بڑا دشمن جو ایک دیو ہیکل کی شکل میں اسلام کے مقابلہ میں ڈٹا ہوا کھڑا تھا وہ فلسفہ جدیدہ ہے۔ جس نے بہت سے مذاہب کی پرانی عمارات کو منہدم کر کے انہیں بالکل ایک ایسی شکل دیدی ہے جو اگرچہ بظاہر جدید روشنی میں مرغوب نظر آتی ہے لیکن اپنی اصلی بنیاد پر قایم نہیں نہ کبھی آیندہ وہ زمانہ کے تھپیڑوں سے محفوظ رہ سکتی ہے۔

اس زمانہ اور ایسے حالات میں مجدد وقت نے اللہ تعالےٰ کے حکم سے اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔ اور لیظہرہ علی الدین کلہٖ کی پیشگوئی پورا کرنے والا اپنے آپ کو بتایا ظاہر ہے۔ کہ یہ کام کس قدر اہم کس قدر مشکل اور کس قدر عظیم الشان تھا۔ اس کی اس کی سرانجام دہی کے لئے ایک اکیلا انسان جو ایک گاؤں کا رہنے والا اور زمانہ کے علوم سے نابلد ہونے کی وجہ سے ایک امی کی حیثیت رکھتا ہے کیونکر کافی ہو سکتا ہے۔ جب تک خدا تعالےٰ کی تائید اس کے ساتھ نہ ہو۔ گذشتہ امم میں ایک قوم بلکہ ایک ایک انسان کی اصلاح کیلئے بڑے بڑے اولوالعزم نبیوں کو مددگار کی ضرورت پیش آئی ہے چنانچہ حضرت موسٰے جیسے عظیم الشان نبی جناب الٰہی سے یہ التجا کرنی پڑی۔

واجعل لی وزیرًا من اھلی۔ ھارون اخی اشدد بہ ازری۔ واشرکہ فی امری۔

تمام مجددین جو گذشتہ تیرہ سو سالوں میں آتے رہے۔ نہ صرف ایک ایک فتنہ کی اصلاح کیلئے آئے بلکہ ایک ایک ملک کے اندر ایک ہی وقت میں کئی کئی مجدد ہوئے لیکن اس ایک اکیلے انسان کے سامنے باوجودیکہ وہ نبی بھی نہیں کل دنیا اور اس کے تمام مفاسد کی اصلاح کا کام ہے۔ اس کے سامنے ایک نہیں کئی فرعون موجود ہیں۔ ایک بنی اسرائیل نہیں عیسائی۔ یہود۔ ہندو۔ آریہ۔ اور مسلمان غرض دنیا کی تمام اقوام کھڑی ہیں جن کی اس نے اصلاح کرنی ہے۔ اور اکیلے انسان نے کرنی ہے۔ یہ اسلام کی کس قدر عظمت اور بڑائی کی بات ہے۔ کہ اس کے پیروؤں سے ایسے لوگ پیدا ہوتے ہیں جو اکیلے تمام دنیا کی اصلاح کا بیڑا اٹھاتے ہیں۔ آنحضرت صلعم کی کس قدر شان بلند اس سے ظاہر ہوتی ہے۔ کہ آپ کے شاگردوں میں سے آپ کے گزرے زمانہ میں بھی ایسے پاک وجود پیدا ہوتے ہیں۔ جو بنی اسرائیل کے انبیاء پر جزوی رنگ میں فضیلت رکھتے ہیں یہی معنی ہیں اس حدیث کے کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ میری امت کے انبیاء بنی اسرائیل کے نبیوں کی مانند ہیں۔ کاش وہ لوگ جو آپ کی خدمات اسلام کو معلوم کرنا چاہتے ہیں آپ کے اس عظیم الشان کارنامہ پر نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ خود اس مجدد کا وجود آنحضرت صلعم کی عظمت کا ثبوت اور اسلام کی سب سے بڑی خدمت ہے۔ (باقی)

پردہ کا اثر عورت کی حیثیت پر

معاصر مسلم آؤٹ لک نے اپنے ایک مقالہ افتتاحیہ میں موجودہ ہندوستانی پردہ کو مستورات کے لئے مضر صحت اور غیر اسلامی قرار دیتے ہوئے اس بات پر زور دیا ہے۔ کہ خواتین اسلام کو اس سے آزاد کرنے کی سعی کی جائے لیکن وہ سعی ایسے رنگ میں اور اس احتیاط کے ساتھ ہو کہ مغربی عورتوں کی طرح بالکل خلیع الرسن نہ ہو جائیں جو در اصل کوئی نیکی اور خوبی کی بات نہیں بلکہ عورت کی عزت اور شرافت کو بٹہ لگانے والی ہے۔

اس کے ساتھ ہی معاصر موصوف نے ایک اور پہلو سے بھی اس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے۔ اور وہ عورت کی عزت و حیثیت کا سوال ہے جسکے متعلق مسیحی معترضین کا خیال ہے۔ کہ اسلام نے اسے پردہ کے ذریعہ سے گرا دیا ہے۔ حالانکہ پردہ عورت کی عزت کو کم کرنے کے لئے نہیں بلکہ بلند کرنے کے لئے ہے۔ اس بارہ میں معاصر موصوف نے ایک پردہ نشین خاتون کا مکالمہ نقل کیا ہے جو کسی غیر پردہ نشین لیکن صاحب حیثیت خاتون کے ساتھ ہوا۔ اول الذکر نے سوال کیا۔ کہ ”آپ کیوں پردہ نہیں کرتیں۔ آپ کے خاوند مجلسی حیثیت کے لحاظ سے بہت بلند درجہ رکھتے ہیں۔ اور ہمارے ہاں تمام خواتین خواہ کتنی ہی بلند حیثیت رکھتی ہوں پردہ کرتی ہیں۔ کیا آپ کا خاوند آپ سے محبت اور آپ کی عزت نہیں کرتا کہ آپ کو ایک بے آبرو عورت یا ماما کی طرح بازاروں میں بے حجابانہ پھرنے کی اجازت دیتا ہے؟“

ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے۔ کہ خود مستورات کے نزدیک بھی پردہ ان کی عزت و وقعت کو بڑھانے والا ہے نہ کہ گھٹانے والا مسیحی مشنریوں اور موجودہ آریہ سماجیوں کو اسلام کے ساتھ چونکہ بغض و تعصب ہے۔ اس لئے وہ اس کھلی ہوئی حقیقت کا اعتراف کرنے کے بجائے الٹا اسلام پر الزام دیتے ہیں۔ اور اتنا بھی نہیں دیکھتے کہ مغرب نے جس آزادی کا لائسنس عورت کو دیا ہے۔ وہ کہاں تک اس کے لئے باعث عزت و آبرو ہے۔

ہاں جیسا کہ ہمارے لائق معاصر کا خیال ہے۔ موجودہ ہندوستانی پردہ بھی ایسا نہیں کہ اس کی کسی طرح حمایت کی جاسکے۔ نہ اسلام نے اس پردہ کا حکم دیا ہے۔ اس کے مضر صحت ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ افراط و تفریط کی دو نوں راہیں بری ہیں۔ نہ مغرب کی بیہودہ آزادی صحیح ہے اور نہ ہندوستان کا مضر صحت پردہ۔

مسیحی کالجوں اور سکولوں کا مقاطعہ

جناب قریشی نے جو قومی و ملکی مسایل پر اپنے قابلانہ تبصروں کی وجہ سے اخباری دنیا میں خاص شہرت حاصل کر چکے ہیں معاصر تنظیم میں یہ تحریک کی ہے کہ مسلمان طلباء سے مسیحی کالجوں اور سکولوں کا مقاطعہ کرایا جائے تاکہ وہ اسلام سے ناواقف ہونے کے باعث مشنری اثرات سے متاثر نہ ہوں۔

یہ تو ظاہر ہے کہ مسیحی کالجوں کا منشا عیسائیت پھیلانے کے سوا اور کچھ نہیں اپنے اس مقصد میں وہ کامیاب ہوں یا نہ ہوں لیکن اس کو بھی وہ بہت بڑی کامیابی سمجھتے ہیں۔ کہ ان کے اثر سے طالب علموں کو اپنے مذاہب سے بھی کوئی لگاؤ اور دلچسپی نہیں رہتی۔ اس بارہ میں جناب قریشی نے ایک پروفیسر کا بیان نقل کیا ہے مسیحیت کا کوئی فایدہ ہو یا نہ ہو۔ کم از کم ہندو اور مسلمان طالب علموں کو ہم ان کے مذاہب سے بیزار کر دیتے ہیں۔ ایسی ہی بعض اور مثالیں دی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض مشن کالجوں کے مسلمان طالب علم قرآن کو قصہ کہانیوں کی کتاب سمجھ کر اسے پڑھنا نہیں چاہتے۔

ہمارے خیال میں اس قسم کی مثالیں مشن کالجوں ہی میں نہیں پائی جاتیں۔ عام طور پر جدید تعلیم یافتہ نوجوان جو شروع سے اپنے مذہب سے بیگانہ ہیں۔ اسی قسم کے خیالات رکھتے ہیں۔ خواہ ان کا تعلق کسی مشن کالج کے ساتھ ہے یا اسلامیہ کالج سے۔ بلکہ سچ پوچھئے تو ہمارے سامنے ایسی مثالیں ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مشن کالجوں کے طالب علم دوسرے طلباء سے بڑھ کر اپنے مذہب کے فدائی اور پرجوش ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ انہیں ہر روز مسیحیت سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ اپنے مذہب سے انہیں پوری واقفیت نہیں ہوتی۔ لیکن یسوع مسیح کی خدائی کی آواز جب ان کے کانوں میں پڑتی ہے۔ تو حمیت کا جذبہ انہیں مقابلہ یا کم از کم اسلام کے تحفظ کے لئے ابھارتا ہے۔ اور ہم نے خود بعض مشن کالجوں کے طلباء کو ایسے لوگوں کی تلاش میں سرگرداں دیکھا ہے کہ جو ان کو اسلام کی صحیح تعلیمات سے واقف کریں اور غیر مذاہب سے اس کا مقابلہ کر کے دکھائیں۔ لاہور کے مشن کالج میں بالخصوص ایسے مواقع کئی مرتبہ پیش آئے ہیں۔ کہ خود کالج یا ہوسٹل کے اندر مسلمان طلباء نے اسلامی مبلغین کو دعوت دی ہے۔ اور نہ صرف خود ان سے فایدہ اٹھایا ہے بلکہ عیسائی اور ہندو طالب علموں کو بھی ان کے لیکچروں کے اندر شامل کیا ہے۔

جناب قریشی نے اس کے خلاف جو مثالیں پیش کی ہیں ان کی صحت میں بھی کلام نہیں۔ لیکن ایسی مثالیں کم و بیش ہر جگہ موجود ہیں۔

تاہم اس سے ہمارا یہ مقصد نہیں کہ اسلامیہ کالجوں کے بالمقابل مشن کالجوں کو ترجیح دی جائے۔ اسلامیہ کالجوں کی معاونت کا سوال دوسرے دلایل سے بھی حل ہو سکتا ہے مشن کالج ہی نہیں ہمارے نزدیک تمام دوسرے کالجوں کا مقاطعہ کر کے اسلامیہ کالج کو رونق دینا ضروری ہے۔ تاکہ قوم کا روپیہ صحیح مصرف پر صرف ہو۔ اور مسیحیت کی اشاعت اور دوسرے خلاف اسلام کاموں کے بجائے قوم کے مختلف شعبوں کو اس سے فایدہ پہنچے۔

اسلامیہ کالج کا فرض

اس کے بالمقابل اسلامیہ کالجوں کے منتظمین کے ذمہ بھی فرایض ہیں اگر فی الحقیقت مسلمان طلباء کو اسلام کی صحیح تعلیم سے واقف کرنا اور غیر مذاہب کے اثر سے بچانا مقصود ہے۔ تو انہیں اپنے کالجوں کے اندر اس قسم کے سامان بہم پہنچانے چاہئیں۔ جن سے مروجہ تعلیم کے ساتھ ساتھ یہ شاندار مقصد بھی پورا ہو سکے۔ نرے عربی دان ملانوں سے جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں کی تشفی نہیں ہو سکتی نہ محض اسلامی دینیات کی کتابوں سے تعلیم اسلام کی معقولیت کا پتہ لگتا اور یہی اسلامی عصبیت پیدا ہو سکتی ہے ضرورت ہے۔ کہ مذہبی تعلیم کے لئے ان صحیح الخیال علماء کی تلاش کی جائے۔ جو نئی روشنی سے بھی پورے طور پر واقف ہوں اور فلسفہ اور غیر مذاہب کی تعلیمات کے بالمقابل اسلام کی معقولیت

کو ثابت کر سکیں اور ان کے اعتراضات کے جواب دے سکیں۔ تعلیم دینیات کا نصاب ایسا ہونا چاہیئے کہ نرے نماز روزہ ہی کی تلقین اس میں نہ ہو۔ اسلام کے علمی کمالات اور دیگر محاسن بھی بیان کئے جائیں۔ اور بعض وقت غیر مذاہب کے نمایندوں کو بلا کر مسلمان طلبا سے بطور امتحان مقابلہ کرایا جائے +

اس قسم کا سامان اسلامیہ کالجوں کے اندر موجودہ حالات میں ہونا نہایت ضروری ہے۔ اور یہی نے الحقیقت مشن کالجوں کے مقاطعہ کا نتیجہ ہونا چاہیئے۔ ورنہ نرے کالجوں کے کمروں کو رونق ہو جانے سے اسلام کو کوئی فایدہ نہیں +

امید ہے جناب قریشی اس ضروری امر کی طرف بھی قوم کے ارباب حل وعقد کو متوجہ کریں گے +

امرتسری مکذب سے بحث

بریلوی مولویوں کی اکھاڑہ بندی کے سلسلہ میں لاہور کے اہل حدیثوں نے بھی جماعت احمدیہ کے بالمقابل اکھاڑہ جمایا اور امرتسر کے مولوی ثنا ءاللہ کو اپنی فضیلت کا ذبہ کی نمایش کے لئے بلایا۔ گذشتہ اتوار اور بدھ کو باغ بیرون موچی دروازہ میں لاہور کی جماعت محمودیہ سے اس کی بحث ہوئی۔ اور یہ دیکھنا موجب تعجب نہیں۔ کہ امرتسری معاند نے فریق مقابل کے دلایل کا جواب دینے کے بجائے اپنی عادت مستمرہ کے مطابق ایسی راہ اختیار کی جس سے پبلک کو آسانی کے ساتھ مغالطہ میں ڈالا جا سکتا ہے۔ پیشگوئیوں کو کسی کے صدق وکذب کا معیار قرار دینا ان نادانوں ہی کا کام ہے۔ جو امرتسری مکذب کی طرح علم و فضل کو بغض وتعصب کی قربانگاہ پر نثار کر چکے ہیں کیا اگر آنحضرت صلعم یا قرآن کریم کسی امر کی پیشگوئی نہ کرتے۔ تو ان کی صداقت ثابت نہ ہو سکتی؟ کیا یہ صحیح نہیں۔ کہ ایک نبی یا مامور کی صداقت کا مدار اس کی پاکیزہ زندگی اس کی پاک تعلیمات اور اشد مخالفتوں کے باوجود اس کی کامیابی پر ہے؟ پھر تعجب ہے کہ ان سب باتوں کو جو محمودی مناظر مولوی جلال الدین شمس نے پیش کیں چھوڑ کر۔ مولوی ثنا ءاللہ نے محمدی بیگم کے نکاح کی پیشگوئی پر زور دینا شروع کیا۔ اور باوجود معقول جوابات کے آخر تک اسی پر زور دیئے رکھا۔ گیا اس کا مطلب یہ نہ تھا کہ اس ذریعہ سے پبلک کو نہایت آسانی سے مغالطہ میں ڈالا جا سکتا اور لوگوں کو احمدیت کے خلاف بھڑکایا جا سکتا ہے۔ مولوی ثنا ءاللہ کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ تمام پبلک ایک جیسی نہیں ہوتی۔ اگرچہ کم فہم اور ناواقف لوگوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ اور وہ مولویانہ ہتھکنڈوں کو سمجھ نہیں سکتے تاہم اسی پبلک کے اندر بعض فہیم اور سمجھدار لوگ بھی ہوتے ہیں جو ایسی نازیبا اور خلاف تہذیب حرکات کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور اس بات کو کبھی پسند نہیں کرتے کہ مدعی کے دعوے کے دلایل کو چھوڑ کر اپنی طرف سے ایک ایسی بات پیش کر دی جائے جس کا نفس مضمون کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ کاش یہ لوگ میدان مناظرہ میں آتے وقت دین وایمان اور خوف خدا کو پیچھے نہ چھوڑ آیا کریں۔ تو شاید ایسے مناظرات کسی حد تک فایدہ مند ثابت ہوں لیکن موجود حالات میں ہم نہیں سمجھتے کہ یہ مباحثات مسلمانوں کے لئے مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔ اگر ان کا مقصد تفریق بین المسلمین کو کم کر کے حق و صداقت کو واضح کرنا ہے۔ تو یقیناً مولوی ثنا ءاللہ جیسے مناظرین سے یہ مقصد حل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ مسلمانوں میں تفرقہ وانتشار اور بڑھتا اور حق بجائے واضح ہونے کے لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ ہمارے نزدیک تبلیغ حق کا صحیح طریق یہی ہے۔ کہ دلایل حقہ کو اپنی جگہ پر لوگوں کو سناؤ اور مخالفین کے اعتراضات کے جواب دو اپنے لٹریچر کو پھیلاؤ۔ اور جس مقصد کے لئے حضرت مسیح موعود دنیا میں آئے تھے۔ یعنے تبلیغ واشاعت اسلام اس کو مضبوطی اور سرگرمی کے ساتھ سرانجام دینے کی کوشش کرو۔ کہ اسی سے مجدد وقت کی صداقت ثابت ہو گی +

محمدی بیگم کے نکاح کی پیشگوئی

ہم حیران ہیں کہ محمدی بیگم کے نکاح کی پیشگوئی پر مولوی ثنا ءاللہ کو اس قدر تردد کیوں ہے کیا پیشگوئیوں کے ساتھ بعض ایسی باتیں نہیں ہوتیں۔ جو اللہ تعالےٰ کے علم غیب میں مخفی رہ جاتی ہیں۔ اور خود ملہم کا دماغ ان کی حقیقت کو سمجھنے سے قاصر رہتا ہے؟ کیا حضرت یونس کی مثال اس حقیقت نفس الامری کو واضح نہیں کرتی؟ کیا آنحضرت صلعم کی زندگی میں ایسے واقعات نہیں ملتے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کسی آنے والے واقعہ کا پتہ دیا۔ اور آپ نے اس کو کسی اور رنگ میں سمجھا؟ ہجرت کا آپ کو پیشتر سے علم دیا گیا اور آپ نے سمجھا کہ آپ یمامہ میں ہجرت کریں گے۔ آپ نے رویا میں دیکھا۔ کہ صحابہ کے ساتھ آپ حج کر رہے ہیں۔ اور اسی وقت صحابہ کو ساتھ لے کر حج کے لئے روانہ ہو گئے مکہ کے قریب آپ کو روکا گیا۔ اور صلح حدیبیہ کا واقعہ پیش آیا۔ اور آپ کو بلا حج واپس آنا پڑا۔ مولوی ثناء اللہ اس وقت ہوتے۔ تو یقیناً آنحضرت صلعم پر اس واقعہ کی وجہ سے اس سے بڑھ کر تمسخر واستہزا کرتے۔ جو آج محمدی بیگم کے نکاح کی پیشگوئی کے متعلق حضرت مسیح موعود پر کر رہے ہیں۔ آنحضرت صلعم نے اپنی ازواج مطہرات کو فرمایا اسرعکن لحوقا بی اطولکن یدا۔ (تم میں جو سب سے زیادہ لمبے ہاتھوں والی ہے وہ سب سے زیادہ جلدی مجھے عالم عقبیٰ میں ملیگی۔) لیکن سب سے پہلے فوت ہونے والی بی بی سب سے چھوٹے ہاتھوں والی تھیں مولوی ثناء اللہ کے قاعدہ کے مطابق آپ کے کذب کا (نعوذ باللہ) اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے پھر ایک سب سے بڑی بات جو محمدی بیگم کی پیشگوئی کے عین مشابہ ہے آپ کا وہ فرمان ہے۔ جو محمودی مناظر نے بھی دوران مناظرہ میں سنایا۔ کہ میری شادی مریم اور آسیہ سے ہو گی۔ مولوی ثناء اللہ صاحب بتائیں۔ کہ کیا آنحضرت صلعم کی شادی مریم اور آسیہ سے ہو گئی؟ یہ کہنا کہ حضرت مرزا صاحب نے لکھا ہے۔ کہ یہ شادی قیامت کے دن ہو گی۔ مولوی ثناء اللہ کو زیب نہیں دیتا۔ اگر حضرت مرزا صاحب کا خیال اس بارہ میں صحیح ہے۔ تو محمدی بیگم کے نکاح کی پیشگوئی کے متعلق ان کا یہ بیان کیوں صحیح نہیں کہ یہ پیشگوئی انذاری اور مشروط تھی۔ اور نکاح کا ہونا اس شرط سے وابستہ تھا۔ کہ محمدی بیگم کے خاندان کے لوگ مخالفت پر اڑے رہیں یہ ان کی مخالفت کی وجہ سے ان کے لئے ایک وعید تھا جس حالت میں وہ مخالفت سے باز آگئے۔ اور وہ شرط فوت ہو گئی۔ تو وعید بھی ٹل گیا۔ اذا فات الشرط فات المشروط۔ اس امر کو حضرت مسیح موعود نے خود اپنی زندگی میں واضح طور پر بیان کیا ہے۔ اور پہلے اسے تقدیر مبرم لکھنے اور بار بار مرتبہ اس پر زور دینے کے باوجود بعد میں مخالفت دور ہونے پر یہ بتا دیا۔ کہ پیشگوئی ٹل گئی۔ تعجب ہے کہ آپ کی ایک بات کو جو آنحضرت صلعم کے متعلق ہے مان لیا جاتا اور بطور حجت پیش کیا جاتا ہے۔ اور دوسری کو جو بعینہ اسی طرح کی اپنے متعلق ہے۔ ترک کر دیا جاتا ہے۔ نؤمن ببعض ونکفر ببعض کی اس سے واضح تر اور کیا مثال ہو گی؟ ہاں آپ نے بیشک کہا۔ کہ نکاح کا ہونا تقدیر مبرم ہے۔ لیکن یہ آپ کا اپنا فہم اور اجتہاد تھا۔ نہ کہ الہام الٰہی۔ اور جیسا کہ مولوی جلال الدین شمس نے دوران مناظرہ میں بیان کیا۔ حضرت مجدد الف ثانی کا کھلا ارشاد آپ کے مکتوبات میں ہے۔ کہ پیشگوئیوں کے معاملہ میں بعض مخفی امور ہوتے ہیں۔ جن کے معلوم نہ ہونے کی وجہ سے بعض وقت ملہم ان کو تقدیر مبرم سمجھتا ہے۔ جو بعد میں غیر مبرم ثابت ہوتی ہے اور اگر ایسا نہ بھی ہو۔ تو آنحضرت صلعم کی طرح آپ کے متعلق بھی کہا جا سکتا ہے کہ محمدی بیگم قیامت کے دن آپ کی زوجیت میں آئیگی۔ تعجب ہے ان کھلے دلائل کو چھوڑ کر عوام الناس اپنے بغض اور تعصب کی وجہ سے ثنائی ژاژ خوائی کو زیادہ وقعت دیتے ہیں +

نماز جمعہ کے لئے سہولتیں

کلکتہ میں ایک سرکاری اعلان شائع ہوا ہے جس میں لکھا ہے کہ مسلمان سرکاری ملازموں کو جمعہ کی نماز کی ادائیگی کے لئے مزید سہولتیں بہم پہنچانے کی خاطر جناب گورنر جنرل باجلاس کونسل نے احکام صادر کئے ہیں۔ کہ فوجداری اور دیوانی عدالتیں جمعہ کے روز ساڑھے بارہ بجے سے دو بجے تک بند رہا کریں۔ سرکاری دفتر بند نہ ہوا کریں گے۔ لیکن جتنے عرصہ کے لئے عدالتیں بند رہا کریں گی اتنے وقت کے لئے دفاتر کے مسلمان ملازموں کو تعطیل ہو گی۔ اس وقت کے درمیان سرکاری دفاتر میں مسلمانوں کو کسی کام کے لئے نہ بلایا جائیگا۔ حکام ضلع کو ہدایات بھیجی گئی ہیں۔ کہ مقامی حالات کے مطابق تعطیل کے اس وقت میں تغیر وتبدل کر دیا جائے یا اس وقت کو بڑھا دیا جائے۔ شہر میں جہاں عدالتوں سے مسجدیں دور ہوں۔ وہاں وقت بڑھا دیا جائے۔ حکام کو ہدایت کر دی گئی ہے۔ کہ حکومت کی حکمت عملی اس امر کی مقتضی ہے کہ مسلمان ملازموں اور ان مسلمانوں کے لئے جنہیں عدالتوں یا سرکاری دفتروں میں کام ہو۔ جمعہ کی نماز کی ادائیگی کے لئے پوری سہولتیں بہم پہنچائی جائیں۔

اس قسم کے احکام کچھ عرصہ ہوا۔ گورنمنٹ ہند کی طرف سے بھی جاری ہوئے تھے لیکن صوبجات کی حکومتیں اور ماتحت حکام ان کو چنداں وقعت نہیں دیتے۔ حالانکہ جمعہ کی نماز مسلمانوں کا ایک ضروری فرض ہے۔ ضرورت ہے کہ دوسرے صوبجات کی حکومتوں کو بھی ایسی سہولتیں بہم پہنچانے کے لئے توجہ دلائی جائے۔ اور مسلمان ملازمین خود اپنے آپ کو نماز جمعہ کے لئے زیادہ مستعد اور مشتاق ثابت کریں +

"اگر پائے استحقار سے نہ ٹھکرا دیا"

"سیاست" اور "زمیندار" نے بریلوی مولویوں کی طرف سے جو فتوے کفر علیہ کیا گیا ہے اس پر رائے زنی کرتے ہوئے معاصر عظیم رقمطراز ہے۔

"تمہارے بریلوی بھائیوں نے جو کچھ کیا۔ وہ سات کروڑ مسلمانوں کی رسوائی کے لئے کافی ہے۔ جن باتوں پر کفر اور طلاق کی نوبت پہنچی۔ وہ تو کسی ادنے خفگی اور طیش کے اظہار کے لئے بھی ناکافی ہیں۔ پھر ان پیشوایان امت میں کیوں اتنا شعور بھی نہیں۔ کہ وہ "کفر" اور "اسلام" میں امتیاز کر سکیں۔ بات یہ ہے کہ ڈیڑھ سو سال کی متواتر غلامی اپنا کام پورا کر چکی ہے۔ یہ موت وہلاکت کے ظہور کی وہ آخری اور قطعی علامتیں ہیں جو دل ودماغ کے مٹنے اور احساس زیست اور اشتیاق حیات کے رخصت ہو جانے کے بعد ہر بدقسمت اور خود فراموش قوم کے رگ وپے سے ظاہر ہوا کرتی ہیں۔ اگر ہم نے اس پیام مرگ کو جو فتوے کے نام سے جاری کیا گیا ہے پائے استحقار سے نہ ٹھکرا دیا تو میں یہ بات بڑی سنجیدگی سے کہتا ہوں۔ کہ ہم اپنی زندگی کو بالکل ختم کر دیں گے اور ہم پر نہ صرف ذلت وخواری بلکہ موت وہلاکت کا عمل مکمل ہو جائے گا"

یقیناً مولویوں کے فتوے آج اسی سلوک کے متعلق ہیں۔ خواہ وہ بریلوی مولوی ہوں یا دیوبندی۔ خواہ وہ "زمیندار" اور "سیاست" کے خلاف ہوں۔ یا احمدیوں اور دوسری مسلمان جماعتوں کے۔ خواہ انکے لکھنے والا مولوی دیدار علی اور حامد رضا خاں ہو۔ یا مولوی ظفر علی اور مولوی مرتضے احسن۔ یہ سب کے سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں اور ہم آج نہیں ایک مدت ہوئی ایسے ننگ اسلام فتاوے کو پائے استحقار سے ٹھکرا چکے ہیں۔ تعجب ہے کہ وہ لوگ جو خود ایسے فتاوے کو عزت وعقیدت کے ساتھ دوسروں کے خلاف شائع کر چکے ہیں۔ کیونکر اب انہیں پائے استحقار سے ٹھکرائیں گے۔ یہ تو کرنی خویش آمدنی پیش کا اصول کام کر رہا ہے اس سے چھٹکارا اور بچاؤ کیونکر ہو گا؟

پیر جماعت علی شاہ پر فتوے

خدا کی شان ابھی چند دن ہوئے پیر جماعت علی شاہ صاحب حزب الاحناف کے جلسہ میں بہ بڑیں ہانک رہے تھے کہ

"مرزا کافر ہے جو کوئی اس کو مسلمان ثابت کر دے میں اس کو دس ہزار روپیہ انعام دونگا"

لیکن ان الفاظ کو منہ سے نکالے ہوئے شاید ابھی دو ہفتے بھی نہ ہوئے تھے کہ پیر صاحب کو جنتے کے دینے پڑ گئے اور خود ان پر کفر کا فتوے لگ گیا اس وقت ہمارے سامنے لاہور کی انجمن حزب النعمان کا جو حزب الاحناف کے مقابلہ پر تعمیر ہوئی ہے شائع کردہ ایک پمفلٹ ہے جس میں متعدد مولویوں اور صوفی مشرب لوگوں کے فتاوے پیر صاحب کے متعلق نقل کئے گئے ہیں اور پیر صاحب کے مسلمان ہونے سے انکار کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ انکی بیعت شرعاً ناجائز ہے ساتھی فتاوی میں مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا فتوی بھی ہے جسکے فرزند حامد رضا خاں کی ہم نوائی ہمیں ...

احمدی خواتین کیلئے

احمدی بہنوں کی خاص توجہ کے قابل

معلوم ہوتا ہے - ہماری محترمہ بہنوں کا جوش بھی سوڈا واٹر کا ابال تھا جو تھوڑے دن اپنا زور دکھا کر جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ جس جوش و خروش کے ساتھ ہماری بہنوں نے اس مبارک تجویز کا خیر مقدم کیا تھا کہ پیغام صلح کا ایک کالم ان کے لئے خاص ہو تاکہ وہ اس کے ذریعہ سے طبقہ نسوان کی اصلاح کی کوشش کریں اور احمدی خواتین کو ایک شیرازہ میں لا کر اس مبارک کام میں امداد دے سکیں جو حضرت مسیح موعود کے ارشادات کے ماتحت ان کے بھائیوں اور خاوندوں نے شروع کر رکھا ہے - کسقدر زوردار مضامین ان چند دنوں میں ہماری بعض محترمہ بہنوں نے لکھے اور احمدی خواتین کے کالم کے لئے اپنا اشتیاق ظاہر کیا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ عنقریب ان کے لئے خاص انتظام علٰحدہ کرنا پڑے گا - خواہ وہ رسالہ کی صورت میں ہو یا پیغام صلح کے ساتھ کوئی ورق بطور ضمیمہ بڑھا دیا جائے لیکن نہیں معلوم کیا وجہ ہے کہ تھوڑے ہی دنوں میں وہ اشتیاق جاتا رہا - اور اب پھر وہی جمود کی حالت ہے جو اس تحریک سے قبل تھی - ہمیں ڈر ہے کہ اگر یہی حالت چند دن اور رہی تو احمدی خواتین کے کالم کو بصد افسوس بند کرنا پڑے گا۔ ہم جانتے ہیں کہ ہماری جماعت میں خدا کے فضل سے بہت سی ایسی بہنیں ہیں جو اگر چاہیں تو تھوڑی سی کوشش سے بہترین مضمون لکھ سکتی ہیں اور اہم قومی و مذہبی مسائل پر خامہ فرسائی کرکے اپنی ہم صنف مستورات کے ازدیاد علم کا باعث ہو سکتی ہیں لیکن انہوں نے اب تک بہت کم توجہ اسطرف دی ہے - اگر وہ چاہیں تو اس کالم کو اپنے مسلسل مضامین سے ہمیشہ پُر کر سکتی ہیں اور اس وقت کسقدر قومی مسائل ہیں جن کا تعلق محض ہمارے صنف نازک کے ساتھ ہے اور جن میں ان محترمہ بہنوں کی رہبری قوم کے لئے از حد مفید ثابت ہو سکتی ہے۔ کسی گذشتہ اشاعت میں ہم نے اپنی بہنوں کو احمدی لڑکیوں کی تعلیم کے مسئلہ کی طرف ان کو توجہ دلائی تھی اور ان سے یہ توقع ظاہر کی تھی کہ وہ اس مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر جنکا ہم نے ذکر کر دیا تھا اپنے تجربات سے روشنی ڈالنے کی کوشش کریں گی ایسا ہی رسم و رواج کا مسئلہ ہے جو شادی و غمی کے موقعہ پر عموماً مستورات میں ہوتی ہیں - ان رسومات کے ناجائز ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں لیکن دیکھنا یہ ہے کہ موجودہ حالات میں ان کو کس طریقہ سے دور کیا جا سکتا ہے - ایسے ہی اور بیسیوں مسائل ہیں جنپر ہماری محترمہ بہنوں کو قلم اٹھانا ضروری ہے اور اسبارہ میں ان کی رائے جسقدر مفید اور وزنی ہو سکتی ہے شاید مردوں کی اسقدر نہ ہو کیونکہ اپنی جنس کے تمام حالات سے انہیں واقفیت اور ہر قسم کے خیالات کا علم ہے - انہیں ایسے تجربات بھی ہوں گے جن کی بنا پر وہ مردوں کی رائے سے اختلاف کر سکتی ہیں - اسلئے ضروری ہے کہ وہ ایسے مسائل پر قلم اٹھائیں یا اگر خود مضمون نویسی نہیں کر سکتیں تو اپنے خاوندوں یا دوسرے پڑھے لکھے رشتہ داروں سے اپنے خیالات قلمبند کرا کر بھیجدیا کریں اس میں کوئی ہرج اور عیب کی بات نہیں قوم کو ان کے خیالات کا علم ہونے سے کوئی نہ کوئی بہتری کی راہ پیدا ہو گی اور ممکن ہے کہ اس سے صنف نازک کی اصلاح و ترقی کا سوال آسانی سے حل ہو سکے۔

امید ہے کہ ہماری محترمہ بہنیں اسطرف جلد متوجہ ہوں گی۔ تاکہ جس مفید کام کو انہوں نے اسقدر جوش و خروش کے ساتھ شروع کیا وہ انہی کی عدم توجہی سے برباد نہ ہو جائے۔

بانی آریہ سماج کیخلاف آریہ سماجیوں کے رزولیوشن

اسلامی اصولوں کی فتح

سوامی دیانند جی نے آریوں کے لئے بڑی کوشش اور تحقیق سے ویدک مسائل دریافت کرکے ستیارتھ پرکاش وغیرہ میں لکھے اور یہ بھی بتایا کہ یہ مسائل قدیمی ہیں اور ہر زمانہ کے لئے ہیں - اور جہاں جہاں وہ مسائل اسلام سے ٹکر کھاتے تھے - وہاں بڑے بڑے لمبے [illegible]

ہی سچے ہیں - اور ہر سچا پیرو جو کسی بات کو دل سے مانتا ہے ایسا ہی کرے گا - مگر ابھی پچاس سال بھی ان تحریروں پر سے گذرنے نہیں پائے کہ آریہ سماجیوں نے مجبوراً بعض اسلامی صداقتوں کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا ہے - اور حالات زمانہ سے مجبور ہو کر آخر انہیں وہی راہ اختیار کرنی پڑی جو ویدوں کے خلاف بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے تیرہ سو برس پہلے پیش کی تھی - دنیا نے مجبور ہو کر اسلامی مسائل کو ماننا شروع کر دیا ہے - اور یہ دلیل ہے اس بات کی کہ عنقریب حسب وعدہ الٰہی اسلام ہی تمام دنیا کا مذہب ہو گا۔

اس مضمون کے لکھنے کا محرک دراصل ایک رزولیوشن ہے جو آریہ سماج نے دیانند شتابدی کے موقعہ پر باتفاق رائے پاس کیا ہے جو حسب ذیل ہے۔

" ودھوا اوواہ "

" ورتمان سماجک وشا موجودہ سماجی حالت) کو دھیان میں رکھتے ہوئے یہ پریشد (معتقدوں کا گروہ) سمتھ کرتا ہے کہ چالیس برس سے کم اوستھا تک کی ودھوا عمر کے تناسب کا خیال رکھتے ہوئے پنر دواہ دیگر دوبارہ شادی کرے تو نامناسب نہیں ہے - مگر یہ ضروری ہے - ودھوا کی شادی رنڈوے مرش سے اور رنڈوے کی شادی ودھوا سے ہی کی جائے "

آریہ پریشد کے رزولیوشن اخبار تیج ۴ مارچ ۱۹۲۵

یہ رزولیوشن آریہ سماجیوں کی عقلمندی اور موقعہ شناسی کی بیّن دلیل ہے گو اس کا آخری حصہ کہ رنڈوے کی شادی بیوہ سے ہی ہو اور بیوہ کی شادی رنڈوے مرد سے ہی ہو کسی صحیح دلیل کی بنا پر نہیں لکھا گیا تاہم نیوگ جیسی بدکاری کی بجائے شادی کا فیصلہ ہو جانا نہایت قابل قدر امر ہے - یہ تو ہمیں معلوم ہے کہ حالات زمانہ سے مجبور ہو کر کچھ عرصہ سے بیواؤں کی شادیاں آریوں میں مروج ہیں جن کا اظہار اخباروں میں وہ کرتے رہے ہیں لیکن اب تو یہ مسئلہ بطور اصول کے پاس ہو گیا گو یہ سچ ہے کہ یہ اسلام کی تقلید ہے اور ویدوں میں پنر دواہ کا مسئلہ بقول سوامی دیانند جی قطعاً موجود نہیں ہے - بلکہ سوامی جی ستیارتھ پرکاش میں فرماتے ہیں۔

" برہمن کھشتری اور ویش دونوں میں اکھشت یونی عورت اور اکھشت ویرج مرد دونوں یعنی عورت جو جماعت کر چکے ہوں کا پنر دواہ نہ ہونا چاہیئے " (ستیارتھ پرکاش ۱۴۶ تیسرا سملاس دفعہ ۱۰۹)

اس کے بعد سوامی جی نے پنر دواہ کے بہت سے نقصان گنائے ہیں جو محض فرضی اور وہمی ہیں - مثلاً پتی برت استری برت دھرموں کا ناش ہونا - مال و دولت کا لٹ جانا - محبت کی کمی وغیرہ - جیساکہ آریہ سماجیوں نے تجربہ سے معلوم کر لیا ہے - اور بالآخر ان تمام باتوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے سوامی جی کے قول کے خلاف اوپر کا رزولیوشن پاس کر دیا - حالانکہ مذکورہ بالا - ستیارتھ پرکاش کے حکم کے ہوتے آریوں کو ایسا کرنا نہ چاہیئے تھا - خصوصاً جبکہ اس کے بعد سوامی جی تمام نقائص پنر دواہ گنا کر تاکیداً فرماتے ہیں کہ :-

" اس قسم کے نقصوں کے سبب دوجوں میں پنر دواہ یا ایک سے زیادہ دواہ کبھی نہ ہونے چاہئیں "

ستیارتھ صفحہ ۱۴۶-۱۴۷

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس حکم کے ہوتے ہوئے جو حالات زمانہ نے آریہ سماج کو مجبور کر دیا کہ وہ رنڈوے مردوں اور بیوہ عورتوں کی شادیاں کریں اور اس کے لئے قانون بنا کر اس کا سبب کیا ہے - کیا آریوں کو وید بھنڈار سے ایسا حکم نظر آ گیا ہے یا وہ نیوگ کی اوتر رسم سے بلا آزمائے ہی تنگ آ گئے ہیں یا ان کی شرم و حیا مانع ہے کہ وہ کبھی ایک دفعہ بھی کسی دیوی کی طرف سے نیوگی مرد کے لئے اخباروں میں شائع کریں - اور در اصل وہ اس پاک فعل کو اندر ہی اندر جاری رکھتے تھے مگر وہ ناموافق ثابت ہوا آخر کیا بات ہے۔

اس سوال کا جواب آریہ سماج تو غالباً کبھی نہ دیگی کیونکہ جہاں ان کے اخباروں میں فخریہ یہ اعلان کئے گئے کہ ہم نے اسقدر پنر بواہ آجتک کئے ہیں - مثلاً آریہ گزٹ ۱۷ اگست ۱۹۲۴ میں آریوں نے لکھا تھا کہ یکم جنوری ۱۹۲۴ء سے ۳۱ جولائی ۱۹۲۴ یعنی صرف ۷ ماہ کے اندر ۲۱۷ پنر بواہ ہو چکے ہیں اور یہ پنر بواہ اچھوتوں سے نہیں بلکہ اکثر برہمنوں اور کھشتریوں اور راجپوتوں کے ہیں اسکے بالمقابل کبھی کسی بیوہ کے نیوگ کرنے کا اخباروں میں چرچا نہیں آیا - جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آریوں کے دل اس پوتر مسئلہ سے بیزار ہیں حالانکہ سوامی جی نے رنڈوے مردوں اور بیوہ عورتوں کے متعلق جو پاک آگیا دی تھی وہ حسب ذیل ہے :-

" اگر برہمچریہ نہ رکھ سکیں تو نیوگ کی اولاد پیدا کر لیں "

ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۳۱

اب اس حکم کو تو ورتمان سماجک وشا کی وجہ سے رد کر دیا گیا اور وہ طریق اس جگہ اختیار کیا گیا جسے قرآن مجید نے سکھایا ہے نہ کہ ویدوں نے اگر یہ ہماری غلطی ہے کہ ہم وید بھگوان کو اس لیے اہم ضرورت کے مسئلہ کو بیان کرنے سے قاصر پاتے ہیں تو مہربانی فرما کر کوئی آریہ وِدوان ویدوں سے یہ حکم صاف نکال کر دے ایسا نہ ہو کہ جن منتروں سے سوامی جی نیوگ نکالتے ہیں انہیں سے اب اپنی شرمندگی مٹانے کے لئے اور وید کی کمی کو پورا کرنے کے لئے کوئی مہاشے پنر بواہ ثابت کرنے کی کوشش کریں - ہاں جو آریہ بھائی صاف یہ کہدے کہ ویدوں میں ذکر نہیں یہ سوامی جی کو غلطی لگی اصل میں پنر بواہ کے حکم کو نیوگ غلطی سے سمجھا گیا ہے وہ بیشک حق کہتا ہے کہ نیوگ کے منتروں سے ہی پنر بواہ کا ثبوت دے۔

کیا وید کامل کتاب ہے

ہماری رائے میں آریوں کے رزولیوشن کا صریح مطلب یہ ہے کہ وید ناکمل کتاب ہے کیونکہ ورتمان سماجک وشا کی ضرورت کو پورا نہیں کرتا - اور جو نیوگ کی تعلیم اس نے دی ہے وہ ناقابل عمل ہے جو وید کی تعلیم کا دوسرا نقص ہے۔

روزہ اور وید

کہا جاتا ہے کہ وید میں تمام اچھی تعلیم موجود ہے - اس لئے اس کامل ہدایت نامہ کے بعد کسی اور کتاب کی ضرورت نہیں لہٰذا قرآن مجید الہامی کتاب نہیں ہے - مگر آؤ! میں ایک ایسا حکم قرآن کا سناؤں جسے دوست دشمن سب مفید مانتے ہیں اور وہ قرآن مجید میں ہے اور ویدوں میں موجود نہیں ہے۔

قرآن مجید جس کا نزول ہی رمضان شریف سے شروع ہوا جس کی تلاوت زمانہ نبوی سے لیکر تا این دم رمضان المبارک میں بکثرت کی جاتی ہے - فرماتا ہے :

کتب علیکم الصیام

یعنے روزہ رمضان تم پر فرض کیا گیا ہے - چنانچہ آجکل رمضان کا مہینہ ہے - اور مسلمان اس حکم ربانی کی تعمیل کر رہے ہیں - آریہ مہاشہ مساجد میں جا کر دیکھ لیں - لیکن روزہ کا کوئی حکم ویدوں میں موجود نہیں ہے اگر ہے تو کوئی آریہ مہاشہ اس حکم کو نکال کر دکھائے اور بتائے کہ کیوں سوامی جی نے کہیں برت سنسکار کا نام نہیں لیا - آخر کیا بات ہے۔ سنسکار ودھی اتنی لمبی چوڑی کتاب سنسکاروں کے متعلق لکھی اور آریوں کے تمام فرائض کا ذکر کیا پر کہیں برت (روزہ) کا ذکر نہ کیا - کیا اسکے صاف معنی نہیں کہ اس اعلیٰ درجہ کی عبادت کا جس میں انسان محض اللہ تعالےٰ کے لئے بھوک اور پیاس کی تکلیف اٹھاتا ہے اور خدا تعالےٰ کی راہ میں اپنے نفس کی قربانی دیتا ہے اسکا ذکر سچ مچ ویدوں میں نہیں ہے - میں نے ایک مہاشہ سے دریافت کیا تو فرمایا کہ سوامی جی نے کہیں لکھا تو نہیں مگر شاید کہیں بیج روپ ذکر ہو - میں نے کہا کہ شاید بیج روپ ذکر ہو - لیکن کیا فرائض کو یونہی بیان کرنے کا طریق ہے - اور پھر میں نے کہا کہ یہ ضروری حکم بھی وید بھگوان نے بیان نہیں کیا - اسلئے قرآن مجید کی تعلیم کامل ہے

اچھوتوں کا یگیوپویت وغیرہ

آریہ سماج کے فاضل پنڈتوں نے متھرا میں دیانند شتابدی کے موقعہ پر ایک یہ رزولیوشن بھی پاس کر دیا۔

" یہ پریشد سمتھ کرتا ہے کہ اچھوتوں کو آریہ سماج میں داخل ہوتے وقت گایتری منتر کے ساتھ یگیوپویت بھی دیا جا سکتا ہے "

یہ رزولیوشن بھی بانی آریہ سماج کی تعلیم کے خلاف ہے کیونکہ سوامی جی نے شودروں کے لئے یگیوپویت کے سنسکار کو کہیں نہیں لکھا - ہاں اسکے برعکس یہ لکھا ہے کہ شودر بلا یگیوپویت ہی گروکل میں داخل کئے جائیں اور ان کا اپنین سنسکار نہیں کرنا چاہئے چنانچہ سوامی جی بحوالہ سشرت لکھتے ہیں :-

" برہمن تینوں ورن یعنی برہمن کھشتری اور ویش کا اور کھشتری کھشتری اور ویش کا اور ویش صرف ویش

ورن کا یگیو پویت کرا کے پڑھا سکتا ہے اور جو خالی نجستہ الطوار شودر ہو تو اسکو منتر سنگھتا چھوڑ کر سب شاستر پڑھائے اور شودر پڑھے لیکن ان کا اپنین رسم زناربندی نہیں کرایا جاتا ہے - یہ رائے کئی ایک عالموں کی ہے۔"

ستیارتھ پرکاش تیسرا سمولاس دفعہ ۲۰ صفحہ ۴۹

اسی طرح سوامی جی کی تمام کتابوں میں صرف دوج (برہمن کشتری اور شودر) کے لئے یگیو پویت لکھا ہے - اور یہی ہندوں کا طرز عمل ہمیشہ سے چلا آتا ہے اور منو جی تو شودر کے لئے وید پڑھنے کی آگیا دیتے ہی نہیں - اور اگر کہیں وہ وید پڑھ لے تو اسکے لئے سخت سزا کا حکم دیتے ہیں اور ادیر کے حوالہ میں بھی شودر کو منتر سنگھتا چھوڑ کر اور شاستروں کے پڑھنے کی اجازت ہے جس کے صاف یہ معنی ہیں کہ وہ وید کو نہ پڑھے - مگر آریہ علمار و فضلا نے جب اس نے انصافی کے طریق کو ملکی و قومی ترقی کے خلاف پایا تو سوامی جی کی سوہری پر وید شاستروں کے خلاف خود سوامی جی کے خلاف شودروں کو بھی گائتری منتر کے یگیو پویت مرحمت فرما کر اپنی انصاف پسندی کا ثبوت دیا اور ہم خوش ہیں کہ ایک ناانصافی کی تعلیم جو مدتوں سے دی جاری تھی وہ دنیا سے دور کرنے کی کوشش کی گئی - آخر ڈیڑھ ماشہ سوت کونسی اتنی قیمتی چیز تھی کہ شودروں سے اسکے لئے بخل کیا جاتا -

(ماخوذ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مسئلہ سوراج کا حل
اسلام کی روشنی میں

کتاب انزلناہ الیک لتخرج الناس من الظلمت الی النور باذن ربھم الی صراط العزیز الحمید ط

یہ وہ کتاب ہے جو انسانوں کو اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لیجاتی ہے - اس کے ذریعہ اللہ تعالےٰ کے اذن سے انسان اس شاہراہ پر چڑھ جاتا ہے جس سے وہ دنیا کی نگاہ میں محمود اور صاحب عزت ہو سکتا ہے -

وہ کون شخص ہے جو اپنے آپ کو - اپنی قوم کو زینۂ معراج پر دیکھنا نہیں چاہتا - وہ کون سی قوم ہے جو غلامی کی زنجیروں کو توڑ کر آزادی و حریت کے راگ نہیں الاپنا چاہتی - وہ کون سی بیغیرت قوم ہے جو دوسری قوموں کا محکوم رہنا چاہتی ہے - میرے خیال میں کوئی ایسا فرد کوئی ایسی قوم نہیں ہے ہر ایک کو اقبال حاصل کرنے کی لو لگی ہوئی ہے -

پچھلے سالوں میں ہندوستانیوں کے دلوں میں حکومت کرنے سوراج حاصل کرنے اور غلامی کی زنجیروں کو توڑنے کا خیال پیدا ہوا - مختلف تجویزیں سوچی گئیں - کئی قسم کے لائحۂ عمل تیار ہوئے سب سے بڑی کامیابی کی راہ جو سوچی گئی - وہ ہندو مسلم اتحاد، ترک ملازمت کی حرمت اور بدیشی اشیاء سے بائیکاٹ تھی ایک تو یہ راہ جو تجویز کی گئی کامیابی کی طرف نہ لیجانے والی - دوسرے برادران قوم کا پاؤں اس غلط راہ پر بھی استقامت نہ دکھا سکا چونکہ قوم میں چند باتیں ان کی منشاء کے مطابق کہ کر ان کے جذبات کو ابھار دیا گیا تھا اسلئے وہ جوش و خروش ایک ایسے نشے کی مانند ثابت ہوا جس کا نشہ فوراً اتر جاتا ہے اور کوئی اثر نیک پیدا نہیں کرتا -

حکومت قومیت سے حاصل ہوتی ہے - ملکیت قوم میں اخلاق پیدا کرنے سے ملتی ہے چونکہ قومیت اور اخلاق کا پیدا کرنا بہت ہی مشکل کام تھا اور جوش و خروش کا پیدا کرنا سہل - اسے برادران وطن سوراج کے خواب دیکھنے لگے اور ہر فرد بشر کی زبان گھروں، گلیوں، کوچوں اور شہروں میں یہ آواز بلند یہ ترانے گارہی تھی کہ سوراج بس ایک سال کے اندر ملجائے گا - گاندھی جی نے بھی قوم کی یہ حالت دیکھ کر سوراج کے ایک سال کے اندر ملنے کی پیشگوئی کر دی -

لیکن ایک سال کے بعد نقشہ الٹا جو تبدیلی واقع ہوئی وہ قارئین کرام سے مخفی نہیں ہے - ہندو مسلمانوں میں بجائے اتفاق کے نااتفاقی بجائے محبت و یگانگت کے کینہ و بغض

پھر نوشش آئی اور کہنے لگے ؎

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی
آں راہ کہ تو میروی بہ ترکستان ست

جو کچھ کسی کے خیال میں آیا - اخباروں، رسالوں اور لیکچروں میں کہہ دیا - مختلف شاہراہ عمل تجویز ہوئے غرضیکہ آجتک فیصلہ نہ ہوا کہ کونسی راہ اختیار کرنی چاہئے -

افسوس! برادران وطن ایسی کتاب کو جو اپنی غرض نزول احیاء اموات بتاتی ہے - جیساکہ آیت مندرجہ عنوان سے ظاہر ہے جس نے مردہ دلوں کو زندہ کیا جس نے عرب جیسے ریگستان کے رہنے والوں کو جو دنیا کی قوموں کو ترقی یافتہ دیکھ دیکھ کر حیرت زدہ تھے ترقی کے زینہ پر چڑھا دیا - اور ترقی بھی ایسی کہ چند ہی سال میں اسکے جھنڈے ہسپانیہ اور روما میں عزت کے ساتھ جا گڑے پھر ایسی قوم کو جو لکھنا پڑھنا بمنزلہ ایک غلط راہ اور عیب کے سمجھتی تھی - علوم و فنون کا ماہر بنا دیا - جس نے توحید، وحدت ملت - اخوت اور اعتصام جو قوم کی ترقی کے لئے ضروری ہیں کا ڈنکا بجایا -

افسوس! مسلمانوں نے بھی جن کا اس کتاب پر ایمان ہے - اُدھر توجہ نہ کی اور نہ ان لوگوں کو جو موجودہ مشکلات سے نکلنے کا راستہ نہ دیدیں - نہ اپنشد میں اور نہ کسی اور کتاب میں یا سلئے ہیں ہمارا مسلمان دوسروں کو کیا بتاتے انہوں نے تو خود قرآن کو چھوڑا ہوا ہے - کتاب ان کے گھروں میں موجود لیکن جزدانوں میں بند - وہ طاق رعونت پر دھری پڑی ہوئی ہے - وہ کھلتی ہے لیکن فال دیکھنے کے لئے - ہم اسے سر پر رکھتے ہیں لیکن حلف اٹھانے کے لئے -

یارب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا - ذبحہ

برنگ شکایت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لب ہائے مقدس پر جاری ہونے کی نقل کی ہے -

"اے میرے رب میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ دیا"

اس مضمون میں انشاء اللہ تعالےٰ لکھوں گا کہ حکومت کس طرح حاصل ہوتی ہے - کس طرح چھینی جاتی ہے - اسلام مسئلہ سوراج کو کسطرح حل کرتا ہے -

حکومت کرنے کے لئے تین قسم کی طاقتوں کا ہونا ضروری ہے

حکومت طاقت کو چاہتی ہے - بغیر طاقت کے کوئی قوم قابل حکومت نہیں ہو سکتی - طاقتیں تین قسم کی ہیں :-

(۱) طاقت جسمانی (۲) طاقت ذہنی یا دماغی (۳) طاقت قلبی یا روحانی

قوت جسمانی میں تو ہندوستانی بڑھے ہوئے ہیں کہاں اکتیس کروڑ اور کہاں دس لاکھ انگریز - اگر طاقت جسمانی ہی واحد سبب ہوتا تو گذشتہ سالوں میں جبکہ تمام اقوام ہند متحدہ طور پر سوراج حاصل کرنے کے لئے کوشش کر رہی تھیں فوراً حاصل ہو جاتا - حکومت طاقت جسمانی سے بڑھ کر کوئی اور طاقت کو چاہتی ہے کیونکہ تاریخ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ قلیل بھی زیادہ تعداد والوں پر غالب رہے ہیں - جیساکہ

(۱) سبکتگین (صرف تھوڑے سے علاقہ کا مالک اور اکیلا) کا راجہ جیپال کے مقابلہ پر آنا اور وہ راجہ جیپال جس کی امداد پر دہلی اجمیر وغیرہ کے راجے تھے شکست فاش دینا -

(۲) تیمور کا اپنے تھوڑے سے ہمراہیوں کے ساتھ اپنے نام پر ہندوستان کی شہنشاہی کا سکہ جمانا -

(۳) آنحضرت صلعم کا جنگ بدر میں ۳۱۳ مسلمانوں کے ساتھ اسیر لشکر کے مقابلہ میں نکلنا جس کی تعداد ایک ہزار اور سینکڑوں گنا اسباب جنگ اور پھر باوجود قلیل ہونے کے شکست دینا - اسی طرح دیگر جنگوں میں کہیں سینکڑوں کو ہزاروں کے ساتھ مقابلہ کرنا پڑا تھا اور کہیں ہزاروں لاکھوں کے ساتھ - سامان جنگ بھی اس نسبت سے - خوراک کا یہ حال کہ کھجوروں کے سوائے اور کچھ نصیب نہیں ہوتا - اور جو فوج کا سپہ سالار ہے اس کے گھر تو چار چار دن تک آگ نہیں جلتی رہتی خالت خلافت راشدہ کے زمانہ میں ہی کہ کہاں قیصر و کسریٰ کی سلطنتیں اور کہاں ریگستان کے رہنے والے لباس معمولی - سامان جنگ فوج قلیل اور پھر رعب اسقدر کہ بادشاہ بھی سامنے نہ آ سکتے تھے -

جب حضرت عمرؓ بیت المقدس میں داخل ہوئے تو آپ کا لباس بالکل معمولی اور پھر پاپیادہ - جب حضرت ابو عبیدہ اور سرداران فوج استقبال کو نکلے اور دیکھا کہ مسلمانوں کا بادشاہ جس کے نام کے غلغلے سے روم و شام کانپ رہے ہیں بالکل معمولی لباس پہنے پاپیادہ آرہے ہیں تو ان کو محض اس خیال سے شرم معلوم ہوئی کہ ہمارے بادشاہ کو دیکھ کر عیسائی اپنے دل میں کیا کہیں گے چنانچہ ایک اعلیٰ ترکی گھوڑا اور عمدہ قیمتی پوشاک حاضر کی گئی -

آپ نے فرمایا خدا نے ہمکو عزت دی ہے وہ صرف اسلام کی وجہ سے دی ہے اور وہی عزت ہمارے لئے کافی ہے -

اس کے بعد طاقت دماغی ہے کیونکہ سلطنت کے امور بغیر دانشمند لوگوں کے طے نہیں ہو سکتے جس سلطنت میں اہل دانش کم ہیں وہ ایک سلطنت ہے - اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا قوت دماغی میں ہندوستانی انگریزوں سے کم ہیں یا زیادہ - اگر فہم و ادراک میں کم ہیں تو ہمارے محکوم ہونے کی یہی بڑی بھاری وجہ ہو سکتی ہے ورنہ کوئی اور - لیکن آجکل کے امتحانات مقابلہ بتاتے ہیں کہ ہندوستانی دماغی طاقت میں انگریزوں سے کم نہیں تو اب تیسری قسم کی طاقت یعنی قوت قلبی کی کمی کو اسکی وجہ سمجھنی چاہئے کیونکہ قوت قلبی کی وجہ سے تھوڑی تعداد والے عموماً بہت تعداد والوں پر غالب رہتے ہیں مسلمان تمام ہند پر سینکڑوں سال تک حکومت کرتے رہے - ہندوؤں کی تعداد کروڑوں تک اور مسلمانوں کی تعداد ہزاروں تک اسکی وجہ صرف یہی تھی کہ مسلمان دل کے مضبوط تھے اور ہندو دل کے کمزور -

باقی آئندہ انشاء اللہ تعالےٰ

خاکسار
محمد عبد اللہ جونیر انگلش ماسٹر ہائی سکول تونسہ ضلع ڈیرہ غازیخان

نٹشے اور مسیحیت

(بہ سلسلہ اشاعت مورخہ ۳ جون ۱۹۲۶ء)

اس نے بنی اسرائیل کی تاریخ اس طور پر بدل دی کہ وہ اس کی اغراض کے مطابق ہو گئی - حالانکہ تمام جانشینوں نے اپنے پیشواؤں کی ویسی تقلید کی ہے - جن چیزوں پر خود سینٹ پال کو ایمان نہیں تھا وہ انہیں جاہلوں اور نادانوں سے منوانا چاہتا تھا - وہ ایک فریبی اور چالباز آدمی تھا"

اس نے ادنے درجہ کی اخلاقیت کو لوگوں کے دلوں میں جاگزین کرا دیا - اس کا قول تھا کہ شرفا کی زیادہ ضرورت نہیں ہے بلکہ خدا سے پاک دنیا کی خراب اشیاء کو چن لیتا ہے کہ اچھی چیزیں برباد ہو جائیں۔"

خلاصہ یہ کہ جس مذہب کا بانی اور جس اخلاقیت کا موجد سینٹ پال جیسا شخص ہو اس سے بنی آدم کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے - اور یہ کہ ایسے مذہب یا اخلاقیت کو صحیح مذہب اور اعلیٰ اخلاقیت کا درجہ کیونکر حاصل ہو سکتا ہے - نٹشے کی رائے میں سینٹ پال کے ذاتی اخلاق و عادات کی جھلک نمایاں طور سے مسیحیت میں موجود ہے - اور اس لئے وہ ان تمام الزامات کی مستحق ہے جو اس کے بانی سینٹ پال پر عائد کئے جا سکتے ہیں -

آخر میں نٹشے مسیحیت کے خلاف یہ فیصلہ صادر کرتا ہے -

"میں مسیحیت کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں اور اس پر وہ بڑے سے بڑا جرم جو ایک حاکم ایک مجرم پر عائد کر سکتا ہے - عائد کرتا ہوں میں مسیحی مذہب کو دنیا کی سب سے بڑی بدکاری سمجھتا ہوں - میرے نزدیک مسیحیت سب سے بڑی لعنت اور بہت بڑی ضلالت اور بہت بڑا انتقام ہے - مسیحیت کو ہر قسم کی صفات ذمیمہ سے متصف کیا جا سکتا ہے - مسیحیت کو دامن انسانیت کا ہمیشہ رہنے والا بدنما داغ سمجھتا ہوں۔"

نٹشے اور مذہب

نٹشے نے مسیحیت کی تردید میں جو دلائل پیش کئے ہیں ان میں سے اکثر تقریباً تمام مذاہب کے خلاف پیش کئے جا سکتے ہیں اس لئے یہ نتیجہ نکالنا نہایت آسان ہے کہ وہ سرے سے مذہب ہی کا مخالف تھا - اور وہ مذہب کو ایک لغو اور بیکار چیز سمجھتا تھا لیکن اسکی بعض کتابوں کے مطالعہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسکو مذہب کے مفید اور کارآمد ہونے میں کلام نہ تھا - اور وہ مطلقاً مذہب کی خوبیوں کا منکر نہ تھا - چنانچہ وہ ایک جگہ لکھتا ہے:-

"خواص کے ہاتھ میں مذہب ایک ایسا ہتھیار ہے جس کے ذریعہ سے وہ عوام پر آسانی سے حکومت کر سکتے ہیں - اور عوام بھی اس سے مستفید ہوتے ہیں کیونکہ ایک طرف مذہب کے ذریعہ سے وہ اطاعت [illegible]

اپنی عزت و افلاس اور ضعیفت و علیحدگی مذہب کی بدولت فراموش کر دیتے ہیں اور صبر و قناعت کرتی ہیں"

اسی بنا پر اے۔ ایم لوڈوبکی (جس نے نٹشے کے فلسفہ پر متعدد کتابیں لکھی ہیں) کا خیال ہے کہ نٹشے صحیح معنوں میں مذہب کا حامی تھا۔ اس نے مسیحیت کے خلاف جو کچھ لکھا ہے۔ اس سے مطلقاً مذہب کا انکار مقصود نہیں تھا۔

فرزندان ناہموار

سنا کرتے تھے کہ فرزندان ناہموار بھی دنیا میں ہوتے ہیں مگر اب ہم اس کی زندہ مثال اپنے سامنے دیکھ رہے ہیں۔ چنانچہ "زمیندار" کے بہرۂ "افکار و حوادث" کے محرر ۲۰ مئی ۱۹۲۵ء کی اشاعت میں یوں رقمطراز ہیں:-

"مولوی غلام رسول صاحب مہر ہمیشہ سالک سے بر سبیل تفنن یہ فرمایا کرتے تھے کہ بھائی تم تو اس ضلع کے رہنے والے ہو جس کی زمین جھوٹے نبی اگلا کرتی ہے۔ اور یہ فقرہ اتنا چست واقع ہوا تھا کہ سالک کو اس کا کچھ جواب بھی نہیں سوجھتا تھا بغلیں جھانکنے کے سوا چارہ کار ہی نہیں تھا۔ بے اختیار جی میں آتا تھا کہ مرزا غلام احمد آنجہانی سامنے آئیں تو ان کا منہ نوچ لیا کیونکہ انہیں کے دعوی نبوت کی وجہ سے غریب کو روز مرہ یہ خفت اٹھانی پڑتی تھی۔"

سالک صاحب کی یہ حسرت واقعی قابل افسوس ہے کہ جناب مرزا صاحب کی وفات نے سالک کو ان کی گستاخی کا موقعہ نہ دیا۔ جس کا حامی خدا ہو اس کو کوئی بے عزت نہیں کر سکتا۔ مگر خیر پھر بھی سالک صاحب کو مایوس نہیں ہونا چاہئے کیونکہ بموجب عصائے پیر بجائے پیر اگر اس وقت مرزا صاحب نہیں تو ان کے مرید تو زندہ ہیں سالک صاحب کو چاہئے کہ ان کا منہ نوچ کر اپنی حسرت پوری کریں۔ یہ بالکل درست ہے کہ کسی غیر پر تو ان کا بس نہیں چلیگا۔ مگر اس حسرت کے مٹانے کا زرین موقعہ خدا نے ان کے گھر ہی میں تیار کر رکھا ہے۔ ایک نہیں بلکہ دو شخص ان کے گھر میں موجود ہیں اسلئے سالک صاحب کو چاہئے کہ فوراً اپنے گھر بٹالہ میں جائیں اور غلام قادر خان صاحب جو کہ ان کے والد ماجد اور مرزا صاحب کے خاص اور پکے مرید ہیں ان کا گلا پکڑ کر زمین پر چت پچھاڑیں۔ چھاتی پر چڑھ بیٹھیں جی بھر کر ان کا منہ نوچیں یا داڑھی اکھاڑیں۔ اس پر بھی حسرت پوری نہ ہو تو ان کے چھوٹے بھائی یعنی اپنے چچا جان کی طرف رخ کر کے اس سے بھی زیادہ ان کی درگت بنائیں۔ اگر اس پر بھی جناب سالک کی حسرت نہ مٹے تو ان کو اختیار ہے کہ لکڑ کوبی سے بھی کام لیں غرضیکہ اپنی حسرت مٹانے کا کوئی دقیقہ نہ چھوڑیں اور کوئی تسمہ لگا نہ رکھیں۔

سالک صاحب کو چاہئے کہ اس سعادت کے حاصل کرنے میں جلدی کریں کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے والد اور چچا بھی اس دار فانی کو چھوڑ کر آنجہانی ہو جائیں پھر یہ حسرت دل کی دل ہی میں رہ جائے اور پھر ان کو اس حسرت سے اپنا منہ نوچنا اور سر پیٹنا پڑے۔ یہ عجیب موقعہ خدا نے ان کو دیا ہے

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ہم نے سنا ہے کہ سالک صاحب خود بھی عرصہ تک مرزا صاحب کے مرید (گویا مرتد) رہ چکے ہیں اور اب مرزا صاحب کی طرف سے بھی مرتد ہو چکے ہیں۔ غرضیکہ یہ رکابی مذہب اور ڈبل مرتد اور مرتد زادہ اس سے بھی جو کچھ زیادہ کرے کم ہے۔

ہم مانتے ہیں کہ جناب سالک صاحب بہت بے ادب اور گستاخ واقع ہوئے ہیں مگر ان کو کم از کم اپنے والد کی خاطر سے اپنے والد کے مرشد پر تو آئے دن ایسے رکیک حملے اور بد زبانی نہیں کرنی چاہئے اور کچھ نہ کچھ لحاظ کرنا چاہئے تھا۔ مگر سچ ہے حضرت سعدیؒ انہی لوگوں کی نسبت فرما گئے ہیں

زنان باردار اے مرد ہشیار
اگر وقت ولادت مار زایند
از آن بہتر بہ نزدیک خردمند
کہ فرزندان ناہموار زایند

(عارف از لاہور ۲۸ مئی ۱۹۲۵ء)

حضرت مسیح موعود اور دیوبندی ملانے

دیوبندی ملانے جب کبھی حضرت مسیح موعود پر اعتراض کیا کرتے ہیں تو یہی بات پیش کیا کرتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنے آپ کو مسیح کہا ہے۔ ابراہیم کہا ہے۔ موسیٰ کہا ہے وغیرہ گویا ان لوگوں کے نزدیک امت محمدیہ میں کسی شخص کو مثیل مسیح یا مثیل موسیٰ کہنا باعث کفر ہے۔ ان کے اس اعتراض سے ایک ناواقف شخص تو یہی سمجھتا ہے کہ شاید یہ حضرات خود ان افعال کا ارتکاب نہ کرتے ہوں گے جن کے باعث وہ دوسرے کلمہ گو مسلمانوں کو کافر گردانتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ ان کا اعتراض حضرت مسیح پر محض تعصب اور حسد کی وجہ سے ہے۔ ورنہ دل سے وہ اس بات کے قائل ہیں کہ امت محمدیہ میں موسیٰ و عیسیٰ پیدا ہو سکتے ہیں چنانچہ دیوبندیوں کے پیر و مرشد شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب سابق مدرس اول مدرسہ عربیہ دیوبند نے جناب مولانا محمد قاسم صاحب اور مولانا رشید احمد صاحب کی ثنا و منقبت میں جو قصیدہ لکھا ہے اس میں وہ لکھتے ہیں:-

(۱) وہ تناسب کہ تھا مابین خلیل و خاتم
رکھتے ویسے ہی ہیں یہ مہدی دوراں دونوں

(۲) سامریان زمانہ سے بچایا دین کو
میں تو کہتا ہوں کہ ہیں موسیٰ و عمراں دونوں

(۳) دل مردہ کے لئے صحبت و خدمت ان کی
تھم عیسیٰ سے نہیں کم کسی عنوان دونوں
قصیدہ مذکور صفحہ ۲

(۴) قاسم خیر و رشید احمد ذیشاں دونوں
ہیں مسیحائے زماں یوسف کنعاں دونوں
قصیدہ صفحہ

ہم اپنے دیوبندی دوستوں سے پوچھتے ہیں کہ کیا ان اشعار کی موجودگی میں جن میں ممدوحین کو عیسیٰ، موسیٰ وغیرہ قرار دیا گیا ہے ان کو یہ زیب دیتا ہے کہ وہ حضرت مرزا صاحب پر اس بنا پر اعتراض کریں کہ آپ نے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے علم پاکر مثیل مسیح قرار دیا ہے۔ امید ہے کہ دیوبندی حضرات اپنے پیر و مرشد کے اس کلام پر کچھ روشنی ڈالیں گے۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ کا پتہ حسب ذیل ہے:-
دلہوزی مال۔ دلہوزی

کوٹلہ مغلاں ضلع ڈیرہ غازیخان سے ہمارے دوست عبد الغفور صاحب احمدی لکھتے ہیں کہ ان کا لڑکا عبد الرحمٰن ۵ ایوم سے بیمار ہے جسکی وجہ سے سخت پریشانی ہے۔ احباب کرام اسکی صحت کیلئے دعا فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ یہ بھی لکھا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ شفائے عزیز کے شکریہ میں جو رقم پیش ہیں مبلغ صہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی نذر کروں گا۔

ضروری تصحیح کسی گذشتہ اشاعت میں عمارت مدرسہ کے افتتاح پر ایک افتتاحیہ لکھا گیا تھا جس میں حضرت امیر کی تقریر کا خلاصہ بھی تھا۔ اس تقریر میں یہ فقرہ غلطی سے لکھا گیا کہ "صوبہ کی تمام مدارس سے سب سے زیادہ عالیشان عمارت ہے" اصل فقرہ جو حضرت امیر نے کہا یہ تھا کہ "یہ صوبہ کے مدارس کی عالیشان عمارتوں میں سے ایک عمارت ہے" احباب کرام تصحیح فرمالیں۔

رشتہ کی ضرورت - ہمارے مکرم بھائی چوہدری مولا بخش صاحب پلمب انجن ڈرائیور کے برادر خورد کے لئے جن کی عمر تقریباً ۲۲ برس ہے اور جو محکمہ بارکماسٹری میں مستری کا کام کرتے ہیں رشتہ کی ضرورت ہے۔ جو بھائی رشتہ کرنا چاہیں وہ براہ راست چوہدری صاحب موصوف سے خط و کتابت کریں۔

جماعت سے اپیل ہمارے مکرم دوست حافظ محمد حسن صاحب پلیڈر گجرات سے تحریر فرماتے ہیں:-

"میں آپ کی جماعت کا ایک مصیبت زدہ فرد ہوں گذشتہ وباء کے ایام میں میرے چار عزیز ترین رشتہ دار ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئے۔ ان کی وفات کے بعد میں اب چند غیر معمولی مشکلات میں مبتلا ہوں جہاں میں اپنے آپ کو اکیلا تصور کرتا ہوں۔ مقابلہ پر سخت دشمن ہیں۔ مگر میں اکیلا نہیں ہوں مجھے ایک جماعت سے تعلق ہے۔ میری پشت پر مومنین کی ایک منتظم جماعت استادہ ہے۔ پس دوستو اپنے ایک تکلیف میں مبتلا بھائی کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں دعا میں بڑی طاقت ہے۔ جس پر مصیبت وارد ہوہ جانتا ہے کہ دعا کی التجا کوئی رسمی بات نہیں۔ میری یہ التجا پڑھ کر آپ پر فرض ہو گیا ہے کہ جس حالت میں ہو اور جہاں کہیں ہو میرے لئے دعا فرمائیں۔ میرا ایمان ہے کہ آپ کی دعائیں نیک اثر پیدا کریں گی اور میں انشاء اللہ ان مشکلات سے کامیاب ہو کر نکلوں گا۔

میری بیوی اپنی خواہران محترم سے درخواست کرتی ہیں کہ وہ بھی ہماری ان مشکلات میں حصہ لیں یعنی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے مقاصد میں کامیاب کرے۔"

تازہ خبریں

مکہ معظمہ میں نجدیوں کا نیا سکہ

مکہ معظمہ کی تازہ خبروں سے معلوم ہوا ہے کہ سلطان ابن سعود نے تانبے اور نکل کے جدید سکے چلائے ہیں ان پر "ضربت فی ام القریٰ" منقوش ہے۔

سابق خدیو کا خاندان

سابق خدیو مصر عباس حلمی پاشا کے خاندان کے لوگ اب استنبول آ رہے ہیں۔ اس ہفتہ ان کی والدہ مع چند دیگر آدمیوں کے مصر سے استنبول آئیں۔

لطیفہ مصطفیٰ کمال خانم کی تقریر

انقرہ میں ترکی خاندانوں میں ضروری اصلاحات تجویز کرنے اور موجودہ حالات پر غور کرنے کے لئے ایک زبردست جلسہ ہوا جس میں ترکی کے تمام شہروں کے نمائندے موجود تھے۔ قارص کی نمائندہ غازی کمال پاشا کی زوجہ محترمہ لطیفہ خانم تھیں مسرت انگیز نعروں اور تالیوں کے شور میں لطیفہ خانم کھڑی ہوئیں۔ اور حسب ذیل تقریر کی:-

برادران عزیز! مجھے آپ کی کانگرس میں قارص کے ترکی خاندانوں کی نمائندگی کا فخر حاصل ہے۔ آپ نے گذشتہ اجلاس میں مجھ عاجزہ کی نسبت جن اعلیٰ خیالات کا اظہار کیا اور خصوصاً جناب صدر نے جن الفاظ سے یاد کیا اسکے لئے میں تہ دل سے شکر گذار ہوں۔ برادران! قارص کے لوگوں کی خانگی زندگی کے متعلق وہاں کی جماعت نے جو تجویزات ظاہر کئے ہیں اور جو خیالات اس کانگرس میں پہنچانے کا مجھے حکم دیا ہے انہیں نہایت

ہم کانوں میں بار بار یہ باتیں پڑتی رہیں اگر یہ دستور رہا تو وہ عمل نہ کریں گے

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ

اخبار پیغام صلح

لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم
ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام او
بادۂ عرفان ما از جام او
آں رسولے کش محمد ہست نام
دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او با شیر شد اندر بدن
جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست
زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود
آں نہ از خود از ہماں جائے بود

ہفتہ میں دو بار یکشنبہ و چہار شنبہ کو شائع ہوتا ہے +

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما از رہِ یاد بہرہ ور و کمال
اقتدائے قول او در جان ماست
از ملائک نیز بر ما سعد
آں ہمہ از حضرت احدیت
معجزات و ہمہ حق آنہ کہ راست
معجزات انبیائے سابقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست
ہب قدم در دین از آں رو ہمتا
صل دلدار انا بہ جلوہ جمال
ہر چہ زو ثابت شود ایمان ما
ہر چہ گفت آں مرسل یکتا
منکر آں عقل لعنت است
منکر آں مورد لعن خدا است
آنچہ در قرآں بیانش بالیقین
ہر کہ انکار کند از اشقیاست
...

قیمت سالانہ ۵ ششماہی عہ سہ ماہی عہ
طلباء سے سالانہ للعہ

جلد ۱۳ || مدینۃ المسیح لاہور یوم چہار شنبہ مورخہ ۱۷ ذیقعدہ ۱۳۴۳ ہجری مطابق ۱۰ جون ۱۹۲۵ء || نمبر ۶۲

بحر ابیض متوسط اور ممالک اٹلی کی اسلامی فتوحات

سیاسی، تمدنی، معاشرتی اور علمی اثرات

(نویں صدی سے تیرھویں صدی تک)

(از مولوی ابوالحسنات صاحب ندوی مرحوم)

اسلام کی علمی و تمدنی فتوحات

جنوبی یورپ میں اسلامی فتوحات کا سیلاب جس طرح بڑھا اور گھٹا اسکی تفصیل گذشتہ اشاعت میں لکھی جا چکی ہے۔ اب یہ دکھلانا ہے کہ جس طرح سیلاب کے گھٹ جانے کے بعد بھی اسکی بہت سی نشانیاں تہ آب زمین پر رہ جاتی ہیں اسی طرح ان ممالک میں اسلامی سیل فتح و نصرت کے گھٹ جانے کے بعد بھی اسکی بہت سی نشانیاں باقی رہ گئیں، مسلمانوں کے پاس صرف تلوار ہی نہ تھی بلکہ تہذیب و تمدن علوم و فنون اور صنعت و تجارت یہ سب چیزیں تھیں۔ اور ان یورپین ممالک پر صرف انکی تلوار نے نہیں بلکہ انکی تہذیب و تمدن، انکے علوم و فنون، اور انکی صنعت و تجارت نے بھی فتح پائی تھی، تلوار کی فتح و شکست سرعت کے ساتھ وجود پذیر ہوتی ہے، اور سرعت کے ساتھ ہی ختم ہو جاتی ہے، لیکن تمدنی علمی اور صنعتی فتوحات کا حال اُس سے بالکل مختلف ہوتا ہے، چنانچہ ان ممالک میں اسلامی تلوار کی فتوحات کا سلسلہ نویں صدی عیسوی کے آغاز سے شروع ہوا اور گیارھویں صدی کے ختم ہوتے ہوتے تک ان کے تمام اقطاع و اکناف میں ان کا خاتمہ ہو گیا، بخلاف اس کے تمدنی، علمی اور صنعتی فتوحات اسوقت تک باقی رہیں جبتک کہ انہوں نے یورپ کی موجودہ تمدنی علمی اور صنعتی ترقی کو پیدا نہ کر لیا،

یورپ کے نیم وحشیوں پر اسلام کا اثر

ایک یورپین مصنف (مسٹر اسکاٹ)، عربوں کی شکست کے بعد بھی انکی تمدنی و علمی فتوحات کے بقاء کی شہادت اسطرح دیتا ہے کہ، بہت سی باتوں میں عربوں کی اعلیٰ تہذیب نے یورپ کی مغربی ممالک کے نیم وحشیوں کی عادات و اطوار پر بہت غیر معمولی اثر ڈالا تھا، موخر الذکر جماعت کی خشونت کم ہو گئی۔ ان میں کسیقدر طاقت و تہذیب آگئی، ہمسروں کیساتھ ملنے جلنے میں ان کی بدتمیزی اب کم ظاہر ہونے لگی، اپنے سے کمتر لوگوں کیساتھ جو بے رحمانہ اور ظالمانہ سلوک پہلے تھا اب اتنا نہیں رہگیا، عربی اور یہودی طبیب جو اس زمانہ میں اپنے فن کے ماہر و کامل تھے نارمن روساء، امراء اور سلاطین کے یہاں اب بھی معزز تھے، عرب ہیئت دان اور ماہر فنون مالیہ اب بھی انکے نزدیک موقر و محترم تھے، اور ان کو بڑی بڑی تنخواہیں پاتے تھے؛

یورپین اقوام میں عرب اصول حکمرانی

"جو اصول حکمرانی عرب، امیروں نے مقرر کیا تھا اسی کو نارمنوں نے قائم رکھا۔ وزراء اور حکام دیوانی و فوجداری سب مسلمان ہوتے تھے، یہی محکمہ مال و خزانہ کے مہتمم ہوتے تھے، ان ہی عدل و انصاف کے ناظر، یہ تسلیم کر لیا گیا تھا کہ تمام لوگوں کی زبان عربی رہے اسی کو وہ بولیں اور لکھیں اسی پر بس نہیں ہوا بلکہ قانون اور دستور العمل جتنے لکھے جاتے تھے اور شائع ہوتے تھے وہ سب عربی زبان میں ہوتے تھے۔ حتیٰ کہ اصطلاحات قانونی، اور زبان عدالت بھی عربی ہی تھی، خاندان ڈی ہاٹ دل کے بادشاہوں نے جو عمارتیں بنائیں ہیں، ان کے دروازوں کی پیشانیوں پر جو کتبے ہیں وہ سب اسلامی مذاق کے ہیں، نارمنوں کے سکوں پر قرآن کی آیات اور سنہ ہجری مسکوک ہوتا تھا، لباس، رسوم، درباروں کے آداب اور آپس کے میل جول کے اخلاق سب کے سب ایشیائی تھے، چتر فاطمیین مصر کی خاص چیز تھی، لیکن نارمن سلاطین بھی اس کو اپنے اہم درباروں کے موقعوں پر لگاتے تھے، ارائین سلطنت اور دوسرے بڑے معزز اشخاص کے کپڑوں پر عربی عبارتیں کڑھی ہوتی تھیں، اسلامی مذاق کی ہمہ گیری پادریوں کے فرقہ کو بھی متاثر کر چکی تھی، انتہا یہ ہے کہ گرجاؤں اور مقدس مکانوں کی سجاوٹ قرآن مجید کی آیات لکھکر کیجاتی تھی، حالانکہ قرآن مجید وہ کتاب ہے جس کی توحیدی تعلیم پاپائی اصول دینیات اور مسیحی مذہبی کونسلوں کے احکام کے قطعاً خلاف تھی"

سسلی میں عربی حکومت کے زوال کے کم و بیش ایک سو برس بعد مشہور اندلسی سیاح ابن جبیر کا وہاں سے گذر ہوا، ابن جبیر اپنی سیاحت سے واپسی کے موقع پر سسلی میں ٹھہرے تھے، وہ لکھتے ہیں:۔ "یہاں کے عیسائی بادشاہ کا مسلمانوں کے ساتھ عجیب سلوک ہے اسکی حکومت کے وزراء امراء اس کے خدم و حشم اور حاجب و دربان سبھی مسلمان ہیں، اسکو مسلمانوں پر بڑا اعتماد اور بھروسہ ہے۔ یہانتک کہ اس کے مطبخ خاص کا مہتمم و نگراں بھی ایک مسلمان ہے، وہ مسلمان بادشاہوں کے طرز حکومت، نظم مملکت، تقسیم و توزیع ممالک و بلاد اور تعیین مراتب مناصب رجال حکومت کی پوری تقلید کرتا ہے، ملک کے آئین و قوانین کے علاوہ دربار کرنے کے طریقہ، زینت و آرایش اور اظہار عظمت و شان میں بھی وہ مسلمان بادشاہوں کا پورا مقلد ہے، لیکن ان سب سے زیادہ عجیب و غریب واقعہ یہ ہے کہ وہ عربی زبان بولتا اور لکھتا ہے، اس کے ایک خادم خاص نے مجھ سے بیان کیا کہ بادشاہ کو عربی کے ساتھ اسقدر شغفت ہے کہ اس نے اپنے طغرائے شاہی میں یہ عربی عبارت اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَقَّ حَمْدِهٖ لکھوائی ہے، اسکے باپ سابق فرمانروا کے طغرائے شاہی میں بھی عربی ہی عبارت "الحمد للہ شکرا لانعمہ" تھی، قصر شاہی میں بہت سی مسلمان عورتیں لونڈیاں بنا کر داخل قصر کر لی گئیں ہیں، مجھ سے موجودہ شاہ سسلی کے ایک خادم یحییٰ نام نے یہ واقعہ بیان کیا کہ اب قصر شاہی میں یورپ کی جو عیسائی عورتیں داخل ہوتی ہیں ان کو یہ مسلمان عورتیں بتدریج ان سے موانست پیدا کر کے مسلمان کر لیتی ہیں، لیکن اسکا اعلان ہونے نہیں دیتیں کیونکہ ان کو بادشاہ کے غضب و غصہ کا خوف لگا رہتا ہے، لیکن ایک موقع پر بادشاہ نے ان عورتوں کو مسلمانوں کے طریقہ پر اللہ کی یاد کرتے اور رسول عربی کا تذکرہ کرتے سن پایا جس سے یہ بہت خوف زدہ ہو گئیں، مگر یہ دیکھکر بادشاہ نے خود ہی ان سے کہا کہ تم میں سے جو چاہے اپنے پسند کئے ہوئے معبود کی عبادت کرے، اور جس دین کی چاہے پیروی کرے،

مسیحی عورتیں مسلمان عورتوں کی لباس میں

عموماً عورتیں اپنے قدیم عادات و اطوار، وضع و لباس اور رسوم و عوائد کی سخت پابند ہوتی ہیں، اور انکی قدامت پسندی پر فتح پانا نہایت دشوار ہوتا ہے لیکن سسلی کے عربی تمدن و طرز معاشرت نے ان پر بھی فتح حاصل کر لی تھی، وضع و لباس کے متعلق سیاح ابن جبیر کا بیان ہے کہ جب ہم سسلی کے پایہ تخت پالرمہ میں تھے تو نصاریٰ کے ایک تیوہار کے موقع پر یہ دیکھا کہ یہاں کی نصرانی عورتیں مسلمان عورتوں کے لباس میں ملبوس ہیں، وہ حریر مذہب کے کپڑے پہنے اوپر سے لمبی چادریں لپیٹے اور چہروں پر نقاب ڈالے اپنے کنیسوں کیطرف جا رہی ہیں، "نیز ان کے زیور اور زینت و آرایش کی تمام چیزیں مسلمان عورتوں کی سی ہیں" نارمن امراء سلاطین پر عربوں کی معاشرت کا اتنا گہرا اثر پڑا تھا کہ وہ بھی عربوں کی طرح علانیہ کئی کئی بیویاں رکھنے لگے تھے، مسلمانوں کی طرح ان کے قصرات میں بھی متعدد حرم اور خواجہ سراؤں کی فوج رہتی تھی،

غرض گو نارمنوں نے عربوں پر فتح پائی تھی لیکن عربی تمدن، اخلاق اور عربی سیاست و تہذیب خود انکی فاتح تھی،

شعبۂ جنگ میں مسلمانوں پر اعتماد

اسوقت عرب فنون جنگ میں خاص مہارت رکھتے تھے اور جنگی قابلیتوں کے لحاظ سے ان کی بڑی شہرت تھی، اسلئے نارمن سلاطین نے حکومت کے دوسرے شعبوں کی طرح شعبہ جنگ میں بھی ان پر اعتماد کیا اور انکو اپنی فوج میں داخل کر لیا، وہ فوج میں داخل ہوئے اور انہوں نے اپنے جوہر شجاعت و بسالت کے سبب سے بڑا نام پیدا کیا، (مسٹر اسکاٹ، ایک جگہ لکھتے ہیں، اس زمانہ کے لحاظ سے جب وہ اپنی قوم کے سپہ سالاروں کے ماتحت ہو کر لڑتے تھے اب اپنے عیسائی سپہ سالاروں کی ماتحت مستاجر سپاہیوں کی حیثیت سے بہت زیادہ خوفناک ہو گئے ہیں، لوگ ان مستاجر سپاہیوں سے کانپتے تھے ۱۰۹۶ء میں جب نارمنوں کا امالفی پر حملہ ہوا ہے تو انکی حملہ آور سپاہ میں بیس ہزار سپاہی عرب تھے" میدان جنگ کے علاوہ اظہار عظمت و تفاخر کے موقع پر بھی عرب سپاہیوں کی نمایش کیجاتی تھی چنانچہ ۱۱۱۳ء میں کاونٹ راجر کی ماں اڈیلہ جب بلڈوین شاہ یروشلیم سے اپنی شادی کرنے عسقلان گئی تھی تو اس نے شاہ یروشلم کے

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح
لاہور

جلد ۱۳ ذیقعد ۱۳۴۳ھ نمبر ۶۱

حضرت مسیح موعود کی خدمات اسلام (۲)
جہاد اور اسلام

گذشتہ اشاعت میں ہم بتا چکے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کی آمد کے وقت اسلام چاروں طرف سے دشمنوں سے گھرا ہوا تھا۔ نہ صرف وہ لوگ جو دوسرے مذاہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ سب کے سب اسلام کو دنیا سے مٹا دینے کے درپے تھے اور مختلف رنگوں میں اس پر حملہ آور ہوتے تھے۔ نہ صرف فلسفہ جدیدہ اسلام اور سادہ لوح مسلمانوں کو مقابلہ کا چیلنج دے رہا تھا اور عام طور پر یہ سمجھا جاتا تھا کہ اس مقابلہ میں اسلام کو شکست فاش نصیب ہوگی بلکہ خود مسلمانوں کے اندر بہت سی خرابیاں پیدا ہو چکی تھیں جو اس مذہب کو اندرونی طور پر گھن کی طرح کھائے چلی جا رہی تھیں۔ انکے عقائد انکے خیالات۔ انکے اعمال اور رسومات اور انکی طرز بود و باند سب اس قسم کی تھیں کہ اسلام کی جھلک ان میں بہت کم نظر آتی تھی۔ مذہب کا جو ڈھانچہ بنا کر پیش کیا جاتا تھا۔ وہ گذشتہ تیرہ سو سال کے اسلام کے بجائے زیادہ تر مسیحیت اور ہندو مذہب سے مشابہ تھا۔ اور مسلمان اسلام کے بجائے جہالت کے زیادہ قریب تھے۔ دین کی اس حالت کو آپ نے نہایت پر درد لہجہ میں یوں بیان کیا ہے (؎)

دین حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین۔

مسلمانوں کے انہی غلط عقائد میں سے ایک جہاد کا عقیدہ بھی تھا۔ قرآن کریم سے ناواقفیت اور عہد ماضیہ کی لڑائیوں کو دیکھکر مسلمانوں نے عام طور پر یہ سمجھ لیا تھا کہ کافروں کو تلوار کے زور سے مسلمان کرنا عین ثواب کا کام ہے اور وہ شخص جو اس جہاد کے اندر مر جائے۔ سیدھا بہشت کے اندر چلا جاتا ہے اور تو اور مسلمانوں کے علماء کا یہی خیال آجتک ہے کہ قرآن کریم میں جسقدر صلح اور نرمی اور دینی آزادی کی آیات ہیں وہ سب منسوخ ہیں۔ اور جن آیات میں جہاد و قتال کی تعلیم دی گئی ہے۔ وہی واجب العمل ہیں اور تعجب یہ کہ ان آیات کو بھی غور سے کبھی نہیں پڑھا۔ ورنہ یہ دیکھا ہے کہ ان میں جس جنگ کا حکم دیا گیا ہے۔ وہ دفاعی ہے۔ نہ کہ جارحانہ۔ . . . .
اسکی اصل غرض دین کی حفاظت ہے نہ کہ کفار کو اسلام میں لانا۔ اس کھلے ہوئے فرق کو نہ سمجھنے کیوجہ سے جہاد بالسیف کا عقیدہ عام طور پر دلوں کے اندر راسخ ہوگیا۔ اور جہاں کسی کا بس چلتا رہا بالخصوص ہندوستان کے شمال مغربی سرحدی علاقہ میں، وہاں کسی نہ کسی ہندو یا عیسائی کو جبر مسلمان کرنے یا قتل کردینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس عقیدہ کو زیادہ پختہ اور مضبوط کرنیوالا ایک اور عقیدہ تھا۔ جو آج بھی ناسمجھ علماء کے دماغوں میں سمایا ہوا ہے یعنی ایک خونی مہدی کی انتظار۔ عام طور پر مسلمانوں کا یہ ایمان تھا کہ آخری زمانہ میں جناب مسیح ناصری آسمان سے نازل ہونگے اور امام مہدی اس دنیا میں ظہور فرمائینگے اور دونوں ملکر کفار کو . . . .
تہ تیغ بیدریغ کرینگے۔ جو شخص انکی تلوار سے ڈر کر کلمہ طیبہ پڑھ لیگا۔ وہ مسلمان ہو جائیگا۔ اسکو چھوڑ دیا جائیگا۔ اور جو نہ پڑھیگا اسکو تلوار کے گھاٹ اتار دیا جائیگا۔ بلکہ مسیح علیہ السلام میں یہانتک طاقت ہوگی کہ جہانتک نظر پہنچیگی۔ اسی قدر دوران کا دم پہنچیگا اور انکے دم سے کافر مر جائینگے۔

یہ اور اسی قسم کے بہت سے عقائد مسلمانوں میں عام طور پر رائج تھے[illegible] محض جاہل اور ناسمجھ علماء ان عقائد کو مانتے ہیں جس سے غیر مذاہب کو یہ یقین ہوگیا کہ اسلام ایک وحشیانہ مذہب ہے۔ دلائل و براہین [illegible] نہیں جسقدر اسکی اشاعت [illegible]
اسکی معقولیت [illegible]

علیہ وآلہ وسلم کی بہت سی تصاویر بنا کر شائع کیں جن میں آپکے ایک ہاتھ میں تلوار دی گئی اور ایک میں قرآن۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریق تھا کہ یا تو اس قرآن کو مان ورنہ تمہارا سر تلوار سے قلم کر دیا جائیگا
عیسائی پادریوں نے عام طور پر یہ مشہور کر دیا کہ ایک مسلمان ظلم و وحشت اور درندگی کا نمائندہ ہے اور یہی انکے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا حال تھا گویا یہ سمجھا جاتا ہے۔ . . . دین اسلام اسوقت ایک دیو کی شکل رکھتا تھا۔ جو عیسائیت کے خون کا پیاسا ہو۔ . . . . بلکہ سب سے بڑا اثر جو ان عقائد اور بالخصوص خونی مہدی کے انتظار کا ہوا یہ تھا کہ دین کی اشاعت کا کام اس سے قطعاً رک گیا مسلمانوں نے یہ سمجھ لیا کہ جب عیسیٰ اور مسیح آئینگے۔ وہ خود بخود لوگوں کو مسلمان کر لیں گے۔ ہم چونکہ تلوار نہیں پکڑ سکتے۔ جہاد نہیں کر سکتے اسلئے اشاعت اسلام کا کام کیسے ہو سکتا ہے۔ گویا ایک طرف انکو اس قسم کے عقائد تھے۔ کہ لوگ خود بخود اسلام سے متنفر ہو جائیں اور دوسری طرف اس تنفر کو دور کرنے یا اسلام کی اصل تعلیم سے واقف کرنے کی کوشش بھی چھوڑ دی گئی۔

ایسے افسوسناک حالات میں مسیح وقت نے اسلام کی جو خدمت سر انجام دی وہ اسقدر عظیم الشان ہے کہ اس سے بڑھکر کوئی خدمت نہیں ہو سکتی آپ نے سب سے پہلے مسئلہ جہاد پر ایک رسالہ تصنیف فرمایا اور اس میں اس حقیقت نفس الامری کو واضح کیا کہ اسلام نے جس جہاد کی تعلیم دی ہے۔ وہ کفار کو تلوار کے زور سے مسلمان کرنیکا نام نہیں۔ نہ ہی وہ جہاد جو قرون اولیٰ کے مسلمانوں اور بالخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار کیساتھ کیا۔ وہ کفار کو مسلمان کرنے کی نیت سے تھا بلکہ اسکی اصل غرض یہ تھی کہ اسلام کو کفار کی تلوار سے محفوظ کیا جائے۔ اسوقت دشمن تلوار کیساتھ مسلمانوں پر حملہ آور ہوتے تھے اور چاہتے تھے کہ دین اسلام کا نام و نشان مٹا دیں اسلئے انکے بالمقابل انکے اس جبر و تشدد کو روکنے کے لئے تلوار اٹھانی پڑی۔ لیکن آج وہ حالات نہیں۔ نہ دین پر کوئی شخص تلوار کیساتھ حملہ آور ہوتا ہے۔ بلکہ آج دلائل و براہین کا زمانہ ہے۔ آج قلم کا زور ہے۔ اسلئے قلم ہی کے ذریعہ سے جہاد ہونا چاہیئے اور دین کی صداقت کو نوک قلم سے واضح کرنا چاہیئے۔
یہی امر کو آپ نے بار بار اپنی مختلف کتابوں میں بیان کیا۔ اور اپنی کتاب تحفہ گولڑویہ کے آخر میں۔ پنجاب ہندوستان۔ عرب۔ اور فارس وغیرہ ممالک کے اہل اسلام کے نام ایک خط بھی عربی زبان میں لکھا جس میں یہانتک صراحت کی کہ جہاد بالسیف کو جو دین کے لئے ہو۔ صرف زمانہ حرب و جنگ کے لئے مختص قرار دیا۔ اور موجودہ زمانہ امن و عافیت کیلئے اسکو ناجائز ٹھیرایا۔ چنانچہ فرماتے ہیں ولا شك ان وجوه الجهاد معدومة في هذا الزمن و هذه البلاد فاليوم حرام على المسلمين ان يحاربوا للدين و ان يقتلوا من كفر بالشرع المتين فان الله صرح حرمة الجهاد عند زمان الامن والعافية و ندد الرسول الكريم بانه من المناهي عند نزول المسيح في الامة ولا يخفى ان الزمان قد بدل احواله تبديلاً صريحًا و ترك طوراً قبيحًا ولا يوجد في هذا الزمان ملك يظلم مسلماً لاسلامه ولا حاكم يجور لدينه في احكامه فلاجل ذالك بدل الله حكمه في هذا الاوان و منع ان يحارب للدين او تقتل نفس لاختلاف الاديان وامران يتم المسلمون حججهم على الكفار ويفتحوا البراهين موضع السيف البتار و يتواردوا موارد البراهين البالغة و يعلموا فنن البراهين العالية حتى تطاء اقدامهم كل اساس يقوم عليه البرهان یعنی اسمیں کوئی شک نہیں کہ جہاد کے وجوہ اس زمانہ میں اور ان ملکوں میں معدوم ہیں۔ پس آج مسلمانوں پر حرام ہے کہ دین کیلئے جنگ کریں اور اس شخص کو جو شرع متین سے کفر کرتا ہے قتل کریں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے امن و عافیت کے زمانہ میں جہاد کی حرمت کو واضح کر دیا ہے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا ہے۔ کہ امت مرحومہ میں جسوقت مسیح موعود کا نزول ہوگا۔ اسوقت دین کیلئے جنگ حرام ہو جائیگا۔ اور مخفی نہیں کہ زمانہ بہت جلد پلٹا کھایا ہے۔ اور بری روش کو چھوڑ دیا ہے۔ اور اس زمانہ میں کوئی ایسا بادشاہ پایا نہیں جاتا جو کسی مسلمان پر اسکے اسلام کیوجہ سے ظلم کرتا ہو۔ اور نہ کوئی ایسا حاکم ہے جو اپنے احکام میں اپنے دین کیلئے جور و ستم روا رکھتا ہو۔ اسوجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں اپنا حکم بدل دیا ہے۔ اور دین کیلئے جنگ کرنے یا اختلاف عقائد کی وجہ سے کسی کی جان کو مارنے سے منع کر دیا ہے۔ اور یہ حکم دیا ہے کہ مسلمان کفار پر اتمام حجت کریں اور تلوار کی جگہ براہین سے کام لیں۔

[illegible]

(۱) جہاد [illegible]

(۲) موجودہ زمانہ امن و عافیت کا زمانہ ہے اور امن و عافیت کے زمانہ میں جہاد جائز نہیں اور نہ آج جہاد کی وجوہ پائی جاتی ہیں۔
(۳) آج دلائل و براہین کا زمانہ ہے اور مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ دلائل براہین کے ساتھ اسلام کی صداقت اور معقولیت کو واضح کریں۔ اور تلوار کی نوک سے نہیں بلکہ قلم کیساتھ دوسروں پر اتمام حجت کریں۔
یہ اسلام کی اصل تصویر ہے۔ اور اسکے بالمقابل جو تصویر اسوقت دنیا میں پائی جاتی تھی۔ وہ آپ ہی کے الفاظ میں یہ ہے وكان الاسلام في هذا الزمان كمثل معصوم اتهم و ظلم بانواع البهتان و طالت الالسنة عليه و صالوا على حرمه و قالوا مذهب كان قتل الناس خلاصة ۔ اور اسلام اس زمانہ میں ایک معصوم کی مانند ہے۔ اس پر کئی کئی قسم کے بہتان لگا کر ظلم و ستم کیا گیا ہے۔ اس پر زبان درازیاں کی گئی ہیں۔ اور اسکی پاکیزگی پر حملہ کیا گیا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ یہ وہ مذہب ہے جسکی تعلیم کا خلاصہ لوگوں کو قتل کرنا ہے۔

میرزا صاحب کی صداقت کا اور کوئی ثبوت نہ ہو . . . .

. . . تو یہی ایک بات آپکی صداقت کا ایک عظیم الشان نشان ہے۔ کہ آپ نے اسلام کے چہرے سے بدنما داغوں کو دور کرکے اسکی خوبصورت شکل کو دنیا کے سامنے پیش کیا۔ یہی آپکی بڑی خدمت اسلام ہے۔ کہ آپ نے دین کو وحشت و بربریت کے الزام سے پاک کرکے تہذیب و شائستگی کا خوبصورت لباس پہنایا اور تلوار کی بجائے دلائل و براہین کو اسلام کی اشاعت کا ذریعہ قرار دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکو اسلام کی صداقت اور معقولیت پر بہت بڑا ایمان تھا۔ کیا وہ شخص جو اسلام کو سچا مذہب نہ سمجھتا ہو۔ جو اسکی معقولیت کو چشم بصیرت کیساتھ نہ پہچانتا ہو۔ یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ اس مذہب کو دلائل و براہین کیساتھ پھیلاؤ۔ اور اس ذریعہ سے کفار پر اتمام حجت کرو۔ اگر دین کی معقولیت آپکے دل میں گھر نہ کر چکی ہوتی اور محض دنیاوی مفاد پیش نظر ہوتا۔ تو چاہیئے تھا کہ آپ جہاد بالسیف کے عقیدہ کی ہی تلقین کرتے اور مسلمانوں کو اسکے لئے اکساتے لیکن نہیں آپکے دل میں دین کی معقولیت یہانتک گھر کی ہوئی تھی۔ کہ بڑے بڑے حملوں پر بھی جو اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کئے جاتے تھے۔ آپ اسبات کو پسند نہ کرتے تھے۔ کہ قانون کے ذریعہ انکو رد کریں۔ بلکہ دلائل و براہین ہی کیساتھ انکو دفع کرنا چاہتے اور کرتے تھے۔ ایکدفعہ ایک عیسائی پادری احمد شاہ نے امہات المومنین کے نام سے ایک کتاب لکھی جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات پر سخت ناپاک حملے کئے۔ مسلمانوں میں اس سے سخت ہیجان پیدا ہوا اور انجمن حمایت اسلام نے اسکے خلاف گورنمنٹ کو میموریل بھیجنا چاہا۔ آپ نے جب یہ سنا تو اسکو سخت ناپسند کیا اور انجمن کو لکھا کہ اسلام ایسا غیر معقول مذہب نہیں ہے۔ کہ ایسے حملوں کا جواب ایسے کوتاہ ہتھیاروں سے دے۔ ہمارے پاس اس کتاب کا جواب دینے کیلئے کافی دلائل و براہین موجود ہیں۔ ان کے ذریعہ کو ساکت کرنا چاہیئے نہ کہ قانون کے ذریعہ سے دلائل کے ہوتے ہوئے قانون کی پناہ لینا اسلام کی صداقت پر حملہ کرنا ہے۔

غرض اس پاک انسان نے جبر و تعدی کی تعلیم کو ہر طرح سے ناجائز ٹھیرایا اور اسلام کو اسکی پاک تعلیم کے ذریعہ سے تلقین کرنیکی نصیحت کی۔ لوگ اسکو اسلام کی کمزوری کا موجب سمجھتے ہیں۔ کہ آپ نے جہاد کی مخالفت کا فتویٰ دیا۔ لیکن غور کرکے دیکھا جائے۔ تو یہی اسلام کی قوت اور فتح کا موجب ہے۔ اسکی مثال بعینہ صلح حدیبیہ کی سی ہے۔ کہ بظاہر اسکی شرائط کمزوری پر مبنی نظر آتی تھیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی فتح تھی اور فتح ثابت ہوئی۔ جب تلوار کے رک جانے سے اسلام کی صداقت معقولیت کے رنگ میں کفار پر واضح ہوئی۔ آؤ اگر آج بھی اسلام کو فتحیاب کرنا چاہتے ہو۔ تو معقولیت اور دلائل و براہین سے اسکی تبلیغ دنیا میں کرو۔ تلوار اور جہاد کا خیال چھوڑ دو۔ کہ اسکے ذریعے سے اسلام کا غلبہ آج خدا کو منظور نہیں گذشتہ سالوں کی جدوجہد پر نظر ڈالو۔ اور دیکھو کہ جہاں کہیں مسلمانوں نے تلوار سے اسلام کو غالب کرنا چاہا۔ انہیں ہزیمت اٹھانی پڑی۔ سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ مولوی اسماعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کا جہاد بالسیف اور اسکے نتائج تمہاری آنکھوں کے سامنے ہیں۔ موجودہ اسلامی دنیا کے جہادی کارنامے نظروں کے آگے ہیں، کیا ان کھلے شواہد کے ہوتے ہوئے یہ کہنا جائز ہے۔ کہ میرزا نے جہاد کی مخالفت کرکے اسلام کو کمزور کیا۔ میرزا نے جو کچھ کیا اسکے نتائج بھی پوشیدہ نہیں۔ دیکھلو کہ آیا وہ اسلام کو کمزور کرنے والے ہیں یا قوت دینے والے۔ کیا یورپ میں بڑے بڑے لوگوں کا اسلام قبول کرنا اسکی کمزوری کا باعث ہے کیا انگلستان میں مساجد کا بننا اسلام کیلئے موجب نقصان ہے یا یہ سب باتیں اسکی قوت اور شوکت کا باعث ہیں ایسی کھلی شہادتوں کے ہوتے ہوئے انکار کرتے چلے جانا اور تکبر سے کام لینے

اگر آج سارا ہندوستان مسلمان ہو جائے

کچھ دن ہوئے دنائے قوم کے ایک ہندو نے مہاتما گاندھی کو اسلام کی دعوت دی تھی اور بڑے زوردار لفظوں میں اس بات کا اقرار کیا تھا۔ کہ اسلام ہی آج ہندوستان کے لئے نجات کا موجب ہو سکتا ہے یہی آواز آج ایک اور ہندو لیڈر کے منہ سے ہم سنتے ہیں وسطی ہند کے مقام دا ہو دھا میں ایک غیر براہمن کانفرنس حال ہی میں منعقد ہوئی ہے۔ جس کے صدر مسٹر پالگدے نے دوران تقریر میں فرمایا کہ

"اگر آج سارا ہندوستان مسلمان ہو جائے تو انگریزی حکومت کا یکدم خاتمہ ہو جائے اور ہندوستان برہمنوں کے ظلم سے نجات پائے"

مسٹر پالگدے کے یہ الفاظ آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں اسلام آزادی اور مساوات کا حامی ہے اس کے دائرہ اثر میں برہمن اور غیر برہمن کی تفریقات بالکل نہیں پائی جاتیں اور نہ اس نے ایسی تفریقات کی اجازت دی ہے خدا کا شکر ہے کہ ہندو قوم کے غور و فکر رکھنے والے اصحاب اس حقیقت کو آہستہ آہستہ پہچانتے چلے جا رہے ہیں اور وہ وقت آنے والا ہے جب نہ صرف تمام ہندوستان بلکہ انگریزی حکومت کے ارباب حل و عقد کو بھی اسلام کی حریت و مساوات کے آگے سر جھکانا پڑے گا اور یہی ہندوستان کی آزادی کا موجب ہوگا۔

ہندو عورتوں کا اغوا

امرتسر کی پراونشل کانفرنس میں لالہ دنی چند اور لالہ لاجپت رائے نے ہندو عورتوں کے اغوا کا رونا روتے ہوئے اس کا واحد علاج یہ بتایا۔ کہ حکومت سے استدعا کی جائے کہ وہ پولیس میں ہندوؤں کو بھرتی کرے۔ معاصر اکالی اس تجویز پر رائے زنی کرتے ہوئے رقمطراز ہے۔

"لالہ لاجپت رائے کی اس رائے سے ہمیں اتفاق نہیں کہ پولیس میں ہندوؤں کی تعداد زیادہ ہونا ہندو عورتوں کے اغوا کو روک سکیگا۔ بدھواؤں (بیواؤں) کے اغوا کا ایک ہی علاج ہے۔ اور وہ دوبارہ شادی ہے کنواری یا شادی شدہ عورتوں کا اغوا ہر ایک قوم یا فرقہ کی سوشل حالت پر ہے یو۔پی میں سے ایک پوربنی کا اغوا بہت آسان ہے لیکن سرحد کی پٹھانی کو اغوا کرنا خالہ جی کا گھر نہیں سوشل حالت میں اصلاح ہونی چاہیئے۔ یو۔پی کے ہندوؤں کے اندر اپنی بہو بیٹیوں کی عزت کا مادہ پیدا ہو۔ ان کی عصمت کی قدر کرنا سیکھیں۔ ان کی حفاظت کے لئے مارنا نہیں۔ تو کم از کم مرنا ہی سیکھیں۔ تب ہی اغوا کا کام رک سکتا ہے"۔

بالفاظ دیگر یوں کیوں نہ کہہ دیا جائے کہ ہندو مسلمان ہو جائیں۔ کیونکہ ہندو مذہب کے اندر رہ کر سوشل حالت کی اصلاح کی امید لاحاصل ہے۔ یو۔پی ہو یا سرحد ہندوؤں کی سوشل حالت جہاں تک بہو بیٹیوں کی عزت کا سوال ہے سب جگہ ایک جیسی ہے البتہ گرد و پیش کے حالات اور سوسائٹی کا اثر کہیں اس حالت کو الم نشرح کر دیتا ہے اور کہیں وہ ظاہر نہیں ہونے پاتی۔ یہ خیال غلط ہے۔ کہ مسلمان ہندو عورتوں کو اغوا کرتے ہیں۔ اگر کوئی ایسے مسلمان ہوں تو وہ ہزار نفرین کے قابل ہیں۔ لیکن جیسا کہ معاصر اکالی نے بتایا۔ ہندو سوسائٹی کی سوشل حالت اس درجہ گری ہوئی ہے کہ ان کا ایسے حالات سے بچنا محال ہے۔

ترکی میں مذہبی روح

غازی مصطفے کمال پاشا مسلمانان عالم کے شکریہ اور قدر کے مستحق ہیں کہ انہوں نے ترکی جیسی عظیم الشان اسلامی سلطنت کو ایسے وقت میں دشمنوں کے ہاتھوں سے بچایا جب کہ بظاہر تمام اسباب بالکل خلاف نظر آتے تھے اور دشمن اس پر پورا قبضہ اور تسلط حاصل کر چکے تھے یہ فی الحقیقت الٰہی امداد تھی۔ جو غازی موصوف کو ملی اور اس کے لئے وہ ہر طرح سے مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اس کے بعد ترکی کی زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لیکر غازی موصوف نے جو اصلاحات کی ہیں پرانی استبدادیت کو جس مستعدی اور ہوشیاری سے ساتھ فنا کیا۔ اور جمہوریت کو اس کی جگہ دی ہے وہ ان کی روشن خیالی اور حسن تدبر کی ایک واضح دلیل ہے ہم کامریڈ کے قسطنطنوی نامہ نگار کے اس خیال سے متفق نہیں۔ کہ مذہبی جبر کو دور کرنا۔ اور روزوں کی قانونی پابندی کا ہٹانا "مذہبی روح کی افسردگی کا نتیجہ ہے ہمارے نزدیک مذہب پر جب تک کوئی شخص اپنی دلی خواہش اور رغبت کے ساتھ عملدرآمد کرنے کے لئے رضامند نہ ہو۔ اس پر قانونی پابندیاں عائد کرنا فضول ہے مذہب کا مطلب انسان کو خدا سے ملانا ہے جبر اور پابندی جس کے ساتھ دل کی خواہش اور رغبت نہ ہو کسی شخص کو خدا تک نہیں پہنچا سکتی۔ اسلام کا جبر سب سے بڑھ کر دشمن ہے اور وہ چاہتا ہے کہ جو شخص کسی دین کو اختیار کرے یا کسی مذہبی حکم پر عمل پیرا ہو وہ محض اپنے خدا کے لئے ایسا کرے۔ اس کو راضی کرنا اس کا مقصود خاطر ہو۔ حکومت کا خوف اور رعب اس کے سامنے نہ ہو۔ اس لئے جبری قوانین سے بڑھ کر جس چیز کی ضرورت ہے وہ مسلمانوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کو بٹھانا اور انہیں سچے مسلمان بنانا ہے وہ لوگ جو قانونی پابندیاں ہٹ جانے میں مذہبی روح کی افسردگی کو دیکھتے ہیں اگر اس طرف متوجہ ہوں اور مسلمانوں کو وعظ و نصیحت اور نیک نمونہ سے اسلام پر کاربند کرنے کی کوشش کریں۔ تو شائد زیادہ مفید ثابت ہو۔

مذہب اور قومیت

لیکن۔۔۔ ترکی حکومت کے ارباب حل و عقد کے منہ سے بعض ایسی باتیں بھی نکل جاتی ہیں۔ جن سے حامیان استبداد کو اپنے خیالات کی تائید میں امداد مل جاتی ہے مثلاً غازی عصمت پاشا کا وہ اعلان جو انہوں نے جامعہ ترکیہ کی سالانہ کانگریس کے موقعہ پر کیا۔ ایک حد تک تشویش پیدا کرنے والا ہے غازی موصوف نے ترک قومیت کے جذبہ قومیت پر زور دیتے ہوئے ایسے مذہبی جذبات کو جو اس ... کی راہ میں حائل ہوں۔ کچل دینے کی دھمکی دی۔ اور یہ صاف طور پر کہا۔ کہ

"اس وطن کی خدمت کرنے والوں میں جس خصوصیت کو ہم سب سے پہلے تلاش کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ ان میں سے ہر شخص کو ترک اور ترک ہی بن جانا چاہیئے ہم پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم مذہبی معاملات میں بہت سرد مہری سے کام لیتے ہیں مگر ہم ان لوگوں کو جو مذہب کو اپنا آلہ کار بنا کر ہمارے راستہ میں حائل کرنا چاہتے ہیں۔ بری طرح پامال کرینگے۔ اور ان کے سر کچلتے ہوئے آگے بڑھ جائینگے۔ ایسے رجحانات کو فنا کرنے کے لئے ہمارے قومی نظام کا ہر شعبہ سختی سے عمل کرے گا"

اگر ان الفاظ سے غازی موصوف کی یہ مراد ہو کہ ترک قوم اپنی وطنیت اور قومیت کو مذہب پر فوقیت دینا چاہتی ہے بلکہ جیسا کہ الفاظ سے مترشح ہوتا ہے مذہبی جذبہ کو مٹانے کے درپے ہے۔ تو ہم صاف طور پر کہہ دینا چاہتے ہیں کہ اس سے بڑھ کر اسلام پر اور کوئی حملہ نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک ایسی آواز ہے جس کے خلاف چالیس کروڑ مسلمانان عالم کو صدائے احتجاج بلند کرنی چاہیئے آج تک ترک قوم کے ساتھ مسلمانوں کو محبت اور عقیدت رہی ہے اور اب تک ہے وہ محض ان کے مسلمان ہونے کے سبب سے ہے اور یہی چیز تمام دنیا کے مسلمانوں کو ایک رشتہ اخوت میں منسلک کئے ہوئے ہے۔ اگر اس مذہبی جذبہ کو فنا کر کے مسلمانوں کو ترکی اور مصری اور ہندوستانی وغیرہ قومیتوں میں تقسیم کر دیا گیا تو سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ اسلام کے قالب سے روح حیات پرواز کر گئی۔ اس وقت کوئی چیز مسلمانوں کو ایک دوسرے کے درد و رنج میں شریک نہ کر سکیگی۔ بلکہ ہر ایک کو اپنی ہی قوم اور وطن کے مفاد بہر حال پیش نظر ہونگے۔ اور ان مفاد کے لئے دوسرے مسلمانوں کے گلے کاٹنے سے بھی وہ دریغ نہ کرینگے۔ جیسا کہ موجودہ مسیحی اقوام کا حال ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام قومیت کا حامی نہیں۔ بلکہ اس کا سب سے زیادہ زور اس کلمہ توحید پر ہے جو تمام دنیا کے مسلمانوں میں مشترک ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اسی ایک رسہ کو مسلمان مضبوطی سے پکڑ کر اتحاد اور محبت کے ساتھ شاہراہ عمل پر گامزن ہوں۔ ضرورت ہے کہ ترکی حکومت کو اس شاندار نصب العین کی طرف راغب کیا جائے اور غازی عصمت پاشا کے الفاظ سے جن خطرات کا احتمال ہوتا ہے ان کو ابھی سے دور کرنے کی کوشش کی جائے۔

// شغل تکفیر

حزب الاحناف کی کفربازی کا ذکر کرتے ہوئے معاصر تنظیم رقمطراز ہے:۔

"کوئی گالی نہیں جو ان کی زبان پر نہیں آئی۔ کوئی دل آزار لفظ نہیں جو ان کے منہ سے نہیں نکلا۔ کوئی افتراق و نفاق پیدا کرنے والی بات نہیں جو انہوں نے باقی رکھی ہو۔ علمائے دیوبند کو انہوں نے برا بھلا کہا اور اس قدر گندہ دہنی سے کام لیا کہ حزب الشیاطین بھی کانوں پر ہاتھ رکھنے لگے۔ اہل حدیث کو انہوں نے کوسا اور پانی پی پی کر کوسا۔ احمدیوں کا تو ذکر ہی کیا۔ خود ان حنفیوں کو جو عقائد میں ان کے ہم داستان ہیں۔ انہوں نے سیاسی اختلاف اور جزوی تضاد آرا کی بنا پر کافر، گردن زدنی، مشرک اور رشرک پرست کہہ دیا۔ سیاسی کارکنان ملت ان کی طعن و تشنیع سے بچ نہیں سکے اور اخبار نویسوں کو گالیاں دینے۔ برا بھلا کہنے اور ان کا مقاطعہ کرنے میں انہوں نے دشمنان ملک و ملت کو بھی اس طرح پیچھے چھوڑ دیا۔ جس طرح شاہ سوار سرپٹ گھوڑا دوڑاتے ہوئے گرد راہ کو پیچھے چھوڑ جاتا ہے"۔

یہ چودھویں صدی کے مولویوں کا نمونہ ہے۔ کیوں نہ ہو۔ بقول مولانا حالی ؎

ستون چشم بد دور ہیں آپ دین کے ✤ نمونہ ہیں خلق رسول امیں کے

اس پر بھی امرتسری مکذب نالاں ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے ایسے مولویوں کو "اے بدذات فرقہ مولویاں" کے الفاظ سے یاد کیا ہے ہم نہیں سمجھتے اور کونسا لفظ ایسے اشر الناس لوگوں کے لئے موزوں ہو سکتا ہے۔

چودھری نذیر احمد خاں مرحوم

ہمارے احباب کرام چودھری نذیر احمد خاں وکیل جے پور کے نام سے واقف ہونگے۔ جو گیروی رنگ کے کپڑوں میں قومی کارکن کی حیثیت میں رہتے تھے۔ گذشتہ سے گذشتہ سال جلسہ سالانہ کے موقعہ پر انہوں نے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے سٹیج پر آریہ سماج کے خلاف ایک شگفتہ اور دلنشین تقریر بھی کی تھی۔ دلی رنج اور افسوس کے ساتھ یہ خبر ہم نے پڑھی ہے کہ گذشتہ ۲۷ مئی کی صبح کو وہ اس جہان فانی سے عالم جاودانی کو انتقال فرما گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

چودھری نذیر احمد خاں صاحب کا نام محض اس وجہ سے یادگار نہیں کہ وہ ایک اعلیٰ درجہ کے مقرر تھے اور آریہ سماج کا مقابلہ نہایت عمدگی سے کر سکتے تھے۔ بلکہ اس محنت اور جانفشانی کی وجہ سے جو اپنے ہم قوم مسلم راجپوتوں کو شدھی کے فتنہ سے بچانے کے لئے انہوں نے کی۔ (اور بلا غرض و مطلب کی) ان کا نام اسلام کی تاریخ میں سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

۱۹۲۳ء کے موسم گرما میں جب فتنہ ارتداد زوروں پر تھا ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ کہ چودھری نذیر احمد خاں راجپوتانہ کے جلتے اور تپتے ہوئے بیابانوں میں بے تابانہ سفر کرتے پھرتے تھے اور جہاں کہیں ان کے کان میں یہ خبر پہنچتی کہ فلاں گاؤں کے لوگ شدھ ہونے والے ہیں۔ دن ہو یا رات وہ اسی وقت وہاں سے چل پڑتے اور دم نہ لیتے۔ جب تک کہ اس گاؤں میں پہنچ کر شدھی کی روک تھام کی تدابیر نہ کر لیتے۔ مخالف حالات کی وجہ سے بعض جگہوں پر ناکامی کا بھی سامنا کرنا پڑتا تھا لیکن اس میں کوئی کلام نہیں کہ چودھری صاحب کا ملکانہ راجپوتوں پر ایک خاص اثر تھا اور بعض دیہات کا شدھی کے اثر سے محفوظ رہنا انہی کی مخلصانہ جدوجہد کا نتیجہ ہے۔ مرحوم اس قوم کے اندرونی حالات سے واقف اور نبض شناس تھے۔ اور موقعہ اور محل کے مطابق انہیں تلقین کرنے کی راہ جانتے تھے۔ اسلامی انجمنوں میں سے جماعت احمدیہ کے کام کے بڑے مداح تھے۔ اور جو کچھ فتنہ ارتداد کے موقعہ پر ہماری جماعت نے کام کیا اس کا ذکر کئی مرتبہ علی الاعلان اپنی پبلک تقاریر کے اندر انہوں نے کیا۔ اور عام مسلمانوں کو اپنے اندر رواداری پیدا کرنے اور کفربازی کو چھوڑ کر اس جماعت کی امداد کرنے کی تلقین کی۔ غرض

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت کرے اور مسلمانوں کو ان کا نعم البدل (عطا کرے)

برق و شرار!

(از حضرت تبسم)

ہمارے آریہ سماجی بھائی تو صرف ملکانہ راجپوتوں ہی کو شدھ کرتے تھے - مگر ریاست نوین نگر کے سناتن دھرمی کچھ ان سے بھی چار ہاتھ آگے بڑھ نکلے ہیں - انہوں نے وہاں ریاست کے ایک ہیٹنے جاگتے چلتے پھرتے انگریز کو شدھ کر ڈالا ہے - نعوذ باللہ من ذالک - اور اب وہ انگریز نہ صرف ہندو ٹھاکروں کو پوتر جنیو پہناتا - مورتی پوجا کرتا اور مسمار شدہ مندروں کو تعمیر کرتا ہے بلکہ کٹھن برت رکھتا جو کھاتا اور نہایت مزے لے لے کر گئو موتر سے کام و دہان کی تواضع کرتا ہے۔ ع

بریں مژدہ گرجاں فشانم رواست

معاصر ملاپ کی روایت کے بموجب اس نے ایک دن بڑے بڑے ودھوان برہمنوں سے پوچھا کہ وہ اسے کوئی ایسا لٹکا بتائیں کہ اس کی روح سے وہ تمام اثرات زائل ہو جائیں جو کیک بسکٹ، ڈبل روٹی اور برانڈی کے مبہم اثرات کا نتیجہ ہیں۔ تاکہ وہ خود مندر میں داخل ہو کر مورتی پوجا کر سکے - اسپر اسے بھگوا گئو موتر پینا - اور روزہ رکھنا بتایا گیا - یہ چیزیں بیئر، ہین اور ڈبل روٹی سے تو ہر حال اچھی ٹھہریں - صاحب بہادر نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ - منٹوں میں برہمن کے حکم کی تعمیل کر ڈالی - ہم صاحب بہادر اور سوامی شردھانند جی مہاراج کو ان کے اس ستے ناشتے کی وجہ سے مبارکباد عرض کرتے ہیں۔

ڈپٹی کمشنر شیلانگ کی عدالت میں ایک عجیب مقدمہ پیش ہوا ہے - مسٹر اے ڈی - مورلو حلوائی شیلانگ نے مسٹر گوکل ٹیل اور اس کے دوست پر ۵۰۰ روپیہ ہرجانہ اور ہتک عزت کا دعوے دائر کیا ہوا ہے۔ "حلوائی ممدوح" کے الفاظ یہ ہیں کہ جب میں اپنی دکان میں داخل ہوا تو مدعا علیہان میں سے ایک آدمی دھوتی پہنے ہوئے میرے کمرہ دکان میں بیٹھ کر چائے پی رہا تھا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حلوائی موصوف کی دکان پر دھوتی پہنے ہوئے چائے پینا آئین تہذیب کے خلاف سمجھا جاتا ہے

ہم اس معاملے میں ہمہ تن جناب مورلو کے ساتھ ہیں۔ دھوتی اور چائے میں کیا نسبت؟ وکیل صاحب کو اگر چائے نوشی کا بڑا شوق تھا تو انہیں پتلون پہننی یا گھر سے لنگوٹا باندھ کر آنا چاہئے تھا اور اگر یہ توفیق نہ تھی تو کم از کم چائے نوشی کی وقت تو دھوتی اتار دیتے - اف اف! اسقدر شوخی! گستاخی اور بد تہذیبی - دھوتی پہننا اور پھر چائے پینا - استغفر اللہ - استغفر اللہ

اگر مسٹر مورلو نے مقدمہ میں کامیابی حاصل کر لی تو پھر دھوتی پوشوں پر ضرور "مارشل لا" لگ جائے گا - جہاں کبھی کوئی دھوتی پوش چائے پیتا ہوا پکڑا گیا - بس مسٹر مورلو کے حوالے۔ پچھلے دنوں لالہ ہردیال ایم - اے نے مسلمانان ہندوستان کو لکھا تھا کہ اگر وہ ہندوستانی ہیں تو انہیں ہندوستان کے قومی لباس سے اسقدر تنفر کیوں ہے؟ وہ عربوں اور ایرانیوں کی طرح جبہ و شلوار پہنے پھرتے ہیں - آخر ان کے پاس دھوتی نہ پہننے کی وجہ کیا ہے؟

الحمد للہ کہ آج اس سوال کا پورا جواب مل گیا - ہم لالہ صاحب کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ ہم دھوتی باندھتے ہیں آپ مسٹر مورلو کی دکان پر ہمارے لئے چائے نوشی کا انتظام کرا دیجئے

اطلاع ضروری

احباب کی خط و کتابت میں سہولت کے لئے حضرت امیر سلمہ اللہ کا ایڈریس شائع کیا جاتا ہے جو حسب ذیل ہوگا۔

حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم - اے - ایل - ایل - بی

ڈلہوزی ہال - ڈلہوزی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

لفظ رشی کی حقیقت

(مولوی عبد الحق صاحب کے قلم سے)

عام طور پر لفظ رشی کو نبی اور رسول کا مترادف سمجھا جاتا ہے لیکن سنسکرت کی کسی لغت میں اس لفظ کے معنی نبی اور رسول اور منتر کے معنی خفیہ بات کے ہیں - ان دونوں لفظوں کے مفہوم کو ادا کرنے والے کوئی اور الفاظ موجود نہیں ہیں

"رشیو منترد رشٹا" کے مشہور جملے کی بنا پر اس کے معنی منتروں کے دیکھنے والے کے ہو سکتے ہیں - اور منتر کے معنے خفیہ بات کے ہیں مگر خدا کی طرف الہام پانے والا یا خدا کی طرف سے پیغامبر یہ معنی لفظ رشی کے قطعاً کسی لغت میں موجود نہیں - اور نہ وید میں اس کا کہیں ذکر ہے۔

لوگ رشیوں کو بناتے ہیں

اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ کے ماتحت کسی کو نبی بنانا اللہ تعالے کا کام ہے - اور وہ زمانہ کی ضرورت کے لحاظ سے جس کو چاہتا ہے اور جس وقت چاہتا ہے نبی اور رسول بنا دیتا ہے کسی انسان کی سعی و کوشش اسکو نبی نہیں بنا سکتی یا دوسرے الفاظ میں یوں سمجھو کہ نبوت کوئی کسبی چیز نہیں کہ انسان اسکو اپنی محنت اور سعی و عمل سے اکتساب کرے بلکہ وہ ایک موہبت ہے کہ جو اللہ کی طرف سے اسکی صفت رحمانیت کے ماتحت انسان کو عطا ہوتی ہے اس کے لئے طبیعت کی صلاحیت شرط ہے کہ جو اس کے صدق دعویٰ پر ایک کھلی اور بین دلیل ہوتی ہے - نبوت کیوں اکتسابی چیز نہیں ہو سکتی - یا اس کے موہبت الٰہی ہونے کے کیا دلائل ہیں - اسپر میں اس مختصر سے نوٹ میں بحث کرنا نہیں چاہتا - یہ ایک ایسی بات ہے کہ جس پہ ہر شخص غور و فکر کے دلائل پیدا کر سکتا ہے میں اسوقت صرف ظاہر کر دینا چاہتا ہوں کہ نبی اور رسول خدا بناتا ہے مگر رشی لوگ خود بنتے ہیں - اور دوسروں کو بناتے ہیں - ہمارے اس زمانہ میں ہم نے دیکھا کہ دیانند جی مہاراج کو لوگوں نے رشی نہیں بلکہ مہرشی بنا دیا - سوامی دیانند جی کو نہ خدا نے رشی بنایا اور نہ وہ خود رشی بنے بلکہ ان کی سوانح عمری مرتبہ لالہ آتما رام صاحب وغیرہ میں لکھا ہے کہ ایک شخص کے آپ کو رشی کہہ دینے پر سوامی جی نے کہا کہ "تم مجھے رشی کہہ رہے ہو لیکن سچ جانو کہ اگر میں کناد رشی کے سمے (زمانہ) میں اتپن (پیدا) ہوتا تو اسوقت کے ودوانوں (علماء) میں بمشکل گنا جاتا" ص!

سوامی جی کے ان الفاظ سے یہ صاف ظاہر ہے کہ وہ اپنے آپ کو اپنی عین حیات میں رشی نہیں کہتے تھے - پس نہ خود رشی بنے اور نہ انہوں نے خدا کی طرف سے رشی ہونے کا دعویٰ کیا مگر لوگوں نے انہیں رشی نہیں بلکہ مہرشی (رشی اعظم) بنا دیا۔

بائبل کے نبی گر

بائبل کی کتاب سموئیل میں ہم نے اپنی طالب العلمی کے زمانہ میں پڑھا کہ ساؤل نام ایک شخص گدھے چرایا کرتا تھا - اتفاق سے ایک دن اسکا ایک گدھا گم ہو گیا - وہ اس زمانہ کے سموئیل نامی نبی کے پاس آیا - جسطرح وہ رمال جوتشی گم شدہ چیزوں کا اٹکل پچو پتہ بتلا دیا کرتے ہیں وہ بھی اس طرح اس کے گدھے کا کوئی سراغ بتلا دے - سموئیل نے اسے کہا کہ گدھا تو بعد میں تلاش کرنا - آ میں تجھ کو خود نبی بنا دوں چنانچہ اس نے ایک سینگ تیل کا بھر کر اسکے سر پر انڈیل دیا - بس اسکے سر کا مسح ہونا ہی تھا کہ وہ شخص نبی بن گیا - اور روح القدس جو اس انتظار میں کہیں بیٹھی ہوئی تھی اس کے بیٹھ پھیرتے ہی اس کے اوپر آ اتری۔

(سموئیل اول باب ۱۵)

اس قصہ کو پڑھ کر مجھے بائبل نویسوں کی فصاحت اور فراست پر بہت ہی تعجب ہوا - نبی بنانے اور بن جانے کا یہ ایک طریق ہے جو بائبل میں نظر آتا ہے - لیکن موت کے بعد کسی شخص کو رشی اور مہرشی بنا دینا یہ اس سے عجیب تر ہے اور یہ ہمیں آریہ سماج کی تاریخ میں ملتا ہے۔

آریہ سماج کے خیال میں رشی بنتے اور بنائے جاتے ہیں اس علم و روشنی کے زمانہ میں کہ جب اکثر غیر مذاہب نے اور خصوصاً آریہ سماج نے بظاہر اسلام کی شب و روز مخالفت کے باوجود بہت سی تعلیمات اسلامیہ کو اپنا لیا ہے - میرا خیال تھا کہ اس مسئلہ کے متعلق بھی انہوں نے اپنی غلط فہمی کو محسوس کر کے اندر ہی اندر کچھ اصلاح کر لی ہوگی - مگر سوامی شردھانند جی کے الفاظ کو ان کے ایک مضمون میں پڑھ کر مجھے بہت ہی تعجب ہوا کہ ان کا اور ان کے پرانے رشیوں کا یہ دعوی ہے کہ ہم نہ صرف رشی بنا سکتے ہیں بلکہ رشی پیدا کرنے کا طریق جانتے ہیں - آپ فرماتے ہیں کہ جس طرح درختوں کی زندگی میں فرق سیدھا تناور اور موٹا ہونا پرورش پر منحصر ہے اس طرح ماں باپ کی عقل پر بچہ کی خوب صورتی اور اسکے اعضاء کا سڈول ہونا منحصر ہے " یہاں تک تو سوامی جی سے ہم بھی متفق ہیں - کیونکہ اس اصول کو تسلیم کر لینے سے تناسخ کا مسئلہ بیخ و بنیاد سے اکھڑ جاتا ہے - اور اولاد کا کمزور اور بیمار پیدا ہونا ماں باپ کی کم عقلی پر دلالت کرتا ہے، نہ گذشتہ جنم کی بداعمالیوں پر مگر اسکے بعد سوامی جی لکھتے ہیں کہ نہ صرف یہی بلکہ آتما (روح) اور من (دل) کے نیک نفس پیدا ہونے میں بھی ماں اور باپ کا بڑا بھاری حصہ ہے - آریہ ورت کے قدیم رشیوں کا یہ دعوی تھا کہ وہ نہ صرف رشی بنانے بلکہ رشی پیدا کرنے کا طریق جانتے تھے چنانچہ برہدارنیک اپنشد ادھیائے ۶ براہمن ۴ میں رشی پیدا کرنے کی ہدایات موجود ہیں (سنسکار ودھی معہ تفسیر جیندر دیکا دیباچہ سوامی شردھانند سابق مہاتما منشی رام صاحب)

سوامی صاحب مذکور نے اپنے اس مضمون میں رشی بننے کا طریق ویدک سنسکاروں پر عمل کرنا بتلایا ہے یعنے وہ ۱۶ رسوم کہ جو ایک آریہ کو اپنے یوم پیدائش سے مرنے تک کرنی پڑتی ہیں - مثلاً ایام حمل میں ماں باپ کا رکھ رکھاؤ - بچہ کی پیدائش کی رسوم - ندہ چھڑا کر بچہ کو روٹی کھانا سکھلانا - سر پر چوٹی رکھنا - کان چھیدنا - وید پڑھنا شروع کرنا - وغیرہ وغیرہ - ان رسومات کے ادا کرنے سے سوامی جی کے خیال میں انسان رشی بن سکتا ہے - مگر رشی بنانے کے جس نسخہ کا حوالہ انہوں نے دیا ہے - اس کے بتلانے میں انہوں نے بخل سے کام لیا ہے اگر وہ اصل نسخہ نقل کر دیتے تو یہ ۱۶ سنسکاروں کا ڈھول اس کے سامنے بالکل ہیچ تھا - ہم اپنے آریہ دوستوں کی خاطر اس نسخہ کو اصل سنسکرت کتاب سے ترجمہ کر کے نقل کر دیتے ہیں - کیونکہ آریہ اخبارات میں آجکل رشیوں کی بڑی سخت ضرورت ظاہر کی جا رہی ہے۔

رشی بنانیکا تیر بہدف اور رشیوں کا اپنا مجرب نسخہ

اتھ یا اچھیت پترو مے پنڈتو وگیتہ سمتم گمہ شششروشتام وادم بھاشتا جا ییت سروان ویدان انو بروویت سروم آیور ایاد ما نسں اودنم پاچ یتوا سرپشمنتم اشنی یاتام ایشور و جنیتوا او کشین وارشبین وا۔

ترجمہ:- جو شخص یہ چاہے کہ میرا بیٹا پنڈت، عقلمند، بہادر، خوبصورت کلام کا بولنے والا، چاروں ویدوں کا متکلم اور کامل عمر کا پانے والا ہو وہ گوشت چاولوں کے ساتھ پکا کر اس میں گھی ڈال کر اپنی عورت کے ساتھ کھائے"

کس جانور کا اور کتنی عمر والے جانور کا گوشت ہونا چاہیئے اس کو ہم ہند و جذبات اور احساسات کو مد نظر رکھتے ہوئے سر دست صیغہ راز میں رکھتے ہیں جو اس نسخہ پر عمل کرنے کے لئے سر دست تیار ہوں ان کی خاطر بتلا دینے میں ہمیں بخل بھی نہیں دو پیسہ کا جوابی خط بھیجکر مندرجہ ذیل پتہ سے مفت دریافت کر سکتے ہیں۔

(عبد الحق دوبارشمی چھاچھی محلہ راولپنڈی)

رشتہ کی ضرورت

میرے ایک دوست کی دختر کے لئے جس کی عمر تیرہ یا چودہ برس کی ہے - رشتہ کی ضرورت ہے لڑکا نوجوان اور برسر روزگار تعلیم میں کم سے کم انٹرنس پاس ہو - نسب میں قریشی یا سید ہو تو ترجیح دی جائیگی - کیونکہ میرے دوست سید ہیں - خط و کتابت خاکسار (شیخ) عبد الغفور سب پوسٹ ماسٹر مرڑھ بلوچاں ضلع شیخوپورہ کے ساتھ کی جاوے۔

تشریعی اور غیر تشریعی نبوت

مسیح موعود اور ختم نبوت کے نام سے حضرت امیر ایدہ اللہ کی طرف سے ۴۴ صفحہ کا ایک رسالہ حال ہی میں شائع ہوا ہے جس میں زیادہ تر "اتمام حجت" کے مختلف نمبروں کے مضامین کو جمع کیا گیا ہے - اس کے آخر تشریعی اور غیر تشریعی نبوت کے عنوان سے ایک مضمون اور بڑھایا ہے جو غالباً اس سے پیشتر شائع نہیں ہوا - قارئین پیغام صلح کی ضیافت طبع کے لئے اسے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے :-

میاں صاحب نبوت کو دو قسموں میں تقسیم کرتے ہیں - ایک تشریعی نبوت جو ان کے خیال کے مطابق ختم ہو چکی ہے - اور دوسری غیر تشریعی نبوت جس کو وہ جاری سمجھتے ہیں - اس نبوت کے متعلق ان کا یہ خیال ہے کہ جو شخص آنحضرت صلعم کی پورے طور پر پیروی کرتا ہے تو وہ نبی بنجاتا ہے - اور ایسے ہی نبی کو غیر تشریعی نبی کہتے ہیں - ان کے خیال کے مطابق ایسا نبی بلحاظ نفس نبوت کے پہلے ہی انبیا کی طرح ہوتا ہے یعنی نفس نبوت میں کچھ فرق نہیں ہوتا - فرق اگر ہے تو ذریعہ اکتساب میں ہے یعنی پہلے انبیاء اللہ تعالے کی طرف سے براہ راست بنائے جاتے تھے - اب آنحضرت صلعم کی اتباع سے نبی بنتے ہیں -

میاں صاحب اپنے اس جدید عقیدہ کے ثبوت میں چند علمائے امت کے اقوال پیش کرتے ہیں - جن کی تشریح ذیل میں کی جاتی ہے -

سب سے پہلے شیخ اکبر کا یہ قول پیش کیا جاتا ہے کہ صرف نبوت تشریعی ختم ہوئی ہے - غیر تشریعی نبوت آنحضرت صلعم کے بعد بھی جاری ہے - اسمیں شک نہیں کہ شیخ اکبر نے لکھا ہے کہ جو نبوت منقطع ہوئی ہے وہ نبوت تشریعی ہے - اور لا نبی بعدی کے معنے بھی اسی کے مطابق کئے ہیں - لیکن ان کی مراد نبوت تشریعی سے کیا ہے - اسکے لئے بھی ان کی اپنی ہی تحریر پیش کرنی چاہئے - حالانکہ شیخ اکبر نے اس مسئلہ کو پورے بسط کے ساتھ لکھا ہے - مگر میاں صاحب اور ان کے مرید ان کی عبارت کو ایسے رنگ میں پیش کرتے ہیں جس سے ان کا صحیح مسلک معلوم نہ ہو سکے - شیخ اکبر لکھتے ہیں کہ :-

اول مابدی بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الوحی الرویا فکان لا یری رویا الا خرجت مثل فلق الصبح وھی التی ابقی اللہ علی المسلمین وھی من اجزاء النبوۃ فما ارتفعت النبوۃ بالکلیۃ ولھذا قلنا انما ارتفعت نبوۃ التشریع فھذا معنی لا نبی بعدی

یعنے وحی جو سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آئی تو رویا تھی پس آپ کوئی رویا نہ دیکھتے تھے مگر وہ صبح کی روشنی کی طرح سچی ہوتی تھی - اور یہی ہے جسے اللہ تعالے نے مسلمانوں کے لئے باقی رکھا ہے - اور یہ اجزائے نبوت میں سے ہے - اس لئے یہ نبوت بکلی نہیں اٹھائی گئی - اور اسی لئے ہم نے لکھا ہے کہ نبوت تشریعی اٹھائی گئی اور یہی معنی لا نبی بعدی کے ہیں -

اب کس صفائی سے شیخ اکبر نے اجماعی مذہب کو اپنا مذہب قرار دیا ہے - جو چیز باقی رہ گئی ہے وہ رویا ہے اور وہ اجزائے نبوت میں سے ایک جزو ہے - اور پھر لکھا ہے - اسم النبی زال بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آنحضرت صلعم کے بعد نبی کا نام زائل ہو گیا یعنی کوئی شخص نبی نہیں کہلا سکتا اور پھر ایک اور مقام پر لکھتے ہیں - اور معھذا لا یطلق اسم النبوۃ ولا النبی الا علی المشرع خاصۃ - یعنے نبوت اور نبی کے نام کا اطلاق سوائے مشروع یعنے تشریعی نبی کے نہیں ہوتا - پس اصطلاح شریعت میں وہ ایسے لوگوں کو اولیاء اللہ ہی کہتے ہیں اور نبی کا نام ان پر جائز نہیں سمجھتے اور اولیاء اللہ کے کو وحی کا ہونا اس سے کس کو انکار ہے - اور شیخ اکبر اس سے بھی زیادہ صفائی سے لکھتے ہیں وھذہ کلمۃ موجود فی رجال اللہ من اولیاء الذی اختص بہ النبی من ھذا من دون الولی الوحی بالتشریع ولا یشرع الا النبی ولا یشرع الا الرسول

یعنی یہ سب کچھ وحی کا آنا اللہ کے ان بندوں میں پایا جاتا ہے جو اولیا میں سے ہیں اور وہ چیز جس سے نبی کو خاص کیا جاتا ہے اور ولی سے ممتاز کیا جاتا ہے - وہ وحی تشریعی ہے - پس سوائے نبی کے کوئی شارع نہیں ہو سکتا - اور سوائے رسول کے کوئی شارع نہیں ہو سکتا - پس کس صفائی سے شیخ اکبر شارع اور نبی کو ایک قرار دیتے ہیں اور تشریعی نبوت کے مقابل پر ولایت کا ذکر کرتے ہیں - لیکن قادیانی جماعت کے افراد محض مطلب برآری کے لئے ان اقوال میں سے ایک قول تو پیش کر دیتے ہیں - اور جن اقوال سے ان کا وہ قول صاف ہو جاتا ہے اور ان کے اصل مذہب پر روشنی پڑتی ہے ان کو ہضم کر جاتے ہیں -

اسی موقعہ پر شیخ اکبر لکھتے ہیں کہ :-

فھم ورثۃ الانبیاء لا شرکاء لھم فی الخبر وانفراد الانبیاء بالتشریع قال اللہ تعالی یلقی الروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ فجاء بمن وھی نکرۃ لینذر یوم التلاق فجاء بما لیس بشرع ولا حکم بل بالانذار فقد یکون الولی بشیرا ونذیرا ولکن لا یکون مشرعا

اور وہ یعنی ولی نبیوں کے وارث ہیں کیونکہ وہ خبروں یعنے اللہ تعالے کی طرف سے کلام یا الہام پاتے ہیں ان کے شریک ہیں اور انبیاء تشریع میں منفرد ہیں - اور اللہ تعالے فرماتا ہے کہ وہ اپنا کلام اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے ڈالتا ہے پس یہاں من کا استعمال کیا ہے جو نکرہ ہے تاکہ وہ ملاقات کے دن سے ڈرائے پس وہ ایسی چیز لاتا ہے جو شرع نہیں اور نہ حکم ہے کیونکہ ولی بشیر اور نذیر ہوتا ہے لیکن مشرع نہیں ہوتا

ان اقوال کی موجودگی میں میاں صاحب اور ان کے مرید کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ شیخ اکبر ان کی طرح نبوت کو دو قسموں میں تقسیم کرتے تھے اور ایک قسم کی نبوت کو جاری سمجھتے تھے - شیخ اکبر نے بلاشبہ اسی ولایت کو نبوت عامہ کہا ہے مگر انہوں نے صاف لکھ دیا ہے کہ حقیقی طور پر نبی کا نام ہم ان لوگوں پر نہیں بول سکتے اور پھر اس نبوت عامہ یا نبوت لغوی کو وہ ساری امت میں مانتے ہیں بلکہ اسی ذیل میں ایک جگہ یہ حدیث لاتے ہیں کہ من حفظ القرآن فقد ادرجت النبوۃ بین جنبیہ جس نے قرآن کو محفوظ کیا نبوت اس کے دونوں پہلوؤں کے درمیان داخل کر دی گئی اور ایک جگہ لکھتے ہیں وھذہ النبوۃ الساریۃ فی الحیوان مثل قولہ واوحی ربک الی النحل یعنی یہ نبوت حیوانوں میں بھی پائی جاتی ہے - اور ایک جگہ یہ لکھتے ہیں کہ یہ نبوت آخرت میں بھی موجود ہوگی - ولکن الذی تنقطع فی الاخرۃ بعد دخول الجنۃ والنار نبوۃ التشریع لا النبوۃ العامۃ کس قدر واضح بات ہے کہ وہ صرف اللہ تعالے سے ہمکلامی کے معنی میں اس نبوت کو لیتے ہیں یعنی لفظ کے لغوی معنی میں جیسا کہ حدیث میں بھی ہے - رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء

اسبارہ میں دوسری شہادت امام شعرانی کی پیش کی جاتی ہے ان کے اس قول فان مطلق النبوۃ لم یرتفع وانما ارتفع نبوۃ التشریع - یعنی مطلق نبوت نہیں اٹھائی گئی - اور نبوت تشریعی اٹھائی گئی یا سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ گویا امام شعرانی بھی نبوت کی دو قسمیں قرار دیتے تھے - اس حوالہ کے پیش کرنے میں بھی مطلب برآری کی غرض سے سیاق و سباق کو چھوڑ دیا جاتا ہے حالانکہ جب تک پورا حوالہ نقل نہ کیا جائے - قائل کا اصلی عقیدہ ظاہر نہیں ہوتا - اصل عبارت اسطرح پر ہے -

ولذا کان یقول بہ رویاۃ وھذا ھو ما ابقاہ اللہ تعالے علی الامۃ من اجزاء النبوۃ فان مطلق النبوۃ لم یرتفع وانما ارتفع نبوۃ التشریع فقط ما یوید حدیث من حفظ القرآن فقد ادرجت النبوۃ بین جنبیہ اور اسی لئے اسکے ساتھ آپ کی رویا کی تاویل کی جاتی ہے - اور یہ رویا وہ چیز ہے جو اجزاء نبوت میں سے اللہ تعالے نے امت پر باقی رکھی ہے کیونکہ مطلق نبوت نہیں اٹھائی گئی بلکہ نبوت تشریعی اٹھائی گئی ہے جیسا کہ اس کی تائید یہ حدیث کرتی ہے کہ جو شخص قرآن کی (یعنے اسکے احکام) کی حفاظت کرتا ہے نبوت اس کے دونوں پہلوؤں میں داخل کی جاتی ہے - (الیواقیت والجواہر)

پھر اسی الیواقیت میں اور بہتیرے مقامات پر یہ تصریحات موجود ہیں لکن بقی للاولیاء وحی الالھام الذی لا تشریع فیہ لیکن اولیا کے لئے وحی الہام باقی ہے جس میں تشریع کوئی نہیں تو معلوم ہوا کہ تشریعی نبوت سے اتر کر جو چیز ہے وہ ولایت ہے نہ کچھ اور - اور ایک جگہ شیخ اکبر کے قول کو نقل کرتے ہوئے لکھا ہے - اعلم ایھا الولی ان الذی لنا من مقام النبوۃ تتکلم علیہ وانما نتکلم علی ذالک بقدر ما اعطینا من مقام الارث فقط فانا لا یصح منا دخول مقام النبوۃ یعنے ہمارے لئے مقام نبوت میں کوئی ذوق نہیں کہ ہم اس پر کلام کر سکیں - اور ہم اسپر جو گفتگو کرتے ہیں تو وہ اس اندازہ سے ہے جو ہمیں مقام وراثت سے دیا گیا کیونکہ ہم (یعنے امت محمدیہ) ہم میں سے کسی کا مقام نبوت میں داخل ہونا صحیح نہیں -

تیسری شہادت حضرت مجدد الف ثانی کی پیش کی جاتی ہے پس حصول کمالات نبوت مرتابعان را بطریق تبعیت و وراثت بعد از بعثت خاتم الرسل منافی خاتمیت او نیست - یعنے کمالات نبوت کا حصول پیرووں کے لئے پیروی اور وراثت کے طریق پر خاتم الرسل کی بعثت کے بعد اس کے خاتم ہونے کے منافی نہیں اس حوالہ کو اپنی تائید میں پیش کرنا کمال درجہ کی سادگی ہے یا اسقدر دیدہ دلیری - حضرت مجدد فرماتے ہیں کہ پیرووں کا کمالات نبوت حاصل کرنا آنحضرت صلعم کے آخری نبی ہونے کے منافی نہیں جس سے صاف ہے ظاہر کہ حضرت مجدد الف ثانی کے نزدیک آنحضرت صلعم آخری نبی ہیں - جو شخص یہ کہے کہ حصول کمالات نبوت ختم نبوت کے منافی نہیں تو کیا وہ صاف نہیں کہہ رہا کہ خاتم النبیین سے مراد آخری نبی ہے - آخری نبی گزر چکے یہ امر منافی نہیں کہ کوئی شخص بطور وراثت کمالات نبوت کو حاصل کرے - کون امت میں سے اسبات کا منکر ہے جب حضرت مجدد صاحب ان کمالات کے اپنے پائے جانے کے بھی قائل تھے - مگر وہ اپنے آپ کو نبی نہ کہتے تھے تو کیا اس کے صاف طور پر یہ معنے نہیں کہ باوجود ان کمالات کے حصول کے کوئی شخص نبی نہیں کہلا سکتا - حضرت مجدد صاحب کے نزدیک ان اعلیٰ درجہ کے انسانوں کا نام محدث ہے نہ کہ نبی - حضرت مجدد صاحب کی عبارت کو حضرت مسیح موعود نے نقل کیا ہے -

اعلم ایھا الصدیق ان کلامہ سبحانہ مع البشر قد یکون شفاھا وذالک الافراد من الانبیاء وقد یکون ذالک لبعض المکمل من متابعیھم واذا کثر ھذا القسم من الکلام مع احد منھم سمی محدثا وھذا غیر الالھام وغیر الالقاء فی الروع وغیر الکلام الذی مع الملک انما یخاطب بھذا الکلام الانسان الکامل واللہ یختص برحمتہ من یشاء

اے دوست تمہیں معلوم ہو کہ اللہ جلشانہ کا بشر کے ساتھ کلام کرنا کبھی روبرو اور ہمکلامی کے رنگ میں ہوتا ہے اور ایسے افراد جو خدا تعالے کے ہمکلام ہوتے ہیں وہ خواص انبیاء میں سے ہیں اور کبھی یہ ہمکلامی کا مرتبہ بعض ایسے مکمل لوگوں کو ملتا ہے کہ نبی تو نہیں مگر نبیوں کے متبع ہیں اور جو شخص کثرت سے شرف ہمکلامی کا پاتا ہے اس کو محدث بولتے ہیں اور یہ مکالمہ الٰہی از قسم الہام نہیں بلکہ غیر الہام ہے اور یہ القاء فی الروع بھی نہیں ہے اور نہ اس قسم کا کلام ہے جو فرشتہ کے ساتھ ہوتا ہے اس کلام سے وہ شخص مخاطب کیا جاتا ہے جو انسان کامل ہو اور خدا تعالے جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے -

یہ تو میں گذشتہ صفحات میں کسی جگہ پر ثابت کر چکا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب آنحضرت صلعم کو آخری نبی یقین کرتے تھے اور آپ کے بعد دعوی نبوت کرنے والے کو کافر و کاذب خیال کرتے تھے - اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب تشریعی نبوت کس چیز کو سمجھتے تھے آیا ان کا مسلک وہی تھا جس کو آج میاں صاحب دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہیں - یا دیگر اولیاء اللہ کی طرح نبوت کو ختم اور ولایت کو جاری مانتے تھے جس طرح حضرت شیخ محی الدین ابن عربی نے نبوت تشریعی کے مقابل پر جس لغوی نبوت کا ذکر کیا ہے - اور اس سے مراد سوائے اللہ تعالے سے ہمکلامی کے اور کچھ نہیں - اسی طرح حضرت صاحب نے نبی کے مقابل پر محدث کا ذکر کیا ہے - چنانچہ فرماتے ہیں کہ " اور اسبات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں - اور آنجناب کے بعد اس امت کے لئے کوئی نبی نہیں آئے گا - نیا ہو یا پرانا - اور قرآن شریف کا ایک شعشہ یا نقطہ منسوخ نہیں ہوگا - ہاں محدث آئینگے جو اللہ جلشانہ سے ہمکلام ہوتے ہیں - اور نبوت تامہ کی بعض صفات

ظلی طور پر اپنے اندر رکھتے ہیں اور بلحاظ بعض وجوہ شان نبوت کے رنگ سے رنگین کئے جاتے ہیں اور ان میں سے ایک ہوں دنشان آسمانی ۱۸۹۲ء

یہاں صاف طور بیان کیا ہے کہ آنحضرت کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ نیا ہو یا پرانا ۔ ہاں! محدث آئینگے جو اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہوتے ہیں اور اس ہمکلامی کے باعث ان کو لغوی معنوں میں نبی کہا جاسکتا ہے۔

میاں صاحب اور ان کے معتقدین سے چند سوالات

کیا میاں محمود احمد صاحب یا ان کے معتقدین میں سے کوئی صاحب ذیل کے سوالات پر روشنی ڈال کر خلق اللہ بالخصوص فرقہ احمدیہ کی راہبری کا باعث ہوسکینگے؟

(۱) کیا کبھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فرمایا کہ لفظ نبی عام طور پر ان کی شان میں استعمال نہ ہو تاکہ ایسا نہ ہو کہ امت مرحومہ میں رائج ہوکر کسر شان نبوت ختم المرسلین ہوجائے اگر کوئی ہیچ قسم الفاظ جنکا مفہوم بالا ہو فرمائے ہیں تو ان کا اصلی مدعا کیا تھا؟

(۲) اخبار الفضل میں جو بالعموم یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ خاندان نبوت میں خیریت ہے وغیرہ وغیرہ۔ کیا یہ اندراج نقرہ نمبر ا کے منافی نہیں ہے؟

(۳) کیا حضرت مسیح موعود کے وقت کسی اخبار میں جبکہ بہت سے اخبارات قادیان میں شائع ہوتی تھیں یہ الفاظ درج کئے جاتے تھے کہ خاندان نبوت میں خیریت ہے وغیرہ وغیرہ

(۴) کیا خلیفۃ المسیح حضرت حکیم الامۃ کے عہد میں یہ درج کیا جاتا تھا کہ خاندان نبوت میں خیریت ہے وغیرہ وغیرہ۔

(نوٹ) اگر نقرہ نمبر ۳ و ۴ کا جواب اثبات میں ہو دے تو حوالہ اخبار درج فرمایا جائے۔ کیونکہ جہاں تک حافظہ مدد دیتا ہے کبھی ایسا اندراج نظر سے نہیں گذرا۔

(۵) جہاں تک معلوم ہوا ہے میاں صاحب اور ان کے مریدین کا خیال ہے کہ جو مسلمان امت محمدیہ میں سے حضرت مرزا صاحب کو مسیح موعود تسلیم نہیں کرتا وہ کافر ہے تو پھر میاں صاحب اور ان کے مرید اپنی تقریروں میں، مضمونوں میں وعظوں میں خطبوں میں امت محمدیہ کے ایسے اشخاص کو مسلمان کے لفظ سے کیوں مخاطب فرماتے ہیں بلکہ ان کے عقیدہ کے مطابق وہ کافر ہے۔

"انکار کے پردہ میں اقرار بھی ہے"

(۶) کیا حضرت مسیح موعود یا خلیفۃ المسیح حضرت مولانا حکیم الامۃ صاحب نے کبھی بھی یہ خیال ظاہر فرمایا تھا کہ ایک مرید اپنے پیر سے عقائد میں اختلاف رکھ کر بیعت کرسکتا ہے اگر ایسا فرمایا ہے تو حوالہ کتاب دیا جائے کہ ان کے میاں صاحب نے اس عقیدہ کی طرف بھی معلوم ہوا ہے کہ مریدین کی توجہ دلائی ہے کہ ایسا ہوسکتا ہے۔

(۷) جہاں تک میرا خیال ہے فرقہ احمدیہ کے ہر دو فریق کا یہ مسلمہ اعتقاد ہے کہ حضرت مسیح ناصری کی وفات کے بعد قوم نصاریٰ نے اسقدر غلو کیا کہ حضرت مسیح کو (استغفر اللہ) خدا کا بیٹا کہنا شروع کردیا جو فرقان مجید کی تعلیم کے صریح خلاف ہے اور قوم یہود نے (استغفر اللہ) حضرت مسیح کے خلاف طرح طرح کے الزام لگائے۔ فرقہ احمدیہ کل یہی جہاں تک مجھے علم ہے ہر دو فریق کا مسلمہ اعتقاد ہے کہ سورۂ فاتحہ میں لفظ مغضوب یہود کے متعلق بولا گیا ضالین! نصاریٰ کے متعلق جہاں تک مجھے واقفیت ہے۔ جو لوگ مسلمان ہوکر حضرت مسیح موعود کی تکذیب اور تکفیر کرتے ہیں ان کو فرقہ احمدیہ کے ہر دو فریق قوم یہود سے اسلئے مشابہت دیتے ہیں کہ مرزا صاحب حضرت مسیح ناصری کے مثیل ہوکر آئے ہیں۔ اسلئے یہود کی مماثلت اس امت میں بھی ہونی لازمی تھی۔ اب میرا سوال یہ ہے کہ جب مماثلت ضروری ہے تو حضرت مسیح موعود کی وفات کے بعد ضالین نے کون لوگ مصداق ہوں گے کیا اسپر روشنی ڈالی جاسکتی ہے۔ کیا کوئی ایسا فرقہ آوے گا [illegible] کے معتقدین میں سے بھی مثل نصاریٰ کے ہوگا۔ یا اسی قسم کا غلو ان کو نبی وغیرہ بنانے میں مشابہت کا رنگ متصور کیا جاسکتا ہے یا غلو کا اور کیا رنگ ہوگا۔ کیا حضرت صاحب نے اس پر کبھی روشنی ڈالی اب میاں صاحب اور ان کے معتقدین کا اس کے متعلق کیا خیال ہے؟

خاکسار نظام الدین

تازہ خبریں

دہلی کا مقدمہ فساد لاہور میں

دہلی کے مقدمہ بلوہ کی اپیل لاہور کی عدالت عالیہ میں زیر غور ہے۔ سید حبیب صاحب کی تحریک پر آنریبل سر میاں محمد شفیع صاحب اسکی مفت پیروی فرمائینگے۔

مہاراجہ گوالیار کی وفات

پیرس ۵ جون - مہاراجہ گوالیار آج سہ پہر کو چار بجے انتقال کر گئے۔ کل صبح کریا کرم ہوگا۔ ان کے خاندان کے لوگ اسبات پر مصر ہیں کہ کریا کرم حتی الوسع ہندوؤں کی رسوم ادا کی جائیں۔ مہاراجہ کی موت خلاف توقع تھی۔ کیونکہ آخر میں ان کی حالت بہتر ہوگئی تھی لیکن اس کے بعد انہیں جلد نمونیا ہوگیا۔ غالباً آغا خان اور مہاراجہ گائیکواڑ اور مہاراجہ کوہلاپور بھی کریا کرم میں شریک ہونگے

ایک قاتل ہندو کو سزائے موت

الہ آباد جیل کے ایک قیدی ہری چند نے اپنے ایک ساتھی قیدی بندلیشری سنگھ کا گلا جنوری گذشتہ میں استرے سے کاٹ ڈالا تھا۔ ہری چند کو اس سے پہلے ۱۹۱۸ء میں قتل کی پاداش میں سزائے موت کا حکم دیا گیا تھا لیکن رحم کی درخواست گذارنے پر یہ حکم حبس دوام کی صورت میں تبدیل کردیا گیا۔ اب کے ہری چند اسقدر بدحواس ہوگیا تھا کہ اس نے فاضل ججوں کے حضور میں التجا کی کہ مجھے پھانسی دینے کے لئے قریب ترین تاریخ مقرر کی جائے اور اگر مجھے پھانسی کے سوا کوئی اور سزا دی گئی تو میں کسی اور کو قتل کردوں گا۔

شاہ اطالیہ کے پچیسویں سنہ جلوس کی تقریب

روما - ۷ - جون - ایوان کے اجلاس خصوصی کے موقعہ پر ایوان حکومت میں بڑا ہجوم تھا جو بادشاہ کے پچیسویں سنہ جلوس کو منانے کے لئے منعقد کیا گیا تھا۔ ایک تجویز یہ منظور کی گئی کہ بادشاہ کو فوجی شجاعت کے سلسلہ میں ایک تمغہ دیا جائے۔ کارروائی نہایت پرجوش تھی مجلس سفرا نے بادشاہ سے ملاقات کی اور مبارکباد پیش کی۔ شہر میں جھنڈیاں لگائی گئیں اور روشنی کی گئی۔

لارڈ ریڈنگ کی میعاد میں توسیع

لندن - ۶ جون - "سنڈے ایکسپریس" کا نامہ نگار رقمطراز ہے کہ لارڈ ریڈنگ اور لارڈ برکن ہیڈ کے باہمی تبادلۂ خیالات سے تسلی بخش نتائج مترتب ہوئے ہیں اب اس امر کا کامل یقین ہے کہ لارڈ ریڈنگ کو مقررہ میعاد سے ایک سال زائد تک اپنے عہدہ پر کام کرنے کی دعوت دیجائیگی۔

چند ممتاز ترکوں کی گرفتاری

قسطنطنیہ - لطفی کوئی - مقامی مجلس وکلا کے صدر پر سال گذشتہ مقدمہ چلایا گیا تھا لیکن عدالت استقلال نے انہیں بری کردیا تھا۔ وہ دوسرے ممتاز ترکوں کے ساتھ پھر گرفتار کر لیا گیا۔ ان پر الزام لگایا گیا ہے کہ انہوں نے موجودہ حکومت کے خلاف سازش کی تھی۔

مصر میں بولشویکوں کی سرگرمیاں

لندن ۶ - جون - ٹائمز کا نامہ نگار قاہرہ سے رقمطراز ہے حکومت کو ثبوت ملگیا ہے جس سے تصدیق ہوتی ہے کہ حال میں جو اشتراکین گرفتار ہوئے ہیں اسکے ساتھ حکومت ماسکو کا گہرا تعلق ہے۔ پولیس نے ایک خط پکڑا ہے جو گرفتار شدہ اشخاص میں سے ایک کے نام تھا اور بولشویکوں کے صدر مقام سے لکھا گیا تھا۔ اسمیں طریق عمل کے متعلق نہایت مفصل ہدایات دی گئی ہیں اور مقامی تنظیم کے متعلق ادنیٰ تفصیلات طلب کی گئی ہیں۔

ساحل ناروے پر جرمنی جہازوں کی آمد

لندن ۶ - جون - جرائد ناروے اس اعلان کے خلاف سخت احتجاج کر رہے ہیں کہ اس موسم گرما میں چند جرمن بحری جہاز [illegible] نامہ نگار ماسکو سے لکھتا ہے۔ قدرتی طور پر خواہش کی جاتی ہے کہ جرمنی کے ساتھ معمولی تعلقات قائم کر لئے جائیں لیکن ایک اخبار حکومت جرمنی کو متنبہ کرتا ہے کہ اگر جہازوں کی مداخلت آمیز آمد دوبارہ نہایت جلد شروع ہوگئی جو قیصری دور کی خصوصیت تھی تو کسی اخلاص کی توقع نہیں ہو سکتی۔ ساحل ناروے کے گرد ہنوز ہزاروں خاندان رہتے ہیں جنکے اعزا و اقربا جرمنی کی بحری لڑائی کی وجہ سے مارے گئے تھے۔ وہ بجا یا بیجا طور پر یہ خیال کرتے ہیں کہ ان کے رشتہ دار قتل کئے گئے۔ اب ان کا رنج وغم تقریباً زائل ہوچکا ہے۔ اس کی تجدید نہ ہونی چاہیئے۔ جرمنی سے کہا گیا ہے کہ ناروے کے سمندر میں جنگی جہازوں کو بھیجنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ بلکہ بخلاف اس کے زور دیا جاتا ہے کہ وہ جسقدر تاخیر کریں گے اسیقدر جلد تعلقات معتدل ہوجائینگے۔

مسلم ہوسٹل لاہور

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور نے احمدی طلبا کی دینی و دنیوی سہولتوں اور مفاد کا خیال کرکے گذشتہ سال سے مسلم ہوسٹل کھولا ہوا ہے۔ بالمقابل اس کے ہمارے احمدی طلبا اور ان کے والدین کو جس قدر اس کی قدر کرنی چاہیئے تھی۔ وہ نہیں کی۔ اور بہت تھوڑے ہی طلبا ہوسٹل میں داخل ہوئے ہیں۔ اس صورت میں گویا قلیل فائدہ کے عوض اخراجات کثیر کا برداشت کرنا قومی روپیہ کو برباد کرنا ہے۔ اس لئے انجمن مذکور نے اپنے تازہ ایک ریزولیوشن میں فیصلہ کیا ہے کہ جملہ احمدی طلبا سے جو لاہور کے کالجوں میں پڑھتے ہیں مسلم ہوسٹل کے داخلہ کے لئے درخواستیں منگائی جائیں۔ پس اس اعلان کے ذریعہ ان تمام طلبہ کو جو سلسلہ احمدیہ سے تعلق رکھتے ہیں مطلع کیا جاتا ہے کہ وہ اپنی تمام درخواستیں ۲۰ جون سے پہلے پہلے دفتر سکریٹری میں ارسال کردیں۔ جو طلبہ اس وقت ہوسٹل میں ہیں وہ بھی اپنی درخواست روانہ کردیں کیونکہ آئندہ سال ہوسٹل میں رہینگے اس قسم کے ہوسٹل طلبہ کے والدین اور قوم کے لئے نہایت مفید ثابت ہوتے ہیں۔ جہاں اخلاق حسنہ نماز روزہ درس قرآن مجید اور دیگر جملہ امور شرعی کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ اس لئے طلبہ کے والدین کو اس امر کا خاص خیال رکھنا چاہیئے۔ تاکہ ان کے عزیز بچوں کی عمریں بابرکت ہوسکیں۔

کھونٹی سیاہ نکلتی ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
اندرین دین آمدہ از مادریم
ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام
دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن
جان شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست
زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود
آں نہ از خود از ہماں جائے بود

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما از و یابیم ہر نور و کمال
وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست
ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک و ز خبرہائے معاد
ہر چہ گفت آں مرسل رب العباد
آں ہمہ از حضرت احدیت است
منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اند و راست
منکر آں مورد لعن خداست
معجزات انبیائے سابقین
آنچہ در قرآں بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست
ہر کہ انکار سے کند از اشقیاست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

اخبار پیغام صلح لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

ہفتہ میں دوبار یکشنبہ و چہارشنبہ کو شائع ہوتا ہے +

قیمت سالانہ صہ ششماہی عہ سہ ماہی عہ

طلباء سے سالانہ للعہ

جلد ۱۳ | سنہ المسیح لاہوریہ یوم بدھ مورخہ ۱۲، و ۲۵ ذیقعدہ سنہ ۱۳۴۳ ہجری مطابق ۱۳ و ۱۷ جون سنہ ۱۹۲۵ء | نمبر ۶۳ و ۶۴

زندہ باد، اسلام

ایک ہندو رئیس کا نعرہ مستانہ

اسلام رفتہ رفتہ اپنا گھر غیر مسلموں کے دلوں میں بنا رہا ہے۔ مشرق اور مغرب ہر جگہ مقدس اسلام کا چرچا ہے۔ حریف یکے بعد دیگرے اس کے آگے گردن اطاعت خم کر رہے ہیں اور معاندین دین متین اسکے ناقابل مقاومت اثر کے سامنے ہتھیار ڈال دینے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ اسلام اور قدرت کا چہیتا فرزند ہے۔ اور فطرت کا ہاتھ نہ صرف اسکی حفاظت کر رہا ہے بلکہ اسکو نشوونما دے کر چار دانگ عالم میں پھیلا رہا ہے۔

اگر ہم اسبارہ میں قدرت کا ہاتھ بٹائیں تو توحید الٰہی کا ڈنکا مشرق و مغرب اور جنوب و شمال میں ہر جگہ بآسانی بجایا جا سکتا ہے لیکن ہم غافل ہیں جبکہ قدرت ایک غیر محسوس انداز میں اپنا فرض ادا کر رہی ہے۔ دنیا کے فہمیدہ لوگ دست بدعا ہیں کہ بنی نوع انسان کو خدا دوزخ کی آگ سے بچائے۔ اور اس کو اسلام کی نعمت عطا کر کے نجات اخروی سے بہرہ اندوز کرے۔

شری راج ویدپنڈت گدادھر پرشاد شہر الٰہ آباد کے ایک نامور رئیس ہیں جنہوں نے اپنی قسمت کا محل آپ تعمیر کیا ہے اور ادنےٰ حالت سے نکلکر عروج حاصل کیا ہے۔ پنڈت صاحب اپنے ایک مضمون میں جو حال ہی زیور طبع سے آراستہ ہوا ہے تسلیم کیا ہے کہ میں ایک راسخ العقیدہ ہندو ہوں لیکن میں نے ہندو عیسائی اور اسلامی مذاہب کی کتابوں کا نہایت غور سے گہرا مطالعہ کیا ہے اور تمام مذاہب کے بانیوں کے حالات زندگی کو اپنی بہترین توجہ کا خراج دیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ پنڈت صاحب اسلام کو دنیا کا بہترین مذہب سمجھنے لگے ہیں اور ببانگ دہل فرماتے ہیں کہ میری رائے میں اگر کسی مذہب میں اخوت باہمی اخلاق و تہذیب اور اتحاد کی دولت فراوانی اور کثرت کے ساتھ عطا کی گئی ہے تو وہ مذاہب کا سردار اسلام ہے اسلام کی فیاضی اور کشادہ دلی اس کا امتیازی نشان ہے وہ بلا لحاظ اسبات کے کہ کوئی امیر ہے یا غریب سب کو اپنی شفیق آغوش میں پناہ دیتا ہے۔ اس کے دروازے سب کے لئے کھلے ہیں اور ہر خیال اور رنگ کے انسان اس کے زیر سایہ آرام و راحت کی زندگی بسر کر سکتے ہیں۔"

پنڈت صاحب کو یہ بھی یقین ہے کہ اچھوت پن کی لعنت کو دور کرنے کے لئے طاقت نہیں رکھتا۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم تمام اوصاف حسنہ کے مجسمہ تھے اور پیروان رسول صلعم آپ کی تعلیمات پر چلکر تمام دنیا کو پیغام حق سنا رہے ہیں انہوں نے اسبارہ میں کبھی بخل اور تنگدلی سے کام نہیں لیا۔ وہ تہ دل سے اس امر کے متمنی ہیں کہ ساری دنیا نجات آخروی کی حقدار بن جائے انہوں نے مصیبت زدوں کو مصیبت سے نجات دی ہے۔ جاہلوں کو علم کی نعمت سے مالا مال کیا ہے۔ اور دنیا میں جہاں کہیں وہ گئے مشعل علم اپنے ساتھ لیتے گئے اور آبادی کے تاریک ترین کونوں میں بھی علم کی روشنی پہنچا دی۔ پیروان رسول صلعم کا ایک بڑا وصف یہ ہے کہ وہ نہ تو کسی کو بڑھتے ہوئے دیکھ کر حسد کرتے ہیں اور نہ کسی کو تکالیف میں دیکھ کر خاموش بیٹھ سکتے ہیں برعکس اس کے اگر ہندوؤں میں سے کوئی اعلیٰ رتبہ حاصل کر لے تو دوسرے ہندو اسے پیچھے گرانے کی کوشش کرتے ہیں اور اسکی ناکامی اور بے عزتی کی تدبیریں اختیار کرتے ہیں۔" یہ وصف پنڈت صاحب کے نزدیک ہندوؤں میں اسقدر نمایاں ہے کہ خاص رشتہ دار بھی ان کوششوں میں شریک ہو جاتے ہیں۔

پنڈت صاحب نے روحانی و مادی خامہ فرسائی کرتے ہوئے یہ بھی بتایا ہے کہ لازمی طور پر مسلمان روحانیت کے دلدادہ ہیں ان کے تمام کاموں میں روحانیت اور تہذیب و اخلاق پائے جاتے ہیں برعکس اسکے ہندو مادی خوشحالی کو اپنا نصب العین سمجھتے ہیں وہ کبھی مصیبت کے وقت کسی کی مدد نہیں کرتے انکی تمام خصلتیں نمائشی ہیں اور میری یہ پیشین گوئی ہے کہ اگر ہندو سوسائٹی کی یہی حالت رہی تو ہندو قوم دو صدیوں کے اندر اندر صفحۂ ہستی سے محو ہو جائیگی اور بنی نوع انسان کا حصہ اعظم اسلام کا حلقہ بگوش بن جائے گا۔"

فہمیدہ پنڈت اپنے مضمون کے خاتمہ پر لکھتے ہیں "میری یہ دلی خواہش ہے کہ خداوند کریم میری پیشگوئی کو پورا کرے۔ اور دنیا کو اسلام کے جھنڈے تلے لا کر نوع انسان کی تمام تکلیفیں دور کرے۔"

ہم پنڈت صاحب کی اس دعا میں شریک ہیں اور اس پر اتنا اور اضافہ کرنا چاہتے ہیں کہ خدا مسلمانوں کو اسقدر توفیق دے کہ وہ احکام الٰہی اور اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر چل سکیں اور وہ اوصاف حمیدہ اپنے اندر پیدا کریں جو ایک مسلمان کو سچے مسلمان کی شان عطا کرتے ہیں۔ زمانہ سلف کے مسلمانوں میں یہ اوصاف بدرجہ اتم موجود تھے اور وہ دین و دنیا دونوں میں سرخرو و کامیاب تھے۔ ہم نے جب سے ان اوصاف سے منہ موڑا ہے۔ ہماری حالت غیر ہو گئی ہے۔ اور اگرچہ اس گئی گذری حالت میں بھی اغیار ہم کو اسلامی تہذیب و اخلاق سے مالا مال دیکھتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم اسلام سے دور جا رہے ہیں۔ اور ہمارا سب سے پہلا فرض یہ ہونا چاہئے کہ ہم مسلمان بنیں اور دنیا کو مسلمان بنانے کی کوشش کریں۔

معذرت

افسوس ہے کہ پیغام صلح کا کاتب بہت دنوں سے بیمار ہے دوسرا کاتب کسی ضروری کام کے پیش آ جانے پر چلا گیا اس وجہ سے گذشتہ نمبر وقت پر تیار نہ ہو سکا اور آج کا پرچہ آٹھ صفحات پر شائع ہوتا ہے +

پادری عبدالحق سرگودہا میں

اور

مولویوں کا اضطراب

گذشتہ مئی کی ۲۹ تاریخ کو پادری عبدالحق مشہور مسیحی مناظر نے سرگودہا میں پہنچ کر اسلام کے خلاف اپنے لیکچروں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ ان کی منطقیانہ الجھنوں سے تنگ آ کر چند باغیرت مسلمانوں نے شہر کے مولویوں کو جواب دینے کے لئے پکارا۔ مگر مولوی صاحبان کا مبلغ علم رفع یدین، آمین بالجہر، تفریق بین المسلمین اور ایک دوسرے کو کافر بنانے والے فتاویٰ پر محدود تھا جوش میں آ کر دو تین مولویوں نے مرکب تقریر کر ڈالی جو لنگائی تو پادری صاحب کی پیروی اور تائید کے سوا اور کچھ بن نہ آیا بلکہ اس افسوسناک منظر کو دیکھ کر ان درد دل رکھنے والوں نے قاضی سمیع اللہ صاحب احمدی سے یہ درخواست کی کہ وہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے کسی مبلغ کو بلائیں اور پادری صاحب کے اعتراضات کا جواب دیا جائے اور اس سے مناظرہ بھی کیا جائے کیونکہ وہ مناظرہ کے لئے مسلمانوں کو للکار رہا ہے۔ اسپر قاضی صاحب موصوف نے انجمن کو تار دیا اور انجمن نے پادری عبدالحق کے جواب میں مولوی عبدالحق صاحب ودیارتھی کو بھیجدیا۔ مولوی صاحب مذکور نے سرگودہا پہنچکر شام کو پادری عبدالحق کا لیکچر سنا اور اسپر مناظرہ کے لئے للکارا مگر پادری صاحب تو آج دوران لیکچر سے ہی مولوی صاحب کو دیکھ کر اپنی چوکڑی بھولے ہوئے تھے۔ اور سامنے اور ادھر کی ٹرانگنے سے اپنے مقررہ مضمون پر کچھ بھی نہ کہہ سکے تھے۔ مناظرہ کا چیلنج سنکر وہ اور بھی دم بخود ہو گئے کبھی جوش میں بیٹھے کبھی اٹھے مگر مناظرہ کے متعلق ایسی ایسی اکھڑی اکھڑی باتیں کیں کہ جن سے جناب یسوع کی صلیب کا پیالہ ٹالنے کا سماں ہو بہو نظر آ گیا۔ کبھی کہا کہ آپ اعتراض کر سکتے ہیں۔ آپ کو جواب الجواب کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ پھر یہ دیکھ کر کہ مسلمانوں کی نماز کا وقت آ گیا ہے یوں جان بچانی چاہی کہ نماز وغیرہ کچھ نہ پڑھو اور ابھی مناظرہ کر لو۔ نماز کے بعد میں وقت نہیں دونگا ادھر ان کے اپنے ہی پریزیڈنٹ صاحب جلسہ نے پادری صاحب کی تقریر پر ریمارک شروع کر دئے کہ پادری صاحب نے گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ میں جو کچھ کہا ہے اسکو میں بالکل نہیں سمجھا کہ انہوں نے اپنی تقریر میں کیا بیان کیا ہے۔ اس پر مولوی صاحب نے پریزیڈنٹ صاحب کو توجہ دلائی کہ قابل لیکچرار کی آپ نے خوب تعریف کی کہ ان کی ساری تقریر پر پانی پھیر دیا۔ اسپر پادری صاحب بڑے گھبرائے کہ ہمارا پریزیڈنٹ ہی ہمارے خلاف ریمارک کر رہا ہے اور بات کو دوسری طرف ٹالنے کے لئے کہا کہ اگر آپ مناظرہ ہی کرنا چاہتے ہیں تو کل دو آدمی میرے پاس بھیجدیجئے گا کہ وہ آ کر شرائط مناظرہ طے کر جائیں۔ مگر

پر کوئی منصف بھی مقرر ہونا چاہئے کہ جو فیصلہ کرے کہ کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔ اسپر مولوی صاحب نے کہا کہ منصف کا مقرر کرنا فضول ہے کیونکہ اس کا فیصلہ کوئی خدائی فیصلہ نہیں ہو سکتا وہ صحیح اور غلط دونوں طرح کا فیصلہ کرسکتا ہے۔ اس لئے اس فیصلہ کا کوئی اثر دونوں فریقوں پر نہیں ہوسکتا۔ اور ہمیشہ فیصلہ پبلک کیا کرتی ہے نہ کہ کوئی ایک منصف۔ اس پر پادری صاحب کو اپنی جہلم کی شکست فاش یاد آگئی اور کہنے لگے کہ پبلک کا فیصلہ تو درست نہیں۔ جہلم میں آپکی پبلک زیادہ تھی آپ جیت گئے۔ یہاں بھی جس کی پبلک زیادہ ہوگی وہی جیتے گا۔ اسپر لوگ پادری صاحبان کی صاف بیانی پر ہنس پڑے۔ اخبار "نور افشاں" کا ایڈیٹر اگر اسوقت موجود ہوتا تو وہ مارے شرم کے پسینہ میں ڈوب مرتا کہ جس نے جہلم کے مناظرہ کے متعلق کیا لکھا تھا اور آج پادری عبدالحق خود کیا اقبال کر رہے ہیں۔ اسپر مولوی صاحب نے کہا کہ پادری صاحب منصف بھی تو پبلک کا ہی ایک فرد ہوگا۔ وہ کوئی خدا نہیں کہ لوگوں کی کثرت کے مقابلہ میں اسکو ترجیح دیجائے اس پر پادری صاحب نے کہا کہ اچھا کل آپ دو آدمی بھیج دیجئے اور وہ شرائط مناظرہ طے کرلیں۔ اس کے بعد مسلمان اپنی نماز کے لئے چلے گئے اور پادری صاحب بھی جان بچا کر مسلمانوں کے نماز پڑھتے پڑھتے بھاگ گئے کہ کہیں بعد میں مناظرہ نہ شروع ہو جائے۔ نماز کے بعد مولوی عبدالحق صاحب کا اسجگہ تردید تثلیث پر لیکچر ہوا۔ اور تثلیث کے دونوں بازوؤں کو توڑ کر خدا کی توحید کو ثابت کر دیا گیا۔ اس کے بعد دوسرے دن پادری صاحب کے پاس ایک شخص کو چٹھی دیکر بھیجا کہ وہ مناظرہ کی شرائط لکھ بھیجیں۔ مگر پادری صاحب خط وصول کرکے اندر کمرہ میں جاکر سو رہے اور وہ شخص گھنٹہ بھر انتظار کرکے واپس چلا آیا۔ اور شام کو جواب نہ دینے کا یہ عذر تراش لیا کہ خط تہذیب کے ساتھ نہیں لکھا گیا تھا۔ مگر مناظرہ کے متعلق پھر بھی جواب نہ دیا اس کے بعد پھر دوسری صبح کو باغ میں مولوی عبدالحق صاحب کا صداقت اسلام اور تحریف بائبل اور تردید کفارہ پر ایک زبردست لیکچر ہوا۔ اور اسروز پھر دوبارہ پادری صاحب کو مناظرہ کے لئے لکھا گیا اور مولوی صاحب اس روز بھی چار بجے تک پادری صاحب کے جواب کا انتظار کر کے واپس چلے گئے مگر پادری صاحب ایسے دم بخود ہوئے کہ مناظرہ کا نام تک نہیں لیا۔ حالانکہ ان کی تشریف آوری سے پیشتر وہ مسلمانوں کو بار بار مقابلہ کے لئے للکارتے تھے

(ایک نامہ نگار از سرگودھا)

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ کوہ ڈلہوزی پر بخیر و عافیت ہیں۔ لاہور سے حسب دستور انجمن کے ضروری کاغذات آپ کی خدمت میں روزانہ بھیجے جاتے ہیں۔ اور آپ خدمات دینیہ میں بدستور منہمک ہیں۔

جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب بھی آپ کے ساتھ کوہ ڈلہوزی پر ہیں۔ آپ کا پتہ بھی وہی ہے جو حضرت امیر کا ہے:-

ڈلہوزی ہال ڈلہوزی

ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب جنرل سکرٹری یکم جون سے کوہ مری پر تشریف فرما ہیں۔

ایک نا کتخدا لڑکی کی وصیت اور وفات - چوہدری کریم نواب خان صاحب انسپکٹر پولیس لاہور کی صاحبزادی مومنہ معراج بیگم بعمر ۱۶ سال ایک طویل بیماری کے بعد ۵ مئی ۱۹۲۶ء کو انتقال فرما گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ کو سلسلہ کے کاموں سے جس قسم کی دلچسپی اور دین سے جو محبت تھی وہ ان کے ذیل کے الفاظ سے ظاہر ہے جو انہوں نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں اپنے لواحقین کو مخاطب کرکے بطور وصیت فرمائے اور مکرم جناب ڈاکٹر حسن علی صاحب کی معرفت ہم تک پہنچے ہیں

"اگر میں زندہ رہتی پر آپ لوگوں نے میری شادی پر جو کچھ خرچ کرنا تھا وہ میرے لواحقین بھری دعا پر اس فرضی خرچ کا ½ یا ⅓ حصہ انجمن کو بھیج دیں اور میرے تمام پارچات وغیرہ بھی"

ڈاکٹر حسن علی صاحب لکھتے ہیں:-

اعلیٰ ... مرحومہ کی وصیت کو پورا کرنے کے واسطے ... روپیہ ... مرحومہ ... اور ... پارچات ... دی گئی تھی

اور اپنی زندگی میں متواتر چندہ ادا کیا کرتی تھی۔ اللہ تعالیٰ اسے اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل بخشے۔ گذشتہ جمعہ ۱۴ جون کو لاہور میں مرحومہ کا جنازہ غائب پڑھا گیا۔ دوسری جماعتیں بھی جنازہ غائب پڑھ کر مرحومہ کی روح کو ثواب پہنچائیں۔

قلعہ وارث گجرات سے مولوی محمد حسن صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ ان کی والدہ صاحبہ بہت بیمار ہیں اور نہایت نازک حالت میں ہیں۔ احباب کرام سے درخواست ہے کہ ان کی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔

ایک دردناک پیغام - ہمارے مکرم دوست حافظ محمد حسن صاحب بی۔ اے ایل۔ ایل بی وکیل گجرات کی ایک دردناک اپیل اس سے پہلے شائع ہو چکی ہے۔ اپنے ایک اور خط میں آپ لکھتے ہیں کہ:-

"خاکسار پر مصائب کا ایک پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے۔ ابتلاؤں پر ابتلا وارد ہو رہے ہیں۔ کمزور ہوں نحیف ہوں ناتوان ہوں۔ سخت درماندگی کی حالت میں انسان رجوع الی اللہ کے سوا کوئی چارہ نہیں دیکھتا۔ آپ برائے مہربانی بذریعہ اخبار "پیغام صلح" میرا یہ دردناک پیغام جماعت احمدیہ تک پہنچا دیں کہ آپکا ایک کمزور بھائی مصیبتوں میں گرفتار ہے۔ آپ اسکی امداد کر سکتے ہیں اس سے دریغ نہ کریں یعنی نہایت خضوع و خشوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا فرمائیں کہ او سبحانہٗ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اسے ان مصائب سے نجات دے اور اپنے مقصد میں کامیاب کرے آمین"

احباب کرام سے درخواست ہے کہ حافظ صاحب کے لئے ضرور نہایت خضوع اور دلی تڑپ سے دعا فرمائیں۔

بحر ابیض متوسط اور ممالک اٹلی تک اسلامی فتوحات

سیاسی، تمدنی، معاشرتی اور علمی اثرات

(نویں صدی سے تیرہویں صدی تک)

از مولوی ابو الحسنات صاحب ندوی مرحوم

اسلام کی علمی و تمدنی فتوحات

امیر شکیب ارسلان اپنے ایک مضمون میں جس کا عنوان "العرب فی ایطالیہ" ہے لکھتے ہیں۔ کہ اٹلی میں نیپلس اور کالابرہ کے درمیان ایک شہر لوشیرہ نام ہے۔ جہاں مشہور بادشاہ فریڈرک ہوشانن گذرا ہے۔ اس بادشاہ کا زمانہ ۱۲۵۰ء تھا اس کے پاس عربوں کی ایک فوج تھی۔ جس میں تقریباً بیس ہزار عرب سپاہی تھے۔ ان عرب سپاہیوں کی قیامگاہ کے آثار اب تک باقی ہیں۔

جنوبی یورپ عربی تمدن کے بچے ہوئے آثار

عہد ماضی کو جانے دو۔ زمانہ حال میں بھی اگر پتہ لگایا جائے تو جنوبی یورپ میں عربی تمدن و معاشرت کے کچھ مٹے ہوئے اور کچھ باقی نشانات مل جائیں گے۔ گذشتہ معارف سوئٹزرلینڈ کے آثار عرب کا تذکرہ آچکا ہے۔ اس لئے ان کے یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں۔ اٹلی کے متعلق کاونٹ کوارتو مدیر مجلہ "ایطالیہ" کا بیان ہے۔ کہ روم کے قریب سارا وینیکو نام جو مقام ہے۔ یہاں کے لوگ اب تک اپنے عربی خصائل و عادات پر قائم ہیں۔ ان کا کھانا پینا بھی عربوں کا سا ہے ان کے گانے بجانے کے آلات اب بھی تمام تر عربی ہیں۔ اور یہ ان کے سوا اٹلی کی کسی قوم کے پاس نہیں پائے جاتے۔ اور اس بارہ میں تو شبہ کی بالکل گنجائش نہیں ہے۔ کہ ان کے برتن بالکل عربوں کے برتن ہیں"

امیر شکیب ارسلان ہی کا بیان ہے۔ کہ مجھ سے اٹلی کے ایک بڑے فوجی افسر نے جو مدتوں جزیرہ سارڈینیا (اٹلی) کے ماتحت رہ چکا ہے۔ یہ کہا کہ سارڈینیا کے مرکزی شہر کالیاری کے قریب چند گاؤں ہیں۔ جہاں کے لوگوں کو دیکھتے ہی دوران سے ملتے ہی ہر شخص کہدیگا کہ وہ یقیناً عرب ہیں۔ ان کی عورتیں ان کی ... شدت سے ...

مردوں کے ساتھ شریک نہیں ہوتیں۔ اور عورتیں جب گھر سے باہر نکلتی ہیں تو اب بھی تمام یورپ کے رواج کے خلاف چہروں پر نقاب ڈال کر نکلتی ہیں۔

عربوں کے زرعی و صنعتی کارنامے جنوبی یورپ میں

جنوبی یورپ میں عربوں کے زرعی صنعتی اور تجارتی کارناموں کو موسیو سیدیو اپنی کتاب میں اس طرح لکھتے ہیں:-

"خلاصہ یہ کہ عربوں نے ان ممالک کی تقسیم و ترتیب میں نہایت خوش اسلوبی سے کام لیا۔ انہوں نے یہاں زراعت اور صنعت و حرفت کو بے حد ترقی دی وہ شام سے یہاں کپاس کے درخت اور طرابلس الغرب سے گنے۔ زعفران العصافیر اور پستہ لائے۔ ان ممالک میں چاندی لوہے پیتل گندھک اور نمک کی کانیں تھیں۔ ان کو کھود کر انہوں نے یہ چیزیں نکالیں۔ اور یہاں کی عمارتوں میں سنگ رخام سنگ یشب اور دوسرے پتھروں کو لگایا۔ چنانچہ آجتک پالرمو اور اس کے اطراف میں جو عمارتیں موجود ہیں۔ ان میں یہ چیزیں نظر آتی ہیں۔ اور یہ عمارتیں فن تعمیر میں ان کی مہارت و کمال کی شہادت دیتی ہیں۔ ریشمی کپڑے سسلی میں خوب بنے جاتے تھے۔ اور یہ فن جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے۔ یہیں سے بارہویں صدی عیسوی میں دیگر ممالک یورپ میں پہنچا اور پھیلا"

اس اجمال کی تفصیل ایک دوسرے یورپین مصنف کے بیان کے مطابق یوں ہے۔ کہ مسلمانوں کی ذہین و تیکھی قوم کی محنت و مشقت نے وہاں کے قدرتی و طبعی وسائل ثروت کو انتہائے کمال پر پہنچا دیا تھا۔ جتنے کے غلے اور میوے ہیں عربوں نے قریب قریب سب سسلی کے چپہ چپہ پر پیدا کرلئے تھے۔ وہاں کی وادیاں میں جتنی زمین اور ساحل کے قریب جس قدر پہاڑوں کے ڈھلوان حصے تھے سب سرسبز و شاداب کرلئے گئے تھے۔ پہاڑوں کے اوپر انہوں نے اخروٹ۔ چلغوزے۔ صنوبر اور سرو کے جنگل کے جنگل لگا لئے تھے ان کی لکڑیاں جہازوں کے بنانے میں کام آتی تھیں۔ بردی کے درخت جو مصر کے سوا کہیں اور نہیں پائے جاتے۔ سسلی کی وادیوں میں اگنے لگے تھے۔ جنوب کی طرف جو سطح اراضی ہیں۔ ان میں کھجور اور نارنگی کے جھنڈ کے جھنڈ درخت عرب لگاتے تھے۔ اس وقت روئی نیشکر اور سن نہایت کثرت کے ساتھ وہاں پیدا ہونے لگا تھا۔ زیتون اس زمانہ میں وہاں اس افراط کے ساتھ ہوتا تھا کہ یہ جزیرہ سسلی کی خاص پیداوار سمجھا جانے لگا تھا۔ اس زمانہ سے چند سال پہلے جس میں اندلس کے مسلمانوں کو ریشم کے کیڑوں کی داشت و پرداخت کا حال معلوم ہوا سسلی کے مسلمان ان کیڑوں کو پالنا شروع کر چکے تھے۔ ان کیڑوں کے لئے انجیروں کے بے شمار درخت یہاں لگائے گئے جن پر ان کی پرورش کی جاتی تھی۔ کیونکہ ان کے ساتھ محنت ہر ملک میں نہایت مفید اور تمام دنیا کے تکلفات میں مددگار ہوتی ہے۔ پالرمو میں سسلی کے شراب کشی کے کارخانے بادہ نوش شعرا کی جان تھے۔ یہ لوگ گویا اس کو بھول چکے تھے کہ شراب کو رسول اللہ صلعم نے حرام قرار دیا ہے۔ کاشتکاری کے بہترین طریقے جو اس وقت معلوم تھے۔ مسلمانوں نے یہاں استعمال

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ذیقعد ۱۳۴۴ھ نمبر

قرآن کریم اور الہام مسیح موعود

حضرت امیر ایدہ اللہ کے قلم سے

کسی گذشتہ اشاعت میں مولوی کفایت اللہ صاحب کے ایک مضمون مندرجہ "الجمعیۃ" کے جواب میں ہم نے ایک نوٹ لکھا تھا۔ اور اس میں بتایا تھا کہ حضرت مسیح موعود کے الہامات کو ہم قطعی اور یقینی طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مانتے ہیں۔ اور باوجود اس کے ان کا رتبہ قرآن کریم کے برابر نہیں سمجھتے۔ نہ انہیں حجت شرعیہ مانتے ہیں۔

اس کے جواب میں مولوی کفایت اللہ صاحب نے "الجمعیۃ" کے ایک اور پرچہ میں ایک طویل مضمون لکھا اور پیچ در پیچ سوالات سے اصل بات کو ملتبس کرنا چاہا۔ اور حضرت امیر ایدہ اللہ کو بالخصوص مخاطب کیا ہم نے "الجمعیۃ" کا وہ پرچہ بجنسہٖ حضرت امیر کی خدمت میں بھیجدیا جسکے جواب میں ذیل کی مراسلت حضرت موصوف کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔ جو امید ہے۔ مولوی کفایت اللہ اور دیگر قارئین کے فائدہ کا موجب ہوگی:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ڈلہوزی ۶ جون ۱۹۲۶ء

اخویم مکرم مولوی دوست محمد صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط اور الجمعیۃ کا پرچہ ملا۔ افسوس یہ ہے کہ علماء کے اندر غور کی عادت نہیں رہی ان کی دماغی حالت کچھ ایسی بن چکی ہے کہ تفکر و تدبر سے کام لیکر اپنی رائے کو بدلنا ان کے لئے قریباً ناممکن ہوگیا ہے۔ بحث اس بات پر ہے کہ آیا حضرت مرزا صاحب کی وحی یا الہام کو ہم یقینی اور قطعی طور پر خدا کی طرف سے مانتے ہیں یا نہیں اور اگر مانتے ہیں تو اسے قرآن کریم کے برابر مرتبہ کیوں نہیں دیتے۔ ایک حضرت مرزا صاحب کیا ہم تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے لیکر حضرت سید عبدالقادر اور حضرت مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ تک سب کے الہامات کو یقینی طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مانتے ہیں مگر ان میں سے کسی کو قرآن کریم کے برابر مرتبہ ہرگز نہیں دیتے۔ ذرا انہی لوگوں سے پوچھئے کہ کیا ان کے نزدیک حضرت سید عبدالقادر جیلانی اور حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شاہ ولی اللہ کے الہامات یقینی طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں یا ان کے خدا کیطرف سے ہونے میں کچھ شک ہے۔ صورت اول میں یعنی ان کو یقینی طور پر خدا کی طرف سے مان کر کیا انہیں وہ قرآن کے برابر مرتبہ دیتے ہیں یا نہیں اگر دیتے ہیں تو پھر قرآن کریم کے ساتھ ان کو کیوں نہیں لگا لیتے۔

اور اگر وہ الہامات یقینی طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں یعنی ان کے خدا کی طرف سے ہونے میں شک ہے تو اس کے یہ معنے ہوئے کہ ان بزرگوں کو یہ شک تھا کہ شاید وہ الہامات خدا کی طرف سے ہیں یا شیطان کی طرف سے

افسوس یہ ہے کہ عالم ہو کر بچوں کی طرح باتیں کرتے ہیں *

اللہ تعالیٰ کے سب کلاموں کا مرتبہ یکساں نہیں جسطرح اللہ تعالیٰ کی سب مخلوق کا مرتبہ یکساں نہیں کسقدر موٹی اور واضح حقیقت ہے مگر ان لوگوں کی غرض تو صرف مجدد وقت پر اعتراض کرتے جانا ہے اور اس کے لئے سر اور سچائی کا انکار بھی کرنا پڑے تو کرتے جائیں گے راستبازوں کی عداوت کا نتیجہ یہی ہوتا ہے۔ غور نہیں کرتے کہ جس طرح کلام اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے خلق بھی اس کی ایک صفت ہے اگر کی سب مخلوق کا مرتبہ بھی یکساں ہونا چاہیئے۔ یعنی جیسا انسان جیسا گھوڑا جیسا درخت ویسی زمین حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فضلنٰھم علیٰ کثیر ممن خلقنا تفضیلا ہم نے انسان کو اپنی بہت سی مخلوق پر فضیلت دی ہے۔ مگر ہمارے علماء جنہم بدو ور یہی راگ الاپتے جائیں گے کہ وہ سب خدا کی مخلوق ہے اور سب کا ایک مرتبہ ہے۔ کیا گھوڑا ویسے ہی یقینی اور قطعی طور پر خدا کی مخلوق نہیں جیسے انسان ہے پھر دونوں کا مرتبہ کیوں برابر نہیں۔ پھر اگر ایک ولی کا الہام یقینی طور پر خدا کا کلام ہونے کے باوجود قرآن کریم کا مرتبہ نہیں رکھتا تو یہ صفات الٰہی کے تقاضا کے عین مطابق ہے اور نبی اور غیر نبی کے ساتھ جو کلام الٰہی ہو ان میں مراتب لگاہ نہ رکھنا یہ تو ہمارے علماء کی شان ہے اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ رسولوں کو بھی ہم نے ایک دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اگر رسولوں کو ایک دوسرے پر فضیلت ہے تو یقیناً کلام الٰہی جو ان کے ساتھ ہوتا ہے اس کے مرتبہ میں بھی ایک کو دوسرے پر فضیلت ہے۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی وہ وحی ہے جو اپنے مرتبہ میں دیگر انبیاء کی وحیوں سے بھی افضل ہے چہ جائیکہ غیر نبی کی وحی سے افضل ہونے میں کوئی شک کرے یقیناً ان سب انبیاء کی وحی خدا کی طرف سے تھی لانفرق بین احد منھم یقیناً غیر نبی کی وحی بھی خدا کی طرف سے ہوتی ہے اور اولیاء کو اپنی وحی پر اسی طرح یقین کامل ہوتا ہے جس طرح خدا کے رسولوں کو یا ان کے متبعین کو اس کلام پر جو رسولوں پر نازل ہوتا ہے مگر مرتبہ سب کا یکساں نہیں۔ کیا حضرت موسےٰ کی ماں کو جو بالاتفاق نبی نہیں خدا کے اس کلام پر جو ان پر نازل ہوا ان اقذفیہ فی التابوت فاقذفیہ فی الیم اسے صندوق میں ڈالو پھر اسے دریا میں ڈال دو یقین کامل تھا یا نہیں کہ یقیناً یہ خدا کی طرف سے ہے یا باوجود شک کے ہی انہوں نے اپنے بیٹے کو دریا میں بہا دیا تھا۔ کیا حضرت مریم کو جب ان پر خدا کا کلام نازل ہوا کچھ شک تھا۔ کہ یہ شیطان کی طرف سے ہے یا خدا کی طرف سے کیا جب حضرت مسیح کے شاگردوں کو وحی ہوئی اذ اوحیت الی الحواریین ان آمنوا بی و برسولی تو انہیں شک تھا کہ یہ شیطان نے کہا ہے یا خدا نے؟ پھر اگر بنی اسرائیل کی عورتوں کو بھی یقینی اور قطعی طور سے خدا کی طرف سے وحی ہو سکتی تھی تو یہ امت جو افضل الامم کہلاتی ہے کیا اس کے مرد بھی اس مرتبہ سے نیچے گرے ہوئے ہیں جو پہلی امتوں کی عورتوں کو ملا ہے؟ کیا یہی خیر الامم ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ ہمارے علماء چونکہ خود اس مرتبہ سے گرے ہوئے ہیں جہاں یقین اور قطعیت کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ اسلئے وہ سمجھتے ہیں کہ اولیاء اللہ پر جو کلام الٰہی نازل ہوتا ہے وہ بھی کوئی شکی بات ہی ہوگی ماقدروا اللہ حق قدرہٖ انہوں نے نہ اللہ کی قدر کو پہچانا ہے نہ اللہ کے پاک بندوں کی قدر کو۔

انہیں تو یہ بھی شک ہے کہ اس امت میں اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ کلام کرتا ہو۔ اس لئے کہ خود اس مقام کو نہیں پایا سمجھتے ہیں کہ ساری امت ہی محروم ہے حدیث صحیح میں موجود ہے رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء اس امت میں ایسے لوگ ہونگے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کلام کریگا گو وہ نبی نہ ہونگے تو کیا یہ محض کوئی شکی کلام تھا جس کے لئے اتنا بڑا وعدہ دیا گیا تھا لم یبق من النبوۃ الا المبشرات صحیح حدیث تو مبشرات کو جو اس امت کے اندر رہ گئی ہیں جزو نبوت قرار دے اور ہمارے علماء یہ کہتے ہیں کہ انکے خدا کیطرف سے ہونے میں شبہ ہے۔ اس امت کے اندر ہزارہا ایسے بزرگ گذرے جنہوں نے یقینی طور پر اس سرچشمہ سے پیا۔ جنکو اللہ تعالیٰ نے اپنے یقینی کلام سے سرفراز فرمایا اور اپنے قرب کا مقام عطا فرمایا ہاں اسی طرح اپنا مقرب بنایا جس طرح انبیاء علیہم السلام کو اپنا مقرب بنایا۔ جن کا اللہ تعالیٰ پر ایمان اسی طرح کامل تھا جس طرح انبیاء کا ایمان کامل تھا۔ جن کی معرفت الٰہی انبیاء کی معرفت الٰہی کی طرح ہی تھی یہ سب کچھ ہوا مگر وہ نبی نہ تھے کیونکہ آفتاب نبوت آسمان پر روشن ہے اور اب نبوت کی ضرورت نہیں رہی۔ ہاں جس طرح شیشے میں آفتاب کا عکس آجاتا ہے ان بزرگوں کے پاک دلوں میں جو شیشے سے بڑھ کر دنیا کے بندے اور نفس کے غلام ہو اس مقام سے دور پڑے ہوئے ہیں وہ ان باتوں کو بے حقیقت سمجھتے ہیں اور ان کو اس بات پر بھی تعجب ہوتا ہے کہ کیا خدا کا کلام اس قطعیت اور یقین کے ساتھ خدا کے کسی بندے کے دل پر نازل ہو سکتا ہے جس قطعیت اور یقین کے ساتھ وہ خدا کے پاک رسولوں پر نازل ہوتا تھا۔ کیا حضرت سید عبدالقادر جیلانی کے کلام کو انہوں نے نہیں پڑھا؟ کیا حضرت مجدد الف ثانی کے کلام کو نہیں دیکھا۔ صرف ایک ہی حوالہ میں دیتا ہوں۔ مجدد الف ثانی فرماتے ہیں۔

اعلم ایہا الاخ الصدیق ان کلامہ سبحانہ مع البشر قد یکون شفاھا وذالک لافراد من الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات وقد یکون ذالک لبعض الکمل من متابعیہم بالتبعیۃ والوراثۃ ایضا واذا کثر ھذا القسم من الکلام مع واحد منھم سمی محدثا کما کان امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ

یعنی اے صدیق جان لے کہ اللہ سبحانہٗ کا کلام بشر کے ساتھ کبھی ایسا ہوتا ہے جیسا سامنے اور یہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ کے لئے ہے اور کبھی ان کے پیرو ہوں سے بعض کے لئے جو کمال حاصل کر چکے ہوں بہ سبب پیروی اور وراثت کے بھی ایسا کلام ہوتا ہے۔ اور جب یہ قسم کلام ان میں سے ایک کے ساتھ کثرت سے ہو تو اس کا نام محدث رکھا جاتا ہے جیسے امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رکھا گیا۔

ہاں یہ سچ ہے کہ حجت شرعی نہ ہم کسی صحابی کے قول یا فعل کو مانتے ہیں نہ کسی مجتہد کے اجتہاد کو نہ کسی ولی کے الہام کو گو ان سب میں ہمارے لئے نور و ہدایت ہے۔ مگر ان کو حجت شرعی قرار دینا حفظ مراتب کے خلاف ہے۔ حجت شرعی صرف قرآن کریم ہوگا یا نبی کریم صلعم کا قول و فعل۔ بادشاہ اور مخدوم صرف ایک ہے باقی سب خادم ہیں۔ کتنا بھی ان بزرگوں کا بلند مرتبہ ہو کتنا بھی اعلےٰ درجہ کا اجتہاد ہو کتنا بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمکلامی کا شرف ہو مگر یہ سب خادم ہیں غلام ہیں ایک تخت کے گرد گھومنے والے ہیں یہ سب شیشے ہیں نور ایک محمد مصطفےٰ صلعم کا ہے پس حجت شرعی صرف وہ کلام ہے جو آپ پر نازل ہوا یا آپ کا قول و فعل ہے قوانین کا سرچشمہ ایک ہے اس سے لینے والے بہت ہیں شریعت کا اصل ماخذ صرف ایک ہے باقی سب باتیں اس کے ماتحت ہیں ہم صحابہ کے اقوال و افعال کی بھی اقتدا کرینگے آئمہ کے اجتہاد کے پیچھے بھی چلینگے اولیاء کے الہامات سے بھی نور اور ہدایت لینگے مگر ان میں سے کسی کو وہ مرتبہ نہ دینگے کہ جو ان سب کے آقا کو حاصل ہے اور نہ ان کے اقوال و افعال کو ان کے اجتہاد کو ان کے الہامات کو رسول خدا صلعم کے قول و فعل آپ کے اجتہاد آپ کی وحی کا مرتبہ دینگے خود حضرت مسیح موعود نے اسی خادمی اور غلامی کے مرتبہ کو جو انہیں اپنے آقا و مخدوم حضرت محمد مصطفےٰ صلعم سے حاصل ہے مدِ نظر رکھتے ہوئے لکھا ہے

ونؤمن بان القرآن المجید بعد رسول اللہ محفوظ من تحریف المومنین وخطاء المخطئین ولا ینسخ ولا یزید ولا ینقص بعد رسول اللہ ولا یخالفہ الہام الملہمین الصادقین وکل ما فہمت من عویصات القرآن او الہمت من اللہ الرحمان فقبلتہ علی شریطۃ الصحۃ والصواب والسمت وقد کشف علی انہ صحیح خالص یوافق الشریعۃ لا ریب فیہ ولا لبس ولا شک ولا شبہۃ وان کان الامر خلاف ذالک علی فرض المحال فنبذناہ کلہ من ایدینا کالمتاع الردی والمادۃ السعال

ترجمہ۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ قرآن مجید رسول اللہ صلعم کے بعد مومنین کی تحریف اور غلطی کرنے والوں کی غلطیوں سے محفوظ ہے اور نہ رسول اللہ صلعم کے بعد وہ منسوخ ہوگا نہ اس میں زیادتی ہوگی اور نہ اس میں کوئی کمی ہوگی اور نہ سچے ملہموں کا الہام اس کے مخالف ہوگا۔ اور یہ کچھ مجھے قرآن کی مشکلات کا فہم دیا گیا ہے یا اللہ تعالیٰ نے الہام کیا ہے جس کو میں نے اس شرط پر قبول کیا ہے۔ کہ وہ صحیح اور درست ہو اور مجھ پر کھولا گیا ہے کہ وہ خالص اور صحیح ہے۔ شریعت سے موافقت رکھتا ہے اس میں کوئی شک نہیں نہ کوئی شبہ اور التباس اور اگر بفرض محال اس کے خلاف کوئی بات ہو تو اس سب کو ہم اپنے ہاتھ سے ردی مادہ اور کھنگار

قرآن مجید لکھا دیں -

وہ یقیناً خدا کے اس کلام کو قرآن پر نازل ہوتا تھا خدا کی زبان سے مانتے تھے مگر قرآن وحدیث کے بلند مرتبہ کو مدنظر رکھتے ہوئے اس بات کو ضروری سمجھتے تھے کہ اپنے الہام کو قرآن و حدیث پر پیش کریں تاکہ کوئی نادان معترض یا غالی پیرو ٹھوکر نہ کھائے اور دونوں کو ایک مرتبہ نہ دیدے بالاخر میں کہتا ہوں کہ علماء پہلے اس امر کو طے کرلیں کہ اولیاء اللہ کا الہام یقینی طور پر اللہ تعالٰی کی طرف سے ہوتا ہے یا نہیں اور ان کے الہام کا کیا مرتبہ ہے جو کچھ وہ دیگر اولیاء اللہ کے متعلق قرآن وحدیث کے روسے ماننے کے لئے تیار رہیں وہی کچھ ہم حضرت مجدد صد چہاردہم امت مسلمہ کے مسیح اور مہدی اور اس زمانہ کے امام کے متعلق مانتے ہیں اگر وہ ہم سے آئندہ خطاب کرنا چاہتے ہیں تو حضرت مرزا صاحب کا نام چھوڑ کر اولیائے امت کے بارے میں بحث کریں تاکہ جو شخص عمداً حق سے گریز کرتا ہے اس کی اصلیت ظاہر ہوجائے - والسلام محمد علی

شراب کا اثر انسانی صحت پر

شراب انسانی جسم اور صحت کے لئے کہاں تک مضر ہے - بالخصوص عورتوں پر اس کا کیا اثر پڑتا ہے - ڈاکٹر سیسل ویب جانسن اپنی تازہ ترین تصنیف "عورت اور خوبصورتی" میں لکھتے ہیں :-

"نوجوانی کی نازک بدنی اور خوبصورت شکل و شباہت کو قائم رکھنے کے لئے - گردن اور دیگر اعضا کو موٹاپے سے بچانے اور بھیانک اور بدنما موٹی ٹھوڑی کو ٹھیک حالت میں رکھنے کے لئے ایک عورت کے لئے بھی یہ ضروری ہے کہ وہ ہر قسم کی نشہ آور لذائذ سے پرہیز کرے"

"اناج کی شراب ایک خوبصورت شکل کی سخت ترین دشمن ہے - پورٹ کے صرف دو ہی گلاس جو روزانہ مختلف وقتوں میں پیے جائیں - ایک نوجوان خوبصورت عورت میں بھی موٹاپا پیدا کردیتے ہیں"

"یہ بات عیاں طور پر ثابت ہوچکی ہے کہ شراب پینے والوں کی عمریں ان لوگوں کی نسبت بہت کم ہوتی ہیں جو اسے استعمال نہیں کرتے گرچہ ہم اس بات کے بتانے کے اہل نہیں کہ الکحل اور اس کے ساتھ جس قدر دوسری بری چیزیں ہیں ان کے استعمال سے یہ نتیجہ کس قدر مدت کے بعد ظاہر ہوگا -"

یہ اس ملک کے بڑے بڑے اطباء کی رائیں ہیں - جہاں شراب نوشی کو ضروریات انسانی میں سے سمجھا جاتا ہے - قرآن کریم نے کیا سچ فرمایا ہے اثمھما اکبر من نفعھما - ایک عارضی نفع تو اس سے ضرور حاصل ہوتا ہے لیکن اس کا نقصان نفع سے بڑھا ہوا ہے افسوس ہے کہ آج وہ ملک بھی جو مذاہب کا گھر ہونے کی وجہ سے شراب کا سخت ترین دشمن ہونا چاہیئے - جہاں سات کروڑ پیروان اسلام اس پاک انسان کی نمائندگی کے دعویدار ہیں جس نے اپنی قوت قدسی سے ایک آن کی آن میں صدیوں کے بادہ خواروں کو اس سے اس طرح نجات دلائی کہ گویا کبھی انہوں نے اس کی شکل بھی نہیں دیکھی تھی - آج اس کے اثر سے بچا ہوا نہیں - ضرورت ہے کہ ہندوستان میں کوئی ایسا مجاہد پیدا ہو جو اس کے استیصال سے نسل انسانی کی حفاظت کی کوشش کرے

زکوٰۃ کے متعلق جو رقوم بہ سلسلہ اشاعت گذشتہ وصول ہوئی ہیں وہ شائع کی جاتی ہیں اور ساتھ ہی التماس کی جاتی ہے کہ وہ احباب جو اللہ تعالٰی کے فضل سے صاحب نصاب ہیں اپنے مال کا مقرر کردہ حصہ جلد بھجوا دیں -

١- اہلیہ صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ
٢- میاں رکن الدین صاحب معرفت منشی کرم الٰہی صاحب جہلم
٣- سیٹھ احمد الدین صاحب "
٤- سیٹھ عبدالمالک صاحب "
٥- اہلیہ صاحبہ میاں احمد علی صاحب مرادرہا ست کپورتھلہ
٦- اہلیہ صاحبہ غلام محمد صاحب نمبردار "
- میاں نور احمد صاحب
- میاں سلطان علی صاحب "
٩- ایم رکن الدین صاحب ہیڈماسٹر لوئر مڈل سکول ملاجی

عبدالجبار صاحب خیری اور احمدی جماعت

مولانا صدرالدین صاحب کا ضروری مراسلہ

١٤- ٢١- و ٢٧ مئی ١٩٢٥ء کے "پیغام صلح" میں حضرت مولانا مولوی صدرالدین صاحب کی ایک تقریر درج کی گئی تھی جو انہوں نے جرمنی سے واپسی پر لاہور پہنچتے ہی فرمائی - اس تقریر میں مولانا موصوف نے ان مخالفتوں کا بھی ذکر کیا تھا جو برلن میں آپ کو پیش آئیں - اور چونکہ ان مخالفتوں کا سرغنہ ایک ہندوستانی طالب علم عبدالجبار خیری تھا - اس لئے اس کا ذکر بالخصوص آپ نے کیا - اور بتایا کہ وہ کس مشرب کا آدمی ہے اور اسلام کی راہ میں روڑا اٹکانے کی انتہائی کوششوں کے باوجود کس طرح سے آخرکار اسے ناکامی اور ذلت کا سامنا کرنا پڑا -

اس تقریر پر ١٢ جون ١٩٢٥ء کے اخبار "الجمعیۃ" میں ایک ایڈیٹوریل نوٹ شائع ہوا جس میں مولانا موصوف کے بیانات کو غلط بیانی قرار دیتے ہوئے اس بات پر زور دیا گیا - کہ عبدالجبار صاحب خیری برلن کے مسلمانوں میں بہت بڑی حیثیت رکھتے ہیں - وہاں کی جمعیت اسلامیہ کے صدر ہیں اور بہت سے بڑے بڑے لوگوں کو انہوں نے مسلمان کیا ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ "احمدی جماعت کا یہ امتیازی خاصہ ہے کہ وہ اپنے سوا کسی دوسری جماعت کو ایک آن نہیں دیکھ سکتی - اور دوسروں کی خدمات کو اپنی طرف منسوب کرنے میں انتہائی دلیری سے کام لیتی ہے"

اور کہ "اس کے مبلغین جب برلن پہنچے تو سب سے پہلے مولانا خیری کا وجود ان کی نظروں میں کھٹکا اور اس نے اپنا میدان صاف کرنے کے لئے ان جیسے خاموش اسلامی مبلغ کو خواہ مخواہ بدنام کرنے کا فیصلہ کرلیا"

جن لوگوں کو برلن مشن کے تمام حالات کو شروع سے دیکھنے اور اخبارات پڑھنے کا موقعہ ملا ہے وہ "الجمعیۃ" کے اس بیان کو کسی طرح صحیح مبنی نہیں قرار دے سکتے بشرطیکہ دل بغض اور تعصب سے پاک ہوں - سب لوگ جانتے ہیں کہ مولانا صدرالدین صاحب ابھی ہندوستان ہی میں تھے کہ یہاں کے اخبارات میں عبدالجبار صاحب نے ان کی بلکہ ان کے مقدس مشن کی مخالفت شروع کردی تھی - اور گذشتہ تین چار سالوں میں اس مخالفت نے یہاں تک ترقی کی کہ برلن مسجد کے بنوانے میں رکاوٹیں ڈالی گئیں - جرمن حکومت کو مولانا صاحب کے خلاف اکسایا گیا - اور پمفلٹ شائع کرکے اس مقدس کام کو تباہ کرنے کی ہر طرح سے کوشش کی گئی - اس کے جواب میں احمدی جماعت نے کیا کیا - سوائے ایک دو جوابی مضامین کے اخبارات میں بھی ان کے متعلق کچھ نہیں لکھا گیا - ہاں ایک امریکن ڈاکٹر بانگ نے جن کے متعلق "الجمعیۃ" نے لکھا ہے کہ وہ جناب خیری کے مسلمان کردہ ہیں - ان کے خلاف ایک طویل خط لکھا - اور ان کی غیر اسلامی حرکات سے بیزاری کا اعلان کیا -

ایسے حالات میں "الجمعیۃ" کا نوٹ سوائے اس کے کہ بغض و تعصب کا نتیجہ ہو - اور کوئی معنے نہیں رکھتا - تاہم ہم نے پسند کیا کہ اخبار مذکور کو حضرت مولانا صدرالدین صاحب کی خدمت میں بھیجا جائے - تاکہ وہ اس غلط بیانی کی تردید کرسکیں - ہمیں خوشی ہے کہ مولانا موصوف نے ہماری استدعا پر ذیل کی سطور لکھکر بھیجی ہیں - جو امید ہے "الجمعیۃ" اور اس کے ہم نواؤں کے فائدہ کا موجب ہونگی :-

"وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ -

میں نے جناب عبدالجبار صاحب خیری کو بدنام کرنے کے لئے کبھی ارادہ نہیں کیا - چنانچہ نہ برلن میں ان کے برخلاف کبھی کچھ لکھا - اور نہ ہی ہندوستان کے اخبارات میں -

باوجودیکہ انہوں نے میرے برخلاف ہندوستان اور برلن کی اخبارات میں غلو اور شدت سے برخلاف لکھا اور لوگوں کو بھڑکایا - میرا تقریر میں اس بات کا ذکر کرنا کہ وہ برلن یونیورسٹی میں پروفیسر نہیں ہیں بلکہ طالب علم ہیں - امر حق کا انکشاف ہے -

الجمعیۃ دہلی کا یہ لکھنا کہ وہ برلن کی جمعیۃ متحدہ اسلامیہ کے صدر ہیں صحیح نہیں ہے میرے جانے پر انہوں نے ایک جمعیت بنائی ہے جس کے وہ صدر تھے اس جمعیت میں اسلامی ممالک کے ممتاز اصحاب جو مقیم برلن ہیں شامل نہیں ہیں اور وہ ان کو نہ ہی صدر قبول کرتے ہیں اور نہ ہی امام - چنانچہ سفارت ترکیہ - سفارت افغانی - سفارت ایرانی - سفارت مصر اور نمائندہ بخارا نے گذشتہ عید الفطر پر ان کو خط لکھا کہ آپ ہمارے امام نہیں ہیں برلن کے مسلمانوں کے امام ڈاکٹر زکی علی مصری ہیں اور وہی عید الفطر کی نماز پڑھائینگے - چنانچہ انہوں نے نماز عید میں امامت کرائی خود ہندوستانی ممتاز اصحاب بھی ان کو صدر یا امام قبول نہیں کرتے مثلاً پروفیسر ذاکر حسین صاحب از جامعہ ملیہ علی گڑھ - پروفیسر مظفر الدین صاحب جو اب حیدر آباد کی یونیورسٹی میں واپس تشریف لے آئے ہیں - پروفیسر عبدالحکیم مقیم ہانڈن برگ - ڈاکٹر عطاء اللہ بٹ جو علی گڑھ میں واپس تشریف لے آئے ہیں - سید محمد عمر صاحب انجنیر مقیم برلن - ڈاکٹر مغفور مقیم برلن - ڈاکٹر ممتاز علی خاں صاحب مقیم برلن - شہیدی صاحب بی اے مقیم برلن - عابد حسین صاحب بی اے مقیم برلن - جعفر حسین سکریٹری جمعیت جمیع طالب علمان ہند - یہ ایک متحقق امر ہے اس کی روشنی میں یہ امر صاف ظاہر ہے کہ جناب عبدالجبار صاحب برلن کی جمعیۃ متحدہ اسلامیہ کے صدر نہیں ہیں -

پانچ چھ سال میں انہوں نے چار اشخاص کو مسلمان کیا ہے ایک تو ان کے بھائی کی بیوی ہیں - دوسرے ان کے عزیز ہدایت احمد کی بیوی ہیں اور دو مرد ہیں جو معمولی طبقے کے ہیں یہ چار اشخاص تو برلن کے مسلمانوں کو معلوم ہیں - ان کے علاوہ اگر ایک آدھ اور بھی ہو تو ممکن ہے یہ سعی ان کی عنداللہ ماجور ہے اگر وہ ایک شخص کو بھی مسلمان کرتے تو بھی قدر کے قابل تھے - اور ہیں لیکن کبھی کبھی یہ مشہور کیا گیا کہ کئی صدی تعداد انہوں نے اسلام میں داخل کی - یہ امر کسی نے غلطی سے ان کی طرف منسوب کیا - اسی طرح اخبار الجمعیۃ دہلی نے ایک اور غلط امر ان کی طرف منسوب کیا ہے - انہوں نے چار ڈاکٹروں کا اسلام ان کی طرف منسوب کیا ہے - یہ بالکل غلط بات ہے - ان میں سے دو ڈاکٹر تو میرے ذاتی طور پر واقف ہیں - یعنی پروفیسر ڈاکٹر کیمفالو - اور پروفیسر ڈاکٹر خیرنس - یہ دونوں مسلمان نہیں ہیں - ڈاکٹر شنو رب سے مجھے ذاتی تعارف نہیں - لیکن میں جانتا ہوں وہ مسلمان نہیں ہیں ہاں امریکہ کے ڈاکٹر بانگ جو پروفیسر برکت اللہ کی تبلیغ سے مسلمان ہوئے وہ یقیناً مسلمان ہیں - اور وہ ہماری جماعت میں شامل ہیں - اور انہوں نے ہندوستانی اخبارات میں .... جناب عبدالجبار صاحب خیری کے متعلق جن خیالات کا اظہار کیا - وہ اچھے نہیں ہیں + آخر میں میں پھر اس امر کو دہراتا ہوں کہ اگر مجھے یہ چند سطور الجمعیۃ کے جواب میں لکھنی نہ ہوتیں - تو میں جناب عبدالجبار صاحب کے متعلق اتنا لکھنا بھی پسند نہ کرتا - جو میں نے لکھا ہے اور نہ ہی میں ان کے متعلق اپنے دل میں کوئی بغض پاتا ہوں - اور نہ ہی میں ان سے کسی رنگ میں اس خطرناک مخالفت کا انتقام لینا چاہتا ہوں - جو انہوں نے اڑھائی سال تک میرے لئے جائز رکھی - اب ان کی مخالفت کا کوئی اثر ہمارے مشن پر نہیں ہے برلن کے مسلمانوں نے خود ہماری شاندار مسجد کا افتتاح کیا - اور بڑے بڑے قابل جرمن نومسلموں کو دیکھا اور ان کے ساتھ کئی دفعہ پارٹیوں میں کھانا کھایا - انہوں نے ہمارے رسالے اور ہماری کتابوں کا مطالعہ کیا - اور خود دفتر خارجہ برلن نے صاف کہدیا کہ آپ کے مشن کے متعلق جو کچھ بھی عبدالجبار اور پارٹی نے لکھا اور بتایا ہے وہ بعد از تحقیق غلط ثابت ہوا + صدرالدین

احمدی خواتین کے لئے
تعلیم نسواں
عمل کی ضرورت

اڈیٹر صاحب "پیغام صلح" شاکی ہیں کہ احمدی خواتین اس کالم کی طرف کافی توجہ نہیں کرتیں۔ مگر کبھی اسپر بھی غور فرمایا کہ کیا عورتوں میں اسقدر قابلیت بھی ہے کہ وہ علمی کاموں میں حصہ لے سکیں یا ان کو اتنی تعلیم دی گئی ہے کہ وہ اہل قلم بنیں۔ ہرگز نہیں پھر جو بیج کر گندم کی امید رکھنا کہاں تک صحیح ہے۔

از مکافات عمل غافل مشو

ضمیمہ چلانا ایک آدھ بی بی کا کام نہیں جب تک معدودے خواتین معاون نہ ہوں جو افسوس کہ نظر نہیں آتیں اسکی وجہ یہ ہے کہ ہماری جماعت میں تعلیم نسواں کی بہت کمی ہے۔ اور بدقسمتی سے معمولی پڑھ لکھ لینا ہی کافی سمجھ لیا گیا ہے۔ نبی کریم صلعم کا ارشاد ہے کہ علم حاصل کرنا مسلمان مرد اور عورت دونوں پر فرض ہے۔ مگر آجکل ہمارے مردوں نے صرف ایک ہی حصہ پر عمل کرنا مناسب سمجھا ہے یا یوں کہئے کہ نصف حصہ کو روشنی اور نصف کو تاریکی میں رکھنا پسند کیا۔ لڑکوں کے لئے تو وہ انتہائی کوششیں کرتے ہیں۔ ان کے دلوں میں امنگیں ہوتی ہیں کہ ان کے بیٹے عالم فاضل یکتائے روزگار بنیں مگر بیچاری لڑکیوں کے لئے لون تیل لکڑی ہی کافی سمجھی گئی ہے۔ خود ہی لوٹ پوٹ کر جو حرف شناسی آئی بس وہی بہت ہے۔ یہ جو قدم قدم پر مشکلات پیش آتی ہیں۔ اس کی وجہ بھی تعلیم نسواں کی کمی ہے۔ بھلا وہ قوم میدان ترقی میں کیا دوڑ سکتی ہے جس کا نصف حصہ فالج زدہ ہو جس کا ایک ہاتھ بیکار ہو وہ کسطرح کام خوش اسلوبی سے کرسکتا ہے خواہ وہ بایاں ہاتھ ہی ہو۔ گھر بمنزلہ ایک چھوٹی سی سلطنت کے ہوتا ہے اور عورت اسکی ملکہ۔ یہ صاف ظاہر ہے کہ بغیر لیاقت کے اس سلطنت کا انتظام کرنا مشکل ہے۔ عورت کا ضروری فرض انتظام خانہ داری بچوں کی تربیت وغیرہ ہے مگر بغیر تعلیم کے یہ بھی کماحقہ ادا نہیں ہوسکتا۔ اگر ایک جاہل ماں اپنے بچے کو ٹھیک طور پر تربیت نہیں دے سکتی تو ایک جاہل بیوی بھی اپنے تعلیمیافتہ شوہر کی رفاقت میں پوری نہیں اتر سکتی۔ تعلیم کے یہ معنی نہیں کہ صرف خط لکھنا پڑھنا آگیا۔ یا زیادہ سے زیادہ ناول وغیرہ پڑھ لئے بلکہ تعلیم ایسی ہونی چاہئے کہ جس سے روشن خیالی پیدا ہو۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو سمجھیں اور اپنے فرائض کو اچھی طرح ادا کرسکیں دین اسلام سے واقفیت ہو۔ تاریخ اسلام پر عبور ہو یہی چیزیں تو ہیں جن سے دل و دماغ روشن ہوسکتا ہے۔ ہمارے مرد جسقدر لڑکوں کی تعلیم کی طرف متوجہ ہیں اسکا دسواں حصہ بھی لڑکیوں پر صرف کریں۔ اور جس چشمہ شیریں سے خود سیراب ہیں اس میں سے ایک گھونٹ ان تشنہ لبوں کو بھی عنایت فرمائیں تو نہ صرف وہ اپنا فرض ہی ادا کریں گے بلکہ اس کے شیریں ثمرات سے بھی بہرہ اندوز ہوسکیں گے۔

خصوصاً آسودہ حال لوگ جو نہایت آسانی سے سب انتظام کرسکتے ہیں ان کو ضرور اسطرف توجہ کرنی چاہئے کہ وہ اپنی لڑکیوں کو اعلیٰ تعلیم دلائیں تاکہ ہماری جماعت میں چند ایسی بیبیاں پیدا ہوں جو اپنی صنف میں اصلاح کا کام سنبھالیں۔

یہ تعلیم ہی کی کمی ہے کہ ہمارا فرقہ طرح طرح کی لغویات میں جکڑا ہوا ہے اور مردوں کی روشنخیالی ان پر کچھ اثر نہیں کرتی۔ یہ تعلیم ہی کا فقدان ہے کہ احمدی مستورات میں وہ جوش نہیں جو ہونا چاہئے نتیجہ یہ کہ بیچاریاں جماعتی کاموں میں حصہ بھی نہیں لے سکتیں اور اس کا اثر اولاد پر پڑ رہا ہے۔ اس کے لئے باقاعدہ جدوجہد کی ضرورت ہے۔

میں جانتی ہوں کہ میری کمزور آواز نقارخانہ میں طوطی کی صدا ہے۔ مگر جن تک پہنچ سکے ان کی خدمت میں مؤدبانہ التجا ہے کہ اسکو پڑھ کر ہی فراموش نہ کردیں بلکہ کوئی عملی پہلو سوچیں اسی طرح اپنی معزز بہنوں کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ اپنے اس پامال شدہ حق کو حاصل کرنے کے لئے باقاعدہ کوشش کریں۔ ع

ہمت کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا

انشاء اللہ کسی آئندہ نمبر میں اپنی تجویز پیش کرسکوں گی مگر منتظر ہوں کہ باقی بہنیں بھی کچھ لکھیں۔ وما توفیقی الا باللہ

خاکسارہ صادقہ

آریوں کا ہون یا سوختنی قربانی

(مولوی عبد الحق صاحب کے قلم سے)

آریہ سماج کے جنم داتا (بانی) سوامی دیانند جی مہاراج نے ہر ایک آریہ مرد اور عورت بلکہ ہر ایک طالب علم پر صبح و شام ہون کرنا فرض اور ضروری ٹھہرایا ہے۔ اس کے لئے خاص قسم کے برتنوں اور مقررہ پیمائش کے سونے چاندی کے چمچوں اور صندل ڈھاک اور آم کی لکڑی کے علاوہ فی کس ۱۶ آہوتی اور فی آہوتی کم از کم ۶ ماشہ گھی آگ میں جلانا لکھا ہے اور اس سے زیادہ جسقدر بھی ہو اس کو بہت اچھا لکھا ہے۔ کیسر، کستوری، کم از کم دو رتی چینی، کشمش، شہد کا حساب علاوہ ہے گویا یوں سمجھئے کہ ہر روز کا خاصہ ڈنڈ اور جرمانہ ہے اس جرم کا کہ ایک آریہ نے ۲۴ گھنٹے ہوا میں سانس لیکر ہوا کو گندہ کیا۔ ان کے گناہ کا کفارہ کون ادا کریگا

آریہ سماج کی ہندوستان میں کل آبادی ۵ لاکھ کے لگ بھگ سمجھی جائے تو صرف آریہ سماج کا روزانہ گھی کا خرچ کہ جس کو وہ محض آگ میں پھونک ڈالتے ہیں ۴۰۰ من ہوگا۔ اور اگر باقی ہندو بھی اس پھونکی پھانکی میں شامل ہوجائیں تو ظاہر ہے کہ گھی ہندوستان میں کہیں سونگھنے کو بھی نہ ملے گا۔ اس کے علاوہ بیاہ شادیوں، موت، دیجیات اور نیوگ کے بھوگ اور سالانہ جلسوں میں جو گھی ہون کیا جاتا ہے۔ اسکی مقدار اسقدر روزنی ہے کہ ہمیں اس کے اندازہ سے ہی ہندوستان کا مستقبل نہایت خطرناک نظر آتا ہے۔ ہندوستان کی کل گایوں اور بھینسوں کا دودھ اگر جمع کرلیا جائے اور کسی شخص کو ایک چلو بھر بھی پینے کو نہ دیا جائے تو اس سے جسقدر گھی حاصل ہوگا۔ وہ بمشکل ان رسومات کے لئے کفالت کریگا کہ جنکا ادا کرنا ہر ایک آریہ مہاشہ کا فرض منصبی ہے خدا کا شکر ہے اور یہ امر نہایت غنیمت ہے کہ اکثر آریہ اپنے روزانہ فرائض سے غافل ہیں ورنہ ظاہر ہے کہ گھی اور دودھ سب اگنی دیوتا کی نذر ہوجاتا۔ بہی خواہان ملک کو آریہ مذہب کے اس اسراف بیجا کی طرف جلد سے جلد توجہ کرنی چاہئے۔ قربانی کے موقعہ پر مسلمانوں سے سر پھٹول بالکل بیجا ہے۔ گھی کی اصل وجہ گرانی آریوں کا ہون ہے۔ مسلمان سال بھر میں ایک روز قربانی کرتے ہیں۔ آریہ روزانہ ہزاروں من گھی میں ضائع کرتے ہیں۔

اصلی ہون مسلمانی ہون ہے

آریوں کے اس ہون میں کہ جس کا ذکر اوپر ہوچکا ہے بہت سی قیمتی چیزیں جلا کر ضائع کی جاتی ہیں اور کہا یہ جاتا ہے کہ اس سے ہوا صاف ہوتی ہے لیکن اگر آریوں کے طریقہ ہون کی اصلاح کردیجائے اور اسکی جگہ مسلمانی ہون کا پرچار و اشاعت کیا جائے تو نہ صرف آم ہی ضائع ہوں گے بلکہ گٹھلیوں کے دام بھی وصول ہوجائینگے آریوں کے خیال کے مطابق ہوا بھی شدھ (صاف) ہوجائیگی۔ اور اور بھی بہت سے فوائد حاصل ہوں گے۔ اصل میں آریوں کا ہون ہر روز کا ایک اچھا خاصہ ڈنڈ ہے کہ جو ہر ایک آریہ کو زندہ رہنے کی پاداش میں ادا کرنا پڑتا ہے۔

مسلمانوں کا ہون ایک نہایت ہی سہل اور مفید ہون ہے کہ جس کو ہر ایک مسلمان دونوں وقت بلا تکلف کرسکتا ہے اور اکثر کرتے ہیں یعنی ہر ایک مسلمان حیثیت تھوڑا بہت گوشت قریباً ہر روز خرید لاتا ہے اسکو ہنڈیا میں ڈال کر گھی کی ہوتی دے خوشبودار مصالحہ ملا خوب بھونتا ہے۔ اس ہون کی خوشبو سے مکان نہیں بلکہ محلہ خوشبودار ہوجاتا ہے۔ ہوا خواہ مخواہ صاف ہوجاتی ہوگی یہ تو ہوئی مکان کی اور ہوا کی شدھی (صفائی) اب اسکے بعد آئی پیٹ کی باری گھر بھر کا پیٹ اس سے سیر ہوجاتا ہے۔ یہ ہے مسلمانی ہون کہ جسکی خوشبو سے مکان اور ہوا شدھ (صاف) ہوجاتے ہیں۔ پیٹ کھا لینے سے شدھ ہوجاتا ہے اور جسم طاقت سے بھرجاتا ہے۔ رہا یہ امر کہ اس میں جیو ہنسا ہوتی ہے۔ وید شاستر کی بنا پر ہم کہتے ہیں کہ جو ہنسا وید و شاستر کے حکم کے مطابق ہوتی ہے وہ ہنسا نہیں کہلاتی بلکہ اس کا کرنا عین دھرم ہے [illegible]

اور اسکے منتر ۵ [illegible]

تشریعی اور غیر تشریعی نبوت

(۲)

بسلسلہ اشاعت ۱۰ جون ۱۹۲۵ء

پھر ضمیمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۴ پر لکھا ہے کہ وان رسولنا خاتم النبیین وعلیہ انقطعت سلسلۃ المرسلین فلیس حق احد ان یدعی النبوۃ بعد رسولنا المصطفیٰ علی الطریقۃ المستقلۃ وما بقی بعدہ الا کثرۃ المکالمۃ یعنے ہمارے رسول خاتم النبیین ہیں۔ اور آپ پہ رسولوں کا سلسلہ منقطع ہوگیا پس کسی کا حق نہیں کہ ہمارے رسول محمد مصطفیٰ کے بعد مستقل طور پر نبوت کا دعویٰ کرے۔ اور آپ کے بعد کچھ باقی نہیں رہا۔

جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ نبوت سے اب جو کچھ باقی رہ گیا ہے وہ صرف مکالمہ اور مخاطبہ الہیہ ہے۔ جس کو لغوی معنوں کے رو سے نبوت کہہ سکتے ہیں۔ مگر اصطلاح شریعت اسلامی میں نبوت نہیں۔ نبوت حقیقی آنحضرت صلعم پر ختم ہوچکی اس حقیقی نبوت کو تشریعی نبوت کہا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت صاحب نے اپنی کتاب تریاق القلوب صفحہ ۳۰ پر لکھا ہے کہ :-

"یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوی کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں لیکن صاحب الشریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ کیسی ہی جناب الہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الہیہ سے سرافراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بنجاتا"

گویا نبوت تشریعی کے علاوہ جو چیز ہے اس کا نام ہی محدثیت ہے جس میں سوائے مبشرات کے کچھ نہیں۔ پھر اگر بقول میاں صاحب غیر تشریعی نبی بھی درحقیقت نبی ہی ہوتا ہے تو پھر اس کے انکار سے کافر بننے کے کیا معنے۔ جبکہ قرآن شریف نبی کے منکروں کے متعلق صاف طور پر اولئک ہم الکافرون حقا فرما رہا ہے۔ الغرض حضرت مسیح موعود نے اس عبارت میں صاف طور پر بیان کردیا ہے کہ نبوت تشریعی کے علاوہ جو نبوت ہے وہ صرف جزوی نبوت ہے جس کو دوسرے الفاظ میں محدثیت کہا جاتا ہے اور جس کے انکار سے کفر لازم نہیں آتا۔

حقیقی نبوت یا تشریعی نبوت کس کو کہتے ہیں اور اصطلاح شریعت اسلامی میں نبی اور رسول کسے کہتے ہیں۔ اس کی تشریح حضرت صاحب نے یوں کی ہے:-

"بہت سے الہام میرے جن میں اس عاجز کی نسبت نبی یا رسول کا لفظ آیا ہے لیکن وہ شخص غلطی کرتا ہے جو ایسا سمجھتا ہے کہ اس نبوت اور رسالت سے مراد حقیقی نبوت اور رسالت ہے جس سے انسان خود صاحب شریعت کہلاتا ہے۔ بلکہ رسول کے لفظ سے اسیقدر مراد ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا اور نبی کے لفظ سے صرف اسیقدر مراد ہے کہ خدا تعالیٰ سے علم پاکر پیشگوئی کرنے والا یا معارف پوشیدہ بتانے والا۔ سو چونکہ ایسے لفظوں سے جو محض استعارہ کے رنگ میں ہیں۔ اسلام میں فتنہ پڑتا ہے اور اسکا نتیجہ سخت بد نکلتا ہے۔ اس لئے اپنی جماعت کی معمولی بول چال اور دن رات کے محاورات میں یہ الفاظ نہیں آنے چاہئیں۔ اور دلی ایمان سے سمجھنا چاہئے کہ نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہوگئی ہے جیساکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ اس آیت کا انکار کرنا یا استخفاف کی نظر سے دیکھنا درحقیقت اسلام سے علیحدہ ہونا ہے جس طرح وہ ایک خطرناک حالت میں ہے اسی طرح وہ بھی شیعوں کی طرح اعتقادی میں قدم سے گذر جاتا ہے۔ جاننا چاہئے کہ خدا تعالیٰ نے اپنی تمام نبوتوں اور رسالتوں کو قرآن شریف اور آنحضرت

پیرم کردیا ہے اور ہم بھی دین اسلام ... بر
دنیا میں آئے ہیں اور دنیا میں بھیجے گئے ہیں اور
نبی اور رسول کے لفظ استعارہ اور مجاز کے رنگ
میں ہیں۔ رسالت لغت عرب میں بھیجے جانے کو
کہتے ہیں اور نبوت یہ ہے کہ خدا سے علم پاکر پوشیدہ
حقائق اور معارف کو بیان کرنا۔ سو اسی حد تک مفہوم
کو ذہن میں رکھ کر دل میں اسکے معنے کے موافق
اعتقاد کرنا مذموم نہیں ہے مگر چونکہ اسلام کی اصطلاح
میں نبی اور رسول کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ کامل
شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعت سابقہ کو
منسوخ کرتے ہیں یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے
اور براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالےٰ
سے تعلق رکھتے ہیں اسلئے ہوشیار رہنا چاہئے کہ اس
جگہ بھی یہی معنے نہ سمجھ لیں کیونکہ ہماری کتاب بجز
قرآن کریم کے نہیں ہے اور کوئی دین بجز اسلام کے
نہیں ہے۔ اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ
ہمارے نبی خاتم الانبیاء ہیں اور قرآن شریف
خاتم الکتب ہے"

(اخبار الحکم نمبر ۲۹ جلد ۳ مورخہ ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء)

ان الفاظ سے کہ اس نبوت اور رسالت سے مراد حقیقی
نبوت اور رسالت ہے جس سے انسان خود صاحب شریعت
کہلاتا ہے صاف ظاہر ہے کہ حضرت صاحب تشریعی نبوت ہی
کو حقیقی نبوت خیال کرتے تھے۔ میاں صاحب کی طرح صرف
مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ ہی کو حقیقی نبوت قرار نہ دیتے تھے

پھر جو نبوت اور رسالت باقی رہ گئی ہے وہ صرف
لغوی معنوں کے رو سے ہے۔ چنانچہ حضرت صاحب نے یہ
"اور نبی رسول کے لفظ استعارہ اور مجاز کے رنگ میں
ہیں۔ رسالت لغت عرب میں بھیجے جانے کو کہتے ہیں اور نبوت
یہ ہے کہ خدا سے علم پاکر پوشیدہ حقائق اور معارف کو بیان
کرنا اس عقیدہ کا اظہار کیا ہے کہ اب صرف لغوی نبوت باقی
ہے جس کو تشریعی نبوت ہی کہتے ہیں ختم ہو چکی ہے۔ اسلام کی
اصطلاح میں جیساکہ حضرت صاحب نے لکھا ہے۔ نبی اور

رسول کے معنے ہی یہ ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے
ہیں۔ یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں یا نبی
سابق کی امت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر استفادہ کسی
نبی کے خدا تعالےٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ
حضرت صاحب نے جہاں جہاں یہ لکھا ہے کہ نبوت تشریعی ختم
ہو چکی ہے اسکا یہی مطلب ہے کہ حقیقی نبوت ختم ہو چکی ہے۔
اور اب کوئی شخص نبی یا رسول نہیں کہلا سکتا مگر مجازی یا لغوی
معنوں میں۔

استفتا

بخدمت جمیع علماء و مدعیان اسلام

فرض کرو کہ میں احمدی مسلمان ہوں اور آپ سب کے نزدیک
کافر۔ اب میں توبہ کر کے مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔ لللہ رائے دو کہ
میں کس فرقہ اسلام میں داخل ہو جاؤں جس کو سب فرقہ ہائے اسلام
کے علماء نے باتفاق مسلمان تسلیم کیا ہو۔ اگر کوئی فرقہ ایسا نہیں اور
یقیناً نہیں کیونکہ آپ کے کفر کی مشین گن سے کوئی فرقہ اسلامیہ محفوظ
نہیں ہے تو ایمان سے غور فرمائیے کہ جب میں دوسرے فرقوں میں
جاکر بھی کافر کا کافر ہی رہا تو مجھے کیا فائدہ ہوا کہ میں ایک کفر کے
گڑھے سے نکلکر دوسرے کفر کے گڑھے میں جا گرا۔ آپ کسی
فرقہ کا نشان دے سکتے ہیں جو آپ کے کفر کے فتویٰ سے بچا ہو
آپ نے تو وہ اسلام کی تباہی اور بربادی کی ہے جو غیر مذاہب والے
عیسائی آریہ تیرہ سو سال میں نہ کر سکے۔

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

آپ کی کافر ساز مشین گن نے جہاں میں ایک کو بھی مسلمان نہ
چھوڑا۔ میں نے سنا ہے کہ ایک پیر صاحب نے سٹیج پر کھڑے
ہو کر یہ اعلان کیا کہ اگر کوئی مرزا صاحب کو مسلمان ثابت کرے تو
میں اسیوقت دس ہزار روپیہ میز پر رکھ دیتا ہوں وہ لیجائے
جناب مرشدنا و سیدنا مرزا صاحب تو خدا کے فضل سے مسلمان
ہیں کی ... بوت ... تھے ... دہ ... دنیا
مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا

علماء کے کفر کے فتویٰ نے یہ مشکل ڈالدی ہے کہ امت
مرحومہ کا کوئی فرد اپنے آپ کو دوسرے فرقہ کے علماء کی زبان سے
مسلمان نہیں کہلا سکتا۔ مرزا صاحب کو رہنے دیجئے پیر صاحب
اپنے دعوے سے یا علماء موافق سے تو اپنے اسلام کا فتویٰ
حاصل کر سکتے ہیں۔ مزہ تو تب ہے کہ جب علماء مخالفین سے
بھی اپنے اسلام کی تصدیق کرائیں۔ یہ کہدینا بڑا آسان ہے
کہ فلاں شخص اپنا مسلمان ہونا ثابت کرے تو میں دس ہزار
روپیہ اسیوقت دینے کے لئے تیار ہوں۔ بجائے خود تو ہر
ایک شخص مسلمان اور اسلام کا مدعی ہے مگر بزعم مخالفین کافر
دوسروں کی آنکھوں میں اب مسلمان ایسے ہی نابود ہیں جیسے
عنقا۔ اے اہل دین خدارا حضرت محمد رسول اللہ کی امت
مرحومہ پر رحم کرو ... لوگوں نے تو ایک دوسرے پر فتویٰ لگا
کر اسلام کے با... پودوں کو جڑوں سے اکھیڑ کر ویران اور
برباد کر دیا ہے۔ ... گوجرانوالہ دروازہ میں علماء دیو بند کا جلسہ
ہوا۔ مسلمانوں کی آنکھیں اسیطرف لگی ہوئی تھیں کہ علماء دین
کا یہ جلسہ اسلام کی بہتری کا کوئی طریق عمل تجویز کر کے اس پر عامل
ہوگا اور اسلام ان کی کوششوں سے بارور ہوگا۔ اس میں بھی سوائے
ایک دوسرے کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج
کرنے کی اور کوئی کارروائی نہ ہوئی چند دن تک عام میں اس
کا یہ اثر ہوا کہ ایک دوسرے کو کافر کہنے اور جنگ و جدال میں
گذرا۔ پھر آجکل حزب الاحناف نے علماء کو بلا کر جلسہ کرایا۔ ان کا وقت
بھی کفر بازی اور ایک دوسرے کو کوسنے میں گذرا۔ وہابی اور
خاصکر احمدی ان کے عتاب اور سب و شتم کے زیر مشق رہے۔
دیوبندیوں اور بریلویوں میں اختلاف رہا۔ حالانکہ دونوں حنفی المذہب
کہلاتے ہیں اس قسم کے اختلاف کے موجود ہوتے ہوئے
ہم کس منہ سے غیر مذہب والوں کو اسلام کی جو آجکل کفر کا مترادف
ہے تبلیغ کر سکتے ہیں۔ وہ جواباً کہہ سکتا ہے اور اسکا حق بھی ہے
کہ جب میں تمہارے کسی فرقہ میں مسلمان ہو کر داخل ہو کر بھی کافر
کا کافر ہی رہا تو میرا پہلا کفر ہی اچھا ہے۔ کفر سے نکلکر تو مسلم بننا
ہے مگر وہاں بھی کفر ہی ہے۔ بہت الصنم کو چھوڑ کر کعبہ کو
جائینگے وہاں بھی وہی صنم ہے کیا منہ دکھائینگے۔

اے علماء دین خدارا انصاف کرو اور سوچو وہ اسلام کہاں
ہے جسمیں داخل ہو کر کفر سے محفوظ ہو جائیں ایک شخص کا ایمان ہو
کہ خدا وحدہٗ لاشریک ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین
ہیں اور قرآن شریف منزل من اللہ اور کامل ہدایت ہے تو اسکے
حق میں آپ کیا فتویٰ صادر فرماتے ہیں۔ یقیناً آپ ایسے شخص کو
مسلمان ہی سمجھینگے اور وہ درصل مسلمان ہے۔ ایسے ایماندار
کو کس کا حق ہے کہ مسلمان نہ سمجھے۔ اب میں آپ سے پوچھتا
ہوں کہ دنیا میں کوئی ایسا اسلامی فرقہ ہے کہ جو ان باتوں کا قائل
نہ ہو ہرگز ہرگز نہیں۔ پھر کسی کا کیا حق ہے کہ ان باتوں کے
ماننے والوں پر کفر کا فتوے لگائیں۔ خدا اور رسول کا خوف
کرو۔ خوب غور سے سوچو۔ آجتک کسی اسلامی فرقہ میں اصولاً
کوئی فرق نہیں۔ اصول اسلام کے سب پابند ہیں۔ ہاں چند
فروعات میں اختلاف ہونے سے کوئی اسلام سے خارج
نہیں ہو سکتا۔ فروعات کے بھنور میں کیوں غرق ہوتے ہو
خدا کا کلام انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون بالکل ٹھیک نکلا
آجتک کسی اسلامی فرقہ میں اصولاً فرق نہیں پیدا ہوا۔ سب
فروعات کے جھگڑے ہیں۔ خدا کی وحدانیت اور حضرت محمد
رسول اللہ کی رسالت کے ساتھ نماز روزے حج و زکوٰۃ کا کون
منکر ہے۔ تمہارا خدا ایک، رسول ایک۔ کتاب ایک۔ ایسے بڑے
اتفاق کے ہوتے ہوئے پھر تم ایک دوسرے سے جدا اور
ایک دوسرے کو کافر سمجھتے ہو۔ قرآن نے تو اتنی بڑی وسعت
قلبی کا آپ کو نمونہ بنانا چاہا ہے ولا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست
مومنا جو تم کو سلام علیک کہے اسکو یہ نہ کہو کہ یہ مومن نہیں۔ یہاں
اتنا بڑا اتحاد و اتفاق موجود ہوتے ہوئے بھی کہ خدا ایک رسول
ایک قرآن کریم کتاب ایک۔ پھر بھی ایک دوسرے کو ہر ایک
کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہی نظر آتا ہے۔ اے علماء دین
اب کفر ... کا فرقہ بناؤ۔ کافروں
... اسلام ... دان ... کو ... روت
مسلماں را چرا کافر نہی نام آخر
گر تو مردی رد جہودی را بہ اسلام اندر آر

خدا کی رسی کو مضبوط پکڑو۔ اب اسی میں آپ کی اور اسلام
کی عزت ہے۔ پبلک آپ کی کفر بازی سے بہت تنگ آگئی
ہے آپ نے اسلام کا شیرازہ بالکل ادھیڑ دیا۔ مسلمانوں کو مسلمانوں
سے لڑا دیا۔ اب آپ کے لئے صرف دو صورتیں ہیں اصل میں ایک
گروہ تو آپ میں ایسا ہونا چاہئے کہ یہ کوشش کرے کہ ایک
کلمہ گو کو گو وہ کسی فرقہ سے تعلق رکھتا ہو مسلمان سمجھے اور عام اعلان
کرے کہ تم سب مسلمان کلمہ گو بھائی ہو اسیطرح اندرونی فساد
کو مٹاوے اور دوسرا گروہ غیر مسلموں کو دائرہ اسلام میں داخل
کرے۔ عام لوگ ان دونوں گروہوں کی جانی و مالی مدد کریں
تو پھر دیکھو کہ اسلام کتنی جلدی ترقی کرتا ہے۔ تکفیر بازی کر کے
دیکھ لیا کہ کیا اسلام کی درگت ہوئی۔ اب ان دو باتوں پر
بھی عمل کر کے دیکھ لو کہ کیا انجام ہوتا ہے۔ بہت لوگ نادانی
سے یہ اعتراض کرتے ہیں کہ مرزا صاحب کے آنے سے بجائے
اسلام کی ترقی کے اسلام کو ضعف پہنچا یہ بالکل سچ ہے مگر
اسکا سبب مرزا صاحب ہیں یا آپ۔ جناب مرزا صاحب نے
جو اسلام کی ترقی کی راہ اور طریق بتائے تھے آپ نے ان پر
عمل کیا۔ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں تو پھر الزام مرزا صاحب پر کیسے
عائد ہوتا ہے۔ اگر ان پر عمل کرتے اور پھر نتیجہ برعکس نکلتا تو پھر
آپ کا حق تھا یہ کہتے کہ جناب مرزا صاحب کی تشریف آوری
پر بجائے ترقی کے ضعف پہنچا کیا کوئی بیمار بغیر استعمال نسخہ کہہ
سکتا ہے کہ مجھے فلاں حکیم سے بجائے فائدہ نقصان پہنچا۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو ارض مقدس کا خدائی
وعدہ ہے مگر قوم کی نافرمانی سے وعدہ پورا نہیں ہوتا۔ کیا یہیں
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصور ہے یا قوم کا۔

(ڈاکٹر نبی بخش)

پیر جماعت علیشاہ صاحب کا مبلغ علم

جناب سید جماعت علی شاہ صاحب کے کرامات اور علمی
نکات جو وہ اپنے مریدوں اور عام مجلسوں میں اکثر بیان کرتے
رہتے ہیں اب کے لاہور میں بھی سننے میں آئے ہیں۔ انمیں
سے ایک جو "حزب الاحناف" کے جلسہ میں آب زر سے لکھنے
اور داد دینے کے قابل ہے آپ نے یہ بیان فرمائی کہ نبی وہ
ہوتا ہے جس کا کوئی استاذ نہ ہو اور چونکہ حضرت مرزا صاحب
نے خود اپنی سوانح میں تسلیم کیا ہے کہ میرے کئی ایک استاد تھے
لہذا وہ نبی نہیں ہو سکتے۔ یہاں مسئلہ نبوت پر بحث کی ضرورت
نہیں میں صرف اتنا دکھانا چاہتا ہوں کہ پیر صاحب کو قرآن و
حدیث کا کہاں تک علم ہے اور آیا پیر صاحب کے معیار کی قرآن
شریف یا دیگر کتب سماوی تائید کرتے ہیں یا ان کے قول کو
سخت دھکے دیتے ہیں۔ پیر صاحب حافظ قرآن مجید بھی ہیں معمولی
قابلیت کے مسلمان انسان کو جو قرآن شریف پڑھتا ہے علم ہے
کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اولوالعزم نبی ایک بزرگ کے شاگرد
ہوئے اور الٰہی اشارہ کے ماتحت ہوئے ان کے استاذ نے علوم
سکھانے کے لئے ان سے کچھ شرطیں منوائیں اور عہد لئے اور
جب کبھی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے استاذ کے حکم کی خلاف
ورزی کی تو استاذ نے سخت ڈانٹ بھی دکھائی اور پھر عہد کیا کہ
کہ حضور اب معاف فرمائیں آئندہ ایسا نہ کروں گا۔ اور بالآخر
طبیعت میں استاذ کے احکام کی بجا آوری کی جب برداشت
نہ دیکھی تو استاذ شاگرد میں جدائی ہوئی ورنہ حضرت نبی کریم
صلعم فرماتے ہیں کہ اگر حضرت موسیٰ برداشت اور بردباری سے
کام لیتے تو بہت سے علوم حاصل کرتے قرآن شریف نے اس
واقعہ کو سورہ کہف کے رکوع ۹ و ۱۰ میں بڑی وضاحت سے
بیان فرمایا ہے جو یہاں سے شروع ہوتا ہے۔

قال لہ موسیٰ ھل اتبعک علی ان تعلمن مما علمت
رشدا ۔ علاوہ اسکے حضرت موسیٰ نے ایک اور موقعہ پر
ایک دوسرے بزرگ کی بھی متابعت کی ہے۔ اور آٹھ یا دس
سال ایک بزرگ کی خدمت میں مدین رہے اور ان کی ہدایت
کے مطابق بکریاں چراتے رہے اور ان کی صحبت میں عمر کا ایک

حصہ گذار کر علم حاصل کیا اور اس کے بعد ہی آپ کو وہ ظہور یہ ویدار الٰہی ہوتا۔ اور منصب نبوت عطا ہوتا ہے۔ اس کا ذکر سورۂ قصص کے رکوع ۳-۴ میں ہے۔

نیز یہ مسلمہ امر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو عظیم الشان اور اولوالعزم نبی گذرے ہیں وہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے شاگرد تھے اور انہی سے بپتسمہ بھی لیا۔ اگر ضرورت ہو تو پیر جی بائبل میں ملاکی نبی کی کتاب مطالعہ فرمائیں جہاں استاد شاگرد کا مفصل ذکر ہے۔

پس معلوم ہوا کہ پیر جی یا تو خود جیسے علوم حقہ سے بے بہرہ ہیں اور یا دینی علوم سے جاہل اور ناواقف دنیا کی آنکھوں میں خاک ڈال کر ان کو حق بات سے محروم رکھتے ہیں۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں آپ میں ہر دو خوبیاں پائی جاتی ہیں

خاکسار

محمد نصیب احمدیہ بلڈنگس

شدھی سبھائیں توجہ دیں

ورن جنم سے ہے یا کرم سے

آریہ سماجی نقطۂ نظر سے ہم اس مسئلہ کو سمجھنے سے قاصر ہیں کہ ورن کرم سے ہے یا جنم سے۔ بانی آریہ سماج کی تحریریں اس معاملہ میں باہم متناقض ہیں جب تک یہ مسئلہ پورے طور پر طے نہ ہو لے اور اسکے متعلق دیانند مہاراج کی پوزیشن صاف نہ ہو جائے اسوقت تک کسی آریہ کو مذہبی رنگ میں شدھی کا نام لینا بھی جائز نہیں۔ شدھی سبھاؤں کو سب سے پہلے نیک نیتی کے ساتھ اس مسئلہ کو صاف کر دینا چاہئے کہ ورن کرم سے ہے یا جنم سے تاکہ حالات سے ناواقف چماروں اور بھنگیوں کے خلاف اصول شدھی کی درگتی نہ ہو۔ اور شدھی سبھاؤں پر بھی اپنے مذہبی اصول کے خلاف چلنے کا الزام نہ آئے۔

بانی آریہ سماج دیانند مہاراج ستیارتھ پرکاش سملاس چہارم صفحہ ۱۱۱ میں زیر عنوان "کس عمر میں ورن کا خطاب دیا جائے" فرماتے ہیں:

"یہ اعمال و اوصاف کے مطابق دونوں کی بیوستھا لڑکیوں کو سولہویں برس اور مردوں کی پچیسویں برس کے امتحان میں مقرر کرنی چاہیئے۔ اور اس طریقہ سے یعنی برہمن ورن کا برہمنی کھشتری ورن کا کھشترانی ویش ورن کا ویش عورت اور شودروں کا شودر عورت کے ساتھ بیاہ ہونا چاہیئے"

مہاراج جی کے اس لیکھ سے عیاں ہے کہ لڑکیوں کا سولہویں سال اور مردوں کا پچیسویں سال میں ورن مقرر ہو سکتا ہے اس سے قبل کسی کو برہمن، کھشتری، اور ویش شودر نہیں کہا جاسکتا۔ مگر تعجب ہے کہ سنسکار ودھی کو لکھنے کے وقت مہاراج جی کو اپنا تحریر کردہ (یہ اصول) یاد نہ رہا اور کتاب مذکور کے نام کرن سنسکار میں یوں رقمطراز ہوا ہے۔ "نام کرن کا وقت جسدن بچہ پیدا ہو اسدن سے لیکر اسدن چھوڑ کر گیارہویں دن یا ایک سو ایک دن یا دوسرے برس کے شروع میں جسدن بچہ پیدا ہو اسی دن نام رکھیں۔ آگے چلکر لکھتے ہیں برہمن ہو تو دیو شرما کھشتری ہو تو دیو ورما۔ ویش ہو تو دیو گپت اور شودر ہو تو دیو داس وغیرہ۔

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مہاراج جی کے نزدیک ورن کا شمار جنم سے ہے کرم سے نہیں اگر کرم سے ہوتا تو مہاراج یہ نہ لکھتے کہ دن یا ۱۱ دن یا ۱۰۱ دن یا دوسرے برس شروع میں نام کرن سنسکار کرتے ہوئے برہمن کے بچہ کے نام کے ساتھ شرما۔ کھشتری کے ورما۔ ویش کے گپت شودر کے داس شبد لگا دیا جائے کیونکہ دس دن کا بچہ کوئی قابل لحاظ کرم نہیں رکھتا۔ اور نہ تین ساڑھے تین ماہ یا ایک سال کا بچہ اس قابل ہوسکتا ہے کہ اپنے اعمال کی بنا پر برہمن۔ کھشتری، ویش شودر کہلا سکے۔

اگر مہاراج کی یہ تحریر درست ہو تو پھر شدھی کا مسئلہ حقیقت نہیں رکھتا مذہباً بالکل باطل ہے۔ شودر۔ شودر ہی رہیگا یعنی برہمن نہیں بن سکیگا۔ اسلئے شودروں پر فرض ہے کہ شدھ ہونے سے پہلے مہاراج جی کے اس لیکھ پر توجہ دیں اور شدھی کرنے والوں سے اسکی حقیقت پوچھیں تاکہ کہیں ایسا ہی نہ ہو کہ شدھ ہونے کے بعد یہ نہ کہنا پڑے۔ ع

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

اور اگر یہ تحریر غلط ہے اور قابل تسلیم نہیں اور ماننے کے قابل ستیارتھ پرکاش والی عبارت ہے تو مہاراج جی کی ذات مبارک پر غلط نویسی اور غلط گوئی کا الزام قائم ہو کر دونوں تحریریں ساقط الاعتبار ہو جائینگی اور ان کے ساقط الاعتبار ہونے سے ہی آریہ مذہب کی صداقت پر حرف آجائے گا۔ اور کوئی ذی فہم انسان اس قسم کی متناقض تحریروں کو دیکھ کر آریہ مذہب کی صداقت پر یقین نہیں لاسکے گا اور نہ شدھ ہونے کے لئے تیار ہوگا۔ اسلئے ضروری ہے کہ آریہ دھرم کی پریمی شدھ سبھاؤں کے نیتا اس منافات کو دور کریں اور بتلائیں کہ

(۱) اگر اوصاف و اعمال کے لحاظ سے ورنوں کی بیوستھا سولہویں اور پچیسویں برس میں ہوتی ہے تو دن یا ۱۱ دن یا ۱۰۱ دن یا دوسرے برس کے شروع میں نام کرن سنسکار کرتے ہوئے۔ برہمن کے بچہ کے ساتھ شرما۔ کھشتری کے ورما۔ ویش کے گپت شودر کے داس شبد کیوں لگائے جاتے ہیں۔ کیا یہ تفریق اس امر پر دلالت نہیں کرتی کہ ورنوں کی بیوستھا اعمال و اوصاف کے لحاظ سے نہیں بلکہ جنم سے ہے۔

(۲) اگر ورن جنم سے ہے اور اسکی تبدیلی محالات سے ہے تو پھر سولہویں اور پچیسویں برس میں ورنوں کی بیوستھا صحیح نہیں بلکہ صحیح بات صرف یہ ہے کہ جس طرح گھوڑا بیل نہیں بن سکتا گدھا ہاتھی نہیں ہوسکتا۔ اسیطرح ایک شودر بھی برہمن نہیں بن سکتا۔ ویش کھشتری ہوسکتا ہے۔ جسطرح طوطا لاکھ گنگا رام گنگا رام کے طوطے کا طوطا ہی رہیگا۔ اسیطرح شودر کروڑ بھیس بدلے شودر پن سے آگے نہیں بڑھ سکے گا تو شدھی سے بجز روپیہ برباد کرنے اور ملک کے خرمن امن میں چنگاری ڈالنے اور بیچارے بھنگیوں اور چماروں کو کونسل کی ممبری یا دیگر اغراض نفسانی حاصل کرنے کے لئے دھرم سے پتت کرنے کے سوا اور کیا حاصل ہے۔

(محمد عصمت اللہ مبلغ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

از علی گڑھ

دیوبندی مُلّانے زندہ ہیں یا مرگئے

نعمت اللہ خان کی سنگساری پر سب سے پہلے علماء دیوبند ہی ہیں جنہوں نے سنگساری کی تائید کرتے ہوئے جماعت احمدیہ کو کافر و مرتد ثابت کرنے میں وہ کوشش کی جس کی نظیر دنیا میں کوشش سے ملیگی۔ ہندوستان کا کوئی خلا نہ شہر، قصبہ اور قریہ ایسا نہ چھوڑا جس میں انہوں نے اپنی آواز نہ پہنچائی ہو۔ یہاں تک کہ لاہور میں آکر مولوی ظفر علی خاں صاحب سے ملے اور ان پر غلط خیالات کا اثر ڈال کر قتل مرتد پر ۷ انمبر کا مبسوط مضمون لکھا یا جو سر تا سر لاطائل اور بیہودہ کٹ حجتیوں سے مملو تھا جو دیوبندی ملانے پہلے بیان کر چکے تھے۔

اس کے بعد مئی ۱۹۲۵ء کے اخیر میں بمقام لاہور حزب الاحناف کا ایک عظیم الشان جلسہ ہوا جس میں علماء حزب الاحناف نے بالاتفاق مولوی ظفر علی خان پر کفر کا فتویٰ لگایا۔ اور ان کی بیوی کا نکاح فسخ قرار دیا۔ ہمارے خیال میں بلحاظ ان خدمات کے جو مولوی ظفر علی خان صاحب اور ان کے اخبار زمیندار نے علماء دیوبند کی کی ہیں دیوبندیوں کا فرض تھا کہ اس جلسہ کے بعد لاہور اور دیگر مقامات ملک میں جا بجا جلسے منعقد کر کے حزب الاحناف کے جلسہ کی دھجیاں اڑاتے۔ برخلاف اسکے انہوں نے کیا تو یہ کیا کہ مولوی میرک شاہ جو دیوبندیوں کے نفس ناطقہ ہیں حزب الاحناف کے جلسہ کے دوران میں لاہور آئے ہوئے تھے ٹک ٹک دیدم۔ دم نہ کشیدم کے مصداق بنے بیٹھے رہے اور چوتھے دن ایک لغو سا اشتہار تقسیم کر کے رفو چکر ہوگئے لیکن لاہور کے مسلمانوں نے یکے بعد دیگرے دو جلسے کئے۔ اور حزب الاحناف کا منہ بند کیا۔

اے دیوبندی مُلّانو! اگر کچھ غیرت ہے تو چلو بھر پانی میں ڈوب مرو۔ کیا تمہارا فرض نہیں تھا کہ اپنے ایک محسن کے آڑے وقت کام آتے۔ افسوس ہے تمہارے علم و فضل اور اسلامی حمیت پر تم سے اتنا بھی نہ ہوسکا کہ ... کے خلاف دو چار مضامین ہی "زمیندار" اور "سیاست" میں چھپوا دے۔ کہاں ہیں مولوی انور شاہ کہاں ہیں میرک شاہ۔ محمد شفیع۔ سراج احمد۔ حبیب الرحمٰن اور وہ چاند پوری محمد مرتضیٰ حسن جو اپنے آپ کو ابن شیر خدا کہلاتا ہے وہ کس بل میں پڑا سوتا ہے۔ کہاں ہیں امادی۔ مہر یمنی۔ بدایونی وغیرہ۔ کیوں میدان میں نہیں نکلتے۔ اور کیوں حزب الاحناف کے فتویٰ کی تکذیب نہیں کرتے۔ مولوی ظفر علی خان پر کفر کا فتویٰ اور ان کی بیوی کی نسبت ایسے ناپاک لفظ کیا قیامت صغریٰ سے کم ہیں۔ دیوبندی ملانو! مولوی ظفر علی خان وہ شخص ہے جس کا اخبار تمہاری مدح اور توصیف کے لئے ہر وقت کھلا ہے۔ مولوی ظفر علی خان وہ شخص ہے جس نے تمکو دنیا میں روشناس کرا کر تمہاری شہرت کو چار چاند لگائے اور آج اسکی بدولت تم ہر جگہ وعظ کرتے اور گلچھرے اڑاتے پھرتے ہو بقول شخصے تمہاری پانچوں گھی میں ہیں

مولوی ظفر علی خاں وہ ہے جو تمہارے مدرسہ کیلئے اپلیں کرتا ہے تاکہ تمہیں گھر بیٹھے نان حلوا ملتا رہے۔

مولوی ظفر علی خان وہ ہے جو حزب الاحناف کے مقابلہ میں تمہاری طرفداری کر کے مورد کفر ہوا

مولوی ظفر علی خاں وہ ہے جس کے احسانات سے تم کبھی عہدہ برآ نہیں ہوسکتے۔

باوجود ان تمام احسانات کے تم جو حق کی حمایت نہیں کرتے اسکی کیا وجہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ دال میں کچھ کالا ہے۔ کیا اس خاموشی کے یہ معنی نہیں کہ تم کو اس فتویٰ سے اتفاق ہے۔ کیونکہ تمہارے تصنیف فتاوی بھی اسی طرح کے ہی بے بنیاد ہوتے ہیں۔ بہت کم مسلمان ہوں گے جو تمہارے فتاوی کفر سے بچے ہوں۔ یا اسکے یہ معنی ہیں کہ علمائے حزب الاحناف سے خائف ہو۔ یا تمہارا علم دین عنقا ہوگیا کہ کوئی برہان یا دلیل اس فتویٰ کی تردید میں پیش نہیں کرسکتے۔ یا تم میں سوائے جماعت احمدیہ کے کوسنے کے کسی دوسرے کے سامنے کلمۂ حق کہنے کی جرأت نہیں یا تم محسن کش احسان فراموش ہو یا حقیقت میں زندہ درگور ہوگئے ہو۔ میں تم پر واضح کر دینا چاہتا ہوں اور بانگ دہل کہتا ہوں کہ یہ زیرک شاہ کے مضامین نہیں ہیں جنکو شیر مادر کی طرح بے ڈکار ہضم کر جاؤ گے یہ مولوی ظفر علی خان صاحب کا معاملہ ہے۔ سوچو اور غور کرو۔ مولوی ظفر علی خان وہ ہیں جو کسی زمانہ میں خواجہ کمال الدین صاحب اور انکی جماعت احمدیہ کے دوست تھے۔ تقریباً ۱۹۱۳ء میں جب خواجہ صاحب تبلیغ اسلام کے لئے ولایت گئے تو زمیندار کے کالم خواجہ صاحب کے لئے ایسے ہی وقف تھے جیسے آجکل تمہارے لئے ایسا نہ ہو کہ کل کو مولوی صاحب کے ہاتھوں تمہاری بھی وہی گت بنے جو آجکل جماعت احمدیہ کی بن رہی ہے۔

اگر مولوی ظفر علی خان کو مظلوم سمجھتے ہو تو اٹھو اور ان کی مدد کرو۔ ایسا نہ ہو کہ کلمۂ حق کے نہ کہنے سے خدا کے اور پھر مولوی ظفر علی کے مجرم ٹھیرو۔ اٹھو اور حق دوستی ادا کرو۔

دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست
در پریشاں حالی و درماندگی

خاکسار زیرک شاہ

۱۵ جون ۱۹۲۵ء

بارہ حابت

گوردوارہ بل کی حمایت

امرت سر ۱۳ جون۔ پنشن یافتہ فوجی سکھوں اور نمبر گذشتہ سکھ افسروں کا ایک عام اجلاس قصبہ بابا بکالا میں منعقد ہوا۔ جس میں گوردوارہ بل کی حمایت میں قرار دادیں منظور کی گئیں اور ان تمام مخالفانہ نوٹسوں کو جو بعض سکھ حلقوں کی طرف سے جاری ہیں ناجائز قرار دیا گیا۔

پیدائش و اموات

۹ جون کو لاہور میں تعداد پیدائش ۱۳۶ اور تعداد اموات ۲۷ تھی۔ عام بخار سے ۳۔ طویل بخار سے ۱۰۔ اسہال و پیچش سے ۲۔ چیچک سے ۱۔ خسرہ سے ۲۔ تپ دق سے ایک اور دیگر امراض سے ۴ موتیں واقع ہوئیں۔ ہفتہ مختتمہ ۶ جون ۱۹۲۵ء میں لاہور شہر میں اموات کی تعداد مساوی ہے۔ ہندوؤں کے ہاں لڑکے ۱۰۔ لڑکیاں ۱۲ کل ۲۲۔ مسلمانوں کے ہاں لڑکے ۵۲ اور لڑکیاں ۴۴ کل ۹۶۔ سکھوں کے ہاں لڑکے ۲۔ لڑکیاں ۳ کل ۵۔ عیسائیوں کے ہاں لڑکا ۱ لڑکی ۱۔ دیگر اقوام کے ہاں لڑکے ۳۔ اور لڑکیاں ۴ کل ۷ یعنی کل ۱۳۶ بچے پیدا ہوئے۔

اموات کی تعداد ۲۳۰ ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔
مسلمان مرد ۶۴۔ عورت ۶۶ کل ۱۳۰۔ ہندو مرد ۴۶۔ عورت ۳۷ کل ۸۳۔ سکھ مرد ۶ عورت ۴ کل ۱۰۔ عیسائی عورت ۱۔ دیگر اقوام مرد ۳ عورت ۳

حکومت چین کی اعانت

پیکنگ ۱۱ جون۔ حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ شنگھائی کے بیکاروں کی اعانت کے لئے ایک لاکھ ڈالر بھیجے جائیں۔

ہینکو میں زبردست بلوی

ہینکو ۱۲ جون۔ یہاں کل شام کو غیر ملکیوں کے خلاف سخت بلوے ہوئے ایک ہجوم نے جاپانی دکانداروں کو لوٹ لیا اور اس کے ساتھ برطانوی رضاکاروں پر بلوہ کردیا۔ بلوائیوں کو ڈرانے دھمکانے کے بعد مشین گن چلائی گئی جس سے آٹھ آدمی قتل اور چند زخمی ہوئے۔ اس کے بعد امن وسکون قائم کردیا گیا۔

لندن ۱۱ جون۔ ایوان عام میں سر سیموئل ہور نے کہا کہ مصر و ہندوستان کے درمیان ہر دو سول ہوائی سروس کا قیام اصولاً منظور کرلیا ہے۔ اور یہ سروس رائل ایئر فورس کی اس پانزدہ روزہ سروس کو منسوخ کردیگی جو مصر و عراق کے درمیان جاری ہے۔ کرشیے کے لئے درخواستیں طلب کی گئی ہیں تاکہ قاہرہ اور کراچی کے ایک ہفتہ وار سروس کے لئے جلد تجاویز پیش کی جائیں۔ انہوں نے امید ظاہر کی ہے کہ مصر و ہندوستان کے درمیان ہوائی سروس آئندہ موسم سرما تک قائم ہوجائیگی۔ انہوں نے یہ بھی کہا ارادہ ہے کہ حکومت اس کے لئے امدادی رقم اس بجٹ میں سے دے۔ جو مشرق وسطے کے مصارف میں کی جائے گی۔

مہاراجہ جودہ پور کی تقریر لاسلکی کے ذریعہ سنائی جائیگی

لندن ۱۱ جون۔ برٹش انڈین یونین نے لنچ کے موقعہ پر جو لارڈ ریڈنگ کے اعزاز میں ۲۵ جون کو دیا جائے گا۔ مہاراجہ جودھپور تقریر کریں گے۔ انتظام کیا گیا ہے کہ وہ لاسلکی کے ذریعہ سنائی جائے یہ پہلا موقعہ ہے کہ برطانیہ میں ایک مہاراجہ کو تقریر لاسلکی کے ذریعہ سے سنانے کا انتظام کیا ہے۔

یونان کی جدید مجلس وزارت

ایتھنز ۱۱ جون۔ مجلس وزارت نے مستعفی ہونے کا فیصلہ کیا اور اس کے بعد ایم کینڈاس وزیر داخلہ نے خرابی صحت کے بہانہ سے استعفا پیش کردیا۔ لیکن عام رائے یہ ہے کہ موجودہ وزیر اعظم ایم مائکل ایکو پولس کی سرکردگی اور ایم کنڈاس کی اعانت سے مجلس از سر نو قائم ہونے کا امکان ہے۔

جی آئی پی ریلوے کی مساعی جمیلہ

بمبئی ۹ جون۔ جی۔ آئی پی ریلوے نے فیصلہ کیا ہے کہ دہلی اور بمبئی کے درمیان چلنے والی اکسپرس گاڑیوں پر تیسرے اور درمیانہ درجہ کے نئے آرام دہ ڈبے لگائے جائیں گے اس ترمیم سے ریلوے کمپنی کا منشا یہ ہے کہ تیسرے اور درمیانہ درجہ کے مسافر اہل و عیال سمیت تخلیہ میں سفر کرسکیں۔ ان ڈبوں کو مخصوص یعنے ریزرو کرنے والے کے لئے معمولی کرایہ کے علاوہ تھوڑی سی زائد رقم بھی وصول کی جائے۔

ہمعصر اودھ اخبار اس خبر کی اشاعت کا ذمہ دار ہے کہ کیمبرج یونیورسٹی نے جن ہندوستانی یونیورسٹیوں کو تسلیم کیا ہے ان کی فہرست میں جامعہ عثمانیہ حیدرآباد بھی ہے۔

احاطہ بمبئی کی اسلامی تعلیمی کانفرنس

پونا ۹ جون۔ احاطہ بمبئی کی اسلامی تعلیمی کانفرنس کا گیارہواں سالانہ جلسہ ۹ اور ۱۰ اگست کو پونا میں منعقد ہوگا۔ ہز ہائینس میر صاحب والی خیرپور سندھ نے کرسی صدارت کو مشرف فرمانا منظور کرلیا ہے صدر محترم کے شان شایان جلوس اور کانفرنس کو کامیاب بنانے کی تیاریاں شروع کی ہیں۔

معلمین اردو خواتین ہند کا اجلاس

موتمر معلمین اردو کا تیسرا اجلاس ۱۰ اگست کو اور انجمن مسلم خواتین ہند کا آٹھواں اجلاس گیارہ اور ۱۲ اگست کو پونا میں منعقد ہوگا۔

ہندوستان کی چونگی محصول

کلکتہ ۸ جون تجارتی اطلاعات و اعداد وشمار کے گوشوارہ سے پایا جاتا ہے کہ مئی ۱۹۲۵ء میں حکومت کے بحری دیری محصول چونگی کی آمدنی کی میزان بانسٹھ سے محصول نمک تین کروڑ چھپن لاکھ روپیہ تھی۔ حالانکہ اس سے پہلے مہینے تین کروڑ ستر لاکھ اور ایک سال پہلے تین کروڑ چھپن لاکھ تھی۔ اپریل اور مئی ۱۹۲۵ء میں دو مہینے کی مجموعی آمدنی سات کروڑ چھبیس لاکھ روپیہ ہے۔ گذشتہ روپیہ ہے گذشتہ سال کے اپریل اور مئی میں اس آمد کی میزان سات کروڑ بیس لاکھ روپیہ تھی۔

مہاراج گوالیار کا جانشین

پیرس ۷ جون۔ ہنوز مہارانی اور مہاراجہ گوالیار کے جانشین کی روانگی ہند کے لئے کوئی تاریخ مقرر نہیں کی گئی لیکن بیان کیا جاتا ہے کہ وہ جلد سے جلد مقرر کردی جائیگی۔

انتقال

سید یوسف شاہ صاحب مالک شاہجہان ہوٹل بمبئی کا ۳ جون ۱۹۲۵ء کو بمبئی میں انتقال ہوگیا۔ مرحوم تقریباً ایک ماہ سے بیمار رہتے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا — مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم — ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام او — بادۂ عرفان ما از جام او
آں رسولے کش محمد ہست نام — دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او با شیر شد اندر بدن — جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را بر و شد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست — ز و شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود — آں نہ از خود از ہماں جائے بود

ہفتہ میں دو بار یکشنبہ و چہار شنبہ کو شائع ہوتا ہے *

مِنْ حِمَاۃِ الکِتَابِ... (قرآنی آیت)

اخبار پیغام صلح

لاہور — رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما از و یابیم ہر نور و کمال — وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست — ہرچہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک و ز خبر ہائے معاد — ہرچہ گفت آں مرسل رب العباد
آں ہمہ از حضرت احدیت آمد — منکر آں مستحق لعنت است
معجزات و ہمہ حق ماند کراست — منکر آں مورد لعن خداست
معجزات انبیائے سابقیں — آنچہ در قرآں بیانش بالیقیں
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست — ہر کہ انکار کند از اشقیاست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب — نزد ما کفر است و خسران و تباب

قیمت سالانہ صہ ششماہی عہ سہ ماہی عہ

طلباء سے سالانہ للعہ

جلد ۱۳ | مدینۃ المسیح لاہور یوم یکشنبہ مورخہ ۲۹ ذیقعد ۱۳۴۳ھ ہجری مطابق ۲۱ جون ۱۹۲۵ء | نمبر ۷۵

اسلام سے مسیحیت کو خطرہ

افریقہ میں صلیب و ہلال کا مقابلہ

مسیحی مشنریوں کا ماتم

"اسلامک ریویو" رقمطراز ہے:-

ہم اپنے ناظرین کی توجہ ریورنڈ جے بروس گارڈنر کے اس تلخ تجربہ کی طرف منعطف کرانا چاہتے ہیں جو ان کو عنقریب افریقہ میں ہوا ہے جہاں اسلام کی ناقابل مقابلہ کی قوت، اس کی صداقت، اور سادہ تعلیم، اور اس کے عالمگیر اصول زمانہ حاضرہ کی مسیحیت کو جس کا انحصار تمام تر چند پیچیدہ مسائل اور تصوت پر ہے شکست پر شکست دے رہی ہے۔

مسٹر گارڈنر اپنے مذہب کی تبلیغ و توسیع کے لئے نہایت سرگرم جوش کا اظہار کرتے ہیں۔ اور ساتھ ہی ساتھ مبلغین کو نہایت خلوص کے ساتھ مشورہ دیتے ہیں کہ وہ مقابل قوتوں کو آگے بڑھنے سے روکیں اور اپنی سستی کو بالائے طاق رکھ دیں۔

اسلام اور افریقہ مسٹر گارڈنر کے یہ الفاظ ہیں:-

"افریقہ میں ایک اور تبلیغی مذہب ہے۔ جو طاقت ور مصروف عمل، ہوشیار، اور کامیاب ہے۔ اسلام نے اس براعظم میں نہایت زبردست کامیابی حاصل کی ہے ...... اس کی وسیع اخوت میں مقامی آبادی کا بہت بڑا حصہ داخل ہو رہا ہے ..... اسلام میں بہت سی باتیں حق اور ارفع ہیں"

یہاں تک تو ہمارے دوست کی گفتگو سلیس رہی ہے۔ اور صاف بھی انہوں نے نہایت وضاحت کے ساتھ یہ ثابت کیا ہے کہ نور ظلمت کے بعد ضرور طاری ہوگا۔ اور علم جہالت کی جگہ لے گا۔ یہ ایسی حقیقت ہے۔ جو قرآن مقدس کے اصول کے مطابق ہے۔ قرآن کا حکم ہے:-

"وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۔ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا"

مسیحی تعصب جس جوش کے ساتھ مسٹر گارڈنر مسیحی مبلغین میں روح پھونکنا چاہتے ہیں۔ وہ قابل تعریف ہے۔ لیکن ہمیں افسوس ہے کہ وہ مذہب جس کا اصول یہ ہے کہ اپنے دشمن سے محبت کرو۔ انہیں اپنے انصاف اور سخاوت نہ سکھا سکا کہ وہ اپنے خیالات کا اگر بغیر تعصب کے نہیں۔ تو بغیر تعصب کے اظہار کر دیتے۔ اس کے علاوہ ان کی تحریر میں اسلام کی حقانیت کے خلاف بھی اس قسم کے تعصب آمیز الفاظ درج ہیں جو ان ہی کے قلم کے لئے زیبا ہیں۔ وہ الفاظ حسب ذیل ہیں:-

"اسلام مقامی باشندوں کو قریب قریب اسی زندگی میں چھوڑ دیتا ہے جو ان کے حسب عادت ہے۔ مثلاً کثرت ازدواج اور کنیزوں کے ساتھ مباشرت۔ اس کے علاوہ ایسے بہشت کا وہ وعدہ کرتا ہے جو شہوت پرستی اور عیش و عشرت کے نصب العین کو پورا کرتا ہے اس حالت میں جبکہ یہ گندہ چشمہ شمال سے بہتا ہوا آرہا ہے مسیحیوں چاہیئے کہ بیدار ہو جائیں۔"

حقیقت حالات ہم اپنے ناظرین اور خصوصاً ان اصحاب کی توجہ جو اس قسم کی غلط فہمیوں کو پھیلانا چاہتے ہیں قرآن شریف کی مندرجہ ذیل آیت کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں:-

"وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِى الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا"

ترجمہ ۔ اگر تمہیں خوف ہے کہ تم یتامیٰ کے ساتھ انصاف کا برتاؤ نہیں کر سکتے۔ تو تم کو جو عورتیں اچھی معلوم ہوں ان کے ساتھ شادی کر دو دو تین تین چار چار عورتوں سے تم شادی کر سکتے ہو لیکن اگر تمہیں خوف ہو کہ تم ان کے درمیان انصاف نہیں کر سکتے۔ تو تم صرف ایک سے شادی کر دیا جو تمہارے داہنے ہاتھ کی ملک ہیں۔ یہ زیادہ اچھا ہے کہ تم سیدھے راستہ سے نہ جھکو"

اس آیت میں کثرت ازدواج کی چند حالات میں۔ اجازت دی گئی ہے۔ اور اسے نہ فرض کیا گیا ہے۔ نہ غیر مشروط اس کی اجازت دی گئی ہے

احکام کثرت ازدواج کی شان نزول یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ یہ سورہ مسلمانوں کی ان حالات میں رہنمائی کے لئے نازل ہوئی تھی۔ جو جنگ احد کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ اس سے پہلی جنگ کا آخری حصہ بھی جنگ کے تذکرہ پر مشتمل ہے۔ جنگ مذکور میں سات سو مسلمانوں میں سے ستر مسلمان شہید ہو گئے تھے۔ اس طرح مردوں کی تعداد بہت کم ہو گئی تھی۔ یہ لوگ چونکہ کاسب معاش تھے۔ لہذا فطرتاً خواتین اور بچوں کے والی وارث تھے بھی لڑائیاں اور ہونے والی تھیں۔ اور ان میں مردوں کی کمی اور بھی ہوتی اور اسیران جنگ کے باعث عورتوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا۔ اسی طرح بہت سی یتامیٰ۔ بیوہ عورتوں کی نگرانی میں رہ جاتے جن کے لئے قوت لایموت حاصل کرنا دشوار ہوتا۔ دوسری آیت میں یتامیٰ کی نگرانی کی خاص طور پر تاکید کی گئی ہے۔ تیسری آیت میں کہا گیا ہے کہ اگر یتامیٰ کے ساتھ انصاف کرنا دشوار ہے تو وہ بیوہ عورتوں سے شادی کر سکتے ہیں۔ جن کے بچے آیندہ سے ان کے بچے ہو جائیں گے اور چونکہ عورتوں کی تعداد مردوں کی تعداد سے کہیں زیادہ تھی۔ لہذا دو تین۔ چار شادیوں کی اجازت دی گئی ہے۔

ملک یمین سے مراد خواتین اسیران جنگ ہیں جیسی قرآن مقدس یا رسول اکرم صلعم کی زندگی میں ایک بھی ایسا حکم یا واقعہ نہیں ملتا جس میں نام نہاد کنیزوں کے ساتھ مباشرت کا حکم ہو۔ دشمنان اسلام برابر اسلام کے خلاف بہتان پر بہتان باندھتے رہتے ہیں۔ لیکن اسلام کی صاف اور سادہ تعلیم اس قسم کے بہتان سے تاریک نہیں ہو سکتی۔ (الامان)

اسلام کا سفیر

ٹھیک اسی ذوق، شغف، و انہماک کے ساتھ جس سے ہمارے ملک کے بعض "علمائے کرام" مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے خارج کر رہے ہیں بعض "مرتدین" دوسرے ممالک میں اسلام کی توسیع حدود و اشاعت میں مشغول ہیں۔ اور ان میں یقیناً سب سے ممتاز نام خواجہ کمال الدین لاہوری کا ہے۔ جو سالہا سال سے لندن میں بیٹھ کر محمد بن عبد اللہ (روحی فداہ) کا پیام ایک خدا کو بھولی ہوئی دنیا کو پہنچا رہے ہیں۔ ان کا انگریزی ماہوار رسالہ اسلامک ریویو جو گراں قدر خدمات اس سلسلہ میں انجام دے چکا ہے۔ اس کی قدر کچھ وہی لوگ کر سکتے ہیں۔ جو خود مغربیت کے زہر سے متاثر ہو چکے ہیں۔ کامریڈ کی تازہ اشاعت میں یہ پڑھ کر دلی مسرت ہوئی۔ کہ خواجہ صاحب ہی کی پارٹی نے اسلامک ریویو کے طرز و نمونہ پر ایک ماہوار رسالہ جرمن زبان میں برلن سے بھی نکالنا شروع کر دیا ہے۔ جرمن زبان یورپ بھر کی علمی زبان ہے۔ اور توقع ہے کہ رسالہ مذکور کے ذریعہ سے پیام اسلام کی ترجمانی سارے فرنگستان میں ہوتی رہے گی۔ خدا اس رسالہ کو اس کے مقصد میں کامیاب کرے۔ اور مسلمانوں کو اس کی خدمت و اعانت کی توفیق عطا کرے۔ (سچ)

تپ دق اور پردہ

"پندرہ اور بیس سال کی عمر کے درمیان جو لڑکے لڑکیاں تپ دق سے موت کے گھاٹ اترتی ہیں۔ ان کی شرح اموات ایک اور پانچ کی نسبت ہے۔ اور اس خوفناک اور حیرت انگیز نسبت کی وجہ یہ ہے کہ لڑکیوں کو پردہ میں رکھ کر ہلاک کیا جاتا ہے"

مندرجہ بالا عبارت ناظم صحت کلکتہ کی رپورٹ ۱۹۲۳ء میں جو چند دن ہوئے شائع ہوئی ہے۔

ڈاکٹر کریکر ناظم صحت اپنی رپورٹ میں فرماتے ہیں۔ کہ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ گنجان آبادی کے شہروں میں جہاں مکانات کھچا کھچ بھرے ہوتے ہیں۔ نوجوان لڑکیاں اس کثرت سے محض رسم پردہ کے باعث موت کا شکار ہو جاتی ہیں۔ ان علاقوں میں جہاں آبادی بہت گھنی نہ ہو اور جہاں علیحدہ صحن اور مکانات مہیا ہو سکیں۔ اگر پردہ کی پر لوگ کاربند ہوں۔ تو چنداں مضائقہ نہیں مستورات کی صحت پر کچھ اتنا برا اثر نہیں ہوتا۔ مگر بڑے بڑے شہروں میں ہوا اور روشنی بند کئے بغیر پردہ قائم نہیں رہ سکتا۔ اس لئے زنانہ مکان کے اندرونی حصہ میں واقع ہوتا ہے۔ جہاں نہ کافی روشنی ہوتی ہے اور نہ ہوا۔ علاوہ ازیں عورتوں میں اس مہلک مرض کے پھیلنے کی اور بڑی بھاری وجہ بچپن کی شادی بھی ہے۔ قارئین کی توجہ میں دوبارہ تپ دق کے لئے ان اموات کی طرف مبذول کرتا ہوں جن کی تعداد کلکتہ میں ہمیشہ ہزارہا ہوتی ممکن ہے کہ اسے نظر انداز کیا جائے۔ کیونکہ اس رپورٹ میں صرف اموات ہی پر بحث کی گئی ہے۔ اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ چار پانچ مریضوں میں سے صرف ایک کی موت واقعہ ہے۔ تاہم شہر میں ہر وقت ...... آدمی اس مرض میں مبتلا رہتے ہیں۔ مندرجہ ذیل نقشہ اعداد و شمار سے ان نوجوان عورتوں کی شرح کا جو اس مرض سے ہلاک ہو جاتی ہیں۔ پتہ لگتا ہے۔

شرح اموات فی ہزار

عمر	مرد	عورت	عمر	مرد	عورت
۱۰-۱۵ سال	۴۷ء	۲٫۱	۳۰-۴۰	۲٫۱	۴٫۹
۱۵-۲۰ "	۱٫۴	۷٫۱	مختلف عمر	۱٫۶	۲ -
۲۰-۳۰ "	۱٫۷	۶٫۲			

پیغام صلح ۔۔۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۳ مورخہ ۲۹ ذیقعد ۱۳۴۳ھ مطابق ۲۱ جون ۱۹۲۵ء نمبر ۶۵

جہاد

سلطنت افغانستان اور احمدی مسلمان

حضرت امیر ایدہ اللہ کے قلم سے

احمدی قوم کے اس حصہ کی طرف سے جن کا تعلق جماعت لاہور سے ہے۔میں بعض غلط فہمیوں کی وجہ سے ذیل کے واقعات کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں۔جو غلط فہمیاں ہمارے متعلق پھیلائی جاتی ہیں ان میں سے یہاں میں صرف اُن کا ذکر کروں گا۔جن کا تعلق امور ملکی سے ہے۔

ان میں سے پہلی یہ ہے۔کہ بانیٔ سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مجدد صدی چہاردہم نے جہاد کی منسوخی کا اعلان کیا ہے۔اور اس لئے ہم لوگ جہاد کے قایل نہیں۔یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔نہ حضرت مرزا صاحب اس بات کے قایل تھے اور نہ ہم قایل ہیں کہ قرآن کریم میں سے ایک حرف تک کی کمی ہو سکتی ہے۔یا ایک حرف زیادہ ہو سکتا ہے۔حضرت مرزا صاحب اس بات پر یقین کامل رکھتے تھے۔اور ہم بھی رکھتے ہیں۔کہ حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالےٰ کے آخری نبی تھے۔اور قرآن اللہ تعالےٰ کی آخری شریعت ہے۔اور اس میں سے تا قیامت ایک حرف تک منسوخ نہیں ہو سکتا۔چہ جائیکہ جہاد کا عظیم الشان حکم جس پر اسلام اور مسلمانوں کی زندگی کا دارو مدار ہے منسوخ ہو چنانچہ حضرت مرزا صاحب اپنی کتاب مواہب الرحمٰن کے صفحہ ۶۶ و ۶۷ پر لکھتے ہیں۔

"و خدا را مکالمات و مخاطبات است با اولیائے خود دریں امت و ایشاں را رنگ انبیا داده مے شود و در حقیقت انبیا نیستند زیرا کہ قرآن حاجت شریعت را بکمال رسانیده است و داده نمے شوند مگر فہم قرآن و نہ زیادہ مے کنند و نہ کم مے کنند از قرآن و ہر کہ زیادہ کرد یا کم کرد۔پس او از شیطانان است کہ بدکارانند۔

ترجمہ اور خدا تعالےٰ کے اس امت میں اپنے اولیاء کے ساتھ مکالمات اور مخاطبات ہوتے ہیں اور انہیں انبیاء کا رنگ دیا جاتا ہے۔اور وہ در حقیقت نبی نہیں ہوتے۔کیونکہ قرآن کریم نے حاجت شریعت کو کمال تک پہنچا دیا ہے۔اور انہیں قرآن کے فہم کے سوائے کچھ نہیں دیا جاتا۔اور وہ قرآن کریم میں نہ کچھ بڑھاتے ہیں نہ اس میں کوئی کمی کرتے ہیں۔اور جو شخص زیادہ کرے یا کم کرے وہ بدکار شیطانوں میں سے ہے۔

ایسی تحریریں ایک دو نہیں بلکہ بیسیوں ہیں۔جن میں حضرت مرزا صاحب نے یہ کھول کھول کر لکھا ہے۔کہ جو کچھ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا وہ تا قیامت منسوخ نہیں ہو سکتا۔اور نہ اس میں کوئی کمی یا زیادتی ہو سکتی ہے۔پس ان صریح اقراروں کے ہوتے ہوئے یہ کیونکر ممکن ہے کہ وہ یا ہم جہاد جیسے حکم کی منسوخی کے قایل ہوں جس کے متعلق احکام سے قرآن کریم بھرا پڑا ہے۔

اصل واقعہ صرف اس قدر ہے کہ جہاد کا ایک غلط مفہوم دشمنان اسلام کے دلوں میں تھا۔اور بعض جاہل مسلمان بھی اپنی کم فہمی سے اس خیال کو مدد دیتے تھے یعنی یہ کہ اسلامی جہاد اُسے سمجھا جاتا تھا۔کہ ایک مسلمان تلوار ہاتھ میں لے کر غیر مسلموں کو یہ کہے کہ یا تم اسلام قبول کرو ورنہ میں تلوار سے تمہارا سر کاٹ دوں گا۔یہی تصویر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پادریوں نے اپنی کتابوں میں کھینچی یہاں تک کہ آپ کی ایک فرضی تصویر بنا کر شائع کی اور آپ کے ایک ہاتھ میں قرآن دیا اور ایک ہاتھ میں تلوار دی اور اس کی غرض یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اور اسلام کے خلاف غیر مسلموں کے دلوں میں نفرت بٹھائی جائے مگر یہ ایک وحشیانہ مذہب ہے۔جو محض تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔چونکہ اللہ تعالےٰ نے چودھویں صدی کے مجدد کو بالخصوص عیسویت کے فتنے کے سد باب کے لئے کھڑا کیا۔اس لئے آپ نے اس غلط خیال کو دور کرنا اپنا پہلا فرض سمجھا اور آپ نے کھول کھول کر سمجھایا کہ جہاد دو طرح پر ہے۔ایک جہاد بالقرآن یا یہ جہاد کہ اشاعت دین کی جائے اور کلمۂ حق یعنی قرآن کریم کو تمام دنیا میں پہنچایا جائے۔یہ ہر مسلمان کے لئے ہر حالت میں ضروری ہے۔اور اس کا حکم ابتدائی مکی سورتوں میں بھی پایا جاتا ہے جیسے مثلاً سورۃ الفرقان میں جہاں حکم ہوتا ہے۔وجاھدھم بہ جہادا کبیرا یعنی قرآن کریم کے ساتھ جہاد کبیر کر۔اور یہ حکم کسی شرط سے مشروط نہیں۔اور دوسرا جہاد بالسیف جس کا حکم مدینہ میں نازل ہوا۔اور یہ بعض شرائط کے ساتھ مشروط ہے جیسے فرمایا وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم۔اللہ کے رستے میں اُن لوگوں سے جنگ کرو جو تمہارے ساتھ جنگ کرتے ہیں۔اور یہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کیوں کرتے تھے۔ولا یزالون یقاتلونکم حتی یردوکم عن دینکم ان استطاعوا۔یہ لوگ تم سے جنگ کرتے رہیں گے۔یہاں تک کہ اگر ان میں طاقت ہو تو تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں۔اور اصل غرض اُن لوگوں کی مسلمانوں کو دکھ دینا تھا۔اس لئے فرمایا اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا۔ان لوگوں کو جن کے ساتھ جنگ کی جاتی ہے۔مدافعت کی اجازت دی جاتی ہے۔اس لئے کہ اُن پر ظلم کیا جاتا ہے۔پس تلوار کا جہاد حفاظت اسلام کے لئے تھا۔نہ اشاعت اسلام کے لئے یعنی اسلام نے تلوار اُٹھانے کی اجازت دین اسلام کی اشاعت کے لئے نہیں دی۔دین اسلام کی حفاظت کے لئے دی۔مگر دشمنان اسلام نے اس نہایت صحیح اصول کو غلط لباس پہنا کر اس بات کا دنیا میں اعلان کیا۔کہ اسلام تلوار سے پھیلایا گیا ہے۔اور کہ احکام قرآنی کا منشاء یہ ہے کہ اگر کوئی شخص تمہاری بات نہ مانے اور اسلام قبول نہ کرے تو اُس کو قتل کر دو۔اور چونکہ بعض ناواقف مسلمان بھی اس غلط خیال میں مبتلا تھے۔اس لئے حضرت مرزا صاحب نے بزور اس بات کا اعلان کیا کہ مسلمان بھی اس غلط خیال کو دل سے نکال دیں۔اس غلط خیال کو جو جہاد کے متعلق دلوں میں تھا۔آپ نے منسوخ کیا۔نہ قرآنی حکم کو جس کے وہ قایل ہیں کہ تا ابد کوئی منسوخ نہیں کر سکتا۔اور جو قرآن میں سے کچھ کم کرے وہ شقی ہے۔چنانچہ جیسا اوپر نقل ہو چکا ہے۔آپ نے بالتصریح بھی فرمایا ہے کہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۔۔

ولا شک ان وجوہ الجہاد معدومۃ فی ھذا الزمن وھذہ البلاد یعنی جہاد کے شرائط اس زمانہ اور اس ملک میں نہیں پائی جاتیں اگر آپ منسوخی جہاد کے قایل ہوتے تو جہاد کے شرائط کے پائے جانے یا نہ پائے جانے کے کیا معنے۔آپ نے صرف اسقدر فرمایا کہ اس ملک ہندوستان میں اور ان حالات میں جو آپ کے سامنے ہیں۔تلوار کے جہاد کی شرائط نہیں پائی جاتیں۔اس لئے ان حالات میں اور اس ملک میں حکومت وقت کے خلاف جو غیر مسلم ہے تلوار ۔۔۔ جائز نہیں۔یہ وہ بات ہے جو آپ نے آج سے تیس چالیس سال پیشتر ہی اور اب اس ہندوستان کے تمام مسلمان علماء بھی اس بات کے قایل ہیں۔گو یہ بات انہوں نے موجودہ وقت سے لینے دے سے ۔۔۔ ملک کے غیر مسلم سیاسی لیڈر گاندھی جی سے لی ہو۔اور سیاسی تحریک پر بڑے بڑے علماء نے صاف لکھدیا کہ اس ملک میں اور ان حالات میں حکومت وقت کے خلاف تلوار اٹھانا جائز نہیں۔اور اس لئے عدم تعاون کا رستہ اختیار کیا۔اس سے بڑھکر حضرت مرزا صاحب کا کوئی فتویٰ نہ تھا۔اگر دوسرے ملکوں میں دشمنان اسلام مسلمان قوم پر تلوار اٹھائیں تو بروئے قرآن ان کے لئے ضروری ہے۔کہ وہ مدافعت میں جنگ کریں۔جیسے غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے یونانیوں کے خلاف کی غرض جہاد کی منسوخی کا اعلان جو حضرت مرزا صاحب کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔اس کے نیچے حقیقت اس قدر ہے۔کہ آپ نے اس غلط خیال کو منسوخ کیا۔کہ دین اسلام تلوار کے ذریعہ سے پھیلا یا تلوار کے ذریعہ سے پھیلایا جا سکتا ہے۔اور قرآنی حکم تا قیامت قایم ہے۔اور قایم رہے گا۔

ایک اور اعتراض مرزا صاحب پر یہ کیا جاتا ہے۔کہ آپ نے سلطنت انگریزی کی تعریف کی ہے اور اس کے ساتھ وفاداری کی تعلیم دی ہے یہ ایک امر واقع ہے کہ انگریزی سلطنت کے آنے سے پیشتر اس ملک میں بدامنی کی حالت انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔اور فتنہ و فساد نے ہر قسم کی دماغی اور ذہنی ترقیوں کو روکا ہوا تھا۔اور اگر وہی حالت رہتی تو اسلام کا نام و نشان اس ملک سے مٹ جاتا اس وقت محض اللہ تعالےٰ کے فضل سے ایک پُرامن حکومت قایم ہوئی جس نے تعلیم کے ساتھ قوم کے اندر کم و بیش بیداری اور احساس پیدا کیا اور ملک میں امن و امان کے ساتھ مذہبی آزادی کو قایم کیا۔انہی حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے حضرت مرزا صاحب نے بھی انگریزی حکومت کی تعریف کی۔اور سر سید احمد خاں نے بھی اور کلاشبہ اپنے بہت سے کاموں کے لحاظ سے یہ حکومت قابل تعریف ہے ہاں یہ سچ ہے۔کہ یہ ایک اجنبی حکومت ہے۔ملک کی اپنی حکومت نہیں۔یہ بھی صحیح ہے کہ اس میں نقص ہیں۔لیکن اس وجہ پر ان اچھی باتوں کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔جو اس میں تھیں یا ہیں یہ تعریف خوشامد نہ تھی حضرت مرزا صاحب نے حکومت کو خوش کر کے کوئی خطاب حاصل نہیں کیا۔کوئی دنیوی حاصل نہیں کی۔اپنے لئے یا اپنی اولاد کے لئے کوئی مرتبہ حاصل نہیں کیا اپنی کھوئی ہوئی جاگیر بھی واپس نہیں لی۔پس یہ تعریف کسی خود غرضی سے نہ تھی جو قابل ملامت ہو۔بلکہ یہ اس قسم کی تعریف ہے جیسے نبی کریم صلعم نے حبش کی عیسائی حکومت کی تعریف کی۔اس لئے کہ اس کے نیچے مسلمانوں کو امن ملا۔رہی وفاداری کی تعلیم سو یہ کوئی حکومت انگریزی سے خاص نہیں۔بلکہ آپ نے یہی تعلیم ہر ایک حکومت کے متعلق دی ہے۔یعنی مسلمانوں کو یہی نصیحت کی ہے۔کہ جس حکومت کے ماتحت رہو وفاداری کے ساتھ رہو خواہ وہ حکومت غیر مسلم ہندوؤں کی ہو یا کانفیوشش یا بدھ کے پیروؤں کی یا حضرت عیسےٰ کے پیروؤں کی اور خواہ وہ حکومت اسلامی ہو۔غداری اور اخلاق فاضلہ ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔جب مصلحت الٰہی نے مسلمانوں سے حکومت لیکر ایک غیر مسلم قوم کے سپرد اس حکومت کو کیا ہے۔یا کسی ملک میں مسلمانوں کی تعداد اسقدر کم ہے۔کہ انہیں بہرحال وہاں محکوم کی حالت میں رہنا ہے۔جیسے مثلاً چین یا جاپان یا ہندوستان تو کیا حکومت وقت کے ساتھ وفادارانہ طریق پر انہیں رہنا چاہیئے۔یا غداری کے ساتھ۔اگر کل کو اس ملک میں بھی سوراج قایم ہو جائے۔تو بیشتر صوبوں میں حکومت غیر مسلم ہی ہوگی کیونکہ حکومت آج جمہوریت کے زمانہ میں کثرت رائے کا نام ہے اور کثرت رائے اکثر صوبوں میں غیر مسلموں کی ہے۔تو کیا کوئی سمجھدار مسلمان ہے۔جو یہ کہے گا کہ ہم کو غیر مسلم حکومت کے ساتھ وفاداری نہ برتنی چاہیئے۔اگر یہی بات حضرت مرزا صاحب نے اُن لوگوں کے متعلق کہدی جن کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے۔ولتجدن اقربھم مودۃ للذین اٰمنوا الذین قالوا انا نصٰرٰی تو یہ فعل قابل اعتراض نہیں بلکہ بالکل بجا ہے۔اور آج بھی مسلمانوں کو اسی کا تتبع کرنا ہوگا ورنہ سوراج کی تمام کوششیں بے سود محض ہیں۔اور مسلمان قوم کو یہ دھوکا دینا ہے کہ انہیں کہا جائے کہ حکومت انگریزی کے اُٹھ جانے سے اسلامی حکومت قایم ہو جائے گی۔یقیناً اس وقت تک اس ملک میں غیر مسلم حکومت رہے گی جب تک کہ مسلمان اشاعت اسلام پر پورا زور صرف کر کے اپنی تعداد کو اسقدر نہیں بڑھاتے کہ کثرت اُن کی ہو جائے۔

ایک اور اعتراض یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنے پیروؤں کو ملکی ۔۔۔ میں حصہ لینے سے روکا ہے یہ بھی درست ہے۔حضرت مرزا صاحب

کو جس کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے کھڑا کیا وہ یہ تھا کہ وہ دنیا میں اشاعت اسلام کریں۔ اب جو جماعت آپ کے بنائی ہوئی ہوگی۔ اس کا فرض یہ ہوگا کہ ہر قسم کی ملکی اور دیگر شورشوں سے اجتناب کر کے اپنے مقصد واحد اشاعت اسلام کو مدنظر رکھیں۔ اور اسی پر اپنا سارا زور صرف کریں ایک دور اندیش لیڈر کی طرح حضرت مرزا صاحب اس بات کو جانتے تھے کہ ملکی تحریکات نہ صرف قوم کو بعض وقت خطرناک غلط راہوں پر ڈال دیتی ہیں۔ جیسے انارکی کا قائم کر دینا یا بغاوت کا خیال غالب کر دینا بلکہ ملکی شورش کے اندر بوجہ اس کے ترتیب فوائد کے اس قدر زبردست کشش ہوتی ہے کہ لوگ خود بخود اس کی طرف کھنچے چلے جاتے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب نے اپنے پیروؤں کے اندر جو قربانی کا مادہ پیدا کیا جس کا نتیجہ آج کھلے طور پر یہ دیکھا جا سکتا ہے کہ ایک چھوٹی سی جماعت کس نظام اور کس قدر قربانی سے عظیم الشان کاموں کو سرانجام دے رہی ہے۔ اگر اس کے ساتھ ہی آپ نے دور اندیشی سے کام لے کر ملکی شورشوں میں حصہ لینے سے اس جماعت کو نہ روک دیا ہوتا تو نتیجہ یہ ہوتا کہ اس جماعت کی ساری قربانیوں کا رُخ ملکی شورش کی طرف ہو گیا ہوتا۔ اور یہی لوگ بوجہ اس قربانی کی روح کے جو ان کے اندر حضرت مجدد کے جذب نے پیدا کی تھی ملکی تحریکات میں سب سے آگے ہوتے۔ مگر پھر اس کا نتیجہ کیا ہوتا۔ یہی کہ اشاعت اسلام کی تحریک بالکل رک جاتی۔ پس چونکہ آپ کی غرض یہ تھی کہ یہ چند لوگ اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے ہر ملک میں نکل جائیں۔ اور اشاعت اسلام کو اپنا واحد نصب العین رکھیں۔ اس لئے آپ نے اپنی جماعت کو ملکی شورشوں میں حصہ لینے سے روک دیا۔ اور یہ تعلیم دی کہ جس ملک میں جاؤ تم اپنے اشاعت اسلام کے کام سے مطلب رکھو۔ اور دیگر ملکی تحریکات کا کام اور لوگوں کو کرنے دو۔ یہ تو صرف تقسیم کار کا صحیح اصول ہے۔ ایک ہی جماعت سب کام نہیں کر سکتی۔ قرآن کریم نے بھی یونہی حکم دیا ہے۔ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر ایک جماعت تم میں ایسی ہو جن کا کام ہی دعوت الی الخیر یعنی دعوت الی الاسلام ہو۔ اور جو اچھی باتوں کے کرنے کا حکم دیں اور بری باتوں سے لوگوں کو روکیں۔ یہی جماعت حضرت مجدد نے بنائی۔ جب اس کی سخت ترین ضرورت تھی۔ اور جب مسلمانوں کی کامیابی کا اصلی راز ہی اشاعت اسلام میں مضمر تھا۔ اور اس جماعت کو یہ حکم دیا کہ ملکوں میں نکل جاؤ اور اسلام کا جھنڈا جگہ جگہ لگاتے جاؤ۔ اور اشاعت اسلام سے کام رکھو۔ حکومت ملک کی وفاداری کرو۔ اور ملکی شورشوں سے علیٰحدہ رہو تاکہ تمہارے اصل کام کو نقصان نہ پہنچے۔ خود حضرت مرزا صاحب ہر ایک ملکی تحریک کو برا نہ کہتے تھے نہ برا سمجھتے تھے۔ بلکہ اپنی زندگی کے آخری ایام میں مسلمانوں کو عام طور پر یہی نصیحت کی کہ وہ بھی کانگرس کے نظام ملکی میں شامل ہو کر اپنے حقوق کو حکومت ملک سے طلب کریں۔ نہ ہی آپ کے پیرو ہر قسم کی ملکی تحریکات کو برا سمجھتے ہیں۔ خود محض اپنے اشاعت اسلام کے کام کو مدنظر رکھتے ہوئے ان تحریکات سے عموماً الگ رہتے ہیں۔ تاکہ قوم کی ہمت پست خیالات سے بیکار نہ ہو جائے۔

ہمارے متعلق یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ ہم افغانستان کی اسلامی حکومت کے بدخواہ ہیں۔ اس وجہ سے کہ وہاں تین احمدیوں کو سنگسار کیا گیا ہے۔ بلاشبہ ہم نے اس امر کے خلاف آواز اٹھائی ہے۔ کہ حکومت افغانستان نے جاہل ملاؤں کے اثر کے نیچے ایسی بےرحمی کا ارتکاب کیا۔ کہ مسلمانوں کو محض چند فروعی امور میں اختلاف کی وجہ سے قتل کیا۔ اور اس آواز کے اٹھانے میں ہم اکیلے نہیں بلکہ ملک ہندوستان کا بیشتر فہمیدہ اور تعلیم یافتہ حصہ ہمارے ساتھ ہے۔ محض اس آواز کے اٹھانے کی وجہ سے نہ وہ لوگ حکومت افغانستان کے بدخواہ بن گئے ہیں۔ اور نہ ہم بدخواہ ہیں بلکہ ایسی آواز کا اٹھانا بھی محض حکومت افغانستان کی خیرخواہی کے لئے ہے ....

.... کیونکہ اس حکومت کے اس فعل سے صرف افغانستان ہی۔ آج دنیا میں بدنام نہیں ہوا بلکہ اسلام بھی بدنام ہوا ہے۔ مذہب کی وجہ سے قتل کرنا یا ایذا دینا نہ صرف اسلام ہی نے منع کیا ہے۔ بلکہ آج مہذب دنیا بھی اس کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ اس لئے اس بات کو حکومت افغانستان کے نوٹس میں لانے سے ہمارا منشا صرف اسی قدر ہے کہ وہ اس غلطی کی آئندہ کے لئے اصلاح کرے ورنہ حاشا وکلا ہمارے ذہنوں میں ایک اسلامی حکومت کی بدخواہی کا خیال ہو ....

.... ہو۔ جب ہم غیر اسلامی حکومت سے وفاداری کو بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ تو ایک اسلامی حکومت سے اس سے بھی بڑھ کر وفاداری ہمارے نزدیک ضروری ہے بلکہ ایک اسلامی سلطنت کا ہم پر ایک اور حق اخوت اسلامی کا بھی ہے۔ وہ بھی مسلمان ہیں اور ہم بھی مسلمان ہیں۔ جس طرح ہر ایک مسلمان کی خیرخواہی دوسرے مسلمان کو مدنظر ہونی چاہیئے اسی طرح اور اسے اور نیز اسلامی سلطنتوں کی بہی جملہ مسلمانان عالم کے مدنظر ہونی چاہیئے۔ مسلمانوں کی سلطنت اسلام کی قوت اور شوکت کا نشان ہے۔ اور تھوڑے سے شوکت اسلامی کے نشانوں میں جو باقی رہ گئے ہیں۔ کسی قسم کی کمزوری کا واقعہ ہونا اسلام کے لئے مصیبت عظمیٰ ہے۔ اور وہ شخص خود اسلام کا غدار اور خائن ہے (اور سب غداریوں اور خیانتوں سے بڑھ کر مسلمان کے لئے اسلام کی غداری اور خیانت ہے) جو اسلامی سلطنتوں کا بدخواہ ہو کر خود اسلام کے لئے مصیبت لانے میں معاون ہو۔ بلاشبہ اسلامی سلطنتوں کے استحکام اور مضبوطی میں اسلام اور مسلمانوں کی عزت ہے اور جو شخص اسلام اور مسلمانوں کی عزت نہیں چاہتا۔ وہ مسلمان کیسا؟ اور سب سے بڑھ کر ہمارے اشاعت اسلام کے کام کے لئے ضروری ہے کہ اسلامی سلطنتوں کا استحکام ہو۔ کیونکہ ان کے استحکام سے اشاعت اسلام کے کام میں ہمیں بڑی بھاری تقویت پہنچتی ہے۔ ہمارا کام درحقیقت ان اسلامی سلطنتوں کا کام ہے۔ ہم ایک غریب قوم کی قربانیوں سے اس کام کو سخت مشکلات کے ساتھ بہت آہستہ آہستہ چلا رہے ہیں اس کی قوت کے سامانوں میں سے یہی سامان ہوگا کہ اسلامی سلطنتیں اس کام کو ہاتھ میں لیں یا کام کرنے والوں کی قوت کا موجب بنیں۔ دولت خداداد افغانستان بھی اسلام کی شوکت کا ایک عظیم الشان نشان ہے۔ اور اگر ہم اس کے خلاف کسی قسم کا منصوبہ دل میں لائیں تو یہ صرف ایک کمینہ حرکت ہی نہیں بلکہ خود اسلام سے دشمنی کا فعل ہے۔ اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ جب ہم غیر مسلم حکومتوں کے ساتھ بھی یہ سلوک روا نہیں رکھتے تو ایک اسلامی .... سلطنت کے متعلق ایسا پاجی پن کا خیال دل میں لائیں اور اس کے دشمن بن کر خود اسلام اور بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دشمنی کریں۔ جسکی عزت کو دنیا میں بلند کرنا جسکے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچانا ہماری زندگیوں ... کا اصلی مقصد ہے۔ کیا یہ کسی شخص کے وہم میں آسکتا ہے کہ وہ لوگ جن کے سینے اس درد سے بھرے ہوئے ہوں کہ وہ غیر مسلموں کو مسلمان دیکھیں جنکی شب و روز یہ کوشش ہو کہ غیر اسلامی ملک میں اسلام کا جھنڈا لہرائے اور ہر شہر میں اللہ اکبر کی صدا بلند ہو اور وہاں کے حکام مسلمان ہو جائیں جو خود اس سلطنت انگریزی کو جس کا اس وقت ہندوستان پر تسلط ہے ایک اسلامی سلطنت بنا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں۔ وہ لوگ جنہوں نے اس مقصد کے حصول کے لئے اپنے مالوں کو پانی کی طرح بہا دیا ہو جو اس پیغام کو لیکر دنیا کے ہر ایک ملک میں پہنچنے کی کوشش کر رہے ہوں اور اپنے گھر بار اہل و عیال کو چھوڑ کر اس خدمت اسلامی میں معروف ہوں اور کئی عیسائی ممالک میں اسلام کا پیغام پہنچا چکے ہوں۔ اور بڑے بڑے عظیم الشان ارکان قوم کو داخل اسلام کر چکے ہوں۔ اور وہاں مسجدیں بنوا رہے ہوں۔ کیا ایسے لوگ جو غیر مسلم حکومتوں کو بھی مسلم دیکھنا چاہتے ہیں کسی حکومت اسلامی کے خلاف منصوبہ دل میں لا سکتے ہیں۔ چہ جائیکہ دولت خداداد افغانستان کی بدخواہی کا خیال دل میں لائیں۔ جو اسلام کی شوکت کا ایک عظیم الشان نشان ہے اور اگر کوئی شخص احمدی کہلا کر ایسا کرتا ہے۔ تو وہ ایک دنیوی حکومت ہی نہیں۔ بلکہ خود اسلام کا غدار اور خائن ہے اور وہ شاید کسی خود غرضی کے لئے ایسا کام کرتا ہو ورنہ ہماری جماعت کا یہ رویہ ہرگز نہیں ہم اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر یہ شہادت ادا کرتے ہیں۔ کہ جہاں ہم یہ تڑپ اپنے سینوں میں رکھتے ہیں۔ کہ سب ملکوں میں اسلام پھیل جائے اور اس کے لئے دعا کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی اسلامی ممالک کے استحکام اور ترقی کے لئے اور دشمنوں سے ان کی حفاظت کے لئے بھی دعائیں کرتے ہیں۔ اس کے بعد بھی جو شخص ہم پر یہ الزام دیتا ہے کہ ہم حکومت افغانستان کے بدخواہ ہیں۔ یا اس کے خلاف کسی قسم کا منصوبہ ہمارا .... عند اللہ و عند الناس

تبدیل ... ہے۔ ہاں میں یہ جانتا ہوں کہ بعض شریر لوگ محض شرارت کے طور پر اس بات کو پھیلا رہے ہیں۔ لیکن حق مخفی نہیں رہ سکتا جرمنی میں ہمارے تبلیغ اسلام کے کام کو روکنے کے لئے بعض مُلاؤں نے اسی ہتھیار سے کام لیا۔ مگر آخر اللہ تعالیٰ نے ان وساوس کا ازالہ کر دیا۔ اب ہندوستان میں یہ بات پھیلائی جاتی ہے۔ اور وہ خدا جو ہماری نیتوں کو جانتا ہے۔ وہی اس کا ازالہ بھی کر دے گا ہم اپنے ان بھائیوں کو بھی جو افغانستان میں رہتے ہیں۔ حالات موجودہ میں یہی مشورہ دیتے ہیں۔ کہ وہ نہ صرف حکومت ملک سے پوری وفاداری برتیں۔ بلکہ ایسے افعال سے بھی اجتناب کریں جن سے عوام الناس میں ایک شورش پیدا ہو کر حکومت وقت کے لئے مشکلات پیدا ہوتی ہوں۔

خاکسار محمد علی

مسیحیت کیلئے ایک نئی راہ

لنڈن کے اخبار آبزرور میں ڈاکٹر زویمر کا ایک مکالمہ شائع ہوا ہے جس میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ اسلامی دنیا کی سیاسی اہمیت جاتے رہنے کے بعد اب مسلمانوں کے ذہنی اور روحانی قوای باقی رہ گئے ہیں۔ جن پر مسیحیت کو حملہ آور ہونا چاہیئے۔ اور اقتصادی و صنعتی تعلیم کے اندر انہیں اس قدر محو کر دینا چاہیئے۔ کہ اسلام کی طرف سے وہ بالکل غافل ہو جائیں۔ اور اس کا کوئی اثر ان کے قلب پر باقی نہ رہ جائے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام روز افزوں ترقی نے ڈاکٹر زویمر کے دماغ کو اس قدر پریشان کر دیا ہے کہ مقابلہ کیلئے انہیں اب کوئی راہ نظر نہیں آتی۔ اقتصادی و صنعتی تعلیم میں منہمک ہونے سے کیا اسلام کا نشان مٹ جائیگا؟ ہمارے خیال میں دشمن کے ذریعہ سے خدا نے اسلام کی درخشانی اور تابندگی کی ایک راہ نکالی ہے۔ اقتصادی اور صنعتی تعلیم حاصل کر کے اسلام سے کوئی شخص روگرداں نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس کے دل میں اسلام کا نور زیادہ تیزی کے ساتھ چمکیگا۔ اور مسلمانوں کا جس قدر انہماک اس تعلیم کے اندر ہوگا۔ اسی قدر ان کے قوائے روحانی کو ترقی حاصل ہوگی۔ آج یورپ کے صناعوں۔ ماہرین اقتصادیات کو دیکھ لو۔ آیا وہ مسیحیت کی طرف زیادہ راغب ہیں یا عملی طور پر اسلام کے اوپر کاربند ہیں۔ اور جوں جوں انہیں اس پاک مذہب کا علم ہوتا ہے۔ اس کے معتقد ہوتے چلے جاتے ہیں اس لئے ہم دلی شوق کے ساتھ منتظر ہیں۔ کہ ڈاکٹر زویمر مسلمانوں کو اقتصادی و صنعتی تعلیم دلانے کے سامان پیدا کریں اور جوق در جوق مسلمان ان کی اس تحریک کو کامیاب بنانے میں کوشاں ہوں۔ تاکہ اس ذریعہ سے مسیحیت کو غلبہ دینے کی حسرت ان کے دل میں باقی نہ رہ جائے۔

اخوت مسیحی کی روشنی

اپنے اسی مضمون میں ڈاکٹر زویمر لکھتے ہیں:۔
"جو شخص اخوت مسیحی کی روشنی میں اس بات کو حل کر دے کہ دریائے نیل کے کنارے جو مسلمان

لڑکیاں کپاس چنتی ہیں۔ لنکا شائر کے کارخانوں میں جو لڑکیاں اس کپاس کو کات کر کپڑے کی صورت میں تبدیل کرتی ہیں۔ اُن کے درمیان ایک نہایت گہرا رشتہ اتحاد کیونکر پیدا کیا جا سکتا ہے وہ حقیقی طور پر سلطنت (برطانیہ) کا سب سے بڑا محافظ اور محسن ہوگا"

جناب مسیح تو آج سے دو ہزار سال پیشتر ایک اسرائیلی اور کنعانی عورت کے درمیان بھی رشتہ اتحاد قائم نہ کر سکے تھے حالانکہ دونوں مشرقی اخلاق و خصائل سے حصہ رکھتی تھیں۔ آج ان کے نام نہاد پیشاگرد دریائے نیل اور لنکا شائر کے بعد المشرقین کو مسیحی اخوت کے اثر سے کیسے ملا سکتے ہیں۔ کیا ان کی اخوت جناب مسیح سے بڑھی ہوئی ہے؟

بندرگاہ رابغ پر گولہ باری

آخر کار حجاج کو انہی مصائب اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا جن کا پیشتر سے خطرہ تھا۔ امیر علی ابن شریف حسین نے ماہ حرام کی حرمت کو بھی مدنظر نہ رکھا۔ اور سلطان ابن سعود کی دشمنی میں یہاں تک اپنے آپ کو بڑھایا کہ حاجیوں کے لئے بندرگاہ رابغ پر گولہ باری کی ٹھان لی۔ جس کی وجہ سے حاجیوں کا جہاز پورٹ سوڈان میں روک لیا گیا۔ اس سے ہندوستانی مسلمانوں کو قدرتاً بےچینی اور تشویش پیدا ہوئی ہے اور وہ اس کا اصل ذمہ دار گورنمنٹ برطانیہ کو قرار دیتے ہیں۔ کہ سمندر پر کافی اقتدار رکھنے کے باوجود امیر علی کو ان حرکات سے باز نہیں رکھتی۔ کہا جاتا ہے کہ حکومت نے تحقیق حالات کے لئے ایک پرانا جنگی جہاز رابغ بھیجا ہے۔ لیکن معاملہ کی پیچیدگی اس سے اور بڑھ جاتی ہے کہ ایک طرف مولانا شوکت علی اور بعض دوسرے اصحاب گورنمنٹ کو تاریں پر تاریں دے رہے ہیں کہ امیر علی کو رابغ پر گولہ باری سے روکے۔ اور حجاج کو صحیح و سلامت وہاں اتارنے کا بندوبست کرے اور دوسری طرف مولانا عبدالباری اور ان کے رفقا اس پر مصر ہیں۔ کہ امیر علی اور سلطان ابن سعود کی جنگ میں مداخلت نہ کرنی چاہئے اور انہوں نے رابغ کی طرف جنگی جہاز کی روانگی کے خلاف پر زور احتجاج کیا ہے۔ ایک طرف مولانا شوکت علی چاہتے ہیں کہ حجاج کو جس طرح بھی ہو۔ بندرگاہ رابغ پر اتار دیا جائے اور دوسری مولانا عبدالباری فرماتے ہیں کہ

"اگر حاجیوں کو بغیر حج کے واپس آنا پڑے تو اس سے زیادہ بروئے شریعت یہ امر قابل اعتراض ہے کہ حجاز میں کوئی غیر اسلامی طاقت کارروائی کرے"

مسلمانوں کا یہ باہمی اختلاف رائے کس قدر افسوسناک ہے ایسی حالت میں جس کے مشورہ پر عمل نہ ہو۔ وہی حکومت کو بدنام کرنے کے لئے کھڑا ہو جائیگا۔ کیا ایسی حالت میں یہ بہتر نہ تھا کہ جب تک حجاز میں امن قائم نہ ہوتا۔ حج کا ارادہ ملتوی کر دیا جاتا۔ اب موجودہ حالات میں راستہ میں رکے ہوئے جہازات کی طرف سے حاجیوں کی پریشانی کے جو تار آ رہے ہیں وہ کس قدر اضطراب انگیز ہیں۔ خدا جانے ان بیچاروں کو کس قدر مصائب کا سامنا ہے۔ اور ابھی آئندہ کیا کچھ پیش آئیگا۔ ہماری ان حالات میں دلی دعا ہے کہ خدا ہمارے لیڈروں میں عاقبت اندیشی کا مادہ پیدا کرے۔

دیش بندھو داس کا انتقال

ہندوستان کے مشہور و معروف قومی و سیاسی لیڈر دیش بندھو داس کے انتقال کی خبر فرزندان وطن کے لئے جس درجہ رنج اور قلق کا موجب ہو سکتی اور ہوئی ہے۔ اس کے بیان کرنے کی حاجت نہیں۔ دیش بندھو داس کا وجود ہندوستان کی قومی کشتی کے لئے فی الحقیقت ایک زبردست ناخدا کا حکم رکھتا تھا۔ اور یہ کہنا بےجا نہیں کہ مہاتما گاندھی کے بعد تمام ہندوستان کی زمام قیادت کو سنبھالنے کی اہلیت ان میں سب سے بڑھ کر تھی۔ نہ صرف اس وجہ سے کہ قومی و سیاسی کاموں میں وہ دوسروں سے بڑھ چڑھ کر ہمت و جواں مردی سے حصہ لیتے اور ایثار و قربانی کا ایک مجسم نمونہ تھے۔ بلکہ اس لحاظ سے بھی کہ جہاں تک ہندو اور مسلمان کا سوال ہے یہ دونوں قومیں ان کی نظروں میں یکساں طور پر محبوب تھیں۔ وہ ان ہندو لیڈروں میں سے نہیں تھے۔ جو قومیت متحدہ کے پلیٹ فارم پر اتحاد اور سوراج کے دلفریب جلوے دکھانے کے بعد ع

چوں بخلوت مے روند آں کار دیگر مے کنند

کے مصداق بن جاتے ہیں۔ ان کا ظاہر و باطن ایک تھا۔ یہ الگ امر ہے کہ ان کا مسلک ہمارے نزدیک صحیح تھا۔ یا نہیں۔ لیکن مسلمانوں کو ان کے جائز حقوق سے محروم کرنا وہ کسی طرح جائز نہ سمجھتے تھے۔ جس کا ایک عملی ثبوت انہوں نے "میثاق بنگال" کی صورت میں دیا۔ جس میں مسلمانوں کو ان کے واجبی حقوق دلانے کی پوری کوشش کی گئی۔ اور ہندوؤں کی طرف سے بہت کچھ سخت و سست کلمات سننے کے باوجود انہوں نے اپنی اس رواداری اور انصاف پسندی کو فرقہ وارانہ نفاق و شقاق کے مذبح پر بھینٹ چڑھانا کبھی پسند نہ کیا۔ جس کی وجہ سے ان کا نام ہندوستان کی قومیت متحدہ کی تاریخ میں سنہری حروف سے لکھا جائیگا۔

دیش بندھو صرف ایک سیاسی و ملکی لیڈر ہی نہ تھے۔ بلکہ بہت سی بیواؤں اور یتیموں کے والی اور بیشمار طلبہ کے سرپرست تھے۔ خدا نے ان کو مال و جائداد سے بہت بڑا حصہ عطا فرمایا تھا۔ زمانہ بیرسٹری میں پچاس ساٹھ ہزار روپیہ ان کی ماہوار آمدنی تھی۔ جو ہمیشہ بیواؤں۔ یتامیٰ اور مساکین کی امداد کے لئے وقف رہی۔ ان کے اموال و جائداد نادار اور غربا کے لئے گویا خوان یغما کا حکم رکھتے تھے۔ اور کہا جاتا ہے کہ کلکتہ میں آج کئی ایک یتیم خانے اور محتاج خانے محض انہیں کے خرچ پر چل رہے ہیں۔ کلکتہ میں ان کا ایک عالیشان مکان ابھی تک ان کی شاہانہ فیاضیوں کی داد دے رہا ہے۔ اس مکان کو جو قصر شاہی کی حیثیت رکھتا ہے انہوں نے گذشتہ سال قوم کے سپرد کر دیا تھا۔ اور پچھلے دنوں جب مہاتما گاندھی کلکتہ گئے تو اس مکان کو دیکھ کر اور دیش بندھو داس کی گذشتہ اور موجودہ حیثیت کا مقابلہ کر کے ان کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ ایسے قابل ایسے نیک دل اور ایثار صفت انسان ہر روز پیدا نہیں ہوتے ہندوستان کو آج ایسے دریا دل اور صاف باطن لیڈروں کی اشد ضرورت ہے۔ مسٹر داس کا ایسے وقت میں اس دنیا سے رخصت ہونا ایک ایسا نقصان ہے۔ جس کی تلافی موجودہ حالات میں ناممکن نظر آتی ہے ✤

چودھری رحمت خان صاحب ٹھیکیدار جنرل سیکرٹری انجمن اطلاع دیتے ہیں کہ ان کے ماموں چودھری عبدالعزیز صاحب برادر چودھری نظیر دین صاحب ریٹائرڈ کلارک عرصہ سے بیمار تھے ۴ ۷/۲۵ بروز اتوار بوقت شام اس جہان فانی سے عالم جاودانی کو سدھارے انا للہ وانا الیہ راجعون احباب کرام سے جنازہ غائب کی درخواست ہے۔

خریداران نوٹ فرمائیں

مندرجہ ذیل اصحاب کا چندہ ان تاریخوں سے ختم ہو چکا ہے جو انکے اسمائے گرامی کے سامنے لکھی گئی ہیں چونکہ اخبار کی مالی حالت کمزور ہے اس لئے ہر ایک خریدار کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ بہت جلد اپنا اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرما کر مشکور فرمائیں۔ جن حضرات کا چندہ دس دن تک وصول نہ ہوگا دفتر سے ان سب کے نام ایک ایک سال کی قیمتوں کا وی پی کیا جائے گا۔ جو حضرات کسی خاص وجہ سے اخبار جاری نہیں رکھنا چاہتے وہ براہ مہربانی پہلے ہی سے مطلع فرمائیں۔ تاکہ ان کے نام وی پی نہ کئے جائیں۔ جن کے واپس آنے سے اخبار کو بہت مالی نقصان پہنچتا ہے۔ روپیہ بذریعہ منی آرڈر بھیجنا ہی بہتر ہے۔ اس سے دفتر زائد محنت سے اور خریدار۔ وی پی کے زائد خرچ سے بچ جاتے ہیں۔ براہ مہربانی روپیہ یا خط بھیجتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں

منیجر

نمبر	نام	جگہ	تاریخ
۴۴۳	داروغہ نبی بخش صاحب	لاہور	۴ ۷/۲۵
۴۴۵	میاں محمد صدیق صاحب	اندور	۱ ۷/۲۵
۴۴۷	مولوی محمد مسعود "	سولن	۱ ۷/۲۵
۴۴۹	چوہدری فضل حسین "	جامپور	۱۲ ۷/۲۵
۴۵۳	سید حبیب اللہ شاہ "	کھنڈی دومیل	۱۶ ۷/۲۵
۴۶۰	منشی محبوب علی "	لاکھنو	۶ ۷/۲۵
۴۶۳	عبدالرشید خاں "	فتح پور	۲۴ ۷/۲۵
۴۸۵	ملک احمد بخش "	راولپنڈی	۳ ۳/۲۵
۴۹۶	بابو معراج دین "	گھوڑا گلی	۲۲ ۷/۲۴
۵۰۰	مولوی صدرالدین "	کھرڑ	۵ ۷/۲۵
۵۰۹	چوہدری منصور علی	کرہی	۲۹ ۳/۲۵
۵۱۳	منشی اللہ دتا	رامپور بنڈالہ	۲۶ ۳/۲۵
۵۱۶	ملک غلام محمد صاحب	لاہور	۵ ۱۱/۲۴
۵۲۲	میاں عبدالرحمن	قصور	۹ ۱۱/۲۴
۵۲۵	ملک فتح شیر خاں صاحب سپیشل کمشنر منگ لاہور		۹ ۱۱/۲۴
۵۲۷	منشی فضل قادر "	لائلپور	۱۳ ۳/۲۵
۵۴۵	حافظ محمد بخش "	چک ۴۴	۶ ۷/۲۵
۵۵۴	[illegible]	دھرم سالہ	۲۲ ۷/۲۵
۴۴۴	حاجی جان محمد صاحب	پشاور	"
۴۴۶	مولوی وزیر علی ہیڈ کوتوالی	لاہور	"
۴۴۸	خان محمد رمضان "	بہاولپور	
۴۵۰	میاں عبدالغنی "	کنجانہ	
۴۵۷	شیخ اللہ بخش "	لائلپور	
۴۶۱	بابو عبدالرحمن "	راولپنڈی	
۴۸۰	میاں غلام حسین "	"	
۴۹۳	منشی شاہ دین احمدی	فیض اللہ چک	
۴۹۹	حبیب اللہ خاں صاحب	جلالپور جٹاں	
۵۰۵	قاضی غلام سرور "	ایبٹ آباد	
۵۱۱	مرزا حکیم بیگ	کوہاٹ	
۵۱۴	منشی اللہ بخش صاحب مدرس	چک ۱۸۳	
۵۱۸	شیخ عبدالرحمن "	قصور	
۵۲۴	شیخ محمد عمر "	امرتسر	
۵۲۸	ڈاکٹر سید جلال شاہ صاحب	لاہور	
۵۳۸	رحیم بخش صاحب پنجابی	جمشید پور	
۵۵۱	عبدالماجد صاحب بی۔اے	بارہ بنکی	
۵۵۶	سید حبیب اللہ شاہ صاحب	سرگودہ	

پردہ اور اسلام

(۱)

(ڈاکٹر محمد عمر صاحب بی۔ایم۔ایس بریلی کے قلم سے)

ہمارے مکرم دوست ڈاکٹر محمد عمر صاحب بی۔ایم۔ایس بی نے ذیل کا مضمون میاں صاحب کے کسی مرید کے ایک اعتراض کے جواب میں لکھا ہے جسمیں قرآن وحدیث سے پردہ کے مضمون پر نہایت بسیط روشنی ڈالی ہے اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اسلام نے جس پردہ کا حکم دیا ہے وہ ہندوستان کا پردہ نہیں بلکہ ہاتھ اور منہ کھلے رکھنے کی اجازت ہے۔ جہاں تک اصل مضمون کا تعلق ہے ڈاکٹر صاحب کی محنت قابل داد ہے۔ لیکن اسکے علاوہ بعض ذاتی حملوں کا جواب بھی ہے جس میں کلام کو عموماً ارشادات تک محدود رکھا گیا ہے جس کا سمجھنا شاید بعض قارئین کے لئے مشکل ہو تاہم ڈاکٹر صاحب کا اصرار ہے کہ اسکو محض انہی کی ذمہ داری پر بلاکم وکاست شائع کیا جائے۔

تمہید

ابھی حال میں ۲۷ اپریل ۱۹۲۵ء کا لکھا ہوا ایک خط میرے پاس آیا جو کلکتہ کا ہے اور ایک احمدی حاجی کا ہے۔ اس میں انہوں نے مجھ سے دو سوال کئے ہیں۔ میں نے ان سے دوبارہ خط بھیجکر جرح کی ہے اور جبتک وہ آئے یہی یہ تمہید شائع کرتا ہوں۔

یہ خیال غلط ہے کہ تمام غیر احمدی تنگ خیال ہیں اور تمام احمدی روشن خیال۔ میرا خیال ہے کہ دونوں قسم کے لوگ ہر جگہ موجود ہیں کوئی مامور فطرت کو نہیں بدلا کرتا ہے۔ کیونکہ یہ اسکی طاقت سے باہر اسی لئے جناب رسول کریم صلعم نے فرمایا ہے

خیارکم فی الجاہلیۃ خیارکم فی الاسلام

یعنی جو لوگ جاہلیت میں اچھے تھے وہ اسلام میں بھی اچھے تھے میرا آج کا خیال نہیں ہے بلکہ اسکو بیسواں سال ہے (یعنی ایک صدی کا چوتھائی) اور کہ میں اس خیال پر قائم ہوں کہ ہندوستان میں جو پردہ جاری ہے (چار دیواری والا۔ ڈولی والا۔ برقعہ والا) یہ زائد علی الشرع ہے۔ ومن یتعد حدود اللہ فاولئک ہم الظالمون مگر دنیاوی خیال کے لوگ اسکو شرعی خیال فرماتے ہیں۔ شرعی پردہ صرف اسقدر ہے کہ عورت چادر کی بکل مارے (بکل کا لفظ خاص مولوی نورالدین صاحب قبلہ کا فرمایا ہوا ہے اور یہ میرے سوال کے جواب میں تھا جس کا کچھ ذکر آگے آئے گا) اور ضروریات کے لئے بلاکسی قید کے باہر نکل سکتی ہے۔

اس مسئلہ کے سمجھنے کے لئے چند امور ہر وقت پیش نظر رہیں تو اچھا ہے۔ کوئی امر خواہ وہ اچھا ہو یا برا جب کسی قوم میں رواج پاجاتا ہے تو مرور ایام سے مذہب کا حصہ بنجاتا ہے اور اس کے خلاف اگر زبان کھولی جائے تو لوگ کہتے ہیں۔ ما سمعنا بہذا فی آبائنا الاولین

قرآن وحدیث

دوسری بات یہ ہے کہ اگر کوئی حکم قرآن کریم میں صراحت کے ساتھ موجود ہے تو اگر کوئی حدیث یا فتویٰ محدث، مجتہد کا قول اگر اسپر مستزاد ہو تو اس قول کو حکم قرآنی کا ضمیمہ کرنا غلط ہے کیونکہ قرآن کے احکام یقینی اور متواتر ہیں۔ اور حدیث، اقوال علماء مجتہدین بشرط صحت غیر یقینی۔ پس امور یقینیہ کا ضمیمہ امور غیر یقینیہ کو کرنا نہایت غلط ہے۔

تیسری بات یہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ظاہر حدیث سے قطعی حکم بلا درایت نکالنا صحیح نہیں اور اسکی وجوہ ہیں۔

اوّل: فن حدیث کی تدوین وفات رسول اللہ صلعم سے دو سو برس بعد ہوئی ہے اور علماء حدیث اسپر متفق ہیں کہ جملہ احادیث بالمعنی مروی ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ تبدیل الفاظ سے معنی کچھ سے کچھ ہو جاتے ہیں۔

دوم۔ دوسری مشکل یہ ہے کہ محدثین ایک ہی حدیث کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے بابوں میں لکھتے ہیں جس سے تفصیلی پتہ چلنا امر دشوار ہے۔

سوم۔ فن حدیث میں علم معانی اور بیان کی بھی سخت ضرورت ہے محض الفاظ سے استنباط حکم محال ہے اسلئے کہ بات کرنے میں انداز سخن، طرز ادا ۔۔۔ موقع ومحل یہ سب دیکھا جاتا ہے۔ انداز بدل جانے سے ایک ہی کلام مختلف معنی پیدا کرتا ہے۔

قرآنی احکام کے مخاطب مرد و عورت دونوں ہیں

قرآن کریم میں جسقدر احکام ہیں سب میں مخاطب تو مرد ہیں۔ لیکن شامل عورتیں بھی ہیں۔ صیغہ مذکر سے یہ خیال کرنا کہ یہ حکم محض مردوں کے لئے ہے محض حماقت ہے۔ آخری بات یہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ فقہاء کا یہ متفق علیہ مسئلہ وثوق کے قابل ہے۔ ساتھ ہی مختلف فیہ سخت ناقابل اسناد ہے۔

کلکتہ کے حاجی کے سوالات

کلکتہ کے جوان حاجی صاحب اپنے سرافراز نامہ مورخہ ۲۷ اپریل ۱۹۲۵ء حسب ذیل سوالات درج فرماتے ہیں۔

(۱) کوئی عورت اپنے دیور یا جیٹھ کے ساتھ اچھی طرح عمدہ کپڑے پہنکر اور بے نقاب ہوکر بڑے بڑے پارکوں میں جہاں ہزاروں کی تعداد ہو۔ اور ہزاروں غیر محرم مرد ہوں۔ وہاں ہواخوری کرنا کس اسلامی شریعت میں جائز ہے۔

(۲) آپ جب حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کو دہلی ملنے گئے تو حضرت صاحب کے سامنے برقعہ (نقل مطابق اصل ہے والا اگر غلط ہے تو میں ذمہ دار نہیں مگر اس سے حاجی صاحب کے مبلغ علم کی عین شناخت ہوتی ہے) پہنالیا۔ اور جب حضرت صاحب سے ملاقات ہوگی اور واپس ہوئے تو برقعہ اتروا دیا آیا ایسا کرنا جائز ہے۔ جناب ڈاکٹر صاحب ذرا ہوش سے (خاکسار مسکرات کا عادی نہیں بلکہ سہو سے بھی کبھی استعمال نہ کی) اور ٹھنڈے دل سے جواب تحریر فرمائیے گا۔ گرم ہوکر جواب نہ لکھئے گا۔ قرآن شریف میں اور حضرت مسیح موعود کی کتابوں میں پردے کے متعلق کیا حکم ہے۔ انگریزی خوان پارٹی اب شریعت کے احکاموں (احکام خود جمع ہے) کو بھی تبدیل کرنا چاہتی ہے۔ آپ کے ...... اور آپ کے ...... فرماتے ہیں کہ ایسا کرنا اسلام میں جائز ہے اور عین (شکر ہے کہ عین یاد آگیا) شریعت کے مطابق ہے۔ اسلامی پردے کے مطابق اور قرآن کے احکام کے مطابق تحریر فرمائیے گا۔

جوان حاجی صاحب نے دیور اور جیٹھ کے لفظ پر نوٹ دے کر خاکسار کو سمجھایا ہے کہ کسکو کہتے ہیں۔ پھر دیور کی بھی مثال پیش کی ہے۔

جواب

پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ وادی غیر ذی زرع میں ایک امّی پیدا ہوا تھا جو حضرت موسیٰ کے بعد نہایت اکمل شریعت لایا جس کی تلاوت آپ بھی روز (کسی وقت) جھوم جھوم کر اور ہل ہل کر کرتے ہوں گے۔ اس شریعت میں جو کچھ آپ نے پہلے سوال میں درج فرمایا ہے۔ وہ سب کا سب جائز ہے۔ جو اں حاجی صاحب میرے پاس مدعا علیہ کا خط بھی ہے مدر اس سے ایک بڑ اگر اس خط کو میں آپ کے سوال کے ساتھ شامل کردوں۔ اور آگے چلکر کروں گا تو آپ مندرجہ ذیل آیت کے اثر سے بچ نہیں سکتے والذین یرمون المحصنٰت ثم لم یاتوا باربعۃ شہداء فاجلدوہم ثمانین جلدۃ ولا تقبلوا لہم شہادۃ ابدا واولئک ہم الفاسقون اور نہ آپ اس آیت کے اثر سے بچ سکتے ہیں۔ ان الذین یرمون المحصنٰت الغٰفلٰت لعنوا فی الدنیا والآخرۃ ولہم عذاب عظیم

مکرم حاجی صاحب! لیس البر ان تولوا وجوہکم قبل المشرق والمغرب الخ آپ ہی جیسے لوگوں کے لئے ہے۔ اگر کسی شخص واحد نے آپ سے کوئی بات کہی تھی تو بجائے اسکے کہ آپ چراغ پا ہوتے آپ مخبر سے سوال کرتے۔ حاجی صاحب لگے ہاتھوں میں آپ کو دو آیتیں اور یاد دلاتا ہوں اور پھر اصل مطلب کی طرف آتا ہوں۔ یہ سورہ حجرات کی آیتیں ہیں۔ اب کے جب آپ تلاوت فرمائیں تو آیات مندرجہ مضمون کو غور سے پڑھ لیں۔

یا ایہا الذین آمنوا ان جاءکم فاسق بنبا فتبینوا ان تصیبوا قوما بجہالۃ فتصبحوا علی ما فعلتم نادمین (جس طرح آپ قلم کا ہتھیار لیکر میرے اوپر چڑھ دوڑے۔

یا ایہا الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم

ڈولی اور برقع خیر القرون میں نہ تھا

مکرم جوان حاجی صاحب! تواریخ سے یہ امر ثابت ہے کہ عرب میں کبھی ڈولی کا رواج نہ تھا۔ اور خیر القرون والے برقعہ سے واقف تک نہ تھے اور باوجودیکہ واقعہ افک کا پیش آیا مگر پھر بھی زمانہ رسالت میں برقع ایجاد نہ ہوا یا نہ کیا گیا۔ لیکن برقعہ کی جگہ کس چیز کا حکم دیا گیا غض بصر کا۔ (سورۂ نور)

قرآن نے کس پردہ کا حکم دیا ہے

مکرم جوان حاجی صاحب! سورۂ نور آپکو بہت سے امور سکھاتی ہے لیکن اگر آپ ہی توجہ نہ کریں تو کوئی کیا کرسکتا ہے سورۂ نور میں ہے۔ قل للمؤمنین یغضوا من ابصارہم (حاجی صاحب سچ فرمائیے گا آپ نے بھی اپنی زندگی بھر میں کبھی غض بصر کیا ہے میں نے اپنی زندگی میں ایک آدمی کو دیکھا ہے)، وقل للمؤمنٰت یغضضن من ابصارہن ویحفظن فروجہن ولا یبدین زینتہن الا ما ظہر منہا (اسکا ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد نے یوں کیا ہے "اور اے پیغمبر مسلمان عورتوں سے کہو کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنے زینت کے مقامات کو ظاہر نہ ہونے دیں مگر جو اُن میں سے چار و ناچار کھلا رہتا ہے تو اسکو ظاہر ہونے دینا مضائقہ کی بات نہیں اور اپنے سینوں پر دوپٹوں کی بکل مارے رہیں۔

چہرہ اور ہاتھ پردہ میں نہیں

اس آیت میں سب سے مشکل بات الا ما ظہر منہا کی ہے وہ ہم آپ کو سمجھائے دیتے ہیں۔ ما ظہر فعل لازم ہے۔ اسکے معنی ہیں۔ عورتیں اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر جو ظاہر ہو جائے سیاق کلام سے صاف ظاہر ہے کہ اس زینت کے نہ چھپانے کی اجازت ہے جس کا ظاہر ہونا لابدی اور بدیہی ہے اور کچھ شک نہیں کہ یہ چہرہ دونوں ہاتھ اور دونوں قدم ہیں۔ تمام فقہاء کا اسپر اتفاق ہے کہ چہرہ اور دونوں ہاتھ داخل ستر نہیں۔

امام ابوحنیفہ اور امام رازی کا مذہب

امام فخرالدین رازی رح نے اپنی تفسیر کبیر میں اسکو خوب واضح کیا ہے۔

ما عورۃ المرأۃ مع الرجل فالمرأۃ اما ان تکون حرۃ او امۃ فان کانت حرۃ فجمیع بدنہا عورۃ ولا یجوز ان ینظر الی شی منہا الا الوجہ والکفین لانہا تحتاج الی ابراز الوجہ للبیع والشراء والی اخراج الکف للاخذ والاعطاء وانہ علی ثلاثۃ اقسام اما ان لا یکون فیہ غرض ولا فیہ فتنۃ وان یکون فیہ فتنۃ ولا غرض وان یکون فیہ فتنۃ وغرض اما القسم الاول فاعلم انہ لا یجوز ان یتعمد النظر الی وجہ الاجنبیۃ بغیر غرض وقیل یجوز مرۃ واحدۃ اذا لم یکن محل فتنۃ وبہ قال ابوحنیفہ

(ترجمہ) مگر عورت کے ستر مرد کے ساتھ پس عورت یا آزاد ہے یا لونڈی ہے۔ پھر اگر آزاد ہے تو اسکا سب بدن ستر ہے اور نہیں جائز یہ کہ مرد اس کا کوئی عضو دیکھے سوا چہرے اور دونو ہاتھوں کے اسلئے کہ عورت محتاج ہے۔ چہرہ کے ظاہر کر دینے پر خرید و فروخت کے واسطے۔ اور ہتھیلی کے نکالنے پر مجبور ہے لین دین کے وقت اور یہ تین قسم پر ہے نہ اس کے دیکھنے میں غرض ہے نہ فتنہ یا فتنہ ہے مگر غرض نہیں یا فتنہ اور غرض دونو ہے۔ پس پہلی قسم میں جائز نہیں کہ قصداً اجنبی عورت کے منہ کو خواہ مخواہ بلا غرض کے دیکھے اور کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ دیکھ لینا جبکہ فتنہ کا خوف نہ ہو تو جائز ہے اور یہ امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے

(مکرم جوان حاجی صاحب! ایک بات اور یاد آگئی جب کسی کی نسبت کسی لڑکی کے ساتھ قرار پانے والی ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ دیکھنا جائز ہے۔ آپ کے نزدیک تو یہ حرام ہے پھر حلال کیونکر ہو جاتا ہے) فرمائیے چہرہ کھولنا جائز ہوا کہ نہیں؟

قاضی ابویوسف کا مذہب

مکرم جوان حاجی صاحب! میں تو چہرے اور ہاتھ کے کھولنے کو جائز لکھ رہا ہوں مگر امام ابوحنیفہ قدم کو داخل ستر نہیں کرتے اور قاضی ابویوسف کہنیوں تک داخل ستر نہیں کرتے ہیں۔ مکرم جوان حاجی صاحب اس معاملہ میں میں ہی گردن زدنی نہیں ہوں بلکہ اپنے ساتھ بڑے بڑوں کو لے جاؤں گا۔

مدارک التنزیل کا حوالہ

تفسیر مدارک التنزیل مطبوعہ افضل المطابع صفحہ ۲۷م۔ بدن الحرۃ کلہا عورۃ الا وجہہا وکفیہا یعنے آزاد عورت کا تمام بدن عورت ہے سوائے چہرے اور دونوں ہاتھوں کے۔

صاحب کفایہ شارح ہدایہ کا استدلال

صاحب کفایہ شارح ہدایہ نے وجہ اور کفین ستر نہ ہونے پر ایک حدیث پیش کی ہے جس کا اندراج اس موقعہ پر زیادہ موزوں

کیونکہ وہ حدیث الا ما ظہر منہا کو اور صاف کرتی ہے -

لایجوز ان ینظر الرجل الی المرأۃ الاجنبیۃ الے وجہہا وکفیہا لقولہ تعالے ولایبدین زینتہن الخ

قالت عائشۃ للمرأۃ ہما احدی عینیہا ولکنا ناخذ بقول علی بن عباس فقد جاوت الاصار فی الرخصۃ فی النظر الی وجہہا وکفیہا - یدی کما قال عمر فی خطبتہ الا لا تغالوا فی صدقۃ النساء فانہا لو کانت کرمۃ او تقوی عند اللہ کان اولی کم بہا رسول اللہ فواللہ ما خطب رسول اللہ انسہ اکثر من ارجاہ او فیہ فقامت سعفاء الخدین فقالت ان تقولہ قال صد اتیتم احدہن قنطارا فلا تاخذو منہ شیئا فبکی عمر وقال کل الناس افقہ من عمر حتی النساء فی البیوت فذکر الرادی انہا کانت سعفاء الخدین وفی ہذا انہا کانت مسفرۃ من وجہہا ولما ناولت فاطمۃ احد ولد بہا بلالاً قال رایت کفہا کانہا قمر فدل انہ لا باس بالنظر الے وجہہ وکفیہن والا خوف الفتنۃ فیکون بالنظر الے ثیابہا -

ترجمہ - کسی مرد کو جائز نہیں کہ اجنبی عورت کی طرف نظر کرے سوائے چہرہ اور ہاتھوں کے بقول اللہ تعالے - اور نہ ظاہر کریں زینت اپنی کہا عائشہ رضؓ نے کہ مراد اس سے ایک آنکھ ہے لیکن ہم علی اور ابن عباس کے قول سے سند لیتے ہیں پس البتہ خبر پہنچی ہے چہرہ اور دونوں ہاتھوں کیطرف نظر کرنے کی اباحت میں - روایت ہے کہ جب عمرؓ نے ایک خطبہ میں کہا کہ مہر میں غلو نہ کرو اسلئے کہ یہ اگر عمدہ اور تقوی ہوتا تو رسول اللہ تم لوگوں سے زیادہ اس کے مستحق تھے - پس قسم ہے اللہ کی نہیں نکاح پڑھا رسول اللہ نے اپنی بیٹی کا چارسو اوقیہ سے زیادہ پس کھڑی ہوئی ایک عورت جس کے دونوں گال داغ والے تھے اور کہا تو ایسا کہتا ہے - حالانکہ اللہ فرماتا ہے - دیا تم نے کسی عورت کو سونے کا ڈلا - پس مت لو اس سے کچھ - پھر روئے حضرت عمرؓ اور فرمایا ہر شخص عمر سے زیادہ فقیہ ہے - یہاں تک کہ گھر میں بیٹھنے والی عورتیں - پس ذکر کیا راوی نے کہ عورت کے گالوں پر داغ ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ عورت چہرہ کھولے تھی جب حضرت فاطمہ نے اپنے کسی بیٹے کو بلال کو دیا کہا بلال نے کہ میں نے ان کی ہتھیلی کو دیکھا جیسے چاند کا ٹکڑا - پس ثابت ہوا کہ چہرہ اور ہاتھ دیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے مگر خوف فتنہ تو پھر کپڑوں کے دیکھنے سے بھی ہوگا (کفایہ مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۱۱۰)

خلاصہ مطلب

مندرجہ بالا عبارت کفایہ سے چند امور پر خاص روشنی پڑتی ہے جو ہمارے مکرم جوان حاجی کے لئے جاننا ضروری ہے (۱) چہرہ داخل ستر نہیں (۲) یہ عورت مردوں کے بڑے مجمع میں تھی اور چہرہ کھولے تھی - (۳) پھر اس مجمع میں اسنے باتیں کیں - پس ثابت ہوا کہ بے نقاب ہو کر ہزاروں مردوں کے مجمع میں جانا اور پھر گفتگو کرنا سنت صحابیات میں ہے - مکرم حاجی صاحب بدگمان حاجی صاحب فرمائے آپ کس شریعت پر چلتے ہیں - حاجی صاحب مرا ہم نام فاروق اعظم ڈنڈے مار آدمی تھا - عمر شریعت کے معاملات میں بہت سخت تھے اگر عورت کا منہ کھول کر مردوں کے مجمع میں آنا ممنوع ہوتا جیسا کہ آپ سمجھے ہوئے ہیں یا خلاف قرآن ہوتا تو فاروق اعظم برداشت نہ کر سکتے بلکہ وہ تو مرمت کر دیتے - پھر حضرت عمر فرماتے ہیں - ہر شخص عمر سے زیادہ فقیہ ہے یہاں تک کہ گھر میں بیٹھنے والی عورتیں معلوم ہوا کہ وہ شرفائے عرب میں سے تھی لیکن کھلی مجالس رجال میں جانا اور مردوں سے گفتگو کرنا نہ شرعاً معیوب ہے نہ تہذیب کے خلاف ہے وعصمت کو مضر ہے - کیوں حاجی صاحب تسلی ہوئی - آپ اب اسلام کو ترک کر دیں اور بدھ تہذیب اختیار کریں جن میں پردہ زیادہ ہے -

داستان درد

میں آبا و اجداد سے سناتنی ہندو تھا - جب میں نے ہوش سنبھالا تو مجھے اپنے آبائی مذہب کے بعض اصول ناپسند ہوئے تو آریہ دھرم کا مطالعہ شروع کیا - مگر اس میں مسئلہ نیوگ نے میری تسلی نہ ہونے دی - پھر سکھ مت جو اپنے آپ کو توحید کامل کا قائل فرقہ ظاہر کرتا ہے اس کی طرف رجوع کیا - مگر اس میں بھی وہ روشنی جس کا میں طالب تھا نظر نہ آئی - علی ہذا القیاس پھر عیسائیت کی طرف دوڑا - وہاں بھی ایک میں تین اور تین میں ایک اور کیسے کوئی بھرے کوئی لیوے کفارہ کا گورکھ دھندا میری سمجھ میں نہ آیا -

آخر کار کتب اسلامیہ کا مطالعہ شروع کیا جہاں تک اس مذہب کا مطالعہ کیا دل کو اطمینان ہوا - اور نور حق کی شعاعیں میری دل پر پڑیں کہ بے اختیار منہ سے نکل گیا -

> زفرق تا بہ قدم ہر کجا کہ مے نگرم
> کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجا است

جس مسئلہ کو اٹھا کر دیکھا وہی فطرت انسانی کے عین مطابق پایا اور اسلام کے تمام احکام صداقت و حکمت پر مبنی معلوم ہوئے نیز اسلام نے مجھے بتایا کہ انسان کے دنیا میں آنے کی کیا غرض و غایت ہے اور وہ کس طرح پوری ہو سکتی ہے - اور دنیا میں رہ کر انسان کو اپنے ہمجنسوں سے باہمی کیسا برتاؤ اور سلوک کرنا چاہیئے میں نے اپنی سمجھ کے مطابق جہاں تک تحقیقات کی ہر پہلو سے اسلام ہی کو ان سب باتوں میں سچا اور پسندیدہ مذہب پایا - جس سے میری خاطر خواہ تسلی ہوگئی -

اب مجھے اس تسلی کے بعد ایک اور اضطراب پیدا ہوا جہاں تک جلدی ممکن ہو کسی مولوی صاحب کے پاس جا کر اظہار اسلام کر کے اپنے دل کی آگ کو بجھاؤں جو عرصہ سے میرے دل میں بھڑک رہی تھی -

سب سے پہلے خیال ہوا کہ مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ جنھوں نے قرآن مجید کا انگریزی اور اردو میں ترجمہ کیا ہے اور جن کی جماعت کے مبلغ ممالک یورپ میں اشاعت اسلام کا بے نظیر کام کر رہے ہیں ان کے سامنے جا کر اپنے اسلام کا اظہار کروں اور ظاہری طور پر حلقہ بگوش اسلام ہو جاؤں - مگر اتفاق سے انہی دنوں میں کابل میں سنگساری کا واقعہ پیش آیا جس پر علماء دیوبند نے ان کو مرتد قرار دیا - اس پر میرا ماتھا ٹھنکا تو بجائے لاہور کے دیوبند میں مولوی انورشاہ صاحب کے پاس جانے کا قصد کیا - مگر اخبارات کے مطالعہ سے معلوم ہوا علمائے دیوبند قرآن مجید کی اکثر آیات کو منسوخ قرار دیتے ہیں جس سے قرآن مجید کے کلام الہی ہونے پر ایک قسم کا دھبہ لگتا ہے نیز سننے میں آیا کہ علماء دیوبند علماء بریلی کو کافر بتلاتے ہیں - ان واقعات اور وجوہات دیوبند جانے سے طبیعت رک گئی -

اس کے بعد وہابیوں نیچریوں، شیعوں وغیرہ وغیرہ کے معتقدات کو دیکھا - ششدر و حیران رہ گیا کہ خدایا یہ کیا معمہ ہے کیونکہ یہ سب لوگ ایک دوسرے کو نہ صرف برا جانتے ہیں بلکہ کافر مشرک اور حتی اللعنتی تک کہتے ہیں - اور ایک دوسرے کے پیچھے نماز تک پڑھتے نہیں -

میری حیرانی ابھی کم نہیں ہوئی تھی کہ چند یوم گذرے کہ لاہور میں "حزب الاحناف" کا ایک عظیم الشان جلسہ ہوا جس میں بریلی کراچی وغیرہ کے علما اور بڑے بڑے مشائخ اکٹھے ہوئے سب نے بالاتفاق مولوی ظفر علی خان پر جنھوں نے قتل مرتد پر ۱۷ نمبر کا مبسوط مضمون لکھا تھا اور ابھی اس کی سیاہی بھی خشک ہونے پائی تھی کفر کا فتویٰ دیدیا - مزید براں ان کی بیوی کا نکاح بھی فسخ کر دیا -

علماء اسلام کی یہ کفر نوازیاں دیکھ کر میرا دل کانپ اٹھا اور یہ ڈر پیدا ہوا کہ مبادا میں نے کسی ایسے فرقہ کے مولوی کے سامنے جو دوسرے مسلمانوں کی نگاہ میں کافر قرار دیا گیا ہو - قبول اسلام کا اظہار کر دیا اور پھر ایسے کفر نواز مولویوں کے ہتھے چڑھ گیا تو خدا جانے میرا کیا حشر ہو -

> نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے ہوئے نہ ادھر کے ہوئے

میرے اس بیان سے مسلمانوں کو یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ اسلام کی حقانیت کا اثر جو میرے دل پر ہو چکا ہے - خدانخواستہ

جہاں تک اصول اسلام کا سوال ہے وہ نہایت ہی محکم اور پر حکمت ہے -

میرا مطلب یہ ہے کہ مجھے کوئی ایسا مسلمان بتایا جائے کہ جس کو کوئی دوسرا مسلمان کافر نہ کہے تاکہ اس بزرگ کے پاس جا کر اپنے اسلام کا اظہار کروں - موجودہ سب مسلمان ایک دوسرے کو جن جن الفاظ سے یاد کرتے ہیں ان کو دہرا کر میں اپنے قلم کو ناپاک کرنا پسند نہیں کرتا -

مجھے امید ہے کہ مسلمان بھائی میری اس درخواست پر خاص توجہ فرما کر مجھے ایسے بزرگ کا پتہ بتانے میں دریغ نہ فرمائیں گے

راقم بندہ ایشور داس
۱۲ جون ۱۹۲۵ء

اخبار احمدیہ

حضرت امیر کا جو مضمون آج کی اشاعت میں بطور افتتاحیہ درج کیا گیا ہے علیحدہ بصورت ٹریکٹ طبع ہو رہا ہے - ہمارے احباب کو چاہیئے کہ اس کی بہت سی کاپیاں سکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے منگوا کر تقسیم کر دے تاکہ ہمارے عقائد اور مسلک کے متعلق جو غلط فہمیاں آجکل عام طور پر پھیلائی جا رہی ہیں ان کا ازالہ ہو سکے -

مکرم چودھری ظہور احمد صاحب جائنٹ سکرٹری لکھتے ہیں کہ نہایت افسوس سے لکھا جاتا ہے کہ مولوی فیروز الدین صاحب مبلغ پرسارہ کا لڑکا مسمی رفیع الدین - ۱۱ جون ۱۹۲۵ء کو مقام پرسارہ فوت ہو گیا ہے - انا للہ وانا الیہ راجعون - لڑکا اچھی عمر کا تھا جس سے والدین کو صدمہ ہوا ہے - اللہ تعالے ان کو صبر جمیل کی توفیق دے اور نعم البدل عطا فرمائے آمین - چونکہ مولوی صاحب اور ان کی اہلیہ بیمار ہیں اسلئے احباب سے التماس ہے کہ ان کی صحت کے لئے دعا فرمائیں -

قلعہ دار ضلع گجرات - سے مولوی محمد حسن کی والدہ ماجدہ کی وفات کی خبر آئی ہے - اللہ تعالے جنت نصیب کرے - احباب جنازہ غائب پڑھ کر مرحومہ کی روح کو ثواب پہنچائیں -

تازہ خبریں

کراچی سے ایک ہفتہ وار انگریزی اخبار "دی مسلم ایڈووکیٹ" قاضی عبد الرحمن صاحب کی ایڈیٹری میں جاری ہوا ہے -

معلوم ہوا ہے کہ مولانا ابو الکلام صاحب آزاد کو یورپ جانے کے لئے پروانہ راہداری مل گیا ہے - اور غالباً ۲ جون تک آپ ہندوستان سے روانہ ہو جائیں گے -

شملہ ۱۸ - جون - حکومت کی طرف سے ذیل کا اعلان شائع کیا گیا ہے -

اس برطانی جہاز سے جو رابغ کی طرف تحقیقات کے لئے گیا تھا اطلاع ملی ہے کہ شریفی حکومت کا جہاز "تال" بندرگاہ رابغ کے دروازہ پر طلایہ گری کر رہا ہے - اور گاہے گاہے ساحل پر گولہ باری کرتا ہے - تال جہاز کے کمانڈر کا بیان ہے کہ اسے حاجیوں کو جہاز کے روکنے کا تا حال کوئی حکم موصول نہیں ہوا لیکن امید کی جاتی ہے کہ ینبوع کی طرف سے شریفی فوجیں چار روز تک پہنچ جائینگی - اس عرصہ میں کوئی پیشقدمی نہیں کی جائے گی - اس کے برخلاف شریفی گورنمنٹ نے اعلان کیا ہے کہ بندرگاہ رابغ کی ناکہ بندی کر لی جائیگی - رابغ کے باشندوں کا بیان ہے کہ چار ہزار حاجیوں کے کھانے پینے اور باربرداری کا سامان خاطر خواہ موجود ہے جہاز کو ساحل پر اتارنے کے لئے چار کشتیاں تیار کھڑی ہیں اس اطلاع کے موصول ہوتے ہی جہاز "جہانگیر" ۱۷ جون کی صبح کو پورٹ سوڈان سے چل پڑا - جہاز گرجستان نے بھی اپنا رخ رابغ کی طرف کر لیا ہے -

غازی عبد الکریم نے ٹائمز کے نامہ نگار مقیم طنجہ کی وساطت سے اعلان کیا ہے کہ میں صلح کے متعلق فرانس کے ساتھ اس بنیاد پر جلد گفت و شنید کرنے کے لئے طیار ہوں کہ ریف کی آزادی حقیقی طور پر تسلیم کر لیجائے -

وہ کہتے ہیں کہ اگر گفت و شنید ناکام ثابت ہوئی تو میں آخر وقت تک جدال و قتال جاری رکھوں گا - خواہ کچھ ہی نتیجہ ہو -

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم
ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام او
بادۂ عرفان ما از جام او
آں رسولے کش محمد ہست نام
دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن
جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست
زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ مارا وحی و ایمائے بود
آں نہ از خود از ہماں جائے بود

ہفتہ میں دوبار یکشنبہ و چہارشنبہ کو شائع ہوتا ہے

اخبار پیغام صلح

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۸۳۴ — لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما از و یابیم ہر نور و کمال
وصل دلدار ازل بے او محال
مقتدا ئے ما ہمیں او در رہا ئیست
ہر چہ زو ثابت شود ایمان ما
اولیا یک زخیلے سعاد
ہر چہ گفت آں مرسل یزداں بجا
آں ہمہ از حضرت احمد است
منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اند و راست
منکر آں مورد لعن خدا است
معجزات انبیائے سابقیں
آنچہ در قرآں بیانش بالیقیں
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست
ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

قیمت سالانہ ؏ ششماہی ؏ سہ ماہی ؏
طلبا رسے سالانہ ؏

جلد ۱۳ | سنہ المسیح لاہور یوم چہارشنبہ مورخہ ۴ ذوالحج ۱۳۴۳ ہجری مطابق ۲۴ جون ۱۹۲۵ء | نمبر ۶۶

ڈاڑھی اور اسلام

ایک سوال کا جواب

جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے قلم سے

ٹرینیڈاڈ سے ایک صاحب نے حضرت امیر ایدہ اللہ سے یہ سوال کیا تھا کہ ڈاڑھی شریعت اسلام میں کیوں ضروری قرار دی گئی ہے۔ اور لکھا تھا کہ ایک مولوی نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ جو ڈاڑھی نہیں رکھتا وہ کافروں سے مشابہ ہے اور ثبوت میں آیہ قرآنی لا تکونوا کالذین کفروا اور حدیث میں من تشبہ بقوم فھو منھم پیش کی ہے۔ اس کا جواب حضرت امیر کے ارشاد کے ماتحت جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے لکھا ہے جو حسب ذیل ہے۔

ڈاڑھی انسانی جسم کا وہ حصہ ہے جس کے ذریعہ ہمارے علما نے بنی نوع انسان کو اسلام میں داخل اور خارج کرنے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ بھلا جب اپنے اپنے مسلمانوں پر ایک دوسرے کی ڈاڑھی پر ہاتھ ڈالتے رہتے ہیں۔ تو پھر ڈاڑھی بذات خود جہاں معرض بحث میں آجائے وہاں جس قدر بھی اس کی مٹی پلید ہو کم ہے۔ اور جس بدنصیب کی ڈاڑھی نہ ہوئی اس کی ڈاڑھی پر ہاتھ نہ پڑا تو غضب ہو گیا۔ فوراً آستا بہت بالکفر کی ذیل میں لا کر کفر کا فتویٰ اس کے ہاتھ میں پکڑا جہنم کو رخصت کیا۔

حقیقت پر نظر ڈالو تو ظاہر ہے کہ یہ ایک فیشن ہے۔ کسی نے رکھی کسی نے نہ رکھی۔ جیسے سر کے بال کسی نے رکھے کسی نے نہ رکھے۔ کسی نے لمبے بالوں کو حسن کا معیار سمجھا کسی نے چھوٹے بالوں کو کسی نے بال نہ ہونے کو حسن قرار دیا۔ غرضکہ مختلف مذاق کے لوگوں نے اپنے اپنے معیار حسن پر اپنا حلیہ بنا رکھا ہے۔ اگر اسے کفر و اسلام کی حد بندی میں داخل کر لیا جائے تو پھر نہ صرف مذہب کے ساتھ مذاق ہوگا۔ بلکہ مسلمان بھی بہت تھوڑے سے ہی باقی رہ جائیں گے۔ کیونکہ مولوی نما مسلمان آج دنیا میں بہت کم ہیں۔ بہت ہیں جو ڈاڑھی رکھتے ہیں۔ مگر شرع کی حد تک ان کی بھی ڈاڑھی نہیں پہنچتی۔ مذہب کیا ہوا ایک استرے کی مد ہو گئی۔ استرا پھر گیا مذہب رخصت ہو گیا۔ اسلام ایسا کچا مذہب نہیں جہاں وہ ایک کامل مکمل مذہب ہے وہاں اس نے اپنے عالمگیر اور ہمہ گیر اصول ایسے تعلیم کئے ہیں جو تمام اقوام۔ تمام ممالک۔ اور تمام زمانوں پر حاوی ہوں۔ اس لئے ایک تو مذہب کا وہ حصہ ہے جو انسانی فرائض اور حقوق پر مشتمل ہے۔ خواہ وہ حقوق خدا کے ہوں یا بنی نوع انسان کے اگر ان کا ادا کرنا مقصد انسانیت ہے تو پھر اسلام نے ان کو بہترین شکل میں عمل کے سانچے میں ڈھال کر پیش کر دیا ہے۔ ان باتوں کو فرائض قرار دے کر ان کی عدم ادائیگی کو موجب ناراضگی خدا قرار دیا ہے۔ لیکن ایک وہ باتیں ہیں جو استحبابی رنگ میں ہیں یعنی جن کا کرنا خوبی ہے۔ مگر نہ کرنا اس حد تک نہیں پہنچتا کہ موجب عذاب الٰہی ہو جائے۔ اس میں خورد و نوش کے آداب۔ لباس کی وضع بالوں کے فیشن آجاتے ہیں۔

حضرت نبی کریم صلعم کے نمونہ میں مشیت الٰہی نے بہترین نمونہ قائم کیا۔ جہاں آپ نے اخلاق و اعمال۔ عبادات و معاملات میں بہترین نمونہ قائم کیا۔ وہاں ظاہر ہے کہ آپ کے لباس۔ وضع وغیرہ کا بھی کوئی نمونہ ہوتا۔ اس نمونہ کی پیروی ظاہر ہے کہ محبت کو چاہتی ہے۔ ایک محب یہ چاہتا ہے کہ آپ کے لباس۔ وضع۔ اٹھنے بیٹھنے۔ کھانے پینے ہر چیز کے نمونہ کو پیش نظر رکھ کر اسی رنگ میں رنگین ہو جائے۔ مگر ان باتوں کو مذہب کے اصولوں کی طرح تطبیقت مذہب قرار دیکر اس کے نہ کرنے والے کو کفر و فسق کا مرتکب قرار دینا سخت غلطی ہے۔ اگر ایک شخص جو غریبانہ نہیں پہنتا کوٹ پہنتا ہے۔ عمامہ نہیں باندھتا ٹوپی پہنتا ہے تہ بند نہیں باندھتا پتلون پہنتا ہے۔ تو اس سے مذہب میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اگر وہ سنت رسول سمجھ کر اس وضع کو پسند کرتا ہے جو رسول اللہ صلعم رکھتے تھے۔ تو موجب ثواب ہے۔ اگر وہ اسے مذہب کا جزو نہیں سمجھتا اور دوسری وضع میں رہتا ہے تو موجب عذاب ہرگز نہیں اسی طرح ڈاڑھی رکھنا سنت رسول ہے۔ اور عین مطابق فطرت و مفید صحت ہے۔ مرد چونکہ باہر محنت و مشقت کرتا اور سرد ہواؤں اور گرم و سرد کی تبدیلی کا نشانہ رہتا ہے۔ اس لئے قدرت نے حلق اور ٹھوڑی پر بال کھڑے تا ہوا جو پھیپھڑ میں جاتی ہے اس کی حرارت کی کمی سے پھیپھڑوں پر برا اثر نہ پڑے۔ اس لئے مرض سل کے ابتدائی ایام میں ڈاڑھی کا چھوڑ دینا طبی اصول کے مطابق نہایت مفید ہے۔

پھر ڈاڑھی نہ صرف مفید صحت ہے۔ بلکہ کچھ شک نہیں کہ اس سے شکل پر بزرگی و تقدس کا نشان معلوم ہوتا ہے۔ میں ایسے ان دوستوں سے متفق نہیں۔ جو کہتے ہیں کہ یہ صرف دل کا خیال ہے۔ کیونکہ یورپ میں مونچھ ڈاڑھی منڈے ہوئے بزرگ اور دانا سمجھے جاتے ہیں۔ مجھے اس سے غرض نہیں کہ ایشیا کیا سمجھتا ہے۔ اور یورپ کیا سمجھتا ہے۔ اور کبھی کیا سمجھتا تھا۔ اگر وہ ڈاڑھی کو مقدس نہ سمجھتا تو سینکڑوں برس سے پادری اور ربا بڑے بڑے ڈاڑھے لئے نہ پھرتے۔ یورپ میں یہ ریش و بروت کا صفایا تو حال کے زمانہ کی ایجاد ہے۔ اور اس کا نام بندگی رکھنا قدرت سے تمسخر کرنا ہے۔ یہ مسلم ہے کہ ڈاڑھی رکھنے سے عمر بڑی معلوم ہونے لگتی ہے۔ اور منڈوانے سے چھوٹی۔ اور عمر کی بڑائی ہی بزرگی کا نشان ہے۔ اور یہ ڈاڑھی سے حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے ڈاڑھی کا رکھنا کچھ شک نہیں کہ انسان کو بزرگی اور تقدس کا رنگ دے دیتا ہے۔ اور اسلام کا منشا یہ ضرور تھا کہ انسان میں بزرگی اور تقدس کا رنگ پیدا ہو۔ اسی لئے رسول نے ڈاڑھی رکھی۔ اور نمونہ بزرگی و تقدس کا دکھایا۔ لیکن مذہب کے اصول میں داخل نہیں کیا۔

ہر ایک طبیعت ایک سی نہیں ہوتی۔ ہر ملک ہر قوم ہر زمانہ کا رواج الگ ان میں اس حد تک دخل دینا جن سے اخلاق و عادات۔ عبادات و معاملات پر اثر پڑے۔ ایک عالمگیر مذہب کا کام ہو سکتا ہے۔ لیکن اس کے علاوہ طبائع کو مجبور کر کے ان کو کسی خاص وضع اور فیشن پر زبردستی لانا مقصود نہیں ہو سکتا البتہ فیشن بہترین پیش کر دیا گیا۔ اور وہ رسول کا حلیہ ہے آگے اختیار دیدیا کہ اسے اختیار کرو گے نفع اٹھاؤ گے۔ نہیں اختیار کرتے تو خیر تمہاری مرضی مجبور نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ مذہب کوئی ایسی تنگی پیش نہیں کرتا۔ جو خواہ مخواہ کی ہو۔ اور جس کا اثر حقوق اللہ و حقوق العباد پر نہیں پڑتا۔ اگر ایک ڈاڑھی منڈا حقوق اللہ اور حقوق العباد کو عمدہ طریق پر ادا کرتا ہے تو وہ اس ڈاڑھی والے سے بدرجہا اچھا ہے جو حقوق کی ادائیگی میں سست ہے۔ اس کا ڈاڑھی پر ناز کرنا حماقت ہے۔ اصل بزرگی تقویٰ سے ہے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ اگر ڈاڑھی والا تقویٰ سے کام نہیں لیتا تو اس کی ڈاڑھی دھوکا دینے والی چیز ہے۔ اور بالخصوص جب وہ تکبر سے ڈاڑھی منڈے ہوئے مسلمان بھائیوں کو حقارت کی نظر سے دیکھے اور اسلام کی حدود سے خارج کرے تو پھر ایسے ملا کی ڈاڑھی زبردستی مونڈ دینی چاہیئے۔ تاکہ یہ ظاہری لباس تقدس و بزرگی کا اتر کر اس کی اصلی شکل اندر سے نکل آوے۔ اور آئندہ وہ دوسروں کو تکبر سے نہ دیکھے۔ یہ میرا فتویٰ ہی نہیں بلکہ حضرت مرزا مظہر جانجاناں علیہ الرحمۃ ۔۔۔۔۔ نے بھی جو ایک مسلمہ بزرگ گذرے ہیں۔ ایک دفعہ یہی طریق اختیار کیا تھا۔ ایک مولانا بہت بڑی ڈاڑھی لئے ہوئے حضرت جانجاناں سے جامع مسجد دہلی میں ملاقی ہوئے اور بیعت کی خواہش ظاہر کی حضرت نے فرمایا کہ پہلے اپنی ڈاڑھی منڈا آؤ تو پھر بیعت لوں گا۔ تمہاری یہ ریچھ جیسی شکل مجھے تو اچھی نہیں لگتی۔ خدا کو کیا اچھی لگے گی۔ مولانا بہت ناراض ہوئے اور چلے گئے۔ خواب میں اشارہ ہوا کہ مقصد دلی وہیں سے ملے گا۔ بیعت کرلو پھر آئے پھر وہی ارشاد ہوا پھر واپس چلے گئے۔ پھر وہی اشارہ ہوا آخر ڈاڑھی منڈا کر آئے۔ حضرت مرزا جانجاناں نے فرمایا کہ اب ڈاڑھی رکھ لو صرف تمہارا تکبر توڑنا مقصود تھا۔ تم کو چونکہ اپنی ڈاڑھی پر ناز تھا اس لئے مایۂ تکبر و ناز کو توڑنا میں نے ضروری سمجھا۔

غرضکہ کوئی چیز خواہ کیسی ہی عمدہ کیوں نہ موجب وہ تکبر اور ریا کا موجب بن جائے تو وہی بری ہو جاتی ہے۔ یہی حال نمازوں کا ہے۔ اگر وہ ریا کے لئے ہوں۔ اور فخر اور تکبر پیدا کریں تو پھر بجائے ثواب کے عذاب میں حضرت شیخ سعدی نے کیا اچھا فرمایا۔ کہ میں تمام رات نماز پڑھتا رہا۔ میرے ساتھی سوئے رہے۔ صبح میں نے اپنے شیخ سے بڑے فخر سے کہا کہ دیکھئے میں تمام رات عبادت کرتا رہا اور دوسرے سوئے رہے۔ شیخ نے فرمایا کہ وہ تم ان سے اچھے تھے کہ خدا کو یاد کرتے رہے اور یہ غافل تھے۔ مگر اب یہ سے اچھے ہیں کہ تم میں تکبر اور فخر پیدا ہوا۔ اور ان میں نہیں غرضکہ مطلب تو یہ ہے۔ کہ نیکی کے ساتھ تواضع اور خاکساری ہمدردی اور خشیت اللہ جب تک نہ ہوا۔ تکبر اور ریا سے مصؤن و محفوظ نہ ہو۔ وہ منزل مقصود پر نہیں پہنچا تی۔ ڈاڑھی بہت نیک سنت کی ہے۔ مگر جو اس کو موجب تکبر یعنی تحقیر مسلمانان

باقی بر صفحہ ۱۴ کالم ۱۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۳ ۔ ۲ ذوالحجہ ۱۳۴۳ھ نمبر ۶۶

مسلم ہوسٹل لاہور

کالجوں کے احمدی طلباء اور انکے والدین کی توجہ کے قابل

آج کی اشاعت میں کسی دوسری جگہ مسلم ہوسٹل لاہور کے متعلق ایک مراسلت شائع کی جاتی ہے۔ جس میں جانب عزیز دوست مولوی الٰہی بخش صاحب نے ... تفصیل کے ساتھ یہ بتایا ہے۔ کہ لاہور کے کالجوں کے احمدی طلبا کا ایک جگہ اکٹھے رہنا کس قدر ضروری ہے۔ اور ہماری قومی زندگی کے لئے کسقدر مفید ہے۔ اسی ضرورت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہماری انجمن نے گذشتہ سال ایک ہوسٹل جاری کیا لیکن باوجودیکہ لاہور کے مختلف کالجوں میں تعلیم پانے والے احمدی طلبا کی تعداد کم و بیش پینتیس تک پہنچی ہے۔ ان میں سے بہت سے ایسے ہیں جنہوں نے اس کی طرف توجہ بھی نہ کی۔ اور نہ اس بات کو محسوس کیا۔ کہ اُن کا اس ہوسٹل سے فایدہ نہ اٹھانا اپنی قوم کو نقصان پہنچانا ہے۔

مراسلت نگار نے اس سلسلہ میں یہ بھی بتایا ہے کہ امسال انجمن نے یہ فیصلہ کیا ہے۔ کہ اگر کم از کم بیس احمدی طلبا کی درخواستیں ہوسٹل میں داخل ہونے کے لئے آجائیں تو اُسے جاری رکھا جائے ورنہ بند کر دیا جائے۔ لیکن باوجودیکہ متواتر کئی اشاعتوں سے اُس کا اعلان کیا جا رہا ہے۔ ایک زبردست مضمون ہوسٹل کے سپرنٹنڈنٹ شیخ محمد عبداللہ صاحب پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور بھی اسی موضوع پر لکھ چکے ہیں۔ ابھی تک بہت کم درخواستیں موصول ہوئی ہیں۔ اور اگر یہی صورت حالات رہی تو انجمن کو ناچار ہوسٹل بند کرنا پڑے گا۔

ہم نہیں جانتے کہ کس طرح سے اپنی قوم کے اُن ہونہار فرزندوں کو جو کل کو آیندہ نسلوں کے باپ بننے والے ہیں یہ سنائیں کہ ان کا یہ اغماض اور ایک ایسے اہم انسٹی ٹیوشن کی طرف سے اس قدر لاپرواہی قوم کے لئے از حد نقصان رساں ہے۔ ہم ان کے والدین سے جو اس بات کا فخر رکھتے ہیں۔ کہ جماعت احمدیہ کی ممبری کا شرف انہیں حاصل ہے۔ یہ صاف کہہ دینا چاہتے ہیں کہ اگر آپ اپنی اولاد اور اپنے نوجوان فرزندوں کی تربیت کا ٹھیک طور پر انتظام نہیں کرتے۔ تو آپ قوم کے پیروں پر کلہاڑا مار رہے ہیں۔ آپ کو یاد رکھنا چاہیئے کہ ہماری آیندہ قومی زندگی کا دار و مدار انہی نوجوانوں کے اوپر ہے۔ آپ کبھی زندہ نہیں رہ سکتے۔ اگر آپ اپنی آیندہ ذریت کو اس راہ پر نہیں چلاتے۔ جس پر حضرت مسیح موعود نے آپ کو چلایا۔ وہ عظیم الشان کام جو آپ نے شروع کر رکھے ہیں کبھی جاری نہیں رہ سکتے۔ اگر آپ کی اولادوں میں سے مولوی محمد علی، خواجہ کمال الدین اور مولوی صدر الدین (ایدھم اللہ) جیسے انسان پیدا نہیں ہوتے۔ کسقدر حسرت خیز نظارہ اس وقت دیکھنے میں آتا ہے۔ جب ہماری جماعت کا کوئی مخلص اور برگزیدہ ممبر اس جہان فانی سے عالم جاودانی کو سدھارتا ہے۔ اور اپنے پیچھے ایسی اولاد چھوڑ جاتا ہے جس کو دین کے ساتھ کوئی مس نہیں۔ جو برائے نام بھی احمدی نہیں۔ اس قسم کے بعض درد انگیز مناظر ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔ اور اگر یہی حالات رہے تو یقین رکھنا چاہیئے۔ کہ ہماری قومی زندگی کا خاتمہ بہت جلد ہونے والا ہے۔

اس لئے یہ نہایت ضروری اور لابدی امر ہے۔ کہ ہم اپنی اولاد کو احمدیت کا صحیح نمونہ بنانے کی کوشش کریں۔ ان میں اشاعت اسلام کا جوش اور تڑپ پیدا کریں۔ انہیں اس قابل بنائیں کہ وہ نہ صرف علی وجہ البصیرت اسلام کو سچا مذہب سمجھتے اور اس پر عمل کرتے ہوں۔ بلکہ دوسروں کو بھی اس پاک مذہب کی صداقت کا قائل کر سکیں بالخصوص وہ نوجوان جو کالجوں کے اندر تعلیم پاتے ہیں وہ ہماری قوم کے لئے بمنزلہ ریڑھ کی ہڈی کے ہیں۔ ان کے لئے یہ ضروری ہے کہ انہیں اسلام کا صحیح نمونہ بنایا جائے اور جماعت کے ساتھ انہیں وہ وابستگی ہو کہ اس کے کاموں کو وہ اپنے ذاتی کاموں پر ترجیح دیں۔ اور باہم محبت و اتحاد ان میں اس قدر ہو۔ کہ جیسے سگے بھائیوں میں ہوتا ہے۔ اس کے بغیر ہماری آیندہ زندگی قایم نہیں رہ سکتی اور نہ ہمیں کوئی کامیابی حاصل ہو سکتی ہے کالجوں کے طلبا کی جو عام حالت ہے۔ اگر ہمارے احمدی طلبا نے ان سے امتیاز [illegible] نقصان ہماری جماعت کو نہ پہنچ سکیگا۔

اس لئے اپنے نوجوانوں کو خراب ہوا سے بچانے اور اچھے خصائل ان میں پیدا کرنے کے لئے یہ مسلم ہوسٹل کا قیام عمل میں آیا تھا۔ جس کا جاری رہنا ہماری قومی زندگی کے لئے از حد ضروری ہے۔ ایک جاری شدہ کام کا بند ہونا قوم کی مردگی کا ایک کھلا ثبوت ہے۔ کیا احمدی قوم اور اس کے نوجوان فرزند جو کالجوں میں تعلیم پاتے ہیں یہ نہیں چاہتے کہ وہ زندہ قوموں میں شمار ہوں۔ کیا انہیں دوسری قوموں کے انسٹی ٹیوشنز کو دیکھ کر غیرت نہیں آتی؟ عیسائیوں کے بڑے بڑے ہوسٹلوں کا اگر تم مقابلہ نہیں کر سکتے۔ تو کیا اس بات پر بھی شرم دامنگیر نہیں ہوتی؟ جس نے ایک تھوڑی سی مدت میں سینکڑوں ابتدائی مدارس اور بہت سے بڑے بڑے کالج تعمیر کر لئے بیشک آپ نے یورپ اور امریکہ کو مسلمان بنانے میں بہت بڑی قربانیوں اور جان فشانیوں سے کام لیا ہے۔ لیکن یہ قربانیاں تبھی مفید اور کارگر ہو سکتی ہیں کہ ان کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے جاری رہے۔ اور اس کے لئے ہمارے نوجوانوں کی ہمت درکار ہے ہوسٹل کے اندر نہ صرف طلبا کی رہائش اور خوراک کا انتظام کیا جاتا ہے جس پر زیادہ سے زیادہ بیس روپیہ ماہوار خرچ آتا ہے۔ حالانکہ دوسرے ہوسٹلوں میں بہت بڑے اخراجات ہیں۔ بلکہ دینی تعلیم سے بھی بہرہ ور کیا جاتا اور قرآن کریم کا درس دیا جاتا ہے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ اور دیگر بزرگان قوم وقتاً فوقتاً اپنے مواعظ سے طلبا کو مستفید کرتے رہتے ہیں جس سے ان میں اسلام کا سچا درد اور اس کی اشاعت کا حقیقی جوش پیدا ہو سکتا ہے۔ کاش ہمارے نوجوان طلبا کو اسطرف توجہ ہو۔ اور اُن کے والدین اس عمدہ موقع سے فایدہ اُٹھا کر حسن تربیت کے فرض سے سبکدوش ہوں۔

بنگال میں مسیحی خطرہ

خدا کی شان! ایک طرف افریقہ کے جاہل اور کندہ ناتراش وحشی ہیں جن کے اندر اسلام کے اثر نے مسیحیت کو یہ اعلان کرنے پر مجبور کیا۔ کہ اسے اسلام سے بہت بڑا خطرہ ہے۔ اور جب تک اس مذہب کا نام افریقہ میں باقی ہے مسیحیت کامیاب نہیں ہو سکتی۔ دوسری طرف ہندوستان کا ملک ہے۔ جہاں سات کروڑ مسلمان موجود ہیں۔ اور ان میں ہزارہا ایسے ہیں جو علم دین سے بہرہ ور ہونے کے باعث ان کے ہادی اور رہبر کہلاتے ہیں لیکن کسقدر افسوسناک امر ہے کہ آج غیر مذاہب اسلام کے لئے یہاں خطرے کا موجب ہو رہے ہیں۔ بجائے اس کے اسلام دوسروں کے لئے خطرہ کا موجب ہوتا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ اپنی مقبولیت اور صداقت سے انہیں اپنا حلقہ بگوش بنا لیتا۔ غیر مذاہب مسلمانوں کو کھاتے جا رہے ہیں

شدھی کا جال جس سرگرمی کے ساتھ اکناف ملک میں پھیلایا جا رہا ہے وہ اس سے ظاہر ہے کہ سوامی شردھانند آج کل خود بہار کے علاقہ میں دورہ میں مصروف ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ یو پی کی طرح وہاں بھی ارتداد کا میدان گرم ہو۔

اس سے بھی بڑھ کر یہ خبر افسوسناک ہے کہ کلکتہ میں مسیحی مشنریوں کی کانفرس نے یہ فیصلہ کیا ہے۔ کہ ہندوستان کے مسلمانوں میں تثلیث کے پرچار کے لئے اگر کوئی صوبہ موزون ہے۔ تو وہ بنگال ہے اور اب ایملاکش صاحب کے مسلمانوں کو مسیحی بنانے کے لئے خاص سرگرمی کے ساتھ کام کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ اور اس بارہ میں خاص تدابیر اختیار کرنے کا ارادہ کیا ہے۔

آہ! ایک وہ وقت تھا۔ کہ شہنشاہ ہرقل نے ابوسفیان سے جب یہ سوال کیا۔ کہ کیا کوئی شخص ایک دفعہ اسلام لا کر پھر مرتد بھی ہوا ہے۔ تو ابوسفیان نے کہا کہ ہرگز نہیں۔ کوئی شخص ایک دفعہ مسلمان ہو کر مرتد نہیں ہوتا۔ لیکن آج یہ حالت ہے کہ چاروں طرف سے ارتداد کی خبریں آتی ہیں۔ اور مسلمانوں ہی پر اغیار کی نظریں جمی ہوئی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ مفلسی اور ناداری زیادہ تر ارتداد پر مجبور کرتی ہیں۔ یہ صحیح ہے۔ لیکن جن لوگوں کے متعلق ابوسفیان نے شہادت دی۔ ان کے حالات کیا تھے۔ کیا ان کو روٹی کے بجائے پیٹ پر پتھر نہ باندھنے پڑتے تھے۔ کیا طرح طرح کے مظالم اور دکھوں کا انہیں نشانہ نہ بنایا جاتا تھا تاکہ وہ اسلام کو چھوڑ کر ارتداد کا جامہ پہن لیں؟ لیکن ایک بات ہے جو ان میں تھی اور ہم میں نہیں۔ وہ ایمان کی پختگی ہے۔ ان کا ایمان اس قدر پختہ اور مضبوط تھا کہ شیطان ان سے مایوس ہو چکا تھا لیکن آج مسلمانوں کا ایمان ایسا ہے کہ شیطان ان سے امیدیں باندھے بیٹھا ہے۔ اور اُس کی امیدیں بار آور ہوتی جا رہی ہیں۔

تدبیر اصلاح

معاصر الجمیعتہ نے بڑے درد اور الحاح سے لکھا ہے۔ کہ مسلمان اس خطرہ کے دفعیہ کی تدابیر کریں۔ لیکن ہم کہتے ہیں کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو سکتی جب تک مضبوطی ایمان کا سامان نہ ہو۔ اور اس کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ مجدد وقت سے دامن ارادت کو وابستہ کیا جائے۔ کونوا مع الصادقین قرآن کا حکم ہے اور یہ سچی بات ہے۔ کہ ایمان کی تر و تازگی اور مضبوطی کے لئے خدا تعالےٰ کے برگزیدہ لوگوں۔ بالخصوص ماموران الٰہی اور اُن کے فیض یافتگان کی صحبت اگزیر ضروری ہے۔ جس دن سے مسلمانوں نے اس حقیقت کو فراموش کیا ہے اسی دن سے وہ ارتداد کے گڑھے کی طرف دھکیلے جا رہے ہیں۔ کاش وہ اس پر غور کریں۔ اور مجدد وقت کے ساتھ ہو کر ہمیشہ کے لئے ایسے خطرات سے محفوظ ہو جائیں۔

ہمارا فرض

اس تدبیر پر عمل کیونکر ہو؟ کس طرح سے بنگال کے خفتہ بخت مسلمانوں کو یہ پیغام حیات پہنچایا جائے؟ اس پر غور کرنا احمدی قوم کے ارباب حل و عقد کا فرض ہے۔ اور وہ امید ہے کہ اس کے متعلق ضروری تدابیر سوچنے کی کوشش کریں گے۔ لیکن ایک آسان تدبیر جو فوراً عمل میں لائی جا سکتی ہے یہ ہے کہ انگریزی اخبار "لائیٹ" کو وہاں کثرت کے ساتھ شائع کرنے کا بندوبست کیا جائے۔ بنگال میں ہم اپنے خیالات کو یا بنگالی میں پھیلا سکتے ہیں یا انگریزی میں۔ اول الذکر کا سامان فی الحال مشکل نظر آتا ہے۔ حالانکہ اگر ایسا سامان ہو سکے تو بہت ہی مفید نتایج ہونگے۔ لیکن جب تک ایسا نہیں۔ کم از کم انگریزی ہی میں اپنے خیالات کی اشاعت کی جائے۔ ہمارے خیال میں "لائیٹ" ہزارہا کی تعداد میں بنگال میں مفت پہنچنا چاہیئے۔ ان میں سے اکثر لوگ خریدار بھی بنینگے۔ اور یہ بوجھ آہستہ آہستہ کم ہو جائے گا۔ لیکن پہلے ان کو خبردار کرنا اپنی آواز ان تک پہنچانا ہمارا فرض ہے۔ اگر ہمارے ذی استطاعت احباب اس غرض سے کچھ چندہ لائیٹ کے لئے دے سکیں تو آسانی سے کام چل سکے گا۔

پھر وہی گائے کا جھگڑا

ہندو اخبارات کا آج کل شاید ہی کوئی پرچہ ایسا ہو جس کی روزانہ اشاعت میں دہلی کے متعلق خطرات کا اعلان نہ کیا جاتا ہو۔ جوں جوں ... عید الضحٰے کے دن قریب آتے جاتے ہیں۔ ہندو اخبارات کا جوش غضب بڑھتا چلا جاتا ہے۔ وہ راضی نہیں ہو سکتے۔ جب تک مسلمان گائے کی قربانی سے باز نہ آجائیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ ہرگز راضی نہیں ہو سکتے جب تک مسلمان اپنے دین سے برگشتہ نہ کریں۔ گائے کی قربانی ہرگز اسلام کا کوئی فریضہ نہیں اور اگر مسلمان چاہیں تو اس کو چھوڑ بھی سکتے ہیں۔ لیکن محض یہ ایک چیز نہیں جس کا ترک برادران وطن کو خوش کر دے۔ وہ تو علی الاعلان کہتے ہیں۔ کہ اسلام کا نام ہندوستان سے مٹا دو۔ اور تمام مسلمانوں کو ہندو بنا لو سوراج کا نام ہندو راج سے بدل دیا گیا ہے۔ اور وہ نہیں چاہتے کہ مسلمانوں کو کسی بھی شعبہ حکومت میں دسترس حاصل ہو۔ ان حالات میں گائے کا نام لے لے کر فساد کی آگ مشتعل کرنا محض مسلمانوں کو لوٹنے اور مارنے کے بہانے تلاش کرنا ہے۔ اگر محض اتنے میں بات ختم ہو سکتی۔ تو مسلمانوں کے لئے اس کا چھوڑنا کوئی مشکل امر نہ تھا۔ مسلمان بڑی خوشی سے گائے کی قربانی چھوڑنے کے لئے تیار ہیں۔ اگر ہندوؤں کے بڑے بڑے لیڈر اور اخبارات ایک عہد نامہ لکھ دیں کہ اس کے بعد کوئی اور رنیا شاخسانہ کھڑا نہ کیا جائے گا۔ اور مسلمانوں اور ان کے پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عزت سے یاد کیا جائے گا۔ اور اس کی خلاف ورزی کی صورت میں ایک مقررہ رقم تاوان کی ...... ادا کی جائے گی۔ ایسا ہی عہد نامہ گائے کے ترک کرنے کے متعلق مسلمان لکھ دیں۔ یہ ایک آسان طریق فیصلہ کا ہے۔ اگر ہندو برادران وطن اس کو قبول کرنے کے لئے تیار ہوں۔ تو گائے کا سوال آسانی سے ہمیشہ کے لئے طے ہو سکتا ہے۔

مسلمانوں کی زیادتی

دہلی کے مسلمانوں سے ہندوؤں کو جو خطرہ پیدا ہوا ہے۔ اس کی ایک اور وجہ بھی بیان کی جاتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے مسلمانوں کو اجازت دیدی ہے کہ قربانی کی گائے پہاڑی دھیرج کے رستہ سے لے جائیں جس سے ہندوؤں کے جذبات کو صدمہ پہنچنے کا احتمال ہے

اگرچہ ہم اس فلسفہ کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ کہ ایک قوم کا کوئی مذہبی فعل دوسری قوم کے جذبات کو کیونکر صدمہ زدہ کر سکتا ہے۔ سوائے اس کے کہ جذبات کو اسقدر نازک بنا لیا جائے۔ اور اس قدر اہمیت انہیں دی جائے کہ ہمسایہ قوم کے ساتھ رواداری اور فراخدلی کا اصول ہی ملیا میٹ ہو جائے آخر مسلمانوں کے بھی جذبات ہیں۔ ان کا بھی مذہب ہے۔ وہ بھی اپنے پہلو میں دل رکھتے ہیں۔ اور ایک مذہبی شعار کو پورا کرنے کا جذبہ اور جوش رکھتے ہیں اس کے احترام کا بھی برادران وطن کو خیال کرنا ضروری ہے۔ لیکن [illegible] تاہم ہم یہ بھی کہہ دینا چاہتے ہیں۔ کہ گائے کا جلوس نکالنے کا کوئی حکم اسلام میں

نہیں۔ نہ کبھی قرون اولیٰ میں کسی نے ایسا جلوس نکالا۔ اسلام نے جس قربانی کا حکم دیا ہے۔ وہ بکرے کی ہو۔ گائے کی ہو۔ اونٹ کی ہو۔ اس بات کی کوئی ضرورت نہیں کہ سجا کر اور جلوس بنا کر پھرایا جائے۔ خاموشی کے ساتھ گھروں کے اندر اس شعار کو پورا کیا جا سکتا ہے۔ تعجب ہے کہ حالات کی اسقدر نزاکت کے باوجود ایسے غلط طریق عمل کا تہیہ کیا جاتا ہے۔ اور مسلمانوں کے لیڈر اور علماء اس سے روکنے کے بجائے اُس کی حمایت پر تلے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کو حکم ہے۔ لا یجرمنکم شنان قوم علیٰ الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ جہانتک گائے کی قربانی کا سوال ہے ہم اُس کو جائز سمجھتے ہیں۔ اور حالات موجودہ میں مسلمانوں کو اس سے روکنا مناسب نہیں سمجھتے۔ لیکن جہاں تک جلوس کا معاملہ ہے۔ اس کی شریعت اسلام میں کوئی سند موجود نہیں۔ اور نہ حالات وقت اُس کی اجازت دیتے ہیں۔

سالک بے راہ

قرآن کریم نے بار بار والدین کے ساتھ نرمی اور احسان کا برتاؤ کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہانتک کہ فرمایا وان جاھدک علیٰ ان تشرک بی ما لیس لک بہ علم فلا تطعھما وصاحبھما فی الدنیا معروفا اگر وہ تجھ سے لڑیں کہ تو میرے ساتھ کوئی شریک ٹھیرائے تو اس بات میں اُن کی اطاعت نہ کر۔ لیکن دنیا کے معاملات میں اُن سے حسن سلوک کا برتاؤ کر۔ یہ تو ماں باپ ہیں جن کے مشرک ہونے کے باوجود ان کے دنیوی معاملات میں رفاقت ضروری قرار دی۔ عام کفار کے متعلق بھی قرآن نے حکم دیا ہے۔ لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدواً بغیر علم جن کو یہ لوگ اللہ کے سوائے پکارتے ہیں۔ اُن کو بھی گالی نہ دو۔ کیونکہ وہ بالعوض خدا کو گالی دینگے۔

قرآن کے ان کھلے ارشادات کے خلاف ایک گم کردہ راہ دفتر زمیندار سے غیور مسلمان بن کر یہ اعلان کرتا ہے۔ کہ اس کے باپ کا مرشد اور امام اور ہادی اگر زندہ ہوتا تو وہ اُس کا منہ نوچ لیتا تا سکی اس بے راہ روی کو روکنے اور سیدھی راہ پر چلانے کے لئے ایک عارف بزرگ نے پیغام صلح کی کسی گذشتہ اشاعت میں لکھا۔ کہ باپ کا مرشد زندہ نہیں۔ تو باپ تو موجود ہے اُس کی داڑھی پر ہاتھ ڈالنا تمہارے جیسے فرزندان نامولد... ہی کا کام ... ہے۔ لیکن بجائے اس کے کہ اس سے نصیحت حاصل کی جاتی۔ سالک بے رہ نے تاریخ منتقل اور "پیغام صلح" اور اُس کے مدیر کو گالیاں دینا شروع کر دیں اور اس جھنجلاہٹ میں اپنے دماغ کو یہانتک مختل کر لیا کہ اسے یہ بھی پتہ نہیں رہا۔ کہ اصل ذکر کیا تھا جس پر جناب عارف نے اس سے خطاب کیا تھا۔ کسی کو دشمن محمدؐ یا اعلان جنگ کہدینے سے بات نہیں بن جاتی نہ احمدی جماعت کا کوئی فرد اپنے والدین سے مذہبی اختلاف ہونے پر ان کی گستاخی کو جائز سمجھتا ہے۔ یہ سالکان بے راہ ہی کا کام ہے۔ کہ اپنی ناہموار ذہنیت کے صدقہ میں ایسی بے حیائی کو غیرت مذہبی کے نام سے الم نشرح کرتے ہوئے ذرا نہیں شرماتے۔

ویدک دھرم میں عورت کی حیثیت

آریہ سماج کے جلسوں۔ کتابوں اور اخبارات میں اور انکی دیکھا دیکھی بعض ناواقف سناتنی لیڈروں کے منہ سے آج ہم نسل انسانی کی جنس لطیف کے متعلق بڑی عزت اور فضیلت کے خطابات سنتے ہیں۔ مذہبی اور سیاسی پلیٹ فارم پر سے ان کا ہر ایک بلند بانگ خطیب جب اپنے سامعین کو مخاطب کرتا ہے تو اپنے لیکچرار کو ان الفاظ سے شروع کرتا ہے "دیویو اور بھدر پرشو! (دیویو اور معزز انسانو) گویا مرد تو ابھی انسان ہی ہیں مگر عورتیں درجۂ انسانیت سے تجاوز کر کے دیوتاپن یا ملکوتیت کو حاصل کر چکی ہیں بلاشبہ اخلاق اور تہذیب کا یہی اقتضا ہے کہ ہم جنس لطیف کی جس قدر بھی ممکن ہو عزت اور حرمت کریں لیکن تہذیب اور اخلاق کی منزل پر قدم رکھتے ہوئے ہمیں اپنے مذہب کو خیرباد نہیں کہنا چاہیئے۔ کیونکہ حقیقی تہذیب اور شائستگی اس بلند سے بلند مقام کا نام ہے کہ جس پر قائم کرنے کے لئے مذہب دنیا میں آیا انسان کی خودساختہ تہذیب اسکو اس دنیا اور آئندہ عالم میں نجات کا وارث نہیں بنا سکتی اور اگر یہ ممکن ہوتا کہ ہم خدا کی رہنمائی کے بغیر مہذب اور با اخلاق انسان بن سکتے تو پھر خدا کی طرف سے کسی تعلیم اور الہام کا آنا قطعاً سود اور فضول تھا۔ پس فی الحقیقت مذہب چند ایک رسوم اور عبادات کی ادائیگی کا نام نہیں بلکہ وہ ایک دستور العمل ہے کہ جس کو ہمیں اپنی اس عملی زندگی کے مختلف تعلقات کو بہتر بنانے کے لئے مرحمت کیا گیا ہے۔ نسل انسانی کی موٹی تقسیم کے لحاظ سے مرد اور عورت صرف دو ہی حصے ہیں پس ان دونوں کے باہمی تعلقات کو خوشگوار اور بہتر بنانے کے لئے خداوند عالم کا اولین فرض تھا

اس سے محبت اور دوستی کی ممانعت کی ہے اور جہنم کا منبر ہیں کی ان کو کم عقل بتا کر اس مضمون کی تائید کی گئی ہے۔

عورت کے متعلق وید کا یہ فتویٰ نے بنیاد ہے اس تمام ہندو لٹریچر کی کہ جس میں عورت کے متعلق ظنون فاسدہ سے کام لیکر فحش سے فحش الزامات اور دھرم شاستر کے قوانین میں ان کے حقوق کو پامال کیا گیا ہے اور سنسکرت کے ادبا و شعراء نے انکو بدترین خلائق قرار دیا ہے۔ (عبد الحق ودیارتھی)

بقیہ صفحہ اول

بنا لیتا ہے۔ بہتر ہے کہ اس کی داڑھی مونڈ دی جائے۔ تا وہ گناہ سے بچے۔

داڑھی منڈانے والوں کو کافر بنانے کے لئے یہ آیت پیش کرنا لا تکونوا کالذین کفروا کہ کافروں کی طرح نہ بنو۔ ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی کہدے لا تقربوا الصلوٰۃ کہ نماز کے نزدیک نہ جاؤ۔ ایک آیت کو نامکمل پیش کرنا کہاں کا تقویٰ ہے۔ آیت تو یوں ہے یا ایہا الذین اٰمنوا لا تکونوا کالذین کفروا وقالوا لاخوانہم اذا ضربوا فی الارض او کانوا غزی لو کانوا عندنا ما ماتوا وما قتلوا کہ اے ایمان والو۔ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جو کافر ہوئے اور اپنے بھائیوں کی نسبت کہتے ہیں۔ جب وہ زمین میں سفر کرتے ہیں یا لڑائی کرتے ہیں۔ کہ اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ قتل کئے جاتے یہاں ظاہر ہے کہ جس چیز میں مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا ہے وہ ان کافروں کا یہ خیال ہے کہ جب اُنکے بھائی سفر یا جنگ میں خدا کے راستے میں مارے جاتے یا مر جاتے تو کہتے کہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے نہ مارے جاتے۔ مومن کی یہ شان نہیں کہ وہ کافروں کے ان غلط خیالات کی تقلید کرے اور اپنی قربانی

حضرت امیر عیدالاضحےٰ پر لاہور آئینگے

ہمارے احباب کرام یہ سن کر خوش ہوں گے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ عیدالاضحےٰ کے موقعہ پر لاہور تشریف لانیوالے ہیں۔ آپ کی خواہش ہے کہ بیرونجات سے بھی ہمارے احباب جو اس عید پر لاہور تشریف لا سکیں وہ ضرور آئیں تاکہ سلسلہ کے بعض ضروری کاموں میں ان کی شمولیت سے فائدہ اٹھایا جائے۔ امید ہے ہمارے احباب کرام ضرور اس موقعہ پر لاہور تشریف لانے کی کوشش فرمائیں گے

انا للہ وانا الیہ راجعون

دلی رنج اور افسوس کے ساتھ یہ خبر لکھنے پر ہم مجبور ہیں کہ "پیغام صلح" کے ایک کاتب منشی غلام حسین صاحب ایک طویل بیماری کے بعد ۲۳ رمضان کی صبح کو راہی ملک بقا ہوئے مرحوم نہایت مختتی اور کام کے آدمی تھے۔ ان کو پیغام صلح کا کام کرتے ہوئے دس سال کا ہی عرصہ ہوا تھا۔ جس دلچسپی اور محنت کے ساتھ انہوں نے اپنے فرائض کو سرانجام دیا۔ اس کی نظیر کاتبوں کے اندر بہت کم ملیگی۔ باوجودیکہ انہیں بیمار ہوئے سال سے زیادہ عرصہ ہوگیا تھا۔ لیکن حالت بیماری میں اخبار کا کام برابر کرتے رہے گذشتہ اپریل ۱۹۳۵ء میں ان کی صحت بہت ہی مخدوش ہوگئی۔ اور وہ کسی طرح بھی کام کے قابل نہ رہے۔ تو ناچار انہیں رخصت لے کر اپنے وطن جانا پڑا۔ جہاں سے آج دو ماہ بعد مرحوم کی وفات کی افسوسناک خبر آئی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس دو ماہ کے عرصہ میں جو مرحوم کو یہاں سے گئے ہوئے ہو گیا ہے اخبار کی کتابت کے لئے ہمیں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے جس کا اثر اخبار کی بر وقت اشاعت پر بھی پڑا ہے۔ ابھی تک ہمیں کوئی ایسا آدمی دستیاب نہیں ہو سکا جس کا کام اطمینان بخش ہو۔ اس سے مرحوم منشی صاحب کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ اللہ تعالےٰ انہیں مغفرت کرے۔ بہت متحمل مزاج۔ دیانتدار اور فرض شناس انسان تھے اور ایک بڑی بات یہ تھی۔ کہ اُن کی کتابت میں غلطیاں بہت کم ہوتی تھیں ہمیں ان کی موت کا بہت صدمہ ہے۔ اور ہمیں امید ہے کہ ہمارے دوست بھی اس رنج میں ہمارے ساتھ شریک ہوکر مرحوم کا جنازہ غائب پڑھینگے۔

کہ وہ ان کے باہمی حقوق کی حد بست کر دیتا تا کہ انسان اپنے ہی نصف حصۂ جسم کے متعلق ٹھوکر کھا کر اپنے آپ کو دکھ اور مصیبت میں ڈال کر اپنی زندگی کو ایک دوزخ اور جہنم کی زندگی نہ بنا لیتا کہتے ہیں کہ وید دنیا کی مذہبی لائبریری میں سب سے پہلی کتاب ہے کہ جو انسان کو ایک کامل ہدایت نامہ کی شکل میں عطا کی گئی ہے۔ یہ دعویٰ غلط ہے یا صحیح۔ اسپر ہمیں اسوقت بحث کرنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ عنوان مندرجہ صدر کے متعلق ویدوں سے معلومات حاصل کرنے کے لئے ہمیں اسقدر اضطراب ہے کہ ہم غیر ضروری منازل پر ٹھہر کر اپنا وقت ضائع کرنا پسند نہیں کرتے۔ البتہ ہم اسقدر ظاہر کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہم ان لوگوں میں سے نہیں ہوں کہ جو نہایت سہل انگاری کے ساتھ یہ کہدیا کرتے ہیں کہ ویدوں کے اندر فلاں فلاں امر کے متعلق کچھ نہیں لکھا۔ ویدوں کے اندر بہت کچھ ہے۔ ہمیں صبر اور استقلال کے ساتھ اسکی تلاش کرنی چاہیئے۔ دیکھو عورت کی حیثیت کے متعلق کیسے صاف الفاظ میں ایشور کا ارشاد موجود ہے۔

"اندرش چدگھا تد ابرویت استریا اشاسیم منہ اکو
آہ کرتم رگھم داگر وید منڈل ۸ سوکت ۳۳ منتر ۱۷"

"اندر (آریوں کے ایشور) نے خود ہی یہ کہا ہے کہ عورت کا دل بدی کی طرف لڑھک جانے والا ہے اور وہ نہایت ہی ضعیف ہیں"

ایک دوسری جگہ ویدمیں لکھا ہے۔

"نا وے استرینیانی سکھیانی سنتی سالا ورکا نام ہردیان ایتا
(رگ وید منڈل ۱۰ سوکت ۹۵ منتر ۱۵)"

"عورتوں کے ساتھ کوئی دوستی نہیں ہو سکتی عورتوں کے دل درحقیقت بھیڑیوں کے سے ہیں"

... ایثار کی روح کو برباد کرے۔ بھلا یہاں داڑھی سے کوئی واسطہ۔ یہاں کسی فیشن یا وضع کا ذکر ہے۔ کہاں کی بات کہاں جوڑ دی۔ یہ علماء اُولی الحکمۃ! ہے۔ جس طرح چاہیں آیتوں حدیثوں کو مروڑ لیں۔ یحرفون الکلم عن مواضعہ کی صحیح تصویر ہیں۔

پھر ایک ناتمام حدیث پیش کرتے ہیں کہ خالفوا المشرکین۔ اب ظاہر ہے کہ مشرکوں کے خلاف جن امور میں کرنا ہے وہ وہی ہیں جن سے شرک پیدا ہوتا ہے نہ کہ ہر ایک چیز میں کیا ایک مشرک منہ سے روٹی کھاتا ہے تو ہم ناک سے کھانے لگیں۔ ایک مشرک پیروں کے بل چلتا ہے تو ہم سر کے بل چلنے لگیں۔ آخر اس عمومیت کی کوئی حد بھی ہے۔ یہاں داڑھی یا فیشن کا کہاں ذکر آ گیا۔ مطلب تو شرک سے نفرت دلانا ہے۔ پھر سینکڑوں مشرک ہیں جو داڑھی رکھتے ہیں۔ رومن کتھولک پادری بڑی بڑی داڑھی رکھتے ہیں بعض جوگی اور پنڈت خوب داڑھی رکھتے ہیں۔ پھر اب مسلمان کیا کریں منڈوائیں یا رکھیں۔

ایک اور حدیث بھی مایہ ناز ہے من تشبہ بقوم فھو منھم کہ جو جس قوم سے مشابہت اختیار کرتا ہے۔ بس وہ انہی میں سے ہے یہی وہ حدیث ہے جس کے ماتحت کوٹ پتلون والے بھی کافر گردانے گئے ہیں۔ مگر آج تک میری سمجھ میں نہیں آیا کہ اگر کوئی کافر مسلمانوں کے سے کپڑے پہن لے یا داڑھی رکھ لے اور ایسے سینکڑوں ہیں جنکو ہم بچشم خود دیکھتے ہیں۔ تو کیا علماء اُسے مسلمان سمجھینگے۔ آخر جب ایک مسلمان لباس میں کافر سے مشابہت اختیار کر کے کافر ہو جاتا ہے تو ایک کافر مسلمان سے مشابہت کر کے مسلمان کیوں نہیں بنا دیتی۔ اور یہ پنجاب اور ہندوستان کے مسلمان جو لمبا کوٹ اور انگرکھا، پاجامہ اور رخیرہ پہنتے ہیں ...

یہ کونسی سنت رسول ہے۔ اس طرح پھر خود کتنے مولانا ہیں جو منشا بہ بالکفر کی زد میں نہیں آجاتے۔ مسلمانوں سے پہلے داڑھی ایام جاہلیت میں بھی تھی۔ یا دیہاتیوں میں ہی تھی۔ پھر خود داڑھی رکھنا معاذ اللہ متشابہت بالکفر کیوں نہ قرار دیا جائے۔ کافر داڑھی والے بھی ہیں۔ اور بغیر داڑھی والے بھی۔ پھر کن سے مشابہت اختیار کی جائے اور کن سے نہ کی جائے حدیث کا منشا تو صرف اس قدر تھا کہ کسی قوم کی خصوصیت اختیار کر لینے سے وہ آدمی اسی رنگ میں رنگین ہو جاتا ہے۔ داڑھی مسلمانوں کی کوئی خصوصیت نہیں۔ اور قوموں میں بھی تھی اور ہے۔ اسی طرح داڑھی نہ رکھنا کسی قوم کی یا مذہب کی کوئی خصوصیت نہیں۔ پھر یہ حدیث اس پر چسپاں کرنا زبردستی نہیں تو اور کیا ہے۔

مگر جہاں اس حدیث کی زد پڑتی ہے وہاں مولانا لوگ ہاتھی ہضم ہودہ غائب کر جاتے ہیں اور ڈکار تک نہیں لیتے۔ عیسائیوں کی خصوصیات تو یہ تھیں کہ مسیح کا آسمان پر زندہ ماننا۔ اسے خالق الحیی و قیوم ماننا۔ شافی امراض اور احیائے موتیٰ کرنے والا ماننا۔ غرضیکہ ظاہرا درپردہ خدائی صفات سے موصوف ماننا۔ جن پر عیسائی مذہب کی بنا ہے۔ اور الوہیت مسیح قائم ہے۔ ان سب میں ہمارے علماء عیسائیوں سے کلی مشابہت رکھتے ہوئے کیوں اس حدیث کی زد میں نہیں آتے اور پکے مسلمان کے مسلمان رہ جاتے ہیں۔ اور جو مسلمان ان باتوں میں مشابہت نہیں رکھتے وہ کافر ٹھہرائے جاتے ہیں۔ دنیا میں کوئی انصاف بھی ہے یا علماء سوء کے ہاتھوں وہ بھی دور ہو گیا

(ڈاکٹر بشارت احمد عفی عنہ)

جرمن مشن کیلئے مستقل وعدے

اس سے پیشتر جو فہرستیں شائع ہوتی رہی ہیں ان میں ان احباب کا تذکرہ کیا جاتا رہا ہے جن کی طرف سے موعودہ رقم ایک یا دو قسطوں میں وصول ہوتی رہی۔ یا کوئی بڑی رقم وصول ہوئی لیکن ان کے علاوہ اور بھی کئی احباب قابل شکریہ ہیں جنہوں نے ہر ماہ مندرجہ ذیل رقم مستقل طور پر دینی منظور فرمائی ہے۔ اور حتی الوسع وہ رقم پہنچتی رہتی ہے۔ فہرست حسب ذیل ہے۔

	نام	رقم
(۱)	پروفیسر محمد عبد اللہ صاحب لاہور	صہ ماہوار
(۲)	مولوی دوست محمد صاحب ایڈیٹر اخبار لاہور	للعہ/ ،،
(۳)	سید غلام مصطفےٰ شاہ صاحب ہیڈ ماسٹر لاہور	لله ،،
(۴)	قریشی وزیر محمد صاحب طالب علم ڈاکٹری لاہور	للعہ ،،
(۵)	بابو جلال احمد صاحب لاہور چھاؤنی	صہ ،،
(۶)	قاضی فیض احمد صاحب شیخوپورہ	عہ ،،
(۷)	بابو عبد الرحمن صاحب بی۔اے شملہ	للعہ/ ،،
(۸)	شیخ محمد لطیف صاحب سکرٹری جماعت شملہ	عہ ،،
(۹)	شیخ عبد العزیز صاحب شملہ	عہ ،،
(۱۰)	شیخ اللہ دین صاحب شملہ	سہ ،،
(۱۱)	ملک شیر محمد خان صاحب بی۔اے جموں	عہ ،،
(۱۲)	شیخ محمد صادق صاحب جالندھر شہر	عہ ،،
(۱۳)	شیخ عبد الغنی صاحب دہلی	للعہ/ ،،
(۱۴)	مولوی عزیز بخش صاحب جھنگ مگھیانہ	للعہ/ ،،

باقی بر صفحہ ۵ کالم ۳

پردہ اور اسلام

(۲)

(از جناب ڈاکٹر محمد عمر صاحب بی۔ ایم۔ایس۔ بی)

آیت حجاب میں کس پردہ کا حکم ہے

قدیم وضع کے مسلمانوں اور اس میں بدقسمتی سے بعض احمدی بھی شامل ہیں۔ اگر اس قسم کی گستاخی جیسے کی گئی۔ اگر غیر احمدی نے کی ہوتی تو میں شاید توجہ بھی نہ کرتا اور پھر وہ شخص جس نے زمزم سے وضو کیا ہو صفا اور مروہ پر دوڑا ہو۔ زندگی ہی میں کفن پہن لیا ہو۔ اسکو اپنے تقدس، تورع۔ تشرع۔ تقشف پر خدا جانے کس قدر ناز ہوگا۔ اور پرہیزگاری کے لحاظ سے مجھ جیسے کم مایہ کو نہ معلوم کس نظر سے دیکھتا ہوگا۔ مگر ؎

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

کی مایۂ ناز آیت حجاب یہ ہے۔ یا ایہا النبی قل لازواجک وبناتک ونساء المومنین یدنین علیہن من جلابیبہن ذالک ادنےٰ ان یعرفن فلا یوذین وکان اللہ غفورا رحیما

مکرم حاجی صاحب! اس آیت کا ایک ایک لفظ موتیوں میں تولنے کا ہے۔ آیئے ہم آپ کی خدمت میں اس کا شان نزول پہلے عرض کردیں جو تقریباً ڈپٹی نذیر احمد مرحوم کے الفاظ میں ہوگا۔ پیغمبر صاحب کے عہد میں مدینہ کی ایسی حالت تھی کہ گھروں میں پاخانے نہ تھے شریف زادیاں قضائے حاجت کے لئے باہر جاتی تھیں۔ اوباش ومشرکین ملکا چھیڑا کرتے تھے۔ جب ان سے شکایت کی جاتی تھی تو وہ کہتے کہ ہم نے پہچانا نہیں۔ ہم سمجھے کہ لونڈیاں ہیں۔ تب جلابیب کا حکم دیا گیا تا کہ "یعرفن" ہو مکرم حاجی صاحب! نکلنے سے نہیں روکا۔ نہ چہرہ پوشیدہ کیا گیا۔ خلیفہ اول نے مجھ کو جلابیب کا ترجمہ ٹکل بتلایا ہے گو اگرچہ نذیر احمد صاحب نے گھونگٹ ترجمہ کیا ہے۔ قبل اسلام عرب میں سر کے بال پوشیدہ کرنا ضروری نہ تھا۔ اس کی البتہ ممانعت کردی گئی۔ نیز اگر کوئی عورت ایسی پوشاک اور طریقہ اختیار کرتی ہے جس سے وہ "یعرفن" (اس کی شناخت کی جائے) کے ماتحت آجائے اور لوگ شناخت کرلیں کہ شریف زادی اور پھر ہرگز نہ چھیڑی جائیگی تو پھر قانون کی تعمیل لفظاً اور معناً ہو جائے گی۔ لیکن جبکہ قرآن کریم آب زمزم کی مدد سے بھی حلق کے نیچے نہ اترے تو کیا علاج ہو سکتا ہے۔ اس آیت سے اشارتاً بھی چہرہ چھپانے کا حکم نہیں نکلتا۔ کیونکہ چہرہ اور کفین ستر میں داخل نہیں۔

مباہلہ کے وقت حضرت فاطمہؓ کا آپ کے ساتھ ہونا

مکرم حاجی صاحب! مباہلہ کے لئے جب آنحضرت تشریف لیگئے تو جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی آپ کے ہمراہ تھیں۔ مباہلہ بڑے مجمع پر ہوتا ہے جس میں ہزاروں آدمی ہوتے ہیں۔

عورتوں کا شہادت میں لیا جانا موجودہ پردہ کیخلاف ہے

سورۂ بقرہ میں جہاں شہادت کا ذکر ہے۔ اس میں ایک مرد اور دو عورتیں ہیں اور شہادت میں شناخت ضروری ہے اور شناخت کے لئے چہرہ کھولنا (اور پھر مردوں کے سامنے) نہایت ضروری ہے

گھروں میں بند رکھنا زنا کی سزا ہے

مکرم حاجی صاحب! زنا کی حد جب مقرر نہیں ہوئی تھی تو گھروں میں بند رکھنا بدکار عورت کی سزا مقرر کی گئی تھی والّتی یاتین الفاحشۃ ...... حتیٰ یتوفّٰھن الموت ملاحظہ ہے) اور آپ لوگ بلا ارتکاب زنا عورتوں کو یہ سزا دے رہے ہیں۔ کچھ تو خدا سے ڈریں۔ جرم کی سزا بغیر مجرم کو دینا گناہ عظیم ہے

حضرت مریمؑ اور حضرت شعیبؑ کی لڑکیاں پردہ نہ کرتی تھیں

اب اس کے بعد چند واقعات پر میں سرسری نظر ڈالنا چاہتا ہوں۔ مریم کا قصہ ملاحظہ فرمائیں وہ مردوں میں جاتی ہے۔ شعیبؑ کی لڑکیاں بھی پانی بھرنے آتی ہیں اور مجمع میں۔ ابراہیمؑ کے یہاں فرشتے آتے ہیں۔ مردوں کی شکل میں اور ان کی بیوی وہاں موجود ہوتی ہیں۔ ابراہیم نے ان کو فرشتہ بھی نہیں سمجھا کیونکہ گوشت ان کو دیا گیا۔ یہ امور اس امر کو ثابت کرتے ہیں کہ ابتدائے آفرینش سے عورتیں مردوں کے مجمع میں آتی جاتی تھیں اور چہرہ کھولا کر۔ قرآن کریم سے جو کچھ عرض کرنا تھا وہ میں نے عرض کر دیا۔ (باقی آئندہ)

مسلم ہوسٹل لاہور

ہمارے تمام احمدی بھائیوں کو یہ معلوم ہے کہ ہماری انجمن نے گذشتہ سال سے اپنے طلباء کالج کے لئے ایک ہوسٹل کھول رکھا ہے۔ اس سال بھی انجمن نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اگر اپنی جماعت سے تعلق رکھنے والے بیس طلباء کی درخواستیں آجائیں تو آئندہ سال بھی ہوسٹل جاری رہیگا۔ میں اپنے بزرگوں اور دوستوں کی توجہ کو پھیرنا چاہتا ہوں کہ کیوں اپنی جماعت کے طلباء کو اکٹھا رکھنا ضروری ہے۔ اسمیں کچھ شک نہیں کہ ایک زمانہ تھا جب کہ ہر ایک احمدی خواہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ طالب علم ہو یا عہدہ دار علم دین کی اشاعت کے لئے ایک مرکز کا کام دیتا تھا۔ نہ صرف وہ خود کافی واقفیت اصول دین سے رکھتا تھا بلکہ اسقدر جوش اور ولولہ اسکے دل میں موجزن ہوتا تھا کہ وہ اپنے اردگرد والوں کو بھی اسی رنگ میں رنگین کر لیتا تھا۔ بلاشبہ ایسی حالت میں ہر ایک احمدی خواہ وہ کہیں رہے مفید کام کر سکتا تھا۔ میری آنکھوں کو وہ زمانہ یاد ہے جب ایک شہر میں رہنے والے احمدی بھائی آپس میں محبت و اخلاص سے ایسے جکڑے ہوئے تھے کہ ایک دوسرے کے دیکھنے کے بغیر نہ رہ سکتے تھے۔ ایک نظارہ واقعی فاصبحتم بنعمتہ اخوانا کا دکھلا دیتا تھا۔

آہ کسقدر جلد وہ نظارہ گذر گیا۔ اس زمانہ میں ان بزرگ ہستیوں کو چھوڑ کر جنھوں نے اپنی عمر میں حضرت مسیح موعود کی صحبت میں گذاری ہیں۔ ہماری باقی قوم کی وہ حالت نہیں رہی نہ تو علوم دینی سے وہ واقفیت ہے جو ہونی چاہئے نہ یہ جوش اور تڑپ عام طور پر ہے کہ اوروں کو اس چشمۂ حیات سے سیراب کیا جائے اور نہ آپس میں کوئی خاص محبت و رافت کی لہر نظر آتی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ہم نوجوان جو کالجوں میں تعلیم پاتے ہیں۔ خاص طور پر ان اوصاف سے مبرا ہیں۔ اگر ہمارے بزرگ ناراض نہ ہوں تو یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ ہماری اس اجنبیت کے ذمہ داری انہی پر عائد ہوتی ہے۔

یہ باتیں فرضی نہیں بلکہ واقعات کو دیکھو۔ گذشتہ سال انجمن نے ہوسٹل کا اعلان کیا۔ حالانکہ ہماری جماعت سے تعلق رکھنے والے قریباً ۵۰ طالب علم مختلف کالجوں میں یہاں پر تعلیم پاتے ہیں لیکن سوائے تین چار کے اپنے ہوسٹل کی طرف کسی نے رُخ نہ کیا۔

قرآن کریم نے اخوت پر کسقدر زور دیا ہے۔ جو قومیں ترقی کر جاتی ہیں۔ ان کا ایک اصول یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ نہ صرف قوم کی موجودہ حالت پر غور کرتے ہیں بلکہ اس سے زیادہ ان کو اس بات کا فکر ہوتا ہے کہ آئندہ نسلیں قوم کی کیسی تیار ہو رہی ہیں۔ اگر آپ لوگ اشاعت اسلام کو اسقدر ضروری خیال کر رہے ہیں کہ اپنے مال اور جانیں اسطرف لگا رہے ہیں تو آپ کو یہ خیال دامنگیر ہونا چاہئے کہ آئندہ کون لوگ اس کام کے کرنے والے تیار ہو رہے ہیں۔ پھر جب آپ دوسرے لوگوں کو قرآنی تعلیم سے متمتع کرنا چاہتے ہیں تو اپنی آئندہ نسل کو کیوں اس سے محروم کر رہے ہیں۔ بالغرض میری مؤدبانہ التماس جماعت کے تمام بزرگوں کی خدمت میں یہ ہے کہ اس سال پھر انجمن نے ہوسٹل کھولنے کا فیصلہ کر لیا ہے یہ غنیمت ہے کہ ہماری جماعت کا مرکز بھی لاہور میں ہی ہے۔ اسلئے اگر ہماری جماعت کے بزرگ اپنے اپنے بچوں کو جو یہاں پر کالج میں تعلیم پاتے ہیں اپنے ہوسٹل میں رکھیں گے تو نہ صرف یہ فائدہ ہے کہ جماعت کے نوجوان طالب علموں کو اصلی تعلیم دینی حاصل ہوگی اور آپس میں اتحاد و اخوت بڑھیگی۔ بلکہ یہی لوگ اپنے اپنے کالج میں دوسروں میں کام کرنے والے ہو سکتے ہیں۔

ہوسٹل کی جگہ جیسا کہ اس سال باہر شہر کے کوٹھی لی گئی تھی اب بھی امید ہے ایسی ہوگی اسواسطے یہ کوئی بڑی بات نہیں کہ ایک طالب علم ایک جگہ کی بجائے دوسری جگہ رہے جو ہر لحاظ سے اعلیٰ پایہ کی ہے۔ رہائش اور آب و ہوا کے لحاظ سے بھی اور تعلیم دینی کے نقطۂ نگاہ سے بھی نماز اور درس قرآن کریم کا باقاعدہ انتظام ہوگا۔ اس کے علاوہ پندرہ روزہ لیکچروں کا سلسلہ بھی ہے۔ اپنی مکرم و محترم خواتین سلسلہ سے بھی استدعا ہے کہ وہ اپنے بچوں اور بھائیوں کو اس ہوسٹل میں بھیجیں۔ درخواستیں جہاں تک جلد آجانی چاہئیں تا کہ کوٹھی وغیرہ کا انتظام مناسب ہو سکے۔

(احمد بخش از لاہور)

راولپنڈی میں ڈاکٹر مفتی محمد صادق کا ورود

اور

ان سے دو اہم سوال

پچھلے دنوں قادیان سے ایبٹ آباد تشریف لیجاتے ہوئے ایک دن کے لئے ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب یہاں راولپنڈی میں ٹھہرے چونکہ ڈاکٹر صاحب نے اپنی آمد کی اطلاع اپنی جماعت کے اصحاب کو قبل از وقت ہی کر دی تھی اسلئے جماعت کی طرف سے ایک لیکچر کا انتظام بھی کر دیا گیا۔ چنانچہ لیکچر کا اعلان بڑے بڑے پوسٹروں کے ذریعے کیا گیا جنکا عنوان "اسلام کا جرنیل" "فاتح امریکہ" وغیرہ تھا۔

چونکہ اشتیاق میں جناب ڈاکٹر صاحب موصوف کی لمبی لمبی ڈگریاں اور حد سے بڑھے ہوئے تعریف درج تھی۔ اسلئے مجھے بھی جناب ڈاکٹر صاحب کے دیکھنے اور ان کا لیکچر سننے کا از بس شوق ہوا۔ اتفاق سے ان ہی دنوں جناب میر مدثر شاہ صاحب پشاوری کشمیر جانے کی غرض سے یہاں آئے ہوئے تھے۔ میں جناب میر صاحب کی ملاقات کے لئے اپنے چند احباب کے ساتھ گیا۔ وہاں برسبیل تذکرہ جناب میر صاحب بھی جناب ڈاکٹر صاحب کے ورود اور لیکچر کا ذکر آیا۔ اس پر جناب میر صاحب ہنسکر فرمانے لگے کہ جناب ڈاکٹر صاحب تو ابھی کچھ دنوں کے بعد یہاں تشریف لاکر تمہیں لیکچر سنا ئینگے لو! میں تمہیں آج ہی اور ابھی قبل از وقت ان کا سارا لیکچر سنا دیتا ہوں۔

جناب میر صاحب کا یہ دعوی سنکر ہمیں بڑا تعجب ہوا۔ مگر اس کے بعد جناب میر صاحب نے لیکچر شروع کر دیا جس میں جناب مفتی صاحب کے ہندوستان سے ولایت جانے۔ راستہ میں دیگر جہازوں کے غرق ہونے اور ان کے جہاز کی سلامتی کی بشارت بذریعہ فرشتہ کے پانے کے حالات بیان کئے گئے۔ پھر ایک پادری سے کتاب کی قیمت تین شلنگ کے بجائے ایک شلنگ دیکر تثلیث کو جھٹلانے۔ پھر امریکہ جانے خواب میں تبلیغ کا نظارہ کرنے اختتام لیکچر پر ہال میں ایک بڑھیا کا سب آدمیوں کے چلے جانے کے بعد اکیلی رہ جانے اور اسلام قبول کرنے وغیرہ وغیرہ کے واقعات کا بیان ہوا۔

جناب میر صاحب نے اپنا لیکچر ختم فرماکر فرمایا کہ میں تو کشمیر جا رہا ہوں اور یہاں موجود نہ ہونگا۔ مگر تم دیکھ اور سن لوگے کہ جناب مفتی صاحب کا لیکچر یہی ہوگا کہ جو تم قبل از وقت سن چکے ہو۔ اگر اسکے خلاف ہوا تو میں مجرم۔

الغرض تاریخ مقررہ پر جناب ڈاکٹر صاحب تشریف لائے اور کمپنی باغ میں لیکچر ہوا جو کہ میرے سلئے گراموفون کا ایک ایسا ریکارڈ تھا جسے میں ایک دفعہ پہلے بھی میر مدثر شاہ صاحب جیسے معاملہ شناس "ساؤنڈ باکس" کے ذریعہ سن چکا تھا۔ دوران لیکچر میں میرے ایک دوست نے میرے کان میں جھک کر کہا کہ بھائی سمجھ میں نہیں آتا کہ لیکچر ہو رہا ہے یا سفرنامہ یورپ و امریکہ کی اوراق گردانی ہو رہی ہے" اپنے دوست کا یہ فقرہ سنکر خیال آیا کہ واقعی اسلام کے جرنیل کو چاہیے کہ دلائل و براہین کے وہ ہتھیار اپنے لیکچر میں پیش کرے جن سے امریکہ کو فتح کیا گیا ہے۔ یہاں سفر کے حالات، جہازوں کی غرقیابی اور خوابوں کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ الغرض سفرنامہ اور خوابنامہ ختم ہونے پر میں نے اپنے نفس سے پوچھا کہ تمہاری معلومات میں جناب ڈاکٹر صاحب کے لیکچر سے کتنا اضافہ ہوا۔ جواب ملا کچھ نہیں۔

لیکچر کے چند دنوں بعد جناب میر مدثر شاہ صاحب کشمیر سے واپس تشریف لائے تو میں نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا "جناب کی پیشگوئی من عن صحیح نکلی۔ آپ نے مسکرا کے فرمایا کہ میری پیشگوئی تجربہ کی بنا پر تھی میں نے تین جگہ جناب ڈاکٹر صاحب کا لیکچر سنا ہے اور ہر جگہ یہی ایک لیکچر سننے میں آیا۔ اسلئے میں نے نہایت جرأت سے یہ کہدیا تھا کہ یہاں بھی وہی پرانا راگ الاپا جائے گا۔

لیکچر کے دوسرے دن صبح ۹ بجے میں اور مولوی غلام ربانی صاحب جنرل سکرٹری انجمن احمدیہ راولپنڈی جناب کی خدمت میں حاضر ہوئے وہاں مولوی غلام ربانی صاحب نے جناب ڈاکٹر صاحب سے دو سوال کئے۔

پہلا سوال جو جناب ڈاکٹر صاحب سے کیا گیا یہ تھا کہ ۱۹۰۲ء میں ایک شخص مسمی غلام نادر سکنہ موضع جیون ہل سیٹھ نے حضرت مرزا صاحب کی خدمت میں ایک خط لکھا تھا جس میں چند سوالات درج تھے مثلاً غیر احمدی کا جنازہ پڑھ لینا جائز ہے کہ نہیں۔ دم کرنا جائز ہے کہ نہیں وغیرہ وغیرہ۔ اس کے جواب میں جو خط مسمی غلام نادر کو لکھا گیا تھا وہ خط آپ (جناب ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب) کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور اس خط میں غیر احمدی کا جنازہ پڑھنا جائز قرار دیا گیا ہے۔ مگر برخلاف اس کے اب میاں صاحب اور ان کی جماعت کے نزدیک غیر احمدی کا جنازہ پڑھنا مطلق ناجائز ہے جس سے معلوم ہوا کہ ۱۹۰۲ء میں حضرت مرزا صاحب کی موجودگی میں آپ (ڈاکٹر صاحب) کا عقیدہ کچھ اور تھا اور اب کچھ اور ہے۔

اسکے جواب میں ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ مجھے یاد نہیں کہ میں نے کوئی ایسا خط لکھا ہو۔ چونکہ مجھے یاد ہی نہیں تو میں اسکے متعلق کیا جواب دے سکتا ہوں کہ آیا میرا عقیدہ اب تبدیل ہوا ہے یا پہلے بھی ایسا تھا۔ ہاں! اگر خط موجود ہو تو میں اسکو دیکھ کر بتلا سکتا ہوں اور کچھ جواب بھی دے سکتا ہوں۔

جناب ڈاکٹر صاحب نے اگرچہ ٹالنے کی غرض سے خط مانگا کہ نہ خط ہوگا نہ جواب دینے کی انہیں تکلیف ہوگی۔ مگر ہم کب ٹلنے والے تھے فوراً میں نے اپنی جیب سے حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ کا وہ ٹریکٹ نکالکر جناب ڈاکٹر صاحب کے آگے رکھ دیا جس میں اس خط کا عکس دیا ہوا موجود تھا۔ جناب ڈاکٹر صاحب اپنے خط کا عکس دیکھ کر کچھ پریشان سے ہوگئے اور دبی زبان میں فرمایا "ہاں! خط تو میرے ہی ہاتھ کا لکھا ہوا ہے" پھر کچھ سکوت کے بعد فرمانے لگے تو کہا ہوا اسوقت غیر احمدی کا جنازہ پڑھ لینا میرے نزدیک جائز ہوا ہوگا۔ اور یہ میرا خیال ذاتی تھا جواب نہیں ہے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت مسیح موعود کے نزدیک بھی غیر احمدی کا جنازہ پڑھ لینا جائز تھا۔ اسپر مولوی غلام ربانی صاحب نے فرمایا کہ آپ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے خط میں ایک نوٹ بھی موجود ہے جس میں آپ نے لکھا ہے کہ چونکہ حضرت صاحب کو فرصت نہیں ہوتی کہ ہر ایک کے خط کا جواب خود لکھیں اسلئے وہ فرما دیا کرتے ہیں اور ہم لکھ دیا کرتے ہیں۔ پس اس نوٹ سے معلوم ہوا کہ مسمی غلام نادر کے خط کا جواب جو حضرت صاحب نے فرمایا ہوگا وہی آپ نے لکھا ہوگا اور وہ یہی ہے کہ غیر احمدی کا جنازہ پڑھنا جائز ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ حضرت مرزا صاحب کے نزدیک بھی غیر احمدی کا جنازہ پڑھ لینا جائز تھا۔ اب اگر آپ نے اپنا ۱۹۰۲ء والا عقیدہ جو کہ حضرت مسیح موعود کا تھا ترک کر کے ایک نیا عقیدہ اختیار کر لیا ہے تو کیا یہ ایک خطرناک غلطی نہیں۔

قارئین کرام اس کے جواب میں جناب ڈاکٹر صاحب نے سخت گھبراہٹ کا اظہار فرمایا۔ اور فرمانے لگے میں اب اگلی ہی بر ایبٹ آباد جا رہا ہوں مجھے فرصت نہیں۔ اسلئے جواب نہیں دے سکتا۔ آپ پھر کسی وقت آکر ہماری جماعت کے آدمیوں سے اسکا جواب پوچھ لیں۔

جناب ڈاکٹر صاحب نے جب سوال کے جواب کے بجائے جواب ہی دیدیا۔ تو اٹھتے اٹھتے مولوی غلام ربانی صاحب نے ایک اور سوال کر مارا "کہ کیا آپ کے نزدیک حضرت مرزا صاحب کی ۱۹۰۱ء سے قبل کی تحاریر منسوخ ہوگئی ہیں!" جناب ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ نہیں ہرگز نہیں۔ اسپر مولوی غلام ربانی نے فرمایا کہ اگر یہی آپ کا جواب ہے تو آپ اور خلیفہ صاحب میں اختلاف ہوا۔ مفتی صاحب فرمانے لگے کہ نہیں ہرگز نہیں۔ مرشد اور مرید میں اختلاف کیسا۔ مولوی غلام ربانی صاحب نے کہا کہ آپ کے نزدیک تو حضرت مرزا صاحب کی ۱۹۰۱ء سے قبل کی تحاریر منسوخ نہیں ہوئیں۔ مگر برخلاف اسکے آپ کے خلیفہ صاحب میاں محمود احمد صاحب کے نزدیک حضرت مرزا صاحب کی ۱۹۰۱ء سے قبل کی تحاریر منسوخ ہوگئی ہیں بس اسی کا نام اختلاف ہے جو آپ اور آپکے خلیفہ صاحب میں موجود ہے۔ مولوی غلام ربانی صاحب کی یہ بات سنکر جو حالت جناب ڈاکٹر صاحب کی ہوئی وہ ملاحظہ کے قابل تھی اب مصیبت یہ تھی کہ حضرت مرزا صاحب کی تحاریر کی تنسیخ سے تو انہوں نے انکار کر دیا تھا۔ مگر مقابلہ میں خلیفہ صاحب نے منسوخ منسوخ کی صدا بلند کی۔ ڈاکٹر صاحب کریں تو کیا کریں نہ تنسیخ کا نام لے سکتے ہیں نہ خلیفہ صاحب سے اختلاف کر سکتے ہیں ؎

دو گونہ رنج و عذابست جان مجنوں را
بلائے صحبت لیلےٰ و فرقت لیلےٰ

مگر نہیں جناب مثل مشہور ہے۔ قطب از جا نجنبد۔ جناب ڈاکٹر صاحب نے نہایت صفائی سے فرمایا کہ نہ میرا اور میرے مرشد کا آپس میں اختلاف ہے نہ حضرت صاحب کی تحاریر منسوخ ہوئیں

بصد خست عقل ز حیرت کہ ایں چہ بو العجبیست

(نوٹ) چونکہ مجھے ذاتی واقعات کے باعث فرصت نہ تھی اسلئے جناب ڈاکٹر صاحب کے ورود اور ان سے ملاقات کے حالات لکھنے میں دیر ہوگئی ہے ورنہ ارادہ بہت جلد شائع کرا دینے کا تھا

نیاز مند

مرزا مظفر بیگ ساطع ایبٹ آبادی حال مقیم راولپنڈی شہر

(بقیہ صفحہ ۴ کالم ۱)

(۱۵) منشی عبد المجید خان صاحب چک ۲۷/۴ اوکاڑہ — للعہ
(۱۶) قاضی محبوب عالم صاحب گوجرانوالہ
(۱۷) شیخ میاں محمد اسمعیل و میاں مولا بخش و میاں محمد یکصد روپیہ ماہوار صاحبان کالونی فلور ملز لائل پور
(۱۸) ڈاکٹر سید جلال صاحب لاہور
(۱۹) ماسٹر فقیر اللہ صاحب لاہور
(۲۰) مولوی عبد الستار صاحب لاہور — عمہ ماہوار
(۲۱) مرزا محمد سعید بیگ صاحب لاہور
(۲۲) ڈاکٹر سعید احمد صاحب ایبٹ آباد
(۲۳) مرزا رحمت بیگ صاحب مردان
(۲۴) ڈاکٹر جلال الدین صاحب گوجرہ
(۲۵) بابو محمد الٰہی صاحب گوجرانوالہ
(۲۶) بابو محمد اسحاق صاحب لاہور — للعہ
(۲۷) چودھری فتح خان صاحب ایجنسی منشی گوپس گلگت
(۲۸) بابو غلام حسین صاحب گھڑیساز راولپنڈی
(۲۹) بابو غلام حبیب صاحب
(۳۰) ڈاکٹر محمد شریف صاحب سول سرجن کیمل پور
(۳۱) اے۔ آر۔ کے راٹھور صاحب — اور سیر یار سردار
(۳۲) قاضی محمد فضل قادر صاحب لائل پور
(۳۳) چودھری سلطان علی صاحب گوجرانوالہ
(۳۴) منشی کرم الٰہی صاحب جہلم
(۳۵) سید حبیب اللہ شاہ صاحب وکیل سرگودھا
(۳۶) مستری عنایت حسین صاحب لاہور

باقی احباب جنہوں نے تا حال وعدہ نہیں فرمایا۔ ۔۔۔ اور کوئی رقم معین فرماکر اطلاع دیں۔

"زمیندار" کی شکست کا اعتراف

ایڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور

زمیندار کا ۱۲۔ جون کا کالم "افکار و حوادث" جو آپ کے مضمون "فرزندان ناہموار" کے جواب میں لکھا گیا ہے۔ "زمیندار" کی کامل شکست کا اعتراف ہے۔ آپ نے جو گرد اچھالا وہ واقعی لاجواب ہے "آپ نے بہت پتہ کی کہی۔ اگر زمیندار نے اس کا اب بھی کوئی مدلل جواب نہ دیا تو ہماری سوسائٹی جو پیغام صلح اور زمیندار کے "افکار و حوادث" کا باضابطہ مطالعہ کیا کرتی ہے۔ کامیابی کی سند آپ کے حق میں جاری کر دیگی۔ چنانچہ زمیندار کو بھی اسباب کی اطلاع دیدی گئی ہے کہ اگر وہ مناسب سمجھے تو ایک دفعہ پھر ٹرائی کرے۔

آل مسلم پارٹیز کانفرنس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

جناب مکرم۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

یہ امر جناب سے مخفی نہ ہوگا کہ مسلمانوں کی قومی و مذہبی زندگی کی بے نظمی اور بدنظمی ان کو روز بروز خطرناک پستی اور المناک تباہی کی طرف لے جا رہی ہے۔ اور اس حقیقت سے بھی غالباً آپ کو انکار نہ ہوگا کہ اس مرض کا واحد علاج مسلمانوں کی تنظیم اور مذہبی تبلیغ ہے بیشک اسوقت ملک میں یہ دونوں اصلاحی کام بفضل اللہ جاری ہو چکے ہیں اور مقام شکر ہے کہ اب مسلمان ان کاموں کی جانب متوجہ اور مائل بھی ہونے لگے ہیں لیکن کام کے متعدد طریقے اور کام کرنے والوں کے مختلف نقاط نظر، کثیر التعداد انجمنوں اور جمعیتوں کا متفرق و غیر منظم وجود اور ایک نظام کا فقدان ہمارے کام کو ضعیف و مضمحل بنا رہا ہے۔

اندریں حالات فوری اور اشد ضرورت ہے کہ عمائد و زعمائے قوم مندرجہ ذیل امور پر غور فرمانے کے لئے جلد از جلد جمع ہوں اور بعد غور و مشاورت ایک راہ عمل معین و مقرر فرمائیں۔

(۱) تمام ملک ہند کے لئے ایک تبلیغی نظام، تبلیغی جماعتوں اور انجمنوں میں اتحاد اور تقسیم کار
(۲) تنظیم کا پروگرام اور اس کا طریق کار (۳) مسلم بینک کا قیام (۴) قیام بیت المال اور سرمایہ قومی کا مسئلہ (۵) اصلاح رسوم و درستی حالت اخلاقی و مذہبی اور تصفیہ تنازعات باہمی کے لئے اصلاحی پنچایتوں کا قیام (۶) تحفظ مساجد و اوقاف اور قیام مکاتب (۷) ہندو مسلم مناقشات و تعلقات پر غور (۸) سیاسیات ہند کے بارہ میں مسلمانوں کا آئندہ طرز عمل (۹) مسلمانوں کی تعلیم و تجارت و صنعت و حرفت کے مسائل پر غور۔

ان امور مندرجہ بالا پر غور و خوض کرنے اور ان کو طے کرنے کی غرض سے تمام ہندوستان کی تبلیغی و تنظیمی و قومی کام کرنے والوں کا ایک اجتماع زیر صدارت جناب نواب محمد اسمعیل خان صاحب بیرسٹر ایم۔ ایل۔ اے (رئیس میرٹھ) بمقام امرتسر بتاریخ ۱۶-۱۷-۱۸ و ۱۹ جولائی ۱۹۲۵ء منعقد ہوگا۔ آپ کی خدمت میں نہایت خاص طور سے التماس ہے کہ اس اجتماع میں شرکت فرما کر مسائل غور طلب کے حل میں امداد دیں۔

توضیحاً گذارش ہے کہ آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس بمبئی میں ایک قرارداد کی رو سے اس قسم کی ایک کانفرنس کا انعقاد منظور ہوا تھا۔ جناب سکرٹری صاحب آل انڈیا مسلم لیگ نے اس کانفرنس کے انعقاد کے لئے مراسلت بھی شروع کر دی تھی مگر چونکہ ملک میں بعض دیگر آل پارٹیز کانفرنسیں منعقد ہوتی رہیں اسلئے وہ کانفرنس ملتوی رہی اب جناب سکرٹری صاحب آل انڈیا مسلم لیگ نے اتحاد مقاصد کو ملحوظ رکھتے ہوئے محرکین جلسہ ہذا کی درخواست پر انعقاد جلسہ ہذا کی اجازت دیدی ہے۔ اور داعیان جلسہ ہذا میں شریک ہو گئے ہیں۔

نوٹ:۔ اس عریضے کا جواب بنام سید غلام بھیک نیرنگ معتمد عمومی جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام انبالہ شہر پنجاب ارسال فرمائیں۔

معروضہ

(۱) آنریبل خان بہادر (سیٹھ) ابراہیم ہارون جعفر (ممبر کونسل آف سٹیٹ) پونہ (۲) خان بہادر چودھری شہاب الدین بی اے ایل ایل بی ایم ایل سی صدر بلدیہ لاہور۔ (حافظ) محمد ہدایت حسین (بی اے) بیرسٹر ایٹ لا ایم ایل سی کانپور (۴) سر ظہور احمد بیرسٹر ایٹ لا لکھنؤ (۵) (مولوی) اسلم سیفی (ایم ایل سی) میرٹھ (۶) (راؤ) عبدالحمید خان (ایم ایل سی رئیس) کیہڑی ضلع مظفر نگر۔ (۷) (نواب) جمشید علی خان (ایم ایل سی، رئیس) باغپت ضلع میرٹھ (۸) (شیخ) صادق حسن (بیرسٹر ایٹ لا ایم۔ ایل۔ اے) امرتسر (۹) (مولوی) عبدالکریم (ریٹائرڈ گورنمنٹ مشنری) رانچی (۱۰) (ملک) برکت علی (ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی وکیل ہائیکورٹ) لاہور (۱۱) (مولوی) غلام محی الدین بی۔ اے ایل۔ ایل۔ بی۔ وکیل ہائیکورٹ لاہور (۱۲) (مولوی) سمیع اللہ خان۔ ایم۔ ایل۔ اے۔ ناگپور (۱۳) (میاں) عبدالعزیز بیرسٹر ایٹ لا۔ ایم۔ ایل۔ سی۔ لاہور (۱۴) (مولانا) محمد علی (خادم کعبہ ایڈیٹر ہمدرد و کامریڈ دہلی (۱۵) (مولانا) شوکت علی (خادم کعبہ سکرٹری سنٹرل خلافت کمیٹی بمبئی (۱۶) (مولانا۔ سید) فضل الحسن حسرت موہانی۔ کانپور۔ (۱۷) ڈاکٹر سیف الدین کچلو (صدر مجلس خلافت ہند و ایڈیٹر روزنامہ تنظیم) امرتسر (۱۸) (مولانا) سید حبیب (مالک و ایڈیٹر روزنامہ سیاست لاہور) (مولانا سید شاہ) محمد فاخر بیخود (الہ آبادی) محمدی۔ سجادہ نشین دائرہ شاہ اجمل الہ آباد (۲۰) (مولانا) شاہ عبدالماجد (قادری البدایونی) بدایون (۲۱) (مولانا حافظ) نثار احمد (کانپوری۔ اسیر کراچی مفتی آگرہ) آگرہ (۲۲) (پیر) غلام مجدد (اسیر کراچی) مٹیاری سندھ (۲۳) مولانا معین الدین (اجمیری) اجمیر شریف (۲۴) مولانا مولوی سید احمد عبد رؤس (مہتمم زاویہ احمدیہ سورت) (۲۵) (کنور) محمد عبدالوہاب خان (رئیس مدراک، علی گڑھ) (۲۶) (مولانا مولوی) محمد مظہر الدین (ایڈیٹر الامان دہلی) (۲۷) (مولوی) محمد ظہور الدین (بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ ایم۔ ایل۔ سی بریلی) (۲۸) (رانا) فیروز الدین خان (بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ وکیل ہائیکورٹ ایم۔ ایل۔ سی) ہوشیارپور۔ (۲۹) (چودھری) افضل حق (ایم۔ ایل۔ سی) گڑھشنکر ضلع ہوشیارپور (۳۰) (مولانا مولوی) بدر الحسن جلالی (ایڈیٹر مدینہ) بجنور (۳۱) (میر) ولی اللہ (بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی وکیل ہائیکورٹ ایسٹ آباد) (۳۲) (نواب۔ سید) مہر شاہ (سجادہ نشین جلالپور شریف جہلم) (۳۳) (راجہ) غضنفر علی خان (بی۔ اے۔ ایم۔ ایل۔ اے پنڈ دادن خان جہلم) (۳۴) (شیخ) سید احمد (رئیس و تعلقدار شیخوپورہ۔ بدایون۔ (۳۵) (مولانا۔ خواجہ سید) حسن نظامی دہلی (۳۶) (مولانا۔ حاجی قاری) شاہ سلیمان (قادری چشتی) پھلواری شریف (۳۷) (مولانا حاجی قاری) شاہ حسین میاں (قادری چشتی) پھلواری شریف (۳۸) (سید) ظہور احمد (بی۔ اے۔ ایل ایل بی وکیل ہائیکورٹ سکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ) لکھنؤ (۳۹) سید غلام بھیک نیرنگ (بی۔ اے۔ وکیل ہائیکورٹ جنرل سکرٹری جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام) انبالہ (۴۰) (مولانا۔ سید) جالب (دہلوی ایڈیٹر روزنامہ ہمدم لکھنؤ)

اطلاع ضروری

بعض احباب انجمن کا روپیہ حضرت امیر ایدہ اللہ کے نام بھجوا دیتے ہیں جو درست نہیں۔ حضور اسوقت ڈلہوزی تشریف رکھتے ہیں اور وہاں سے آپ کو رقوم لاہور بھجوانی پڑتی ہیں۔ اس سے دوہرا خرچ کرنا پڑتا ہے۔ اسلئے تمام احباب کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ سب قسم کا روپیہ تفصیل کے ساتھ محاسب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نام بھجوایا کریں۔ جو احباب حضرت امیر کی کسی تحریک پر روپیہ بھجواتے ہیں۔ ان کا علم حضور کو کرا دیا جاتا ہے۔

خاکسار ظہور احمد

تازہ خبریں

رابغ پر گولہ باری جاری رہیگی

شملہ ۲۰ جون۔ حکومت ہند کو برطانی قونصل مقیم جدہ کی طرف سے حسب ذیل پیغام موصول ہوا ہے۔

یہ خبر سن کر کہ حاجیوں کے جہاز رابغ روانہ ہو گئے ہیں۔ وزیر خارجہ نے مجھے مکتوب بھیجا ہے جس کا مفاد یہ ہے کہ (۱) رابغ پر گولہ باری جاری رہیگی (۲) حاجیوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ لیکن اگر وہ ساحل پر آگئے اور دشمن سلطان ابن سعود غازی سے مل گئے تو عساکر حجاز ذمہ دار نہیں ہوں گے (۳) سامان کو اترنے سے روکنے کے لئے ہر ممکن تدابیر اختیار کی جائینگی (۴) بندرگاہ میں جو کشتی نمودار ہوگی وہ گرفتار کر لیجائیگی یا غرق کر دی جائیگی۔

حضور نظام دکن کا فرمان واجب الاذعان

پونا ۲۰ جون۔ اخبار مرہٹہ کا نامہ نگار پونا سے اطلاع دیتا ہے کہ اعلیٰحضرت شہریار دکن نے ایک فرمان کے ذریعہ سے انجمن ہندوستان ٹائمز کا داخلہ حیدرآباد دکن میں ممنوع قرار دیا ہے وجہ یہ ہے کہ ہندوستان ٹائمز کے مالک پنڈت مدن موہن مالوی کو پہلے بھی ریاست میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی گئی تھی۔ اس کے علاوہ ہفتہ وار اخبار "ریاست" دہلی کا داخلہ بھی ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

وائیکوم کا ستیہ گرہ

کوچین ۱۹ جون۔ حکومت وائیکوم اس بات کے لئے تیار ہے کہ تین سڑکوں پر سے گذرنے کے لئے عام اجازت دیدی جائے حکام اشرم نے اس بنا پر ستیہ گرہ ترک کرنے سے انکار کر دیا ہے وہ خواہشمند ہیں کہ تمام سڑکیں کھولدی جائیں۔ اس وقت تک ستیہ گرہ برابر جاری رہیگا۔

ہاوڑہ کے ایک کارخانہ میں آتشزدگی

کلکتہ ۱۹ جون۔ کاپا کاٹن مل ہاوڑہ میں آگ لگ گئی جس سے تقریباً بیس ہزار روپیہ کا نقصان ہوا۔ ایک عورت ہلاک ہوئی اور ۳ آدمی اور ۲ عورتیں زخمی ہوئیں۔

کوکین بمقدار کثیر پکڑی گئی

کلکتہ ۲۰ جون۔ محکمہ چونگی کے افسران نے کل پانچسو تیس اونس کی قیمت چالیس ہزار روپیہ ہوتی ہے جہاز "طیارہ" پر سے پکڑی جو بندرگاہ سے فاصلہ پر ٹھہرا ہوا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ جہاز حال ہی میں مشرق وسطیٰ سے آیا ہے۔ کوکین ٹین کے چھوٹے چھوٹے ڈبوں میں بند تھی۔ اور جہاز کے ایک گوشہ میں رکھی ہوئی تھی۔ اسوقت تک کوئی گرفتاری عمل میں نہیں آئی۔

مدراس میں لازمی تعلیم

مدراس ۱۷ جون۔ حکومت مدراس نے وزیر تعلیم مسٹر بلدیچہ لالا کی یہ قرارداد منظور کر لی ہے کہ مدراس کے شہر کے چار حصوں میں لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے تعلیم لازمی ہو۔ مسلمان لڑکیاں اس سے مستثنیٰ ہونگی

مسٹر محمد علی جناح

بمبئی ۱۸ جون۔ مسٹر داس کی وفات کے متعلق مسٹر محمد علی جناح لکھتے ہیں کہ دیش بندھو داس کی بے وقت موت نے ہندوستان کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔ آج ہم میں سے ایک زبردست شخصیت ہمیشہ کے لئے اٹھ گئی جس کا اثر جس کی شخصیت شہرۂ آفاق تھی۔ اخبار "سوشل ریفارمر" کے ایڈیٹر مسٹر نٹراجن لکھتے ہیں کہ مسٹر داس کی وفات ملک کا ناقابل تلافی نقصان ہے

دریائے راوی پر فساد

لاہور ۱۹ جون۔ آج مسٹر ڈنی مجسٹریٹ درجہ اول کی عدالت میں امرناتھ۔ بلونت رائے۔ اور مسرا جابن وغیرہ پانچ ملزمان کے خلاف دریائے راوی پر فساد کرنے کے الزام میں مقدمہ پیش ہوا۔ استغاثہ کا بیان ہے کہ ملزمان کا ایک دوسری پارٹی سے جھگڑا ہو گیا تھا۔

لاہور میں افسوسناک حادثہ

لاہور ۲۲ جون۔ کل شام کے ۵ بجے مستی دروازہ کے قریب ایک روح فرسا منظر دیکھنے میں آیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ لالہ بدری ناتھ جو ڈی ایل او کے دفتر میں کلرک کے عہدہ پر مامور تھے۔ کچھ عرصہ سے بیمار تھے۔ جب لالہ جی کی نزع کا وقت آیا تو ان کی جوان بی بی دفعتاً کوٹھے پر چڑھ گئی اور بالائی چھت سے کود پڑی اور زمین پر گرتے ہی فوراً مر گئی۔ لالہ جی کا ایک ۸ سالہ بچہ بھی تھا۔ اس نے جب یہ حالت دیکھی تو وہ بھی کنوئیں میں کودنے کے لئے دوڑا لیکن لوگوں نے اسے پکڑ لیا۔ اسوقت میاں بی بی کی نعشیں ان کے اپنے مکان کے سامنے رکھی ہوئی ہیں۔ اور پولیس مصروف تحقیقات ہے۔ یہ خودکشی اور پریم کا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دین آمدہ از مادریم
ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام
دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن
جان شد و با جان بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست
زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود
آں نہ از خود از ہماں جائے بود

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما ازو یابیم ہر نور و کمال
وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست
ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک و ز خبر ہائے معاد
ہر چہ گفت آن مرسل رب العباد
آں ہمہ از حضرت عزت بود
منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق و درست
منکر آں مورد لعن خداست
معجزات انبیائے سابقین
آنچہ در قرآں بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست
ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

اخبار پیغام صلح

لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

ہفتہ میں دو بار یکشنبہ و چہار شنبہ کو شائع ہوتا ہے +

قیمت سالانہ صہ ششماہی ۸عہ سہ ماہی عہ
طلباء سے سالانہ للعہ

جلد ۱۳ || مقام المسیح لاہور یوم یکشنبہ مورخہ ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۴۳ ہجری مطابق ۲۱ جون ۱۹۲۵ء || نمبر ۶۷

یہ سبیل تذکرہ

(۱)

"اگر آج سارا ہندوستان مسلمان ہو جائے" کے عنوان سے ۱۷ جون کے پیغام صلح میں ایک نوٹ نکلا ہے۔ اس میں کسی صاحب مسٹر ڈگلس کی طرف اس فقرے کو منسوب کرتے ہوئے خدا کا شکر کیا گیا ہے۔ اور کہا گیا ہے۔ کہ مسٹر موصوف کے یہ الفاظ آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ اسلام آزادی اور مساوات کا حامی ہے۔ اس کے دائرہ اثر میں برہمن اور غیر برہمن کی تفریقات بالکل نہیں پائی جاتیں"۔ اگر مسلمان سے مراد حقیقی مسلمان ہیں۔ تو اس اظہار طمانیت میں ایڈیٹر صاحب پیغام صلح کے ساتھ میں بھی شامل ہوں۔ لیکن اگر وہ مسلمان ہیں جو آج کل ہیں۔ تو پھر اس خیال کے آتے ہی بدن پر رعشہ پڑ جاتا ہے۔ کہ اگر سارا ہندوستان مسلمان ہو جائے تو نتیجہ کیا ہوگا۔ برہمن اور غیر برہمن کی تفریقات ضرور اٹھ جائیں گی۔ مگر اس سے بدتر تفریقات شیعہ۔ سنی۔ احمدی۔ غیر احمدی اہل حدیث۔ اہل قرآن۔ دیوبندی۔ رضائے مصطفوی کی صورتوں میں پیدا ہو جائیں گی۔ برہمن اور غیر برہمن اب محض تمدنی حالات کے لحاظ سے ایک دوسرے سے ممتاز ہیں۔ لیکن ان میں سے کسی کو سنگساری کا اندیشہ تو نہیں ہے۔ تھوڑے عرصہ کے لئے اگر تسلیم کر لیا جائے کہ ہندوستان کی غیر مسلم آبادی اسی نسبت سے ان موجودہ اسلامی فرقوں میں شامل ہو جائے جو اب موجود ہیں۔ تو سب سے کم آبادی اس احمدی جماعت کی ہوگی جو لاہوری پارٹی کہلاتی ہے۔ اس سے زیادہ احمدی جماعت جو قادیانی کہلاتی ہے۔ علیٰ ہذا پھر حنفی اور اہل حدیث اور شیعہ۔ ظاہر ہے کہ سارے ہندوستان کے مسلمان ہو جانے کی صورت میں سلطنت بھی اسلامی ہو جائے گی۔ پھر کیا ہوگا۔ سب سے پہلا کام اسلام میں کفر و اسلام کی جماعت بندی ہوگی۔ ویسے تو کوئی کافر نہ رہا۔ اب اس کی کمی اسلام ہی میں کافر کر پوری کی جائے گی۔ قادیانی احمدیوں کے نزدیک سارے ہندوستان کے وہ مسلمان کافر ہونگے جنہوں نے حضرت مسیح موعود کی بیعت نہیں کی دیوبندیوں کے نزدیک سارے احمدی کافر ان میں لاہوری جماعت بھی آگئی۔ حالانکہ ہماری جماعت کسی کو بھی کافر نہیں کہتی۔ نہ صرف سارے احمدی کافر بلکہ رضائے مصطفوی والے اور جتنے ان کے ہمخیال ہیں وہ بھی کافر۔ رضائے مصطفوی والوں کے نزدیک دیوبندی اور ان کے ہم خیال کافر۔ پیر جماعت علی شاہ صاحب جیسے صوفی بھی کافر۔ شیعہ عام طور پر مسلمان علماء کے نزدیک کافر ہیں۔ اسی طرح غیر شیعہ مسلمان شیعوں کے نزدیک کافر۔ نتیجہ کیا ہوگا کہ سارا اسلامی ہند کافر۔ چونکہ اسلام لا کر پھر وہ لوگ کافر ہوئے ہیں۔ اس واسطے مرتد۔ اور اس کی سزا نہ صرف سنگساری بلکہ سب کی عورتوں پر طلاقیں۔ اور طلاقیں بھی ایسی کہ ان کی عورتیں بغیر عدت پوری کئے نکاح کر سکتی ہیں۔ لیکن آخر نکاح کس سے کریں گی۔ دوسرے بھی کافر ہیں۔ حکومت اسلام میں غلبہ انہیں حنفیوں کا ہوگا۔ احکام شریعت کا نفاذ بھی نیز وہ قرآن کے ہاتھوں میں ہوگا۔ ملا نعمت اللہ اور ابو عبداللہ کی سنگساری کے موقعہ پر۔ انہوں نے کابل کے فعل کو نہایت مستحسن قرار دیا ہے۔ کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ ان کے اپنے احکام سنگساری پر کابل والے ان کی حمایت کیوں نہ کرینگے پس سمجھیے کہ جتنے احمدی ہیں سب سے پہلے وہ سنگسار ہونگے۔ ہمارے مولوی اس وقت معذور ہیں۔ کیونکہ حکومت غیر اسلامی ہے۔ ورنہ وہ ابھی سنگساری کے احکام نافذ کر دیتے جیسا کہ انہوں نے بارہا کہا ہے۔ احمدی یوں پتھروں سے گھاٹ اتر گئے۔ باقی رہے دوسرے فرقے ان میں جہد للبقاء یا یوں فرمائیے کہ جہد للفنا شروع ہو جائے گی۔ ایک دوسرے کی سنگساری کے پیچھے ہر ایک فرقہ پڑ جائے گا جس کی لاٹھی اس کی بھینس۔ والا خونی منظر پیش ہوگا۔ میرا اپنا خیال ہے کہ رضائے مصطفوی والوں کا نمبر سنگساری کا احمدیوں کے بعد آئے گا۔ ان کی تعداد بھی تھوڑی ہے۔ اسی طرح ایک طائفت الملوکی کا خونی منظر پیش نظر ہوگا حتیٰ کہ برہمن اور غیر برہمن اپنی جان بچانے کی غرض سے پھر ہندو مذہب کی طرف رجوع کریں گے۔ مگر بوجہ ان کے ارتداد کے دیوبند سے پہلا فتویٰ ان کی سنگساری کا صادر ہوگا۔ اور وہ بھی موت کے گھاٹ اتار دیئے جائیں گے۔ ان کی موت بالکل ققنس کی موت کی مانند ہوگی۔ جو مشہور ہے کہ اپنے ہی راگ کی آگ میں جل جاتا ہے۔ ان کی تعداد ۲۴ کروڑ کے قریب ہوگی۔ ان کا اس طرح فیصلہ ہو گیا۔ باقی چھ کروڑ میں سے احمدی اور رضائے مصطفوی اور بیشتر حصہ دیوبندیوں کا نابود ہو جائے گا۔ باقی جو رہیں گے وہ بھی مسلسل اور طویل جنگوں اور خونریزیوں کی وجہ سے خستہ حال ہو کر ہندوستان کے قدیمی باشندوں کی حالت پر پہنچ جائیں گے۔ کیا اس میں کسی کو شبہ ہے۔ پس سارے ہندوستان کو مسلمان بنانے کی بجائے پہلے انہیں کو حقیقی مسلمان کیوں نہیں بنایا جاتا۔ جو رسمی مسلمان کہلاتے ہیں۔ اس تمام تباہی میں سب سے زیادہ افسوس اس جماعت کی تباہی پر ہونا چاہیئے جو ایک کلمہ گو۔ ایک قبلہ ایک خدا اور ایک رسول کے ماننے والے کو مسلمان کہتی ہوئی اور مسلمان سمجھتی ہوئی بھی کفر کی ندی میں لائی جا کر سنگسار کر دی جائے۔ مگر افسوس سے کیا ہوتا ہے۔ وہ جماعت ہی قلیل ہے۔ اس واسطے انہیں علماء کے فتویٰ کا نفاذ ہو کر رہے گا۔ جو ایک مسلمان کو محض فروعی امور کے اختلاف پر کافر و مرتد کہتے۔ اور قابل رجم قرار دینے میں تامل نہیں کرتے۔ اے خدا تو ہم پر رحم کر۔

(۲)

عبادت میں مذاق اگر اس کا ہونا ضروری اور لابدی ہی سمجھا جائے تو اس حد تک مناسب ہے جتنا کہ آٹے میں نمک۔ اول تو سنجیدہ متین اور باوقار اخباروں کی شان سے مذاق کتنا ہی مہذب کیوں نہ ہو گرا ہوا ہوتا ہے۔ لیکن عبارتوں میں نوک جھونک اور کچھ مشمول عامیانہ طبقہ میں کچھ اس حد تک مرغوب سمجھے جاتے ہیں۔ کہ متین اخباروں کو بھی اپنے چہروں کو "اصلی نہ سہی مصنوعی وضع پر" لانا پڑتا ہے کہ اسے دیکھ کر دوسرے ہنسیں۔ پیغام صلح ان کے برق دوسرے کے کالم کے سوا میرا خیال ادھر منتقل کر دیا کہ یہ کسی اخبار کا صفحہ ہے یا کسی "مرنج" کا۔ مجھے امید ہے کہ ایڈیٹر صاحب براہ عنایت ایک دفعہ پھر اس کالم کو ملاحظہ فرمالیں گے۔ اور خالی الذہن ہو کر ملاحظہ فرمائیں گے۔ تو وہ بھی اسی نتیجہ پر پہنچینگے جس پر میں پہنچا ہوں بازاری زبان کے استعمال کرنے میں "اخبار زمیندار" نے ایک امتیاز حاصل کیا ہے۔ میں نے جب اسے پڑھا میں بہت افسوسناک خیال لیکر اٹھا۔ مولوی ظفر علی صاحب کی اردو نویسی اور اردو دانی پر مجھے اعتراض نہ شبہ۔ وہ علمی اور اخلاقی مضامین تحریر کرتے۔ اور غزل گوئی میں قادر الکلام ہیں۔ نہایت باتہذیب اردو لکھتے ہیں۔ مگر اخبار زمیندار کے صفحات پر ان کا قلم نہیں معلوم کیا رنگ اختیار کر لیتا ہے۔ وہاں تو اصلاح ابھی دیر میں ہوگی۔ لیکن صوبے کے دوسرے اخباروں کو اس رنگ کا تتبع تو نہ کرنا چاہیئے۔

۱۷ جون کے پیغام صلح میں "فرزندان ناہموار" کے عنوان سے ایک صاحب "عارف" نے "سالک" صاحب غالباً ایڈیٹر زمیندار کی ایک تحریر کے جواب میں جو کچھ لکھا ہے۔ وہ بالکل اخبار زمیندار کے رنگ میں ہے۔ اس میں تو کچھ شبہ نہیں کہ "سالک" صاحب پر اس امر کی حقیقت پورے طور پر واضح ہو گئی ہوگی۔ کہ "ان کا منہ نوچ لوں"۔ جیسا فقرہ جو انہوں نے محض بطور تفنن لکھا تھا کس قدر جگر دوز ثابت ہوتا ہے جب کہ وہ ان کے والد ماجد کے خلاف استعمال کیا جاتا ہے۔ اس طرح امید ہے کہ وہ آئندہ مذاق کا استعمال برمحل کیا کرینگے۔ لیکن کیا "من عفا و اصلح فاجرہ علی اللہ" کا نمونہ پیش کرنا اس اخبار یا اس اخبار کے نامہ نگاروں کا کام نہ تھا۔ جو اپنے دشمنوں سے بھی محبت کرو۔ کو بطور زندگی کے دستور العمل کے پیش کرتے ہیں۔

میرے پاس سے وہ اخبار کہیں پس پیش ہو گیا ہے جس میں تو کسی صاحب نے لاہور کے ایک سوداگر پشم کے کسی رسالے کا جواب دیتے ہوئے حد کر دی۔ اور اس قسم کا مکروہ استعارہ اسمیں استعمال کیا ہے۔ کہ جس کو دہراتے ہوئے شرم اور سخت شرم آتی ہے۔ لاہور کے سوداگر پشم کے تذکرہ سے ہی غالباً ایڈیٹر صاحب کا ذہن اس مضمون پر پہنچ جائے گا۔ جو کسی صاحب نے لاہور سے ان کی تردید میں لکھا تھا مولوی زیرک شاہ صاحب اور جناب زین العابدین صاحب کو اب چاہیئے کہ جمع قرآن کے معاملہ پر اب خامہ فرسائی بند کر دیں۔ مولوی زیرک شاہ صاحب نے تو ایک غلطی کی کہ کسی آیت کو قابل عمل لیکن مرفوع التلاوت قرار دیا۔ لیکن اب یہ جانتے ہوئے کہ صریح غلطی ہے۔ اس کو اس حد تک پہنچانا کہ جمع قرآن اور اس کی طباعت کے متعلق اس قسم کے اہتمام ہے اور انتظام کرنے جیسا کہ پیغام صلح کے کالموں میں کئی دفعہ مولوی زیرک شاہ اور زین العابدین صاحبان کی طرف سے لکھا جا چکا ہے۔ اگر ضد نہیں تو اور کیا ہے۔

یہ میری ذاتی رائیں ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی غلط ہو یا صحیح ہوتے ہوئے بھی اس سے کسی صاحب کو رنج پہنچے تو میں نہایت افسوس کے ساتھ معافی مانگتا ہوں۔

(حقیقت نگار)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۳ - ۶ ذوالحج ۱۳۴۲ھ نمبر ۶۷

حضرت مسیح موعود کی خدمات اسلام

(۳)

جماعت احمدیہ کا جہاد

اس سے پہلے نمبر میں بتایا جا چکا ہے کہ حضرت مسیح موعود نے جہاد کے اس غلط مفہوم کو جس سے اسلام دہشت و بربریت کا مذہب ثابت ہوتا تھا۔ دور کرکے اس پاک مذہب کی وہ شاندار خدمت سرانجام دی ہے جس کی نظیر موجودہ زمانہ میں ملنی مشکل ہے۔ آپ نے یہ کہکر کہ اسلام کوئی غیر معقول مذہب نہیں۔ کہ اس کے منوانے کے لئے تلوار کی ضرورت ہو۔ بلکہ وہ ایک معقول اور فطرتی مذہب ہے جس کی صداقت پر ایسے ایسے براہین نیرہ پیش کئے جا سکتے ہیں۔ جو دلوں کو مسخر کر لینے والے ہیں۔ اس پاک مذہب کا حقیقی نقشہ دنیا کے آگے رکھدیا ہے۔ اور بتا دیا کہ آپ کا ایمان اسلام کی صداقت و معقولیت پر اس قدر زبردست ہے کہ دنیا کے تمام مسلمان مل کر بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ کہاں وہ لوگ جو اسلام کے منوانے کے لئے تلوار کی ضرورت اس قدر محسوس کرتے ہیں۔ کہ مہدی اور مسیح جیسے روحانی انسان بھی ان کے نزدیک دلائل و براہین کا نام تک نہیں جانتے۔ اور اگر کچھ کر سکتے ہیں۔ تو جبر و اکراہ اور تلوار کی مدد سے۔ اور کہاں اس پاک انسان کا ایمان کہ اسلام کے منوانے کے لئے تلوار کا نام تک لینا جائز نہیں سمجھتا۔ اور محض دلائل و براہین کی قوت سے تمام دنیا کو فتح کرنا چاہتا ہے۔ یہ اس کے بغیر نہیں ہو سکتا کہ اسلام کی معقولیت اور اس کے دلائل کی قوت کو اس نے علی وجہ البصیرت معلوم کر لیا ہو۔ اور وہ صدق دل سے جانتا ہو کہ ان دلائل کو جہاں کہیں پیش کیا جائے گا۔ اسلام کی صداقت اپنا اثر کرکے رہیگی۔ کیا وہ لوگ جو تلوار کی قوت پر بھروسہ کئے بیٹھے ہیں آپ کے اس ایمان کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ مسیح اور مہدی کا دعویٰ کرکے آپ تمام ان ذمہ داریوں کو اپنے سر لیتے ہیں۔ جو ان دو عظیم الشان شخصیتوں سے دنیا نے وابستہ کر رکھی ہیں۔ اور باوجود اس کے اس تلوار کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے پھینک دیتے ہیں۔ جو ان دونوں کے ہاتھوں میں مسلمانوں نے پکڑائی ہوئی تھی۔ کس قدر عظیم الشان ایمان ہے۔ اسلام کی روحانی قوت پر اور کس قدر زبردست طاقت ہے۔ اس شخص کے اندر جو اس روحانی قوت کے ذریعہ سے دنیا کو فتح کرنا چاہتا ہے۔ یہ اس کے بغیر ممکن نہیں کہ اور اسلام کی صداقت اور معقولیت کو اس کے لوح قلب کے اندر نقش کر دیا گیا ہو۔

---

۱ ـــ صوفیاء نے تکمیل نفس کے لئے بعض مجاہدات تجویز کئے ہیں جن میں چلہ کشی۔ دل پر ضرب لگانا۔ اور وظائف وغیرہ پر خاص طور پر زور دیا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود سے بھی ایک دن حضرت مولانا نورالدین صاحب مرحوم و مغفور نے سوال کیا۔ کہ حصول تکمیل نفس کے لئے کوئی مجاہدہ بتائیے۔ آپ نے جواب میں فرمایا۔ کہ عیسائیوں کے رد میں کتاب لکھیں۔ چنانچہ حضرت مولانا مرحوم نے فصل الخطاب تصنیف فرمائی۔ پھر آپ نے کسی موقع پر یہی سوال کیا۔ تو حضور نے فرمایا کہ آریوں کے رد میں کتاب لکھیں۔ اور اس ارشاد کی تعمیل میں حضرت مولانا نے تصدیق براہین احمدیہ تصنیف کی۔ اللہ اللہ کیا پاک انسان ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ جہاد کا منکر ہے۔ اور کفار سے دوستی رکھتا ہے۔ کیا ان آنکھ کے اندھوں کو نظر نہیں آتا کہ اس کا یہی وظیفہ ہے۔ کہ کفار کے ساتھ جہاد کیا جائے۔ لیکن اس تلوار سے نہیں جس کو اٹھانے کی آج خود ان لوگوں کو بھی طاقت نہیں۔ جو مرزا صاحب پر اعتراض کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ وہ نوک قلم کے ساتھ دلائل اور براہین کی قوت سے مذاہب باطلہ کے سینوں میں شگاف کرنا چاہتا ہے۔ اور ایسے ایسے زبردست شگاف آپ نے کئے ہیں۔ کہ جن کو بند کرنے کی آج تک ان مذاہب کو توفیق نہیں ملی کہ وہ حصول کریں۔ نفس کا ذریعہ سمجھتا ہے۔ اور اسی کو اپنا اور اپنے خاص الخاص مریدوں کا مجاہدہ قرار دیتا ہے۔ کیا اس شخص کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ وہ جہاد کا قائل نہیں۔ کیا اسے کفار کا حامی اور دوست قرار دیا جا سکتا ہے۔ ہاں وہ اس جہاد کا بیشک قائل نہیں۔ جو اسلام جیسے خوبصورت مذہب کو ایک مہیب اور خونی دیو کا لباس پہنا دیتا ہے۔

---

۳ ـــ حضرت مسیح موعود نے اسّی کے قریب کتابیں لکھیں۔ اور ان میں کس خوبصورتی کے ساتھ اسلام کے پاک چہرہ کو دلائل و براہین کی روشنی میں دنیا کے آگے رکھا۔ اس کی تفصیل کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔ آئندہ نمبروں میں امید ہے کہ اس پر مکمل طور پر کچھ لکھا جا سکے لیکن یہاں اس قدر بتا دینا ضروری ہے۔ کہ آپ کی ایک کتاب براہین احمدیہ ہی اسلام کی ایسی شاندار خدمت ہے۔ کہ جس کی نظیر آج تک بڑے بڑے مخالفین بھی پیش نہیں کر سکے۔ بلکہ آپ کے اشد ترین دشمن رئیس المکفرین مولوی محمد حسین بٹالوی کے قول کے مطابق گذشتہ تیرہ سو سال میں بھی اس کی نظیر نہیں ملتی۔ آپ نے اس کتاب کے متعلق کسقدر تحدی سے کام لیا۔ کہ جو شخص ان دلائل کے جو اس کے اندر پیش کئے گئے ہیں۔ نصف یا ایک ثلث یا ایک ربع یا ایک خمس کو بھی توڑ دے۔ اس کو بھی اپنی جائیداد قیمتی دس ہزار روپیہ پر قابض و متصرف کر دوں گا۔ یہ چیلنج ظاہر ہے۔ کہ مذاہب عالم پر ایسی اتمام حجت تھا۔ کہ اگر ان کے اندر ذرا بھی طاقت اور قوت ہوتی تو وہ اس کا پورے زور سے مقابلہ کرتے۔ لیکن یہ قرضہ ابھی تک اُن کے ذمہ ہے اور کسی کو آج تک ان دلائل کے توڑنے کی ہمت نہیں پڑی۔ آریہ سماج کی طرف سے پنڈت لیکھرام نے تکذیب براہین احمدیہ لکھی۔ لیکن آیا اس میں براہین احمدیہ کی تکذیب ہے۔ یا ہزیمت خوردہ دشمن کی طرح پنڈت صاحب نے گالیوں اور بد زبانی پر اتر کر اپنی شکست اور آپ کے پیش کردہ دلائل کی پختگی اور اسلام کی عظمت کا ثبوت پیش کیا۔ آیا خود پنڈت صاحب اور آریہ سماج کو اس جواب پر اطمینان حاصل تھا اس کا فیصلہ اس ایک بات سے ہو سکتا ہے۔ کہ پنڈت صاحب یا آریہ سماج کو آپ کے پیش کردہ انعام کے مطالبہ کی جرأت کبھی نہیں ہوئی۔

---

۴ ـــ دھرم مہوتسو کے جلسہ میں آپ کا زبردست لیکچر جو اسلامی اصول کی فلاسفی اور ٹیچنگز آف اسلام کے نام سے آج تک کفار کی نگاہوں کو خیرہ کر رہا ہے۔ آپ کے جہاد بالقلم کا ایک اور روشن ثبوت اور خدمات اسلام کا سنہری باب ہے۔ ان ہزارہا انسانوں کے جو اس جلسہ کے اندر ہندو عیسائی۔ آریہ۔ برہمن اور سکھ وغیرہ مذاہب کی نمائندگی کر رہے تھے۔ دلوں سے کوئی پوچھتا۔ کہ میرزا نے کس طرح سے لیظہرہ علی الدین کلہ کی پیشگوئی کو جسے مفسرین نے مسیح موعود کی طرف منسوب کیا ہے سچا ثابت کر دکھایا ہے جب تک مسیح موعود کا نام دنیا میں باقی ہے یہ عظیم الشان فتح جو غیر مذاہب پر خدا تعالیٰ نے اسلام کو آپ کے ذریعہ سے دی کبھی بھول نہیں سکتی۔ تعجب ہے کہ ایسے کھلے مجاہدات کے باوجود آپ کو جہاد کا منکر قرار دیا جاتا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ اُن کی اپنی عقلیں مسخ ہو چکی ہیں۔ اور اچھے اور بُرے میں امتیاز کا مادہ بھی ان میں نہیں رہا

---

۵ ـــ اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آپ کے دل میں کسقدر جوش اور غیرت تھی۔ قوم کی غفلت ولاپرواہی اور طرح طرح کے مفاسد میں مبتلا ہونے کا کسقدر درد آپ کے سینہ میں تھا۔ اس کو وہی لوگ اچھی طرح سے سمجھ سکتے ہیں۔ جن کو آپ کی پاک صحبت میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا۔ یا آپ کی کتابوں کو پڑھنے کا انہیں موقعہ ملا ہے۔ یہی جوش اور غیرت تھی جس کی وجہ سے آپ کسی مخالف اسلام کے منہ سے اسلام یا آنحضرت صلعم کے حق میں کوئی گندہ کلمہ سن کر اس وقت تک چین سے نہ بیٹھ سکتے تھے۔ جب تک اس کا جواب نہ دے لیں۔ اس دلی کیفیت کا اظہار آپ نے ان الفاظ کیا ہے۔ اور کس پُر درد طریق پر کیا ہے۔

درین ہنگام پرآتش بخواب خوش چساں خسپم
زماں فریاد میدارد کہ بشتابید نصرت را

اس فتنہ و فساد کے وقت میں میں خوشی کی نیند کیسے سو سکتا ہوں زمانہ زبان حال سے فریاد کر رہا ہے۔ کہ اسلام کی نصرت کے لئے دوڑو کیا اس شخص کو اسلام کا دشمن کہا جا سکتا ہے جس کا دل اسلام کے درد سے نیسیں مار رہا ہے۔ اور قوم کی حالت پر اس کا قلب غم واندوہ ت........ پگھل کر پکار رہا ہے۔

شب تاریک و بیم دزد و قوم ما چنیں غافل
کجا ریزیم غم روم یارب نماند دست قدرت را

۶ ـــ فی الحقیقت مسلمانوں کی حالت اس وقت عجیب تھی۔ تبلیغ اسلام کا کوئی نام بھی ان میں نہ جانتا تھا ملّاں کے نام نہاد علماء جو عام طور پر مسجدوں کے اندر وعظ کہنے کے عادی تھے۔ چند ہنسانے اور رلانے والے قصوں سے اپنے سامعین کا دل خوش کرنا جانتے تھے۔ اور غیر مذاہب کے حملوں کا صرف اس قدر جواب ان کے پاس تھا کہ ان کی بات ہی نہ سنو۔ اور کوئی جواب انہیں نہ دو۔ اگر کوئی شخص ان سے کسی مذہبی اعتراض کا جواب پوچھنے آتا۔ تو کفر کا ڈنڈا لیکر اس کے پیچھے پڑ جاتے اور مار مار کر اُسے مسجد سے باہر نکال دیا جاتا۔ نئی روشنی کے لوگ کچھ تھوڑی بہت غیرت اسلام کی رکھتے تھے۔ لیکن وہ بھی اس حقیقی رستہ سے ناواقف اور اس شاہراہ سے دور پڑے ہوئے تھے جس سے اسلام کی کامیابی مقدر تھی۔ یعنی اشاعت و تبلیغ اسلام۔ انہیں اس راہ میں بہت سی دکھویاں نظر آتی تھیں۔ اور اسلام پر پختہ ایمان نہ ہونے کی وجہ سے وہ نہیں سمجھ سکتے تھے۔ کہ اسی ایک راہ سے اُسے طاقت اور غلبہ نصیب ہو سکتا ہے۔ وہ صرف مسلمانوں کی برائے نام قومیت کی ترقی کے لئے کوشاں تھے۔ اور مجدد وقت اس قومیت کے اندر زندگی کی روح پھونکنا چاہتا تھا اور اس کے لئے اسقدر اس کے دل میں جوش تھا۔ کہ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں۔

> میں اس مولا کریم کا اس وجہ سے بھی شکر کرتا ہوں۔ کہ اس نے۔ ایمانی جوش اسلام کی اشاعت میں مجھے اس قدر بخشا ہے۔ کہ اگر اس راہ میں مجھے اپنی جان بھی فدا کرنی پڑے تو میرے پر یہ کام بفضلہ تعالیٰ کچھ بھاری نہیں۔ . . . . اسی کے فضل سے مجھ کو یہ عاشقانہ روح ملی ہے۔ کہ دُکھ اٹھا کر بھی اس کے دین کے لئے خدمت بجا لاؤں اور اسلامی مہمات کو بشوق و صدق تمامتر انجام دوں۔ اس کام پر اس نے آپ مجھے مامور کیا ہے۔ اب کسی کے کہنے سے میں رُک نہیں سکتا۔ اور نعوذ باللہ اس کے الہامی احکام کو نظر استخفاف دیکھ سکتا ہوں۔ بلکہ ان مقدس حکموں کی نہایت تکریم کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ میری ساری زندگی اسی خدمت میں صرف ہو۔ اور درحقیقت خوش اور مبارک زندگی وہی زندگی ہے۔ جو الہی دین کی خدمت اور اشاعت میں بسر ہو۔ ورنہ اگر انسان ساری دنیا کا بھی مالک ہو جائے۔ اور اس قدر وسعت معاش حاصل ہو کہ تمام سامان عیش کے جو دنیا میں ایک شہنشاہ کے لئے ممکن ہیں وہ سب عیش است حاصل ہوں پھر بھی وہ عیش نہیں بلکہ ایک قسم عذاب کی ہے جس کی تلخیاں کبھی ساتھ ساتھ اور کبھی بعد میں ملتی ہیں۔ (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۵-۳۶)

---

۶ ـــ اسی ایمانی جوش کی وجہ سے آپ نے نوجوانان قوم کو پکار پکار کر کہا ہے۔

بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضہ ملت شود پیدا

آپ نے اس غافل قوم کو دین کی خدمت اور اشاعت اسلام کے لئے جنجھوڑ جنجھوڑ کر جگایا اور آپ کا یہ ایمانی جوش اور غم واندوہ آخر کار نصرت الٰہی کا جاذب ہوا۔ اور ایک ایسی جماعت آپ کو مل گئی جس کی زندگی کا مقصد اعلائے کلمۃ اللہ کے سوائے اور کچھ نہیں۔ آج یورپ اور امریکہ کے بڑے بڑے ممالک احمدیوں کے جہاد کا زندہ نمونہ کے کھلے طور پر شاہد ہیں۔ ان حجرہ نشین مولویوں اور آرام طلب الجبار کو جنہوں نے گھروں کے اندر بیٹھ کر اعتراض کرنا ہی غیرت ایمانی سمجھ رکھا ہے۔ کیوں یہ نظر نہیں آتا کہ مرزا صاحب کی بنائی ہوئی جماعت نے جو اسلام کی نصرت کی ہے۔ وہ موجودہ زمانہ میں کسی اور جماعت سے نہیں ہو سکی۔ کیا کوئی ایسا گروہ وہ پیش کر سکتے ہیں جس کے افراد اسلام کے لئے ایسا درد اور جوش اپنے اندر رکھتے ہوں۔ کہ رات دن اسلام کی اشاعت کی فکر انہیں لاحق ہو۔ اس کو تمام دنیا میں پھیلانے کے لئے عملی طور پر انہوں نے قدم اُٹھایا ہو۔ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں۔ کہ ایسی ایک بھی جماعت مسلمانوں میں موجود نہیں۔ اور جو چھوٹی چھوٹی انجمنیں احمدیوں کی دیکھا دیکھی بنائی گئی ہیں۔ یا زمانہ کے تھپیڑوں نے زبردستی

ان کو کھڑا کیا ہے۔ ان کی نظر ہندوستان سے پرے نہیں گئی۔ اور خود ہندوستان کے اندر بھی احمدیوں کی مدد کے بغیر غیر مذاہب کے مقابلہ کی طاقت اُن میں نہیں۔ آئے دن انہیں اسی غرض سے احمدیوں سے سلح مانگنے پڑتے ہیں اور آریہ سماج کے بالمقابل عموماً انہی کو کھڑا کیا جاتا ہے۔ یہ ہم اپنی کسی بڑائی اور فخر یا دوسرے مسلمانوں کے استخفاف کے لئے نہیں کہتے۔ بلکہ ان مخالفین کو متنبہ کرنا چاہتے ہیں۔ جو آج جماعت احمدیہ کے ان روشن کارناموں سے آنکھیں بند کرکے انکار جہاد کا طعنہ انہیں دیتے ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں۔ کہ جس جہاد کے تم قائل ہو۔ اس کے متعلق تم نے کیا کیا۔ اور دین کی کیا کچھ نصرت کرکے دکھائی۔ محض سیاسی شورشوں میں مبتلا ہو کر قید میں ہمکت لینا دین کی کوئی خدمت نہیں۔ اگر کچھ کرنا چاہتے ہو۔ تو آؤ ہم دوقت کا ساتھ دو۔ اور دلائل و براہین اور حقائق و معارف کے ساتھ دین کو پھیلانے میں اس کے ممد و معاون بنو کہ اصلی جہاد یہ ہے ورنہ بقول مسیح موعود تمہاری وہی حالت ہے۔ کہ ؎

بلفاظی بسر کردند عمر خود و بے حاصل
[illegible]

آل مسلم پارٹیز کانفرنس

گذشتہ اشاعت میں آل مسلم پارٹیز کانفرنس کے متعلق جو آئندہ ۱۶ و ۱۷ و ۱۸ و ۱۹ جولائی کو بمقام امرتسر منعقد ہونے والی ہے۔ ایک اعلان شائع ہو چکا ہے جس میں کانفرنس کی ضرورت و اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے اس میں شرکت کی دعوت دی گئی ہے۔

ان موجودہ پُر خطر حالات میں جب کہ مسلمانوں کی مختلف جماعتیں ایک دوسرے کو کافر و مرتد ٹھہرانے اور کشتنی و گردن زدنی قرار دینے میں حد سے زیادہ زور صرف کر رہی ہیں جب کہ اسلام کا شیرازہ جو فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا کے مضبوط رسن سے باندھا گیا تھا۔ خود فرزندان اسلام کے ہاتھوں ٹوٹ کر بکھر چکا ہے۔ اور کفر کے تشتت کے بالمقابل مسلمان یک تن تو کجا۔ ۔ ۔ ۔ ایک دوسرے کے جانی دشمن بن چکے ہیں۔ آل مسلم پارٹیز کانفرنس کی آواز نہایت خوشی اور محبت سے سنی جائے گی۔ بشرطیکہ اس کو کامیاب بنانے کے لئے ان تدابیر پر عمل کیا جائے۔ جو مسلمانوں میں سے شجر تکفیر کی بیخکنی کا موجب ہوں۔ ہمارا ایمان ہے۔ اور بارہا ہم اس حقیقت کو ان کالموں میں دوہرا چکے ہیں۔ کہ جب تک مسلمانوں میں اسقدر رواداری کا مادہ پیدا نہ ہو۔ کہ وہ باہمی اختلافات کو صبر اور حوصلہ کے ساتھ برداشت کر سکیں۔ جب تک ان کے دل ایسے فراخ نہ ہوں کہ بڑے بڑے اختلافات پر بھی کسی کلمہ گو کو اسلامی برادری سے خارج کرنا بمنزلہ کفر سمجھیں۔ اس وقت تک باہمی نفاق و شقاق کا دور ہونا یا کسی مشترکہ قومی مقصد کے حصول کے لئے ملکر قدم اٹھانا دشوار ہے۔

"کافر گری اور غدار سازی"

بیصرت ہم ہی نہیں کہتے معاصر تنظیم میں مولوی محمد عبد اللہ صاحب منہاس نے بانیان کانفرنس کو اسی ضروری امر کی طرف توجہ دلائی ہے اور لکھا کہ اسلامی ہند نے مذہبی فرقہ آرائیوں کے ہاتھوں جو نقصان اٹھایا۔ اس میں سیاسی و قومی فرقہ بندیوں نے اور اضافہ کر دیا۔ اور اگر ایک طرف جنت کے اجارہ دار ایک دوسرے کے خلاف شغل تکفیر میں مصروف ہیں۔ تو دوسری جانب سیاسی و قومی جماعتوں میں غداسازی کا جذبہ موجزن ہے۔ جس طرح ایک مذہبی فرقہ دوسرے کو کافر اور اس لئے قابل کشتنی قرار دے رہا ہے۔ اسی طرح ایک سیاسی یا قومی جماعت دوسری کو غدار اور اس لئے گردن زدنی قرار دے رہی ہے۔

میں سمجھتا ہوں۔ کہ اسلامی ہند میں تفرقہ پردازی کی روح کو ان دونوں باتوں سے بہت مدد ملی ہے۔ اور جب تک ان دونوں کا قلع قمع نہیں کیا جائے گا نا ممکن ہے کہ ہم کسی مشترکہ نصب العین کے حصول کی طرف کوئی موثر قدم بڑھا سکیں۔

آل مسلم پارٹیز کانفرنس کا فرض ہے کہ وہ سب سے پہلے اس مسئلہ کے حل کی طرف متوجہ ہو۔ اور میری ناچیز رائے میں اگر اس نے اسلامی ہند کی موجودہ حالت کے اس اہم ترین پہلو کو نظر انداز کر دیا تو اور خواہ کوئی تدبیر بھی کسی مشترکہ مقصد کے حصول کے لئے عمل میں لائی جائے۔ اس میں کبھی کامیابی نہیں ہو گی۔

ہماری رائے بنظر استخفاف دیکھنے والے اصحاب امید ہے۔ کہ قوم کے اس محترم اور قابل فاضل کے خیالات کو عزت و وقعت کے کانوں سے سنینگے۔ اور ان پر عمل کرنے کی سعی فرمائیں گے۔

ہندو سبھا کی اپیل

گذشتہ اشاعت میں ہم بتا چکے ہیں۔ کہ دہلی کے ہندوؤں اور مسلمانوں میں اس بات پر کشمکش شروع ہے۔ کہ عید الاضحےٰ کے دن قربانی کی گائے پہاڑی دھیرج کے رستہ سے گذاری جائے یا نہ گذاری جائے۔ مسلمان اس بات پر مصر ہیں کہ وہ اس رستہ کو با ستثنا ئے سال گذشتہ ہمیشہ اس مقصد کے لئے استعمال کرتے رہے ہیں۔ اور اسی وجہ سے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے امسال بھی اسے استعمال کرنے کی اجازت انہیں دی ہے۔ بالمقابل ہندوؤں کو اصرار ہے کہ اس رستہ سے قربانی کی گائے کا گذرنا ان کے مذہبی جذبات کی توہین کا موجب ہو گا۔ جس سے فساد کا احتمال ہے۔ ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں پر جیسا کہ ہم قبل ازیں لکھ چکے ہیں۔ فساد کا پیدا ہونا دونوں قوموں کی تنگدلی اور کوتاہ فہمی پر دال ہے۔ اور بقول معاصر "ازار جمعیتہ" دونوں اقوام کے دل دراصل صاف نہیں جس کی وجہ سے ایسی حقیر باتوں کو بنائے فساد قرار دیا جاتا ہے۔

اب معلوم ہوا ہے۔ کہ دہلی کی ہندو سبھا نے اپنے اجلاس میں ایک قرارداد منظور کی ہے جس میں مسلمانوں سے یہ درخواست کی گئی ہے۔ کہ وہ بقر عید کے موقعہ پر پہاڑی دھیرج کے راستہ کو استعمال نہ کریں۔ اور گائے کو قربانی کے لئے اس راستہ سے نہ گذاریں۔ یہ بھی خبر ہے۔ کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں اس وقت جو کشمکش جاری ہے۔ اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے مسلمان رہنماؤں نے اس کا اقرار کر لیا ہے کہ ہندوؤں کی اس درخواست کو قبول کرکے انہیں ممنون ہونے کا موقعہ دیا جائے۔

ہندو سبھا کی یہ درخواست اور مسلمان رہنماؤں کا اقرار ایک نہایت مبارک فال ہے۔ اگر اسی طرح سے دیگر چھوٹے چھوٹے معاملات کو باہمی مفاہمت سے طے کر لیا جائے۔ اور ہندو برادران وطن۔ مسلمانوں کے متعلق ذرا فراخ دلی کا رویہ اختیار کریں۔ تو وہ انہیں بہت جلد صلح کی طرف جھکنے والا پائینگے۔ اور ملک بہت جلد موجودہ مکدر ہوا سے پاک صاف ہو جائے گا۔

عید الاضحےٰ اور احمدی جماعت

عید الاضحےٰ لاہور میں آئندہ جمعرات ۔ ۲ر جولائی ۱۹۲۸ء کو ہو گی۔ اس موقعہ پر قربانی کی کھالوں اور عید فنڈ کے متعلق احمدی احباب کے ذمہ جو فرض ہے۔ اس کی تشریح سیکرٹری صاحب کسی دوسری جگہ فرما چکے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ ہمارے احباب اس موقعہ پر نہ صرف اپنی جماعت سے بلکہ دوسرے مسلمانوں سے بھی کھالیں وصول کرنے کا انتظام فرمائیں گے۔ اب تک اس بارہ میں ہماری جماعت نے علی العموم غفلت سے کام لیا ہے۔ حالانکہ اگر تھوڑی سی کوشش بھی اس موقعہ پر عمل میں لائی جائے۔ تو بہت سی کھالیں جمع کی جا سکتی ہیں۔ اور اس سے اشاعت اسلام کے کام میں بہت سی مدد مل سکتی ہے۔ صرف تھوڑی سی ہمت درکار ہے۔ اگر پہلے سے تمام جماعتیں اپنے ہاں کے بعض بعض احباب کو بطور رضا کار اس کام کے لئے متعین کر دیں۔ یا ہر دوست اپنے اپنے محلہ اور قریب کے مقامات سے کھالیں فراہم کرنے کا ذمہ لے۔ تو نہایت آسانی سے یہ کام سرانجام پا سکتا ہے۔

اس کے علاوہ اس عید پر جیسا کہ اعلان ہو چکا ہے حضرت امیر ایدہ اللہ لاہور تشریف لانے والے ہیں۔ اور آپ کی خواہش ہے کہ دوسرے دوست بھی جو آسانی سے لاہور آ سکیں ضرور آ جائیں۔ ہمارے احباب کو اس موقعہ سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ اور اگر ممکن ہو تو اس عید کو لاہور آ کر پڑھنا چاہیئے۔ امید ہے بہت سے دوست آپکی اس خواہش کو پورا کرنے کی کوشش کرینگے۔

مسلم ہوسٹل لاہور

گذشتہ اشاعت میں مسلم ہوسٹل کی ضرورت و اہمیت کے متعلق ہم تفصیل کے ساتھ لکھ چکے ہیں۔ اور کالجوں کے احمدی طلبا اور ان کے والدین کو اس طرف متوجہ کر چکے ہیں۔ کہ وہ اپنی قوم کی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے اور اپنے نوجوان فرزندوں کی بہترین تربیت اور دینی واقفیت کے لئے اس ہوسٹل سے فائدہ اٹھائیں فی الحال ہوسٹل موسم گرما کی تعطیلوں میں بند ہونے والا ہے۔ لیکن تعطیلات کے بعد آئندہ ستمبر یا اکتوبر میں اس کے کھلنے کا امکان تو ہی ہوسکتا ہے۔ کہ اس کے لئے کافی درخواستیں آ جائیں۔ انجمن نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ کم از کم بیس درخواستوں کے آنے پر ہوسٹل کھل سکیگا۔ اس سے کم درخواستوں پر نہیں۔ یہ فیصلہ ہمارے احباب کو جن کے بچے لاہور کے کالجوں میں تعلیم پاتے ہیں۔ خاص توجہ کے ساتھ پڑھنا چاہیئے۔ اور اس بات کو مد نظر رکھنا چاہیئے۔ کہ ہوسٹل کے بند ہونے سے قوم کو کسقدر نقصان عظیم ہو گا۔ کیونکہ جو طالب علم ہوسٹل کے اندر رہتے ہیں۔ ان کی رہائش و خوراک وغیرہ کا بہترین انتظام کرنے کے علاوہ قرآن کریم کے درس اور حضرت امیر ایدہ اللہ کے مواعیظ کے ذریعہ ان میں دینی جوش اور غیرت پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور وہ ایک حد تک دینی علوم سے بہرہ ور ہو جاتے ہیں۔ اور آئندہ ضرورت کے موقعہ پر قوم کے لئے مفید ہو سکتے ہیں۔

ان حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم پھر اپنے نوجوان احباب اور ان کے والدین سے ملتجی ہیں کہ وہ جلد سے جلد ہوسٹل میں داخلہ کی درخواستیں شیخ محمد عبد اللہ صاحب پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور کے نام بھیجدیں۔ تاکہ آئندہ سیشن میں ہوسٹل کو جاری رکھنے کے لئے کسی موزون کوٹھی کا انتظام کیا جا سکے۔

آریہ سماج کا ہون

ہمارے فاضل دوست مولوی عبد الحق صاحب نے پیغام صلح کی کسی گذشتہ اشاعت میں "آریوں کا ہون" کے عنوان سے ایک مضمون لکھا تھا جس میں انہوں نے بتایا تھا کہ سماجی ہون پر ڈیڑھ دو روپیہ روزانہ فی کس خرچ ہوتا ہے اور اگر ہندوستان کے تین لاکھ سماجی روزانہ ہون شروع کر دیں تو کسی کے سونگھنے کے لئے بھی گھی نہ بچے۔ آریہ گزٹ کا بدزبان ایڈیٹر اس معقول اعتراض پر اس قدر برافروختہ ہوا ہے کہ عام اخباری شائستگی اور تہذیب کو چھوڑ کر گالی گلوچ پر اتر آیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ سوامی دیانند کی مریدی میں ایم۔ اے تک کی تعلیم بھی غت ربود ہو جاتی ہے۔ اور بازاری غنڈوں کی طرح گالیاں دینا سوامی جی کے پیروؤں کا خاص شیوہ ہے۔ تاہم ان ناپاک الفاظ سے قطع نظر کرکے آریہ گزٹ کے ان فقرات کو جن میں اصل سوال کا جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے ہم نقل کئے دیتے ہیں تاکہ ناظرین کرام اس کی معقولیت کا اندازہ لگا سکیں۔

"یہ دلیل ایسی ہی بوسیدہ اور بے معنی ہے جتنی کہ ان اصحاب کی جو یہ کہا کرتے ہیں کہ اگر کوئی چور یا گنہگار دنیا میں نہ رہے تو پولیس کے سپاہی کہاں سے کھائیں؟ یا اگر کوئی قید نہ ہو تو قیدخانوں سے وردیاں کیسے مہیا ہوں! ہم پوچھتے ہیں کہ اگر سارے مسلمان پانچ وقت نماز پڑھنے لگ جائیں۔ اور جب یہ اٹھک بیٹھک کر رہے ہوں۔ تو دشمن اس وقت ان پر حملہ کرکے ان کا بالکل خاتمہ کر دیں تو اس کا مسلمانوں کے پاس کیا جواب ہے؟ اگر تمام مسلمان قربانی کرنا شروع کر دیں اور حضرت ابراہیم کی مانند بہانے نہ ڈھونڈیں۔ بلکہ اپنے بیٹوں کو ہی خدا کے نام ہلاک کریں تو کیا اس صورت میں سنسار میں خون کی ندیاں نہ بہ جائینگی؟ اور کیا تمام مومن قتل کے جرم میں قیدخانے کی ہوا نہ کھا رہے ہونگے؟ اگر تمام مسلمان چار چار بیویوں سے شادی کرنے پر تل جائیں اور عورتیں اس قدر مہیا نہ ہوں۔ تو لازمی ہے یہ لوگ آپس میں سر پھٹول کرنے لگ جائیں۔ اور خدا کے نام پر کشتوں کے پشتے لگا دیں۔"

کیا یہ الفاظ کسی شائستہ قلم سے نکل سکتے ہیں اور کیا ان مثالوں کا اصل سوال کے ساتھ ذرا بھی تعلق ہے؟ وہی بات ہوئی زمین گول ہے کیونکہ چاول سفید ہیں۔ آریہ گزٹ کے نام نہاد ایم۔ اے کو معلوم ہونا چاہیئے کہ فرضی مثالوں سے کوئی حقیقت ثابت نہیں ہو جاتی۔ اور نہ ان مثالوں کا جو اس نے پیش کی ہیں اصل اعتراض کے ساتھ تعلق ہے دنیا کے تمام مسلمانوں کا ایک جگہ اکٹھے ہو کر نماز پڑھنا اور

لسی کا [illegible] انہیں [illegible] اسی سلسلہ تحریرات سے مہاشہ سنگھ راسے کے ایم اے [illegible] پرانا موس اور حیرت آتی ہے، اور اس سے بھی حیرت کہ تمام مسلمانوں کے اپنے بیٹوں کو قربان کر کے قید خانوں میں جا [illegible] یہ مدیر آریہ گزٹ کے دماغی اختلال کا پتہ دیتی ہے۔ لیکن سب سے زیادہ حیرت انگیز مثال چار چار بیویاں کرنے کے لئے مسلمانوں کی باہمی سر پھٹول تک نوبت پہنچانے سے معلوم ہوتا ہے کہ مہاشہ جی مسلمانوں کو یا تو خاندان ہی سمجھتے ہیں جن کے ہاں اکٹھے چار بھائیوں کو ایک سے زیادہ بیوی میسر نہ آتی تھی سا نہیں پتہ لگنا چاہیئے کہ اول تو ہر مسلمان سوائے خاص حالت کے ایک سے زیادہ بیوی نہیں کیا کرتا۔ اور اگر کرے بھی تو یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ دنیا میں مختلط الرجال ہوتے ہوئے بھی النساء بفضلہ تعالیٰ نہیں بالخصوص برادران وطن کے ساتھ تو مسلمانوں کے رشتہ ناطہ کے تعلقات قدیم سے چلے آتے ہیں کیا وہ ایسے آڑے وقت میں اپنے وطنی بھائیوں کی مدد کرنے سے ......

...... انکار کر دینگے رکم از کم ہندو قوم سے ایسی توقع نہیں ہو سکتی جس کی روایات قدیم سے ایسی ہی چلی آئی ہیں۔

رہا مٹون کا معاملہ اس کے متعلق آریہ گزٹ کی رائے ہے کہ "تین لاکھ آریہ سماجی لوگ اگر تمام دنیا ہون کرنا شروع کر دے تو دودھ گھی اور دیگر ضروری اشیاء کی اس قدر بہتات ہو جائے کہ کچھ ٹھکانا ہی نہیں"

نہایت قیمتی نسخہ ہے۔ ہم مہاشہ جی سے بزور درخواست کرتے ہیں کہ وہ جس قدر جلد ممکن ہو ہون کو دنیا میں رائج کرنے کی کوشش کریں۔ اور مسلمانوں کے لئے گھی اور دیگر ضروری اشیاء کی فراہمی کا فوراً انتظام کریں۔ تاکہ وہ آسانی سے ہون کر سکیں اور دودھ اور گھی کی دنیا میں بہتات ہو جائے۔

نیٹشے اور مسیحیت

"پیغام صلح" کی بعض گذشتہ اشاعتوں میں عنوان بالا سے ایک مضمون "معارف" سے نقل کیا گیا تھا۔ معاصر نور افشاں نے اس کے جواب میں ایک طویل مقالہ اپنی ۱۹ جون کی اشاعت میں لکھا ہے اور اس میں پیغام صلح اور احمدیت کو خوب جی بھر کر کوسا گیا ہے حالانکہ جس مضمون پر اس نے اس قدر برافروختگی کا اظہار کیا ہے۔ وہ کسی احمدی کا لکھا ہوا نہیں۔ نہ "پیغام صلح" میں سب سے پہلے شائع ہوا۔ "پیغام صلح" نے ایک غیر احمدی رسالہ معارف سے اسے نقل کیا تھا حیرت ہے کہ نور افشاں کو احمدیت کے ساتھ اس قدر بغض کیوں ہے کہ وہ ہر بات میں اس کو گھسیٹنا ضروری سمجھتا ہے۔ کیا اس وجہ سے کہ احمدیت نے مسیحیت کے جال کو دلائل کی تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دیا ہے اور اب آئندہ جہاں احمدیت موجود ہے مسیحیت کا وار نہیں چل سکتا؟

ہمارے لائق معاصر کو شکایت ہے کہ نیٹشے جیسے دشمن مسیحیت کے اعتراضات کو "پیغام صلح" نے کیوں نقل کیا۔ ایک ملحد کے خیالات مسیحیت پر حجت نہیں ہو سکتے۔ ہم کہتے ہیں نیٹشے ملحد ہو یا دہریہ۔ اس سے کیا بحث ہے سوال یہ ہے کہ اس کے اعتراضات کہاں تک قابل وقعت ہیں۔ اور ان کا کیا جواب مسیحی حضرات کے پاس ہے انظر الی ما قال ولا تنظر الی من قال نیٹشے کے نام سے ہمارے ہمعصر کو اگر نفرت ہے تو اس کو درمیان سے حذف شدہ سمجھ لے۔ اور اصل اعتراضات کو کسی اور کی طرف سے سمجھ کر ان کا جواب ... اگر دے سکتا ہے تو دے۔

" نور افشاں " نے فخر کے ساتھ یہ لکھا ہے کہ مسیحیت تو نیٹشے جیسے مخالفین کو بھی اپنی حفاظت میں لے کر ان کی پرورش کرتی رہی ہے۔ لیکن احمدی جماعت نے اپنے مخالفین کو کبھی ساتھ نہیں رکھا۔ غالباً ہمارے لائق معاصر کو یورپ کی قرون متوسط کی تاریکیوں کا حال معلوم نہیں۔ جن کے مذہبی مظالم کی شدت یہاں تک بڑھ گئی تھی کہ اگر ایک شخص مسیحیت کے تمام معتقدات کو مانتے ہوئے بھی کسی جدید علم کا انکشاف کرتا۔ تو اسے بھی قابل دار سمجھ کر طرح طرح کے وحشیانہ مظالم کا تختہ مشق بنایا جاتا۔ یہی وہ مظالم ہیں جن کی وجہ سے تاریخ میں اب تک ان ایام کو (Dark Ages) قرون مظلمہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ کیا نور افشاں تاریخ کے اوراق کو سڑ بھیجنے کی

پردہ اور اسلام

ڈاکٹر محمد عمر صاحب بی ایم ایس بریلی کے قلم سے

خیر القرون کا پردہ

احادیث اور فقہ کی شہادت

مسلمانان ہند کا موجودہ پردہ جاہے وہ چار دیواری کا ہو یا ڈولی کا یا احمدیوں کے مرکز کا ہو یعنی محض برقعہ کہلانا جاتا ہے سب زائد علی الشرع ہے۔ اور شرعی پردہ صرف اسقدر ہے کہ عورت سوائے چہرہ دونوں ہاتھوں اور دونوں قدموں کے تمام بدن کو چھپا کر باہر نکل سکتی ہے۔ اور یہ امر میں نے گزشتہ مضمون میں قرآن کریم سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ثابت کر دیا ہے۔ اور اس کے بعد حدیث سے استدلال کی ضرورت نہیں ہے لیکن ابھی تو ہماری ہی جماعت میں ایسے لوگ ہیں جن کی ان امور سے تسلی نہیں ہو سکتی ہے اگرچہ میرا خیال ہے کہ ایسے حضرات کی کسی بات سے تسلی نہ ہوگی تاہم مضمون کو مکمل کرنے کے لئے میں کچھ احادیث بھی پیش کئے دیتا ہوں۔

(۱) صحیح بخاری باب طواف النساء مع الرجال۔ قال ابن جریج اذ منع ابن ہشام النساء الطواف مع الرجال قال کیف یمنعہن وقد طاف نساء النبی مع الرجال قلت بعد الحجاب او قبل قال ای لعمری لقد ادرکتہ بعد الحجاب۔

(ترجمہ) کہا ابن جریج نے جب منع کیا ابن ہشام نے عورتوں کو مردوں کے ساتھ طواف کرنے سے تو کہا انہوں نے کیونکر منع کرتا ہے تو ان کو۔ حالانکہ رسول اللہ کی بیویوں نے مردوں کے ساتھ طواف کیا۔ میں نے کہا آیت حجاب نازل ہونے کے بعد یا پہلے کہا قسم میری عمر کی آیت حجاب نازل ہونے کے بعد میں نے پایا۔

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آیت حجاب کے بعد بھی ازواج مطہرات گھر سے باہر نکلتی تھیں اور مردوں کے ہمراہ طواف کرتی تھیں

(۲) باب غزوۃ النساء وقتالہن مع الرجال فی البخاری۔ بخاری مصطفائی صفحہ ۴۰۳ محض ترجمہ درج کرتا ہوں۔

انس سے روایت ہے کہ جب احد کا دن ہوا۔ کفار نے رسول اللہ سے ہزیمت پائی۔ اور دیکھا میں نے عائشہ صدیقہ اور ام سلیم کو دوڑتا لیکہ وہ دونوں ازار کے نیچے کے حصہ کو اٹھائے ہوئے تھیں دیکھتا تھا میں ان کی پنڈلیوں کو۔

اس حدیث سے تین باتوں کا پتہ چلتا ہے۔ ام سلیم معرکہ جنگ اور مجمع رجال میں تھیں ان کے چہرے کھلے تھے ورنہ راوی صاحب کیونکر پہچان سکتے تھے کہ کون ہیں۔ تیسرے قدم ستر میں نہیں ورنہ یہ دونوں پاک عورتیں نہ کھولتیں

اب میں کہاں تک لکھوں جناب معترض صاحب کو چند حوالے عرض کرتا ہوں ان کو وہ ملاحظہ فرمالیں۔

باب عرض المرأۃ نفسہا علی الرجل الصالح۔ باب الی الملائکہ باب موعظۃ الامام النساء۔ باب استیذان المرأۃ زوجہا بالخروج الی المسجد وغیرہ وغیرہ

(۳) قال ابن عمر سمعت رسول اللہ یقول اذا استاذنکم نساءکم الی المسجد فاذنوا لہن۔ کہا ابن عمر نے کہ میں نے رسول اللہ کو کہتے سنا۔ جب تمہاری عورتیں مسجد میں جانے کی اجازت چاہیں تو ان کو اجازت دیدو۔ اسی بنا پر حضرت عبداللہ ابن عمر اور ان کے بیٹے سے مباحثہ ہوا۔ ابن عمر کے صاحبزادے اپنی بیوی کو مسجد میں جانے سے روکتے تھے اور حضرت ابن عمر فرماتے تھے کہ رسول اللہ نے اجازت دی ہے تم کیوں روکتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ اگر اس زمانے کے لوگوں اور ان کے اطوار کو دیکھتے تو ضرور منع کرتے۔ یہ سنکر حضرت ابن عمر کو غصہ آیا۔ بیٹے کے سینہ پر ایک دو ہتڑ مار کر کہا کہ یا بنی انی اقول قال رسول اللہ وانت تقول الخ۔ اے بیٹے میں تو تجھ سے رسول کا قول کہتا ہوں اور تو اسے برا سمجھتا ہے۔ آجکل رسول کے قول پر بہت سے راسے زنی کرنے والے ملینگے۔

(۴) باب اباحۃ خروج النساء لقضاء حاجتہن (ترمذی)

اس باب میں ترمذی میں ایک طویل حدیث ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ایک بار رات کو سودہ باہر نکلیں اور حضرت عمر کو دیکھ کر جب پہچانا

لگیں۔ حضرت سودہ چونکہ قد کی طویل تھیں حضرت عمر نے ان کو پہچانا لیا اور کہا کہ اے سودہ ہم نے تم کو پہچان لیا ....

.... کیا آیت حجاب کے بعد بھی تم نکلتی ہو۔ حضرت سودہ جلدی جلدی رسول اللہ کے پاس آئیں اور ذکر کیا۔ رسول اللہ انہیں کے حجرے میں تھے۔ حدیث کے باقی الفاظ جو ضروری ہیں یہ ہیں۔ قالت یا رسول اللہ انی خرجت فقال لی عمر کذا وکذا۔ قال فاوحی اللہ الیہ ثم رفع عنہ وان العرق فی یدہ فقال انہ قد اذن لکن ان تخرجن لحاجتکن۔ سودہ نے کہا یا رسول اللہ میں باہر نکلی تو عمر نے ایسا ایسا کہا۔ سودہ کہتی ہیں کہ پھر اللہ نے آپ کے پاس وحی بھیجی پھر جب فارغ ہوئے آپ تو آپ کے ہاتھ میں پسینہ تھا اور فرمایا کہ تم کو حاجت کے وقت باہر نکلنے کی اجازت ہے۔ رسول اللہ کا یہ حکم کہ "تم کو بضرورت باہر نکلنے کی اجازت ہے" خود اللہ جلشانہ کا حکم ہے جو بذریعہ وحی آپکو پہنچا اور اس پر کسی کو قیاس کا حق نہیں۔ حاجت میں محض مسجد یا پاخانہ ہی شامل نہیں بلکہ عملاء سے استفادہ عیدگاہ جانا اور صحت قائم رکھنے کے لئے تفریح کرنا یہ سب حاجت کے ماتحت ہیں۔

(۵) باب نظر الفجاءۃ۔ عن جریر بن عبداللہ قال سالت رسول اللہ عن نظرۃ الفجاءۃ فامرنی ان یصرف بصری یعنی جریر بن عبداللہ سے روایت ہے کہا انہوں نے پوچھا میں نے رسول اللہ سے نظر فجاءت کے بارے میں فرمایا آپ نے پس حکم دیا مجھ کو کہ آنکھ نیچے کر لوں یعنے اگر کسی عورت پر بلا قصد نظر پڑ جائے تو کیا کیا جائے۔ رسول اللہ نے آنکھ نیچے کرنے کا حکم دیا۔ آنکھ غیر عورت پر جب ہی پڑیگی۔ جب وہ باہر کھلے منہ نکلیگی پھر اسی جگہ امام نووی بعض غض من ابصارہن کی بحث میں فرماتے ہیں کہ وفی ہذا حجۃ انہ لا یجب علی المرأۃ ان تستر وجہہا فی طریقہا وانما ذالک سنۃ مستحبۃ لہا ویجب علی الرجال غض البصر عنہا فی جمیع الاحوال "یعنے اس آیت میں حجت ہے اس بات پر کہ عورت پر چہرہ چھپا کر رستہ چلنا واجب نہیں ہے۔ اور یہ اس کے لئے سنت مستحبہ ہے اور واجب ہے مردوں پر اس سے آنکھ کر لینا ہر حال۔

اس قول میں چند امور قابل غور ہیں۔

الف۔ عورت کو راستہ چلنے میں چہرہ چھپانا ضرور نہیں اور یہ امر اس کے لئے سنت مستحبہ ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جس طرح مرد منہ کھولے نکلتے ہیں۔ عورتیں بھی نکل سکتی ہیں

احادیث بہت سی ہیں۔ چونکہ میں نے محض طوالت کی وجہ سے نظر انداز کر دیا ہے اور میں خیال کرتا ہوں کہ اسقدر کافی ہے فقہ کی مشہور کتاب درمختار ہے اسکا ذیل کا فقرہ مع ترجمہ درج کرتا ہوں یہ کافی ہوگا۔ وللحرۃ جمیع بدنہا عورۃ خلا الوجہ والکفین والقدمین علی المعتمد وصوتہا علی الراجح وذراعیہا علی المرجوح۔ (صفحہ ۴۰)

آزاد عورت کا تمام بدن ستر ہے۔ سوائے چہرہ دونوں ہتھوں اور دونوں قدموں کے مذہب معتمد پر اور آواز اسکی عورت نہیں قول راجح پر اور دونوں کہنیاں قول مرجوح پر ستر نہیں ہیں کیوں جناب مکرم حاجی صاحب اب تو آپ کی تسلی ہو گئی ہوگی!

تبلیغی رپورٹ

مولانا مولوی عصمت اللہ صاحب

اخویم مکرم جناب ایڈیٹر صاحب - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
نیاز نامہ ہذا جس میں ماہ مئی کے دورے اور تبلیغی کاموں کی اجمالی سرگزشت اور دو کامیاب مناظروں کی کیفیت درج ہے. برائے اشاعت ارسال خدمت ہے - درج اخبار فرما کر ممنون فرمائیں -

اللہ تعالےٰ کا بیحد فضل و احسان ہے جس نے خاکسار کے تبلیغی دورہ ماہ مئی سال رواں کو نہایت کامیابی کے ساتھ اختتام تک پہنچایا - اس دورہ کی تفصیلی روداد تحریر کرنا تو وقت طلب ہے مگر بعض باتیں ضرور قابل گذارش ہیں

(۱) ۱۰ و ۱۱ مئی ۱۹۲۵ء کو قصبہ بندکی ضلع فتحپور ہسوہ میں خاکسار کا دو روز تک آریہ سماج کے ساتھ ایک کامیاب مناظرہ ہوا - اس مناظرہ کی کیفیت "ہمدم لکھنؤ" "صدائے مسلم" کانپور "الامان" اور "مبلغ دہلی" "سیاست" "مسلم آوٹ لک" لاہور وغیرہ اخبارات میں شائع ہو چکی ہیں - یہ مناظرہ پنڈت مراری لال سکندر آبادی - شانتی سروپ - اور پنڈت کالیچرن کے ساتھ ہوا تھا - مراری لعل اور شانتی سروپ امداد کنندہ تھے - اور کالیچرن مناظر. مگر باایں ہمہ امداد کالیچرن مہاراج باوجود سال ہونے کے ایسے حواس باختہ ہوئے کہ لینے کے دینے پڑ گئے -

کالیچرن مہاراج کا سوال تھا کہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ قرآن سے نکال کر دکھاؤ - اللہ تعالےٰ کے نام کے ساتھ محمد صلعم کا ذکر شرک ہے. اگر آنحضرت صلعم نیک تھے تو جونیہ نے انہیں کیوں بازاری آدمی کہا

جواباً کہا گیا کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کلمہ نہیں کلام ہے اور کلام کئی کلمات سے مرکب ہوا کرتا ہے - اور ہر کلمہ قرآن مجید میں موجود ہے پھر اعتراض کیا رہا - یہ ایک جملہ نہیں دو جملے ہیں اور دونوں اپنی اپنی جگہ قرآن مجید میں موجود ہیں - باقی رہا یہ امر کہ دونوں ایک جگہ کیوں نہیں سو اس کی وجہ یہ ہے کہ عالم الغیب اپنے علم غیب سے یہ جانتا تھا کہ کالیچرن اور اسکے ہمنوا سماجی ایک زمانہ میں اعتراض کریں گے کہ اللہ کے نام کے ساتھ محمد صلعم کا ذکر شرک ہے اس لئے دفع دخل مقدر کے طور پر دونوں جملوں کو علیحدہ علیحدہ رکھا گیا تا اعتراض ہی وارد نہ ہو سکے اور حکم دیا گیا کہ محمد صلعم کو خدا کا بندہ اور رسول مانو تا شرک کی بو بھی پیدا نہ ہو سکے - ہاں ہمارا حق کے طور پر مجھے کہنے کا حق ہے کہ اوم پرماتما کا ذاتی نام ہے اور ایک کلمہ ہے مگر رگ وید میں کہیں موجود نہیں. فقرہ اوم ایک ہے ایک جملہ ہے مگر رگ وید تو ایک طرف رہا - چاروں ویدوں میں کہیں نہیں پایا جاتا - محمد مصطفےٰ صلعم ہمیشہ یہی تعلیم دیتے رہے کہ مجھے خدا کا بندہ اور رسول مانو - میں خدا کا بندہ بھی ہوں اور رسول بھی برخلاف اسکے دیانند مہاراج ایک عرصہ تک اپنے آپ کو خدا کہتے رہے - بندہ کا اپنے آپ کو بندہ کہنا شرک ہے یا بندہ کا خدا بنجانا

ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

جونیہ نے کہیں آنحضرت صلعم کو بازاری آدمی نہیں کہا یہ آپ کا افترا ہے - آپ بخاری کی حدیث کا حوالہ دیتے ہیں اس کے الفاظ بتلایئے کہ بازاری آدمی کس لفظ کا ترجمہ ہے - جبتک آپ لفظ پیش نہیں کرینگے ہم جواب دہ نہیں ہو سکتے -

پنڈت جی جواب الجواب کے لئے تو کھڑے ہوئے مگر حواس ٹھکانے نہ تھے - منہ پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں - رک رک کر لڑکھڑاتی ہوئی زبان میں فرمانے لگے - سوامی جی نے یہ کہیں نہیں لکھا کہ میں خدا ہوں - اگر آپ ثابت کریں تو پانچسو انعام دونگا اور مسلمان ہو جاؤں گا -

الفاظ بخاری کے مطالبہ پر سقوات المسلمین اللہ بس پکار کر کہنے لگے کہ یہ دیکھو بخاری میں لکھا ہوا موجود ہے - کہا گیا غلط سنایا. مگر غلط سنانا عربی عالم و فاضل کی کسرشان تھی - کون سنتا یا پوچھتا کیا - کیا یہ کتاب بخاری ہے - اس کا جواب خاموشی کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا - ہاں پبلک کو بھڑکانے اور غلط بحث کرنے کے لئے یہ ضرور کہدیا کہ حضرت مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور آپ ان کو نبی مانتے ہیں -

آخر میں خاکسار نے کھڑے ہو کر کہا کہ یہ تو سوامی دیانند کی خود نوشت سوانح عمری ہے اسمیں مہاراج تحریر فرماتے ہیں -
احمد آباد سے ہوتا ہوا بڑودہ کے شہر میں آکر متمکن ہوا
اور وہاں چیتن مٹھ میں برہما نند آدی برہمچاریوں اور
سنیاسیوں سے ویدانت کی بہت باتیں کیں

اور میں برہم ہوں یعنی جیو اور برہم ایک ہیں ایسا نسچے ان برہما نندی نے کرا دیا - پہلے ویدانت پڑھتے سمے بھی کچھ کچھ نسچے ہو گیا تھا پرنتو وہاں ٹھیک ٹھیک دڑھ ہو گیا کہ میں برہم ہوں

رشی دیانند سوامی رچت جیون چرتر صفحہ ۲۳

کیوں مہاراج اب تو سوامی جی کے بیان ہی سے ثابت ہو گیا کہ مہاراج اپنے آپ کو خدا کہتے رہے - مہربانی فرما کر اپنے وعدہ کے مطابق جنیو توڑ کر مسلمان ہو جایئے اور پانچسو روپیہ انعام دلوایئے -

اب رہی یہ بات کہ بخاری میں جونیہ کی زبان سے آنحضرت صلعم کے لئے بازاری کا لفظ استعمال ہوا ہے یا نہیں - میں تو انکاری ہوں - اس لفظ کا ثابت کرنا آپ کا کام تھا مگر آپ ثابت نہیں کر سکے اور نہ بخاری ہی دکھا سکے - سنئے بخاری میں جونیہ کی زبان سے یہ الفاظ مروی ہیں ھل تھب الملکۃ نفسھا للسوقۃ - لفظ سوقہ کے معنے آپ بازاری آدمی کرتے ہیں - حالانکہ اس لفظ کے معنے بازاری آدمی نہیں جس لفظ کے معنے بازاری آدمی کے ہیں وہ لفظ سوقی ہے نہ کہ السوقۃ - السوقہ کے معنے ہیں - یکے از افراد رعیت - پس اعتراض کیا رہا

آپ نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قرآن سے مطالبہ کیا آپ کو قرآن پاک کے حوالہ جات دیکر مسکت جواب دیا گیا - اور بتلا دیا گیا کہ آپ اللہ تعالےٰ کے بندے اور رسول ہیں شریک نہیں - مگر آپ نے میرے ایک معارضے کو بھی ہاتھ نہیں لگایا - نہ رگ وید سے اوم نکالا اور نہ اوم کی وحدت -

حضرت مرزا صاحب کے متعلق آپ نے بالکل دروغبافی سے کام لیا ہے - آپ نے کہیں دعویٰ نہیں کیا کہ آپ نبی ہیں بلکہ آپ کا فرمان تو یہ ہے :-

میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب جانتا ہوں - میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی - ہاں آپ مجدد وقت کے مدعی تھے اور ہم مانتے ہیں کہ آپ اپنے زمانہ کے حقیقی مجدد اور مامور امام تھے -

اس پر پبلک کی طرف سے صدائے آفرین و مرحبا بلند ہوئی اور مناظرہ حسن و خوبی کے ساتھ اختتام کو پہنچا -

مناظرہ کے بعد سلسلے کے متعلق عام گفتگو ہوتی رہی جس کا نہایت اچھا اثر پڑا -

دوم مورخہ ۲۸ و ۲۹ کو تبلیغ کانفرنس متھرا میں آریہ سماج کے بزبان مناظر دھرم بھکشو کے ساتھ ایک نہایت ہی کامیاب مناظرہ ہوا - اس مناظرہ کی روئداد بھی "زمیندار" "سیاست" "ہمدم" - "الامان" "مبلغ" "مسلم آوٹ لک" وغیرہ اخبارات میں شائع ہو چکی ہے - دوران مناظرہ میں دھرم بھکشو نے اپنی جبلت کے مطابق غلط بحث کر کے پبلک کو اشتعال دلانے - ذاتیات پر گفتگو کرنے کی بے انتہا کوشش کی مگر اسکی کوئی کوشش کارگر ثابت نہ ہوئی اور وہ فائنل برام نہ ہو سکا -

اس مناظرہ میں پنڈت جی سے پوچھا گیا تھا کہ رگ وید آدی بھاشی بھومکا میں جو شرائط الہام لکھی گئی ہیں وہ کس وید منتر سے ماخوذ ہیں - پنڈت جی نے بہتیرے ہاتھ پاؤں مارے مگر کوئی وید منتر پیش کر کے دیانند جی کی صداقت کو ثابت نہ کر سکے اور اپنے حرکات مذبوحی کی زبان حال سے بتلا گئے کہ یہ شرطیں ویدوں میں نہیں - سوامی جی ہی کی بنائی ہوئی ہیں - اور ویدوں کے قطعاً برخلاف ہیں -

پنڈت جی سے دریافت کیا کہ خدا کا ذاتی نام اسکی وحدت و صفات ہی رگ وید سے ستیارتھ پرکاش کے مطابق نکال کر دکھا دیجئے -

میرے سوالات کا جواب دینے کی بجائے پبلک کو مشتعل کرنے کے لئے موضوع بحث کے برخلاف کہنے لگے - تم مرزا صاحب کو نبی مانتے ہو اور وہ خود نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں - اس پر مولانا مولوی مظہر الدین صاحب ایڈیٹر "الامان" دہلی کھڑے ہوئے اور صاحب صدر کی اجازت سے فرمانے لگے کہ مولوی عصمت اللہ صاحب کو جماعت احمدیہ لاہور سے تعلق ہے - اور اس جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ مرزا صاحب مجدد تھے نبی نہیں تھے اور اس جماعت کے تبلیغی کاموں کو ہم نہایت عزت و قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور انہیں دل سے مسلمان سمجھتے ہیں - آپ کو کوئی حق نہیں ہے کہ ان کے عقیدہ کے برخلاف ان پر کوئی اعتراض کریں -

مناظرہ ختم ہونے کے بعد جلسہ احباب میں حضرت مرزا صاحب کے دعاوی کے متعلق نہایت لطیف گفتگو ہوتی رہی - اور بعض علماء میرے ساتھ اس امر میں متفق الرائے ہو گئے اور بخوبی سمجھ گئے کہ حضرت مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا - آپ کی طرف نبوت کا دعویٰ منسوب کرنا جماعت محمودیہ اور مکفر مولویوں کے افتراؤں میں سے ایک افترا ہے -

سوم یہ کہ متھرا - مہابن - گوکل - بدایوں - سکندر آباد - دھیپانی بسولی وغیرہ مقامات میں ہزاروں مجمعوں میں متعدد تقریریں ہوئیں اور اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے ہر جگہ کامیاب رہیں -

چہارم - چماروں میں تبلیغ اسلام کرنے کے بڑے بڑے موقعے حاصل ہوئے اور چماروں کے مجمعوں میں کئی تقریریں ہوئیں جنکا یہ اثر تھا کہ آریہ سماجی اپنی کوششوں میں ناکامیاب رہے شردھانند تک زور شور کرنے آئے مگر ناکام ہو کر واپس ہوئے - اللہ تعالےٰ نے اس علاقہ کے چماروں میں قبولیت اسلام کا رجحان پیدا کر دیا ہے جس کا انشاء اللہ تعالےٰ عمدہ نتیجہ نکلیگا -

خاکسار بندہ عصمت اللہ مبلغ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

راولپنڈی میں مولوی محمد اسحاق مانسہری ایڈیٹر کی

فتنہ پردازیاں

نیش عقرب نہ از پے کین است
مقتضائے طبیعتش این است

راولپنڈی شہر میں ان دنوں چند نام نہاد مولوی صاحبان جن میں سے مولوی محمد اسحاق و مولوی بہرام خان و محمد اسمٰعیل خاص طور پر قابل ذکر ہیں کی طرف سے سلسلہ عالیہ احمدیہ کے برخلاف گوناگوں کارروائیاں عمل میں لائی جا رہی ہیں - اور مختلف ذرائع کو کام میں لاکر اس سلسلہ کو بدنام کرنے کی نئے سے نئی کوشش ہو رہی ہے جا بجا جلسے کر کے یہ باطن مولوی صاحبان گالی گلوچ اور تکفیر سے کام لے رہے ہیں - الغرض ان ہی حضرات کے اشارہ سے ایک گمنام نامہ نگار صاحب نے ۶ جون و ۱۲ جون ۱۹۲۵ء کے سیاست میں دو مضامین شائع کرائے ہیں جن میں بہت سی غلط بیانیوں سے کام لیکر پبلک کو صریح دھوکا دیا گیا ہے -

چنانچہ ۶ جون کے "سیاست" میں لکھا ہے - راولپنڈی کے مرزائی حضرات نعمت اللہ خان مرتد کے قصاص میں مولوی اسلم خان صاحب کابلی کو تجویز کر رہے ہیں اور اپنے اس مقصد کے لئے حکومت دین سے مراد افسران پولیس ہے ، سے بھی سازباز کر رہے ہیں وغیرہ وغیرہ - ان کج باطن مولوی صاحبان اور دھوکا باز نامہ نگار صاحب کو یہ معلوم نہیں کہ مسلمان کو قتل کرنا تو کجا احمدی جماعت تو قتل مرتد کے بھی خلاف ہے اور اس جماعت کا ایمان ہے کہ اسلام نہ تلوار کے ذریعہ سے پھیلا ہے اور نہ تلوار کے زور سے قائم ہے - مذہب کا معاملہ خدا سے ہے - اگر کوئی شخص ایمان کو چھوڑ کر کفر کی طرف مائل ہوگا تو اس کی سزا اسکو خدا کے حضور ملیگی - اور ایسی سزاؤں کے لئے خدا تعالےٰ کی طرف سے ایک خاص وقت مقرر ہو چکا ہے پس جس جماعت کا یہ ایمان ہو وہ کیونکر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اخبار پیغام صلح

لاہور — رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

ہفتہ میں دو بار یکشنبہ و چہارشنبہ کو شائع ہوتا ہے

قیمت سالانہ ۵ ششماہی ۳ فی پرچہ ۱ آنہ

طلبا سے سالانہ للعہ

جلد ۱۳ | مدیر المسیح لاہوریہ یوم چہارشنبہ مورخہ ۹ ذوالحج ۱۳۴۳ ہجری مطابق یکم جولائی ۱۹۲۵ء | نمبر ۶۸

تعلیم اسلام کی جامعیت

اسلام کی تعلیم ہر لحاظ سے جامع ہے۔ اس کے تمام ارکان و اصول مسلم و مستند اور عقل کی کسوٹی پر پرکھے جا سکتے ہیں۔ اس میں کوئی چیز بیکار و بے سود نہیں۔ کوئی فضول رسم اور کوئی بے معنی حرکت اس میں شامل نہیں۔ اس کے قوانین عین فطرت کے مطابق ہیں۔ اسکی تعلیم عملی ہے۔ اور اس کا کوئی ایسا اصول نہیں جس پر بآسانی عمل نہ کیا جا سکے اگر مختلف اصول اسلام پر نظر ڈالی جائے۔ تو دنیا کے تمام مذاہب اس کے آگے ہیچ دکھائی دیتے ہیں۔

بعض مذاہب میں صرف رہبانیت اور گوشہ نشینی کی تعلیم ہے۔ بعض میں معاملات کے متعلق چند ہدایات ملتی ہیں بعض میں سیاسات اور پالیٹکس کے لئے کوئی قانون موجود نہیں۔ لیکن اسلامی تعلیم کی ایک بڑی خوبی یہ ہے۔ کہ اس میں بادشاہ کے لئے بھی ہے اور فقیر کے لئے بھی۔ اور آقا کے لئے بھی۔ اور غلام کے لئے بھی۔ عالم کے لئے بھی اور جاہل کے لئے بھی۔ بوڑھے کے لئے بھی اور نوجوان کے لئے بھی۔ مرد کے لئے بھی۔ اور عورت کے لئے بھی۔ حاکم کی کرسی کے لئے بھی۔ اور ملزم کے کٹہرے کے لئے بھی۔ کانگرس کے پلیٹ فارم کے لئے بھی۔ اور گورنمنٹ ہوس کے لئے بھی۔ ایڈیٹر کے قلم کے لئے بھی۔ اور طالب علم کے دماغ کے لئے بھی۔ جنگ کے میدان کے لئے بھی۔ اور صلح کے کمرے کے لئے بھی۔ غرض عالم امکان کے ہر پہلو اور ہر رُخ کے لئے مفصل اور روشن ہدایات موجود ہیں۔

تجربہ شاہد ہے۔ کہ آج ایک پارلیمنٹ یا اسمبلی جس میں بڑے بڑے تعلیم یافتہ اور بیدار مغز لوگ شامل ہوتے ہیں۔ ایک قانون پاس کرتی ہے۔ اور کل ہی اس میں ترمیم کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اور یہی نہیں۔ بلکہ بعض مذاہب تک ضروریات زمانہ کے مطابق اپنی تعلیم میں ترمیم و تنسیخ کر رہے ہیں۔ مثلاً ہندو بھائی اپنے مذہبی ضابطہ میں شدھی کی ترمیم گھسیڑ رہے ہیں۔ اور اگرچہ اس میں کامیاب نہیں ہوتے تاہم کوشش برابر جاری ہے۔ لیکن اسلام کی تعلیم ۱۳۴۴ سے عملی حالت قائم ہے۔ اور کسی زمانہ میں اس میں ذرہ بھر بھی ترمیم کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ جو مسئلہ ہے۔ جو حکم ہے۔ جو قانون ہے وہ آج تک ضروریات زمانہ کے عین مطابق ہے۔ اور انشاء اللہ ہمیشہ رہے گا۔ کیونکہ اس پر لاتبدیل لکلمات اللہ کی مہر لگائی جا چکی ہے

بعض اوقات انسان اپنے غرور و تمرد کے باعث زبان سے تسلیم نہیں کرتا۔ لیکن عملی طور پر اپنی زندگی کو اس کے ماتحت لا کر اس کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کر دیتا ہے۔ یہی حال قانون اسلام کا ہے۔ چنانچہ جن قوموں نے اب تک لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا زبانی اقرار نہیں کیا۔ وہ عملی طور پر قانون اسلام کی حکومت میں داخل ہو رہی ہیں۔ مثلاً

شراب کو اسلام نے حرام کر رکھا ہے۔ یورپ اور امریکہ کے لوگ ایک عرصہ تک اس کا انکار کرتے رہے۔ اور کہتے رہے۔ یہ نشاط طبع کا باعث ہے۔ اس سے دماغ تر و تازہ ہوتا ہے۔ اور جسم نشو و نما پاتا ہے۔ لیکن بالآخر یہ معلوم کر کے کہ شراب دل کو ضعیف کرتی ہے۔ اولاد کمزور پیدا کرتی ہے۔ عقل کو بے حد نقصان پہنچتا ہے۔ اخلاق تباہ ہو جاتا ہے۔ سب کو تسلیم کرنا پڑا۔ کہ یہ چیز واقعی "ام الخبائث" ہے نتیجہ یہ ہوا کہ انسداد شراب کے لئے باقاعدہ جہاد شروع ہوا انجمنیں بنائی گئیں اخبار جاری کئے گئے۔ اور بالآخر قانون پاس کر دیا گیا۔ کہ کوئی شخص شراب استعمال نہ کرے۔ قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔

اسی طرح تعداد ازواج پر ایک عرصہ تک مضحکہ اُڑایا جاتا رہا لیکن جب جنگ یورپ نے مردوں کی ایک بڑی تعداد کو فنا کے گھاٹ اتار دیا۔ جس سے ایک طرف تو (۱) ترقی نسل کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اور دوسری طرف (۲) جوان کنواری مہ جبینوں نے اخلاق انسانی کو اپنے عشوہ و ناز کی چھری سے ذبح کر دیا۔ تو ضرورت محسوس ہوئی۔ کہ ہر مرد کے لئے ایک سے زیادہ عورتوں کا ہونا ضروری ہے۔ علیٰ ہذا

پردہ کو ہمیشہ ترقی کے منافی بتایا جاتا رہا ہے۔ اور آج بھی بڑے زور شور سے اس کے خلاف وعظ کہا جاتا ہے لیکن وہی لوگ جو ایسا کہتے ہیں۔ عملی طور پر پردہ کے پابند ہیں۔ ہندوستان ہی میں جہاں ہندو بھائی پردہ کے مخالف ہیں۔ یوپی میں چلے جائیے۔ اور دیکھ لیجئے۔ کہ تمام معزز ہندو گھرانوں میں سختی کے ساتھ پردہ کا رواج ہے۔ پنجاب ہی کو لیجئے۔ جہاں کے ہندو زیادہ آزاد خیال ہیں۔ اگر کوئی ہندو خاتون جا رہی ہو۔ اور کوئی آدمی اُسے گھور کر دیکھے۔ تو اُس کا جو کوئی رشتہ دار ساتھ ہوگا۔ اُسے نہایت بُرا معلوم ہوگا۔ گویا فطرت اندر سے پکار رہی ہے۔ کہ عورت کو مرد کی نظر سے محفوظ رکھنا چاہیئے۔ اور یہی وہ فطری تقاضا ہے جس کو اسلام نے ہر جگہ ملحوظ رکھا ہے۔

آخر میں تعلیم اسلام کے متعلق چند معتبر اور سر برآوردہ غیر مسلموں کی رائیں درج کی جاتی ہیں۔

(۱) ہندوستان کے نامور فرزند مہاتما گاندھی جی اپنے اخبار ینگ انڈیا میں تحریر فرماتے ہیں کہ

"اسلام کا سب سے بڑا خاصہ یہ ہے۔ کہ وہ فطرت انسانی کے عین مطابق ہے"

(۲) شہرہ آفاق فرانسیسی مورخ والٹیر رقمطراز ہے۔

"میں آپ سے بار بار کہونگا کہ وہ ناقص العقل اور جاہل ہیں۔ جو اسلام پر دیگر الزامات کے علاوہ عیش پسندی اور راحت پرستی کا اتہام عاید کرتے ہیں۔ یہ تمام الزامات ناجائز اور حقیقت سے بعید ہیں۔ اور آپ کو دوسرے مواقع کی طرح یہاں بھی غلط فہمی ہوئی ہے۔ پادریو! راہبو! مجاورو! اگر رمضان شریف کا مہینہ سخت گرمیوں میں آئے۔ اور آپ کو ہدایت کی جائے کہ صبح سے ۷ بجے رات تک ہر چیز کے کھانے پینے سے منع کر دیا جائے۔ اگر آپ کے لئے شراب قماربازی حرام کر دی جائے۔ اگر آپ سے جھلستے ہوئے ریگستانوں عبور کر کے حج کو جانے کے لئے کہا جائے۔ اگر آپ کو کہا جائے کہ جائیداد کا ۲½ فی صدی حصہ غریبوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ اگر آپ عورتوں کی حسیات شباب کے تنہا مالک ہوں۔ اور اس سے چودہ ایک دم کم کر دی جائیں۔ تو کیا آپ نیک نیتی سے یہ کہنے کی جرأت ہیں۔ کہ ایسا مذہب عیش پسند ہے۔"

(۳) مسٹر ایس۔ پی۔ سکاٹ مصنف "ہسٹری آف مورش ایمپائر ان یورپ" تحریر فرماتے ہیں۔

"ہم کو چاہیئے۔ کہ اس غیر معمولی مذہب کی تیز رفتاری اور اس کے مستقل اثرات کی قدر کریں۔ کہ جو ہر جگہ امن و مسرت اور سطوت اپنے ساتھ لے کر گیا جس نے کعبہ کے بتوں کو توڑ کر تیس صدیوں کی روایات کو مٹا دیا جس نے مجوسیوں کو ایران کے نورانی آتش کدوں سے نکال باہر کیا جس نے مشہور و منسوب مصریوں کے ایک شاندار کید جس کا کوئی ثانی نہیں۔ جس نے کیتھولک مذہب کی دینی کونسلوں پر فاتحانہ حملہ کیا۔ اور اُن کو اُن کے اصل عقاید کی طرف بلایا جس نے ربع مسکون کی پیمائش کر کے اس کی پیمائش مہا دی جس نے آسمان کے نورانی ستاروں پر اپنے سنہری دستخط کر دیئے جس نے یکے بعد دیگرے ایسے شاہی خاندان پیدا کئے۔ جو اپنی رعایا کو علوم و فنون کی لازوال نعمتوں سے مالا مال کر دینے کے متمنی تھے۔ اور جو عقلی اور ذہنی قوتوں کی ایسی سلطنت چھوڑنا چاہتے تھے جو انقلاب زمانہ کی دستبرد سے باہر ہو۔"

(۴) مسٹر ایڈمنڈ برک فرماتے ہیں۔ "قانون اسلام بادشاہ سے لے کر رعایا کے ایک فرد تک حاوی ہے۔ اس کی بنیاد ایک معقول ترین شریعت پر قائم ہے۔ واقعی اس سے پہلے دنیا میں اس کی نظیر نہیں پائی جاتی (امپیچ منٹ آف وارن ہیسٹنگز)

(۵) ایک جرمن پروفیسر نے ایک جرمن اخبار میں اسلام اور مسیحیت کا مقابلہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "عیسائیت نے رہبانیت خودکشی اور عصمت فروشی کو جائز قرار دیا ہے۔ لیکن اسلام ان قباحتوں کا قلع قمع کرتا ہے۔ عیسائی عمر بھر فیشن کے بندے رہ کر آخر خودکشی کی گود میں سفر حاصل کرتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں کی زندگی خواہ کسی قدر تلخ ہو جائے۔ وہ خودکشی نہیں کرتا۔ کیونکہ اس کے خدا کا یہ حکم ہے۔ کہ تو ہماری رحمت سے مایوس نہ ہو" (مسلم راجپوت)

اعلان تعطیل۔ عید الاضحٰے کی تقریب کی وجہ سے دو دن کے لئے دفتر اخبار بند رہیگا۔ اس لئے آیندہ پرچہ اتوار (مورخہ ۵ جولائی) کے بجائے بدھ (مورخہ ۸ جولائی) کو شائع ہوگا۔

انما المؤمنون اخوۃ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۳ — ذوالحجہ ۱۳۴۴ھ — نمبر ۶۸

عبدالجبار خیری اور اشاعت اسلام

پیغام صلح کی گزشتہ اشاعت میں مولانا مولوی صدرالدین صاحب کا ایک مراسلہ اخبار الجمعیۃ کے جواب میں شائع کیا گیا تھا جس میں مولانا نے تفصیل کے ساتھ لکھا تھا کہ عبدالجبار خیری کے متعلق اُن کے دل میں کوئی بُغض اور عناد نہیں۔ اور نہ وہ اُن کو خواہ مخواہ بدنام کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن یہ کہنا ہی صحیح نہیں۔ کہ عبدالجبار صاحب جرمنی کی جماعت اسلامیہ کے صدر ہیں۔ اور وہ وہاں اشاعت اسلام کا کام کر رہے ہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ برلن یونیورسٹی میں طالب علم ہیں۔ انہوں نے ایک جمعیت بیشک بنا رکھی ہے جس کے خود صدر بنے ہوئے ہیں۔ لیکن سفارت ترکی۔ سفارت افغانی اور دیگر مسلمانان مقیم برلن انہیں اپنا امام تسلیم نہیں کرتے۔ نہ ان کی جمعیت میں شامل ہیں۔ اور صاف طور پر انہیں لکھ چکے ہیں۔ کہ ہم آپ کو امام نہیں مانتے۔ ایسا ہی کوئی باقاعدہ تبلیغ کا کام عبدالجبار نہیں کرتے۔ پانچ چھ سال کے عرصہ میں دو مردوں اور دو عورتوں کو انہوں نے مسلمان کیا ہے۔ لیکن مؤخرالذکر اُن کے دو عزیزوں کی بیویاں ہیں۔ اور اول الذکر نہایت ادنیٰ طبقہ کے افراد ہیں۔ اس کے ساتھ ہی حضرت مولانا نے بعض ممتاز مسلمانوں کے نام بھی دئے تھے جن سے اس بارہ میں شہادت طلب کی جاسکتی ہے۔

حضرت مولانا کی اس تحریر پر "الجمعیۃ" نے پھر ایک نوٹ اپنی ۲۴ جون ۱۹۲۵ء کی اشاعت میں لکھا ہے۔ اور ۱۸ مارچ ۱۹۲۳ء کے مسلم کرانیکل میں سے جرمن ڈاکٹر ہرشوبمس کی شہادت نقل کی ہے۔ جس میں عبدالجبار صاحب کی کوششوں کو سراہا گیا ہے یہ ڈاکٹر ہرشوبمس کون ہیں۔ اور انہوں نے جو کچھ لکھا ہے آیا وہ اُن کی اپنی رائے ہے۔ یا عبدالجبار صاحب کی کوششوں کا نتیجہ۔ اس کے لئے امریکہ کے ڈاکٹر بانگ کے ذیل کے فقرات پڑھ لینے ضروری ہیں۔ جو انہوں نے اپنی ایک چٹھی میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کو لکھ کر بھیجے تھے۔ اور ۱۵ جنوری ۱۹۲۴ء کے "پیغام صلح" میں شائع ہو چکے ہیں۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ڈاکٹر بانگ وہی شخص ہیں۔ جن کے متعلق "الجمعیۃ" اپنے پہلے نوٹ میں لکھ چکا ہے۔ کہ وہ عبدالجبار صاحب کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ حالانکہ وہ پروفیسر برکت اللہ کے ذریعہ امریکہ میں مسلمان ہوئے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کا خط بہت طویل ہے۔ جس میں انہوں نے خیری صاحبان کی جماعت اسلامیہ کی پوری تاریخ لکھی ہے۔ اس کے جستہ جستہ فقرات "الجمعیۃ" کی اطلاع کے لئے ہم ذیل میں نقل کئے دیتے ہیں۔

ڈاکٹر بانگ صاحب لکھتے ہیں:۔

"ونسڈارف میں عیدالفطر ۱۹۲۲ء کے موقع پر عبدالجبار نے برلن میں ایک جماعت یا مسلم کمیونٹی یا انجمن بنانے کے لئے اپیل کی ڈاکٹر احمد ولی ایک مصری نے اس کی تائید کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۴۰-۵۰ نام فہرست میں درج ہو گئے۔ اگرچہ کل حاضرین کی تعداد تین چار سو تھی۔ ایک کمیٹی جس میں میں بھی شریک تھا جماعت پر مقرر کی گئی۔ میں نے عبدالجبار کا نام امامت کے لئے پیش کیا۔ اور مجھے میری مرضی کے خلاف دوسرے اہم عہدہ پر یعنی صاحب الامیر مقرر کیا گیا۔ اس وقت اس بات کا پورے طور پر اظہار کر دیا گیا۔ کہ جماعت کا سیاسیات سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ جیسا کہ قاعدہ نمبر ۸ ضوابط میں درج ہے۔ جہاں تک میری طاقت میں تھا۔ میں نے جماعت کی امداد کو اپنا فرض سمجھا۔ اور اس کی کامیابی کے لئے بے حد کوشش کی۔ بعض وجوہات کے باعث زیادہ سمجھدار اور اعلیٰ طبقہ کے مسلمان اس میں شریک نہ ہوئے جس کی وجہ [illegible]

[illegible] میں سے صرف چند نا تجربہ کار نوجوان طالبعلم ہی مجالس میں شریک ہوتے رہے۔ اس سے جماعت کا نظام قائم کرنے میں مشکلات پڑ گئیں۔ اسی اثنا میں آپ (خواجہ کمال الدین صاحب) برلن تشریف لائے۔ اور عبدالجبار اور اس کا بھائی آپ سے ہوٹل میں ملے تاکہ جماعت کے ساتھ آپ کی دلچسپی پیدا کی جائے لیکن آپ نے اسے مشتبہ نگاہوں سے دیکھا۔ جو فی الحقیقت درست تھا۔ میں نے آپ کو جماعت میں بلانا فرض سمجھا۔ اور آپ میرے بلانے پر تشریف لے آئے۔ اور ایک تقریر کی جس کے ذریعہ سے جماعت کا وقار بڑھنے میں مدد ملی۔ اور حاضرین پر بڑا اثر پڑا۔ آپ نے جماعت کی مدد میں دو پونڈ نقد عطا کئے جس مدد کے ذریعہ سے جماعت کا نظام قائم ہو گیا۔ اور قواعد و ضوابط کی کتاب چھپ کر جماعت رجسٹری ہو گئی۔ میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ اس ذاتی اخلاقی اور مالی مدد کے بغیر جماعت کا نظام کبھی قائم نہ ہو سکتا اور وہ اسی وقت ٹوٹ جاتی کیونکہ عبدالجبار پر لوگوں کو اعتبار نہ تھا۔

اس وقت کے بعد عبدالجبار خفیہ طور پر میرا دشمن بن گیا۔ چونکہ وہ آپ کو اپنے نفسانی اغراض کے حصول کے لئے کٹھ پتلی نہ بنا سکا۔ اس لئے وہ غصہ سے بھر گیا۔ اس وقت اس نے اپنی ایک کٹھ پتلی پروفیسر کیمفر کے ذریعہ سے آپ کے خلاف پروپیگنڈا شروع کیا۔

. . . .

"اب جماعت ایک مردنی کی حالت میں ہے اور اب عبدالجبار کے ساتھ سوائے چند نوجوان لڑکوں کے جو وہ بھی جلد علیحدہ ہو جائینگے۔ اور کوئی شخص نہیں رہا۔ وہ ترکوں افغانوں وغیرہ پر نہایت بیہودہ حملے کرتا رہا ہے مولوی صدرالدین اور مبارک علی قادیانی کا تو ذکر ہی کیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ جرمنی میں رہنے والے تمام مسلمان اس کی تفریق بین الاسلام پالیسی سے سخت بیزار ہو رہے ہیں۔ اور اسے مسلمانوں میں بجائے اتحاد کے تفرقہ ڈالنے کا منبع سمجھتے ہیں میں جماعت کے قواعد و ضوابط کی ایک کتاب آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں جو آپ کے خرچ پر طبع کی گئی تھی بعد اس کے کہ یہ قواعد جماعت نے منظور کر لئے عبدالجبار نے چھپنے سے پہلے آخری پروف دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ جس پر اس نے بعض قواعد بلا اطلاع جماعت ایسے طور پر بدل دیئے کہ جماعت کا سارا اختیار اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ آخری دو صفحوں پر اس نے ایک جنتری درج کی جو خود اس کی اپنی ایجاد ہے۔ اور جسے اس نے جماعت کی جنتری قرار دیا۔ آخری صفحہ پر اس کے کاروبار کا اشتہار ہے"

"عبدالجبار نے مولوی صدرالدین اور مولوی مبارک علی قادیانی سے روپیہ بٹورنے کی بھی کوشش کی اور جب وہ اس میں ناکام رہا۔ تو ان کی مخالفت شروع کر دی۔ اگرچہ وہ اپنے آپ کو قادیانیوں کا سخت دشمن بیان کرتا تھا تاہم اس نے کوئی دقیقہ مبارک علی قادیانی کا یار غار بننے میں نہ چھوڑا۔ اور جب مبارک علی اس کے ہتھے نہ چڑھا۔ تو اس نے مخالفت شروع کر دی"

ڈاکٹر خالد بانگ کے اس بیان سے صاف ظاہر ہے۔ کہ عبدالجبار صاحب بعض لوگوں کو کسی نہ کسی طرح کٹھ پتلی بنا کر ان کے ذریعہ سے پروپیگنڈا کرتے رہتے ہیں جیسا کہ پروفیسر کیمفر کو انہوں نے بنایا جن کو آخرکار مولانا صدرالدین صاحب سے عدالت میں معافی مانگنی پڑی۔ ڈاکٹر ہرشوبمس کی شہادت بھی اسی ذیل میں لائی جاسکتی ہے۔ ورنہ اگر فی الواقعہ وہ اخلاص کے ساتھ اسلام کی تبلیغ میں منہمک ہوتے تو ڈاکٹر بانگ جیسے غیر طرفدار اور غیور مسلمان کو ان کے متعلق ایسے خیالات کا اظہار کرنے کی ضرورت نہ تھی بلکہ ڈاکٹر صاحب کے تعلقات خواجہ صاحب یا مولوی صدرالدین صاحب کی نسبت عبدالجبار صاحب کے ساتھ زیادہ دیرینہ تھے۔ انہیں اگر طرفداری بھی کرنی تھی۔ تو عبدالجبار صاحب کی کرتے نہ کہ مولانا صدرالدین کی۔ رہا یہ کہ عبدالجبار صاحب کا طالب علم ہونا کوئی معیوب بات نہیں یہ صحیح ہے اور مولانا صدرالدین صاحب نے بھی اس کو کبھی معیوب قرار نہیں دیا بلکہ صرف اس قدر کہا تھا کہ عبدالجبار صاحب نے اپنے آپ کو پروفیسر مشہور کر رکھا ہے حالانکہ وہ طالب علم ہیں اور اس کا اظہار انہوں نے مولوی صاحب کے سامنے ایسے رنگ میں کیا جس سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ اس کو گو مگو میں رکھ کر ... اور پروفیسر کے غلط لقب سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔

امید ہے کہ ان تصریحات کے بعد "الجمعیۃ" کو مزید تشریح کی ضرورت نہ رہیگی۔ لیکن اگر اس نے چاہا۔ تو بعض دوسرے قابل اعتماد [illegible]

عبدالجبار صاحب سے ہمیں کوئی ذاتی عناد نہیں ہے وہ اگر اشاعت اسلام کا کام کرتے ہیں تو اس سے بڑھ کر اور کوئی خوشی کی بات نہیں ہوسکتی ۱۹۲۰ء میں جب انہوں نے ووکنگ مسلم مشن سے خط و کتابت کی اور اس کی ایک شاخ برلن میں کھولنے کے لئے استدعا کی۔ تو ہم نے تو اس کو پسند کیا تھا کہ اس شاخ کا اہتمام عبدالجبار صاحب کے ہاتھ میں ہو۔ لیکن بعد میں جب ان کے پوشیدہ حالات کا علم ہوا۔ تو یہ رائے بدل گئی اور حضرت مولانا صدرالدین صاحب کو بھیجا گیا۔ اس پر عبدالجبار صاحب نے برلن میں حضرت مولانا کو بدنام کرنے اور ان کے تبلیغی کام کو روکنے بلکہ مسجد تک کی تعمیر کو رکوانے کے لئے ایسی ایسی چالبازیوں اور ناحق کوششوں سے کام لیا۔ کہ ایک مسلمان کے لئے ایسی حرکات باعث شرم ہونی چاہئیں ہمیں حیرت ہے کہ "الجمعیۃ" نے آج تک عبدالجبار صاحب سے یہ کیوں دریافت نہیں کیا۔ کہ مسجد کے بنانے میں انہوں نے کیوں رکاوٹ پیدا کی اور ان کا یہ فعل کونسے اسلام کے مطابق ہے۔ آخر جماعت احمدیہ کی بنائی ہوئی مسجد میں جو اب خدا کے فضل سے (علی الرغم مخالفین) تعمیر بھی ہو چکی ہے ایک خدا ہی کا وعظ کیا جانا تھا۔ اور تثلیث کی تردید اس کا اصل منشا تھا۔ کیا ایک مسلمان جو اپنے آپ کو مبلغ اسلام ظاہر کرتا ہے اس کو بھی گوارا نہیں کرسکتا اور محض احمدی کا نام آجانے کی وجہ سے وہ کفرستان کے اندر اسلامی مسجد کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتا افسوس ہے اس کے اسلام پر اور صد ہزار افسوس اس برائے نام مبلغیت پر جو ایک اسلامی مسجد کی تعمیر میں روک کا موجب ہو۔

مولوی اور ڈاڑھی

۳۰ جون ۱۹۲۵ء کے اخبار "زمیندار" میں بعض علمائے دیوبند کی تقاریر درج ہوئی ہیں۔ جو انہوں نے لاہور کے ایک جلسہ منعقدہ ۲۸ جون میں کیں۔ ان تقاریر میں مولوی مرتضیٰ حسن صاحب کی طرف ذیل کے فقرات منسوب کئے گئے ہیں:۔

حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔ کہ شیطان انواع و اقسام کی فریب کاریوں سے انسان کو بہکاتا ہے۔ عوام کو تو وہ بغیر کسی تکلیف کے فریب دے کر انہیں شراب۔ جوا۔ زناء۔ وغیرہ کے ارتکاب پر رضامند کر لیتا ہے۔ مگر مولویوں کے پاس آکر اسے ذرا مستعدی اور عیاری سے کام لینا پڑتا ہے۔ اگر وہ کسی مولوی سے چھٹتے ہی یہ کہے کہ حضرت مے نوشی یا رنڈی بازی کیجئے۔ تو یقیناً مولوی صاحب کو اس حکم کی یک بیک تعمیل میں تامل ہو گا کیونکہ اگر کسی عامی پر مولوی صاحب کی اس حرکت کا اظہار ہو گیا۔ تو مولوی صاحب کے حلوے مانڈے کی خیر مشکل ہے۔ لہٰذا وہ سب سے پہلے انہیں ڈاڑھی پھیلانے کی تلقین کرتا ہے پھر شیطانی تعلیم کے ماتحت ہر ایک گناہ کے ارتکاب کے وقت مولوی صاحب داڑھی پر ہاتھ پھیر کر کہہ لیتے ہیں۔ کہ جب تو ہے تو کیا غم ہے۔ مگر شیطان کا گذار نہیں مولویوں تک ہے۔ جن کی زندگی کا مقصد فقط حلوا مانڈا ہے والا ہیچ۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈاڑھی پھیلانا مولوی صاحب کے نزدیک شیطانی کام ہے۔ اور مولوی لوگ اپنے حلوے مانڈے کے لئے ایسا کرتے ہیں۔ فی الواقعہ موجودہ زمانہ کے علمائے سوء کا یہی حال ہے اور مولوی مرتضیٰ حسن صاحب کی صاف گوئی قابل داد ہے کہ ان الفاظ میں انہوں نے اس اندرونی کیفیت کا ہوبہو فوٹو کھینچ کر رکھ دیا ہے۔ جو اُن کی اور اُن کے ہم مشرب مولویوں ریش دراز کے نیچے پنہاں ہے۔ ہمارا خیال ہے۔ کہ ان الفاظ کے منہ سے نکالتے وقت مولوی صاحب نے اپنی ریش مبارک پر ہاتھ پھیر کر کہا ہوگا۔ کہ

"جب تو ہے۔ تو کیا غم ہے"

فی الحقیقت ان لمبی ڈاڑھیوں کو اگر تھوڑی دیر کے لئے صاف کر دیا جائے۔ تو ان مقدس صورتوں کے نیچے سے ایسی ایسی ہوش ربا شیطنتوں کا اظہار ہو۔ کہ خود مولوی مرتضیٰ حسن بھی حواس باختہ ہو جائیں۔

تکفیر اہل قبلہ اور مولوی مرتضیٰ احسن

اپنی اسی تقریر میں مولوی مرتضیٰ احسن صاحب نے یہ بھی کہا کہ

"حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اگر کسی مسلمان کے اقوال میں ننانوے فیصدی کفر یقینی ہو۔ اور صرف ایک فیصدی ایمان کا شائبہ موجود ہو۔ تو وہ خارج از اسلام نہیں ہو سکتا۔ بلکہ میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ ہزار نہیں لاکھ نہیں کروڑ اقوال میں سے ننانوے لاکھ ننانوے ہزار نو سو ننانوے اقوال میں کفر کا احتمال ہو تو جب تک قائل کی نیت اور مفہوم سے خاطر خواہ آگاہی نہ ہو اسے کافر کہنا ظلم ہے۔ ہم کسی کو کافر نہیں کہتے ہمیں کوئی کافر کہا کرے۔"

مولوی صاحب کی اس وسعت قلبی اور فراخ حوصلگی کی ہم داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اور ہم دل سے متمنی ہیں کہ اسی قسم کی وسیع الخیالی تمام علمائے کرام کے اندر پیدا ہو جائے تاکہ تکفیر کا مرض جو امت مرحومہ کے مختلف اجزا کو پریشان اور ایک دوسرے سے متفرق کر رہا ہے۔ دور ہو کر فرزندان اسلام ایک شیرازہ میں منسلک ہو سکیں۔

لیکن سوال یہ ہے۔ کہ آیا مولوی صاحب کا یہ فتویٰ صرف رضائی مکفرین کے متعلق ہے۔ یا مسلمانوں کے تمام فرقے اور بالخصوص احمدی جماعت بھی اس کے اندر شامل ہو سکتی ہے کیا ہم امید کریں کہ.. مولوی مرتضیٰ حسن صاحب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فتوے کے ماتحت جماعت احمدیہ کے بھی دائرہ اسلام کے اندر ہونے کا اعلان کرینگے۔ اور اس سے پیشتر جن خیالات کا وہ اظہار کر چکے ہیں۔ کہ ایک شخص کا آریہ یا عیسائی ہو جانا بہتر ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ احمدی ہو۔ ان پر اظہار افسوس کر کے اپنی فراخدلی کا ثبوت دیں گے؟

دھارمک فتوے اور عقل اور سائنس

معاصر "آریہ گزٹ" نے "ہندو بیوگان اور اچھوت" کے عنوان سے ایک مقالہ افتتاحیہ لکھا ہے۔ جس میں اس بات کا رونا روتے ہوئے کہ ہندو بیوگان کے ازدواج ثانی اور اچھوتوں کے سدھار میں سناتن دھرمی آریہ سماج کی شدت سے مخالفت کر رہے ہیں آخر میں بتایا ہے کہ

"حالات ایسے رونما ہوئے ہیں۔ کہ اب ہمیں اس بارہ میں ایک طرف ہونا پڑے گا۔ اگر ہم اچھوتوں کو نہیں اپنائینگے۔ تو وہ ہمارا ساتھ چھوڑ دینگے۔ اگر ہم ودھواؤں کی حالت کو بہتر نہیں بنائینگے۔ تو وہ ہندو دھرم کو تلانجلی دیدینگی کیونکہ آزادی کے خیالات دنیا کے کرہ ہوائی میں موجزن ہیں۔ اور ہر ایک جماعت ان سے آگاہ ہو گئی ہے۔ اس وقت محض دھارمک فتوے دینے سے کام نہیں چل سکتا۔ زمانہ عقل اور سائنس کا ہے۔"

ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے۔ کہ سماج بیوگان اور اچھوت ادھار کے متعلق آریہ سماج جو کچھ کر رہی ہے۔ وہ خود آریہ گزٹ کے نزدیک بھی دھارمک نہیں۔ بلکہ زمانہ کی ہوا اور عقل اور سائنس کی پیروی کی گئی ہے۔ ہندو دھرم سے اگر پوچھا جائے تو اس کا فتویٰ کچھ اور ہو گا۔ جو عقل اور سائنس کے قطعاً مطابق نہیں۔ اسی لئے ہم کہتے ہیں۔ کہ آریہ سماج نے جو عقاید ویدوں کی طرف آج منسوب کئے ہیں۔ ان کا ویدوں سے دراصل کوئی تعلق نہیں۔ وہ صرف موجودہ زمانہ کی روشنی اور عقل اور سائنس کی پیروی میں بنائے گئے ہیں۔ حالانکہ یہی وہ عقاید ہیں جن کی اسلام آج سے تیرہ سو سال پہلے تعلیم دے چکا ہے۔ ہم آریہ گزٹ سے عرض کرنا چاہتے ہیں۔ کہ اگر فی الواقعہ ہندو سوسائٹی کا وہ بھلا چاہتا ہے تو اسے اسلام کی طرف آنا چاہیئے۔ کہ اس کے اندر تمام باتیں دھارمک بھی ہیں۔ اور علم و عقل کے عین مطابق بھی۔

انجیل اور قرآن

معاصر "نور افشاں" نے اپنی کسی گذشتہ اشاعت میں لکھا تھا کہ

"..... انجیل الہٰی کتاب ہونے کے ساتھ انسانی کتاب بھی ہے۔ جسے بعض انسانوں نے لکھا۔ انسانی علم و معلومات کے ساتھ لکھا۔ انسانی ذہن کے ساتھ لکھا۔ انسانی تجربہ کے موافق لکھا۔ انسانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے لکھا۔ پس لکھنے والے انسانوں کی جسمانی و ذہنی علمی و اخلاقی و روحانی کمزوریوں کا ان کی تحریر میں نمایاں ہونا لازمی تھا۔"

اس پر رائے زنی کرتے ہوئے آریہ گزٹ رقمطراز ہے کہ

"پرماتما کرے کہ مسلمان بھی ایڈیٹر نور افشاں کی مانند قرآن کے نقائص کو تسلیم کریں"

اگر اسی طرح سے ہم بھی دعا کریں۔ کہ خدا کرے آریہ بھی ایڈیٹر نور افشاں کی مانند ویدوں کے نقائص کو تسلیم کریں تو امید ہے ایڈیٹر آریہ گزٹ کو ناگوار نہ گذریگا۔

لیکن سوال یہ ہے کہ آیا فی الواقعہ ان دعاؤں سے قرآن اور وید کے اندر نقائص ثابت ہو جاتے ہیں۔ موخر الذکر کے متعلق تو ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ ہمارے دوست مولوی عبد الحق صاحب کی کتاب "سرگذشت وید" شاید اس کا بہترین جواب ہو گی لیکن قرآن کے متعلق ہم آریہ گزٹ کو بتانا چاہتے ہیں۔ کہ وہ انجیل کی طرح "انسانوں کی لکھی ہوئی اور انسانی علم و معلومات کے ساتھ لکھی ہوئی کتاب نہیں۔ اور اس لئے کوئی بھی جسمانی و ذہنی علمی و اخلاقی و روحانی کمزوریاں اس میں پائی نہیں جاتیں قرآن خدا تعالےٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ اور..... نزول کے دن سے لے کر آج تک اس میں ایک حرف کی بھی کمی بیشی نہیں ہوئی۔ یہی اس کے خدا کی طرف سے ہونے پر سب سے زیادہ زبردست دلیل ہے۔

سوامی شردھانند کا فتویٰ

حال ہی میں سوامی شردھانند نے ایک سناتنی ہندو دشارد اپدیشک رچاریہ کو بعض اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے یہ اعلان کیا ہے کہ

"آریہ سماج ودھوا وواہ کو آپت دھرم کی شکل میں بھی ٹھیک نہیں مانتا۔ آریہ سماج کے خیال میں اولاد پیدا کرنے کے لئے صرف نیوگ کی اجازت ہے لیکن نیوگ آپت دھرم کی شکل میں صرف اس وقت کیا جا سکتا ہے جب کہ ورن آشرم دھرم کا شدھ پرچار ہو۔ اور سماج کی اخلاقی حالت نہایت بلند پایہ پر ہو۔ اس لئے یہ وقت نیوگ کے پرچار کا نہیں ہے۔ آریہ سماج صرف ان بال ودھواؤں کے وواہ کی تائید کرتا ہے۔ جو اکھشت یونی ہیں"

بالفاظ دیگر جو عورتیں چھوٹی عمر میں شادی کے بعد خاوند کی شکل دیکھے کے بغیر بیوہ ہو گئی ہیں۔ انہی کی دوبارہ شادی کے لئے آریہ سماج کوشاں ہے۔ اور دوسری بیواؤں کی شادی کا وہ حامی نہیں۔

لیکن سوامی صاحب نے اپنے پہلے فقرہ میں جو یہ کہا ہے کہ "آریہ سماج ودھوا وواہ کو آپت دھرم کی شکل میں بھی... ٹھیک نہیں مانتا"

یعنی بیواؤں کا نکاح آریہ سماج کے نزدیک مجبوری کی حالت میں جائز نہیں۔ اور اس کے بجائے اولاد پیدا کرنے کا ذریعہ نیوگ ہے۔ تو اکھشت یونی بال ودھواؤں "کا نکاح کیسے جائز ہو گیا۔ کیا انہیں نیوگ پر مجبور نہیں کیا جا سکتا؟ یہ بھی عجیب بات ہے۔ کہ ایک طرف تو نیوگ کو آپت دھرم (مجبوری کا مذہب) مانا جاتا ہے۔ اور دوسری طرف اس وقت کے لئے اسے جائز سمجھا جاتا ہے۔ جب "سماج کی اخلاقی حالت نہایت بلند پایہ پر ہو" گویا آریہ سماج کی بلندی اخلاق کا معیار یہ ہے۔ کہ نیوگ جیسی حیا سوز تعلیم پر عمل ہو سکے اگر اس کا نام "اخلاقی حالت کا بلند ہونا" ہے۔ تو اخلاق کا جنازہ پڑھ دینا چاہئے۔

سناتن دھرم اور آریہ سماج

باوجود اس کے کہ سناتن دھرم اور آریہ سماج کے معتقدات میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ باوجود اس کے کہ سوامی دیانند نے سناتنی معتقدات پر ستیارتھ پرکاش میں ایسی ایسی پھبتیاں اڑائی ہیں۔ اور ایسی مغلظ گالیاں دی ہیں۔ کہ توبہ ہی بھلی باوجود اس کے کہ اب بھی بہت سی باتوں میں آریہ سماج اور سناتن دھرم کی جنگ خوب زوروں پر ہے۔ تاہم جب اسلام سے مقابلہ کا سوال ہو تو یہ تمام باتیں بالائے طاق رہ جاتی ہیں۔ اور الکفر ملۃ واحدۃ کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے۔

اس کی ایک تازہ مثال راولپنڈی کے سناتنی اخبار "سدرشن" کے ذیل کے فقرات ہیں۔ جو اس نے ستیارتھ پرکاش کے چودہویں سمولاس کی ضبطی کے سوال پر لکھے ہیں۔ وہ لکھتا ہے۔ کہ

"سناتن دھرمی آریہ سماجیوں کو باوجود چند عارضی اختلافات کے اپنا بھائی سمجھتے ہیں۔ اور کوئی مسلمان بھی سناتن دھرمیوں کی نظر میں ملیکش سے کم درجہ کا نہیں۔ اگر مسلمانوں کی طرف سے ستیارتھ پرکاش ضبط کرانے کی کوشش کی گئی۔ تو سناتن دھرمی اس وقت آریہ سماج

"سناتن دھرمی آریہ سماجیوں کو باوجود چند عارضی اختلافات کے اپنا بھائی سمجھتے ہیں اور کوئی مسلمان بھی سناتن دھرمیوں کی نظر میں ملیکش سے کم کا درجہ نہیں۔ اگر مسلمانوں کی طرف سے ستیارتھ پرکاش ضبط کرانے کی کوشش کی گئی۔ تو سناتن دھرمی اس وقت آریہ سماج کے جھنڈے تلے جمع ہو کر مخالفوں کے حملوں کا جواب دیں گے۔ سناتن دھرمیوں کے لئے ایک برے سے برا آریہ سماجی ہزار نیک سے نیک مسلمانوں سے اچھا ہے۔"

کہاں ہیں وہ لوگ جو مولانا محمد علی کے اس خیال پر کہ ایک ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان کو مہاتما گاندھی پر ترجیح حاصل ہے۔ سیخ پا ہو رہے تھے۔ "پرکاش" نے سدرشن کے ان فقرات کو نقل کرنے باوجود کیوں ان پر وہی ریمارک نہیں کیا۔ جو مولانا محمد علی پر ملاپ کے اندر کیا گیا تھا۔ کیا اس لئے کہ اس میں آریہ سماج کی حمایت ہے اور مسلمانوں کو ملیکش کے نام سے کیا گیا ہے۔ حالانکہ رات دن یہ رونا رویا جاتا ہے کہ مسلمان دوسروں کو کافر کہتے ہیں اور یہ قومیت متحدہ کی راہ کا روک ہے۔ (حالانکہ کافر کا لفظ کوئی گالی نہیں۔ بلکہ اس کے معنے محض "انکار کرنے والے" کے ہیں) لیکن کیا "ملیکش" کا مطلب اس سے بڑھ کر گالی نہیں! بہر حال مسلمانوں کو اس سے عبرت پکڑنی چاہیئے۔ جو چھوٹے چھوٹے اختلافات پر ایک دوسرے کے دست و گریبان ہوتے ہیں۔ اور مخالفین کے اس سنگھٹن کے ہوتے ہوئے اپنے بھائیوں کے قتل کے فتوے دیتے ہیں ✦

عید الاضحیٰ اور امن

عید الاضحیٰ کا دن مسلمانوں کے لئے ایک خوشی کا دن ہے۔ اس عظیم الشان قربانی کی یادگار میں جو قوموں کے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رضائے الٰہی کی خاطر کی۔ اور اللہ تعالیٰ کی مرضی کے سامنے اپنی کسی خواہش کو باقی نہ رکھا۔ بلکہ اپنے بیٹے تک کو اللہ کے راستے میں قربان کرنے کے لئے تیار ہو گئے یہ دن مسلمانوں کو سبق سکھانے کے لئے آتا ہے۔ کہ تم بھی جہاں خدا اور اس کے دین کا سوال پیدا ہو وہاں اپنا سب کچھ قربان بھی کرنا پڑے تو اس سے دریغ نہ کرو۔ یہ بکری اور بھیڑیں اور گائیں اور اونٹ جو عید کے دن قربان کئے جاتے ہیں۔ کیا ان کے گلوں پر چھریاں چلنے اور ان کا لہو بہنے سے خدا کو کوئی خوشی حاصل ہوتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ لن ینال اللہ لحومها ولا دماؤها ولکن یناله التقوی منکم۔ خدا تک نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ خون۔ اگر اس تک کوئی چیز پہنچتی ہے تو تقویٰ ہے۔ جان قربانیوں کی اصل غرض ہے وہ شخص جو کسی جانور کو خدا کے لئے ذبح کرتا ہے اسے اس سے سبق سیکھنا چاہیئے۔ کہ اگر اسے بھی خدا کی راہ میں جان تک دینی پڑے تو وہ اس سے دریغ نہ کرے گا ✦

خواتین کا مطالبہ

مردوں کے مساوی حقوق و فرائض

قائد خواتین لیڈی ایبرڈین کے خیالات

مارکوئیس ایبرڈین جو دنیا بھر کی انجمن نسوان کی مجلس عاملہ کی صدر ہیں اور تقریباً ۴ لاکھ عورتوں کی نمائندہ ہیں۔ انہوں نے گذشتہ ہفتہ لنڈن میں ایک اخبار کے نمائندہ سے ملاقات کے دوران میں حسب ذیل خیالات کا اظہار کیا ہے۔

میں واشنگٹن نسوان کانفرنس کی صدر تھی میرے خیال میں اس کانفرنس کا اثر نہایت دور رس ہوگا جس کا کہ سردست کسی انسان کے لئے اندازہ لگانا مشکل ہے۔ ۴ لاکھ عورتوں کا فیصلہ ہرگز مسترد نہیں ہو سکتا۔ یہ عین ممکن ہے کہ شائد تاریخ میں اس کی یادگار رہے۔ ہم صرف گھروں میں بیکار پڑا رہنا پسند نہیں کرتیں۔ بلکہ مردوں کے ساتھ شانہ بشانہ کام کرنا چاہتی ہیں۔ اور ہر ایک آدمی کو یہ محسوس کر لینا چاہیئے کہ اگر صنف نازک نے دنیا سے جنگ و جدل ختم کر دینے کا عہد کر لیا۔ تو انہیں یہ طاقت صرف مردوں ہی میں پیدا نہیں کرنی ہوگی۔ بلکہ گھروں میں بھی اور آئندہ نسل میں بھی جس نے کہ آئندہ وارث بننا ہے۔ اور عورتوں کی یہ طاقت ایک عالمگیر فاتح قوت بن جائیگی۔ اگر روئے زمین کی تمام عورتیں جنگ کا خاتمہ کرنے میں مستعد ہو جائیں تو پھر دنیا کے کسی طبقے میں بھی جنگ کا ہونا ایک ناممکن امر ہو جائیگا۔

ابھی تک عوام کو یہ دھوکہ ہے کہ جنگ ضروریات کا جزو ہے۔ جنگ غیر قدرتی چیز ہے اور سیاست دانوں کے کام کو ہمیشہ رائے عامہ کے سامنے سر جھکا دینا چاہیئے۔ بعد میں سپاہ کو غیر مسلح کرنے کا سوال زیر بحث ہوا۔ لیڈی موصوف نے فرمایا کہ ہم اس نتیجہ پر پہنچی ہیں۔ کہ سپاہ کو غیر مسلح کرنے کا سوال بتدریج زیر بحث لایا جائے سب سے پہلے اس امر کی ضرورت ہے کہ تمام ہمسایہ اقوام پیشتر اس کے کہ سپاہ کو غیر مسلح کرنے پر تیار ہو جائیں۔ ایک دوسرے کی حفاظت کا یقین دلا دیں یعنی ایک دوسرے پر ثابت کر دیں کہ وہ آپس میں دوست ہیں۔ دشمن نہیں۔ اور مستورات اس سلسلہ میں مناسب فضا پیدا کرنے میں کار عظیم سرانجام دینگی۔ دنیا میں جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے اُسے مساوی حقوق ملنے چاہئیں۔ اگر والدین ناخوشگوار مواقع کے باعث اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کا خیال نہ رکھ سکیں۔ تو قوم کا فرض ہے کہ تعلیم و تربیت کا بندوبست کرے۔ بہرحال کسی بچے کو بھی اپنے والدین کی لاپرواہی کا خمیازہ نہیں اٹھانا چاہیئے۔ کانفرنس میں اس بات پر بھی زور دیا گیا تھا کہ تمام ممالک میں زنانہ پولیس کی افواج تیار کی جائیں۔ اور اس ملک (امریکہ) میں زنانہ پولیس کی تعداد میں اضافہ کیا جائے تا انہیں مردوں کے برابر حقوق دیئے جائیں +

پردہ اور اسلام

(۴)

(ڈاکٹر محمد عمر صاحب بی اے بریلی کے قلم سے)

مکرمی حاجی صاحب مجھ کو جو کچھ قرآن کریم سے پیش کرنا تھا کر دیا۔ مگر شائد آپ اس کو تکریم یا رتبہ کہہ دیں اور جو کچھ سنت سے عرض کیا ہے شائد اس کے لئے آپ یہ فرما دیں کہ اس کا یہ زمانہ نہیں رہا۔ کیونکہ آپ اپنے خطوط میں ہر جگہ اس بات پر زور دیتے ہیں خلیفۃ المسیح ثانی نے کیا حکم دیا ہے حاجی صاحب خلیفۃ المسیح آپ کے نبی نہیں ہیں ان کا ہر قول صحت نہیں ہو سکتا۔ (اگر ان کا کوئی قول میرے خلاف ہو تو) وہ ایک مجتہدانہ رائے ہوگی چاہیے اس پر عمل کیا جائے یا نہ کیا جائے مگر قبل اس کے کہ میں آپ کے خلیفۃ المسیح ثانی کا کوئی بیان دلیل کے طور پر پیش کروں خود ان سے کچھ عرض کر دوں تو اچھا ہے اور وہ یہ ہے

مقطع میں آ پڑی ہے سخن گسترانہ بات

مقصود اس سے قطع محبت نہیں مجھے

ہاں حاجی صاحب خود آپ کے خلیفۃ المسیح ثانی کا پردے کو دو حصوں میں تقسیم کرنا شرعی اور سیاسی اپنی دلائل کی کمزوری کا اقرار کرنا ہے۔ یعنی اس تقسیم سے وہ گویا اقرار کرتے ہیں کہ شرعی پردہ وہی ہے (بدن الحرۃ کلھا عورۃ الا وجھھا وکفیھا۔ ......) مگر سیاسی پردہ یہ ہے جو کیا جا رہا ہے۔ میں اُن کا بہت ادب کرتا ہوں۔ لیکن شائد ان کو اس قیاس کا حق نہیں ہے۔ جن باتوں کی صفائی شارع نے کر دی ہو۔ اس پر قیاس نہیں چل سکتا۔ لیکن حاجی صاحب اگر آپ کی اس دلیل سے بھی تسلی نہ ہوئی ہو۔ تو لیجئے ہم اُن کی زبان سے اقرار کرائے دیتے ہیں۔ الفضل نمبر ۳۱۔ جلد ۱۲۔ مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۹۲۴ء میں صفحہ ۶ کے کالم اول میں ایک بہت بڑے قائم مقام کی ملاقات کے عنوان کے ماتحت یوں درج ہے

"کیا عورتیں کوئی کام نہیں کر سکتی ہیں۔ حضور نے فرمایا اس حالت میں اسلام ان کو اور بھی آزادی اور سہولت دیتا ہے کہ وہ اپنا منہ بھی ننگا کر سکتی ہیں"

کیوں حاجی صاحب۔ اب تو اعتراض کی گنجائش نہ رہی۔ اس مضمون کو الفضل میں شائع ہونا چاہیئے تھا۔ مگر اس نے میرے ساتھ حد درجے کی تنگ خیالی برتی۔ اور پیغام صلح کا میں شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس نے شائع کیا۔

اس جگہ مناسب معلوم ہوتا ہے مدعا علیہ کا بیان بھی درج کر دیا جائے "وہاں کلکتے میں ایک خاص بات ہوئی ہے ...... چونکہ ہم لوگوں کے خیال میں پردے کے بارے میں اس کے مسجد (اس کو مسجد کہنا لغویت ہے کیونکہ وہ دراصل مسجد نہیں کرایہ کا مکان ہے) میں ذکر پردے کا ہوا۔ میں نے بھی اظہار خیالات کیا۔ حاجی ... نے مخالفت کی اس پر کئی روز تک بحث ہوتی رہی۔ میں اور ... جب کبھی باہر گئے یا تو سیر یا کوئی چیز دیکھنے کو .... مع فرزندان حاجی ... مکان نیچے برقعہ اوڑھا کر لے جاتے تھے۔ (یہی تو آپ کا ڈرپوک پن تھا۔ شرع کے مسئلہ میں ڈر کس کا) کیونکہ حاجی صاحب ان کو شرم معلوم ہوتی تھی۔ اور آگے چل کر پردہ نہیں ہوتا تھا۔ حاجی صاحب روز ...... سے پوچھتے تھے کہ کیا کیا دیکھا۔ خوب سیر کی۔ (مگر حاجی صاحب کو اپنی بیوی کے مزاج پرسی کا موقعہ نہ ملا۔ جس کو شاید دق ہو رہی ہے دیور موت ہے۔ تو یاد رہا۔ مگر خیر کم خیر کم لاھلہ بھول گئے۔ روپیہ والے ہو کر جو کام آپ اپنی بیوی سے لیتے ہیں وہ دوسری جگہ معیوب ہے۔ محض ڈاڑھی کا نام اسلام۔ نہ نماز روزے کا نام اسلام ہے) عید کے دن شام کو ہم لوگ گئے تو ایک باغ میں تھے۔ کہ ایک شخص عید ...... احمدی جو پردے کے بارے میں حاجی صاحب کا ساتھی تھا۔ اس نے ہم لوگوں کو دیکھا اور حاجی صاحب سے کہا کہ ...... انہیں ...... کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ٹہل رہے تھے۔ (یعنی ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر ٹہلنے والا شخص اس قدر احمق تھا کہ عورت کے سگے بھائی کے ...... سامنے اور سگے بھانجی بھانجوں کے سامنے یہ حرکت کر رہا تھا) دوسرے دن پھر کچھ گفتگو پردے کے بارے میں ہوئی۔ تو حاجی صاحب نے کہا۔ کہ میں حضرت صاحب کو مخالفین پردہ کے نام لکھونگا (معلوم نہیں کہ اس دھمکی پر عمل کیا گیا یا نہیں) میں نے کہا کہ میرا نام آپ شوق سے لکھیں [illegible] سب سے پہلے لکھیں۔

اس پر حاجی صاحب نے بدلے ہوئے لہجے میں کہا۔ (لہجے کے بدلنے کی وجہ نہیں معلوم ہوئی کیونکہ یہ ان کی جلد بازی یا بیوی کا معاملہ نہ تھا۔ اور جس وقت انہوں نے لہجہ بدلا تھا۔ تو آپ کیوں نہ اسباب اٹھا کر کسی نزدیک کی سرائے یا ہوٹل میں چلے گئے۔ یہ غلطی آپ سے سخت ہوئی ہے) کہ آپ کی تو اور شکایت بھی لکھوں گا۔ کہ آپ اپنی ...... کے ساتھ ان کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر ٹہلتے ہیں اور یہ کس شریعت میں لکھا ہے (حاجی صاحب یہ کس شریعت میں لکھا ہے کہ خبر واحد پر اعتبار کیا جائے) میں نے کہا غلط مگر انہوں نے نہ مانا۔ اس وقت ہمارے طرفداروں میں چودھری ...... ایم۔ اے ایک ڈپٹی کلکٹر .... و ...... اور ایک اور شخص اور مخالفین میں بھی دو چار تھے سب نے اس بات کو محسوس کیا"

چونکہ بین القوسین اپنی رائے کا اظہار کر دیا ہے۔ اس لئے اب زیادہ ضرورت نہیں۔ مکرمی حاجی صاحب کا ایک اور خط آیا۔ جس کا اقتباس جستہ جستہ درج کرتا ہوں۔ اور بین القوسین رائے بھی درج کر دوں گا۔

"قرآن کی آیتوں سے صاف ثابت ہے کہ عورت کا منہ چھپانا نہایت ضروری ہے" (واللہ مانتا ہوں۔ اور مذہبی کھوپڑی ہو تو ایسی ہو۔ قرآن تو منہ کھولنے کو کہتا ہے نہ کہ چھپانے کو) ۱۱ پارہ۔ ۱۸ رکوع۔ ۹ سورہ نور کو غور سے پڑھیں" (جی ہاں پڑھ لی ہے) اور پھر اس کی تفسیر درس القرآن فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی فرمودہ اپنے امام وقت کے پڑھیں (حاجی صاحب ماشاء اللہ چشم بد دور خیال رہے۔ تفسیر ایک شخصی رائے ہوتی ہے۔ اول تو مجھے معلوم نہیں کہ درس القرآن میں کیا فرمایا ہے اگر یہ تسلیم کر لیا جائے۔ کہ آپ کے "امام وقت" نے منہ چھپانا فرض کیا ہے تو جناب عالی آپ کا "امام وقت" یورپ میں اور تعلیم دیتا ہے۔ اور ہندوستان میں اور۔ میں مسیح موعودؑ کو "امام وقت" تسلیم کرتا ہوں۔ مرزا بشیر الدین محمود احمد کو نہیں۔ رہ گیا اس کا خلیفۃ المسیح ثانی ہونا۔ یہ دوسرا مسئلہ ہے۔ خدا کے لئے خلط مبحث نہ کر دیجئے گا) "وہ سب تقریریں جو میرے پیر نے انگلستان جانے سے قبل اور آنے کے بعد اور وہاں کے قیام میں فرمائی ہیں۔ ان میں کہیں نہیں لکھا۔ کہ عورت منہ کھول کر پھر سکتی ہے۔ (بہت سے لوگ ہیں۔ جن کے کان ہیں مگر وہ سنتے نہیں۔ آنکھیں ہیں مگر دیکھتے نہیں۔ قلوب ہیں مگر ان سے کام نہیں لیتے۔ ان میں آپ بھی ہیں۔ میں تقریر خلیفۃ المسیح کا حوالہ دے چکا ہوں)

"واقعات دہلی کے متعلق آپ نے سوال کیا ہے۔ کہ آپ کو اس کا علم کیونکر ہوا ...... جس نے شہادت دی ہے۔ اس کی شہادت بالکل عینی ہے۔ اور میں اس کو ثقہ سمجھتا ہوں۔ کوئی وجہ نہیں کہ بغیر کسی وجہ کے اُسے غیر ثقہ سمجھا جائے" (حاجی صاحب یہاں بریلی میں بھی ایک لمبی ڈاڑھی والا ہے۔ اور میں اس سے عاجز ہوں۔ کیونکہ وہ ایک مرتبہ کچھ کہتا ہے دوسری مرتبہ کچھ۔ بوجہ پیرانہ سالی میں اس کا ادب بھی کرتا ہوں مگر جب تنگ آ جاتا ہوں تو کہہ دیتا ہوں کہ دروغ گو را حافظہ نباشد۔ یہی فارسی مثل آپ پر صادق آ گئی۔ جو شخص ایک جوان اور خوبصورت عورت کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر ٹہلے وہ ثقہ کب سے ہو گیا۔ جب تک آپ اپنا پہلا الزام نہ اٹھا لیں۔ اُس کو ثقہ نہیں کہہ سکتے۔ اور اگر ثقہ کہتے ہیں تو پہلے ...... لفظ ثقہ کی تو لاج رکھی ہوتی۔ اب فرمائیں کہ کیا رائے قائم کروں)

اب رہ گیا "دیور موت ہے" کیا اچھا ہوتا کہ آپ اصل عبارت تحریر فرماتے لیکن حقوق عام مسلمانوں کو حاصل ہیں (یعنی چہرہ اور ہاتھ کا کھلا رکھنا عام مردوں کے سامنے) اس سے دیور محروم نہیں ہو جاتا۔

میری ناچیز رائے میں حاجی صاحب کے کل امور کا جواب ہو گیا۔ مسئلہ پر کافی روشنی پڑ گئی۔ اگر کسی اس کے خلاف لکھنا ہو تو لکھے۔

رہ گئی دلی والی بات۔ میں جن امور کو جائز خیال کرتا ہوں ان کے کرنے میں مجھ کو باک نہیں ہوتا +

تنظیم بین المسلمین اور کشمیر

میرواعظ صاحب

مسلمانان کشمیر کی خوش قسمتی سے آجکل کشمیر کے پیشوائے اعظم مولوی احمداللہ صاحب میرواعظ بالقابہ ہمہ تن اصلاح بین المسلمین و تنظیم میں مصروف ہیں اور چند سال سے لگاتار آپ کی ہمت بزرگانہ سے مفید نتائج اور ثمرات ظاہر ہوئے۔ دنیائے اسلام کو آگاہ کرنے کے لئے چند واقعات گذارش ہیں۔

(۱) آپ نے اپنے معتقدین کو مضبوط کر رہا ہے کہ وہ کسی مرزائی سے کھانا نہ کھائیں۔ اور عموماً بازار میں مرزائیوں کو دیکھکر بیجا حملہ کریں اور خود مرزا صاحب مرحوم کو ماں بہن کی فحش گالیاں دیں اور اگر کسی جگہ موقعہ ملے تو غریب مرزائی ملے اسکو مار پیٹ کر کے دل کا بخار نکال لیں

(۲) آپ کو سخت اصرار ہے کہ کوئی میرزائی کسی مسجد میں گھسنے نہ پائے اور جہاں تک ہو سکے مہذب مسلمان اسکو فوراً مسجد سے نکالدیں۔

(۳) آپ کے تربیت یافتہ کسی غریب مرزائی کو راستہ سے گرفتار کر کے لیجاتے ہیں۔ پھر شہر میں بہ آواز دہل تشہیر کر کے اس کو اسے پاکیزہ اسلام میں دوبارہ داخل کیا جاتا ہے تاوقتیکہ وہ حضرت مرزا صاحب مرحوم پر لعنت نہ کرے اسکی توبہ قبول نہیں۔ بیچارہ کشمیری مرزائی الا من اکرہ قلبہ پر عمل کرتا ہے

(۴) میرواعظ صاحب ممدوح نے بوجہ کامل مسلمان ہونے کے اپنے اوپر فرض کیا ہے کہ کسی اسلامی یا قومی جلسہ میں ہرگز نہیں جائینگے اگر وہاں کوئی میرزائی ہو۔

(۵) میرواعظ صاحب مذکور علاوہ دیگر بائیکاٹ کے اب تنسیخ نکاح کا مسئلہ شروع فرمائینگے جس پر عمل کرنے سے مسلمانان کشمیر کے گھر آباد ہوں گے۔

(۶) میرواعظ کی وعظ خوانی کی روحانی تاثیر کا یہ نمونہ ہے کہ صدہا مسلمان رات کے وقت ایک میرزائی مدرس قرآن کے مکان پر پتھر برساتے ہیں اور گالیاں دیتے ہیں اور درس سننے والوں کو زخمی کر دیتے ہیں۔ تاآنکہ اب بوقت درس پولیس کو حفاظت کرنی پڑتی ہے۔

(۷) مسلمانان کشمیر کا ایک برائے نام مدرسہ نصرۃ الاسلام سرینگر ہے جو کہ زیر تربیت میرواعظ صاحب مذکور ہے۔ اس کے سکرٹری واعظ صاحب کے بھائی مولوی عتیق اللہ میں شبہ ہوا کہ مدرسہ میں دسویں جماعت کے دو طالب علم حکیم علی غلام نبی مرزائی ہوگئے۔ نہ پوچھا نہ پاچھا۔ فوراً بلا عذر ان کو مدرسہ سے خارج کیا گیا۔ دھکے دیکر نکالا گیا۔ وہ اور ان کے والدین پریشان ہیں۔ غریب طالب علموں کو برباد کیا گیا۔

(۸) مدرسہ مذکور کی ایک انجمن ہے۔ اراکین انجمن کی کیفیت معلوم فرمائی ہو تو سن لیجئے۔ المعزبہ رکن انجمن فرماتا ہے کہ ہمارے حضرت واعظ کو کیا پرواہ وہ تو مرزائیوں کو نابود کر دینگے اگر ریاست دخل دیکر امداد مدرسہ بند کر دے تو کر دے میرواعظ صاحب مریدوں سے سہ چند روپیہ وصول کر لینگے۔ اور اگر واعظ صاحب سے اراکین انجمن مخالف ہوں تو وہ بذریعہ فتوی انگریزی تعلیم حرام کر کے کشمیر میں ستیاناس کر دیں یعنی

یفعل ما یشاء و یحکم ما یرید

(۹) حضرت میرواعظ کی زبان فیض ترجمان میں غضب کی تاثیر ہے آپ ممبر وار بکر بوجہ جاہ طلبی ریاست کے نظم و نسق میں دخیل ہوتے ہیں۔ خواجہ سعدالدین صاحب شال اور جناب خواجہ حسن شاہ وزنشاہ صاحب ریاست کے معتوب ہوتے ہیں۔ اور حضرت میرواعظ رنی جان کیلئے ایمان جب مریدین میں اس واقعہ سے گڑبڑ ہوتی ہے تو واعظ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ سب شامت مرزائیوں کی ہے تو تمام عقاً آمنا و صدقنا کی آواز بلند کرتے ہیں۔

الغرض حضرت میرواعظ کی تعلیم و تربیت کا یہ اثر ضرور پیدا ہونے والا ہے کہ مسلمانان کشمیر میں افتراق کی خلیج اسقدر وسیع ہوگی کہ مجبوراً اس تفرقہ اور عناد سے تنگ آکر لوگ مذہب ترک کرنے پر مجبور ہوں۔ ... تک برائے نام تعلیمی دکان بھی چلتی رہیگی۔ آخر کشمیری مسلمانوں کے معدوم ہونے کا وقت بھی آپکی بدولت آنیوالا ہے۔ الا آنکہ خدا تعالی اپنے فضل و کرم سے مسلمانان کشمیر کی دستگیری فرمائے۔ قومی اخبارات کی یہ حالت ہے کہ جب ان دو طالب علموں نے اپنی فریاد "کشمیری میگزین" اور اخبار "کشمیر" امرتسر کو بہ غرض اشاعت بھیجدی تو انہوں نے اصل خط کو انجمن نصرت الاسلام کے پاس بھیجدیا۔ اور اہلیت کو پوشیدہ کرنیکے لئے کہ اخبار کے خریدار مریدان واعظ صاحب ہیں۔ اس خبر کو بھی شائع نہ کیا۔ اے مسلمان اپنا مستقبل دیکھ لیں ؎

گر ہمیں مکتب و ہمیں ملا است
کار طفلاں تمام خواہد شد

(رقم خاکسار غلام رسول از محلہ ل از سری نگر کشمیر)

خط بنام میرواعظ صاحب

منجانب مولٰنا مولوی محمد عبداللہ صاحب وکیل سرینگر

بخدمت شریف جناب اڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ جو تعصب کشمیر کے واعظ اعظم نے پھیلایا ہے۔ اور میرا اوران کا مقدمہ عدالت میں دائر ہے۔ اس کے متعلق بعض لوگ غلط فہمی سے مجھے تفرقہ انداز خیال کرتے ہیں۔ لہذا میں نے اتماماً للحجت بنام واعظ مذکور خط مندرجہ ذیل تحریر کیا ہے مجھے امید نہیں کہ واعظ مذکور اس خط کا اعلان کرے۔ لہذا آپ اس خط کو از راہ کرم جلد تر اخبار میں شائع فرمائیں۔ خاکسار محمد عبداللہ وکیل ہائیکورٹ سرینگر

اصل خط حسب ذیل ہے:-

بخدمت شریف جناب مکرم مولوی احمداللہ صاحب میرواعظ

اسلام علیکم۔ آج بوجہ محبت اسلامی و غیرت دینی میرے دل میں خیال آیا کہ احتیاطاً یہ آخری خط آپ کی خدمت میں گذارش کردں اور اپنے فرض سے سبکدوش ہو جاؤں۔ اس خط کا تعلق مقدمہ یا دیگر معاملات سے نہیں بلکہ اللہ تعالے جانتا ہے کہ یہ خط محض ہمدردی اسلام اور صداقت پر مبنی ہے۔

(۱) سب سے پہلے میں اللہ تعالے کو حاضر ناظر جان کر یہ یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میں ہرگز آپ کا دشمن نہیں نہ میری آپ کے ساتھ کوئی ذاتی عداوت ہے۔ بلکہ میں آپ کا اور تمام مسلمانوں کا بلکہ تمام مخلوق الٰہی کا ہمدرد ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ مسلمانوں میں یا خدا کی مخلوق میں تفرقہ اور فساد ہو۔

(۲) احمدیت کے بارہ میں یا تو آپ کو بعض علماء نے مغالطہ دیا ہے یا ابھی پوری توجہ سے جناب نے ہمارے عقائد پر غور نہ فرمائی ہے ورنہ یہ ممکن نہ تھا کہ آپ متعصب دیوبندیوں سے اتفاق کرتے زیادہ سے زیادہ مولانا شبلی اور مولانا ابوالکلام اور عبدالباری کی طرح آپ احمدیوں کو مأوّل قرار دیکر اسلام سے خارج نہ فرماتے۔ بہرحال باوجود اس کے ایسے بھی بہت علماء ہیں جو کہ احمدیوں کو اہل قبلہ قرار دیکر اسلام میں اتحاد پیدا کرنے کے حامی ہیں۔

(۳) بہ فرض محال آپ اگر احمدیوں کو اہل قبلہ نہ جانتے تاہم جناب والا کو اسقدر تشدد کی ضرورت نہیں کہ ان کے نکاح فسخ ہوں اور گھروں میں فساد پڑ جائے نہ قطع تعلق اور دیگر سختیوں کی ضرورت ہے۔ آخر آپ اور ہم کشمیر میں غیر مسلموں کے ساتھ تمدنی اور معاشرتی معاملات میں شریک ہیں۔ اگر اسی طرح مشترکہ قومی اغراض میں آپ اہل حدیث احمدیوں شیعوں سے ملکر کام کرتے تو اسلام اور قوم کو بہت فائدہ ہوتا۔

(۴) میں جانتا ہوں کہ آپ کے والد بزرگوار بہت سمجھدار تھے واعظ مرحوم بھی بہت قابل قدر تھے۔ آپ بھی بفضل خدا اچھے آدمی ہیں آپ کو خود غرض حاشیہ نشینوں نے مجھ سے بدظن کیا ہے۔ لہذا میں بغرض فائدہ قوم آپ کی خدمت میں صلح کی تحریک کرتا ہوں کہ آپ خدارا اسلام اور مسلمانوں کے لئے باہمی رنجش اور عداوت کو دور کرنے کے لئے توجہ فرمائیں اسوقت مسلمان اور اسلام خطرہ میں ہیں۔ ہماری خانہ جنگی سے اور بھی بیڑہ غرق ہوگا۔ مولوی صاحب! بلاشبہ دو اری کو بالا طاق رکھکر صلح کر لیں تاکہ مقدمہ بازی بند ہو جائے تعصب اور فساد دور ہو جائے۔ آئیے کہ ہم مسلمانان کشمیر شیعہ سنی خدمت اسلام کریں۔ آپ بیشک دلائل سے احمدیت کو توڑیں اسکو نابود کریں۔ اس سے مجھے بحث نہیں۔ استدعا صرف اسقدر ہے کہ اپنا عقیدہ محفوظ رکھکر مشترکہ اغراض اسلامیہ میں ہم سب مسلمان باہم متحد ہو کر خدمت اسلام کریں قرآن کریم کا ارشاد یاد کریں۔ وان جنحو للسلم فاجنح لہا

(۵) ایسا خیال نہ فرمائیں کہ یہ عریضہ جو کہ تحریک صلح پر مبنی ہے میں نے کسی چالبازی سے لکھا یا مجھے کسی تکلیف کا ڈر ہے لا واللہ۔ میں صرف اسلام اور مسلمانوں کی نازک حالت کا مطالعہ کرتا ہوں۔ مجھے ہرگز قطعاً فتوی کفر یہ۔ سنگ باری سب و شتم کی ذرہ بھر بھی پرواہ نہیں۔ میرا دل اسقدر مضبوط ہے کہ اگر میرا وجود ٹکڑے ٹکڑے کیا جائے تو میں صداقت پر اور زیادہ مضبوط ہوتا ہوں۔ میرا مذہبی عقیدہ یہ ہے کہ حکومت سے وفاداری کرنا فرض ہے۔ میں منافقانہ طور پر یا ڈر کر یا خوشامد سے حکومت کی تعریف نہیں کرتا۔ بلکہ بپابندی اصول مذہب۔ ورنہ مجھے نہ جیل خانہ ڈرا سکتا ہے نہ کوئی حکومت۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مجھے احکم الحاکمین کے پاس جانا ہے۔ اگر آپ اسلام کا خطرہ محسوس کرتے ہوئے تحریک صلح کو قبول فرمائینگے تو اللہ تعالے آپ کو اجر عظیم عطا کرے گا۔

خاکسار محمد عبداللہ وکیل ہائیکورٹ سری نگر کشمیر

مورخہ ۱۳۔ مارچ ۱۹۲۹ء

ضرورت تبلیغ

۱۔ جنگ طرابلس کے وقت مسلمانان ہند نے لاکھوں روپیہ اپنے بھائیوں کی امداد میں پانی کی طرح بیدریغ بہایا۔ ہزاروں روپیہ خرچ کر کے طبی وفود بھیجے اور اسکے بعد جنگ یورپ کے اختتام پر خلافت کو زوال پذیر ہوتے ہوئے کسی دردمند مسلمان سے نہ دیکھا گیا۔ ہزاروں مسلمان خاندان برباد ہو کر ہجرت کر گئے۔ ہزاروں عہدہ داران حکومت نے جمعیت العلماء کے فتوی کو لبیک کہہ کر اپنی ملازمتوں سے استعفا دیکر دکھا دیا کہ اسلام کے نام لیوا اس گئے گذرے وقت میں دوسرے مذاہب سے ایثار و قربانی کا مادہ اپنے اندر زیادہ رکھتے ہیں۔ کروڑہا روپیہ غریب مسلمانوں نے اپنے پیٹ کاٹ کر ترکوں کی امداد کے واسطے روانہ کئے اور اسیر ہی بس نہیں بلکہ ہزاروں ناز و نعمت کے پلے ہوئے روساء اپنے عیش و آرام کو بالائے طاق رکھکر جیلخانوں کی تکلیفیں اٹھانی قبول کیں اور دنیائے اسلام پر یہ ثابت کر دیا کہ ہندوستان جو کبھی وقت سے ہندوؤں کا استھان تھا اس زمانہ میں دوسرے ممالک سے اسلامی خدمت کا جذبہ زیادہ رکھتا ہے۔

۲۔ مگر یہ سب مصیبتیں تکلیفیں کیوں اٹھائی گئیں اتنی قربانیاں کس چیز کی بھینٹ چڑھیں۔ اتنا روپیہ کس لئے صرف کیا گیا صرف اس لئے کہ اسلام کا نام دنیا میں روشن ہو۔ خلافت اسلامی برجس سے کہ اسلام کی ظاہری شان و شوکت۔ رعب و دبدبہ۔ عزت و حرمت وابستہ ہے۔ آنچ نہ آنے پائے اور یورپین ٹرکی کے مسلمانوں کا حال سپین اور پرتگال کے جلاوطن غریب مسلمانوں کا نقشہ ہماری آنکھوں کے سامنے کھینچ جائے۔ عیسائیت کا سیلاب ٹرکی کے مسلمانوں کو بہا کر نہ لیجائے اور وہ بر اعظم یعنی یورپ جس کی چپہ چپہ زمین کیلئے ہمارے بزرگوں نے اپنی متبرک نعشوں کو گھوڑوں کے پاؤں تلے روندوا دیا تھا آج محمد رسول صلعم کے نام لیواؤں سے خالی نہ ہو جائے غرض

کی ظاہری شان و شوکت سے برتر رکھنے کے لئے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور ہر فرقہ کا مسلمان اپنے اندرونی افتراقوں کو مٹا کر کل مومن اخوۃ پر عمل کرتا ہوا دشمنان اسلام کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو گیا۔

۳۔ جب ہم نے اتنا خطرناک اور مشکل کام کرنے سے جی نہیں چرایا تو کیا وجہ ہے کہ ہماری آنکھوں کے سامنے یورپ اور امریکہ کی زبردست طاقتیں اپنے خلاف فطرت مذہبی اصول کو دنیا کے کونہ کونہ میں تبلیغ کرتے پھریں اور ہماری غفلتوں کی وجہ سے ہمارے کم علم بھائیوں کو ورغلانے میں کامیاب ہوتے ہوئے نظر آئیں لیکن ہمارے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی اور ہم دنیا و مافیہا سے بےخبر ہو کر ایک دوسرے کو کافر بنانے میں مشغول ہیں۔ آج زمانہ اسقدر ترقی پر ہے کہ وہ آریہ مذہب جس کے تبلیغی ہونے کا دنیا کی کوئی تاریخ پتہ نہیں دیتی اور جس کے اصولوں کو انسانی عقل و فطرت تو ایک طرف انسانی غیرت و حمیت بھی قبول نہیں کر سکتی۔ ڈنکے کی چوٹ پکار پکار کر ہمیں سنا رہا ہے کہ ہم اوم کا جھنڈا بغداد اور مکہ و مدینہ گاڑ دینگے وہ اپنے اخبارات میں اعلان کرتا ہے کہ گزشتہ سے گذشتہ سال انہوں نے ایک لاکھ ہندوستانی مسلمانوں کو صراط مستقیم سے ہٹا کر ضلالت کے گڑھے میں گرا دیا۔ یہ سب کچھ دیکھتے اور سنتے ہوئے وہ مسلمان جن کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد تبلیغ و اشاعت ہے جن کے بزرگوں نے تلوار کے سایہ تلے بھی اپنے قاتل کو پیغام حق سنانے میں کبھی دریغ نہیں کیا۔ جن کے ہادی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ساری زندگی اس کام میں خرچ کر دی۔ اپنے فرض منصبی کو بالکل بھلائے بیٹھے ہیں۔

۴۔ اگرچہ شدھی کے تازیانہ نے مسلمانوں کو خواب غفلت سے جگا کر اس ضروری امر کی طرف متوجہ کر دیا ہے۔ اور مسلمانوں کے قریباً ہر ایک فرقہ کی چھوٹی چھوٹی جماعتیں علیحدہ علیحدہ ایک زبردست دشمن کا مقابلہ کرتی ہوئی نظر آ رہی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے کسی حد تک انہیں کامیابی بھی عطا فرمائی ہے مگر چونکہ یہ سب ایک نظام کے ماتحت ہیں اسلئے اکثر بجائے دشمن کے مقابلہ کے اپنے اندرونی مسائل پر ہی جھگڑتے رہتے ہیں اور بجائے فائدہ کے نقصان کا موجب ہوتے ہیں۔ جس روز سے ہندوستان کے مختلف مذاہب کو سوا راج کی خاطر اکٹھا کیا جا رہا تھا۔ کیوں مسلمان لیڈر مسلمانوں کو ایک کرنے پر اسقدر زور صرف نہیں کرتے۔

۵۔ تبلیغ و اشاعت کے معنے صرف اپنے مسلمان بھائیوں کو آریہ یا عیسائی ہونے سے بچانا ہی نہیں بلکہ دیگر مذاہب کے پیروؤں کو پیغام حق سنانا اصل تبلیغ اسلام ہے۔ اسلئے ہر ایک مسلمان کو اگر وہ تعصب کو دور کر کے ٹھنڈے دل سے سوچے تو اسے اعتراف کرنا پڑے گا کہ احمدیوں کی قلیل جماعت جس تندہی سے آج اسلام کا کام کر رہی کوئی دوسری جماعت نہیں کر رہی۔ کیا کوئی اس بات سے انکار کر سکتا ہے کہ ان گنتی کے چند نفوس نے عیسائیت کے مرکز یورپ میں جا کر اسلامی جھنڈا گاڑ دیا ہے متعصب سے متعصب انسان کو اس بات سے انکار نہیں ہو سکتا کہ آج انگلستان جیسے ملک میں اسی جماعت کی کوشش سے سینکڑوں معزز عیسائی حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں۔ جرمنی اور جاوا وغیرہ میں اسی قلیل اور بقول بعض متعصب علماء کافر جماعت کی بدولت خدا اور اس کے رسول کے احکام کی منادی کی جا رہی ہے اور خدا کے فضل سے وہ وقت قریب ہے جب یورپ کے وہی مدبرین جو اس کی سرزمین کو مسلمانوں سے پاک کرنا چاہتے ہیں ترکوں کی طرح خود حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نام پر جانیں قربان کرنے لگیں گے۔ واقعات شاہد ہیں کہ یورپ میں اب عیسائیت کی بنیادیں کھوکھلی ہو چکی ہیں اور اسلامی اصول کی فلاسفی وہاں کے عقلمند غیر متعصب لوگوں کے دلوں میں گھر کر چکی ہے۔ اگر پوری کوشش سے وہاں تبلیغ کی گئی تو بہت جلد یدخلون فی دین اللہ افواجاً کا نظارہ بہت جلد ہماری آنکھوں کے سامنے آ جائے گا۔

۶۔ ہندوستان کے درد دل رکھنے والے مسلمان اپنے اسلامی جوش کی وجہ سے پچھلے چند سالوں میں کروڑ ہا روپیہ بعض سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے قربان کر چکے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ اتنے عظیم الشان کام میں جسکی کامیابی ہماری آنکھوں کے سامنے ہے حصہ نہیں لیتے۔ انہیں غور کرنا چاہیئے کہ عیسائی مشنری کس طرح دنیا کے تمام ممالک پر پھیلے ہوئے ہیں اور گرجوں اور ہسپتالوں

وہ اپنے مذہب کو پھیلانے اور اسلام کے مٹانے میں کوشاں ہیں اور ان کے بالمقابل مسلمانوں کا صرف ایک فرقہ ہے جو اپنی ہمت سے بڑھ کر یورپ وغیرہ میں اسلام کے پھیلانے میں مصروف ہے اور باقی مسلمان خواب غفلت میں سوئے پڑے ہیں اور مولویوں کو شغل تکفیر کے سوا کوئی کام نہیں۔

غور کرنا چاہیئے کہ ہندو اور عیسائی کس طرح سے اپنی اندرونی طاقتوں کو اسلام کے بالمقابل متحد کرنے میں کوشاں ہیں حالانکہ اندرونی اختلافات اس قسم کے ہیں کہ ایک ایک فرقہ ایک ایک علیحدہ مذہب ہے۔ بالمقابل مسلمان باوجودیکہ کوئی ایسا اصولی اختلاف نہیں رکھتے ہیں لیکن متکبر رہنا اور کم از کم اشاعت اسلام جیسے ضروری فریضہ میں ایک دوسرے کی معاونت کرنا نہیں جانتے۔ کاش قوم کے سربرآوردہ اصحاب اپنی عنان توجہ کو اسطرف منعطف کریں اور اشاعت اسلام کے کام میں جماعت احمدیہ کی اعانت کرکے دنیا اور آخرت میں سرخرو ہوں۔

(عنایت اللہ بٹ پسروری)

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ کے بدھ (یکم جولائی) کی شام کو لاہور پہنچنے کی توقع کی جاتی ہے۔

جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کوہ مری سے کسی کاری کام کے لئے ایک دو روز کے واسطے لاہور آئے ہوئے تھے پھر کوہ مری واپس تشریف لے گئے۔

اخویم چوہدری ظہور احمد صاحب جائنٹ سکرٹری انجمن کسی ضروری کام کے لئے شملہ تشریف لے گئے ہیں۔

پسرارہ سے ہمارے عزیز دوست مولوی فیروز الدین صاحب کے ایک اور فرزند کے فوت ہونے کی خبر آئی ہے۔ مولوی صاحب کے بڑے لڑکے کی فوتیدگی کی خبر چند ہی دن ہوئے آئی تھی۔ اور ایک خط میں یہ بھی درج تھا کہ وہاں ہیضہ بہت پھیلا ہوا ہے اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور مولوی صاحب اور ان کی اہلیہ صاحبہ کو صبر جمیل اور نعم البدل عطا فرمائے۔

مولوی عصمت اللہ صاحب دو دن سے لاہور تشریف لائے ہوئے ہیں انہیں کسی مباحثہ کے لئے باہر تشریف لے جانا تھا لیکن بعض وجوہات سے وقت پر روانہ نہ ہو سکے۔

ہمارے مکرم دوست حافظ محمد حسن صاحب بی۔اے ایل ایل بی وکیل گجرات کی طرف سے دعا کے لئے ایک دو اپیلیں اس سے قبل شائع ہو چکی ہیں۔ اب ایک تازہ خط میں حافظ صاحب مکرم لکھتے ہیں:-

"میں کئی دنوں کے بعد کل گجرات پہنچا ہوں جماعت کی مخلصانہ دعائیں اپنا اثر دکھا رہی ہیں۔ دو تین کاموں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص مہربانی اور عنایت سے کامیاب کیا ہے اب ایک اہم مرحلہ باقی ہے جس میں بظاہر ناکامی ہوئی ہے مگر اللہ تعالیٰ کی نصرت شامل حال ہوگی۔ انشاء اللہ۔

ایک مخلص جماعت کی دردمندانہ دعائیں کبھی ضائع نہیں ہونگی۔ میری طرف سے ایک دفعہ اور جماعت کو دعا کے لئے اپیل کریں۔ میرے قلب کو نہایت تقویت پہنچتی ہے اور میں بڑا مطمئن ہوں۔ کئی ایک دوستوں کے مجھے ہمدردی کے خطوط بھی پہنچے ہیں میں ان کا مشکور ہوں۔ امید ہے کہ کوئی صاحب دعا سے دریغ نہ فرمائیں گے۔

تازہ خبریں

—— شملہ کی ۲۹ جون کی خبر ہے کہ ہز میجسٹی ملکہ معظم کے سفیر متعینہ جدہ بذریعہ تار اطلاع دیتے ہیں کہ اڑھائی سو کے قریب ہندوستانی اور برطانی حاجی مختلف اطراف سے جدہ میں وارد ہوئے شریف علی نے ۲۶ جون کو انہیں اپنے علاقہ سے گذار کر مکہ جانے کی اجازت دے دی۔

—— شنگھائی کے اکالی سکھوں کا ایک جتھا ۲۹ جون کو صبح ڈاک کے جہاز "سیسلیا" سے ساحل بمبئی پر اترا۔ یہ جتھا پچیس افراد پر مشتمل ہے اور یہ پہلا جتھا ہے۔ جسے شنگھائی کی سکھ آبادی نے بھیجا ہے۔ مقامی سکھوں کے اجتماع عظیم نے بندرگاہ پر اس جتھے کا پرزور استقبال کیا۔ ارکان جتھا کو پھولوں کے ہار پہنائے گئے۔ اور ایک زبردست جلوس مقامی گوردوارہ کی طرف روانہ ہوا۔ یہ جلوس شبد پڑھتا چلا جا رہا تھا۔ گورو گرنتھ صاحب کی سواری کا موٹر جلوس کے آگے تھا۔ جتھے کے رہنما سردار سوداگر سنگھ جی ہیں جتھے دار صاحب نے بیان کیا کہ اس جتھے کے پچیس ارکان ہیں جن میں سے بعض تو تجارت پیشہ ہیں اور بعض شنگھائی کی پولیس کے جوان ہیں شنگھائی میں مختلف النوع سکھوں کی تعداد چودہ سو تک ہے اس جتھے نے فی الحال اپنے لئے کوئی پروگرام مرتب نہیں کیا۔ تاہم ان کا ارادہ ہے کہ وہ اجلاس منعقد کرکے کوئی لائحہ عمل تجویز کر لینگے۔ جیتو کی طرف روانہ ہونے سے پیشتر یہ جتھا ایک دو دن تک بمبئی ہی میں قیام کریگا۔

—— دہلی کی ہندو سبھا نے ایک قرارداد منظور کی ہے۔ کہ پہاڑی دھیرج کے راستے کے متعلق ہندوؤں نے سمجھوتہ کی کوشش کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ مگر مسلمانوں نے اپنی ضد نہیں چھوڑی۔ ہندو سبھا نے ہندوؤں کو نصیحت کی ہے کہ وہ اپنے جذبات پر قابو رکھیں اور ایام تشریق میں اپنے اپنے گھروں میں قلعہ بند ہو بیٹھیں۔ اور ہر ایک قسم کے اشتعال سے بچے رہیں۔ سوامی شردھانند نے ہندوؤں اور مسلمانوں سے درخواست کی ہے کہ طرفین کے بے لگام عنصر کو قابو میں لایا جائے اور شہر کو قتل و غارت سے محفوظ رکھا جائے۔ میں ہندو جاتی سے اپیل کرتا ہوں کہ جب ہڑتال ایکدفعہ شروع کر دی جائے۔ تو اسے عید الضحیٰ کے اختتام تک امن و امان اور عدم تشدد کے جاری رکھا جائے ہندوؤں کو گائے کے جلوس سے ہرگز مشتعل نہ ہونا چاہیئے۔ لیکن انہیں اس امر کے لئے تیار رہنا چاہیئے کہ اگر ان کے گھروں۔ ان کی عورتوں اور ان کے مال و دولت پر حملہ کیا جائے تو اس کی مدافعت خاموشی کے ساتھ کی جائے۔ نقص امن کے ڈر سے صدر بازار اور کھاری باؤلی کی بعض دکانیں بند ہیں۔ مگر ہندو جاتی کا ترجمان "تیج" کہتا ہے کہ ان دکانوں کا بند ہونا اس ہڑتال کے سلسلے میں ہے جو حکام کے اس رویہ کے خلاف احتجاج کے طور پر کی گئی ہے۔ جو انہوں نے پہاڑی دھیرج کے متعلق اختیار کیا ہے

—— کالی کٹ سے ۲۹ جون کی خبر ہے کہ موپلا لوگ فریضہ جمع کے لئے جامع مسجد میں جمع ہوئے تو دو گروہوں میں سخت دست بدست لڑائی شروع ہو گئی۔ اس لڑائی میں کئی ایک موپلا مجروح ہوئے۔ مخاصمت کی بنا جامع مسجد کے امام صاحب کی ذات شریف تھی۔ یہ جھگڑا دیر سے چلا آتا تھا۔ اور تا انفصال قضیہ امامت کے فرائض موجودہ ملا صاحب کو سونپے گئے تھے۔ سب ڈویژنل صاحب نے قیام امن کے لئے پولیس کے زبردست دستے مسجد کے ارد گرد متعین کر دیئے ہیں۔

—— تاربتہ ولیسٹرن ریلوے کی پٹڑی بھرڑی سالنی اور گوجرانوالا کے درمیان کثرت باران کے باعث نکمی اور خراب ہو گئی ہے۔ ڈاک گاڑی شاہدرہ۔ سانگلہ ہل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۴ - ۱۶ ذوالحج ۱۳۴۳ھ نمبر ۶۹

حضرت مسیح موعود کی خدمات اسلام

مسئلہ وفات وحیات مسیح اور موجودہ مسلمان

ان اندرونی مفاسد میں سے جو موجودہ مسلمانوں کے اندر پھیلے ہوئے ہیں۔ ایک بہت بڑا مفسدہ مسیح علیہ السلام کی زندگی کا عقیدہ ہے۔ اس عقیدہ نے آج اسلام کو جس قدر نقصان پہنچایا ہے دوسرا کوئی خیال یا برے سے برا عمل اس قدر نقصان عظیم کا موجب نہیں ہوا۔ موجودہ زمانہ میں عیسائیوں نے اسی ایک عقیدہ کی بنا پر ہزارہا مسلمانوں کو مرتد بنا دیا ہے حضرت مسیح موعود کے آنے سے پہلے ہندوستان میں تثلیث کا میدان خوب گرم تھا۔ اور عیسائی پادری جگہ جگہ وعظ کرتے پھرتے تھے۔ کہ دیکھو ہمارا مسیح تمہارے ہی عقیدہ کے مطابق دو ہزار سال سے آسمان پر زندہ موجود ہے۔ اور کوئی تغیر اس طویل مدت میں اس کے جسم پر نہیں آیا۔ وہی امت محمدیہ کے بگڑ جانے پر دوبارہ آسمان سے اس کی اصلاح کے لئے آئے گا۔ اور تمہارے نبی (صلی علیہ وسلم) جن کو خاتم الانبیاء افضل الرسل اور زندہ نبی سمجھتے ہو۔ تیرہ سو سال ہوئے مدینہ کے اندر فوت ہو کر دوسرے انسانوں کی طرح اس زمین کے نیچے دفن ہو گئے۔ اور آج ان کی قوت قدسی سے کوئی ایسا شخص ان کے شاگردوں میں سے پیدا نہیں ہو سکتا جو اس امت کی اصلاح پر قادر ہو۔ یہ عظیم الشان کام اب مسیح نے آکر کرنا ہے۔ جو محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے شاگردوں میں سے نہیں۔ بلکہ خدا کا اکلوتا بیٹا ہے۔ جو بنی اسرائیل کے گھر پیدا ہوا۔ اس لئے آؤ اور مردہ کو چھوڑ کر زندہ مذہب اختیار کرو۔

یہ خیالات عیسائی پادری عام طور پر مسلمانوں کے کانوں میں پھونکتے تھے۔ اور چونکہ مسلمان عام طور پر اپنے مذہب سے قطعاً ناواقف تھے۔ اور ان کے مولوی بھی انہی عقاید کو مانتے تھے۔ اس لئے ان کے دلوں پر ان باتوں کا بہت بڑا اثر ہوتا تھا۔ اب بھی جہاں کہیں عیسائی مشنریوں کو موقع ملتا ہے۔ وہ انہی خیالات کے ذریعہ سے تثلیث کی روح مسلمانوں کے اندر پھونکتے ہیں۔ مسلمان مولویوں سے جا کر پوچھو۔ تو ان کے پاس کفر کے فتووں کے سوائے اور کچھ ہے ہی نہیں۔ اس بات کا انہیں کوئی خیال نہیں۔ کہ ان کے عقائد غیر مذہب کو اسلام کے خلاف کسقدر جرأت دلانے والے ہیں۔ اور اس پاک مذہب کو ان کی وجہ سے کسقدر مصیبت کا سامنا ہے۔ نہ کسی مسئلہ کی تحقیق کا خیال ہے۔ پرانے جمے ہوئے عقاید پر ایسے اڑے ہیں۔ کہ زمین جنبد نہ جنبد گل محمد کی مثال ان پر بعینہ صادق آتی ہے۔ اسی وجہ سے عیسائی پادریوں کو اسلام پر حملہ آور ہونے کی جرأت ہے۔ اور جہاں کہیں دیکھو اسلام کے خلاف یہی ایک ہتھیار ان کے ہاتھوں میں سب سے زیادہ زبردست ثابت ہوتا ہے۔

ہمہ عیسائیاں را از مقال خود مدد دادند
دلیری ہا پدید آمد پرستاران میت را

مسلمانوں کی اس اندرونی بیماری کا ذکر حضرت مسیح موعود نے اپنی کتاب آئینہ کمالات اسلام میں ان الفاظ میں کیا ہے۔

"ایک بڑی خرابی یہ ہے۔ کہ بعض باتوں میں اس زمانہ کے علماء خود ہی عیسائیوں وغیرہ کو ان کی مشرکانہ تعلیم پر مدد دیتے ہیں مثلاً حال کے عیسائیوں کے عقاید باطلہ کے رو سے حضرت مسیح علیہ اسلام کی حیات کا مسئلہ ایک ایسا مسئلہ ہے۔ جو حضرت عیسےٰ کو خدا بنانے کے لئے گویا عیسائی مذہب کا یہی ایک ستون ہے۔ لیکن زمانہ حال کے مسلمان ایک طرف تو ہمارے نبی صلی علیہ وسلم کی وفات اور زمین میں مدفون ہونے کا اقرار کرتے ہیں پھر اس بات کے بھی اقراری ہو کر کہ مسیح اب تک زندہ ہے۔۔۔ عیسائیوں کے ہاتھ میں ایک تحریری اقرار اپنا دے دیتے ہیں۔ کہ مسیح اپنے خواص میں عام انسانوں کے خواص بلکہ تمام انبیاء کے خواص سے مستثنےٰ اور نرالا ہے۔ کیونکہ جب کہ افضل البشر جو مسیح سے چھ سو برس پیچھے آیا۔ تھوڑی سی عمر پا کر فوت ہو گیا۔ اور تیرہ سو برس اس نبی کریم کے فوت ہونے پر گذر بھی گئے۔ مگر مسیح اب تک فوت ہونے میں نہیں آیا۔ تو کیا اس سے یہی ثابت ہوا یا کچھ اور کہ مسیح کی حالت لوازم بشریت سے بڑھی ہوئی ہے۔ پس حال کے علماء اگرچہ بظاہر صورت شرک سے بیزاری ظاہر کرتے ہیں۔ مگر مشرکوں کو مدد دینے میں کوئی دقیقہ انہوں نے اٹھا نہیں رکھا۔"

غرض مسلمانوں کی اس وقت بہت نازک حالت تھی۔ اور مسیح علیہ السلام کی حیات کا مسئلہ اسلام کی موت کی پیشگوئی کر رہا تھا مسلمانوں کے بعض بڑے بڑے مولوی اور سید اور اکثر نو تعلیم یافتہ نوجوان اس عقیدہ کی وجہ سے عیسائیت کی نذر ہو چکے تھے۔ اور بہت سے اندر ہی اندر اسلام سے بیزار ہو کر مسیحیت کی طرف جھکے ہوئے تھے۔ ایسے پر فتن حالات میں مسیح موعود کو خدا تعالےٰ نے کھڑا کیا۔ اور آپ نے اللہ تعالےٰ سے علم پا کر یہ اعلان کیا۔ کہ مسیح ناصری اس دنیا میں عام انسانوں کی طرح اپنی طبعی عمر پانے کے بعد فوت ہو چکے ہیں۔ اور اب وہ دوبارہ دنیا میں نہیں آ سکتے۔ آپ نے جابجا اپنی کتابوں اور اشتہارات میں لیکچروں اور وعظوں کے اندر اس بات پر زور دیا۔ اور مسیح علیہ السلام کی وفات کو قرآن کریم کی متعدد آیات سے روز روشن کی طرح ثابت کر دکھایا۔ آپ کی اسی کے قریب کتابوں اور بے شمار اشتہارات اور تقاریر میں سے شاید ہی کوئی ایسی ہو جس میں اس بات پر زور نہ دیا گیا ہو۔ اور دلایل قویہ سے بار بار اس حقیقت کی طرف مسلمانوں کو دعوت نہ دی گئی ہو۔ کہ مسیح علیہ السلام کی وفات کو مان لو کہ اس میں آج اسلام کی حیات ہے۔

آپ کا یہ آواز اٹھانا تھا۔ کہ کلیسا کے اندر ایک تزلزل پیدا ہو گیا۔ یہ آواز عیسائیت کے لئے گویا پیغام موت تھی۔ کہ جہاں وہ پہنچی وہیں سے اس نے اپنی صف لپیٹنی شروع کر دی۔۔ مسلمان مولویوں نے افسوس ہے کہ اس زندگی بخش پیغام سے فایدہ اٹھانے کے بجائے مسیح موعود کی مخالفت شروع کر دی۔ اور آپ کو کافر دجال اور کذاب وغیرہ قرار دینا شروع کیا۔ حالانکہ اگر وہ دیکھتے اور غور کرتے تو یہی ایک چیز تھی جس سے اسلام آج مسیحیت پر غلبہ پا سکتا ہے۔ اور یہ کوئی ایسی اختراع نہیں جس کا کوئی ثبوت اسلام سے نہ ملتا ہو۔ قرآن کریم اس پر شاہد ناطق ہے۔ اور سب سے بڑھکر اس مسئلہ کی اہمیت اور صداقت کا پتہ اس وقت لگتا ہے جب مسیحیت کے مقابلہ میں ذکر حیات مسیح کو آنا پڑتا ہے حضرت مسیح موعود کی زندگی میں ایسے بھی واقعات پیش آئے۔ کہ عام مسلمانوں کو جب عیسائیوں کے ساتھ مناظرہ پیش آتا۔ اور حیات مسیح کا عقیدہ عیسائیوں کی طرف سے مسیح علیہ السلام کی فضیلت کے ثبوت میں پیش کیا جاتا۔ تو مسلمان مولویوں کو احمدیوں کی آڑ لینی پڑتی۔ اور وہ جماعت احمدیہ کے کسی فرد کو اپنی طرف سے بطور نمائندہ پیش کرتے۔ لاہور میں اس قسم کا واقعہ دو تین مرتبہ پیش آیا۔ اور اس سے مسلمانوں نے ثابت کر دیا۔ کہ وفات مسیح کو ماننے بغیر کوئی شخص مسیحیت کے بالمقابل پورا نہیں اتر سکتا۔

دوسری طرف عیسائیوں نے یہ دیکھ کر کہ ان کا مایۂ ناز ہتھیار اب جماعت احمدیہ نے بے کار کر دیا ہے۔ ایک اور طرز اختیار کی اور وہ یہ کہ جہاں کہیں جماعت احمدیہ کا کوئی نمائندہ پیش ہوتا۔ وہ اس سے بحث کرنے سے انکار کر دیتے۔ بسا اوقات ایسا ہوا۔ کہ کسی پادری سے ایک احمدی کو بات کرنے کا موقعہ ملا۔ اور جوں ہی اس نے وفات مسیح کا نام لیا۔ پادری صاحب نے صاف کہہ دیا کہ تم احمدی ہو اور احمدیوں سے بات کرنے کا ہمیں حکم نہیں۔ اس قسم کے بیسیوں واقعات جماعت احمدیہ کے کئی اصحاب کو پیش آئے۔ اور آج تک جہاں کہیں موقعہ ملتا ہے۔ مسیحی حضرات اسی طریق سے اپنی جان چھڑاتے ہیں۔ نہ صرف یہی بلکہ اگر مسیح موعود علیہ السلام کے پہلے کے اور موجودہ واقعات و حالات کا مقابلہ کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسیحیت کا اب وہ اثر باقی نہیں رہا۔ جو ابتدائی زمانہ میں تھا۔ اگرچہ اب بھی سکولوں کالجوں اور ہسپتالوں وغیرہ کے ذریعہ سے عقیدہ تثلیث کی اشاعت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا جاتا لیکن جو جوش ابتدائی ایام میں تھا اب باقی نہیں رہا۔ اور نہ وہ اثر باقی ہے۔ چوہڑے چماروں اور اسی قسم کے رذیل لوگوں کے سوائے شاذ و نادر ہی کوئی اور شخص آج مسیحیت کا شکار ہو سکتا ہے۔ اور وہ ادنےٰ اقوام بھی مذہب کی خاطر نہیں۔ بلکہ محض اپنی تمدنی حالت کو سنوارنے کے لئے بپتسمہ لیتی ہیں۔ اس سے ہمیں بحث نہیں۔ کہ ان لوگوں کا عیسائیت میں جانا کہاں تک ان کے لئے مفید ہے۔ لیکن اس سے کم از کم یہ ظاہر ہے۔ کہ مسیحیت کا اثر شرفا اور سمجھدار اور پڑھے لکھے لوگوں پر اب نہیں رہا۔ اور وہ اپنے ہر قسم کے ساز و سامان اور مشنریوں کی ایک معقول تعداد کے باوجود اس میدان سے پسپا ہو چکی ہے۔

آج تمام اسلامی دنیا میں جا کر تلاش کرو۔ اور ان خدمات کو جو مسلمانوں نے اسلام کی کی ہیں ایک جگہ جمع کر کے رکھو۔ اور پھر دیکھو کہ یہ کام جو مسیح موعود نے کیا ہے۔ کسقدر اہمیت اپنے اندر رکھتا ہے۔ مسلمان پوچھتے ہیں کہ مسیح موعود نے کسر صلیب کے فرض کو کس طرح سرانجام دیا۔ کاش وہ ان واقعات کو چشم بصیرت کے ساتھ دیکھتے تو انہیں معلوم ہو جاتا۔ کہ صلیب کو جو شکست وفات مسیح کے عقیدہ سے مرزا صاحب علیہ السلام نے دی ہے۔ وہ کسی اور طریق سے نہ مل سکتی تھی۔ یہ وہ عظیم الشان خدمت اسلام آپ نے کی ہے۔ کہ جس کی نظیر موجودہ زمانہ میں ڈھونڈنے سے مل نہیں سکتی۔ یہ کہنا کہ سر سید احمد خاں بھی وفات مسیح کا عقیدہ رکھتے تھے۔ اور اس لئے مرزا صاحب نے ان کی نقل کی ہے۔ صریحاً واقعات کو ان کی اصلیت سے پھیر دینا ہے۔ سر سید احمد خاں کا مسلک کچھ اور تھا۔ وہ اسلامی عقائد کو فلسفہ جدید، کے سانچہ میں ڈھالنا چاہتے تھے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مد نظر محض قرآن اور حدیث تھی۔ آپ نے وفات مسیح کو عقل اور فلسفہ کے رو سے نہیں۔ بلکہ قرآن سے ثابت کر کے دکھایا۔ اور دنیا پر روشن کر دیا۔ کہ جس بات کو مسیحی حضرات اسلام پر بطور حجت پیش کرتے ہیں وہ اسلام کے رو سے ثابت ہی نہیں۔ اس پر ہم کسی آیندہ فرصت میں مفصل لکھیں گے۔ فی الحال یہاں صرف اس قدر بتانا مقصود ہے۔ کہ وفات مسیح کے عقیدہ کو قرآن سے ثابت کر کے مسیح موعود نے مسلمانوں کے ہاتھ میں ایک ایسا زبردست حربہ دے دیا۔ جس کا مقابلہ کوئی بڑے سے بڑا دشمن اسلام نہیں کر سکتا۔ آپ نے اس حربہ سے دجال کی ایسی سرکوبی کی ہے۔ کہ اب تا قیام قیامت اس کا اٹھنا محال ہے۔

خدا کا شکر ہے۔ کہ مسلمان آج عام طور پر اسی عقیدہ کے قائل ہو رہے ہیں۔ بہت سے ایسے ہیں۔ جو علانیہ اس کا اعتراف کرتے ہیں۔ کہ مسیح علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ اور جو باقی ہیں۔ وہ یا تو مولوی لوگ ہیں۔ یا ان کے پیرو۔ لیکن دل ان کے بھی اندر سے کھائے ہوئے ہیں۔۔۔ اگرچہ زبانوں سے وہ اقرار نہیں کرتے۔ لیکن اس پر بحث بھی کرنا نہیں چاہتے اور نہ حتی الوسع کرتے ہیں۔ گویا عملی طور پر وہ بھی مسیح موعود کی صداقت پر اپنی خاموشی سے مہر تصدیق ثبت کر چکے ہیں اور وہ دن دور نہیں۔ جب تعصب کے پردے چاک ہو جائیں اور ان لوگوں کو آخر کار آپ کی اس عظیم الشان خدمت اسلام اور دعوے کی صداقت کا اعتراف کرنا پڑے۔

"واحد پروگرام"

آل مسلم پارٹیز کانفرنس کے متعلق ۶ر جولائی کے تنظیم لاہور میں ایک افتتاحیہ جناب قرشی کے قلم سے شائع ہوا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں کو ہرگز اس بات کی ضرورت نہیں کہ وہ اپنے لئے کوئی نیا پروگرام یا نظام کار تلاش کریں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو واحد پروگرام مسلمانوں کے لئے آج سے تیرہ سو سال پیشتر رکھا تھا۔ وہ قرآن کریم ہے جو آج تک اسی طرح سے حرف بحرف محفوظ ہے۔ جیسے کہ آنحضرت صلعم نے امت مرحومہ کے سپرد کیا تھا۔ آپ نے حجۃ الوداع کے دن اپنی آخری تقریر میں امت مرحومہ کو یہ وصیت کی تھی۔ وقد ترکت فیکم ما لن تضلوا بعدہ ان اعتصمتم بہ کتاب اللہ۔ مسلمانو میں تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑ چلا ہوں کہ اگر اسے مضبوط پکڑو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ وہ اللہ کی کتاب ہے۔

فی الحقیقت قرآن کریم ہی ایک چیز ہے جس کو جب تک مسلمانوں نے مضبوط پکڑے رکھا۔ اس وقت تک وہ کامیاب اور معزز قوم بنے رہے اور جب سے اُسے چھوڑا ہے قعر مذلت میں گرتے چلے جا رہے ہیں۔ کاش اب بھی وہ اس کو سمجھیں اور اپنی کانفرنسوں اور کانگرسوں کا واحد پروگرام قرآن کریم کو بنائیں اسی کو اپنا مطمح نظر قرار دیں اور اسی کی تلقین امت مرحومہ کو کریں۔ تاکہ ادہر اُدہر کی راہوں پر قدم مار کر وہ گمراہ نہ ہوں

کیونکر ہوگا اور کون کریگا؟

لیکن اصل سوال جو اس وقت آل مسلم پارٹیز کانفرنس کے سامنے ہونا چاہیئے وہ یہ نہیں کہ ہمارا لائحہ عمل کیا ہونا چاہیے کیونکہ بقول جناب قرشی اس کو سب جانتے ہیں کہ قرآن کریم ہی مسلمانوں کا واحد علاج ہے اور اسی پر گامزن ہونے سے مسلمان معزز قوم بن سکتے ہیں بلکہ سوال یہ ہے کہ اس پر عمل کیونکر ہو۔ آج امت مرحومہ پر جو سب سے بڑی مصیبت ہے وہ یہ نہیں کہ ان کو صحیح اور سیدھا رستہ بتانے والا کوئی نہیں بلکہ اصل مصیبت یہ ہے کہ اس رستہ پر چلانے والا کوئی نہیں۔ تمام دنیا میں غالباً ایک بھی مسلمان نہ ہوگا جو قرآن کریم کو سر آنکھوں پر رکھنے کے لئے تیار نہ ہو۔ اور اس بات کا مقر نہ ہو کہ یہی پاک صحیفہ ہماری کامرانی کا اصل ذریعہ ہو سکتا ہے لیکن کتنے ہیں جو باوجود اس کو ماننے کے اس پر عمل کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اصل بات یہ ہے کہ کتاب اللہ پر عمل کرانے کے لئے ایسے باخدا انسانوں کی ضرورت ہے جو اپنی قوت قدسی کے اثر سے دلوں کی غلاظتوں کو صاف کر دیتے اور انکی جگہ محبت الٰہی کا جذبہ پیدا کر دیتے ہیں۔ اسی لئے قرآن کریم نے فرمایا ہے کونوا مع الصادقین راستبازوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ لیکن افسوس جو بھی راستباز دنیا میں آیا دنیا نے اس کی تکذیب کی۔ اور ہدایت کی بجائے گمراہی کا رستہ اختیار کیا۔ آج بھی ایک راستباز ہمارے ملک میں پیدا ہوا، جس کی صداقت کئی ایک نشانات سے واضح ہو چکی ہے۔ لیکن ابھی تک بہت لوگ اس کی معیت کو چھوڑ کر ادہر اُدہر بھٹک رہے ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ جب تک وہ مجدد وقت کے بتائے ہوئے رستہ پر گامزن نہ ہونگے اس وقت تک کوئی کامیابی نہیں ہو سکتی۔ وہ رستہ یہی ہے کہ مسلمانوں کو باہمی تکفیر سے بچاؤ۔ باہم محبت و ہمدردی اور رواداری کے جذبات پیدا کرو۔ اور پورے اتحاد کے ساتھ دشمنان اسلام کے مقابلہ میں کھڑے ہو جاؤ۔ اور اسلام کی پاک تعلیم کو پھیلا کر اس کی عظمت ان کے دلوں میں پیدا کرو۔ اگر اشداء علی الکفار رحماء بینہم کا حقیقی نقشہ آج مسلمانوں میں پیدا ہو جائے۔ تو وہ آج کامیابی کا منہ دیکھ سکتے ہیں۔ اور یہی مجدد وقت کا حقیقی پیغام ہے +

خلافت حقہ

جہاں تک اصول اسلامی کا سوال ہے۔ تمام مسلمان متفق العقیدہ ہیں۔ کوئی فریق اور کوئی جماعت خواہ کسی قطعہ زمین کی ہو باوجود فروعات میں مختلف الرائے ہونے کے جو حقیقت ترقی کا ایک حقیقی راز ہے اور جس کی اصلیت کو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اختلاف امتی رحمۃ کے جامع الفاظ سے تعبیر فرمایا تھا ان تمام عقائد پر اعتقاد رکھتی ہے جو ایک غیر مسلم کو مسلم ہونے کے لئے لابدی اور ضروری ہیں لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ وہ فروعی اختلافات جو بیدار مغزی کا سنگ بنیاد تھے۔ تنگ نظر علما کے تعصب اور ضد کے نیچے آکر دھڑا بندی اور دشمنی کا ذریعہ بن گئے۔ اگر کم ظرفی سد راہ نہ ہو تو اختلاف کوئی بری بات نہیں۔ لیکن برا ہو خود غرضی کا کہ امتداد زمانہ کے ساتھ ساتھ اس میں ترقی ہوتی گئی اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ مسلمان جنمیں فی الحقیقت کوئی فرق نہیں ایک دوسرے کے جانی دشمن بن گئے چنانچہ آج معمولی فروعی اختلافات پر تکفیر کا بازار گرم ہے اور بھائی کا بھائی دشمن بن رہا ہے۔ لیکن سلف صالحین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مسلک موجودہ حالات سے بالکل مختلف نظر آتا ہے سید الفقہا علامہ زین الملۃ والدین شارح ہدایہ اپنی کتاب فتح القدیر جلد ثانی مطبوعہ نولکشور صفحہ ۴۰۹ پر تحریر فرماتے ہیں کہ خوارج جو اہل اسلام کی خونریزی اور ان کے اموال کی غارت کو باطل تاویلوں سے جائز سمجھتے تھے نساء اسلام کو قیدی بناتے تھے۔ اور اپنی کم فہمی کی وجہ سے اصحاب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکفیر ان کا مشغلہ تھا۔ ان کا حکم بھی جمہور فقہا اور اہلحدیث کے نزدیک باغیوں سا ہے۔ پھر لکھتے ہیں۔ ثم یقع فی کلام اہل المذاہب تکفیر کثیر ولکن لیس من کلام الفقہاء الذین ہم المجتہدون بل من غیرہم ولا عبرۃ بغیر الفقہاء۔ خلاصہ یہ کہ عوام کی کلام میں تکفیر اہل البدع پائی جاتی ہے لیکن مجتہدین فقہا کا مسلک اس کے بالکل مخالف ہے اور غیر مجتہدین کا کلام ناقابل التفات ہے۔ بعد ازاں ایک واقعہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرمی مسجد کوفہ میں جا کر دیکھتا ہے پانچ آدمی جناب علی کرم اللہ وجہہ کی جناب میں گستاخانہ الفاظ کہہ رہے ہیں۔ اور سب و شتم کر رہے ہیں۔ ان میں سے ایک شخص قسم کھا کر کہتا ہے۔ میں جناب مرتضی رضی اللہ عنہ کو ضرور بالضرور قتل کر ڈالوں گا۔ حضرمی یہ حالت دیکھ کر اس عدو العلی کو لپٹ جاتا ہے۔ اور پکڑ کر جناب امیر المومنین رضہ کی خدمت میں پیش کرتا ہے اس کو آپ فرماتے ہیں من انت ادھر آ تجھ پر افسوس تو کون ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ میں سواد المنقری ہوں جناب امیر المومنین فرماتے ہیں۔ اے حضرمی اسکو چھوڑ دے وہ عرض کرتا ہے۔ اے خلیفۃ الرسول صلعم یہ بدبخت آپ کے شہید کرنے کے واسطے خداوند سے عہد کر رہا تھا۔ آپ اس وسعت قلبی سے جس کی نظیر تاریخ عالم میں مشکل سے مل سکیگی۔ فرماتے ہیں کیا میں اسکو قتل کر دوں۔ حالانکہ اس نے مجھے قتل نہیں کیا۔ حضرمی کہتا ہے میں نے پھر عرض کیا کہ یہ شقی آپ کو گالیاں دے رہا تھا۔ جناب فرماتے ہیں۔ فاشتمہ ان شئت اودعہ اس کو گالیاں دے یا معاف کر دے۔ اس موقعہ پر علامہ شارح ہدایہ تحریر فرماتے ہیں۔ ففی ہذا دلیل ان ما لم یکن بالخارجین منعۃ لا یقتلہم وانہم لیسوا کفارا لا شتم علی ولا بقتلہ الا اذا ... فان من استحل قتل مسلم فہو کافر کہاں ہیں تکفیر کے شیدائی دیوبندی۔ بریلوی وغیرہ وغیرہ۔ ذرا اس واقعہ کو غور سے پڑھیں اور خدا سے ڈر کر مسلمانوں میں تفرقہ اندازی سے اجتناب کریں۔ ایک اور واقعہ بھی سن لیں۔ اور عبرت پکڑیں۔ علامہ موصوف الصدر اسی صفحہ پر و محاربل علی عام تغیر اسم ماذکر محمد مع ایضاً کی عبارت سے آغاز فرماتے ہیں کہ جمعہ کے روز حضرت علی کرم اللہ وجہہ خطبہ پڑھ رہے تھے کہ مسجد کی جانب سے آکر الحکم للہ کہتے ہیں اور منشا یہ تھا کہ لوگوں میں تشویش خاطر پیدا ہو اور خطبہ کی طرف توجہ نہ کر سکیں۔ مگر جناب علی المرتضے کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں تو کیا کلمۃ حق ارید بہا باطل لا نمنعکم مساجد اللہ ان تذکروا فیہا اسم اللہ ولا نمنعکم الفئ ما دامت ایدیکم مع ایدینا ولا نقاتلکم حتی تقاتلونا یعنی الحکم للہ۔ کلمہ صحیح ہے۔ لیکن اس سے باطل کا ارادہ کیا گیا ہے۔ اے خوارج ہم تم کو مساجد سے منع نہیں کرتے اور جب تک تم ہمارے ساتھ ہو غنیمت سے بھی حصہ دیا جائیگا۔ اسوقت تک ہم تم سے مقاتلہ نہ کریں گے جب تک تم خود ابتدا نہ کرو۔ لیکن دور موجودہ میں وہ افراتفری ہے کہ خدا کی پناہ تمام افرق ایک دوسرے کی مساجد میں علماء سوء کے فتووں کی بنا پر قدم نہیں دھر سکتے۔ خدارا اپنے احوال کا محاسبہ کرو۔ اور سلف صالحین کے طریق پر قدم مارنا شعار سمجھو تو دنیا میں کامیابی تمہارے قدم چومے بغیر نہ رہیگی۔ خوارج کا طریق تفرقہ اندازی اپنا مسلک نہ بناؤ۔ جناب علی المرتضی کرم اللہ وجہہ اور فقہا مجتہدین کے فتواؤں پر اپنا عمل فرض سمجھو تو خوشگوار رو میں پیدا ہو کر دنیائے اسلام میں اتحاد پیدا ہو جائے گا۔ اور اسلام کی متفقہ قوت کے سامنے کفر کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔

آج جس موضوع پر خامہ فرسائی کی جاتی ہے۔ وہ خلافت نبوی جس کو خلافت حقہ کہنا بالکل مناسب ہے۔ اور صحابہ کرام کی شخصیت کے متعلق ہے مسلمانوں کے دو بڑے بڑے فریق شیعہ اور اہلسنت میں مابہ الامتیاز صرف یہی امر ہے اگر محققانہ تحقیق سے حقائق محققہ قرآنی اصولوں کے ماتحت ثابت ہو جائیں اور احباب شیعہ اسے ٹھنڈے دل سے تعصب کی عینک اتار کر غور فرمائیں تو یہ گتھی بالکل سلجھ جاتی ہے۔ سب سے زبردست اعتراض جو اہل تشیع سے حضرات شیخین کے بارہ میں ہے وہ یہ ہے کہ یہ حضرات نعوذ باللہ منافق اور در پردہ اسلام کے دشمن تھے۔ یہ اعتراض غیر محفوظ کتابوں کی رو سے ہے لیکن محفوظ کتاب قرآن مجید جس کی ترتیب اور تکمیل توفیقی ہے اور محققین شیعہ کو بھی اس واقعی حقیقت سے کوئی انکار نہیں۔ اس بات کو فوراً ٹھکرا دیتی ہے۔ ہاں تدبر فی القرآن کی ضرورت ہے کیونکہ قرآن مجید کا صاف ارشاد ہے۔ لیحکم بین الناس فی ما اختلفوا فیہ یعنی تمام انسانی اختلافات جن کی زد مذہب فطرت پر پڑتی ہے اس پاک کلام کے ذریعہ مٹ سکتے ہیں۔ خداوند پاک نے منافقین کے لئے جو حضور عربی فداہ امی وابی کے زمانہ مقدس میں موجود تھے ایک آخری فیصلہ فرمایا ہے۔ لئن لم ینتہ المنافقون والذین فی قلوبہم مرض والمرجفون فی المدینۃ لنغرینک بہم ثم لا یجاورونک فیہا الا قلیلا ملعونین اینما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتیلا سنۃ اللہ فی الذین خلوا من قبل ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ الاحزاب پ۲۲

آیات محولہ بالا موکدہ بالقسم میں مندرجہ ذیل امور کا ذکر ہے۔
(ا) تین گروہوں کا ذکر ہے (ا) منافقین (۲) ضعیف الایمان (۳) خلاف واقعہ بری خبریں اڑانے والے (ب) اگر مذکورۃ الصدر گروہوں نے اپنی اصلاح نہ کی تو ذیل کے نتائج برآمد ہوں گے
(ا) حضور عربی فداہ امی وابی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان ہر سہ گروہ پر مسلط فرما دیا جائے گا جسکی وجہ سے وہ آپ کے ساتھ سوائے قلیل مدت کے دفذالک بان یضطروا الی الجلاء نہ رہ سکیں گے
(۲) رحمت الٰہی ان سے کنارہ کریگی۔ جہاں کہیں جائینگے پکڑے جائینگے اور خوب قتل کئے جائینگے۔ اور ٹکڑے ٹکڑے اور پھر فرمایا کہ امم ماضیہ کے منافقین میں بھی یہی خدائی قانون جاری رہا اور اسمیں کبھی تبدیلی نہ پائی جائیگی۔ باقی صفحہ چہارم کالم اول

کوئی ہے جو غور کرے اور سوانح صحابہ کرام پر نظر ڈالے۔ کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ یہ حضرات مدینہ منورہ سے حضور کی زندگی میں نکالے گئے ہوں۔ اور ان کے ساتھ وہی خدائی مقرر کردہ وعیدیں پوری ہوئی ہوں جو اس آیت میں اصدق الصادقین موحد کی جانب سے ایسے فرزندوں کے واسطے حتمی طور پر بیان فرمائی گئی ہیں۔

غور کرنے والا دل و دماغ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی سوانح پر محققانہ نظر ڈالنے سے بلا تردد سمجھ سکتا ہے کہ منافقت تو بجائے خود یہ مقدس جماعت ضعیف الایمانی سے بھی مبرا تھی۔ ان کے ایمان کامل رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کا الٰہی تمغہ حاصل کر چکے تھے اور ان کے صادقانہ اعمال خدائی رحمت کے پورے اور اتم طور پر جاذب تھے اور یہی وجہ تھی کہ وہ ہر ایک میدان میں کامیاب نظر آتے ہیں اور ان کی کامیابی پر آج تک دنیا رشک کی نظر ڈالتی رہی۔ اور نوبت بہ اینجا رسید کہ لیستخلفنہم کے حقیقی مصداق ہونے کی وجہ سے خلافت رسول کے وارث ٹھیرے۔ ایک سلیم الطبع انسان کے لئے تو صرف یہی استدلال اس پاک جماعت کی صدوقیت کے لئے کافی اور ان کی حقیت خلافت کا ایک زبردست ثبوت ہے لیکن صحبت بد کے زیر اثر قلوب کے اطمینان کی خاطر اس خلافت حقہ کی صداقت پر ایک بدیہی الانتاج آیت سے بھی روشنی ڈالی جاتی ہے تاکہ وما علینا الا البلاغ المبین کے ماتحت ہم اپنے فرض سے سبکدوش ہو جائیں اور سعید ارواح اس مقدس گروہ کی صداقت کو ثابت بالقرآن دیکھ کر ان کی دشمنی سے جو مقربان بارگاہ الٰہی اور نبوی ہیں باز آکر اپنے ایمان کو زائل ہونے سے بچا لیں۔ کیونکہ خدا کی پاک جماعتوں سے دشمنی من عادی لی ولیا فقد آذنتہ للحرب کے مصداق خدائی غیرت کے ماتحت ایمان کو متزلزل کر دیتی ہے اور اگر خدائی رحمت دامنگیر نہ ہو تو ایمان کا فاتحہ ہو جاتا ہے نعوذ باللہ من ذالک۔ خداوند پاک فرماتا ہے۔ والذین ہاجروا فی اللہ من بعد ما ظلموا لنبوئنہم فی الدنیا حسنۃ ولاجر الآخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون۔ اس آیت میں بتلایا ہے کہ جو لوگ مظلوم ہونے پر سچی نیت سے خدا تعالیٰ کی رضا کے ماتحت ہجرت کر چکے ہیں ان کو ہم اس دنیا کے اندر معزز بنائیں گے۔ ان کو اپنی بندہ نوازی سے حکومت، سلطنت اور شاہی دیں گے۔

یہ ایک پیشگوئیانہ آیت ہے جس کے پورا ہونے پر صداقت اسلام کا دارومدار تھا اور حسی مادی نظر سے عالم آخرت جو ظنی ہے اور غیر مرئی کی حقیقت واضح ہوتی تھی کس طرح حرف بحرف پوری ہوتی ہے۔ اور مہاجرین فی سبیل اللہ کو جو خداوند پاک کی رضا کو مقدم سمجھتے تھے کس طرح برسر اقتدار کیا گیا کیوں نہ ہو اسلام کی حقیت پر کون ہے جو حرف گیری کر سکے یہ فطرت اور خالق فطرت کا مذہب اس کے دعوی اور وعید سب صادق اور صحیح۔ فکر مصیب سے روحانیت کی روشنی میں ان تمام امور کا مطالعہ کرو اور سوچو۔ قدم پر صداقت اسلام کے ساتھ ساتھ حقیت خلافت حقہ کا ثبوت ملے گا۔ انسانی مؤلفہ کتب کو اس حد تک ہم مان سکتے ہیں جب تک وہ قرآنی اصولوں کے خلاف نہ ہوں اور کلام الٰہی سے ان کی تکذیب نہ ہوتی ہو۔ کیونکہ کسی انسانی کتب کا بجنسہٖ محفوظ ہونا اور پھر غلطی سے پاک ناممکنات سے ہے جبکہ قرآن حکیم کے ماسوائی سابقہ آسمانی کتب جن کی ... کا کوئی وعدہ نہ تھا۔ کیونکہ وہ وقتی ضرورت کو پورا کرنے کی خاطر نازل ہوئی تھیں محرف اور مختلط ہو چکی ہیں تو ادنیٰ ... کتاب ہے جو دشمنوں کی دست برد سے محفوظ رہ سکے۔ سوچو اور پھر سوچو کہ کیا خلافت راشدہ کے عدم ثبوت پر اسلام کی سچائی پر حرف تو نہیں آتا۔ کیونکہ اسلام کا سچا ہونا طرفین کا مسلمہ مسئلہ ہے ہاں! اگر اسلام کی صداقت مشتبہ ہے اور من عادی لی ولیا کے ماتحت قلوب مسخ ہو چکے ہیں تو پھر بھی واقعات عالم کو کون جھٹلا سکتا ہے۔ مریض القلوب نہ مانیں لیکن واقعات کو جو خدائی کلام میں اور اس کے کلام کے عین مطابق کس طرح مختلف ثابت کر سکتے ہیں جو کچھ ہونا تھا خداوند زبردست کی مرضی اور اس کے وعدوں کے تحت پورا ہو گیا۔ ان کا تبدیل کرنا اب انسانی طاقت اور قوت سے برتر ہو چکا ہے۔ ہاں اپنی آخرت کا سنوارنا انسان کا فرض ہے اور وہ صرف سلامت روی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ باقی دارد

فرزندان ناہموار

(۲)

"ایک دفعہ کا ذکر ہے" مسٹر سالک جو زمیندار کے بہروپ اذکا ہوا ٹ کے نقاب پوش ایڈیٹر ہیں۔ زمیندار میں اپنے منہ سے گھونگٹ اٹھا کر اپنے انداز خصوصی میں یوں گویا ہوئے تھے۔

"مولوی غلام رسول صاحب مہر ہمیشہ سالک سے بسبیل تفنن یہ فرمایا کرتے تھے کہ بھائی تم اس ضلع کے رہنے والے ہو جس کی زمین جھوٹے نبی اگلا یا کرتی ہے۔ اور یہ فقرہ اتنا چست واقع ہوا تھا کہ سالک کو اس کا جواب کچھ نہ سوجھتا تھا بجز ہنسنے کے سوا چارہ کار ہی نہ تھا۔ بے اختیار جی بھر آتا تھا کہ مرزا غلام احمد آنجہانی سامنے آئیں تو ان کا منہ نوچ لوں۔"

حسن اتفاق سے خود مسٹر سالک کے والد بزرگوار اور عم بزرگوار حضرت مرزا صاحب کے مریدان خاص میں سے ہیں۔ اور بقید حیات موجود ہیں۔ ایسی صورت میں مسٹر سالک کا اپنے ہی بزرگوں کے پیر و مرشد کا منہ نوچنا) ایک سفیہانہ حرکت سمجھی جاتی تھی۔ اسلئے ہم نے لکھا کہ اگر حضرت مرزا صاحب فوت ہو گئے ہیں تو مضائقہ نہیں۔ تم اپنے والد اور چچا پر اپنی حسرت نکالو کہ تمہارے جیسے ناخلف اور ناہموار اولاد سے یہ بات کچھ بعید نہیں۔ اس پر مسٹر سالک کچھ ایسے بگڑے اور رٹ پیٹا کہ ہمیں بے تحاشا گالیاں دینی شروع کیں کہیں ہمیں برگشتہ بخت لکھا اور کہیں اوندھی کھوپڑی کا مرزائی۔ حالانکہ ہمیں حضرت مرزا صاحب کی بیعت کا شرف حاصل نہیں۔ اس گھبراہٹ اور غیظ و غضب کے عالم میں مسٹر سالک کو یہ بھی نہ سوجھا کہ اس سے پہلے وہ اس واقعہ کے متعلق علی الاعلان ظاہر کر چکے ہیں مگر دروغگورا حافظہ نباشد کے مصداق بنا کر جھٹ ایک غیور مسلمان کا نقاب پہن لیا اور ذاتی معاملہ کو حدیث دیگراں کی لے میں یوں پردہ بیان کرنے لگا۔

"ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ شہر لاہور میں ایک غیور مسلمان رہتا تھا جس کے والد بزرگوار سوء اتفاق سے قادیانی واقعہ ہوئے تھے لیکن یہ مسلمان تحریک مرزائیہ کا سخت مخالف تھا۔ ایک دفعہ اس نے تنگ آکر یہاں تک کہہ دیا کہ اگر مرزا غلام احمد آنجہانی میرے سامنے آئیں تو ان کا منہ نوچ لوں۔ اس پر تمام قادیانی کبوتر خانوں میں پھڑ پھڑاہٹ کا شور اٹھا۔ اور یہ لوگ اپنے پیر و مرشد کی شان میں منہ نوچنے کا لفظ سن کر بہت غیظ و غضب کا اظہار کرنے لگے۔"

اللہ اللہ کیا تجاہل عارفانہ ہے اور کیا خود فراموشی کا عالم ہے چندہی روز کے بعد مسٹر سالک اپنی اخلاقی عریانی کو غیور مسلمان کے پردہ میں چھپانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں؂

خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں
صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

خیر یہ مسٹر سالک کی عادت مستمرہ ہے وہ ہمیشہ ہی دیر مسٹول کی اوٹ میں بیٹھ کر اپنے ننگے تیر چلایا کرتے ہیں۔

مسٹر سالک نے جن قادیانی کبوتر خانوں کی پھڑ پھڑاہٹ کا ذکر کیا ہے ان میں یقیناً بٹالہ کا وہ کبوتر خانہ بھی شامل ہے جس میں مسٹر سالک کے والد اور عم بزرگوار پھڑ پھڑا رہے ہیں اور غالباً انہیں کی پھڑ پھڑاہٹ کی آواز سالک صاحب کے کانوں کے پردے پھاڑ رہی ہے۔ اسلئے ہم ان کو دوبارہ یہ مشورہ دیتے ہیں کہ بٹالہ تشریف لے جائیے ان دونوں کبوتروں کو پکڑئیے اور اپنی ناہموار قینچی سے اس طرح ان کے پر کترئیے کہ پھر ان بیچاروں کو پھڑ پھڑانے کی طاقت ہی نہ رہے۔

مسٹر سالک کو ہماری تہذیب کا بڑا شکوہ ہے لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ یہ کہاں کی تہذیب ہے کہ اپنے بزرگوں کے پیر و مرشد پر جو لاکھوں مسلمانوں کا پیشوا ہے آئے دن پھبتیاں اڑائی جائیں۔ اس کے منہ نوچنے کی خواہش ظاہر کی جائے اور اسکو کذاب کے لفظ سے یاد کیا جائے۔

مسٹر سالک کے والد بزرگوار تو مرزا صاحب کے مصدق اور مرید ہیں اسلئے اگر نعوذ باللہ مرزا صاحب کذاب ہیں تو سالک کے والد بزرگوار بھی جھوٹے ہیں۔ اور اگر وہ سچے ہوں تو مسٹر سالک کے جھوٹا ہونے میں شک نہیں۔ اب مسٹر سالک خود فیصلہ کریں کہ وہ خود جھوٹے ہیں یا ان کے والد بزرگوار۔

باقی رہا بعض احمدی حضرات کے آباؤ اجداد کا مرزا صاحب کو نہ ماننا۔ یا ان کے دعوی سے پہلے وفات پا جانا۔ سو اسکو اصل مبحث سے کوئی تعلق نہیں۔ ہمیں یقین نہیں کہ کسی احمدی نے اپنے باپ دادا کے پیر و مرشد کے منہ نوچنے کی ناپاک خواہش کا کبھی اظہار کیا ہو۔ یہ سعادت برگشتہ بخت اوندھی کھوپڑی کے سالک گمراہ ہی کے حصہ میں آئی ہے۔ اور اسی لئے "فرزندان ناہموار" کی فہرست میں سب سے پہلا نام آپ ہی کا ہے؂

ہر گنہے کہ کنی در شب آدینہ مکن
تاکہ از صدر نشینان جہنم باشی

ہمیں افسوس ہے کہ مسٹر سالک نے "پیغام صلح" کے ایڈیٹر دوست محمد کو دشمن محمد اور ان کے اخبار کو اعلان جنگ لکھ کر اپنی نرالی تہذیب کا نمونہ دکھایا اور قرآن مجید کے حکم لاتنابزوا بالالقاب کو پس پشت ڈال رہا ہے۔ اگر قرآن مجید کی تعلیم مدنظر نہ ہوتی تو ہم بھی عبدالمجید سالک کا ایسا برا نام تجویز کر سکتے ہیں کہ ان کو بھی چھٹی کا دودھ یاد آجائے۔

حوادث ایڈیٹر نے یہ بھی لکھا ہے کہ بعض احمدی اپنے باپ کا جنازہ بھی نہیں پڑھتے۔ ہمیں تو کچھ علم نہیں لیکن یہ کہے دیتے ہیں کہ عنقریب مسٹر سالک کو بھی یہی معاملہ پیش آنے والا ہے ان کے والد مرزائی ہونے کے باعث مسٹر سالک کے عقیدہ کے موجب مرتد اور کافر ہیں۔ اور کافر کا جنازہ شرعاً ممنوع ہے۔ ہمیں تو امید نہیں کہ یہ بزرگوار اپنے والد کے جنازہ کو کندھا بھی دیں۔ کیونکہ جب زندگی میں وہ ان کو جامہ انسانیت سے نکال کر کبوتر کہنے تک دریغ نہیں کرتے تو مرنے کے بعد خدا جانے کیا کریں گے۔ ہمیں حوادث ایڈیٹر کی حالت پر رحم آتا ہے کہ پہلے تو بقول ان کے غلام رسول مہر کے ایک فقرہ ہی سے وہ بغلیں جھانکا کرتے تھے اور حضرت مرزا صاحب کے منہ نوچنے تک مجبور ہو جاتے تھے لیکن اب تو ان کو اپنے والد کے احمدی ہونے کے باعث اپنے خلاف دستے ملے جوڑے مضامین سننے پڑتے ہیں۔ اور "فرزندان ناہموار" کا خطاب بھی نصیب ہوا ہے اب وہ خدا جانے جھلا کر اپنے والد کا منہ نوچنے کی بجائے اور کیا کیا کچھ نہ کریں گے۔

آخر میں ہم یہ ظاہر کر دینا چاہتے ہیں کہ "فرزندان ناہموار" کے عنوان سے جو مضمون ہم نے لکھا تھا اسکی غرض صرف یہ تھی کہ اس سے حوادث ایڈیٹر کو جو بزعم خود ایک غیور مسلمان بنتا ہے۔ نصیحت کی جائے کہ اپنے باپ کی جائز عزت و احترام ملحوظ رکھتے ہوئے ان کے پیر و مرشد کے خلاف گستاخانہ کلمات سے اجتناب کرے۔ لیکن اس اوندھی کھوپڑی کے انسان کی غیرت قابل داد ہے کہ پہلے تو اس نے اپنے باپ کے پیر و مرشد کے منہ نوچنے کی ناپاک خواہش ظاہر کی۔ اور اپنے باپ اور چچا کو کبوتر اور کبوتروں کی طرح پھڑ پھڑانے والا قرار دیا۔ کاش! مسٹر سالک "فرزندان ناہموار" کی ذیل سے نکلنے کے لئے کوئی معقول طریقہ سوچے اور لوگوں کو یہ کہنے کا موقعہ نہیں دیتے؂

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو! آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

باقی آئندہ بشرط ضرورت

راقم عارف ۲۷ جون

پیغام صلح۔ جناب عارف۔ جیسا کہ انہوں نے خود لکھا ہے۔ جماعت احمدیہ میں شامل نہیں۔ تاہم حمایت حق کا جذبہ انہیں مجبور کرتا ہے۔ کہ اس قسم کی نوک جھونک کا جو مسٹر سالک نے زمیندار میں جماعت احمدیہ کے خلاف شروع کر رکھی ہے۔ دندان شکن جواب دیں۔ اگرچہ ہم اس قسم کی تحریرات کو جن میں تلخی اور درشتی کا رنگ پایا جائے۔ ناپسند کرتے ہیں۔ اور عفو اور درگذر کو سب سے بڑا ہتھیار سمجھتے ہیں۔ تاہم جناب عارف اور بعض دیگر حضرات کا اصرار ہمیں مجبور کرتا ہے۔ کہ فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم کے طریق کو ان کے لئے کھلا رکھا جائے۔

آل مسلم پارٹیز کانفرنس
کے لئے
ایک ضروری تجویز

اخویم مکرم جناب اڈیٹر صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

چونکہ عنقریب امرتسر میں آل مسلم پارٹیز کانفرنس منعقد ہونے والی ہے جس کے انعقاد میں میر غلام بھیک صاحب نیرنگ معتمد عمومی جمعیت مرکزیہ تبلیغ الاسلام انبالہ اور ڈاکٹر سیف الدین کچلو کی مساعی جمیلہ کو بہت کچھ دخل حاصل ہے۔ اس لئے میں نے میر صاحب ممدوح اور ڈاکٹر صاحب موصوف کی خدمت میں دو خط لکھے ہیں۔ اور گذارش کی ہے کہ کانفرنس کی کامیابی اس امر پر موقوف ہے کہ تکفیر باہمی کی مہلک مرض کا ازالہ کردیا جائے۔ اور یہ مسئلہ کانفرنس میں زیر بحث لایا جائے کہ جملہ اہل قبلہ مسلمان ہیں۔ چٹھی کی نقل آپ کی خدمت میں ارسال کرکے ملتجی ہوتا ہوں کہ اپنی رائے بہ پیغام صلح میں شائع فرمادیں تاکہ انعقاد کانفرنس سے پیشتر اس معاملہ پر پوری پوری گفتگو ہوجائے۔

نیاز مند محمد عصمت اللہ مبلغ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

از مقام فیروزپور

جناب مکرم معظم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب والا کی مساعی جمیلہ سے امرتسر میں آل انڈیا مسلم پارٹیز کانفرنس کے انعقاد کی تیاریاں ہورہی ہیں۔ استقبالیہ کمیٹی قائم ہو چکی ہے۔ کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لئے کوئی ممکن سے ممکن کوشش ایسی نہیں جسے نظرانداز کردیا گیا ہو۔ خدا کرے یہ کانفرنس اپنے مقاصد عالیہ میں کامیاب ہو اور مسلمانوں کا تفرق وتشتت دور ہوکر اتفاق واتحاد باہمی کی صورت پیدا ہوجائے۔ مگر اس مہتم بالشان کام کو سرانجام دینے کے لئے بڑی ضرورت اس امر کی ہے کہ سب سے پہلے ان موانعات کو دور کرنے کی کوشش کی جائے جو اتحاد واتفاق اور باہمی تنظیم کے راستے میں روڑے بنکر اٹک رہے ہیں اور کسی کوشش کو من حیث الاجتماع تبلیغ اسلام اور تنظیم باہمی کے عمل میں لائی جانے بارآور نہیں ہونے دیتے۔

تفرق وتشتت کا سب سے بڑا سبب اور جادۂ مستقیم تنظیم کا سب سے بڑا روڑا بلکہ بڑا بھاری پتھر ایک کا دوسرے کو کافر بنانا اور ایک کا دوسرے پر تکفیر کی گولہ باری کرنا ہے۔ جہاں تکفیر آئے گی وہیں ایک کو دوسرے سے نفرت پیدا ہوجائیگی۔ موجودگی نفرت کی حالت میں اتحاد واتفاق ممکن نہیں۔ تنظیم کی شیرازہ بندی محالات سے ہے۔

اسلئے میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ جناب والا کی توجہ اس امر اہم کی طرف دلاؤں کہ کانفرنس میں یہ امر بھی طے ہوجانا چاہیئے کہ تمام اہل قبلہ خواہ وہ کسی جماعت اسلامیہ سے تعلق رکھتے ہوں، مسلمان ہیں۔ انہیں کافر کہنا ٹھیک نہیں۔ اصول اسلام کو ماننے اور قبول کرنے میں سب متفق ہیں۔ اور اسلام سب میں مشترک ہے۔ فرعی اور جزئی امور میں خفیف سا اختلاف اس بات کا موجب نہیں کہ انہیں دائرہ اسلام سے خارج کردیا جائے۔ اسلئے اپنی اپنی جگہ اس اختلاف کو قائم رکھتے ہوئے سب مسلمانوں کا فرض ہے کہ فراخ حوصلگی اور کشادہ دلی کے ساتھ اجتماعی کاموں میں باہم ایک دوسرے کے دست وبازو بنیں۔ اور تبلیغ اسلام میں ایک دوسرے کے مددگار ہوں۔ کوئی کسی کے راستے میں سد راہ نہ ہونے پائے۔ اگر کانفرنس میں یہ بات طے ہوجائے تو پھر کوئی شک نہیں کہ کانفرنس اپنے جملہ مقاصد میں کامیاب ہوجائیگی اور مسلمانوں کی منتشر جماعت تنظیم کی شیرازہ بندی سے منتظم ہوکر ہر مشکل کی گرہ کشا۔ اور ہر زخم کی مرہم اور ہر دکھ کی دوا ہوجائے گی۔

کیا میں امید رکھ سکتا ہوں کہ اس امر اہم کی طرف جناب والا کی توجہ منعطف ہوجائیگی۔ اور یہ عظیم الشان معاملہ کانفرنس میں غور وخوض اور منظوری کے لئے پیش کردیا جائے گا۔

جواب کا طالب

بندہ محمد عصمت اللہ مبلغ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

پیغام صلح۔ ہم اس سے پیشتر یہی تجویز کسی سابقہ اشاعت میں لکھ چکے ہیں۔ فی الواقعہ یہ ایسا ضروری ہے کہ اس کے بغیر مسلمانوں میں اتحاد اور تنظیم کی تمام کوششیں بیکار ہیں اور بیکار رہینگی۔ خوشی کی بات ہے کہ ملک کے فہمیدہ حضرات اس تجویز کی اہمیت کو محسوس کررہے ہیں۔ اور امید ہے کہ منتظمین آل مسلم پارٹیز کانفرنس اس کو زیر بحث لاکر مسلمانوں کے حقیقی مفاد کو پورا کریں گے۔

ایک ضروری مشورہ
اخبارات کے ساتھ انصاف کرو

(جناب قریشی کے قلم سے)

مسلمانوں میں بہت کم لوگ ایسے ہیں جو اخبارات کو خرید کر ان کا مطالعہ کرتے ہیں اور پھر اس خرچ سے خوش ہوتے ہیں جب کبھی مہذب اور سنجیدہ مشاغل پر روپیہ صرف کرنے کا سوال اٹھایا جاتا ہے تو اس کے جواب میں ہمیشہ مسلمانوں کے افلاس کو قطعی دلیل کے طور پر پیش کردیا جاتا ہے۔ درآں حالیکہ یہ الزام صرف غریبوں پر ہی نہیں۔ بلکہ امیر اور متوسط الحال لوگ بھی ایسے معاملات میں ہمیشہ بخل سے کام لیتے ہیں جن میں کشادگی دکھانا کسی قوم کے لئے مہذب ہونے کی سب سے بڑی ڈگری ہے

ہم ابھی تک اپنے وقت اور روپیہ کے صحیح استعمال کے قائل نہیں ہوئے۔ اگر کبھی مسلمانوں میں یہ خوبی پیدا ہوچکی ہوتی تو آج ہندوستان میں کم از کم مسلمانوں پر موجودہ دور تنزل طاری نہ ہوتا۔ اس اصول پر تمام انسانی دنیا ہمیشہ سے متفق چلی آئی ہے کہ انسان کا کا خرف عمدہ غذا اور نفیس لباس نہیں ہے بلکہ تعلیم اور خدا پرستی ہے۔ میں نے "تعلیم کو عبادت اور خدا پرستی" پر مقدم کیا ہے اور اس لئے کیا ہے کہ صحیح تعلیم کے بغیر انسان کو کبھی بھی خدا پرستی نصیب نہیں ہوسکتی اس سلسلے میں سورۂ فاطر کے مندرجہ ذیل الفاظ دلیل کے طور پر پیش کئے جاسکتے ہیں۔

انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء۔ ان اللہ عزیز غفور	خداوند پاک سے وہی بندے ڈرتے ہیں۔ جو عالم ہیں بیشک

خداوند تعالے زبردست اور بخشنے والا ہے۔

تعلیم کے کبھی یہ معنے نہیں ہیں کہ ایک دفعہ ابجد خواں بچوں کی ابتدائی جماعت سے شروع کرکے بی۔ اے یا ایم۔ اے تک کی کتابیں حفظ کرلی جائیں۔ اور پھر ہمیشہ کے لئے اسباب تعلیم سے آنکھیں باندھ لی جائیں۔ دور جدید میں علم وبصیرت کا بہترین ذریعہ اخبارات ہیں میرے خیال میں "مطالعہ اخبارات" کو "فلسفہ وتاریخ" پر بھی بہت کچھ فوقیت حاصل ہے۔ جو کچھ آج سے ایک صدی پہلے اس دنیا میں ظہور پذیر ہوا وہ اُن لوگوں کا حصہ تھا جو آج سے ایک سو سال پہلے دنیا پر آباد تھے۔

اس میں شک نہیں کہ ہم ایک صدی پیشتر کے واقعات سے بھی بہت سبق سیکھ سکتے ہیں لیکن ان واقعات کو موجودہ واقعات پر کسی طرح ترجیح نہیں دی جاسکتی۔ موجودہ واقعات جن کو ہماری غلط کاریاں یا درست تدبیریاں پیدا کرتی ہیں بے حد ضروری ہیں ان واقعات کا ہم پر فوری اور براہ راست اثر ہوتا ہے ایک شخص جو رانا سانگا اور سیواجی کے اعمال وافعال سے واقف ہے۔ لیکن لاجپت رائے اور شردھانند کی سرگرمیوں کے متعلق کچھ بھی اطلاع و آگاہی نہیں رکھتا۔ وہ یقیناً اندھا ہے۔ کوئی شخص یہ خیال نہیں کرسکتا۔ کہ رانا سانگا اور سیواجی کی بوسیدہ ہڈیاں گنگا کی موجوں سے نکل کر مسلمانوں کے قومی معاملات کو درہم برہم کردینگی لیکن لالہ لاجپت رائے اور شردھانند کے متعلق ہر وقت یہ امکان ہے کیا یہ دلائل قطعی اس امر کے لئے کافی نہیں ہیں کہ میرے مسلمان بھائی واقعات حاضرہ کی اہمیت کو سمجھیں اور مطالعہ اخبار کی طرف متوجہ ہوں۔

بڑی مصیبت یہ ہے کہ ہماری قوم میں سے جو اصحاب مطالعہ اخبار کے عادی ہیں انہوں نے بھی تک صحیح راستہ اختیار نہیں کیا۔ امراء میں سے نناوے فی صدی اصحاب صرف تفریح طبع کے طور پر اخبارات کو خریدتے اور پڑھتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ جن لوگوں نے مطالعہ اخبار کو تفریح طبع سے زیادہ مرتبہ نہیں دیا۔ اخبار انہیں بھی آہستہ آہستہ مسخر کرلیتے ہیں اور ان کے مدعا ومقصود کے خلاف اُن کے دلوں اور دماغوں میں ایک خاص قسم کی روشنی پیدا ہوجاتی ہے تاہم صحیح مسلک یہ ہے کہ اخبارات کو قومی اور ذاتی اصلاح کی نیت سے خریدا اور پڑھا جائے اور اُن تحریکات میں عملی طور پر حصہ لیا جائے جن کی علمبرداری اخبارات کے ذمہ ہے اخبارات کو زندگی کا جزو سمجھا جائے اور مثل دیگر ضروریات زندگی کے اس کے مطالعہ کو فرائض میں داخل کیا جائے کہا جاسکتا ہے کہ اس قسم کا مضبوط جذبہ اور سنجیدہ ذہنیت مسلمانوں کے درمیان ابھی کچھ دیر سے پیدا ہوگی لیکن میں خیال کرتا ہوں کہ پیدا کرنے ہی سے پیدا ہوگی۔ یہ احساس لوگوں کا فرض ہے کہ وہ اخبارات کے ساتھ انصاف کریں۔

وما علینا الا البلاغ

چندہ برای عمارت مسلم ہائی سکول لاہور

قارئین کرام کو یاد ہوگا کہ گذشتہ سال مسلم ہائی سکول کی عمارت کا سنگ بنیاد نصب کرتے ہوئے حضرت امیر ایدہ اللہ نے جو تقریر فرمائی تھی۔ اس میں بعض طلباء کا خاص طور پر ذکر کیا تھا کہ انہوں نے اس عمارت کے لئے چندہ جمع کیا۔ انہی طلبا میں سے ایک مسٹر جعفر خاں صاحب بھی ہیں۔ جن کی کوششیں سب سے اول نمبر پر ہیں۔ حضرت امیر ایدہ اللہ نے بتایا تھا۔ کہ جس ذوق اور انہماک سے اس نوجوان کو آپ نے پشاور میں چندہ جمع کرتے ہوئے دیکھا۔ وہ ہر طرح سے قابل تحسین ہے۔ آپ نے اس نوجوان کو خاص طور پر سٹیج پر کھڑا کرکے سب احباب اور طلبا کو ترغیب دلائی تھی کہ وہ بھی اس کی تقلید کریں۔

آج ہمیں سیکرٹری صاحب کی معرفت اس چندہ کی مفصل فہرست ملی ہے۔ جو اس نوجوان نے پشاور اور ریاست خیرپور میں سے جمع کیا تھا۔ جسے ہم ذیل میں چندہ دہندگان کے شکریہ کے ساتھ درج کر دیتے ہیں۔ ہمیں یہ سنکر خوشی ہوئی۔ کہ مسٹر جعفر خاں صاحب کی کوششیں اسی فہرست پر ختم نہیں ہوگئیں۔ بلکہ اس کے بعد اور بھی چندہ انہوں نے جمع کیا ہے جس کی فہرست کسی آئندہ اشاعت میں ہدیہ قارئین کرام ہوگی۔ اب پھر سکول کی موسمی تعطیلات میں وہ باہر چندہ جمع کرنے کے لئے گئے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ جن دوستوں سے اُن کی ملاقات ہوگی وہ انہیں اس ضروری کام میں پوری امداد دینگے۔ اور دوسرے اصحاب بالخصوص سکول کے پرانے اور نئے طلبا ان کی تقلید کرکے اپنے قومی انسٹی ٹیوشن کے فائدہ کا موجب ہونگے۔

ضلع پشاور کا چندہ

(۱) عبدالحمید خان وکیل نیازی پشاور شہر عہ (۲) ارباب شمس الدین خان پشاور شہر صہ (۳) ڈپٹی دلاور خان چارسدہ عہ (۴) قاضی محمد شفیق صاحب وکیل چارسدہ پشاور صہ (۵) تحصیلدار صاحب عبدالاکبر خان لونڈخور عہ (۶) سعداللہ خان والد بہرام خان آف ترنگ زئی عہ (۷) محمد امین جان وکیل مردان صہ (۸) محمد عظیم خان ساکن پڑانگ چارسدہ صہ (۹) میاں محمد زمان خان چارسدہ عہ (۱۰) محمد عمر خان چارسدہ صہ (۱۱) حاجی صاحب فضل رحیم چارسدہ صہ (۱۲) سکندر شاہ چارسدہ عہ (۱۳) زمیندارہ منڈی آف چارسدہ عہ (۱۴) ہدایت اللہ ساکن بابڑہ صہ (۱۵) سید اسرائیل ساکن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا / مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم / ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام او / بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام / دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او با شیر شد اندر بدن / جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام / ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست / زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود / آں نہ از خود از ہماں جائے بود

اخبار پیغام صلح

کُلُّ بَرَکَۃٍ مِّنْ مُّحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما ز نعمت ہائے آں خیر الرسل / وصل دلدار ازل بے او محال
ہر چہ زو ثابت شود ایمان ما / اقتدائے قول او در جان ماست
ہر چہ گفت آں مرسل رب الجلیل / از ملائک و ز خبر ہائے معاد
منکر آں منکر حق لعنت است / آں ہمہ از حضرت احمد ہست
منکر آں مورد لعن خدا است / معجزات او ہمہ حق اندر است
آنچہ در قرآن بیانش بالیقین / معجزات انبیائے سابقین
ہر کہ انکار کند از شقیاست / بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست
نزد ما کفر است عصیان و خطا / یک قدم دوری ازاں روشن کتاب

ہفتہ میں دو بار یکشنبہ و چہارشنبہ کو شائع ہوتا ہے ✦

قیمت سالانہ ۵ ششماہی ۲/۸ سہ ماہی ۱/۸

طلبا سے سالانہ ۴

جلد ۱۳ | سنہ المسیح لاہور یوم یکشنبہ مورخہ ۲۰ ذوالحجہ ۱۳۴۳ہجری مطابق ۱۲ جولائی ۱۹۲۵ء | نمبر

جرمن مسلم مشن

نومسلمین کا تبلیغی جوش

مسجد برلن غیر مکمل حالت میں

مولوی فضل کریم خاں صاحب مبلغ جرمنی کے قلم سے

حضرت مولانا صدرالدین صاحب کو جو اس وقت تک بلاشبہ ہمارے بہترین مبلغ ثابت ہوئے ہیں۔ یہاں سے روانہ ہوئے چھ ہفتہ ہوگئے ہیں۔ اس وقت سے جرمن مشن کا کام جس کو انہوں نے دو سال تک نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ میرے سپرد ہے زبان کی ناواقفیت نے میری مشکلات کو اور بھی بڑھا دیا۔ اللہ تعالےٰ کا احسان ہے۔ کہ اب کسی قدر زبان چلنے لگی ہے۔ روزمرہ کا کاروبار بخوبی چلا سکتا ہوں۔ گو ابھی اس قدر قدرت زبان پر نہیں ہوئی کہ مذہبی مباحث پر گفتگو کر سکوں۔ لیکن امید ہے کہ یہ مشکل بھی تھوڑے عرصہ میں دور ہو جائے گی۔

نومسلمین کا اجتماع

حضرت مولانا کی روانگی سے ایک دن پہلے جو الوداعی جلسہ آپ کو دیا گیا اس میں یہ اعلان ہوا تھا۔ کہ ہر ماہ کے پہلے جمعہ کو ایک اجتماع تمام جرمن مسلمانوں کا ہوا کرے گا۔ پروگرام اور مقاصد کا کچھ ذکر نہیں تھا۔ گذشتہ جمعہ ۱۲ جون کو ہمارا پہلا اجتماع ہوا۔ میرا منشا اس اجتماع سے صرف یہ تھا کہ چندہ چیدہ اصحاب سے مشورہ کر سکوں کہ آیندہ کس طریق پر کام ہونا چاہیئے۔ اسی غرض سے میں نے دعوت بھی چند لوگوں کو دی تھی۔ پھر بھی کافی مجمع ہوگیا۔ اور ڈھائی گھنٹہ تک محفل گرم رہی۔ نومسلموں کے علاوہ غیر مسلم بھی تھے۔ اس طرح سے تبلیغ کا موقع بھی مل گیا۔

آیندہ کا پروگرام

اس اجتماع سے جو نتائج مترتب ہوئے۔ وہ نہایت حوصلہ افزا ہیں۔

اول یہ کہ فرداً فرداً تمام حاضرین کی طرف سے یہ مطالبہ تھا کہ یہ مجالس کم از کم مہینہ میں دو دفعہ ہوا کریں۔ مہینہ میں ایک دفعہ کافی نہیں ہے۔

دوسرے یہ کہ یہ مجالس محض سوشل نہ ہوں۔ بلکہ باقاعدہ لیکچر ہوا کریں۔ ڈاکٹر مارقوس صاحب نومسلم نے جن کا علمی تبحر مسلم ہے خود وعدہ کیا کہ وہ ایشیائی اور خصوصاً اسلامی تہذیب پر لیکچر دیا کریں گے۔ مسٹر محمد بروکش صاحب نے قرآن اور حدیث بیان کرنے کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا۔ یہ ہے ان نومسلمین کا خلوص اور جوش۔ امید ہے کہ تھوڑے عرصہ میں ہی ان تمام مقاصد پر عمل درآمد کیا جاسکیگا۔

مسجد برلن کی موجودہ حالت

گو میں اسی مکان میں رہتا ہوں جو مسجد کے ساتھ ملحق ہے لیکن ابھی یہ مکمل نہیں ہوا مسجد کی غیر مکمل حالت کو دیکھ کر دل کو بہت قلق ہوتا ہے۔ کام بالکل بند ہے۔ بلکہ ۲۷ اپریل سے بند ہے اس مشن کی کامیابی مسجد کی تکمیل پر بہت حد تک منحصر ہے۔ بلاشبہ احمدی جماعت نے ہمت سے بڑھ کر کام کیا ہے۔ اور اس کام کو کر دکھایا ہے جس کا سلطنتوں کو آج حوصلہ نہیں پڑا لیکن جس کام کو انہوں نے شروع کیا ہے۔ اس کی تکمیل کی عزت بھی انہی کو ہونی چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ ان کے حوصلوں کو اور بھی بلند کرے۔ اور ان کے اموال میں برکت دے۔ اور جس راہ پر امام وقت نے ان کو چلایا ہے۔ اس پر بیش از پیش استقامت کی توفیق دے۔

(خاکسار فضل کریم خاں)

خط و کتابت ممالک غیر

مرتبہ جناب بابو منظور الٰہی صاحب

فرانس

برادر چوہدری محمد اقبال صاحب ۱۴ مئی کو پیرس سے لکھتے ہیں کہ:۔ میں چند روز کے لئے پیرس آیا ہوا ہوں۔ اسی لئے خط نہ لکھ سکا۔ کل بروز جمعہ واپس اٹلی جانے کا ارادہ ہے۔ لیکن پھر چند یوم بعد یہاں آنا پڑے گا۔ کیونکہ یہ مرکز ہے۔ اور اکثر احباب مجھے یہاں آنے کے لئے کہتے ہیں جناب مولوی صدرالدین صاحب سے ملکر بہت خوشی ہوئی۔ جو بیان سے باہر ہے اللہ تعالےٰ ان کو بدیر وقتہ بسلامت رکھے۔ ایسے لوگ اس زمانہ میں شاذ و نادر ہوتے ہیں۔ مولانا برکت اللہ صاحب بھی ایک عربی اخبار الاصلاح نام یہاں سے جاری کرنا چاہتے ہیں۔ اخبار اشاعت اسلام کے رنگ میں ہوگا۔ مجھے بھی وہ اپنے ساتھ رکھنا چاہتے ہیں۔ پیرس مختلف ممالک کے مسلمانوں کا مرکز ہے۔ اس لئے کامیابی کی بہت امید ہے۔

اٹلی

چوہدری صاحب موصوف دوسرا خط اٹلی سے ۲۵ مئی کو لکھتے ہیں کہ:۔ آپ کا خط معہ انگریزی چٹھی ملا۔ میرے متعلق آپ کو کچھ حالات جناب مولوی صدرالدین صاحب سے معلوم ہو چکے ہونگے میرے متعلق آپ اطمینان رکھیں کسی ایسی سیاست میں حصہ نہیں لونگا جس سے آپ پر کوئی حرف آئے۔ میں انشاء اللہ اپنے وعدہ پر قائم رہونگا۔ کل شام میں وانا (دارالخلافہ آسٹریا) جا رہا ہوں۔ کیونکہ سید عبدالحمید صاحب کی بیوی کا تار آیا ہے۔ کہ ان کے خاوند سخت بیمار ہیں۔ غالباً پانچ سات دن وہاں لگیں گے۔ پوپ کے رسالے خرید کر بھیجتے رہے ہیں ذرا فرصت میسر آجانے کے بعد معہ ترجمہ بھیجونگا۔ پادری زوئمر مشہور دشمن اسلام کا

ایک مضمون جو ولایت کے اخبار آبزرور میں چھپا ہے ارسال ہے

ترکی

ترکی گورنمنٹ کو ہم نے قرآن کا ملکی زبان میں ترجمہ کرنے کے ارادہ پر مبارکباد دی تھی جس کے جواب میں وزیر تعلیم نے سیکرٹری صاحب کی خدمت میں لکھا ہے کہ:۔ ۱۲ اپریل کے خط میں جو آپ نے ترکی اسمبلی کو ترجمہ قرآن بزبان ترکی کرنے کا فیصلہ کرنے کے لئے دلی مبارکباد دی ہے اور اس بارہ میں مسرت کا اظہار کیا ہے۔ اس سے ہم سب کو بہت خوشی ہوئی۔ کہ آپ کو اس اہم کام میں اس قدر دلچسپی ہے جس کے لئے ہم آپ کے بہت شکر گزار ہیں۔ ہم نے ترجمہ قرآن پر منتخب علما کو لگایا ہے جو عربی علوم اور قرآن و حدیث و سنت سے پورے پورے واقف ہیں اس لئے ہمیں امید ہے کہ ترجمہ بہتر ہوگا۔

مصر

مصر میں ایک انگریزی قرآن شریف شائع کروا دیئے کا جو فعل کسی عالم نے کیا تھا۔ ہماری انجمن نے اس کے خلاف گورنمنٹ مصر سے پروٹسٹ کیا تھا۔ اور اس بارہ میں تحقیقات کر کے مناسب کاروائی کرنے کی درخواست کی تھی۔ چنانچہ ۲۴ مئی کے خط میں وزیر تعلیم نے لکھا ہے۔ کہ گورنمنٹ مصر اس بارہ میں تحقیقات کر رہی ہے۔ اور بعد تحقیقات نتیجہ سے اطلاع دی جائیگی۔

مشرقی افریقہ

مشرقی افریقہ سے برادر ایم بی خاں صاحب لکھتے ہیں کہ۔ آپ کے اصول نہایت پختہ مگر سادہ اور عام فہم ہیں۔ بہت سے مسلمان یہی خیالات رکھتے ہیں۔ لیکن جب تک باقاعدہ تبلیغ کا انتظام نہ ہو جماعت کا رنگ نہیں ہوسکتا۔ میں شہر سے بہت دور ہوں۔ جہاں صرف تین گھر ان پڑھ مسلمانوں کے ہیں۔ اگر شہر میں ہوتا۔ تو جماعت کے لئے بہت کچھ کر لیتا تاہم بذریعہ خط و کتابت کچھ تحریک کر رہا ہوں۔

ٹیچنگ آف اسلام ایک پادری کو مطالعہ کے لئے دی ہے اور انگریز بھی اس کے خواہاں ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کے دلوں کو اسلام سے منور کر دے۔

جماعت کی کامیابیوں کا حال پڑھکر دل کو بہت خوشی حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالےٰ اس جماعت کو مضبوط کرے اور بہت بہت ترقی دے۔ زنجبار کے ایک دوست آپ کی انجمن کے انگریزی ترجمہ قرآن کا سواحلی زبان میں ترجمہ کروا رہے ہیں میں بھی اس بارہ میں کچھ کوشش کر رہا ہوں۔ اس سے پہلے اس زبان میں قرآن کا کوئی ترجمہ نہیں۔ پادریوں نے جو ترجمہ قرآن کیا ہے۔ وہ بہت غلط فہمی پھیلانے والا ہے۔ اس لئے ہمارے ترجمہ سے اس کا ازالہ ہوجائیگا۔ میں نے ایک کاپی کے لئے پادریوں کے کتب خانہ کو لکھا تھا۔ لیکن وہاں ختم ہوچکی ہے۔ اب ولایت سے منگوا کر دیکھونگا

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۳ - ۲۰ ذوالحج ۱۳۴۳ھ نمبر

مغرب میں اشاعت اسلام اور جماعت احمدیہ

شیخ محمد دین جان صاحب - بی - اے - ایل ایل - بی کے قلم سے -

اکثر اعتراض ہوتا ہے - کہ جب خود ہندوستان میں غیر مسلم اقوام کے ۲۵ کروڑ انسان ہیں - جن تک ابھی اسلام کا پیغام نہیں پہنچا - تو کیوں جماعت احمدیہ اُڑ اُڑ کر انگلستان اور دیگر یورپین ممالک میں جاتی ہے - حالانکہ اگر ہندوستان میں اشاعت اسلام کریں تو اُسی قدر خرچ جو یورپ کے ملکوں میں ایک ایک مبلغ اور مشن پر کیا جاتا ہے - یہاں کئی کئی آدمی رکھے جا سکتے اور کئی کئی تبلیغی مرکز قائم ہو سکتے ہیں - پھر ہماری کفر شکن اور تہذیب آموز کوششوں کا مستحق بھی سب سے زیادہ ہندوستان ہے جس کی مٹی سے ہم پیدا ہوئے اور جہاں کے روپے سے یہ مشن چلائے جاتے ہیں -

---

سوال بظاہر بڑا وزن دار اور گمراہ کن ہے - اس کے کئی جواب آج تک دئے گئے - جو بذاتِ خود معقول ہیں لیکن دلیل کا میدان وسیع ہے - خصوصاً جب کوئی بات دو مناظروں کے درمیان آجاتی ہے - تو برخلاف علم ریاضی کی صداقتوں کے جہاں دو اور دو چار ماننے کے سوائے چارہ نہیں رہتا - اس پر اتنے ما لہٗ اور ما علیہ حقیقی یا مصنوعی نکل آتے ہیں - کہ سننے والا صحیح نتیجہ پر پہنچنے کی بجائے بسا اوقات تذبذب میں پڑ جاتا ہے - اور بہت حالتوں میں تو اعتراض ہی اس نیت سے نہیں کیا جاتا - کہ اگر معقول جواب دیا جائے تو معترض ایمانداری سے قائل ہو جائے - بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ مسلمانوں میں قائل ہونے کی صفت معدوم ہو چکی ہے تو عذر نہ ہوگا -

---

مثلاً معزز مدیر اہل حدیث نے حال ہی میں ایک افتتاحیہ لکھا ہے - جس میں مولوی ظفر علی خاں صاحب مدیر روزنامہ زمیندار کے مفروضہ کفر کی تردید کی گئی ہے - اس میں فاضل مدیر اہل حدیث نے یہ معلوم کرنے کے لئے کہ آیا کوئی تحریر فتوئی کفر کی زد میں آتی ہے یا نہیں - یہ اتباع سلف صالحین دو نہایت واضح اصول قائم کئے ہیں -

(۱) دیکھنا چاہیئے - کہ تحریر زیر تکفیر میں کوئی اندرونی شہادت پائی جاتی ہے - جو اس کے ملحدانہ انداز کو زائل کرنے کا بعید سے بعید قرینہ رکھتی ہے -

(۲) اگر تحریر مذکور ایسے قرینہ سے معرا ہے - تو کیا مفتی صاحب کے علم میں تحریر کنندہ مسلمان ہے - یعنی اس کے ایک سو افعال میں سے ایک بھی مسلمان والا ہے - اگر ہے تو مفتی صاحب کو حق نہیں ہے کہ اُسے خارج از اسلام قرار دے -

اس کے بعد مولوی ظفر علی خانصاحب کے اشعار کو بہیئت مجموعی لے کر یہ دکھلانے کی کوشش کی گئی ہے - کہ وہ اصول مسلے کی پناہ لینے کی ضرورت نہیں چھوڑتے - کیونکہ خود ان سے اسلام اور بانئے اسلام کی محبت ٹپکتی ہے - اور مولوی صاحب موصوف کے خلاف فتوئی کفر جاری کرنے میں حزب الاحناف نے غلطی کا ارتکاب کیا ہے -

---

ہمارے لائق معاصر ... کے پیش کردہ فارمیں اصول واقعی اس قابل ہیں - کہ ان کی قدر کی جائے - یہی فی الواقعہ اسلام جیسے پاک مذہب کے شایان ہے - کہ اس کے اندر ایسی وسعت خیالی کی تعلیم موجود ہو .... مگر بگلہ کس کس کا کیا جائے - پنجاب میں ایک لطیفہ بیان کیا کرتے ہیں کہ ملاں صاحب سے کسی نے مسئلہ پوچھا کہ فلاں قصور کا تاوان کیا ہے - فرمایا - ایک ہل کھڑی کرے اور اس کے اردگرد حلوہ مانڈا چُننے یہاں تک کہ ہل بالکل اس کے اندر چُھپ جائے - پھر اس تمام کھانے کو راہ للہ تقسیم کردے مگر سائل چالاک تھا - اس نے ملاں صاحب سے اتنا اعتراف کرنے کے بعد عرض کی "حضور! قصور تو آپ کے صاحبزادہ سے سرزد ہوا ہے" ملاں صاحب جھٹ بول اُٹھے تو پھر ہل کو زمین پر ڈال لے -

---

ہم پوچھتے ہیں کہ کیا پیش کردہ اصول صرف مولوی ظفر علی خاں کی حالت میں قابل اتباع ہیں - یا تمام مسلمان انہی اصولوں کی ذیل میں آسکتے ہیں - اور آیا معزز مدیر اہل حدیث نے پہلے بھی کبھی انکو ملاحظہ کیا - یا یہ ان دنوں ہی اُبل آئے ہیں - اگر پہلے معلوم تھے تو کیا مرزا غلام احمد علیہ الرحمۃ اللہ کی تحریروں میں کوئی بات نہیں جو ان کے اسلام کی گواہی دے سکے .... کیا مرزا صاحب نے اسلام اور بانئے اسلام کی حمایت اور محبت میں اپنی حیات کا کبھی اظہار نہیں کیا - یا معزز مدیر اہل حدیث کے علم میں مرزا صاحب کا کوئی طریق مسلمانوں کا نہ تھا - اگر تھا - تو فاضل موصوف کو کہاں سے حق پہنچا - کہ مرزا کے خلاف اتنی تعدی کا اظہار کریں جو انہوں نے کی ہے ہاں اگر فاضل موصوف کو یہ اصول ابھی دریافت ہوئے ہیں - تو کیا وہ اس فتوئی کفر کے خلاف جو جماعت احمدیہ پر لگا ہوا ہے - صدائے احتجاج بلند کریں گے - یا وہ اس مشہور ملاں کے نقش قدم پر چل کر شریعت اسلام کے ساتھ کھیلنے کو ترجیح دیں گے

الغرض بات مناظرانہ طور سے شروع ہو کر مکابرانہ رنگ اختیار کرلیتی ہے - اور اصل سوال خلط مبحث ہو کر رہ جاتا ہے - لیکن انسانوں سے بڑھ کر ایک مناظر ہے - جو بلند آہنگی سے کام نہیں لیتا اس کے مناظرہ کا طریق نہایت مستحسن ہے - اسکی متانت اور ... وقار کوئی چیز نہیں توڑ سکتی وہ نہایت خاموشی سے اغراض اور دلائل کو لکھتا جاتا ہے - یہاں تک کہ اس پر مہینوں اور سالوں گزر جاتے ہیں - ...... لیکن جب جواب کا صحیح موقعہ آجاتا ہے ایسا مسکت جواب دیتا ہے - کہ دنیا والے تصویر حیرت ہو کر اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہیں - اور ہاتھ سے نکلے ہوئے واقعہ پر کفِ افسوس ملتے ہیں - اور حیرت سے دانت کٹکٹا کر ...... رہ جاتے ہیں - وہ مناظر خود وقت اور زمانہ ہے - جو لفاظی اور لسانی سے قطع نظر کرکے محض واقعات کا ایک سلسلہ سامنے قائم کر دیتا ہے - مرزا غلام احمد علیہ الرحمۃ اللہ نے سالوں منادی کی - کہ اسلام اور مسلمانوں کی نجات کا ذریعہ اشاعت اسلام ہے اپنی تائید میں قرآن پیش کیا - اور قسمیں کھا کر بتلایا - کہ مجھے خدا نے الہام سے بھی یہی خبر دی ہے - لیکن مسلمانوں نے اُس کی بات کو نہ مانا قرآن کو نہ مانا - اور اس کے الہام کو جھٹلانے کی خاطر سرے سے خدا کی قوت گویائی کو معطل کر دیا - اس نے محنت سے - جان سوزی سے - دعاؤں سے - اشاعت اسلام کے لئے ایک جماعت طیار کی - اور اس کے کام کی مناسبت سے اس کا نام جماعت احمدیہ رکھا - لیکن مسلمانوں نے اپنی خوش فہمی اور تعصب سے اسے علیحدہ فرقہ قرار دیا - چاہیئے یہ تھا کہ کچھ دن اس جماعت کے کام کو دیکھتے اور اندازہ لگاتے کہ وہ جماعت الحاد اور کفر پھیلاتی ہے - یا خالص اسلام - مگر اتنا صبر کسے - اُنہوں نے اس کے نام پر ہی لے دے شروع کر دی - بھلا اُن سے پوچھو - کہ جو انتظام تم قائم کرتے ہو - اس کا نام نہیں رکھتے ہو - اگر نہیں رکھتے ہو - تو یہ انجمن اسلامیہ - انجمن نعمانیہ - انجمن محمدیہ - وغیرہ کیا ہیں - اگر یہ انجمنیں علیحدہ فرقے نہیں ہیں - اور یقیناً نہیں ہیں تو انجمن احمدیہ سے تمہیں کیوں چڑ ہے -

---

بہرحال طبقہ علماء نے اور اس کی شہ سے عوام نے سخت مخالفت کی - لیکن جو بات انہوں نے ایک مسلمان کے ملفوظی قول اور قرآن کی تسلیم پر بالآخر اسے نہایت ذلت سے ماننا پڑا - تم کہاں شردھا جی کے چرنوں میں

بدیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

زمانہ نے اپنے لاجواب ضد شکن دلائل سے منوا لیا - کہ اگر مسلمان اشاعت اسلام نہ کریں گے - تو ان کی زندگی محال ہو جائے گی - مگر جو بات خوف دہر اس کے دقت کی جاتی ہے - وہ ... شاذ و نادر دیرپا ہوتی ہے - شدھی کے مقابلہ کو اہل اسلام اُٹھ تو کھڑے ہوئے - لیکن ثبات کہاں - چار دن کی دائیں بائیں کرکے بیٹھ گئے

غرضیکہ زمانہ انسانوں کی ہٹ اور تمرد کو اپنی خندہ آمیز خاموشی سے دیکھتا رہتا ہے - یہاں تک کہ گھر کو گھر کے چراغ سے آگ لگ جاتی ہے - چنانچہ یورپ میں تبلیغ و اشاعت پر جو اعتراض ہوتے ہیں - ان کا جواب بالآخر زمانہ نے واقعات سے دیدیا

فاعتبروا یا اولی الابصار

عیسائی دنیا سور وملخ کی طرح اپنے مشنری غیر محفوظ اسلامی قلعہ پر حملہ کے لئے پھیلا رہی ہے - اور اسے محصور کیا چاہتی ہے - نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے - کہ پاپائے روم تک کو بات آن پیکر پرستی امید بندھ گئی ہے - کہ وہ بھی مسلمانوں کو مسیحی بھیڑوں کے گلے میں داخل کر سکیگا - ہندو مہاشوں تک کو جرات ہو گئی ہے کہ وہ اپنے غیر معقول اور غیر مکمل فلسفہ سے مسلمانوں کو مرتد بنا .. سکیں گے - مسلمانوں کی قومی اور اقتصادی حالت مدت ہوئی نقطہ انجماد سے بہت فروتر ہے - لیکن ہمارے زاہدوں کے اور پیغمبر کے نائب ایک دوسرے کی بوٹیاں نوچنے میں مشغول ہیں - نہ خود کوئی کام کرتے ہیں نہ دوسروں کو کرنے دیتے ہیں

حزب الاحناف اور دیوبندیوں وغیرہ نے اپنے رویہ سے بتلا دیا ہے - کہ ان کے اندر آگ چھپی ہوئی ہے - جو اسلام کے خرمن ہستی کو بھسم کرنے کے لئے ہر وقت مستعد رہی ہے - بریلی اور دیوبند کے حجروں میں قسما قسم اور گوناگوں سامان آتش زنی طیار ہوتے رہتے ہیں - جن سے دوسرے مسلمانوں کو عموماً اور ایک دوسرے کو خصوصاً نیست و نابود کرنا مقصود ہوتا ہے - وہاں کے علماء پل صراط کے ٹھیکہ دار ہیں - جو مسلمانوں کو پکڑ پکڑ ہاویہ دوزخ میں دھکیلتے جاتے ہیں - ہاں ہر دو جگہ ایک خاص قسم کے اعلیٰ ایم بنتے ہیں جن پر جماعت احمدیہ کا نام لکھا ہوتا ہے - اور وہ علاوہ گھر کی ضرورت کو پورا کرنے کے غیر ممالک میں ضرورتاً اور اکثر بلا ضرورت چلائے جاتے ہیں - تاکہ وہاں کوئی مبلغ اسلام نہ رہے -

---

یہ فیصلہ ہے - جس میں احمدیوں کو کہا جاتا ہے - کہ تبلیغ اسلام کرو - کیا وہ ماتم زمین جس میں انچ انچ پر خار دار جھاڑیاں اور چپہ چپہ پر کتا گھاس ہو - کوئی نازک پیڑ جڑ پکڑ سکتا ہے - کیا وہ سر زمین جہاں کے مسلمان یہ کہیں کہ احمدیہ جماعت کے ہاتھ پر اسلام لانے سے چوہڑہ چمار رہنا بہتر ہے - موزون میدان اشاعت و تبلیغ ہے - کیا کمزور بھائی کا کھیت جس کو زبردست برادری کھا دے گے آمیرے ڈالنے کی بجائے - پتھروں اور سنگریزوں سے اَٹ دیا ہو - بیج قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے -

---

اگر جماعت احمدیہ نے ان حالات کے ماتحت انگلستان کو اپنی کوششوں کا جولانگاہ بنایا تو کیا بُرا کیا - فرنگی دماغ سے علمی ترقی نے تعصب کا زنگار کھرچ دیا - اور اپنے علم دوست مذاق کے باعث وہ ہر وقت صداقت کو قبول کرنے کے لئے طیار رہتا ہے - وہ اسلام کی تاریخ سے واقف ہوتا جاتا ہے - اور اسے اس بات کا اعتراف پیدا ہو چلا ہے - کہ جہاں عیسائیت اور کلیسا نے سائنس کی ترقی میں ہر روڑہ اٹکانے کی کوشش کی وہاں اسلام نے اُسے ہر طرح فروغ دیا - اور اُس کی حوصلہ افزائی کی - وہ باوجود پادریوں کی دشنام دہی اور بہتان بندی کے سمجھ گیا ہے - کہ اسلام ہی ایک مذہب ہے جو اپنی سادگی اور دوررس فلسفہ سے سائنس کے کلہ بہ کلہ اور ترقی کے دوش بدوش چل سکتا ہے - اس نے پالی عیسائیت کو خیرباد کہکر اسلامی اصولوں میں نجات کی راہ پالی ہے - گو ان میں سے اکثروں کو ابھی تک یہ علم نہ ہو - کہ ان کا ہر اگلا قدم اسلام کی طرف اُٹھ رہا ہے - حجاب عنقریب دور ہوا چاہتا ہے - اور وہ دن بعید نہیں ہے - جب درخشاں ہلال اور ستارہ اس کی ٹوپی کی چوٹی میں چمکتا نظر آئیگا - آفتاب عالمتاب مغرب کے بحر ظلمات سے طلوع ہوگا - اور ایک دفعہ بریلوی اور دیوبندی حجروں سے انگلیاں کاٹنے کی آواز بلند ہوگی - کہ ہم نے اس سعادت میں کوئی حصہ لیا نہیں نہیں اس کی عالم افروز کرنیں اُن کے حجروں کے تاریک ترین

وقت کا سب سے اہم کام

خدا کا شکر ہے۔ کہ مسلمان آہستہ آہستہ اس سب سے ضروری اور اہم کام کی طرف آرہے ہیں۔ جس کی طرف مجدد وقت نے انہیں بلایا تھا۔ ایک وقت تھا۔ کہ لوگ تبلیغ اسلام کے کام کو ایک غیر ضروری اور غیر مفید کام سمجھتے تھے۔ لیکن خدا تعالے کے زبردست حملوں نے فتنہ ارتداد کی صورت پیدا کرکے اس کی ضرورت و اہمیت کو ہاتنک محسوس کرادیا ہے۔ کہ آج اس کو وقت کا سب سے ضروری اور اہم کام سمجھا جاتا ہے۔

آل مسلم پارٹیز کانفرنس کے نظام عمل میں تبلیغ اسلام کے کام پر جو غور و بحث ہونے والی ہے۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے معاصر "تنظیم" رقمطراز ہے کہ

"تبلیغ وقت کا سب سے بڑا اہم اور سب سے زیادہ دُور اندیشی کام ہے"۔

کیا یہ آواز مجدد وقت کی صداقت کا ایک کھلا نشان نہیں؟

فسادات کلکتہ

عید الاضحٰے کا دن جو مسلمانوں کی خوشی و مسرت کا دن ہے برادران وطن کی حرکات سے ہر آئے سال یوم ماتم بن جاتا ہے۔ یوں تو ان کا شاید ہی کوئی پرچہ ایسا ہو جس میں مسلمانوں کو ... [illegible] ڈاکو اور لٹیرے اور کیا کیا خطابات نہ دئے جاتے ہوں [illegible] اصل حقیقت یہ ہے کہ اس ذریعہ سے .... مسلمانوں کو بدنام کرکے وہ انہیں دبانا اور مارنا چاہتے ہیں۔

اس کی تازہ مثال کلکتہ کا وہ فساد ہے جو عید الاضحٰے کے دن ہوا۔ خیال تو دہلی کے مسلمانوں کے متعلق تھا کہ ان کی ہند اور اصرار خدا جانے کیا کیا ہولناک مناظر پیدا کرے گا۔ لیکن واقعات نے بتادیا۔ کہ مسلمانوں کا اصرار برادران وطن کی کینہ توزی کا قطعاً مقابلہ نہیں کرسکتا۔ کون کہہ سکتا ہے۔ کہ آج سے کئی سال پیشتر جب عدم تشدد کی تعلیم سے ابھی ہندوستان بہرہ ور نہ ہوا تھا۔ کٹار پور میں جو کچھ واقعہ ہوا اور آج عدم تشدد کے اصول کو تسلیم کرتے ہوئے کلکتہ میں ظہور پذیر ہوا وہ مسلمانوں کی شورہ پشتی یا تعصب کا نتیجہ تھا۔ اور آج اور ہندوستان کے سب سے بڑے لیڈر مہاتما گاندھی کے متعلق ہندو اخبارات کیا کہینگے جنہوں نے خود موقعہ پر پہنچکر یہ تحقیق کرلی کہ مسلمانوں کا قطعاً کوئی قصور نہیں۔ اور تمام زیادتی [illegible] ہندوؤں کی طرف سے ہوئی ہے۔ [illegible] ہے کہ اگر اسی طرح سے مہاتماجی تمام فسادات کی بذات خود تحقیق کریں تو انہیں پتہ لگ جائے گا۔ کہ ان کی قوم کے اندر ایک ایسی جماعت موجود ہے۔ جو ان تمام باتوں کی ذمہ وار ہے۔ اور جس کا اصل منشا مسلمانوں کو [illegible] اور یہاں سے نکال دینا ہے جب تک اس جماعت کا قلع قمع نہ ہوگا۔ ہندوستان میں امن قائم نہیں ہوسکتا۔ اور نہ قومیت متحدہ اور سوراج کے سنہری خواب پورے ہو سکتے ہیں۔

ایک عجیب استدلال

۷ر جولائی کے الفضل میں کسی یورپین خاتون [illegible] کے ایک خط کا ترجمہ دیا گیا ہے جس میں اس نے لکھا ہے کہ ختم نبوت کے معنے اس نے ایک ڈچ پروفیسر سے دریافت کئے جس پر اسے یہ جواب ملا۔ کہ

محاورہ عرب کے لحاظ سے ختم۔ مہر جب آدمی کے متعلق استعمال ہو تو اس کے معنی سلسلہ کا آخری آدمی۔ برگزیدہ اور اپنے گروہ کا سب سے افضل آدمی کے ہوتے ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دونوں خیالات کے حامی پائے جاتے ہیں لیکن اس آخری زمانہ میں پہلے معنی یعنی انبیاء اور رسولوں کے بند ہونے والا ہی رائج ہوگئے ہیں"۔

اس خط کو نقل کرنے کے بعد خاتون موصوفہ لکھتی ہیں۔ کہ

"سب کچھ پڑھکر اور سوچ کر میں نے اپنے آپ کو کہا۔ کہ مسلمان کہتے ہیں۔ مہدی مبعوث کیا جائے گا۔ لیکن اگر وہ خدا تعالے کی طرف سے الہام نہ پائے گا۔ تو وہ کس طرح برگزیدہ انسان کہلا سکے گا۔ اور اگر وہ الہام پائے گا۔ تو پھر یقیناً وہ نبی ہوگا۔ اور چونکہ وہ مہدی ہوگا۔ وہ ضرور یہ پیغام خدا کی طرف سے پائے گا۔ کہ ساری دنیا کو اسلام کی طرف لائے۔ پس اس طرح یہ پیغام پاکر وہ رسول ہوگا"۔

مجھے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ لوگ جو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا آخری نبی سمجھتے ہیں کہ آپ کے بعد مہدی بھی نبی اور رسول نہ ہوگا۔ یقیناً غلطی پر ہیں۔ کیونکہ اگر مہدی نبی نہ ہوگا۔ تو اس کے یہ معنی ہوں گے۔ کہ خدا تعالے اس سے کلام نہیں کرے گا۔ اور اگر وہ رسول نہ ہوگا۔ تو اس کے یہ معنی ہوں گے۔ وہ خدا تعالے کی طرف سے کوئی پیغام نہیں پائے گا۔ پس اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ مہدی مہدی نہ ہوگا۔ بلکہ مہدی کبھی نہیں آئیگا"

خاتون موصوفہ کا یہ استدلال جس قدر عجیب و غریب ہے اس پر روشنی ڈالنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ ایک یورپین خاتون جو ابھی مسلمان ہوئی ہے۔ اور عربی زبان اور اسلام سے اس کی واقفیت ابھی بالکل [illegible] ہے۔ وحی و الہام اور نبوت و رسالت جیسے مسائل کو حل کرنے میں سخت ٹھوکریں کھائے جیسا کہ مندرجہ بالا استدلال سے ظاہر ہے۔ تو اسے معذور سمجھنا چاہیئے۔ لیکن سب سے زیادہ حیرت ہمیں "الفضل" کے ان الفاظ سے ہوئی جو خاتون موصوفہ کے اس خط کے نیچے اس نے لکھے ہیں۔ کہ

"کاش غیر احمدی [illegible]
اور ایک یورپین نومسلمہ کے خیالات سے فائدہ اٹھائیں"

ہم نہیں سمجھتے۔ کہ "الفضل" کا ان الفاظ سے کیا مطلب ہے۔ کیا وہ ہم سے یہ منوانا چاہتا ہے۔ کہ الہام الٰہی کا سلسلہ امت مرحومہ میں حضرت مسیح موعود کے سوائے کسی کے ساتھ جاری نہیں ہوا۔ اور جس قدر اولیاء اور ابدال اور اقطاب ہوئے یا جس قدر مجددین نے الہام الٰہی سے مشرف ہونے کا دعویٰ کیا۔ وہ سب نعوذ باللہ اس نعمت سے محروم اور اپنے بیانات میں جھوٹے تھے۔ حیرت ہے کہ ایک یورپین نومسلمہ کے سراسر غلط اور بے بنیاد استدلال کی [illegible] للکارا جاتا ہے۔ اور اس مسلمہ عقیدہ کی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی۔ کہ الہام کا سلسلہ امت مرحومہ میں ہمیشہ سے جاری ہے اور [illegible] کہ جو شخص الہام پائے وہ [illegible] ہو۔ بلکہ ایک ادنے مومن بھی اس سے مشرف ہو سکتا ہے۔

"الفضل" کو چاہیئے کہ سب سے پہلے خود جناب خلیفہ صاحب سے پوچھ کرے کہ آیا وہ بھی اس سے قائل ہیں یا نہیں۔ کہ جو شخص الہام پائے اس کا نبی ہونا ضروری ہے۔ اس کے بعد "کاش" کا استعمال جہاں اس کا جی چاہے کرے۔ خواہ خلیفہ صاحب کا اسم گرامی بھی اس کے ساتھ بڑھا کر یورپین نومسلمہ کے خیالات سے انہیں بھی مستفید کی کوشش کرے۔

اسلامی اخوت

"پرکاش" نے مسٹر اینڈریوز کے اس بیان کو نہایت خوشی کے ساتھ نقل کیا ہے۔ کہ اسلامی اخوت محض مسلمانوں تک محدود ہے غیر مسلموں کے ساتھ برادرانہ تعلقات [illegible] نہیں رکھتے جس سے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے مابین مذہبی منافرت کی ناقابل عبور خلیج پیدا ہوگئی ہے۔

"پرکاش" پر تو ہمیں افسوس نہیں۔ کہ اس کی آنکھیں سماجی تعصب نے اندھی کر رکھی ہیں۔ لیکن مسٹر اینڈریوز کے متعلق ہم افسوس کے ساتھ کہنا چاہتے ہیں کہ انہوں نے یا تو اسلام کی صحیح تعلیم سے واقفیت پیدا نہیں کی۔ اور یا جان بوجھ کر سچی غلط بیانی سے کام لیا ہے۔

مسلمانوں کا دل غیر مسلم دنیا کے لئے کس قدر فراخ ہے۔ اس کے لئے ان کی پاک کتاب قرآن کریم کا سب سے پہلا فقرہ پڑھ لینا کافی ہے۔ الحمد للہ رب العالمین۔ کیا وہ لوگ جو اللہ تعالے کو تمام جہانوں کا رب مانتے ہوں۔ جو ہندوؤں اور دیگر اقوام کی طرح اس کی رحمت اور ربوبیت کو صرف ہندوستان یا کسی اور ملک کے لئے خاص نہ سمجھتے ہوں۔ جن کا ایمان ہو۔ کہ دنیا کا کوئی طبقہ کوئی ملک اور کوئی قوم اللہ تعالے کی جسمانی اور روحانی ہر دو نعمتوں سے خالی نہیں رہی ہے۔ سب کے اندر خدا تعالے نے برگزیدہ انسان اور انبیاء پیدا کئے ہیں وہ دوسروں کے متعلق بغض و تعصب کے جذبات دل میں رکھ سکتے ہیں۔ یہ الگ امر ہے کہ ان کو راہ راست سے بھٹکا ہوا دیکھ کر وہ انہیں اس کی بلائیں۔ لیکن جہانتک باہم رواداری اور انسانی برادری کا سوال ہے۔ اسلام کی تعلیم اس بارہ میں سب سے بلند تر ہے۔ توحید الٰہی ہی ایک ایسی چیز ہے۔ جو تمام نسل انسانی کو ایک سلسلہ اخوت میں منسلک کردیتی ہے۔ اس سے آگے اخوت کے مختلف مدارج ہیں۔ جو تعلقات کے قرب و بعد کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ ایک شخص جو اسلام کو مانتا ہے چونکہ مسلمانوں سے ہی تعلقات رکھ سکتا اور ان کا زیادہ قریبی ہے۔ اس لئے اس کی اخوت اور غیر مسلم کی اخوت میں لازماً فرق ہوگا۔ لیکن اس کے یہ معنے نہیں کہ جہاں انصاف غیر مسلم کے حق میں ہو۔ وہاں اسلامی اخوت بے انصافی پر مائل کردے۔ قرآن کریم نے خود اپنے نفسوں اور ماں باپ کے معاملہ میں بھی انصاف کو ہاتھ سے چھوڑنے سے منع کیا ہے۔ چہ جائیکہ ایک مسلمان کی بے جا حمایت کسی غیر مسلم کے خلاف کی جائے۔ رسول اللہ صلعم سے ایسے واقعات مذکور ہیں۔ کہ آپ نے یہودی اور مسلمان کے مقدمہ میں یہودی کو سچا پاکر اس کے حق میں ڈگری دی تعجب ہے۔ ان کھلی ہوئی تعلیمات اور تاریخ اسلام کے ان واقعات کو جن میں اسلام غیر مسلم دنیا کے لئے رحمت ثابت ہوا مسٹر اینڈریوز جیسے بلند خیال انسان ایسی طرح نظر انداز دیتے ہیں۔ کہ ان کا نام و نشان دنیا میں کبھی نہیں تھا۔

بیدک اخوت

"پرکاش" نے مسٹر اینڈریوز کے بیان کو نقل کرنے کے بعد بڑے فخر سے یہ لکھا ہے۔ کہ

"آریہ ہندو دھرم کو دیکھئے کہ جس میں ناستکوں کو بھی رشی کا درجہ دیا گیا ہے"۔

دن دہاڑے لوگوں کی آنکھوں میں خاک جھونکنا اسی کو کہتے ہیں۔ کیا یہ وہی آریہ ہندو دھرم" تو نہیں جس کا نمونہ ستیارتھ پرکاش کے تیرھویں اور چودھویں کلاس میں ہے جس نے آج ہندو مسلمانوں کو ایک دوسرے کا جانی دشمن بنا رکھا ہے۔ ناستکوں کو رشی کا درجہ دینا تو ایک طرف آپ کا آریہ ہندو دھرم" تو یہ بھی اجازت نہیں دیتا۔ کہ خدا کے ماننے والوں اور اس کے سچے پرستاروں کا جو کروڑہا مخلوق کے ہادی و رہبر ہوئے ہیں عزت کے ساتھ نام لیں۔ آپ کے اس آریہ ہندو دھرم" کی تو یہ کیفیت ہے کہ آج ہندو مسلمانوں کی باہمی منافرت کو دور کرنے کے لئے جب یہ کہا جاتا ہے۔ کہ ستیارتھ پرکاش میں سے ان حصص کو نکال دو۔ جن میں خدا کے پاک نبیوں بالخصوص آنحضرت اور قرآن کریم کو گالیاں دی گئی ہیں۔ تو تمام سماج میں آگ لگ جاتی ہے۔ یہانتک کہ سناتن دھرمی بھی ساتھ ملکر مسلمان .. ملیکھشوں کا ناش" کرنے پر تل جاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ تمہارے آریہ ہندو دھرم" نے تمہیں رواداری کا نام ہی نہیں بتایا۔ اور غیر ہندوؤں کے خلاف بغض و تعصب تمہارے قلوب کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔

مسلمان اور مہاراجہ الور

اس نام سے ایک ٹریکٹ خواجہ حسن نظامی دہلوی نے حال ہی میں شائع کیا ہے جس میں ہز ہائینس مہاراجہ صاحب الور کی بے تعصبی اور خدا پرستی کی ایک تازہ اور شاندار مثال درج ہے۔

خواجہ صاحب نے اس رسالہ میں مہاراجہ صاحب الور کی وہ تقریر درج کی ہے جو انہوں نے گزشتہ عید الفطر کے موقع پر عیدگاہ کے اندر مسلمانوں کو مخاطب کرکے فرمائی۔ اس تقریر میں مہاراجہ صاحب نے اپنی مسلمان رعایا کے ساتھ [illegible] دلی محبت کا اظہار کرتے ہوئے یہ بتایا ہے۔ کہ وہ بھی اپنی مسلمان رعایا کے ساتھ خدائے واحد کی عبادت میں اندروں دل سے شریک ہوئے۔ اور ان کی یہ دیرینہ خواہش کہ اپنی پیاری سے پردہ داری دور ہو جائے پوری ہوگئی۔ مہاراجہ صاحب کا یہ فقرہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ کہ

"پس اس لئے آپ کے بغیر بلائے بھی آج میں آپ لوگوں کی محبت کے بھروسہ پر آیا ہوں۔ خاصکر یہ

خلافت حقہ

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

سگے ہاتھوں ایک اور آیت بھی گوش دل سے سن لیجئے۔ جنگ احزاب کا ذکر ہو رہا ہے جسکی علت غائی صحابہ کرام کی کمال وفاداری اور غیر مبدل طریق کار کا مراسنا اور منافقین کی تعذیب بالموت و غیرہ رجوع با یمان ہے اور ساتھ ہی کفار کی سنے نمل مرامی کا ذکر اور اہل اسلام کی فتح اہل کتاب بنو قریظہ کے قتل قید ذلت اور نگونساری کا بیان ہو رہا ہے۔ یہ وہ وقت ہے جبکہ ایک جانب دشمن کثیر التعداد حملہ آوروں سے حملہ کرتے ہیں جس کے روکنے کی مسلمانوں کے اندر کوئی طاقت نظر نہیں آتی اور سرسری طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان بس جائینگے اور ان کی قوت کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو جائے گا۔ لیکن اس قادر مطلق کی جانب سے یہ پیشگوئی کی جاتی ہے۔ و اورثکم ارضھم و دیارھم و اموالھم و ارضا لم تطئوھا و کان اللہ علی کل شیء قدیرا۔ تمہیں ان کی زمین۔ ان کے گھروں اور ان کے مالوں کا وارث بنا یا گیا ہے۔ اور ایسی زمین کا بھی جس پر تم ابھی نہیں چلے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ سبحان اللہ۔ خدا کی زبردست قوت کہ کس طرح اسلام کی صداقت پر بین دلائل دئے ہیں اور کس صفائی سے وہ پیشگوئیاں پوری ہوتی ہیں جو فی الاصل حسی دلائل ہیں۔ اور جو ایسے وقت میں کی جاتی ہیں جبکہ اسلام اور اہل اسلام کے مرٹ جانے میں کوئی کسر نظر نہیں آتی جنکو ایک مادہ پرست پر ار تقائی انسان دیکھکر کبھی یقین نہیں کر سکتا کہ ایسے حالات کی صورت میں یہ زبردست پیشگوئیاں بھی پوری ہو سکتی ہیں۔ کیوں نہ ہو ان الدین عند اللہ الاسلام کوئی فرضی نظریہ نہیں۔ ایک حقیقت ہے جس پر اہل دل اور بیدار مغز انسان تدبر کرکے حلاوت اور لذت حاصل کر سکتا ہے۔ وہ لوگ جو اسلام کے بدترین دشمن ہیں۔ اگر ان حقائق پر کھلے دل سے غور کریں تو بلا شبہ صداقت اسلام کے شیدائی نظر آئیں لیکن ان حقائق اور صداقتوں کا غیر مسلم افراد کے سامنے پیش کرنا بھی آخر مسلمانوں ہی کا فرض ہے۔ افسوس کہ یہ فرض شناسی جنکا مذہبی، اخلاقی، قومی اور ملکی شعار تھا وہ تکفیر کے شیدائی بن گئے ان کو کفر سازی سے فرصت ملے تو وہ کچھ کر سکیں۔ مولانا مرحوم ان کا خاکہ ذیل کے الفاظ میں کھینچتے ہیں:-

بڑھے جس سے نفرت وہ تقریر کرنی
جگر جس سے شق ہو وہ تحریر کرنی
گنہگار بندوں کی تحقیر کرنی
مسلمان بھائی کی تکفیر کرنی
یہ ہے عالموں کا ہمارے طریقہ
یہ ہے ہادیوں کا ہمارے سلیقہ

خیر۔ باز آمدم بر سر مطلب۔ مفسروں نے ارضا لم تطئوھا کے نیچے مکہ۔ خیبر۔ فارس و روم لکھے ہیں لیکن جہاں تک الفاظ قرآنی کا تعلق ہے۔ مکہ اور خیبر کا خیال تو بالکل صحیح نہیں جہاں مسلمان پہلے نہ چلے ہوں بلکہ آیت قرآن کے الفاظ سے بلاشبہ ایسے دور دراز ممالک مراد ہیں جہاں پر اہل عرب کا عموماً گذر نہ ہوتا تھا۔ اہل عقل حضرات غور فرمائیں کہ وہ دور دراز کے ممالک جنکو ارضا لم تطئوھا سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ کیا انکی فتوحات کا سلسلہ جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد معدلت مہد میں شروع نہیں ہوا اور پورے طور پر یہ پیشگوئی حضرت عمرؓ اور جناب عثمانؓ ذوالنورین کے ہاتھوں پوری نہیں ہوئی۔ اگر ان کی خلافت حق نہیں تو پھر وہ کیوں قرآنی پیشگوئیوں کے جن پر قرآن کریم۔ اسلام۔ اور رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کا دار ہے مصداق بنائے گئے اور خدائی مصدقہ اسلام پیشگوئیاں ان کے ہاتھوں پوری ہوئیں۔ تاریخ اسلام اٹھا کر پڑھو اور پھر ان حضرات کے حالات کا قرآنی پیشگوئیوں کے ساتھ مقابلہ کرو تو تمہیں معلوم ہوگا کہ فی الاصل اسلام کے شیدائی اور مبلغ اسلام یہی لوگ تھے اور یہی اصحاب خلافت کے حقیقی وارث تھے۔ انہی لوگوں کی بے نظیر کوششوں سے اسلام تمام دنیا کے اندر اپنی اس قدر مضبوطی سے خدا کی مرضی کے ساتھ قائم ہوا کہ آج مخالفین اسلام ہزار کوششیں کریں مگر اسلام کی روز افزوں ترقی ان سے نہیں رک سکتی۔ یہ پودا مغز موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں سے لگایا۔ اور ان کی پرورش خدائی منشا کے مطابق صحابہ کرامؓ کے سپرد کی گئی جس کی وجہ سے وہ ایک ایسا تناور درخت بنگیا کہ ہزاروں مخالف جھکڑ اور جھونکے اپنی پوری طاقت اور زور سے چلے لیکن اس درخت کا ذرا بھی نقصان نہ کر سکے۔ کیا یہ واقعات خلافت حقہ کو محقق طور پر ثابت نہیں کرتے۔ کرتے ہیں اور ضرور کرتے ہیں۔ و ہذا الحق لیس بہ خفاء و آخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین۔

(نور احمد عفی عنہ سکنہ بھتوئی مدرس ہمبٹر ڈی۔ ۱۱ جولائی ۱۹۲۵ء)

دیوبندی فریسیوں کا راولپنڈی میں ورود

دیوبندی مُلّاں جو جناب مسیحؑ کے زمانہ کے فریسیوں اور فقیہوں کی کامل شان ریاکاری کا ایک مکمل اسوہ اور نمونہ ہیں جو سفیدی پھری ہوئی قبروں کی مانند اوپر سے بہت مقدس اور خوبصورت دکھائی دیتی ہیں۔ مگر اندر مردوں کی ہڈیوں اور ہر طرح کی نجاست سے بھری ہوئی ہیں جو آسمان کی بادشاہت یا اسلام کے تکمیلی ارتقا بہشت کے دروازے لوگوں پر بند کرکے نہ اس میں خود داخل ہوتے ہیں اور نہ دوسروں کو داخل ہونے دیتے ہیں وہ ۲۳ - اور ۲۴ جون کو پوری شان فریسیائی کے ساتھ راولپنڈی میں داخل ہوئے۔ ان کے ورود مسعود کی خبر پڑھ کر یا سر جماعت مسلمین کا ماتھا ٹھنکا۔ اور انہوں نے ان کی علالت کا علاج پیشتر سے ہی سوچکر حجۃ اللہ البالغہ کا ایک مضبوط عصا اشتہار عام کی شکل میں پیش کیا کہ جس کو دیکھتے ہی دیوبندی ملاں ایسے خائف ہوئے کہ اپنے دو دن کی پھنکار کے دنوں میں اس طرف منہ تک نہیں کیا۔ اب دیوبندی فریسیوں کے لئے اقل قلیل احمدیوں کی طرف ہی اپنی تمام فرسودہ کارروائی کا زور خرچ کر دینے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ تھا جنگے نکلے اعتراضات اور تمسخر و استہزا کی چاشنی کے ساتھ عوام کے سامنے پیش کئے گئے اور قبول کئے گئے۔

نوارا تلخ ترمی زن چو ذوق نغمہ کم یابی

کبھی کبھی نہایت بلند آہنگی کے ساتھ اپنے منہ میاں مٹھو بننے کے لئے لوگوں سے سامعہ کے ساتھ داد بھی لیتے جاتے تھے۔ کاش مولوی شبیر احمد۔ مرتضیٰ حسن اور انور شاہ کہ جو علماء دیوبند میں چوٹی کے عالم سمجھے جاتے ہیں راولپنڈی کی تعلیمیافتہ پبلک سے اپنے انداز تمسخر کی بابت آراء اور خیالات کو سنتے وہ گندی اور بیہودہ حکایات جنکو انہوں نے اپنی حسن تقریر کا زیور سمجھا ہوا تھا وہ ان کے اندرونی گند کو کھول کھول کر ظاہر کر رہی تھیں۔ سلیم الطبع انسان سکتے ان کے ان مشہور تقریروں کے اندر اس زمانہ کے مسیح موعود کی صداقت کا ایک بین ثبوت پاتے کہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے بیشتر دلائل صداقت میں سے یہ بھی ایک زبردست دلیل ہے کہ ان کے مخالف معاند بدترین خلائق ہوتے ہیں۔ نہ صرف ان کی مذہبی حالت ہی نا سقانہ اور فاجرانہ ہوتی ہے بلکہ ان کی اخلاقی حالت بھی اسفل سافلین تک گری ہوئی ہوتی ہے۔ گویا ان کی عملی زندگی انبیاء اور اولیاء کی حیات طیبہ کی ہر حالت میں ضد واقع ہوتی ہے پس اولیاء اور انبیاء کی صداقت پر نہ صرف ان کے اپنے اعمال کبریٰ ہی شاہد عادل ہوتے ہیں بلکہ ان کے مخالف اور معاند بھی اپنے اعمال اور اخلاق سے ان کی صداقت پر گواہی دیتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اولیاء اللہ کی ہمیشہ سے یہ عادت رہی ہے کہ وہ اپنے متعلق تحقیقات کرنے والوں کو اپنی معیت اور مصاحبت میں رہنے کی تاکید فرمایا کرتے ہیں۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود بھی اپنے متعلق تحقیقات کرنے والوں اور اپنے دشمنوں کو اپنی صحبت میں آکر رہنے کی ترغیب اور تحریص فرمایا کرتے تھے۔ گو آج ہم میں وہ مقدس وجود لوگوں کو اپنی دعوی کی صداقت کے آزمانے کے لئے اپنی مصاحبت کی دعوت دیا کرتا تھا۔ موجود نہیں تاہم اس کا دعوی آج بھی اپنی صداقت کا ایک بین زندہ ثبوت رکھتا ہے۔ خدا کے لئے یہ کچھ ضروری نہیں کہ وہ اپنے مامورین کی خاطر بڑی بڑی خوفناک تباہیاں اور دلوں کی قلب ماہیت کر دینے والے نشان دکھلائے۔ اگر کوئی سمجھنا چاہئے تو جو کچھ ایک مامور من اللہ کے واقعات حیات میں عملاً ہو رہا ہے۔ اور جو کچھ اس کے معاند اور مخالف لوگوں کے اعمال زندگی میں موجود ہو اس کے اندر بہتر سے بہتر اور اعلیٰ سے اعلیٰ صداقت کی پکار سنائی دی گئی ہے۔ ان فی ذالک لذکری لمن کان لہ قلب او القی السمع وھو شھید

دیوبند کے بہترین علماء اپنی پوری شان مولویت کے ساتھ یہاں آئے۔ انہوں نے خطیبانہ بلند آہنگی کے ساتھ تقاریر کیں۔ لیکن کیا انہوں نے قرآن کریم کی تبلیغ اور تعلیمات الٰہیہ کی اشاعت کا کوئی کام یہاں کیا۔ کیا ان کی تقاریر کا موضوع قرآن کریم کی تبلیغ اشاعت تھا کیا ان گندی اور بیہودہ حکایات اور تمسخرانہ پھبتیوں کے سوا ان کی ذخیرہ معلومات میں اور کوئی دلائل و براہین کا حصہ نہ تھا۔ اگر وہ قرآن کریم کو خدا کا کلام اور اس کی تعلیم کو حق و صداقت کی پکار سمجھتے اور ان کا یہ ایمان ہوتا کہ وہ احقاق حق اور ابطال باطل کے لئے ایک کامل ہدایت نامہ ہے تو پھر ہماری تردید میں سے کیوں روشنی حاصل کرتے۔

راولپنڈی میں علماء دیوبند آئے اور گئے لیکن وہ مسلم اور غیر مسلم سلیم الطبع لوگوں پر اپنے فاسد اخلاق اور بھونڈے انداز بیان کے سوا اور کچھ باقی نہیں چھوڑ گئے۔ ان کی ہر ایک بات بالآخر جھوٹ کا ایک پتلا ثابت ہوئی اپنے جلسوں کی رونق بڑھانے کے لئے جھوٹے اعلان کئے گئے کہ مرزائیوں کے ساتھ مناظرہ ہوگا۔ اور جب وہاں جاکر دریافت کیا گیا تو کہا کہ کس نے یہ اعلان کر دیا ہوگا۔ ہمارا راولپنڈی کا پوچھ گچھ اور ہر ایک فرد ان کے ان جھوٹے اعلانات پر گواہ نہیں۔ مسیح موعود پر ان تقاریر کے اندر جھوٹے اتہامات لگائے گئے اور جب ثبوت طلب کیا گیا۔ تو یہ کہکر بٹھا دیا گیا کہ بیٹھ جاؤ ہم تمہاری جان کے ذمہ دار نہیں جس کا مقصد عوام کو فساد پر آمادہ کرنے کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ یہ ان کے جلسہ کے مختصر کوائف ہیں کہ جن کی خاطر علماء دیوبند نے دیوبند سے راولپنڈی پر خروج کیا۔ ان کے گندے عقائد اور باطل خیالات پر ہم انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ کچھ روشنی ڈالینگے۔

فریضہ زکوٰۃ

زکوٰۃ کی طرف افسوس ہے احباب کی پوری توجہ نہیں۔ بہت تھوڑی رقوم اس کے متعلق موصول ہو رہی ہیں۔ ابھی کافی حصہ جماعت کا ایسا ہے جس نے اس اہم فرض کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔ دفتر سے باقاعدہ یاددہانیاں کرائی گئی ہیں۔ اور رسالہ متعلق فرضیت و اہمیت زکوٰۃ بھی بھیجا گیا ہے۔ سب احباب کو چاہئے کہ جس قدر زکوٰۃ ان سے یا ان کے گھر سے واجب الادا ہو سے ادا فرمائیں یا اطلاع دیں تاکہ دفتر مطمئن رہے۔ ۱۰ جون ۱۹۲۵ء تک حسب ذیل رقوم وصول ہوئی ہیں جنہیں شکریہ کے ساتھ شائع کیا جاتا ہے۔

(۱) سیٹھ احمد الدین صاحب جہلم .... عہ
(۲) سیٹھ عبد المالک صاحب جہلم .... عہ
(۳) قاضی محمد فضل شاہ صاحب ..... (ماہوار وصول ہو رہی ہیں) علاوہ
(۴) مولوی عبد الرحمٰن صاحب بی۔ اے شملہ .... عہ
(۵) شیخ نظام الدین صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس حال رخصتی حکم .... ہ
(۶) چوہدری ..... دل الٰہی صاحب انسپکٹر ڈاکخانہ جات شیخوپورہ .... ہ
(۷) .... صاحب .... لعہ

(سکرٹری)

ضروری اطلاع

جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب جنرل سکرٹری انجمن بذریعہ اطلاع دیتے ہیں کہ بعض احباب انجمن کا روپیہ ان کے نام بھیجدیتے ہیں اور وہ اسوقت مری تشریف لے گئے ہیں۔ اسلئے مزید خرچ انجمن کو روپیہ بھیجنے پر کرنا پڑتا ہے۔ لہذا تمام

لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ

ایڈیٹر صاحب "پیغام صلح" اپنے اخبار مورخہ یکم جولائی ۱۹۲۵ء میں لکھتے ہیں کہ اخبار زمیندار مورخہ ۲۰ جون ۱۹۲۵ء تحریر فرماتے ہیں کہ مولوی محمد مرتضیٰ حسن صاحب (دیوبندی) نے ایک جلسہ میں جو حال میں لاہور میں منعقد ہوا ہے فرمایا ہے۔

"حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اگر کسی مسلمان کے اقوال میں ننانوے فیصدی کفر یقینی اور صرف ایک فیصدی ایمان کا شائبہ موجود ہو تو وہ خارج از اسلام نہیں ہو سکتا۔ بلکہ میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ ہزار نہیں لاکھ نہیں کروڑ اقوال میں سے ننانوے لاکھ ننانوے ہزار ننانوے سو ننانوے اقوال میں کفر کا احتمال ہو تو جب تک قائل کی نیت اور مفہوم سے خاطر خواہ آگاہی نہ ہو اسے کافر کہنا ظلم ہے۔ ہم کسی کو کافر نہیں کہتے۔ تبلیغ کوئی کافر بناکر؟"

ہمارے خیال میں یہ الفاظ مولوی محمد مرتضیٰ حسن صاحب دیوبندی کے نہیں ہو سکتے۔ مگر ممکن ہے کہ مدیران زمیندار نے اپنی کسی خاص مصلحت سے یہ الفاظ زبردستی ان کے منہ میں ٹھونس دئے ہوں۔ کیونکہ مولوی صاحب کا عمل اسکے صریح خلاف ہے۔ چنانچہ حضرت مرزا صاحب مرحوم کے ساتھ ان لوگوں کا جو سلوک تھا وہ ظاہر ہے۔ اور اب ان کی وفات کے بعد ان کی جماعت کے لوگوں اور ان حضرات میں صرف دو تین فروعی مسائل ہیں جو اختلاف ہے وہ صرف یہ ہے:-

(۱) مرزا صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فوت ہونا ثابت کرتے ہیں۔ اور یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو کہتے آسمان پر بجسد عنصری زندہ موجود بتلاتے ہیں۔

(۲) مرزا صاحب دعویٰ کرتے ہیں کہ مسیح موعود اور امام مہدی آخرالزمان میں ہی ہوں۔ یہ لوگ اسکو تسلیم نہیں کرتے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی آخرالزمان کے منتظر ہیں۔

علاوہ ازیں باقی تمام مسائل اصول اسلام جو ہیں۔ ان میں کسی کو بھی اختلاف نہیں۔ مثلاً خدا کی وحدانیت کے دو بھی ایسے ہی قائل ہیں جیسے یہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کو سچا نبی ماننے والے وہ بھی اور یہ بھی۔

احمدی جماعت کے لوگ قرآن مجید کو خدا کا کلام اور اسکے حرف حرف کو صحیح اور ہر طرح سے کامل مکمل مانتے ہیں اور قرآن مجید کے احکام کی اطاعت فرض سمجھتے ہیں۔ اور یہ لوگ بھی اسی طرح مانتے ہیں۔ اور قرآن مجید میں تین قسم کے نسخ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کے اس خیال سے قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے میں ایک قسم کا شک پڑ جاتا ہے اور قرآن مجید کا غیر مکمل ہونا لازم آتا ہے۔ باقی رہا نماز روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ وغیرہ احکام ان میں بھی کوئی اختلاف نہیں۔ ان کی فرضیت میں کیسی کو کلام نہیں۔ علاوہ ازیں فقہ حنفیہ پر بھی ہر دو فریق عمل کرتے ہیں باوجود ان سب باتوں کے پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ جس حالت میں وہابی۔ خارجی۔ نیچری۔ شیعہ وغیرہ وغیرہ ان کے نزدیک مسلمان سمجھے جاتے ہیں تو مرزا صاحب اور ان کی جماعت کو کیوں کافر بنایا جاتا ہے۔ درآنحالیکہ یہ لوگ یورپ میں تبلیغ اسلام کا کام کر رہے ہیں۔ اور مسجدیں بھی بناتے ہیں اور جب عیسائی اور آریاؤں وغیرہ غیر مسلم اقوام سے جن کا مقصد ہی اسلام کو بدنام کرنا ہے ان مولویوں کا مقابلہ ہوتا ہے اور یہ لوگ خود ان کو کوئی معقول جواب نہیں دے سکتے تو نہیں کافر احمدیوں کا سہارا ڈھونڈتے ہیں اور ان کو بلا بلا کران کے مقابلہ میں کھڑا کرتے ہیں۔ جب احمدی جماعت کے لوگ مقابلہ کرنے والوں کو دندان شکن جواب دیکر اسلام کی فضیلت ثابت کرتے ہیں تو یہ لوگ خوش ہوتے ہیں کہ ہماری فتح ہوئی۔ شرم شرم شرم۔ ایسی حالت میں ایسے نیک اور ہمدرد اور اسلام کے سچے خدمتگذاروں اور جاں نثاروں کو کیوں آئے دن اسلام سے خارج ہونے کا فتویٰ دیا جاتا ہے۔ کیا ان مفتیوں کو حضرت امام اعظم کے قول کے مطابق جماعت احمدیہ میں ایک فیصدی ایمان کا شائبہ بھی نظر نہیں آتا۔ کیا مولوی محمد مرتضیٰ حسن صاحب کا یہ کہنا کہ ہم کسی کو کافر مرتد نہیں کہتے۔ یہ درست ہے۔ شرم۔ شرم۔ شرم

بعض لوگ اعتراض کے طور پر کہا کرتے ہیں کہ میاں! یہ لوگ ولایت میں جو اسلام پیش کرتے ہیں وہ اسلام ہی نہیں اور جو انگریز مسلمان ہوتے ہیں وہ بھی برائے نام مسلمان ہوتے ہیں۔ ان میں اسلام کی کوئی بات نہیں ہوتی۔ صرف کلمہ پڑھنے سے کیا ہوتا ہے مگر شاید ان کو معلوم نہیں کہ اس ہندوستان میں جس کے مسلمانوں کے اسلام کا ان کو بڑا ناز ہے ملک کے رہنے والے لاکھوں ایسے مسلمان موجود ہیں جو نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ وغیرہ تو درکنار کلمہ تک نہیں جانتے۔ صرف گائے کا گوشت کھا لینے کو ہی اسلام سمجھتے ہیں اور ہر کبیرہ گناہ کھلے بندوں علی الاعلان کرتے ہیں۔ ان حضرات کے عقیدہ کے مطابق یہ لوگ تو مسلمان ہیں مگر یورپ کا باشندہ جو بمقابلہ ان کے زیادہ شائستہ اور سمجھدار ہے مسلمان ہو تو وہ ان کے نزدیک مسلمان ہی نہیں۔ شرم۔ شرم۔ شرم

اگر بفرض محال یہ مان لیا جائے کہ الفاظ مذکرہ بالا مولوی محمد مرتضیٰ حسن صاحب ہی کے ہیں تو پھر مولوی محمد مرتضیٰ حسن صاحب کو ہم یہ کہیں گے کہ آپ نہ صرف امام اعظم رحمۃ اللہ کے قول کی تغلیط کرتے ہیں بلکہ آیہ کریمہ لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ کے مصداق بھی ہیں مولوی محمد مرتضیٰ حسن ہمیں معاف رکھینگے اگر ہم یہ کہیں کہ حضرت آپ کو حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے قول کو جس میں ہر طرح کی وسعت اور خوبیاں موجود ہیں۔ آپ کو اسقدر لمبے حساب اضافہ کرنے کی (جس پر آپ کا عمل ہی نہیں) کیا ضرورت تھی۔ آپ حضرات کی اسی بیجا افراط و تفریط کا یہ نتیجہ ہے کہ مسلمان دن بدن قعر ذلت میں گرتے جاتے ہیں اور ایک دوسرے کو کافر بناکر باہمی نفرت و حقارت کے جذبات بڑھا رہے ہیں۔ اور کُلُّ مُؤْمِنٍ اِخْوَۃٌ کا زرین اصول جو قرآن مجید اور رسول خدا صلے اللہ علیہ سلم نے بتایا تھا وہ مسلمانوں سے مفقود ہو رہا ہے۔

خدارا قرآن مجید کو غور سے پڑھو اور اسکی پاک تعلیم پر عمل کرو اور مسلمانوں میں تفریق کی نہ بڑھاؤ۔ اور اپنی ضد اور ہٹ کو چھوڑ کر سچے مسلمان بنجاؤ کہ آپ کا نیک اثر دوسروں پر پڑے۔ اور آپ لوگ خسر الدنیا والآخرۃ کے وعید سے بچ جاؤ۔ مرا د نصیحت بود گفتیم

زیرک شاہ۔ از لاہور۔ یکم جولائی ۱۹۲۵ء

ایک غلط بیانی کا ازالہ

اخبار "الفضل" مورخہ ۱۸ جون میں میرے متعلق ایک نوٹ بعنوان "ایک غیر مبائع مبلغ کی افسوسناک حرکت" شائع ہوا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ اس مضمون کے لکھنے والے مبائع مبلغ صاحب نے مضمون نویسی کے وقت صداقت سے کام نہیں لیا اور بلا وجہ مجھ پر یہ الزام قائم کر دیا کہ میں نے ایک فرقے پر بدتہذیبی سے حملہ کر دیا اور تبلیغ الاسلام کانفرنس متھرا کے جلسہ مناظرہ میں صرف واہ واہ کمانے کے لئے دھرم بھکشو کے بالمقابل یہ کہدیا کہ آپ مرزا صاحب کی نبوت کو کیا پیش کرتے ہیں۔ میں تو ان کو نبی کہنے والے کو ملعون سمجھتا ہوں۔

نامہ نگار صاحب نے اس الزام کو ثابت کرنے اور اسے زیادہ باوزن بنانے کے لئے حسب ذیل قصہ اختراع فرمایا کہ جلسہ مناظرہ کے پریذیڈنٹ مولوی سعید احمد نام کوئی بزرگ تھے۔ ڈاکٹر نور احمد صاحب احمدی نے انہیں توجہ دلائی کہ یہ جلسہ مسلمانوں کا مشترکہ جلسہ ہے۔ اسمیں ایک فرقہ پر اسقدر بدتہذیبی سے کیوں حملہ کیا گیا تو مولوی سعید احمد صاحب نے فرمایا کہ بیشک مولوی صاحب نے سخت غلطی کی۔ میں بحیثیت پریذیڈنٹ ان الفاظ کو واپس لیتا ہوں۔ یہ تمام قصہ اول سے آخر تک بے اصل اور غلط ہے۔ مولوی سعید احمد نام کوئی بزرگ تبلیغ کانفرنس متھرا کے جلسہ مناظرہ کے بلکہ کسی نشست کے بھی صدر نہیں ہوئے اور یہ ایک امر واقعہ ہے۔ پھر نامہ نگار صاحب کا یہ تحریر فرمانا کیا وزن رکھتا ہے کہ ڈاکٹر نور احمد صاحب کے توجہ دلانے پر مولوی سعید احمد صاحب نے فرمایا کہ بیشک مولوی صاحب نے سخت غلطی کی ہے۔ میں بحیثیت پریذیڈنٹ ان الفاظ کو واپس لیتا ہوں۔ جب کہ سعید احمد صاحب پریذیڈنٹ ہی نہ تھے تو واپسی الفاظ کا اعلان کس نے کر دیا۔ ان ہذا لشیء عجاب

افتتاح جلسہ مناظرہ سے اختتام تک ڈاکٹر نور احمد صاحب نے کوئی توجہ نہیں دلائی اور نہ ہی پریذیڈنٹ ہی نے جلسہ میں ویسی الفاظ ہی کا کوئی اعلان کیا۔ یہ کہانی صرف اس الزام کو باوزن بنانے کے لئے گھڑی گئی ہے جس کا اس سے پہلے ذکر ہو چکا سوا اس کی بھی یہ حقیقت ہے کہ بدزبان آریہ مناظر دھرم بھکشو نے جب حضرت صاحب کی طرف دعویٰ نبوت کو منسوب کر کے پبلک کو میرے خلاف مشتعل کرنا چاہا تو میں نے یوں کہا۔

میں حضرت مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتا۔ اور نہ وہ خود خود ہی نبوت کے مدعی ہیں۔ بلکہ مدعی نبوت کو ملعون کہتے ہیں۔ میری یہ گذارش حضرت صاحب ہی کے ایک ارشاد کا مفہوم تھی جو کہ مجموعہ اشتہارات حصہ سوم صفحہ ۲۲۴ میں بدیں الفاظ مذکور ہے۔

ان پر واضح رہے کہ ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں

علاوہ ازیں انوار الاسلام صفحہ ۳۴ میں یوں ارشاد ہے۔

اور اگر یہ اعتراض ہے کہ نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور وہ کلمہ کفر ہے تو بجز اس کے کیا کہیں کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین المفترین

نامہ نگار صاحب نے پہلے میرے الفاظ کی قطع و برید کی اور مفہوم بدلا۔ پھر رنگ روغن چڑھا کر یہ نتیجہ نکالا کہ میں نے ایک فرقہ پر بدتہذیبی سے حملہ کر دیا۔ میں نامہ نگار صاحب کی خدمت میں بہ ادب یہ گذارش کرتا ہوں کہ میرے الفاظ کا یہ مفہوم نہیں جو جناب نے میرے بیان سے اخذ کر کے اپنے الفاظ میں ادا کیا پھر نتیجہ کیوں کر صحیح ہو گا۔ میری گذارش تو حضرت صاحب ہی کے پاک الفاظ کا مفہوم تھی جن کا مبارک وجود ہم دونوں ہی کیلئے قابل پیروی واتباع ہے۔ جناب کو اعتراض کرنے کا حق تو حاصل ہے مگر اس سے پہلے احمدی ہونے کے لحاظ سے یہ ضرور سوچ لینا چاہئے تھا کہ کہیں اس کی زد خود حضرت مسیح موعود پر تو نہیں آتی۔ کیونکہ یہ انہی کا ارشاد ہے۔

"ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں"

اگر آپ یہ فرمائیں کہ حضرت صاحب نے مکفرین کے سامنے اپنی پوزیشن صاف کرنے کے لئے ایسا ارشاد فرمایا تھا تو میں بھی عرض کروں گا کہ میں نے بھی تو پوزیشن ہی صاف کی تھی کسی فریق کا دل دکھانا یا اسپر بدتہذیبی سے حملہ کرنا ہرگز ہرگز مقصود نہ تھا۔ اور اس کو تو جناب جانتے ہی ہیں کہ میں حضرت مرزا صاحب کو اپنے زمانہ کا مجدد اور مامور امام جانتا ہوں۔ نبی نہیں مانتا۔

(سید محمد عصمت اللہ مبلغ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

برلن مسجد کے میناروں کیلئے خواتین سلسلہ کی قربانی

گیارھویں فہرست

۱۵ جون ۱۹۲۵ء میں اس سلسلہ میں جو رقوم وصول ہوئی ہیں انہیں شکریہ کے ساتھ درج اخبار کیا جاتا ہے۔

(۱) معرفت ماسٹر محمد عبداللہ صاحب تونسہ شریف ۱۰؎
(۲) والدہ صاحبہ ماسٹر محمد انعام اللہ فورٹ سنڈیمن ۸؎
(۳) اہلیہ صاحبہ " ۸؎
(۴) معرفت اہلیہ صاحبہ شیخ عبدالعلی صاحب سب جج دہلی ۵؎

(میزان)

ہندوستان کے مسلمان بادشاہ

اور عام رعایا

جو لوگ ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں کو ترویج مذہبی تعصب کا الزام لگاتے ہیں۔ اور مفروضہ ظلم و تعدی کی صدہا منگھڑت داستانیں ان کی طرف منسوب کیا کرتے ہیں ان کے لئے غالباً مندرجہ تحت حقائق سرمایۂ بصیرت ہو سکینگے۔

(۱) تھانیسر ہندوؤں کا ایک متبرک مقام ہے۔ جہاں ہر سال اشنان کا میلہ نہایت دھوم سے ہوتا ہے۔ سکندر لودھی نے ایک دفعہ کسی مصلحت سے اس میلہ کو بند کرنا چاہا لیکن ہندو عالم کے رو کنے سے اسے بحال رہنے دیا۔

(۲) سید بٹ کے خوف سے جو برہمن زاد بوم چھوڑ کر نکل گئے تھے سلطان زین العابدین نے ان کو سفیر بھیجکر واپس بلا لیا۔ اور گذارہ کے لئے معقول وظائف مقرر کر دئے اور اس امر کی ایک عام تنبیہ کر دی کہ ہر شخص اپنے اپنے مذہب کی پابندی کرنے میں آزاد ہے۔ کوئی کسی پر جبر نہ کرے۔ اسی محمد عادل شاہ نے بھی برہمنوں کے وظیفے مقرر کئے تھے۔

(۳) شہنشاہ اکبر کے عہد میں حسب ذیل ہندو علماء دربار کی عنایت سے شاہی وظائف پر اوقات بسر کرتے تھے۔

مہادیو۔ بھیم ناتھ۔ بابا بلاس۔ نرائن۔ سیواجی۔ مادھو رام بھدر۔ سری پت۔ مادھو مصر۔ سرستی۔ جاروپ بشن ناتھ۔ مدسودن۔ رام کشن۔ نرائن آسرم۔ بلبھدر مصر بنرجی۔ سوبار۔ باسدیو۔ دانو۔ ورہٹ۔ باہمن بھٹ رام تیرتھ۔ بدہ نواس۔ نرسنگھ۔ گوری ناتھ۔ ہرم اندر گوپی ناتھ۔ ننجے سین۔ سورکشن۔ پنڈت ہنال جند بھٹاچارج۔ کاشی ناتھ۔

(۴) نورالدین جہانگیر کے دربار میں بھٹاچارج بناری۔ بیشان مصر۔ جاروپ سنیاسی وغیرہ کو بڑا اعزاز حاصل تھا۔

(۵) شاہ جہاں کے عہد میں ہرناتھ کا جو ایک ہندو فاضل تھا انتہائی اعزاز و احترام کیا جاتا تھا۔ اسکو خلعت اسپ و فیل اور ایک لاکھ درہم بادشاہ نے مرحمت فرمائے پیلاج جلگناتھ پر بادشاہ کی اسقدر نظر عنایت تھی کہ اسے چند مرتبہ روپیوں سے تلوا کر انعام دیا گیا۔ اور بنارس کے ایک برہمن کی دو ہزار روپیہ ماہانہ پنشن مقرر کی گئی تھی۔

(۶) شہنشاہ عالمگیر اورنگ زیب کے دربار میں سندر نامی ایک ہوشیار برہمن کو بڑا اعزاز حاصل تھا۔

(۷) بہاڑی پٹھانوں نے جو پرگنہ جالور (واقعہ ریاست جودھپور) کے رئیس تھے چند گاؤں برہمنوں کو جاگیر میں دے رکھے تھے چنانچہ وہ اب تک انہیں کے قبضہ میں ہیں۔

(۸) شاہان مغلیہ نے بڑے بڑے شہروں میں لنگر خانے جاری کر رکھے تھے جن میں مسلمان مسافروں کو پکا پکایا کھانا ملتا تھا اور ہندوؤں کو حسب ضرورت جنس دی جاتی تھی۔ اہل اسلام کے لنگر خانے کو خیر پورہ اور اہل ہنود کے لنگر خانے کو دھرم پورہ کہا جاتا تھا۔

محمد عادل والی بیجاپور کے عہد میں بھی لنگر خانے سے جہاں مسلمانوں کو کھانا ملتا تھا۔ وہاں ہندو محتاجوں کو خشک غذا ملتی تھی اور پانی پلانے کے لئے بھی ایک برہمن مقرر ہوتا تھا

(۹) عام معاشرت اور لباس وغیرہ کے لحاظ سے ہندو مسلمانوں میں کوئی امتیاز نہ تھا۔ دونوں قومیں یکساں معلوم ہوتی تھیں ہر ایک آزادی سے زندگی بسر کرتا تھا۔

(۱۰) سکندر لودھی نے سب سے پہلے ہندوؤں کو فارسی کی تعلیم دے کر بڑے بڑے عہدوں پر مامور کیا۔

(۱۱) شہنشاہ اورنگ زیب کے سامنے ایک عرضی گذرانی گئی کہ فلاں دو اسامیوں پر جو دو پارسی ملازم ہیں ان کو برخاست کر دیا جائے کیونکہ وہ آتش پرست ہیں۔ اور ان کی جگہ مسلمان مقرر کئے جائیں۔ عالمگیر نے عرضی پر لکھ دیا کہ "مذہب کو دنیا کے کاروبار سے کوئی تعلق نہیں ہے"! اور پارسی اپنے عہدوں پر بحال رکھے گئے۔

(۱۲) سلطان سکندر لودھی نے جہاں مسلمانوں کو جاگیریں دیں۔ وہاں ہندوؤں کو اس قسم کے عطیات سے محروم نہیں رکھا اس نے ہندوؤں اور مسلمانوں کے لئے علیحدہ علیحدہ مسافر خانے تعمیر کرائے جن میں دونوں قوموں کے مسافروں کو الگ الگ کھانا دیا جاتا تھا۔

(۱۳) ملا قاسم نے مندروں اور شوالوں کی عام اجازت دیدی اور رسوم مذہبی کی ادائیگی میں کامل آزادی عطا کی۔ بالخصوص رکھی۔ برہمنوں اور پجاریوں کو وظیفے عطا کئے۔

(۱۴) سلطان محمد تغلق نے ایک برہمن کو اس کی لڑکی کی شادی کے لئے ایک لاکھ روپیہ عطا کیا۔ اور جہاں کا وہ برہمن رہنے والا تھا۔ بادشاہ نے اپنی حفاظت اور انتظام سے وہاں وہ عطیہ پہنچا دیا۔

تازہ خبریں

دہلی ۹۔ جولائی۔ چودھری لوٹن سنگھ پانچ ہندوؤں اور تین مسلمانوں کا (جنہیں بقرعید کے موقعہ پر بطور حفظ ماتقدم گرفتار کیا گیا تھا) چالان آج زیر دفعہ ۱۰۷ مسٹر سید محمد باقر مجسٹریٹ درجہ اول کی عدالت میں کیا گیا۔ لالہ رنگ بہاری لال صاحب وکیل ہندوؤں کی طرف سے مسٹر ذاکر الرحمن صاحب وکیل مسلمانوں کی طرف سے پیروکار تھے ہندوؤں اور مسلمانوں کا بھاری ہجوم احاطۂ عدالت کا محاصرہ کئے ہوئے تھا مجمع میں جوش بہت پھیل رہا تھا۔ بابو رنگ بہاری لال نے ہندو ملزمین کو ضمانت پر رہا کرنے کی درخواست پیش کی جس کی کورٹ انسپکٹر نے سخت مخالفت کی۔ عدالت نے طرفین کے دلائل کی سماعت کے بعد حکم دیا کہ ملزمین کو ۳۔ ۲ ہزار کے مچلکہ اور ضمانت پر رہا کیا جائے۔ ملزمین سے مقدمہ کے اختتام تک نیک چلن رہنے کی ضمانت کے متعلق دلائل کی سماعت کل ہوگی۔

کلکتہ ۹۔ جولائی۔ گوردوارہ بل کی منظوری اور سکھ قیدیوں کی خوشی میں قریباً پانچ سو کالی مرد و عورت آج شام کو کلکتہ کے بازاروں میں بالخصوص چورنگی اور کالی گھاٹ میں بصورت جلوس چکر لگاتے دیکھے گئے۔ سکھ قوم کے ہر ایک فرقہ میں آج مسرت کا جوش نظر آتا تھا۔ سکھ لوگ جوق در جوق قومی گیت گاتے ہوئے گذر رہے تھے اور بے شمار ہندوستانی اور انگریز تماشا دیکھ رہے تھے

لندن ۷۔ جولائی۔ ٹائمز کا نامہ نگار مقیم [illegible] لکھتا ہے۔ جدید فرمان کے ذریعے سے سکولوں میں فوجی تربیت لازمی کر دی ہے جس میں یہ امر بھی لازمی قرار دیا گیا ہے کہ طلبا ۲ ماہ تک باقاعدہ فوج کے ساتھ قیام کریں۔

وارسا ۸۔ جولائی۔ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ پولینڈ اور روس کی سرحد پر مزید واقعات رونما ہوئے ہیں ۲۰۰ روسی سپاہیوں نے سرحد کو عبور کیا۔ اور پولینڈ کی محافظ فوج نے فائر کر کے انہیں پیچھے ہٹا دیا۔ ان روسیوں میں ایک سخت زخمی ہوا ہے نیز پچھلے دنوں سیاسی پولیس نے مشرقی سرحد پر بولشویکوں کے دو سو ایجنٹوں کو گرفتار کیا۔

کلکتہ ۸۔ جولائی۔ آج بلدیہ کلکتہ کے اجلاس میں چیف ایگزیکٹو افسر نے اعلان کیا کہ دیش بندھو داس کی وفات سے صدر بلدیہ کا جو عہدہ خالی ہوا ہے اس کے انتخاب کرنے کے لئے بلدیہ کا اجلاس بہت جلد طلب کیا جائے گا۔

طرابلس میں پولینڈ اور مصر کے نمائندے پہنچ گئے ہیں

ملتان ۹۔ جولائی۔ راسے صاحب لالہ تمنا داس نے ایڈیٹر بندے ماترم کے خلاف جو اکیاون سو روپیہ کا دیوانی دعویٰ دائر کیا تھا۔ آج مسٹر ڈی۔ ڈی۔ دھون سینیئر سب جج ملتان نے اس مقدمہ کا فیصلہ سنا دیا۔ "بندے ماترم" کے خلاف مدعی کو صرف ایک صد روپیہ اور نصف اخراجات کی ڈگری دلائی گئی۔

لندن ۸۔ جولائی۔ اتحادیوں نے جرمنی کے فوجی ہوائی جہازوں پر جو جدید قواعد عائد کئے ہیں ان کے متعلق چانسلر نے اظہار خیالات کرتے ہوئے اخبارات میں لکھا ہے۔ اتحادیوں کو فوجی مسائل سے تعلق نہیں ہے۔ بلکہ ان کا واحد مقصد یہ ہے کہ جرمنی کے مقابلہ کا انسداد ہو سکے۔ ڈاکٹر سوتھر نے یہ بھی کہا کہ یہ قیود قبول نہیں

ٹوکیو ۸۔ جولائی۔ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ جاپان میں ایک سخت زلزلہ آیا۔ اور کئی آدمی ہلاک اور مجروح ہوئے۔

سانبرڈی شیفنی اور سانبرڈی نیدا وزیر مالیات و وزیر اقتصاد مستعفی ہو گئے ہیں۔

ہمارے احباب یہ سنکر خوش ہونگے کہ حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب کا ایک سات سالہ پوتا عزیز عبدالرحیم خلف شیخ عبدالرشید صاحب تعلیم کے لئے ولایت گیا ہے۔ احباب کرام دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس بچہ کو اپنے مقاصد میں کامیاب کرے اور اپنے مرحوم دادا کے نقش قدم پر چلائے۔

زعفران اور دیگر تحائف کشمیر

تاجروں کیلئے ایک نادر موقع

اگر آپ کو کشمیر کے منجملہ تحائف ذیل سے کسی چیز کی ضرورت ہو تو بلا توقف ہم سے طلب کریں۔ اگر آپ کشمیر کی کسی اور دوکان یا ایجنسی سے مال منگاتے ہیں تو ہم سے بھی ایک دفعہ بطور آزمائش طلب کریں پھر مال اور قیمت کا مقابلہ کریں۔ یہ کہنا ہم سب سے عمدہ مال نہایت سستے اور کفایت دیں گے تب تک صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ جب تک آپ منگا کر نہ دیکھ لیں۔ تھوک خریداروں کے لئے خاص رعایت ہے جو بذریعہ خط و کتابت طے ہو سکتی ہے۔ بیرونجات سے ہر آرڈر کے ساتھ ۲۵ فیصدی کے حساب سے پیشگی رقم آنی چاہیے۔

	قسم اعلیٰ	قسم اول	قسم دوم	
(۱) زعفران کشمیر	سے	[illegible]	عا	فی تولہ کے حساب
(۲) بہیدانہ	.	للعہ	سے	فی سیر کے حساب
(۳) زیرہ		للعہ	سے	〃
(۴) گل بنفشہ	صہ	سے	[illegible]	〃
(۵) ست سلاجیت آفتابی	.	[illegible]	.	〃
(۶) گچھیاں	.	صہ	للعہ	〃
(۷) شہد خالص	.	[illegible]	.	〃
(۸) بادام	.	[illegible]	عہ	〃
(۹) مغز اخروٹ	.	[illegible]	.	〃
(۱۰) اخروٹ		[illegible] دو سو	۳۰۰	فی روپیہ

مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

اخبار
پیغام صلح
لاہور
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

ہفتہ میں دوبار یکشنبہ و چہارشنبہ کو شائع ہوتا ہے +

قیمت سالانہ ۵؎ ششماہی ۳؎ سہ ماہی ۲؎
طلبار سے سالانہ ۴؎

جلد ۱۳ | مدینۃ المسیح لاہور یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۳ ذوالحج ۱۳۴۳ھ ہجری مطابق ۱۵ جولائی ۱۹۲۵ء | نمبر ۷۱

خط کتابت ممالک غیر

مرتبہ جناب بابو منظور الٰہی صاحب

پیرس

چوہدری محمد اقبال صاحب ۱۹؍ جون ۱۹۲۵ء کے خط میں لکھتے ہیں میں وائنا (آسٹریا) سے یکم جون کو واپس آگیا ہوں۔ ۵ جون کو وہاں سے تار ملا کہ سید عبدالوحید صاحب فوت ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس ہفتہ کی ڈاک سے چند رسائل جناب پوپ صاحب کے روانہ کرتا ہوں۔ ان میں زیادہ تر چین اور افریقہ کے حالات ہیں ہندوستان کے متعلق ایک مضمون "عیسویت کی ترقی ہندوستان میں" پر ہے جس سے معلوم ہوگا کہ ہند میں یہ مذہب کسقدر ترقی کر رہا ہے۔ اور اس کے خلاف اسلام ہمارے علماء اور صوفیا کے دم قدم سے کسقدر قعر مذلت میں گرتا جا رہا ہے۔ اگر مسلمانان ہند نے ان حضرات کو اسی طرح شتر بے مہار کی مانند چھوڑے رکھا تو یقیناً بقول لالہ ہردیال مسلمانوں کے لئے بجز عربستان کے.. ریگستانوں کے اور کہیں ہجرت کے لئے جگہ نہیں رہے گی۔ کیونکہ جب بقول ان بزرگواروں کے ہند کے تمام مسلمان کافر و مرتد قرار دئے جاکر قابل [illegible] ہونگے۔ تو ان مٹھی بھر مومنوں کے لئے بجز اس کے کیا چارہ کار رہ جائے گا۔ کہ امام مہدی اور جناب مسیح کے انتظار میں مکہ معظمہ یا دمشق کے منارے کے آس پاس دھونی رمائیں۔ مگر غضب تو یہ ہے۔ کہ اب دمشق کا منار بھی کفار کے ہاتھ میں ہے۔ اور مکہ معظمہ بھی بقول مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محل مطلق کافروں کے ہاتھ میں ہے۔

میں قریباً ۲۰-۲۵ روز پیرس رہا پھر ایک اور جگہ چلا گیا۔ ۲۷؍ کو واپس اٹلی آیا۔ جہاں سے آسٹریا جانا پڑا۔ پیرس میں جناب حکیم اجمل خاں صاحب اور ڈاکٹر انصاری صاحب سے شرف ملاقات حاصل ہوا۔ حکیم صاحب نہایت محبت اور اخلاق سے پیش آئے علےٰ ہذا ڈاکٹر صاحب کبھی۔ اکثر ملاقاتیں رہیں اور ان کو اسلامی ممالک کے حالات سے کچھ کچھ آگاہی دی جس سے وہ بہت مسرور ہوئے۔ آج کل وہ سوئٹزرلینڈ میں مقیم ہیں۔ اور ان کی صحت بفضلہ بہت اچھی ہے۔ ان کا ارادہ جرمنی میں جانے کا تھا۔ لیکن فی الحال ملتوی ہوتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ جولائی کے شروع تک سوئٹزرلینڈ میں قیام رکھیں گے اس کے بعد شاید کسی دوسری جگہ جائیں۔ مولانا برکت اللہ صاحب اپنے اخبار میں تفسیر القرآن بھی شائع کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ مطالب قرآن موجودہ زمانہ کی ضروریات کے مطابق عربی قوم کے سامنے پیش

کرکے اُسے جگایا جائے اور اس کی اندرونی اصلاح کی جائے۔ قریباً بارہ پندرہ ہزار مسلمان پیرس میں رہتے ہیں جن میں سے زیادہ تر عرب ہیں۔ پیرس میں جو مسجد بن رہی ہے مغربی صنعت کا نمونہ ہے۔ میں ہمراہی مولوی صدرالدین صاحب اسے دیکھنے کے لئے گیا تھا۔ مولانا برکت اللہ صاحب امید ہے کہ اس خدمت قرآن و اسلام کے کام میں کامیاب ہونگے۔ گو ہندوستانی مُلّاں تو ان کی مخالفت کے لئے اُتر آئینگے۔ کیونکہ وہ بھی ہماری طرح.. وفات مسیح کے قائل ہیں۔ اور کسی خونی مہدی کے بھی قائل نہیں

قیام پیرس کے زمانہ میں میں نے اُن سے اسلام میں قتل و سنگساری مرتد کے احکام کے بارہ میں دریافت کیا تھا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ جس اسلام کی حضرت محمدؐ نے تعلیم دی ہے اس میں تو سوائے انکساری و حلم کے اور غیظ و غضب کو روکنے کے اور کوئی تعلیم نہیں۔ البتہ ملاؤں کے اسلام میں جو کچھ بھی ہو تھوڑا ہے۔ اس پر انہوں نے مفصل روشنی ڈالی۔ جو مفصل پھر لکھونگا ایک ہندی مولوی صاحب سے جو ترکی میں ہیں اسی مسئلہ کے بارے میں دریافت کیا۔ تو انہوں نے لکھا کہ اُن کے پاس بعض کتب موجود نہیں۔ اس لئے وہ کسی دوسرے وقت پر اس کے متعلق لکھینگے۔

جملہ احباب کی خدمت میں السلام علیکم اور درخواست دعا

اٹلی

چوہدری صاحب ۱۷ جون کے خط میں لکھتے ہیں کہ۔ ترکی سے خط آیا ہے کہ وہاں لوگ اخبار لائٹ کے بہت مشتاق رہتے ہیں۔ نیز آپ کی کتابوں کی بھی وہاں بہت مانگ ہے۔ اس لئے آپ چند ایک پرچے وہاں باقاعدہ بھیجتے رہیں۔ نیز فہرست کتب بھی۔

اٹلی و افغانستان کے معاملات اخبارات میں آچکے ہیں سب سے اخیر میں اٹلی نے جو کاروائی کی وہ یہ تھی کہ آج ایطالی حکومت نے افغانستان کا کچھ اسباب ایک جہاز پر سے اُتار کر ضبط کر لیا ہے۔ اور کہا ہے کہ جب تک مطالبات پورے نہ ہونگے یہ سلسلہ ختم نہ ہوگا۔ اتفاقی سفیر عظیم اللہ خاں صاحب نے نہایت ہی [illegible] جواب دیا ہے۔ یعنی وہ کہتا ہے کہ مدت ہوئی مجھے کابل سے کوئی خط وغیرہ نہیں آیا۔ قریباً ڈیڑھ دو ماہ ہوئے ایک سیاسی قاصد آیا تھا۔ جس سے معلوم ہوا کہ کابل میں حالات اچھے ہیں۔ مزید یہ کہ کوئی شخص حکومت افغانستان کو الزام نہیں دیتا۔ بلکہ ملاؤں کو گالیاں دے رہے ہیں کہ یہی خونی طبقہ ہے۔ جو دنیا میں فساد کا بانی ہے۔ آخر اسلامی قانون کے مطابق جب ان حضرات نے خون بہا لے لیا تو کیوں مجرم کو نہ چھوڑا۔ یہ سراسر خلاف شریعت اور ننگ اسلام ہے۔ جوان ملاؤں نے روا رکھا۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ترکی میں ان بزرگواروں کی بخشش بندی کم ہوگئی ہے۔

اور غازی مصطفٰے کمال پاشاہ کی خوفناک خنجر ان کی موٹی موٹی پلاؤ اور قورموں سے پھولی ہوئی رگوں سے فصد لیتی رہتی ہے ورنہ آج ترکی ختم ہوگئی ہوتی۔ اب دیکھیں افغانستان کے نوجوان امیر اور ینگ افغان پارٹی اس گروہ کے ہاتھوں سے کب نجات حاصل کرتے ہیں۔ اور اسلام کی حقیقی خدمت کا بیڑا کب اٹھاتے ہیں۔

ترکی

برادر عمر رضا صاحب استنبول سے تازہ خط میں لکھتے ہیں کہ۔ چونکہ میں محمد دی پرافٹ (سوانح حضرت نبی کریم مصنفہ حضرت امیر) کے ترجمہ میں مصروف تھا۔ اس لئے گذشتہ چند ہفتہ آپ کو خط نہ لکھ سکا۔ اب اس کتاب کا مکمل ترجمہ ترکی زبان میں ہو کر مطبع میں جا چکا ہے۔ کتاب اسلام کا ترجمہ بھی اسی کے ساتھ شامل کر دیا گیا ہے۔ اور حضرت مولانا محمد علی صاحب کی انگریزی تفسیر سے لے کر میں نے کچھ اور بھی ایزادی اس میں کر دی ہے۔ براہ مہربانی اپنی اور کتابوں کا حوالہ دیں جن کا میں ترکی میں ترجمہ کرکے شائع کر سکوں ترکی کے مذہبی محکمہ نے پچیس ہزار لیرہ ترجمہ قرآن و دیگر کتب اسلامی کے لئے سالانہ منظور کیا ہے میں نے اس محکمہ کے افسر سے ملاقات کرکے حضرت مولانا محمد علی صاحب کے انگریزی ترجمہ کے بارہ میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ تاہم میرا خیال ہے کہ یہاں کے مُلّا نے بھی کوئی بہتر ترجمہ کر سکیں گے۔ اس لئے اگر کوئی شائع کنندہ مجھے مل سکا تو میں اس کام کو شروع کر دونگا۔ اب میں اُن تمام کتب کو مہیا کر رہا ہوں جن کو حضرت مولانا صاحب نے بطور سند بیان فرمایا ہے میں مشکلات سے گھرا ہوا ہوں۔ بباعث اخبارات کے بند کر دئے جانے کے ہمارے ذرائع بند ہوگئے ہیں۔ جو کچھ میرے پاس تھا میں نے سوانح عمری حضرت نبی کریم کی اشاعت و طبع پر خرچ کر دیا ہے۔ میں اللہ تعالےٰ کے فضل کا امیدوار ہوں۔ کہ مجھے قرآن شریف کا ترکی ترجمہ آپ کے انگریزی قرآن کی طرز پر کرنے اور ویسا ہی خوبصورت چھپوانے کی توفیق عطا کرے۔ مجھے یقین ہے کہ قرآن شریف کا ترکی ترجمہ جو آپ کے ترجمہ قرآن کی طرز پر ہوگا۔ نہ صرف ترکی میں بیداری کی ایک نئی لہر پیدا کر دے گا۔ بلکہ ملحقہ ممالک کے مسلمانوں میں جو صرف ترکی زبان پڑھ اور سمجھ سکتے ہیں۔ ایک زندگی پیدا کر دیگا ترکی۔ کوہ قاف۔ روس۔ رومانیہ۔ بلگیریا۔ سرویہ و دیگر ممالک کے مسلمان صرف ترکی ہی جانتے ہیں۔ اور بہت کم یورپین زبانوں سے واقف ہیں جس مبارک کام کا میں نے بیڑا اٹھایا ہے۔ یقین ہے کہ اللہ تعالےٰ اس کی تکمیل کے لئے میرے مددگار پیدا کر دے گا۔ اخوات اسلامیہ کے لئے آپ کی انجمن کی شاخ قائم کرنے کے لئے.. تھوڑی دیر توقف فرماویں۔ کیونکہ ملاؤں نے مذہب کو ایسا بدنام کر دیا ہے۔ کہ تعلیم یافتہ گروہ مذہب کے معنے مُلّاؤں کی۔

باقی بر صفحہ ۶ کالم تین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۳ - ۲۳ ذوالحجہ سنہ ۱۳۴۳ھ نمبر ۱۷

حضرت مسیح موعودؑ کی خدمات اسلام

(۵)

اتحاد بین المسلمین اور مسئلہ کفر و اسلام

اسلام کی اندرونی بیماریوں میں سے ایک اور بہت بڑی بیماری جو موجودہ زمانہ میں نہایت خطرناک شکل اختیار کر چکی ہے مسلمانوں کا ایک دوسرے کو کافر اور مرتد قرار دینا ہے۔ امت مرحومہ میں اختلاف کا پیدا ہونا کوئی ایسی بات نہیں کہ اُسے بُرا سمجھا جائے۔ بلکہ جیسا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اس امت کا اختلاف فی الحقیقت رحمت کا موجب ہوتا۔ اگر مولویوں کی کفربازی اور تفرقہ اندازی درمیان میں حائل نہ ہوتی۔ اسلام اور دوسرے مذاہب میں یہ ایک کھلا فرق ہے۔ کہ جہاں دوسروں کے اندر اصولی معتقدات بھی متفق علیہم نہیں۔ اور کوئی ایک ایسا عقیدہ ان کے اندر پایا نہیں جاتا جس پر کسی مذہب کے سب فرقوں کا اتحاد ہو سکتا ہو.. مسلمانوں میں مشرق سے لے کر مغرب تک اور شمال سے لے کر جنوب تک ایک بھی ایسا فرد بشر نہیں۔ جو اصولی معتقدات میں دوسرے مسلمانوں سے مختلف ہو۔ اختلاف اگر ہے۔ تو فروعی مسائل میں جن پر جس قدر بھی غور و خوض کیا جائے۔ نئے نئے علوم کا انکشاف ہوگا۔ اگر تمام باتوں کو سب لوگ ایک ہی طرز پر ماننے والے ہوں تو کوئی نیا علم اس سے پیدا نہیں ہو سکتا۔ سب ایک ہی لکیر کے فقیر ہونگے۔ لیکن جس طرح سے خدا تعالےٰ نے انسانوں کو شکل و صورت میں ایک دوسرے سے مختلف پیدا کیا ہے۔ ویسے ہی اُن کی عقلوں اور آراء میں بھی اختلاف ہونا ایک لازمی امر ہے۔ جس طرح دنیوی معاملات میں ایک شخص ایک بات کو ایک طرز پر سمجھتا ہے دوسرا دوسرے طریق پر ویسے ہی دین کی باتوں میں بھی اختلاف کا پیدا ہونا ایک لازمی امر ہے۔ اس کو بُرا منانا اور ایک دوسرے کو کافر و مرتد قرار دینا خدا تعالےٰ کی دی ہوئی عقل کی توہین کرنا ہے جس کی روشنی میں ایک شخص مسائل پر غور و خوض کرتا ہے۔ دین کے ارکان ..... خدا تعالےٰ کی توحید اور محمد رسول اللہ صلعم اور دیگر انبیاء اور ان کی کتب۔ فرشتے یوم آخر وغیرہ پر ختم ہو جاتے ہیں۔ ان کو مان کر اگر کوئی شخص ان میں سے کسی چیز کی ماہیت و حقیقت میں اختلاف کرتا ہے۔ مثلاً صفات خداوندی کو ایسے رنگ میں مانتا ہے جو دوسرے مسلمانوں کے نزدیک مسلم نہیں۔ فرشتوں کی ماہیت کو کسی اور طریق پر سمجھتا ہے۔ یوم آخر بہشت دوزخ کے کوئی خاص معنے کرتا ہے۔ تو اس سے اس کی مسلمانی زائل نہیں ہو جاتی۔ اس کے خیالات اگر غلط ہیں تو . . . . وہ اسے خطرناک غلطی پر کہا جا سکتا ہے لیکن شریعت کی تصریحات اور اصول اسلام کا اگر وہ قائل ہے۔ تو اسے خارج از اسلام نہیں کیا جا سکتا۔

لیکن آہ! اس اصول حقہ کو آج ہمارے علمائے دین عملاً چھوڑ چکے ہیں۔ بات بات پر کفر کے فتوے اُن کے نوک زبان ہیں ایک معمولی سا مسئلہ ان سے پوچھنے جاؤ اور اس کے ماہہ و علیہ کے دریافت کرنے کے لئے "کیوں" "کس طرح" کا سوال ان سے کیا جائے۔ تو جواب میں کافر" "بے ایمان" کا خطاب آپ کو ملے گا۔ چہ جائیکہ کسی مسئلہ میں مولوی صاحب کے معتقدات کے خلاف کوئی رائے رکھی جائے۔ شیعہ۔ سنی۔ اہلحدیث وغیرہ جس قدر فرقے مسلمانوں میں موجود ہیں۔ ان کے اختلافی معتقدات اسلام کے لئے اس قدر مضر نہیں جسقدر ان کی باہمی گالی گلوچ اور کفربازی موجب شر ہے۔ یہ وہ مرض ہے جس نے آج اسلام کے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کر رکھا ہے۔ اور افسوس ہے۔ کہ اس کا علاج آج تک مسلمانوں کو نظر نہیں آیا۔ سب ہی اس کو بُرا کہتے اور بُرا سمجھتے ہیں۔ لیکن سب ہی اس کے اندر مبتلا پائے جاتے ہیں۔

اس خطرناک مرض کا حضرت مسیح موعود نے ایک علاج حدیث نبوی کی بنا پر تجویز کیا ہے جس کو اگر استعمال کیا جائے تو بہت جلد یہ بیماری دور ہو سکتی ہے۔ حدیث نبوی میں یہ ارشاد ہے۔ کہ مسلمان کو کافر کہنے والے پر کفر الٹ کر پڑتا ہے جس کا مطلب صاف ہے۔ کہ جس طرح سے ایک مسلمان کو کافر کہنے والا اپنے بھائی کو اسلامی برادری سے خارج کر کے اس سے کافروں کا سا سلوک کرنا چاہتا ہے۔ ویسا ہی اس سے قصاص کے طور پر سلوک ہونا چاہیئے۔ تاکہ وہ اپنی اس ناروا حرکت سے باز آجائے۔ اور آئندہ کفربازی رُک جائے۔ **ولکم فی القصاص حیوۃ یا اولی الالباب**۔

حضرت مسیح موعود نے اسی ارشاد نبوی کے ماتحت اپنی جماعت کو حکم دیا۔ کہ جب تک کفر کا فتویٰ یہ لوگ ہم پر سے نہ اٹھا دیں۔ اس وقت تک اُن کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔ گویا آپ نے کافر کہنے والوں کا عملاً مقاطعہ ضروری سمجھا۔

اس کے ساتھ ہی آپ نے یہ بھی بار بار کہا۔ کہ میں کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہتا۔ یہانتک کہ اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو بھی کافر قرار نہیں دیا۔ اور صاف لکھا ہے کہ

"میرے دعوے کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں ہو جاتا"

اگر حضرت مسیح موعود بھی دوسرے مولویوں کی طرح تنگدل اور تنگ خیال ہوتے۔ تو ایسے الفاظ آپ کے قلم سے کبھی نہ نکل سکتے۔ لیکن یہ الفاظ بتاتے ہیں۔ کہ آپ کسی حالت میں بھی ایک کلمہ گو کو کافر کہنا جائز نہیں سمجھتے تھے۔ خواہ آپ کے اپنے ... معتقدات اور دعاوی کو بھی وہ نہ مانتا ہو۔ کذاب اور مفتری سمجھنے والے اس سے الگ ہیں۔ کیونکہ وہ **ممن افترےٰ علی اللہ الکذب او کذب بایٰتہ** کے ماتحت ایک ظلم عظیم کے مرتکب ہوتے ہیں جو تکفیر سے کسی درجے سے کم نہیں۔ آپ نے اگرچہ الگ جماعت بنائی۔ لیکن اس جماعت کو یہ حکم نہیں دیا کہ تم دوسرے مسلمانوں کو کافر کے نام سے یاد کرو۔ بلکہ اس کے خلاف دوسرے مسلمانوں کا جنازہ پڑھنا بھی جائز قرار دیا۔ اور جماعت احمدیہ کا عمل اسی پر رہا ہے۔ کہ انہوں نے دوسرے مسلمانوں کے جنازے پڑھے ہیں۔ اور اب بھی موقعہ پیش آنے پر وہ پڑھتے ہیں۔ اگرچہ مکفر مولویوں کے پیچھے نہیں۔

لوگ کہتے ہیں۔ کہ مرزا صاحب نے ایک الگ جماعت بنا کر مسلمانوں میں تفرقہ ڈال دیا۔ کم از کم ایک فرقہ مسلمانوں کے اندر اور بڑھا دیا۔ لیکن اس کو وہ کیوں نہیں دیکھتے۔ کہ مرزا صاحب کی بنائی ہوئی جماعت ہی اسلام کا وہ فرقہ ہے۔ جو دوسرے فرقوں کے ساتھ اتحاد و اتفاق اور رواداری کو ضروری سمجھتا ہے۔ یہی ایک فرقہ ہے جو آج روئے زمین کے تمام مسلمانوں کو مسلمان سمجھتا ہے اور کسی ایک فرقے پر بھی کفر کا فتویٰ دینا جائز نہیں سمجھتا۔ اس فرقہ کی کوششیں مسلمانوں کو دین اسلام سے خارج کرنے کے لئے وقف نہیں۔ جیسا کہ دوسرے فرقوں کا حال ہے۔ بلکہ غیر مسلموں کو اسلام کے اندر لانے پر صرف ہوتی ہیں۔ اس قسم کا ایک نہیں اگر سینکڑوں فرقے بھی پیدا ہو جائیں۔ تو اسلام کا اس میں فائدہ ہی فائدہ ہے۔ آج مسلمانوں کے جسقدر فرقے ایک دوسرے کو کافر کہہ رہے ہیں۔ اگر وہ اس باہمی کفربازی کو چھوڑ کر تبلیغ اسلام میں لگ جائیں تو اس سے بڑھ کر دین اسلام کی خدمت اور کوئی نہ ہوگی۔ وہ چھوٹے چھوٹے اختلافات جو مسلمانوں میں کشت و خون کا موجب رہے ہیں۔ آج جماعت احمدیہ کے اندر قطعاً ایسی اہمیت نہیں رکھتے۔ کہ اُن کی طرف التفات بھی کیا جائے۔ ہماری باجماعت نمازوں میں وہ بھی لوگ ہوتے ہیں جو آمین بالجہر کہتے ہیں۔ اور وہ بھی ہیں جو بالجہر نہیں کہتے۔ رفع یدین بعض لوگ کرتے ہیں۔ اور بعض لوگ نہیں بھی کرتے لیکن ان باتوں کی طرف کبھی کسی نے خیال بھی نہیں کیا۔ اور نہ دوسرے سے یہ دریافت ہی کیا ہے کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو۔ اور ایسا کیوں نہیں کرتے۔ گویا یوں کہنا چاہیئے کہ حضرت مسیح موعود نے کوئی الگ فرقہ نہیں بنایا۔ بلکہ مسلمانوں کے مختلف فرقوں کو ایک جماعت کے اندر جمع کر دیا۔ اور جوں جوں لوگوں پر آپ کی صداقت منکشف ہوگی۔ فروعی اختلافات کو نظرانداز کر کے اسی ایک جماعت میں شامل ہوتے جائیں گے۔

نیٹشے اور مسیحیت

معاصر "نور افشاں" نے اپنی ۱۰ جولائی کی اشاعت میں ایک اور افتتاحیہ "پیغام صلح کا نیٹشے اور مسیحیت" کے عنوان سے لکھا ہے۔ اُسے شکایت ہے کہ "پیغام صلح" نے مسیحیت کے خلاف نیٹشے کے اعتراضات کو کیوں پیش کیا۔ ہم اپنے فاضل معاصر کو بتانا چاہتے ہیں۔ کہ نیٹشے ایک مسیحی ملک (جرمنی) کے اندر ایک مسیحی گھر میں پیدا ہوا تھا مسیحی سکولوں اور کالجوں میں اس نے تعلیم حاصل کی۔ اور وہیں سے وہ قابلیت پائی تھی جس کی وجہ سے اس کا نام آج تک مشہور ہے۔ اس لئے اسے پیغام صلح کا نیٹشے کہنے کے بجائے مسیحیت کا نیٹشے کہنا زیادہ موزوں ہوگا۔ تعجب ہے ہمارے لائق معاصر کو نیٹشے ...... سے اس قدر بغض اور دشمنی ہے کہ اس کا نام بھی سننا گوارہ نہیں۔ اور دوسری طرف انگریزی سلطنت کی برائے نام مسیحیت سے وہ اس قدر فائدہ اٹھاتا ہے کہ اس حکومت کا اپنی رعایا کے ساتھ حسن سلوک گویا مسیحیت ہی تعلیم کا نتیجہ ہے خواہ اس کے نظام کی ایک ایک کڑی سوخر الذکر کے قطعاً مخالف کیوں نہ ہو۔ کڑوا کڑوا تھو اور میٹھا میٹھا ہڑپ کی اس سے واضح تر اور کیا مثال ہوگی۔

مسیحیت کا احسان

ہم نے کسی گذشتہ اشاعت میں یورپ کے وسطی زمانہ کا جس کو تاریخ میں "دور ظلمت" کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ حوالہ دیتے ہوئے یہ بتایا تھا۔ کہ نور افشاں کا یہ طعنہ صحیح نہیں۔ کہ مسیحیت نے اپنے مخالفوں کی حفاظت کی۔ جب تک اس زمانہ کے واقعات تاریخ کے صفحات پر روشن ہیں۔ اور زمانہ کو معلوم ہے۔ کہ کس طرح سے مسیحیت نے ان روشن خیال انسانوں کو جو علمی ترقی کی طرف قدم بڑھانا چاہتے تھے۔ طرح طرح کے وحشیانہ مظالم کا تختہ مشق بنایا۔ اس وقت تک مخالفوں کی حفاظت کا سہرا مسیحیت کے سر نہیں آسکتا۔ گورنمنٹ برطانیہ آیا مسیحیت کا عکس ہے۔ آیا اس سلطنت کے تمام قوانین انجیل کی تعلیم کے عین مطابق ہیں۔ یہ اگر نہیں تو یہ کہنا کہ مسیحیت اپنے "مخالفوں کی حفاظت" کر رہی ہے۔ کسقدر خلاف بیانی سے کام لینا ہے۔ رہا یہ کہ مسیحیت نے عدم تشدد کی تعلیم دی ہے۔ اور آج احمدی بھی اس کے حامی ہیں۔ یہ اس حد تک صحیح ہے۔ کہ موجودہ حالت میں اس ملک کے اندر جہاد کی وجوہ موجود نہیں۔ لیکن اگر ایسی وجوہ پیدا ہو جائیں۔ تو احمدی جماعت ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری کو پیش کر دینا ہرگز جائز نہیں سمجھتی۔ نہ موجودہ مسیحی سلطنتوں میں سے کوئی ایک اس تعلیم پر عامل ہے

آریہ سماج اور مورتی پوجا

سناتنی اخبار "سدرشن چکر" (مورخہ ۸ جولائی) میں لالہ متھرا داس جی پریذیڈنٹ سناتن دھرم یووک سبھا نے "تہذیب کے ٹھیکیدار" کے عنوان سے ایک مضمون لکھا ہے جس میں مورتی پوجا پر بحث کرتے ہوئے بتایا ہے۔ کہ

"آریہ سماجی آستانوں میں بھی مورتی پوجا گھر کر گئی ہے پچھلے دنوں گورو کل کانگڑی کے سالانہ جلسوں پر وید بھگوان کی پستکوں کو سبھا پتی مانا گیا۔ جگت گورو شنکر اچاریہ گورو کل کانگڑی کے بھون میں مورتی پوجا کے وقت گورو کل کے پروفیسر اور برہمچاری بڑے پریم سے حصہ لیتے اور پرشاد گرہن کرتے تھے"

آگے چلکر لکھا ہے:۔

"ہم آپ کو آپ کی کتاب ستیارتھ پرکاش سے بتلا دیتے ہیں۔ کہ خود سوامی دیانند مورتی پوجا کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔

وہ مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہتے ہیں۔ کہ جن کو اہندوؤں کو تم بت، پرست سمجھتے ہو۔ وہ بھی ان مورتیوں کو ایشور نہیں سمجھتے بلکہ ان کے سامنے ایشور کی پوجا کرتے ہیں۔ دیکھو ستیارتھ پرکاش ایڈیشن دوسرا صفحہ ۱۳۱۔

"اور پھر آپ کے مشہور و معروف مہاتما دیانند کے بڑے بھگت ڈیرہ دون میں رہنے والے دیدک منی جی نے سنسکرت میں مورتی پوجا سنڈن پستک لکھ کر آریہ سماج میں بھی مورتی پوجا کا راستہ کھول دیا ہے۔"

کیا یہ واقعات صحیح ہیں ؟ امید ہے۔ لاہور کے آریہ سماجی اخبارات "آریہ گزٹ" اور "پرکاش" اس پر روشنی ڈالیں گے۔

اسلام اور امر بہائی

بہائی رسالہ کوکب ہند نے کنونشن نمبر کے نام سے ان لیکچروں اور تقاریر کو شائع کیا ہے۔ جو حال ہی میں اہل بہا ہند و برما کی کنونشن منعقدہ بمبئی میں ہوئیں۔

انہی تقاریر میں۔۔۔ پروفیسر شیرازی نے اسلام اور امر بہائی کے باہمی تعلق کو واضح کرتے ہوئے یہ بتایا ہے کہ ہر مذہب کے پیرو اپنے ہادیوں کو آخری نبی ملتے ہیں۔ لیکن ہر ایک مذہب میں ایک موعود کی خبر دی گئی ہے۔ جیسے مسلمانوں میں مہدی اور مسیح موعود کی۔ بہاء اللہ وہی موعود ہے جس کی اسلام نے خبر دی ہے۔

لیکن سوال یہ ہے۔ کہ آیا اسلام نے یہ بھی کہیں بتایا ہے کہ اس کا موعود قرآن کریم کا ناسخ ہوگا۔ اور ایک نئی کتاب اس کی جگہ لائے گا ؟ ہم جناب شیرازی کے ممنون ہونگے۔ اگر اس قسم کا کوئی ثبوت وہ اسلام سے دے سکیں۔ ورنہ بہاء اللہ کے دعوے کی بلیاد اسلام پر رکھنا قطعاً بے سود اور غیر واجب ہے۔

بہائی شریعت اور قرآن کریم

اسی تقریر میں جناب شیرازی نے یہ بھی اعلان کیا کہ "اگر بانئ اسلام کی شخصیت بلند تھی۔ تو حضرت بہاء اللہ کی شخصیت کچھ کم نہیں۔ اگر اس کتاب کو جس پر اسلام کی بنیاد ہے۔ بے نظیر سمجھتے ہیں۔ تو حضرت بہاء اللہ کی کتاب کو تمام دنیا بے مثل بتاتی ہے۔ اگر وہ قانون جو اسلام نے دئے تھے اُس وقت کے لئے بہترین تھے۔ تو جو قوانین بہاء اللہ نے دیئے ہیں۔ وہ آج ہر مضطرب اور پریشان حال کی تسکین کا باعث ہے۔"

اس کے جواب میں ہمیں صرف اس قدر دریافت کرنا ہے کہ جو "بے مثل" کتاب بہاء اللہ نے اپنے پیروؤں کو دی ہے اس میں (۱) قرآن سے بڑھ کر کونسی خوبی کی بات پائی جاتی ہے۔ جو زمانہ حال کے مطابق ہے ؟

(۲) بہاء اللہ نے کونسے نئے قوانین دیئے۔ جو موجودہ زمانہ میں مضطرب اور پریشان حال کی تسکین کا باعث ہیں ؟ (۳) آیا بہاء اللہ کی دی ہوئی کتاب منزل من اللہ ہے۔ یا بہاء اللہ کی اپنی تصنیف ؟

(۴) اگر بہاء اللہ کی اپنی تصنیف ہے تو اسے شریعت خداوندی کیونکر کہا جا سکتا ہے۔

جب تک ان سوالات کا جواب نہ دیا جائے۔ اس وقت تک یہ کہنا فضول ہے۔ کہ "تمام دنیا اس کتاب کو بے مثل بتاتی ہے" گلستان اور بوستان اور فردوسی وغیرہ کو بھی تمام دنیا بے مثل مانتی ہے۔ لیکن محض اس بنا پر انہیں شریعت اور قانون الہی قرار نہیں دیا جا سکتا جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ

(۱) وہ خدا تعالےٰ کی طرف سے نازل شدہ ہیں (۲) ان کے اندر ایسے قوانین اور اعلےٰ درجہ کی صداقتیں موجود ہیں جو آج قرآن میں موجود نہیں یا اس سے بڑھ کر ہیں۔ (ب) زمانہ حال کی ضروریات کے عین مطابق ہیں۔

کیا ہم امید کریں۔ کہ اہل بہا میں سے کوئی صاحب بصیرت اس پر روشنی ڈالنے کی کوشش کرے گا ؟

آریہ سماج کی دریدہ دہنی

قبل ازیں ہم معاصر "آریہ گزٹ" کی فحش کلامی اور دریدہ دہنی کا شکوہ ان کالموں میں کر چکے ہیں۔ آج ہمارے سامنے گھاس پارٹی کے اخبار "پرکاش" کا ۱۲ جولائی ۱۹۲۵ء کا پرچہ ہے جس میں حضرت محمد کی پیشگوئیاں" کے عنوان سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کہ حضرت مسیح موعود کے متعلق یہ لفظ لکھے ہیں۔

"خود غرض انسان اپنی مطلب برآری کے لئے جب اندھا ہو جائے کون باغیرت انسان ہے جو اپنے پیر و مرشد اور رہبر و امام کے متعلق تحمل اور بردباری کے ساتھ یہ الفاظ سن سکتا ہے۔ کیا "پرکاش" اپنے مطلب کو کسی مہذب پیرایہ میں ادا نہ کر سکتا تھا ؟ اگر یہی الفاظ سوامی دیانند کے متعلق ہم استعمال کریں۔ تو "پرکاش" اور اس کے ہم نوا۔۔ کسقدر چیخیں چلائیں اور غیظ و غضب کا اظہار کریں۔ تعجب ہے۔ کہ آریہ سماج کو ایک مذہبی جماعت کہلانے کے باوجود آج تک تہذیب و شائستگی کے ساتھ بات کرنی بھی نہیں آئی۔ یا جیسا کہ عام طور پر خیال ہے۔ اس جماعت کا مقصد یہ ہے۔ کہ دوسروں کو گالیاں دے کر آپس میں فسادات کھڑے کئے جائیں۔ کاش ہندو قوم میں ایسے صاحب دانش و بینش لوگ پیدا ہوں۔ جو آریہ سماج کی اس مفسدانہ روش کو چشم بصیرت کے ساتھ دیکھیں۔ اور تمام قوم کو اس کی پیروی سے علیحدہ کریں۔

"پرکاش" کی خوش فہمی

اصل بات جس پر پرکاش نے ایسے الفاظ لکھے ہیں حضرت مسیح موعود کی ایک تحریر ہے جس میں آپ نے مخالفین کے بعض اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے۔

"یہ پیشگوئیاں ایک دو نہیں بلکہ اسی قسم کی سو سے زیادہ پیشگوئیاں ہیں۔ جو کتاب تریاق القلوب میں درج ہیں۔ پھر ان سب کا کچھ بھی ذکر نہ کرنا اور بار بار احمد بیگ کے داماد یا آتھم کا ذکر کرتے رہنا کسقدر مخلوق کو دھوکہ دینا ہے۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے کہ مثلاً "اگر کوئی شریر النفس ان تین ہزار معجزات کا کبھی ذکر نہ کرے جو ہمارے نبی سے ظہور میں آئے۔ اور حدیبیہ کی پیشگوئی کو بار بار ذکر کرے۔ کہ وہ وقت اندازہ کردہ پر پوری نہیں ہوئی" تحفہ گولڑویہ۔

"پرکاش" کی خوش فہمی ملاحظہ ہو۔ وہ سمجھتا ہے۔ کہ مرزا صاحب نے اس تحریر میں "دنیا کو بتا دیا"، کہ

"صرف میری پیشگوئیاں ہی غلط ثابت نہیں ہوئیں بلکہ محمد صاحب کی بھی غلط ہوتی رہی ہیں۔"

الفاظ کے معنے کرنے کا اگر یہی طریق ہے۔ تو غالباً کوئی کلام ایسا نہ ہوگا۔ جس کے معنے مصنف کے منشا کے خلاف توڑ مروڑ کر کچھ کے کچھ نہ بنائے جائیں۔ حضرت مسیح موعود کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ آپ نے اپنی یا آنحضرت صلعم کی پیش گوئیوں کو غلط ثابت نہیں کیا۔ بلکہ صرف اندازہ کردہ وقت پر ان کا پورا نہ ہونا بیان کیا ہے۔ اور یہ ملہم کا اپنا قصور ہے۔ پیشگوئی پوری ضرور ہوتی ہے لیکن ملہم کے فہم کے مطابق اس کا پورا ہونا ضروری نہیں۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود نے دوسری پیشگوئیوں کی طرف توجہ دلائی ہے جن میں کوئی ابہام نہیں۔ نہ آپ کے فہم نے ان میں غلطی کھائی ہے جیسے لیکھرام کے قتل کی پیشگوئی۔ کیا "پرکاش" اس پر غور کرے گا ؟

ستیارتھ پرکاش اور مسلمان

۵ جولائی ۱۹۲۵ء کے "پرکاش" میں موہن لال صاحب وکیل نے اس عنوان سے ایک مضمون لکھا ہے جس میں ستیارتھ پرکاش کے چودھویں سملاس کی ضبطی کی تحریک کا ذکر کرتے ہوئے بتایا ہے

"معلوم ہوتا ہے۔ کہ قرآن پر جو اعتراضات سوامی جی نے کئے ہیں۔ اُن کا جواب تحریر یا تقریر کے ذریعہ سے اتنے سالوں تک دینے سے مسلمان قاصر رہے ہیں۔ اس لئے انہوں نے قانون کی آڑ لے کر اپنا مطلب سیدھا کرنا چاہا ہے۔ کیونکہ دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ یا قرآن پر جو اعتراضات چودھویں سملاس میں کئے گئے ہیں۔ درست ہیں یا غلط۔ اگر درست ہیں۔ تو لاسنی کو مٹایا نہیں جا سکتا۔ اگر غلط ہیں۔ تو مسلمانوں کو خوف نہیں کھانا چاہیئے۔ اپنی سچی اور اصلی تعلیم کے ذریعہ سے بڑی خوشی سے ستیارتھ پرکاش کا کھنڈن کریں۔ جیسا کہ وہ کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔

مہاشہ جی کو معلوم ہونا چاہیئے کہ مسلمان ستیارتھ پرکاش کی ضبطی کے اس وجہ سے خواہاں نہیں ہیں۔ کہ اس کا جواب ان کے پاس نہیں۔ ستیارتھ پرکاش کا کھنڈن آج سے بہت عرصہ پہلے سے مسلمان کر چکے ہوئے ہیں۔ ضبطی کی ضرورت اس وجہ سے ہے۔ کہ کھنڈن ہو جانے کے باوجود آریہ سماج اس نفرت انگیز کتاب کو ہزارہا کی تعداد میں چھاپ چھاپ کر شائع کر رہی ہے۔ جس سے ہندوؤں کے دلوں میں ہمسایہ قوم اور اس کے مذہب کے متعلق نفرت کا بیج بویا جاتا ہے۔ اس بیج کو اکھاڑنے اور ملک میں صلح و آشتی پیدا کرنے کے لئے ایسی تمام نفرت انگیز تحریرات کو بند کرانا ضروری ہے۔ رہی قرآن کریم کی وہ تعلیم جس میں کفار کو مارنے اور لوٹنے کا ذکر ہے۔ ہم مہاشہ جی کو چیلنج دیتے ہیں کہ وہ ایک ہی آیت قرآن کی ایسی پیش کریں جس میں کفار کے جنگ اور مقابلہ کے بغیر ان پر حملہ آور ہونے کی تعلیم دی گئی ہو جس میں یہ بتایا گیا ہو کہ خواہ کسی حالت میں بھی کافر لوگ ہوں۔ تم انہیں ہمیشہ مارا اور لوٹا کرو۔ قرآن کا ارشاد صاف ہے۔ قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم۔ جو تم سے لڑائی کرتے ہیں۔ انہی سے تم بھی لڑو۔ اور کیسا ہی صاف فرمایا۔ لا ینھکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین۔ انما ینھکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھروا علی اخراجکم ان تولوھم ومن یتولھم فاولئک ھم الظالمون۔ اللہ تعالےٰ تمہیں منع نہیں کرتا کہ ان لوگوں سے جو تم سے دین میں لڑائی نہیں کرتے اور تمہارے گھروں سے تم کو نہیں نکالتے نیکی اور انصاف کا برتاؤ کرو۔ اللہ تعالےٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ صرف ان لوگوں سے اللہ تعالےٰ تمہیں دوستی کرنے سے روکتا ہے۔ جو تم سے دین میں جنگ کرتے کرتے ہیں۔ تمہارے گھروں سے تمہیں نکالتے ہیں۔ اور اس نکالنے میں امداد دیتے ہیں۔ اور جو ان سے دوستی کرتے ہیں۔ وہی ظالم ہیں۔

اس قدر صفائی کے باوجود مہاشہ صاحب کا یہ الفاظ پیش کرنا کہ "اے ایمان والو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست مت بناؤ" کسقدر بے انصافی اور غلط بیانی سے کام لینا ہے۔

بنگال کے مسلمانوں میں تبلیغ مسیحیت

پیسہ گذشتہ اشاعت میں یہ خبر شائع کی جا چکی ہے۔ کہ بنگال کی ایک مسیحی کانفرنس میں مسلمانوں کو مسیحی بنانے کی خاص طور پر تیاری کی گئی ہے۔ اسی کے متعلق ذیل کی رپورٹ سٹیٹسمین میں شائع ہوئی ہے:۔

بنگال دنیا کے ان تین مقامات میں سے ایک ہے جہاں مسلمانوں کی آبادی کثرت سے ہے۔ مسلمانان بنگال کی مجموعی تعداد عراق عرب ایران اور مصر کی مشترکہ آبادی کے برابر ہے۔ دیگر ممالک کے مقابلہ میں بنگال کے مسلمانوں میں زیادہ آسانی سے مسیحیت کو پہونچایا جا سکتا ہے۔ اور وہ زیادہ بلند کہیں پیچھے حوصلہ افزا نتائج اس میدان میں زیادہ کوششیں کرنے اور زیادہ قوتیں فراہم کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں۔

دنیائے اسلام کے سرعت کے ساتھ تغیر پذیر حالات اور دونوں جنسوں میں تعلیم کی روز افزوں مانگ عیسائیوں کے لئے ایک نادر موقعہ مہیا کرتی ہے۔ کونسل نے اس مسئلہ پر غور کیا۔ اور بیپٹسٹ مشن سے اس کے انتظام کے لئے درخواست کرنے کا فیصلہ کیا کہ اگر ممکن ہو تو ڈھاکہ میں یا کسی دوسری جگہ مشنریوں کے لئے خواہ وہ یورپین ہوں۔ یا ہندوستانی ایک اسلامی مدرسہ قائم کرے۔ یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ جتنے چرچ اور مشن ہیں ان پر زور دیا جائے۔ کہ ان لوگوں کے لئے جو مسلمان سے

اسلام جاپان میں

تمام ایشیائی ممالک کی نسبت جاپان اسلام سے بہت کم متاثر ہوا ہے۔ یہ مذہب عملاً وہاں بہت کم معلوم ہے۔ ایک جاپانی مصنف ۲۰۰ سال قبل مختصراً لکھتا ہے "اسلام ایک مذہب ہے جو رومن کیتھولک مذہب کے مانند ہے" اور صرف یہی فقرہ ایک تاریخی تذکرہ معلوم ہوتا ہے۔ تاجر غالباً چھٹی صدی میں چین گئے۔ اور بیان کیا جاتا ہے کہ پہلے مسلمان چین میں ساتویں صدی میں گئے یعنی آج سے ۱۳ سو سال پیشتر لیکن جاپان پہنچنے کی کوئی کوشش نظر نہیں آئی۔ کچھ عرصہ سے جاپان کے کچھ تعلقات اسلامی دنیا سے قائم ہوئے ہیں۔ اور مومنین ان جزائر میں گئے ہیں لیکن پھر بھی یہ بات امر واقعہ ہے کہ جاپانی مسلمانوں کی تعداد نہایت قلیل ہے۔ ایک پرجوش جاپانی زرنگ جو شنگھائی میں مقیم ہے کہتا ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ یہ شخص پچھلے سال میں اپنی بیوی اور کوریا کے چند آدمیوں کے ساتھ اسلام میں داخل ہوا تھا۔

"اخبار نور اسلام"

مسٹر ٹی سکونا ایک مصنف ہے جو چینی اور انگریزی زبانوں میں علاوہ اپنی زبان کے تصنیف کرتا ہے۔ اور وہ ایک محنتی اہل علم اور کاروباری آدمی ہے یہ نومسلم ہے اور اپنے نئے دین کے لئے بہت جوش و خلوص کا اظہار کرتا ہے۔ یہ شخص ایک نئے "اخبار نور اسلام" کا جائنٹ۔ ایڈیٹر ہے۔ اس کے دو نمبر نکل چکے ہیں۔ یہ میگزین چینی جاپانی اور انگریزی میں چھپتا ہے۔ اور بین الاقوامی مسلم ایسوسی ایشن کا داعی ہے۔ اس ایسوسی ایشن کا مقصد مجملاً یہ ہے کہ اسلام کو چین میں دوبارہ زندہ کیا جائے اور اسے جاپان اور کوریا میں پیش کیا جائے۔ یہ تجویز ایک عالمگیر تحریک کا ایک حصہ ہے۔ یہ رسالہ اپنے انداز میں ترقی پسند ہے۔ اور چین کے بہت سے کٹر مسلمانوں میں قبولیت حاصل نہ کر سکیگا چینی مسلمانوں میں روح زندگی پیدا کرنے کے لئے ایڈیٹر یورپ میں اسلام کی کامیابی کا مبالغہ آمیز منظر پیش کرتا ہے۔ اور یورپ کے پایۂ تختوں میں مسجدیں بنانے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ انگلستان کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ "لندن میں جنگ عظیم کے بعد برطانوی حکومت کی امداد سے ایک بہت بڑی عبادت گاہ تعمیر کی گئی ہے جسے ووکنگ مسجد کہتے ہیں۔ ایک مشہور آئرش مسلمان امیر ۱۵ ہزار مسلمانوں کے ساتھ وہاں نماز پڑھتا ہے"!

قرآن مجید کا ترجمہ چینی زبان میں

اس رسالہ میں مسلمانوں کے چین میں داخل ہونے کے تاریخی واقعات پر ایک تبصرہ دیا گیا ہے۔ نیز اسلام کی یہاں موجودہ حالت کا بھی تھوڑا سا بیان درج ہے۔ مسٹر اسکونا چین کے موجودہ اسلامی لٹریچر سے بہت دل برداشتہ ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ زیادہ بہتر اور جدید ... کے زیادہ مطابق تصنیفات تحریر ہونی چاہئیں قرآن مجید کے چینی زبان میں ترجمہ کرنے کا ارادہ بھی ہے۔ اب تک صرف قرآن کے مختلف ٹکڑے چینی میں پیش کئے گئے ہیں۔ موجودہ رجحان اسی طرف ہے۔ کہ کتاب پاک عربی ہی میں زیادہ بہتر ثابت ہو سکتی ہے۔ اس رسالہ میں ایک پیغام "بنام مسلمانان ہند" بھی ہے۔ اس میں وہی روح و جذبۂ نفرت نمایاں ہے۔ جو آج کل مغربیوں کے ظالمانہ افعال کے خلاف موجزن ہے۔ اس پیغام میں امید کی گئی ہے۔ کہ عنقریب ایک عمدہ انقلاب برپا ہوگا۔ اور ہندوستان ہندوستانیوں کا ہو جائیگا۔

جاپان کی مہم

لیکن تحریک جدید کا سب سے زیادہ دلچسپ پہلو وہ ہے۔ جو اس مہم کو جاپان میں جاری کرنے کے عزم صمیم سے متعلق ہے۔ مضمون نگار کہتا ہے کہ جاپان میں بہت سے غور و فکر کرنے والے لوگ متذبذب ہیں۔ نہیں جانتے کہ کس مذہب کی پیروی کریں۔ لوگ کھوئی ہوئی بھیڑوں کی طرح بھٹک رہے ہیں۔ یا ادھر ادھر جمع ہو رہے ہیں۔ اور ان کے عیش و عشرت میں پھنس جانے کا خطرناک رجحان پایا جاتا ہے۔ ان دنوں میں حضرت محمد صلعم کی تعلیم مشرق اقصیٰ کے خوابیدہ لوگوں میں بیداری ... سکتی ہے۔ اور ظلمت سے نکال کر روشنی میں لا سکتی

باقی بر صفحہ ۶ کالم اول

ضرورت الہام قرآن

(حضرت خواجہ کمال الدین کے قلم سے)

بسلسلہ اشاعت مورخہ ۹ جولائی

قرآن کی محفوظیت ہی ختم نبوت پر دلیل قاطع ہے

در اصل غور کریں تو نبوت کے اغراض ثلاثہ میں سے صرف پہلی غرض ہی اصل غرض نبوت ہے۔ باقی دو اغراض تکملات و متممات میں سے ہیں۔ یتلوا علیہم آیاتہ ہی نبوت کی غرض اصلی ہے یعنی کلام الٰہی کا لوگوں تک پہنچا دینا اور اسکی تلاوت باقی رہا یعلمہم الکتاب والحکمۃ ویزکیہم یعنی کتاب اور اسکی حکمتوں کی تعلیم اور اس کتاب کے احکام و منطوق کے مطابق تزکیہ نفوس یہ دونوں امور کتاب کے ساتھ ہی وابستہ ہیں۔ اگر کتاب ہی نہ ہو تو باقی دو اغراض بے سود ٹھہر جاتی ہیں۔ اور اگر تو کتاب اللہ اپنی اصل صورت میں موجود ہے تو اس کے معلم و شارح یا اسکی منشا کے ماتحت مزکی نفوس تو ایک جزوی کام کر رہے ہیں وہ نبی نہیں کہلا سکتے۔ ہاں اگر کتاب اللہ موجود نہیں تو پھر نبوت کی ضرورت پیدا ہو جائیگی۔ یہیں تو قرآن میں سے نبوت کی یہی تین اغراض نظر آتی ہیں جو کسی نئے نبی کی بعثت کے بغیر پوری ہو رہی ہیں۔ قائلین نبوت جدیدہ جبتک نبوت کی کوئی چوتھی ضرورت نبوت قرآن مجید سے نہ بتا سکیں تب تک دعویٰ نبوت جدید قابل التفات نہیں۔

ضرورت اجرائے نبوت پر قرآنی فیصلہ

قرآن کریم کی تنزیل پر یہودی معترض تھے۔ تورات کی موجودگی پر کسی نئے الہام الٰہی کی ضرورت نہ سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں فرمایا وہ سابقہ نبوت کے بعد آنحضرتؐ کی ایک بہترین دلیل ہے وما ننسخ من ایۃ او ننسھا نات بخیر منہا او مثلہا جب اللہ تعالیٰ کسی اپنی آیت پر خط نسخ پھیر دیتا ہے یا اسے بھلا دیتا ہے (یا مٹا دیتا ہے) تو پھر اس آیت کی مثل یا اس آیت سے بہتر آیت دنیا میں لے آتا ہے۔ نزول قرآن کے وقت توریت انجیل اور ایسا ہی دیگر الہامی کتب سابقہ پر خط نسخ پھر چکا ہے۔ ان میں سے بہت سی کتب مفقود ہو چکی تھیں اور حافظۂ انسان میں نہ تھیں۔ وہی سنت اللہ جو دنیا میں ہر ایک چیز کے بے مصرف ہو نے یا مٹ جانے پر نئی چیز پیدا کرتی ہے۔ اس امر سے بھی طبعاً مقتضی تھی کہ سابقہ کتب کے محرف و مبدل یا مفقود ہو جانے پر نئی کتاب بھیجے۔ الغرض کتاب کا آنا ہی غایت نبوت ہے۔ اگر کتاب اللہ دنیا میں نہ رہے تو نبوت کے اجرا کی ضرورت ہوگی۔ اگر کتاب اللہ محفوظ موجود ہے تو پھر نئی نبوت کی ضرورت کیا ہے۔ اس پر آیت بالا حاوی نہ ہوگی۔ قرآن پر ایمان رکھنے والوں میں سے جو کسی جدید نبوت کے قائل ہوں وہ اس آیت پر غور کریں۔

جب نبوت محمدیہ کے ثبوت میں یہ دلیل دی گئی ہے تو پھر کسی نبوت جدید کے مقابل کیوں یہ دلیل قطعی نہ سمجھی جائے

قرآن کی موجودگی میں نئی نبوت نہیں ہو سکتی

اس دور میں دو بزرگوں کے متعلق نبوت کا ادعا کیا گیا ہے ایک حضرت مرزا غلام احمد صاحب قدس اللہ سرہ کے متعلق اور ایک جناب بہاء اللہ کے متعلق۔ جہاں تک ہمیں علم ہے اول الذکر تو خود نبوت سے انکاری ہیں اور آنحضرت صلعم کو صرف خاتم النبیین ہی تسلیم نہیں کرتے بلکہ آپ کے بعد مدعی نبوت کو کاذب، دجال، خارج از اسلام قرار دیتے ہیں گرچہ ان کے بعض متبعین (جو قادیانی کہلاتے ہیں) ان کے متعلق نبوت کا اعتقاد رکھتے ہیں گو کسی تاویل کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو لیکن بہائی لوگ تو حضرت بہاء اللہ کی نبوت کے کھلے بندوں قائل ہوں اور خود ان کا ایسا دعویٰ بھی تھا لیکن جہاں تک ہمنے ان دونوں بزرگوں کے کلام کو دیکھا ہمیں ان کی نبوت کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔ اگر قرآن کریم دنیا میں موجود ہے اور اس کے ربانی شارح اور اسکی تعلیم پر چلکر مزکی نفوس اسلام میں پیدا ہوسکتے ہیں تو دنیا ان کی نبوت کے بغیر بھی چل سکتی ہے۔ چنانچہ اسلامی دنیا نے ہر صدی میں ایک ایسے علم و متکلم دیکھے۔ مجددیت فی الاسلام کی اگر کوئی غرض و غایت ہو سکتی ہے تو صرف یہی ہے اور کوئی نہیں لیکن ان ربانی علماء کا نام مجدد ہے نہ کہ نبی۔ مجددیت کی ضرورت تو ہے لیکن نبوت کی ہمیں آنحضرت کے بعد احتیاج نہیں۔

نبوت تقاضائے ربوبیت ہے

انسانی قویٰ کی آبیاری کے لئے انسان کے اندر طرح طرح کے جوہر ودیعت شدہ ہیں جسمانیات میں وہ کائنات کا خلاصہ اور اس کا کلسال ہے۔ زمین اگر کائنات کی کشید ہے تو وہ زمین کی کشید ہے جسمی بلوغت کے لئے وہ کسی ہدایت کا محتاج نہیں۔ جس طرح بارش، آفتاب، ماہتاب و نجوم مختلفہ کی روشنی ہوا۔ دیگر اشیاء کائنات جسمانی اشیاء کی نشو و نما میں لگے ہوئے ہیں۔ اسیطرح جسم انسانی بھی ان کائنات کی چیزوں سے خود بخود متمتع ہوتا رہتا ہے۔ لیکن انسان کے اندر ایک نئی چیز بھی ہے یعنی اس کا نفس مدرکہ جس کے اندر حیوانی اور ملکوتی جذبات موجود ہیں۔ بلکہ نفس انسانی کا اٹھان اور اسکی اساس جذبات حیوانیہ سے ہی ہوتی ہے۔ ان جذبات حیوانیہ میں ملکوتی صفات اور اخلاق فاضلہ مضمر ہیں جس طرح ہر ایک مخلوق کے ذاتی جوہر اس کے بیرونی بدنما اور کرخت پردوں اور خولوں میں مستور ہوتے ہیں۔ اسیطرح اخلاق فاضلہ اور صفات ملکوتی پر بھی جذبات حیوانیہ کے کوشت چڑھے ہوئے ہیں جس طرح چھلکے کو اتار کر کسی چیز کا مغز نکلتا ہے اسی طرح مغز انسانیت سے چھلکے کو اتارنا پڑتا ہے اسکا نام تزکیہ اور مجاہدہ ہے۔ اس چھلکے کو اتارنے کیلئے خدا کا الہام آتا ہے۔

غایت وحی

اولئک علی ھدی من ربھم واولئک ھم المفلحون نے ضرورت الہام کی تعریف کردی ہے فلاح ہی غایت وحی ہے فلح کے اصلی معنی مستور چیز یا قوائے مخفیہ کو ظہور میں لانے کے ہیں۔ اس کے دوسرے معنی کامیاب کے ہیں لیکن کامیابی سے مراد بھی تو استعداد یا قوت مخفیہ کو ظہور تام تک پہنچانے کے ہیں۔ کامیابی کا فلسفہ یہی ہے۔

الغرض وحی الٰہی کی غرض انسانی جوہروں کو روشن کرنا ہے۔ اس آیت سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔ یعنے وحی الٰہی رب کی طرف سے اس راہ کو دکھلانے آتی ہے کہ جس پر چلکر انسان حسب تدریج بالا فلح پالے۔ لفظ رب خود اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ربوبیت میں ان منازل اور ان راہوں کا تجویز کرنا بھی شامل ہے کہ جن میں سے گذر کر یا جن پر چلکر کسی شئے کے مخفی جوہر ظہور تام کو حاصل کریں گے۔ انسان کے نفس کی تکمیل بھی ایسے راہوں کی تعلیم کی محتاج تھی اسی لئے وحی آئی۔ گویا ربوبیت وحی کی متقاضی تھی۔ اب اگر وحی قرآن نفس انسانی کی کامل ربوبیت کر سکتی ہے تو پھر کسی نبوت جدیدہ کی ضرورت نہیں۔

بہائی اصحاب غور کریں

حضرت مرزا صاحب تو خود تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن کریم ہر ایک ضرورت انسانی کے لئے مکتفی ہے۔ وہ اسے خاتم الکتب

تسلیم کرتے ہیں وما فرطنا فی الکتاب من شئی کی تفسیر میں انہوں نے طلعوں کے صفحے لکھائے ہیں ان کے ان مسلمات کے بعد وہ تو بالفاظ خود نبی نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ وہ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں فرماتے ہیں ؎

ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
معجزات او ہمہ حق اند و راست
منکر آں مورد لعن خدا ست
یک قدم دوری ازاں عالیجناب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

رہا حضرت بہاء اللہ صاحب کی نبوت کا معاملہ تو ہمارا ان سے بھی یہی مطالبہ ہے۔ بہائی اصحاب نفس انسانی پر غور کر لیں وہ سب سے اول قوائے نفس کی تحدید و تعریف کریں پھر ان کی تکمیل و تربیت کی راہوں کو تجویز کریں۔ پھر ان قویٰ کی ابتدائی شکل اور آخری شکل پر اور ایسا ہی درمیانی صورتوں پر غور کریں۔ پھر دیکھیں کہ ان منازل مختلفہ میں سے نفس انسانی کو گذار کر اسے منزل تکمیل تک پہنچانے کے لئے کن کن ہدایات اور کن کن بصائر کی ضرورت ہے۔ پھر تعلیم قرآنی پر غور کریں کہ اگر ان ضروریات کے لئے قرآن مکتفی نہیں تو پھر نبوت جدید کی ضرورت تو متحقق ہو جاتی ہے۔ لیکن وہ ہمیں بتلائیں کہ حضرت بہاء اللہ نے کونسی مزید روشنی اس موضوع پر ڈالی۔ تکمیل نفس کے لئے کوئی ضروری بات اگر قرآن مجید چھوڑ گیا اور اسے حضرت بہاء اللہ نے تعلیم کیا تو بات دوسری ہے لیکن جب تک اس اصول کو سامنے رکھ کر ہمیں حضرت بہاء اللہ کی تعلیم میں کوئی ضروری بات نظر نہ آئے ہمیں قرآن کے بعد کسی نبوت جدیدہ کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔ حضرت بہاء اللہ صاحب ملہم ہونگے ہمیں اس سے تعارض نہیں۔ ان کا کوئی صحیفہ بھی الہامی ہوگا ہم اس پر بھی بحث نہیں کرتے کیونکہ ہم ختم نبوت پر بھی الہامات ولایت کے اجرا کے قائل ہیں۔ ہم حضرت بہاء اللہ کے الہامات پر معارض ہوتے ہی نہیں لیکن ان پر ایمان لانے کے بھی مکلف نہیں نہ ان کی تصدیق و تکذیب کے لئے ہم تیار ہیں۔ اگر تو وہ مجددیت سے اوپر جاتے ہیں اور کسی نئی شریعت کے لانے والے مدعی ہیں تو ان کے دعوی پر ہم اسوقت غور کریں گے۔ جب ان کی تعلیم معیار بالا پر اتر سکے۔

نفس انسانی کے دو اساسی اجزا

میں یہاں علم النفس والقویٰ پر کچھ لکھنے کا ارادہ نہیں کرتا۔ بہ رعایت اختصار یہاں اسیقدر لکھتا ہوں کہ ہمارے نفس کے کل کے کل قویٰ اپنی ابتدائی شکل میں دو جذبات کے نیچے آجاتے ہیں ایک شہوت اور دوسرا غضب۔ ہمیں طرح طرح کی احتیاجیں لاحق ہیں ان کے دفعیہ کے لئے ہمارے قوائے شہوانی۔ ہمارے مختلف حرکات و افعال کا موجب ہو جاتے ہیں۔ ایسا ہی اسباب دفع احتیاجات کے حصول میں جو چیزیں ہماری مانع ہوتی ہیں۔ ان کے دور کرنے میں قوائے غضبیہ کام کرتے ہیں۔ یہی اساسی قویٰ آخر کار تہذیب و تعدیل تلے آکر یا بالفاظ قرآن تسویہ پاکر صفات ملکوتی کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ مثلاً محبت۔ رحم۔ شفقت۔ عفو۔ احسان۔ سخاوت وغیرہ وغیرہ دراصل شہوت کی ہی صور بالغہ کے نام ہیں۔ ایسا ہی شجاعت، عفت، حصانت، نصفت شعاری وغیرہ غضب کی شکل حسنہ ہیں۔ ہم بہائی اصحاب کو اس معاملہ پر غور کرنے کی تکلیف دیتے ہیں کہ وہ حضرت بہاء اللہ صاحب کی تعلیم میں ہمیں یہ دکھلائیں کہ تکمیل نفس کی راہوں پر کہاں اور کس جگہ اور کس انداز پر انہوں نے روشنی ڈالی۔

اعلان

دفتر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور میں زنانہ پارچات جناب منشی نواب خان صاحب انسپکٹر پولیس لاہور کی دختر مرحومہ کے موصول ہوئے ہیں حضرت امیر علیہ ربہ کا منشاء ہے کہ وہ اپنی جماعت کے مساکین میں تقسیم کئے جائیں۔ لہذا جو مستحق ہوں وہ اطلاع دیں۔

ظہور احمد
سکریٹری

مسئلہ سوراج کا حل

اسلام کی روشنی میں

بسلسلہ اشاعت مورخہ جون ۱۹۲۰ء

گذشتہ اشاعت میں ثابت کیا گیا تھا کہ قوت قلبی کی کمی کی وجہ سے ہندوستانی سوراج حاصل نہیں کر سکتے۔ قوت قلبی کی تعریف کیا ہے۔ کس طرح پیدا ہوتی ہے۔ اور کیوں اسکو حصول حکومت کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے۔ یہ چند سوالات ہیں جو اس مضمون کے پڑھنے والے کے دل میں پیدا ہوں گے۔

قوت قلبی کیا ہے؟

قلب یعنی دل وہ سرچشمہ ہے جس سے خوبیاں اور بدیاں پیدا ہوتی ہیں۔ ہمارے کل اخلاق و افعال کا منبع ہمارا دل ہے کیونکہ ہر نیک و بد تحریک دل ہی میں پیدا ہوتی ہے۔ دماغ اسکا معاون ہوتا ہے۔ بیرونی طاقتیں اس کی یاوری کرتی ہیں اسلئے قوت قلبی سے مراد وہ قوت ہوئی جو اخلاق اور روحانیت کی وجہ سے دل میں پیدا ہوتی ہے۔

کیوں اسکو حصول حکومت کیلئے ضروری قرار دیا گیا ہے

اس سوال کا جواب اگرچہ اوپر کی عبارت کے پڑھنے سے معلوم ہو سکتا ہے لیکن زیادہ توضیح کا محتاج ہے۔ قوت قلبی یا روحانیت کی وجہ سے ایک قوم ایک ایسے مقام پر پہنچی ہوئی ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ دوسروں کے حقوق کی حفاظت۔ کمزوروں کی حمایت کرتی ہے جس کی وجہ سے اس میں وحدت ملت۔ اخوت اور اعتصام جو قومی ترقی کے لئے ضروری ہیں پیدا ہوتے ہیں۔ شرک سے بچنے اور دوسرے جھوٹے الہوں کی طرف نہ جھکنے کی وجہ سے اپنی ضمیر قوم اور ملک کے خلاف کچھ نہیں کر سکتی۔ آج ہندوستانیوں کو دیکھ لو۔ قوت قلبی کی کمی کی وجہ سے کس قدر معبود بنائے ہوئے ہیں جس کا لازمی نتیجہ ذلت و خواری ہے۔ کوئی حصول خطابات کے لئے گورنمنٹ کا پرستار ہے۔ قوم تباہ ہو جائے تو ہو جائے لیکن خان بہادری کا خطاب نہ جانے پائے۔ کوئی مال و دھن کے پجاری ہیں اور اسکو بڑھانے کی خاطر سود کی تیز چھری سے قوم کا گلا کاٹ رہے ہیں۔ کوئی پیر پرستی۔ لیڈر پرستی کی مرض میں مبتلا ہیں۔ کوئی مورتی کے پجاری ہیں۔ غرضیکہ سینکڑوں ہزاروں معبودوں کی وجہ سے نہ اپنے ملک کے لئے کچھ کر سکتے ہیں اور نہ اپنی قوم کے لئے۔ جب تک مسلمان کلمۂ لاالہ الااللہ کے عملاً قائل رہے جبتک لاتخشوھم واخشونی (ان سے مت ڈرو مجھ سے ڈرو) پر عمل پیرا ہو کر خوف اللہ کی وجہ سے قومی اور ملی مفاد کے خلاف کوئی کام نہ کیا۔ جب تک نفس پرستی کے مرض سے بچے رہے تب تک اللہ تعالے نے انہیں صاحب تاج و سلطنت رکھا جب انہوں نے توحید کو چھوڑ کر اپنے نفس کو معبود بنا لیا تو انہیں اپنے نفس پرستی کی وجہ سے قعر ذلت میں ڈھ جانا پڑا۔

افسوس کہ میں اصل موضوع سے دور جا پڑا۔ بتانا تو یہ مقصود تھا کہ قوت قلبی کو حصول سوراج کے لئے کیوں ضروری قرار دیا گیا۔ اخیر پر ایک شخص کے شعر پر اکتفا کرتا ہوں۔

قوم گنتی میں ہو جب مور و ملخ سے بھی سوا
مر گئے جب قوم کے دل قوم میں پھر کیا رہا

قوت قلبی کس طرح پیدا ہوتی ہے

(ضرورت مذہب)

قوت قلبی اخلاق کے پیدا کرنے سے پیدا ہوتی ہے

دنیا میں اخلاق پیدا کرنے کے لئے دو قسم کی طاقتیں ہمیں دکھائی دیتی ہیں (۱) حکومت (۲) مذہب۔ غور کر کے دیکھ لو۔ گورنمنٹ جرائم کے انسداد کے لئے پولیس و فوج پر خرچ کرتی ہے۔ اور باوجود اسقدر انتظام کے جرائم روز افزوں ترقی پر ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ ہمارے تمام اخلاق کا سرچشمہ ہمارا دل ہے جس پر زبردست حکومت بھی حکمران نہیں ہو سکتی اس لئے مذہب نے اس ضرورت کے پورا کرنے کے لئے ایک علیم بذات الصدور خدا کی ہستی کو منوا کر ہمارے قلب پر حکمران ٹھیرایا۔

اس قلبی تسخیر کی وجہ سے جو جو اصلاحات مذہب نے کیں وہ اظہر من الشمس ہیں۔ ذرا مذہب اسلام کو لیجیے۔ وہ عرب جن پر جہالت و نکبت کی گھنگھور گھٹا چھا رہی تھی۔ وہ عرب جو کئی قسم کی بد اخلاقیوں۔ باہمی نفاق۔ قتل و غارت۔ شراب خوری زناکاری۔ قمار بازی وغیرہ میں مبتلا تھے وہ ایک اعلیٰ درجہ کی زندگی بسر کرنے لگے بلکہ تمام دنیا کے لوگوں کے لئے نمونہ بنے۔ اور تمام دنیا کے رہنے والوں کو جہالت، ذلت و نکبت سے نکال کر نور اسلام سے منور کرنے کا موجب ہوئے۔ مذہب نے ان کی ہزاروں سالوں کی بدیوں اور ہزاروں سالوں کی رسم و رواج سے یوں پاک کر دیا کہ گویا ان میں کبھی یہ چیزیں نہ تھیں۔

پس معلوم ہوا کہ مذہب کی حکومت اس دنیاوی حکومت سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دہریوں نے آج تک کوئی حیرت انگیز ترقی نہیں کی نہ صاحب حکومت ہوئے اور نہ دنیاوی سلطنتوں نے جرائم کے انسداد میں کوئی نمایاں کام کیا۔ اسلئے سوراج کے حاصل کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ ابنائے وطن میں روحانیت پیدا کریں جو قوت قلبی کا اصل موجب ہے۔

چونکہ دنیا میں مذہب بے شمار ہیں اور ہر ایک مذہب نے مختلف راستے تجویز کئے ہوئے ہیں۔ اسلئے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ کونسا مذہب صحیح ہے تاکہ ہم اس مذہب صحیحہ پر عمل پیرا ہو کر اپنے ارادوں میں کامیاب ہو جائیں۔ اس مشکل کی عقدہ کشائی کے لئے چند اصول قائم کر کے آئندہ اشاعت میں انشاء اللہ تعالے بعد از تحقیق و تدقیق ثابت کروں گا کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے کہ جس کی پیروی کر کے ہم منازل ارتقا کو طے کر سکتے ہیں۔ اسلام ہی ایک مذہب واحد ہے جو ہمیں فلاح کے اعلے مقام پر پہنچانا چاہتا ہے۔ کوئی اور اصول یا کوئی دوسرا مذہب اسکے لئے تلاش کرنیکی ضرورت نہیں جہل حقہ وہ ہیں جو قانون قدرت کے مطابق ہوں۔ جب سے دنیاوی حکومتیں قائم ہوئی ہیں تب سے یہی پتہ چلتا ہے کہ گورنمنٹ کو سوسائٹی کی تہذیب و ترقی کے ایک سرچشمہ قوانین (جو سوسائٹی کے حقوق کی حفاظت کے لئے قواعد و ضوابط مرتب کرتا ہے) جج یا عدالت (جو قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کے اعمال پر جزا و سزا مرتب کرتی ہے) قائم کیا) اور یاد دہانی حکومت کے لئے پولیس، فوج اور مختلف قسم کے عملے قائم کئے جنکا کام حکومت کے وجود کا احساس پیدا کرنا ہوتا ہے۔ تاکہ حکومت کے وجود کو آٹھوں پہر یاد رکھ کر قوانین کی خلاف ورزی کرنے والے نہ ہوں چونکہ انسان کل امور اکتسابیہ میں تعلیم سے بڑھکر نمونہ اور مثال کا محتاج ہے یہی وجہ ہے کہ ایام طفولیت میں والدین کا نمونہ ہمیں ان کے قالب میں ڈھال دیتا ہے۔ اس لئے جہاں مذہب حقہ کو قوت قلبی کے پیدا کرنے کے لئے سرچشمہ قوانین کی بجائے خدا اور عدالت کی بجائے یوم آخر۔ یاد دہانی حکومت کی بجائے یاد خدا کی ضرورت ہے۔ وہاں کسی کامل نمونہ کی بھی ضرورت ہے۔

پس مذہب حقہ وہی ہوگا جو قوت قلبی کے لئے انہیں اصولوں پر اپنی حکومت کی بنیاد رکھیگا۔ اور وہ اسلام ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں آیا ہے۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ والیوم

ا... اللہ تعالیٰ ... اسلام کی ... ابی ... اور فلاح کی امید میں خدا اور روز جزا اسکے عقیدہ کے ساتھ واسکے آٹھوں پہر خدا کو یاد کرتے رہو تو تم کو ایک احسن نمونہ کی بھی ضرورت ہے جو تم کو خدا کے رسول صلعم کی ذات میں دیا گیا ہے - باقی پھر انشاء اللہ تعالیٰ۔

خاکسار

محمد عبد اللہ جونیر انگلش ماسٹر ہائی سکول

تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خان

مسیح موعود اور ختم نبوت

مولوی ظہیر الدین صاحب کی رائے

مولوی ظہیر الدین صاحب اروپی اپنے ایک تازہ خط میں حضرت امیرایدہ اللہ کو لکھتے ہیں۔

مکرمی حضرت مولوی صاحب سلمکم اللہ تعالیٰ!

آپ کا تازہ رسالہ "مسیح موعود اور ختم نبوت" آج میرے پڑھنے میں آیا۔ جناب مرزا محمود احمد صاحب کو فی الواقعہ آپ نے ایسا جواب دیا ہے کہ گویا مسائل متنازعہ کے متعلق آئندہ کے لئے آپ نے ان کے قلم کو ہی توڑ دیا ہے۔ جزاکم اللہ خیر الجزاء مرزا محمود احمد صاحب نے زمرہ مخالفین سے بچنے کے کو جو مجھے غالی اور ضال بنایا ہوا تھا۔ اور حضرت مسیح موعود کو مجازی اور ظلی نبوت کو حقیقی اور اصلی نبوت قرار دیکر یہ طریق اختیار کر رکھا تھا کہ مخالفین کا یہ الزام یہ تھا کہ حضرت مسیح موعود صاحب شریعت نبی اللہ بنتے ہیں اور یہ کہ حضرت مسیح موعود کو تشریعی نبی قرار دینا غلط ہے مطلق نبی یا غیر تشریعی نبی قرار دینا غلط نہیں امید ہے کہ آپ کا یہ رسالہ پڑھنے سے مرزا محمود احمد صاحب کو اپنی غلطی کا بخوبی احساس ہو جائے گا۔ مرزا محمود احمد صاحب کا عقیدہ نے الواقعہ لفظاً بلفظ وہی ہے جو مخالف علماء حضرت مسیح موعود کی طرف بطور الزام کے منسوب کرتے تھے۔ اور حضرت مسیح موعود اسکی تردید کرتے تھے۔

جو عقائد میرے ہیں ان کا رنگ اور ہے۔

میں نے آج تک کسی کلمہ گو کو کافر قرار نہیں دیا

میں نے آج تک کبھی نہیں لکھا کہ حضرت مسیح موعود نے اپنے آپ کو مجازی رنگ میں نبی اور رسول قرار نہیں دیا۔ بلکہ حقیقی رنگ میں قرار دیا ہے۔

میں نے آج تک کبھی نہیں کہا کہ حضرت مسیح موعود نبوت اور شریعت کو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن شریف پر ختم نہ سمجھتے تھے۔

بقیہ صفحہ ۴ کالم اول

ہے۔ آج تک اسلام کی سب سے بڑی دشمن سفید اقوام رہی ہیں۔ لیکن اہم ممالک کے پایہ تختوں میں اب ایسی تحریکیں جاری ہیں۔ جن سے مسلمان ملکوں کی بڑی بڑی توقعات وابستہ ہیں۔

جاپان کو زرد اقوام کا ایک ممتاز رکن ہونے کی حیثیت سے تمام تحریک کی صف میں اپنی جگہ ضرور لینی چاہیئے۔ اور چین اور کوریا کے ساتھ ملکر عملی اور واقعی طور پر اسلام کے مغرب میں پھیلنے کا باعث ہونا چاہیئے۔

کہا جاتا ہے کہ گذشتہ چند سالوں میں جاپان کے زیر حکومت چند ایسی اقوام آئی ہیں۔ جو مسلمان تھیں۔ جیسے تاتاری۔ علاوہ ازیں جاپان میں آنے جانے والے چینی مسلمانوں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ اور عام طور پر مسلمان لوگوں سے تعلقات اور مراسم زیادہ ہو رہے ہیں اس لئے جاپان میں بھی ایک مستقل بین الاقوامی مسلمان ایسوسی ایشن کی ہونی چاہیئے۔

رسالہ "نور الاسلام" کے جاپانی ایڈیٹر نے راقم الحروف کو ایک دوستانہ بات چیت کے لئے اپنے گھر بلایا۔ اس نے کہا کہ فی الحال صرف میں اور میری بیوی جاپانی مسلمان یہاں ہیں میں ٹوکیو شہر کی مسجد میں نماز پڑھا کرتا ہوں۔ جاپان میں تین اور نو مسلمان بھی موجود ہیں۔ اور دو ایک مصر میں مسٹر اسکوما انگریزی اور چینی بولتے ہیں۔ اور ایک جاذب توجہ اور دلچسپ لائبریری ان کے پاس ہے جس میں وسیع مطالعہ کا سامان موجود ہے۔ اگر وہ جاپان کے لئے مبلغ اسلام بننا چاہتے ہیں تو خوش قسمتی کی بات ہے۔ کہ وہ ایسے با اخلاق متواضع ... اللہ ... بھی ... گو ... ہیں ... اسلام ... الار

رسیدات زر

ماہ جون ۱۹۲۶ء میں برلن مسجد - جرمن مشن اور عطیہ جات کی جو رقوم وصول ہوئی ہیں - انہیں شکریہ کے ساتھ درج کیا جاتا ہے اور التماس کی جاتی ہے کہ وہ سب احباب جن کے پاس برلن مسجد کی کاپیاں موجود ہیں - روپیہ فراہم کرکے جلد بھیج دیں (۱) ڈاکٹر بشارت احمد صاحب گجرات حال دلہوزی للعہ برلن مسجد (۲) حاجی عبد الرحیم صاحب لاہور عہ برلن مسجد (۳) سید نذیر حسین شاہ صاحب ضلعدار راجہ سانسی ۵ء (۴) میاں عزیز اللہ صاحب وکیل مری مار بحساب کاپی برلن مسجد (۵) پروفیسر محمد عبد اللہ صاحب لاہور سے بحساب کاپی برلن مسجد (۶) معرفت شیخ محمد لطیف صاحب سکرٹری جماعت شملہ صہ برلن مسجد (۷) شیخ اکرام الحق صاحب معرفت چوہدری شاہ دین صاحب شملہ صہ برلن مسجد (۸) مسٹر مقبول احمد صاحب انصاری معرفت مولوی عبد الرحمٰن صاحب شملہ صہ برلن مسجد (۹) ڈاکٹر شیخ محمد یوسف صاحب فلات صہ جرمن مشن موعودہ (۱۰) ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب دربند ریاست امب عہ جرمن مشن موعودہ (۱۱) معرفت میاں عزیز اللہ صاحب سکرٹری جماعت مدراس عہ برلن مسجد - (۱۲) چوہدری خدا بخش صاحب گوجرانوالہ للعہ بحساب کاپی برلن مسجد (۱۳) خان صاحب خان محمد خان صاحب نا ضلع گجرات ... عطیہ اشاعت اسلام (۱۴) محمد حسین خان صاحب عرائض نویس رائے کوٹ لدھیانہ ... بحساب کاپی برلن مسجد (۱۵) پیر شمس الدین صاحب ایجنٹ انجمن للعہ برلن مسجد بحساب کاپی - (۱۶) مولوی عبد المجید صاحب جج چیف کورٹ کپورتھلہ ... (۱۷) ہیڈ ماسٹر صاحب مسلم ہائی سکول لاہور ... بحساب کاپی - ایس - ایف صاحب - معرفت شیخ عطاء اللہ صاحب ... عطیہ سب جرمن مشن (۱۹) شیخ مختار احمد صاحب ... ضلع گورداسپور صہ عطیہ اشاعت اسلام (۲۰) ذو الفقار خان صاحب سب انسپکٹر پولیس ... ضلع سیالکوٹ بحساب کاپی برلن مسجد

اعلان

مندرجہ ذیل مضمون جشن جوبلی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۱۳ تا ۱۴ - دسمبر ۱۹۲۶ء کے موقعہ پر آل انڈیا قومی مشاعرہ کے لئے تجویز ہوا ہے۔ امید ہے کہ شعرائے کرام اس پر طبع آزمائی فرمائینگے اور شرکت کے لئے تشریف لائینگے۔

"اسلام کی اخلاقی اور علمی فتوحات اور ان کا احیا علی گڑھ میں"

خاکسار سید محمد احسن مارہروی

تازہ خبریں

سید علی اصغر و جناب سید علی حیدر ممتاز ... انگلستان کے اعزاز میں آج ہیوٹ انجنیرنگ سکول لکھنؤ کے احاطہ میں ایک عظیم الشان گارڈن دی گئی۔ ہیوٹ انجنیرنگ سکول کے طلباء اور مدرسین کی طرف سے ایک الوداعی جلسہ منعقد ہوا جس میں شہر کے سربرآوردہ اصحاب اور کئی ایک مقامی انجنیر شامل ہوئے ایک سپاسنامہ بھی پیش کیا گیا سید علی اکبر مہتمم ہیوٹ انجنیرنگ سکول نے اپنے بھائیوں کی ... اپنی زندگی ہیوٹ انجنیر نگ سکول کے لئے وقف کر رکھی ہے سید علی اصغر و سید علی حیدر گلاسگو میں انجنیرنگ تعلیم حاصل کرینگے

رنگون - ۱۳ جولائی - ۶ جولائی کو اکیاب جیل میں ہنگامہ سا ہو گیا۔ مگر ایک گھنٹہ کے اندر اندر حالت پر قابو پا لیا گیا دوسرے دن وراکان کے قیدیوں نے برمی مہتمموں کے ماتحت کام کرنے سے انکار کر دیا۔ لیکن جونہی کہ انہیں اطاعت پر مجبور کیا گیا انہوں نے مشتعل ہوکر برمیوں پر حملہ بول دیا۔ جس سے چند ایک برمی زخمی ہوئے۔ اب آئندہ تکالیف کی روک تھام کے لئے برمیوں کو علیحدہ رکھا جاتا ہے۔

بمبئی ۱۴ جولائی - بمبئی پراونشل کانفرنس کا چوتھا اجلاس اگست کے مہینے میں پونا میں منعقد ہوگا۔ مسٹر جی۔ وائی چنتامنی اس اجلاس کے صدر منتخب ہوئے ہیں۔

کلکتہ ۱۳ - جولائی - ہوگلی کے ڈسٹرکٹ جج نے تارکیشور کے اوقاف کے لئے جو امین یا متولی مقرر کیا تھا۔ اس کے خلاف مرافعہ آج عدالت عالیہ میں پیش ہوا جس پر جج صاحبان نے حکم صادر فرمایا کہ مہنت صاحب کا فریق وجہ بیان کرے کہ امین کو اوقاف کی حوالگی کے خلاف امتناعی احکام کیوں نہ جاری کئے جائیں۔

پونا - ۱۳ - جولائی - بمبئی کے مزدوروں کے رہنما آج تخفیف اجرت کے متعلق مزدوروں کا عندیہ دریافت کرنے کے لئے کارخانوں کا چکر لگاتے رہے - گو مزدور تخفیف اجرت کی بجائے اس بات پر تلے ہوئے ہیں کہ محنت کے اوقات میں کمی ہو بعض رہنماؤں کو تخفیف اجرت کی صورت میں عام ہڑتال کا اندیشہ ہے۔ ان میں سے ایک نے یوں اظہار رائے کیا ہے کہ اگر تخفیف اجرت پر جلد عملدرآمد کیا گیا تو شورش پسند عنصر کو بے چینی پیدا کرنے کا موقعہ ملجائیگا لیکن اگر یہ ارادہ ملتوی کر دیا گیا تو شاید ہنگامہ کے لئے کوئی بڑی گنجائش نہ نکل سکے۔ مالکان کارخانہ کی تجاویز مزدوروں کے گوش گذار کر دی گئی ہیں۔

آج صبح مسٹر سرینواس آئنگر نے اناروجی گوکھلے یونین میں دیش بندھو داس کی تصویر سے نقاب کشائی کی۔ مسٹر پی پرکاشم اور سرینواس آئنگر نے کانگرس کے جملہ اختلافات کو مٹانے اور دیش بندھو داس کی یادگار سوراجیہ پارٹی کو مضبوط کرنیکی تلقین کی۔

بقیہ صفحہ اول

خود مختاری اور ان کی برائیاں سمجھتا ہے۔ اور ہم اس قسم کی غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔ موجودہ گورنمنٹ ملاؤں کے اقتدار کو بالکل مٹا کر مذہب کے صحیح اصولوں کو قائم کرنے کا راستہ صاف کر رہی ہے۔ اس لئے ہمیں تھوڑا سا انتظار کرنا چاہیئے۔ کہ ملاؤں کا رہا سہا اثر بھی ملیا میٹ ہو جائے تب انشاء اللہ اسلام کا منور چہرہ دنیا میں آب و تاب سے چمکنا شروع ہو جائے گا۔

جرمنی میں مسجد کی تکمیل سے جو کامیابی ہوئی ہے ہمیں اس سے بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ لیکن یہ خبریں ہمیں صرف اخبار لائٹ کے ذریعہ سے معلوم ہوتی ہیں۔ آئندہ کے لئے آپ جرمنی کے برادران کو لکھدیں کہ وہ براہ راست ہمیں اپنے اشاعت اسلام کے کام سے باخبر رکھیں۔ تاکہ ہم ان حالات کو اپنے اخبارات میں شائع کر سکیں۔

قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

اخبار

پیغام صلح

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ہفتہ میں دوبار یکشنبہ و چہارشنبہ کو شائع ہوتا ہے +

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما ز وحی خدا ییم بہ برلو دکمال
مقتدا مستغول اور رہبر ماہست
از ملائک زخبہ ہائے معاد
آں ہمہ از حضرت احمدیت است
معجزات او ہمہ حق مانیز و است
معجزات انبیائے سابقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب

وصل دلدار ازل بے او محال
ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
ہر چہ گفت آں مرسل بے التجا
منکر آں مستحق لعنت است
منکراں مورد لعن خدا است
آنچہ در قرآں بیانش بالیقیں
ہر کہ انکار سے کند از اشقیاست
نزد ما کفر است خسران و تباب

قیمت سالانہ ۵ششماہی ۳ سہ ماہی ۲
طلبا سے سالانہ ۴

جلد ۱۳ | مسند المسیح لاہور یوم یکشنبہ مورخہ ۲۷ ذوالحج ۱۳۴۳ھ ہجری مطابق ۱۹ جولائی ۱۹۲۵ء | نمبر ۴۷

صنادید اندلس

ایک ہندو کا جذبہ تحیر و افتخار

مسلمانان ہند کو دعوت عمل

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را
گاہے گاہے باز خواں این دفتر پارینہ را

مسٹر دھن گوپال مکرجی "نیشن لیڈر" میں رقمطراز ہیں:-

"میں اس عجیب و غریب ملک (ہسپانیہ) میں جس قدر سفر کرتا ہوں اسی قدر محو حیرت و استعجاب ہوتا ہوں۔ اس خطہ ارض پر ایشیا نے جو مہر ثبت کی ہے اسے دیکھ کر میں سراپا تحیر ہوں۔ ایشیا خصوصاً اسلام نے آئبیریا کے جزیرہ نما کو (جس میں ہسپانیہ و پرتگال کے ممالک شامل ہیں) ایک مستقل دیرپا، اخلاقی اور تعلیمی تحفہ دیا ہے۔ دہلی اور آگرہ کی طرح یہاں پر انسان ان محیر العقول فنون کو دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے جس کا نمونہ اسلام نے قائم کیا۔ ان تعمیرات کو دیکھ کر مسلمانوں کے تمدن کی عظمت ذہن نشین ہو جاتی ہے۔ ان کے سامنے کھڑے ہو کر ان وحشیانہ اور فوجی باتوں کی یاد کبھی دماغ میں نہیں آتی جس کا دشمنان اسلام نے تذکرہ کر کے ورق کے ورق کالے کئے ہیں مسلمان ہی جنگ میں ممتاز نہ تھے۔ قتل و غارت گری کا لالچ ایک نہ ایک مرتبہ ہر قوم کے سامنے آیا۔ اور کوئی قوم اسے فتح نہ کر سکی۔ لہذا مسلمانوں کی کمزوری کو اس قدر مبالغہ کے ساتھ کیوں بیان کرو۔ اس کے جنگی کارناموں کا ذکر اس قدر شدت کے ساتھ کیوں کرو۔ جبکہ ہندو اور مسیحی بھی اس سے خالی نہیں ہیں۔ اگر مسٹر دھن گوپال تاریخ اسلام کا بغور مطالعہ کریں تو ان کو معلوم ہو کہ اسلام کی جنگ بھی ایک رحمت تھی اور دوسری اقوام کے مظالم کے مقابلہ میں مسلمانوں کے تاریک ترین کارنامے بھی روشن نظر آئیں گے جس قدر اسلام کا دامن مظالم سے پاک ہے۔ اتنا کسی دوسری قوم کا نہیں ہو سکتا۔ الامان)

اسلام کا تحفہ امن

یہاں قرطبہ۔ سیون۔ اور غرناطہ کے شہروں میں ان میں بہت سے شہروں میں سے صرف تین کا ذکر کرتا ہوں۔ اسلام نے امن کی یادگاریں چھوڑی ہیں۔ وہ بہ مسرت آمیز اعلان کرتی ہیں۔ کہ اسلام تاریخ سے خراج تحسین وصول کرنے کے لئے اپنے فنون جنگ کا محتاج نہیں۔ الحمرا۔ القصر۔ اور چند مساجد کے کھنڈر اس عام تباہکاری سے باقی بچے ہیں جس سے مسیحی فاتحین کی بدولت تمام بڑے شہروں کو نیست و نابود کیا جو چیز اب تک موجود ہے۔ وہ اس کے مقابلہ میں جو تباہ کر دی گئی ہے ہیچ ہے۔ تباہ و برباد کرنے کے مسیحی فن کا یہ خاصہ ہے۔ کہ وہ دوسری اقوام کے صنادید کا وجود برداشت نہیں کرتا +

فن تعمیر کے چند جواہر ریزے

لیکن الحمرا کا ذکر کرنا چاہیئے۔ اگر دنیا میں کوئی چیز ایسی ہے جو آگرہ دہلی کی یادگاروں کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہے تو وہ غرناطہ کا یہ جواہر ریزہ ہے۔ میں اس کی کس زبان سے تعریف کروں؟ میں ہوں کون کہ تعریف کروں؟ میں مسلمان نہیں ہوں۔ میں ان عربی کتبوں میں سے ایک بھی نہیں پڑھ سکتا جو اس پر ثبت ہیں نہیں۔ میں اس عجیب و غریب۔ دلفریب۔ خوبصورت۔ شاندار فن تعمیر کے نمونہ اکمل کی تعریف نہیں کروں گا۔

ایک حیرت انگیز حوض

لیکن ذرا تمہاری توجہ اس حوض۔ اس حیرت انگیز حوض کی طرف مبذول کرا دوں۔ ہاں ہاں۔ یہ وہی مقام ہے جہاں غرناطہ کے رہنے والے اپنے پانی کے گھڑے پینے کے پانی سے بھرنے کے لئے آتے ہیں اس ٹھنڈے پانی کا سوتا کہاں ہے۔؟ اس میں یہ خوشگوار مزہ کہاں سے آیا؟ اسے پی کر زبان سے اضطراری طور پر اللہ کی تعریف کیوں نکل جاتی ہے۔؟ یہ پانی سیرانوادہ کے سلسلہ کوہ سے آتا ہے۔ وہاں پہاڑ پر گڑھوں اور پر پیلوں دور مسلمان بادشاہوں نے اپنے انجنیر اس لئے بھیجے کہ نلوں کا ایک جال بچھا دیں جس کے ذریعہ سے ٹھنڈا پانی آتا رہے۔ بالآخر کام پورا ہو گیا۔ پانی پہنچ گیا۔ اور چھ سو سال تک پانی برابر آتا رہا۔ اور اب بھی آتا ہے۔

ہسپانوی قوم کی احسان فراموشی

گو مسیحی آبادی کی کثرت عربوں کا شکریہ ادا نہ کرے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ قلیل التعداد جماعت جو سمجھدار اور علوم سے آشنا ہے تم سے کہے گی کہ یہ عجیب و غریب پینے کا پانی انہیں ایشیا کے فرزندوں کی بدولت ملتا ہے۔ ان فرزندوں کی بدولت جو ملک سے چلے گئے اس لئے کہ مسلمانوں نے اندلس کو چھوڑ دیا۔

مسلمانان ہند سے شکوہ

قبل اس کے کہ میں اس مضمون کو ختم کروں مجھے اپنے مسلمان ہموطنوں سے ایک شکوہ ہے۔ انہوں نے اندلس کے متعلق ان تمام داستانوں کو اردو میں کیوں نہیں لکھا۔ کہ ہم ہندو اسے پڑھ کر محظوظ ہوں۔ انہوں نے اپنے فنون امن پر کافی ناز کیوں نہیں کیا۔؟ اس لئے کہ بالآخر ان کے فنون امن ہی کا تو طفیل ہے۔ کہ ہسپانیہ کے صنادید بنی نوع انسان سے خراج تحسین وصول کرتے ہیں۔ ہندو مسلم اتحاد کے لئے سب سے زیادہ ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمان اپنے اخلاقی اور تمدنی کارناموں کو خود بیان کریں۔ اور بنی نوع انسان پر ان کے جو احسانات ہیں ان کو ثبت تحریر میں لائیں۔

ہندوستان کو مسلمانوں کی ضرورت

مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ بغیر مسلمانوں اور مسلمانوں کے روحانی اثرات۔ اور علوم و فنون کے ہماری ہندوستانی زندگی میں اس قدر تنوع نہ ہوتا۔ ہندوستان کی بڑی خوش قسمتی ہے کہ مسلمان ہندوستان کو چھوڑ کر کبھی نہیں گئے۔ انہوں نے اس ارض مقدس کو اپنا وطن بنا کر مادر وطن کی عظمت کو بڑھایا۔ اور اس خطہ پاک کو فن تعمیر کے جواہرات سے زیور پہنایا۔ اس کی مخالفت کرنے والوں کی زبان بند کرنے کے لئے تاج محل موجود ہے۔

علماء ہسپانیہ اور اسلام

جب میں ہسپانیہ کا ہندوستان سے مقابلہ کرتا ہوں۔ اس ہسپانیہ سے جس نے اپنے مسلمان فرزندوں کو جلاوطن کر دیا تو میں فوراً یہ محسوس کرتا ہوں کہ ہسپانیہ ہندوستان کے مقابلہ میں کس قدر غریب ہے۔ ہسپانیہ مسلمان فرزندوں کے جانے کے بعد جو شان و شوکت ان کی یادگاروں کی مرمت کرانے اور ان کی تصانیف کا تذکرہ کرنے کے ذریعہ سے حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اپنے ایشیا کے چلے جانے سے وہ کس قدر مفلس ہے۔ کچھ دن ہوئے کہ ایک مشہور ہسپانوی عالم نے اس پر فخر کیا۔ کہ ڈینٹے نے قرآن اور دیگر اسلامی کتب سے بہت اکتساب کیا اور اس کی ڈائن کامیڈی ان اثرات سے مملو ہے۔

اسلام کی دشمنی سے یورپ کو نقصان

نہ صرف پروفیسر اسین بلکہ بعض دیگر علماء بھی مسلمانوں کی پوری پوری عظمت کرتے ہیں۔ اور اس کے معترف ہیں کہ یورپ میں علم کی روشنی مسلمانوں نے پھیلائی۔ اس کے ساتھ وہ اس کو بھی نہایت صفائی کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ کہ یورپ کے تمدن و علوم کو اسلام و ایشیا کے علوم سے دشمنی کی بدولت سخت نقصان پہنچا ہے۔

مسلمانان ہند کا فرض

اب میں اپنے مسلمان ہموطنوں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ ہمت باندھیں۔ اور وسیع پروپیگنڈا کے ذریعہ سے دنیا کے عوام کو اس سے آگاہ کریں کہ اسلام نے دنیا کو کیا تحائف پیش کئے۔ اس لئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۳ ۔ ۲ ذوالحج ۱۳۴۳ھ نمبر ۷۲

حضرت مسیح موعود اور آپ کا کام

دنیا میں جب کوئی مامور من اللہ آیا ہے اور اس نے آکر خلق خدا کو ہدایت کی طرف دعوت دی ہے۔ تبھی فرزندان آدم میں سے ایک گروہ نے اپنے اعمال سے ثابت کیا ہے۔ کہ اس کو نور سے دشمنی اور ظلمت سے پیار ہے۔ پس ضرور تھا کہ مرزا صاحب کے زمانہ میں بھی جو اس صدی کے مجدد اور مسیح موعود ہو کر آئے تھے اس قسم کا گروہ نمودار ہوتا۔ چنانچہ جب حضرت مسیح موعود نے اپنے دعاوی کا اعلان کیا اور سعید فطرت لوگ اطراف واکناف عالم سے آپ کے گرد جمع ہونے شروع ہوئے۔ تو یہ گروہ غیظ و غضب میں بھر گیا۔ اور اس نے مامور من اللہ اور اس کی جماعت کے ساتھ وہی سلوک کیا جو فرزندان ظلمت ہمیشہ سے فرزندان نور سے کرتے چلے آئے ہیں۔ سب و شتم استہزار تمسخر اور ہر طرح کی ایذا دہی سے کام لیا گیا۔ اور اس بدبخت گروہ نے حتی المقدور زور لگایا کہ اپنے منہ کی پھونکوں سے اس الٰہی نور کو بجھا دیں جو دنیا کی رہنمائی کے لئے روشن ہوا تھا۔ مگر کون تھا جو اس کے بجھانے پر قادر ہو سکتا جب کہ قرآن کریم کا مستحکم وعدہ موجود تھا۔ کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی۔ حضرت مسیحؑ نے سچ فرمایا ہے کہ وہ جو آسمان سے آتا ہے سب سے اوپر ہے۔ کون ہے جو اس کا مقابلہ کر سکے۔ اور کون ہے جو اس پر غالب آسکے یقین جانو کہ وہ جو اوپر سے آتا ہے سب سے اوپر ہے۔ کوئی زمینی طاقت اس پر غلبہ نہیں پا سکتی۔ اسی سنت الٰہیہ کے مطابق حضرت مرزا صاحب اپنے مقاصد میں کامیاب رہے۔ اور اُن کے دشمن خائب و خاسر اور یہ وہ الٰہی فیصلہ ہے جو مرزا صاحب کی صداقت اور آپ کے مخالفین کی بطالت پر شاہد ناطق ہے۔

اسی گروہ کی طرف سے بعض اوقات یہ سوال بھی اٹھایا جاتا ہے کہ اگر مرزا صاحب اس صدی کے مجدد اور مسیح موعود تھے تو انہوں نے کونسا ایسا کام کیا ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ فی الحقیقت وہ صدی کے مجدد اور اس امت کے مسیح تھے۔ اس سوال کے جواب میں ہم علی الاعلان کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے دین اسلام کی وہ خدمت کی ہے۔ اور تجدید و ایثار سے دین کو وہ قوت و شوکت بخشی ہے جس کی نظیر کسی دوسرے مجدد کے سوانح میں تلاش کرنا بے سود ہے۔ کون ہے جس نے عیسائیت کے باطل کو ہمیشہ کے لئے ایسا کچل دیا کہ اب وہ سر اٹھانے کے ناقابل ہے۔ کون ہے جس نے آریہ سماج کا مقابلہ کیا۔ کون ہے جس نے دیو سماج برہمو سماج وغیرہ مذاہب کی تردید دلائل عقلیہ سے کی۔ کس کو خدا نے توفیق دی کہ اس نے سکھ مذہب کے محترم پیشوا حضرت بابا نانک صاحب کو مسلمان ثابت کر کے سکھوں کو اسلام کی طرف رغبت دلائی۔ وہ کونسا مجدد ہے جس کے پیرو آج ایشیا۔ افریقہ۔ یورپ اور امریکہ کے دور دراز مقامات میں تبلیغ و اشاعت اسلام کا کام کر رہے ہیں۔ پھر کونسی جماعت ہے جس نے قرآن کریم کو دنیا کے مختلف ممالک میں مختلف زبانوں میں پہنچایا ہے۔ اور ممالک مغربیہ میں مساجد [illegible] کو [illegible] کیا یہ سب کام مجدد وقت حضرت مرزا صاحب اور آپ کی جماعت نے کر کے نہیں دکھائے مسلمانو! خدا کے لئے غور کرو کہ یہ کام کس جماعت نے کئے ہیں اس جماعت نے جس کو تم مٹھی بھر جماعت کہتے ہو۔ اس نے باوجود قلیل التعداد ہونے کے وہ کام کیا ہے جس کو تم کروڑوں کی تعداد میں ہو کر بھی نہیں کر سکے یا نہیں کرتے۔ وہ کونسی چیز ہے جو اس جماعت میں ہے۔ اور تم میں نہیں یقین جانو کہ وہ وہی روح ہے۔ جو مجدد وقت نے اس چھوٹی سی جماعت میں پیدا کی ہے۔۔ بتاؤ وہ شخص جو ان تمام امور کی طرف سے آنکھیں بند کر کے یہی سوال کئے جاتا ہے کہ مرزا صاحب اگر مجدد ہیں تو انہوں نے کیا کام کیا ہے۔ وہ اگر تعصب سے اندھا نہیں تو اور کیا ہے۔ سچ یہ ہے کہ مرزا صاحب نے وہ وہ خدمات دین کی ہیں۔ جو آپ کے دعوے مجددیت و مسیحیت کے لئے دلائل کا کام دیتی ہیں۔ آپ کی ان خدمات کو جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ ہم ذرا تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

تردید عیسائیت:۔ کسی کام کی قدر و قیمت معلوم کرنے کے لئے ان حالات پر غور کرنا ضروری ہوتا ہے جن کے ماتحت وہ کام کیا گیا ہو حضرت مرزا صاحب نے مذہب عیسائیت کی جو تردید کی ہے۔ اس کی قدر و قیمت جاننے کے لئے بھی پہلے ان حالات کا علم حاصل کرنا ضروری ہے جن کے اندر یہ کام سرانجام دیا گیا۔ جاننا چاہیئے کہ جس وقت حضرت مرزا صاحب نے عیسائیت کے خلاف زبان و قلم سے کام لیا۔ اس وقت عیسائی مذہب کی تبلیغ و اشاعت کا سلسلہ دیگر بلاد اسلامیہ میں عموماً اور ہندوستان میں خصوصاً زوروں پر تھا۔ ہزارہا مسلمان اسلام کو چھوڑ کر عیسائیت کو قبول کر چکے تھے اور ہزارہا ایسے تھے جو گو ابھی تک عیسائیت میں تو داخل نہیں ہوئے تھے۔ مگر اپنے مفروضہ مذہبی عقاید کو عیسائیت کے مقابلہ میں کمزور پا کر اسلام کو ایک کمزور مذہب سمجھ چکے تھے اور قریب تھا کہ وہ بھی عیسائیت کے دام تزویر میں پھنس جاتے اس روحانی جنگ میں عیسائیت نے جس ہتھیار کو مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا۔ اور جس ہتھیار نے سب ہتھیاروں سے زیادہ مسلمانوں کو مغلوب کرنے میں عیسائیت کو مدد دی۔ وہ یہی حیات مسیح کا عقیدہ تھا۔ جب ایک مسلمان ایک عیسائی کے مقابلہ میں یہ اقرار کر لیتا تھا کہ حضرت مسیح علیہ اسلام دو ہزار سال سے بے خور و نوش آسمان پر زندہ ہیں۔ اور پھر قیامت سے پہلے گمراہ شدہ امت مسلمہ کی ہدایت کے لئے آسمان سے نازل ہوں گے تو وہ گویا خود قبول کر لیتا تھا۔ کہ حضرت مسیحؑ اپنے اندر صفات الوہیت رکھتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں عیسائی کا مسلمان پر فتح پانا کچھ بھی مشکل نہ ہوتا تھا۔ پس عیسائیت کو کچلنے کے لئے ضروری تھا۔ کہ پہلے اس کے ہاتھ سے وہ ہتھیار چھینا جاتا جس سے وہ اپنے باطل کو فروغ دیتی تھی اور مسلمانوں پر فتح پاتی تھی چنانچہ جب حضرت مرزا صاحب نے خدا سے علم پا کر اس بات کا اظہار کیا کہ حضرت مسیحؑ دیگر انبیا کی طرح فوت ہو چکے ہیں۔ اور آنے والا مسیح اسرائیلی نبی نہیں۔ بلکہ خدا نے انہیں ہی مسیح بنا کر بھیجا ہے۔ تو اس سے عیسائیت پر موت وارد ہو گئی۔ اس کے ہاتھ سے وہ ہتھیار چھین لیا گیا جس سے وہ حق پر حملہ آور ہوتی تھی۔ اس کا سارا دار و مدار تو اسی حیات مسیح کے عقیدہ پر تھا۔ جو عام مسلمانوں میں غلطی سے رواج پا گیا تھا جب اس عقیدہ ہی کو مرزا صاحب نے قرآن۔ احادیث۔ اور اناجیل کے رو سے غلط ثابت کر دیا۔ تو پھر عیسائی مذہب کے لئے اسلام پر حملہ آور ہونے کے لئے اور کوئی راہ باقی نہ تھی۔ اسی طرح معجزات مسیح کے متعلق بھی مسلمانوں میں بہت سی غلط فہمیاں پھیلی ہوئی تھیں جن کو حضرت مرزا صاحب نے آکر صاف کیا۔ پھر آپ کے مبعوث ہونے سے پیشتر مسلمان عیسائیوں کے مقابلہ میں اس لئے بھی شکست کھاتے تھے۔ کہ عیسائی مسلمانوں کو ان کے مفروضہ عقاید درباره حیات مسیح وغیرہ سے قایل کر لیتے تھے۔ مگر مسلمان عیسائیت کو کچلنے کے لئے اور حضرت مسیح کی الوہیت اور ابنیت کو باطل کرنے کے لئے اناجیل سے وہ کام نہ لیتے تھے جس سے اس مذہب کا تار و پود بکھیرا جا سکتا تھا۔ اس غلطی کی بھی آپ نے آکر اصلاح کی۔ آپ نے اناجیل ہی سے عیسائیوں کا منہ بند کر کے ایک ایسا علم کلام ایجاد کیا کہ جس سے عیسائیت کبھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتی۔ اسی علم کلام کی برکت ہے کہ آج آپ کے خادموں کے سامنے مشرق و مغرب میں کوئی عیسائی واعظ کھڑا نہیں ہو سکتا۔ اسی علم کلام سے کام لے کر آپ کے خادم عیسائی مذہب کے مراکز میں اس پر فتح پا رہے ہیں۔ پھر آپ کی جماعت نے عیسائیت کی تردید میں انگریزی اور دیگر زبانوں میں جو قابل قدر لٹریچر تیار کیا ہے۔ اور اس لٹریچر نے ممالک مشرقیہ و مغربیہ میں عیسائیت کو شکست دینے اور اسلام کو مضبوط کرنے میں جو کام کیا ہے۔ وہ بھی اس قابل ہے کہ مرزا صاحب کی دعاوی کی صداقت کے ثبوت میں پیش کیا جا سکے۔

تردید آریہ سماج:۔ آریہ سماج جس سرگرمی سے اسلام کے خلاف پروپیگنڈا کر رہے ہیں۔ وہ کسی واقف کار سے پوشیدہ نہیں۔ یہ روح ان میں سوامی دیانند جی کی پھونکی ہوئی ہے۔ چنانچہ جن لوگوں نے ستیارتھ پرکاش کا مطالعہ کیا ہے وہ اس بات سے ناواقف نہیں ہیں۔ کہ آریہ سماج کے وجود میں لانے سے سوامی جی کا مقصد یہی تھا۔ کہ مسلمانوں کے خلاف ایک ہندو جماعت طیار کی جائے۔ اسلام کا یہ حریف بھی عیسائیت سے کسی طرح کم نہیں تھا حضرت مرزا صاحب نے متعدد کتب اس مذہب کے باطل عقاید کی تردید میں تصنیف فرما کر ان کا قلع قمع کیا۔ یہی نہیں بلکہ آریہ سماج کے پہلوان پنڈت لیکھرام کو روحانی جنگ میں ایسی شکست دی کہ وہ اپنی موت سے اسلام کی صداقت اور آریہ سماج کی بطالت پر مہر تصدیق لگا گیا چنانچہ آج ہندوستان بھر کے مسلمانوں میں ایک احمدیہ جماعت ہی ایسی جماعت ہے۔ جو ان تمام ہتھیاروں سے مسلح ہے۔ جن سے آریہ سماج پر فتح حاصل کی جا سکتی ہے چنانچہ علاقہ فتنہ ارتداد میں آریہ سماج کے مقابلہ میں جو کارہائے نمایاں مجدد وقت کی اس قائم کردہ جماعت نے سرانجام دئے ہیں ان کے متعلق خواجہ حسن نظامی سا مخالف سلسلہ احمدیہ بھی معترف ہے۔ کہ میدان ارتداد میں احمدیوں کا کام نہایت اعلیٰ اور تمام دیگر اسلامی انجمنوں سے زیادہ منظم و باقاعدہ ہے۔ اور اس جماعت کے مبلغین بہ نسبت دوسری جماعتوں کے مبلغین کے آریہ سماج کے مقابلہ کے لئے تمام ضروری اسلحہ سے مسلح ہیں۔

دیو سماج ۔ برہمو سماج:۔ ان دونوں فرقوں کی جو زبردست تردید حضرت مجدد وقت نے کی ہے۔ اس پر ان کی تصنیفات شاہد ہیں۔ اس بارے میں براہین احمدیہ خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

سکھ مذہب:۔ سکھوں کو اسلام کے قریب لانے کے لئے۔ حضرت مرزا صاحب نے سب سے نمایاں کام جو کیا وہ یہ ہے کہ آپ نے ایک کتاب ست بچن لکھی جس میں آپ نے ثابت کیا ہے۔ کہ حضرت بابا نانک صاحب ایک خدارسیدہ مسلمان تھے اور مسلمان صوفیا کرام ہی کی صحبت سے آپ نے فیض حاصل کیا تھا۔ اور ان کی تعلیم بالکل قرآن کریم کے مطابق ہے۔ اس ضمن میں آپ نے بابا صاحب کے چولہ کے متعلق جو تحقیقات کی وہ نہایت ہی قابل قدر ہے۔

اشاعت اسلام:۔ سب خدمات سے بڑھ کر آپ نے جو کام کیا وہ یہ ہے۔ کہ اپنی زندگی ہی میں ایک ایسی جماعت کی بنیاد رکھی جس کے افراد کا نصب العین یہ قرار پایا کہ وہ دنیا کے مختلف ممالک میں جا کر تبلیغ و اشاعت اسلام کا کام کریں۔ اور اس مقصد کے لئے آپ نے ایک ایسا اعلیٰ نظام قائم کیا کہ آج آپ کے خادم مشرق و مغرب کے دور دراز مقامات میں پھیل کر اعلائے کلمۃ اللہ میں مصروف ہیں۔ ایشیا۔ افریقہ۔ یورپ اور امریکہ میں آپ کی جماعت کے مشن نہایت کامیابی سے سرگرم عمل ہیں۔ اس ضمن میں ممالک مغربیہ میں مساجد کا قیام بھی ایک نہایت عظیم الشان کام ہے۔ پھر اس جماعت نے تبلیغ و اشاعت اسلام کے مقصد کے لئے جو بے نظیر لٹریچر شائع کیا ہے۔ اور جو کچھ کامیابی اس کے ذریعہ ہوئی ہے۔ وہ کچھ کم حیرت انگیز نہیں ہے سچ پوچھو تو یہ کام جن کے لئے بے انتہا روپیہ درکار ہے۔ عظیم الشان اسلامی سلطنتوں کا کام ہے۔ اس چھوٹی سی جماعت کا ایسے عظیم الشان کام کر گذرنا۔ اگر مجدد وقت کی پھونکی ہوئی روح کے سبب سے نہیں تو اور کیا ہے۔ کیا ان حقائق کی موجودگی میں یہ سوال بے جا نہیں ہے۔ کہ مرزا صاحب اگر مجدد ہیں تو انہوں نے کام کونسا کیا۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ انصاف سے جماعت احمدیہ کے کام پر غور کرو۔ اور پھر اس کی نظیر کسی دوسری اسلامی جماعت میں تلاش کرو۔ پھر اگر کسی دوسری جماعت میں تم کو اس کی نظیر نہ ملے تو پھر یہ کہنا چھوڑ دو۔ کہ مرزا صاحب نے کیا کام کیا ہے۔ خوب یاد رکھو کہ جب تک جماعت احمدیہ دنیا میں موجود ہے۔ اور خدمات دین میں مصروف ہے تب تک جو کچھ کام اس جماعت کے ہاتھ سے سرانجام پائے گا وہ حضرت مجدد وقت ہی کا کام ہو گا۔ کیونکہ جو کچھ شاگرد کا ہے وہ استاد کا ہوتا ہے۔ اب اگر حضرت مسیحؑ کا یہ مقولہ کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے سچ اور بالکل سچ ہے تو پھر مرزا صاحب کی صداقت میں تمہیں کیا شک ہے۔ کیا وہ تائیدات آسمانی جو مرزا صاحب اور آپ کی جماعت کے ساتھ ہیں صاف ثابت نہیں کرتیں کہ آپ نے فی الحقیقت خدا تعالیٰ کی طرف سے بعثت [illegible] کئے گئے تھے۔ اور اس

مولوی ظہیر الدین صاحب

آج کی اشاعت میں کسی دوسری جگہ مولوی ظہیر الدین صاحب اروپی کا ایک مضمون شائع کیا جاتا ہے جس میں انہوں نے اپنی سابقہ غلطیوں اور ان کے بد نتائج پر اظہار افسوس کرتے ہوئے یہ اعلان کیا ہے۔ کہ

حضرت مسیح موعود کی تعلیم کے اصل منشا کو صحیح طور پر نہ سمجھنے سے بجائے اس کے کہ حضرت مسیح موعود کے وجود سے دنیا میں توحید اور رسالت کی سچائی کے لئے ایک سبق حاصل کیا جاتا۔ ایک فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ ہستی کو ایسے رنگ میں پیش کرنا شروع کر دیا جس سے بجائے اتحاد اور اتفاق اسلامی کے اختلاف اور انشقاق رونما ہو گیا۔

اس کے ساتھ ہی انہوں نے حضرت مسیح موعود کی اصل حیثیت اور منصب کو واضح الفاظ میں لکھا ہے۔ یعنی ظلی اور مجازی نبوت جس کا اثر اصول اسلام پر نہیں پڑ سکتا۔

ہمیں خوشی ہے کہ آخر کار مولوی صاحب پر اصل حقیقت منکشف ہو گئی۔ اور انہوں نے دیکھ لیا۔ کہ جس راہ پر وہ چل رہے تھے وہ نہ صرف حضرت مسیح موعود کے اصل منشار کے خلاف ہے بلکہ اس سے اسلام میں خطرناک تفرقہ پیدا ہوتا ہے۔ بلکہ ایک نیا مذہب بنانا پڑتا ہے۔

آخر میں مولوی صاحب نے جماعت احمدیہ کی دو تین ذمہ داریاں بیان کی ہیں۔ جو فی الواقعہ اس قابل ہیں۔ کہ ان کی طرف ہمارے احباب خاص طور پر توجہ فرمائیں۔ لیکن آخری ذمہ داری کو بیان کرتے ہوئے مولوی صاحب نے جو یہ لکھا ہے۔ کہ

"صحیح معنوں میں ایک ایسی انجمن قائم کریں۔ جو حضرت مسیح موعود کی وصیت کے ماتحت اتفاق سے کام کرے۔ نہ کثرت رائے سے"

یہ حضرت مسیح موعود کی وصیت کے قطعاً خلاف ہے حضرت مسیح موعود نے صاف لکھا ہے۔

"جس امر پر انجمن کا فیصلہ ہو جائے کہ ایسا ہونا چاہیئے اور کثرت رائے اس میں ہو جائے تو وہی امر صحیح سمجھنا چاہیئے۔ اور وہی قطعی ہونا چاہیئے"

آل مسلم پارٹیز کانفرنس

آل مسلم پارٹیز کانفرنس کا اجلاس امرتسر میں شروع ہو گیا ہے جیسا کہ مشتہر ہو چکا ہے اس اہم قومی اجتماع کا مقصد و مدعا یہ ہے کہ رہنمایان قوم ... ملت اسلامیہ کے منتشر و پراگندہ قویٰ ایک مرکز پر جمع کرنے کی کوشش کریں۔ اور کوئی ایسا لائحہ عمل تیار کریں جس پر تمام اسلامیان ہند یک جہتی اور یک دل کے ساتھ کاربند ہو سکیں۔ ان مقاصد و اغراض کو مدنظر رکھ کر جن کے لئے یہ کانفرنس منعقد کی گئی ہے۔ یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ امرتسر میں مسلمانان ہند کی آئندہ قسمت کا فیصلہ ہونے والا ہے۔ چونکہ جن امور پر بحث و تمحیص کی جانے والی ہے۔ وہ اس قدر اہم ہیں کہ ہندوستانی مسلمانوں کی زندگی و موت کا ان پر انحصار ہے۔ اس لئے محترم رہنمایان قوم کو چاہیئے کہ وہ نہایت سوچ سمجھ کر ان امور کا فیصلہ کریں۔ پھر ضرورت صرف یہی نہیں ہے کہ محض مفید تجاویز پاس کر دی جائیں۔ بلکہ وقت کا تقاضا یہ ہے کہ ان کو عملی صورت میں لایا جائے۔ پس ان رہنماؤں کو جو اس کانفرنس میں شریک ہوئے ہیں۔ یہ جان لینا چاہیئے کہ اس اجتماع کا مقصد اکثر دوسرے اجتماعوں کی طرح محض دل خوش کن تجاویز کا پاس کرنا نہیں بلکہ قوم کو ایک ایسی راہ پر لگا دینا ہے جس پر چلکر وہ اپنی گم شدہ شوکت و عظمت کو دوبارہ حاصل کر سکے۔ اس کانفرنس میں جو امور زیر بحث لائے جانے والے ہیں۔ ان میں تبلیغ و اشاعت اسلام کا مسئلہ ایک ایسا اہم مسئلہ ہے۔ کہ اس پر مسلمانوں کی آئندہ قومی زندگی کا بہت کچھ انحصار ہے۔ اس لئے ہماری دلی خواہش ہے۔ کہ کانفرنس میں شریک ہونے والے قائدین اس مسئلہ پر خاص طور پر توجہ دیں۔ اور ایک ایسا پروگرام تیار کریں۔ کہ مسلمانوں کی مختلف جماعتیں بلا کسی جھگڑے کے ہندوستان میں تبلیغ و اشاعت اسلام کا کام کر سکیں۔

خریداران پیغام صلح کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ دیا کریں۔ تاکہ تعمیل ارشاد میں آسانی ہو۔
(مینیجر)

انبیا اور ان کی تعلیم

(مولٰنا مولوی عبد الستار صاحب کے قلم سے)

وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ

تحقیق بار بار اتارا ہم نے قول (قرآن) تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں

خداوند عالم نے تمام رسولوں کے ذریعہ ایک ہی دین بھیجا یا مختلف۔ پھر خداوند عالم نے اپنے رسولوں کو کس لقب سے متصف فرمایا۔ اور اپنے بھیجے ہوئے دین کا نام اس نے کیا رکھا۔ اور اس مسئلہ کی تفہیم کے متعلق تعلیم خداوندی کیا ہے۔

قرآن کریم پر غور اور تدبر کرنے سے بالکل واضح معلوم ہوتا ہے کہ اس خداوند قدیر ہادی خدا نے ایک ہی صراط مستقیم کی ہدایت فرمائی اور تمام رسولوں کے ذریعہ ایک ہی دین بھیجا جس کا نام اسلام ہے اور جس کے پیروؤں کو مسلم کا لقب عطا کیا گیا ہے۔

مفصلہ ذیل آیات اس کی شاہد ہیں کہ تمام رسولوں کو صراط مستقیم ہی کی ہدایت کی گئی اور سب کو دین اسلام ہی دیا گیا۔

قل انني هداني ربي الى صراط مستقيم دينا قيما ملة ابراهيم حنيفا اے رسول کہہ دو کہ میرے خدا نے صراط مستقیم کی طرف ہدایت کی ہے جو درست اور استوار دین یعنی ملت ابراہیم جو صرف خدا ہی کی جانب مائل ہو رہے تھے۔ (انعام ۲۰)

یہی صراط مستقیم یا ملت ابراہیم ہے جس کی طرف خداوند عالم نے آنحضرت صلعم کی رہنمائی کی انك على صراط مستقيم (زخرف ۴) اور پھر آپ نے اپنی امت کو ہدایت فرمائی اور وہی صراط اللہ ہے وانك لتهدي الى صراط مستقيم۔ صراط الله الذي له ما في السموات وما في الارض۔ الشوریٰ ۵۔ ہم مسلمانوں کو صراط مستقیم کی تبلیغ کی گئی۔ وان الله لهاد الذين آمنوا على صراط مستقيم تحقیق اللہ تعالےٰ البتہ مومنوں کو صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرنے والا ہے۔ الحج ۷

حضرت ابراہیم کو اللہ تعالےٰ نے منتخب کیا۔ اور اسے صراط مستقیم کی جانب ہدایت فرمائی۔ اجتباه وهداه الى صراط مستقيم (النحل ۱۶)

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی شان میں خدا نے فرمایا وهديناهما الصراط المستقيم۔ ہم نے ان دونوں کو صراط مستقیم کی ہدایت کی۔ الصٰفٰت ۴

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تبلیغ بھی صراط مستقیم تھی۔ ان الله ربي وربكم فاعبدوه هذا صراط مستقيم بے شک اللہ تعالےٰ ہی ہمارا اور تمہارا پروردگار ہے تم اسکی عبادت کرو یہی صراط مستقیم ہے۔ آل عمران ۵

آپ نے اولاً امت کو ایک خدا کی طرف متوجہ کیا (یعنی توحید) پھر عبادت کی تعلیم فرمائی۔ عبادت صرف نماز ہی نہیں بلکہ سارے احکام و ہدایات کی تعمیل کا نام ہی عبادت ہے۔ آپ نے اسی کو صراط مستقیم فرمایا۔ اور اسی کی تبلیغ فرمائی۔

حضرت ابراہیم، اسحٰق، یعقوب، نوح، داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ، ہارون، زکریا، یحییٰ، عیسیٰ، الیاس، اسمٰعیل، الیسع، یونس، لوط علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے سب مدارج اور فضائل بیان کرنے کے بعد خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ ومن آبائهم وذرياتهم واخوانهم واجتبيناهم وهديناهم الى صراط مستقيم۔ اور ان کے آباء اور اولاد اور برادران میں سے بھی ہم نے منتخب کیا اور صراط مستقیم کی ہدایت کی (انعام ۱۰) پھر اسی سلسلہ میں خدا تعالےٰ آگے چلکر فرماتا ہے۔

اولئك الذين هدى الله فبهداهم اقتده یہ وہ لوگ ہیں جنکو اللہ تعالےٰ نے ہدایت کی ہے سو تم ان کی ہدایت کی اقتدا کرو۔ انعام ۱۰

بالجملہ صراط مستقیم ایک ہی ہے اور وہی تمام رسولوں کو ملی۔ اور وہی تمام رسولوں کا دین ہے۔ اور تمام رسولوں نے اس کی تبلیغ کی تا خدائے واحد لاشریک لہ ہے۔ وہ وحدت کو پسند فرماتا ہے اس نے دین الٰہی میں کوئی تفرقہ روا نہیں رکھا اسلئے آنحضرت صلعم کو اقتدا کا حکم دیا (فبهداهم اقتده)

اب کوئی قدیم انبیاء کے صراط مستقیم کو ناقص یا کھوٹی راہ کہے تو کہے مراد لینا اس کے اختیار میں ہے سو جو چاہے مراد لے ورنہ بظاہر تو یہ الفاظ خطرہ سے خالی نہیں۔

صراط مستقیم اور خط مستقیم باہم مترادف المعنی الفاظ ہیں۔ اب علم ہندسہ کی رو سے دو نقطوں کا وصل کئی متعدد خطوط کے ذریعہ کیا جائے تو سب سے چھوٹا خط خط مستقیم ہوگا۔ اور بالکل واضح اور روشن ہے کہ وہ (خط مستقیم) دو ہو ہی نہیں سکتا۔

یہی رشتہ عبودیت اور عابد و معبود میں ہے۔ وہی صراط مستقیم ہے پس صراط مستقیم، دین اللہ، دین القیم، فطرۃ اللہ، دین اسلام سب کے سب مترادف المعنی الفاظ ہیں۔ مفہوم ایک ہی ہے جو مختلف صفات کے مختلف ناموں سے موسوم ہوا ہے۔

بالجملہ خلاق فطرت کا بھیجا ہوا دین فطرۃ اللہ یا تو دین فطرۃ کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کے قول اور فعل میں اختلاف ممکن نہیں۔ دین و فطرت میں مطابقت تامہ ہونی چاہئے۔ پس جب فطرت نہیں بدلتی تو دین بھی کبھی نہیں بدلتا۔ پس معلوم ہوا کہ فطرت کے مطابق ایک ہی دین ہو سکتا ہے نہ کہ متعدد اور وہی دین اسلام ہے

لہٰذا خداوند عالم نے فرمایا۔ ان الدين عند الله الاسلام خدا تعالےٰ کے نزدیک تو اسلام ہی دین ہے پس اللہ تعالےٰ ایک برحق اور اسکا دین برحق ایک۔ اسکی راہ برحق ایک۔ اس کے احکام و ہدایات حقہ ایک۔ اسکی کتاب منزلہ ایک اور اس کے تمام رسل کی حیثیت رسالت ایک۔ لانفرق بين احد منهم۔ ہم رسولوں میں تفرقہ نہیں کرتے۔ مگر ان لوگوں کو یہ وحدت پسند نہیں۔ وہ ہر جگہ تفرقہ کے جویاں ہیں۔ وہ دوسرے دین کی مخالفت کو دین سمجھے ہوئے ہیں۔

الغرض اللہ تعالےٰ واحد ہے اور ازلی ابدی ہے۔ پس اسکا دین بھی ایک اور ابدی ازلی ہونا چاہئے۔ اور اگر دین اللہ متعدد ہے پس اس کا ازلی اور ابدی نہ ہونا ظاہر ہے۔ پس دین صفت قدیمہ خدا کا نہ رہا بلکہ ایک امر حادث ہوگا اور یہ بداہتاً باطل ہے اسلئے اس مدعا کے اثبات کے لئے خدا تعالےٰ جو ازلی ابدی ہے بطور کلیہ کے بیان فرما دیا۔ فمن يرد الله ان يهديه يشرح صدره للاسلام خدا جسکی ہدایت کرنی چاہتا ہے تو اس کا سینہ قبول اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔ (انعام ۱۵)

ازینجا ثابت ہوا کہ اللہ تعالےٰ ہمیشہ ہر زمانہ اور ہر قوم میں اسلام ہی کی ہدایت کرتا رہا۔ لہٰذا یہ فرمان جاری کر دیا۔ قل آمنا بالله وما انزل علينا وما انزل على ابراهيم واسمعيل واسحق ويعقوب والاسباط وما اوتي موسى وعيسى والنبيون من ربهم لانفرق بين احد منهم ونحن له مسلمون۔ ومن يبتغ غير الاسلام دينا فلن يقبل منه وهو في الآخرة من الخاسرين ط اے رسول کہہ دو کہ ہم ایمان لاسئے اللہ پر اور جو ہم پر نازل ہوا (قرآن مجید) اور جو حضرت ابراہیم، اسمٰعیل، اسحٰق، یعقوب اور ان کی اولاد پر نازل ہوا۔ اور جو حضرت موسیٰ عیسیٰ اور کل نبیوں کو خدا کی طرف سے سب پر ایمان لائے ہم ان پیغمبروں میں سے کسی ایک میں بھی فرق نہیں کرتے کیونکہ ہم تو خدا ہی کے حکم بردار ہیں (یہی اسلام ہے) جو شخص اسلام کے سوا کوئی دوسرا دین اختیار کرے گا تو وہ اس سے قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور وہ آخرت میں گھاٹے میں رہیگا۔ (آل عمران)

قرآن کریم نے ہی ہمکو سکھایا کہ سارے رسول اور تمام کتب منزلہ باہمی ایک دوسرے کی مصدق رہی ہیں۔ اس لئے ایک کتاب پر ایمان لانا تمام نامعلوم کتابوں پر ایمان لانا ہے ورنہ ایک کا منکر ساری کتب اور سارے پیغمبروں کا منکر اور کافر ہے۔ یہی دین اسلام ہے جو ازلی دین ہے۔ اس کے سوا کوئی دوسرا دین قابل قبول ہی نہیں۔ اسی دین اسلام کو خدا نے ہمارے لئے بھی پسند فرمایا۔ ورضيت لكم الاسلام دينا۔ ہم نے تمہارے لئے من حیث الدین کے اسلام ہی کو پسند کیا۔ (مائدہ ۱)

پس معلوم ہوا کہ تمام رسولوں کا دین اسلام ہی تھا۔ یا بالفاظ دیگر قرآن ہی تھا۔ اور وہی خداوند عالم کا کلام نفس قدیم تھا جو مختلف زبانوں میں ضرورت کے ماتحت خاص خاص زبانی معنوں کے ذریعہ مختلف زبانوں کے پیرایہ میں ظہور ہوتا رہا۔ اور یہی اس آیت کے معنی ہیں جو اس مضمون کا سرنامہ ہے جس کا شاہد قرآن ہے۔ وکفی باللہ شہیداً۔ تنزيل من رب العلمين۔ وانه لفي زبر الاولين +

اعلان

ایک سب اور اسیر ڈرافٹمین کی ضرورت ہے۔ تنخواہ ساٹھ سے اسی روپے ماہوار تک ہو گی اور پانچ روپیہ سالانہ ترقی۔ اپنی جماعت کے احمدی احباب میں سے جو صاحب چاہیں۔ بہا دفتر سیکرٹری درخواستیں معہ نقول اسناد وغیرہ بھیجدیں

ظہور احمد سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

انجیل میں تحریف

ہم مسلمانوں کا ایمان ہے ۔ اور قرآن شریف کی شہادت موجود ہے کہ انجیل مقدس ایک الہامی کتاب ہے ۔ اور خدا تعالےٰ کی طرف سے حضرت مسیح کو بنی اسرائیل کی ہدایت کے واسطے دی گئی تھی ۔ مگر افسوس کہ موجودہ انجیل جو کہ عیسائی صاحبان پیش کرتے ہیں وہ اصلی انجیل نہیں ۔ جس کا اظہار قرآن شریف میں کیا گیا ہے ۔

ظالم عیسائیوں نے مکاشفات ۲۲ باب ۱۸ تا ۲۰ سے بالکل آنکھیں بند کر لیں جہاں نبوت کی کتاب سے کچھ نکالنا یا اس میں کچھ اپنی طرف سے داخل کرنا سخت ممنوع قرار دیا گیا ہے ۔ اور ہر ایسی تحریف کرنے والے کو خدا کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے ۔ مگر آہ عیسائی صاحبان خدا کے عذاب سے بے پرواہ ہو کر انجیل مقدس میں طرح طرح کی تحریف سے کام لے رہے ہیں اور عرصہ دو ہزار سال میں انہوں نے انجیل مقدس کو کچھ کا کچھ بنا لیا ۔ جو چاہا انجیل میں لکھا اور جو چاہا نکال دیا ۔

عیسائی ہر زمانے میں اپنی تحریفی قینچی کو نہایت بے دردی سے انجیل مقدس پر چلاتے رہے ہیں ۔ اور یہ کارروائی ان کے ہاں ایک دستور مستورانہ کی حیثیت میں کی جاتی رہی ہے ۔ پادریوں کے ایک مخصوص گروہ نے اس کام کو اپنے ذمے پوشیدہ طریقہ سے لے رکھا تھا ۔ جو باتیں انہیں قابل اعتراض نظر آتی تھیں انہیں وہ نہایت صفائی سے اڑا دیا کرتے تھے ۔ حتیٰ کہ ان کے اس کام کی خبر اپنے عیسائیوں کو بھی کم معلوم ہوتی تھی قرآن شریف نے مسیحی ظالم پادریوں کے اس پوشیدہ ظلم کو جو کہ وہ پردوں کی اوٹ میں بیچاری انجیل میں کر رہے تھے ان الفاظ سے نقاب کیا فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیہم ثم یقولون ہذا من عند اللہ ۔ یعنے ہلاکت ہے ان لوگوں کے واسطے جو کتاب کو لکھتے تو اپنے ہاتھوں سے ہیں پھر کہتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے ہے ۔

قرآن حکیم کے اس دعویٰ کو صحیح ثابت کرنے کی غرض سے کہ انجیل میں تحریف کی جاتی ہے ۔ ہم ناظرین کی توجہ کو ذیل کے چند امور کی طرف پھیرتے ہیں ۔

یوحنا ۸ باب ۱ تا ۱۱ میں ایک زناکار عورت کا قصہ درج ہے ۔ اسکے متعلق شروع باب میں نمبر ۲ کا نشان دیکر فٹ نوٹ میں لکھا ہے ۔ "یہ گیارہ آیتیں اکثر پرانے قلمی نسخوں میں اس موقعہ پر نہیں پائی جاتیں"

فٹ نوٹ کی اس عبارت نے جو کہ سراسر حقیقت کا اظہار کر رہی ہے ثابت کیا کہ گیارہ آیتیں بعد میں کسی نے انجیل مقدس میں لکھ دیں اور پرانے نسخوں میں ان کا نام و نشان تک موجود نہیں عجیب معاملہ ہے خدا کا کلام نہ ہوا ۔ بازیچۂ اطفال ہوا کہ انسانی ہاتھ کاٹ چھانٹ کر رہے ہیں ۔

اس کے علاوہ انجیل میں متعدد مقامات ایسے پائے جاتے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ بہت سارے الفاظ جو کہ پرانی انجیلوں میں تھے ان نئی انجیلوں سے اڑا دیئے گئے ہیں ۔ اور بہتیرے ایسے الفاظ اپنی طرف سے ان نئی انجیلوں میں داخل کئے گئے ہیں جن کا پرانی انجیلوں میں کہیں پتہ نہیں چلتا ۔ اس پر خوبی یہ کہ ان الفاظ کے متعلق فٹ نوٹ میں بھی لکھدیا گیا ہے کہ فلاں فلاں الفاظ "ندارد" اور فلاں فلاں الفاظ "ابزاد"

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

"ندارد" اور "ابزاد" سے یہ مراد ہے کہ جن الفاظ کے آگے لفظ "ندارد" فٹ نوٹ میں لکھا ہوا ہے وہ الفاظ پرانی انجیلوں میں موجود نہیں مگر ان نئی انجیلوں میں اب داخل کئے گئے ہیں ۔ اور جن الفاظ کے آگے لفظ "ابزاد" لکھا ہوا ہے وہ الفاظ گویا پرانی انجیلوں میں تو موجود ہیں مگر ان نئی انجیلوں میں سے اب اڑا دیئے گئے ہیں ۔ چنانچہ ملاحظہ ہو یوحنا باب ۸ فٹ نوٹ ؎ "ان میں سے" ندارد ؎ "اس کے پاس" ابزاد ؎ "اس عورت کی نسبت" ندارد ۔ پھر اگلے صفحہ کا فٹ نوٹ ملاحظہ ہو ؎ "انگلی سے" ندارد ؎ "اور اپنے دل میں قائل ہو کر" ابزاد ؎ "گھڑی" ابزاد ؎ "اس عورت کے سوا کسی کو نہ دیکھا تو" ابزاد ؎ "اس سے" ابزاد ۔

الغرض اسطرح بہت سے مقامات پر فٹ نوٹ میں "ندارد" یا "ابزاد" کو علیحدہ علیحدہ کر کے لکھا گیا ہے اور دکھایا گیا ہے کہ انجیل کے ساتھ اس "ندارد" اور "ابزاد" والی الفاظی تحریف کا تعلق بھی بہت گہرا ہے ۔ آگ کھاتے ہیں مگر ڈرتے نہیں ۔

ہم اب ان چھوٹی چھوٹی تحریفوں سے قطع نظر کرتے ہوئے ناظرین کے سامنے ذیل میں ایک نقشہ پیش کرتے ہیں جس سے بخوبی عیاں ہو جائے گا کہ انجیل میں کسقدر تحریف کی جاتی ہے اور کسطرح پوری اور ثابت آیتیں غائب کر دی جاتی ہیں ۔ واضح ہو کہ اسوقت ہمارے سامنے وہ انجیل ہے جو کہ ۱۸۹۲ء میں پنجاب بائبل سوسائٹی کی طرف سے لودھیانہ مشن پریس سے باہتمام مسٹر ایم وائلی مینیجر چھپوا کر شائع کی گئی تھی ۔ اس ۱۸۹۲ء والی انجیل میں اور موجودہ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی لاہور کی شائع کردہ انجیلوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے ۔ یعنی خدا کا خوف اور مکاشفات ۲۲ باب ۱۸ تا ۲۰ کے فرمان کو بالائے طاق رکھ کر عیسائیوں نے ۱۸۹۲ء کے بعد اس قلیل عرصہ میں اسقدر تحریف کی کہ توبہ ہی بھلی ۔ چنانچہ ملاحظہ ہو نقشہ

نقشہ یہ ہے

۱۸۹۲ء والی انجیل	موجودہ انجیل
متی ۱۷ باب ۲۱ (۱) مگر اس طرح کے دیو بغیر دعا و روزہ کے نہیں نکالے جاتے	متی ۱۷ باب ۲۱ (۱) . . . . نوٹ :- اس انجیل میں یہ آیت ہی غائب ہے ۔
متی ۱۸ باب ۱۱ (۲) کیونکہ ابن آدم آیا ہے کہ کھوئے ہوؤں کو ڈھونڈ کے بچائے	متی ۱۸ باب ۱۱ (۲) . . . . نوٹ :- اس انجیل میں یہ آیت بھی ثابت کی ثابت غائب ہے ۔
متی ۱۹ باب ۱۶ و ۱۷ (۳) اور دیکھو ایک نے آ کے اس سے کہا ۔ اے نیک استاد میں کونسا نیک کام کروں کہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں ۔ اس نے اس سے کہا تو کیوں مجھے نیک کہتا ہے ۔ نیک تو کوئی نہیں مگر ایک یعنے خدا ۔ اگر زندگی میں داخل ہوا چاہے تو حکموں پر عمل کر	متی ۱۹ باب ۱۶ و ۱۷ (۳) اور دیکھو ایک شخص پاس آ کر اس سے کہا ۔ اے استاد میں کونسی نیکی کروں تاکہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں ۔ اس نے اس کہا کہ تو مجھ سے نیکی کی بابت کیوں پوچھتا ہے ۔ نیک تو ایک ہی ہے لیکن اگر زندگی میں داخل ہونا چاہتا ہے تو حکموں پر عمل کر (نوٹ) اس انجیل میں لفظ "پاس" نیا داخل کیا گیا ہے

جماعت احمدیہ کی خدمت میں

درد دل سے ایک دعوت

(مولوی محمد ظہیر الدین صاحب اروپی کے قلم سے)

ایہا الاحباب ! آپ کو معلوم ہو گا کہ دو سال سے مجھ پر دھوکہ دہی کا مقدمہ چل رہا تھا ۔ اور اس مقدمہ کی ایک شاخ میں اگر پولیس لاہور نے میرا چالان کیا ہوا تھا ۔ تو دوسری طرف سے پولیس گوجرانوالہ نے بھی میرا چالان کر دیا تھا ۔ الغرض بہت سی تکالیف اٹھانے کے بعد طرح طرح کے اعتراضات کا نشانہ بننے کے بعد بالآخر خدا نے اپنے فضل سے مجھے بری کرا دیا ۔ یہ ضروری تو نہیں کہ جو خدا کے نزدیک سچا ہو ۔ وہ دنیوی عدالتوں میں بھی سچا سمجھا جاوے ۔ لیکن یہ خدا کا خاص فضل ہے کہ دھوکہ دہی کے سنگین مقدمہ میں عدالت انگلشیہ نے بھی مجھے بے قصور قرار دے کر میری بریت کر دی ۔ ان دو برسوں کی مصیبت میں میں نے اپنے آپ کا بھی بہت محاسبہ کیا اور واقعات عالم پر بھی بہت غور و خوض کرتا رہا ۔ اپنی جماعت احمدیہ کے حالات پر بھی گہری نظر دوڑائی اور امامنا و مرشدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعاوی پر بھی نہایت عمیق نگاہ سے عبور کیا ۔ جس ایک بات پر یا جس ایک چٹان پر جا کر میرا قدم ٹھہر گیا ۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنے دوسرے احباب کو بھی اس سے آگاہ کر دوں ۔ اگر ان کے نزدیک وہ مقام جس پر میں کھڑا ہو چکا ہوں ایک ایسا مقام ہے جس کا نام حق اور صداقت کی چٹان ہے ۔ تو فبہا ورنہ یہ ان کا فرض ہے کہ وہ میری غلطی کو مجھ پر ظاہر کریں ۔ جماعت احمدیہ موجودہ زمانہ میں ایک ایسی جماعت ہے کہ اگر بنظر غور دیکھا جاوے تو تمام دنیا بھر میں صرف یہ ایک جماعت ہے جو خدا نما جماعت ہے ۔ اس جماعت کے بانی حضرت مسیح موعود نے کیسے ہی پاک الفاظ میں دنیا میں دعوت دی تھی کہ ۔

من ہماں زنوع بشر کہ کامل از خدا باشد
کہ بانشان نمایان خدا نما باشد

پس اس خدا نما انسان نے دنیا میں اشاعت اسلام کے لئے توحید اور رسالت کی تبلیغ کرنے کے لئے ۔ حق اور صداقت کو پھیلانے کے لئے نہایت ہی مشکلات میں سے گذر گذر کر ایک جماعت تیار کی جس کا نام دنیا میں جماعت احمدیہ قرار پایا ۔ یہ جماعت چونکہ دنیا بھر سے ممتاز ہے اس لئے اس جماعت کی ذمہ داریاں بھی دوسری جماعتوں کے مقابلہ پر نہایت ہی اہم ہیں ۔

میں اس وقت اس جماعت کی بعض خاص ذمہ داریوں کی طرف احباب کو توجہ دلانا چاہتا ہوں ۔

(۱) اول یہ کہ دنیا میں خدا کی ہستی پر لوگوں کا ایمان بہت ہی کم ہو چکا ہے ۔ اور ہر طرف سے کفر اور بے دینی کے دریا موجزن ہیں اور اس وقت یہ بات قریباً مفقود ہو رہی ہے ۔ کہ انسانی خلقت کی بناوٹ کچھ اس رنگ کی ہے کہ اس کا اپنے خالق اور مالک اور عالم الکل خدا سے کچھ خاص رابطہ اور تعلق ہو سکتا ہے ۔ دنیا وحی اور الہام کی ہستی سے حقیقتاً منکر ہو چکی ہے ۔ سچی خوابوں کو بھی انسانی دماغوں کی بناوٹوں کے نتائج قرار دیکر انبیاء اور مرسلین کے

وجود دل سے روگرداں ہو رہی ہے۔ ایسے حالات میں اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسے مجدد اسلام اور مصلح اعظم کو مامور فرمایا۔ اور طرح طرح کے نشانوں خوارق عادت باتوں اور طرح طرح کے حقائق اور معارف والی کتابوں کے ذریعہ سے اور بڑی بڑی اقتداری پیشگوئیوں کو پورا کر کے اہل علم اور اہل عقل لوگوں پر یہ بات ثابت کر دی کہ فی الحقیقت توحید اور رسالت حقیقتیں ہیں۔ اور جس طرح موت اور حیات دو حقیقتیں ہیں اسی طرح سے مخلوق الٰہی میں سے انسان ..... کے اندر یہ مادہ ازل سے ودیعت ہو چکا ہوا ہے۔ کہ وہ اپنے خالق کی معرفت میں یہاں تک ترقی کر سکتا ہے۔ کہ اس کا اپنے خالق اور مالک سے ایک خاص رابطہ کی محبت قائم ہو جاتا ہے۔ اس معرفت الٰہی سے دنیا کا اکثر حصہ بے نصیب ہے۔ اور جماعت احمدیہ کے فرائض میں سے ایک خاص فرض یہ ہے کہ وہ لوگوں کو اس پانی سے سیراب کریں جو انہوں نے حضرت مسیح موعود کی وساطت سے پیا۔ بعض کمزوریوں کی وجہ سے یا غلط فہمیوں کی وجہ سے چونکہ ہم نے بھی غلطیاں کھائیں اور انسان کا یہ خاصہ ہے کہ وہ غلطی کھایا کرتا ہے۔ ہماری ان غلطیوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ جماعت احمدیہ کی اصل غرض سے لوگوں کو اندھیرا رہا۔ اگر ہم یقینی طور پر روشنی میں ہوتے تو اندھیرے والوں کو اس روشنی کی طرف ایسے رنگ میں دعوت دیتے جس طرح سے کہ اندھیری رات میں ایک لالٹین والا دعوت دیتا ہے۔ لیکن جب جماعت احمدیہ کے اندر ہی تفرقہ اور اختلاف ہو۔ تو پھر وہ دوسروں کو اتحاد اور ملاپ کی دعوت خلوص نیت سے کیسے دے سکتی ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود کی وفات کے بعد جب غلطی سے جماعت احمدیہ میں اندرونی مناقشات اور خانہ جنگیاں رونما ہوئیں تو پھر خدمت اسلام اور اشاعت اسلام کا وہ خاص کام یعنی مذاہب باطلہ کا رد لکھنے کا کام قریباً قریباً بالکل رک گیا۔

مثال کے طور پر اس بارہ میں کسی اور احمدی پر نکتہ چینی کی بجائے میں اپنے آپ کو دیکھتا ہوں کہ مسیحی لوگوں سے جو میرے مباحثے ہوا کرتے تھے۔ اور آریہ مت کے خلاف جو میرے لیکچر ہوتے تھے وہ ایسے رک چکے ہوئے ہیں۔ کہ گویا اُن کا کچھ وجود ہی نہ تھا۔ ایسا کیوں ہوا؟ صرف اس لئے کہ میرے دل کا میلان میری روح کی توجہ ایک اور طرف لگ گئی۔ دل اس غلطی میں مبتلا ہو گیا۔ کہ جماعت احمدیہ کا وجود اسی طرح سے ایک مستقل وجود ہے جس طرح سے صحابہ رضی اللہ عنہم کا وجود بلحاظ ایک جماعت کے آج سے چودہ صدیاں پیشتر تھا۔ آیت آخرین منہم سے جماعت احمدیہ کے وجود کو ایک مستقل ہستی قرار دینے کی طرف طبیعت میں ایک استدلال کا مادہ پیدا ہو گیا۔ اس خفیف سی غلطی نے حضرت مسیح موعود کے اس دعوے کو کہ خدا نے ان کو نبی کے خطاب سے جو مخاطب کیا ہے تو وہ بطور حقیقت کے نہیں۔ بلکہ بطور مجاز کے ہے۔ ایک حکمت عملی کا رنگ چڑھا کر حقیقتاً نبی اللہ کا منصب دے دیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت مسیح موعود کے منصب کو منصب نبوت قرار دیکر نہ صرف جماعت احمدیہ کو اسلامی دنیا سے ایک علیحدہ جماعت سمجھ لیا بلکہ سمجھ لیا کہ ہر وہ کلمہ گو جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوتا وہ یہود اور ہنود کی طرح اسلامی حقوق کا وارث ہی نہیں رہ سکتا۔ مسائل وراثت اور مسائل طلاق اور دیگر شرعی مسائل پر دماغ دوڑنے لگا۔ کہ اب جب کہ کلمہ گو پابند بنائے اسلام پر عامل۔ احکام اسلامی پر چلنے والے دائرہ اسلامی سے خارج سمجھے جاتے ہیں۔ تو پھر علیحدہ جماعت کا علیحدہ مرکز علیحدہ کلمہ علیحدہ قبلہ ہونا ہی بہتر ہوگا۔ ورنہ اسلام اور کفر ایک ہی خانہ کعبہ کا طواف کیسے کر سکے گا۔

الغرض حضرت مسیح موعود کی تعلیم کے اصل منشا کو صحیح طور پر نہ سمجھنے سے بجائے اس کے کہ حضرت مسیح موعود کے وجود سے دنیا میں توحید اور رسالت کی سچائی کے لئے ایک سبق حاصل کیا جاتا۔ ایک فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ ہستی کو ایسے رنگ میں پیش کرنا شروع کر دیا جس سے بجائے اتحاد اور اتفاق اسلامی کے اختلاف اور انشقاق رونما ہو گیا۔ اگر اسلامی اصول مدنظر رہتا تو وہ غلط فہمی پیدا نہ ہوتی جو ہوئی۔

اصل اسلامی اصول یہ تھا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم خاتم النبیین ہے۔ اس پر نبوت کا منصب ختم ہے۔ ؎

ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام

(۲) دوسرا یہ کہ قرآن شریف پر اکمال دین ہو چکا۔ اور شریعت اس پر ختم ہو چکی۔ اور

قرآن حاجت شریعت را
بکمال رسانیدہ است

یہ ہر دو امور یعنی اختتام نبوت اور اتمام دین دو بنیادی اصول ہیں۔ جن پر اسلامی دنیا قائم ہے۔

ان ہر دو اصولوں کو دوسرے پیرایہ میں یوں بھی ادا کیا جا سکتا ہے۔ کہ بنی نوع انسان کی ابتدائے آفرینش سے شروع کر کے اللہ تعالےٰ نے نبوت اور شریعت کا سلسلہ جاری کر دیا۔ انبیاء بھی ہوتے رہے اور شرائع بھی نازل ہوتی رہیں۔ حضرت محمد رسول اللہ پر آ کر یہ سلسلہ نبوت ختم ہو گیا۔ اور قرآن شریف پر آ کر سلسلہ شریعت ختم ہو گیا۔ محمد رسول اللہ صلعم اور قرآن شریف کے بعد سلسلہ نبوت بھی بند ہو گیا۔ اور سلسلہ شریعت بھی منقطع ہو گیا۔ اب آئندہ کے لئے ظلی اور مجازی طریق پر ہی بعض افراد امت صفات انبیاء سے متصف ہوتے رہیں گے۔ اور مجازی و ظلی طریق پر ہی ان افراد پر وحی الٰہی کا نزول ہوا کرے گا۔ وہ افراد اور وہ وحی اصولی رنگ میں کوئی خاص حیثیت نہ رکھیں گے۔ بلکہ وہ جملہ انکشافات فروعی رنگ میں اسلامی اصولوں کے موید ہوں گے۔ اسی طریق پر حضرت مسیح موعود نے باوجود خدا کی طرف سے بار بار نبی کا خطاب پانے کے اور باوجود اپنی وحی الٰہی کو خدا کا قطعی اور یقینی کلام الٰہی سمجھنے کے اس بات پر ہمیشہ زور دیا کہ نبوت بھی ختم ہے اور شریعت بھی ختم ہے۔ آئندہ کے لئے فیض کا رنگ ہے۔ نہ اصل کا مجاز کا رنگ ہے۔ نہ حقیقت کا۔ پس اصل الاصول یعنی اختتام نبوت اور اتمام دین کی اشاعت کرنا اور ایسے طریق میں اشاعت کرنا کہ جس رنگ میں انبیاء اور ان کے جانشین کرتے رہے ہیں۔ یہ وہ اہم ذمہ داری ہے جو جماعت احمدیہ کے سر پر ہے۔ اور اس ذمہ داری کو پورا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہر ایک احمدی مسئلہ نبوت مسیح موعود کو اچھی طرح سے سمجھے اور بار بار غور کرے کہ اگر فی الواقعہ حضرت مسیح موعود اپنے آپ کو صحیح معنوں میں اور قرآنی اور شرعی اصطلاح میں نبی اللہ یقین کرتے تھے تو پھر کیوں وہ شروع سے لے کر آخر تک اس بات پر خصوصیت سے زور دیتے رہے۔ کہ نبوت ختم ہے۔ اور ان کو خدا نے جو نبی کے نام سے پکارا ہے۔ تو وہ بطور مجاز ہے نہ بطور حقیقت۔ مخالف علماء نے جب بار بار حضرت مسیح موعود کی طرف دعوےٰ نبوت منسوب کیا تو ان کے جواب میں حضرت مسیح موعود نے صاف طور پر مدعی نبوت پر لعنت بھیجی اگر وہ فی الواقع نبوت کے مدعی ہوتے تو پھر وہ ایسا کلام ہرگز اختیار نہ کرتے۔ پس پہلی ذمہ داری احمدی جماعت کی یہ ہے کہ وہ دوسرے مسلمانوں کی طرح صرف لفظی بحثوں میں ہی تمام وقت ضائع نہ کرے بلکہ قرآن کریم میں جو یہ روح ہے کہ خدا اور انسان ہم کلام ہو سکتے ہیں۔ فرشتوں سے ہم کلامی ہو سکتی ہے۔ انبیاء اور رسول ہوتے رہے ہیں۔ ان تمام تعلیمات کو عملی رنگ میں دنیا میں صحیح ثابت کریں جیسے کہ حضرت مسیح موعود کے وجود سے یہ تمام امور صحیح ثابت ہوتے رہے۔ گویا جماعت احمدیہ مسلمانوں کا ایک گروہ ہے۔ جو مسلمانوں میں سے بطور خدا نما گروہ کے ہے۔ جماعت احمدیہ اسلامی دنیا سے علیحدہ جماعت نہیں بلکہ وہ اسلامی گروہ کا ایک حصہ ہے۔ جو ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر کے ماتحت A large party of Islam اے لارج پارٹی آف اسلام ہے۔

اب جب کہ جماعت احمدیہ کبھی علیحدہ جماعت نہیں بلکہ اسلامی گروہ کا ایک حصہ ہے۔ اور وہ توحید اور رسالت منوانے کے لئے ایسے افراد کو پیش کرتی ہے جو خدا نما ہوتے ہیں۔ تو پھر اس کے بعد جماعت احمدیہ کی دوسری ذمہ داری یہ ہے کہ وہ تمام دنیا کے مسلمانوں کو ایک مرکز اور ایک اصول اور ایک دین واحد پر جمع کرے وہ دین واحد کیا ہے۔ یہی کہ نبوت محمد رسول اللہ پر ختم اور شریعت قرآن شریف پر ختم اور یہ کہ صفات انبیاء و مرسلین سے رنگے ہوئے افراد اسلام کے اندر پیدا ہوتے رہے اور ہوتے رہیں گے۔ اور اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو وہ افراد نبی کہلواتے۔ پس جماعت احمدیہ کی دوسری اہم ذمہ داری یہ ہے کہ اسلام کے اندر فروعات کو اہمیت دے دے کر پیروں اور رہنماؤں کی ذاتوں کو اصول دین میں داخل قرار دے دے کر اسلامی دنیا کا شیرازہ جو بہت بُری طرح سے بکھر چکا ہوا ہے اور نہایت ہی ..... نیا ادنےٰ مادہ

سے تباہ کن خونریزیاں ہوتی رہی ہیں۔ اور نہایت ہی فروعی باتوں پر جو اصولوں کو قربان کر دیا جاتا ہے۔ ان مصیبت کا علاج کرے اور وہ اصول اور فروع کو ہر طرح سے واضح کر کے تمام اہل اسلام کو خواہ وہ اہل قرآن بنتے ہیں۔ یا اہل حدیث مقلد بنتے ہیں یا غیر مقلد سُنی کہلواتے ہیں یا شیعہ الغرض سب کو خواہ وہ روئے زمین کے کسی طبقہ میں بستے ہیں۔ ایک دین واحد پر جمع کرے اور واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً کے ماتحت اسی طرح سے بھائی بھائی بنا دے جس طرح سے کہ وہ اس وقت بھائی بھائی بن گئے تھے۔ جب کہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم مبعوث ہوئے تھے اور ان پر قرآن شریف کا نزول ہوا تھا۔ گویا جماعت احمدیہ کی دوسری ذمہ داری یہ ہے کہ وہ فتوے بازوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے روئے زمین کے تمام مسلمانوں کو ایک ہی مرکز ایک ہی دین پر اکٹھا کرے۔ ان ہر دو امور میں کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ قومی مال اور قومی انتظام کسی ایک فرد واحد کے ہاتھ میں نہ ہو کیونکہ جس قدر اسلام میں تباہی آئی وہ بزرگان دین کا قصور نہیں بلکہ وہ شاہان اسلام کا قصور ہے۔ جنہوں نے محمد رسول اللہ صلعم کے بعد عام فرد واحد کو مہبط وحی کا جانشین سمجھ لیا۔ کیا یہ کبھی ہو سکتا ہے کہ ایک شخص جو حضرت محمد رسول اللہ پر ایمان لایا ہے۔ اور جو صاحب وحی نہیں ہے اور جس کی غلطی پر خود خدا کو اُسے متنبہ نہیں کرتا ہے۔ وہ حضرت محمد رسول اللہ کی جگہ تمام قوم کا باپ کہلوائے۔ اور مسلمانوں کا بھائی ہو کر پھر باپ کہلوائے ہرگز نہیں۔ پس اسلامی دنیا میں یہ ایک غلطی چلی آئی ہے کہ وہ بجائے انجمن کے فرد واحد کے پیچھے چل کر اسلام میں تفرقہ اندازی کا بیج بولتے رہے ہیں۔ ایسے حالات میں جماعت احمدیہ کی.. تیسری ذمہ داری یہ ہے کہ وہ صحیح معنوں میں ایک ایسی انجمن قائم کرے جو حضرت مسیح موعود کی وصیت کے ماتحت اتفاق سے کام کرے اور کثرت رائے سے۔ (باقی آئندہ)

سدرن انڈیا طبّی کانفرنس کی اپیل

برادران اسلام سے

یونانی فن طب کے فوائد و محاسن بیان کرنا تحصیل حاصل ہے مسلمانوں نے اس میں جو حیرت انگیز اضافہ کیا۔ اور اسکو جس درجہ کمال تک پہنچایا۔ اس کے لحاظ سے یہ قدیم اور قابل قدر فن مسلمانوں کا مال اور ان کے اسلاف کی یادگار ہے۔ لہذا اسکو زندہ رکھنا۔ اور اسکے کرشمں کو دیکھنا دنیا کے آگے پیش کرکے یہ ثابت کرنا کہ اس ترقی کے دلنہ میں بھی (جبکہ فن طب میں نئی نئی ایجادات ہو رہی ہیں اور تعجب خیز نتائج عالم شہود میں آرہے ہیں) یونانی طب کو نیچی نگاہوں سے نہیں دیکھا جاسکتا۔ مسلمانوں ہی کا کام ہے۔ ہمارے دیسی بھائی ہندؤں نے آیوروید طب کی تجدید جس پھرتی سے شروع کی اور جس قلیل عرصہ میں قابل تعریف کامیابی حاصل کی وہ اس موقعہ پر ہمارے لئے سبق آموز ہے۔ ہندوستان میں عموماً اور جنوبی ہند میں خصوصاً یونانی طب کے ساتھ جو بے اعتنائی برتی گئی وہ ایک پردرد داستان اور تعجب خیز ماجرا ہے۔ مدراس میں انجمن مشرقی اطباءے جنوبی ہند۔ قدوسیہ طبی کالج اور یونانی دارالشفاء کے قیام سے مسلمانان جنوبی ہند کی عزت باقی رہ گئی وگرنہ ہم اس معاملہ میں آج غیر اقوام کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہتے۔

برادران! مذکور الصدر وجوہات کو مدنظر رکھ کر، مدراس میں ماہ اگست ۱۹۲۵ء ۲۲ - ۲۳ - ۲۴ ویں تاریخوں میں "سدرن انڈیا یونانی طبی کانفرنس" کا انعقاد ہونے والا ہے۔ اور اسکے ساتھ طبی نمائش بھی ہوگی۔ آنریبل راجہ صاحب پنگل بالقابہ (مدراس کے وزیر اعلیٰ) اپنے ہاتھوں سے اسکا افتتاح فرمائینگے۔ بزرگان قوم و بہی خواہان طب نے اس کے مقاصد و اغراض کو مستحسن سمجھکر اسکی ضرورت سے اتفاق ظاہر کیا ہے۔ اب اس کانفرنس کی مالی و عملی اعانت کرکے یونانی طب کے مردہ قالب میں نئی روح پھونکنا آپ کا قومی فرض ہے۔ لہذا آپ سے ہماری پرزور مگر عاجزانہ اپیل ہے کہ اس کام میں ہمارا ہاتھ بٹاکر ہماری طبی تقریبوں کو کامیاب بنائیں۔

اس کے ساتھ ہم تمام یونانی اطباء و بہی خواہان طب سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس کانفرنس کی شرکت کو اپنا فرض منصبی سمجھیں اور جہاں تک ہوسکے اسکی امداد اور کامیابی کے لئے اپنی وسیع الاثری کو پورے طور پر استعمال فرمائیں۔ اور نیز یونانی اطباء سے گذارش ہے کہ نمائشی اشیاء مثلاً کمیاب و کثیر الفوائد جڑی بوٹیاں دواسازی و جراحی کے متعلق قدیم آلات اور طب یونانی کی نادرالوجود کتابیں وغیرہ ارسال فرماکے صیغہ نمائش کی رونق بڑھائیں۔

شمالی ہند و نیز حیدرآباد دکن سے بعض لائق و فاضل اطباء مدعو کئے گئے ہیں جن کے اجتماع سے عمدہ نتائج پیدا ہوسکتے ہیں۔

ہمیں امید ہے کہ جنوبی ہند کے اطباءے کرام اس نایاب موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیں گے۔ اور اپنی شرکت و دیگر عملی کارروائیوں سے کانفرنس کی رونق بڑھانے میں سعی بلیغ فرمائینگے۔

یک گل مقصود دریں بوستاں
چیدہ نشد سلے مدد دوستاں

(۱) جو اصحاب جلسہ میں طبی معلومات پر لیکچر دینا چاہیں یا کوئی طبی مضمون پڑھنا چاہیں ۱۰۔ اگست تک اپنے لیکچر کا خلاصہ اور مضمون کا حاصل ... کے سکرٹری انجمن مشرقی اطباءے جنوبی ہند مدراس کے نام روانہ کریں تاکہ وہ انتخابی کمیٹی کی منظوری کے لئے پیش کیا جائے۔

(۲) جو اصحاب رزولیوشن پیش کرنا چاہیں اجلاس کانفرنس سے ... دن قبل اپنا رزولیوشن سکرٹری انجمن مذکور کے نام روانہ فرمائیں سبجکٹ کمیٹی اسپر غور اور فیصلہ کرے۔

(۳) نمائشی اشیاء پر جو صاحب اپنے تجارب بیان کرنا چاہیں پہلے سکرٹری انجمن کو اسکی اطلاع کردیں تاکہ ان کے لئے کوئی خاص وقت مقرر کیا جائے۔

(۴) نمائشی سامان ۱۷۔ اگست تک سکرٹری استقبالیہ کمیٹی کے پاس پہنچ جانا چاہیے۔ مگر تازہ جڑی بوٹیاں، پھول پتے و دیگر بگڑ جانیوالی چیزیں ۲۱۔ اگست تک بھیجدی جائیں۔ ہر دوا کے ساتھ اس کا نام، نام پیداوار مع افعال و خواص و طریقہ استعمال لکھکر روانہ فرمائیں۔

(۵) جو حضرات بطور خود نمائش کرنا چاہیں اسکی اطلاع ۵ اگست تک سکرٹری استقبالیہ کمیٹی کو دیکر اپنے لئے جگہ مخصوص کرالیں اور کم از کم نمائش سے ایک دن قبل نمائشی سامان کے ساتھ مقام نمائش پر آجائیں۔ نمائش گاہ کا اندرونی انتظام مثل فرنیچر وغیرہ نمائش کرنے والے کے ذمہ ہوگا۔

مزید معلومات کے لئے دستور العمل کانفرنس و نمائش بذریعہ درخواست مفت روانہ کیا جائے گا۔

نوٹ:- بیرونی مہمانوں کے قیام و طعام کا مفت انتظام کیا جائےگا اور انہیں راحت و آرام پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کی جائے گی۔ ڈیلیگیٹس اور ممبروں سے دو دو روپے بطور فیس لئے جائینگے۔ اور عام وزیٹروں سے کوئی فیس نہیں لی جائیگی۔ مہربانی کرکے اپنی تشریف آوری کی اطلاع ۱۵۔ اگست تک سکرٹری استقبالیہ کمیٹی کو بھیج دیجئے تاکہ آپ کے لئے بہترین انتظام ہوسکے۔

خاکسار
حکیم ابوالخیر عبدالقادر احمد (افضل العلماء)
سکرٹری استقبالیہ کمیٹی
شادی محل، ترپلیکین ہائی روڈ۔ مدراس - ۴، جولائی ۱۹۲۵ء

تازہ خبریں

امرتسر ۱۶۔ جولائی۔ آج صبح مولانا محمد علی - مولانا شوکت علی اور دیگر مسلمان رہنما امرتسر پہنچے۔ ڈاکٹر کچلو صدر مجلس استقبالیہ آل پارٹیز کانفرنس نے اپنا خطبہ صدارت پڑھا جس میں انہوں نے مسلمانوں اور ملک کی موجودہ حالت پر ایک تبصرہ کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ ملک کی آزادی کامل اسوقت تک ناممکن ہے۔ جب تک کہ فرقہ وار نیابت کا فیصلہ نہ ہو جاتا۔ اور اسکی ذمہ دار میں آریہ سماجیوں کو ٹھہراتا ہوں۔ شدھی اور سنگٹھن کی تحریک نے ملک کی آزادی کو پرے پھینکدیا ہے۔ یہ دونوں تحریکیں مسلمانوں کے خلاف جاری کی گئیں۔ آپ نے مسٹر سی آر داس کی افسوسناک موت کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ ہندو اخبارات کا یہ شعار ہوگیا ہے کہ وہ مسلمان رہنماؤں کے خلاف کارروائیاں کریں۔ اس تحریک نے ہندو وکلاء اور ہندو واکرہ وں کو جھوٹی گواہیاں دینے پر ابھارا ہے۔ اس کے بعد تنظیم کے نظام عمل کا نہایت تفصیل کے ساتھ اظہار کیا گیا جس میں یہ ظاہر کردیا گیا کہ ملک کو سوراج اسی حالت میں مل سکتا ہے جبکہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں اتحاد ہو۔

کلکتہ ۱۶۔ جولائی - ڈپٹی مجسٹریٹ ہاوڑہ کے اجلاس میں آٹھ آدمیوں کا مقدمہ پیش ہوا۔ الزام یہ ہے کہ انہوں نے ۲۸ جون کو ڈاکہ زنی کی کوشش کی۔ جب کانسٹبلوں کو اسبات کی اطلاع ملی تو وہ ایک جگہ گھات لگاکر بیٹھ گئے اور ڈاکوؤں کے ساتھ ان کی جھڑپ ہوگئی جس کے دوران میں ایک کانسٹبل رام سرن تواری ہلاک ہوگیا۔ چند گواہوں کی شہادت کے بعد مقدمہ کی سماعت ملتوی کردی گئی ہے۔

کلکتہ ۱۶ جولائی - مقتول کانسٹبل کے اعزاز میں ہاوڑہ کی پولیس لائن میں تقریباً ایک ہزار افسروں اور سپاہیوں کا اجتماع ہوا۔ اور مقتول کی بیوہ کو ۵۲۵ روپیہ دیا گیا۔ یہ رقم چندہ کے ذریعہ سے جمع ہوئی تھی۔

بغا - ۱۵ جولائی - انڈیا فی ندی پر ٹاٹا کمپنی کا تعمیر کردہ بند کل شام ... ہوگیا ہے۔ آدھ گھنٹہ کے اندر اندر دریا میں میں فٹ پانی چڑھ آیا اور ریک بیک کھیم شیڈ کے ریلوے اسٹیشن میں تین فٹ گہرا پانی گھس آیا۔ خوش قسمتی سے دریا کا بہاو تیز ہوگیا۔ اور پانی بہت تیزی کے ساتھ بہ نکلا تاہم گرد و نواح کے ریلوے اسٹیشنوں سے آئے ہوئے لوگ بیان کرتے ہیں کہ عورتوں بچوں اور حیوانات کی تعداد کثیر طوفان کی نذر ہوگئی۔ مگر سرکاری طور پر نقصانات کی تصدیق نہیں ہوئی۔

بمبئی ۱۵۔ جولائی - مزدوروں کو تخفیف شدہ اجرت پر رضامند کرنے کے لئے ارکان کارخانہ اور نمایندگان عمال کے جو مشترکہ اجلاس ہوئے تھے وہ کامیاب ثابت نہیں ہوئے۔

لاہور ۱۷۔ جولائی - کل لاہور سٹیشن پر بعد دوپہر ایک ریلوے کلرک حسین علی شاہ صاحب کی افسوسناک موت واقع ہوئی جن کی عمرہ ۳۰ سال تھی۔ وہ دو ڈبوں کے درمیان کھڑے تھے اتنے میں دونوں ڈبے ایک دوسرے کے ساتھ مل گئے اور وہ بیچ میں دب کر ہلاک ہوگئے۔ نیز معلوم ہوا ہے کہ کل ایک آدمی لوکو ورکشاپ میں خراد سے گرکر ہلاک ہوگیا۔

کلکتہ ۱۶۔ جولائی - خضر پور کی گودی میں بدھ کے دن سات قلی یکایک بیہوش ہوگئے۔ اور اس کے تھوڑی ہی دیر بعد ان سب نے پیغام اجل کو لبیک کہدیا۔ اس حادثہ کی وجہ یہ بتلائی جاتی ہے کہ گودی میں جبکہ وہ کام میں مصروف تھے بجلی کی تار لگ جانے سے ہلاک ہوگئے۔

واشنگٹن ۱۴ جولائی - سرکاری طور پر ان دول کے ساتھ گفت و شنید کررہا ہے جنہوں نے معاہدہ واشنگٹن پر دستخط کئے ہیں مقصد یہ ہے کہ پیکنگ میں جلد ایک کانفرنس منعقد کی جائے جس میں چین کے مسائل غیر مقبوضاتی حقوق اور معاہدہ واشنگٹن کے دیگر مسائل پر بحث و تمحیص کی جائیگی۔

میلبورن ۱۵ جولائی - آسٹریلیا میں ملاحوں کی ہڑتال ترقی کر رہی ہے اور تیس جہاز بیکار پڑے ہوئے ہیں - (ریوٹر)

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ڈلہوزی میں بخیر و عافیت ہیں - اور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

آل مسلم پارٹیز کانفرنس امرتسر کے اجلاس میں شریک ہونے کے لئے انجمن کی طرف سے مولوی محمد یعقوب خان صاحب، مولوی عصمت اللہ صاحب، چوہدری ظہور احمد صاحب، مولوی دوست محمد صاحب تشریف لے گئے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس کانفرنس کو اپنے مقاصد میں کامیاب فرمائے۔

حافظ غلام رسول صاحب وزیرآبادی اطلاع دیتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے راہ عال کو پروفیسر محمد عبداللہ صاحب کے ہاں فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے۔

پیغام صلح ہم نہایت گرمجوشی سے پروفیسر صاحب کو مبارکباد دیتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ اس مولود مسعود کو عمر میں برکت دے اور اسے اپنے والد کی طرح خادم دین بنائے۔

مولوی محمد یحییٰ صاحب نیب گران تحصیل مانسہرہ سے لکھتے ہیں کہ ان کے بھائی محمد یعقوب صاحب سخت بیمار ہیں۔ سب بھائیوں کی خدمت میں التماس ہے کہ ان کی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا | مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم | ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست | بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام | دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او با شیر شد اندر بدن | جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام | ہر نبوت را بروشد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست | زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود | آں نہ از خود از ہماں جائے بود

ہفتہ میں دو بار یکشنبہ و چہارشنبہ کو شائع ہوتا ہے +

اخبار پیغام صلح

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما ازو یابیم ہر نور و کمال | وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست | ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک و ز خبرہائے معاد | ہر چہ گفت آں مرسل رب العباد
آں ہمہ از حضرت احدیت است | منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق ماندہ است | منکر آں ہور دلعنت خدا است
معجزات انبیائے سابقیں | آنچہ در قرآں بیانش بالیقیں
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست | ہر کہ انکارش کند از اشقیاست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب | نزد ما کفر است و خسران و تباب

قیمت سالانہ صہ ششماہی ۸ سہ ماہی ۴

طلبار سے سالانہ ۴

جلد ۱۳ | منہ المسیح لاہور۔ یوم چہارشنبہ مورخہ ۳۰ ذوالحج ۱۳۴۳ھ ہجری مطابق ۲۲ جولائی ۱۹۲۵ء | نمبر ۱۳۷

خط و کتابت ممالک غیر

ٹرینیڈاڈ

برادر سید رحمت علی صاحب لکھتے ہیں۔ میرے خط سے یہ معلوم کر کے آپکو خوشی ہوگی کہ آپ کی کوششوں سے اسلام ہر جگہ ترقی پا رہا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیشہ صادقوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ گو میں غریب ہوں لیکن اخلاص سے بھرا ہوا دل رکھتا ہوں۔ میں ہر طرح انجمن کی امداد میں کوشش کرتا رہوں گا۔ اور خدا و رسول کے احکام کا پورے طور پر پابند رہوں گا خدا کے فضل سے بہت سے لوگ جماعت احمدیہ میں شامل ہو رہے ہیں۔ براہ مہربانی مجھے پیغام صلح باقاعدہ بھیجا کریں اور اس کے سالانہ چندے سے اطلاع دیں۔ برادر دکھل حسین صاحب تبلیغ کا کام بڑی سرگرمی سے کر رہے ہیں۔ جملہ برادران کو السلام علیکم

جزیرہ نمائے بلدیا

برادر محمد علی صاحب لکھتے ہیں کہ: ہدایات بیعت کنندگان پہنچ گئی ہیں۔ میں انشاء اللہ جہانتک میری وسعت ہے باقاعدہ ادا کرتا رہوں گا۔ اور حضرت مسیح موعود کی تعلیم پر پورے طور سے کاربند رہونگا۔ لائٹ کے تین خریداروں کا چندہ ارسال کرتا ہوں۔ میں لوگوں میں تبلیغ کر کے اُن کی غلط فہمیاں دور کرتا ہوں۔ خدا تعالےٰ ہماری کوششوں کو ضرور بار آور کرے گا۔ اور اسلام کی سچائی کو دنیا میں پھیلا دے گا۔

علاقہ سیرالیون (مغربی افریقہ)

برادر عبدالعزیز صاحب لکھتے ہیں کہ: آپ کا محبت سے بھرا ہوا ۱۷ اپریل کا خط ملا جس میں آپ نے میری اور دوسرے بھائیوں کی خیریت دریافت کی ہے۔ میں نے اُس محبت اور اخوت کا اندازہ لگانے میں غلطی نہیں کی جو اس سلسلہ میں شمولیت سے آپس میں پیدا ہو جاتی ہے اور الفاظ اس کے بیان سے قاصر ہیں۔ انجمن کی ترقی کے لئے ہم سب بھائی دل و جان سے کوشاں ہیں حضرت امیر و دیگر برادران سلسلہ کی خدمت میں ہماری طرف سے السلام علیکم عرض کر دیں میری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمارے سلسلہ کو بہت بہت ترقی نصیب کرے۔ تاکہ ہماری جماعت خدمت اسلام کے لئے پوری پوری جد و جہد کر سکے۔ چونکہ ہماری جماعت کا اصل مقصد اشاعت اسلام ہے۔ اس لئے ہماری جماعت کا ہر ایک فرد عیسائیوں اور دیگر غیر مسلموں میں اسلام کے پھیلانے میں مصروف ہے۔ ہمیں اب محض بچاؤ کا پہلو چھوڑ کر اسلام کی اشاعت کے لئے غیر اقوام میں جارحانہ پیشقدمی کرنی چاہیئے۔ لیکن

افسوس کہ یہاں کے عام مسلمان اس فرض سے بالکل غافل ہیں۔ اس ملک میں جہاں کے لوگ نہایت پستی کی حالت میں ہیں۔ اشاعت اسلام کا کام خوب ترقی کر سکتا ہے۔ اور اگر ہماری جماعت ایک لائق مبلغ یہاں بھیجے۔ تو وہ مفید کام کر سکتا ہے یہاں بہت سے عیسائی ہیں جو دل سے تو مسلمان ہیں لیکن مسلمانوں کی حالت دیکھ کر اظہار کی جرأت نہیں کر سکتے۔ ایک بار سوخ مبلغ کے آجانے سے وہ بآسانی اعلان اسلام کر دیں گے۔ امید ہے کہ ہماری انجمن اس بارہ میں کوئی عملی قدم اٹھائے گی یہاں آدمی بھیج دینے سے کسی قسم کا پچھتاوا نہیں ہوگا۔ میں نے یہاں کے معززین سے اس بارہ میں گفتگو کی ہے۔ اور چند ایک نے انجمن کی اخلاقی اور مالی امداد دینے کا وعدہ بھی کر لیا ہے۔ ذیل کے رؤسا سے خط و کتابت کر کے ان کی رائے بھی دریافت کر لیں مسٹر امین اور سردار اعظم صوبجات متوسط۔ یہ سردار بڑا سرگرم عیسائی تھا لیکن اب مسلمان ہو گیا ہے۔ اور جب سے مسلمان ہوگیا ہے اس کی حالت میں بڑا تغیر پیدا ہو گیا ہے۔ اور ہر وقت ہمیں مبلغین اسلام دعوت پڑے دوسرے پادریوں کے ساتھ ہی مدعو کیا۔ اور دوبارہ عیسائی ہو جانے کیلئے کہا جس کا اُس نے نہایت مختصر جواب دیا۔ کہ اب مجھے وہی بنا لے جو میں ہوں۔ اس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ کوئی آدمی جب مسلمان ہو جاتا ہے۔ تو پھر اُس کا اسلام سے خارج ہونا بڑا دشوار ہو جاتا ہے۔ حالانکہ یہاں ہمارے مبلغ کوئی بھی نہیں۔ باوجودیکہ عیسائی فرقوں کے سات مشن یہاں کام کر رہے ہیں تاہم وہ روز بروز کمزور ہوتے جا رہے ہیں۔ اور عیسوی مذہب کی کمزوریوں کا عام چرچا ہو رہا ہے۔ امید ہے آپ [illegible] ہلاکت سے بچ جائیں۔ آپ کے جواب کا نہایت بے تابی سے انتظار رہیگا۔

(نوٹ) جس رئیس اعظم کا اس خط میں ذکر ہے۔ وہ گذشتہ سال سے جماعت احمدیہ میں شامل ہو چکا ہے اور اپنے علاقہ میں جماعت کی ترقی اور اشاعت اسلام کے لئے بڑی کوشش کر رہا ہے۔

جنوبی نائیجیریا (مغربی افریقہ)

برادر ستھد صاحب لکھتے ہیں کہ:۔ آپ کا خط ۱۷ مارچ ملا جس کے لئے مشکور ہوں۔ نیز اُن کتابوں کے لئے بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں جو آپ نے مجھے بھیجی ہیں مجھے یہ خیال ہی نہ تھا۔ کہ جماعت احمدیہ میں دو فریق ہو چکے ہیں۔ یہ قدرتی بات ہے کہ دنیا کے سب مذاہب میں تفرقہ چلا جاتا ہے۔ آپ کی کتابیں پڑھ کر مجھ پر اصل حقیقت اختلاف کی واضح ہوگئی۔ میں اپنے مذہب کا پختہ طور پر پابند ہوں اور اُس کے لئے جان دے دینا بھی فخر سمجھتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود کی جو تعلیم آپ پیش کرتے ہیں مجھے اس سے پورا پورا اتفاق ہے۔ مسلمانوں کو کافر کہنے سے بڑھ کر اور کوئی گناہ نہیں ہو سکتا۔ میں اس امر پر پورے طور سے غور کر کے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ کہ آپ کی تعلیم عین اسلام ہے۔ اور

میں اپنی طاقت کے مطابق اُن تمام غلط فہمیوں کو دور کرنے کی کوشش کرونگا۔ جو حضرت مسیح موعود کے بارے میں فریق ثانی نے پھیلا رکھی ہیں۔ چونکہ مجھے آپ سے پورا پورا اتفاق ہے اس لئے میں آپ کے سلسلہ میں بیعت کرتا ہوں۔

شمالی نائیجیریا (مغربی افریقہ)

برادر عبدالرحمٰن صاحب نو مسلم لکھتے ہیں کہ: ۵ و ۱۰ مارچ کے ہر دو خطوط پہنچے۔ میں سند تعیناتی بطور احمدیہ مسلم مشنری برائے ملک نائیجیریا کی رسید پہلے بھیج چکا ہوں۔ مجھے اس بات سے بہت خوشی حاصل ہوئی۔ کہ انجمن نے میرے ہر دو مضامین کو جو میں نے یہاں کے اخبارات میں چھپوائے تھے۔ پسندیدگی کی نظر سے دیکھا ہے میں آئندہ کے لئے اڈیٹران اخبارات کے ساتھ انتظام کر رہا ہوں۔ کہ وہ میرے مضامین کو جو اسلام کو اپنی اصلی اور صحیح حالت میں پیش کرتے ہیں اپنے اخبارات میں باقاعدہ جگہ دیا کریں۔ اگر وہ اسے منظور کر لیں۔ تاہم چونکہ وہ غیر مسلم ہیں۔ اس لئے قدرتاً وہ مخالف اسلام ہیں۔ لیکن جب تک میں اپنا اخبار جاری نہ کر سکوں تب تک اسی کمزور سہارے کے ذریعہ سے کچھ خدمت اسلام کرتا رہوں گا۔ اللہ تعالےٰ پر یقین رکھتا ہوں۔ کہ وہ میری مدد فرمائے گا۔ گو یہاں کئی دولتمند مسلمان ہیں۔ لیکن موجودہ حالات میں اُن سے کسی مالی امداد کی توقع نہیں ہو سکتی۔ جب میرا اپنا اخبار جاری ہو کر کچھ خدمت اسلام کرے گا۔ تو خود بخود لوگوں کی طبائع امداد کی طرف راغب ہو جائیں گی۔ فی الحال لائٹ کی طرز پر ایک اخبار کا جاری کرنا ضروری ہے۔ یہاں کے لوگ مجھے بطور ایک جرنلسٹ اچھی طرح [illegible] کام اور شغل رہا ہے مگر میں نے روپیہ کی کمی کے باعث عارضی طور پر چھوڑ رکھا ہے [illegible] اسلامی اخبار نہیں۔ اس لئے مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کے لئے ایک اخبار کی سخت ضرورت ہے۔ فی الحال میں صد پونڈ ابتدائی اخراجات کے لئے جمع کرنے کی فکر میں ہوں۔ جس سے چھ ماہ کے اخراجات پورے ہو جائیں گے۔ اس کے بعد امید ہے انشاء اللہ مسلمان نائیجیریا مجھے ہر طرح سے امداد دے کر اخبار کے اخراجات کو سنبھال لیں گے۔ مجھے اپنے ہم وطنوں کا تجربہ ہے کہ جب کوئی مفید کام شروع کر دیا جائے۔ تو پھر وہ امداد میں کمی نہیں کرتے۔ صرف کام کی ابتدا کرنے سے ڈرتے ہیں۔ میں انشاء اللہ یورپین لوگوں میں اشاعت اسلام کا خاص خیال رکھوں گا۔ میں جانتا ہوں کہ کئی یورپین دل سے مسلمان ہیں لیکن اپنے اقتدار کے قیام کے لئے وہ علی الاعلان اظہار اسلام نہیں کرتے۔ میرا ارادہ ہے کہ یہاں سے فارغ ہو کر میں رخصتیں خرطوم میں جا کر گذاروں۔ آپ تسلی رکھیں کہ میں انشاء اللہ خدا کی مدد کے بھروسہ پر اسلام کی خدمت کے لئے قلمی جہاد جاری رکھونگا۔ کیونکہ یہی ایک چیز ہے جس سے مجھے محبت ہے۔ اور میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالےٰ مجھے اس اہم کام میں کامیاب کرے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۳ - ۳۰ ذوالحجہ سنہ ۱۳۴۳ نمبر ۳۰

آل مسلم پارٹیز کانفرنس اور جماعت احمدیہ

علماء دیوبند اور جمعیۃ العلماء ہند کی ناکامی

اب تو تھوڑے ہی رہ گئے دجال کہلانے کے دن

آل مسلم پارٹیز کانفرنس کی مختصر روئداد کسی دوسری جگہ ہدیہ قارئین کرام ہو چکی ہے جیسا کہ قبل ازیں اطلاع دی جا چکی ہے اس کانفرنس میں جماعت احمدیہ کو بھی شمولیت کی دعوت دی گئی تھی۔ اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی طرف سے چار نمائندے کانفرنس میں شامل تھے قادیان سے بعض بعض حضرات تشریف لائے تھے لیکن امرتسر پہنچکر ہمیں معلوم ہوا کہ علمائے دیوبند اور جمعیۃ العلماء ہند نے منتظمین کانفرنس کو یہ لکھا ہے کہ جماعت احمدیہ کی شمولیت کی صورت میں وہ اس کانفرنس میں شامل نہ ہوں گے ان کی ان چٹھیات کی نقول کانفرنس سے پہلے ہی اشتہارات کی صورت میں شائع ہو چکی تھیں جن کا مقصد صرف یہ تھا کہ کانفرنس کسی طرح کامیاب نہ ہو سکے اور مسلمانوں کی اصلاح و تنظیم کا کام علماء کے غیر مصلح ہاتھوں سے نکلکر بعض درد دل رکھنے والے اصحاب کے قبضہ میں نہ چلا جائے۔

تاہم ہماری جماعت کے نمایندوں نے یہی پسند کیا کہ کسی نہ کسی طرح کانفرنس کو ان کے پاک مقاصد میں کامیاب بنانے کی کوشش کی جائے اور کوئی ایسی صورت پیدا نہ ہو کہ جس سے مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق پیدا ہونے کی بجائے تفرقہ و انتشار کی خلیج زیادہ وسیع ہو۔ اس خیال کو پیش نظر رکھ کر انہوں نے سید غلام بھیک صاحب نیرنگ اور ڈاکٹر سیف الدین صاحب کچلو کی خدمت میں یہ التجا کی کہ آپ ہماری وجہ سے تفرقہ کی خلیج کو نہ بڑھائیے۔ ہم بہرحال ایک کام میں مشغول ہیں جس کو ہم انشاء اللہ پوری مستعدی کے ساتھ کرتے رہینگے اور آپ کے کاموں میں نہ پہلے کبھی مزاحم ہوئے ہیں نہ آئندہ ہونگے بلکہ جب ضرورت پیش آئیگی اس میں حتی الوسع امداد دینگے اسلئے ہمیں چلے جانے کی اجازت دیجئے اور علمائے کرام کو آپ بلوا لیجئے لیکن ہر دو اصحاب نے اس بات کو قطعاً ناپسند کیا اور یہ مناسب نہ سمجھا کہ آل مسلم پارٹیز کانفرنس کے وسیع مفہوم میں سے احمدیہ مسلم پارٹی (مسلمان فرقہ احمدیہ) کو خارج کر کے علٰحدہ کر دیا جائے۔

اسپر جمعیۃ العلماء ہند اور دیوبندی حضرات کو اعتراض تھا کہ جماعت احمدیہ کو اس کانفرنس میں شریک کرنا گویا اس بات کو تسلیم کر لینا ہے کہ وہ مسلمان ہے اور اس وجہ سے مسلم پارٹیز میں داخل ہے چنانچہ مولوی حبیب الرحمٰن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے اپنے ایک مکتوب میں لکھا ہے کہ:۔

> "اس میں شک نہیں کہ ان (احمدیوں) کو دعوت ... مسلمان سمجھا گیا۔ اور نہ صرف سمجھا گیا بلکہ انکی تبلیغ کی جاتی ہے اور یہ جلسہ ان کے مسلمان ہونے کے لئے رجسٹری کا حکم رکھتا ہے۔"

ایسا ہی مولوی احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ العلماء ہند نے لکھا کہ

> "ان کو (احمدیوں کو) دعوت دینا ان کے اسلام کا سرٹیفکیٹ ہے۔"

یہ بات ان حضرات کو کسی طرح گوارا نہ تھی اور اسی وجہ سے انہوں نے بار بار لکھا کہ:۔

> "اسلام اور مرزائیت ہرگز جمع نہیں ہو سکتی۔ اور اس وجہ سے علمائے حقانی کے ذمہ دار اس اجتماع پر انکار شدید کرنا فرض ہے اور جماعت دیوبند اس فرض کو ادا کرنا ضروری سمجھتی ہے۔ (مکتوب مولوی حبیب الرحمٰن بنام ڈاکٹر کچلو)"

اور جمعیۃ العلماء نے یہاں تک لکھ دیا کہ:۔

> "اب یہ فیصلہ آپ پر ہے کہ آل مسلم پارٹیز کانفرنس میں ہندوستان کے علماء کی شرکت زیادہ بہتر ہے یا لاہوریوں اور قادیانیوں یا اہل قرآن وغیرہ کا وجود و شرکت زیادہ مفید و اہم ہے" (مکتوب مولوی احمد سعید خان بنام سید غلام بھیک صاحب نیرنگ)

ان حضرات نے غالباً یہ سمجھا تھا کہ ان کی مولویانہ دھمکیوں سے ارباب کانفرنس ڈر جائیں گے اور احمدیوں کو باہر ... کانفرنس سے باہر نکالدینگے۔ ورنہ کانفرنس کی ناکامی میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔ انہیں معلوم نہ تھا کہ ارباب بصیرت کے دلوں سے اب ان کا تسلط اٹھ چکا ہے اور وہ اس بات کو خوب سمجھ چکے ہیں کہ احمدیوں کا کفر مولویوں کے بغض و تعصب سے بڑھکر کوئی حقیقت نہیں رکھتا یہی وجہ ہے کہ ارباب کانفرنس نے ان علماء کی ان بار بار دھمکیوں اور احتجاج اور خود جماعت احمدیہ کی اس آمادگی کے باوجود کہ وہ کانفرنس سے علٰحدہ ہونے کے لئے تیار ہیں۔ ہمارے نمائندوں کو شریک کر کے بقول مولوی حبیب الرحمٰن اس جماعت کے مسلمان ہونے کی رجسٹری کر دی۔ اور بقول ناظم جمعیۃ العلماء ان کے اسلام کا سرٹیفکٹ دیدیا اور جمعیۃ العلماء اور علماء دیوبند کی عدم شمولیت کی کوئی پروا تک نہ کی اور نہ کانفرنس کو اس سے کوئی نقصان پہنچا۔ نہ صرف یہی بلکہ کانفرنس کے انعقاد سے پیشتر محترم ڈاکٹر کچلو نے امرتسر کے ایک جلسہ عام میں وہاں کے تمام کفر باز مولویوں کو جو جمعیۃ العلماء اور دیوبندیوں کی ہمنوائی میں مصروف تھے۔ پوری طرح سے لتاڑے اور صاف طور پر ان سے کہا کہ جب کبھی اسلام کے لئے امداد کی ضرورت ہوتی ہے آریوں وغیرہ سے کوئی مناظرہ پیش آتا ہے تو احمدیوں کو تم لوگ نمائندہ بنا لیتے ہو۔ اور ان سے خدمت اسلام کا کام لے لیتے ہو لیکن ضرورت کے رفع ہونے پر پھر انہیں کافر کہنے لگ جاتے ہو۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی اسی تقریر میں یہ بھی ان سے کہا کہ تم دیکھنا کہ وہ وقت آتا ہے جب تم میں سے ایک ایک کو مسجدوں سے پکڑ کر باہر نکالا جائے گا تاکہ تمہیں مسلمانوں میں تفرقہ اور انتشار پیدا کرنیکا موقعہ نہ ملے۔

ڈاکٹر صاحب کچلو کے ان پاکیزہ خیالات اور منتظمین کانفرنس کے رویہ کے ہم تہ دل سے ممنون ہیں۔ انہوں نے جو طریق اختیار کیا ہے اور جو عظیم الشان کام اپنے سامنے رکھا ہے وہ فی الحقیقت مسلمانوں کے لئے از حد مفید ہے جب تک آجکل کے نام نہاد مولویوں کا تسلط مسلمانوں کے دلوں پر قائم ہے اسوقت تک موجودہ قعر مذلت سے باہر نہیں نکل سکتے اس تسلط کو اٹھانے کے لئے ایسی ہی جرأت کی ضرورت ہے جس کا اظہار ارباب کانفرنس نے کیا ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ وہ دن دور نہیں جب مسلمانان ہند متحدہ اور متفقہ مساعی سے کام لیکر شاہراہ ترقی پر دوش بدوش چلنے لگیں گے۔ آخر میں اسقدر بتا دینا ضروری ہے کہ جمعیۃ العلماء اور علمائے دیوبند کے مشتہرہ خطوط کے جواب میں ایک اشتہار سکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے بھی شائع کیا گیا جس میں اس الزام کا کہ حضرت مسیح موعود نے نبوت کا دعوی کیا تھا۔ حضرت موصوف ہی کی تحریر سے جواب دیتے ہوئے ارکان کانفرنس کو یہ بتایا گیا کہ جمعیۃ العلماء وغیرہ کا یہ کہنا کہ وہ احمدیوں کو کافر سمجھتی ہے اسلئے ان کے ساتھ شرکت اختیار نہیں کر سکتی اس کے سابقہ طرز عمل کے صریحاً خلاف ہے کیونکہ اس سے پیشتر وہ متعدد مواقع پر جماعت احمدیہ کے مبلغین سے کام لیکر آریوں سے مناظرات کے موقعہ پر ان کو اپنا نمائندہ بنا کر عملاً شرکت اختیار کر چکی ہے بلکہ خود مولوی احمد سعید ناظم جمعیۃ العلماء کی چٹھی موجود ہے جس میں انہوں نے جمعیت کے شعبہ حفاظت و تبلیغ اسلام کی طرف سے یہ درخواست کی ہے کہ مولوی عبدالحق صاحب کی خدمات دو سال کے لئے جمعیت کو دیدی جائیں۔ اس اشتہار نے جو بجنسہ کسی دوسری جگہ ہدیہ قارئین کرام ہے جمعیت کی اصل حقیقت کو اصحاب کانفرنس پر منکشف کر دیا اور انہوں نے یہ معلوم کر لیا کہ جمعیت کی موجودہ اشتہار بازی محض نفسانیت اور بغض و تعصب کا نتیجہ ہے اور اسکا منشاء ایک طرف اگر احمدیوں کو کانفرنس سے نکلوانا ہے تو دوسری طرف خود کانفرنس کو بھی اپنے مقاصد میں ناکامیاب ثابت کرنا ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ ان ہر دو مقاصد میں علماء کی ان دو بڑی جماعتوں کو ایسی سخت ناکامی نصیب ہوئی ہے کہ جس کی انتہا نہیں۔ جماعت احمدیہ اسپر جس قدر فخر و ناز کرے بجا ہے ایک وہ وقت تھا کہ تمام مسلم دنیا چھوٹے سے لیکر بڑے تک اور عالم سے لیکر جاہل تک کافر کا خطاب ہمیں دیتا اور ہم سے مقاطعہ کرنا ضروری سمجھتا تھا لیکن آج یہ عالم ہے کہ خدا کے فضل سے مسلمانوں کا ایک بڑا سنجیدہ اور فہمیدہ گروہ علماء کی ضد اور اصرار اور ان کی سخت ترین مخالفت کے باوجود خدا کے مامور کی اس جماعت کو مسلم پارٹیز میں شامل سمجھتا اور ان کے اسلام پر مہر تصدیق ثبت کرتا ہے۔ انشاء اللہ وہ وقت بھی آئے گا جب ان علماء کو چار و ناچار متفقہ طور پر یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ یہی جماعت فی الحقیقت اسلام کی سچی نمائندہ ہے بلکہ ہم تو اس وقت کے متوقع ہیں جب وہ حضرت مسیح موعود کی صداقت کو تسلیم کر کے خود اس جماعت کے اندر آ جائیں۔ یہ وقت اب بہت دور نہیں لیکن اسکے لئے ہماری طرف سے زبردست مساعی کی ضرورت ہے۔ ہمیں جہاں تک ہو سکے علماء کی غلط فہمیوں اور غلط بیانیوں کو دور کرنے کے لئے اپنے لٹریچر کو بہت کثرت سے پھیلانا چاہیے اور حضرت مسیح موعود کی اپنی تحریرات کو کثرت سے شائع کر کے علماء اور عوام الناس کے ہاتھوں میں پہنچا کر آپ کی اصل حیثیت اور دعوی کو ان پر واضح کرنا چاہئے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اسلام کی اشاعت اور حفاظت میں بیش از بیش مستعدی اور ہمت سے کام لینا چاہیے یہی فی الحقیقت تمام غلط فہمیوں کو دور کرنے کا اصل ذریعہ ہے ہمارے کاموں اور خدمت اسلام ہی کو دیکھ کر لوگ ہماری طرف متوجہ ہوں گے اور اب تک اسی ذریعہ سے راغب ہوئے ہیں حضرت مسیح موعود اس مشن کو لیکر آئے تھے کہ ہم خدمت اسلام میں اپنے آپ کو ہمہ تن منہمک کریں اگر ہم نے اس میں ذرا بھی کوتاہی کی تو ہمارا بنا بنایا اثر اور اقتدار سب زائل ہو جائیگا اور نہ صرف دنیا کی نظروں میں بلکہ خدا کے نزدیک بھی ہم اس کے جوابدہ ہوں گے۔

اسلام کی سیاسی اور مذہبی تعریف

آل مسلم پارٹیز کانفرنس میں جناب میاں محمود احمد صاحب کی طرف سے ایک ٹریکٹ تقسیم ہوا تھا جس کا نام ہے "آل مسلم پارٹیز کانفرنس کے پروگرام پر ایک نظر" اس ٹریکٹ میں میاں صاحب نے کانفرنس کے غور کے لئے بعض تجاویز پیش کی ہیں۔ لیکن ان سب تجاویز کی بنیاد ایک ایسی بات پر ہے جسکو حیرانی اور تعجب کے بغیر نہیں دیکھا جا سکتا۔ آپ فرماتے ہیں کہ

> "اسلام کی اس زمانہ میں دو تعریفیں ہیں۔ ایک مذہبی۔ اور ایک سیاسی۔ مذہبی تعریف ہر ایک شخص کے اختیار میں ہے۔ وہ جو چاہے تعریف کرے۔ اور اس کے مطابق جسکو چاہے کافر بنائے۔ اور جسکو چاہے مسلمان۔ کسی کا حق نہیں کہ اس پر اس سے ناراض ہو۔ گو ہر ایک کا حق ہے کہ اس کو اگر وہ غلطی پر ہے سمجھائے۔ دوسری تعریف سیاسی ہے۔ اور یہ تعریف کوئی فرقہ خود نہیں کر سکتا بلکہ یہ تعریف اسلام کا لفظاً و معناً انکار کرنے والے لوگ کرتے ہیں اور کر سکتے ہیں۔ ...... دیکھنا یہ ہے کہ سیاسی معاملات میں ہندو اور سکھ سنیوں اور شیعوں سے کیا معاملہ کرینگے۔ کیا سنیوں کے شیعوں کو کافر کہنے کے سبب سے ہندو لوگ سنیوں اور شیعوں سے الگ الگ قسم کا معاملہ کریں گے یا نہیں وہ جو کاروائی ایک قوم کے خلاف کرینگے وہی دوسری کے خلاف بھی کرینگے۔ پس سیاستاً ان کے مفاد ایک ہیں جن کو اسلام کا لفظ حاوی ہے۔"

بالفاظ دیگر یوں کہنا چاہیے کہ اسلام کی جامع و مانع تعریف کوئی نہیں۔ مذہبی طور پر ہر ایک فرقہ جو چاہے تعریف کر سکتا ہے۔ گویا ہر فرقہ کے نزدیک مسلمان اور کافر کی تعریف الگ الگ ہے۔ اور سیاسی طور پر جسکو ہندو اور کافر مسلمان سمجھیں وہی مسلمان ہے۔ کوئی ایسی تعریف اسلام کی پیش نہیں کی جا سکتی جس پر سب مسلمانوں کا اتحاد ہو۔ ہم دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ اگر مثلاً آج کوئی غیر مسلم یہ سوال کرے۔ کہ اسلام کس بات کا نام ہے سارے ہر ایک فرقہ سے وہ اس سوال کو جا کر پوچھے تو اسے کیا جواب دیا جائے گا۔ میاں صاحب کے اصول کے مطابق ہر فرقہ اپنے اپنے نقطہ نگاہ سے اسلام کی الگ الگ تعریف کرے گا۔ جو بجائے تسلی کے اس کے لئے پریشانی اور مصیبت کو بڑھانیوالا ہوگا۔ یوں تو عیسائی بھی آج کہتے ہیں۔ کہ اصل اسلام وہ ہے۔ جسکو ہم مانتے ہیں یعنی الوہیت مسیح اور اس لحاظ سے سچے مسلمان ہم ہی ہیں۔ اس لئے ایک ایسا شخص جو معلوم کرنا چاہتا ہے۔ کہ اسلام کیا ہے۔ ممکن ہے کہ عیسائیوں ہی کی تعریف کو صحیح سمجھ لے۔ اور انہی کا نام سنا اسلام قبول کرے۔ اس کو بھی چھوڑ کر اگر یہ صحیح ہے کہ میاں صاحب اپنے مخصوص عقیدہ کو اسلام کی بنیاد ٹھیرا سکتے ہیں۔ اور شیعہ۔ سنی۔ دیوبندی۔ بریلوی اور اہلحدیث وغیرہ اپنے اپنے مخصوص عقائد کو۔ تو ایک ایمان لانے والے کو یہ تسلی کیونکر ہو سکتی ہے۔ کہ جن عقائد کو اس نے قبول کیا ہے۔ فی الواقعہ وہی اسلام ہے۔ اور دوسرے فرقوں نے جسکو اسلام سمجھا ہے وہ اسلام نہیں

آریہ سماجی اصولوں پر ایک نظر

چودھری سردار خاں صاحب کے قلم سے

ویدک دھرم اور مذہبی رواداری

آریہ سماجیوں کی طرف سے اکثر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اسلام مذہبی رواداری کا دشمن ہے۔ مگر جن لوگوں نے اسلام کا مطالعہ کیا ہے وہ اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ یہ اعتراض یا معترضین جہالت کی وجہ سے کرتے ہیں یا تعصب کی بنا پر ورنہ قرآن کریم نے لااکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی یعنی دین میں کوئی زبردستی نہیں۔ کیونکہ ہدایت گمراہی سے جدا ہو چکی ہے کہکر جس بے نظیر رنگ میں مذہبی رواداری کو دنیا میں قائم کیا ہے۔ اس کو دیگر کتب مقدسہ میں تلاش کرنا عبث ہے قرآن کریم صرف انہیں لوگوں کے ساتھ جنگ کرنے کی اجازت دیتا ہے جو مسلمانوں پر پہلے حملہ کریں۔ جنگ کے ذریعہ مذہب کی اشاعت کرنے یا اختلاف مذہب کی بنا پر کسی سے دشمنی رکھنے کی تعلیم قرآن ہرگز نہیں دیتا۔ ہاں اس قسم کی تعلیم ویدک دھرم میں ضرور پائی جاتی ہے۔ چنانچہ سوامی دیانند جی منوجی مہاراج کے حوالہ سے ویدوں کی مذمت یا تردید کرنے والے کی سزا کا ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں:۔

"جو شخص وید اور عابد لوگوں کی وید کے مطابق بنائی ہوئی کتابوں کی بے عزتی کرتا ہے۔ اس ویدکی برائی کرنے والے منکر کو ذات جماعت اور ملک سے نکال دینا چاہیئے"۔ ستیارتھ پرکاش باب ۳ صفحہ ۲۵ سوامی جی اسی قسم کا ایک اور حکم لکھتے ہیں کہ:۔

"جو شخص وید اور وید کے مطابق اہل کمال کی تصانیف کی بے عزتی کرے اس کو نیک لوگ ذات سے خارج کر دیویں۔ کیونکہ جو شخص وید کی مذمت کرتا ہے۔ وہی ناستک (ملحد) کہلاتا ہے"۔

ان دونوں حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مذہبی آریہ سماجی کا یہ فرض ہے۔ کہ اگر کوئی عیسائی یا مسلمان وید یا وید کے مطابق بنائی ہوئی مہارشی سوامی دیانند جی کی تصانیف مثلاً ستیارتھ پرکاش کی تعلیمات پر اعتراض کرے یا ان کے بعض حصوں کی تردید کرکے بے قدری کرے تو وہ آریہ سماجی (بشرطیکہ وہ ایسا کرنے پر قادر ہو یا بد قسمتی سے ہندوستان میں ہندو راج قائم ہو جائے) ایسے عیسائی یا مسلمان کو کان سے پکڑ کر ہندوستان سے باہر نکال دے۔ اگر خدانخواستہ آریہ سماج کو ہندوستان میں اقتدار ملکی حاصل ہو جائے تو پھر کسی عیسائی اور مسلمان بیچارے کا کیا ذکر ہے۔ خود ان ہندوؤں کا بھی جو ویدوں سے منکر ہو بیٹھے ہیں (مثلاً دیو سماج والے) یہی حال ہو۔ سچ کہا ہے سعدی شیرازی نے

گربہ مسکین اگر پر داشتے
تخم کنجشک از جہاں برداشتے

سوامی جی نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ہندوستان میں ویدک راج قائم کرنے کے لئے آریوں کو یہ تعلیم دے گئے ہیں کہ "بے علم بے وقوف۔ ویدوں کے نہ جاننے والے جو فرائض بتلائیں ان کو کبھی تسلیم نہ کرنا چاہیئے"۔ باب ۶ دفعہ ۱۳۔ پھر آگے چلکر اسی باب دفعہ ۱۴ میں لکھتے ہیں کہ صرف وید جاننے والے ہی وزیر بنائے جائیں جس کا دوسرے الفاظ میں یہ مطلب ہے۔ کہ اگر بد قسمتی سے کسی ملک میں آریوں کا راج ہو جائے تو وہاں کبھی دوسرے مذہب وملت کا آدمی جو وید نہ جانتا ہو اور چاہے منصب وزارت کے لئے کیسا ہی قابل کیوں نہ ہو۔ ہرگز ہرگز وزیر نہیں بنایا جا سکتا۔ بلکہ یہ منصب صرف کسی وید دان آریہ ہی کو دیا جائے گا۔ واہ کیا رواداری ہے!

اس کے علاوہ سوامی جی نے مغلوب اقوام کے ساتھ جو سلوک کرنے کا حکم دیا ہے وہ آزادی اور رواداری کا گلا گھونٹنے والا ہے چنانچہ سوامی جی آریوں کو حکم دیتے ہیں کہ اگر وہ کسی دشمن پر فتح پاویں تو اس سے یہ عہد نامہ لکھوا لیویں کہ

"تم کو ہمارے حکم کے مطابق یعنی جیسی دھرم کے مطابق سیاست ملکی ہے اس کے موافق عمل کرکے انصاف سے رعایا پروری کرنی ہوگی"

کیا دوسرے لفظوں میں اس کے یہ معنے نہیں ہیں کہ مغلوب دشمن کو اس بات پر مجبور کیا جائے کہ وہ ویدک دھرم کے مطابق راج کرے چاہے وہ اس کے اپنے مذہب کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ کیا یہ حکم مذہب آزادی کو تباہ و برباد کرنے والے نہیں۔ آریہ دوستو! بتلاؤ کیا اس طریقہ کا نام زبردستی مذہب پھیلانا نہیں تو اور کیا ہے۔

خریداران صاحبان خط وکتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں

ویدک دھرم اور مساوات نسل انسانی

ہندو مذہب نے ہندوستان کے ایک کثیر حصہ آبادی یعنی شودروں کو جس چاہ ذلت میں گرا رکھا ہے اور جو وحشیانہ سلوک اس طبقہ سے دیگر ہندوؤں کی طرف سے کیا جاتا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ اس سے بڑھکر اور کیا ظلم ہو سکتا ہے۔ کہ اس گروہ کو اچھوت یعنی ناقابل مس سمجھا جاتا ہے۔ ہمارا خیال تھا کہ آج کل آریہ سماج جو اس مظلوم طبقہ کو شدھ کرکے ہندو مذہب کے حلقہ کے اندر رکھنے کے لئے کوشاں ہے تو شاید آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند جی نے اس بدبخت گروہ کے ساتھ مساوات کا سلوک کرنے کی ہدایت کی ہوگی۔ مگر جب ہم نے سوامی دیانند جی کی تصنیفات کا مطالعہ کیا تو منکشف ہوا کہ سناتن دھرمیوں ہی کا قصور نہیں بلکہ یہاں آوے کا آوہ ہی بگڑا ہوا ہے۔ سوامی جی نے بھی باین ادعائے مساوات شودروں کے متعلق جو احکام صادر فرمائے ہیں۔ وہ کس طرح منصفانہ نہیں کہے جا سکتے۔ ان کے اندر بھی ہندو مذہب کی قدامت پرستی و ظلم کشی کی جھلک صاف نظر آتی ہے اور یہ جو آریہ سماج شودروں کو شدھ کرکے آریہ سماج میں برائے نام داخل کر رہی ہے۔ وہ کسی مذہبی حکم کی بنا پر نہیں بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ اس طریقہ سے اس طبقہ کو اسلام اور عیسائیت کے حلقہ میں جانے سے روک لیا جائے۔ تاکہ ہندوؤں کی تعداد میں کمی ہوکر ان کے پولیٹیکل اغراض کو نقصان نہ پہنچے۔

سب سے پہلا حکم جو سوامی جی کی عدالت سے اس بدنصیب طبقہ کے متعلق صادر ہوتا ہے وہ یہ ہے۔

"برہمن تینوں ورن یعنی برہمن کھشتری ویش کو کھشتری کھشتری اور ویش کو۔ اور ویش صرف ویش ورن کا یگیوپویت کرکے پڑھا سکتا ہے اور جو خاندانی نیک چلن شودر ہو تو اسکو منتر سنگھتا (وید) چھوڑ کر سب شاستر پڑھائے اور شودر پڑھے لیکن ان کا اپنین (زنار بندی) نہیں کرنا چاہیئے۔ یہ رائے کئی ایک اچاریوں کی ہے۔" ستیارتھ پرکاش باب ۳ دفعہ ۲

اس عبارت میں شودروں کے متعلق دو حکم دیئے گئے ہیں ایک یہ کہ ان کو وید نہ پڑھایا جائے اور دوسرا یہ کہ ان کی زنار بندی نہ کی جائے اور آخر میں سوامی جی نے یہ ظاہر کیا ہے کہ یہ صرف میری رائے ہی نہیں بلکہ اور بھی کئی ایک عالموں کی یہی رائے ہے۔ ہم تو یہ کہینگے کہ یہ بھی غنیمت ہے ورنہ اگر خدانخواستہ ہندوستان میں کہیں انگریزوں کا راج نہ ہوتا تو خدا جانے شودروں پر کیا آفت آتی۔ ممکن تھا کہ سوامی جی بھی پرانا ویدک حکم شائع کرتے۔ اگر شودر غلطی سے وید کا منتر سن پاتے تو اسکے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈال دینا چاہیئے۔

پھر سوامی جی کھانا کھلانے کے متعلق آریوں کو یہ حکم دیتے ہیں کہ وہ چنڈول وغیرہ شودر اقوام کے ساتھ کا پکا ہوا کھانا کبھی نہ کھائیں چنانچہ سوال وجواب کی صورت میں لکھتے ہیں۔

سوال۔ کہو جی! ہر کس وناکس کے ہاتھ کی بنائی ہوئی رسوئی کے کھانے میں کیا عیب ہے۔ کیونکہ برہمن سے لیکر چنڈول تک سب کے جسم ہڈی۔ گوشت اور چمڑے کے ہیں۔ اور ایسا خون برہمن کے جسم میں ہوتا ہے ویسا ہی چنڈول وغیرہ کے۔ پھر سب آدمیوں کے ہاتھ کی پکی ہوئی رسوئی کے کھانے میں کیا عیب ہے۔

۲۷۔ جواب۔ عیب ہے کیونکہ جس طرح عمدہ چیزوں کے کھانے پینے سے برہمن اور برہمنی کے جسم میں بدبو وغیرہ نقصوں سے پاک "رج وریہ" (حیض ومنی) پیدا ہوتے ہیں۔ ویسے چنڈال اور چنڈالنی کے جسموں میں نہیں ہوتے۔ کیونکہ چنڈال کا جسم بدبو اور ذروں سے بھرا ہوا ہوتا ہے ویسا برہمن وغیرہ دونوں کا نہیں ہوتا۔ اسلئے برہمن وغیرہ دونوں کے ہاتھ کا کھانا چاہیئے۔ اور چنڈال وغیرہ نیچ بھنگی چمار وغیرہ کا نہ کھانا چاہیئے۔ بھلا جب تم سے کوئی پوچھیگا کہ جس طرح سے چمڑے کا جسم ساس ماں بہو بیٹی کا ہوتا ہے۔ اس طرح اپنی عورت کا بھی ہوتا ہے تو کیا ماں وغیرہ عورتوں کے ساتھ اپنی عورتوں کے مانند برتاؤ کرو گے تب تم کو نادم ہوکر خاموش ہی رہنا پڑے گا۔ (ستیارتھ پرکاش باب ۱۰ دفعہ ۲۷)

آریہ دوستو! سنتے ہو سوامی جی کیا ارشاد فرما رہے ہیں۔ اب بتاؤ۔ سوامی جی کی اس صریح حکم کی موجودگی تمہارے شودروں کو شدھ کرتے پھرنے اور ان کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھا لینا۔ منافقت اور مذہب فروشی نہیں تو اور کیا ہے۔ پھر ذرا اس منطق پر بھی غور کرو جو سوامی جی نے اپنے جواب میں چھانٹی ہے۔ خیال تو کرو یہ کس قسم کی لغو بات ہے کہ برہمن اور برہمنی کے حیض ومنی پاک ہوتے ہیں۔ اور شودروں کے پلید۔ اور پھر اگر ان دونوں چیزوں کا پاک ہونا جیسا کہ سوامی جی نے لکھا ہے عمدہ چیزوں کے کھانے ہی پر منحصر ہے تو بہتیرے شودر ایسے ہیں جو نام نہاد برہمنوں سے زیادہ اچھا کھاتے پیتے ہیں اور ان سے زیادہ صاف ستھرے رہتے ہیں۔ پھر ایسے شودروں کے ہاتھ سے پکا ہوا کھانا کھانے میں کیا ہرج ہے۔

الغرض سوامی جی کا استدلال نہایت ہی بودا اور کمزور ہے اصل بات یہ ہے کہ آباؤ اجداد سے شودروں کے متعلق جو حقارت کا جذبہ سوامی جی کو ورثہ میں ملا تھا۔ وہی ان تمام حقارت آمیز احکام کے شائع کرنے میں کام کر رہا تھا۔ پھر اس کے جواب میں سوامی جی نے جو مثیل بطور حجت الزامی کے پیش کی ہے۔ وہ پایۂ تہذیب سے گری ہوئی ہے اور ہرگز کسی مذہبی ریفارمر کے شایان شان نہیں۔

ان تمام مظالم کے لئے جو ہندو سوسائٹی کی طرف سے غریب شودر قوم پر توڑے جا رہے ہیں یجروید کا وہ منتر ذمہ دار ہے جس میں شودروں کو ایشور کے پاؤں سے پیدا شدہ قرار دیا گیا ہے اور جس کا آریہ سماج کی مہارشی نے بھی منہ بند کر رکھا ہے۔

"برہمن ایشور کے منہ سے۔ کھشتری بازوؤں سے ویش ران سے اور شودر پاؤں سے پیدا ہوئے ہیں۔ اسلئے جیسے منہ نہ بازو وغیرہ اور بازو وغیرہ نہ منہ ہوتے ہیں۔ اسیطرح برہمن نہ کھشتری وغیرہ اور کھشتری وغیرہ نہ برہمن ہو سکتے ہیں"

(ستیارتھ پرکاش باب ۴ دفعہ ۱۲)

جس کا صاف مطلب یہی ہے کہ ورن جنم سے ہے اور جس ورن میں پیدا ہوا ہے وہ اس میں رہے گا۔ نہ شودر ویش برہمن ہو سکتا ہے اور نہ ویش برہمن ہو سکتا ہے۔ یہی وہ مقدس منتر ہے جسکی بنا پر شودر کو ہندو مذہب میں حقیر ترین مخلوق سمجھا جاتا ہے اور جس کی بنا پر منوجی مہاراج نے منوسمرتی ادھیائے اشلوک ۹۱ میں لکھا ہے کہ شودر صرف خدمت کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اس قسم کی ہولناک تعلیم کی موجودگی میں کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ جبتک ویدک دھرم ہندوستان میں موجود ہے۔ شودروں کے ساتھ ہندو قوم کبھی نیک سلوک نہیں کریگی۔ وہ دن نہایت مبارک ہوگا جب ہندو قوم اس ظالمانہ تعلیم کو اپنے مذہب سے خارج کرکے اس مظلوم گروہ کے ساتھ برادرانہ سلوک سے پیش آئیگی۔

عطیہ برلن مسجد

جناب چوہدری غلام حسن صاحب ریٹائرڈ سٹیشن ماسٹر [illegible] نے ایکصد (۱۰۰) روپیہ برلن مسجد کے لئے بھجوایا ہے۔ جو انہوں نے چوہدری غلام حضور صاحب نمبردار چک نمبر ۳۲۲ ڈاکخانہ ٹوبہ ٹیک سنگھ سے بہ تقریب شادی خانہ آبادی چوہدری محمد اقبال پسر چوہدری غلام حضور صاحب بہ دختر چوہدری [illegible] صاحب نمبردار چک نمبر ۹۔ ڈاکخانہ بھلوال وصول کئے ہیں اسکے لئے ہر دو اصحاب کا شکریہ ہے اور دعا ہے کہ اللہ تعالے اس نکاح کو بابرکت کرے۔ ایسے نمونے قابل اتباع ہیں۔ اگر سب احباب اسبات کا خیال رکھیں اور ایسے موقعوں پر جہاں سینکڑوں روپے طرفین کی طرف سے دنیاوی طور پر خرچ کئے جاتے ہیں۔ خدا کی راہ میں بھی ایک حصہ دیدیا کریں تو انشاء اللہ طرفین کے لئے برکت اور رحمت کا موجب ہوا کرے گا۔ محمود احمد سکرٹری

بقیہ صفحہ اول

نصیب کرے اور تجھے نصرت عطا فرمائے۔

گولڈکوسٹ کالونی (مغربی افریقہ)

برادر عبلارہ صاحب لکھتے ہیں کہ :۔ میں دس شلنگ قیمت قرآن کے بھیجتا ہوں۔ براہ مہربانی قرآن شریف معہ فہرست کتب بھیج دیں۔ آپ کے مبارک کام سے ہم سب بھائیوں کو بڑی دلچسپی ہے۔ اللہ تعالے آپ کو ہر میدان میں کامیاب کرے۔

برادر آدم صاحب اسی نوآبادی سے لکھتے ہیں کہ :۔ آپ ایک ایسے شخص سے یہ خط پاکر جسے پہلے آپ سے کوئی تعلق نہیں تعجب کرینگے میرے ایک دوست نے آپ کی انجمن کے بارے میں سفارش کی ہے کہ آپ خدمت اسلام کے لئے تیار ہونے کے لئے میری امداد کرسکینگے۔ اور وہ یہی ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ میری کچھ لیاقت بڑھ جائے جس سے مجھ میں علمی مذاق پیدا ہوجائے۔ اس بارہ میں جو تجاویز آپ بتاسکیں میں مشکور ہونگا۔

ایران

اخویم مرزا محمد ابراہیم صاحب اصفہانی اپنی قوم میں اسلامی روح پیدا کرنے کے لئے بڑی کوشش کررہے ہیں۔ پادری صاحبان آپ کی جدوجہد سے بہت خائف ہیں کیونکہ ہر جگہ کے نوجوان مسلمانوں میں جناب مرزا صاحب نے عیسویت کے مقابلہ کے لئے بیداری پیدا کردی ہے جملہ انگریزی کتب اسلامی آپ نے اپنے خرچ پر منگوا کر سلطنت ایران کے قومی کتب خانہ کو مفت عطا کردی ہیں۔ اور رات دن اسی فکر میں رہتے ہیں کہ ان کے ملک سے غیر مذاہب کا اثر کم ہوکر اسلام ترقی کرے۔ اور ایرانی مسلمان دنیوی ترقی کے ساتھ ساتھ خدمت اسلام کا جذبہ بھی اپنے اندر پیدا کریں۔ آیندہ نسلیں جناب مرزا صاحب کی اس بے لاگ اور بلا معاوضہ خدمت کے لئے جو وہ اپنی قوم اور اسلام کی کررہے ہیں آپ کا نام عزت سے یاد کریں گی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالے ایسے ایسے بے غرض اور صادق خادمان اسلام ہر اسلامی ملک میں پیدا کرے۔ اور جناب مرزا صاحب کی صحت و عمر میں برکت دے اور انہیں صادق رفیق عطا کرے جو ان کے اس کام میں ان کے معاون و ممد ہوں۔ آمین

روس

ماسکو سے پروفیسر اے ایس لکھتے ہیں کہ :۔ گذشتہ انقلاب روس کے موقعہ پر جو مسلمان زار کی تین صد سالہ حکومت کے جبر کے باعث عیسائی ہوگئے تھے۔ وہ فوراً دوبارہ مسلمان ہوگئے ان کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ ہے۔ ہند کی ساری انجمنیں اتنی کثیر تعداد میں مسلمان نہیں بناسکیں۔ یہاں گرمیوں میں اٹھارہ گھنٹہ کا دن ہوتا ہے میرے ایک دوست نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں اس نے بیان کیا ہے کہ روزہ دن کے حساب سے نہیں۔ بلکہ اوسط گھنٹوں کے حساب سے ہونا چاہیئے۔ استنبول کے ترکی اخبارات لائٹ کے مضامین نقل کرتے رہتے ہیں۔

قبول اسلام

۱۹ جون کو مولوی عبدالوہاب صاحب کے ہاتھ پر بمقام ڈلہوزی مسماۃ بکاپوت بالکو لے سکنہ چمبہ قوم ہالی عمر ۱۹ سال برضا و رغبت خود بلاجبر و اکراہ اسلام قبول کیا اسلامی نام سکینہ رکھا گیا اللہ تعالے اسے اسلام پر استقامت بخشے

انجیل میں تحریف

سنہ ۱۸۹۲ء والی انجیل	موجودہ انجیل
	اس کے علاوہ سنہ ۱۸۹۲ء والی انجیل میں لکھا ہے "اے نیک استاد" مگر موجودہ انجیل میں صرف "اے استاد" لکھا ہے۔ لفظ "نیک" کو اڑا دیا گیا ہے۔ پھر سنہ ۱۸۹۲ء والی انجیل میں لکھا ہے "تو مجھے کیوں نیک کہتا ہے" مگر موجودہ انجیل میں لکھا ہے "تو مجھ سے نیکی کی بابت کیوں پوچھتا ہے"۔ ان ہر دو فقروں کے نفس مضمون میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ سنہ ۱۸۹۲ء والی انجیل میں لکھا ہے۔ نیک تو کوئی نہیں مگر ایک یعنے خدا۔ مگر موجودہ انجیل میں لکھا ہے "نیک تو ایک ہی ہے" یہاں سے لفظ "یعنے خدا" کو اڑا دیا گیا ہے۔
متی ۲۳/۱۴ (۱۴) اے ریاکار فقیہو اور فریسیو تم پر افسوس کہ بیواؤں کے گھر نگل جاتے اور مکر سے لمبی چوڑی نماز پڑھتے ہو۔ اس سبب سے تم زیادہ تر سزا پاؤ گے۔	متی ۲۳/۱۴ (۱۴) . . . . (نوٹ) اس انجیل سے یہ آیت بھی اڑا دی گئی ہے
متی ۲۷/۳۵ و ۳۶ (۵) اور اسے صلیب پر کھینچکر اس کے کپڑوں پر چٹھی ڈال کے انہیں بانٹ لیا تاکہ جو نبی نے کہا تھا پورا ہوا کہ انہوں نے میرے لباس آپس میں بانٹ لئے اور میرے لباس پر چٹھی ڈالی پھر وہاں بیٹھ کر اسکی نگہبانی کرنے لگے۔	متی ۲۷/۳۵ و ۳۶ (۵) اور اسے انہوں نے صلیب پر چڑھایا اور اس کے کپڑے قرعہ ڈالکر بانٹ لئے اور وہاں بیٹھ کے اسکی نگہبانی کرنے لگے۔ (نوٹ) اس انجیل میں "تاکہ جو نبی نے کہا تھا پورا ہوا کہ انہوں نے میرے لباس آپس میں بانٹ لئے اور میرے لباس پر چٹھی ڈالی" اڑا لیا گیا ہے۔
مرقس ۷/۱۶ (۶) اگر کسی کے کان سننے کے ہوں تو سنے	مرقس ۷/۱۶ (۶) . . . . (نوٹ) اس انجیل سے یہ آیت بھی اڑا دی گئی ہے
مرقس ۹/۲۹ (۷) اس نے انہیں کہا کہ یہ جنس سوائے دعا اور روزہ کے کسی اور طرح سے نہیں نکل سکتی	مرقس ۹/۲۹ (۷) اس نے ان سے کہا کہ یہ قسم دعا کے سوا کسی اور طرح نہیں نکل سکتی (نوٹ) اس انجیل میں لفظ روزہ اڑا دیا گیا ہے۔
مرقس ۹/۴۴ (۸) جہاں ان کا کیڑا نہیں مرتا اور آگ نہیں بجھتی	مرقس ۹/۴۴ (۸) . . . . (نوٹ) اس انجیل سے یہ آیت بھی اڑا دی گئی ہے
مرقس ۹/۴۶ (۹) جہاں ان کا کیڑا نہیں مرتا اور آگ نہیں بجھتی	مرقس ۹/۴۶ (۹) . . . . (نوٹ) اس انجیل سے یہ آیت بھی اڑا دی گئی ہے۔ واضح ہو کہ مرقس کی انجیل میں باب ۹۔ آیت ۴۳ سے لیکر ۴۹ تک یہ آیت یعنی "جہاں ان کا کیڑا نہیں مرتا اور آگ نہیں بجھتی" تین دفعہ آیا ہے۔ سنہ ۱۸۹۲ء والی انجیل میں پہلی دفعہ آیت ۴۴ میں۔ دوسری دفعہ آیت ۴۶ میں۔ تیسری دفعہ آیت ۴۸ میں آیا ہے۔ مگر موجودہ انجیل میں صرف ایک دفعہ آیت ۴۸ میں آیا ہے۔ دو آیتیں یعنی ۴۴ اور ۴۶ اڑا دی گئی ہیں۔
مرقس ۱۵/۲۸ (۱۰) تب وہ نوشتہ اس مضمون کا کہ وہ بدکاروں میں گنا گیا پورا ہوا۔	مرقس ۱۵/۲۸ (۱۰) . . . . (نوٹ) اس انجیل سے یہ آیت بھی اڑا دی گئی ہے۔
لوقا ۱۳/۳۵ (۱۱) دیکھو تمہارا گھر تمہارے لئے اجاڑ چھوڑا جاتا ہے۔	لوقا ۱۳/۳۵ (۱۱) دیکھو تمہارا گھر تمہارے ہی لئے چھوڑا جاتا ہے (نوٹ) اس انجیل میں لفظ "ہی" کا اضافہ کیا گیا۔ اور لفظ "اجاڑ" اڑا دیا گیا ہے۔
لوقا ۱۷/۳۶ (۱۲) اور دو آدمی جو کھیت میں ہوں گے ایک پکڑا اور دوسرا چھوڑ دیا جائے گا۔	لوقا ۱۷/۳۶ (۱۲) . . . . اس انجیل میں سے یہ آیت بھی اڑا دی گئی ہے۔

بقیہ صفحہ

جمعیۃ العلماء ہند اور جماعت احمدیہ

آل مسلم پارٹیز کانفرنس کو ناکامیاب بنانیکے لئے احمدیوں کی تکفیر

جمعیۃ العلماء ہند اور علماء دیوبند کی آل مسلم پارٹیز کانفرنس میں عدم شرکت کے متعلق کچھ اشتہارات شائع ہوئے ہیں جن میں خود ناظم صاحب جمعیۃ العلماء ہند اور مولوی حبیب الرحمٰن صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند کے خطوط جو انہوں نے منتظمین کانفرنس کے دعوت نامہ کے جواب میں ان کو لکھے نقل کئے گئے ہیں۔ ان خطوط میں ایک ہی بڑی وجہ عدم شرکت کی بیان کی گئی ہے کہ "کانفرنس میں انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور بھی داخل ہے اور اس کی شرکت کی صورت میں جمعیۃ کے عہدہ داروں اور ارکان کو جمعیت عاملہ نے نمایندگی کا مجاز نہیں بنایا"

اس کے ساتھ ہی مولوی عصمت اللہ صاحب کی ایک تحریک کہ اہل قبلہ کی تکفیر کو اٹھانے کا سوال سب سے پہلے ارباب کانفرنس کے پیش نظر ہونا چاہیے ذکر کرتے ہوئے یہ لکھا گیا ہے کہ

"مولوی عصمت اللہ صاحب کی اس تحریک کے بعد اس بحث کا فیصلہ نہ کرنا اور بغیر چون و چرا ان کو کانفرنس میں شریک کرنا۔ اور ان کے ساتھ شریک ہونا۔ ان کے اسلام کو تسلیم کرنے اور ان کے مسلمان ہونے کی تصدیق کر دینے کے مرادف ہے اور ظاہر ہے کہ جمہور علماء ہندوستان جو قادیانیوں اور لاہوریوں کو کافر سمجھتے ہیں اسکے لئے کسی طرح آمادہ نہیں ہو سکتے"

پھر احمدیوں کے کافر ہونے کی شہادت میں یہ الزام تراشا گیا ہے کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی رحمۃ اللہ علیہ نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور جماعت احمدیہ ان کے اس دعویٰ کے باوجود انکی حمد و ثنا کرتی ہے۔

سب سے پہلے اس آخری بات کو میں لیتا ہوں اور ذیل میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وہ الفاظ نقل کرتا ہوں جو انہوں نے جمعیت کے صدر مقام دہلی میں ۲ر اکتوبر ۱۸۹۱ء کو ایک اشتہار کی صورت میں شائع کئے اور اسی قسم کے الفاظ جامع مسجد دہلی میں کھڑے ہو کر ایک بھرے مجمع کے اندر ملفوظاً دہرائے

"اس عاجز نے سنا ہے کہ اس شہر (دہلی) کے بعض اکابر علماء میری نسبت یہ الزام مشہور کرتے ہیں کہ یہ شخص نبوت کا مدعی ملائک کا منکر بہشت و دوزخ کا انکاری اور ایسا ہی وجود جبرائیل اور لیلۃ القدر اور معجزات نبوی سے بکلی منکر ہے لہٰذا میں اظہاراً للحق خاص و عام اور تمام بزرگوں کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں کہ یہ الزام سراسر افترا ہے میں نہ نبوت کا مدعی ہوں اور نہ معجزات اور ملائک اور لیلۃ القدر وغیرہ سے منکر بلکہ میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں اور جیسا کہ سنت جماعت کا عقیدہ ہے ان سب کو مانتا ہوں جو قرآن و حدیث کے رو سے مسلم الثبوت ہیں۔ اور سیدنا اور مولانا حضرت محمد مصطفےٰ ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی۔"

حضرت میرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ آپ ہرگز ہرگز نبوت کے مدعی نہ تھے اور جو شخص آپ کی طرف دعویٰ نبوت کو منسوب کرتا ہے وہ آپ کے متعلق سخت غلط بیانی اور افترا سے کام لیتا ہے۔

رہا جمعیۃ العلماء کی احمدیوں کے ساتھ شرکت کا سوال ہم حیران ہیں کہ جمعیۃ العلماء ہند کی مجلس عاملہ نے یہ قرار داد پاس کرکے کہ آل مسلم پارٹیز میں احمدیوں کے ساتھ شرکت نہ کی جائے اپنی سابقہ طرز عمل کو کیوں نظر انداز کر دیا گیا۔ اس سے پیشتر جمعیت کی یہی مجلس عاملہ بعض اسلامی کاموں میں جماعت احمدیہ سے امداد لیکر اور ان سے امداد کی درخواست کرکے ان سے عملاً شرکت نہیں کر چکی اور انہیں عملاً مسلمان تسلیم نہیں کر چکی؟ جن دنوں میں فتنہ ارتداد زوروں پر تھا جمعیت کے شعبہ حفاظت و تبلیغ اسلام نے مولوی عصمت اللہ صاحب اور جماعت احمدیہ لاہور کے دیگر مبلغین سے کئی مرتبہ امداد لی اور متعدد مقامات پر انہیں بلاکر جمعیت کی طرف سے بیلچر کرائے اس کے ثبوت میں ذیل میں صرف ایک خط نقل کیا جاتا ہے جو جمعیت کی شاخ میرٹھ کی طرف سے ہے اور جس میں ایک مقام پر آریوں سے مباحثہ کرنے کے لئے جماعت احمدیہ کے ایک ممبر شیخ عبد الحق صاحب دہلوی کو طلب کیا گیا ہے۔

"از دفتر شعبہ تبلیغ و حفاظت اسلام جمعیۃ العلماء ضلع میرٹھ"

"مکرمی۔ السلام علیکم۔ مقام کیلی سٹیشن سکوتی ٹانڈا الابل سہارنپور پر ۱۴-۱۵-۱۶ مارچ کو مباحثہ ہوگا۔ اور بھی علماء اسلام موجود ہوں گے مگر ضرورت ہے کہ شیخ عبد الحق صاحب ہماری کانفرنس میں شریک ہوں بغیر خرچ وقت پر دیدیا جائے گا۔ آپ فرمائیں تو روانہ کر دیا جائے مگر شیخ عبد الحق کی ضرورت ہے مہربانی فرما کر شیخ عبد الحق صاحب سے منظوری کا والا نامہ روانہ کر دیجئے تاکہ انتظار نہ رہے۔ مدرس سراج الدین صاحب کل آپ سے ملاقات کرکے حالات بیان کر چکے ہیں۔ (مولانا) محمد مبارک حسین ناظم شعبہ ضلع میرٹھ۔"

اس کے علاوہ خود جمعیت کے صدر دفتر نے گذشتہ سال جماعت احمدیہ لاہور سے یہ درخواست کی کہ مولوی عبد الحق صاحب فاضل سنسکرت کی خدمات دو سال کے لئے جمعیت کو دیدی جائیں تاکہ وہ جمعیت کے لئے مبلغین کو تیار کر سکیں۔ ذیل میں ہم مولانا احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ العلماء کے اس خط سے جو انہوں نے اس بارہ میں حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کی خدمت میں لکھا چند فقرات نقل کرتے ہیں:۔

"جمعیت علماء کا تبلیغی شعبہ اس امر کا خواہشمند ہے کہ سنسکرت کی تعلیم کو عام کیا جائے اور بعض ایسے حضرات جنکی تقریر بھی صاف ہو اور مذہبی دلچسپی بھی رکھتے ہوں مجبور کئے جائیں کہ وہ سنسکرت حاصل کریں بنا بریں اس امر کی ضرورت محسوس ہوئی کہ مولوی عبد الحق صاحب جو اسوقت سنسکرت کے فاضل ہیں تعلیم کے لئے مقرر کئے جائیں لیکن چونکہ مولانا موصوف کا آپ سے تعلق ہے۔ اس لئے میں جناب کی خدمت میں یہ درخواست پیش کرتا ہوں کہ آپ مولانا موصوف کو دو سال کے لئے ہم کو مستعار عنایت کریں۔ تمام اخراجات کی کفالت ہمارے ذمہ ہوگی۔ اگر آپ کسی خاص ضرورت کیلئے مولانا کو چند یوم کے لئے کسی جگہ بھیجنا چاہیں تو ہم کو کوئی اعتراض نہ ہوگا۔"

اس سے ظاہر ہے کہ جب کبھی اور جہاں کہیں جمعیت کو حفاظت و اشاعت اسلام کے لئے جس قسم کی امداد کی ضرورت پڑی ہے وہ جماعت احمدیہ لاہور سے برابر لیتی رہی ہے۔ اور اسلام کے نازک ترین لمحوں میں جماعت احمدیہ ہی کی شرکت اسکے کام آئی ہے۔ ابھی حال ہی کا واقعہ ہے کہ متھرا میں آریہ سماج سے مقابلہ کرنے کے لئے مولوی عصمت اللہ صاحب مبلغ جماعت احمدیہ لاہور کی خدمات حاصل کی گئیں حالانکہ جمعیت کے ناظم مولانا احمد سعید صاحب خود بنفس نفیس اسی جلسہ میں موجود تھے۔ اس مباحثہ میں فریق مقابل نے جب جماعت احمدیہ کے اسلام کا سوال اٹھایا تو اسیوقت مولانا مظہر الدین صاحب (بھی) ایڈیٹر الامان دہلی نے اٹھکر یہ اعلان کیا کہ جماعت احمدیہ لاہور مسلمان ہے اور ہم ان کی خدمات تبلیغ انگلستان کا قدر کے ساتھ اعتراف کرتے ہیں۔

ہم حیران ہیں کہ مولانا احمد سعید صاحب اور کس قسم کی شرکت سے گریز کرتے اور جماعت احمدیہ کے کونسے اسلام سے منکر ہیں اگر فی الواقعہ وہ جماعت احمدیہ کو مسلمان نہیں سمجھتے تو کیا ضروری نہ تھا کہ مولانا مظہر الدین کے اعلان کی کھلے طور پر تردید کر دیتے اور یہ صاف طور پر کہہ دیتے کہ ہم ان لوگوں کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ ان کی خاموشی تائید کی مرادف تھی اور یہ صاف معلوم ہوتا تھا کہ وہ بھی مولانا مظہر الدین کے ساتھ متفق ہیں لیکن موجودہ رویہ کو دیکھکر اب یہ سمجھ میں آگیا ہے کہ یہ محض ہاتھی کے دانت تھے جو دکھانے کے لئے رکھے ہوئے ہیں۔

آخر میں یہ بھی بتا دینا ضروری ہے کہ ۱۹۲۰ء میں جب ہندوستان کے جیدہ مسلمانوں کا ایک وفد خلافت کے اقتدار کو بحال کرنے کے لئے وائسرائے کی خدمت میں گیا تھا اسوقت جمعیۃ العلماء اور علماء دیوبند کے ساتھ جماعت احمدیہ کو بھی وفد میں شریک کیا گیا اور حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب اور بعض دیگر احمدی حضرات بھی شامل تھے کیا اسوقت جمعیۃ العلماء کو یہ خیال نہ تھا کہ انکے ساتھ شریک ہونا ان کے اسلام کو تسلیم کرنے کے مرادف ہے

تعجب ہے جب ان حضرات کو کسی بڑے بڑے اسلامی کام کے لئے احمدیوں کی امداد کی ضرورت پڑتی ہے تو اسوقت ان سے شرکت بھی جائز ہو جاتی ہے ان کے اسلام کو بھی تسلیم کر لیا جاتا ہے بلکہ ان کی خدمات اسلام کو قدر کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے لیکن جب آل مسلم پارٹیز کانفرنس میں شرکت کا سوال ہوتا ہے تو ان حضرات کو یہ کسی طرح گوارا نہیں ہوتا کہ ایسے خادمان اسلام کو بھی اسلام کی ایک پارٹی سمجھا جائے۔ بات اصل یہ ہے کہ جہاں تک ہمارا خیال ہے جمعیۃ العلماء کے ایسے سوالات اور عدم شرکت کی حقیقی وجہ وہ نہیں جو ظاہر کی گئی ہے بلکہ اصلی وجوہ کچھ اور ہیں۔ جن کا حقیقی منشا آل مسلم پارٹیز کانفرنس کو ناکام کرنا ہے۔ یہ لوگ دراصل کسی طرح نہیں چاہتے کہ وہ مقدس مقصد جو اس کانفرنس نے اپنے پیش نظر رکھا ہے کسیطرح بارآور ہو سکے اور نہ اسبات کو گوارا کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی قیادت ان کے ہاتھوں سے نکلکر کسی اور کے قبضہ میں چلی جائے اسی لئے بار بار اشتہار بازی کے ذریعہ سے لوگوں کو بدظن کرنے اور کانفرنس میں شرکت سے باز رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اگر فی الحقیقت ان لوگوں کے پیش نظر اسلام کی بہبودی کا سوال ہوتا تو کم از کم اس اشتہار بازی سے کام نہ لیتے جب وہ خود یہ لکھ چکے ہیں کہ کانفرنس کے فیصلہ کردہ امور پر شرعی حدود کے اندر عمل کرنے کے لئے تیار ہیں تو پھر اس اشتہار بازی سے کیا حاصل؟ ظاہر ہے کہ اسکی غرض صرف یہ ہے کہ آل مسلم پارٹیز کانفرنس کو ہر طرح ناکام رکھنے کی کوشش کی جائے۔ احمدیوں کے کفر و اسلام کا سوال صرف ایک بہانہ ہے کیونکہ مذکورہ بالا واقعات سے صاف ظاہر ہے کہ احمدیوں کے ساتھ شرکت ان لوگوں کے دائرہ عمل میں داخل ہے۔

خاکسار

سکرٹری انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور

مورخہ ۱۸ جولائی ۱۹۲۵ء

عیسائی مشنریوں کے سکونتی مکانات

کرسچین کونسل آف بنگال کے تازہ جلسہ میں جو بمقام کلکتہ منعقد ہوا تھا۔ سکونتی مکانات کے حالات اور مسلمانوں میں مسیحی مشنریوں کے کام کرنے کا مسئلہ زیر بحث آیا۔ اول الذکر مسئلہ متعلق ریورنڈ فادر شور نے ایک رپورٹ پیش کی۔

رپورٹ مذکور مظہر ہے۔ کہ ہندوستانی عیسائیوں کا غریب طبقہ کلکتہ کے مختلف حصوں میں خصوصاً انٹالی میں جن حالات کے ماتحت اپنی زندگی بسر کرتا ہے۔ وہ ہر نقطہ نظر سے افسوسناک ہے۔ اپنی غربت کی وجہ سے وہ خراب مکانات میں زبردست جسمانی خرابی اور اخلاقی زوال کے درمیان رہتے ہیں جن کے نتائج کا آسانی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ معاملات کی ایسی حالت کی براہ راست وجہ اقتصادی اسباب ہیں۔ اور غریب طبقہ کی ان حالات سے مقابلہ کرنے کی بیچارگی کو مدنظر رکھکر ان کی اقتصادی ترقی کے خیال سے کمیٹی یہ محسوس کرتی ہے۔ کہ حقیقی ذمہ داری بڑی حد تک کرسچین کمیونٹی پر عائد ہوتی ہے۔ اور ہندوستانی عیسائی کے اس طبقہ کے لئے مکان مہیا کرنے کی سے تا بمقدور زبردست سے زبردست کوشش کرنی چاہیے تاکہ اس طرح انہیں بہت بڑے اخلاقی خطرات سے بچایا جا سکے۔

اگر اس طرح کی کوششوں کو کامیاب بنانا ہے تو ضروری ہے کہ صحیح اقتصادی اور کاروباری اصولوں پر اسے چلایا جائے اور اسے تمام حالات کی ہوشیاری کے ساتھ تحقیقات پر مبنی ہونا چاہیے۔ اور وہ طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔ جو اسی طرح مسائل میں دیگر ممالک کی طرف سے اختیار کیا جاتا ہے۔

اور اس مقصد کے حاصل کرنے کی غرض سے نیز ایک قابل عمل اسکیم تیار کرنے کے لئے کمیٹی مشورہ دیتی ہے۔ کہ اس لئے کونسل ایک خاص کمیٹی مقرر کرے۔

آل مسلم پارٹیز کانفرنس امرتسر

مختصر حالات و نتائج

آل مسلم پارٹیز کانفرنس کا اجلاس ۱۶ - جولائی پنجشنبہ کی سہ پہر کو ۴ بجے شروع ہوا - نواب محمد اسمٰعیل خان صاحب بیرسٹرایٹ لاء میرٹھ - مولانا شوکت علی صاحب کی تحریک اور متعدد دیگر اصحاب کی تائید سے صدر جلسہ قرار پائے - ڈاکٹر سیف الدین صاحب کچلو نے بحیثیت صدر مجلس استقبالیہ اپنا خطبہ پڑھا جس میں آپ نے موجودہ سیاسی صورت حالات کا مسلمانوں کی حالت کا ذکر کرتے ہوئے نقشہ کھینچا - آپ نے اپنے خطبہ صدارت میں فرقہ وارانہ نیابت کی ذمہ داری شدھی اور سنگھٹن کی تحریک پر عائد کی - اور مسلمانوں سے پرزور اپیل کی کہ وہ اپنے باہمی اختلافات اور تنازعات کو دور کر کے حصول سوراج کی جدوجہد اور ترقی اسلام کے لئے متحد ہو جائینگے - آپ نے تنظیم کے پروگرام کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے حاضرین سے استدعا کی کہ وہ تعمیر کے کام کو شروع کریں۔

اس کے بعد صدر محترم نے اپنا خطبۂ صدارت پڑھ کر سنایا جس میں تمام سیاسی و قومی جماعتوں کی موجودہ حالت پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا تھا کہ مسلمانوں کو اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ وہ باہم ملکر ایسی تدابیر اختیار کریں کہ حالات و ضروریات حاضرہ سے بہ آسانی عہدہ برآ ہو سکیں اور اپنی شایان شان ترقی کر سکیں

دوسرے روز مجلس خلافت کا اجلاس کانفرنس ہال میں ہوا جس میں تنظیم کے پروگرام کے متعلق مسلم پارٹیز کانفرنس کی متعدد نشستیں ہوئیں - چونکہ مجلس خلافت تنظیم کے پروگرام میں سے بیرونی سیاسیات کے علاوہ اندرونی سیاسیات اور مساجد و مکاتب کا اجرا اور پنچایتوں کا قیام اپنے ذمہ لے چکی تھی اسلئے کانفرنس نے ایک آل انڈیا جمعیت کے قیام کی قرارداد منظور کی جس کا منشاء یہ ہے کہ دیگر قومی و مذہبی جماعتوں کے ساتھ تصادم کے بغیر مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے تنظیم کی مختلف مدات کی تکمیل کی جاسکے اس قرارداد پر خاص جوش و مسرت کا اظہار کیا گیا مجوزہ جمعیت کے ابتدائی مراحل طے کرنے کی غرض سے ایک عارضی کمیٹی بنائی گئی جو چھبیس اراکین پر مشتمل ہے - عارضی کمیٹی کے صدر مولانا حاجی سر رحیم بخش صاحب کے - سی - آئی - ای اور معتمد ڈاکٹر سیف الدین کچلو قرار پائے ہیں - ممبران کمیٹی میں ہر خیال اور جماعت کے اصحاب شامل ہیں - یہ عارضی کمیٹی جمعیت کے قواعد و ضوابط مرتب کرے گی اور اس کا صدر مقام سردست امرتسر ہوگا۔

کانفرنس کے آخری اجلاس میں جو صاحب صدر کے تشریف لیجانے کے بعد مولانا حاجی سر رحیم بخش صاحب کے زیر صدارت منعقد ہوا قیدی موپلوں کے خاندانوں کے انڈیمن میں منتقل کئے جانے کے خلاف ایک قرارداد منظور کی گئی اور میر غلام بھیک صاحب نیرنگ کی ایک مؤثر تقریر جو حاضرین سے آمادۂ عمل ہونے کی تحریک اور دعا ہے کامیابی اور استقبالیہ کمیٹی کے اراکین اور کارکنوں کے شکریہ پر مشتمل تھی - جلسہ بخیر و خوبی اختتام کو پہنچا۔

جلسہ کے خاتمہ پر شیخ صادق حسن صاحب معتمد استقبالیہ کمیٹی نے باہر سے آنے والے تمام حضرات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اعلان کیا ابن سعود کے طرف ... اور حجاز یہ دونوں ساڑھے دس بجے کے قریب اپنا بیان کانفرنس میں پیش کرنے کے لئے تشریف لائینگے چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد دیگرے کانفرنس ہال میں پہنچے - مولانا ... و ثناء اللہ مولانا ظفر علی خان اور شیخ محمد صادق صاحب نے باری باری سید طاہر الدباغ رئیس وفد حجاز سے سوالات کئے جن کے جواب کا ماحصل صرف اسقدر تھا کہ وہ ماضی کے متعلق گفت و شنید کرنے کے لئے ہندوستان نہیں آئے ہیں بلکہ محض مستقبل کے متعلق مشورہ کرنے کی غرض سے آئے ہیں - بعد ازاں مرکزی خلافت کمیٹی کے اراکین سے ملے اخبارہ میں تمام متعلقہ کیفیت عنقریب شائع کی جائیگی - قراردادوں کی تفصیل اور عارضی کمیٹی کے ممبروں کی فہرست دیگر تفصیلات بھی بعد میں شائع ہونگی۔

اس موقعہ پر ان تمام بزرگوں کا کمیٹی اور نوجوان رضاکاروں کا شکریہ واجب ہے جنہوں نے ہمدردی محنت اور سرگرمی سے اپنے فرائض بخوبی انجام دیئے اور مہمانوں کی خاطر مدارات کو مقدم فرض جانا - بزرگان قوم کا بھی شکریہ ہے کہ وہ گرمی کے موسم میں اسقدر تکلیفیں اٹھا کر قومی مفاد کی خاطر امرتسر تشریف لائے اور اپنے قابل قدر مشوروں سے مستفیض فرمایا قوم کا فرض ہے کہ وہ مجوزہ جماعت کو کامیاب بنانے میں اور بزرگان قوم کا ان کی مساعی جمیلہ میں ہاتھ بٹانے کا پورا تہیہ کر لے کہ ہندوستان کے درماندہ مسلمان بھی زندہ قوموں کے دوش بدوش چلنے کے قابل ہوں۔

تنظیم اور خلافت

معاصر "تنظیم" راوی ہے کہ امرتسر کی مسجد خیر الدین میں مولانا محمد علی اور شوکت علی کی تقریریں ۲۰ جولائی کو ہوئیں جن میں اول الذکر نے فرمایا میرے دوستو! آج مسلمان خلافت سے پیچھے ہٹ رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ وہ سواراجیوں سے مل کر مسلمانوں کی تنظیم کریں - مگر میں ان کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ سنت اللہ و سنت الرسول کبھی نہیں بدلتی - خدا را اے میرے بھائیو اپنے آقا کی پیروی کرو - سنت مالوی کو اختیار نہ کرو - ایسی تنظیم سے کچھ فائدہ نہیں میرے ان دوستوں کو چاہئیے کہ وہ ایسے آڑے وقت میں گھبرائیں نہیں بلکہ صبر کے ساتھ کام لیں - خدا ہمارے ساتھ ہے۔

آپ کے بعد مولانا شوکت علی کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ نہ میں عالم ہوں اور نہ ساحر بیان - ہاں کام کی باتیں جانتا ہوں وہی بیان کرونگا - برادران ملت آپ نے مجھے اللہ کی دکان کا منیم بنایا - لیکن بغیر دکان چلائے گاہک پیچھے ہٹنے لگے - بے شمار ہم سے بگڑ بیٹھے - مگر میرے بھائیو تم میرا بھائی میرا ساتھ چھوڑ دے تمام دنیا بگڑ بیٹھے - میں اکیلا ہی اس خلافت کے جھنڈے کو دنیا میں بلند کر کے چھوڑوں گا - مجھے اب پھر بڑھاپے میں مستی آگئی ہے - اور میں نے خدا کی شراب پی لی ہے - ہمارے صدر ہم سے منتفی ہو کر سواراجیوں سے مل گئے ہیں - وہ ہمارے بھائی ہیں - ان کی اس روش سے جو آج مجھے صدمہ پہنچا ہے - وہ مجھ بوڑھے کے لئے بہت بڑا صدمہ ہے - مگر میں مایوس نہیں - اور کہتا ہوں کہ خلافت کی بنیاد اس شہر میں رکھی گئی اور اسی شہر میں اس کا جنازہ دفن ہوا - خدا را بھائیو ہماری مدد کرو - اور سچے اصول کو ہاتھ سے نہ جانے دو - میں نے اپنی ساری عمر میں کبھی یہ کوشش نہیں کی کہ میں اپنی الگ پارٹی بناؤں - مگر اب مجبور ہو گیا ہوں کہ بڑھاپے میں اپنی اور اپنے بھائی کی ایک الگ زبردست پارٹی بناؤں اور اپنے تمام ہمدردوں کو اس میں شامل ہونے کی دعوت دوں۔

تازہ خبریں

امرتسر ۱۹ جولائی کل شام سنٹرل خلافت کمیٹی کے برگزیدہ اراکان وفد کی صورت میں سید طاہر دباغ کی خدمت میں حاضر ہوئے نو بجے تک سوال و جواب کا سلسلہ جاری رہا بالآخر رئیس وفد حجاز کو مطلع کیا گیا کہ مسلمانان ہندوستان شریف حسین اور اس کے خاندان کے ساتھ کسی قسم کی مفاہمت کے لئے تیار نہیں - آپ اپنا معاملہ مؤتمر اسلامی کے سامنے پیش کر دیجئے فی الحال بہتر یہی ہے کہ آپ واپس تشریف لے جائیے۔

امرتسر ۲۰ جولائی - مقامی اکالی اخبارات نے نابھہ سے کیندر یا کے شہیدی جتھے کی رہائی کی تفصیل شائع کی ہے معلوم ہوتا ہے کہ نابھہ میں جو دیگر اکالی جتھے سزائیں بھگت رہے ہیں - انہیں مسائل کے انفصال کی اطلاع ابھی تک نہیں پہنچی اس لئے صدر مقام سے کسی ہدایت کے موصول ہونے بغیر وہ جیل سے باہر نکلنے میں متامل ہیں - اخبار اکالی کو جو برقی پیغام موصول ہوئے ہیں ان سے پایا جاتا ہے کہ اکالی قیدی اس بات پر مصر ہیں کہ پہلے ان کے رہنما رہا کئے جائیں۔

اخبار "ملاپ" کا مقطر راز ہے کہ کلکتہ کا پرانا اینگلو انڈین اخبار اپنا دفتر کلکتہ سے دہلی میں منتقل کر رہا ہے۔

حیدرآباد سندھ - ۱۸ جولائی - تنکار پور کے ہندوؤں کی پنچایت نے فیصلہ کیا ہے کہ بارہ سال سے کم عمر کی لڑکیوں کی شادی نہ کی جائے۔

الہ آباد - ۱۸ جولائی - انڈین آرمی کور کے سٹاف سارجنٹ اور فورٹ آرڈیننس کلب الہ آباد کے سکرٹری کو الہ آباد کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے خیانت مجرمانہ کی پاداش میں چھ ماہ قید سخت اور ایک ہزار روپیہ جرمانہ یا عدم ادائیگی کی صورت میں تین ماہ قید سخت کی سزا دی - وصولی کی صورت میں جرمانہ بطور تاوان کلب کے حوالہ کیا جائے گا - ملزم نے حسابات میں غلط اندراج کر کے دو ہزار تین سو روپیہ ہتیا لئے۔

الہ آباد - ۲ جولائی جمعیتہ الاقوام کے شعبہ حفظان صحت نے دنیا بھر کے ہیلتھ افسروں کی ایک کانفرنس جاپان میں مرتب کی ہے حکومت ہند نے اس کانفرنس میں نمائندگی کے لئے صوبجات متحدہ کے حفظان صحت کے نائب ناظم لفٹنٹ کرنل میکی آئی ایم ایس اور ڈاکٹر ڈی سوزا ایف آر سی ایس کو منتخب کیا ہے - برما کی طرف سے اغلباً ڈاکٹر جیلی شریک ہوں گے - اغلباً اس موتمر میں دنیا بھر کے ماہرین فن جمع ہوں گے اور مسئلہ حفظان صحت کے مطالعہ کے لئے دنیا بھر کے دورے کا انتظام کیا جائے گا۔

لاہور - ۱۹ جولائی - کل چاشت کے وقت وہ کھل کے برسا کہ جل تھل ایک ہو گئے - دو تین دن سے گرمی کی جو شدت ہو رہی تھی وہ فی الفور کافور ہو گئی - تمام رات ٹھنڈی ہوائیں چلتی رہیں - آج صبح سے بوندا باندی کا سلسلہ جاری ہے۔

بارہ بستی میں ایک دس سالہ لڑکا اپنے کھیت میں گوسالہ کے ساتھ کھیلنے کے مصروف تھا لڑکا بچھڑے کے گلے میں رسہ ڈالے اس کا ایک سرا اپنے ہاتھ میں تھامے حرکت کر رہا تھا کہ ایک مہیب اژدہے نے وہیں سے نمودار ہو کر لڑکے کا پاؤں اپنے منہ میں پکڑ لیا اور اسے نگلنا شروع کر دیا - تھوڑی ہی دیر میں لڑکا پاؤں سے لیکر گلے تک اس بلائے ناگہانی کے جسم میں داخل ہو گیا - اژدہا اس ثقیل غذا کو ہضم کرنے کے لئے درخت کی طرف مڑا تو رسی کی کھینچ تان سے بچھڑے کا گلا گھٹنے لگا جس پر اس نے ڈکرانا شروع کر دیا اسپر آس پاس کے دیہاتی موقعہ پر پہنچ گئے - انہوں نے رسہ توڑ کر بچھڑے کو الگ کیا - لڑکے کا ایک ہاتھ اژدہے کے منہ سے باہر تھا اس ہاتھ کو پکڑ کر لڑکے کو باہر نکلنے کی کوشش کی گئی - مگر بے سود - بالآخر انہی اوزاروں سے اژدہے کا جبڑا توڑ کر لڑکے کو زندہ باہر نکالا گیا - لڑکا زندہ ہے مگر اسکا رنگ سیاہ ہو گیا ہے۔

دہلی - ۲۰ جولائی - اطلاعات موصول ہوئی ہیں کہ یہاں سے چند میل کے فاصلہ پر جمنا ندی میں پانچ فٹ پانی اوپر چڑھ آیا ہے - جو کل تک دہلی کے سامنے پہنچ جائے گا - حکام نے ان دیہاتیوں کو متنبہ کر دیا ہے جو سب دریا کے دیہات میں آباد ہیں - بہت سی دیہات خالی کئے جا رہے ہیں۔

لندن ۱۸ - جولائی - لیڈی اور لارڈ ریڈنگ ۲۳ جولائی کو ہندوستان روانہ ہو جائینگے۔

قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

اخبار پیغام صلح

لاہور — رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

ہفتہ میں دوبار یکشنبہ و چہار شنبہ کو شائع ہوتا ہے +

قیمت سالانہ صہ ششماہی عہ سہ ماہی عہ
طلبا ر سے سالانہ للعہ

جلد ۱۲ | مدینۃ المسیح لاہور یوم یکشنبہ مورخہ ۱۴ محرم ۱۳۴۳ھ ہجری مطابق ۵ جولائی ۱۹۲۵ء | نمبر ۴۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفٰی مارا امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم
ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام
دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن
جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر و شد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست
زو شدہ سیراب سیرابی کہ ہست
آنچہ مارا وحی و ایمائے بود
آں نہ از خود از ہماں جائے بود

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما از و یابیم ہر نور و کمال
وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدا ئے قول او در جان ماست
ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک و ز خبرہائے معاد
ہر چہ گفت آں مرسل رب العباد
آں ہمہ از حضرت احدیت است
منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اند و راست
منکر آں مورد لعن خدا است
معجزات انبیائے سابقیں
آنچہ در قرآں بیانش بالیقیں
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست
ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

نامہ برلن

ایک روسی مسلمان عالم سے گفتگو

مولوی فضل کریم خانصاحب کے قلم سے

مکرمی حضرت مولانا۔ السلام علیکم ورحمتہ و برکاتہ چند دن ہوئے مجھے ایک روسی مسلمان عالم کے ساتھ گفتگو کرنے کا موقع ملا۔ آپ اوفہ کے رہنے والے ہیں۔ جو ماسکو سے دو دن کی مسافت پر واقع ہوا ہے۔ ان کا لڑکا برلن میں تعلیم حاصل کر رہا ہے۔ اس کو دیکھنے آئے ہوئے تھے۔ پتہ ملا۔ تو مسجد کی زیارت کے لئے تشریف لے آئے۔ مسجد کی خوبصورتی کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اور اس کی غیر مکمل حالت کو دیکھ کر بہت متفکر ہوئے اور افسوس کرنے لگے۔ دو ڈھائی گھنٹے تک ان سے بہت دلچسپ گفتگو ہوتی رہی۔ آپ کی زبان ترکی ہے۔ عربی اور فارسی بھی بلا تکلف بولتے ہیں۔ چنانچہ ہماری گفتگو فارسی زبان میں ہی ہوئی۔ ہمارے ہم مشرب یعنی مبلغ اسلام ہیں۔ بالشویک تحریک نہ صرف اصول ملکیت کی دشمن ہے۔ بلکہ مذہب کو بھی عام اس سے کہ وہ عیسویت ہو یا یہودیت یا اسلام۔ بیخ و بن سے اکھاڑ دینے پر تلی ہوئی ہے۔ مسلمانان روس نے تحفظ اسلام کی غرض سے ملک کے طول و عرض میں جہاں جہاں مسلمانوں کی آبادی ہے انجمنیں قائم کی ہوئی ہیں۔ یہ انجمنیں ایک دوسرے کے ساتھ ملحق ہیں۔ بلکہ ایک سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ حصول مدعا کا ذریعہ وعظ و تقریر اور اشاعت کتب و رسائل ہے۔ چنانچہ مولانا کشاف الدین ترجمانی جن کی ملاقات کا میں ذکر کر رہا ہوں اس سلسلہ کی ایک کڑی ہیں۔ یہ مبلغ اسلام ہیں۔ وعظ و تقریر بھی کرتے ہیں۔ اور ایک ماہواری رسالے کے مدیر ہیں۔ جو ان کی جماعت کی طرف سے شائع ہوتا ہے۔ مذہب کے تحفظ کی خاطر یہ لوگ بالشویکی تحریک کا مقابلہ بڑے زور سے کر رہے ہیں۔ آپ کو ہندوستان کے سیاسی حالات معلوم کرنے اور ہماری تحریک سے واقفیت حاصل کرنے کا بہت شوق تھا۔ جہاں تک ہو سکا میں نے ان کو اپنے حالات سے مطلع کر دیا حضرت مسیح موعودؑ کی دو عربی کتب میرے پاس موجود تھیں۔ اور اس میں فارسی کا ایک نسخہ یہ سب میں نے ان کی نذر کر دیا۔ کہ خود بھی دیکھیں اور اوروں کو بھی دکھائیں۔ مسئلہ ختم نبوت اور نزول ابن مریم پر گفتگو ہوئی۔ اس گفتگو کے دوران میں آپ نے ایک نہایت لطیف نکتہ بیان کیا۔ جو ہم آئے دن مسلمانان ہندوستان کے سامنے پیش کرتے رہتے ہیں۔ اور جس کی طرف سے علماء ہند آنکھوں پر پٹی باندھے ہوئے ہیں۔ نزول ابن مریم پر گفتگو ہوئی۔ اور وفات مسیح والی آیت میں نے نکال کر دکھائی۔ آپ کہنے لگے کہ ہمارے ملک میں علماء یونہی مانتے ہیں کہ مسیح آسمان پر ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ ہمارے ملک میں یہ مسئلہ عقائد اسلام میں سے نہیں۔ کوئی جیسے چاہے اس پر ایمان رکھے۔ اس مسئلہ میں اختلاف کرنے سے کسی شخص کے کفر و اسلام پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ اور سچ بھی یونہی ہے۔ کاش مسلمان ہند چشم بصیرت سے کام لیں مجھے تو ہندوستان سے آئے پانچ سال سے زیادہ کا عرصہ ہو گیا ہے لیکن اخبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ کافر سازی کا بازار نہایت خطرناک طور پر گرم ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔

خاکسار فضل کریم

قرآنی قصص ۴

اور ان پر مغربی مصنفین کے اعتراضات

حضرت خواجہ کمال الدین کے قلم سے

قرآن کریم نہ تو مجموعۂ داستان ہے نہ قصہ کہانی کی کتاب۔ اخلاق اور عبرت کے سبق سکھلانے کے لئے بعض وقت یہ کتاب حمید کسی گذشتہ قوم یا سابقہ انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ کر دیتی ہے۔ اور ان سے مفید نتائج اخذ کرتی ہے۔ ورنہ اس کتاب کا مقصد کوئی قصہ گوئی نہیں۔ انبیاء علیہم السلام میں سے بھی اسرائیلی انبیاء کا ذکر قرآن کریم نے عموماً کیا ہے۔ کتاب مجید کسی صداقت یا کسی اصول حقہ کے مبرہن کرنے کے لئے بھی گذشتہ تاریخی واقعات کا حوالہ دے دیا کرتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ قرآن کریم کے بیان کردہ بعض اسرائیلی واقعات توریت و انجیل کے مبینہ حالات سے کسی قدر مختلف ہیں۔ اس اختلاف پر بعض مغربی مصنفین نے یہ لکھا ہے کہ قرآن کریم خدا کی کتاب نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ منجانب اللہ کتاب کے واقعات مبینہ تاریخ کے مطابق ہونے چاہئیں چونکہ قرآن کریم توریت سے ان باتوں میں اختلاف رکھتا ہے۔ اس لئے قرآن کریم منجانب اللہ کتاب نہیں ہو سکتی ہے۔

توریت اور قرآن کریم

منطق تو بظاہر خوبصورت معلوم ہوتی ہے۔ لیکن مغالطے سے خالی نہیں۔ اگر تو توریت کے بیان کردہ واقعات کی صحت قابل اعتراض نہ ہو اور ہم سے دنیا کا لوحی مان لے تو پھر جو کتاب بھی توریت کے خلاف کچھ کہے وہ غلطی سے خالی نہ ہو گی۔ اور وہ لازماً خدا کی کتاب نہیں ہو سکتی۔ لیکن یہ کیسے مان لیا جائے کہ توریت کے موجودہ مجموعہ میں جو لکھا ہے وہ صحیح ہے آج کل کی تحقیق نے تو بائیبل کی صحت کو خاک میں ملا دیا۔ آج کون ہے جو بائیبل کو خدا کا کلام مانتا ہے۔ اس کے بیان کردہ واقعات تو باطل قرار دیئے جا چکے ہیں۔ اس کی تاریخی حیثیت پر کسی کو اعتبار نہیں رہا۔ دور کیوں جائیں ابھی ۱۹۱۶ء میں بمقام کنٹربری پادریوں نے بائیبل کی صحت یا اس کے من حیث المجموع منجانب اللہ ہونے پر حلف لینے سے انکار کر دیا۔ کشتی نوح کا جو نقشہ بائیبل کھینچتی ہے۔ اس پر لوگ ہنسی اڑاتے ہیں۔ اس کی بیان کردہ ماہی یونس کی داستان پر کسی کو اعتبار نہیں۔ بائیبل کی پہلی پانچ کتابیں جنہیں خمس موسٰی کہا جاتا ہے۔ وہ جناب موسیٰ کی طرف سے آج تسلیم نہیں کی جاتیں۔ موجودہ زبور کے بعض حصص تو اس قدر قابل نفرت سمجھے گئے ہیں۔ کہ بعض پادریوں نے اپنی بہنیہ عیسائی کتاب الصلوٰۃ کو اس سے لئے پھینک دیا کہ اس میں زبور کے مذکورہ حصص موجود تھے۔ مرقس کی انجیل کی آخری گیارہ آئتیں مسلمہ الحاقی تسلیم کر لی گئی ہیں۔ اسی طرح انجیل یوحنا کی وہ آیت بھی آج جعلی مانی گئی ہے۔ جس سے مسئلہ تثلیث اخذ کیا گیا ہے۔ جن کتب کا یہ حال ہو انہیں قرآن کریم یا کسی اور کتاب کے لئے معیار صحت قرار دینا کس قدر جہالت ہے۔ اس کا نام مصادرہ علی المطلوب ہے۔ یہ وہ مغالطہ منطقی ہے جس میں مغربی نقاد قرآن پڑ گئے ہیں۔

قرآن کے منجانب اللہ ہونے کا ثبوت

قرآن کریم اپنی صداقت کے لئے ایسی تقویم پارینہ کی شہادت کا محتاج نہیں۔ اس کتاب حمید کے اندر اس کی صداقت کے وجوہ بذاتہ موجود ہیں۔ فرعون کی موت کے واقعہ ہی کو لیلو یہاں بھی قرآن کریم اور توریت میں اختلاف ہے۔ دونوں کتابیں اسرائیلی خروج اور فرعون کے تعاقب موسٰی کا ایک ہی طریق پر ذکر کرتی ہے۔ لیکن فرعون کے خاتمہ کا بیان کرتے ہوئے دونوں کتابوں میں ایک بھاری اختلاف ہے۔ قرآن کریم یوں فرماتا ہے۔ حتیٰ اذا ادرکہ الغرق قال امنت انہ لا الہ الا الذی امنت بہ بنوا اسرائیل وانا من المسلمین الئن وقد عصیت قبل وکنت من المفسدین۔ فالیوم ننجیک ببدنک لتکون لمن خلفک ایۃ۔ ترجمہ جب فرعون ڈوبنے لگا۔ تو اس نے کہا کہ خدائے اسرائیل کے سوا کوئی خدا نہیں۔ اور میں اس پر ایمان لایا (خدا تعالیٰ نے فرمایا) بیشک اب (توبہ کرتا ہے) اس سے پہلے تو نافرمانی کرنے والوں اور فساد کرنے والوں میں تھا۔ ہم تیرے بدن کو آج نجات دینگے۔ اور تیرا بدن آنیوالوں کے لئے ایک نشان ہو گا۔

ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ فرعون غرق تو ہوا۔ لیکن اس کا جسم سمندر میں سے نکل آیا۔ اور اسے محفوظ کر لیا گیا۔ اور وہ ایک آئندہ وقت تک محفوظ رہیگا۔ اور آئندہ نسلوں کے لئے ایک نشان ہو گا۔ اس بیان کے خلاف بائبل کا بیان ہے۔ کتاب خروج سے یہی نظر آتا ہے کہ فرعون غرق ہوا اور اس کے بدن کو نہ سمندر نے باہر پھینکا۔ نہ وہ محفوظ کیا گیا۔

یہ اختلاف بھی ان چند اختلافوں میں سے ہے جس کی بناء پر قرآن کریم کا بیان خلاف واقعہ سمجھ کر اسے ایک انسانی کتاب قرار دیا گیا۔ لیکن یہی ایک واقعہ قرآن کریم کے منجانب اللہ ہونے کیلئے کافی ثبوت ہے۔ نہ تو بائبل اور نہ کسی اور تاریخ میں لاش فرعون کے بچنے یا محفوظ کئے جانے کا ذکر ہے۔ لیکن آج مصری آثار قدیمہ کی تحقیق نے رامیس ثانی کی ممی (یعنے مصالحوں سے محفوظ کردہ جسم) کو مصری کھنڈرات میں سے نکال لیا ہے۔ اور یہ محقق ہو گیا ہے کہ یہ وہی فرعون ہے جو جناب موسیٰؑ کے مقابل غرق ہوا۔ یہ ممی عجائب خانہ مصر میں محفوظ ہے۔ یہ تو آج کی تحقیق ہے۔ نبی کریم اگر ملہم من اللہ نہیں تو یہ اطلاع آپ کو کیسے ہوئی۔ ان آیات میں دو باتوں کا ذکر ہے۔ ایک تو جناب خمیرت ما آپ سے دو ہزار برس پہلے واقع ہوئی۔ اور ایک وہ جو آپ سے قریباً تیرہ سو برس بعد یعنی ہمارے زمانہ میں ظاہر ہوئی۔ آنحضرت صلعم کا ظہور جناب موسیٰؑ سے قریب دو ہزار برس کے بعد ہوا۔ فرعون کے غرق ہونے کا واقعہ تو نب کا ہے

باقی بر صفحہ ۵ کالم ۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۳ ۔ ۱۴ محرم ۱۳۴۴ھ نمبر ۴۷

آل انڈیا مسلم جماعت

(۱)

خلافت تنظیم اور ترک موالات

آل مسلم پارٹیز کانفرنس کی مختصر روئداد اس کی منظور کردہ تجاویز اور بعض قومی لیڈروں کا اس کے متعلق رویہ قارئین کرام کے سامنے آچکا ہے جس جوش اور سرگرمی کے ساتھ تمام اسلامی ہند نے اس کانفرنس کی تجویز کا خیر مقدم کیا تھا۔ یہانتک کہ جمعیتہ العلماء اور دیوبندی علماء نے بھی کانفرنس میں شریک نہ ہونے کے باوجود یہ صاف طور پر لکھدیا تھا۔ کہ شرعی حدود کے اندر وہ اس کے احکام کی تعمیل کے لئے تیار ہیں۔ اسی قدر افسردگی اور دلی رنج کے ساتھ مسلمانوں نے اس افسوسناک خبر کو پڑھا ہوگا۔ کہ قوم کے دو قابل قدر اور نیک نہاد فرزند اس کانفرنس کی اختیار کردہ راہ سے پرے ہی پرے رہے۔ بلکہ ان دونوں حضرات نے اس راہ پر گامزن ہونے والوں کو اب کھلا الٹی میٹم بھیج دیا ہے۔ کہ وہ بھی اب اپنی الگ پارٹی بنائینگے۔ اور حامیان تنظیم کی کھلے طور پر مخالفت کرینگے۔

جہانتک کانفرنس کی کارروائی اور اس کی منظور کردہ تجاویز کا تعلق ہے۔ ہم نہیں سمجھ سکتے۔ کہ مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی کو اس سے اس قدر عناد کیوں ہے۔ یہ خیال کہ مسلمانوں کی تنظیم کے لئے ایک نئی انجمن کا قیام دراصل خلافت کمیٹی کا جنازہ نکالنا ہے۔ ایک ایسا وہم ہے جسکی بظاہر کوئی بنیاد نظر نہیں آتی۔ دوران کانفرنس میں یہ سوال بارہا اٹھا۔ اور اس کا جو کچھ جواب دیا گیا۔ اس کو ملحوظ رکھتے ہوئے کوئی سلیم المزاج شخص علی برادران کے اس خیال کی تائید نہیں کرسکتا۔ ارباب کانفرنس نے صاف طور پر بتایا۔ کہ ہمارا مقصد ہرگز ہرگز خلافت کمیٹی پر کسی قسم کا حملہ کرنا نہیں بلکہ ہم تک کی اس سب سے بڑی انجمن کی قابل قدر خدمات کے دل سے معترف ہیں۔ لیکن خلافت کمیٹی نے جو بہت بڑا کام آج تک کیا ہے اور جسکا ایک بہت بڑا حصہ ابھی تک کرنا باقی ہے۔ وہ خلافت کا قیام انخلائے جزیرۃ العرب عالم اسلام کے تعلقات کو مسلمانان ہند کے ساتھ مضبوط کرنا اور مسلمانوں کے سیاسی معاملات میں ان کی رہبری کرنا ہے اسقدر ضروری اور اہم کاموں کے ہوتے ہوئے تنظیم جیسے عظیم الشان کام کی طرف جو خود ایک بہت بڑے نظام اور پوری محنت اور سرگرمی کو چاہتا ہے۔ خلافت کمیٹی کے سپرد رکھنا گویا تمام کاموں کو ادھورا چھوڑنا ہے۔ اس کے علاوہ خلافت کمیٹی نے اب تک ترک موالات کو اپنا اصول کار قرار دیا ہوا ہے۔ اور اس سے علیحدگی وہ کسی طرح جائز نہیں سمجھتی جس کا یہ نتیجہ ہے کہ مسلمانان ہند کی ایک بہت بڑی اور مقتدر جماعت قومی خدمات سے عاری ہے۔ اور اس سے کوئی فایدہ اٹھایا نہیں جاسکتا۔ حالانکہ اس وقت مخالف اقوام کے تمام قسم کے لوگ باہم متحد و منضبط ہوچکے ہیں۔ اس لئے کسی ایک علیحدہ انجمن کی ضرورت ہے جسکے اندر تمام خیالات اور آرا کے لوگ جمع ہوں یہ بھی باربار یقین دلایا گیا کہ اس نئی انجمن کا قیام خلافت کمیٹی کے کاموں میں کسی طرح حارج نہ ہوگا۔ بلکہ جہاں خلافت کمیٹی کوئی ایسا کام کرے گی جس میں اس انجمن کی خدمات اس کے کام آسکیں۔ وہ اسے اپنی خدمات سے فایدہ پہنچائے گی۔ اور جہاں خلافت کمیٹی سے امداد لینے کی ضرورت ہوگی۔ وہ اس سے امداد لیگی۔

ان تمام تصریحات کے باوجود ہم نہیں سمجھ سکتے۔ کہ مولانا شوکت علی کو کونسی بات نے خلافت کمیٹی کا جنازہ نکلنے کا یقین دلایا۔ کم ازکم کانفرنس کے آخری وقت تک انہیں ایسا خیال نہ تھا کیونکہ آل انڈیا مسلم جماعت کی تجویز کے منظور ہوتے وقت مولانا محمد علی نے یہ صاف کہا تھا۔ کہ مجھے اس راہ میں کامیابی نظر نہیں آتی۔ اس لئے میں اس انجمن میں ۔۔۔ نہیں ہوتا۔ لیکن چونکہ میرے کچھ بھائی اس راہ پر چلنا مفید سمجھتے ہیں۔ اس لئے میں ان کے کام میں حارج نہیں ہونا۔ اور ان کی کامیابی کیلئے دعا کرتا ہوں۔ اگر مجھے وہ کامیاب ہوتے ہوئے نظر آئے تو میں بھی ان کے ساتھ شریک ہوجاؤنگا۔ ورنہ ان کو پھر بالسی ملامت کے اپنے ساتھ شریک کرلونگا۔

ان صاف و صریح بیانات کی موجودگی میں کسی شخص کو یہ وہم و گمان بھی نہ ہوسکتا تھا۔ کہ علی برادران اپنی ایک الگ پارٹی بناکر کامیابی تنظیم کے مزاحم ہونا چاہتے ہیں۔ اگرچہ وہ ان کے ساتھ شریک بھی نہیں ہوئے لیکن مندرجہ بالا بیانات میں مزاحمت کا بھی انہوں نے ارادہ ظاہر نہیں کیا۔ بلکہ انکی کامیابی کے لئے دعا کی۔ پھر حیرانی ہے کہ بعد میں کونسی ایسی نئی صورتیں پیش آئیں۔ جن سے انہوں نے یہ قیاس کیا۔ کہ حامیان تنظیم کا منشا خلافت کا جنازہ نکالنا ہے۔ اور اس لئے آپ نے سید ظہیر الدین میں اپنی الگ پارٹی بنانے کا ارادہ ظاہر کیا۔

اس کی بڑی وجہ جو انہوں نے اپنی تقریر میں بیان کی ہے۔ اور جس کا وہ بار بار کانفرنس کے پلیٹ فارم پر بھی ذکر کرتے رہے۔ وہ تارکین موالات کا موالاتیوں سے مل جانا ہے۔ لیکن یہ وجہ تو اس وقت بھی موجود تھی جب آل انڈیا مسلم جماعت کے قیام کا ریزولیوشن پیش تھا۔ اس وقت اس کے موجود ہوتے ہوئے انہوں نے اس جماعت کی کامیابی کے لئے دعا کی۔ اور مزاحمت سے باز رہنے کا اقرار کیا۔

رہا ڈاکٹر کچلو کا استعفا جس کی مفصل وجوہات خود ڈاکٹر کچلو کے قلم سے کسی دوسری جگہ درج ہیں۔ اس سے بھی بظاہر خلافت کمیٹی کی مخالفت مدِ نظر نہیں۔ بلکہ صاف لکھا ہے۔ کہ

”میرے واسطے ایک ہی راستہ ہے۔ کہ میں صدارت سے مستعفی ہوجاؤں اور ایک معمولی رکن کی حیثیت سے مجلس خلافت میں کام کروں“

جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کا استعفا خلافت کمیٹی کی صدارت سے ہے۔ نہ کہ اس کی رکنیت سے اور وہ بطور رکن اس کے کاموں میں اب بھی حصہ لینے کو تیار ہیں۔ اور بالفرض اگر ایسا نہ بھی ہو۔ تو بھی محض ان کا استعفا خلافت کے جنازہ کے قائم مقام نہیں ہوسکتا۔ اور نہ اس وجہ سے محترم علی برادران کو الگ پارٹی بنانے کی ضرورت ہے۔

کون اس بات کو نہیں جانتا کہ اس وقت اسلام کو ایک متحدہ پلیٹ فارم کی اشد ضرورت ہے۔ غیر مسلم اقوام کا اپنے تمام مختلف عناصر کو جمع کرکے سنگھٹن کی صورت میں منضبط کرلینا حامیان اسلام کے لئے ایک ایسا تازیانہ ہے کہ اگر ان میں ذرا بھی زندگی موجود ہے۔ تو اس کا اثر انہیں فی الفور محسوس کرنا چاہیئے ورنہ ان کی بے حسی اور موت میں کوئی کلام نہیں ہوسکتا۔ تعجب ہے۔ وہ قوم جو ہندوستان میں ترک موالات کی سب سے پہلی علمبردار تھی۔ مہاتما گاندھی جو ہندوستان میں تحریک ترک موالات کے اصل بانی مبانی تھے۔ اس اصول کے الغا کا بھی اعلان کرچکے ہیں۔ اور مہاتما جی کے علاوہ باقی تمام ہندو اس ذریعہ سے اپنی قوم کے تمام سرکاری وغیر سرکاری عناصر کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرکے اسلام کی تخریب کے درپے ہیں۔ لیکن مسلمان لیڈر ابھی تک اسی بے سُرے راگ کو الاپے جارہے ہیں۔ اور نہیں چاہتے کہ اپنے ان بھائیوں کو جو اس اصول کی موجودگی میں ملکر کام کرنے سے قاصر ہیں گلے لگالیں۔ اور ان سے وہ خدمات لیں۔ جو ایک تارک موالات سرانجام دینے سے قاصر ہے۔ مسلمان لیڈروں کی یہ سب سے بڑی اور بنیادی غلطی تھی کہ انہوں نے ترک موالات کو مذہبی رنگ دیکر پانچسو علماء سے اس کے حق میں فتوے لکھوایا اور موالات کو شرعاً حرام قرار دیا۔ آج اسی وجہ سے اسلامی ہند کو افتراق و انشقاق کی بہ ناگوار صورتیں پیش آرہی ہیں۔ کاش وہ اب بھی اس بات کو سمجھیں۔ کہ ترک موالات کو کسی طرح بھی شرعی جامہ نہیں پہنایا جاسکتا۔ پانچسو چھوڑ پانچ ہزار علماء کا فتویٰ بھی ایک غلط بات کو صحیح ثابت نہیں کرسکتا۔ شریعت نے کہیں غیر مسلموں سے موالات کرنے سے نہیں روکا سوائے ان کے کہ وہ علانیہ مسلمانوں کے خلاف جنگ پر تلے ہوئے ہوں۔ اور انہیں ملیامیٹ کردینا چاہتے ہوں۔ ہمارے خیال میں یہ صورت اب انگریزوں کے بجائے ہندوؤں کے اندر پیدا ہوگئی ہے۔ اور اگر موالات کو شرعاً حرام قرار دیا جاسکتا ہے۔ تو وہ سب سے پہلے ... سب سے بڑھکر ہندوؤں سے حرام ہونی چاہیئے۔ جو آج ہر رنگ میں مسلمانوں کو کچلنے اور کھا جانے کے درپے ہیں۔ تعجب ہے۔ ہمارے محترم بزرگ ایسے لوگوں سے موالات کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ لیکن اپنے مسلمان بھائیوں کو جو ان سے اس بارہ میں اختلاف رائے رکھتے ہیں گلے لگانا نہیں چاہتے۔ اور نہ اس بات کو گوارا کرتے ہیں۔ کہ کوئی اور تارک موالات ان کو اپنے ساتھ ملائے ہمارے خیال میں مسلمانوں کے لئے یہ بڑا ہی نازک اور سوچ سمجھ کر قدم رکھنے کا وقت ہے۔ اس وقت اگر انہوں نے ان چھوٹی چھوٹی باتوں کو باہم معرکہ آرائی کا میدان بنایا۔ اور اشتراک عمل سے کام نہ لیا۔ تو ان کی ہلاکت یقینی ہے۔ آجتک مولویوں پر الزام دیا جاتا تھا۔ کہ وہ اختلاف رائے کو برداشت نہیں کرتے۔ اور ذرا ذرا سی بات پر تکفیر کے درپے ہوجاتے ہیں۔

آج ان روشن خیال بزرگوں کو کیا کہا جائے گا۔ جو بفضلہ تعالےٰ مولویانہ تنگدلی اور پست خیالی سے آزاد اور بہت بلند مرتبہ رکھتے ہیں۔ ان کا ایسے نازک زمانہ میں پارٹی بازی سے کام لینا اور ایک غیر اہم بات (ترک موالات) کو شریعت کا لباس پہنا کر مسلمانوں سے لڑائی کا تہیہ کرنا کہانتک مستحسن ہے۔

اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ ہمیں ان قومی لیڈروں سے کوئی خاص کاوش اور عناد ہے۔ ہمارا مدعا محض مسلمانوں کو تفرقہ و انتشار سے بچانا ہے۔ ہم مانتے ہیں۔ کہ وہ بھی تفرقہ کے حامی نہیں اور اسی وجہ سے خلافت کمیٹی سے الگ کوئی انجمن بنانا ضروری نہ سمجھتے تھے۔ لیکن اب جب کہ قوم کے ایک کثیر حصہ نے کثرت رائے سے یہ فیصلہ کردیا ہے کہ علیحدہ انجمن قائم ہونی ضروری ہے۔ تو جمہور کے اس فیصلہ کے سامنے انہیں بھی اپنا سر جھکا دینا اور الگ پارٹی بنانے سے باز رہنا چاہیئے کیونکہ یہ اصول جمہوریت کے قطعاً خلاف ہے۔ کہ جس امر کا فیصلہ کثرت رائے سے ہوجائے اس کی بھی مزاحمت کی کوشش کی جائے۔ امید ہے۔ کہ علی برادران کوئی الگ پارٹی بنانے کے بجائے ان تمام امور پر ٹھنڈے دل سے غور فرمائینگے۔ اور مسلمانوں میں تفرقہ کی خلیج کو وسیع کرنے والی کوئی کارروائی نہ کرینگے۔ اس کے ساتھ ہی ڈاکٹر کچلو سے بھی یہ درخواست ہے۔ کہ وہ آل انڈیا مسلم جماعت کی راہ میں حائل ہونے والے عناصر سے متصادم ہونے کے بجائے انہیں اپنا ہم خیال بنانے یا کم ازکم ان کے تصادم سے بچنے کی کوشش کریں۔ اور جس اتحاد کی طرح انہوں نے ڈالی ہے اس کو کسی طرح ہاتھ سے جانے نہ دیں۔ کہ یہی تنظیم کا سب سے پہلا اصل الاصول ہے۔

مولوی احمد سعید صاحب دہلوی کا امت مسلمہ پر ظلم

معزز معاصر الامان دہلی اس عنوان سے رقمطراز ہے

سنگھٹنی ہندوؤں اور آریوں کا یہ دلی منشا تھا اور ہونا چاہیئے۔ کہ آل مسلم پارٹیز کانفرنس (جو تنظیم و اتحاد مسلمین کے لئے منعقد ہوئی تھی) کامیاب نہ ہو یہی سبب ہے کہ تقریباً تمام آریہ ہندو اخبارات ڈاکٹر کچلو وغیرہ کارکنان کانفرنس پر نکتہ چینی کررہے ہیں۔ اور بدنام کرنے کے درپے ہیں۔ لیکن یہ کیا معلوم تھا کہ مولوی احمد سعید صاحب دہلوی جمعیتہ علماء ہند کے ناظم آل مسلم پارٹیز کانفرنس کو ناکام بنانے مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے اور کلمۃ اتفاق کو پارہ پارہ کرنے کی آریوں سے زیادہ سعی کرینگے اور دشمنوں کو ہنسنے کا موقعہ دینگے۔ چنانچہ امرتسر میں ایک پوسٹر صبح کو اور ایک شام کو عین جلسہ کے دنوں میں شائع ہوجاتا تھا۔ جو تمام بازاروں مساجد اور جلسہ گاہ کی دیواروں پر چسپاں کیا جاتا تھا۔ کئی پوسٹر احمد سعید ناظم جمعیتہ علماء کے دستخطوں سے شائع کئے گئے۔ ان پوسٹروں میں یہ اپیل کی جاتی تھی کہ چونکہ قادیانی بھی شریک ہیں۔ لہٰذا مسلمان شریک نہ ہوں۔ ایک پوسٹر میں جمعیتہ علماء ہند کی مجلس عاملہ کی وہ تجویز شائع کی گئی جو پانچ ممبران کے جلسہ دیوبند میں ۲۰ مئی کو طے ہوئی تھی جس میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اگر قادیانی شریک ہوئے تو جمعیتہ علماء ہند کے نمایندے شریک نہ ہوں گے۔ ابھی ہم اس فیصلہ کی صحت و عدم صحت اور مجلس عاملہ کے اختیارات پر بحث کرنا نہیں چاہتے بلکہ اس فیصلہ کو تسلیم کرکے مولوی احمد سعید صاحب سے یہ سوالات کرنا چاہتے ہیں

(۱) اگر مسلمانوں کو ایک گناہ سے بچانے کے لئے یہ فیصلہ کیا گیا تو پہلے سے اس فیصلہ کی اطلاع کارکنان کانفرنس کو کیوں نہ دی گئی۔ اور عین وقت پر جبکہ لوگ شرکت کانفرنس کے لئے پہنچ گئے پوسٹر بازی کیوں کی گئی۔ ہمیں وثوق سے معلوم ہوا ہے کہ اگر پہلے سے یہ معلوم ہوجاتا تو جس طرح بہائی و اہل قرآن کو مدعو نہیں کیا گیا۔ اسی طرح قادیانیوں کو بھی مدعو نہ کیا جاتا۔

(۲) یہ فیصلہ مجلس عاملہ نے ۲۰ مئی کو کیا اور مولوی احمد سعید صاحب ۳۱ مئی و یکم جون کو سنھرا کانفرنس میں عصمت اللہ صاحب احمدی کے مناظرہ میں نہ صرف دوش بدوش شریک رہے۔ بلکہ اس تجویز کا مطلقاً ذکر میر غلام بھیک صاحب نیرنگ سے بھی نہ کیا۔ جو انعقاد کانفرنس امرتسر کی سعی کررہے تھے اس خاموشی کا سبب کیا تھا؟

(۳) جب ناظم جمعیتہ نے خود اس فیصلہ پر عمل نہیں کیا۔ تو دوسروں سے اس پر عمل کرانے کی کیا توقع ہوسکتی ہے۔ لہٰذا اس فضول پوسٹر بازی سے مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کی سعی کیوں کی گئی؟

(۴) پھر یہ تجویز محض جمعیتہ کا مسلک بتادینے کے لئے تھی یا پوسٹروں کے ذریعہ سے عین وقت پر شائع کرنے کے لئے تھی۔ اگر شائع کرنے کے لئے تھی۔ تو اس تجویز کے الفاظ بتائے جائیں جسکی رو سے ناظم کو اشاعت

انجیل میں تحریف

گذشتہ سے پیوستہ

سنہ ۱۸۹۲ء والی انجیل	موجودہ انجیل
لوقا ۲۳/۱۷ (۱۳) اسے ہر عید میں ضرور تھا کہ کسو کو انکے واسطے چھوڑ دے	لوقا ۲۳/۱۷ (۱۳) . . . . (نوٹ) اس انجیل سے یہ آیت بھی اڑا دی گئی ہے۔
یوحنا ۵/۴ (۱۴) جو پانی کے ہلنے کے منتظر تھے کیونکہ ایک فرشتہ بعض وقت اس حوض میں اتر کے پانی کو ہلاتا تھا۔ اور پانی کے ہلنے کے بعد جو کوئی اس میں اترتا کیسی ہی بیماری میں گرفتار ہوا ہو اس سے چنگا ہو جاتا۔	یوحنا ۵/۴ (۱۴) . . . . (نوٹ) اس انجیل سے یہ آیت بھی اڑا دی گئی ہے۔
اعمال ۳/۲۲ (۱۵) کیونکہ موسیٰ نے باپ دادوں سے کہا کہ خداوند جو تمہارا خدا ہے تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے ایک نبی مانند میری اٹھائے گا جو کچھ وہ تمہیں کہے اسکی سب سنو اور ایسا ہو گا کہ ہر نفس جو اس نبی کی نہ سنے وہ قوم سے نیست کیا جائے گا۔	اعمال ۳/۲۲ (۱۵) چنانچہ موسیٰ نے کہا کہ خداوند خدا تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا۔ جو کچھ وہ تم سے کہے اسکی سننا اور یہ ہو گا کہ جو شخص اس نبی کی نہ سنیگا وہ امت سے نیست و نابود کر دیا جائے گا۔ (نوٹ) اس انجیل سے لفظ "باپ دادوں سے" اڑا دیا گیا۔ نیز لفظ "جو تمہارا" اور لفظ "ہے" کو اڑا دیا گیا۔ اور لفظ "نابود" کا اضافہ کیا گیا۔
اعمال ۸/۳۷ (۱۶) فیلبوس نے کہا اگر تو اپنے تمام دل سے ایمان لاتا ہے تو روا ہے۔ اس نے جواب میں کہا میں ایمان لاتا ہوں کہ یسوع مسیح خدا کا بیٹا ہے۔	اعمال ۸/۳۷ (۱۶) . . . . (نوٹ) اس انجیل سے یہ آیت بھی اڑا دی گئی ہے۔
اعمال ۱۵/۳۴ (۱۷) مگر سیلاس نے وہاں رہنا بہتر جانا	اعمال ۱۵/۳۴ (۱۷) . . . . (نوٹ) اس انجیل سے یہ آیت بھی اڑا دی گئی ہے۔
اعمال ۲۸/۲۹ (۱۸) جب اس نے یہ کہا یہودی آپس میں بہت بحث کرتے چلے گئے	اعمال ۲۸/۲۹ (۱۸) . . . . (نوٹ) اس انجیل سے یہ آیت بھی اڑا دی گئی ہے۔
رومیون ۱۶/۲۴ (۱۹) ہمارے خداوند یسوع مسیح کا فضل تم سب کے ساتھ ہو آمین	رومیون ۱۶/۲۴ (۱۹) . . . . (نوٹ) اس انجیل سے یہ آیت بھی اڑا دی گئی ہے۔

خاکسار مرزا مظفر بیگ ساطع ایبٹ آبادی حال مقیم راولپنڈی

آج سے ساٹھ سال پہلے کی انجیل کی شہادت

"پیغام صلح" میں انجیل کی تحریف کے متعلق جو مضمون شائع ہوا ہے اسی کے ضمن میں آج سے ساٹھ سال پہلے کی انجیل کی ایک عجیب و غریب عبارت پیش کرتا ہوں جو تمام مسیحی اور مسلم دنیا کو حیران کرنیوالی ہے موجودہ اناجیل یکزبان ہو کر یہ کہہ رہی ہیں کہ مسیح صلیب پر کھینچا گیا اور صلیب پر ہی اس نے ایلی ایلی لما سبقتنی کہتے ہوئے جان دیدی مگر قرآن پاک نے اسکی تردید کی ہے اور بتاد یا ہے کہ مسیح صلیب پر کھینچا گیا اور نہ ہی قتل کیا گیا۔ چنانچہ قرآن پاک کی تائید میں میرے پاس جو انجیل کا نسخہ مطبوعہ مشن پریس لدھیانہ ۱۸۶۵ء کا ہے اس کے صفحہ ۴۳۷ پر عبرانیوں کے خط میں یہ عبارت درج ہے:۔

"جن دنوں وہ جسم میں رہا بہت رویا اور آنسو بہا بہا کے اس سے جو اسکو موت سے بچا سکتا تھا دعائیں اور منتیں کیں اور اس خوف کے سبب بچ گیا۔

عبرانیون باب ۵ آیت ۷

اس ثابت ہوتا ہے کہ مسیح حاکم وقت کی یا جذا باپ کی منت

خوشامد کر کے صلیب پانے سے بچ گیا۔ مگر مسیحیوں نے جب دیکھا کہ اس آیت کے ذریعہ کفارہ باطل ہوا جاتا ہے، تو انہوں نے اسکو یہ الفاظ تبدیل کر دیا:۔

"اس نے اپنی بشریت کے دنوں میں زور زور سے پکا کر اور آنسو بہا بہا کر اس سے دعائیں اور التجائیں کیں جو اسکو موت سے بچا سکتا تھا۔ اور خدا ترسی کے سبب اسکی سنی گئی۔ انجیل مطبوعہ مشن پریس لدھیانہ سنہ ۱۹۱۶ء"

دونوں آیات میں زمین آسمان کا فرق ہے پہلے ۱۸۶۵ء کے نسخہ میں مسیح کا صلیب پانے سے بچ نکلنا ثابت ہوتا ہے مگر ۱۹۱۶ء کے نسخہ سے اسکی دعا کا قبول ہونا ثابت ہوتا ہے جو صلیب سے بچنے کے لئے نہیں تھی بلکہ کسی اور مقصد کے لئے تھی مسیحیوں کا رائی کے دانہ کے برابر ایمان دار ہونے کا یہ ایک بین ثبوت ہے۔

(غازی محمود دھرم پال بی اے ایڈیٹر حقیقت لدھیانہ)

پیغام صلح۔ پہلی اور پچھلی دونو آیات کا اگر ایک ہی مفہوم لیا جائے تو بھی ان سے مسیح کا صلیبی موت سے بچ جانا ثابت اور یہ عیسائیوں کے موجودہ عقیدہ کے قطعاً خلاف ہے۔ اور اس کی بنیاد پر ایک خطرناک ضرب مارنے والا۔

آریہ سماج کے مہارشی کی اختلاف بیانیاں

جن لوگوں نے سوامی دیانند جی کے سوانح حیات کا مطالعہ کیا ہے۔ وہ اس بات سے خوب واقف ہیں کہ سوامی جی کی زندگی ایک معجون مرکب ہے۔ عقاید بدلتے رہنا اور کبھی کچھ اور کبھی کچھ کہنا اور ہر جگہ ایک نئے رنگ میں ظاہر ہونا سوامی جی کی عادت میں داخل تھا۔ اس بارے میں لالہ لاجپت رائے جی نے بالکل سچ فرمایا ہے کہ

"علاوہ ازیں ہم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ سوامی دیانند سرسوتی نے اپنی زندگی میں بہت سی دفعہ رائیں تبدیل کیں۔ ایک وقت تھا کہ وہ بقول خود شومت کے پرتی پالک (معتقد) تھے اور رودرکش اور کنٹھی مالا پہنا کرتے تھے۔ پھر ایک وقت آیا کہ وہ اس کا کھنڈن (تردید) کرنے لگے ایک وقت تھا کہ وہ (دیکھو مباحثہ چاند پور) ابدی موکش (نجات ابدی) کو ملنتے تھے اور یقین کرتے تھے کہ موکش پائی ہوئی آتما پھر دیہ دھارن نہیں کرتی پھر وقت آیا کہ انہوں نے اپنی رائے کو تبدیل کر لیا وغیرہ وغیرہ کس کو معلوم ہے کہ اگر وہ زندہ رہتے تو اپنی بقایا عمر میں اور کیا رائیں تبدیل کرتے جس قدر عمر ان کی بڑھتی تھی اسی قدر ان کی ودیا اور گیان بڑھتا جاتا تھا۔ اسی قدر زیادہ روشنی ان پر اپنا پرتو ڈالتی جاتی تھی۔ ایسی صورت میں کون کہہ سکتا ہے کہ سوامی دیانند سرسوتی سب ودیاؤں میں نربھرانت تھے" (سوانح عمری سوامی دیانند صفحہ ۱۳۵) جیسا کہ لالہ صاحب نے لکھا ہے فی الحقیقت سوامی جی کی یہی حالت تھی۔ ہمارا تو یہ خیال ہے کہ اگر سوامی جی کچھ روز اور زندہ رہتے اور ان کو کسی مسلمان عالم کی صحبت حاصل ہو کر ان کے علم میں اضافہ ہو جاتا۔ تو وہ ضرور مسلمان ہو جاتے اور آج آریہ سماج کی بدزبانی سے مسلمان محفوظ ہوتے۔

جن لوگوں نے ستیارتھ پرکاش کا پہلا ایڈیشن دیکھا ہے وہ کہتے ہیں کہ اس میں اور موجودہ ستیارتھ پرکاش میں بہت کچھ اختلافات ہیں۔ مگر ہم اس پرانے قصے کو چھوڑ کر آج یہ بتانا چاہتے ہیں کہ سوامی جی کی جو کتابیں اب بھی موجود ہیں ان میں بہت متضاد باتیں پائی جاتی ہیں چنانچہ ان میں سے کچھ باتیں ہم ناظرین کے تفنن طبع کے لئے بیان کرتے ہیں

۱۔ سوامی جی ستیارتھ پرکاش کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ جو لوگ اپنے اپنے مذہب کی تعریف تائید اور اشاعت کرتے ہیں۔ اور دوسرے مذاہب کی برائی کر کے اس کو نقصان پہنچانے اور اس کی مزاحمت کرنے پر تیار رہتے ہیں۔ وہ انسانیت سے بعید ہیں۔ ایسے لوگ حیوانوں کی مانند ہیں۔ مگر آگے چلکر اسی ستیارتھ پرکاش میں سوامی جی خود در نصیحت و دیگراں را نصیحت پر عمل کرتے ہوئے دوسرے مذاہب کی ایسی برائی کی ہے۔ اور مختلف مذاہب کے بزرگوں کے متعلق ایسی بدتہذیبی اور سخت کلامی سے کام لیا ہے۔ اور ویدک دھرم کی ایسی تعریف و تائید کی ہے کہ سب سے پہلے انہیں پر ان کا فتویٰ چسپاں ہوتا ہے

۲۔ ستیارتھ پرکاش باب ۴ دفعہ ۲۶ میں لکھتے ہیں کہ "عورت اور مرد کی پیدائش کا یہی مدعا ہے کہ دھرم سے یعنی وید کے مطابق بیاہ یا نیوگ سے اولاد پیدا کریں"۔ مگر باب ۵ دفعہ ۹ میں سنیاس کی تعریف کرتے ہوئے خود ہی اس کی تردید کر دی ہے۔ مہارشی صاحب فرماتے ہیں کہ خانہ داری سے اولاد ہوتی ہے اور اولاد سے اختلاف رائے اور آپس میں نفاق بڑھتا ہے۔ جس سے بہت سا نقصان ہوتا ہے۔ اس لئے سنیاس ہی لینا چاہیئے۔ اور نسل انسانی کے قطع ہونے کی بھی پرواہ نہیں کرنی چاہیئے۔

۳۔ ستیارتھ پرکاش باب ۵ دفعہ ۱۴ میں لکھتے ہیں کہ "مرے ہوئے پتروں (بزرگوں) کا آنا اور کیا ہوا شرادھ مرے ہوئے پتروں کو پہنچنا ناممکن اور وید اور دلیل کے خلاف ہونے کی وجہ سے جھوٹ ہے"۔ مگر سنسکار ودھی صفحہ ۲۹۲ پر مردوں کے متعلق احکام بیان کرتے ہوئے آریوں کو ہدایت فرماتے ہیں کہ

"اگر نہیں دو مریوانوں کو توفیق ہو تو اپنے جیتے جی یا مرے پیچھے ان کے لواحقین علوم وید۔ ویدوکت دھرم کا پرچار یتیموں کی پرورش۔ ویدکت دھرم اپدیشک رکھنے کے لئے روپیہ خیرات کریں تو بہت اچھی بات ہے"۔ اب ہم آریہ دوستوں سے یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ اگر سناتن دھرمیوں کا شرادھ پتروں تک نہیں پہنچ سکتا تو مردوں کے لواحقین کا دان کیا ہوا روپیہ کیونکر پہنچ جاتا ہے؟ اگر کہو کہ وہ بھی نہیں پہنچتا تو ہم پوچھتے ہیں کہ سوامی جی ان کے لواحقین کو خصوصیت سے یہ حکم کیوں دیتے ہیں۔

* اسی طرح سوامی جی پہلے بت پرستی اور رنگ بو کیا کرتے تھے

مسیحیت کا نام باقی ہے نہ کہ اصلیت

معزز معاصر "لائیٹ" نے اس عنوان سے ایک مسیحی پادری ریورنڈ ڈاکٹر میجر پرنسپل ایپن ہال آکسفورڈ کے چند الفاظ نقل کئے ہیں جو کیمبرج یونیورسٹی کے سامنے تقریر کرتے ہوئے انہوں نے کہے۔ ڈاکٹر موصوف نے بیان کیا کہ گذشتہ تین چوتھائی صدی میں کلیسا کی تعلیمات کی اصلاح کے لئے بہت سی کوششیں عمل میں آئیں۔ بعض ہولناک معتقدات مثلاً "ابدی جہنم۔ انسانی فطرت کی ناپاکی اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے انسانی گناہوں کے کفارہ کا مطالبہ ایسی باتیں ہیں جن کو غلط سمجھکر ترک کر دیا گیا ہے۔ بعض دوسرے معتقدات مثلاً مسیح کا جسد عنصری آسمان کی طرف جانا اور انجیل کا معتبر ہونا بہت کمزور اور متنزلزل ہو چکے ہیں"۔ معاصر "لائیٹ" اس پر بجا طور پر سوال کرتا ہے۔ کہ ان معتقدات کے متروک اور متزلزل ہو جانے کے بعد اور کونسی بات ہے۔ جو عیسائیت سے باقی رہ گئی ہے۔ کیا ان کے علاوہ کوئی اور بھی ایسا عقیدہ ہے جس کو مسیحیت کا اصل الاصول قرار دیا جا سکے۔ پھر انہوں نے صاف لفظوں میں یہ کیوں نہ کہہ دیا۔ کہ مسیحیت قطعاً متروک ہو چکی ہے۔ اور اب اس میں نام کے سوائے اور کچھ بھی باقی نہیں۔

اسلام اور آنحضرت صلعم

معاصر "پرکاش" اپنی کئی اشاعتوں سے اس امر پر زور دے رہا ہے۔ کہ اسلام میں آنحضرت صلعم کی شخصیت کو ایسے بلند درجہ پر رکھا گیا ہے کہ اس کو مانے بغیر "خدا بھی ادھورا رہ جاتا ہے"۔ یعنی خدا کا ماننا کافی ہے جب تک رسول اللہ صلعم پر ایمان نہ لایا جائے۔

ہم نہیں سمجھتے کہ ہمارے معاصر کو اس میں کونسی دقت لاحق ہے۔ خدا پر ایمان لانا یہ ہے۔ کہ اس کے احکام کی اطاعت کی جائے نیکی کے جو رستے اس نے بتائے ہیں ان پر چلنے کی کوشش کی جائے اور ظاہر ہے کہ اس کا رستہ بتانے والے اس کے رسول ہیں۔ جن کی صداقت کو تسلیم کئے بغیر اس رستہ کی صحت اور ان احکام کی جودہ لاتے ہیں۔ سچائی پر ایمان لانا مشکل ہے جب تک یہ یقین نہ ہو۔ کہ پیغام کا لانے والا راستباز ہے اس وقت تک اس کے پیغام کی صداقت پر شبہ رہ جاتا ہے۔ اور ایسے شبہ کی حالت میں اس پر عمل مشکل ہے پس آنحضرت صلعم یا دوسرے رسولوں پر ایمان اس وجہ سے ضروری نہیں۔ کہ ان کی شخصیت کو خدا کی خدائی میں کوئی دخل ہے۔ بلکہ اس وجہ سے ہے۔ کہ اس ایمان کے بغیر راہ ہدایت مخدوش رہ جاتی ہے اور نسل انسانی اس پر گامزن نہیں ہو سکتی۔ اس کی کھلی مثال یہ ہے کہ آریہ قوم آنحضرت صلعم کو سچا نبی نہیں مانتی۔ اور اسی وجہ سے اس ہدایت کو جو آپ لے کر آئے۔ صراط مستقیم نہیں سمجھتی۔ اور مسلمانوں سے برسر پیکار رہتی ہے۔ آریہ سماج کی یہ پوزیشن بالکل بے معنی ہے۔ کہ پیغام کو مان لو۔ خواہ پیغامبر کو کیسا ہی سمجھو۔ اس میں شک نہیں کہ پیغامبر کی صداقت کو پیغام کی معقولیت سے بھی جانچا جاتا ہے لیکن پیغام کے معقول اور خدا کی طرف سے ہوتے ہوئے یہ تسلیم کرنا مشکل ہے۔ کہ اس کا لانیوالا راستباز اور با خدا انسان نہیں۔ یہ دونوں لازم و ملزوم باتیں ہیں۔ جن میں سے ایک کو ماننا اور دوسری کو ترک کرنا خلاف عقل ہے۔

جماعت احمدیہ کا عقیدہ

اسی ذیل میں "پرکاش" نے جماعت احمدیہ کی طرف ... یہ عقیدہ منسوب کیا ہے۔ کہ وہ عام مسلمانوں کی طرح آنحضرت صلعم کا ماننا ضروری نہیں سمجھتی۔ اس کے ثبوت میں اس نے معاصر "لائیٹ" کا یہ خیال پیش کیا ہے۔ کہ دیش بندھو داس اپنے اعمال کے لحاظ سے مسلمان تھے۔ اور ایسا ہی "الفضل" نے لکھا ہے۔ کہ رسول کا کام محض سمجھا دینا ہے۔ اور یہیں ہمارے خیال میں "پرکاش" کو ان ہر دو باتوں کے سمجھنے میں سخت غلطی لگی ہے۔ دیش بندھو داس کے اعمال اس میں شک نہیں کہ بہت حد تک اسلامی تعلیمات کے موافق تھے۔ اور آج دنیا میں بکثرت ایسے لوگ ہیں جنکو عملاً مسلمان کہا جا سکتا ہے۔ لیکن باوجود اس کے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ نجات یا عدم نجات کا سوال اس سے بالکل الگ ہے۔ جہانتک دائرہ اسلام کے اندر ہونے کا تعلق ہے اس میں وہی شخص ہے۔ جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہے

اس سے آگے عمل کا سوال رہ جاتا ہے۔ ہم نہیں کہتے۔ کہ کوئی شخص محض لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھکر نجات پا سکتا ہے اور اس کا نیک اعمال ہونا ضروری نہیں۔ یہ بھی ہم نہیں کہتے۔ کہ جو شخص لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل نہیں۔ لیکن نادانستہ طور پر اس پر عامل ہے وہ اپنے نیک اعمال کا اجر نہیں پائے گا۔ جس حد تک کوئی شخص کوئی نیکی کا کام کرتا ہے۔ وہ خواہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہو یا نہ ہو۔ اپنے نیک اعمال کا اجر ضرور پائے گا۔ من یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ۔ لیکن اسلام اسی حد تک انسان کو نہیں رہنے دیتا۔ جو ایک مومن اور کافر میں مشترک ہے۔ بلکہ اس سے اوپر لے جانا چاہتا ہے۔ اور لاخوف علیہم ولا ہم یحزنون کی حالت پر اسے پہنچانا چاہتا ہے اور یہ وہ حالت ہے۔ جو اسلام اور آنحضرت صلعم پر ایمان لائے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی بلےٰ من اسلم وجہہ للہ وھو محسن فلہ اجرہ عند ربہ ولا خوف علیہم ولا ہم یحزنون۔ اسلام کے دو بڑے جز ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی کامل فرمانبرداری اور اس کی مخلوق پر شفقت اور احسان۔ دیش بندھو داس دوسری پر عامل ضرور تھے۔ لیکن اول الذکر امر جو انسان کے ذاتی کمال سے تعلق رکھتا ہے۔ اور خدا تعالےٰ تک اُسے پہنچاتا ہے۔ ان میں ابھی پیدا نہ ہوا تھا۔ اور نہ پیدا ہو سکتا تھا جب تک اس راہ ہدایت کو وہ مان لیتے جس کو آنحضرت صلعم لے کر آئے۔ رہا "الفضل" کا بیان۔ اس میں شک نہیں کہ ایک نبی کا کام محض سمجھا دینا ہے لیکن "پرکاش" نے اس سے یہ غلط نتیجہ نکالا ہے کہ آنحضرت صلعم پر ایمان لانا ضروری نہیں۔ رسول کی حیثیت جہاں ایک واعظ کی ہے۔ وہیں چونکہ وہ خدا کی طرف سے ایک ہدایت لے کر آتا ہے۔ اس لئے رسول اور نبی کی حیثیت بھی اسے حاصل ہے۔ اور اس حیثیت کا ماننا اس پیغام ہدایت پر جسکو وہ لایا ہے۔ گامزن ہونے کے لئے ضروری ہے۔

اسلام میں عورت کا درجہ

اس عنوان سے "پرکاش" یوں طراز ہے:۔

"اسلام میں عورت کا جو درجہ ہے اس کے متعلق اب بھی اصلی مولاناؤں سے دریافت کرو۔ انہیں حق بات بیان کرنے میں عذر نہ ہوگا۔ لیکن جن مسلمانوں کو مہذب لوگوں کے سامنے جانا پڑتا تھا۔ اُن کو جب بتایا جاتا کہ نبی نوع انسان کے آدھے حصہ عورتوں کے متعلق اسلام کیسے نامنصفانہ عقائد رکھتا ہے۔ تو انہیں مارے شرم کے گردن جھکا لینی پڑتی۔ آخر اب وہ اس امر پر مجبور ہو گئے ہیں۔ کہ عورت کو مرد کی کھیتی کہ جب چاہا کاٹ لی قرار دینے والے عقائد کو خیرباد کہا جائے۔"

اس سے آگے "اسلامک ریویو" کا حوالہ دیا ہے۔ کہ اس نے اسلام میں عورت و مرد کے درجہ کو مساوی قرار دیا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں اسلامک ریویو نے کونسی نئی بات کہی ہے۔ کیا قرآن نے صاف طور پر نہیں لکھا۔ کہ ولھن مثل الذی علیھن۔ عورتوں کے بھی حقوق مردوں کے اوپر اسی طرح ہیں جس طرح مردوں کے عورتوں کے اوپر ہیں۔ اس لئے آنحضرت صلعم نے ہمیشہ عورتوں کے ساتھ نرمی اور لینت کی تعلیم دی اور یہاں تک فرمایا خیرکم خیرکم لاھلہٖ تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ نیک سلوک کرتا ہے۔ زمانہ حال کے مسلمانوں نے اس پاکیزہ تعلیم کو ترک کر کے اگر عورتوں کو غلام سمجھ رکھا ہے۔ تو یہ اسلام کا قصور نہیں۔ اگر مولاناؤں کے خلاف اسلام معتقدات "پرکاش" کے نزدیک حق ہیں۔ تو کیا سناتنی ہندوؤں کے خیالات کو بھی ہندو مذہب کی اصلیت نہیں قرار دیا جا سکتا۔ اور یہ کہنا خلاف حق ہے۔ کہ "جن ہندوؤں کو مہذب لوگوں کے سامنے جانا پڑتا تھا۔ ان کو جب بتایا جاتا۔ کہ مورتی پوجا خلاف عقل ہے بچپن کی شادی جہالت ہے برہمن چھتری ویش شودر کا امتیاز ناانصافی ہے۔ بیواؤں سے عدم توجہی ظلم ہے وغیرہ وغیرہ۔ تو انہوں نے تینتیس کروڑ دیوتاؤں کو چھوڑ کر ایک خدا کے اسلامی عقیدہ کو مان لیا۔ شادی بلوغت کی عمر سے پہلے ناجائز قرار دے دی۔ ورن بیوستھا کو پیدائش کے بجائے اعمال پر منحصر قرار دیا۔ بیواؤں کے نکاح ثانی پر زور دینا شروع کر دیا گو سوامی دیانند نے نیوگ تجویز کیا تھا۔ لیکن غیر اقوام اور بالخصوص مسلمانوں کے سامنے اس تعلیم کی وجہ سے انہیں سخت شرمندگی اٹھانی پڑی۔ اور نکاح بیوگان کی اسلامی تعلیم کو اپنائے بغیر چارہ نہ دیکھا۔ غرض

آریہ مذہب کا تمام تار و پود صرف موجودہ زمانہ کی اختراع اور غیر اقوام کے اعتراضات کا جواب ہے۔ ورنہ اصل ہندو مذہب وہی ہے۔ جو سناتن دھرم میں پایا جاتا ہے۔

"پرکاش" نے یہ بھی دریافت کیا ہے۔ کہ اسلام نے مردوں کے مقابلہ میں عورتوں کو پردہ میں رکھنے کا حکم کیوں دیا ہے اور مردوں کو چار شادیوں کی اجازت کے ہوتے ہوئے عورتوں کو ایسی اجازت کیوں نہیں دی۔ اول الذکر کے متعلق اسے معلوم ہونا چاہیے۔ کہ اسلام نے ہرگز کوئی ایسا حکم نہیں دیا۔ جو موجودہ زمانہ کے پردہ کو جائز ٹھہرا سکے۔ رہا مؤخر الذکر اسکی مستحق صرف آریہ تہذیب ہی ہو سکتی ہے۔ کوئی مہذب سوسائٹی ایسی بات کا وہم بھی نہیں کر سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوؤں کی تاریخ میں ایسی مثالیں موجود ہیں جن میں چار بھائی ایک ہی بیوی کے خاوند ہوتے تھے۔ اسلامی تاریخ ایسی حیا سوز اور خلاف فطرت مثالوں سے عاری ہے۔ اسلام نے عورت و مرد کو اُنکی ضروریات اور فطری تقاضاؤں کے مطابق مختلف حقوق عطا کئے ہیں۔ اور ایک دوسرے پر مختلف حقوق رکھنے کے لحاظ سے ان میں مساوات ہے۔ خلاف فطرت باتوں کی اجازت دینا جنکے نتائج مہلک اور ناگوار ہیں۔ کوئی مساوات نہیں۔

بدعات محرم

افسوس ہے۔ کہ اس علم و تہذیب کے زمانہ میں بھی جبکہ ہر مذہب اپنی اندرونی خرابیوں کی اصلاح میں مصروف ہے مسلمان اپنے پاکیزہ مذہب کو بگاڑنے میں منہمک ہیں۔ محرم کا چاند اگرچہ مسلمانوں کے سال نو کا پیغام لے کر آتا ہے۔ لیکن اس کے دیکھتے ہی ان کے گھروں میں ماتم برپا ہو جاتا اور طرح طرح کی ناواجب اور غیر معقول حرکات کا ارتکاب ہونے لگتا ہے۔ اہل تشیع سے تو ہم کچھ نہیں کہتے۔ کہ وہ ان باتوں کو اپنے مذہب کی بنیاد سمجھتے ہیں۔ اگرچہ ان کے محققین نے اس کی سخت مخالفت کی ہے۔ لیکن سنی کہلانے والے مسلمانوں پر ہمیں تعجب ہے۔ کہ وہ بدعات محرم کو بُرا سمجھتے ہوئے ان پر عمل کرنے اور اپنے گھروں میں اس کی اجازت دیتے ہیں۔ کیا اہل سنن کی ایک بھی مذہبی انجمن یا کوئی بڑے سے بڑا عالم ان بدعات کو جائز قرار دے سکتا ہے۔ جو محرم کے دس دنوں میں ان کے ذریعہ سے منصہ شہود پر آتی ہیں۔ تعزیہ داری اور تعزیہ پرستی مہندیوں وغیرہ کے جلوس کن لوگوں کے کارنامے ہیں۔ بالعموم سنی حضرات ہی ان میں مبتلا پائے جاتے ہیں۔ اور ان کی عورتیں .... عرضیاں اور پرچے لکھوا کر تعزیوں کے اوپر چڑھاتی اور اپنی ناموس کی بربادی کا سامان بہم پہنچاتی ہیں۔ کاش مسلمانوں کے کافر ساز علماء علووں کا خیال چھوڑ کر ان لوگوں کی اصلاح کی فکر کریں۔ اور انہیں دین کا صحیح رستہ بتائیں۔ کیا مسلمانوں کو مرتد بنانے اور سنگساری کے فتوے شائع کرنے والے اخبارات کا یہ فرض نہیں کہ وہ ایسے بدنام کنندگان اسلام کی جہالت کو دور کریں اور انہیں سیدھے رستہ پر لانے میں ساعی ہوں

خوں ببر زیر نعیم رواں چوں کشتگان کربلا
اے عجب این مردمانرا عزل و لداز نیست ستا

اخبار احمدیہ:۔ حضرت امیر ایدہ اللہ اور دیگر بزرگان قوم بحمد اللہ بخیر و عافیت ہیں

بمبئی سے سیٹھ آدم اسمٰعیل خلعت الرشید جناب سیٹھ اسمٰعیل آدم صاحب ۱۳ر جولائی کو بزم کشمیر لاہور وارد ہوئے۔ آپ کشمیر تبدیلی آب و ہوا کے لئے جا رہے ہیں۔

سوامی جی ستیارتھ پرکاش باب ۷ دفعہ ۲۲ میں ایشور جی کو گناہوں کا بخشنے والا قرار دیتے ہیں چنانچہ یجروید کے ایک منتر کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"آپ (ایشور) مذمت و تعریف کو برداشت اور اپنے تقصیر والوں کا تحمل کرنے والے ہیں۔ مہربانی کر کے مجھ کو بھی ویسا ہی کیجئے" مگر باب ۷ دفعہ ۲۸ میں فرماتے ہیں کہ ایشور اپنے بھگتوں کے پاپ بھی معاف نہیں کرتا۔ بھلا کوئی پوچھے کہ اگر وہ گناہ معاف نہیں کر سکتا تو وہ تقصیر کرنے والوں کا تحمل کس طرح کرتا ہے۔ جب بقول سوامی جی وہ کسی پاپی کو بھی سزا دئے بغیر چھوڑتا ہی نہیں تو تحمل کرنے کے کیا معنی۔

۵۔ ستیارتھ پرکاش باب ۷ دفعہ ۶۳ میں ویدانت کی تردید کرتے ہوئے ایشور کو جیو سے علیحدہ قرار دیتے ہیں مگر اسی باب کی دفعہ ۶۹ میں ظہور دید پر بحث کرتے ہوئے جیو ہی کو ایشور قرار دیتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں کہ "چونکہ پرمیشور قادر مطلق اور موجود کل ہے اس کو ہر جگہ موجود ہونے کی وجہ سے جیوؤں کو وید و دیا کے اپدیش کرنے میں کچھ بھی منہ وغیرہ کی حاجت نہیں کیونکہ منہ اور زبان سے حروف کا تلفظ اپنے سے جدا آدمی کو جتلانے کے لئے کیا جاتا ہے۔ نہ کہ اپنے لئے" آریہ دستو بتاؤ جیو اور ایشور جدا جدا ہیں یا ایک ہی ہیں۔ اگر جدا جدا ہیں تو پھر سوامی جی کا یہ کہنا کہ منہ اور زبان سے حروف کا تلفظ اپنے سے جدا آدمی کو جتلانے کے لئے کیا جاتا ہے نہ کہ اپنے لئے کیا معنے رکھتا ہے کیا یہیں ویدانتیوں کو شکست دینے کے لئے تو سوامی جی نے ایشور اور جیو کو علیحدہ علیحدہ قرار نہیں دیا تھا۔ کیونکہ سوامی جی کے نزدیک مخالف پر فتح پانے کے لئے عقیدہ بھی بدل لینا جائز بلکہ مستحسن تھا

۶۔ ستیارتھ پرکاش باب ۷ دفعہ ۶۷ میں لکھتے ہیں کہ ایشور میں خواہش نہیں مگر باب ۹ دفعہ ۱۹ میں ایشور کو "سچی خواہش اور سچے ارادے والا" بیان کیا ہے۔

بقیہ صفحہ اول

اور اس کے بدن کا بحر میں سے نکلنا اور اس نسل کے لئے بطور نشان عجائب خانہ میں رکھا جانا یہ آج کا واقعہ ہے۔ اگر قرآنی علم توریت سے اخذ شدہ ہوتا تو پھر اس میں بدن فرعون کے محفوظ رکھے جانے کا ذکر نہ ہوتا۔ قرآن کریم کے الفاظ کو ہی دیکھا جاوے۔ کیسے مقتدرانہ الفاظ میں قرآن کریم اس واقعہ کو بیان کرتا ہے۔ نہ اس میں کوئی ابہام ہے۔ اور نہ ایہام ہے۔ اور نہ کوئی گول مول الفاظ ہیں ایک ملیک مقتدر کس اقتدار کے ساتھ فرماتا ہے۔

"تجھے ہم زندہ نہیں چھوڑ سکتے۔ ہاں تیرے بدن کو بچا لینگے۔ اور اسے محفوظ رکھینگے۔ اور اسے آئندہ نسلیں دیکھینگی"۔

یہ فقرہ کیا کسی انسان کے منہ سے نکل سکتا ہے۔ یا اس کا دماغ اسے تجویز کر سکتا ہے۔

کیا نزول قرآن کے وقت کسی کو علم تھا۔ کہ فرعون کا جسم دریا میں غرق ہوا تھا۔ یا وہ اس وقت تک محفوظ پڑا ہے۔ آئندہ کی بات کو جانے دو۔ قرآن کریم کے یہ الفاظ تو کسی ایسے منہ سے نکلے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ کہ جو علیم اور قدیر ہے جس کو ذرات عالم پر کامل اقتدار حاصل ہے جو اپنی منشا کو جس طرح چاہے پورا کر سکتا ہے۔ یا پوری کلا کی جانتا ہے۔ یہ الفاظ ان اللہ علی کل شئی قدیر خدا کے بولے ہوئے الفاظ نظر آتے ہیں۔ یہ آیت صاف کہتی ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کو یہ اطلاع عالم الغیب خدا کی طرف سے ملی ہے۔ ایسے اور بھی واقعات قرآن کریم میں بیان ہیں۔ جن سے اس کتاب حمید کے منجانب اللہ ہونے پر مہر لگ جاتی ہے ٭

حوادثی ایڈیٹر

(۱)

مسٹر سالک جو زمیندار کے بزم افکار و حوادث کے مستورہ محجوب ایڈیٹر ہیں۔ آئے دن شرفا کی پگڑیاں اچھالتے رہتے ہیں اور جب کوئی منچلا ان کو ترکی بہ ترکی جواب دیتا ہے تو پھر نہایت ڈھٹائی اور دیدہ دلیری سے اس کی تہذیب کا شکوہ کرنے لگتے ہیں۔ افکار و حوادث کا کالم مسٹر سالک کی فحش نویسی اور رسوتیانہ انداز بیان کا جولانگاہ بنا ہوا ہے جس میں کبھی دوسروں پر لعنتیں برسائی جاتی ہیں کبھی انہیں الٹی کھوپری کا کہا جاتا ہے کبھی اس قسم کے حیا سوز لفظی مرقعے پیش کئے جاتے ہیں کہ شیطان کی پیشانی بھی عرق انفعال سے تر ہو جاتی ہوگی۔ اسی انداز خصوصی میں حوادثی ایڈیٹر زمیندار کی کسی گذشتہ اشاعت میں یوں رقمطراز ہوئے ہیں۔

"ہمارے مخالفین پر جہاں خدا کی طرف سے اور بہت سی لعنتیں برس رہی ہیں وہاں ایک یہ بھی ہے کہ انہیں نظم و نثر پر کوئی قدرت نہیں۔ تقریر کرتے ہیں تو بھونڈی مضمون لکھتے ہیں تو پھیکا۔ شعر کہتے ہیں تو لچر۔ قادیانی مسیح کو سلطان القلم ہونے کا دعوی تھا۔ مگر حضرت کو عمر بھر کبھی چار سطریں بھی صحیح لکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ آپ کے لاکھوں مرید ہیں۔ ان میں صدہا لکھنے پڑھنے والے بھی موجود ہیں لیکن دیکھ لیجئے انہیں مولانا ابو الکلام آزاد۔ اور مولوی ظفر علی خان جیسا ایک بھی انشا پرداز اور اقبال سا ایک بھی شاعر نصیب نہیں ہوا۔ اور ہو بھی کیونکر جن کی کھوپریوں میں اسلام کی عداوت اور مسلمانوں کی تکفیر کا بھس بھرا ہوا ہو۔ ان میں پاکیزہ خیالات اور دلکش انداز بیان کی کیونکر توفیق ہو سکتی ہے"

چہ خوش! کاش مسٹر سالک دوسروں پر لعنتیں برساتے ہوئے اپنے ولی نعمت مولوی ظفر علی خان ہی کو بچا لیتے۔ کیونکہ اگر حزب الاحناف مولوی ظفر علی خان صاحب کو کافر کہہ کے حوادثی ایڈیٹر کے نزدیک لعنتوں کے مورد ہوتے ہیں تو خود مولوی ظفر علی خان صاحب کا دامن بھی تکفیر کی آلودگی سے پاک نہیں۔ کیونکہ حضرت نے احمدیوں کو مرتد و کافر ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ اور زمیندار میں احمدیوں کی تکفیر وارتداد پر ستر نمبر کا مضمون لکھا۔ اب حزب الاحناف کے نزدیک مولوی ظفر علی خان کافر اور مولوی ظفر علی خان کے نزدیک احمدی کافر۔ اس سلسلہ کو طول دیا جائے تو اس کی کوئی انتہا نہیں۔ لے دیکے شاید مسٹر سالک ہی مسلمان رہ جائینگے اور غالباً اسی دعوے میں انہوں نے صداقت و خدا شناسی کا معیار انشا پردازی اور شاعری کو رکھا ہے "تاکہ وہ شاعر نہیں تو کم از کم ناعر ہونے کی حیثیت ہی سے اسلام میں داخل ہو جائیں"

اللہ۔ اللہ اس نمک حرامی کی بھی کوئی حد ہے کہ مسٹر سالک زمیندار کے مالک سے ہر مہینے ایک معقول مشاہرہ لیتے ہیں لیکن اسی آقائے نعمت کو اسی کے اخبار میں جی کھول کر کوستے ہیں اور کہتے ہیں کہ تمہارے دماغ میں تکفیر کا بھس بھرا ہوا ہے۔ نہیں پہلے تو یہی شکوہ تھا کہ مسٹر سالک فرزند نا ہنجار ہیں لیکن اب معلوم ہوا کہ وہ نمک حرام بھی ہیں۔ اگر اس نظریہ کا مزید ثبوت مطلوب ہو تو مولوی ظفر علیخان صاحب قبلہ محض امتحاناً ہی کچھ عرصہ کے لئے حوادثی ایڈیٹر کو ادارۂ زمیندار سے برطرف کر دیں اور پھر دیکھیں کہ یہی مسٹر سالک کس بلند آہنگی اور شورہ پشتی سے مولانا ظفر علی خان اور مولانا اختر علیخان کی مولانائیت کے بخیئے ادھیڑتے ہیں۔

انشا پردازی اور شاعری کو معیار خدا شناسی ٹھہرانا بھی حوادثی ایڈیٹر کی ایجاد ہے۔ بھلا اگر اس استدلال بدیہی البطلان سے کام لیکر غیر مسلم شاعر و انشا پرداز اسلام کی صداقت پر اعتراض کریں تو اس ..... حافظہ نباشد ایڈیٹر کا کیا جواب ہوگا۔

ٹائیگور۔ کالیداس۔ تلک۔ گوکھلے۔ گاندھی۔ شکسپیر۔ بیکن۔ ڈکنس۔ تھیکرے۔ پوپ۔ شیلے۔ سمسرو۔ انٹنی۔ بنبکا ٹینی سن۔ سر کاٹش وغیرہم سب کے سب آسمان شعر و سخن کے درخشندہ گوہر ہیں۔ ان کی انشا پردازی۔ نازک خیالی اور نغز گوئی ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ تمام دنیا میں مسلم ہے۔ جن کا مقابلہ مولوی ظفر علی خان اور ابو الکلام آزاد نہیں کر سکتے۔ ٹیگور کے دل میں اسلام کی عداوت اسقدر ہے کہ پچھلے دنوں انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا تھا کہ "اسلام دنیا میں بزور شمشیر پھیلا ہے۔ اور ہندوستان کو بھی اس سے بیخوف نہیں رہنا چاہیے" لیکن باوجود اس کے وہ آج دنیا میں یک ہی انشا پرداز اور شاعر ہیں۔ اب مسٹر سالک بتائیں کہاں کا قاعدہ کلیہ کیا ہوا۔

حوادثی ایڈیٹر کا یہ کہنا کہ (قادیانی مسیح کو سلطان القلم ہونے کا دعوی تھا مگر حضرت کو عمر بھر چار سطریں بھی صحیح لکھنے کا اتفاق نہیں ہوا) ایک ناپاک افترا اور بہتان عظیم ہے۔ حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو خدمت اسلام تحریر کے ذریعہ سے کی ہے اس کا اعتراف تو مخالفین کو بھی ہے۔ سالک بیچارہ کس شمار و قطار میں ہے کیا پدی کیا پدی کا شوربہ ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

حضرت مرحوم و مغفور نے حمایت و حفاظت اسلام میں کتابیں پمفلٹ اور اشتہارات ہزاروں کی تعداد میں شائع کئے جن میں سے سو کے قریب مستقل عربی فارسی اردو میں کتابیں اب تک موجود ہیں۔ مولوی محمد حسین بٹالوی گو حضرت مرزا صاحب علیہ الرحمۃ کے دعوی سے سخت اختلاف رکھتے تھے لیکن پھر بھی ان کی خدمت اسلام اور علم و فضل کا لوہا مانتے تھے۔ حضرت سر سید مرحوم بھی حضرت مرحوم کے تبحر علمی کے قائل تھے جلسہ اعظم مذاہب کے لئے جو مضمون حضرت مرزا صاحب علیہ الرحمۃ نے اسلام کی خوبیوں کے متعلق لکھا تھا ایسا مضمون آپ کے مایہ ناز ممدوحین کو لکھنا کبھی نصیب نہیں ہوا اور نہ ہوگا۔ چنانچہ مسلمان تو درکنار غیر مسلم بھی حضرت مرزا صاحب علیہ الرحمۃ کی تحریر کا سکہ مان گئے اور آپ ہی کے مضمون کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان ہوئے ورنہ آپ کے مایہ ناز اکثر ملانوں نے جن میں اکثر دیوبندی، بریلوی، وہابی، حنفی، اہلحدیث وغیرہم شامل ہیں اسلام کی لٹیا ہی ڈبو دی تھی۔

اس حوادثی ایڈیٹر کو یاد رہنا چاہیے کہ حضرت مرزا صاحب علیہ الرحمۃ تمہاری طرح محض اردو نویس ہی نہ تھے۔ بلکہ عربی اور فارسی میں ید طولے رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ کے عربی قصائد اور فارسی نظمیں جنکو تم صحیح پڑھ بھی نہیں سکتے اہل زبان سے خراج تحسین وصول کر چکی ہیں۔ رہی اردو یہ زبان سو ڈیڑھ سو سال کی پیدائش ہے جس میں آئے دن تبدیلی اور ترقی ہوتی جاتی ہے۔ آج سے بیس سال پہلے کی اردو کچھ اور تھی اور آج کی اور اسیطرح بھی آئندہ بھی ترقی ہوتی رہیگی۔ یہ بھی زمانہ جانتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب علیہ الرحمۃ نے متعدد کتابیں اردو عربی فارسی ایسی بھی لکھی ہیں جن کے متعلق قرآنی تحدی کے ساتھ یہ دعوی کیا کہ میرے مخالف اسی قسم کی فصیح و بلیغ تصنیفات اسی عرصہ میں لکھ کر پیش کریں لیکن باوجود جوش مخالفت کے تمہارے ملانوں میں سے کوئی اس تحدی سے عہدہ برآ نہ ہو سکا۔ مگر آج مسٹر سالک ہیں کہ زمیندار میں افکار و حوادث لکھتے لکھتے اپنی ہیچمدانی اور ہزیاں سرائی سے یہاں تک بہک اٹھتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب علیہ الرحمۃ چار سطریں صحیح نہ لکھ سکتے تھے ؎

بریں عقل و دانش بباید گریست

حضرت مرزا صاحب کی جماعت کے لوگ تو آپ ہی کے نقش قدم پر چلکر اب بھی خدمت اسلام میں مصروف ہیں قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ جیسا عظیم الشان کام انہی کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے۔ مغربی دنیا میں ان ہی کے دم قدم سے اشاعت اسلام کا کام بوجہ احسن ہو رہا ہے۔ مسیحی اقوام جوق در جوق حلقہ بگوش اسلام ہو رہی ہیں۔ مغربی کفرستانوں میں مساجد تعمیر کی جا رہی ہیں جہاں پانچ وقت اللہ اکبر کی صدائے جانفزا گونجتی ہے اور اسلام کا نام بلند کرتی ہے۔ انگریزی اور جرمن زبان میں متعدد جرائد و صحائف کی نشر و اشاعت کا اہتمام نہایت جوش و خروش سے ہو رہا ہے چنانچہ پچھلے دنوں ڈاکٹر زویمر نے جو اسلام اور مسلمانوں کا سخت دشمن ہے اپنے مسیحی رسالہ مسلم ورلڈ میں ہندوستان کے مسلمانوں کی مذہبی اور ادبی تحریکات پر تبصرہ کرتے ہوئے اسلامی جرائد و صحائف کا ایک عکس شائع کیا ہے جن میں سب سے زیادہ تعداد احمدیہ جماعت کے جرائد و صحائف کی ہے اللھم زد فزد۔ خود ہندوستان میں

جب ارتداد کا طوفان نے تمیزی اٹھا اور لاکھوں ملکانے راجپوت اسلام کو خیرباد کہنے پر آمادہ ہوئے تو سب سے پہلے احمدی جماعت نے حفاظت اسلام کا علم بلند کیا۔ اور علاقہ ارتداد میں وہ گرانقدر اور بیش بہا خدمات اسلام سرانجام دیں جنکا اعتراف خواجہ حسن نظامی اور زمیندار جیسے منکران احمدیت کو بھی رہا ہے

الفضل ما شہدت بہ الاعداء

غرض یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ احمدی قوم خدمت اسلام میں سرکف ہے اور اس کے مبلغین سنگاپور اجاوا، امریکہ، انگلستان، جرمنی، ٹرینی داد (افریقہ) وغیرہ وغیرہ ممالک میں اشاعت اسلام کر رہے ہیں اسکے بالمقابل حوادث ایڈیٹر اور اس کے ہمنوا گھر ہی میں بیٹھ کر الٹی سیدھی چار سطریں لکھنا ہی (جس میں گالی گلوچ کے سوا کچھ نہ ہو) سب سے بڑی خدمت اسلام سمجھتے ہیں اور اسی بل بوتے پر دوسروں کے خلاف کفر وارتداد کے فتوی جاری کرتے رہتے ہیں - سچ ہے۔

سخن قالیں اور بے شہرستاں اور ہی

(باقی آئندہ بشرط ضرورت) راقم عارف ۱۴ جولائی ۱۹۲۵ء

مجلس مرکزیہ خلافت کی صدارت سے ڈاکٹر کچلو کا استعفا

میں کن وجوہ کی بنا پر مستعفی ہوا

ڈاکٹر کچلو کا بیان

یہ صحیح ہے کہ میں مجلس مرکزیہ خلافت کے عہدہ سے مستعفی ہو گیا ہوں اور مجلس مذکور نے اظہار افسوس کے ساتھ میرا استعفا بھی منظور کر لیا ہے۔

جن وجوہ کی بنا پر میں مستعفی ہوا وہ حسب ذیل ہیں:-

(۱) کارکنان وارکان مجلس گنتی کے چند اعلیٰ کارکنوں کے سوا عام طور پر ترک موالات کے پروگرام پر عمل پیرا نہیں رہے اسلئے میری رائے میں خلافت کمیٹی کو بھی وہی طریق عمل اختیار کرنا چاہیے جو کانگرس اور مہاتما گاندھی نے اپنے لئے پسند کیا یعنی جماعتی حیثیت سے ترک موالات کے پروگرام کو معطل کر دینا چاہیے اور جو شخص انفرادی حیثیت سے اسپر عامل رہنے کا خواہاں ہو اسے اس امر کی اجازت ملنی چاہیئے

(۲) اگر خلافت کمیٹی جماعتی حیثیت سے کسی مصلحت کی بنا پر اصول ترک موالات پر نظر ثانی کرکے تمام پروگرام یا پروگرام کی بعض مدات کو معطل کرنے کے لئے تیار نہیں تو اس صورت میں ان ارکان کو جو پروگرام پر عمل نہیں کرتے۔ مجلس کی قرارداد کے ذریعہ اجازت ملنی چاہیئے کہ وہ اپنے ضمیر کے مطابق کام کر سکیں۔ اور ایسے اشخاص کو مجلس خلافت کے ساتھ وہی نسبت ہو اور ان کی پوزیشن وہی ہو جو سوراجیہ جماعت کے ارکان کو کانگرس میں حاصل ہے۔

(۳) مجلس خلافت کے ارکان کے علاوہ عام مسلمان ملک کے طول و عرض میں ترک موالات پر عمل نہیں کرتے۔

(۴) میں نے بلگام کانفرنس کے خطبۂ صدارت میں پروگرام کے تعطل کی سفارش کی تھی - اور میرے زمانہ صدارت میں متعدد بار اس امر پر غور کیا گیا لیکن مجلس بعض وجوہ کی بنا پر کسی فیصلہ پر پہنچنے سے قاصر رہی۔

(۵) میں نے مجلس کے گذشتہ اجلاس منعقدہ دہلی کے بعد انہی وجوہ کی بنا پر مستعفی ہونیکی ضرورت کا اعلان کر دیا تھا - مگر مولانا شوکت علی اور دیگر احباب کی خواہش کو مد نظر رکھتے ہوئے جس کا اظہار انہوں نے زبانی اور بذریعہ خطوط کیا اور اس امید پر کہ شاید آئندہ اجلاس میں اس امر کے متعلق کوئی مفاہمت ہو سکیگی میں باقاعدہ طور پر استعفا پیش کرنے سے باز رہا لیکن چونکہ مجلس خلافت کے چیدہ چیدہ ارکان اس مسئلہ کو اپنی موجودہ حالت پر قائم رکھنے کے لئے مصر ہیں - لہذا میرے واسطے ایک ہی راستہ ہے کہ میں صدارت سے مستعفی ہو جاؤں اور ایک معمولی رکن کی حیثیت سے کام کروں۔

(۶) علاوہ ازیں میں تنظیم کے پروگرام کو کامیاب بنانے کا خواہاں ہوں اور چونکہ اس کے لئے ایک علیحدہ جماعت بنگئی ہے جس میں تارکین موالات اور موالاتی سب شامل ہیں اور جو دوسری جماعتوں کے ساتھ تصادم کئے بغیر اس پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے معرض وجود میں آئی ہے اور اس جماعت کو منظم کرنے کے لئے مجھے اس کا عارضی ناظم مقرر کیا گیا ہے۔ اسلئے اگرچہ اصولاً اور قانوناً کوئی امر مانع نہیں تاہم اس سے غلط فہمی پیدا ہونے کا اندیشہ ہے اسلئے میری رائے میں مستعفی ہو جانا بہتر ہے۔

(۷) اسوقت میری پوزیشن تقریباً تقریباً وہی ہے جو کانگرس کے اندر مہاتما گاندھی کی ہے یعنی وہ خود تارک موالات ہیں - مگر جماعتی حیثیت سے انہوں نے ترک موالات کو ملتوی کرا دیا ہے اور اپنے اصول پر قائم رہتے ہوئے حامیان موالات سے سوشیل، مذہبی، اور سیاسی معاملات میں ایک حد تک اشتراک کرتے ہیں - سوراجیہ جماعت کو اپنے ایجنٹ ظاہر کرتے ہیں گاؤ کانفرنس اور دیگر مذہبی کانفرنسوں میں عہدہ دار اور رکن کی حیثیت سے شامل ہوتے ہیں کلکتہ کارپوریشن کے لئے سوراجیہ جماعت کی مدد کرتے ہیں - پنڈت موتی لال نہرو کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ آئندہ کانگرس کمیٹی کی صدارت قبول کریں - اور اعلان کرتے ہیں کہ اگر سوت کی شرط کو اڑا دیا گیا تو وہ صدارت سے مستعفی ہو جائینگے اور ایک علیحدہ جماعت بنا کر کام کرینگے

(۸) فرق صرف یہ ہے کہ مہاتما اپنی جماعت میں کانگرس کو ساتھ لیجانے میں اسوقت تک کامیاب ہوئے ہیں اور میں اپنی جماعت یعنی خلافت کو اپنی پالیسی پر قائل نہ کر سکا - نتیجہ یہ ہے کہ میں مستعفی ہو رہا ہوں اور مہاتما جی کو ابھی مستعفی ہونے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔

(۹) علاوہ ازیں چند اور وجوہ بھی ہیں لیکن ان کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

میں ذاتی حیثیت سے تارک موالات ہوں

مجلس مرکزیہ خلافت کی صدارت سے مستعفی ہونے کے وجوہ صراحتاً بیان کر دینے کے بعد میں اس امر کا اعلان کرنے کی ضرورت محسوس کرتا ہوں کہ ذاتی حیثیت سے میں اصولاً تارک موالات ہوں لیکن حالات و واقعات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کی بعض مدات میں تغیر و تبدل کرنے کا حامی ہوں - اصول ترک موالات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے میرا ضمیر مجھے اس امر کی اجازت دیتا ہے کہ اپنے ان بھائیوں سے جو اس اصول کے حامی نہیں بعض امور میں جن میں ترک موالات کا سوال پیدا نہیں ہوتا اشتراک عمل کروں اور قوم کی فلاح و بہبود کی سعی میں ان کا ہاتھ بٹاؤں۔ اور میں اس بات کو اصول ترک موالات کے منافی نہیں سمجھتا۔

(سیف الدین کچلو)

تازہ خبریں

الہ آباد - ۲۳ جولائی - آج عدالت عالیہ میں چیف جسٹس کرچی نے رام شنکر اوستی کا اپیل خارج کر دیا - رام شنکر اخبار ورتمان کانپور کے ایڈیٹر، پرنٹر و پبلشر ہیں - ان پر چند قابل اعتراض مضامین کی پاداش میں مقدمہ چلایا گیا تھا - اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کانپور نے دفعہ ۱۲۴ - الف قانون تعزیرات ہند کے تحت انہیں ۹ ماہ قید بامشقت اور ایک سو روپیہ جرمانہ کی سزا دی تھی۔

دہلی ۲۴ جولائی - مسٹر آصف علی سوراجی نے اخبارات کو ایک بیان روانہ کیا ہے جس میں وہ تجویز پیش کرتے ہیں کہ آئندہ کانگرس کی صدارت کے لئے پنڈت موتی لال نہرو منتخب کئے جائیں یا مسز نائیڈو - اور آئندہ سال تنظیم جدید کے لئے زور شور سے کام کیا جائے۔

احمد آباد ۲۳ جولائی - مہاتما گاندھی نے ینگ انڈیا میں لکھا ہے کہ کانگرس کی مجلس عاملہ کے مسٹر جمنا لال بجاج اس تجویز پر کہ مظالم کی تحقیقات کے لئے مجلس مقرر کی جائے اس بنا پر غور نہیں کیا کہ کانگرس روایتاً ریاستوں کے معاملات میں مداخلت نہیں کرتی۔

بمبئی - ۲۲ جولائی - مسٹر سی - وائی چنتامنی "انڈین گزٹ بل" کی ادارت سے مستعفی ہو گئے ہیں - آپ نے اس کا چارج - عارضی طور پر اس ماہ کے شروع میں لیا تھا۔

پونا - ۲۲ جولائی - صوبہ بمبئی کی مجلس وضع قوانین نے "اشیاء خوردنی میں ملاوٹ" کا مسودہ قانون منظور کر لیا ہے - بلدیہ بمبئی کے متعلق مسودہ قانون زیر بحث ہے۔

ملتان - ۲۲ جولائی - پروفیسر ایچ سی کمار نے اس ہفتے بی اے ایف وی ایس کے عالمگیر اخوت اور گیتا کی تعلیم پر تقریریں کیں - جمعہ کے دن پروفیسر صاحب باغات بلدیہ میں اسلامی تعلیم کے موضوع پر تقریر فرمائیں گے۔

بنگلور - ۲۲ جولائی - دربار میسور نے احکام جاری کئے ہیں کہ محکمہ عدلیہ کو محکمہ انتظامیہ سے جدا کرنے کی تجویز ضلع چیتلدرگ تک وسیع کیجاوے اور اسطرح رفتہ رفتہ تمام ریاست میں یہی طرز عمل اختیار کیا جائے۔

شملہ ۲۲ جولائی - معلوم ہوا ہے کہ سوراج پارٹی کے قائد پنڈت موتی لال نہرو نے گورنمنٹ کے ایما پر انڈین سینڈہرسٹ کمیٹی کی رکنیت منظور کر لی ہے - اس کمیٹی کے صدر سر اینڈریو ہوں گے۔

پنڈت موتی لال نہرو آج رات الہ آباد روانہ ہو گئے - پنڈت جی روبصحت ہیں - آپ مجلس وضع قوانین ہند کے اجلاس سے پیشتر دہ - اراگست تک یہاں پہنچ جائینگے۔

فیض - ۲۰ جولائی - ایک سرکاری اعلان مظہر ہے کہ ایک لڑائی کے بعد جس میں اہل ریف کے دو سو آدمی مقتول ہوئے عین عائشہ میں امدادی فوج پہنچا دی گئی - عین مستوف کی چوکی پر بھی کمک پہنچ گئی ہے جہاں دشمن نے کئی روز تک دباؤ ڈال رکھا تھا - سوائے ان امور کے صورت حالات میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

لندن ۲۲ - جولائی - مراقشی ہسپانی علاقے میں طنجہ اور طبطوان کے درمیان پھر جنگ شروع ہوگئی ہے - ٹائمز کا نامہ نگار طنجہ سے لکھتا ہے کہ مراقشی عربوں نے ہسپانی خطوط مصاف پر سخت حملہ کیا - لیکن وہ روک دیا گیا - یہ پہلا موقعہ ہے کہ انہوں نے اس علاقہ میں رسالہ کا استعمال کیا - حملہ آوروں میں بعض ریفی تھے اور ان میں زیادہ تعداد نواحی اضلاع کے عربوں کی تھی - ہسپانیوں نے بھی جواب کے طور پر حملہ کیا - اور دشمن (اہل ریف) کے چند مواضع جلا دئے ابھی جنگ جاری ہے۔

لندن ۲۱ - جولائی - ڈیلی ٹیلیگراف کے سیاسی نامہ نگار کو معلوم ہوا ہے کہ حکومت افغانستان نے ان مطالبات کو پورا کرنے سے انکار کر دیا ہے جو اس نے ایک اطالی کے قتل کے سلسلہ میں پیش کی تھیں - حکومت کابل مصر ہے کہ حکومت نے جو کارروائی کی ہے وہ حق بجانب ہے - اور ان حالات میں دوسرے ممالک بھی یہی طرز عمل اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

لندن ۲۰ جولائی - ایوان عام میں درہ خیبر کی ریلوے کے متعلق

قل یا اھل الکتب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

اخبار پیغام صلح

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم
ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام
دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او با شیر شد اندر بدن
جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست
زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود
آں نہ از خود از ہماں جائے بود

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما از و یابیم ہر نور و کمال
وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست
ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملایک و ز خبرہائے معاد
ہر چہ گفت آں مرسل رب العباد
آں ہمہ از حضرت احدیت آمد
منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اند و راست
منکر آں مورد لعن و خطاست
معجزات انبیائے سابقین
آنچہ در قرآں بیانش بالیقیں
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست
ہر کہ انکار آں کند از اشقیاست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

ہفتہ میں دو بار یکشنبہ و چہارشنبہ کو شائع ہوتا ہے +

قیمت سالانہ صہ ششماہی عہ سہ ماہی عہ

طلباء سے سالانہ للعہ

جلد ۱۳ | سنہ المسیح لاہوریہ یوم چہارشنبہ مورخہ محرم الحرام سنہ ۱۳۴۳ ہجری مطابق ۲۹ جولائی سنہ ۱۹۲۵ | نمبر ۷۵

سائنس کے اکتشافات اور قرآن کریم

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے قلم سے

قرآن کریم علوم جدیدہ پر لکھی ہوئی کوئی کتاب نہیں۔ چونکہ قرآن کریم اُس ذات پاک کی بھیجی ہوئی کتاب ہے جس نے یہ کائنات بنائی۔ اس لئے خدا کے قول اور فعل میں مطابقت دکھلانے کے لئے خدا کی کتاب اپنی بعض صداقتوں اور اصولوں کی تشریح میں کائنات کے بعض حقائق کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ قرآن کریم کہاں مبینہ سائنٹیفک حقائق میں ایسی باتیں بھی ہیں جنکا علم آنحضرت صلعم کا زمانہ چھوڑ اس سے بعد صدیوں تک انسان کو نہ ہُوا۔ ان کا انکشاف علمی طریق پر آج ہمارے زمانہ میں ہُوا۔ مثلاً نشاء عالم کے متعلق قرآن کریم کی تعلیم سے یہی نظر آتا ہے۔ کہ اس کائنات کا مبدا، اولین کسی خاص قسم کا نور تھا یہی آج تحقیق ہُوا یہی نور مختلف منازل طے کرتا ہُوا برق کی شکل میں پیدا ہُوا اسی طرح سے بالفاظ قرآن اس ہمارے کرہ زمین کی ابتدائی شکل ایک نار سموم تھی جو آہستہ آہستہ پانی بن گئی۔ اسی طرح پہاڑوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن کریم نے فرمایا۔ کہ زمین کسی وقت نہایت تزلزل کی حالت میں تھی۔ اس پر پہاڑ قائم کرکے اس میں ایک قسم کا سکون پیدا کر دیا۔ ؎

؎ اللہ نور السموٰت والارض ط مثل نورہ کمشکوٰۃ فیھا مصباح ط المصباح فی زجاجۃ ط الزجاجۃ کانھا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبٰرکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ و لا غربیۃ یکاد زیتھا یضیء ولو لم تمسسہ نار ط نور علیٰ نور ط یھدی اللہ لنورہ من یشاء ط و یضرب اللہ الامثال للناس واللہ بکل شیء علیم ط ترجمہ اللہ آسمان اور زمین کا روشن کرنیوالا ہے۔ اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق جسمیں ایک چراغ ہے چراغ ایک شیشہ میں ہے شیشہ گویا کہ ایک چمکتا ہُوا تارا ہے۔ چراغ ایک بابرکت زیتون کے درخت سے روشن ہو رہا ہے۔ جو نہ شرقی ہے اور نہ غربی قریب ہے کہ اس کا تیل روشنی دے۔ گو اسے آگ بھی نہ چھوئے روشنی پر روشنی ہے۔ اللہ اپنے نور کے لئے جسے چاہتا ہے۔ ہدایت کرتا ہے۔ اور اللہ لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ (سورہ ۲۴ آیت ۳۵) ؎ وھو الذی مد الارض وجعل فیھا رواسی وانھٰرا ط ومن کل الثمرٰت جعل فیھا زوجین اثنین یغشی الیل النھار ط ان فی ذٰلک لاٰیٰت لقوم یتفکرون ۔ ترجمہ اور وہ ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ اور دریا بنائے۔ اور ہر قسم کے پھلوں سے اسمیں دو دو زوج بنائے وہ دن پر رات کا پردہ ڈالتا ہے۔ یقیناً اس میں ان لوگوں کے لئے نشان

(بقیہ نوٹ بر کالم ۲)

پھر قرآن کریم نے کائنات کی ہر ایک چیز کے متعلق ایک وسیع قانون بتلایا۔ کہ ان میں سے ہر ایک چیز میں نر مادہ ہے۔ ؎ جوہر حیات کے متعلق آج تک چھان بین ہو رہی ہے۔ کہ یہ جوہر کب اور کہاں سے پیدا ہُوا۔ کوئی کہتا ہے کہ مشتری سیارے سے مواد حیات آتا ہے۔ کوئی کوئی اور کہانی سناتا ہے۔ لیکن سائنٹیفک دُنیا کا جس نظریہ کی طرف غالب رجحان ہے وہ وہی ہے جو آج سے تیرہ سو برس پہلے قرآن کریم نے فرمایا۔ کہ جوہر حیات پانی سے پیدا ہوتا ہے یعنی زمین پر پانی ہی ذمہ دار ہر قسم کے مادہ حیات کا ہے۔ یہ صرف چند باتیں ہیں جو میں نے قرآن کریم سے اخذ کرکے یہاں درج کر دی ہیں۔ اگر قرآن کریم خدا کی کتاب نہیں تو یہ علمی حقائق کس نے آنحضرت صلعم کے قلب مطہر میں ڈالے۔ حیوانات میں نر مادہ ہونے کے بھی قائل تھے لیکن قرآن کریم تو ایک بڑے بھاری راز سربستہ کو کھولتا ہے جس راز سے نہ اولین میں سے اور نہ متاخرین میں سے کوئی آگاہ ہُوا۔ اور وہ یہ ہے کہ کائنات کی کُل کی کُل چیزوں میں نر و مادہ کے رشتے ہیں حجر شجر نجم۔ آسمان زمین ہوائیں۔ عناصر ایٹم۔ برقی ذرات جہاں تک بھی چلے جاؤ۔ ہر جگہ رشتہ زوجیت چل رہا ہے۔ یہ کوئی معمولی انکشاف راز ہے۔ ہاں آج علمی اکتشافات میں ہی یہ چیز آ گئی۔ ہائیڈروجن آکسیجن جیسے لطیف عناصر بخارات کی تزویج ہی تو پانی پیدا کرتی ہے قوت برقی مثبت منفی ذرات برق کی تزویج سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ قرآنی علم کس قدر محیر العقول وسعت اپنے اندر رکھتا ہے عالم الغیب کے سوا کون ان باتوں کو بتلا سکتا ہے۔ تخلیق ارض کے متعلق آج تو ہم

(بقیہ نوٹ کالم اول) ہیں جو فکر سے کام لیتے ہیں ؎ سورہ ۱۶ آیت ۱۵) والقیٰ فی الارض رواسی ان تمید بکم وانھٰرا و سبلا لعلکم تھتدون ط ترجمہ اور اس نے زمین میں پہاڑ اور دریا ڈال رکھے ہیں۔ تاکہ وہ تمہیں کھانے کا سامان دیں۔ اور راستے دئے ہیں۔ تاکہ تم ہدایت پاؤ۔ (سورہ ۱۶ آیت ۱۵)

والجبال اوتادا ۔ ترجمہ اور پہاڑوں کو میخیں۔

؎ والارض فرشنٰھا فنعم الماھدون و من کل شیء خلقنا زوجین لعلکم تذکرون ط ترجمہ اور زمین کو ہم نے ہی بچھایا سو ہم اسکو خوب تیار کرنے والے ہیں۔ اور ہر چیز سے ہم نے جوڑے پیدا کئے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو (سورہ ۵۱ آیت ۴۹)

؎ اولم یر الذین کفروا ان السموٰت والارض کانتا رتقا ففتقنٰھما و جعلنا من الماء کل شیء حی افلا یؤمنون ترجمہ کیا جو کافر ہیں وہ غور نہیں کرتے کہ آسمان اور زمین دونوں بند تھے۔ تو ہم نے انہیں کھولا۔ اور زندہ چیز کو ہم نے پانی سے بنایا۔ تو کیا یہ ایمان نہیں لائینگے۔

جانتے ہیں۔ کہ سورج سے ایک جلتا ہُوا گیس کا گولا نکلا وہ ٹھنڈا ہو کر ایک قسم کا شوریلا تیزاب بن گیا۔ پھر وہ تیزاب ٹھنڈا ہوتا گیا۔ اور اس کی سطح پر ایک جھلی سی جم گئی۔ یہ جھلی دن بدن موٹی ہوتی گئی۔ یہ زمین کی موجودہ شکل کی ابتدا تھی۔ اس وقت از حد تزلزل تھی۔ اندر کا تیزاب بار بار باہر آتا تھا۔ اُسے لاوا کہو یا کچھ اور وہ باہر آکر سرد ہُوا۔ وہی چٹان۔ وہی پہاڑ بن گئے۔ یہ باتیں تو آج کی تحقیق ہیں۔ لیکن قرآن اور حدیث میں موجود ہے۔ اور ایک ایماندار کے لئے یہ قرآن کریم اور ختمیت مآب کے منجانب اللہ ہونے کا کافی ثبوت ہیں وید کو چھوڑ دو وہ انسانی سوسائٹی کی ایک ابتدائی سے ابتدائی شکل کے مناسب حال کتاب نظر آتی ہے۔ اسمیں علمی حقائق کا ذکر کہاں ہو سکتا ہے۔ ہاں بائبل سے کتاب پیدائش کی ابتدائی آیات میں پیدائش کائنات کا ذکر کیا ہے۔ لیکن بائبل کی ان باتوں پر آج دنیا ہنس رہی ہے بائبل کی کہانی کی بڑی بڑی تاویلیں کی گئیں لیکن علمی انکشافات نے ان کا ابطال کر دیا۔ اور آج وہی باتیں بائبل کے خدا کی طرف سے نہ ہونیکے ثبوت میں پیش کی جاتی ہیں۔

انسان کی پیدائش کے متعلق بھی جو کتاب حمید نے فرمایا وہی بہت حد تک آج علوم جدیدہ نے تسلیم کر لیا۔ قرآن کریم نے فرمایا کہ انسان کی اصل مٹی کے جوہروں کی کشید ہے جو کچھ زمین کے اندر اور جو کچھ باہر ہیں۔ ان سب کا خلاصہ جسم انسان کے اندر موجود ہے اکل و شرب کے ذریعہ یا اور راہوں سے یہ سب کی سب چیزیں انسان کے اندر چلی جاتی ہیں۔ اور انہیں سے نطفہ انسانی پیدا ہوتا ہے۔ قرآن کریم اس پیدائش کا حال بیان کرتے ہوئے۔ اس سے بھی آگے جاتا ہے۔ وہ ان چیزوں کا ماخذ بھی بتلاتا ہے جہاں سے یہ چیزیں آئیں۔ یہ چیزیں آسمانوں سے اترتی ہیں۔ کچھ ان روشنیوں کے ذریعہ جو ہر ستارہ سے زمین تک پہنچتی ہیں۔ جو اس پانی کے ذریعہ جو بر رنگ بارش زمین پر آتا ہے ۔ ماطیری کرہ سے چلکر ہر ایک بعید کرہ فلک کی چیزیں زمین پر بطریق بالا پہنچکر زمین کے اندر دھس جاتی ہیں۔ اور زمین کے لئے باعث حمل ہو جاتی ہیں۔ اس حمل کا نتیجہ زمین کے اندر کی جمادات۔ معدنیات اور زمین کے اوپر کی نباتات اور دیگر اندرونی بیرونی چیزیں ہوتی ہیں۔ انہیں چیزوں کے امتزاج مختلفہ سے ذیل کی سات چیزیں بھی پیدا ہوتی ہیں۔ جو از روئے تحقیق جدید انسانی نطفہ کی تخلیق کے لئے ضروری ہیں۔ یا جن کا امتزاج انسانی نطفہ کو پیدا کرتا ہے۔ انسانی جسم کی بناوٹ میں یہ سات چیزیں ضروری ہیں۔ اور وہ یہ ہیں :۔

نشاستہ۔ حلویات۔ سوصفیات۔ نمکیات۔ لحمیات۔ فاسفورس۔ مائعات ان سے نطفہ پیدا ہوتا ہے۔ نطفہ حمل میں جاتا ہے۔ اور وہاں چند منازل طے کرکے بچہ انسان کی شکل اختیار کرتا ہے۔ اور اس ہیولے انسانی میں نفس مدرکہ پیدا ہوتا ہے۔ جس نے اب آگے ترقی

کرل ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ آسمانی اور خلائی چیزیں روشنی کے ذریعہ یا بارش کے ذریعہ زمین پر آتی ہیں۔ اور زمین کے بطن میں جاکر باعث حمل زمین ہوتی ہیں۔ اور وہاں سے مختلف شکلوں میں ہوکر وہ بلاسات چیزیں پیدا کرتی ہیں جنکی ترکیب سے نطفہ پیدا ہوتا ہے۔ اور نطفہ رحم میں جاکر چند منازل کے بعد پیدائش نفس مدرکہ کا موجب ہوتا ہے۔ ان حقائق قرآنی کو جو بر علمی تحقیق تسلیم کرتی ہے۔ اب قرآن کے ارشادات ملاحظہ ہوں:۔

وانزلنا من السماء ماءً بقدرٍ فاسکنّٰہ فی الارض ۚ وانا علٰی ذھاب بہٖ لقادرون ۚ فانشانا لکم بہٖ جنّٰتٍ من نخیلٍ واعناب لکم فیھا فواکہ کثیرۃ ومنھا تاکلون ۞ ولقد خلقنا الانسان من سللۃٍ من طین ۚ ثم جعلنٰہ نطفۃً فی قرارٍ مکین ۚ ثم خلقنا النطفۃ علقۃً فخلقنا العلقۃ مضغۃً فخلقنا المضغۃ عظٰمًا فکسونا العظٰم لحمًا ۚ ثم انشانٰہ خلقًا اٰخر ۚ فتبارک اللہ احسن الخالقین ۞

ترجمہ:۔ اور ہم بادل سے ایک اندازہ سے پانی اتارتے ہیں۔ پھر اسے زمین میں ٹھہراتے ہیں۔ اور ہم اسے لیجانے پر قادر ہیں۔ پھر ہم اس کے ساتھ تمہارے لئے کھجوروں اور انگور والوں کے باغ اگاتے ہیں۔ ان میں تمہارے لئے بہت پھل ہیں۔ اور ان سے تم کھاتے ہو (سورہ ۲۳ آیت ۱۸) ۞

اور ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کرتے ہیں۔ پھر ہم اسے ایک مضبوط ٹھہرنے کی جگہ میں نطفہ بناتے ہیں۔ پھر ہم نطفہ کو لوتھڑا بناتے ہیں۔ اور لوتھڑے کو گوشت کے ٹکڑے میں ہڈیاں بناتے ہیں۔ اور ہڈیوں پر گوشت چڑھاتے ہیں۔ پھر ہم اسے ایک اور پیدائش دے کر اٹھا کھڑا کرتے ہیں۔ پس اللہ با برکت ہے۔ جو سب بنانیوالوں سے بہتر ہے۔ (سورہ ۲۳ آیت ۱۳)

یہ آیات کسی تفسیر کی محتاج نہیں۔ ہاں یہ امر واقعی حیرت ناک ہے کہ جس ترتیب و صفائی سے قرآن کریم نے رحمی منازل ارتقا کو شمار کیا ہے۔ وہی منازل آج علمی تحقیق میں آئی ہیں۔ اس طرح نطفہ انسانی کے جن سات اجزا کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ قرآن کریم نے انہیں آج کل کی علمی اصطلاح میں تو بیان نہیں کیا۔ لیکن ان چیزوں کا ذکر کرتا ہے جن سے یہ سات چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ رہا یہ امر کہ آسمانی چیزیں کس طرح حمل زمین کا موجب ہوتی ہیں۔ اس کا ذکر خاص طور پر سورہ الطارق میں آگیا ہے۔ طارق کے معنی رات کا آنے والا۔ اور طارق کی تفسیر سیاروں اور ستاروں سے کی گئی ہے۔ جو اپنا فعل حمل رات کے وقت کرتے ہیں۔ والسماء والطارق ۞ وما ادرٰک ما الطارق ۞ النجم الثاقب ۞ والسماء ذات الرجع ۞ والارض ذات الصدع ۞ ترجمہ:۔ آسمان پر غور کرو۔ اور اس پر غور کرو۔ جو رات کے وقت آتا ہے۔ اور تم جانتے ہو۔ کہ رات کے وقت کون آتا ہے۔ وہ ستارہ ہے۔ جو چمکتا ہے۔ اور پھاڑنے والا ہے۔ اور حمل کرنے والا ہے۔ (لفظ ثاقب کے یہ تینوں معنے ہیں) آسمان کو دیکھو جو چیزوں کو ڈالتا ہے۔ (یعنی اسمیں قوت فاعلی ہے) اور زمین کو دیکھو جو چیزوں کو قبول کرتی ہے۔ (یعنی اسمیں قوت انفعالی ہے)

یہاں میں ایک اور آیت کا ذکر کرتا ہوں جسمیں فلکیات کی ایک حقیقت کا اظہار ہے۔ وکلٌّ فی فلکٍ یسبحون۔ سورۂ یٰسین میں نظام شمسی کا ذکر کرتے ہوئے قرآن کریم نے ایک آیت کا خاتمہ الفاظ بالا پر کیا ہے جسکے لفظی معنے یہ ہیں۔ کہ فلکیات کی ساری چیزیں چاند۔ سورج۔ ستارے۔ سب کے سب اپنے اپنے فلک میں تیرتے ہیں جس سے یہ پایا جاتا ہے۔ کہ یہ افلاک کسی سیال چیز سے بنائے گئے ہیں۔ سائنس ہمیں یہ پتہ دیتی ہے کہ ایتھری مادہ جس میں ستارے سیارے ہوتے ہیں۔ وہ فی الواقع سیال چیز ہے اس قدر بلیغ اور صحیح علم عالم الغیب کے سوا کس کا ہو سکتا ہے۔ کیا یہ چند باتیں جو بیان ہوئیں اس بات کا کافی ثبوت نہیں۔ کہ قرآن کریم عالم الغیب کی کتاب ہے۔

گذارش ضروری

مطبع والوں نے (جہاں پیغام چھپتا ہے) یہ نوٹس دیا ہے۔ کہ آئندہ شنبہ کو عاشورہ محرم کی وجہ سے مطبع بند رہیگا۔ اس لئے اس روز اخبار نہیں چھپ سکتا۔ اسلئے آج کا پرچہ آٹھ صفحات پر شائع کیا جاتا ہے۔ آئندہ پرچہ چہار شنبہ کو شائع ہوگا۔

آل مسلم پارٹیز کانفرنس

کی منظور شدہ تجاویز

تجویز ۱۔ اس کانفرنس کی رائے میں اس امر کی ضرورت ہے کہ مسلمانان ہند کی فلاح و بہبود کے لئے جسقدر کام مختلف شعبوں میں اسوقت ہو رہا ہے اسکو اشتراک عمل یا تقسیم کار کے اصول پر منضبط کیا جائے اور کام کرنیوالی جماعتوں کے تصادم کو دفع کرنے کی کوشش کیجائے

ب۔ اس کانفرنس کی رائے میں ضروری ہے کہ مسلمانان ہند کی تنظیم کے لئے ایک آل انڈیا مسلم جماعت قائم کی جائے جو دوسری جماعتوں کے ساتھ اشتراک عمل سے یا تنہا اپنے مقاصد کے حصول کے لئے ایسے طور سے کام کرے کہ کسی دوسری اسلامی جماعت کے ساتھ تصادم نہ ہو۔

ج۔ اس کانفرنس کی یہ رائے ہے کہ اس آل انڈیا مسلم جماعت کو تبلیغ اسلام تحفظ مساجد و اوقاف اقتصادی فلاح و ترقی اور مذہبی تعلیم کی اشاعت کے مقاصد کو پورا کرنے کے لئے فوراً عملی کام شروع کرنا چاہیے۔

تجویز ۲۔ یہ کانفرنس اس آل انڈیا مسلم جماعت کے لئے جس کا قیام بروئے تجویز ۱ منظور ہوا ہے۔ حضرات مندرجہ ذیل کو بطور ایک عارضی کمیٹی جماعت مذکورہ مقرر کرتی ہے۔ اور کمیٹی مذکور کو اختیار دیتی ہے کہ اغراض و مقاصد مندرجہ تجویز ۱ کی تکمیل کے لئے جماعت مذکورہ کے قواعد و ضوابط اور اسکیم مرتب کرکے ممبر بنائے اور دیگر عملی کارروائی کرے اس کمیٹی کا کورم ۷ ہوگا۔ اس کمیٹی کو اختیار ہوگا حسب ضرورت اپنے ارکان میں اضافہ کرے اور اس کمیٹی کا عارضی دفتر امرتسر رہیگا

اسمائے ارکان عارضی کمیٹی

صدر۔ حاجی مولوی سر رحیم بخش صاحب کے۔ سی۔ آئی۔ ای۔ سکرٹری۔ ڈاکٹر سیف الدین صاحب کچلو

ارکان

۱۔ کنور عبدالوہاب خان صاحب رئیس علی گڈھ جنرل سکرٹری جمعیۃ تبلیغ الاسلام

۲۔ مولوی غلام محی الدین خان صاحب وکیل ہائیکورٹ پنجاب سکرٹری انجمن حمایت الاسلام لاہور

۳۔ خان صاحب شیخ عبدالعزیز خان صاحب جنرل سکرٹری انجمن حمایت اسلام لاہور

۴۔ مولانا عبدالماجد صاحب قادری بدایونی ناظم جمعیۃ علماء صوبہ متحدہ

۵۔ ملک برکت علی صاحب وکیل ہائیکورٹ نائب صدر مسلم لیگ پنجاب

۶۔ سید جالب ایڈیٹر ہمدم لکھنو

۱۰۔ سید ظہور احمد صاحب سکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ لکھنو

۱۱۔ شیخ صادق حسن بیرسٹرایٹ لا امرتسر

۱۲۔ سید محسن شاہ وکیل ہائیکورٹ سکرٹری کشمیری کانفرنس جائنٹ سکرٹری انجمن اسلامیہ لاہور

۱۳۔ میاں محمد شریف سوداگر چرم امرتسر

۱۴۔ مسٹر عبدالمجید قریشی امرتسر

۱۵۔ خان بہادر سر میاں محمد شفیع صاحب سی۔ آئی۔ ای۔ کے سی ایس۔ آئی۔ ایل۔ ایل ڈی لاہور

۱۶۔ میاں فیروز الدین امرتسر

۱۷۔ محمد اسمٰعیل خان بیرسٹرایٹ لا۔ ایم۔ ایل۔ اے رئیس میرٹھ

۱۸۔ مولوی محمد عبداللہ صاحب بی۔ اے سکرٹری جمعیۃ دعوۃ و تبلیغ اسلام پنجاب لاہور

۱۹۔ چودھری ظفر اللہ خان صاحب بیرسٹرایٹ لا لاہور

۲۰۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ لاہور

۲۱۔ راجہ غضنفر علی خان بی۔ اے۔ ایم۔ ایل۔ اے کے پنڈ دادنخان

۲۲۔ مولانا ظفر علی خان صاحب مالک روزنامہ زمیندار لاہور

۲۳۔ خواجہ غازی عبدالرحمن سکرٹری مجلس خلافت پنجاب لاہور

۲۴۔ چودھری افضل حق صاحب ایم ایل سی ہوشیارپور

۲۵۔ مولوی اظہر علی صاحب ایم۔ ایل۔ سی بٹالہ گورداسپور

۲۶۔ جناب میر غلام بھیک صاحب نیرنگ جنرل سکرٹری آل انڈیا جمعیۃ تبلیغ الاسلام لاہور و انبالہ وکیل ہائیکورٹ۔

۲۷۔ مسٹر عبدالعزیز بیرسٹرایٹ لا پشاور

تجویز ۳۔ یہ کانفرنس نہایت زور کے ساتھ گورنمنٹ کی اس پالیسی کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتی ہے جس کے باعث جزیرہ انڈمن میں موپلاؤں کی ایک آبادی قائم کی جارہی ہے اور جس کا لازمی نتیجہ جنوبی ہند سے موپلاؤں کی جلاوطنی خانہ بربادی اور ان کے شیرازہ قومی کی پراگندگی ہوگی۔

پونچھ میں فتنہ ارتداد

مکرمی اڈیٹر صاحب پیغام صلح! السلام علیکم

میں ایک خط کی نقل جو امام جماعت احمدیہ کی خدمت میں علاقہ پونچھ سے موصول ہوا ہے ارسال کرکے ملتمس ہوں کہ اسکو اپنے اخبار میں شائع کرکے اور اسپر مناسب کارروائی کرکے مشکور فرمائیں۔

(ناظم صیغہ دعوت و تبلیغ قادیان)

بخدمت شریف حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عرض خدمت اقدس میں یہ ہے کہ اس ملک ریاست پونچھ میں سلسلہ ارتداد جاری ہوگیا ہے۔ اکثر عورتیں مسلمانوں کی ہندو مذہب میں داخل ہونے کو تیار ہیں اور مسلمانوں کو بڑا صدمہ پہنچا ہے اسواسطے گذارش ہے کہ واعظوں کی سخت ضرورت ہے! اور جس طرح ہوسکے انتظام فرمایا جائے ورنہ حالت اسلام بہت خطرہ میں ہے۔ ایسا انتظام ہونا چاہیئے جیسا آگرہ راجپوتانہ میں کیا گیا تھا۔ میرے خیال میں حنفی علماء و اہلحدیث اور شیعہ سب صاحبان کو متوجہ کیا جائے ورنہ مسلمان سخت نازک حالت میں ہیں۔ ایک منکوحہ عورت ہندو ہوچکی ہے اور بھی بہت آریوں میں درخواست دینے کو تیار ہیں۔ اسواسطے بڑا بھاری فساد برپا ہے اس فساد کا مناسب انتظام فرمایا جائے۔ انگریزی اخبار حکام بالا بھی پڑھتے ہیں اگر ان کے ذریعہ اعلیٰ حکام کو بھی توجہ دلائی جائے تو امید ہے کہ وہ کوئی انتظام فرمائیں کہ عورتوں کا اشدھی ہونا موجب فساد ہے۔

والسلام

(خاکسار عبدالحی و سید طالب حسین و لعل دین)

اخبار احمدیہ

اخویم مکرم شیخ محمد عبداللہ صاحب پروفیسر کالج کا صاحبزادہ جس کی ولادت کی خبر کی گذشتہ اشاعت میں دی گئی تھی چند دن کی عمر پاکر فوت ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پروفیسر صاحب کی اہلیہ مکرمہ تپ محرقہ سے سخت بیمار ہیں۔ اللہ تعالے انہیں صحت عطا فرمائے اور نعم البدل عطا کرے۔ احباب کرام سے ان کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

میرٹھ سے مولوی فیروزدین صاحب اپنی اہلیہ کی بیماری کی خبر دیتے ہیں۔ ان کے لئے بھی دعا کی ضرورت ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

لاہور

جلد ۱۲ ۔ ۷ محرم ۱۳۴۳ھ نمبر ۷۵

آل انڈیا مسلم جماعت

مسلمانوں کی تنظیم (۲)

آل انڈیا مسلم جماعت کے نام سے جس نئی انجمن کا قیام امرتسر کی آل مسلم پارٹیز کانفرنس کے ذریعہ سے عمل میں آیا ہے۔ اس کے اغراض و مقاصد میں تبلیغ اسلام کو سب سے پہلے جگہ دی گئی ہے جس سے غرض یہ ہے۔ کہ تبلیغ اسلام کا مہتمم بالشان کام جو اس وقت مختلف جماعتوں اور انجمنوں کی طرف سے جاری ہے۔ اور بعض وقت ان جماعتوں اور انجمنوں میں تصادم بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ باہمی اشتراک عمل سے سرانجام پائے۔ اور آل انڈیا مسلم جماعت نہ صرف خود اس کام کی سرانجام دہی کے وسایل پیدا کرے۔ بلکہ دوسری انجمنوں کو بھی ضروری امداد دیکر ان کا ہاتھ بٹائے۔

ابھی تک یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ اس اشتراک عمل یا براہ راست کام کرنے کی صورت کیا ہوگی۔ جب تک عارضی کمیٹی قواعد و ضوابط اور سکیم جس کا ریزولیوشن نمبر ۲ میں ذکر ہے مرتب نہ کرے۔ اس وقت تک اس بارہ میں کچھ رائے زنی کرنا قبل از وقت ہے۔

لیکن پیشتر اس کے کہ کمیٹی مذکورہ کا کوئی اجلاس ہو۔ اس کے فایدہ اور سہولت کے لئے چند ضروری باتیں بطور مشورہ لکھنا غیر مناسب نہ ہوگا۔ نواب محمد اسمٰعیل خانصاحب پریزیڈنٹ آل مسلم پارٹیز کانفرنس نے اپنے خطبہ صدارت میں ایک مرکزی تبلیغی انجمن کا ذکر کرتے ہوئے اسکے دو کام بتلائے تھے:

۱۔ اندرونی یعنی مسلمانوں کی حفاظت و اصلاح رسوم و درستی حالت

۲۔ بیرونی یعنی صداقت اسلام کا پیغام دوسری قوموں تک پہنچانا۔

ان دو قسموں کے کاموں میں سے زیادہ تر اول الذکر کام ہے جو تنظیم کے کام سے بالخصوص تعلق رکھتا ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ یہی فی الحقیقت اصل تنظیمی کام ہے۔ اور اس کی موجودہ حالات میں اشد ضرورت ہے۔ اس وقت شدھی کے نام سے جو فتنہ آریوں نے برپا کر رکھا ہے اس کی اصل وجہ مسلمانوں کے اندرونی حالات کا خراب ہونا ہے۔ نہ صرف مذہبی تعلیم کا فقدان اور جہالت ہی چار لاکھ مسلم راجپوتوں کے ارتداد کا موجب ہوئی ہے۔ بلکہ ان کے اور عام طور پر تمام مسلمانوں کے اندر ایسی ایسی مسرفانہ رسوم پائی جاتی ہیں جو ان کی اقتصادی حالت کو دن بدن بد سے بدتر بنائے چلی جا رہی ہیں۔ اور انہیں آئے دن ہندوؤں کا دست نگر اور رہین منت ہونا پڑتا ہے۔ جس کا یہ نتیجہ ہے کہ اپنے مذہب کی صداقت اور معقولیت کے اثر سے نہیں بلکہ اس بات کا لالچ دلا کر کہ وہ بیشتر قرضہ جو ان کے ذمہ ہیں۔ انہیں معاف کر دی جائیگی۔ اشدھی کی طرف انہیں بلایا جاتا ہے۔ اور اگر کوئی اس سے انکار کرے تو اس کی زمین اور جائداد قرضہ کے عوض قرق کرانے کی دھمکی دی جاتی ہے۔ یہ طریق جو آریوں نے اختیار کیا ہے۔ اس قدر موثر ہے کہ غریب مسلمان اس کا کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ اس کا ایک ہی واحد علاج ہے کہ ایسی راہیں اختیار کی جائیں جن سے وہ ہندوؤں کے قرضوں سے رہائی پالیں۔ اور آئندہ ان کے دست نگر نہ ہوں۔ کوئی بڑے سے بڑا مولوی فتنہ ارتداد کے میدان میں محض وعظ گوئی سے کامیاب نہیں ہو سکتا۔ جب تک مرتد ہونے والوں کو سیم و زر کی مدد سے ہندوؤں کے پنجہ سے نہ چھڑائے۔ اور آئندہ ایسی تدابیر اختیار نہ کی جائیں جن سے وہ رسوم بد کے ارتکاب سے رک جائیں۔

غالباً اسی خیال سے آل انڈیا مسلم جماعت کے اغراض و مقاصد میں اقتصادی فلاح و ترقی کو بھی رکھا گیا ہے۔ لیکن اقتصادی فلاح و ترقی کے لئے کیا صورت اختیار کی جائے گی۔ اس کا بہترین طریق کواپریٹو بنکوں کا اجرا ہے۔ بشرطیکہ ان کے قواعد میں اس امر کو ملحوظ رکھا جائے کہ رسوم بد کے لئے کوئی روپیہ نہیں دیا جائے گا۔ اور ایسے طریق اختیار کئے جائیں جن سے مسلمانوں کی مختلف برادریوں میں رسوم بد کا مقاطعہ ہو جائے۔ جب تک ان بد رسوم سے مسلمان نہ چھوٹیں گے۔ اس وقت تک وہ کسی اصلاح اور اقتصادی ترقی کی طرف قدم نہیں بڑھا سکتے۔ اور نہ وہ غیر اقوام کے پنجہ سے محفوظ رہ سکتے ہیں یہ کہنا کہ بعض قومیں رسم و رواج کو مذہب پر مبنی ٹھیراتی ہیں۔ اور اس لئے اصلاح رسوم کی کوشش کرنا ان کے مذہبی خیالات میں دخل دینا ہوگا۔ اور اس سے تصادم کی صورت پیدا ہو جائے گی۔ ایک بے بنیاد بات ہے۔ مسلمانوں کے شادی اور اموات کے موقعوں پر جو رسوم ہوتی ہیں۔ کوئی شخص اسے مذہب پر مبنی قرار نہیں دے سکتا۔ زیادہ سے زیادہ مردوں کے ختم دلانا چہلم وغیرہ کرنا ایسی باتیں ہیں جن کو بعض لوگ مذہب پر مبنی سمجھتے ہیں۔ لیکن ایسے مواقع پر برادریوں میں جو کھانے تقسیم ہوتے ہیں۔ وہ محض نام و نمود کے لئے ہوتا ہے۔ اور مذہب کا اس سے کوئی واسطہ نہیں۔ اس لئے اس سے مسلمانوں کو روکنا ضروری ہے۔ مردوں کے ختم وہ دلانا چاہتے ہیں تو دلائیں۔ لیکن اس سے بڑھکر برادریوں کے نام و نمود کا کوئی کام نہ کریں۔ ایسا ہی شادی بیاہ کے موقع پر نکاح خوانی اور ولیمہ سے بڑھکر کوئی رسم جائز نہیں۔ اور کوئی مسلمان سوسائٹی ان دو باتوں کے علاوہ کسی چیز کو جائز نہیں رکھتی۔ لڑکیوں کے جہیز بھی حسب مقدرت ہونے چاہئیں۔ اور برادریوں کو مجبور کرنا چاہیئے کہ وہ اس بارہ میں اور دیگر اخراجات کے متعلق عام حیثیتوں کو مدنظر رکھکر ایک رقم مقرر کر دے۔ کہ ہر شخص زیادہ سے زیادہ اسقدر خرچ کرے۔

ضروری ہے کہ آل انڈیا مسلم جماعت کے قواعد و ضوابط ان تمام باتوں کو ملحوظ رکھکر بنائے جائیں۔ تاکہ مسلمانوں کو آئندہ اس بارہ میں دقتیں واقع نہ ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ یہ کام بہت بڑی محنت اور سرگرمی اور بردباری کو چاہتا ہے۔ اس میں بہت سی مشکلات بھی ہیں۔ برادریوں سے بہت کچھ سننا بھی پڑے گا بالخصوص مستورات کی جہالت بری طرح آڑے آئیگی۔ لیکن اگر فی الحقیقت مسلمانوں کی اصلاح اور ترقی مدنظر ہے۔ اگر ان کی اقتصادی حالت کو درست کرنا ہے۔ تو وہ بغیر اس کے نہیں ہو سکتی۔ کہ ان کی مسرفانہ رسوم کو قطعاً موقوف کرانے کا بندوبست کیا جائے۔ اگر اس قسم کی صورت مسلمانوں میں پیدا ہو جائے۔ اور رسوم بد کے ارتکاب سے وہ رک جائیں۔ تو کواپریٹو یا امدادی بنکوں کی ضرورت محض ان کی تجارتی یا زراعتی ضروریات کے لئے باقی رہ جائے گی۔ لیکن یہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا۔ جب تک انہیں سب سے پہلے ہندوؤں کے قرضوں سے نہ چھڑایا جائے۔ اور ایسے سامان بہم نہ پہنچائے جائیں جن سے وہ اپنے قدموں پر کھڑے ہو سکیں۔

ایک اور اہم مسئلہ جو تنظیم ہی سے تعلق رکھتا ہے مسلمانوں کے خیراتی مصارف کا مسئلہ ہے۔ اس وقت عام طور پر مسلمانوں کی خیرات جن مصارف پر خرچ ہوتی ہے۔ وہ ہرگز ہرگز جائز خیراتی مصارف نہیں۔ مسلمانوں کا بے شمار روپیہ زکوٰۃ اور صدقات اور معمولی خیرات کی صورت میں ایسا بے طرح اور بے محل صرف ہوتا ہے کہ اس سے بجائے نفع کے الٹا نقصان ہو رہا ہے۔ قوم میں بھیک منگوں اور گداگروں کی تعداد دن بدن بڑھتی چلی جا رہی ہے جسکی زیادہ تر وجہ یہ ہے۔ کہ جہاں وہ جا کر ہاتھ پھیلاتے اور سوال کرتے ہیں۔ بالعموم انہیں حوصلہ افزا جواب ملتا ہے۔ ایک محنتی اور جفاکش انسان تمام دن کی محنت کے بعد شام کو اس قدر کما کر نہیں لا سکتا۔ جسقدر روپیہ ایک تندرست و توانا گداگر ایک بڑے شہر کے بڑے بڑے بازاروں میں پھر کر ایک ایک دکان سے پیسہ پیسہ کرکے جمع کر لیتا ہے۔ گویا گداگری کو ہم اپنے ہاتھوں سے ترقی دے رہے ہیں۔ اور بجائے اس کے کہ مسلمانوں کو اپنے ہاتھ سے روزی پیدا کرنا سکھائیں۔ انہیں یہ سبق دیتے ہیں کہ کام اور محنت و مشقت کو چھوڑ کر زکوٰۃ اور خیرات پر گذارا کریں۔ جب تک ہمارے خیراتی روپیہ کا یہ بے جا استعمال جاری رہے گا۔ اس وقت تک گداگری کا سلسلہ مسلمانوں سے مفقود نہیں ہو سکتا۔ اور نہ کم ہو سکتا ہے۔ بلکہ دن بدن گداگروں کی تعداد بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ اور بڑھتی ہی جائے گی۔ اس لئے ضرورت ہے کہ خیرات دینے والوں کو اس کا احساس کرایا جائے اور انہیں یہ عادت ڈالنے کی کوشش کی جائے کہ وہ خیرات کا تمام روپیہ اور بالخصوص زکوٰۃ کو نظام کے ماتحت صرف کریں۔ جو ایک قومی بیت المال کی شکل میں آل انڈیا مسلم جماعت کے ماتحت قایم ہو۔ جن جماعتوں کے ہاں پہلے سے ایسا نظام قایم ہے۔ ان کو اسکے ماتحت لانے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ پہلے سے اس ضرورت کو باحسن وجوہ پورا کر رہی ہیں۔ لیکن جو لوگ ابھی اسکے عادی نہیں ہیں ان کو ایک نظام کے ماتحت لانا اور بیت المال کی طرف متوجہ کرنا نہایت ضروری ہے۔ اگر ایسا بیت المال مسلمانوں میں قایم ہو جائے۔ تو ان کے بہت سے قومی کام بآسانی سرانجام پا سکتے۔ اور غریب و نادار لوگوں کی بھی امداد اس سے ہو سکتی ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ کواپریٹو بنکوں کے ذریعہ سے وہ فایدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ جو ایک بیت المال کے قیام سے ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اول الذکر کے ذریعہ سے جو امداد ملتی ہے۔ اس میں سود کی مصیبت ساتھ رہتی ہے۔ اور غریب اور نادار لوگوں کو سود کا دینا بہت ہی دشوار ہوتا ہے لیکن بیت المال اگر موجود ہو۔ تو اسکی امداد سود کی آمد پر منحصر نہ ہوگی۔

گداگری کو روکنے اور بیت المال کے قایم کرنے کے ساتھ جس بات کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ وہ قوم کے بے کار اور نادار طبقہ کے لئے کام فراہم کرنا اور ایسے لوگوں کے لئے جو کام کاج سے عاری ہیں۔ امداد کے وسایل بہم پہنچانا ہے۔ اسکے لئے ایک حد تک گورنمنٹ کی بھی امداد کی ضرورت ہوگی۔ اور ممکن ہے گداگری کے خلاف کوئی ایکٹ بھی بنوانا پڑے۔ لیکن یہ اسی صورت میں کامیاب ہو سکتا ہے کہ بے کار اشخاص کے لئے کارخانوں وغیرہ کی صورت میں شریفانہ محنت کے وسایل بہم پہنچائے جائیں۔ یا ان کو تجارت کے کاموں میں لگایا جائے۔ یا اور ایسی صورتیں بہم پہنچائی جائیں جن سے وہ شریفانہ رنگ میں روٹی کما سکیں۔ اور وہ لوگ جو کام کاج نہیں کر سکتے۔ انہیں ایسے رنگ میں امداد دی جائے کہ ان کی شرافت کو بٹہ نہ لگے محتاج خانوں کی صورت شاید اس بارہ میں زیادہ کارگر اور فایدہ بخش نہیں۔ ایسے عیال دار لوگ جو کام کاج سے عاری ہیں۔ محتاج خانوں میں جانا کبھی پسند نہ کرینگے اس لئے ضرورت ہے کہ ان لوگوں کی گھروں کے اندر اور خفیہ امداد کے وسایل بہم پہنچائے جائیں۔

یہ چند ایسی باتیں ہیں جن کی قوم کی اصلاح و ترقی کے لئے اشد ضرورت ہے۔ اور ہم سمجھتے ہیں۔ کہ آل انڈیا مسلم جماعت کی عارضی کمیٹی نے قواعد و ضوابط مرتب کرتے وقت اگر ان ضروری باتوں کو مدنظر رکھا۔ تو تنظیم کا کام بہترین طریق پر سرانجام پا سکتا ہے۔ آئندہ اشاعت میں ہم دوسری اقوام میں تبلیغ کے مسئلہ پر اپنے خیالات کا اظہار کرینگے۔ انشاء اللہ

مسلم فقیر اور ہندو

معاصر "آریہ ویر" میں ماسٹر جگدمبا پرشاد صاحب مثنوی خواجہ حسن نظامی کی کتاب داعی اسلام پر ریویو کرتے ہوئے ہندو قوم کو نصیحت کرتے ہیں کہ:

"اپنی قوم کا پیسہ ان مسلم فقیروں۔ عرسوں وغیرہ میں دینے کی بجائے قوم کے یتیموں اور بیواؤں میں نیز دیگر مفید کاموں میں صرف کریں۔ یہ فقیر تمہارے ہی پیسہ سے گائے کا گوشت خریدتے اور پیٹ کی ہانڈی میں ڈال لیتے ہیں۔ دان کرنا برا نہیں لیکن اگر موقعہ و محل کے لحاظ سے نہیں ہے۔ تو دینے والا بھی گنہگار ہے"

ان الفاظ سے ہندو قوم کی تنگدلی اور بغض و تعصب ظاہر ہے ہم خوش ہونگے۔ کہ ہندو قوم مسلم فقیروں کو ایک کوڑی بھی نہ دے مسلمانوں کو بھی چاہیئے کہ ہندوؤں کے ان سادھوؤں اور جوگیوں کو قطعاً منہ لگانا چھوڑ دیں۔ جو مذہبی تقدس کی آڑ میں جہلا کو لوٹتے ہیں۔ ماسٹر جگدمبا پرشاد کو چاہیئے کہ مسلمان فقیروں کے جو ہندوؤں کے دروازوں پر جاتے ہیں۔ اور ہندو سادھوؤں کے جو مسلمانوں کے روپیہ پر زندگی بسر کرتے ہیں۔ اعداد و شمار کا مقابلہ کرکے دیکھیں کہ کس کی تعداد زیادہ ہے۔ اور آیا ان کی قوم کا ایک بڑا حصہ مسلمانوں کی خیرات سے پرورش نہیں پاتا۔؟

گائے اور ہندو

ہم نے بارہا ان کالموں میں لکھا ہے کہ گائے کے مسئلہ پر ہندوؤں کا تمام شور و شر محض مسلمانوں کے ساتھ دشمنی اور عناد کی وجہ سے ہے۔ ورنہ فی الحقیقت کوئی ایسا جذبہ ہندو لیڈروں میں موجود نہیں۔ جو اس کا اصل محرک ہے۔ اس کی تائید سوامی شردہانند کے ان الفاظ سے ہوتی ہے جو انہوں نے حال میں آریہ سماج امرتسر کے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمائے کہ

"بقر عید کے موقع پر زائد از چالیس ہزار گئوئیں ذبح نہیں کی جاتیں مگر ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف ہنگامہ کے بلیا بار دے جاتے ہیں۔ حالانکہ چھاؤنیوں میں گوشت اور چمڑے کے لئے ۶۵ لاکھ گئوئیں کاٹی جاتی ہیں۔ اور اس کے خلاف ہندو آواز نہیں اٹھاتے"

یہ خود سوامی شردہانند کے الفاظ ہیں۔ جن سے صاف ظاہر ہے۔ کہ ہندوؤں کی شکایت مسلمانوں کے خلاف سراسر بیجا اور بناوٹی ہے۔ اگر فی الحقیقت ہندوؤں کے جذبات کو اس سے صدمہ پہنچتا ہے تو ۶۵ لاکھ گئوؤں کے مارے جانے پر اس سے زیادہ شور اور واویلا ہونا چاہئیے تھا جس قدر چالیس ہزار کے ذبح ہونے پر کیا جاتا ہے لیکن بناوٹ چھپی نہیں رہتی۔ آخر سوامی شردہانند جیسے دشمن اسلام کے منہ سے بھی حق بات نکل ہی گئی۔

ہمارا طرز تبلیغ

خواجہ حسن نظامی اپنی کتاب داعی اسلام میں رقمطراز ہیں:-

"مجھ کو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مشن کا بھی ذکر کرنا چاہیئے۔ انہوں نے نبوت امامت۔ اور مہدی و مسیح ہونے کے دعوے کئے۔ اور ایک جماعت کو دعوت اسلام کے لئے تیار کیا۔ لیکن ہندوستان میں ان کو کچھ کامیابی نہیں ہوئی۔ یعنی غیر مسلم اقوام میں سے کوئی شخص بھی اسلام کی طرف ان کی کوششوں سے مائل نہ ہوا۔ البتہ مسلمان بکثرت ان کے ہم عقیدہ ہو گئے ہیں ناکامی کی وجہ یہ تھی کہ یہ لوگ مذکورہ شرائط کو پیش نظر رکھ کر دعوت اسلام کا کام نہیں کرتے بلکہ نہایت گستاخانہ اور حریفانہ انداز سے غیر مسلم اقوام کو مخاطب کرتے ہیں۔

اسی کتاب میں ایک اور موقعہ پر تبلیغ کے متعلق ہدایت دیتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"آغاخانیوں کو شریک عمل کرنے کی کسی جگہ ضرورت ہو تو بلا تعصب شریک کر لینا قادیانی طرز اشاعت و تبلیغ سے مناسب فائدہ حاصل کرنا اور اصولی ضرورت ہو تو دعوت اسلام کے مقصد میں ان کو شریک کار کر لینا"

ہم حیران ہیں کہ جو لوگ بقول خواجہ صاحب گستاخانہ اور حریفانہ انداز سے غیر مسلم اقوام کو مخاطب کرتے ہیں۔ اور ان کے اس غلط طریق تبلیغ کی وجہ سے انہیں ناکامی ہوئی ہے اور کوئی شخص بھی ان کی کوششوں کی وجہ سے انہیں اسلام کی طرف مائل نہ ہوا۔ ان کے طرز اشاعت و تبلیغ سے مناسب فائدہ حاصل کرنے اور اصولی ضرورت پر دعوت اسلام کے مقصد میں ان کو شریک کار کر لینے سے کیا مدعا مقصود ہے۔ کیا خواجہ صاحب پر میٹھا میٹھا ہڑپ اور کڑوا کڑوا تھو کی مثال صادق نہیں آتی۔؟

ہمیں ان لوگوں کی پوزیشن پر رہ رہ کر حیرانی ہوتی ہے۔ جہاں مخالفوں سے مقابلہ کا وقت آتا ہے۔ وہاں احمدیوں کی طرز تبلیغ سے فائدہ بھی اٹھایا جا سکتا ہے۔ ان کو دعوت اسلام کے مقصد میں شریک کار بھی کیا جا سکتا ہے۔ اور ان کی تبلیغی خدمات کا بھی اعتراف کیا جاتا ہے۔ اور جہاں یہ ضرورت پیش نظر نہ ہو۔ وہاں وہی احمدی کافر و مرتد بن جاتے ہیں۔ ان کا طرز تبلیغ گستاخانہ اور حریفانہ ہو جاتا ہے اور کوئی غیر مسلم ان کی کوششوں سے اسلام کی طرف مائل نہیں ہو سکتا۔

جس قوم کے سجادہ نشینوں اور علماء کا یہ حال ہو کہ معمولی دیانت کی طرف شرم و حیا بھی ان کے اندر سے اٹھ چکا ہو اور بات بات میں کہنے اور واقعات کو جھٹلانے کے لئے تیار ہوں۔ اس کے عوام کا کیا حال ہو گا کاش ان لوگوں کو اپنے قول کی ہی شرم ہو۔ اور اگر وہ فی الواقعہ احمدیوں کو کافر و مرتد سمجھتے ہیں۔ اور ان کے طرز تبلیغ کو صحیح نہیں سمجھتے۔ تو دعوت اسلام کے مقدس کام میں بھی ان سے امداد لینا چھوڑ دیں۔ لیکن وہاں جو مشکل انہیں پیش آتی ہے۔ اسکو احمدیوں کے سوائے کوئی حل بھی نہیں کر سکتا۔ غیر مسلم اقوام اور بالخصوص آریہ سماج کے مقابلہ میں مسلمانوں کے بڑے بڑے علماء کی جو حالت ہوتی ہے۔ وہ ناگفتہ بہ ہے۔ بقول ناظم جمعیۃ العلماء ان سے مقابلہ کرنا کوئی سہل امر نہیں۔ پھر تعجب ہے کہ وہی علماء انہی احمدیوں کو اپنے سے علیحدہ رکھنا اور کافر و مرتد ٹھیرانا بھی ضروری سمجھتے ہیں

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

ہندو توہمات اور اسلام

یہ ایک حقیقت مسلمہ ہے۔ کہ اسلام دنیا میں توحید الہی کا پیغام لے کر آیا۔ اور اس پاکیزہ خیال کے ذریعہ سے اس نے تمام قسم کے مشرکانہ عقائد اور توہمات سے نسل انسانی کو آزاد کرنا چاہا۔ اور بہت حد تک آزاد کر دیا۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ مسلمانوں نے ہندوستان میں آکر پھر اسی شرک و بت پرستی کو بظاہر اسلامی رنگ چڑھا کر اپنے اندر لے لیا آج مسلمانوں میں پیر پرستی۔ قبر پرستی گنڈے تعویذ اور دیگر کئی قسم کے مشرکانہ خیالات کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ یہ کہاں سے پیدا ہوئے؟ ظاہر ہے کہ ہندو قوم کے اثر سے انہوں نے یہ سب کچھ لیا ہے۔ لیکن آریہ سماجی معاصر "آریہ گزٹ" میں کوئی شخص بابو اماشنکر بی اے یہ رونا روتے ہیں کہ سنت کا قبروں پر جا کر منتیں ماننا اسلامی اثر کا نتیجہ ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ ہندوؤں کا پتھروں کی پوجا کرنا اور تینتیس کروڑ دیوتاؤں کو ماننا بھی اسلام ہی کی طرف منسوب کیا جائے گا۔ کیوں نہ ہو کوئی یہ تو نہ کہہ سکیگا کہ آریہ سماجی توحید اسلامی اثر کا نتیجہ ہے۔ بابو اماشنکر کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ قبر پرستی کا کوئی جزیہ تو اسلام نے نہ لگایا ہے۔ اور نہ وہ ہندوؤں یا کسی اور قوم سے وصول کرنا چاہتا ہے۔ لیکن توحید کا سبق اس نے دنیا کو ضرور پڑھایا ہے۔ اور آپ اسے جزیہ کہیں یا خراج وہ بہر حال آریہ سماج سے ضرور وصول کر رہا ہے اور انشاء اللہ تعالے تمام دنیا سے وصول کر کے رہیگا۔

انجمن حمایت اسلام اور اشاعت اسلام

شیخ عبد العزیز صاحب جنرل سیکرٹری انجمن حمایت اسلام لاہور کی ایک تقریر اخبارات میں شائع ہوئی ہے۔ جو انہوں نے انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کے اجلاس میں کی ہے۔ اور انجمن کو اس بات پر مطعون کرتے ہوئے کہ اس نے حمایت اسلام کا بیڑا اٹھانے کے باوجود آجتک اشاعت و تبلیغ اسلام کے پہلو میں کوئی خاص سرگرمی نہیں دکھائی آپ نے انجمن کے شعبہ تبلیغ کے بعض اعداد و شمار بھی پیش کئے ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ صیغہ انجمن نے برائے نام کھول رکھا ہے۔ ورنہ فی الحقیقت کوئی عملی کام اس کے اندر نہیں ہوتا۔ شیخ صاحب نے تجویز کی ہے۔ کہ انجمن آئندہ اس کام کو زیادہ سرگرمی کے ساتھ اپنے ہاتھ میں لے۔ اور ذیل کے مختلف طریقوں سے اس کام کو سرانجام دے۔

۱۔ مبلغین کی تعلیم اور ان کے مہیا کرنے کے لئے جماعت کا اجراء۔

۲۔ اسلامی کتب کی تالیف اور اشاعت۔

۳۔ مدارس میں خاص دینیات کی تعلیم اور پبلک وعظوں اور لیکچروں کا انتظام۔

ان تینوں قسموں کے کاموں پر انہوں نے علیحدہ علیحدہ بحث کی ہے۔ اور تبلیغی جماعت کے اجراء کے لئے یہ ضروری قرار دیا ہے۔ کہ تبلیغ کی تعلیم حاصل کرنے والوں کو پانچ سے دس روپیہ ماہوار تک وظائف دئے جائیں۔ دو مدرس ان کے لئے مقرر کئے جائیں جن میں سے ایک عربی دان ہو۔ اور دوسرا انگریزی بھی جانتا ہو۔ اس پر تین سو ماہوار خرچ کا اندازہ کیا گیا ہے۔ اسلامی کتب کی تالیف و اشاعت کے بارہ میں انجمن کی سابقہ خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے اس بات پر شرم دلائی ہے کہ قرآن کریم کی طبع و فروخت کا انتظام ابھی تک غیر مسلم کے ہاتھوں میں ہے۔ اور یہ تجویز کی ہے کہ قرآن کریم کے صحیح اور مستند ایڈیشن چھپوانا اس کا انگریزی ترجمہ کرانا۔ احادیث اور دیگر مذہبی کتب کے تراجم اور خلاصے اور اسلامی مسائل پر چھوٹے چھوٹے ٹریکٹوں کی تالیف مذہبی نصاب کی تیاری۔ تبلیغی کارگذاریوں کی اشاعت کے لئے ایک ہفتہ وار اخبار کا اجراء انجمن کو اپنے ہاتھ میں لینا چاہیئے۔ اور ایسا ہی عام لوگوں میں ہفتہ وار لیکچروں اور وعظوں کا انتظام کرنا چاہیئے۔

ان تجاویز کی معقولیت میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا۔ لیکن ہم حیران ہیں۔ کہ انجمن حمایت اسلام جو پہلے ہی سے تعلیم کے کام کی وجہ سے بہت سی مالی مشکلات کے نیچے ہے۔ اس قدر مزید بوجھ کیونکر اٹھا سکتی ہے۔ اور جب کہ ابھی تک اسے بچوں کی صحیح مذہبی تعلیم کے لئے ایسے اساتذہ دستیاب نہیں ہوئے۔ جو اس کی اہلیت رکھتے ہوں۔ اور نوجوانوں میں اسلام کا صحیح اثر پیدا کر سکیں۔ تو اشاعت اسلام جیسے وسیع کام کی تعلیم اور دیگر ضروریات کے لئے وہ کہاں سے ایسے آدمی پیدا کر سکیگی۔ جو اس کی پوری اہلیت رکھتے ہوں مسلمانوں کا کوئی کام اس وقت تک ٹھیک طور پر چل نہیں سکتا جب تک مختلف انجمنیں اور جماعتیں تقسیم عمل کے اصول پر اپنے اپنے دائرہ عمل کو محدود نہ کرلیں۔ دنیا جہان کے کام سنبھال کر ایک ہی جماعت ان سب کو خوش اسلوبی کے ساتھ نہیں چلا سکتی۔ اس لئے ہماری رائے ہے۔ کہ انجمن حمایت اسلام تبلیغ کے کام کو ان لوگوں یا اس جماعت کے سپرد رہنے دے جو پہلے سے اسے خوش اسلوبی کے ساتھ سرانجام دے رہی ہیں۔ ہاں اس کے موجودہ تعلیمی کام میں جہانتک مذہبی تعلیم کا تعلق ہے۔ بہت کچھ اصلاح کی ضرورت ہے۔ اور اس کے لئے اسے ان لوگوں کی امداد حاصل کرنی چاہیئے۔ جو اشاعت و تبلیغ اسلام کے کام کو ہاتھ میں لے کر موجودہ زمانہ کی ضروریات کے مطابق اسلام کو سکھانے اور پیش کرنے کے اہل ہیں۔

مولوی احمد سعید صاحب واعظ دہلوی کے متعلق عجیب انکشاف

معاصر "الامان" اس عنوان سے رقمطراز ہے:-

مسلمانوں کے شیرازہ تنظیم و اتحاد و برہم کرنے کے لئے مولوی احمد سعید صاحب ناظم جمعیتہ العلماء ہند نے جو ریشہ دوانیاں کیں اور جس طرح امرتسر میں ذلیل طریقہ پر پوسٹر بازی کرائی اس کا ذکر سابقہ اشاعت میں ہو چکا ہے۔ یہ تو پہلے سے معلوم تھا کہ آپ ندوۃ العلماء لکھیم پور۔ متھرا۔ اتحاد کانفرنس دہلی اور اسپیشل اجلاس کانگرس میں قادیانیوں کے دوش بدوش شریک ہے لیکن اب معلوم ہوا کہ آپ امیر جماعت احمدیہ لاہور سے شعبہ تبلیغ جمعیتہ علماء ہند کے لئے مناظر کی امداد بھی طلب کرتے رہے ہیں اور آریوں کے مقابلہ کے لئے مسلمان مولویوں کو آپ ایک احمدی کی شاگردی میں دینے کے لئے آمادہ تھے۔ چنانچہ پیغام صلح لاہور مورخہ ۲۴۔ جولائی کے صفحہ ۵ کالم ۲ میں آپ کے خط کی حسب ذیل عبارت شائع کی گئی ہے جو آپ نے مسٹر محمد علی امیر جماعت احمدیہ لاہور کو تحریر کیا تھا۔

"جمعیت علماء کا تبلیغی شعبہ اس امر کا خواہشمند ہے کہ سنسکرت کی تعلیم کو عام کیا جائے اور بعض ایسے حضرات جنکی تقریر بھی صاف ہو اور مذہبی واقفیت بھی رکھتے ہوں مجبور کئے جائیں کہ وہ سنسکرت حاصل کریں بنابریں اس امر کی ضرورت محسوس ہوئی کہ مولوی عبد الحق صاحب جو اس وقت سنسکرت کے فاضل ہیں تعلیم کے لئے مقرر کئے جائیں لیکن چونکہ مولانا موصوف کا آپ سے تعلق ہے اسلئے میں جناب کی خدمت میں یہ درخواست پیش کرتا ہوں کہ آپ مولانا موصوف کو دو سال کے لئے ہم کو مستعار عنایت کریں تمام اخراجات کی کفالت ہمارے ذمہ ہوگی۔ اگر آپ کسی خاص ضرورت کے لئے مولانا کو چند یوم کیلئے کسی جگہ بھیجنا چاہیں تو ہم کو کوئی اعتراض نہ ہوگا۔

اس خط سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ مولوی عبد الحق صاحب احمدی کی شاگردی میں مسلمان مناظرین و علماء کو دینے کے لئے تیار ہیں۔ آپ مولوی عبد الحق صاحب احمدی پر شعبہ تبلیغ کا روپیہ صرف کرنے کو طیار ہیں۔ آپ ان کو شعبہ تبلیغ کی طرف سے ایک مناظر و مبلغ کی حیثیت سے پیش کرنے پر تیار ہیں اور آپ احمدی جماعت کے ساتھ جملہ تعلقات یگانگت و اتحاد کے لئے آمادہ ہیں لیکن کیا قیامت ہے کہ آپ مسلمان لیڈروں علماء اور ہمدردان اسلام کی نظر کو نہ خود بائیکاٹ کرتے ہیں بلکہ دشمنان اسلام کی آنکھوں میں مسلمانوں کو ذلیل کرنے کی شرمناک طریق پر پوسٹر بازی کراتے ہیں۔ اور اپنے ایجنٹوں سے صبح و شام روزانہ ایک نیا پوسٹر شائع کراتے ہیں۔ اگر

قرآن کریم کی خصوصیت اور فضیلت

جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے قلم سے

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
آپ کے اخبار پیغام صلح مجریہ ۲ مارچ ۱۹۲۵ء میں ایک مضمون مولوی عبدالستار صاحب کی قلم سے "انبیا اور اُن کی تعلیم" کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ مجھے اُس مضمون کو پڑھ کر سب سے پہلے اس بات کی فکر ہوئی کہ مولوی صاحب موصوف اس مضمون سے ثابت کرنا کیا چاہتے ہیں۔ یا کم سے کم میں نہیں سمجھا کہ اُن کا مطلب کیا ہے؟ یہ امر کہ تمام انبیاء صراط مستقیم کی طرف بلاتے تھے۔ اور وہ صراط مستقیم اسلام تھا۔ یعنی ایک خدا کے احکام کی فرمانبرداری جو انسان کی پیدائش کی غرض وغایت اور جس میں اُس کی اپنی ترقی اور کامیابی مضمر ہے سب کو مسلم ہے۔ کوئی مسلمان نہیں کہتا کہ پہلے انبیاء صراط مستقیم کی طرف نہیں بلاتے تھے۔ بلکہ ٹیڑھے رستے کی طرف بلاتے تھے کوئی مسلمان نہیں کہتا کہ ان کا مذہب خدائے واحد کے احکام اور قوانین کی فرمانبرداری نہ تھی۔ بلکہ نافرمانی تھی۔ سب جانتے ہیں اور مانتے ہیں کہ ان الدین عند اللہ الاسلام۔ اللہ کے نزدیک دین تو اُس ایک خدا کے احکام اور قوانین کی فرمانبرداری ہی ہو سکتا ہے اور اسلام کی قرآن نے خود تعریف فرما دی ہے۔ کہ بلیٰ من اسلم وجھہ للہ وھو محسن۔ کہ جو اللہ کی رضا کے لئے اپنی گردن رکھ دے اور پھر اُس پر عمل کرتے ہوئے خدا کی مخلوق کے ساتھ نیکی کرے۔ کون نبی تھا جس کا اس کے اوپر عمل نہ تھا۔ اور کون نبی تھا جسکی یہ تعلیم نہ تھی یہی اسلام ہے۔ اور یہی وہ صراط مستقیم ہے جسکی طرف سب انبیاء بلاتے تھے پھر مولانا صاحب نے اتنا زور لگا کر معلوم نہیں کیا ثابت کرنا چاہا۔ البتہ ان کے طعن وتشنیع سے ایسا خیال گزرتا ہے کہ دراصل مدعا نہیں جو کچھ اس مضمون سے مدنظر ہے وہ یا تو اُن کے عنوان سے ظاہر ہے کہ ولقد وصلنا لھم القول لعلھم یتذکرون جس کے معنی وہ کرتے ہیں کہ تحقیق بار بار ہم نے اُتارا قول (قرآن) تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ اور یا اُن کا آخری پیرا ہے۔ جس کے نقل کرنے سے پہلے میں مولوی صاحب سے یہ مطالبہ کرتا ہوں۔ کہ وصلنا کے معنے بار بار اُتارنا انہوں نے کہاں سے لے لیا۔ وصلنا کے معنے تو ہیں کہ ہم نے آپس میں تعلق اور ربط قائم کیا۔ یہ تعلق یا تو کلام الٰہی کی آیات کا باہم ربط ظاہر کرتا ہے۔ یا وحی آلہی کے تسلسل یا اُن کے آپس میں مصدق ومؤید ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔ وصل دو چیزوں کے درمیان تعلق کا نام ہے۔ ایک ہی چیز کے بار بار اُتارنے کا نام نہیں مولوی صاحب کا یہ من گھڑت ترجمہ قابل افسوس ہے۔ اب وہ آخری پیرا ملاحظہ ہو۔ جو مولوی صاحب کے سارے مضمون کا نچوڑ ہے۔ فرماتے ہیں:-

"پس معلوم ہوا کہ تمام رسولوں کا دین اسلام ہی تھا۔ یا بالفاظ دیگر قرآن ہی تھا۔ اور وہی خداوند عالم کا کلام نفس قدیم تھا۔ جو مختلف زمانوں میں ضرورت کے ماتحت خاص خاص ربانی مصلحوں کے ذریعہ مختلف زبانوں کے پیرایہ میں ظہور ہوتا رہا۔ اور یہی اس آیت کے معنے ہیں جو اس مضمون کا سرنامہ ہے۔ جسکا شاہد قرآن ہے۔ وکفی باللہ شھیدا تنزیل من رب العلمین وانہ لفی زبر الاولین" مولوی عبدالستار صاحب اپنے اس پیرے کے کچھ معنی جو چاہیں تاویل کریں۔ مگر جو مطلب اس سے نکلتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہی قرآن مختلف زمانوں میں مختلف انبیاء پر نازل ہوتا رہا چونکہ زبانوں میں اختلاف تھا۔ اس لئے قرآن کبھی سنسکرت میں نازل ہوا کبھی عبرانی میں۔ کبھی پہلوی زبان میں کہیں اُس کا نام وید ہو گیا۔ کہیں توریت ہو گیا۔ کہیں ژند اوستا ہو گیا لیکن درحقیقت یہ سب قرآن ہی ہیں۔ جو مختلف زبانوں میں ہیں۔ یہ قرآن جو محمد رسول اللہ صلعم پر نازل ہوا یہ درحقیقت اُن کا عربی ترجمہ ہے پہلے لوگوں پر اللہ تعالےٰ خاص مہربانی فرمایا کرتے تھے کہ مختلف قوموں میں صرف زبان کی دقت دُور کرنے کے لئے انہی میں سے ایک نبی مبعوث کر دیا کرتے تھے۔ ترجمہ تو جناب باری خود کیا کرتے تھے۔ نبی صاحب صرف اس ترجمہ کو پہنچا دیا کرتے تھے جیسے زمانہ موجودہ میں قرآن کا ترجمہ تو حضرت مولانا محمد علی صاحب نے انگریزی میں کیا۔ اور انجمن احمدیہ نے اُسے انگلستان میں پہنچایا۔ اسی طرح خدا مترجم ہوا کرتا تھا۔ اور نبی صاحب اُس ترجمہ کو پہنچا دیا کرتے تھے پہلے لوگوں پر تو بڑی مہربانی تھی۔ خدا جانے موجودہ زمانہ کے لوگوں نے کوئی سخت گناہ کیا ہے جو اس مہربانی سے محروم کر دئے گئے۔ اور ایسے انبیاء آنے بند ہو گئے جو مختلف قوموں میں اُن کی زبانوں میں قرآن کا ترجمہ پہنچا دیتے یا کچھ نوع انسان کو شرف خاص مل گیا ہے کہ جو کام پہلے خدا کیا کرتا تھا وہ اب بنی آدم کرنے لگا۔ اور جو کام پہلے انبیاء کرتے تھے وہ اب انجمن کا کتاب فروش کرنے لگا۔ نعوذ باللہ منہا یہ ہے وہ نکتہ جو مولانا نے شاید خود دریافت کیا یا اپنے کسی ہم نشین سے متاثر ہو کر اخبار میں لکھ دیا۔ اور بڑے زور سے "نفس قدیم" کے الفاظ کے گورکھ دھندے میں انسانی دماغ کو ڈال کر صراط مستقیم سے الگ ہو گئے اور انہ لفی زبر الاولین کو نہایت فخر سے تائید میں پیش کر دیا کہ یہی قرآن پہلے صحیفوں میں تھا معلوم ہوتا ہے۔ مولانا نے خود قرآن کریم کی اس آیت پر غور نہیں کیا اور یہ فرض کر کے کہ لوگ "پہلے انبیاء کے صراط مستقیم کو ناقص یا کھوٹا یا گمراہ" کہتے ہیں ناراض ہو گئے۔ اور جب کسی نے یہ آیت اُنہیں سنائی تو خوش ہو کر اس پر ایک مضمون لکھ دیا۔ اسی آیت کو پڑھو تو وہاں اُس کا مطلب کچھ اور نظر آتا ہے وھو ھذا۔

وانہ لتنزیل رب العلمین۔ نزل بہ الروح الامین ۵ علیٰ قلبک لتکون من المنذرین ۵ بلسان عربی مبین ۵ وانہ لفی زبر الاولین ۵ اولم یکن لھم اٰیۃ ان یعلمہ علمٰؤا بنی اسرائیل ۵ (الشعراء) ترجمہ۔ اور یہ جہانوں کے رب کی طرف سے اُتارا ہوا ہے۔ جبریل امین اسے لے کر اُترا ہے تیرے دل پر تاکہ تو ڈرانے والوں میں سے ہو۔ کھول کر بیان کرنے والی عربی زبان میں۔ اور وہ یقیناً پہلوں کے صحیفوں میں ہے۔ کیا ان کے لئے یہ نشانی نہیں کہ بنی اسرائیل کے علماء اسے جانتے ہیں۔ یہاں مذکورہ بالا آیات سے جو نتائج نکلتے ہیں۔ وہ حسب ذیل ہیں۔ (۱) یہ قرآن تمام جہانوں کے رب کی طرف سے نازل شدہ ہے یعنی خدا کا کلام ہے۔ (۲) اس کو لے کر اُترنے والا روح الامین ہے۔ اس لئے محفوظ کلام آلہی ہے کمی بیشی ناممکن ہے۔ (۳) حضرت محمد صلعم کے قلب پر نازل ہوا ہے۔ اس لئے اس کلام الٰہی کا رسول محمد مصطفےٰ صلعم ہیں۔ (۴) اس کلام کی زبان عربی ہے۔ دنیا میں مختلف کتب سماویہ کی اصلی زبان پر بھی آج کل پردہ پڑا ہوا ہے۔ تحقیق سے یہ پتہ نہیں لگتا کہ موجودہ کتب سماویہ کی اصلی زبان کیا تھی۔ قرآن نے اسی لئے بار بار کھول کر سنا دیا ہے۔ کہ وہ عربی زبان میں نازل ہوا ہے۔ تاکہ بعد میں آنے والوں کو کوئی شبہ نہ باقی رہے کہ کس زبان میں نازل ہوا تھا (۵) اس قرآن کے نزول کا ذکر پہلے صحیفوں میں بھی ہے یعنی اس کی پیشگوئی پہلے صحیفوں میں موجود ہے۔ اس کے یہ معنے ہرگز نہیں ہو سکتے کہ یہ قرآن بھی پہلے صحیفوں کی شکل میں اس سے قبل بار بار نازل ہو چکا ہے۔ اول تو صریح الفاظ میں اپنی طرف سے اس طرح بہت کچھ بڑھانا پڑتا ہے۔ جو ہرگز جائز نہیں۔ دوم خدا کو اسی طرح اگر نعوذ باللہ یہاں مبہم کلام کرنا تھا۔ تو اُس کی تشریح کہیں اور کر دی ہوتی تاکہ ابہام دور ہو جاتا مگر ایسا نہ کیا۔ بلکہ دوسری جگہ نزل علےٰ محمد فرما کر اس قرآن کی وحی کو محمد رسول اللہ صلعم کی وحی کے ساتھ مخصوص کر دیا۔ اور پھر یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک فرما کر پہلوں کی وحی اور آپ کی وحی پر علیحدہ علیحدہ ایمان لانا ضروری قرار دے دیا۔ غور کی جگہ ہے کہ اگر ایک ہی وحی کے مختلف تراجم مختلف انبیاء پر وحی ہوتے رہے تو ایک ترجمہ یا پہلی اصلی وحی پر ایمان لانا کافی تھا۔ یہ ایمان بالکتب میں کتب کو جمع لا کر ہر نبی کی کتاب پر ایمان لانے کا جھگڑا خواہ مخواہ کیوں بڑھا دیا۔ اگر ایک شخص یہودی صرف توریت کو مانتا ہے۔ تو وہ دراصل عبرانی قرآن پر ایمان لاتا ہے اس کے لئے کیوں ضروری ہے کہ وہ عربی قرآن کو بھی مانے جب ایک شخص بقول مولانا "نفس قدیم" پر ایمان لے آتا ہے۔ تو کیا ضرور ہے کہ وہ بار بار اُس کے ترجموں کے ماننے کا متکلف ہو۔ ایک آریہ ابتدائے عالم میں "نفس قدیم" کا ظہور ویدوں کی شکل میں مانتا ہے۔ وہ پھر اس "نفس قدیم" کے مختلف زبانو کے تراجم ماننے کے لئے کیوں متکلف قرار دیا جائے۔ درحقیقت مولانا نے اسطرح عربی قرآن پر ایمان لانے کی ضرورت ہی باقی نہیں رکھی۔ سوم خود خدا تعالےٰ نے مختلف انبیاء کی وحی کے مختلف نام رکھے حضرت موسیٰ کی وحی کو توراۃ فرمایا حضرت عیسےٰ کی وحی کو انجیل فرمایا۔ گویا ابہام کو دور کرنے کی بجائے اُسے اور بڑھا دیا۔ یہ خوب کتاب مبین ہوئی تشریح وتوضیح کے بجائے بندوں کو اور گڑبڑ میں ڈال دیا۔ چاہئے تو تھا کہ فرما دیتے کہ سب انبیاء پر قرآن نازل ہوا۔ یہ توریت وانجیل تو لوگوں کے من گھڑت نام ہیں۔

الغرض انہ لفی زبر الاولین کا مطلب صاف ہے کہ اس قرآن کے نزول کا ذکر پہلی کتابوں میں موجود ہے۔ یعنی اس کی پیشین گوئی تمام انبیاء کے صحیفوں میں موجود ہے۔ اس کے لئے ساتھ ہی قرینہ کیسا صاف موجود ہے۔ کہ اولم یکن لھم اٰیۃ ان یعلمہ علمٰؤا بنی اسرائیل۔ کہ کیا ان کے لئے یہ نشان نہیں کہ علمائے بنی اسرائیل اس بات کو جانتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے علما کس بات کو جانتے تھے اس کو کہ اس قرآن کے نزول کی پیشگوئی اُن کے صحیفوں میں ہے۔ یا اس کو کہ یہ قرآن دراصل ہماری توریت کا عربی ترجمہ ہے خدا کے لئے عقل انسانی کے ساتھ تمسخر نہ کرو۔ حقیقت اور واقعات سے آنکھیں بند نہ کرو۔ یہ سچ ہے کہ اُن کی کتابوں میں قرآن کے نزول کی پیشگوئیاں موجود تھیں اور اسے وہ جانتے تھے۔ مگر یہ غلط ہے کہ قرآن مجید توریت کا عربی ایڈیشن تھا۔ اور وہ اسے جانتے تھے غور کرو کہ یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے۔ قرآن مجید میں تو نبی کریم صلعم کی زندگی کے بہت سے واقعات بھی ہیں۔ قرآن میں جنگ بدر جنگ اُحد جنگ احزاب۔ جنگ حنین کا ذکر ہے آپ کی ازواج کے متعلق احکام تحویل قبلہ صلح حدیبیہ کا ذکر فتح کہ جملہ انواع۔ غرضیکہ سینکڑوں باتیں ہیں جو قرآن کی وحی کو محمد رسول اللہ سے مخصوص کرتی ہیں۔ وہ توریت یا وید یا انجیل میں کہاں تھیں اور کیسے ہو سکتی ہیں۔ پھر حضرت موسیٰ کی وحی میں داؤد اور سلیمان اور حضرت عیسےٰ کے واقعات بطور نمونہ کے کسطرح آ سکتے ہیں پس چاہئے کہ مولوی صاحب موصوف اس تمام حصہ قرآن کو قرآن سے خارج کر دیں۔ اور صرف اخلاقی اور تشریعی امور کو قرآن قرار دیں۔ اس طرح یہ مشکل بھی دور ہو جائے گی۔ کہ بہت سے ایسے انبیاء ہیں جن کا ذکر قرآن میں نہیں۔ اُن کے نام تک نہیں بہرحال اُن پر جب یہی قرآن نازل ہوا ہو گا تو نزل علےٰ محمد کی جگہ کچھ اَور ہو گا۔ یعنی اُس نبی کا نام ہو گا جس پر اُس وقت نازل ہوا ہو گا۔ وہ نام اب قرآن میں موجود نہیں۔ بلکہ وہاں صرف محمد کا نام ہے۔ اس لئے ایک تو یہ عربی قرآن نعوذ باللہ ناقص ہوا کہ سوائے محمد صلعم کے قلب پر اپنے نزول کو مخصوص کرتے کے ملک تمام نبیوں کا نام اس میں موجود نہیں جن پر قرآن دکھاوے کا نازل ہوتا رہا۔ اور اگر یہ کہو کہ ہر نبی کے ساتھ یہ نام بدلتا رہا یعنی جب موسیٰ پر نازل ہوا تو کہدیا۔ نزل علےٰ موسیٰ۔ اور جب عیسےٰ پر نازل ہوا تو کہدیا نزل علےٰ عیسیٰ تو پھر اس کلام میں تبدیلی ماننی پڑتی ہے۔ اور جس کلام میں تغیر اور تبدیلی ہو۔ وہ حادث ہوا اور جو حادث ہے۔ وہ نفس قدیم نہیں۔ اور جو نفس قدیم نہیں وہ خدا کا کلام نعوذ باللہ نہیں۔ دیکھا مولانا اب ہم کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔ میں نے پہلے ہی کہدیا تھا۔ کہ نفس قدیم کے چکر میں آپ ناحق پڑ گئے جس سے صراط مستقیم ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ اللہ معاف کرے آپ کو ٹھوکر لگی ہے۔ وہ یہ ہے کہ آپ سمجھتے ہیں کہ مسلمان اگلے انبیاء کی صراط مستقیم کو ناقص اور کھوٹا سمجھتے ہیں۔ یہ آپ کی غلطی ہے۔

ہر ایک نبی جو تعلیم لایا وہ اپنی قوم اور اپنے زمانہ کے لئے کامل تھی۔ اور وہ اپنی قوم کے لئے صراط مستقیم تھی۔ البتہ وہ تعلیمیں ایسی نہ تھیں جو ہر زمانہ اور ہر قوم کی ضرورتوں پر حاوی ہوں۔ یہ خصوصیت قرآن کریم کو ہی ہے۔ کہ وہ تمام قوموں اور تمام زمانوں کے لئے ایک مشترک اور کامل دستور العمل ہے۔ کیا جو ایک قوم کے لئے تعلیم ہو اور کسی زمانہ سے محدود ہو۔ وہ اس تعلیم کے برابر ہو سکتی ہے۔ جو تمام قوموں اور تمام زمانوں کے لئے ہو۔ یہ تو کوئی عقل سلیم بھی نہیں مان سکتی۔ غور کی جائے کہ مذہب کے دو موٹے اصول ہیں۔ ایک خدا سے تعلق۔ ایک انسانوں کا آپس میں تعلق۔ دو نوع کا آپس میں رابطہ اتحاد و محبت کا پیدا کرنا مذہب کا اصل الاصول ہے۔ ابتدائے آفرینش میں انسان اس قدر مادی شان وشوکت کے گورکھ دھندے میں گرفتار نہ تھا۔ کہ اُسے خدا کی معرفت کے لئے بڑے بڑے فلسفی دلائل اور اُس کی صفات کے مکمل علم کی ضرورت ہوتی۔ اپنے خالق کو ماننا فطرت انسانی میں داخل تھا۔ اس سے بڑھ کر فلسفی دلائل کی نہ ضرورت نہ تھی۔ اور نہ اُس کی دماغی نشوونما نے اس قدر ترقی کی تھی کہ وہ ان باتوں کا متحمل ہوتا۔

مطابق اس کی ہدایت کی گئی۔ مگر جب افراد نے ترقی کر کے ایک خاندان کی شکل اختیار کی۔ اور خاندانوں نے ایک قوم کی شکل اختیار کر لی۔ تو یہ ضروری تھا کہ ان کو ابتدائی قوانین سے زیادہ معاشرتی اور تمدنی قوانین کی ضرورت ہوتی اور اسی لئے وحی الٰہی نے ہر ایک قوم میں ایک رسول بھیجا۔ اور ان کی ضرورت کے مطابق انہیں قوانین دیئے تاکہ قوم کے مختلف افراد اور خاندان آپس میں مل کر محبت و اتحاد سے رہ سکیں۔ پھر جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا اور ضرورتیں بڑھتی یا بدلتی گئیں ویسے ویسے قوانین میں بھی ایزادی یا ترمیم ہوتی گئی۔ اور اسی لئے انبیا کا سلسلہ جاری رہا۔ لیکن آخرکار وہ وقت آگیا کہ جب قومیں آپس میں ملنے لگیں۔ اور قومی تفاخر اور تکاثر کا نتیجہ ظاہر تھا کہ آپس کی جنگ اور تباہی ہوتی۔ تو حکمت الٰہی نے پھر نوع انسان کی دستگیری کی اور ایک ایسی وحی الٰہی سے دنیا کو متمتع کیا۔ جو تمام دنیا اور تمام زمانوں کی قوموں کو آپس میں محبت اور وحدت کی زنجیروں میں جکڑنے والی تھی تاکہ تمام دنیا میں صلح اور امن اور وحدت قائم ہو۔

اور چونکہ انسانی دماغ نے اس قدر نشو و نما اختیار کر لی تھی کہ اب وہ قدرت کے قوانین کو کچھ کچھ سمجھنے لگ گیا تھا۔ اور عناصر پر حکومت کرنے کا ڈھنگ اس کو آگیا تھا۔ اور اس طرح اپنی اس مادی ترقی کے زعم میں وہ تکبر اور فخر کے نشہ سے سرشار ہو کر اپنے خالق کو بھول گیا تھا۔ اس لئے ضروری تھا کہ اس وحی میں خدا کی معرفت اور صفات کا علم مکمل طور پر بیان ہوتا۔ اور ایسے دلائل زبردست ہوتے کہ اس کے آگے نیچر پرستی کا بت ٹوٹ جاتا۔ اور انسان اپنے خالق کو اس کے کلام اور قدرت کے آئینہ میں دیکھ لیتا۔ یہی وجہ تھی کہ قرآن نے جو صفات الٰہیہ اور معرفت باری تعالیٰ کا علم دنیا کو دیا ہے۔ وہ کسی کتاب الٰہی میں نہیں پایا جاتا۔ اس کے اخلاقی تمدنی۔ معاشرتی۔ اقتصادی۔ سیاسی اصول جیسے جامع تمام قوموں اور زمانوں کی ضروریات پر حاوی ہیں۔ ویسے دیگر کتب کے اصول ہرگز نہیں۔ اسی لئے سلسلہ نبوت ہی ختم ہو گیا۔ مگر چونکہ قرآن ہر زمانہ اور ہر قوم کے لئے ایک مکمل دستور العمل تھا۔ اسلئے اب صرف ایسے لوگوں کی ضرورت باقی رہ گئی جو خدا سے علم پا کر اس مکمل دستور العمل کی تشریح اور تعلیم سے ہر زمانہ میں لوگوں کو فائدہ پہنچا دیں۔ یہی لوگ مجددین کہلاتے ہیں۔ پس اگر قرآن نے یہ دعویٰ کیا ہے۔ کہ وہ تمام زمانوں اور تمام جہان کے لوگوں کے لئے ہے جیسا کہ ما ارسلناک الا کافۃ للناس اور ما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین سے ظاہر ہے۔ اور کہ وہ تمام کتب الٰہیہ کی اُن صداقتوں پر مشتمل ہے جنکی ضرورت نوع انسان کو ہمیشہ کے لئے رہیگی۔ جیسا کہ فیھا کتب قیمہ سے ظاہر ہے۔ اور کہ وہ تمام اُن قوانین کا ناسخ ہے جن کی ضرورت کسی خاص زمانہ یا قوم سے مخصوص تھی جیسا کہ ما ننسخ من آیۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا سے ظاہر ہے۔ تو پھر اگر یہ دعویٰ بجا اور درست ہے۔ اور جیسا کہ میں ثابت کر آیا ہوں کہ ہے پھر یہ بھی ماننا پڑے گا۔ کہ قرآن کو ایک خاص خصوصیت اور فضیلت تمام کتب سماویہ پر حاصل ہے۔ ابھی ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے تمام دنیا کی کتب سماویہ موجود ہیں۔ قرآن کریم موجود ہے دماغ میں عقل سلیم موجود ہے۔ نقل اور عقل دونوں سے موازنہ کر لو۔ واقعات اور حقیقت کا انکار نہ کرو۔ محض لاغ ہیں ایک ... غرض کر کے ... عمارت کھڑی کرنی درست نہیں لگا کر سلح کر دو پھر قرآن کی عظمت کا ...

برہما میں ارتداد کا خطرہ
تین لاکھ مسلمانوں کی حفاظت کی ضرورت

وفد مرکزی تبلیغ الاسلام انبالہ نے برہما میں جا کر تبلیغ کے لئے صرف چندہ ہی وصول نہیں کیا بلکہ وہاں کے مسلمانوں کے حالات کا بغور مطالعہ کیا ہے۔ یہ حالات جسقدر دلچسپ ہیں۔ اسیقدر قابل غور اور لائق عبرت ہیں۔ ان حالات کو جو اخلاق، مذہب، رسوم، عبادات معاشرت، تاریخ، اور تبلیغ و اشاعت وغیرہ سے متعلق ہیں باقساط نذر ناظرین کیا جائے گا۔ آج ہم سب سے اول اس خطرہ عظیم کا ذکر کرتے ہیں جو برہما کے تین لاکھ مسلمانوں کے سر پہ بادل کی طرح جھوم رہا ہے۔

جب احقر اڈیٹر الامان نے رنگون کے ساحل پر قدم رکھا تو اسوقت تک اس خطرہ کا گمان تک بھی نہ تھا۔ ہاں مسلمانان سیام کے متعلق تشویشناک خبریں پہلے سے کانوں میں آئی تھیں لیکن جوں جوں حالات معلوم ہوتے گئے اس خطرہ کا احساس زیادہ ہوتا گیا اور آخرکار یہ معلوم ہوگیا۔ اور آخرکار یہ معلوم ہوا کہ اگر ہندی مسلمانوں نے غفلت کی تو وہ برہما میں نصف سے زیادہ مسلمان بھائیوں کو اپنے ہاتھ سے کھو دیں گے۔ صوبہ برہما کی آبادی تقریباً ایک کروڑ ۳۲ لاکھ ہے جس میں تقریباً ۵ لاکھ مسلمان ہیں۔ عیسائی اور ہندوان سے کم ہیں باقی سب برہمی ہیں۔ پانچ لاکھ مسلمانوں میں سے تقریباً ستر ہزار شہر رنگون میں آباد ہیں جن کے متعلق ارتداد کا کوئی خطرہ نہیں۔ باقی برہما کے مختلف قریات و بستیوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔

پانچ لاکھ مسلمانوں میں تقریباً دو لاکھ مسلمان بنگالی۔ مدراسی، میمن سورتی اور ہندوستانیوں پر مشتمل ہیں۔ باقی تین لاکھ مسلمان "زیرباوی" ہیں۔ زیرباوی کی صحیح اور قابل اطمینان وجہ تسمیہ معلوم نہیں ہو سکی البتہ یہ لفظ ان مسلمانوں پر اطلاق کیا جاتا ہے جو ان ہندوستانی مسلمانوں کی نسل ہیں جنہوں نے برہمی عورتوں کو مسلمان کر کے شادیاں کیں۔ برہما میں سب سے زیادہ تعداد ایسے ہی مسلمانوں کی ہے یعنی اگر ہندوستان کے رہنے والے خالص مسلمان دو لاکھ ہیں تو زیرباوی مسلمان تین لاکھ ہیں۔ زیرباوی مسلمانوں میں خاص شہر رنگون کے مسلمانوں کی حالت بہت اچھی ہے۔ ان میں نمازی ہیں۔ حافظ ہیں۔ ان کی لڑکیاں قرآن پڑھی ہوئی ہیں بعض لڑکیاں حفظ کر رہی ہیں۔ روزہ نماز اور دینی مسائل سے بھی یہ لوگ واقف ہیں۔ ایک بہت بڑے سیٹھ نے جو سیٹھ کباڑ کے لقب سے مشہور ہیں۔ تمام قرآن کریم کا برہما زبان میں اپنے خرچ سے ترجمہ کرایا اور اسے طبع کرایا۔ ہزار ہا کاپیاں اسکی مفت تقسیم کیں وہ اپنی قوم کی اصلاح کے لئے بہت کچھ کر رہے ہیں۔ اور ایک دولتمند ذی احساس سوداگر ہیں اقتصادی اعتبار سے بھی شہر رنگون کے زیرباوی مسلمان بری حالت میں نہیں وہ عام طور پر تجارت کرتے ہیں۔ یا ملازمت پیشہ ہیں غرض اپنے دست و بازو سے کماتے اور خوب کھاتے ہیں۔ ان میں ابھی عورتوں کے خلاف پردہ کا بھی رواج ہے

جہاں ایک طرف رنگون کے زیرباوی مسلمانوں کے متعلق یہ حالات مسرت انگیز ہیں وہاں دوسری طرف دیہاتی زیرباوی مسلمانوں کی حالت نہایت المناک ہے۔ ان میں تعلیم کسی قسم کی تعلیم نہیں۔ حلال و حرام میں وہ بہت کم فرق کرتے ہیں اور جو غذا برہما کھاتے ہیں۔ وہی ان کی خوراک ہے۔ ان کی معاشرت و مخالطت اور مشارکت انہیں برہموں کے ساتھ ہے۔ نہ پردہ ہے اور نہ مذہب اسلام سے ان کو کوئی محبت ہے۔ عام طور پر ان کے نام بھی مسلمانوں کے سے نہیں بلکہ برہموں کے سے ہیں۔ پھر حکومت نے یہ ستم ڈھایا ہے کہ زیرباویوں کا کوئی حق تسلیم نہیں کیا بلکہ ان کو اسوقت تک ملازمت نہیں ملتی جب تک کہ ان کا برہمی نام نہ ہو۔ مذہب سے ان کو پہلے ہی نہ تھی۔ بیماری و مصیبت میں ان کی ماں کے رشتہ دار کام آتے ہیں۔ حکومت ان کو نوکریاں نہیں دیتی۔ لہذا یہ لوگ کثرت سے بدھ مذہب قبول کر رہے ہیں اور اسلام کو چھوڑ رہے ہیں۔ پھر یہ ارتداد اندر ہی اندر اس طریقہ سے پھیل رہا ہے کہ جب تک خاص طور پر ان میں رہ کر تحقیقات نہ کی جائے اسوقت تک کچھ پتہ نہیں چلتا۔ کیونکہ زیرباویوں اور برہموں کا لباس ایک ہے اور بدھ مذہب کے لوگ ارتداد کرنے کے لئے آریوں کی طرح کوئی اعلان و جلسہ نہیں کرتے۔

جب مسیحی ہیڈروں کو اسلام کی ان ہیڈروں کی زبون حالی کا علم ہوا تو انہوں نے بھی دندان آز تیز کرنے شروع کر دیئے اور تعلیم و ملازمت وغیرہ کا لالچ دیکر انہیں عیسائی بنانا شروع کر دیا ہے یہ تیسرا حملہ ان غریبوں پر بہائی فرقہ کا ہے جو ایک نیا فتنہ الحاد اسلام میں پیدا ہوا ہے۔ اور جن کے کافر ہونے میں اسلام کی کسی جماعت کو شک نہیں۔ ہندوستان میں بہائیوں کا سب سے بڑا مرکز برہما میں ہے۔ چوتھا حملہ شدھی تنظیمن کا ان پر ہونے والا ہے چنانچہ تقریباً دس ماہ ہوئے کہ رنگون میں ہندو سبھا قائم ہو چکی ہے اور یو۔پی کا ایک کروڑپتی آریہ اسکا سرپرست ہے۔ مالوی جی اور لالہ جی کو رنگون بلایا جا رہا ہے۔ اور کئی مرتبہ مدعو کرنے کی تجاویز منظور ہو کر اور تار دیئے گئے۔ غالباً موسم برسات ختم ہوتے ہی شدھی سنگٹھن کے دیوتاؤں میں سے کوئی ضرور رنگون پہنچیں گے اور جس چوتھے حملہ کی ابھی خفیہ طیاریاں ہو رہی ہیں ان کا اعلان جنگ کر دیا جائے گا۔ بلکہ ایک لحاظ سے اعلان جنگ ہو چکا ہے۔ چنانچہ ایک راجپوت پٹھان کر جو شہر رنگون کا ایک خوشحال باشندہ تھا۔ تین ماہ ہوئے کہ نہایت دھوم کے ساتھ مرتد بنایا گیا۔ اس شخص نے مذہب فروشی کی نمائش میں ایک سو روپیہ ہندو سبھا کو چندہ بھی دیا۔

ایک اور بدبختی یہ ہے کہ برہما میں یہ سب کچھ ہو رہا ہے لیکن چند نفوس اور گنتی کے مسلمانوں کے سوا کسی کو کچھ خبر نہیں۔ اور نئے داخلی تمام مسلمان اپنے اپنے کاروبار میں غرق رہتے ہیں۔ یہاں کی بےخبری کا یہ عالم ہے کہ ایک ضلع شیوبو میں تقریباً چار ہزار زیرباوی مسلمان مرتد ہو گئے مگر رنگون کے چند مسلمانوں کے سوا کسی کو خبر نہیں ہوئی۔ جب اسکا کچھ پتہ چلا تو بعض ہمدرد مسلمانوں نے تحقیقات کے لئے آدمی بھیجے۔ ان کی تحقیقات سے معلوم ہوا کہ ضلع شیوبو برہما میں زیرباوی مسلمانوں کی چھتیس بستیاں ہیں۔ ۲۲۷۲ مکانات ہیں ۱۲۲۲۰ ان کی کل آبادی ہے۔ ۲۵ مساجد ہیں اور کل دو مدرسے ہیں۔ ان چھتیس بستیوں میں سے چھوک تین۔ تانو۔ ٹوٹی۔ سیک لو۔ پرلوکیو۔ چھ بستیاں کل کی کل مرتد ہو چکی ہیں حتی کہ اب ان بستیوں میں ایک کلمہ گو بھی موجود نہیں۔ حالانکہ ان چھ گاؤں میں ۲۹۵ زیرباوی مسلمانوں کے مکانات اور ۱۳۲۰ ان کی آبادی تھی۔ ان کے علاوہ اس ضلع میں بعض اور بستیاں بھی ہیں جہاں ارتداد پھیل چکا ہے اور ۱۲۳۲۰ کی آبادی میں سے تہائی حصہ سے کچھ زیادہ یعنی ۴۵۲۰ اسلام کے آغوش سے چھین لئے گئے۔ اس تعداد میں سے ۳۰۹۵ بدھ۔ بارہ سو عیسائی اور ۲۲۵ بہائی ہوئے۔ یہ صرف ایک ضلع کا حال ہے جس کی ایک تہائی آبادی سے زیادہ مسلمانوں سے جدا ہو گئی ہے اسی پر اگر دیگر اضلاع برما کو قیاس کیا جائے تو نتیجہ نہایت جگر شگاف اور الم انگیز نکلتا ہے۔

صوبہ برہما میں اندر ہی اندر ارتداد کی یہ سرنگیں پھٹیں اور انہوں نے ہم سے محض ایک ضلع کے اندر ہزاروں بھائیوں کو جدا کر لیا لیکن چند نفوس کے سوا برہما کے مسلمانوں کو کچھ خبر نہ ہوئی۔ اس حالت کو دیکھ کر مجھے تو سیام کے مسلمانوں کے ارتداد کی خبروں کے متعلق بھی بہت کچھ گمان پیدا ہو گیا ہے کیونکہ جب بایں قرب و ذرائع اتصال برہما کے ارتداد کی رنگون کے مسلمانوں کو کچھ خبر نہیں تو سیام کے مسلمانوں کے متعلق کیونکر اطمینان و وثوق ہو سکتا ہے بلکہ بعض مسلمانوں سے جب اس ارتداد کا ذکر آیا تو وہ جھٹلانے لگے۔ ایک مولوی مناظر تو نہایت فخر و شیخی سے کہنے لگے کہ جب تک یہ "بندہ" موجود ہے۔ برہما میں ارتداد کے قدم نہیں آسکتے۔ اس کے جواب میں جب تحقیق شدہ اعداد پیش کی گئی اور رپورٹ سامنے ڈالدی گئی تو کوئی جواب نہ تھا۔ ارتداد کی خبر نے دل میں ناسور کر دیا تھا تو مسلمانوں اور بالخصوص ایک مولوی مناظر کی بےخبری نے جگر میں ناسور ڈالدیا۔

(الامان)

ضروری تصحیح

ایڈیٹر صاحب پیغام صلح السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ،

اخبار پیغام صلح مورخہ ۱۵ جولائی سنہ ۱۹۲۵ء صفحہ ۶ کالم ۲ نمبر شمار ۳ کے شیخ اکرام الحق صاحب کا چندہ برلن مسجد بجائے ۵ کے ۵ شائع کیا گیا ہے۔ حالانکہ ۵ تھا۔ اس کی تصحیح فوراً شائع کر دیں۔

(ظہور احمد سیکرٹری)

پردۂ زنگاری کا معشوق

لالہ ہردیال کے لباس میں

(از جناب مولانا اکبر شاہ خان صاحب نجیب آبادی)

غیر ملکی حکومت کے مٹانے اور ہندوستان میں سوراج قائم کرنے کی کوشش موجودہ گورنمنٹ کو ایک آنکھ نہیں بھا سکتی۔ اس حقیقت سے خواہ کتنا ہی انکار کیا جائے اور کیسے ہی ثبوت اس کے خلاف پیش کئے جائیں ہرگز مستحق التفات نہیں ہو سکتے۔ گزشتہ جنگ عظیم کے ختم ہوتے ہی ہندوستان میں گاندھی جی، مولانا ابوالکلام آزاد اور دوسرے رہبران ملک کے زیر ہدایت جو جد و جہد ہندو مسلمانوں نے ملکر جاری کی اس نے موجودہ حکومت کو اچھی طرح سمجھا دیا کہ حکومت خود اختیاری کے حصول اور غیر ملکی حکومت کی ترقی کے لئے ہندوستان کی مختلف قوموں مختلف مذہبوں اور مختلف جماعتوں میں متفق ہوکر مصروف سعی ہونے کی استعداد موجود ہے۔ اور اگر قوتوں کے نشو و نما کو آزاد چھوڑ دیا گیا تو تاج برطانیہ کا سب سے زیادہ قیمتی ہیرا کیجرویر ملسکتا یعنی براعظم ہندوستان ہاتھ سے نکل سکتا ہے۔ اس خطرے نے پیدا ہوکر مدبرین برطانیہ کو اپنی طرف متوجہ کر لیا اور ہر ممکن موقعہ سے فائدہ اٹھانا ضروری سمجھا گیا۔ مسلمانوں اور ہندوؤں میں ایسے افراد نا پید نہ تھے جنکو معمول اور آلۂ کار نہ بنایا جا سکتا۔ فتح سمرنا اگر مالوی و شردھانند کو مصروف کار بنا کر میدان عمل میں لا سکتی تھی تو سلطان ابن سعود نجدی کا حجاز پر حملہ آور ہونا بریلوی اور بدایونی عقائد کے افسردہ و پژمردہ جیبہ پوشوں کو چست و چالاک بنا کر مصروف عمل بنانے کی کافی اہلیت رکھتا تھا۔ چنانچہ ان موقعوں سے فائدہ اٹھا کر ہندوستان کی روشن خیالی کو عوام کی جہالت و ناعاقبت اندیشی میں مدفون کر دیا گیا۔ اس طوفان ظلمت کو پائدار و استوار بنانے اور اسکی ہلاکت آفرین تاثیروں کو استمرار عطا کرنے کے لئے ضرورت تھی کہ ہندوؤں کو سبز باغ دکھایا جائے اور ہندوستانی مسلمانوں میں جو عالم اسلام جیسی مہیب طاقت کا ایک حصہ ہیں افتراق و اختلاف پیدا کر دیا جائے۔ یہ تمام مقاصد بظاہر حاصل ہو چکے ہیں اور حکومت خود اختیاری کا خواب اب خیال بنکر اسقدر موہوم شے بن چکا ہے کہ اسکی تعبیر کی جانب کوئی دماغ متوجہ نہیں رہا تاہم احتیاط اور مآل اندیشی اس کی مقتضی تھی کہ کچھ اور بھی سامان فراہم کر لئے جائیں۔ چنانچہ انھیں سامانوں میں ایک سامان لالہ ہردیال صاحب (مشہور انقلابی ہیں) ہے۔ مالوی جی کا قدیم رجحان طبع - لالہ شردھانند کی مسکون شخصیت - لالہ لاجپت رائے کی کمزور قوت فیصلہ کو جس نہر سے پانی مل رہا ہے۔ اسی نہر سے لالہ ہردیال کا نہال عمل سینچا گیا ہے۔

آجکل لالہ ہردیال کا ایک مضمون وصیت نامہ کے عنوان سے اخبارات میں شائع ہو رہا ہے جو انھوں نے شمالی یورپ (سویڈان) سے لکھ کر بھیجا ہے۔ اس مضمون سے عام مسلمانوں میں سخت غم و غصہ کی لہر پیدا ہو گئی ہے حالانکہ غم و غصہ کا کوئی موقعہ نہیں۔

لالہ جی کی سیاحی - لالہ جی کی تجربہ کاری - لالہ جی کی قابلیت - لالہ جی کی آزاد خیالی - لالہ جی کی قوم پرستی - عرصہ سے ہندوستان میں مشہور تھی اور یہ سن سن کر کہ وہ انقلابی تحریکوں سے تعلق رکھتے ہیں اور اسی لئے ہندوستان سے جلا وطن ہیں خیال ہوتا تھا کہ انہوں نے ہندوستان کے سیاسی معاملات میں خوب غور و خوض سے کام لیا ہوگا۔ لیکن حیرت ہوتی ہے کہ جس طرح لالہ لاجپت رائے ملکی مفاد کے خلاف تقریر کرتے ہوئے اپنی شہرت و قابلیت کے مرتبہ کو قائم نہیں رکھ سکے۔ اسی طرح لالہ ہردیال بھی قدم قدم پر منہ کے بل گرتے ہیں۔ لالہ ہردیال نے ہندوؤں کو یہ تاکیدی نصیحت کی ہے کہ تمہاری کامیابی کا راز ان چار باتوں میں مضمر ہے (۱) ہندو سنگھٹن (۲) ہندو راج (۳) اسلام اور عیسائیت کی شدھی (۴) افغانستان و سرحد کی فتح اور شدھی۔ ان چاروں غیر ممکن اور محال باتوں کی تفسیر و تشریح میں لالہ جی نے مسلمانوں کے خلاف جن تلخ و تند اور غیر مہذب الفاظ کا استعمال کیا ہے۔ ان سے لالہ جی کی حالت نہایت ہی قابل رحم حالت معلوم ہوتی ہے غالباً لالہ جی کا ضمیر خود ہی ان کو کافی سزا دے رہا ہوگا۔ بشرطیکہ زندگی کی کوئی رمق باقی ہے۔ ہمکو لالہ جی کی بد تہذیبی اور بدلگامی کا کوئی جواب نہیں دینا چاہئے۔ لیکن ان کی بیوقوفی اور جہالت کے پردہ کو چاک کر دینا ضروری ہے۔ کیونکہ یہ ایک علمی خدمت اور انسانی فرض کی ادائیگی ہے۔

ہندو سنگھٹن کی بنیاد چونکہ صرف مسلمانوں کی مخالفت پر رکھی گئی ہے اس لئے اس سے زیادہ پائدار ہوا اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ ہندوؤں پر بجز لفظ ہندو کے اور کوئی بھی ایسا مرکز اتفاق نہیں ہے جس پر تمام ہندو فرقے مجتمع ہو سکیں لہذا ہندو سنگھٹن کا جو مسلمانوں کی مخالفت میں قائم کیا گیا ہے بے معنی اور بلا نتیجہ ہونا اظہر من الشمس ہے۔ ہندو قوم میں اگر سنگھٹن ہو سکتا تھا تو اس کے لئے محمود غزنوی - شہاب الدین غوری - بہلول لودی - محمد شاہ سے بہادر شاہ تک کا زمانہ زیادہ موزوں تھا۔ محمود غزنوی کے عہد میں پنجاب کے راجہ جیپال اور اس کے بیٹے نے ہندو سنگھٹن کی نہایت زبردست اور مؤثر کوشش کی تھی لیکن کوئی مؤثر نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ شہاب الدین غوری کے زمانہ میں ہندوؤں کو موقعہ حاصل تھا کہ وہ اپنی ناکامی کی تلافی کریں چنانچہ تلاوڑی کے میدان میں پرتھی راج کے گرد ساٹھ سے زیادہ راجہ مہاراجہ مجتمع تھے مگر نتیجہ ہیچ۔ بہلول لودی کے زمانہ میں ہندوستان کے اندر سلطنت اسلامیہ نہایت چھوٹی چھوٹی بیسیوں حکومتوں میں تقسیم ہو گئی تھی اور یہ تمام مسلمان حکمران ایک دوسرے کے جانی دشمن اور مصروف جنگ تھے۔ ہندوؤں کے لئے اگر وہ کسی قابل ہوتے تو یہ بڑا اچھا موقعہ تھا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے لیکن وہ تو اسلامی حکومت کو ہندو حکومت سے ہزارہا درجہ بہتر سمجھتے تھے لہذا بغاوت اور سرکشی پر متفق نہ ہو سکے۔ محمد شاہ کے زمانہ سے غدر ۱۸۵۷ء تک سلطنت مغلیہ نزع کے عالم میں تھی۔ اس عرصہ میں مسلمانوں کی خانہ جنگی سے فائدہ اٹھا کر کی ایک غیر معروف قوم یعنی مرہٹوں نے زور پکڑا مگر راجپوتانہ کی ریاستوں سے کچھ نہ ہو سکا۔ پانی پت کے میدان میں مرہٹوں کی ایک عظیم الشان فوج اور مکمل ہندو طاقت کا جب روہیلکھنڈ کی مٹھی بھر مسلمانوں سے مقابلہ ہوا تو مرہٹوں کی سلطنت اس ایک ہی دھکے میں ریت کی دیوار کی مانند خاک کے برابر ہو گئی۔ سکھوں کی سلطنت جو پنجاب میں قائم ہوئی وہ درحقیقت احمد شاہ درانی اور ان کے جانشینوں کا عطیہ اور حکومت انگلشیہ کی ہمعصر تھی جو انگریزوں کی ہمسایگی میں نا دیر قائم نہ رہ سکی۔ اب بھلا مالوی جی کا مجوزہ اور لالہ ہردیال کا اصلاح دہ سنگھٹن کیا نتائج پیدا کر سکتا ہے؟ یہ محض ایک کھلونا اور ہندو قوم کو اپنے قدیم آقاؤں یعنے مسلمانوں سے جدا رکھنے کا بہانہ تجویز کیا گیا ہے۔ اس سے اگر فائدہ ہو سکتا ہے تو حکومت موجودہ کو ہو سکتا ہے۔ ہندوؤں کو حقیقتاً کوئی فائدہ نہیں پہنچیگا۔ مسلمانوں کو اگر اس سے کوئی نقصان پہونچا بھی تو ہندوؤں کو پھر بھی کوئی نفع نہ پہنچیگا۔

لالہ جی خالص ہندوؤں کے راج کو مسلمانوں کی مدد کے بغیر قائم کرنا چاہتے ہیں اور گاندھی جی کے طرز عمل کو قابل مضحکہ قرار دیتے ہیں۔ تعجب ہے کہ ایک طرف تو لالہ جی ہندوستان سے مسلمانوں اور افغانستان کی اسلامی حکومت کو ہندوستان کی ہندو سلطنت کے لئے موجب خطر سمجھتے ہیں اور اسی لئے ہندی مسلمانوں کی شدھی اور افغانستان کی فتح کو ضروری ٹھہراتے ہیں لیکن دوسری طرف حکم دیتے ہیں کہ پہلے ہندو راج ہندوستان میں قائم کرو جس سے انگریزوں کا نام و نشان ہندوستان میں نہ رہے۔ اسکے بعد مسلمانوں کا استیصال کرو۔ جبکہ ہندوستان اور افغانستان کے مسلمانوں کو وہ ہندو راج کے لئے خطرناک تسلیم کرتے ہیں تو پھر ہندوستان کے مسلمان افغانستان کی اسلامی حکومت اور موجودہ انگریزی حکومت تینوں طاقتوں کا مقابلہ وہ کیسے کر سکیں گے؟ اس کی ایسی ہی مثال ہے جیسے کوئی شخص کہے کہ جنگل میں شیر کا مقابلہ کرنا اسلئے دشوار ہے کہ شیر کے ناخن اور دانت بڑے تیز اور مضبوط ہوتے ہیں۔ لہذا مناسب یہ ہے کہ پہلے شیر کے ناخن اور دانت کو توڑ ڈالو پھر اس کا مقابلہ کرنے کے لئے جنگل میں جاؤ۔ بھلا اس شخص سے کوئی پوچھے کہ جب شیر کے ناخن اور دانت توڑ ڈالنے کی قدرت حاصل ہو گئی تو پھر اس کے بعد شیر کے مقابلہ کا کونسا مرحلہ باقی رہ گیا۔ انگریزوں کو جب ہندو اور مسلمان دونوں ملکر بھی اب تک ہندوستان سے نہیں نکال سکے تو تنہا ہندوؤں کا کیا حوصلہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو ناراض اور دشمن بنا کر انگریزوں کے نکالنے اور خالص ہندو راج قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔

حقیقت یہ ہے کہ لالہ ہردیال صاحب ایسی بہکی بہکی اور قابل مضحکہ باتیں کرنے میں معذور ہیں۔ ع

آنچہ استاد ازل گفت ہماں می گویم

لالہ ہردیال صاحب نے ہندو راج قائم کرنے کی ترغیب میں بار بار مرہٹوں اور سکھوں کی حکومت کا تذکرہ کیا ہے لیکن ان کو اسکی مطلق اطلاع نہیں ہے کہ مرہٹوں اور سکھوں کے کیا اسباب تھے اور ان سے ہندوؤں کی ہمت افزائی ہو بھی سکتی ہے یا نہیں۔ یہ تمام تفصیل جتنی تاکش خاص اہتمام و انتظام کے ساتھ سرکاری مدارس کی درسی تاریخوں کے صفحات پر کی گئی ہے حقیقت اصلیہ سے اتنی ہی دور ہیں جس قدر زمین سے نیچوں کا فاصلہ ہے اس کے لئے کسی دوسرے مستقل مضمون کا انتظار کیجئے۔

اگر بفرض محال ہندو راج قائم بھی ہو جائے تو اس کے قیام و استحکام کا اندازہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ لالہ ہردیال صاحب دیانند سرستی صاحب کی تعلیم کے موافق کسی مسلمان یا عیسائی کو رعایا بنا کر بھی ہندوستان میں باقی رکھنا نہیں چاہتے۔ ان کے مجوزہ ہندو راج میں کسی رواداری اور رعایت کو مطلق دخل نہیں مل سکتا۔ بظاہر یہ بات عام ہندوؤں کے لئے بڑی دلفریب ہے لیکن ایسی سلطنت کیا ایک ہفتہ بھی قائم رہ سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ لالہ صاحب آٹھ سو سال تک مسلمانوں کی محکومی و غلامی میں رہ کر بھی ہندوستان کی حکومت کے خود تنہا حقدار بنتے ہیں لیکن مسلمانوں کو جنکی حکومت آٹھ سو سال کے بعد ابھی ماضی قریب میں منقطع ہوئی ہے ایک دن بھی ہندوستان میں سانس لینے اور رعایا بنکر بھی زندگی بسر کرنے کا مستحق نہیں جانتے

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

لالہ صاحب ہندو مسلم اتفاق کو بھی غیر ممکن بتاتے ہیں غالباً یہ بھی کوئی دوسری زبان ہے جو لالہ جی کے منہ میں بول رہی ہے۔ ان کو شاید اسکی خبر نہیں کہ مسلمانوں کی حکومت میں تو یہ اتفاق ممکن ثابت ہو چکا ہے۔ مسلمانوں نے اپنے محلسراؤں کو ہندو دیویوں سے آباد اور اپنے درباروں کو ہندو سرداروں سے معمور رکھا ہے۔ اگر یہ اتفاق غیر ممکن ہوتا تو آج دوا میں ڈالنے کو بھی کوئی ہندو ملک میں نظر نہ آتا ہر ایک ہندو جو اس ملک میں زندہ موجود ہے اس کے بزرگوں نے مسلمانوں کی مہربانی اور محبت سے فیض حاصل کیا ہے۔ اور ہر ہندو متنفس مسلمانوں کی شفقت و رافت خسروانہ کی ایک زندہ دستاویز ہے۔

اس کے معاوضہ میں لالہ ہردیال نے جس قسم کا ہندو راج تجویز کیا ہے وہ خود ہی اپنی ہلاکت اپنے اندر مضمر رکھتا ہے۔ لالہ ہردیال کا دعویٰ ہے کہ مسلمان ہندوؤں کے برابر قربانیاں نہیں کر سکتے اسی لئے وہ کانگریسی تحریک کو ناپسند کرتے ہیں کیونکہ کانگریس ہندو مسلمانوں کو ملکر کام کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔ لالہ جی کو کانگریس سے اسلئے بھی نفرت ہے کہ وہ ہندوستان میں حکومت خود اختیاری قائم کرنا اور غیر ملکی حکومت کے بار گراں سے ملک کو آزاد کرانا چاہتی ہے۔

لالہ جی کو شاید یاد نہ ہو لیکن ہمکو یاد ہے کہ ہندوستان میں جب غیر ملکی حکومت قائم ہو رہی تھی تو اسوقت بھی مسلمانوں نے اس کے خلاف جد و جہد کی تھی لیکن ہندوؤں نے ہر مقام پر بزدلی، لالچ اور دھوکا دہی سے کام لیکر مسلمانوں کی کوششوں کو ناکام رکھا۔ اور غیر ملکی حکومت کے مضبوط کرنے کے سامان فراہم کئے۔ نیشنل کانگریس بھی جب تک ہندوؤں کے قبضہ میں رہی ایک کھلونے سے بڑھکر اہمیت نہ رکھتی تھی مگر جب مسلمانوں نے شریک ہوکر اسمیں جان ڈالدی اور وہ حیرت انگیز طور پر کامیابی کی منزلیں طے کرنے لگی تو اکثر ہندو لیڈروں کی غلامانہ و بزدلانہ ذہنیت نے اسمیں افغانی ہوتے دیکھنے شروع کر دئے اور اپنی قدیمی روایات کے عین موافق کانگریس سے جدا ہو کر ہندو سبھا اور ہندو سنگھٹن کے کاموں میں مصروف ہو گئے۔ بھلا ایسے نامرد اور بزدل لیڈر جو اپنی ۲۴ کروڑ کی تعداد کے ہوتے سات آٹھ کروڑ مسلمانوں کے خوف سے سوراج یا حکومت خود اختیاری کے مخالف ہوں خالص ہندو حکومت کس طرح قائم کر سکتے ہیں؟ خالص ہندو حکومت کا سبز باغ سراب سے زیادہ کوئی حقیقت نہیں رکھتا حقیقت صرف اسقدر ہے کہ ہندو لیڈروں کی جبلی بزدلی دائمی کمزوری نے ان کو حکومت موجودہ کے مقاصد کا ہمنوا بنا دیا ہے اور وہ ہندو جو سوراج یا حکومت خود اختیاری کے لئے مصروف سعی دیکھے جاتے تھے اب حکومت وقت کے ایجنٹ بن چکے ہیں اور عام ہندوؤں کو فریب و دیگر ایسی ایسی باتوں کے تصنیف کرنے میں مصروف ہیں جس سے ہندوؤں میں انکی قبولیت باقی رہے۔ لالہ ہردیال بھی یقیناً انہیں لوگوں میں شامل ہیں انکے مضمون پر پہلی ہی غلط انداز نظر ڈالنے سے شبہ ہوتا ہے کہ یہ وزارت خارجہ کے کسی اہلکار کا لکھا ہوا مضمون ہے۔ لالہ صاحب اور پردۂ زنگاری کے معشوق دونوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ اندلس اور ہندوستان کے درمیان ہزاروں کوس کا فاصلہ ہے۔ لالہ صاحب اگر ننگر راجا جی بن سکتے ہیں تو مسلمان ہرگز گوتم بدھ کے ماننے والوں کی طرح نرم لقمہ نہیں بن سکتے ممکن ہے کہ بھاگیرت دوبارہ جنم لیکر گنگا کو ملک چین کی طرف بہا دے اور ممکن ہے کہ کوہ ہمالہ اسکی جگہ سے اٹھا کر بحر ہند میں کوئی جزیرہ بنا دیا جا

تازہ خبریں

بمبئی ۲۴ جولائی - اگلے دن شہر میں افواہ اڑی کہ بٹ پاٹیل پونڈے جسے قتل بادلہ کے جرم میں عدالت عالیہ نے سزائے موت کا حکم دیا تھا پاگل ہوگیا ہے اور یروادہ کے پاس کے پاگل خانہ میں پہنچا دیا گیا ہے۔ کمشنر پولیس نے جریدہ ٹائمز آف انڈیا "ڈیلی میل" کو مطلع کیا ہے کہ سزائے موت کے حکم نے پونڈے کے دل پر گہرا اثر کیا ہے بمبئی کے جیل خانہ میں اسکی نگرانی نہایت احتیاط کے ساتھ کی گئی - اور بالآخر حکام نے اسے پاگل خانے میں بھیج دیا - جریدہ مذکور معترض ہے کہ پونڈے کے پاگل ہو جانے سے سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر اسے سزائے موت بھی دی جائیگی یا نہیں - کہا جاتا ہے کہ اسکی صحت کا سرٹیفکیٹ موصول ہونے پر اسے حکام جیل کے حوالے کر دیا جائیگا۔

رنگون - ۲۴ جولائی - آج ینفتہ وروڈی کے صدر مجسٹریٹ نے مسٹر جیت ہیلانگ کو زیر دفعہ ۱۲۴ - تعزیرات ہند باغیانہ تقریر کرنے کے جرم میں سشن سپرد کر دیا - ملزم نے عدالت کے کسی سوال کا جواب دینے سے قطعی انکار کر دیا - البتہ اپنا تحریری بیان عدالت سشن میں ضرور پیش کیا جائیگا -

آگرہ - ۲۴ جولائی - ڈاکخانہ آگرہ کا ایک کلارک دیا شنکر نامی تین ہزار روپیہ جعلسازی سے وصول کرکے بھاگ گیا ہے - پولیس و ڈاکخانہ کے حکام سرگرم تفتیش ہیں - ابھی تک کوئی پتہ نہیں چلا۔

پونا ۲۴ جولائی گورنر بمبئی نے آج پونا کے نئے ریلوے اسٹیشن کا افتتاح کیا - بمبئی اور پونا کے درمیان ریلوے کے انتظام میں جو قابل قدر ترقی ہوئی ہے یہ ریلوے اسٹیشن اسکا نمونہ ہے - اس کی عمارت پر ساڑھے پانچ لاکھ روپیہ صرف ہوا ہے۔

بمبئی ۲۴ جولائی - بمبئی کے مالکان کارخانہ کی انجمن کا سالانہ عام اجلاس آج سہ پہر کے وقت منعقد ہوا - اتفاق رائے سے فیصلہ کیا گیا کہ چونکہ سوتی کپڑے کی قیمت گر گئی ہے اسلئے یکم ستمبر سے مزدوروں کی اجرت میں ساڑھے گیارہ فیصدی تخفیف کر دی جائے۔

شملہ ۲۴ جولائی - شمالی ہند کی افواج کی چاندماری ۲۶ جولائی سے ۳۰ جولائی تک اٹک کے گرد و نواح میں ہوگی -

کانپور - ۲۵ جولائی - اچھوت کانفرنس کی کارروائی کل ختم ہوگئی انگھانی دیش بندھو داس اور مہاراجہ صاحب گوالیار کی تعزیت کی قراردادیں منظور کی گئیں - اس کانفرنس نے اس امر پر زور دیا کہ اچھوتوں کو مندروں، کنووں اور پاٹھ شالوں میں بغیر کسی رکاوٹ کے آنے جانے کا حق حاصل ہے - دولت مند ہندوؤں کو تلقین کی گئی کہ وہ اچھوتوں کو اپنے ہاں ملازم رکھیں - آج حلال خوروں کی پراونشل کانفرنس بھی ختم ہوگئی اس کانفرنس کے صدر مہلنا صاحب میسور سے - ایک اور اچھوت کانفرنس کل منعقد ہوگی

لندن ۲۴ جولائی - حکومت پرتگال نے مسٹر جے - ایم مارسٹلا "ٹائمز" کے نامہ نگار لزبن کو غلط خبریں شائع کرنے کے الزام میں گرفتار کر لیا تھا - چنانچہ اب اس نے اس فعل کے لئے معافی پناہ مانگی ہے -

لندن ۲۴ - جولائی - ایک برطانی ماہر فن مسٹر گوئیڈ راجندر سے ان لوگوں کے ساتھ بذریعہ لاسلکی گفتگو کر رہے ہیں جو قطب شمالی کے انکشافات کے لئے روانہ ہوئے ہیں -

مارسیلز ۲۴ - جولائی - آج شام کو لیڈی ریڈنگ اور لارڈ ریڈنگ جہاز "لمتان" میں یہاں پہنچ جائینگے -

لندن ۲۴ جولائی - سر وکٹر وار نارطین نے ڈیلی کرانیکل کے اس بیان کی تردید کی ہے کہ وہ ہندوستان میں گورنر کا منصب حاصل کرینگے

طہران ۲۵ جولائی - سر آرنالڈ ولسن مسلم محمرہ سے حسب ذیل برقی پیغام روانہ کیا ہے۔

کل رات کو چار سو عربوں نے محمرہ پر حملہ کر دیا - ایرانی سپاہ نے قابل تعریف طور پر جنگ کی اور انہیں پسپا کر دیا - لیکن وہ بازار کو لوٹنے میں کامیاب ہوگئے - فریقین کے بہت سے آدمی مقتول و مجروح ہوئے - لیکن کسی اور برطانی رعیت کو نقصان نہیں پہنچا - باغیوں نے برطانی مال کو نقصان نہیں پہنچایا - آبادان اور اہواز میں کامل سکون ہے - اور اینگلو پرشین آئل کمپنی کے مفاد کو کوئی نقصان نہیں پہنچا - بدامنی پیدا ہونے کے چار گھنٹہ بعد بصرہ سے جہاز بلا لیا گیا -

مسٹر ولیم جیننگس برائن جنہوں نے ڈیٹن ٹینیسی امریکہ میں مسٹر اسکوپس کے مقدمہ کی سرکار کی طرف سے پیروی کی تھی انتقال ہوگیا - ان کی لاش ان کے سونے کے کمرے میں کل سہ پہر کو پائی گئی۔ انتقال کی وجہ قلب کی حرکت کا رک جانا بتایا جاتا ہے

مسٹر اسکوپس پر مسئلہ ارتقا پر لیکچر دینے کے جرم میں مقدمہ چلایا گیا۔

تار کا پتہ "مسلمان لاہور" — رجسٹرڈ ایل نمبر ۴۳۶

قل یا اہل الکتاب تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ

اخبار پیغام صلح لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا — مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
اندرین دین آمدہ از مادریم — ہم برین از دار دنیا بگذریم
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست — بادۂ عرفان ما از جام اوست
آن رسولے کش محمدؐ ہست نام — دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او با شیر شد اندر بدن — جان شد و با جان بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست — زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود — آن نہ از خود از ہمان جائے بود

ہفتہ میں دو بار، یک شنبہ و چہار شنبہ کو شائع ہوتا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما ازو یابیم از نور و کمال — وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست — ہرچہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک و ز خبرہائے معاد — ہرچہ گفت آن مرسل رب العباد
آن ہمہ از حضرت احدیت است — منکر آن مستحق لعنت است
معجزات و ہمہ حق اندر دواست — منکر آن مورد لعن خداست
معجزات انبیائے سابقین — آنچہ در قرآن بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست — ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
یک قدم دوری ازان روشن کتاب — نزد ما کفر است و خسران و عتاب

قیمت سالانہ صہ ششماہی پہ سہ ماہی عہ
طلباء سے سالانہ سے

جلد ۱۳ | مدینۃ المسیح لاہور | یوم یک شنبہ مطبوعہ ۱۸ محرم الحرام ۱۳۴۴ھ ہجری مطابق ۹ اگست ۱۹۲۵ء علیسوی | نمبر ۷۷

امریکہ کا مذہبی جنون

ایک عجیب و غریب مقدمہ

بائیبل اور تنقیدات عالیہ

ہم پر سب سے زیادہ سنگین الزام جو لگایا جاتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ ہمارا مذہبی تعصب "جنون" کی حد کو پہنچا ہوا ہے۔ اور ہم رات دن مذہب کے لئے باہم لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں۔ ہمارے اسی "مذہبی جنون" کی بنا پر ہم کو اس قابل نہیں خیال کیا جاتا کہ ہم اپنے ملک پر خود حکومت کر سکیں گے۔ لیکن ہماری سمجھ میں کسی طرح نہیں آتا کہ جب یورپ اور امریکہ میں بھی۔ باایں ہمہ لا مذہبیت و خدا فراموشی آئے دن اسی قسم کے جھگڑے ہوتے رہتے ہیں تو ان کی۔ اپنے ملک پر نہیں بلکہ غیروں پر حکومت کرنے کی سند قابلیت کیوں ضبط نہیں کی جاتی۔

خمس موسےٰ کے متعلق ایک جرمن عالم کی رائے

انجیل مقدس کے عہد جدید کا ذکر نہ کیجئے۔ عہد عتیق کو لیجئے جسکے پانچ باب ہیں۔ اور جن کے متعلق مدتوں یہ عقیدہ رہا کہ وہ تورات کے نسخے ہیں کہ جو حضرت موسےٰ پر نازل ہوئے تھے۔ یا حضرت موسیٰ نے خود لکھے تھے دنیائے عیسائیت صدہا سال تک اسی عقیدہ پر قایم رہی یہانتک کہ باور نامی ایک جرمن عالم نے ان نسخہ جات کو تلاوت کرنے کی تکلیف گوارا کی اور جب اس میں ایسی آیات پڑھیں کہ جن میں خود حضرت موسٰیؑ کی وفات کا ذکر تھا۔ تو اُسے فکر پیدا ہوئی کہ یہ کتاب جس میں حضرت موسٰیؑ کی وفات کا حال لکھا ہوا ہے کس طرح حضرت موسٰیؑ پر نازل شدہ صحیفہ یا حضرت موسٰیؑ کی اپنی تصنیف ہو سکتی ہے جس کتاب میں کہ حضرت موسٰیؑ کی وفات کے حالات لکھے ہوئے ہوں۔ وہ ظاہر ہے کہ ان کی وفات کے بعد ہی لکھی گئی ہوگی۔ ان خیالات کی بنا پر اس نے تحقیق و تدقیق شروع کی اور بالآخر یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا۔ کہ انجیل کے عہد عتیق کے متعلق یہ عقیدہ کہ وہ کلام الٰہی یا تصنیف موسےٰ ہے۔ بالکل غلط ہے ...... تاریخ سے یہ بھی معلوم ہو گیا اور صرف معلوم ہی نہیں ہوا بلکہ پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا کہ مختلف بادشاہوں نے بنی اسرائیل پہ حملے کرکے انہیں بالکل دنیا ہی سے مٹا دینے کی کوشش کی تھی اور ہر مرتبہ توریت کے تمام نسخے جو دستیاب ہو سکے جلا دئے گئے تھے بخت نصر نے جب یروشلم پر حملہ کیا تو اس نے بھی توریت کے ساتھ یہی سلوک کیا۔ اور اس کے بعد جو توریت تیار کی گئی وہ حضرت عزیرؑ کی کوشش اور دیگر علمائے یہود کے حافظہ کی رہین منت ہے اور اسی لئے اس میں صرف مذہبی احکام یا مذہبی قصص و روایات ہی نہیں ہیں۔ بلکہ بہت سے ایسے غیر متعلق قصے بھی ہیں جن کو مذہب سے کسی طرح بھی کوئی واسطہ نہیں ہو سکتا۔ باور کی کوششیں بارآور ہوئیں اور چند ہی روز کے بعد جرمنی کی "تنقیدات عالیہ" کی سوسائٹی نے اس کے دعوے تسلیم کر لئے اور اس کے ہمنوا ہو گئے۔ چنانچہ یورپ اور امریکہ کے تقریباً تمام علماء اس بات پر متفق الخیال ہو گئے کہ وہ پانچوں اسفار (توریت) جنہیں کلام الٰہی یا کلام موسٰیؑ خیال کیا جاتا تھا حضرت عزیرؑ اور بعض دیگر علماء یہود کی تصنیف کردہ ہیں۔ اور بدء خلق۔ یا تکوین عالم کے متعلق اس میں جو کچھ لکھا ہے وہ چند من گھڑت افسانوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ ان اسفار کے متعلق یہ بھی ثابت ہو چکا ہے۔ کہ یہ مختلف چار زمانوں میں تصنیف کئے گئے ہیں۔ اور اسی لئے تنقیدات عالیہ کی سوسائٹی نے جو نسخے اب شائع کئے ہیں۔ وہ چار مختلف رنگوں میں ہیں۔ ہر زمانے کے لئے ایک خاص رنگ معین کر دیا ہے۔ اور اس زمانہ کا تصنیف شدہ جس قدر حصہ ہے۔ وہ اسی مخصوص رنگ میں چھاپا گیا ہے۔

امریکہ کا ایک نیا قانون

یہ سب کچھ ثابت ہو چکا ہے۔ اور دنیا اسے تسلیم کر چکی ہے۔ مگر امریکہ کے "غیر متعصب" اور "مذہبی عقلمند" پادری آج بھی اسی لکیر کے فقیر بنے بیٹھے ہیں۔ اور ڈے ٹن (امریکہ کا ایک قصبہ) کے مقدمات کے حالات اخباروں میں پڑھ پڑھ کر ہمیں ہنسی بھی آتی ہے۔ اور تعجب بھی ہوتا ہے۔ اس مقدمہ کے مجمل حالات تو قارئین کرام پڑھ چکے ہیں مگر آج ہم ان واقعات کو بالتفصیل بتائیں گے۔

امریکہ میں بالخصوص اس کی جنوبی ریاستوں میں کچھ عرصے سے فنڈا منٹلسٹ کی ایک جماعت قائم ہوئی ہے۔ یہ جماعت پراٹسٹنٹ فرقہ عیسائیت سے تعلق رکھتی ہے۔ اور اس درجہ متعصب ہے۔ کہ انہوں نے اس جماعت کے خلاف کہ جو آزاد خیال مذہبی لوگ ہیں۔ باقاعدہ جدوجہد شروع کر دی۔ امریکہ کے مشہور ترین بے اصول خادم ملک مسٹر برائن جن کا ابھی ایک ہفتہ بھر کے قریب ہوا انتقال ہوا ہے جب ضعیف العمری اور سیاسات ملکی میں ناکامیوں کے باعث بیکار ہو گئے۔ تو انہوں نے اس فنڈا منٹلسٹ گروہ کی سرپرستی اختیار کر لی۔ قدرت نے مسٹر برائن کو اگر سلیقہ اور انتظام کی قوتوں سے بے بہرہ رکھا۔ تو قوت تقریر میں اس کمی کو پورا بھی کر دیا تھا۔ چنانچہ اپنی پُر زور تقریروں کی مدد سے انہوں نے ریاست ٹینیسی کے لئے یہ قانون پاس کرا لیا کہ ایسے تمام مدارس میں جو ریاست کے خرچ سے چلتے ہیں۔ عقیدہ ارتقاء کی تعلیم ہر مرد و عورت کے لئے ممنوع ہے حتیٰ کہ کوئی ایسی کتاب پڑھانے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ کہ جو اس عقیدہ کی موافقت میں ہو۔ گویا اس قانون نے بدء خلق کے متعلق گویا ان تمام افسانوں کو صحیح تسلیم کر لیا ...... جو انجیل میں تکوین عالم کے باب میں درج ہیں۔ حالانکہ انجمن تنقیدات عالیہ جرمنی اور دیگر تمام ممالک کے عیسائی فضلاء انہیں غلط اور تصنیف انسانی ثابت کر چکے ہیں۔ ٹینیسی کے تمام قانون ساز اصحاب کے متعلق یہ تو بدگمانی نہیں کی جا سکتی۔ کہ وہ ایک ایسے قانون کی تغویت کو نہیں سمجھتے مگر یہ ضرور ہے۔ کہ وہ بالعموم سیدھے سادھے لوگ ہیں۔ جو اپنے کھیتوں پر زیادہ تر گاؤں میں بودوباش رکھتے ہیں۔ اور جب ان سے یہ کہا گیا۔ کہ ارتقاء ایک جہنمی اصول ہے۔ اور چارلس ڈارون فی الحقیقت دجال کا دوسرا نام ہے۔ تو وہ باتوں میں آ گئے۔

ایک دلچسپ مقدمہ

سکول کے استادوں نے اول تو اسے ایک رکیک اور پوچ بات خیال کرکے اس کی طرف کوئی توجہ نہ کی مگر جب قانون پاس ہو گیا تو انہوں نے صلاح کی کہ قانون شکنی کرکے اس نئے قانون کا امتحان کرنا چاہیئے۔ ایک نوجوان معلم مسمی جان۔ ٹی اسکوپس نے ٹینیسی کا گیلیلو (مشہور اطالوی فلاسفر) بننے پر رضامندی ظاہر کی اور باوجود قانونی ممانعت کے اپنے سکول میں اصول ارتقاء کی تعلیم دینا شروع کی۔ ادھر تو نوجوان اسکوپس پر مقدمہ قائم ہو گیا۔ اور ادھر امریکہ کے اخبارات نے اس چھوٹے سے قصبہ کو اچھا خاصہ لنڈن بنا دیا۔ باہر سے آنے والے لوگوں کے لئے جن میں اخبارات کے نامہ نگار۔ اخبارات کے نمائندے۔ اور عام تماشہ بین لوگ شامل تھے۔ بہت سے نئے ہوٹل کھل گئے کئی دوکانیں بن گئیں۔ اور پھر بھی جگہ ناکافی رہی تو جابجا خیمے نصب کر دیئے گئے ڈے ٹن میں اچھا خاصا ایک میلہ لگ گیا۔ اور پبلک کی دلچسپیوں اور تفریحات کے لئے ہر قسم کے کھیل تماشے وہاں مہیا ہو گئے۔ سنا ہے کہ بیچارے مسٹر بٹلر بھی جنہوں نے اس قانون کا مسودہ پیش کیا تھا سخت مصیبت میں پھنس گئے۔ غریب نے بہتیرا عذر کیا کہ میں ایک غریب اور نادار تمباکو فروش ہوں۔ اور میرے پاس اتنا کرایہ بھی نہیں ہے کہ ڈے ٹن تک جا سکوں۔ مگر لوگوں نے کسی طرح نہ چھوڑا۔ اور یہ معلوم کرنے کے لئے کہ وہ اصول ارتقاء ہے کیا چیز اسے کسی نہ کسی کتاب ممنوعہ کا مطالعہ کرنا ہی پڑا۔ اس مقدمہ کی یہاں تک شہرت ہوئی کہ ایک بائیسکوپ کمپنی نے مسٹر سکوپ کو بیس ہزار پونڈ کی رقم دینا چاہی تاکہ اس مقدمہ کی کارروائی کی تصاویر لینے کی اجازت مل جائے۔ مگر مسٹر اسکوپ نے انکار کر دیا۔

مذہبی جنون کی انتہا

اس دور جدید میں ایک "تہذیب یافتہ" حکومت نے قوانین ملک کے ماتحت مسٹر سکوپ کو ایک سو ڈالر جرمانہ کی سزا دے ہی دی۔ اور اس طرح اخبارات امریکہ کی عارضی تفریح گاہ ڈے ٹن کا مشہور و معروف مقدمہ اختتام کو پہنچا۔ ہم جن مذہبی اصولوں کی پابندی اپنے اوپر فرض خیال کرتے ہیں۔ انہیں تو آج تک کوئی انجمن تنقیدات عالیہ جھٹلا بھی نہیں سکی ہے۔ پھر بھی ہم صرف اس لئے وحشی اور نامہذب کہلائے جاتے ہیں۔ کہ ہم ان کے سختی سے پابند ہیں لیکن اور امریکہ میں تو قمیصوں کے گریبان کافی بڑے ہوتے ہیں۔ کیا ہم درخواست کر سکتے ہیں۔ کہ ان "مہذب" برا عظموں کو اپنے گریبانوں میں منہ ڈالنا چاہیئے۔

(ہمدرد)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۳ - ۱۸ محرم الحرام ۱۳۴۴ھ نمبر ۷

ہندوستانی مولوی سنگاپور میں

مسلمانوں میں افتراق وانشقاق کی کوشش

احمدیت کے خلاف غلط پروپیگنڈا

(۴) وفات مسیح کا مسئلہ ایسا نہیں جس پر اب زیادہ تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالنے کی ضرورت ہو اسلامی دنیا کے سنجیدہ اور فہمیدہ دل ودماغ اب حیات مسیح جیسے غیر معقول اور غیر اسلامی عقاید کو قبول کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں۔ سوائے ان تنگ دل مولویوں کے جو لکیر کے فقیر ہیں۔ اور کوئی بھی ایسی باتوں کو مان نہیں سکتا۔ اور لکیر کے ایسے لوگوں کی نہیں جن کو محقق کہا جاسکتا ہے۔ ان میں سے امام مالک جیسے بزرگ، وفات مسیح کے قائل ہیں۔ اور حضرت ابن عباس جیسے مفسر قرآن انی متوفیک کے معنے ممیتک کرتے ہیں۔ لیکن مولوی صاحبان ہیں۔ کہ دنیا ادھر کی ادھر ہو جائے۔ آسمان زمین بدل جائے۔ اسلام کا کچھ رہے یا نہ رہے۔ وہ مسیح کو مرنے نہیں دینگے۔ اور پھر اس پر اس قدر غلو اور افراط ہے کہ جو مسیح کو فوت شدہ مانے وہ کافر ہے۔ ہم کہتے ہیں۔ اکیلے احمدی ہی وفات مسیح کے قائل نہیں۔ ان کے ساتھ بعض بڑے بڑے ائمہ اور مجتہد ہیں۔ صحابہ کرام کا پاک گروہ اسی کا قائل ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس خطبہ سے ظاہر ہے۔ جو انہوں نے آنحضرت صلعم کی وفات کے موقعہ پر پڑھا۔ اور ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل سے ۔۔۔ تمام انبیاء کی وفات کا استدلال کیا۔ امام بخاری اسکے قائل ہیں جنھوں نے مسیح ناصری اور آنیوالے مسیح کا حلیہ ایک ہی جگہ ایک دوسرے سے مختلف بیان کیا ہے۔ اور محدثین ومفسرین اور ائمہ کا ایک بڑا گروہ اسی کا قائل ہے۔ گو ان میں سے بعض انکی وفات کو چند گھنٹوں یا چند دنوں کی عارضی وفات مانتے ہیں۔ لیکن اگر محض وفات کے ماننے سے کفر لازم آتا ہے۔ تو سب سے پہلے ان پر کفر کے فتوے دو حیرانی اور تعجب کی بات ہے۔ کہ یہ لوگ بات کرتے ہوئے ذرا نہیں جھجکتے۔ اور نہیں جانتے کہ ان کی بات کا اثر کہاں جا کر پڑیگا۔ آج امت محمدیہ کا ایک کثیر حصہ وفات مسیح کا قائل ہے۔ کیونکہ صرف حضرت مرزا صاحب ہی نے نہیں۔ بلکہ سرسید احمد خاں۔ مولانا ابوالکلام آزاد اور بعض دیگر بزرگوں نے بھی اپنا یہی اعتقاد ظاہر کیا ہے۔ اور ان کے تمام پیرو مسیح علیہ السلام کو وفات شدہ ہی مانتے ہیں۔ کیوں تم ان کو کافر نہیں کہتے۔ اور دنیا میں یہ اعلان نہیں کر دیتے۔ کہ اسلام کو ماننے والے آج چالیس کروڑ نہیں بلکہ چند نام نہاد علماء باقی رہ گئے ہیں۔ اور وہ بھی زبانی جو کچھ کہتے ہیں۔ دل سے اس کے معتقد نہیں۔

(۵) ایک اور عجیب وغریب وجہ کفر یہ بتائی گئی ہے۔ کہ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ نے انگریزی ترجمۃ القرآن میں لکھا ہے کہ "آدم اور حوا بہشت کے اندر ننگے نہ تھے"۔ اس وجہ کفر کو پڑھ کر کون سلیم المزاج انسان ہے۔ جو مولوی صاحبان کے علم وفضل پر آٹھ آٹھ آنسو نہ بہائے۔ ہم حیران ہیں کہ کونسے قرآن میں یہ لکھا ہے کہ آدم حوا بہشت میں ننگے تھے۔ کیا یہ بھی اسلامی عقائد میں سے ہے۔ کہ آدم اور حوا کے بہشت میں ننگے ہونے پر ایمان لایا جائے؟ افسوس ہے کہ ان لوگوں کو ایسی باتیں لکھتے ہوئے شرم وحیا بھی دامنگیر نہیں ہوتا۔ اور ذرا بھی اس بات سے نہیں جھجکتے کہ کسقدر قابل شرم باتوں پر وہ دین کی بنا رکھنا چاہتے ہیں حضرت مولانا محمد علی صاحب ایدہ اللہ نے کوئی انوکھی بات نہیں لکھی کہ آدم وحوا کی سوآۃ کے ننگا ہونے سے مراد برائیوں اور کمزوریوں کا ظاہر ہو جانا ہے کسی ظاہری لباس کا اترنا مراد نہیں۔ جاؤ اور تفسیر ابن جریر اور بحر المحیط کو پڑھکر دیکھو کیا ان میں ینزع عنہما لباسہما لیریہما سوآتہما کی آیت پر صاف طور پر نہیں لکھا۔ کہ قال المجاھد ھو لباس التقوٰی یعنی سوآتھما ما یسوٴھما من المعصیۃ۔ مجاہد کہتے ہیں۔ کہ لباس سے مراد تقوے کا لباس ہے۔ اور سوآۃ سے مراد وہ برائی ہے۔ جو معصیت کی وجہ سے ان میں پیدا ہوئی۔

یہ عبارت اسی انگریزی ترجمۃ القرآن میں حضرت مولانا نے نقل کی ہوئی ہے۔ لیکن مولوی صاحب کی نظر حضرت مولانا کے الفاظ پر پڑ گئی اور مجاہد جیسے برگزیدہ مفسر کے الفاظ پر نہ پڑی۔ ہم کہتے ہیں۔ اگر کافر بنانا ہے تو پہلے ان بڑوں کو بناؤ جن کی حضرت مولانا نے تقلید کی ہے ورنہ اپنی قابل شرم حرکات سے اسلام کو بدنام کرنا چھوڑ دو۔

(۶) یہ امر بھی مولوی صاحبان کے لئے بہت تکلیف دہ ہے۔ کہ معراج کو جسمانی نہ مانا جائے۔ حالانکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور بعض معراج کے روحانی ہونے کے ہی قائل ہیں۔ خود قرآن کریم صاف طور پر اسے رویا قرار دیتا ہے۔ وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا بالحق اور احادیث تو ایک نہیں دو نہیں کئی ایک ایسی ہیں جن سے معراج کا روحانی ہونا ہی ثابت ہوتا ہے جیسا کہ بخاری میں حدیث معراج کے اندر یہ لفظ ہیں۔ فیما یری قلبہ وتنام عینہ ولا ینام قلبہ۔ یعنی اس حالت میں معراج ہوا۔ کہ آپ کا قلب دیکھتا تھا۔ اور آپ کی آنکھ سوتی تھی۔ مگر دل نہیں سوتا تھا۔ اور اسی حدیث کے آخر میں یہ لفظ ہیں و استیقظ وھو فی المسجد الحرام۔ آپ جاگ اٹھے اور آپ مسجد حرام میں تھے۔ کیا ان صریح الفاظ کے ہوتے ہوئے احمدیوں کو روحانی معراج ماننے پر کافر سمجھنا مولوی صاحبان کی صریح ہٹ دھرمی اور جہالت نہیں۔ ہم کہتے ہیں۔ اگر بالفرض یہ الفاظ نہ بھی ہوتے۔ تو بھی معراج کے جسمانی یا روحانی ہونے کے عقیدہ کو کفر واسلام کا معیار کیونکر قرار دیا جاسکتا ہے۔ شرائط ایمان کے اندر کہاں یہ لکھا ہے۔ کہ معراج کو جسمانی یا روحانی ماننا ضروری ہے۔ کاش تم لوگوں میں ذرا بھی دیانت وامانت ہوتی۔ تو ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں کو تکفیر کا ذریعہ نہ بناتے۔ اور یوں مسلمانوں میں فتنہ برپا نہ کرتے۔

(۷) مولوی صاحبان کے لئے ایک بہت بڑے دکھ کی بات یہ بھی ہے۔ کہ کافروں کو بھی خدا تعالےٰ کی رحمت کا حصہ دار سمجھا جائے۔ وہ تو مسلمانوں کو بھی اسلام سے خارج کرنے اور بہشت سے نکالنے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ کفار کا بہشت میں جانا انہیں کیونکر گوارا ہو سکتا ہے۔ وہ اس بات کو ایک لمحہ کے لئے برداشت نہیں کر سکتے۔ کہ کافر تو ایک طرف کوئی مسلمان بھی جو ان سے ذرا بھر اختلاف رکھتا ہو کسی طرح پر بہشت میں جا سکے بہشت صرف ان مولویوں کے لئے مخصوص ہے۔ یہ بھی معلوم نہیں کہ مولویوں میں سے بھی کونسا گروہ بہشت میں جائیگا۔ کیونکہ سب ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں۔ لیکن کم از کم یہ تو ان کے نزدیک ایک کفر عظیم ہے۔ کہ دوزخ کو ابدی نہ سمجھا جائے۔ اور اس بات پر ایمان نہ لایا جائے۔ کہ کافر لوگ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دوزخ میں جلتے رہیں گے۔ اور مولوی لوگ ان کو جلتے ہوئے دیکھکر خوش ہونگے اور تالیاں بجائیں گے کہ ہم نے بہت بڑی فتح تم پر حاصل کی کہ آخر کار تم کو دوزخ میں ڈلوا دیا جس سے اب تم باہر نہیں نکل سکتے۔ خدا جانے دوسروں کو دکھوں اور تکلیفوں میں دیکھنا ان کو جلانا کوئی خاص لطف رکھتا ہے۔ جس سے صرف مولوی صاحبان ہی آشنا ہیں۔ اور دنیا کے مہذب اور شائستہ انسان اس سے بے بہرہ اور محروم ہیں۔ کیا یہ ایک صریح ظلم نہیں کہ ایک محدود گناہ کے بدلے غیر محدود سزا پر ایمان رکھا جائے۔ اور خدا کو ایسا ظالم ٹھہرایا جائے کہ وہ ایسی غیر محدود سزا دیگا کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر انسان کا یہ مذہب نہیں کہ لو لبث اھل النار فی النار کقدر رمل عالج لکان لھم علی ذالک یوم یخرجون فیہ) یعنی اگر اہل نار دوزخ میں اتنی مدت بھی رہیں۔ جیسے ریت کے انبار پر انبار تو بھی ایک دن آئے گا جس میں وہ اس سے نکالے جائیں گے۔ کیا حضرت ابو ہریرہ۔ ابن عمر۔ ابن العاص۔ ابن مسعود اور بعض دیگر جلیل القدر اصحابہ اور تابعین کھلے طور پر اس بات کے قائل نہیں۔ کہ دوزخ پر وہ وقت آئیگا جب اس کے اندر کوئی نہ رہیگا۔ ایسا ہی شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور امام ابن قیم کا بھی یہی مذہب ہے۔ تمہارا کفر کا فتویٰ ان سب پر پڑتا ہے۔ کاش تمہیں علم وعقل۔ اور دیانت وامانت سے بہرہ وافر ملا ہوتا۔ تو شاید ایسی جہالت کی باتیں تمہارے مونہوں سے نہ نکلتیں۔ اور ایسے اختلافات کو تم کفر واسلام کا معیار قرار نہ دیتے۔ کاش تمہارے دل اتنے وسیع ہوتے جس قدر اللہ تعالےٰ کی رحمت وسیع ہے۔ (وسعت رحمتی کل شیء) تو آج اسلام پر تنگ دلی کا الزام عاید نہ ہوتا۔ اور غیروں کو بھی یہ ماننا پڑتا۔ کہ اسلام ہی ایک مذہب ہے جس نے بہشت و دوزخ میں یہ ایک کھلا امتیاز رکھا ہے۔ کہ اول الذکر کو عطاء غیر مجذوذ قرار دیا۔ اور اس میں داخل ہونے والوں کے متعلق فرمایا۔ کہ ما ھم منہا بمخرجین وہ اس سے نکالے نہیں جائینگے۔ اور دوزخ کے خلود اور ابدیت کو لابثین فیہا احقابا کے الفاظ سے تعبیر کیا۔ یعنی وہ اس میں برسوں رہینگے یہی اسلام کی صداقت کی بڑی دلیل ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کو ایسا ظالم اور وحشی اور غصہ ور قرار نہیں دیا۔ کہ جس نے اپنی مخلوق سے انتقام لینے کے لئے دوزخ بنایا ہو۔ بلکہ اسلام کا دوزخ ایک ہسپتال ہے۔ ایک شفاخانہ ہے جسکے اندر بیمار اسی وقت تک رہ سکتا ہے۔ جب تک بیمار ہے۔ اور جس وقت اسکو شفا حاصل ہو جائے۔ وہ اس کے اندر نہیں رہ سکتا۔ خواہ وہ اس دنیا میں کافر تھا یا مسلمان۔ عیسائیت کی طرح نہیں جو ایک طرف تو مخلوق الٰہی کو سزا سے بچانے کے لئے اللہ تعالےٰ کے اکلوتے بیٹے کو سولی پر چڑھاتی ہے۔ اور دوسری طرف کروڑہا انسانوں کو ابدی جہنم کا وارث ٹھیراتی ہے۔ یہانتک کہ وہ معصوم بچے جو عیسائیوں کے گھروں میں پیدا ہوئے۔ لیکن بپتسمہ پائے بغیر فوت ہو گئے۔ اس کے نزدیک جہنم کی سطح پر رینگتے ہوئے نظر آئیں گے۔ کیا اس سے بڑھکر وحشیانہ اور ظالمانہ خیال اللہ تعالےٰ کی طرف منسوب کیا جاسکتا ہے۔ اسلام آریہ سماج کی طرح تناسخ کے اس غیر منقطع چکر میں بھی ڈالنا نہیں چاہتا۔ جو کتے بلے اور خنزیر کی جونوں میں انسانوں کو لے جاتا ہے۔ بلکہ انسانوں کے اخلاق رذیلہ کے علاج کے لئے اس نے ایک شفاخانہ بنایا ہے اس میں سے اسے گذارنا چاہا ہے جس کا نام دوزخ ہے۔ اور اس کا آخری نتیجہ وہ کمال انسانی ہے جو اس کو بہشتی زندگی میں داخل کر دیتا ہے۔ لیکن افسوس کہ آج کل کے نام نہاد مولویوں نے اس کا نام کفر رکھدیا۔ اور ہر قسم کی وحشت وبربریت اور تنگدلی کو اسلام قرار دے رکھا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اہلحدیث کی غلط بیانی

امرتسر کے معاصر اہلحدیث میں کسی صاحب ابوسعید محمد شریف قریشی نے "مرزاجی کا الہامی نظارہ" کے عنوان سے ایک طویل مضمون لکھا ہے جس میں حضرت مسیح موعود پر جھوٹ۔ فریب دہی اور دھوکہ بازی کے کئی ایک الزام لگائے ہیں۔ اس مضمون میں کئی ایک ایسی باتیں ہیں جن کا جواب ہم انشاءاللہ کسی آیندہ اشاعت میں دینگے۔ یہاں ہم صرف یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ مضمون نویس نے حضرت مسیح موعود پر فریب اور دھوکہ دہی کا الزام دیتے ہوئے خود کہاں تک دیانت سے کام لیا ہے۔ اسی سے واضح ہو جائیگا۔ کہ اس کے الزامات کہاں تک صحیح ہیں۔ وہ لکھتا ہے اور کسقدر جرأت اور دلیری کے ساتھ ہم سے سوال کرتا ہے۔ کہ

> یہ حکم کس حدیث نبوی میں لکھا ہے۔ کہ "میرے بعد ایک نبی آئے گا۔ اگر تم اس کو نہ مانو گے تو تم مسلمان نہ ہو گے"
>
> جس بنا پر مرزا جی کو یہ اعلان کر کے تمام روئے زمین کے مسلمانوں کو کافر کہنا پڑا کہ
>
> "جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ مسلمان نہیں" احمدیوں پر قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر۔ مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھیں"۔ (تحفہ گولڑویہ صہ ۱۸)

"دروغ گویم بر روئے تو" کی اس سے واضح تر مثال اور کیا ہو گی تحفہ گولڑویہ اس وقت ہمارے سامنے ہے۔ اس کا صفحہ ۱۸ ہماری آنکھوں کے سامنے کھلا پڑا ہے۔ اس میں یہ الفاظ کہیں درج نہیں۔ کہ

"جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ مسلمان نہیں"

نامہ نگار "اہلحدیث" اگر صدق ودیانت کا ایک شائبہ بھی اپنے اندر رکھتا ہے۔ تو اسے چاہیئے کہ ان الفاظ کو تحفہ گولڑویہ سے نکالکر دکھلائے بلکہ حضرت مسیح موعود کی کسی کتاب سے اس کا ثبوت دے۔ ورنہ اپنے کذب اور دروغ گوئی کا علانیہ اقرار کرے "اہلحدیث" کے مولوی فاضل ایڈیٹر کو ہم کیا کہیں۔ جس نے کمال دیدہ دلیری سے ایسی غلط بیانی کو اپنے اخبار میں شائع کیا۔ اس کا تو کام ہی غلط بیانی اور نیش زنی کرنا ہے۔ کیا آپ میں جرأت ہے۔ کہ اپنے نامہ نگار کی تحریر کا ثبوت پیش کر سکے۔ اگر نہیں تو ہم دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ ایسی غلط بیانی کس شریعت اور کونسے قرآن یا حدیث میں جائز ٹھیرائی گئی ہے؟

مسلم یا محمڈن

شیخ صادق حسن صاحب۔ ایم۔ ایل۔ اے اسمبلی میں ریزولیوشن پیش کرنے والے ہیں۔ کہ آیندہ سرکاری کاغذات میں مسلمانوں کو محمڈن کے بجائے "مسلم" اور ان کے مذہب کو محمڈنزم کے بجائے "اسلام" لکھا جایا کرے۔

"پرکاش" اس پر سوال کرتا ہے۔ کہ

"کیا کوئی مومن مسلمان اس امر پر روشنی ڈالینگے" کہ محمد سے یہ بغاوت کیوں اختیار کی جا رہی ہے۔

ہم حیران ہیں کہ "پرکاش" اکو اس دخل معقولات سے کیا حاصل؟ یا وہ اس بات کو پسند کرے گا۔ کہ آریہ سماج کو دیانند ازم اور سماجیوں کو "دیانندی" کہا جایا جائے۔ اگر نہیں تو ہم پوچھنا چاہتے ہیں۔ کہ دیانند سے عداوت کیوں ہے؟

کوئی ان بھلے لوگوں سے پوچھے۔ کہ محمڈن کا نام آیا آنحضرت صلعم نے اپنے پیروؤں کو دیا تھا۔ یا اپنے مذہب کا نام انہوں نے محمڈنزم رکھا تھا کہ اب اس غلط نام کو ترک کرنا بغاوت پر محمول کیا جائے۔ محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت پر ایمان لانا ایک مسلمان کے لئے ایسا ہی ضروری ہے۔ جیسے خدا کی توحید پر ایمان لانا۔ لیکن جو نام محمد رسول اللہ صلعم نے اپنے پیروؤں کو بتلایا ہے بلکہ خود خدا نے جو نام اُن کا رکھا ہے وہ "مسلم" ہے۔ نہ کہ محمڈن ھو سمٰکم المسلمین ایسا ہی فرمایا ان الدین عند اللہ الاسلام ہے۔ محمڈن ازم کوئی مذہب نہیں۔ اگر کوئی مذہب خدا کے نزدیک صحیح اور سچا مذہب ہے۔ تو وہ اسلام ہے۔

کیا "پرکاش" چاروں ویدوں سے یہ دکھا سکتا ہے کہ اس نے اپنے پیروؤں کے لئے کیا نام تجویز کیا ہے؟ اگر ویدوں کے اندر ان کا کوئی نام نہیں رکھا گیا۔ تو اسے شرم کرنی چاہیئے کہ ایسی غیر مناسب نکتہ چینی اسلام کے بجائے خود آریہ سماج کے مناسب حال ہے۔

مسلمان کی تعریف اور "معاصر لائٹ"

قبل ازیں ہم "پرکاش" کے ایک نوٹ کا جواب دے چکے ہیں جو اس نے "معاصر لائٹ" کے ایک مضمون پر لکھا تھا اور جماعت احمدیہ کی طرف یہ عقیدہ منسوب کیا تھا۔ کہ اس کے نزدیک کسی شخص کے مسلمان ہونے کے لئے آنحضرت صلعم کا ماننا ضروری نہیں۔

"پرکاش" کے اسی نوٹ کو "الفضل" نے بڑے فخر و مباہات سے نقل کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ

"غیر مبائعین کے نزدیک مسلمان کی تعریف وہ نہیں جو اسلام نے قرار دی ہے۔ بلکہ کچھ اور ہی ہے"

پیغام صلح کے جواب کے بعد "الفضل" کا یہ اعلان ایک ایسی غلط بیانی ہے۔ جو کسی صورت میں قابل معافی نہیں۔ ہم علی الاعلان بتا چکے ہیں۔ کہ جماعت احمدیہ کے نزدیک کوئی شخص جو محمد رسول اللہ صلعم کی نبوت و رسالت کو نہیں مانتا۔ ہرگز دائرہ اسلام کے اندر نہیں سمجھا جا سکتا اور اسی عقیدہ کے مطابق مسٹر داس کو ہم ہرگز مسلمان نہیں سمجھتے "معاصر لائٹ" نے اگر انہیں مسلمان لکھا ہے۔ تو یہ اس کا ذاتی خیال ہے۔ جماعت احمدیہ لاہور کا عقیدہ یہ نہیں

کیا ہم امید کریں۔ کہ "الفضل" اس صراحت کے بعد مندرجہ بالا غلط بیانی کی تردید کر دیگا؟

اسلام اور عورت

آریہ اخبارات کی عادت ہے۔ کہ ہر پرچہ میں اسلام پر کسی نہ کسی طریق سے نیش زنی ضرور کرتا ہے۔ اور جب کسی پرچہ میں کچھ لکھنے کے لئے مسالہ نہ مل سکے تو ایک ہی اعتراض کو بار بار دہرایا جاتا ہے۔ ہم قبل ازیں "پرکاش" کے ایک نوٹ کے جواب میں لکھ چکے ہیں کہ موجودہ پردہ کی حیثیت اسلام میں کوئی نہیں۔ یہ صرف ایک رواج ہے۔ جو عام طور پر مسلمانوں نے اختیار کر رکھا ہے۔ اسے اسلام کی طرف منسوب کرنا بڑے درجے کی نادانی ہے لیکن آریہ گزٹ کو اصرار ہے کہ یہ ضرور اسلام ہی کا حکم ہے۔ ورنہ اگر یہ صحیح ہے ...... کہ اسلام نے مرد و عورت کو مساوی حقوق دیئے ہیں۔ تو بتایا جائے کہ

جہاں مرد کو ایک ہی وقت میں چار عورتوں سے شادی کرنے کی اجازت ہے۔ وہاں عورتوں کو کتنے مردوں کی ہے۔

یہ ایک سوال ایسا ہے جسکو نقل کرتے ہوئے نہ صرف حیا اور تہذیب مانع ہے۔ بلکہ ہم معترف ہیں کہ ہم اس کے جواب سے قاصر ہیں

کیا خاندان پانڈو کا کوئی خلف الصدق دنیا میں موجود نہیں۔ جو اس حیا سوز سوال کا جواب دے سکے؟ اسلام نے جو مساوات عورت و مرد کو دی ہے۔ وہ فطرت انسانی کے عین مطابق ہے۔ خلاف فطرت امور کی اجازت دینا مساوات نہیں ظلم ہے۔ تعجب ہے آریہ سماج عقل و تہذیب کی دعویدار ہو کر اس روشنی کے زمانہ میں ایسے بے سرو پا اور خلاف عقل سوالات کرتی ہے۔

آل مسلم پارٹیز کانفرنس

جمعیۃ العلمائے ہند کے بعض کارکنوں اور اُن کا مجرمانہ تغافل

تقدس کی بساط پر شطرنج کی چالیں

جب میں نے آل مسلم پارٹیز کانفرنس کی مختصر روداد برغرض اشاعت لکھی۔ تو جمعیۃ العلماء کے اختلاف کا محض مختصر ذکر کر دینا کافی سمجھا۔ اور لکھا۔ کہ چونکہ عدم شرکت کے باوجود جمعیۃ علماء کی جانب سے یہ وعدہ کیا گیا ہے۔ کہ وہ کانفرنس کے فیصلہ پر بپابندی شریعت عمل کرنے کو آمادہ ہیں۔ اس لئے مزید حاشیہ آرائی اور اُن کے مراسلات کی اشاعت سے احتراز کیا جاتا ہے۔ اب میں دیکھتا ہوں کہ جمعیۃ العلمائے کے واحد ترجمان اخبار "الجمعیۃ" میں نہ صرف وہ مراسلات شائع ہوئی ہے۔ جو در بارہ عدم شرکت کانفرنس میرے اور مولانا احمد سعید صاحب کے درمیان ہوئی تھی۔ بلکہ اس پر ایک دیباچے کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔ اس دیباچے میں مندرجہ ذیل حقائق و معارف بیان فرمائے گئے ہیں۔

۱۔ کانفرنس کا نتیجہ جو کچھ ہوا وہ مسلمانوں کی بدقسمتی کی ایک زندہ تصویر ہے۔

۲۔ سب سے بڑا امتیاز جو اس کانفرنس کو حاصل ہوا۔ وہ جمعیۃ علمائے ہند اور حضرات علمائے دیوبند کی شرکت سے محروم رہنا تھا۔

۳۔ اس کانفرنس کا دروازہ احمدی قادیانی اہل قرآن۔ بہائی بغرض جملہ ملحدین و مرتدین کے لئے کھلا ہوا تھا۔ لیکن داعیان کانفرنس کو اگر ضرورت نہ تھی تو صرف علمائے کرام کے مقدس گروہ کی؟

۴۔ ان دونوں مقتدر جماعتوں کی علیحدگی کے بعد اس کانفرنس پر آل مسلم پارٹیز کانفرنس کا اطلاق کیونکر ہو سکتا ہے۔ اور جو جماعت اس کانفرنس میں ترتیب دی گئی ہے کیا وہ آل مسلم پارٹیز کی نمائندہ جماعت ہے؟

۵۔ اس سے زیادہ شاید ہی کوئی کانفرنس آج تک ناکامیاب ہوئی ہو

۶۔ ہم نے خط و کتابت کو اب تک احتیاطاً شائع نہیں کیا تھا۔ کہ مبادا کانفرنس کی ناکامی کا الزام بیچارے علماء کے سر پر رکھ دیا جائے۔

۷۔ بعض امرتسری حضرات کے بار بار دریافت کرنے پر کہ اس بارے میں جمعیۃ علماء کا مسلک کیا ہے۔ اپنے مکتوبات کی ایک نقل بعض محترمین امرتسر کو روانہ کر دی تھی۔ ہرگز ہرگز ان خطوط کی اشاعت مقصود نہ تھی۔

ان حقائق و معارف سے بصیرت اندوز ہونے کے بعد ضروری سمجھا گیا کہ مسلمانوں کو پورے واقعات بتلائے جائیں۔ تاکہ دفتر جمعیۃ علماء کی چالبازیاں بے نقاب ہو جائیں۔ ہماری طرف سے مولانا احمد سعید صاحب اور ان کے ہم خیالوں کو اجازت ہے کہ وہ کانفرنس کو ناکام فرض کر کے اپنی دلی مراد کے بر آنے پر خوش ہوں۔ اور دوگانہ شکر ادا کریں۔ ہم کو پہلے تو گمان ہی تھا۔ لیکن کانفرنس کی مفروضہ ناکامی پر اس اظہار مسرت کو دیکھ کر یقین ہو گیا کہ کارپردازان دفتر جمعیۃ علمائے ہند نے کانفرنس کی مخالفت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا ہم ظن خیر سے کام لیتے رہے۔ ناگوار بحث سے احتراز کیا۔ اور عدم شرکت پر یہ سمجھ کر صبر کیا۔ کہ بہر حال وہ ملکر کام کرنے کا وعدہ تو کرتے ہی ہیں۔ لیکن خداوندان جمعیۃ علماء ہند کا مجرم ضمیر کس طرح خاموش رہ سکتا تھا۔ آخر وہ بول اٹھے۔ اور کانفرنس اور اسکے فیصلے کے خلاف زہر اگلنا شروع کر دیا۔ بحث کا میدان وسیع ہے۔ مگر جو لوگ کام کرنا چاہیں اُن کے لئے بحث سے بچنا ضروری ہے۔ اس خیال سے ہم چند واقعات شائع کر دیتے ہیں۔ اور زیادہ رد و کد میں پڑنا نہیں پسند کرتے۔

الف۔ جمعیۃ علماء کی مجلس عاملہ نے ۲۰ مئی کو فیصلہ کر دیا کہ اگر مرزائی جماعت کو شریک کانفرنس کیا جائے تو جمعیۃ علماء شریک نہ ہو۔ ہمکو اس فیصلہ کی اطلاع ۱۲ جولائی کو ملی ہے۔ اس قدر عرصے تک اسکو چھپائے رکھنا محض بھولا پن نہیں ہے۔ سہو نہیں ہے۔ غفلت نہیں ہے۔ بلکہ تغافل ہے۔ اور مجرمانہ تغافل ہے۔ ہم بحیثیت رکن جمعیۃ علماء باضابطہ طور پر معلوم کریں گے کہ اس کا مرتکب کون ہوا ہے۔ اور اُس کو کیا پاداش ملنی چاہیئے۔ جمعیۃ علماء کا تخیل اور اس کا نام بہت بڑا ہے۔ اتنے بڑے تخیل اور اتنے بڑے نام کو غیر ذمہ دار ہاتھوں کا کھلونا نہیں بنایا جا سکتا۔

ب۔ مولانا کفایت اللہ صاحب اور مولانا احمد سعید صاحب کو لکھا گیا کہ کانفرنس کا داعی بننا منظور فرمائیں۔ مولانا احمد سعید صاحب کا جواب ۲۴ مئی کو آیا۔ اور مولانا کفایت اللہ صاحب کا جواب ۲۵ مئی کو آیا۔ مولانا احمد سعید صاحب نے لکھا کہ خدا آپ کے مبارک مقصد میں آپ کو کامیاب کرے۔ تجاویز نہایت معقول ہیں بشرطیکہ مخلصین کا اجتماع ہو جائے۔ "بشرطیکہ" ملاحظہ طلب ہے۔ کیوں نہ لکھا۔ کہ دیکھنا مرزائیوں کو نہ بلا بیٹھنا۔ ورنہ ہم نہیں آئینگے۔ پرسوں ہی مجلس عاملہ فیصلہ کر چکی ہے

مولانا کفایت اللہ صاحب نے لکھا۔ کہ مجھے جناب کے مقصد اور آل مسلم پارٹیز کانفرنس کے انعقاد سے دلی ہمدردی ہے۔ مگر انہوں نے بھی مجلس عاملہ کے فیصلے کا کوئی ذکر نہ کیا۔ حالانکہ وہ فیصلہ ہو چکا تھا۔

ج۔ ان دونوں حضرات نے داعی بننے سے انکار کیا۔ اگر وہ داعی ہوتے تو اُن سے مشورہ کیا جاتا۔ اور وہ بتا سکتے کہ کس کو بلایا جائے اور کس کو نہ بلایا جائے۔ لیکن جن حضرات نے مجلس عاملہ کے فیصلے تک کا ذکر نہ کیا۔ وہ داعی کیسے بنتے۔ اور اپنے مفید مشوروں سے کیوں مستفید کرتے خدا جانے اس بخل کا سبب کیا ہے۔

د۔ مولانا احمد سعید صاحب نے مندرجہ ذیل موقعوں پر مجلس عاملہ کے فیصلہ کو چھپایا۔

(۱) تبلیغ کانفرنس منظر امنعقدہ یکم تا ۳ جون میں وہ شریک تھے میں بھی حاضر تھا۔ مگر انہوں نے کوئی ذکر نہ کیا۔

(۲) ۴/۱۴ جون کو مجھے مولانا احمد سعید صاحب کا خط پہنچا ہے کہ جن جماعتوں کو مدعو کیا ہے اُن کی فہرست بھیج دو۔ فہرست فوراً بھیجی گئی جس میں جماعت احمدیہ لاہور کا نام درج تھا۔ اس کے پہنچنے پر بھی کوئی اعتراض نہیں کرتے۔

(۳) ۴ جولائی کو انہوں نے شیخ صادق حسن صاحب کو لکھا۔ کہ ارکان جمعیۃ العلمائے ہند کے دعوت نامے میرے پاس بھیجدیجئے۔ میں ان کو روانہ کر دونگا۔ اس وقت بھی کوئی ذکر نہیں کرتے بلکہ دعوت ناموں کے چٹھی رساں بننے پر آمادہ ہیں۔

(۴) ۸ جولائی کو جگاد ھری سے مجھ کو لکھتے ہیں۔ کہ تم نے انجمن چودھریاں کو دعوت نہیں دی۔ جو زیر نگرانی جمعیۃ العلماء کام کر رہی ہے اور جس کے ناظم اعلےٰ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی ہیں جب آپ نے مسلم نما کافروں تک کو دعوت دی ہے۔ تو اس انجمن کو بھی اتحاد عمل کی دعوت دیجئے۔ دیکھئے مسلم نما کافروں کی دعوت کا ذکر تو کر دیا۔ مگر جو شطرنج آپ کھیل رہے تھے۔ اُس کا سب سے زبردست مہرہ اب بھی جبۂ تقدیس کی آستین میں چھپائے رکھا۔ بلکہ ایک اپنی ماتحت انجمن کو دعوت دلا رہے ہیں۔

(۵) ۸/۱۵ جولائی تک یہ چال تھی۔ اس کے بعد دیکھا۔ کہ اب وہ مہرہ چلنے کا وقت آگیا ہے۔ حکم کی صرف اطلاع ہو جائے گی۔ تعمیل کا وقت مطلق نہیں۔ تعمیل مقصود بھی نہیں۔ روٹھنے کے لئے بہانہ پیدا کرنا مقصود ہے۔ سو وہ حاصل ہو جائے گا۔ چنانچہ ۱۲ جولائی کو ہم کو مولانا احمد سعید صاحب کے دستخط سے فیصلہ مجلس عاملہ کی اطلاع پہنچ جاتی ہے۔

ان واقعات سے صاف ظاہر ہے۔ کہ ان لوگوں کو جنہوں نے اس وقت جمعیۃ العلماء پر قبضہ کر کے اس کو بدنام کر رکھا ہے۔ یہ کسی طرح گوارا نہ تھا۔ کہ آل مسلم پارٹیز کانفرنس جیسا عظیم الشان کام جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام کے ہاتھ سے ہو۔ اسی حاسدانہ رشک کی وجہ سے داعی بننے سے انکار کیا گیا۔ اسی سبب سے مجلس عاملہ کے فیصلہ کو دیدہ و دانستہ آخری وقت تک چھپا کر رکھا گیا۔ اور اسی لئے امرتسر میں اجلاس کانفرنس سے پہلے اور دوران اجلاس میں پوسٹر بازی کا طوفان بے تمیزی برپا کرایا گیا۔ اور اب غازہ تقدس چہرے پر مل کر مسلمانوں کے سامنے ایک معصوم فریادی بن کر آ کھڑے ہوئے۔

جمعیۃ العلماء کے ان ٹھیکیداروں کا یہ ایک عام وطیرہ ہے کہ اُن کو خود تو کوئی مفید کام کبھی سوجھتا نہیں جب کوئی اور جماعت کوئی ضروری کام کرنا شروع کرتی ہے۔ تو اُن کے دل میں بھی گدگدی ہونے لگتی ہے مساجد بھرت پور کے لئے جمعیۃ تبلیغ الاسلام نے سب سے پہلے مقامی تحقیقات کرائی کمیٹی بنائی۔ اور وفد بنانا شروع کیا۔ یہ دیکھ کر ان حضرات کے منہ میں بھی پانی بھر آیا اور انہوں نے بھی اخباروں میں مقامی تحقیقات اور ترتیب وفد کا اعلان کر دیا۔ نتیجہ جو کچھ ہوا۔ وہ انہی حضرات کی بدولت ہوا۔ خلافت نے انگورہ کے لئے وفد تیار کیا۔ ان حضرات کو فوراً ترتیب وفد انگورہ کی اشتہا محسوس ہونے لگی۔ مولانا شوکت علی نے ... کا نام ہاتھ

میں لیا۔ اور تکمیل کو پہنچایا۔ اس سلسلے میں مولوی محمد شفیع صاحب داؤدی منہاجب مجلس خلافت قافلہ حجاج کے ساتھ گئے۔ تو ان حضرات کو بھی ہوس پیدا ہوئی کہ ہمارے نمائندے بھی جائیں۔ چنانچہ ایک نمائندہ گوارا کئے گئے۔ جس طرح گئے۔ جب ان حضرات کی عادت ہی یہ ٹھیری۔ تو پھر دو طریقوں کے سوا چارہ نہ تھا۔ یا تو یہ بھی آل مسلم پارٹیز کانفرنس بلاتے یا اس کے راستے میں روڑے اٹکاتے۔ کانفرنس بلانا ذرا کارے دارد۔ اور روڑے اٹکانے کے لئے کچھ بڑی مردانگی کی ضرورت نہ تھی چنانچہ اٹکائے گئے اور خوب اٹکائے گئے۔ لیکن الحمدللہ کہ کانفرنس کامیاب ہوئی۔ اس اجمال کی تفصیل روئداد سے ظاہر ہوگی۔ جو شائع ہو رہی ہے۔

سید غلام بھیک نیرنگ معتمد عمومی جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام سیکرٹری آل مسلم پارٹیز کانفرنس

ڈاک حضرت امیر ایدہ اللہ

ٹرینیڈاد سے ایک شخص کے سوالات کے جواب میں حضرت امیر نے ذیل کا خط لکھا ہے:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اخویم مکرم۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

آپ کے خط اور منی آرڈر۔ دو کہ شلنگ رتیس روپیہ کچھ آنے پہنچ گئے۔ آپ کے آرڈر کی تعمیل دفتر سے انشاء اللہ ہو جائیگی اور آپ کو اطلاع مل جائیگی۔

ایک شخص جو گناہ کرتا رہا ہو سچے دل سے توبہ کرے اور اپنی زندگی کی روش کو بدل لے۔ اللہ تعالے اسکے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے جیسا کہ قرآن شریف میں فرماتا ہے یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا۔ اے میرے بندوں جنہوں نے اپنی جانوں پر بڑی بڑی زیادتی کی ہے۔ اسکی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ اللہ سب کے سب گناہ معاف کر دیتا ہے

قرضدار ہونا حالات پر منحصر ہے۔ اگر ایک شخص مصیبت میں مبتلا ہے تو اسکا قرضدار ہونا معیوب نہیں۔ ہاں اگر قرضہ لے کر اسراف کرتا ہو روپیہ پاس ہے دیتا نہیں تو یہ عیب کی بات ہے۔

قرآن شریف میں جو آسمان کو سقف کہا ہے تو یہ بلحاظ تشبیہ کہ ہے یعنی جس طرح ایک گھر ہوتا ہے اس میں ایک چھت ہوتی ہے تو اس سے انسان آرام پاتا ہے اور وہ اسکی حفاظت کا موجب ہوتی ہے اسیطرح آسمان بھی انسان کی حفاظت کا موجب ہے۔ اور دوسری جگہ آسمان کو بنا یعنی عمارت کہا ہے یعنی یہ ایک بڑا نظام ہے۔ اور پھر اسے دخان کہا ہے۔ قرآن شریف کے سب موقعوں کو ملا کر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ آسمان کو ٹھوس بیان نہیں کیا۔ اور سماء کا لفظ محض کے لئے بھی آتا ہے اور بادل کے معنے میں بھی۔ تو پانی وغیرہ جو آسمان سے برستا ہے اس سے انسان کی حفاظت ہی ہے اور بھی انسان کی حفاظت کے بہت سے سامان اس سے وابستہ ہیں جیسے چاند اور سورج کا ہونا۔ یہ نہ ہوں تو انسان کی زندگی نہ ہو پس اس لحاظ سے آسمان یا اوپر کی چیزوں کو حفاظت کرنے والی کہا ہے۔

مہر تو عورت کو دینے کا حکم ہے قرآن شریف میں ہے لیکن یہ کچھ خراب رسم عام طور پر سب ممالک میں پڑ گئی ہے کہ مہر برائے نام رکھ لیتے ہیں جو خلاف قرآن شریف کے ہے۔ مہر طاقت کے مطابق ہونا چاہئے اور وہ عورت کو ادا ہونا چاہئے۔ والسلام

آل مسلم پارٹیز کانفرنس اور احمدیہ جماعت

(جناب ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ صاحب کے قلم سے)

۴۔ اگست کے اخبار "ریاست" نے ایک لیڈر "آل مسلم پارٹیز کانفرنس میں مرتد نواز نظارہ" کے عنوان سے شائع کیا ہے جس میں احمدیہ جماعت کے دونوں فریق لاہور و قادیان کی شمولیت کو مسلمانوں کی تنظیم کے لئے نہایت ہی خطرناک ظاہر کیا ہے اور لکھا ہے کہ ہندوستان اور ہندوستان سے باہر ہر فرقہ اور ہر طبقہ کے علماء کا متفقہ فتوی اور فیصلہ ہے کہ مذکورہ جماعتیں موجودہ عقائد رکھتے ہوئے مرتد ہیں لیکن کانفرنس کے کارکنان نے اس معاملہ پر غور نہ کیا اور بالآخر علماء کرام کو مذہبی احکام کے احترام اور ناموس شریعت کی حفاظت کی خاطر یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ اس کانفرنس میں اگر میرزائی جماعتوں کے نمائندوں کو شریک کیا گیا تو وہ شرکت نہ فرمائینگے۔ پھر لکھا ہے کہ کانفرنس کے لامذہب دہریت پسند کارکنان نے اپنے شرمناک طرز عمل سے ثابت کر دیا کہ ان کے دلوں میں مذہبی احکام اور علماء کرام کے فتاوی کی کوئی عزت نہیں ہے وغیرہ وغیرہ آگے چلکر لکھتا ہے کہ علاوہ ازیں دنیوی اعتبار سے بھی ان جماعتوں سے تعلقات رکھنا انتہا درجہ کی نے حمیتی ہے۔

علماء کا فتوی

سب سے اول میں مکفر علماء کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہوں جنکی نسبت "ریاست" لکھتا ہے کہ مطالبہ کرنے والے وہ "ملانے" "یا کفرباز" مولوی نہ تھے جنکا مشغلہ تکفیر ہے۔ بر وہ علمبرداران شریعت اور جانشینان رسول تھے جن کے فتوی کے احترام میں بعض کارکنان کانفرنس جیل میں گئے وغیرہ۔

میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا کفرباز ملانوں کے ماتھے پر کوئی خاص نشان ہے یا کفربازوں کو ان کے فتوی تکفیر اہل قبلہ سے ہم کو پہچاننا چاہیئے ہم تو موٹی بات جانتے ہیں کہ یہی مولوی صاحبان ہیں جنہوں نے سرسید احمد خان صاحب مرحوم جیسے خادم قوم و ملت اور ان کے معزز ساتھیوں پر کافر اور مرتد کا فتوی صادر کیا اور اپنے فتاوی پر مکہ۔ مدینہ و مصر کے علماء سے بھی مہر تکفیر حاصل کی تاکہ ان کا فتوی ایک متفقہ فتوی سمجھا جائے۔ ایسے ہی اہلحدیث حضرات اور امیر یحیٰ کے خلاف متفقہ فتوی علماء ہند و حرمین شریفین و مصر کا حاصل کیا گیا۔ اور ہم جتنی مساجد پر بورڈ لگے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں جن پر لکھا ہوا ہوتا تھا کہ اس مسجد میں نیچری۔ وہابی اور مرزائی کا داخلہ ممنوع ہے۔ سرسید احمد خان صاحب کے علماء کا فتوی پرانا ہو کر خود پھٹ گیا اور اب وہ کفرباز ملانوں اور ان کے ہمنوا اخبار نویسوں کے لئے قابل عمل نہیں رہا۔ ایسے ہی نجدیوں کے خلاف فتوی بھی چاک ہوگیا کہ نجدیوں میں سے ایک خانہ کعبہ کا حاکم ہوگیا ہے۔ البتہ اب بھی بعض مجنون ملانے تکفیر کے غیض و غضب میں اپنا سر پھوڑ رہے ہیں مگر ابن سعود اور اسکی جماعت کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ ایسے ہی حضرت میرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور ان کی جماعت کے خلاف فتوی مدت کا چاک ہو گیا ہوتا۔ جیسے کہ حضرت مولوی نورالدین صاحب کے وقت میں آثار تھے مگر بھلا ہو میاں محمود احمد کا کہ انہوں نے اس شغل تکفیر کو اپنے غالی عقائد کی وجہ سے مکفر علماء کو جاری رکھنے کا موقعہ دیا۔ حالانکہ ان علما کو دیکھنا چاہئے تھا کہ میاں محمود احمد صاحب کے عقائد صریحا حضرت مرزا صاحب کے عقائد کے خلاف ہیں اور اسلئے حضرت مرزا صاحب کے متعلق ان کا فتوی قطعاً بے بنیاد ہے۔

ان علماء سوء کا اسی ملک میں یہ خاصہ نہیں بلکہ مصر۔ ترکی و دیگر اسلامی بلاد میں بھی نوجوان مسلمانوں کو دین سے برگشتہ کرنے کے ذمہ دار یہی تنگدل اور تنگ نظر علماء ہیں۔ چنانچہ خود مصطفے کمال پاشا نے بلوہ ان علماء کے متعلق نادیلا ہے۔ اور صاف طور پر کئی بار فرمایا ہے کہ جہاں کہیں اسکو اپنی قوم سے یا اغیار سے تکلیف و صعوبت اٹھانی پڑی۔ اسکی زیادہ تر ذمہ داری انہیں علماء پر عائد ہوتی ہے۔ کیونکہ جس مطلب کا اور جس وقت چاہا ان سے فتوی لے لو صرف ان کی مٹھی کو گرم کرنا چاہئے اور بس۔ چنانچہ انہوں نے ٹرکی میں سبز پگڑی باندھنے کی ممانعت کر دی ہے جو کہ ملانوں کی نشانی تھی اور اب سلطنت کے حکم اور سند کے بغیر کوئی ملا کسی مسجد میں امامت نہیں کرا سکتا اور اگر کہیں سلطنت اسلامیہ کے مفاد کے خلاف وعظ کریں تو فوراً ان کو برطرف کیا جاتا ہے۔

قول و عمل میں تفاوت

جن حضرات علماء کے فتوی کے احترام کی اخبار مذکور بڑے زور شور سے تلقین کی سب بلکہ لکھا ہے کہ مسلمان ہر شہر و قصبہ میں جلسے کر کے ان علماء کے فتاوی کی قدر افزائی کریں احمدیوں کا بائیکاٹ کریں۔ ان میں جمعیۃ العلماء کے اکابر علماء شامل ہیں۔ غور طلب امر یہ ہے کہ ان علماء کا عمل صریحاً اس فتوی کے خلاف ہے۔ اور واقعات سے یہ امر روشن ہو چکا ہے کہ حضرات اور ان کے نمائندے ہماری جماعت کے ساتھ جب کہ فتنہ ارتداد شروع ہوا ہے۔ ہمیشہ تعاون کرتے رہے ہیں اور علماء نے ہمیشہ ان کی ہر اڑے وقت میں مدد کی ہے۔ چنانچہ جمعیۃ العلماء مولانا احمد سعید صاحب کی چٹھی جو کہ انہوں نے امیر قوم مولانا مولوی محمد علی صاحب کے نام مولانا مولوی عبد ... صاحب فاضل سنسکرت کی خدمات اپنے مدرسہ تبلیغی کے ... حاصل کرنے کے لئے درج اخبارات ہو چکی ہے اسکے علاوہ خطوط و محبت کے پیام ہیں جو کہ ان کی مجلس منتظمہ کے اراکین کی طرف سے شیخ عبدالحق صاحب سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے نام آتے رہے ہیں اور انہوں نے ہر موقعہ پر حفاظت دفاع و اسلام کے کام میں ان کی امداد کی ہے۔

خود "ریاست" کے مالک سید حبیب اور سید صاحب جملہ خاندان کا عمل علماء کے اس فتوی کے جو ریاست میں ہوا ہے بالکل خلاف ہے۔ چنانچہ سید حبیب صاحب نے ججان ہائیکورٹ کے سامنے دیا اور جو کہ ریاست اور دیگر ... میں چھپا۔ اس ڈیپوٹیشن میں خاکسار کی شمولیت کا ذکر ہے جو ... فضل حسین صاحب کی خدمت میں بمقام شملہ گیا تھا۔ اس پر بازار اعلیٰ مسجد متصل شہید گنج کے متعلق سید صاحب مجھے بھی اپنے ساتھ میاں صاحب موصوف کے پاس لے گئے تھے ہماری جماعت لاہور کے جائنٹ سکرٹری چوہدری ظہور احمد ... کو بھی سید صاحب کی درخواست پر اس میں شامل کیا گیا تھا ... انجمن محافظ مسجد کی طرف سے تھا جس کی بنا سید صاحب ... نے اسی مسجد کے تعلق میں ایک پبلک میٹنگ میں ... ڈالی تھی جس میں لاہور کی تمام اسلامی انجمنوں کے نمائندے شامل ... اور بڑے زور سے اس خاکسار کو بھی اس مجلس کا ایک وائس ... منتخب کیا گیا تھا اور چوہدری ظہور احمد صاحب کو مجلس منتظمہ ممبر مقرر کیا گیا۔

... لاہور میں سب سے نئی انجمن حزب الاحناف ... ارکین بھی اس جلسہ میں شامل تھے اور مولوی فاضل حبیب ... صاحب جنرل سکرٹری اور جائنٹ سکرٹری بھی اس مجلس میں ... تھے بلکہ جس مجلس منتظمہ میں خاکسار کی سید صاحب کے ساتھ ڈیپوٹیشن تجویز ہوئی تھی اس میں بھی یہ حضرات شامل تھے۔ با ... اس انجمن کی طرف سے اسکے سالانہ جلسہ میں شغل تکفیر ... کیا گیا ہے اور بیچارے مولوی ظفر علی خان صاحب جیسے ... صاحبان کا دم بھرنے والے کو بھی تکفیر کی مزین عبا پہنائی گئی ... اس جماعت کا ہمارے ساتھ عملی رنگ میں تعاون اور خود ہماری جماعت کو من حیث الجماعت شرکت کے لئے دعوت دینا ظاہر کرتا ہے کہ فتاوی تکفیر کے لئے یہ ضروری نہیں کہ ان پر عمل کیا جائے یہ ایک شغل ہی جو بعض علماء فخریہ کرتے ہیں۔ ان فتاوی ... کوئی جماعت مسلمانوں کی بچی نہیں مگر باوجود ان فتاوی کے عمل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ فی الواقع سب کو مسلمان سمجھتے ہیں اور اکثر علماء سوء کا یہی حال ہے کہ ان کے ہاتھی ... طرح کھانے کے دانت اور ہیں اور دکھلانے کے اور۔

ایک عجیب واقعہ

سید حبیب صاحب ہمارے بہت ہی مہربان ہیں ... اس بیچارہ کا ہم سب کو دلی افسوس ہے۔ حسب معمول ایک ... وہ حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ کی ملاقات کے لئے تشریف لائے اس زمانہ میں دو احمدیوں کو تازہ ... سنگسار کی ہوئی تھی اور اسکی تصدیق میں اخبار ریاست میں ... ارتداد کا فتوی بہت زور و شور سے دیا گیا تھا۔ حضرت مولانا ... نے ان سے کہا کہ کیا آپ مرتد کا قتل جائز سمجھتے ہیں۔ انہوں نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا کہ کیا آپ ہم کو مرتد سمجھتے ہیں انہوں نے کہا کہ نہیں۔ میں آپ کو مسلمان سمجھتا ہوں۔ پھر انہوں نے کہا کہ ...

کو کیوں غلط فہمی میں رکھتے ہیں۔ آپ اسکا اعلان کیوں نہیں کرتے انہوں نے کہا کہ میں اپنی اخبار میں لکھ دوں گا میں احمدیوں کو مسلمان سمجھتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے ایک مختصر سا نوٹ اسوقت لکھ کر مولانا کو دکھلایا۔ آپ نے فرمایا کہ درست ہے۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ اسکو اخبار میں شائع کریں گے مگر آجتک شائع نہیں ہوا میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ سید صاحب کی بزدلی کی وجہ سے یہ نوٹ شائع نہیں ہوا بلکہ اس کے بعد جب وہ مجھ سے ملے تو انہوں نے کہا کہ میں نے شائع کرنے کے لئے دے دیا تھا۔ مجھے علم نہیں کہ شائع ہوا ہے یا نہیں۔ بہر حال سید صاحب کی مجھ پر مہربانی ہے مجھے ہمیشہ اخبار بھیجا کرتے ہیں مگر میں نے وہ نوٹ آجتک نہیں دیکھا۔ ممکن ہے کہ اخبار کے عملہ نے اسکو اخبار کے مالی مفاد کے خلاف سمجھ کر شائع نہ کیا ہو۔

اسلامی سلطنتوں کی مخالفت کا الزام

فتوی تکفیر کے مزعومہ وجوہ پر انشاء اللہ پھر کسی موقعہ پر تبصرہ کیا جائیگا اسوقت جو سخت ترین الزام ہم پر لگایا جا رہا ہے وہ افغانستان اور دیگر اسلامی سلطنتوں سے دشمنی ہے جس کے متعلق صرف اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے نزدیک جو شخص کہ اپنی قوم کا دشمن اور بدخواہ ہے اس سے زیادہ ملعون اور کوئی نہیں اور جہاں تک مجھے علم ہے ہماری لاہور کی جماعت میں سے کسی ایک فرد نے بھی اس قسم کی کوئی حرکت نہیں کی جس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکے البتہ میاں محمود احمد اور ان کے بعض فقار نے بعض ناواجب حرکات کی ہیں جن کی وجہ سے ہم بھی مطعون ہو رہے ہیں۔ مگر اس کے لئے میاں محمود احمد کا عقیدہ نبوت حضرت میرزا صاحب و تکفیر اہل قبلہ اور ان کی خوشامدانہ پالیسی ذمہ دار ہے۔ حضرت مرزا صاحب مرحوم و مغفور کی ہستی ایسے باطل اعتقاد اور ایسی بزدلانہ حرکات سے ارفع و بالا ہے اور نہ ہی میاں محمود احمد صاحب کی کل جماعت ان کے ساتھ ان کے ان باطل عقائد و حرکات شنیعہ میں متفق ہے۔

حضرت میرزا صاحب کا الہام تھا کہ "بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد۔" اور دن رات وہ نصرت دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم و انصار دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دعائیں کرتے تھے۔ اس زمانہ میں روم کے غلبہ متعلق انہوں نے خصوصیت سے پیشگوئی کی تھی۔ البتہ جب حسین کامی نیابت سفیر روم متعینہ کراچی سلطان عبد الحمید خان کے زمانہ میں انکی ملاقات کے لئے آیا تو آپ نے فرمایا کہ ترکی کے بعض عناصر بدخواہ سلطنت ہیں اور غدار ہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا بعد کے واقعات نے ثابت کر دیا۔ جنگ بلقان کے زمانہ میں وہ ترکوں کی فتح و نصرت کے لئے سخت بیقراری سے دعائیں کرتے تھے۔ سلطنت افغانستان کے متعلق اپنے عندیہ کو حضرت مولانا محمد علی صاحب نے اپنے مضمون مطبوعہ میں خوب واضح کر دیا ہے۔ ملانوں کی غلط کاری یا بعض عمال سلطنت کے غلط فیصلہ سے تمام سلطنت مطعون نہیں ہوسکتی۔

اسلامی سلطنتوں کے حقیقی بدخواہ اگر دریافت کرنے ہوں تو خوست کی بغاوت کے ذمہ دار اشخاص اور سلطنت ٹرکی کے خلاف ریشہ دوانیاں کرنے والے ہی فتوی باز مولوی اور سجادہ نشین ثابت ہوئے ہیں چنانچہ ٹرکی میں اس قسم کے گروہ اپنے آپ کو ھیئتہ اصلاحیہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ مگر حضرت مصطفے کمال پاشا غازی نے ھیئتہ فسادیہ کا خطاب دیا ہے۔

کانفرنس میں شرکت سے روگردانی کی اصل وجہ

آل مسلم پارٹیز کانفرنس میں شرکت کرنے کی وجوہ درحقیقت اور ہیں جو ریاست کے مضمون سے صاف ظاہر ہے کہ دراصل کانفرنس کے بعض روح رواں حضرات سے ذاتی عناد یا لیڈری کا جھگڑا ہے ہم کو تو صرف بدنام کرنے کے لئے مطعون کیا جاتا ہے ورنہ خود سید حبیب صاحب ہم کو اس کانفرنس میں شریک ہونے کے لئے بڑے زور سے تاکید نہ کرتے۔ بعض حضرات خلافت کمیٹی کے موجودہ پروگرام کو نہ چھوڑ سکنے کے سبب سے شامل نہیں ہوئے مثلاً مولانا محمد علی صاحب مولانا شوکت علی صاحب و مولوی عبد القادر صاحب قصوری مگر ان حضرات نے صاف الفاظ میں کانفرنس میں فرمایا کہ احمدیہ جماعت کی شرکت کی وجہ سے ان کا استعفی نہیں ہے بلکہ ترک موالات کے اصول پر کاربند رہنے کی وجہ ہے۔ مولوی عبد القادر صاحب قصوری نے باوجود اہلحدیث جماعت سے تعلق رکھنے کے یہاں تک بھی فرما دیا کہ یہاں پر احمدی جماعت کے خون کا ایک قطرہ گرے وہ اپنا خون بہانے کے لئے تیار ہیں۔ دیگر مصالح نے انہیں عدم شرکت سے مجبور کیا۔ مگر ایک دوسری جماعت ہے کہ وہ اصل وجہ کا ذکر نہیں کرتی اور بعض مکفر دیوانوں کی بیہودگی اتباع کو وجہ عدم شرکت قرار دیا ہے۔

ہمارا طرز عمل

ہمارا طرز عمل تو ابتدا ہی سے یہی ہے کہ مسلمانوں کے مفاد کی ہر ایک تحریک میں شامل ہونا ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ چنانچہ خلافت کی تحریک میں دہلی۔ الہ آباد۔ علی گڑھ۔ لاہور ہر جگہ میں حصہ لیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس اور مسلم لیگ کی ابتدائی زمانہ سے ہی ہمیشہ اعانت کی اور اسمیں حصہ لیا۔

حضرت مولانا محمد علی صاحب کا "مالہ خلافت" یہ سب سے پہلی تحریر ہے جو کسی مسلم جماعت کی طرف سے اس مسئلہ کو صاف کرنے کے لئے شائع ہوئی۔ انجمن حمایت اسلام لاہور و انجمن اسلامیہ لاہور میں ہمیشہ ہم نے نمایاں حصہ لیا ہے اور خدمات سر انجام دی ہیں۔

مسلمانوں کے اتحاد پر اپنا مفاد قربان کرنے کا عزم

اگر ہماری وجہ سے مسلمانوں کے مختلف فرقوں اور جماعتوں میں فساد و شقاق ہے۔ اور وہ ہمارے بغیر آپس میں مل سکتے ہیں اور سب جماعتیں مل کر کام کر سکتی ہیں تو ہم بخوشی کانفرنس سے استعفی دینے کو تیار ہیں۔ چنانچہ ہمارے نمائندوں نے خود کانفرنس کے موقعہ پر یہ کہہ دیا تھا۔ مگر انکو شرکت کے لئے مجبور کیا گیا۔ ہم تو دین اسلام کی خدمت کرتے ہیں اور ہمیشہ کرتے چلے آئے ہیں اور دعا ہے کہ اس خدمت پر ہمارا خاتمہ ہو۔ ہمارے ملک کے علماء کو تو آریوں اور عیسائیوں کی پکڑ دھکڑ سے اب اشاعت اسلام کا خیال آیا ہے مگر ہمارا تو تیس سال سے یہی کام ہے۔ اور حضرت میرزا صاحب کو اسی خدمت کے لئے مبعوث کیا گیا تھا۔ اس تیس سال کے عرصہ میں ہم ملانوں کے فتووں کے عادی ہو چکے ہیں اور ان کو ایک دیوانہ کی بڑ سے بڑھ کر نہیں سمجھتے اسلئے ان کے خوف سے ہرگز نہیں بلکہ محض مسلمانوں کی خاطر کانفرنس سے علیحدگی کے لئے بھی حاضر ہیں اگر اسمیں مسلمانوں کا بھلا ہو۔ مگر اگر ہم سے خدمت لینا چاہتے ہیں تو اس کے لئے بھی حاضر ہیں۔ واللہ علی ما نقول شہید

مولوی محمد مرتضی حسن دیوبندی کی بوقلمونی

زمیندار مورخہ ۳۰ جون ۱۹۲۵ء میں مولوی مرتضی حسن دیوبندی کی طرف ذیل کے الفاظ منسوب کئے گئے ہیں۔

> حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اگر کسی مسلمان کے اقوال میں ننانوے فیصدی کفر یقینی ہو اور صرف ایک فیصدی ایمان کا شائبہ موجود ہو تو وہ خارج از اسلام نہیں ہوسکتا۔ بلکہ میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ ہزار نہیں لاکھ نہیں کروڑ اقوال میں ننانوے لاکھ ننانوے ہزار ننانوے سو ننانوے اقوال میں کفر کا احتمال ہو تو جب تک قائل کی نیت اور مفہوم سے خاطر خواہ آگاہی نہ ہوا سے کافر کہنا ظلم ہے۔ ہم کسی کو کافر نہیں کہتے ہیں کوئی کافر کہا کرے۔

اسپر ہم نے لکھا تھا کہ یہ الفاظ مولوی محمد مرتضی حسن کے نہیں ہوسکتے کیونکہ ان کا طرز عمل اسکے صریح خلاف ہے۔ زمیندار والوں نے اپنی کسی مصلحت سے یہ الفاظ زبردستی ان کے منہ میں ٹھونس دئے ہیں چنانچہ ہمارا خیال بالکل صحیح ثابت ہوا۔ مولوی مرتضی حسن صاحب کا جو مضمون ان الفاظ کی تردید میں زمیندار مورخہ ۱۱ جولائی میں شائع ہوا اسمیں الفاظ مندرجہ بالا کا شائبہ تک نہیں اب یہ ناظرین کا فرض ہے کہ وہ زمیندار کو جھوٹا سمجھیں یا مولوی صاحب کو بہر حال ان دونوں میں سے ایک جھوٹا ضرور ہے۔ مگر اسکے ساتھ ہم جانبین کو یہ مشورہ ضرور دینگے کہ اگر مولوی صاحب جھوٹے ہیں تو زمیندار کو چاہیے کہ آئندہ ایسے آدمی پر بھروسا نہ کریں۔ اگر مولوی صاحب کے نزدیک زمیندار جھوٹا ہے تو مولوی صاحب کو ایسے ناقابل اعتماد اخبار سے اجتناب لازم ہے۔ مولوی صاحب ۱۱ جولائی کے زمیندار میں فرماتے ہیں۔

> بندہ ایک حنفی ہے . . . . نہ مجدد نہ صاحب الہام کہ ہر سال مذہب بدلتا رہے۔ میرا مذہب وہی ہے جو تیرہ سو سال سے اسلام کی تعلیم ہے۔ اسمیں نہ پہلے تنگی تھی نہ اب وسعت پیدا ہوئی بلکہ وہ پہلے ہی سے وسیع ہے مگر غیر محدود نہیں۔ میں نے یہ کہا تھا کہ
>
> (۱) کسی مسلمان کے کلام میں خواہ کسقدر ہی کفر کے احتمالات کیوں نہ ہوں مگر جب تک اسمیں ضعیف سے ضعیف احتمال بھی اسکا معنی ہے جس سے یہ شخص مسلمان ہو تو ہم اس مسلمان کو مسلمان ہی کہیں گے جب تک کہ قطعاً یقیناً یہ ثابت نہ ہو جائے کہ اس نے اپنے کلام کے وہ معنی لئے ہیں جو کفر ہیں۔ اور یہ بھی صاف کہہ دیا تھا کہ کوئی مرزائی اس سے خوش نہ ہو کیونکہ
>
> (۲) کسی مسلمان کا ایک قول بھی قطعاً کفر ہو یا کوئی مسلمان ضروریات دین میں سے ایک کا بھی منکر ہو اس کا ایک ہی فعل کفر کا ہو تو پھر اگرچہ ہزار ہا باتیں اس میں اسلام کی ہوں اور صدہا قول اس کے اسلامی ہوں تو وہ قطعاً کافر اور مرتد ہی ہے۔

شاباش مولوی صاحب شاباش اس کا راز تو آیا و ملاجنیں کنند مولوی صاحب کیا حنفی مجدد نہیں ہوسکتا اور نہ صاحب الہام۔ اگر یہ درست ہے تو حنفیت کا کمال معلوم۔ یہ نہایت مبارک مذہب ہے کہ اس کے مقلد نہ مجدد ہوسکتے ہیں نہ صاحب الہام۔ کیا آپ کا تیرہ سو سال کا یہی اسلام ہے جس میں نہ تنگی ہے نہ وسعت معلوم ہوا کہ آپ کے اسلام اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اسلام میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ کیونکہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اسلام میں تو وسعت ہی وسعت نظر آتی ہے تنگی کا نام تک نہیں جیسا کہ ان کے قول سے ظاہر ہو رہا ہے۔ اور آپ کے اسلام کی کوئی کل ضرب المثل والے اونٹ کی طرح ٹھیک ہی نہیں معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب کا اپنے پہلے فقرہ سے یہ منشا تھا کہ مولوی ظفر علی خان صاحب کو جنکو علماء حزب الاحناف نے چند اشعار کی بنا پر کافر گردانا ہے دائرہ اسلام میں داخل کیا جائے مگر پھر خیال ہوا کہ اس کلیہ سے تو مرزائی بھی داخل اسلام ہوسکتے ہیں اسلئے بقول شخصے چور کی داڑھی میں تنکا۔ جھٹ پٹ یہ تنبیہ ابدا کر فرمایا کہ اس سے مرزائی خوش نہ ہوں۔ پھر اپنے پہلے فقرہ کی دوسرے فقرہ سے تردید کر دی۔ مگر یہ نہ سمجھ سکے کہ ان متضاد فقروں کے کہنے سے مسلمانوں کے دل پر ان کا کیا اثر ہوگا۔ اور ان کی ذات کے متعلق سوائے مجنون مولوی کا خطاب دینے کے اور کیا کہیں گے۔ ناظرین کو حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مندرجہ بالا قول پڑھ کر پھر مولوی مرتضی حسن کے اقوال نمبر ۱ و نمبر ۲ . . . . پڑھنے چاہئیں۔ اور غور کرنا چاہیے ان کے پڑھنے سے صاف طور پر ثابت ہوگا کہ یہ اعمال کیسے متضاد اور بے معنی ہیں اس بے عقل مولوی سے کوئی پوچھے کہ حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے صریح قول کے ہوتے ہوئے اسکی مجنونانہ ہفوات پر کون کان دھرے گا۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے اسکی کیا حقیقت ہے کیا پدی کیا پدی کا شوربا خدا جانے یہ اپنے آپ کو کس شمار و قطار میں خیال کئے ہوئے ہیں خدانخواستہ اگر دین اسلام چار دن کے لئے ایسے مولویوں کے قبضہ میں آجائے جن کے کلام کا نہ سر ہے نہ پیر ہے تو تھوڑے ہی عرصہ میں اسلام دنیا سے مٹ جائے الحمد للہ کہ خدا اسلام اور قرآن کا خود محافظ ہے۔ ان کی ہفوات سے اسلام کا کچھ نہیں بگڑ سکتا۔ اگر مولوی صاحب میں ذرا بھی عقل ہوتی تو ان کا فرض تھا کہ سب سے پہلے اسلام کے وہ احکام اور محکمات بیان کرتے جن کے قبول کرنے سے ایک شخص مسلمان کہلانے کا مستحق قرار پاتا ہے اور پھر وہ احکام اور محکمات بیان کرتے جن کے قبول کرنے سے مسلمان کافر یا مرتد ہو جاتا ہے۔ مگر مولوی صاحب نے بجائے اسکے ایسے مبہم اور مجمل اور متضاد فقرات بیان فرمائے

ہیں جنکو پڑھکر کوئی انسان کسی صحیح نتیجہ پر پہنچ نہیں سکتا۔

یہ لوگ قرآن مجید میں تین قسم کے نسخ مانتے ہیں اسلئے ان کے اس باطل عقیدہ کی وجہ سے قرآن مجید کی ایسی بھٹکار ان پر پڑی ہوئی ہے کہ جو بات کہتے یا جو فقرہ لکھتے ہیں وہ بے معنی اور مہمل ہوتا ہے۔۔ ان میں نسخ کا رنگ ضرور ہوتا ہے۔ چنانچہ ہر دو فقرا مذکورہ اسکے شاہد ہیں اور ذیل کا فقرہ جس کو بڑی تحدی کے ساتھ آپ نے فرمایا ہے بے معنی اور مہمل ہونے کے سبب قابل ذکر ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ میں نے یہ کہیں نہیں کہا تھا کہ مرزائی ہونے سے آریہ اور عیسائی ہونا بہتر ہے۔ بلکہ یہ کہا ہے اور پھر کہتا ہوں کہ مرزائی ہونا آریہ اور عیسائی ہونے سے بدتر ہے۔

پیغام صلح۔ جو دونوں کلام میں فرق ہے سمجھے۔

مولوی صاحب کا یہ فقرہ بھی اس فقرہ سے کم فصیح و بلیغ نہیں جو پچھلے دنوں مولوی محمد شفیع دیوبندی نے لکھا تھا کہ نسخ کی تینوں قسمیں قرآن عزیز میں جاری ہوئی ہیں۔ اول یہ۔ یعنی تلاوت اور حکم دونوں کا منسوخ ہونا جس طرح یہ فقرہ کسی مسلمان کی سمجھ میں آجتک نہیں آیا اور نہ آئندہ آئیگا۔ اسیطرح کا یہ مندرجہ بالا فقرہ ہے۔

ممکن ہے کہ مولوی مرتضی حسن اور ان کے دیوبندی ان کو سمجھتے ہوں۔۔۔۔۔۔ یا مسٹر سالک مدیر افکار و حوادث جو آئے دن ان کی قصیدہ خوانی کرتے رہتے ہیں سمجھ سکیں کیونکہ یہ سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔۔۔۔۔۔ شاید اسی انداز بیان کو مدنظر رکھ کر انہوں نے لکھا تھا کہ ہمارے مخالفین کو نظم و نثر پر کوئی قدرت نہیں۔ امید ہے کہ مسٹر سالک مولوی مرتضی حسن اور محمد شفیع کے فقرات پڑھکر ان کے حل یا تشریح کرنے کی تکلیف گوارا فرمائینگے۔ اڈیٹر پیغام صلح اور ہمارے جیسے کم علم لوگ ان ہفوات کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔

زیرک شاہ از لاہور

ضروری اطلاع

شیخ عبدالحق صاحب دہلی سے اطلاع دیتے ہیں کہ ریڈنگ روم سے دو کاپیاں برلن مسجد کی [illegible] رسید [illegible] تا [illegible] و [illegible] رسید [illegible] تا [illegible] گم ہو گئی ہیں جو شخص ان کاپیوں پر روپیہ فراہم کرتا ہوا پکڑا گیا اسے گرفتار کرایا جائیگا احباب اس کا خیال رکھیں۔

ظہور احمد۔ سکریٹری

تازہ خبریں

شملہ ۶ اگست۔ سرکاری جریدہ کی غیر معمولی اشاعت میں اعلان کیا گیا ہے کہ سر ولیم برڈوڈ نے آج جنرل سر کلاڈ جیکب سے ہندوستان کی سپہ سالاری کا چارج لے لیا ہے۔

شملہ ۶ اگست۔ گذشتہ ۲۴ گھنٹوں میں ۲۴۱ مقامات سے بارش کی اطلاعات موصول ہوئی ہیں کل ۲۳۔۶ انچ بارش ہوئی جو معمولی بارش سے سات انچ زیادہ ہے۔

[illegible] اگست میں حدود بلدیہ لاہور کے اندر تعداد

احمدی خواتین کیلئے

مرحومہ مغفورہ

سکینہ بیگم

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج وہ کل ہماری باری ہے

احمدی خواتین میں یہ خبر یقیناً نہایت رنج و غم سے سنی جائیگی کہ محترمہ سکینہ بیگم اہلیہ پروفیسر محمد عبداللہ صاحب ایک مختصر سی علالت کے بعد ۱۴ جولائی کو اپنے مالک حقیقی سے جا ملیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحومہ نہایت دیندار خوش مزاج اور ایک پرجوش احمدی خاتون تھیں اور اپنی خوبیوں کی وجہ سے ہر دلعزیز تھیں منجملہ ان کو سلسلہ احمدیہ سے خوب واقفیت اور دلچسپی تھی۔ ہر ایک تحریک میں نہایت ذوق و شوق سے حصہ لیا کرتی تھیں۔ دین کے لئے اتنا اخلاص اور تڑپ تھی کہ بعض وقت میں حیران ہو جاتی تھی۔ ایسی نظیریں بہت کم ملتی ہیں نماز جمعہ میں باقاعدہ شامل ہونا اور خطبہ نہایت توجہ سے سننا ان کا معمول تھا اور اس طرح سالانہ جلسہ پر وعظ و نصائح سننے کا بہت شوق تھا اور کبھی ایسا موقعہ ہاتھ سے نہیں گنوایا اکثر دوسروں کو بھی تحریک کرتی رہتی تھیں۔ پچھلے موسم سرما سے احمدی خواتین میں ماہواری چندہ کی تحریک شروع ہوئی ہے مگر مرحومہ مغفورہ اس سے بہت پہلے سے ماہواری چندہ دیا کرتی تھیں۔ اور بڑی پابندی سے اپنا چندہ پہلی تاریخ کو دفتر میں بھجوایا کرتی تھیں۔ نہ صرف خود بلکہ اپنی خادمہ سے ماہوار چندہ دلوایا کرتی تھیں اس طرح ہر ایک کام میں نہایت اخلاص اور شرح صدر سے شامل ہوتی تھیں۔ اپنی احمدی بہنوں سے ملنے کا بہت اشتیاق تھا۔ مجھ سے بہت محبت تھی اور مجھے بھی وہ اپنی چھوٹی بہن کی طرح عزیز تھیں۔ اسوقت احمدی خواتین میں ان کی ذات مغتنمات سے تھی اور ان سے بہت امیدیں تھیں مگر مشیت ایزدی کچھ اور ہی تھی۔ چند دن ہوئے ان کے پہلوٹھی کا بچہ پیدا ہوا اور وہ علیل تھیں مگر کا یک علالت نے ترقی کی اور آخر کار اسقدر خوبیوں کی بہن ہم سے جدا ہو گئی۔ چونکہ ان کو اپنی جماعت سے محبت تھی اسلئے سب احمدی بہن بھائیوں کی خدمت میں استدعا ہے کہ مرحوم کیلئے دعائے مغفرت کریں۔ اللہ تعالے مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور ان پر بیش از بیش رحمتیں نازل فرمائے ان کے پسماندگان کے بیقرار دلوں کو صبر و تسکین بخشے اور ہمیں اپنے فرائض کی ادائگی کی توفیق دے۔ آمین

۴۷ اموات کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

مسلمان ۱۲۰ مرد ۵۶ عورتیں ۶۴ ہندو ۵ مرد ۲۵ عورتیں ۲۹ سکھ مرد ۵ عورتیں ۴ عیسائی صرف دو مرد۔ دیگر اقوام مرد ۲ عورتیں ۲ کل ۴

چیچک سے ۲۔ خسرہ سے ۴ سل سے ۱۱۔ عام بخار سے ۳۸ دمہ سے ۲ سلس البول سے ۱۱۔ اور نمونیہ سے ۱۲۔ اموات ہوئیں۔

کلکتہ ۶۔ اگست مسٹر سریندر ناتھ بنرجی آج اپنے مکان واقع بارک پور میں مردہ پائے گئے۔

کلکتہ ۷۔ اگست۔ یورپین ایسوسی ایشن کی شاخ کلکتہ کے ارکان نے متفقہ طور پر مسٹر سریندر ناتھ بنرجی کی وفات پر تعزیت کی قرارداد منظور کی۔ ان کی رائے میں ہندوستان کو اس نمایاں شانہستی کی وفات سے سخت نقصان پہنچا ہے۔

بمبئی ۵۔ اگست لارڈ ریڈنگ اور لیڈی ریڈنگ آج یہاں پہنچے اور شملہ تشریف لے گئے۔

شملہ ۶۔ اگست سرکاری جریدہ کی غیر معمولی اشاعت میں اعلان کیا گیا ہے کہ ہز اکسلنسی لارڈ آف ریڈنگ آج رخصت سے واپس آگئے ہیں اور آپ نے اپنے عہدہ کا چارج سنبھال لیا ہے

شملہ ۴۔ اگست لارڈ لٹن اور ان کی لیڈی صاحبہ آج شملہ سے کلکتہ روانہ ہو گئے۔ سمر ہل کے سٹیشن پر آپ کو الوداع کہنے کے لئے اکابر و عمائد کی تعداد کثیر موجود تھی۔

ناگپور ۴۔ اگست۔ ڈاکٹر مونجے نے صوبجات متوسط کی قانونی کونسل میں اس مضمون کی قرارداد پیش کی تھی کہ ریلوے کمپنیوں کے کنوئیں مسافروں کے استعمال کے لئے ۲۴ گھنٹے کھلے رہا کریں اور ان کے استعمال کی اجازت چھوت اچھوت سب کو یکساں ملنی چاہیئے۔ آج محرک کو یقین دلایا گیا کہ ریلوے کمپنیوں کے ساتھ اس امر کے متعلق مشورہ کیا جائیگا۔ لہذا یہ قرارداد واپس لے لی گئی۔

بولوگن ۵ اگست ایک فرانسیسی عورت مس عیفی سیوہ نے کل صبح کیپ گرس نیز سے تیرنا شروع کیا تاکہ خلیج انگلستان کو عبور کرے لیکن اسے رات کو ۹ بجکر ۴ منٹ پر موسم اور پانی کے اثرات کی وجہ سے رک جانا پڑا۔

لنڈن ۴۔ اگست۔ ایوان عام میں سوالات کا جواب دیتے ہوئے رائٹ آنریبل رونیلڈ مکنیل نے بیان کیا کہ جو دول چین کے ساتھ خاص تعلق رکھتی ہیں وہ اس بات پر متفق ہیں کہ فسادات شنگھائی کے متعلق ایک عدالتی مجلس تحقیقات مقرر کی جائے۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۲۶ — تار کا پتہ "مسلمان لاہور"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا	مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندرین دین آمدہ از مادریم	ہم برین از دار دنیا بگذریم
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست	بادۂ عرفان ما از جام اوست
آن رسولے کش محمد ہست نام	دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او با شیر شد اندر بدن	جان شد و با جان بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام	ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست	زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود	آن نہ از خود از ہمان جائے بود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما از و یابیم از نور و کمال	وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست	ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک و ز خبر ہائے معاد	ہر چہ گفت آن مرسل رب العباد
آن ہمہ از حضرت احدیت است	منکر آن مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اندر است	منکر آن مورد لعن خدا است
معجزات انبیائے سابقین	آنچہ در قرآن بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست	ہر کہ انکار کند از اشقیاست
یک قدم دوری ازان روشن کتاب	نزد ما کفر است و خسران و تباب

اخبار
پیغام صلح
لاہور

ہفتہ میں دو بار، یک شنبہ و چہار شنبہ کو شائع ہوتا ہے

قیمت سالانہ صہ ششماہی چہار ماہی عہ

طلباء سے سالانہ سہر

جلد ۱۳ — مدینۃ المسیح لاہور یوم چہار شنبہ مطبوعہ ۲۲ محرم الحرام ۱۳۴۴ ہجری مطابق ۱۲ اگست ۱۹۲۵ عیسوی — نمبر ۱۸

اسلام کی قوت کا اصلی سرچشمہ

مسلمانوں کا ذوق تبلیغ

ذیل کا مضمون معاصر "الجمعیۃ" سے نقل کیا گیا ہے۔ جس قابلیت کے ساتھ معاصر موصوف نے مسلمانوں کے گذشتہ اور موجودہ تبلیغی کارناموں پر تبصرہ کیا ہے۔ وہ لائق داد ہے۔ لیکن یہ دیکھکر ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی۔ کہ جہاں ہمارے لائق معاصر نے موجودہ زمانہ کی تبلیغی جماعتوں کا بالخصوص سنوسی تحریک کا ذکر کیا ہے۔ وہاں جماعت احمدیہ کی تبلیغی کوششوں کو عمداً نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ کیا یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت نہیں کہ جماعت احمدیہ نے اس زمانہ میں یورپ اور افریقہ اور امریکہ میں تبلیغ اسلام کے متعلق وہ بیش بہا خدمات سرانجام دی ہیں۔ جن کا ایک زمانہ معترف ہے۔ اس وقت صرف انگلستان میں پانسو سے زیادہ انگریز نومسلم محض جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی کا نتیجہ ہیں۔ کیا ایسی کھلی بات کو اسطرح سے نظر انداز کر دینا اخبار نویسانہ اصول کے صریح خلاف نہیں؟ اسی سے "الجمعیۃ" اور طبقہ علما کی دیانت کا حال آشکارا ہو جاتا ہے۔ جو لوگ ایک واضح حقیقت کا بھی اعتراف بلکہ ذکر تک کرنے کی جرأت نہیں رکھتے۔ جو واقعات کو اس بیدہ دلیری کے ساتھ چھپانا ضروری سمجھتے ہیں ان سے اور کونسی نیکی کی توقع کی جاسکتی ہے۔

بہرحال جس حد تک مسلمانوں کے عام تبلیغی کارناموں کا تعلق ہے۔ "الجمعیۃ" کا مضمون اس قابل ہے۔ کہ قارئین پیغام صلح کے مطالعہ میں لایا جائے۔ ہم خود اس تنگدلی کے مرتکب ہونا نہیں چاہتے جس کی شکایت ہمیں حضرات علمائے کرام کے مقدس طبقہ سے ہے۔

سلف صالحین کا عہد اور موجودہ مسلمان

آج ہم نے عمل سعدی مسلمان میں حیرت انگیز ذوق تبلیغ کا ٹھیک ٹھیک تصور بھی نہیں کر سکتے جو گذشتہ زمانہ کے ابتدائی مسلمانوں میں کام کر رہا تھا۔ اور جو ہمارے موجودہ زمانہ میں بھی افریقہ چین اور جزائر ملایا کے مسلمانوں میں کام کر رہا ہے۔ ان لوگوں کے وظائف حیات میں سب سے زیادہ اہم وظیفہ اگر کوئی تھا تو وہ صرف اس دین کی صداقت کو بنی نوع انسان کے زیادہ سے زیادہ افراد تک پہنچانا تھا جس کی روشنی سے ان کے دل معمور تھے۔ ان کے دلوں پر یہ عقیدہ پتھر کی لکیر بنا ہوا تھا کہ مسلمان کی حیثیت سے ان کی پیدائش کا مقصد صرف دعوت الی الخیر، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ وہ جہاں جاتے تھے یہ مقصد ان کے ساتھ جاتا تھا اور ان کی زندگی کے ہر عمل میں اس کی شرکت لازمی تھی۔ وہ قریش کے مظالم سے بھاگ کر حبش گئے تو وہاں بھی انہوں نے صرف یہی کام کیا۔ انہیں مکہ سے نکلکر مدینہ میں امن کی زندگی نصیب ہوئی تو اپنی تمام قوت انہوں نے اسی تبلیغ دین الٰہی میں صرف کر دی۔ ان کو ساسانی و رومانی تہذیبوں کے بوسیدہ قصر گرا دینے کی خدمت عطا کی گئی تو شام و عراق اور ایران و روم میں بھی انہوں نے صرف یہی مقدس فرض انجام دیا۔ انہیں خدا نے زمین کی خلافت عطا فرمائی تو اس سے بھی انہوں نے عیش پرستی نہیں کی بلکہ وہ اللہ کے دین کی اشاعت کرتے ہوئے چلے گئے یہاں تک کہ ایک طرف اوقیانوس کی طوفانی موجوں نے انہیں روک دیا اور دوسری طرف چین کی سنگین دیواریں ان کے راستہ میں حائل ہو گئیں۔ وہ اپنے تجارت کے مال لے کر نکلے تو اس میں بھی ان کے دلوں پر یہی خواہش چھائی رہی۔ اور انہوں نے افریقہ کے تپتے ہوئے ریگستانوں میں ہندوستان کی سرسبز وادیوں میں بحر الکاہل کے دور افتادہ جزائر میں اور یورپ کے سپید رنگ کفر زاروں میں ملت حنیفی کی روشنیوں کو پھیلا دیا۔

قید میں تبلیغ اسلام

یہ ذوق تبلیغ یہاں تک ترقی کر گیا تھا کہ قید خانوں کی کڑی کڑی مصیبتیں جھیلتے وقت بھی ان کے دل سے اس کی لذت محو نہیں ہوتی تھی۔ وہ زندان جیسی کوٹھڑیوں میں اپنے اصحاب سجن کو بھی اسلام کی تبلیغ کرتے تھے اور حد یہ ہے کہ دار پر بھی انہیں اگر کسی چیز کی خواہش ستاتی تھی تو وہ صرف یہی تھی کہ اپنے آخری لمحات زندگی کو اللہ کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچانے میں صرف کر دیں۔ بلجین کانگو کا ایک واقعہ مشہور ہے کہ جب حکومت بلجیم نے وہاں کے ایک مسلمان امیر کو گرفتار کر کے سزائے موت کا حکم سنا دیا تو اس نے اس دنیا سے چلتے چلتے خود اس پادری کو بھی مسلمان کر لیا جو اسے مسیحیت کا پیغام نجات دینے گیا تھا۔ حضرت سید احمد مجدد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کتب سیر میں لکھا ہے کہ جہانگیر کی قید میں ۲ سال کا زمانہ انہوں نے محض فریضۂ تبلیغ کی انجام دہی میں گذارا اور جب رہا ہوئے تو کئی ہزار ہندو قیدی ان کی برکت سے دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔ ہمارے موجودہ زمانہ میں بھی مولانا محمد جعفر تھانیسری نے جو مجاہدین سرحد سے سازباز رکھنے کے الزام میں کالے پانی بھیجے گئے تھے۔ انڈمان کے بہت سے قیدیوں کو مسلمان کر لیا تھا مشرقی یورپ میں تو اسلام کی اشاعت تنہا ایک مسلمان عالم کی کوششوں کا نتیجہ تھی جو نصاریٰ سے جہاد کرتا ہوا گرفتار ہو گیا تھا۔ قید کی حالت میں وہ پابزنجیر ڈان اور ڈینیوب کے درمیانی علاقہ میں بھیجد یا گیا اور وہاں اس کے خلوص قلب کی روشنی اس قدر پھیلی کہ تھوڑے عرصہ میں ۲ ہزار پیچنیگ مسلمان ہو گئے۔ اور چھٹی صدی ہجری کے وسط میں تقریباً سارا علاقہ اسلام کی برکات سے معمور ہو گیا۔

عورتوں کا جذبۂ تبلیغ

اس عالمگیر ذوق سے مسلمانوں کی عورتیں بھی خالی نہ تھیں تاتاری مغلوں کو جن ہاتھوں نے مسلم کشی کی تلوار چھین کر اسلام کی اطاعت کا طوق پہنایا تھا وہ انہی ضعیف و نازک عورتوں کے ہاتھ تھے جنہیں یہ لوگ ممالک اسلامیہ سے لونڈیاں بنا کر لے گئے تھے۔ غازان شاہ کے بھائی اولجائیتو خاں کو اس کی بیوی ہی نے مسلمان کیا تھا اور اسی کی بدولت ایلخانی حکومت ایک اسلامی حکومت بن گئی تھی چغتائی خاندان مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن تھا مگر قرہ ہلاکو خاں کی مسلمان بیوی نے اسے سب سے پہلے اسلام سے متعارف کیا۔ اور اسی کے اثر سے مبارک شاہ اور براق خاں مسلمان ہوئے تاتاری فوجوں کے ہزارہا سپاہی اپنے ساتھ مسلمان عورتوں کو لے گئے تھے۔ اور انہوں نے اپنے مذہب کو چھوڑ کر اپنے کافر شوہروں کا مذہب اختیار کرنے کے بجائے انہیں اور زیادہ تر ان کے بچوں کو مسلمان کر لیا۔ اور انہی کی بدولت تمام بلاد تاتار میں اسلام پھیل گیا۔ اسی طرح ملک حبش میں بھی عورتوں نے اشاعت اسلام کا کام کیا ہے۔ چنانچہ متعدد ایسے حبشی رئیسوں کا تذکرہ تواریخ میں مذکور ہے جنہیں ان کی مسلمان بیویوں نے اسلام کا حلقہ بگوش بنا لیا تھا۔ سنوسی مبلغین نے تو وسط افریقہ میں مستقل طور پر عورتوں کو اشاعت اسلام کے لئے استعمال کیا ہے۔ چنانچہ وہاں سینکڑوں زنانہ مدارس قائم ہیں جن میں لڑکیوں کو اسلامی تعلیم دی جاتی ہے۔

صوفیائے کرام کا جوش تبلیغ

مگر مسلمانوں میں سب سے زیادہ جو جماعت تبلیغ دین الٰہی کے ذوق شوق سے گرم رہی ہے وہ وہی صوفیائے کرام کی جماعت ہے جو آج ہندوستان میں اس طرف سے تقریباً بالکل ہی غافل ہے۔ خود ہندوستان کے گذشتہ اولیاء و صوفیاء نے جس بے نظیر استقلال اور دینی شغف کے ساتھ اسلام کی روشنیوں کو پھیلایا ہے وہ ہمارے آج کل کے حضرات متصوفین کے لئے اپنے اندر ایک عمیق درس بصیرت رکھتا ہے یہاں کے سب سے بڑے اسلامی مبلغ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ تھے جن کی برکت سے راجپوتانہ میں اسلام کی اشاعت ہوئی۔ اور جن کے بالواسطہ و بلاواسطہ مریدین تمام اقطاع ملک میں اسلام کی شمع ہدایت لے کر پھیل گئے۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے دہلی کے اطراف میں حضرت فرید الدین شکر گنج نے علاقہ پنجاب میں۔ حضرت نظام الدین محبوب الٰہی رح نے دہلی اور اس کے نواح میں حضرت سید محمد گیسو دراز حضرت شیخ برہان الدین اور حضرت شیخ زین الدین اور آخر زمانہ میں حضرت نظام الدین اورنگ آبادی رحمۃ اللہ علیہم نے ملک دکن میں اور دور اخیر میں حضرت شاہ کلیم اللہ جہان آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے دہلی مرحوم میں یہی دعوت الی الخیر اور تبلیغ امر اسلام کی خدمت انجام دی۔ ان کے علاوہ دوسرے سلسلوں کے اولیائے عظام نے بھی اس کام میں ان تھک مستعدی سے کام لیا۔ پنجاب میں سب سے پہلے اسلامی مبلغ حضرت سید اسمٰعیل بخاری تھے۔ جو پانچویں صدی ہجری میں لاہور تشریف لائے تھے اور ان کے متعلق مشہور ہے کہ لوگ ہزارہا کی تعداد میں ان کے ارشادات سننے آتے تھے۔ اور کوئی شخص جو ایک مرتبہ ان کا وعظ سن لیتا وہ اسلام لائے بغیر نہ رہتا۔ مغربی پنجاب میں اسلام کی اشاعت کا فخر سب سے زیادہ حضرت بہاء الحق ذکریا ملتانی رح کو حاصل ہے علاقہ بہاولپور اور مشرقی سندھ میں حضرت سید جلال بخاری رح کے فیضان تعلیم سے معرفت حق کی روشنی پھیلی۔ اور ان کی اولاد میں سے حضرت مخدوم جہانیاں رح نے پنجاب کے بیسیوں قبائل کو مسلمان کیا۔ ایک اور بزرگ حضرت سید صدر الدین اور ان کے صاحبزادے حضرت حسن کبیر الدین بھی پنجاب کے بہت بڑے اسلامی مبلغ تھے حضرت حسن کبیر الدین کے متعلق تواریخ میں لکھا ہے کہ ان کی شخصیت میں عجیب کشش تھی۔ بعض ان کے دیکھ لینے سے دل پر اسلام کی عظمت و صداقت کا نقش مرتسم ہو جاتا تھا۔ اور لوگ خود بخود ان کے گرد جمع ہو جاتے تھے۔

(باقی بر صفحہ ۲ کالم ۳)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۳ - ۲۲ محرم الحرام ۱۳۴۴ھ نمبر ۷۸

جمیعتہ العلمائے ہند اور جماعت احمدیہ

"تقدس کی بساط پر شطرنج کی چالیں"

۱۰ اگست کے اخبار "الجمعیتہ" نے اس پوسٹر کا جواب دیا ہے جو سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے آل مسلم پارٹیز کانفرنس کے موقع پر بمقام امرتسر شائع کیا تھا جس دیدہ دلیری اور ہٹ دھرمی کے ساتھ علم و تقدس کے ان اجارہ داروں نے واقعات کو توڑ مروڑ کر بیان کرنے اور حق کو باطل کے ساتھ ملتبس کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ اس چودھویں صدی کے نام نہاد علما کا مخصوص وطیرہ ہے۔ جس کی چنداں شکایت نہیں۔ لیکن "الجمعیتہ" کے پڑھنے والوں کو غلط فہمی سے بچانے کے لئے واقعات کو ان کی اصل شکل میں بیان کر دینا ضروری ہے۔

کانفرنس جمیعتہ علما کی عدم شرکت کی وجہ

"الجمعیتہ" نے اس مضمون میں سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کو بعض غلط بیانیوں کا مرتکب قرار دیا ہے جن میں سے ایک یہ ہے کہ پوسٹر کے عنوان میں یہ عبارت لکھی ہے۔ کہ "آل مسلم پارٹیز کانفرنس کو ناکامیاب بنانے کے لئے احمدیوں کی تکفیر" "الجمعیتہ" لکھتا ہے۔ کہ

"اس عبارت کو پڑھنے والے اس غلطی میں مبتلا ہو جائینگے کہ جمیعتہ العلما پہلے تو احمدیوں کو مسلمان سمجھتی تھی مگر صرف آل مسلم پارٹیز کانفرنس کو ناکامیاب کرنے کے لئے اس نے احمدیوں کی تکفیر کی۔ اور اس صورت میں ظاہر ہے۔ کہ یہ تکفیر مذہبی احکام کے ماتحت نہیں بلکہ ضد و نفسانیت تخاصمہ ومنافست کا نتیجہ ہے"۔

ہم نہیں سمجھتے کہ اس عبارت سے کسی طرح یہ نکل سکتا ہو کہ جمیعتہ العلما پہلے احمدیوں کو مسلمان سمجھتی تھی۔ ہاں اس قدر ضرور ثابت ہے۔ کہ آل مسلم پارٹیز کانفرنس کے موقعہ پر جو پوسٹر بازی جمیعتہ العلما کی طرف سے عمل میں آئی اور اس میں جماعت احمدیہ کے متعلق تکفیر کی تجدید کرتے ہوئے کانفرنس میں عدم شرکت کا اعلان کیا گیا۔ اس کی وجوہات وہ نہ تھیں جو ظاہر کی گئیں بلکہ محض کانفرنس کو ناکامیاب بنانا اس کی اصل غرض تھی۔ یہ ہم اپنے پاس سے نہیں کہتے۔ کانفرنس کے بانی مبانی سر غلام بھیک صاحب نیرنگ کے اس اعلان سے صاف ظاہر ہے۔ جو گذشتہ اشاعت میں درج ہو چکا ہے اس میں انہوں نے صفائی کے ساتھ لکھا ہے کہ یہ محض شطرنج کی ایک چال تھی۔ جو جمیعتہ علما نے چلی۔ وہ لکھتے ہیں۔ کہ

"جمیعتہ العلما کے ٹھیکیداروں کا یہ ایک عام وطیرہ ہے۔ کہ ان کو خود تو کوئی مفید کام کبھی سوجھتا نہیں۔ جب کوئی اور جماعت کوئی ضروری کام کرنا شروع کرتی ہے۔ تو ان کے دل میں بھی گدگدی ہونے لگتی ہے"۔

اس کے ثبوت میں سید صاحب نے بعض نظائر پیش کرتے ہوئے صاف لکھا ہے۔ کہ

"جب ان حضرات کی عادت ہی یہ ٹھیری تو پھر دو طریقوں کے سوائے چارہ نہ تھا۔ یا تو یہ بھی آل مسلم پارٹیز کانفرنس بلاتے یا اس کے راستے میں روڑے اٹکاتے۔ کانفرنس کا بلانا ذرا کارے دارد اور روڑے اٹکانے کے لئے کچھ بڑی مردانگی کی ضرورت نہ تھی۔ چنانچہ اٹکائے گئے اور خوب اٹکائے گئے لیکن الحمدللہ کہ کانفرنس کامیاب ہوئی"۔

یہ کسی احمدی کے الفاظ نہیں۔ میر غلام بھیک صاحب نیرنگ کے جمیعتہ العلما کے الفاظ ہیں جن سے صاف ظاہر ہے۔ کہ جمیعتہ العلما کی پوسٹر بازی اخلاص پر مبنی نہ تھی۔ بلکہ کانفرنس کو ناکامیاب کرنا اس کا اصل مقصد تھا یہی نتیجہ سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے اگر اخذ کیا۔ تو یہ غلط بیانی نہیں حق الامر کا اظہار ہے۔

حضرت مسیح موعود کا دعوے

دوسری غلط بیانی یہ بتائی گئی ہے کہ سیکرٹری صاحب نے اپنے پوسٹر میں جمیعتہ العلما اور علمائے دیوبند کے جواب میں حضرت مسیح موعود کی بعض عبارات نقل کی ہیں جن میں وہ دعوے نبوت سے منکر ہیں "الجمعیتہ" کا بیان ہے۔ کہ

"واقعہ یہ ہے۔ کہ مرزا غلام احمد صاحب کی تالیفات جس شخص نے دیکھی ہیں۔ وہ اس حقیقت پر پہنچ سکتا ہے کہ انہوں نے اپنی عمر کے مدارج مندرجہ میں اپنے دعووں میں بھی تدریجی ترقی کی ہے ان کی قدیم تالیفات میں صرف الہام و مجددیت کا دعویٰ ہے۔ اس کے بعد نبی و رسول کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ اور جب علما اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے اعتراضات ہوئے تو انہوں نے دعویٰ نبوت کا انکار کیا۔ اور معجزات اور فرشتوں اور جنت و دوزخ پر ایمان کا اعلان کیا۔ اس کے بعد انہوں نے آگے ترقی کی۔ اور کھلم کھلے نبوت کے مدعی بن بیٹھے اور نبوت بھی ایسی کہ جو اس کا منکر ہو۔ یا متردد ہو وہ کافر"

اس کے جواب میں "الجمعیتہ" سے ہم صرف اس قدر دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ حضرت مرزا صاحب کی وہ کونسی عبارتیں ہیں جن میں انہوں نے

ا۔ کھلم کھلا نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔

ب۔ اپنے دعوے کے منکر یا متردد کو کافر ٹھیرایا ہے۔ حضرت مرزا صاحب کی ابتدائی تحریرات توضیح مرام۔ فتح اسلام اور ازالہ اوہام ہیں اور آخری چشمہ معرفت۔ براہین احمدیہ حصہ پنجم اور حقیقۃ الوحی ہیں۔ ان تمام تصنیفات میں سے کوئی ایسی عبارت پیش کی جائے جس میں آپ نے اپنے آپ کو حقیقی نبی قرار دیا ہو۔ اگر نہیں اور ہرگز کوئی ایسی عبارت آپ کی پائی نہیں جاتی۔ تو خواہ مخواہ جھوٹ بولکر خلق خدا کو دھوکا دینا کونسی علمیت اور کس اسلام کا شعار ہے۔ کیا حقیقۃ الوحی میں جو آپ کے آخری زمانہ کی تصنیف ہے۔ یہ صاف نہیں لکھا۔ کہ

والنبوۃ قد انقطعت بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم
نبوت ہمارے نبی صلعم کے بعد منقطع ہو چکی ہے (ضمیمہ حقیقۃ الوحی صہ ۶۴)

اسی ضمیمہ حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱۶ پر لکھا ہے۔ ان اللہ ما اراد من نبوتی الا کثرۃ المکالمۃ والمخاطبۃ وھو مسلم عند اکابر اھل السنۃ اللہ تعالےٰ نے میری نبوت سے کثرت مکالمہ مخاطبہ کے سوائے اور کچھ مراد نہیں لیا۔ اور وہ اکابر اہل سنت کے نزدیک مسلم ہے اس سے بڑھکر اور کیا صفائی ہو سکتی ہے۔ یہ آخری تحریرات میں سے ہے۔

ہاں آپ نے صفحہ ۶۵ پر یہ بھی لکھا۔ کہ سمیت نبیاً من اللہ علیٰ طریق المجاز لا علیٰ وجہ الحقیقۃ میرا نام اللہ کی طرف سے مجازی طور پر نبی رکھا گیا۔ حقیقی طور پر نہیں۔ لیکن مجاز کو دعویٰ نبوت قرار دینا اپنی جہالت کا ثبوت دینا ہے۔ استعارہ اور مجاز۔ ظل اور بروز ایسی اصطلاحات ہیں جن کو کوئی بھی شخص حقیقت پر محمول نہیں کر سکتا صوفیا میں ظل اور بروز کی اصطلاحات عام طور پر استعمال ہوتی ہیں۔ یہانتک کہ ... بادشاہ کو ظل اللہ کہا گیا ہے پھر اگر ایک شخص اللہ تعالےٰ کی کسی ایک صفت کا نہایت ادنے اسا مظہر ہونے کے سبب اس کا ظل کہلا سکتا ہے۔ تو نبوت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظلی انعکاس کسی فرد کامل کے اندر آجانا کیوں حرام ہے۔ اور اس سے اسے مدعی نبوت کیونکر کہا جا سکتا ہے۔ اگر وہ مدعی نبوت ہے تو مولانا روم کو کیا کہوگے جو اپنے پیر کے متعلق کہتے ہیں۔

او نبیٔ وقت خویش است اے مرید

حضرت معین الدین اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کو کیا کہوگے جنہوں نے فرمایا۔

دمبدم روح القدس اندر معینے مے دمد
من نمے دانم مگر من عیسیٰ ثانی شدم

تعجب ہے امت محمدیہ میں "عیسیٰ ثانی" بھی ... ہو سکتا ہے "نبیٔ وقت خویش" بھی بن سکتا ہے۔ لیکن مرزا غلام احمد رحمتہ اللہ علیہ اگر اپنے آپکو ظلی اور مجازی رنگ میں نبی کہیں۔ بار بار یہ تشریح فرمائیں کہ نبوت کے لفظ سے دھوکا نہ کھانا چاہیئے۔ کہ نبوت اصلی کا دعویٰ مجھے نہیں۔ بلکہ آنحضرت صلعم کے افاضہ کمال سے مستفیض ہونے کے سبب ایک پہلو سے امتی ہوں اور ایک پہلو سے نبی۔ اس لئے میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا" اور پھر صفائی کے ساتھ یہ لکھ دیں۔ کہ امتی نبی کی حقیقت محدثیت سے بڑھکر نہیں۔ تو باوجود ان سب تصریحات کے انہیں مدعی نبوت ہی سمجھا جائے اور کافر اور خارج از اسلام ٹھیرایا جائے۔

انکار مسیح موعود

رہا یہ کہ آپ نے اپنے دعوے کے منکر اور متردد کو کافر ٹھیرایا ہے اس کے ثبوت میں "الجمعیتہ" کے پاس ایک تنکے کا سہارا بھی نہیں ہے۔ بلکہ اس کے خلاف حضرت مرزا صاحب کی کھلی کھلی تحریرات موجود ہیں جن میں آپ نے نہ صرف ہر ایک کلمہ گو اور اہل قبلہ کو مسلمان قرار دیا ہے۔ بلکہ یہ بھی لکھا ہے۔ کہ

"میرے دعوے کے انکار کیوجہ سے کوئی شخص کافر نہیں ہو جاتا اور اس سے بڑھکر یہ کہ اپنے منکرین کا جو خاموش اور درمیانی حالت میں ہوں جنازہ جائز قرار دیا۔ اگر آپ اپنے منکر کو کافر سمجھتے ... تو جنازہ کیسے جائز قرار دیتے"

تاہم چونکہ "الجمعیتہ" نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنے دعوے کا انکار کرنے والوں کو کافر کہا ہے۔ اس لئے اس کا بار ثبوت اس کے ذمہ ہے۔ اور ہم وہ عبارتیں معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ جن میں آپ نے ایسا کہا ہے۔ کیا "الجمعیتہ" ایسی عبارات نقل کریگا فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس و الحجارۃ۔

جمیعتہ علما کی جماعت سے شرکت واستمداد

تیسری غلط بیانی سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی طرف یہ منسوب کی ہے۔ کہ جمیعتہ العلما کی مجلس عاملہ بعض اسلامی کاموں میں جماعت احمدیہ سے امداد لے کر اور امداد کی درخواست کر کے عملاً شرکت کر چکی۔ اور انہیں مسلمان تسلیم کر چکی ہے۔

ہم حیران ہیں کہ اس کو غلط بیانی کیونکر کہا گیا ہے۔ کیا جمیعتہ العلما نے مختلف مواقع پر جماعت احمدیہ سے مناظرات میں امداد نہیں لی؟ کیا اس نے مولوی عبدالحق صاحب فاضل سنسکرت کی خدمات دو سال کے لئے امیر جماعت احمدیہ لاہور سے طلب نہیں کیں؟

اس بارہ میں جن واقعات کا انکشاف سیکرٹری صاحب نے اپنے پوسٹر میں کیا تھا۔ انکی عجیب و غریب تاویلات "الجمعیتہ" نے کی ہیں۔ میرٹھ کے خط پر لکھا ہے۔ کہ اسکی ذمہ داری ناظم میرٹھ پر آتی ہے۔ مولوی احمد سعید صاحب کے خط کو بھی ان کی تحریر ہی قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ

"جمیعتہ علما کی مرکزی جماعت یا جمیعتہ عاملہ کو اس سے کوئی تعلق نہیں ہے"۔

حیرت ہے۔ جمیعتہ العلما کی شاخ یا مرکزی جماعت کا ناظم ایک خط لکھتا ہے۔ اور صاف طور پر اس شاخ یا اپنے عہدہ کا ذکر کر کے امداد کی درخواست کرتا ہے۔ لیکن "الجمعیتہ" اس کو شخصی تحریر قرار دے کر ٹال دیتا ہے۔ اگر یہی صورت حالات ہے۔ تو کوئی بھی معاملہ جمیعتہ کی طرف سے نہیں سمجھنا چاہیئے۔ سب کچھ ناظم صاحب کی پرائیویٹ اور شخصی حیثیت میں ہی سمجھا جانا چاہیئے۔ اس دیدہ دلیری کو دیکھو کہ مولوی احمد سعید اپنے خط میں لکھتے ہیں۔

"جمیعتہ العلما کا تبلیغی شعبہ اس امر کا خواہشمند ہے"

لیکن "الجمعیتہ" کہتا ہے کہ یہ جمیعتہ علما کی طرف سے نہیں معلوم ہوتا ہے۔ جمیعتہ علما کے شعبہ جات اور اس کی شاخیں سب علیحدہ علیحدہ اپنی مرضی سے کام کرتی ہیں۔ اور انہیں مرکزی جماعت سے نہ کوئی تعلق ہے۔ اور نہ اس کے مذہب سے واسطہ پھر معلوم نہیں وہ مرکزی جماعت کیا شئے ہے۔ اور اس کا کام کیا ہے۔ شاید اس مرکزی جماعت کا شغل تکفیر کے سوائے اور کوئی کام نہیں۔

ایک اور توجیہ یہ بھی کی ہے۔ کہ

"مولانا مولوی احمد سعید صاحب یا مولانا مبارک حسین صاحب نے اگر شیخ عبدالحق صاحب کی سنسکرت دانی سے فائدہ اٹھانا چاہا تو اس سے یہ کہاں لازم آیا کہ ان دونوں بزرگوں نے ان کا یا ان کی جماعت کا مسلمان ہونا تسلیم کر لیا۔ کیا اگر آج مسلمان کسی ہندو پنڈت سے سنسکرت پڑھنے لگیں تو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سیکرٹری یہ لکھنے لگے گا کہ ان سنسکرت پڑھنے والوں نے اس پنڈت کا اسلام تسلیم کر لیا"۔

لیکن ہم کہتے ہیں مولوی عبدالحق صاحب کی امداد طلب کرتے وقت مولوی احمد سعید صاحب نے جس تملق و چاپلوسی سے کام لیا۔ اسی سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ اس وقت انہیں مسلمان ہی سمجھتے تھے۔ یا کم از کم اس کا اظہار کرنا چاہتے تھے۔ ورنہ اس خط میں بار بار "مولانا موصوف" کے الفاظ استعمال نہ کرتے۔

گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

پھر اسی خط میں لکھتے ہیں :-

جب تک ان (آریوں) کی کتابوں کی کافی معلومات نہ ہوں
اور سنسکرت سے کماحقہ واقفیت نہ ہو۔ مناظرہ کرنا
صعب ترین ہے۔

یہ عجیب بات ہے۔ کہ ایک کافر اور دشمن دین تو اسلام کی حمایت میں کھڑا ہو کر مخالفین اسلام کو نیچا دکھا سکتا اور اسلام کے نام کو بلند کر سکتا ہے لیکن وہ جو علم دین کے سب سے بڑے ماہر ہیں جو مسلمانوں کی سرداری اور رہبری کے دعویدار ہونے کے ساتھ اسلام کے واحد ٹھیکیدار بنے ہوئے ہیں۔ اور اپنے سوائے کسی کو مسلمان نہیں سمجھتے۔ ان کے لئے ایک غیر مسلم جماعت کا مقابلہ آج صعب ترین امر ہے۔ یہ اس بات کا ایک کھلا سرٹیفکیٹ ہے کہ آج اسلام کا نام بلند کرنے والی اگر کوئی جماعت ہے۔ تو وہ جماعت احمدیہ کے سوائے اور کوئی نہیں۔ تم اسے کافر کہو یا مرتد۔ لیکن تمہارا عمل اور تمہاری تحریر اس پر شاہد ہے کہ اسلام کا اگر کچھ بنا ہے۔ تو آج انہی لوگوں کے ذریعہ سے۔

کچھ ہوئے تو یہی رندان قدح خوار ہوئے

تمہارا جبہ و تقدیس اور جمیعتہ علما اور جمیعتہ عاملہ سب فضول اور ناکام ثابت ہوئیں۔ ہمیں اس کی ایک ذرہ برابر پرواہ نہیں۔ کہ تم ہمیں مسلمان کہو یا کافر۔ ضرورت اگر ہے تو اعلائے کلمتہ اللہ کی۔ سو خدا کا فضل ہے۔ کہ اس جماعت نے اس کو اپنا مطمع نظر بنایا ہوا ہے۔ دین کی خدمت۔ اشاعت و حفاظت اسلام اور غیر مذاہب کا مقابلہ اس کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ اگر یہ کفر ہے۔ تو جمیعتہ العلما کو اس کا نام نہاد اسلام مبارک ہو اور دین خود ما را بکفر ما گذار

جماعت احمدیہ کے اسلام کا اعلان

سیکرٹری صاحب نے اپنے پوسٹر میں متھرا کی مثال پیش کی تھی۔ کہ وہاں آریہ کی طرف سے سوال ہونے پر مولوی مظہر الدین صاحب دیوبندی نے اعلان کیا۔ کہ جماعت احمدیہ لاہور مسلمان ہے۔ اور اس جماعت کی خدمات تبلیغ اسلام کا بھی اعتراف کیا۔ اس کے جواب میں "الجمیعتہ" لکھتا ہے۔ کہ

"یہ مظہر الدین صاحب کی ذاتی رائے تھی"

لیکن ہم پوچھتے ہیں۔ کہ مولوی احمد سعید صاحب اس وقت کہاں تھے۔ کیا وہ مولوی مظہر الدین صاحب کے دوش بدوش بیٹھے ہوئے نہ تھے۔ کیا مولوی مظہر الدین صاحب کا اعلان جملہ مسلمانان کی طرف سے نہ تھا کیونکہ آریہ کا یہ سوال مولوی عصمت اللہ صاحب پر تھا۔ کہ مسلمان تمہیں کافر سمجھتے ہیں۔ پس تم ان کے نمائندہ نہیں ہو سکتے۔ مولوی مظہر الدین صاحب نے مسلمانوں کی طرف سے اسے جواب دیا کہ ہم انہیں مسلمان سمجھتے ہیں۔ اور اس لئے وہ مسلمانوں کے نمائندہ ہو سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ کوئی شخصی رائے نہ تھی۔ وہ جملہ مسلمانان کی طرف سے ایسا کہہ رہے تھے۔ اگر یہ صحیح نہ تھا۔ تو چاہئے تھا کہ اسی وقت اس سے اختلاف کیا جاتا۔ اور اسکی تردید کی جاتی۔ لیکن مولوی احمد سعید صاحب منہ میں گھنگنیاں ڈالے ہوئے بیٹھے رہے۔ اور اتنا بھی مولوی مظہر الدین صاحب سے نہ کہا کہ تم نے یہ کیا غضب کیا کہ ان کافروں کو مسلمان کہہ دیا۔ "الجمیعتہ" لکھتا ہے۔ کہ:-

"اگر آپ کی یہی خواہش ہے۔ کہ ایک ایسے جلسے میں جہاں سینکڑوں ہندو موجود ہوں آپ کی کوئی رعایت نہ کی جائے اور نہ جو سوسائٹی آپ کو مدعو کرے اس کی بے عزتی اور بدنامی کا خیال کیا جائے بلکہ ہر ایسے موقعہ پر آپکے کفر کا اعلان کیا جائے۔ تو آپ اطمینان رکھئے۔ انشاء اللہ آئندہ اس کا خیال کیا جائے گا۔"

ہمیں تو خدا کے فضل سے ہر حال میں اطمینان حاصل ہے لیکن آپ یہ احسان ہم پر نہ رکھئے۔ کہ آپ نے سینکڑوں ہندوؤں کی موجودگی کی وجہ سے ہم پر رعایت کی۔ یوں کہئے کہ سینکڑوں ہندوؤں کی موجودگی کی وجہ سے اپنی جان اور اپنی عزت پر آپ نے احسان کیا۔ ورنہ ایسے موقعہ پر مولوی احمد سعید صاحب کے منہ سے اگر یہ نکلتا کہ احمدی لوگ مسلمان نہیں۔ تو انہیں لینے کے دینے پڑ جاتے۔ مخالف فریق مطالبہ کرتا کہ کسی مسلمان کو کھڑا کیجئے۔ اور اس وقت تمام ذمہ داری مولوی صاحب پر آپڑتی۔ اور سب یہی کہتے کہ اگر احمدی مسلمان نہیں تو آپ جو سب سے بڑی مسلمانی (جمیعتہ العلما) کے ٹھیکیدار ہیں آپ ہی میدان میں اتریئے۔ ایسے حالات میں مولوی صاحب کا خدا جانے کیا حال ہوتا۔ آریوں کا مقابلہ کرنا تو ان کے لئے "صعب ترین امر" ہے۔ وہ کیسے کھڑے ہو سکتے تھے۔ اس لئے انہوں نے اپنی خاموشی سے یہ اعلان کر دیا کہ وہ بھی جماعت احمدیہ کو عملاً مسلمان سمجھتے ہیں۔

جمیعتہ علما اور آریہ سماج

آئندہ اگر جمیعتہ العلما ایسا کرنا چاہتی ہے۔ کہ ہر مجلس مناظرہ میں احمدیوں کے کفر کا اعلان کرے۔ تو اسے چاہیئے کہ اپنے نام نہاد "مسلمان" مناظرین کو بھی ساتھ لیتی آئے جن کے لئے آریہ سماج کا مقابلہ کرنا "صعب ترین" نہ ہو جس وقت وہ ایسے مناظر تیار کرے گی۔ احمدی خود ان کے لئے میدان چھوڑ دینگے۔ اور دوسرے ضروری اور اہم اسلامی کاموں میں لگ جائینگے۔ لیکن یہ یاد رکھئے ؎

نہ خنجر اٹھیگا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

آریہ سماج سے مقابلہ کرنے کے لئے صرف سنسکرت دانی ہی کافی نہیں بلکہ اس روشن خیالی کی بھی ضرورت ہے۔ جو دینی مسائل کے متعلق مسلمان مولویوں میں آج مفقود ہے۔ آریوں کی طرف سے اسلام پر بہت سے ایسے اعتراضات ہوتے ہیں جن کا جواب ایک مسلمان مولوی جو تقلید کے پھندوں سے ایک حد تک آزاد نہیں۔ ہرگز نہیں دے سکتا۔ اور ہمیں امید نہیں کہ جمیعتہ العلما ایسی آزادی کی سفارش کر سکے۔ بہرحال وہ اسے آزما کر دیکھ لے۔ اگر کامیابی ہوئی۔ تو چشم ما روشن دل ما شاد۔ اور اگر ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تو اسے چاہیئے کہ کفر کے فتوے بغل میں دبا کر نام نہاد مسلمانی کے حجرہ گمنامی میں جا کر داخل ہو جائے۔ اور پھر کبھی احمدیوں کے منہ نہ آئے

پوسٹر بازی کا ذمہ دار کون ہے

"الجمیعتہ" کو یہ بھی شکایت ہے۔ کہ سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے جمیعتہ علما کو اس پوسٹر بازی کا ذمہ دار ٹھیرایا ہے۔ جو امرتسر میں ہوئی۔ اس کا عذر یہ ہے۔ کہ پوسٹر بازی جمیعتہ العلما نے نہیں کی۔ اس نے محض اپنے امرتسری ہم نواؤں کو اس خط و کتابت کی نقلیں بھیج دی تھیں۔ جو بعد غلام بھیک اور ڈاکٹر کچلو کے ساتھ جمیعتہ علما اور دیوبند کی ہوئی تھی۔ امرتسر والوں نے اس کو شائع کر دیا ؎

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

امرتسر والوں نے اگر جمیعتہ العلما سے اس بارہ میں کوئی سوال کیا تھا تو انہیں خط و کتابت کی نقل بھیجنے کی کیا ضرورت تھی۔ صرف جمیعتہ العلما کا عندیہ لکھ دینا کافی تھا۔ اور اگر خط و کتابت بھیجی بھی تھی۔ تو کم از کم اسقدر تو لکھ دینا چاہیئے تھا۔ کہ اس کو شائع نہ کیا جائے۔ صیغہ راز میں رکھا جائے۔ لیکن یہ تو تب ہوتا۔ کہ دل میں اخلاص ہوتا۔ اصل غرض تو یہی تھی کہ خط و کتابت شائع ہو جائے۔ اپنے اوپر سے الزام دور کرانے کے لئے دوسرے کے ذریعہ سے اسے شائع کرا دیا۔ اصل حقیقت تو یہی ہے جسکی تائید دوسروں نے بھی کی ہے۔ جیسا کہ "الجمیعتہ" نے خود لکھا ہے۔ کہ:-

"بعض اور خود غرض ایڈیٹر بھی اس افترا و اتہام میں انجمن احمدیہ کے سیکرٹری کی ہم نوائی کرنے لگے"۔

یہ افترا و اتہام تب ہوتا۔ کہ ایسی پوسٹر بازی نہ ہوئی ہوتی لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ:-

(۱) جمیعتہ العلما نے کل خط و کتابت کی نقل اپنے امرتسری ہم نواؤں کو بھیجی جو ہرگز مناسب نہ تھا۔

(۲) انہوں نے اس کو پوسٹروں کی صورت میں شائع کیا جس پر جمیعتہ العلما نے اب تک ان سے کوئی باز پرس نہیں کی۔ ان واقعات کی موجودگی میں یہ عذر کرنا کہ نیت نہ تھی ایسا ہی ہے۔ جیسے کوئی کہے۔ کہ میں نے چوری تو کر لی۔ لیکن میری نیت یہ نہ تھی۔ کہ چوری کروں۔ اگر ایک چور کی طرف سے یہ عذر معقول ہو سکتا ہے۔ تو جمیعتہ العلما (بھی) اس عذر پر خوش ہو لے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

میر غلام بھیک صاحب نیرنگ کی ایک مراسلت ہمیں ابھی موصول ہوئی ہے جس میں انہوں نے اپنے ان خطوط کا جن میں جمیعتہ علما اور مولوی حبیب الرحمن صاحب دیوبندی کو یہ یقین دلایا گیا تھا۔ کہ آل مسلم پارٹیز کانفرنس میں کسی فرد یا جماعت کے کفر و اسلام کے بارے میں فیصلہ نہیں کیا جائے گا۔ ملخص درج کرتے ہوئے آخر میں لکھا ہے۔ کہ:-

"اندریں حالات مجھکو سخت حیرت ہوئی جب ایک نہایت محترم بزرگ نے یہ شکایت فرمائی کہ اخبار پیغام صلح کی کسی اشاعت میں اس مضمون کی ایک عبارت درج ہے۔ کہ اس کانفرنس نے جماعت احمدیہ کے اسلام پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے میں نے پیغام صلح کا وہ پرچہ خود نہیں دیکھا لیکن اگر کوئی ایسا مضمون شائع ہوا ہے۔ تو یقیناً وہ لکھنے والے کی ذاتی رائے کا اظہار ہے۔ کل حزب بما لدیہم فرحون کا بازار ہمیشہ گرم رہا اور گرم رہے گا۔ ذاتی رائے کے اظہار سے کسی کو روکا نہیں جا سکتا۔ ورنہ واقعات ...... سے صاف ظاہر ہے کہ اس کانفرنس کا یہ مقصد تھا نہ یہ منصب اور نہ واقعی طور پر کوئی ایسی کارروائی یا کوئی ایسا فیصلہ ہوا۔ لہذا اس کانفرنس نے نہ کسی کے اسلام پر مہر تصدیق ثبت کی۔ اور نہ مہر تکذیب لگائی۔ ان معاملات میں یہ کانفرنس بالکل غیر جانبدار تھی"۔

ہم میر صاحب مکرم کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں۔ کہ "پیغام صلح" نے کبھی ایسا نہیں لکھا۔ کہ آل مسلم پارٹیز کانفرنس نے جماعت احمدیہ کے اسلام پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ ایسا کیونکر لکھا جا سکتا تھا جبکہ نہ ارباب کانفرنس کی انعقاد کانفرنس سے یہ غرض تھی نہ اسکے پروگرام میں ایسا ذکر آیا۔ نہ اس قسم کی کوئی تحریک پیش ہوئی۔ یہ محض کذب و افترا ہے جو حضرات علما کا آجکل عام طور پر شیوہ ہے۔ "پیغام صلح" نے جو کچھ لکھا۔ اسکا وہ منشا ہرگز نہیں۔ جو اسکی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ بلکہ بات صرف اسقدر ہے۔ مولوی احمد سعید صاحب ناظم جمیعتہ علما نے اپنے ایک خط میں جو میر صاحب مکرم کے نام تھا یہ الفاظ لکھے تھے کہ:-

"ان (احمدیوں) کو دعوت دینا انکے اسلام کا سرٹیفیکٹ ہے"

ایسا ہی مولوی حبیب الرحمن صاحب نے اپنے خط میں لکھا تھا۔ کہ اس میں شک نہیں کہ ان (احمدیوں) کو دعوت دینا اس بنا پر ہے۔ کہ ان کو مسلمان سمجھا گیا۔ اور نہ صرف سمجھا گیا۔ بلکہ اس کی تبلیغ کی جاتی ہے۔ اور یہ جلسہ ان کے مسلمان ہونے کے لئے۔ رجسٹری کا حکم رکھتا ہے"۔

یہ حضرات علما کا اپنا بیان ہے۔ اور اسی بنا پر "پیغام صلح" نے یہ لکھا کہ:-

"ارباب کانفرنس نے ان علما کی ان بار بار دھمکیوں اور احتجاج اور خود جماعت احمدیہ کی اس آمادگی کے باوجود کہ وہ کانفرنس سے علیحدہ ہونے کے لئے تیار ہیں۔ ہمارے نمایندوں کو شریک کر کے بقول مولوی حبیب الرحمن اس جماعت کے مسلمان ہونے کی رجسٹری کر دی۔ اور بقول ناظم جمیعتہ العلما نے ان کے اسلام کا سرٹیفیکٹ دیدیا۔"

ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے۔ کہ پیغام صلح نے مولوی احمد سعید صاحب اور مولوی حبیب الرحمن صاحب کے اقوال کو ان پر بطور حجت پیش کیا۔ اور ان کے اپنے مقرر کردہ معیار کی بنا پر کانفرنس میں احمدیوں کی شرکت کو "انکے اسلام پر مہر تصدیق" قرار دیا۔ کانفرنس کی جانبداری یا غیر جانبداری پر قطعاً رائے زنی نہیں کی گئی۔ بلکہ صرف جمیعتہ علما اور دیوبندیوں کو یہ بتلایا گیا کہ جس بات کو تم احمدیوں کے اسلام کی رجسٹری قرار دیتے تھے۔ ارباب کانفرنس نے اسی پر عمل کیا۔ اور کم از کم تمہارے مقرر کردہ معیار کے مطابق ہمیں مسلمان قرار دے دیا۔ ہم نہیں سمجھتے۔ کہ اس سے کانفرنس کی غیر جانبداری پر کوئی اثر پڑتا ہو۔ یا کبھی ہمارا یہ منشا ہو۔ کہ کانفرنس نے ہمارے مسلمان ہونے پر مہر تصدیق ثبت کی ہے۔ ہاں اس بات سے ہم کبھی انکار نہیں کر سکتے کہ ملک کا ایک بہت بڑا سنجیدہ طبقہ اس وقت علما کے فتوے تکفیر سے قطعاً بیزار ہو کر دل سے احمدیوں کو مسلمان سمجھتا ہے۔ اور اسی وجہ سے جمیعتہ علما اور دیوبندی حضرات کا احتجاج ناکام ثابت ہوا۔ اور باوجود اس کے کہ احمدیوں نے ارباب کانفرنس سے کہہ دیا تھا کہ آپ ہماری وجہ سے علما کو ناراض نہ کیجیے ہم جانے کے لئے تیار ہیں۔ انہوں نے اس کو پسند نہ کیا۔ اگر وہ احمدیوں کو فی الواقعہ کافر سمجھتے۔ تو ہرگز ایسا نہ کرتے۔ لیکن باایں ہمہ اسکو کانفرنس کا فیصلہ تصور نہیں کرتے۔ اور محض ان حضرات کی ذاتی رائے پر محمول کرتے ہیں امید ہے اس صراحت کے بعد کوئی غلط فہمی باقی نہ رہ جائیگی۔

بقیہ صفحہ اول

سندھ میں اشاعت اسلام کا اصلی زمانہ وہ ہے جب حکومت کا دور ختم ہو چکا تھا۔ آج سے تقریباً ۸ سو برس پہلے حضرت سید یوسف الدین رح وہاں تشریف لائے اور ان کے فیض سے لوہانا ذات کے ... خاندانوں نے اسلام قبول کر لیا۔ کچھ اور گجرات میں حضرت امام شاہ پیرانوی رح اور ملک عبد اللطیف رح کی مساعی سے اسلام کی اشاعت ہوئی۔ بنگال میں سب سے پہلے شیخ جلال الدین تبریزی نے اس مقدس فرض کو انجام دیا۔ جو حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رح کے مریدان خاص میں سے تھے آسام میں اس نعمت عظمیٰ کو حضرت شیخ جلال الدین رح فارسی اپنے ساتھ لے گئے جو سلہٹ میں مدفون ہیں کشمیر میں اسلام کا علم سب سے پہلے بلبل شاہ نامی ایک درویش نے بلند کیا۔ اور ان کے فیض صحبت سے خود راجہ مسلمان ہو گیا جو تاریخوں میں صدر الدین کے نام سے مشہور ہے۔ پھر ساتویں صدی ہجری میں سید علی ہمدانی رح ... ساتھیوں کے ساتھ یہاں تشریف لائے۔ اور تمام خطہ کشمیر میں اس مقدس جماعت نے نور عرفان کو پھیلا دیا۔ حضرت عالمگیر علیہ الرحمتہ کے عہد میں سید شاہ فرید الدین رح نے کشتوار کے راجہ کو مسلمان کیا اور اس کے ذریعہ علاقہ مذکور میں اسلام کی اشاعت ہوئی۔ دکن میں اسلام کی ابتدا پیر مہابیر کھمدایت سے ہوئی جو آج سے سات سو برس پہلے بیجاپور تشریف لائے تھے۔ ایک اور بزرگ جو حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کی اولاد میں سے تھے علاقہ کوکن کے ہادی و رہبر

دھارواڑ کے لوگ اپنے اسلام کو حضرت شیخ ہاشم گجراتی کی طرف منسوب کرتے ہیں جنا بزرگ عادل شاہ کے پیر طریقت تھے۔ ناسک میں حضرت محمد صادق سرمست اور خواجہ خوند میر حسینی کی برکات روحانی کا اب تک اعتراف کیا جاتا ہے۔ مدراس بھی اپنی ہدایت کے لیے چند صاحب حال بزرگوں کا رہین منت ہے جن میں سب سے زیادہ مشہور سید نثار شاہ مدفون ترچنا پلی ہیں۔ دوسرے بزرگ سید ابراہیم شہید ہیں جن کا مزار ارواڑی میں ہے اور تیسرے بزرگ شاہ حمید ہیں جن کا مدفن ناگور میں واقع ہے۔ پینوکنڈا کی طرف اسلامی آبادی عام طور پر اپنا اسلام کو حضرت بابا فخر الدین کی طرف منسوب کرتی ہے جنہوں نے وہاں کے راجہ کو مسلمان کیا تھا۔

حضرات صوفیائے کرام کی انہی تبلیغی سرگرمیوں کا اثر آج تک ہم دیکھتے ہیں کہ ہندوؤں کی ایک بہت بڑی جماعت اگرچہ مسلمان نہ ہو سکی مگر اب تک اسلامی پیشواؤں کی گرویدہ ہے چنانچہ ۱۸۹۱ء کی مردم شماری میں صوبہ شمال مغربی (موجودہ صوبہ متحدہ) کے ۲۴۳۶۲۲۲ ہندوؤں نے اپنے آپ کو کسی خاص دیوتا کا پرستار بتلانے کے بجائے کسی مسلمان پیر کا پوجاری ظاہر کیا تھا۔ افسوس کہ وہ لوگ ہندوؤں کی ایک کثیر آبادی پر اسلام کا ایک غیر معمولی اثر چھوڑ گئے۔ مگر آج ہم اس سے بھی فائدہ اٹھانے کے قابل نہیں ہیں۔

بیرون ہند میں تبلیغ

ہندوستان سے باہر بعض دوسرے ممالک میں بھی اس مقدس جماعت کی تبلیغی سرگرمیوں نے حیرت انگیز نتائج پیدا کیے ہیں خصوصیت کے ساتھ قرون متوسط کی تاریخ میں تو یہ واقعہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے۔ کہ جب فتنہ تتار نے اسلامی حکومت کے قصر فلک بوس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی تو تمام وسط ایشیا میں صرف ایک صوفیائے اسلام کی روحانی قوت تھی جو اس کے مقابلہ کے لیے باقی رہ گئی تھی۔ اور بالآخر اسی نے اسلام کے اس سب سے بڑے دشمن پر فتح حاصل کی۔ لیکن مسلمانوں کی سب سے بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ یہ زبردست قوت بھی جس نے اقطاع عالم میں اسلام کی روشنی پھیلائی اور تاتار کے اس زبردست فتنہ تک کو اس کے لیے مسخر کر دیا جو قریب تھا کہ وسط ایشیا سے اسکو بالکل فنا کر دیتا آج بالکل مضمحل ہو گئی ہے اور اگر ہمارے محترم حضرات متصوفین ہمیں معاف کریں تو ہمیں اس امر واقعی کے اظہار میں بھی کچھ تامل نہیں ہے۔ کہ اب وہ اسلام کی برکات و فیوض سے دنیا کو معمور کرنے کے بجائے خود ہی غیر اسلامی مفاسد سے مغلوب ہو کر رہ گئی ہے۔

افریقہ کی تبلیغی جماعتیں

موجودہ عہد میں یہ قوت صرف افریقہ میں زندہ ہے۔ اور تبلیغ دین الٰہی کے سلسلہ میں اس کی عظیم الشان کامیابیاں ہمارے ملک کے صوفیائے کرام کے لیے سرمایۂ عبرت و بصیرت ہیں۔

ان صوفی جماعتوں میں ایک جماعت "امیر غنیہ" ہے جس کے بانی محمد عثمان الامیر غنی نے ۱۸۳۵ء سے ۱۸۵۵ء تک مشرقی سوڈان کے مسلمانوں کی دینی اصلاح کی اور سنار کردفان اور ڈنگولہ کے اطراف میں بیسیوں بت پرست قبائل کو مسلمان کر لیا۔

دوسری جماعت قادریہ ہے۔ مغربی افریقہ میں اس سلسلہ کے لوگ نویں صدی ہجری سے موجود ہیں۔ انیسویں صدی کی ابتدا میں ان کے اندر بھی ایک نئی زندگی پیدا ہوئی اور انہوں نے مغربی سوڈان سے لیکر ٹمبکٹو اور دریائے سنیگال تک اپنے حلقے قائم کر لیے خصوصیت کے ساتھ انکا نیمبو اور مسارود میں انہوں نے بہت بڑے حلقے قائم کیے اور نہایت کثرت سے بت پرست قبائل میں اسلام کی اشاعت شروع کر دی۔ ان کا اصول یہ ہے کہ جب کسی آبادی میں اسلام کی اشاعت کر چکتے ہیں تو وہاں کے ذہین اور صاحب استعداد لڑکوں کو اپنے مرکزی حلقوں میں تعلیم کے لیے بھیجتے ہیں۔ اگر ان میں زیادہ صلاحیت دیکھتے ہیں تو علوم دینی کی تکمیل کے لیے قیروان۔ اس طرابلس۔ یا ازہر بھیج دیتے ہیں۔ اور پھر واپسی پر انہی کو انہی بستیوں میں تبلیغ و تعلیم کے لیے مقرر کر دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے نہایت کثرت سے اندرون افریقہ میں مدارس قائم کر رکھے ہیں۔ اور ان میں صحیح اصولوں پر وحشی قبائل کے لڑکوں کو تربیت کرتے ہیں۔

ایک اور سلسلہ "تیجانیہ" کے نام سے مشہور ہے جو سب سے پہلے الجزائر میں قائم کیا گیا تھا۔ اس کے اصول تبلیغ تقریباً وہی ہیں جو سلسلہ قادریہ کے ہیں مگر فرق یہ ہے کہ وہ تبلیغ کے ساتھ جہاد بھی کرتا ہے۔ اور اس لیے عیسائی مشنریوں کو اس کے خلاف یورپین استعمار سے مدد حاصل کرنے کا اچھا بہانہ ہاتھ آ جاتا ہے۔ اس کا حلقۂ اثر شمالی افریقہ کا مغربی حصہ ہے اور اس کا سب سے زیادہ سرگرم داعی الحاج عمر تھا جو اپنے زہد و تقویٰ کے لیے افریقہ سے حجاز تک شہرت رکھتا تھا۔ اس نے ۱۸۳۳ء میں تبلیغ کا کام شروع کیا اور لائی نائیجیریا اور سینیگال تک کے بت پرست قبائل کو مسلمان کر کے ایک زبردست سلطنت قائم کر لی جسے آخر میں فرانسیسی استعمار نے پیوند خاک کر دیا۔

ان تمام جماعتوں میں سب سے زیادہ زبردست سنوسی جماعت ہے ۱۸۳۷ء میں الجزائر کے ایک مشہور عالم سیدی محمد بن علی السنوسی نے طریقہ سنوسیہ کی ابتدا کی جس کا مقصد مسلمانوں کی اصلاح۔ فرنگی استعمار کی مدافعت اور اسلام کی اشاعت تھا۔ ۱۲ سال کے عرصہ میں انہوں نے ایک ایسی زبردست جماعت تیار کر لی۔ جس کا نظام سلطنتوں کے نظام سے زیادہ مکمل تھا۔ جس کا ہر شخص جماعتی مقاصد میں ڈوبا ہوا تھا۔ اور جس کے ہر رکن کو خالص اسلامی تربیت دیکر سچا مسلمان بنا دیا گیا تھا۔ اس میں قرآن مجید کے لفظ لفظ پر عمل کرنا پہلی شرط ہے۔ اولیا کی پرستش۔ مزارات کی زیارت۔ کافی اور تمباکو کا استعمال یہودیوں اور عیسائیوں سے تعلقات۔ سب ممنوع ہیں۔ اور ہر شخص ایک سچے مجاہد کی سی زندگی بسر کرتا ہے۔ مصر سے لیکر مراکش تک اور سواحل طرابلس سے لے کر صحرائے افریقہ کے آخری کونوں تک اس کی خانقاہیں قائم ہیں۔ اور افریقہ کے علاوہ عرب۔ عراق۔ اور جزائر ملایا تک اس کا اثر پھیلا ہوا ہے۔ اس کی تبلیغی کوششوں نے افریقہ کے ان تمام قبائل کو صحیح معنوں میں مسلمان بنا دیا ہے جو صرف برائے نام مسلمان رہ گئے تھے اور حرار۔ گالا۔ حبشی اور بورنو کے علاقوں تک اسلام کی ایک نئی روح پھونک دی ہے۔ قادریہ سلسلہ کے لوگوں کی طرح ان کے ہاں بھی صرف وعظ و تلقین نہیں ہے بلکہ یہ مسلمان کرنے کے بعد نو مسلموں کو علمی تربیت بھی دیتے ہیں۔ تاکہ وہ خود اپنے ہم جنسوں کو اسلام کی دعوت دے سکیں۔

ایک یورپین سیاح کی رائے

ان افریقی جماعتوں نے وحشی قبائل میں جو عجیب زندگی پیدا کر دی ہے اس کے متعلق ایک یورپین سیاح لکھتا ہے کہ:۔

"دریائے نائیجر کے کنارے کنارے جب میں وسط افریقہ کی طرف روانہ ہوا تو پہلے ۲۰۰ میل تک مجھے اپنے ان خیالات کو بدلنے کی ضرورت نہیں ہوئی جو میں افریقی وحشت و بربریت۔ اور مردم خوری کے متعلق رکھتا تھا۔ مگر جب میں وسط سوڈان کے قریب پہنچ گیا۔ تو مجھے قبائل کی زندگی میں ایسے ترقی پذیر آثار نظر آنے لگے جنہیں دیکھکر میری رائے بدلنے لگی میں نے دیکھا کہ وہاں مردم خوری کا کوئی وجود نہیں ہے۔ بت پرستی کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ شراب خوری وغیرہ عادات زائل ہو چکی ہیں۔ تمام قبائل کپڑے پہنتے ہیں۔ اور لباس میں نفاست، پاکیزگی اور معاشرت میں تہذیب موجود ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ ان کا اخلاقی درجہ اپنے ہم جنس قبائل سے بہت بالاتر ہے۔ ہر چیز ترقی کرتی ہوئی نظر آ رہی ہے۔ حبشی فطرت کسی بلند تر فطرت سے بدل رہی ہے۔ اور یہ سب کچھ اسلام کا طفیل ہے۔ لوکوجا سے گذرنے کے بعد میں اسلامی تبلیغ کے اصلی مرکز میں پہنچا اور وہاں میں نے ایک نہایت اعلیٰ درجہ کی منظم حکومت کو کار فرما پایا ہر طرف آبادی میں تمدن کے آثار موجود تھے۔ تجارت اور صنعت و حرفت کی گرم بازاری تھی۔ اور مجھے محسوس ہوتا تھا کہ میں ایک مہذب ملک میں ہوں۔"

خدا کے بندے ہوں گر ہم خدا خدا کرکے

از قاضی محمد نواز خاں صاحب ہاشمی سوہدروی

شعار ہم جو خدا کا کلام کریں گے۔
تو دین و دنیا کے سب اپنے کام کریں گے

خدا کے بندے ہوں گر ہم خدا خدا کرکے۔
قسم خدا کی ہر اک بت کو رام کریں گے

دل و زبان کو ہو گر خدا خدا کا مزا۔
نعوذ باللہ کہیں رام رام کریں گے

ہے رسم نامہ و پیغام اُن سے مدت سے۔
براہ راست بھی آخر کلام کریں گے

جو دنیا والوں سے راز درون پردہ کہوں۔
تو مجھ کو مورد صد اتہام کریں گے

سلام اُن کو کریں گے جو نام والے ہیں۔
حضور شہ میں جو سجدہ سلام کریں گے

رہیں گے دنیا کے ہر بند بند سے آزاد۔
جو بندے بندگی میں اپنا نام کریں گے

یہ سن رکھو شہ لولاک کے غلام ہیں ہم۔
جو روک تھام کرے گا غلام کریں گے

نہ مولوی سے کدورت نہ مالوی سے غرض
رسول ہاشمی اپنا امام کریں گے

مولانا صدر الدین صاحب کے احترام میں

از خواجہ غلام نبی صاحب مہجور

واہ وا ایثار کی تیرے حیات افروزیاں۔
کس طرح خالی بھلا جائیں تیری دلسوزیاں۔

مسجد برلن ہوئی طیار تیرے ہاتھ سے۔
علیسویت پہ چلی تلوار تیرے ہاتھ سے۔

ولنکن چنکم میں پایا تو نے رازِ زندگی۔
ہو گیا آخر یہ تیرا امتیازِ زندگی۔

تو لے رہے ہند فخر احمدیت آمدی۔
آمدی با صد ہزاراں فتح و نصرت آمدی

منتظر ہے وادیِ گنگا تیری تقریر کی
ہاں دکھا دے خوبیاں اسلام کی تصویر کی

گوپیوں کو بندرابن کی حجازی جام دے۔
جو دیا جرمن کو انکو بھی وہی پیغام دے

دھن وہی مرلی منوہر کی ہوائے شہنا نواز
پھر ترے مضراب سے بجنے لگے وحدت کا ساز

ہے ہمالہ کے چمن زاروں میں اوٹھا اضطراب
ہستی مسلم نظر آتی ہے مانند حباب

منتشر شیرازۂ ملت یہاں ہونے کو ہے۔
اور چمن اسلام کا وقفِ خزاں ہونے کو ہے

واعظانِ قوم ما آہنگ رسوائی کنند۔
آمدو کارم بجاں طرفہ مسیحائی کنند۔

وائے قسمت آگیا اسلام میں رنگ یہود۔
ڈر ہے ہو جاوے نہ جاری ہم تعزیر ثمود

کلمہ گو وابستگانِ دامن خیر الانام۔
کافر و زندیق ہیں انکی نگاہ میں لاکلام

تفرقہ پرداز عالم میں ہوئے مشہور یہ۔
یا الٰہی جلد ہو جاویں کہیں مستور یہ

از سر نو پھر انہیں تو بادۂ توحید دے۔
اور دل مہجور محزون کو نوید عید دے

اس طرح کی تو چمن میں کر ترنم ریزیاں۔
دور ہو جاویں جہاں سے سب نفاق انگیزیاں

دھجیاں رکھ دے اوڑا کر فتوے تکفیر کی۔
توڑ دے کڑیاں تمام اس آہنی زنجیر کی

انتخاب صحاح ستہ

حضرت امیر ایدہ اللہ کا ریویو

مولوی نیاز علی صاحب پنشنر انسپکٹر مدارس نے انتخاب صحاح ستہ شائع کر کے بڑی بھاری دینی خدمت سرانجام دی ہے۔ جزاہ اللہ خیرا کتاب میں صحاح ستہ کی منتخب حدیثیں ہیں جو ہماری روزمرہ ضروریات دینی و دنیوی سے تعلق رکھتی ہیں اور اسلامی ادب و اخلاق سکھاتی ہیں۔ ایک حصہ میں احادیث نبوی کا اردو ترجمہ ہے اور دوسرے میں احادیث کے اصل الفاظ عربی میں ہیں۔ یہ کتاب عام مسلمان پبلک کی ضرورت کو پورا کرتی ہے اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ احکام درج ہیں جن پر ہر مسلمان کی زندگی کے روزمرہ افعال و اقوال میں عمل پیرا ہونا چاہیے۔ مولوی صاحب کی یہ کوشش اس پہلو سے بھی مبارکباد کے قابل ہے کہ انہوں نے ساڑھے تین سو صفحات کی کتاب کی قیمت صرف ایک روپیہ رکھی ہے اور یہ بات ان کی اس خدمت دینی کو اور بھی قابل قدر ٹھہراتی ہے مجھے امید ہے کہ اہل اسلام مولوی صاحب کی اس مخلصانہ خدمت کی قدر کریں گے اور اس نعمت سے جس کا حصول ان کے لئے اسقدر آسان کر دیا ہے۔ فائدہ اٹھانے کی کوشش کرینگے۔

محمد علی پریزیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

مکرر۔ کتاب بہت مفید ہے ہمارے احباب کو چاہیے کہ اسکی ایک کاپی منگوا کر پڑھیں اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے واقفیت حاصل کر کے اسپر عامل ہوں

اخبار پیغام صلح لاہور ۳ جولائی و ۲۱ اگست ۱۹۲۳ء

ملنے کا پتہ:۔ دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

ایک نیک تحریک

مکرم جناب محمد حسین موسیٰ خان صاحب افسر خزانہ ریاست خیرپور حضرت امیر کی خدمت میں لکھتے ہیں:-

اخبارات سے جناب کو معلوم ہوتا ہوگا کہ اہل ریف پر آجکل یورپ کی دو زبردست سلطنتوں کا حملہ ہے۔ سپین کو تو خدا کے فضل سے انہوں نے شکستیں دیکر کمزور کر دیا۔ مگر اب فرانس ان کی مدد کو کھڑا ہوا ہے۔ تازہ خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ فرانس نے اب اہل ریف کو کچل ڈالنے کا تہیہ کیا ہے۔۔ سو ٹینک میدان جنگ میں لائے ہیں۔ تقریب دو سال سے سپین کے ساتھ اہل ریف برسرپیکار ہیں اس عرصہ میں خدا جانے کسقدر جانیں تلف ہوئی ہوں گے اور کتنے زخمی اور بے خانماں ہوئے ہوں گے۔ باہر سے امداد پہنچنے کے ذرائع سب بند ہوگئے ہیں۔ ہوا خشکی۔ تری سب پر اہل یورپ کا قبضہ ہے یہاں تک اہل یورپ کا انتظام ہے کہ اناج بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ جب یہ صورت ہے کہ کسی قسم کی امداد اہل ریف کو باہر سے نہیں پہنچ سکتی تو اس صورت میں مدد کی فقط ایک راہ ہے یعنی دعا۔ ہائے افسوس! کہ اسیر موجودہ مسلمانوں کا پورا اعتقاد نہیں اب جبکہ ہماری آنکھوں کے سامنے بیچارے اور مظلوم اہل ریف جو کہ مسلمان ہیں اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں تو اس حالت میں دوسرے مسلمانوں کو خاموش رہنا۔ اور ان کی تباہی کا تماشا دیکھنا سخت سنگدلی اور بے حمیتی ہے۔ خدا اور رسول کو ہم مسلمان کیا منہ دکھائینگے اگر دعا سے بھی ان کی مدد نہ کریں حالانکہ اسمیں مسلمانوں کا کوئی ہرج نہیں اور نہ خرچ ہے۔ اخباروں سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانان بمبئی اور کلکتہ جوش میں آکر فرانس۔۔ کے تمام مال سامان کے بائیکاٹ کا رزولیوشن پاس کر رہے ہیں بخیر یہ بھی درست مگر دعاؤں کے لئے اب تک کہیں سے تحریک سننے میں نہیں آئی۔ اس لئے بذریعہ اس عریضہ کے ملتمس ہوں کہ بحیثیت امیر قوم کل احمدی قوم کیطرف توجہ دلائیں کہ آپ کی طرف سے یہ ہدایت فرمائیں کہ اہل ریف پر یہ نازک وقت ہے اور دو زبردست طاقتوں کے درمیان اہل ریف کچلا جا رہا ہے۔

اس لئے لازمی ہے کہ ہر فرد احمدی ریف کی نجات اور فتوحات کے لئے خاص طرح بڑے خلوص سے نمازوں میں دعائیں مانگیں یا گیارہ نماز باجماعت میں ہر شہر ہر گاؤں اور ہر محلہ میں ہر روز بلاناغہ دعائیں مانگیں مگر بڑے درد دل سے۔ اگر اہل ریف کی حالت زار اور بالمقابل ان کی زبردست دشمن کی طاقت کا نقشہ کھینچا جائے تو یقین ہے کہ ہر احمدی کا دل اس مظلوم اور عاجز قوم کے لئے جو کہ اپنی آزادی کے لئے سر سے ہاتھ اٹھا کر لڑ رہے ہیں پگھل جائے گا اور خود بخود امت محمدیہ کے لئے درد دل سے دعائیں مانگے گا۔ حضور تو احمدیوں کی جماعت کو اس مبارک کام پر آمادہ فرمائیں اور تاکید کریں تا وقتیکہ مقصد حاصل نہ ہو دعاؤں کا سلسلہ باجماعت اور فرداً فرداً ہر روز جاری رکھیں۔ اللہ تعالےٰ بطفیل حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ان دعاؤں کی برکت سے دشمن کو تباہ کردے گا۔ خواہ زلزلوں سے خواہ طوفانوں سے جیسا کہ ذات باری تعالےٰ کو منظور ہو قریب دو ہفتہ سے خیال تھا کہ جناب کی توجہ کو اسطرف مبذول کراؤں مگر اب جبکہ اہل ریف پر زبردست حملہ کا انتظام ہو رہا ہے اب زیادہ خاموشی گناہ سمجھکر یہ عرضداشت پیش کرتا ہوں امید کہ احمدیوں کی جماعت کو دعاؤں کی طرف مائل دیکھکر دوسرے مسلمان بھی اسطرف رجوع کرینگے

حضرت امیر ایدہ اللہ نے اسپر ذیل کے الفاظ لکھے ہیں:-

بڑی نیک تحریک ہے۔ یہ خط اخبار میں شائع کردیں۔ تاکہ سب احباب اہل ریف کی نصرت کے لئے دردِ دل سے دعا کریں۔

دلت ادہار کانفرنس دینانگر اور آریوں کی ناکامی

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور اور آریوں کا مناظرہ

دلت ادہار کانفرنس دینانگر کے سکرٹری نے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو مناظرہ کا چیلنج دیا جسے منظور کرنے کے بعد انجمن نے خاکسار کو مناظرے کے لئے مامور فرمایا۔ خاکسار ۲۵ جون ۲۴ کو اخویم چوہدری سلطان علی صاحب کے ہمراہ دینانگر پہنچا۔ اور سکرٹری صاحب دلت ادہار کانفرنس سے ملکر شرائط مناظرہ طے کیں۔ شرائط نامہ میں طے ہوچکا تھا کہ ۲۶ جون کو ۴ سے ۷½ تک قرآن پاک اور ویدوں کے الہامی ہونے پر مناظرہ ہوگا۔ ڈیڑھ گھنٹے تک ویدوں کے غیر الہامی ہونے پر گفتگو ہوگی مدعا خاکسار ویدوں کا غیر الہامی ہونا ثابت کرے گا۔ اور آریہ مناظر تردید کرے گا۔ سوال و جواب کے لئے دس دس منٹ وقت دیا جائے گا اسطرح ڈیڑھ گھنٹہ تک قرآن مجید پر گفتگو ہوگی فریقین نہ تو تہذیب سے باہر ہوں گے اور نہ قرآن پاک اور وید نہ کتب لغت اور قواعد کے سوا کوئی کتاب ہی پیش کرینگے اور چونکہ امن و امان کی ذمہ دار دلت ادہار کانفرنس ہوگی اسلئے صدر بھی کانفرنس ہی انتخاب کریگی۔

ان شرائط کے ماتحت ۲۶ جون ۲۴ کو ٹھیک ۴½ بجے زیر صدارت لالہ ... رام وکیل پٹھانکوٹ مناظرہ شروع ہوا۔ وقت مقررہ سے پیشتر لوگوں کا اسقدر ہجوم ہوگیا تھا کہ بیان سے باہر ہے خاکسار نے شرائط کے بموجب عمد و لغت کے بعد وید کے غیر الہامی ہونے پر ویدوں ہی سے دس دلیلیں پیش کیں۔ پنڈت کالیچرن جواب کے لئے اٹھے مگر جواب دینا تو ایک طرف ان کو کسی ایک دلیل کو بھی ہاتھ نہیں لگایا۔ خاکسار نے پھر انہیں دلیلوں کا اعادہ کرکے پانچ اور دلیلوں کا اضافہ کردیا۔ مگر پنڈت جی پھر دم دبا گئے۔ تیسری دفعہ پانچ اور بڑھا کر بیس کردی گئیں۔ اب تو پنڈت جی کی زبان بھی لڑکھڑا گئی اور شرائط بھی بھول گئے۔ سوامی جی کا بھاشیہ ہاتھ میں لیکر پڑھنے لگے۔ خاکسار نے صدر کو توجہ دلائی کہ شرائط کے بموجب بھاشیہ پیش نہیں کیا جا سکتا۔ وید منتر پیش کئے جائیں۔ سوامی جی کا بھاشیہ آریوں کے نزدیک مسلم ہوگا میرے نزدیک نہیں۔ سوامی جی نے وید منتروں کا ترجمہ ہی غلط کیا ہے غلط ترجمہ پیش کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ مناظر صاحب اپنے خیال کی تائید میں وید منتر پڑھیں اور خود ترجمہ کریں اور بصورت اعتراض لغت سے ثابت کریں۔ صدر نے پوچھا آپ کو درمیان میں بولنے کا کیا حق ہے۔ میں نے کہا خلاف ورزی شرائط کی صورت میں آپ کا چپ رہنا اور مناظر کو نہ روکنا اسبات کی دلیل تھی کہ آپ اپنے فرائض بھول گئے اسلئے آپ کو یاد دہانی کرائی گئی۔ اور چونکہ میری طرف سے کوئی پریزیڈنٹ نہیں اسلئے خود ہی تمام فرائض کو انجام دے رہا ہوں۔ مناظر بھی ہوں پریزیڈنٹ بھی ہوں زمین بھی ہوں۔ آسمان بھی۔ شمال بھی ہوں جنوب بھی۔ مشرق بھی ہوں مغرب بھی۔ آپ مجھے روکنے کا کیا حق رکھتے ہیں مہربانی فرما کر اپنے مناظر سے شرائط کی پابندی کرائیے۔ اسپر مناظر صاحب کو بادل ناخواستہ سوامی جی کا وید بھاشیہ بند کرنا پڑا۔ اگر مناظر صاحب سنسکرت لکھے پڑھے ہوتے تو لغت کی کتابوں کا آسرا لیکر اپنا بچاؤ کر لیتے۔ مگر بیچارے سنسکرت سے بالکل جاہل تھے۔ ہندی کتابیں کام نہیں دیتی تھیں۔ مجبوراً اپنشدوں کی طرف بھاگے اور اپنشدوں کے حوالہ جات سے کام لینے لگے۔ میں نے پھر روکا کہ شرائط کے رو سے اپنشدیں نہیں پیش ہو سکتیں ناچار انہیں بھی بند کرنا پڑا اور عرق ندامت میں تر ہو کر بیٹھ گئے۔ میں نے اپنے وقت میں پھر انہیں دلیلوں کا اعادہ کر دیا۔ اب کی دفعہ پنڈت جی کی حالت دگرگوں تھی۔ کاٹو تو لہو نہیں بدن میں اور تو کچھ نہ ہو سکا اسلامی شہرت پر اعتراض کردیا۔ اور دلائل کے متعلق صرف اتنا کہا کہ کسی آریہ مہاشہ کا ترجمہ پیش کریں تو ہم جانیں ورنہ خود ساختہ ترجمہ ہمارے لئے حجت نہیں اسپر خاکسار نے ویدک بہشت کا ایک دلچسپ مرقع کھینچکر مہاشہ جی کے اعتراض کو دفع کیا اور اپنی سابقہ دلیلوں کو دہرایا اور بتلایا کہ پنڈت جی ایک دلیل کا بھی جواب نہیں دے سکے اسوقت تک تمام دلیلیں جوں کی توں قائم ہیں۔ آج ویدوں کا غیر الہامی ہونا روز روشن کی طرح ثابت ہوگیا۔ چونکہ پنڈت جی مجھ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ آریہ تراجم کو اپنے ترجمہ کے ثبوت میں پیش کروں اسلئے صدر کو توجہ دلاکر پروفیسر راجا رام صاحب کا ترجمہ پیش کرتا ہوں اور نرکت کے حوالے بھی دیتا ہوں چنانچہ ترجمہ پیش کیا گیا اور حوالے دئے گئے مباحثہ نہایت خوبی اور کامل امن و امان اور کامیابی کے ساتھ ختم ہوا۔ اب دوسرے مباحثہ کا آغاز ہوا۔ چونکہ پنڈت کالیچرن پہلے مناظرے میں بہت بری طرح گرے تھے اور تمام حاضرین پر روشن ہوچکا تھا کہ پنڈت کامیاب نہیں ہوے اسلئے پریزیڈنٹ نے بجائے پنڈت کالیچرن کے دھرم بھکشو کو مناظرے کے لئے کھڑا کر دیا اسپر خاکسار نے صدر جلسہ سے کہا کہ پنڈت کالیچرن جی مہاراج کیوں بیٹھ گئے۔ ہار گئے یا بیمار ہوگئے۔ پہلے ان کے بیٹھنے کی وجہ بتلائی جائے پھر جسے چاہو کھڑا کردو۔ کوئی مقام مضائقہ نہیں اور دھرم بھکشو مہاراج تو ابھی متھرا سے منہ کی کھا کر آئے ہیں اخبار ریاست اتفاق سے اسوقت میرے پاس تھا میں نے اسے دکھا کر کہا کہ یہ لو! اسمیں ساری کیفیت پنڈت جی کی موجود ہے صدر کچھ جواب دینے لگا تھا کہ ایک چالاک آریہ مہاشہ کھڑا ہوکر بولنے لگا۔ لوگوں نے اسے روکا۔ اسپر گڑبڑسی پڑ گئی۔ اور تو تو میں میں ہونے لگی۔ آریوں نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر مناظرے کے بند کرنے کا اعلان کردیا۔ جان بچی لاکھوں پائے

اس مناظرے کے سوال و جواب نہایت مفید اور دلچسپ ہیں اسلئے ان کو تحریر کرکے اگلی اشاعت میں چھپنے کے لئے روانہ کرونگا

مناظرے سے فارغ ہوکر شیخ فضل الرحمن صاحب کے کہنے پر پٹھانکوٹ گیا۔ دو لیکچر وہاں ہوئے۔ پٹھانکوٹ سے گورداسپور آیا۔ چونکہ بہرام پور والے بڑی کثرت سے ساتھ دینانگر کے مناظرے میں شریک تھے اسلئے انہوں نے مجھے لانے کے لئے ایک تانگہ بھیجدیا۔ اور میں ۲۸ جون ۲۴ کو بہرام پور پہنچا۔ بہرام پور میں خاکسار کے چار لیکچر ہوئے اور ایک تقریر صرف مستورات میں ہوئی۔ الحمدللہ یہ تمام تقریریں ذوق اور شوق کے ساتھ سنی گئیں۔ اور ان میں گرد و نواح کے دیہاتی آدمی بھی شریک ہوتے رہے۔ جمعہ بھی خاکسار ہی نے پڑھایا۔ یہ جمعہ بہرام پور سے باہر شاہی مسجد بہرام پور میں ادا کیا گیا۔ مسجد کے دونوں وسیع دالان آدمیوں سے کھچاکھچ بھرے ہوئے تھے۔ پورا مجمع بارہ ہزار بارہ سو سے کم نہ ہوگا۔ اسمیں علماء بھی تھے اور وکلاء بھی۔ اور لفٹیننٹ بھی تھے اور موفیسن بھی۔ پہلے خاکسار نے خطبہ میں توحید و رسالت اور حقیقت الہام پر وعظ کیا پھر نماز جمعہ کی نماز کے بعد لوگوں کی التجا پر پھر ایک گھنٹہ تک تقریر کی۔ الغرض بارش کی کثرت اور دیگر موانعات کے اہل بہرام پور نے نہایت شوق سے ہر کام میں حصہ لیا اور اپنے طریق عمل سے بتلا دیا کہ علماء زمانہ کی روش نا عاقبت اندیشی پر مبنی ہے۔ اور ہم اس سے بالکل الگ ہیں۔ اخویم چوہدری سلطان علی صاحب اور اخویم شیخ فضل الرحمن صاحب نے انصرام مناظرہ میں خاکسار کو گرانقدر امداد دی۔ اور خاکسار ان کا مشکور و ممنون ہے۔

خاکسار۔ محمد عصمت اللہ۔

تازہ خبریں

لاہور ۱۱- اگست - آج رہا شدہ اکالیوں کا ایک زبردست انبوہ شہر سے لاہور وارد ہوا جس نے سہ پہر اور شام کے وقت عجیب کیفیت پیدا کی جتھے کے آگے آگے باجہ تھا۔ اس کے بعد گورو گرنتھ صاحب کی سواری - پھر نشان اور جھنڈے اور اس کے بعد اکالی قطار اندر قطار جا رہے تھے- ان سورماؤں میں جوان، بڈھے اور نوعمر بھی تھے اور سب کے سب اس سنتی کھدر کے سرو پاسے ملبوس تھے جو انہیں شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی کی طرف سے اعزازی خلعت کے طور پر دیا گیا ہے ۔ جتھے کے آخر میں خواتین کا ایک گروہ بھی تھا ۔ مرد و عورت شبد پڑھتے ہوئے اور ست سری اکال کے نعرے لگاتے ہوئے گذر رہے تھے۔ اہل لاہور نے اکثر مقامات پر ان کے لئے شربت پانی کا اہتمام کر رکھا تھا - ۶ بجے کے قریب یہ شاندار جلوس دہلی دروازہ سے گذرا۔

روہڑی (سندھ) ۹- اگست - بلبل ہند پنجشنبہ کو علی الصبح بذریعہ کراچی میل یہاں پہنچیں - صبح کے ۱۰ بجے بلدیہ کی طرف سے سپاسنامہ دیا گیا - جس کے جواب میں مسز سروجنی نائیڈو نے ایک مختصر سی تقریر فرمائی - ۶ بجے شام کو پارٹی کے بعد ایک جلسہ عام میں مسز نائیڈو نے اردو میں ایک طویل تقریر کی - موصوفہ کی اس تقریر سے ظاہر ہوتا تھا کہ ان کو اسلامی معلومات پر غیر معمولی عبور حاصل ہے - جمعہ کے دن بلبل ہند سکھر تشریف لے گئیں - شام کو پارٹی کے بعد بلدیہ کے ایک باغ میں ممدوحہ کا ایک لیکچر ہوا جس کی خوشی میں سندھیوں نے مسرت و شادمانی کا اظہار کیا روہڑی اور سکھر میں مسز نائیڈو کے خیر مقدم اور مہمانداری میں شہر کے امراء نے بھی حصہ لیا۔

۸- اگست کو بلبل ہند خود کا بزور روانہ ہوئیں جہاں سے جیکب آباد اور کوئٹہ تشریف لے جائیں گی۔

بمبئی ۱۱- اگست - سوان ملز کے اٹھارہ سو ملازمین میں سے ۲۰۰ جلاہوں نے تخفیف اجرت کے خلاف احتجاج کے طور پر ہڑتال کر دی ہے۔

شملہ ۸- اگست - لارڈ ریڈنگ - ان کی اہلیہ محترمہ اور رفقا آج سہ پہر کو شملہ پہنچ گئے - سپیشل ٹرین سمر ہل کے سٹیشن پر ٹھہری معززین و عمائدین کی تعداد کثیر وائسرائے کے خیر مقدم کے لئے شملہ سے سمر ہل آ پہنچی تھی مجلس انتظامیہ کے ارکان محکموں کے سیکرٹری گورنمنٹ آف بنگال کے نمائندہ اے - ڈی - سی اور سپہ سالار سٹیشن پر موجود تھے۔

ہندوستانی معززین میں سے مہاراجہ صاحب دربھنگہ راج کمار اور راجہ سر ہرنام سنگھ بھی پہنچ گئے تھے۔ تشریف آوری پرائیوٹ تھی۔

جدید سپہ سالار بھی شملہ پہنچ گئے - ریلوے اسٹیشن پر محکمہ فوج کے سیکرٹری اور فوجی صدر مقام کی مختلف شاخوں کے اعلیٰ افسروں نے آپ کا خیر مقدم کیا۔

کلکتہ ۱۱- اگست کل رات کو ۲۰ ہزار آدمیوں کا ایک جلسہ ہوا جس میں ہندوستانی اور یوروپین شریک تھے - اور مہاتما گاندھی کی خدمت میں ایک سپاسنامہ پیش کیا گیا جو ہندی میں لکھا ہوا تھا - نیز پانچ ہزار روپیہ کی ایک تھیلی نذر کی گئی مہاتما گاندھی نے سپاسنامہ کا جواب دیتے ہوئے یہ امید ظاہر کی کہ انجمن عمال مزدوروں کے سود و بہبود کے متعلق خاص طور پر توجہ کرے گی اور انہیں جو مراعات دیجائیں گی مدد ملا کمپنی کمپنی اور اسکے ہزارہا مزدوروں کے اختلافات کو دور کر دینگی - نیز انہوں نے حاضرین کو نصیحت کی کہ وہ شراب خواری سے بچیں اور تمام عورتوں کو اپنی مائیں اور بہنیں سمجھیں - بغیر اس کے تم سوراج حاصل نہیں کر سکتے۔

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا	مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
اندرین دین آمده از مادریم	هم برین از دار دنیا بگذریم
آن کتاب حق که قرآن نام اوست	باده عرفان ما از جام اوست
آن رسولے کش محمد هست نام	دامن پاکش بدست ما مدام
مهر او با شیر شد اندر بدن	جان شد و با جان بدر خواهد شدن
هست او خیر الرسل خیر الانام	هر نبوت را برو شد اختتام
ما از و نوشیم هر آبے که هست	زو شده سیراب سیرابے که هست
آنچه ما را وحی و ایمائے بود	آن نه از خود از همان جائے بود

ہفتہ میں دوبار، یک شنبہ و چہار شنبہ کو شائع ہوتا ہے

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما از و یابیم از نور و کمال	وصل دلدار ازل بے او محال
اعتقادے قول او دو جان ماست	هرچه زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک و ز خبر هائے معاد	هرچه گفت آن مرسل رب العباد
آن همه از حضرت احدیت است	منکر آن مستحق لعنت است
معجزات او همه حق اندر است	منکر آن مورد لعن خداست
معجزات انبیائے سابقین	آنچه در قرآن بیانش بالیقین
بر همه از جان و دل ایمان ماست	هر که انکارے کند از شقیاست
یک قدم دوری از آن روشن کتاب	نزد ما کفر است و خسران و تباب

قیمت سالانہ ۔ ششماہی ۔ سہ ماہی ۔

طلباء سے سالانہ ۔

جلد ۱۳ | مدینۃ المسیح لاہور | یوم یک شنبہ | مطبوعہ ۲۶ محرم الحرام ۱۳۴۴ ہجری مطابق ۱۶ اگست ۱۹۲۵ عیسوی | نمبر ۷۹

مسیحیت سے لیکر اسلام تک
شیطاں کی غلامی یا فرشتوں پر حکمرانی

حضرت امیر ایدہ اللہ کے انگریزی مضمون مندرجہ اسلامک ریویو سے ترجمہ کیا گیا

مسیحیت کا بنیادی اصول

مسیحیت کا بنیادی اصول یہ ہے۔ کہ انسان گنہگار پیدا ہوا ہے۔ یہی وہ بنیاد ہے جسکے اوپر مسیحیت کی تمام عمارت کھڑی کی گئی ہے۔ ملکہ وہاں کی تمام ضروری عقاید مثلاً کفارہ۔ تثلیث وغیرہ کا انحصار اسکے اوپر کی صداقت ہے۔ کیونکہ اگر یہ ثابت ہو جائے۔ کہ گناہ انسان میں موروثی نہیں۔ تو پھر کفارہ کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی اور اگر کفارہ کی ضرورت نہ رہے۔ تو خدا تعالیٰ بیٹے کی احتیاج سے مستغنی ہو جاتا ہے۔ اور تثلیث کی تمام عمارت زمین پر آگرتی ہے گناہ کی اصلیت کے متعلق مسیحی مذہب میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ:۔

"اصل گناہ ۔۔۔۔ ہر انسان کی فطرت کا قصور اور اسکی برائی اور آلودگی ہے جو فطرتاً آدم کی ذریت میں حلول کر چکی ہے۔ اور جسکی وجہ سے انسان اصل نیکی سے بہت دور جا پڑا ہے۔ اور اپنی فطرت ہی سے برائی کی طرف مائل ہے۔ ۔۔۔۔۔۔۔ اور اسلئے ہر ایک انسان جو اس دنیا میں پیدا ہوا ہے۔ اسکی فطرت اللہ تعالیٰ کے رنج اور غصہ کی مستحق ہے" (بک آف کامن پریر)

"نسل انسانی کا ہبوط اللہ تعالیٰ کے قرب سے اسکی محرومی اور اسکی ناراضامندی اور لعنت کا موجب ہوا یہانتک کہ ہم فطرتاً غضب الٰہی کے فرزند شیطان کے زرخرید غلام ہیں اور قصاصاً دنیا و آخرت کی تمام سزاؤں کے مستحق" (لارج کیٹیکزم)

"ابتدائی گناہ ہمارے پہلے ماں باپ سے فطری توالد و تناسل کے ذریعہ انکی ذریت کے اندر آگیا۔ یہاں تک کہ جو کچھ ان سے اس ذریعہ سے آیا ہے۔ وہ گناہ ہی میں آلودہ ہو کر آیا ہے۔" لارج کیٹیکزم

اسطرح سے مسیحی مذہب نے اپنی بنیاد اس اصول پر رکھی ہے۔ کہ آدم نے ایک خاص گناہ کیا۔ جو بذریعہ توالد و تناسل اسکی ذریت کے اندر آگیا یہانتک کہ ہر ایک انسانی بچہ گنہگار پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ غضب الٰہی کا فرزند اور شیطان کا غلام ہے۔ ایک معمولی عقل کا انسان بھی اس بات کو سمجھ سکتا ہے۔ کہ یہ ایسے ناگوار نتائج ہیں جنکی وجہ سے انسانی فطرت تنزل کے انتہائی گڑھے میں جا گرتی ہے۔ فطرت انسانی ناپاک ہے۔ ہر ایک انسان فطرتاً بدی کی طرف مائل اور شیطان کا غلام ہے۔ عقل اس کا تصور کرتے ہوئے ہی چکر میں آجاتی ہے

فطری گناہ کے دلائل اور ان پر ایک نظر

سب سے پہلا سوال جو اس پر پیدا ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ ایک ہی ۔۔ ایسے معتقدات کی جو دل اور دماغ ہر دو کیلئے ناگوار ہیں۔ کن دلائل سے تائید ہوتی ہے۔ ۔۔۔ اب سوال و جواب میں اسکی تائید میں ذیل کے حوالجات دیئے گئے ہیں:۔

۱۔ دیکھ میں نے برائی میں صورت پکڑی اور گناہ کے ساتھ میری ماں نے مجھے پیٹ میں لیا۔ (زبور ۵۱: ۵)

۲۔ کون ہے جو ناپاک سے پاک نکالے۔ کوئی نہیں"۔ (ایوب صفحہ ۱۴: ۴)

۳۔ انسان کون ہے کہ پاک ہو سکے اور وہ جو عورت سے پیدا ہوا ہے کہ صادق ٹھہرے (ایوب ۱۵: ۱۴)

ان میں سے سب سے پہلا حوالہ داؤد کے متعلق ہے۔ کل نسل انسانی کے متعلق نہیں۔ دوسرے حوالہ کا اصل سوال سے کوئی تعلق نہیں۔ اور اگر اس کا کوئی تعلق ہو سکتا ہے۔ تو خود جناب مسیح بھی جو عورت کے پیٹ سے پیدا ہوئے اس سے مستثنےٰ نہیں ہو سکتے تیسرے حوالہ میں جس بات کا ذکر ہے جناب مسیح اس میں کھلے طور پر شامل ہیں۔ کیونکہ آپ بھی عورت ہی سے پیدا ہوئے لیکن کیا کوئی عقلمند انسان ان حوالجات سے یہ نتیجہ اخذ کر سکتا ہے کہ آدم نے کوئی گناہ کیا تھا۔ جو نسلاً انکی ذریت میں چلا گیا۔ اور اسکی وجہ سے انسانی بچہ گناہ سے پیٹ میں جاتا اور گناہ سے ہی پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ شیطان کا زرخرید غلام ہے یہ تمام بیانات دراصل جناب مسیح کے اس مشہور مقولہ کی مختلف شکلیں ہیں۔ جو آپکے پانچ قابل اعتبار فقرات میں سے ایک ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ "تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے۔ نیک کوئی نہیں۔ مگر ایک یعنی خدا" اگر جناب داؤد اور ایوب نے بھی کبھی ایسے ہی الفاظ بولے ہوں۔ جنکے متعلق یقین کرنے کے وجوہ موجود ہیں کہ انہوں نے ہرگز ایسا نہیں کہا) تو ان کا منشاء وہی تھا جو جناب مسیح کی مراد مندرجہ بالا الفاظ سے تھی۔ جناب مسیح نے نیک ہونے کے باوجود اپنے آپکو گنہگاروں میں شمار کیا کیونکہ جیسا کہ آپ نے بتایا پوری اور اصل نیکی اللہ تعالےٰ ہی میں ہے۔

عہد عتیق کی مخالفانہ شہادت

اصل بحث کی طرف توجہ کرتے ہوئے ہم یہ بتانا چاہتے ہیں۔ کہ بائیبل کے پرانے عہدنامہ میں کھلے بیانات موجود ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ باپ کا گناہ بیٹے میں نہیں جاتا۔ دیکھئے حزقی ایل باب ۱۸ جہاں یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ

وہ جان جو گناہ کرتی ہے۔ سو ہی مریگی۔ بیٹا باپ کی بدکاری کا بوجھ نہیں اٹھاویگا۔ اور نہ باپ بیٹے کی بدکاری کا بوجھ اٹھاویگا صادق کی صداقت اسی پر ہوگی۔ اور شریر کی شرارت اسی پر پڑیگی۔ (حزقی ایل ۱۸: ۲۰)

پولوس کی غلطی

خود جناب مسیح نے بھی یہ تعلیم نہیں دی۔ کہ آدم کے گناہ کی وجہ سے انسانی فطرت ناپاک ہو گئی ہے۔ اور کہ ہر انسان شیطان کا غلام ہے۔ چاروں اناجیل کے اندر اس اعتقاد کے متعلق کوئی اشارہ اور کنایہ تک موجود نہیں۔ ہاں پولوس نے جو کلیسائی مسیحیت کا اصل بانی ہے۔ ایسی ہولناک تعلیم کی بنیاد رکھی۔ کوئی سمجھدار انسان ایسا نہیں جو ایسی ناپاک باتوں پر جو فطرت انسانی کو گرانے والی ہیں۔ کبھی ایمان رکھ سکے۔ لیکن پولوس کی منطق دیکھئے:۔

"پس جس طرح ایک آدمی کے سبب گناہ دنیا میں آیا گناہ کے سبب موت آئی۔ اور یوں موت سب آدمیوں میں پھیل گئی۔ اسلئے کہ سب نے گناہ کیا۔ (رومیوں ۵: ۱۲)

اگلے الفاظ بھی ملاحظہ ہوں:۔

"کیونکہ جسطرح ایک ہی شخص کی نافرمانی سے بہت سے لوگ گنہگار ٹھہرے۔ اسی طرح ایک کی فرمانبرداری سے بہت سے لوگ راستباز ٹھہرینگے۔ (رومیوں ۵: ۱۹)

پولوس کو حزقی ایل کے الفاظ سے یا تو غلطی لگی یا اس نے اس نبی کی استعارہ کی زبان سے فائدہ اٹھاکر جناب مسیح کے مذہب میں ایک نیا عقیدہ گھسیڑ دیا۔ حزقی ایل نے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ یہ صاف کہا تھا کہ

"وہ جان جو گناہ کرتی ہے سو ہی مرے گی"

اس پاک نبی کا ہرگز یہ منشا نہ تھا کہ اس دنیا میں انسانی زندگی کا خاتمہ جسکا نام موت ہے۔ گناہ کا نتیجہ ہے۔ آپکی مراد روحانی موت سے تھی۔ چنانچہ آپ نے اپنے منشا کو کھلے لفظوں میں بیان کر دیا۔ جبکہ شریر باپ کے راستباز بیٹے کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:۔

"وہ اپنے باپ کے گناہوں کے لئے نہ مریگا۔ وہ یقیناً جیتا رہے گا"

پولوس نے اس مقدس نبی کے بیان کو لفظی معنوں میں لے کر یہ کہدیا کہ "ایک آدمی کے سبب گناہ دنیا میں آیا۔ گناہ کے سبب موت آئی اور یوں موت سب آدمیوں میں پھیل گئی۔ اسلئے کہ سب نے گناہ کیا"۔

اگر پولوس کی مراد جسمانی موت سے ہے تو اس نے حزقی ایل کے الفاظ کا دانستہ یا نادانستہ طور پر غلط ترجمہ کیا۔ اور اگر اسکی مراد روحانی موت سے ہے۔ تو اسے یہ کیونکر معلوم ہوا کہ آدم سے لیکر تمام نسل انسانی روحانی طور پر مری ہوئی تھی۔ ریورنڈ ڈمیلو اپنی شرح بائیبل میں لکھتے ہیں۔ کہ اسجگہ موت سے پولوس کی مراد جسمانی موت ہے۔ اور فی الحقیقت یہی معنے ان الفاظ کے کئے جا سکتے ہیں۔ لیکن پولوس کو کس طرح یہ علم حاصل ہوا کہ موت کا قانون جو تمام حیوانی اور نباتاتی دنیا میں رائج ہے۔ آدم کے کسی گناہ کا نتیجہ ہے۔

حیرت ہے کہ ایسی بے بنیاد لفظی ہیرا پھیری پر اس ہولناک عقیدہ کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ کہ ہر انسان گنہگار پیدا ہوا ہے۔ اور وہ شیطان کا غلام ہے

فطری گناہ اور محبت الٰہی

جہاں اس عقیدہ کی کوئی بنیاد موجود نہیں کہ نسل انسانی شیطان کی غلام ہے۔ نہیں یہ عقیدہ اللہ تعالےٰ کی صفت رحم و محبت کے بھی سراسر خلاف ہے۔ کیا اللہ تعالےٰ کا یہ منشا تھا یا نہیں کہ انسان بے گناہ زندگی بسر کرے اگر اس کا یہ منشا تھا۔ تو اسے فطرتاً گنہگار پیدا کرنا سراسر بے انصافی پر مبنی تھا اور اگر اسکا یہ منشا تھا کہ انسان بے گناہ زندگی بسر کرے۔ تو اس نے نبیوں کو اس غرض سے کیوں بھیجا۔ کہ وہ لوگوں کو بے گناہ زندگی بسر کرنے کی تعلیم دیں۔ وہ خدا جو ایک بچہ کو اس غرض سے پیدا کرتا ہے۔ کہ وہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں ڈالا جائے۔ حالانکہ اس نے کوئی ایسا گناہ نہیں کیا جو اسے اس سزا کا مستحق ٹھہرائے۔ وہ ہرگز منصف خدا نہیں کہلا سکتا۔ چہ جائیکہ اسے رحیم و کریم خدا سمجھا جائے۔ وہ شخص جو بے گناہ لوگوں پر ظلم کرتا ہے ظالم کہلاتا ہے۔ اس خدا کا کیا نام رکھا جائیگا۔ جو بے گناہ بچوں کو اگر وہ بپتسمہ پانے سے پہلے فوت ہو جائیں دوزخ کے اندر جھونکتا ہے۔

باقی بر صفحہ ۳ کالم دو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۳ — ۲۶ محرم الحرام سنہ ۱۳۴۴ھ — نمبر ۹

ہندوستانی مولوی سنگاپور میں مسلمانوں میں افتراق و انشقاق کی کوشش

(۳)

احمدیت کے خلاف غلط پروپاگنڈا

(۸) آٹھویں وجہ تکفیر جہاد کا مسئلہ ہے۔ اور عجیب بات ہے۔ کہ حضرت امیر ایدہ اللہ کے انگریزی ترجمۃ القرآن کے حوالہ سے یہ بتایا ہے۔ کہ احمدیوں کے نزدیک

"جہاد کبھی بھی نہیں ہوا۔ آنحضرت صلعم کے وقت میں بھی جہاد نہیں ہوا جو لڑائیاں ہوئیں وہ سب سیاسی یا اور رنگ کی جنگیں تھیں"

ہم نے انگریزی ترجمۃ القرآن کو تمام چھان مارا ان حوالجات کو بھی دیکھا جو فتوے میں دئے گئے ہیں۔ لیکن اس مطلب و مفہوم کا ایک بھی فقرہ ہمیں نہیں ملا۔ نہ معلوم مولوی صاحبان کو اس جھوٹ سے کیا حاصل تھا کہ خواہ مخواہ ایک غلط بات جماعت احمدیہ کی منسوب کر دی اور زیادہ تعجب یہ ہے۔ کہ ان حوالجات کی بناء پر منسوب کی ہے۔ جن میں آنحضرت صلعم کی جنگوں کو صریح الفاظ میں جہاد قرار دیا گیا ہے۔ اور جہاں دین کو تلوار سے نیست و نابود کرنے کی کوشش ہو رہی ہو۔ وہاں تلوار کا جہاد ضروری ٹھیرایا گیا ہے۔ مثلاً صفحہ ۱۲۷ پر جس کا حوالہ فتوے میں دیا گیا ہے۔ یہ صاف لکھا ہے۔ کہ

"مذہب کی حفاظت کے لئے جنگ کرنے کا نام جہاد رکھا گیا ہے۔ کیونکہ حالات پیش آمدہ کے ماتحت صداقت کو زندہ رہنا اور ترقی پانا ضروری تھا اور اگر جنگ کی اجازت نہ دی جاتی تو صداقت یقیناً ملیامیٹ ہو جاتی"۔

ایسا ہی صفحہ ۷۷۵ پر لکھا ہے۔ کہ:۔

"مسلمانوں کا مذہب کی خاطر اپنے دشمنوں کے ہاتھوں سے مکہ میں دکھ اور تکلیف اٹھانا اور ظلم برداشت کرنا اس سے کم جہاد نہ تھا جو مدینہ میں اسلام کی حفاظت کے لئے انہیں جنگ کی صورت میں کرنا پڑا"۔

ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے۔ کہ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ نے آنحضرت صلعم کی جنگوں کو بھی جہاد ہی قرار دیا ہے۔ اور ان کی تقدیس کو ہرگز استخفاف کی نظر سے نہیں دیکھا۔ نہ انہیں سیاسی یا کسی اور رنگ کی جنگ قرار دیا ہے۔ بلکہ مذہبی جنگ کے نام سے اسے تعبیر کیا ہے۔ پھر سمجھ نہیں آتا۔ کہ مولوی صاحبان نے کس بناء پر آپ کی طرف یہ غلط عقیدہ منسوب کیا۔ کہ آپ کے نزدیک جہاد کبھی نہیں ہوا۔ نہ آنحضرت صلعم کی لڑائیاں جہاد کہلا سکتی ہیں۔ سوائے اسکے کہ ایسی غلط بیانی اور کذب صریح سے مولوی صاحبان جماعت احمدیہ کو بدنام کرنا چاہتے ہیں اور کوئی غرض نہیں۔ حق و صداقت ان لوگوں کو چھو بھی نہیں گئی۔ ایک بغض و تعصب ہے۔ جو اندر ہی اندر انہیں جلا رہا ہے۔ اور اس کی وجہ سے کذب اور مخادعت سے بھی پرہیز نہیں کرتے۔

ہاں ایک بات ایسی ہے جس سے مولوی صاحبان کو عموماً چڑ ہوتی ہے۔ اور وہ جہاد کا اصل مفہوم ہے۔ جو تبلیغ اسلام سے تعلق رکھتا ہے۔ اس زمانہ میں مولوی صاحبان کی حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے۔ کہ تبلیغ اسلام جیسے اہم کام کو وہ کوئی وقعت دینا جائز نہیں سمجھتے۔ جب تک تلوار ہاتھ میں نہ ہو۔ انکے نزدیک اسلام دنیا میں نہیں پھیل سکتا۔ اور نہ جہاد کا مفہوم پورا ہو سکتا ہے۔ حالانکہ قرآن کریم نے صاف طور پر یہ حکم دیا ہے۔ **وجاھدھم بہ جھادا کبیرا** ۔ اس قرآن کے ساتھ کفار سے جہاد کبیر کرو۔ تلوار کے جہاد کو کہیں بھی جہاد کبیر نہیں کہا۔ لیکن قرآن کے ساتھ جہاد کرنے کو جہاد کبیر قرار دیا ہے اور فی الحقیقت یہی صحیح ہے کیونکہ تلوار کا اثر جسم پر ہی ہوتا ہے۔ اور قرآن روح کو فتح کرنے والی چیز ہے۔ اور اسی کا پھیلانا اور دنیا کو اس کا مطیع و منقاد بنانا حقیقی جہاد کہلا سکتا ہے۔ جہاد کے معنے لغت میں کوشش کرنے کے ہیں۔ تلوار کے ساتھ لڑنے کے نہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ مولوی صاحبان نے ایک غلط خیال کو دنیا میں پھیلا کر اسلام کو ایسا بدنام کیا ہے۔ کہ کوئی چیز دین کی راہ میں اسقدر روک کا موجب نہیں ہوئی۔ اور جو شخص اس روک کو اٹھا کر صحیح رستہ اختیار کرنا چاہتا ہے۔ اور دین کی تبلیغ و اشاعت میں اپنی تمام کوششوں کو لگا دیتا ہے۔ اسکو کافر اور مرتد وغیرہ قرار دے دیا جاتا ہے۔ کاش ان لوگوں کو اگر احمدیوں کے ساتھ بغض و تعصب ہے۔ تو کم از کم اسلام کی حالت پر رحم کریں اور اس دشمنی میں اسکو بدنام کرنے میں ساعی نہ ہوں۔

۹۔ نویں وجہ کفر یہ لکھی ہے۔ کہ "اسلام اینڈ مسلم ریویو" میں حضرت خواجہ کمال الدین نے رامچندر اور کرشن کو نبی کہا ہے۔ اور بدھ کو خدا۔ ایسا ہی گیتا وغیرہ کو کتب مقدسہ قرار دیا ہے۔" اسلام اینڈ مسلم ریویو اسوقت ہمارے سامنے ہے۔ اس میں کہیں بھی خدا نہیں کہا۔ Lord Buddha کے الفاظ ضرور استعمال کئے ہیں۔ لیکن Lord کے معنے لازماً خدا کے نہیں۔ کیا آجکل سینکڑوں لارڈ دنیا میں موجود نہیں۔ ان کو لوگ خدا مانتے ہیں؟ یہ ایک صریح غلط بیانی ہے جو مولوی صاحبان نے خواجہ صاحب کے متعلق کی ہے۔ رہا رامچندر، کرشن اور بدھ کا نبی ہونا۔ ہمیں سمجھ نہیں آتا۔ اسمیں مولوی صاحبان کو اسقدر دکھ کیوں ہوتا ہے۔ کیا قرآن میں کہیں لکھا ہے۔ کہ جو شخص رامچندر وغیرہ کو نبی مانیگا وہ کافر ہے۔ کم از کم اسی قدر لکھا ہو۔ کہ جسقدر انبیاء کا ذکر قرآن میں ہے۔ انکے علاوہ اگر کسی شخص کو آنحضرت صلعم سے پہلے نبی مانا گیا۔ تو تم کافر ہو جاؤ گے۔ اسکے صریح خلاف قرآن نے بعض انبیاء کا ذکر کرکے صاف طور پر یہ بتایا ہے۔ کہ **ورسلا قد قصصنھم علیک من قبل ورسلا لم نقصصھم علیک** بعض وہ رسول ہیں جن کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ اور بعض کا ذکر نہیں کیا۔ پھر فرمایا **ولقد ارسلنا رسلا من قبلک منھم من قصصنا علیک ومنھم من لم نقصص علیک** تحقیق ہم نے تجھ سے پہلے رسول بھیجے جن میں سے وہ بھی ہیں جن کا ذکر تجھ پر کیا اور وہ بھی ان میں سے ہیں جن کا ذکر نہیں کیا پھر قرآن کریم نے یہ بھی فرمایا **ولکل امۃ رسول** ۔ ہر قوم میں ایک رسول آیا ہے۔ **ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا** تحقیق ہم نے سب قوموں کی طرف رسول بھیجے۔ **ان من امۃ الا خلا فیھا نذیر** ۔ کوئی قوم ایسی نہیں جس میں ایک نہ ایک نذیر نہ آیا ہو تعجب ہے ان نصوص صریحہ کے باوجود مولوی صاحبان ہندوؤں کی قوم کو نذیر اور رسول سے خالی مانتے ہیں۔ اور اگر کوئی رامچندر اور کرشن کو نبی مانے تو جھوٹ وہ کافر ٹھیر جاتا ہے۔ اس کفر کی ہمیں کبھی سمجھ نہیں آئی۔ آخر مولوی صاحبان کو قرآن کے ارشاد کے ماتحت ہندوؤں میں ایک نہ ایک نبی کو ماننا پڑیگا رامچندر اور کرشن کو اگر نہیں۔ تو اور کسی کو جو انکے دل پسند ہو نبی قرار دے سکتے ہیں۔ کیونکہ قرآن نے صراحت کے ساتھ کسی کا نام نہیں لیا۔ لیکن جو رامچندر اور کرشن کو نبی کہے وہ کافر کیونکر ہو گیا۔ یہ کہ حالانکہ وہ بت پرست تھے محض ایک قیاس ہے جو موجودہ ہندوؤں کے غلط عقاید کی بنا پر کیا جاتا ہے۔ اسطرح سے تو عیسائی بھی حضرت عیسٰے کو خدا کا بیٹا قرار دیتے ہیں۔ اور وہ سمجھتے ہیں۔ کہ انہوں نے ایسا دعویٰ کیا حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ ایسا ہی کیا یہ ممکن نہیں۔ کہ بت پرستی اور دیگر غلط اور گندے الزامات ان لوگوں کی طرف بعد میں منسوب کئے گئے ہوں۔ اور انہوں نے اپنے زمانہ میں لوگوں کو توحید اور نیکی کی ہی تعلیم دی ہو جو امتداد زمانہ کی وجہ سے مٹ گئی ہو۔ جیسا کہ دوسری کتابوں کا حال ہے۔ گیتا وغیرہ کو اگر خواجہ صاحب نے کتب مقدسہ قرار دیا ہے۔ تو یہ ایسا ہی ہے جیسے مسلمان انجیل اور توریت کو خدا کا کلام مانتے ہیں۔ حالانکہ موجودہ اناجیل اور توریت محرف و مبدل ہیں۔ ظاہر ہے کہ انکا ایمان اس توریت و انجیل پر ہے۔ جو حضرت موسےٰ اور حضرت عیسٰے پر نازل ہوئی تھی۔ ایسا ہی خواجہ صاحب نے بھی اس گیتا کو مقدس کتاب کہا ہے۔ جو کرشن نے اپنے پیروؤں کی ہدایت اور رہبری کیلئے انہیں دی تھی۔ اور جسکی اصل تعلیم میں بہت کچھ خلط ملط ہو چکا ہے۔ اسمیں کفر کی کونسی بات ہے۔ اور کیا نقصان اسلام کو پہنچتا ہے۔ اسلام کا تو اس سے عالمگیر ہونا ثابت ہوتا ہے۔ یہ تو اسکی وسعت کا ایک ثبوت ہے۔ کہ دنیا جہان کے تمام انبیاء پر ایمان لانے کا حکم دیا۔ اور اسطرح سے کل اقوام کے رابطہ اتحاد اور مصالحت کی بنیاد رکھ دی۔ افسوس ہے کہ ایسے عالمگیر مذہب کے نمایندے آج اسقدر تنگ خیال اور کوتاہ نظر واقعہ ہوئے ہیں۔ کہ ہر ایسی بات جو اسلام کے حسن و خوبی کو دوبالا کرنے والی ہے انکی نظروں میں خار ہو کر کھٹکتی ہے۔ اور وہ جہاں کسی کو ایسی خوبیوں کا قائل دیکھتے ہیں اسے کافر بنا کر چھوڑتے۔ اور اسلام کو ذلیل و رسوا کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔

۱۰۔ دسویں وجہ کفر یہ بتائی ہے۔ کہ احمدیوں کا یہ اعتقاد ہے کہ اللہ تعالےٰ کھلے طور پر الفاظ میں باتیں کرتا ہے۔ ہم حیران ہیں کہ مولوی صاحبان کو یہ کیوں گراں گذرتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ سے مکالمہ و مخاطبہ ہو آخر یہ کونسی انوکھی بات ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ الفاظ میں کلام کرے۔ کیا پہلے جن لوگوں کو الہامات ہوتے رہے ہیں۔ وہ الفاظ میں نہ تھے؟ کیا قرآن الفاظ میں نازل نہیں ہوا؟ کیا حدیث میں نہیں۔ کہ اس امت میں ایسے لوگ ہونگے جن سے اللہ تعالےٰ کلام کریگا؟ کیا خدا تعالےٰ کو انسان کے ساتھ الفاظ میں کلام کرنا روا نہیں؟ اگر ایسا ہے تو اسلام کو دوسرے مذاہب سے کونسا امتیاز حاصل ہے۔ دوسرے مذاہب والے بھی یہ مانتے ہیں کہ پہلوں کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے کلام کیا لیکن اسکے بعد ایسی چپ سادھی۔ کہ آج انکو ہزارہا سال گذر گئے پر بھی کسی سے وہ نہیں بولا۔ یہ دو وجہ سے خالی نہیں۔ یا تو یہ ہے۔ کہ ان ہزارہا سالوں میں ایک بھی ایسا برگزیدہ انسان نہیں ہوا۔ جو مکالمہ الٰہیہ کا مستحق ہوتا۔ اور یا یہ کہ نعوذ باللہ اللہ تعالےٰ کی قوت تکلم زائل ہو چکی ہے۔ اور وہ کسی سے بول نہیں سکتا۔ وجہ دوم تو شاید دنیا کا کوئی انسان بھی نہ مانتا ہو۔ لیکن وجہ اول اگر صحیح ہے۔ تو یقین کرنا چاہیئے کہ وہ رستہ جس پر چلکر ایک شخص خدا تک نہیں پہنچ سکتا۔ ہرگز اس قابل نہیں۔ کہ اس پر کوئی شخص ایک قدم بھی رکھے۔ اور نہ وہ خدا کی طرف سے ہو سکتا ہے۔ اگر اسلام بھی آج ہندوؤں اور عیسائیوں کی طرح اس قسم کا مذہب ہے۔ کہ کوئی شخص لاکھ دفعہ خدا تعالےٰ کو عجز و الحاح کے ساتھ پکارے اور رو رو کر اس سے التجا کرے۔ کہ مجھے اپنے لقا کا شرف نصیب کر۔ نمازوں اور دعاؤں کے اندر خدا تعالےٰ کو پکارتے ہوئے اسکی ناک تک گھس جائے لیکن خدا اس سے بولنے ہی میں نہ آئے۔ تو ایسا مذہب ہندوؤں اور آریوں کے مذہب سے کوئی ممتاز حیثیت نہیں رکھتا۔ لیکن اسلام ایسا مذہب نہیں۔ کہ اس پر چلکر کوئی شخص خدا کو نہ پا سکے اسلام نے جس خدا کا پتہ دیا ہے۔ وہ ہندوؤں کے بتوں کی طرح نہیں کہ اپنے پوجاریوں سے کلام تک نہ کر سکے۔ بلکہ وہ فرماتا ہے **(واذا سألک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا بی لعلھم یرشدون)** جب میرے بندے میرے متعلق سوال کریں۔ تو میں بہت قریب ہوں میں پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں جب وہ پکارتا ہے پس چاہیئے کہ مجھے وہ جواب دیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ وہ رشد حاصل کریں۔ پھر فرمایا **والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا** جو لوگ ہمارے لئے جدوجہد کرتے ہیں۔ ہم انہیں اپنا رستہ دکھا دیتے ہیں پھر فرمایا **ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملئکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون)** وہ لوگ جو اللہ کو اپنا رب بناتے ہیں۔ اور پھر اسپر استقامت اختیار کرتے ہیں۔ ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ کہ ڈرو نہیں اور نہ غمگین ہو اور اس جنت کی بشارت دی جاتی ہے جسکا تمہیں وعدہ دیا گیا تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ خدا تعالےٰ اپنے پاک بندوں پر فرشتے بھیجتا اور انہیں الہام بھی کرتا ہے۔ انکی پکار کو سنتا اور اس کا جواب دیتا ہے۔ اور اپنی لقا کے مرتبہ پر انہیں پہنچاتا ہے۔ اور حدیث میں بھی صاف طور پر یہ لفظ ہیں۔ رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء۔ ایسے لوگ اس امت میں ہونگے جن کو خدا تعالےٰ سے شرف مکالمہ حاصل ہوگا۔ بغیر اسکے کہ وہ نبی ہوں۔

اسقدر صریح شہادتوں کے باوجود معلوم نہیں مولوی صاحبان کیوں الہام سے منکر ہیں۔ اور حیات اسلام کو زندہ مذہب ثابت کرنے والی ہے۔ اسی کا انکار کرکے اسے مردہ مذہب ثابت کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں اگر فی الواقعہ خدا تعالےٰ آج کسی سے نہیں بولتا اور اپنے برگزیدوں اور اولیاء کے ساتھ بھی کلام نہیں کرتا۔ تو کیا پتہ ہے کہ وہ فی الواقعہ ہے بھی یا نہیں جب تک وہ خود کلام کرکے اپنی ہستی کو ثابت نہ کرے۔ اسوقت تک یہ کیونکر یقین کیا جا سکتا ہے۔ کہ وہ ہے بھی یا نہیں۔ یہی وہ سب سے بڑی خدمت ہے جو حضرت مرزا صاحب نے اسلام کی کی۔ کہ اسلام کو ایک زندہ مذہب ثابت کیا۔ اور بتایا کہ قرآن کوئی قصہ کہانی کی کتاب نہیں کہ صرف پہلوں کے قصے کرے کہ فلاں کے ساتھ خدا نے یوں کلام کیا۔ اور فلاں کی بات کا یوں جواب دیا بلکہ آج بھی جو شخص اسکی ہدایات پر چلے۔ اسے وہ خدا تک پہنچاتی۔ اور مکالمہ الٰہیہ کے شرف سے مشرف کرتی ہے۔ وہ کسی ایسے خدا کا پتہ نہیں دیتی۔ جو پہلوں کے ساتھ بولتا تھا لیکن آج چپ ہے بلکہ زندہ خدا کو پیش کرتی ہے جو آج بھی اپنے بندوں سے کلام کرتا اور انکی پکار کا جواب دیتا ہے۔ اور یہی وہ بات ہے جو اسلام کو تمام دوسرے مذاہب پر ممتاز کرنے والی ہے۔ افسوس کہ مولوی صاحبان کی نظروں میں آج یہی سب سے بڑا عیب ہے۔ جو انسان کو کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ خود چونکہ مکالمہ الٰہیہ سے عاری ہیں۔ اپنی اندرونی غلاظتوں کی وجہ سے خدا تعالےٰ سے دور پڑے ہوئے ہیں۔ اسلئے نہیں سمجھ سکتے۔ کہ کیونکر خدا تعالےٰ اپنے بندوں سے بولتا ہے اور جو ایسا دعویٰ کرے اسکو لائق گردن زدنی سمجھتے ہیں۔ کاش یہ لوگ اپنے نفسوں کو درمیان سے نکالکر اس صحیح راہ کو اختیار کریں۔ جو اسلام کو ایک زندہ مذہب ثابت کرنے والا ہے۔ اور احمدیت کے بغض میں اسے مردہ مذہب ثابت نہ کریں۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔

ایمان بالرسل

۱۵ اگست کے "زمیندار" میں کسی صاحب ابوالرضا محمد ضیاء اللہ صاحب رامپوری نے "صراط مستقیم" کے عنوان سے ایک مقالہ لکھا ہے جس میں اسلامک ریویو ۱۹۲۳ء کے کسی مضمون پر تنقید کی گئی ہے۔ مقالہ نگار کا بیان ہے۔ کہ اسلامک ریویو نے آیہ کریمہ ان الذین آمنوا والذین ھادوا والنصاریٰ الخ سے استدلال کرتے ہوئے یہ لکھا ہے۔ کہ "وہ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) جو زمانہ حاضرہ میں بھی آنحضرت خاتم النبیین صلعم پر ایمان نہ رکھتے ہوں۔ اور آپ کی شریعت غرا کی حقیقت کے قائل نہ ہوں۔ بلکہ صرف اللہ اور یوم آخر کے معتقد اور نیکوکار ہوں تو انکو بھی مسلمانوں یعنی محمد مصطفےٰ صلعم کی رسالت پر ایمان رکھنے والوں کی طرح فلاح و نجات اخروی نصیب ہوگی۔ بالفاظ دیگر نجات اخروی کے لئے آنحضرت صلعم کی رسالت کی تصدیق اور آپکی شریعت پر عامل ہونا ضروری نہیں"

ہم ابوالرضا صاحب کو یہ بتا دینا چاہتے ہیں۔ کہ اسلامک ریویو کا وہ مضمون غالباً کسی انگریز نومسلم کا لکھا ہوا ہے جس نے اس آیت کا مطلب صحیح طور پر نہیں سمجھا۔ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب اور جماعت احمدیہ کا یہ اعتقاد نہیں چنانچہ جس وقت "اسلامک ریویو" میں مندرجہ بالا مضمون شائع ہوا "پیغام صلح" میں اسی وقت اسکی تردید کی گئی تھی۔ اور اس آیہ کریمہ کا صحیح مطلب واضح طور پر بتا دیا گیا تھا۔ ہمارے نزدیک اللہ تعالےٰ کی توحید محمد رسول اللہ صلعم اور آپ سے پہلے انبیاء کی رسالت اور انکے صحیفوں یوم آخر اور فرشتوں وغیرہ پر ایمان لانا مسلمان ہونے کے لئے نہایت ضروری ہے۔ اور یہی ایمان اور عمل صالح اس اعلیٰ کمال تک انسان کو پہنچا سکتا ہے جس کا آخری نتیجہ لا خوف علیہم ولا ھم یحزنون ہے۔ قرآن کریم نے جو محولہ بالا آیت میں یہود و نصاریٰ اور صابیوں وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ تو اس کا مطلب صرف اسقدر ہے۔ کہ پہلے جو نبی آئے وہ خاص خاص اقوام کی طرف تھے اور وہ دوسری قوموں کو اپنے ساتھ نہ ملاتے تھے۔ اور نہ انہیں نجات یافتہ سمجھتے تھے۔ لیکن محمد رسول اللہ صلعم تمام اقوام کے لئے ہیں۔ اور خواہ کوئی یہودی یا نصرانی یا صابی جو بھی اسلام کے اندر آ جاتا ہے۔ اسکے لئے نجات کا دروازہ کھلا ہے۔ نجات کسی کی قومیت سے وابستہ نہیں بلکہ ایمان اور عمل سے وابستہ ہے۔

اسلام اور شعبدہ بازی

کسی دوسری جگہ ایک مصری فقیر نائے نامی کی بعض شعبدہ بازیوں کا ذکر ہے۔ جو انہوں نے پیرس میں دو ہزار آدمیوں کے مجمع میں دکھائیں۔ اور مغرب کے ماہرین سائنس کو مبہوت و حیرت زدہ کر دیا۔

اس قسم کے کھیل اگرچہ فی الواقعہ بہت حیرت انگیز اور لائق داد ہیں لیکن جب کہ مصری فقیر کا اپنا بیان ہے۔ وہ کسی روحانیت کا نتیجہ نہیں بلکہ "اپنی قوت ارادی کے زور سے وہ اپنے اعصاب پر اتنا قابو حاصل کر سکتا ہے۔ کہ ان سے تکلیف کا احساس دور کر دے"

تاہم ہندو معاصر "ملیپ" کو اس میں بھی ہندو یوگیوں کی روحانی طاقت کام کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ معاصر مسلم آؤٹ لک نے سچ لکھا ہے۔ کہ مسلمان ان شعبدہ بازیوں کو روحانیت کی طرف منسوب کرنے کے بجائے محض علمی اصولوں پر مبنی سمجھتے ہیں۔ اسلام نے ایسی شعبدہ بازیوں کو روحانیت یا خدا تک پہنچنے کا نتیجہ ہرگز قرار نہیں دیا۔ اور نہ وہ اسکا حامی ہے۔ کہ ان باتوں پر انسان اپنی روحانی طاقتوں کو ضائع کرے۔

ہندو معاصرین کی ذہنیت بھی عجیب ہے۔ اس علمی روشنی کے زمانہ میں بھی انکے دماغوں سے پرانے توہمات ابھی تک معدوم نہیں ہوئے۔ اور جہاں کہیں کوئی بات انہیں ایسی نظر آتی ہے جسکو انکا دماغ سمجھنے سے قاصر ہو اور وہ واقعات کا رنگ رکھتی ہو۔ اسکو روحانیت کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ یا خدائی صفات کا انہیں نتیجہ قرار دیکر انکی پرستش کرنے لگتے ہیں اسلام ایسے توہمات کا سخت ترین دشمن ہے۔ اور وہ کبھی اسکو پسند نہیں کرتا کہ ایسی شعبدہ بازیوں کو روحانیت یا خدائی کی طرف منسوب کیا جائے معجزہ اور کرامت جو انبیاء اور اولیاء سے مخصوص ہے۔ بالکل الگ چیز ہے۔ وہ کسی خاص مشق کا نتیجہ نہیں ہوتی۔ نہ تماشہ کے طور پر دکھائی جاتی ہے۔ جیسا کہ شعبدہ بازوں کا حال ہے۔

ترک اور مذہب

آریہ اخبارات کو آجکل حکومت انگورہ کے بعض لامذہب اور غیر ذمہ دار ارکان کے بیانات سے اسلام پر طعن زنی کرنے کے لئے کافی مسالہ مل رہا ہے کسی ترک نے کہدیا کہ تعدد ازدواج موجودہ زمانہ میں ناقابل عمل ہے۔ یا یہ کہ جہاں مذہبی عصبیت پائی جاتی ہے وہاں سے غلامی کا دور ہونا مشکل ہے بس پھر کیا ہے آریہ اخبارات کو لکھنے کے لئے بہت کافی مسالہ نہیں مل گیا یہ گویا آسمانی وحی ہے۔ جو اسلام کے خلاف نازل ہوئی ہے۔ اور اسلامی اصولوں کی تکذیب کیلئے یہ ایک کاری حربہ ہے۔

ہم نہیں سمجھتے۔ ہمارے معاصرین "آریہ گزٹ" اور "پرکاش" کی عقلوں کو کیا ہو گیا۔ کیا اگر آج کوئی آریہ سماجی ویدک دھرم کے اصولوں کو غلط قرار دیدے تناسخ وغیرہ کو باطل سمجھے۔ تو اس سے ویدک دھرم کی تکذیب ہو جائیگی کسی اصول کو جھٹلانے کے لئے دلائل ہونے چاہئیں نہ کہ کسی شخص کی رائے۔ تعدد ازدواج کو ترکوں نے اب تک غلط اور ناجائز نہیں ٹھیرایا۔ ہاں اسکے غلط استعمال کو ناجائز قرار دیا ہے۔ اور اس پر حد بندیاں عائد کی ہیں۔ اور اب تو یورپ کا چپہ چپہ اس اصول کی صداقت کا عملاً معترف ہے۔ اور اس وقت کا منتظر جب موجودہ ناجائز طریق سے اسپر عامل ہونے کے بجائے اسے قانوناً جائز قرار دیا جائیگا۔

رہی مذہبی عصبیت۔ اسکے اگر یہ معنے ہیں کہ انگریزوں سے آزاد ہونے کے لئے مذہب کو ترک کر دیا جائے۔ تو یہنا ممکن و محال ہے۔ ہم سمجھتے ہیں مسلمانوں میں اگر کوئی بیداری اور آزادی کی کوئی خواہش بھی ہے۔ تو اس مذہبی عصبیت ہی کی وجہ سے ہے۔ جو اسلام نے پیدا کی ہے۔ ہاں اس عصبیت کو دیگر اقوام کے ساتھ تفرقہ و عناد کا موجب ٹھیرانا قطعاً ناجائز ہے۔ اور واقعات بتاتے ہیں۔ کہ اسکا اصل باعث مسلمان نہیں بلکہ خود آریہ سماج ہے۔ جسنے مسلمانوں کو تباہ اور نیست و نابود کرنے کے لئے خطرناک پروپاگنڈا اور طریق عمل اختیار کر رکھا ہے۔

قرآن کریم کا ترجمہ اور علمائے مصر

قارئین کرام کو یاد ہوگا۔ کہ پچھلے دنوں مصر سے انگریزی ترجمۃ القرآن کے ایک نسخہ کے اتلاف کی خبر موصول ہوئی تھی۔ یہ نسخہ کسی مصری مسلمان نے ووکنگ سے منگوایا تھا۔ لیکن مصر پہنچنے پر ڈاکخانہ کے کسی تنگخیال مسلمان اہلکار کے ہاتھ چڑھ گیا۔ اس نے جامع ازہر کے مفتی کے پاس بھیج دیا۔ مفتی صاحب اس سے بھی زیادہ تنگ دل اور جاہل واقعہ ہوئے تھے۔ انہوں نے فوراً اسکو تلف کرنے کا حکم دیدیا۔ اسپر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے حکومت مصر سے پروٹسٹ کیا۔ اور وہاں کے وزیر اعظم نے ضروری تحقیقات کا وعدہ کیا۔

اب مصری اخبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ قاہرہ میں آجکل یہ بحث (غالباً اسی بناء پر) چھڑی ہوئی ہے۔ کہ قرآن مجید کا ترجمہ غیر زبانوں میں جائز ہے یا نہیں۔ جامع ازہر کے مفتی کا فتوےٰ ہے۔ کہ انگریزی ترجمے کے جسقدر نسخے مصر میں آئے ہیں۔ سب ضبط کر لئے جائیں۔ اور تلف کر دیئے جائیں لیکن سرکردہ مصری علمائے ایک رائے پر متفق نہیں۔ مثلاً شیخ محمد بخت سابق مفتی اعظم مصر ترجمے کو جائز سمجھتے ہیں۔ آپکی رائے ہے کہ قرآن کا ترجمہ یقیناً دوسری زبانوں میں کرنا چاہیئے تاکہ یورپ کے لوگوں سے بھی جو عربی نہیں جانتے خراج تحسین وصول کیا جائے۔ احتیاط کے قابل صرف یہ امر ہے کہ ترجمہ نہایت اعلیٰ ہو۔ شیخ موصوف کا خیال ہے کہ ائمہ اہل سنت و الجماعت اس معاملہ میں متفق الرائے نہیں ہیں۔ اسلئے علمائے ازہر اس مسئلہ میں انکی آرا کا حوالہ نہیں دے سکتے۔ امام مالک نے اسے ناجائز سمجھا ہے لیکن امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعی اسے جائز بتلاتے ہیں۔ علاوہ ازیں ایک اکثریت سنی علماء کی جواز کے حق میں ہے آخر میں شیخ موصوف مسلمانوں سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ انہیں ترجمہ کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیئے۔ اور ان لوگوں کی رائے کی ذرہ برابر پرواہ نہ کرنی چاہیئے۔ جو اسلام سے دنیا کے وسیع حلقے کو نا آشنا رکھنا چاہتے ہیں۔

ہمیں امید ہے۔ کہ علماء کی یہ بحث کوئی خوشگوار نتیجہ پیدا کرے گی۔ تعجب ہے۔ جامع ازہر کے مفتی صاحب عالم ہو کر ایسی جاہلانہ اور بچوں کی سی باتیں کرتے ہیں۔ انکی بڑی دلیل یہ ہے۔ کہ قرآن کے الفاظ کا صحیح مفہوم دوسری زبانوں میں ادا نہیں ہو سکتا۔ اول تو یہ قطعاً غلط ہے۔ کم از کم تشریح اور تفسیر تو ہو سکتی ہے۔ اور دوسرے اگر خدا نے ایسی ہی کتاب بھیجی تھی جسکا مطلب ہی کوئی دوسرا شخص جو عربی سے نا آشنا ہے۔ نہ سمجھ سکے۔ تو اسے عربوں کے لئے ہی کیوں خاص نہ کر دیا۔ اور دنیا جہان کے لئے ہدایت کیوں قرار دیا؟

بہرحال سابق مفتی اعظم کی رائے امید ہے کہ اپنا اثر پیدا کریگی۔ اور مصر کے تعلیم یافتہ نوجوان جامع ازہر کی جاہلانہ باتوں کی کورانہ تقلید کے بجائے حکومت کو ترجمے کے حق میں فیصلہ کرنے کا مشورہ دینگے۔

بقیہ صفحہ اول

فطری گناہ اور قرآن کریم

غرض فطری گناہ کا عقیدہ اللہ تعالےٰ کی صفات محبت و رحم کے قطعاً مخالف ہے۔ مگر صرف قرآن کریم ہی ایک کتاب ہے جو ایسی تمام تعلیمات کو جو ایسی فطری گناہ حامی ہیں۔ قطعاً رد کرتی ہے۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ قرآن کریم آدم کی خطا کو گناہ قرار نہیں دیتا بلکہ اسے سہو کہا ہے۔ ولقد عہدنا الی آدم من قبل فنسی ولم نجد لہ عزما (طٰہٰ ۲۰: ۱۱۵) اور تحقیق ہم نے اس سے پہلے آدم سے وعدہ لیا پس وہ بھول گیا۔ اور ہم نے اسکا ارادہ نہیں پایا۔ دوسری بات یہ ہے۔ کہ قرآن کریم نے آدم کی خطا کا اسکی ذریت کو ذمہ دار نہیں ٹھیرایا اور صاف لفظوں میں یہ قانون بنایا ہے کہ لا تزر وازرۃ وزر اخری۔ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔ (۶: ۱۶۵) جس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ قرآن کریم کے نزدیک گناہ عمل سے پیدا

ریویو

جدید سفرنامہ فلسطین شام و مصر

اس نام کی ایک جدید تصنیف محمد وارث علی صاحب انگلش ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول پاکپٹن کی طرف سے برائے ریویو موصول ہوئی ہے۔ یہ کتاب ۱۸×۲۲/۸ کے ۲۰۳ صفحات پر ختم ہوئی ہے۔ اور اسمیں فلسطین، شام و مصر کے مفصل حالات نہایت خوبی اور قابلیت کے ساتھ جمع کیا گیا ہے۔ کتاب کے شروع کے چند صفحات سفرنامہ کی طرز پر ہیں۔ اور اسکے بعد مستقل مضامین کی صورت میں ان ممالک کے اصل حالات قلمبند کئے گئے ہیں۔ ہر ملک کا حال لکھنے سے پہلے اسکی مختصر تاریخ لکھی ہے۔ پھر موجودہ زمانہ کے انقلابات اور انکی وجوہات بیان کی ہیں۔ گویا صرف سفرنامہ یا خشک حالات ہی نہیں۔ ان ہر سہ ممالک کے سیاسی امور پر ایک قابلانہ تبصرہ بھی ہے۔ اسکے علاوہ انکی مذہبی اہمیت کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اور وہاں کی اقوام، زبانوں، ریلوں، آب و ہوا، پیداوار عمارات، عدالتوں، اوقاف، لباس، تعلیم، طرز تمدن و معاشرت، اماکن مقدسہ غرض ہر پہلو اور ہر شعبہ کی مفصل کیفیت بیان کی ہے۔ ہمارے خیال میں مصنف کی محنت اور کوشش بہت حد تک قابل داد ہے۔ جنگ عظیم کے بعد بہت سے ہندوستانیوں کو ان ممالک میں جانے اور کافی عرصہ تک رہنے کا موقعہ ملا ہے۔ لیکن اس قسم کی مفید کوشش جو اس کتاب کی شکل میں ہمارے سامنے آئی ہے شاید سب سے پہلی کوشش ہے۔ کاغذ اور لکھائی چھپائی کے نقص نے افسوس ہے۔ کہ کتاب کی حیثیت کو بہت بگاڑ دیا۔ اگر اس بارہ میں زیادہ احتیاط سے کام لیا جاتا۔ تو بہت زیادہ فائدہ ہوتا بہرحال جو کچھ ہے اس سے وہ لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں جنکو بلاد اسلامیہ کے حالات جاننے کا خاص شوق ہے۔

قیمت درجہ اول عہ۔ درجہ دوم ۱۲ مندرجہ بالا پتہ پر مصنف سے یا ایم الہیٰ بخش جلال الدین تاجران کتب کشمیری بازار لاہور سے مل سکتی ہے

تحقیق واقعات کربلا

مولانا خادم حسین صاحب بھیروی احمدی سابق میر منشی سفارتخانہ دولت افغانستان کو شیعہ مذہب کے متعلق خاص واقفیت اور ملکہ حاصل ہے۔ انکے اکثر مضامین شیعی مسائل کی تنقید میں قادیانی اخبارات میں شائع ہو چکے ہیں جس سے انکی وسیع معلومات کا پتہ چلتا ہے۔ حال میں انکی ایک تازہ تصنیف "تحقیق واقعات کربلا" کے نام سے سید دلاور شاہ صاحب مہتمم حدیبیہ بک ڈپو کوچہ چابک سواراں لاہور نے شائع کی ہے جسمیں شیعہ مذہب کی ابتدائی تاریخ کا ذکر کرتے ہوئے شیعہ و سنی میں مابہ الامتیاز بتانے کے بعد واقعات کربلا کو نہایت شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ شہادت امام حسین کے اصل اسباب کیا تھے۔ اور حضرت علی۔ امام حسن اور امام حسین کو جسقدر تکالیف پہنچیں۔ انکے بانی شیعہ ہی تھے۔ امام حسن اور حضرت علی کے شیعوں کی کاروائیوں کا ذکر کرنے کے بعد امیر معاویہ۔ امام حسین اور یزید کے متعلق مفصل واقعات لکھے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر معاویہ اور یزید کا دامن کربلا کے خون سے اسقدر آلودہ نہیں جسقدر بیان کیا جاتا ہے۔ واقعات کربلا کو اگر گہری نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسکی ذمہ داری زیادہ کوفیوں پر ہے۔ نہ یزید اور معاویہ پر بالخصوص جبکہ اول الذکر امام حسین کی شہادت پر رنج اور افسوس کا اظہار کرتا ہے۔ قاتل کو زجر و توبیخ کرتا ہے۔ اسکا خون بہا دیتا ہے۔ اہل بیت امام کو خوش اور راضی کرتا اور اپنا امام بناتا ہے۔ یہ تمام واقعات معتبر شیعہ کتب کے حوالہ سے اس کتاب میں جمع کر دیئے گئے ہیں۔ اور ہمارا خیال ہے۔ کہ اسکی اشاعت شیعی خیالات کی بیخکنی کرنے میں بہت حد تک ممد و معاون ثابت ہوگی۔ جن حضرات کو توفیق ہو وہ اسکے بہت سے نسخے خرید کر شیعوں اور نیم شیعہ سنیوں میں تقسیم کریں ۱۸×۲۲/۸ کے ۱۵۷ صفحات پر ختم ہوئی ہے۔ قیمت فی جلد ایک روپیہ مندرجہ بالا پتہ سے طلب کیجئے۔

موتا ہے، فطرت کے اندر دیں... سری بات یہ ہے کہ قرآن کریم نے فطرت انسانی کو اپنی اصلیت کے لحاظ سے ہر قسم کی آلودگیوں سے پاک بتایا ہے۔ فاقم وجھک للدین حنیفا فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا (الروم ۳۰) ... یعنی پس اپنے دین کے لئے سیدھے کھڑے ہو جاؤ اللہ کی فطرت جس پر اس نے سب انسانوں کو بنایا۔

چوتھی بات یہ ہے۔ کہ قرآن کریم نے صاف الفاظ میں بتا دیا ہے کہ کوئی شخص شیطان کا غلام نہیں۔ بلکہ شیطان کا کسی انسان پر کوئی تسلط نہیں۔ ان عبادی لیس لک علیھم سلطان ۔ بلکہ یہانتک کہ شیطان کا شریر آدمیوں پر بھی تسلط نہیں۔ وقال الشیطان لما قضی الامر ان اللہ وعدکم وعد الحق ووعدتکم فاخلفتکم وما کان لی علیکم من سلطان (ابراہیم : ۲۲) اور جب فیصلہ ہو چکا تو شیطان نے کہا بیشک اللہ تعالیٰ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا۔ اور میں نے بھی تم سے وعدہ کیا تھا۔ لیکن میں نے ۔ کا خلاف کیا۔ اور مجھے تم پر کوئی تسلط اور غلبہ نہ تھا۔

قرآن کریم یہیں پہ ختم نہیں ہو جاتا ۔ وہ صرف مسیحیت کی غلطی کو ہی درست نہیں کرتا ۔ بلکہ اس سے بڑھکر انسان کو تمام کائنات کا بلند ترین مرتبہ دیتا ہے۔ ولقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم (طین : ۴) اس سے بھی بڑھکر صفائی کے ساتھ انسان کی پیدائش کو بیان کرتے ہوئے وہ بتاتا ہے کہ فرشتوں کو انسان کی فرمانبرداری کا حکم دیا ۔ اور انہیں فرمانبردار بنایا گیا یہ ایک ایسی بات ہے جو قرآن کریم کے سوائے اور کہیں نہیں پائی جاتی ۔ بائیبل میں اسکا کوئی ذکر نہیں ۔ جناب مسیح نے بھی اسکی تلقین نہیں کی ۔ اس سے ظاہر ہے کہ انسان کو نہ صرف پاک فطرت پیدا کیا گیا ہے۔ بلکہ اسے اعلیٰ ترین استعدادیں ودیعت کی گئی ہیں ۔ اسے تمام کائنات کا حاکم بنایا گیا ہے۔ یہانتک فرشتوں کے عالم کا بھی وہ حاکم ہے ۔ اسلام اور مسیحیت میں یہ ایک بہت بڑا فرق ہے مسیحیت سے اسلام تک ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اسفل سافلین سے اٹھا کر اعلیٰ بلندی پر انسان کو پہنچا دیا ۔ ایک مذہب ... بتاتا ہے کہ انسانی فطرت ایسی ناپاک ہے ۔ کہ انسان شیطان کا بندہ اور غلام ہے۔ اور دوسرا انسانی فطرت کا ایسے بلند درجہ پر پہنچاتا ہے کہ انسان فرشتوں پر بھی حکمران ہو جاتا ہے۔

یہ وہ فرق ہے جو ان دو بڑے مذاہب میں پایا جاتا ہے ۔ اسلام کو یہ ضرورت تھی ۔ کہ وہ انسانوں کو اسکی مفروضہ شیطان کی غلامی سے اٹھا کر اصل بلندیوں یعنی فرشتوں کی بادشاہی کے تخت پر بٹھا دے ۔ ایک شخص بلا تامل یہ بتا سکتا ہے۔ کہ ان دو متضاد تعلیمات میں سے کس کو اپنی زندگی کا طریق عمل بنانا چاہیئے ۔ آیا وہ شیطان کا غلام رہنا پسند کرتا ہے یا تمام کائنات کی حکمرانی کرنا اور فرشتوں پر فوقیت حاصل کرنا چاہتا ہے۔

تمہارے بھائی اشدھی سے کیونکر بچ سکتے ہیں

اشدھی کی سب سے بڑی وجہ ہمارے بھائیوں کی مذہب سے ناواقفیت روپیہ کی کمی اور سودی قرض ہے ۔ ان کو جب تک ان سے دور نہ کیا جائیگا ۔ ہم پر اشدھی کا خوف ہر وقت سوار رہیگا ۔ اس بیماری کا سب سے بہتر علاج احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے کیا ہے ۔ کہ جا ل دلم لکھے پڑھے بھائیوں کی عقل کے موافق چھوٹے چھوٹے رسالے ایسی موثر زبان میں لکھتے ہیں کہ عورتیں اور مرد سب آسانی سے سمجھ سکتے ہیں ۔ اب یہ کتابیں ان تک پہنچانا آپکا فرض ہے ۔ آپ لوگ خود پڑھیں اور گھروں میں پڑھائیں بچوں کی دینی تعلیم کے واسطے نہایت مفید ہیں اور اشدھی کے علاقوں میں غریبوں کو مفت دیں اور جاہلوں کو پڑھ کر سنائیں۔

وہ کتابیں یہ ہیں

نماز اور اسکے فلاسفی ۔ یہ کتاب اس قابل ہے کہ ہر مسلمان مرد عورت اور بچے اسکو پڑھکر فائدہ اٹھائیں اور اس پر عمل کرکے خدا اور رسول کی خوشنودی حاصل کریں ۔ ہر بات کو اس خوبی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے ۔ کہ عورتیں اور بچے آسانی سے سمجھ لیتے ہیں۔ قیمت ۸/

روزہ اور اسکے فلاسفی قیمت ۴/

حج اور اسکے فلاسفی قیمت ۴/

زکوٰۃ " قیمت ۴/

تربیت اولاد قیمت ۵/

اسلامی اصول کے فلاسفی ۔ اسمیں اسلام کے معتقدات اور اسکی خوبیوں کا مفصل بیان ہے ۔ ہر مسلمان کو اپنے پاس رکھنی چاہیئے ۔ قیمت ۱۲/

نوٹ ۔ متمول مسلمانوں کا فرض ہے کہ زیادہ تعداد میں خرید کر غریب مسلمانوں میں مفت تقسیم کریں۔

ملنے کا پتہ دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

رضاعی بہن کی علاتی بھائی کے ساتھ نکاح

ذیل کا فتویٰ مولانا مولوی احمد صاحب نے ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے : ۔

تفصیل محرمات میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ واخواتکم من الرضاعۃ یعنی دودھ کی وجہ سے جو تمہاری بہنیں ہوں وہ تم پر حرام ہیں اب یہ بات دریافت طلب ہے کہ رضاعی بہنوں سے صرف وہی مراد ہیں جن کے ساتھ لڑکا دودھ پیئے یا وہ بھی ہیں جن کے ساتھ دودھ نہیں پیا گیا مگر وہ ہمشیر کی بہنیں ہیں ۔ احادیث ذیل سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں وہ بہنیں بھی شامل ہیں جن کے ساتھ دودھ نہیں پیا گیا ۔ مگر وہ بہنیں اس لڑکی کی بہنیں ہیں جن کے ساتھ دودھ پیا گیا ہے ۔ عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلعم یحرم من الرضاعۃ ما یحرم من الولادۃ (بخاری) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رضاعت سے بھی اسیطرح حرمت ثابت ہوتی ہے جس طرح نسب سے ۔ وعنھا جاء عمی من الرضاعۃ فاستاذن علی فابیت ان آذن لہ حتی اسئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ صلعم فجاء رسول اللہ صلعم فسئلتہ فقال انہ عمک فاذنی لہ قال فقلت یا رسول اللہ انما ارضعتنی المراۃ ولم یرضعنی الرجل فقال رسول اللہ انہ عمک فلیلج علیک ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرا رضاعی چچا آیا ۔ اور میرے پاس گھر میں آنے کی اجازت مانگی تو میں نے انکار کیا اور کہا نبی کریمؐ آئینگے تو ان سے دریافت کروں گی جب نبی کریمؐ تشریف لائے تو میں نے دریافت کیا کہ یہ میرے رضاعی چچا ہیں میرے پاس گھر میں آنا چاہتے ہیں تو فرمایا کہ وہ تمہارا چچا ہے ان کو گھر میں آنے کی اجازت دیں ۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے تو عورت نے دودھ پلایا ہے ۔ مرد نے نہیں پلایا تو فرمایا کہ وہ تمہارا چچا ہے تو تمہارے پاس آیا کریں ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ یہ واقعہ پردہ کے حکم کے نزول کے بعد کا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رضاعی چچا کے ساتھ نکاح درست نہیں ہے ۔ کیونکہ اس سے پردہ نہیں ۔

وعن علی قال یا رسول اللہ ھل لک فی بنات حمزۃ عمک فانھا اجمل فتاۃ فی قریش فقال اعلمت ان حمزۃ اخی من الرضاعۃ وان اللہ حرم من الرضاعۃ ما حرم من النسب حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا ۔ یا رسول اللہ کیا آپ کو حضرت حمزہؓ کی لڑکی پسند ہے کیونکہ قریش کی لڑکیوں میں زیادہ خوبصورت ہے ۔ نبی کریم نے فرمایا کہ آپ کو علم نہیں کہ حمزہ میرا رضاعی بھائی ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ نے رضاعت میں وہ عورتیں حرام کر دی ہیں جو نسب اور قرابت کی وجہ سے حرام ہیں ۔ نبی کریمؐ نے حضرت حمزہؓ کے ساتھ دودھ پیا تھا اسلئے ان کی لڑکی نبی کریم کی بھتیجی ہوئی ۔ کیونکہ حمزہؓ رضاعی بھائی بن گئے ۔

عن ام حبیبۃ بنت ابی سفیان قالت دخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت ھل لک فی اختی بنت ابی سفیان فقال افعل ماذا قلت تنکحھا قال او ... ذلک قلت ... من شرکنی فی الخیر اختی قال فاعفعا لا تحل کما قلت فانی اخبرت انک تخطب درۃ بنت ابی سلمۃ قال بنت ام سلمۃ قلت نعم قال لو انھا لم تکن ... فی حجری ما حلت انھا ابنت اخی من الرضاعۃ ارضعتنی واباھا ثویبۃ ۔ ام حبیبہ نبی کریمؐ کی بی بی فرماتی ہے کہ نبی کریم میرے گھر میں تشریف لائے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میری بہن ابو سفیان کی لڑکی آپ کو پسند ہے تو فرمایا کیا کروں ۔ میں نے عرض کیا ہاں اکیلی تو ہوں نہیں اور میں شراکت ... اپنی بہن کو زیادہ پسند کرتی ہوں ۔ فرمایا یہ میرے لیئے حلال نہیں ہے ۔ میں نے عرض کیا مجھے پتہ لگا ہے کہ آپ درۃ ابی سلمہ کی لڑکی کو نکاح میں لانا چاہتے ہیں فرمایا کیا ام سلمہ کی لڑکی میں نے عرض کیا ہاں فرمایا ۔ تو میری بی بی کی لڑکی ہے اور اگر بی بی کی لڑکی نہ ہوتی تو بھی وہ میرے لیئے حلال نہیں کیونکہ اس کا باپ ابی سلمہ میرا رضاعی بھائی ہے ۔ حضرت ثویبہ نے ہم دونوں کو دودھ پلایا ہے ۔ ان احادیث سے بصراحت ثابت ہوتا ہے کہ دودھ پینے کا حکم دودھ پینے والوں تک محدود نہیں رہتا بلکہ دودھ پینے والوں کے رشتہ داروں تک بھی پہنچتا ہے ۔ حضرت عائشہ کو رضاعی چچا سے پردہ کا حکم نہیں ۔ حضرت حمزہ اور ابو سلمہ کی لڑکیاں نبی کریم نے اپنے لیئے حلال نہیں سمجھیں اسلئے کہ حضرت حمزہ اور ابو سلمہ نبی کریم کے رضاعی بھائی تھے اور ان کی لڑکیاں نبی کریم کی بھتیجیاں تھیں اور اوپر چونکہ حضرت عائشہ کی حدیث میں یہ ثابت ہو چکا ہے ۔ کہ جو عورتیں نسب سے حرام ہیں ۔ وہ رضاعت کی وجہ سے بھی حرام ہو جاتی ہیں اسلیئے صورۃ مسئولہ میں اس لڑکے اور لڑکی کا نکاح جائز نہیں اسلیئے کہ جس بچہ کے ساتھ اس لڑکی نے خالہ کا دودھ پیا ۔ وہ لڑکے کا علاتی بھائی ہے ۔ تو اس لڑکی کا بھی رضاعی بھائی ہوا ۔ اور رضاعی بھائی کے ساتھ نکاح درست نہیں ۔

سیرت خیر البشر کا ترجمہ ترکی زبان میں

ایک ترک کا اقدام عمل اور جماعت احمدیہ سے استمداد

احباب احمدیہ کی توجہ کے قابل

ہمارے ایک ترکی بھائی نے جو کہ قسطنطنیہ کے ایک بڑے مشہور اخبار میں کام کرتے تھے سیرت خیر البشر کا ترکی زبان میں ترجمہ کیا ہے اور ساتھ ساتھ اسکی چھپائی کا بھی انتظام کر لیا اور اپنے اندازے کے مطابق انہوں نے مناسب خیال کیا کہ اسے تین ہزار کی تعداد میں شائع کیا جائے ۔ یہ اللہ تعالیٰ کے فضل کی بات ہے کہ ہمارے بھائی کے دل میں ایک ایسی کتاب کے ترجمہ کرنے کا خیال پیدا ہوا کہ وہ اس عظیم الشان ہستی یعنی نوع انسان کی بہترین اور سچے خیر خواہ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات زندگی کو ترکی سرزمین میں شائع کرے ۔ یہ انتخاب مضمون واقعی بہت ہی اہمیت رکھتا ہے کیونکہ الزام ہے جو کہ ترکی کے ہمسایوں نے اس اشرف المخلوقات پر عائد کرنے کی کوشش نہیں کی ۔ ... میں سے انشاء اللہ اسکا ازالہ بھی ہوگا ۔ لیکن ابھی چند یوم ہوئے یہ پڑھ کر بڑا افسوس ہوا کہ وہ اخبار بعض واقعات کی وجہ سے بند ہو گیا ہے اور ہمارے بھائی کو طرح طرح کی مشکلات کا سامنا پیش ہے ۔ سیرت کا دو تہائی حصہ چھپ کر تیار ہو گیا ہے یعنی واقعات غزوہ حنین تک طبع شدہ حصہ جو ہمارے پاس آیا ہے وہ چھپائی کے لحاظ سے بہت عمدہ ہے اور دل سے اس شیدائی محمد صلعم کے لیئے دعائیں نکلتی ہیں جنہوں نے اس محنت سے اسے تیار کیا ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر انہیں اسوقت چالیس پونڈ مہیا ہو جائیں تو تھوڑے عرصہ میں باقی کام ختم ہو سکتا ہے کیونکہ ترجمہ تیار ہے ۔ موجودہ نرخ کے حساب سے یہ رقم ساڑھے پانچ صد روپیہ کے قریب بنتی ہے وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ فروخت پر پہلی ہزار کاپی کی قیمت اشاعت اسلام کی غرض سے میں انجمن کو بھیجوں گا ۔

یہ کوئی بڑی رقم نہیں ۔ امید ہے کہ صاحب دل اصحاب اس کار خیر کے لیے حصہ لیکر مشکور فرمائینگے ۔

خاکسار ظہور احمد

کئی ہفتوں تک زندہ در گور رہنا ممکن ہے

مصر ڈیلی نیوز رقمطراز ہے کہ آج کل مصر کے ایک باشندہ نے جس کا نام کرنل طاہرہ ہے عوام کی توجہ اپنی جانب جذب کر رکھی ہے ۔ یہ مصر کے ایک حقیر خاندان سے ہے ۔ قسطنطنیہ میں اس نے طبی تعلیم حاصل کرکے سند حاصل کی ہے ۔ اور جادو منتر کا گہرا مطالعہ کیا ۔ اور اب اس کا دعویٰ ہے کہ ان علوم میں وہ ماہر کامل ہے ۔ پہلے وہ ملک اٹلی میں گیا جہاں اس نے شاہ اطالیہ اور سینیور مسولینی کی توجہ اپنی جانب منعطف کی اور پھر شاہ جارج خامس نے بھی اسے دیکھ لیا طاہرہ کا یہ دعویٰ کہ اپنی قوت ارادی کے زور سے وہ اپنے اعصاب پر اتنا قابو حاصل کر سکتا ہے کہ ان سے تکلیف کا احساس دور کر دے ۔ اخبار متین (فرانس کا اخبار) کا بیان ہے کہ اعصاب کی بے حسی کے ثبوت میں وہ اپنے جسم کے مختلف مقامات پر سوئیاں، چاقو، اور کانچ کے ٹکڑے بھونک لیتا ہے اور خون کی رفتار کو کم یا زیادہ کر لیتا ہے ۔ اس کا بیان ہے کہ وہ اپنے اوپر سکتہ کی حالت طاری کر سکتا ہے اور اس حالت میں وہ ہفتوں تک زمین کے اندر بظاہر بالکل مردہ حالت میں مدفون رہ سکتا ہے ۔ اسکا دعویٰ ہے کہ یونان میں وہ ایسی ہی سکتہ کی حالت میں ایک مہینہ سے زیادہ عرصہ تک پڑا رہا ۔

ہماری تبلیغی کوششیں

اچھوت اقوام میں تبلیغ

اور ایک مُلّاں کی مخالفت

حکیم محمد یار فوق صاحب جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی طرف سے ضلع فیروز پور کی اچھوت اقوام پر تبلیغ پر مقرر ہیں اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں :-

ضلع فیروز پور تحصیل ... میں ایک امام مسجد ہیں جو اہلحدیث ہیں۔ خاکسار بغرض تبلیغ اچھوت اقوام وہاں پہنچا۔ اس جگہ پر آٹھ گھر چوہڑوں کے ہیں اور دو گھر ہندوؤں کے اور باقی تقریباً ۱۰۰ گھر مسلمانوں کے۔ یہ لوگ مسلمان راجپوت کہلاتے ہیں۔ جمعہ کا دن تھا۔ لوگ میرے ساتھ تبادلہ خیال کرتے رہے۔ جب جمعہ کا وقت قریب آیا تو باشندگان نے خاکسار کو جمعہ پڑھانے کے لئے کہا۔ میں نے معذرت کی کہ آپ کا مستقل امام موجود ہے میں نماز کیسے پڑھاؤں۔ دوبارہ اصرار پر خاکسار نے جمعہ پڑھایا۔ اور ایجادہ دو گھنٹہ تک لیکچر کا سلسلہ اسلام کی صداقت اور تبلیغی ضرورتوں پر جاری رہا۔ یہاں تک کامیابی ہوئی کہ آٹھ گھر چوہڑوں کے اور دو گھر ہندوؤں کے اسلام میں داخل ہونے کے لئے تیار ہو گئے۔ لوگ تمام دن میرے اردگرد جمع رہے۔ بالآخر جب مغرب کی نماز پڑھی گئی تو امام صاحب نے جناب حضرت مرزا صاحب کی شان میں بد ... کہنا شروع کیا اور کہا کہ تم بھی مرزائی معلوم ہوتے ہو۔ میں نے کہا اسوقت تو تبلیغ اسلام کا سوال پیش ہے۔ میں نے احمدیت کا نام تک نہیں لیا۔ کہنے لگا۔ ایسی قابلیت مرزائیوں ہی میں ہوتی ہے۔ وہ فوراً لوگوں کے دلوں کو لبھا لیتے ہیں اسلئے آپ نے جو تردید غیر مذاہب اور صداقت اسلام پر وعظ کیا ہے ایسا مرزائی کرتے ہیں لہذا معلوم ہوتا ہے کہ آپ بھی مرزائی ہیں۔ انکی اس ناپاک تحریک کا یہ نتیجہ ہوا کہ لوگوں میں انتشار خیال پیدا ہو گیا اور تبلیغی کام میں رکاوٹ پیدا ہو گئی۔ امام صاحب نے ایک مزکا مدعی ... رات کو بھنگیوں کے گھر جا کر کہا کہ صبح تم کو زبردستی مسلمان بنایا جائے گا۔ یہ مولوی جو آیا ہوا ہے اس نے زمینداروں کو کہا ہے کہ بھنگیوں کے گھر اور سامان جلا یا جائے کیونکہ یہ سب کچھ ناپاک ہے اسلئے تم رات میں نکل جاؤ۔ صرف بیویاں اور بچے چھوڑ جاؤ۔ چنانچہ صبح بعد نماز یہ عجیب کیفیت دیکھنے میں آئی اور دو ہندو گھر بھی منحرف ہو گئے اور کہا کہ جب تم کہتے ہو کہ یہ مولوی مرزائی ہے۔ اور مسلمان بھی کافر ہو سکتے ہیں تو ہم ایک کفر کو چھوڑ کر دوسرے کفر کو قبول نہیں کرتے اپنا پرانا کفر اچھا ہے۔ خاکسار یہاں سے واپس چلا آیا۔ ساتھ ہی جس شخص کا خاکسار مہمان تھا صبح اس نے یہ ظاہر کیا کہ رات مسجد میں آپکو اسلئے نہیں بلایا گیا تھا کہ ملاں کچھ شرارت کرنے پر تیار تھا۔ اسلئے ہم نے آپ کو گھر میں لیجا کر سلایا تھا۔ سبحان اللہ کیا خوب اسلام ہے۔ انہی گاؤں کے قریب عیسائی خوب کام کر رہے ہیں سینکڑوں چوہڑوں کو عیسائی بنا کر نو آبادیات میں موٹروں پر سوار کر کے بھیج رہے ہیں۔ سکھ ان چوہڑوں کو مذہبی سکھ بنا رہے ہیں لیکن مولوی صاحبان بجائے کافروں کو مسلمان بنانے کے مسلمانوں کو کافر بنانے میں مشغول ہیں کیا ایسی حالت میں کبھی ممکن ہو سکتا ہے کہ مسلمان دنیا کی دوسری قوموں کے مقابلہ میں کامیابی حاصل کریں گے۔

دہلی میں تبلیغ

دہلی سے شیخ عبدالحق صاحب رقمطراز ہیں :-

ہم ہر اتوار ریڈنگ روم میں اپنا تبلیغی جلسہ کرتے ہیں جس میں ہر نقطۂ خیال کے آدمی آتے اور جاتے رہتے تھے لیکن ہم ریڈنگ روم کو باقاعدہ ہر روز نہیں کھول سکتے کیونکہ ہمارے پاس ایسا کوئی آدمی نہیں ہے۔ اگر آدمی ہو اور اخبارات روز آئیں تو مہینوں کا کام دنوں میں ہو سکتا ہے۔ ہماری تبلیغ کا رنگ آہستہ آہستہ ظاہر ہو رہا ہے۔ تاہم خدا کا شکر ہے کہ ذیل کے احباب نے جماعت میں شمولیت کا اعلان کیا ہے (۱) شیخ عبدالسلام مالک کمپنی کمبکل کوچہ رحمان (۲) مسٹر احمد بخش صاحب بی۔اے کلرک سنٹرل اکونٹس آفس ایسینا دہلی (۳) شیخ عزیز الدین صاحب کلرک سنٹرل اکونٹس آفس رایسینا دہلی (۴) مستری علی حسن صاحب فرنیچر میکر دہلی۔ ان چہار اشخاص میں مسٹر احمد بخش صاحب بی اے نہایت قابل و فاضل آدمی ہیں منطق اور فلسفہ میں بڑی قابلیت رکھتے ہیں عربی سے کسیقدر واقف ہیں۔ اب میں کوشش میں ہوں کہ بیان القرآن کو دیکھ لیں اور آئندہ کے لئے آریہ سماج وغیرہ کے لئے تیار ہو جائیں علاوہ ازیں دس بارہ اور بزرگ بھی ہیں جو ابھی خاموش ہیں۔ شہر دہلی میں ایک قسم کی آگ لگی ہوئی ہے کہ عبدالحق نے دہلی والوں کو قادیانی بنا دیا ہے۔ مولوی لوگ سخت جوش و غضب میں ہیں لیکن یہی بات انشاءاللہ مفید ثابت ہوگی اور لوگ خود بخود سلسلہ کے اندر شامل ہو جائیں گے۔

میں نے ذیل کے لیکچروں کا سلسلہ ریڈنگ روم میں شروع کیا ہے :-

(۱) کذب علماء بر جماعت احمدیہ (۲) موجودہ علماء کا شغل تکفیر (۳) کیا قائلان حیات مسیح منکر ختم نبوت نہیں؟ (۴) چودھویں صدی کا مجدد (۵) حدیث نزول ابن مریم کا مفہوم اور موجودہ علماء کا ختم نبوت سے انکار صریح (۶) دیوبندی علماء کے عقائد (۷) موجودہ مولویوں کی حرکات بد (۸) وفات مسیح۔ ان مضامین سے مولویوں کے کیمپ میں کھلبلی مچ گئی۔ ہم نے ان لیکچروں کے بعد مولویوں کو سوال و جواب کا موقعہ دیا۔ اور سوال و جواب سے لوگوں کو فائدہ ہوا۔ لیکن اصلاح المسلمین انجمن اظہار الحق۔ مسلم ایسوسی ایشن۔ انجمن سیف الاسلام وغیرہ وغیرہ نے مجھے مباحثہ کے لئے چیلنج دینے شروع کئے ہیں میں یہی جواب دیتا رہا کہ تم سب اکٹھے ہو کر جمعیت العلماء ہند کو اپنا وکیل بنالو۔ مناظرہ تحریری ہوگا۔ تمہارے پرچے ہم اخبار "پیغام صلح" میں شائع کرا دینگے اور تم ہمارے پرچے "الجمعیۃ" میں شائع کر دو وغیرہ وغیرہ۔ اسکی انہیں جرأت نہیں لیکن اس تحریک کو زندہ رکھنے کے لئے میں نے یہ منظور کر لیا ہے کہ ہر جمعہ صبح ۷ سے لیکر ۸ بجے تک انجمن سیف الاسلام میرے ساتھ مناظرہ کیا کرے۔ چنانچہ اس جمعہ انشاءاللہ فتحپوری مسجد کے اندر حضرت مسیح موعود کی نبوت پر گفتگو ہوگی۔ ہفتہ کے روز رایسینا میں شام کے ۸ بجے سے ۱۱ بجے تک مناظرہ حیات و وفات مسیح پر ہوتا رہا۔ مولویوں نے اس مناظرہ کے لئے مولوی عثمان کو اپنا وکیل بنایا ہوا ہے۔ جمعرات بعد نماز عصر سے مغرب تک خاکسار کو باغ میں ہر قسم و خیال کے لوگوں کے سامنے فضائل اسلام پر تقریر کرنی ہوتی ہے۔ اتوار کے روز ۹ بجے صبح سے لیکر ۱۲ بجے تک ریڈنگ روم میں آریہ سماجیوں اور عیسائیوں سے علیحدہ گفتگو ہوتی ہے۔ اسوقت دہلی کے مولویوں میں آگ لگی ہوئی ہے اور امید ہے کہ اس سے بہت فائدہ ہوگا۔ انشاءاللہ

آجکل کمپنی باغ میں ہر جمعرات خاکسار کا وعظ ہوتا ہے اب میں وعظ میں کثرت سے ہندو مسلمان عیسائی شامل ہوتے ہیں۔ مولویوں نے اس کامیابی کو دیکھا تو انھوں نے یوں ہی خیال کر لیا کہ اب تو لوگ ان کے ہمخیال ہو جائینگے مجھے اختتام تقریر پر چیلنج پر چیلنج ملنے شروع ہوئے کہ پہلے تم اسلام ثابت کرو تب تبلیغ اسلام کا نام لو لیکن میں انکو یہ کہکر ٹالدیا کرتا تھا کہ یہ جگہ وعظ کے لئے ہے۔ مناظرہ کے لئے نہیں۔ میں آپ لوگوں کے دردولت پر حاضر ہونے کو تیار ہوں یہاں کیا ضرورت ہے۔ یہاں ایسے مناظرات کے لئے گورنمنٹ کی اجازت ہی نہیں۔ یہ بات معقول طبائع کو تو مطمئن کر دیتی تھی لیکن تعصب کے پتلوں کو طیش آجاتا تھا۔ بعض مسلمان ہمارا ساتھ دیتے تھے۔ اور بعض مخالفوں سے ملجاتے تھے۔ ایسی حالت کوئی ماہ ڈیڑھ ماہ رہی اور ہمارا کام خدا کے فضل سے خوب ہوتا رہا لیکن جب مولویوں کو ناکامی ہوئی تو اہلحدیث کا طائفہ زیادہ جوش و غضب میں بھر گیا ایسی صورت میں میرے دوستوں نے کہا کہ میں ہر روز باغ میں جایا کروں چنانچہ میں ہر روز باغ چلا جاتا اور وہاں عبدالغفار الخیری میرے ساتھ سلسلہ کلام شروع کر دیتے اور ہمیں بدنام کرنے کے لئے الزام لگانے شروع کئے کہ یہ لوگ سی۔آئی۔ڈی کے ہیں۔ کافر ہیں بے ایمان ہیں۔ ہم بھی انکا جواب دیتے رہے آخر جب معاملہ بہت بڑھ گیا تو بعض اصحاب نے مجھے مجبور کیا کہ یہاں اختلافی بات چیت نہ ہو مگر عبدالغفار کی پارٹی نقص امن کے کرنے پر مصر نظر آتی تھی اور انہوں نے اپنے خیال بارکیپورا کرنے کے لئے مجھے دھمکی دی کہ اگر تم نے وعظ ترک نہ کیا تو ہم فساد کریں گے میں نے خوب لتاڑا لیکن فساد کو مٹانے کے لئے مجبوراً اس شرط پر کہ عبدالغفار اختلافی مسائل نہ چھیڑیں یہ اقرار کیا کہ جمعرات کے دن وعظ نہ کروں گا۔

لیکن بعد میں ہمارے معاونین کی خاصی تعداد باغ میں پہنچ گئی۔ انہوں نے کھلے الفاظ میں سب لوگوں کو کہدیا۔ تبلیغ کرنا مسلمان کا فرض اول ہے اسلئے ہم عبدالحق کو قرآن کا ارشاد سنوائینگے اور اس کی تقریریں ہوں گی اور جو شخص ان تقریروں کے اندر مخل ہوگا ہم اس کا قرار واقعی انتظام کرینگے۔ چنانچہ جمعرات کا دن جب آیا تو لوگوں نے زبردستی مجھے کھڑا کر دیا۔ دوران تقریر میں عبدالغفار کی پارٹی آئی مگر وہ خاموش ہو رہی۔ اور ایک ہفتہ سے ہر روز باغ میں لیکچر ہوتے ہیں۔ مزید کے خط میں لکھا ہے کہ عبدالغفار کے ساتھ بعض اصحاب نے اب صلح کرادی ہے۔ اور انہوں نے اقرار کیا ہے کہ آئندہ اختلافی مسائل پر باغ میں کچھ نہ کہا جائے گا۔ میں نے بھی کہدیا ہے کہ جماعت اہلحدیث کے متعلق آئندہ باغ میں کچھ نہ کہوں گا۔

سوامی شردھانند جی کی صاف گوئی

سوامی شردھانند جی نے اپنے اخبار "تیج" میں ہندو بدھواؤں (بیواؤں) کی مصیبت کا حل' کے عنوان سے ایک پرمعارف مضمون قلمبند فرمایا ہے۔ جس کا ضروری اقتباس ہم قارئین کرام کے مطالعہ کیلئے نقل کرتے ہیں۔

ریاست گونڈل کے مجسٹریٹ کی عدالت میں ایک ہندو بدھوا کا مقدمہ پیش ہوا۔ منگلا نامی بدھوا (بیوہ) کا بیان ہے کہ وہ ۱۳ سال کی عمر میں بیوہ ہو گئی۔ یہ اخباروں کی رپورٹ سے نہیں معلوم ہوا کہ اس کی عمر اسوقت کیا ہے۔ لیکن یہ صاف ظاہر ہے کہ وہ خود اپنے ہندو گھر سے نکلکر مسلمان کے ہاں چلی گئی اور اسوقت نور محمد کے پسر (عزیز) کے ساتھ اپنی مرضی اور رغبت سے شادی کرنا بیان کرتی ہے اور کہتی ہے کہ اسپر کوئی دباؤ نہیں ڈالا گیا۔ اسپر ریاست گونڈل میں ہڑتالیں ہوئیں اور تمام گجرات میں سنسنی پھیلکر متعدد جگہوں میں جلسے ہوئے ہیں جن میں ٹھاکر صاحب گونڈل سے پرارتھنا و درخواست کی گئی ہے کہ وہ اس واقعہ میں پوری پوری تحقیقات کرائیں۔ مجھے ہندو سماج (وقوم) کی ناسمجھی پر بڑا افسوس آتا ہے۔ سنسنی پیدا کرنے سے کیا اصل مصیبت کا حل ممکن ہے؟ منگلا بیچاری کس شمار و قطار میں۔ ان جگہوں ... سے بعض عریاں فقرات کو مہذب کر شائستہ الفاظ میں بدل دیتے ہیں تاکہ ہر شخص بلاتکلف پڑھ سکے۔

... دن سینکڑوں ہندو بیوائیں ہندو سماج کے مظالم کا شکار ہو کر جوانی دیوانی کے تھپیڑوں سے ستائی ہوئی تیرہ بختی (مظلوم) خاندان سے کنارہ کرتی ہیں۔ شاید خسر کے بھائی بدھوا (بیوہ) کے دیور یا جیٹھ نے نو برس کی عمر سے بیٹھی بدھوا کے ساتھ انکی عمر ۲ برس کی ہونے پر اپنا منہ کالا کیا جس کے نتائج کو چار ماہ بعد چھپانا مشکل ہو گیا۔ بزرگ خاندان نے بجائے اس سیہ کاری کی سزا دینے کے اپنی بے آبروئی اور ناک کٹ جانے کے خیال سے دواؤں کے ذریعہ اسقاط کی کوشش کی۔ ہندو عورت کے لئے خواہ مردوں کی ناجائز خواہشات کا شکار ہو جائے پھر بھو کے پاک اصل کے مطابق پیٹ میں رہے ہوئے بچے سے اسکا پریم خارج از بیان ہے۔ بدھوا (بیوہ) عورت دوائی نہیں پیتی یا چھپا کر گرا دیتی ہے۔ تب اسقاط کے دیگر ذرائع استعمال کرنے کے منصوبے ہوتے ہیں جسے بچے کے پریم رحمت میں سنی ہوئی آنا دیاں تاڑ جاتی ہے۔ رات کے بارہ بجے (سب کے سو جانے پر) چپکے سے کواڑ کھولکر صرف ایک دھوتی پہنے جدھر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
اندرین دین آمدہ ما در رحم
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست
آن رسولے کش محمد ہست نام
مہر او باشیر شد اندر بدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود

مصطفٰے ما را امام و پیشوا
ہم برین از دار دنیا بگذریم
بادۂ عرفان ما از جام اوست
دامن پاکش بدست ما مدام
جان شد و با جان بدر خواہد شدن
ہر نبوت را برو شد اختتام
زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آن نہ از خود از ہمان جائے بود

تار کا پتہ "مسلمان لاہور"

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳

قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

پیغام صلح

اخبار

لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما از و یابیم ہر نور و کمال
اقتدائے قول او در جان ما ست
از ملائک و ز خبر ہائے معاد
آن ہمہ از حضرت احدیت است
معجزات و ہمہ حق اندر است
معجزات انبیائے سابقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ما ست
یک قدم دوری ازان روشن کتاب

وصل دلدار ازل بے او محال
ہر چہ زو ثابت شود ایمان ما ست
ہر چہ گفت آن مرسل رب العباد
منکر آن مستحق لعنت است
منکر آن مورد لعن خدا ست
آنچہ در قرآن بیانش بالیقین
ہر کہ انکارے کند از شقیا ست
نزد ما کفر است و خسران و تباب

ہفتہ میں دو بار، یکشنبہ و چہارشنبہ کو شائع ہوتا ہے

قیمت سالانہ ۵ شششماہی ۳ سہ ماہی ۲
طلبا سے سالانہ ۴

جلد ۱۳ | مدینۃ المسیح لاہور یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۲۹ محرم الحرام ۱۳۴۴ ہجری مطابق ۱۹ اگست ۱۹۲۵ عیسوی | نمبر ۸۰

اسلامی مدارس میں اخلاقی تعلیم

(جناب شیخ محمد تیمور صاحب ایم-اے-اسلامیہ کالج پشاور)

انبیاء کی تعلیم کا اثر

انبیاء اور مصلحین کی بعثت کے وقت عموماً لوگوں کی اخلاقی حالت بہت گری ہوئی ہوتی ہے پیغمبر اسلام محمد صلعم کے ظہور کے زمانے میں اہل عرب میں تمام رذیل صفات موجود تھیں۔ شراب پیتے تھے۔ فواحش کا ارتکاب کرتے تھے اور آپس میں لڑتے جھگڑتے تھے۔ ایک اجنبی صفت البتہ انمیں موجود تھی سادہ دلی تھا ہے محمد صلعم نے انکی اصلاح اسطرح کی کہ انکے دلوں میں ہستی باری تعالےٰ کا یقین پیدا کر دیا۔ اللہ کی محبت کو غیر اللہ کی محبت پر غالب کر دیا۔ اسطرح سے انکے تمام اعمال احکام الٰہی کے تابع ہو گئے۔ اور کل جو گنہگار تھے آج مقدس و مطہر اور آنے والی نسلوں کے مقتدا بن گئے۔ انکے آپس کے لڑائی جھگڑوں کو یوں تعلیم دیکر ختم کر دیا۔ کہ مسلمان آپس میں بھائیوں کی طرح محبت سے رہیں۔ باہمی معاملات کو مشورے سے طے کر لیا کریں۔ اگر دو فریق آپس میں لڑ پڑیں تو تیسرا فریق صلح کرا دیا کرے۔ مسلمانوں کے تو ٹوٹے پھوٹے کو یوں منع فرما دیا۔ کہ انہیں شکر ر ہنے اور کام کرنے کی تاکید کی۔ اور فرمایا کہ اپنا سردار مقرر کر لیا کرو۔ اور اسکی اطاعت تم پر ایسی فرض ہوگی جیسے اللہ و رسول کی مگر اسوقت تک کہ وہ اللہ اور رسول کے احکام کے مطابق احکام جاری کرتا رہے۔ اس مضمون کی آیات قرآن شریف میں جا بجا موجود ہیں۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا۔ امرھم شوری بینھم اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم اور یہ آیات انہی مطالب کا اظہار کرتی ہیں۔

ان احکام کا جاری کرنا اتنا مشکل کام نہ تھا جتنا ہستی باری کا یقین پیدا کرانا اور خدا کی محبت کو دلوں میں بھر کر محبت غیر اللہ کو فنا کر دینا یہی یقین اور یہی حب اللہ تمام اخلاقی تبدیلی کی جڑھ تھی۔ اب بھی وہی قرآن ہے۔ اور وہی احادیث بلکہ زیادہ منظم اور مدون صورت میں احکام الٰہی و احکام رسول موجود ہیں۔ جتنا قرآن اسوقت موجود ہے۔ اتنا ہی ہر صحابی کی نظر کے سامنے نہیں تھا۔ کیونکہ قرآن شریف تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوا اور کئی صحابی تکمیل سے پہلے ہی فوت ہو گئے۔ اور جو آخر تک زندہ رہے ان میں ایسے بھی بہت تھوڑوں کے پاس پورا نسخہ موجود تھا۔ اور بہت تھوڑے لکھنا پڑھنا جانتے تھے جتنی سورتیں کسیکو یاد تھیں انہی کو پڑھتے اور انہی سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ تو پھر یہ کیا راز تھا کہ باوجود اسقدر کم تعلیم کے بھی وہ اتنے راسخ الاعتقاد تھے اور اب باوجود اتنے علوم دینی اور کتب خانوں کے بھی نہ وہ ایمان و اعتقاد ہے نہ وہ اعمال۔ قرآن بجنسہ موجود ہے۔ اسمیں تمام احکام و عقائد و دلائل لکھے ہوئے ہیں۔ لوگ پڑھتے ہیں مطلب سمجھتے ہیں مگر نہ تو ویسے عقائد راسخ ہوتے ہیں اور نہ ویسی اخلاقی تبدیلی ظہور میں آتی ہے۔

انبیاء کی شخصیت

حقیقت یہ ہے کہ نبی کی تعلیم کا ایک بڑا حصہ خود اسکی شخصیت ہوتی ہے اسکے چال چلن اس کے حالات اس کے چہرے کے دیکھنے والے اندازہ لگا لیتے ہیں۔ کہ یہ کس قسم کا شخص ہے۔ اور آیا جن غیر معمولی مشاہدات کا یہ ذکر کرتا ہے۔ ان کے بیان میں یہ راستباز ہے یا نہیں۔ اسکی عقل و دانش کا روزمرہ کے دنیاوی معاملات اور معمولی گفتگو میں امتحان کرتے ہیں۔ اور پھر اسکی مصائب میں ثابت قدمی اور بلند ہمتی کو دیکھکر اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ کہ ایسا سمجھدار آدمی ہمیں دھوکا نہیں دے سکتا ہے۔ اسکی راستبازی اور بےنفسی سے یہ بھی پتہ چل جاتا ہے۔ کہ یہ اپنی جاہ و عزت کے خواب پورا کرنے کیلئے دنیا کو دھوکے میں نہیں ڈال رہا ہے۔ ضرور ہے کہ وہ کچھ فوق العادت نظارے دیکھ رہا ہے۔ جو سے آرام کی زندگی بسر کرنے نہیں دیتے پھر انسانی چہرے میں کچھ ایسی کیفیت ہوتی ہے جس سے سمجھدار اور تجربہ کار آدمی جانچ سکتا ہے۔ کہ آیا یہ شخص سچ کہہ رہا ہے یا جھوٹ یہی وجہ ہے کہ وہی کلام جو نبی کے منہ سے نکل کر اتنا اثر پیدا کر سکتا ہے۔ جب کتاب میں لکھا جائے تو وہی اثر پیدا نہیں کر سکتا جو اثر مشاہدے کا علم رکھتا ہے۔ وہ روایتی علم نہیں رکھتا۔ اسی واسطے علوم سائنس کی تعلیم کے ساتھ تجربات کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اور اس روایتی علم کیطرف اشارہ کرکے ایک صوفی نے پنجابی زبان میں کہا ہے۔

علموں بس کریں او یار۔ اکو الف تیرے درکار

یعنی زیادہ علم نہ سیکھو۔ ایک الف ہی کافی ہے۔ مطلب یہ کہ خدا تعالےٰ کے متعلق ذرا سا مشاہدے کا علم بہت سی دلائل اور کتب فلسفہ سے بہتر ہے۔ اور اس لئے ان کے پڑھنے کی کچھ ضرورت نہیں۔ نبی جو بات کہتا ہے وہ دل سے کہتا اور اسلئے اس کا اثر بھی ہوتا ہے۔

انبیاء اور اساتذہ

اساتذہ انبیاء کے قائمقام ہیں۔ جو انقلاب نبی اور مصلح پیدا کرتے ہیں۔ وہ بڑا عظیم الشان ہوتا ہے معمولی حیثیت کے لوگ انکی برابری نہیں کر سکتے مگر اُن کا تتبع ضرور کر سکتے ہیں فطرت کا قانون سب کے لئے ایک ہے۔ اور اس پر عمل کرکے ہر شخص عمدہ نتائج پیدا کر سکتا ہے۔ نبی اور مصلح دو طریق سے لوگوں کے اخلاق میں اصلاح کرتے ہیں۔ ایک تو اُن میں کسی عظیم الشان چیز کی محبت پیدا کرنے سے اور دوسرے اپنے ذاتی نمونے سے نبی خدا کی محبت دلوں میں پیدا کرتے ہیں۔ اور جب وہ محبت اور سب خواہشات پر غالب آجاتی ہے۔ تو اس شخص کے اخلاق خود بخود ایک نئے سانچے میں ڈھل جاتے ہیں۔ صرف خدا ہی کی محبت نہیں ہے جو اور محبتوں پر غالب آکر اخلاق میں تبدیلی پیدا کر دیتی ہے۔ بلکہ کسی چیز کی محبت ہو۔ ضروری شرط صرف یہ ہے۔ کہ یہ باقی تمام خواہشات پر غالب آجائے۔ سیاسی رہنما خدا کی محبت کے بجائے ملک اور قوم کی محبت دلوں میں پیدا کر دے۔ اور اس سے وہی اثر ہوتا ہے۔ جو محبت خدا سے۔ فرق صرف اسقدر ہے کہ محب خدا دین کے راستے میں ترقی کرتا ہے۔ اور محب وطن سیاسیات میں۔ اسی طرح حصول علم اور محبت علم بھی ایک مقصد قرار دیا جا سکتا ہے۔ اور اس کا بھی باقی اخلاق پر وہی اثر ہوگا۔ اخلاق کے سنوارنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ انسان کے دل میں کسی مقصد عالی کی محبت پیدا کر دیجائے۔ اور جب وہ پیدا ہو جائے تو باقی ضروریات کا انتظام وہ خود کر لیتی ہے۔

اساتذہ کی اصلاح

علماء کہتے ہیں کہ ہم انبیاء کے وارث ہیں۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ اس امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔ اسکا مطلب یہ ہے۔ کہ جس کام کو انبیاء بڑے پیمانے پر کرتے ہیں۔ اسے علماء چھوٹے پیمانے پر کر سکتے ہیں۔ یہی کام مدرسین اور اساتذہ کا ہے۔ اور وہ بھی اپنے آپکو انبیاء اور علماء کے زمرے میں شامل کر سکتے ہیں۔ اس لحاظ سے نہیں کہ ان کا درجہ انبیاء کے برابر ہے بلکہ اس لحاظ سے کہ ان کا بھی وہی کام ہے خواہ کتنے چھوٹے پیمانے پر کیوں نہ ہو۔ مدارس کے اساتذہ طالبعلموں کے دلوں میں مقاصد عالیہ کی محبت پیدا کر سکتے ہیں خواہ یہ مقصد محبت خدا ہو یا محبت وطن یا محبت علم۔ اگر اساتذہ کی نیت صحیح ہو اور وہ خود بھی ان چیزوں کے گرویدہ ہوں تو لڑکوں پر ضرور اثر پڑیگا۔ اور انکی زندگیاں اسی وقت سے تبدیل ہونی شروع ہو جائیں گی۔ دوسرا طریق ذاتی نمونہ ہے۔ اس کا استعمال بھی اساتذہ کر سکتے ہیں۔ مگر اسکے لئے ضروری ہے کہ پہلے وہ اپنے اخلاق سنواریں تاکہ انکے طالبعلم انکی بداخلاقیوں کی نقل نہ کریں۔

یہ توقع نہیں ہو سکتی کہ ہر استاد اپنے شاگردوں کے اخلاق پر ایسا اثر ڈال سکیگا جیسا محمد صلعم نے اپنے صحابہ پر ڈالا مگر اثر ضرور ہوگا اور اگر ایسے استاد ایک کثیر تعداد میں ملک کے قومی مدارس کے اندر موجود ہوں۔ تو جو کام یہ فرداً فرداً نہیں کر سکتے مل کر کر سکیں گے۔ اور تھوڑے عرصے میں ہی پتہ چل جائیگا کہ قوم کی قوم بدل گئی ہے اگر ایک نبی کی طرح ہم پہاڑ کو پہاڑ نہ اٹھا سکیں تو کچھ ڈر نہیں۔ ہم میں سے ہر ایک اگر ایک پتھر اٹھا لے تو تمام پہاڑ اٹھایا جا سکتا ہے۔ جرمنی میں جو حب قومی پچھلے چالیس پچاس برس میں پیدا ہوئی وہ عموماً مدارس کے اساتذہ کی متفقہ کوشش کا نتیجہ ہی سمجھی جاتی ہے۔

پادری بسکو کا سکول

اسجگہ میں نمونہ کے طور پر پادری بسکو کی کوشش کا ذکر کرنا چاہتا ہوں پادری بسکو تیس پینتیس برس سے کشمیر میں رہتا ہے اور اس نے کشمیری لوگوں کی تعلیم اور اخلاق کی اصلاح کیلئے کئی ایک سکول بنا رکھے ہیں جنمیں سے سب سے بڑا سکول سرینگر کا ہائی سکول ہے پادری بسکو معمولی نصابی تعلیم کے برابر بلکہ اس سے زیادہ توجہ اخلاق کی اصلاح کو دیتا ہے جب سے وہ کشمیر آیا ہے۔ اسکا یہ طریق عمل رہا ہے۔ کہ کشمیریوں کے اخلاق کا غور سے مطالعہ کرتا رہتا ہے۔ اور جو نقائص دیکھتا ہے انکی اصلاح کیلئے اپنے سکول میں تجاویز کرتا ہے تاکہ یہ نسل نہیں تو آئندہ نسل تو ان عیبوں سے پاک ہو جائے

پہلی بات جو اس نے دیکھی وہ یہ تھی کہ کشمیری بہت سست۔ کاہل اور بزدل واقع ہوئے ہیں۔ لڑکے سکول میں کانگڑی لے کر بیٹھا کرتے تھے۔ وقت پر حاضر نہیں ہوتے تھے۔ کبڑے ہو کر اس طرح چلتے تھے جیسے دیرینہ مریض۔ اور باوجود دریا کے کنارے کے سوائے پیشہ ور ماہی گیروں کے باقی لوگ تیرنا نہیں جانتے اور اسلئے سینکڑوں کی تعداد میں ہر سال ڈوب جاتے تھے۔ ان امراض کا علاج اس نے یہ کیا کہ کانگڑی حکماً موقوف کر دی۔ اور لڑکوں کو فوجی باجے کے ساتھ قواعد شروع کر دی۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اب کشمیری پنڈت گتکا کھیلتے ہیں۔ انگریزی طرز پر مکا بازی کرتے ہیں۔ اگر شہر میں کہیں آگ لگ جائے تو بسکو کے سکول کے لڑکے سب سے پہلے جا کر بجھاتے ہیں۔ تیراکی میں اسقدر ماہر ہو گئے ہیں کہ ہر سال ایک دفعہ جھیل ولر کو تیر کر عبور کرتے ہیں۔ دریا میں پانچ دس میل تیرنا انکے سامنے کچھ بات نہیں ہے جھیل ڈل میں ہفتے میں ایک مرتبہ کشتیوں کی دوڑ ہوتی ہے۔ اور لطف کی خاطر کشتیں ڈبو کر پھر نکالتے ہیں کشتیوں کو چپوؤں سے چلاتے ہیں پھر چپوؤں کو ہاتھوں سے چلاتے ہیں۔ پھر ہاتھ بند کر کے پاؤں سے چلاتے ہیں۔ اور ہاتھ اور پاؤں بند کر کے صرف جسم کی حرکت سے آگے دھکیلتے اور آگے لیجاتے ہیں

باقی بر صفحہ نہم کالم ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ـ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۳ - ۲۹ - محرم الحرام ۱۳۴۴ھ - نمبر ۸

ہندوستانی مولوی سنگاپور میں مسلمانوں میں افتراق انشقاق کی کوشش

احمدیت کے خلاف غلط پروپاگنڈا

(۴)

(۱۱) گیارھویں وجہ کفر یہ لکھی ہے - کہ احمدیوں نے قرآن کریم کا ترجمہ کیا ہے - اور غلط طور پر عربی کے ساتھ بعض الفاظ کو حذف کر کے ایک ہی جلد میں چھاپا ہے - اور بالکل غلط تفسیر لکھ کر بخنی شروع کی ہے -

فی الواقعہ قرآن کریم کے ترجمہ سے بڑھکر اور کیا کفر ہو سکتا ہے - احمدیوں کے کفر کا اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ہوگا - لیکن مولویصاحبان اتنا سوچتے کہ اگر فی الواقعہ قرآن کا ترجمہ کفر کی بات ہے - تو یہ قرآن کا قصور ہے - کہ اس نے اپنے آپکو دنیا جہان کے لئے ہدایت قرار دیا - اور اپنے پیروؤں پر یہ فرض ٹھیرایا کہ اسے کل دنیا میں پھیلائیں اور مختلف اقوام و ملل کو جو عربی زبان سے قطعاً ناآشنا ہیں - اسکی صداقت کا قائل کریں - اسی قرآنی ارشاد کے ماتحت اسکا ترجمہ مختلف زبانوں میں کرنا پڑتا ہے - ورنہ اگر وہ صرف عربوں کیلئے ہوتا - تو شاید اسکی ضرورت پیش نہ آتی - اور نہ ہم ہندوستانیوں کو اسکی پیروی کی ضرورت ہوتی -

لیکن مولویصاحبان کو یہ بھی اعتراض ہے - کہ احمدیوں نے جو ترجمہ کیا ہے وہ غلط ہے - تفسیر بھی غلط ہے اور عربی متن کے بعض الفاظ بھی حذف کر دئے گئے ہیں - آخری بات کے متعلق تو ہم لعنت اللہ علی الکاذبین کے سوائے اور کچھ نہیں کہہ سکتے - مولویصاحبان کے پاس اگر اس کا کوئی ثبوت ہو - کہ قرآن کے متن میں سے کوئی الفاظ احمدیوں نے حذف کر دئے ہیں - تو انہیں پیش کرنا چاہیئے - ہم اسی وقت اپنی غلطی کا اعتراف کرینگے - ورنہ مولویصاحبان کو اپنے کذب صریح کو تسلیم کرنا اور آئندہ احمدیوں کے منہ آنا چھوڑ دینا چاہیئے -

رہا ترجمہ اور تفسیر کا غلط ہونا - افسوس ہے سوائے صفحات کے نمبر دے دینے کے کوئی خاص مثال مولویصاحبان نے پیش نہیں کی - اور نہ ان بحوالہ تراجم کی غلطیوں کے ثبوت دیئے ہیں - یونہی کسی چیز کو غلط کہہ دینے سے وہ غلط نہیں ہو جاتی جبتک اسکا ثبوت نہ دیا جائے - نہ کسی آیت کے ترجمہ میں غلطی ہو جانا موجب کفر ہو سکتا ہے - اس سے پیشتر جسقدر تراجم اور تفاسیر شائع ہو چکے ہیں - ان میں کوئی غلطی نہیں - کیا شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی شاہ عبد القادر صاحب دہلوی اور دیگر بڑے بڑے مترجم اور مفسر مثلاً امام فخر الدین رازی . . . .

وغیرہم معصوم عن الخطا تھے - اور انکی تفاسیر میں کوئی غلطی نہیں ہوئی اگر ہوئی ہیں - تو انہیں کافر کہنے میں مولویصاحبان کو تامل کیوں ہے - المجتہد یخطی و یصیب ائمہ کرام کا مسلمہ اصول ہے - اجتہاد میں غلطی ہو جانے پر کفر کا فتویٰ دینا کیا موجودہ زمانہ کے علمائے سوء کے سوائے کسی حق شناس انسان کا کام ہو سکتا ہے -؟

پھر ہم کہتے ہیں اگر احمدیوں نے غلط ترجمہ کیا ہے - تو تم کو کیا ہو گیا تم کیوں صحیح ترجمہ شائع نہیں کر دیتے ؟ تم احمدیوں سے زیادہ مال و دولت رکھتے ہو - علمیت کا بھی تمہیں بڑا دعویٰ ہے - پھر تم کیوں قرآن کا صحیح علم دنیا میں پھیلانے کی کوشش نہیں کرتے ؟ کیوں ایک غلط چیز کے ہوتے ہوئے حق اور صداقت کو چھپاتے ہو ؟ ظاہر ہے - کہ تم سے قرآن کی اشاعت کی توفیق ہی چھین لی گئی ہے اور اب تمہارا کام اعتراض کرنے اور برا بھلا کہنے کے سوائے اور کوئی نہیں رہا - ورنہ تم خود بھی کچھ کر کے دکھلاتے اور کام کرنے والوں پر اعتراض کرنا اپنا مقصد زندگی نہ بناتے -

(۱۲) بارھویں وجہ کفر یہ ہے کہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے "فاتحہ" کو انگریزی حروف میں Fatiah لکھا ہے جسکے معنے گھریلو زبان میں زناکار یا ناچنے والی کے ہوتے ہیں -

ہمیں مولویصاحبان کی حالت پر رہ رہ کر حیرانی ہوتی ہے - کہ کن باتوں کی بنا پر مسلمانوں کو کافر بنانے کے درپے ہیں - ایک ادنی سی پروف کی غلطی سے اگر کوئی شخص کافر ہو جاتا ہے - تو آج مسلمانوں کے چھپے ہوئے سینکڑوں قرآن ایسے ہیں جو غلطیوں سے پر ہیں - پہلے ان پر کفر کا فتویٰ دو - تاکہ معلوم ہو کہ تمہاری مقدس کوششوں سے اسلام کا کیا باقی رہ جاتا ہے - لفظ . . .

Fatiah کے جو معنے مولوی صاحب نے کئے ہیں - انکی تحقیق کی ہمیں ضرورت نہیں کیونکہ گھریلو زبان کے معنے بھی گھریلو اور خانہ زاد ہی ہونگے - دیکھنا صرف یہ ہے کہ کیا خواجہ صاحب نے یہ لفظ جان بوجھکر انہی معنوں میں لکھا - جو مولوی صاحبان نے انکی طرف منسوب کئے ہیں -؟ اگر ایسا ہوتا تو خواجہ صاحب اس کتاب میں یہ کیوں لکھتے کہ

Fatiah is more important than the Christians Lord's Prayer [illegible]

فاتحہ عیسائیوں کی "خداوند کی دعا" سے زیادہ ضروری ہے -

پھر لکھتے ہیں - کہ

"خداوند کی دعا اپنی تمام خوبیوں کے باوجود بھی . . . . .
Fatiah فاتحہ کی جامعیت اور شان کے بالمقابل ہیچ نظر آتی ہے - اور قرآن کریم کی اس سورت کے بلند اور شاندار خیالات کے مقابلہ کے لئے کتب مقدسہ کی ورق گردانی ایک بے سود امر ہے "

کیا یہ کفر کی باتیں ہیں یا اسلام پر سچے ایمان کا ثبوت ؟ کیا ان الفاظ سے ان خانہ زاد معنوں کی تائید ہوتی ہے - جو مولویصاحبان نے لفظ کے بیان کئے ہیں - اور انکی بنا پر حضرت خواجہ صاحب اور کل جماعت احمدیہ کو کافر ٹھیرایا ہے یا سورۃ فاتحہ کی عظمت و بزرگی کا اظہار ہوتا ہے - کاش ان لوگوں کو ذرا بھی دیانت و امانت سے غرض ہوتی - تو ایسی بے تکی ہانکنے کی کوشش نہ کرتے اور اسقدر لغویاتوں کی بنیاد پر تکفیر کا تبر احمدیوں پر نہ چلاتے -

(۱۳) تیرھویں وجہ کفر یہ بیان کی ہے - کہ احمدی لوگ مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے اپنے آپکو مولوی - خواجہ - حافظ - مشنری - خلیفہ وغیرہ کہتے ہیں - ہم حیران ہیں - مولویصاحبان کو یہ کیونکہ پتہ لگا - کہ احمدی لوگ مسلمانوں کو دھوکا دینے کیلئے اپنے آپکو ایسا لکھتے ہیں - کیا ان الفاظ کے لکھنے کے لئے کوئی خاص سند ہونی چاہیئے - کیا یہ کہیں لکھا ہے - کہ احمدی اگر علم دین جانتا ہو - اگر قرآن کا حافظ ہو - اگر دین کی اشاعت میں منہمک ہو - تو بھی اسے مولوی حافظ اور مشنری نہیں کہنا چاہیئے ؟ "خواجہ" کے لقب کی بھی ایک ہی کہی - مولویصاحبان نے اسکو بھی شاید اپنی مولویت کا کوئی طرۂ امتیاز سمجھا ہے بہتر ہو اگر مسٹر - الیکوائر - شیخ - ڈوم - میر وغیرہ کے الفاظ کو بھی وہ اپنے ہی لئے مختص کر لیں اور یہ حکم جاری کر دیں کہ جو شخص ان الفاظ کا استعمال کریگا وہ کفر کی بندوق کا نشانہ بنایا جائے گا -

(۱۴) چودھویں وجہ کفر یہ لکھی ہے - کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے اپنے آپکو آدم - نوح - ابراہیم - اسحاق - یعقوب - اسمعیل - موسےٰ - داؤد - عیسےٰ - مریم اور محمد علیہم السلام لکھا ہے - اسکے جواب میں ہم صرف تذکرۃ الاولیا کا ایک حوالہ نقل کر دینا چاہتے ہیں جسمیں لکھا ہے - کہ کسی شخص نے حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ ابرہیم - موسیٰ - عیسےٰ - محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام کیا ہیں ؟ فرمایا وہ سب میں ہوں - اس نے کہا کہتے ہیں کہ خدا کے برگزیدہ بندے ہیں - جبرائیل - میکائیل - اسرافیل - عزرائیل علیہم السلام فرمایا وہ سب میں ہوں - یہانتک کہ عرش - کرسی اور لوح کو بھی کہا کہ میں ہوں - اور لوائی اعظم من لواء محمد اور سبحانی ما اعظم شانی تک کہدیا -

معلوم نہیں مولویصاحبان حضرت مسیح موعودؑ پر اعتراض کرنے سے پہلے اپنی کتابوں کو کیوں نہیں دیکھ لیتے اور ان بزرگوں کے اقوال کو کیوں نہیں پڑھتے جنکو اولیا اللہ میں سے سمجھا جاتا ہے - اگر واقعی ایسی باتوں سے کوئی شخص کافر ہو جاتا ہے - اگر فنا فی اللہ اور فنا فی الرسول کے مراتب تمہارے نزدیک مسلم نہیں - تو سب سے پہلے ان بزرگوں کو کافر ٹھیراؤ - اور انکی اولیائی کو نعوذ باللہ گمراہی قرار دو - حضرت مرزا صاحب نے جو کچھ کہا وہ کوئی نئی بات نہیں - تمام امت کی مسلمہ ہے اسکو وجہ کفر ٹھیرانا اپنی کم فہمی اور جہالت کا ثبوت دینا ہے -

اسکے بعد انگریزی ترجمۃ القرآن کے متعلق مصر کے کسی فتوے کا ذکر کیا ہے لیکن اتنا نہیں سوچا کہ فتوے اسبارہ میں نہیں کہ ترجمہ غلط ہے - بلکہ سرے سے ترجمہ کرنا ہی مفتی صاحب کے نزدیک ناجائز ہے - خواہ وہ کسی زبان میں ہو - اس لئے مولویصاحبان کو چاہیئے - کہ جسقدر لوگوں نے آجتک قرآن کریم کا ترجمہ کیا ہے ان سب کو کافر قرار دیں حضرت شاہ ولی اللہ حضرت شاہ رفیع الدین و حضرت شاہ عبد القادر کے تراجم اسوقت ہندوستان میں عام طور پر رائج ہیں - یہ تینوں بزرگوں کو دہلی کے ایک نہایت بزرگ خاندان کے چشم و چراغ ہیں - جنکے گھر کے آثار ہیں - ایسا ہی اور بیسیوں تراجم اسوقت تک شائع ہو چکے ہیں - ان سب کے کرنے والوں کو کافر ٹھیرانا چاہیئے حضرت مولانا محمد علی صاحب ایدہ اللہ کی خصوصیت اسبارہ میں نہیں ہو سکتی لیکن جیسا کہ ہم قبل ازیں بتا چکے ہیں مصر میں بھی اسوقت تک اختلاف ہے - اور سابق مفتی اعظم ترجمہ کے حق میں ہیں اسلئے مولویصاحبان کا فتویٰ اس بنا پر بھی قایم نہیں رہ سکتا -

اگر بالفرض اسکا منشا یہ ہو - کہ حضرت مولانا محمد علی صاحب ایدہ اللہ کا انگریزی ترجمہ غلط ہے - تو اسکا کوئی ثبوت اسوقت تک نہیں دیا گیا - اور نہ مولویصاحبان نے ابتک کوئی صحیح ترجمہ کیا - کیا افسوسناک بات نہیں - کہ خود تو مولویصاحبان کو کچھ بھی کرنا نہیں آتا - اور جو کام کیا ہے انہیں کافر قرار دینے میں بڑے ہوشیار ہیں - اللہ تعالےٰ ان کی حالتوں پر رحم کرے - اور انہیں عقل اور سمجھ عطا فرمائے -

موجودہ پیر اور اشاعت اسلام

ہمارے ایک عزیز دوست مولوی عبد الرحمن صاحب ہزاروی نے معاصر "زمیندار" کے ذیل کے نوٹ کیطرف ہماری توجہ مبذول کرائی ہے :-

"سنتے ہیں - کہ کسی زمانے میں صوفی حضرات اسلام پھیلایا کرتے تھے - لیکن ہم نے تو جب سے ہوش سنبھالا - صوفیوں کے ایک طبقے کو کفر ہی پھیلاتے دیکھا آئے دن ایسے قصے سننے میں آتے ہیں - جن سے کلیجا شق ہو جاتا ہے حال ہی میں ایک اطلاع موصول ہوئی ہے - کہ کوہ مری کے قریب ایک گاؤں میں ایک نہایت مشہور پیر تشریف رکھتے ہیں - ۲۰ جولائی کو ایک گورا سپاہی جو مری سے چودہ پندرہ میل کے فاصلے پر فرانس پور کے رسالے میں ملازم ہے - اور اردو لکھنا پڑھنا جانتا ہے - حضرت پیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا - اور عرض کرنے لگا - کہ میں مدت سے اسلام کے عقائد کا مطالعہ کر رہا ہوں - آپ مجھے مشرف باسلام کر دیجئے - پیر صاحب نے اس گورے کو دو تین دن اپنے پاس رکھا اور اس اثنا میں رسالے کے کمان افسر کو ایک چٹھی لکھ دی - کہ فلاں گورا سپاہی فرانس پور سے مفرور ہو کر ہمارے پاس آیا ہے - اور مسلمان ہونا چاہتا ہے - دوسرے ہی دن دو تین سپاہی بلائے مبرم کی طرح وہاں پہنچے - اس گورے کو مار پیٹ کر اپنے ساتھ لے گئے - اللہ تعالےٰ اسکا حامی و ناصر ہو - اور اسے استقامت عطا فرمائے "

مولوی عبد الرحمن صاحب کا مقصد اس نوٹ کیطرف توجہ دلانے سے غالباً یہ ہے کہ ہم بھی ایسے نام نہاد پیروں کی حالت اپنے قارئین پر آشکارا کریں - ہم انہیں بتانا چاہتے ہیں - کہ "پیغام صلح" کے ناظرین بفضلہ تعالےٰ ایسے دنیا ساز لوگوں کے ہتھکنڈوں سے خوب واقف ہیں - ہاں ضرورت اس امر کی ہے - کہ ہمارے احباب ایسے موقع پر ذرا ہمت اور چستی سے کام لیں - اور فوجی انگریز کو مصائب سے چھڑانے کی پوری کوشش کریں - کیا احباب کوہ مری اسطرف متوجہ ہونگے -؟

پانی پت کی چوتھی لڑائی

اس سال محرم کے موقعہ پر سہارنپور کے بجائے پانی پت کو برادران وطن نے میدان کارزار بنایا اور پیپل کے درخت کے بجائے دیہات کے جاٹوں کو سنگھٹن کا آلہ کار ٹھیرایا - اسوقت تک جسقدر ہندو مسلم جماعتوں کے بیانات شائع ہوئے ہیں - وہ سب کے سب حسب دستور اپنی اپنی قوم کی ہی حمایت میں ہیں ہندو کہتے ہیں - کہ قصور سراسر مسلمانوں کا تھا - جاٹ صرف اپنی کسی مذہبی تقریب پر آئے تھے - اور صرف اس راستہ سے گذر جانا چاہتے تھے - جہاں سے مسلمان تعزیہ لیکر آ رہے تھے مسلمانوں کا بیان ہے - کہ ہندوؤں نے جاٹوں کو خاص طور پر اس موقعہ پر دعوت دی تھی - اور وہ انہی کے اشارہ سے مسلمانوں کے بالمقابل ڈٹے کھڑے رہے - جب تک پولیس نے انہیں منتشر نہ کر دیا - واقعات کو اگر غیر طرفدارانہ نگاہ سے دیکھا جائے - اور ان بیانات کو بھی پڑھا جائے جو مسٹر لطیفی ڈپٹی کمشنر ضلع کرنال نے شائع کرائے ہیں - تو صاف معلوم ہوتا ہے - کہ یہ محض ہندو سنگھٹن کا ایک کرشمہ تھا - اور اگر حکام مستعدی اور دانشمندی سے کام نہ لیتے تو یہ واقعہ ان خونین نتائج کے لحاظ سے جو پیش آتے - تاریخ میں پانی پت کی چوتھی لڑائی کے نام سے موسوم ہوتا - یہ کہنا کہ جاٹ کسی مذہبی تقریب پر آئے تھے کیا ایسی حالت میں صحیح ہو سکتا ہے - جبکہ ان میں سے ہر ایک لاٹھیوں سے خاص طور پر مسلح تھا - اور باوجود منت و سماجت کے کہ وہ مسلمانوں کے جلوس کو گذر جانے دیں - وہ اسطرح سے بالمقابل صفیں باندھ کر کھڑے تھے - جیسے میدان کارزار میں کوئی فوج جنگ کے لئے کھڑی ہو -

ہم برادران وطن سے صرف اسقدر عرض کرنا چاہتے ہیں کہ - مسلمانوں کے متعلق جو انکی رائے ہو وہ رکھیں لیکن یہ کیا حماقت ہے - کہ خواہ مخواہ راہ چلتے ان کو دکھ دیا جاتا ہے - آخر کونسا قانون - کونسا عدل اور انصاف اس طریق عمل کا حامی ہے - جو ہندو جاٹوں نے پانی پت کی سرزمین پر اختیار کیا - کیا سوراج اسی کا نام ہے ؟ کاش اس حب وطن کا جسکا ہمارے برادران وطن کو دعویٰ ہے - ایک شائبہ بھی انکے اندر ہوتا - تو وہ جاٹوں کی حرکت پر نفرین بھیجتے اور مسلمانوں کے دلوں میں اپنی محبت پیدا کرنے کی کوشش کرتے -

بقیہ صفحہ اول

ان موزشوں کی وجہ سے ان کی طبیعتوں میں مردانگی آگئی ہے۔ اور اب کشمیری پنڈت شہر کے غنڈوں سے بالکل خائف نہیں۔ حالانکہ پہلے یہ حالت تھی کہ بیچارے ہر وقت سہمے ہوئے رہتے تھے۔ اب کوئی شخص کسی پنڈت کی طرف انگلی بھی نہیں اٹھا سکتا چستی کا یہ عالم ہے۔ کہ سکول کے لڑکوں کو حکم ہے کہ جب گھنٹی بجے تو سکول کو آدھے منٹ میں خالی کردیں۔ اب چونکہ سکول کی عمارت سہ منزلہ ہے اور سیڑھیوں میں سے سب لڑکوں کا ایک وقت میں اترنا مشکل ہے۔ باہر کی دیوار کے ساتھ چوٹی سے نیچے تک گول لمبی لکڑیاں لگادی ہیں جنہیں پکڑ کر لڑکے ایک دم بندروں کی طرح نیچے اتر آتے ہیں سکول کی عمارت کے نیچے دریا بہتا ہے۔ اوپر سہ منزلہ دریا میں روزانہ چھلانگیں لگاتے ہیں۔

چونکہ کشمیری عموماً کپڑے صاف نہیں رکھتے۔ پادری بسکو نے یہ انتظام کیا ہے۔ کہ جو لڑکا میلے کپڑوں میں آئے وہ اسی جگہ سکول کے احاطہ میں ایک پانی کا حوض ہے اسمیں کپڑے اپنے ہاتھ سے دھوئے۔ چونکہ یہ کام سب لڑکوں کے سامنے کرنا پڑتا ہے۔ اسلئے لڑکے ڈر کے مارے صاف کپڑے پہن کر آتے ہیں۔

پادری بسکو کی تجاویز کا اگر پورا بیان کیا جائے تو غالباً تمام رسالہ بھی کافی نہ ہوگا اسلئے میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ صرف یہ کہنا باقی ہے۔ کہ جہاں پادری بسکو نے لڑکوں کے اجسام کی تربیت کا انتظام کیا ہے۔ اور ان سے ہمدردی انسانی کے عملی کام لیتا ہے۔ وہاں اُسنے اپنے سکول میں سیاسی خیالات کے داخلے کو بالکل بند کردیا ہے۔ کوئی ہندوستانی سیاسی اخبار سکول میں داخل نہیں ہوسکتا۔ یورپین اخبار کی خبریں اُستاد پڑھ کر لڑکوں کو اُنکا خلاصہ بتا دیتے ہیں مگر سکول میں لڑکوں کے مطالعہ کے لئے کوئی ریڈنگ روم نہیں رکھا۔ لڑکوں کیلئے ڈیبٹنگ سوسائٹی نہیں ہے۔ جب ہم نے پادری بسکو سے اس کمی کی نسبت سوال کیا تو اُسنے یہ جواب دیا کہ ہم عملی آدمی چاہتے ہیں صرف باتیں کرنے والے آدمیوں کی ہمکو ضرورت نہیں ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ سچی بات کا سمجھنا اور اُسکا کہنا اور کہنے کی قابلیت رکھنا بھی عمل میں شامل ہے۔ پادری بسکو نے انسانی ہمدردی کے تقاضے سے کشمیریوں کی اخلاقی اصلاح کی کوشش کی۔ اور وہ اسمیں کامیاب ہوا اُسکی کوشش تحسین کے لائق ہے۔ مگر ہم ایک غیر ملکی آدمی اور خاصکر انگریز سے یہ توقع نہیں کرسکتے کہ وہ ہمارے بچوں کے اخلاق کی درستی کی تمام پہلوؤں سے کوشش کرے۔ خاص کر ہندوستانیوں کے دل میں ایک انگریز کا حب وطن پیدا کرنا محال امر ہے۔ یہ امر اُسکی اپنی حب وطن کا نقیض ہے چونکہ پادری بسکو نے اپنے شاگردوں کے سامنے اخلاقی اصلاح کے لئے کوئی مقصد عالی جیسے حب وطن یا حب دین سے نہیں رکھا اسلئے اُسے پوری کامیابی نہیں ہوئی چنانچہ اُسنے میرے سامنے اعتراف کیا کہ میں تیس سال سے ان لڑکوں کو دیانتداری کی تعلیم دے رہا ہوں۔ مگر جب وہ سکول سے نکل کر ملازم ہوجاتے ہیں۔ تو باقی عمال کیطرح یہ بھی رشوت ستانی شروع کردیتے ہیں اتنے برس میں صرف ایک دو شخص ایسے نکلے ہیں جو اپنے آپ کو بچاتے ہیں۔ کہاں یہ کمزوری اور کہاں وہ طاقت نبی عربی کہ جس نے تمام قوم کو دیانتدار امین اور راستباز بنادیا غرض یہ تھا کہ نبی عربی نے حب اللہ کو دلوں میں بھرا اور تمام اخلاق رذیلہ کو جلاکر خاک کردیا۔ لیکن پادری صاحب اپنے لڑکوں کے سامنے کوئی ایسا مقصد عالی پیش نہ کرسکے یا پیش کیا تو انہیں یقین نہ دلا سکے

اسلامی مدارس کے فرائض

یہ کام ہے جو اسلامی مدارس کے سامنے ہے جسکو بسکو نے ایک حد تک انجام دیا۔ ہر ملک کے لوگوں کے اخلاق جدا جدا ہیں ہر ایک میں کچھ خوبیاں ہیں اور کچھ کمزوریاں۔ قومی مدارس کے اساتذہ اور بالخصوص ہیڈ ماسٹروں اور پرنسپلوں کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے ملک کے اخلاقی نقائص کا بغور مطالعہ کریں۔ اور پھر اُنکی اصلاح کیلئے اپنے سکولوں میں تجاویز کریں۔ تمام ملک کے لئے ایک اخلاقی نظام نہیں ہوسکتا کیونکہ ہر جگہ کی ضروریات الگ ہیں مثلاً صوبہ سرحد کے لوگوں کے اخلاق باقی اہل ہند سے نمایاں طور پر جدا قسم کے ہیں۔ یہ لوگ بزدل نہیں شجاع بھی ہیں۔ مگر انکی شجاعت میں بھی اصلاح کی ضرورت ہے حقیقی شجاعت وہ ہے جسکے ذریعہ سے انسان ایک مقصد کے لئے اپنی محبوب چیزوں کو جمیں جان بھی شامل ہے قربان کرسکے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ افغان ایکدوسرے کا گلا کاٹنے کیلئے تو ہر وقت تیار ہیں۔ مگر حب وطن کیلئے چھوٹی انگلی سے ایک قطرہ خون دینے کیلئے بھی تیار نہیں۔ انکی غیرت بھی اُلٹی قسم کی ہے۔ غیرت حقیقی وہ ہے جو غیر سے ہو۔ مگر یہاں یہ کیفیت ہے کہ اپنوں کے ساتھ غیرت کیجاتی ہے۔ اور غیروں کے سامنے سر تسلیم خم ہے پھر یہ بھی عیب اس قوم میں پایا جاتا ہے کہ محنت سے جی چراتے ہیں۔ اور عیش وعشرت کیطرف بہت جلد مائل ہوجاتے ہیں جبتک سکولوں میں یا کالجوں میں پڑھتے ہیں۔ تو صرف اتنی محنت کرتے ہیں جتنی پاس ہونے کے لئے ضروری ہو۔ اور وہ اکثر اوقات مشکل سے فیل ہونے کے لئے کافی ہوتی ہیں۔ مگر جب سکول وکالج کی قید سے آزاد ہوجاتے ہیں تو پھر محنت سے انکو کیا غرض۔

میں نے نمونہ کے طور پر ایک دو باتوں کا ذکر کردیا ہے بہت سے اور نقائص ہیں جنکی تفصیل کی اسجگہ ضرورت نہیں۔ ہمارے ہیڈ ماسٹروں اور پرنسپلوں کا یہ فرض ہے کہ اپنے طالبعلموں میں سے ان نقائص کے دور کرنے کی کوشش کریں۔ جہانتک ہوسکے

آل مسلم پارٹیز کانفرنس اور مولٰنا احمد سعید صاحب

میر غلام بھیک صاحب نیرنگ سیکرٹری آل مسلم پارٹیز کے قلم سے

... فریبال رو بہ سوئے لعبتان اریجی چوں
رو بہ سوئے خانہ خمار دارد پیر ما

مولانا احمد سعید صاحب کانفرنس سے روٹھ کر ....

مسلمانوں کے آگے فریاد کر رہے ہیں کہ دیکھو جی اس کانفرنس میں مرزائیوں کو شریک کر لیا گیا۔ حالانکہ مرزائی مرتد ہیں اسلام سے خارج ہیں اور انکو مسلمانوں کی کانفرنس میں نہ بلانا چاہیئے تھا۔ بھولے بھالے مسلمانوں کو کیا خبر ہے۔ کہ خود مولانا احمد سعید صاحب اور اُن حضرات کا طرز عمل کیا ہے جو اسوقت داعیان آل مسلم پارٹیز کانفرنس کو مطعون کر رہے ہیں۔ قال تو معلوم ہوگیا۔ مگر حال کو بھی دیکھنا چاہیئے۔ علم کا پتہ لگ گیا آپکے اب عمل کو دیکھیں چند واقعات اپنے علم سے لکھتا ہوں۔

(۱) موتمر اتحاد دہلی منعقدہ ستمبر ۱۹۲۴ء میں ہندو مسلمان وغیرہ سب مذاہب وعقائد کے لوگ شریک ہوئے۔ انمیں نمائندگان قادیان علماء جمعیۃ علماء وعلماء دیوبند بحیثیت نمائندگان مسلمانان ہند پہلو بہ پہلو تشریف رکھتے تھے

(۲) اجلاس ندوۃ العلماء لکھنو مورخہ ۸ تا ۱۰ مارچ ۱۹۲۵ء میں خواجہ کمال الدین صاحب رکن اعظم جماعت احمدیہ لاہور شامل تھے اور انکی تقریر ہوئی۔ اسی اجلاس میں مولانا احمد سعید صاحب مولانا عبدالحلیم صاحب صدیقی کی تقریر بھی ہوئی۔ اگر یہ حضرات وہاں یہ سوال اٹھاتے کہ خواجہ کمال الدین صاحب کو مسلمانوں کے جلسے سے الگ کردیں۔ یہ مسلمان نہیں ہیں۔ تو وہ جلسہ ندوۃ العلماء کا تھا۔ وہاں اسکا فیصلہ بہترین طریق سے ہو جاتا۔ لیکن ان حضرات نے علماء کے سامنے اس سوال کو اٹھانے کی جرات نہ کی۔

(۳) تبلیغ کانفرنس لکھیم پور منعقدہ ۱۱ تا ۱۳ مارچ ۱۹۲۵ء میں خواجہ کمال الدین صاحب مذکور اور مولوی عصمت اللہ صاحب احمدی لاہوری دونو شریک تھے۔ انکی متعدد تقریریں ہوئیں علما کی ایک بہت بڑی تعداد موجود تھی جنکے پروگرام میں انکو وقت ملنا مشکل ہو رہا تھا۔ خود مولانا احمد سعید صاحب کو انکے حوصلے کے موافق وقت نہ دیا جاسکا۔ اس کانفرنس میں مولانا احمد سعید و مولانا عبدالحلیم صدیقی صاحب مولانا محمد عرفان صاحب شریک تھے انہوں نے وہاں بھی کوئی اعتراض نہ کیا۔

(۴) تبلیغ کانفرنس متھرا مورخہ یکم تا ۳ جون ۱۹۲۵ء میں مولوی عصمت اللہ صاحب احمدی لاہوری اور ایک صاحب قادیان جن کا نام یاد نہیں شریک تھے مولانا احمد سعید صاحب اور مولانا محمد عرفان صاحب بھی شریک تھے۔ مولانا عصمت اللہ صاحب مولانا مظہر الدین صاحب اور مولانا احمد سعید صاحب بروش شریک مناظرہ ہوئے۔ جہاں تک دھرم بھکشو نے اعتراض کیا مولوی عصمت اللہ مرزائی ہیں جنکو دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جاتا ہے۔ مولانا مظہر الدین صاحب نے اسکی تردید کی اور مولانا احمد سعید صاحب خاموش بیٹھے رہے۔ ان واقعات کو دیکھئے اور پھر فرمایئے

نہیں تقصیر اُس بت کی ہے یا میری خطا لگتی
مسلمانوں ذرا انصاف سے کہنا خدا لگتی

جب مولانا احمد سعید صاحب سے یہ واقعات بیان کرکے دریافت کرتا ہوں تو وہ فرماتے ہیں اگر کسی شخص نے انفرادی حیثیت سے شرکت کرلی تو وہ اپنے فعل کا خود ذمہ وار ہے۔ تو گویا حضرات علمائے کرام انفرادی حیثیت سے احکام شریعت کے پابند نہیں ہیں (انا للہ وانا الیہ راجعون)

(۵) انفرادی حیثیت کا عذر بالکل لچر اور مہمل ہے۔ لیکن تھوڑی دیر کے لئے اسکو بھی مان لیجئے۔ اب نیابتی حیثیت کو لیجئے لاہور کی جماعت احمدیہ نے دوران کانفرنس میں ایک اعلان شائع کیا۔ اسمیں واقعات مندرجہ ذیل درج ہیں۔ اور ان واقعات سے آجتک جمعیۃ علماء کی جانب سے انکار کیا گیا اور جب تک دلائل اور ثبوت کے ساتھ انکار نہ کیا جائے ہم ان واقعات کو صحیح سمجھتے ہیں۔

(ا) جن دنوں فتنہ ارتداد زوروں پر تھا جمعیۃ علماء کے شعبہ حفاظت وتبلیغ اسلام نے مولوی عصمت اللہ صاحب اور جماعت احمدیہ لاہور کے دیگر مبلغین سے کئی مرتبہ امداد لی اور متعدد مقامات پر انہیں بلا کر جمعیت کی طرف سے لکچر کرائے۔

(ب) شعبہ تبلیغ وحفاظت اسلام جمعیت العلماء ضلع میرٹھ کے ناظم مولانا مبارک حسین صاحب جماعت احمدی لاہوری کو خط لکھتے ہیں "مکرمی اسلام علیکم" سے شروع کرتے ہیں۔ لکھا ہے کہ اور بھی علماء اسلام موجود ہونگے مگر شیخ عبدالحق صاحب کو ہی ضرورت ہے۔ گویا شیخ عبدالحق ہی ایک عالم اسلام ہیں

(ج) مولانا احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند امیر جماعت احمدیہ لاہور کے نام خط لکھتے ہیں۔ اور مولوی عبدالحق صاحب فاضل سنسکرت کی خدمات شعبہ تبلیغ وحفاظت اسلام کے واسطے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ خط جماعت احمدیہ نے ہمکو دکھایا۔ ذمہ دارانہ حیثیت ناظم لکھا گیا ہے جو ملحوظ کئے گئے ہیں۔ انفرادی حیثیت کا کوئی تعلق نہیں یقیناً نیابتی حیثیت سے لکھا گیا ہے

(د) ۱۹۲۰ء میں جب حفاظت خلافت کے لئے والسرائے صاحب کی خدمت میں مسلمانوں کا وفد گیا تو جمعیۃ علماء کے اکابر اور علمائے دیوبند کے ساتھ اکابر جماعت احمدیہ بھی شریک وفد تھے۔ یہ ہے مولانا احمد سعید صاحب اور دیگر حضرات کا فعل یہ ہے۔ تو اب مسلمان سوچ سمجھ کر انصاف سے خدا لگتی کہیں کہ ان حضرات کے قول کا اعتبار کیا جائے یا فعل کا۔

ان حضرات نے خاص غرض سے جھگڑا اٹھایا ہے ورنہ بات صرف اتنی تھی کہ یہ کانفرنس مذہبی کانفرنس نہ تھی حق وباطل کی سندات تقسیم کرنے کا جلسہ نہ تھا۔ اس جلسہ میں ان سب لوگوں کو جو خود کو مسلمان بیان کرتے ہیں۔ یا جنکو غیر مسلم افراد واقوام مسلمان سمجھتے ہیں۔ یا مسلمان کے نام سے پکارتے ہیں ایسے مسائل کو طے کرنے کیلئے بلایا گیا تھا۔ جو انکے اغراض مشترکہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایسے اغراض کے بارے میں جمع ہوکر مشورہ کرنا مقصود تھا۔ ایک خاص سبب سے ان حضرات کو یہ بات گوارا نہ تھی۔ مذہب کی آڑ لیکر شورش برپا کردی۔ اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو حال پر رحم فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

سید غلام بھیک نیرنگ معتمد عمومی مرکزیہ تبلیغ الاسلام سیکرٹری آل مسلم پارٹیز کانفرنس

عجیب وغریب انکشاف

ناظم جمعیۃ علمائے ہند کی نام دوسری چٹھی

مجھے اب اس خط کی نقل مل گئی ہے جو مولوی احمد سعید صاحب جمعیۃ علمائے ہند نے رجب ۱۳۴۳ھ میں مسٹر محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کے نام تحریر کیا تھا اس خط کا اول حصہ شائع کرنا میں مناسب نہیں سمجھتا باقی حصہ شائع کرکے چند سوالات ضروری سمجھتا ہوں۔ آپ آپریوں کا ذکر کرکے لکھتے ہیں۔

"جب تک ان کی کتابوں کی کافی معلومات نہ ہو اور سنسکرت سے کماحقہ واقفیت نہ ہو۔ مناظرہ کرنا صعب ترین ہے۔ مکرمی مجھے اس امر پر نہایت ملی افسوس ہے کہ گو بعض حضرات نے سنسکرت میں مہارت حاصل کی ہے لیکن وہ مناظرہ کی اہلیت نہیں رکھتے۔ بعض کی تقریر صاف نہیں ہے۔ بعض اپنی مذہبی معلومات سے ناواقف ہیں اس لئے باوجود اس محنت کے بھی معتدبہ نفع حاصل نہیں ہے۔ جمعیۃ علما کا تبلیغی شعبہ اس امر کا خواہشمند ہے کہ سنسکرت کی تعلیم کو عام کیا جائے اور بعض ایسے حضرات جن کی تقریر بھی صاف ہو اور مذہبی واقفیت بھی رکھتے ہوں مجبور کئے جائیں کہ وہ سنسکرت حاصل کریں بنابریں اس امر کی ضرورت محسوس ہوئی کہ مولوی عبدالحق صاحب جو اسوقت سنسکرت کے فاضل ہیں تعلیم کے لئے مقرر کیا جائے لیکن چونکہ مولانا موصوف کا آپ سے تعلق ہے اس لئے میں جناب کی خدمت میں یہ درخواست پیش کرتا ہوں کہ آپ مولانا موصوف کو دو سال کے لئے ہمکو مستعار عنایت فرمائیں۔ تمام اخراجات کی کفالت ہمارے ذمہ ہوگی اگر آپ کسی خاص ضرورت کے لئے مولانا کو چند یوم کے لئے کسی جگہ بھیجنا چاہیں گے تو ہمکو کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ اگر آپ مولانا کی خدمات ہمارے سپرد کردیں تو ہم انشاءاللہ معقول مشاہرہ کے ساتھ خدمت کرنے کو تیار رہیں۔ یہ مشاہرہ براہ راست آپکی خدمت میں پیش کیا جائے گا اور آپ ہی سے انکا تعلق رہیگا۔ البتہ خدمات جمعیۃ کے تحت ہوں گی مولانا موصوف کو دہلی میں قیام کرنا ہوگا۔ جناب کی منظوری کے بعد ابتدائی امور طے کرلئے جائینگے۔ مجھے امید ہے کہ یہ میری پہلی درخواست ضرور شرف قبولیت حاصل کریگی۔"

میں ہوں آپ کا صادق

(احمد سعید ناظم عمومی شعبہ تبلیغ جمعیۃ علمائے ہند)

اگر آپ کی تحریر یہ نہیں ہے تو تردید کردیجئے اور اگر ہے جیساکہ یقین ہے تو پھر حسب ذیل امور کا جواب دیجئے۔

(۱) آپ نے جمعیۃ علمائے ہند کا ناظم ہو کر سی علماء کی جن میں علماء دیوبند بھی داخل ہیں توہین کی جیسا کہ عبارت منقولہ کے حصہ سے ثابت ہے۔

(۲) کیا آپ کے نزدیک علماء دیوبند میں بھی کوئی ایسا فرد نہ تھا جس کی تقریر وغیرہ صاف ہو۔

(۳) کیا آپ نے جماعت منتظمہ کے مشورہ کے بعد یہ خط لکھا تھا۔ اگر مشورہ کیا تھا تو جمعیۃ علماء نے اسوقت لاہوری جماعت کے کفر پر غور کیا تھا؟

(۴) اگر کوئی مشورہ نہ تھا تو پھر خود مختارانہ طریق پر آپ نے امیر جماعت احمدیہ کو مولوی عبد الحق صاحب کے تمام مصارف برداشت کرنے کا ٹھیکہ کس اختیار سے لے لیا۔

(۵) کیا اس خط سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ لاہوری احمدی جماعت کو کافر نہیں سمجھتے۔ پھر کیا وجہ ہوئی جس نے آپ کے عقیدہ و مسلک کو بدلا؟ ان سوالات کے جواب پر ہم یہ دیکھینگے کہ آپ نے جمعیۃ علمائے ہند جیسی ذمہ دار جماعت کو نہایت خود مختاری کے ساتھ اپنی اغراض کا کھلونا بنا رکھا ہے اور یہی وہ طرز عمل ہے جس نے جمعیۃ کے وقار اور علماء کے اعتماد کو برباد کر دیا۔ (اڈیٹر الامان)

آل مسلم پارٹیز کانفرنس اور مولوی سعید احمد صاحب کا سکوت

جو لوگ امرتسر میں پوسٹر بازی کرانے اور مسلمانوں میں اختلاف انتشار کا دیواروں پر تماشا دکھانے میں بہت چالاک و چست تھے تعجب ہے کہ اب وہ منہ میں گھنگنیاں ڈال کر بیٹھ گئے ہیں۔ اور ان سوالات کے جوابات اب تک نہیں دئے جو جناب سید غلام بھیک صاحب نیرنگ سکرٹری آل مسلم پارٹیز نے کئے۔ ہمارے خیال میں ان سوالات کا حل اس راز سربستہ اور ان اغراض پنہاں کا حل ہوگا جن کو مولوی احمد سعید صاحب قادیانیوں کی مخالفت کا نقاب ڈال کر چھپانا چاہتے ہیں۔ اخبار "الجمعیۃ" میں جو شعبہ تبلیغ و حفاظت اسلام کا ہزاروں روپیہ خرچ کر کے نکالا گیا ہے۔ اسمیں مکر و دجل اور کفر و ارتداد کے الفاظ تو بار بار اور بہت کثرت سے استعمال کئے جاتے ہیں لیکن واقعات کے متعلق جو سوالات کئے گئے ہیں ان کا کوئی جواب نہیں دیا جاتا۔ حالانکہ گالیاں دینے اور کام کرنے والوں کو بدنام کرنے سے پیشتر واقعات کی صفائی مذہبًا و اخلاقًا ضروری ہے۔

ہم نے سب سے اول ناظم جمعیۃ علمائے ہند سے جو اس فتنہ اختلاف کے بانی ہیں سوالات کئے تھے اور جناب سید غلام بھیک صاحب نیرنگ نے بھی سوالات ہی کئے ہیں تاکہ جمعیۃ علماء ہند کے واحد خداوند واقعات کا جواب واقعات سے دیں لیکن ان کے اخبار میں تو گالیاں لکھنے کے لئے جگہ ہے۔ مگر واقعات کا جواب واقعات سے دینے کے لئے کوئی گنجائش نہیں۔ پس اس سکوت سے ثابت ہوتا ہے کہ یا تو نظامت جنگ بہادر مولوی احمد سعید صاحب کو سوالات تسلیم ہیں؟ یا واقعات کے جواب میں ان کے پاس واقعات نہیں بلکہ لغت عرب میں ڈھلی ہوئی گالیوں کے کارتوس ہیں۔ (الامان)

چھ ہزار سال پہلے کی عورتیں

لندن کے برٹش میوزیم میں آثار قدیمہ کی ایک عارضی نمائش ہو رہی ہے جو بابل کے قدیم شہر ار کے مقام سے دستیاب کی گئی ہیں ان میں عورتوں کے چھوٹے چھوٹے سے مجسمے بھی دستیاب ہوئے ہیں جو جھالروں اور چینیوں اور بیلوں سے مزین ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آج سے پانچ چھ ہزار برس پیشتر بھی حوا کی بیٹیاں کپڑے زیور و مرواریدِ حمیدہ و پیچیدہ ادویہ کی اسقدر شائق نہیں کہ جسقدر آج کل ہیں۔ اپنی زیب و زینت اور آرائش کی اسقدر دلدادہ تھیں غالبًا اس سے پیشتر کے زمانہ میں جب تک کہ کپڑا ایجاد ہی نہ ہوا تھا پتوں کی پوشاک پہنا کر ببول کے کانٹوں کی آلپنوں سے جنگلی اور خود رو بیلیں [illegible] جاتی ہوں گی۔

[illegible] بہت سی چیزیں نہایت [illegible]

[illegible]

سوامی شردھانند کی تاریخی تصریحات

سوامی شردھانند جی نے ۲۴ جولائی کو گورو کل لاہور میں جو تقریر کی اور جس کی رپورٹ ہمعصر "ملاپ" لاہور میں شائع ہوئی ہے۔ اس میں انہوں نے بعض ایسی شرمناک تاریخی تحریفیں کی ہیں جن کا کوئی تحریری ثبوت پیش نہیں کر سکتے۔ سوامی جی نے دوران تقریر میں کہا کہ:۔

"زمانہ قدیم کی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ ہندوستان میں عورتیں پردہ نہیں کرتی تھیں لیکن مسلمانوں کے زیر اثر ہو کر ہندوؤں میں یہ رسم پیدا ہو گئی۔ اس زمانہ میں مسلمان لوگ ہندوستان پر حملہ کر کے ہندو نوجوان لڑکیوں کو اٹھا لیجایا کرتے تھے اسلئے انہوں نے یہ رسم نکالی کہ صغر سنی میں شادی کر دی جائے تاکہ مسلمانوں کو کنواری لڑکیوں کے حاصل کرنے کا موقعہ نہ مل سکے۔ نیز ان کے خیال کے مطابق اپنے ماں باپ کے یہاں سے وہ سسرال کے یہاں زیادہ محفوظ رہتی تھیں۔"

اس اقتباس سے جو سوامی شردھانند جی کی تقریر سے لیا گیا ہے ظاہر ہے کہ یہ غلط الزام مسلمانوں پر صرف اسلئے لگایا گیا ہے کہ ہندوؤں کو ان کے برخلاف برانگیختہ کیا جائے اور جو ناگوار فضا اسوقت ملک میں موجود ہے اسکی سمیت میں مزید اضافہ ہو ورنہ جیسا کہ ہم ہندوؤں کی مذہبی اور تاریخی کتابوں سے ثابت کریں گے۔ اس جھوٹ میں ذرا بھی سچ کی آمیزش نہیں۔

مولوی معین الدین احمد صاحب پروفیسر فارسی ولسن کالج بمبئی نے جو سنسکرت زبان کے اچھے ماہر ہیں حال ہی میں ایک کتاب لکھی ہے جس کے دیباچہ میں انہوں نے اصل سنسکرت کتب رامائن و مہابھارت وغیرہ سے جو ہندوؤں کی مسلمہ اور معتبر تاریخی کتابیں ہیں ترجمہ صفحہ اور سطر کے ساتھ حوالہ دے کر سوامی جی کے محولہ فوق الزامات کی تردید کی ہے۔

مولوی صاحب نے ایک سنسکرت اشلوک رامائن ارنیہ کانڈم سرگ ۴۷ درج کیا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے "سیتا رانی فرماتی ہیں کہ جب ہمارے بیاہ سیتا جی اور رامچندر جی کے بیاہ کو بارہ برس گذر گئے۔ اس وقت میری عمر ۱۸ سال اور میرے دولہا کی عمر ۲۵ سال کی تھی تو پچیس اور اٹھارہ میں سے اگر بارہ منہا کئے جائیں تو باقی تیرہ اور چھ ہو جاتے ہیں گویا شادی کے وقت رامچندر جی کی عمر ۱۳ سال اور سیتا جی کی ۶ سال تھی۔"

اب سوال یہ ہے کہ آیا سیتا جی کی شادی ۶ سال کی عمر میں اس لئے کر دی گئی تھی کہ مسلمان فاتحین اسوقت ہندوستان میں آ چکے تھے اسی کتاب میں سیتا جی کی کمسنی کا ایک اور ثبوت پیش کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ فاضل بھوبھوتی نے اپنی مشہور کتاب "اترا رام چرتم" میں لکھا ہے کہ بیاہ کے وقت سیتا جی کے دودھ کے دانت گرتے اور نئے نکلتے تھے چنانچہ خود رام اسوقت کی کیفیت یوں بیان کرتے ہیں۔ دودھ کے دانت گرنے سے دانت چھدرے تھے اور نئے نکلتے دکھائی دیتے تھے۔

اسی طرح پردے کے متعلق مہابھارت میں لکھا ہے کہ رسم سوئمبر کے زمانہ میں بھی ہندو عورتوں میں جو حد درجہ پردہ حیا اور مدنظر تھا۔ خاوند کے ساتھ بیوی کی علانیہ بے تکلفی کو لوگ ناپسند کرتے تھے۔ ہر عورت کو شوہر پسند کرنے کی بھی آزادی بھی نہ تھی۔ مالتی مادھو کے قصے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ مالتی کے باپ نے اپنے راجہ کی سفارش سے اس کا رشتہ ایک وزیر کے ساتھ کر دیا حالانکہ مالتی مادھو پر فریفتہ تھی۔ صغر سنی کی شادی کے متعلق کئی ایک سنسکرت اشلوک درج ہیں۔

منو کے قانون سے بھی ایسا رواج معلوم ہوتا ہے وہ لکھتا ہے کہ سن بلوغ سے پہلے ہی مناسب خاوند لڑکی دیدینی چاہئے۔ اور ایسا ہی دکشن سمرتی میں ہے کہ آٹھ برس کی لڑکی کا بیاہ کر دینا چاہئے۔ اس سے دھرم محفوظ رہتا ہے۔

غرض اس کتاب میں ہندوؤں کی مستند کتابوں کے متعدد حوالے اس بات کے ثبوت میں پیش کئے گئے ہیں کہ ان میں قدیم سے ہندوستان کے بعض حصص میں صغر سنی کی شادی کا رواج موجود تھا۔ اسی [illegible] ہندوستان میں آنے سے بہت [illegible]

[illegible]

مذہبی تبلیغ کے دو طریقے

مذہبی تبلیغ پر انگلستان کا فقط ایک چرچ یعنی چرچ آف انگلینڈ سالانہ دس لاکھ پونڈ (ڈیڑھ کروڑ روپیہ) صرف کیا کرتا ہے اور اگر دوسرے چرچوں کا خرچ بھی جو اسی مد میں ہوتا ہے ملا لیا جائے تو مجموعی رقم پچیس لاکھ پونڈ (تین کروڑ پچھتر لاکھ روپیہ) سالانہ ہو جاتی ہے لیکن مجالس تبلیغ کے افسر اس رقم کو بالکل ناکافی بتاتے ہیں اور چار جماعت ہائے ماہرین ہندوستان۔ افریقہ اور بقیہ دنیا سے اسلام کے متعلق تحقیقات میں مصروف ہیں کہ ان مقامات پر زبردست تبلیغی جد و جہد کے لئے کتنا روپیہ اور کتنے آدمی درکار ہوں گے تحقیقات مکمل ہو جانے پر اس جد و جہد میں ایک نئی روح پھونکی جائیگی تاکہ سالسبری کے بشپ صاحب کے مقولہ کے مطابق غیر عیسائی دنیا کی تخمیری کیفیت کو گھٹا دیا جائے۔

عیسائی مبلغین کا خیال ہے کہ انہیں ہر تبلیغی میدان میں سکولوں اور معلموں کی ضرورت ہے۔ ایک اہل الرائے مبلغ کا قول ہے کہ اگر ہندوستان میں نشر و تبلیغ کے لئے ہمارے پاس مدرسے اور معلمین ہوتے تو چند سال میں ہم تین کروڑ ہندوستانیوں کو عیسائی بنا لیتے۔

ہمیں ان عیسائی مبلغین کی کم علمی اور ناواقفیت پر حیرت ہوتی ہے۔ ہزاروں کوس کے فاصلہ پر تبلیغ کرنے کے لئے نکلے ہیں اور انہیں اتنا بھی نہیں معلوم کہ تبلیغ کے لئے سکولوں اور معلموں کی ضرورت نہیں ہو بلکہ مضبوط اور عمدہ لاٹھیوں کی اور چھوٹے چھوٹے مختلف الاوضاع اینٹ اور پتھر کے ٹکڑوں کی۔ ان عیسائی مبلغین کو اپنا کام شروع کرنے سے پہلے کچھ دنوں تک ہندوؤں اور مسلمانوں کی سنگھٹنی اور تبلیغی انجمنوں سے سبق سیکھنا چاہئے۔

کینیا میں انسداد سحر

کینیا کی مجلس مقننہ نے جادو کے انسداد کے لئے ابھی حال میں ایک قانون پاس کیا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ مشرقی افریقہ کے برطانوی علاقہ میں لوگ اکثر جادو اور سحر کا شکار ہوتے رہتے ہیں اور جادوگروں اور ساحروں کو خود بھی کبھی کبھی اس کی سزا میں اپنی جان ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔ ابھی حال میں جنوبی افریقہ کا ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک عورت نے ایک بچے پر جادو کر دیا تھا۔ اور اس جرم میں وا کمبا قبیلہ کے کچھ ریلوے ملازمین نے پتھر کے دہکتے ہوئے کوئلوں میں اسے جھونک دیا۔ اگرچہ بعض رحمدل لوگوں نے کوشش کر کے اس عورت کو نکالا لیکن وہ اسپتال میں جا کر مر گئی۔ یہ اور اس قسم کے صدہا واقعات تھے جن کی بنا پر کینیا کی مجلس مقننہ جادوگری کے خلاف قانون پاس کرنے پر مجبور ہوئی۔

ممکن ہے ہمارے بعض مغربی حضرات کو جنوبی افریقہ کی اس حالت پر تعجب ہو لیکن یہ کوئی حیرت کا مقام نہیں اب سے چند صدی پیشتر ازمنہ وسطی میں سارا یورپ بھی اسی سحر کا شکار تھا۔ شکسپیر کے ڈرامے تاریخ کے صفحات سحر و جادو کے ایسے ایسے واقعات سے پر ہیں جنہیں پڑھ کر انگشت بدندان ہو جانا پڑتا ہے کہ اللہ اللہ وہ یورپ جسے آج اپنی علمیت اور روشن خیالی پر اسقدر ناز ہے کبھی جہل اور تاریک دماغی کا ایسا شکار بنا ہوا تھا، اور نہ صرف یہی بلکہ جادوگروں اور جادوگرنیوں کی سزا کے ایسے ایسے اذیت رساں اور روح فرسا طریقے استعمال کئے جاتے تھے کہ خود سزا کو بھی اسے دیکھ کر شرم آتی تھی۔

نہ جاننا بھی ایک مزے کی بات ہے لیکن یہ بھی نہ جاننا کہ نہیں جانتے۔ بڑی شرمناک حالت ہے یورپ نے اگر جادو اور سحر کو ایک توہم اور تنگ خیالی سمجھ کر اس کا انسداد کیا ہوتا تو کوئی بات نہ تھی لیکن اس پردہ کی آڑ میں اس نے علم و فن کا بھی خون کیا ہے۔ پندرھویں سولھویں صدی عیسوی میں جب اسپین میں علم اور سائنس کی روز افزوں ترقیاں ہو رہی تھیں اور سائنس کے حیرت انگیز کرشمے نمودار ہو رہے تھے تو اسے یورپ کے کتنے محققین سائنس کو دار پر چڑھا دیا گئے۔ گویا علم کو پھانسی دی۔ کتنے ہی کو آگ میں جلا دئے گئے؟ یہ سب کیا تھا۔ جہل کی آڑ میں علم کی قربانی تھی۔ ناحق کے بدلے حق کا خون تھا۔ "جہل مرکب" اسی کا نام ہے۔

ہر ملک کے انسان اپنی عادات طرز معاشرت اور مذاق میں ایک دوسرے سے [illegible] مختلف ہوتے۔

اخبار احمدیہ

میر مدثر شاہ صاحب کوہاٹ میں - کوہاٹ سے سید سکندر شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں :- آج چار

آج چار پانچ روز سے حضرت میر مدثر شاہ صاحب کوہاٹ میں رونق افروز ہیں - اور جناب چوہدری مبارک احمد صاحب کے پاس فروکش ہیں - آپ کی تشریف آوری پر ضلع کوہاٹ کی جماعت یک جا جمع ہو گئی اور آپ کے چند روزہ قیام کو غنیمت جان کر آپ کے پند اور نصائح سے فائدہ اٹھایا گیا - آپ کا ہر ہر لفظ اس قدر جامع خیالات پاکیزہ تھا کہ گویا دریا کو کوزہ میں بند کر دیا گیا تھا - کوہاٹ میں جناب میاں صاحب کی جماعت بھی ہے - ہر چند کوشش کی گئی کہ ان کی جماعت جو چند افراد پراگندہ پر مشتمل ہے ان کو بھی یک جا جمع کر کے حق تبلیغ ادا کیا جاتا مگر چند وجوہات کے ماتحت یہ امر ناممکن ثابت ہوا - آخر ایک صاحب سید محمد حسین شاہ سکنڈ ماسٹر کو کہ وہ چوہدری صاحب موصوف کے پڑوس ہی میں رہتے ہیں بلوایا گیا - اور عرض کی گئی کہ اگر کوئی امر مانع نہ ہو تو یہاں چوہدری صاحب کی جگہ پر بیٹھ کر آپ سے چند منٹ کے لئے تبادلہ خیالات ہو جائے تاکہ چند طالبان حق کو بھی اس سے فائدہ پہنچ سکے - اسکو انہوں نے منظور فرمایا - اور وہیں تشریف فرما ہو گئے - حضرت میر مدثر شاہ صاحب نے نہایت مؤدبانہ اور اخلاص بھرے لہجہ میں جناب حضرت مسیح موعود کے دعوی کے متعلق سوال کیا جس کا جواب ماسٹر صاحب نے لفظ نبوت میں دیا - اس پر حوالہ طلب کیا گیا تو وہی "ایک غلطی کا ازالہ" بتایا گیا - کتاب پیش کی گئی - اور ماسٹر صاحب نے شروع سے پڑھنا شروع کیا اور پڑھتے گئے اور جب پوچھا کہ دعوی کہاں ہے تو فرمایا کہ یہ سب دعوی ہی تو ہے - اللہ اللہ کیا ضد ہے ع

لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

حضرت میر صاحب نے فرمایا کہ اچھا اگر یہی دعوی ہے تو ذرا اس کا مطلب سمجھا دیجئے تو ماسٹر صاحب نے کہا کہ اردو کی عبارت ہے اسمیں مشکل ہی کیا ہے - آخر کہا گیا کہ خیر اگر ہم اس کا مطلب سمجھتے ہیں تو ممکن ہے آپ خود سمجھتے ہوں تو چھٹتے ہی انہوں نے اپنی بی - اے کی ڈگری کا حوالہ دیا اور فرمایا کہ کیا ہم کو بی اے کی ڈگری محکمہ تعلیم نے غلطی سے دیدی ہے - یہ خوب ! یہ بھی ایک ہی رہی - کہاں غلطی کا ازالہ ایک اردو کی تحریر - کہاں ایک بی اے کی ڈگری - اچھا صاحب یوں ہی سہی - آپ اور ہم دونوں فریق خوب سمجھتے ہیں مگر ذرا تو اب ان چند طالبان حق کی تسلی کے لئے تو اسکی تشریح فرما دیجئے - اب کیا تھا لگے فنا فی الرسول اور سیرت صدیقی کی کھڑکی کو کریدنے اور نکالا تو اس میں سے یہ کہ حضرت صاحب ظلی نبی ہیں امتی نبی ہیں - اس پر طرہ یہ کہ سب کچھ ہماری ہی تائید میں کہہ گئے اور جس نبوت کا دعوی ان کو ثابت کرنا تھا وہ ختم تو پہلے ہی ہو چکی گزر ہی سہی - ماسٹر صاحب نے خود ختم کر دی اور کہا کہ حضرت صاحب امتی نبی ہی سہی مگر نبی تو ہیں - حاضرین پر جو اس کا اثر ہوا وہ یہ تھا کہ جناب حضرت مرزا صاحب کی پوزیشن نہایت صاف ہو گئی اور زبان حال سے کہہ اٹھے کہ آج تک ہم لوگوں کو مغالطہ میں رکھا گیا - خیر اس پر حضرت صاحب کے امتی نبی کی خود کردہ تعریف ازالہ اوہام پیش کی گئی اور بتایا گیا کہ حضرت صاحب کا دعوی محدثیت کا ہے اور حضور نے اس لفظ کی تشریح فرمائی ہے اور صاف صاف بتا دیا ہے کہ حضرت صاحب کا دعوی بہ اصطلاح شریعت محدث ہونے کا ہے نہ نبی ہونے کا اور کہ یہ دعوی حضرت صاحب کا شروع سے اخیر تک یکساں رہا ہے اور کبھی اس میں تبدیلی واقع نہیں ہوئی - ایسی تبدیلی اور تنسیخ کے قابل فقط حضرت میاں صاحب ہی ہیں اور بس - اس پر جیسے کہ میاں صاحب کے مریدوں کی عادت ہے جناب ماسٹر صاحب ذاتیات پر اتر آئے کہ مولوی محمد علی صاحب نے یوں کیا اور خواجہ صاحب نے ایسا کیا وغیرہ اس امر کا جواب جناب میر صاحب نے فقط ان الفاظ میں دیا کہ ہم مولوی محمد علی صاحب کو محض اسواسطے حق بجانب مانتے ہیں کہ انہوں نے حضرت صاحب کی اصلی پوزیشن کو بتایا ہے اور ان کا وہی مذہب ہے جو حضرت صاحب کا ہے اور کہ جہاں ان کا حضرت صاحب سے اختلاف ہوگا ہم وہاں حضرت صاحب ہی کو لیں گے - ماسٹر صاحب نے بھی اسکے جواب میں فوراً کہدیا کہ ہمارا بھی تو یہی مذہب ہے اور کہ ہم بھی میاں صاحب کو اسی حد تک تسلیم کرتے ہیں جہاں تک وہ حضرت صاحب کی تعلیم کے خلاف نہ ہوں - اور اس کے بعد جھٹ یہ دعوی کر دیا کہ جناب میاں صاحب نے ہرگز ہرگز آج تک حضرت صاحب کے خلاف آواز اور قلم نہیں اٹھایا - اور کہ اگر میاں صاحب حضرت صاحب کے خلاف کہیں تو ہم میاں صاحب کو فوراً چھوڑ دیں گے - ماسٹر صاحب کا اتنا کہنا تھا کہ حضرت میر صاحب نے حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۵۵ پر سے ذیل کی عبارت پڑھ کر سنا دی:-

"بعض نادان کہدیا کرتے ہیں کہ نبی دوسرے نبی کا متبع نہیں ہو سکتا اور اسکی دلیل یہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالے قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ اور اس آیت سے حضرت مسیح موعود کی نبوت کے خلاف استدلال کرتے ہیں لیکن یہ سب بسبب قلت تدبر ہے"

اور فرمایا کہ حضرت مرزا صاحب کی ذیل کی عبارت جو کہ "ازالہ اوہام" صفحہ ۵۶۹ پر درج ہے اس سے تطبیق دیجئے ورنہ حسب وعدہ میاں صاحب کو چھوڑ دیجئے -

"صاحب نبوت تامہ ہرگز امتی نہیں ہو سکتا اور جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے اس کا کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور امتی ہونا نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کے رو سے بکلی ممتنع ہے - اللہ جلشانہ فرماتا ہے - وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ یعنی ہر ایک رسول مطاع اور امام بنانے کے لئے بھیجا جاتا ہے اس غرض سے نہیں بھیجا جاتا کہ کسی دوسرے نبی کا مطیع اور تابع ہو"

اللہ اللہ یہ موقعہ بھی دیکھنے کے قابل تھا نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن - ماسٹر صاحب کریں تو کیا کریں حضرت صاحب کو چھوڑیں تو ناک کٹتی ہے اور میاں صاحب کو چھوڑیں تو جگ ہنسائی کے علاوہ آج تک کا ایمان چلو بھر عرق انفعال میں بہ جاتا ہے - آخر لگے بغلیں جھانکنے اور اس گھڑی کو کوسنے جس میں یہ دعوی منہ سے کر چکے تھے کہ ایسے موقعہ پر میاں صاحب کو چھوڑ دینگے واقعی ایسے ابتلا میں انسان پر کیا کیا نہیں گذر جاتی - مگر آخر انہوں نے طبیعت پر جبر کر کے کہہ دیا کہ واقعی یہاں میاں صاحب نے صاف صاف حضرت صاحب کے خلاف تحریر کیا ہے اور جب ان کو ان کے الفاظ یاد دلائے تو آپ فرماتے تھے کہ ایسے موقعہ پر میاں صاحب کو چھوڑ دوں گا - کیا آپ اس کے متعلق اپنا فیصلہ کر سکینگے لیکن نہیں - آخر فرمایا تو یہ میں کل اس کا جواب دوں گا - سو آج تک نہ ان کا کل آیا اور نہ قیامت تک ان کا کل آئے گا -

[illegible] جناب میر صاحب موصوف نے دوسرے اصحاب کو تبلیغ فرمائی جس سے نہایت اچھا اثر ہوا اور امید ہے کہ یہ اثر ضرور پھل لائے گا - وباللہ التوفیق

دوسرے روز ایک محدود دعوت پر جہاں حضرت میر صاحب اور چوہدری صاحب موصوف مدعو تھے ایک صاحب [illegible] عبد الرحمن صاحب ہیڈ کلرک صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کوہاٹ ممبر صاحب جماعت احمدیہ (قادیان) کوہاٹ موجود تھے ان کو میر صاحب نے تبلیغ فرمائی جس کو سنکر انہوں نے ایک ہی کہی کہ ہم بحث کرنا تو جانتے نہیں البتہ اتنا پتہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب نبی ہیں اور کہ ہمارا ایمان یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ احمد نبی اللہ اور کہ یہی ہمارا کلمہ ہے - واللہ اعلم یہ انہوں نے تمسخر سے فرمایا یا واقعی اپنے ایمان کا ثبوت دیا بہر حال ہر دو طرح ان کے اعتقادات کی قلعی کھلتی ہے - اور پتہ چلتا ہے کہ کہاں تک یہ لوگ گمراہی کے گڑھے پر کھڑے ہیں - اللہ تعالے ہمارے بھائیوں کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے - آمین -

مولوی مصطفٰے خانصاحب کے گھر میں گذشتہ ہفتہ لڑکا پیدا ہوا - جو چند روز زندہ رہکر فوت ہو گیا - انا للہ و انا الیہ راجعون دعا ہے - اللہ تعالے خانصاحب مکرم کو نعم البدل عطا فرمائے -

حضرت امیر ایدہ اللہ کے متعلق سیکرٹری صاحب مطلع فرماتے ہیں کہ آپ ۲۶ یا ۲۷ اگست کو لاہور تشریف لائیں گے اور نماز جمعہ ۲۸ اگست کو لاہور پڑھینگے -

سلطان ابن سعود کا اعلان عام

بلاد مقدسہ کا قانون شریعت اسلامیہ کے مطابق ہوگا

مدینہ منورہ کی حرمت کا عہد

ذیل میں اس بیان کا ترجمہ شائع کیا جاتا ہے جسے نمائندگان خلافت کی کوششوں کے بعد سلطان ابن سعود نے مدینہ منورہ کے متعلق مکہ معظمہ میں شائع کیا -

عبد العزیز بن عبد الرحمن بن الفیصل السعود کی طرف سے مشرق و مغرب کے مسلمانوں کے نام

الحمد للہ الذی لا الہ الا ھو والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد الشفیع المشفع یوم المحشر

اما بعد یہ کہ میں نے وفد جمعیۃ خلافت ہند اور جمعیۃ العلماء کے نمائندوں سے ان مسائل کے متعلق گفتگو کی جنکا علم عام مسلمانوں کو ضروری ہے اور جن کے متعلق ہمارے خیالات کی حقیقت جاننا اہم ہے - پورے اخلاص اور صراحت کے ساتھ گفت و شنید ہوئی - اور خدا کا شکر ہے ہمارے اور ان کے درمیان تمام مسائل زیر بحث میں پورا اتفاق ہو گیا -

حق کے دشمن اور باطل کے دوست افترا کر رہے ہیں اور مسلمانوں میں تفرقہ پھیلانے اور اپنی سعی باطل سے اللہ کے نور کو بجھانے کی کوشش کر رہے ہیں وہ ان سیدھے سادے مسلمانوں کے قلوب میں غلط خیالات پیدا کر رہے ہیں جنہیں حقیقت حالات کا علم نہیں ہے اور جو نہیں جانتے کہ ہماری پالیسی کیا ہے - ان افترا پردازیوں کے تدارک کے لئے میں حسب ذیل اعلان کرتا ہوں جس سے دلائل کی روشنی میں حق و باطل کی تمیز ہو جائیگی -

(۱) میں ان قوموں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے ہمارے ساتھ حق کی موافقت کی اور ہندوستانی قوموں کا خاص طور سے شکرگزار ہوں کہ اس نے ایسے وقت میں عربوں کی حمایت کا بیڑا اٹھایا اور ان کے تصفیہ کی طرف توجہ کی جبکہ خود عرب آپس کی آویزش کی عداوت میں مبتلا ہو کر اپنے دینی اور وطنی فریضہ کو بھول چکے تھے میں اسلئے بھی مسلمانان ہند کا خاص طور سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے سب سے پہلے میری دعوت پر لبیک کہی خدا انہیں بہترین جزا دے -

(۲) میں اب بھی اسی قول پر قائم ہوں جس کا اظہار میں نے عالم اسلامی کو دعوت دیتے وقت کیا تھا - موتمر کے انعقاد کی ضرورت ہے جو ان امور پر غور کرے جو حجاز میں تمام مسلمانوں کے لئے اہمیت رکھتے ہیں - راستوں کی اصلاح و حفاظت ہر زائر کے لئے راحت و آرام کے وسائل کی فراوانی ڈاک وغیرہ کے انتظام میں امکان سہولت ایسے امور کے انتظام کے متعلق حجاز میں ہم اور وہ ملکر ذمہ داری قبول کریں - راستے کھلنے کے بعد ہی عنقریب ایسی موتمر اسلام کی دعوت پھر دیجائیگی -

(۳) حجاز کی کامل آزادی کی حفاظت اپنی جان تک سے کریں گے اور کسی طرح برداشت نہیں کریں گے کہ کسی غیر مسلم کا اثر حجاز میں قائم ہو اسی میں ہمارے دین و شرف کی حفاظت ہے -

(۴) بلاد مقدسہ کا قانون شریعت اسلامیہ کے مطابق ہوگا - اور تمام مسائل کا فیصلہ غور و خوض کے بعد تمام ممالک کے محقق علماء کریں گے -

(۵) میں اس بات کو نہایت زور و تاکید کے ساتھ آپ سے کہتا ہوں کہ مدینہ منورہ حرم آمنا کی حیثیت رکھتا ہے - اس میں قتل و غارت اور بربادی جائز نہیں - اس کے شرف و احترام کی حفاظت کی وجہ سے میں عرصہ سے صرف اس کے محاصرہ پر اکتفا کر رہا ہوں حالانکہ اس میں بہت مالی نقصان ہو رہا ہے اور حالانکہ خدا کی مدد سے میں مدینہ منورہ پر ایک گھنٹہ میں قبضہ کر سکتا ہوں لیکن میں بلاد اور عباد کی سلامتی چاہتا ہوں - میں نے لشکر کو حکم دیدیا ہے کہ کسی صورت سے بھی مدینہ منورہ پر ہجوم نہ کرے اور اسوقت تک داخل نہ ہو جب تک کہ دشمن خود ہتھیار ڈال کر حوالہ نہ کر دے - مدینہ منورہ میں جو عمارتیں ہیں - ان کے متعلق سابقہ دفعہ کے مطابق عمل کیا جائے گا -

ہمارے دشمن مشہور کر رہے ہیں کہ جب ہم مدینہ پر قبضہ کریں گے تو روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منہدم کر دیں گے - حاشا

کوئی مسلمان ہرگز ایسا نہ کرے گا۔ اگر کوئی ایسا کرے تو میں اس کی حفاظت میں جان اور اولاد قربان کر دوں گا۔ میں اللہ کے حرم مکہ اور رسول کے حرم مدینہ میں کوئی فرق نہیں کرتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو حرم بنایا جس طرح سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم کیا۔ میری اللہ سے دعا ہے کہ اس کام کی توفیق دے جس سے وہ راضی ہو۔

۲۸۔ ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ

ترکی میں انگریزی ٹوپیوں پر اعتراض

ترکی حکومت نے اپنی بحری و بری فوج میں ایک طرح کی انگریزی طرز کی ٹوپی جس کے آگے کا حصہ کسیقدر نکلا ہوا ہوتا ہے رائج کی ہے جس پر قومی اور مذہبی نقطۂ نظر سے اعتراضات ہو رہے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ ترکی ٹوپیاں یہاں قومی لباس نہیں اور نہ ہندوستان کی طرح یہاں اس کثرت سے پہنی جاتی ہیں یہی حال کلپاک کا بھی ہے۔ یونانی۔ ارمنی۔ یہودی ان ٹوپیوں کو اسیطرح استعمال کرتے ہیں جس طرح ترک پہنتے ہیں۔ مذہبی حیثیت سے بھی ان انگریزی طرز کی ٹوپیوں پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ وہ مذہبی فرائض کی ادائگی میں حارج نہ ہوں۔ افغانستان میں یہ ٹوپیاں فوجی اور سول افسران یکساں طور پر استعمال کرتے ہیں۔ حکومت ترکیہ کے ان ٹوپیوں کو رواج دینے کی غرض صرف یہ ہے کہ آنکھیں سورج کی شعاعوں سے محفوظ رہیں۔

انقرہ کے نیم سرکاری اخبار حاکمیت ملیہ نے ٹوپی کے مسئلہ پر ایک طویل مقالہ شائع کیا ہے وہ لکھتا ہے:۔

ٹوپی کے مسئلہ پر فضول اور باطل مباحثہ جاری ہے۔ ہر قوم کو اختیار ہے جیسی ٹوپی چاہے استعمال کرنے لگے۔ مشرق میں ترکی جمہوریت پہلی جمہوریت ہے۔ اور مدنیت کے معاملہ میں اِدھر اُدھر کی باتوں اور بے عقل لوگوں کے اعتراضات سے متاثر نہیں ہو سکتی۔ ٹوپی کے مسئلہ پر ایک فرقہ کی طرف سے جس ذہنیت کا اظہار ہو رہا ہے۔ آج یہ کوئی نیا مظاہرہ نہیں ہے بلکہ تاریخ ماضی پر نظر ڈالئے تو معلوم ہوگا کہ دین کے نام سے ہر تحریک کی مخالفت کرنے والا ایک فرقہ ہمیشہ موجود رہا ہے اب یہ ذہنیت مملکت کے معاملات پر حاوی نہیں ہے۔ اسکو ترکی کے سیاہ و سپید میں مطلق اختیار نہیں ہے اور یہ بات امکان سے خارج ہے کہ اسکا اثر ہو۔

اس کے بعد "حاکمیت ملیہ" جسم کے تمام کپڑوں اور جوتوں کو بھی چیزیں بنانے کی مخالفت کرتے ہوئے مثالیں پیش کرتا ہے کہ یمن میں عربوں کا ایک فرقہ دھوپ سے بچنے کے لئے کنارہ دار ٹوپی استعمال کرتا ہے۔ افغانی لشکر میں بھی ایسی ہی ٹوپی رائج ہے پھر ترکی میں رائج ہو جائے تو کونسی آفت مذہب پر آ جائیگی۔ یہ مقالہ حسب ذیل الفاظ پر ختم ہوتا ہے:۔

مدنیت عالم کے میدان میں جو قومیں ترقی سے روکنا چاہینگی ہم ان کی مخالفت کے باوجود آگے بڑھتے چلے جائینگے۔ اور جو فرقہ تعصب کا شکار ہے اسکی اصلاً پروا نہ کریں گے۔ اب ترک قوم ان لوگوں کے بیہودہ اثر سے پاک ہے۔ وہ دکھلاوے کی باتوں اور مفسدانہ تلقینات کو رد کر چکی ہے۔ جمہوریت کی تلوار تیز ہے۔ بس یہ خیال کافی ہونا چاہیئے۔

سلطان ابن سعود کے عقائد و پالیسی

سلطان ابن سعود کے خیالات کا بہت ہی مختصر خلاصہ درج ذیل ہے:۔

ہندوستانی نمائندوں سے سلطان نے فرمایا کہ ان کے ملک میں کسی قسم کا اجنبی اثر نہیں ہے اور نہ وہ کسی نوع کے بھی اجنبی اثر و اقتدار یا مداخلت کو برداشت کر سکتے ہیں اجنبی مداخلت کو وہ اپنے مذہب اور شرف کے خلاف سمجھتے ہیں۔

اپنے مذہبی عقائد کی نسبت انہوں نے کہا کہ قرآن شریف رسول اللہ کی احادیث صحیحہ پر عمل کرنا ضروری ہے۔ چاروں ائمہ امام ابو حنیفہؒ امام شافعیؒ۔ امام مالکؒ۔ اور امام حنبلؒ کا جس پر اتفاق ہو اس پر عمل ضروری ہے۔ ان ائمہ کے بعد علماء تابعین کا جس مسلک پر اجتماع ہو وہ صحیح ہے۔

حجاز کے آئندہ انتظام کے متعلق سلطان نے موتمر کے مقصد حجاز مقدس پر قبضہ کرنا نہیں ہے بلکہ اسے تمام بری اور خلاف مذہب باتوں سے پاک کرنا منظور ہے۔

تازہ خبریں

لاہور۔ ۱۵۔ اگست۔ پانی کا بہاؤ کل تک سخت زور پر تھا اور رات کے ۱۰ بجے تک پانی چڑھاؤ پر رہا۔ مگر اس کے بعد پانی اترنا شروع ہوا اور ۱۶۔ اگست کی صبح کو پانی ڈیڑھ فٹ سے بھی زیادہ اتر گیا۔ منٹو پارک میں ابھی تک پانی کھڑا ہے۔ اور پارک سے پانی برف خانہ کی طرف بہ رہا ہے۔ بریڈ کا پانی ابھی تک پرانے دریا سے پورے زور سے آ رہا ہے اور بادامی باغ کے تمام رقبہ میں پانی ہی پانی ہے۔

ہفتہ کے دن پرانے دریا میں دو آدمی ڈوب گئے یہ لوگ نہانے کے لئے دریا میں داخل ہوئے تھے مگر پانی اس زور کا تھا کہ ان کی کوئی پیش نہ گئی۔ شیرانوالہ دروازہ کے باہر ریلوے پل کے نیچے قد آدم سے زیادہ پانی تھا۔ اور حاجی شمس الدین صاحب سکرٹری انجمن حمایت اسلام کا نوکر اس پل کے نیچے نہاتے وقت ڈوب گیا۔

دریائے راوی میں نالہ ڈیک کا پانی بھی داخل ہو گیا ہے اور ڈیک ضلع سیالکوٹ کے علاقہ کالر سے گذرتا ہے جو سانپوں کا گھر ہے لہذا راوی کے پانی میں بھی بہت سے سانپ آئے ہیں جو اب کناروں پر نکل رہے ہیں اور اکثر درختوں پر چڑھ رہے ہیں۔ ان کے علاوہ چوہے اور خرگوش بھی بہت سے آئے ہیں جو اب کناروں پر بھاگ رہے ہیں۔

لکھنؤ ۱۔ اگست۔ دریائے گومتی میں طغیانی آ رہی ہے۔ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ ضلع گونڈہ کے چند دیہات تہ آب ہو گئے ہیں۔ شہر بلرام پور کے ایک حصہ میں چار روز سے پانی بھر رہا ہے مگر تا حال کسی جان کا نقصان نہیں ہوا۔ گومتی کے آر پار شہر لکھنؤ آباد ہے جہاں سخت خطرہ کا احساس ہو رہا ہے۔

بمبئی ۔ ۱۷۔ اگست۔ کارخانہ کے مزدوروں نے ایک جلسہ میں گورنر بمبئی کا شکریہ ادا کیا ہے کہ انہوں نے مزدوروں کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا ہے۔ نیز گورنر صاحب سے درخواست کی ہے کہ کارخانہ داروں کی اجرتیں کم کرنے سے باز رکھا جائے۔

اطلاع موصول ہوئی ہے کہ ۱۴ اگست کی شب کو تقریباً ۲ اور ڈھائی بجے شب کے درمیان لالہ نند لال صاحب منجندہ سپیشل مجسٹریٹ درجہ اول لاہور کے مکان واقعہ پارک لین لاہور میں چوری ہوئی جس میں چار ہزار کے قریب قریب نقصان بتلایا جاتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ چوروں نے بجلی کی روشنی میں دل کھول کر مکان کی تلاشی لی۔ اور مالکان مکان بیدار نہ ہو سکے۔ دوران تلاشی میں چوروں کو بھی بیش بہا اشیاء نظر آئیں چرا کر لے گئے۔ ٹرنکوں میں سے زیورات قیمتی کپڑے اور نقد جو بھی نظر آیا اٹھا کر بھاگ گئے ہیں حتی کہ لوہے کے بکس میں ایک پستول تھا وہ بھی توڑ کر لے گئے۔ چوروں نے جیبوں کی بھی تلاشی لی۔ اور پیسہ دھیلہ جو بھی ملا لے گئے چنانچہ معلوم ہوا ہے کہ مجسٹریٹ صاحب کے بھائی کی جیب میں چار سو روپیہ کے نوٹ بھی موجود تھے وہ بھی غائب ہو گئے۔ مجسٹریٹ صاحب کے ہاں ہمسایوں کے بھی کچھ زیورات حفاظت کے طور پر پڑے ہوئے تھے وہ بھی چوری ہو گئے۔ کل نقصان چار ہزار کے قریب بتلایا جاتا ہے۔ ابھی تک ملزمان کا کوئی سراغ نہیں چلا۔ پولیس سرگرمی سے تفتیش میں مصروف ہے۔

قسطنطنیہ ۱۶۔ اگست معلوم ہوا ہے کہ غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے عہد کیا ہے کہ وہ دوبارہ شادی نہیں کریں گے۔ نیز انہوں نے لطیفہ خانم کو معاوضہ کے طور پر پانچ ہزار پونڈ کی رقم عنایت کی ہے۔

قسطنطنیہ ۱۶۔ اگست کل صبح سویرے ان گیارہ آدمیوں کا قتل عمل میں آنے لگا جن پر جمہوریت کے خلاف سازش کرنے کا الزام عائد کیا گیا ہے۔

عدالت استقلال انگورہ نے دوسرے سات آدمیوں کو حبس دوام کی سزا دی ہے اور ۱۹ ملزمین بری ہوئے ہیں۔

پیرس ۱۰۔ اگست۔ فرانس و جرمنی کی سرحد اور علی الخصوص رائن کے پلوں کے متعلق دونوں حکومتوں کے درمیان جو معاہدہ ہوا تھا آج اسپر جرمن اور فرانسیسی نمائندوں نے باقاعدہ طور پر دستخط کر دیئے۔

مارسیلز ۱۶۔ اگست۔ امیر فیصل یہاں پہنچ گئے ہیں۔

لندن ۱۶۔ اگست۔ مسٹر بالڈون مسز بالڈون کے ساتھ ایک ماہ کی رخصت پر اکس لیس بینس روانہ ہو گئے۔

[illegible]

بحیرہ روم تک جائینگے اور ممکن ہے کہ اس سلسلہ میں ہندوستان بھی جائیں

حمص کی خبریں مظہر ہیں کہ قریہ سنسبین میں ایک شخص شیخ صالح نامی نے نبوت کا دعوی کیا۔ بلاد العلویین میں بینکڑوں آدمی [illegible]

مسلمان اپنے مذہب سے ناواقف ہیں

جسکی اصل وجہ یہ ہے کہ عربی کی تعلیم مفقود ہو گئی ہے۔ علام دین کی باقاعدہ تحصیل نہیں کیجاتی۔ لوگوں میں نہ اتنی قابلیت ہے کہ بڑی بڑی مذہبی کتابوں کا مطالعہ کریں۔ اور نہ اتنی فرصت ہے کہ علماء کی مجلسوں میں شریک ہو کر مذہبی معلومات بڑھائیں۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا ہے کہ کسی زمانہ میں جن باتوں سے مسلمان بچہ بچہ واقف تھا۔ آج ان سے وہ لوگ بھی آگاہ نہیں جو اپنے آپ کو تعلیم یافتہ اور لکھا پڑھا سمجھتے ہیں۔ ان کو یہ معلوم نہیں کہ ایک مسلمان کی زندگی کیسی ہونی چاہیئے۔

عام فہم تفسیر مع ترجمۃ القرآن مصنفہ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔

اس بے نظیر تفسیر کی چند ایک خصوصیات جو اسے دوسری تفاسیر سے ممتاز کرتی ہیں حسب ذیل ہیں۔ (۱) قرآن کریم کے ایک مقام کو دوسرے سے حل کیا گیا ہے (۲) قرآن کریم کی تفسیر کرنے میں احادیث صحیحہ کو دوسری تمام باتوں پر مقدم کیا گیا ہے۔ اور اس غرض کے لئے امام بخاری کی کتاب التفسیر اور ابن کثیر کو سامنے رکھا گیا ہے۔ (۳) لغات قرآن کریم کی پوری تشریح کی ہے جسکے لئے حضرات امام راغب تاج العروس اور لسان العرب سے مدد لی ہے (۴) قرآن کریم کی ترتیب اور نظم کو خاص طور پر واضح کیا گیا ہے۔ اول آیات قرآنی کا باہمی ربط۔ دوم رکوعوں کا باہمی تعلق سوم سورتوں کا ایک دوسرے سے تعلق واضح طور پر بیان کیا گیا ہے (۵) ہر ایک سورت کے شروع میں اسکے تمام رکوعوں کا خلاصہ دیا گیا ہے۔ اور اس صورت کے نام میں جو حکمت ہے اسے ظاہر کیا گیا ہے (۶) قرآن کریم کا ترجمہ لفظی مگر بامحاورہ کیا گیا ہے۔ اور ترجمہ کو الفاظ کی حد سے نہیں نکلنے دیا۔ اپنی طرف سے الفاظ بڑھانیکے اصول کو بالکل ترک کر دیا گیا ہے۔ (۷) قرآن کریم کی لغات کے حل اور مطالب کی تشریح میں متقدمین کی آرا ساتھ ساتھ بیان کی ہے اور کتب کا حوالہ بھی دیا گیا ہے۔ (۸) اس تفسیر کی اصل غرض یہ ہے کہ لوگوں میں قرآن کریم کا شوق پیدا ہو۔ اور جو لوگ زبان اردو لکھ پڑھ سکیں۔ وہ اس تفسیر کی مدد سے خود قرآن کریم کا درس دے سکیں اسلئے ہر ایک بات عام فہم عبارت میں واضح کیگئی ہے (۹) ہر ایک جلد کے شروع میں تفسیر کے مضامین کی مکمل فہرست دیگئی ہے (۱۰) ان تمام باتوں کے ساتھ کتاب کی ظاہری خوبی کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا۔ ہر ایک صفحہ کے شروع میں قرآن کریم نہایت اعلےٰ درجہ کا خوشخط بین السطور ترجمہ نیچے تفسیر کاغذ نہایت اعلےٰ قسم کا جلد نہایت خوبصورت اور مضبوط۔ پشت پر سنہری حروف میں کتاب کا نام اور جلد کا نمبر وسط میں سنہری طغرا (۱۱) تمام تفسیر تین جلدوں میں شائع ہوئی ہے ہر ایک جلد کی ضخامت $\frac{۲۲ \times ۲۹}{۸}$ تقطیع کے قریب آٹھ سو صفحات کے قریب ہے۔ پہلی جلد قیمت لعہ روپیہ محصولڈاک و خرچ پیکنگ عہ دوسری جلد قیمت عہ روپیہ محصولڈاک وغیرہ عہ تیسری جلد کی قیمت لعہ روپیہ محصولڈاک وغیرہ عہ۔ وی پی کی درخواست کے ساتھ قیمت کا ایک حصہ پیشگی آنا چاہیئے۔

تمام درخواستیں بنام مینیجر دار الکتب اسلامیہ برانڈرتھ روڈ لاہور آنی چاہیئیں۔

تارکا پتہ "مسلمان لاہور"

پیغام صلح

اخبار

لاہور

ہفتہ میں دوبار، یک شنبہ و چہار شنبہ کو شائع ہوتا ہے

قیمت سالانہ ... طلباء سے سالانہ ...

جلد ١٣ | مدینۃ المسیح لاہور | یوم یک شنبہ مطبوعہ ٣ صفر المظفر سنہ ١٣٤٤ ہجری مطابق ٢٣ اگست سنہ ١٩٢٥ عیسوی

کفربازی اور شیرازۂ اسلام

لَا نُکَفِّرُ اَہْلَ الْقِبْلَۃِ

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے قلم سے

لاہور کا مسلم منظر اور ہندو قوم

[illegible] چند ہفتوں میں لاہور کا مسلم منظر نہایت ہی دردناک اور دل شکن واقع ہوا جب لالہ لاجپت رائے صاحب امرتسر کی آل ہندو سبھا کے جلسہ میں ہندو قوم کے تمدن ان کی دولت ان کی علمی فضیلت انکے اخلاق حسنہ کے قصیدے پڑھنے کے بعد انکو کہتے ہیں کہ تم میں اگر کمی ہے تو صرف اس بات کی کہ تم میں اتفاق نہیں۔ عین اسوقت لاہور میں مسلمانوں کی رہی سہی ٹوٹی پھوٹی عمارت اتفاق پر علماء قوم کند کدالی چلاتے نظر آتے ہیں حالانکہ لاجپت رائے ایک کامیاب وکیل رہ چکے ہیں وہ قوم کے جذبات کو جوش دلانا جانتے ہیں مذکورہ بالا قصیدہ خوانی کے ذریعہ وہ قوم کو ابھار کر اس طرح لوہے کو کامل درجہ حرارت [illegible] پر لاکر اس پر اتفاق کی ضرب لگاتے ہیں۔ ہندو قوم اور اس پر عدم اتفاق کا گلہ! العجب ثم العجب! یہ تو لالہ صاحب کی ستم ظریفی ہے۔ اگر ہندو بھائیوں میں اتفاق نہیں تو کسی اور ہندی قوم میں ہرگز نہیں۔ ہاں وہ جس مقصد کو سامنے رکھ کر یہ [illegible] نفاق کی بانی پڑھتے ہیں۔ وہ کچھ اور ہی ہے۔ وہ عام ہندوؤں میں [illegible] کے شاکی نہیں۔ وہ اچھوت۔ مہتر چماروں میں اور دیگر ہندوؤں میں اتفاق دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہندوؤں میں اچھوتوں کی عدم شمولیت کا نام وہ نفاق رکھتے ہیں۔ لیکن لالہ صاحب پر کیا [illegible] ہے۔ آج ہندوستان کے ہر طبقے اور حصے میں ہندو لیڈر خواہ وہ کسی قوم کسی عقیدہ کسی خیال و فرقہ کے ہوں۔ وہ سب کے سب ایک ہی آواز سے بول رہے ہیں۔ سب کے سامنے ایک ہی مقصد ہے۔ اور وہ یہ کہ سوراج کے حاصل ہونے پر ہندوستان میں ہندو سوراج ہو۔ اور یہ اسوقت ہو سکتا ہے۔ کہ جب اچھوت ان میں مدغم ہو جائیں۔

مسلمان کیا کر رہے ہیں

اب اسکے مقابل ہم کیا کر رہے ہیں۔ مختلف فرقہ ہائے اسلامی ایکدوسرے کی تکفیر کے تو عادی ستھے ہی لیکن لاہور کے اس گذشتہ دنگل نے تمام حدود سے تجاوز کر لیا۔ مولوی ظفر علی خاں صاحب پر پیر جماعت علی صاحب مولوی دیدار علی صاحب اور دیگر علماء احناف کفر کا فتوے لگاتے ہیں۔ اور اس تکفیر کے بعد دیگر علماء ان مکفرین پر کفر مرتب کرتے ہیں۔ اور ان موقعوں پر جو فریقین کی طرف سے سب و شتم کا دریا بہایا جاتا ہے۔ اسمیں کوئی انتہا نظر نہیں آتی۔ پھر مصیبت تو یہ ہے کہ یہ ایک دوسرے کے مکفر ایک ہی جماعت ایک ہی فرقہ ایک ہی عقیدہ کے اصحاب ہیں۔ یہ امور اخبار میں آکر پبلک کو ایک اور نئے گروہوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

مولوی ظفر علی خاں غور کریں

اعیاذاً باللہ۔ کیا نفاق و انفراق کی پہلے ہی کوئی حد رہ گئی تھی۔ کہ جس کی کو ان حضرات نے پورا کیا۔ ہم مولانا ظفر علی خاں صاحب کی خدمت میں دوستانہ عرض کرتے ہیں۔ ہم۔ . . . .

. . . .

. . . . . . وہ دیکھیں کہ ہندو لیڈر کس منزل مقصود کی طرف تیزی کے ساتھ جا رہے ہیں۔ اور ہم ان کے بالعکس کہاں سے کہاں جا رہے ہیں ہو سکا تو حسبا اسی تکفیر پر جسکے وہ ہدف ٹھیرائے گئے غور کریں۔ اور اس حدیث کی منشا پر غور کریں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا۔ کہ جو کسی کلمہ گو کی تکفیر کرتا ہے یہ کفر اسی پر عود کر جاتا ہے۔

تکفیر کی حقیقت

تکفیر کی حقیقت یہ ہے کہ جس پر کفر لگایا جاوے۔ اُسے مسلمان اپنی جماعت سے الگ کریں۔ اور اس سے اسلامی معاملات نہ کریں۔ اگرچہ آج کل کی تکفیر حقیقت تو اپنے اندر نہیں رکھتی لیکن کم از کم اسکا نتیجہ یہ تو ہے۔ کہ جماعت مسلمین میں نفاق و [illegible] لازماً ہو جاتا ہے مخبر صادق کی نبیانہ نگاہ نے اس مصیبت کو دیکھا۔ اور واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا کے مخاطب اول نے اس بلا کا سدِ باب کرنا چاہا۔ جو مسلمانوں کو اس آیت پر عمل کرنے کی مانع ہو سکتی تھی۔ اسلئے آپ نے مکفرین سے قطعاً مقاطعہ کرنے کی خاطر فرمایا۔ کہ کلمہ گو کا مکفر اپنے فعل تکفیر سے خود کافر ہو جاتا ہے۔ یہ حکم ایک قسم کا تعذیری حکم تھا یعنی کفر کی سزا آنحضرت نے یہ تجویز کی۔ کہ دیگر مسلمان اس سے وہی معاملہ کریں۔ جو ایک کافر سے کیا جا سکتا ہے۔

تکفیر کا اثر

کاش عام مسلمان آنحضرت صلعم کے اس ارشاد پر عمل کرتے۔ اور کسی کلمہ گو کے مکفر سے پورا مقاطعہ نہ ہی کسی نہ کسی رنگ میں مقاطعہ کرتے تو یہ بلا دب جاتی اور مٹ جاتی۔ ہم آج ایک غیر مسلم سلطنت کے ماتحت ہیں۔ علماء کی تکفیر انفرادی طور

پیشۂ تکفیر

وجہ معاش ہیں! علمائے زمانہ را | برکشتِ قوم بارشِ تحقیر مے کنند

قومے بقتل ورجسم نمودند صرف نطق | قومے دگر اشاعت تکفیر مے کنند

از حق گسستہ دل بہ اباطیل بستہ اند | مسجد شکستہ تبکدہ تعمیر مے کنند

مے خور کہ شیخ و صوفی و مفتی و مولوی

چوں نیک بنگری ہمہ تزویر مے کنند

(عرشی)

کسی کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی۔ البتہ قوم میں نفاق و انفراق بڑھتا جاتا ہے اور بحیثیت مجموعی اسلام میں دن بدن کمزور ہوتے جاتے ہیں۔

کیا اسوقت مسلمانانِ ہند کی ہستی معرض خطر میں نہیں۔ سکھ گوردوارہ کے قانون بن جانے کو دیکھ لیا جائے۔ کہ ایک مٹھی بھر جماعت گورنمنٹ سے کچھ کرا سکتی ہے۔ اور کہاں تک گورنمنٹ کو مجبور کر سکتی ہے۔ جو ہندو سوراج ہو جانے پر ہمارا حشر ہو گا۔ اسکو تو جانے دو۔ آج اسوقت ہندو سوراج یہ سوراج ہونے ہو جس وقت برادرانِ وطن کا یہ اچھوت کا منتر چل گیا وہ کے بغیر ہی جو چاہیں قانون بنوا سکتے ہیں۔ وہ جس طرح چاہیں اور جس پہلو چاہیں گورنمنٹ کو لا سکتے ہیں۔ اور ہم اُن پر معترض نہیں ہو سکتے جس پر فائدہ دیکھیں وہ کریں۔ ہمیں گو اُن سے کوئی نقصان پہنچے تو ہم اسکا انتقام کریں۔ باقر گنج میں سر سند رو نا تھ کی ایک شخصیت نے [illegible] دس سال اور گذرنے دو۔ ہندو مسلم دونوں الگ الگ جس راہ پر چل رہے ہیں چلنے دو یعنی ہندو بھائی تو سنگھٹن اور اتفاق کو مضبوط کرتے جائیں اور ہم تکفیر کے ذریعہ اپنے رہے سہے شیرازے کو توڑتے جائیں پھر دیکھ لینا۔ کہ ہندو بھائی جو چاہیں گے گورنمنٹ سے مطلب کا قانون بنوا لیں گے۔

آنیوالی مصیبت کا علاج

کسی آنیوالی مصیبت کا علاج اگر ہو سکتا ہے تو کر۔ ہے۔ مولوی ظفر علی خانصاحب اپنے حلقہ اثر سے کم از کم جماعت کو نکال چکے ہیں۔ جو انکے مکفر بنے اس سے کریں کہ تکفیر مسلمانوں کو کسقدر نقصان پہنچا رہی ہے لگی ہوئی بجھتی نظر نہیں آتی۔ آج جو چھری میں کسی اور ہوں۔ وہ ایک دن مجھ پر چلنے والی ہے۔ یہ خلیج نفاق طبقہ ہائے اسلام میں دن بدن بڑھتی چلی جاویگی اگر اس کا علاج نہ ہوا۔ پھر اگر برادرانِ وطن یا کوئی اور جماعت آیندہ وقت پر کوئی ایسا امر کرے جو ہمارے مفاد قوم کے خلاف ہو۔ اور اسکا دفعیہ صرف قوم کی متفقہ آواز سے ہو تو اس طغیان تکفیر میں وہ متفقہ آواز کہاں سے پیدا ہو گی۔

آنحضرت صلعم کا درد

آنحضرت صلعم نے ایکدفعہ آہ سرد بھری آپ کی نگاہ نبوت نے بعد کی حالت کو دیکھ لیا۔ اس سے وہ سخت دردمند ہوئے اصحابؓ نے اس درد کو پوچھا۔ آپؐ نے اسلام کی حالت ذلت کا حال بتایا صحابہؓ نے عرض کی۔ مسلمانوں کی تعداد اسوقت کم ہو گی۔ آپؐ نے فرمایا نہیں مسلمان تو بہت ہونگے۔ لیکن وہ جس و خاشاک کی طرح ہونگے جن کو ہوا کے جھونکے جدھر لیجائینگے۔ آج ہماری یہی حالت ہے جو جھونکا آتا ہے ہمیں آگے لگا لیجاتا ہے یہی تنکے جو ہوا کے آگے اُڑتے پھرتے ہیں۔ وہ جب ایک بندھن میں گٹھے کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ اور ان میں صلابت و طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر اُن پر ہوا کے جھونکے کچھ اثر نہیں ڈال سکتے۔ اس وقت ہندوستان میں تعداد دوسرے ممالک کی مسلم تعداد سے بہت زیادہ ہے لیکن نفاق ہم میں

باقی بر صفحہ کالم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

لاہور

مد ۱۳۔۱۳ صفر ۱۳۴۴ھ نمبر ۸۱

اسلام اور موجودہ مسلمان

(۱)

ملّا ازم کے اثرات

شیخ محمد دین جان صاحب بی۔اے۔ایل۔ایل بی کے قلم سے

ہندوستان کے کسی شہر میں چھ دوست رہتے تھے جنکو علم حاصل کرنے اور ں کی دیکھ بھال کا بہت شوق تھا۔ جب انکو کسی نئی چیز کی خبر ملتی۔ تو تکلیف اٹھا کر بھی اُسے خود دیکھنے جاتے۔ مگر بدقسمتی سے سب اندھے تھے۔ ایک ہ کا ذکر ہے۔ کہ اُن کے شہر میں کسی والئے ریاست کا گذر ہوا۔ جسکی سواری میں ہاتھی تھا۔ وہاں ہاتھی کسی نے کاہے کو دیکھا تھا۔ خبر گرم ہو گرآنا فاناً سارے میں پھیلی۔ اور اندھے دوستوں تک جا پہنچی۔ وہاں کیا دیر تھی۔ فوراً ہاتھی کے نظ کو گئے اور چلے ٹٹولتے ہوئے۔ جب ہاتھی کے قریب پہنچے تو فرط شوق ہے جس کے سامنے جو حصہ آیا۔ اسی پر پل پڑا۔ ایک نے سونڈ پکڑی تو دوسرے ے کان۔ کوئی ٹانگ سے جا لگا یا تو کسی کا ہاتھ پیٹ سے جا لگا۔ ایک نے دم تھ مارا۔ تو دوسرے نے لمبے لمبے دانتوں پر۔ اور ہر ایک اتنا محو ہوا۔ کہ بہری سُدھ بدھ نہ رہی جب تسلی کر چکے۔ تو بیٹھ کر اپنے اپنے مشاہدات ن کرنے لگے۔ پہلا بولا۔ واہ بھئی ہاتھی کیا ہے۔ اچھا خاصا موٹا سا سانپ ہے ل اسی طرح موٹا اور دوسرا موٹا ہے۔ دوسرے نے کہا خوب تم بھی نرے ج سمجھے ہو۔ میاں ہاتھی بڑے پنکھے کی مانند ہوتا ہے۔ ایک دفعہ ہل جائے حضور کی پگیا ڈھلک کر دہ رہے۔ تیسرے نے کہا۔ صاحبزادے تم نے ابھی بنا سانپ اور پنکھے کو ہاتھی سے تشبیہ دی ہے۔ ہاتھی ہوتا ہے ستون جیسا۔ س یہ سمجھو کہ چھوٹا موٹا چبوترہ کا پیڑ کھڑا ہے۔ چوتھا کہنے لگا۔ اب کوئی کس س سے بڑے۔ ہر ایک اپنی ہانک رہا ہے۔ اور اصلیت پر غور نہیں کرتے ں نے خود اچھی طرح دیکھا۔ ہاتھی اور دیوار میں بس اتنا فرق ہے۔ کہ دیوار سخت ہوتی ہے۔ اور ہاتھی نرم رو ہیں۔ اب تو پانچویں سے نہ رہا گیا اور ہا پیچھے مرتے جاتے ہیں اور جھوٹوں کو نحاز تک نہیں آتا۔ ان جانگلوؤں سے پوچھو ہاتھی تمہارے باوا جان نے بھی کبھی دیکھا تھا۔ یا یونہی بک مارہے ہو میں نے خود اچھی طرح ٹٹولا۔ ہاتھی تیز برچھی سے مشابہ ہوتا ہے۔ اسقدر سن چکنے کے بعد چھٹے اندھے کا پیمانہ صبر بالکل لبریز ہوگیا۔ جھلا کر بول اٹھا ر دو کچھ پی گئے ہو۔ یا عقل بیچ آئے۔ ہاتھی کو تم میں سے کسی نے بھی نہیں سمجھا۔ میں نے اُسے اچھی طرح دیکھا اور آزمایا۔ وہ بالکل رسی کی مثال ہے۔ اب کیا تھا۔ چھوں کے چھ ایک دوسرے سے دست وگریباں ہورہے ہیں۔ اتنا نہیں سوچتا کہ ہاتھی پاس کھڑا ہے۔ جاؤ پھر دیکھو لو۔ ہاں سوالی راہ گذروں تماش بینوں کو دل لگی ہاتھ آئی۔ کبھی ایک کا تائید کرتے ہیں کبھی دوسرے کی ساتھ ساتھ بیزم کشی کرتے جاتے ہیں۔ مگر اندھے بدستور گھتم گتھا مار کٹائی دشنام دہی ورتبرا بازی میں مصروف ہیں ٭

قصہ پرانا اور معمولی ہے۔ لیکن حسب حال اور سبق آموز ہے اسلام ایک سیدھا سادھا مذہب تھا جسے عرب کے بدو اور افریقہ کے حبشی تک بلا دقت سمجھ سکتے ہیں۔ آسان سی بات تھی۔ توحید پر ایمان اور رسالت محمد کا اقرار باقی اعمال صالحہ۔ اسمیں کوئی راز ہے نہ معمہ۔ جہاں یہ تینوں چیزیں موجود ہیں۔ وہاں اسلام۔ خواہ وہ لیپ لینڈ کی یخ بستہ سرزمین ہو خواہ سنگلاخ عرب کے تپتے ہوئے ریگستان۔ رب العالمین کا مذہب ہے۔ جہاں تک خدا کی خدائی ہے وہاں تک رسائی ہے۔ وہ دیوبند کے مکتبوں تک محدود ہے نہ بریلی کے حجروں تک۔ پاکپٹن کے بہشتی دروازہ کی زنجیر سے وابستہ ہے۔ نہ قادیاں کے بہشتی مقبرہ سے وابستہ۔ اُسے قدرت کا ذرہ ذرہ جانتا اور پہچانتا ہے۔ ہاں اگر کوئی اُسے نہیں جانتا تو وہ علما کا بدقسمت گروہ ہے جس کی آنکھوں کے سامنے کتابوں کے حروف کی سیاہی کا غلیظ پردہ آگیا ہے۔ یا اسکی اوٹ میں وہ اپنی جہالت کو چھپانا چاہتے ہیں۔ نور کی شعاعیں اسمیں سے نہیں گذر سکتیں ٭

ائمہ اربعہ رحمتہ اللہ علیہم اجمعین اسلام کے بلند مرتبہ فرزند تھے۔ انہوں نے اکثر مسائل پر اُس زمانہ کے حالات کے ماتحت اپنی عقل اور علم کے مطابق اجتہادات کئے ہیں۔ جو فقہ کہلاتے ہیں۔ مان لیا کہ انہوں نے اپنی رائیں اور قیاسات بڑی تنقید اور تدبر کے بعد قائم کئے۔ لیکن آخر رائے یا قیاس مقدمہ کے ان دلائل کا نتیجہ ہوتی ہے۔ جو کسی مسئلہ کے حق میں یا اسکے خلاف جج یا وکیل کے سامنے ہوتے ہیں۔ اور یہ بدیہی بات ہے۔ کہ رائے یا قیاس کا انحصار جسقدر وکیل یا جج کی قانون دانی اور نکتہ رسی پر ہوتا ہے۔ اسی قدر زیادہ اسکا تعلق صحیح واقعات کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے۔ ائمہ اربعہ نے مسلمہ طور پر بعض مسائل میں ایک دوسرے سے اختلاف کیا ہے۔ لیکن اسکی وجہ یہ نہ تھی کہ خدانخواستہ انہوں نے ایک دوسرے کی ضد سے ایسا کیا ہے۔ کیونکہ وہ اس سے بلند تر تھے۔ بلکہ اسکا سبب یہ ہے۔ کہ یا تو اُن کے سامنے واقعات مختلف آتے رہے۔ جو من وعن ہم تک نہیں پہنچے۔ اسلئے ہم ایک کے اجتہاد کو دوسرے سے تمیز نہیں کر سکتے۔ یا کسی کو ایک سلسلہ دلائل وزن دار معلوم ہوا۔ اور کسی کو دوسرا۔ مزید براں مسائل جو بیان شدہ ہیں۔ ان کا ایک حصہ ایسا ہے۔ جو شاگردوں یا معتقدوں کے دماغوں کی اختراع کردہ فرضیات کا جواب ہے۔ کیونکہ جس طرح قدیم روما میں تلامذہ اور موکل بڑے بڑے قانون دانوں کے پاس فرضی واقعات بنا کر اور انپر رائے حاصل کر کے جوابات مدون کرتے رہتے تھے۔ اسی طرح ان بزرگوں کے پاس بھی لوگ فرضی مسائل لے آتے تھے۔ اور ان سے جواب حاصل کر کے لکھ لیتے تھے۔ بلا شبہ اس سے ایک وسیع فقہ تو طیار ہوگئی۔ لیکن زندگی کے اصل واقعات اور چیز ہیں۔ اور فرضیات کچھ اور۔ موخر الذکر میں اکثر کوئی نہ کوئی ایسا سقم رہ جاتا ہے۔ کہ اگر وہ واقعات درحقیقت پیش آتے تو شاید جواب بالکل اور ہوتا۔ یہی اور ایسی ہی وجوہات تھیں جن کے باعث ائمہ کرام نے اپنی دوربینی اور نیک نیتی سے کبھی زور نہیں دیا۔ کہ انکے اجتہادات وقیاسات مسلمانوں پر بہرحال ہیں واجب العمل ہیں۔ اور اگر وہ ایسا حکم دیتے بھی تو اسکی پابندی مسلمانوں پر فرض نہ ہوتی۔ ان کی حیثیت شریعت اسلامی میں وہی ہے۔ جو آج ایک بڑے سے بڑے مقنن اور قانونی کتابوں پر کسی شرح نویس کی ہوتی ہے۔ ان کی آرا اور قیاسات قابل لحاظ ضرور ہیں لیکن جج کو کامل آزادی ہے کہ ان کا اطلاق واقعات اور اصول قانون کی روشنی میں کرے۔ نہ آنکھیں بند کر کے ٭

افراط اور تفریط کا مرض انسانوں میں ہمیشہ سے چلا آیا ہے۔ ایک گروہ اپنی خود غرضی اور نفرت سے کسی بزرگ انسان کو ذلیل کرنا چاہتا ہے۔ تو دوسرا اسے سر پر خداوندی پر جا بٹھاتا ہے۔ برعکس اسکے جب لوگوں نے اپنی کم فہمی سے ائمہ اربعہ یا دوسرے فقیہوں کو یہاں تک اہمیت دی کہ ان کے قول کو قرآن پر ترجیح دی جانے لگی۔ تو اسکے بالمقابل وہابیت کی تحریک شروع ہوگئی۔ جس نے سرے سے ائمہ کے اجتہاد سے سند لینے سے انکار کر دیا۔ ائمہ پرستوں نے فقط اسلئے کہ براہ راست نص اور حدیث سے سند پکڑتے تھے۔ اور فقہ کو نہ مانتے تھے۔ انکو کافر ملحد اور بے دین ٹھیرایا۔ اور وہابیوں نے پیروان ائمہ کو کافر بدعتی اور بے دین وغیرہ بنایا۔ یہانتک کہ انہوں نے امام ابو حنیفہ کی قبر تک اکھڑوا دی۔ مدتوں خانہ جنگی اور کشت وخون ہلوا کئے۔ مگر عقل کے ناخن کسی نے نہ لئے۔ نہ انہوں نے ائمہ کی عزت کرنا پسند کی نہ انہوں نے اپنی ہٹ چھوڑی اور اسبات کو سمجھا کہ جس قرآن اور حدیث سے ان بزرگوں نے دین کو لیا وہ آج بھی ہمارے سامنے ہے۔ انکے قیاسات وقتی ہو سکتے ہیں۔ لیکن قرآن وقتی نہیں۔ وہ ہر زمانہ میں روشنی دینے کے لئے تیار ہے بہرحال مقلدین وغیر مقلدین نے ایک دوسرے کے بالمقابل خوب آستینیں پڑھائیں۔ اور دین کو اچھا خاصہ معرکہ کارزار بنا دیا ہے

ملک الموت کو ضد ہے کہ میں جان لے کے ٹلوں

سر بسجدہ ہے مسیحا کہ مری بات رہے

یہ قصہ مختلف شکلوں میں آج تک قایم ہے۔ کبھی آمین بالجہر اور رفع یدین پر سر پھٹول ہوتی ہے۔ تو کبھی ابن سعود اور حسین کے لباس میں اس مرض کا ظہور ہوتا ہے۔ حجاز کی پاک سرزمین اسلامیان عالم کی مشترکہ وراثت ہے۔ وہاں کا حاکم ایسا شخص ہونا چاہیئے۔ جو نیک نیتی سے اسبات کا متمنی ہو۔ کہ وہاں پورا امن قایم ہو تاکہ ہر فرقہ وجماعت کے مسلمان پوری آزادی اور آرام سے بلا مزاحمت غیرے حج کر سکیں۔ اس میں ... چاہئے حاکم حنفی المذہب مسلمان ہو یا اہل حدیث۔ اسمیں کوئی فرق نہ پڑنا چاہیئے۔ لیکن ایک جماعت یہ دعا دھند پکار رہی ہے۔ کہ محافظ حرمین شریف حسین یا اسکی اولاد کا کوئی مرد ہونا چاہیئے۔ حالانکہ وہ شریف حسین اور اسکی اولاد کی کمزوریاں بر بنائے تجربہ دیکھ چکی ہیں۔ دوسری طرف ابن سعود کے ہواخواہ شریف حسین اور علی وغیرہ کے خلاف ہر قسم کی بدزبانی سے کام لے رہے ہیں۔ جو ایک مومن کی شان کے خلاف ہے مان لیا کہ شریف اور اسکی اولاد نے اپنے ... سب سے معاد کو قربان کر دیا ہے۔ لیکن وہ تو انہوں نے ابھی تک یہ اعلان نہیں کیا کہ وہ مسلمان نہیں ہیں۔ اور بہت ممکن ہے کہ ان افعال کا بہت حصہ مجبوریوں نے انکے ماتحتوں سے سرزد ہوا ہو۔ ہر ایک آدمی میں اتنی جرات نہیں ہوتی کہ وہ شہادت کا درجہ حاصل کرنے کے لئے طیار ہو۔

بہر حال علمانے اسبات کا تہیہ کیا ہوا ہے۔ کہ کسی بات پر تدبر کبھی نہ کریں گے۔ ذرا ذرا بات پر تنگ نظری اور عدم رواداری کا ثبوت دیتے ہیں۔ ایک دفعہ مجھے ایک دوست کے مکان پر جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں ایک پیر صاحب معہ چند عقیدت مندوں کے زمین پر تشریف رکھتے تھے۔ چونکہ میں نے انگریزی طرز کا پاجامہ پہنا ہوا تھا۔ میں بلا تکلف چارپائی پر بیٹھ گیا۔ پیر صاحب پہلے تو خاموش رہے۔ آخر ان سے نہ رہا گیا۔ تو فرمانے لگے۔ کہ مسنون لباس کتنا آرام دہ ہوتا ہے۔ کہ جہاں اور جسطرح بیٹھو ذرا تردد ... نہیں ہوتا۔ پہنا ہوا پیر صاحب نے بھی پاجامہ تھا۔ جو ان کے زعم میں شرعی تھا۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ مسنون لباس کسے کہتے ہیں فرمانے لگے جو رسول صلعم نے استعمال کیا۔ میں نے پوچھا رسول خدا صلعم کیا پہنا کرتے تھے۔ فرمانے لگے "تہ بند" میں نے عرض کیا۔ تو پاجامہ آپ کا بھی مسنون نہ ہوا۔ سوچ کر کہا۔ کہ رسول خدا صلعم نے پاجامہ پسند کیا ہے۔ میں نے کہا۔ اس امر کا کیا ثبوت ہے۔ کہ وہ پاجامہ آپکی طرز کا تھا۔ اور میری طرز کا نہ تھا۔ اور پھر اگر انگریز مسلمان ہو جائیں جیسا کہ اسلام کا منصب ہے۔ تو کیا ان کی پتلونیں اُتروا دینگے۔ اب تو پیر صاحب بڑے متردد ہوئے۔ لیکن ایسے وقت میں مریدوں کی عقیدت مندی حسب معمول آڑے آئی۔ اور بات رفت گذشت ہوگئی۔ شکر ہے۔ اب پاجاموں کا قضیہ تو بہت حد تک رفع ہوگیا ہے۔ لیکن ہزار عذاب است جان مجنوں را۔ ایک مصیبت کا خاتمہ ابھی ہوتا نہیں۔ دوسری شروع ہو جاتی ہے۔ اب ایک طرف ابن سعود کے حامی اور اسکے مخالفین ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے ہیں۔ دوسری طرف احمدیوں کے کفر پہ علماء کا اصرار ہے اور محض اس بہانہ سے تنظیم جیسے اعلےٰ کام کو پاش پاش کرنا چاہتے ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ یہ فرقہ علما اتنا بھی نہیں سمجھتا۔ کہ کسی امر کو کرنے کیلئے جو وسائل وہ اختیار کرتا ہے۔ وہ کارگر بھی ہونگے یا نہیں۔ گذشتہ تجربہ سے یہ معلوم ہو چکا تھا۔ کہ جس بات کو بھی انہوں نے زبردستی دبانے کی کوشش کی وہی سرسبز ہوگئی۔ لیکن انہوں نے اس سے فایدہ نہ اٹھایا۔ آخر عربی مقولہ من جرب المجرب حلت بہ الندامۃ کے مطابق انکو مدافعت کے سوائے کچھ ہاتھ نہ آیا۔ کاش انکی عقل حیوانی ہی اسقدر اچھی ہوتی۔ کہ وہ اسکی مدد سے خطرہ کو محسوس کر سکتے۔ اور خود بخود اسکے تدارک کا فہم انکو حاصل ہو جاتا۔ کیونکہ انسانی عقل جو انکو دی گئی ہے۔ اس سے فایدہ اٹھانے کی تو انہوں نے قسم اٹھائی ہوئی ہے۔

مسیح کا جسم

مسٹر امیر علی آف ٹرینیڈاد نے ایک انگریزی مضمون معاصر "لائیٹ" میں لکھا ہے۔ جس میں مسیحیت کے متعلق کلیسیا کے موجودہ رہنماؤں کے خیالات کا ذکر کرتے ہوئے بتایا ہے کہ "بائیبل اینڈ ٹریکٹ سوسائٹی" نے "سٹڈیز ان دی سکرپچرز" (مطالعہ انجیل) کے نام سے ایک کتاب شائع کی ہے۔ جس کے دوسرے حصہ کے صفحہ ۱۲۹ پر جناب مسیح کے جسم کے متعلق لکھا ہے۔ کہ:۔

"ہم نہیں جانتے کہ وہ کیا ہوا۔ صرف اس قدر کہا جا سکتا ہے۔ کہ وہ برباد یا خراب نہیں ہوا۔ یہ معلوم نہیں کہ آیا وہ گیس کی شکل میں ملوا گیا یا اللہ تعالےٰ کی عظیم الشان محبت کی یادگار میں ابھی تک کسی جگہ محفوظ ہے"

ایسا ہی صفحہ ۱۰۷ پر لکھا ہے۔

"چونکہ مسیح اب کسی رنگ میں بھی انسانیت کے اندر نہیں اس لئے ہمیں ہرگز اس کی امید نہیں رکھنی چاہیئے کہ پہلی بعثت کی طرح انسانی لباس میں دوبارہ آئیگا"

ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ خود زمانہ حال کے کلیسائی بھی اب مسیح کے جسم عنصری کے ساتھ زندہ اور دوبارہ دنیا میں نازل ہونے کے منکر ہو چکے ہیں۔ گویا حدیث کے مطابق دجال خود بخود نمک کی طرح پگھلتا چلا جا رہا ہے۔ نہ معلوم ہمارے مولویوں کو کب سمجھ آئیگی۔ اور وہ اس غلط عقیدہ کو جو الوہیت مسیح کو ثابت کرنے والا ہے۔ کب ترک کریں گے ٭

کسی امریکن کی غلط بیانی

ہمارے سماجی معاصرین کو اسلام کے خلاف ایک تنکے کا سہارا بھی اگر کہیں سے مل سکے۔ تو وہ بڑی خوشی سے اسے لینے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ کسی مجہول الاسم امریکن نے قاہرہ سے اسلام کے [illegible] بچے گلیوں میں آوارہ پھرتے ہیں ذکر کرتے ہوئے اسے اسلام اور آنحضرت صلعم کی تعلیم کا نتیجہ قرار دیا ہے "آریہ گزٹ" نے اس کو آسمانی شہادت سمجھ کر اپنے ۲۰ اگست کے پرچہ میں بڑی خوشی کے ساتھ نقل کیا ہے۔ اور اتنا نہیں سوچا۔ کہ مغربی اقوام کے خیالات صرف اسلام ہی کے خلاف نہیں۔ وہ تمام مذاہب کو ایسا ہی سمجھتی ہیں اور بالخصوص ہندو مذہب کے متعلق تو وہ بہت ہی برا خیال رکھتی ہیں "آریہ گزٹ" نے خود اسی پرچہ میں کسی عیسائی مشنری کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں:۔

"ہندوستان میں۔۔۔ جو آدمی نہایت دھرماتما کہلاتا ہے۔ اور مقدس خیال کیا جاتا ہے۔ وہ غلیظ ہونے اور گندے بالوں کے رکھنے کے علاوہ چوری۔ جھوٹ۔ دغابازی وغیرہ تمام برائیوں کا مرتکب ہو سکتا ہے"

"آریہ گزٹ" کے نزدیک یہ الزامات غلط ہیں۔ کیوں؟ کیا اس لئے کہ ہندو مذہب کے متعلق ایسا کہا گیا ہے؟ میٹھا میٹھا ہڑپ اور کڑوا کڑوا تھو کی اس سے واضح اور کیا مثال ہو گی؟

مسلمان اور مسیحی بچے

مجہول الاسم امریکن نے بعض مسلمان بچوں کی ناگوار حالت دیکھکر یہ رائے ظاہر کی ہے کہ

"جو کچھ ان بچوں کے پاس ہے وہ سب حضرت محمد صاحب کی طفیل ہے"

معلوم ہوتا ہے۔ اس شخص کو لندن اور امریکہ کے ان مقامات میں سے گذرنے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا۔ جہاں غریب مزدوروں کے بچے اس سے بدتر حالت میں پھرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جو قاہرہ کے مسلم بچوں کی بیان کی گئی ہے۔ نہ ان کے جسم پر کپڑا ہوتا ہے نہ انہیں نہانے کے لئے پانی میسر آتا ہے۔ لندن کے ایسٹ اینڈ میں جاکر دیکھو۔ بھک منگے۔ کھلاڑی۔ آوارہ گرد۔ گالی گلوچ کے عادی۔ گندے سگرٹوں کو اپنے غلیظ ٹین کے برتنوں میں جمع کرنے والے اور چلتی گاڑی میں جیب کترنے والے سب اوصاف کے بچے وہاں ملیں گے۔ اور صرف لندن اور قاہرہ یا مسیحیت اور اسلام ہی سے خاص نہیں۔ ہر قوم کے اندر ایک نہ ایک ایسا طبقہ موجود ہے۔ جس کے تمدنی اور معاشرتی حالات بچوں کو ایسی چیزوں کے عادی بنا دیتے ہیں۔ اور ہم ببانگ دہل کہہ سکتے ہیں کہ ہندو قوم بھی ایسے طبقہ سے ہرگز خالی نہیں۔

بچہ کی حیثیت اسلام اور دیگر مذاہب میں

یہ امر کہ اسلام نے بچہ کی کوئی قدر نہیں کی جہالت کا ایک اور ثبوت ہے۔ اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے بچہ کو سب سے بلند حیثیت اور مرتبہ دیا ہے۔ آنحضرت صلعم کی کھلی تعلیم یہ ہے کہ کل مولود یولد علی الفطرۃ۔ ہر بچہ پاک فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ اور اگر بچپن میں مر جائے۔ تو خواہ کسی مذہب اور کسی قوم کے اندر ہو۔ کسی سزا کا مستحق نہیں۔ لیکن مسیحی مذہب کا یہ حال ہے کہ ایک معصوم بچہ کو جو ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ وہ ناپاک بتاتا۔ اور جب تک بپتسمہ نہ پالے ہمیشہ کی جہنم کا وارث یقین کرتا ہے۔ مسیح کے بچوں کو پاس بلانے کی داستانیں فضول ہیں۔ جبکہ تمہارا یہ اعتقاد ہے کہ بچوں کو اللہ تعالے نے فطرتاً ہی ناپاک بنایا ہے۔ ایسی حالت میں مسیحی بچوں کے وہ عیوب جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے مسیحیت کی تعلیم کا نتیجہ سمجھنا خلاف حق نہیں۔ رہے آریہ اور ہندو ان کے ہاں تناسخ کے مسئلہ نے بات ہی سٹے کر دی ہے۔

کھلی چٹھی بنام سید حبیب صاحب ایڈیٹر سیاست

مبارکباد اور معذرت

سب سے پہلے میں آپکو مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ بخیر و عافیت قید سے رہا ہو کر واپس تشریف لائے ہیں۔ اسکے بعد میں آپ سے معذرت چاہتا ہوں کہ آپکی رہائی کے اسقدر جلد بعد میں آپکو یہ تکلیف دینے لگا ہوں۔ اور وہ یہ کہ براہ مہربانی اس عریضہ پر غور فرماویں۔ اور جہاں تک ممکن ہو۔ بہت جلد اسکے جواب سے ممنون فرماویں۔

سیاست اور ہم

"سیاست" کے ۱۸ اگست کے پرچہ میں حسب معمول ہماری جماعت کے متعلق دل آزار لہجہ میں بہت کچھ لے دے کی گئی ہے۔ اسکے علاوہ میری ذات پر بھی بعض ناواجب حملے ہیں۔ اسلئے میں چاہتا ہوں کہ میں تمام معاملہ پر روشنی ڈالوں اور باہمی اختلافات کا نہایت دیانتداری اور تہذیب سے تصفیہ کرنیکی کوشش کروں آپ سیاست کے ایڈیٹر ہیں آپ اسکے مالک بھی ہیں۔ اسلئے جو کچھ اسکے کالموں میں شائع ہوتا ہے آپ ہی اس کے ذمہ دار ہیں۔ گو ممکن ہے کہ بعض مضامین آپ کے منشا یا خیالات کے خلاف بھی شائع ہوئے ہوں۔ مگر بہرحال ذمہ داری آپ ہی کی ہے۔ کئی سال سے میرے تعلقات آپ سے دوستانہ رہے ہیں۔ اور یہ طبعی امر ہے کہ دوست کیطرف سے معمولی دل شکنی بھی دوست کیلئے سخت باعث تکلیف ہوتی ہے۔ اسلئے میں باہمی اختلافات پر بحث کرتے ہوئے دوستانہ لب و لہجہ کو ہرگز نظر انداز کرنا نہیں چاہتا۔

سیاست کا یک طرفہ رویہ

آپکو اس حقیقت سے انکار نہ ہو گا کہ جب کبھی احمدیہ جماعت کے متعلق کوئی سوال اٹھا ہے۔ آپکے اخبار کا رویہ ہمیشہ یکطرفہ رہا ہے۔ آئے دن "سیاست" میں مضامین شائع ہوتے رہے ہیں جن میں احمدیوں کو خوب کوسا جاتا رہا ہے انہیں مرتد اور کفار کے القاب سے یاد کیا جاتا رہا ہے۔ بالخصوص ان ایام میں جبکہ کابل میں چند احمدی سنگسار کئے گئے تھے۔ ان مضامین کی تردید میں میں کئی مضامین "سیاست" کو بھیجتا رہا ہوں۔ مگر مجھے نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آپ نے ان کو اپنے اخبار میں کبھی جگہ نہیں دی۔ اور ہمیشہ پبلک کو تصویر کا صرف ایک رخ دکھائے رکھا۔

سیاست کی پالیسی

میں تسلیم کرتا ہوں کہ جب کبھی مجھے آپ سے ملاقات کا موقعہ ملا آپ نے ان مضامین سے جو ہمارے خلاف "سیاست" میں شائع ہوتے رہے۔ لاعلمی کا اظہار کیا۔ کبھی آپ نے فرمایا کہ آپ دورہ پر تھے کبھی یہ کہ آپ جیل میں تھے اور آپکے علم کے بغیر سب کچھ شائع ہوتا رہا مگر اسکی تلافی تو یوں ہو سکتی تھی کہ میرے جوابی مضامین بھی آپ شائع فرماتے۔ لیکن کئی ایک مضامین میں نے دستی آپکے برادر خورد سید عنایت شاہ صاحب منیجر "سیاست" کو دئے جنکے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ ان کا شائع کرنا اخبار کی "پالیسی" کے خلاف ہے میں اس نوجوان کی صاف گوئی کی تعریف کرونگا۔ لیکن ساتھ ہی یہ بتاؤں گا۔ کہ پالیسی کا لفظ مذہبی معاملات میں نہیں آنا چاہیئے۔ سیاسی معاملات میں تو بلاشبہ "پالیسی" کو دخل ہو سکتا ہے۔ لیکن مذہب کا دامن اس مکروہ لفظ سے بالکل پاک صاف ہونا چاہیئے۔ سیاسی امور میں مخالف رائے کی اشاعت غیر مفید ہوتی ہے۔ لیکن اسکے برعکس مذہبی معاملات میں اختلاف رائے کا اظہار احقاق حق کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ اور اس سے بالآخر نیک نتائج پیدا ہوتے ہیں جیسے ہمارے سید و مولےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے "اختلاف امتی رحمۃ" لیکن اگر قوم کو صرف تصویر کا ایک رخ دکھایا جائے تو اسکے یہ معنی ہیں کہ اسے اندھیرے میں رکھا جاتا ہے۔ اور حق و باطل میں امتیاز ناممکن ہو جاتا ہے۔

۴۔ اگست کا مقالہ اور میرا جواب

۴ اگست کے پرچہ "سیاست" میں احمدیہ جماعت کے خلاف ایک نہایت سخت اشتعال انگیز ہتک آمیز مقالہ شائع ہوا جس میں بتایا گیا تھا۔ کہ یہ جماعت مرتد اور خارج از دائرہ اسلام ہے۔ اور عامۃ المسلمین کو اسبات پر آمادہ کیا تھا کہ احمدیوں سے بالکل مقاطعہ کریں۔ اور ان سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھیں۔ اس کے جواب میں بھی میں نے ایک مبسوط مقالہ سپرد قلم کیا جس میں ہماری جماعت کے خلاف تمام اتہامات کا جواب دیا گیا تھا۔ اور بتایا گیا تھا کہ ان فتووں نے تکفیر کی جو قدیم سے ہمارے کٹھ ملاں امت مسلمہ کے پاک اور برگزیدہ اصحاب پر لگاتے آئے ہیں کیا حقیقت ہے۔ اس مضمون کی ایک نقل آپکے جریدہ کو بھی بھیجی گئی مگر حسب معمول اسے پبلک کے سامنے آنا نصیب نہ ہوا۔ یہ مضمون "مسلم آؤٹ لک" مورخہ ۱۲ اگست ۲۵ء میں شائع ہوا۔ مولانا ظفر علی خاں بھی اسے شائع کرنے کیلئے تیار تھے لیکن صرف اس خیال سے کہ آپ جیل خانہ میں تھے انہوں نے ناپسند نہ فرمایا۔ کہ آپکی غیر حاضری میں آپکے خلاف کچھ "زمیندار" شائع ہو۔ جرأت کی تعریف کئے بغیر میں نہیں رہ سکتا۔ اور میں خود بھی آپکی غیر حاضری میں آپکے خلاف اپنی شکایات کی اشاعت سے باز رہتا۔ مگر میں مجبور تھا "سیاست" کا مقالہ مذکور خطرناک طور پر اشتعال انگیز تھا۔ سلاح طرح ہم پر عائد کئے گئے تھے۔ اور جمہور مسلمین کو مشورہ دیا گیا تھا۔ کہ ان کے خلاف جگہ جگہ جلسے کریں۔ اور انہیں اپنی سوسائٹی سے یک قلم نکال کر ان کا بالکل بائیکاٹ کریں۔ ان حالات میں میں خاموش نہیں رہ سکتا تھا تردید کی اشد ضرورت تھی

پیسہ اخبار اور زمیندار کی پالیسی

اس سلسلہ میں میں "پیسہ اخبار" اور "زمیندار" کی پالیسی کا ذکر کرنا بھی اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ ایسے معاملات میں انہوں نے صحافت کے ابتدائی اصولوں کو کبھی نظر انداز نہیں کیا۔ ان اخبارات کے ساتھ ہمارے اختلافات معمولی نہیں۔ لیکن میں انکی یہ تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ کبھی انہوں نے ہمارے خلاف کوئی مضامین شائع کئے۔ تو ساتھ ہمارے جوابات بھی شائع کر دیئے۔ تاکہ پبلک خود فیصلہ کرنے کے قابل ہو۔

میرا سنگین جرم

"سیاست" نے ۱۸ اگست کے پرچہ میں میرے خلاف جو سنگین الزام لگایا ہے۔ وہ یہ ہے کہ جب سال گذشتہ میں یہاں لاہور میں رنگیلا رسول کے خلاف ایک پبلک جلسہ ہوا تھا میں نے اپنی تقریر میں حضرت مرزا صاحب قادیانی کا ذکر کیا۔ جو بے تعلق تھا۔ میرا حافظہ میری مدد نہیں کرتا کہ میں کہہ سکوں۔ کہ میں نے اس موقعہ پر کن الفاظ میں مرزا صاحب کا ذکر کیا کہ وہ تذکرہ بے تعلق ہو۔ لیکن میں پوچھتا ہوں کہ یہ کونسی دلیل ہے۔ کہ قدرتاً سے آپ تمام جماعت کو مورد سب و شتم قرار دیں۔ "سیاست" اور بعض دیگر مسلم اخبارات موقعہ بے موقعہ مہاتما گاندھی اور کالیوں کی سرائی میں۔ رطب اللسان رہتے ہیں۔ حالانکہ انکے ساتھ مذہبی لحاظ سے کوئی تعلق نہیں رکھتے ہیں۔ تو میں پوچھتا ہوں کہ میں نے کونسا جرم کیا۔ اگر میں نے اس شخص کا ذکر کیا۔ جسے میں صرف اسواسطے اپنا مذہبی پیشوا سمجھتا ہوں۔ کہ وہ حضور نبی کریم صلعم کا سچا متبع تھا۔

حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئیاں اور آپکا کام

اسکے علاوہ حضرت مرزا صاحب کی ایک پیشگوئی کو زیر بحث لایا گیا ہے جس سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کہ مرزا صاحب کی پوزیشن کیا ہو سکتی ہے۔ آپکو علم ہونا چاہیئے کہ پیشگوئیاں اہل علم کے نزدیک اصولوں کا کوئی حصہ نہیں۔ نہ انہیں کسی کی صداقت یا عدم صداقت کا معیار قرار دیا جا سکتا ہے۔ فی الحقیقت جو بات دیکھنے والی ہوتی ہے۔ وہ صرف یہ ہے کہ کسی شخص نے جو مصلح ہونے کا مدعی ہے۔ واقعی کوئی اصلاح کا کام بھی کیا ہے یا نہیں۔ اور اپنے ہم صحبت لوگوں میں اسکے کیر کٹر نے کیا اثر ڈالا۔ آپ بھی اسی معیار پر حضرت مرزا صاحب کو پرکھ لیں۔ تو آپکو معلوم ہو گا۔ کہ وہ کیا بڑے حق بجانب تھے۔ غالباً آپکو اس سے انکار نہ ہو گا کہ اس زمانہ میں جماعت احمدیہ مسلمانان ہند میں سے سب سے بڑھ کر منظم جماعتوں میں سے ہے۔ اور اس حقیقت سے کہ ہندوستان اور غیر ممالک میں انکی تبلیغی خدمات یقیناً اپنی نظیر آپ ہیں۔ اسوقت مسلمانوں میں اشاعت اسلام کا جوش بیشک پیدا ہوا ہے۔ لیکن آپ تسلیم کریں گے کہ اسکے اسباب سب کے سب خارجی ہیں یعنی بیرونی حالات نے مسلمانوں کو مجبور کیا۔ کہ اسطرف توجہ کریں۔ لیکن آج سے چالیس سال پہلے جس شخص نے سب سے اول اشاعت اسلام کا علم محض محبت اسلام سے بلند کیا۔ وہ مرزا صاحب کے سوا اور کون تھا؟

چند ضروری سوالات

آخیر میں میں آپکی توجہ مندرجہ ذیل باتوں کی طرف مبذول کرتا ہوں جو میرے خیال میں تمام امور متنازعہ کا لب لباب ہیں جو آپ کے اخبار میں ہمارے خلاف شائع ہوتے رہے ہیں:۔

(ا) آپ کے نزدیک اسلام میں ارتداد کسے کہتے ہیں۔؟

(ب) کیا مرزا غلام احمد صاحب اسلام سے مرتد تھے۔؟

(ج) کیا جماعت احمدیہ کے حصہ لاہور کے عقائد آپ کے نزدیک مستلزم ارتداد ہیں؟

(شق ج) کے متعلق میں یہ تصریح کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ کہ ہم جماعت احمدیہ کے حصہ قادیان کے خیالات و عقائد کے ذمہ دار نہیں۔ ہم خود ان عقائد کو بانی سلسلہ کے عقائد کے مخالف سمجھتے ہیں یہ

ممکن ہے آپ فرماویں کہ لاہوری احمدیوں کے متعلق جو مطالبہ شق (ب) میں ہیں نے کیا ہے۔ وہ بے سود ہے۔ کیونکہ میں آپ کے ذاتی خیالات سے واقف ہوں۔ آپ مجھ سے خود فرما چکے ہیں کہ آپ لاہوری احمدیوں کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ مجھ سے اور مولانا محمد علی صاحب سے وعدہ بھی فرما چکے ہیں کہ آپ اپنے اخبار میں اسکا اعلان کرینگے بھی شائع ہی نہیں بلکہ وہ الفاظ بھی لیئے کا ڈرافٹ کر لئے۔ آپ نے تحریر فرما کر ہمیں اور مولانا کو دکھا دئے تھے۔ جسمیں آپنے جماعت احمدیہ کے مسلمان ہونے کے .... فرمایا تھا بڑا شبہ آپکو حق ہے۔ کہ اس مطالبہ کے متعلق آپ مجھ سے یہ سوالات کریں۔ ... عرض کرونگا۔ کہ اسوقت مجھے آپکی اخباری حیثیت سے معاملہ درپیش ہے۔ اپنی انفرادی حیثیت میں تو بیشک آپ نے اس حد تک اخلاقی جرأت سے کام لینے کا ارادہ فرمایا تھا۔ کہ ہمارے مسلمان ہونے کے متعلق الفاظ بھی ڈرافٹ کر لئے تھے۔ لیکن مجھے نہایت افسوس سے آپکو یاد دلانا پڑتا ہے۔ کہ ... آپ مجھ سے اور مولانا محمد علی صاحب سے جدا ہوئے۔ اور وقت آیا کہ ... ایفائے وعدہ فرما کر اس ڈرافٹ کو جو آپ ہمیں دکھا چکے تھے۔ اپنے اخبار میں بھی شائع فرماتے۔ اسوقت آپ کا اخباری مفاد آپ کی اخلاقی جرأت پر غالب ... اور آپ نے آج تک اس موجودہ ڈرافٹ کو شائع نہیں فرمایا۔ اسلئے اب ... آپ سے اس بارہ میں مخاطب ہوتا ہوں۔ وہ آپ کی اخباری حیثیت کے لحاظ سے ہوتا ہوں۔ اور آپ تسلیم فرماویں گے۔ کہ ایسا کرنے کا مجھے خود آپ کے عدم ایفاء وعدہ مذکورہ نے حق دے دیا ہوا ہے۔

آخری التماس

اگر آپ اس ناخوشگوار... کا تصفیہ کرنا چاہتے ہیں جس ... سلسلہ آئے دن "سیاست" کے کالموں کو سیاہ کئے رکھتا ہے۔ تو میں آپ سے درخواست کرونگا۔ کہ آپ ان سوالات پر تبادلہ خیالات کے لئے اپنے ... کھولیں۔ اور ہمیں بھی موقعہ دیں۔ کہ ہم ان امور پر از روئے قرآن و حدیث ... ڈالیں۔ اگر آپ تصویر کے دونوں رخ پبلک کے سامنے لانے کی ... کریں۔ تو انشاء اللہ معاملہ صاف ہو سکے گا۔

امید ہے آپ بھی تصفیہ کے ایسے ہی مشتاق ہوں گے۔ اور اخلاقی ... سے کام لے کر اپنے ناظرین کو ہمارے اور اپنے درمیان جج بنانے کا موقعہ ... دیں گے۔ والسلام۔

خاکسار

... لاہور مورخہ ۲۰ اگست ۱۹۲۵ء مرزا یعقوب بیگ ایل ایم ایس

بقیہ صفحہ اول

... اسکی بھی مثال اور کسی جگہ نہیں۔ اور اس سارے نفاق کی بنا ... نفسانی اغراض اسقدر نہیں جسقدر یہ تکفیر واقع ہوئی ہے۔ مصر۔ شام۔ ... ترکی۔ مراکش سب آپس کی کفربازی سے پاک ہیں۔

امام ابوحنیفہ کا مذہب

ہندوستان میں زیادہ تر حنفی المذہب ہیں۔ ہم معاملات اجتہادیہ ... امام اعظم ابوحنیفہ علیہ رحمتہ کے مقلد ہیں۔ پھر کیا اس امام ہمام نے فرمایا کہ لا نکفر اھل القبلۃ (ہم اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کرتے) ... کے علماء اس عظیم الشان امام کے مقابل زیادہ اہلیت فتوے رکھتے ... اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو کیوں حنفی المذہب اصحاب اپنے اس مقتدا کے ... پر عمل نہیں کرتے جو تکفیر اہل قبلہ کو روکتا ہے۔

تعلیم یافتہ اصحاب سے خطاب

ہمارے مخاطب علی الخصوص اسوقت وہ اصحاب ہیں جو قوم کے تعلیم اور ذی اثر ارکان ہیں۔ ... میں سے اکثر وہ ہیں جو جدید تعلیم سے کسی نہ کسی بہرہ یاب ہیں۔ انہی میں سے مولوی ظفر علی صاحب علی برادران ... وغیرہ احباب ہیں۔ انہیں ہم طبقہ وکلاء اطبا و ڈاکٹران کو شامل ... ایسا ہی ان احباب کو بھی جو مختلف عہدے گورنمنٹ پر متمکن ہیں ... صاحبان ہیں یہی جماعتیں مسلم قوم کی ریڑھ کی ہڈی ہیں۔ ہم ان کی خدمت ... کرتے ہیں کہ وہ مسئلہ اتحاد بین المسلمین کو اپنے ہاتھ میں لیں۔ اور ... تعاون تکفیر کا سد باب کریں۔ وہ مکفر علماء کی علمی حیثیت کی پرواہ نہ کریں ... کوئی ایسا پیچیدہ نہیں خصوصاً جب اسکا حل امام اعظم کا ہمارے سامنے ... ہے۔ جو کسی کلمہ گو اہل قبلہ کو کافر کہے اس پر حدیث نبوی کو کسی نہ کسی ... رد کریں یعنی جو کلمہ گو کا مکفر ہے اس پر کفر عود کر آتا ہے۔ مکفرین اہل ... ایک ... رنگ میں مقاطعہ کریں۔ یا مقاطعہ نہیں تو کوئی ایسا طریق ... کریں کہ جس سے اہل قبلہ کے مکفر یہ سمجھ لیں۔ کہ انہیں مسلمان اچھی ... نہیں دیکھتے۔ اگر صرف چند سال تک یہ طریق عمل رہے۔ تو اس بلا ... سے بہت جلد نجات پا سکتے ہیں۔

ہمارا طریق عمل

... معاملہ میں جو ہمارا طریق عمل ہے وہ یہ ہے۔ کہ کوئی کلمہ گو اہل قبلہ ... کی فرقہ ... کا حلقہ بگوش ہے۔ خواہ وہ امت کے اولیا یا مجددین میں سے کسی کا منکر بھی ہو۔ وہ ہمارے مذہب میں خارج از اسلام نہیں ہوتا۔ گو صحبت اولیاء کے فیض سے محرومی یا انکی مخالفت موجب معصیت ہو جاتی ہے۔ لیکن وہ مسلمان ضرور ہے۔ اور اپنے مسلمان کو کافر کہنے والا خود کفر کے نیچے آ جاتا ہے۔ اور ہمارا فرض ہے کہ ہم اس سے کسی نہ کسی رنگ میں مقاطعہ کریں۔ مثلاً نماز کے معاملہ میں ہمارا یہ طریق عمل ہے کہ ہم کسی اہل قبلہ کے مکفر کے ساتھ یا اسکی اقتدا میں نماز نہیں پڑھتے خواہ وہ کسی فرقہ سے تعلق رکھے۔ وہ قادری۔ چشتی۔ سہروردی۔ احمدی۔ نقشبندی۔ مجددی کوئی ہو۔ جو کسی کا مکفر ہو۔ ہم اسکے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ اور جو کسی اہل قبلہ کا مکفر نہیں۔ اور امامت کے شرائط اپنے اندر رکھتا ہے۔ وہ کسی فرقہ سے تعلق رکھتا ہو۔ ہم اسکی اقتدا میں نماز پڑھنے کیلئے طیار ہیں۔

ہمارا یہ طریق عمل محض اسلئے ہے۔ کہ مسلمانوں میں سے تکفیر کی بلا دور ہو اختلافات تو زندگی کا نشان ہیں۔ اختلافات تو باعث رحمت ہے۔ لیکن تکفیر کے معنے تو ایک طرح کسی پر موت وارد کر دینی ہے۔ اور مسلمانوں میں فرقی اختلافات جو ہیں۔ وہ تو بالکل فروعی حیثیت رکھتے ہیں جیسے کہ اکثر ان صفحات میں ہم نے دکھلایا ہے۔ اس ضمن میں ہم کسی دوست کے استفسار پر مسئلہ جہاد پر اپنا مذہب لکھ دیتے ہیں۔ ہم جہاد کے قائل ہیں۔ اور جہاد بالسیف کے بھی قائل ہیں لیکن اسی کے خلاف جو ہمارے خلاف تلوار چلائے۔ ہم اپنے مخالف کے مقابل دہی کرنے کے متکلف ہیں جو ہمارے خلاف کوئی کرتا ہے ہماری جہادی کوشش انتفاعی ہونی چاہیئے نہ جارحانہ طرح پر۔ ہاں ایک ہی جہاد ہے جس میں ہمیں ہر طرح کوشاں رہنا چاہیئے۔ اسکا نام قرآن نے جہاد کبیر رکھا ہے۔ اور وہ جہاد بالقرآن ہے۔

سلطنت قادیان کے ارکان

فتوے گروں کے کوچہ سے اے صبا
کہنا میری طرف سے بہت ہاتھ جوڑ کر
مسجد اگر بنا نہیں سکتے نئی تو خیر
مندر بنایئے نہ مساجد کو توڑ کر

میں معلن مضمون ہذا اس بات کا اعلان کرتا ہوں۔ کہ میں نے جو بیعت خلافت میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان سے کی ہوئی تھی۔ وہ ۱۰ ماہ حال سے فسخ سمجھی جاوے۔ اس تاریخ سے میرے کوئی تعلقات دینی جماعت احمدیہ قادیان اور خلیفہ قادیان کے ساتھ نہیں رہے اس کی وجوہات مختصر طور پر درج ذیل ہیں:۔

جب تک حضرت مسیح موعود زندہ رہے۔ میں ابتدا سے حضور ممدوح کا ایک خاص خادم تھا۔ چنانچہ حضور ہمیشہ اپنے چہرہ مبارک پر میرے ہاتھ سے خط اصلاح بنواتے۔ حضور کو مہندی خاکسار ہی لگاتا تھا۔ جب حضور باہر مختلف امصار و دیار میں تشریف لے جاتے تو ہمیشہ خاکسار کھانا پکانے کے لئے ہمراہ حاضر رہتا۔ انہی وجوہات کی بناء پر حضور ممدوح خاکسار پر خاص الطاف و اکرام فرماتے تھے۔ خاکسار کے تمام دینی و دنیوی تعلقات خالص سے جناب والا سے تھے۔ کیونکہ حضور علاوہ پیشوائے طریقت ہونے کے قادیان کے ایک معزز رئیس بھی تھے اور خاکسار کا خاندان قدیم سے حضور کے خاندان کا خدمتگار گھرانہ تھا۔

حضور کی وفات کے بعد بھی ایسے ہی تعلقات میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کے ساتھ رہنے چاہیے۔ مگر افسوس بوجہ انقلاب وحدوث مرور زمانہ کے وہ صفات مخصوص جو مسیح موعود کی جماعت میں تھیں۔ حضور کے بعد قادیان سے جاتی رہیں۔ اور حکیم الامتہ کی وفات کے بعد تو وہ عنقا ہو گئیں۔ حضرت مسیح موعود اور حکیم الامتہ ہر دو بزرگ ہستیاں غربا و مساکین کے ملجا و ماوے تھیں۔ وہ غرباء کے شفیق ہمدرد پرورش کرنے والے بزرگ تھے غرباء کی فریاد سنتے اور انصاف فرماتے تھے۔ مگر بعد میں غرباء پر ایسا زوال آیا۔ کہ آج غریب مظلوم کو کوئی نہیں پوچھتا۔ اور جابر امرا کے لئے ہر وقت دروازہ کھلا ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ ایسے حالات میں رحم اور انصاف کیسے معدوم ہوا کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر معروض ہوں کہ کچھ عرصہ گذرا منشی غلام محمد سابق ملازم پولیس حال پنشنر قادیان نے میری ایک گھوڑی یکصد روپیہ کی از راہ عناد پانی میں ڈال کر ہلاک کر دی۔ میں نے بایں خیال کہ از روئے شریعت اسلام گورنمنٹ کی عدالت کی طرف رجوع ممنوع نہیں استغاثہ زیر دفعہ ۴۲۹ تعزیرات ہند بعدالت تحصیلدار صاحب بٹالہ دائر کر دیا اور ملزم پر فرد جرم لگ گیا۔ مگر دوران مقدمہ میں جماعت کے ... ناظر ... ذوالفقار علی خان صاحب ناظر امور عامہ۔ مولوی عبد المغنی صاحب۔ میر محمد اسحاق صاحب۔ چوہدری حاکم علی صاحب اور دیگران کے زیر اثر اشخاص نے میرے گواہوں کو بلا کر سچی شہادت کی ادائیگی سے روکنے کا قصد لے اثر کیا۔ اور وقتاً فوقتاً مجھے بلا کر ناجایز مرعوب کرنا چاہا۔ اور پھر غلام محمد صاحب محتسب امور عامہ کی ہر طرح سے جایز و ناجایز امداد کرنا شروع کی۔ مگر مجھ مظلوم کے حالات پر غور نہ کی۔ کہ کیوں اس کے ساتھ ظلم کیا گیا ہے۔

علاوہ ازیں حیرت کا مقام ہے۔ کہ اس مقدمہ کی وجہ سے بعض وہ لوگ جن کو خود یہ لوگ اپنے سلسلہ کے مبلغ سمجھتے تھے ان کی نظروں میں بلا وجہ مورد عذاب ہو گئے۔ شیخ عبد الخالق صاحب نومسلم کئی سال تک جماعت احمدیہ کے تنخواہ دار مبلغ تھے۔ اور پھر ان کو مختلف امصار میں مناظرہ کے لئے بھی بھیجا کرتے تھے۔ اور خود اس کی کامیابی کی روایات کو بیان کیا کرتے تھے۔ پھر الفضل جیسے اخبار کے اسسٹنٹ ایڈیٹر کے عہدہ پر کئی باران کو مامور کیا۔ اور علاوہ ازیں شیخ عبد الخالق وہ آدمی ہے جس نے احمدیت کے لئے اور صرف میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کے حکم سے اپنی معقول ملازمت کے سوائے قریباً دو ہزار روپیہ کا سامان ترک کر دیا تھا۔ اور صرف خلیفہ صاحب کے تعمیل ارشاد کی وجہ سے جب ایک بار مولوی شیر علی صاحب کو عیسائی پادریوں نے بذریعہ تحریری چٹھی اسباب دینے سے انکار کیا۔ تو پھر نومسلم مذکور نے کبھی اسباب کا کچھ خیال تک بھی نہیں کیا۔ اور یہ صرف خلیفہ قادیان صاحب کی تعمیل ارشاد کی وجہ سے تھا۔ مگر افسوس اب ایسے آدمی پر صرف شہادت کی ادائیگی کی وجہ سے طرح طرح کے الزامات لگائے جاتے ہیں۔ چنانچہ تھوڑے دن ہوئے۔ زمیندار اخبار میں کسی دشمن سلسلہ قادیان نے کوئی مضامین شائع کروائے۔ تو قادیان والوں نے مشہور کر دیا کہ یہ عبد الخالق نومسلم نے مضامین شائع کروائے ہیں۔ حالانکہ یہ ایک سیاہ جھوٹ تھا۔ اور وہ آج تک اپنے آپ کو میاں صاحب کا مرید ظاہر کرتا ہے۔ مگر افسوس بدظنی کے مولود قادیان میں کوہ ہمالیہ سے زیادہ لمبے اور اونچے ہیں۔ ایسے ہی دیگر وجوہات ہیں جن کی وجہ سے میں جماعت قادیان سے اپنے تمام تعلقات منقطع کرتا ہوں۔ اور تمام احمدی لوگوں کو اجازت دیتا ہوں۔ کہ وہ پہلے سے زیادہ میری مخالفت کریں۔ کیونکہ اب ان کو اچھا خاصا حق پیدا ہو گیا ہے کہ وہ میری سخت مخالفت و معاندت کریں۔ اب میں ان کا دینی مخالف ہوں اور ہر طرح کی شہادت میرے خلاف ادا کریں اور میرے مقدمے کو ضعف پہنچاویں۔ مجھے صرف خدا کی حمایت مطلوب ہے۔ اور بالضرور یہ ... اپنی روش کو زنہار تبدیل نہ کریں۔ کیونکہ امید قوی ہے۔ یہی روش انشاء اللہ بہتوں کی ہدایت کا موجب ہو گی۔ خاکسار آج سے حضرت مسیح موعود کی جگہ حضرت امیر الملت والدین مولینا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ کو سمجھتا اور مانتا ہے۔ والسلام

المعلن
عبد الرحیم دوکاندار۔ اصلی باشندہ
قادیان مغلاں۔ ضلع گورداسپور ۲۵/۸/۱۸

حالات حجاز

مولد النبی صلعم اور مولد فاطمۃ الزہرا کے قبے جو مسجد کی طرح گول تھے اسلئے امیر نجد نے اتروا دئے ہیں کہ وہاں لوگ چڑھاوے چڑھاتے تھے۔ عبد المطلب ابوطالب اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت آمنہ کے گول قبے بھی اتار دئے گئے ہیں لیکن قبریں بدستور ہیں۔ اور خود نجدی وہاں فاتحہ پڑھا کرتے ہیں۔ ایک سوال کے جواب میں سلطان نجد نے لکھا کہ ہم جلد ہی علماء اسلام کی ایک مجلس قائم کریں گے۔ اگر علماء نے فیصلہ کیا کہ یہ چیزیں دوبارہ تعمیر کرائی جائیں جو چونہ اور پتھر سے بنی ہوئی تھیں تو میں انہیں سونے اور چاندی سے بنوا دوں گا۔ طائف کو فتح کرنے کے بعد بیشک نجدیوں نے بہت سے باشندگان طائف کے خون سے ہاتھ رنگے لیکن اسکی ذمہ داری زیادہ تر شریف حسین کے لڑکے امیر علی پر ہے جو طائف کے باشندوں کو آخیر دم تک یہی کہتا رہا کہ گھبراؤ مت اور نہ کہیں جانے کی تیاری کرو۔ جب تک میری گردن نہ اڑ جائے گی تمہیں ضرر نہیں پہنچ سکتا لیکن عملاً اس نے بہت بزدلی دکھائی

جماعت احمدیہ کیخدمت میں ایک دعوت

مولوی ظہیر الدین صاحب روپی کے قلم سے

بسلسلہ اشاعت [illegible] ۱۱ رجولائی ۱۹۲۱ء

بار بار یاد دہانی کی ضرورت

یہ ہر سہ ذمہ داریاں جنکی طرف میں نے احباب جماعت احمدیہ کو توجہ دلائی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ان ہر سہ امور کو ذرا وضاحت سے بیان کروں اور اپنے مافی الضمیر کا ایک جدا پیرایہ میں اظہار کروں۔ کیونکہ انسانی طبائع کثرت سے اس امر کی محتاج ہیں کہ ان کو ایک ہی بات جبتک بار بار نہ سمجھائی جائے وہ غفلت کی طرف مائل ہو جاتی ہیں۔ قرآن کریم میں نماز اور زکوٰۃ کے لئے جو بار بار احکام نازل ہوتے رہے تو ایک خاص راز انمیں یہی ہے کہ انسان کمزور ہے غافل ہے۔ وہ سہارے کا محتاج ہے۔ تحریص اور ترغیب سے وہ وہ کام کر گذرتا ہے جو بغیر ترغیب اور تحریک کے کبھی بھی نہیں کرتا۔ دنیا میں لاکھوں کروڑوں انسان ہیں جنکو تعلیم حاصل کرنے کے لئے کبھی بھی کسی نے ترغیب تحریص نہیں دلائی۔ نتیجہ اسکا ظاہر ہے کہ وہ تمام عمر ایسی زندگی بسر کر کے مرجاتے ہیں جو حیوانی زندگی سے بھی بدتر ہوتی ہے۔ پس انسان کے اندر بعض جوہر ہیں جنکا نشوونما دوسری بیرونی طاقتوں کی تحریک اور امداد پر منحصر ہے

وفات مسیح

دیکھو ہمارے امام بانی سلسلہ احمدیہ جناب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کس کثرت سے وفات مسیح ناصری علیہ السلام پر زور دیا ہے۔ اور اپنی ہر ایک کتاب میں کسی نہ کسی پیرایہ میں اس مسئلہ پر بھی کچھ نہ کچھ ضرور روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ اسکی ایک وجہ تو یہ ہے کہ وہ اپنے یقین میں اس مسئلہ کو ایک اہم ترین مسئلہ سمجھتے تھے۔ اور وہ جانتے تھے کہ اسلامی دنیا میں حیات مسیح ناصری کا جو عقیدہ ہے تو یہ دن بدن اسلامی قومیت اور اسلامی مذہب کو نقصان پہنچا رہا ہے۔ اور اس حیات مسیح ناصری کے عقیدہ کے لوازمات کا آخری نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ ایک مسلمان بالآخر توحید کے جوئے کو پھینک کر تثلیث کا پھندہ گلے میں ڈال لیتا ہے پس انہوں نے ہر رنگ میں اس عقیدہ حیات مسیح ناصری کا اسلامی دنیا کے اندر سے قلع قمع کرنا چاہا لیکن درحقیقت ان کے اس عقیدہ کو دور کرنے پر جو ان تھک کوشش کی تھی اور وہ وفات مسیح کو بار بار بیان کرتے تھے اکتفا نہ کرتے تھے تو ایک وجہ اسکی یہ بھی تھی کہ قرآن کریم میں جو آیت ہے کہ انی متوفیک ورافعک الی تو اس آیت کا حضرت مسیح موعود کو اس کثرت سے اور بار بار الہام اتنی زیادہ تعداد میں ہوتا رہتا تھا کہ وہ اسکو شمار بھی نہ کر سکتے تھے۔ پس اس الہام کے بار بار نازل ہونے سے جو تحریک ان کو ہوتی تھی اسکا یہ ایک لازمی نتیجہ تھا کہ وہ ہر رنگ میں مسیح ناصری کی وفات پر اور اپنے دعوی مسیح موعود پر عمومیت کے ساتھ لٹریچر شائع کرتے تھے۔

مسئلہ نبوت مسیح موعود

پس اسی مسئلہ کے قریب قریب مسئلہ نبوت مسیح موعود ہے حضرت مسیح موعود کو ان کے الہامات میں بار بار نبی اور رسول کرکے پکارا جاتا رہا اور بارش کی طرح کثرت سے اس بارہ میں ان پر وحی الٰہی کا نزول ہوا۔ اس تحریک ترغیب سے متاثر ہو کر انہوں نے بار بار فرمایا کہ ایسے الفاظ بیشک ان کے حق میں خدا نے ہی بولے ہیں لیکن ان الفاظ سے بعض لوگ دھوکا کھا جاتے ہیں۔ دراصل یہ الفاظ مجاز اور استعارہ کے طور پر ہیں۔ اور یہ الفاظ جس نبوت کا اظہار کرتے ہیں وہ اصل نبوت نہیں بلکہ حضرت محمد مصطفے صلعم خاتم النبیین کا ایک ظلی رنگ ہے۔

میری غلطی

اگر حضرت مسیح موعود اس مسئلہ کو بار بار نہ سمجھاتے تو اس کا نتیجہ یہی ہوتا کہ اور بعض میرے جیسے خادم جنہوں نے دل میں فیصلہ کر لیا ہوا ہے کہ حضرت مسیح موعود ایک ایسا انسان تھا جو فی الواقعہ خدا نما تھا۔ جس کی طرز کا جس کے اخلاق کا جس کی شان کا جس کی چال ڈھال کا جس کے اتقاء کا جس کے زہد و ایثار کا انسان آجکل بھی کیا پیدا ہوا اگر متفرق خوبیوں کو اجتماعی رنگ میں اور تمام شان میں دیکھا جائے تو ساتھ تیرہ صدیوں میں بھی کوئی نظر نہیں آتا جس نے قرآن شریف اور اسلام کی خدمت کی ہو جو حضرت مسیح موعود مثیل مسیح ناصری نے کی پس میرے جیسے خادمان مسیح محمدی کا یہ حال ہوتا تھا کہ علوم عربیہ اور علوم مشرقیہ سے تو پہلے ہی سے بے بہرہ تھے۔ اب جب جدید نبی اللہ مان لیا۔ تو بس پھر ٹھکانہ ہی کیا رہ گیا۔ تمام دنیا میں سے اول المسلمین ہم بن گئے اور سب کے سب مولوی دائرہ اسلام سے خارج سمجھ لئے گئے۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ وفات مسیح ناصری کے مسئلہ کی طرح حضرت مسیح موعود نے ختم نبوت کے مسئلہ کو بھی بار بار اس کثرت سے بیان کیا ہے کہ انسانی طبائع جو فطرتاً غافل ہوتی ہیں اور چاہتی ہیں کہ کہیں ٹھہر جائیں اور کچھ دیر کے لئے آرام کر لیں۔ وہ چونک پڑتی ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود کی وہ تحریرات پڑھ کر جو انہوں نے ختم نبوت پر لکھیں اور جن میں انہوں نے بتلایا کہ جس طرح الفاظ محمد اور احمد اور مریم مجازی طور پر ان کے لئے استعمال ہوئے اسیطرح الہامات میں ان کو نبی اور رسول کہا گیا تو وہ نبی بطور مجاز کے ہے نہ حقیقت کے۔

مولویوں کی کم فہمی

اس قسم کی تحریرات حضرت مسیح موعود نے مختلف پیرایوں میں اس کثرت سے لکھی ہیں کہ وہ مولوی جنہوں نے حضرت مسیح موعود پر کفر کے فتوے لگائے یا وہ لوگ جو ان مولویوں کے پیچھے چلنے میں اپنی نجات خیال کرتے ہیں۔ ان میں سے جو زندہ ہیں وہ دیکھ لیں گے کہ دنیا ان مولویوں کی نا سمجھی نادانی اور کم علمی پر کیسی مہر لگاتی ہے۔ ایک اہل اللہ ایک فنا فی اللہ ایک فنا فی الرسول کے کلام کو مولوی بیچارے سمجھ ہی کیسے سکتے تھے۔ کیونکہ المرء یقیس علی نفسہ کا مقولہ بھی ایک خاص صحیح اصل پر مبنی ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ایک مکار۔ اور چالباز اور دھوکہ باز دوسروں کے متعلق یہ سمجھ سکے کہ وہ دھوکہ بازی سے پاک ہیں۔

حقیقی اور مجازی تشریعی اور غیر تشریعی

جیسے کہ میں نے بیان کیا۔ دراصل نبوت مسیح موعود کے مسئلہ کو سمجھنا ایک نہایت ہی ضروری امر ہے کیونکہ اس بارہ میں غلطی کھانے سے بڑے بڑے خطرناک اور تباہ کن نتائج نکلے ہیں۔ اور نکل سکتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود نے ہم کو بار بار سمجھایا کہ ان پر یہی کھولا گیا ہے کہ حقیقی نبوت کا دروازہ بالکل بند ہے۔ اور حضرت محمد مصطفے (صلی اللہ علیہ وسلم) خاتم النبیین کے بعد کوئی نیا یا پرانا نبی ہرگز نہیں آسکتا۔ حضرت مسیح موعود کی تعلیم [illegible] میں کسی فصاحت کی محتاج نہیں۔ لیکن بعض طبائع نے پھر بھی غلط سمجھا۔ اور باوجود اسی صراحت کے پھر بھی حضرت مسیح موعود کو نبی اللہ تسلیم کر لیا۔ اور اپنی سمجھ کو صحیح قرار دینے کے لئے انہوں نے لفظ حقیقی کی تشریح اور تفسیر کرنی شروع کر دی اور قلم ہاتھ میں لیکر ہزار ہا ورق اسی بات پر سیاہ کر دئے کہ حضرت مسیح موعود جو حقیقی نبوت سے انکار کرتے تھے تو مراد ان کی اس سے تشریعی نبوت ہوتی تھی مطلق نبوت سے ان کا انکار نہ تھا۔ وہ درحقیقت غیر تشریعی نبی اپنے کو ضرور سمجھتے تھے اور اس صاحب شریعت نبی اور غیر صاحب شریعت نبی یا تشریعی نبی اور غیر تشریعی نبی کے فرق کو سمجھانے کے لئے وہ لفظ حقیقی اور مجازی کو استعمال کرتے تھے۔ میں پوچھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود نے اپنے تمام لٹریچر میں غیر تشریعی نبیوں کو مجازی نبی قرار دیا ہوا ہے یا حقیقی؟ حضرت مسیح ناصری کو کس جگہ حضرت مسیح موعود نے مجازی نبی کہہ کر پکارا؟

میرے ان ہر دو فقرات کا جواب دو! معاملہ بالکل صاف ہو جائے گا۔ اور پھر خدا کے لئے حضرت مسیح موعود کے الفاظ پر دوبارہ سہ بارہ غور کرو کہ ان پر خدا نے یہی کھولا ہوا ہے کہ حقیقی نبوت کے دروازے بند ہیں اسلئے نیا یا پرانا نبی نہیں آسکتا۔ حضرت مسیح موعود کی یہ تعلیم کسی پہلو سے بھی یہ گنجائش نہیں چھوڑتی؟ جو ہم یہ مان لیں کہ نیا نبی تو آسکتا ہے مگر بغیر شریعت کے۔ نبی اللہ تو آئے گا اور آیا لیکن غیر تشریعی حقیقی نبی یعنی شریعت اور وحی نبوت بند ہے۔ خدا کے لئے سوچو کہ کیا کوئی عقل سے غبی بھی حضرت مسیح موعود کے الفاظ سے یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ وہ حقیقی نبوت کے انقطاع سے انقطاع شریعت سمجھتے تھے۔ گفتگو تو نبوت میں ہے۔ شریعت کا مسئلہ تو اسوقت زیر بحث آئے گا۔ جب نبی اللہ مان لیا جائے گا جب نبی اللہ ہی کوئی نہ آئے گا تو پھر شریعت کہاں سے آجائے گی۔

کیا حضرت مسیح موعود نے دعوی نبوت کیا؟

پس دیکھنا یہ ہے کہ آیا حضرت مسیح موعود نے ختم نبوت کا عقیدہ صحیح تسلیم کرنے کے بعد کسی قسم کی نبوت کا بھی دعوی کیا؟ حضرت مسیح موعود صاف فرماتے ہیں کہ وہ مدعی نبوت نہیں ہیں۔ اور حضرت خاتم النبیین کے بعد جو بھی مدعی نبوت ہوا سے دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے اور اپنے حق میں اپنے الہامات میں جو نبی اور رسول کے الفاظ بولے ہوئے تسلیم کرتے ہیں ان کے متعلق بار بار یہ فرماتے ہیں کہ وہ مجاز اور استعارہ کے طور پر ہیں۔ کتاب اربعین میں بھی اسی امر پر زور دیا۔ آئینہ کمالات اسلام میں بھی یہی تعلیم دی کہ اگر باب نبوت آنحضرت صلعم پر مسدود نہ ہوتا تو ہر ولی اور محدث نبی کہلواتا اور بالآخر حقیقۃ الوحی میں بھی یہی فرمایا کہ سمیت نبیا من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ۔ الغرض نبوت اور رسالت کے متعلق شروع سے لیکر اخیر تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ اگر ایک طرف اپنا یہ عقیدہ بیان کرتے رہے ہیں۔ کہ حضرت محمد رسول اللہ پر نبوت کا اختتام ہو چکا ہوا ہے۔ باب نبوت کا انسداد اور انقطاع ہو چکا ہوا ہے تو ساتھ ہی دوسری طرف مجازی اور جزئی طور پر نبوت اور رسالت اور وحی کے اجراء کو تسلیم کیا ہوا ہے۔

ایک مثال

اور یہ بات بھی عقلاً درست ہے کہ جب نبوت حقیقت اور اصلیت کے لحاظ سے ختم ہو چکی ہو تو پھر کسی دوسرے پر نبی کے لفظ کا اطلاق سوائے اسکے ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ اطلاق بطور مجاز کے ہو اور بس۔ مثلاً اسلامی عقائد اور ایمانیات میں سے یہ ایک مسلمہ عقیدہ ہے کہ خدا تعالے لم یلد ولم یولد ہے۔ نہ ہی خدا کسی کا باپ ہے اور نہ ہی خدا کا کوئی بیٹا ہے۔ اب اگر کوئی شخص شرارت اور بدنیتی سے نہیں بلکہ شرافت اور نیک نیتی سے حضرت مسیح ناصری کے متعلق یہ الفاظ بولے کہ حضرت مسیح ناصری خدا کو باپ کہہ کر پکارا کرتے تھے اور یہ کہ وہ خدا کے فرزند تھے تو لامحالہ ہم کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ ایسے الفاظ بطور حقیقت کے نہیں تھے بلکہ بطور مجاز اور استعارہ کے تھے اور اگر کوئی شخص باوجود بار بار کے سمجھانے کے ان مجازی الفاظ کو حقیقت پر محمول کرنے لگ جائے گا تو پھر مجبوراً اس طریق پر سمجھا دیں گے کہ اچھا اگر مسیح ناصری مجازاً ولد اللہ نہیں تھے بلکہ حقیقت اور اصلیت کے رنگ میں تھے تو پھر خدا کی جورو اور خدا کی زوجہ کا پتہ بھی دو۔ اور جب خدا کے ساتھ کسی [illegible] کا پتہ نہ بتلا سکے گا تو پھر مجبوراً اس کو باپ کے الفاظ کو بطور مجاز تسلیم کرنا پڑے گا۔ کیونکہ اسلامی عقیدہ یہی ہے کہ خدا جو ہے تو احد ہے صمد ہے نہ اسکا کوئی بیٹا ہے اور نہ وہ کسی کا باپ ہے وہ غنی عن العالمین ہے۔ اور لم یکن لہ کفواً احد کا مصداق ہے۔

اسی طرح سے جو شخص یہ کہے گا کہ حضرت مسیح موعود کا یہ دعوی تھا کہ وہ نبی اللہ تھے رسول اللہ تھے تو اس کے لئے لازمی ہوگا کہ پہلے وہ یہ ثابت کرے کہ حضرت مسیح موعود حضرت محمد رسول اللہ پر نبوت کو ختم نہ سمجھتے تھے۔ اور ختم نبوت کے عقیدہ کو باطل قرار دیتے تھے اور اگر وہ یہ ثابت نہ کر سکے تو اسکو یقین ہو جائے کہ حضرت مسیح موعود ہمیشہ یہی عقیدہ بتلاتے رہے کہ نبوت محمد رسول اللہ پر ختم ہے اور شریعت قرآن شریف پر ختم ہے اور مرتے دم تک خاتم النبیین اور خاتم الکتب پر ایمان رکھتے تھے تو پھر لازماً وہ شخص غلطی پر سمجھنا پڑے گا۔ جو حضرت مسیح موعود کو نبی اللہ یا رسول اللہ یقین کرتا ہے اور یا ان کی طرف یہ منسوب کرتا ہے کہ وہ نبی اور رسول ہونے کے مدعی تھے۔

مولویوں کی غلطی

مخالف مولویوں نے جو حضرت مسیح موعود پر اس بنا پر کفر کا فتوی لگایا کہ حضرت مسیح موعود نبوت مطلقہ کے مدعی تھے اور اتباع آنحضرت صلعم میں غیر تشریعی نبی ہونے کے مدعی تھے تو یہ مولویوں کی سراسر غلطی ہے۔ ممکن ہے مولوی لوگ اپنی غلطی کا اقرار کرنے سے اپنے مرجانے کو ترجیح دیں اسلئے مولویوں کے فرقہ کو غلطی خوردہ قرار دینے کی بجائے یہ گذارش کرتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود کے کلام سے مولوی لوگوں نے تو یہ سمجھ کر فتوی لگایا تھا کہ حضرت مسیح موعود حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین کے بعد آنحضرت کے فیض اور اتباع سے امتی نبی اور غیر تشریعی نبی ہونے کے مدعی ہیں

میری کم سمجھی

لیکن راقم الحروف خاکسار نے حضرت مسیح موعود کے کلام سے یہ نتیجہ نکالا ہوا تھا کہ وہ اتنے بڑے عظیم الشان نبی اللہ ہونے کے مدعی ہیں کہ ان کی شان اور ان کے درجہ کا نبی اللہ آج تک دنیا میں کوئی نہیں گذرا اور آئندہ ان کا ایک غلام ہوگا جو تین کو چار

کرے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا - وہ حضرت مسیح موعود سے بھی بڑھ کر ہوگا - حضرت مسیح موعود کے حق میں تو یہ کہا کرتا تھا کہ ؎

لاکھ ہوں انبیا مگر بخدا
سب سے بڑھ کر غلام احمد ہے

اور ان کے غلام کے متعلق یہ خیال کرتا تھا ؎

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

غلام احمد سے مراد میں یہ لیا کرتا تھا - کہ وہ پسر موعود جس نے ۸۶ء سے ایک مدت حمل کے اندر تولد ہونا تھا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ مدعی سست اور گواہ چست والی ضرب المثل مجھ پر خوب چسپاں ہوتی تھی - حضرت مسیح موعود تو کہیں کہ وہ مدعی نبوت نہیں ہیں - مدعی نبوت پر وہ لعنت بھیجتے ہیں - مدعی نبوت کو وہ دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں اور ہم کہیں نہیں جی آپ کی کوئی خفیہ راز ہے - کوئی حکمت عملی ہے وہ ضرور مدعی نبوت تھے -

حضرت مسیح موعود تو کہیں کہ محمد رسول اللہ پر نبوت ختم ہے ان کے بعد کوئی نیا یا پرانا نبی نہیں آسکتا - لیکن ہم کہیں کہ پرانا تو نہیں آسکتا لیکن نیا آسکتا ہے - حضرت مسیح موعود تو کہیں کہ ان کے حق میں خدا اور رسول نے جو نبی اور رسول کے الفاظ استعمال کئے ہیں - وہ بطور مجاز اور استعارہ کے ہیں حقیقت پر محمول نہیں ہیں لیکن ہم کہیں کہ جب خدا نے نبی کہا تو ہم کیوں نبی نہ کہیں - خدا کو چاہیے تھا کہ ساتھ مجاز اور استعارہ کے الفاظ بولتا - حالانکہ ختم نبوت کا عقیدہ بھی اس بات کے لئے کافی ضمانت تھا کہ آنحضرت صلعم کے بعد ایسے الفاظ بطور مجاز اور استعارہ ہی ہو سکتے ہیں -

حضرت مسیح موعود کا دعویٰ فنا فی الرسول ہونے کا تھا

الغرض جو شخص بھی یہ کہتا ہے کہ حضرت مسیح موعود نے آنحضرت صلعم کے بعد نبی اللہ ہونے کا دعوےٰ کیا وہ افترا کرتا ہے - اور حضرت مسیح موعود کی طرف ایسی بات کو منسوب کرتا ہے جس کے وہ مدعی نہ تھے جو شخص بھی یہ کہیگا کہ حضرت مسیح موعود نے نبوت اور رسالت کا دعویٰ کیا ہم کہیں گے کہ نبوت اور رسالت کا نہیں بلکہ فنا فی الرسول کے رنگ میں مجاز اور استعارہ کے طور نبی اور رسول کے لفظ آپ پر بولے گئے یا وہ بس - اور یہ ...... اصول اسلام کے خلاف نہیں بلکہ اصول اسلام کی تائید کرتا ہے اور اسی عقیدہ میں ہی اسلام کی زندگی ہے اگر فنا فی الرسول کے رنگ میں وہ صفات اور وہ برکات دنیا میں اہل اسلام ظاہر نہیں کر سکتے جو انبیاء سے مختص ہوتی ہیں تو پھر دنیا میں نبوت کا اور وحی الٰہی کا وجود ثابت کرنا ہی محال ہو جائیگا - پس مجازی اور جزئی طور پر ایسے خادم اسلام ہوتے رہتے ہیں جو انبیاء کے رنگ میں رنگین ہوتے ہیں اور اسطرح کے خادم اسلام میں سے حضرت مسیح موعود بھی ایک فرد مخصوص تھے اور اسیطرح کے خادم اسلام امت محمدیہ میں پہلے بھی ہوتے رہے اور آئندہ بھی تا قیامت ہوتے رہینگے امت محمدیہ کے ایسے افراد انبیاء بنی اسرائیل سے مدارج میں بڑھ چڑھ کر ہوتے رہے ہیں لیکن وہ بنی اسرائیل کے نبیوں کی مثیل ہوا کرتے ہیں - نبی نہیں ہوا کرتے - وہ انبیاء بنی اسرائیل یا بنی اسمٰعیل نہیں ہوتے - بلکہ انبیاء بنی اسرائیل ہوتے ہیں ایسے لوگوں کی تعلیم اور تلقین ہمیشہ قرآن شریف کے ماتحت رہیگی - جہاں بھی ایسے الفاظ ہونگے وہیں انکی تاویل کرنی پڑیگی اور اسکو کسی نہ کسی طرح قرآن شریف سے مطابق کرنا پڑے گا - پس حضرت مسیح موعود کے دعاوی بھی قرآن شریف اور اسلام کی خدمت کرنے والے ہیں - اجل اسلام نہیں ہیں اور یہی وہ امر ہے جس کی دعوت میں اپنے احباب کو دیتا ہوں ؏

گر قبول افتد زہے عز و شرف

"مولوی ایک روپیہ میں"

عربی مدارس نے مولویوں کی بہت کثرت کر دی ہے - جدھر دیکھو ادھر مولوی ہی مولوی نظر آتے ہیں - پھر بھی اتنا مولوی ملنا اتنا مشکل تھا - یعنے ایک روپیہ میں تو ادنےٰ قسم کا مولوی بھی نہیں مل سکتا تھا - اگرچہ بعض حضرات جو اس مقدس طبقہ سے کلی تعلق رکھتے ہیں انکا دعویٰ تو یہ ہے کہ اس سے بھی زیادہ قیمت پر مولوی ہر جگہ دستیاب ہوسکتا ہے مگر ہم اسے تسلیم نہ کریں گے اس لئے کہ اس سے ایک نئے فتنہ کے خروج کا اندیشہ ہے کہ کہیں اس گروہ میں آپکی توہین پیدا نہ ہو جائے مگر خواہ کچھ ہو یہ امر صحیح ہے کہ مولویوں کی اب بہت کثرت ہو اور بہت سستے ملنے لگے ہیں - مگر ملکی زمین پہلے کی نسبت کم یاب ہے اور لوگ بجائے ہدایت پانیکے گمراہ زیادہ ہونے لگے ہیں - خدا معلوم مولویوں کی زیادتی و کثرت اسکا سبب ہے یا یہ اور

مگر ہم جس سستے مولوی کا ذکر کر رہے ہیں وہ ایک "کاغذی مولوی" ہے جو ایک ماہوار رسالہ کی صورت میں نکلنا شروع ہوا ہے - کاغذی واعظ، کاغذی صوفی، کاغذی درویش، کاغذی طبیب، کاغذی ڈاکٹر اور کاغذی معلم، غرضکہ ہر ایک فن سے نسبت رکھنے والے صاحب فن کو کاغذی جامہ پہنا کر بازار صحافت میں لا کھڑا کیا گیا ہے - لیکن اس کاغذی مجلس ارباب فن میں "مولوی" صاحب کی جگہ خالی تھی - اب وہ بھی پوری ہو گئی ہے - اور عبدالحمید خان مالک حمیدیہ پریس کوچہ چیلان دہلی نے ایک ایسا کاغذی مولوی جاری کر دیا ہے جو صرف ایک روپیہ فیس ادا کرنے پر بارہ مہینہ تک برابر بلاناغہ حاضری دیگا - اور تمام مولویانہ خدمات انجام دے گا -

(ہمدرد)

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ کے آئیندہ ۵ ۲ اگست کی شام کو لاہور آنے کی امید کی جاتی ہے - آپ غالباً دو تین روز لاہور ٹھیرینگے اور ۲۸ اگست کو نماز جمعہ یہیں پڑھائیں گے +

امروہہ سے مولوی محمد یعقوب صاحب لکھتے ہیں - کہ جناب والد صاحب قبلہ (حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب) کی صحت روز بروز خراب ہی ہوتی جاتی ہے - اور ضعف زیادہ ہوتا جاتا ہے - آپ سب احباب سے ملنے کی اس آخری وقت میں آرزو رکھتے ہیں - اگر مشیت ایزدی میں ہے تو جلسہ سالانہ پر تشریف لاسکیں گے "

بنارس چھاؤنی سے برادر خدا بخش صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ ان کی اہلیہ صاحبہ (دختر بخشی عبدالرزاق صاحب) دو سال کی شدید بیماری کے بعد ۱۴ جولائی کو انتقال فرما گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون - قبل انتقال انہوں نے کچھ وصیت بھی کی ہے - جو انشاء اللہ جلد پوری ہوگی - احباب کرام سے درخواست ہے کہ مرحومہ کا جنازہ غایب پڑھکر اس کی روح کو ثواب پہنچائیں +

اخویم چودھری ظہور احمد صاحب جائنٹ سکرٹری لکھتے ہیں - اخبار پیغام صلح کے ذریعہ میں نے سیرت خیر البشر کے ترکی ترجمہ کے لئے اپیل کی تھی - جسے ایک بھائی نے قسطنطنیہ میں شایع کرنا شروع کیا ہے - جناب ڈاکٹر سید طفیل حسین شاہ صاحب نے اس ضمن میں دس روپے عنایت فرمائے ہیں - کل رقم چالیس پونڈ درکار ہے جو کہ موجودہ شرح تبادلہ کے لحاظ سے قریباً ساڑھے پانچ سو روپیہ کے برابر ہے +

تازہ خبریں

دریائے گومتی میں غضب کی طغیانی آئی ہوئی ہے - پل کے گاٹ پر پانی آیا ہوا ہے - اور پل کے آہنی شہتیر وغیرہ سب کے سب زیر آب ہیں - شہر میں افواہ گرم ہے کہ دریا کی طغیانی کی وجہ سے سخت نقصان کا اندیشہ ہے - لیکن تاحال اس کے متعلق کوئی سرکاری اطلاع موصول نہیں ہوئی - بیان کیا جاتا ہے کہ شہر بلرام پور زیر آب ہے چوک بازار میں گھٹنوں تک پانی چڑھا ہے - گذشتہ چار روز سے یہی حال ہے بلرام پور کے گردونواح میں جو گاؤں آباد تھے وہ سب کے سب پانی میں بہ گئے ہیں - غریب بھائیوں کے نقصان جان و مال کی اطلاعات روزانہ موصول ہوتی رہتی ہیں - بلرام پور کے قریب ایک تین ماہ کی بچی کو پانی سے نکالا گیا - یہ لڑکی ایک چھوٹی سی چارپائی پر پڑی ہوئی تھی معلوم ہوتا ہے کہ کسی قریب کے گاؤں سے پانی کے ساتھ بہ کر یہاں آئی ہے - لڑکی ابھی تک زندہ ہے اور اسے مقامی یتیم خانہ میں داخل کر دیا گیا ہے -

الہ آباد - ۲ - اگست آل انڈیا کانگرس کمیٹی کا ایک خاص اجلاس ۲۳ ستمبر سہ شنبہ کو دن کے ۳ بجے منعقد ہوگا -

شملہ - ۲ - اگست اخبار لیڈر کا نامہ نگار شملہ سے رقمطراز ہے کہ اس امر کا فیصلہ ہو چکا ہے کہ سر محمد حبیب اللہ کی عدم موجودگی میں ڈاکٹر ضیاء الدین احمد وزیر تعلیم کی خدمت انجام دیں گے -

لندن ۱۰ اگست - مسولینی ۲۳ اگست کو پیرس سے لندن روانہ ہوگا تاکہ قرضہ کے متعلق گفت و شنید میں حصہ لے - ۲۴ اگست کو لندن میں گفت و شنید شروع ہونیوالی ہے -

لندن ۱۹ - اگست مس ہیلن گلیڈسٹن مسٹر گلیڈسٹن آنجہانی کی ہمشیرزادی کا انتقال ہو گیا -

مہاراجہ پٹیالہ نے دوشنبہ کو برطانی سکھ طلباء کے ایک وفد سے ملاقات کی جن کے رئیس سردار ہربنس سنگھ تھے -

میڈرڈ ۱۷ - اگست - ملیلا کا ایک برقی پیغام مظہر ہے کہ غازی عبدالکریم ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ عنقریب میونس کے ایک گورنر کی صاحبزادی کے ساتھ شادی کرنے والے ہیں -

امیر فیصل کے ڈاکٹر نے اعلان کیا ہے کہ امیر فیصل کی صحت کے متعلق جو وحشت انگیز افواہیں گرم ہیں وہ بے بنیاد ہیں - اب امیر موصوف کا بخار اتر گیا ہے - لیکن ہنوز احتیاط کی ضرورت نہیں -

مولانا شوکت علی صاحب احمد آباد سے ۱۰ - اگست کو اطلاع دیتے ہیں کہ میں یہ اپنا ایک فرض سمجھتا ہوں کہ تمام ان قومی کارکنان کو جو گجرات اور کاٹھیاوار میں دورہ کرتے ہیں اس امر کی طرف توجہ دلاؤں کہ وہ یہ خیال رکھیں کہ ہمارے خوجہ بھائیوں کو جو گاؤں میں قلیل تعداد میں پھیلے ہوئے ہیں تکلیفیں نہیں دیجاتی ہیں - موضع بتری کے نلدان کو لیون کے سو کو خوجہ اور ایک دوسرے خوجہ کو تقریباً جان سے مار ڈالا تھا اسلئے کہ انہیں شبہ تھا کہ ایک کولی کے بچہ کو اٹھا لے گئیں اور مار کر چاول کے ساتھ کھا گئے ہیں - جماعت خانہ کی تلاشی لی گئی لیکن کچھ پتہ نہ چلا - اس واقعہ کے بعد اس بچہ کی لاش ایک کھیت میں ملی - اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ لاش ایک عرصہ سے پانی کے اندر پڑی تھی پولیس اس معاملہ کی تفتیش کر رہی ہے اور صحیح واقعات عنقریب روشنی میں آ جائینگے لیکن یہ بہت ہی نامناسب اور ناانصافی کی بات ہے کہ ان بیگناہ اور امن پسند لوگوں کا بائیکاٹ کیا جائے اور ان کے ساتھ برے برتاؤ کئے جائیں - میں سمجھتا ہوں کہ یہ میرا فرض ہے کہ میں ان بھائیوں کی مدد کروں - انہوں نے ہندو اور مسلمان دونوں کے ہاتھوں سے تکلیف اٹھائی ہیں اور ہمارے کانگریس، خلافت اور دیگر قومی کام کرنے والوں کو چاہیئے کہ جب وہ کام کرتے گاؤں میں جائیں تو وہ گاؤں والوں کو بتائیں کہ تم برا کر رہے ہو -

قسطنطنیہ کے شاہی محلات

اب ترکی حکومت نے سلاطین آل عثمان کے محلات یعنی یلدیز اور دولمہ باغچہ محلات معہ ان کے دیگر متعلقات کے باقاعدہ طریقہ سے قسطنطنیہ میونسپلٹی کے سپرد کر دئے ہیں - یلدیز جس میں ایک نہایت شاندار پارک بھی موجود ہے بطور تفریحی پارک کے استعمال کیا جائے گا اور امید کی جاتی ہے کہ اسکی وجہ سے بہت سے بیرونی سیاح آئیں گے جن سے شہر کی آمدنی میں اضافہ ہوگا - حکام کا ارادہ ہے کہ دولمہ باغچہ کو ایک عظیم الشان ہوٹل بنا دیا جائے - بیان کیا گیا ہے کہ ان دونوں محلوں کو مجوزہ شکل میں تبدیل کرنے کا کام ایک زبردست فرانسیسی تجارتی کمپنی کے سپرد کیا جائے گا -

مسٹر ولیم میٹ سلسل کوشش کے بعد مصنوعی طریقہ سے بذریعہ برقی قوت پانی برسانے میں کامیاب ہو گئے ہیں -

لندن میں ۱۷۶۸ء سے قبل چھتری کا استعمال ممنوع تھا - ۱۷۶۸ء میں چھتری کا کوئی پہننے پر لندن میں آٹھ آدمیوں کو زنجیر میں جکڑ کر چلایا گیا اور ہر ایک پر پانچ پانچ پونڈ جرمانہ کیا گیا -

کھونٹی سیاہ نکلتی ہے

طلسمی سفوف معہ تیل کے استعمال سے سفید بال جڑھ سے سوا ماہ کے اندر اندر سیاہ ہو جاتے ہیں اور پھر تمام عمر سفید نہیں ہوتے کیونکہ کھونٹی سیاہ نکلتی ہے پس آیندہ خضاب کی شیشیاں توڑ کر پھینک دیجئے - ایک بکس ایک آدمی کیلئے کافی ہے قیمت چھ روپیہ دس آنہ محصولڈاک مقرر ہے (نوٹ نمبر ۱) ایکماہ تک طلب کرنیوالوں کو ایک بکس ساڑھے تین روپیہ دو بکس چھ روپیہ تین بکس آٹھ روپیہ محصولڈاک دیا جائیگا تاکہ عام فایدہ اٹھا سکیں سند (نوٹ نمبر ۲) گورنمنٹ عالیہ کے بڑے بڑے معززین عہدہ داران صاحبان اسپند وکلاء بیرسٹران یونیورسٹی کے بڑے بڑے نامور سند یافتہ ڈاکٹر حکیم طبیب وید سنگر استعمال کر چکے ہیں آپ بھی رعایت سے فایدہ اٹھائیں - اور صداقت کا تجربہ کریں - کافی سندات موجود ہیں - نوٹ نمبر ۳ اگر غلط ہو تو دام واپس اگر نہ دینگے اس اخبار میں شکایت درج کرالیں - اور تاوان چار جولی کے گئے دام وصول کریں - واپسی قیمت کا اقرار نامہ ہمراہ پارسل روانہ ہوتا ہے - رنج جگر لاپیا مشہور ہے جو اپنی شہرت کی وجہ سے گورنمنٹ سے رجسٹری شدہ ہے - توہین چاہیئے کیلئے لگانے سے ناک سے نیم تا زمم جگہ کے بال تمام عمر کے لئے اکھیڑ دیتا ہے - پھر دوبارہ پیدا نہیں ہوتے - موجد کے پاس بڑا لعل سرٹیفکیٹ قیمت ۱ عہ علاوہ محصولڈاک مفت پارا (نوٹ) موچنے سے بال اکھیڑنے کی ضرورت نہیں صرف لیپ کر دیجئے ہمیشہ کیلئے صفائی - لہذا آیندہ واسطے ترقی لکے مشتہر سے جن کی بہ جستہ خضاب وکیل مقصود پنجاب

ہفتہ میں دوبار، یک شنبہ و چہار شنبہ کو شائع ہوتا ہے

قیمت سالانہ ... طلباء سے سالانہ ...

جلد ۱۳ | مدینۃ المسیح لاہور | یوم چہار شنبہ مطبوعہ ۵ صفر المظفر سنہ ۱۳۴۴ ہجری مطابق ۲۶ اگست سنہ ۱۹۲۵ عیسوی | نمبر ۸۲

جنوبی ہند کے اچھوتوں میں تبلیغ اسلام کا خدا داد موقع

تیہ قوم نئے مذہب کی تلاش میں

پال گھاٹ میں واقعات کی رفتار

جناب مولوی محی الدین صاحب بی اے خصوصی نامہ نگار جمعیت تبلیغ

پال گھاٹ ضلع مالابار کی ایک مشہور تحصیل ہے۔ اس کو ضلع کی دس تحصیلوں میں بعض مخصوص امتیازات حاصل ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ یہاں برہمن اپنی پوری قوت سے حکومت کرتا ہے۔ باقی تمام قومیں گویا اس کی خدمت کیلئے پیدا کی گئی ہیں۔ اُن کے محلے دوسری قوموں کے محلوں سے بالکل الگ ہیں۔ اس کی گلیاں اور بازار بالکل جداگانہ ہیں۔ ان کے دیہات میں کسی دوسرے کا گزر ممکن نہیں۔ اس کی اقتصادی اور مذہبی فرمانروائی کا یہ عالم ہے۔ کہ نیچ قوم کے کسی فرد کا سایہ بھی ان مقدس گذرگاہوں کو ناپاک کر دینے کے لئے کافی ہوتا ہے جن کو قدرت نے گویا برہمن ہی کے لئے بنا رکھا ہے۔ ہم نے بارہا دیکھا ہے کہ ایک غریب سیاہ فام شخص جس کی برہنگی قطعًا مکمل ہوتی اگر ایک نہایت ہی غلیظ اور باریک کپڑے نے اس کے حصص مخصوصہ کو کسی حد تک چھپائے ہوئے نہ ہوتا۔ دور سے کھڑا ہوا ٹین کی ایک تھالی یا ٹین کا ایک کنستر بجا کر رہ گذروں کو اپنی طرف متوجہ کر رہا ہے۔ اور غرض اسکی اس سے یہ ہوتی ہے۔ کہ وہ سڑک پر ایک پیسہ رکھ دے اور چلا جائے۔ جب وہ بہت دور نکل جاتا ہے تو یہ راندۂ خلق انسان وہاں پہنچتا ہے۔ اور پیسہ اٹھا لیتا ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ وہ مظلوم انسان جس کو دوسرے انسان کے ظلم و ... نے ایک رینگتے ہوئے کیڑے سے بھی زیادہ ذلیل اور ایک پیٹ کے بل چلنے والی چھپکلی سے بھی زیادہ حقیر بنا رکھا ہے۔ اس پیسہ کو اس وقت سے قبل اٹھا لے کہ جب تک اس کا مقدس معطی اس کے سامنے کی حد کے اندر ہے۔ یہ حال ان پختہ سرکاری سڑکوں کا ہے۔ جو شہر سے باہر ہیں اور پال گھاٹ سے دوسرے شہروں کو جاتی ہیں۔ شہر کے گلی کوچوں کے حال کا قارئین کرام خود اندازہ لگا لیں۔

جس کی بہار یہ ہو پھر اس کی خزاں نہ پوچھ

تیہ قوم اور اس میں زندگی کے آثار

مالابار کوچین اور ٹراونکور تینوں علاقوں کو اگر ملا دیا جائے۔ کیونکہ تینوں کی بولی ملیالم ہے۔ تو ان میں اچھوت اقوام کی آبادی لاکھوں میں شمار ہوتی ہے یہ آبادی متعدد قوموں پر مشتمل ہے۔ اور اگرچہ برہمن کے تقدس و عزت کے سامنے سب بالا و پست نجس اور ناپاک ہیں۔ تاہم خود ان میں ذلت و ... کے لحاظ سے بہت سے مدارج و طبقات موجود ہیں۔ چنانچہ تیہ قوم جو ان اچھوت اور نیچ اقوام میں سے گویا سب سے بلند قوم ہے۔ نیا ڈی قوم سے جو ذلت و پامالی کے ذریعہ اسفل السافلین پر پہنچی ہوئی ہے۔ اس درجہ نفرت اور گریز کرتی ہے جس درجہ خود اس سے مغرور اور بر خود غلط برہمن بھاگتا ہے۔ گویا تیہ قوم کو اپنے کئے کی سزا یہیں مل رہی ہے۔ اور برہمن کے لئے ولعذاب الآخرۃ اکبر کی زندہ وعید موجود ہے۔ وما ظلمناھم ولٰکن کانوا انفسھم یظلمون۔

کیا خوب سودا نقد ہے اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے

لیکن اس وقت ہمارا مدعا ان مختلف قوموں کی اتفاقی حالتوں کا بیان کرنا نہیں ہے۔ کہ یہ بہت ہی تفصیل طلب ہے۔ اس وقت ہماری غرض تیہ قوم کے اس نفسی انقلاب کو پیش کرنا ہے۔ جو ایک عرصہ سے اس قوم میں رونما ہو رہا ہے ملیبار۔ ٹراونکور اور کوچین میں تیہ قوم کی آبادی اٹھارہ لاکھ سے کم نہیں ہے۔ ان میں سے سوا لاکھ یا قدرے کم و بیش صرف پال گھاٹ کی تحصیل میں آباد ہیں۔ پھر یہ بھی ہے کہ یہاں کی تیہ آبادی میں آپ کو وکیل ڈاکٹر مالکان اراضی غرض سب قسم کے لوگ مل جائیں گے گویا کہ پال گھاٹ تیہ قوم کا ایک بہت بڑا مرکز ہے اور یہاں کی قوم میں ذہنی اور دماغی ترقی کے آثار بھی ... نمایاں ہیں۔ لیکن ... تعلیم ان کی نکبت قومی کو رائی برابر بھی کم نہیں کر سکا۔ ایک واقع بطور مثال پیش کرتا ہوں۔ ع

قیاس کن زگلستان من بہار مرا،

خاص پال گھاٹ میں ایک شخص ڈاکٹر راگھون نامی رہتے ہیں۔ مدراس میڈیکل کالج کے ایم بی بی ایس ہیں جو پرائیویٹ پریکٹس کرتے ہیں۔ چونکہ ان کے باپ بھی ڈاکٹر ہیں۔ اسلئے مسٹر راگھون اپنی پریکٹس میں خاص شہرت اور علاقہ میں بہت اچھا نام رکھتے ہیں۔ یہ اسی تیہ قوم کے ایک فرد ہیں بہت سے برہمن ہمیشہ ان کے زیر علاج رہتے تھے جسمانی صحت کے حصول کی غرض سے غریب برہمن کو ہمیشہ ڈاکٹر کے آستانہ حذاقت پر اپنی جنس ایمانی کو قربان کرنا پڑتا تھا چنانچہ صحتیاب ہونے پر غریب برہمن کو از سر نو پاک ہونے کی غرض سے طرح طرح کے ابتلاؤں سے گزرنا پڑتا تھا۔ ڈاکٹر کی بڑھتی ہوئی شہرت و مقبولیت پال گھاٹ کے برہمن کے لئے ایک روز افزوں مصیبت تھی نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن۔ آخر پال گھاٹ کی برہمن برادری نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر کوئی برہمن بیمار ہو اور اسے ڈاکٹر راگھون سے مشورہ طبی حاصل کرنے کی مجبوری لاحق ہو۔ تو وہ اپنے محلہ سے باہر کسی دوسری جگہ الگ مکان میں چلا جائے۔ اور صحتیاب ہونے تک وہیں مقیم رہے۔ صحتیاب ہونے پر اس کی باقاعدہ شدھی کی جائے۔ اور ایک معینہ جرمانہ مندر کی نذر کر لے پھر وہ اپنے کنبہ میں لے لیا جائے چنانچہ پال گھاٹ کے برہمنوں کا اب اسی پر عملدرآمد ہے۔

قانون الٰہی

لیکن جسطرح دنیا میں ظالم کے ظلم کو دوام حاصل نہیں اسیطرح مظلوم کی مظلومیت بھی ہمیشہ رہنے والی چیز نہیں تیہ قوم میں اپنی پستی کا احساس پیدا ہو رہا ہے۔ ان کی مظلومیت ان کے لئے تازیانہ ہوش بن رہی ہے۔ اور ان کے بعض افراد کے دماغ اب اس امر کو سمجھنے لگے ہیں کہ کہاں تک برہمن کے اس جوئے کو جو سندباد بحری کے سوار کی طرح ان کے گلے دبا رہا ہے۔ اتار پھینکیں ع

نگر ہر کس بقدر ہمت اوست

لیکن ہر شخص کا زاویہ نگاہ مختلف ہوتا ہے۔ ہمم و عزائم بھی جداگانہ ہوتے ہیں۔ اور دوالم کے احساس میں بھی تفاوت ہوتا ہے۔ حالت کا اختلاف بھی دماغ انسانی کو مختلف سمتوں میں کام کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عمل کے مختلف راستے سامنے آتے ہیں۔ اور ہر ایک فریق اپنے پسند کردہ راستے کے اختیار کئے جانے اور اسے ذریعہ فلاح و بہبود قرار دینے پر زور دیتا ہے۔

کل حزب بما لدیھم فرحون۔

یہی صورت حالات اس وقت تیہ قوم میں رونما ہو رہی ہے۔ ایک فریق کا یہ خیال ہے۔ کہ ہندو مذہب ایک لعنت ہے۔ اور اس کی موجودہ نکبت اور ذلت کا واحد باعث ہے۔ اس فریق کے بعض افراد یہاں تک ترقی کر گئے ہیں۔ کہ وہ برملا اپنی تقریروں اور تحریروں میں کہنے لگے ہیں کہ ہندو مذہب کا بڑے سے بڑا پیرو بھی اپنے مذہب کے دماغ کو ماؤف کر دینے والے اثرات سے بالکل پاک نہیں ہو سکتا چنانچہ گاندھی جی جیسے عالی دماغ لوگ جب ایسی بہکی بہکی باتیں کرنے لگے ہیں کہ بت پرستی بھی اپنے پیروؤں کے لئے اعلائے روحانی اور دیگر فوائد متعددہ کا باعث ہے۔ تو وہ بھی اس زہریلی فضا میں پرورش پانے کے باقی ماندہ اثرات ہوتے ہیں۔ جن میں ان کو بدقسمتی سے جنم لینے کی رذالت نصیب ہوئی۔ یہ فریق اپنی بیماری کا واحد علاج یہ سمجھتا ہے کہ ہندو مذہب کو اپنے آپ سے اس طرح دور پھینک دے جس طرح کہ ہر شریف اور صفائی پسند انسان بدترین غلاظت کو دور کرتا ہے۔

اس کے مقابل وہ قدامت پسند فریق ہے جو ہندو مذہب کو ہر طرح کی برکات کا موجب سمجھتا ہے۔ یہ طبقہ گویوں ہر مذہب اور ہر جماعت میں موجود ہوتا ہے۔ لیکن ہندو مذہب چونکہ خود ہی قدامت اور رسوم و عوائد پرستی کا اب ایک مجموعہ رہ گیا ہے۔ اس لئے تیہ قوم کے اس قدامت پسند گروہ کی حالت جو صدیوں سے اس مغالطہ میں الجھا ہوا ہے کہ وہ ہندو ہے عجیب و غریب ہے دنیا کی کوئی خوبی نہیں جو اسے ہندو مذہب کی ان بے معنی رسوم میں نظر آئے جنہیں وہ روزانہ سرانجام دیتا ہے۔ اس لئے اس کی تجویز یہ ہے کہ ہندو مذہب کے اندر رہکر تعلیم کے ذریعہ اقتصادی اور تمدنی اصلاح قوم میں پیدا کی جائے۔ اس کو اس امر کا بالکل احساس نہیں کہ اگر تعلیم ہی ان کی بہترین امداد ہو سکتی تو آج ان کی حالت بہت بہتر ہونی چاہیئے تھی۔ کیونکہ سرکاری اعداد و شمار کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ تیہ لوگوں میں بھی بمقابلہ مسلمانوں کے تعلیم کہیں زیادہ ہے تاہم اس کا کوئی زیادہ اثر ان کے حال پر نہیں پڑا بہر حال اس فریق کو ہم مرفوع القلم سمجھتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے نزدیک اس کے پاس اپنی حمایت میں پامال شدہ رسوم کی غلط جنبہ داری اور نہایت ہی تاریک متعصبانہ حمایت کے سوا کچھ نہیں رکھا۔ اور دوسرے فریق کے متعلق ہم کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

مسیحی تبلیغی جماعتیں اور تیہ قوم کی بیداری

جس شخص کو مسیحی تبلیغی جماعتوں کے عزائم و مقاصد اصلیہ کا پتہ لگانا ہو اُسے ایڈورڈ کارپنٹر کے ایک چھوٹے سے رسالہ "ہندوستان اور سلطنت انگلشیہ" کو ایک نظر دیکھ جانا چاہیئے۔ تاہم اس سے بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ گو غرض مانچسٹر کے تیار کردہ کپڑے اور شفیلڈ کے مصنوعات آہنی کے لئے منڈیوں کا کھولنا اور چھوٹے چھوٹے ممالک کی تسخیر کی راہوں کا پیدا کرنا کیوں نہ ہو لیکن ایسے ممالک کے برباد شدہ باشندوں کی نمائشی اصلاح بھی ان جماعتوں کے ہاتھوں ضرور عمل میں آئی ہے۔ ایسے لوگوں میں با آبرو زندہ رہنے کا احساس بھی مشن کو اپنی اغراض خفیہ کے حصول کے لئے پیدا کرنا ہی پڑتا ہے چنانچہ ایسا ہی مالابار میں ہوا۔

اس علاقہ میں ایک عرصہ سے عیسائی مشن کام کر رہے ہیں۔ اور انہوں نے ...

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم ۝

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۳ - ۵ صفر المظفر ۱۳۴۴ھ نمبر ۸۲

اسلام اور مسیحیت

(۱)

مسیحی قانون طلاق اور اسلام

اسلام کا دعویٰ ہے کہ وہ فطرت کا مذہب ہے اور ہر زمانہ اور ہر ملک کے حالات کے لئے کافی ہے۔ اس دعویٰ کو آج تیرہ سو سال گذر گئے۔ زمانہ نے ان تیرہ سو سال میں بہت کچھ ترقی کی۔ کئی ایک رنگ بدلے اور مختلف حالات میں سے دنیا کو گذرنا پڑا لیکن اسلام کے اصول آج بھی وہی ہیں۔ جو آج سے تیرہ سو سال پہلے تھے۔ آج بھی اس کا وہی دعویٰ ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہان مبارک سے دنیا نے سنا تھا۔

برخلاف اس کے بعض دوسرے مذاہب جو آج اسلام کے مقابلہ میں کھڑے ہیں۔ باوجودیکہ ان کو بھی عالمگیر ہونے کا دعویٰ ہے۔ لیکن امتداد زمانہ کا ان پر یہ اثر ہوا ہے کہ اگر ان کی ابتدائی اور موجودہ شکلوں کا مقابلہ کیا جائے۔ تو کوئی سلیم المزاج انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ ایک ہی مذہب کے دو مختلف حلیے ہیں۔ مثال کے طور پر عیسائیت کو لے لو۔ کیا آج آسانی کے ساتھ یہ کہا جا سکتا ہے کہ موجودہ مسیحیت جس کو کلیسائیت کے نام سے تعبیر کرنا چاہیئے۔ اسی قدیم مذہب کے خط و خال ہیں جس کی تعلیم جناب مسیح نے دی تھی؟ کیا جناب مسیح نے ان لفظوں میں نہ فرمایا تھا کہ

"جو کوئی اپنی صلیب نہ اٹھائے اور میرے پیچھے نہ چلے وہ میرے لائق نہیں"

اور آج اس کے خلاف کلیسا کی یہ تعلیم ہے کہ کسی شخص کو اپنی صلیب اٹھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ مسیح نے سب کی صلیبوں کو اٹھا لیا۔

آج کلیسا کو "خدا کا بیٹا" کے الفاظ پر اصرار ہے . . . .

اور وہ ان الفاظ کو حقیقی معنوں پر محمول کر کے مسیح کی الوہیت ہم سے منوانا چاہتا ہے۔ حالانکہ وہ پاک انسان صاف طور پر ان الفاظ کی تشریح خود کرتا ہے کہ

"جب کہ اس نے انہیں خدا کہا جن کے پاس خدا کا کلام آیا۔ اور کتاب مقدس کا باطل ہونا ممکن نہیں۔ آیا تم اس شخص سے جسے باپ نے مقدس کر کے بھیجا کہتے ہو کہ تو کفر بکتا ہے اس لئے کہ میں نے کہا میں خدا کا بیٹا ہوں؟"

حقیقت ناشناسوں نے اتنا نہ سوچا۔ کہ جب مسیح نے خود بتا دیا کہ میں ان معنوں میں خدا کا بیٹا ہوں جن معنوں میں پہلے ملہم اور نبی خدا کہلائے۔ اس موقعہ پر خود انجیل میں زبور ۸۲ : ۶ کا حوالہ موجود ہے جہاں بعینہ اسی قسم کے الفاظ ان پہلوں کے متعلق پائے جاتے ہیں تو پھر ان کو مخصوص طور پر ان معنوں میں "بیٹا" کیونکر قرار دیا جا سکتا ہے۔

ایسا ہی اس مذہب کے عالمگیر ہونے کا دعویٰ ہے۔ جناب مسیح کو اگر دیکھا جائے۔ تو موجودہ اناجیل سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ وہ کسی عالمگیر مذہب کے بانی تھے۔ صاف اور کھلے لفظوں میں انہوں نے فرمایا کہ

"میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوائے اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا"(متی ۱۵ : ۲۴)

اور پھر اپنے شاگردوں کو تبلیغ کے لئے باہر بھیجتے وقت یہ وصیت فرمائی کہ

"غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا"

یہ تو آپ کا کھلا فرمان ہے۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا مذہب عالمگیر نہ تھا اور جب اپنے ہی زمانہ کے کل لوگوں کی ہدایت آپ کے زیر نظر نہ تھی تو آئندہ والی نسلوں کے لئے آپ کیونکر ہادی و رہبر ہو سکتے تھے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آپ کی تعلیم کے وہ حصص جو شریعت سے تعلق رکھتے ہیں آج آپ کے پیروؤں کے لئے بھی ناقابل عمل ہیں۔ اور انہیں زمانہ کے حالات اور ضرورت کے مطابق ان احکام کو مختلف شکلوں میں بدلنا پڑتا ہے۔ انہی شرعی احکام میں سے ایک قانون طلاق ہے۔ یہودیوں میں طلاق کا رواج عام تھا اور اس پر کوئی حد بندی اور قید نہ تھی جس کا اثر معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسیح کے زمانہ میں نہایت معقر صورت میں ظاہر ہوا۔ اور لوگوں نے اس آزادی سے ناجائز فائدہ اٹھا کر سوسائٹی کو خراب کرنا شروع کر دیا۔ یہی وجہ ہے جناب مسیح نے جہاں تورات کے اور احکام کی ترمیم کی وہاں یہ بھی فرمایا کہ

"یہ بھی کہا گیا تھا۔ کہ جو کوئی اپنی بیوی کو چھوڑے اسے طلاق نامہ لکھ دے لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنی بیوی کو حرام کاری کے سوا کسی اور سبب سے چھوڑ دے وہ اس سے زنا کرتا ہے۔ اور جو کوئی اس چھوڑی ہوئی سے بیاہ کرے وہ زنا کرتا ہے۔"

بظاہر یہ حکم میاں بیوی کے تعلقات کو زیادہ مستحکم اور اجڑے گھروں کو آباد کرنے والا ہے۔ اور ممکن ہے کہ مسیح کے زمانہ میں جب کہ چھوٹی چھوٹی اور معمولی سی باتوں پر طلاق دے دی جاتی تھی۔ یہ بہت مفید ثابت ہوا ہو لیکن آج جب کہ زمانہ ترقی کے شاہراہ پر دو ہزار سال آگے بڑھ چکا ہے۔ اور نسل انسانی کے حالات اور تعلقات میں نہایت وسیع اور اہم تغیرات واقع ہو گئے ہیں خود مسیحیوں کے لئے یہ حکم ناممکن العمل ہے۔

میاں بیوی کے تعلقات اس میں شک نہیں۔ کہ ایسے نازک اور کمزور نہیں ہیں۔ کہ معمولی معمولی اختلافات پر ٹوٹ جائیں۔ لیکن اگر غور کر کے دیکھا جائے۔ تو یہ تعلقات اسی وقت تک عمدگی سے قائم رہ سکتے ہیں۔ جب کہ دونو کے دلوں کے اندر ایک دوسرے کی محبت کی چنگاری موجود ہو۔ خواہ لاکھ اختلافات واقعہ ہوں۔ کتنی ہی دشواریاں پیش آئیں۔ اگر دونو ایک دوسرے کو پسند کرتے اور محبت رکھتے ہیں۔ تو وہ تعلقات کبھی ٹوٹ نہیں سکتے لیکن اگر محبت کے بجائے ایک دوسرے کے متعلق نفرت پیدا ہو جائے۔ اور انہیں ایک دوسرے کی شکل تک دیکھنا گوارا نہ ہو۔ تو پھر نکاح جیسی لاکھ مقدس اور یقینی رسیوں سے وہ بندھے ہوئے کیوں نہ ہوں۔ ان کا ٹوٹ جانا یقینی ہے۔ اور یہ نفرت یا کشیدگی صرف زنا ہی سے واقعہ نہیں ہوتی۔ اسکے سینکڑوں اسباب ہیں کبھی ایک دوسرے کی شکل و صورت سے نفرت ہوتی ہے کبھی بداخلاقی کی وجہ سے ایک دوسرے سے کشیدگی واقعہ ہو جاتی ہے۔ اور علیٰ ہذا القیاس بہت سی مختلف وجوہات ہو سکتی ہیں۔ جن کی وجہ سے ایک دوسرے سے بسر کرنا مشکل اور ناممکن ہو جاتا ہے۔ اگرچہ ایسے حالات میں بھی جہانتک ممکن ہو۔ تعلقات کو توڑنے کے بجائے اتحاد ہی کی کوشش ہونی چاہیئے۔ لیکن بعض وقت حالات اسقدر ناگزیر ہوتے ہیں۔ کہ ناچار علیحدگی اختیار کرنی پڑتی ہے۔ ایسے ناگزیر حالات میں طلاق کی اجازت نہ دینا اور صرف زنا کی شرط سے اسے مشروط کر دینا نسل انسانی پر ایک قسم کا ظلم ہے۔ ایسا گھر جسکے اندر میاں بیوی ایک دوسرے سے متنفر ہو سکیں اور نہ ان کی علیحدگی کی صورت ہو جہنم سے بڑھکر تکلیف دہ ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ موجودہ مسیحین کو اپنے مسیح کی خداوند کے بنائے ہوئے قانون سے آج چار و ناچار انحراف کرنا پڑا ہے۔ امریکہ میں ایک مدت ہوئی۔ طلاق کے بارہ میں اسقدر آزادی مل چکی ہے۔ کہ اب وہ دوسری حد تک پہنچ گئی ہے۔ اور اس کو روکنے کی تجویزیں ہو رہی ہیں۔ برطانیہ نے بہت دیر تک انجیل کے قانون پر عمل کیا لیکن روزمرہ کی پیش آمدہ مشکلات نے آخر اسے بھی مجبور کر دیا۔ کہ وجوہات طلاق کو زنا تک محدود کرنے کے بجائے اس میں اضافہ کیا جائے۔

چنانچہ انجمن اصلاح قانون طلاق (ڈائیورس لا ریفارم یونین) کے نام سے ایک مجلس ۱۹۰۶ء میں انگلستان میں قائم ہوئی جس کے ارکین میں ملک کے بڑے بڑے سربرآوردہ لوگ شامل ہوئے۔ یہ انجمن مسئلہ طلاق کے متعلق غور و خوض کرنے اور اسکے متعلق مختلف حالات کا مطالعہ کرنے کے بعد جس نتیجہ پر پہنچی ہے۔ وہ اس کی سکرٹری مسز ایم۔ ایل سیٹن ٹائیڈمین کے ذیل کے الفاظ سے ظاہر ہے:-

"ہمارے طریق انصاف کا یہ ایک نہایت ہولناک منظر ہے۔ کہ وہ زنا جیسی برائی کے ارتکاب کی لوگوں کو آزادی دیتا ہے لیکن ان لوگوں کے لئے جو پاک زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں۔ کوئی آزادی نہیں۔ اور ان پر عملاً علیحدگی اختیار کرنے والوں شرابیوں پاگلوں سزا یافتگاں اور ان لوگوں کے ساتھ جن کے مظالم کیوجہ سے ان کے ساتھ ملکر رہنا ایک دائمی عذاب ہے باندھ دیتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کی حمایت میں ہم کھڑے ہوئے ہیں۔ طلاق کی وجوہات کو صرف زنا تک محدود کرنا بداخلاقی کو عام کرنا ہے۔"

ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ خود اہل انگلستان جو آج مسیحیت کے حلقہ بگوش ہیں۔ انجیل کے قانون کو کیا سمجھتے ہیں۔ انہی حالات کی وجہ سے اس مجلس نے ۱۹۱۶ء میں طلاق کے متعلق ایک اصلاحی قانون مرتب کیا جو پارلیمنٹ میں پیش ہوا اور دوران مباحثہ میں کرنل ویج ووڈ جیسے ذی عزت انسان نے یہ اعتراف کیا کہ اسے اپنی سابقہ بیوی سے خلاصی حاصل کرنے کے لئے زنا کا الزام جھوٹ موٹ اپنے اوپر لینا پڑا۔ حالانکہ تمام عمر میں کبھی زنا کے قریب نہیں گیا۔ کیا عجب ہے۔ کہ اور بھی سینکڑوں انسان ہوں جنہیں کرنل ویج ووڈ کی مثال پر عمل کرنا پڑا ہو بلکہ سچ مچ ایسے امر فاحش کا ارتکاب کرنا پڑا ہو۔ غرض ان حالات میں انگلستان کی پارلیمنٹ نے پادریوں کی سخت ترین مخالفت کے باوجود طلاق کا ایک نیا قانون پاس کیا ہے جس میں زنا کے علاوہ ذیل کی وجوہات پر بھی طلاق کی اجازت دی گئی ہے:

۱- چھ سال یا اس سے زیادہ عرصہ کی علیحدگی۔

۲- ظلم

۳- ناقابل علاج پاگل پن پانچ سال تک پاگل خانہ میں رہنے کے بعد

۴- عادتاً شرابخوری جو علیحدگی کے پہلے حکم کے تین سال کے بعد ناقابل علاج ثابت ہو۔

۵- سزائے موت کے بجائے جو قید کی سزا دی جائے۔

فی الحال انہی وجوہات پر طلاق کو منحصر کیا گیا ہے۔ حالانکہ جیسا کہ ہم نے اوپر بتایا اور بھی بہت سی باتیں طلاق کی وجوہات میں سے ہو سکتی ہیں۔ تاہم انجیل کے قانون پر اب انحصار نہیں رہا۔ اور جوں جوں واقعات و حالات پیش آئینگے۔ ان وجوہات پر اضافہ ہوتا چلا جائے گا حتیٰ کہ وہ وقت آ جائے گا۔ کہ وہ لوگ جو اسلام کے قانون طلاق پر ہنسی و تمسخر سے کام لیتے تھے۔ خود اسی کے نقش قدم پر چلنے لگیں گے۔ ہم اپنے مسیحی دوستوں سے یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ وہ اب بھی واقعات کی رفتار کو دیکھ کر اپنے قدموں کو صحیح راہ پر لے آئیں۔ اور دیکھیں کہ وہ بات جو اسلام نے آج سے تیرہ سو سال پیشتر کہی۔ کہ وہ دنیا جہان کی ہدایت کے لئے آیا ہے۔ اور مسیح محض رسولاً الیٰ بنی اسرائیل تھا۔ کس طرح سچی ثابت ہو رہی ہے۔ اسلام نے اگر ایک طرف طلاق کے لئے کوئی وجوہات معین نہیں کیں۔ کیونکہ انسانی زندگی میں ایک سو ایک ایسی وجوہات پیش آ سکتی ہیں جو باہمی تعلق محبت کو توڑنے والی ہوں۔ تو دوسری طرف اسے ابغض الحلال کہکر ایک نہایت سخت حد بندی اس پر قائم کر دی یہی وجہ ہے۔ کہ باوجودیکہ اسلام میں طلاق کسی خاص شرط کے ساتھ مشروط نہیں تاہم طلاق کے واقعات مسلمانوں میں مسیحیوں سے بہت کم واقعہ ہوتے ہیں۔ بلکہ ان کا عشر عشیر بھی نہیں ہوتے پس اگر نجات حاصل کرنا اور صحیح طریق عمل پر جو ہر قسم کی خرابیوں سے محفوظ کرنے والا ہو گامزن ہونا چاہتے ہو۔ تو اسلام کی طرف آؤ۔ کہ اب آسمان کے نیچے دین خدا یہی ہے۔

اچھوت ہندو قومیں اسلام کے دروازہ پر

آج کی اشاعت میں کسی دوسری جگہ جنوبی مالابار کی ایک اچھوت ہندو قوم کے حالات نقل کئے گئے ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ جنوبی ہند بالخصوص مالابار کی اچھوت اقوام اور برہمنوں کے درمیان جو کشمکش مدت سے جاری ہے۔ وہ آخر کار اس بات پر ختم ہونے والی ہے۔ کہ یہ اچھوت اقوام ہندوؤں سے نکل کر کسی دوسرے مذہب کو اختیار کر لیں۔ اس موقعہ پر مختلف مذاہب کے نمایندوں کا پال گھاٹ میں جو ان لوگوں کا مرکزی مقام ہے۔ جمع ہونا ایک طبعی امر تھا۔ بالخصوص اس لئے کہ خود ان اچھوت اقوام نے مختلف مذاہب کو دعوت دی ہے۔ کہ وہ اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں کو ان کے سامنے بیان کریں۔ اس غرض سے وہاں مذاہب کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس میں بدھ مذہب اور اسلام کے نمایندے شریک ہوئے۔ عیسائیوں کی طرف سے کوئی شامل نہیں ہوا۔ اور نہ ہندو مذہب نے اس دعوت کا کوئی جواب دیا۔ اور وہ دے کیسے سکتا ہے جبکہ یہ سب مصائب اسی کی پیدا کردہ ہیں۔

مسلمانوں کی طرف سے جمعیت دعوت و تبلیغ کے مبلغ مولوی محی الدین احمد صاحب اور ایک اور مسلمان مولوی انیس احمد صاحب کانفرنس میں شامل ہوئے۔ اور جیسا کہ مولوی محی الدین صاحب کے ایک خط مندرجہ اخبار تنظیم سے معلوم ہوتا ہے۔ اسلام پر انہوں نے زبردست تقریر کی۔ اور بدھ مذہب۔ عیسائیت اور ہندو مذہب سے اس کا مقابلہ کیا ایسا ہی مولوی انیس احمد صاحب نے اسلامی مساوات پر کچھ بیان کیا۔ ان تقاریر کے جواب میں انہوں نے لکھا ہے کہ مسٹر کنڈونی نے جو اس علاقہ کی اچھوت جماعت کی کمیٹی کے صدر ہیں۔ یہ صاف طور پر کہا کہ بدھ مذہب کا تو تخیل بھی حماقت ہے۔ ہاں ہم کو جلد تر اسلام اور عیسائیت میں سے ایک کو انتخاب کر لینا چاہیئے۔ اسلام پر یہ دو تقریریں نہایت جامع ہو چکی ہیں اور ان کی روشنی میں ہم لوگ اسلام اور عیسائیت کی اضافی حیثیت اور مفاد پر کافی غور کر سکتے ہیں مسٹر جامی صدر جلسہ نے بھی ان خیالات کی تائید کی اور جلسہ برخاست ہوا۔ ظاہر ہے کہ یہ حالات اپنی نوعیت کے لحاظ سے بہت ہی اہم ہیں لاکھوں انسان اس وقت اسلام کے دروازہ پر کھڑے ہیں۔ اور صرف اس بات کو دیکھ رہے ہیں کہ مسلمان کہانتک انہیں اپنے اندر لینے کے لئے تیار ہیں۔ اور عیسائیت اپنے دروازوں کو کہانتک کھولتی ہے جہاں تک واقعات سے پتہ چلتا ہے۔ عیسائیت ابھی تک ان کی طرف متوجہ نہیں ہوئی۔ اور اگر ٹائمز آف انڈیا کا خیال صحیح ہے تو یہ امید رکھنا بے جا نہیں۔ کہ عیسائی غالباً اس میں مداخلت نہ کرینگے۔ کیونکہ ٹائمز کانفرنس میں عیسائیوں کی عدم شرکت کا ذکر کرتے ہوئے یہ صاف

لکھا ہے کہ:۔

"یہ امر موجب افسوس ہوتا اگر عیسائی ان مذہب تبدیل کرنے والوں کے معاملہ میں دخل دیتے جن کی وجہ سے گذشتہ دنوں تمام ملک میں اسقدر تلخی اور خونریزی ہو چکی ہے"

ٹائمز کے یہ الفاظ صاف بتا رہے ہیں۔ کہ عیسائیت ان لوگوں کو اپنے اندر لینے کے لئے تیار نہیں۔ بلکہ ان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ مالابار کے گذشتہ خونریز واقعات کی ذمہ داری ٹائمز کے نزدیک موپلا قوم کے بجائے زیادہ تر انہی ہندو اچھوت اقوام کے سروں پر ہے۔ تعجب ہے۔ باوجود اس کے حقیقت حال کو آجتک چھپایا گیا۔ اور مسلمانوں کی ایک غریب قوم کو خواہ مخواہ نہ صرف بدنام کیا گیا۔ بلکہ طرح طرح کے دکھ اور اذیتیں دی گئیں۔

بہرحال ان حالات سے صاف ظاہر ہے کہ میدان اس وقت صرف مسلمانوں ہی کے لئے ہے۔ اور وہ اگر چاہیں۔ تو اس سے کافی فایدہ اٹھا سکتے اور لاکھوں انسانوں کو دائرہ اسلام کے اندر لا سکتے ہیں۔ آریہ سماج ممکن ہے اس بارہ میں کوئی کوشش کرے۔ اور جیسا کہ "پرکاش" کے ایک تازہ افتتاحیہ سے معلوم ہوتا ہے۔ اپنے نئے مسکین ناقابل عمل اصولوں کو لے کر مالابار میں پہنچے۔ اس صورت میں اگرچہ ان لوگوں کی موجودہ حالت میں کوئی اصلاح کی صورت پیدا نہ ہوگی۔ اور آج نہیں تو کل انہیں پھر اسی قسم کی جدوجہد کرنی پڑے گی۔ لیکن بہرحال آج کا کام کل پر جا پڑے گا۔ اور یہ مسلمانوں کی غفلت اور بے حسی کا ایک اور کھلا ثبوت ہو گا۔ مسلمانوں نے آجتک یو پی کے فتنہ ارتداد میں جو کچھ کھویا ہے کیا تعجب ہے۔ اللہ تعالے نے انہیں اس کا یہ معاوضہ انہیں دینا چاہا ہو اس نے اپنی پاک کتاب میں ہمیں یہ وعدہ دے رکھا ہے۔ یاایھا الذین آمنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ اذلۃ علی المؤمنین اعزۃ علی الکافرین۔ یجاھدون فی سبیل اللہ ولایخافون لومۃ لائم ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ واسع علیم۔ اے ایمان والو۔ جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے۔ اللہ تعالے اس کی جگہ ایک ایسی قوم لائے گا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں۔ مومنوں کے آگے وہ مسکین ہیں۔ اور کافروں کے سامنے زبردست۔ اللہ کے رستے میں جہاد کرتے ہیں۔ اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالے بڑی وسعت اور علم والا ہے۔

کیا تعجب ہے۔ آج مالابار کی اچھوت ہندو قوم اس فضل الٰہی کی وارث ٹھیر چکی ہوں۔ اور اللہ تعالے کا وعدہ انہی کے ذریعہ سے آج پورا ہونے والا ہو۔ لیکن یہ اتنی پورا نہیں ہو گا جب تک اس کے لئے خاص کوشش اور جدوجہد سے کام نہ لیا جائے گا جب تک مسلمان باہم ملکر اور اپنے فروعی اختلافات کو نظر انداز کر کے مشترکہ مساعی کو عمل میں نہ لائینگے۔ اور انہیں ایک ذلیل ترین زندگی سے نکال کر اسلام کے اندر عزت و عظمت کی مسند پر بٹھانے کی کوشش نہ کرینگے۔ اللہ تعالے نے اس وقت اپنے فضل سے ہمیں ایک موقع نصیب کیا ہے۔ اور اس رستہ کا پھر ایک دفعہ پتہ دیا ہے۔ جو اس وقت مسلمانوں کی کامیابی کا حقیقی رستہ ہے۔ اور جس کی طرف مجدد وقت نے بار بار بلایا کاش اب بھی مسلمان اس طرف متوجہ ہوں۔ اور باہمی رواداری اور غور و فکر سے کام لے کر ایسا لائحہ عمل مرتب کریں جس سے یہ اچھوت اقوام جلد سے جلد اسلام کے اندر آسکیں۔ احمدی قوم کو اس طرف خاص طور پر توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ کہ اس کے دائرہ عمل میں یہ کام پہلے سے شامل ہے

کلمہ گو مسلمان ہے

پیر تاج الدین صاحب آنریری جنرل سیکرٹری پنجاب پراونشل مسلم لیگ نے ۲۰ ہراگست کے مسلم آوٹ لک میں مسٹر محمد علی جناح کی خدمت میں ایک کھلی چٹھی لکھی ہے جس میں مسلم لیگ کو عملی شکل میں لانے کی استدعا کی ہے۔

اس خط میں منجملہ اور باتوں کے پیر صاحب نے مولویوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ

"ہندوستانی مسلمانوں کی سیاسی کوششیں مٹھی بھر مولویوں کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے ضائع جا رہی ہیں۔ ہماری اس چھوٹی سی قوم میں کئی ایک مختلف فرقے ہیں۔ اور اس غلامی کی حالت میں ہمارے لئے یہ ناممکن امر ہے۔ کہ مولویوں کے ایک گروہ کی خوشنودی مزاج کی خاطر تمام قوم کے اہم ترین مفاد کو قربان کر کے کسی ایک فرقہ کو اسلام سے باہر کر دیا جائے ایک کلمہ گو جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہے مسلمان ہے۔ اور دنیا میں جہاں کہیں بھی ہو۔ ہمارا بھائی ہے۔ خواہ وہ احمدی ہو یا شیعہ یا سنی یا اہلحدیث۔ وہابی ہو یا اہل قرآن یا کسی اور نام سے اپنے آپ کو دوسروں سے ممتاز کرتا ہو۔ ہمیں سیاسیات کو فرقہ بندی سے مخلوط نہیں کر دینا چاہیئے۔ اور میرا یقین ہے۔ کہ آپ نے بھی کئی مرتبہ پلیٹ فارم سے اور اخبارات کے ذریعہ ایسا ہی کہا ہے۔ میں شدید ترین مخالفت اور مولویوں کی غلیظ ترین گالیوں کے خوف کے باوجود یہ کہونگا کہ مذہب پاک چیز ہے۔ اور فرقہ بندی ناپاک"

اس میں شک نہیں کہ ایسی فرقہ بندی جو مسلمانوں کو کافر بنانے والی ہو نہایت ناپاک چیز ہے۔ اور مسلمان اس سے جسقدر اپنے آپ کو علیحدہ کریں ضروری ہے۔ لیکن مولوی صاحبان پیر صاحب اور ایسے ہی دیگر تعلیم یافتہ مسلمانوں کی اس حق گوئی کو کس نظر سے دیکھینگے اور کہاں تک اپنی روش کو بدلنے کی کوشش کریں گے؟ دیدہ باید۔

پونچھ کے مسلمان

معزز ہمعصر "مسلم آوٹ لک" نے اپنی ۲۰ راگست کی اشاعت میں مسلمانان پونچھ کے حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے بعض ایسے واقعات لکھے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کشمیر اور پونچھ کے غریب مسلمانوں کو طرح طرح مظالم کا تختہ مشق بنایا جا رہا ہے۔ عدالتوں میں سزائے موت اگر مخصوص ہے تو محض کشمیری مسلمانوں سے۔ پنڈتوں اور ڈوگرا راجپوتوں کو اس سے کوئی علاقہ نہیں۔ ایسا ہی پونچھ میں جبری خدمت اور بیگار کے کام قانوناً مسلمانوں کے لئے خاص ہیں۔ اور نہ صرف ہندو اہلکار بلکہ دوسرے لوگ بھی اپنے کاروبار اور گھروں میں ان سے بیگار کا کام زبردستی لیتے ہیں۔ اور اس میں یہانتک ان پر شدت ہے کہ قانون ملک کے رو سے روزہ اور عید کے دن بھی حیوانوں کی طرح بوجھ اٹھانے سے وہ انکار نہیں کر سکتے۔ معاصر موصوف نے اس صورت حالات کو قدیم رومی سلطنت کے اس جبر و استبداد کے مشابہ ٹھیرایا ہے۔ جو اس وقت غلاموں کے ساتھ روا رکھا جاتا تھا۔ اور بتایا ہے۔ کہ ۹۵ فیصدی مسلمانوں میں سے انتظام ملکی میں ایک کا بھی دخل نہیں۔ اور تمام امور سلطنت صرف پانچ فیصدی ہندوؤں کے لئے سرانجام پاتے ہیں۔ ایک نہایت عجیب و غریب قانون یہ بھی ہے۔ کہ غریب کسان جنگلی جانوروں کی دستبرد سے اپنی کھیتیوں کی حفاظت کے مجاز نہیں۔ ایک طرف یہ جنگلی جانور ان کی گاڑھے پسینہ کی کمائی کا ستیاناس کر دیتے ہیں۔ اور دوسری طرف بنئے سود در سود کے چکر میں لاکر تمام ما سہا قوت لایموت لے ڈکار ہضم کر جاتے ہیں عدالتوں میں ان کا کوئی انصاف نہیں ہوتا۔ اور ریاست کی طرف سے ان کی تعلیم کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ اور اس پر طرہ یہ کہ اب شدھی اور سنگھٹن کی تحریکات نے صورت حالات کو اور بھی نازک اور خراب کر دیا ہے۔ اور اگر ان باتوں کی شکایت میں کوئی آواز اٹھتی ہے۔ تو قانون اور حکام کا حربہ فوراً استعمال کیا جاتا ہے۔ اور اسے چپ کرا دیا جاتا ہے۔ معاصر موصوف نے اس موقعہ پر یہ شعر نقل کیا ہے۔ جو بالکل مناسب حال ہے ؎

ہم شکوہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

اور برطانوی ہندوستان کے مسلمانوں سے اپیل کی ہے۔ کہ وہ اپنے پونچھی بھائیوں کی امداد میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھیں۔ اور اصل حالات و واقعات کی پورے طور پر تحقیقات کر کے گورنمنٹ ہند کی خدمت میں ایک وفد بھیجیں تاکہ ان معاملات کی اہمیت کو اس کے ذہن نشین کرے۔

فی الواقعہ اس کی اشد ضرورت ہے کہ مسلمان اپنے غریب بھائیوں کو ایسے ناگوار حالات سے باہر نکالنے میں کوشاں ہوں۔ اور انہیں اس ذلیل ترین غلامی سے نکالکر انسانیت کی حدود میں لانے کے وسائل پیدا کریں۔

مسیحیت حکومت کی امداد پر

مسٹر مکینش ہوم سیکرٹری چرچ مشنری سوسائٹی نے ایک لیکچر کے دوران میں یہ اعلان کیا ہے کہ

فرانسیسی اور برطانوی حکومتوں کا رویہ جو اس سے پیشتر مسلمان ممالک میں مسیحی پروپاگنڈا کے خلاف تھا۔ اب بدل گیا ہے اور زیادہ عرصہ نہیں ہوا کہ انہی میں سے ایک ملک ایک بہت بڑے حاکم نے مشنری کام کے لئے میرا شکریہ ادا کیا۔"

ہم نہیں جانتے کہ یہ بیان کہاں تک صحیح ہے۔ اور کسی حکومت کا ایک خاص مذہب کو امداد دینا کہاں تک جائز ہے۔ لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ مسیحیت کو آج تک جو کچھ کامیابی نصیب ہوئی ہے۔ وہ حکومت کے بل بوتے پر ہے۔ اور اسلام اور مسیحیت میں ایک بڑا فرق ہے۔ اول الذکر نہایت غربت و مسکنت کی حالت میں صرف دلائل کے حربے سے اپنے آپ کو منوا چکا ہے۔ اور آج ہم خود مسیحی ممالک میں حکومت کی کسی طاقت کے بغیر اپنے آپ کو منوا رہا ہے لیکن موخرالذکر اس وقت تک بار آور نہیں ہوا جب تک کسی بادشاہت نے اس کا ساتھ نہیں دیا۔ مغربی افریقہ میں آج تک اسی وجہ سے ناکام رہی ہے کہ حکومت کا زور اس کی پشت پر نہ تھا۔ اگر مسٹر مکینش کی روایت صحیح ہے تو سمجھنا چاہیئے۔ کہ اب وہاں بھی اس کی ترقی اور کامیابی کے دن آگئے ہیں۔ اور اس کا مشن حکومت کے زور پر چلایا جائیگا۔

وفات مسیح اور ترک

"مسلم ورلڈ" نے ترکی اخبار "توحید افکار" سے ذیل کے فقرات نقل کئے ہیں۔ جو ایک ترک جرنلسٹ عمر رضا بے نے (جنہوں نے حضرت امیر کی سیرت خیر البشر کا ترکی زبان میں ترجمہ کیا ہے)۔ وفات مسیح کے متعلق لکھے

"حضرت عیسٰے کو مسیح کہا گیا ہے جس کے معنے میں ایسا شخص جو بہت سفر کرنے والا ہو۔ حضرت عیسٰے شامی یہودیوں کے مظالم سے تنگ آکر افغانستان چلے گئے کہ وہاں اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کی تلاش کریں۔ آپ کی قبر اب تک وہیں ہے صلیب پر آپ کی وفات کے خیال کا غلط ہونا اناجیل سے بھی ثابت ہے"

"ایسا ہی لکھا ہے۔ کہ ڈاکٹر حقی بے بھی مسیح کی حقیقی موت کے قائل لیکن آپ کا صلیب پر چڑھنا نہیں مانتے کہ یہ آپ کی عظمت اور حیثیت خلاف ہے" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ احمدیت کا اثر ترکی میں آہستہ آہستہ پھیل رہا ہے۔ ہمارے بھائی رضا بے اس بارہ میں سر توڑ کوشش کر رہے ہیں جس سے انہیں بہت کچھ نقصان بھی اٹھانا پڑا ہے۔ سیرت خیر البشر جو ترجمہ انہوں نے کیا ہے۔ اس کا ایک بڑا حصہ چھپ چکا ہے۔ لیکن ہے۔ کہ ملانوں کی ریشہ دوانیوں نے اس مقدس کام کو جو کسی خاص سے تعلق نہیں رکھتا تکمیل تک پہنچنے نہیں دیا۔ اور اب یہ اس وقت پورا نہیں ہو سکتا۔ جب تک کم از کم چالیس پونڈ بطور امداد نہ دیئے اس بارہ میں سیکرٹری صاحب کا اعلان اس سے قبل شائع ہو چکا ہے ضرورت ہے کہ ہمارے دوست اس طرف متوجہ ہوں۔ اور تقویٰ اختیار کر کے اس رقم کو بہت جلد پورا کریں تاکہ ترکوں میں آنحضرت صلعم کی زندگی کو شائع کیا جا سکے۔

مسلم ہائی سکول لاہور

کسی دوسری جگہ مسلم ہائی سکول کے متعلق ہیڈ ماسٹر صاحب مسلم ہائی کی ایک اطلاع درج کی گئی ہے جس میں انہوں نے سکول کے موسمی تعطیلات کے ۵ ستمبر کو کھلنے کا ذکر کرتے ہوئے بعض اہم خصوصیات کا ذکر کیا ہے۔ جو اس میں پائی جاتی ہیں۔ اور جن کے ہوتے ہوئے یہ مدرسہ مسلمان طلباء کے لئے ایک غیر مترقبہ ہے۔ بشرطیکہ انہیں اپنی فلاح و بہبود کا خیال ہو۔

مسلم ہائی سکول کو قائم ہوئے قریباً آٹھ سال کا عرصہ ہو گیا۔ جہانتک تعلیم کا تعلق ہے۔ یہ کہنا خلاف واقع نہیں کہ اس نے ہمیشہ اچھی سے اچھی تعلیم کو دینے اور عمدہ سے عمدہ نتائج پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اور خدا کے فضل سے اس بارہ میں نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔ دینی تعلیم میں بھی گذشتہ سال سے خاص طور پر کوشش کی جا رہی ہے۔ اور طلباء کو ان کی عمر اور استعداد کے مطابق علوم سے بہرہ ور کرنے کا سامان فراہم کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ درس قرآن کریم بھی جو موسم سرما میں یہاں بالالتزام ہوتا ہے۔ طلباء کی شمولیت ضروری ہے اور جیسا کہ ہیڈ ماسٹر صاحب نے لکھا ہے۔ نمازوں وغیرہ کی پوری پابندی کی جاتی ہے۔ بالخصوص وہ طالبعلم جو بورڈنگ میں رہتے ہیں۔ ان پر ہر طرح کی خود ہیڈ ماسٹر صاحب کرتے ہیں۔ اور ان کی اخلاقی اور دینی اصلاح میں پوری کوشش کی جاتی ہے۔

ہمارے دوستوں کا جو گھروں میں اپنے بچوں کی اصلاح نہیں کر سکتے فرض ہے۔ کہ وہ انہیں اس سکول میں داخل کر کے ہم خرما و ہم ثواب کا مصداق بنیں احمدی قوم کو اس موقعہ سے بالخصوص فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ کہ ان کی اولاد کو جس مقدس کام کے لئے تیار ہونا ضروری ہے۔ اسے اس مدرسہ میں خاص طور پر مدنظر رکھا جاتا ہے۔

مذہبی سوالات اور ان کے جوابات

اخویم منشی احمد الدین صاحب پنشنر چک نمبرہ اسنے ذیل کے سوالات حضرت امیر کی خدمت میں بھیجے تھے جو مع جوابات برائے افادۂ احباب شائع کئے جاتے ہیں۔

سوال۔ دل سے ارادہ نیکی کا کرنا۔ گناہ سے بچنا از نفس امارہ و شیطان کے ساتھ جہاد کرنا یہ سب امور اللہ پاک کے ارادہ کے ماتحت ہیں یا انسان کو خدا نے فعل مختار ان مذکورہ بالا امورات کے کرنے کا کر چھوڑا ہے۔

جواب۔ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ صاف فرماتا ہے۔ انا ہدینٰہ السبیل اما شاکرا و اما کفورا ہم نے انسان کو رستہ دکھا دیا ہے اس پر چلنا نہ چلنا اب اس کا اختیار ہے۔ سعی یا جہاد یہی انسان کا اپنا کام ہے جس طرح جسمانی قوانین میں جو محنت کرتا ہے پھل پاتا ہے۔ اگر انسان کے اختیار میں جہاد کرنا نہ ہوتا اللہ تعالےٰ اسے حکم کیوں دیتا۔ جاہدوا باموالکم وانفسکم

سوال۔ نماز میں جو وسوسے اور فاسد خیالات آتے ہیں آیا نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب۔ نماز ہو جاتی ہے لیکن جبتک انسان کوشش کر کے ان وساوس کو دور کرنے کی کوشش کرے نماز کی غرض و غایت پوری نہیں ہوتی۔

سوال۔ یاایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الآخر۔ ذلک خیر و احسن تاویلا

اس آیت میں صاحب امر علمائے دین ہیں یا موجودہ حکام وقت جو ہم پر حکومت کرتے ہیں یعنی دونوں کے احکام کی تابعداری کرنی چاہیئے؟

جواب۔ اولی الامر میں حکام اور امر بالمعروف کرنے والے دونوں شامل ہیں مگر دونوں کی اطاعت اس بات سے مشروط ہے کہ خدا اور اسکے اور اسکے رسول کے حکم کے خلاف ان کا حکم نہ ہو۔

[illegible]کہ فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ والرسول میں صراحت فرمادی [illegible] چونکہ حکام کے ساتھ ائمہ دین کا ذکر بھی ہے اسلئے منکم کا لفظ [illegible]یا ہے یعنی تم مسلمانوں میں سے جو حکام اور ائمہ دین ہوں انکی [اطا]عت کرو۔ غیر مسلم حکام کی اطاعت کا قیاس اسی پر ہو سکتا ہے [کہ]ہ وہ بھی اگر خدا اور اس کے رسول کے حکم کے خلاف حکم دیں تو [ن]ہیں ماننا چاہیئے۔ اور تعامل اسپر شاہد ہے نبی کریمؐ کے صحابہ نے حبش میں ایک عیسائی بادشاہ کے ماتحت رہ کر کئی سال تک [زند]گی بسر کی اور وہ اسکے قوانین کے پابند تھے۔ پھر یہ لوگ بلانکے [ج]ہاں جہاں مسلمان گئے اور وہاں اسلام پھیلایا۔ یہ خود اور وہ [اس]لام لانے والے ان ملکوں کے فرمانرواؤں کے قوانین کے [پاب]ند ہوتے تھے۔

ضروری اعلان قابل توجہ احباب

انجمن کا مالی سال آخر ستمبر ۱۹۲۵ء کو ختم ہونیوالا ہے۔ اس کے []سالانہ رپورٹ تیار کی جائیگی۔ اسے مدنظر رکھتے ہوئے اور دیگر [ا]ن کی فوری ضروریات کی وجہ سے جملہ احباب کرام کی خدمت [میں] بتاکید عرض ہے کہ وہ ہر قسم کا چندہ ۱۵ - ۲۰ ستمبر تک ضرور [ا]دا کریں اور کوئی بقایا حتی الوسع کسی کی طرف باقی نہ رہے۔ اس بارہ [میں] مندرجہ ذیل مدات کی تصریح کر دی جاتی ہے جن کے متعلق خاص [طو]ر پر توجہ درکار ہے۔

۱ چندہ ماہوار اور اسکے بقائے۔

۲ بلاد غیر جرمن مشن کے وعدے اور گذشتہ بقائے

۳ تعمیر مدرسہ کا چوتھا حصہ

۴ برلن مسجد کا بیوں کا روپیہ

۵ زکوٰۃ کی رقوم

ظہور احمد سیکرٹری ۱۴ اگست ۱۹۲۵ء

ضرورت اپنے سکولوں کیلئے مندرجہ ذیل اساتذہ کی فوراً ضرورت ہے [(۱)] بی۔اے۔ بی۔ٹی۔ (۲) بی۔اے۔ ایس۔اے۔ وی [(۳)] ایف۔اے یا ایس۔اے۔وی (۳) مولوی فاضل ٹرینڈ معلم منشی فاضل ٹرینڈ [یا] مولوی فاضل یا منشی فاضل ٹرینڈ کو ترجیح دی جائیگی۔ درخواستیں فوراً ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول لاہور [کو] بھیجی جائیں۔ اساتذہ قابل اور تجربہ کار ہوں۔ سید غلام مصطفےٰ ہیڈ ماسٹر

سیاسیات ملیہ میں علما کی بیجا مداخلت

بہر جا جمع سے آید ساداتست
فساداتست فساداتست

زمانہ حال کے علماء

ذیل کا مضمون جو جناب سید محمد رضا حسین صاحب ہاشمی سابق ایڈیٹر دستور شیرکوٹ ضلع بجنور نے "پیغام صلح" میں اشاعت کے لئے بھیجا ہے اسبات کا ثبوت ہے کہ ملک کے سنجیدہ اور فہمیدہ طبقہ میں جماعت احمدیہ کو آج کن نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔ اور جمعیتہ علما اور اس کے ہمنواؤں کے خیالات کہاں تک قابل عزت سمجھے جاتے ہیں۔ ہم اس حمایت حق کے لئے جو جناب سید صاحب نے جماعت احمدیہ سے کوئی تعلق ارادت نہ ہونے کے باوجود محض اظہار لوجہ اللہ کی ہے ان کے دل سے ممنون ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ طبقہ علماء کو بھی اسکی سمجھ عطا فرمائے اور ان کے پیروؤں کو یہ توفیق دے کہ وہ بغض و تعصب سے خالی ہو کر حق کے پہچاننے کی کوشش کریں

ایڈیٹر پ۔ص

زمانہ حال کے علماء

غریب ساداتؔ کو تو ناحق اس شاعر نے جس کا یہ شعر ہے بدنام کیا ہے۔ البتہ ہمارے اس زمانہ کے مقدس علماء ضرور اس کے مصداق ہیں۔ ٹرکی میں سلطنت اور شیخ الاسلام [؟] کی مساعی [؟] سلطانی کا خون ان ہی کی متحدہ تحریک سے ہوا جس سے اس سلطنت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔ بلکہ بعض مستند مورخوں کا یہ خیال ہے کہ ٹرکی کے زوال کا ایک سبب یہ بھی ہے۔ خوست کا غدر بھی ان ہی حضرات کے سوا ہند سے نتیجہ ہے یہ غدر ایسی حالت میں ہوا جبکہ افغانستان اور اس کا محترم بلند شان مصلح بادشاہ۔ ملک کی عزت۔ قوم کی جان و آبرو اور اسلام کی ہستی کو مغربی خصوصیت سے محفوظ رکھنے کے لئے ایک مخصوص ایثار کے ساتھ انتہائی جد و جہد میں مشغول تھا اس غدر سے مسلمانوں کے کشت و خون کے علاوہ سلطنت کو سخت مالی نقصان پہنچا اور بہت سے لنگڑا ملا بھی دار پر نظر آئے۔ اور ہرا ایرانی میں ستم ایران اور بر زمان بطلِ مجسم سپہ دار سردار مکرم رضا خان نہایت تیزی سے راہ اصلاح پر گامزن تھے اور ضرورت طبعی کے تقاضے سے چاہتے تھے کہ موجودہ کمزور عیاش طبع اور یورپ کی کٹ پتلی بادشاہ سے ملک قوم کو محفوظ رکھیں جو سالہا سال سے ایک ایکٹرس کے عشق میں پیرس کی گلیوں کی پڑا خاک چھان رہا ہے۔ مگر حضرات علماء کو یہ کب گوارا ہو سکتا تھا کہ اپنے ذریعہ دولت و اقتدار کو ہاتھ سے دیں۔ لہذا فتویٰ صادر ہو گیا کہ اسلام میں حکومت جمہوری جائز نہیں جس سے ایران میں سردار سردار مکرم کے خلاف سخت شورش برپا ہو گئی اور وہ مجبور ہو گئے کہ مستعفی ہو جائیں اس موقعہ پر قوم نے سردار کا ساتھ دیا۔ استعفیٰ واپس لیا گیا اور بجھ دنوں کے لئے ایران تباہی سے بچ گیا۔ ابھی کل ہی کی بات ہے کہ کردستان کے ملا لوگ ٹھیکہ داران اشاعت تہذیب و حامیان آزادی اقوام عالم کے ہتھے چڑھ گئے اور جدید ٹرکی سے جا بھڑے جو حال ہی میں تباہی کے گھروں سے نکلکر زیر قیادت غازی مصطفےٰ کمال پاشا شاہراہ ترقی پر پڑلی تھی۔ اس مقدس جہاد میں ہزارہا مسلمانوں کی جانیں ضائع ہوئیں اور اس ناموار اسلامی سلطنت کے دو کروڑ پونڈ صرف ہوئے جس سے اس کا اقتصادی ارتقا جنگی تیاریاں اور یونانی مسلمان مہاجرین کی امداد ایک عرصہ دراز کے لئے معطل ہو گئیں اور بالآخر یہ حضرات بھی دار پر جا دار نما ہوئے۔

گذشتہ اور موجودہ حالت

آہ! ایک زمانہ تھا کہ اسی ہندوستان کو مقتدر مسلم راج اور اسکے محتشم باشان تمدنی عالمگیر رواداری اور مساوات نے جنت نشان بنا رکھا تھا۔ اسلام اور مسلم اس کے عرض و طول میں عزت اور پیار کی نظروں سے دیکھے اور احترام کے ساتھ لئے جاتے تھے کہ حکومت کا خواب سین ہوتا تھا کہ یہ ایک تاریک کفرستان کی صورت میں آج ہماری نظروں کے سامنے ہے جس میں ہم ہر چہار طرف نفرت کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں اور دودھ میں سے مکھی کی طرح الگ کئے جاتے ہیں۔

ایک عالمگیر بیداری آمادگی اور تیاری ہمارے فنا کر دینے کے لئے ہمارے پیش نظر ہے مگر ہم ہندوستان کی اجناس غیر اور برادران وطن۔ فرقہ بندی اور تفرقہ اندازی میں اسیطرح مشغول ہیں جیسے نو خیز اندلس میں موران سپین تھے۔

اسوقت ہندوستان کے قدیم و جدید فاتح مسلمان اور انگریز جسم ہند میں اجناس غیر سمجھے جا رہے ہیں جنکی شان نزول یکساں ہونے کے علاوہ مذاہب میں بھی ایک نوعیت کی قرابت ہے یہی وجہ ہے کہ برادران وطن آج ان ہر دو کے اخراج کے درپے ہیں۔ پہلے پہل انہوں نے نمبروار اخراج کی تجویز کی۔ ان کی خوش قسمتی سے یہ وہ وقت تھا جبکہ ہمارے مکرم مدبرین ترکوں کو برباد کرنے کے لئے یونان کو ان کی بربادی کا ٹھیکہ دے چکے تھے اور یونان کے ہاتھوں اس شریف قوم کے مدفن و تجہیز و غارت ہونیکی خبروں سے تمام عالم گونج اٹھا تھا جس سے عالم اسلامی کے غم و غصہ کا بیٹرا انتہائی لہروں پر پہنچکر دشمنان اسلام کو فنا کر دینے کیلئے بہر صورت تیار ہو گیا۔ اس کا پہلا منظر "ہندو مسلم اتحاد" کی صورت میں دنیا کے سامنے آیا لیکن کچھ عرصہ کے بعد کمال پاشا کی تلوار نے یونان کے جنگی غرور اور اتحادیوں کے سرور کا خاتمہ کر کے ان کا دماغ صحیح کر دیا اور ان مدعیان تہذیب و حامیان امن عالم کے ایجنٹ اپنے اپنے ہینڈ بیگ سمیٹ کر قسطنطنیہ سے بصد حسرت و یاس رخصت ہوئے۔ غازی کمال کی تلوار کی آب نے جہاں ترکوں کی جان بچائی وہاں ساتھ ہی اسکے مسلمانوں کے جوش انتقام کو بھی کسیقدر ٹھنڈا کر دیا۔ لیکن مسلمانان ہند عربوں کے ساتھ بدعہدی سے برابر غم و غصہ میں رہے۔

شدھی اور سنگھٹن

اسی دوران میں برادران وطن نے یہ محسوس کیا کہ اب مسلمانوں کا تو کام نکل گیا۔ یہ آئندہ ہمارے شریک کار نہ ہوں گے لہذا یہ ان سے صاف الگ جا رہے۔ حالانکہ تمہارا اپنا کام کر چکا تھا اور عنقریب تھا کہ ہندوستان ہو جائے۔ اس عرصہ میں برادران وطن کی اصلی عداوت یک لخت شدھی و سنگھٹن کی صورت میں زیر قیادت پنڈت مدن موہن مالویہ جی اور سوامی شردھانند جی نمودار ہو گئی۔ اب ہندو مدبرین نے یہ صورت اختیار کی کہ پہلے مسلمانوں کو خارج کیا جائے جس کو ارباب حکومت نے بھی بہت کچھ غنیمت جانا اور "تا رچڑھا دو کسی کو آتار کسی کو چڑھا دیا" کی مشن اور تیز کر دی گئی۔ لیکن مسلم عنصر کوئی گڑ اگرم پکوڑی کا نوالہ نہیں ہیں جنکو کوئی جلدی اور مزے مزے ہپ کر جائے یہ جان جوکھوں کے وقت ہمیشہ دندان شکن فولادی چنے ثابت ہوئے ہیں

ہندو لیڈروں کے دو گروہ

اسکو محسوس کرتے ہوئے ہندو لیڈر دو حصوں میں منقسم ہو گئے ایک طرف شدھی اور سنگھٹن کے موجد اور دوسری طرف مسلمانوں کے سو ہو کرنے والے اب صورت حال یہ ہے کہ اگر ایک گروہ مسلمانوں کی کھوپری پر ضرب لگاتا ہے تو دوسرا اظہار ہمدردی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ سوراج حاصل کرنے کی کوشش کرو تو یہ سب شکایتیں رفع ہو جائینگی کیونکہ اس بدسلوکی کے باعث گورنمنٹ کے خفیہ ہاتھ ہیں۔ لیکن اس سوراج کے پیر بانے ڈسٹرکٹ بورڈوں میں معلوم ہو رہے ہیں جہاں مسلمانوں کو حرف غلط کی طرح اڑا دیا گیا ہے۔ ایسے مواقع پر جب مسلمان ایسی بدسلوکیوں کی شکایت اپنے نام نہاد دوست لیڈروں سے کرتے ہیں تو وہ کہدیتے ہیں کیا کریں۔ ہمارا بس اثر اب نہیں رہا مگر دیکھو "بر آید درست آید" مسلمانوں میں کوئی غیر معمولی قابلیت اور اثر کا لیڈر نہیں نہ ان میں کوئی ہندو لیڈروں کی طرح جاں نثار قوم ہے اور اگر وہ جائیں تو وہ زیادہ تر ان للو پتو کرنے والے لیڈروں کے زیر اثر اور "کہنے دیتی نہیں کچھ منہ سے محبت تیری" کے مصداق۔

ایک طوفان خیز آندھی

امر واقعی یہ ہے کہ فریق مخالف کی ایک خفیہ نظام کے ساتھ ایسی صحیح اور تیزی سے ہوتی ہے جیسے ایک مشن کا عمل۔ یہ کسقدر عجیب بات ہے کہ کل شام تک اگر ہندو مسلمانوں میں پورا اتفاق تھا تو آج صبح کو نہایت برباد کن نفاق اور ایک فیصلہ کن جنگ کی تیاری کے لئے جار پھینگی۔ بھٹ۔ گنجر وغیرہ وغیرہ راجپوت قرار دیئے جا کر برادران مکرم بلکہ معظم تسلیم کئے جا رہے ہیں۔ کل تک ان کے سایہ سے اگر بھاشے ناپاک ہوتے تھے تو آج انہا کے ساتھ رشتہ ناطہ اور کھان پان میں بصد شوق شرکت کی تیاری ہے ماضی قریب میں اثر و اقتدار سے وہ شہزادہ شدھ کے لیجا رہے ہیں

ادنے درجہ کے آدمیوں سے لیکر راجہ کشن پال سنگھ صاحب تک بنگیوں کے لونڈوں سے گلے ملتے ہیں اور ان سے خلا ملا کرتے ہیں غرض ایک طوفان خیز خونی آندھی ہے کہ مسلمانوں اور عیسائیوں کے سروں پر گونج رہی ہے - چاروں طرف ہندو مکیں و بے بس اسلام پر امڈا چلا آرہا ہے -

آل مسلم پارٹیز کانفرنس

اس اٹل خطرہ کو محسوس کرتے پنجاب کے مسلم لیڈروں نے حفظ ما تقدم یا مدافعت کے انتظام کے لئے بہ غرض صلاح و مشورہ کل مسلمانان ہند یا افراد ملت کو آل پارٹیز کانفرنس بمقام امرتسر قائم کر کے مدعو کیا جس میں جیسا کہ چاہیے تھا کل کلمہ گو افراد ملت (افسوس ہے شیعہ نہ تھے) حاضر ہو گئے -

جماعت احمدیہ اور اسکی اسلامی خدمات

انہی میں مشہور داعیان اسلام لاہوری احمدی جماعت کے ارکین بھی تشریف لائے تھے جنکی اسلامی خدمات نہ محض ہندہی میں بلکہ تمام عالم اسلامی میں روز روشن کی طرح دیکھی اور تسلیم کی جا رہی ہیں اس جماعت یا کنز الاسلام کے آبی موتی یعنی جناب خواجہ کمال الدین صاحب وجناب مولانا محمد علی صاحب کا ایثار اور اسلام پر جان نثاری اور ان کے عظیم الشان کارنامے ایسے نہیں ہیں کہ ملت ان کو نظر انداز کر سکے انہوں نے جیسے بیش بہا انگلستانی ہستیاں مسلمان کی ہیں انمیں سے بطور نمونہ مارما ڈیوک پکتھال - لارڈ ہیڈلے - سر آرچیبالڈ مسٹر ایمن وغیرہ وغیرہ پیش کئے جاسکتے ہیں جن کے قلم واثر نے مسئلہ خلافت میں غیر معمولی قابلیت سے مسلمانوں کا ہاتھ بٹایا ہے - اس جماعت کے مشن کو جانی مالی اور قلمی امداد کافی طور پر دیجائے اور یہ کوئی ناممکن بات نہیں اسکی نظیر میں جاوا وفدیائن پیش کئے جاسکتے ہیں جہاں محض تبلیغ سے تقریباً کل آبادی مسلمان ہوگئی - پھر ان مستحکم طبیعت اور قابل ہستیوں نے جیسے شاندار اور مؤثر مسلم لٹریچر کا انگریزی زبان میں سنگ بنیاد رکھا ہے اگر یہ پایہ تکمیل کو پہنچا یا تو محض برطانیہ ہی نہیں کل شمالی امریکہ اور یورپ کا ایک بڑا حصہ اور ان کے اثر واقتدار سے وہ تمام ممالک مسلمان ہو جائینگے جہاں جہاں ان کی حکومت ہے کیونکہ ہم بلا خوف تردید یہ کہتے ہیں کہ اگر دنیا کے مادی روحانی امراض کی کوئی شافی دوا ہے تو وہ صرف اسلام ہے اور اسکی اکمل فطرت کے موافق شریعت جو ایک عالمگیر اخوت کا جذبہ انسانوں میں پیدا کرتی ہے -

کیا احمدی کافر ہیں

کیا ایسے بزرگ کافر کہلائے جانے کے مستحق ہیں؟ کیا انہوں نے مرزائی مشن کی تبلیغ انگلستان میں کی ہے! جو مرزا صاحب کو نبی تسلیم کرانے والی بتائی جاتی ہے - اگر یہ لوگ کافر ہیں - اور بقول رضائی دیوبندی اور بقول دیوبندی رضائی اور مقلد وغیر مقلد - عیز وغیرہ تو پھر کوئی بتائے کہ اس تاریک کفرستان میں سے یارو مددگار اسلام کی حمایت کرنے والے کسقدر مسلمان رہ جائینگے؟ افسوس اور شرم!! آہ یہ افتراق کا موقعہ ہے یا اتفاق کا - کیا "الجمعیۃ" کے عنوان "ید اللہ علی الجماعۃ" کی عملی تعمیل اور یہی معانی ہیں کہ کلمہ گو کلمہ گویان کو مکافرت سے سات کروڑ کی تعداد سے صفر تک پہنچا دیں -

جماعت احمدیہ لاہور کی توجہ کے قابل

ہمکو جماعت احمدیہ لاہور کی مستحکم طبیعت سے قوی امید ہے کہ وہ چند ناعاقبت اندیش لوگوں کی اس لغزش سے برداشتہ خاطر نہ ہوں گے وہ دن قریب ہے کہ جب مغرب میں ان کی اسلامی خدمات بیش از بیش بار آور ہو کر ان کو حامیان اسلام کی انجمن میں ممتاز ترین جگہوں پر متمکن کرینگی - رہا کفر وکافری کا شغلہ یہ ہمیشہ جاری ہے اور آئندہ تک رہیگا - چنانچہ جب حضرت امام غزالی نے کتاب احیاء العلوم تصنیف فرمائی تو یہ بھی اس زد سے نہ بچی اور ان کی یہ کتاب آگ کی نذر کی گئی - مگر چند دنوں کے بعد حق کی فتح ہوئی اور امام ممدوح حجۃ الاسلام سے ملقب کئے گئے - اور ان کی یہ احیاء العلوم علماء وعوام کی حرز جان بنی - امام فخر رازی اور شیخ بو علی سینا بھی اپنی اپنی باری میں اس زد میں آئے گر مؤخر الذکر اسکو برداشت نہ کرسکے چنانچہ فرماتے ہیں ؎

> کفرے چو منے گزاف وآسان نبود
> محکم تر از ایمان من ایمان نبود
> در دہر چو من یکے وآں ہم کافر
> پس در ہمہ ملک یک مسلمان نبود

علاوہ اسکے اور بہت سے اماموں اور علماء میں ضدًا وبعض اوقات رشک حسد اور شوق قیادت کے جذبات کے زیر اثر مکافرت بازی ہی مگر ہر موقعہ پر بالآخر حق بالا رہا - غریب سرسید مرحوم پر کل ہی کی بات ہے کہ کفر کے فتوی رسالوں بھادوں کی طرح برس گئے تھے - مگر بالآخر اس مرحوم آل رسول کے صبر واستقلال اور جوش صداقت نے فتوی دینے والے حضرات کا غیض وغضب ٹھنڈا کیا اور آج وہ اور وہ ان کی ذریات قدر کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں جو قوم و مذہب پر جان نثاری میں کسی سے دوسرے نمبر پر نہیں اور سچ تو یہ ہے کہ قوم کے روح ورواں بنے ہوئے ہیں -

مغربی اور مشرقی علوم

"الجمعیۃ" نے ایک موقعہ پر شاید ڈاکٹر سیف الدین کچلو وغیرہ کی بابت طنزیہ فقرہ کسا ہے کہ یہ مغربی علوم کے تعلیم یافتہ مذہبی امور سے ناواقف ہیں اس سے شاید یہ مطلب ہے کہ مشرقی علوم کسی ایک گروہ کے لئے رجسٹری ہوئے ہیں جیسے ویدکی تعلیم برہمنوں کے لئے ہے مگر "الجمعیۃ" کو معلوم ہونا چاہیے کہ آج مشرقی علوم کے نیم ملا اسوقت تک ناکارہ وناکمل ہیں جب تک وہ مغربی علوم سے .... بے خبر ہیں اور مغربی علوم کے ماہر مشرقی علوم سے بھی ایک بڑی حد تک واقف ہوتے ہیں کیونکہ مغربی زبانوں میں کل مشرقی اقوام کے علوم وفنون بذریعہ ترجمہ موجود ہیں - مغربی علوم کے ماہر مسلمانوں نے اس زمانہ میں جیسی شاندار خدمات اسلام کی بذریعہ تبلیغ وتحریر کی ہیں ویسی کسی دوسری اسلامی جماعت سے جنکو مشرقی علوم دانی کا فخریہ دعوی ہے ہرگز نہیں بن پڑیں - یوں اپنے منہ کوئی میاں مٹھو بن لے تو دوسری بات ہے -

نفسانیت اور شوق قیادت سے اگر کوئی گروہ علماء کے جبہ ودستار میں ایسی مداخلت کرے تو اسکو یورپ کے اقتدار کا حشر اور نحیف اسلامی ممالک ٹرکی وایران میں ان کو اپنے مقدس اقتدار کا زوال بھی پیش نظر رکھنا چاہیے -

"الجمعیۃ" کے رکیک حملے

"الجمعیۃ" مورخہ ۱۰ - اگست میں جو رکیک اور بھرے حملے قابل احترام وخادم اسلام جماعت احمدیہ لاہور پر بعنوان "تلبیس ودجل کا مرقع" کئے گئے ہیں وہ سراسر حماقت کا مرقعہ ہیں انہیں وہ جذبات پائے جاتے ہیں جو مادیت روحانیت کو مغلوب کر کے انسان میں پیدا کرتی ہو ایڈیٹر صاحب اخبار مذکور نے انجمن احمدیہ لاہور کے دستور کو پیش نظر رکھ کر جسقدر اپنی قوت استدلال صداقت اور صحافت دانی کا ثبوت دیا ہے - قابل داد ہے جو تیسری غلط بیانی سے موسوم کیا گیا ہے - ارشاد ہوتا ہے - جمعیۃ علماء میرٹھ کے ناظم نے امداد مانگی تو یہ ایک شخصی رائے تھی - جمعیۃ علماء ہند کے ناظم نے امداد مانگی وہ بھی شخصی رائے تھی - مولانا مبارک حسین نے استمداد چاہی - وہ بھی شخصی رائے تھی - مولانا مظہر الدین نے اس جماعت کو اسلامی جماعت تسلیم کیا ہے یہ بھی ان کی ذاتی رائے تھی اب ان حضرات سے کوئی دریافت کرے کہ "الجمعیۃ" اور رائے "الجمعیۃ" چہ معنی دارد؟ سوائے اسکے اگر کوئی شخص کسی مولوی سے کسی معاملہ میں فتوے طلب کرے اور وہ فتوی دیدیں جیسا کہ آجتک ایسے ہی ہوتا ہے اور پھر وہی مولوی اس فتوی کو یہ کہکر باطل قرار دیں کہ یہ تو میری ذاتی رائے تھی تو کیا ایسی کارروائی دھوکہ دہی نہ ہوگی -

جمعیۃ علماء کی تفرقہ پردازی

ایک اہم موقعہ پر جماعت احمدیہ لاہور سے جو مرزا صاحب قادیانی کو اہل قادیاں کی طرح نبی نہیں بتاتے اور نہ دیگر مسلمانوں کو کافر ٹھہراتے ہیں بلکہ مرزا صاحب کو ایک مجدد تسلیم کرتے ہیں چنانچہ مخدوم امت خواجہ کمال الدین صاحب نے مذہب اسلام پر جسقدر لیکچر ہند وانگلینڈ میں دئے اور نو مسلموں کو اسلامی تعلیم دی وہ وہی تعلیم تھی جو خالص اسلام کی ہوتی ہے) اسکو اسلامی جماعت تسلیم کر کے تبلیغی جدوجہد میں امداد لیگئی - مگر جب یہ آل پارٹیز کانفرنس بمقام امرتسر مدعو کی گئی تو جمعیۃ العلماء روٹھ گئی اور کہنے لگی کہ یہ تو کافر ہیں ان کو کیوں شریک کیا گیا - اگر یہ شریک ہوں گے تو ہم نہ ہوں گے اس اداکے فرمائیے کیا معنے ہوئے؟ یہی نا؟ کہ اس کانفرنس کو یہ لوگ کامیاب دیکھنا نہیں چاہتے جس قوم کے ہادی اس نوعیت کے ہوں اور تفرقہ اندازی کو جو دینی کامیابی سمجھتی ہو وہ قوم کسی خطرناک مہلک حملہ کو دفع کرنے پر قادر ہوسکتی ہے؟ آہ! ؎

> ادھر ہے قوم ضعیف وبیکس ادھر ہیں کچھ پیر شدان خود بیں
> ہو اپنی قسمت کو رو رہی ہے وہ نام پر اپنے مر رہے ہیں

ایسی صورت میں سوائے اس کے اور کیا کہا جائے کہ افراد قوم اپنی قوت ایمانیہ عقل وضمیر کے بھروسہ پر متفق ہوں متحد ہوں اور میدان ترقی میں قدم آگے بڑھائیں اور بخوبی سمجھ لیں کہ لا الہ الا اللہ کے کہنے والے اور اسپر ایمان رکھنے والے جنت کے مستحق ہیں ہمکو اپنے امام حضرت ابو حنیفہ کے ارشاد کا اتباع کرنا چاہئے جو فرماتے ہیں کہ جس شخص میں ننانوے وجوہ کفر کی ہوں اور ایک وجہ اسلام کی ہو وہ مسلمان ہے - جو شخص یا قوم خدا اور رسول اور کتاب اللہ پر ایمان لائے ہوئے ہے وہ ہرگز کافر نہیں بلکہ ایسوں کو کافر کہنے والا خطرہ کفر میں ہوگا -

دعوت اتحاد

بھائیو! ایسی تفرقہ اندازی سے توبہ کرو - دیکھو ایک قیامت خیز آندھی ہمارے سروں پر آئی ہے - مدبرین اسکو محسوس کر چکے ہیں کہ کل کفار عالم اسلام کو فنا کر دینے پر تلے ہوئے ہیں لہذا اے

> جو کچھ تم کو کرنا ہے کرلو عزیزو
> کہ اب وقت باقی نہیں پیش وپس کا
> کشتی حق اب ہے طوفان حوادث میں پڑی
> امتحاں کا وقت ہے اور آزمائش کی گھڑی

اپنی سیاسی مجلسوں - دینی تعلیمگاہوں تبلیغی مشنوں کو کامیاب دولت علم اور اقتدار سے کام لو - چاہے یہ مسلم لیگ ہو یا آل پارٹیز کانفرنس دار العلوم دیوبند ہو یا ندوہ ومدرسہ الہیات یا خواجہ کمال الدین صاحب کا تبلیغی مشن یا انجمن تبلیغ - غرض ؎

> خدا کی راہ میں اے جی پہ کھیلنے والو
> مثال موج رواں اپنا سر اٹھا کے چلو
> تمہارے دین کا لوہا عدو بھی مان گئے
> ہزبر تم اسی میداں کے ہو تنکے چلو

ملت وامت کا خواہ (دائم) - آر ایچ ہاشمی

مسلم ہائی سکول لاہور

۱۵ ستمبر کو کھلے گا

سکول کی بعض اہم خصوصیات

جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - یہ چند سطور اپنے قیمتی پرچہ میں چھاپ کر مجھے مشکوری کا موقعہ دیں -

مسلم ہائی سکول لاہور بعد از موسمی تعطیلات ۵ ستمبر کی صبح ۷ بجے کھلیگا جو طلبا داخل ہونا چاہیں وہ اس تاریخ سے داخل ہوسکتے ہیں تمام وہ طلبا جو اسوقت بورڈنگ ہوس میں رہتے ہیں یا سکول میں تعلیم پا رہے ہیں ان کو چاہیے کہ وہ ۵ ماہ ستمبر کو ضرور پہنچ جائیں ورنہ پڑھائی کا سخت نقصان ہوگا۔

یکم جون سے سکول اپنی عالیشان عمارت میں منتقل ہو گیا ہے اور ایک وسیع اور کھلی عمارت میں بورڈنگ ہوس تجویز ہوا ہے کمرے بہت عمدہ اور ہوادار ہیں -

بورڈنگ ہوس میں بچوں کی نگرانی ہیڈ ماسٹر صاحب خود کرتے ہیں اور بچوں کے ساتھ ہی رہتے ہیں بچوں کی تعلیمی اور اخلاقی حالت کا بہت خیال رکھا جاتا ہے -

ہر ایک بچہ کے لئے نمازی ہونا لازمی ہے - اور درس میں شمولیت بھی تعلیم کا ایک جزو ہے -

نتائج امتحانات چند گذشتہ سالوں سے بہتر اور شاندار نکل رہے ہیں اور اساتذہ بہت محنت اور جانفشانی سے کام کرتے ہیں - دینیات کی تعلیم کا خاص طور پر خیال رکھا جاتا ہے -

سینیر سٹاف حسب ذیل ہے :-

(۱) سید غلام مصطفے بی - اے علیگ ایل - ٹی ہیڈ ماسٹر
مولوی عزیز الدین صاحب بی - اے - بی - ٹی -
چوہدری عبد العزیز صاحب بی - اے - بی - ٹی
مصطفے کمال صاحب بی - اے - علیگ
شیخ اشفاق حسین صاحب بی - ایس - سی - ایل ایل - بی علیگ
ایس وی سائنس ماسٹر -
مولوی ابوبکر صاحب مالاباری رابیف - اے ، مولوی فاضل ٹرینڈ - عربی مدرس
مولوی ابراہیم صاحب منشی فاضل ، ٹیچر ٹرینڈ اردو مدرس

پٹھانوں کا خطرہ

لاہور سے پٹھانوں کا خطرہ ... ہمارے ہمی حطرہ برادران وطن نے کچھ اس طرز سے پھیلایا ہے کہ بعض بچوں کو یہ ایک ایسا بنا بنایا بہانہ مل گیا ہے کہ وہ اس سے بعض وقت بڑوں بڑوں کو مبتلا سے حیرت کر دیتے ہیں اس کی ایک تازہ مثال میں عرض کرتا ہوں۔ راقم الحروف کے پاس خانگی کاروبار کے لئے ایک دس بارہ سالہ بچہ ملازم ہے گذشتہ ۲۳۔ اگست کو وہ شام کے ۷ بجے کسی کام کے لئے گھر سے باہر گیا اور رات کے ۱۰ بجے روتا اور سسکتا ہوا آیا۔ دریافت کرنے پر اس نے بتایا کہ میں موچی دروازہ کے باغ میں رفع حاجت کے لئے گیا تھا۔ وہاں سے ایک پٹھان نے مجھے جھپٹ لیا اور گود میں اٹھا کر لے دوڑا۔ اس نے میرا منہ اور آنکھیں بند کر لیں جس سے میں نہ بول سکتا تھا۔ اور نہ دیکھ سکتا تھا۔ لوہاری دروازہ کے پاس جا کر اسکا ہاتھ ذرا نرم ہوا تو میں نے شور مچایا۔ اور ایک کنسٹبل نے مجھے اس سے چھڑایا۔ پٹھان کہتا تھا کہ یہ میرا بچہ ہے گھر سے بھاگا ہوا ہے لیکن سپاہی پہلے سے مجھے کسقدر جانتا تھا اس نے باور نہ کیا اور مجھے ایک ٹانگہ کے ساتھ کر دیا کہ اسکے ساتھ موچی دروازہ اور وہاں سے اپنے گھر چلے جاؤ۔

ہر چند کہ یہ بات کسیطرح بھی باور کرنے کے قابل نہ تھی لیکن اس بچہ کا بے اختیار رونا اور سسکنا اور پھر رات بھر سہمے ہوئے رہنا دیکھ کر خیال آتا تھا کہ ممکن ہے کسی حد تک اسبات میں سچائی ہو یا کوئی اور بات ہو جسکو اس نے پٹھان کے اٹھائے جانے سے تعبیر کیا ہو اس سے پیشتر یہ خبر بھی شائع ہو چکی تھی کہ کوئی پٹھان گرفتار ہوا ہے جو بچوں کو لیجا کر تیمہ کرتا ہے اسکے متعلق بعد میں پولیس سے معلوم ہوا وہ پاگل تھا اور اسے پاگلخانہ میں بھیجدیا گیا ہے۔ اس بنا پر میں اس بچہ کو خان بہادر میاں غلام رسول خان ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ کے ہاں لے گیا اور ان کو تمام واقعہ سنایا۔ میاں صاحب موصوف نے بھی اسکو بالکل غلط قرار دیا۔ تاہم لڑکے کے بیان کی صداقت معلوم کرنے کے لئے میاں رحیم بخش صاحب سب انسپکٹر پولیس کو حکم دیا کہ دروازہ گارد کے ان کنسٹبلوں کو جو گذشتہ شام کو وہاں متعین تھے بلوایا جائے میاں رحیم بخش صاحب نے فوراً حکم کی تعمیل کی جسقدر کنسٹبل آئے سب نے اپنی لاعلمی ظاہر کی اور وہ لڑکا کہتا ہوا چلا گیا کہ یہ نہیں کوئی اور کنسٹبل تھا۔ بہر حال اس سے اسکی کہانی غلط ثابت ہوئی اور معلوم ہوا کہ جو کچھ اسنے بیان کیا تھا وہ ہندو برادران وطن کے پھیلائے ہوئے خطرہ کا اثر تھا۔ اس لئے ہمارے ملکی بھائیوں کو ہدایت دے کہ وہ ایسی ہولناک بے بنیاد باتوں کو شائع کر کے بدامنی پھیلانے سے باز آجائیں۔

خاکسار
ایڈیٹر "پیغام صلح"

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ کے متعلق گذشتہ اشاعت میں سکرٹری صاحب کی روایت پر لکھا گیا تھا کہ ...... آپ ۲۵ر اگست کی شام کو لاہور پہنچنے کی امید کیجاتی ہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ تاریخ کے متعلق سکرٹری صاحب کو غلطی لگ گئی تھی حضرت امیر ایدہ اللہ در اصل بدھ ۲۶ر اگست ۱۹۳۱ء کی شام کو لاہور پہنچینگے۔ اور دو تین دن یہاں قیام فرمائینگے جناب مولانا مولوی ... الدین صاحب پرسوں سے لاہور آئے ہوئے ہیں۔ آپ بھی چند دن تک یہاں ٹھہرینگے

لاہور میں ۲۴ر اگست کو ایک نہایت ہولناک حادثہ وقوع پذیر ہوا۔ ایک اٹھارہ انیس سالہ احمدی نوجوان (نذیر احمد نام) جو پسرور ضلع سیالکوٹ کا رہنے والا تھا۔ اور لاہور میں معماری کا کام کرتا تھا۔ دن کے ۱۲ بجے کام کرتے ہوئے کوئی ۲۰ فٹ کی بلندی سے نیچے آپڑا۔ اور اسی دن شام کو فوت ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم نہایت شریف لڑکا تھا۔ اور اپنی والدہ کا ایک ہی بچہ تھا۔ احباب کرام سے درخواست ہے کہ اس کا جنازہ غائب ضرور پڑھیں۔ اور اس کی والدہ کے لئے صبر کی دعا فرمائیں۔

ہمارے ایک دوست حکیم عبد الواحد صاحب چکیانہ ضلع ہزارہ سے لکھتے ہیں کہ ان کی اہلیہ مکرمہ بیمار ہے۔ اور کچھ دنوں سے بیماری ترقی پر ہے۔ احباب کرام انکی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔

بقیہ صفحہ اول

عیسائی حکومت کی برکات کے طور پر ان لوگوں کے دلوں پر ہمیشہ یہ بات نقش کرنے کی کوشش کی گئی کہ انہیں برہمنوں کے پنجہ سے نکلنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اور ان کی نجات کی واحد صورت یہ ہے کہ وہ برہمنوں کے ہاتھ سے نکل کر حضرت مسیح کے بھیڑوں کی گلہ بانی میں آجائیں۔ کچھ عرصہ سے انہوں نے اپنی قوت تبلیغی کو بہت بڑھا رکھا ہے چنانچہ اس وقت کیلی پال گھاٹ کی تحصیل میں پانچ مختلف تبلیغی جماعتیں کام کر رہی ہیں چونکہ کوئی دوسری مذہبی جماعت ان کے مقابلہ میں تیہ قوم کے اندر کام نہیں کر رہی تھی۔ اور ان کی جماعتیں دولت حکومت اور ہر قسم کے ساز و سامان سے لیس تھیں۔ ربنا انک اتیت فرعون وملاۂ زینۃ واموالا فی الحیوۃ الدنیا۔ مسلمان ان کے مقابلہ میں بالکل سو رہے تھے۔ اور ان کی اپنی حالت "رخت روئی سے تری آئینہ ہے رسوا تر" سے زائد نہ تھی۔ اس لئے یہ عیسائی جماعتیں تیہ قوم کے تمام بڑے بڑے لیڈروں کو اپنا ہمنوا بنا چکی تھیں۔ اور اس بات پر بالکل تیار کر چکی تھیں کہ دفعۃً واحدۃً عیسائی ہو جائیں ان کی آمادگی کا اندازہ اس ایک امر سے ہو سکتا ہے۔ کہ وہ شب و روز اپنی قوم کے ان افراد کی ایک فہرست تیار کرنے میں مصروف تھے۔ جو فوراً عیسائی مذہب قبول کرنے پر آمادہ تھے

غیرت حق کو جنبش اور آئی کے سنگھم کا فیصلہ

جب واقعات و حالات یہاں تک پہنچ چکے۔ تو خدا کی غیرت جوش میں آئی اور اس نے ٹراونکور اور کوچین کے نوجوانوں کی اس جماعت کو جو دو تین ہی سال قبل مسلمانوں میں اصلاحی کام کرنے کے لئے وجود میں آئی تھی۔ اس ہولناک خطرہ کی طرف متوجہ کیا۔ یہ جماعت باوجود نہایت ہی حدیث القیام ہونے کے گذشتہ

اصلاحی کام سرانجام دے چکی ہے اس کے کارکن نہایت ہی مخلص باہمت اور پرجوش نوجوان ہیں۔ بالخصوص مولوی کنجی محمد صاحب اور مسٹر کے ایم سیدی بی اے تو وہ حضرت ہیں۔ کہ جن پر ہم مسلمان جسقدر بھی فخر کریں کم ہے۔ اس جماعت کے حالات پر پھر کسی موقع پر روشنی ڈالی جائے گی کیونکہ شمالی ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے ان کے حالات میں بعض ضروری اسباق موجود ہیں۔

سر دست تو عرض کیا جا رہا ہے کہ خدا نے اس جماعت کے ارکان کو اس خطرہ کی طرف متوجہ کیا۔ اور انہوں نے اپنے گذشتہ سالانہ تعلیمی اجلاس کے موقعہ پر زیر صدارت مسٹر محمد شمشاد ایم۔ ایل۔ اے کالی کٹ میں ایک تبلیغی جماعت کی بنیاد بھی رکھ دی۔ اس جماعت کا نام مالابار اشاعت اسلام کمیٹی رکھا گیا۔ اس جماعت میں علاوہ کالی کٹ کے اکابر و رؤسا مثلاً آنا کویا تنگل۔ علی براجی کویا حسن کویا سی طلی عبد اللہ کویا کنجی موسے وغیرہ ہم کے مسٹر محمد شمشاد ایم۔ ایل۔ اے مسٹر کے۔ پی۔ ایم ایل۔ سی۔ اور ضلع بھر کے نامور باثر حضرات شامل تھے چنانچہ اس کا اعلان اخبارات میں ہو چکا ہے۔

تازہ خبریں

حکومت پنجاب نے غیر رسمی گزٹ میں اعلان کیا ہے کہ سر میاں فضل حسین وزیر تعلیم پنجاب گذشتہ جمعہ سے مستعفی ہو گئے ہیں اور ان کی جگہ چوہدری چھوٹو رام وزیر زراعت عارضی طور پر وزیر تعلیم مقرر کئے گئے ہیں جو سنیچر سے کام شروع کریں گے۔

گذشتہ شنبہ کو اعلان کیا گیا تھا کہ سر فضل حسین سر محمد حبیب اللہ کی جگہ جو تین ماہ کے لئے رخصت پر جا رہے ہیں گورنر جنرل کی انتظامی کونسل میں رکن کی حیثیت سے کام کریں گے۔

لاہور۔ ۲۲۔ اگست۔ اخبار گورو گھنٹال کے ایڈیٹر و پرنٹر منگل سنگھ نے عدالت ماتحت کے فیصلہ کے خلاف سشن جج لاہور کی عدالت میں اپیل دائر کیا تھا۔ لیکن آج سشن جج نے ملزم کا اپیل خارج کر دیا ہے اور عدالت ماتحت کے فیصلہ کو بحال رکھا ہے۔

لاہور۔ ۲۱۔ اگست مسٹر گارڈن سشن جج لاہور ایک قتل کے مقدمہ کی سماعت کر رہے ہیں۔ اس مقدمہ میں ایک شخص مسمی چراغدین کے اوپر دریام سنگھ کو قتل کر ڈالنے کا الزام لگایا گیا ہے۔ استغاثہ کا بیان ہے کہ چراغدین کا آنجہانی کی عورت کے ساتھ ناجائز تعلق تھا چنانچہ اس نے اسے قتل کر ڈالنے کی سازش کی۔ دریام سنگھ کمہار کے گاؤں میں ایک ساہوکار کا روپیہ دینا تھا اور ساہوکار نے اسکے خلاف عدالت سے ڈگری حاصل کر لی تھی۔ چراغدین نے دریام سنگھ سے کہا کہ اگر تم میرے ساتھ اس بنئے کے مکان پر چلو تو میں تمہارا روپیہ معاف کرا سکتا ہوں چنانچہ دریام سنگھ اس کے ساتھ چلنے پر رضامند ہو گیا۔ رات کے وقت وہ ساہوکار کے مکان کی طرف چلے اور راستہ میں چراغدین اور اس کے ساتھی نے جو بعد میں اقبالی گواہ بن گیا ہے۔ دریام سنگھ کو قتل کر کے ریل کی پٹڑی پر ڈال دیا۔ لاش پولیس کو ملی اور تفتیش کرنے پر چراغدین کا چالان کر دیا گیا مرحوم کی بیوی نے عدالت میں بیان دیا ہے کہ ملزم نے قتل سے پیشتر اسے کہا تھا کہ وہ دریام سنگھ کو قتل کر کے اس کے ساتھ شادی کرے گا۔

امرتسر ۲۲۔ اگست۔ سوامی اودکارانند جیل سے مخلصی پا کر امرتسر تشریف لے آئے ہیں آپ کو دو سال قید کی سزا اس جرم پر ہوئی تھی کہ آپ نے جیتو کی سرگذشت آتشبازی دیو اخبار

کھونٹی سیاہ نکلتی ہے

طلسمی سفوف مع تیل کے استعمال سے سفید بال جڑھ سے سوا ماہ کے اندر اندر سیاہ ہو جاتے ہیں اور پھر تمام عمر سفید نہیں ہوتے کیونکہ کھونٹی سیاہ نکلتی ہے پس آئندہ خضاب کی شیشیاں توڑ کر پھینک دیجئے۔ ایک بکس ایک ... کے لئے کافی ہے قیمت چھ روپیہ دس آنہ محصولڈاک مفت ... اکٹھا منگا کر بیوپار ہو ایک بکس ساڑھے تین روپیہ دو بکس چھ روپیہ تین بکس آٹھ روپیہ محصولڈاک دیا جائیگا تاکہ عام فائدہ اٹھا سکیں۔ ... گورنمنٹ عالیہ کے بڑے بڑے معززین عہدہ دار رؤسا امرا ہندو کلا بیرسٹرز ... کے بڑے بڑے نامور یافتہ ڈاکٹر حکیم طبیب وید منگا کر استعمال کر رہے ہیں۔ آپ بھی رعایت سے فائدہ اٹھائیں۔ اور صداقت کا تجربہ کریں۔ کافی سندات موجود ہیں ... اگر غلط ہو تو دام واپس اگر نہ دینگے اس اخبار میں شکایت درج کرائیں اور قانونی چارہ جوئی کر کے دام وصول کریں۔ ایسی قیمت کا اقرار نامہ ہمراہ پارسل روانہ ہوتا ہے ... ایک سفوف ... شہرت کی ... گورنمنٹ سے رجسٹری شدہ ہے ... نرم سے نرم جگہ کے بال تمام عمر کیلئے اکھیڑ دیتا ہے پھر دوبارہ پیدا نہیں ہوتے ... کے پاس ...

شیخ غلام رسول گجرات والے ڈائمنڈ ہال لاہور کی مجرب مفید اور مشہور عالم ادویہ

سرمہ مقوی بصر (رجسٹرڈ) دھند۔ جالا۔ غبار۔ خارش۔ پانی گرنا۔ سرخی اور ضعف بصر کے لئے مفید ہے۔ ۱۸۹۷ء سے بنتا ہے۔ اور ہندوستان ...

مفرح زندگی (رجسٹرڈ) دماغ اور پٹھوں کی طاقت کیلئے بہترین ... ہندوستان کے تمام بازاروں میں بکتا ہے۔ فی شیشی آٹھ آنہ پیکٹ دو آنہ

[illegible] (رجسٹرڈ) طاقت مردی کی حیرت انگیز گولیاں۔ فی شیشی دو روپے۔

[illegible] آنکھ کی دوا (رجسٹرڈ) درد۔ چبھن۔ سوزش۔ ورم اور سرخی وغیرہ کا نادر علاج۔ فی شیشی بارہ آنہ۔

[illegible] کی دوا (رجسٹرڈ) ... کے لئے مسلمہ مفید دوا ہے۔ فی شیشی ایک روپیہ۔

بال کا دشمن (رجسٹرڈ) ہر بال کو جڑ سے اکھاڑ دینے کے لئے نہایت مجرب دوا ہے فی شیشی ایک روپیہ۔

سرمہ ابتدائی الماء موتیا بند (رجسٹرڈ)۔ اس سرمہ کے استعمال سے بفضل خدا ... دور ہو کر آئندہ پانی کا اترنا یکقلم موقوف ہو جاتا ہے فی شیشی ... روپیہ

سرمہ سپید (رجسٹرڈ) دھند جالا۔ غبار۔ تاریکی چشم اور ضعف بصارت کے دفیعہ کیلئے مقبول عام ہے۔ فی شیشی ایک روپیہ

[illegible] کا سرمہ (رجسٹرڈ) شیر خوار بچوں کی نازک اور دلربا آنکھوں کیلئے خالص بیضہ اور سفید تر سیاہ سرمہ۔ فی شیشی خورد چھ آنہ۔ درمیانہ ایک روپیہ کلاں ڈیڑھ روپیہ

[illegible] (رجسٹرڈ) بچوں کو چیچک، خسرہ اور پھنسی پھوڑوں سے محفوظ رکھنے کا مانا ہوا ... علاج۔ فی شیشی ایک روپیہ۔

[illegible] زندگی (رجسٹرڈ) بدہضمی۔ درد شکم۔ اسہال اور دیگر ایسے عوارض کے لئے مسلمہ مفید۔ فی شیشی ڈیڑھ روپیہ۔

سفوف مقوی معدہ (شیریں) خوش ذائقہ خوشبودار۔ قوت ہاضمہ میں ترقی طاقت پیدا کرنیوالی بالخصوص نازک مزاج عورتوں مردوں اور بچوں کیلئے فی شیشی ایک روپیہ

سفوف ہاضمہ (نمکین) بگڑے ہاضمہ کو درست کرتی ہے دیر ہضم غذا کو فوراً تحلیل کرتی ہے۔ قوت ہاضمہ کو بڑھاتی ہے۔ فی شیشی بارہ آنہ۔

[illegible] کی گولیاں۔ شیر خوار بچوں سے بوڑھوں تک ہر موسم میں مفید ہیں۔ فی شیشی بارہ آنہ۔

[illegible] دندان۔ ماس خورہ۔ بدبوئے دہن۔ دانتوں کے درد مسوڑوں کے ورم اور خون آنے کو نافع ہے۔ فی شیشی بارہ آنہ۔

سرمہ دافع پھولا۔ اس سرمہ کے مستقل استعمال سے تازہ پھولا بفضل خدا دور ہو جاتا ہے۔ فی شیشی ایک روپیہ۔

سرمہ لگانے کی سلائی۔ جرمن سلور کی بنی ہوئی خالص چاندی کا گلٹ۔ طبی طور سے مفید۔ نہایت خوبصورت اور مقبول نظر۔ فی سلائی چار آنہ۔

یہ ادویہ ہندوستان کے تمام بازاروں میں کارخانہ کے مقررہ داموں سے جو ہر دوا کے سامنے درج ہیں فروخت ہوتی ہیں ... تاجر سے نہ ملیں یا آپ ایسی جگہ میں رہتے ہوں۔ جہاں کوئی دکاندار ادویہ کو بغرض فروخت سٹاک میں نہ رکھتا ہو تو آپ بلا تامل ... کے پتہ سے لکھ کر طلب کیجئے۔ مذکورہ بالا داموں سے روانہ ہوں گی۔ صرف پیکنگ اور خرچہ وی پی زائد لیا جائیگا اگر بغرض فروخت زیادہ مقدار ... تجارتی نرخ نامہ طلب فرمائیے۔

جلد ۱۳ | مدینۃ المسیح لاہور یوم یک شنبہ مطبوعہ ۹ صفر المظفر ۱۳۴۴ ہجری مطابق ۳۰ اگست ۱۹۲۵ء عیسوی | نمبر

اشاعت اسلام افریقہ میں

"غیر مسلح" اسلام کی فتوحات

اشاعت گذشتہ میں ہم اس ذوق تبلیغ کی جہانگیری و عمومیت پر بحث کر چکے ہیں۔ اب ضرورت ہے کہ اس بحث میں اس مسئلہ پر بھی روشنی ڈالی جائے کہ اس ذوق عمیم نے کس طرح ملکوں کو فتح کیا ہے۔ اور وہ کون لوگ تھے جن کے ہاتھوں اسلام کو اس قدر عالمگیر وسعت حاصل ہوئی ہے۔ ہندوستان ایران اور عرب و مصر وغیرہ ممالک کو جانے دیجئے کہ یہاں مسلمانوں کو حکومت بھی حاصل ہوئی ہے۔ اور اس لئے مخالفین یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ بہت ممکن ہے کہ ان ممالک میں اشاعت اسلام تلوار کی رہین منت ہو۔ ہمیں افریقہ اور چین و جزائر ملایا کو لینا چاہیئے۔ جہاں تمام مخالفین بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اسلام کو کبھی تلوار استعمال کرنے کا موقع نہیں ملا۔ اور اس سے زیادہ ممالک تاتار و ترکستان کو لینا چاہیئے۔ جہاں تاریخ کا صریح فتویٰ یہ ہے۔ کہ "غیر مسلح" اسلام نے مسلح کفر کا مقابلہ کر کے اسے شکست دی ہے۔ ان مثالوں سے ہم قارئین کرام کو یہ دکھانا چاہتے ہیں۔ کہ مذہبی شغف رکھنے والے مسلمانوں نے اس دین مقدس کی کس طرح خدمت کی ہے۔ اور اگر ہم بھی اسی طرح مذہبی جذبہ سے متحرک ہو جائیں۔ تو کس طرح ان تبلیغ و حفاظت اسلام کے مسائل کو حل کر سکتے ہیں جن کے لئے تین سال سے کانفرنسوں پر کانفرنسیں منعقد کی جا رہی ہیں۔ اس سلسلہ میں ہم سب سے پہلے افریقہ سے بحث کرینگے۔

مغربی سوڈان میں اشاعت اسلام

مغربی سوڈان میں اسلام کی اشاعت سب سے پہلے ان نومسلم بربرہ نے کی جو تجارت کے سلسلہ میں وہاں آتے جاتے تھے۔ ان بربری قبائل میں ملثمونہ اور جدالہ نامی دو قبیلوں نے یوسف بن تاشفین کے عہد میں تقریباً تمام مغربی سوڈان کو اسلام کی روشنیوں سے معمور کر دیا تھا۔ پانچویں صدی ہجری میں انہی بربری تاجروں نے غانہ کی حبشی ریاست کو مسلمان کر لیا۔ اور اس کے بعد سوڈان کی قدیم ترین ریاست سونغائی بھی ان کے ہاتھوں مسلمان ہو گئی۔ چھٹی صدی ہجری میں ان کے اثرات حبشہ کی ریاست میں بھی پہنچ گئے۔ اور اس کے بعد ٹمبکٹو کا مشہور تجارتی شہر اشاعت اسلام کا سب سے بڑا مرکز بن گیا۔ حبشی لوگ تجارت کے سلسلہ میں یہاں آتے تھے۔ اور بربری تاجروں سے اسلام کی گرانبہا متاع لیکر تمام سوڈان اور نائیجیریا میں پھیل جاتے تھے۔ ان لوگوں میں مذہبی شغف اسقدر ترقی کر گیا تھا کہ ابن بطوطہ جب وہاں پہنچا تو ان کے متعلق لکھتا ہے کہ یہ لوگ قرآن کے عاشق ہیں۔ اور نماز کی پابندی کا یہ عالم ہے کہ جمعہ کے دن اگر سویرے سے جا کر مسجد میں نہ بیٹھ جاؤ تو جگہ ملنی محال ہو جاتی ہے۔ ان نومسلم قوموں میں اسلام کی سب سے زیادہ سرگرم مبلغ ماندگو قوم تھی جو تمام افریقہ میں اپنی عادات و خصائل کے اعتبار سے نہایت ممتاز قوم ہے۔ اس کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ ہاسا قوم نے اسی کی کوششوں سے اسلام قبول کیا۔ ہاسا قوم وہ ہے جو وسطی و بالائی افریقہ میں بہا یت ذی

مستعد۔ اور تجارتی قوم شمار ہوتی ہے۔ تقریباً تمام سوڈان اور نائیجیریا کی تجارت پر قابض ہے۔ اور گالینا سے لیکر قاہرہ تک اس کے تجارتی کاروان آتے جاتے ہیں۔ اشاعت اسلام کے لئے اس تجارتی قوم کی زبردست کوششوں کا ذکر آگے آتا ہے۔

مشرقی سوڈان میں اشاعت اسلام

مشرقی سوڈان میں اسلام کی اشاعت مصری تاجروں نے کی اور خصوصیت کے ساتھ جب مصر کی فاطمی خلافت کا خاتمہ ہوا تو بہت سے عرب بھاگ کر سوڈان کے علاقہ میں پہنچ گئے۔ اور انہوں نے کردوفان۔ باغرمی۔ اور دار فور تک اسلام کو پھیلا دیا۔ اس علاقہ میں ٹیونس اور طنجہ کے عرب تاجروں نے بھی اس فریضہ مقدسہ کو انجام دیا ہے۔ اور خصوصاً جنوب مغربی سوڈان اس سعادت عظمیٰ کے لئے انہی کا منت کش احسان ہے۔ بعد میں ایک عرب احمد نامی نے دار فور میں اسلامی حکومت بھی قائم کر دی جسے کئی سو برس بعد محمد علی پاشا نے اپنی حکومت میں جذب کر لیا۔

بالائی افریقہ میں تبلیغی روح

اٹھارویں صدی کے اواخر میں بالائی افریقہ کے مسلمانوں میں ایک نئی تبلیغی روح پیدا ہوئی جس کی ابتدا شیخ عثمان دانفودیو سے ہوتی ہے۔ اس شخص نے محمد بن عبدالوہاب نجدی کی تعلیمات سے متاثر ہو کر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی مردہ سنت میں دوبارہ جان ڈال دی۔ اور خصوصیت کے ساتھ فلبی قوم میں کچھ ایسا اسلامی جوش بھر دیا کہ وہ اسلام کی خدمت کیلئے سر بکف کھڑی ہو گئی اور گوبر کی قدیم ریاست میں بت پرستی کا خاتمہ کر کے تمام ہاسا لینڈ کو کفر و شرک کی نجاستوں سے پاک کر دیا۔ ۱۸۱۶ء میں جب دانفودیو کا انتقال ہوا تو وہ ممالک ہاسا کا کامل خود مختار بادشاہ تھا اور اس کی وسیع قلمرو میں کہیں بت پرستی کا نام و نشان باقی نہ تھا۔ ۱۹۰۳ء میں انگریزوں نے اس اسلامی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ مگر ہاسا و فلبی قوموں کے ذوق تبلیغ پر اس محکومی کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ چنانچہ اس بیسویں صدی میں انہوں نے یوروبا کے بت پرست علاقہ کو اسلام سے روشناس کرا لیا ہے۔ اور دریائے نائیجیریا کے جنوب تک دین متین کی اشاعت کر دی ہے۔ ایجیبو کے علاقہ میں پہلی مرتبہ انہوں نے ۱۸۹۴ء میں اپنا کام شروع کیا۔ اور چند ہی سال میں اسقدر ترقی کی کہ ۱۹۰۸ء میں وہاں کے ایک شہر میں ۲۰ اور دوسرے میں ۱۲ مسجدیں بن گئیں۔ اسی طرح نائیجیریا کے جنوب میں وہ ۱۸۹۹ء کے بعد اسلام کا پیغام لیکر گئے۔ اور ۱۹۱۲ء میں یہ کیفیت ہو گئی کہ اس علاقہ میں مشکل ہی سے کوئی قبیلہ ایسا رہ گیا ہو گا جس نے اس صدائے حق پر لبیک نہ کہی ہو۔

افریقہ کا مغربی ساحل

افریقہ کا مغربی ساحل مسلمانوں کا ایک اور تبلیغی میدان ہے۔ گالینا سرالیون۔ لیبریا اور سنڈی وغیرہ ساحلی علاقوں میں آج سے کوئی سوا سو برس پہلے مسلمان تاجروں اور دیگر کاروباری آدمیوں نے تبلیغ اسلام کی ابتدا کی۔ اور تھوڑی ہی مدت میں وہاں کی حبشت کو تہذیب و تمدن سے بدل دیا۔ ۱۸۰۲ء میں سرالیون کی ایک انگریزی کمپنی نے دار العوام میں ایک درخواست پیش کرتے ہوئے لکھا تھا کہ:۔

یہاں سے تقریباً ۸۰ میل کے فاصلہ پر آج سے ۷۰ برس پہلے چند آ کر مقیم ہوئے تھے۔ عام مسلمانوں کی طرح یہاں بھی انہوں نے مدرسے اسلامی تعلیم دینی شروع کر دی۔ اور اس بات کا عہد کر لیا۔ کہ جو شخص اسلام اسے غلام بنا کر نہیں بیچا جائے گا۔ تھوڑے عرصہ میں یہاں تہذیب اور اثرات رونما ہونے لگے۔ آبادی بڑھ گئی خوشحالی نے ترقی کی۔ اور رفتہ علاقہ میں اسلام کا اثر سب پر غالب آ گیا۔ اور لوگ فوج در فوج مسلمانوں میں داخل ہو رہے ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عنقریب سارا علاقہ

سیرالیون ہی کے لوگوں ۔۔۔

. . . .

ان کے متعلق ڈاکٹر بلائیڈن لکھتا ہے کہ:۔

"ان لوگوں کے ہاں کوئی خاص جماعت تبلیغ دین کے لئے مخصوص بلکہ ان کا ہر فرد مبلغ ہے۔ جہاں کہیں پانچ چھ مسلمان جمع ہو جاتے ہیں مسجد بن جاتی ہے۔ اور وہ چھوٹی سی عمارت ہی اس بستی میں اشاعت اسلام کا ہے۔ ان کے اصول بھی نہایت سادہ ہیں۔ ہر شخص جو کلمہ پڑھ کر نماز پڑھنے اور ... سے پرہیز کرنے کا اقرار کر لیتا ہے۔ وہ ان کی عالمگیر برادری کا ایک رکن بن جاتا ہے۔"

گائنا میں اسلام

گائنا میں اسلام کے سرگرم مبلغ ہاسا قوم کے تاجر ہیں۔ ان کی دلکش اور امتیازی شان حبشی قبائل کو ان کے گرد کھینچ لاتی ہے۔ اور وہ نہایت ... کے ساتھ انہیں اپنے مذہب میں داخل کر لیتے ہیں۔ داہومی اور اشانتی قوموں نے ابھی چند ہی سال سے کام شروع کیا ہے۔ اور اس لئے تمام ... میں یہی دو علاقے ایسے ہیں جہاں تھوڑا بہت کفر و بت پرستی کا نام و نشان ... لاگوش میں مسلمانوں کا بڑا زور ہے۔ ان کی آبادی تقریباً ۸ ہزار تک پہنچ چکی ہے۔ ... میں فلبی۔ ہاسا۔ اور ماندنگو تینوں قوموں کے لوگ موجود ہیں۔ اپنے کاروبار کے ... میں ان لوگوں کو دور دور تک جانا پڑتا ہے۔ اور اس لئے ان کی بدولت تمام نائیجیریا اور گولڈ کوسٹ نور اسلام سے معمور ہو رہا ہے۔ سینیگال کے دہانہ سے تک ۲ ہزار میل کے ساحل پر تقریباً ایک بستی بھی ایسی نہیں جہاں کم از کم ایک مسجد اور ایک مولوی موجود نہ ہو۔ ہر مسلمان خواہ وہ تاجر ہو یا انگلستان و فرانس کا ملازم۔ اس کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ جس کافر و بت پرست سے ملے اس تک قرآن کی تعلیم کو پہنچا دیتا ہے۔ اس زبردست ذوق تبلیغ نے عیسائی مشنریوں کی تمام امیدوں پر پانی پھیر دیا ہے۔

مشرقی افریقہ میں اشاعت اسلام

مشرقی افریقہ بھی عربی تاجروں ہی کے ذریعہ اسلام کی سعادت عظمیٰ سے بہرہ اندوز ہوا۔ بیسویں صدی عیسوی تک ان لوگوں نے تمام سواحل زنجبار کو ... سے روشناس کر دیا تھا۔ اور جگہ جگہ مقدیشو اور کلوا جیسی اسلامی بستیاں قائم تھیں۔ مگر اصل تبلیغی کام اس وقت شروع ہوا جب جرمنی۔ انگلستان و اٹلی نے ان ممالک میں نوآبادیاں قائم کیں۔ اور اندرون ملک تک پہنچنے کے ذرائع مہیا کر لئے۔ ان سلطنتوں کو مسلمانوں کے سوا اور کوئی جماعت نہیں مل سکتی تھی جو فوج۔ پولیس۔ عدالت۔ تعلیمات۔ مالگذاری غرض ہر محکمے میں مسلمان بھر گئے۔ اور انہوں نے اندرون افریقہ میں پہنچ کر سب سے زیادہ سرگرمی کے ساتھ جو خدمت انجام دی وہ اسلام کی اشاعت تھی۔ بیسویں صدی کی ابتدا میں ...

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور
۱۱-۹ صفر المظفر ۱۳۴۲ھ ستمبر ۸۳

اسلام اور مسیحیت

(۲)

موجودہ مسلمانوں کا طریق عمل

ت طلاق ہی کا مسئلہ نہیں جس کے متعلق مسیحی دنیا کو آج دشواریاں
ی ہیں - اور بھی بیسیوں مسائل ہیں - جن میں انہیں آئے دن ترمیم
ی پڑتی ہے - حال ہی کی بات ہے - کہ کلیسا کی نمازوں سے زبور کے
ائیہ کلمات کو جن میں دشمنوں پر لعنتیں اور بددعائیں کی گئی ہیں -
یا ہے - ایسا ہی عورت کے متعلق کلیسا کا ہمیشہ سے یہ قانون
ہے کہ مرد کی مطیع اور فرمانبردار ہو کر رہے - پولوس نے جناب مسیح کی
بہاں اور بہت سی نئی باتیں ملائیں - وہیں عورت کے متعلق خاص
تعلیم دی کہ وہ ہمیشہ مرد کی مطیع ہو کر رہے - اس تعلیم کے مطابق
ے وقت گرجا میں اسے اقرار کرنا پڑتا تھا - کہ اپنے خاوند کی مطیع رہونگی
حال کی آزاد خیال عورتوں کے لئے یہ کلمہ نہایت ہی جگر خراش تھا
پ کو خاوند کی مطیع نہیں بلکہ برابر کی حصہ دار سمجھتی رہیں - اطاعت
ان کے لئے وبال جان ہے - اسی لئے کلیسا کے اس قانون کے
ز صدائے احتجاج بلند ہوئی - اور آخر کار کلیسا کو حالات زمانہ کے سامنے
جھکانا پڑا - اور صنف نازک کے جذبات کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس فقرہ
لیا -

نو ایسی باتیں ہیں جن کا تعلق کسی حد تک شریعت کے ساتھ ہے -
اوہ بہت سے مسیحی معتقدات ہیں جن کا آج ارکان کلیسا نے کھلے
ر کر دیا ہے - اور کسی طرح وہ ایسا نہ کریں - جب کہ زمانہ کے نت نئے
ے اور علوم جدیدہ کی روشنی کے وہ صریحاً خلاف ہیں - کہ مسئلہ ارتقا
ئے بائبل کی کتاب پیدائش کی کہانیوں پر کیونکر ایمان لا سکتے اور ان
نا پا سکتے ہیں - جو لوگ آج اس حقیقت کو معلوم کر چکے ہیں کہ زمین
ے گرد چکر لگا رہی ہے - وہ بائبل کے اس بیان کی کیونکر تصدیق
جس میں زمین کو ساکن قرار دیا گیا ہے -

اور اس قسم کی بہت سی باتیں خود اہل کلیسا کے ایمانیات کو متزلزل
ہیں - اور سوائے ان لوگوں کے جن کا یہ ذریعہ معاش ہے کہ وہ
کی طرف لوگوں کو بلائیں - پڑھے لکھے لوگ عام طور پر برائے نام
ستے ہیں - اور عقائد میں وہ اسلام کے ہم آواز ہیں - باوجود اس کے
مشنوں کی امداد کرنا ضروری سمجھتے ہیں جو اس وقت اکناف عالم میں
یت کے کام میں سرگرم ہیں - اس وجہ سے نہیں کہ وہ تبلیغ کو مفید
خیال کرتے ہیں - بلکہ ان نیک کاموں کی وجہ سے جو ہمدردی خلائق
ان مشنوں نے اپنے ہاتھ میں لے رکھے ہیں - سکولوں اور ہسپتالوں
خانوں وغیرہ کی صورت میں جو کام اس وقت مسیحی مشنوں کے ذریعہ
ہے وہی ایک چیز ہے جس کے لئے مغرب کے حریت پسند احباب بھی کروڑہا
ان مشنوں پر خرچ کرنے سے دریغ نہیں کرتے - اس کے بالمقابل
ما کی حالت کو دیکھئے جن کے معتقدات آج بھی ویسے ہی معقول
اتباع ہیں جیسے آج سے تیرہ سو سال پہلے تھے - جن کے ہاں نہ کوئی
تلاف ہے - اور نہ شریعت کے کسی مسئلہ میں ترمیم و تنسیخ کی ضرورت
و کوئی شخص کسی چھوٹے سے فرقہ سے ذرا بھی اختلاف رکھتا ہے - تو وہ اس بات کا ہرگز
ہے کہ غیر مذاہب کے سامنے اسلام کی تبلیغ کر سکے -

مسلمان اس بات کو کبھی گوارا نہیں کر سکتے - کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
سی ایسے شخص کے ذریعہ سے دنیا میں پہنچ جائے - جو کسی فروعی
ب میں کوئی اختلاف رکھتا ہے - ڈاکٹر ملا دیمر آج اسلامی دنیا کے بالمقابل
ت کا ایک متحدہ محاذ پیش کرنا چاہتا اور تمام فرقوں کو مسلمانوں کے
ف متحد ہونے کی دعوت دیتا ہے - خواہ وہ رومن کیتھولک ہوں - یا
ٹ - یا ان کے ماتحت فرقے - لیکن مسلمان ہیں کہ ان کا ہر ایک فرقہ

دوسرا سے دنیا میں لے جائے - ایسے موقعہ پر جہاں تک ان کا بس چل سکتا ہے
رکاوٹیں پیدا کرنے اور دین کی اشاعت کو روکنے میں کوشاں ہوتے ہیں -
اور اتنا نہیں سوچتے کہ اگر کسی معمولی بات میں اختلاف ہے - تو ہوا کرے
کم از کم غیر مسلموں کو تو اسلام میں لانے اور اسلام کی طاقت کو بڑھانے کا ایک
ذریعہ ہے - اسلام پر دشمن اپنی پوری طاقت کے ساتھ چڑھائی کر کے آتے
ہیں - ان کی مدافعت کی فکر نہیں - اگر ہے تو اسی بات کی فکر ہے کہ احمدی
جماعت فلاں جگہ جن لوگوں کو مسلمان کرتی ہے - وہ اسی کے ہم عقیدہ ہونگے
اس لئے بہتر ہے کہ اس کو تبلیغ سے روک دیا جائے - جمعیۃ العلمائے آل مسلم
پارٹیز میں احمدیوں کے شرکت کے خلاف جہاں اور بہت سی کم فہمی کی باتیں
کہیں وہیں ایک یہ بھی تھی کہ احمدیوں نے میدان انگلستان میں بھی اپنے عقائد
کی تبلیغ کی - آیندہ بھی وہ انہی عقائد کی اشاعت کرینگے - اس لئے انہیں
شامل نہ کرنا چاہیئے - اتنا نہ سوچا کہ ان کے عقائد میں آخر خدا کا ایک ماننا - محمد
رسول اللہ صلعم کی رسالت پر ایمان لانا - قرآن کریم کو آخری کتاب سمجھنا بھی شامل
ہے - اگر ان سب باتوں کے ساتھ وہ وفات مسیح کو منوالیں تو کونسا اندھیر آ جائیگا
یہ کونسے کفر کی تبلیغ ہو گی - لیکن جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہو کہ احمدی ہونا آریہ
اور عیسائی ہونے سے بدتر ہے - ان سے اس بات کی توقع کب ہو سکتی ہے
کہ وہ ذرا بھی وسعت قلبی دکھائیں - اور اسلام کی تبلیغ میں ممد و معاون بنیں
لیکن کاش - اگر ایک متحدہ محاذ غیر مسلموں کے بالمقابل پیش نہیں کر سکتے تو
کم از کم یصدون عن سبیل سے ہی باز آ جائیں -

بہرحال اس زمانہ میں اسلام اور عیسائیت دو ایسے مذاہب ہیں
جن میں سے ایک باوجود عالمگیر اصولوں اور وسیع خیالات کے نیم ملاؤں کی تنگدلی
کا شکار ہو رہا ہے - اور دوسرا باوجود اپنی وقتی اور آئے دن بدلنے والی
تعلیمات کے دنیا میں عالمگیر مذہب کی حیثیت سے پیش ہو رہا ہے - کاش
مسلمانوں کے مولوی کہلانے والے اس کھلے فرق کو دیکھ کر اپنی پوزیشن پر غور
کریں - اور اسلام کے رستہ میں ایک سنگ گراں بننے سے پرہیز کریں -

سیرت خیر البشر ترکی زبان میں

قبل ازیں اس بات کا اعلان کیا جا چکا ہے - کہ ہمارے ایک ترک
بھائی عمر رضا بے نے سیرت خیر البشر کو ترکی زبان میں ترجمہ کرنے کا
فخر حاصل کیا ہے جس کا ایک حصہ چھپکر ہمارے پاس آ بھی گیا ہے - لیکن
افسوس ہے - کہ بعض وجوہات سے ہمارے اس نیکدل بھائی کو ایسی مشکلات
پیش آ گئی ہیں - جن کی وجہ سے وہ اس کار خیر کو ملتوی کرنے پر مجبور ہوئے
ہیں - سیرت کا جسقدر حصہ چھپ کر آیا ہے - اس کو دیکھ کر بے اختیار دل سے
دعائیں نکلتی ہیں - بہت ہی پاکیزہ اور خوبصورت چھپائی ہے جس سے
اس محترم بھائی کی دلی محبت کا پتہ لگتا ہے - ہمارا خیال بلکہ یقین ہے -
کہ ترکی میں اس کتاب کی اشاعت نہ صرف مسلمانوں کے دلوں میں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت پیدا کرنے اور ان کے ایمانوں کو بڑھانے
کا موجب ہو گی - بلکہ ان غیر مسلم طبقات میں بھی جو بعض خودغرض اور تعصب
پرست اشخاص کے مغالطوں کی وجہ سے اسلام اور مسلمانوں کو برا سمجھتے
اور ترکی کے لئے وبال جان بن جاتے ہیں - حضرت نبی کریم صلعم اور آپ
کے پیرووں کے متعلق حسن ظن پیدا ہو جائیگا - اور یہ امر ترکی سلطنت کے
مزید استحکام کا موجب ہو گا - اس لئے یہ ضروری ہے کہ اس نیک کام کو
جلد سے جلد پورا کیا جائے - جناب عمر رضا بے چاہتے ہیں کہ باقی حصہ کو چھپوانے
کے لئے انہیں چالیس پونڈ کی امداد دی جائے - یعنی پانچ صد روپیہ ہمارے
خیال میں یہ رقم کوئی بہت زیادہ نہیں وہ قوم جو برلن مسجد کی تعمیر کا کام
سرانجام دے سکتی اور یورپ میں اسلامی مشن قائم کر سکتی ہے - کیا وہ
ترکی جیسے ملک میں پانچ سو روپیہ کے خرچ آنحضرت صلعم کی پاک زندگی کو شائع
نہیں کر سکتی ہے - ہمارا خیال ہے - کہ ہمارے دوست اس رقم کو بہت
جلد پورا کر سکتے ہیں - صرف تھوڑی سی توجہ درکار ہے - فی الحال صوفی اصحاب
نے اس آواز کا جواب دیا ہے - اعنی جناب ڈاکٹر سید طفیل حسین صاحب ۱۰۰ روپیہ جناب
ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ۲۵ روپیہ . . . .

امید ہے - ہمارے دوسرے بھائی بھی بہت جلد دست نصرت
بڑھائینگے - اور اپنے اپنے ہاں چندہ جمع کر کے مکاسب صاحب
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کو معہ فہرست بھیج دیں گے - جہاں سے
لے کر ہم اس فہرست کو شائع کرتے رہیں گے - بہتر ہو گا اگر ہمارے
ذی استطاعت اصحاب کم از کم ایک ایک پونڈ یعنی پندرہ پندرہ روپیہ
دیں - تاکہ زیادہ انتظار کی مشقت نہ اٹھانی پڑے -

لیکن اس سے یہ مطلب نہیں - کہ وہ لوگ جو تھوڑا تھوڑا دے سکتے

ہے - اگر ہماری قوم کا ہر ایک فرد کچھ نہ کچھ حصہ لے - آنہ دو آنے یہ روپیہ
تک بھی دریغ نہ کریں - تو اس سے بہت بڑی رقم جمع ہو جائیگی بلکہ کوشش
ہونی چاہیئے - کہ اسقدر معتد بہ رقم جمع ہو جائے - کہ آیندہ بھی اس قسم کی
ضروریات کے کام آ سکے -

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ صرف لٹریچر ہی ایک چیز ہے جو تبلیغ کے کام میں
سب سے زیادہ مؤثر اور مفید ثابت ہوا ہے - وعظ اور لیکچر اسقدر دیرپا
اثر نہیں چھوڑتے جتنا لٹریچر سے فائدہ ہوتا ہے - احمدیہ انجمن اشاعت اسلام
کو اس وقت جس قدر کامیابی ہوئی ہے - وہ زیادہ تر لٹریچر ہی سے ہے
ہمارا انگریزی ترجمۃ القرآن اس وقت بفضلہ تعالےٰ دنیا کے تمام حصص میں
پھیل چکا ہے - ایسے علاقوں میں جہاں مبلغین کا پہنچنا بھی مشکل ہے - اس
ترجمے نے اسلام کی وہ خدمت کی ہے - جو شاید مستقل تبلیغی مشنوں سے بھی
نہ ہو سکتی - اس لئے ہماری جماعتوں کو لٹریچر کی اشاعت میں بہت بڑھ کر
حصہ لینا چاہیئے - اور موجودہ تحریک کو فوراً لبیک کہنا چاہیئے -

شدھی یا سنگھٹن

کہا جاتا ہے - کہ شدھی اور سنگھٹن دو الگ الگ تحریکیں ہیں - ایک مسلمانوں
اور . . . . غیر ہندو اقوام کے لئے ہے - اور دوسری ہندوؤں کے اندرونی
نظام کی درستی کے لئے - لیکن واقعات پر اگر نگاہ ڈالی جائے - تو یہ صحیح نہیں معلوم
ہوتا ہے - کہ مؤخر الذکر تحریک محض ہندوؤں کے لئے ہے - ہمارے خیال میں
یہ بھی مسلمانوں ہی کے لئے شروع کی گئی ہے - اور یہ شدھی کی تحریک کو کامیاب
بنانے کے لئے ایک دوسرا ہتھیار ہے - اس بارہ میں ذیل کے واقعات کو پڑھئے
اور سنگھٹن کا رخ پہچانئے -

۱ - پانی پت میں محرم کے موقعہ پر دو تین ہزار جاٹوں کا ایک مسلح گروہ مسلمانوں
کے مقابلہ میں کامل تین گھنٹہ تک اڑا رہا - اور حکام کی منت و سماجت کے
باوجود بھی وہاں سے نہ ہٹا اور صاف کہا کہ چند کا معاملہ ہے - جس کے معنے
صاف ہیں - کہ وہ مسلمانوں کو مارے بغیر وہاں سے ہٹنا نہ چاہتے تھے -

۲ - "تیج" کے ایڈیٹر لالہ پھول چند (آنریری مجسٹریٹ پانی پت) کے حقیقی
ماموں زاد بھائی ہیں - یہ لوگ دیہات کے سربرآوردہ جاٹوں سے کہتے ہیں
کہ مسلمانوں کو تنگ کرو - تا آنکہ یہ شدھ ہو جائیں - یا دیہات چھوڑ کر بھاگ
جائیں -

۳ - موضع آسن خورد میں گونگا نامی کا میلہ ہوا کرتا تھا - لیکن امسال یہ
اہتمام ہو رہا ہے کہ اس میلہ کا انتظام دیوی تالاب (پانی پت) پر کیا جائے -
جس میں جاٹوں کی بڑی تعداد باہر سے لانے کی تیاریاں ان لوگوں کی طرف سے
ہو رہی ہیں -

۴ - للو ولد دل میر مسلمان جاٹ نے وفد خلافت سے بیان کیا کہ ہمیں آسن
کلاں کے ہندو گوجروں - بلیوں - برہمنوں - جھیوروں نے ستانا اور تکلیف دینا
شروع کر دیا - ان لوگوں کی تعداد ہم سے بہت زیادہ ہے - مسلمانوں کے کل چالیس
گھر ہیں - اور ان کے دو سو سے زائد گھر ہونگے یہ لوگ ہمیں تنگ کرتے ہیں اور کہتے
ہیں کہ تم لوگ شدھ ہو جاؤ ورنہ تمہیں اس موضع سے نکال دیا جائیگا -

۵ - اسی شخص نے یہ بھی بتایا کہ ہم محرم کے دوسرے روز دروازہ بند کر کے گلے
ذبح کر رہے تھے - کہ پچاس ہندو نمبردار کی اشتعال دہی سے لاٹھیاں لیکر مکان
میں گھس آئے اور ہم نے بمشکل اپنی جان بچائی - رات کے وقت پنچایت کر کے یہ
فیصلہ سنایا کہ اگر آیندہ گلے ذبح کی - تو تمہارے مکانوں اور گلیوں میں سور چھوڑے
جائینگے - دو روز بعد پھر پنچایت کر کے فیصلہ کیا کہ اگر مسلمانان آسن کلاں گاؤکشی سے
باز نہ آئینگے - تو بھادوں کی بیس تاریخ کو جمع ہو کر ان کا فیصلہ کر دیا جائیگا -

۶ - موضع بیگم پور کا ایک مسلمان جاٹ کبیری ولد صفدل اطلاع دیتا ہے کہ پانی پت
کے فساد کے بعد سے ہمارے ہندو ہمسایوں نے ہمیں بے حد تنگ کر رکھا ہے کل
کا واقعہ ہے کہ مغرب کی اذان کے وقت ان لوگوں نے ہمیں اذان دینے سے
روکا اور کہا کہ اگر تم پھر اذان دو گے تو ہم تمہیں رات کے وقت کاٹ کر پھینک دینگے

۷ - پانی پت میں وفد خلافت کو آدھی رات کے بعد تین مسلمانوں نے سوتے سے
جگایا - اور فریاد کی کہ ہم دو اور ہمراہیوں کے ساتھ ایک گاؤں میں مویشی خریدنے کے
لئے جا رہے تھے - دفعتہً گاؤں والے لاٹھیاں لیکر یہ کہتے ہوئے ہم پہل پڑے کہ
یہ پانی پت کے مسلے ہیں - انہیں مارو اور یہ کہکر انہوں نے ہمارے ایک ہمراہی
کے سر پر لٹھ مارا اور وہ تیورا کر گرا - اسکا اٹھارہ سالہ لڑکا بھی ایک اور لٹھ کے دار
سے بیہوش ہو کر گر پڑا پھر ہمارا تعاقب کیا گیا مگر ہم انکے ہاتھ نہ آئے . . . .
اور حملہ آوروں نے لڑکے کے باپ سے پانچ سو روپیہ بھی چھین لیا -

یہ چند واقعات صرف پانی پت کے اردگرد کے دیہات کے ہیں ایسی ہی بلکہ اس سے
بھی بری حالت یوپی میں عموماً تمام دیہات کے اندر ہے - شہروں میں بھی جہاں مسلمان
کم . . . . سنگھٹن . . . کا وار چلانے سے دریغ نہیں کیا جاتا جس سے . . .

مسلم نما نصرانی جماعت

(مولانا مولوی احمد صاحب کے قلم سے)

مولوی احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ العلماء کا ایک خط ڈاکٹر سیف الدین صاحب کچلو کے جواب میں ۱۴۔ اگست کے تنظیم میں شائع ہوا ہے جس میں جماعت احمدیہ کے متعلق بہتان و افترا سے کام لیا گیا ہے۔ اس خط میں جو باتیں احمدیہ جماعت کی طرف منسوب کی گئی ہیں وہ سراسر جھوٹ اور واقعات کے خلاف ہیں۔ اور مولوی احمد سعید نے اس خط میں اپنے اندرونی بغض و عداوت کا نقشہ کھینچا ہے ورنہ بحمد اللہ احمدیہ جماعت اور ان کا امام مجدد صدی حاضرہ ان تمام افتراؤں سے پاک ہے جو ان کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔ جمعیۃ العلماء اور دیوبندیوں کا علی العموم آج تک یہی شیوہ رہا ہے کہ احمدیوں کے خلاف ہر ناجائز ہتھیار سے کام لیا جائے اور ہمارے خیال میں یہ ان ہی لوگوں کے وارث ہیں جو کہا کرتے تھے لیس علینا فی الامیین سبیل بہرحال جو افترا مولوی احمد سعید صاحب نے اس خط میں کئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کو وہ مخاطب کر کے لکھتے ہیں:—

"آپ ذی علم ہیں۔ پنجاب کے رہنے والے ہیں مرزا اور مرزائیوں کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ اگر واقعی اس جماعت نے انبیاء علیہم السلام کی توہین کی ہے اور ایک کاذب مدعی نبوت کی تائید میں خاتم النبیین کا استہزا کیا ہے اور ایک ملعون اور مردود جھنڈے کو رحمۃ للعالمین کے جھنڈے تک پہنچا دیا ہے تو ایسے مرتدین کی ہمت افزائی کر کے اسلام کی تخریب نہ کیجئے اور جس طرح آپ نے گورنمنٹ کے مقابلہ میں جوانمردی کا اظہار کیا تھا اسی طرح اس گورنمنٹ پرست مسلم نما نصرانی جماعت کے مقابلہ میں بھی اعلائے کلمۃ الحق کا اظہار کیجئے۔"

مولوی احمد سعید کو معلوم ہونا چاہئے کہ احمدیہ جماعت کے اذہان عالیہ نے ابھی تک ان گندے افتراؤں کا تصور بھی نہیں کیا اور ان کے خیالات اور قلوب ان ناپاک تہمتوں سے پاک و مبرا ہیں۔ احمدیہ جماعت کا قلم زبان اور دل ہمیشہ ان باتوں سے تبرا کرتے ہیں اور تعظیم انبیاء ہمیشہ سے ان کا نصب العین رہا ہے۔ اسی وجہ سے آریہ سماج اور عیسائیت کے مقابلہ میں سب سے آگے بڑھتے ہیں اور ان افتراؤں سے کسی ایک کے ماننے کے لئے بھی تیار نہیں۔ انبیاء کی تعظیم و تکریم اور ان پر ایمان لانا ہمارے ایمانیات اور فرائض میں داخل ہے۔ خاص کر سرتاج انبیاء علیہم السلام محمد مصطفے احمد مجتبیٰ نبی عربی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر اور ان پر ایمان لانا اور ان کے پیغام کو راہ نجات اور شمع ہدایت سمجھنا ہمارے ایمانیات اولیہ میں سے ہیں۔ اور حضرت میرزا غلام احمد صاحب کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مجدد کے ماتحت ہم مجدد مانتے ہیں جس سے ظاہر ہے کہ نبی کریم صلعم کے پاک ارشاد کی عظمت ہمارے دلوں میں موجود ہے۔ احادیث نزول مسیح کا مصداق ہم حضرت مرزا صاحب کو ہی سمجھتے ہیں اور یہی ان کا دعویٰ تھا۔ ان کے الہام کو ہم وحی ولایت یقین کرتے ہیں۔ اور یہی انہوں نے اپنی بہت سی تحریرات میں لکھا ہے کہ میری وحی وحی ولایت ہے اور جبرائیل کے آنے کو بہ پیرایہ وحی نبوت تا قیامت مسدود مانا ہے اور نبی کریم کو خاتم النبیین مانا ہے۔ اسکی تفسیر لانبی بعدی کی ہے اور صریح طور پر لکھا ہے کہ اب نہ نیا نبی آسکتا ہے اور نہ پرانا۔ البتہ ولایت کے اعلیٰ مقام کو جیسی مبشرات اور مکالمہ الٰہیہ اور بعض امور غیبیہ بطور انعام ملتے ہیں ظلی، بروزی، لغوی، جزوی، نبوت ناقصہ، مجازی نبوت، غیر مستقل نبوت سے موسوم کیا ہے۔ اور صریح طور پر لکھا ہے کہ یہ صوفیائے کرام کی اصطلاح ہے اور ان تمام امور کو خاتم النبیین کے کامل متابعت کے ثمرات قرار دیا ہے۔ ان تمام تصریحات کے بعد ان کو مدعی نبوت قرار دینا ظلم صریح ہے جو ایک سچے مسلمان کی شان سے بعید ہے۔ حضرت مجدد اور احمدیہ جماعت گورنمنٹ پرست ہیں اور نہ ہندوستان میں رہ کر بغاوت کرتے ہیں۔

میرے خیال میں اگر مولوی احمد سعید غور کریں اور تدبر سے کام لیں تو جن باتوں کو انہوں نے حضرت مجدد اور احمدیہ جماعت کی طرف منسوب کیا ہے ان کے مصداق وہ خود ہی ہیں یا انکی ہمخیال جماعت

ذرا غور کر کے دیکھیں مولوی احمد سعید اور ان کے ہمخیال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بجسدہ العنصری آسمان پر زندہ مانتے ہیں۔ تغیرات زمانہ سے مامون اور محفوظ یقین کرتے ہیں الآن کما کان سمجھ کر انہی کے زندہ بجسدہ العنصری آسمان سے اترنے کے امیدوار ہیں۔ ان ساری باتوں کا نہ صرف قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں ذکر نہیں بلکہ دونوں میں صراحت سے ان ساری باتوں کی تردید ہے۔ حالانکہ یہی باتیں تبلیغ مسیحیت میں سب سے بڑے ہتھیار ہیں پس ان خیالات کی اشاعت سے مسیح کی الوہیت کی تائید ہوتی ہے جو گورنمنٹ پرست اور مسلم نما نصرانی جماعت کا کام ہے۔ پھر یہ لوگ قرآن کریم کی بعض آیات کو منسوخ التلاوۃ یہ الفاظ دیگر قرآن کریم کو محرف سمجھتے ہیں جو وعدہ خداوندی انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کے صریحاً خلاف ہے۔ اس سے قرآن کریم اور انجیل درباره تحریف برابر ٹھہرتے ہیں اور یہی عیسائیوں کے اعتراضات ہیں کہ مسلمانوں کا قرآن تحریف شدہ ہے۔ مولوی احمد سعید اور ان کے ہمخیال گویا اسکی تائید کر رہے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ مسلم نما نصرانی جماعت اگر کوئی ہے تو وہ یہی حضرات ہیں۔ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی بنی اسرائیل اور رسولا الیٰ بنی اسرائیل کو دوبارہ امت محمدیہ کی اصلاح کے لئے آسمان سے اتارنا نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کیج اور ساری امت محمدیہ کی ہتک نہیں۔ کیا اس سے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت منقطع نہیں ہو جاتی اور نزول مسیح کے بعد نئی نبوت نئی رسالت نئی امت کو جاری کرنا نہیں پڑتا۔ کیا نبی کریم اور امت کے ساتھ صریحاً یہ استہزا کرنا نہیں۔ کیا حضرت عیسیٰ کو نازل کر کے ان سے نبوت سلب کرنا ان کی توہین نہیں۔ مگر یہ سب کچھ مسلم نما جماعتوں میں سے آپ کی تقدس نما جماعت کا کام ہے اور کون ہے جو انبیاء کی توہین کرنے اور نصاریٰ کو مدد دینے والی ہو۔ فرط تعصب سے آپ کو اتنا بھی احساس نہیں رہا کہ اپنے حالات کو دیکھ سکیں اور الٹا اپنے افعال کو جماعت احمدیہ کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔ ذرا اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں۔ افسوس جو اسباب ارتداد آپ کو احمدیوں میں نظر آتے ہیں وہ تمام آپ کے اپنے اندر موجود ہیں۔ اور آپ خود اپنے فتووں کے رو سے واجب القتل ٹھہرتے ہیں کیونکہ آپ ہی کی جماعت فی الحقیقت مسلم نما نصرانی جماعت ہے

دلی کی پرانی اردو کا ایک نمونہ

(نوشتہ میر باقر علی صاحب داستان گو دہلی)

بوا مجھے تو رہ رہ کے یہ اچنبھا آتا ہے کہ ذرا سی بات پر کیا آپے سے نکل گئیں، جھٹ طوطے کی طرح سے آنکھیں بدل گئیں۔ اوئی قربان کروں، ایسی بھی کیا آنکھوں پر ٹھیکری رکھ لیتی ہے۔ اے عورت کو یہ نہ سوجھا کہ یہ میری کنیزیں ہیں۔ ان کی ہتک عزت آخر مجھی کو کا موجب ذلت ہے۔ کیا غیر ذالک کے سامنے ہم سب کو کھڑے کھڑے نکال باہر کیا۔ بس بوا۔ ایسی نوکری سے ہوگا سو خدا سے ہوگا۔ آگ لگاؤں ایسی نوکری کو اور لوکا رگاؤں ایسی چاکری کو۔ بھٹ پڑے وہ سونا ٹوٹیں جس سے ٹوٹیں کان۔ آگ رگاؤں ایسی چاکری کو ہوجس سے جی کا زیان۔ خیر لو یہاں پھول اڑاتے تھے اور جگہ ڈھول ہی اڑا بجنگے مگر جان تو تل ہوگی یہ کل کل تو نہ ہوگی۔

یہ گفتگو تمام نہ ہونے پائی تھی کہ ایک پر کالہ آفت وزادہ قیامت یوں چمک کر بول اٹھی۔ اچھی باجی۔ جہان میں کوئی اور بھی اڑی مٹی بات ہے یا اجڑ گیا۔ یہی ایک چرچا رہ گیا ہے۔ اور میری تو یہی کہاوت ہے کہ سچی بات سعد اللہ کہے اور سب کے من سے اترا رہے۔ اسے میں سچ کہوں کیوں کسی کا ضبر سہوں۔ ابھی جو اپنا روپیہ اٹھائے گا وہ تو سب کچھ ہی کہہ سنائیگا اور جو انسان اسے کہے جو کسی کی بات کان دھر کرسنے اور جو اس کان سنے اس کان اڑا دے۔ میری تو بلا بھی اسے نہ سمجھائے ایک بولی شیطان قبیلے کے کان بھرے۔ ابھی کوئی تھتکاری اللہ ماری یہ چرچا ان کے کانوں تک لے پہنچتی ہے تو پھر دیکھیو کہ کیسی قیامت ٹوٹتی ہے۔ اور ابھی بنو دنیا میں وہ کونسا درخت ہے جسکو ہوا نہیں لگی اور ہم نے تو کسیکو بھی ایسا عفت نشان نہیں دیکھا کہ اپنی کہ اچھوتی بنائے منہ پر مہر لگاکے دبک کر بیٹھی ہے۔ اور منہ سے بھاپ نہ نکالے۔ اے باجی دور کیوں جاؤ کل ہی کا ذکر ہے جب بڑے حضور تشریف لائے تو میاں سلام کر کے ذرا ٹھٹکی ہی تھی تو ملکہ عالیہ نے تھے مجھے اشارہ سے فرمایا کہ چلی جاؤ تو کیا میں بھی برا مانتی۔ اچھی تمہیں ہی کیوں بال ترکھا گئی۔

(ہمدرد)

کُلُّ مَنْ عَلَیْہَا فَانٍ [1]

کُلُّ مَنْ عَلَیْہَا فَانٍ کا نظارہ ہر وقت ہر ایک فرد میں نظر آتا رہتا ہے۔ دنیا کی ناپائداری اور فنا ظاہر ہوتا رہتا ہے۔ کوئی نفس ایسا نہیں جو اس اثر سے کوئی جان ایسی نہیں جس نے اسکا مزانہ چکھا ہو۔ ہر شخص اور تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے معمولی اور ادنےٰ انسان سے لیکر رسولوں اور بادشاہوں سب پر اسکا اثر ہوتا رہتا ہے۔ دنیا میں کوئی بشر ایسا نہیں جس نے کسی میں کبھی رنج و الم نہ دیکھا ہو۔ ان مصائب کا آنا صرف تک ہی محدود نہیں بلکہ ان سے بدرجہا بڑھ کر ناپاک اور مفسد ان کے زیر اثر ہوتی ہیں جن کا تعلق اللہ تعالےٰ کے ساتھ شدید اور محکم ہوتا ہے کہ گویا ان کا اپنا وجود اور ان کی ذاتی ہستی فنا ہو چکی ہوتی ہے۔ قرآن کریم کے مطالعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے اندر دو قسم کے مصائب اور تکالیف آتے ہیں ایک بطور عذاب یا سزا اور دوسرے برنگ ابتلا یا امتحان۔ جب بدی حد سے تجاوز کر جاتا ہے تو اس اصول حقہ کو واضح ظاہر کرنے کے واسطے کہ اللہ تعالےٰ کا زبردست ہاتھ ہر آن کام کرتا ہے اور وہ حقیقی مالک ہے اور کوئی ذرہ اسکی قدرت کاملہ سے باہر نہیں ہے تو وہ عزیز الحکیم بادشاہ قانون مقررہ کی خلاف ورزی پر سزا دیتا ہے۔ قرآن کریم نے گذشتہ قوموں کے نقشے کھینچ کر اس حقیقت کو بہتر طور پر واضح کر دیا ہے کہ جب کوئی فرد یا قوم بدی کے ارتکاب میں سے باک ہو جاتی ہے تو اللہ تعالےٰ اس دنیا میں بھی عذاب آخرت کا مزا چکھا دیتا ہے۔ اس قسم کی مثالیں قرآن کریم میں بے شمار پائی جاتی ہیں۔ عاد۔ ثمود۔ قوم نوح۔ قوم لوط وغیرہم کے بیانات اسکو بلیغ طور پر ثابت کرتے ہیں۔ قرآن کریم کی ان قصص کو بیان کرنے کی غرض بھی صرف اسقدر ہے کہ تا بدکار اور نافرمان لوگ جان لیں کہ ان کے متعلق اللہ تعالےٰ کا مقرر کردہ قانون کیا ہے۔ جیسا کہ ہم نے اوپر لکھا ہے کہ ان مصیبتوں اور دکھوں کا آنا صرف نافرمانی اور گنہگار لوگوں تک محدود نہیں ہے بلکہ نیک اور پاک لوگ بھی اس کے اندر گرفتار ہوتے ہیں۔ یہ دوسری قسم کی تکالیف کسی گناہ یا قصور کی پاداش میں نہیں آتیں بلکہ ابتلا اور امتحان کے طور پر انسان کو پیش آتی ہیں اور ان کا آنا روحانی زندگی کے بقا اور نشو و نما کے واسطے ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ جسمانی زندگی کے واسطے آب و ہوا۔ قرآن کریم نے اس حقیقت کو بدیں الفاظ ظاہر کیا ہے:

(۱) ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات .... انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اولئک علیہم صلوٰۃ من ربہم ورحمۃ و اولئک ہم المھتدون ۲: ۱۵۵

(۲) احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا آمنا وہم لا یفتنون

(۳) ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یاتکم مثل الذین خلوا من قبلکم مستہم البأساء والضراء وزلزلوا حتی یقول الرسول والذین آمنوا معہ متی نصر اللہ الا ان نصر اللہ قریب ۲: ۲۱۴

الغرض تکالیف و مصائب کا آنا انسان کی روحانی زندگی کی نشو و نما کے واسطے اشد ضروری ہے اور جبتک انسان ان مصائب کے اندر نہ پڑے۔ جبتک تکالیف کی کٹھالی کے اندر ڈال کر گرم نہ کیا جائے تب تک وہ اپنی حقیقی کمال کو حاصل نہیں کر سکتا۔ کھوٹا کھرے سے پرکھا جاسکتا ہے اور جو لوگ ان مصائب کے اندر ثابت قدم رہتے ہیں اور کمال صدق دکھاتے ہیں۔ ان کے واسطے صلوات اور رحمتیں ہیں۔ اور منزل مقصود کو پہنچنے والے ہیں جو ان دکھوں اور تکلیفوں کے وقت ثابت قدم رہتے ہیں اور کمال صبر سے کام لیتے ہیں۔ ان کے واسطے بشارت ہے اور فی الواقع یوم ابتلا یوم اصطفے ہی ہوتا ہے کسی نے کیا ہی اچھا کہا ہے ؎

مبارک باد ایام مصیبت
کہ قرآں ہمچنیں داده بشارت

الغرض انسان پر کسی نہ کسی رنگ میں تکالیف کا آنا اشد ضروری اور لابدی ہے کوئی فرد واحد بھی ان سے بچ نہیں سکتا ... ن سے بدترین انسان جو کہ چارپایوں اور پشوؤں کی حالت

[1] یہ مضمون پروفیسر شیخ محمد عبداللہ صاحب نے اپنے عزیز بچہ اور اہلیہ محترمہ کی وفات کے بعد لکھا ہے جس سے انکی دلی کیفیت کا پتہ لگتا ہے اللہ تعالیٰ ان پاک نیاؤں ... بعد ثابت قدم رکھے۔ (ایڈیٹر پیغام صلح)

نجدیت و حنفیت کی معرکہ آرائی

کچھ دنوں سے مسلمانوں میں نجدیت و حنفیت کی جنگ بڑے زور سے جاری ہے۔ یوں تو جس دن سے سلطان ابن سعود کا قبضہ مکہ پر ہوا ہے اسی وقت سے ان کے متعلق طرح طرح کی افواہیں مشہور کی جا رہی تھیں۔ لیکن ان افواہوں کے سننے اور قبول کرنے والے بہت تھوڑے تھے۔ مگر حاجیوں کے مکہ سے واپس آنے کے بعد یہ فتنہ بہت زیادہ پھیل گیا۔ اور اب تو شاید ہی کوئی شہر ہوگا جس کے بچہ کوچہ میں نجدیت و حنفیت کی معرکہ آرائی نہ ہوتی ہو اور ایک دوسرے کو غلیظ اور ناپاک گالوں کا نشانہ نہ ٹھہرایا جاتا ہو۔

سب سے بڑا الزام جو نام نہاد حنفی ملاؤں کی طرف سے سلطان ابن سعود پر لگایا گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ انہوں نے بعض مزارات کے قبے گرا دیئے ہیں اور ایک تازہ خبر ہے جس نے جلتی آگ پر تیل کا کام کیا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ سلطان نے حال ہی میں مدینہ پر فوجکشی کی اور دو دن تک وہاں گولہ باری ہوتی رہی۔ جس کے سلسلہ میں مسجد نبوی کے گنبد کو نقصان پہنچا ہے اور مسجد امیر حمزہ مسمار ہو گئی ہے۔ جہانتک قبوں کے انہدام کا سوال ہے۔ وفد خلافت کا بیان ہے کہ اس نے دوران حج میں سلطان ابن سعود سے اس کا ذکر کیا۔ اور انہوں نے فرمایا کہ اگر علمائے اسلام کا یہ فیصلہ ہو۔ کہ ان قبوں کا رہنا جائز ہے اور ائمہ اربعہ کی تائید اس کے ساتھ ہو۔ تو وہ اینٹ اور پتھر کے بجائے سونے اور چاندی سے قبوں کو دوبارہ تعمیر کرا دینگے لیکن جیسا کہ بعض اہل حدیث حضرات نے حوالجات سے ثابت کیا ہے۔ ائمہ اربعہ اس کے قطعاً خلاف ہیں۔ موجودہ علما کے متعلق تو کچھ کہنا ہی فضول ہے۔ ہاں خواجہ حسن نظامی کے متعلق یہ تعجب سے سنا جائیگا۔ کہ انہوں نے ایک مزار کی سجادہ نشینی کے باوجود قبوں کے خلاف فتویٰ دیا ہے۔ مدینہ منورہ کی خبروں پر ابھی تک سلطان ابن سعود کے حامیوں کو اعتبار نہیں بالخصوص اس لئے کہ سلطان موصوف نے وفد خلافت سے اقرار کیا تھا۔ کہ حرم نبوی کا پورا احترام کیا جائے گا۔

مسلمانوں کی افسوسناک حالت

لیکن واقعات خواہ کچھ ہوں۔ ہمیں مسلمانوں کی اس باہم گالی گلوچ اور معرکہ آرائی پر رہ رہ کر حیرانی ہوتی ہے۔ کوئی سلیم المزاج شخص ان کی تحریرات پڑھکر اور غصہ و غضب سے بھری ہوئی انکو سنکر یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ یہ کسی بااخلاق اور شریف انسان کے منہ کے الفاظ ہیں۔ چہ جائیکہ ایک مسلمان کی طرف انہیں منسوب کیا جائے۔ کسقدر گندے اور شرمناک الفاظ ان کے منہوں سے نکلتے ہیں اور کس بات پر؟ چند چونے اور اینٹوں کے بنے ہوئے قبوں کے انہدام پر۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ عوام الناس تو بہت حد تک قابل معافی ہیں۔ لیکن علماء کو کیا کہا جائے۔ جو ناپاک الفاظ منہ سے نکالتے ہوئے انہیں شرماتے اور پھر سب سے بڑھکر رنجدہ بات یہ ہے۔ کہ مساجد کے اندر نمازوں کے بعد یہ اعلان کئے جاتے ہیں۔ کہ نجدیوں کی تباہی کے لئے دعا کی جائے۔ اور ایک تازہ خبر ہے۔ کہ دہلی میں ایک عالم دین (مولانا عبدالحق صاحب مفسر) کو ایک مسجد میں درس قرآن دینے سے روکدیا گیا۔ اور انہیں وہاں سے نکال دیا گیا۔ ہم اسجگہ نجدیوں کے کسی خاص فعل کی کوئی حمایت خاص طور پر کرنا نہیں چاہتے۔ اور نہ ان کے مخالفین کے معتقدات پر کوئی رائے زنی کرنا مقصود ہے لیکن اسقدر کہنا ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے شدید ترین دشمنوں کی بھی تباہی کے لئے کبھی دعا نہیں مانگی۔ بلکہ ہمیشہ یہی دعا کی اللھم اھد قومی انھم لا یعلمون۔ اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے۔ کہ وہ حقیقت حال سے ناواقف ہیں۔ کیا آج ہم بھی اپنے مخالفوں کی ہدایت کے لئے دعا نہیں کر سکتے۔ جس پاک انسان کے روضہ کے لئے تم ایک دوسرے کے دست و گریباں ہو رہے ہو۔ وہ تو کفار کی ہدایت کے لئے دعا کرتا ہے۔ اور تم اس کی امت کہلا کر اس کی محبت کا دعویٰ کرتے ہوئے خود مسلمانوں کی تباہی کی دعائیں کراتے اور انہیں مساجد سے خارج کرتے اور درس قرآن سے روکتے ہیں۔ کاش موجودہ حالات کی نزاکت ہی مسلمانوں کو اس مسلم کشی سے باز رکھتی۔ اور وہ ان چھوٹے چھوٹے مسائل کو باہمی رواداری اور تحمل کے ساتھ طے کرنے کی کوشش کرتے

ایک قابل قدر مشورہ

اسی باہمی جنگ و جدل پر معاصر ہمدرد نے اپنی ایک تازہ اشاعت میں لکھتے ہوئے ...... یہ قابل قدر مشورہ دیا ہے کہ

"وہ جماعت جو نیک نیت اور مخلص ہے ہم اس سے باادب گذارش کرینگے کہ وہ اس نازک موقع پر قبوں کے انہدام پر زور نہ دے۔ قبے پھر بھی بن سکتے ہیں۔ اور جس وقت یکسوئی ہوئی۔ اور امن بحال ہو گیا۔ علماء کے مشورہ سے شریعت حقہ کے مطابق ان کا بندوبست ہو جائیگا۔ قبے ایسی چیز نہیں کہ اگر ایک مرتبہ وہ منہدم ہو جائیں تو پھر کبھی وہ تعمیر نہ ہو سکیں اور نہ قبوں کے انہدام سے کوئی ضروری رکن دین منہدم ہوتا ہے وہ حالیہ طور چونہ کے بنے ہوئے تھے۔ اور ...... [illegible] ...... اس لئے اس سوال پر اس قدر زور دینا کہ اصل مسئلہ اسلامیہ حجاز میں پیچیدگیاں پیدا ہو جائیں۔ اور دشمنان اسلام کو موقع مل جائے کہ وہ پھر اپنا اثر و اقتدار ارض پاک پر قائم کر لیں کسی طرح مناسب نہ ہوگا۔ اس لئے موتمر اسلامی کے انعقاد تک اس سوال کو اٹھا رکھنا چاہیئے"۔

کاش حنفیت کے نہاد علمبردار اس بہترین تجویز سے فائدہ اٹھائیں اور کم از کم موجودہ حالات میں ایسی حرکات سے باز آجائیں۔

"مسلمان کی تعریف"

معاصر "پرکاش" اس عنوان سے رقمطراز ہے۔

"ہندو کی تعریف کی مشکل جو ہندوؤں کو پیش آئی تھی وہی مشکل اب مسلمانوں کو بھی آرہی ہے۔ اور یقیناً ہندوؤں سے بڑھ کر۔ ہندوؤں کو ہندو کی کوئی بسیط تعریف کرنے میں وقت پیش آئی ہو۔ لیکن اس وقت تک یہ دقت کبھی پیش نہیں آئی کہ کوئی ہندو فرقہ ہندو کہلانا چاہے۔ تو دوسرے فرقوں نے اسے ہندو تسلیم کرنے سے انکار کیا ہو بلکہ بخلاف اس کے بعض سکھ اس بات پر بضد ہیں۔ کہ ہم ہندو نہیں۔ لیکن ہندو ہیں کہ ان کے انکار کے باوجود بھی انہیں ہندو سمجھتے ہیں لیکن مسلمانوں کی حالت دگرگوں ہے وہاں ایک فرقہ دوسرے کے خلاف اس کے خارج از اسلام ہونے کا فتوے صادر کر رہا ہے۔ اور اگر ہر ایک فرقہ کے فتووں کو پیش نظر رکھا جائے۔ تو دنیا بھر میں ایک بھی شخص ایسا نہیں رہ جاتا جسے مسلمان کہا جا سکے۔ غیر مسلموں کی شہادتوں کی بنا پر نہیں۔ بلکہ خود مسلمان ہونے کا دعوے کرنے والوں کی شہادتوں کی بنا پر۔ اسی لئے مسلم اخبارات حالت یاس میں بارہا یہ سوال کر چکے ہیں۔ کہ مسلم فتووں کی موجودگی میں مسلمان کون ہیں۔ اور کہاں ہیں؟ گویا وہ خود تسلیم کرتے ہیں۔ کہ دنیا میں اسلام کی اندرونی شہادت کے مطابق کوئی شخص مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں"۔

اگر علماء کے فتووں کو دیکھا جائے۔ تو "پرکاش" کے ان الفاظ کی صحت کو تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں۔ لیکن قرآن اور حدیث پر نظر کرتے ہوئے کوئی شخص نہیں کہہ سکتا۔ کہ اسلام نے مسلمان کی کوئی تعریف نہیں کی جن اصولوں کا ماننا قرآن نے کسی شخص کے مسلمان ہونے کے لئے ضروری ٹھیرایا ہے۔ انہی کو ماننے والا مسلمان ہے۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں ایک بھی ایسا اسلامی فرقہ نہیں جو ان اصولوں کو نہ مانتا ہو۔ مختصراً لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان ایک شخص کے مسلمان ہونے کے لئے کافی ہے۔ اور اگر علمائے اسلام اس اصول کو چھوڑ کر کلمہ گوؤں کو کافر بنانے کے درپے ہیں۔ تو خدا کے فضل سے ایسے سمجھدار مسلمان بھی موجود ہیں۔ جو قرآن اور حدیث کے ارشادات کے ماتحت کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہتے۔ بہرحال علماء کے لئے یہ شرم کا مقام ہے۔ کہ ان کی حرکات غیر مذاہب سے اسلام کے متعلق کیا کچھ کہلوا رہی ہیں۔

ہندو کی تعریف

"پرکاش" کا یہ کہنا کہ جو شخص اپنے آپکو ہندو کہے وہ ہندو ہے نہایت عجیب و غریب فقرہ ہے۔ کیا وید مقدس نے کہیں ہندو کی یہ تعریف کی ہے بہتر ہوگا اگر اس مقام کا پورا حوالہ دیدیا جائے۔ جہاں وید مقدس نے لکھا ہو۔ کہ ہندو وہ ہے جو اپنے آپ کو ہندو کہے۔ اور اگر وید مقدس اس سے خاموش ہے۔ تو "پرکاش" کی وکالت کس کام کی۔ کیا ہندو مذہب صرف زبان سے اپنے آپ کو ہندو کہدینے کا نام ہے۔ اور کوئی وید کوئی قانون کوئی شریعت ایسی نہیں جس پر ایمان لانا ضروری ہو۔ "پرکاش" کو ذرا سوچ سمجھکر بات کرنی چاہیئے۔ کیا ایسی حالت میں کہ وید بھی اس بارہ میں قطعاً خاموش ہے۔ اسے عالمگیر کتاب قرار دینا کسی طرح جائز ہے؟

ایک نئی بائیبل

بائیبل کی تحریف ایک مسلمہ حقیقت ہے جسکو آج مغربی اور خود مسیحی محققین۔ ببانگ دہل تسلیم کر چکے ہیں۔ اس کے ثبوت میں خود بائیبل کی اندرونی شہادت لبسا اوقات ان کالموں میں پیش کی جا چکی ہے۔ اور ایک مبسوط مضمون اسی موضوع پر عنقریب قارئین "پیغام صلح" کی نذر ہوگا انشاء اللہ

اس وقت ہمارے سامنے انڈین ڈیلی میل بمبئی کا وہ بیان ہے۔ جس میں ایک نئی بائیبل کا جو امریکہ سے شائع ہوئی ہے۔ ذکر کیا گیا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ:-

"قانون امتناع شراب نے بائیبل کے ایک نئے ترجمہ کا اضافہ کیا ہے۔ امریکہ کے میسرز سکریبنس ایک چھوٹی بائیبل کا اعلان کرتے ہیں جسکے ...... پروفیسرز ...... [illegible] ...... تمام فقرات کو جن میں کسی ضیافت کا ذکر ہے شراب سے پاک کر دیا گیا ہے ...... شاہ جیمز کے ترجمہ میں ...... (شراب) کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اس نئی بائیبل میں اس کو ...... (انگوروں کا کیک) کے الفاظ سے بدل دیا گیا ہے۔ مثلاً ۱۔ تواریخ باب ۱۶۔ آیت ۳ میں جو الفاظ جو عام ترجموں میں لکھے ہیں یہ ہیں:-

"اور سارے اسرائیلی لوگوں کو کیا مرد کیا عورت ہر ایک کو ایک ایک گرہ روٹی اور گوشت کا ایک ٹکڑا اور مے کی ایک ایک صراحی دی"۔

"اب اس کی جگہ امریکہ کی نئی بائیبل میں یہ لکھا ہے:-

اور سارے اسرائیلی لوگوں کو کیا مرد کیا عورت ہر ایک کو ایک ایک گرہ روٹی اور گوشت کا ایک ٹکڑا اور ایک انگوروں کا کیک دیا"

وہ لوگ جو بائیبل میں کسی تحریف کے قائل نہیں یا صرف معنوی تحریف کو مانتے ہیں ان دو ترجموں کو ملائیں اور دیکھیں۔ کہ یہ کہانتک مترادف الالفاظ ہیں۔

محمد رسول اللہ صلعم کی صداقت کا یہ کھلا ثبوت ہے۔ کہ اس وقت جبکہ بائیبل کی تحریف کو کوئی جانتا بھی نہ تھا۔ آپ نے خدا سے علم پاکر دنیا میں یہ اعلان کیا۔ کہ یکتبون الکتاب بایدیھم ویقولون ھذا من عند اللہ اپنے ہاتھوں سے کتاب کو لکھتے ہیں اور کہتے ہیں۔ کہ یہ خدا کی طرف سے ہے خوش فہم لوگ اس کے معنے کچھ کریں۔ لیکن واقعات کی شہادت اسی پر ہے کہ بائیبل کے اندر تحریف معنوی بھی ہوئی۔ اور لفظی بھی۔ اور یہی قرآن کا دعوے ہے۔

"مجدد خلافت کی تجدد پروری"

ابھی کل کی بات ہے۔ ہمارے علما اور اخبارات غازی مصطفےٰ کمال پاشا کو مجدد خلافت کے لقب سے یاد کرتے اور ناصر ملت اور حامی دین اور کیا کیا کچھ الفاظ ان کے متعلق استعمال کرتے تھے۔ لیکن آج انہی مصطفےٰ کمال پاشا کے بارہ میں جمعیۃ العلما کا اخبار "الجمعیۃ" یہ ریمارک کرتا ہے کہ

یہی فرق امیر امان اللہ خاں اور مصطفےٰ کمال پاشا میں بھی ہے۔ کہ ایک نے اپنی مذہبیت کی تجدد پروری سے اسلام کو تقویت پہنچائی ہے۔ اور دوسرا اپنی لامذہبیت کے باعث اس تجدد پروری سے اسلام کی جڑھ کو کھود رہا ہے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کیا مجدد خلافت اور حامی دین ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں۔ "الجمعیۃ" نے غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے متعلق یہ رائے دیتے ہوئے بہت جلد بازی اور کوتہ اندیشی سے کام لیا ہے۔ اور "الجمعیۃ" پر کیا موقوف ہے۔ علماء کا طبقہ ہی ایسا متلون مزاج واقعہ ہوا ہے الا ماشاء اللہ کہ آج ایک شخص کو آسمان فضیلت پر بٹھایا جاتا ہے۔ اور کل اسے تحت الثریٰ میں دھکیل دیا جاتا ہے۔ غازی مصطفےٰ کمال پاشا کو "مجدد خلافت" کہنا تو سراسر حماقت ہے۔ ہاں اس وقت ترکی میں جو کچھ اصلاحات وہ کر رہے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں وہ اسلام کی جڑھوں کو کھودنے والی نہیں۔ بلکہ مضبوط کرنے والی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ طبقہ علماء کے مزاج یہ سراسر خلاف ہیں۔ اور ترکی میں مولوی لوگ ان سے اسی وجہ سے برافروختہ ہیں۔ "الجمعیۃ" کی ناراضی بھی ممکن ہے۔ اپنے ہم پیشہ بزرگوں کے ہی ایجیٹیشن کا اثر ہو لیکن یہی حقیقت میں اسلام کی کامیابی کا اصل ذریعہ ہے۔ کہ مولویانہ اثر کو کم کر کے اسلامی آزاد خیالی سے کام لیا جائے۔ ورنہ مسلمانوں کا دوسری اقوام کے دوش بدوش کھڑے ہونا محال ہے۔

فروگذاشت گذشتہ سے گذشتہ اشاعت میں "بیٹھک" کے عنوان سے جو شعر درج ہوئے وہ اخستری معاصر "بلاغ" سے لئے گئے تھے "بلاغ" کا نام لکھنا رہ گیا۔ جس کے لئے ہم معافی کے خواستگار ہیں +

تصحیح ۵ اگست کے پرچہ میں فریضہ زکوٰۃ کے متعلق جو فہرست شائع ہوئی تھی اس میں ڈلہوزی کا ایک نام غلط شائع ہو گیا۔ اصل نام شیخ فضل الدین صاحب سوداگر صدر بازار ڈلہوزی ہے +

پہنچ جائیں ان سے لیکر اعلیٰ سے اعلیٰ نیک اور راستباز انسان مثلاً نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کی زندگیوں کو پڑھ جائیں ان سب کے اندر ایک بات جو مشترک نظر آئیگی وہ کسی نہ کسی رنگ میں کسی نہ کسی قسم کی مصیبتوں اور تکلیفوں کا آنا ہے۔ بچہ ہو یا بوڑھا مرد ہو یا عورت۔ امیر ہو یا غریب۔ نیک ہو یا بد۔ ہر ایک پر اس کا اثر ہوتا ہے اور کوئی اس اثر سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ البتہ وہ جو نیک اور پاک بندے ہوتے ہیں وہ ان مصیبتوں میں پڑکر اور ترقی کرتے ہیں اور ان کا قدم نیکی کی طرف بڑھتا ہے مگر گناہ گار سرکش تباہ و برباد ہو کر دوسروں کے واسطے نمونہ کا کام دیتے ہیں۔

اب میں مختصراً ان چند باتوں کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں جن کے ذریعہ سے ایسے موقعوں پر یعنی جب کسی کا کوئی عزیز رشتہ دار یا دوست جدا ہو گیا ہو یا مالی نقصان پہنچا ہو انسانی قلوب کو تسکین اور تسلی حاصل ہو سکتی ہے۔

(۱) سب سے اول اس بات کو انسان پوری طرح سے اور یقینی طور پر ذہن نشین کرے کہ دنیا کے اندر جو کچھ بھی ہم کو ملتا ہے خواہ وہ مال و دولت کے رنگ میں ہو اور خواہ ماں، باپ، بھائی، بہن، بیوی، بچوں، یا دیگر رشتہ داروں اور دوستوں کے رنگ میں اور خواہ جاہ و جلال عزت و شوکت ہو۔ غرضیکہ ہر چیز کا اصل اور حقیقی مالک وہی ذات پاک ہے یہ صرف امانتیں ہیں اور ان کے اندر ہمارا کوئی دخل نہیں ہے اور اگر کوئی چیز آ جائے تو حد سے زیادہ خوشی نہیں کرنی چاہیئے بلکہ خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے اور اگر کوئی چیز چلی جائے تو حد سے زیادہ افسوس اور رنج و غم نہ کرنا چاہیئے۔ ہمارا کام صرف ان فرائض کی کماحقہ ادائیگی ہے جو کہ ان امانتوں سے ہم پر عائد ہوتی ہیں اگر انسان اس حقیقت کو نفس الواقع سمجھ لے تو بلاشبہ وہ ان مصائب اور تکالیف میں پڑکر اپنے آپ کو ہلاک کر دیگا۔ بلکہ برخلاف اسکے اسکا قدم نیکی اور تقویٰ کیطرف اور زیادہ بڑھیگا اور وہ ان امانتوں کو کماحقہ ادا کرنے میں زیادہ مستعد ہو جائے گا۔

(۲) دوسری بات جس سے انسان کا قلب حزین ایسے مواقع پر تسلی حاصل کرتا ہے وہ اسبات پر محکم اور پختہ یقین ہے کہ آخر کار اس دنیا کی زندگی کے بعد (خواہ وہ کتنی ہی چھوٹی یا بڑی ہو) ایک اور ابدی اور حقیقی زندگی ہے جسمیں فنا بالکل نہیں ہے۔ اور یہ موجودہ زندگی اس زندگی کا صرف پیش خیمہ ہے۔ بل تؤثرون الحیٰوۃ الدنیا والآخرۃ خیر و ابقیٰ۔ یہ دنیا اور اس کی تمام چیزیں فانی ہیں۔ باقی رہنے والے صرف وہ اعمال صالحہ ہیں جو کہ انسان اس دنیا کے اندر کرتا ہے۔ دار الفنا کی زندگی کا اصل مقصود دار البقا کی ابدی زندگی کا حصول ہے اور اسی کے حصول کے واسطے انسان کو ہر وقت اور ہر آن کوشش کرنی چاہیئے۔ وہ لوگ بڑی ہی سخت غلطی کرتے ہیں جو کہ اس عارضی اور فانی زندگی میں اسقدر منہمک ہو جاتے ہیں۔ کہ ابدی اور حقیقی زندگی سے بالکل غافل ہو جاتے ہیں۔ انسان اس دنیا کے اندر خواہ ایک سال رہے یا ایک صدی آخر کار اس نے رخصت ہونا ہے۔ اور پھر اس کے بعد اسکو ایک نئی زندگی عطا ہوگی جو اس کے اس دنیا کے اعمال سے طیار ہوگی اور بالآخر اسکو اصل زندگی عطا ہوگی جو کہ ہر قسم کے غش و غل سے، رنج و الم سے، خوف و خطرے سے پاک اور مبرا ہوگی جس کے اندر خوشی ہی خوشی اور ترقی ہی ترقی ہوگی جس کے اندر ہر قسم کے عیش و آرام کے سامان مہیا ہوں گے۔ ہر قسم کی لذت، ہر قسم کا حظ، ہر قسم کے نعما اسکے اندر موجود ہوں گے اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ اسپر کبھی فنا نہ آئیگی اور یہ وہی حقیقی اور ابدی زندگی ہے اور اس کا حصول انسان کے مدنظر ہونا چاہیئے۔

(۳) تیسری بات جس سے انسان کے دل پر ان ہموم و غموم کے وقت ایک حد تک تسکین پیدا ہوتی ہے وہ ایسے لوگوں کی حالت پر نظر ڈالنا ہے جو کہ اپنے آپ سے زیادہ غمزدہ، مصیبت زدہ اور شکستہ خاطر ہوں۔ اگر انسان ذرا غور کرے تو اسکو ہر حال میں دو قسم کے انسان نظر آتے ہیں۔ ایک وہ جو اس سے بہتر حالت میں ہوں گے اور دوسرے وہ جو کہ اس سے زیادہ مصیبت زدہ ہوں۔ مصیبت کے وقت انسان اپنے سے زیادہ مفلس، غریب اور غمزدہ لوگوں کے حال پر نظر کرے۔ آخر کار ایسے انسان بھی موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ایسی مخلوق بھی ہے جو کہ اس سے زیادہ مصیبت زدہ ہے اور اگر انسان ایسے لوگوں کے حال پر غور کرے تو یقیناً اس کے اندر ایک گونہ تسلی اور تشفی پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے حضور زیادہ جھکتا ہے اور زیادہ شکرگذار ہوتا ہے۔ اور ان مصائب اور تکالیف کے وقت اس کے اندر زیادہ رقت پیدا ہوتی ہے جس کے باعث اسپر بڑے بڑے انعام اور برکات نازل ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اسکا تعلق اور زیادہ مضبوط اور قوی طور پر قائم ہو جاتا ہے۔

اگر انسان ان دو تین باتوں پر یقین کامل کرلے اور یہ یقین صرف یقین ہی نہ ہو بلکہ حق الیقین کے درجہ تک پہنچ جائے تو لازماً ان باتوں سے اس کے اندر بڑی ہی تسلی اور اطمینان پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ایک حقیقی تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ اسکا سچا اور حقیقی تعلق پیدا ہو جاتا ہے تو اس کے اندر ایک بہشت اس دنیا میں پیدا ہو جاتا ہے۔ جب انسان کا ہر کام ہر قول و فعل محض رضائے الٰہی کے واسطے ہو جائے تو لازماً اس کے اندر ایک جنت اس دنیا سے شروع ہو جاتی ہے۔ جب انسان یہ یقین جان لے کہ اس کے ہر ایک کام میں مقصود بالذات رضائے الٰہی ہے محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی مدنظر ہے۔ اگر وہ مال و زر کماتا ہے تو صرف اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ اگر اسے اپنے نفس، بیوی بچوں، ماں، باپ اور دیگر عزیز و اقارب پر خرچ کرتا ہے تو محض اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت۔ اگر وہ عزیزوں، دوستوں، رشتہ داروں سے محبت کرتا ہے ان کی دلجوئی کرتا ہے تو محض اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھکر جیساکہ قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ انما نطعمکم لوجہ اللہ لا نرید منکم جزاءً ولا شکوراً۔ اور پھر لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ۔

الغرض اگر وہ ان دنیوی چیزوں سے محبت کرتا ہے۔ ان سے فائدہ اٹھاتا ہے تو محض رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لئے بالفاظ دیگر اسکی حالت اس حد تک پہنچ جاتی ہے۔ ان صلوٰتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین تو لاریب اس کے اندر ایک بہشت پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر اگر اسکو مصائب اور آلام بھی آئیں تو اسوقت بھی اسکا قدم نہیں ڈگمگاتا۔ اگر مصیبتوں کے پہاڑ کے پہاڑ بھی آن پڑیں اور ہر طرف سے مایوسی ہی مایوسی نظر آئے اور اسکا کوئی حامی و مددگار نہ ہو۔ یہاں تک کہ دوست عزیز و اقارب سب کے سب دشمن بنجائیں کوئی تسلی دینے والا یار و مددگار نہ ہو۔ دنیا اسکی دشمن ہو جائے۔ مال و زر لٹ جائے۔ قلاش اور مفلس ہو جائے عزت و آبرو خاک میں ملجائے۔ عزیز و اقارب مرجائیں۔ صدمہ پہ صدمہ مصیبت پہ مصیبت آنے لگے اسوقت اور اس حالت میں بھی اسکا قدم آگے ہی ترقی کرتا ہے۔ اسکا ہر قدم آگے ہی آگے پڑتا ہے۔ ناکامی اور نامرادی آگے تنکے خس و خاشاک کی طرح اڑتی ہے۔ غرضیکہ وہ اس دنیا کے اندر ایک دوسری زندگی میں چلا جاتا ہے۔ جہاں اسکو حقیقی لذت اور سرور ملتا ہے اور اس حالت میں وہ زمینی انسان نہیں رہتا بلکہ آسمانی بن جاتا ہے۔ چونکہ اسکا معبود، مقصود اور محبوب صرف ایک ذات پاک ہوتی ہے جو کہ حیّ و قیوم ہے جس پر کبھی فنا نہیں جس میں کبھی تغیر نہیں آتا۔ لہذا اسکو اس دنیا کے مصائب کی چنداں پرواہ نہیں ہوتی۔

الغرض جب وہ لا الٰہ الا اللہ پر صدق دل سے قائم ہو جاتا ہے اور اسکی تہ اور مفہوم کو پہنچ جاتا ہے۔ تب تو ہر غم سے پاک ہو جاتا ہے اور فلاح کو اس دنیا میں حاصل کر لیتا ہے۔

پیشتر اس کے کہ میں اس مختصر سے مضمون کو ختم کروں ایک بار عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ان عام باتوں سے تسلی و تسکین اسقدر حاصل ہوگی جسقدر زیادہ مضبوط اور محکم یقین ان باتوں پر ہوگا۔

خاکسار غمزدہ محمد عبد اللہ عفی عنہ

پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور

شکریہ احباب

میں ان تمام بزرگوں اور دوستوں کا تہ دل سے مشکور ہوں جنہوں نے میرے عزیز بچے اور اسکی والدہ مرحومہ کی وفات پر دلی ہمدردی اور افسوس کا اظہار کیا ہے۔ میری ان تمام حضرات سے مزید التماس ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کریں کہ وہ مرحومہ کو اپنے قرب و جوار میں جگہ دے کر بڑے بڑے بلند درجات عطا فرمائے اور بندہ و دیگر پسماندگان کے قلوب حزین کو صبر جمیل کی توفیق بخشے آمین۔ ثم آمین۔

خاکسار افسردہ دل محمد عبد اللہ عفی اللہ عنہ

پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور

علماء ہند اور آل مسلم پارٹیز کانفرنس

خداوند تعالیٰ ہمارے علماء کے حال پر رحم فرمائے اور ان کو خودغرضی کے مہلک مرض سے بچاکر تدبر و دانشمندی عطا فرمائے وہ امرتسر کے آل انڈیا مسلم پارٹیز کانفرنس میں اسلئے شریک نہیں ہوئے کہ وہاں مسلمانوں کے دو ایسے فرقوں کے (معاذ اللہ) کافر علماء موجود تھے جن سے اگرچہ ان کے خیال میں تکلم و مجالست قوناجائز ہے لیکن ان کے ساتھ دعوت کھا لینے میں مضائقہ نہیں۔

ڈاکٹر کچلو نے جمعیتہ علماء ہند اور علماء دیوبند کو جو دعوتی خطوط شرکت کانفرنس کے بھیجے تھے ان کے جوابات اور جواب الجواب معاصر الجمعیتہ میں شائع ہوئے ہیں۔ ان خطوط کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دعوتی خطوط کے پہنچنے پر جمعیت علماء ہند نے ایک اجلاس منعقد کر کے یہ تجویز پاس کی تھی کہ اگر آل مسلم پارٹیز کانفرنس میں لاہوری احمدی اور قادیانی جماعتیں شریک ہوں تو اس میں شرکت نہ کی جائے۔ اسلئے کہ اسلام کے تقدس و احترام کی حفاظت کا فریضہ عدم شرکت پر مجبور کرتا ہے۔ اس تجویز کا مفہوم یہ بیان کیا گیا ہے کہ آل مسلم پارٹیز کانفرنس میں شرکت کرنے والوں کو پہلے مسلمان تسلیم کیا جائے اور اس کے بعد کسی دوسرے مسئلہ پر غور کیا جائے۔

آج بیچارے بریلوی رضائیوں پر چاروں طرف سے اس لئے لے دے ہو رہی ہے کہ وہ مسلمانوں کے دوسرے فرقوں اور اپنے سے مختلف عقائد رکھنے والے مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں لیکن مذکورہ بالا فتوے کی موجودگی میں غالباً اب کسی کو یہ شبہ باقی نہ رہیگا کہ علماء ہند کے دوسرے طبقے بھی مسلمانوں کو کافر بنانے میں رضائیوں سے کچھ کم نہیں ہیں۔ اور علماء ہند خواہ کسیقدر داشن ہند اور غیر اسلامی دوست بندے مجبور ہو کر کتنی ہی آشتی پسند ہو جائیں۔ لیکن کافر گری کا قدیم جنون ان کے دل و دماغ سے دور نہ ہوگا۔ اور کبھی نہ کبھی اس جنون کا دور ضرور نہ ہوگا۔

آل مسلم پارٹیز کانفرنس کوئی مذہبی جمعیت نہیں ہے اور اسکا مقصد اعظم بھی صرف مذہب نہیں ہے۔ بلکہ ان کا منشاء مسلمانان ہند کے مختلف فرقوں کی تنظیم سیاسی رہنمائی اور تبلیغ و اشاعت ہے اور تبلیغ و اشاعت کا حق جس طرح علماء دیوبند کو ہے۔ اسی اسلام کے دوسرے فرقوں کو بھی ہے۔ ایسی حالت میں بعض علماء کا یہ کہنا کہ اسلام کے ٹھیکہ دار صرف ہم ہی ہیں۔ اور مسلمانوں کی رہنمائی کا فرض تمام تر ہمارے ہاتھ میں رہنا چاہئے بالکل غلط اور خودغرضی پر مبنی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ آل مسلم پارٹیز کا حقیقی منشاء یہ ہے کہ آج ہندوستان کے مسلمانوں میں جو افتراق و تشتت پایا جاتا ہے اور ہر فرقہ بجائے خود اپنا اپنا راگ الاپ رہا ہے اور دوسرے سے ملکر کام نہیں کرتا اسکو دور کیا جائے اور تمام اسلامی فرقوں کو اس ہموار سطح پر لا کر کھڑا کر دیا جائے جو مخالف قوتوں اور غیر اسلامی اغراض کے مقابلے میں سد سکندری کی طرح مضبوط و مستحکم ہو یہ مقصد نہایت نیک ہے اور اس کے منافع بھی بیشمار ہیں لیکن علماء ہند کی بعض جماعتوں نے ان اغراض و مقاصد کو دیکھکر اس خطرہ کو محسوس کیا جو اس سے انکے جماعتی اقتدار کو پہنچتا تھا اور وہ اسی خودغرضی کی بنا پر شریک نہیں ہوئے۔

علماء دیوبند اور ان کی ماتحت جماعت کا یہ پہلا ہی کارنامہ نہیں ہے بلکہ وہ بہت دفعہ ایسے مواقع پر رجعت قہقری کر چکی ہے اور خودغرضی کے مقابلہ میں اس نے بارہا مسلمانوں کے عظیم منافع کو قربان کر دیا ہے۔ اگر ہم جنگ طرابلس کے زمانہ کے اس فتوے پر غور کریں جس میں زکوٰۃ اور دیگر صدقات کو مجاہدین طرابلس کی امداد کے لئے ضروری قرار دیا گیا تھا اور پھر اسی سال کی مدرسہ دیوبند کی رپورٹ کو پڑھیں جسمیں ظاہر کیا گیا ہے کہ مجاہدین طرابلس کی امداد سے مدرسہ کو سخت نقصان پہنچا ہے۔ تو بہ آسانی ہم یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ عوام کی خودغرضیوں سے علماء کی خودغرضیاں اتنی ہی بلند و وسیع ہوتی ہیں جسقدر کہ علماء عوام سے بلند مرتبہ رکھتے ہیں۔

پھر جنگ یورپ کے ایام میں علماء دیوبند کی سیاست نے جو گل کھلائے ہیں وہ بھی کسی سے مخفی نہیں ہیں۔ حضرت شیخ الہند مرحوم کے رفقاء اور خدام خاص خوب جانتے ہیں کہ مدرسہ دیوبند کے ارباب حل و عقد نے اس زمانہ میں کس طرح اسلام اور مسلمانوں کی خدمات انجام دی تھیں اور کافر گری سے بھی زیادہ اسلام کی جڑوں کو مضبوط

[illegible] اور ان سے پرستاروں سے مزید پاس کی ایسے اجتماع میں علمائوں سے [illegible] غور و خوض کرنے کے لئے شرکت نا درست [illegible] کسی مذہبی [illegible] یا عقائد پر تبادلہ خیال کے لئے منعقد کیا جانے [illegible] ہمارا یقین ہے کہ بارہا ایسے اجتماعات میں شرکت کر کے علماء دیوبند اور ان کے معتقد ناجائز افعال کا ارتکاب کر چکے ہیں۔ اور ان کے پرستار تو روزانہ کافروں سے ملتے۔ ان کی اعانت کرتے اور ان کے اجتماعات میں شرکت کر کے باہم مشورہ کرتے ہیں۔

کیا امرتسر کے اجلاس آل مسلم پارٹیز کانفرنس میں شرکت ان افعال سے بھی بدتر تھی جو درسگاہوں، گھروں، دفتر کے وسیع مکانوں اور حجروں میں روزانہ کئے جاتے ہیں۔ ہم کو افسوس کے ساتھ آج یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے علماء کا طبقہ مسلمانوں کی حقیقی اصلاح کی قطعی اہلیت نہیں رکھتا۔ خود غرضی اور ذاتی اقتدار کی طمع نے ان کی آنکھوں کو بند کر دیا ہے اور وہ بجز اس کے کچھ نہیں کرنا چاہتا کہ مسلمانوں کے روپیہ کو جا بجا اپنے صرف میں لائے چندوں کی رقموں سے عالیشان مکانات بنوائے۔ غریب مسلمانوں سے پیسہ پیسہ کر کے جمع کئے ہوئے روپیہ سے سکنڈ کلاس میں سفر کرے اور پھر آرام سے اپنے گھر آ کر بیٹھ جائے

واقعہ یہ ہے کہ ہمارے علماء اسقدر تنگ نظر اور تنگدل ہیں کہ اسلام کی کس مپرسی اور مسلمانوں کی عام تباہی بھی ان کو اپنی جگہ سے نہیں ہٹا سکتی اگر ان کی تنگ نظری اور تنگدلی کا یہی عالم رہا تو اس کا نتیجہ یقیناً ایک روز یہ ہوگا کہ یا تو مسلمان نااہل رہنماؤں سے عاجز آ کر دوسری قوموں میں جذب ہو جائینگے یا علماء سوء کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے گا۔ اور پھر نہ تو کوئی ان کی سنیگا۔ اور نہ ان کے ارشادات واجب التعمیل سمجھے جائینگے۔ دنیا آج جس طرف جا رہی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر علمائے ہند نے جلد اپنی روش نہ بدلی تو ایک روز ان کا حشر بھی وہی ہوگا جو دوسرے ممالک میں اسلام کا ہو رہا ہے۔

(نجات)

ٹرکی میں جدید نظام تعلیم

بمبئی کرانیکل کا نامہ نگار قسطنطنیہ رقمطراز ہے:-

ٹرکی کی قدیم سلطنت میں ایک دو عملی انتظام جاری تھا جس کے ذریعے مذہبی تعلیم مدرسوں میں دی جاتی تھی اور دنیاوی تعلیم اسکولوں میں۔ ان دونوں میں کوئی واسطہ نہ تھا۔ لہذا اس سے ایک بہت خراب صورت حال پیش آئی ایک طرف تو اسلام میں اسیطرح علماء پرستی ہو رہی تھی جس طرح مسیحیت میں پوپ پرستی ہوئی جس سے مسلمانوں میں قدامت پرستی کے آثار بہت نمایاں طور پر نظر آ رہے تھے۔ دوسری طرف مغربی تعلیم یافتہ تمام مذہبی جذبات سے معرا نظر آ رہے تھے۔ اس خرابی کو دور کرنے کے لئے "توحید التدریسات" یا تعلیم کا ایک واحد نظام موجودہ جمہوری حکومت کی طرف سے جاری کیا گیا جس سے اور مدرسے بھی وزارت محکمہ تعلیم کے تحت میں آ گئے اور جدید تعلیم دینے کے لئے جو اسکول قائم کئے گئے تھے اس میں بھی مذہبی تعلیم جاری ہو گئی اس طرح تعلیم کو ایک قومی حیثیت دی گئی عصمت پاشا کی مندرجہ ذیل تقریروں میں دونوں تغیرات کا حوالہ موجود ہے جن سے امید ہے کہ ایک ایسی تبدیلی رونما ہو گی جو ترکی تاریخ میں یادگار کی حیثیت سے رہیگی۔

انگورہ کی سالانہ کانگریس میں تقریر فرماتے ہوئے وزیر اعظم نے کہا کہ آپ معلمین اور مدرسین کے سامنے اسوقت آئندہ نسل کی اخلاقی معاشرتی و سیاسی ترقی کا مسئلہ پیش ہے۔ آپ کے سر بہت بڑے فرائض کی ذمہ داری ہے اور آپ کے سامنے بہت بڑی بڑی دشواریاں بھی حائل ہیں اسوقت ہم کو توحید التدریس کو قائم رکھنا چاہیئے۔ اس کے خلاف بہت سے اعتراضات کئے گئے ہیں یہ نظام نہ صرف قوم کی ترقی کا ذریعہ ہے بلکہ اس سے قوم کو بہت سی معاشرتی اور اقتصادی مفاد بھی حاصل ہوں گے۔ ہماری تعلیمی نظام کو لا مذہبیت سے کوئی واسطہ نہیں ہم چاہتے ہیں کہ ترکی میں اسلام کی پوری شعاعوں کو پوری قوت سے پرتو فگن دیکھیں اور ملک کا ہر حصہ اس سے منور ہو۔ ہم نے اپنے کو اسقدر سخت دشواریوں میں محصور پایا کہ ہم کو ان دشواریوں کے تار و پود سے نجات حاصل کرنے کی فوراً کوشش کرنی پڑی۔ ہم اپنی قوم کے راستہ میں کسی قسم کی سنگ راہ دیکھنا نہیں چاہتے اور ہر سنگ راہ کو دور کرنے کے لئے تیار ہیں۔ ہمارے ملک میں ترکوں کی بہت بڑی اور کثیر آبادی ہے۔ علاوہ بریں ہمارے ملک میں دیگر قلیل التعداد اقوام بھی ہیں ہم ان پر صدیوں حکمران رہے۔ باوجود اس کے ہم ان کے ساتھ مساوات برتنا [illegible] اپنے لئے تیار ہیں لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ہم اس آبادی کے مختلف عناصر کی کوئی متحدہ جمعیت قائم کی جائے۔ ہر قوم کی تہذیب اور معاشرت جداگانہ ہے۔ اس نقطہ نظر سے نظام تعلیم کے تحت میں ہماری ایک قومی جمعیت قائم ہو جائیگی اور ترک دنیا کی جدید سائنس و تہذیب کی ترقیوں میں اپنا جائز حصہ لے سکینگے۔

بقیہ صفحہ اول

نے یونگی اور دیگر قبائل کو تقریباً بالکل مسلمان کر لیا۔ ۱۹۰۵ء کے بعد وہ مغرب میں ٹانگانیکا تک۔ شمال میں اوسمبارا تک اور جنوب میں نیاسا تک قرآنی تعلیم لے کر پھیل گئے ۱۸۹۱ء تک اوسمبارا میں ایک مسلمان بھی نہیں تھا بلکہ ان سے نفرت کیجاتی تھی۔ مگر جب باقاعدہ حکومت قائم ہوئی۔ اور مسلمان افسر وہاں پہنچے تو تھوڑے ہی عرصہ میں تقریباً تمام وہ لوگ مسلمان ہو گئے جو سرکاری افسروں سے کوئی واسطہ رکھتے تھے۔ اور اکثر ان مدارس میں اسلام پھیل گیا جہاں مسلمان مدرس مامور تھے۔ اسی طرح نیاسالینڈ میں بھی دس سال کے اندر اندر اسلام نے حیرت انگیز ترقی کی ہے۔ اور مسیحی مبلغین معترف ہیں کہ ان ممالک میں مسلمان بنجانا انسان بنجانے کے ہم معنی ہے۔

کیپ کالونی میں اشاعت اسلام

کیپ کالونی میں اسلام کی اشاعت جزائر ملایا کے تاجروں نے کی ہے یہ لوگ حکومت ہالینڈ کے زیر اثر ہونے کے باعث عرصہ سے یہاں مقیم ہیں۔ اور نہایت خاموشی کے ساتھ اپنے دین کی تبلیغ کر رہے ہیں ۱۹۱۱ء میں کولبرڈک نے لکھا تھا کہ:-

"ہمارے مبلغین کی انتہائی کوششوں کے باوجود مسلمان مبلغ نہایت کثرت کے ساتھ سیاہ رنگ غلاموں اور آزاد لوگوں کو مسلمان کرنے میں کامیاب ہو رہے ہیں۔ ہمارے مشنری کافی وقت اور کثیر روپیہ صرف کر کے بھی بمشکل چند آدمیوں کو عیسائی کرتے ہیں مگر مسلمان مبلغ بغیر کسی دقت کے جم غفیر اکٹھا کرتے جا رہے ہیں"

گذشتہ پچاس ساٹھ سال سے بیرونی مسلمان بھی یہاں پہنچ گئے ہیں اور انہوں نے تبلیغی کام میں ایک نئی روح پھونکدی ہے۔ اس وقت خصوصیت کے ساتھ کلیرمونٹ میں تبلیغ کا سب سے زیادہ زور ہے۔ اور یتیم و لاوارث بچے نہایت کثرت کے ساتھ مسلمان ہو رہے ہیں۔ (الجمعیۃ)

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ ۲۹۔ اگست کو رات کے بارہ بجے لاہور پہنچ گئے۔ گاڑی کا وقت ۹ بجے ہے لیکن گاڑی تین گھنٹے لیٹ تھی اسوجہ سے بعض احباب زیادہ دیر اسٹیشن پر نہ ٹھہر سکے لیکن چند دوست پھر بھی وہاں انتظار کرتے رہے۔

انجمن کا سال آئندہ کا بجٹ اسوقت زیر غور ہے۔ جس دن سے حضرت امیر لاہور آئے ہیں بعض دیگر احباب کے ساتھ اسی کام میں زیادہ تر مصروف ہیں۔ آج صبح ۱۰ بجے آپ لائل پور تشریف لے گئے۔ جہاں سے رات کو واپس آ جائینگے۔ اور کل ۳۰۔ اگست کو سارا دن یہاں رہ کر رات کی گاڑی میں لاہور سے واپس تشریف لیجائینگے

کل اور پرسوں حضرت امیر سے ملنے کے لئے بعض دوسرے اصحاب باہر سے آئے ہوئے تھے۔ مثلاً شیخ مولا بخش صاحب لائل پور۔ ڈاکٹر جلال الدین صاحب گوجرہ۔ شیخ محمد جان صاحب وزیر آباد۔

ہمارے مکرم معظم دوست ڈاکٹر جلال الدین صاحب بہت دیر سے نقرس کی بیماری میں مبتلا ہیں جسکی وجہ سے چلنے پھرنے میں بھی تکلیف ہوتی ہے احباب کرام ان کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالے صحت عطا فرمائے۔

برنالہ ریاست جموں سے ہمارے دوست عطار الہی صاحب لکھتے ہیں کہ ان کی اہلیہ تین چار ماہ سے بعارضہ بخار و کھانسی بیمار ہے اندرون بدن کمزور ہو رہی ہے۔ جملہ احباب ان کی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔

تازہ خبریں

شملہ ۲۷۔ اگست۔ مولوی محمد شفیع صاحب ممبر اسمبلی نے جو حال ہی میں حج کر کے واپس آئے ہیں برطانوی قونصل متعینہ جدہ کی وساطت سے ابن سعود کے نام یہ برقی پیام ارسال کیا ہے کہ جناب مطلع فرمائیں کہ وہابیوں کے مقابر و مساجد مدینہ پر مبینہ حملہ کی حقیقت کیا ہے۔

پانی پت ۲۷۔ اگست گذشتہ شام گورنر پنجاب پانی پت میں وارد ہوئے۔ صبح کے وقت مقامات فسادات اور ان راستوں کا ملاحظہ کرنے کے بعد جو مسلمان ہمراہیان جلوس تعزیہ اور ہندو اشنانیوں نے اختیار کئے تھے۔ گورنر صاحب نے شہر کے ہندوؤں اور مسلمانوں کے نمائندہ وفود کے ساتھ ملاقات کی اور اس طول و طویل ملاقات کا سلسلہ ۲ گھنٹہ تک جاری رکھا۔ دن کے آخری حصہ میں گورنر صاحب نے شہر کا دورہ کیا۔

بمبئی ۲۷۔ اگست۔ قتل باولہ کے مقدمہ میں جن تین مجرموں کو قتل اور چار کو عمر قید کی سزا ہوئی ہے ان کی طرف سے ۲۵ اگست کو پریوی کونسل میں اپیل داخل کر دی گئی۔ یہ اپیل اس لئے کیا گیا ہے کہ ملک معظم ترحم خسروانہ سے کام لیں یہ اپیل اکتوبر میں پیش ہوگا۔ دس ہزار روپیہ بطور انعام خفیہ پولیس کے ان افسروں اور سپاہیوں میں تقسیم کیا گیا ہے جنہوں نے مقدمہ قتل باولہ کے ضمن میں ملزمین کی تفتیش کی۔

بمبئی ۲۷۔ اگست۔ آج سنٹرل بنک کا کاروبار پھر اصلی حالت پر آ گیا بنک کے منتظمین کو یہ شبہ ہے کہ روپیہ جو بنک کی تین شاخوں میں لوگوں نے بسرعت تمام نکالنا شروع کر دیا ہے وہ بنک کے دشمنوں اور حاسدوں کی شرارت کا نتیجہ ہے۔ کلکتہ اور احمد آباد کی اطلاعات مظہر ہیں کہ وہاں بھی بنک کی شاخوں سے روپیہ نکالنے والے گاہکوں نے کسیقدر جوش و خروش کا اظہار کیا لیکن یہ جوش بہت ہی جلد فرو ہو گیا۔ اور جو لوگ اپنا روپیہ بنک سے نکال کر لے گئے تھے انہوں نے اپنا روپیہ پھر بنک میں جمع کرا دیا۔ "ایوننگ نیوز" کو معلوم ہوا ہے کہ چونکہ پہلے بھی بنک مذکور کے خلاف دشمنوں نے اس قسم کی بے پرکی اڑائی ہیں اس لئے یہ معاملہ خفیہ پولیس کے سپرد کر دیا گیا ہے۔

لندن ۲۶۔ اگست گذشتہ ہفتے میں بیکار مزدوروں کی تعداد میں ۲۹ ہزار اور گذشتہ ۳ ہفتے میں ایک لاکھ کا اضافہ ہوا۔ اب بیکاروں کی مجموعی تعداد ۱۲ لاکھ ۸۰ ۹ ہزار ہے۔

لندن ۲۶۔ اگست۔ "مارننگ پوسٹ" کو معلوم ہوا ہے کہ لارڈ ڈرانیلڈشے آئندہ موسم بہار میں لارڈ ریڈنگ کی جگہ ہندوستان کے وائسرائے مقرر کئے جائینگے۔

بعد کی خبر۔ انڈیا آفس میں لارڈ رانیلڈشے کے تقرر کے متعلق کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی۔

مرانیا ۲۶۔ اگست۔ فیلڈ مارشل وان ہیٹزنڈارف کا انتقال ہو گیا جو محاربہ یورپ کے دوران میں آسٹریا ہنگری کی افواج کا سپہ سالار تھا۔

لندن ۲۶۔ اگست۔ برلن میں ایک زبردست طیارہ بنانے کے لئے چندہ جمع کیا جا رہا ہے جو قطب شمالی کا سفر کریگا۔

پکنگ ۲۵۔ اگست۔ زیچوئن کے غائب کردہ مسیحی مبلغوں کے متعلق کوئی خبر موصول نہیں ہوئی۔ قونصل متعینہ چنکینگ نے انتظام کیا ہے کہ ان کی رہائی کی غرض سے زیچوئن میں فوج بھیجی جائے۔

تار کا پتہ "مسلمان" لاہور

پیغام صلح
اخبار
لاہور

ہفتہ میں دو بار، یک شنبہ و چہار شنبہ کو شائع ہوتا ہے

قیمت سالانہ ۵ ششماہی ۳ سہ ماہی ۲
طلباء سے سالانہ ۴

جلد ۱۳ | مدینۃ المسیح لاہور | یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۱۲ صفر سنہ ۱۳۴۴ ہجری مطابق ۲ ستمبر سنہ ۱۹۲۵ عیسوی | نمبر ۱۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما از و یابیم از نور و کمال | وصل دلدار ازل بے احتمال
اقتدائے قول او درجان ماست | ہرچہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک و ز خبرہائے معاد | ہرچہ گفت آن مرسل رب العباد
آن ہمہ از حضرت احدیت است | منکر آن مستحق لعنت است
معجزات و ہمہ حق اندر وے است | منکر آن سہو بسے نا خدا است
معجزات انبیائے سابقین | آنچہ در قرآن بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست | ہر کہ انکارے کند از اشقیا است
یک قدم دوری ازان روشن کتاب | نزد ما کفر است و خسران و عتاب

اسلام جرمنی میں
جرمن فلاسفہ کے اقوال ورحقانیت اسلام

(ڈاکٹر ایچ مارتوس ایچ۔ڈی۔برلن کے قلم سے)

اسلام اور ترقی

بنی نوع انسان کے تمام الہامی مذاہب میں اسلام سب سے کم عمر ہے اسی طرح تمام مذاہب میں زیادہ جدت پسند بھی اسلام ہی ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ تمام مذاہب میں ترقی یافتہ اور ترقی پسند بھی اسلام ہی ہے۔ اس موقعہ پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ترقی کا وجود بھی ہے؟ اور اگر ہے تو اس کا اظہار کیونکر ہوتا ہے۔ اس مسئلہ پر غیر متناہی بحث ہو چکی ہے ولہلم ولنتی جس نے اس مسئلہ پر غالبًا سب سے زیادہ عمیق توجہ مبذول کی اس نتیجہ پر پہنچا کہ کم از کم انسانی ذہن و علم کی ترقی ایک مسلم واقعہ ہے اس سے پہلے ہیگل نے تاریخ عالم کو ایک مسلسل ارتقا پذیر ادراک کی نوعیت سے دیکھا۔ لہذا تمام ترقی سب سے پہلے عقل کی ہوتی ہے۔ گویا عقل وادراک ہی میں ترقی ہوتی ہے۔ اور یہی عقلی پہلو اسلام کو ممتاز کرتا ہے تمام مذاہب میں سب سے زیادہ معقول مذہب اسلام ہے۔ اس لئے کہ وہ تم سے کوئی ایسا مطالبہ نہیں کرتا جو انسانی عقل کے مطابق نہ ہو۔ اس کے خلاف اس کا صاف دعویٰ ہے کہ اسلامی احکام اصل عقل ہے۔ اسلام میں تاریخی حیثیت کو بہت پیچھے رکھا گیا ہے۔ اور سب سے پہلے صداقت کے ابدی حصہ کو جگہ ملتی ہے۔ دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں اسلام تعلیم و تخیل کی ترقی کے قدم بقدم چلتا ہے۔ کیونکہ اسلام محض مسایل وصور کو زیادہ اہمیت نہیں دیتا۔ اور اپنے حلقہ بگوشوں کو ضمیر کی بڑی آزادی دیتا ہے لہذا مسلمانوں میں عقیدہ وعلم کی وہ خوفناک جنگ موجود نہیں ہے جس سے آجکل یورپ کی دماغی زندگی پاش پاش ہو رہی ہے +

یورپ میں عہد فلاسفہ

عقلی فضا ہی فلسفیانہ تخیل کو راس آتی ہے۔ اٹھارہویں صدی کو یورپ میں "عہد علم" یا "عہد فلاسفہ" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس عہد کے تمام تخیلات معقول تھے اور صرف عقل ہی ان کی بنیاد تھی۔ اٹھارہویں صدی میں ہی پہلی مرتبہ آواز بلند ہوئی کہ "دین فطرت" کی ضرورت ہے۔ اسلام فطری مذہب ہے[ل] اٹھارہویں صدی کا سب سے بڑا فلسفی کانٹ ہے جس کی دو صد سالہ سالگرہ کچھ ماہ قبل منائی گئی تھی یہ امر یقینًا تعجب خیز ہے کہ تاریخی روایات کے اختلاف کے باوجود جو مندرجہ بالا سطور سے عیاں ہو جائیں گے یہ ممکن ہے کہ کانٹ اور اسلام میں یکسانیت کے بہت سے امور معلوم کر لئے جائیں +

فلسفہ کانٹ اور اسلام

کانٹ اپنی کتاب ....

.... میں جرمنی فلسفی میں نظریات سے عمل کی طرف اصولی انقلاب پیدا کرتا ہے۔ کانٹ زندگی کو عقلی خیالات کے مطابق تشکیل دینے کا عملی سبق پیش کرتا ہے۔ اور خدا، آزادی یا ابدیت پر خاص زور دیتا ہے۔ یہی نقطہ نظر اسلام کا ہے جس کا قول ہے کہ انسان کی زندگی کی عملی تشکیل ہر چیز پر مقدم ہے۔ خصوصًا اسلام عمل و عقیدہ کے اختلاف کو پسند نہیں کرتا۔ اور نہ کر سکتا ہے۔ حالانکہ یورپ میں یہ روز مرہ کا تجربہ ہے، جس سے کانٹ جس قدر ضعیف ہوتا گیا اس کی پریشانی بڑھتی گئی۔ کانٹ کے "اصول اول" یعنی خدا آزادی اور ابدیت مرکزی اصول ہیں۔ جو اسلام کے اصول کی طرح تمام فلسفہ میں پہلے ہوئے ہیں۔ اور اسی قدر اہمیت رکھتے ہیں +

اسپنوزہ اور اسلام

کانٹ کے علم الاخلاق میں سب سے بڑا اصول یہ ہے۔ کہ تم دوسروں کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرو جیسے کہ مختلف طریقوں سے ظاہر کرتا ہے۔ کانٹ کا اصول اسلام بھی ایک طریقہ کی بنیاد رکھتا ہے۔ جو دوسرے تمام اصول سے بہتر ہے یعنی سوسائٹی کے مفاد اور بنی نوع انسان کی عام محبت کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ بنی نوع انسان کی عام محبت زندگی پر اسلامی نقطہ نظر کا سب سے بڑا اصول ہے۔ اسلام کو تمام خوبیوں سے زیادہ ایک عمل صالح پسند ہے۔ اس کے علاوہ اسلام بنی نوع اسلام کی سنگ بنیاد ایک اور طریقہ سے رکھتا ہے۔ اور وہ تعلیم توحید ہے۔ خدا ایک ہے، اس کے بندے تمام انسان ہیں اور وہ خدا کی نظر میں برابر ہیں اس معاملہ میں اسلام بالکل جداگانہ طریقہ سے اسپنوزا کی حکمت سے مشابہ ہے جس کا اعلےٰ ترین اصول توحید ایزدی پر مبنی ہے اسپنوزا علت و معلول کے زینہ سے اس نتیجہ پر پہنچا کہ جتنے واقعات ظہور پذیر ہوتے ہیں ان کا وقوع ناگزیر ہوتا ہے۔ گویا وہ بھی رضائے الٰہی کے سامنے اسی طرح سر تسلیم خم کرتا ہے جو اسلام کا عقیدہ ہے۔ مذہب اسلام کا صحیح اندازہ اسپنوزہ کے اس قول سے بالکل مشابہ ہے کہ "خدا کا حکم ہی صحیح عقل ہے" +

اعمال صالحہ اور اسلام

کانٹ کا مطالبہ ہے کہ انسان اعمال صالحہ نہ صرف اس لئے کرے کہ اس سے اجتماعی حیثیت سے بنی نوع انسان کو فایدہ پہنچتا ہے۔ بلکہ اس لئے بھی کہ خود اس فرد کو جو عمل صالح کرتا ہے ذاتی طور پر فایدہ پہنچتا ہے۔ اور انسان انسان ہی اس وقت ہوتا ہے جب اس کا اخلاقی ... ہو۔ اسی طرح اسلام اس واقعہ کو بہت اہمیت دیتا ہے کہ ہمیں اس لئے اعمال صالحہ کرنے چاہئیں کہ ہر وہ عمل صالح جو ہم کرتے ہیں سب سے پہلے ہماری ذات کی اصلاح کرتا ہے۔ اور اگر متواتر کرتے رہیں تو ہماری عادت پڑ جاتی ہے۔ اور اچھائی ہماری فطرت ثانیہ بن جاتی ہے

روح کا ارتقاء

اسلام نے ہم کو صرف دوسروں کے خیال رکھنے کی تعلیم نہیں دی بلکہ اپنی ذات کا بھی۔ اور اس طرح بنی نوع انسان کی اجتماعی زندگی انفرادی زندگی سے ملا دیا ہے۔ اسی طرح ہم کو نیٹشے کی طرف متوجہ ہونا پڑتا ہے۔ اس کا بھی اسلام کے مطابق یہی عقیدہ ہے کہ ہم اپنی ذات کی تربیت کر کے انفرادی کمال کے اعلےٰ ترین مدارج پر پہنچ سکتے ہیں جو آخری درجہ جا کر "انسان کامل" میں ظہور پذیر ہوگا۔ نیٹشے انسان کامل کا نصب العین اس لئے پیش کرتا ہے کہ انسان اسے پیش نظر رکھ کر ترقی کر سکے اور اس دنیا میں عزت حاصل کرے۔ اسلام اس مسئلہ میں نیٹشے سے زیادہ ارفع خیال پیش کرتا ہے۔ اس لئے کہ اس کا عقیدہ ہے کہ اس دنیا میں روح کا ارتقا شروع ہو کر دوسری دنیا میں بھی جاری رہتا ہے۔ اسلام نے جس بہشت کو پیش کیا ہے۔ وہ یورپ کے غلط خیال کے مطابق شہوانی لذات کی جگہ نہیں ہے جو پرہیزگاری کی زندگی کے صلہ میں عطا ہوگی بلکہ ایک ایسا مقام ہے جس میں روح کی ترقی کے لئے جدید اور ناممکن القیاس امکانات پیش کرے گا اور جہاں روح اپنی حدود و قیود سے آزاد ہو کر پوری پرواز کر سکیگی۔ اسلام کی نظر میں ہماری ارضی زندگی روحانی تعلیم کے لا انتہا ہی سلسلہ میں محض ایک زینہ ہے جو دنیوی واقعات و حوادثات کے ماتحت آگے آگے بڑھتا ہے یہی اسلامی دنیا کا خیال ہے اور یہی اسلام کی تعلیم ہے۔ ظاہر ہے ایسے خیالات جرمنی فلاسفہ میں سب سے پہلے لینگ کے دماغ میں آئے۔ گوئٹے کا بھی یہی خیال ہے۔ وہ اسی سال تک تمام دنیوی چیزوں میں جہان بین کرتا رہا اور پھر مرنے کے وقت یہ کہا کہ "میری تقدیر کا یہ تقاضا ہے کہ آیندہ زندگی میں مجھے کام کرنے کا جدید اور زیادہ وسیع میدان دے" +

داخلی ارتقا کے تین مدارج

اسلام داخلی ارتقا کے تین مدارج مقرر کرتا ہے (۱) مادی جسمانی وجود کا درجہ (۲) اخلاقی زندگی کا درجہ (۳) کمال کا درجہ

(باقی مضمون دیکھو صفحہ ۶ کالم ۱)

ل۔ مندرجہ ذیل آیات کا مقابلہ کرو جن کا سلیس ترجمہ درج کیا جاتا ہے (قرآن ۳۔۱۰) یقینًا وہ مذہب جو اللہ کے متعلق صحیح باتیں بتاتا ہے اور اس کی عبادت کا بہترین طریقہ واضح کرتا ہے اسلام ہے +

(بقیہ حاشیہ کالم اول) (قرآن ۳۰۔۳۰) اسلام فطرت انسانی کی ضروریات کو سمجھتا ہے اور خدا نے آدمی کو مسلمان اور اسلام کے واسطے پیدا کیا۔ یعنی اس کی یہ مرضی ہے کہ انسان اپنے قوائے عقلی، ذہنی او جسمانی کو خدا کی محبت و اطاعت اور عبادت میں مشغول نہ کرے اسی سبب سے اللہ نے اسے ایسے قوائے دیئے ہیں جو اسلام کے لئے موزون ہیں +

پیغامِ صلح لاہور

جلد ۱۳ ۔ صفر ۱۳۴۴ھ نمبر ۸۳

قرآن حکیم کا ایک علمی معجزہ

(۱)

ذیل کا مضمون ہمارے مکرم معظم دوست جناب مولوی مصطفٰے خاں صاحب بی۔ اے نے کتب سابقہ کی تحریف کے ثبوت میں ہماری درخواست پر پیغام صلح کے لئے لکھنا شروع کیا ہے۔ یہ دراصل ایک مراسلت کا جواب ہے جو آج کی اشاعت میں "تحریف کتب سابقہ اور قرآن کریم" کے عنوان سے کسی دوسری جگہ درج کی گئی ہے۔ خانصاحب مکرم کے ہم تہ دل سے ممنون ہیں کہ انہوں نے ہماری اس درخواست کو کہ اس موضوع پر ایک مبسوط مقالہ سپرد قلم فرمائیں شرف قبولیت بخشا اور اور اس سلسلہ کی سب سے پہلی کڑی ہمیں عنایت فرمائی جو آیندہ آپ اس موضوع پر لکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں امید ہے کہ یہ مضمون قارئین "پیغام صلح" کے لئے بہت دلچسپ اور مفید ثابت ہوگا۔ اور وہ اس کو شروع سے آخر تک بغور مطالعہ فرمائیں گے +

(ایڈیٹر پ۔ ص)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے **مذہب** علم وعقل کا دشمن سمجھا جاتا تھا، مذہبی لوگوں کا خیال تھا کہ مذہب کے معاملہ میں چون وچرا کی گنجایش نہیں، صرف آمنا وصدقنا کہ دینا چاہئے نتیجہ یہ ہوا کہ ایک مدت تک دنیا کی علمی ترقی رکی رہی مسیحیت کے قرون وسطیٰ میں بہت سے علمی انکشافات کی علانیہ مخالفت کی گئی کہ بدقسمتی سے یہ نظریے ان مذہبی عقاید کے خلاف واقع ہوئے تھے جو پاپائے روما نے اپنی جدت طرازیوں سے کتب مقدسہ کی طرف منسوب کئے ہوئے تھے۔ اسی بنا پر بہت سے بے گناہ سولی پر چڑھائے گئے بہت سے زندہ جلائے گئے۔ بہت سے زہر کا پیالہ پینے پر مجبور کئے گئے۔ غرض علم وفلسفہ کی وہ جیتی جاگتی تصویریں جنکی علمی تحقیقاتیں آج تمدن وتہذیب کی سرمایہ دار ہیں، مذہب کی قربانگاہ پر ذبح ہوتی رہیں، اور مذہب کے معصوم جبہ پوش علم برداران خونریزیوں سے اپنے مقدس ہات رنگا کئے +

لیکن بعثت مصطفوی کے ظہور قدسی کے بعد دنیا کی کایا پلٹ جاتی ہے، مذہب جو غلطی سے عقل سلیم اور علم صحیح کا دشمن خیال کیا جاتا تھا، خود معلم علوم بن جاتا ہے، چنانچہ حضور سرور کائنات کی ذات بابرکات کہ اسلام کی اولین مبلغ اور عملی تصویر ہے ایک علمی حیثیت ہی سے دنیا میں پیش ہوتی ہے" اور خود جناب باری اس ذات ستودہ صفات کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔

هو الذی بعث فی الامیین رسولاً منهم یتلوا علیهم آیاته ویزکیهم ۔۔۔۔۔ ویعلمهم الکتاب والحکمة

یعنے خدا وہ ذات ہے جس نے امیوں میں ایک عظیم الشان رسول مبعوث کیا، جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے۔ اور ان کو پاک کرتا ہے، اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔

اس آیہ شریفہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فرایض نبوت کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

(۱) خدا کی آیتیں پڑھنا۔

(۲) تزکیہ نفس کرنا۔

(۳) کتاب وحکمت سکھانا۔

ان میں اول وآخر دو فرایض علمی ترقی سے گہرا تعلق رکھتے ہیں، اور ان الفاظ کو استعمال کر کے خدا تعالے نے اپنے بندوں پر نہایت لطیف وفصیح پیرایہ میں ظاہر کر دیا ہے، کہ دین فطرت، دنیا میں علمی ترقی کا علمبردار ہو کر آیا۔ یہی وجہ ہے کہ سب سے پہلی وحی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتی ہے، وہ ان پاک الفاظ میں ہے:۔

اقرأ باسم ربك الذی خلق، خلق الانسان من علق، اقرأ وربك الاکرم الذی علم بالقلم۔ علم الانسان ما لم یعلم۔

اے محمد پڑھ! اپنے رب کے نام کے ساتھ، جس نے پیدا کیا، پیدا کیا انسان کو ایک لوتھڑے سے، پڑھ اور تمہارا رب بڑا ہی بزرگ وبرتر ہے، جس نے قلم کے ساتھ لکھنا سکھایا، (اور) انسان کو وہ علوم سکھائے جو وہ نہیں جانتا تھا +

ان آیات کریمہ میں خدا تعالے نے تمام علوم کو جن کی نشر واشاعت بذریعہ قلم ہونے والی ہے، اپنی طرف منسوب کیا ہے، اور صاف لفظوں میں بتا دیا ہے کہ علوم کا اصل سرچشمہ وہ ذات باری ہے جس نے انسانی دماغ میں اکتساب علوم واختراع فنون کی قابلیت ودیعت کی +

حضور سرور کائنات خلاصہ موجودات ہیں۔ مہبط وحی ہیں مگر باایں ہمہ فضیلت وشرف، خدا بزرگ وبرتر کی طرف سے انہیں ترقی علم کے متعلق یوں تاکید ہوتی ہے، قل رب زدنی علمًا۔ (اے محمد) کہو کہ اے خدا! میرے علم میں ترقی کر! خود قرآن مجید کو بار بار "**کتاب حکیم**" کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ سورہ یٰسین کے شروع ہی میں ہے۔

یٰسین ۝ والقرآن الحکیم۔ انك لمن المرسلین

ان الفاظ میں قرآن حمید کو علم وحکمت کی کتاب قرار دیا ہے، اور اسی علم وحکمت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر گواہ ٹھیرایا ہے اس لئے مومنوں کو بار بار اس کتاب حکیم نے معارف عالیہ پر غور وفکر کرنے کی تاکید ہے، افلا یتدبرون القرآن، اسی پر بس نہیں بلکہ مسلمانوں کو صحیفہ فطرت کے مطالعہ کرنے کی بھی تاکید ہے +

ان فی خلق السموٰت والارض واختلاف اللیل والنهار لآیات لاولی الالباب،

آسمان وزمین کی پیدایش میں عقلمندوں کے لئے نشانیاں موجود ہیں پھر ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

الذین یذکرون اللہ قیامًا [illegible] ویتفکرون فی خلق السموٰت والارض ربنا ما خلقت هذا باطلا۔

وہ لوگ جو اللہ تعالے کو کھڑے اور بیٹھے، یاد کرتے ہیں جو زمین و آسمان کی پیدایش میں غور وفکر کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اے خدا تو نے یہ بے فایدہ نہیں بنایا،

غرض قرآن مجید ایک ایسی کتاب ہے جس میں علم وحکمت کے اصول کوٹ کوٹ کر بھرے ہیں، اور اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس نے اصول وعقاید دینیہ کی بنیاد سفسطہ پر نہیں بلکہ فلسفہ پر رکھی ہے،

قرآن مجید کے علمی معجزوں کا شمار تو عقل انسانی کی قدرت سے باہر ہے، کہ یہ خدائے بزرگ وبرتر کا کلام ہے جس کی کنہ کو نہ کوئی پاسکا اور نہ آیندہ پاسکے گا، جس طرح ہم خدا کے پیدا کئے ہوئے عناصر قدرت کے خواص کو کلیتہً دریافت نہیں کر سکتے، اسی طرح خدا کے کلام کے اعجازی معارف پر بھی کلیتہً احاطہ نہیں کر سکتے، آج علوم ارضی اپنے معراج کو پہنچ چکے ہیں۔ لیکن باوجود اس محیر العقول ذہنی ترقی کے ہم نہیں کہہ سکتے کہ پانی۔ ہوا، بجلی کے جو خواص آجتک معلوم ہوئے ہیں ان میں اب کسی اضافہ کی گنجایش نہیں۔ آئے دن کی نئی نئی ایجادیں عناصر قدرت کے نئے نئے کرشمے دکھاتی ہیں۔ اور عقل انسانی کو ہر بار اپنے محدود ہونے کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ یہی حال خدا کی کتاب حکیم کا ہے، اس میں معارف وحقایق کا ایک ان گنت خزانہ ہے جس کا شمار عقل انسانی سے بالاتر ہے۔ اس لئے ہم اس مضمون میں قرآن مجید کے صرف ایک علمی اعجاز ہی کو ناظرین کے سامنے پیش کرینگے +

یہ مسلم ہے کہ قرآن مجید اس ملک میں نازل ہوا جہاں جہالت کی تاریک گھٹائیں چھا رہی تھیں۔ جہاں پڑھنے لکھنے کا رواج بہت ہی کم تھا خود مہبط وحی یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم امی تھے،

لیکن باوجود ان باتوں کے قرآن مجید نے کتب سابقہ کے متعلق ایک علمی دعوے کیا ہے۔ جس کو اس نے دو موقعوں پر یوں بیان فرمایا ہے

(۱) یکتبون الکتاب بایدیهم ثم یقولون هذا من عند اللہ یہ لوگ کتاب اپنے ہات سے لکھتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے ہے

(۲)۔ یحرفون الکلم عن مواضعه کلمات کو ان کے موقعوں سے پھیر دیتے ہیں۔

ان آیات میں تورات وانجیل کے متعلق یہ دعوے کیا گیا ہے کہ ان میں تحریف ہوئی ہے یہ دعوے بہت ہی بڑا دعوے ہے، اور عجیب بات یہ ہے کہ یہ الفاظ "نبی امی" صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلتے ہیں جنہیں لکھنے پڑھنے سے واسطہ نہیں پڑا، جو تنقید عالیہ سے ناآشنا ہیں۔ یقین اس دعوے کی صداقت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ کے منجانب اللہ ہونے کا ایک کھلا ہوا ثبوت ہے +

قرآن حکیم کا دعوے تحریف لفظی کا ہے یا معنوی کا۔ یہ دعوے غلط ہے یا صحیح؟ واقعات عالم، اور علوم عالیہ نے اس کی تصدیق کی یا تردید۔ ان سوالات پر ہم انشاء اللہ آیندہ صحبت میں غور کریں گے +

اسلام اور دیگر مذاہب

موجودہ زمانہ میں اسلام اور دیگر مذاہب میں ایک عالمگیر جنگ برپا ہے۔ اسلام کا دعوے ہے۔ کہ وہ نسل انسانی کی ایک عالمگیر برادری دنیا میں قایم کرنے آیا ہے۔ ایک خدا کی عظمت اور کل بنی نوع انسان کی مساوات، اس کا اصل الاصول ہے۔ وہ تمام انبیا اور بانیان مذاہب کو جو مختلف زمانوں میں مختلف اقوام کے رہنما بن کر آئے خدا تعالے کے سچے اور راستباز نبی تسلیم کرتا ہے۔ ان میں سے ایک کا انکار گویا اسلام کا انکار ہے۔ یہی ایک ذریعہ دنیا میں امن اور اتحاد قایم کرنے کا ہے۔ ورنہ جس نبی کا انکار کیا جائے، اسی کے پیروؤں میں ہمارے متعلق نفرت پیدا ہو جائیگی +

لیکن دوسرے مذاہب اس کے خلاف ہیں۔ ان میں سے ہر ایک اپنے ہی ہادی ورہبر کو سچا ٹھیراتا اور دوسروں کو کاذب اور مفتری سمجھتا ہے۔ اور اس کا آج یہ اثر ہے۔ کہ میدان تبلیغ میں سب ایک دوسرے کی نکتہ چینی کرتے اور اپنی خوبیاں بیان کرنے کے بجائے دوسروں کو برا بھلا کہتے ہیں۔ حالانکہ اشاعت مذہب کا طریق یہ ہونا چاہئے کہ سب اپنی اپنی صداقت پیش کریں۔ اپنے آپ کو اس قدر خوبصورت اور دلربا ثابت کریں کہ لوگوں کی توجہات خواہ مخواہ ان کی طرف کھنچ جائیں۔ دوسروں کو برا کہنے سے اپنی صداقت ثابت نہیں ہوتی۔ نہ ایک کی غلطی دوسرے کی صحت کا موجب ہے +

اسلام اور بدھ مذہب

اسی قسم کی ایک مثال اس وقت ہمارے سامنے ہے ہندوؤں کی بعض اچھوت اقوام موجودہ ذلیل حالت سے نکلنے کے لئے کسی دوسرے مذہب کی متلاشی ہیں۔ اسلام ایسے لوگوں کو فوراً اپنے اندر لینے کے لئے تیار ہے۔ اور اس کے لئے وہ اس عملی مساوات کو بطور ضمانت پیش کرتا ہے جو اس کی تیرہ صد سالہ زندگی کی ایک درخشاں خصوصیت ہے۔ ایسا ہی بدھ مذہب نے بھی ان اقوام کو لینے پر آمادگی ظاہر کی ہے۔ لیکن کس طریق پر؟ کیا کوئی ایسی خوبیاں اس نے اپنے اندر بیان کی ہیں۔ جو اس کے نزدیک [illegible] مذہب کا ایک زندہ ثبوت ہو۔ کیا ہندو مذہب کے اچھوت پن سے بڑھکر کوئی ممتاز حیثیت وہ انہیں دینے کے لئے تیار ہے؟ ان دونوں میں سے ایک بھی بات نہیں۔ بلکہ صرف اسلام کی عیب گیری اور نکتہ چینی کو اس نے اپنا طریق عمل قرار دیا ہے۔ چنانچہ بدھ مذہب کا اخبار "مہا بودھی" انہی اقوام کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

"ہندوستان میں ساڑھے چھ کروڑ اچھوت ہیں۔ جن کو راسخ العقیدہ ہندوؤں کے مندروں میں داخل نہیں کیا جاتا۔ یہ کروڑ ہا انسان اچھوت پن کی محنت سے نکلنے کے لئے اسلام کی پناہ میں جانا چاہتے ہیں۔ مسیحی مشنری بھی اس کوشش میں ہیں۔ کہ انہیں مسیحی کیمپ میں بلایا جائے۔ عقاید کے لحاظ سے یہ لوگ ہندو ہیں۔ لیکن چونکہ انہیں ذات پات سے خارج سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے وہ دوسرے مذاہب میں جانا پسند کرتے ہیں۔ یہ نام نہاد ذاتوں سے خارج لوگ ان بدھوں کی اولاد ہیں۔ جن کا برہمنوں نے جب انہیں طاقت حاصل ہوئی مقاطعہ کر دیا تھا۔ مسلمان جب ہندوستان میں آئے تو بدھ مذہب والوں نے فاتح قوم کا ساتھ دینا پسند کیا اور ان کے ساتھ مل گئے۔ بہت سے ادنے اقوام کے ہندو بھی موقع پا کر مسلمان ہو گئے۔ کشمیر کی تمام ہندو آبادی کو سکندر نے جو بت شکن کے نام سے مشہور تھا۔ زبردستی مسلمان کر لیا تھا۔ مغلیہ بادشاہ بدھ کو بت کے نام سے تعبیر کرتے تھے۔ بھیان۔ ترکستان۔ ترفان۔ قندھار، جلال آباد

اور شمال مغربی سرحدی صوبہ تمام کا تمام بدھ مذہب کے مندروں سے معمور تھا۔ لیکن مسلمان لٹیروں نے جب ممالک فتح کئے۔ توان سب کو تباہ کر دیا۔ اب ہندوؤں کے لئے وقت ہے کہ وہ جناب بدھ کو جو اچھوت اقوام کے نجات دہندہ ہیں قبول کریں۔ اور اچھوتوں کو ساکھی منی کی صداقت تسلیم کرائیں۔''

بدھ مذہب کا یہ طریق تبلیغ ان ہندو اور عیسائی مبلغین کے عین مشابہ ہے جو آئے دن اسی قسم کی فرضی داستانوں اور بدگوئیوں سے اسلام پر حملہ آور ہوتے اور مذہب کے نام پر خونریزیاں برپا کرتے ہیں۔ کوئی ان سے پوچھے کہ کیا اسلام کی غلطی ثابت ہو نیسے تمہاری صداقت ثابت ہو جائیگی کیا یہ کہہ دینے سے کہ اسلام نے بدھ مذہب کے مندروں کو تباہ و برباد کیا اور ان کو زبردستی اپنے اندر شامل کیا۔ بدھ مذہب سچا ٹھہر جائیگا؟ آخر کیوں اپنی صداقت کی کوئی دلیل پیش نہیں کی جاتی اور دوسروں پر نکتہ چینی روا رکھی جاتی ہے۔ کاش مذہبی مبلغین اس ناگوار روش کو چھوڑ کر اس صحیح مسلک کو اختیار کریں۔ جس کی اسلام نے ہدایت کی ہے۔ تو آج تمام مذاہب بیخ تباغض و تحاسد دور ہو کر سب کے سب ایک نقطہ اتحاد پر آسکتے ہیں +

غلط الزامات

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ہندوستان میں بدھوں کو مسلمانوں نے تباہ نہیں کیا۔ بلکہ ہندو برہمن ان کی تباہی کا موجب ہوئے ہیں مسلمانوں کا تو اس زمانہ میں نام و نشان بھی نہیں تھا۔ جب شنکر اچاریہ کے نام لیوا بدھ مذہب کے ایک ایک پیرو کو چن چن کر قتل کرتے اور ان کے مندروں کو اینٹوں کے ڈھیر بنا رہے تھے۔ اس کے بعد بدھ مذہب نے ہندوستان میں کبھی عروج حاصل نہیں کیا۔ بلکہ ہمیشہ باہر کے ملکوں میں پرورش پاتا رہا۔ تعجب ہے اس قدر واضح حقیقت کو جو تاریخ ہند کا ایک کھلا ہوا باب ہے۔ اس طرح سے چھپانے اور برہمنوں کے بجائے مسلمانوں کے سروں پر بدھوں کی تباہی کا الزام دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور وہ محض اس لئے کہ کسی طرح ہندوؤں کی ہمدردی حاصل کی جائے۔ اور اس ذریعہ سے اچھوت اقوام کو اسلام سے متنفر کرکے بدھ مذہب کی طرف راغب کیا جائے۔

کیا ایک متلاشی صداقت کے لئے یہ طریق عمل باعث تسکین ہوسکتا ہے؟ غالباً یہی وجہ ہے کہ پال گھاٹ کی اچھوت اقوام نے یہ صاف طور پر کہہ سنایا کہ بدھ مذہب کا تو تخیل بھی حماقت ہے۔'' +

مسلمان اور ہندو بیوہ لڑکیاں

بچپن کی شادی کا مرض اس تہذیب و شائستگی کے زمانہ میں بھی ہندوستان میں اس قدر عام ہے کہ اس نے ملک کو بہت ہی ہولناک مصائب میں مبتلا کر رکھا ہے۔ ہزارہا چھوٹی چھوٹی لڑکیاں بچپن ہی کی عمر میں بیوائیں ہو جاتیں اور عمر بھر دکھ اور تکلیف میں کاٹتی ہیں ہندوؤں میں تو دوسری شادی قطعاً ناممکن ہے۔ اس وجہ سے ان میں بیواؤں کی تعداد نسبتاً زیادہ ہے۔ چنانچہ بنگال میں بقول مسٹر اے سین ایم اے بی ایل اس وقت ۴۶۵۱۳ ایسی ہندو بیوائیں ہیں۔ جو پانچ سے لیکر ۱۵ سال تک کی عمر رکھتی ہیں۔ اسی عمر کی مسلمان بیواؤں کی تعداد ۲۴۴۲۷ ہے۔ ان ہر دو اعداد میں سے اگرچہ مسلمان بیوہ لڑکیوں کی تعداد کم ہے اور ان میں سے بھی اکثر دوبارہ بیاہی جا چکی ہیں۔ لیکن یہ کس قدر افسوسناک امر ہے کہ ہندوؤں کے اثر سے بچپن کی شادی کا مرض اسلام میں بھی اس قدر ترقی پا چکا ہے۔ مذکورہ بالا اعداد میں سے ۲۰۰ ایسی مسلمان لڑکیاں ہیں۔ جو پانچ سال کی عمر میں بیوہ ہوئیں۔ کیا یہ شرمناک بات نہیں۔ کیا مسلمانوں کی ہمدردی اور خیر خواہی میں مرمٹنے کا دعویٰ رکھنے والے لیڈروں کا یہ فرض نہیں۔ کہ وہ قوم کی ناگفتہ بہ حالت کی اصلاح کی فکر کریں؟

ایک قطعہ

جناب شیخ احمد علی صاحب سرویر ریاست خیرپور میرس نے ایک قطعہ ہمارے پاس بھیجا ہے۔ جس کے متعلق وہ لکھتے ہیں کہ ان کے معزز دوست علاؤالدین صاحب انصاری گنگوہی ڈرافٹسمین ریاست خیرپور میرس نے تیار کیا ہے۔ اس قطعہ پر درمیان میں مسجد کی نہایت
باقی کالم نمبر ۴ کے آخر میں

خط و کتابت ممالک غیر

ٹرینیڈاڈ (۱)

برادر گوہر علیخان صاحب لکھتے ہیں کہ:۔ یہاں کے لوگ اپنے باطل عقاید چھوڑ چھوڑ کر سچے عقاید اختیار کرتے جا رہے ہیں۔ اخبار پیغام صلح اور لائٹ کے ذریعہ سے سونے پر سہاگہ کا کام ہو رہا ہے یہاں ایک سید صاحب ہیں۔ جن کا کام احمدیوں کو گالی دینا ہے۔ مئی کے اخبار میں ڈاکٹر مارکوس کا قبول اسلام دیکھکر فرمانے لگے کہ یہ اخبار وہ اپنے پاس رکھیں گے۔ پھر فرمانے لگے ہندوستان کے لوگ کیوں حضرت مولوی محمد علی صاحب کو شیخ الہند نہیں مانتے اس جزیرہ کی تہائی سے زیادہ آبادی احمدی خیال کی ہے۔ خدا کے فضل سے باقی لوگ بھی انہی خیالات کی طرف آ رہے ہیں۔ اگر ایک انگریزی دان واعظ انجمن یہاں بھیجدے تو تھوڑے عرصہ میں سارا جزیرہ ہماری جماعت میں شامل ہو سکتا ہے۔ میں نے یہاں ایک رات کا مدرسہ جاری کر دیا ہے +

(۲)

برادر روحن صاحب لکھتے ہیں:۔ کہ اس علاقہ میں پریسبٹیرین پادری اپنے وعظوں میں اسلام کے بارے میں آجکل یہ غلط بیانیاں کر رہے ہیں۔ کہ حضرت نبی کریم نے اپنا دین تلوار کے زور سے پھیلایا۔ حالانکہ حضرت مسیح نے اپنا مذہب محبت سے پھیلایا اور کہ برہمن جو اسلام اختیار کرتے ہیں۔ سید کہلاتے ہیں۔ اور کھتری جو مسلمان ہو جاتے پٹھان کہلاتا ہے۔ دیش و شودر مسلمان ہو جانے پر جولاہے اور دھنیے کہلاتے ہیں۔ براہ مہربانی اعتراضات کے جوابات جلد تحریر کر کے بھیجدیں +

(نوٹ۔ پادریانہ دماغ بھی عجیب واقع ہوا ہے کہ نت نئی باتیں اسلام کے خلاف گھڑتے رہتے ہیں +

ترکی

استنبول سے برادر عمر رضا صاحب نے محمد دی پرافت کا مطبوعہ ترجمہ نامکمل شکل میں بھیجا ہے اور لکھا ہے کہ بوجہ [illegible] اشاعت مفقود ہو جانے کے باقی حصہ چھپوایا نہیں جا سکا۔ اور کہ وہ سب طرف سے مشکلات میں گھرے ہوئے ہیں۔ اور بمشکل بسر اوقات کرسکتے ہیں۔ لیکن سب سے زیادہ رنج انہیں اس بات کا رہیگا اگر اخراجات طبع میسر نہ آسکنے کے باعث کتاب مکمل شایع نہ ہو سکی انہوں نے اپنے ہر ایک دوست کو جس سے امید امداد تھی لکھا ہوا ہے لیکن تاحال کسی نے جواب نہیں دیا۔ انہیں یقین ہے کہ کتاب چھپ جانے پر بڑی قبولیت حاصل کریگی۔ اور حضرت نبی کریم اور آپ کی صحیح تعلیم کے سمجھنے میں دنیا کو مدد دیگی جس سے کہ ہر ایک سمجھدار انسان کو تسکین قلب حاصل ہو گی۔ ایسے نادر موقعہ کو ہاتھ سے کھو دینا مناسب نہیں خصوصاً ایسی حالت میں کہ کتاب دو تہائی چھپ چکی ہے۔ اس لئے انہوں نے مناسب سمجھا کہ ہمیں جملہ حالات سے اطلاع دیدیں۔ انہیں صرف ۴۰ پونڈ کی امداد کی ضرورت ہے۔ جو چھپوائی کاغذ اور جلد بندی کے لئے کافی ہونگے۔ چھاپہ شدہ حصہ پر ان کے ۹۰ پونڈ صرف ہو چکے ہیں۔ تین ہزار جلدیں چھپوائی گئی ہیں اور ہر ایک کتاب کی قیمت ایک ترکی لیرا ہو گی۔ ان میں سے ایک ہزار کتابیں اشاعت اسلام کے لئے وقف ہونگی۔ اگر انجمن انہیں مدد دے تو پہلی ایک ہزار فروخت شدہ کتابوں کی قیمت انجمن کو بھیجدی جائیگی۔ جن کی مجموعی قیمت یکصد میں پونڈ بنیگی چالیس پونڈ کی کمی کے باعث ان کی ساری محنت اکارت جانے کا اندیشہ ہے۔ اس لئے اگر ہمارے پرجوش احباب میں سے سو دوست پانچ پانچ روپیہ فی کس فوراً بھیجدیں تو یہ مشکل جلد حل ہو سکتی ہے جو دوست اس سے کم بھی دے سکتے ہوں۔ وہ جلد اس کار ثواب میں شامل ہوں۔ برادر موصوف بڑا کارکن اور پرجوش آدمی ہے اور سوانح عمری حضرت نبی کریم کے بعد ہمارے انگریزی قرآن کا ترجمہ کرنیکا ارادہ رکھتا ہے

ایران

برادر مرزا محمد ابراہیم صاحب اصفہانی جو اپنے دل میں حفاظت و اشاعت اسلام کا خاص درد رکھتے ہیں۔ اپنے تازہ خط میں خوشخبری سناتے ہیں جو جملہ بہی خواہان اسلام کے لئے دلی مسرت کا موجب ہو گی۔ آپ لکھتے ہیں کہ:۔

دو ہفتہ ہوئے میں نے آپ کو لکھا تھا کہ میں ایک عیسائی کو مسلمان کرنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ اور دوسرا بھی عنقریب خدا کے فضل سے جلد مسلمان ہو جائیگا۔ اب میں خوشی سے آپکو اطلاع دیتا ہوں کہ دوسرا بھی مسلمان ہو گیا ہے۔ ان ہر دو میں سے ایک کا مفصل حال میں آپ کو لکھتا ہوں۔ اور دوسرے کے حالات بوجہ خانگی پیچیدگیوں کے فی الحال لکھنا پسند نہیں کرتا۔ لیکن چار ماہ کے بعد اس کے حالات بھی مفصل طور پر اطلاع دونگا جبکہ مشکلات کے حالات میں آپ کو لکھتا ہوں۔ اس کا عیسوی نام وارم پیٹروسین تھا اور اس کا اسلامی نام ابراہیم خاں رکھا گیا۔ اس کی عمر تقریباً تیس سال کی ہے اور روسی علاقہ کے شہر طفلس کے ایک معزز خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ کرمان شاہ میں اسلام قبول کیا تھا۔ اور اب وہ عراق میں معہ اپنی مسلمان بیوی کے جس سے دو لڑکیاں ہیں۔ سکونت پذیر ہے۔ آغا کے بزرگ بھائی یعنی ابراہیم خاں کے چچا نے بھی اسلام قبول کر لیا ہوا ہے۔ اور اب وہ شمالی ایران کے شہر گیلان میں رہتا ہے۔ گذشتہ ۳ ماہ سے میں اپنے ایک دوست آغا محمود صاحب کی امداد سے ابراہیم خاں کو اصول اسلام کی فلاسفی سمجھا تا رہا ہوں۔ اور آخرکار وہ قایل ہو گیا کہ اسلام ہی حقیقی عملی مذہب ہے۔ اور بروز جمعۃ المبارک ۱۸ ذوالحج مطابق ۔ ا جولائی ۱۹۳۰ء کو مجتہد آغا حسین نجم آبادی کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا۔ الحمد للہ۔ تقریباً پندرہ یوم ہوئے اس کا ختنہ بھی کر دیا گیا ہے۔ طہران کے ایک بہتر حصہ میں اس کی اپنی دکان ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دینی و دنیاوی برکات سے متمتع کرے۔ میرے جیسے شخص کے لئے جس کے پاس نہ روپیہ ہے اور نہ کوئی سوسائٹی امداد دینے کے لئے ہے یہ امر خاص مسرت کا موجب ہے۔ میں فخر نہیں کرتا۔ لیکن بتا دینے سے نہیں رہ سکتا۔ کہ ہر ایک مسلمان اپنا فرض ادا کرے۔ تو دنیا میں حیرت انگیز انقلاب پیدا ہو سکتا ہے۔ عیسائی مشنری باوجود کثیر التعداد روپیہ اور مفت لٹریچر کے ایران میں کیا کامیابی حاصل کر رہے ہیں؟ کیا وہ سال بھر میں ایک مسلمان کو بھی مرتد بنا سکتے ہیں ہرگز نہیں۔ عیسائیوں کو یاد رہے کہ قرآن پاک دنیا کو ہمیشہ نور اور روحانی غذا دیتا رہے گا +

(اگر ہمارے ایرانی اور دیگر ممالک کے بھائی تبلیغ و اشاعت اسلام کے فرض کا ذرا سا بھی اپنے اندر احساس پیدا کریں۔ تو عیسائی پادری صاحبان اپنے مشنوں کو مندرجہ ممالک سے رفو چکر ہو جائیں اگر وہ ایک مسلمان کو مرتد کریں تو مسلمان چاہیئے کہ وہ ایک کے لئے دس عیسائیوں کو اسلام میں داخل کرنا اپنا فرض سمجھ لیں۔ یہی طریق تمام اسلامی مشکلات کا حل ہے۔ اللہ تعالیٰ مرزا محمد ابراہیم صاحب کو بہت بہت جزائے خیر دے جو یکہ و تنہا اس کار خیر میں عملی حصہ لے رہے ہیں۔ اور اپنے ہم وطن بھائیوں کو جگا رہے ہیں۔ ہم اپنی انجمن کی طرف سے مرزا صاحب کی خدمت میں بہت بہت مبارکباد عرض کرتے ہیں) + (محمد منظور الٰہی)

بقیہ مضمون کالم اول صفحہ ۱۰

خوبصورت شکل ہے۔ جس پر کلمۃ التوحید فی المسجد لکھا ہے اس کے اطراف میں سات کلمے بخط کوفی لکھے گئے ہیں اور چاروں گوشوں پر چاند ستاروں کی شکل میں اسم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بخط طغرا لکھا ہے

ہم جناب علاؤالدین صاحب کی محنت کی داد دیتے ہیں کہ انہوں نے یہ تمام باتیں اس خوبصورتی کے ساتھ ایک قطعہ پر لکھیں۔ جو ان کی غیر معمولی ذہانت اور محنت کا ایک کھلا ثبوت ہے۔ یہ قطعہ جو سفید ولایتی کاغذ پر نہایت خوبصورتی کے ساتھ چھاپا گیا ہے۔ نشستگاہوں کی آرائش کا موجب ہو سکتا ہے۔ ہمارے نوجوان اگر فحش تصاویر کے بجائے ایسے خوبصورت اور پاکیزہ قطعات سے اپنے در و دیوار کو سجایا کریں۔ تو آنکھوں کی طراوت کے ساتھ دل کی پاکیزگی بھی انہیں نصیب ہو۔ فی قطعات کی قیمت ایک روپیہ رکھی گئی ہے۔ مذکورہ بالا پتہ سے طلب کیجئے +

تحریف کتب سابقہ اور قرآن کریم

راستی موجب رضائے خداست

پیغام صلح ۲۷ ذوالحجہ میں ایک آرٹیکل زیر عنوان "انجیل میں تحریف" عاجز کی نظر سے گذرا ہے۔ چونکہ یہ مضمون ظاہر میں قرآنی تعلیم کے خلاف معلوم ہوتا ہے اسلئے میں اپنی معلومات کے موافق چند ریمارک قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتا ہوں جن پر غور کرنے سے امید ہے کہ اس مضمون میں صحیح و غلط تمیز کرنے کا ناظرین کو اچھا موقعہ ملیگا۔

قرآن شریف میں شروع سے آخر تک تامل کرتے سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی ایک دفعہ بھی قرآن شریف نے انجیل یا توریت کو محرف نہیں ظاہر کیا بلکہ برخلاف اس کے بار باران کتابوں کی تصدیق کی ہے ان کو نور اور ہدایت اور موعظۃ للمتقین بتایا ہے۔ یہود و نصاری کو اپنی اپنی کتابوں پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔ بلکہ یہاں تک ان کتابوں کی صحت کی حمایت کی ہے کہ سورۂ مائدہ کے پانچویں رکوع کے آخر سے تمام چھٹے رکوع تک صاف طور پر ان کی صحت کے محفوظ رہنے کا اور ان کے واجب العمل ہونے کا بیان کیا ہے اور رسول کریم صلعم کو مخاطب کرکے فرمایا ہے کہ یہود تجھ کو کیوں حکم بنائیں ان کے پاس تو توراۃ موجود ہے جس میں اللہ کا حکم ہے۔ باوجود اس کے وہ توریت سے روگردانی کرتے ہیں اسلئے ان کا توریت پر ایمان نہیں ہے ہم نے توریت نازل کی ہے اسمیں ہدایت اور نور ہے۔ انبیاء جو مسلم تھے وہ اسی توریت سے یہود کو ہدایت کیا کرتے تھے اور یہود کے علماء و فضلاء کو اس توریت کا محافظ بنایا ہوا تھا اور اسکے محفوظ رہنے کے وہ گواہ تھے۔ وہ بھی اسی توریت سے ہدایت کرتے چلے آئے ہیں۔ اے یہود تم لوگوں سے نہ ڈرا کرو۔ صرف مجھ سے ڈرا کرو اور میری آیتوں کو دنیا کے قلیل فائدہ کے عوض فروخت نہ کیا کرو۔ جو لوگ اللہ کی اتاری ہوئی کتاب پر (یعنی توریت پر) عمل نہ کریں وہ کافر ہیں۔ پھر آگے انجیل کی نسبت فرمایا کہ وہ توریت کی مصدق ہے اور ہدایت ہے اور موعظۃ للمتقین ہے۔ اہل انجیل کو چاہئے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اسمیں حکم دیا ہے اور جو اللہ کے نازل کئے ہوئے انجیل پر عمل نہ کریں وہ لوگ فاسق ہیں۔ پھر آگے فرمایا۔ اے رسول ہم نے تیری طرف ایک حق کتاب نازل کی ہے جو توریت و انجیل کی تصدیق کرتی اور ان کی محافظ یا ان پر شامل ہے تو ان کو اس کتاب کے موافق حکم دیا کر جو تجھ پر نازل ہوئی ہے۔ ہم نے تم میں سے ہر ایک امت کو ایک شریعت اور طریق بتلا دیا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا (یعنی ایک ہی شریعت پر چلاتا) لیکن مختلف شریعتیں دے رکھنے سے یہ مطلب ہے کہ جس جس کو جو شریعت دی ہے اس پر چلنے میں ان کا امتحان کیا جائے۔ بھلائی کرنے میں تم کو ایک دوسرے سے سبقت لیجانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ ان آیات سے توریت و انجیل کا تحریف سے محفوظ رہنا بین طور پر ثابت ہوتا ہے توریت و انجیل کو محرف بتلانا قرآنی تعلیم کے موافق کبھی نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاری کو ان باتوں پر ملامت کی ہے کہ وہ اوروں کو نصیحت کرتے ہیں اور خود اس پر عمل نہیں کرتے۔ یا وہ کسی بات پر ایمان لاتے ہیں اور عمل کرتے ہیں اور کسی پر نہیں کرتے اور وہ کلام الٰہی کو پس پشت ڈالدیتے ہیں۔ یا بعض کتابیں وضع کرکے خدا کی طرف منسوب کر دیتے ہیں (جیسے مسلمانوں میں بہت لوگ وضعی حدیثیں بنا لیا کرتے تھے) لیکن یہ بات کبھی ظاہر نہیں کی گئی کہ وہ لوگ اپنی کتاب کی آیات یا الفاظ بدل لیا کرتے ہیں۔ صرف یہود کو ایک اور طرح کی تحریف کا الزام دیا ہے اور قرآن شریف نے اس تحریف کا مطلب سمجھا دیا ہے کہ جیسے کسی بڑے کا کلام سنکر رواج تھا کہ سمعنا اور اطعنا کہا کرتے تھے یہود نے رسول کریم کی کلام کو سنکر ایک نئی قسم کا جواب بنا لیا تھا کہ سمعنا و عصینا اور راعنا زبان مروڑ کے کہنے سے حقارت کرتے تھے۔ اسکی جگہ انظرنا کہتے تو اچھا ہوتا۔ یا حکم دیئے گئے تھے کہ حطۃ کہتے ہوئے شہر میں داخل ہوں انہوں نے اسکی بجائے اور لفظ بدل دیا یا کلام سنکر اور سمجھکر تحریف کرتے تھے اس سے تحریف معنوی ظاہر ہے۔ غرض توریت میں یا انجیل میں عمداً الفاظ یا فقرات کے بدلدینے کا کہیں نہیں ہے۔ کہیں جنگ و صلح کے معاملات میں بھی یہود کی تحریف کا ذکر آیا ہے۔ اسکو توریت کی تحریف سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ علاوہ اسکے سورۂ انعام میں کوئی اٹھارہ انبیاء کے نام اور صفات بیان کرکے فرمایا ہے۔ یہ لوگ ہیں جنکو اللہ نے ہدایت کی ہے۔ ان کی ہدایت کی پیروی کیا کر۔ یہ کہیں نہیں کہا کہ ان کی کتابیں محرف ہیں ان کی پیروی کبھی نہ کرنی۔

اور توریت و انجیل کے ترجموں میں جو اختلاف ہیں یہ کوئی زیادہ توجہ کے قابل نہیں۔ قرآن شریف کے جتنے ترجمے کئے گئے ہیں اگر ان کا مقابلہ کرکے دیکھا جائے تو کوئی ترجمہ الفاظ پر متفق کبھی نہ ملینگے۔ لیکن جب قرآن شریف موجود ہے۔ اسطرح کے اختلافات سے قرآن کی ہدایت میں خلل واقعہ نہیں ہو سکتا ہے۔ اسیطرح سے یونانی ترجمہ توریت جو بہتر علماء یہود نے جمع ہوکر کیا تھا اور لاطینی توریت و انجیل کا ترجمہ جو مقدس جروم نے کیا اور بھی پرانے ترجمے اور اصل محفوظ رکھے گئے ہیں ان میں کبھی تبدیلی نہیں کی جاتی ہے۔ ہمیشہ ترجمہ کرنے کے وقت ان مستند کتابوں کو مد نظر رکھا جاتا ہے۔

اس کے سوا ایک بات ہے قرآن شریف وحی متلو ہے اور پہلی کتابیں وحی متلو نہیں ہیں بلکہ الہامی مضامین کو انبیاء اپنی عبارت میں جسطرح چاہتے تھے بیان کر دیا کرتے تھے اور دوسرے مقدس لوگ بھی ان سے سنی ہوئی باتوں کو اپنی عبارت میں نقل کیا کرتے تھے اس قسم کی تحریروں کو کتب منزلہ اور کتب مقدسہ کہا جاتا تھا اگر ان میں عبارت و الفاظ کے اختلاف ہو جائیں مگر اصلی کلام الٰہی کا مضمون نہ بدلے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ البتہ قرآن جو وحی متلو ہے اسمیں ایک لفظ کی تبدیلی بھی کلام کو مشتبہ کر دیتی ہے۔ مگر باوجود اسکے قرآن شریف مختلف عبارتوں میں رسول کریم کے روبرو پڑھا گیا اور سب کو رسول کریم نے صحیح فرمایا اور قرائتوں کے اختلاف تفسیروں میں نقل کئے جاتے ہیں۔ ایسے اختلافوں کو تحریف نہیں کہنا چاہئے۔ جن مضامین کا الہام جو مختلف عبارتوں میں بیان کیا جاتا ہے اسکو محرف کہنے کی کیا ضرورت ہے۔

سورۂ مائدہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کسی قوم کی دشمنی تمہارے ساتھ تم کو اس امر کی طرف مائل نہ کرے کہ تم معاملہ میں ان کے ساتھ بے انصافی کرنے لگو بلکہ سب کے ساتھ (دوست ہو یا دشمن) انصاف کیا کرو یہی عمل تقوی کے قریب ہے۔ اسی طرح سے یہود و نصاری ہماری مخالفت پر کمر باندھیں تو ان کے عمل ان کے ساتھ ہمکو اس کے عوض میں ان کی کتابوں کو محرف بتا دینا نہایت بے انصافی اور تعلیم الٰہی کے بالکل خلاف ہے۔

یہود اور نصاری کی کتب مقدسہ کے ساتھ کتب موضوعہ بھی ہمیشہ سے ملتی چلی آئی ہیں۔ ان کو یونان میں "اپوکرائی فا" کہتے ہیں مگر ان کے علماء ہمیشہ سے ان کو تحقیق کرکے کتب مقدسہ کو ہمیشہ علیحدہ کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ اور انہوں نے ایسی کتابوں کو کتب مقدسہ میں داخل نہیں کیا۔ ان کی بعض موضوعی کتابیں ایسی بھی ہیں کہ ان میں حق و باطل دونوں طرح کے کلام ہیں۔ لیکن انہوں نے ان کو بھی مستند کتابوں سے علیحدہ رکھا ہے۔ غرض مختلف ترجموں میں الفاظ اور آیات کے ایسے اختلاف ہوں جو ضروریات دین میں کوئی فتور نہیں ڈالتے تو ہم کو ان کی نکتہ چینی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ایسا کرنے میں اندیشہ ہے کہ منصوصات قرآنی کی مخالفت کے ہم مرتکب بنتے ہیں۔

اصلی بات یہ ہے کہ توریت و انجیل دونوں کتابیں صحیح اور عموماً غلطی سے محفوظ ہیں اور حاشیہ اور متن کی کہیں کہیں ملجانے کے باعث یا مترجم کی غلط فہمی سے کہیں کہیں غلطی واقعہ ہوگئی ہے تو اس نے اصل ہدایت کے مفہوم میں کوئی فتور نہیں ڈالا اگر ایسا ہوتا تو قرآن شریف ان کی تصدیق کبھی نہ کرتا۔ کتب مقدسہ سابقہ میں کلام انسانی کلام الٰہی کے ساتھ کثرت سے ملی ہوئی ہے اگر ایسی کلام میں کہیں فقرات کی بھی کمی بیشی ہو جائے بشرطیکہ اصول دین میں وہ کمی بیشی خلل انداز نہ ہو تو مسلمانوں کو اسپر اعتراض نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ جب قرآن شریف نے باوجود ترجموں کے اختلاف کے ان کو صحیح تسلیم کرلیا ہے تو اس سے یقیناً ثابت ہوتا ہے کہ وہ اختلاف بدرستہ میں فتور ڈالنے والے نہیں ہیں اور چند ترجمے قرآن شریف کے زمانہ سے پہلے صحیح تسلیم ہو چکے اور دوسری زبانوں میں ترجمہ کرنے کے لئے ان کو ہمیشہ مد نظر رکھا جاتا ہے اور کبھی کسی ترجمہ سے بڑی غلطی بھی ہو جائے تو مقابلہ کرنے کے لئے مستند نسخے موجود ہیں۔ پس تو ایسے ظاہری اختلافات سے کلام الٰہی کی ہدایت میں کوئی حرج واقعہ نہیں ہوتا۔

غرض قرآن شریف کے احکام کی اطاعت مسلمانوں پر فرض ہے۔ پھر جس کلام کو قرآن شریف صحیح اور محفوظ اور واجب العمل بتلائے تو کسی مسلمان کا حق نہیں ہے کہ اس کلام کو غلط اور محرف کہے۔

اسمیں کلام نہیں کہ یہود و نصاری نے بعض بدعتیں اور کفر و شرک تک پہنچا دینے والی باتیں اختیار کر لی تھیں۔ قرآن شریف ان کی اصلاح کے لئے بھی نازل ہوا ہے۔ اگر یہود مسیح و مریم پر ایمان لے آئیں اور نصاری تثلیث و کفارہ کے غلط اعتقاد کو دور کر دیں تو یہ سب مسلمانوں کے بھائی اور ہم مذہب اور نجات کے مستحق ہو سکتے ہیں مثلاً نصاری کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے اہل کتاب ایک ہی کلمہ کی طرف آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ خدا کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں اور نہ کسی کو خدا کا شریک بنائیں اور تم میں سے کوئی ایک دوسرے کو خدا کے سوا رب نہ بنایا کرے۔ اسطرح کی ہدایات تو قرآن شریف میں یہود و نصاری کو دیگئی ہیں لیکن تمام قرآن شریف میں یہ کہیں نہیں کہا گیا کہ جب تک یہود اپنے مذہب کو نہ چھوڑیں وہ نجات نہیں پاسکتے بلکہ برخلاف اس کے بہت جگہ یہ بات کہی گئی کہ یہود و نصاری خدا پر اور قیامت پر ایمان لائیں اور عمل نیک کریں تو مسلمانوں کے برابر نجات کے مستحق ہیں۔ خدا پر ایمان ہونے سے مراد ہے کہ جیسا خدا ہے ویسا اسپر ایمان ہو نہ کہ تین خداؤں پر ایمان ہو۔

یہ بھی مسرت کا مقام ہے کہ میں اس خیال میں تنہا نہیں ہوں۔ خواجہ کمال الدین صاحب بھی اس معاملہ میں میرے ہمخیال ہیں چنانچہ ۱۵ فروری ۱۹۲۰ء کے "پیغام صلح" میں ان کی طرف سے جو افتتاحیہ اسمیں صاحب موصوف نے خود ان الذین آمنوا والذین ہادوا والنصاری والصابئین من آمن باللہ والیوم الآخر فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون کی روشنی میں جو تفسیر اسکی کی ہے وہ انہیں کے لفظوں میں یہ ہے کہ:

> یہ بات کچھ ایسی نہیں کہ جس پر ہیں (دو دو مسلمان) مٹنے سے بچ نہیں سکتے اگر سب سے اول اپنے اندر اس اتحاد کو پیدا نہ کریں جسمیں شرکت کرنے کے لئے آنحضرت صلعم کے الفاظ قطعی اور آخری سمجھے جائیں قرآن کریم تو ایمان باللہ و بالیوم الآخر و عمل صالح پر جنت کے دروازے کھولے اور ایک عیسائی ایک یہودی اور ایک صابی کو بھی شامل کرلے۔

یہاں قدرتاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ عمل صالحہ کہاں سے مل سکتے ہیں جن پر یہود و نصاری بحیثیت یہود و نصاری جنت میں داخل ہو سکتے ہیں اسکا جواب یہی ہو سکتا ہے کہ انجیل و توریت سے۔ پس جب یہ بات ہوئی تو پھر انجیل و توریت کو محرف کون کہہ سکتا ہے۔ جب ان پر عمل کرنے سے یہود و نصاری بہشت میں داخل ہو سکتے ہیں تو لازمی طور پر یہ ثابت ہو گیا کہ توریت و انجیل بدستور اپنی اصلی حالت پر ہیں اور ہدایت و نور ہیں جیسا کہ قرآن میں خدا فرما چکا ہے اور جب یہ ماننے بغیر ہمیں کوئی چارہ نہیں رہتا تو پھر لکل جعلنا منکم شرعۃ ومنھاجا کی تفسیر نہایت وضاحت سے ہمارے سامنے از خود آجاتی ہے کہ اہل کتاب اپنی اپنی شریعتوں پر جو کہ محفوظ ہیں عمل کرکے مستحق نجات ہو سکتے ہیں۔

"ایک مسلم"

پیغام صلح:- مقالہ نگار کی توجہ کو ہم آج کے افتتاحیہ کی طرف منعطف کرانا چاہتے ہیں جو اسی موضوع پر شروع کیا گیا ہے امید ہے کہ وہ اس سلسلہ کو "پیغام صلح" کے آئندہ نمبروں میں بہ غور مطالعہ فرمائینگے۔ یہاں ہم صرف آخری فقرات کے متعلق جن میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کا ایک حوالہ دیا گیا ہے اسقدر عرض کرنا چاہتے ہیں کہ خواجہ صاحب کی عبارت کا وہ منشا ہرگز نہیں جو مضمون نگار نے اخذ کیا ہے اس عبارت کے سیاق و سباق میں صاف طور پر مسلمان کی تعریف "صلوۃ۔ زکوۃ کا پابند۔ اہل قبلہ ہونا۔ اسلامی ذبیحہ کھانا" کی ہے اور پھر لکھا ہے کہ جو بھی اہل قبلہ اور کلمہ گو ہو اسے کسی غرض کے لئے نہیں تو قومی استحکام کے لئے اور شماری

مکتوب غیر ملفوف

بخدمت حضرت مولانا احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ علمائے ہند

جناب مکرم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اخبار "الجمعیۃ" مورخہ ۱۸- اگست ۱۹۲۵ء صفحہ ۶ میری نظر سے گذرا میں ممنون ہوں کہ جناب نے میری کھلی چٹھی مندرجہ "تنظیم" مورخہ ۷- اگست کا جواب عنایت فرمایا۔ جناب کی یہ رائے بالکل درست ہے کہ اگر میرا مضمون مندرجہ تنظیم ۷- اگست پہلے شائع نہ ہوچکا ہوتا تو اس کھلی چٹھی کی وقعت زیادہ ہوتی لیکن واقعہ یہ ہے کہ میں نے مضمون لکھ کر دفتر امرتسر میں دیدیا کہ اخباروں کو بھیج دیا جائے اور اسی روز میں انبالہ کو واپس چلا آیا۔ اگلے روز میں نے مناسب سمجھا کہ اس قسم کا کوئی مضمون شائع کرنے سے پیشتر بعض واقعات معلوم کئے جائیں اسلئے یہ کھلی چٹھی لکھ کر اخباروں کو بھیجدی اور دفتر کو تار دے دیا کہ مضمون کی اشاعت روک لی جائے لیکن تار بعد از وقت پہونچا۔ مضمون شائع ہوچکا تھا مجھ کو اس کا بڑا سخت افسوس ہوا مگر بے سود۔

کھلی چٹھی کیوں؟

جناب نے فرمایا کہ اگر کوئی غلط فہمی ہوئی تھی تو پرائیویٹ طریقہ سے اس کی تحقیق ممکن تھی۔ حضرت مولانا! میں تو آپ کی خدمت میں بند چٹھیاں ہی لکھنے کا عادی رہا ہوں۔ آپ کی خدمت میں کھلی چٹھی لکھنا میرے لئے نہایت غیر معمولی بات تھی لیکن امرتسر میں آپ کے ہاتھوں میری اور آپ کی بند چٹھیاں پوسٹر بازی کا تختۂ مشق اور پوسٹر خوروں کے لئے خوان یغما بن چکی تھیں۔ میری سمجھ میں بالکل نہیں آیا کہ ان طولانی خطوط کی مکمل نقلیں بھیجنا۔ صرف محترمین امرتسر پر اظہار مسلک کے لئے تھا۔ اشاعت کے لئے نہ تھا۔ مسلک تو چند سطروں میں ظاہر ہوسکتا تھا۔ محررین دفتر کی بہت سی محنت اور کاغذ کی کفایت ہوسکتی تھی۔

اس کے بعد "الجمعیۃ" مورخہ ۲۹- جولائی صفحہ ۳ کالم ۳ سے شروع کر کے آپ نے وہ بند چٹھیاں شائع کیں اور ان پر ایک تبصرہ بھی رقم فرمایا۔ اسلئے میں نے یہی سمجھا کہ اب مولانا اخباروں ہی میں ہوا دار بند سرگذشتیاں کرنا چاہتے ہیں۔ جب بند چٹھیاں تمام دنیا کے سامنے کھل گئیں تو مجھ کو بھی کھلی چٹھی لکھنی پڑی۔

چوں کار بجاں آمد زیں پس من و رسوائی

وہ مضمون کیوں لکھا گیا

میں نے عرض کیا کہ وہ مضمون میری "تار" کے باوجود غلطی سے شائع ہوگیا اور مجھ کو اس کا افسوس ہوا لیکن آپ پوچھ سکتے ہیں کہ اگر اشاعت میں کوئی غلطی ہوگئی تو آخر وہ مضمون لکھا ہی کیوں تھا اس کی نسبت عرض کرتا ہوں۔ امرتسر کی پوسٹر بازی کو دیکھ کر مجھ کو بدگمانی ضرور ہوئی کہ تمام مراسلات کی مکمل نقلیں بھیجنا اسی نیت سے ہوگا کہ قبل کانفرنس روداد کانفرنس میں انکی اشاعت کی جائے اور یہ کانفرنس کی مخالفت ہی پر محمول ہوسکتا ہے لیکن میرے ذہن میں یہ احتمال یقیناً باقی تھا کہ شاید پوسٹر بازی مقامی مقدسین ہی کی کرامت ہو۔ اور آپ کے خطوط میں یہ وعدہ درج تھا کہ کانفرنس کے فیصلوں پر عمل کیا جائے گا اس وعدہ کی بنا پر ایک امید بندھی ہوئی تھی۔ ویسے بھی میری عادت ہے کہ میں ناگوار بحثوں سے بہت پرہیز کرتا ہوں۔ اس احتمال اور اس امید اور اپنی عادت کی وجہ سے فیصلہ لئے ہوئے تھا کہ نہ میری اور آپ کی مراسلت میری جانب سے شائع ہو اور نہ اسپر آپ حضرات کی عدم شرکت پر حاشیہ آرائی کی جائے۔ چنانچہ کانفرنس کی روداد میں میں نے یہی لکھا بھی تھا لیکن اگلے ہی دن دیکھا تو "الجمعیۃ" مورخہ ۲۹- جولائی میں آپ کا مضمون موجود تھا میں اپنے مضمون مندرجہ تنظیم مورخہ ۷- اگست میں آپ کے اس مضمون کا حوالہ اور ایک حاشیہ اسکا خلاصہ دے چکا ہوں۔ میں جب ناگوار بحث کی پہل کرنے کا الزام آپ پر لگاتا ہوں تو میری مراد اسی مضمون سے ہے۔ اس سے پہلے یا اس کے بعد کا کوئی مضمون میری نظر سے نہیں گذرا۔

پہل آپ نے کی

سوال یہ ہے کہ مضمون مندرجہ "الجمعیۃ" مورخہ ۲۹- جولائی صفحہ ۲ کس کا تھا۔ اس کے اول یا آخر کہیں درج نہیں کہ یہ مضمون کس کا ہے میں نے مضمون کو دیکھتے ہی خاص طور سے غور کیا کہ اس کلام کا متکلم کون ہے۔ آخر اسی تحریر میں یہ الفاظ مل گئے "ہم نے اپنے مکتوبات کی ایک نقل امرتسر بعض محترمین کو روانہ کر دی تھی"۔ ظاہر ہے کہ مکتوبات جناب کے ہی تھے نہ کہ حضرت ابوالاعلیٰ مودودی کے لہذا ثابت ہوا کہ مضمون جناب کا تھا۔ آپ نے اس مضمون میں اعیان کانفرنس پر یہ نہایت سنگین الزام لگایا کہ انہوں نے ملحدین و مرتدین کے لئے کانفرنس کا دروازہ کھول دیا لیکن ان کو ضرورت نہ تھی "تو صرف علمائے کرام کے مقدس گروہ کی" یہ الزام سنگین بھی تھا خلاف واقعات بھی تھا اور خلاف بھی ان واقعات کے جنکو آپ خود جانتے تھے آپ کو علم تھا کہ آپ سے اور حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب سے التجا کی گئی کہ آپ داعی بنیں اس کے بعد دونوں حضرات سے درخواست کی گئی کہ شریک اجلاس ہوں۔ پھر بذریعہ اعلان اخبارات کل ارکان جمعیۃ علماء کو مدعو کیا گیا۔ ۱۳ جولائی کو آپ کو تار دیا اور مفصل عریضہ لکھا۔ یہ عریضہ اور اسکے بعد کی چٹھی آپ نے خود شائع کی ہے کیا یہ سب کچھ ازراہ تمسخر کیا جا رہا تھا۔ اور درحقیقت علمائے کرام کے مقدس گروہ کی ضرورت نہ تھی؟ ان واقعات کو جانتے ہوئے آپ کے قلم سے اس الزام کا لکھا جانا کسقدر دل شکن ہے؟ آپ نے اس مضمون میں یہ بھی لکھا کہ اس معمہ کو صرف بانیان کانفرنس ہی حل کر سکتے ہیں کہ یہ جماعت تبلیغ اسلام کرنا چاہتی ہے یا مرزا صاحب کے علاوہ مجددیت اور عبداللہ چکڑالوی کی تعلیم اور یا اللہ کی توحید کا پروپیگنڈا کرنا اس کا مقصود ہے۔

حضرت مولانا قبلہ! ذرا آپ حق الحق کہہ دیجئے کہ یہ بانیان کانفرنس کے خلاف ایک نہایت مکروہ الزام ہے یا نہیں؟ اور لیجئے! میں نے آپ کو لکھدیا تھا کہ بہائیوں کو دعوت نہیں دی گئی مگر آپ اس مضمون میں ان کے لئے بھی کانفرنس کے دروازہ کو کھلا بیان فرماتے ہیں حضور مولانا! ان واقعات کو دیکھتے ہوئے مجھے مجبوراً یہی کہنا پڑا ہے کہ پہل آپ نے کی کیونکہ مضمون کی بنا پر میں نے اپنا مضمون مندرجہ تنظیم مورخہ ۷- اگست لکھا۔ وہ مضمون ایڈیٹر الجمعیۃ کا نہ تھا بلکہ اس ذات گرامی کا تھا جس نے اپنے مکتوبات کی نقلیں امرتسر کو بعض محترمین کو بھیجی تھیں لہذا جس ناگوار خلیج کا تذکرہ حضور نے فرمایا اسکی کھدائی یقیناً ساحل دہلی کی طرف ہوئی۔

آپ کے جوابات

مجھ کو آپ کے اکثر جوابات کے درست تسلیم کرنے میں ذرا بھی تامل نہیں مگر بعض جوابات کے بارہ میں کچھ تردد ہے۔ وہ عرض کرتا ہوں۔ جواب نمبر ۲ سے معلوم ہوا کہ مجلس عاملہ کی قرارداد میں الفاظ "بعد وصول دعوت" بھی تھے۔ میرے لئے ان الفاظ کی اطلاع ایک حیرت انگیز انکشاف ہے۔

اسی قرارداد کے الفاظ آپ کی چٹھی مورخہ ۱۱- جولائی بنام راقم میں بجنسہ نقل کئے گئے ہیں۔ اس نقل میں یہ الفاظ نہیں ہیں اس کے بعد اسی قرارداد نے امرتسر میں شکل پوسٹر جنم لیا۔ اس میں بھی یہ الفاظ نہیں اس کے بعد "الجمعیۃ" مورخہ ۲۹ جولائی میں آپ کی چٹھی مورخہ ۱۱ جولائی بنام راقم شائع ہوئی ہے۔ اسمیں بھی یہ الفاظ نہیں ہیں۔ اب یہ الفاظ کہاں سے آگئے۔ آیا یہ متن ہے یا شرح۔ محرفین انجیل کے بارہ میں تو یہ لکھا ہے کہ وہ تفسیری عبارتوں کو متن انجیل کے ساتھ مخلوط کر کے نقل کردیا کرتے تھے جسکی وجہ سے رفتہ رفتہ تفسیر اور متن کا امتیاز نظر انداز ہوجاتا تھا۔ اب جو مجلس عاملہ کی کارروائی مورخہ ۲ مئی چھپکر شائع ہوئی ہے تو اسمیں الفاظ "بعد وصول دعوت" درج ہیں۔ مگر خطوط کے ساتھ توسین کے اندر ہیں۔ کیا توسین سے یہ مراد ہے کہ یہ اصل تجویز کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ بطور حاشیہ لکھے گئے ہیں اگر اصل تجویز کے الفاظ ہیں تو توسین کی کوئی وجہ نہیں اور سخت تعجب ہے کہ میری کھلی چٹھی سے قبل جتنی مرتبہ یہ تجویز نقل کی گئی یہ الفاظ کبھی نقل نہ کئے گئے۔

جواب نمبر الف کی نسبت آپ کو ضرور مغالطہ ہے یا سہو۔ مجھ کو تو فرصت ہی فرصت تھی۔ سکرٹری مسلم لیگ تو چند گھنٹہ کے لئے آئے اور رخصت ہوگئے۔ ان سے گفتگو نجی ہوئی۔ اور چند منٹ میں ختم ہوگئی۔

ب- میرے علم میں نہیں آپ جو کچھ اپنے علم سے فرماتے ہیں میں اسکو بلا تامل درست تسلیم کرتا ہوں۔ مگر مجھ سے گفتگو کا موقعہ تو ضرور تھا۔ کم و بیش تین دن تک کئی مرتبہ یکجائی ہوتا کچھ کم نہ تھا

ج- ہاں! یہ فرمائیے کہ آپ اپنا فرض نہیں سمجھتے تھے کہ مجھ کو مطلع کریں اسکی نسبت آگے عرض کروں گا۔

جوابات ۱۰ تا ۱۹ شیخ صادق حسن صاحب ارکان جمعیۃ علماء دعوت دعوت نامے طلب فرمانے کا جو مقصد آپ بیان فرماتے ہیں۔ وہ مقصد میرے علم میں نہیں اور آپ کے علم میں ہے لہذا جو کچھ آپ نے بیان فرمایا ہے میں اسکو بلا تامل درست تسلیم کرتا ہوں لیکن اسقدر گذارش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ ارکان جمعیۃ کو تجویز مجلس عاملہ سے مطلع فرمانے کا یہ طریقہ بگلا پکڑنے کی استادانہ ترکیب سے کچھ کم نہ تھا۔ بہرحال آپ اپنے فرائض نظامت کو جس طریقہ سے چاہیں ادا کریں کسی کو اعتراض کرنے کا حق نہیں۔ البتہ شیخ صادق حسن صاحب کے ساتھ ستم ظریفی ضرور تھی کہ وہ تو اپنے بھولے پن سے یہ سمجھ کر کہ ناظم صاحب امداد فرمائینگے دعوت نامے آپ کی خدمت میں بھیج رہے تھے اور آپ ان کے دعوت ناموں کی الٹی تعمیل کرتے کہ ہر ایک دعوت نامہ کے ساتھ ایک حکم امتناعی جاری فرماتے۔ گویا ہر ایک دعوت نامہ پر خط تنسیخ کھینچ کر آگے کو چلتا کر دیتے۔ جناب ہی انصاف فرمائیں کہ اگر شیخ صادق حسن صاحب کو آپ کی اصلی نیت کا حال معلوم ہوجاتا تو وہ آپ کی پیشکردہ امداد کو کیا سمجھتے۔ میرے سوال نمبر ۴ کا مطلب پورے طور پر آپ کی سمجھ میں نہیں آیا۔ شاید اسکا سبب یہ ہے کہ آپ کے دفتر میں اس خط کی نقل موجود نہیں۔ اس خط میں یہ عبارت ہے:-

"آپ نے اس کانفرنس کو اتنا وسیع کر دیا ہے جس سے کامیابی مخدوش ہوگئی ہے۔ کاش! آپ ابتدا میں اتنا وسیع نہ کرتے تو بہتر ہوتا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ بہت سے حضرات اس کانفرنس میں شریک ہونے سے احتراز کریں گے۔ اتنے مختلف الخیال حضرات کا اجتماع نہ صرف غیر مفید بلکہ مضر ہوگا۔ بہرحال اب آپ نے کام شروع کر دیا ہے اور غالباً تمام حضرات کو دعوتی خطوط روانہ کرچکے ہوں گے اب کوئی مشورہ عرض کرنا بالکل بیکار ہے۔ خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کانفرنس کو کامیاب بنائے اور آپ کی سعی کو مشکور فرمائے"۔

کاش! اسقدر پیچ در پیچ اور گونگی عبارت کی بجائے آپ چار پانچ لفظ لکھدیتے کہ آپ نے مرزائیوں کو مدعو کیا ہے اسلئے نمائندگان جمعیۃ علماء شریک نہیں ہوسکتے کیونکہ مجلس عاملہ نے فلاں فیصلہ کر دیا ہے۔ یہ چٹھی کہتی ہے کہ آپ کچھ فرمانے تو لگے تھے مگر کسی سبب سے رک گئے ؎

لب پہ رہ جاتی ہے آ آ کے شکایت تیری
کہنے دیتی نہیں کچھ منہ سے محبت تیری

جواب نمبر ۲۵- اور حقائق واقعیہ

جناب نے آخر میں یہ ارشاد فرمایا کہ داعیان کانفرنس کو تجویز مجلس عاملہ سے مطلع کرنا میرا فرض نہ تھا۔ میں نے جو وقت بھی اطلاع دیدی میری اخلاقی رواداری تھی ورنہ تجویز کی تعمیل کی صورت تو اسقدر تھی کہ عہدہ داران جمعیۃ شریک نہ ہوتے اور بس۔

مولانا! میں نہایت ادب کے ساتھ آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے تمام بحث کو اسقدر مختصر الفاظ میں ختم فرمایا میں نے بھی یہی سمجھا تھا کہ آپ کا مقصد عدم شرکت تھا لہذا اطلاع نہ دی دیر کر کے کیوں اطلاع دی معلوم ہوا کہ آپ کا فرض نہ تھا لہذا اطلاع نہ دی بس ختم شد۔

مگر اب آپ کو کوئی حق شکایت باقی نہیں کہ جمعیۃ علماء کے فیصلہ کی پرواہ نہ کی گئی۔ جب آپ کلہیا میں گڑ پھوڑیں اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے دیں کہ کیا تجویز ہوئی تو آپ کے احکام کی تعمیل نہیں ہوسکتی اور جب یہ حالت ہو تو شکایت نہ کرنی چاہئے۔

آخری التماس

آپ کے مضمون میں چند اور باتیں بھی قابل جواب ہیں مگر میں اب اس بحث کو زیادہ طول دینا نہیں چاہتا۔ یہ تمام بحث نہایت ناگوار ہے اور کم از کم میری خواہش، عادت، اور اصول کے قطعی طور سے خلاف ہے۔ جہاں تک میرا اور آپ کا تعلق ہے اس بحث کی جڑ آپ کا مضمون مندرجہ الجمعیۃ مورخہ ۲۹ جولائی ہے۔ آپ کے جوابات کے بعد ان امور کے باوجود جن کے بارے میں میں نے تردد ظاہر کیا ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ درحقیقت ایک ایسا سلسلۂ واقعات خود پیش آگیا جس سے جانبین کو ایک دوسرے کے بارہ میں مغالطہ ہوا۔ مانا کہ اطلاع دینا آپ کا فرض نہ تھا لیکن اگر مجلس عاملہ کی تجویز مجھ کو بروقت اطلاع مل جاتی تو مرزائی جماعت کو مدعو نہ کیا جاتا۔ اور اسکی وجہ صاف تھی۔ مرزائی جماعت کی دونوں شاخیں اپنی اپنی جگہ نہایت منظم ہیں ان کی تنظیم کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ دسمبر ۱۹۲۲ء

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳ — تار کا پتہ "مسلمان لاہور"

پیغام صلح
اخبار — لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم
حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا | مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
اندرین دین آمدہ از مادریم | ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست | بادہ عرفان ما از جام اوست
آن رسولے کش محمد ہست نام | دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن | جان شد و با جان بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام | ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست | زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود | آن نہ از خود از ہمان جائے بود

ہفتہ میں دو بار، یک شنبہ و چہار شنبہ کو شائع ہوتا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم
حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما ازو یابیم از نور و کمال | وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست | ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک و ز خبرہائے معاد | ہر چہ گفت آن مرسل رب العباد
آن ہمہ از حضرت احدیت است | منکر آن مستحق لعنت است
معجزات و آنچہ حق اندر وست | منکر آن سوئے لعین خدا است
معجزات انبیائے سابقین | آنچہ در قرآن بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست | ہر کہ انکارے کند از شقوت است
یک قدم دوری ازان روشن کتاب | نزد ما کفر است و خسران و تباب

قیمت سالانہ صہ ششماہی ہہ سہ ماہی عہ
طلبا سے سالانہ سے

جلد ۱۳ | المسیح مدینۃ لاہور | یوم یک شنبہ مطبوعہ ۱۶ صفر المظفر ۱۳۴۴ ہجری مطابق ۶ ستمبر ۱۹۲۵ عیسوی | نمبر ۸۵

اسلام جرمنی میں
جرمن فلاسفہ کے اقوال اور حقانیت اسلام

(گذشتہ سے پیوستہ)

خیر الامور اوسطہا

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ صالح قوت ارادی بدی سے بھلے میں تمیز کرنے کا معیار کیا مقرر کرے۔ اس مسئلہ میں اسلام دیگر مذاہب سے بہت مختلف ہے اس لئے کہ دوسرے مذاہب کا معیار حتمی اور قاطع ہے لیکن اسلام کے معیار میں جدت ہے یعنی اسلامی معیار میں تناسب ہے۔ یہودیت کا نصب العین انصاف اور انصاف محض ہے مسیحیت کا معیار ہمسایہ کے لئے محبت و خیرات ہے لیکن اسلام کا مطالبہ یہ ہے کہ موجودہ وقت کے لحاظ سے طریقہ اختیار کیا جائے اور محبت و انصاف دونوں کی انتہا سے بچ کر بین بین راستہ اختیار کیا جائے۔ لاطینی مقولہ "والانصاف کو اپنا راستہ اختیار کرنے دو، خواہ تمام دنیا اس کی وجہ سے تباہ ہو جائے" ظاہر کرتا ہے کہ گوئٹے کا یہ خیال صحیح تھا کہ ہر چیز کی انتہا سے بربادی لازم ہے۔ اس ضرب المثل سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ انصاف کو بھی اگر اندھا دھند استعمال کیا جائے تو تباہ کن ظلم میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح محبت سے کمزوری پیدا ہوتی ہے اور سختی میں کمی کی وجہ سے تاب مفارقت قائم نہیں رہتی یہی سبب ہے کہ اسلام نے اطاعت و فرمانبرداری یا رحم کے آئین و قواعد مقرر نہیں کئے ہیں ٭

اسلام میں ضمیر کی آزادی

اور چونکہ اسلام سب سے زیادہ معقول مذہب ہے لہذا وہ اپنے معتقدین سے سب سے زیادہ اس بات کا طالب ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ ہر بات پر غور کریں۔ افراد کے نصب العین اور زندگی کے واقعات میں جو جدوجہد اکثر پیش آتی ہے اس میں ہر مومن ہر واقعہ اور صورت کے لحاظ سے فیصلہ کرے اور "درمیان کا صحیح راستہ" اختیار کرے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کی ذاتی قوت فیصلہ کا یہی نتیجہ اثر ہوتا ہے کہ انسان مادی درجہ سے ترقی کر کے اخلاقی درجہ پر پہنچتا ہے۔ یورپ میں ایک مارتسد راز سے جس چیز کو وہ مشرقی عقل کہتے ہیں اس کا راز اسی اصول میں مضمر ہے۔ ایک مسئلہ کے دونوں پہلوؤں کو رواداری کے ساتھ جانچنا اور درمیان کا صحیح راستہ معلوم کرنا اسی کا نام عقل ہے جو اہل مشرق کا حصہ ہے۔ فرقہ دار جذبات سے علیحدہ ہو کر معاملات کا اندازہ لگانا، اور پھر بھی اپنی جماعت میں شامل رہنا مشرقی عقلا کا خاصہ ہے۔ جب ہم اہل مغرب کبھی اس بات کو حاصل کر لیتے ہیں تو ہم اس کا "علمی تعطل احساس" نام رکھتے ہیں۔ اور اس کو مشتہر کرتے ہیں۔ یہ "علمی تعطل احساس" ایک مسلم کی زندگی کا ایسا جزو ہے جس سے وہ اچھی طرح واقف ہوتا ہے تاہم دو متضاد اشیاء میں صحیح درمیانی راستہ معلوم کرنے سے یورپین فلسفہ ناآشنا نہیں ہے۔ یونان کے مشہور فلسفی ارسطاطالیس نے اپنے علم الاخلاق کو اسی اصول پر قائم کیا ہے۔ لیکن یورپ کے مذاہب میں اسے کبھی دخل نہیں ہوا۔ بالفاظ دیگر یورپین زندگی میں اسے عمومیت کا درجہ کبھی حاصل نہیں ہوا ٭

اسلام عدیم النظیر رواداری

اسلام ہر نقطہ نظر کو نہایت رواداری کی نظر سے دیکھتا ہے اور یہ امید رکھتا ہے کہ اس سے "صحیح درمیانی راستہ" اور بھی واضح ہو جائے گا۔ یہ اس قدر ارفع اعلیٰ کارنامہ ہے کہ دوسرے مذاہب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ یہ اصول اس نظریہ سے عیاں ہوتا ہے کہ ہر قوم اور ہر ملک کو اللہ نے نبی عطا کئے ایک مسلمان کے نزدیک تمام اقوام کے نبی (موسیٰ، عیسیٰ، بدھ) خدا کے مرسل ہیں اور مساوی رتبہ رکھتے ہیں۔ ان انبیاء کی تعلیم کو محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ جمع کر کے سب کا عطر دنیا کو پیش کر دیا ہے۔ انہوں نے اس تعلیم میں ترمیم کی۔ اسے اکمل کیا۔ اور مختصر کیا لیکن قطعی منسوخ نہیں کیا۔ اس طرح اسلام نے مذہبی کرہ میں وہ چیز حاصل کر لی ہے جو بعض فلسفیوں کے لئے عقدہ لاینحل تھی۔ مثلاً لبنتز کا اصول

یعنی "اتحاد و تضاد و تخالف" اس طرح پورا ہو گیا۔ اس طرح اسلام اس تاریخی ترتیب و ترکیب کی بہترین اور اعلیٰ ترین مثال پیش کرتا ہے جو ہیگل کے تاریخی فلسفہ نے پیش کی تھی ٭

امن و امان اور اسلام

چونکہ کانٹ کی تعلیم وہ رشتہ امر ہے جو موجودہ فلسفیانہ تخیل کے ہر گوشہ میں دوڑا ہوا ہے۔ لہذا یہ امر باعث تعجب نہیں ہے کہ اس قسم کا خیال جو ہم نے مندرجہ بالا سطور میں ظاہر کیا کونگسبرگ کے سمرا فلسفی کے دماغ میں بھی آیا۔ جھوٹے اور تبدیل ہونے والے دماغوں کے خلاف کانٹ کی عمر جتنی بڑھتی گئی اسی قدر وہ اپنے اخلاقی اصول و مطالبات میں زیادہ مضبوط اور سخت ہوتا گیا۔ گو بڈھا ہو گیا تھا لیکن پھر بھی نہایت مشکل اور خطرناک سیاسی حالات میں آگے بڑھ کر یہ دعوے پیش کرتا تھا کہ سلطنت کا بہترین اور سب سے زیادہ منصفانہ طریقہ وہ ہے جس کی بنیاد جمہوریت پر قائم ہو، جرمنی کا سب سے بڑا فلسفی امن پسند اور جمہوریت کا دلدادہ ہے۔ اس کے خلاف جرمنی کا سب سے بڑا جنرل مالٹکی کا عقیدہ یہ تھا کہ غیر فانی امن و امان کا خیال محض ایک فریب، ایک دھوکہ ہے لیکن اسلام کانٹ کا طرفدار ہے اور جمہوریت کی تبلیغ کرتا ہے۔ اسلام کا نقطہ نظر ہے کہ بہترین قابلیتیں کی دریافت و انتخاب کے لئے سب سے زیادہ وسیع بنیاد جمہوری اصولوں پر ہی رکھی جا سکتی ہے۔ اور امن وہ لفظ ہے جو تمام فقروں اور باتوں سے زیادہ ایک مسلمان کے منہ پر آتا ہے۔ اس لئے کہ مسلمانوں کا باہمی سلام ہی "السلام علیکم" (تم پر سلامتی ہو) ہے ٭

مشرق و مغرب کا اتحاد

یہ واقعہ کہ اسلام اور یورپ کی روح بنیادی خیالات میں اتنی اہم مقامات اتصال رکھتی ہیں۔ دونوں کے لئے ان خیالات کی صداقت کے سبب سے باہمی رواداری کا زیادہ وسیع میدان پیش کرتا ہے ہمیں امید ہے کہ ہم اپنے مشرقی احباب اور بھائیوں کو زیادہ اچھی طرح سمجھ سکیں گے۔ اس کے بعد بنی نوع انسان ایسی حالت پر پہنچ جائے گی کہ ہر شخص اپنے آپ کو دنیا کا شہری کہیگا اور موجودہ جنگ آزما اقوام اور ایسے نصب العین کی جگہ جس میں اپنی قوم کے بعد کوئی منزل نہیں ہے اخوت انسانی کا قیام عمل میں آئے ٭ (الامان)

"مولوی"

اس نام سے ایک ماہوار رسالہ مولوی احمد المتقی دہلوی کی زیر ادارت دہلی سے نکلنا شروع ہوا ہے۔ پہلا نمبر اس وقت ہمارے سامنے ہے۔ جو زیادہ تر مولویانہ مضامین سے مملو ہے۔ ہمارے خیال میں بہتر ہوتا اگر اس میں موجودہ زمانہ کے مولویوں اور گذشتہ زمانہ کے علماء کے اعمال و کردار اور کارناموں کا مقابلہ کیا جاتا۔ اور مولویوں کی اصلاح و ہدایت کو وہ اپنے ذمہ لیتا۔ بہرحال جہانتک موجودہ مضامین کا تعلق ہے فی نفسہ برے نہیں۔ اور ان سے کافی فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ معارف القرآن لطائف الحدیث کے علاوہ صحابہ کرام کے اخلاق و فضائل پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور حالات حاضرہ پر بھی چند شذرے لکھے ہیں۔ قیمت سالانہ ایک روپیہ۔ منیجر رسالہ "مولوی" دہلی سے طلب کیجئے ٭

"لاہور میں تنظیم"

محترم جناب ڈاکٹر سیف الدین صاحب کچلو ۳ ستمبر کے تنظیم میں رقمطراز ہیں۔ کہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب لاہور میں مجلس تنظیم کے قیام کیلئے جدوجہد کر رہے ہیں۔ اور اگرچہ بعض احباب نے اکتوبر میں اس مجلس کے قیام کا مشورہ دیا تھا لیکن مرزا صاحب کام ابھی سے شروع کرنا چاہتے ہیں خواہ مجلس کی مستقل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۳ ۱۶/ صفر ۱۳۸۱ھ نمبر ۸۵

قرآن حکیم کا ایک علمی معجزہ

(۲)

کتب سابقہ میں تحریف لفظی ہوئی ہے یا معنوی

مولوی مصطفےٰ خاں صاحب کے قلم سے

اس میں شک نہیں کہ امت مسلمہ کے بعض افراد صرف تحریف معنوی ہی کے قایل ہیں، ان کا خیال ہے کہ تورات و انجیل کی اصل عبارتیں تو جوں کی توں محفوظ چلی آتی ہیں مگر یہود و نصاریٰ نے اپنی من گھڑت تاویلوں سے ان کے معانی میں تحریف ضرور کی ہے، اور اسی لئے وہ جادہ صواب سے منحرف ہو گئے ہیں، سر سید احمد بھی اسی خیال کے حامی تھے، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس خیال کے بزرگوں نے قرآن حکیم کے الفاظ پر غور کرنے کی تکلیف گوارا نہیں فرمائی نہ خود ان کتابوں کی اندرونی شہادت کو بہ نظر امعان دیکھا گیا ہے، قرآن مجید کے الفاظ صریح ہیں یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ، کتاب کو اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں۔ اور پھر کہتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے ہے۔ ان الفاظ سے تحریف لفظی کا مفہوم صاف مترشح ہوتا ہے۔ پھر اس سے زیادہ فصاحت ان الفاظ میں ہے۔ یحرفون الکلم عن مواضعہ، کلمات کو اپنے موقعوں سے پھیر دیتے ہیں، یعنی ان میں تحریف کر دیتے ہیں۔ ان کے متعلق یہ کہنا کہ یہ اس قسم کی بات ہے جس طرح وضعی حدیثیں بھی بنائی گئی ہیں، انصاف کا خون کرنا ہے، یہاں صاف لفظوں میں "کتاب" یعنے کتاب اللہ کا ذکر ہے، صرف صحف آسمانی ہی مراد ہو سکتے ہیں، نہ زبانی روایات، اور اسی کتاب کے متعلق ایک آیت میں تو یہ اشارہ ہے کہ اس اپنے ہاتھوں سے لکھکر خدا کی طرف سے قرار دیتے ہیں اور دوسری آیت میں بتایا کہ ان کے کلمات میں تحریف کرتے ہیں

اس کے علاوہ قرآن مجید نے ایک مقام پر شرایع سابقہ کی تنسیخ کا فلسفہ بتایا ہے، اور فرمایا ہے:۔

ماننسخ من ایت اوننسھا نات بخیر منھا او مثلھا۔ جب کبھی ہم کسی آیت کو منسوخ کرتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر لاتے ہیں یا اس کے مثل لاتے ہیں

اس آیت میں صنعت لف و نشر مرتب ہے، مطلب یہ ہے کہ اگر ہمیں پہلی شریعت کو منسوخ کرنیکی ضرورت ہوتی ہے تو ہم اس سے بہتر شریعت بھیجدیتے ہیں۔ اور اگر پہلی شریعت کے کچھ احکام لوگوں کو بھول جاتے ہیں تو ہم جدید شریعت میں اس کے مثل احکام نازل کر دیتے ہیں تاکہ بھولے ہوئے احکام پھر نافذ العمل ہو جائیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ قرآن مجید سے پہلے کی کتب آسمانی میں کچھ احکام ایسے بھی تھے جو امتداد زمانہ کی وجہ سے فراموش ہو چکے تھے۔ اور ان کتابوں میں نہ ملتے تھے۔ اس کو تحریف لفظی کہتے ہیں۔ کیا جن کتابوں کے شرعی احکام وقف طاق نسیان ہو چکے ہوں، ان کو ہم محفوظ کہہ سکتے ہیں؟

خدا تعالیٰ نے قرآن مجید کے متعلق ایک خاص وعدہ فرمایا ہے

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ ہم نے ہی اس ذکر کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرینگے

یہاں صاف لفظوں میں قرآن مجید کی حفاظت کا فرض خود جناب باری نے اپنے ذمہ لیا ہے۔ یہ وعدہ تورات کے متعلق نہیں۔ انجیل کے متعلق نہیں۔ اور جہاں تک ہم جانتے ہیں کسی اور آسمانی کتاب کو یہ شرف حاصل نہیں۔ یہ قرآن حکیم ہی کی ایک امتیازی خصوصیت ہے کہ اس کی حفاظت کا کفیل خود خدا ہے، اب اگر یہی خصوصیت کسی دوسری کتاب کو بھی حاصل ہو تو قرآن مجید کی یہ تحریر بغوذ اللہ بے معنے ہو جاتی ہے، قرآن مجید کے اس شرف خصوصی کے سامنے تو ہمارے بھی تسلیم کیا اگر دشمن تم کر دی ہے۔ امیو اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت دشمن ہے، مگر وہ بھی اس حقیقت کا معترف ہے، کہ قرآن مجید کے الفاظ جس طرح محفوظ رہے ہیں، اس طرح اور کسی کتاب کی حفاظت نہیں ہوئی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ حفاظت لفظی ہے یا معنوی؟ امت مسلمہ میں اب تک بہتر تہتر فرقے ہو چکے ہیں، لیکن سب اس بات پر متفق ہیں کہ یہی قرآن مجید جو بین الدفتین موجود ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا اور اس میں ایک نقطہ کا تغیر و تبدل نہیں ہوا حضرات شیعہ کو صحابہ کرام سے انتہا درجہ کا بغض و عناد ہے لیکن باوجود اس کے وہ اس کے ہرگز قایل نہیں کہ قرآن حکیم میں کسی قسم کی تحریف کی گئی ہے، مگر معنوں کے لحاظ سے دیکھئے تو ہر ایک فرقہ کا قرآن علیحدہ علیحدہ ہے۔ بہت سی آیات قرآنی ہیں کہ جن کے معنے حضرات شیعہ کچھ کرتے ہیں اور اہل سنت والجماعۃ کچھ۔ مثلاً الا المودۃ فی القربیٰ کے معنے شیعہ کے بڑے بڑے علماء یہ کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اجر اہل بیت کی محبت ہے، مگر علماء اہل سنت "قربیٰ" کے معنے اہل قرابت نہیں لیتے بلکہ اس سے قرب الٰہی اور عرفان الٰہی مراد لیتے ہیں، اسی طرح احمدی حضرات قرآن حکیم ہی کی رو سے حضرت عیسیٰ کی وفات کے قایل ہیں لیکن دوسرے مسلمان اسی قرآن مجید سے حضرت مسیح کی زندگی کا استدلال کرتے ہیں اور یہ یقین کئے ہوئے ہیں کہ حضرت مسیح چوتھے آسمان پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان سب فرقوں سے علیحدہ ایک اور فرقہ ہے جو اپنے آپ کو "اہل قرآن" کے نام سے موسوم کرتا ہے، اس نے یہ دعوےٰ کیا کہ حدیث سے اختلافات پڑتے ہیں۔ اس لئے ہم صرف قرآن مجید ہی سے تمسک کریں گے۔ مگر ان قرآن سے تمسک کرنیوالوں میں بھی اختلافات رونما ہوئے ہیں۔ کوئی کہتا ہے قرآن مجید سے تین نمازیں ثابت ہیں کوئی کہتا ہے پانچ۔ کوئی کہتا ہے روزے تیس ہیں کوئی کہتا ہے نہیں یہ تینتیس ہیں سارا قصور طریق استدلال و فہم نارسا ہی کا ہے، ورنہ قرآن مجید تو سراسر رشد و ہدایت ہے۔ وہ نعوذ باللہ کوئی موم کی ناک نہیں کہ کبھی اس طرف پھر گئی اور کبھی اس طرف، لیکن بایں ہمہ اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے کہ مسلمانوں میں قرآن مجید کے معانی کے متعلق اختلافات ہیں، اصل بات یہ ہے کہ اس قسم کے اختلافات ناگزیر

اپنی اپنی سمجھ کے مطابق استدلال کرتے ہیں اور اپنے اپنے مذاق کے موافق قرآنی معارف کے موتی پروتے ہیں ؎

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

اب سوال یہ ہے کہ انا لہ لحافظون میں وعدہ حفاظت لفظی کا تھا یا معنوی کا؟ مجھے تو یہی سمجھ میں آتا ہے کہ اصل وعدہ حفاظت لفظی کا ہے، اگر حفاظت معنوی کا ہوتا تو اختلافات کیوں ہوتے لیکن وعدہ حفاظت لفظی کا ایفا ایسا نمایاں طریق پر ہوا ہے کہ دشمن بھی اس کے معترف ہیں۔ حقیقت میں قرآن مجید کی یہ خصوصیت اور وعدہ حفاظت تو دوسری کتابوں کے بالمقابل ایک منفرد یا نہ رنگ رکھتا ہے، اس سے لازمی طور پر یہی ماننا پڑتا ہے کہ ان کتابوں میں صرف تحریف معنوی ہی نہیں بلکہ تحریف لفظی بھی ہوئی ہے۔ تحریف معنوی تو علی العموم ہر ایک کتاب میں ہوتی ہے اس میں تورات و انجیل کی کوئی خصوصیت نہیں۔ اس لئے قرآن کریم نے اگر ان کتابوں میں تحریف کا ذکر کیا ہے تو اس سے مراد تحریف لفظی ہی ہے۔ اور اسی لحاظ سے قرآن حکیم ان کتابوں کے مقابلہ میں یہ شرف خصوصی رکھتا ہے کہ یہ تحریف لفظی سے بالکل مبرا ہے +

بغیر شریعت کے نبی

۲۸۔ اگست ۱۹۲۵ء کے خطبہ جمعہ (مطبوعہ الفضل ۵ ستمبر) میں میاں محمود احمد صاحب نے اس بات پر بہت زور دیا ہے کہ نبی کا صاحب شریعت ہونا ضروری نہیں۔ اس بارہ میں انکی مابہ الناز دلیل یہ ہے کہ عام طور پر چار نبیوں۔ حضرت داؤد۔ حضرت موسیٰ۔ حضرت عیسےٰ اور آنحضرت صلعم کے سوائے کسی کو صاحب شریعت نہیں سمجھا جاتا۔ ہم حیران ہیں۔ کہ میاں صاحب نے عام لوگوں کی رائے کو کیوں قابل اعتبار سمجھا۔ عام لوگوں کا تو یہ بھی اعتقاد ہے۔ جس پر کل امت مسلمہ کا اتفاق ہے۔ کہ آنحضرت صلعم پر نبوت ختم ہو گئی۔ اور اب آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا میاں صاحب اسکو مانتے ہیں۔ دیکھنا یہ چاہئیے کہ آیا قرآن شریف نبی کے لئے شریعت کا لانا ضروری قرار دیتا ہے یا نہیں۔ وہ تو کھلے الفاظ میں فرماتا ہے۔ کان الناس امۃ واحدۃ فبعث اللہ النبیین مبشرین ومنذرین وانزل معھم الکتاب تمام لوگ ایک ہی گروہ ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے ان میں نبیوں کو مبعوث کیا جو مبشر بھی ہیں اور منذر بھی اور ان کے ساتھ کتاب بھی نازل کی۔ یہاں بغیر کسی استثنا کے سب نبیوں کا صاحب کتاب ہونا قرآن کریم نے تسلیم کیا ہے۔ اور بتا دیا ہے۔ کہ کوئی نبی کتاب کے بغیر نہیں آتا +

تمام انبیاء کی کتابیں ثابت کرنا ہمارا کام نہیں۔ جس طرح سے قرآن کریم نے چند انبیاء کے نام لیکر مجملاً بتا دیا۔ کہ ان من امۃ الا خلا فیھا نذیر۔ تمام اقوام میں خدا کے رسول وقتاً فوقتاً آئے۔ خواہ ان کے نام قرآن میں موجود ہیں یا نہیں۔ ایسے ہی اس نے بعض انبیاء کے نام بھی لیکر بتایا۔ کہ ان کو ہم نے کتاب اور حکم اور نبوت دی ہے۔ (جن میں بہت سے ایسے ہیں۔ جن کو میاں صاحب غیر صاحب شریعت مانتے ہیں) اور مجملاً بھی اس بات کو واضح کر دیا۔ کہ نبی جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے آتا ہے وہ کتاب اور شریعت لیکر آتا ہے ورنہ اگر محض انذار اور تبشیر ہی اس کا کام ہو۔ تو ایک نبی اور مجدد میں کوئی فرق باقی نہیں رہ جاتا +

نجدیت و حنفیت

افسوس ہے کہ نجدیت و حنفیت کا جھگڑا روز افزوں ترقی پر ہے۔ خیال تھا کہ مسلمان واقعات زمانہ سے کافی سبق حاصل کر چکے ہیں۔ اور تنگ ظرف مولویوں کا اب زیادہ اثر ان پر نہیں رہا۔ لیکن موجودہ حالات اس کے بالکل خلاف نظر آتے ہیں۔ اپنے عقیدہ کے خلاف کسی بات کا سننا انہیں ذرا بھی گوارا نہیں۔ فوراً دماغوں میں اختلال اور جوش پیدا ہو جاتا ہے۔ اور غصہ کی حالت میں اتنی بھی تمیز باقی نہیں رہتی۔ کہ امر متنازعہ فیہ پر کوئی صحیح رائے دے سکیں۔ ایک دوسرے کو گالیاں لعن طعن اور غلط الزامات سے کوسا جاتا ہے

اہم خدمت دین سمجھا جاتا ہے۔ جیسا کہ کسی شریر النفس نے مولوی میدار علی صاحب امام مسجد وزیر خاں کے صاحبزادے پر چھری چلائی +

اللہ اللہ یہ مسلمان ہیں۔ جن کا دین۔ جن کا مذہب۔ جن کا رسول جن کی کتاب دنیا میں صلح و امن قایم کرنے کے لئے آئی۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ جن کو اس پاک نبی نے جس کے روضہ مبارک کے نام پر اس یا ہمی کشت و خون سے ہاتھ رنگے جا رہے ہیں۔ حجۃ الوداع کے موقعہ پر یہ نصیحت فرمائی تھی۔ کہ خبردار تمہارے مال اور تمہاری عزتیں اور تمہارے خون حرام ہیں۔ جیسے آج کا دن اور یہ شہر اور مہینہ حرام ہے

ان الفاظ میں مسلمانوں کے اموال اور عزت اور خون کی کس قدر حرمت بیان کی ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ مسلمان آج اس فرمان نبوی کو نظرا بھلا بیٹھے ہیں۔ اور ایک دوسرے کی عزت۔ ایک دوسرے کی جان پر حملہ کرنا ان کا رات دن کا مشغلہ ہو چکا ہے نہ معلوم کب انہیں یہ سمجھ آئیگی کہ اس طرح سے باہم دست و گریبان ہونا اور عقیدہ کے اختلاف کو گالی گلوچ اور کشت و خون تک پہنچا دینا کوئی مذہب نہیں نہ اسلام اس کو کسی طرح جایز رکھتا ہے۔ سوائے اس کے کہ ان باتوں سے اپنی بد اخلاقی ظاہر ہو۔ جس پر غیر ہنسیں۔ اور اسلام کو اس کا ذمہ وار ٹھیرائیں اور کیا نتیجہ ہے +

اسلامی اور مسیحی نام

پادری علی بخش صاحب کا ایک مضمون مسیحی اخبار اپی فینی میں میں شائع ہوا ہے۔ جس میں انہوں نے اس اعتراض کا جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ کہ جو لوگ اسلام کو ترک کر کے عیسائیت میں داخل ہوتے ہیں۔ ان کے اسلامی نام بدل دینے چاہئیں کہ اس سے مغالطہ پیدا ہوتا ہے۔ پادری صاحب کو اس سے اختلاف ہے۔ اور وہ بڑی حیرانی سے پوچھتے ہیں۔ کہ "اسلامی نام" سے معترض کا منشا کیا ہے؟ عربی۔ فارسی یا ترکی نام "اسلامی نام" نہیں کہلا سکتے۔ کیونکہ یہ نام محمد رسول اللہ صلعم سے بہت پہلے

استعمال ہوتے تھے۔ مثلاً عبداللہ۔ ابراہیم۔ اسحٰق وغیرہ۔ اس لئے یہ نام اسلامی نام نہیں بلکہ اسلام نے ان کو اختیار کر لیا ہے۔ اسلام مسیحیت کے بعد دنیا میں آیا۔ اور اس لئے وہی ان ناموں کا زیادہ حقدار ہے +

ہمارے خیال میں پادری صاحب بہت دور چلے گئے۔ حق اور ناحق کا کوئی سوال نہیں۔ بلکہ بات اصل یہ ہے۔ کہ جب سے اسلام دنیا میں آیا ہے۔ یہ نام عرفاً مسلمانوں ہی کے سمجھے جاتے ہیں۔ اور جب کسی کو عبداللہ۔ عبدالرحمٰن۔ ابراہیم۔ اسحٰق۔ برکت اللہ۔ علی بخش وغیرہ ناموں سے پکارا جاتا ہے تو محض ان ناموں کی وجہ سے اس کے مسلمان ہونے کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ برخلاف اس کے جہاں کسی کو عبدالمسیح طالب مسیح۔ ناصر پادل وغیرہ ناموں سے پکارا جائے۔ وہاں یہ شبہ بھی نہیں ہو سکتا۔ کہ یہ مسلمان ہے۔ بلکہ فوراً اس کو عیسائیت کا پیرو سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے محض مغالطہ سے لوگوں کو بچانے کیلئے یہ قرین مصلحت ہے کہ عیسائی صاحبان کو ایسے نام جن سے کسی شخص کے مسلمان ہونے کا شبہ ہو سکتا ہے۔ استعمال نہ کریں۔ ایک اور وجہ سے بھی ایسے ناموں کا استعمال ناواجب ہے۔ پادری علی بخش صاحب عیسائی ہیں۔ لیکن کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت علی ان کے گناہوں کو بخشیں گے؟ اگر ان کا یہی خیال ہے۔ تو . . . . مسیح کی الوہیت کا عقیدہ اس کے ساتھ قایم نہیں رہ سکتا۔ لیکن اگر وہ ایسا اعتقاد نہیں رکھتے۔ تو ایک ایسے نام کو جس کا مفہوم ان کے معتقدات کے صریح خلاف ہے استعمال کرنے کا کیا فایدہ؟

امید ہے۔ کہ پادری صاحب اس پر غور فرما کر جلد اپنا نام بدلنے کا اعلان فرمائیں گے +

مسلم ہوسٹل لاہور

مسلم ہوسٹل کی طرف اس سے قبل احباب کو توجہ دلائی جا چکی ہے۔ بعض وجوہات سے ہوسٹل کو بند کرنے کا خیال بعض ارکان کو پیدا ہو گیا تھا۔ لیکن انجمن نے آخری اجلاس میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس کو جاری رکھا جائے۔ اور شہر سے دور رکھنے کے بجائے اس عمارت میں منتقل کیا جائے۔ جہاں پہلے مسلم ہائی سکول تھا یہ بہت بڑی اور وسیع عمارت ہے۔ اس میں انجمن کی تبلیغی جماعت اور مہمان خانہ بھی ہوگا۔ اور اوپر کی منزل میں کالجوں کے احمدی طلبا کے لئے ہوسٹل کا بھی انتظام کیا جائیگا۔ امید ہے کہ یہ انتظام طلبا کے لئے بہت مفید ثابت ہوگا۔ نہ صرف اس لحاظ سے کہ یہ جگہ شہر اور احمدیہ بلڈنگس کے بالکل قریب ہے اور طلبا نمازوں اور درس وغیرہ میں آسانی سے شامل ہو سکتے ہیں۔ بلکہ اس وجہ سے بھی کہ وہاں انہیں ہر قسم کی سہولت اور آرام پہنچایا جا سکیگا۔ اس کے علاوہ کالج بھی اس عمارت سے کچھ دور نہیں۔ اسلامیہ کالج اس کے ساتھ ہی ہے میڈیکل کالج۔ مشن کالج پندرہ بیس منٹ کے فاصلہ پر ہیں +

امید ہے کہ احمدی طلبا کے لئے یہ انتظام بہت مفید ثابت ہوگا اور وہ بہت جلد ہوسٹل میں جگہ حاصل کرنے کے لئے شیخ محمد عبداللہ صاحب پروفیسر اسلامیہ کالج سپرنٹنڈنٹ مسلم ہوسٹل احمدیہ بلڈنگس لاہور کے نام درخواستیں بھیج دینگے۔ مزید حالات دریافت کرنے ہوں تو وہ بھی شیخ صاحب موصوف سے بذریعہ خط و کتابت معلوم ہو سکتے ہیں +

کیا وید تمام دنیا کے لئے ہیں؟

نواب مرزا احمد علی صاحب رئیس دہلی نے ایک مضمون جام دوالامان" میں لکھا ہے جس میں اسلام کی ہمہ گیر اشاعت کو اس کے عالمگیر ہونے کی دلیل قرار دیتے ہوئے بتایا ہے۔ کہ

"اگر ساری دنیا کی ہدایت کے لئے وید نازل ہوئے ہوتے تو کیا وجہ ہے کہ ایک عرب چھیانوے کروڑ برس کی مدت میں ویدوں کا مذہب بحر ہند سے بھی باہر قدم نہ رکھ سکا بلکہ بحر ہند تو کجا سارے ہندوستان میں بھی نہ پھیلا"

فی الحقیقت یہ غور کرنے کی بات ہے۔ کہ جو مذہب اس قدر طویل مدت میں اپنی زادبوم سے باہر نہ جا سکا اس کا دعوے عالمگیری کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ کیا آریہ صاحبان اس پر غور کرینگے؟ +

خط و کتابت ممالک غیر

چین

برادر الیاس صاحب چینی مسلمان لکھتے ہیں کہ:- آپ کا خط مورخہ ۴ جولائی ملا۔ لیکن افسوس کہ آپ کی مرسلہ کتابیں نہیں پہنچیں۔ براہ مہربانی ڈاکخانہ کے ذریعہ سے تحقیقات کرائیں لائٹ کو دیکھکر مجھے بڑی مسرت ہوئی میں اپنا اخبار نور اسلام آپ کو تبادلہ میں بھیجدیا کرونگا۔ موجودہ فسادات اور ہڑتالوں کے باوجود میں نے اپنا اخبار باقاعدہ جاری رکھا جس کا چوتھا نمبر ارسال ہے۔ کتابوں کے نہ پہنچنے کا سخت افسوس ہے۔ براہ مہربانی ایک ایک کاپی اور بھیجدیں +

ملک آسٹریا

کرنیل غالب بے صاحب لکھتے ہیں:- آپ کی چند دلچسپ کتابوں کا پیکٹ ملا۔ جو میرے نزدیک دوگنی عزت کا موجب ہیں۔ اول تو برادران دور افتادہ کی طرف سے ایک قیمتی نشانی ہے۔ دوم ان کتب کے مضامین قیمتی اور دلچسپ اور سبق آموز ہیں۔ سالانہ پیکٹ کی کتب کا بھی میں مشکور ہوں۔ میں سب بھائیوں کی خدمت میں برادرانہ السلام علیکم عرض کرتا ہوں۔ اخبار لائٹ مجھے باقاعدہ پہنچ رہا ہے جس کے لئے میں انجمن کا مشکور ہوں۔ اس سے مجھے بہت سے روحانی فواید حاصل ہو رہے ہیں۔ خداتعالیٰ آپ کو اپنے نیک ارادوں میں کامیاب کرے

ایران

برادر سید احمد صاحب اہواز سے لکھتے ہیں کہ:- آپکا خط قبولیت بیعت ملا۔ میں انشاءاللہ جملہ نصائح پر عمل کروں گا۔ خدا کے فضل سے میری اخلاقی حالت پہلے سے اچھی ہے تاہم حسب الارشاد اس میں ترقی کی کوشش کرونگا +

[illegible]

انشاءاللہ چند یوم بعد بھیجدونگا۔ یہاں ⅓ ایرانی اور ⅔ ہندی ہیں اس لئے ہر دو قسم کے لٹریچر کی ضرورت ہے۔ میں آنکھوں کے اپریشن کے لئے شفاخانہ گیا۔ تو مسلمانوں نے اسے تماشہ بنا کر غیر مسلموں کو تمسخر کا موقعہ دیا۔ انشاءاللہ اپنا چندہ بھیجتا رہوں گا۔ آپ اخبار پیغام صلح بھیجتے رہا کریں کیونکہ اکثر لوگ میرے پاس تبادلہ خیال کے لئے آتے رہتے ہیں۔ اور کتب سلسلہ و اخبارات کا مطالعہ کرتے ہیں۔ میرا ارادہ لاہور آکر بزرگوں سے فیض حاصل کرنے کا تھا۔ لیکن خدا کی مصلحت نے رکاوٹ ڈالدی۔ میں نے حضرت مسیح موعود کی زیارت کی ہوئی ہے۔ اور دوسری بار بھی وہاں جانے کا ارادہ تھا لیکن دنیاوی کاروبار بگڑ جانے کے باعث ایران آنا پڑا۔ کمپنی نے تبلیغ کی ممانعت کی۔ لیکن سردار رضا خان صاحب رئیس الوزراء کی خدمت میں شکایت کرنے پر حکم صادر ہوا کہ حدود ایران میں ہر شخص کو تبلیغ کا حق حاصل ہے۔ کمپنی کو ہمارے ملک میں تبلیغ کی ممانعت کا کوئی حق نہیں۔ مفصل پھر لکھوں گا +

مشرقی افریقہ

برادر اے ڈی نغادری صاحب لکھتے ہیں:- افریقہ کے ذی اقتدار لوگوں کی فہرست ارسال ہے۔ اگر وقتاً فوقتاً ان کو اسلامی لٹریچر بھیجتے رہیں تو نہایت مفید ہو۔ یہ لوگ انگریزی دان ہیں۔ یورپین لوگوں کی فہرست بعد میں بھیجوں گا۔ یہاں کے عیسائی مشنوں کی رپورٹیں بھی تکمیل ہو جانے پر روانہ کردونگا۔ آپ کے لٹریچر کا افریقی زبان میں ترجمہ کرنے کے لئے مترجم کی تلاش میں ہوں۔ اگر مل جائے تو کافی معاوضہ دیکر بھی اس سے خدمت اسلام لونگا۔ یہاں کی مسجد کے لئے ایک گریجوایٹ امام کی ضرورت ہے اس بارہ میں پہلے خط لکھا جا چکا ہے۔ اخبار باقاعدہ روانہ کرتے رہیں +

بلجیم کانگو (وسطی افریقہ)

برادر ریٹ (عبدالرحمٰن) نومسلم جو مغربی افریقہ سے نقل مکا[نی] کرکے کانگو میں آباد ہو گئے ہیں۔ اور ہمارے لٹریچر کے پڑھنے سے اسلام میں داخل ہوئے ہیں تازہ خط میں لکھتے ہیں۔ آپکا خط مورخہ ۱۰ مارچ معہ فارم بیعت مجھے یہاں آکر ملے۔ جب سے میں یہاں آیا ہوں آپ کو خط لکھنے کا ارادہ کرتا رہا لیکن مستقل انتظام رہائش کرنے سے پہلے آپ کو کچھ لکھنا مناسب نہ جانا۔ میں انشاءاللہ حسب ہدایات مرسلہ فارم بیعت نیک اور خادم اسلام بننے کی کوشش کرونگا۔ مجھے لکھیں کہ میں کس ذریعہ سے اپنا چندہ انجمن کو بھیجا کروں۔ کیونکہ یہاں صرف ایک بنک بنام کانگو [illegible] بنک ہے جن کا برٹش بنک سے تعلق ہے۔ مجھے اپنے اسلامی نام کے معنی معلوم کرکے جو آپ نے گذشتہ خط میں لکھے ہیں۔ نہایت خوشی ہوئی کانگو کے مسلمانوں کی حالت نہایت پستی کی ہے۔ اور میں انشاءاللہ آہستہ آہستہ ان کو سدھارنے کی کوشش میں لگا رہوں گا اور آپ کو اس بارہ میں اطلاع دیتا رہوں گا +

مجھے اخبار باقاعدہ بھیجتے رہا کریں تاکہ میرا سلسلہ سے تعلق قایم رہے۔ اور اسلامی مسایل سے آگاہی ہوتی رہے مجھے افسوس ہے کہ یہاں نماز ادا کرنے کے لئے کوئی مساجد نہیں۔ میں انشاءاللہ نماز باقاعدہ ادا کرنے کا انتظام کروں گا۔ اور اپنے عمل اور چال چلن کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کی کوشش میں لگا رہونگا۔ میں اپنے مطالعہ کے لئے چند اسلامی کتب آپ سے منگوانا چاہتا ہوں لیکن قیمت کو باقساط ادا کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ براہ مہربانی اسلامی تیوہاروں کا مفصل حال لکھیں۔ اور ہر ایک تیوہار کا کیا مطلب اور مقصد ہے اور مسلمانوں کو ان میں کیا کرنا چاہیئے +

اٹلی

برادر چوہدری محمد اقبال صاحب لکھتے ہیں کہ:- گذشتہ ماہ چونکہ سفر میں رہا۔ اس لئے خطوط میں باقاعدگی نہ رہی۔ میرے متعلق اطمینان رکھیں۔ جب وقت آئیگا۔ اشاعت کا کام نہایت عمدگی سے کروں گا۔ فی الحال تو روٹی کی فکر ہے۔ یورپ میں رہنا کوئی آسان کام نہیں۔ یہاں گذارہ کے لئے بہت کچھ جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ تجارتی شغل جاری ہے۔ اور امید ہے انشاءاللہ اس میں کامیابی ہو جائیگی۔ سب کچھ خدا کی نصرت اور فضل پر منحصر ہے۔ میرا ارادہ آیندہ ماہ یہ شہر چھوڑ دینے کا ہے۔ بہتر ہو کہ ہماری جماعت کے چند نوجوان ترکی زبان سیکھیں۔ نہایت آسان زبان ہے اور بڑا کام دے سکتی ہے۔ ایک مضمون اخبار کے لئے ارسال ہے +

ٹرینیڈاڈ

برادر محمد حنیف صاحب لکھتے ہیں کہ:- مجھے آپ کا خط ملا۔ جس سے نہایت خوشی حاصل ہوئی۔ میں بدل و جان احمدیہ جماعت کو ہر قسم کی امداد دینے کو تیار ہوں۔ میرا ارادہ ہے کہ آپ کی کتابیں خرید کر کے یہاں کے ناواقف مسلمانوں میں مفت تقسیم کروں۔ تاکہ ان کو جماعت احمدیہ کے صحیح عقاید و خیالات کا پتہ لگ جائے ہم سب لوگ بڑی خوشی سے جماعت میں شمولیت کے لئے تیار ہیں۔ کیونکہ یہی ایک راستہ ہے جس پر چل کر مسلمان دین و دنیا میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ یہاں اکثر لوگ آپ کے خیالات سے متفق ہیں اور جنہیں کچھ اختلاف ہے انہیں ہم سمجھا کر جماعت میں انشاءاللہ شامل کرلیں گے +

ملک شام

برادر عبدالعزیز صاحب لکھتے ہیں:- میں ایک پادری سے اسلام و مسیحیت کی سچائی پر تحریری تبادلہ خیالات کر رہا ہوں۔ اور اس خط و کتابت کی نقل آپ کو بھیجتا ہوں۔ جو اس وقت تک ہم میں ہوئی ہے تاکہ آپ کو ہر دو کے دلایل کا علم ہو جائے۔ بعد ملاحظہ یہ واپس کر دیں +

دوسرے خط میں لکھتے ہیں کہ:- آپکے مرسلہ عربی رسایل پہنچے وہ میں نے دمشق میں خوب تقسیم کئے۔ اس پر متعصب ملانوں کا ایک گروہ رات کے وقت مجھ پر حملہ آور ہوا۔ لیکن مجھے ایسی باتوں کی پرواہ نہیں۔ اور میں جانتا ہوں کہ حق کی اسی طرح مخالفت ہوا کرتی ہے ایک اخبار ارسال ہے جس میں میں نے ایک مضمون لکھا تھا +

رسیدات زر

چندہ برلن مسجد و اشاعت اسلام

ماہ اگست ۱۹۲۵ء میں جو رقوم برلن مسجد و اشاعت اسلام فنڈ میں وصول ہوئیں انہیں شکریہ کے ساتھ اخبار میں شائع کیا جاتا ہے۔

(۱) میرزا نصر اللہ بیگ صاحب فتحگڈھ ۲ھ جرمن مشن و اشاعت اسلام۔ (۲) میاں محمد اسمٰعیل صاحب کارندہ سرکار کوٹ فتحدین جان قصور ۲ھ عطیہ اشاعت اسلام۔ (۳) خانبہادر ملک خیر محمد خان صاحب عظیم کلہ بنوں ۵ھ برلن مسجد (۴) جناب عطا محمد خان صاحب عظیم کلہ بنوں ۲۵ھ برلن مسجد (۵) ڈاکٹر کرم الٰہی صاحب معرفت سکرٹری جماعت پشاور ۱۰ھ (۶) شیخ احمد علی صاحب سب انسپکٹر پولیس فرخ نگر ۵ھ جرمن مشن (۷) محمد اکرام صاحب مختار بابو عبد الحق صاحب چک ۹۸ جنوبی ۵ھ برلن مسجد بحساب کابلی (۸) ایم نور محمد خانصاحب نائب ضلعدار نہر کوٹلہ مغلاں ۱۰ھ برلن مسجد بحساب کابلی (۹) منشی کرم الٰہی صاحب سکرٹری جماعت جہلم ۳۰ھ برلن مسجد بحساب کابلی (۱۰) چوہدری سلطان علی صاحب گوردا سپور ۵ھ زکوۃ۔ (۱۱) قاضی سمیع اللہ صاحب محکمہ زراعت سرگودھا ۲۶ھ جرمن مشن (۱۲) میاں محمد صدیق صاحب سب انسپکٹر پولیس مذورہ ۲۲ھ برلن مسجد بحساب کابلی۔ (۱۳) بخشی حضور علی صاحب سب جج کرنال ۳۰ھ جرمن مشن۔ (۱۴) منجانب جماعت لائل پور ۱۸ھ جرمن مشن (۱۵) شیخ مولا بخش صاحب آڑہتی لائل پور ۵ھ عطیہ اشاعت اسلام (۱۶) نواب سر میجر خان زمان خان صاحب والی ریاست امب ۱۰۰ھ برلن مسجد۔ (۱۷) ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب دربند ریاست امب ۱۲ھ روپیہ جرمن مشن (۱۸) ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب دربند ریاست امب ۲۰ھ برلن مسجد بحساب کابلی (۱۹) بابو عبد العزیز صاحب ابند کو بحرین ۱۰ھ جرمن مشن (۲۰) خانصاحب شیخ خدا بخش صاحب مسٹر اے سی پشاور ۵ھ برلن مسجد۔

ظہور احمد
سکرٹری

زیور فروخت شدہ

ایک فہرست پہلے فروخت شدہ زیور کی شائع کی گئی تھی اور ساتھ ہی ان زیورات کی تفصیل دیدی گئی تھی جو کہ فروخت نہ کئے گئے تھے۔ اب بعض فوری ضروریات کی وجہ سے تمام زیورات کو فروخت کر دینا پڑا ہے جو کہ نرخ کی ارزانی کی وجہ سے رکھے ہوئے تھے تفصیل قیمت جماعت وار حسب ذیل شکریہ کے ساتھ شائع کی جاتی ہے:-

زیورات	روپیہ	آنہ	پائی
زیورات جماعت شہر لاہور	۱۰۸۱	۱۲	۰
" " لائل پور	۱۴۰	۱۰	۹
" " پشاور	۱۴۶	۰	۰
" " لاہور چھاؤنی	۹۰	۱۳	۰
" " سیالکوٹ	۱۰۳	۸	۰
" " پسرور	۹۷	۸	۶
" " جموں	۷۰	۴	۰
زیورات جماعت شہر وزیر آباد	۶۴	۱۴	۹
" " دہلی	۶۵	۳	۰
" " گجرات	۱۹	۴	۰
" " چک شیخان	۳۲	۰	۰
" " برنالہ	۲۱	۰	۰
" " جہلم	۱۵	۸	۰
" " جادہ ضلع جہلم	۷	۰	۰
" " مردان	۴۶	۰	۰
میزان	۲۰۵۱	۹	۰

ظہور احمد
سکرٹری

نبی وقت

حضرت محمد رسول اللہ صلعم ہیں

یہ ایک کھلی کھلی بات ہے کہ ہر ایک کلمہ گو مسلمان ہر روز متعدد مرتبہ یہ نظارہ دیکھتا ہے کہ اہل اسلام کس انتہائی درجہ کے اخلاص اور جوش کے ساتھ اشہد ان محمداً رسول اللہ پکارتے ہیں۔ ہر ایک مسلمان کا ایسا فعل خواہ وہ اذان کی صورت میں ہو یا کسی اور صورت میں اس امر واقعہ کا ایک نہایت بیّن ثبوت ہے کہ وہ اپنے دل میں حضرت محمد رسول اللہ کو رسول وقت اور نبی وقت یقین کرتا ہے۔ حضرت مسیح موعود جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کو جن لوگوں نے دیکھا ہے وہ شہادت دے سکتے ہیں کہ ان کی زندگی میں بھی وقت جناب حضرت محمد رسول اللہ صلعم ہی سمجھے جاتے رہے تھے اور مساجد احمدیہ میں اشہد ان محمداً رسول اللہ کی صدا ہی گونجتی تھی لیکن آج وہ دلّت ہے کہ قادیان میں رہنے والے تمام احمدی جو صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب کی بیعت میں داخل ہیں جب ان سے نبی وقت کے بارہ میں سوال کیا جاتا ہے تو وہ فوراً جواب دیتے ہیں کہ نبی وقت حضرت مسیح موعود ہیں جو کلمہ گو مسلمان نبی وقت حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں وہ کافر ہے۔

اسمیں کچھ شک نہیں کہ قرآن کریم کی تعلیم یہی ہے کہ جو شخص بھی کسی نبی اللہ کا منکر ہے وہ مسلمان نہیں بلکہ وہ دائرہ اسلام سے خارج اور کافر ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ آیا خاتم النبیین صلعم کے بعد بھی کوئی منجانب اللہ مدعی نبوت ہو سکتا ہے۔ اسبارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جہاں بار بار یہ تعلیم دی کہ نبوت حضرت محمد رسول اللہ پر ختم اور شریعت قرآن شریف پر ختم اور خاتم النبیین خاتم الکتب کے بعد نبوت اور وحی محض ظلی بروزی اور مجازی طور پر حاصل ہو سکتی ہے نہ کہ اصلی اور حقیقی طور پر۔ وہاں انہوں نے یہ بھی تعلیم دی ہے کہ نبی وقت جناب حضرت محمد رسول اللہ صلعم ہی ہیں اور توحید کے ساتھ ان کی رسالت پر ایمان لانا نجات کے لئے نہایت ہی ضروری ہے۔ اور آج بھی اگر کوئی غیر مسلم شخص دائرہ اسلام میں داخل ہونا چاہے تو اس کے لئے بھی مسلمان بننے کے لئے صرف کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کافی ہے۔ حضرت مسیح موعود نے اپنی تمام عمر میں کبھی ایک دفعہ بھی یہ تعلیم نہیں دی کہ وہ نبی وقت ہیں اور اب کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک وہ نبی وقت یعنی مسیح موعود کی نبوت و رسالت کا اقرار نہ کرے۔ جہاں جہاں بھی انہوں نے اپنے حق میں لفظ نبی اور رسول کا استعمال کیا اور جہاں جہاں بھی اپنی وحی کو قطعی طور پر خدا کا یقینی کلام منوایا۔ وہاں بھی انہوں نے اس امر کو بھی اچھی طرح سے کھولدیا کہ محمد رسول اللہ خاتم النبیین ہیں ان پر نبوت کا باب مسدود ہو چکا ہے اور قرآن کریم خاتم الکتب ہے اور اب شریعت کا دروازہ منقطع ہو چکا ہے حضرت مسیح موعود کے دعاوی اور ان پر وحی الٰہی کا نزول اگر ہے تو وہ فنا فی الرسول کے رنگ میں ہے اور محمد رسول اللہ صلعم کی اتباع اور اطاعت کی وجہ سے بطور فیوض و برکات کے ہے لیکن قادیان میں حضرت مسیح موعود کی وفات کے بعد ایک نئی بات پیدا کی گئی ہے اور چند آدمی اپنی طرف سے مشورہ کر کے یہ اختراع کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود ۱۹۰۱ء سے پہلے پہلے تو فی الواقعہ اپنے آپ کو نبی اللہ نہ سمجھتے تھے لیکن ۱۹۰۱ یا ۱۹۰۲ء میں ان کو اپنی غلطی پر آگاہی ہو گئی اور انہوں نے اپنے آپ کو شرعی اصطلاح میں نبی اللہ کہنا شروع کر دیا۔ اسلئے حضرت مسیح موعود نبی وقت ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں اگر یہ قادیانی عقیدہ ایک صحیح عقیدہ ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ کتاب حقیقت الوحی میں جو آخری کتاب ہے حضرت مسیح موعود نے ایک دفعہ بھی اپنے آپ کو نبی وقت قرار نہیں دیا۔ اور بار بار حضرت محمد رسول اللہ صلعم کو ہی

نبی وقت

قرار دیا ہے جہاں تک بھی غور کیا جاتا ہے۔ قادیانی فریق اپنے اس ۱۹۰۱ء والے اختراعی عقیدہ میں سراسر غلطی پر معلوم ہوتا ہے یہ ایک موٹی بات ہے کہ ہر ایک بات کا دارومدار سمجھ پر ہوتا ہے۔ نابالغ بچے اور فاتر العقل لوگ جو مرفوع القلم سمجھے جاتے ہیں تو اس لئے کہ وہ با سمجھ نہیں ہوتے معذور ہوتے ہیں۔ اگر کسی شخص کے حواس خمسہ ہی مختل ہیں تو اس پر شریعت کی تعزیر نہیں رہتی۔ شریعت اور قانون کی پابندی نیت اور سمجھ پر موقوف ہے۔ بفرض محال ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ قادیانی پارٹی نے جو ۱۹۰۱ء والا عقیدہ دربارہ تبدیلی دعوی نبوت مسیح موعود مسیح موعود اختراع کیا ہے تو وہ صحیح ہے۔ اب خدا کی گرفت اور شریعت کی گرفت تو سمجھ پر موقوف ہے۔ خدا کو بھی علم ہے کہ کہ حضرت مسیح موعود نے ۱۹۰۱ء سے پہلے پہلے صحیح معنوں میں دعوی نبوت نہیں کیا۔ حضرت مسیح موعود بھی بقول مرزا محمود احمد صاحب ۱۹۰۱ء سے پہلے پہلے اپنے آپ کو نبی اللہ نہیں سمجھتے تھے۔

تو اب غور کر لو کہ منہاج نبوت پر حضرت مسیح موعود کے دعوی کو کسطرح پر کھوا دے گے۔ اگر حضرت مسیح موعود کے دعاوی بطور ظل اور مجاز کے تسلیم کئے جاتے تو وہ منہاج نبوت پر ہی پرکھے جاسکتے ہیں کیونکہ وہ اصل کا پرتو ہیں۔ ایسے دعاوی کا استدلال تو اس رنگ کا ہوگا جس رنگ کا اصل مدعی کا ہوگا کیونکہ یہ فنا فی الرسول کا رنگ ہے اور اسی ظلی اور مجازی رنگ کی طرف آیت کریمہ

صراط الذین انعمت علیہم

میں اشارہ ہے اور اسی آیت کریمہ کی تفسیر علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل میں پائی جاتی ہے لیکن اگر ۱۹۰۱ء میں جا کر حضرت مسیح موعود کو سمجھ آئی کہ وہ تو نبی اللہ ہیں اور پھر اس سمجھ کے بعد ۱۹۰۸ء میں وہ فوت ہو گئے تو سوچ لو کہ سمجھ بوجھ بقول مرزا محمود احمد صاحب حضرت مسیح موعود نے صرف سات سال دعوی نبوت کیا۔ اور اسطرح سے نادانی سے حضرت مسیح موعود پر نعوذ باللہ ایک ایسا حملہ کیا جو بہت ہی ناواجب ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب اسبارہ میں ایک نہ ایک دن اپنی غلطی تسلیم کر لیں گے حضرت مسیح موعود تمام عمر اس دلیل فرقانی پر بہت ہی زور دیتے رہے کہ رسالت اور نبوت کا کوئی مدعی کاذب دعوی نبوت کے بعد وہ عمر نہیں پا سکتا جو حضرت محمد رسول اللہ صلعم صادق نبی اللہ نے پائی یعنی تئیس سال تک دعوی نبوت کر کے ایک صادق مدعی ہی زندہ رہ سکتا۔ جو جھوٹا مدعی نبوت ہوگا وہ ہلاک ہوگا جھوٹے کو وہ مہلت نہ ملیگی جو سچے کو ملی۔ پس قادیانی پارٹی کا حضرت مسیح موعود کو ایسا مدعی نبوت قرار دینا جس نے سمجھ بوجھ کر صرف سات سال دعوی نبوت کیا۔ یہ درحقیقت حضرت مسیح موعود کے دعاوی کے خلاف تعلیم دینے کا نتیجہ ہے۔ ورنہ حضرت مسیح موعود کے دعاوی جو ۱۹۰۱ء کے بعد تھے وہ ۱۹۰۱ء سے پہلے بھی تھے اور ان کے دعاوی پر تئیس سال سے زیادہ مدت گذر چکی تھی اور وہ منہاج نبوت کے ماتحت ہر پہلو سے کامیاب اور بامراد فوت ہوئے تھے۔ یہ قادیانی پارٹی کی غلطی ہے کہ اس نے ان کو نبی اللہ منوانے کے لئے ۱۹۰۱ء والا عقیدہ دربارہ تبدیلی عقیدہ نبوت اختراع کیا اور جماعت احمدیہ میں افتراق کی خلیج کو اور بھی وسیع اور مضبوط کر دیا۔

جماعت احمدیہ کے وہ لوگ جو خاکسار راقم الحروف کی طرف یہ منسوب کرتے ہیں کہ مرزا محمود احمد صاحب عقیدہ نبوت مسیح موعود میں درحقیقت خاکسار کا متبع ہے وہ سوچ لیں کہ وہ کہاں تک راستی پر ہیں۔ حضرت مسیح موعود کی زندگی میں رسالہ "ردّ چکڑالوی" میں نے تصنیف کتاب "نبی اللہ کا ظہور" میں نے تصنیف کی۔ میرے کبھی وہم و گمان میں بھی یہ نہیں آیا تھا کہ ۱۹۰۱ء میں حضرت مسیح موعود نے اپنے دعوی نبوت کے متعلق کوئی تبدیلی کر لی تھی۔ حضرت مسیح موعود کا اپنے آپکو پہلے مسیح ناصری سے جزوی افضل سمجھنا اور بعد میں تمام شان میں افضل سمجھنا اسکے یہ معنی ہرگز نہیں ہو سکتے کہ پہلے وہ اپنے آپ کو جزوی نبی سمجھتے تھے اور بعد میں کامل نبی سمجھنے لگ گئے تھے بلکہ وہ امت محمدیہ کے ایک مخصوص اور کامل فرد کو نبی اسرائیل کے ایک خاص نبی اللہ سے افضل ہو جانے کے عقیدہ کو صحیح سمجھتے تھے۔ پہلے بھی وہ حضرت مسیح ناصری سے اپنے آپ کو افضل سمجھتے تھے مگر حضرت مسیح ناصری کی بزرگی اور نبوت کی وجہ سے اس دعوی فضیلت کو جزوی فضیلت قرار دیتے تھے لیکن پھر اس میں خصوصیت سے ترقی کی اور محمد رسول اللہ

کی خدمت کرنے والوں کو تمام شان میں انبیائے بنی اسرائیل سے فضیلت بیان کی اور اسمیں کچھ شک نہیں کہ امت محمدیہ کے بعض اولیاء اور علماء سے ایسے ایسے افعال ظہور میں آتے رہتے ہیں کہ انبیائے بنی اسرائیل میں ان افعال کی کوئی نظیر نہیں پاتی اور یہ ایک امر واقعہ ہے کہ قبولیت دعا یعلق بالعد اور دوسرے روحانی کاموں میں جو خوارق عادات افعال حضرت مسیح موعود سے ظہور میں آئے حضرت مسیح ناصری کے کام اگر مجموعی طور پر دیکھے جائیں تو حضرت مسیح موعود کے کاموں سے وہ لگا نہیں کھا سکتے پس تمام شان میں فضیلت کا دعویٰ کرکے حضرت مسیح موعود نے اپنے دعویٰ نبوت میں کوئی تبدیلی نہیں کی بلکہ بتلایا ہے کہ فی الواقعہ ہی محمد رسول اللہ کا ایک خادم اتباع نبوت بانی وقت محمد رسول اللہ کی اطاعت کی برکت سے وہ وہ کام کر سکتا ہے جو اپنی شان میں حضرت مسیح ناصری کے کاموں پر ہر پہلو سے فوقیت اور فضیلت رکھتے ہیں۔ پس ایسے فقرات سے یہ نتیجہ نکالنا کہ اسوقت حضرت مسیح موعود نے اپنے دعویٰ نبوت میں تبدیلی کر لی تھی اور مجازی اور ظلی نبوت کے دعویٰ سے تبدیلی کرکے حقیقی اور اصلی نبوت کا دعویٰ کر لیا تھا یہ حضرت مسیح موعود پر سراسر افترا ہے۔ اگر حضرت مسیح موعود نے اپنے دعویٰ نبوت میں اسطرح کی کوئی تبدیلی کی ہوئی ہوتی تو پھر "حقیقۃ الوحی" میں وہ ضرور اپنے آپ کو نبی وقت منواتے۔ لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ اس آخری کتاب میں بھی انہوں نے نبی وقت حضرت محمد رسول اللہ صلعم کو ہی منوایا ہے اور یہی حق ہے پس نبی وقت کے انکار سے کفر لازم آتا ہے نہ کہ نبی وقت کے کسی خادم کے ظلی اور مجازی دعاوی کے انکار سے۔ امید ہے کہ مرزا محمود احمد صاحب نبی وقت کے الفاظ پر غور فرمائیں گے۔

ضروری اعلان قابل توجہ احباب

انجمن کا مالی سال آخر ستمبر ۱۹۲۵ء کو ختم ہونیوالا ہے۔ اس کے بعد سالانہ رپورٹ تیار کی جائیگی اسے مدنظر رکھتے ہوئے اور دیگر انجمن کی فوری ضروریات کی وجہ سے جملہ احباب کرام کی خدمت میں بتاکید عرض ہے کہ وہ ہر قسم کا روپیہ ۱۵-۲۰ ستمبر تک ضرور بھجوا دیں۔ اور کوئی بقایا حتی الوسع کسی کیطرف باقی نہ رہے۔ اس بارہ میں مختلف مدات کی تصریح کر دیجاتی ہے۔ جن کے متعلق خاص توجہ بکار ہے۔

(۱) چندہ ماہوار اور اس کے بقائے
(۲) بلا ذخیرہ جرمن مشن کے وعدہ اور گذشتہ بقائے
(۳) تعمیر مدرسہ کا چھٹا حصہ
(۴) برلن مسجد کاپیوں کا روپیہ
(۵) زکوٰۃ کی رقوم

ظہور احمد۔ سکرٹری۔ ۲۷-اگست ۱۹۲۵ء

ضرورت

اپنے سکولوں کے لئے مندرجہ ذیل اساتذہ کی فوراً ضرورت ہے۔ (۱) بی-اے-بی ٹی-(۲) بی-اے-ایس اے وی (۳) مولوی فاضل ٹرینڈ (۴) منشی فاضل ٹرینڈ مولوی فاضل یا منشی فاضل ٹرینڈ کو ترجیح دیجائیگی۔ درخواستیں فوراً مینیجر مسلم ہائی سکول لاہور کے نام آنی چاہئیں۔ اساتذہ قابل اور تجربہ کار ہوں۔

(سید غلام مصطفےٰ مینیجر)

ضروری اطلاع

شیخ محمد حسین صاحب ٹھیکہ دار کھائی چھمبیکی حال فیروزپور چھاؤنی سے اطلاع دیتے ہیں کہ ان کے پاس جو کاپی برلن مسجد کی رسیدات کی تھی وہ کہیں گم ہوگئی ہے۔ اس کا نمبر ۵۴ تھا اور ایک ایک روپیہ کی یکصد پرچیاں تھیں۔ باقی دوست اسکا خیال رکھیں اور احتیاطاً ظاہر کریں۔ ظہور احمد سکرٹری

علی گڈہ مسلم یونیورسٹی

چند غلط فہمیوں کا ازالہ

عام خیالات کے اظہار کے وقت بہت کم ایسے محتاط لوگ ہیں جو گرد و پیش کے خیال کو پیش نظر رکھیں کہ نظریے اور مسائل اور عواقف کے اعتبار سے کسی جماعت کے افراد پر کہاں سے پورے اترتے ہیں بلکہ بعض اوقات اکثریت کے اوپر بھی غلط ثابت ہوتے ہیں یہی حال بہت سے غلط توہمات کا ہے جو علیگڈہ کے متعلق مشہور اور مسلم ہیں جن کی وجہ سے بعض وقت والدین اپنے بچوں کو علیگڈہ بھیجنے میں پس و پیش کرتے ہیں جہاں یہ بھی غلط ہے کہ علیگڈہ میں نواب زادے اور خوشحال ہی پڑھتے ہیں۔ علیگڈہ کی ٹیم کبھی نہیں ہارتی۔ وغیرہ وغیرہ۔ وہاں اور بہت سے ہمت شکن خیالات غلط ہیں جنہیں میں واضح کرنا چاہتا ہوں۔

(۱) تعلیمی حالت بتایا گیا ہے کہ مسلم یونیورسٹی میں سب پاس ہو جاتے ہیں۔ یہ خیال جتنا ہمت افزا ہے۔ اتنا ہی مضحکہ خیز ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جب سے یونیورسٹی ہوئی ہے۔ اپنی ذمہ داری محسوس کرکے طلبا پڑھنے اور اساتذہ پڑھانے پر زیادہ مائل ہیں۔ یہ اکثر لوگوں نے محسوس کیا ہوگا کہ علی گڈہ کی وہ چہل پہل وہ زندگی اور رونق جو الہ آباد یونیورسٹی کے زمانہ میں تھی اب مفقود ہے نہ وہ رات کو قہقہے اور شور سنائی دیتا ہے نہ وہ گانے کی آواز آتی ہے۔ بلکہ بقول ایک دوست کے مسلم یونیورسٹی نے بورڈنگ کو قبرستان بنا دیا ہے۔ جہاں سوائے چراغ نیم شبی اور کتب بینی کوئی مخصوص شغل کسی کا نہیں معلوم ہوتا افسوس کہ یونیورسٹی بنارس اور لکھنؤ کی رعایتوں سے سبق نہیں لیتی اور روز بروز سخت ہوتی جاتی ہے۔ بنارس میں کمپارٹمنٹ کا طریقہ ہے جس سے زیادہ تعداد میں طلبا پاس ہوتے ہیں۔ یونیورسٹی دوران امتحان میں بیماری وغیرہ کا خیال نہیں کرتی۔ ممتحن بہ نسبت اور یونیورسٹیوں کے بیرونی حضرات زیادہ آتے ہیں۔ کتب درسی بھی اور سب جگہ سے زیادہ ہیں۔ لکھنؤ اور ڈھاکہ کا بی-اے آنرز کا نصاب میرے سامنے ہے اور میرا خیال ہے کہ اتنا کورس یہاں کا معمولی بی اے کا طالب علم پڑھ لیتا ہے۔

(۲) عام حالت۔ خدا جانے کیوں مشہور ہے کہ علیگڈہ میں سب سوٹ پہنتے ہیں۔ علیگڈہ کے اخراجات بہت ہیں غریب آدمی اپنے بچے علیگڈہ نہیں بھیج سکتے۔ اول تو مسلمان قوم بھی غریب ہے اور ظاہر ہے کہ دو ہزار نوجوان جو یہاں جمع ہیں امیرزادے نہیں ہو سکتے۔ علیگڈہ میں فیس وغیرہ اٹھائیس اور پینتیس روپیہ کے درمیان ہے۔ ناشتہ اور جیب خرچ علیحدہ۔ یہ وہ رقم ہے جو ہندوستان میں سوائے مخصوص رعایتی مدارس کے ہر جگہ خرچ ہوتی ہے۔ ہمارے کھانے کے اخراجات بارہ روپیہ کے قریب ہیں یعنی لاہور الہ آباد اور لکھنؤ کے طلبا کو اس سے زیادہ دینا پڑتا ہے۔ اسپر یونیورسٹی طلبا کی امداد کرتی ہے۔ ہزاروں رعایتیں ہیں۔ فیس معاف ہو سکتی ہے۔ ڈیوٹی سوسائٹی قرضہ حسنہ دیتی ہے اور اب تک ۱/۲ ۱ لاکھ خرچ کر چکی ہے اسکے علاوہ ٹیوشن کرکے طلبا اپنی مدد کر سکتی ہے۔ زیادہ خرچ کرنا طلبا کی ذاتی عادات پر موقوف ہے جس کا علیگڈہ ذمہ دار نہیں۔ علیگڈہ شہر یا تھا اور یونیورسٹی سے دور ہے تھیٹر۔ سینما۔ عمدہ دوکانیں مفقود ہیں۔ یہ ضرور ہے کہ صفائی علی گڈہ میں پسند کی جاتی ہے اور بہت سے طلبا عمدہ لباس اور کچھ سوٹ کو صفائی میں شمار کرتے ہیں مگر ایسے بھی ہیں جو چند کھدر کے جوڑوں میں ان شرائط کو پورا کر دیتے ہیں

(۳) مشہور ہے کہ علی گڈہ کی ڈگری سستی ہے۔ اور نوکریوں کا لئے روک ہے۔ البتہ حالات تبدیل ہو چکے ہیں نوکریاں کم اور تعلیم یافتہ زیادہ ہیں اور قابل حصول ملازمتیں بھی مقابلہ کے امتحان کے بعد ملتے ہیں۔ اب سب کچھ اہلیت پر منحصر ہے جو ذاتی شے ہے۔ علیگڈہ یا کسی کالج کے لئے نہ پہلے ملازمتیں مختص تھیں نہ اب ہیں۔ البتہ جو وقعت علیگڈہ کی مخصوص طرز زندگی اور کامیاب طرز تعلیم کی بدولت اس کالج کو حاصل تھی وہ اب بدرجہ اولیٰ ہے۔

(۴) بعض حضرات کو شکایت ہے کہ علیگڈہ میں صنعتی تعلیم کیوں جاری نہیں کی جاتی۔ کثرت تعلیم اور کم وسائل معاش کی وجہ سے یہ خیال اب مسلمانوں کو آیا ہے۔ گو اسکا احساس بہت پہلے تھا مگر افسوس یہ ہے کہ یونیورسٹی کے پاس سرمایہ نہیں نہ مسلمانوں نے ہندو قوم کی طرح ایسے بیدار دماغ فیاض ہیں کہ جیبیں خالی کر دیں۔ اور انجینئرنگ یا صنعتی کالج قائم کر دیں۔ کیفیت یہ ہے کہ میرس ہوسٹل۔ جامع۔ ہال۔ کمال شبلی اور لاتعداد وہ ضروری کام ہیں جو مسلمان امیروں کے بے حقیقت وعدوں کا پتہ دے رہے ہیں۔ قوم میں خالصاً للہ چندہ دینے کی چند ہی لوگوں کو عادت ہے۔ بہت سے اصحاب لاٹ صاحب اور وائسرائے بہادر کے دورہ کے منتظر رہتے ہیں بہت سے لوگ نہ دینے کے لئے ترک موالات اور لغو اعتراضات کی آڑ ڈھونڈتے ہیں۔ اور حقیقتاً اس تحریک نے ناوانستہ طور پر اس تعلیم گاہ کو اس حیثیت سے بڑا نقصان پہنچایا ہے۔ گو بانی جامعہ متعدد بار اعلان کر چکے ہیں کہ علیگڈہ یونیورسٹی بنانا ان کا مقصد نہیں۔

(۵) کبھی یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یہاں کی مذہبی حالت درست نہیں کاش! دوسرے کالجوں کے مسلمان طلبا کی حالت پر نظر ہوتی تو یہاں کی مذہبیت کا اندازہ ہوتا۔ افسوس ہے کہ دیوبند وغیرہ کو صحیح کامل اور قابل اتباع معیار قرار دے کر یہاں کی حالت کا اندازہ کیا جاتا ہے۔ کالج جو کر سکتا تھا اس نے کیا ہے۔ یعنے امام۔ مؤذن وغیرہ مقرر ہیں۔ قرأت تفسیر کا انتظام ہے۔ علوم اسلامیہ کی تعلیم امسال سے شروع ہوگئی ہے۔ نماز کے انیٹر مقرر ہیں۔ جرمانہ ہوتا ہے۔ تقریر و وعظ سے ترغیب دی جاتی ہے۔ یونیورسٹی اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتی۔ طلبا کو یہ عمر نہیں کہ سزا جسمانی کا دیا جانا مفید خیال کیا جائے۔ یونیورسٹی کی تعلیم کا منشاء یہ ہے کہ طلبا خود اخلاقی ترقی کی ضرورت کو محسوس کریں اور مذہب اور ترفع خیال جبر سے نہ سیکھیں اور نہ سکھلایا جانا ممکن ہے۔

غرض اس قسم کے بہت سے خیالات ہیں جو ہندوستان کی فضا میں پھیل گئے ہیں۔ امید ہے کہ عامۃ المسلمین ان غلط خیالات سے متاثر نہ ہوں گے۔

محمد اشرف علیخاں
متعلم مسلم یونیورسٹی

کوٹھی برائے فروخت

گذارش ہے کہ بمقام برزاں ضلع کانگڑہ میں میری ایک کوٹھی ہے جس میں ۶ عدد کمرے ہیں۔ ہر ایک کمرہ ۱۸ فٹ لمبا۔ ۱۴ فٹ چوڑا۔ کوٹھی کے علاوہ ایک باورچی خانہ۔ دو منزلہ اصطبل ہے کوٹھی کے احاطہ میں باغ ہے اس باغ کی زمین ۵ کنال ہے۔ جگہ کے لحاظ سے یہ کوٹھی ہمہ صفت موصوف ہے اور ہر ایک موسم میں بود و باش کے لائق ہے۔ شہر کانگڑہ سے تین میل ہے اور پختہ سڑک کے کنارے ہے۔ اگر ایسی کوٹھی لاہور جیسے شہر میں ہوتی تو لاکھ روپیہ سے کم میں ہرگز ہرگز فروخت نہ ہوتی مگر میں بوجہ چند ضروریات کے مجبور ہو کر مبلغ آٹھ ہزار روپیہ پر فروخت کرنا چاہتا ہوں اگر کوئی صاحب خریدنا چاہیں تو معرفت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور اطلاع دیں۔

(خاکسار غلام احمد قریشی مسلم مشنری۔ ۲۰ اگست ۲۵ء)

ضرورت

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے زیر اہتمام پرائمری مدرسہ موکل ضلع سیالکوٹ میں ایک مدرس مردانہ سکول کے لئے اور ایک معلمہ زنانہ سکول کے لئے فوری ضرورت ہے۔ تنخواہ معلم ۲۵ روپیہ ماہوار اور معلمہ ۲۰ روپیہ ماہوار ہوگی بمعلم حوری اور احمدی اور جس کی اہلیہ معلمہ کا کام کر سکے کو ترجیح دیجائے گی۔ درخواستیں مع نقول اسناد بنام سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور آنی چاہئیں۔

برما میں ارتداد کے خطرہ پر ایک نظر

الامان مورخہ ۲۷ جولائی ۱۹۲۵ء میں عنوان بالا سے ایک مضمون سپرد قلم کیا گیا ہے۔ یہ مضمون اپنی نوعیت اور جدت کے لحاظ سے دلچسپ اور عجیب و غریب ہے۔ مضمون سے اس حقیقت پر روشنی پڑتی ہے کہ مولانا منظر الدین صاحب کے قوت تخیل نے انکے ... سامنے ... کا منظر پیش کر دیا ہے جس کے طوفان خیز تلاطم میں ہندوستان کے نام نہاد مسلمان غوطہ زن ہیں آپ لکھتے ہیں کہ جہاں ایک طرف رنگون کے زیرباذی مسلمانوں کے متعلق یہ حالات مسرت انگیز ہیں وہاں دوسری طرف دیہاتی مسلمانوں کے حالات نہایت المناک ہیں۔ "حلال و حرام میں وہ بہت کم فرق کرتے ہیں اور جو غذائیں برہما والے کھاتے ہیں وہی ان کی خوراک ہے"۔ ان کی معاشرت و مواکلت و مشارب انہیں برہموں کے ساتھ ہے نہ پردہ ہے نہ مذہب اسلام سے ان کو کوئی محبت ہے۔ ... کے نام بھی مسلمانوں کے سے نہیں ہوتے بلکہ برہموں کے سے ہوتے ہیں۔

(۱) یہ امر حد درجہ غلط اور حقیقت سے دور ہے کہ زیرباذی دیہاتی مسلمان حلال و حرام میں فرق نہیں کرتے بلکہ یہ ان کی صریح توہین ہے۔ بلکہ میں یہ کہنے کی جرأت کروں گا کہ زیرباذی مسلمان زیادہ محتاط ہیں اور وہ حلال و حرام کی تمیز میں دوسرے مسلمانوں سے کسی طرح پیچھے نہیں ہیں۔ یہ سراسر بہتان و افترا ہے کہ زیرباذی وہی غذا کھاتے ہیں جو برمی کھاتے ہیں۔ زیرباذی کبھی اس غذا کو استعمال نہیں کرتے جس کو شریعت حقہ نے ممنوع قرار دیا ہے اور نہ ان کی مواکلت مشارب برہموں کے ساتھ ہے۔

(۲) پردہ البتہ یہاں بہت کم ہے لیکن کیا جناب مولانا بتلائینگے کہ شریعت نے کسقدر پردے کا حکم دیا ہے اور دیگر ممالک میں کسقدر ہے؟ ہندوستان میں صرف چند مخصوص اقوام کو چھوڑ کر کس حد تک اس پر عمل ہوتا ہے

(۳) مذہب اسلام سے جسقدر زیرباذیوں کو الفت ہے اور اس کی جسقدر قدر و منزلت ان کے دل میں ہے وہ ان کی حالت سے ظاہر ہے۔ برہما میں شاید اسلام کو آئے ہوئے دو صد سال گذری ہونگی لیکن الحمد للہ کہ یہاں کے مسلمانوں میں اسلام صحیح معنوں میں اب تک ہے اُن میں عام بدعات اور ارتداد کا شائبہ تک نہیں۔

(۴) ہندوستان کے مسلمانوں کی پیشانی پر سیاہ دھبہ قیامت تک نشان امتیاز رہیگا کہ صدیوں اور قرنوں کے وعظ و تلقین اور ہزاروں غدار اس کی جاروں جانب اور بینکڑوں اخباروں کے چیخنے چلانے کے باوجود لاکھوں نومسلموں کے خیالات میں وہ ضدیات اور بدعات مقتدرہ ہے جس کے لئے اسلام ممتاز ہے۔ کیا اس میں کسی کو شبہ ہو سکتا ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں نے لاتعداد بدعات اور رسوم اختیار کر لی ہیں جن کے لئے مذہب کی طرف سے صریح ممانعت آئی ہے۔ اور پھر ان کی معاشرت اور تہذیب اور قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی معاشرت اور تہذیب میں کسقدر بعد ہے۔ اور سب سے بڑھ کر جواب یہ ہے کہ ان مقامات پر جہاں علم کے مرکز ہیں اور جہاں سے وعظ و حکم کے چشمے ابلتے ہیں۔ جہاں بڑے دار العلوم اور بڑی بڑی جماعتیں قائم ہیں جہاں ہزاروں علماء لاکھوں صلحاء امت مرحومہ کے مصائب پر آنسو بہاتے ہیں وہاں ارتداد کی آندھی اٹھتی ہے اور اسی جگہ سے گمراہی کا تباہی خیز سیلاب آتا ہے۔

مولوی منظر الدین صاحب نے برہما کے ارتداد کے متعلق واقعات اپنے اخبار میں تحریر فرمائے ہیں۔ ان کے متعلق میں مندرجہ ذیل امور دریافت کرنے کی جرأت کروں گا۔

الف۔ آپ لکھتے ہیں کہ "چنانچہ ایک راجپوت پٹھان جو شہر رنگون کا خوشحال باشندہ تھا تین ماہ ہوئے مرتد ہو گیا۔" کیا آپ اس شخص کا نام و پتہ بتلا سکتے ہیں کہ کب مرتد ہوا؟

ب۔ کیا آپ اس مناظر مولوی کا نام اور پتہ بتلا سکتے ہیں جس کا تذکرہ آپ نے ۲۷ جولائی کے "الامان" پر کیا ہے چونکہ اس مناظر کے متعلق یہاں غلط فہمی ہو گئی ہے آپ براہ عنایت اس کا نام بتلا کر ممنون فرمائیں۔

آخر میں ہم دریافت کرتے ہیں کہ آپ کے وفد نے برہما کے امراض کا کیا علاج تجویز کیا ہے۔ کیا صرف تحصیل چندہ ہی اشاعت مذہب کی منزل مقصود ہے؟ آپ نے یہاں کے لئے کیا عملی کام کیا۔ اور آئندہ آپ کس طرح کام کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں

اصل حقیقت تو یہ ہے کہ جسقدر روپیہ برہما سے ہندوستان جاتا ہے اگر اس سے اپنے ملک میں اشاعت اسلام کی جاتی تو جو کام ہندوستان میں صدیوں اور قرنوں میں ہو سکتا ہے وہ یہاں صرف چند سال میں ہو سکتا تھا۔

راقم۔ عبد الحکیم

مینیجنگ ٹرسٹی۔ بھوٹی ازکانی مسجد۔ گلی نمبر ۴۰۔ رنگون

مسلمانوں کی شرمناک حرکات

پیر جماعت علی شاہ پٹ گئے

بمبئی ۔ ستمبر آخر جس بات کا خوف تھا وہ ظہور پذیر ہو گئی جامع مسجد میں چھوٹانی کی جماعت نے جو حرکتیں کیں ان کی وجہ سے شہر کے تمام حلقوں میں غیظ و غضب کے جذبات برانگیختہ ہو کر مولانا شوکت علی اور کارکنان خلافت کی امن پسندانہ جد و جہد کے باوجود لوگوں سے ضبط نہ ہو سکا اور مدن پورہ میں خجندی۔ ذکریا منہیار۔ پیر جماعت علی شاہ صاحب اور چھوٹانی کے بیٹے اور ان کے چند اور آدمیوں کو لوگوں نے بری طرح زدوکوب کیا۔

چھوٹانی پارٹی نے غلطی یہ کی کہ بمبئی کے سب سے جوشیلے مسلمانوں کے محلہ کی مسجد میں ایک جلسہ کر ڈالا چونکہ مسجد کا متولی ان کا ساتھی تھا لہذا جلسہ کا انتظام تو ہو گیا اور پیر جماعت علی شاہ صاحب کی صدارت کا اعلان ہو گیا۔ مگر صبح سے ہی مختلف قسم کی افواہیں شہر میں اڑنے لگی تھیں۔ پیر جماعت علی شاہ صاحب خجندی۔ ذکریا۔ منہیار۔ چھوٹانی کا بیٹا مع مقصائی محلہ کے ایک گارڈ کے جلسہ میں پہنچے۔ جلسہ شروع ہونے سے پہلے ہی متولی کی طرف سے ایک اعلان کر دیا گیا کہ کسی آدمی کو بغیر صدر کی اجازت کے بولنے کی اجازت نہ ہوگی۔ پیر جماعت علی شاہ صاحب نے وعظ کہا جس کا سر پیر کچھ درست نہ تھا۔ وعظ میں اس امر پر بہت زور تھا کہ میں اولاد رسول ہوں۔ میری عزت کرنا تم پر فرض ہے۔ چونکہ جلسہ میں ادھر ادھر لوگ چہ میگوئیاں کر رہے تھے۔ اور رنگ ڈھنگ دیکھکر خجندی صاحب نے سمجھ لیا تھا کہ معاملہ دگرگوں ہے لہذا چپکے سے پیر جماعت علی شاہ صاحب سے کہدیا کہ تقریر کو طول دئے جاؤ۔ وہ بھی آدھی رات تک کچھ نہ کچھ کہتے رہے۔ مگر لوگ کم نہ ہونے تھے نہ ہوئے سب ڈٹے رہے۔ آخر کار پیر صاحب وعظ کہتے کہتے تھک گئے مگر آدمی جب بھی کم نہ ہوئے۔ خجندی صاحب سے ان کے ساتھیوں نے بہت اصرار کیا کہ تم بھی تقریر کرو مگر وہ رنگ دیکھ رہے تھے کچھ نہ بولے۔ آخر جب کسیطرح مجمع کم نہ ہوتا تھا بلکہ لوگ گروہ در گروہ ادھر ادھر کانا پھوسی کرتے نظر آئے تو خجندی صاحب کو بہت خطرہ ہوا اور انہوں نے کھڑے ہو کر کہا کہ اب جلسہ ختم ہو گیا سب کو چلا جانا چاہئے۔ خجندی صاحب کے یہ الفاظ سگنل تھے۔ لوگوں نے ہر طرف سے سخت سست کہنا شروع کیا اور زبانی ڈانٹ ڈپٹ کے بعد بہت جلد ہنگامہ کی صورت پیدا ہو گئی خجندی صاحب۔ ذکریا۔ منہیار صاحب وغیرہ دروازہ کیطرف آئے تاکہ جلد موٹروں میں بیٹھ کر روانہ ہو جائیں مگر یہی سب سے بڑی غلطی ثابت ہوئی کیونکہ اب تک لوگ مسجد کے احترام کی وجہ سے کوئی بے عنوانی نہیں کر رہے تھے۔ مگر جونہی مسجد سے باہر قدم نکالا۔ خجندی صاحب پر ٹوٹ پڑے۔ سب سے پہلے ایک چھتری کسی پر پڑی پھر لات جوتا اور لکڑی پڑنے لگی۔ آخر یہاں تک نوبت آئی کہ بمشکل انہیں آدمیوں نے گھسیٹ کر موٹر میں ڈالا۔ موٹر پر بھی بہت لکڑیاں پڑیں۔ تمام شیشے ٹوٹ گئے اور سخت نقصان پہنچا۔ اتنے میں غالباً چھوٹانی صاحب صاحبزادے نکلے۔ کسی نے کہدیا کہ مسٹر کھتری آ گئے۔ کھتری کا نام سننا تھا کہ لوگوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ بے طرح مارنا شروع کر دیا۔

کسی طرح موٹر میں انہیں بھی ڈالا۔ موٹر والے نے اندھا دھند موٹر کو کالے پانی والی گلی میں گھسیڑ دیا۔ مگر وہاں اسقدر پتھر پڑے کہ وہاں سے نکلے تو شامت اعمال نے پھیرا۔ چھوٹانی صاحب کے بیٹے اور ذکریا منہیار کو لوگوں نے بہت مارا۔ ہر طرف سے یہ آواز آتی تھی کہ چھوٹانی صاحب کہاں ہیں؟ اسے لاؤ۔ پیر جماعت علی شاہ صاحب کے بھی کئی گھونسے اور پتھر پڑے۔ مگر بعض لوگوں نے کہا کہ یہ بوڑھا ہے اسے چھوڑ دو۔ مسجد کے متولی پر جب حملہ ہوا اور کئی ضربیں پڑیں تو وہ بھاگ گئے۔ لوگوں نے اسے چھوڑ دیا

اخبار احمدیہ

اخویم مکرم چودھری ظہور احمد صاحب کی اہلیہ محترمہ بعارضہ بخار بیمار ہیں۔ بیماری کی شدت خطرناک حالت تک پہنچ گئی تھی لیکن الحمد للہ اب حالت قابل اطمینان ہے۔ اللہ تعالیٰ جلد صحت عطا فرمائے۔

وزیرآباد سے اخویم مکرم شیخ محمد عبد اللہ صاحب اپنی والدہ ماجدہ کی بیماری کی اطلاع دیتے ہیں جس کی وجہ سے شیخ صاحب مضطرب ہیں۔ بالخصوص اس لئے کہ بیوی اور بچہ کی وفات کا صدمہ ابھی بہت تازہ ہے۔ احباب کرام سے درخواست ہے کہ مریضہ کی صحت کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں۔

کوٹلی سے برادر امیر عالم صاحب اپنے ایک دوست کی بیماری کی خبر دیتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ وہ صحت یاب ہونے پر سلسلہ میں شمولیت اور تبلیغ کا کام کرنے کا وعدہ کرتے ہیں۔ برادر موصوف احباب کرام سے ان کی صحت کے لئے دعا کے ملتجی ہیں۔

تازہ خبریں

کراچی ۲۔ ستمبر کل شام کو بندرگاہ کراچی پر ایک افسوسناک سانحہ رونما ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ مسٹر جوشی اگزیکٹو انجینیر۔ مسٹر ہرسکر جوشی محکمہ بندوبست کے محاسب اور مسٹر ابھینکار جو کراچی میں محکمہ حفظان صحت کے افسر اعلیٰ تھے سمندر میں ڈوب گئے۔ یہ لوگ اپنے اہل و عیال سمیت گنیش چوتھ کی رسم ادا کرنے کے لئے ایک کشتی میں بیٹھ کر روانہ ہوئے منوڑہ کے مینار کی سیر کرنے کے بعد چار پانچ آدمی اس چٹان پر چڑھے جس پر مینار ایستادہ تھا۔ یکایک ایک خوفناک لہر بڑے زور شور کے ساتھ مینار کی طرف بڑھی اور ان سب کو بہا کر لے گئی۔ مسٹر نرائن بال کرشنا تو بڑی جد و جہد کے بعد کنارہ پر پہنچے لیکن باقیماندہ تمام اشخاص کو سمندر کی لہروں نے دیکھتے دیکھتے اپنی آغوش میں لے لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ان کی نعشوں کو ڈھونڈنے کے لئے متعدد آدمی کشتیوں میں سوار ہو کر اس مقام پر پہنچے لیکن کچھ پتہ نہ چلا۔

کرنال۔ ۳ ستمبر۔ صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اعلان کرتے ہیں کہ پانی پت میں گذشتہ محرم میں جو فساد ہوا تھا۔ اس میں نمایاں حصہ لینے اور مسلمانوں کے مذہبی جلوس میں مفسدانہ مزاحمت کے الزام میں تین اشخاص کو گرفتار کیا جائے گا۔ ان فسادیوں کے خلاف دوسرا الزام یہ ہے کہ ان لوگوں نے مجمع خلاف قانون میں حصہ لیا۔ حالانکہ انہیں اسبات کا علم ہو چکا تھا کہ اس مجمع کو منتشر ہو جانے کا حکم دیا جا چکا ہے۔ ملزمین میں سے تین چار بنئے۔ تین لہار اور باقی گنوار ہیں جن میں چودہ جاٹ اور تین برہمن بھی شامل ہیں۔ یکم ستمبر۔ برطانوی ملاحوں کی ہڑتال سے بارہ جہاز پر اثر پڑا ہے۔ ان میں سے اکثر ڈربن میں ہیں جہاں ہڑتال پہلی ہفتہ کو

لندن یکم ستمبر بمبئی کی ایک اطلاع مظہر ہے۔ ملاحوں کی ہڑتال کے سلسلہ میں سات سو آدمی جنوبی افریقہ بھیجے جا رہے ہیں۔ اب تک عوام کو ہڑتالیوں کے ساتھ ہمدردی نہیں لیکن اگر مالکان جہاز نے یہ کوتاہ اندیشانہ کارروائی کی تو ممکن ہے کہ وہ عام حمایت سے محروم رہ جائیں۔

بغداد۔ ۲ ستمبر۔ عراق کی پارلیمنٹ کا اجلاس خصوصی سہ شنبہ کو سہ پہر کے وقت منعقد ہوا اور حسب ذیل قرارداد منظور کی گئی۔ یہ پارلیمنٹ قوم عراق کے نمائندہ ہونے کی حیثیت سے برطانیہ عظمیٰ کے ساتھ اپنی مستحکم دوستی کا اعلان کرتی ہے اور خواہشمند ہے کہ موجودہ معاہدہ کی مدت ختم ہونے کے بعد اس کے ساتھ اتحاد کو برقرار رکھے ۷۰ مندوبین حاضر تھے جن میں سے ۶۰ نے اس قرارداد کے حق میں رائے دی۔

لندن۔ ۳ ستمبر۔ ٹائمز کا نامہ نگار برلن راوی ہے کہ اشتراکین کی بین الاقوامی انجمن کے اخبار "روٹ فان" نے ایک عملی چٹھی شائع کی ہے جس میں اشتراکیین جرمنی کی حکمت عملی پر اعتراضات کئے گئے ہیں۔

تار کا پتہ "مسلمان لاہور"

رجسٹرڈ ایل نمبر ۴۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا	مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
اندرین دین آمدہ ما در یم	ہم برین از دار دنیا بگذریم
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست	بادۂ عرفان ما از جام اوست
آن رسولے کش محمد ہست نام	دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او با شیر شد اندر بدن	جان شد و با جان بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام	ہر نبوت را برو شد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست	زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود	آن نہ از خود از ہمان جائے بود

ہفتہ میں دو بار، یکشنبہ و چہارشنبہ کو
شائع ہوتا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما از و یابیم از نور و کمال	وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست	ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک و ز خبر ہائے معاد	ہر چہ گفت آن مرسل رب العباد
آن ہمہ از حضرت احدیت است	منکر آن مستحق لعنت است
معجزات ...	منکر آن ... لعین خدا است
معجزات انبیائے سابقین	آنچہ در قرآن بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان دل ایمان ماست	ہر کہ انکارے کند از شقیاست
یک قدم دوری از آن روشن کتاب	نزد ما کفر است و خسران و تباب

قیمت سالانہ عہ ششماہی چہار ماہی عمہ
طلباء سے سالانہ عہ

جلد ۱۳ | مدینۃ المسیح لاہور | یوم یکشنبہ | مطبوعہ ۲۳ صفر المظفر ۱۳۴۴ ہجری مطابق ۱۳ ستمبر ۱۹۲۵ عیسوی | نمبر ۸۶

ابلیس پرستوں کی قوم

اس عہد روشن خیالی اور زمانہ تہذیب میں کسے یقین آئیگا۔ کہ موصل کے پہاڑی علاقہ میں آج کل ایک دو نہیں، پورے تیس ہزار انسان ایسے آباد ہیں جو محلی (۱) علانیہ شیطان کی پرستش کیا کرتے ہیں۔ کسی کو یقین آئے یا نہ آئے مگر یہ واقعہ ہے۔ اور موصل کمیشن کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ شالی کُرد اور دیگر قبائل جو موصل کے کوہستانی علاقہ میں آباد ہیں وہ آج تک ابلیس پرستی میں مبتلا ہیں۔ یہ لوگ یزیدی کہلاتے ہیں۔ اور جب ان سے دریافت کیا گیا کہ وہ موصل کے علاقہ میں کہاں سے آگئے اور کس نسل سے ہیں۔ تو ان میں سے بعض نے اپنے آپ کو حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد بتلایا۔ یہ ضروری ہے کہ ان یزیدی سرداروں میں اور اسیریا کی یادگاروں پر جو تصاویر ہیں۔ ان میں بہت قریبی مشابہت ہے۔

یہ لوگ ہر سال سفلی قوتوں کے نام پر ایک سفید بیل کی قربانی کیا کرتے ہیں۔ لیکن ان تک کوئی شخص نہ تو ان کے مندروں میں جا سکتا ہے۔ اور نہ ان کی مذہبی رسموں کو دیکھ سکتا ہے۔ ان ابلیس پرستوں کا یہ عقیدہ ہے کہ ایک سب سے اعلیٰ ہستی ہے جو کہیں دور دراز جگہ پر ہے۔ اور اسی فاصلہ کے سبب سے اس کی بلاواسطہ پرستش ناممکن ہے۔ یہ ہستی آسمان میں ہے۔ اور اسے زمین کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ ان کے قول کے مطابق اس اعلیٰ ہستی نے دس ہزار سال کے لئے زمین کا ٹھیکہ شیطان کو دیدیا ہے۔ اور ابھی شیطانی دور حکومت کے چار ہزار برس اور باقی ہیں۔

طریقہ پرستش

شیطان کی پرستش ایک مور کی شکل میں کی جاتی ہے۔ جو کانسے کا بنا ہوا ہوتا ہے جسے ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں کو لئے لئے پھرتے ہیں۔ اور وہیں لوگ اسکی پوجا کرتے ہیں۔ پوجا کرنے والے نہ شیطان کا نام لے سکتے ہیں نہ اس کے نام کا کوئی حصہ۔ اور نہ نیلا لباس پہن سکتے ہیں۔

پوجا کا مقام سورج کا مندر کہلاتا ہے۔ اور اس کے قریب ایک چشمہ ہے جس میں تمام یزیدی شیطانی بپتسمہ لیتے ہیں۔ یہاں نیم شبی عبادتیں ہوا کرتی ہیں جن میں ہر قسم کی حدود سے تجاوز کیا جاتا ہے۔ اور اگر کوئی اجنبی ان تماشوں کو دیکھنے کی کوشش کرے تو اس کی جان کی خیر نہیں ہوتی۔ صرف سردار قوم لکھنا پڑھنا جانتے ہیں۔ کیونکہ تعلیم اس گروہ کے نزدیک گناہ ہے۔

ان ابلیس پرستوں کا دنیاوی سردار سعید بے ہے جس کی عمر تقریباً ساٹھ سال کی ہوگی۔ اس کے چہرے پر ایک خوشنما سفید داڑھی ہے۔

(تجارت)

سے دوسرے کام بھی لئے جانے لگے ہیں۔ اور ان سے اس محکمہ اور حکومت کو بہت زیادہ فوائد حاصل ہوئے ہیں۔ بعض ٹکٹوں میں قدیم تصاویر بہترین مجسموں کی تصاویر شائع کر کے ان کو عام ہاتھوں تک پہنچا دیا۔ فرانس نے اپنے یہاں کے سالانہ کھیلوں کو مقبول عام بنانے کے لئے ان کے مناظر کے ٹکٹ شائع کئے۔ لیکن ان سب سے بڑھکر ان ٹکٹوں سے جو فائدہ اٹھایا جا رہا ہے۔ وہ اشتہار کا ہے۔ سب سے پہلے امریکہ نے اس کی ابتدائی اور سوئیزرلینڈ نے اپنے ٹکٹوں میں اپنے حسین ملک کے مختلف مناظر کو ٹکٹوں کے ذریعہ تمام دنیا میں پھیلا کر اس کو ایک بین الاقوامی آرام و آسائش گاہ بنا دیا۔ اب اس محکمہ نے کارخانوں سے بھی ٹکٹ کے لئے اشتہارات لینا شروع کئے ہیں۔ اور اس طرح ہزاروں روپے مفت میں آجاتے ہیں۔

انگلستان کی مردم شماری کے متعلق بعض نہایت دلچسپ اعداد و شمار شائع ہوئے ہیں۔ اور ان کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ بے جوڑ شادیاں صرف ہندوستان ہی کے لئے لعنت نہیں ہیں۔ بلکہ متمدن یورپ بھی اس میں گرفتار ہے۔

سب سے زیادہ عمر جوڑے تین ہیں۔ (۱) ۹۸ سال کا شوہر اور ۹۵ سال کی بیوی ہے۔ اور دونوں کی عمر کا مجموعہ ۱۹۳ ہے۔

(۲) شوہر ۹۷ سال اور بیوی ۹۵ سال۔

(۳) شوہر ۹۹ سال اور بیوی ۹۳ سال۔

(۴) سب سے کمسن جوڑے بھی تین ہیں۔ ان میں شوہر اور بیوی دونوں ۱۶-۱۶ سال کے ہیں۔ سب سے معمر شوہر کی عمر ۹۹ سال ہے۔ اور بیوی کی ۹۷ سال ہے۔ سب سے کمسن شوہر کا سن ۱۵ سال ہے۔ اور سب سے کمسن بیوی کی عمر بھی ۱۵ سال ہے۔ لیکن ان سب سے زیادہ دلچسپ وہ شادیاں ہیں جو عمروں کی تفاوت کو ظاہر کرتی ہیں۔

شوہر ۲۰ سال	بیوی ۶۰ سال	شوہر ۲۷ سال	بیوی ۶۵ سال
″ ۷۸ ″	″ ۱۵ ″	″ ۸۱ ″	″ ۱۸ ″
″ ۸۳ ″	″ ۲۰ ″	″ ۸۸ ″	″ ۲۲ ″

ماہرین ارضیات کا خیال تھا کہ جس وقت چٹانیں ابتداً بننا شروع ہوئی ہیں۔ اس وقت دنیا میں کوئی جاندار شئے موجود نہ تھی۔ مگر اب ڈاکٹر ڈبلوگروز نے دعوےٰ کیا ہے۔ کہ اس وقت بھی جاندار مخلوق تھی۔ انہوں نے تجربہ اور مشاہدہ سے بتا دیا کہ قدیم ترین پتھروں میں وہ جراثیم موجود ہیں۔ جو حیاتی مخلوق کی ابتدائی صورت تھی۔

آج کا پرچہ

گذشتہ ۹ ستمبر کے پرچہ کی اشاعت کے موقع پر لاہور میں محرم کے چہلم اور عرس حضرت علی ہجویری عرف داتا گنج بخش کی وجہ سے پریس بند تھا۔ اس وجہ سے آج کا پرچہ ۱۲ صفحات پر دو ہفتہ کا کیا جاتا ہے۔

ناظرین کرام خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔

خط و کتابت ممالک غیر

اٹلی

مس ورجینیا واکا روما سے لکھتی ہیں کہ مجھے آپ کا خط اور تین کتابیں علاوہ لائٹ کے پہنچگئی ہیں۔ اور میں آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ آپ نے میرے خط کا اتنی عجلت اور فیاضی سے جواب دیا۔ میں کتابوں کو دلچسپی سے مطالعہ کرونگی مجھے اسلام اور عربی سے گذشتہ دس سال سے خاص دلچسپی ہے۔ اور میرا کام عربی اخبارات و رسالجات سے مضامین اٹلی میں رسالہ اورینٹ موڈرنو کے لئے ترجمہ کرنے کا ہے۔ جو آپ کو لائٹ کے تبادلہ میں جاتا ہے۔ اسمیں لائٹ کے مضامین کا بھی ذکر ہوتا ہے۔ مشرقی مسائل پر جو کتب یورپ میں شائع ہوتی ہیں ان پر تبصرہ کیا جاتا ہے۔ اور عہدنامے و قوانین وغیرہ درج ہوتے ہیں جن کا مشرقی ممالک سے تعلق ہو۔ میں بڑی خوشی سے آپ کو چند تعلیم یافتہ اطالویوں کے پتے لکھتی ہوں جو انگریزی جرمن اور عربی جانتے ہیں جن میں سے بعض پروفیسر اور بعض اعلےٰ درجہ کے مصنف ہیں۔ ایک رسالہ جس میں اسلام پر مضامین نکلتے رہتے ہیں۔ اس کا پتہ بھی ارسال ہے۔ دوسرے پتے آئندہ خط میں لکھونگی۔

جاوا

برادر مرزا ولی احمد بیگ صاحب لکھتے ہیں کہ یہاں کے تعلیم یافتہ طبقہ میں ایک حرکت پیدا ہوگئی ہے جو ینگ اسلامک بانڈ کے بارے میں لکھ چکا ہوں۔ نوجوان تعلیم یافتہ لوگوں نے ایک اپنی جماعت بنالی ہے جس کا مقصد حفاظت و اشاعت اسلام ہے۔ اب اس جماعت کا ایک ماہوار رسالہ بنام النور ڈچ زبان میں نکلنا شروع ہوگیا ہے جسکے چار نمبر نکل چکے ہیں اس میں اکثر ہماری کتب کا ترجمہ ہوتا ہے۔ مسلمان نوجوانوں کی اس تحریک نے عیسائیوں میں ہلچل مچا دی ہے۔ میرے یہاں آنے سے پیشتر نوجوانوں کی ایک سوسائٹی تھی جس کا ناظم پادری ڈاکٹر کریمر تھا اور اب بھی ہے اس مجلس میں نہ کچھ مذہبی چرچا تھا۔ اور نہ اس کے ممبروں کو اسلام سے دلچسپی تھی۔ گویا مسلمانوں کی یہ سوسائٹی ایک کشتی تھی جس کا ناخدا ڈاکٹر کریمر تھا جس سمت وہ چاہتا۔ انہیں لے جاتا تھا۔ میرے آجانے سے ان نوجوانوں کو اسلام کی سچی اور دلچسپ تعلیم سے واقفیت ہوگئی۔ اور ہمارے انگریزی ترجمہ قرآن نے ان میں ایک نئی روح پھونک دی۔ تو نوجوان مسلمان خودبخود ڈاکٹر کریمر اور اس کی سوسائٹی سے علیحدہ ہوگئے۔ اور اب ینگ جاوا سوسائٹی میں بہت تھوڑے لوگ رہ گئے ہیں۔ اور جو رہ گئے ہیں ان میں پوری مستعدی سے تبلیغ اسلام جاری ہے۔ الحمد للہ حضرت مسیح موعود کی سچائی کی یہ کیسی روشن دلیل ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ ان کے تاثے کیوں آپ کی مخالفت پر تلے ہوئے ہیں۔ میرے آنے سے پیشتر یہاں پر ایک انجمن کام کرتی تھی بہت سے ملانے بھی تھے لیکن باوجود اسکے یہاں کے نوجوان تعلیم یافتہ لوگوں پر اس کا کچھ اثر نہ تھا۔ اور روز بروز نوجوان عیسائیت کے اثر کے نیچے چلے

اخبار علمیہ!

ڈاکخانے کے ٹکٹ اس محکمہ کی آمدنی کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں۔ اور عام اشخاص کا خیال ہے۔ کہ ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ محکمہ کو بتا دیا جائے کہ مکتوب کا حق ادا کردیا گیا ہے۔ لیکن گذشتہ صدی کے آخری حصے سے ان ٹکٹوں

جا رہے تھے۔ لیکن اچانک حضرت مسیح موعودؑ کا ایک خادم ان میں پہنچ جاتا ہے۔ تو نوجوانوں کی حالت ہی بدل جاتی ہے۔ وہ جو اسلام سے متنفر تھے۔ اب وہ اسلام کے خادم اور جاں نثار بن جاتے ہیں۔ اور غیر مسلموں کو اسلام میں داخل کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

دعوت عمل کا ترجمہ ملائی زبان میں چھپ گیا ہے۔ اس سے پہلا سے اخبارات میں نکلوا دیا تھا جس سے اب راستہ صاف ہو گیا ہے۔ چاروں طرف سے حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کی مانگ آ رہی ہے تین بڑے بڑے شہروں میں درس دیتا ہوں۔ قادیان کے لڑکے یہاں کے لوگوں کو خط لکھتے رہتے ہیں۔ لیکن نبوت کا ذکر کرنے سے کتراتے ہیں۔ نمونہ کے طور پر ایک خط ارسال ہے۔

اپنے ایک تازہ خط میں مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

میں نے آج کی ڈاک سے یکصد کاپی دعوت عمل ملائی زبان آپ کو روانہ کی ہیں۔ انہیں ملایا کے دوستوں میں تقسیم کر دیں۔ کل (۲۸ محرم) کو یہاں ایک بڑی کانگرس ہونے والی ہے جس میں چیدہ چیدہ ملایا کے مختلف علاقوں سے بارہ ہزار آدمی جمع ہوئے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ تبلیغ سلسلہ کا یہ ایک نادر موقعہ مل گیا ہے۔ امید ہے آپ نے میرے سابقہ خط کے مطابق حضرت مسیح موعودؑ کی تمام عربی تصانیف بھیج دی ہونگی میں نہ صرف نوجوانوں ہی میں تبلیغ سلسلہ کر رہا ہوں۔ بلکہ ملانوں میں بھی برابر کام جاری ہے چند یوم ہوئے۔ سنگاپور سے ہمارے مخالفین نے فتاوے التکفیر یہاں کے سرکردہ لوگوں کو بھیجے تھے لیکن وہ سب کے سب ردی کاغذوں میں پھینک دیئے گئے۔ لوگ ہمارے سلسلہ سے خوب دلچسپی لیتے ہیں۔ اپنا لٹریچر تقسیم کرنے کا یہ نادر موقعہ ہے جتنا یہ لوگ ہماری کتب کو مطالعہ کریں گے اتنا ہی وہ ہم سے تعلق بڑھاتے جائیں گے۔ اس لئے سلسلہ کی تمام انگریزی و عربی کتب کا میرے پاس رہنا نہایت ضروری ہے۔

میں نے یہاں درس قرآن کی تین جماعتیں تین مختلف شہروں میں کھول رکھی ہیں جس کے ذریعے سے ہمارا بہت مفید کام ہو رہا ہے۔

جو لڑکے قادیان میں ہیں۔ انہوں نے یہاں کی انجمن کے چند ممبروں کو خطوط روانہ کئے ہیں۔ جن میں حضرت امیر خواجہ صاحب اور ہماری تمام جماعت کو برا بھلا کہا گیا ہے۔ لیکن چونکہ یہاں کے لوگ ان کے فاسد عقائد سے بخوبی واقف ہیں۔ اس لئے ان خطوں کو ردی میں ڈال دیا گیا۔

حضرت امیر اور جملہ احباب کی خدمت میں السلام علیکم۔

(نوٹ) قادیان والوں کے لئے اب سوائے ہمیں برا بھلا کہنے کے اور کوئی کام نہیں رہ گیا۔ اپنے فاسد عقائد جب دلائل کی کسوٹی پر کمزور پاتے ہیں تو ہماری جماعت کو گالیاں دینا شروع کر دیتے ہیں یہ ان کا ایک ہتھیار ہے۔ جو وہ نہ صرف ہند میں بلکہ بیرون ہند بھی ہمارے خلاف چلاتے رہتے ہیں۔ ہم قرآن و حدیث و ملفوظات حضرت مسیح موعود سے ان کے غلط عقائد کو رد کرتے ہیں۔ اسکے خلاف وہ ذاتی نکتہ چینیوں کے ذریعہ سے حق کو دبانا چاہتے ہیں۔ لیکن انشاء اللہ وہ دیکھ لیں گے۔ کہ حق کی روشنی کے سامنے ان کی ہر ایک تدبیر ملیا میٹ ہو جائیگی اور انہیں ہر میدان میں خدا نا کام کرے گا۔ (محمد منظور الٰہی)

ملک سرویا

برادر احمد ناپ صاحب ملک سرویا سے لکھتے ہیں کہ :شہر۔۔ ۔۔ کے علماء سے ہمیں آپ کی انجمن کا حال معلوم ہوا۔ جو یورپ میں اشاعت اسلام کر رہی ہے۔ میں ایک اخبار آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں جس میں ہماری ایک سوسائٹی کا ذکر ہے۔ ہم خوش ہونگے اگر آپ ہم سے سلسلہ خط و کتابت جاری کر کے ہمیں اپنے مفید مشوروں سے مدد دینگے۔

سیرالیون مغربی افریقہ!

برادر عبدالعزیز صاحب لکھتے ہیں کہ اب میں سابقہ دفتر سے تبدیل ہو کر وسطی صوبہ میں آگیا ہوں۔ اس لئے خطوط وغیرہ اس پتہ پر روانہ کیا کریں۔ یہاں کے حالات کا مطالعہ کر لینے کے بعد حالات سے اطلاع دونگا۔ لیکن جہانتک سرسری حالات سے معلوم ہوتا ہے۔ کثرت سے لوگ مسلمان ہیں گو بظاہر کمزور ہیں یہاں ایک جامع مسجد بھی ہے۔ جہاں روزانہ نماز ہوتی ہے۔ تعلیم بہت کمی ہے۔ آپ میرے دوست کو نہ سے خط و کتابت کریں جو مسلمان ہے۔ لیکن تمام ارکان اسلام کے بارہ میں تسلی چاہتا ہے۔

(باقی کالم ۳ کے آخر میں ملاحظہ ہو۔)

نامہ برلن

جرمن نومسلموں کا جلسہ

ایک جرمن خاتون کا قبول اسلام!

مولوی فضل کریم خانصاحب ۱۸ راگست کو برلن سے لکھتے ہیں:۔

بالآخر ماہواری لیکچروں کا سلسلہ ہم نے شروع کر۔۔

معمول ۱۴ راگست بروز جمعہ ہمارا اجتماع ہوا۔ مطلع اس دن بہت خراب تھا۔ بارشوں کی کثرت ہواؤں کے زور اور برقی طوفانوں کا ذکر تو شاید آپ نے اخبارات میں پڑھ لیا ہو گا۔ اس دن بھی کالی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں۔ اور طوفان کے ٹوٹ پڑنے کا ہر وقت خدشہ تھا۔ حالات کی ناساعدت کے باوجود پچیس کے قریب اصحاب تشریف لے آئے ہماری چھوٹی سی جماعت میں سے اس قدر لوگوں کا اس قسم کے حالات کے اندر جمع ہو جانا بھی غنیمت تھا۔ ہم نے یہ انتظام کیا ہے کہ جلسہ سے چند دن پیشتر جس مضمون پر بحث کرنی ہو اس کا اشتہار دے دیا جائے چنانچہ اس جلسہ میں جو تقاریر ہوئی تھیں ان کا موضوع یہ تھا۔ کہ ہماری جماعت کس ضرورت کو پورا کرتی ہے۔

ڈاکٹر مارقوس کی تقریر

سب سے پہلے ڈاکٹر مارقوس صاحب نے تقریر کی جس میں آپ نے مسجد کی تعمیر کی ابتدائی تاریخ کا ذکر کیا۔ اور کہ مولوی صدرالدین صاحب کی روانگی کے بعد ہم نے اس جماعت یعنی

Moslemische Gemeinschaft

کی بنیاد ڈالی۔ اس میں حصہ لینے والے تین قسم کے اشخاص ہونگے۔ ایشیائی لوگ جنہوں نے اسلامی تہذیب کے گہوارہ میں پرورش پائی ہے۔ لیکن ان کے یہاں آنے کا مقصد علوم حاضرہ کی تحصیل ہے۔ دوسرے وہ ہیں جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔ اور تیسرے وہ لوگ جو اسلام میں داخل نہیں لیکن اس میں دلچسپی ضرور رکھتے ہیں صاحب مقرر کے نزدیک ہماری جماعت کی غرض محض باہمی تبادلہ خیالات ہو گی ان کے بعد مسٹر موٹ غلس صاحب نے تقریر کی۔ آپ فلسطین وغیرہ ممالک میں بہت عرصہ رہے ہیں اور عربی میں گفتگو کر سکتے ہیں۔ آپ نے اپنے مشاہدات کی بنا پر اسلام کی خوبیوں کا ذکر کیا۔ اور بتایا کہ جس چیز نے ان کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا وہ شفقت علی خلق اللہ ہے۔ جس پر اسلام میں اسقدر زور دیا گیا ہے کسی نے کہا کہ وہ تو بائیبل کے نئے عہد نامہ میں بھی ہے۔ اس کا جواب انہوں نے یہ دیا کہ ہوا کرے لیکن عمل تو سوائے اسلام کے اور کہیں نہیں۔ اور معترض صاحب کو خود اس کا اعتراف تھا۔

مادہ پرستی اور روحانیت پر بحث

اس کے بعد ایک اور صاحب کی تقریر ہوئی۔ ان تقاریر کے دوران ایک غلط مبحث پیدا ہو گیا تھا۔ وہ یہ کہ مادہ پرستی کس چیز کا نام ہے سب لوگ کہتے ہیں کہ یورپ مادہ پرست ہے۔ مگر یہ کوئی نہیں بتاتا کہ مادہ پرستی کس چیز کا نام ہے۔ ظاہر ہے کہ علوم مادیہ کی تحصیل کو ہم مادہ پرستی نہیں کہہ سکتے۔ اور نہ تجارت اور حصول زر کو مادہ پرستی کہہ سکتے ہیں علیٰ ھذا دنیا سے کنارہ کشی کر لینا۔ گوشہ نشین بن جانا اور جنگلوں میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر بیٹھ جانا بھی روحانیت نہیں کہلا سکتا۔ اور نہ اسلام اسکو جائز رکھتا ہے۔ اس غلط مبحث کو صاف کرنے کے لئے ضروری ہو گیا کہ میں بھی تقریر کروں۔ دو چار جملے بولنے پر لوگوں کا مطالبہ تو یہ ہوا کہ میں جرمن میں تقریر جاری رکھوں۔ لیکن چونکہ مافی الضمیر کا اظہار زبان آوری کی مشق سے زیادہ ضروری تھا۔ اس لئے میں نے ایک مصری صاحب حامد الدیوانی سے درخواست کی کہ میری تقریر کا مفہوم لوگوں تک پہنچا دیں۔

ہمارا مقصد

اپنی جماعت کی تنظیم کا مقصد بیان کرتے ہوئے میں نے کہا کہ ہمارا مقصد اشاعت و نشر حق ہے۔ ایشیائی نوجوان جو ان ممالک میں آتے ہیں۔ وہ چونکہ کم عمر ہوتے ہیں۔ یورپ کی مادہ پرستی سے وہ اکثر متاثر ہو جاتے ہیں۔ اور ممکن ہی نہیں بلکہ تجربہ شدہ بات ہے کہ اپنے اسلاف کے کارہائے نمایاں اور اپنے مذہب کی حقیقت سے ناواقف ہونے کی وجہ سے ان سے متنفر ہو جاتے ہیں اور خواہ نخواہ یورپ کی تہذیب کے دلدادہ ہو جاتے ہیں۔ اور آہستہ آہستہ وہ اخلاق حاصل کر لیتے ہیں جن کو مجموعی طور پر مادہ پرستی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اور جن سے یورپ کی تہذیب کا تار و پود بنا ہے۔ ہمارا ایک مقصد یہ ہے کہ ان نوجوانوں کو اس دولت سے آگاہ کر دیا جائے جو ان کے ہاتھوں میں ہے مبادا جس کے ان کی ناواقفیت کی وجہ سے کھوئے جانے کا احتمال ہے۔ بالفاظ دیگر گاہے بگاہے ان کے کانوں میں اسلام کی دعوت پہنچا دینا۔ دیگر لوگ جو جرمن ہیں خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم۔ ہمارا یہ فرض ہے کہ اسلام کی آواز ان تک پہنچائیں۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ جس تہذیب کا قیام اسلام کے پیش نظر ہے اسکی تصویر یورپ کے سامنے پیش کر دی جائے جس کو وہ چاہیے تو قبول کریں اور چاہے رد کر دیں۔

اسلامی اور یورپین تہذیب

اسلامی اور یورپین تہذیب میں جو مابہ الامتیاز ہے وہ چیز ہے جسکو اسلامی اصطلاح میں تقویٰ کہا جا سکتا ہے۔ یورپ اور امریکہ میں اور ان تمام اقوام میں جو عیسائیت کے زیر اثر ہیں۔ معاشرت کی بنیاد سامان معیشت ہے۔ عیسائی ممالک میں جھوٹ بولنا۔ بدعہدی کرنا دوسروں کے حقوق کی پرواہ نہ کرنا۔ خود غرضی جسکی نظیر کسی اور جگہ نہیں مل سکتی۔ غرباء سے حقارت اور امراء کی فرعونیت وغیرہ وغیرہ جسقدر عیوب اور تھوک دینے کے قابل بدیاں ہیں۔ وہ سب جائز ہیں ان کے ہر ایک فعل کا منشاء ذاتی عیش و عشرت اور ذاتی حظ ہوتا ہے شہوات اور لذات کے پورا کرنے کے لئے کوئی اخلاقی اصول ایسا نہیں جسکو پاؤں تلے روندنے کے لئے مغربی لوگ تیار نہ رہتے ہوں۔ یورپ میں وہ شخص معزز ہے۔ جو بہت مال اور دولت رکھتا ہو جس کے گھر میں ہر طرح کا سامان عشرت موجود ہو۔ اگر وہ غیر مہذب ہے بدچلن ہے۔ بدعہد ہے۔ کندۂ ناتراش ہے۔ تو اس کی کچھ پرواہ نہیں۔ اس کے خلاف مسلم اقوام میں اخلاق کی قدر ہوتی ہے۔ ہم یہ نہیں پرواہ کرتے کہ کوئی شخص کھدر میں ملبوس ہے۔ یا ریشمی کپڑے پہنتا ہے۔ وہ شاہانہ محل میں رہتا ہے۔ یا فقیرانہ کٹیا میں بستا ہے اس کی قدر اس کے اخلاق اور اس کی علمی قابلیت اور اس کے زہد و تقویٰ کے مطابق ہو گی۔ یورپ اور ایشیا کی تہذیب میں یہ فرق ہے۔ ایک کو ہم مادہ پرستی کہتے ہیں۔ اور دوسری کو اخلاق۔

ایک جرمن خاتون کا قبول اسلام

حسب معمول یہ جلسہ گیارہ بجے تک رہا۔ میری تقریر کے بعد آپس میں دوستانہ گفتگوئیں ہوتی رہیں۔ جلسے کے اختتام پر ایک خاتون نے جو پولینڈ کی رہنے والی ہیں۔ قبول اسلام کا اقرار کیا۔ ان کو کلمہ توحید عربی اور جرمن زبان میں پڑھایا گیا۔ اور کچھ لٹریچر بھی دیا گیا ان کا قبول اسلام مسٹر محمد برکشن صاحب کی کوشش کا نتیجہ ہے

خاک ار فضل کریم خان درانی

بقیہ کالم اول

ٹرینیڈاڈ (جنوبی امریکہ)

برادر محمد یعقوب خان صاحب لکھتے ہیں کہ: میں اقرار کرتا ہوں۔ کہ آپ کے اخبار لائٹ نے فی الحقیقت اسلام کا نور سب جگہ پھیلا دیا ہے۔ اور اس علاقہ کے بہت سے متزلزل مسلمانوں کو عیسائی ہونے سے بچا لیا ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ اس نیک کام کو جو ایسی خوش اسلوبی سے کیا جا رہا ہے۔ دن بدن ترقی نصیب کرے۔

پیغام صلح ان تمام خطوط سے جو دنیا کے مختلف ملکوں سے آئے دن آ رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ دنیا کو اسوقت اسلامی لٹریچر کی کسقدر ضرورت ہے اور اسلام کا نور گھر بیٹھے ہوئے کیونکر پھیلایا جا سکتا ہے صرف ہمارے دوستوں کی تھوڑی ہمت درکار ہے اور تمام دنیا ان کے قدموں پر ہے۔

کلرکوں کی ضرورت

کنٹرولر ملٹری اکاؤنٹس ضلع وزیرستان لاہور کے دفتر میں کلرکی کی ملازمت کے لئے انٹرنس پاس تک کی لیاقت والے امیدواروں کا ۲۶۔ اکتوبر ۱۹۳۶ء سے امتحان ہوگا۔ عمر ۲۰ سال سے زائد نہ ہو اور باقی امور کے بارہ میں زبانی فیصلہ کریں۔ لاہور سے باہر کے امیدوار ٹکٹ ڈاک بھیجکر حالات دریافت کر سکتے ہیں۔

درخواستیں بنام ڈبلیو۔ جے کوٹس کنٹرولر ملٹری اکاؤنٹس ضلع وزیرستان لاہور آنی چاہئیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۴۲ ۔ ۱۴ صفر المظفر ۱۳۷۴ھ ۔ نمبر ۸۷

نبی اُمی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا ایک ورق

موجودہ مسلمانوں کا افسوسناک رویہ

مسلمانوں کو حکم ہے۔ کہ اپنی روزمرہ کی زندگی اپنے اخلاق و اعمال رفتار وگفتار اور طرز معاملات میں حضرت نبی کریم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کی متابعت کریں ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجو اللہ ولقائہ۔

کیا آج مسلمانوں کے تمام اعمال و اخلاق اسی پاک اسوہ کا اظہار و نمونہ ہیں؟ کیا حقیقت و تجربت کی موجودگی ۔ در مرکز آزادی اس پاک انسان کی زندگی کا نمونہ ہے؟ ایک غیر مسلم اور بالخصوص آریہ کے منہ سے اس کا جواب اثبات کے سوا نہ اور کچھ نہیں نکلیگا۔ اور فی الحقیقت مسلمانوں کا حلیہ ہی اگر بگڑ گیا ہو تو کون شخص اس بات کے معلوم کرنے کی تکلیف گوارا کر سکتا ہے۔ اور ہوگا۔ کہ غالباً یہ اس مذہب اور اس انسان کا اثر ہے جس کی پیروی کا ان لوگوں کو دعوےٰ ہے۔

لیکن آؤ اس پاک انسان کی سیرت کو ہم تاریخ کی روشنی میں دیکھیں اور پھر ان مدعیان اسلام سے دریافت کریں۔ کہ تم کس طرح اس کی پیروی کا دم بھرتے ہو؟

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بھر اپنے دشمنوں اور مخالفوں سے جو تکلیفیں اٹھائیں۔ وہ کسی انسان کو آج تک نہیں پہنچیں۔ دعوت اسلام کے ابتدائی تیرہ سال جو مکی زندگی کے نام سے موسوم ہیں جن ہولناک مصائب اور دہشت انگیز واقعات سے لبریز ہیں۔ ان کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ دشمن آپ کے رستہ میں کانٹے بچھاتے ہیں۔ حرم کے اندر سر بسجود ہونے کی حالت میں آپ کی گردن پر اونٹ کی اوجھڑی رکھ دیتے ہیں آپ کے تمام خاندان کو کئی سال تک ایک گھاٹی کے اندر بند رہنا پڑتا ہے جہاں ضروریات زندگی بھی میسر نہیں آسکتیں۔ اور فاقوں سے کئی لوگوں کے رونے کی آوازیں آتی ہیں۔ طائف کی طرف آپ جاتے ہیں۔ تو وہاں کئی بدبختوں سے آپ کو زخمی اور لہولہان کیا جاتا ہے۔ آپ کے ساتھیوں کو اس سے بھی بڑھکر تکلیفیں اور اذیتیں پہنچائی جاتی ہیں۔ عرب کی جلتی ہوئی دھوپ میں ریت کے اوپر لٹاکر تپتے ہوئے پتھر ان کے سینوں پر رکھے جاتے ہیں ایک مسلمان عورت کی ایک ٹانگ ایک اونٹ سے اور دوسری دوسرے اونٹ سے باندھکر انہیں مخالف سمتوں میں دوڑا دیا جاتا ہے جس سے اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں۔ لیکن ان تمام مصائب پر بھی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے کبھی کوئی بددعا نہیں نکلتی۔ بلکہ ہمیشہ آپ یہی دعا کرتے ہیں۔ اللّٰھم اھد قومی انھم لا یعلمون۔ اے اللہ تو میری قوم کو ہدایت دے کیونکہ وہ حقیقت حال سے ناواقف ہے۔

یہ آپ کا سلوک کفار کے ساتھ تھا لیکن آج مسلمان ہیں۔ کہ اپنے ہی بھائیوں سے اگر ذرا سا اختلاف ہو جائے تو ان کی تباہی و بربادی کے لئے مساجد کے اندر بددعائیں کی جاتی ہیں ۔۔۔ گالیوں لعنتوں اور پھٹکاروں کی بارش ان پر کی جاتی ہے۔ پتھروں اور جوتوں سے انہیں زخمی اور ہلاک کرنے سے بھی پرہیز نہیں کیا جاتا۔

رسول اللہ صلعم کی مکی زندگی کو چھوڑ دیئے۔ کہ ایک مخالف یہ کہہ سکتا ہے کہ آپ کو اس وقت طاقت مقابلہ کی حاصل نہ تھی۔ اصلی اخلاق سکتے ہیں۔ جو طاقت اور آزادی کے زمانہ میں صادر ہوں۔ اس نظر ڈالئے۔ جو مدینہ کی آزاد آب و ہوا میں دس سال تک رہا تا ہے کہ اس دس سالہ زندگی میں کسی قسم کے سے صادر ہوئے تھے؟ کیا وجود دیکہ آپ کو اس وقت بالکل برابری طاقت حاصل تھی۔ اور مدینہ کے یہودی مہمان ہو چکے تھے۔ لیکن کیا ایک بھی واقعہ ایسا پیش

کیا جا سکتا ہے۔ کہ کسی مخالف کو آپ نے محض مذہبی اختلافات کی بنا پر دکھ اور تکلیف پہنچائی ہو؟

بدر کی جنگ ۔۔۔ جو خود کفار مکہ کی چڑھائی کا نتیجہ تھی چند قیدی پکڑے ہوئے آتے ہیں۔ رسول اللہ صلعم کے حضور ان کو پیش کیا جاتا ہے آپ صحابہ کرام اور بالخصوص حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم سے مشورہ طلب کرتے ہیں۔ حضرت ابوبکر کی رائے ہے۔ کہ ان سے فدیہ لیکر انہیں چھوڑ دیا جائے حضرت عمرؓ ذرا سخت طبیعت کے آدمی تھے۔ وہ کہتے ہیں نہیں ان کو قتل کر دینا چاہئیے۔ آج کل کا کوئی مولوی ہوتا تو یقیناً انہیں پتھروں سے مار مار کر کیمہ سنگسار کول بنا دیتا۔ لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ فیصلہ کرتے ہیں۔ کہ تم ہمارے ان پڑھ لوگوں کو کچھ لکھنا پڑھنا سکھا دو۔ اور پھر تم آزاد ہو۔ کیا اس رحم و شفقت کا کوئی نمونہ آج موجودہ اسلامی دنیا میں نظر آتا ہے؟

ایک اور موقعہ پر اسیران جنگ میں عرب کے مشہور فیاض انسان حاتم طائی کی لڑکی بھی پکڑی آتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس وقت معلوم ہوتا ہے۔ فوراً اس کی آزادی کا حکم دیتے اور عزت و تکریم سے اسے واپس اپنے گھر بھیجتے ہیں۔ بلکہ اس کے ساتھ باقی تمام قیدیوں کو بھی رہا کر دیا جاتا ہے۔ کیونکہ حاتم کی سخاوت آپ کی نظروں میں بہت ہی وقیع ہے۔ کیا آج علما میں سے کوئی ایسے بزرگ ہیں۔ کہ غیر مسلموں کے نیک افعال تو ایک طرف ان مسلمانوں کے جن سے انہیں کچھ اختلاف ہے۔ اچھے کاموں کو سراہنے کے لئے تیار ہوں؟ کیا آج رسول اللہ صلعم کے ان نام نہاد جانشینوں سے جنہوں نے معمولی اختلافات پر حبطت اعمالھم فی الدنیا والاٰخرۃ کا فتویٰ صادر نہیں ہوتا؟

مدینہ کے اندر رہ کر نہ صرف آنحضرت صلعم بیرونی دشمنوں کی مدافعت کا سامان کرنا پڑتا ہے۔ بلکہ گھر کے اندر ایک بہت بڑی جماعت پیدا ہو جاتی ہے۔ جو دل سے آپ کی مخالف ہے۔ اور بظاہر دوستی کے لباس میں اسلام کی تباہی کے درپے ہے یہ لوگ منافق کہلاتے ہیں۔ آپ کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے ان کا علم دے دیا جاتا ہے۔ لیکن باوجود اس کے آپ ان کے خلاف کوئی تشدد کا طریق اختیار نہیں کرتے۔ ان کی شرارتوں اور ریشہ دوانیوں کو آپ دیکھتے ہیں۔ اور اس قدر اغماض سے کام لیتے ہیں کہ گویا کچھ ہوا ہی نہیں۔ انہی منافقین کا سردار عبداللہ بن ابی جو جنگ احد کے موقعہ پر تین سو آدمیوں کی جمعیت کو ورغلا کر واپس لے آیا تھا فوت ہو جاتا ہے۔ اور یہ وصیت کرتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتا بطور کفن پہنایا جائے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود میرا جنازہ پڑھیں۔ حضور نبوی میں اس کی خبر پہنچتی ہے۔ آپ فوراً اپنا کرتا اتار کر دے دیتے ہیں۔ اور جنازہ پڑھنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں حضرت عمرؓ روکتے ہیں۔ کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہاں جاتے ہیں۔ وہ تو منافق تھا۔ آپ نے فرمایا کیا حرج ہے۔ اس کا جنازہ پڑھ لیا جائے حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ ان تستغفر لھم سبعین مرۃ فلن یغفر اللّٰہ لھم۔ اگر تو ستر مرتبہ بھی ان کے لئے استغفار پڑھے تو اللہ انہیں نہیں بخشیگا۔ آپ فرماتے ہیں میں ستر سے زیادہ دفعہ استغفار پڑھ لونگا۔

اللہ اللہ یہ ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رحمۃ للعالمینی کیا آج کوئی مولوی اس اسوہ حسنہ پر عمل کرنے کے لئے تیار ہے؟ کیا احمدیوں۔ وہابیوں۔ نیچریوں۔ شیعوں وغیرہ کو کافر کہنے اور ان پر لعنتیں اور پتھر برسانے والے حضرات نے کبھی دعائے مغفرت کا ہاتھ بھی ان کے لئے اٹھایا ہے؟

کسی جنگ کا وہ واقعہ یاد ہوگا جب ایک مسلمان جرنیل نے کفار کی ایک جماعت پر مدافعت کی تلوار چلاتے ہوئے ایک شخص کے منہ سے السلام علیکم اور کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی آواز سنی لیکن یہ سمجھکر کہ اس نے محض جان بچانے کے لئے کلمہ پڑھا ہے تلوار اس پر چلا دی۔ اور اسے شہید کر دیا۔ حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو جس وقت اس واقعہ کا علم ہوا۔ آپ بہت ناراض ہوئے اور نہایت غصہ کی حالت میں فرمایا ہلا شققت قلبہ کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا؟ اور اس پر قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی۔ ولا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مومنا۔ جو شخص تمہیں سلام علیکم کہتا ہے۔ تم اس کو ہرگز یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں۔ کہاں ہیں وہ مفتیان دین متین جو آج کلمہ

گووں کو کافر بنانے میں حد درجہ کی چستی و چالاکی سے کام لیتے اور قتل اور رجم کے فتوے صادر کرتے ہیں۔ باوجودیکہ قسمیں کھا کھا کر ان سے کہا جاتا ہے۔ کہ ہم مسلمان ہیں۔ اور اسلام سے انحراف کو ہم پہلے درجہ کی شقاوت سمجھتے ہیں۔ آہ! آج ان نام نہاد مولویوں نے اسلام کو بچوں کا کھیل بنا رکھا ہے۔ کہ جہاں ان کی کسی رائے سے اختلاف ہوا اور بس اسلام جاتا رہا۔ اور کفر آموجود ہوا۔ خواہ لاکھ دفعہ اخلاص قلب کیساتھ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا جائے۔ نماز خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کی جائے اور دیگر ارکان دین پر عمل کیا جائے بلکہ مخالفین اسلام کی مدافعت کی جائے۔ اور اسلام کی صداقت کے دلائل پیش کر کے اسے دنیا میں پھیلایا جائے۔ یہ سب ہیچ ہے۔ کیونکہ فلاں مسئلہ میں بعض نام نہاد مولویوں ۔۔۔۔ کے ساتھ اختلاف ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا سب سے نازک ترین موقعہ وہ ہے جب آپ ایک لاکھ چوبیس ہزار قدوسیوں کے ساتھ فاتحانہ انداز سے مکہ میں داخل ہوتے ہیں۔ اس وقت ایک طرف آپ کے سامنے وہ لوگ ہیں جنہوں نے نہ صرف آپ کو طرح طرح کے دکھ اور اذیتیں دی تھیں اور وطن مالوف سے ہجرت کا موجب ہوئے تھے۔ بلکہ آپ کے ساتھیوں پر بھی وحشیانہ مظالم کے مرتکب ہو چکے تھے۔ اور دوسری طرف وہ مظلوم صحابی ہیں جن کو سالہا سال تک ان لوگوں کی وحشت و بربریت کا تختہ مشق رہنا پڑا تھا۔ قدرتاً ان ہر دو فریق کے جذبات ایک دوسرے سے بالکل مختلف اور متضاد تھے۔ اول الذکر فریق رحم اور عفو کا طلبگار اور موخر الذکر انتقام کا خواہشمند تھا۔ اس وقت اگر آپ انتقام لیتے تو یہ آپ کے لئے ہرگز قابل ملامت نہ ہوتا۔ اور ساتھیوں کو بھی ان کے مصائب کا معاوضہ مل جاتا۔ لیکن وہ بڑائی اور عظمت جو رحم اور عفو کو حاصل ہے۔ آپ کو میسر نہ آتی۔ نہ اس سے کوئی نیا سبق دنیا کو حاصل ہوتا۔ کہ فاتحانہ قتل و غارت بادشاہوں کا عام دستور ہے۔ ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوھا وجعلوا اعزۃ اھلھا اذلۃ۔ جب بادشاہ کسی شہر میں فاتحانہ انداز سے داخل ہوتے ہیں۔ تو وہاں کے معزز باشندوں کو ذلیل اور حقیر بنا دیتے ہیں۔ اس لئے اس وقت جو نمونہ آنحضرت صلعم نے دکھایا۔ اور ان سالہا سال کے خونخوار دشمنوں کو لا تثریب علیکم الیوم "آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں" کا مژدہ سنایا۔ وہ آج بھی دنیا کے لئے نہایت شاندار سبق اپنے اندر رکھتا ہے۔ کیا ہمارے مولویوں کو کبھی یہ توفیق میسر آئی ہے۔ کہ ان کے سامنے کوئی مخالف الرائے آیا ہو۔ اور انہوں نے حلم و بردباری حسن اخلاق اور چشم پوشی کا طریق اسکے ساتھ برتا ہو؟ برخلاف اس کے آج کل کے علما جہاں کسی مخالف کے چہرہ کو دیکھتے ہیں فوراً کفر و فسق اور لعنت و ملامت کے تیر برسانے لگ جاتے ہیں۔ ان کے اثر سے عوام الناس بھی چھوٹے چھوٹے مسائل پر باہم دست و گریباں ہو رہے ہیں

صاحب خلق عظیم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک اور عظیم الشان خلق کو دیکھئے کہ نجران کے رومن کیتھولک عیسائیوں کا ایک وفد آپ کی خدمت میں آتا ہے۔ آپ کے ساتھ الوہیت مسیح پر بحث مباحثہ کرتا ہے۔ لیکن آپ کا اس کے ساتھ یہ سلوک ہے۔ کہ مسجد نبوی میں انہیں اتارا جاتا ہے۔ اور باوجودیکہ بت پرست عیسائی ہیں مسجد ہی میں انہیں گرجا کرنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ لیکن آج یہ حال ہے۔ کہ کفار تو ایک طرف خود مسلمانوں کے لئے مسجدوں کے دروازے بند ہیں۔ اور ان پر جلی حروف سے لکھے ہوئے بورڈ آویزاں ہیں۔ کہ کوئی مرزائی۔ وہابی وغیرہ اس مسجد میں داخل نہ ہو۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بجائے اس کے کہ مساجد پر من اظلم ممن منع مسٰجد اللّٰہ ان یذکر فیھا اسمہ کے الفاظ لکھے جاتے آج مسلمانوں پر ان کے دروازے بند کئے جاتے اور ان کے اندر ذکر الٰہی سے انہیں روکا جاتا ہے۔

جنگ احد میں تیر اندازوں کی خطرناک غلطی اور معصیت ایک مشہور واقعہ ہے۔ اس سے نہ صرف مسلمانوں کی بہت سی قیمتی جانیں تلف ہو گئیں۔ بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت مبارک شہید ہوئے اور سر میں زخم آئے۔ ایسے موقعہ پر ان لوگوں کی جو سزا ہو سکتی تھی ظاہر ہے۔ ایک دنیوی سلطنت ہوتی۔ تو ان سب کو توپ کے سامنے اڑا دیا جاتا۔ اور ہمارے زمانے کے مولویوں کے تو کیا ہی کہنے ہیں۔ ان کا فتویٰ کفر ایسے لوگوں کو نعوذ باللہ جہنم سے درے کہاں چھوڑ سکتا تھا۔ کوئی تو دنیا کی سزا دیگا۔ وہ دنیا و آخرت دونوں کے خسران کا اعلان کر دیتے ہیں

گویا جنت و دوزخ انہی کے قبضہ میں ہیں۔ لیکن آنحضرت صلعم کا عفو اور رحم دیکھئے۔ کہ جنگ کے بعد جب واپس آتے ہیں تو آپ اتنا بھی ان سے نہیں پوچھتے کہ یہ تم نے کیا کیا۔ کیا مولوی صاحبان ان لوگوں کے ساتھ جن سے ان کو تکلیف پہنچے اس قسم کی روا داری کا برتاؤ کر سکتے ہیں۔ کاش وہ اس واقعہ سے سبق لیں۔ اور دیکھیں کہ ایسے موقعہ پر بھی جہاں کھلی معصیت نظر آتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسقدر حوصلہ اور وسعت قلب کا ثبوت دیتے ہیں۔ اور آج انہیں ذرا ذراسی بات پر کسقدر جوش اور غضب آجاتا ہے۔

یہ چند واقعات ہیں جو موجودہ زمانہ کے مولویوں اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا موازنہ کرنے کے لئے کافی ہیں۔ ان سے معلوم ہوسکتا ہے۔ کہ جس پاک انسان کی پیروی کا ہمیں دعویٰ ہے جس کے مزار مقدس کے گنبد کی خاطر آج مسلمان اپنی جانیں فدا کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اس کا طریق عمل اپنوں اور غیروں سے کیا تھا حلم۔ عفو۔ چشم پوشی اور رحم کس درجہ اس میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ اور آج ہمارے زمانے کے مولویوں میں غصہ۔ جوش۔ عیب گیری۔ سنگدلی کسقدر غالب ہے جو لوگ حقیقی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت رکھتے ہیں۔ ان کو چاہیئے کہ وہ ان حالات پر غور کریں۔ اور ان نام نہاد مولویوں کی کورانہ تقلید کو چھوڑ کر صاحب خلق عظیم کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں۔

مسلم ہائی سکول لاہور کو سرکاری امداد

احباب کرام کو معلوم ہے۔ کہ مسلم ہائی سکول کی عمارت کے لئے گذشتہ سال گورنمنٹ نے چالیس ہزار روپیہ کی امداد کی منظوری دی تھی۔ جو اپریل ۱۹۲۸ء سے پیشتر وصول ہو گیا تھا۔ لیکن عمارت پر کل ۱۲۵۷۶ روپے خرچ ہوئے تھے یعنی قریباً سوا لاکھ روپیہ۔ اس لئے اب گورنمنٹ نے ۲۱۷۸۸ روپیہ کی مزید منظوری دی ہے۔ گویا کل ۶۱۷۸۸ روپیہ گورنمنٹ کی طرف سے ملے ہیں۔ جو عمارت کی اصل لاگت کا نصف ہے۔

ہم اس گرانقدر امداد پر انجمن کی طرف سے گورنمنٹ کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اگرچہ محکمہ تعلیم کے قواعد کے رو سے یہ امداد مسلم ہائی سکول کا حق تھا لیکن اس موقعہ پر جبکہ گورنمنٹ خود بعض قرضوں کے لئے تمسکات جاری کر رہی ہے۔ اس امداد کا ملنا ایک بہت بڑی رعایت ہے جس کے لئے ہم گورنمنٹ کے تہ دل سے ممنون و مشکور ہیں۔

ہندوستان میں شراب کی بندش

حاجی وجیہہ الدین صاحب سلمانی اور تمام ہندوستان کے شکریہ کے مستحق ہیں۔ کہ ان کی جہد بلیغ سے گورنمنٹ ہند نے شراب کی بندش کو اپنا نصب العین قرار دیا۔ لیجسلیٹو اسمبلی کا گذشتہ اجلاس اس لحاظ سے خاص اہمیت رکھتا ہے۔ کہ اس میں بندش شراب کے متعلق حاجی صاحب کی مفید تجویز تھوڑی ترمیم کے ساتھ منظور ہو گئی۔ اگرچہ نہیں کہا جاسکتا کہ بندش شراب کو نصب العین بنانا کہانتک اور کب تک مفید ثابت ہوگا۔ لیکن بہرحال اس نصب العین کو پورا کرنے کے لئے کچھ عملی ذرائع گورنمنٹ کو اختیار کرنے پڑینگے۔ اور اگر حاجی صاحب اور دیگر مسلمان اراکین اسمبلی اپنی کوششوں کو جاری رکھیں۔ تو شراب کی بندش کا قانون پاس ہونے میں زیادہ دیر نہ لگے گی۔

سکھ اور مسلمان!

"کہا جاتا ہے۔ کہ سکھوں نے گذشتہ پچاس سال میں ۸۲ فیصدی ترقی کی ہے۔ اور آیندہ زیادہ ترقی کریں گے۔ ان میں عورتوں کی کمی زیادہ ہے۔ اور اس کو پورا کرنے کے لئے ہر ایک قسم کے ذریعے سے امداد لے رہے ہیں۔ وہ جہاں مسلمان اور عیسائی عورتوں سے پرہیز نہیں کرتے وہاں برہمنی اور کھتر انی عورتوں سے بھی پرہیز نہیں کرتے۔ بلکہ چوہڑی اور چماری بھی ایک منٹ میں شدھ ہو کر کایا پلٹ لیتی ہے۔ اور سنگھنی بن جاتی ہے۔ ذات پات دور ہو رہی ہے۔ اور بڑائی چھوٹائی عنقا ہو رہی ہے۔ اور اس لحاظ سے یہ اول صف میں ہیں۔"

مسلمانوں کو دعویٰ ہے کہ سکھ اسلام ہی کی ایک بگڑی ہوئی شاخ ہے۔ کیا وہ بجائے اس کے کہ اس قوم کی اصلاح کر کے انہیں اسلام کے اندر لے آئیں۔ یہ گوارا کر سکتے ہیں۔ کہ ان کی عورتیں ان کے گھروں سے نکل کر سکھوں میں جاشامل ہوں۔ افسوس ہے۔ کہ مسلمان آج تبلیغ اسلام سے بالکل غافل ہیں۔ ذات پات اور بڑائی چھوٹائی کے امتیازات جو اسلام نے مٹائے تھے۔ آج مسلمانوں میں پیدا ہو رہے ہیں۔ اور دوسرے ان کی بے راہ روی سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ مسلمانوں میں آج رشتہ ناطہ کے وقت ذات پات کے خیالات کو اسقدر اہمیت دی جاتی ہے۔ کہ بعض اوقات ایک لڑکی کو اپنی ذات کا رشتہ نہ ملنے کی وجہ سے تمام عمر باکرہ رہنا پڑتا ہے۔ کاش وہ سکھوں کی موجودہ روش سے عبرت حاصل کریں۔ اور ان کے ناجائز طریق عمل کو نظر انداز کرتے ہوئے کم از کم ذات پات کی قیود سے اپنے آپ کو آزاد کرلیں۔ اور خود سکھ قوم کو مسلمان کرنے کی کوشش کریں۔

عمامہ اور اسلام

مولویوں کا جبہ اور عمامہ بہت ہی مقدس چیزیں سمجھی جاتی ہیں اگرچہ ہمیں آج تک یہ سمجھ نہیں آئی۔ کہ اسلام میں ان چیزوں کو کیا اہمیت دی گئی ہے۔ اور کہاں علم کے ساتھ انہیں وابستہ کیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلعم سے کہیں یہ ثابت نہیں۔ کہ آپ جبہ اور عمامہ پہنا کرتے تھے۔ آپ تو سادگی لباس کی وجہ سے مجلس میں بیٹھے ہوئے پہچانے بھی نہ جاتے تھے۔ ایسا ہی حضرت ابوبکر حضرت عمر اور دیگر بزرگ صحابہ اور خلفاء ایسے تکلفات سے قطعاً آزاد تھے۔ لیکن آج مولویوں نے دین کو نہ صرف رسم و رواج کا مرقع بنا رکھا ہے۔ بلکہ اپنی فضیلت علمی کے اظہار کے لئے جبہ و دستار کو بھی ایک خاص اہمیت دے رکھی ہے۔

ترکی میں جہاں اور بہت سی اصلاحات عمل میں لائی گئی ہیں۔ وہاں عمامہ کی بھی خاص طور پر اصلاح کی گئی ہے۔ پہلے وہاں مولوی سبز پگڑی پہنا کرتے تھے۔ اس کو ترکوں نے بند کیا۔ اب علما کو عمامہ کی اجازت دی ہے۔ لیکن اس شرط پر کہ انہیں سرکاری دفاتر میں عمامہ کو سر سے اتارنا پڑیگا۔

اس کے علاوہ ترکی حدود کے اندر تمام تکیوں۔ خانقاہوں۔ اور شیوخ درویشوں وغیرہ کے سلسلے بند کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

امید ہے کہ یہ اصلاحات جدید ترکی کے لئے بہت مفید ثابت ہونگی۔ اور نہ صرف مولوی پرستی کی فضا ایک حد تک مٹ کر لوگوں میں آزاد خیالی کی روح پیدا ہوگی۔ بلکہ مولوی صاحبان کو کم از کم سرکاری دفتر میں سروں سے عماموں کا بوجھ اتار دینے سے بات کرنے کا سلیقہ پیدا ہوگا۔

اسلام کی طرف

موجودہ زمانہ کی جدید اصلاحات نے مذاہب کو ایک مخمصے میں ڈال رکھا ہے۔ زمانے کے حالات اور ضروریات مختلف امور میں اصلاح کے طالب ہیں اور ان مذاہب کے اصول اس کے قطعاً منافی ہیں۔ ہندو مذہب میں چھوت چھات کا اصول اسقدر زبردست ہے کہ اس کے سامنے تمام انسانی تعلقات کو ہیچ سمجھا جاتا ہے۔ بیواؤں کی دوسری شادی ایک گناہ عظیم ہے عورت کو ہندو مذہب نے جو ذلیل حیثیت دی ہے۔ وہ شاید ہی کسی مذہب نے دی ہو۔ طلاق کسی حالت میں بھی جائز نہیں۔ اور اسی وجہ سے بے شمار مستورات خاوند کے جیتے جی بیواؤں کی زندگی بسر کرتی ہیں۔ آریہ سماج نے اس کی اصلاح کے لئے جو قدم اٹھایا ہے۔ وہ دور حاضرہ کی ضروریات کے لحاظ سے موزون ہو۔ لیکن ہندو مذہب اور خود سوامی دیانند کی تعلیم کے قطعاً منافی ہے۔ کیونکہ سوامی صاحب بھی دوسری شادی کے قطعاً خلاف ہیں۔ اس لئے آریہ سماج کو ایک نیا مذہب کہا جائے (جو تہذیب جدید کے اثر سے پیدا ہوا ہے) تو زیادہ موزون ہے۔ بہ نسبت اس کے ہندو مذہب کا کوئی اصلاح شدہ فرقہ تسلیم کیا جائے۔ عیسائیت کے جدید عقائد کا ذکر بارہا ان کالموں میں ہو چکا ہے۔ کون کہہ سکتا ہے۔ کہ ان عقائد کے رکھنے والے تہذیب جدید کے اثر سے متاثر نہیں۔

اس کشمکش سے جو مذاہب اور تہذیب جدید میں اس وقت جاری ہے۔ اگر کوئی مذہب آزاد ہے۔ تو وہ صرف اسلام ہی ہے۔ آج بھی اسلام کی وہی شکل و صورت ہے۔ جو آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے تھی۔ وہی ایک خدا کا منوانا اور دنیا کے تمام رسولوں پر ایمان لانا آج بھی مسلمانوں کا اصل الاصول ہے۔ وہی ان کی نمازیں ہیں۔ اور وہی روزے۔ وہی حج ہے اور وہی زکوٰۃ۔ طلاق اور تعدد ازدواج وغیرہ۔ جو مذاہب کے لئے قابل تشکیک چیزیں سمجھی جاتی تھیں آج بھی اسلام میں موجود ہیں۔ اور اگرچہ دوسرے مذاہب نے علی الاعلان ان کی صداقت کو نہیں مانا۔ لیکن عملاً ان کو تسلیم کرتے جا رہے ہیں۔ ان کا یہ قدم اگرچہ بظاہر معاندانہ ہے۔ لیکن اگر بغور دیکھا جائے۔ تو اسلام ہی کی طرف اٹھ رہا ہے۔ اور وہ وقت دور نہیں۔ جب انہیں علی الاعلان اس کی صداقت کو تسلیم کرنا پڑے۔

لاہور میں جمعیۃ التنظیم

مرکزی جمعیۃ التنظیم کے ماتحت جو امرتسر میں آل مسلم پارٹیز کانفرنس نے قائم کی تھی ہر شہر اور قریہ میں تنظیم لیگیں بن رہی ہیں۔ لاہور میں بھی ۱۶ دسمبر ۱۹۲۸ء کو ۵ بجے شام محمڈن ہال میں چند چیدہ اصحاب اسی غرض سے مجتمع ہوئے۔ کہ ایک مقامی جمعیۃ التنظیم قائم کی جائے۔ ڈاکٹر سیف الدین صاحب کچلو اور میر غلام بھیک صاحب نیرنگ اس جلسہ میں شمولیت کے لئے لاہور آئے ہوئے ہیں۔ میر غلام بھیک صاحب جلسہ کے صدر منتخب ہوئے۔ اور ڈاکٹر سیف الدین صاحب کچلو نے جمعیۃ التنظیم کے اغراض و مقاصد اور تنظیم کے پروگرام پر ایک مفصل تقریر کی۔ اور بتایا کہ مسلمانوں کی ذہنیت آج کل یہ بن چکی ہے۔ کہ ہنگامی کاموں سے انہیں بہت دلچسپی ہے۔ اور کوئی ٹھوس اور تعمیری کام ان کے سامنے نہیں۔ ہندوؤں اور سکھوں نے بھی گذشتہ سالوں میں ہنگامی کام کئے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی انہوں نے ہمیشہ تعمیری کام کو بھی اپنے سامنے رکھا۔ ہندو کبھی اپنی قوم کو ٹھوس کام پر لگانے سے غافل نہیں ہوئے۔ سکھوں نے گوردواروں کے خلاف کارروائی کرتے ہوئے ہمیشہ اپنی قوم کی ترقی و اصلاح کی بھی فکر رکھی اور جہاں ان کے جتھے گئے وہیں ایک نیا ایک مدرسہ انہوں نے قائم کیا۔ لیکن مسلمانوں نے اس سے بالکل غفلت اختیار کی۔ صرف ہنگامی کاموں کے پیچھے پڑے رہے جس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ ان کی حیثیت دوسری اقوام سے بہت کمزور ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ سنگٹھن کے نام سے جو تحریک ہندوؤں میں ہوئی ہے۔ وہ دراصل مسلمانوں کے خلاف شروع کی گئی ہے۔ ممکن سنگٹھن کے معنے تنظیم ہی کے ہوں۔ لیکن اس کی تہ میں غرض صرف یہ ملحوظ رکھی گئی ہے۔ کہ اپنی قوم کو مسلمانوں کے خلاف تیار کیا جائے۔ ورنہ ہندوؤں کو کسی سنگٹھن کی ضرورت نہیں۔ تجارت تعلیم اور دیگر شعبہ ہائے زندگی میں وہ سب سے آگے ہیں۔ ان کے سامنے اس وقت صرف یہی ایک خیال ہے۔ کہ ہندوستان صرف ہندوؤں کا ہونا چاہیئے۔ اور غیر ہندو عنصر ہندوستان سے خارج ہو جائے۔

آپ نے اس امر پر خاص طور پر زور دیا۔ کہ تنظیم سے ہماری غرض ہرگز یہ نہیں۔ کہ ہندوؤں یا کسی اور قوم سے بغض یا نفرت کا برتاؤ کیا جائے۔ بلکہ ہمارے پیش نظر صرف یہ ایک بات ہے۔ کہ مسلمانوں کی اپنی تنظیم ہو۔ اس تنظیم کے کام میں آپ نے بتایا کہ دوسری انجمنوں سے جو پہلے سے موجود ہیں کسی قسم کا کوئی تصادم نہ کیا جائے گا۔ دوسری انجمنیں جس حد تک کوئی مفید کام کر رہی ہیں۔ ان کو اس میں امداد دی جائے گی۔ اور جو کام ابھی تک انہوں نے اپنے ذمہ نہیں لیا اس کو جمعیۃ التنظیم سرانجام دے گی۔

تنظیم کے پروگرام کی تشریح کرتے ہوئے آپ نے بتایا کہ مساجد ہماری تمام تحریکات کا مرکز ہیں۔ اس لئے وہیں سے تنظیم کا کام شروع ہوگا مساجد میں بچوں کی ایسی تعلیم کا انتظام کیا جائیگا۔ جو انہیں تجارتی کاروبار کے قابل بنا سکے۔ ہر محلہ کی مسجد میں ایک رجسٹر رہیگا جس میں اس محلہ کے کل مسلمانوں کے نام ہونگے۔ بیوگان اور یتامیٰ کی تفصیل ہوگی۔ اور محلہ کے مسلمانوں کی ضروری باتوں کی سرانجام دہی کے لئے ایک تنظیمی سب کمیٹی بنائی جائیگی۔

ایسا ہی آپ نے تجارت کو تنظیمی پروگرام کا ایک اہم جزو قرار دیا۔ اور مسلمانوں کے موجودہ تجارتی تنزل کا ذکر کرتے ہوئے امرتسر کی مثال پیش کی کہ وہاں کچھ عرصہ پہلے تمام تجارت مسلمانوں کے ہاتھ میں تھی لیکن اب چمڑا کے سوائے باقی سب ہندوؤں کے ہاتھ میں چلی گئی ہے۔ اور بیرون جات سے جو مسلمان تاجر آتے ہیں۔ انہیں وہاں مال دیتے اور لیتے ہوئے ڈبل آڑھت ہندو دلالوں کو دینی پڑتی ہے بلکہ وہاں سے مال لے کر جب وہ دوسرے کسی شہر میں جاتے ہیں۔ تو اس شہر کی ایجنسی کو پہلے سے اطلاع دے دی جاتی ہے وہاں پھر انہیں ہندو دلالوں کا شکار ہونا پڑتا ہے۔ ہم اس وقت دو قوموں کے محکوم ہیں۔ ایک حکومت دوسرے ہندوؤں کے۔ ہماری غلامی اس وقت ڈبل ہے ہمیں بہت جلد باہر نکلنا چاہیئے۔ اس وقت ہم کو

اور حالت یہ ہے کہ سوائے ایک مسلم بنک کے جس کا پانچ چھ لاکھ کا سرمایہ ہے۔ اور کوئی بنک مسلمانوں کا نہیں۔ آپ نے یہ بھی بتایا کہ ہمارے تجارتی تعلقات سنٹرل ایشیا اور دیگر اسلامی ممالک سے ہو سکتے ہیں۔ اور اگر کوشش کی جائے۔ تو بہت جلد ہم کامیابی کا منہ دیکھ سکتے ہیں۔

تنظیمی پروگرام کا تیسرا عنصر آپ نے اوقات کو قرار دیا۔ چوتھا تبلیغی مجلس کا انتظام یا تقسیم کار۔ پانچواں زکوٰۃ۔ خیرات وغیرہ کا انتظام۔ خیرات کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے بتایا کہ امرتسر میں کچھ دنوں کے لئے بعض دکانوں پر چھوٹی چھوٹی صندوقچیاں لگائی گئی تھیں۔ اور دکانداروں سے کہا گیا تھا۔ کہ وہ کبھی کوئی پیسہ دو پیسہ اس میں ڈال دیا کریں۔ یا گاہک سے کہہ دیا کریں کہ اس میں کچھ ڈال دے۔ مہینے کے بعد جب صندوقچیاں کھولی گئیں تو بارہ سو روپیہ ان میں سے نکلا۔ اس طرح سے خیرات کا بہت سا روپیہ کسی اچھے مصرف میں لایا جا سکتا ہے۔

ان تمام تفصیلات کو بیان کرنے کے بعد آپ نے بتایا۔ کہ خدا کے فضل سے تمام ملک اس وقت اس پروگرام کی تائید میں ہے۔ شملہ میں کونسل کے اکثر ممبروں نے اس کی تائید کی۔ اور شمولیت کے وعدے کئے۔ مسلمان والیان ریاست اس پروگرام پر عمل پیرا ہونے کے لئے تیار ہیں۔ نواب صاحب لوہارو نے کہا کہ میں گورنمنٹ کی اجازت سے ابھی اس پروگرام کو اپنی ریاست میں عملی جامہ پہناتا ہوں۔ طبقہ علماء میں سے جمعیۃ العلماء اور علمائے دیوبند کو اگرچہ ایک بات پر اعتراض ہے۔ لیکن پروگرام سے انہیں مخالفت نہیں۔ بہت سے دیگر علماء اس کام میں ہمارے ساتھ ہیں۔ اور اب ضرورت یہ ہے۔ کہ ہر شہر میں اس کے لئے کمیٹیاں بنائی جائیں۔ آپ کو اگر اس سے اتفاق ہو تو اس کام کو شروع کیجئے۔ ورنہ تکلف سے کام کرنے کی ضرورت نہیں فی الحال ملتوی کر دیں۔ ڈاکٹر صاحب کی تقریر کے بعد ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے مقامی جمعیۃ التنظیم کے قیام کی تحریک پیش کی جو سید محسن شاہ صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی وکیل کی تائید اور حاضرین کے اتفاق رائے سے پاس ہوئی۔ اس کے بعد ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے عارضی مجلس منتظمہ کے ممبروں کے نام تجویز کئے جو چند ناموں کی ایزادی کے ساتھ منظور ہوئے۔ اور پھر اس عارضی مجلس کے حسب ذیل عہدہ دار قرار دیئے گئے:۔

۱۔ سیکرٹری۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب

۲۔ جائنٹ سیکرٹری مولوی محمد یعقوب خاں صاحب

۳۔ " " سید نور احمد صاحب سب ایڈیٹر مسلم آؤٹ لک

۴۔ فنانشل سیکرٹری۔ منشی نظام الدین صاحب۔

اس کے بعد شہر و مضافات کی سب کمیٹیوں کا سوال پیش ہوا اور حاضرین کے مشورہ سے یہ قرار پایا۔ کہ ہر محلہ کی سب کمیٹی وہیں کے لوگوں کے مشورہ سے بنائی جائے۔ اس کے بعد نماز مغرب کے وقت جلسہ برخاست ہوا۔

جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام

جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام کی "سالانہ رپورٹ و خلاصہ حساب" ایک کتابی شکل میں ہمیں برائے ریویو موصول ہے۔ اس رپورٹ میں جو ۳۶-۱۹۳۵ء کے ۱۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ میر غلام بھیک صاحب نیرنگ نے جمعیۃ کی ضرورت اور قیام اس کی خصوصیات۔ اغراض و مقاصد اور ۱۹۳۶ء کی مفصل کارگذاری لکھی ہے۔ اور آخر میں ان دونوں سالوں کے حسابات کا مختصر خاکہ درج کر دیا ہے۔ جو صفحہ ۷۲ سے شروع ہو کر آخر تک ہے۔ ابتدائی ۱۴ صفحات میں میر صاحب نے جمعیۃ کے حالات قلمبند کرتے ہوئے "بیداری کی ضرورت" کے عنوان سے ایک زبردست مقالہ لکھا ہے۔ جس میں اسلام کے قدیم اور جدید دشمنوں عیسائیت اور آریہ سماج کی تبلیغی کوششوں اور پیچ در پیچ کارروائیوں کا پردہ فاش کیا ہے۔ اور بتایا ہے۔ کہ جمعیۃ تبلیغ الاسلام انہی کوششوں کی مدافعت اور حفاظت اسلام کے قائم ہوئی ہے

ہمیں خوشی ہے۔ کہ آخر کار مسلمانوں کو تبلیغ اسلام کا احساس پیدا ہوا یہی وہ بات ہے جو مسلمانوں کی کامیابی کا موجب ہوگی مجدد وقت نے اس امر کی طرف مسلمانوں کو دعوت دی تھی۔ اور اس کی صداقت کا یہ ایک زندہ ثبوت ہے۔ کہ ملک خواہ مخواہ اسی پر گامزن ہو رہا ہے۔ اگرچہ جمعیۃ تبلیغ الاسلام بھی جمعیۃ علماء کی رقابت سے بچی ہوئی نہیں تاہم اس کی مساعی ہر طرح سے لائق تحسین ہیں اور ہم امید کرتے ہیں کہ وہ اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل کریگی

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام کی اس رپورٹ میں جس کا اوپر تذکرہ ہو چکا ہے۔ میر غلام بھیک صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے عنوان سے لکھتے ہیں:۔

"اسی سلسلہ اعتراف و تشکر میں یہ امر بھی قابل اظہار ہے۔ کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے جمعیۃ ہذا کو بہت امداد دی۔ بارہا ضرورت پیش آئی۔ کہ کوئی سنسکرت دان مناظر بلایا جائے۔ تین موقعوں پر مولوی عبدالحق صاحب ودیارتھی فاضل سنسکرت کو طلب کیا گیا۔ اور متعدد موقعوں پر مولوی محمد عصمت اللہ صاحب کو بلایا گیا۔ انجمن نے ہر مرتبہ ان صاحبوں کو بھیجا اور جتنے عرصے تک اور جہاں کہیں ضرورت پیش آئی ان سے کام لیا گیا۔ ان حضرات کی قابلیت مشہور و مسلم ہے۔ اور ہم کو صرف اسقدر کہنا ہے کہ ان موقعوں پر ان حضرات نے نمایاں اور قابل داد خدمت سرانجام دی۔ مولوی محمد عصمت اللہ صاحب نے تو اپنی رخصت کے زمانے میں از خود بھی اپنی خدمات سے مستفید فرمایا۔ اور جب انہوں نے انبالہ اگر کچھ عرصہ قیام کیا تو معتمد عمومی کے علم کے بغیر خود بخود ہی دفتر کی حالت کو دیکھا بھالا۔ اور بلا درخواست کے اپنی رائے بھی اخباروں کو لکھ بھیجی۔ وہ رائے بطور ضمیمہ شامل رپورٹ ہذا کی جاتی ہے۔"

میر صاحب کے ہم ممنون ہیں۔ کہ انہوں نے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی خدمات کا اعتراف ضروری سمجھا۔ اس دور ناشکر گذاری میں جب کہ جمعیۃ علماء جیسی ذمہ دار انجمن احمدیہ اشاعت سے امداد لیتے ہوئے اس سے اشتراک عمل ناجائز سمجھتی اور شکریہ کے بجائے کفر کا فتویٰ دیتی ہے۔ میر صاحب کا رویہ بالحقیقت قابل تحسین ہے۔ اور ہم سمجھتے ہیں۔ کہ جب تک مسلمانوں میں اس قسم کا اتحاد عمل پیدا نہ ہوگا۔ وہ ہرگز کامیابی کا منہ نہیں دیکھ سکتے

جاوا کو دعوت عمل

مرزا ولی احمد بیگ صاحب مبلغ جاوا کا ایک خط کسی دوسری جگہ درج کیا گیا ہے۔ جس میں انہوں نے بتایا ہے۔ کہ کس طرح سے وہاں کے مسلمان نوجوان اسلام کا مطالعہ کرنے اور اسکی حفاظت و اشاعت کے لئے کمربستہ ہو رہے ہیں۔ اور عیسائیت طلسم پاش پاش ہوا چاہتا ہے۔ مرزا صاحب نے اپنے اس خط میں بتایا ہے۔ کہ انہوں نے حضرت امیر ایدہ اللہ کی کتاب دعوت عمل ملائی زبان میں ترجمہ کرا کر چھپوا دی ہے۔ جس کی ایک سو کاپیاں یہاں بھی بھجوائی ہیں۔ اس کتاب کے ساتھ دس شرائط بیعت اور فارم بیعت بھی مرزا صاحب نے ترجمہ کر کے چھپوا دیا ہے۔ جس سے ملائی زبان بولنے والوں کے لئے احمدیت کے سمجھنے میں بہت کچھ سہولت پیدا ہو گئی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ اس ذریعہ سے ان کی بہت سی غلط فہمیاں دور ہو کر سلسلہ کی قبولیت کا سامان پیدا ہو جائیگا۔ مرزا ولی احمد بیگ صاحب لٹریچر کی اشاعت کے ساتھ ساتھ لیکچروں اور میل ملاقات کے ذریعہ سے بھی بہت بڑا کام کر رہے ہیں۔ اور جیسا کہ ان کے خط سے معلوم ہوتا ہے۔ تین جگہوں پر انہوں نے درس قرآن بھی شروع کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ انہیں اس جہاد کبیر میں کامیاب فرمائے اور انکی شائع کردہ دعوت عمل ان جزائر کے رہنے والوں کے اندر حقیقی اسلامی زندگی پیدا کرنے کا موجب ہو۔

آبزرور لاہور

اس نام سے ایک ہفتہ وار انگریزی اخبار لاہور سے شائع ہونا شروع ہوا ہے۔ اس کا منشا جیسا کہ اسکے مضامین سے ظاہر ہے اسلامی مقاصد کی حمایت کرنا ہے۔ پہلے نمبر میں یہ بتایا گیا ہے کہ مرحوم آبزرور سے جو خواجہ احمد شاہ مرحوم کا جاری کردہ تھا۔ اسکا کسی قسم کا تعلق سوائے اس کے نہیں کہ وہ اسکا ہم نام ہے۔ اس وقت تک دو نمبر ہماری نظر سے گذرے ہیں جن سے اس کے لائق ایڈیٹر شیخ عبدالمجید صاحب کی قابلیت ظاہر ہے۔ تمام اسلامی مسائل پر جو اس وقت زیر بحث ہیں۔ ان پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور نہایت قابلیت حق و صداقت کی طرف مسلمانوں کی رہنمائی کی گئی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ ہمارا لائق ہمقلم میدان صحافت میں بہت جلد ترقی کریگا اور مسلمانوں کے لئے بہت سے فوائد کا موجب ہوگا۔ قیمت سالانہ دس روپیہ فی کاپی ۳ آنہ۔ مینیجر آبزرور لاہور سے طلب فرمائیں۔

احمدی خواتین کیلئے

بزم اشاعت اور مرحومہ مغفورہ کی یاد

دیگر خواتین سلسلہ کے واسطے قابل عمل نمونہ

پروفیسر شیخ محمد عبداللہ صاحب کے قلم سے

میری بیوی (مرحومہ مغفورہ سکینہ بیگم) کی وفات سے تمام احمدی خواتین بخوبی واقف ہونگی۔ میں ان چند سطور میں ایک خاص امر کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جس سے معلوم ہوگا کہ اس نیک دل خاتون نے اپنی زندگی کو کس طرح سے بسر کیا۔ اور جو دوسری خواتین سلسلہ کے اندر انشاء اللہ العزیز قوت عمل پیدا کرنے کا موجب ہونگی۔ مرحومہ کے قلب کے اندر مسلم قوم کی بہتری اور بہبودی کے واسطے ایک خاص درد تھا۔ اور حفاظت و اشاعت اسلام کے واسطے اپنے اندر ایک خاص تڑپ اور عشق رکھتی تھیں۔ جن دنوں جنگ طرابلس شروع ہوئی۔ اور جابجا طرابلس فنڈ قائم ہوئے۔ اس نیک دل بی بی نے اپنے گھر اور محلہ کے اندر اپنے بھائی بہنوں اور دیگر عزیز رشتہ داروں کو اس نیک تحریک میں حصہ لینے کے واسطے ترغیب دلائی۔ اور خود عملی نمونہ پیش کر کے تقریباً چالیس روپے کی گرانقدر رقم نہایت ہی چھوٹے چھوٹے بچوں سے جمع کر کے فوراً دفتر تہذیب نسواں میں ارسال کر دی۔ اس کے بعد جب کبھی کوئی نیک تحریک ہوتی خواہ پیغام صلح میں یا کسی اور طریقہ پر تو وہ ہمیشہ اس تحریک میں نہ صرف خود حصہ لیتیں بلکہ دوسروں کو بھی شامل کر لیتیں اور اس طرح سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا صدق ظاہر کرتیں۔ اس کے بعد جب ان کو میرے ہمراہ لاہور میں رہائش اختیار کرنی پڑی۔ تب ان عزیز بچوں اور رشتہ داروں سے جن کے اندر وہ ہمیشہ تحریک کیا کرتی تھیں اور جن کے قلوب کے اندر ان کی وجہ سے اسلام سے ایک محبت اور عشق پیدا ہو گیا تھا ایک کمیٹی قائم ہوئی جو کہ ان کی غیر حاضری میں اس نیک کام کو جاری رکھ سکے۔ یہ کمیٹی گذشتہ دو تین سالوں میں نہایت ہی نیک کام کرتی رہی ہے۔ وقتاً فوقتاً اس کے اجلاس وغیرہ بھی ہوتے رہتے ہیں۔ اور اس کے ممبر جو کہ بعض چھ دس چھوٹے دس دس بارہ بارہ اور پندرہ پندرہ سال کے بچے ہیں باقاعدہ ماہوار چندہ اس کمیٹی کو دیتے رہتے ہیں جو کہ حسب قرار داد مختلف جگہوں اور مختلف مدات میں ارسال کر دیئے جاتے تھے۔ یہ معمولی سی کمیٹی جس کے ممبر صرف دس بارہ ہی تھے۔ ہر سال تقریباً چالیس پچاس روپے کی رقم جمع کر کے اشاعت اسلام کے واسطے انجمن کو ارسال کرتی رہی ہے اس سے ان کے ننھے ننھے پاکیزہ دلوں کا اندازہ لگ سکتا ہے اب میری بیوی کی وفات کے بعد اس کام کو باقاعدہ جاری رکھنے کے واسطے کمیٹی نے مجھے اسکا صدر بننے کے واسطے کہا جسکو میں نے بخوشی منظور کیا۔ اور محض اس وجہ سے کہ یہ ایک نیک کام ہے۔ اور مرحومہ مغفورہ کی یاد کو ہمیشہ تازہ رکھنے اور اس کی روح کو ثواب پہنچانے کے واسطے نہایت ہی احسن طریقہ ہے اسوقت اسکے پندرہ بیس ممبر ہیں۔ جو کہ محض سکول کے لڑکے لڑکیاں ہیں۔ اور بالکل چھوٹی عمر کے ہیں۔ ان کے باقاعدہ اجلاس وغیرہ ہوتے ہیں جنکے اندر اسلام کی خوبیوں کا مختلف پیرایوں میں ذکر ہوتا ہے اور ان کو خادم اسلام بننے کی ترغیب دلائی جاتی ہے۔ ہر ایک ممبر حسب توفیق باقاعدہ ماہوار چندہ دیتا ہے۔ اس کمیٹی کا نام اب "بزم اشاعت" رکھا گیا ہے۔ میں نے اس بزم کا ذکر صرف اس غرض سے کیا ہے اور بالخصوص احمدی خواتین کے کالم میں ...... کہ دیگر خواتین سلسلہ بھی اگر ذرا سی ہمت کریں تو وہ بھی اس قسم کی بزم اپنے اپنے گھر یا محلہ یا شہر کے اندر بخوبی قائم کر سکیں جس سے انجمن کو نہ صرف اس کے ہر عزیز بچے سے مالی مدد ملے گی۔ بلکہ اس سے بڑھکر سلسلہ کے عزیز بچوں کے اندر بچپنے سے ہی اشاعت اسلام کے واسطے ایک حقیقی تڑپ اور سچا عشق پیدا ہو جائیگا جو کہ قوم کی زندگی اور قیام کے واسطے ازبس ضروری اور لابدی ہے۔

اخیر میں میری تمام خواتین سلسلہ سے التجا ہے کہ وہ ضرور ضرور اس قسم کی بزم اپنے اپنے گھر یا محلہ یا شہر میں قائم کریں جسکے اندر ان کے عزیز بچے اور دیگر رشتہ دار وغیرہ شامل ہوں اور وہ باقاعدہ ماہوار چندہ دیا کریں اور اسکے باقاعدہ اجلاس ہوں۔ اور اسلام و سنت قوم کے بچوں کے اندر ایک سچا جوش اور حقیقی زندگی پیدا ہو جائیگی۔ اور یہ بالکل مشکل امر نہیں صرف شروع شروع میں ذرا سی ہمت درکار ہے۔

محمد عبداللہ صدر بزم اشاعت

اسلام کے قدیم اور جدید حریف

عیسائیت اور آریہ سماج

جناب میر غلام بھیک صاحب نیرنگ بی۔ اے پلیڈر انبالہ نے جمعیتہ مرکزیہ تبلیغ الاسلام کے کام پر تبصرہ کرتے ہوئے موضوع بالا پر بعض ایسے خیالات کا اظہار کیا ہے جنکی طرف مسلمانوں کو خاص طور پر توجہ کرنی چاہیئے۔ میر صاحب فرماتے ہیں:۔

اول صرف آریہ سماج ہی نہیں ہے جس کی حرکات پر نظر رکھنا اور جنکی جد و جہد کی مقاومت کرنا ضروری ہے۔ آریہ سماج تو کل کا بچہ ہے اسکو تو ابھی تبلیغ کا فن آیا ہی نہیں۔ اسکے طریق بالکل مبتدیانہ اور بھدے ہیں اور اگر مسلمان صرف دس سال بھی پورے طور سے بیدار رہ کر دکھا دیں تو آریہ سماج ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ مصیبت صرف یہ ہے کہ مسلمان بیدار نہیں ہوتے

عیسائی مشنریوں کی پیچ در پیچ کارروائیاں

اسلام کا قدیم دشمن تو عیسائی پروپیگنڈا ہے۔ اس کی پیچ در پیچ کارروائیوں کو سمجھنا اسکی میٹھی چھریوں کے زخموں سے محفوظ رہنا کارے دارد۔ اور اس کے سینکڑوں بھروپ ہیں اس کا حملہ صرف ہندوستان کے مسلمانوں تک محدود نہیں ہے بلکہ اس کے دندان آز تمام عالم اسلامی پر ہیں۔ عیسائی مشنری کا یہ عالم ہے کہ

ہر دم بہ لباس دگر آن یار برآمد

مثلاً عربوں کی ہمدردی سے بیتاب ہیں۔ نہ قرار ہے نہ دن کو چین ہے نہ رات کو آرام۔ کبھی انسانی ہمدردی اور حب وطن کے مبلغ بنکر تشریف لاتے ہیں۔ مظلوم عربوں کو ظالم ترکوں کے پنجہ سے چھڑانے کے آرزومند ہیں۔ عربوں کو تعلیم دیتے ہیں کہ عرب عربوں کے لئے ہے۔

اس میں کامیاب ہوتے ہیں اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سلطنت ترکی کے ٹکڑے ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ ساتھ ہی عربوں کا قیمہ بنا جاتا ہے لیکن خاص نکتہ یہ ہے کہ عربوں کے دل سے اسلامیت کا نقش محو ہو کر عربیت کا نقش قائم ہوتا ہے۔ اور وفد خلافت کے روبرو فخر کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ ہم تو موسیٰ۔ عیسیٰ اور محمد علیہم الصلوۃ والسلام سے پہلے عرب تھے اور اب بھی عرب ہی ہیں۔ گویا انما المؤمنون اخوۃ کا اثر غائب ہے۔ اخوت عالم المسلمین کا نتیجہ صفر۔

کبھی مؤرخ کے بہروپ میں نمودار ہوتے ہیں۔ دیباچہ میں یورپ کے متعصب مورخین کو خوب دل کھول کر گالیاں دیتے ہیں کہ یہ لوگ بڑے پاجی تھے تعصب سے اندھے ہوگئے تھے انہوں نے اسلام۔ بانی اسلام۔ اور سلطنت ہائے اسلامیہ پر جھوٹے اتہام لگائے ہیں۔ بھولا بھالا مسلمان دیباچہ پڑھکر خوش ہوتا ہے کہ یہ محقق کسقدر بے تعصب اور کسقدر حق شناس و حق پسند واقع ہوا ہے بس جو کچھ یہ لکھے گا وہ درست ہوگا۔ چنانچہ محقق صاحب کا طومار تحقیق و تاریخ شروع ہوتا ہے۔ سینکڑوں باتیں مسلمانوں کے حق میں ثابت کرتے چلے جاتے ہیں اور عیسائیوں کو برابر گالیاں دیتے جاتے ہیں حتی کہ پڑھنے والا بالکل ان کا معتقد اور مرید صادق بنجاتا ہے۔ اس اثناء تحقیق میں دو چار جگہ متفرق طور پر کچھ زہریلی حاشیہ آرائی کر جاتے ہیں اور وہ اسقدر دبی زبان سے اور ایسے مجبورانہ لہجے میں کہ پڑھنے والے پر ضرور اثر ہو۔ بس ان کا اصل مقصد پورا ہو گیا۔

اسلام کی تضعیف کی کوششیں

الغرض عیسائی مبلغ کے بہروپوں کو پہچاننا ایک مستقل فن ہے اور اس کے داؤں پیچ کی مدافعت کرنا معمولی آدمی کا کام نہیں۔ اس کی غرض یہ بھی نہیں ہوتی کہ لازماً عیسائیت ہی کی تبلیغ کرے۔ اگر وہ اسلام کی تہذیب یا کم از کم تضعیف میں ہی کامیاب ہو جائے تو اسکو بھی اپنے سیاسی مقاصد کے لئے فوز عظیم سمجھتا ہے کیونکہ اسکو بخوبی معلوم ہے کہ ملت اسلامیہ ایک فولاد کی دیوار ہے اور اسکو کوئی طاقت مغلوب نہ کر سکتی اگر عقائد اسلامیہ میں ضعف پیدا کر دیا جائے۔ اسلامی خصائص اور اسلامی اخلاق کو تباہ کر دیا جائے۔ جذبہ اخوت اسلامیہ کو فنا یا کم از کم مضمحل کر دیا جائے تو ملت اسلامیہ اول مختلف ممالک میں اس کے بعد مختلف نسلوں میں تقسیم ہو کر ہمدردی اور اتحاد و اغراض کو اسلامیت کی بجائے وطنیت اور نسل میں تلاش کیا کرے گا۔ مسلمان کی حیثیت سے ہندی کو ایرانی اور ترک کو عرب سے ہمدردی ہے لیکن اگر ہمدردی کی بنیاد وطن اور نسل کو قرار دے دیا گیا تو نہ ترک کو عرب سے ہمدردی ہوگی نہ ہندی کو ایرانی سے۔ سب الگ الگ ہو جائینگے۔ یہ جو بحر الکاہل کے ساحل سے بحر اوقیانوس کے سواحل تک اور قطب شمالی سے بحر ہند کے سواحل تک سگے ماں جائے بھائیوں کا ایک عظیم الشان کنبہ آباد ہے اگر سائبیریا میں کسی کے پاؤں میں کانٹا چبھتا ہے تو سیلون تک اسکا درد محسوس ہوتا ہے۔ اگر چین میں کوئی چیختا ہے تو مراکش تک بیتابی کی لہر دوڑ جاتی ہے یہ کنبہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ہر ایک ٹکڑا اپنی محدود اغراض کا پرستار اور دوسرے کے دکھ درد سے بے خبر ہو جائے گا۔ اسوقت یورپ کی بن آئیگی۔

عیسائی مشنوں کا جال

عیسائی مشنوں کا جال تمام عالم اسلام پر پھیل گیا ہے اور وہ اپنی تبلیغ کے لیے نئے نئے طریقے ایجاد کرنے کی غرض سے عالم اسلام کے گوشہ گوشہ کے حالات پر نہایت بیدار اور نہایت گہری نظر رکھتے ہیں۔ مسلمانوں میں بیداری پیدا کرنے کی کوئی بڑی سے بڑی اور چھوٹی سی چھوٹی تحریک کوئی اخبار کوئی رسالہ کوئی کتاب ان کی نظر سے نہیں بچتی۔ مذہب کی حیثیت سے مسیحیت کا اقتدار یورپ سے زائل ہو چکا لیکن سیاسی اغراض کے حصول و تکمیل کے لئے یورپ کی لا مذہب سلطنتیں اپنا سیاسی کام تبلیغ انجیل کے نام سے ہر جگہ کر رہی ہیں چنانچہ ہندوستان میں عیسائی مشن کروڑوں روپیہ خرچ کر کے کام کر رہے ہیں۔ ان کے سینکڑوں کامیاب مرکز ہیں۔ لاکھوں ہندوستانیوں کو وہ مسیحی بنا چکے ہیں۔ اور ان میں سو لاکھوں وہ ہیں جو مسلمان سے مسیحی ہوئے۔ ضرورت ہے کہ مسلمان آریہ سماج کے پیچھے پڑ کر مسیحی مشنریوں کو بھول نہ جائیں۔ ذرا اسطرف بھی نظر رہے۔

آریہ سماج کا مقصد

دوم آریہ سماج کا مقصد اور اس کی یہ آرزو ہے کہ ہندوستان میں آریہ دھرم کے سوا اور کوئی دھرم باقی نہ رہے۔ اس کا صرف یہ مدعا نہیں ہے کہ لوگ ہندو دھرم سے نکلکر کسی دوسرے مذہب میں داخل نہ ہوا کریں۔ اس کا یہ بھی مدعا نہیں ہے کہ محض علمی طریقوں سے وعظ و تبلیغ کر کے اپنے عقائد کی اشاعت کرے۔ اسطرح سے دوسروں پر اثر ڈال کر ان کو اپنا ہم مذہب بنالے بلکہ تجربہ سے ثابت ہو گیا ہے کہ وہ لالچ بھی دیتے ہیں دباؤ بھی ڈالتے ہیں۔ جبر بھی کرتے ہیں۔ تشدد سے بھی درگذر نہیں کرتے۔ ہندو زمیندار اپنے مسلمان کاشتکاروں کو زمین دینے سے انکار کر کے ترغیب دیتے ہیں کہ مرتد ہو جائیں ہندو قرضخواہ مقروض مسلمانوں پر دباؤ ڈالتے ہیں۔ بعض جگہ زد و کوب اور لوٹ مار تک کے واقعات بھی ہوئے مسلمانوں پر کنوؤں کا پانی بھی بند کیا گیا۔ حاکمانہ اختیارات تک کو دھرم کی تبلیغ کے لئے استعمال کیا گیا۔ جھوٹے مقدمات قائم کر کے دباؤ ڈالا گیا اور انتقام لیا گیا۔ غرض وہ تمام طریقے جو جاہلیت مخلوی استعمال کئے جاسکتے تھے خواہ وہ جائز ہوں خواہ ناجائز استعمال کئے گئے۔ ایک ہندو دیسی ریاست میں راج نے شدھی میں بہت بڑی امداد دی اور بعض دیگر ہندو ریاستوں سے مشتبہ حالات موصول ہو رہے ہیں۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے سمجھ لینا چاہیئے کہ ان کے ہندو ہم وطن اسلام کی بیخ و بنیاد اکھاڑ پھینکنے کی ہر ایک جائز و ناجائز کوشش اسوقت بھی کر رہے ہیں اور آئندہ بھی ضرور کریں گے۔ لہذا مسلمانوں کو اپنی حفاظت کا پورا سامان کرنا چاہیئے۔

ہندو فرقوں کی تمنا

سوم۔ صرف آریہ سماج ہی اسلام کی بیخ کنی کی تمنا نہیں رکھتی بلکہ تحریک شدھی کے دور جدید نے جو ۱۹۲۲ء سے شروع ہوا ہے اس امر کو واضح کر دیا ہے کہ اب تمام مختلف الخیال ہندو فرقے تحریک شدھی کے بارے میں متفق الرائے اور متحد العمل ہیں۔ مختلف فرقوں کی سبھاؤں نے ان کے رہنماؤں نے اور ہر ایک خیال کے سیاسی لیڈروں نے غریب سے لیکر امیر تک ہر جاہل سے لیکر راجہ تک سب قسم کے ہندوؤں نے تحریک شدھی کی قولی و عملی تائید کی ہے اگر آپ کو اس اجمال کی تفصیل کا مطالعہ فرمانا ہو اور تحریک شدھی کی مجمل تاریخ۔ اس کے اغراض و غایات اور ہر قسم کے ہندوؤں کے خیالات معلوم کرنیکا شوق ہو تو ہمارے دفتر سے کتاب غبار افق منگا کر مطالعہ کیجئے۔

مسلمانوں کا فرض

بحالات مندرجہ بالا قطعی طور سے ضروری ہے کہ مسلمانوں میں ایک دائمی جماعت ایسی موجود ہو جو ہمیشہ مخالفان اسلام کی حرکات کا نہایت بیداری سے اور نہایت گہرے غور کے ساتھ مطالعہ کرتی رہے اور ان کی ریشہ دوانیوں کی مدافعت کی تدابیر سوچتی اور عمل میں لاتی رہے۔ استحکام اسلام کا کام کرتی رہے اور عند الامکان غیر مسلموں میں تبلیغ و اشاعت اسلام بھی کرے۔ جمعیتہ مرکزیہ تبلیغ الاسلام ایک ایسی ہی جماعت ہے

تبلیغ کا تین قسم کا کام

بیان بالا سے سمجھ لیا ہوگا کہ تبلیغ کا کام تین قسم کا ہے اول استحکام۔ دوم دفاع۔ سوم ہجوم۔ جاہل مسلمانوں کو دین کی تعلیم و تربیت دینا استحکام ہے۔ چونکہ دوران تحریک ارتداد میں ثابت ہوا ہے کہ عموماً وہ لوگ شکار ارتداد ہوئے ہیں جو یا تو جاہل تھے یا مفلس اسلئے اقتصادی حالت مستحکم کرنے کی کوشش بھی استحکام کی ذیل میں داخل ہے اور اسی لئے جمعیتہ ہذا کے اغراض و مقاصد میں اقتصادی حالت کی اصلاح بھی داخل کی گئی ہے۔ استحکام کا کام سب سے مقدم اور درحقیقت دائمی ہے۔ احکام شریعت کا تقاضا یہی ہے کہ دین کی تعلیم عالمگیر اور دائمی ہو۔ اس کام سے غفلت کرنے کا نتیجہ ہے کہ وبائے ارتداد نمودار ہوئی۔ لہذا خواہ تحریک شدھی آج ہی بند ہو جائے اس کام کا جاری رہنا ہر حال لازم اور اہم ہے اور اس لئے جمعیتہ ہذا نے سب سے زیادہ زور اس کام پر دیا ہے۔

دفاع کی ضرورت اسوقت پڑتی ہے جب کوئی مخالف حملہ کرے۔ اگر کسی مقام میں ارتداد کے ہونے کا احتمال ہو تو وہاں پہنچکر اس کے روکنے کی کوشش کرنا یا اگر مخالف مناظرہ طلب کرے تو اس سے مناظرہ کرنا۔ یا لوگوں کو مخالف کی ریشہ دوانیوں سے پیش بندی کے طور پر پہلے سے آگاہ کرنا یہ سب کچھ دفاع میں داخل ہے۔ ہجوم سے مراد ہے غیر مسلم اقوام و افراد کو دعوت اسلام دینا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

کیا اوم خدا کا ذاتی نام ہے؟

سوامی دیانند جی مہاراج اور ان کے معتقدین یعنی آریہ حضرات کے نزدیک "اوم" خدا کا ذاتی نام سمجھا جاتا ہے۔ آریہ مہاشے اوم کو قطعات سے زبانی دوکانوں اور مکانوں کو مزین کرتے ہیں۔ مندروں کی دیواروں پر موٹے موٹے حروف میں اوم لکھتے ہیں۔ تصنیفات و تالیفات کی ابتدا لفظ "اوم" سے کرتے ہیں۔ خطوط و اخبارات کی پیشانیوں پر اوم کو نمایاں جگہ دیتے ہیں۔ کپڑے کے جھنڈوں اور کاغذ کی جھنڈیوں پر اوم کو لکھ کر اپنے جلوسوں کے آگے آگے چلتے اور جلسہ گاہ کو بارونق بناتے ہیں۔ الغرض آریہ حضرات "اوم" کو خدا کا سب سے بڑا نام سمجھتے ہیں اور "اوم" کو وہ درجہ دیتے ہیں جو اسلام میں "اللہ" کا ہے۔ آریہ مہاشے مسلمانوں کی ریس کر کے "اوم" کو "اللہ" کی طرح خدا کا ذاتی نام ثابت کرنے کی غرض سے آئے دن بیہودہ کوششیں کرتے رہتے ہیں اور اپنی تحاریر و تقاریر میں اوم کو خدا کا ذاتی نام قرار دیتے ہیں۔ لہذا ہم ذیل میں قارئین کرام کو بتلاتے ہیں کہ کیا اوم خدا کا ذاتی نام ہے؟ سوامی دیانند جی مہاراج اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش کا پہلا سملاس "اوم" ہی کے ذکر کر شروع کرتے ہیں۔ اور لکھتے ہیں کہ اوم خدا کا سب سے اعلیٰ نام ہے۔ اوم۔ آ۔ او۔ م کا مجموعہ ہے۔ اس ایک نام یعنی اوم میں پرمیشور کے بہت نام آ جاتے ہیں۔ مثلاً آ سے ورات۔ اگنی۔ وسو وغیرہ۔ او سے ہرنیہ گربھ۔ وایو۔ تیجس وغیرہ۔ اور م سے۔ ایشور۔ آدتیہ پراجنہ وغیرہ ناموں کی دلالت اور مفہوم نکلتا ہے۔

سوامی جی مہاراج نے "اوم" کو خدا کا سب سے اعلیٰ اور ذاتی نام ثابت کرنے کی غرض سے اوم کو تین حروف پر منقسم کیا ہے اور پھر ہر حرف سے مراد خدا کے دیگر تین صفاتی نام لئے ہیں اور یوں بغیر کسی قاعدہ کلیہ کے پرمیشور کے نو نام گن کر انہیں "اوم" میں مدغم کر دیا ہے۔ مگر اس جگہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کسطرح اور کیونکر معلوم ہوا کہ آ سے ورات۔ اگنی۔ وسو اور او سے ہرنیہ گربھ۔ وایو۔ تیجس اور م سے ایشور۔ آدتیہ۔ پراجنہ وغیرہ نام ہی مراد ہیں اور وہ کون سا قاعدہ کلیہ ہے جس کے مطابق ثابت ہو کہ اوم کے ہر سہ حروف پرمیشور کے متذکرۃ الصدر نو ناموں سے حسب ترتیب ہے۔ یوں ہی کسی حرف سے کوئی نام مراد لے لینا صحیح نہیں ہوتا۔ کیا وید بھگوان نے کوئی ایسا قاعدہ کلیہ تجویز کیا ہے کہ "اوم" کے ہر حرف سے جو چاہو سمجھ کر دھینگا مشتی چند ناموں کو "اوم" کے ماتحت کھینچ لاؤ اور کسی نہ کسی طرح سے ثابت کر دو کہ ان ناموں کا تعلق "اوم" سے ہے۔ یا سوامی جی اپنی طرف سے جدت طرازی سے کام لے رہے ہیں۔ اور خواہ مخواہ "اوم" کی ہڈی پسلی توڑ کر۔ آ۔ او۔ م کے علیحدہ علیحدہ کھینچ تانتے ہوئے چند غیر متعلق ناموں کو زبردستی "اوم" کے زیر سایہ گھسیٹ لائے ہیں۔ ٹھیک اسیطرح بیخبر صوفی بھی لفظ "فقر" کی تشریح کیا کرتے ہیں کہ "ف" سے فاقہ۔ "ق" سے قناعت۔ "ر" سے ریاضت مراد ہے۔ حالانکہ اگر ان سے سوال کیا جائے کہ بالفرض اگر "ف" سے مراد فاقہ ہے تو کیا وجہ ہے فسق و فجور نہیں اور اگر "ق" سے مراد قناعت ہے تو کیا وجہ ہے کہ قساوت قلب نہیں اور اگر "ر" سے مراد ریاضت ہے تو کیا وجہ ہے رعونت و ریاکاری نہیں تو یقیناً ایسے سوال کا جواب ان صوفیوں کے پاس کچھ نہ ہوگا۔ الغرض کسی حرف سے کوئی مطلب اخذ کرنا یا کوئی نام مراد لینا یہ ضروری نہیں ہوتا کہ وہ صحیح ہو بلکہ محض قیاسات اور اوہام پر مبنی ہوتا ہے اور ایسے اوٹ پٹانگ قیاسات و اوہام قابل قبول نہیں ہوا کرتے۔

بے خبر سوامی جی نے معمولی ابجد کے تین حروف کو اتنی وقعت دی کہ ہر حرف سے پرمیشور کے تین نام نکال مارے مگر واضح ہو کہ یہی تین حروف لفظ "وام" اور لفظ "موا" میں بھی ہیں کیا "وام" اور "موا" بھی خدا کے ذاتی نام ہیں اگر کہو کہ نہیں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیوں نہیں۔ حرف تو "وام" اور "موا" میں بھی وہی ہیں جن سے پرمیشور کے دیگر نام بغیر قاعدہ خود بخود نکل آتے ہیں کیا ہم "اوم" کی طرح "وام" اور "موا" پرمیشور کے ذاتی نام بلحاظ ہم حروف ہونے کے ثابت ہو جانے پر آریہ مہاشوں کو مبارکباد پیش کرنے کی جرأت کر سکتے ہیں؟ تو مبارک ہو آپ تو بجائے ایک کے "اوم" "وام" "موا" تین ذاتی نام ہو گئے بہتر ہے کہ ازلی پرمیشور۔ ازلی جیو اور ازلی مادہ تینوں کو ایک ایک ذاتی نام بانٹ دو۔ تاکہ ذاتی نام کے لئے ان میں جھگڑا پیدا نہ ہو۔

"اوم" اسم فاعل ہے۔ اس کا مصدر "او" ہے جس کے معنی حفاظت کرنے کے ہیں پس "اوم" کے معنی ہوئے حفاظت کرنے والا حفاظت کرنا ایک صفت ہے لہذا "اوم" خدا کا ذاتی نام نہیں بلکہ صفاتی ہے۔ مثلاً ایک شخص رام داس نام چوکیداری کا کام کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص یہ پوچھے کہ اسکا ذاتی نام کیا ہے جواب یہ دیا جائے کہ چوکیدار تو کیا یہ جواب صحیح ہوگا؟ نہیں ہرگز نہیں! پہرہ دینا اور چوکیدارہ کرنا تو رام داس کی صفت ہے۔ اور چوکیدار اسکا صفاتی نام ہے۔ اسیطرح "اوم" یعنی حفاظت کرنے والا خدا کا صفاتی نام ہے۔ ذاتی نہیں۔

جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے کہ "اوم" کا مصدر "او" ہے اور مصدر اس لفظ کا ہوتا ہے جس کی برادری آگے چلتی ہو یعنی اس سے مفعول۔ تذکیر تانیث۔ تثنیہ۔ جمع وغیرہ بنائے جا سکتے ہوں مگر خدا کی کوئی برادری نہیں۔ وہ اپنی ذات میں واحد ہے۔ مفعول۔ تذکیر۔ تانیث۔ تثنیہ۔ جمع وغیرہ کے جھگڑوں سے پاک ہے لہذا اسلئے بھی "اوم" خدا کا ذاتی نام نہیں ہو سکتا کیونکہ اوم اپنے اندر مصدر رکھتے ہوئے خدا کو مفعول تذکیر تانیث تثنیہ جمع وغیرہ کی طرف لیجاتا ہے۔ اور ایسا ہونا خدا کی شان سے بعید ہے۔ "اوم" کے مقابلہ میں ہمارے اسلام میں اللہ ہے جو "اوم" کیطرح خدا کا صفاتی نہیں بلکہ ذاتی نام ہے اللہ کا کوئی مصدر نہیں ہے نہ اسکی کوئی برادری ہے۔ یہ مفعول۔ تذکیر تانیث۔ تثنیہ جمع وغیرہ کے جھگڑوں سے اسطرح پاک ہے جیطرح خود خدا ئے تعالےٰ کی ذات پاک ہے۔ "اوم" واحد ہے۔ بمعنے حفاظت کرنے والا۔ اس کی جمع ہے "اوماسا" یعنے حفاظت کرنے والے۔ گویا کہ "اوماسا" نے ایک "اوم" سے کئی "اوم" بنا دئے مگر خدا تعالےٰ کی ذات اس سے بالکل مبرا ہے۔ "اوم" کے معنی ہیں حفاظت کرنے والا۔ مگر "اویکا" کے معنی ہیں حفاظت کرنے والی تو گویا "اویکا" نے مزاوم" کی مادہ پیدا ہو جانے کا اعلان کیا۔ مگر اصلی خدا اس عیب سے بھی بری ہے۔ اسی "او" مصدر سے ایک لفظ "ولوما" بنتا ہے جس کے معنے ہیں "خلا" یعنے خدا اب نہ نر رہا نہ مادہ۔ بلکہ خدا سے خلا بن گیا۔ الغرض مصدر کی وجہ سے نقائص کا سلسلہ بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اگر "اوم" کا مصدر نہ ہوتا تو کیوں یہ سارا جھگڑا قائم ہوتا۔ کیوں جمع تانیث وغیرہ عیوب "اوم" کی ذات کے واسطے مترتب ہوتے۔ پس "اوم" جو اپنے اندر مصدر رکھتا ہے۔ خدا کا ذاتی نام ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا۔ نیز خود ویدوں نے بھی کسی جگہ اوم کو خدا کا ذاتی نام بیان نہیں کیا۔ یہ محض سوامی دیانند جی کی ذاتی اختراع ہے۔ اور منو جی کی ہاں میں ہاں ملانے کا نتیجہ ہے۔ کون نہیں جانتا کہ جو کتاب اور مذہب ہنوز خدا تعالےٰ کا ذاتی نام ہی صحیح معنوں میں تجویز نہیں کر سکے اور ابھی تک خدا تعالےٰ کی ذات سے ہی ناآشنا ہیں وہ کتاب اور مذہب کی صداقت کا کیا دعویٰ کر سکتے ہیں۔ اور ایسے مذہب و کتاب سے کب امید فلاح ہو سکتی ہے۔ بیچارے نرا بندی کلیر کے فقیر آریہ مہاشوں کو ہم ذیل میں خدا تعالےٰ کی ذات سے تعارف کراتے ہیں اور بتلاتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کا ذاتی نام "اوم" نہیں۔ بلکہ اللہ ہے۔

لفظ اللہ جس کے معنی ہیں "مجمع جمیع کمالات" اسلام میں خدا کا ذاتی نام سمجھا جاتا ہے۔ لفظ اللہ کا کوئی مصدر نہیں۔ اسی لئے لفظ اللہ جمع تثنیہ وغیرہ کے جھگڑوں سے پاک ہے اور اپنے اندر توحید و تقدیس کی وہی شان رکھتا ہے جو خود خدا کی ذات میں ہے۔ مسلمانوں کا یہ دعویٰ کہ اللہ خدا کا ذاتی نام ہے اور باقی سب صفاتی نام ہیں۔ ان کے ہاں کی الہامی کتاب یعنی قرآن شریف کی رو سے ہے یا بالفاظ دیگر یہ سمجھنا چاہئے کہ یہ دعویٰ اللہ خدا کا ذاتی نام ہے آریوں کی طرح مسلمانوں کی اپنی ذاتی اختراع نہیں اور زبانی باتیں ہی نہیں بلکہ خود قرآن شریف ہی کا ایک زبردست دعویٰ ہے اور اسی کے متعلق ذیل میں لکھا جاتا ہے:۔

قرآن شریف سورۃ الاعراف رکوع ۲۲ میں آیا ہے:۔ لِلّٰہِ الاسماء الحسنٰی فادعوہ بہا۔ یعنی اچھے نام اسی کی ذات کے واسطے ہیں جسکو اللہ کہا جاتا ہے اور تم لوگ اسکو ان ناموں سے یاد کرو۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ تمام اچھے اچھے نام صرف خدا تعالےٰ کے ہیں اور یہ سب اسماء الحسنٰی جس ہستی کے ہیں اسکا اصلی اور ذاتی نام "اللہ" ہے۔ گویا خدا کا ذاتی نام جو دیگر اسمائے حسنیٰ کے علاوہ ہے وہ "اللہ" کے سوا اور کوئی نہیں اور اسی وجہ سے اسماء الحسنیٰ کے علاوہ اس آیت میں ایک اور نام الگ طور پر رکھ کر بتلایا گیا ہے جو کہ "اللہ" ہے۔ پھر قرآن شریف کے شروع ہی میں کیسے صاف صاف الفاظ میں فرمایا ہے کہ الحمد للہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین۔ یعنی تمام صفات "اللہ" کے لئے ہیں۔ اور وہ رب ہے۔ رحمٰن ہے۔ رحیم ہے۔ مالک ہے ان آیات بینات میں بیان کیا گیا ہے کہ رب۔ رحمٰن۔ رحیم۔ مالک ہونا یہ سب "اللہ" کی صفات ہیں گویا کہ "اللہ" ذات ہے۔ رب۔ رحمٰن۔ رحیم۔ مالک یہ سب صفات ہیں۔ پھر سورۃ الحشر کے اخیر پر تو نہایت صراحت سے فرمایا ہے۔ ہو اللہ الذی لا الہ الا ہو عالم الغیب والشہادۃ ہو الرحمٰن الرحیم۔ ہو اللہ الذی لا الہ الا ہو الملک القدوس السلام المؤمن المہیمن العزیز الجبار المتکبر سبحٰن اللہ عما یشرکون ہو اللہ الخالق الباری المصور لہ الاسماء الحسنٰی یسبح لہ ما فی السموات والارض وہو العزیز الحکیم ۵ یعنے اللہ وہ ذات ہے کہ اسکے سوا اور کوئی معبود نہیں وہی باطن اور ظاہر کا جاننے والا ہے وہی (اللہ) رحمٰن اور رحیم ہے۔ (اللہ) وہ ذات ہے کہ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ مالک ہے قدوس۔ السلام ہے۔ مومن ہے۔ مہیمن ہے۔ عزیز ہے۔ جبار ہے۔ متکبر ہے۔ پاک اور بلند ہے۔ اللہ کی ذات اس چیز سے کہ شریک لاتے ہیں۔ اللہ وہ ذات ہے جو خالق ہے باری ہے مصور ہے۔ اسی (اللہ) کے واسطے اچھے نام ہیں۔ اسی (اللہ) کے لئے آسمان اور زمین کی چیزیں پاکی بیان کرتی ہیں اور وہ (اللہ) عزیز ہے حکیم ہے۔

متذکرۃ الصدر آیات بینات میں خدا تعالےٰ کے بہت سے صفاتی ناموں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اور بار بار یہ فرمایا گیا ہے کہ یہ سب صفاتی نام اسی ذات کے ہیں جسکو "اللہ" کہا جاتا ہے پس مندرجہ بالا قرآن شریف کے تین حوالہ جات سے یہ دعویٰ کہ "اللہ" خدا کا ذاتی نام ہے۔ قرآن شریف ہی کی رو سے ثابت ہو گیا۔

"اوم" کی طرح قرآن شریف نے بھی خدا کے دو نام یعنی "حفیظ" "اور مہیمن" بیان فرمائے ہیں ان دونوں کے معنے بھی حفاظت کرنے والے کے ہیں چنانچہ "اوم" بھی "حفیظ" اور "مہیمن" کے درجہ کا ایک نام ہے۔ لہذا صفاتی ہے۔ ذاتی نہیں پس خدا کا ذاتی نام صرف "اللہ" ہے اور یہ خصوصیت اسلام اور صرف اسلام ہی کی ہے کہ اس نے ہمیں خدا کی ذات سے آشنا کیا اور اسکا ذاتی نام بتلایا۔ فقط

(خاکسار مرزا مظفر بیگ ساطع ایبٹ آبادی حال مقیم راولپنڈی)

ایک دردانگیز موت

نہایت دلی درد کے ساتھ اطلاع دی جاتی ہے کہ ۲۴ جولائی ۱۹۲۵ء کو جناب حافظ یعقوب علی صاحب قبلہ ٹرینیڈاڈی اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے ہیں۔ آپ کے جنازہ میں جزیرہ کے اکثر مسلمان شریک تھے جن کی تعداد قریباً دو ہزار تھی۔ مرحوم نہایت متقی اور باخدا انسان تھے۔ اور جزیرہ بھر میں نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ہماری جماعت حافظ صاحب مرحوم و مغفور کے پسماندگان اور جزیرہ کے مسلمانوں سے اس دردانگیز واقعہ پر دلی رنج و الم کا اظہار کرتی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ مرحوم کی مغفرت کرے اور ان کے تعلق داروں کو صبر عطا فرمائے۔

(خاکسار سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ٹرینیڈاڈ)

ووکنگ میں عید الضحیٰ جمعرات کے دن ۲ جولائی کو ہوئی۔ خواجہ صاحب کا بہت انتظار تھا۔ لیکن وہ اس تاریخ کے جہاز میں جگہ حاصل نہ کر سکے۔ کہ جس سے وہ اس مبارک موقعہ پر انگلستان پہنچ جاتے۔ وہ ایک جہاز بعد میں پہنچے۔ بہرحال انہوں نے پہلے سے خطبہ عید بھیج رکھا تھا۔ جو طبع ہو چکا تھا۔ چنانچہ مولوی عبدالمجید صاحب ایم۔ اے نے جن کی اقتدا میں نماز عید ہوئی اس خطبہ کو پڑھا۔ یہاں عید کے لئے ہفتہ کا کوئی دن موزوں نہیں ہوتا۔ لیکن تاہم اچھا خاصہ مجمع تھا۔ دن بہت ہی اچھا رہا۔ ہر ملک و قوم کے مسلمان مجتمع تھے۔ غیر مسلم بھی موجود تھے۔ خطبہ کا خاص اثر قلوب پر تھا۔ یہ تو عید خیر و خوبی سے گذری۔ لیکن آئندہ عیدوں کی جو مشکلات ہیں۔ وہ ابھی سے منہ دکھا رہی ہیں۔ آئندہ عید الفطر ابتدا اپریل میں ہوگی۔ وہ ایسے ایام نہیں کہ کوئی شخص باہر نماز ادا کر سکے۔ بارش کا سوال تو خیر خیمہ جات سے حل ہو سکتا ہے جیسے گذشتہ چند عیدوں میں متواتر ہوا۔ لیکن سوال تو موسم سرما کا ہے۔ یہاں کی سردی ایسی نہیں کہ ہم عید جیسا تیوہار باہر آسمان تلے سردی پر ادا کر سکیں۔ اور اپریل سے پہلے تو متواتر چھ ماہ کڑے پالے اور سردی کے ہیں جس میں بعض ایام برف باری کے بھی ہوتے ہیں۔ آج ہم کو تقریباً ۲۶-۲۷ عیدیں منانے کا موقعہ ملا۔ اگرچہ یہاں بارش کا کوئی وقت مقرر نہیں ہوتا لیکن ان گذشتہ تیرہ سالوں میں ہم خدا کے فضل کے ہمیشہ مورد رہے شاید تین موقعے ایسے گذرے ہیں جو ہمیں بارش سے تکلیف ہوئی۔ اور ہم نے خیموں میں پناہ لی۔ ورنہ اکثر اوقات ایسا ہی ہوتا رہا کہ عین برسات ہوتے ہوتے وقت پر مطلع صاف ہو گیا اور ہم نے اس فریضہ کو ادا کیا۔

ہر ہائینس بیگم صاحبہ والئے بھوپال کے قابل توجہ امر

بہرحال ایام گرما کی عیدیں ختم ہو گئیں۔ بارش کا علاج بھی ہو گیا لیکن سردی اور برف کا علاج اس وقت تک یہاں نہیں۔ اس کا ایک ہی علاج ہے کہ مسجد کی توسیع ہو۔ موجودہ مسجد میں صرف ساٹھ ستر نمازیوں کی گنجائش ہے۔ اور ہماری مسجد کم از کم اس قابل ہونی چاہیئے کہ اس میں دو اور تین صد نمازیوں کی گنجائش ہو سکے۔ اسی صورت میں عیدین کی نماز بخوبی ہو سکتی ہے۔ یہ مسجد مرحومہ نواب شاہجہان بیگم صاحبہ والئے بھوپال کے عطیہ سے بنی تھی۔ انہیں اس امر میں بہت شغف تھا۔ چنانچہ بھوپال میں بہت سی مساجد ان کے وقت کی یادگار ہیں۔ یہ بھوپال کی مسجد بھی انہیں کی توجہ سے بنی۔ اسی لئے ہم اسے مسجد شاہجہان کہتے ہیں۔ خواجہ صاحب کے عرض کرنے پر موجودہ فرمانروا نے معمولی دریا دلی سے توسیع مسجد کے لئے ایک گرانقدر رقم کا وعدہ فرمایا ہوا ہے۔ ہم نہایت ادب سے ان کی توجہ اس طرف منعطف کراتے ہیں۔ مسجد کی توسیع آئندہ عید الفطر سے پہلے ہو جانی چاہیئے۔

عید پر کھانا اور چاء

حسب معمول عید پر حاضرین کے لئے کھانے اور چاء کا [illegible] مشن کی طرف سے ہوا۔ مقتدی اور دیگر اصحاب بہت بہت دور سے عید پر ووکنگ میں آیا کرتے ہیں۔ وقت نماز گیارہ [illegible] ہے۔ اور خطبہ ختم ہوتے ہوتے ۱۲ بج جایا کرتے ہیں۔ [illegible] سے کھانے کا انتظام مشن کی طرف سے ہوا کرتا ہے۔ ایک [illegible] ہندوستانی وضع کا تھا۔ پلاؤ، قورمہ وغیرہ اور شیرینی کے [illegible] ہندوستانی سویاں تیار کی گئیں۔ یہ جلسہ قریباً دس بجے سے شام کے چھ بجے تک رہا۔ سہ پہر کی چاء کے بعد احباب [illegible] کو جانے کا خیال کیا۔

لارڈ ہیڈلے کی تقریر

خطبہ اور کھانے کے بعد لارڈ ہیڈلے بالقابہ نے ایک [illegible] ہوا مضمون پڑھا۔ جو اسلام اور عیسائیت پر تھا۔ جس کا [illegible] صفحات میں دیا جائیگا۔ لارڈ صاحب موصوف برابر [illegible] و زبان سے اشاعت اسلام میں کام لیتے رہتے [illegible] مختلف مقامات پر لکچر دیتے ہیں۔ اور مختلف اخبارات [illegible] رہتے ہیں۔ حمایت اسلام میں ان کے بعض مضامین آسٹریلیا کے پرچوں میں بھی چھپے ہیں۔ ان کی استقامت

[illegible] کی توجہ کو نہایت زور سے اس طرف کھینچ رکھا ہے۔

خواجہ صاحب کی نئی تصنیف

اسلام اور آتش پرستان۔ اس عنوان کی کتاب جو زیر تصنیف تھی۔ اور جس کے ابتدائی چند صفحوں کا ترجمہ اس رسالے میں نکل بھی چکا ہے۔ نہایت عمدہ کاغذ اور خوبصورت جلد کیساتھ شائع ہو گئی ہے۔ اب اس کتاب میں نہایت عمدہ پیرایہ میں حضرت زرتشت کے پیروں کو تبلیغ اسلام کی گئی ہے۔ یہ کتاب انگریزی میں ہے۔ اس تصنیف کا مقصد تو تبھی پورا ہوگا۔ جب یہ کتاب آتش پرست اصحاب کے ہاتھ میں جاوے۔ وہ لوگ تو خود خریدنے سے رہے۔ اور مفت بھیجنا بھی مفید نہیں ہوا کرتا۔ اسکا ایک ہی راستہ ہے۔ ہمارے بعض دوست بطور تحفہ اپنے پارسی احباب کو یہ کتابیں بھیجیں۔ اس کی قیمت تو اڑھائی روپیہ ہے لیکن ان اغراض کے لئے اس میں کمی بھی ہو سکتی ہے۔ صوبہ بمبئی اور حیدرآباد کے ہمارے احباب اس پر غور کریں۔

اہل قادیان سے میرے چند ضروری مطالبات

حقیقت النبوۃ صفحہ ۱۲۱ پر لکھا ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے سنہ ۱۹۰۱ء میں اپنے عقیدہ میں تبدیلی کرکے اپنے نبی ہونے کا اعلان کیا۔ مختصراً۔ اسپر میرا

پہلا مطالبہ یہ ہے کہ یہ تمام اہل اسلام کا متفق علیہ عقیدہ ہے کہ جھوٹا نبی جلد ہلاک ہو جاتا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ حضرت صاحب ۲۶ مئی سنہ ۱۹۰۸ء میں بمقام لاہور بقول اہل قادیان یزیدیوں کے گھر میں فوت ہو گئے۔ اب بتاؤ کہ حضرت صاحب مطابق اس عقیدہ اسلامیہ کے سچے ٹھیرتے ہیں یا (نعوذ باللہ) جھوٹے!

دوسرا مطالبہ: عربی مدارس کے طلبا تو ۱۳-۱۴ سال کے عرصہ میں علوم مروجہ قرآن، حدیث، فقہ، اصول، صرف و نحو، منطق، معقول وغیرہ علوم سے فارغ التحصیل ہو کر تو ان علوم کا درس دیتے ہیں مگر اہل قادیان نے حضرت مسیح موعود کو ایسا غبی بنا دیا ہے کہ آپ عرصہ ۱۳-۱۴ سال میں اپنے الہامات میں لفظ نبی و رسول کے معنی ہی نہ سمجھ سکے اور یہ پتہ ہی نہ لگا کہ اس سے مراد ظلی جزوی بروزی مجازی ناقص نبوۃ ہے یا کہ لخت جگر محمود کی معہود فی الذہن عین نبوۃ۔ پس بتاؤ یہ تبدیلی عقیدہ کا خیال حضرت صاحب کی نبوۃ پر گواہ ہے۔ یا کہ (نعوذ باللہ) آپ کی غبوۃ کو ثابت کرتا ہے۔ ذرا خدا سے شرما کر تفصیل سے مدلل جواب دینا۔

تیسرا مطالبہ: حضرت صاحب ضمیمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۴ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:۔

ثم معذلک ذکرۃ غیر مرۃ ان اللہ ما اراد من نبوتی الا کثرۃ المکالمۃ والمخاطبۃ وھو مسلم عند اکابر اھل السنۃ فالنزاع لیس الا نزاعاً لفظیاً فلا تستعجلوا یا اھل العقل والفطنۃ ولعنۃ اللہ علی من ادعی خلاف ذالک مثقال ذرۃ ومعھا لعنۃ الناس والملائکۃ۔

اس عبارت میں حضرت صاحب مؤکد بعذاب حلف کے ساتھ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو اپنے الہامات میں مجھے نبی اور رسول کہا ہے تو صرف اس مکالمہ مخاطبہ کی وجہ سے جسکے سب اکابر اہل سنت قائل ہیں۔ صرف الفاظ مختلف ہیں چیز ایک ہی ہے۔ یعنی جو کچھ کہ دوسرے اولیاء اللہ کو حاصل ہے وہی چیز میرے پاس بھی ہے خدا کی لعنت ہو اس شخص پر جو اہل سنت کے مسلمہ مکالمہ مخاطبہ سے مثقال کے ایک ذرہ سے بھی زائد کا مدعی ہو۔

اب بتاؤ کہ سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے تو حضرت صاحب ظلی۔ بروزی جزوی مجازی ناقص نبوۃ مکالمہ مخاطبہ کے مدعی تھے۔ اور سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد جس نبوۃ (مکالمہ مخاطبہ) پر وہ مؤکد بعذاب حلف اٹھا کر اس سے زائد کے مدعی پر لاکھ سے زائد لعنت بھیج چکے ہیں۔ اس پہلی اور پچھلی نبوۃ یا دعوائے نبوۃ میں فرق کیا ہے۔ اور کیوں ان لوگوں پر کئی لاکھ سے زائد نعوذ لعنت نہ بھیجی جائے جو ایک مقدس انسان کو صرف مکالمہ مخاطبہ سے کہیں زائد نبوۃ کا مدعی قرار دے کر اسے آیۃ خاتم النبیین اور حدیث لا نبی بعدی کا منکر ثابت کرکے امت محمدی سے خارج ثابت کر رہے ہیں۔

چوتھا مطالبہ: اگر اہل قادیان کا اسپر ایمان ہے کہ حضرت صاحب کی تحریرات متعلق انکار دعوائے نبوۃ منسوخ اور ناقابل حجت ہیں۔ تو اہل قادیان کا فرض ہے کہ کم سے کم حضرت صاحب کی تین کتابوں سے وہ تین تحریریں بلفظہٖ نقل کریں اور ساتھ ہی انکے منسوخ ہونے پر مؤکد بعذاب حلف بھی شائع کریں۔ اور یہ منسوخ تحریریں ایسی ہوں کہ ان کا مفہوم یا مطلب سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد کی کسی تحریر سے نہ ملتا ہو بلکہ صریح مخالف ہو تاکہ ناسخ اور منسوخ میں فرق بین نظر آجائے۔

پانچواں مطالبہ: حضرت صاحب کے تبدیلی عقیدہ کے ساتھ آپ کا ختم نبوۃ کا انکار لازم ہے۔ اور حضرت پہلے توضیح المرام میں یہ لکھ چکے ہیں کہ میرا انقطاع نبوۃ (ختم نبوۃ) پر اس روز سے ایمان ہے کہ جس روز آیہ وماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین نازل ہوئی۔ اور ایسا ہی حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۴ ضمیمہ جو آخری کتاب ہے اسکے اخیر پر لکھا ہے کہ سلسلہ نبوۃ نبی کریم کے بعد قطع ہو چکا ہے اور نبی کریم کے بعد جو مدعی نبوۃ ہو وہ دجال ہے۔ اب اگر آپ لوگ حضرت صاحب منکر ختم نبوۃ قرار دیتے ہو تو یہ صریحاً آپ لوگوں کا حضرت صاحب پر فتویٰ تکفیر ہے۔

اگر آپ لوگ یہ مانتے ہیں کہ حضرت صاحب ختم نبوۃ کے قائل تھے تو پھر انکی نسبت ظلی۔ بروزی۔ جزوی۔ ناقص نبوۃ سے بڑھ کر کسی اور نبوۃ یا تبدیلی عقیدہ کا خیال دعوئے منسوب کرنا غلط ہے۔

چھٹا مطالبہ: مسئلہ ختم نبوۃ ہے جو آیات بینات قرآن سے ثابت اور ارکان اسلام میں سب سے پہلا اور رکن اعظم ہے۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اختلاف عظیم پیدا ہوا۔ ایک فریق مسیلمہ اور [illegible] اور ان کے پیرو ختم نبوۃ کا منکر تھا۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اختلاف کا خود ہی فیصلہ کر دیا اور فرمایا کہ مسیلمہ اور [illegible] کذاب ہیں۔ مرتد ہیں۔ اب اہل قادیان بتائیں کہ آپ لوگ جو خاتم کے تا پر فتحہ اور کسرہ کی بحث چھیڑ کر خاتم کے معنی مہر کرکے ختم نبوت سے انکار کرتے ہو۔ اور پھر بھی اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہو۔ اسمیں کیا سر ہے کہ نبی کریم کے وقت کے لوگ تو ختم نبوت کے انکار کی وجہ سے مرتد کہلائیں اور آپ لوگ ویسے کے ویسے ہی سچے مسلمان اس عظیم الشان خصوصیت کی وجہ کیا ہے۔

ساتواں مطالبہ نبی کریم کا یہ قطعی اور شرعی فیصلہ ہے کہ میرے بعد نبوت کا مدعی اور ختم نبوت کا منکر دجال اور مرتد ہے اور اہل قادیان نے یہ دونوں عقیدے یا الزام حضرت صاحب کے سر تھوپ دیئے ہیں یعنی حضرت صاحب کی تکفیر کا سامان یا دلائل علما کے سامنے پیش کر دی ہیں اور علمائے شرع نے مطابق ثبوت اہل قادیان حضرت صاحب پر فتویٰ تکفیر لکھ دیا۔ اب بتاؤ کہ فتوے تکفیر کا سامان بہم پہنچانے والے تو مومن کے مومن ہی رہے اور مفتی بیچارے جنہوں نے شریعت اسلام کے ماتحت فتویٰ لکھا وہ کافر ہو گئے باوجودیکہ یہ سامان تکفیر جمع کرنے والے مفتری بھی ہیں کہ ایک پاکباز سچے مومن پر دعوئے نبوت اور ان کا ختم نبوت کا محض افترا کر رہے ہیں۔ ہے کوئی محمودی جو اس نکتہ معرفت کی تشریح کر دکھائے۔ باقی آئندہ۔

الراقم محمد یٰسین دانوی نہروی

ویدوں کی تعزیرات

شیشے کے محلات میں رہ کر دوسروں پر سنگباری کرنے والے غور سے پڑھیں۔ یجر وید ادھیائے ۱۱ کے منتر ۷۸ تا ۷۹ میں سوامی دیانند جی بانی ملت آریہ سماج فرماتے ہیں کہ ان منتروں میں فوج کے سپہ سالار سے خطاب ہے۔ اس امر کو ذہن میں رکھ کر اب منتروں کے لفظی ترجمہ کو پڑھیے۔

۷۸۔ کھلم کھلا چوری کرنے والوں کو جبڑوں اور ڈاڑھوں سے چوروں اور ڈاکوؤں کو مسوڑوں سے اے طاقتور ان سب کو اچھی طرح چبا کر کھا۔

۷۹۔ جو لوگوں میں کھلم کھلا چوری کرنے والے ہیں جو خفیہ چور ہیں جو جنگل میں ڈاکو ہیں اور جو غاروں میں قتل کرنے والے ہیں ان کو تمہارے منہ کے بیچ ڈالتا ہوں۔

سماجی دوست ان دو منتروں کے الفاظ کو سامنے رکھ کر جواب دیں:۔

۱۔ کہ کیا چوروں ٹھگوں اور ڈاکوؤں کو وید کی رو سے یہ سزا ملنی چاہیئے کہ سپہ سالار ان کو دانتوں ڈاڑھوں سے کاٹ کاٹ کر اور جبڑوں سے چبا چبا کر کھا جائے۔

۲۔ کیا ویدوں کی رو سے فوج کا سپہ سالار مردم خور بھی ہونا چاہیئے

مسئلہ سوراج کا حل

اسلام کی روشنی میں

(بسلسلہ اشاعت مورخہ ۷ جون ۱۹۲۵ء)

یادِ خدا

اسلام دین کو دنیا سے الگ نہیں کرتا

جبکہ تمام مذہبی جماعتوں نے متفقہ طور پر مذہب کو چند وظائف پر موقوف کیا ہوا تھا۔ دین و دنیا کو الگ الگ سمجھا ہوا تھا۔ جنگلوں میں پھرنا۔ چلہ کشی کرنا۔ اور اسی طرح سے اپنی زندگی کو اوروں کے لئے غیر مفید بنانا اپنا شعار سمجھا ہوا تھا تو مذہب اسلام نے ببانگ دہل ان مذہبی جماعتوں کو مخاطب کر کے فرمایا لا رہبانیۃ فی الاسلام۔ اسلام میں رہبانیت نہیں۔ اسلام دین کو دنیا سے ملانے آیا ہے۔ دین کو دنیا پر مقدم رکھو۔ دین دنیا کے لئے ستون کا کام دے گا۔ وہ عقیدہ جس سے انسان معطل ہو جائے وہ فضل نہیں بلکہ لعنت ہے۔

افسوس! وہ مذہب جو پیغام عمل لیکر آیا۔ جسکی تمام عبادات ہمارے تہذیب و تمدن کے محل کو قائم رکھنے کے لئے ایک ستون کا کام دیتی ہیں۔ آج وہ مذہب ہماری بدعملیوں اور بے پرواہیوں سے بدنام ہو رہا ہے۔ دشمنان اسلام کہتے ہیں کہ مذہب اسلام سوائے اسکے کہ قوم میں جہالت۔ افلاس۔ اور بدتہذیبی پیدا کرے اور کوئی نیک تبدیلی واقع نہیں کر سکتا لیکن کون ہے جو تواریخ کی بڑی بڑی شہادتوں کے ہوتے ہوئے تعلیم اسلام پر عمل پیرا ہونے کو ذریعہ نکبت و جہالت سمجھے۔ تواریخ اسلام کو جانے دو۔ تواریخ کے نقشے پرانے ہو گئے ہیں۔ وہی قرآن موجود ہے۔ وہی تعلیم موجود ہے جو ۱۳۰۰ سال پہلے تھی اسی پر ہی غور کرلو۔

اسلام میں نماز کا مقام

اس اشاعت میں مسئلہ نماز زیر غور ہے۔ اور نماز وہی ہے جس کو مسلمان پنج اوقات ادا کرتے ہیں جس کے متعلق اللہ تعالے فرماتا ہے۔ علیٰ صلاتہم دائمون و علیٰ صلاتہم یحافظون۔ پھر آنحضرت صلعم نے کفر و اسلام کا امتیاز ٹھیرایا ہے۔ گویا کہ نماز پانچوں ارکان اسلام پر فضیلت رکھتی ہے۔ اور پھر ہم اس مضمون میں یادِ خدا کو اپنی بہتری و ترقی کے لئے مثل آب حیات ٹھیرا چکے ہیں اسلئے ضروری ہے کہ اسکا تعلق اس مسئلہ سوراج سے دکھا کر ہندوؤں کی سندھیا اور عیسائیوں کی پریئر سے مقابلہ کیا جائے۔

سوراج حاصل کرنیکے لئے مندرجہ ذیل اخلاق کا قوم میں ہونا ضروری ہے

۱- خدا کے لئے اپنی جان مال بہت دینے کیلئے قوم حاضر ہو
۲- قوم ایک ہی آواز پر جمع ہونے والی ہو
۳- قوم میں اتحاد ہو
۴- قوم بادشاہ وقت کی تابعداری اپنا فرض منصبی سمجھے
۵- ہر ایک کام مشورہ سے ہو
۶- غلطی کی اصلاح کرنا قوم کا فرض ہو۔ اگر بادشاہ بھی غلطی کرے تو قوم اسکی اصلاح کرنے والی ہے۔

ارکان اسلام میں تمدن منشی کی تعلیم
ہر ایک کام کا مقصد رضائے الٰہی ہو

سبحان اللہ۔ اسلام کیسا ہی اعلیٰ وارفع دین ہے جو اپنے ارکان میں مندرجہ بالا اوصاف پیدا کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ جس وقت مؤذن اذان دیتا ہے تو بآواز بلند پکار کر کہتا ہے۔ اللہ اکبر۔ یعنی اللہ بڑا ہے۔ باقی سب ہیچ ہے۔ اس کے لئے اب اپنے کاروبار چھوڑ دو۔ پھر نماز شروع کرتے وقت مسلمان ہاتھوں کو کانوں تک پہنچا کر اللہ اکبر کہتا ہے اور نماز شروع کرتا ہے اسکا مطلب بھی یہی ہے کہ اے خدا تیری رضا مندی کے لئے میں تمام چیزوں کو چھوڑ کر تیرے حضور حاضر ہوا ہوں گویا کہ مسلمانوں کو ہر ایک نماز میں دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کی تعلیم دیجاتی ہے۔

ایک ہی آواز پر جمع ہونا

ہندوستانی حصول سوراج میں کیوں کامیاب نہیں ہوتے اسکی وجہ یہ ہے کہ ہندوستانی ایک ہی آواز پر جمع نہیں ہوسکتے خود رائی حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے۔ اختلافات اسقدر رونما ہوگئے ہیں کہ کسی لیڈر کی آواز انہیں یک جا نہیں کرسکتی دل تعصب سے بھرے ہوئے ہیں۔ مسئلہ چھوت چھات نے بلا کا غضب ڈھایا ہے۔ غرضیکہ اسقدر اختلافات رونما ہوگئے ہیں کہ ہندو مسلمان ایک آواز پر جمع نہیں ہوسکتے۔ نماز نے اس اصول کو قائم کیا۔ نماز کی طرف بلانے کے لئے پہلے اذان دی جاتی ہے اور وہ آواز اللہ اکبر کی ہے مسلمان اسی آواز پر جمع ہو جاتے ہیں خواہ شیعہ ہوں۔ خواہ احمدی۔ خواہ دیوبندی اور کوئی آواز انہیں یک جا جمع نہیں کرسکتی۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ کے زمانے میں سکھوں نے شور مچایا کہ مسلمان مسجدوں میں اذان دیکر ہمارے جذبات برانگیختہ کرتے ہیں۔ مہاراجہ نے خلیفہ حمید الدین (جو اسوقت شہر کے قاضی تھے) کو بلوا کر پوچھا کہ اذان کیوں دی جاتی ہے۔ خلیفہ صاحب نے جواب دیا کہ نمازیوں کو پانچوں وقت نماز کے لئے بلایا جاتا ہے۔ مہاراجہ نے فرمایا کہ اگر نمازیوں کو پانچوں وقت بلوا دیا جائے تو اذان بند کرانے میں کوئی مضائقہ ہے اس نے عرض کی کہ حضور اور کیا چاہیے۔ اذان کا مقصد تو یہی ہے۔ سکھ سپاہی اس کام کے لئے منتخب کر دئے گئے ایک ایک گھر میں پانچوں وقت جا کر مسلمانوں کے راہنماؤں کو بلانا کوئی خالہ جی کا گھر نہیں تھا۔ ایک دو دن اسطرح کیا۔ آخر تنگ آکر مہاراجہ کے پاس جا کر ملتجی ہوئے کہ یہ کام ہم سے نہیں ہوسکتا آخرکار اذان دینے کا حکم ہوا۔

گویا کہ مسلمانوں کو صرف ایک ہی آواز جمع کرسکتی ہے وہ اللہ اکبر کی آواز ہے۔ دوسرے الفاظ میں مسلمانوں کو اذان میں ایک بڑا بھاری سبق یہ سکھایا ہے کہ وہ ایک ہی آواز پر جمع ہونے والے ہوں۔

ہر ایک کام مشورہ سے ہو

اسلام جمہوریت کا حامی ہے۔ اللہ تعالے آنحضرت صلعم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے۔ وشاورہم فی الامر اپنے کام میں مشورہ کرو۔ حضور کا دستور العمل یہی تھا کہ آپ ہر ایک کام مشورہ سے طے فرماتے۔ یہی عمل صحابہ کرامؓ کا رہا۔ حضرت عمرؓ جیسے غیور انسان نے بھی ایک کمزور بوڑھی عورت کی بات کو اپنی رائے پر مقدم رکھا جبکہ آپ حق مہر کے متعلق وعظ فرما رہے تھے لیکن جب سے مسلمانوں نے مشورہ کو خیرباد کہا۔ اور شخصیت نے جمہوریت کی جگہ لی تب سے ادبار شروع ہوا آنحضرت صلعم و صحابہ کے وقت مجلس شوریٰ کب اور کہاں منعقد ہوا کرتی تھی۔ صاف ظاہر ہے کہ مسجد نبویؐ میں بعد از نماز اب گویا کہ معلوم ہوا کہ نماز کا مقصد مسلمانوں کو یکجا کر کے اصول شوریٰ کا جاری کرنا ہے۔

اتحاد

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا۔ اور اللہ کے رسے کو مضبوط پکڑو۔ اور تفرقہ نہ کرو۔ یہ بات تو متفقہ طور پر تسلیم کی گئی ہے کہ سوراج حاصل کرنے کے لئے قوموں میں اتحاد ہونا ضروری ہے۔ بغیر اتحاد کے سوراج حاصل کرنا ناممکن ہے مسلمانوں کو منظم و متحد رہنے کے لئے اللہ تعالے نے آیت مندرجہ عنوان میں کیسی تاکید کی ہے ان کے الفاظ پر غور کرو۔ فرمایا واعتصموا بحبل اللہ جمیعا اللہ کے رسے کو مضبوط پکڑ لو۔ اللہ کا رسا کیا ہے۔ متفقہ طور پر مانا گیا ہے کہ قرآن کریم ہے گویا کہ قرآن کریم ایک ایسی کتاب ہے جو مسلمانوں کے اختلافات کو مٹانے والی ہے۔ کسی مسئلہ کو قرآن کریم کے سامنے لے آؤ فوراً حل کر دیگا۔ شیعہ، سنی، احمدی، دیوبندی کے تمام اختلافات دور ہوسکتے ہیں اگر قرآن کریم کو سامنے رکھا جائے برخلاف اس کے وید کو اگر اختلافات کو مٹانے والی کتاب تصور کی جائے تو یہ دعویٰ کسی طرح سرسبز نہیں رہ سکتا۔ کون نہیں جانتا کہ وید کے ماننے والوں میں بڑے بڑے اصولی اختلافات ہیں گوشت خور پارٹی جواز گوشت خوری وید سے نکالے۔ گھاس خور پارٹی گوشت کی حرمت وید سے نکالے۔ آریہ اللہ تعالے کی وحدانیت وید سے ثابت کریں۔ سناتن دھرم تینتیس کروڑ دیوتا کی پرستش کے جواز کا حکم وید سے دیویں وغیرہ وغیرہ۔ معلوم ہوا کہ قرآن کریم کو مانتے ہوئے جو اتفاق برادران وطن میں پیدا ہوسکتا ہے وہ وید کے ماننے ہوئے پیدا نہیں ہوسکتا۔ پھر یہی نظارہ نماز میں نظر آتا ہے۔ تمام خورد و کلاں وغیرہ سید۔ موچی۔ کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہوتے ہیں۔ پھر ایک ہی نماز میں نہیں بلکہ پانچوں نمازوں میں۔ ہاں! اگر یہی پانچوں نمازیں ہوتیں تو دائرہ اتحاد صرف شہر والوں تک محدود رہتا۔ اس لئے شہروں کو متحد کرنے کے لئے جمعہ عیدین کی نمازیں بھی مقرر کیں۔ پھر مسلمانوں کو سبق اتحاد پڑھانے کے لئے نماز حج ہے۔

وقت کی قدر

ہندوستانیوں میں ایک بڑا بھاری مرض یہ ہے کہ وہ وقت کی پابندی نہیں کرتے ان کا وقت فضول کاموں میں ضائع ہو جاتا ہے۔ برخلاف اس کے انگریز پابند وقت ہیں۔ ان کا منٹ بھی ضائع نہیں ہوتا۔ ٹائم ٹیبل بنے ہوئے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اسلامیہ کالج پشاور کا پرنسپل جو کہ ایک انگریز تھا جب گھنٹی کی آواز سنتا تھا۔ تو فوراً باقی کام چھوڑ کر دوڑ کر جماعت میں جاتا تھا۔ آج کتنے ہیں جو ایسا کرنیوالے ہیں۔ اگر کوئی ایسا کرنیوالا ہو تو اسے بیوقوف سمجھا جائے۔

اگر شروع ہی سے ہندوستانی قدر دان وقت ہوتے تو آج وقت کے بچانے کے لئے ایسی مشینریاں کلیں وغیرہ نظر آتیں جو ولایت میں نظر آتی ہیں۔ مہاتما گاندھی جی سودیشی کپڑے پہننے اور بننے کو ذریعہ حصول سوراج کہتے ہیں میں کہتا ہوں کہ یہ ناممکن ہے کبھی تلوار کا مقابلہ ڈنڈا اور بندوق کا مقابلہ تلوار کرسکتی ہے۔ مشینری کا مقابلہ مشینری ہی کرے گی اور یہ چرخے۔ اور دستی کارخانے نہیں کرسکتے۔

نماز میں ہر ایک مسلمان کو پابند وقت رہنے کی تعلیم دی جاتی ہے کیونکہ حکم ہے کہ جب اذان سنو تو فوراً کاروبار کو چھوڑ دو۔ اور نماز کی طرف آؤ۔

بادشاہ وقت کی تابعداری

مہاتما گاندھی جی فرماتے ہیں کہ ہندوستانی میری جے پکارتے ہیں۔ مجھے بے تاج بادشاہ مانتے ہیں لیکن جب میں انہیں کسی کام کی طرف بلاتا ہوں تو نہیں آتے۔ میں متحد ہونے کے لئے کہتا ہوں تو نفاق پیدا کرتے ہیں۔ میں دیسی اشیاء خریدنے کے لئے کہتا ہوں تو وہ بدیشی اشیاء استعمال کرتے ہیں۔ میں عدم تعاون کے لئے کہتا ہوں۔ وہ تعاون کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سوراج حاصل نہیں ہوتا۔

واقعی بادشاہ، امیر یا لیڈر کی تابعداری کے بغیر کام نہیں چل سکتا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے جس نے میرے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میری اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی۔ اور پھر مسلمانوں کو یہی سبق نماز میں سکھایا۔ مسلمان نمازیں باجماعت ادا کرتے ہیں۔ امام جب رکوع پر جانے کے لئے اللہ اکبر کہتا ہے تو تمام نمازی فوراً رکوع کرتے ہیں۔ جب سجدہ میں جاتا ہے تو سجدہ کرتے ہیں جب سلام پھیرتا ہے تو تمام مسلمان سلام پھیرتے ہیں

جب سے مسلمانوں نے بادشاہ وقت کی تابعداری کرنی چھوڑی اور علم بغاوت بلند کیا۔ تب سے ان کی سلطنت پر زوال آنا شروع ہوا۔ جیسا کہ اورنگ زیب کی حکومت کے بعد اعظم کا اپنے بڑے بھائی (جو جانشین تھا) کے ساتھ لڑائی کرنا۔ اور مارا جانا۔ پھر کام بخش کو اپنے بڑے بھائی معظم (جس کا لقب بہادر شاہ اول ہوا) کو بادشاہ تسلیم نہ کرنا اور لڑائی کرنا۔ پھر جہاندار بادشاہ کے وقت سید عبد اللہ و سید حسین علی حاکمان بہار و الہ آباد کا علم بغاوت برپا کرنا۔ سراج الدولہ سے رعایا کا بیزار ہونا۔ پھر میر جعفر کا لارڈ کلائو کے سبز باغ دکھلانے پر خفیہ معاہدہ کرنا اور پھر معرکہ پلاسی میں باوجود حلف اٹھانے میر جعفر کا انگریزوں کے ساتھ مل جانا وغیرہ بتاتا ہے کہ علاوہ دیگر وجوہات کے مسلمانوں کے زوال کی بڑی بھاری وجہ حاکم وقت کی بغاوت تھی۔

ہندوؤں کی سندھیا اور عیسائیوں کی پریئر

لیکن برخلاف اس کے ہندوؤں کی سندھیا اور عیسائیوں کی نماز مندرجہ بالا اوصاف سے معرا ہے۔ ہندوؤں کی سندھیا میں نہ اتحاد نہ مساوات کا رنگ اور نہ کوئی اور وصف ہے جو ان کے لئے ذریعہ فلاح ہو۔ اگر ایک شخص ایک گوشہ میں عبادت کر رہا ہوتا ہے

ندو سرا دوسری ہیچ اقوام کا تو مندروں میں داخلہ ہی بند ہے۔ اگرچہ وہ ہندو کہلاتے ہیں۔ دین کو خاص فرقہ برہمن تک محدود کر دیا گیا ہے اور باقی دنیاوی کاموں میں دن رات مشغول رہتے ہیں۔

عیسائیوں کا بھی یہی حال ہے۔ طبقہ امراء کے گرجے علیحدہ ہیں اور طبقہ غرباء کے علیحدہ۔ ہندوستانیوں کے علیحدہ اور انگریزوں کے علیحدہ۔

غرضیکہ کوئی مساوات کا نظارہ ان کی نماز میں دکھائی نہیں دیتا۔

باقی آئندہ انشاء اللہ تعالےٰ

(محمد عبد اللہ سکنڈ ماسٹر اینگلو سکول۔ داجل)

انجمن حمایت اسلام لاہور

اعلان جلسہ سالانہ

انجمن حمایت اسلام لاہور کا سالانہ جلسہ ۱۲-۱۳-۱۴- اکتوبر [illegible]ء کو منعقد ہوگا۔ بیرون پنجاب سے حضرات علماء کرام میں سے جناب مولانا مولوی عبد الماجد صاحب بدایونی ہیرو وفد حجاز، مولانا فاخر صاحب الہ آبادی اور مولانا نثار احمد صاحب نے کمال مہربانی سے شرکت جلسہ کا وعدہ فرمایا ہے۔ قبلہ حضرت قاری شاہ سلیمان صاحب اور امام الہند حضرت مولانا ابو الکلام صاحب آزاد کی تشریف آوری کی بھی امید ہے۔

(خاکسار غلام محی الدین وکیل ہائیکورٹ آنریری سکرٹری)

موپلا یتامیٰ

مولانا شوکت علی صاحب نے مرکزی خلافت کمیٹی بمبئی کی [طر]ف سے تحریر فرمایا تھا کہ انجمن حمایت اسلام لاہور بھی کچھ موپلا [یتا]می کو اپنے یتیم خانہ میں داخل کر لیوے۔ انجمن کی کونسل نے [ا]س تحریک کو لبیک کہتے ہوئے فوراً اطلاع دی کہ ۵۰ بیشک اسو [مو]پلا یتامی لاہور کو روانہ کریں اور پچاس لڑکوں کے لئے ایک سو [؟] بھی ساتھ بھیج دیں تاکہ بچوں کو تکلیف نہ ہو۔

انجمن کو یقین واثق ہے کہ مسلمانان پنجاب اپنے موپلا [یتا]می کو خوش آمدید کہنے کے لئے ایک دوسرے پر سبقت کرنے کی [کو]شش کریں گے۔

یہ امر باعث مسرت ہے کہ ایک اور ذریعہ سے اسوقت دو [مو]پلا بچے لاہور پہنچ گئے ہیں۔ ان کو ہر قسم کی آسائش دینے [کی] کوشش کی جا رہی ہے تاکہ وہ اپنے تئیں غریب الوطن [خیا]ل کریں۔

(خاکسار غلام محی الدین آنریری سکرٹری وکیل ہائیکورٹ)

بارہ منگا ضلع گورداسپور میں

سنگھٹنیوں کی کارستانی

موضع بارہ منگا تحصیل شکرگڑھ ضلع گورداسپور میں ہندو جیوتوں نے سازش کر کے مسلمانوں کا قبرستان جبراً کاشت کر [د]یا ہے۔ مسلمانوں کے مویشی باہر نہیں نکلنے دیتے۔ خاکروب [رو]ک دئے گئے ہیں کہ وہ کسی مسلمان کے گھر کی صفائی نہ کریں۔ چند [مس]لمانوں کو سخت زدوکوب کیا گیا ہے۔ عورتوں کو باہر نکلنے نہیں دیتے [اور] کہتے ہیں کہ جو ہمارے خلاف دعویٰ عدالت میں دائر کرے گا اسکو قتل کر دیں گے۔ غرضیکہ ہر ایک طریقہ سے مسلمانوں کو سخت [تنگ] کیا جاتا ہے۔ بارہ منگا کے بارہ کے بارہ گاؤں ہندو راجپوتوں [کی] ملکیت ہیں تمام مسلمان کمین اور کمزور ہیں اور راجپوت خائف [رہت]ے ہیں۔ عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا گیا ہے۔ احباب [دع]ا فرمائیں۔

([؟]ل حسین مبلغ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور از بارہ منگا ضلع گورداسپور)

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ اور دیگر احباب بحمد اللہ بخیر و عافیت ہیں ذیل کا ارشاد حضرت امیر کی طرف سے اس ہدایت کے ساتھ موصول ہوا ہے کہ وہ "اخبار احمدیہ" کی ذیل میں درج کیا جائے

حضرت امیر سلمہ ربہ تحریر فرماتے ہیں:-

"مستری محمد الدین صاحب احمدی ٹرنک ساز شہر سیالکوٹ کو میں مدت سے جانتا ہوں۔ اعلیٰ درجہ کے دیانتدار اور کاریگر آدمی ہیں۔ ان کے ہاں ٹرنک وغیرہ ہر قسم کے نہایت عمدہ طیار ہو سکتے ہیں ہمارے احباب جہاں جہاں ہوں اس بات کا خیال رکھیں کہ اگر ان کے کارخانہ سے مال خریدا جائے تو علاوہ اس کے کہ اپنے ایک بھائی کی امداد ہوگی انہیں مال بھی عمدہ ملیگا۔ اپنی ذاتی ضروریات کے علاوہ دیگر احباب میں بھی اس بات کی تحریک کریں۔

مولوی عصمت اللہ صاحب آجکل لاہور آئے ہوئے ہیں یہاں پہنچنے سے پہلے ایک خط انہوں نے دہلی سے بھیجا تھا جس میں وہ لکھتے ہیں کہ:-

"علی گڈھ سے کاسگنج۔ گنج ڈنڈوارہ۔ قائم گنج۔ شمس آباد۔ اٹاوہ وغیرہ مقامات میں گشت کیا۔ کاسگنج میں جمعیت العلماء کی سخت مخالفت کے باوجود تین لیکچر نہایت کامیابی کے ساتھ ہوئے۔ ہر لیکچر میں دو۔ دو۔ اڑھائی اڑھائی ہزار کا مجمع ہوتا رہا۔ کاسگنج میں جمعیت العلماء کی شاخ موجود ہے۔ میرے کاسگنج پہنچنے کا شہرہ پہلے ہی سے ہو چکا تھا۔ اسلئے میرے پہنچنے سے پہلے کٹ ملاؤں کے مساعی نامسعود کی بدولت فضا مکدر ہو چکی تھی۔ میں نے کاسگنج پہنچکر جملہ واہی اعتراضات جمعیت کا قلع و قمع کیا اور سنجیدہ طبقے میں احمدیہ رسالے تقسیم کئے اور پہلی تقریر میں اپنی پوزیشن کو صاف کر دیا۔ پھر تو پبلک کی یہ حالت ہوئی کہ بڑے سے بڑا مخالف بھی میری تقریر کا داعی بن گیا۔

شمس آباد میں نہایت کامیاب جلسے ہوئے۔ احمدیہ لٹریچر تقسیم کیا گیا۔ اور ہزاروں کے مجمعوں میں تقریریں ہوئیں۔

اٹاوہ کی محمودی جماعت ہمارے سخت برخلاف ہے مگر اس شہر میں جمعیت العلماء کا اثر بہت کم ہے تعلیم یافتہ طبقہ ہمارا مؤید ہے۔ خان بہادر مولوی بشیر الدین ایڈیٹر البشیر "مولوی الطاف حسین" صاحب ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی سکول اور دیگر اصحاب ہماری تائید میں ہیں۔ یہاں پر میرے تین پبلک لیکچر اور ایک لیکچر خاص اسلامیہ ہائی سکول کے نوجوان طلباء میں ہوا جس میں ورنیکلر مڈل سکول کے طالب علم شریک تھے۔ بعض دوستوں کے اصرار پر انجمن الٰہیات الاسلام کے جاری کردہ ورنیکلر مڈل سکول اور مدرسہ عربیہ حنفیہ اٹاوہ کا میں نے معائنہ کیا۔ اٹاوہ میں بھی احمدیہ لٹریچر تقسیم کیا گیا اور ایک تقریر خصوصیت سے کفربازی کے برخلاف کی۔ اس دورے میں یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ ہر جگہ احمدیت کی پوزیشن کو صاف کرنا پڑا۔ کیونکہ ہر جگہ جمعیت العلماء کا غلط پروپیگنڈا موجود تھا۔ جمعیت العلماء کے پروپیگنڈے نے اگرچہ عام طبائع میں ہیجان پیدا کر دیا ہے مگر پھر بھی لوگوں کی طبیعتیں احمدیت کا اصلی حال سننے کی طرف متوجہ ہیں۔

عدو شرے برانگیزد کہ خیر ما دراں باشد

اشاعت اسلام کلاس کیلئے ضرورت

تبلیغ اسلام بسلسلہ عالیہ احمدیہ کی اشاعت اسلام کلاس میں دو تین ایسے طالب علموں کی ضرورت ہے جو نوجوان انٹرنس پاس ہوں یا انٹرنس تک انگریزی تعلیم ہو تقریر کرنے میں اچھی مہارت رکھتے ہوں۔ قدرے عربی زبان سے واقف ہوں۔ وظیفہ معقول دیا جائے گا۔

ظہور احمد
سکرٹری

ہمارے نئے بھائی

افسوس ہے کہ باوجود کثرت مشاغل کے نئے احباب کی فہرست چندماہ سے شائع نہیں ہو سکی۔ مخالفین سلسلہ کی تگ و دو کے باوجود اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے جماعت باقاعدہ ترقی کر رہی ہے جس کے لئے ہمارے وہ احباب خصوصاً شکریہ کے مستحق ہیں جو اپنے دنیاوی کاروبار کے ساتھ سلسلہ کی ترقی کے لئے بھی کوشاں رہتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کے مالوں اور جانوں میں بہت بہت برکات ڈالے۔ اور غافل بھائیوں کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ بھی اپنے فرض کو پہچانیں اور جماعت کی ترقی کے لئے خاص طور پر جدوجہد کریں۔ اسوقت ہندو خصوصاً پنجاب میں ہماری مخالفت زوروں پر ہے۔ اور کئی طالب اصل حقیقت کے معلوم کرنے کی طرف راغب ہیں اس لئے اس موقعہ سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ جماعت کی ترقی اور طاقت پر ہی اشاعت و حفاظت اسلام کی ترقی اور طاقت منحصر ہے

محمد منظور الٰہی

۱- چوہدری حیات محمد صاحب ضلع سیالکوٹ
۲- غلام مصطفےٰ صاحب کشمیر
۳- سلام نجار صاحب کشمیر
۴- عبد الباری صاحب لاہور
۵- احمد برنی صاحب لاہور
۶- عبد الحق صاحب لاہور
۷- انصری بیگم صاحبہ مدراس
۸- عمر بخش صاحب سارہ
۹- قاسم علی صاحب ضلع راولپنڈی
۱۰- محمد حسین صاحب ترکھی "
۱۱- محمد رمضان صاحب راجپوت ضلع ڈیرہ غازیخان
۱۲- سید امیر خسرو صاحب ضلع پشاور
۱۳- ڈاکٹر محمد حسین صاحب ریاست بھرت پور
۱۴- امیر حسین صاحب ریاست بھرت پور
۱۵- اختر علی شاہ صاحب سیالکوٹ
۱۶- خیر علی صاحب
۱۷- خواجہ محمد عبد اللہ صاحب کشمیر
۱۸- خواجہ عبد المجید صاحب ذیلدار کشمیر
۱۹- خواجہ اسد اللہ صاحب "
۲۰- خواجہ عبد القادر صاحب "
۲۱- خواجہ عبد العزیز صاحب "
۲۲- خواجہ غلام محمد صاحب "
۲۳- غلام محمد صاحب درزی "
۲۴- غلام احمد صاحب بٹ "
۲۵- غلام رسول صاحب بٹ "
۲۶- محمد سبحان شاہ صاحب "
۲۷- محمد عبد الحق صاحب لاہور
۳۰- منظر علی صاحب ٹرینیڈاڈ جنوبی امریکہ
۲۹- عبد الرحیم صاحب "
۳۰- مدار بخش صاحب ٹرینیڈاڈ جنوبی امریکہ
۳۱- عبد اللہ خان صاحب "
۳۲- کریم بخش خان صاحب "
۳۳- بی بی سیفرن صاحبہ "
۳۴- بی بی نصیبن صاحبہ "
۳۵- سید اظہر حسن صاحب زیدی ضلع مرادآباد
۳۶- ایس قطب الدین احمد صاحب بنارس
۳۷- چوہدری فضل داد صاحب گجرات
۳۰- رحمت صاحب "
۳۹- سعد اللہ خاں صاحب ضلع پشاور
۴۰- ابراہیم بن سنوسی صاحب سیرالیون مغربی افریقہ
۴۱- احمد ایس ودری صاحب "
۴۲- ایم۔ ایچ دین قبیسی صاحب "
۴۳- سلیمان نصر الدین حمید صاحب "

۴۴۔ اللہ سعد ادم صاحبہ
۴۵۔ اللہ مختار رکیر صاحبہ
۴۶۔ برکت علی صاحب — ضلع کانگڑہ
۴۷۔ مرزا غلام قادر بیگ صاحب — کشمیر
۴۸۔ اللہ رکھا صاحب رالفٹور — علاقہ اجمیر
۴۹۔ شاہ محمد عبد الحمید صاحب — بنگال
۵۰۔ ٹھاکر کریم خانصاحب نمبردار — ضلع علی گڑھ
۵۱۔ ٹھاکر حاکم علی خانصاحب نمبردار — 〃
۵۲۔ مسو خاں صاحب نمبردار — 〃
۵۳۔ لٹو ریخاں صاحب میٹنر و نمبردار — 〃
۵۴۔ ناریخاں صاحب کاشتکار — 〃
۵۵۔ نتھا خان صاحب — 〃
۵۶۔ رحیم خان صاحب — 〃
۵۷۔ محمود خاں صاحب — 〃
۵۸۔ تولا خاں صاحب — 〃
۵۹۔ نتح خاں صاحب — 〃
۶۰۔ احسان علی خان صاحب — 〃
۶۱۔ ٹھاکر خوشی خان صاحب — 〃
۶۲۔ شفیع محمد خاں صاحب — 〃
۶۳۔ کالیخان صاحب — 〃
۶۴۔ ٹھاکر رہا خان صاحب — 〃
۶۵۔ کریم خاں صاحب — 〃
۶۶۔ یسین خان صاحب — 〃
۶۷۔ چھجو خان صاحب — 〃
۶۸۔ امراؤ خاں صاحب — 〃
۶۹۔ رفیع خان صاحب — 〃
۷۰۔ احمد خان صاحب — 〃
۷۱۔ نیاز محمد خاں صاحب
۷۲۔ چوہدری محمد سرور خاں صاحب — ضلع گجرات
۷۳۔ چوہدری فضل الٰہی صاحب — 〃
۷۴۔ ضیاء الرحمٰن صاحب ضلع گورداسپور
۷۵۔ چوہدری عمرالدین صاحب لاہور
۷۶۔ عبد اللہ خان صاحب — ضلع پشاور
۷۷۔ مستری خیرالدین صاحب ریاست کپورتھلہ
۷۸۔ فتح الدین صاحب ضلع گوجرانوالہ
۷۹۔ شریف اللہ صاحب ضلع پشاور
۸۰۔ شیخ محمد بشیر صاحب — لاہور
۸۱۔ نعمت علی صاحب ضلع ہوشیارپور
۸۲۔ محمد عبد اللہ صاحب — ضلع سیالکوٹ
۸۳۔ غضنفر علی صاحب دہلی
۸۴۔ میاں خاں صاحب — ضلع سرگودھا
۸۵۔ عبد الغفور صاحب — ضلع گوجرانوالہ
۸۶۔ عبد الرحیم صاحب — کپورتھلہ
۸۷۔ فضل الٰہی صاحب — لاہور
۸۸۔ رکن الدین خان صاحب — ضلع کوہاٹ
۸۹۔ محمد نواز صاحب — ضلع کیمبلپور
۹۰۔ شیخ مولا بخش صاحب — راولپنڈی
۹۱۔ حبیب الرحمٰن صاحب — ضلع ہزارہ
۹۲۔ محمد رمضان صاحب — گوجرانوالہ
۹۳۔ محمد الدین صاحب — جہلم
۹۴۔ مہر نور محمد صاحب — ضلع منٹگمری
۹۵۔ گل زمان صاحب — ضلع ہزارہ
۹۶۔ نواب بیگ صاحب — ضلع گورداسپور
۹۷۔ خیر احمد صاحب — ضلع ہزارہ
۹۸۔ فیض عالم صاحب — 〃
۹۹۔ رحمت اللہ صاحب — 〃
۱۰۰۔ قلندر صاحب — 〃
۱۰۱۔ بی بی کرم نور صاحبہ — 〃
۱۰۲۔ کرامت علیشاہ صاحب — 〃

باقی آئندہ

تازہ خبریں

سردار منگل سنگھ اکالی

امرت سر ۱۰ ستمبر۔ آئندہ سے مقامی روزنامہ اردو اکالی و گورمکھی روزنامہ اکالی تے پردیسی پر مشہور و معروف رہنما سردار منگل سنگھ جی کا نام بطور ایڈیٹر ہوا کرے گا۔

وائسرائے کا دورہ

شملہ ۹ ستمبر۔ ہز ایکسلنسی لارڈ ریڈنگ ۲۰ اکتوبر کو شملہ سے روانہ ہوں گے۔ اور کوئٹہ اور پشاور ہوتے ہوئے ۳ نومبر کو دہلی پہنچ جائیں گے۔

مہاتما گاندھی کا دورہ

احمد آباد ۹ ستمبر۔ مہاتما گاندھی آج رات بمبئی کے راستے بہار اور اوڑیسہ کی طرف تشریف لیجا رہے ہیں۔ آپ ماہ نومبر میں بنگالہ جانے کی کوشش کریں گے۔

انسداد شراب نوشی

شملہ ۲ ستمبر۔ اسمبلی کے ۵ فروری کے اجلاس منعقدہ دہلی میں حاجی وجیہ الدین صاحب نے انسداد شراب نوشی کے متعلق ایک قرارداد پیش کی تھی۔ اسپر شملہ کے ۲ ستمبر کے اجلاس میں پھر بحث ہوئی۔ ڈاکٹر دتا اور مسٹر کیلکر نے ترمیم پیش کی کہ فوری انسداد کی بجائے بتدریج انسداد کے الفاظ رکھدیئے جائیں۔ اسپر حاجی صاحب نے ترمیم منظور کرلی نتیجہ یہ کہ حکومت کی طرف سے مخالفت کی گئی اور ۳۰ مخالفانہ آراء کے مقابل میں ۶۹ کی تائید سے یہ ترمیم قرارداد پاس ہوگئی۔

سرمایہ اور محنت کی کشمکش

شملہ ۸ ستمبر۔ مجلس وضع قوانین ہند کے ۲۷ ارکان نے جنہیں اکثر سوراجی ہیں ایک بیان شائع کیا ہے جسمیں اس خطرناک صورت حال کی توضیح کی گئی ہے جو بمبئی کے مالکان کارخانہ نے مزدوروں کی اجرت گھٹا کر پیدا کی ہے۔ اس بیان میں مالکان کارخانہ سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ جھگڑا چکانے کے لئے ایک مصالحتی کانفرنس کا انتظام جلد کیا جائے۔

انتقال

ملتان ۸ ستمبر مسٹر الیف۔ آر تھامسن۔ آئی۔ ایس پرنسپل گورنمنٹ کالج ملتان کا انگلستان میں انتقال ہوگیا ہے مرحوم نہایت ہی ہردلعزیز تھے۔ کالج کی کامیابی ان کی محنت شاقہ کا نتیجہ ہے۔

پیدائش و اموات

لاہور ۱ ستمبر ہفتہ مختتمہ ۵ ستمبر ۱۹۲۶ء میں حدود بلدیہ لاہور کے اندر ۲۱۹ بچے پیدا ہوئے۔ تفصیل حسب ذیل ہے:
مسلمان لڑکے ۸۲۔ لڑکیاں ۶۸۔ ہندو لڑکے ۳۰۔ لڑکیاں ۲۴ سکھ لڑکے ۲۔ لڑکیاں ۱۔ عیسائی لڑکے ۲۔ لڑکیاں ۳۔ دیگر اقوام لڑکے ۶۔ لڑکی ایک ۱۸۱۔ اموات واقعہ ہوئیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:
مسلمان مرد ۴۰۔ عورتیں ۴۵۔ ہندو مرد ۲۳۔ عورتیں ۴۴۔ سکھ مرد ۲۔ عورتیں ۵۔ عیسائی مرد ۱۔ دیگر اقوام مرد ۳ عورتیں ۴۔ ہیضہ سے ایک۔ چیچک سے ۱۔ خسرہ سے ۱۔ سل سے ۱۱۔ بخار سے ۱۰ اسہال و پیچش سے ۱۶۔ دمہ سے ۱۵۔ اور نمونیا سے ۱۰۔

الہ آباد میں باران رحمت

الہ آباد ۹ ستمبر۔ الہ آباد میں گذشتہ ۲۴ گھنٹوں میں ۸۔ انچ سے زیادہ بارش ہوئی جو ابھی تک جاری ہے۔ بارش کی شرح اعتدال سے ۲۰۷ انچ زیادہ ہے کئی ایک کچے مکان اور بیشمار درخت کثرت باران کی وجہ سے گر گئے ہیں۔

شاہ بلجیم کی سیاحت ہند

دارجیلنگ ۹ ستمبر۔ شاہ و ملکہ بلجیم ۱۲ ماہ حال کو کلکتہ پہنچیں گے لارڈ لٹن مع اپنی بیگم صاحبہ کے ان کا استقبال کریں گے۔ ۱۷ ستمبر کو مہمان و میزبان عازم دارجیلنگ ہوں گے۔ اور ۲۲ ستمبر تک گورنمنٹ ہاؤس میں قیام فرمائینگے۔

شملہ ۸ ستمبر جناب وائسرائے نے ۸ ستمبر کو شاہ بلجیم کی خدمت میں بمقام عدن تہنیت کا تار بھیجا جس کے جواب میں شاہ بلجیم نے بذریعہ تلغراف یہ پیغام دیا کہ ہم ہندوستان پہنچنے کے لئے بہت بیقرار ہیں۔

لکھنؤ میں غضب کی بارش

لکھنؤ ۸ ستمبر کل بروز بدھ لکھنؤ میں غضب کی بارش ہوئی بہت سے مکانات منہدم ہو گئے اور متعدد اشخاص زخمی ہوئے پاٹہ نالہ کے قریب ایک مسجد گر گئی۔ کئی ایک ملبہ کے نیچے دب گئے۔ سات آدمیوں میں سے ۴۔ آدمی مردہ نکالے گئے آج بھی بوندا باندی ہوتی رہی مطلع ابھی تک مکدر ہے۔ سیتا پور میں کئی انچ بارش ہوئی۔ دریائے گومتی بہت چڑھ گیا ہے طغیانی کا خطرہ ہے۔

ضلع آرہ میں سیلاب

بانکی۔ ۸ ستمبر اطلاعات موصول ہوئی ہیں کہ آرہ میں بڑا طوفان آ رہا ہے۔ وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ دریائے سون میں کثرت باران کے باعث غیر معمولی طوفان رونما ہے۔ حکام اضلاع ضروری انسدادی تدابیر سے کام لے رہے ہیں۔ تازہ ترین اطلاعات سے ہویدا ہوتا ہے کہ پانی تھم گیا ہے۔ نہر کی بشتہ بندی ایک یا دو مقامات سے شگاف زدہ ہو گئی ہے۔ اس وقت تک کسی نقصان کی اطلاع موصول نہیں ہوئی۔

دہلی میں ہندو سبھا کی سرگرمیاں

دہلی ۱۰ ستمبر۔ مقامی ہندو سبھا کی مجلس منتظمہ بڑی سرگرمی سے ہندو مہا سبھا کے جلسہ کی تیاریوں میں مصروف ہے ہندو مہا سبھا کا آئندہ جلسہ دہلی میں فروری ۱۹۲۶ء کے آخری ہفتہ میں منعقد کیا جائے گا۔ ایک زبردست مجلس استقبالیہ مرتب کر لی گئی ہے۔ بڑی کوشش کی جا رہی ہے کہ مجلس استقبالیہ کے لئے زیادہ سے زیادہ ممبر بنائے جائیں۔

مدینہ پر گولہ باری نہیں ہوئی

پیرس ۹ ستمبر۔ بیروت کا ایک برقی پیغام مظہر ہے کہ ابیوں نے مدینہ کے اماکن مقدسہ پر کوئی گولہ باری نہیں اس پیغام میں اس امر کی بھی توضیح کی گئی ہے کہ ہاشمی فوج جو قلعہ کے اندر مورچہ زن ہے گردنواح کے ان مقامات پر گولہ باری کر رہی ہے جن پر نجدی مورچہ زن ہیں۔

کرنال ۸ ستمبر۔ پانی پت میں تیس ہندو مجمع خلاف قانون میں شامل ہونے اور محرم کے موقع پر مذہبی جلوس میں رکاوٹ ڈالنے کے الزام میں گرفتار کئے گئے تھے۔ کل ان کا چالان مسٹر واٹ سپیشل مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش ہو گیا۔ سرکار کی طرف سے مسٹر الی ایڈووکیٹ سپیشل پبلک پراسیکیوٹر اور ملزمین کی طرف سے مسٹر مجید پارام گنپت رائے اور راج کرشن پیروکار تھے۔ پہلا سرکاری گواہ ایک نقشہ نویس تھا جس نے جائے وقوعہ کا ایک نقشہ پیش کیا۔ اس کے بعد مسٹر ہری کشن سنگھ صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ کے علاوہ تین اور سرکاری اشخاص گواہوں کے سلسلہ میں پیش ہوئے رح محفوظ رکھی گئی۔

کلکتہ ۸ ستمبر۔ باگ بازار کے جلسۂ عام میں تقریر کرتے ہوئے مسٹر سین گپتا نے کہا کہ کانگرس کی رکنیت اور رائے دہندگی کے قواعد میں عنقریب ترمیم ہونیوالی ہے۔ ایک ہزار گز سوت کی بجائے چار آنہ سے لیکر آٹھ آنہ فی کس سالانہ چندہ مقرر کیا جائے گا۔

بمبئی ۸ ستمبر۔ بلجیم کے بادشاہ اور ان کی ملکہ جمعہ کی صبح کو ورود اجلال فرمائینگے۔ بمبئی کے اعلیٰ سرکاری عہدہ دار شاہی ...

مہمانوں کا پبلک خیر مقدم کریں گے۔ گارڈ آف آنر کا ملاحظہ کرنے کے بعد شاہی مہمان بصورت جلوس شاہی ریل گاڑی تک پہنچائے جائینگے جو ساڑھے گیارہ بجے پونا کی طرف روانہ ہو جائیگی۔ روانگی پرائیویٹ ہوگی۔ تشریف آوری اور روانگی پر اکتیس توپوں کی سلامی سر کی جائیگی۔

امرتسر ۸ ستمبر۔ لاہور کے جریدہ "سنڈے ٹائمز" میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ گورنمنٹ پنجاب نے تمام سکھ قیدیوں کو غیر مشروط طور پر رہا کر دینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ پنجاب کونسل کے سکھ ارکان اعلان کرتے ہیں کہ انہیں اسکا کوئی علم نہیں۔

امرتسر ۸ ستمبر۔ پچھلے دنوں مجیٹھ کا ایک سکھ سونا اور چاندی لئے ہوئے جا رہا تھا کہ اسے قتل کر کے اس کی لاش کو مختلف ٹکڑے شہر کے مختلف حصوں میں پھینک گئے۔ اس ضمن میں پولیس نے دو سکھوں کو گرفتار کیا ہے جن میں ایک ضلع لاہور کا رہنے والا ہے اور دوسرا شیخوپورہ کا۔ ان کا چالان زیر دفعہ ۳۰۲ بالزام قتل عمد پرسوں تک کر دیا جائے گا۔

لنڈن ۷ ستمبر۔ ٹریڈ یونین کانگرس کا اجلاس سکاربورو میں شروع ہو گیا ہے جس میں عمال کے عالمگیر اتحاد کے متعلق تجاویز پیش کی جائینگی۔ مسٹر سوئیلز نے اپنے خطبۂ صدارت میں ہندوستانی مزدوروں کے مطالبہ آزادی کی حمایت کی اور کہا کہ انہیں تجارتی انجمنوں کی تنظیم کا پورا حق حاصل ہے۔

لنڈن ۱۰ ستمبر۔ جرائد جرمنی اس امر کے مخالف ہیں کہ اتحادی وزرائے خارجہ کی کانفرنس میں صرف ہر سٹریسمین شریک ہو۔ ان کے نزدیک اسمیں مستقل وزرا اور قانونی ماہروں کی شرکت بھی ضروری ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ ہر سٹریسمین خود بھی اس بات کے مخالف ہیں لیکن ہنوز کابینۂ وزارت نے کوئی فیصلہ نہیں کیا

سین فرانسسکو ۲ ستمبر کل دو زبردست بحری ہوائی جہاز روانہ ہوئے تاکہ فرانسسکو سے ہوائی تک ۲۱۰۰ میل کا فاصلہ طے کیا جائے۔ حکومت نے ہر دو سو میل پر جہاز دل پر لگا دیا ہے تاکہ ان کے ساتھ مذکورہ بحری ہوائی جہاز بذریعہ لاسلکی پیغام رسانی کر سکیں۔ کل آدھی رات کو ان میں سے ایک بحری ہوائی جہاز بخیر و خوبی سفر کر رہا تھا لیکن دوسرے بحری ہوائی جہاز کے متعلق کئی گھنٹے تک کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی اور آخر میں اسے ایک تباہ کن کشتی نے فرانسسکو سے تین سو میل کے فاصلہ پر پایا۔ ناکامی کی وجہ یہ تھی کہ تیل کے پائپ پھٹ گئے۔

جلد ۱۳ | مدینۃ المسیح لاہور یوم چہار شنبہ مطبوعہ ۲۸ صفر المظفر ۱۳۴۴ھ ہجری مطابق ۱۷ ستمبر ۱۹۲۵ء عیسوی | نمبر ۸۸

قرآن کی عظمت

اسلام میں نجات کا مفہوم

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۸ اگست ۱۹۲۵ء فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ

قرآن اور کتب سابقہ

ولقد آتینا موسی الکتٰب فاختلف فیہ

ایک تو قرآن کا انسان کے دل پر وہ اثر ہوتا ہے جب وہ اس کو اس لحاظ سے اس نقطۂ نگاہ سے پڑھتا ہے۔ کہ یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے انسان کی ہدایت کے لئے نازل ہوا ہے۔ اور ایک اثر اس وقت ہوتا ہے جب وہ دوسری مذہبی کتابوں کا مطالعہ کر کے ان کے مقابل پر اس کی عظمت پر غور کرتا ہے۔ اور فی الحقیقت قرآن کی حقیقی عظمت اس وقت جلوہ گر ہوتی ہے جب بالمقابل دوسری کتابوں کو رکھا جائے۔ اس سے ان کتابوں کی صداقت کا انکار مقصود نہیں ہم تو مانتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے بہت سی کتابیں مخلوق کی ہدایت کے لئے نازل ہوئیں۔ اور کم و بیش نور بھی ان سب میں موجود ہے۔ توریت انجیل زبور یا ایسی کتب جن کے نام قرآن نے نہیں لئے بیشک وہ خدا تعالےٰ کی طرف سے تھیں۔ اور اب بھی ان میں کچھ نہ کچھ اصل تعلیم پائی جاتی ہے۔ لیکن جب ان کتابوں کو پڑھتے ہیں۔ جو قرآن کریم سے پہلے نور اور ہدایت لانے کا دعویٰ کرتی ہیں۔ اور ان کو قرآن کریم کے سامنے لاتے ہیں تو اس وقت قرآن کریم کی عظمت اور بھی بڑھتی ہے۔

ختم نبوت پر فعلی شہادت

کسی انگریز نے لکھا ہے۔ کہ اس قسم کے انسان جو دنیا میں انقلاب روحانی پیدا کر دیتے تھے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نظر نہیں آتے تاریخ کو دیکھو تو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے وقتاً فوقتاً ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے ہیں۔ جو دنیا کے اندر انقلاب پیدا کر دیتے تھے۔ حضرت موسیٰ ہوں یا عیسےٰ۔ وہ مجدد ہوں یا کرشن۔ انہوں نے کسی نہ کسی قوم میں ایک انقلاب عظیم پیدا کیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے بڑھکر دنیا میں انقلاب روحانی پیدا کیا لیکن آپ کے بعد یہ سلسلہ نظر نہیں آتا۔ یہ ایک ایسی بات ہے جس نے ایک تاریخ نویس کے دل پر بھی گہرا اثر کیا ہے۔ یہ ختم نبوت پر اللہ تعالےٰ کی فعلی شہادت ہے۔ کہ دنیا میں اس قسم کے انسانوں کا سلسلہ ہی بند ہو گیا۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر تھے۔ اور قرآن وہ کتاب ہے جس نے آپ کو اس کمال تک پہنچایا۔ کہ آپ نے یہ انقلاب پیدا کر کے دکھایا۔ اس کے بغیر آپ یہ کام نہ کر سکتے تھے۔ ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان اور واقعی جیسا کہ فرمایا ووجدک ضالا فھدیٰ ہدایت کی راہ پانے کے لئے بڑی سخت تڑپ آپ کو لگی ہوئی تھی آخر اللہ تعالےٰ نے آپ کے لئے رستہ کھولدیا اور اپنا پاک کلام آپ پر نازل کیا۔ اور اس کے ذریعہ سے آپ نے دنیا میں انقلاب پیدا کر دیا۔

قرآن دنیا میں غالب آنیوالی کتاب ہے

میری کوئی بڑی عمر قرآن کے مطالعہ میں نہیں گذری۔ وہ لوگ جنہوں نے اپنی تمام عمریں اسی پاک کتاب کے مطالعہ میں صرف کی ہیں۔ انہوں نے بھی اس بات کی شہادت دی ہے۔ اور میں بھی جو کچھ تھوڑے بہت مطالعہ سے اس کو سمجھا ہوں۔ اس کی بنا پر یہ شہادت دیتا ہوں کہ یہ کتاب خود بخود دنیا میں غالب آنیوالی چیز ہے۔ کوئی شخص توریت کو اس کے سامنے رکھ لے انجیل کو رکھ لے اور آج اس روشنی اور علمی ترقی کے زمانہ میں باب یا بہاء اللہ کی کتابیں کو اس کے سامنے رکھ لیا جائے۔ اس کی عظمت خود بخود آشکارا ہو جائے گی۔

بہاء اللہ کی کتاب اور قرآن کریم

بہاء اللہ کا اپنی کتاب کے متعلق یہ دعویٰ ہے۔ کہ دنیا کی تمام کتابیں اس کے ایک حرف کے برابر بھی قیمت نہیں رکھتیں۔ اس اتنے بڑے دعوے والی کتاب کو بھی اس کے سامنے رکھکر اور توریت اور انجیل کو بھی مقابلہ میں لا کر پڑھ جاؤ۔ زیادہ ضرورت نہیں کہیں سے کھولکر ایک صفحہ پڑھ جاؤ اور پھر قرآن کریم کا ایک صفحہ کھولکر دیکھ لو۔ کہ خدا تعالےٰ کی عظمت و جبروت کس کتاب سے ملتی ہے۔ بہاء اللہ کی کتاب اقدس میرے پاس ہے کسی زمانہ میں میں نے اسے پڑھا تھا۔ اب پھر سے پڑھا ہے۔ بڑا مشکل ہے اس کا پڑھنا لیکن میں نے شروع سے آخر تک ساری پڑھی ہے۔ مجھے حیرت آئی۔ کہ اس کتاب کو قرآن کے مقابلہ پر رکھا جاتا ہے جس میں ایک بھی بات ایسی نہیں۔ جو قرآن کی عظمت کو پہنچ سکے۔

ناسخ و منسوخ کا مطلب

ہم ناسخ و منسوخ کے یوں قائل نہیں کہ ایک اچھی بھلی چیز کو اٹھا کر منسوخ کر دیا۔ بلکہ قرآن کریم فرماتا ہے۔ ما ننسخ من آیۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا جس آیت کو ہم منسوخ کرتے یا بھلا دیتے ہیں اس سے بہتر یا اس کی مثل لاتے ہیں۔ قرآن نے پہلی کتابوں کو یوں منسوخ نہیں کیا۔ کہ دس پندرہ دیئے پہلے جل رہے تھے۔ ایک اور اسی قسم کا دیا جلا دیا گیا۔ بلکہ دین کو اپنے کمال پر پہنچا کر پہلے ناتمام ادیان کو منسوخ کیا۔ گویا جیسے بڑے بڑے بجلی کے لیمپ جل رہے ہوں۔ اور آفتاب نکل آئے تو ان لیمپوں کی روشنی خود بخود ماند پڑ جائیگی۔

قرآن آفتاب ہے

بعینہ قرآن کی یہی مثال ہے۔ جب وہ آفتاب آگیا جو شریعت کا تمام کرنے والا ہے۔ تو دوسری روشنیاں خود بخود ماند پڑگئیں۔ اب اگر کوئی چاہتا ہے کہ اور نور لائے۔ تو اس کو اس قرآن سے بڑھکر لانا ہوگا۔ دنیا اندھی نہیں وہ دیکھے گی۔ کہ کس میں نور اور روشنی زیادہ ہے۔ اسلام نے کیوں تمام مذاہب کے لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لیا کیوں ہندو۔ بدھ۔ کنفیوشش اور دیگر تمام مذاہب کے لوگ اسلام میں آکر داخل ہوئے اور اب بھی ہو رہے ہیں۔ اس لئے کہ جو روشنیاں انکے پاس تھیں ان سے بڑھکر روشنی آگئی۔

حضرت مسیح موعود اور آپ کے معترضین

پس یہی ہمارا ایمان ہے۔ اور واقعات اس پر شاہد ہیں کہ یہ سب سے زبردست روشنی ہے میں سمجھتا ہوں بعض وقت بعض بے سود بحثیں شروع ہو جاتی ہیں۔ اور بعض طبائع کا خاصہ ہوتا ہے کہ ان کی نظر بڑی ہی بات پر پڑتی ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے اس وقت تبلیغ اسلام کی بنیاد رکھی جب مسلمان اس طرف سے بالکل غافل ہو چکے تھے۔ اس وقت سے جب تبلیغ کے کام سے لوگوں کو نفرت تھی۔ آپ نے اسلام کی اشاعت کا سامان پیدا کیا۔ لیکن جن کی آنکھیں بند ہیں۔ ان کو یہ خوبی کی بات نظر نہیں آتی اور نکتہ چینی عیب آپ میں لگاتے ہیں آپ کی جماعت کو دشمن اسلام اور کیا کیا کچھ کہا جاتا ہے۔ ہم کہتے ہیں آخر یہ دشمن اسلام قوم کیا کام کرتی ہے۔ قرآن ہی کو دنیا میں پھیلاتی ہے۔ اسی کو دور دراز ممالک میں پہنچاتی ہے۔ مگر جن کی آنکھیں بند ہیں ہزار کھولکر ان کے سامنے رکھو۔ ذرا سی کوئی کمزوری دیکھی۔ اس پر نظر رکھا اور فوراً سب کچھ ملیامیٹ کر دیا۔

جس مقام پر مسیح موعود نے کھڑا کیا ہے

دیکھو میں یہاں کھڑا ہو کر علی الاعلان کھولکر کہتا ہوں۔ کہ جس مقام پر مسیح موعود نے ہم کو کھڑا کیا ہے۔ وہ اسلام کی فتح اور غلبہ کا مقام ہے۔ یہی ایمان آپ نے ہمارے دلوں میں پیدا کیا کہ اسلام ہی دنیا میں غالب ہوگا۔ اور اس کے مقابل سب مذاہب رہ جائینگے۔ ایک طرف تو یہ اعلان کیا کہ تمام مذاہب اپنی اصلیت میں خدا ہی کی طرف سے تھے۔ کیونکہ قرآن فرماتا ہے۔ ان من امۃ الا خلا فیھا نذیر۔ سب قوموں کی طرف نبی اور رسول آئے جو ان کو ہدایت پہنچاتے رہے۔ اور جسقدر کتب مقدسہ ہیں۔ یہ سب اپنی اصلیت میں اللہ تعالےٰ کی دی ہوئی کتابیں ہیں۔ ایک طرف تو یہ مسلک قائم کیا۔ اور جس قدر وسعت قلبی پیدا کی۔ اور دوسری طرف یہ بھی جتا دیا۔ کہ کوئی مذہب اس کے بالمقابل ٹھیر نہیں سکتا۔ ایک طرف تمام کتب مقدسہ کی صداقت کو منوانا اور دوسری طرف اتنا بڑا ایمان پیدا کر دینا کہ قرآن ہی سب پر غالب آئیگا یہ اس مجدد کا کام ہے۔

قرآن سے دنیا کی نجات وابستہ ہو رہی ہے

کیا تم سمجھتے ہو کہ وہ شخص جو قرآن کو لے کر گھر سے باہر نکلتا ہے اور دوسروں سے اسے منوانا چاہتا ہے۔ کبھی وہ اپنے گھر کو چھوڑ سکتا ہے جب تک اس کے دل میں یہ ایمان نہ ہو کہ اسلام سب دینوں سے بہتر اور افضل اور یہی دین بالآخر سب دینوں پر غالب آئیگا۔ کیا کوئی شخص تبلیغ اسلام بغیر اس ایمان کے کر سکتا ہے کہ اسی قرآن سے دنیا کی نجات وابستہ ہے۔ ایسے لوگوں کے متعلق اس قسم کی باتیں پھیلانا کہ ان کے نزدیک ہر مذہب میں نجات ہو سکتی ہے۔ محض ایک حاسدانہ فعل ہے۔ مگر یہ لوگ ایسا سمجھیں تو وہ رات اسلام کو دنیا کے سامنے کیوں پیش کریں گھر بار کو چھوڑ کر اشاعت اسلام کے لئے دوسرے ملکوں میں کیوں جائیں۔ یہ ایک حاسد گروہ ہے۔ جو ایک شغل میں لگا ہوا ہے۔ کہ کوئی نہ کوئی عیب کی بات تلاش کرے۔ اور اعلائے کلمۃ اللہ کرنے والوں کو دنیا میں بدنام کرے۔

غیر مسلموں کے اعمال حسنہ

حدیثوں میں ہے۔ کہ مسکین کو کھانا کھلانا ایمان سے ہے۔ اور قرآن

باقی برصفحہ کالم ۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۳ ۱۲ صفر المظفر سنہ ۱۳۴۴ھ نمبر ۸۸

آخری فیصلہ کا وقت

اسلام اور مسیحیت کھلے میدان میں

جس دن سے مسیحیت نے راہبانہ کوٹھڑیوں سے نکل کر میدان تبلیغ میں قدم رکھا ہے اس کی دعوت کا رنگ ہمیشہ ایسا رہا ہے جس کو بالواسطہ تبلیغ کا رنگ کہنا چاہیئے۔ پولوس سے لے کر ڈاکٹر زویمر تک جسقدر مبلغین مسیحیت ہو گذرے ہیں۔ ان سب کی طرز تبلیغ پر ایک یکجائی نظر ڈالکر دیکھو تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ کھلے طور پر مسیحیت کا پیغام دنیا کو دینے سے ہمیشہ ڈرتے رہے ہیں۔ اور اسی وجہ سے ایسے ایسے طریق انہوں نے ایجاد کیے جن سے اس مذہب کی اصلیت لوگوں پر منکشف نہ ہو۔ اور وہ آہستہ آہستہ اس کی طرف مائل ہوتے چلے جائیں۔ پولوس کا طرز تبلیغ اس کے ان خطوط سے عیاں ہے۔ جو اس نے غیر اسرائیلی لوگوں میں تبلیغ کے متعلق لکھے۔ اور موجودہ اناجیل کے ساتھ ملحق ہیں۔ کس طرح سے ان لوگوں نے جن کی طرف یہ خطوط لکھے گئے۔ بت پرست مذاہب کو ان کے حال پر قائم رہنے دیا۔ اور صرف ان کے ناموں کو بدل دینا کافی سمجھا۔ شاہ قسطنطین نے رومی مذاہب کو مسیحیت کا نام دینے میں جو کمال دکھایا ہے وہ شاید کسی دوسرے مذہب کو نصیب نہیں ہوا۔ صرف مسیحیت ہی ایک مذہب ہے جس نے ابتدائی زمانہ میں دوسرے مذاہب اور ان کے رسوم و رواج کو اپنے اندر لینا ضروری سمجھا۔ اور آج سکولوں اور ہوسٹلوں۔ شفاخانوں اور دیگر امدادی کاموں سے لوگوں کو اپنا ہمدرد اور ہم خیال بنانے کی بےحد کوشش کی جاتی ہے کھلی تبلیغ اور وعظ کو اتنی اہمیت نہیں دی جاتی۔

لیکن یہ آخری طرز معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسلام کے مقابلہ میں چنداں سودمند ثابت نہیں ہوا یا مسلمانوں کی موجودہ بیداری کی وجہ سے اس کا چنداں اثر ان پر نہیں رہا۔ اور اسی وجہ سے مسیحیت کو کھلے طور پر اسلام کے مقابلہ میں آنا پڑا ہے۔ جیسا کہ ڈاکٹر زویمر نے لنڈن کے اخبار آبزرور کے نمایندہ سے گفتگو کرتے ہوئے یہ صاف طور پر کہا کہ:۔

"تمام عالم مسیحیت کل عالم اسلامی کے بالمقابل کھلے میدان میں آچکا ہے۔ رازداری یا بالواسطہ تبلیغ کے دن اب گذر گئے وہ بھی (مسلمان) جانتے ہیں۔ اور ہم بھی اس حقیقت سے واقف ہیں۔ کہ مسیحیت اور اسلام آخری فیصلہ کے لئے ایک دوسرے کے مقابلہ میں کھڑے ہیں۔ اپنی ملکی طاقتوں کو کھو چکنے کے بعد اسلامی دنیا اب قدرتاً اپنے دماغی اور روحانی وسائل کو جمع کر رہی ہے۔ اب سوال صرف یہ رہ جاتا ہے۔ کہ آیا ان کا قرآن علمی تنقید کی روشنی کو برداشت کر سکیگا یا نہیں۔ اور آیا ان کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصول روحانیات مسیحی اخلاق کی روشنی میں قائم و برقرار رہ سکتے ہیں؟"

ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ ڈاکٹر زویمر کے نزدیک بھی اب مسیحیت کا پیچ در پیچ طریق عمل اسلام سے مخفی نہیں رہا۔ اور اب وہ زمانہ نہیں کہ اس خفیہ طرز تبلیغ سے اسلام پر کوئی اثر ڈالا جا سکے۔ اس لئے ان دونو مذاہب کو اب کھلے میدان میں اترنا پڑا ہے۔ جو آخری فیصلہ کا موجب ہوگا۔

اس کھلے میدان میں مسیحیت اور اسلام کو ایک دوسرے کے بالمقابل کیا کچھ پیش کرنا ہوگا۔ اس کی بھی تشریح ڈاکٹر زویمر نے کر دی ہے۔ اور بتا دیا ہے کہ یہ نہ تلوار کی جنگ ہے نہ ظاہری دولت اور ساز و سامان کی فراوانی کا مقابلہ اور نہ ملکی طاقتوں کا تصادم ہے۔ ان میں سے کوئی چیز بھی اسلام کے پاس اب نہیں۔ ہاں ایک چیز ہے جس کا مقابلہ درپیش ہے۔ اور وہ قرآن ہے۔ اور اس کے بالمقابل موجودہ علمی تنقیدات وہ نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کے قائم کردہ اصول اخلاق و روحانیت ہیں۔ اور اس کے بالمقابل مسیحیت کا اخلاقی نمونہ۔ فی الحقیقت یہ مقابلہ نہایت ہی عظیم الشان مقابلہ ہے۔ اور یہی ایک چیز ہے جو ان دونو مذاہب کے درمیان قطعی اور یقینی فیصلہ کا موجب ہو سکتی ہے۔ لیکن ہمیں حیرانی ہے۔ کہ ڈاکٹر زویمر نے علمی تنقید کی روشنی کو قرآن کے مقابلہ میں کیوں رکھا۔ کیا علمی تنقید کا مقابلہ مسیحیت کو درپیش نہیں۔ کیا کلیسا کے اصول علمی تنقید کی روشنی کو برداشت کر سکتے ہیں؟ اس کا حال ان لوگوں سے دریافت کرنا چاہیئے جن کو تنقیدات عالیہ کی روشنی میں مسیحیت کو مطالعہ کرنے کا موقعہ ملا ہے۔ انہوں نے کھلے طور پر اس بات کا اعتراف کیا ہے۔ کہ موجودہ زمانہ کی علمی تنقید کے بالمقابل مسیحیت ایک لمحہ کے لئے بھی ثابت قدم نہیں رہ سکتی کلیسا کے پادری اور بڑے بڑے معزز اراکین علمی تنقید کی روشنی سے اسقدر متاثر ہوئے ہیں۔ کہ گرجوں کے پلپٹ سے الوہیت مسیح کی تردید کی آوازیں آئے دن بلند ہوتی ہیں۔ اور کلیسا کی تمام رسوم اور معتقدات کو غیر معقول سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے علمی تنقید کی روشنی کی برداشت کا سوال سب سے پہلے مسیحیت سے ہونا چاہیئے۔ قرآن کو ایسی تنقیدات کی روشنی میں بارہا دیکھا گیا اور اس کا قدم ہر موقعہ پر زیادہ مضبوط ثابت ہوا۔ اس کے اصول اسقدر پختہ اور محکم ہیں ایسی واضح صداقتیں اس کے اندر پائی جاتی ہیں۔ کہ تیرہ سو سال نہیں تیرہ کروڑ سال بھی گذر جائیں۔ تو ان پر حرف نہیں آسکتا ایسا ہی حال آنحضرت صلعم کے اخلاق اور مسیحیت کی اخلاقی تعلیم کا ہے۔ بھلا جس مذہب کو اپنے بانی کی زندگی میں طاقت حاصل کرنے کا کوئی موقع نہ ملا ہو۔ اس کی مسکینی اور فروتنی اور ہمدردانہ تعلیم کو اخلاق کا درجہ کیونکر دیا جا سکتا ہے۔ اخلاق وہ ہیں جن کا نمونہ محمد رسول اللہ صلعم نے فتح مکہ کے موقعہ پر دکھایا جن کا رنگ آپ کے پیروؤں نے مسیحی مغلوبین کے سامنے پیش کیا۔ ان اخلاق کا مقابلہ اگر کیا جائے۔ تو یقیناً اسلام فتحیاب ہوگا۔

لیکن اس سے فی الحال قطع نظر کر کے ہمیں یہ بتانا مقصود ہے۔ کہ جیسا کہ ڈاکٹر زویمر کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ آخر کار مسیحی مشنری اسلام کے بالمقابل کھلے میدان میں آگئے ہیں۔ بقول حضرت خواجہ کمال الدین صاحب ان کا پرانا کھیل اب ختم ہو چکا ہے۔ کیونکہ مسلمان اس قدر بیدار ہو گئے ہیں کہ اصل حقیقت کو وہ اب سمجھنے لگ گئے ہیں۔ اور اس لئے مسلم بچوں کے اغوا یا ذاتی مفاد یا اور کسی قسم کے طمع و لالچ پر کسی مسلمان کا مسیحی بننا اب محال ہے۔ لیھلک من ھلک عن بینۃ و یحییٰ من حی عن بینۃ کا میدان اب گرم ہوگا۔ اور دیکھا جائے گا کہ کس کے دلائل زیادہ وزنی اور اس کی صداقت کو ثابت کرتے ہیں۔ اور کونسا مذہب علمی تنقید کا دھبڑ کھا کر چاروں شانے چت گر جاتا ہے۔

یہ بات جیسا کہ ہم نے اوپر بتایا ہے۔ فی الحقیقت اسلام کے لئے بہت مفید ثابت ہوگی۔ بلکہ ہو رہی ہے اور انگلستان کے سلیم المزاج لوگ علم و عقل کی روشنی میں اس پاک مذہب کو پرکھ کر اس کے ساتھ ہی حضرات پادری نے ایک نیا رنگ اختیار کیا ہے۔ آج تک اسلام کے متعلق جو غلط بیانیاں انہوں نے کی ہیں اور طرح طرح کی برائیوں کو اسلام کی طرف منسوب کر کے جو زہر اس کے خلاف دلوں کے اندر بھرا ہے۔ اس کا اثر جماعت احمدیہ کی کوششوں سے زائل ہوتا ہوا دیکھ کر انہوں نے یہ چلانا شروع کیا ہے۔ کہ دیکھنا ہوشیار رہنا۔ یہ خوبصورت تصویر جو اس جماعت نے پیش کی ہے۔ اسلام کی اصل تصویر نہیں۔ "دی مسلم ورلڈ ان ریولیوشن" ایک کتاب کا نام ہے جو حال ہی میں شائع ہوئی ہے۔ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے اپنی ایک تازہ اپیل میں اس کتاب کا حوالہ نقل کیا ہے۔ جس میں صفائی کے ساتھ ووکنگ مشن کا ذکر کر کے یہ لکھا ہے کہ اس نے "نئی طرز کی اسلامی مدافعت سے کام لینا شروع کیا ہے" اور آنحضرت صلعم کے "اخلاق کو ایسا بلند بتاتا اور ایسے ایسے خوبصورت رنگوں سے رنگین کرتا ہے کہ اگر ساتویں صدی کے عرب ان کو دیکھیں تو حیران رہ جائیں"۔

یہ ایک عیسائی کے الفاظ ہیں جن سے ثابت ہے۔ کہ ووکنگ مشن اور جماعت احمدیہ جو کچھ کام کر رہی ہے۔ وہ اسلام اور آنحضرت صلعم کے درجہ کو بلند کرنے والا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ مولوی صاحبان ان دشمنان اسلام سے بھی گئے گذرے ہیں۔ اور وہ کسی طرح نہیں مان سکتے کہ جماعت احمدیہ بھی اسلام کی کوئی خدمت کر سکتی ہے۔ وہ تو اس بات کی تلاش میں ہیں کہ اس جماعت کو کسی طرح سے بدنام کریں اور خدمات اسلام سے اسے روکیں۔

بہرحال پادری صاحبان کی حالت اسوقت سخت مضطربانہ ہے۔ اس کھلے میدان میں جو اسلام اور عیسائیت کا جنگ کا میدان بن چکا ہے وہ اسلام کی اس خوبصورت تصویر کو جو تیرہ سو سال سے چلی آتی ہے۔ جعلی اور بناوٹی ثابت کرنے کے درپے ہیں۔ تاکہ مغرب دنیا جو اسلام کی طرف رجوع کر چکی ہے۔ اس سے منہ پھیر لے۔ اور پھر کبھی اس مذہب کو میدان مقابلہ میں اترنے کی جرأت نہ ہو۔

لیکن یہی وہ بات ہے جو اسلام کے لئے سب سے زیادہ مفید ثابت ہوگی بشرطیکہ اس کا جواب صحیح طریق پر دیا جائے۔ اور وہ یہی ہے کہ جن باتوں کو جعلی اور بناوٹی کہا جاتا ہے۔ ان کو قرآن اور حدیث سے ثابت کر دیا جائے۔ اور کوئی بات اپنے پاس سے لکھنے کی ضرورت نہیں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے اس طرز پر اس آواز کا جواب دینا چاہا ہے۔ اور اس کھلے میدان کے مقابلہ میں مسلمانوں سے معمولی سی امداد طلب کی ہے۔ آپ نے ارادہ کیا ہے کہ ایک کتاب "دی آئیڈیل پرافٹ" کے نام سے شائع کی جائے جس میں قرآن کریم اور صحیح بخاری کے حوالجات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر روشنی ڈالی جائے۔ آپ کے ہر ایک خلق کو آپ کے عملی نمونہ یا واقعات زندگی سے واضح کیا جائے آپ لکھتے ہیں کہ میں نے اس کتاب کے لئے ضروری مسالہ جمع کرنا شروع کر دیا ہے۔ اور سمجھتا ہوں کہ اگر اللہ تعالےٰ کو منظور ہے تو میں اس کو آخر اکتوبر تک شائع کر دونگا۔ ایسی کتاب کی نہایت سخت ضرورت ہے۔ کیونکہ یہ نہ صرف ان غلط خیالات کا ازالہ کریگی۔ جو مغربی قلوب کے اندر بعض خود غرض لوگوں نے گذشتہ زمانہ سے بھرے ہوئے ہیں۔ بلکہ ان لوگوں کے لئے بھی یہ ایک نئی روشنی پیدا کر دیگی۔ جو اس وقت اسلام کے دائرہ کے اندر ہیں۔ صرف لٹریچر کی اشاعت ایک چیز ہے۔ جو ہمارے زمانہ میں اس مقصد کے حصول کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔

آپ نے لکھا ہے کہ یہ کتاب اگرچہ مختصر اور زوائد سے پاک ہوگی تاہم دو سو صفحات سے کم اس پر صرف نہ ہونگے۔ اس کی چھپائی نہایت اعلےٰ ہوگی۔ اور نہایت خوبصورت جلد کرائی جائیگی۔ قیمت صرف دو شلنگ یعنی ڈیڑھ روپیہ ہوگی۔ اگرچہ یہ میری خواہش ہے کہ اس کو صرف برائے نام قیمت یعنی نو آنہ پر فروخت کیا جائے۔ اور بہت سی کاپیاں مفت تقسیم کی جائیں۔

اس کے علاوہ دو اور کتابوں کے لکھنے کا آپ نے ارادہ کیا ہے ایک احادیث نبوی کا انگریزی ترجمہ اور دوسری کا نام ہوگا "دی ایتھکس آف دی قرآن"۔

آپکی خواہش ہے کہ ان ہر سہ کتب کو مفت یا برائے نام قیمت پر شائع کرنے کے لئے مسلمان اسقدر ہاتھ بٹائیں کہ ہر شخص دو یا تین نسخوں کے اخراجات اپنے ذمہ لے لے یعنی تین شلنگ (۲ روپیہ) کی رقم اس غرض سے آپ نے ایک فہرست کھولی ہے جسکا نام "فہرست چندہ برائے اشاعت مسلم لٹریچر در بلاد غربیہ" ہے پانچ پونڈ کی سب سے پہلی رقم اس فہرست میں خود دی ہے۔ امید ہے کہ برادران ملت اس نہایت ضروری اور اہم کام میں آپ کا ہاتھ بٹانے کی کوشش کرینگے۔ تاکہ مغرب میں اسلام کے متعلق اس وقت جو فضا پیدا ہو چکی ہے اس سے خاطر خواہ فائدہ اٹھایا جا سکے اور اسلام کو کھلے میدان میں عیسائیت پر کامل فتح نصیب ہو۔

پال گھاٹ میں اسلام اور ہندو مذہب کی کشمکش

جنوبی ملابار کی اچھوت اقوام کی اسلام کی طرف رغبت کا اس سے قبل ان کالموں میں ذکر کیا جا چکا ہے۔ تازہ خبر ہے۔ کہ ہندو سبھا اور آریہ سماج کی سرپرستی میں وہاں ایزوا قوم کا ایک جلسہ ہوا جس کا مقصد محض یہ تھا کہ مخالفین تبدیلی کی اکثریت پیدا کی جائے تاکہ تبدیلی مذہب رک جائے مسٹر سلیمان جو مقامی تبلیغ و اشاعت کے کام میں خاص حصہ لیتے ہیں۔ اس جلسہ میں مدعو تھے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے صرف انہی لوگوں نے انہیں بلایا تھا۔ جو اسلام کی طرف زیادہ راغب ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جب وہ جلسہ گاہ کے دروازہ پر پہنچے۔ تو انہیں روک دیا گیا۔ اور ان کو داخل نہ کرنے پر یہاں تک ضد کی گئی۔ کہ محض اس بنا پر بعض آریہ سماجی حضرات نے تقریر کرنے سے انکار کر دیا اور کہدیا کہ اگر ان کو تقریر کی حد ساعت کے اندر کھڑا ہونے دیا گیا تو ہم تقریر نہ کرینگے۔ بلکہ یہانتک ایک شخص نے کہا کہ:۔

"دوران بحث میں تمام دوسری قوموں اور مذاہب پر نکتہ چینی بلکہ سب و شتم کا موقعہ بھی آئے گا۔ اس لئے میں یہی مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ جلسہ میں شامل نہ ہوں"

اس پر بھی حسب مسٹر سلیمان نے نہ مانا اور یہاں تک کہا گیا کہ ہم قطعاً یہاں اس ارادہ سے نہیں آیا کہ جلسہ کی کارروائی میں کوئی روڑا اٹکاؤں۔

تو انہیں مقامی تبلیغی جماعت سے تعلق رکھنے کے باعث جلسہ کی روئیداد سننے کا خفیف سے خفیف موقعہ دینے سے بھی انکار کر دیا گیا۔

احمدی خواتین کیلئے

تعلیم النسوان

مجھے یہ دیکھ کر بڑی مسرت ہوتی ہے کہ طبقہ نسوان میں تمام بیداری پیدا کرنے کے لئے اخبار پیغام صلح نے ایک صفحہ وقف کر دینے کا اعلان کیا ہے اور بعض خواتین کے کچھ عرصہ تک مضمون بھی اس کالم میں نکلتے رہے لیکن بالآخر جس کی توقع تھی وہی ہوا کہ ایک نہ ٹوٹنے والی خاموشی طاری ہوگئی اور ایسا اگر نہ ہوتا تو تعجب تھا جس طبقہ میں تعلیم نہیں ہے اس سے یہ توقع رکھنا کہ وہ مسلسل طور پر مضامین بھی جاری رکھیگا ایک عبث توقع تھی کیا ان سب حالات کو دیکھ کر سب سے بڑا اور سب سے اہم سوال جو ہمارے سامنے پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ طبقہ نسوان کی تعلیم کا کس طرح بندوبست کیا جائے لڑکوں کے مدارس اور کالج معقول تعداد میں ہوتے ہوئے بھی ہم اپنے خاص مقاصد و اغراض کے ماتحت ایک نئے ہائی سکول کی بنیاد رکھ دیتے ہیں۔ کیا اپنی عزیز بچیوں کی خاطر جن کے سکول اور کالج موجود نہیں ہیں کسی ہائی سکول یا کالج کھولنے کی ضرورت ہمیں محسوس نہیں کرنی چاہیے۔ اس سوال کے بہترین جواب پر تعلیم نسوان اور اسلامی تعلیم نسوان کا حل منحصر ہے۔

اخبار احمدیہ

ملک نور احمد صاحب و ملک غلام نبی صاحب کشمیر سے اپنی بعض مشکلات سے خلاصی کے لئے احباب سے دعا کے خواستگار ہیں۔ برادر موصوف لکھتے ہیں کہ اخبار ریاست میں کسی شخص غلام نبی نے لکھا تھا کہ وہ احمدی تھا اور اب غیر احمدی ہو گیا ہے۔ ہماری جماعت میں سے کوئی شخص علیحدہ نہیں ہوا۔ ایک نوعمر لڑکا جو دہابیوں سے تعلق رکھتا ہے اس نے یہ لغو حرکت کی ہے ورنہ ہماری جماعت تو خدا کے فضل سے روزافزوں ترقی پر ہے۔ ہمارے مخالف مولویوں نے اپنے معتقدین سے کئی بار توبہ کرائی کہ ہمارے درس میں شریک نہ ہوں لیکن اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہی لوگ بعض باقاعدہ درس میں شریک ہوتے ہیں بلکہ نماز جمعہ بھی ہمارے ساتھ پڑھتے ہیں۔ مولوی محمد عبداللہ صاحب و دیگر احباب رات دن جماعت کی ترقی و تنظیم میں کوشاں رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں میں برکت کرے۔

یہ خبر دلی رنج اور افسوس کا موجب ہے کہ ہمارے مکرم دوست مولوی ثناء اللہ صاحب بی۔ اے کے والد بزرگوار مولوی حکیم محمد عبدالکریم صاحب ایک طویل علالت کے بعد اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب تعطیلات موسمی تعطیلات پر والد بزرگوار کو لیکر لاہور آئے تھے اور قریباً ایک ماہ تک ان کو یہیں ڈاکٹر صاحبان کے زیر علاج رکھا جس کے بعد وہ خود بھی ایک خطرناک بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس سے انہیں جلد مخلصی حاصل ہو گئی لیکن اس کے بعد والد بزرگوار کو وطن چھوڑ کر انہیں ملازمت پر عیسیٰ خیل جانا پڑا۔ اور ان کی غیر حاضری میں یہ ہولناک سانحہ پیش آیا جس میں ہمیں ان کے اور دیگر پسماندگان کے ساتھ دلی ہمدردی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ انہیں صبر عطا فرمائے اور مرحوم کو جنت نصیب کرے۔ احباب کرام مرحوم کا جنازہ غائب پڑھ کر ان کی روح کو ثواب پہنچائیں۔

ایک ایسی ہی افسوسناک خبر ہمارے مکرم دوست عطاء الٰہی صاحب نے برنالہ سے سنائی ہے جنکی اہلیہ مرحومہ ۱۲-۱۳ ستمبر کی درمیانی شب کو راہی ملک بقا ہوئیں۔ خدا تعالیٰ مرحومہ کو جنت نصیب کرے۔ ایک چار سالہ لڑکی اور پونے دو سال کا لڑکا وہ اپنے پیچھے چھوڑ گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا اور دیگر پسماندگان کا حافظ و ناصر ہو اور انہیں صبر عطا فرمائے۔ احباب کرام سے مرحومہ کا جنازہ غائب پڑھنے کی درخواست کیجاتی ہے۔

مرحومہ سید مولوی محمد یعقوب صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ والد صاحب (یعنی قبلہ حضرت مولانا محمد احسن صاحب) کی صحت بہت نازک ہو گئی ہے۔ امید ہے احباب کرام حضرت مولانا کی صحت کے لئے دردِ دل سے دعا فرمائینگے۔

انگلستان میں تبلیغ اسلام

حضرت خواجہ صاحب کا ایک تازہ خط

حضرت خواجہ صاحب کا خیر مقدم اور اسلام کیطرف توجہ

حضرت خواجہ صاحب اپنے ایک تازہ خط میں لکھتے ہیں کہ آپ کے انگلستان میں قدم رکھتے ہی اعلیٰ طبقہ کے لوگوں میں انہیں جانے کا اتفاق ہوا۔ کئی ایک ایٹ ہوموں میں وہ شریک ہوئے مشن کے ایٹ ہوم پر جو آپ کے ولایت پہنچنے کی تقریب پر دیا گیا کثرت سے لوگ آئے۔ ان تقریبوں میں عموماً ہر طبقہ کے لوگ تھے۔ آپ لکھتے ہیں کہ ایک وہ دن تھا جب ان طبقات میں اسلام کا نام لینا یا مسلم مشن کی طرف اشارہ کرنا۔ ایک طرح کی نفرت۔ وحشت۔ ہنسی اور اجنبیت کو پیدا کرتا تھا لیکن آج وہ بات نہیں میں جہاں گیا۔ وہاں اپنے لئے ایک نئے رنگ کا خیر مقدم پایا۔ لوگ شوق سے مجھ سے ملنے اور واقفیت پیدا کرنا چاہتے تھے۔ ان میں سے بعض عید پر آ چکے تھے۔ اور جو نہیں آ سکے انہوں نے اظہار افسوس کیا۔ گویا اسلام نے اپنی جگہ پیدا کرلی۔ اور یہاں وہ قابل توجہ ہو گیا۔ یہ رنگ میں نے آج سے دو سال پہلے بھی نہ دیکھا تھا۔

مسٹر عبداللہ یوسف علی کی نبض شناسی

ایک نوادر جس بات نے مجھے خاص طور پر حیران کیا وہ میری مکرم مسٹر عبداللہ یوسف علی صاحب پنشنر (ڈپٹی کمشنر) کی طبیعت میں خاص تبدیلی تھی۔ وہ ویسے تو اسلامک ریویو میں کبھی کبھی لکھا کرتے تھے۔ اور اسلام پر حسب ضرورت تقریریں بھی کرتے رہے لیکن اب کے ان میں میں نے خاص شغف دیکھا۔ انہوں نے مجھے بہ اصرار کہا کہ ہمیں یہاں توسیع و اشاعت اسلام میں خاص کوشش کرنی چاہیئے۔ کیونکہ یہاں کے لوگ اب طیار ہیں۔ مسٹر یوسف علی کا یہاں کے اعلیٰ اور درمیانہ طبقے میں خاص اثر ہے۔ ان کا یہ نیا رنگ گویا یہاں کی نبض شناسی کا نتیجہ ہے کہ اب لوگ اسلام کی طرف زیادہ متوجہ ہیں۔

لارڈ ہیڈلے کا حج

اصل بات یہ ہے کہ لارڈ ہیڈلے سے جو نفرت لوگوں کو آج سے کچھ سال پہلے متواتر آٹھ دس سال تک ان کے اعلان اسلام کے باعث رہی وہ اب ختم ہو گئی۔ یہ تبدیلی خصوصاً ان کے حج جانے کے باعث ہوئی۔ پہلے تو لوگ یہ سمجھتے رہے کہ اسلام میں رکھا ہی کیا ہے جو لارڈ ہیڈلے ایک مدت تک اس کا حلقہ بگوش رہیگا لیکن جب برابر دس سال تک وہ استقامت سے اس عقیدہ پر جمے رہے۔ اور عین سخت گرمی کے ایام میں انہوں نے حج کا ارادہ کیا تو یہ امر لوگوں کے استعجاب کا موجب ہوا۔ وہ شخص جو برفانی ملک کا باشندہ ہے وہ مکہ مکرمہ جیسی گرم جگہ کو اور وہ بھی جون جولائی کے ایام میں حج کے لئے جاتا ہے۔ اسباب نے از سر نو دس سال کے بعد عام مغرب کی توجہ کو لارڈ ہیڈلے اور اسلام کی طرف منعطف کیا۔ اس امر نے لارڈ موصوف کے صدق و صفا پر لوگوں کو متیقن کیا۔ پھر لارڈ موصوف کی واپسی پر جب ان کی متواتر تقریریں حج پر مختلف مقامات میں ہوئیں اور انہوں نے عموماً ہر موقعہ پر ظاہر کیا کہ حج بیت اللہ نے ان کے ایمان اور ان کی محبت اسلام میں اضافہ کیا تو اس سے اور بھی نیک اثر یہاں ہوا۔ چنانچہ یہ امور اب آسانی سے نظر آ رہے ہیں۔

لارڈ ہیڈلے کی بشپ لنڈن سے ملاقات

اس اسلامی بڑھتے ہوئے اثر کو دیکھ کر خود دیوار کے بڑے حلقے میں ہلچل ہو رہی ہے۔ اب اور تو ان کے پاس کیا رکھا ہے اس امر پر زور دیا جا رہا ہے کہ اسلام میں عورت کی عزت نہیں عورت کے ساتھ نیک سلوک نہیں ہوتا۔ اس امر کو ہم نے ابتدا ہی سے سمجھ لیا تھا کہ ہمارے خلاف یہ لوگ کیا کہیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامک ریویو میں ہم ہمیشہ حقوق نسوان پر بحث کرتے رہے ہیں اور کرتے رہینگے۔ بشپ آف لنڈن نے پرسوں لارڈ ہیڈلے کو بلوایا۔ یہ ملاقات ہی کہتی ہے کہ ان لوگوں کو کہاں تک ہمارے مشن نے گھبرا رکھا ہے۔ لارڈ موصوف نے محولہ بالا مضمون کی ایک کاپی بشپ موصوف کو بھیجی۔ بشپ گویا موقعہ کی تلاش میں ہی تھا۔ اس نے فوراً لارڈ موصوف کو ملاقات کے لئے بلایا۔ ملاقات کا وقت تو تھوڑا تھا۔ البتہ بشپ موصوف نے زور دیا کہ لارڈ موصوف ان سے پھر ملیں اور بالاستیعاب ان سے گفتگو ہو۔ اس تھوڑی سی ملاقات میں بھی لارڈ ہیڈلے نے یہ تو ان کو کہدیا کہ اصل تعلیم مسیح اور تعلیم ختمیت مآب تو ایک ہی مقصد کی طرف دنیا کو لیجانا چاہتی ہے لیکن جو امور جناب مسیح کے جانے کے بعد پادریوں نے مسیح کے سادہ مذہب میں ملا دیے ان پر اسے کبھی ایمان نہ تھا۔ لارڈ ہیڈلے نے اسے کہا کہ یہ گذشتہ تیرہ سال کی بات نہیں جب سے وہ مسلمان ہوا۔ بلکہ جب وہ دس سال کا بچہ تھا۔ تب سے اسے الوہیت مسیح۔ کفارہ مسیح۔ عشائے ربانی وغیرہ ایک بے معنی عقیدہ نظر آتے تھے اس نے انسانی نجات و فلاح کے لئے کبھی ان باتوں کو قابل توجہ نہیں سمجھا اور نہ آج وہ ان کو ضروری سمجھتا ہے اس پر بشپ موصوف نے کہا کہ ایسی حالت میں تو آپ سے گفتگو کرنا ایک قسم کی تضییع اوقات ہے۔ بجواب لارڈ ہیڈلے نے کہا کہ نہیں آپ اگر ان باتوں میں کوئی معقولیت دیکھتے ہیں تو مجھے سمجھا سکتے ہیں۔ میں آپ کی باتیں سننے اور ان پر غور کرنے کو طیار ہوں لیکن یہ امر صحیح ہے کہ گذشتہ پچاس ساٹھ سال سے یہ باتیں میری سمجھ میں کبھی نہیں آئیں۔ اور نہ میں نے کسی کی نجات کے لئے انہیں ضروری سمجھا۔ اس ملاقات میں تو اسقدر تذکرہ رہا۔ آئندہ ملاقات میں شاید زیادہ نتیجہ خیز نکلے لیکن اس سے تو یہ نظر آتا ہے کہ پانی کس طرف بہ رہا ہے۔

مسلم لٹریچر کے اشاعت کی ضرورت

ان حالات کے پیدا ہو جانے پر ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلم لٹریچر کی اشاعت کثرت سے مغرب میں ہو چھوٹے چھوٹے رسالے جن کی قیمت بہت تھوڑی ہو بار بار لاکھوں کی تعداد میں لکھے جائیں۔ اور عام طور سے لوگوں کے گھروں تک پہنچائے جائیں۔ یہ تو مشکل ہے کہ لوگوں کو اسوقت خطبات اور وعظوں کے ذریعہ سے اسلام کی اطلاع دیجائے اول تو ہمارے ہاں مبلغ ہی گنتی کے ہیں وہ کہاں کہاں جا سکتے ہیں یہاں خواجہ صاحب نے گذشتہ تین سالوں میں نہایت اعلیٰ کتابیں لکھی ہیں اور وہ لکھتے رہتے ہیں۔ لیکن دقت یہ ہے کہ وہ ضخیم کتابیں ہیں کہاں تک مفت تقسیم ہو سکتی ہیں بعض ان میں سے مثلاً ینابیع المسیحیت اردو و انگریزی کی کثرت سے تقسیم بھی ہوئی ہیں لیکن ہم اس کے لئے مشن کے بعض معاونین کے مرہون منت ہیں کیا اچھا ہو کہ اگر ہمارے بعض معاونین دو دو صد یا تین تین صد روپیہ ایک ایک کر کے بھیجدیں تو ان کے نام پر یہ مختصر رسالے شائع ہو جائیں۔ ہمارے چھوٹے رسالوں میں سے جس کتاب نے مشن کو زیادہ فائدہ پہنچایا وہ حدیثوں کا مختصر سا بزبان انگریزی مجموعہ ہے جو آج تک دس ہزار کی تعداد میں شائع ہوا ہے اس میں شاید ڈیڑھ صد حدیث کا انگریزی میں ترجمہ ہے۔ اب خواجہ صاحب کا ارادہ ہے کہ اسی قدر اور حدیثیں ترجمہ کر کے تین صد حدیث کا مجموعہ چھاپ دیں اور اسکو نہایت ارزاں قیمت پر رکھا جائے کوئی عاشق حضرت ختمیت مآب ایسا نکل آئے جو اس کام کو اپنے ذمہ ڈال لے۔ ہمارے معاونین اس سوال پر غور کریں۔

ان واقعات سے ظاہر ہے کہ آریہ سماج اور ہندو [illegible] کے ہتھیاروں سے کام لے رہی ہے انہیں بیشک یہ حق حاصل ہے کہ جہانتک ممکن ہو۔ ان اچھوت اقوام کو ہندو مذہب کے اندر رکھنے کی کوشش کریں۔ لیکن اس کا یہ طریق جائز نہیں کہ اسلام اور دوسرے مذاہب پر سب وشتم سے کام لیں۔ ایز دا اور تھیہ قوم کا مطالبہ صرف اس قدر ہے۔ کہ انہیں سوسائٹی میں وہی درجہ حاصل ہو۔ جو برہمنوں کے لئے خاص ہے۔ چونکہ یہ مطالبہ ہندو مذہب پورا نہیں کرسکتا۔ اس لئے وہ اسلام کے اندر آنا چاہتے ہیں آریہ سماج اگر انہیں روکنا چاہتی ہے۔ تو اسلام کو گالیاں دینا ان کے اطمینان اور روک کا موجب نہیں ہوسکتا ورنہ خفیہ اور پرائیویٹ جلسوں میں دوسرے مذاہب کے متعلق غلط بیانی کرنا ہندو مذہب کی طرف انہیں راغب کرسکتا ہے اس کا طریق ایک ہی ہے۔ کہ وہ ہندو برہمنوں کے برابر انہیں بٹھائیں۔ اور اچھوت پن کی اس لعنت سے انہیں چھڑائیں جس میں وہ گرفتار ہیں۔ یہ کام چونکہ آریہ سماج سے ناممکن ہے۔ اس لئے وہ کوتاہ ہتھیاروں سے کام لے رہی ہے۔ اور دوسرے مذاہب کو گالیاں دے کر ان سے نفرت دلانے کی کوشش کرتی ہے۔

دعوت عمل

ان حالات میں کیا یہ مسلمانوں کا فرض نہیں۔ کہ وہ اسلام کی حقیقی تصویر ان اچھوت لیکن تعلیم یافتہ لوگوں کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کریں۔ تاکہ آریہ سماجی پروپیگنڈا کامیابی کی صورت اختیار نہ کرسکے۔ مولوی محی الدین احمد صاحب سیکرٹری جمعیتہ دعوت و تبلیغ مالا بار کی رائے ہے کہ "اگر کسی نہ کسی طرح عارضی النور بھی تحریک میں پیدا ہو جائیگا۔ تو ان کا مقصد حاصل ہو جائے گا۔" ایسی حالت میں ضروری ہے کہ مسلمان اس طرف بلد سے جلد متوجہ ہوں۔ اور ایسے وسائل بہم پہنچائیں۔ جن سے وہ اسلام سے متنفر ہونے کے بجائے اور زیادہ راغب ہوں۔ اور پینتیس کروڑ دیوتاؤں اور اس کے ساتھ کئی لاکھ برہمنوں کی غلامی سے نکل کر توحید الٰہی کے حلقہ بگوش بن جائیں۔ اور نسل انسانی میں برادری اور مساوات کا حق حاصل کرلیں۔ ہمارا ایمان ہے۔ کہ جب تک اچھوت پن کی لعنت ہندوستان سے دور نہ ہوگی یہ ملک کبھی سرسبز اور شاداب نہیں ہوسکتا۔ سوراج کی حکومت اگر ہندوستان کے لئے ضروری ہے۔ تو اس کی سب سے پہلی کنجی یہی ہے۔ کہ یہاں کے تمام باشندوں کو انسانی برادری کے پورے حقوق دیئے جائیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی ہمارا ایمان ہے۔ کہ ایسے حقوق نہ آریہ سماج دلا سکتی ہے۔ نہ عیسائیت۔ زبانی ان کے دعوے کچھ ہوں۔ لیکن عملی حالت صاف طور پر ان کی تکذیب کر رہی ہے تاراکیشور کے علاقہ میں اچھوتوں کے لئے برہمنی سڑکوں کی ممانعت کے خلاف جو ستیہ گرہ گذشتہ سال ہوئی تھی۔ اس کا نتیجہ کیا ہوا کہ اب آریہ سماجی کوششوں کا کوئی اثر ہوگا۔ یہ اسلام ہی کا کام ہے۔ کہ ان لوگوں کو انسانی حقوق عطا کرتا۔ اور مساوات کے تخت پر بٹھاتا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو اس موقعہ پر بیدار ہونے اور مشترکہ و متحدہ جدوجہد سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ ایسا نہ ہو کہ یہ موقعہ ہاتھ سے نکل جائے۔ اور اسلام کے ایک اہم فرض کی ادائیگی سے ہم قاصر رہ جائیں۔

گناہ کا ورثہ اور ولادت مسیح

کلکتہ کے مسیحی ہمعصر "ایپی فینی" سے کسی نے یہ سوال کیا تھا۔ کہ گناہ کا عورت کے ذریعہ سے نسل آدم میں ورثتاً ۔۔۔ آنا اگر صحیح ہے۔ تو حضرت مسیح ایک عورت کے پیٹ سے پیدا ہو کر گناہ کی آلائش سے کیونکر پاک ہوسکتے ہیں۔ معترض کا بیان ہے۔ کہ اس مشکل کا احساس خود کلیسا کو بھی ہوا ہے۔ اور اسی وجہ سے رومن کیتھولک کلیسا نے ۱۸۵۴ء میں اس عقیدہ کا اعلان کیا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ایک خاص طریق سے مریم کو اس قانون کے اثر سے آزاد کر دیا تھا۔ جو گناہ کے وراثتاً نسل انسانی میں آنے کے متعلق ہے اور اس لئے وہ بے گناہ پیدا ہوئی تھی ایپی فینی نے اس کا جواب صرف یہ دیا ہے۔ کہ لوقا کے پہلے باب میں جہاں مریم کو بچہ کی بشارت دی گئی ہے۔ وہاں فرشتہ نے یہ بھی کہا ہے کہ "وہ پاکیزہ جو پیدا ہونے والا ہے۔ خدا کا بیٹا کہلائیگا"۔ "پاکیزہ" کا لفظ بتاتا ہے۔ کہ مسیح کو گناہ کی آلودگی سے پاک کر دیا گیا تھا۔

گویا ایپی فینی کے نزدیک مسیح گناہ سے پاک تھے۔ لیکن مریم نہ تھی لیکن سوال یہ ہے۔ کہ اگر خدا تعالےٰ ذریت آدم میں سے کسی ایک انسان کو گناہ سے پاک پیدا کرسکتا۔ اور وراثتی گناہ کے قانون سے چھڑا سکتا ہے۔ تو ساری ص

بقیہ صفحہ اول

مسیح [illegible]

یتیماً ذا مقربۃ او مسکینا ذا متربۃ۔ پس نہیں چڑھا عقبہ پر اور تو کیا جانتا ہے۔ کیا ہے عقبہ گردن کا آزاد کرنا بھوک کے دن یتیم کیا مسکین کو کھانا کھلانا۔ بھلا بتاؤ ایک ہندو۔ ایک عیسائی جو یہ فعل کرتا ہے۔ وہ اسلام کا فعل ہے یا نہیں۔ وہ یقیناً اسلام کا فعل ہے یوں تو بہت لوگ کسی کے اسلام کو پرکھنے کے لئے یہ بھی نہیں دیکھتے کہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ بھی پڑھتا ہے یا نہیں نماز بھی پڑھتا ہے یا نہیں۔ خواہ کچھ ہو۔ ان کا کام کسی نہ کسی طرح کافر بنانا ہے۔ لیکن ہمارا مذہب ہمارا مسلک جس پر اس صدی کے مجدد نے ہمیں قایم کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ جو شخص لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہے وہ مسلمان ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہ جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ من یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ جو شخص بھی ایک ذرہ نیکی کرے اسے اس کا اجر ملیگا۔ یہ نہیں کہا کہ مسلمان نیکی کرے تو اسے اجر ملے گا۔ ان لیس للانسان الا ما سعٰی انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ سعی کرتا ہے۔ یہ نہیں کہا۔ ان لیس للمسلم الا ما سعٰی مسلمان کو ہی سعی کا نتیجہ ملتا ہے۔ کوئی انسان کوشش کرے وہ اس کوشش کا پھل پائیگا۔ اگر ایک شخص مسلمان ہو کر کوئی برا فعل کرتا ہے تو وہ برا فعل اس کا کفر ہے۔ اور ایک شخص کافر ہو کر اچھا فعل کرتا ہے۔ تو وہ اچھا فعل اس کا اسلام ہے۔ ہاں مسلم غیر مسلم کے نام میں جس مابہ الامتیاز لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار ہے جو شخص اس کلمہ توحید کا اقرار کرتا ہے اسے ہم مسلم کہیں گے خواہ اس میں ننانوے وجوہ کفر کے ہوں اور جو اس کا اقرار نہیں کرتا اسے ہم غیر مسلم کہیں گے خواہ اس میں ننانوے وجوہ اسلام کے ہوں۔ میں امام بن کر یہاں کھڑا ہوتا ہوں۔ اگر کوئی برا فعل کرتا ہوں تو وہ میرا برا فعل کفر ہے قل انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم خود رسول اللہ صلعم کو کہا جاتا ہے تو اور کوئی کون ہے۔ کہ برا فعل کرکے نیک پھل کی توقع کرے

اسلام میں نجات کا مفہوم

ہاں البتہ نجات کا مفہوم اسلام میں وہ نہیں۔ جو عام طور پر دوسرے اہل مذاہب کے ذہن میں ہے۔ اسلام میں نجات صرف اس بات کا نام نہیں کہ انسان دوزخ کے عذاب سے بچ جائے۔ بلکہ نجات (جیسا کہ اس کا مادہ نجوۃ بمعنی بلند زمین بتاتا ہے) اس بات کا نام ہے کہ انسان کو بلند ترین مقام پر پہنچایا جائے۔ جس کے حصول کے قوائے اللہ تعالےٰ نے انسان میں رکھے ہیں۔ یہودیت۔ عیسائیت یا ہندو مذہب کے چراغوں سے انسان اس مقام پر نہیں پہنچ سکتا جس مقام پر قرآن اسے پہنچانا چاہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے تمام چیزوں کو چھوڑ کر محض قرآن کی اشاعت کو اپنا فرض سمجھا ہے

ایک خطرناک افترا

پس جو شخص ہمارے متعلق یہ خیال پھیلا نا چاہتا ہے کہ ہم نجات کو اسلام سے وابستہ نہیں سمجھتے وہ ایک خطرناک افترا کرتا ہے۔ اگر ہمارے نزدیک اسلام عیسائیت کے برابر ہے۔ تو کیوں ہم جان کو مال کو قربان کرکے اس کی اشاعت کا کام کرتے ہیں۔ اور تعجب یہ ہے کہ کہا جاتا ہے کہ چونکہ تمہاری جماعت کے فلاں آدمی نے ایک کافر کو مسلمان کہدیا ہے اس لئے اسے کافر قرار دے کر جماعت سے خارج کرو۔ اور آپ ایک نہیں دو نہیں چالیس کروڑ مسلمانوں کو کافر قرار دے کر مسلمان بنے بیٹھے ہیں۔ بھلا اگر ایک کافر کو مسلمان کہدینے سے ایک شخص کافر ہو جاتا ہے تو چالیس کروڑ مسلمانوں کو کافر قرار دینے والوں کو کیا کہا جائے۔

استقامت اور طغیان

اللہ تعالےٰ نے ان آیات میں جو میں نے پڑھی ہیں حکم دیا ہے فاستقم کما امرت جس چیز کا تجھے حکم دیا جاتا ہے۔ اسی پر استقامت اختیار کر اور صرف پیغمبر کو ہی استقامت اختیار کرنے کا حکم نہیں بلکہ من تاب معک جو توبہ کرکے مسلمان ہوئے ہیں ان کے متعلق بھی یہی حکم ہے کہ وہ بھی پیغمبر کے ساتھ ہو کر استقامت اختیار کریں۔ یہ حکم اس موقعہ پر دیا ہے جہاں بڑے بڑے وعدے ہیں۔ اور ساتھ ہی فرمایا ولا تطغوا۔ طغیان کہتے ہیں اپنی اصل حد سے گذر جانا اسلئے دریا جب اپنے اصل پاٹ سے باہر نکل آتا ہے۔ تو اس کو طغیانی کہتے ہیں جس وقت ایک رو آتی ہے۔ اس وقت بہت لوگ بہ جایا کرتے ہیں۔ اس لئے فرماتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ دولت۔ طاقت اور حکومت مل جائے تو اپنی حد سے باہر نکل جاؤ۔

میاں صاحب کا ایک خواب

اگلے دن کسی نے ایک خواب سنائی تھی۔ کہ میاں صاحب نے دیکھا ہے کہ قادیان میں ایک نہر بہتی ہے۔ جس کے ارد گرد بڑے بڑے سرسبز باغات ہیں۔ یکا یک۔ اس نہر میں طغیانی آئی اور ان سب باغات کو تباہ و برباد کر دیا۔ یہ طغیانی عقائد کی طغیانی ہے یعنی عقائد میں غلو ہے۔ مرزا صاحب کے مرتبہ کو گھٹانا یا پہلے کے مرتبہ کو بڑھانا ایک ہی جیسی طغیانی ہے۔

مجدد وقت کی استقامت

استقامت ایک چیز تھی جو اس زمانہ کے مجدد کے اندر تھی۔ اس زمانہ میں جب لوگ آپ کی بڑی عزت کرتے تھے۔ جب لوگ آپ کے زہد عبادت تورع علم کے قائل تھے۔ اس وقت آپ نے وہ بات منہ سے نکالی جس سے دنیا خلاف ہوگئی۔ لیکن آپ نے اس کی ذرا بھی پرواہ نہ کی۔ حضرت مرزا صاحب نے جو ایک کام کیا ہے اور دنیا نے اس کی قدر نہیں کی۔ وہ یہ ہے کہ دنیا کی ذلت اور عزت کی اس نے پرواہ نہیں رہنے دی۔ دوسرے لوگ کبھی ادھر ڈرتے ہیں کبھی ادھر سے۔ استقامت نہیں آسکتی جب تک اس ڈر کو دل سے نہ نکالا جائے۔

جماعت کی ضرورت

پھر اکیلے کی استقامت بھی کافی نہیں۔ فرمایا ومن تاب معک جب محمد رسول اللہ صلعم۔ ابوبکرؓ اور عمرؓ جیسے انسانوں کے ساتھ بھی جماعت کی ضرورت ہے۔ تو تمہارے ساتھ کیوں نہیں۔ تمہاری ترقی اس رنگ میں ہوسکتی ہے۔ کہ جماعت کے رنگ میں ترقی کرو۔ انفرادی ترقی کوئی شئے نہیں۔ قوم کی ترقی ہی سب سے زیادہ فائدہ مند ہے۔ اس لئے جب تک ساتھی نہ ہوں اس وقت تک فاستقم کما امرت کا کوئی فایدہ نہیں۔

استقامت کا موقعہ

اور اگر مصائب میں استقامت دکھانے کا ایک موقعہ ہے تو اس سے بڑھکر استقامت دکھانے کا وہ موقع ہے۔ جب انسان کو سیاست حکومت دولت عزت ملے کسی نے کہا ہے۔ چوں بدولت برسی مست نہ گردی مردی۔ دولت حاصل کرکے پھر خودسری اختیار نہ کرے۔ تو یہ مردی ہے ایک مفلس بے نوا کیا خودسری اختیار کرے گا۔ دولت سے بڑھکر عزت ہے عزت کے مقام پر پہنچکر انسان کو چاہیئے کہ مست نہ ہو جائے یہی حقیقی مردی ہے یہی استقامت دکھانے کا وقت ہے۔ تمہیں بھی کم و بیش اپنی اپنی جگہ عزت ملتی ہے۔ مردی کا موقعہ وہ ہے۔ جب اس عزت کے موقعہ پر استقامت دکھاؤ اور اس وقت تمہارا قدم نہ پھسلے تمہارے سامنے حضرت عیسٰی کا نمونہ نہیں بلکہ محمد رسول اللہ صلعم کا نمونہ ہے کہ آپ نے کس طرح حکومت دولت بادشاہت سب کچھ پاکر سچی استقامت دکھائی۔ آگے فرمایا لاترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار ظالموں کی طرف میلان اسی وقت ہوتا ہے کہ ان کا رنگ انسان اختیار کرتا ہے۔ پھر فرمایا اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس الی غسق اللیل الخ نماز کا ذکر یہاں کیوں کیا۔ اس لئے کہ نماز سے ہی استقامت حاصل ہوتی ہے

قرآن کے پیمانہ سے اپنے آپ کو ناپو

یہ خدا کا کلام ہے۔ اور ہمیں کوشش کرنی چاہیئے کہ اس پیمانہ پر اپنے آپ کو پورا اُتار لیں۔ بسا اوقات انسان سمجھتا ہے۔ کہ میں اچھا کام کرتا ہوں وہ کسی اور پیمانہ سے اپنے آپ کو ناپتا ہے۔ اسے چاہیئے کہ قرآن کو اپنا معیار اور پیمانہ بنائے اور اسی کے مطابق اپنے اخلاق اور اعمال کو ڈھالنے کی کوشش کرے۔ پس خوب یاد رکھو کہ اللہ تعالےٰ سے تعلق پیدا کرنے اور اس کا رستہ نماز ہے۔ وہ نماز جو محمد رسول اللہ صلعم نے سکھائی اور جس طرح سکھائی اس نماز کے ذریعہ سے تم بھی استقامت حاصل کرنے کی کوشش کرو۔

بقیہ کالم اول

وہ نسل انسانی کو اس سے آزاد کیوں نہیں کرسکتا آخر یہ کیوں ضروری ہوا۔ کہ تمام نسل انسانی کو محض اس وجہ سے ناپاک ٹھیرایا گیا۔ کہ آدم کی نسل سے ہے اور عورت کے پیٹ سے پیدا ہوئی ہے جو گنہگار تھی۔ اور اسی نسل آدم اور عورت کے پیٹ سے پیدا ہونے والے ایک شخص کو خاص طریق سے پاک کر دیا گیا۔ تاکہ وہ گناہ گار نسل انسانی کا کفارہ ہو جائے کیا بجائے کفارہ کے اسی خاص طریق کو جو مسیح پر برتا گیا تمام نسل انسانی پر استعمال نہ کیا جا سکتا تھا؟

امید ہے ہمارے مسیحی معاصرین اس پر روشنی ڈالنے کی کوشش فرمائیں گے۔

قرآن کا علمی معجزہ

اس عنوان سے جو مضمون مولوی مصطفےٰ خاں صاحب نے تحریف کتب سابقہ کے ثبوت میں لکھنا شروع کیا تھا۔ افسوس ہے کہ مولوی صاحب موصوف کے کسی ذاتی کام کے سلسلہ باہر چلے جانے کے باعث اس کا سلسلہ قائم نہ رہ سکا تھا۔ خاں صاحب موصوف اب واپس تشریف لے آئے ہیں۔ اور ہمیں امید ہے کہ آئیندہ نمبر میں اس اہم مضمون کی تیسری قسط ہم ناظرین کرام کی نذر کرسکیں گے انشاء اللہ تعالےٰ۔

میں نے مروّجہ اہلسنّت والجماعت مذہب کو

کیوں چھوڑا؟

میں بہت عرصہ دراز تک مروجہ مذہب کا پیرو رہ چکا ہوں یہ فرقہ مسلمانوں میں سے ایک ایسا فرقہ ہے جو کسی خاص شخص کا پیرو نہیں ہے بلکہ ان میں سے کوئی حنفی ہے۔ کوئی شافعی ہے۔ کوئی مالکی۔ کوئی حنبلی۔ ان لوگوں میں افتراق و انشقاق کا وہ مادہ ہے کہ مکہ معظمہ میں بھی ان کے علیحدہ مصلّے ہیں۔ کسی کا نام حنفی مصلا۔ کسی کا شافعی مصلا وغیرہ۔ آگے ان میں سے بھی کئی قسمیں ہیں۔ مثلاً حنفیوں میں قادری۔ نقشبندی۔ چشتی۔ سہروردی وغیرہ۔

ان سب کو ملا کر اہلسنت والجماعت کے مبارک نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ان لوگوں کے عقائد عجیب قسم کے ہیں گو یہ لوگ اپنا ہادی اور حقیقی رہبر قرآن شریف کو مانتے ہیں لیکن ان کا ایک عقیدہ بھی قرآن کا سا نہیں ہے۔

ہر ایک مذہب کا سب سے پہلا بنیادی عقیدہ اللہ تعالےٰ کی ہستی پر ایمان ہے خواہ اسے وحدانیت کے رنگ میں مانا جائے یا کوئی تثلیث کی لا ینحل منطق میں تین شخص کر کے اسکو روح اور مادے کے ماتحت تصور کیا جائے بہرحال ہستی رب العالمین ہر مذہب کا بنیادی پتھر ہے لیکن ان لوگوں کا اللہ تعالےٰ کی نسبت عجیب خیال ہے۔ چونکہ یہ اپنا رہبر قرآن شریف کو بتاتے ہیں اسلئے میں قرآن کریم اور ان کے عقائد کا تصادم بیان کرتا ہوں۔

قرآن شریف میں اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ لن تجد لسنتنا تبدیلا۔ ولا تبدیل لخلق اللہ۔ پھر تحویلا تک کے الفاظ بیان فرما دئے یعنے اے انسانو۔ تم خدا تعالےٰ کے مقرر کردہ قانون میں کوئی ذرہ بھر بھی تبدیلی یا فرق نہیں پاؤ گے۔ اس کے بعد خدا تعالےٰ نے قوانین بنائے وھو ہذا۔

(۱) انا خلقنا الانسان من نطفۃ یعنے ہم نے ہر انسان کو ایک نطفے سے پیدا کیا جس میں تمام انسان شامل ہیں خواہ کوئی نبی ہو یا امتی۔

(۲) منھا خلقناکم وفیھا نعیدکم ومنھا نخرجکم تارۃ اخریٰ پھر فرمایا قال فیھا تحیون وفیھا تموتون ومنھا تخرجون۔ یعنے انسانوں کو فرمایا کہ تمہاری اسی زمین میں ہی زندگی ہے۔ اسی میں تم مر جاؤ گے پھر اسی میں سے نکالے جاؤ گے۔

(۳) پھر فرمایا۔ الم نجعل الارض کفاتا احیاءً و امواتا۔ کہ کیا انسانوں کی حیات اور اموات کے لئے زمین کافی نہیں بنائی۔

(۴) واللہ خلقکم ثم یتوفکم ومنکم من یرد الی ارذل العمر لکیلا یعلم علم شیئا۔ یعنے اول پیدا کرتا ہے پھر مارتا ہے بعضوں کو زندگی کے بدترین حصہ میں پہنچا کے ننھے سے شعور بچوں کی طرح بنا دیتا ہے

(ب) ومن نعمرہ ننکسہ فی الخلق افلا یعقلون۔ جس شخص کی عمر خدا تعالےٰ دراز کرتا ہے۔ اس کی دوسری طاقتوں کو گھٹا دیتا ہے مثلاً فہم و فراست۔ شجاعت۔ بصارت طاقت عقل وغیرہ

(ج) وما جعلناہ جسدا لا یاکلون الطعام وما کانوا خالدین۔ ہم نے تو کسی نبی اور انسان کا ایسا جسم نہیں بنایا جو بغیر کھانے پینے کے زندہ رہ سکے

(ب) وما ارسلنا قبلک من المرسلین الا انھم لیاکلون الطعام یعنے اے محمدؐ تجھ سے پہلے کوئی انسان نہیں بھیجا مگر ہر ایک کھانا کھاتا تھا۔

(۵) وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد۔ ہم نے تجھ سے پہلے کوئی انسان ایسا نہیں بنایا جو ابد تک زندہ ہو

(ب) تلک امۃ قد خلت تم سے پہلے جتنے انسان تھے سب مر چکے ہیں۔

(ج) وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل۔ یعنے اے محمدؐ تم بھی ایک ایسے ہی رسول ہو جیسے پہلے گزر چکے ہیں۔

(۶) والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئا الخ جن کی عبادت اللہ کے سوا کی جاتی ہے وہ تو کچھ پیدا ہی نہیں کر سکتے وہ تو بھلا خود مخلوق ہیں اور مر چکے ہیں زندہ بھی نہیں۔

(۷) وما ھم منھا بمخرجین۔ ھم فیھا خالدون۔ یعنے جو جنت میں داخل ہوا وہ کبھی بھی اس سے نہیں نکلے گا۔ بلکہ وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

(۸) الم یروا کم اھلکنا من القرون انھم الیھم لا یرجعون۔ یعنی قدر ہلاک ہو گئے ہیں وہ کبھی واپس نہیں آ سکتے۔

اس کے بعد خدا تعالےٰ نے قرآن کریم کی سچائی کا یہ معیار مقرر کیا کہ لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا۔ اگر یہ قرآن شریف خدا تعالےٰ کی طرف سے نہ ہوتا تو اس میں اختلاف عظیم پایا جاتا۔ کہیں کچھ ہوتا کہیں کچھ یعنی رد و غلو و تفوت حافظہ نہ اس لئے اللہ تعالےٰ نے قوانین بنا کر کہا کہ یہ دیکھ لو کہ چونکہ یہ قرآن کلام الٰہی ہے اسلئے اس میں ان قوانین کے خلاف کچھ نہیں ہوگا۔

لیکن ذرا ان لوگوں کا حال سنئے کہ قرآن شریف کی ان صریح نصوص سے ان کے عقائد بکلی مختلف ہیں۔ اول انہوں نے قرآن شریف کے پہلے قانون کو نہایت دیدہ دلیری اور بے پروائی سے جھٹلایا۔ خدا تعالےٰ کا تو قانون ہے کہ

(اول) انسانوں کی پیدائش اور رہائش اور خروج کا مقام خدا تعالےٰ نے اسی زمین کو قرار دیا۔ لیکن ان لوگوں نے اس کا بطلان کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رہائش دو ہزار سال سے آسمان پر قرار دی جو صریح عیسائیوں کا اتباع ہے۔

(دوم) انسان کے بڑھاپے کی حالت کو بیان کر کے فرمایا کہ ہم انسانوں کی جوں جوں عمر دراز کرتے ہیں۔ توں توں انکی تمام قوائے انسانی کمزور ہوتے چلے جاتے ہیں۔ لیکن کس قدر ان کی عقلوں پر جہالت کا پردہ گر گیا ہے کہ ایک دو ہزار سال کے پیر فرتوت کو بھی جوان خیال کر کے اسکو تبلیغ کے قابل خیال کرتے ہیں۔

سوم۔ خدا نے فرمایا کہ ہم نے کوئی ایسا فرد بشر زمین پر پیدا نہیں کیا خواہ نبی ہو یا امتی جو بغیر خوراک کے زندہ ہو۔ لیکن ان لوگوں نے تو قرآن شریف کو لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا کا مصداق ثابت کیا اور حضرت مسیح علیہ السلام کو بغیر خوراک کے آسمان پر زندہ مان لیا۔ اور من تشبہ بقوم فھو منھم کے مصداق بن گئے۔

چہارم۔ رسول کریم کو خدا نے یاد فرمایا اور لوگوں کو تسلی دی کہ جسقدر رسول آپ سے قبل آ چکے تھے وہ فوت ہو چکے ہیں لیکن حیرت ہے وہ مسیح جو چھ سو سال پیشتر گذرے تھے وہ اب تک فوت نہیں ہوئے کیا یہ قرآن کی پیروی ہے یا نافرمانی

پنجم۔ ان کے معبودوں کے متعلق جنکو اللہ تعالےٰ کے سوائے حقیقی خالق تصور کیا جاتا تھا۔ فرمایا کہ وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے بلکہ خود مخلوق ہیں لیکن یہ لوگ مسیح کو مردوں کو زندہ کرنے والا اور بعض جانوروں کا خالق سمجھتے ہیں یا بہ الفاظ دیگر اسکو معبود برحق تسلیم کرتے ہیں۔

ششم۔ فرمایا کہ وہ لوگ جو جنت میں داخل کئے گئے ہیں وہ کبھی بھی اس سے خارج نہیں کئے جائینگے کیونکہ ان کا جنت سے خارج ہونا ایک عذاب ہے لیکن یہ لوگ حضرت مسیح کو جنت فردوس میں ماننے کے باوجود اس کی آمد کے منتظر ہیں۔ خدا جانے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کونسا جرم کیا جس سے ان کو یہ سزا ملی اور دوسرے جن یہودیوں سے وہ بھاگ کر آسمان پر گئے وہ تو ابھی تک زندہ اور حضرت مسیح کے ویسے ہی دشمن ہیں

جب میں نے ان کے اس عقیدہ پر ٹھنڈے دل سے بغور مطالعہ کیا تو مجھے ان کے عذاب پر انواع و اقسام کے اعتراضات پیدا ہوئے اور ایسا معلوم ہوا کہ یہ ریش دراز مولوی دراصل مسیحیت کے اسقف ہیں جو ظاہر میں عیسائیت کی تردید.......... لیکن باطن میں تائید کر رہے ہیں مجھے ان کے اسلام میں عیسائیت کا رنگ نظر آیا۔

میں نہیں سمجھتا۔ ان عقائد کے ہوتے ہوئے یہ لوگ قرآن شریف کے اس دعویٰ کو کہ یہ اختلاف سے مبرا اور منزہ ہے ٹھیک سمجھتے ہوں۔ ان عقائد کو اگر صحیح سمجھا جائے تو قرآن کریم اختلافات سے پٹا پڑا نظر آتا ہے۔ میرے خیال میں شاید یہی وجہ ہو کہ جب ان مولویوں کو اپنے بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہیں آئی تو انہوں نے قرآن شریف میں تین قسم کے نسخ کو جاری کر کے اپنا الو سیدھا کرنا چاہا

۱۔ نزول مسیح اور آمد مہدی کی بابت عجیب قسم کی کہانی تراشی

بیان القرآن یعنی اردو تفسیر و ترجمۃ القرآن

مصنفہ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم اے امیر جماعت احمدیہ لاہور

اس بے نظیر تفسیر کی چند ایک خصوصیات جو اسے دوسری تفاسیر سے ممیز کرتی ہیں آپ کے ملاحظہ کے لیے ذیل میں لکھی جاتی ہیں:- (۱) قرآن کریم کے ایک مقام کو دوسرے سے حل کیا گیا ہے (۲) قرآن کریم کی تفسیر کرنے میں احادیث صحیحہ کو دوسری تمام باتوں پر مقدم کیا گیا ہے اور اس غرض کے لیے امام بخاری کی تمام اسنادیں ابن جریر اور تفسیر ابن کثیر کو سامنے رکھا گیا ہے (۳) لغات قرآن کریم کی پوری پوری تشریح کی ہے جس کے لیے مفردات امام راغب و تاج العروس اور لسان العرب سے مدد لی گئی ہے (۴) قرآن کریم کی ترتیب و نظم کو خاص طور پر واضح کیا گیا ہے۔ اول آیات قرآنی کا باہمی ربط، دوم رکوعوں کا باہمی تعلق، سوم سورتوں کا ایک دوسری سے تعلق واضح طور پر بیان کیا گیا ہے (۵) ہر ایک سورۃ کے شروع میں اسکے تمام رکوعوں کا خلاصہ دیدیا گیا ہے اور اس سورۃ کے نام میں جو حکمت ہے اسے ظاہر کیا گیا ہے (۶) قرآن کریم کا ترجمہ لفظی مگر بامحاورہ کیا گیا ہے۔ ورنہ ترجمہ کو الفاظ کی حد سے نکلنے نہیں دیا یا اپنی طرف سے الفاظ بڑھانے کے اصول کو بالکل ترک کر دیا گیا ہے (۷) قرآن کریم کی لغات کے حل اور مطالب کی تشریح میں متقدمین کی آراء کو ساتھ ساتھ بیان کیا گیا ہے اور کتب کا حوالہ بھی دیا گیا ہے (۸) اس تفسیر کی اصل غرض یہ ہے کہ لوگوں میں قرآن کریم کا شوق پیدا ہو اور جو لوگ زبان اردو لکھ پڑھ سکیں وہ اس تفسیر کی مدد سے خود قرآن شریف کا درس دے سکیں اس لیے ہر ایک بات عام فہم عبارت میں واضح کی گئی ہے (۹) ہر ایک جلد کے شروع میں تفسیر کے مضامین کی مکمل فہرست دی گئی ہے (۱۰) ان تمام باتوں کے ساتھ کتاب کی ظاہری خوبی کو نظر انداز نہیں کیا گیا ہر ایک صفحہ کے شروع میں قرآن کریم نہایت اعلیٰ درجہ کا خوش خط، بین السطور ترجمہ نیچے تفسیر، کاغذ نہایت اعلیٰ قسم، جلد نہایت ہی خوبصورت و مضبوط، پشت پر سنہری حروف میں کتاب کا نام اور جلد کا نمبر وسط میں سنہری طغرا (۱۱) تمام تفسیر تین جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔ ہر ایک جلد کی ضخامت ۲۲×۲۹ تقطیع کے سات آٹھ سو صفحات کے قریب ہے۔

پہلی جلد قیمت نو روپیہ (لعہ) محصول ڈاک خرچ پیکنگ عہ۔ چمڑے کی اعلیٰ جلد قیمت حصہ اول (للعہ) علاوہ محصول ڈاک
دوسری جلد قیمت آٹھ روپیہ (للعہ) محصول ڈاک وغیرہ عہ۔ حصہ دوم (للعہ)
تیسری جلد قیمت نو روپیہ (لعہ) محصول ڈاک وغیرہ عہ۔ حصہ سوم (للعہ)

نوٹ:- وی پی کی درخواست کے ساتھ قیمت کا ایک حصہ پیشگی آنا چاہیے۔ (ہر ایک شہر کے کتب فروش سے مل سکتا ہے)

تمام درخواستیں بنام منیجر دار الکتب اسلامیہ برانڈرتھ روڈ لاہور آنی چاہئیں!

گئی ہے کہ قیامت کے نزدیک ادیب سے حضرت مسیح اور پیچھے
سے حضرت مہدی (جو اب تک کسی کے گھر میں ہیں) تلوار لیکر
نکل پڑینگے۔ دونوں ملکر کافروں کو تہ تیغ کریں گے۔ اور ساری دنیا
مسلمان ہو جائیگی۔ اسلامی سلطنت بلحاظ روئے زمین پھیل
جائیگی۔ تلوار سے اسلام کا بول بالا کیا جائے گا اور جو مسلمان نہ
ہوگا۔ تلوار کے گھاٹ اتارا جائے گا۔ لیکن ان کی بعثت سے
پہلے ایک دجال آئے گا۔ جس کا گدھا کسی جزیرہ میں بندھا ہوا ہے
وہ کانا ہوگا۔ اس کے ایک ہاتھ پر دوزخ دوسرے پر بہشت جس
میں اپنے ہمنواؤں کو ڈال دیگا۔ میں نے سوائے ان خیالی بلاؤں
موہوم۔ قبیح اور مذموم خیالات کے ان میں کچھ نہیں پایا۔ ان کے
اکابر علماء کے سینوں میں سوائے تکفیر مومنین کے ایک لیسدار
اور چپچپے لیپے کے سوا کچھ نہیں پایا جو اسلام کے ہر آڑے
وقت میں تکفیر کے فتووں کی شکل میں رستی رہتی ہے۔ مسلمانوں کی
اصلاح کی آوازیں چار دانگ عالم سے آرہی ہیں۔ کوئی ان کی ترقی
کے راز میں علم میں سمجھتا ہے۔ کوئی تجارت میں صنعت و حرفت
میں۔ غرض جتنے منہ اتنی بولیاں لیکن کوئی بھی ان کی کمزوری کو
نہیں دیکھتا کہ یہ کس وجہ سے دن بدن درک اسفل میں گر رہے ہیں
جو کچھ میں نے اپنے محدود تجربہ سے معلوم کیا ہے وہ یہی ہے کہ ہمارے
ملانوں نے نزول مسیح اور آمد مہدی اور ان کا اسلام بزور شمشیر
پھیلانا اسلام کا ایک بنیادی عقیدہ قرار دیا۔ اور ان کو اس انتظار
میں لگا دیا کہ ان کا مہدی اور مسیح فوجوں کے ساتھ آئے جاتے
ہیں۔ ایک دو دن ہی میں باطل کو مٹا کر اسلامی سلطنت دنیا میں
میں پھیلا دیں گے۔ مسلمانوں کو دین کے پھیلانے کی ضرورت
نہیں۔ اب بھی جن لوگوں نے اس حقیقت کو سمجھ لیا ہے وہ سب
اشاعت دین میں کوشاں ہیں لیکن یہ لوگ ابھی تغافل اور کسلان
کی آہنی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تکفیر کے فتویٰ آستینوں میں
لئے بیٹھے ہیں۔ اور حق کو مٹانے کے لئے اپنے کذب و افترا
سے مطلا اور دروغ و کذب کے بدنما دھبوں سے منقش تحریرات
یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم کا نظارہ
پیش کر رہے ہیں۔

(فضل الٰہی احاری متعلم مسلم زمیندارہ ہائی سکول گجرات پنجاب)

ہمارے نئے بھائی

(١٣٠) کانی صاحب — جاوا
(١٣١) مخدوم صاحب — جاوا
١٣٢۔ ثابت صاحب — "
١٣٣ جہاں صاحب — "
١٣٤۔ احمد ساریدا صاحب — "
١٣٥۔ امیر علی صاحب — ٹرینیڈاد
١٣٦۔ مرزا فضل الٰہی صاحب — گورداسپور
١٣٧۔ ڈاکٹر محمد عبدالرحمٰن خان صاحب — ضلع ڈیرہ غازیخان
١٣٨۔ احمد بن سعید صاحب تاجر — گمبیا۔ مغربی افریقہ
١٣٩۔ بلاٹن نصر الدین ابو نابیہ صاحب — "
١٤٠۔ بائی کوبر صاحب رئیس اعظم — "
١٤١۔ مسز آدا بیا گوادین صاحب — "
١٤٢۔ اے مدیانہ بی سنوسی صاحب — "
١٤٣۔ عمر حنیف الدین صاحب — "
١٤٤۔ غلام قادر بیگ صاحب — کشمیر
١٤٥۔ غلام محمد صاحب — کشمیر
١٤٦۔ محمد یوسف صاحب — "
١٤٧۔ شیخ کریم بخش صاحب — ضلع بجنور
١٤٨۔ احمد الدین صاحب — ضلع کانگڑہ
١٤٩۔ محمد عباس صاحب — ضلع علی گڑہ
١٥٠۔ بابو محمد شفیع صاحب — ضلع شیخوپورہ
١٥١۔ چوہدری اکبر علی صاحب — ضلع سرگودہا
١٥٢۔ چوہدری سردار خان صاحب — "
١٥٣۔ محمد صاحب — "
١٥٤۔ نذیر احمد صاحب — سیالکوٹ
١٥٥۔ عزیز احمد صاحب — راولپنڈی
١٥٦۔ عاشق حسین صاحب — ضلع منٹگمری

منشی کرامت علی صاحب — ضلع لاہور
١٥٨۔ نبی بخش صاحب — ضلع راولپنڈی
١٥٩۔ ملک عمر خان صاحب — ضلع منٹگمری
١٦٠۔ ملک مراد بخش صاحب — "
١٦١۔ کرم بخش صاحب — ضلع کیمبلپور
١٦٢۔ محمد عثمان صاحب — ضلع مظفر گڑہ
١٦٣۔ سید عبدالصمد صاحب — ٹرینیڈاڈ جنوبی امریکہ
١٦٤۔ سید عباس علی صاحب — "
١٦٥۔ دین محمد صاحب ولد سراج الدین صاحب — "
١٦٦۔ محمد صغیر صاحب — "
١٦٧۔ دین محمد صاحب ولد ناظر صاحب — "
١٦٨۔ شبراتی صاحب ولد خدا بخش صاحب — "
١٦٩ لطیف اللہ صاحب — "
١٧٠۔ عبدالحمید صاحب — "
١٧١۔ محمد صدیق صاحب — "
١٧٢۔ ماشا یولن صاحب — پیکن دارالخلافہ چین
١٧٣۔ مایوسنگ صاحب — "
١٧٤۔ ماکوئی لن صاحب — "
١٧٥۔ مسٹر متانگ عادل صاحب — جزیرہ فلپائن
١٧٦۔ عبدالرحمٰن علی لبا صاحب — "
١٧٧۔ صابرانی علک صاحب — "
١٧٨۔ فیڈرک سعدہ صاحب — "
١٧٩۔ لٹالینو سمیع اللہ صاحب — "
١٨٠۔ تمیاکن او جاج صاحب — "
١٨١۔ جانن دہ باجو صاحب — "
١٨٢۔ مولوی احمد بخش صاحب — ضلع مظفر گڑہ
١٨٣۔ آغا محمد صاحب — پشاور
١٨٤۔ فضل محمود صاحب — "
١٨٥۔ محمد رفیق صاحب — ضلع گجرات
١٨٦۔ مرزا اسلم بیگ صاحب — "
١٨٧۔ شیخ نواب الدین صاحب — ضلع گورداسپور
١٨٨۔ ماسٹر انعام اللہ خان صاحب — بلوچستان
١٨٩۔ سمندر خان صاحب — ضلع ہزارہ
١٩٠۔ مولوی فخر الدین صاحب — ریاست جموں

ضرورت ہے

ایک سو ٹریولنگ ایجنٹوں کی جو کتابوں کی فروخت کا کام کرسکیں تنخواہ پچیس سے تیس روپیہ ماہوار تک حسب لیاقت کرایہ ریلوے اور کمیشن عام کتابوں پر دس فیصدی اور اردو و انگریزی ترجمۃ القرآن پر چار فیصدی علیحدہ دی جائے گی۔ اس کے علاوہ ۵ روپے الاؤنس بھی دیا جائیگا۔

تمام درخواستیں منیجر دارالکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور کے نام جلد آنی چاہئیں۔

تازہ خبریں

بہار پراونشل کانفرنس

پورولیا۔ ۱۳ ستمبر۔ بہار پراونشل کانفرنس آج ختم ہو گئی۔ دیش بندھو داس اور سر سریندر ناتھ بنرجی کی تعزیت کی قرار دادیں منظور کی گئیں۔ فیصلہ کیا گیا کہ کانگرس کمیٹی کی رُ[illegible] کتے ہوئے سوت کی بجائے زر نقد میں تبدیل کیا جائے۔

قضیۂ پانی پت

کرنال ۱۴ ستمبر مقدمہ پانی پت کی سماعت کل پر ملتوی کردی گئی۔ ملزمین غیر حاضر تھے معلوم ہوا ہے کہ ان کی حاضری کے لئے موثر تدابیر عمل میں لائی جارہی ہیں۔ کل اسٹیشن ماسٹر اور اسسٹنٹ سرجن کی شہادتیں ہوں گی۔

اسمبلی کا اجلاس

شملہ ۱۲ ستمبر۔ مسٹر کے سی رائے نے یہ تجویز پیش کی کہ شاہی کمیشن کا تقرر کسی صورت میں ۱۹۲۷ء سے بعد نہیں ہونا چاہئے۔ مسٹر یامین خان اور دیگر ممبران نے اس تجویز کی تائید کی لیکن آخر کار یہ تجویز واپس لی گئی۔

بیگم صاحبہ بھوپال کا عزم انگلستان

بمبئی ۱۲ ستمبر۔ بیگم صاحبہ بھوپال انگلستان کی طرف روانہ ہو گئی ہیں۔

کیا جدہ میں کانفرنس منعقد ہوگی؟

لندن ۱۲ ستمبر۔ "ڈیلی ایکسپریس" نے قاہرہ کا ایک پیغام شائع کیا ہے جس کا مفاد یہ ہے کہ جدہ میں عنقریب ایک کانفرنس منعقد ہونے والی ہے جس میں شاہ حسین (سلطان) ابن سعود اور برطانیہ عظمیٰ کے نمائندے شریک ہوں گے تاکہ حجاز کی موجود گتھی سلجھائی جائے۔

جمعیتہ اقوام اور مسئلہ موصل

جنیوا ۱۱ ستمبر۔ مجلس نے اپنا کام شروع کر دیا ہے آج اس نے جمعیتہ اقوام کے کمیشن کے ارکان کی شہادت قلمبند کی جنہوں نے عراق کا دورہ کیا تھا۔ نیز مسٹر ایمری کا بیانات لیا۔

حکومت ترکی کو تیل کے مسئلہ سے دلچسپی نہیں

لندن ۱۰ ستمبر۔ توفیق نے ترکی وزیر خارجہ نے "منچسٹر گارڈین" کے نامہ نگار جنیوا سے ملاقات کرتے ہوئے کہا کہ ترکی موصل میں تیل کے مسئلہ سے کسی قسم کی بھی دلچسپی نہیں۔ اس نے اپنا اس عدم دلچسپی کے اظہار کے طور پر یہ کہہ دیا ہے کہ وہ حکومت برطانیہ کے قبضہ میں موصل کا تمام تیل دینے اور برطانیہ عظمیٰ کو تجارتی مراعات دینے کے لئے تیار ہے۔

آسٹریا پر جمعیتہ اقوام کی نگرانی

لندن ۱۰ ستمبر۔ وائنا کے اخبارات جمعیتہ اقوام کی کونسل کے اس فیصلے کے خلاف سخت غیظ و غضب کا اظہار کر رہے ہیں کہ آسٹریا پر سے جمعیتہ اقوام کی نگرانی بالکل اٹھا دینے کا مسئلہ معرض التوا میں ڈال دیا جائے۔

اخبار "نیو فری پریس" لکھتا ہے کہ ہم جنیوا کے دباؤ کے جواب میں کیا کر سکتے ہیں۔ بیان کیا گیا ہے کہ اس طرح جمعیت مذکور نے ایک قانونی ضابطہ کی خلاف ورزی کی ہے۔

جلد ۱۳ | مدینۃ المسیح لاہور یوم یک شنبہ مطبوعہ ۳ صفر المظفر ۱۳۴۴ ہجری مطابق ۲۰ ستمبر ۱۹۲۵ عیسوی | نمبر ۱۹

حقیقت تکفیر

حافظ محمد حسین صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل بی پلیڈر گجرات کے قلم سے

اسلامی دنیا میں جسقدر فتنے اور فسادات پیدا ہو رہے ہیں جن کا تعلق محض مسلمانانِ عالم سے ہے وہ ایک غلط مسئلہ کے نفاذ سے پیدا ہوئے ہیں جو درحقیقت مذہب اسلام سے بالکل غیر متعلق ہے۔

جہانتک قرآن کریم۔ احادیث صحیحہ۔ تاریخ اسلامی و روایات اسلامی کا تعلق ہے۔ ہمیں کہیں بھی یہ بات نظر نہیں آئی کہ لوگوں کو کافر کہنا بھی ایمانیات سے ہے۔ رہبرانِ ملت کی تنگ نظری نے اس بدعت کو ایسی نمایاں جگہ دی ہے کہ ہر صاحب عمامہ و ریش اپنے تقدس کا معیار یہی قرار دیتا ہے کہ اُس نے اپنی زندگی میں اتنے۔ لاکھ یا کروڑ کلمہ گو دُوں کو کافر کہہ لیا۔

دائرہ اسلام میں داخل کرنا نہ کسی کے اختیار میں ہے نہ اسے خارج کرنا کسی کے بس کی بات ہے۔ تم ایک شخص کیہ کہتے ہو کہ ہم اسے دائرہ اسلام میں نہ آنے دینگے۔ وہ کلمہ طیبہ پڑھتا ہے تو معاً تمہاری تمام سنگین دیواریں اور آہنی روکاٹیں ریزہ ریزہ ہو کر گر جاتی ہیں اور وہ تمہارے پہلو میں آکھڑا ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر ایک آدمی دائرہ اسلام میں داخل ہو کر دوبارہ اس سے نکلنے کا خواہشمند نہیں۔ مگر تم ہو کہ اسے اس دائرہ مقدسہ کے اندر دیکھنا نہیں چاہتے۔ تو پھر زور لگا لو۔ تمہارے تمام احبا اور اقربا بھی تمہارے ساتھ شامل ہو جائیں نہیں نہیں بلکہ کل روئے زمین کے عمامہ پوش بمعہ اپنے حواریین کے تمہارا ساتھ دے لیں۔ اور تمہاری یہ اجتماعی طاقت اسے باہر نکالنے پر مصر ہو۔ پیہم کوششیں ہوں۔ مگر اس دائرہ کے اردگرد تو ایک آہنی دیوار کھڑی ہے۔ اس لئے تمام دروازے بند ہیں۔ نکلنے کا قطعاً کوئی رستہ نہیں۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ فولاد سے سخت پائدار اور مضبوط ہے۔ تمہاری تمام کوششیں رائیگاں اور جملہ مساعی بیکار ہیں۔ دائرہ خود اس کو اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور تم تکتے رہ جاتے ہو۔

جب یہ حالت ہے تو پھر مختلف جماعتوں میں یہ اتنی بڑی خلیج کیوں حائل نظر آتی ہے۔ آؤ تو اس خلیج میں کود کر دیکھیں۔ ابلوا یہ تو پایاب ہے۔ دور سے ہی ڈر معلوم ہوتا تھا۔ آؤ آج ہم آپ کو اس کا نظارہ دکھاتے ہیں

"شیعہ سنی میں اختلاف کی کیفیت"

بظاہر ایک سنی کٹر اور ایک شیعہ کٹر ایک دوسرے کی شکل کو دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ ایک کے نزدیک دوسرا جو کچھ بھی ہو۔ ہو۔ مگر مسلم نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بڑا اختلاف ہوگا۔ آؤ اُن سے پوچھیں کیوں صاحب اہل شیعہ! رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تو کوئی ایسا اختلاف موجود نہ تھا۔

جواب۔ اس وقت کیسے اختلاف ہو سکتا تھا۔

رسول اللہ خود اپنی زندگی میں شریعت کی کتاب مکمل کر گئے تھے

جواب۔ بلاشبہ۔

یہ موجودہ اختلاف محض جانشینی کا اختلاف ہے۔؟

جواب۔ ہاں۔

جانشین آپ کے اصحاب ہی میں سے کوئی شخص ہو سکتا تھا

جواب بلاشک

اگر آپ کے رشتہ داروں میں سے کوئی شخص ایمان نہ لایا تو آپ کی نظر میں اُس کی تو کچھ وقعت نہ تھی۔ جواب۔ ہرگز نہیں

تو معلوم ہوا کہ قرابت خونی کوئی وجہ امتیاز نہیں۔ جواب نہیں جب تک عمل صالحہ ساتھ نہ ہوں۔ اب ولی صاحب تم بتاؤ۔ کیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ رسول اکرم صلعم کے داماد نہ تھے۔ جواب۔ تھے

کیا ان کے اتقا اور زہد میں تمہیں کوئی شک ہے۔ جواب۔ نعوذ باللہ مجھے کیوں ایسا شک ہونے لگا۔

اگر جملہ اصحاب حضرت علی کو خلیفہ مقرر کرتے تو تمہیں کوئی اعتراض تھا۔ جواب قطعاً نہیں۔

اب جو صورت خلافت نے اختیار کر لی تھی۔ تم چاہو تو اس کو تبدیل کر سکتے ہو۔ جواب نہیں۔ اگر میں تبدیل کر سکتا تو میں ضرور اپنے شیعہ بھائیوں کو خوش کرنے کی کوشش کرتا۔

اگر اہل شیعہ نیک نیتی سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سب سے پہلے خلافت کا حقدار سمجھتے ہوں اور دوسرے خلفا کا بھی پاس ادب کرتے ہوں۔ تو تمہارے نزدیک وہ قابل ملامت ہیں۔

جواب۔ بالکل نہیں۔

تو لیس صاحبان۔ تنازعہ کوئی نہیں ہے۔ ایک تاریخی واقعہ کے متعلق اختلاف رائے کو مذہبی عناد کی بنیاد مت بناؤ۔ تمہارے درمیان کوئی خلیج حائل نہیں۔

حنفی اور وہابی کا جھگڑا

آج کل کے فسادات کو دیکھا جائے۔ اور کبھی مولانا شوکت علی کے پٹے جانے اور کبھی پیر جماعت علی شاہ صاحب کی تذلیل کی خبروں کو پڑھا جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حنفی اور وہابی دو متضاد طاقتیں اسلام کے اندر موجود ہیں۔ اور ان کے درمیان ایک بڑی خلیج حائل نظر آتی ہے۔

آؤ اس کیفیت کو بھی دیکھ لیں اصل معاملہ کیا ہے۔؟

حنفی صاحب! آپ کو احادیث صحیحہ پر ایمان نہیں؟ جواب ہے

ان سے استدلال کرنا صحیح جانتے ہو؟ جواب ہاں۔ چنانچہ حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے احادیث ہی سے استدلال کیا تھا۔

اگر امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کی جگہ کوئی اور شخص موجود ہوتا اور وہ کوشش اور محنت سے احادیث کی پڑتال کر کے استدلال کرتا تو تم اسے ہی صحیح جانتے۔

جواب ہاں۔ ہمیں صحیح کوشش اور صحیح کوشش کے صحیح نتائج سے تعلق ہے۔ کوشش کرنے والا کوئی ہو۔

اگر حضرت امام ہمام کے زمانہ کے کچھ عرصہ بعد ایسی کوشش ہوتی تو تمہیں کوئی اعتراض تھا

جواب۔ کیسے ہو سکتا ہے۔

تو معلوم ہوا کہ یہ کوشش کسی خاص زمانہ اور کسی خاص انسان سے وابستہ نہیں۔

جواب۔ نہیں۔

حضرت امام یہ بھی فرما گئے ہیں کہ اگر میرے قول کو کسی صحیح حدیث کے خلاف پاؤ تو اُسے ترک کردو۔

جواب۔ بیشک۔ یہ بات تو امام کی نیک نیتی اور تقوٰی پر دال ہے

امام صاحب سے غلطی کا بھی احتمال ہو سکتا ہے ؟

جواب۔ وہ نبی نہ تھے۔ بلاشبہ ایسا احتمال ہو سکتا ہے

اب آپ فرمائیں غیر مقلد صاحب! آپ کو احادیث پر کھنے۔ اُن سے استدلال کرنے اور ان سے نئے مسائل اخذ کرنے کا حق حاصل

جواب۔ ہر ایک مسلم کو ایسا حق حاصل ہے۔

یہ حق کسی خاص زمانہ تک محدود نہیں ؟

جواب۔ ہرگز نہیں۔

حضرت امام اعظم بھی اس حق سے محروم نہ تھے ؟

جواب۔ کیسے ہو سکتے تھے ؟

جو شخص خود اتنا عالم ہو۔ یا اُس کے پاس خود مطالعہ کرنے کا وقت ہو اور ایک عالم باعمل کے استدلال کو قبول کرلے تو کچھ مضائقہ ہے؟

جواب۔ کچھ مضائقہ نہیں۔ اس نے نیک نیتی سے ایسا کیا ہے۔

تو پھر حضرت مجھے معاف فرمائیں۔ اگر یہی کہوں کہ تم دونوں میں قطعاً کوئی اختلاف نہیں؟

احمدی اور غیر احمدی میں اختلاف

پنجاب کا قریہ قریہ اور شہر شہر اس اختلاف کی دردناک داستانیں سناتا ہے۔ ہر جبہ پوش صاحب اور عمامہ جسے اپنے ہمجنسوں میں کچھ بھی عزت حاصل ہے۔ احمدیوں کو گالیاں دینا۔ اُن کے کفر پر مہر تصدیق ثبت کرنا اپنا فخر سمجھتا ہے۔ ہر مسجد میں ہر منبر پر احمدیوں کی تکفیر کی جاتی ہے۔ آؤ ذرا اس اختلاف کو بھی دیکھیں یہاں تو معاملہ کچھ زیادہ نازک معلوم ہوتا ہے۔ اس خلیج میں کودتے سے ڈر سا معلوم ہوتا ہے۔ مگر آؤ آج اسکو بھی دیکھ لیں۔

غیر احمدی صاحب! سب سے افضل نبی کونسا ہے؟

جواب۔ رسول عربی صلعم!

وہ زندہ ہیں یا مدفون یثرب ہیں۔

جواب۔ روحانی طور پر تو تمام انبیا زندہ ہیں۔ مگر جسمانی طور پر فوت ہو گئے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۳ — ۳۰ صفر المظفر سنہ ۱۳۴۴ھ — نمبر

قرآن حکیم کا ایک علمی معجزہ

(۳)

مولانا مولوی مصطفٰے خانصاحب بی۔ اے کے قلم سے

کُتب سابقہ میں تحریف

قرآن مجید کا یہود و نصاریٰ کو بار بار تحریف کا مجرم قرار دینا ہی ثابت کرتا ہے کہ یہ تحریف صرف معنوی نہیں۔ کیونکہ تحریف معنوی میں تو انسان اپنے قصور فہم اور عقل نارسا کی وجہ سے ایک حد تک معذور بھی ہے۔ اس کے علاوہ کسی کتاب یا الفاظ کے معانی کے متعلق اختلافات کا ہونا ایک لازمی امر ہے۔ دنیا میں بہت سے اختلافات اسی بنا پر ہوتے ہیں۔ اور بسا اوقات دونوں مخالف فریق نیک نیتی سے اپنے اپنے مفہوم پر اڑے ہوتے ہیں۔ اس قسم کے اختلافات تو انسان کی فطرت میں داخل ہیں۔ قرآن حکیم نے اس حقیقت کو لا یزالون مختلفین کے پُرحکمت الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ اس قسم کی تحریف معنوی پر خدائے رحیم و کریم کی طرف سے یہ عتاب کہ:۔

فویل لھم مما کتبت ایدیھم وویل لھم مما یکسبون

رحمت خداوندی سے بعید معلوم ہوتا ہے۔

متقدمین اگرچہ زمانہ حاضرہ کے علمی انکشافات سے بہرہ اندوز نہ تھے۔ تاہم تحریف لفظی کے قایل تھے۔ اور آیات کریمہ۔

(۱) یحرفون الکلم عن مواضعہ

(۲) یحرفون الکلم من بعد مواضعہ

اور (۳) یکتبون الکتاب بایدیھم

سے تحریف معنوی کے ساتھ تحریف لفظی بھی مراد لیتے تھے، چنانچہ ابن جریر میں حضرت مجاہد سے روایت ہے۔ فی قولہ یحرفون الکلم عن مواضعہ، تبدیل الیھود التوراۃ۔ یعنی حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ خدا تعالےٰ نے یحرفون الکلم عن مواضعہ میں یہود کا تورات کو تغیر و تبدل کرنا بیان فرمایا ہے۔ اور اسی کتاب میں یکتبون الکتاب بایدیھم کی تفسیر میں لکھا ہے: کان ناس من بنی اسرائیل کتبوا کتابا بایدیھم لیتاکلوا الناس، فقالوا ھذا من عند اللہ وما ھو من عند اللہ۔ یعنے بنی اسرائیل میں سے لوگ تھے جو اپنے ہاتھ سے کتاب لکھتے تھے۔ تاکہ اس ڈھب سے لوگوں کا مال کھائیں۔ اور کہتے تھے کہ یہ خدا کی طرف سے ہے حالانکہ وہ کتاب خدا کی طرف سے نہ ہوتی تھی۔ پھر ان سب اقوال سے بڑھ کر وہ تفسیر نبوی ہے جو خود مہبط وحی صلے اللہ علیہ وسلم نے وویل لھم مما یکسبون کی فرمائی اور جس کو حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ان الفاظ میں روایت کیا ہے۔ وھو الذی انزل فی الیھود لانھم حرفوا التوراۃ، وازدادوا فیھا ما یحبون، ومحوا عنھا ما یکرھون، یعنے ویل لھم الخ کی آیت خدا تعالےٰ نے یہود کے لئے نازل فرمائی ہے کیونکہ انہوں نے توراۃ میں تحریف کی، اور جو چاہا اس میں بڑھا دیا، اور جو ناپسند ہوا وہ نکال دیا۔

دیکھئے ان الفاظ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس صفائی سے تحریف لفظی کو بیان فرمایا ہے اور نہایت منشرح اور مفصل طور پر بتا دیا کہ توراۃ میں بعض جگہ یہود نے اپنی طرف سے الفاظ داخل کر دیئے ہیں اور بعض جگہ کم کر دیئے ہیں۔ کیا تحریف لفظی کی اس سے زیادہ وضاحت ہو سکتی ہے؟ اس تفسیر نبوی کے بعد اب کسی مسلمان کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ یکتبون الکتاب بایدیھم سے صرف تحریف معنوی ہی مراد لے، "پیغام صلح" کے ایک نامہ نگار نے کسی گذشتہ اشاعت میں یہ لکھا تھا کہ توراۃ و انجیل میں صرف اس قسم کی تحریف ہوئی جس طرح بعض مسلمانوں نے حدیثیں وضع کر لیں، لیکن غالباً اس تحریر کے بعد نامہ نگار موصوف اپنی رائے کو بدلنے پر مجبور ہوں گے۔

یہود نے زبانی روایات میں تحریف نہیں کی، بلکہ کتاب اللہ یعنی تورات میں تحریری تحریف کی، کچھ اس میں زیادہ کر دیا، اور کچھ کم۔ یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ۔ (باقی)

تنظیم اور "الجمعیۃ"

آل مسلم پارٹیز کانفرنس میں جمعیۃ العلماء ہند کی عدم شمولیت کے متعلق ہم نے لکھا تھا۔ کہ احمدیوں کی شرکت اس کی اصل وجہ نہیں۔ یہ محض ایک بہانہ ہے۔ ورنہ جمعیۃ العلماء اس سے پیشتر متعدد مواقع پر جماعت احمدیہ کی شرکت میں کام کر چکی ہے۔ فی الحقیقت اس عدم شمولیت کی وجہ وہ حسد ہے جو جمعیۃ کو ہر قومی کام کے متعلق جو اس کی ماتحتی میں نہیں۔ دوسرے کارکنوں سے پیدا ہو جاتا ہے جمعیۃ کا منشا اس طریق عمل سے جو اس نے اختیار کیا۔ دراصل احمدیوں کو کانفرنس سے نکلوانا نہیں بلکہ آل مسلم پارٹیز کانفرنس کو ناکام بنانا ہے۔

یہ نہ صرف ہماری اپنی رائے تھی۔ بلکہ میر غلام بھیک نیرنگ نے بھی اسی پر بار بار زور دیا تھا جس کے جواب میں بار بار لعنۃ اللہ علی الکاذبین کا ورد الجمعیۃ نے پڑھا اور اس الزام سے اپنی بریت ظاہر کی۔ دیکھیں "الجمعیۃ" کے ایک تازہ پرچہ میں ڈاکٹر کچلو کے عزم بہار پر ایک تعریضی نوٹ شائع ہوا ہے جس میں لکھا ہے۔ کہ ڈاکٹر صاحب کا تنظیمی پروگرام چونکہ پنجاب میں کامیاب نہیں ہوا۔ اس لئے انہوں نے بہار کا ارادہ کیا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ باہر جا کر اور مرکز (امرتسر) کو خلافت کمیٹی سنبھال لے۔

"الجمعیۃ" کے اس نوٹ کا ذکر کرتے ہوئے معاصر "مسلم آؤٹ لک" رقمطراز ہے۔ کہ یہ اس طریق عمل کے قطعاً خلاف ہے۔ جس کا چند ہفتے ہوئے جمعیۃ العلماء کی طرف سے اعلان ہوا تھا۔ اور اس زور وار تقدس رکھنے والی جماعت کے تمام عہدہ دار حامیان تنظیم کے ساتھ اس تحریک کی اہمیت۔ فوائد اور ضرورت کے بارہ میں کامل اتفاق رکھتے تھے۔ اس کے ساتھ انہیں گہری ہمدردی تھی۔ اور صرف احمدیوں کی شمولیت کی وجہ سے وہ اس کے کارکنوں میں داخل نہ ہوئے تھے۔ لیکن موجودہ رویہ سے ان کا بُغض و عناد ظاہر ہوتا ہے۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے سرکاری اخبار میں اب احمدیوں کی شمولیت پر اعتراض کے بجائے خود تحریک تنظیم پر نکتہ چینی کی جاتی ہے۔"

یہ ہمارے الفاظ نہیں بلکہ ایک غیر احمدی اور مقتدر اسلامی اخبار کی رائے ہے۔ اور ہم حیران ہیں کہ "لعنۃ اللہ علی الکاذبین" کے ورد کا اصلی مورد اب کس کو قرار دیں۔ کیا "الجمعیۃ" کے جُبّہ پوش مُلّا اس پر روشنی ڈالنے کی کوشش کریں گے۔

علماء اور اسلام

معاصر "مسلم آؤٹ لک" نے علماء کی اس بے راہ روی پر جو ان کی تنگدلی اور خود پرستی کا نتیجہ ہے"۔ خاص طور پر حیرانی کا اظہار کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "یہ اس جماعت کا رویہ ہے جو علی العموم آزادانہ طور پر اپنی بزرگی اور تقدس کا اظہار کرتی اور اپنے آپ کو اسلامی محاسن اور اخلاقی عظمت کا واحد ٹھیکیدار بتاتی ہے"۔ ان کی جماعت کے بعض افراد نے مسلم آوٹ لک پر یہ الزام دیا ہے۔ کہ وہ عام مسلمانوں کے دلوں سے علماء کی عظمت کو کم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

اس الزام کی صداقت کے ہم معترف ہیں۔ اور اپنے آپکو اس کا مجرم سمجھتے ہیں۔ لیکن یہ اس وجہ سے ہم ہرگز نہیں کرتے کہ علماء سے ہمیں کوئی محبت نہیں۔ بلکہ اس وجہ سے کہ عام مسلمانوں کے ساتھ ہمیں زیادہ ہمدردی اور محبت ہے۔ چند ایک علماء کی ذاتی عظمت کو بحال کرنے کی نسبت عام مسلمانوں کی اصلاح اور تنظیم ہمارے نزدیک زیادہ ضروری ہے۔ وہ لوگ جو اس اصول پر کام کرتے ہیں۔ وہ ہماری تائید کے مستحق ہیں۔ اور وہ جو علماء کے ذاتی مفاد کے مذبح پر اس کو قربان کرتے ہیں۔ اُن کے خلاف نہایت سخت نفرت و حقارت کا ہم اظہار کرتے ہیں اور اس لحاظ سے علماء اور غیر علماء میں ہم کوئی تفریق روا نہیں رکھتے"

دیکھیں جمعیۃ العلماء کے دربار سے اس ہمدرد اسلام کے حق میں کیا فتوےٰ صادر ہوتا ہے۔

جاوی طالبعلم اور اصحاب قادیان

کچھ عرصے سے جاوا کے بعض طلباء تعلیم دین کے لئے لاہور آئے ہوئے ہیں۔ اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے تبلیغی سکول میں تعلیم پاتے ہیں۔ ان طلباء میں سے بعض دیوبند سے ہو کر آئے ہیں اور یہاں ایک عرصہ تک قیام کرنے اور حالات سے واقف ہونے کے بعد جماعت احمدیہ میں شامل ہو چکے ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ اصحاب قادیان نے ان طلباء کو ورغلانے کے لئے اس قسم کا طریق اختیار کر رکھا ہے۔ جو شرعاً نہ اخلاقاً کسی طرح درست نہیں۔ قریباً دو سال کا عرصہ ہوا کہ اُن کے چند آدمی لاہور ان لڑکوں کے پاس آئے اور ان میں سے بعض کو بہکا کر یہاں سے لے گئے۔ اب پھر باقیماندہ طالب علموں کو کبھی جاوی زبان میں خطوط لکھوائے جاتے ہیں۔ اور خاص قاصدوں کے ہاتھ انہیں روانہ کیا جاتا ہے۔ کبھی جاوا میں ان کے والدین کو ہمارے خلاف خط و کتابت کے ذریعہ سے اکسایا جاتا ہے۔ اور طرح طرح کی غلط بیانیوں اور جھوٹ سے کام لیا جاتا ہے۔ ہم نے ان کے قاصدوں اور پیغام رسانوں کو بارہا سمجھایا۔ کہ یہ طریق عمل اچھا نہیں۔ ہم نے کبھی قادیان میں جا کر تمہارے طلباء کو اس طرح بہکانے کی کوشش نہیں کی۔ یہ لوگ جاوا جیسے دور دراز مقام سے ہمارے پاس آئے ہیں۔ اور یہاں سے علم دین حاصل کر کے جاوا میں تبلیغ اسلام کا کام کرنا چاہتے ہیں۔ ان کو اس قسم کے اختلافی مسائل میں الجھانا جیسا کہ اصحاب قادیان کا شیوہ ہے خواہ مخواہ سلسلہ سے انہیں بیزار کرنا ہے۔ لیکن وہ کسی طرح اپنے رویہ سے باز نہیں آتے اور سب سے بڑھ کر حیرانی کی بات یہ ہے۔ کہ ان کی تمام کارروائی خفیہ ہوتی ہے۔ کیونکہ ان کا مقصد اپنے عقائد کو پھیلانا نہیں بلکہ ہمارے متعلق غلط بیانیاں کر کے انہیں ہم سے بیزار کرنا ہے۔ اسی وجہ سے انکی خط و کتابت بغیر، راز میں ہوتی ہے۔ تاکہ کوئی دوسرا اسے نہ پڑھ سکے۔ وہ اکثر ڈاک میں خط بھیجنے کے بجائے خاص آدمیوں کے ذریعہ سے بھیجتے ہیں۔ جو خفیہ خفیہ انہیں مکتوب الیہم تک پہنچاتے ہیں۔ اور چھپ چھپ کر ان سے باتیں کرتے ہیں۔ اور جب ان کو ان سے روکا جاتا ہے۔ تو اپنے جرم کو چھپانے کے لئے وہ طرح طرح کے جھوٹے عذر اور بہانے بناتے اور غلط حیلے تراشتے ہیں۔ ابھی لگلے دن مدرسہ احمدیہ کا ایک طالب علم انہی حرکات کا ارتکاب کرتے ہوئے یہاں دیکھا گیا۔ اور جب بار بار سمجھانے پر بھی وہ ایسی باتوں سے باز نہ آیا۔ تو اسے زبردستی یہاں سے نکالنا پڑا۔

ہم نہیں سمجھتے کہ یہ طریق عمل ایک مذہبی جماعت کے لئے کہاں تک روا ہے۔ اصحاب قادیان اور بالخصوص میاں صاحب کی خدمت میں ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ کہ وہ اس غلط اور ناجائز طریق عمل کو چھوڑ دیں۔ اور آیندہ اگر انہیں ان جاوی لڑکوں سے ملنا ایسا ہی ضروری ہو۔ تو سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی اجازت اور اُن کے توسط سے ملیں۔ اور اردو زبان میں جس کو وہ اب خوب سمجھتے ہیں ان سے گفتگو کریں۔ اور اگر خط لکھنا ہو تو وہ بھی سیکرٹری صاحب کی معرفت اردو میں لکھا کریں۔ تاکہ کسی قسم کا شبہ ان پر نہ ہو۔ اور کوئی بات اگر قابل تردید ہو۔ تو اس کی تردید کی جا سکے۔

امید ہے کہ وہ اس دوستانہ مشورہ کو قبول فرمائینگے۔ اور آیندہ اس جائز طریق عمل کو اختیار کرینگے۔ تا ایسا نہ ہو کہ ان کے موجودہ غیر مستحسن رویہ سے اُن کے کسی پیغام بر کو کوئی گزند پہنچ جائے۔

ایک انگریز ایڈیٹر کا قبول اسلام

"اسلامک ریویو" کے تازہ پرچہ سے یہ معلوم کر کے مسرت ہوئی ہے کہ مسٹر جے گن منرو ایف آر جی ایس نے جو کئی رسالجات کے ایڈیٹر اور مصنف ہیں۔ ووکنگ مسلم مشن جو قبول اسلام کا اعلان لکھ کر بھیجا ہے مسٹر منرو اپنی بقیہ زندگی کو خدمت اسلام کے کام میں صرف کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اللہ تعالےٰ توفیق دے…

خط وکتابت ممالک غیر

(۱)

برادر چوہدری محمد اقبال صاحب اٹلی سے تازہ خط میں لکھتے ہیں کہ عرصہ خط ملا۔ بوجہ مختلف پریشانیوں کے متواتر خط نہ لکھ سکا کیونکہ فکر معاش۔ ذکر خدا۔ یاد دوستان۔ دو دن کی زندگی میں بھلا کیا کرے کوئی۔ اس پر تجارتی اشغال نے اور پریشان کر رکھا ہے آپکی فرستادہ انگریزی کتب دربارہ مستورات ایک بہت بڑی قابلہ خاتون کو پڑھنے کے لئے دی ہیں۔ وہ اسلام کے متعلق کتب دیکھنے کی بڑی خواہشمند تھیں

مسز داکا کو روما میں ملونگا۔ ابھی تک اسے خط نہیں لکھا البتہ اپنے روما کے دوست کو لکھا ہے کہ اسے ملکر میرا سلام کہدے میں خود بھی اس مہینہ کے اخیر میں شاید وہاں جاؤں۔ کیونکہ وہاں کا تجارتی کام رکا ہوا ہے۔ اور میری حاضری وہاں ضروری ہے۔ اگر گیا تو اس سے ملونگا۔ وہ مجھے جانتے ہیں۔

ایک عکس سینٹ کارلو کے بت کا بھیجتا ہوں۔ دنیا میں یہ اپنی قسم کا سب سے بڑا بت ہے۔ اور پیتل وغیرہ دھاتوں سے بنا ہوا ہے۔ اس کے اندر سیڑھیاں ہیں سادہ بیٹھنے کی جگہ بھی ہے۔ ۲۵ میٹر یعنی قریباً ۴۰ گز بلند ہے۔ باقی اعضاء کی تفصیل حسب ذیل ہے

سر کا گھیر	۶ میٹر		۵۰ سنٹی میٹر	
چہرہ کی لمبائی	۲	،،	۴۰	،،
ناک	۰	،،	۸۰	،،
کان	۰	،،	۷۵	،،
آنکھ	۰	،،	۵۰	،،
منہ	۰	،،	۷۵	،،
بازو	۹	،،	۱۰	،،
کتاب کی بلندی	۴	،،	۲۰	،،
ہاتھ کی چوڑائی	۱	،،	۴۵	،،
انگوٹھا	۱	،،	۴۰	،،
محیط	۱	،،	۰	،،
انگشت شہادت	۱	،،	۹۵	،،

رومن کیتھولک عیسائی بت پرستی کے عاشق ہیں میرے خیال میں تمام دنیا میں سوائے ہندوستان کے ہندوؤں کے اسقدر بت پرستی کہیں اور نہیں پائی جاتی ہوگی جتنی ان میں ہے کنواری مریم کی (جو چار پانچ بچوں کی ماں ہوکر بھی کنواری کہلاتی ہے) اور اس کے کنوارے بیٹے کی پرستش کے علاوہ لاکھوں ولی ہیں۔ جن کے بت ہر گرجہ میں رکھے ہوئے ہیں۔ میلان کے گرجہ میں قریباً تین ہزار بت ہیں۔ اور اس گرجہ میں ایک اور بہت عجیب بات دکھائی گئی ہے۔ یعنی عہد نامہ عتیق اور جدید کو تصاویر کے ذریعہ سے دکھایا گیا ہے۔ یہ تصاویر اس قدر خوبصورت ہیں۔ اور اس قدر قیمتی کہ عقل انسانی حیران رہجاتی ہے۔ یہ تصاویر کھڑکیوں کے دروازوں پر شیشوں کا کام دیتی ہیں۔ ان کے متعلق کچھ کسی خط میں مفصل لکھونگا۔ روما کے حالات سے شروع کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں تاکہ پیغام صلح کے قارئین کرام عیسائیت کے حالات سے جو میرے مشاہدات کا نتیجہ ہیں۔ پڑھ سکیں اور تعصب کا العین پر اور زیادہ زور سے قدم زن ہوں۔

میں موجودہ لیڈران ہند کی دماغی حالت پر ایک مضمون لکھ رہا ہوں۔ بعض خود غرضی کی وجہ سے مخالفت کر رہے ہیں۔ انہیں خوف ہے کہ تنظیم میں ان کو لیڈر کیوں نہیں مانا گیا۔ اور وہ خود اور ان کا خاندان اب قومی روپیہ کو جس طرح چاہینگے صرف نہیں کر سکیں گے ۱۹۱۹ء کے حالات سے شروع کرونگا۔ جملہ احباب کی خدمت میں السلام علیکم

روس

اے۔ ایس صاحب روس سے لکھتے ہیں کہ میں بباعث علالت طبع سائبیریا گیا ہوا تھا۔ روسیہ میں زبردست علما ہیں۔ اور بعض ان میں سے سید جمال الدین صاحب افغان اور مفتی محمد عبدہٗ کے حلقہ درس میں بیٹھ چکے ہیں۔ چونکہ انقلاب کی طفیل ان کا ملک آزاد ہوگیا ہے۔ اس لئے وہ اب اپنی تمام قوتیں اندرونی اصلاحات پر صرف کر رہے ہیں۔ قرآن شریف کا ترجمہ روسی زبان میں ہو چکا ہے لیکن اس میں غلطیاں ہیں۔ ایک بڑے شہر میں مسلمانوں کی دینی نظارت قائم ہے۔ آپ ان سے خط وکتابت کر سکتے ہیں۔

بقیہ صفحہ اول

کوئی ایسا بھی ہے۔ جسے یہ شان ملی ہو۔ کہ اس کی روح کے ساتھ اس کا جسم بھی غیر فانی ہو؟

جواب نہیں۔ بلکہ بشر کا جسم غیر فانی نہیں ہو سکتا۔

مسیح کا جسم اور دیگر انبیاء کے جسموں میں کیا کوئی خاص فرق تھا؟

جواب۔ نہیں۔ جیسے عام انسانوں کے جسموں میں تھوڑا بہت فرق ہوتا ہے۔ ویسا ہی کچھ اختلاف ہو تو ہو۔

مسیح جب تک زندہ رہے کھانے پینے کے محتاج تھے؟

جواب بلا شک قرآن نے خاص طور پر یاکلون الطعام فرما کر ثابت کر دیا ہے۔ کہ مسیح کے جسم میں کوئی خاص خوبی نہ تھی۔

کیا قرآن کریم بالصراحت سب نبیوں کی وفات کا تذکرہ کرتا ہے؟

جواب۔ یوں نام لے لے کر تو قرآن نے بتایا نہیں۔ کیونکہ یہ ایک واضح حقیقت ہے۔ لیکن اجمالاً فرما دیا ہے۔ کہ قد خلت من قبلہ الرسل۔ کیا قرآن میں کہیں یہ مذکور ہے کہ مسیح اب تک آسمان میں زندہ موجود ہے؟

جواب۔ نہیں۔ تو

کیا تمہیں معلوم ہے کہ حضرت امام مالک وفات مسیح کے قائل تھے۔؟

جواب۔ ہاں وہ وفات کے قائل تھے۔

تمہارے نزدیک وہ مسلمان ہیں یا نہیں؟

جواب۔ میرے نزدیک وہ اعلیٰ پایہ کے مومن ہیں۔

اگر آج کوئی شخص وفات مسیح کا قائل ہو تو تم اسے مسلمان سمجھو یا کافر۔؟

جواب۔ اتنے سے اختلاف پر کوئی شخص کافر نہیں ہو سکتا۔

تم جانتے ہو کہ احادیث صحیحہ میں مسیح کے نزول تک کی پیشگوئیاں ہیں؟

جواب ہاں۔

جو شخص ان پیشگوئیوں کو صحیح سمجھتا ہو۔ اور ان احادیث پر ایمان لاتا ہو۔ وہ کیسا ہے؟

جواب۔ وہ بہت اچھا آدمی ہے۔

اچھا اب بتاؤ۔ وفات مسیح کا قائل ہوکر جو شخص ان احادیث کے یوں معنے کرے۔ کہ آنے والا مسیح اس امت میں سے ہوگا جو مسیح ناصری کی خو بو میں آئے گا۔ اور اسلام کی شان جمالی کو آشکار کرے گا۔ ان معنی کی وجہ وہ یہ بتاتے کہ خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد نبی کا آنا مسدود ہے۔ صرف اولیاء اللہ آ سکتے ہیں۔ جو امت محمدیہ میں سے ہونگے۔ مثل انبیاء بنکر اشاعت وتبلیغ کا کام سرانجام دینگے۔ تم اسے کیا کہوگے؟

جواب۔ اس میں کچھ ہرج نہیں۔ مجھے اسکو مسلمان ہی سمجھنا چاہیئے

تم مرزا صاحب قادیانی کو جانتے ہو؟

جواب۔ خوب جانتا ہوں۔

تمہیں معلوم ہے کہ ان کے دعاوی سے پہلے مولوی محمد حسین بٹالوی جیسے مخالف آدمی بھی ان کے زہد وتقویٰ علم وقابلیت کے قائل تھے۔؟

جواب۔ ان خوبیوں کا کون انکار کر سکتا ہے۔

انہوں نے اشاعت اسلام کا بڑا کام سرانجام دیا ہے۔ ان کی جماعتیں اب تک اسی کام کو کر رہی ہیں۔؟

جواب۔ اشاعت کا کام تو واقعی انہی لوگوں سے سرانجام پا رہا ہے

لاہوری احمدی صاحب ہم سردست قادیانیوں کو علیحدہ رکھتے ہیں اور اس پر ابھی بحث کرینگے۔ کیوں صاحب احمدی رہنے سے پہلے آپ مسیح کو زندہ مانتے تھے یا مردہ؟

جواب۔ زندہ؟

آپ کے حضرت مرزا صاحب بھی تو پہلے مسیح کو زندہ مانتے تھے؟

جواب۔ جی ہاں۔

باوجودیکہ قرآن کریم بالصراحت وفات مسیح کی خبر دیتا ہے چونکہ جمہور کا یہ عقیدہ تھا۔ اس لئے مرزا صاحب بھی اسی کے قائل تھے۔

گویا جمہور کے عقیدہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے بعض دفعہ اکابر ملت بھی دھوکا کھا جاتے ہیں۔؟

جواب۔ ہاں ایسا ہو سکتا ہے۔

کیا آپنے تمام لوگوں تک اس عقیدہ کے بطلان کو ظاہر کر دیا ہے

جواب۔ ہمارے پاس ابھی ایسے ذرائع نہیں۔ ہمارا لٹریچر بہت کم لوگوں تک پہنچا ہے۔ مبلغین کی تعداد بہت کم ہے سرمایہ بھی محدود ہے۔ ان حالات میں یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ ہم تمام لوگوں تک اپنے عقائد کی اشاعت کر دیں۔ ہم تو یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ ایک شہر ہی کے تمام لوگوں کو ہم نے اپنے عقائد سمجھا دیئے ہوں۔

ان حالات میں اگر کوئی مسلمان نیک نیتی سے جمہور کا ساتھ دے کر مسیح کے زندہ ہونے کو تسلیم کرتا ہے۔ تو تم اس کو کیا کہوگے؟۔

جواب ہم تو اس کو مسلمان ہی کہینگے؟۔

پس قارئین کرام پر واضح ہوگیا ہے کہ یہ اختلاف بھی درحقیقت کوئی اختلاف نہیں۔ صرف جبہ اور عمامہ کا زور ہے جو اپنا فیصلہ تکفیر ایمان کے تالو پر سے مارتے ہیں۔

چند استفسارات

بخدمت جمیع ہمدردان اُردو

بزرگان محترم!

حسب ذیل چند استفسارات ایک مختصر عرضداشت کے ساتھ ارسال خدمت کئے جاتے ہیں۔ جناب کی علم دوستی اور ذرہ نوازی سے امید ہے کہ کارکنان انجمن جناب کے قیمتی مشورہ سے مستفید ہوں گے۔ جوابات ۱۰۔ اکتوبر تک وصول ہو جائیں تو جشن جوبلی دسمبر ۱۹۲۰ء کے موقعہ پر رپورٹ مکمل صورت میں شائع ہو سکے گی۔ نظر براں استدعا ہے کہ جناب ہماری ہمت افزائی فرمانے میں کسیقدر عجلت فرمائینگے۔

(۱) اردو میں ہندوستان کی مقبول اور مشترک زبان بننے کی کہاں تک صلاحیت ہے اور یہ مقصد کس طور پر حاصل ہو سکتا ہے۔

(۲) اردو کو دنیا کی سنجیدہ اور علمی زبانوں کی سطح پر لانے کیلئے آپ کیا تجاویز پیش فرماتے ہیں؟

(۳) ہندو مسلم تعلقات کو خوشگوار یا ناخوشگوار رکھنے یا بنانے میں اردو کا کہاں تک دخل ہے۔ کیا آپ کوئی ایسی تجویز پیش فرمائینگے جو اس کشاکش کا بطریق احسن ازالہ یا اصلاح کر سکے؟

(۴) کیا کسی ایسی مرکزی انجمن یا اکاڈمی کی ضرورت ہے اور اس کا قیام ممکن ہے جو عام طور پر اردو کے لئے مفید ہو۔ اور اسکی رہنمائی کر سکتی ہو۔ اگر اس کا جواب اثبات میں ہے تو اسکو قائم اور کامیاب بنانے کے لئے آپکی تفصیلی تجاویز کیا ہوں گی؟

(۵) اردو کو کامیاب بنانے کے لئے حکومت، قوم، جماعت، مجالس اور افراد پر کیا کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اور ان ذمہ داریوں کو محسوس کرانے کا بہترین ذریعہ کیا ہوگا؟

(۶) آپ جس انجمن یا مجلس کے رکن یا روح رواں ہیں یا جو آپ کا مشغلۂ زندگی ہے اس کی بنا پر کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ آپ کا شغل یا آپ کی رکنیت اردو کے لئے کہاں تک مفید ہے۔ یا مفید ہونے کا امکان ہے؟

(۷) اسوقت ہندوستان میں ایسی کونسی علمی جماعتیں یا تحریکیں ہیں جنکو آپ بحالت موجودہ اُردو کے لئے بہترین تصور کرتے ہیں۔

(۸) کسی ایسے شخص کو جو اردو بالکل نہ جانتا ہو یا جاہل محض ہو آپ کس طور سے جلد سے جلد معمولی حیثیت کا اردو دان بنا سکتے ہیں؟

(۹) آپ جس مقام یا صوبہ سے تعلق رکھتے ہیں وہاں اردو کی کیا حالت ہے۔ اور بحالت موجودہ آپ اصلاح وترقی کی کیا تجویز پیش فرماتے ہیں؟

سوالات بالا کے علاوہ اس سلسلہ میں اور کیا ضروری سوالات قائم کئے جا سکتے ہیں اور ان کا جواب آپ کے نزدیک کیا ہوگا؟

خادم رشید احمد صدیقی (علیگ) سکرٹری انجمن اردوئے معلیٰ علیگڈھ

تواریخ گرو خالصہ کی غلطیاں

تواریخ گرو خالصہ سکھوں کی ایک معتبر تاریخ ہے۔ جو بھائی گیان سنگھ جی گیانی کی لکھی ہوئی ہے۔ خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی نے انجمن اسلامیہ اور انجمن انصار المسلمین شملہ کے جلسہ میں مسلمانوں اور سکھوں کو "شرکت اور ساجھے کا رستہ" بتلاتے ہوئے اس تاریخ کی بعض فاحش غلطیوں کا اظہار کیا ہے۔ جو حسب ذیل ہیں:۔

پہلے حصہ میں کوئی صفحہ ایسا نہیں ملا۔ جہاں غلط واقعات درج نہ ہوں اور غلطیاں بھی ایسی غلطیاں جن کو اسکول کا بچہ بھی جس کو تاریخ سے تھوڑی بہت واقفیت ہوگی کہے گا کہ یہ بیان بالکل غلط ہے

کتاب کے شروع میں مسلمان بادشاہوں کے مظالم اس کثرت سے بیان کئے ہیں جو میں نے کبھی اتنے زیادہ ایک جگہ نہیں دیکھے تھے۔ مظالم کی اقسام بھی دلچسپ ہیں۔ ایسی دلچسپ جو بغیر خاص اہتمام کے اسقدر دلچسپ نہیں بن سکتی تھیں۔ بعض واقعات کے حوالے بھی دیئے ہیں۔ کہ یہ واقعہ فلاں کتاب میں ہے جن میں بعض کتابیں ایسی غیر معروف ہیں۔ جن کا نام بھی مورخین نے سنا ہوگا اور بعض نام مشہور کتابوں کے ہیں۔ مگر واقعات ان کتابوں سے تعلق نہیں رکھتے یعنی جس طرح گیانی صاحب نے ان کو لکھا ہے۔ اس طرح تاریخوں میں نہیں ہیں۔

مثلاً صفحہ ۱۹ پر امیر خسرو کی تاریخ علائی کے حوالے سے لکھا ہے۔ کہ فیروز شاہ نے دکن کے شہر ...لسہ میں ہندوؤں کے بے شمار بت جمع کرائے۔ اور وہ روزانہ ایک ہزار ہندوؤں کو قتل کر کے ان کے خون سے بتوں کو غسل کراتا تھا۔ اور مدت تک ایسا ہی کرتا رہا۔ یعنی ایک ہزار ہندوؤں کو روزانہ قتل کراتا تھا۔

مگر یہ واقعہ بالکل جھوٹ ہے۔ کسی تاریخ میں نہیں ہے نہ امیر خسرو کی کوئی تاریخ علائی میں نے کہیں دیکھی۔

پھر صفحہ ۲۰ پر لکھا ہے۔ کہ بقول پیغمبر صاحب حدیث ذیا اللہ لکھا ہے۔ کہ ہندو کا فر جب تک دین محمدی قبول نہ کریں۔ ان کو قید رو۔ قتل کرو۔ غلام بناؤ۔

مگر پیغمبر صاحب نے کبھی ہندو کا لفظ بھی نہیں بولا۔ قید نہ قتل کا حکم تو کجا۔ نہ حدیث ذیا اللہ کوئی کتاب ہے۔

پھر صفحہ ۲۵ پر ہے۔ کہ خلیفہ عمر کا بھی یہ حکم تھا کہ ہندوؤں کی ...سالانہ پیداوار و محاصل لے لی جاوے۔ صرف ان کے پاس تھوڑا گزارہ موافق چھوڑ دیا جاوے۔

حالانکہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ہندوستان پر مسلمانوں کا تسلط ...ہوا تھا۔ پھر معلوم نہیں انہوں نے ہندوؤں کی نسبت یہ حکم ...کر دیا۔ اور اس کا ذکر کہاں لکھا ہے۔

غرض شروع سے لے کر صفحہ ۲۸ تک بے شمار واقعات نہایت ...ہندوؤں پر مسلمانوں کے خوفناک مظالم کے لکھے گئے ہیں۔

گرو نانک صاحب کے حالات میں بھی ایسے ہی عجیب قصے ...۔ صفحہ ۴۷ پر گرو صاحب کا حاجی رتن صاحب سے ملنا بیان کیا ہے۔ جو بھٹنڈا میں تھے۔ حالانکہ حاجی صاحب گرو صاحب سے ...سینکڑوں برس پہلے گذر چکے تھے۔

صفحہ ۵۰ پر حضرت داتا گنج بخش صاحب کی نسبت لکھا ہے۔ کہ وہ گرو صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حالانکہ داتا صاحب کا زمانہ گرو صاحب سے چار ...برس ...تھا۔

صفحہ ۶۰ پر مدینہ منورہ پر ...میں گرو نانک صاحب کے جانے ...لکھا ہے۔ کہ وہاں انہوں نے امام غوث امام جعفر امام اعظم ...سے بحث کی۔

شاید گیانی صاحب نے مسلمانوں کے چار اماموں کا نام ...سن لیا ہوگا۔ ورنہ کہاں ان چاروں اماموں کا زمانہ اور کہاں ...صاحب کا زمانہ۔

پھر اسی صفحہ پر سفر بغداد کا ذکر ہے۔ کہ وہاں پیر عبدالقادر (حضرت غوث الاعظم) ان سے ملنے آئے۔

حالانکہ حضرت غوث الاعظم گرو صاحب سے سینکڑوں برس ...رحلت کر چکے تھے۔

تنظیم اور ہندوستانی مسلمان

پیغام صلح کے نام

خوش باش کہ وقت ما خوش کردی

(شیخ محمد اقبال صاحب بی۔ اے۔ معتیم رہا کے قلم سے)

"پیغام صلح" کا پرچہ مورخہ ۲۲۔ جولائی نہایت ہی فرحت افزا خبر لایا کہ آخر کار حق و باطل کا فیصلہ ہو گیا۔ اور ملاؤں کو کامل شکست ہو گئی۔ اگر اس بدبخت گروہ نے اپنا طریق نہ بدلا تو انشاء اللہ عنقریب ان کی لمبی لمبی تسبیحیں جو ان کی موٹی موٹی گردنوں کے اردگرد لپٹی رہتی ہیں پھانسی کا کام دینگی یعنی یہ خود بخود مایوسی کی وجہ سے اپنے تنگ و تار نہ خانوں کے اندر خود کشی کریں گے۔

ان کا اسلام صرف تسبیح کے دانوں کی آوازیں یا ...لمبی گھنی داڑھی کی جھاڑیں یا رنگ برنگ لمبے لمبے جبوں کی آستینوں میں پوشیدہ ہوتا ہے۔ ان کمبختوں کو معلوم نہیں کہ ایمان ان چیزوں سے نہیں پرکھا جاتا۔ وہ ایک ایسی چمکنے والی منور شے ہے جسے ان ریاکاری کے پردوں کی ضرورت نہیں۔ بلکہ یہ چیزیں تو اس نورانی کرن کو اس زمانہ میں مدہم کر رہی ہیں۔

اب نوجوان گروہ ہوش سنبھالنے لگا ہے۔ مگر اس کے سامنے ابھی بڑی بڑی منازل ہیں۔ سب سے پہلا کام ان کا عوام میں تعلیم کا پھیلانا ہے تاکہ وہ ان ریاکاروں اور ساحروں کے گروہ سے جنہیں اس زمانہ میں "علمائے کرام اور صوفیائے عظام" کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ آزاد ہوں یہ ایک بہت بڑا جہاد ہے۔ خصوصاً اس حالت میں جبکہ نوجوان گروہ کے ہاتھ میں سیاسی طاقت نہ ہو۔ آج اس بیسویں صدی میں یہ بات مسلم ہو چکی ہے کہ سب سے بڑا رجعت پسند گروہ ان ملاؤں اور پیروں کا ہے۔ خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں۔ مسلمانوں کا تو انہوں نے ستیاناس کر دیا ہے دنیا کے کسی ملک میں جاؤ۔ جہاں یہ سبز قدم موجود ہیں مسلمان نہایت پستی کی حالت میں دکھائی دیں گے۔ ترکی ابھی دو سال ہوئے کہ ان ریاکاروں کے ہاتھوں سے آزاد ہوئی ہے وہاں اب تعلیم و نظم کا زور ہے۔ ریلیں۔ سڑکیں۔ نہریں پل۔ علوم جدیدہ کے مکاتب نہایت سرعت کے ساتھ ترقی پذیر ہیں۔ جب تک ترکیہ کی باگ اس نااہل فرقہ کے ہاتھ میں تھی نہ وہاں کوئی مدرسہ تھا نہ سڑک۔ نہ کوئی ترقی کے آثار نظر آتے تھے۔ تمام زرخیز علاقہ جات پر یہ ظالم فرقے قابض تھے اور ان کی آمدنی ان کے بے پایاں معدوں کی نذر ہوتی تھی۔ مگر پھر بھی ان کی حرص و آز اور استشہا کم نہ ہوتی تھی۔

اگر ہمارے ہندوستانی نوجوان مسلمانوں نے تنظیم کی داغ بیل درست طریقہ پر ڈالی تو بہت جلد ہندوستانی مسلمان دنیا میں ایک ممتاز کن شمار کئے جائینگے۔ اور ان کی آواز ایک زور رکھیگی۔ امید ہے ہمارے محترم ڈاکٹر کچلو صاحب واقعات دنیا کو سامنے رکھ کر اور جذبات سے بلند ہو کر تنظیم کے سلسلہ کی بنیادیں کو بھر سکیں گے۔ ان کو بے شمار تکالیف کا سامنا ہوگا اور بعض سے سکہ بند مولانا بھی جو لیڈری کو اپنی وراثت سمجھے ہوئے ہیں ان کی مخالفت پر اتر آئینگے مگر انہیں کسی بات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جانا چاہیئے۔ خداوند کریم ضرور ان کی نصرت کرے گا۔ کیونکہ وہ ایک درست راستہ پر گامزن ہوئے ہیں۔

جہاں تک حالات زمانہ سے ظاہر ہو رہا ہے۔ خلافت محض ایک لاشئے ہے۔ اسلامی سوسائٹی کا اس پر انحصار ایک نہایت ہی بودی چیز ہے۔ ہمارے خلافت کے لیڈروں کا شور و شر بالکل ایک بیہودگی اور حماقت ہے وہ کہتے ہیں کہ خلافت سنت اللہ و سنت الرسول ہے وہ قائم رہیگی خواہ دنیا ادھر سے ادھر ہو جائے۔ ہر کہ شک آرد کافر گردد۔ سنت اللہ اور سنت رسول میں نہ کبھی تبدیلی ہوئی نہ ہوگی۔ البتہ ہماری اپنی سمجھ کا قصور ہے۔ کیا ان لیڈروں کی عقل باقی نہیں رہی۔ کیا قرآن کو کبھی انہوں نے نہیں پڑھا۔ اگر پڑھا ہے تو کیا ان کو معلوم نہیں کہ سنت اللہ اپنا کام ہمیشہ کئے جاتی ہے۔ جو قوم خلافت کی اہل نہ ہو وہ کیسے اس منصب پر قائم رہ سکتی ہے۔ کیا یہ لوگ اندھے ہو گئے ہیں جو نہیں دیکھتے کہ وہ قوم جن کے لیڈر علماء ہی سر پر یا جامہ کے مسائل میں ہی اپنی تمام علمیت و فضیلت کو ختم

کردیں وہ خلافت کے منصب جلیلہ کی اہل ہو سکتی ہیں۔ ہرگز ہرگز نہیں۔ معلوم نہیں یہ لوگ کیوں اللہ میاں کو اپنا رشتہ دار سمجھے ہے ہیں کہ کعبہ کی طرف دو سکنڈ منہ کر لیا تو بس بہشت اور خلافت کے ٹھیکہ دار ہو گئے۔

مجھے مولانا شوکت علی صاحب قبلہ کے چند فقرات سے نہایت سخت تعجب ہوا کہ باوجود اسقدر پڑھے لکھے اور تجربہ کار ہونے کے پھر ایک ہی ضد پر قائم ہیں اگر وہ محض جذبات بلند ہونے کی وجہ سے لیڈری کو اپنا دائمی حق سمجھتے ہیں تو اس میں کسی کو کلام نہیں ہونا چاہیئے وہ بڑے ان کے جذبات بڑے۔ مگر دنیا ہمیشہ calmness پر قائم رہی ہے اور رہیگی۔ جذبات محض سوڈا واٹر کے ابال کی طرح ہوتے ہیں۔ انہوں نے خلافت ایجی ٹیشن کو محض جذبات پر قائم کیا۔ لاکھوں روپیہ غربا سے جمع کیا ہزاروں لوگوں کو ترک موالات کرا کے پریشان حال کر دیا۔ روپیہ جو جمع ہوا کچھ خلافت کے صدر ہضم کر گئے۔ کچھ دیگر ارکان کھا گئے۔ کچھ دفاتر میں صرف ہو گیا۔ بس خلافت کا حل ہو گیا۔ کیا بے ہودہ خیال ہے۔ اگر خلافت چند ہندوستانی ٹکسال شدہ چند مولاناؤں اور لیڈروں کے ذریعہ قائم رہ سکتی ہے تو خدا بچائے ایسی خلافت سے

مجھے مولانا شوکت علی صاحب قبلہ کا نہایت سخت احترام ہے میں نے بچپن سے ان کے ساتھ کام کیا اور آج انہیں کے غلط جذبات کے ایجی ٹیشن کی وجہ سے دربدر خاک بسر ہوں۔ باوجود اس کے اور بے بسی کی حالت میں ہونے کے میں پھر ان کے جذبات کا احترام کرتا ہوں۔ کیونکہ انہوں نے جس بات کو صحیح سمجھا وہ کیا اور اس پر عمل کیا۔ خواہ وہ بات غلط تھی۔ یہ دوسرا سوال ہے مگر کم از کم اب تو ان کو دنیا کے حالات پر غور و خوض کرنا چاہیئے کہیں برلی انگوں پر بیٹھ کر بھی فتح ہو سکتی ہے؟ اگر انہیں ہندوستانی مسلمانوں کا لیڈر رہنا ہی مقصود ہے تو ان کو ضروریات زمانہ کو مدنظر رکھ کر اپنا پروگرام بنانا چاہیئے ورنہ اب انہیں گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر اللہ کا نام جپنا چاہیئے اور نئی پود کے لئے جگہ خالی کرنی چاہیئے۔ ان کا کام ایک وقت کے لئے موزون تھا۔ وہ اب ختم ہو چکا زمانہ کا چکر اب دوسرے رنگ میں ہے اگر وہ اس کے ساتھ نہیں چل سکتے تو خواہ مخواہ دوسروں کے کام میں تو حارج نہ ہوں

اگر مجھ سے پوچھا جائے تو میں اب ان دونوں محترم بھائیوں کے لئے ایک ہی کام موزون خیال کرتا ہوں یعنی اشاعت اسلام مولانا شوکت علی صاحب تو شاید اپنے بڑھاپے کا عذر کریں۔ مگر مولانا محمد علی صاحب قبلہ اس کام کے لئے نہایت موزون ہیں اگر وہ اس عظیم الشان کام پر کمربستہ ہو جائیں تو لاکھوں خلافتوں کا کام کر سکتے ہیں۔ امریکہ یا کسی یورپ کے ملک میں دھونی رما کر بیٹھ جائیں کامیابی ان کے پاؤں چومیگی۔ اور آئندہ اسلامی نسلیں ان کے نام پر فخر کریں گی۔

خلافت کا مسئلہ اللہ تعالے کے اختیار میں ہے۔ جس کو وہ اہل سمجھیگا دیگا۔ البتہ حصول خلافت کے لئے کوشش لازمی ہے جس کے لئے راستہ سامنے ہے۔ کسی قوم یا حکومت کو نائب یا دینا یا برا سمجھنا کوئی کام نہیں دے سکتا جب تک اس کام کو سمجھانے کی قابلیت اور اہلیت نہ ہو۔

اگر مولانا شوکت علی صاحب اسلامی ممالک کا سفر کریں تو وہ یقیناً اسی نتیجہ پر پہنچیں گے کہ مسلمان خلافت کے اہل نہیں رہے۔ ان کو اللہ تعالے نے دنیا میں بہشت دیا۔ مگر انہوں نے جنت کو دوزخ میں تبدیل کر دیا۔ کسی اسلامی ملک میں سفر کرنا آسان کام نہیں نہ کوئی سڑک ہے نہ ریل نہ دیگر آرام و آسائش کے سامان مہیا۔ ہر ہر قدم پر چوروں اور راہزنوں کا خطرہ۔ جسقدر جہالت اسلامی ممالک میں ہے۔ شاید اسکی نظیر آج دنیا بھر میں نہیں مل سکتی۔ اللہ اللہ وہ ممالک اور شہر جہاں سے علوم و فنون کے چشمے پھوٹ پھوٹ کر تمام اسلام کو سیراب کرتے تھے۔ آج ویران و بنجر پڑے ہیں۔ کوسوں سبز گھاس کی پتیاں تک نظر نہیں آتیں۔ بڑے بڑے بلند بفلک پرانے مدرسوں کی دیواریں بوسیدہ ہو کر گر رہی ہیں۔ اگر ان میں کوئی مدرسہ پذیر ہو تو چند رات کو اڑنے والے یا چند بداخلاق لمبے لمبے جبوں اور داڑھیوں والے جاہلوں کو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم خلافت اللہ کا ...

کرسکتے ہیں۔

افسوس کہ مولانا شوکت علی نے کافرزں اور جہنمیوں کے ممالک بھی نہیں دیکھے۔ کسقدر سرسبز و شاداب ہیں کہ انسان کے منہ سے بے اختیار سبحان اللہ کا نعرہ بلند ہوجاتا ہے۔ یہ اسقدر آرام و آسائش کے سامان ان جہنمیوں نے پیدا کر دئے ہیں کہ عقل حیران ہو جاتی ہے۔ یہ جہاں کہیں گئے ہیں اور جاتے ہیں چند مدت میں جنگل میں منگل کا سماں پیدا کر دیتے ہیں۔ ہٹ دہرمی اور چیز ہے اور انصاف اور چیز ہے۔

ممکن ہے کوئی مولانا میرے ان الفاظ سے غلط معنے لے کہ میں موالاتی ہوگیا ہوں۔ اور خواہ مخواہ اغیار کی تعریف کرتا ہوں۔ میں تو اس وقت تک ترک موالاتی ہوں جب تک ملن سے باہر ہوں اور خادم اسلوم کب تک رہوں گا۔ میں بھی اپنے وطن کی آزادی چاہتا ہوں اور ہمیشہ چاہوں گا۔ مگر او مجھے ہتھیاروں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ ہاں یہ چاہتا ہوں کہ میرے ہموطن صحیح اصولوں پر کام کی بنیادیں ڈالیں تو کامیابی معمولی چیز ہے۔ انشاءاللہ دوسرے وقت پھر کچھ عرض کروں گا۔

ہندوؤں کے مذہبی جذبات

ہندوؤں کا مذہبی جذبہ بہت نازک ہے جسکو ذرا سا صدمہ بھی ٹھیس لگا سکتا ہے۔ احمد آباد کی ایک خبر سے واضح ہوتا ہے۔ کہ وہاں چند مسلمان دریا سے مچھلیاں پکڑ رہے تھے۔ کہ ہندوؤں نے ان کی مخالفت کی اور کہا کہ اس سے ہمارے مذہبی جذبات کو ٹھیس لگتی ہے۔ ان کی سختی یہاں تک بڑھی کہ عدالت کو ۳۰ ہندوؤں کے خلاف نوٹس جاری کرنا پڑا کہ وہ حفظ امن کی ضمانت دیں گائے بیل سانپ۔ سور بندر مچھلیاں غرض کونسی شئے ہے جسکو ایذا پہنچنے سے ہندوؤں کے جذبات مجروح نہیں ہوتے

جامع عمرو بن العاص

مصر کے اس سب سے قدیم جامع مسجد کی تعمیر ۲۳ء و ۲۳ھ میں حضرت عمرو بن العاص فاتح مصر کی نگرانی میں انجام پائی اس کا سنگ بنیاد چار صحابہ حضرت ابوذر غفاری حضرت ابو بصرہ حضرت محمد بن جزئی زبیدی اور منبہ بن صواب۔ مصری کے مقابر ہاتھوں سے رکھا گیا۔

اس کی تعمیر اول کے وقت اس کا طول ۵۰ اور عرض ۳۰ گز تھا۔ پھر ۱۳۱۲ھ میں اسکی وسعت ۱۹۲۔ اور ۵۰ گز ہوگئی اور اب ۱۰۰ اور ۱۴۰ کیلومیٹر ہے۔ ایک میٹر ایک گز ۳ گرہ کا ہوتا ہے۔

امیر اسامہ بن یزید نے جامع مسجد کے اندر بیت المال کا دفتر قائم کیا اور ۳۷۸ھ میں وزیر ابوالفرج یعقوب بن الکلس نے بیت المال کی عمارت کے سامنے ایک فوارہ بنوا دیا۔ پانی پینے کے لئے رخام کے مٹکے بھی نصب کئے

آٹھویں صدی ہجری میں جامع میں ۳۷۸ ستون تھے جنہیں سے "عمود مسجون" اور محراب کے دو ستون اور مغربی دروازوں کے ستونوں کے متعلق عامۃ الناس میں عجیب و غریب خرافات پھیل گئے تھے جن کی بنا پر وہ لوگ ان کے ساتھ طرح طرح کی حرکتیں کرتے تھے۔ وزارت اور دیوان اوقاف نے ان حرکات کے سدباب کے لئے مختلف زمانوں میں ان ستونوں کو لوہے کی چادر سے گھیر دیا۔

۱۲۱۲ھ میں امیر مراد بک نے زر کثیر صرف کر کے اس مسجد کی دوبارہ تعمیر کی۔ اس کے بعد فرانسیسیوں نے مصر پر حملہ کیا اور اس سلسلہ میں جامع عمرو کی تخریب و انہدام کے جو جو واقعات پیش آئے وہ ارباب تاریخ سے پوشیدہ نہیں ۱۳۱۷ھ میں دیوان اوقاف نے اس کی تھوڑی بہت دوبارہ مرمت کی۔ پھر ۱۳۴۳ھ میں ایک انجمن لجنہ حفظ الآثار العربیہ کے نام سے قائم ہوئی جو جامع عمرو کی تجدید و مرمت کی طرف متوجہ ہوئی لیکن اپنی مالی مجبوریوں کی بنا پر کوئی نمایاں خدمت انجام نہ دے سکی۔

اب شاہ مصر نے اسکی طرف توجہ کی ہے اور ان کا قصد صمیم ہے کہ اس مسجد کو اصلی شان و شوکت پر دوبارہ لے آئیں بلکہ ان کا قصد یہ ہے کہ اسکی قدیم تعمیر میں بغیر کسی قسم کے تغیر و تبدل کے بعینہ قدیم عمارت دوبارہ قائم ہوجائے تاکہ اسطرح مسلمانوں کی ایک قدیم یادگار بھی قائم رہ سکے۔ چنانچہ شاہ مصر نے ان تین معماروں کے لئے تین انعامات کا اعلان کیا ہے۔ جو ایسی تعمیر کریں کہ قدیم عمارت کا نقشہ دوبارہ قائم ہوجائے پہلا انعام ۲۵۰۰ پونڈ دوسرا ۱۰۰۰ پونڈ اور تیسرا انعام ۵۰۰ پونڈ کا ہے

جامع عمرو سے صرف ادائے نماز کا کام نہیں لیا گیا بلکہ یہ علوم اسلامیہ کی نشر و اشاعت کا ایک مرکز بھی تھی۔ ان میں سب سے پہلے ۳۶ھ و ۶۵۶ء میں سلیم بن عنزت تجیبی وعظ کہا کرتے تھے۔ پھر ۱۹۸ھ و ۸۱۴ء جب امام شافعی مصر پہنچے تو انہیں اس میں درس و تدریس کے ۸۰ زاویے ملے۔ امام شافعی نے بھی انہیں میں سے ایک زاویہ منتخب کرلیا۔ مقریزی کا بیان ہے کہ عبدالرحمٰن ابن الصائب نے جامع میں درس و تدریس کے چالیس سے زیادہ حلقے پائے۔

جب مصر میں حکومت فاطمیہ کا دور آیا تو خلیفہ فاطمی رمضان کے جمعوں کی نماز چار مسجدوں میں اس بنا پر پڑھنے لگا کہ جس مسجد میں خلیفہ نماز پڑھتا لوگ اسی میں دور دور سے آکر شریک ہوتے تھے اس لئے اس نے رمضان کے پہلے جمعہ کی نماز مسجد قاہرہ۔ دوسرے جمعہ کی جامع حاکم تیسرے کی جامع ابن طولون اور آخری جمعہ کی جامع عمرو بن العاص میں پڑھتا اس کی اس تقسیم سے جامع عمرو کی رونق میں کمی آگئی۔

پھر شہر فسطاط کے برباد ہو جانے کے بعد جامع عمرو ایک صدی تک خالی پڑی رہی صرف رمضان کے آخری جمعہ کی نماز لوگ اسی میں پڑھا کرتے تھے۔

جب محمد علی پاشا مصر پر حاکم ہوئے تو انہوں نے جمعہ کی نماز حسب سابق جامع عمرو میں پڑھنی شروع کردی اور اس پر ایک وقف بھی کردیا جس سے خطیب اور مؤذن کی تنخواہیں وغیرہ نکلتی تھیں۔

اور اب چند دنوں سے خود شاہ مصر جامع عمرو کی طرف متوجہ ہوئے ہیں جس سے اس کی رونق میں اور اضافہ ہوگیا ہے کیونکہ شاہ مصر کے ساتھ قاضی القضاۃ۔ شیخ الازہر مفتی علماء وزرا اور دیگر اعیان مصر و عامۃ الناس سب کے سب اسی میں نماز پڑھتے ہیں۔

امید ہے کہ شاہ مصر کی اس عنان توجہ سے مسلمانوں ایک قدیم مقدس یادگار کا احیاء ہوجائے گا۔

اخبار احمدیہ

اخویم چوہدری فضل الٰہی صاحب متعلم گجرات ہمارے نوجوانوں کے لئے ایک نمونہ ہیں آپ نے اس سال انٹرنس کا امتحان دینا ہے جماعت میں شامل ہوئے کچھ زیادہ عرصہ نہیں گذرا۔ لیکن اللہ تعالے نے ایسا جوش تبلیغ عطا فرمایا ہے کہ گرمیوں کی رخصتوں میں اپنے گاؤں کے سمجھدار لوگوں میں پوری پوری تبلیغ کر کے ان میں محبت اسلام بھر دی ہے۔ کشمیر کے ایک پیر صاحب کو جماعت کی مدد کے لئے آمادہ کردیا اور یہ سب کچھ باوجود اپنے والد صاحب کی مخالفت کے جو نمبردار بھی ہیں اور سلسلہ کے سخت مخالف بھی اللہ تعالے اس نوجوان کی عمر و صحت میں برکت ڈالے اور اسے دین و دنیا میں نوجوانوں کے لئے نمونہ بنائے۔ آمین۔

داجل ضلع ڈیرہ غازی خاں سے ماسٹر محمد عبداللہ صاحب سیکنڈ ماسٹر ورنیکلر مڈل سکول لکھتے ہیں۔

مورخہ ۱۳ ستمبر کی شب کو حکیم محمد یار رفوق مبلغ انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور کی تقریر تھی۔ شہر میں اعلان کیا گیا۔ لوگوں کا کافی مجمع تھا۔ تمام انتظام مخدوم پیر جعفر شاہ صاحب کا تھا۔ اور انہی کے ہاں ٹھیرے ہوئے تھے۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ کس کی تقریر ہوگی۔ اختتام تقریر پر رفوق صاحب سے ملاقات ہوئی۔ تو افسوس ظاہر کرنے لگے۔ کہ اگر مجھے معلوم ہوتا۔ تو میں ایک احمدی بھائی کے ہاں ٹھیرتا۔ تقریر تقریباً دو گھنٹے تک رہی۔ آپ نے اتحاد بین المسلمین پر بہت زور دیا۔ پھر مسلمانوں کی چند کمزوریوں کو گن کر ان کا علاج قرآن کریم حدیث اور تاریخ سے پیش کیا۔ پھر چند کمالات قرآن کریم بتا کر مسلمانوں کو کہا کہ یہی ایک ہی مذہب ہے۔ جو سائنس اور فلسفہ کی روشنی میں ممتاز ہو سکتا ہے پس مسلمانوں کو اللہ تعالے کا شکر کرنا چاہئے اور حبل اللہ کو پکڑ کر اپنی تمام کمزوریوں کو دور کرنا چاہیے آخیر پر آپ نے ینگ مین مسلم ایسوسی ایشن کے انعقاد پر زور دیا۔ اور مسلمانوں سے وعدہ لیا۔ کہ وہ باقاعدہ طور پر ہر جمعہ کی رات کو یہاں جمع ہوتے رہینگے اختتام تقریر پر اپنے ٹریکٹ "کیا مسیح آسمان پر زندہ ہیں؟" تقسیم کئے۔ اور پیر صاحب کو رسالہ اشاعت اسلام منگوانے کے لئے کہا گیا جس کا انہوں نے وعدہ فرمایا۔ یہاں مخدوم صاحب کا ذکر خیر کرنا بھی ضروری ہے۔ مخدوم صاحب دیگر پیروں کی طرح نہیں ہیں۔ آپ ایک اسلامی جوش دل میں رکھتے ہیں۔ تفرقہ ڈالنے والے مولویوں کے سخت برخلاف ہیں۔ اور مسلمانوں میں اتفاق پیدا کرنے کے درپے رہتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ انہیں اپنے ارادوں میں کامیاب فرمائے آمین ثم آمین۔

جموں برادر احمد دین صاحب ایجنٹ بمبئی سوپ کمپنی کشمیری بازار اطلاع دیتے ہیں۔ ان کا نو عمر لڑکا عبدالخالق ایک سخت اور مہلک بیماری میں مبتلا ہے۔ احباب کرام درد دل سے اس کے دعا فرمائیں۔

سیالکوٹ۔ مکرمی شیخ مولا بخش صاحب مطلع فرماتے ہیں۔ کہ ہماری جماعت سیالکوٹ کے رکن اعلیٰ جناب ماسٹر محمد اسمٰعیل صاحب آرمی کلرک سخت بیمار ہیں۔ ماسٹر صاحب حضرت مسیح موعود کے پرانے خادم اور سلسلہ کی سب سے بڑھ کر امداد کرنے والے ہیں۔ احباب کرام ان کے لئے بھی دعا فرما دیں۔ کہ اللہ تعالیٰ شفا عطا فرمائے۔

پیغام صلح کے منیجر شیخ محمد دین جان صاحب کے بجائے اخویم چوہدری ظہور احمد صاحب مقرر ہوئے ہیں لیکن خط و کتابت میں کسی خاص شخص کا نام لکھنے کی ضرورت نہیں۔ "منیجر پیغام صلح لاہور" کافی پتہ ہے۔

ہمارے نئے بھائی

نمبر	نام	مقام
۱۹۱	محمد علی نجار صاحب	کشمیر
۱۹۲	غلام محمد شیخ صاحب	〃
۱۹۳	فیض محمد صاحب	ضلع پشاور
۱۹۴	محمد اسلم بیگ	کوہاٹ
۱۹۵	عمر جان صاحب	کشمیر
۱۹۶	گل زمان صاحب	ضلع ہزارہ
۱۹۷	محمد یوسف صاحب	〃
۱۹۸	مرزا محمد زرین صاحب	〃
۱۹۹	عزیز بیگم صاحبہ	
۲۰۰	غلام سرور صاحب	ضلع گورداسپور
۲۰۱	عبدالمجید خان صاحب	〃
۲۰۲	امیر علی صاحب ریاست جموں	〃
۲۰۳	الف دین صاحب	〃
۲۰۴	محمد علی بن گلورغ صاحب	جزیرہ نمائے ملایا
۲۰۵	چوہدری کرم بخش صاحب	ضلع لدھیانہ
۲۰۶	چوہدری منظور حسن صاحب	〃 سرگودہ
۲۰۷	محمد یونس شفق صاحب	بجنور
۲۰۸	چوہدری سلطان احمد صاحب	〃 سیالکوٹ
۲۰۹	سید احمد صاحب	ایران
۲۱۰	مرزا اعظم بیگ صاحب	بلوچستان
۲۱۱	احمد گل صاحب	بغداد
۲۱۲	عائشہ بی بی صاحبہ	ضلع مظفر گڑھ
۲۱۳	جلال الدین صاحب	گجرات
۲۱۴	صابیوا سے سمتھ صاحب	ملک نائیجیریا مغربی افریقہ
۲۱۵	سراج الدین صاحب	ضلع سیالکوٹ
۲۱۶	مرزا منظفر بیگ صاحب	راولپنڈی
۲۱۷	انظار الاسلام صاحب	کابل
۲۱۸	مستری محمد الدین صاحب	ضلع لائل پور
۲۱۹	سید محمد صاحب	سرگودہا
۲۲۰	سمیع اللہ صاحب	شملہ
۲۲۱	عبدالشکور خان صاحب	فیروزپور
۲۲۲	عبدالرشید خان صاحب	〃
۲۲۳	مفتی چراغ الدین خان صاحب	ضلع کوہاٹ
۲۲۴	ابوالخیر صاحب	ضلع شاہ آباد
۲۲۵	لال میر خان صاحب	〃 پشاور
۲۲۶	صغیر خان صاحب	〃
۲۲۷	گل رحمن صاحب	
۲۲۸	محمد عبدالغفار بٹ صاحب	کشمیر
۲۲۹	الٰہی بخش صاحب	ضلع فیروزپور

۲۳۰- سید اسرائیل صاحب " پشاور
۲۳۱- ہدایت اللہ صاحب "
۲۳۲- ہمیش گل صاحب "
۲۳۳- محمد امین صاحب حیدر آباد دکن
۲۳۴- صدر الدین صاحب کشمیر
۲۳۵- عبد الحق صاحب ضلع گوجرانوالہ
۲۳۶- صادق حسین صاحب ٹرینیڈاڈ جنوبی امریکہ
۲۳۷- خیر الدین خان صاحب "
۲۳۸- یعقوب علی صاحب "
۲۳۹- نذیر محمد صاحب "
۲۴۰- عبد الرزاق صاحب "
۲۴۱- بشیر محمد صاحب "
۲۴۲- شکر اللہ میاں صاحب "
۲۴۳- نبی بخش صاحب "
۲۴۴- محمد سلطان صاحب "
۲۴۵- خدا بخش صاحب "
۲۴۶- مستقیم محمد صاحب "
۲۴۷- متقی حسین صاحب ٹرینیڈاڈ جنوبی امریکہ
۲۴۸- عبد الغفور صاحب "
۲۴۹- صفدر حسین صاحب "
۲۵۰- حمیدہ خاتون صاحبہ راول پنڈی
۲۵۱- محمد وارث صاحب برہما
۲۵۲- محمد صدیق صاحب ضلع بستی
۲۵۳- ایم معراج الدین صاحب انگلستان
۲۵۴- سمیع اللہ صاحب ضلع بلند شہر
۲۵۵- کریم بخش صاحب کشمیر
۲۵۶- محمد ادیب عبد العزیز صاحب ملک شام

(محمد منظور الٰہی)

تازہ خبریں

الٰہ آباد کے مہاشوں کا اصرار

الٰہ آباد ۱۷ ستمبر - معلوم ہوا ہے کہ پنڈت کیپل دیو مالویہ اور دوسرے ہندو بزرگ کمشنر کی کوٹھی پر گئے - کلکٹر صاحب بھی موجود تھے - حفظ عامہ کو مدنظر رکھ کر کلکٹر صاحب نے کہدیا ہے کہ وہ اپنے اس فرمان کو واپس لینے کے لئے تیار نہیں کہ مساجد کے سامنے باجا نہیں بجانا چاہیئے -

داس میموریل فنڈ

دیش بندھو داس آنجہانی کی یادگار قائم کرنے کے لئے ۱۴ ستمبر تک ۷ لاکھ نواسی ہزار پانچ سو پچیس روپیہ جمع ہو چکا ہے

اسمبلی کے جلسہ میں صنعت فولاد پر بحث

شملہ - ۱۵ ستمبر - آج اسمبلی کا جلسہ بہت عرصہ تک جاری رہا سر چارلس انز نے یہ تجویز پیش کی کہ صنعت فولاد کے لئے ۹۰ لاکھ روپیہ بطور عطیہ دینا چاہئے - یہ تجویز بغیر کسی ترمیم کے منظور کر لی گئی - محرک صاحب نے بیان کیا کہ یہ امر موجب تاسف ہے کہ ٹاٹا کمپنی سے جو اپیل کیا گیا تھا کہ وہ صنعت فولاد کو مستحکم بنیادوں پر قائم کرنے کے لئے تعاون سے کام کرے لیکن اس نے محولہ بالا اپیل کو لبیک نہیں کہا ہے -

ترکوں کے خلاف ایک اور نئے بے بنیاد الزام

لندن ۱۶ ستمبر - "ویسٹ منسٹر گزٹ" کے نامہ نگار قسطنطنیہ بیان ہے کہ ترکی میں جو انگریز ہیں - انہیں اسباب کی اجازت نہیں دی جاتی کہ وہ اناطولیہ کے ساحل بحیرۂ روم کی بندرگاہ پر جا سکیں

شاہ کج کلاہ کی مراجعت ایران

شاہ ایران ۲ اکتوبر کو مارسیلز سے روانہ ہو کر براہ بمبئی ایران جائیں گے

فساد شنگھائی کی مجلس تحقیقات

لندن ۱۶ ستمبر - فساد شنگھائی کی مجلس تحقیقات جلد کارروائی شروع کرنے والی ہے - اور اس کے آئین کے متعلق حکومت برطانیہ امریکہ کے ساتھ گفت و شنید کر رہی ہے
واشنگٹن ۱۲ ستمبر - چین پر غیر معمولی حقوق کے متعلق

تحقیقات کرنے کے لئے جو مجلس مقرر کی گئی ہے اسکا اجلاس ۱۸ دسمبر کو شروع ہوگا -

اعلیٰ قسم کے ٹرنک

ہمارا کارخانہ عرصہ پچیس سال سے پبلک کی خدمت کر رہا ہے جس میں اعلیٰ سے اعلیٰ قسم کے ٹرنک - سوٹ کیس - یونیفارم کیس ڈسپیچ و کیش بکس - ہینڈ بیگ - سامان متعلقہ گورنمنٹ ولوکل فنڈ اور ضروریات خانگی ہر قسم پختہ اور اعلیٰ درجہ کا تیار ہوتا ہے جس کی بدولت کافی سرٹیفکیٹ و تمغہ جات حاصل کئے ہیں جنگ عظیم کے دوران میں مال کی خرید و فروخت نے کارخانہ کو کمزور کر دیا ہے - اسلئے اپنے برادران سے ملتمس ہوں کہ براہ مہربانی ہماری اس حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے خود بھی مدد فرمائیں اور اپنے دوستوں سے آرڈر بھجوا کر مشکور و ممنون فرمائیں مال عمدہ ہوگا - آزمائش شرط ہے -

المشتہر
ٹی - ایم اینڈ سنز - شہر سیالکوٹ

منشی محمد دین صاحب جن کے کارخانہ کا یہ اشتہار ہے ہمارے نہایت مخلص احباب میں سے ہیں - ان کے کارخانہ میں مال نہایت عمدہ تیار ہوتا ہے - میرے پاس مدت سے کئی چیزیں ان کے کارخانہ کی چلی آتی ہیں - ہمارے احباب اگر توجہ کریں تو ان کا مال نکلکر کارخانہ کی مشکلات آسانی سے دور ہو سکتی ہیں - (دستخط) محمد علی ۱۴ ستمبر ۱۹۲۵ء

آسمان صحافت اسلامیہ پر ایک نیا ستارہ

دنیائے اسلام

دنیائے اسلام کے مذہبی - اخلاقی - معاشرتی - اقتصادی اور سیاسی حالات کی تصویر کھینچنے والا ماہوار مصور رسالہ جو مولوی مصطفےٰ خان صاحب بی - اے - ایم - آر - اے - ایس مدیر اسلامک ورلڈ کی ادارت میں عنقریب شائع ہوگا -

اغراض و مقاصد

(۱) تمام دنیا کے مسلمانوں کے مذہبی - اخلاقی - معاشرتی - اقتصادی اور سیاسی حالات پیش کر کے ان میں رابطہ اتحاد و اخوت کو مضبوط کرنا (۲) ممالک اسلامیہ میں مسیحی مبلغین کی سرگرمیوں کے بالمقابل مسلمانان ہندوستان میں اشاعت و حفاظت اسلام کا ولولہ پیدا کرنا (۳) اسلام پر غیر مذاہب کے اعتراضات کی تردید و تغلیط - (۴) مغرب میں اسلام کی رفتار ترقی کا مطالعہ اسکے اسباب و علل کی توضیح و تشریح اور اس کے ذرائع و وسائل کی توسیع و تکمیل (۵) فتنہ ارتداد کا انسداد (۶) مسلمانان ہندوستان میں تعلقات اخوت کی توثیق اباہمی تکفیر کے خلاف صدائے احتجاج اور اس حقیقت کبریٰ کا انکشاف کہ ہر کلمہ گو مسلمان ہے (۷) علوم دینیہ کا نشر و احیاء -

ملک و ملت کے مشہور اہل قلم کے مضامین کے علاوہ دنیائے اسلام کے لئے اسلامک ورلڈ کے ان انگریز نامہ نگاروں کے بصیرت افروز مضامین کا ترجمہ بھی کیا جائے گا جو حلقہ بگوش اسلام ہو کر داعی اسلام کا فرض بجا لا رہے ہیں - چندہ سالانہ للعہ ششماہی عیعہ

سرمہ مقوی بصر (رجسٹری)

یہ سرمہ ۱۹۰۹ء سے بنتا ہے - دھند - جالا - غبار - خارش - پانی گرنا - سرخی ضعف بصر بڑوں اور بچوں کے لئے بیشمار طبی اور دیگر معزز تحریری شہادتوں سے مفید ثابت ہوا ہے -

اس سرمہ کی ہر دل عزیزی اور وسیع فروخت کا یہ بین ثبوت ہے کہ ہندوستان کے تمام مشہور رسالوں میں چھپتا ہے - اس وقت تک ہزاروں کی تعداد میں معزز ڈاکٹر تاجر اور سوداگر ان دوبیاں بغرض فروخت خرید چکے ہیں اور اس تعداد میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے -

یہ سرمہ دنیا بھر کے سرموں کا سرتاج ہے اس کے بنانے میں بہت سرعت اثر ہونے کے باعث وہ شہرت اور نام وری حاصل کی ہے جو آج تک کسی دوسرے سرمہ کو نصیب نہیں ہوئی - بڑے بڑے ڈاکٹر اس کی تعریف میں رطب اللسان ہیں -

سرمہ مقوی البصر کا روزانہ استعمال تندرست آنکھوں میں صرف خوبصورتی پیدا کرتا ہے - بلکہ آنے والی بیماریوں کا پورا محافظ ہے بوڑھے - جوان اور بچوں کے واسطے یکساں مفید ہے ہر شخص بلا قید استعمال کر سکتا ہے - لہٰذا ہر گھر میں اس سرمہ کی ایک شیشی کا مستقل طور سے رہنا نہایت ضروری امر ہے -

یہ سرمہ اس وقت ہندوستان کی کئی ہزار دکانوں میں فروخت ہو رہا ہے - اگر یہ ایک لاکھ دکانوں میں بھی بغرض فروخت موجود ہو تو ناممکنات میں سے ہے کہ ہندوستان کے ہر شہر قصبہ اور گاؤں سے مل سکے - کیونکہ ہندوستان میں ایسی آبادیاں لاکھوں کی تعداد میں ہیں - لہٰذا آپ کو مخلصانہ مشورہ دیا جاتا ہے کہ جب آپ کو اپنی آبادی میں سے سرمہ مذکور دستیاب نہ ہو سکے تو براہ راست کارخانہ سے طلب فرمائیں -

ملک میں ہر چیز تجربۃً ایک دفعہ کثرت سے بک جاتی ہے مگر بار بار وہی مانگی جاتی ہے جو مفید ہو - وہی چیز کی نقل کی جاتی ہے جو مقبول عام ہو خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہماری سالہا سال کی محنت ٹھکانے لگی کیونکہ پبلک میں ہمارے سرمہ کے کاروبار کی نقل ہونی شروع ہو گئی ہے خریداروں کو واضح رہے کہ ہمارے سرمہ کا نام سرمہ مقوی البصر گورنمنٹ ہند سے رجسٹری شدہ ہے اس نام کو کوئی اور صاحب استعمال نہیں کر سکتے - ہمیشہ سرمہ مقوی البصر خریدتی دفعہ خیال رکھیں کہ وہ ہمارے ہاں کا تیار شدہ ہے -

نرخ حسب ذیل ہیں

پرچون: ایک شیشی ۸ اور اس سے اوپر کیلئے بحساب آٹھ آنہ فی شیشی - پیکنگ فیس پارسل اور فیس منی آرڈر بذمہ خریدار -

تھوک:
آٹھ شیشی کے لئے صرف (تیپہر) تین روپیہ چھ آنہ - پیکنگ فیس پارسل اور فیس منی آرڈر بذمہ کارخانہ -
اٹھارہ شیشی کے لئے صرف (ﷲ) چھ روپیہ دو آنہ - پیکنگ فیس پارسل اور فیس منی آرڈر بذمہ کارخانہ -
چھتیس (۳۶) شیشی کیلئے صرف (للعہ) بارہ روپے - پیکنگ فیس پارسل اور فیس منی آرڈر بذمہ کارخانہ -

جیبی کیلنڈر - سیاہی چوس کاغذ و دیگر سامان تشہیر ہر پارسل کے ہمراہ مفت

شیخ غلام رسول (گجرات والے) ڈائمنڈ ہال لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا

اندرین دین آمده از مادریم
هم برین از دار دنیا بگذریم

آن کتاب حق که قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست

آن رسولے کش محمد ہست نام
دامن پاکش بدست ما مدام

مہر او باشیر شد اندر بدن
جان شد و با جان بدر خواہد شدن

ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام

ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست
زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست

آنچہ ما را وحی و ایمائے بود
آن نہ از خود از ہمان جائے بود

ہفتہ میں دو بار، یک شنبہ و چہار شنبہ کو شائع ہوتا ہے

جلد ۱۳ | المسیح لاہور | یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۴ ربیع الاول ۱۳۴۴ ہجری مطابق ۲۳ ستمبر ۱۹۲۵ عیسوی | نمبر

حقیقت تکفیر

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

حافظ محمد حسن صاحب بی اے ایل ایل بی پلیڈر گجرات کے قلم سے

اختلاف مابین مبائعین اور غیر مبائعین

اب ایک اور اختلاف کو ہم لیتے ہیں جو کسی قدر زیادہ اہم واقعہ ہوا ہے مگر ہمارے نزدیک صرف نزاع لفظی ہے اور کچھ نہیں آج ہم اس حقیقت کو بھی آشکار کر دیتے ہیں۔

یہاں ایک دقت پیدا ہو رہی ہے۔ یہ اختلاف بظاہر مسئلہ نبوت کے متعلق ہے۔ جو ایک اسلام کا اصولی مسئلہ ہے مسلمانانِ عالم کے جملہ فرقے اور جماعتیں جہاں خدا کو ایک سمجھتی ہیں اور اس کے کلام کو آخری وحی نبوت یقین کرتی ہیں وہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو بھی تمام قوموں اور تمام زمانوں پر حاوی جانکر آپ کے خاتم النبیین ہونے پر محکم ایمان رکھتی ہیں اور نبوت کے دروازہ کو بھی ہمیشہ کے لئے بند جانتی ہیں۔

وہ لوگ جن کا تعلق جماعت لاہور سے ہے۔ وہ بھی جملہ مسلمانان کے اس مسئلہ میں ہمنوا ہیں بلکہ اس سے بڑھکر اسکے قائل ہیں کیونکہ دوسرے مسلمان تو مسیح ناصری کی دوبارہ آمد پر بھی ایمان رکھتے ہیں جس سے عقیدہ خاتم النبیین پر مہلک ضرب لگتی ہے۔ مگر لاہوری احباب تو نئے اور پرانے نبیوں کی بعثت کو مسدود سمجھتے ہیں مبائعین حضرات حضرت مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں اور عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان کے سوا اور بھی نبی اس امت میں آسکتے ہیں پس اندریں حالات ہمارا قلم بھی اس اختلاف کو نزاع لفظی سے تعبیر کرتا ہوا لرزتا ہے مگر ہم نے نہایت غیر جانبدارانہ طور پر کامل اطمینان اور سکون سے اس مسئلہ پر غور کیا ہے۔ اور آخر ہم اسی پتہ پر پہنچتے ہیں کہ یہاں بھی اختلاف صرف سراب نما ہے حقیقت کچھ بھی نہیں۔ اس حد کیفیت کو ہم مکالمہ کے رنگ میں بیان کرتے ہیں۔

کیوں صاحب! آپ قادیانی ہیں؟

جواب جی ہاں۔ میں نے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے ہاتھ پر بیعت کی ہوئی ہے۔ اور مجھے اس بات کا بڑا فخر ہے؟

قرآن کریم نے جناب رسالت مآب کو خاتم النبیین کہا ہے۔؟

جواب۔ بیشک۔ مگر لوگوں نے اس کے معنے سمجھنے میں غلطی کی ہے۔

غلطی ہی سہی۔ مگر خاتم النبیین کے یہ معنی تو نہیں کہ آپ ... خاتم النبیین نہیں ہیں؟

جواب۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

خاتم النبیین کے کیا معنی ہیں؟

جواب۔ حضور کی اتباع سے نبی بنا کرینگے؟

اس کے معنی نبوت ختم ہونا نہیں؟

جواب ہرگز نہیں؟

تو پھر کسی قسم کی نبوت ختم نہیں ہوئی۔ نہ شرعی نہ غیر شرعی؟

جواب۔ شرعی نبوت تو ختم ہے؟

خاتم النبیین کے لفظوں سے تو یہ ثابت نہیں ہوتا؟

جواب۔ نہیں اس سے تو ثابت نہیں ہوتا مگر الیوم اکملت لکم دینکم سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دین مکمل ہو گیا ہے۔ اس لئے شرعی نبوت بھی ختم ہے

پہلے نبی تو براہ راست آیا کرتے تھے۔ اب تو نہیں آسکتے؟

جواب۔ اب براہ راست نہیں آسکتے حضرت محمد رسول اللہ کی طفیل آسکتے ہیں؟

اب اگر نبی کی ضرورت ہو تو اللہ تعالےٰ براہ راست مقرر نہیں کرسکتا۔ بلکہ جسکو مقرر کرنا ہو اس کو اشارہ کر دیگا۔ جاؤ پہلے رسول عربی صلعم کی پیروی کرو۔ اور اس کی کامل پیروی سے اپنے اندر کمال منعکس کرو تو پھر تم کو منصب نبوت پر کھڑا کر دیا جاویگا؟

جواب۔ آپ کے سوال میں قدرے تمسخر پایا جاتا ہے۔ بہرحال جواب میں عرض کرونگا کہ جب نبوت کی ضرورت لاحق ہوتی ہے تو مصلحت ایزدی کامل فرمانبردار پیدا کر دیتی ہے۔ ویسے تو نبوت کا دروازہ ہر ایک کے لئے کھلا ہے۔ مگر کامل اطاعت اسی وقت میسر آتی ہے جب اس کی دنیا میں ضرورت ہو؟

گویا آپ کے خیال میں دو قسم کی نبوتیں ہیں ایک تشریعی اور ایک غیر تشریعی۔ اور پھر یہ دونو قسم کی نبوتیں یا براہ راست عطیہ خداوندی ہوتی ہیں۔ یا کسی اور نبی کی طفیل سے۔ اور اس وقت دنیا میں جو نبوت جاری ہے۔ وہ طفیلی غیر تشریعی نبوت ہے؟

جواب۔ تشریعی نبوت طفیلی نہیں ہوتی۔ غیر تشریعی نبوت کی ہم دو قسمیں ہیں۔ ایک براہ راست ہوتی ہے۔ ایک دوسرے نبی کی طفیل سے؟

کیا اس طفیلی غیر تشریعی نبوت کی مثال سوائے نبوت متنازعہ کے دے سکتے ہو؟

جواب۔ اس کی یہی ایک مثال ہے۔

آیندہ جو انبیا ہونگے وہ کیا حضرت مسیح موعود کی اطاعت کے بغیر ہو سکینگے؟

جواب۔ نہیں۔ آپ ہی کی اطاعت کرنی ہوگی؟

سوال۔ تو گویا اب آیندہ نبی حضرت مسیح موعود کی طفیل سے ہونگے؟

جواب۔ ہاں ان کی اطاعت کرنی لازمی ہوگی؟

سوال۔ خاتم النبیین کے معنی اپنے اطاعت کرنے والوں کو نبی بنا دینے والا ہی ہیں؟

جواب۔ ہاں؟

سوال۔ تو پھر حضرت مسیح موعود ہی خاتم النبیین ہوئے کیونکہ آیندہ آپ کے ہی فیوض سے الہام و وحی جو مقام نبوت تک پہنچا سکے۔ حاصل ہوا کریگی؟

جواب۔ میری سمجھ میں ایسا ہی آتا ہے ...

سوال۔ حضرت صاحب کو ظلی نبی کہنا تو صحیح نہیں؟

جواب۔ صحیح ہے۔ مگر ظلی نبی کے معنی طفیلی غیر تشریعی نبی

سوال۔ حضرت صاحب "نبی" کے لفظ کے معنا کی غلط تعبیر کرتے رہے؟

جواب۔ ہاں کوئی دس برس تک اس غلطی میں پھنسے رہے۔

سوال اس عرصہ میں آپنے "ظل" اور "بروز" کے الفاظ کہے؟

جواب۔ ہاں کہے؟

سوال ان الفاظ کو بھی غلط ہی سمجھتے رہے۔

جواب۔ لفظ "نبی" کو بھی صحیح نہ سمجھا اور اس کے ساتھ جو صفات بیان کیں۔ ان کو بھی غلط سمجھا۔

سوال۔ اس غلطی کی وجہ سے وہ مو[illegible] ب تو نہیں ہو

جواب۔ ان کی نیک نیتی تھی۔ کیسے ہو سکتے ہیں؟

سوال۔ نیک معنی میں تو انہوں نے [illegible] نبوت سے انکار

جواب۔ ہاں؟

سوال۔ نبوت کا انکار تو کفر ہوتا ہے؟

جواب۔ انکار کو عربی میں کہتے ہی "کفر" ہیں؟

سوال۔ تو پھر معاذ اللہ حضرت صاحب پر اس لفظ کا اطلاق ہوتا رہا؟

جواب۔ اس میں کیا حرج ہے۔ مگر اس کے معنی دائرہ اسلام سے خارج کے تو نہیں؟

سوال حضرت صاحب نے کہیں لکھا ہے کہ مجھے ظل۔ بروز۔ ناقص وغیرہ الفاظ کے معنی میں غلطی لگی رہی پہلے ان الفاظ کے معنی میں کچھ اور کرتا تھا اور بعد میں مجھے انکے معانی کچھ اور کرنے پڑے؟

جواب۔ اس بحث کو جانے دو۔ کیا مولوی محمد علی صاحب اپنی تحریروں اور تقریروں میں لفظ "نبی" کا استعمال نہیں کرتے رہے؟

جواب سوال۔ ۱۹۰۱ سے پہلے یا بعد میں؟

جواب۔ پہلے بھی اور بعد میں بھی۔

جواب الجواب۔ ۱۹۰۱ سے پہلے تو تم خود تسلیم کرتے ہو۔ کہ حضرت صاحب لفظ "نبی" کا استعمال کرکے اس کے معنوں کی تاویل کر دیا کرتے تھے۔ اور جہاں جہاں لفظ "نبی" کا استعمال ہوتا تھا۔ آپ کے ذہن میں اس کے معنی محدثیت ہوا کرتی تھی؟

قادیانی۔ پھر؟

لاہوری۔ حضرت مولانا بھی انہیں معنوں میں "نبی" کا لفظ بول دیا کرتے تھے۔ اور ان کے نزدیک ۱۹۰۱ سے پہلے اور بعد کے زمانہ میں کچھ تبدیلی واقعہ نہیں ہوئی۔ لہذا ان کا لفظ "نبی" کو استعمال کرنا کوئی قباحت نہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ٭ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۳ ۔ ۳ صفر المظفر ۱۳۴۴ھ ۔ نمبر ۹

احمدی خواتین کے لئے ایک نومسلم خاتون کی اپیل مسلمان مستورات سے برلن مسجد کی مشکلات

(حضرت امیرایدہ اللہ کے قلم سے)

ہماری ایک نومسلم بہن گرٹروڈ ویرے نام برلن سے ایک خط لکھتی ہیں جس میں وہ مسجد کا ذکر کرتی ہوئی لکھتی ہیں:-

"یہ ایک خوبصورت عمارت ہے مگر اس کی خوبصورتی تب ظاہر ہو سکتی ہے جب یہ مکمل ہو جائے۔ ابھی تک میناروں پر گڈگی ہوئی ہے مسجد میں دروازے نہیں لگے سامنے کی زمین میں لمبی لمبی گھاس ہے اندر کا کمرہ بھی عمارت کے تختوں وغیرہ سے بھرا ہوا ہے۔

"میں نے خواب میں دیکھا کہ مسجد مکمل ہو گئی ہے اور مینارے بھی۔ مینارے سنہری ہیں اور اس قدر چمکتے ہیں کہ ان پر نظر نہیں جم سکتی......

اگر میں اردو زبان جانتی ہوتی تو اخبارات کے ذریعہ سے ہندوستان کی تمام شریف مسلمان مستورات سے اپیل کرتی کہ وہ مسجد کی تکمیل کرنے میں حصہ لیں عورتیں بچانا بھی جانتی ہیں اور سخاوت میں بھی ان کے ہاتھ کھلے ہوتے ہیں"

اس کے بعد وہ مجھے مخاطب کر کے لکھتی ہیں کہ میں ان کی طرف سے یہ اپیل ان کی مسلمان بہنوں کو پہنچا دوں۔

میں اس درد دل رکھنے والی نومسلم خاتون کی اپیل کو سب سے پہلے اپنی قوم کی مستورات تک پہنچاتا ہوں۔ جو کچھ خاتون ویرے نے لکھا ہے وہی میرا تجربہ ہے کہ عورتوں کے دل اللہ تعالے کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے بہت نرم ہوتے ہیں۔ اور فیاضی میں ان کا ہاتھ بہت کھلا ہوتا ہے۔ برلن مسجد کے میناروں کی تعمیر محض ہماری احمدی خواتین کی ہمت کا نتیجہ ہے۔ اگر انہوں نے اس وقت بےنظیر قربانی کرنے ہمت نہ دکھائی ہوتی تو مالی مشکلات کی وجہ سے ہم شاید اس کام کو ملتوی ہی کر دیتے۔ لیکن گو میناروں کا ڈھانچہ کھڑا ہو گیا مگر ان کی تکمیل اور [illegible] کے لئے اور مسجد کے اندر پلستر و فرش وغیرہ کی تکمیل کے لئے باہر کے باغیچہ اور جنگلہ کے لئے دیگر ضروری سامان کے لئے ابھی پچیس ہزار روپیہ اور درکار ہے۔ جو کام اب تک ہوا محض اللہ تعالے کے فضل سے ہوا ورنہ برلن جیسے مقام میں قریباً پچاس فٹ لمبی پچاس فٹ چوڑی شاندار عمارت کا کھڑا کر لینا ہماری چھوٹی سی قوم کا کام نہ ہو سکتا تھا۔ مگر ادھر قوم نے قدم اٹھایا ادھر اللہ تعالے کے فضلوں کی بارش ہوئی۔ اس باقی حصہ میں اگر ہماری قوم کی مستورات ہمت کریں تو پانچ ہزار روپے کی رقم کچھ بڑی بات نہیں اب تک مستورات کا کل چندہ ۶۹۱۰ روپے ۴ آنے ۹ پائی ہوا ہے۔ جو میناروں کی تکمیل کے لئے ناکافی ہے بہت سی خواتین ابھی ہماری جماعت میں ایسی ہیں جنہوں نے اس کار خیر میں حصہ نہیں لیا۔ اور بہت سی ایسی ہیں جنہوں نے اپنی حیثیت کے مطابق حصہ نہیں لیا۔ اگر یہ خواتین اس وقت ذرا سی ہمت کریں تو بقیہ رقم کا جو میناروں کی تکمیل کے لئے درکار ہے جمع ہو جانا کچھ [illegible] کل کام نہیں۔ پانچ ہزار کی رقم تو ایسی تھوڑی [illegible] صاحب حیثیت خاتونیں ہی چاہیں تو اسے پورا کر [illegible] روز نہیں ملتے۔ اس کفرستان کے اندر یہ خدا کا گھر ہمیشہ کے لئے ان لوگوں کے ناموں کو زندہ رکھے گا۔ جنہوں نے اس کی تعمیر میں حصہ لیا۔ جب نتائج اعمال کا وقت آئیگا تو [illegible] ہمارا سب سے قیمتی زیور اور بیش بہا سرمایہ تھا۔ جو ہم نے [illegible] کی راہ میں خرچ کیا۔ صاحب ہمت خواتین اٹھیں اور نیک نومسلم بہن کی امید وں کو اور اس کے خواب کو پورا کر دکھائیں۔

محمد علی

یورپ میں عورتوں کا لباس

یورپ کے رومن کیتھولک پادری صاحبان یورپین عورتوں کے موجودہ لباس اور ناچنے کی عادت کے خلاف سخت شور و پکار مچا رہے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ناچنے کی عادت عورتوں میں ترقی کرتی جا رہی ہے حالانکہ ان کا لباس کم ہوتا جا رہا ہے۔ آئرلینڈ میں پادریوں نے ان بیہودگیوں کے خلاف بڑی جدوجہد کی۔ اور یورپ کے دیگر ممالک میں اس سے بھی زیادہ پادریوں نے زور لگایا۔ لیکن پادری صاحبان کو کسی جگہ بھی کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔ عورتوں نے پادریوں کو اس بارہ میں سند ماننے اور ان کی نکتہ چینی کو جائز قرار دینے سے انکار کر دیا ہے۔ کیونکہ ان کے خیال میں فیشن کا درجہ نہایت اعلےٰ ہے۔ اور وہی ایسی باتوں کی سند ہو سکتا ہے۔ بعض عورتیں تو فیشن کی ایسی دلدادہ ہیں۔ کہ وہ برادری سے نکالا جانا پسند کرتی ہیں۔ بہ نسبت اس کے کہ اپنے غرارہ کی لمبائی کو ایک انچ زیادہ کریں یا اپنے بازوؤں کو ڈھانپیں اور گلے کی چال بند کریں۔

رومن کیتھولک پادریوں اور فیشن ایبل خواتین یورپ کے مابین اس جدوجہد و پیکار کا اصل باعث جناب پوپ کا ایک اعلان ہے جس میں انہوں نے ان عورتوں کا گرجوں کے اندر آنا بند کر دیا ہے جنکا غرارہ پاؤں کے ٹخنوں سے اونچا ہو۔ اور گردن کا نچلا حصہ مستور نہ ہو۔ جناب پوپ نے اس حکم کی تعمیل کے لئے رومن کیتھولک گرجوں کے دروازوں پر پہرے بٹھا دیئے ہیں۔ جو نہایت بےدردی اور سرد مہری سے ایسی عورتوں کو باہر نکال دیتے ہیں۔ جن کا لباس مقررہ حدود سے ذرا بھی چھوٹا ہو۔

ہمارے خیال میں جناب پوپ کا یہ حکم اس وقت نکلا ہے۔ جب پانی سر سے گزر چکا۔ ہے اس کا علاج اسی وقت ہونا چاہئے تھا۔ جب عورتوں کی فیشن پرستی انہیں موجودہ بےحیائی کی طرف لے جا رہی تھی۔ اب جبکہ عادتیں راسخ ہو چکی ہیں۔ ان کا سفو[illegible] بہت مشکل امر ہے۔ بہرحال دیکھنا چاہیئے کہ یورپین عورتوں اور رومن کیتھولک مردوں کے اس جہاد سے کیا نتیجہ پیدا ہوتا ہے۔

مسئلہ سود اور مسلمان

آنریبل خان بہادر سیٹھ ابراہیم ہارون جعفر کی اس تجویز کے متعلق جو سیونگ بنکوں میں مسلمانوں کے ترک کردہ سود کے بارہ میں انہوں نے کونسل میں پیش کی تھی۔ گورنمنٹ نے مسلمانوں سے رائے طلب کی ہے۔ اور یہ سوالات کئے ہیں کہ

(۱) کیا اس تجویز کو منظور کر کے گورنمنٹ ان راسخ العقیدہ مسلمانوں کے جذبات کو صدمہ تو نہ پہنچائے گی جنہوں نے آج تک سود نہیں لیا؟

(۲) کیا تمام مسلمان اس خاص تجویز کو پسند کرینگے۔ کہ ان کا کل روپیہ علیگڑھ مسلم یونیورسٹی کو دے دیا جائے؟

(۳) اگر تجویز منظور ہو جاوے۔ اور زر امانت بڑھانے کی خاطر باقی امانت داروں پر بھی دباؤ ڈالا جائیگا کہ وہ بھی سود لینا ترک کر دیں۔ تو کیا اس طرح ڈاکخانے کے سیونگ بنک کی شہرت کو [illegible] ہو جانے کا احتمال تو نہیں ہے؟

ہمیں حیرت ہے کہ یہ سوالات گورنمنٹ نے کس خیال کی بنا پر کئے ہیں۔ کیا اس سے پیشتر مکتی فوج کو ترک شدہ سود کا تمام روپیہ دیتے وقت راسخ العقیدہ مسلمانوں سے گورنمنٹ نے دریافت کر لیا تھا۔ کیا ان کے جذبات کو مدنظر رکھکر یہ تمام روپیہ مکتی فوج وغیرہ کو دے دیا جاتا ہے؟ اور تمام مسلمانوں کی مرضی اس بارہ میں معلوم کی جا چکی ہے؟ اور آیا اس طرح مکتی فوج کو روپیہ دینے سے سیونگ بنک کی شہرت میں کوئی کمی واقعہ ہو گئی ہے؟

تعجب ہے کہ پہلے جب اس قسم کے طریق عمل کو گورنمنٹ اختیار کر چکی ہوئی ہے۔ اور انہی راسخ العقیدہ مسلمانوں کے روپیہ کا سود خود بخود اپنی مرضی سے تبلیغ مسیحیت کے کام میں لایا جاتا ہے۔ تو اب اسی روپیہ کو خود مسلمانوں کی بہبودی کے کاموں میں صرف کرنے کے لئے ان کی منظوری کی کیوں ضرورت ہے؟ کیا مسلمانوں کے اس روپیہ سے تثلیث کی اشاعت ان کے جذبات کو خوش کرنے والی ہے اور اگر علیگڈھ مسلم یونیورسٹی کو دینے سے ان جذبات کی توہین ہو جائیگی۔ ہمارے خیال میں اگر کوئی مسلمان ایسے جذبات رکھتا ہے تو اسے العقیدہ مسلمان کہنا اسلام کی توہین کرنا ہے۔ گورنمنٹ کو چاہیئے تھا کہ ان سوالات کو شائع کرنے وقت اپنے سابقہ طریق عمل کو بھی واضح کر دیتی تاکہ راسخ العقیدہ مسلمانوں کو معلوم ہو جاتا کہ ان کا روپیہ اسلام کی تخریب میں کسقدر مؤید ہے۔ اور سیٹھ ہارون جعفر کی تجویز کو نہ ماننا نصرانیت کو اپنے ہاتھوں سے مدد دینا ہے۔

اس کے ساتھ ہی ہم اس قدر اور عرض کر دینا چاہتے ہیں کہ سود کا تمام روپیہ علیگڈھ مسلم یونیورسٹی کو دینے کے بجائے بہتر ہوگا۔ اگر گورنمنٹ اسے مسلمانوں کی تمام بڑی بڑی انجمنوں میں جو رجسٹرڈ ہونے کی وجہ سے ایک خاص حیثیت رکھتی ہیں تقسیم کر دیا کرے۔ اس سے ایک تو اس روپیہ سے تمام قومی کام مستفید ہو سکینگے اور دوسرے کسی کو اعتراض کی گنجائش بھی نہ رہے گی۔

سیرت خیر البشر ترکی زبان میں!

قبل ازیں اس بات کا اعلان کیا جا چکا ہے کہ ہمارے ایک ترک بھائی عمر رضا بے نے سیرت خیر البشر کو ترکی زبان میں ترجمہ کرنے کا فخر حاصل کیا ہے جس کا ایک حصہ چھپکر ہمارے پاس آ بھی گیا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ بعض وجوہات سے ہمارے اس نیک دل بھائی کو ایسی مشکلات پیش آگئی ہیں جن کی وجہ سے وہ اس کار خیر کو ملتوی کرنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ سیرت کا جسقدر حصہ چھپکر آیا ہے۔ اس کو دیکھ کر بے اختیار دل سے دعائیں نکلتی ہیں۔ بہت ہی پاکیزہ اور خوبصورت چھپائی ہے۔ جس سے اس محترم بھائی کی دلی محبت کا پتہ لگتا ہے۔ ہمارا خیال بلکہ یقین ہے کہ ترکی میں اس کتاب کی اشاعت نہ صرف مسلمانوں کے دلوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت پیدا کرنے اور ان کے ایمانوں کو بڑھانے کا موجب ہوگی۔ بلکہ ان غیر مسلم طبقات میں بھی جو بعض خود غرض اور مطلب پرست اشخاص کے مغالطوں کی وجہ سے اسلام اور مسلمانوں کو بُرا سمجھتے اور ترکی کے لئے وبال جان بن جاتے ہیں حضرت نبی کریم صلعم اور آپ کے پیرووں کے متعلق حسن ظن پیدا ہو جائیگا۔ اور یہ امر ترکی سلطنت کے مزید استحکام کا موجب ہوگا۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ اس نیک کام کو جلد سے جلد پورا کیا جائے۔ جناب عمر رضا بے لکھتے ہیں کہ باقی حصہ کو چھپوانے کے لئے انہیں چالیس پونڈ کی امداد دی جائے یعنی پانچ صد روپیہ ہمارے خیال میں یہ رقم کوئی بہت زیادہ نہیں وہ قوم جو برلن مسجد کی تعمیر کا کام سرانجام دے سکتی اور یورپ میں اسلامی مشن قائم کر سکتی ہے۔ کیا وہ ترکی جیسے ملک میں پانچ صد روپیہ کے خرچ سے آنحضرت صلعم کی پاک زندگی کو شائع نہیں کر سکتی۔ ہمارا خیال ہے۔ کہ ہمارے دوست اس رقم کو بہت جلد پورا کر سکتے ہیں۔ صرف تھوڑی سی توجہ درکار ہے۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ صرف لٹریچر ہی ایک چیز ہے جو تبلیغ کے کام میں سب سے زیادہ مؤثر اور مفید ثابت ہوا ہے۔ وعظ اور لیکچر اس قدر دیرپا اثر نہیں چھوڑتے جتنا لٹریچر سے فائدہ ہوتا ہے۔ اس راز کو غیر مذاہب نے خوب سمجھا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ان کی مذہبی کتابیں لاکھوں کی تعداد میں مختلف زبانوں میں شائع ہوتی ہیں۔ مسیحی لٹریچر کی کثرت اشاعت کا ذکر ان کالموں میں بارہا ہو چکا ہے۔ ہندوؤں کی طرف سے بھی مذہبی لٹریچر کی اشاعت میں آج کل خاص کوشش اور سرگرمی سے کام لیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ہندو مہا سبھا کی تازہ تبلیغی سرگرمیوں سے ظاہر ہے حال ہی میں اعلان ہوا ہے کہ ہندو سبھا نے گیتا کی ستر ہزار کاپیاں مفت تقسیم کی ہیں۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کو بھی اس وقت تک جسقدر کامیابی ہوئی ہے وہ زیادہ تر لٹریچر ہی سے ہے۔ ہمارا انگریزی ترجمۃ القرآن اس وقت بفضلہ تعالےٰ دنیا کے تمام حصص میں پھیل چکا ہے۔ ایسے علاقوں میں جہاں مبلغین کا پہنچنا بھی مشکل ہے۔ اس ترجمہ نے اسلام کی وہ خدمت کی ہے۔ جو شاید مستقل تبلیغی مشنوں سے بھی نہ ہو سکتی۔ اس لئے ہماری جماعتوں کو لٹریچر کی اشاعت میں بہت بڑھ کر حصہ لینا چاہیئے۔ اور موجودہ تحریک کو فوراً لبیک کہنا چاہیئے۔

حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب

سید محمد یعقوب صاحب امروہے سے تحریر فرماتے ہیں: "جناب والد صاحب حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب) ایک ہفتہ سے سخت علیل ہو گئے ہیں جس سے سخت فکر ہو گیا ہے۔ دن بدن کمزوری بڑھتی جاتی ہے آپ دعا فرمائیں اور احباب سے بھی دعا کی تحریک کریں"

امید ہے احباب کرام حضرت مولانا کے لئے خاص توجہ اور درد دل سے دعا فرمائینگے۔

حقیقت تکفیر

اس عنوان سے حافظ محمد حسن صاحب بی۔اے۔ایل ایل۔بی وکیل گجرات کے قلم سے جو مضمون آج کی اشاعت میں کسی دوسری جگہ درج کیا گیا ہے۔اس میں حافظ صاحب نے مسئلہ نبوت کے متعلق قادیانی اور لاہوری عقائد کے اختلاف کو صرف نزاع لفظی قرار دیا ہے۔ حالانکہ جو مکالمہ انہوں نے اس بارہ میں لکھا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ نزاع لفظی نہیں بلکہ الفاظ کے معانی اور مفہوم میں اختلاف ہے۔ جہاں تک الفاظ کا تعلق ہے۔ قادیانی جماعت ہم ہماری طرح حضرت مسیح موعود کو ظلی بروزی مجازی نبی قرار دیتی ہے۔لیکن ہم ان الفاظ کے معنی "محدث" کے کرتے ہیں اور آپ کو زمرہ اولیا اور مجددین میں سمجھتے ہیں لیکن قادیانی جماعت ان الفاظ کے معنی غیر تشریعی بالواسطہ نبی کے کرتی ہے اور نفس نبوت کے لحاظ سے پہلے انبیا اور حضرت مسیح موعود میں کوئی فرق نہیں سمجھتی اور آپ کو زمرۂ انبیا میں شمار کرتی ہے اور لانفرق بین احد من رسلہ کے ماتحت آپ کے منکرین کو دائرۂ اسلام سے خارج جانتی ہے۔ اسلئے اس اختلاف کو نزاع لفظی کہنا غلط ہے۔ اور نہ میاں صاحب نے اس حقیقت کا کبھی اعلان کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود جماعت محدثین میں [illegible] صرف لقب اور خطاب کے طور پر ان کے لئے [illegible] گیا ہے اور وہ مجاز ہے۔ اس کے خلاف بارہا ان کی طرف لکھا جا چکا ہے۔ اور اس حقیقت کی وہ علانیہ تردید کر چکے ہیں۔

ہندو مہاسبھا کی تبلیغی سرگرمیاں

بھگوت گیتا کی ستر ہزار جلدیں تقسیم کی گئیں

معتمد ہندو مہاسبھا نے اعلان کیا ہے۔ کہ ہندو مہاسبھا کے اکتوبر اجلاس منعقدہ کلکتہ کے موقعہ پر جن حضرات نے بھگوت گیتا دان کرنے کے وعدے کئے تھے۔ ان کی طرف سے ستر ہزار جلدیں ہندو مہاسبھا کے دفتر دہلی میں پہنچ چکی ہیں۔ جو ہندوستان کے مختلف حصوں میں تبلیغ کے لئے تقسیم کی جارہی ہیں۔ چنانچہ اس وقت تک جہاں جہاں ہندو مہاسبھا کے دفتر کے ذریعہ یہ کتابیں بانٹنے کے لئے بھیجی گئی ہیں۔ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

ضلع ہندو کانفرنس کانگڑا	۱۰۰۰
صوبہ ہندو سبھا اودھ۔لکھنؤ	۲۰۰۰
" " " پنجاب لاہور	۱۰۰۰
" " " سندھ سکھر	۱۰۰۰
پریذیڈنٹ رائے داس سبھا ڈیرہ دون	۷۵۰
سکرٹری آریہ کمار سبھا ہردوئی	۲۵۰
آگرہ صوبہ ہندو سبھا۔ الہ آباد	۵۰۰۰
بہار " " پٹنہ	۳۰۰۰
آریہ سماج سکرا ضلع ہمیر پور	۲۵
بابو رام سروپ بیتیا ضلع چمپارن	۵۰
بابو گھاسی رام بالی وال۔ کلکتہ	۲۵۰
سکرٹری ہندو سبھا گوجرانوالہ	۴۰۰
پریذیڈنٹ آریہ سماج پاٹودی	۲۵
بابو تلسی رام ادجہانی	۱۰۰
سکرٹری ہندو سبھا احمد آباد	۲۵
بابو پیارے سروپ مہتہ رہتک	۲۵
سکرٹری آریہ سماج پاٹودی	۲۵
" ہندو سبھا کاشی	۱۰۰
پنڈت رام کرشن پا بڑے ساگر	۵۰
متفرق ہندو سبھاؤں کو تقریباً	۱۰۰۰
متفرق لوگوں کو	۲۵۰
ہندو سبھا کلو ضلع کانگڑا	۱۰۵
" دہلی	۵۰۰

ٹوکیو میں ایک اور آتشزدگی

ٹوکیو ۱۹ ستمبر شہزادہ ٹوکیو گیوی کے مکان میں آگ لگ جانے سے دس لاکھ ین کا نقصان ہوا۔

بیرونی ممالک کی خط و کتابت

جاوا

اخویم مرزا ولی احمد بیگ صاحب جاوا سے تازہ خط میں لکھتے ہیں کہ:۔

میں یہاں سب سے مقدم جماعت کی صحیح تعلیم اسلامی پیش کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ کیونکہ جب تک مسلمان اُن اصول اسلام کی حقانیت سے واقف نہیں ہو جاتے جو مجدد زمان نے پیش کئے ہیں وہ دینی اور دنیاوی ترقی نہیں کر سکتے۔ اس لئے میں نے رسالہ جات۔ اخبارات اور لیکچروں کے ذریعہ سے ان جزائر کے باشندوں کو حضرت صاحب کے دعاوی اور کام سے پورا پورا واقف کر دیا ہے۔ اور ان پر واضح کر دیا ہے کہ اگر ان کو اسلام کی ترقی اور بہبودی درکار ہے۔ تو انہیں مجدد زمان کا ساتھ دینا چاہیئے۔ اس معاملہ میں دعوت عمل کے ترجمہ ملایا نے بڑی امداد دی ہے۔ پیشتر اس کے کہ یہ کتابی شکل میں شائع ہو۔ میں نے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اسے یہاں کے مشہور اخبارات کے ذریعہ سے شائع کر دیا تھا۔ ہمارے سلسلہ کی نسبت جو غلط فہمیاں لوگوں میں تھیں وہ اس طرح سے کافور ہو گئیں اور پہلی دفعہ حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کی مختصر جماعت کی خدمات اسلامی مکمل طور پر ان کے سامنے آگئیں۔ اس جزیرہ میں مسلمانوں کی بہتری کے لئے دو انجمنیں کام کر رہی ہیں۔ ایک انجمن تو گذشتہ پندرہ سال سے قائم ہے جس کا مدعا اس جزیرہ کے مسلمانوں کی سیاسی اور اقتصادی حالت کا سنوارنا ہے۔ اسے ہمارے ملک کی خلافت کمیٹی کی طرح سمجھنا چاہیئے صرف اتنے فرق کے ساتھ کہ اس کے لیڈر اعتدال پسند اور مذہب سے کم واقف ہیں۔ بہ نسبت ہند کی خلافت کمیٹی کے اس انجمن کا بانی ایک نہایت روشن دماغ اور تعلیم یافتہ نوجوان ہے۔ جو ڈچ اور انگریزی زبان کا پورا پورا ماہر ہے۔ اسے ہمارے لٹریچر خصوصاً انگریزی ترجمہ قرآن نے ایک نئی زندگی دیدی ہے وہ حضرت مسیح موعودؑ اور سلسلہ کو دلی محبت سے دیکھتا ہے۔ اور اسی نے دعوت عمل کا ملائی ترجمہ کرنے میں مجھے مدد دی ہے۔ جس کے آخر پر اس نے لکھ دیا ہے کہ اُسے ہمارے اصولوں سے پورا پورا اتفاق ہے۔ جب کبھی وہ سفر پر جاتا ہے وہ ملاں لوگوں کے سامنے وفات مسیح۔ یاجوج ماجوج۔ دجال اور مسیح موعودؑ کی حقیقت کا اظہار کرتا رہتا ہے۔ گذشتہ دنوں میں جو مسلمانوں کی کانگرس یہاں ہوئی تھی۔ اس میں اس نے پانچ ہزار کے مجمع میں صاف طور پر اعلان کیا۔ کہ وہ احمدیوں لاہور حضرت مسیح موعودؑ کا شاگرد ہے۔

دوسری انجمن کے بانی جناب حاجی دہلان صاحب مرحوم تھے جو تیرہ سال سے قایم ہے۔ اس انجمن کے مقاصد مسلمانوں کی مذہبی اور اقتصادی ترقی کے لئے کوشش کرنا ہے۔ یہ انجمن سیاسیات میں دخل نہیں دیتی تھی۔ لیکن کچھ عرصہ سے اس کے ممبر باوجود یہ جاننے کے کہ یہ انجمن کے مقاصد کے خلاف ہے سیاسیات میں دخل دیتے ہیں۔ اس انجمن میں نئے تعلیم یافتہ لوگ کم ہیں۔ ان میں زیادہ تر حاجی ہیں جنہوں نے اپنی زندگی کے چند سال مکہ معظمہ میں دینی تعلیم کے حصول کے لئے گذارے ہیں۔ اور یہ لوگ بڑی کوشش کر رہے ہیں کہ نوجوانوں کے دلوں میں محبت اسلام پیدا کریں۔ لیکن ابھی تک اس بارہ میں ان کی کوششوں کو کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ کیونکہ ان کی تعلیم کے طریقے پرانے ہیں۔ جو نوجوانوں کی طبائع کے خلاف ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ ان لوگوں نے اپنے طریق تعلیم کے نقائص کو معلوم کر لیا ہے۔ اور اب وہ ہمارے لٹریچر اور ہمارے کام کو پیش پیش رکھنے میں انہوں نے مجھ سے خواہش ظاہر کی ہے۔ کہ انہیں بیان القرآن ملائی زبان میں سمجھائی جائے جسے میں ہر جمعہ کی رات کو اپنے مکان پر درس میں بیان کرتا ہوں۔ بہت لوگ افسوس کرتے ہیں کہ بیان القرآن عربی میں نہیں۔ تاکہ وہ خود اس سے مستفید ہو سکتے۔ اس انجمن کے دو بزرگ مسٹر جایو سوگیکو اور محمد حسینی قابل قدر ہیں۔ اور دونوں مجھ سے دینی تعلیم پائے ہوئے ہیں۔ وہ ڈچ ہائی سکول کے تعلیم یافتہ ہیں اور اس انجمن کے سکرٹری و نائب سکرٹری ہیں جب دعوتِ عمل ملائی زبان میں چھپ گئی۔ تو ایک علیحدہ فارم اپنے اور پریذیڈنٹ کے دستخطوں سے مسٹر حسینی نے چھپوائی اور مسلمانان جاوا اور خصوصاً اپنے ممبران سے التجا کی۔ کہ اس کتاب کا غور سے مطالعہ کر کے اس کے مضامین کو [illegible] عمل اس پر اُن کی نجات کا اس زمانہ میں دارومدار ہے۔ ۵ فارم میں آپ کے ملاحظہ کے لئے روانہ کرتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے ان جزائر میں احمدیت اپنے لٹریچر اور کام کے ذریعہ سے بڑی کامیابی حاصل کرتی جارہی ہے اور خدا کے فضل سے ہماری پوزیشن ایسی صاف ہو گئی ہے کہ جب سنگاپوری ملانوں کے فتوے یہاں پہنچے تو سب کے سب ردی کی ٹوکری میں پھینک دئے گئے۔ اور کسی نے ذرا بھی ان کی طرف توجہ نہ کی۔ جو لوگ ہمارے سلسلہ کی کامیابی سے ناخوش ہیں وہ چند ہندوستانی رمال اور نیم حکیم لوگ ہیں۔ یا حضر موتی عرب جو بڑی گراں شرح سود پر جاوی لوگوں کو روپیہ قرض دیتے ہیں۔ لیکن ان ہر دو جماعتوں کی یہاں کے باشندوں کے نزدیک کوئی وقعت نہیں۔

دوسرا امر جس کی طرف میں خاص توجہ دے رہا ہوں یہ ہے کہ وہ تعلیم یافتہ نوجوان مسلمان جو مغربی تعلیم کے زہر سے مسموم ہو چکے ہیں ان کو اسلام کی تعلیم کی خوبیوں سے آگاہ کیا جائے۔ الحمد للہ اس معاملہ میں مجھے امید سے بڑھکر کامیابی ہوئی ہے۔ پہلے خط میں میں نے ینگ اسلامک بانڈ کے بارے میں آپ کو لکھا تھا یہ نوجوان مسلمانوں کی مجلس ہے جس کے بانی میرے دو شاگرد ہیں۔ اور یہ انجمن بڑا مفید کام کر رہی ہے۔ اس کی شاخیں جاوا اور سماٹرا میں قائم ہو رہی ہیں۔ اور اُن کا خاص مقصد ہمارے لٹریچر کا پھیلانا ہے۔ اس مجلس کی طرف سے دی لائٹ رسالہ ڈچ زبان میں ماہوار نکلتا ہے جس میں سر سے پاؤں تک ہماری تعلیم ہی بھری ہوتی ہے۔ اس انجمن کے ممبروں کی مذہبی تعلیم کے لئے میں نے تین شہروں میں درس قرآن کی جماعتیں قائم کر دی ہیں۔ حضرت امیر کا ترجمہ قرآن انگریزی اس بارہ میں حیرت انگیز کام کر رہا ہے۔ میرے ایک شاگرد نے جو لائٹ منگواتا ہے مسلم پریئر بک (نماز انگریزی) کا ڈچ میں ترجمہ کیا ہے۔ کتاب چھپ رہی ہے اس کا چھپا ہوا حصہ نمونہ کے طور پر بھیجتا ہوں۔ حضرت مسیح موعودؑ کی سچائی کی یہ ایک بھاری شہادت ہے۔ کہ جہاں جہاں آپ کی روح مبارک جاتی ہے مردوں کو زندہ کر دیتی ہے۔ یہ تمام نوجوان تعلیم یافتہ مسلمان فی الحقیقت مر چکے تھے اور یہاں کے سب لوگ ان سے مایوس ہو چکے تھے۔ لیکن ہمارے لٹریچر نے عموماً اور حضرت امیر کے ترجمہ قرآن نے خصوصاً ان کو دوبارہ زندگی عطا کر دی ہے۔ ہمارے مخالف ملاں لوگ اس پر غور کریں۔

میرا تیسرا کام عیسائی کیمپ پر حملہ ہے۔ عیسائی مشنریوں کے یہاں تین مرکز ہیں۔ ایک یہاں سے چند میل پر۔ دوسرا ڈیپو جو بٹاویہ کے قریب ہے اور تیسرا ماجا دار نو میں ہے۔ خواجہ صاحب کی کتاب ینابیع المسیحیت کا ترجمہ سب اخبارات کے ذریعہ سے تھوڑا تھوڑا کر کے شائع ہو چکا ہے۔ صرف ایک باب باقی ہے۔ اس نے عیسائی کیمپ میں کھلبلی ڈالدی ہے۔ اور اس بارہ میں مجھے کئی خطوط آچکے ہیں۔ میں نے ایک کتاب بنام "مسیح صلیب پر نہیں مرا" لکھی ہے جس میں صلیبی واقعات وغیرہ کا پورا پورا ذکر کر دیا ہے اس سے بھی پادریوں میں گھبراہٹ پیدا ہو گئی ہے دوسری کتاب "عیسائیوں کا خیال انسانی پیدائش کے گنہگار ہونے پر" چھپ رہی ہے اور دو ہفتوں تک مطبع سے آجائے گی۔ میں نے ملائی دعوت عمل سنگاپور بھی بھیجدی ہے۔ ہماری کتابوں کی یہاں بڑی مانگ ہے کوئی ایسی تجویز ہونی چاہیئے۔ کہ ہماری کتب کی یہاں ایجنسی قایم ہو جائے۔

خط جزیرہ نما ہند چینی

برادر محمد صاحب لکھتے ہیں کہ:۔ ایک دوست سے آپ کا پتہ حاصل کر کے بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ آیندہ انشاء اللہ سلسلہ خط و کتابت جاری رکھونگا۔ آپ لٹریچر بھیجدیں اور اخبار کی قیمت سے اطلاع دیں۔ جواب کے لئے لفافہ ارسال ہے۔

جزیرہ نمائے ملایا

برادر ایم ما مت صاحب لکھتے ہیں کہ:۔ میں لائٹ کا باقاعدہ خریدار بن کر بڑا خوش ہوا ہوں۔ میں کچھ عرصہ سے اس کا مطالعہ کرتا رہا ہوں اور میں نے اسے بہت پسند کیا ہے ملازم پر جو مضمون تازہ پرچہ میں نکلا ہے۔ وہ نہایت قابل قدر ہے انشاء اللہ میں اور خریدار بھی پیدا کرونگا۔ ہو سکے تو شروع سے لائٹ کے پرچے بھیج دیں۔ نیز کتابوں اور رسالوں کی فہرست بھی جو انجمن نے شائع کی ہے۔ میں حضرت مولانا محمد علی صاحب کا ۱۹۱۲ء سے غائبانہ عاشق ہوں۔ اور کئی دفعہ مجھے مخالفین سلسلہ سے بحث کرنی پڑی۔ دعوت عمل نے بہت سی غلط فہمیاں دور کر دی ہیں۔ جو لوگ آپ کے مخالف تھے وہ اس کے مطالعہ سے موافق بن گئے ہیں میں اس کی کاپی ہمیشہ جیب میں رکھا کرتا ہوں۔ حضرت مولانا صاحب کا فوٹو بھیج دیں۔

بقیہ صفحہ اول

قادیانی - تو ہم اگر لفظ نبی کا استعمال کریں تو کونسی قباحت ہے
لاہوری - اب اس لئے قباحت ہے - کہ اس سے جماعت میں اختلاف پیدا ہو گیا ہے - اگر ساری جماعت متفقہ طور پر اعلان کرے کہ حضرت صاحب کا جو دعویٰ نبوت ہے وہ صرف اسی معنی میں ہے کہ آپ سے مکالمہ و مخاطبہ بکثرت ہوا کرتا تھا اور بس - اور کہ آپ ایک پہلو سے امتی ہیں اور ایک پہلو سے نبی - اور کہ آپ جماعت محدثین میں سے ہیں صرف لقب اور خطاب کے طور پر "نبی" کا لفظ آپ کے لئے بولا گیا ہے اور وہ محض مجاز ہے۔ نبوت اپنے حقیقی معنوں میں ختم ہو چکی ہے - تو میرے خیال میں کسی کو اعتراض نہ ہوگا - آپ ہزار دفعہ "نبی" کا لفظ استعمال کریں۔

قادیانی - اس حقیقت کا اعلان بارہا ہو چکا ہے۔
لاہوری - لیکن آپ تو ان لوگوں کو جو مسیح موعود کی نبوت کے منکر ہیں - کافر کہتے ہیں؟

قادیانی - "منکر" کے مترادف لفظ کافر ہی ہے - جب ایک بات کو کوئی تسلیم نہ کرتا ہو تو اسے یہ کہدینا کہ تم اسے تسلیم نہیں کرتے کونسا ظلم ہے؟

لاہوری "کافر" یعنی دائرہ اسلام سے خارج تو آپ نہیں کہتے؟
قادیانی - میرے خیال میں ایسا تو نہیں کہنا چاہیئے - آپ فرمائیں کہ آپ کو خلافت سے کیوں انکار ہے؟
لاہوری - اس لئے کہ خلیفہ صرف نبی کا ہو سکتا ہے - خلیفہ کا خلیفہ کیسا؟
قادیانی - خلیفہ کے معنی جانشین کے ہیں - کیا خلیفہ کا آئندہ جانشین نہیں ہونا چاہیئے؟
لاہوری - انجمن جانشین ہے -
قادیانی - انجمن کا کوئی امام - کوئی امیر ہوگا - لاہوری - امیر ہونا چاہیئے اور ہمارے ہاں ہے -
قادیانی - اگر اس کو خلیفہ کہدیں تو کیا حرج ہے؟
لاہوری - اگر "نبوت" کے مسئلہ کو طے کر لیا جائے - تو میرے خیال میں کچھ حرج نہیں - اب تم خدا کے لئے بتاؤ کہ کیا حضرت صاحب کو نہ ماننے والے مسلمان اور رسول اکرم صلعم کے نہ ماننے والے عیسائی یا یہودی میں تمہیں کچھ فرق نظر آتا ہے؟
قادیانی - زمین آسمان کا فرق ہے - اول الذکر میرا بھائی ہے - مجھے فطرتاً اس سے محبت ہے - میرے تعلقات اس سے وابستہ ہیں - مؤخر الذکر کبھی دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوا - اس کے ساتھ مجھے اس اخلاص اور محبت کا کروڑواں حصہ بھی نہیں جو مجھے ایک مسلمان سے ہے وہ خواہ احمدی نہ ہو؟
لاہوری - حضرت صاحب نے اپنی آخری کتاب حقیقۃ الوحی میں اپنے آپ کو "مجازی" نبی بھی کہا ہے؟
قادیانی - کہا ہے - ضرور کہا ہے؟
لاہوری - حقیقت اور مجاز میں کچھ فرق ہے؟
قادیانی - بہت بڑا فرق ہے؟
لاہوری - حقیقت کے انکار اور مجاز کے انکار میں کچھ فرق ہے؟
قادیانی - حقیقت کا انکار - ایک اہم انکار ہے - مجاز کا انکار بہر حال اس سے بہت کم اہمیت رکھتا ہے؟
لاہوری - ہم لوگ بھی تو حضرت صاحب کو مجازی نبی مانتے ہیں؟
قادیانی - مگر آپ اس کا اظہار جرأت سے نہیں کرتے؟
لاہوری - اس سے غلط فہمی کے پیدا ہونے کا احتمال ہے - بالخصوص جب کہ آپ کا آفیشل عقیدہ نبوت کے بارہ میں کچھ زیادہ پیچیدہ ہو گیا ہے؟
قادیانی - تو صلح کریں - لاہوری - اختلاف صرف لوگوں کو دائرہ اسلام سے خارج کرنے کا ہے - جب ہمیں ان سے باہر نکالنے کا حق حاصل نہیں - تو صلح ہو سکتی ہے؟
قادیانی - میرے خیال میں اسلام نے کہیں نہیں لکھا کہ لوگوں کو "کافر" کہا کرو - ہماری جماعت اگر کافر کہنا چھوڑ دے - تو کچھ حرج نہیں - یہ ایک غیر متعلق بات ہے - اسے چھوڑ ہی دینا چاہیئے میں اپنے خلیفہ سے عرض کروں گا -

---

انبیا اور ان کی تعلیم

(مولانا مولوی عبدالستار صاحب کے قلم سے)

میرا ایک مضمون بہ عنوان "انبیاء اور ان کی تعلیم" اخبار پیغام صلح لاہور مورخہ ۱۹ - جولائی ۱۹۴۵ء میں شائع ہوا تھا - جس کا سرنامہ آیت ولقد وصلنا لھم القول لعلھم یتذکرون سے زیب دیا گیا تھا اس مضمون میں نہ تو میں نے کسی خاص شخص کو مخاطب کیا تھا - اور نہ ہی وہ مضمون کسی کے مضمون کے جواب میں لکھا گیا تھا بلکہ میرا ادعا صرف آیت مندرجہ صدر کی تفسیر کرنا تھا - خلاصۃ المرام یہ تھا کہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام خدا وند لا یزال کی جانب سے ایک ہی دین لائے تھے - اور وہ دین اسلام ہی تھا کیونکہ اصول دین میں کوئی اختلاف نہ تھا جس پر آیت شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحاً والذی اوحینا الیک وما وصینا بہ ابراھیم وموسےٰ وعیسیٰ ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ "اس نے تمہارے لئے دین کا وہی رستہ مقرر کیا ہے جس کا نوح کو حکم دیا تھا اور جو ہم نے تیری طرف وحی کی - اور جس کا ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا کہ دین کو قائم رکھو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو - ناطق ہے - یہاں بتایا کہ دین کا اصل اصول تو ہمیشہ ایک ہی رہا ہے - چنانچہ جو حکم اب دیا جاتا ہے - وہی نوحؑ - ابراہیمؑ - موسیٰؑ - عیسیٰؑ کو دیا گیا تھا یعنی اصل اصول سب دینوں کا یہی رہا ہے کہ اللہ تعالےٰ کو ایک جانیں اور اسکی فرمانبرداری کریں -" (بیان القرآن)

میرے اس مضمون کی تردید میں میرے محترم بزرگ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے ایک طویل مضمون بہ عنوان "قرآن کریم کی خصوصیت اور فضیلت" پیغام صلح مورخہ ۲۹ رجولائی ۱۹۴۵ء میں شائع کرایا ہے - چونکہ محترم ممدوح ہماری جماعت میں ایک مسلم بزرگ ہیں اور اپنے خیالات کی حمایت میں شدت کرنے کے بھی عادی نہیں اسلئے جی چاہتا تھا جوابی مضمون پر قلم اٹھانے کی اجازت نہ دی - لیکن جناب ممدوح کے مطالبے اور بعض احباب کے تقاضا نے مجھے اپنے مافی الضمیر کے اظہار پر مجبور کیا -

میرے محترم بزرگ اپنے مضمون کے ابتدائی حصہ میں نہایت متعجبانہ لہجے میں ارقام فرماتے ہیں "مجھے اس مضمون کو پڑھ کر سب سے پہلے اسبات کی فکر ہوئی کہ مولوی صاحب موصوف اس مضمون سے ثابت کرنا کیا چاہتے ہیں یا کم سے کم میں نہیں سمجھا کہ ان کا مطلب کیا ہے" میں اسبات کو تسلیم کرتا ہوں کہ میرے محترم بزرگ نے بیشک میرے مطلب کو نہ سمجھے ہوں گے - ایک تو مجھے اردو زبان میں لکھنے پر کما حقہ قدرت نہیں اسلئے ممکن ہے کہ میرے طرز بیان میں کچھ ایسے نقائص ہوں جو تفہیم مطالب میں مخل ہوں - دوم میرے محترم بزرگ کے طرز تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے مضمون زیر بحث کے متعلق پہلے سے ہی ایک خیال دل میں قائم کیا ہوا ہے اور وہ خیال یہاں تک پختہ ہو گیا ہے کہ اسکے بالمقابل کسی دلیل کی بھی پروا نہیں بلکہ بڑے زور اور سختی سے اپنے خیالات منوانا چاہتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ آپکی تحریر میں ضرورت سے زیادہ تلخی پائی جاتی ہے -

بہر حال ہمیں ان کا ممنون ہونا چاہیئے کہ آپ نے خصوصیت کے ساتھ میری ذہنی غلطیوں کی اصلاح کے لئے قلم فیض رقم کو جنبش دی -

اب میں اپنے محترم بزرگ کے مطالبات کی طرف متوجہ ہوتا ہوں

(۱) محترم موصوف مجھ پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ میں نے اپنے مضمون میں طعن اور تشنیع سے کام لیا ہے - سو جواباً عرض ہے کہ جب میرے مضمون کا کوئی خاص شخص مخاطب نہیں تو طعن اور تشنیع کس کے حق میں ہوئی - میں نے اپنا مضمون دوبارہ سہ بارہ پڑھا - مگر اسمیں ایک لفظ بھی طعن اور تشنیع کا میں نے نہیں پایا - براہ مہربانی وہ الفاظ نقل کریں جن میں آپ کو طعن و تشنیع نظر آتا ہے -

(۲) میرے محترم ممدوح ارشاد فرماتے ہیں کہ "وصلنا کے معنے بدیار اتارا زمانہ من گھڑت ترجمہ ہے" جواباً عرض ہے کہ یہ میرا ذاتی ترجمہ نہیں - بلکہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا ترجمہ ہے - دیکھو مترجم قرآن مجید ترجمہ شاہ صاحب -

"پے در پے آوردیم ایں قرآن را" اب اگر آپ شاہ صاحب کا ترجمہ مستند نہیں تو شاہ رفیع الدین اور اگر اسکو بھی من گھڑت ترجمہ ٹھیرائیں تو اس صورت میں میرا فرض ہوگا کہ شاہ صاحب کی وکالت کر کے ائمہ لغت کی سند پیش کروں -

(۳) میرے مضمون میں محترم ممدوح نے یہ الفاظ "تمام رسولوں کا دین اسلام یا بالفاظ دیگر قرآن تھا" کو قابل اعتراض ٹھیرا کر ایک طویل بحث سپرد قلم کی ہے - اور مجھ پر اعتراضات کی بوچھاڑ کی ہے - حالانکہ ان الفاظ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس موقعہ پر لفظ "قرآن" سے خاص وہ حصہ مراد ہے جو اصول دین سے تعلق رکھتا ہے - اب اس صورت میں جناب ممدوح کا یہ اعتراض کہ کتب سابقہ میں جنگ بدر اور جنگ احزاب وغیرہ اور حضرت رسول کریم صلعم کے تمدنی حالات کہاں تھے؟" اور نیز یہ اعتراض کہ "ان تمام مضامین کو قرآن سے خارج ٹھیرائیں اور صرف اخلاقی اور تشریعی امور قرآن قرار دیں" نقطہ موہومہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا -

(۴) محترم موصوف کا ایک اور اعتراض میرے اس ترجمہ پر ہے جو میں نے آیہ وانہ لفی زبر الاولین کا کیا ہے - میرے ترجمہ کے رو سے انہ کی ضمیر قرآن کی طرف راجع ہے لیکن محترم موصوف فرماتے ہیں کہ انہ کی ضمیر ان پیشگوئیوں کیطرف جاتی ہے جو کتب سابقہ میں نزول قرآن کے متعلق پائی جاتی ہے - اور میرے ترجمہ کو غلط قرار دینے کی یہ وجہ لکھتے ہیں کہ اسمیں اپنی طرف سے الفاظ بڑھانے پڑتے ہیں - حالانکہ یہ نقص ان کے اپنے ترجمہ میں ہے -

میرے ترجمہ کی موید ایک اور آیت بھی ہے - ان ھذا لفی الصحف الاولیٰ صحف ابراہیم وموسیٰ - نیز میں اس ترجمہ میں اکیلا نہیں بلکہ مفسرین اور اہل تحقیق کا ایک حصہ میرے ساتھ ہے ملاحظہ ہو بیان القرآن کا نوٹ

"یعنی یہی تعلیم قد افلح من تزکیٰ ... پہلے صحیفوں میں بھی موجود ہے بالفاظ دیگر تمام انبیاء کی تعلیم ہمیشہ ایک ہی رہی ہے - اور بعض نے اشارہ ھذا میں ذکریٰ یعنی قرآن کی طرف لیا ہے کہ یہ قرآن پہلے صحیفوں میں بھی موجود ہے جیسا کہ دوسری جگہ ہے - یعنی زبر الاولین" - بیان القرآن - کے اس نوٹ سے جناب ڈاکٹر صاحب کا اعتراض رفع ہو جاتا ہے -

اگر محترم موصوف کے نزدیک کوئی حصہ مضامین قرآن کریم کا پہلے صحیفوں میں نہیں تو وہ ذیل کی آیات کا کیا ترجمہ کرتے ہیں -

(۱) یرید اللہ لیبین لکم ویھدیکم سنن الذین من قبلکم
(ب) ان ھذا القرآن یقص علی بنی اسرائیل اکثر الذی ھم فیہ یختلفون
(ج) وما انزلنا علیک الکتاب الا لتبین لھم الذی اختلفوا فیہ
(۵) پھر میرے محترم بزرگ لکھتے ہیں کہ جب ہر نبی کے ساتھ یہ نام بدلتا رہا یعنے جب موسیٰ پر نازل ہوا تو کہدیا نازل علی موسیٰ تو پھر اس کلام میں تبدیلی ہوئی جس کلام میں تبدیلی ہو تو وہ حادث ہوا اور جو حادث ہو وہ کلام نفسی قدیم نہیں اور جو کلام نفسی قدیم نہیں وہ کلام خدا العیاذ باللہ نہیں -

میرے محترم کو واضح ہو کہ حدوث الفاظ اور متعلقات میں ہر نہ کلام نفسی قدیم میں جو اللہ تعالےٰ کی ازلی صفت ہے - مزید تشریح کا یہ موقعہ نہیں -

(۶) باوجود اسقدر طعن و تشنیع کے میرے محترم دوست اپنی آخری پیرے میں میرے مضمون کی تصدیق کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں "وہ قرآن تمام کتب الٰہیہ کی ان صداقتوں پر مشتمل ہے جنکی ضرورت نوع انسان کو ہمیشہ کے لئے رہتی جیسا کہ فیھا کتب قیمہ سے ظاہر ہے" اب اس عبارت سے تو آپ میرے اس ترجمہ کی تائید کر رہے ہیں جو میں نے آیت لفی زبر الاولین کے تحت میں کیا تھا -

(۷) میں نے لکھا تھا کہ قرآن کریم میں ان تمام صداقتوں کا عربی ترجمہ ہے جو وقتاً فوقتاً نازل ہوئے ہیں - اسپر میرے محترم بزرگ سخت اور سست سناتے ہوئے مجھ سے بیحد ناراض ہوتے ہیں لیکن اگر کہنے کی مجال ہے تو میں عرض کرونگا کہ جب بقول آپ کے یہ صداقتیں عبرانی - سریانی یونانی

نوٹ - غیر زبانوں میں پہلے بھی موجود تھیں تو پھر بات حسب قرآن کریم ان مضامین کا عربی ترجمہ ہوا یا نہیں؟ - کیا فیھا کتب قیمۃ کے یہ معنی ہیں کہ قرآن کریم میں عبرانی سریانی

... ترجمہ ہے تو اس صورت میں فی الحقیقت آپ میرے

... صحیفہ ... اور اگر

زمیندار کی اہانت

۱۲۔ اگست کے روزنامہ زمیندار میں عنوان "افکار و حوادث" کے ماتحت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سخت اہانت کی گئی ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص نے وہ تحریر لکھی ہے۔ اسکی دماغی حالت ضرور قابل اصلاح ہے۔ اسلئے ہم اس کی تیزیٔ طبع کا ازالہ نرمی اور ملائمت سے کرنا ضروری خیال کرتے ہیں۔ ہم نے "الفضل" کا وہ نوٹ یا مضمون تو ہماری نظر سے نہیں گذرا جس میں اس نے اس امر پر خوشنودی کا اظہار کیا ہو کہ مولوی ظفر علی خان اور ان کے فرزند کو بعض لوگوں نے گالیاں دیں۔ جو شخص بھی خلاف شریعت فعل کرتا ہے اور شعائر اللہ کی بے حرمتی کرتا ہے "زمیندار" بھی اس بارہ میں ہم سے ضرور اتفاق کرے گا کہ ایسا شخص قابل عزت و توقیر نہیں ہونا چاہئے۔ پس اگر کوئی کہا انسانوں کے واجب الاتباع امام حضرت مسیح موعود کی کوئی شخص اہانت کرے تو وہ شخص ضرور اس قابل ہے کہ وہ اپنے کئے کی سزا بھگتے۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا کے نزدیک سچے خادم اسلام ہیں۔ اور فی الواقعہ حقیقتاً خدا تعالےٰ کے ساتھ ان کا تعلق قطعی اور یقینی طور پر مکالمہ مخاطبہ ہوتا تھا تو پھر "زمیندار" خود سوچ لے کہ ایسے پاک باز مطہر انسان کی اہانت کرنے سے خدا اور اس کے بندوں کی طرف سے اعانت نہ ہوگی بلکہ اہانت ہی ہوگی۔

"زمیندار" کا عرصہ سے یہ وطیرہ ہے کہ وہ آئے دن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بعض ناجائز حملے کر دیا کرتا ہے اور الزامات وہ وہ اہانت آمیز فقرات بذریعہ اخبارات شائع کر دیا کرتا ہے کہ جن کو پڑھ کر اس شخص کا دل زخمی ہو جاتا ہے جس کو حضرت مسیح موعود سے محبت ہے۔

> "مرزا صاحب آنجہانی نے ایک دفعہ بحالت غنودگی در بودگی ایک فقرہ چست کر کے اسے الہام الٰہی سے منسوب کر دیا تھا کہ "انی مہین من اراد اہانتک" یعنی جس نے تیری اہانت کا ارادہ کیا میں اسکی اہانت کا ارادہ کرنے والا ہوں"

مرزا صاحب آنجہانی کا الہام پورا ہوا ہو یا نہ ہوا ہو ہمیں اس سے بحث نہیں وہ جانیں اور ان کے فدائی۔ لیکن ہم مولانا ظفر علی خان کی خدمت میں اپنی طرف سے یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ "انی مہین من اراد اعانتک وانی مہین من اراد اہانتک"

"زمیندار" کے مندرجہ بالا فقرات کو جو مسلمان بھی پڑھے گا اس کا دل بول اٹھے گا کہ ان فقرات میں "زمیندار" نے سب سے پہلے تو حضرت مسیح موعود کو مفتری علی اللہ قرار دیا ہے یعنی ایسا شخص جو خود ایک فقرہ بنا کر اسکو خدا کی طرف منسوب کر دیتا تھا۔ اور پھر اسی پر "زمیندار" نے بس نہیں کی بلکہ الہامی فقرہ "انی مہین من اراد اہانتک۔ انی معین من اراد اعانتک" کے مقابلہ پر "زمیندار" نے مولوی ظفر علیخان کو خود ان الفاظ میں مخاطب کیا ہے کہ "انی مہین من اراد الخ" گویا جس طرح خدا دوسرے لوگوں کے ارادوں کو جانتا ہے۔ "زمیندار" بھی مولوی ظفر علی خان کے مخالفوں اور معاونوں کے ارادہ سے آگاہ ہے۔ زمیندار سوچ لے کہ کیا کسی مسلمان کے لئے زیبا ہے کہ وہ یہ دعویٰ کرے کہ وہ دوسرے لوگوں کے دلی ارادہ سے آگاہی رکھتا ہے؟ اگر نہیں تو پھر "زمیندار" نے کس بنیاد پر "انی معین من اراد الخ" کا فقرہ اپنی طرف سے بولدیا ہے۔ امید ہے کہ زمیندار اس بات پر بھی غور فرمائے گا۔ کہ اس نے جوش و خروش کے ماتحت غیظ و غضب کی بھڑک میں جو نہایت تیزی سے قلم کا گھوڑا دوڑایا ہے تو ایک بازی اہانت کرنے کے ماتحت عنان ہوش و حواس اس کے ہاتھ سے نکل گئی ہے۔ اور "زمیندار" بنفس نفیس اس بات کا ذاتی گواہ بن رہا ہے کہ فی الواقعہ جو شخص بھی حضرت مسیح موعود کی اہانت کرتا تو کجا اہانت کا ارادہ کرتا ہے خدا اس کی اہانت کرتا ہے اور اگر اس بارہ میں زمیندار کو ابھی کچھ شبہ ہے تو وہ حضرت سے مردِ میدان بنکر دیکھ لے اور حضرت مسیح موعود کی اہانت کر کے پھر عزت حاصل کر کے ہمیں دکھا دے۔ ہم مان لیں گے کہ وہ فقرہ خدا کی طرف سے بطور وحی اور الہام کے حضرت مسیح موعود پر نازل نہ ہوا تھا بلکہ وہ ایک چست فقرہ تھا جو بحالت غنودگی

حضرت مسیح موعود نے خدا کی طرف منسوب کر دیا تھا۔ موجودہ حالت میں تو ہمیں صاف نظر آ رہا ہے کہ "زمیندار" نے حضرت مسیح موعود کی اہانت کر کے اپنے ہاتھوں اپنی اہانت کا سامان پیدا کر دیا ہے۔ چنانچہ آج کے مضمون میں ہی "زمیندار" حضرت مسیح موعود کی طرف منسوب کر کے لکھتا ہے کہ گویا

> "انہوں نے عمر بھر خدا پر افترا باندھا۔ ختم نبوت کی مہر کو توڑ کر آنحضرت کی توہین کی۔ اور حرمین شریفین کو چھوڑ کر ضلع گورداسپور کے ایک غلیظ و کثیف گاؤں کو مسلمانوں کا مرکز قرار دینے کی کوشش کی"

"زمیندار" کے یہ فقرات ہی ثابت کر رہے ہیں کہ ان فقرات کے لکھنے والا حد درجہ کا جھوٹا ہے۔ کیا حضرت مسیح موعود نے اپنی چھہتر سالہ زندگی میں عمر بھر الہام اور وحی کا دعویٰ کیا ہے؟ بچپن جوانی اور بڑھاپا گویا تمام عمر "زمیندار" کے نزدیک حضرت مسیح موعود نے خدا پر افترا باندھا! دوسرے لفظوں میں مسیح موعود کا دعویٰ کرنے سے پہلے بلکہ الہام پانے کا دعویٰ کرنے سے پہلے بھی ہمارے حضرت صاحب (نعوذ باللہ) خدا پر افترا باندھتے رہتے تھے۔ زمیندار خود سوچ لے کہ اسکے ایسے فقرات کہاں تک راستی پر مبنی ہوسکتے ہیں؟

حضرت مسیح موعود تمام عمر ختم نبوت کے قائل رہے اسی عقیدہ پر انہوں نے جان دیدی ؎

> ہر نبوت را بروشد اختتام

آخر تک ان کا عقیدہ رہا۔ اور اگر قادیان کو انہوں نے مرکز قرار دیا تو انجمن احمدیہ کا مرکز قرار دیا۔ نہ کہ تمام مسلمانوں کا۔ پس "زمیندار" کو چاہئے کہ احمدیوں کے متعلق جب قلم اٹھائے تو ہوش میں آ کر اٹھائے نہ کہ بحالت غنودگی در بودگی۔

(ظہیر)

قابل تقلید نمونہ

ہمارے ایک بھائی منشی محمد سلطان صاحب موضع منڈیالہ ضلع گجرات میں ہیں۔ جنہوں نے فائدہ عام کے لئے وہاں ایک امدادی سکول جاری کیا ہوا ہے۔ ان کے دل میں خدمت اسلام کی ایک خاص تڑپ اللہ تعالےٰ نے بھری ہوئی ہے ذاتی طور پر امداد انجمن کے لئے انہوں نے علاوہ اور طریقوں کے ایک یہ طریق رکھا ہوا ہے کہ ان کی بکری جو بچہ دیتی ہے وہ اسے پرورش کر کے قیمت انجمن میں بھجوا دیتے ہیں۔ چنانچہ اس سال انہوں نے ۹ روپیہ پرورش شدہ بچہ کو فروخت کر کے اس کی قیمت برلن مسجد کے لئے بھجوا دی ہے۔ اور ما سوا اسکے اپنے اردگرد کے دیہات میں بھی خوب پھرتے ہیں تاکہ رقم کچھ زیادہ ہو جائے۔ اسوقت جو فہرست انہوں نے بھیجی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ۱۱۲ مختلف مرد و زن کے پاس گئے ہیں کسی سے نقد کسی سے غلہ لیا ہے اسطرح مل ملا کر کل [illegible] جمع کر کے بھجوائے ہیں۔ اللہ تعالےٰ انہیں اور انکے ساتھ چوہدری مہرداد صاحب۔ صوبہ خان صاحب ولد لدھا خان صاحب کو بڑا اجر عطا فرمائے جنہوں نے منشی صاحب کی اعانت فرمائی۔ دوسرے احباب کے لئے بھی یہ بات قابل رشک ہے۔ ہر ایک بھائی اگر اسطرح خدمت اسلام پر آمادہ ہو جائے تو بہت کچھ کر سکتا ہے۔ اللہ تعالےٰ سب کو اسکی توفیق عطا فرمائے۔

(محمد منظور الٰہی۔ سکرٹری)

برلن مسجد کی تکمیل کیلئے احباب کرام کی خاص توجہ درکار ہے

اگرچہ ہمیں اس بات کا اعتراف ہے کہ جہاں تک بزرگان سلسلہ اور ہمدردان ملت سے ہوسکا ہے۔ انہوں نے اس خانہ خدا کے تعمیر کرنے کے لئے خوب کوشش کی ہے۔ اور بعض احباب نے طاقت سے بڑھ کر بھی حصہ لیا ہے۔ اور اگر جرمنی کے حالات میں تغیر نہ آتا تو جمع شدہ روپیہ اس کام کی تکمیل کے لئے کافی تھا مگر جرمنی کی گرانی کے ناگزیر حالات نے اخراجات کو بہت بڑھا دیا جس کی وجہ سے ابھی ایک معقول رقم بقید معمار تعمیر کو ادا کرنی باقی ہے۔ اور اسکے علاوہ کچھ بیرونی جنگلہ اور باغ و پلستر تیار کرنے والا ہے۔ جس کے لئے روپیہ کی سخت اور فوری ضرورت ہے۔ اسوجہ سے باوجودیکہ حضرت مولانا صدر الدین صاحب ایک لمبا عرصہ باہر رہ چکے تھے۔ آپ کو پھر فراہمی روپیہ کے لئے باہر نکلنا پڑا ہے اور آپ شروع ستمبر سے اس کام پر لگ گئے ہیں۔ مگر وہ اکیلے اس بوجھ کو نہیں اٹھا سکتے۔ بلکہ ساری قوم کو چاہئے کہ وہ ان کے بوجھ کو اپنی امداد سے ہلکا کریں۔ اور یہ اس طرح ہوسکتا ہے کہ جن جن احباب کے پاس اسوقت برلن مسجد کی کاپیاں موجود ہیں۔ وہ مہربانی فرما کر اپنی اپنی کاپیوں کی رقم فراہم کر کے جلد بھجوا دیں اور باقی احباب جن کے پاس کاپیاں نہیں وہ ایک کارڈ لکھکر اس غرض کے لئے دفتر سے رسید بکیں منگوا لیں۔ اب موسم بھی اچھا ہو گیا ہے۔ امید ہے کہ سب احباب کی یکدم اور فرداً فرداً توجہ سے انجمن جلد اس کام سے فارغ ہو جائیگی۔

خاکسار۔ محمد منظور الٰہی

سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

مسلم ہوسٹل لاہور

مسلم ہوسٹل کی طرف اس سے قبل احباب کو توجہ دلائی جا چکی ہے۔ ہمارے احباب یہ سنکر خوش ہوں گے کہ ہوسٹل کو اب عمارت میں منتقل کر دیا گیا ہے جہاں پہلے مسلم ہائی سکول تھا۔ اس سے طلبا کی نمازوں اور درس وغیرہ میں شمولیت کا کافی موقعہ ہوگا اور رہائش میں بھی انہیں ہر طرح آرام ملیگا۔ اسکے علاوہ یہ عمارت اسلامیہ کالج کے بالکل ساتھ ہے۔ دوسرے کالج بھی کچھ دور نہیں زیادہ سے زیادہ پندرہ بیس منٹ کے فاصلہ پر ہیں اس لئے امید ہے کہ یہ انتظام احمدی طلبار کے لئے نہایت مفید ثابت ہوگا۔ اور بہت جلد ہوسٹل میں جگہ حاصل کرنے کے لئے شیخ محمد عبد اللہ جان پروفیسر اسلامیہ کالج و سپرنٹنڈنٹ مسلم ہوسٹل احمدیہ بلڈنگس لاہور سے خود ملکر جگہ حاصل کریں گے۔

اشاعت اسلام کلاس کیلئے ضرورت

تبلیغ اسلام سلسلہ عالیہ احمدیہ کی اشاعت اسلام کلاس میں دو تین ایسے طالب علموں کی ضرورت ہے جو نوجوان انٹرنس پاس ہوں یا انٹرنس تک انگریزی تعلیم ہو تقریر کرنے میں اچھی مہارت رکھتے ہوں۔ قدرے عربی زبان سے واقف ہوا۔ وظیفہ معقول دیا جائے گا۔ ظہور احمد (سکرٹری)

کلرکوں کی ضرورت

کنٹرولر ملٹری اکونٹس ضلع وزیرستان لاہور کے دفتر میں کلرکی کی ملازمت کے لئے انٹرنس پاس تک کی لیاقت والے امیدواروں کا ۲۶۔ اکتوبر ۱۹۲۵ء سے امتحان ہوگا۔ عمر ۲۵ سال سے زائد نہ ہو۔ اور باقی امور کے بارہ میں خود ہی فیصلہ کر لیں۔ لاہور سے باہر کے امیدوار ٹکٹ ڈاک بھیجکر حالات دریافت کر سکتے ہیں۔

درخواستیں بنام ڈبلیو جے کولش کنٹرولر ملٹری اکونٹس ضلع وزیرستان لاہور کے آنی چاہییں

ضرورت ہے

تین اسسٹنٹ سٹیشن ماسٹروں کی اور ایک [illegible] کی برائے ٹانگانیکا ریلوے (مشرقی افریقہ) تنخواہ اول الذکر ۵۰ سے ۲۱۰ شلنگ ماہوار۔ اور مؤخر الذکر ۱۵۰ شلنگ ماہوار۔ تجربہ کار اور نوجوانوں کی ضرورت ہے۔

درخواستیں بنام کاؤس جی ڈنشا اینڈ برادرز ایجنٹ ٹانگانیکا ٹریٹری ۱۲۱ میڈوز اسٹریٹ فورٹ بمبئی

تازہ خبریں

ایک لاکھ آدمی بیکار ہو گئے

بمبئی ۹ ستمبر۔ آج صبح سے ہڑتال کی حالت ردّی ہوگئی ہے۔ گیارہ اور کارخانے بالکل بند ہوگئے ہیں۔ صرف چند ایک تھوڑی دیر چلتے ہیں۔ اسوقت تقریباً ایک لاکھ مزدور بے روزگار ہوگئے ہیں۔ اور ان جگہوں میں ایک مصیبت مچی ہوئی ہے۔ مِلوں نے نوٹس دیا ہے کہ اگر کام کرنے والے دوشنبہ تک کام پر واپس نہ آئے تو یہ کارخانے بالکل بند کر دئے جائینگے پولیس ان مقامات کی نگرانی کر رہی ہے تاکہ کسی قسم کی بدامنی واقع نہ ہو بیان کیا جاتا ہے کہ بعض ہڑتالی مزدور اپنے اپنے گاؤں کو جا رہے ہیں لیکن امید ہے کہ دسہرہ کی تعطیل کے بعد واپس آئینگے

کرنسی کمیشن کے متعلق اسمبلی کی تجویز

بمبئی ۱۸ ستمبر۔ کرنسی کمیشن کے ارکان کے تقرر کے متعلق مجلس وضع قوانین ہند نے جو تجویز منظور کی تھی معلوم ہوا ہے کہ وائسرائے نے اسے مسترد کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ سر پرشوتم داس اور دیگر ہندوستانی ارکان اس کے خلاف بطور احتجاج مستعفی ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں

بجلی گھر کی تحقیقاتی کمیٹی

امرتسر ۲۱ ستمبر۔ میونسپل کمیٹی کے بجلی گھر میں رشوت ستانیوں اور بدعنوانیوں کے متعلق مقرر کردہ تحقیقاتی اجلاس آج شام کو منعقد ہونا تھا۔ لیکن خاص وجوہ کی بنا پر یہ اجلاس ۲۲ ستمبر صبح ۷ بجے پر ملتوی کر دیا گیا ہے۔

آل انڈیا کانگرس کمیٹی کا اجلاس

پٹنہ ۲۲ ستمبر۔ آل انڈیا کانگرس کمیٹی کا اجلاس کل ساڑھے سات گھنٹہ تک ہوتا رہا۔ بالآخر سرگرم بحث و مباحثہ کے بعد پنڈت موتی لال نہرو کی وہ قرارداد منظور کی گئی جو انہوں نے کھدر کے متعلق پیش کی تھی۔ اس کے بعد جلسہ کل کے لئے ملتوی کر دیا گیا۔

ترکوں کے خلاف عیسائیوں کے اخراج کا الزام

لندن ۲۱ ستمبر۔ ترکی سفیر متعینہ لندن نے اعلان کیا ہے کہ برسلس کی مقرر شدہ سرحد پر عیسائی آبادی کی جلاوطنی کے متعلق جو الزامات عائد کئے جاتے ہیں وہ سب بے بنیاد اور غلط ہیں اور ان کے بانی مبانی وہ اہل غرض اور شر انگیز لوگ ہیں جو مذکورہ سرحد کے جنوب میں رہتے ہیں۔

ایران میں جدید ریلوے کی تعمیر

لندن ۲۰ ستمبر۔ لنڈن ٹائمز کو معلوم ہوا ہے کہ حکومت ایران اور امریکن بنکوں اور کارخانوں کے درمیان طہران کو خلیج فارس تک ریلوے بنانے کے لئے گفت و شنید ہو رہی ہے ... معدنی حقوق کے عوض میں قرضہ دیا جائیگا۔

جرمنوں نے فرانسیسی ہواباز کو روک لیا

پیرس ۲۰ ستمبر۔ ایکو ڈی پیرس کا بیان ہے کہ فری برگ کے حکام نے موسیو کوسٹی کو وہاں روک لیا اور فرانس واپس نہ جانے دیا جرمنوں نے اس کے ہوائی جہاز پر قبضہ کر لیا ہے۔ موسیو ... کے متعلق ۱۵ ستمبر کے ایک پیغام پیرس میں بیان کیا گیا تھا ... براہ قسطنطنیہ۔ بغداد۔ بندر عباس۔ کراچی جائیگا۔

سلطان ابن سعود کا قبضہ

بمبئی ۲۱ ستمبر۔ سلطان ابن سعود کا جو نمائندہ قاہرہ میں مقیم ہے اس کی طرف سے مرکزی مجلس خلافت بمبئی کو حسب ذیل بحری تار موصول ہوا ہے:-

... کی اطلاع کے مطابق سلطان ابن سعود نے محاصرہ ... اور باشندگان شہر کی امداد سے مدینہ منورہ پر قبضہ کر لیا ہے ... خونریزی ہوئی اور نہ شہر کو یا مقدس عمارات کو یا مقابر کو کوئی نقصان پہنچایا گیا ہے۔ افواج نے کوئی لوٹ مار نہیں ... نہایت حسن انتظام سے شہر میں داخل ہوئیں۔ مسجد نبوی ... ادا کی گئی۔ پرجوش مجمع خلائق اور ہمارے سپاہیوں نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر چراغان کیا۔ شریف علی نے اطاعت قبول کر لی۔ (دفتر احمد مجلس خلافت بمبئی)

غازی ریف کی ٹانگ

پیرس ۲۲ ستمبر۔ غازی عبدالکریم (ایدہ اللہ بنصرہٖ) زخمی ہونے کی جو خبر آئی تھی وہ غلط ہے بلکہ ریفیوں کے ایک سردار ابوالقاسم زخمی ہوئے ہیں۔ ہمیں پیشتر ہی یقین تھا اور اسی لئے کل کے ہمدرد میں اپنی رائے کا اظہار کر دیا تھا۔

ہندوستان میں سونے کی پیداوار

اورگام ۲۲ ستمبر ماہ رواں کے اوائل نصف میں کولار کی کانوں سے جو سونا نکلا ہے۔ آج اس کے چودہ بنڈل بمبئی کے ٹکسال میں بھیجے گئے ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

میسور کی کان سے	۰ — ۸ — ۴۴ ۱۳ ۸	کی قیمت کا
اورگام کی دکان سے	۰ — ۳ — ۸۷۶ ۹ ۴۴	״ ״ ״
چمپین ریف کی کان سے	۰ — — ۵ — ۱۴۷	״ ״ ״
نندی روگ کان سے	۰ — ۲ — ۶۲۸ ۱۵۳	״ ״ ״

بمبئی کی عظیم الشان ہڑتال

بمبئی ۲۲ ستمبر۔ ہڑتال کی وجہ سے آج بھی کئی ملیں بند ہو گئی ہیں بمبئی میں آج کل ۸۲ ملوں میں سے صرف ۱۲ چل رہی ہیں۔ یہ ملیں مظاہرہ کرنے والوں کی دسترس سے باہر ہیں۔ اب تک مظاہرہ کرنے والوں کا طرز عمل بہت ہی پُرامن رہا ہے۔ اب بیکاروں کی تعداد ایک لاکھ ۵ ہزار ہو گئی ہے۔ ہڑتال سے اب تک شہر کے حفظان صحت پر کوئی ناگوار اثر نہیں پڑا ہے۔ مستند ذرائع سے بیان کیا جاتا ہے کہ بعض ہڑتال کرنے والے بالخصوص عورتیں فاقہ کشی کی تکلیف محسوس کر رہی ہیں بہت سے کام کرنے والے شہر چھوڑ چھوڑ کر جا رہے ہیں ریل گاڑی اور جہاز دونوں سے جانے والوں کا بہت ہجوم ہے چنانچہ جنوبی بندرگاہوں کو جانے کے لئے خاص جہازوں کا انتظام کیا گیا ہے۔ لیکن پھر بھی

بہت سے جانے والے ابھی پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔

فا قارئین کرام خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں

منیجر

یورپین توہم پرستی

موضع زکازی واقعہ ہنگری کی ایک لڑکی نے اپنے گاؤں میں بیان کیا کہ جب وہ ندی کا پل عبور کر رہی تھی تو ندی کی طرف دیکھنے پر اسے کنواری (مریم) نظر آئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سارا گاؤں کئی دن تک اس جگہ پر جمع ہوتا رہا۔ کاروبار بند پڑ گئے اور آخر کار سرکار کے حکم سے پل کو ہٹا دیا گیا۔ جب یہ معاملہ ایک پادری کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے اس لڑکی کا واہمہ قرار دیا۔ حکام نے اس جگہ کا راستہ بالکل بند کر دیا لیکن گاؤں والوں نے اصرار کیا۔ کہ لڑکی کا بیان سچا تھا اور اکٹھے ہو کر اس جگہ کی زیارت کے لئے چل پڑے۔ اس پر پولیس نے مداخلت کی اور [illegible] ایک عورت مر گئی۔ اور ایک سخت زخمی ہو گئی

ہفتہ میں دو بار یک شنبہ و چہار شنبہ کو شائع ہوتا ہے

قیمت سالانہ للعہ ششماہی للعہ سہ ماہی للعہ

طلباء سے سالانہ للعہ

جلد ۱۳ | المسیح ادرینۃ اَھو | یوم یک شنبہ مطبوعہ ۸ ربیع الاول ۱۳۴۴ ہجری مطابق ۲۹ ستمبر ۱۹۲۵ عیسوی | نمبر ۹۱

دروز کون ہیں ؟

آج کل اخبارات میں دروزیوں کی فرانسیسیوں کے خلاف جنگ کی خبریں عام طور پر شائع ہوتی ہیں۔ لیکن بہت کم لوگ ایسے ہیں جو دروزیوں کے حالات سے پورے طور پر واقف ہوں مسیح الملک حکیم محمد اجمل خاں صاحب نے شام سے اپنے ایک تازہ خط میں اس فرقہ کے مفصل حالات لکھے ہیں۔ جو معاصر "ہمدرد" سے ناظرین "پیغام صلح" کے فائدہ کے لئے نقل کئے جاتے ہیں:-

فرقہ کی حیثیت سے دروز کا تعلق باطنیہ سے ہے۔ جس طرح اس فرقہ باطنیہ کی شاخوں میں سے نصیریہ قرامطہ اور اسماعیلیہ ہیں اسی طرح اس کی ایک شاخ فرقہ دروزیہ بھی ہے۔

یہ لوگ (دروز) خدائے تعالےٰ کی وحدانیت کے قائل ہیں اور رسول مقبول کو خدا کا بھیجا ہوا پیغمبر مانتے ہیں۔ قرآن شریف کو کتاب الٰہی دوسرے مسلمانوں کی طرح جانتے ہیں اور یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ کتاب الٰہی رسول خدا پر نازل ہوئی۔ لیکن جہاں تک تحقیق کرنے سے معلوم ہوا یہ ختم نبوت کے قائل نہیں۔ بلکہ ان کا بعض ایسے اشخاص کے متعلق جو رسول مقبول کے بعد پیدا ہوئے یہ اعتقاد ہے کہ وہ بھی نبی تھے۔ اس کے علاوہ ان کے انبیاء کی فہرست وسیع ہے وہ اور بھی بہت سے اشخاص کو نبی مانتے ہیں۔ اور اسی سلسلہ میں افلاطون کو بھی نبی کہتے ہیں

حضرت سلیمان علیہ السلام اور سیدنا علیؓ اور بعض دوسری ہستیوں کے متعلق کے ان کا اعتقاد ہے کہ وہ الوہیت کی مظہر ہیں۔ انہیں ہستیوں میں وہ الحاکم بامر اللہ الفاطمی کو بھی شامل کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ مظہر الوہیت کی کڑیوں میں سے وہ آخری کڑی تھے۔

ان کی خاص دینی کتابوں کی جن میں یہ اپنے گروہ کے سوا کسی شخص کو دیکھنے کے لئے بھی نہیں دیتے تعداد ۲۴ ہے جن میں سے ان کے ہاتھ میں بالفعل چھ کتابیں ہیں۔ باقی ۱۸ کتابوں کی نسبت وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ چین میں ہیں جہاں ان کے خیال کے مطابق دروز کی تعداد بہت زیادہ ہے

ان کتابوں کو یہ کسی ایک جگہ خاص اہتمام سے پڑھتے ہیں جہاں مرد اور عورتیں جمع ہوتی ہیں۔ لیکن یہ انتظام کیا جاتا ہے کہ عورتیں اور مرد ایک ہی جگہ نہ ہوں۔ اس لئے جس جگہ یہ لوگ ان کتابوں کو پڑھنے یا وعظ و نصیحت سننے کے لئے جمع ہوتے ہیں وہاں ایک ایسی دیوار بھی ہوتی ہے جس میں سوراخ ہوتے ہیں۔ عورتیں اس دیوار کے ایک طرف ہوتی ہیں اور وہ ان سوراخوں کی وجہ سے کتابوں یا وعظ کو سن سکتی ہیں۔ اس جگہ کو یہ لوگ بیت حکمت کہتے ہیں۔

ان کی کل آبادی جہاں دروز ہیں۔ ۷۰ ہزار سے زیادہ نہیں۔ ہے اور یہ دو حصوں پر منقسم ہے۔ ایک حصہ کو عقال اور دوسرے کو جہال کہتے ہیں عقال وہ لوگ ہیں جو مذہب کے پابند ہوتے ہیں۔ اور بیت حکمت میں بھی یہی لوگ جمع ہوتے ہیں۔ جہال وہ گروہ ہے جو مذہب پر پوری طرح عامل نہیں ہے۔ اور اسے حق نہیں ہے کہ وہ بیت حکمت میں داخل ہو سکتے۔

یہ لوگ تناسخ کے بھی قائل ہیں۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کتابوں میں ایک معقول حصہ فلسفہ کا شامل ہے اور اسی وجہ سے یہ اپنی مذہبی کتابوں کو "کتب حکمت" کہتے ہیں اور یونانی مشہور فلاسفروں میں سے کسی کو نبی اور کسی کو مظہر الوہیت مانتے ہیں۔

دروز کے عادات و خصائل!!

عام طور پر یہ متقی ہوتے اور کبائر کے ارتکاب سے پرہیز کرتے ہیں اس کے علاوہ کوئی دروزی آپ کو ایسا نہیں ملے گا جو کسی حالت میں بھی کسی سخت سے سخت دشمن کو گالی دے۔ مجھ سے امیر امین ارسلان نے جو امیر شکیب ارسلان کے چچا زاد بھائی ہیں۔ اور جو اپنی قابلیت اور خاندان کی وجہ سے سوریہ کے ممتاز ترین اشخاص میں سے ہیں یہ عجیب واقعہ بیان کیا کہ ایک لڑائی میں جو کسی غیر دروزی قبیلہ کے ساتھ ان کی ہوئی تھی۔ یہ روزانہ گالیاں بھی سنتے تھے۔ یوں تو یہ اپنے دشمن کو ہر ایک بات کا جواب دے رہے تھے لیکن گالیوں کا جواب ان کے پاس نہیں تھا اور عربی عوائد و خصائل کے لحاظ سے یہ بہت رنجیدہ تھے۔ کہ اپنے دشمن سے دشنام ہی میں پیچھے ہیں بالآخر اس کمی کو انہوں نے چند کرایہ کے ایسے اشخاص کی وجہ سے پورا کر لیا جو دروزی نہیں تھے اور اس طرح اپنے مخالف سے انہوں نے گالیوں کا بدلہ بھی لے لیا۔

دروز کی وجہ تسمیہ

حاکم بامر اللہ کے انتقال کے بعد جس نے آخر میں اپنا نام حاکم بامرہ رکھا تھا اور جس کی نسبت ان کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ مرا نہیں ہے بلکہ غائب ہوگیا ہے دو شخص حمزہ مصری اور سلیمان تستکینی الدرزی مصر سے ملک شام میں آئے تھے۔ حمزہ حاکم بامر اللہ کی الوہیت کا قائل تھا لیکن سلیمان اس کے بالکل خلاف تھا سلیمان نے بالآخر کچھ آدمی بھیج کر حمزہ کو مروا دیا جس کے معتقدین نے ایک روز موقع پا کر سلیمان کو مروا دیا۔ سلیمان شیطان کا مظہر یا انبیاء الطیبین میں سے ایک شیطان تھا۔ چونکہ یہ لوگ گالی نہیں دیتے اس لئے غصہ کی حالت میں یہ اس شخص کو جس پر انہیں غصہ آتا تھا دروزی (یعنی سلیمان شیطان) کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ چونکہ یہ لفظ ان کی زبان سے بار بار سنا جاتا تھا اس لئے عام طور پر سوریا کی آبادی نے اس گروہ کو اپنے روزمرہ کے استعمال میں دروزی کہنا شروع کر دیا اور اس طرح یہ لقب اس گروہ کے لئے مخصوص ہوگیا۔ ورنہ یہ خود اب بھی اسے اپنے لئے ناپسند کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ بحیثیت ایک گروہ کے ہم موحدین ہیں اور اپنے لئے اس لقب کو پسند کرتے ہیں۔

اس مختصر تمہید کے بعد اب میں اس لڑائی کے اسباب بیان کرنے مناسب سمجھتا ہوں اور اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ اسباب کی فہرست طویل ہے لیکن میں مجبور ہوں کہ نمونہ کے طور ان میں سے چند کا بیان ذکر کر دوں کہ یہ بات ناظرین "ہمدرد" کے ذہن نشین ہو سکے کہ اس ساٹھ ہزار کی بے دست و پا آبادی نے جس کے پاس لڑنے والے اشخاص مشکل سے دس اور پندرہ ہزار ہوں گے کن مجبوریوں سے اس لڑائی کو اختیار کیا ہے

لڑائی کے اسباب

دروز سخت مزاج اور متعصب ہیں۔ اپنی آبادی میں غیروں کا آنا اور وہاں قیام کرنا ناپسند کرتے ہیں۔ جب لیگ آف نیشن کی فیاضی نے تمام سوریا کی بھیڑوں کو فرنچ چرواہوں کے سپرد کر دیا تو انہوں نے آتے ہی تیزی کے ساتھ خفیہ محکمہ سے کام لینا شروع کیا اور اس سلسلہ میں جبل الدروز میں بھی معقول تعداد میں اپنے جاسوس بھیجنے شروع کئے۔ سب سے پہلے فرنچ گورنمنٹ کی یہ حرکت دروز کو سخت ناگوار ہوئی۔

اسے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ ایک اور واقعہ نے اس ساٹھ ہزار کی آبادی میں برہمی پیدا کر دی "خاندان اطرش" ان میں ایک معزز خاندان ہے اور سب دروز اس کا احترام کرتے اور اسے اپنا معنوی سردار سمجھتے ہیں۔ گو اس خاندان کے کئی رکن ہیں۔ لیکن ان سب میں سلطان پاشا اطرش جو اپنی قومی غیرت اور صداقت کے لحاظ سے خاص طور پر ممتاز ہیں۔ ایک دفعہ "ادہم خنجر" جو فرنچ گورنمنٹ کا مخالف تھا اور جبل عامل میں ایک چھوٹے گروہ کا سردار تھا اور جس کی گرفتاری کے حکام درپے تھے سلطان پاشا سے ملنے آیا یہ گھر پر موجود نہ تھے اس لئے وہ ان کے انتظار میں انہیں کے مکان پر ٹھیر گیا جب اس آبادی کے جس کا نام القریہ ہے اور جس میں سلطان پاشا کا مکان ہے۔ تحصیلدار بہجت محمود کو ادہم کے یہاں آنے کا علم ہوا تو اس نے گرفتار کر کے توفیق بک اطرش کے پاس جو اسی خاندان کے ایک رکن اور قلعہ سویدا کے کمانڈر تھے بھیج دیا جب سلطان پاشا اپنے مکان پر آئے تو انہیں ادہم کی گرفتاری کا حال معلوم ہوا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ ان سے ملنے کے لئے آیا تھا اور انہیں کے مکان سے گرفتار کر لیا گیا اس لئے وہ سخت برہمی کی حالت میں بہجت محمود کے پاس گئے اور ادہم کا مطالبہ کیا۔ اس نے کہا کہ میں نے اسے توفیق بک کے پاس بھیج دیا تو اس نے جواب دیا کہ وہ فرنچ کپتان کے پاس ہے جب سلطان پاشا اس کے پاس گئے تو اس نے ادہم کے دینے سے انکار کر دیا اور ان کی اہانت بھی کی جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ سلطان پاشا نے ادہم کو طاقت کے ذریعہ چھوڑانے کا عزم کر لیا اور جب انہیں معلوم ہوا کہ ادہم کی فوج کی حفاظت میں دمشق بھیجا جا رہا ہے تو انہوں نے اس فوج پر حملہ کر دیا۔ اس فوج کے افسر نے ادہم کو ایک طیارہ میں بٹھا کر دمشق بھیج دیا جہاں اسے پھانسی دے دی گئی اور خود لڑائی میں مصروف ہوگیا جس میں فریقین کے نقصانات ہوئے اور سلطان پاشا نے دو فرنچ ٹینکوں پر قبضہ کر لیا اس کے بعد فرنچ طیاروں نے القریہ پر حملہ کر کے اسے سخت نقصان پہنچایا جس کی وجہ سے سلطان پاشا نے جبل الدروز کو چھوڑ کر شرق اردن میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ بود و باش اختیار کر لی۔

چند مہینوں کے بعد گورنمنٹ اور سلطان پاشا میں کچھ مفاہمت ہو گئی اور انہیں اجازت مل گئی کہ وہ القریہ میں واپس آجائیں۔ سلطان پاشا اپنے وطن تو واپس آگئے لیکن انہوں نے سیاسیات میں حصہ لینے سے انکار کیا۔ اور ایک عرصہ تک جبل الدروز میں سکون رہا۔

اس کے بعد واقعات پھر اس طرح سے شروع ہوتے ہیں کہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۳ — ۱۷ ربیع الاول ۱۳۴۴ھ

"نبی کا نام پانے کیلئے میں ہی مخصوص کیا گیا"

کمپونی گنبد

جب انسان کسی غلط خیال کا تابع ہو جاتا ہے تو عموماً دیکھا جاتا ہے کہ وہ بغیر اصول کو مدنظر رکھنے اور سیاق و سباق پر غور کرنے کے عبارتوں کو کانٹ چھانٹ کر اپنے مفید مطلب بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ یہی طریق قادیانی فریق نے حضرت مسیح موعود کی نبوت کے بارہ میں اختیار کر رکھا ہے کہ نہ وہ کسی اصول کی پیروی کرتے ہیں اور نہ حضرت صاحب کی عبارتوں کو سیاق و سباق کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ محولہ بالا فقرہ حضرت مسیح موعود نے اپنی کتاب حقیقت الوحی میں تحریر فرمایا ہے۔ اس ایک فقرہ کو دنیا کے سامنے بطور دلیل دعوی نبوت مسیح موعود پیش کیا جاتا ہے اور آگے پیچھے کی عبارت پر ذرا نظر نہیں ڈالی جاتی۔ اسوقت ہماری جماعت کی طرف سے ایک کتاب مسیح موعود اور نبوت شائع ہوئی ہے۔ اس کے شائع ہونے پر میاں صاحب کے دو تین مرید بجائے اصولی طور پر اسکی تردید کرنے کے ایک آدھ فقرہ لیکر اسپر "الفضل" میں لن ترانیاں کر رہے ہیں۔ لائلپور کے ایک قادیانی نے تو اسکا جواب بھی تیار کر رکھا ہے۔ لیکن جو نمونہ جواب کا اس نے قادیان کے اخبار میں شائع کیا ہے۔ اس میں تو کوئی خاص دلیل نہیں پائی جاتی جس کے رو سے اسے مخاطب کیا جائے یہی حال انبالوی قادیانی کا ہے۔ اول الذکر نے ایک چٹھی سا خط حضرت امیر کی خدمت میں لکھا تھا جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ اسنے قادیانی تنگدلی کے سبب سے مسائل اختلافی پر ہمارا لٹریچر بالکل دیکھا تک نہیں لیکن چونکہ اس نے اپنے اخبار میں محولہ بالا فقرہ والی عبارت نامکمل طور پر نقل کر کے غلط بیانی کی ہے۔ اسلئے میں اس مضمون میں صرف اسی عبارت پر کچھ لکھنا ہوں۔ حضرت مسیح موعود حقیقۃ الوحی میں تحریر فرماتے ہیں:—

"اب واضح ہو کہ احادیث نبویہ میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ایک شخص پیدا ہوگا۔ جو عیسی ابن مریم کہلائے گا اور نبی کے نام سے موسوم کیا جائے گا۔ یعنے اس کثرت سے مکالمہ مخاطبہ کا شرف اسکو حاصل ہوگا۔ اور اس کثرت سے امور غیبیہ اس پر ظاہر ہوں گے کہ بجز نبی کے کسی پر ظاہر نہیں ہو سکتے۔ جیسا کہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے۔ فلا یظہر علی غیبہ احداً الا من ارتضی من رسول۔ یعنے خدا اپنے غیب پر کسی کو پوری قدرت اور غلبہ نہیں بخشتا جو کثرت اور صفائی سے حاصل ہو سکتا ہے بجز اس شخص کے جو اسکا برگزیدہ رسول ہو اور یہ بات ایک ثابت شدہ امر ہے کہ جس قدر خدا تعالے نے مجھ سے مکالمہ مخاطبہ کیا ہے۔ اور جس قدر امور غیبیہ مجھ پر ظاہر فرمائے ہیں۔ تیرہ سو برس ہجری میں کسی شخص کو آج تک بجز میرے یہ نعمت عطا نہیں کی گئی اگر کوئی منکر ہو تو بار ثبوت اسکی گردن پر ہے"

اس کے بعد آپ فرماتے ہیں کہ

"غرض اس حصہ کثیر وحی الہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اللہ اور ابدال و اقطاب اس امت میں سے گذر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔ کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط اس میں پائی نہیں جاتی۔ اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی صفائی کے ساتھ پوری ہو جاتی کیونکہ اگر دوسرے صلحاء جو مجھ سے پہلے گذر چکے ہیں وہ بھی اسی قدر مکالمہ مخاطبہ الہیہ اور امور غیبیہ سے حصہ لیتے تو وہ نبی کہلانے کے مستحق ہو جاتے تو اس صورت میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی میں ایک رخنہ واقع ہو جاتا۔ اسلئے اللہ تعالے کی مصلحت نے ان بزرگوں کو اس نعمت کو پورے طور پر پانے سے روکدیا۔ تاکہ جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا۔ وہ پیشگوئی پوری ہو جائے۔"

محولہ بالا عبارت کے معنی کرنے میں ضروری ہے کہ کوئی اصول بھی مدنظر رکھا جائے۔ اس عبارت سے یہ تو ظاہر ہے کہ کوئی نیا اصول قائم نہیں کیا گیا بلکہ ایک بات کا اپنی ذات کے متعلق ذکر ہے۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ اگر کوئی ایسا امر بیان کیا گیا ہو جو بظاہر کسی اصول کے خلاف ہو تو اسے اصول کے ماتحت کر کے اسکی تاویل کی جائیگی مثلاً قرآن کا اصول ہے کہ خلق کرنا اللہ تعالی کی ہی صفت ہے تو جب حضرت مسیح کے متعلق وہ دفعہ خلق طیر کا ذکر قرآن میں آیا ہے جو ظاہری الفاظ کے مطابق قرآن کے اصول کے خلاف ہے تو اب چونکہ اصول تو توڑا نہیں جا سکتا۔ اسلئے مسیح کی خصوصیت جو خلق طیر کے متعلق ہے اس کی تاویل کی جائیگی پھر قرآن میں ہے کہ مرد سے وہیں اس دنیا میں نہیں آتے لیکن مسیح کے متعلق ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے اسلئے صحیح امر یہی رہیگا کہ جو امر خلاف اصول ہو اسکی تاویل کر کے قانون کی تحت میں لایا جائے گا۔

اب حضرت مسیح موعود کی عبارت میں ایک شخص کے نبی ہونے کا ذکر ہے۔ اسپر سوال صاف ہے کہ آیا حضرت نبی کریم کے بعد اس قسم کا سلسلہ نبوت جاری ہے یا نہیں جس قسم کی نبوت کا دعوی محمودی اس عبارت میں سمجھتے ہیں اسکی صرف دو ہی صورتیں ہیں۔ تیسری کوئی نہیں۔ اگر تو سلسلہ نبوت جاری ہے تو معلوم ہوا اور بھی نبی اس قسم کے اس نبوت میں ہوں گے۔ لیکن اگر اور نبی ہونگے تو حضرت صاحب کا یہ کلام غلط ہو جاتا ہے کہ "نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا"۔ یا یہ کہ "اگر کوئی اور بھی نبی کا نام پالے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی میں ایک رخنہ واقع ہو جاتا ہے" اس لئے اور کسی کو نبی بنانے سے تو خود وہ عبارت ہی غلط ٹھہرتی ہے۔ جس کے معنی کرنے ہیں تو دوسری صورت یہ ہوئی کہ آنحضرت کے بعد اس قسم کی نبوت کا سلسلہ جاری نہیں پس اگر سلسلہ نبوت ہی جاری نہیں تو ایک شخص بھی نبی نہیں ہو سکتا اسلئے حضرت صاحب کے ان الفاظ کی تاویل کرنی پڑیگی

پھر دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ اسی کتاب کے صفحہ ۶۵ - الاستفتاء میں حضرت صاحب نے لکھا ہے کہ میرا نام اللہ کی طرف سے مجازی طور نبی رکھا گیا ہے نہ کہ حقیقی طور پر۔ تو ماننا پڑا کہ خصوصیت خواہ کچھ ہو بہر حال آپ کا نام مجازی طور پر نبی رکھا گیا ہے۔ مجازی نبی کی تعریف جو قادیان سے نکلی ہے اگر اسے صحیح سمجھا جائے تو دوسرے بہت سے مجازوں کو بھی حقیقت ماننا پڑے گا۔ مثلاً مسیح عیسوی نے اپنے آپ کو ابن اللہ کہا یہود نے اسپر اعتراض کیا کہ ہم تجھے اس کلمہ کفر کی وجہ سے سنگسار کرینگے۔ جواب میں مسیح نے کہا کہ تمہارے بڑے تو خدا بھی کہلاتے۔ پھر اگر میں نے اپنے آپ کو خدا کا بیٹا کہا تو کیا ہو گیا۔ ظاہر ہے کہ مسیح کی مراد تھی کہ وہ مجازی طور پر ابن اللہ ہے جس طرح یہود کے بڑے مجازی خدا تھے لیکن مسیح کی قوم نے خود اپنے ہادی کے اس قول کی پرواہ نہ کر کے اسے حقیقی معنی پر ابن اللہ بنا دیا۔ پہلے مسیح نے تو مجاز کا لفظ کا ابن اللہ کے ساتھ استعمال نہ کیا تھا لیکن اس سے معناً مجاز نکلتا تھا لیکن یہاں تو مسیح محمدی نے صراحت سے اپنا نام مجازی نبی رکھا۔ افسوس کہ اسکے پیرو مجاز کو حقیقت بنا کر اسے واقعی نبی ٹھہراتے ہیں۔ پھر مسیح موعود اپنے آپ کو مجازی نبی کہنے کے باوجود نبی بن سکتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ پہلے مسیح کو اسکے پیرو ابن اللہ نہ مان لیں۔ بات تو ایک ہی ہے پس حضرت صاحب کی منقولہ عبارت میں بات صاف ہے کہ جس خصوصیت کا اس میں ذکر ہے وہ آپ کے بعد کے بیان کو غلط نہیں ٹھہرا سکتی کہ میرا نام مجازی طور پر نبی رکھا گیا ہے۔ اگر منسوخ ہوگی تو پہلی عبارت پچھلی سے ہوگی۔

اب حضرت مسیح موعود کی اس عبارت کا اصل مطلب یہ ہے کہ اسمیں ایک دو دفعہ نہیں بلکہ چار دفعہ اس امر کا ذکر کیا ہے جس کا ظاہر کرنا آپ کی اصلی غرض تھی۔ عبارت کا شروع اسطرح ہے

(۱) "احادیث نبویہ میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ آنحضرت کی امت میں سے ایک شخص پیدا ہوگا جو عیسے اور ابن مریم کہلائے گا اور نبی کے نام سے موسوم کیا جائے گا۔

(۲) پھر اسی خصوصیت کا ذکر کر کے لکھا:۔

"اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا کہ آنحضرت کی پیشگوئی صفائی کے ساتھ پوری ہو جاتی"

پھر فرمایا کہ

اگر دوسروں کو بھی یہ نام ملجاتا

(۳) "تو آنحضرت کی پیشگوئی میں ایک رخنہ واقع ہو جاتا"

اور سب سے آخر اسی بات کا ذکر کر کے فرمایا:۔

"تا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا وہ پیشگوئی پوری ہو جائے"

اب اپنے اصل مطلب کو آپ نے اس عبارت میں چار دفعہ ظاہر کیا ہے یعنی یہ کہ آپ دیگر مجددین کی طرح ان اللہ یبعث لہذہ الامۃ علی راس کل مائۃ من یجدد لہا دینہا کے ماتحت آئے لیکن چودھویں صدی کے مجدد کے بارہ میں کچھ خاص پیشگوئیاں بھی نبی کریم نے فرمائی کر دوسرے مجددین سے اسے خصوصیت دیدی ہے یعنی اسکا نام حدیثوں میں مسیح ابن مریم اور صحیح مسلم کی ایک حدیث میں نبی اللہ رکھا گیا ہے۔ اس کی آمد کے نشان دئے گئے اسکے کام کی عظمت بتائی گئی لیکن پیشگوئی میں ایک لفظ کے آجانے سے یہ مطلب لازم نہیں ہوتا کہ اسکی کوئی تاویل نہیں کی جائیگی۔ کیونکہ جس حدیث میں لفظ نبی اللہ آیا ہے اسکے ہر ایک دوسرے لفظ کی فریق ثانی بھی تاویل کرتا ہے۔ پھر خود حضرت مسیح موعود نے اسکے بارہ میں لکھا ہے:

"آنے والے مسیح موعود کا نام جو صحیح مسلم وغیرہ میں زبان مقدس حضرت نبوی سے نبی اللہ نکلا ہے وہ انہی مجازی معنوں کے رو سے ہے جو صوفیائے کرام کی کتابوں میں مسلم اور ایک معمولی محاورہ مکالمات الہیہ کا ہے" (حاشیہ انجام آتھم ص۲۸)

اگر پیشگوئیوں کی تاویل نہ کی جائے تو بہت ساری پیشگوئی پر پانی پھر جاتا ہے۔ مثلاً حضرت مسیح موعود نے لکھا ہے کہ انبیاء کی پیشگوئیوں میں حضرت نبی کریم کی آمد کو خدا کی آمد اور آپ کے ظہور کو خدا کا ظہور قرار دیا ہے حالانکہ ایسی پیشگوئی کسی اور نبی کے بارہ میں نہیں۔ اس پیشگوئی کو ہم حضرت نبی کریم کی خصوصیت قرار دیسکتے ہیں لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ آپ سچ مچ خدا ہیں لیکن پیشگوئیوں میں آپ کو خدا کہا جانے کی بھی کوئی وجہ ہے اور وہ یہی ہے کہ دیگر انبیاء کے مقابلہ میں آپ کی شوکت آپ کا جلال آپ کے کارنامے آپ کی کامیابیاں اسقدر بڑھ گئیں کہ دیگر انبیاء کی نسبت آپ کا مرتبہ خدائی کے رنگ میں نظر آتا تھا اور انہیں دیگر انبیاء کے مقابلہ میں ایسی عظمت دکھائی گئی کہ دوسروں کے کاموں کو آپ سے کوئی نسبت ہی نہ تھی۔ اسلئے گو کام آپ کا نبیوں والا تھا۔ لیکن محض کام کی عظمت و شوکت نے پیشگوئیوں میں آپ کیلئے خدا کا لفظ رکھدیا گو آپ خدا نہ تھے بلکہ نبی تھے اسی طرح یہاں مسیح موعود گو مجدد تھے لیکن آپ کے کام کی شوکت و عظمت کی سبب سے آپکو پیشگوئیوں میں ایک خصوصیت دی گئی اور نبی اللہ نام رکھدیا گیا۔ یعنی دیگر مجددین کے مقابل آپ کے کام میں نبوت کی شان جلوہ نما ہوئی اور حضرت صاحب کے چار دفعہ اس عبارت میں پیشگوئی کا ذکر کرنے سے صرف اس پیشگوئی والی خصوصیت کی طرف ہی توجہ دلانا مقصود ہے نہ کچھ اور۔ آپ کے الفاظ:۔

"تا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا وہ پیشگوئی پوری ہو جائے"

ہرگز صحیح نہیں ٹھہرتے جبتک کہ الفاظ کی تاویل نہ کی جائے جو گذر چکی ہے اور اسی تاویل کے رو سے آپ کے یہ الفاظ بھی

درست رہتے ہیں :-

جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب
اس امت میں سے گذر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر
اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام
پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کو کثرت سے مکالمہ مخاطبہ نہ ہوتا تھا یا کثرت سے ان کے نشانات ظاہر نہیں ہوئے کیونکہ ان امور کا تو کئی دفعہ آپ نے حقیقت الوحی میں اعتراف کیا ہے مطلب صرف یہ ہے کہ ان کے مقابل آپ کو یہ حصہ اسقدر کثیر ملا کہ گویا آپکی پیشگوئیوں میں نبوت کی شان جلوہ گر ہوئی۔ اور اسلئے حدیث میں یعنی پیشگوئی میں نبی کا نام پانے کے لئے آپ ہی مخصوص کئے گئے ورنہ اگر اسکے یہ معنی لئے جائیں کہ اور کسی کے الہام میں اسکا نام نبی نہیں رکھا گیا تو یہ غلط ہے کیونکہ آجکل کے معمولی ملہم بھی اپنے الہام میں نبی کا لفظ دکھا دیتے ہیں جو غیر مامور ہوتے ہیں تو مجددین کے متعلق ایسا قیاس کیوں ہو سکتا ہے اور اگر یہ خصوصیت بھی ہوتی تو اسکو حدیث میں نبی کا نام پانے سے کیا تعلق اور بار بار حدیث کی خصوصیت کا کیوں ذکر کیا بلکہ اصل بات یہی ہے کہ خصوصیت صرف یہی ہے کہ حدیث میں آپ کو نبی اللہ کہا گیا ہے نہ یہ کہ فی الواقعہ آپ کو کوئی الگ قسم کی نبوت دی گئی۔ اگر کہا جا کہ مجددین سے کوئی علیحدہ نبوت آپ کو ملی تھی تو اس کا کوئی ظاہری نشان نظر آنا چاہیے جب کام مجددین والا ہے اور جو باتیں دوسرے مجددین میں تھیں وہی آپ میں تھیں تو خواہ مخواہ اسلام کے ایک محکم اصول ختم نبوت کو توڑنے سے کیا فائدہ؟

حنفیت و نجدیت

جس دن سے ہندوستان میں نجدیت و حنفیت کی معرکہ آرائی شروع ہوئی ہے اور حجاز کے معاملات کے متعلق مسلمانوں نے ایک دوسرے کی پگڑیاں اچھالنی شروع کی ہیں ”پیغام صلح“ کا رویہ غیر طرفدارانہ رہا ہے۔ اور سوائے اس کے کہ ہر دو فریق کو اس شرمناک طریق عمل پر جو انہوں نے اختیار کر رکھا ہے۔ ملامت کی جائے کسی خاص فریق کی حمایت ضروری نہیں سمجھی۔ اور نہ ہمارے نزدیک اس وقت تک کسی رائے کے اظہار کی ضرورت ہے جب تک حجاز کے حالات امن کی صورت اختیار نہ کر لیں۔ اور ایک غیر جانب کمیشن کے ذریعہ صحیح واقعات کا پتہ نہ لگ جائے +

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اخبار ”الجمعیۃ“ کے اغراض و مقاصد میں دوسروں کے متعلق خواہ مخواہ کذب و افترا سے کام لینا بھی داخل ہے یا اپنی ایک تازہ اشاعت میں اس نے ہمارے متعلق لکھا ہے کہ ہم بریلویوں کی حمایت کر رہے ہیں۔ آخر علماء کا اخبار ہے اور اس طبقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ جس کے ایک رکن لاہور میں اپنی ریش مبارک پر ہاتھ پھیر کر کہہ گئے ہیں کہ اس کی آڑ میں ہم بڑے بڑے شیطانی کام کرنے اور یہ کہہ دیتے ہیں کہ تو ہے تو کیا غم ہے۔ جماعت احمدیہ لاہور کچھ کہے یا نہ کہے۔ لیکن جمعیۃ العلماء کا یہ فرض ہے کہ وہ اس کے متعلق غلط بیانی سے کام لے تاکہ خواہ مخواہ بھی لوگوں کو اس کے خلاف اشتعال پیدا ہو۔ لیکن ہمیں مطلق ڈر نہیں۔ وہ جتنا چاہے غلط بیانیاں کرے اور لوگوں کو اکسائے۔ حق آخر کار غالب ہو گا۔ ایک دن آئیگا جب نجدیت و بریلویت . . . . . ہر دو سے بیزار ہو کر انہیں مامور الٰہی کی طرف چار و ناچار آنا پڑیگا۔ وہ نہیں تو ان کی ذریت احمدیت کو اپنا طغرائے امتیاز بنائیگی۔ اور ہماری طرح اس مسلک کو اپنا طریق عمل قرار دیگی جس کو ذوق مرحوم نے ذیل کے دو مصرعوں میں واضح کیا ہے۔ ؎

ہفتاد دو فریق حسد کے عدد سے ہیں
اپنا ہے یہ طریق کہ باہر حسد سے ہیں

ضروری گذارش

لاہور میں ملیریا کا زور ہے۔ ایڈیٹر پیغام صلح کا گھر بھی اس سے مستثنےٰ نہیں بلکہ ایک دن کے لئے اسے خود بھی اس میں مبتلا ہونا پڑا۔ اس وجہ سے آج کا پرچہ معمول سے کم صفحات پر شائع ہوتا ہے۔ امید ہے اس کی تلافی آئندہ ہو سکے گی انشاءاللہ۔

خط و کتابت ممالک غیر

جاوا

اخویم مرزا ولی احمد بیگ صاحب تازہ خط میں لکھتے ہیں کہ: اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے آپ کی دعائیں اور میرا خواب کہ میں ان جزائر میں احمدیت کو قائم ہوتا دیکھوں اپنا اثر دکھا رہی ہیں۔ دعوت عمل کے ملائی ترجمہ نے یہاں سنسنی پیدا کر دی ہے اور اس کے مطالعہ سے لوگوں کے لئے پہلا موقعہ پیدا ہوا ہے کہ وہ احمدیت کو اپنی اصلی صورت میں مطالعہ کریں۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کے اصل دعوے سے واقفیت حاصل کریں۔ حضرت صاحب کے دعاوی پر غور کرنے کے لئے مجالس پر مجالس ہو رہی ہیں۔ جہاں مجھے حضرت صاحب اور احمدیت کے بارہ میں بیان کرنے کیلئے مدعو کیا جاتا ہے۔ اور حاضرین ہماری تحریک سے دلچسپی کا اظہار کرتے ہیں اور اگر کسی قسم کی کچھ مخالفت ہے تو وہ بہت کمزور اور قابل توجہ نہیں ہے ۱۸ / صفر کی رات کو مصر کے شیخ محمد عبدہ کے چند شاگردوں نے ایک جلسہ کیا اور مجھے اپنے اصول بیان کرنے کے لئے کہا۔ جس پر میں نے اپنے جملہ اصول مفصل طور پر بیان کر دئے۔ تب ایک شخص نے جو کچھ عربی جانتا تھا کھڑے ہو کر کہا۔ کہ ہمیں حضرت مرزا صاحب کے جملہ دعاوی قبول کرنے میں ذرا بھی عذر نہیں ہے لیکن کیوں نہ انہی اصولوں پر شیخ محمد عبدہ کو اس صدی کا مجدد مان لیا جائے۔ کیونکہ اس نے بھی قرآن کریم کی عربی تفسیر لکھ کر اسلام کی بڑی خدمت کی ہے۔ اس کے بیٹھ جانے پر میں کھڑا ہو گیا۔ اور مندرجہ ذیل مختصر سی تقریر کی :-

کہ اول تو مجدد کے لئے الہام الٰہی کی بنا پر مامور ہونا ضروری ہے دوم خود اس کا مدعی ہونا اور دعوے کا مشتہر کرنا۔ اور سوم باوجود سخت مخالفت کے اپنے دعاوی میں کامیاب ہونا۔ اور یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ خدا کا ہاتھ اس کے ساتھ ہو۔ اگر یہ شرائط شیخ محمد عبدہ میں پائی جاتی ہیں تو ہمیں اس کے ماننے میں کچھ عذر نہ ہونا چاہیئے۔ اس کا بار ثبوت آپ کے ذمہ ہے لیکن اگر آپ یہ امور ان میں نہ دکھا سکیں اور ہرگز نہ دکھا سکیں گے۔ تو سوائے اس کے چارہ نہیں کہ حضرت مرزا صاحب کے جملہ دعاوی کو قبول کر لیا جائے۔ اگر شیخ محمد عبدہ کو محض تفسیر لکھنے کی بنا پر مجدد مانا جائے تو پھر میرے خیال میں حضرت مولانا محمد علی صاحب زیادہ استحقاق مجدد ہونے کا رکھتے ہیں کیونکہ انہوں نے دو تفاسیر انگریزی و اردو میں شائع کی ہیں جو ساری دنیا میں قبولیت کا درجہ حاصل کر چکی ہیں حضرت مرزا صاحب ایک گاؤں میں پیدا ہوئے وہیں آپ نے پرورش پائی اور گاؤں کے اُستادوں سے ہی تعلیم پائی۔ آپ کی مادری زبان عربی نہ تھی لیکن باوجود اسکے آپ کی عربی تصانیف کو غور سے مطالعہ کریں تو آپ پر ظاہر ہو جائیگا۔ کہ آپ کی تحریروں میں ایک الٰہی جاذبہ اور طاقت ہے جو کسی عربی مصنف کی تصانیف میں ہرگز نہیں پایا جاتا۔ حضرت مرزا صاحب نے بڑے زور سے اس امر کو پیش کیا کہ آپ اللہ تعالےٰ کی طرف سے اسلام کو دیگر ادیان پر غلبہ دینے کے لئے مامور کئے گئے ہیں۔ یہ اعلان ایک گاؤں کے رہنے والے کی طرف سے ہوتا ہے۔ پھر احمدیت کی تواریخ کو پڑھ جاؤ اور آپ کو یہ دعاوی لفظ بلفظ پورے ہوتے معلوم ہو جائینگے۔ حضرت مرزا صاحب نے قریب ۸۰ کے عربی۔ فارسی اردو کتابیں لکھیں جن میں اسلام کی ایسی ایسی خوبیاں بیان فرمائیں جو اس وقت تک دنیا کی نظر سے پوشیدہ تھیں۔ آپ نے اپنے گرد اعلےٰ تعلیم یافتہ لوگوں کا ایک ایسا گروہ جمع کر لیا جنہوں نے دنیاوی شان و شوکت پر لات مار کر دین کی خدمت اختیار کر لی۔ اور ساری دنیا میں اسلام کا علم بلند کرنے میں مصروف ہیں۔ آپ تمام لوگ ان کی خدمات اسلامی کے معترف ہیں آپ لوگ خود اپنے ملک کی حالت پر غور کریں۔ آپ لوگوں نے عرصہ دراز سے جاوی مسلمانوں میں اسلام کی محبت پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن آپ کی سب کوششیں رائیگاں گئیں لیکن حضرت مرزا صاحب کا ایک حقیر خادم آپ کے درمیان آتا ہے۔ اور جلد حالات ہی بدل جاتے ہیں اور وہ نوجوان مسلمان جو اسلام سے نفرت کرتے تھے۔ اب وہ اسلام کے خادم بن گئے ہیں۔ اور ملے اور دوسری زبانوں میں کتابیں اور اخبارات شائع کر کے اسلام کا خوبصورت چہرہ دوسروں کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ کیا یہ شیخ محمد عبدہ کی تفسیر کا نتیجہ ہے۔ یا مسیح موعودؑ نے ایک بہادر سپاہی کی تفسیر کا نتیجہ۔ اسی سے ظاہر ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کا تائید کی ہاتھ کس جماعت کے ساتھ ہے۔ آپ حق کی طرف سے آنکھیں بند کر سکتے ہیں لیکن حق ہمیشہ غالب ہی ہو کر رہے گا ۔ص

صوم جب میں نے اپنی تقریر ختم کر لی۔ تو تھوڑی دیر تک مجلس میں خاموشی طاری ہو گئی۔ جسکے بعد مسٹر منہاج حا یو سو کیتو انجمن کا پہلا سکرٹری جو ایک نہایت اعلےٰ تعلیم یافتہ شخص ہے کھڑا ہوا اور پر جوش لہجہ میں بولا۔ کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کے جملہ دعاوی کو قبول کرتا ہے اور بیعت کرتا ہے۔ (بیعت کی فارم اپنے دستخطی اُس نے بھیج دی ہے) اس شخص کی جو حیثیت یہاں کی سوسائٹی میں ہے اسے بیان کرنے کی ضرورت نہیں لیکن مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالےٰ یہاں پر ایک زبردست جماعت خادمان دین کی عنقریب پیدا کر دے گا۔ جو اسلام کے لئے ہی زندہ رہے گی اور اُسی کے لئے مریگی۔

جولڑ کا قادیان چلا گیا ہے۔ اُس نے یہاں بہت سی کتابیں اور خطوط روانہ کئے۔ اس لئے لوگوں کو قادیانیوں کے فاسد عقائد کا بخوبی علم ہو گیا ہے۔ علاوہ ازیں چند یوم ہوئے۔ قادیانی مبلغ اے۔ آر۔ درد کا لکچر جو اُس نے ہالینڈ میں دیا تھا یہاں کے بعض پرچوں میں چھپا تھا۔ کہ حضرت مرزا صاحب حقیقی معنوں میں نبی تھے اور جو مسلمان اُنہیں قبول نہیں کرتے وہ یہودی اور کافر ہیں۔ میں نے اُس کی تردید میں ایک بڑا لمبا مضمون ڈچ اخبار میں شائع کر کے حضرت صاحب کی اصل پوزیشن کو صاف کر دیا تھا۔ اور قادیانیوں کے غلط عقائد کو ظاہر کر دیا تھا۔ کہ یہ فاسد عقائد حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد رائج ہوئے ہیں۔

میں نے دو ہزار بیعت کے فارم چھپوا کر دعوت عمل کے ساتھ سارے جزیرے میں شائع کر دیئے ہیں۔ خدا نے چاہا۔ تو بہتر سے بہتر نتائج مترتب ہونے کی امید ہے۔

بقیہ صفحہ اول

کیپٹن کاربیہ اس پُر سکون پانی میں پتھر ڈالتا ہے جبل الدروز کے معاہدہ میں ایک دفعہ یہ بھی تھی کہ۔ اس کا عام حاکم انہیں میں سے ہوگا۔ اب اس کے انتخاب کا وقت آتا ہے تو سلطان پاشا“ اس لئے خاموش رہتے ہیں کہ وہ سیاسیات میں حصہ لینا نہیں چاہتے۔ لیکن اسی خاندان ”اطرش“ کے دو رکن امیر حمد الاطرش اور عبدالغفار پاشا الاطرش اس جگہ کے لئے کھڑے ہوتے ہیں لیکن آپس کے اختلاف کی وجہ سے یہ دونوں بالآخر ہٹ جاتے ہیں اور اس سے فایدہ اٹھانے کے لئے معاہدہ کو ایک طرف رکھ کر کیپٹن کاربیہ کھڑے ہوتے ہیں اور سفید اور سیاہ کاغذ کی پرچیاں انتخاب کرنے والوں کو یہ کہہ کر تقسیم کرتے ہیں کہ سفید پرچیاں اُن کے اور سیاہ پرچیاں ان کے اس مخالف کے نام کی ہیں جسے رائے دینے والے اپنی طرف سے انتخاب کرنا چاہیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی حکم دیتے ہیں۔ کہ کھلے طور پر انتخاب ہو۔ اس انتخاب میں کیپٹن صاحب کامیاب ہوتے اور دروزی کونسل کے پریذیڈنٹ بن جاتے ہیں۔

اس عہد شکنی اور انتخاب کا اثر دروزیں خراب ہوا لیکن وہ خاموش ہو گئے۔ ”مہذ بک اطرش“ اور ”نسیب بک اطرش“ نے اس انتخاب پر اعتراض کیا تو اول الذکر کو دو دفعہ پٹوایا گیا۔ ان کے پاس فوجی آدمی بھیجے گئے جن کا سردار غالباً کوئی فرنچ تھا۔ ”مہذبک“ کو حکم دیا گیا کہ وہ پٹتے وقت ہاتھ نہ اٹھائیں۔ اگر وہ ایسا کرینگے تو گولی سے مار دیئے جائیں گے۔ اس کے بعد اس فرنچ نے اپنے ہاتھ سے انہیں سختی کے ساتھ زدوکوب کیا چند روز کے بعد یہ خبر اخباروں میں چھپی تو پھر ان کے پاس اسی سردار کی سرکردگی میں جس کا ذکر اوپر ہوا ہے چند فوجی آدمی بھیجے گئے۔ ”مہذبک“ اپنے پچھلے زخموں سے ابھی پوری طرح اچھے نہیں ہوئے تھے کہ پھر انہیں اس مہذب گورنمنٹ کے تہذیب کے کرشمے دیکھنے پڑے۔ اُن پر یہ الزام لگایا گیا کہ تم نے یہ خبر اخباروں میں بھجوائی ہے کہ تم پیٹے گئے۔ جب انہوں نے اس سے انکار کیا تو اُس سے کہا گیا کہ تم یہ لکھ دو کہ مجھے کسی نے نہیں مارا اور یہ خبر جو اخباروں میں چھپی ہے بالکل بے بنیاد ہے۔ غریب ”مہذبک“ نے اس حکم کی تعمیل کی۔ لیکن اس کے بعد انہیں سپاہیوں کی اس ٹولی کے افسر نے پھر سختی کے ساتھ مارا۔

چونکہ کاربیہ جس کے مظالم سے دروز تنگ آ گئے تھے چھٹی پر گیا تھا۔ اور اس کی جگہ کیپٹن رینو بھیجا گیا تھا جو سخت گیر نہیں تھا۔ اس لئے دروز نے جنرل سولے“ کے پاس اس غرض سے وفود بھیجے کہ بجائے کاربیہ کے ”رینو“ ہی کو جبل الدروز“ میں رکھا جائے۔ لیکن جنرل نے ان وفود کے ملنے سے انکار کیا اور یہ کہلا بھیجا کہ کاربیہ کی سیاسی پالیسی بدستور قائم رہے گی۔ اور جب وہ واپس آئیگا۔ تو اُسی کو بھیجا جائیگا تاکہ تمہیں وہ ٹکڑی سے اُسی طرح ٹھیک کرے جس طرح اُستاد بچوں کو کیا کرتا ہے۔

ٹرینیڈاڈ

برادرم سید محمد حسین صاحب لکھتے ہیں کہ:۔ ۲۲ر جولائی کو سان فرنینڈو کی مسجد میں دمشق سے ایک مسافر آیا ہوا تھا اتفاقاً ہمارے بھائی محمود خاں صاحب کی اس سے ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے اُس سے دریافت کیا۔ کہ وہ کس مذہب کا پیرو ہے اس نے اہل سنت والجماعت بتایا۔ اُس کے بعد محمود خاں صاحب نے کہا۔ کہ یہاں کے مسلمانوں میں حضرت مسیح کی وفات وحیات کے بارہ میں اختلاف ہے کئی اُسے وفات شدہ مانتے ہیں اور کئی زندہ آسمان پر۔ اس کا کیا خیال ہے۔ جس پر اُسنے جواب دیا۔ کہ حضرت مسیح تو آنحضرت سے بہت پہلے فوت ہو چکے ہیں اور قرآن کریم بھی اُن کی وفات کی شہادت دیتا ہے۔ اور ہمارے وطنی لوگوں کا یہی عقیدہ ہے۔

ایک شخص بہ سال سے عیسائی ہو چکا تھا اور کئی آدمیوں کو اپنے ہاتھ سے عیسائی بنا چکا تھا اور عیسائی مشن کی طرف سے کیٹی کسٹ تھا۔ اللہ تعالےٰ کے خاص فضل سے وہ میرے ہاتھ پر ۱۲ جولائی بروز جمعہ مسلمان ہو گیا۔ اس سے پادریوں میں بڑی کھلبلی پڑ گئی ہے اس کا عیسائی نام بچا ابراہیم تھا۔ اب اس کا اسلامی نام غلام حق رکھا گیا ہے۔ آپ سب بھائی دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ اسے استقامت نصیب کرے۔ عیسائی مشن یہاں بالکل نامراد ہو رہے ہیں۔ پہلے یہ لوگ مجھ سے بحث کیا کرتے تھے لیکن جب سے میں نے جوزف حیات علی صاحب عیسائی کے اعتراضات کے جوابات چھپوا کر شائع کئے ہیں یہ لوگ مر گئے ہیں اور کوئی پادری مجھ سے مذہبی گفتگو نہیں کرتا۔ مسلمان اب خدا کے فضل سے سنبھل گئے ہیں اور عیسائیوں کے قابو نہیں آتے۔

محمد یعقوب خانصاحب لکھتے ہیں کہ:۔ میں اس بات کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں کہ لائٹ فی الحقیقت ہر جگہ اسلام کا نور پھیلا رہا ہے۔ اور ٹرینیڈاڈ کے بہت سے مسلمانوں کو اُس نے عیسائی ہو جانے سے بچا لیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ آپ کے اس نیک کام میں برکات ڈالے اور یہ مسلمانوں کی ہدایت ذریعہ بنا رہے ہیں

تازہ خبریں

—— دمشق کا ایک تار مظہر ہے۔ کہ جنرل گیمن کی افواج سویدا میں داخل ہو گئی ہیں۔ جنرل گیمن کی افواج نے جن کے پاس ہوائی قلعے بھی تھے دوپہر کے وقت پھر وہی پوزیشن حاصل کر لی۔ جو وہ رات کو کھو بیٹھی تھیں۔ غنیم (دروزیان جبل دروس) نے طلیوی کے جنوب کی طرف پہاڑوں پر اُن کا سخت مقابلہ کیا۔ دروسی اب طلیوی اور سویدا کے درمیان شمال کی طرف پیچھے ہٹ رہے ہیں۔ دمشق کی ایک سابقہ اطلاع میں بیان کیا گیا تھا۔ کہ جنرل گیمن کی افواج مصفری سے سویدا کی طرف چلی گئی ہیں۔

—— فرانسیسیوں کی جو فوج سویدا میں تھی۔ اور جسے جنرل گیمن نے رہا کرایا ہے۔ اس کا ۲۲ر جولائی کو جبکہ پانچ سو سپاہی قلعہ میں رہتے محاصرہ کیا گیا تھا۔ ان محصورین کو جن میں ایک عورت بھی شامل تھی ہوائی جہاز رسد پہنچاتے رہے۔ اگرچہ بعد میں دو ماہ تک پٹرول کی قلت کے باعث ہوائی جہاز گاہے گاہے بھیجے جاتے رہے۔ گذشتہ دنوں دروسیوں کے توپخانہ ترکی افسروں کی زیر ہدایت گولہ باری کرتا رہا ہے۔ توپخانہ کی اس گولہ باری سے بہت سے سپاہی زخمی ہوئے جن کے زخموں کی شدت اور زیادہ ہو گئی۔ کیونکہ قلعہ میں ڈاکٹر کوئی نہ تھا۔ سویدا کو چھڑا لینے کے باعث فرانسیسیوں کو بالخصوص اس اثر کو ملحوظ رکھتے ہوئے جو تسخیر قلعہ کی وجہ سے شام کی مہم پر سیاسی نقطہ نگاہ سے ہوتا۔ بہت خوشی حاصل ہوئی ہے۔

نیویارک کے گذشتہ مالی سال ختتمہ ۳۰ر جون میں جسقدر شراب گرفتار کی گئی اس کی مجموعی قیمت ۲ کروڑ پونڈ (۳۰ کروڑ روپیہ) ہوتی ہے جس میں سے ۵ لاکھ گیلن (تقریباً ایک کروڑ بیس لاکھ بوتل) وہسکی ۸۰ لاکھ گیلن (تقریباً ۲ کروڑ ۴۰ لاکھ بوتل) بیر اور ۵ لاکھ (۔ ۴۰ لاکھ بوتل) معمولی قسم کی شراب تھی۔ اسی طرح دوسری چیزیں جو گرفتار کی گئی ہیں اور جو ناجائز تجارت کے لئے غیر ممالک سے منگائی گئی تھیں ان کی مجموعی قیمت ۲۰ لاکھ پونڈ تقریباً ۳ کروڑ روپیہ ہوتی ہے۔ اس میں زیادہ موٹر کشتیاں ہو فروٹیں۔ اس عرصہ میں تقریباً ۶ ہزار آدمی صرف قانون کی خلاف ورزی کے جرم میں گرفتار ہوئے ہیں۔

—— مقامی اطلاعات کی مطابق اس امر کا امکان ہے کہ فرانس اسپین کو اس کی مراکش کی مشکلات سے نجات دلانے کی کوشش کرنے پر مجبور ہو جائے گا

اخبار ٹائمس کا نامہ نگار مقیم طنجہ رقمطراز ہے کہ گذشتہ جولائی میں جو اسپینی و فرانسیسی معاہدہ ہوا تھا اُس کا مقصد صرف یہ تھا کہ فرانسیسی علاقہ سے ریفیوں کو نکالا جائے۔ چنانچہ فرانس نے اسپین کے ساتھ ساتھ کارروائی شروع کی۔ کہ اسپین کو اپنے علاقہ کو دوبارہ فتح کرنے میں آسانی ہو۔ فرانس معاہدہ کے مطابق اپنا حصہ ایک حد تک پورا کر چکا ہے۔ لیکن اسپینی فی الحقیقت اب تک ایک چھوٹے قطعہ الحیما کے ساحل ہی تک محدود ہیں۔ اس حساب سے اسپین ابھی بہت پیچھے ہے حالانکہ حملے کے لئے اب وقت بہت کم رہ گیا ہے۔ سب سے اہم سوال اس وقت یہ ہے کہ آیا فرانس موسم تک خاموش رہے۔ یا اسپینی پروگرام کے مطابق عمل کر کے اسپینی علاقہ پر حملہ کرے اور اس طرح اسپینیوں کو ساحل سے آگے بڑھا لے۔

انڈیا کا اخبار من رقمطراز ہے کہ ہفتہ گذشتہ کے اخبار ہیرالڈ آف انگریزی نمبر میں شمالی افریقہ کے معاملات کی تفصیل ہے جہاں (غازی) عبدالکریم فرانس اور اسپین کی زبردست فوجوں کی مخالفت کر رہے ہیں۔

(غازی عبدالکریم کا بیان ہے کہ فرانس کا دانت تانبے اور لوہے سے بھری ہوئی کانوں پر ہے۔ افریقہ کی کانوں میں کام کرنا آسان ہے۔ اور اُجرتیں سستی ہیں۔ ایک مشہور عالم کان کنی کے انجنیر کے تخمینہ کے مطابق ڈیڑھ کروڑ ٹن لوہا مراقش میں ہے اور فرانسیسی اور اسپینی سرمایہ دار اس پر قابض ہونا چاہتے ہیں۔ ریفیوں نے اپنی آزادی کی جنگ میں پچھتر ہزار بندوقیں ایک سو بیس مشین گنیں۔ اور پانچ ہزار فرانسیسی سپاہی گرفتار کئے ہیں اور ۲۲ ہوائی جہاز گرائے ہیں۔

فرانسیسیوں کی فوج میں دو لاکھ سپاہی تھے۔ لیکن ان میں سے پچیس ہزار آ کر عبدالکریم سے مل گئے ہیں۔ اور اندیشہ ہے کہ اور لوگ بھی ایسا ہی کرینگے۔ عبدالکریم اپنے ملک کے جارج واشنگٹن بنیں گے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیغام صلح لاہور

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

یہ ہفتہ میں دوبار سہ شنبہ و چہار شنبہ کو شائع ہوتا ہے

جلد ۱۳ | المسیح دینیۃ لاہور | یوم یکشنبہ مطبوعہ ربیع الاول ۸ر ۱۳۴۴ ہجری مطابق ۲۹ ستمبر ۱۹۲۵ عیسوی | نمبر ۹۱

دروز کون ہیں؟

آج کل اخبارات میں دروزیوں کی فرانسیسیوں کے خلاف جنگ کی خبریں عام طور پر شائع ہوتی ہیں۔ لیکن بہت کم لوگ ایسے ہیں جو دروزیوں کے حالات سے پورے طور پر واقف ہوں۔ مسیح الملک حکیم محمد اجمل خاں صاحب نے شام سے اپنے ایک تازہ خط میں اس فرقہ کے مفصل حالات لکھے ہیں۔ جو معاصر "ہمدرد" سے قارئین "پیغام صلح" کے فائدہ کے لئے نقل کئے جاتے ہیں۔

فرق کی حیثیت سے دروز کا تعلق باطنیہ سے ہے۔ جس طرح اس فرقہ باطنیہ کی شاخوں میں سے نصریہ قرامطہ اور اسماعیلیہ ہیں اسی طرح اس کی ایک شاخ فرقہ دروزیہ بھی ہے۔

یہ لوگ (دروز) خدائے تعالےٰ کی وحدانیت کے قائل ہیں اور رسول مقبول کو خدا کا بھیجا ہوا پیغمبر مانتے ہیں۔ قرآن شریف کو کتاب الٰہی دوسرے مسلمانوں کی طرح جانتے ہیں اور یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ کتاب الٰہی رسول خدا پر نازل ہوئی۔ لیکن جہاں تک تحقیق کرنے سے معلوم ہوا یہ ختم نبوت کے قائل نہیں۔ بلکہ ان کا بعض ایسے اشخاص کے متعلق جو رسول مقبول کے بعد پیدا ہوئے یہ اعتقاد ہے کہ وہ بھی نبی تھے۔ اس کے علاوہ ان کے انبیا کی فہرست وسیع ہے وہ اور بھی بہت سے اشخاص کو نبی مانتے ہیں۔ اور اسی سلسلہ میں افلاطون کو بھی نبی کہتے ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام اور سیدنا علی اور بعض دوسری ہستیوں کے متعلق کے ان کا اعتقاد ہے کہ وہ الوہیت کی مظہر ہیں۔ انہیں ہستیوں میں وہ الحاکم بامر اللہ الفاطمی کو بھی شامل کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ مظہر الوہیت کی کڑیوں میں سے وہ آخری کڑی تھے۔

ان کی خاص دینی کتابوں کی جن میں یہ اپنے گروہ کے سوا کسی شخص کو دیکھنے کے لئے بھی نہیں دیتے تعداد ۲۴ ہے جن میں سے ان کے ہاتھ میں بالفعل چھ کتابیں ہیں۔ باقی ۱۸ کتابوں کی نسبت وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ چین میں ہیں جہاں ان کے خیال کے مطابق دروز کی تعداد بہت زیادہ ہے ان کتابوں کو یہ کسی ایک جگہ خاص اہتمام سے پڑھتے ہیں جہاں مرد اور عورتیں جمع ہوتی ہیں۔ لیکن یہ انتظام کیا جاتا ہے کہ عورتیں اور مرد ایک ہی جگہ نہ ہوں۔ اس لئے جس جگہ یہ لوگ ان کتابوں کو پڑھنے یا وعظ و نصیحت سننے کے لئے جمع ہوتے ہیں وہاں ایک ایسی دیوار بھی ہوتی ہے جس میں سوراخ ہوتے ہیں۔ عورتیں اس دیوار کے ایک طرف ہوتی ہیں اور وہ ان سوراخوں کی وجہ سے کتابوں یا وعظ کو سن سکتی ہیں۔ اس جگہ کو یہ لوگ بیت حکمۃ کہتے ہیں۔

ان کی کل آبادی بہل دروزیں ۶۰ ہزار سے زیادہ نہیں ہے۔ اور یہ دو حصوں پر منقسم ہے۔ ایک حصہ کو عقال اور دوسرے کو جہال کہتے ہیں عقال وہ لوگ ہیں جو مذہب کے پابند رہتے ہیں۔ اور بیت حکمۃ میں بھی یہ لوگ جمع ہوتے ہیں۔ جہال وہ گروہ ہے جو مذہب پر پوری طرح عامل نہیں ہے۔ اور اسے حق نہیں ہے کہ وہ بیت حکمۃ میں داخل ہو سکتے۔

یہ لوگ تناسخ کے بھی قائل ہیں۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کتابوں میں ایک معقول حصہ فلسفہ کا شامل ہے اور اسی وجہ سے یہ اپنی مذہبی کتابوں کو کتب حکمۃ کہتے ہیں اور یونانی مشہور فلاسفروں میں سے کسی کو نبی اور کسی کو مظہر الوہیت مانتے ہیں۔

دروز کے عادات و خصائل!!

عام طور پر یہ متقی ہوتے اور کبائر کے ارتکاب سے پرہیز کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ کوئی دروزی آپ کو ایسا نہیں ملے گا جو کسی حالت میں بھی کسی سخت سے سخت دشمن کو گالی دے۔ مجھ سے امیر امین ارسلانی نے جو امیر شکیب ارسلان کے چچازاد بھائی ہیں۔ اور جو اپنی قابلیت اور خاندان کی وجہ سے سوریہ کے ممتاز ترین اشخاص میں سے ہیں یہ عجیب واقعہ بیان کیا کہ ایک لڑائی میں جو کسی غیر دروزی قبیلہ کے ساتھ ان کی ہوئی تھی۔ یہ روزانہ گالیاں بھی سنتے تھے۔ یوں تو یہ اپنے دشمن کو ہر ایک بات کا جواب دے رہے تھے لیکن گالیوں کا جواب ان کے پاس نہیں تھا اور عربی عوائد و خصائل کے لحاظ سے یہ بہت رنجیدہ تھے۔ کہ اپنے دشمن سے دشنام دہی میں پیچھے ہیں بالآخر اس کمی کو انہوں نے چند کرایہ کے ایسے اشخاص کی وجہ سے پورا کر لیا جو دروزی نہیں تھے اور اس طرح اپنے مخالف سے انہوں نے گالیوں کا بدلہ بھی لے لیا۔

دروز کی وجہ تسمیہ

حاکم بامر اللہ کے انتقال کے بعد جس نے آخر میں اپنا نام حاکم بامرہ رکھا تھا اور جس کی نسبت ان کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ مرا نہیں ہے بلکہ غائب ہو گیا ہے وہ شخص حمزہ مصری اور سلیمان نشتکینی الدرزی مصر سے ملک شام میں آئے تھے۔ حمزہ "حاکم بامر اللہ" کی الوہیت کا قائل تھا لیکن سلیمان اس کے بالکل خلاف تھا سلیمان نے بالآخر کچھ آدمی بھیج کر حمزہ کو مروا دیا جس کے معتقدین نے ایک روز موقع پاکر سلیمان کو شیطان کا مظہر یا غیا ... میں سے ایک شیطان سمجھا۔ چونکہ یہ لوگ گالی نہیں دیتے اس لئے غصہ کی حالت میں یہ اُس شخص کو جس پر انہیں غصہ آتا تھا درزی (یعنی سلیمان شیطان) کے تعصب سے یاد کرتے تھے۔ چونکہ یہ لفظ ان کی زبان سے بار بار سنا جاتا تھا اس لئے عام طور پر سوریا کی آبادی نے اس گروہ کو لئے روزمرہ کے استعمال میں دروزی کہنا شروع کر دیا اور اس طرح یہ لقب اس گروہ کے لئے مخصوص ہو گیا۔ ورنہ یہ خود اب بھی اسے اپنے لئے ناپسند کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ بحیثیت ایک گروہ کے ہم موحدین ہیں اور اپنے لئے اس لقب کو پسند کرتے ہیں۔

اس مختصر تمہید کے بعد اب میں اس لڑائی کے اسباب بیان کرنے مناسب سمجھتا ہوں اور اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ اسباب کی فہرست طویل ہے۔ لیکن میں مجبور ہوں کہ نمونہ کے طور ان میں سے چند کا بیان ذکر کر دوں کہ یہ بات ناظرین "ہمدرد" کے ذہن نشین ہو سکے کہ اس ساٹھ ہزار کی بے وسیلہ آبادی میں ... اس لڑائی کا انتخاب کیا ہے ... سے دس اور پندرہ ہزار سپہ نے کن مجبوریوں سے اس لڑائی کا انتخاب کیا ہے

لڑائی کے اسباب

دروز سخت مزاج اور متعصب ہیں۔ اپنی آبادی میں غیروں کا آنا اور وہاں قیام کرنا ناپسند کرتے ہیں جب لیگ آف نیشن کی خیانتی سے تمام سوریا کی بھیڑوں کو فرنچ چرواہوں کے سپرد کر دیا تو انہوں نے آتے ہی تیزی کے ساتھ خفیہ محکمہ سے کام لینا شروع کیا اور اس سلسلہ میں جبل الدروز میں بھی معقول تعداد میں اپنے جاسوس بھیجنے شروع کئے۔ سب سے پہلے فرنچ گورنمنٹ کی یہ حرکت دروز کو سخت ناگوار ہوئی۔

اسے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ ایک اور واقعہ نے اس ساٹھ ہزار کی آبادی میں ایک ہیجان پیدا کر دیا۔ "خاندان اطرش" ان میں ایک معزز خاندان ہے اور سب دروز اس کا احترام کرتے اور اسے اپنا معنوی سردار سمجھتے ہیں۔ گو اس خاندان کے کئی رکن ہیں۔ لیکن ان سب میں "سلطان پاشا اطرش" اپنی قومی غیرت اور صداقت کے لحاظ سے خاص طور پر ممتاز ہیں۔ ایک روز "ادہم خنجر" جو فرنچ گورنمنٹ کا مخالف تھا اور جبل عامل میں ایک چھوٹے گروہ کا سردار تھا اور جس کی گرفتاری کے حکام درپے تھے سلطان پاشا سے ملنے آیا یہ گھر پر موجود نہ تھے اس لئے وہ ان کے انتظار میں انہیں کے مکان پر ٹھیر گیا جب اس آبادی کے جس کا نام القریہ ہے اور جس میں سلطان پاشا کا مکان ہے۔ تحصیلدار یعنی حمود کو ادہم کے یہاں آنے کا علم ہوا تو اس نے گرفتار کر کے توفیق بک اطرش کے پاس جو اسی خاندان کے ایک رکن اور قلعہ سویدا کے کمانڈر تھے بھیج دیا۔ جب سلطان پاشا اپنے مکان پر آئے تو انہیں ادہم کی گرفتاری کا حال معلوم ہوا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ ان سے ملنے کے لئے آیا تھا اور انہیں کے مکان سے گرفتار کر لیا گیا اس لئے وہ سخت برہمی کی حالت میں یعنی حمود کے پاس گئے اور ادہم کا مطالبہ کیا۔ اس نے کہا کہ میں نے اُسے توفیق بک کے پاس بھیج دیا ہے جب سلطان پاشا اس کے پاس گئے تو اس نے ادہم کے دینے سے انکار کر دیا اور ان کی اہانت بھی کی جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ سلطان پاشا نے "ادہم" کو طاقت کے چھوڑ لینے کا عزم کر لیا اور جب انہیں معلوم ہوا کہ ادہم کی فوج کی حفاظت میں دمشق بھیجا جا رہا ہے تو انہوں نے اس فوج پر حملہ کر دیا۔ اُس فوج کے افسر نے ادہم کو ایک طیارہ میں بٹھا کر دمشق بھیج دیا جہاں اُسے پھانسی دے دی گئی ادھر خود لڑائی میں مصروف ہو گیا جس میں فریقین کے نقصانات ہوئے اور سلطان پاشا نے دو فرنچ ٹینکوں پر قبضہ کر لیا اس کے بعد فرنچ طیاروں نے القریہ پر حملہ کر کے اُسے سخت نقصان پہنچایا جس کی وجہ سے سلطان پاشا نے جبل دروز کو چھوڑ کر شرق اردن میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ بود و باش اختیار کر لی۔ چند مہینوں کے بعد گورنمنٹ اور سلطان پاشا میں کچھ مفاہمت ہو گئی اور انہیں اجازت مل گئی کہ وہ القریہ میں واپس آ جائیں۔ سلطان پاشا اپنے وطن تو واپس آ گئے لیکن انہوں نے سیاسیات میں حصہ لینے سے اجتناب کیا۔ اور ایک عرصہ تک جبل الدروز میں سکون رہا۔

اس کے بعد واقعات پھر اس طرح سے شروع ہوتے ہیں۔ کہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۳ — ۷ ربیع الاول ۱۳۴۴ھ نمبر ۹۱

"نبی کا نام پانے کیلئے میں ہی مخصوص کیا گیا"

عمیق فی گنیڈ

جب انسان کسی غلط خیال کا تابع ہو جاتا ہے تو عموماً دیکھا جاتا ہے کہ وہ بغیر اصول کو مدنظر رکھنے اور سیاق و سباق پر غور کرنے کے عبارتوں کو کانٹ چھانٹ کر اپنے مفید مطلب بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ یہی طریق قادیانی فریق نے حضرت مسیح موعود کی نبوت کے بارہ میں اختیار کر رکھا ہے کہ نہ وہ کسی اصول کی پیروی کرتے ہیں اور نہ حضرت صاحب کی عبارتوں کو سیاق و سباق کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ محولہ بالا فقرہ حضرت مسیح موعود نے اپنی کتاب حقیقت الوحی میں تحریر فرمایا ہے۔ اس ایک فقرہ کو دنیا کے سامنے بطور دلیل دعوی نبوت مسیح موعود پیش کیا جاتا ہے اور آگے پیچھے کی عبارت پر ذرا نظر نہیں ڈالی جاتی۔ اسوقت قادیانی جماعت کی طرف سے ایک کتاب مسیح موعود اور نبوت شائع ہوئی ہے۔ اس کے شائع ہونے پر میاں صاحب کے دو تین مرید بجائے اصولی طور پر اسکی تردید کرنے کے ایک آدھ فقرہ لیکر اسیر "الفضل" میں لن ترانیاں کر رہے ہیں۔ لائلپور کے ایک قادیانی نے تو اسکا جواب بھی تیار کر رکھا ہے۔ لیکن جو نمونہ جواب کا اس نے قادیان کے اخبار میں شائع کیا ہے۔ اس میں تو کوئی خاص دلیل نہیں پائی جاتی جس کے رو سے اسے مخاطب کیا جائے یہی حال انبالوی قادیانی کا ہے۔ اول الذکر نے ایک بمعنی سا خط حضرت امیر کی خدمت میں لکھا تھا جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ اسنے قادیانی تنگدلی کے سبب سے مسائل اختلافی پر ہمارا لٹریچر بالکل دیکھا تک نہیں لیکن چونکہ اس نے اپنے اخبار میں محولہ بالا فقرہ والی عبارت نامکمل طور پر نقل کر کے غلط بیانی کی ہے۔ اسلئے میں اس مضمون میں صرف اسی عبارت پر کچھ لکھتا ہوں۔ حضرت مسیح موعودؑ حقیقۃ الوحی میں تحریر فرماتے ہیں:—

"اب واضح ہو کہ احادیث نبویہ میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ایک شخص پیدا ہوگا۔ جو عیسیٰ ابن مریم کہلائے گا اور نبی کے نام سے موسوم کیا جائے گا۔ یعنے اس کثرت سے مکالمہ مخاطبہ کا شرف اسکو حاصل ہوگا۔ اور اس کثرت سے امور غیبیہ اس پر ظاہر ہوں گے کہ بجز نبی کے کسی پر ظاہر نہیں ہو سکتے۔ جیسا کہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے۔ فلا یظہر علی غیبہ احداً الا من ارتضی من رسول۔ یعنے خدا اپنے غیب پر کسی کو پوری قدرت اور غلبہ نہیں بخشتا جو کثرت اور صفائی سے حاصل ہو سکتا ہے بجز اس شخص کے جو اسکا برگزیدہ رسول ہو۔ اور یہ بات ایک ثابت شدہ امر ہے کہ جسقدر خدا تعالے نے مجھ سے مکالمہ مخاطبہ کیا ہے۔ اور جس قدر امور غیبیہ مجھ پر ظاہر فرمائے ہیں۔ تیرہ سو برس ہجری میں کسی شخص کو آجتک بجز میرے یہ نعمت عطا نہیں کی گئی اگر کوئی منکر ہو تو بار ثبوت اسکی گردن پر ہے"

اس کے بعد آپ فرماتے ہیں کہ

"غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اللہ اور ابدال و اقطاب اس امت میں سے گذر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔ کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط اس میں پائی نہیں جاتی۔ اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا۔ تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی صفائی کے ساتھ پوری ہو جاتی کیونکہ اگر دوسرے صلحاء جو مجھ سے پہلے گذر چکے ہیں وہ بھی اسیقدر مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ اور امور غیبیہ سے حصہ لیتے تو وہ نبی کہلانے کے مستحق ہو جاتے تو اس صورت میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی میں ایک رخنہ واقع ہو جاتا۔ اسلئے اللہ تعالے کی مصلحت نے ان بزرگوں کو اس نعمت کو پورے طور پر پانے سے روک دیا۔ تاکہ جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا۔ وہ پیشگوئی پوری ہو جائے"

محولہ بالا عبارت کے معنی کرنے میں ضرور ہے کہ کوئی اصول بھی مدنظر رکھا جائے۔ اس عبارت سے یہ تو ظاہر ہے کہ کوئی نیا اصول قائم نہیں کیا گیا بلکہ ایک بات کا اپنی ذات کے متعلق ذکر ہے۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ اگر کوئی ایسا امر بیان کیا گیا ہو جو بظاہر کسی اصول کے خلاف ہو تو اسے اصول کے ماتحت کر کے اسکی تاویل کی جائیگی مثلاً قرآن کا اصول ہے کہ خلق کرنا اللہ تعالی کی ہی صفت ہے تو جب حضرت مسیح کے متعلق دو دفعہ خلق طیور کا ذکر قرآن میں آیا ہے جو ظاہری الفاظ کے مطابق قرآن کے اصول کے خلاف ہے تو اب چونکہ اصول تو توڑا نہیں جا سکتا۔ اسلئے مسیح کی خصوصیت جو خلق طیور کے متعلق ہے اس کی تاویل کی جائیگی پھر قرآن میں ہے کہ مردے واپس اس دنیا میں نہیں آتے لیکن مسیح کے متعلق ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے اسلئے صحیح امر یہی رہیگا کہ جو امر خلاف اصول ہو اسکی تاویل کر کے قانون کی تحت میں لایا جائے گا۔

اب حضرت مسیح موعود کی عبارت میں ایک شخص کے نبی ہونے کا ذکر ہے۔ اسپر سوال صاف ہے کہ آیا حضرت نبی کریم کے بعد اس قسم کا سلسلہ نبوت جاری ہے یا نہیں جس قسم کی نبوت کا دعوی محمودی اس عبارت میں سمجھتے ہیں اسکی صرف دو ہی صورتیں ہیں۔ تیسری کوئی نہیں۔ اگر تو سلسلہ نبوت جاری ہے تو معلوم ہوا اور بھی نبی اس قسم کے اس نبوت میں ہوں گے۔ لیکن اگر اور نبی ہونگے تو حضرت صاحب کا یہ کلام غلط ہو جاتا ہے کہ (نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا) یا یہ کہ اگر کوئی اور بھی نبی کا نام پالے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی میں ایک رخنہ واقع ہو جاتا ہے" اس لئے اور کسی کو نبی بنانے سے تو خود یہ عبارت ہی غلط ٹھہرتی ہے۔ جس کے معنی کرتے ہیں تو دوسری صورت یہ ہوئی کہ آنحضرت کے بعد اس قسم کی نبوت کا سلسلہ جاری نہیں پس اگر سلسلہ نبوت ہی جاری نہیں تو ایک شخص بھی نبی نہیں ہو سکتا اسلئے حضرت صاحب کے ان الفاظ کی تاویل کرنی پڑیگی

پھر دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ اسی کتاب کے صفحہ ۶۵۔ الاستفتاء میں حضرت صاحب نے لکھا ہے کہ میرا نام اللہ کی طرف سے مجازی طور پر نبی رکھا گیا ہے نہ کہ حقیقی طور پر۔ تو ماننا پڑا کہ خصوصیت خواہ کچھ ہو بہر حال آپ کا نام مجازی طور پر نبی رکھا گیا ہے۔ مجاز کی نئی تعریف جو قادیان سے نکلی ہے اگر اسے صحیح سمجھا جائے تو دوسرے بہت سے مجازوں کو بھی حقیقت ماننا پڑے گا۔ مثلاً مسیح عیسوی نے اپنے آپ کو ابن اللہ کہا یہود نے اسپر اعتراض کیا کہ ہم تجھے اس کلمہ کفر کی وجہ سے سنگسار کرینگے۔ جواب میں مسیح نے کہا کہ تمہارے بڑے تو خدا بھی کہلائے۔ پھر اگر میں نے اپنے آپ کو خدا کا بیٹا کہا تو کیا ہو گیا۔ ظاہر ہے کہ مسیح کی مراد تھی کہ وہ مجازی طور پر ابن اللہ ہے جس طرح یہود کے بڑے مجازی خدا تھے لیکن مسیح کی قوم نے خود اپنے ہادی کے اس قول کی پرواہ نہ کر کے اسے حقیقی معنوں پر ابن اللہ بنا دیا۔ پہلے مسیح نے تو مجاز کا لفظ کا ابن اللہ کے ساتھ استعمال نہ کیا تھا لیکن اس سے معناً مجاز نکلتا تھا لیکن یہاں تو مسیح محمدی نے صراحت سے اپنا نام مجازی نبی رکھا۔ افسوس کہ اسکے پیرو مجاز کو حقیقت بنا کر اسے واقعی نبی ٹھیرا تے ہیں۔ پھر مسیح موعود اپنے آپ کو مجازی نبی کہنے کے باوجود نبی بن سکتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ پہلے مسیح کو اسکے پیرو ابن اللہ نہ مان لیں۔ بات تو ایک ہی ہے پس حضرت صاحب کی منقولہ عبارت میں بات صاف ہے کہ جس خصوصیت کا اس میں ذکر ہے وہ آپ کے بعد کے بیان کو غلط نہیں ٹھہرا سکتی کہ میرا نام مجازی طور پر نبی رکھا گیا ہے۔ اگر منسوخ ہوئی تو پہلی عبارت پچھلی سے ہوگی۔

اب حضرت مسیح موعود کی اس عبارت کا اصل مطلب یہ ہے کہ اسمیں ایک دو دفعہ نہیں بلکہ چار دفعہ اس امر کا ذکر کیا ہے جس کا ظاہر کرنا آپ کی اصلی غرض تھی۔ عبارت کا شروع اسطرح ہے

(۱) "احادیث نبویہ میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ آنحضرت کی امت میں سے ایک شخص پیدا ہوگا جو عیسے اور ابن مریم کہلائے گا اور نبی کے نام سے موسوم کیا جائے گا۔

(۲) پھر اپنی خصوصیت کا ذکر کر کے لکھا ہے

"اور ضرور تھا کہ ایسا ہو تاکہ آنحضرتؐ کی پیشگوئی صفائی کے ساتھ پوری ہو جاتی"

پھر فرمایا کہ

اگر دوسروں کو بھی یہ نام ملجاتا

(۳) "تو آنحضرت کی پیشگوئی میں ایک رخنہ واقع ہو جاتا"

اور سب سے آخر اسی بات کا ذکر کر کے فرمایا:—

(۴) "تا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا وہ پیشگوئی پوری ہو جائے"

اب اپنے اصل مطلب کو آپ نے اس عبارت میں چار دفعہ ظاہر کیا ہے یعنی یہ کہ آپ دیگر مجددین کی طرح ان اللہ یبعث لہذہ الامۃ علی راس کل مائۃ من یجدد لہا دینہا کے ماتحت آئے لیکن چودھویں صدی کے مجدد کے بارہ میں کچھ خاص پیشگوئیاں بھی نبی کریم نے فرمائی کر دوسرے مجددین سے اسے خصوصیت دیدی ہے یعنی اسکا نام حدیث میں مسیح ابن مریم اور صحیح مسلم کی ایک حدیث میں نبی اللہ رکھا گیا ہے۔ اس کی آمد کے نشان دیئے گئے اسکے کام کی عظمت بتائی گئی لیکن پیشگوئی میں ایک لفظ کے آجانے سے یہ مطلب لازم نہیں ہوتا کہ اسکی کوئی تاویل نہیں کی جائیگی۔ کیونکہ جس حدیث میں لفظ نبی اللہ آیا ہے اسکے ہر ایک دوسرے لفظ کی فریق ثانی بھی تاویل کرتا ہے۔ پھر خود حضرت مسیح موعود نے اسکی بارہ میں لکھا ہے:

"آنے والے مسیح موعود کا نام جو صحیح مسلم وغیرہ میں زبان مقدس حضرت نبوی سے نبی اللہ نکلا ہے وہ اپنے مجازی معنوں کے رو سے ہے جو صوفیائے کرام کی کتابوں میں مسلم اور ایک معمولی محاورہ مکالمات الٰہیہ کا ہے" (حاشیہ انجام آتھم صفحہ ۲۸)

اگر پیشگوئیوں کی تاویل نہ کی جائے تو پھر ساری پیشگوئی پر پانی پھر جاتا ہے۔ مثلاً حضرت مسیح موعود نے لکھا ہے کہ پہلا کی پیشگوئیوں میں حضرت نبی کریم کی آمد کو خدا کی آمد اور آپ کے ظہور کو خدا کا ظہور قرار دیا ہے حالانکہ ایسی پیشگوئی کسی اور نبی کے بارہ میں نہیں۔ اس پیشگوئی کو ہم حضرت نبی کریم کی خصوصیت قرار دے سکتے ہیں لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ آپ سچ مچ خدا ہیں کیونکہ پیشگوئیوں میں آپ کو خدا کہا جانے کی بھی کوئی وجہ ہے اور وہ یہی ہے کہ دیگر انبیاء کے مقابلہ میں آپ کی شوکت آپ کا جلال آپ کے کارنامے آپ کی کامیابیاں اسقدر بڑھ کر ہیں کہ دیگر انبیاء کی نسبت آپ کا مرتبہ خدائی۔ کے رنگ میں نظر آتا تھا اور انہیں دیگر انبیاء کے مقابلہ میں ایسی عظمت دکھائی گئی کہ دوسروں کے کاموں کو آپ سے کوئی نسبت ہی نہ تھی۔ اسلئے گو کام آپ کا نبیوں والا تھا۔ لیکن محض کام کی عظمت و شوکت نے پیشگوئیوں میں آپ کیلئے خدا کا لفظ رکھدیا گو آپ خدا نہ تھے بلکہ نبی تھے اسی طرح یہاں مسیح موعود گو مجدد تھے لیکن آپ کے کام کی شوکت و عظمت کی سبب سے آپکو پیشگوئیوں میں ایک خصوصیت دی گئی اور نبی اللہ نام رکھدیا گیا۔ یعنی دیگر مجددین کے مقابل آپ کے کام میں نبوت کی شان جلوہ نما ہوئی اور حضرت صاحب کے چار دفعہ اس عبارت میں پیشگوئی کا ذکر کرنے سے صرف اس پیشگوئی والی خصوصیت کی طرف ہی توجہ دلانا مقصود ہے نہ کچھ اور۔ آپ کے الفاظ:

"تا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا وہ پیشگوئی پوری ہو جائے"

ہرگز صحیح نہیں ٹھیرتے جبتک کہ الفاظ کی تاویل نہ کی جائے جو گذر چکی ہے اور اسی تاویل کے رو سے آپ کے یہ الفاظ بھی

درست رہتے ہیں :-

جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب
اس امت میں سے گذر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر
اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام
پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کو کثرت سے مکالمہ مخاطبہ نہ ہوتا تھا یا کثرت سے ان کے نشانات ظاہر نہیں ہوئے کیونکہ ان امور کا تو کئی دفعہ آپ نے حقیقۃ الوحی میں اعتراف کیا ہے مطلب صرف یہ ہے کہ ان کے مقابل آپ کو یہ حصہ اسقدر کثیر ملا کہ گویا آپکی پیشگوئیوں میں نبوت کی شان جلوہ گر ہوئی۔ اور اسلئے حدیث میں یعنی پیشگوئی میں نبی کا نام پانے کے لئے آپ ہی مخصوص کئے گئے ورنہ اگر اسکے یہ معنی لئے جائیں کہ اور کسی کے الہام میں اسکا نام نبی نہیں رکھا گیا تو یہ غلط ہے کیونکہ آجکل کے معمولی ملہم بھی اپنے الہام میں نبی کا لفظ دکھا دیتے ہیں جو غیر مامور ہوتے ہیں تو مجددین کے متعلق ایسا قیاس کیوں نہ ہوسکتا ہے اور اگر یہ خصوصیت بھی ہوتی تو اسکو حدیث میں نبی کا نام پانے سے کیا تعلق اور بار بار حدیث کی خصوصیت کا کیوں ذکر کیا بلکہ اصل بات یہی ہے کہ خصوصیت صرف یہی ہے کہ حدیث میں آپ کو نبی اللہ کہا گیا ہے نہ یہ کہ فی الواقعہ آپ کو کوئی الگ قسم کی نبوت دی گئی۔ اگر کہا جائے کہ مجددین سے کوئی علیحدہ نبوت آپ کو ملی تھی تو اس کا کوئی ظاہری نشان نظر آنا چاہئے جب کام مجددین والا ہے اور جو باتیں دوسرے مجددین میں تھیں وہی آپ میں تھیں تو خواہ مخواہ اسلام کے ایک محکم اصول ختم نبوت کو توڑنے سے کیا فائدہ؟

حنفیت و نجدیت

جس دن سے ہندوستان میں نجدیت و حنفیت کی معرکہ آرائی شروع ہوئی ہے اور حجاز کے معاملات کے متعلق مسلمانوں نے ایک دوسرے کی پگڑیاں اچھالنی شروع کی ہیں "پیغام صلح" کا رویہ غیر طرفدارانہ رہا ہے۔ اور سوائے اس کے کہ ہر دو فریق کو اس شرمناک طریق عمل پہ جو دونوں نے اختیار کر رکھا ہے۔ ملامت کی جائے کسی خاص فریق کی حمایت ضروری نہیں سمجھی۔ اور نہ ہمارے نزدیک اس وقت تک کسی رائے کے اظہار کی ضرورت ہے۔ جبتک حجاز کے حالات امن کی صورت اختیار نہ کریں۔ اور ایک غیر جانبدار کمیشن کے ذریعہ صحیح واقعات کا پتہ نہ لگ جائے +

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اخبار "الجمعیۃ" کے اغراض و مقاصد میں دوسروں کے متعلق خواہ مخواہ کذب و افترا سے کام لینا بھی داخل ہے یا اپنی ایک تازہ اشاعت میں اس نے ہمارے متعلق لکھا ہے کہ ہم بریلویوں کی حمایت کر رہے ہیں۔ آخر علماء کا اخبار ہے اور اس طبقہ سے تعلق رکھتا ہے جس کے ایک رکن لاہور میں اپنی ریش مبارک پر ہاتھ پھیر کر کہہ گئے ہیں کہ اس کی آڑ میں ہم بڑے بڑے شیطانی کام کرتے اور یہ کہہ دیتے ہیں کہ تو ہے تو کیا غم ہے۔ جماعت احمدیہ لاہور کچھ کہے یا نہ کہے۔ لیکن جمیعتہ العلماء کا یہ فرض ہے کہ وہ اس کے متعلق غلط بیانی سے کام لے۔ تاکہ خواہ مخواہ بھی لوگوں کو اس کے خلاف اشتعال پیدا ہو۔ لیکن ہمیں مطلق ڈر نہیں۔ وہ تعنیا چاہا ہے غلط بیانیاں کرے اور لوگوں کو اکسائے۔ حق آخر کا غالب ہوگا۔ ایک دن آئیگا جب نجدیت و بریلویت . . . . . ہر دو سے بیزار ہو کر انہیں مامور الہٰی کی طرف چار و ناچار آنا پڑے گا۔ وہ نہیں تو ان کی ذریت احمدیت کو اپنا طغرائے امتیاز بنائیگی۔ اور ہماری طرح اس مسلک کو اپنا طریق عمل قرار دیگی جس کو ذوق مرحوم نے ذیل کے دو مصرعوں میں واضح کیا ہے۔ ؎

ہفتاد و دو فریق حسد کے عدد سے ہیں
اپنا ہے یہ طریق کہ باہر حسد سے ہیں

ضروری گذارش

لاہور میں ملیریا کا زور ہے۔ ایڈیٹر پیغام صلح کا گھر بھی اس سے مستثنیٰ نہیں بلکہ ایک دن کے لئے خود بھی اس میں مبتلا ہونا پڑا اس وجہ سے آج کا پرچہ معمول سے کم ضخامت پہ شائع ہوتا ہے۔ امید ہے اس کی تلافی آئندہ ہوسکے گی انشاء اللہ۔

خط و کتابت ممالک غیر

جاوا

اخویم مرزا ولی احمد بیگ صاحب تازہ خط میں لکھتے ہیں کہ: اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے آپ کی دعائیں اور میرا خواب کہ میں دان جزائر میں احمدیت کو قائم ہوتا دیکھوں اپنا اثر دکھا رہی ہیں۔ دعوت عمل کے ملائی ترجمہ نے یہاں سنسنی پیدا کر دی ہے اور اس کے مطالعہ سے لوگوں کے لئے پہلا موقعہ پیدا ہوا ہے کہ وہ احمدیت کو اپنی اصلی صورت میں مطالعہ کریں۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کے اصل دعوے سے واقفیت حاصل کریں۔ حضرت صاحب کے دعاوی پہ غور کرنے کے لئے مجالس پہ مجالس ہو رہی ہیں جہاں مجھے حضرت صاحب اور احمدیت کے بارہ میں بیان کرنے کیلئے مدعو کیا جاتا ہے۔ اور حاضرین ہماری تحریک سے دلچسپی کا اظہار کرتے ہیں اور اگر کسی قسم کی کچھ مخالفت ہے تو وہ بہت کمزور اور قابل توجہ نہیں ہے ۱۸ / صفر کی رات کو مصر کے شیخ محمد عبدہ کے چند شاگردوں نے ایک جلسہ کیا اور مجھے اپنے اصول بیان کرنے کے لئے کہا۔ جس پہ میں نے اپنے جملہ اصول مفصل طور پہ بیان کر دئے۔ تب ایک شخص نے جو کچھ عربی جانتا تھا کھڑے ہو کر کہا۔ کہ ہمیں حضرت مرزا صاحب کے جملہ دعاوی قبول کرنے میں ذرا بھی عذر نہیں ہے لیکن کیوں نہ انہی اصولوں پر شیخ محمد عبدہ کو اس صدی کا مجدد مان لیا جائے۔ کیونکہ اس نے بھی قرآن کریم کی عربی تفسیر لکھ کر اسلام کی بڑی خدمت کی ہے۔ اس کے بیٹھ جانے پر میں کھڑا ہو گیا۔ اور مندرجہ ذیل مختصر سی تقریر کی :-

کہ اول تو مجدد کے لئے الہام الٰہی کی بنا پہ مامور ہونا ضروری ہے دوم خود اس کا مدعی ہونا اور دعوے کا مشتہر کرنا۔ اور سوم باوجود سخت مخالفت کے اپنے دعاوی میں کامیاب ہونا۔ اور یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ خدا کا ہاتھ اس کے ساتھ ہو۔ اگر یہ شرائط شیخ محمد عبدہ میں پائی جاتی ہیں تو ہمیں اس کے ماننے میں کچھ عذر نہ ہونا چاہئیے۔ اس کا بار ثبوت آپ کے ذمہ ہے لیکن اگر آپ یہ امور ان میں نہ دکھا سکیں اور ہرگز نہ دکھا سکیں گے۔ تو سوائے اس کے چارہ نہیں کہ حضرت مرزا صاحب کے جملہ دعاوی کو قبول کر لیا جائے۔ اگر شیخ محمد عبدہ کو محض تفسیر لکھنے کی بنا پہ مجدد مانا جائے تو پھر میرے خیال میں حضرت مولانا محمد علی صاحب زیادہ استحقاق مجدد ہونے کا رکھتے ہیں کیونکہ انہوں نے دو تفاسیر انگریزی و اردو میں شائع کی ہیں جو ساری دنیا میں قبولیت کا درجہ حاصل کر چکی ہیں حضرت مرزا صاحب ایک گاؤں میں پیدا ہوئے وہیں آپ نے پرورش پائی اور گاؤں کے استادوں سے ہی تعلیم پائی۔ آپ کی مادری زبان عربی نہ تھی۔ لیکن باوجود اسکے آپ کی عربی تصانیف کو غور سے مطالعہ کریں تو آپ پر ظاہر ہو جائیگا۔ کہ آپ کی تحریروں میں ایک الٰہی جذبہ اور طاقت ہے جو کسی عربی مصنف کی تصانیف میں ہرگز نہیں پایا جاتا۔ حضرت مرزا صاحب نے بڑے زور سے اس امر کو پیش کیا کہ آپ اللہ تعالےٰ کی طرف سے اسلام کو دیگر ادیان پر غلبہ دینے کے لئے مامور کئے گئے ہیں۔ یہ اعلان ایک گاؤں کے رہنے والے کی طرف سے ہوتا ہے۔ پھر احمدیت کی تواریخ کو پڑھ جاؤ اور آپ کو یہ دعاوی لفظ بلفظ پورے ہوتے معلوم ہو جائینگے۔ حضرت مرزا صاحب نے قریب ۸۰ کے عربی، فارسی، اردو کتابیں لکھیں جن میں اسلام کی ایسی ایسی خوبیاں بیان فرمائیں جو اس وقت تک دنیا کی نظر سے پوشیدہ تھیں۔ آپ نے اپنے گرد اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں کا ایک ایسا گروہ جمع کر لیا جنہوں نے دنیاوی شان و شوکت پر لات مار کر دین کی خدمت اختیار کر لی۔ اور ساری دنیا میں اسلام کا علم بلند کرنے میں مصروف ہیں۔ آپ تمام لوگ ان کی خدمات اسلامی کے معترف ہیں آپ لوگ خود اپنے ملک کی حالت پر غور کریں۔ آپ لوگوں نے عرصہ دراز سے جاوی مسلمانوں میں اسلام کی محبت پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن آپ کی سب کوششیں رائیگاں گئیں لیکن حضرت مرزا صاحب کا ایک حقیر خادم آپ کے درمیان آتا ہے اور جملہ حالات ہی بدل جاتے ہیں اور وہ نوجوان مسلمان جو اسلام سے نفرت کرتے تھے۔ اب وہ اسلام کے خادم بن گئے ہیں۔ اور ملائی اور دوسری زبانوں میں کتابیں اور اخبارات شائع کر کے اسلام کا خوبصورت چہرہ دوسروں کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ کیا یہ شیخ محمد عبدہ کی تفسیر کا نتیجہ ہے یا مسیح موعودؑ کے ایک ادنیٰ سپاہی کی تفسیر کا نتیجہ۔ اسی سے ظاہر ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کا تائید ہی ہاتھ کس جماعت کے ساتھ ہے۔ آپ حق کی طرف سے آنکھیں بند کر سکتے ہیں لیکن حق ہمیشہ غالب ہی ہو کر رہے گا۔ الخ

بقیہ صفحہ اول

کیپٹن کاربیہ اس پُرسکون پانی میں پتھر ڈالتا ہے جبل الدروز کے معاہدہ میں ایک دفعہ یہ بھی تھی کہ۔ اس کا عام حاکم انہیں میں سے ہوگا۔ اب اس کے انتخاب کا وقت آتا ہے تو سلطان پاشا اس لئے خاموش رہتے ہیں کہ وہ سیاسیات میں حصہ لینا نہیں چاہتے۔ لیکن اسی خاندان "اطرش" کے دو رکن امیر حمد الاطرش اور عبد الغفار پاشا الاطرش اس جگہ کے لئے کھڑے ہوتے ہیں لیکن آپس کے اختلاف کی وجہ سے یہ دونوں بالآخر ہٹ جاتے ہیں اور اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے معاہدہ کو ایک طرف رکھ کر کیپٹن کاربیہ کھڑے ہوتے ہیں اور سفید اور سیاہ کاغذ کی پرچیاں انتخاب کرنے والوں کو یہ کہہ کر تقسیم کرتے ہیں کہ سفید پرچیاں اُن کے اور سیاہ پرچیاں ان کے اس مخالف کے نام کی ہیں جسے رائے دینے والے اپنی طرف سے انتخاب کرنا چاہیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی حکم دیتے ہیں۔ کہ کھلے طور پر انتخاب ہو۔ اس انتخاب میں کیپٹن صاحب کامیاب ہوتے اور دروزی کونسل کے پریذیڈنٹ بن جاتے ہیں۔

اس عہد شکنی اور انتخاب کا اثر دروز میں خراب ہوا لیکن وہ خاموش ہو گئے۔ "مہذبک اطرش" اور "لسیب بک اطرش" نے اس انتخاب پر اعتراض کیا تو اول الذکر کو دو مرتبہ پٹوایا گیا۔ ان کے پاس فوجی آدمی بھیجے گئے جن کا سردار ظالمانہ طور پر غریب تھا۔ "مہذبک" کو حکم دیا گیا کہ وہ پٹتے وقت ہاتھ نہ اٹھائیں۔ اگر وہ ایسا کرینگے تو گولی سے مار دئیے جائیں گے۔ اس کے بعد اس فریق نے اپنے ہاتھ سے انہیں سختی کے ساتھ زدو کوب کیا چند روز کے بعد یہ خبر اخباروں میں چھپی تو پھر ان کے پاس اسی سردار کی سرکردگی میں جس کا ذکر اوپر ہوا ہے چند فوجی آدمی بھیجے گئے۔ "مہذبک" اپنے پچھلے زخموں سے ابھی پوری طرح اچھے نہیں ہوئے تھے کہ پھر انہیں اس مہذب گورنمنٹ کے تہذیب کے کرشمے دیکھنے پڑے۔ اُن پر یہ الزام لگایا گیا کہ تم نے یہ خبر اخباروں میں بھجوائی ہے کہ تم پیٹے گئے۔ جب انہوں نے اس سے انکار کیا تو اُس سے کہا گیا کہ تم یہ لکھ دو کہ مجھے کسی نے نہیں مارا اور یہ خبر جو اخباروں میں چھپی ہے بالکل بے بنیاد ہے۔ غریب "مہذبک" نے اس حکم کی تعمیل کی۔ لیکن اس کے بعد انہیں سپاہیوں کی اس ٹولی کے افسر نے پھر سختی کے ساتھ مارا۔

چونکہ کاربیہ جس کے مظالم سے دروز تنگ آ گئے تھے چھٹی پر گیا تھا۔ اور اس کی جگہ کیپٹن رینو بھیجا گیا تھا جو سخت گیر نہیں تھا۔ اس لئے دروز نے جنرل سولئے کے پاس اس غرض سے وفود بھیجے کہ بجائے کاربیہ کے "رینو" ہی کو جبل الدروز میں رکھا جائے۔ لیکن جنرل نے ان وفود کے ملنے سے انکار کیا اور یہ کہلا بھیجا کہ کاربیہ کی سیاسی پالیسی ہمارا برقائم رہے گی۔ اور جب وہ واپس آئیگا۔ تو اسی کو بھیجا جائیگا۔ تاکہ تمہیں وہ ٹھیک اسی طرح ٹھیک کرے جس طرح اُستاد بچوں کو کیا کرتا ہے۔

صوم جب میں نے اپنی تقریر ختم کر لی۔ تو تھوڑی دیر تک مجلس میں خاموشی طاری ہو گئی۔ جسکے بعد مسٹر منہاج جاپو سوئیتو انجمن کا پہلا سکرٹری جو ایک نہایت اعلےٰ التعلیم یافتہ شخص ہے کھڑا ہوا اور پرجوش الفاظ میں بولا۔ کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کے جملہ دعاوی کو قبول کرتا ہے اور بیعت کرتا ہے۔ (بیعت کی فارم اپنے دستخطی اُس نے بھیج دی ہے) اس شخص کی جو حیثیت یہاں کی سوسائٹی میں ہے اسے بیان کرنے کی ضرورت نہیں لیکن۔ مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالےٰ یہاں پر ایک زبردست جماعت خادمان دین کی عنقریب پیدا کر دے گا۔ جو اسلام کے لئے ہی زندہ رہے گی اور اُسی کے لئے مریگی۔

جولائی کا قادیان چلا گیا ہے۔ اُس نے یہاں بہت سی کتابیں اور خطوط روانہ کئے۔ اس لئے لوگوں کو قادیانیوں کے فاسد عقائد کا بخوبی علم ہو گیا ہے۔ علاوہ ازیں چند یوم ہوئے۔ قادیانی مبلغ اے۔ آر۔ درد کا لکچر جو اُس نے ہالینڈ میں دیا تھا یہاں کے بعض پرچوں میں چھپا تھا۔ کہ حضرت مرزا صاحب حقیقی معنوں میں نبی تھے اور جو مسلمان اُنہیں قبول نہیں کرتے وہ یہودی اور کافر ہیں۔ میں نے اُس کی تردید میں ایک بڑا لمبا مضمون ڈچ اخباروں میں شائع کر کے حضرت صاحب کی اصل پوزیشن کو صاف کر دیا تھا۔ اور قادیانیوں کے غلط عقائد کو ظاہر کر دیا تھا۔ کہ یہ فاسد عقائد حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد رائج ہوئے ہیں۔

میں نے دو ہزار بیعت کے فارم چھپوا کر دعوت عمل کے ساتھ سارے جزیرے میں شائع کر دیئے ہیں۔ خدا نے چاہا۔ تو بہتر سے بہتر نتائج مترتب ہونے کی امید ہے۔

ٹرینیڈاڈ

برادر سید تجمل حسین صاحب لکھتے ہیں کہ:۔ ۲۲؍جولائی کو سان فرنڈو کی مسجد میں دمشق سے ایک مسافر آیا ہوا تھا۔ اتفاقاً ہمارے بھائی محمود خاں صاحب کی اس سے ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے اس سے دریافت کیا کہ وہ کس مذہب کا پیرو ہے۔ اس نے اہل سنت والجماعت بتایا۔ اس کے بعد محمود خاں صاحب نے کہا کہ یہاں کے مسلمانوں میں حضرت مسیح کی وفات و حیات کے بارہ میں اختلاف ہے کئی اُسے وفات شدہ مانتے ہیں اور کئی زندہ آسمان پر۔ اس کا کیا خیال ہے۔ جس پر اُس نے جواب دیا کہ حضرت مسیح تو آنحضرت سے بہت پہلے فوت ہو چکے ہیں اور قرآن کریم بھی اُن کی وفات کی شہادت دیتا ہے۔ اور ہمارے وطنی لوگوں کا یہی عقیدہ ہے۔

ایک شخص ۱۴ سال سے عیسائی ہو چکا تھا اور کئی آدمیوں کو اپنے ذکر سے عیسائی بنا چکا تھا اور عیسائی مشن کی طرف سے کیٹی کسٹ تھا۔ اللہ تعالےٰ کے خاص فضل سے وہ میرے ہاتھ پر ۲۸؍جولائی بروز جمعہ مسلمان ہو گیا۔ اس سے پادریوں میں بڑی کھلبلی پڑ گئی ہے اس کا عیسائی نام بچا ابراہیم تھا۔ اب اس کا اسلامی نام غلام حق رکھا گیا ہے۔ آپ سب بھائی دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ اسے استقامت نصیب کرے۔ عیسائی مشن یہاں بالکل نامراد ہو رہے ہیں۔ پہلے یہ لوگ مجھ سے بحث کیا کرتے تھے لیکن جب سے میں نے جوزف سیات علی صاحب عیسائی کے اعتراضات کے جوابات چھپوا کر شائع کئے ہیں یہ لوگ مرگئے ہیں اور کوئی پادری مجھ سے مذہبی گفتگو نہیں کرتا۔ مسلمان اب خدا کے فضل سے سنبھل گئے ہیں اور عیسائیوں کے قابو نہیں آتے۔

محمد یعقوب خانصاحب لکھتے ہیں کہ:۔ میں اس بات کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں کہ لائٹ فی الحقیقت ہر جگہ اسلام کا نور پھیلا رہا ہے اور ٹرینیڈاڈ کے بہت سے مسلمانوں کو اُس نے عیسائی ہو جانے سے بچا لیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ آپ کے اس نیک کام میں برکت ڈالے اور یہ مسلمانوں کی ہدایت کا ذریعہ بنا رہے ہیں

تازہ خبریں

—— دمشق کا ایک تار مظہر ہے کہ جنرل گیمن کی افواج سویدا میں داخل ہو گئی ہیں۔ جنرل گیمن کی افواج نے جن کے پاس ہوائی قلعے بھی تھے دوپہر کے وقت پھر وہی پوزیشن حاصل کر لی۔ جو وہ رات کو کھو بیٹھی تھیں۔ غنیم (غازیانِ جبل دروس) نے طلیوی کے جنوب کی طرف پہاڑوں پر اُن کا سخت مقابلہ کیا۔ دروسی اب طلیوی اور سویدا کے درمیان شمال کی طرف پیچھے ہٹ رہے ہیں۔ دمشق کی ایک سابقہ اطلاع میں بیان کیا گیا تھا۔ کہ جنرل گیمن کی افواج مصفری سے سویدا کی طرف چلی گئی ہیں۔

—— فرانسیسیوں کی جو فوج سویدا میں تھی۔ اور جسے جنرل گیمن نے رہا کرایا ہے۔ اس کا ۲۲؍جولائی کو جبکہ پانچ سو سپاہی قلعہ میں تھے محاصرہ کیا گیا تھا۔ ان محصورین کو جن میں ایک عورت بھی شامل تھی ہوائی جہاز رسد پہنچاتے رہے۔ اگرچہ بعد میں دو ماہ تک پٹرول کی قلت کے باعث ہوائی جہاز گاہے گاہے بھیجے جاتے رہے مگر گذشتہ دنوں دروسیوں کے توپخانہ ترکی افسروں کی زیر ہدایت گولہ باری کرتا رہا ہے۔ توپخانہ کی اس گولہ باری سے بہت سے سپاہی زخمی ہوئے جن کے زخموں کی شدت اور زیادہ ہو گئی۔ کیونکہ قلعہ میں ڈاکٹر کوئی نہ تھا۔ سویدا کو چھڑا لینے کے باعث فرانسیسیوں کو بالخصوص اس اثر کو نظر رکھتے ہوئے جو تسخیر قلعہ کی وجہ سے شام کی مہم پر سیاسی نقطۂ نگاہ سے ہوتا۔ بہت خوشی حاصل ہوئی ہے۔

نیویارک۔ گذشتہ مالی سال مختتمہ ۳۰؍جون میں جس قدر شراب گرفتار کی گئی اس کی مجموعی قیمت ۲ کروڑ پونڈ (۳۰ کروڑ روپیہ) ہوتی ہے جس میں سے ۲۵ لاکھ گیلن (تقریباً ایک کروڑ بیس لاکھ بوتل) وہسکی۔ ۸۰ لاکھ گیلن (تقریباً ۴ کروڑ ۴۰ لاکھ بوتل) بیئر اور ۵۰ لاکھ (۔۔ لاکھ بوتل) معمولی قسم کی شراب تھی۔ اسی طرح دوسری چیزیں جو گرفتار کی گئی ہیں۔ اور جو ناجائز تجارت کے لئے غیر ممالک سے منگائی گئی تھیں ان کی مجموعی قیمت ۲۰ لاکھ پونڈ (تقریباً ۳ کروڑ روپیہ) ہوتی ہے۔ اس میں زیادہ موٹر کشتیاں وغیرہ ہیں۔ اس عرصہ میں تقریباً ۶۰ ہزار آدمی خلاف قانون کی عادت وغیرہ کے جرم میں گرفتار ہوئے ہیں۔

—— مقامی اطلاعات کی بنا پر اس امر کا امکان ہے کہ فرانس کو اسپین کو اس کی مراکشی مقبوضات سے نجات دلانے کی کوشش نہیں کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔

اخبار ٹائمس کا نامہ نگار مقیم ٹینجیر رقمطراز ہے کہ گذشتہ جولائی میں جو اسپینی و فرانسیسی معاہدہ ہوا تھا اُس کا مقصد صرف یہ تھا کہ فرانسیسی علاقہ سے ریفیوں کو نکالا جائے۔ چنانچہ فرانس نے اسپین کے ساتھ ساتھ کارروائی شروع کی۔ کہ اسپین کو اپنے علاقہ کو دوبارہ فتح کرنے میں آسانی ہو۔ فرانس معاہدہ کے مطابق اپنا حصہ ایک حد تک پورا کر چکا ہے۔ لیکن اسپینی فی الحقیقت اب تک ایک چھوٹے قطعہ الحسیما کے ساحل ہی تک محدود ہیں۔ اس حساب سے اسپین ابھی بہت پیچھے ہے حالانکہ حملہ کے لئے اب وقت بہت کم رہ گیا ہے۔ سب سے اہم سوال اس وقت یہ ہے کہ آیا فرانس موسم تک خاموش رہے۔ یا اسپینی پروگرام کے مطابق عمل کر کے اسپینی علاقہ پر حملہ کرے اور اس طرح اسپینیوں کو ساحل سے آگے بڑھائے۔

انڈیا کا اخبار مین رقمطراز ہے کہ ہفتہ گذشتہ کے اخبار ہیرالڈ آف انگلینڈ میں شمالی افریقہ کے معاملات کی تفصیل ہے جہاں (غازی) عبدالکریم فرانس اور اسپین کی زبردست فوجوں کی مخالفت کر رہے ہیں۔

(غازی) عبدالکریم کا بیان ہے کہ فرانس کا دانت تانبے اور لوہے سے بھری ہوئی کانوں پر ہے۔ افریقہ کی کانوں میں کام کرنا آسان ہے۔ اور اُجرتیں سستی ہیں۔ ایک مشہور عالم کان کنی کے انجنیر کے تخمینہ کے مطابق ڈیڑھ کروڑ ٹن لوہا مراقش میں ہے اور فرانسیسی اور اسپینی سرمایہ دار اس پر قابض ہونا چاہتے ہیں۔ ریفیوں نے اپنی آزادی کی جنگ میں پچھتر ہزار بندوقیں ایک سو بیس مشین گنیں۔ اور پانچ ہزار فرانسیسی سپاہی گرفتار کئے ہیں اور بتیس ۳۲ ہوائی جہاز گرائے ہیں۔

فرانسیسیوں کی فوج میں دو لاکھ سپاہی تھے۔ لیکن ان میں سے پچیس ہزار آ کر عبدالکریم سے مل گئے ہیں۔ اور اندیشہ ہے کہ اور لوگ بھی ایسا ہی کریں گے۔ عبدالکریم اپنے ملک کے جارج واشنگٹن بنیں گے۔

قُلْ یٰاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍۭ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ ... بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ

اخبار پیغام صلح لاہور

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا	مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
اندرین دین آمدہ از مادریم	ہم برین از دار دنیا بگذریم
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست	بادۂ عرفان ما از جام اوست
آن رسولے کش محمد ہست نام	دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن	جان شد و با جان بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام	ہر نبوت را برو شد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست	زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ مارا وحی و ایمائے بود	آن نہ از خود از ہمان جائے بود

ہفتہ میں دو بار، یکشنبہ و چہارشنبہ کو شائع ہوتا ہے

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما از و یابیم از نور و کمال	وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست	ہرچہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک و ز خبر ہائے معاد	ہرچہ گفت آن مرسل رب العباد
آن ہمہ از حضرت احدیت است	منکر آن مستحق لعنت است
معجزات و ہمہ حق اندر راست	منکر آن مورد لعن خداست
معجزات انبیائے سابقین	آنچہ در قرآن بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست	ہر کہ انکارے کند از شقاوت است
یک قدم دوری ازان روشن کتاب	نزد ما کفر است و خسران و تباب

قیمت سالانہ للعہ ششماہی ہے سہ ماہی عہ
طلباء سے سالانہ سعہ

جلد ۱۳ | مدینۃ المسیح لاھور | یوم چہارشنبہ و یکشنبہ مطبوعہ ۱۱ و ۱۵ ربیع الاول ۱۳۴۴ھ ہجری مطابق ۳۰ ستمبر و ۴ اکتوبر ۱۹۲۵ء عیسوی | نمبر ۹۲، ۹۳

ڈاک حضرت امیر ایدہ اللہ

چند سوالات کے جوابات

ذیل کے سوالات حضرت امیر ایدہ اللہ کو برائے جواب موصول ہوئے تھے۔ آپ کے ارشاد پر جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے اُن کے جوابات لکھے ہیں۔ جو اصل سوالات کے بعد درج ہیں:۔

سوالات

(۱) احمدی و غیر احمدی میں کیا فرق ہے۔
(۲) نبوت کی ماہیت کیا ہے۔
(۳) غیر احمدیوں کے ساتھ رشتہ ناطہ کرنا جائز ہے یا نہیں اگر نہیں تو کیوں۔ نیز جن انسان کو چمٹ جاتے ہیں یا کہ یونہی بکواس ہے۔
(۴) جماعت احمدیہ کا اصلی مرکز لاہور ہے یا قادیان۔
(۵) حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کس مرض سے وفات پائی۔
(۶) معراج حضرت رسول کریمؐ کی کیا اصلیت ہے۔

جوابات

اخویم مکرم۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔
آپ کا خط بخدمت حضرت امیر وصول ہوا۔ سوالات کے جوابات عرض کرنے کا چونکہ مجھے ارشاد ہوا ہے اس لئے گذارش خدمت کرتا ہوں:

احمدی و غیر احمدی میں فرق

(۱) احمدی و غیر احمدی میں فرق صرف تعیین شخصی کا ہے۔ ہر دو فریق مشترک طور پر ایک آنے والے موعود کو مانتے ہیں جو ابن مریم کے نام سے احادیث میں یاد کیا گیا ہے۔ غیر احمدی کہتے ہیں کہ آنے والا موعود خود حضرت مسیح حقیقی طور پر ہیں اور اسی لئے وہ حضرت مسیح کو زندہ آسمان پر ماننے کے لئے مجبور ہیں۔ احمدی کہتے ہیں کہ جب قرآن کریم کی نص صریح حضرت مسیح کی وفات پر دلالت کرتی ہے اور مُردے واپس نہیں آیا کرتے۔ تو آنے والا موعود ضرور ہے کہ اس اُمت میں سے ہی کوئی امام ہو جیسا کہ صحیح بخاری کے امامکم منکم سے ظاہر ہے اور قرآن کریم میں بھی آیت استخلاف میں صاف طور پر منکم کا لفظ موجود ہے۔ ابن مریم اس کا کہلانا بطور مجاز کے ہے جو حضرت مسیح سے کمال مشابہت کی وجہ سے استعمال ہوا۔ اس طرح قرآن کے نص صریح کی مخالفت بھی لازم نہیں آتی اور ختم نبوت بھی قائم رہتی ہے۔ کیونکہ جب زمانہ رسالت محمدیہ کا دامن قیامت تک دراز ہے تو پھر نہ کسی نئے نبی کو قدم رکھنے کی جگہ ہے اور نہ پُرانے کو۔ اگر کوئی نبی نیا یا پُرانا آگیا تو ختم نبوت باطل ہو گئی۔

پس دونوں فریق آنے والے مسیح کی بعثت کے تو یکساں قائل ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ غیر احمدی حقیقی طور پر مسیح کے آنے کے قائل ہیں اور احمدی مجازی طور پر مسیح کے آنے کے قائل ہیں۔ کیونکہ حقیقی طور پر مسیح کو اُتارنے سے قرآن کریم کی نص صریح کی مخالفت لازم آتی ہے اور ختم نبوت کا کچھ باقی نہیں رہتا۔

نبوت کی ماہیت

نبوت کی ماہیت کے متعلق عرض ہے کہ اصطلاح شریعت اسلام میں نبی وہ کہلاتے ہیں جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے کوئی ہدایت بذریعہ وحی مخلوق کے لئے لیکر آتے ہیں اُن کی یہ وحی کتاب کہلاتی ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے: فبعث اللّٰہ النبیین مبشرین و منذرین وانزل معھم الکتٰب بالحق لیحکم بین الناس فیما اختلفوا فیہ۔ نبیوں کو مبعوث کیا خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے اور اُن کے ہمراہ حق کے ساتھ کتاب اُتاری تاکہ لوگوں میں ان باتوں کا فیصلہ کرے جن میں وہ باہم اختلاف کرتے تھے۔ یعنی جو کتاب وہ لے کر آتے ہیں وہ حق و باطل کے درمیان فیصلہ کن ہوتی ہے۔ وہ غلط راہوں سے سیدھی راہ کو الگ کرکے دکھا دیتی ہے۔ اور صراط مستقیم کے اصولوں کو روشن اور واضح طور پر بنی نوع انسان کے سامنے پیش کرتی ہے اسی طرح متعدد آیات قرآن کریم میں موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کی بعثت کی غرض یہ ہوتی ہے کہ دنیا کو ہدایت اور صراط مستقیم کا علم دیا جائے جس پر چلکر انسان منزل مقصود کو پالے یعنی فلاح دارین حاصل کرے یہی وہ بشارت ہے جس کا ذکر مبشرین میں کیا گیا اور جو ہدایت ربانی کا نافرمان ہو اُسے بتا دیا جائے کہ اس کا انجام عذاب دکھ اور خسران ہے یہی وہ انذار ہے جس کا ذکر منذرین میں کیا گیا پس انبیاء کی بشارت اور انذار اصولی طور پر کل مرسل الیہ قوم یا بنی نوع انسان کے لئے بذریعہ کتاب کے ہوتی ہے۔ یعنی جو ہدایت وہ لاتے ہیں اُس پر عمل کرنے والے ہر ایک انسان کو اصولی طور پر وہ بشارت دیتے ہیں اور نافرمان کے لئے اصولی طور پر اُن کا انذار ہوتا ہے۔ وحی نبوت کی بشارت اور انذار کسی خاص فرد زید یا بکر کے لئے نہیں ہوا کرتی۔ جو کتاب وہ لاتے ہیں وہ ایک قاعدہ باندھتی ہے جو بھی اس کا مصداق ہو جائے یا اُس کی زد میں آجائے۔ مثلاً تبت یدا ابی لھب وتب کسی خاص شخص ابولہب کے لئے مخصوص نہیں۔ اس کا اصلی نام تو عبد العزیٰ تھا۔ وہ جب ابولہب بنا زد میں آگیا۔ اسی طرح جو بھی ابولہب بنے گا زد میں آجائے گا۔ پس انبیاء کا مبشر و منذر ہونا بوجہ اپنی کتاب کے ہوتا ہے جو اپنے عامل کو بشارت دیتی ہے اور اپنے نافرمان کو انذار کرتی ہے۔ خود قرآن کریم نے دوسری جگہ مبشرین و منذرین کی یہی تشریح کی ہے چنانچہ سورہ انعام آیت ۴۸ میں ہے کہ وما نرسل المرسلین الا مبشرین ومنذرین فمن اٰمن واصلح فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ۔ والذین کذبوا باٰیٰتنا یمسھم العذاب بما کانوا یفسقون۔ اور ہم نہیں بھیجتے ہیں رسول مگر خوشخبری دینے والے اور عذاب کی خبر دینے والے۔ پس جو ایمان لائے اور اچھے عمل کرے تو اُن پر کوئی خوف نہ ہوگا اور نہ وہ غمگین ہونگے اور جو لوگ ہماری آیتوں اور احکام کو جھٹلاتے ہیں انہیں اپنی نافرمانی کی وجہ سے عذاب پہنچے گا۔

دیکھیے مبشرین و منذرین کی کیسی صاف تفسیر خود ہی فرمادی۔ رسولوں کا مبشر و منذر ہونا فرما کر اُن کی بشارت اور انذار کی یوں تفسیر فرمائی کہ جو آیات الٰہی ان کے ذریعہ انسان کو پہنچائی جاتی ہیں۔ اُن پر ایمان لانے اور عمل کرنے والوں کے لئے وہ بشارت لانے والے ہیں۔ اور جو ان آیات کی تکذیب اور نافرمانی کرتے ہیں اُن کے لئے وہ انذار لانے والے ہیں۔ اور حق بھی یہی ہے کیونکہ نبوت تو اللہ تعالےٰ اور انسان کے درمیان ایک فرض منصبی ہے جو خدا اور بندے کے تعلقات کو واضح کرتی ہے وہ اُن قوانین کا علم دیتی ہے جن پر چلکر انسان اللہ تعالےٰ کو راضی کر سکتا ہے۔ اور جن کی نافرمانی سے خدا ناراض ہوتا ہے۔ وحی نبوت کا کام یہ نہیں کہ وہ کسی شخص کے گھر بیٹا ہونے یا نکاح کرنے یا کسی شخص واحد کے موت فوت خبر دے۔ یہ خدا اور بنی نوع انسان کا پبلک معاملہ نہیں بلکہ پرائیویٹ باتیں انفرادی طور پر ہیں۔ ان کا نام وحی ولایت ہے جسے قرآن کریم نے لھم البشریٰ فی الحیٰوۃ الدنیا۔ فرمایا ہے۔ انہی بشارات کو حدیث صحیح میں نبوت کا ایک جزو فرمایا۔ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات۔ چونکہ یہ بھی ایک قسم کی بشارتیں ہوتی ہیں اس لئے مشابہت کی وجہ سے جزو نبوت فرمایا۔ چنانچہ رویائے صالحہ کو بھی اسی ضمن میں رکھدیا پس یہ تمام مبشرات وحی ولایت ہیں نہ کہ وحی نبوت۔ تمام اُمت محمدیہ کو اس سے حصہ ملتا ہے خواہ کم ملے یا زیادہ کسی کو ایک خواب آئے یا ہزار خوابیں آجائیں۔ ایک الہام ہو یا ہزاروں تعداد کی کثرت سے نوعیت نہیں بدل سکتی۔ ہزار گھوڑے ملکر انسان نہیں بن سکتے۔ لاکھ انسان ملکر خدا نہیں بن جاتے۔ وحی ولایت کی تعداد خواہ کتنی ہی زیادہ ہو وہ وحی ولایت ہی رہیگی۔ وہ وحی نبوت نہیں بن سکتی۔ اگر صاحب وحی ولایت پر بوجہ کثرت علوم غیبیہ کے نبوت کے لغوی معنوں کے لحاظ سے بقول لکل ان یصطلح نبوت کا لفظ استعمال ہوگا تو ظاہر ہے وہ مجاز کے طور پر استعمال ہوگا نہ کہ حقیقت کے طور پر۔ خود حضرت مسیح موعود نے یہی فرمایا کہ سمیت نبیا من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ۔ حقیقی طور پر تو وہی نبی ہوگا جو اپنے ساتھ جناب الٰہی سے کتاب لائے جو بنی نوع انسان کے لئے اصول ہدایت پیش کرے جس پر عمل کرنے سے انسان کے لئے بشارت ہے۔ اور جن کی نافرمانی سے انذار کی وعید ہو۔

غیر احمدی کے ساتھ رشتہ ناطہ

غیر احمدیوں کے ساتھ رشتہ ناطہ کرنا جائز ہے؟

بدقسمتی سے ہمارے ملک میں عورتوں کو اپنے شوہروں کے گھر میں زیادہ آزادی نہیں ہوتی۔ اُنکو عام طور پر اپنا مذہب وہی رکھنا پڑتا ہے۔ جو شوہر کا ہوتا ہے۔ شوہر کی زبردستیاں عورت کو مجبور کر دیتی ہیں کہ وہ اپنے خیالات کو بدل دے۔ یا عورت بوجہ اپنی کمی علم کے اپنے شوہر کے غلط خیالات کا صحیح محاکمہ نہیں کر سکتی اور اس سے خود متاثر

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۳ ۱۷ ربیع الاول ۱۳۴۴ھ ۹ ستمبر ۱۹۲۵ء

اسلام اور مسیحیت

جنوبی افریقہ میں ڈاکٹر زویمر کے خیالات اسلام کے متعلق

آج کی اشاعت میں کسی دوسری جگہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کا ایک ضروری مکتوب شائع کیا جاتا ہے جس میں انہوں نے جنوبی افریقہ میں اسلام اور عیسائیت کے مقابلہ اور پادریوں کے شور و غل کا مفصل ذکر کیا ہے اور بتایا ہے۔ کہ وہاں حال ہی میں مشنریوں کی ایک کانفرنس ہوئی ہے جسکا مقصد و منشا اسلام کی سرعت اشاعت کو روکنا ہے اس کانفرنس میں جیسا کہ حضرت خواجہ صاحب نے ذکر کیا ہے۔ اسلام کا مشہور دشمن پادری زویمر بھی موجود تھا۔ اس کے دو لیکچر ہوئے ایک صرف عیسائیوں کے اندر اور دوسرا مسلمانوں میں۔ ان دونوں لیکچروں میں پادری صاحب نے اپنی عام معاندانہ روش کو چھوڑ کر دوستی اور محبت کے رنگ میں اسلام کا ذکر کیا۔ اور مسلمانوں کی موجودہ سیاسی اور مذہبی تحریکات کا ذکر کرتے ہوئے کیپ ٹاؤن کے حالات کی طرف انہیں متوجہ کیا۔ اور کھلے طور پر اس بات کا اعتراف کیا کہ اخوت انسانی کے اصول کو عیسائیوں اور مسلمانوں نے بالکل ایک دوسرے کے متضاد سمجھا ہے۔ مسیحی لوگ مخلوط ازدواجی تعلقات کو پسند نہیں کرتے۔ لیکن اسلام نے اس وقت سے جب وہ پیدا ہوا ان تمام اقوام کے جو آسمان کے نیچے بستی ہیں اختلاط کو بالکل آسان کر دیا ہے۔ اسی سلسلہ میں ڈاکٹر زویمر نے مسلمانوں کے اپنے مذہبی اصولوں کی پیروی کے طریق کو پسندیدہ نظروں سے دیکھا۔ اور یہ بتایا کہ مسلمانوں کا اپنے مذہبی اصولوں کی اس خاص رنگ میں عزت کرنا ہی انہیں کو باہمی اخوت کے رسہ سے باندھ دیتا ہے۔ اس بارہ میں اس نے ایک واقعہ کا ذکر کیا۔ کہ ایک بہت بڑا عرب سردار ملک عرب سے قاہرہ میں آیا اور دیکھا گیا۔ کہ وہ سوسائٹی کے نہایت ادنیٰ طبقات سے بھی نہایت خوشی کے ساتھ ملتا اور ان سے . . خلط ملط رکھتا ہے۔

مسلمانوں کے اندر تقریر کرتے ہوئے ڈاکٹر زویمر نے یہ صاف طور رکھا۔ کہ جب قرآن کو کھول کر پڑھا جاتا ہے۔ تو ایک عالمگیر اخوت کی صدا اس سے پیدا ہوتی ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ہوئے اور عیسیٰ علیہ السلام کے خیالات میں یکسانیت پائی جاتی ہے۔ بہترین عیسائی اور بہترین مسلمان عالمگیر اخوت کے حامی ہیں"۔ ڈاکٹر موصوف نے ریفیوں [illegible] امداد کے متعلق جنوبی افریقہ کے مسلمانوں کی سرگرمی کی تعریف کی۔

اس کے ساتھ ہی لفظ "مسیحی" کی تعریف کرتے ہوئے ڈاکٹر موصوف نے بتایا کہ اس لفظ کا استعمال ایسے رنگ میں ہو رہا ہے۔ کہ جسکی وجہ سے مسیحی تہذیب لفظ "مسیحی" کے لئے موجب نقصان ثابت ہوئی ہے۔ مسلمانوں کی خانگی زندگی کی انہوں نے بہت تعریف کی اور اس امید کا اظہار کیا کہ مسیحی حضرات ان کے نقش قدم پر چلیں گے"۔

ڈاکٹر زویمر کے یہ ریمارک اسلام کی عظمت و صداقت کا کھلا [illegible] دشمن کے منہ سے [illegible] ہیں۔ اس سے ہمیں غرض نہیں کہ اس نے کس نیت سے ان الفاظ کو منہ سے نکالا ہے۔ لیکن [illegible] اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسلام کے خطرناک دشمن بھی اس کے اصولوں کی عظمت اور پاکیزگی کے دل سے معترف ہیں۔ ہم نہیں سمجھتے ایسے پاکیزہ اور شاندار اصولوں کے ہوتے ہوئے جن سے عیسائیت [illegible] باوجود دعویٰ کے عالمگیری ابھی تک محروم ہے اور جن کی [illegible] ڈاکٹر زویمر کے نزدیک مسیحی حضرات کو ابھی سخت ضرورت ہے کس بات کی طرف دنیا کو دعوت دی جاتی ہے۔ کیا پادری زویمر کا منشا ہے کہ مسلمان عالمگیر اخوت کے اس دائرہ سے نکل کر جو صرف اسلام ہی نے صحیح طور پر نسل انسانی کیلئے بنایا ہے مسیحیت کے فرقی دلوں کو اپنا نصب العین بنائیں اور دنیا میں محبت و اتحاد کے بجائے

تنفص و منافرت کے پھیلانے کا موجب ہوں؟ [illegible] بات ہے۔ جیسے کہ انہوں نے جنوبی افریقہ میں مسیحیت کی امداد کے لئے اپیل کی اور [illegible] بڑی کانفرنس منعقد کی گئی؟

ڈاکٹر زویمر نے اپنے لیکچر میں یہ بھی ظاہر کیا تھا۔ کہ مسلمانوں کے ساتھ ہم برادرانہ طریق سے ملنا چاہتے ہیں۔ اس کا جواب ایک مسلمان مسٹر اسمعیل نے اسی وقت دیا اور بتایا کہ جنوبی افریقہ میں اس قسم کا برتاؤ حضرات پادری کی طرف سے جائز نہیں سمجھا جاتا کیونکہ آئے دن پادری صاحبان کی طرف سے یہ آواز بلند ہوتی ہے کہ جنوبی افریقہ کے لئے اسلام ایک نہایت سخت خطرہ کا موجب ہے۔ مسٹر موصوف نے پادریوں کی بعض اور غلط بیانیوں کا ذکر کرتے ہوئے یہ صاف طور پر بتایا کہ ہم ایک عیسائی حکومت کے ماتحت زندگی بسر کر رہے ہیں اور ارکان حکومت سے ہمیں یہ توقع تھی۔ کہ وہ مسیحی اصولوں کو اپنے افعال کے مطابق کرینگے۔ لیکن ایسا نہیں ہوتا۔ ہم ایک عیسائی ملک کے اندر بسنے والے مسلمانوں کا یہ اعتقاد ہے۔ کہ جن لوگوں کے ہاتھوں میں ملک کی عنان حکومت ہے اُن کی ہمیں عزت اور اطاعت کرنی چاہیئے۔ ہم اپنے ہم جنس انسانوں سے لڑنا جھگڑنا ناپسند کرتے ہیں" مسٹر اسمعیل نے کہا۔ کہ "اخوت کا وعظ کہنا بالکل بے فائدہ ہے۔ عیسائی مشنریوں کو ان باتوں پر خود عمل کرنا چاہیئے جن کا وہ وعظ کرتے ہیں۔ اس کے بعد مسلمان ان کے طریق عمل کو نہایت انصاف کی نظروں سے پرکھینگے

مسٹر اسمعیل کی اس تقریر کے جواب میں پادری زویمر نے کہا کہ "مسیحی حضرات اور وہ خود اس بات کو صحیح نہیں سمجھتے کہ اسلام مسیحیت کے لئے خطرہ کا موجب ہے"۔ غالباً یہی وجہ ہے۔ کہ وہ قاہرہ سے چلکر جنوبی افریقہ میں دوڑے دوڑے آئے۔ اور ان کے ساتھ اور بھی بہت سے پادری اکناف عالم سے وہاں پہنچے۔ اگر فی الواقعہ وہ اسلام کو عیسائیت کے لئے موجب خطرہ نہیں سمجھتے تو اس ہاہمی کا کیا مقصد ہے۔ جو آئے دن ان کی طرف سے ظہور میں آتی ہے اور اسلام کی سرعت اشاعت کا ذکر حیرانی اور گھبراہٹ کے ساتھ کیا جاتا اور اس کو روکنے کی تدابیر سوچی جاتی ہیں۔ اسلام جیسا کہ پادری زویمر کا اپنا بیان ہے۔ آج ایک بے دست و پا مذہب ہے۔ کوئی دنیوی شوکت اور تلوار کی طاقت اس کے ساتھ نہیں۔ اس کے سیدھے سادھے اصول جو خود پادری صاحب کے نزدیک بھی پاکیزہ اور لائق عمل ہیں۔ خود بخود دلوں کو اپنی طرف مائل کرتے ہیں۔ اور جوں جوں اسلام پھیلتا ہے۔ مسیحی حضرات کو گھبراہٹ لاحق ہوتی ہے۔ اور یہی حالت آج جنوبی افریقہ میں ہے۔ خدا نے چاہا۔ تو اس سے بہت سے نیک نتائج برآمد ہونگے۔ اور جیسا کہ خواجہ صاحب کی چٹھی سے ظاہر ہے۔ عنقریب بہت سی خوشگوار خبریں سننے میں آئینگی۔

احمدیت اور عیسویت

"پنجاب میں مسیحیت کی ترقی" کے عنوان سے نور افشاں ۲۵ ستمبر ۱۹۲۵ء کو لکھتا ہے "ہم اس ترقی پر نظر ڈالتے ہوئے جب مرزا صاحب کے مسیحائی کے دعوے کا خیال کرتے ہیں اور دجال کی فتح کے داویلوں کو سوچتے ہیں تو آپ کی مسیحائی کا رنگ اُڑتا ہوا نظر آتا ہے۔ ناظرین آپ کا کیا خیال ہے؟"

بات تو درست ہے۔ حضرت مرزا صاحب ۱۹۰۸ء میں فوت ہوئے گویا اس وقت آپ کو گذرے ۱۷ سال ہوئے ہیں۔ اس عرصہ میں جو تعداد آپ کے مریدوں کی ہے اور جو کام وہ دنیا میں کر رہے ہیں۔ اس کا مقابلہ مسیح اول کے (جو بقول نور افشاں ابن اللہ اور کیا کچھ تھا اور ابھی تک زندہ اپنے بندوں کی تائید کرتا رہتا ہے) خدا کے پاس چلا جانے کے سترہ سال بعد کے واقعات کے ساتھ کرنا چاہیئے۔ اور پھر ناظرین کا خیال پوچھنا چاہیئے۔ ایک شخص ابن اللہ ہے اور خدائی طاقتیں ساتھ رکھتا ہے دوسرا ایک نبی کا غلام ایک بشر ہے۔ پہلا باوجود خدائی طاقتیں رکھنے اور ابن اللہ ہونے کے اپنی تعلیم کو عرصہ دراز تک لوگوں میں پھیلانے سے قاصر ہے۔ دوسرا محض ایک بندہ اور غلام ہونے کے باوجود ہزارہا لوگوں سے اپنی صداقت منوا لیتا اور ساری دنیا میں اپنا پیغام پہنچا دیتا ہے ہر دو کی پوزیشن سامنے رکھ کر ناظرین کا خیال پوچھنا چاہیئے۔

دجال اور مسیحیت

نور افشاں کو یہ بات بری معلوم دیتی ہے کہ اگر کسی شخص میں

کوئی نیکی یا خوبی ہو۔ تو اس کا ذکر نیک کیا جائے۔ بلکہ چاہیئے اس کا تاریک پہلو ہی دنیا میں پیش کیا جائے جیسا کہ نور افشاں اور اُسکے ہم مشربوں کا طریق عمل ہے۔ ہمیں تو قرآن نے یہی تعلیم دی ہے ولا یجرمنکم شنآن قوم علیٰ الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ یعنی کسی قوم کی دشمنی تم کو اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو۔ یہ تقویٰ سے قریب تر ہے۔ (المائدہ) پھر باوجود عیسائیوں کے عقیدہ ابنیت مسیح کی پُرزور تردید کرنے کے اُن کی اچھی صفات کی قرآن نے تعریف بھی کی اور فرمایا لتجدن اشد الناس عداوۃ للذین اٰمنوا الیھود والذین اشرکوا ولتجدن اقربھم مودۃ للذین اٰمنوا الذین قالوا انا نصاریٰ ذالک بان منھم قسیسین ورھبانا وانھم لا یستکبرون یعنی عداوت میں بڑھکر یہود و مشرک ہیں لیکن مومنوں سے محبت کے لحاظ سے قریب تر نصاریٰ ہیں کیونکہ ان میں قسیس اور رہبان ہیں اور وہ متکبر نہیں۔ باوجودیکہ اسلام رہبانیت کے خلاف ہے اور خود پراٹسٹنٹ فرقہ بھی اس پر عامل نہیں تاہم چونکہ ان میں خدا سے خوف کھانے والے بھی ہوتے ہیں۔ اسلام نے ان کی تعریف کر دی ہے۔ اسی تعلیم قرآنی کی پیروی میں حضرت مسیح موعودؑ نے جہاں عیسائیوں کے نیک کاموں کی تعریف کی ہے وہیں اُن کے عقیدہ ابنیت مسیح کو دجالیت قرار دے کر اسکی زور سے تردید کی ہے۔ اسی بھید کو نہ سمجھنے کی وجہ سے تنگ دل ملانے اور عیسائی ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔ ابنیت مسیح کا عقیدہ خواہ ایک شخص کا ہو خواہ ایک قوم کا وہ دجالیت ہے جسکے توڑنے کے لئے مسیح موعود بھیجا گیا ابنیت مسیح ماننے والوں میں جو نیکیاں ہوں اور اُن کے جو رفاہ عام کے کام ہوں۔ اسلام اُن کی تعریف کرنے سے مانع نہیں۔ یہ فرق سمجھ کر نور افشاں جو چاہے لکھے۔ عقیدہ دجالی بہشتی نہیں اور ایسا عقیدہ رکھنے والوں کو جو کامیابی ہے وہ عقیدہ کی صحت کی وجہ سے نہیں بلکہ اُن کے رفاہ عام کے کاموں کی وجہ سے ہے۔ جو دراصل اسلامی کام ہیں اور یہی سبب اس زمانہ میں عیسویت کی ترقی کا ہے پراگندہ روزی پراگندہ دل۔ غریب اور مفلس اور بے روزگار حاجتمند کی حاجت پوری کر دو۔ پھر جو بات چاہو اس سے منوا لو۔ یہی طرز عمل پادریوں کا ہے اور یہی وہ راز ہے۔ کہ جسکی وجہ سے لوگ اُن کی ہاں میں ہاں ملا دیتے ہیں باوجودیکہ ان کے عقائد سے واقف بھی نہیں ہوتے۔ ۹۰ فیصدی پنجاب کے عیسائی چوہڑوں کو پوچھ دیکھو۔ نہیں سوائے یہ کہنے کے کہ وہ عیسائی ہیں اور پادری صاحب کا نام بتانے کے اور کچھ پتہ ہی نہیں کہ اُن سے کیا منوایا جا رہا ہے اور کن حیلوں میں انہیں کیا دکھایا جا رہا ہے۔

ہرچہ برخود نہ پسندی بر دیگراں مپسند

الفضل ۱۳ اگست نے لکھا تھا۔ کہ ایک طرف شیخ صادق حسن صاحب نے مجلس وضع قوانین ہند نے اس مجلس میں قرارداد پیش کرنی چاہی کہ مسلمانوں کو محمڈن اور اسلام کو محمڈنزم سرکاری کاغذات میں نہ لکھا جائے۔ دوسری طرف جماعت احمدیہ کو بڑے بڑے مسلمان حتیٰ کہ ڈاکٹر کچلو صاحب اور اُن کا اخبار مرزائیت اور مرزائی لکھتا ہے۔ ہر دو باتیں معقول ہیں کہ جو قوم کسی نام کو ناپسند کرے وہ اس کی نسبت استعمال نہ کیا جائے۔ لیکن کیا الفضل اپنے اور اپنے پیر کے رویہ کو بھی درست کرنے کی کوشش کرے گا۔ جو ہماری لاہوری احمدی جماعت کو پیغامی اور غیر مبایعین لکھتا ہے۔ ہم نے کبھی ان ناموں کو پسند نہیں کیا۔ ہم احمدی ہیں اور حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت میں ہیں۔ پھر بجائے احمدی فریق لاہور لکھنے کے وہ ایسے الفاظ ہماری نسبت کیوں لکھتا رہتا ہے جسے ہم پسند نہیں کرتے۔ پہلے اپنا رویہ درست کرو۔ پھر دوسروں سے کسی بات کی اُمید رکھو۔

کیا آپ کا بچہ

انگریزی اخبار لائٹ کا خریدار ہے جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے مہینے میں دو بار شائع ہوتا ہے۔ اگر نہیں تو آپ اس پر ظلم کر رہے ہیں۔ آپ اسے ایک دماغی اور روحانی خوان نعمت سے محروم کر رہے ہیں جسکی تلافی اور کسی طریق سے ممکن نہیں۔ اسلامی تربیت بہترین چیز ہے جو آپ اپنی اولاد کو دے سکتے ہیں۔ اور لائٹ سے بہتر اس تربیت کا

بقیہ صفحہ اول

ہو باقی ہے ۔ اس سے حضرت مسیح موعود ؑ نے پسند فرماتے تھے کہ احمدی اپنی لڑکیوں کا رشتہ حتی المقدور احمدیوں ہی میں کریں تاکہ لڑکیاں اپنے شوہر کے گھر جا کر کسی قسم کی تکلیف نہ اٹھاویں۔ یا اپنے اصولوں میں غلط راہ پر نہ پڑ جاویں۔ دوم احمدیوں میں باہم رشتہ کرنے سے تعلقات باہمی بھی زیادہ مستحکم ہو جاتے ہیں۔ اور جو لوگ کہ مُصر ہیں وہ تو آج کل ویسے بھی بائیکاٹ کرنے کے لائق ہیں مسلمانوں کو وحدت کی ضرورت ہے نہ کہ افتراق و انشقاق کی۔ لیکن مکفرین سے بائیکاٹ کرنا نماز میں ہو یا رشتہ داری میں ہو ایک مسلمان کی غیرت کا تقاضہ ہونا چاہیئے۔

جنون کا چمٹنا

(۴) جن کا انسان کو چمٹ جانا۔ نہ قرآن سے ثابت ہے نہ حدیث سے نہ آج کل کی موجودہ تحقیقات سائنس سے قرآن کریم نے صرف شیطان کی انسانی قلب میں وسوسہ اندازی کا ذکر کیا ہے جیسا کہ یوسوس فی الصدور الناس من الجنۃ والناس۔ سے ظاہر ہے مگر یہاں جن سے مراد وہ شیطان ہے جو انسانی قلب میں وسوسہ اندازی کرتا ہے۔ ولاغیر۔

جماعت احمدیہ کا اصلی مرکز!!

(۵) جماعت احمدیہ کا اصلی مرکز نہ قادیان ہے نہ لاہور۔ احمدی مسلمان ہیں اور تمام عالم اسلامی کا مرکز کعبہ ہے جس کی طرف منہ کر کے تمام دنیا کے اسلام نماز پڑھتی ہے۔ وقتی ضرورت کے لحاظ سے دوسری جگہ مرکز بنانا خود رسول کریم صلعم کا فعل ہے۔ مدینہ کو وقتی مرکز بنایا حضرت علی نے وقتی ضرورت کے لحاظ سے کوفہ بنایا پھر دمشق و بغداد بنا۔ استنبول و قرطبہ بنا۔ دہلی و اجمیر اور سرہند بنا۔ مسیح موعود کی وجہ سے قادیان مرکز بنا۔ کیونکہ [illegible] سے جب وہاں بھی طغیانی آگئی تو اللہ تعالیٰ کی مشیت نے لاہور کو علم مسیح اور دین حق کا مرکز بنا دیا۔ مگر یہ سب وقتی مصلحت کے ماتحت مرکز ہوتے ہیں جس جگہ امن سے دین حق اور علوم صحیحہ کی اشاعت ہو سکتی ہے وہیں مومن کے لئے مرکز ہو جاتا ہے۔ کسی خاص جگہ سے اگر خصوصیت ہو سکتی ہے تو وہ صرف کعبہ ہے۔ جیسا کہ قرآن میں آیا ہے۔ وحیث ما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ جہاں کہیں بھی تم ہو اسی کی طرف منہ پھیرو۔ مگر اس کے متعلق بھی خود قرآن کریم نے ایسا [illegible] الفاظ میں فیصلہ فرمایا ہے کہ اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن آمن باللہ والیوم الآخر وجاھد فی سبیل اللہ لا یستوون عند اللہ کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کو آباد رکھنا اس کی طرح ٹھیرایا ہے جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان لائے اور اللہ کے رستہ میں [illegible] اللہ کے نزدیک یہ برابر نہیں ہیں۔ عادت فرما دیا کہ مسجد [illegible] کچھ ثمرے نہیں۔ جب کا [illegible] تو [illegible] حقہ پر ایمان رکھنا اور [illegible] حال ہے تو پھر قادیان [illegible]

حضرت مسیح موعود کا مرض الموت

(۶) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بوجہ کثرت دماغی محنت کے کبھی کثرت سے [illegible] کبھی کثرت سے اسہال آنے لگتے تھے۔ جس سے آپ کو [illegible] اور ضعف ہو جاتا تھا۔ یہ آپ کو اکثر ہوا کرتا تھا۔ اسی مرض میں آپ کی وفات ہوئی۔ اسہال کا اصلی باعث آپ کی دماغی محنت کی کثرت تھی۔ جو کہ کثرت تصنیف اور عبادت کی وجہ سے تھی۔

معراج نبوی

(۷) حضرت نبی کریم صلعم کو معراج کشفی حالت میں ہوا۔ جو عین عالم بیداری میں ایک عظیم الشان کشف تھا جس میں سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ کے ماتحت آپ کو عالم روحانی کی سیر کرائی گئی۔ اس نظارہ کا کشفی ہونا آیت ماکذب الفؤاد ما رایٰ سے ظاہر ہے۔ یعنی جو اس نے دیکھا وہ دل نے جھوٹ نہیں بتایا۔ آنکھ قلب کے ذریعہ سے یہ سب کچھ دکھایا معلوم نہیں لوگ کیوں اس سے کفر کرتے ہیں۔ حالانکہ خود قرآن کا قلب پر نازل ہونا قرآن سے ثابت ہے۔ جیسا کہ نزلہ علیٰ قلبک باذن اللہ سے ظاہر ہے۔ پھر جس طرح قلب رسول اکرم صلعم نے قرآن کریم کی وحی کو سنا ویسے ہی آپ کے قلب مبارک نے عالم علوی کا نظارہ کیا جسے معراج کہتے ہیں۔ یہی حضرت عائشہ صدیقہ کا مذہب تھا۔ اور حضرت [illegible] نے کیا [illegible]

[illegible]

[illegible] احمد شاہد

احمد کا فلک پر جانا اتنی خوبی نہیں چنانچہ [illegible] محمدی میں سما جانا۔ اور سچ بھی یہی ہے جس قلب میں خدا سما جائے اس میں آسمانوں کا سما جانا کوئی بڑی بات ہے حضرت مولانا روم کیا خوب فرماتے ہیں۔ جو ایک حدیث کا ترجمہ ہے۔

گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است ——— من نہ گنجم ہیچ در بالا و پست
در دل مومن بگنجم اے عجب ——— گر مرا خواہی دراں دلہا طلب

خاکسار بشارت احمد عفی عنہ

ماہ اسلام کی ضیا پاشی

ایک اعلیٰ یورپین افسر کا قبول اسلام!

ماہ نور مے فشاند و سگ بانگ مے زند

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کا تازہ خط ووکنگ سے

یہ مثل آج عیسائی پادریوں پر صادق آ رہی ہے اس وقت جنوبی افریقہ میں تو تبلیغ اسلام پر ایک شور عظیم برپا کیا جا رہا ہے لوگوں کو اکسایا جا رہا ہے کہ افریقہ ہاتھ سے گیا۔ پچھلے ماہ ایک بڑی کانفرنس جنوبی افریقہ کے بڑے شہر ڈربن اور جوہانس برگ میں ہوئی۔ چوٹی کے پادری وہاں جمع ہوئے۔ دشمن اسلام پادری ذویمر بھی وہاں پہنچا۔ ان پادریوں نے وہاں تسلیم کیا کہ خط استوا کے شمال میں جسقدر علاقہ تھا اس میں اسلام کے مقابل عیسائیت کو شکست فاش ہوئی۔ اسلام وہاں بڑی ترقی کر رہا ہے چنانچہ پانچ کروڑ کے قریب وہاں مسلمان ہو چکے ہیں۔ اور اب خط استوا کے جنوب میں بھی اسلام پھیلنا شروع ہو گیا ہے چنانچہ اسوقت وہاں کی تعداد نوے لاکھ کے قریب ہو گئی ہے۔ اور سب سے غضب یہ ہو رہا ہے کہ بعض یورپین لڑکیاں بھی کیپ کالونی میں مسلمان ہو رہی ہیں۔ بشپ ڈبار رالینڈ نے تسلیم کیا کہ مسلمان ہونے پر یہ لوگ شراب پینے سے بچ جاتے ہیں جسمانی طہارت ان میں پیدا ہو جاتی ہے مسیحی اخوت کی روح ان میں جوش مارتی ہے۔ لیکن یہ لوگ عیسائیت کے خلاف ہو جاتے ہیں۔ اور اس امر کا فکر کرنا چاہیئے کوئی ان بھلے مانسوں سے پوچھے کہ اگر کسی مذہب کے قبول کرنے پر انسان میں جسمی طہارت ہی پیدا ہو جائے۔ اور وہ شراب کی لعنت سے بچ جائیں۔ اور اخوت حقیقی کے رشتہ میں منسلک ہو جائیں۔ تو پھر کونسی بات باقی ہے جو اس دنیا کے تمدن کے لئے ضروری ہے۔ لیکن جس بات نے لوگوں کو گھبرا رکھا ہے۔ وہ کچھ اور ہے۔ اور وہ آپ کے منہ سے نکل آئی۔ آپ کہتے ہیں کہ جسوقت کوئی شخص مسلمان ہو جاتا ہے۔ اس کا عیسائی ہونا محالات سے ہو جاتا ہے۔ اور اس میں ایک روح پیدا ہو جاتی ہے جس کے باعث وہ سفید چمڑے کی قوم سے نفرت کرتے ہیں۔ اور آپ کی حکومت کو اچھا نہیں مانتے۔ اس لئے جتنی جلدی ہو اُن کو عیسائی بنالو۔ بشپ موصوف نے لونا رن مشن کی اصل غرض سربستہ کو طشت از بام کر دیا۔ غیر قوموں کو مسیح بنانے کی غرض یہ تو نہیں کہ وہ حلقہ بگوش مسیح ہوں۔ بلکہ اصلی غرض تو یہ ہے کہ انہیں حلقہ بگوش اقوام یورپ کیا جائے۔ اگر اس خبیث گروہ کا کوئی تعلق مذہب سے ہوتا۔ تو وہ خود اپنے گھر کا فکر پہلے کرتے جہاں لوگ عیسائیت سے دن بدن بیزار ہو جاتے ہیں۔ اور اس مذہب کو نفرت سے دیکھتے ہیں۔ یہ جو اپنے گھر سے نکل دوسرے ممالک کو عیسائی بنانے جاتے ہیں۔ اور ان مشنوں کے معاون وہ لوگ ہوں جو علی الاعلان دہریہ ہوتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ ایک پولیٹکل کھیل ہے۔ بہرحال متولی افریقہ کے مسلمان بھی جاگ اٹھے ہیں۔ تبلیغ اسلام کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ وہاں کے عمائد کی خط و کتابت بھی اس معاملہ میں مجھ سے جاری ہے۔ اور مناسب لٹریچر بھی یہاں سے بھیجا جا رہا ہے۔ لیکن اس امر میں جو نہایت دلچسپ بات ہے۔ اور جس بات نے مجھے مندرجہ عنوان مصرعہ کی طرف متوجہ کیا وہ یہ ہے کہ افریقہ کے جس علاقہ میں عیسائیت پھیلنے کا خاص اہتمام ہو رہا ہے۔ وہیں کا ایک اعلیٰ یورپین افسر ووکنگ میں حاضر ہو کر میرے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوتا ہے۔ برابر تین سال سے اس افسر کے ساتھ میری خط و کتابت تھی جس کا آخری نتیجہ اس ہفتہ قبولیت اسلام ہوا۔ خدا کی شان ہے کہ ماہ اسلام تو ضیا پاشی کر رہا ہے۔ اور یہ لوگ دیوانہ وار شور ڈال رہے ہیں۔ یہ تو خدا کے مذہب کی خوبی ہے کہ یہ خود بخود اقوام دنیا کو اپنے میں جذب کر رہا ہے۔ اور جو ہماری کوششیں ہیں وہ ظاہر ہیں۔ اگلی اتوار

گردن کا پھندا

(از مولانا عبد الماجد صاحب بی اے)

آزادی ہر فرد ہر جماعت ہر قوم ہر ملک کا قدرتی حق ہے کسی انسان کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ دوسرے انسانوں کی آزادی کو ان کی مرضی کے خلاف چھین لے۔ البتہ اگر کچھ انسان اپنی مصلحتوں اور سہولتوں کی خاطر آپس میں صلاح و مشورہ کر کے خود کسی کو اپنا افسر یا حاکم منتخب کریں تو یہ بیشک درست ہوگا لیکن اس کے علاوہ اور کسی صورت میں ایک انسان کا دوسرے کو اپنے قہار حکومت میں لے آنا نہ عقل کے رو سے درست ہے اور نہ انسان کے فطری مذہب اسلام کے رو سے۔ اسلام تو خدا رسی اور خدا شناسی تک کی راہ میں کسی جبر و تشدد کو جائز نہیں رکھتا۔ بلکہ ہر انسان کو چھوڑے ہوئے ہے پس کسی دنیوی حکومت کی غرض سے غلامی اور جبر یہ محکومی کو کیونکر جائز رکھ سکتا ہے اسلام کا پیام تو یہ ہے کہ سب انسان خدا کی غلامی کے لئے آزاد ہیں۔ اور اس راہ میں حکومت کا بنایا ہوا کوئی قانون بندوں کا نافذ کیا ہوا کوئی ضابطہ ان کے لئے حائل نہ ہو۔

خدا کی غلامی کے معنی یہ ہیں کہ بندہ ایک طرف تو ان حقوق کو جو اس کے معبود نے خود اس کے ابدی نفع اور دائمی راحت کے لئے براہ راست اس کے ذمہ عائد کئے ہیں اور جنہیں اصطلاح میں حقوق اللہ کہتے ہیں ادا کرتا رہے اور دوسری طرف خدا کی بنائی ہوئی دوسری مخلوقات کی خدمت گزاری کرتا رہے۔ ان حقوق کو اصطلاح میں حقوق العباد کہتے ہیں۔ انسان کے سارے فرائض کا خلاصہ اسیقدر ہے۔ کلام مجید کے شروع ہی میں جہاں نیک بندوں اور اچھے انسانوں کی پہچان بتائی ہے وہاں یہ بتا دیا ہے کہ ان کے اعمال زندگی کا لب لباب یہ ہوتا ہے کہ یقیمون الصلوٰۃ ایک تو ہماری نمازیں ادا کرتے رہتے ہیں اور ومما رزقنٰھم ینفقون ہمارے دئے ہوئے مال میں سے دوسروں پر خرچ کرتے رہتے ہیں۔

حقوق اللہ کا سارا خلاصہ لفظ نماز میں آگیا۔ اور بندوں کے سارے حقوق کے خلاصہ کو خیرات کے ذریعہ سے ادا کر دیا۔

سچا مسلم اور اچھا بندہ وہی ہے جو دن میں بار بار اللہ کے بنائے ہوئے قاعدہ کے موافق اسکی طرف اپنا دھیان جماتا رہتا ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ ہر وقت مخلوق خدا کی خدمت و نفع رسانی میں لگا رہتا ہے۔ اگر کوئی شخص ایسا ہے جو بظاہر نمازیں بہت پڑھتا ہے لیکن رفاہ خلق کے کاموں میں شریک نہیں رہتا تو اسکی نماز ناقص اور اس کی عبادت غیر مقبول ہے۔ خود قرآن پاک نے ایسے نمازیوں پر (نماز کے تارکوں پر نہیں بلکہ نماز کے پڑھنے والوں پر) پھٹکار بھیجی ہے (فویل للمصلین) جو خلق خدا کے فائدہ کے کاموں میں نہ خود شریک ہوتے ہیں نہ دوسروں کو شریک ہونے دیتے ہیں (ویمنعون الماعون) ان کی نمازوں کو ریاکاری کی نماز بتایا ہے۔ اس کی وجہ بھی کھلی ہوئی ہے اگر یہ سچے دل سے خدا کو یاد کرتے ہوتے تو ان کے دلوں میں اس کی مخلوقات کی خدمت گزاری کا شوق پیدا ہو گیا ہوتا۔

پھر اسلام کا خدا کسی خاص فرقہ۔ کسی خاص ملک خاص مذہب کا خدا نہیں۔ تنہا پرہیزگاروں اور عبادت گذاروں کا خدا نہیں بلکہ رب العالمین ہے۔ اچھے اور برے کا۔ کالے اور گورے بڑے اور چھوٹے۔ عابد و فاسق۔ ہر ملک و ہر زمانہ۔ ہر مذہب و ملت کے انسانوں کا ہی بلکہ پرندے اور چرندے اور چوپائے سانپ اور مچھلی۔ شیر اور بکری۔ شجر و حجر۔ پہاڑ اور دریا اور دوسری ساری مخلوقات کا جن کے نام تک سے ابھی ہم لوگ واقف نہیں ان سب کا پالنے والا۔ سب کو نشو و نما دینے والا۔ سب کو انکی منزل مقصود اور مقام کمال تک پہنچانے والا ہے۔ ہر حقیر سے حقیر مخلوق کو اس کے آخری اور انتہائی درجہ کمال تک پہنچانا رب العالمین کی شان ربوبیت کا تقاضا اور اسم رب کی صفت ظہور کا لازمہ ہے۔ اور اس مقصد الٰہی کی تکمیل میں بقدر اپنی بساط و ظرف کے حصہ لینا۔ بندہ کی سعادت۔ مسلم کی عبادت اور انسان کا فرض ہے۔

مسلمانوں کا عقیدہ فرنگی داناؤں کے نکالے ہوئے اس اصول پر نہیں کہ دنیا میں بقا کے لئے ہر وقت ایک [illegible]

سوالات مع جوابات

از قلم معجز رقم حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب

سوال

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رسالہ الوصیت میں صاف فرمایا ہے کہ قادیان کا مقام سلسلہ احمدیہ کے تمام کاموں کا مرکز ہمیشہ کے لئے رہنا چاہیئے۔ مولانا تاویلیں تو دہریہ بھی کر لیتا ہے مگر آپ اپنی ضمیر منیر سے پوچھیں کہ غیر مبائعین اور احباب لاہور کے کاموں کا مرکز کہاں ہے۔

جواب

حضرت مسیح موعودؑ نے الوصیت میں قادیان کو مرکز قرار دیا تو وقتی ضرورت کے ماتحت ایسا کیا۔ حضرت صاحب عالم الغیب نہ تھے خود حضرت نبی کریم صلعم کے متعلق قرآن کریم میں آیا ہے۔ لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء (اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت سی بھلائی لے لیتا اور تکلیف کبھی نہ پہنچتی) آئندہ کا علم اللہ ہی کو ہوتا ہے حضرت صاحب کا ارشاد حالات وقت کے ماتحت تھا۔ جب حضرت صاحب کے متعلق غلو سے کام لیا گیا اور ختم نبوت کو توڑ دیا گیا اور تمام امت محمدیہ کو کفر کے گڑھے میں دھکیل دیا گیا تو ضروری تھا کہ قادیان سے باہر کسی جگہ کام شروع کیا جاتا۔ تا حضرت صاحب کا مشن تکمیل اشاعت اسلام کا برباد نہ ہو جائے۔ باقی رہا آپ کا یہ فرمانا کہ تاویلیں دہریہ بھی کر لیتا ہے۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ اس میں تاویل کونسی ہے۔ اور اگر تاویل بھی ہوتی تو ایک منصف مزاج انسان کا فرض ہے کہ وہ صحیح تاویل اور غلط تاویل میں فرق کرے خود مسیح موعودؑ نے بیسیوں جگہ تاویلیں کیں چونکہ صحیح تھیں اس لئے درست تھیں۔ حضرت نے قادیان کو تو صرف انجمن کا مرکز بنایا تھا۔ ورنہ تمام عالم اسلامی کا اصلی مرکز تو کعبہ ہے جس کے لئے خود قرآن کریم نے فرمایا کہ حیث ما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ (کہ جہاں کہیں بھی تم ہو تمہارا منہ اسی کی طرف پھرے۔ مگر ایک وقت آیا کہ وہاں سے بھی نبی کریم صلعم کو وقتی تقاضا کے ماتحت ہجرت کرنی پڑی اور اپنے مشن کی اشاعت کے لئے مدینہ کو مرکز بنانا پڑا۔ پھر حضرت علی نے وقتی مصلحت کے ماتحت کوفہ کو اپنا مرکز بنایا۔ بنی امیہ کے وقت میں دمشق اور بنی عباس کے وقت میں بغداد مرکز بنا۔ ترکوں کے زمانہ میں استنبول بنا۔ خاندانے روحانی کے فیوض کا مرکز بھی اعلیٰ ہذا کبھی بغداد ہوا تو کبھی اجمیر کبھی دہلی ہوا تو کبھی سرہند۔ حضرت مسیح موعود کے وقت میں قادیان مرکز بنا۔ مگر جب وہاں چشمہ حق میں طغیانی آگئی تو مرکز علوم حقہ اور اصول صحیحہ کا لاہور بن گیا مومن کے لئے تو اصل چیز ایمان اور جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ خود قرآن نے یہی فیصلہ کیا ہے۔ کعبہ جو اصل مرکز اسلامی ہے اس کے متعلق فرماتا ہے اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن امن باللہ والیوم الاخر وجاھد فی سبیلہ لا یستوٗن عند اللہ کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام کو آباد رکھنے کو اس آدمی کی طرح ٹھیرا لیا ہے جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان لاتا ہے اور اس کے رستہ میں جہاد کرتا ہے۔ اللہ کے نزدیک یہ برابر نہیں ہیں۔ یعنی خانہ کعبہ کی تولیت کو ایک مومن کے ایمان اور جہاد فی سبیل اللہ کے سامنے کوئی وقعت نہیں۔ اصل چیز تو ایمان اور عمل اور اشاعت حکمۃ اللہ ہے۔ جہاں اصول صحیحہ قائم نہ رہ سکیں اور صراط مستقیم پر چلنا محال ہو جائے وہاں سے ہجرت کر کے دوسری جگہ کو اشاعت اسلام کے کام کا مرکز بنانا عین سنت رسول اللہ صلعم ہے۔ ہم اپنے ضمیر میں خوب غور کر چکے ہیں اس معاملہ میں ہم عند اللہ اور عند الناس حق بجانب ہیں اور اپنے امام حضرت مسیح موعود کے مشن کی خدمت کرنے والے ہیں۔ بالخصوص جب ایک حصہ جماعت نے آپ کے مشن کو اپنے غلو اور تکفیر سے برباد کر دیا تو نہایت ثواب کا کام تھا کہ دوسری جگہ آپ کے مشن کو اپنے اصلی رنگ میں قائم کیا جائے بار تو اُن کے ذمہ ہے جنہوں نے مشن کو تباہ کیا۔ ہم کو مجبوراً دوسری جگہ کام شروع کرنا پڑا۔

سوال دوئم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ ان اللہ لا یبشر الاولیاء بذریۃ الا اذا قدر ۔ الصالحین یعنی اللہ تعالیٰ بشارت نہیں دیتا اپنے اولیاء کو اولاد کی مگر جبکہ اس کا ارادہ نیک اولاد دینے کا ہوتا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ حضرت نوحؑ کا ایک لڑکا نیک نہ تھا تو گذارش ہے کہ یہ کہاں لکھا ہے کہ اس کی پیدائش سے قبل اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح کو اس کی پیدائش کی اطلاع دی تھی پس اصولاً یہ نہیں کہ انبیاء اور اولیاء کی اولاد ضرور نیک ہوتی ہے۔ بلکہ اصول یہ ہے کہ جس اولاد کی پیدائش کی اطلاع قبل از تولید ہو جاتی ہے۔ وہ ضرور نیک ہوتی ہے۔ اب حضرت صاحب کی دوسری بیوی کی اولاد سب کی سب مبشر ہے جیسا کہ حضرت صاحب فرماتے ہیں۔ سو ہر اک تیری بشارت سے ہوا ہے۔ اس لئے مرزا سلطان احمد کا نیک ہونا ضروری نہیں کیونکہ اُن کی پیدائش سے قبل ان کی تولید کی بشارت حضرت صاحب کو نہیں ہوئی۔ اب جبکہ حضرت صاحب کی دوسری بیوی کی سب اولاد مبشر ہوئی اور آئینہ کمالات اسلام میں حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ مبشر نیک ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ حضرت میاں صاحب حق پر ہیں کیونکہ اگر وہ حق پر نہ ہوں تو لازم آتا ہے کہ وہ سب کے سب گمراہ ہوں اور بد عقائد ہوں اور بد عقیدگی سے بڑھکر کونسی بدی ہوگی پس حضرت صاحب کی نص صریح کہتی ہے کہ مبشر اولاد نیک ہوتی ہے اور نیک ہو نہیں سکتا جب تک عقائد درست نہ ہوں۔ اس لئے موجودہ اولاد لازماً حق پر ہے اور جب وہ حق پر ہیں تو اُن کے مخالف ضرور ناحق پر ہیں

جواب

ایمان کی بنیاد صداقت پر ہونی چاہیئے اور اس کی دو ہی شکلیں ہیں یا تو واقعات صحیحہ ہمیں خود صحیح علم مہیا کر دیں یا اللہ تعالیٰ کا علم کامل ہمارے ناقص علم کو مکمل کر دے۔ اللہ تعالیٰ کا علم کامل انسان کو بذریعہ وحی نبوت ملا کرتا ہے جو مدار ایمان ٹھیرتا ہے۔ چنانچہ ہمیں قرآن کریم کی شکل میں وہ علم بخشا گیا جو ہمارے ایمان کی بنیاد ہے سنت رسول اللہ صلعم اور احادیث آنحضرت کو بھی تسلیم کرنے کے لئے قرآن سے اُن کی مطابقت ہونا ضروری ہے۔ بڑے سے بڑے ولی کے الہامات اور وحی کو ماننے سے پہلے اُن کا قرآن و سنت پر عرض کرنا ضروری ہے۔ اس کے بعد واقعات صحیحہ جو علم ہمارے سامنے پیش کریں اُن کا ماننا ہمارے لئے لابد ہے۔ ہم صریح مشاہدہ اور تجربہ کے خلاف ماننے کے لئے مجبور نہیں کئے گئے۔ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا۔ پس آپ نے جو ارشاد فرمایا کہ آئینہ کمالات اسلام میں حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے کہ اولیاء کو جو لڑکوں کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت ملتی ہے۔ اُن کا صالح ہونا مقدر ہوتا ہے۔ اس لئے اُن کی اولاد خواہ کیسے ہی غلط عقائد دنیا میں پھیلائے۔ کچھ ہی کرے۔ ہم مجبور ہیں۔ کہ ہم اُن عقائد کو صحیح تسلیم کریں کیونکہ اُن کا صالح ہونا حضرت صاحب لکھ گئے ہیں۔ اور یہ غلطی اب ہماری ہے جو اُن کے عقائد کو صحیح تسلیم نہیں کرتے اور اُن پر نکتہ چینی کرتے ہیں۔ سو عرض یہ ہے کہ ہمیں پہلے یہ دیکھنا چاہیئے کہ یہ فقرہ جو حضرت صاحب نے لکھا کیا یہ آیت قرآنی ہے۔ ہرگز نہیں۔ کیا یہ حدیث رسول اللہ صلعم ہے۔ ہرگز نہیں۔ کیا یہ حضرت صاحب کا الہام ہے ہرگز نہیں۔ پھر یہ کیا ہے محض ایک اجتہاد ہے۔ اور اجتہاد بھی کسی مسئلہ شرعی میں نہیں۔ بلکہ اولاد کے متعلق پیشگوئیوں کے معاملہ میں۔ کیا آگے پیشگوئیوں میں جو اجتہاد کئے گئے اُن میں ایک حصہ میں غلطیاں نہیں ہوگئیں کیا واقعات عالم نے نہیں بتلا دیا کہ الہام سے بظاہر جو مطلب سمجھا گیا تھا علم الٰہی میں وہ مطلب نہ تھا۔ یا آئندہ کے واقعات نے ایک تقدیر معلق کو بدل دیا۔ الہام میں جو آئندہ کا علم الٰہی ہے مخفی ہوتا ہے اُسے انسان بکلی اگر سمجھ سکے تو بالکل درست ہے۔ کیونکہ الہام علم الٰہی سے آتا ہے اور اجتہاد انسان کا اپنا دماغ کرتا ہے۔ ضرور ہے کہ کبھی دونوں کا بیّن فرق بھی ظاہر ہو جائے۔ اگر واقعات عالم الہام کو تو سچا ثابت کر دیں اور خود ملہم کے اجتہاد کو جو اس الہام کے متعلق ہو غلط ثابت کر دیں تو یہ اس ملہم کے الہام کی صداقت پر بیّن دلیل ہے۔ کیونکہ الہام کا صحیح ہو جانا اور اجتہاد کا غلط ہو جانا ثابت کرتا ہے۔ کہ دونو ایک دماغ سے نکلے ہوئے ہرگز نہیں ہیں۔ خود ملہم جو اپنا علم پیش کرتا ہے وہ غلط ہو جاتا ہے اور جو الہام پیش کرتا ہے وہ صحیح ہو جاتا ہے معلوم ہوا کہ وہ الہام اُسکے اپنے دماغ کا نتیجہ نہ تھا۔ اجتہاد میں اس کا اپنا مبلغ علم تھا۔ اور دانستہ اپنی غلطی کا افشا کرنا فطرت انسانی کے خلاف ہے۔ الغرض جب یہ فقرہ محض ایک اجتہاد ہے تو دیکھنا یہ ہے کہ واقعات عالم نے جو ایمان کی بنیاد کے لئے دوسرا رکن ہے اس اجتہاد کو صحیح ٹھیرایا یا غلط۔ صریح مشاہدہ سے آنکھیں بند نہیں کی جاسکتیں۔ آنکھوں دیکھ کر مکھی نگلی نہیں جاتی۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ میاں محمود احمد صاحب اور اُن کے احباب قرآن و حدیث اور حضرت مسیح موعود کی تعلیم کے صریح خلاف عقائد پھیلا رہے ہیں۔ ختم نبوت کی تباہی اور جملہ امت محمدیہ کی تکفیر کوئی معمولی سی بات نہیں۔ ایک قیامت ہے جو اسلام پر توڑ رکھی ہے۔ ان باتوں کو دیکھتے ہوئے یہ کہاں کی دانائی ہے کہ فرض کر لیا جائے کہ یہ سب کچھ جو قرآن و حدیث اور حضرت مسیح موعود کی تعلیم کے خلاف ہو رہا ہے درست ہے کیونکہ حضرت صاحب کی قلم سے اجتہاداً کہیں یہ فقرہ پیشگوئیوں کے متعلق نکل گیا ہے کہ ایسے لڑکوں کا صالح ہونا مقدر ہوتا ہے صریح واقعات نے مہر لگا دی کہ وہ اجتہاد درست نہ تھا۔ اسی طرح واقعات پیش آمدہ کا انکار محض اپنے کسی فرضی تخیل کی بنا پر تو ہمارے پیر پرستوں کا عقیدہ ہے۔ وہ اپنے پیروں کو پہلے فرض کر لیتے ہیں کہ وہ صالح ہیں پھر جو وہ کریں اُسے صحیح سمجھتے ہیں۔ وہ شراب پیتے ہیں تو سمجھ لیتے ہیں کہ یہ ہماری آنکھوں کا قصور ہے یا شراب اُن کے لبوں سے لگتے ہی دودھ بن جاتی ہے۔ اسی طرح اُن کے ہر قول و فعل کو درست اور اُن کی غلطیوں کو اپنی غلطی سمجھتے ہیں کیا ہمارے احمدیوں کا بھی قدم اسی راہ پر پڑ گیا صریح غلط عقائد کو دیکھکر کہتے ہیں کہ ہم کیا کریں۔ حضرت صاحب لکھ گئے ہیں کہ اُن کا صالح ہونا مقدر ہے۔ ضرور ہے کہ ہماری عقل خبط ہو گئی ہو۔ ہمارے حواس غلطی کرتے ہوں۔ مگر یہ کیونکر ممکن ہے کہ حضرت صاحب کی اولاد غلطی کرے۔ اگر پیشگوئیوں کے متعلق اجتہادات کو قرآن کے ہی قائمقام سمجھنا ہے۔ تو پھر ہمیں بہت سی مشکلات درپیش ہیں۔ مثلاً ہمیں یقین کر لینا چاہیئے کہ پیر منظور محمد صاحب کی متوفیہ بیوی محمدی بیگم ابھی تک زندہ ہیں اور اُن کے بطن سے عالم کباب ابھی پیدا ہونا ہے۔ میر عباس علی لدھیانوی بھی حضرت صاحب کی بیعت میں ہمیشہ رہے اور کبھی نہیں پھسلے اُن کے اشتہارات وغیرہ سب ہمارے حواس کی غلطیاں تھیں تین کو چار کرنے والا بیٹا صاحبزادہ مبارک احمد بھی ابھی تک زندہ ہیں۔ اُن کی وفات کا واقعہ ہمارے دماغ اور حواس کا ایک غلط تخیل ہے۔ غرضکہ مذہب کو کھیل بنانا اور بات ہے اور حقیقت پر غور کرنا اور بات ہے۔ واقعات نے بتلا دیا کہ وہ اجتہاد درست نہ تھا۔ میاں صاحب کے عقائد صریح قرآن و حدیث اور حضرت صاحب کی تعلیم کے خلاف ہیں یہ ایک واقعہ ہے اس واقعہ صحیحہ کے سامنے صرف ایک اجتہاد کو پیش کرنا مذہب کو محض ایک تخیل اور خوش عقیدگی کے گڑھے میں گرا دینا ہے پھر اس اجتہادی فقرہ کو دیکھو تو وہاں بھی لفظ قدّر ہے یعنی مقدر ہوتا ہے لیکن اعمال صالحہ کے متعلق جو بھی تقدیر ہوگی معلق ہوگی یعنی انسان کے اپنے افعال اور ارادوں پر منحصر ہوگی۔ اگر تقدیر مبرم ہو تو پھر انسان مجبور محض ہے۔ اگر پہلے سے ہی مقدر ہو کہ انسان نیک عمل کرے گا یا بُرا کرے گا۔ تو پھر عذاب و ثواب ایک لغویات سے ہے بہرحال اعمال کے متعلق جو کچھ بھی ہو اس میں انسان کے اپنے ارادہ کو دخل ہے۔ اسی لئے قرآن میں آیا ہے کہ ان ھو الا ذکر للعالمین لمن شاء منکم ان یستقیم۔ کہ بیشک یہ نصیحت ہے تمام عالموں کے لئے اُس کے لئے جو سیدھی راہ پر چلنا چاہے۔ پس اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ ایک بچہ صلاحیت پہلے سے اندازہ کر لی گئی ہے۔ تو اُس کے یہ معنی ہیں کہ اس کو ایسی استعداد اور قویٰ عطا ہوئے ہیں کہ وہ اگر چاہے تو صالح بن سکتا ہے۔ لیکن وہ اگر نہ چاہے تو خدا مجبور نہیں کرتا۔ اجی یہاں تو محض ایک اجتہادی فقرہ ہے جہاں الہام الٰہی تھا کہ اصلھا ثابت و فرعھا فی السماء۔ وہاں جب میر عباس علی لدھیانوی نے آپ کی بیعت میں ثابت قدمی نہ دکھائی تو وہ تقدیر بدل گئی اور وہ احمدیت کی مخالفت میں مرگیا۔ ذرا اس الہام الٰہی کے الفاظ اصلھا ثابتٌ کو دیکھو اور اس کے پھسلنے کو دیکھو۔ ڈرنے کا مقام ہے کہ اعمال میں کسقدر انسان کے اپنے ارادے کو دخل ہے۔ جہاں ارادہ بدلا۔ تقدیر بدلی۔ عمل پر غرہ اور تکبر سخت نادانی ہے۔ اعمال کے متعلق جو بھی تقدیر ہوتی ہے وہ سب معلق ہوتی ہے۔ نڈر کیوں جاؤ۔ ہر ایک انسان کے لئے خلافت الٰہی کا مقدر ہونا قرآن کی وحی سے ثابت ہے۔ ہر ایک انسان اسی لئے پیدا ہوا ہے کہ وہ صالح ہو متقی ہو۔ خلیفۃ اللہ ہو لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ یعنی انسان بہترین استعداد اور قویٰ لے کر دنیا میں آیا ہے۔ یہ تقدیر الٰہی ہے مگر معلق ہے منشا ہے کہ سینکڑوں ہزاروں میں کہیں ایک اس مقام کو پہنچتا ہے جبتک انسان خود اس مقام کو حاصل نہ کرنا چاہے وہ نہیں کر سکتا۔ اسی طرح حضرت صاحب نے اگر لڑکوں کی پیشگوئی میں یہ اجتہاد کیا کہ ایسے لڑکوں کا صالح ہونا مقدر ہوتا ہے تو ضرور ہے کہ یہ تقدیر معلق ہو۔ جب میر عباس علی لدھیانوی کے متعلق اصلھا ثابتٌ کے الفاظ ہوتے ہوئے تقدیر مستقل ثابت نہ ہوئی تو پھر یہ تو آپ کا صرف ایک اجتہاد ہی ہے۔ اس پر نازاں ہونا کسقدر خطرناک غلطی ہے۔ یہ خیال کہ آپ کی سب اولاد اب معصوم عن الخطا ہے۔ نہایت خطرناک ہے۔ ایسی باتوں کا نتیجہ غفلت اور تکبر ہوا کرتا ہے۔ میاں محمود احمد صاحب کو چاہیئے تھا کہ اپنے مریدوں کو اس خطرناک خیال کی اشاعت سے روکتے۔ اس پر خوش ہونا غلطی ہے۔ بلکہ ڈرنے کا مقام ہے۔ اعمال اور عقائد جن میں انسان کے ارادے کو دخل ہے اور جن پر عذاب و ثواب مترتب ہوتے ہیں وہ سب کے سب ضرور ہے کہ تقدیر معلق ہوں ورنہ شریعت کا تار و پود اکھڑ جاتا ہے۔ حضرت صاحب بھی اس کو خوب سمجھتے تھے ورنہ وہ آمین میں دعائیں کیوں کرتے۔ اگر یہ تقدیر مبرم تھی تو دعا تحصیل حاصل

انسانی میں ارادہ انسانی کو دخل ہے۔ جو کچھ بھی اس معاملہ میں تقدیر ہوتی ہے وہ سب معلق ہوتی ہے۔ دونوں ہی پہلو ہوتے ہیں۔ بن گیا تو بن گیا۔ بگڑ گیا تو بگڑ گیا۔ دعا کا قبول ہونا بھی ارادہ الٰہی پر موقوف ہوتا ہے۔ بہت سے معاملات میں آپ نے دعائیں کیں۔ بڑے بڑے نبیوں نے کیں مگر وہی ہوا جو مشیت الٰہی نے چاہا۔ ا... اور معاملات کے معاملہ میں تو جیسا کہ میں اوپر ذکر کر آیا ہوں تقدیر الٰہی بھی انسانی عقائد اور افعال اور ارادوں اور نیتوں کے ساتھ معلق ہوتی ہے کیونکہ انہی امور پر عذاب و ثواب مترتب ہوتا ہے۔ اگر یہاں انسان کے اپنے ارادوں اور افعال کو معطل کر دیا جائے تو پھر جزا و سزا ایک بے معنی بات رہ جاتی ہے۔ پس جب خود تقدیر الٰہی اسجگہ معلق ہوتی ہے تو پھر دعا کا نمبر تو اس کے پیچھے ہے۔

(خاکسار بشارت احمد)

خط و کتابت ممالک غیر

جرمنی

مولوی فضل کریم خانصاحب درانی برلن سے تحریر فرماتے ہیں کہ:- حسب دستور ہمارا ماہواری جلسہ ۴ ستمبر کو منعقد ہوا۔ گو موسم خراب تھا اور چند ہفتوں سے متواتر بارش ہوتی رہی ہے جس کا اثر لکچروں میں حاضری پر بھی پڑا۔ حاضر دری تھا۔ اس لئے صرف بیس نو مسلم شریک جلسہ ہو سکے جو ہماری مختصر سی جماعت اور موسم کی خرابی کو مدنظر رکھ کر غنیمت تھا۔ جلسہ کی ابتدا جناب ڈاکٹر مارقوس صاحب کی تقریر سے ہوئی جو اس مضمون پر تھی کہ آنحضرت صلعم کا اسوہ حسنہ دور حاضرہ کے لئے کیا اہمیت رکھتا ہے ڈاکٹر صاحب ایک بڑے فاضل ہیں اور فلسفہ مذاہب پر نظر غائر رکھتے ہیں ساتھ ہی اس کے نہایت سلیم الفطرت شخص ہیں۔ اس سے پہلے ان کا ایک مضمون رسالہ مسلمش ریویو سے ترجمہ کر کے لائٹ کے لئے بھیج چکا ہوں۔ اس ڈاک میں ان کا ایک دوسرے مضمون کا ترجمہ بھیج رہا ہوں۔ جسکے مطالعہ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کس پایہ کے انسان ہیں۔ رسالہ مسلمش ریویو کے مرتب کرنے میں جو گرانقدر امداد ان سے ملتی ہے وہ بیان سے باہر ہے۔ مولوی صدرالدین صاحب کی قابلیت، شخصیت اور قوت ایمانی کا نتیجہ تھا۔ کہ ایسے بڑے پایہ کا انسان ہمیں خدمت اسلام کے لئے مل گیا۔ ڈاکٹر صاحب کا اخلاص قابل رشک ہے۔ ان کی تقریر میں جوش اور متانت پائی جاتی ہے۔ ہمارے اس جلسہ میں جو تقریر انہوں نے فرمائی اسمیں ثابت کر دیا کہ یورپ کی موجودہ تہذیب ہر پہلو سے اسلام کی ممنون احسان ہے اور یہ اسلام ہی کی پیدا کردہ ہے۔ ان کی تقریر کے بعد بہت سے سوالات کئے گئے جن کے جوابات انہوں نے خود ہی دئے۔ اس تقریر اور سوال و جواب کے ضمن میں چند ایک غیر متعلق سوالات پیدا ہو گئے تھے۔ جنکا جواب میں نے اٹھ کر دیا مثلاً مسئلہ تعدد ازدواج۔ حیوانات پر شفقت و مہربانی اور اس بارہ میں حضرت نبی کریم کا اسوہ حسنہ یورپ میں بین الاقوامی منافرت۔ نقض عہد۔ ایک دوسرے پر بیجا ظلم و ستم جس کا نتیجہ باہمی خونریزی لڑائیوں کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔ ان سب مشکلات کا حل کرنا حضرت نبی کریم کے اسوہ حسنہ پر ہی عمل کرنے سے ہو سکتا ہے۔ ان مشکلات کے حل کی طرف نہ تو کسی دوسرے مذہب نے توجہ ہی کی اور نہ ان کا کوئی حل بتایا ہے ہماری یہ مجلس گیارہ بجے تک رہی۔ چونکہ وقت زیادہ ہو چکا تھا۔ اس لئے باقی بحث کو اگلے جلسہ کے لئے ملتوی کیا گیا۔

اٹلی

چوہدری محمد اقبال صاحب روما سے لکھتے ہیں کہ میں ایک ہفتہ سے یہاں آیا ہوا ہوں۔ مشنری نمائش دیکھی جسکے متعلق مفصل حال پر آئندہ ڈاک سے لکھونگا۔ آجکل یہاں سخت گرمی پڑ رہی ہے۔ لوگ باہر سمندر کے کنارے پر چلے گئے ہیں۔ میں چند روز یہاں ٹھہر کر میلان چلا جاؤنگا جملہ احباب کی خدمت میں السلام علیکم۔

سیرالیون (مغربی افریقہ)

برادر اسماعیل ایم ایچ کیلے صاحب لکھتے ہیں کہ: براہ مہربانی احمدیت اور حضرت مسیح موعودؑ کے حالات سے مفصل طور پر اطلاع دیں نیز وفات مسیح پر کوئی رسالہ بھیجدیں۔ ہو سکے تو حضرت صاحب کی کتب مثل براہین احمدیہ ازالہ اوہام خطبہ الہامیہ وغیرہ بھیجدیں میں جملہ کتب کی قیمت ادا کرنے کو تیار ہوں۔ آپ پر واضح ہو کہ میں یہاں کا پیدائشی مسلمان ہوں۔ اور میرے ارد گرد بہت سے ایسے مسلمان رہتے ہیں جو اسلام قبول کرنے پر تیار ہیں بشرطیکہ ان کو معقولی طور پر اسلام کی حقانیت سمجھادی جائے۔ لیکن میں اتنی قابلیت نہیں رکھتا۔ کہ ان پر اسلام کی فضیلت ثابت کر سکوں۔ میرا یقین ہے کہ اگر معقولیت سے ان کو لوگ اسلام میں داخل ہو جائینگے۔ میں چاہتا ہوں کہ احمدی بن کر اسلام کی خدمت کروں۔ اس لئے حضرت مسیح موعود کی کتب درکار ہیں میں نے دوسرے مذاہب کا بھی مطالعہ کیا ہے اس لئے ضروری ہے کہ آپ کی تعلیم کے ذریعہ سے اسلام کی فلاسفی سے بھی آگاہ ہو سکوں۔ امید ہے کہ آپ اس خط کی طرف توجہ فرماویں گے اور بہت جلد جواب دینگے۔ اخبار لائٹ کا نمونہ بھی بھیج کر مشکور فرماویں۔

انبیا اور ان کی تعلیم

جناب مولوی عبدالستار صاحب کے مضمون سے جو مندرجہ بالا عنوان سے ۱۹۔ جولائی ۱۹۲۵ء اخبار پیغام صلح میں شائع ہوا میں نے یہ سمجھا تھا کہ شائد مولانا یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ یہی قرآن تمام مختلف انبیاء پر نزول فرماتا رہا۔ صرف زبان بدلتی رہی۔ قوانین شرائع میں مطلق کوئی فرق نہ تھا۔ لیکن اس کے معلوم سے جواب الجواب میں شائع ہوا یوں پتہ لگا کہ میرا وہ خیال صحیح نہ تھا۔ میں نے مزید توضیح کے لئے ان سے لکھ کر بھی دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ میری ہی غلط فہمی تھی۔ میں نے مولانا کو جو تحریر لکھی تھی وہ یہ تھی کہ مفصلہ ذیل مذاہب میں سے جو مذہب آپ کا ہو وہ مجھے بتلا دیں تاکہ بیکار بحث میں وقت ضائع نہ ہو۔ وہ مذاہب جنکا میں نے اشارہ کیا تھا یوں ہیں:-

(۱) ہمارے زمانہ میں بعض صاحبان نے یہ نکتہ آفرینی کی ہے کہ یہی قرآن جو اب ہمارے ہاتھوں میں ہے مختلف انبیاء پر نازل ہوتا رہا ہے۔ گو یا زبان بدلتی رہی مگر قرآن وہی رہا۔ جو قوانین شریعت حضرت آدمؑ کو ملے تھے وہی حضرت نوحؑ کو ملے وہی حضرت موسیٰ کو وہی حضرت عیسیٰ کو۔ وہی ایران میں۔ وہی توران میں وہی ہندوستان میں وغیرہ وغیرہ۔ وہی محمد رسول اللہ صلعم کو۔ قطعاً پہلی شرائع میں اور شریعت قرآن میں کوئی فرق نہیں۔ اور فرق کیسے ہو جبکہ درحقیقت یہی قرآن مختلف زبانوں میں نزول فرماتا رہا ولا غیر گویا قرآنی شریعت اور موسوی شریعت اور ایرانی اور ہندی شریعتیں یہ سب ایک ہیں۔ صرف زبان کا فرق ہے۔ کوئی عربی میں ہے تو کوئی سنسکرت میں۔ قرآن میں کوئی خاص فضیلت اور خصوصیت نہیں۔

(۲) عام امت مسلمہ کا مذہب یہ ہے کہ تمام انبیا کا مذہب ایک ہی رہا ہے اور وہ اسلام ہے۔ یعنے ایک خدا کے احکام کی فرمانبرداری ہر نبی پر جو خدائے واحد کی طرف سے احکام نازل ہوتے رہے ان کی کامل فرمانبرداری کا نام ہی اسلام ہے۔ دنیا نے بتدریج ترقی کی ہے۔ انسانی دماغ پہلے اپنی ابتدائی حالت میں تھا۔ مختلف قومیں ایک دوسرے سے الگ پڑی ہوئی تھیں۔ ہر ایک قوم میں الگ الگ نبی پیدا ہوتے رہے جن کے ذریعہ اللہ تعالے حسب اقتضائے وقت اور مناسب حالات قومی قوانین شریعت نازل فرماتا رہا مگر جب وہ زمانہ آگیا کہ انسانی دماغ اعلیٰ درجہ کی ترقی حاصل کی اور قوموں کے باہمی تعلقات قائم ہوکر تمام دنیا ایک شہر کا حکم رکھنے لگی تو ضرور ہوا کہ ایک ایسا عالمگیر قانون تمام دنیا کی قوموں اور تمام زمانوں کے لئے نازل فرمایا جائے جو تمام انسانوں اور تمام قوموں اور تمام زمانوں کی ضروریات پر حاوی ہو اور اسطرح باہمی تفاخر اور منافرت قومی کا خاتمہ ہو کر سب وحدت، مساوات اور اخوت کی زنجیر میں جکڑے جائیں۔ یہ قانون قرآن کے رنگ میں آنحضرت صلعم کو دیا گیا اب ظاہر ہے کہ جو قوانین ابتدائی زمانوں میں مختلف قوموں کو الگ الگ ان کے حسب حال اور حسب زمانہ دئے گئے تھے وہ اس قانون کے برابر کس طرح ہو سکتے ہیں؟ جو عالمگیر ہو اور تمام زمانوں اور تمام قوموں پر یکساں حاوی ہو۔ یہ درست ہے کہ ایک حد تک دونوں میں اشتراک ہو مگر جو جامعیت اور کمال ایک عالمگیر شریعت میں ہونا چاہیئے وہ ایک قومی محاظ الزمان شریعت میں کسطرح ہو سکتا ہے۔ پس بعض باتوں میں اگر شریعت قرآنی اور دیگر شرائع میں اشتراک ہو بھی تو قرآنی شریعت اپنے اندر علیحدہ وہ خصوصیتیں رکھتی ہے جو ایک عالمگیر اور جامع اور دائمی شریعت کے لئے ضروری ہیں۔ پھر معرفت الٰہی اور فلسفہ آسمانی کے وہ سبق سکھلائے جس سے تمام پہلے آسمانی کتب خانے خالی ہیں۔ واقعات حقہ سے آنکھیں بند نہیں کی جا سکتیں۔

اور ان کی اب کوئی بحث نہیں۔ (خاکسار بشارت احمد)

مولانا کی اپنی تحریر بھی عرض کرتا ہوں:-

استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ

میرا مذہب وہی ہے جو نمبر ۲ میں مذکور ہے

اصلح اللہ بالنا و بالکم

واللہ علی ما نقول وکیل

خاکسار عبدالستار

رسیدات زر

ماہ ستمبر ۱۹۲۵ء میں برلن مسجد و اشاعت اسلام کے متعلق جو رقوم وصول ہوئی ہیں۔ انہیں شکریہ کے ساتھ درج اخبار کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالے کی راہ میں جو لوگ اپنے اموال خرچ کر رہے ہیں ان کے لئے اللہ کے حضور میں ہماری دعائیں ہیں کہ وہ انہیں بہت زیادہ مال دے اور ساتھ ہی اور زیادہ قربانی کی توفیق عطا فرمائے اور ان اموال کو وہ ان کے لئے برکات و رحمتوں کا موجب بنائے۔

(۱) چوہدری نذیر احمد صاحب جیون شاہ منٹگمری ۵ بحساب کابی برلن مسجد۔ (۲) خان صاحب سعادت علی خان صاحب رئیس کمالیہ منٹگمری مار عطیہ برلن مسجد (۳) مستری یعقوب علی صاحب جموں ۵ موعودہ جرمن مشن (۴) بابو نظام الدین صاحب جانگڑیاں ضلع سیالکوٹ للعہ برلن مسجد (۵) بزم اشاعت کمیٹی میڈیکل اسکول حیدرآباد ۵ برلن مسجد (۶) بابو محمد رمضان صاحب ہیڈ ڈرافٹس مین بہاولپور ۵ موعودہ جرمن مشن (۷) شیخ فضل الٰہی خان صاحب ای۔ اے سی۔ منجانب سید مبارک علی شاہ صاحب شاہ جیون معرفت مولوی عزیز بخش صاحب جھنگ گھیانہ ۵ برلن مسجد بحساب کابی (۸) ملک نذیر اللہ صاحب رئیس مزنگ لاہور ۵ برلن مسجد (۹) شیخ محمد رمضان صاحب گھڑیساز صدر بازار راولپنڈی مار جرمن موعودہ مشن (۱۰) بذریعہ ہیڈ ماسٹر صاحب مسلم ہائی سکول لاہور ۵ برلن مسجد (۱۱) شیخ عبدالحق صاحب آنریری مبلغ دہلی ۵ موعودہ جرمن مشن (۱۲) ایم مشتاق محمد صاحب ہیڈ کلرک دفتر انسپکٹر جنرل پولیس بھوپال ۵ برلن مسجد (۱۳) ملک شبیر احمد صاحب افسر مال مری ۵ برلن مسجد (۱۴) میاں عزیز اللہ صاحب وکیل مری معرفت چوہدری محمد اسماعیل صاحب مری ۵ برلن مسجد (۱۵) بشیر احمد صاحب خیاط لاہور للعہ بر موقعہ شادی خود (۱۶) عبدالرحمن صاحب وکیل سرگودھا معرفت مولوی محمد صدیق صاحب ۵ برلن مسجد (۱۷) میاں محمد صدیق صاحب سب انسپکٹر پولیس اندورہ ضلع کانگڑہ ۵ بحساب کاپی برلن مسجد (۱۸) عزیز بادشاہ صاحب معرفت احمد حسین صاحب اندرون افضل گیٹ حیدرآباد دکن ۵ برلن مسجد (۱۹) ڈاکٹر شجاعت علی صاحب ایم بی بی ایس روہڑ ۵ برلن مسجد۔

میزان ۹۷ روپے

چندہ برلن مسجد از مستورات

ماہ ستمبر ۱۹۲۵ء میں برلن مسجد کے لئے مزید زیورات وصول ہوئے ہیں جنہیں شکریہ کے ساتھ شائع کیا جاتا ہے

(۱) جنابہ اختر بیگم صاحبہ مرحومہ معرفت چوہدری محمد اسماعیل صاحب افسر مال منٹگمری معرفت حضرت امیر ایدہ اللہ از دلہوزی تین پونڈ ترکی۔

(۲) اہلیہ صاحبہ جناب چوہدری محمد اسماعیل صاحب افسر مال منٹگمری معرفت حضرت امیر ایدہ اللہ از دلہوزی۔ مالا طلائی سہ لڑی یک عدد مشتمل بر ایک سو دانہ و دو تعویذ۔ ہار طلائی یکعدد مشتمل بر چہار تعویذ و یک تعویذ بزرگ والا۔

(۳) اہلیہ صاحبہ جناب شیخ عبدالواحد صاحب انسپکٹر پولیس تھانہ الوہر معرفت حضرت مولوی صدرالدین صاحب۔ گلو طلائی موسوم بہ پٹہ طلائی قیمتی اندازاً دو صد روپیہ

ظہور احمد سکرٹری

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

لاہور

تسلسل جاری رہے۔ مسلم کا ایمان تو اس کے بالکل برعکس اس حقیقت پر ہے کہ موجودات میں سے ہر شے کی رفتار اپنے آخری منزل کمال کی جانب ہے اور اس سفر میں ہر مخلوق پر دوسرے کے ساتھ اتحاد۔ دوسرے کی خدمت۔ دوسرے کی شرکت و دیگر کی ہمدردی فرض ہے۔ خدا کی خدائی بنیاد، جنگ و جدل۔ فتنہ و فساد۔ نزاع و آویزش پر نہیں۔ بلکہ امن و صلح۔ دوستی، باہمی خدمت گذاری اور بھائی چارہ پر ہے۔ جو لوگ فطرت کے اس قانون۔ کائنات الٰہی کے اس گہرے اصول کو سمجھ چکے ہیں وہ سب ایک دوسرے کے بھائی ہی نہیں بلکہ حقیقی بھائی کا حکم رکھتے ہیں۔ انما المومنون اخوۃ مومن وہ ہیں جو اس صاف اور سچے قانون کو مانتے ہیں۔ اور اخوۃ کے معنے سگے بھائیوں کے ہیں۔ کفر کا مفہوم۔ اسی پیام امن۔ اسی راہ حق۔ اسی قانون فطرت سے انکار اور سرکشی ہے۔ قرآن پاک میں کافر کو خود اپنے اوپر ظلم کرنے والا جو کہا گیا ہے وہ اس معنی میں ارشاد ہوا ہے۔ یعنی وہ لوگ اپنی شامت عمل سے ایسے سیدھے راستہ کو چھوڑ کر وہ راہ اختیار کر رہے ہیں جو فطرت کی راہ کائنات کی رفتار سے بالکل مخالف ہے۔ اسلئے خود ہی ٹھوکریں کھا کر اپنا نقصان کریں گے اور اپنے میں انتہائی ترقی کے مرتبہ تک پہنچنے کی صلاحیت ہی نہ پیدا ہونے دیں گے۔

پس اسلام سے زیادہ وسعت زیادہ رواداری دنیا میں کہاں ملیگی۔ اب انسانی حکومتیں جو اس عام رواداری اور اس عالمگیر نظام امن و خلوص پر قیدیں عائد کرنا چاہتی ہیں۔ اسکو محدود کرنا چاہتی ہیں۔ وہ خدائی قانون میں دست اندازی کی مجرم ہوتی ہیں۔ اور مسلم و فرمانبردار بندوں کا کام ہے کہ ہر ایسی مداخلت اور دست اندازی کو رفع کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔ ان دست اندازیوں کی ایک نہایت عام اور نمایاں صورت یہ ہے کہ کوئی فرد یا چند افراد ملکر اپنی زبردست مادی طاقت و قوت کی بنا پر اپنے ہی جیسے دوسرے بندوں کو ان کی مرضی کے خلاف اپنا محکوم بنالیں ایسے موقعہ کے لئے اسلام کی تعلیم خاموشی کی نہیں بلکہ پورے طور پر مقابلہ و مدافعت کی ہے۔ البتہ اس مقابلہ و مدافعت کے مختلف درجے حالات مختلف کی مناسبت سے ہیں۔ ان کی لفظی ہدایت قرآن کریم میں محفوظ ہے۔ اور ان کا عملی نمونہ اس حیات مبارکہ کے اندر موجود ہے جس کی زندگی کا ہر جزئیہ تمام عالم کے لئے بہترین نظیر اور بہترین نمونہ عمل کا حکم رکھتا ہے۔ مقابلہ کے خاص درجے یہ تین ہیں۔

(۱) پہلا درجہ استقامت بالصبر کا ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ کے دوران قیام میں سالہا سال تک برت کر دکھایا۔ گاندھی جی نے اس زمانہ میں ستیہ گرہ کے نام سے جو تحریک شروع کی تھی وہ اسی سے ملتی ہوئی ہے۔

(۲) اس کے بعد کا درجہ ہجرت کا ہے یعنی اس مقام کو چھوڑ کر جہاں خدائی قانون کے خلاف راہ جبر اختیار کرائی جاتی ہو کسی ایسی جگہ جا بسنا جہاں مخالفین حق کو وہ قوت و غلبہ نہ حاصل ہو اور جہاں رہ کر اچھے بندے اپنے فرائض آزادی سے ادا کر سکیں اور اگر ضرورت ہو تو ظالموں سے مقابلہ کی تیاری بھی۔ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدینہ منورہ ہجرت فرما کر اس دور کا نمونہ دکھادیا۔

(۳) ظالم اگر اس پر بھی باز نہ آئیں بلکہ مخالفت حق کی کوشش جاری رکھیں اور حق پرستوں کی راہ عمل کو آزاد نہ چھوڑیں تو آخری درجہ میں قوت کا جواب قوت سے۔ لوہے کا جواب لوہے سے دینا چاہئے۔ اس میں خوں ریزی یقیناً ہوگی۔ لیکن کچھ افراد کا قتل ہو جانا یقیناً بہتر و گوارا ہے۔ بمقابلہ اس عام بدنظمی اور بدامنی کے جو مخالفین قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ والفتنۃ اشد من القتل۔ والفتنۃ اکبر من القتل رسول اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غزوات و محاربات جہاد اس آخری چارہ کار کے اعلیٰ نمونے ہیں۔

یہ فرائض ان لوگوں پر عائد ہوتے ہیں جو خود براہ راست کسی غیر خدائی حکومت کی محکومی و غلامی میں ہیں لیکن اگر وہ خود نہیں بلکہ دوسروں کو اس جبریہ محکومی کی قید میں گرفتار پاتے ہیں تو کیا اسوقت کوئی فرض ان پر عائد نہیں ہوتا؟ کیا انہیں حالات کو دیکھنا اور ایک بے تعلق خاموشی کے ساتھ گذر جانا مسلمانوں کے لئے کافی ہے۔ مسلمان کا کام ابھی اوپر معلوم ہوچکا ہے کہ دوسروں کی خدمت کرنا ہے۔ کیا ایسے موقعہ پر وہ کوئی خدمت نہیں کرسکتا۔

قرآن پاک میں ایک جگہ نہیں کئی جگہ اس کی تصریح موجود ہے کہ مسلمان کا کام دوسروں کو آزاد کرنا اور دوسروں کی گردن کو اس پھندے سے چھڑانا ہے۔ سورۂ بلد میں فطرت انسانی کے بیان کے سلسلہ میں ارشاد ہوتا ہے کہ جو انسان ایک سخت گذرگاہ (عقبہ) کو عبور نہ کرے گا وہ سخت خسارہ و نقصان میں رہیگا۔ یہ سخت گذرگاہ کیا ہے اسکا جواب بھی کلام مجید ہی میں موجود ہے کہ کسی غلام کی گردن کو غلامی کے فک رقبۃ او اطعام فی یوم پھندے سے چھڑانا۔ یا گرسنگی ذی مسغبۃ۔ یتیما ذا مقربۃ اور احتیاج کی حالت میں او مسکینا ذا متربۃ اپنے کسی عزیز یتیم کی کفالت کرنا اور یا کسی خاک نشین مسکین کو سامان رزق بہم پہنچا دینا۔

گویا اسلام کے قانون سے اسلامی جماعت پر تین فرض عائد کئے ایک رشتہ دار یتیموں کی مدد کرنا۔ دوسرے عام مسکینوں اور حاجت مندوں کی خبر گیری کرنا اور تیسرا فرض جسے ترتیباً ان دونوں پر مقدم رکھا یہ ہے کہ کسی کی گردن غلامی کے پھندے سے چھڑائی جائے۔

غلامی کے پھندے سے گردنوں کے چھڑانے میں چونکہ سب سے زیادہ ضرورت مالی امداد کی ہوتی ہے اس لئے خدائے کریم نے روپیہ کے صحیح و قابل تعریف مصرفوں میں سے ایک عمدہ مصرف یہ بھی ارشاد فرمایا کہ دوسروں کی آزادی و گلو خلاصی کی کوشش میں روپیہ صرف کیا جائے۔ سرمایہ جمع کیا جائے یا چندہ دیا جائے۔ سورۂ بقر میں ارشاد ہوتا ہے کہ اسلام کی اصطلاح میں نیکی محض اس کا نام نہیں کہ انسان پورب یا پچھم کو اپنی سمت قبلہ قرار دے لے بلکہ اصلی نیکی اور بھلائی تو یہ ہے کہ انسان ایمان صادق و اعتقاد صحیح کے بعد خدا کی راہ میں اور اس کی خوشی کے لئے اپنے عزیزوں پر۔ یتیموں واتی المال علی حبہ ذوی القربیٰ پر مسکینوں پر۔ اہل والیتامی والمساکین وابن السبیل حاجت پر اور گردنوں والسائلین وفی الرقاب کے آزاد کرنے پر مال و زر کو صرف کرے۔

اس جنگ آزادی میں مالی شرکت کو بندوں کی محض خوشی و مرضی پر چھوڑنے پر اکتفا نہیں کی گئی ہے بلکہ اسلام کے کامل و مکمل قانون میں اس کی اسقدر اہمیت ہے کہ اسے خدا نے بندوں پر واجب کردیا ہے۔ سورۂ توبہ میں ارشاد ہوتا ہے کہ انما الصدقات للفقراء صدقے تو بس یہی چند والمساکین ...... وفی الرقاب مصارف ہیں۔ فقیروں کو دینا ...... فریضۃ من اللہ مسکینوں کو کھلانا۔ اور گردنوں کو آزاد کرنا۔ یہ احکام خدا کی طرف سے لازم کردئے گئے ہیں۔

اسلام کی ان تعلیمات کو پوری طرح سمجھ لینے کے بعد کیا اس میں کچھ بھی شبہ رہ جاتا ہے کہ ملکی آزادی کی جنگ میں حصہ لینا خلافت اسلامیہ کے تحفظ و بقا کے کام میں چندہ دینا اور پھر اس تحریک میں مالی شرکت کرنا جسکا مقصد دنیوی حکومتوں کی جبریہ غلامی سے آزادی دلانا ہو۔ خالص مذہبی حیثیت سے عین کار ثواب و موجب اجر ہے۔ کہا جاچکا ہے اور کہا جاتا ہے کہ مسلمان جب تک مذہبی قیود اور بندشوں میں جکڑے رہینگے ملکی آزادی کی تحریک میں پوری طرح حصہ نہ لے سکیں گے لیکن اسلام پر یہ کیسا شدید بہتان ہے۔ مسلمان اگر اسلام کی تعلیمات سے پوری طرح واقف اور ان ہدایات پر کاربند ہوجائیں تو آزادی کی جنگ میں شرکت کرنا ان کی مرضی اور اختیار کی چیز ہی نہیں رہ جاتی وہ اسپر مجبور ہوں گے کہ پہلے اپنی گردنوں سے غلامی کا طوق اتار کر پھینکیں اور پھر دوسروں کی گلو خلاصی دوسروں کی گردنوں کے آزاد کرانے میں دل و جان سے شرکت کریں گے۔

ناظرین پیغام صلح کی خدمت التماس ہے کہ خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔ نیز اخبار کی توسیع اشاعت میں کوشش فرمادیں اور اخبار کو مشکوری کا موقعہ بخشیں

منیجر

نظام قدرت اور فلسفہ اسلام

یہ ایک ایسی بحث ہے کہ سینکڑوں فلسفیوں نے اور سینکڑوں محققین سائنس نے اپنے دماغی طیارہ کو پرواز دی لیکن بہت کم واپس آسکے یا توان کی عمر نے وفا نہ کی یا وہ تمام عمر کسی تسلی بخش نتیجہ پر نہ پہنچ سکے۔ ایک طرف تو وہ اپنے آزادانہ خیال کے مطابق خدا کی ہستی سے انکار کرنے پر آمادہ ہوئے اور دوسری طرف اپنے مذہب کی پابندیوں کو برداشت کرنے پر مجبور ہوئے اس کشمکش میں اکثر کامیاب ہوئے اور اکثر نامراد واپس ہوئے۔ اکثر نے منافقت کو پایا۔ اکثر گمراہ ہوئے لیکن حقیقت یہ ہے کہ مذہب موجودہ سائنس کے اصولوں کے ہرگز خلاف نہیں۔ سائنس کوئی نئی چیز نہیں۔ یہ کوئی اسحاق نیوٹن یا بیکن کا بویا ہوا بیج نہیں۔ اس کے مربی ہونے کا دعوی ملکہ الزبتھ کو نہیں بلکہ موجودہ سائنس کے بانی جہاں تک ہماری کوتاہ معلومات رہبری کرتی ہے۔ ارسطوی کے نظام پر آجکل حیوانات اور نباتات کی تقسیم ہوتی ہے جبکہ سائنس اتنی بلکہ اس سے بھی زیادہ پرانی ہے تو کیا یہ ممکن نہیں کہ مذہب کا بانی بھی اپنے زمانہ کا سائنسدان ہو پھر کیا وجہ کہ مذہب اور سائنس دو علیحدہ چیزیں شمار کی جائیں۔ ہم ذیل کے صفحات میں مذہب اسلام کو لیکر اسکے ایک دو فلسفی پہلوؤں کو سائنس سے ملانے کی کوشش کریں گے

قدرت اپنا کام ایک خاص قانون کے مطابق انجام دیتی ہے۔ اگرچہ وہ اس قانون اور نظام کی پابند نہیں۔ اور یہ آدمی کی قوت کے اندر بھی نہیں کہ اس کے تمام قوانین کی صحیح صحیح تحقیقات کرسکے جو آدمی کے تجربہ اور مشاہدہ سے معلوم ہوئے ہیں وہ اسکو قانون قدرت خیال کرتا ہے۔ اس کی بحث آگے آئیگی لیکن قدرت جس کے زیر حکومت تمام عالم ہے اور جو تمام دنیا اور مافیہا کو اپنے خیال کے مطابق کسی خاص راستہ پر چلاتی ہے خود بھی ایک نظام کے موافق چلتی ہے جس میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی ہر ایک کام نہایت صفائی اور آسانی کے ساتھ ہوتا ہے۔ ستارے سورج کے چاروں طرف چکر لگاتے ہیں اور مختلف وقت میں اس سے روشنی حاصل کرتے ہیں لیکن ایک دوسرے سے ٹکراتے نہیں چاند زمین کے گرد گھومتا ہے۔ دنیا میں موسم بدلتا ہے۔ رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات ہوتی ہے۔ یہ سب اسی شے کی کارگذاری ہے جس کو چاہے خدا کہئے یا اللہ۔ قدرت کے نام سے پکارئے۔ چونکہ وہ غیر مادی چیز ہے۔ اس کا صرف خیال ہی دماغ میں لایا جاسکتا ہے اسوجہ سے اسکو کسی نام سے پکارنا اتنا ضروری مسئلہ نہیں جتنا اسوقت ٹھیک تصور کرنا یہ کہنا کہ اس کے دو ہاتھ۔ دو پاؤں۔ دو کان ہیں وغیرہ وغیرہ محض لغو اور فضول ہے اور صرف مادہ پرست لوگ اس خیال میں گرفتار رہتے ہیں کیونکہ جس وقت خدا کا اور نیچر یعنے قدرت کا کوئی خیال کرتا ہے یہ دونوں ایک نظر آتے ہیں جو نیچر ہے وہی خدا ہے اور لا تبدیل لخلق اللہ کے مطابق خدا اپنے قانون کو بدلتا نہیں۔ اس کا قانون معین ہے اور جس کو احکام یا قوانین قدرت کہا جاتا ہے۔ اسکو ہمارا مذہب فرشتوں کی صورت میں پیش کرتا ہے یعنے فرشتے خدا کے فرمانبردار ہیں۔ احکام قدرت کے تابع ہیں یا دوسرے الفاظ میں فرشتے خدا کی پرستش کرتے ہیں۔ یہ ایک قانون قدرت ہے کہ آدمی مرتا ہے یا دوسرے الفاظ میں حضرت عزرائیل اس کی روح نکال لیجاتے ہیں۔ علیٰ ہذا یہ بھی قدرتی امر ہے کہ دنیا میں ہر ایک جاندار کو حصہ رسد روزی پہنچتی ہے اس کے لئے اسلام نے حضرت میکائیل کے نام سے ایک قانون پیش کردیا۔ یہ اکثر کہا جاتا ہے کہ ایک حد تک درست بھی ہے کہ آدمی نے اپنی عقل اور سائنس سے قدرت کے قانون کو اپنے تابع کرلیا ہے اور وہ اس سے کسی حد تک اپنی مرضی کے مطابق کام لیتا ہے۔ چنانچہ اس کی صداقت کا ثبوت ہمارے اور قرآن شریف میں جابجا ان الفاظ میں ہوتا ہے۔
واذ قلنا للملائکۃ اسجدوا لآدم فسجدوا۔

معجزوں کا سوال تشریح طلب ہے۔ ہیوم نے اپنی بحث میں معجزوں سے انکار کیا ہے۔ حالانکہ قدرتی قانون کی تحقیقات سے اسکو معلوم ہونا چاہئے تھا کہ معجزے ناممکنات میں سے نہیں۔ کیونکر اور کیسے؟ اس کا جواب حسب ذیل ہے۔ ہیوم نے معجزہ کی تعریف "قدرت کے کسی قانون کا ٹوٹنا" کی ہے۔ لیکن اس کی

تعریف غلط ہے۔ اور طامس ہنری ہکسلے کی تعریف کے مطابق گذشتہ صدی میں بائیولوجی کا سب سے بڑا نقاد گذرا ہے۔ معجزہ کسی عجیب۔ غیر معمولی اور انوکھے واقعہ ہونے کو کہتے ہیں اور اس سے جو تعجب لوگوں کو ہوتا ہے وہ اس بنا پر کہ وہ ان کے روزمرہ تجربہ کے خلاف ہوتا ہے۔ لیکن ہکسلے کہتا ہے "کیا یہ ممکن نہیں کہ جو بات کبھی گذشتہ تجربہ میں نہ آئی ہو وہ کبھی نہ ہو سکے اور آئندہ بھی کبھی تجربہ میں نہ آئے۔ قدرت کی تحقیقات صرف تجربہ اور مشاہدہ پر مبنی ہے یہ کسی طرح کامل تیقن کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ صرف امید کی جا سکتی ہے کہ چونکہ ایک واقعہ ہر مرتبہ ایک ہی طرح پیش آیا لہذا آئندہ بھی ٹھیک اسی طرح پیش آئیگا۔ بقول جونس کے اگر کامل یقین کو اکائی فرض کریں تو ایک واقعہ کی بابت پورا پورا گذشتہ علم ہم کو اسکے آئندہ طرز عمل پر نصف یقین تک نہ پہنچائے گا۔ اگر معجزہ وہ ہے جس کا سبب ہم قدرت کا کوئی قانون پیش نہ کر سکیں تو تمام قدرت از خود معجزہ ہے کیونکہ ہم کو قدرت کے قانون تو معلوم ہیں لیکن سبب ایک کا بھی معلوم نہیں۔ سائنس کا سب سے بڑا نیوٹن کا قانون کشش ہے لیکن وہ بھی صرف مشاہدہ پر مبنی ہے۔ نیوٹن نے ایک پتھر کو ہمیشہ نیچے کی طرف گرتے ہوئے دیکھا۔ اس کی کوئی دلیل نہیں کہ وہ پتھر ہمیشہ نیچے کی طرف گرتی ہے۔ اگر بالفرض کوئی پتھر ہوا میں معلق لٹکا رہے تو یہ معجزہ ہوگا کیونکہ یہ تعجب انگیز ہے لیکن کوئی بھی سائنسدان یہ خیال نہ کرے گا کہ اس سے قدرت کے نظام میں فرق آتا ہے بلکہ وہ اسکی تحقیق شروع کرے گا کہ کس وجہ سے ایسا غیر معمولی اور خلاف توقع واقعہ پیش آیا۔ وہ اپنی معلومات کو وسیع کریگا اور قدرت کی بابت اب تک جو خیال اس کے ذہن میں ہے اسکو ٹھیک کرے گا۔ تجربہ مشاہدہ اور واقعات قانون قدرت کو قائم کرتے ہیں نہ کہ اسکی خلاف ورزی۔ آدمی کا مر کر دوبارہ زندہ ہونا معجزہ ہے۔ لیکن اگر اس امر کی کافی شہادت ہو تو اس بنا پر کہ معمولی تجربہ کے خلاف واقعہ ہے اس کے یقین کرنے سے انکار نہ کرنا چاہیئے بلکہ اسکی تحقیقات کرنی چاہیے کہ آیا فی الواقعہ وہ شخص پہلے مر بھی گیا تھا یا صرف کسی وجہ سے مردہ شکل ہو گیا تھا۔ اگر فی الواقعہ مر کر زندہ ہوا ہے تو یہ واقعہ کسی قائم شدہ قانون کی تردید نہیں کرتا بلکہ یہاں سے ایک نئے قانون کی ابتدا ہوتی ہے اگر آئندہ ایسے واقعات پیش آئیں تو یہ ایک خاص قانون کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اور یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ پہلے قانون کی بنیاد غیر مکمل معلومات پر تھی۔ کوئی دلیل آدمی کے لئے اتنی کارآمد اور مضبوط اور ضروری نہیں جتنی کہ عینی شہادت جس کا اثر انسان کے دماغ پر زبردست ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص جسکو میں ثقہ خیال کرتا ہوں آ کر کہے کہ کلکتہ کے بازاروں میں ایک فقیر کی نعش خود بخود زمین سے چپک گئی اور سرکائے سرکتی نہیں تو کم از کم اگر میں یقین نہ کروں گا تو کچھ دیر سوچوں گا ضرور لیکن اگر میں خود اس واقعہ کو دیکھ لیتا تو یہ میرا فرض تھا کہ اس کے وجوہات معلوم کرنے کی کوشش کرتا نہ کہ اس کو غیر معمولی واقعہ سمجھکر چھوڑ دیتا۔ خود ہیوم نے لکھا ہے کہ جو چیز آنکھ کے سامنے ہو کسی دلیل سے ہرگز جھوٹی ثابت نہیں کی جا سکتی۔ ہیوم اگر آج زندہ ہوتا تو خود دیکھ لیتا کہ سب سے بڑا ہندوستانی ماہر سائنس سر جگدیش چندر بوس دعوی کرتا ہے کہ وہ درختوں کے احساسات نہایت صفائی کے ساتھ سن سکتا ہے اور خود فلسفی کے ملک میں کونن ڈائل اور اسکے دوسرے ساتھیوں کے کان میں دوسری دنیاؤں سے آوازیں آتی ہیں جو خاص معنی رکھتی ہیں۔ روحوں سے گفتگو ہوتی اور ان کو اپنے خاندان کا ایک مردہ نائی سڑک پر ملتا ہے جو ان کو تمام کیفیت سناتا ہے۔ شاید وہ فلسفی ان باتوں کی تردید کرنے کی جرأت کبھی نہ کرتا۔ اور اسکو سوائے آمنا اور صدقنا کہنے کے کوئی چارہ نہ ہوتا۔

انڈے کو جب کسی خاص ذریعہ سے گرمی پہنچائی جاتی ہے تو یہ تجربہ کی بات ہے کہ وہ حیوان کی شکل اختیار کر لیتا ہے اسیطرح جب بیج کو بو دیا جاتا ہے اور اس کے لئے کوئی مخصوص غذا بہم پہنچائی جاتی ہے تو وہ زمین سے پھوٹ کر تھوڑی مدت میں پورا درخت بنکر ہمارے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے۔ غذا نے اس درخت کو پیدا نہیں کیا اور نہ گرمی نے۔ جو انڈے کو پہنچائی گئی تھی۔ اس حیوان کو پیدا کیا۔ بلکہ پورا درخت اس چھوٹے سے بیج کے اندر موجود تھا۔ جو ابھر کر ہمارے سامنے آیا۔ اور پورا جانور بجنسہ اس انڈے کے اندر موجود تھا۔ صرف غذا نے ایک حالت میں اور گرمی نے دوسری حالت میں عناصر پر اثر کیا کہ ان شکلوں کو جو ان چھوٹی چیزوں کے اندر پوشیدہ تھیں ظاہر کر دیا۔ لہذا معلوم یہ ہوا کہ اگر ایک شکل سے دوسری بالکل مختلف شکل میں کسی بیرونی اثر سے تبدیل ہو جائے تو یہ خیال کرنا غلط ہوگا کہ اس بیرونی اثر نے یہ دوسری شکل پیدا کی۔ بلکہ یہ شکل اس اول شکل میں پہلے ہی سے موجود تھی جو اس بیرونی طاقت کے اثر سے نمودار ہوئی۔ دوسری قسم اس خیال کی یہ ہو سکتی ہے کہ ایک پیالہ میں شکر کا محلول لیجئے اور دوسرے میں نمک کا۔ دونوں دیکھنے میں صاف ہیں اور صرف دیکھ کر کوئی یہ نہیں بتا سکتا کہ وہ خالص پانی ہیں۔ یا ان میں کوئی چیز حل ہے۔ دونوں کو سردی پہنچانے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ رفتہ رفتہ ایک میں شکر کے اور دوسرے میں نمک کے باریک باریک ریزے نمودار ہوں گے۔ یہ ظاہر ہے کہ سردی نے یہ ریزے نہیں پیدا کئے بلکہ یہ پہلے سے اس میں حل تھے جو سردی کے اثر سے علیحدہ ہو کر ٹھوس شکل میں تبدیل ہو گئے۔ بائیولوجی کا ...... پورا علم ایک نہایت اہم لیکن سادہ بنیاد پر تعمیر ہے جس کو ڈارون اور ویلیس نے گذشتہ صدی میں انتہائی فروغ دیا۔ اور جو بائیولوجی کے طلبا کے لئے اہم مسئلہ ہے اور جس کے غلط ثابت ہونے سے بائیولوجی کی تحقیقات از سر نو شروع کرنی پڑے گی اور وہ یہ ہے کہ تمام جاندار اشیاء جو عالم پر آباد ہیں صرف ایک چھوٹے سے ذرہ کی زندگی سے ظہور میں آئی ہیں۔ شروع شروع میں ایک چھوٹا سا ذرہ کا نمو تھا جس سے رفتہ رفتہ ایک مدت دراز میں مختلف انواع کی شکلوں نے جو دنیا میں آباد ہیں وجود پایا۔ تمام جاندار چیزیں اپنی پیدائش کے اعتبار سے ایک ہیں۔ اور جیسے وقت گذرتا گیا۔ بیرونی اثر سے تبدیلیاں وقوع میں آتی گئیں۔ مندرجہ بالا مثالوں کو خیال کرتے ہوئے یہ ماننا پڑیگا کہ یہ ساری مخلوق جو زندہ ہے اور جو مردہ ہو چکی ہے اس ذرہ برابر زندگی کی نمو میں موجود تھی جس کو بائیولوجی کا نقطۂ اول کہنا چاہیئے۔ ایک ہی پانی میں چار پانچ چیزوں کے حل کرنے سے دوسری مثال نہایت عمدہ ہو سکتی ہے اسکو سردی پہنچانے سے وہ چاروں پانچوں چیزیں یکے بعد دیگرے مختلف نقطۂ سردی پر ظاہر ہوں گی اور ان کو ہم اسی ترتیب پر شناخت کریں گے۔ اسی طرح فرض کیجئے کہ اس اول ذرہ وجود کے اندر سے پہلے کیچوے پیدا ہوئے اور اس کے بعد عام مثال کو لیتے ہوئے خیال کیجئے کہ مچھلیاں پیدا ہوئیں تو ایک بائیولوجی کا طالب علم یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ دونوں شکلیں اس ذرہ وجود میں پوشیدہ تھیں جو مختلف اوقات میں ضروریات کے لحاظ سے نمودار ہوئیں۔ اس کے بعد مینڈک۔ پھر سانپ۔ پھر پرندے اور سب کے بعد گھوڑے۔ کتے۔ گائے۔ بیل۔ آدمی وغیرہ پیدا ہوئے اور یہ سب جانوران مثالوں کی بنا پر اس ادنے ذرہ میں موجود تھے۔ اور خدا معلوم یہ سلسلہ پیدائش کہاں جاری رہے اور کتنی اور شکلیں اس میں پوشیدہ ہوں جو اپنے برآمد ہونے کے وقت کا انتظار کر رہی ہوں۔ آئندہ کی کوئی ماہر سائنس کوئی فلاسفر پیشگوئی نہیں کر سکتا صرف پچھلی صورتوں کو اس مشاہدہ کی بنا پر جس پر کل سائنس کا دارومدار ہے بیان کر سکتا ہے۔ اسلام کی تعلیم اسبارہ میں بالکل اسی کی تائید کرتی ہے جس کو ہم نے ادنے ذرہ وجود قرار دیا ہے۔ اگر فلسفہ اسلام اس کا نام لوح محفوظ رکھتا ہے تو کوئی ترتیب میں تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ ایک چیز کو کوئی نام دینا اتنا ضروری مسئلہ نہیں جتنا اسکا ٹھیک خیال کرنا۔ جس طرح ذرہ ذرہ زندگی کو تمام ماضی و مستقبل کی جاندار چیزوں کو اپنے اندر پوشیدہ رکھتا ہے بالکل اسیطرح لوح محفوظ بھی جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہوتا ہے تمام گذشتہ اور آئندہ عالم کی ریکارڈ بک ہے۔ لامارک ڈارون اور ویلیس کی اس سالہا سال کی تحقیقات کے نتیجہ کو اب سے تیرہ سو برس پیشتر اسلام نے قائم کر دیا تھا۔ صرف اس کے سمجھنے کے لئے غور اور فکر کی ضرورت تھی ؎

نگار من کہ بمکتب نرفت و خط ننوشت
بغمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد

میں نے صرف جاندار چیزوں کا خیال کیا ہے۔ اور بے جان چیزوں کو غور کرنے کے لئے تیار نہیں۔ کیونکہ میرا تعلق بائیولوجی سے ہے اور فلسفہ قدرت کا نام صرف بائیولوجی کے لئے زیادہ موزوں ہے اور نظام قدرت کا مطالعہ صرف بائیولوجی کے مطالعہ سے مکمل ہو سکتا ہے۔

جیالوجی کا غالباً یہ مسئلہ ہے کہ پہلے تمام کرہ پر پانی تھا۔ اس کے بعد کچھ حصہ پر زمین پھیل گئی۔ کس طرح؟ اس کا جواب کوئی جیالوجی کا طالب علم ہی دے سکتا ہے۔ لیکن اسبات کا کافی ثبوت ہم کو بائیولوجی سے بھی ملتا ہے۔ سمندر میں حیوانوں اور درختوں کی آبادی زمین کی آبادی سے بہت پرانی ہے۔ علم حیوانیات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ تمام جانوروں کا ایک ایک نمائندہ کسی زمانہ میں سمندر کی سطح پر موجود تھا۔ کل نباتات دو حصوں پر منقسم ہیں۔ (۱) وہ درخت جن میں پھول نہیں ہوتے۔ (۲) پھولدار درخت۔ اس میں پہلی قسم کے درخت پانی کی زندگی کے لئے موزوں ہیں اور بلا کثیر پانی کے یا تو پوری طرح شاداب نہیں ہوتے۔ یا سوکھ جاتے ہیں۔ اور ان سے اکثر تالابوں۔ ندی نالوں کے اندر پائے جاتے ہیں جس کو عام زبان میں کائی بولتے ہیں۔ یہ بھی اسی قسم میں شامل ہے۔ ان کی زندگی نہایت سادہ ہے اور ضروریات بہت کم اور پیداوار بکثرت۔ دوسری قسم زمین کی زندگی کے لئے موزوں ہے۔ اس کے درخت اکثر بڑے ہوتے ہیں اور ان کی طرز زندگی بہت پیچیدار ہے اور ضروریات زندگی بہت زیادہ ہیں۔ ڈارون کے فلسفہ کے موافق یہ دوسری قسم اس پہلی قسم سے رفتہ رفتہ ترقی کر کے وقوع میں آئی۔ شروع میں یہ تمام درخت اور جھاڑ جو زمین پر ہیں پانی میں اپنی سادہ زندگی بسر کر سکتے تھے اور اس کے بعد انہوں نے اپنا تسلط زمین پر بھی شروع کر دیا۔ اور اس طرح نباتات کی مندرجہ بالا دو قسمیں ہو گئیں۔ سمندر میں اب بھی کثرت سے مخلوق موجود ہے کہ شمار ناممکن اور اندازہ ناکافی۔ اس میں وہی پہلی سادہ مخلوق آباد ہے جس سے ترقی کر کے زمین کی مخلوق نے وجود پایا۔ ان کی سادگی اسقدر بڑھی ہوئی ہے کہ یہ کہنا دشوار ہے کہ وہ حیوانات کی قسم ہے یا نباتات کی۔ سمندر میں زمین کی طرح باغات ہیں جو سمندری باغات کہلاتے ہیں اور جن کی بائیولوجی کے قدردانوں نے نہایت جانفشانی اور کمال مشقت کے ساتھ شیشہ کی کشتیوں میں بیٹھ کر خوب سیر کی ہے۔ امریکن پروفیسر ولیم کیتھ بروکس اپنے لیکچر میں لکھتا ہے کہ "چیسپیک خلیج میں بہاما کے نزدیک ایسے باغات میلوں کی وسعت میں ہیں جن کی خوبصورتی کا نقشہ ناظرین کے سامنے لانا ممکن نہیں" ایسے باغات کی کثرت نہ صرف خط سرطان وجدی کے نزدیک ہے۔ بلکہ ہیکل کہتا ہے کہ جانوروں کی آبادی سکاٹ لینڈ کے شمال و مغرب میں اس کثرت سے ہے کہ ایک پیالی پانی میں ہزاروں کی تعداد میں نمودار ہوتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ سمندر کی سطح اس کی تہ سے بہت پہلے آباد تھی اور اس کے بعد میں جو جانور تہ تک پہنچے ان کو حاصل کرنے میں بہت آسانی ہوئی۔ اور یہی ان کی تعداد میں سطحی جانوروں کی نسبت زیادہ ترقی کا باعث ہوا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدرت کی حکومت پہلے سمندر ہی تک محدود تھی۔ اسلام نے بھی اس نکتہ کو بالکل اسیطرح کیا ہے اور بتایا ہے کہ کان عرشہ علی الماء یعنی خدا کا عرش پہلے پانی پر تھا۔ عرش سے مطلب کوئی بادشاہ کا شاہی تخت نہیں بلکہ حکومت ہے اس تعلیم نے ظاہر کر دیا کہ قبل از خلقت جملہ اشیاء صرف پانی تھیں اور اسی سے ان تمام اشیاء موجودہ کی تخلیق اور تولید ہوئی۔ دوسرے موقعہ پر ہے وجعلنا کل شیء حی من الماء یعنی تمام جاندار چیزوں کو پانی میں سے پیدا کیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام نے بھی ہر شے محسوسہ موجودہ کی اصل پانی کو قرار دیا ہے اور زمین پر جو زیبائش ہے وہ سب پانی سے پیدا کی گئی ہے۔

(شمعون احمد - یونیورسٹی الہ آباد)

تازہ خبریں

علی گڈھ کے فسادات

دہلی ۲۷ ستمبر - علی گڈھ کے فسادات کے ضمن میں ہندوستان ٹائمز نے اس مضمون کا بیان شائع کیا ہے ۔ حکام نے مشتہر کر دیا ہے کہ اگر ۲ تاریخ تک دکانیں کھولدی گئیں تو وہ بند شدہ دکانوں پر مہریں لگا دینگے - اس بیان کی سرکاری طور پر تصدیق و توثیق نہیں ہوئی ہے - کل رات ایک ہندو تعزیرات ہند کی دفعہ ۱۹۵ کے ماتحت گرفتار رہا - لیکن اسکو بعد ازاں ضمانت پر رہا کر دیا گیا - دو اور ہندوؤں کی گرفتاری کے لئے وارنٹ جاری ہوگئے ہیں - ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ہندوؤں اور مسلمانوں کے لیڈروں سے ملکر یہ کوشش کر رہا ہے کہ دونوں قوموں کے متخاصم عناصر میں مصالحت و مفاہمت کرا دے -

بنارس میں نووارد بنگالیوں کی دیکھ بھال

بنارس - ۲۸ ستمبر - مقامی خفیہ پولیس غیر معمولی مستعدی اور نگہداشت سے کام لے رہی ہے اور نوواردوں کی نقل و حرکت دیکھ رہی ہے - پولیس نے چھ بنگالیوں کو مشتبہ سمجھ کر گرفتار کر لیا ہے ساٹھ بنگالیوں کے مکانات کی تلاشیاں لی گئیں معلوم ہوا کہ بعض چوری اور ڈاکہ زنی کی وارداتوں کے سلسلہ میں پولیس کو ان گرفتار شدہ بنگالیوں کی جستجو میں تھی -

سویدہ کی فرانسیسی محصور فوج

پیرس ۲۶ ستمبر - محاصرہ سویدا کے دوران میں محصور فوج کو سخت تکالیف کا سامنا کرنا پڑا - البتہ محاصرہ کرنے والوں نے انہیں پانی سے بالکل محروم نہیں کیا وہ ایک پہاڑی چشمے سے متمتع ہوتے رہے - ہوائی جہازوں نے برف کے ٹکڑے پھینکے لیکن ان میں سے کثر قلعے کے باہر گرے - محصور فوج کو ہفتوں باربرداری کے جانوروں کا گوشت کھانا پڑا -

رنگون میں ہڑتالیوں کی ساتھ پولیس کی جھڑپ

رنگون - ۳۰ ستمبر - کل رات کو گیارہ بجے "بینگہ" اور ڈیڑ پولیس کی ایک جماعت ان لوگوں کو گرفتار کرنے کے لئے گئی جنہوں نے ایک وفادار بحری انجن ڈرائیور کو زخمی کیا تھا - یہ جماعت دس کانسٹبل اور سپرنٹنڈنٹ پولیس پر مشتمل تھی - اس پر تقریباً دو سو ہڑتالیوں نے اینٹوں کے ٹکڑوں - پتھروں اور لاٹھیوں سے حملہ کیا - تین کانسٹبل اسقدر زخمی ہوگئے کہ انہیں ہسپتال پہنچانا پڑا - موقعہ پر مسلح پولیس متعین کی گئی لیکن کوئی مزید بدامنی واقع نہیں ہوئی -

امراوتی میں ایک ہندو نوجوان کا افسوسناک قتل

یوت مال - ۳۰ ستمبر - امراوتی سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ رام راؤ (ساکن شہرالہ) نامی ایک ہندو نوجوان شام کے وقت بازار میں ایک دکان پر بیٹھا ہوا تھا - اتنے میں تقریباً بیس آدمیوں نے اس پر حملہ کر دیا - اس کا تمام جسم زخموں سے چور ہوگیا ہے بیان کیا جاتا ہے کہ وہ مسٹر جے - بی - ڈیش مکھ رکن مجلس واضع قوانین اور آنریری نیچ مجسٹریٹ امراوتی کی جائداد غیر منقولہ کا مہتمم تھا - قتل کی وجہ ہنوز معلوم نہیں ہوئی -

بٹالہ میں پنڈت موہن لال کی گرفتاری

بٹالہ ۳ ستمبر - پنجاب کی خفیہ پولیس نے پنڈت موہن لال گوتم سپرنٹنڈنٹ "نالمیک آشرم" اور کارکن کانگرس کو جو چھوت دور کرنے کے کام میں مصروف تھے حکومت صوبہ متحدہ کی درخواست کر لیا - یہ گرفتاری بھی کاکوری (لکھنؤ) کے ٹرین کے ڈاکہ سے متعلق ہے - ملزم لکھنؤ بھیجدیا گیا -

"شملہ فلور مل" میں آتشزدگی

شملہ ۳ ستمبر - کل "شملہ فلور مل" میں آگ لگ گئی اور وہ بالکل تباہ ہوگیا - اندازہ لگایا جاتا ہے کہ تقریباً دو لاکھ روپیہ کا نقصان ہوا ہے - معلوم ہوا ہے کہ کارخانہ رات تک چلتا رہا ہے اور آتشزدگی آدھی رات کے وقت انجن کے کمرہ سے شروع ہوئی - خیال کیا جاتا ہے کہ نقصان کو بیمہ کی کمپنی پورا کرے گی -

سکھر کے سوداگروں پر فریب دہی کا الزام

سکھر ۳ ستمبر - سکھر کے کلکٹر نے سکھر کے متعدد سوداگروں کی گرفتاری کا حکم جاری کر دیا ہے ان سوداگروں پر الزام یہ لگایا گیا ہے کہ انہوں نے غلط اندراجات کرکے محکمہ چونگی کو دھوکہ دیا ہے اور محصول کم ادا کیا ہے - یہ حکم بلدیہ سکھر کے فیصلہ کی بنا پر دیا گیا ہے -

حال ہی میں سائبیریا میں چند مواضعات کا انکشاف ہوا ہے جن کو نہ تو حکومت پہلے سے جانتی تھی - روسی جرائد نے ان مواضعات کے انکشاف کی خبر شائع کی ہے اور لکھا ہے کہ ان کی باشندوں نے آج تک کبھی روسی انقلاب کے متعلق کچھ نہیں سنا نہیں ہے کہ انکس سکے کیتھے میں نہ اپنی مدت العمر انہوں نے کسی حکومت کو کوئی ٹیکس دیا ہے - ادسک سے سائبیریا ستر میل فاصلہ پر یہ مواضعات واقع ہے - المیزان دمشق

آنکھ کی بے نظیر دوائی

کے متعلق

ایک سردار کی حلفیہ شہادت

مکرمی منیجر صاحب محمد احمد اینڈ کمپنی قادیان - السلام علیکم - میں خدا کو حاضر ناظر جان کر شہادت دیتا ہوں - کہ میں نے آپ کی آنکھ کی بے نظیر دوائی کا اپنے گھر میں استعمال کرایا اور اس کو نہایت مفید پایا - میرے لڑکے کی آنکھیں بہت خراب تھیں - اس کے استعمال سے بہت جلد اچھی ہوگئیں اس کے بعد اس دوائی کی ہمارے گاؤں میں عام شہرت ہوگئی اور بہت سے مریضوں نے اس کے ذریعہ شفا پائی - میں آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ آپ اس گواہی کو مخلوق خدا کی عام اطلاع اور بہتری کے لئے شائع فرمائیں بخط غزن خان جمعدار پلاٹون تمبر ۳۸ کیمل کور راولپنڈی ساکن موضع کیمل پور تحصیل فتح جنگ ضلع اٹک - دراصل یہ دوائی حضرت حکیم نور الدین صاحب مغفور کی ایجاد ہے - اور گکروں اور دیگر امراض چشم کیلئے اکسیر ہے اگر کوئی شخص اسکو غیر مفید ثابت کرے تو ہم اسکو یکصد روپیہ انعام دینگے - فی آلہ ایک روپیہ

محمد احمد اینڈ کمپنی قادیان

اعلیٰ قسم کے ٹرنک

ہمارا کارخانہ عرصہ پچیس سال سے پبلک کی خدمت کر رہا ہے جس میں اعلیٰ سے اعلیٰ قسم کے ٹرنک - سوٹ کیس - یونیفارم کیس ڈسپیچ و کیش بکس ہینڈ بیگ - سامان متعلقہ گورنمنٹ و لوکل دفاتر اور دفاتر خانگی ہر قسم پختہ اور اعلیٰ درجہ تیار ہوتا ہے جسکی بدولت کافی سرٹیفکٹ و تمغہ جات حاصل کئے ہیں - جنگ عظیم کے دوران میں مال کی خرید و فروخت نے کارخانہ کو کمزور کر دیا ہے - اس لئے اپنے برادراں سے ملتمس ہوں کہ براہ مہربانی ہماری اس حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے خود بھی مدد فرمائیں اور اپنے دوستوں سے آرڈر بھجوا کر مشکور و ممنون فرمائیں - مال عمدہ ہوگا آزمائش شرط ہے -

المشتہر

ٹی - ایم - ڈین اینڈ سنز مشہر سیالکوٹ

مژدہ

اگر آپ کو اپنے کمرے کی میز اور انگیٹھی کو سجانا منظور ہے تو ہمارے کارخانہ کے تیار کردہ ٹیبل کلاتھ اور منٹل پیس طلب فرمائیں مختلف قسم کے نہایت خوشنما بانات پر رنگ برنگ ریشمی پھول پتے اور حاشیے لگے ہوئے ٹیبل کلاتھ ۱۰ روپے منٹل پیس ۲ روپے

منیجر دی ریلائیبل سپلائنگ کمپنی لودھیانہ پنجاب

سرمہ مقوی بصر (رجسٹرڈ)

یہ سرمہ ۱۹ اشیاء سے بنتا ہے - دھند - جالا - غبار - خارش - پانی گرنا - سرخی - ضعف بصر - پڑبال اور گکروں کے لئے بیحد مفید اور دیگر معزز تحریری شہادتوں سے مفید مانا گیا ہے -

اس سرمہ کی ہر دلعزیزی اور توسیع فروخت کا یہ بین ثبوت ہے کہ ہندوستان کے تمام مشہور شہروں میں بکتا ہے اس وقت تک ہزاروں کی تعداد میں معزز ڈاکٹر تاجر اور سوداگران ادویہ سے بغرض فروخت منگا چکے ہیں اور اس قدر قابل رشک فائدہ ہو رہا ہے یہ سرمہ دنیا بھر کے سرموں کا سرتاج ہے - اس نے دنیائے طب میں اپنے سریع الاثر ہونے کے باعث وہ شہرت اور ناموری حاصل کی ہے جو آج تک کسی دوسرے سرمہ کو نصیب نہیں ہوئی - بڑے بڑے ڈاکٹر حکیم اور معزز لوگ اس کی تعریف میں رطب اللسان ہیں -

سرمہ مقوی بصر کا روزانہ استعمال تندرست آنکھوں میں نہ صرف خوبصورتی پیدا کرتا ہے - بلکہ آنے والی بیماریوں کا پورا محافظ ہے بوڑھے - جوان اور بچوں کے واسطے یکساں مفید ہے - ہر شخص بلاقید عمر استعمال کر سکتا ہے - لہٰذا ہر گھر میں اس سرمہ کی ایک شیشی کا ضرور رہنا نہایت ضروری امر ہے -

یہ سرمہ اس وقت ہندوستان کی کئی ہزار دکانوں میں فروخت ہو رہا ہے اگر یہ ایک ایک ہزار دکانوں میں بھی ہر جگہ فروخت موجود ہونا ممکنات میں سے ہے کہ ہندوستان کے ہر شہر قصبہ اور گاؤں میں نہ ملے کیونکہ ہندوستان میں ایسی آبادیاں لاکھوں کی تعداد میں ہیں - لہٰذا آپ کو مخلصانہ مشورہ دیا جاتا ہے کہ جب آپ کو اپنی آبادی میں یہ سرمہ نہ دستیاب نہ ہو سکے تو براہ راست کارخانہ سے طلب فرمائیں -

ملک میں ہر چیز تجربۃً ایک عرصہ گذشت سے بکتی ہے مگر بار بار دہی مانگی جاتی ہے جو مفید ہو اس چیز کی نقل کی جاتی ہے جو مقبول عام ہو - خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہماری سالہا سال کی محنت ٹھکانے لگی کیونکہ پبلک میں ہمارے سرمہ کی کامیابی کی نقل دوسرے لوگ کرنے لگے ہیں - خریداروں کو واضح رہے کہ ہمارے سرمہ کا نام "سرمہ مقوی بصر" گورنمنٹ ہند سے رجسٹری شدہ ہے - یہ نام کوئی اور صاحب استعمال نہیں کر سکتے - ہمیشہ سرمہ مقوی بصر خریدتی دفعہ خیال رکھیں کہ وہ ہمارے ہاں کا تیار کردہ ہے -

نرخ حسب ذیل ہیں

پرچون } ایک (۱) شیشی اور اس سے اوپر کیلئے بحساب آٹھ آنہ فی شیشی - پیکنگ فیس پارسل اور فیس منی آرڈر بذمہ خریدار -

تھوک }
- آٹھ (۸) شیشی کے لئے صرف (۳/۶) تین روپیہ چھ آنہ - پیکنگ فیس پارسل و فیس منی آرڈر بذمہ کارخانہ
- اٹھارہ (۱۸) شیشی کے لئے صرف (۶/۱۲) چھ روپیہ بارہ آنہ - پیکنگ فیس پارسل و فیس منی آرڈر بذمہ کارخانہ -
- چھتیس (۳۶) شیشی کیلئے صرف (۱۲) بارہ روپیہ - پیکنگ فیس پارسل و فیس منی آرڈر بذمہ کارخانہ -

جیبی کیلنڈر - سیاہی چوس کاغذ و دیگر سامان تشہیر ہر پارسل کے ہمراہ مفت

شیخ غلام رسول (گجرات والے) ڈائمنڈ ہال لاہور

پیغام صلح لاہور
اخبار
ہفتہ میں دو بار، ایک شنبہ و چہار شنبہ کو شائع ہوتا ہے
قیمت سالانہ صہ ششماہی عہ
طلباء سے سالانہ سہ
جلد ۱۳ | مدینۃ المسیح لاہور | یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۱۹ ربیع الاول ۱۳۴۴ھ ہجری مطابق ۷ اکتوبر ۱۹۲۵ عیسوی | نمبر ۹۴

مجاہدین دروز کی جدوجہد آزادی

شام کی حالت بدستور خطرناک ہے

مجاہدین کیونکر جمع ہوئے

بعض خاص ذرائع سے جو اطلاعات موصول ہوئی ہیں اُن سے معلوم ہوا ہے کہ قبائل دروز اور فرانسیسیوں میں جب مخالفت کی آگ بھڑک اٹھی اور قبائل دروز نے جنگ شروع کر دی تو قبائل کے رہنما سلطان پاشا اطرش نے شام کے وطن پرستوں کو شرکت جہاد کے لئے دعوت بھیجی اور سب سے پہلے اس دعوت پر اسعد بک پسر فوزی بک نے لبیک کہا اور جبل دروز پہنچ گئے خاندان البکری عربی بغاوتیں بھی جو ترکوں کے خلاف شروع ہوئی تھی سب سے پہلے شریک ہوئے تھے اور اس بغاوت کے ایام میں سلطان پاشا اطرش اور نسیب بک نے جو خاندان البکری کے ایک معزز فرد ہیں پہلو بہ پہلو کام کیا تھا اور دونوں کے درمیان مضبوط دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے تھے۔

کہا جاتا ہے کہ خاندان البکری اور اُس کے اعوان و انصار کے علاوہ بہت سے وہ چھوٹے بڑے فوجی افسر بھی دروزیوں سے جا ملے ہیں جو ایام جنگ میں کام کر چکے ہیں اور بہت سے لوگ روانگی پر تیار بیٹھے ہیں۔

بغاوت کا رنگ بدل گیا

شام میں عام طور پر یہ خیال پھیل رہا ہے کہ جبل دروز کی بغاوت کا رنگ اب بدل گیا ہے پہلے یہ بغاوت صرف مقامی حیثیت رکھتی تھی لیکن اب وہ قومی جدوجہد میں منتقل ہو گئی ہے اور ترکی تحریک وطنی اور ریفی قومی تحریک کے مانند شام کی قومی تحریک بن گئی ہے اور عنقریب اس تحریک میں شام کے تمام وطن پرست اور فوجی افسر وغیرہ شریک ہو کر ایک باقاعدہ وطنی حکومت قائم کریں گے۔

اس خیال کی تصدیق بعض واقعات سے بھی ہوتی ہے اور خبر ملی ہے معلوم ہوا ہے کہ شام کے دیہات میں عموماً دروزیوں کی طرف سے فرانسیسیوں کے خلاف پروپیگنڈا ہو رہا ہے اور شرکت جہاد کی دعوت دی جا رہی ہے اور اطلاع ملی ہے کہ حوران کے بہت سے لوگ دروزیوں میں شامل ہو گئے ہیں اور مقامات۔ حلب۔ معرہ۔ حماۃ۔ حمص اور اطراف دمشق میں حملہ آور جتھے قائم ہو گئے ہیں اور فرانسیسیوں کو پریشان کر رہے ہیں۔

دمشق میں گرفتاریاں

دمشق سے خاص طور پر جو خبریں موصول ہوئی ہیں اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ شام کے فرانسیسی حکام کو یہ اندیشہ پیدا ہو گیا ہے کہ شام کی حزب الشعب کمیٹی کے ارکان براہ راست باغیوں سے تعلق رکھتے ہیں اور باغیوں کی امداد و اعانت کر رہے ہیں اس لئے کمیٹی مذکور کے ممبروں کو گرفتار کرنے کی کارروائیاں جاری ہیں اور اس وقت تک چھ ممبروں کو گرفتار کیا جا چکا ہے اور کمیٹی مذکور کے صدر ڈاکٹر عبدالرحمٰن الشہبندر اور جنرل سکرٹری حسن بک الحکیم کی تلاش ہو رہی ہے ان لوگوں کے علاوہ اور بھی چند اشخاص کو گرفتار کیا گیا ہے اور

سلسلہ گرفتاری جاری ہے

تازہ خبروں سے معلوم ہوا ہے کہ حزب الشعب کے ممبروں کی گرفتاری نے شہر میں ایک عام جوش پیدا کر دیا ہے اور عنقریب جمعیتہ مذکورہ کا ایک خاص جلسہ جدید ممبروں کے انتخاب کے لئے ہونیوالا ہے۔

اخبار بند

اخبار الیت کی خاص طور پر نگرانی کی جا رہی ہے اور اخبار بریدالشرق کے ایڈیٹر کو چونکہ گرفتار کر کے جزیرہ ارواد بھیج دیا گیا ہے اس لئے اخبار مذکور کی اشاعت ملتوی ہو گئی ہے۔

رات کو باہر نکلنے کی ممانعت

دمشق کے حکام نے یہ حکم نافذ کیا ہے کہ رات کو ۹ بجے کے بعد کوئی شخص راستوں اور سڑکوں پر نہ چلے پھرے کیونکہ اُن کو کوئی حادثہ پیش آجانے کا خطرہ ہے شہر میں سکون ہے اور کوئی جدید حادثہ نہیں ہوا۔

جتھے لوٹ مار کر رہے ہیں!

بیروت کا اخبار عہد جدید دمشق کے اخبار الف باسے ناقل ہے کہ ہولناک واقعات برابر وقوع میں آ رہے ہیں قتل و غارتگری نہ صرف اطراف دمشق میں بلکہ سارے شام میں جاری ہے اس کے بعد اخبار مذکور نے بعض حوادث کا ذکر کیا ہے جن میں سے بعض کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ پچاس بدوی لوگوں نے قریہ دیر عطیہ کے مواشی پر حملہ کیا اور ۶۰ راسوں کو ہنکا کر لے گئے۔

۲۔ عقیل السقاطی کا جتھا حلب کے علاقہ میں داخل ہوا اور اپنے چند عزیزوں کو وہاں سے لے جانے کی کوشش کی۔

۳۔ ایک چھوٹی سی ٹولی نے جس میں ۱۲ آدمی تھے حلب کے گاؤں ملماصل پر حملہ کیا اور بھیڑوں کی ۳۵ راسیں ہنکا کر لے گئے۔

۴۔ قریہ نوی کی ایک جماعت نے حوران کے قریب قریہ شیخ مسکین کا محاصرہ کر کے گولی چلائی گئی اور گاؤں کو نقصان پہنچایا۔

اسی سلسلہ میں اخبار "الف با" لکھتا ہے کہ ۳۰ دروزی سوار ابراہیم بک نصر کی قیادت میں حوران کے گاؤں حراک میں داخل ہوئے جن کے ساتھ مواضعات حراک۔ حریک اور ملیحہ کے ننلو سوار شامل ہو گئے اور ان سب نے قریہ خربۃ الغزالہ کے مسیحی تاجروں پر حملہ کیا اور اُن کا سارا تجارتی مال لوٹ لیا اور ایک مسیحی کو مار ڈالا۔

فرانسیسیوں کے خلاف پروپیگنڈا

اخبار ٹائمز نے اپنے نامہ نگار مقدس کا ایک تار شائع کیا ہے جس میں ظاہر کیا گیا ہے کہ اگرچہ دمشق میں امن و سکون ہے لیکن شام سے جو خبریں آ رہی ہیں وہ بتلاتی ہیں کہ سارے ملک میں فرانسیسیوں کے خلاف پروپیگنڈا جاری ہے اور کئی مرتبہ فرانسیسیوں کے مخالفوں نے دمشق و درعا کے درمیان بغداد ریلوے کو اکھاڑ ڈالنے کا ارادہ کیا ہے ڈیلی میل کے نامہ نگار نے اطلاع دی ہے کہ فرانسیسیوں نے حال ہی میں ایک سازش کا پتہ چلایا ہے جو دمشق کی انقلاب الشعب اور دروزیوں کے درمیان غالباً فرانس کے خلاف ہو رہی ہے۔

دمشق کی حالت

معتبر اطلاع ملی ہے کہ دمشق میں فرانسیسی سخت ظلم و ستم کر رہے ہیں فرانسیسی فوجوں کے دستے شہر کی سڑکوں پر گشت لگاتے پھرتے ہیں سرکاری عمارتوں کے چاروں طرف خاردار تار لگا دیا گیا ہے اور بلند سرکاری عمارتوں پر مشین گنیں نصب کر دی گئی ہیں۔

تاجر دوکانوں کو خالی کر رہے ہیں

مخصوص اطلاعات سے معلوم ہوا ہے کہ دمشق کے تاجر اپنی کوٹھیوں اور دکانوں سے اپنا تجارتی سامان اٹھا کر گھروں کو لے جا رہے ہیں اُن کو اندیشہ ہے کہ کہیں کوئی خوفناک حادثہ پیش نہ آئے اور اُن کی دوکانوں کا سامان لوٹ لیا جائے دو روز سے شہر دمشق کی حالت اگرچہ قابل اطمینان ہے لیکن بازار اور کاروبار بالکل بند ہیں۔ فرانسیسی سپاہ کے دستے بدستور شہر میں گشت لگا رہے ہیں۔

ڈاکٹر شہبندر کہاں ہیں

دمشق میں یہ خبر مشہور ہے کہ جمعیتہ حزب الشعب کے صدر ڈاکٹر عبدالرحمٰن الشہبندر موٹر پر سوار ہو کر فلسطین چلے گئے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جمعیتہ مذکور کے وہ باقی ماندہ ممبر بھی جنکو فرانسیسی خارج البلد کر چکے ہیں عنقریب فلسطین پہنچنے والے ہیں۔

بیروت کی حالت

بیروت کا اخبار "الاحرار" کہتا ہے۔ کہ جمعرات کے روز مقامی پولیس کے لوگ میدان شہداء کی طرف دوڑے گئے اور جس قدر موٹر کاریں راستہ اور میدان میں اُن کو ملیں گرفتار کر لائے۔ انہیں موٹرین پولیس اسٹیشن میں موجود ہیں اور پولیس ان پر سوار ہو کر دمشق کے راستہ کی نگرانی کرتی ہے شہر میں طرح طرح کی افواہیں پھیلی ہوئی ہیں کہا جاتا ہے کہ حال میں پولیس کو یہ اطلاع ملی تھی کہ ایک جماعت دمشق و بیروت کی درمیانی ریلوے کا پل توڑنے کا ارادہ رکھتی ہے یہ اطلاع پا کر فوراً پولیس کا ایک دستہ پل پر پہنچا۔ معلوم نہیں پل پر اس دستہ پولیس کو وہ ڈائنامیٹ ملا یا نہیں جس سے لوگ پل کو اڑانا چاہتے تھے۔

مجاہدین برابر جبل دروز جا رہے ہیں

اخبار مذکور کو معلوم ہوا ہے کہ دمشق کے دو بڑے محلوں میدان اور شاغور کے بہت سے سوار دمشق سے روانہ ہو گئے ہیں۔ اور جبل دروز کے مجاہدین سے جا ملے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ خاندان البکری کے ساتھ بھی ۲۵ سوار گئے ہیں جو خیریت سے جبل دروز پہنچ گئے ہیں۔

(منقول از نجات)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۳۲ | ۱۸ ربیع الاول ۱۳۶۴ھ | نمبر ۹

اسلام اور جنگ

اس عالم گوناگوں میں بعض لوگ اس قسم کے واقع ہوئے کہ جب کوئی ایسی بات اُن کے سامنے پیش کی جاتی ہے جس سے اُن کے کان مانوس نہیں ہوتے۔ اور جس سے اُن کے دل و دماغ کو مخالف فضا میں تعلیم و تربیت پانے کی وجہ سے تنفر ہوتا ہے تو وہ اس غیر مانوس بات پر غور و فکر کرنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کرتے اور بلا سوچے سمجھے اس کی مذمت و مخالفت کے درپے ہو جاتے ہیں۔ اس قسم کے نظارے مذہبی مسائل میں کثرت سے دیکھنے میں آتے ہیں۔ مذہبی لوگوں کو اپنے اپنے مذہب سے کچھ اس قسم کی محبت ہوتی ہے کہ وہ اس محبت سے ایسے اندھے ہو جاتے ہیں کہ سوائے اپنے مذہب کے اور کسی مذہب میں انہیں کوئی خوبی نظر نہیں آتی۔ جب وہ کسی دوسرے مذہب کی کوئی ایسی تعلیم سن پاتے ہیں جو اُن کے اپنے دین کی تعلیمات کے خلاف ہوتی ہے تو چاہے وہ تعلیم کیسی ہی اعلیٰ کیوں نہ ہو وہ جھٹ اس کی مخالفت پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اُن کے نزدیک اس کے بُرا ہونے کی سب سے بڑی وجہ یہی ہوتی ہے۔ کہ وہ اُن کی اپنی مذہبی تعلیم کے خلاف ہے۔ اس قسم کی تعلیمات میں سے ایک مسئلہ جنگ ہے جس کی اجازت اسلام نے بعض شرائط کے ساتھ دی ہے ایک ایسے شخص سے جس کے دل و دماغ کی تربیت ایک ایسے مذہب کی گود میں ہوئی ہو جس کا اصول یہ ہو کہ بد کا بھی مقابلہ نہ کیا جائے سوائے اس کے اور کیا امید ہو سکتی ہے کہ وہ جنگ کا نام سنتے ہی چیخ اُٹھے اور اس کا دل نفرت کے جذبات سے لبریز ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ عیسائی اسلام کی اس تعلیم کے خلاف چیخ و پکار کرتے رہتے ہیں ورنہ سچ بات یہ ہے کہ جس قسم کے جنگ کی اجازت اسلام نے دی ہے وہ ضروریات انسانی میں سے ہے۔ اب ہم کو دیکھنا یہ ہے کہ اسلام کس قسم کے جنگ کی تعلیم دیتا ہے۔

جنگ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک جارحانہ جنگ دوسرا مدافعانہ جنگ جارحانہ جنگ تو یہ ہے۔ کہ ایک قوم حکومت و سطوت کے نشہ میں مخمور ہو کر دیگر اقوام پر جارحانہ پیش قدمی کرے اور اُن کی حکومت و مال سلب کرنے کے درپے ہوں۔ جنگ کی دوسری قسم دفاعی جنگ ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایک قوم حفاظت خود اختیاری کے طور پر اپنے غنیم کے ساتھ جنگ کرے۔ اول قسم کی جنگ تو مسلمہ طور پر مذموم ہے۔ اسلام نے کبھی اس کی اجازت نہیں دی۔ ہاں دوسری قسم کی جنگ انسانی ضروریات میں سے ہے۔ اور اسلام نے بھی اس کو جائز قرار دیا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے۔ اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا وان اللہ علیٰ نصرہم لقدیر۔ الذین اخرجوا من دیارہم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ ولولا دفع اللہ الناس بعضہم ببعض لہدمت صوامع وبیع وصلوات ومساجد یذکر فیہا اسم اللہ کثیراً۔ ولینصرن اللہ من ینصرہ ان اللہ لقوی عزیز (سورۃ الحج) ترجمہ۔ ان لوگوں کو اجازت دی گئی جن سے لڑائی کی جاتی ہے اس لئے کہ ان پر ظلم کیا گیا اور اللہ یقیناً ان کی مدد پر قادر ہے۔ وہ جو اپنے گھروں سے بغیر کسی صحیح وجہ کے نکالے گئے سوائے اس کے کہ وہ کہتے تھے ہمارا رب اللہ ہے اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعہ سے ہٹاتا نہ رہتا تو یقیناً راہبوں کی کوٹھڑیاں اور گرجے اور عبادت گاہیں اور مسجدیں جن میں اللہ کا نام بہت لیا جاتا ہے گرا دی جاتیں اور اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا جو اس (کے دین) کی مدد کرتا ہے۔ یقیناً اللہ طاقتور غالب ہے۔

یہی وہ آئتیں ہیں جو سب سے پہلے قتال کے متعلق نازل ہوئیں ان آیات میں دفاعی جنگ کی اجازت دیتے ہوئے ساتھ ہی اُس کی وجہ بھی بتا دی ہے مسلمانوں کو جنگ کی اجازت دی گئی کیونکہ

اس وقت جب اُن کو گھروں سے نکالا گیا۔ اور مخالفین کا ظلم انتہا کو پہنچ چکا۔ پھر ان آیات میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں پر جو طرح طرح کے مظالم توڑے جا رہے تھے وہ صرف اس گناہ کے عوض میں تھے کہ اُن کا کوئی گناہ نہ تھا۔ کفار کی نظر میں اگر ان کا کوئی گناہ تھا تو یہ تھا کہ وہ بت پرستی چھوڑ کر خدا تعالےٰ کی عبادت کرنے لگ گئے تھے اب اس تبدیل مذہب پر کفار کی طرف سے مسلمانوں پر مظالم توڑے جانا اور انکو ارتداد پر مجبور کرنا مذہبی رواداری کے بالکل خلاف تھا اگر ایسے سفاکوں کا مقابلہ نہ کیا جاتا تو نہ صرف ایسے ظالموں کے ہاتھ سے مسلمانوں کے مال و جان محفوظ نہ ہوتے بلکہ ساتھ ہی مذہبی آزادی کا بھی خاتمہ ہو جاتا ہے۔ پس ضرور تھا کہ ایسے ظالموں کو اُن کے کیفر کردار کو پہنچایا جاتا اور لا اکراہ فی الدین کے اصول کو قائم کیا جاتا۔

یہ آیات اس بات پر فیصلہ کن ہیں کہ مسلمانوں کو جنگ کی جو اجازت دی گئی تھی وہ صرف دفاعی جنگ کے متعلق تھی۔ لوٹ مار کی غرض سے یا دوسروں کی آزادی سلب کرنے کے لئے جارحانہ جنگ کی اجازت ہرگز نہیں دی گئی۔ ان آیات میں صاف طور پر بتا دیا گیا ہے کہ مسلمانوں کی جنگ کی غرض صرف اپنی حفاظت کرنا ہی نہ تھی بلکہ مذہبی آزادی کو قائم کرنا اور اسلامی عبادتگاہوں کے ساتھ غیر مذاہب کی عبادتگاہوں اور مقدس مقامات کو بھی ایسے ظالموں کی دستبرد سے محفوظ رکھنا اس کا ضروری مقصد تھا۔ گویا اسلام کی جنگ تمام دنیا میں مذہبی آزادی قائم کرنے کے لئے تھی۔ اور یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اقطاع عالم میں جہاں کہیں مسلمان فاتحین پہنچے۔ انہوں نے وہاں اس پُرامن اصول کو رائج کیا اور غیر مذاہب کی عبادتگاہوں اور دیگر مذہبی مقامات کا احترام کیا

اسجگہ یہ بیان کر دینا بھی نامناسب نہ ہوگا کہ بعض مذہبی سرگرمی رکھنے والے غیر مسلم قرآن کی بعض آیات سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ قرآن شریف مسلمانوں کو کافروں کے مارنے اور قتل کرنے کا عام حکم دیتا ہے۔ حالانکہ اصل بات یہ ہے کہ تعصب یا جہالت کی وجہ سے ایسے لوگ ان آیات کے سیاق و سباق کو چھوڑ دیتے ہیں اور اس طرح بے بنیاد عمارتیں کھڑی کر لیتے ہیں۔ اس قسم کی آیات میں سے جو آیت سب سے زیادہ زور اور دعویٰ کے ساتھ غیر مسلم معترضین کی طرف سے پیش کی جاتی ہے وہ سورۃ البقرہ کی یہ آیت ہے واقتلوھم حیث ثقفتموھم واخرجوھم من حیث اخرجوکم والفتنۃ اشد من القتل۔ ترجمہ۔ جہاں اُن کو پاؤ مار دو اور انہیں نکال دو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے اور فتنہ قتل سے بڑھکر سخت ہے۔ اس آیت سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ اسمیں عام کافروں کے قتل کا حکم دیا گیا ہے حالانکہ خود اس آیت کے الفاظ اس کی تردید کرتے ہیں۔ اول تو اس آیت کے الفاظ واخرجوھم من حیث اخرجوکم ہی سے ظاہر ہے کہ یہاں کسی ایسے کافروں کا ذکر ہے جنہوں نے مسلمانوں کو کہیں سے نکالا تھا۔ ظاہر ہے وہ کفار مکہ تھے جن کی مسلمانوں کے ساتھ جنگ جاری تھی اور جنہوں نے مسلمانوں کو مکہ سے نکلنے پر مجبور کیا تھا۔ دوسرے ھم کی ضمیر انہی لوگوں کی طرف جاتی ہے جنکا ذکر اس سے پہلی آیت میں موجود ہے اور وہی لوگ ہیں جنہوں نے مسلمانوں سے جنگ شروع کر رکھی تھی۔ چنانچہ وہ آیت یہ ہے۔ وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین (سورۃ البقرہ) ترجمہ اور اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں اور زیادتی نہ کرو کیونکہ اللہ زیادتی کرنے والوں سے پیار نہیں کرتا۔

اب اس آیت میں صاف طور پر صرف انہی لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جو جنگ میں پہل کر چکے ہیں۔ اور وہ کفار مکہ تھے۔ پس آیت واقتلوھم حیث ثقفتموھم میں صرف انہی لوگوں کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے جو مسلمانوں سے جنگ کرتے تھے۔ غیر محارب کفار کے قتل کا حکم نہیں دیا گیا۔ عام کفار کے قتل کرنے کا حکم تو کجا رہا۔ اس آیت میں ولا تعتدوا یعنی زیادتی نہ کرو کہکر اس بات کو بھی جائز نہیں رکھا کہ محارب کفار کے ساتھ بھی ضرورت سے زیادہ جنگ کی جائے یا ان کے ساتھ اپنے حق سے بڑھکر زیادتی کی جائے۔ توریت کی طرح یہ حکم نہیں دیا گیا کہ دشمن کے تمام ملک کو پامال کر دیا جائے اور بوڑھے بچے اور عورت کسی پر رحم نہ کیا جائے اور سب کو بے دریغ قتل کیا جائے۔ بلکہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ بوڑھوں

بچوں اور عورتوں کی حفاظت کی جائے اور دشمن کے بیمار کے مال و جان کی پورے طور پر حفاظت کی جائے۔ ان ہدایات پر مسلمانوں نے کیونکر عمل کیا اس امر سے وہ لوگ جنہوں نے اسلامی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے خوب واقف ہیں کہ اسلامی فتوحات ان وحشیانہ مظالم سے بالکل پاک ہیں جنکا ارتکاب کرنے سے اس بیسویں صدی میں بھی مہذب اقوام کی فاتح افواج باز نہیں رہتیں

پھر دوسری آیت جو اس بارے میں پیش کی جاتی ہے وہ سورۃ البقرہ کی یہ آیت ہے وقاتلوھم حتیٰ لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ فان انتہوا فلا عدوان الا علی الظالمین (ترجمہ) اور ان سے ایسے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین صرف اللہ کے لئے ہو۔ پھر اگر وہ رک جائیں تو سزا ظالموں کے سوائے اور کسی کے لئے نہیں کج فہم معترضین اس آیت سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ اس آیت میں مسلمانوں کو کفار کے ساتھ اس وقت تک جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب کہ وہ تمام کے تمام مسلمان ہو جائیں گویا قرآن کریم نے مذہبی آزادی کا خاتمہ کر دیا ہے۔ حیرت ہے کہ لوگ سیدھی سادھی بات کو کیونکر توڑ مروڑ لیتے ہیں اس آیت میں بھی ھم کی ضمیر انہی محارب کفار کی طرف جاتی ہے جو مسلمانوں کو ارتداد پر مجبور کرنے کے لئے ان پر قسم قسم کے مظالم ڈھاتے تھے۔ حکم تو یہ دیا گیا ہے کہ ایسے مفسد لوگوں سے جو مذہبی رواداری کے دشمن ہیں یہاں تک جنگ کی جائے کہ اُن کی قوت ٹوٹ جائے اور وہ کسی گروہ کی مذہبی آزادی سلب کرنے کے قابل نہ رہیں گویا وہ فتنہ جو انہوں نے اُٹھا رکھا ہے فرد ہو جائے۔ اور دین صرف اللہ ہی کے لئے ہو جائے گویا ملک میں مذہبی آزادی قائم ہو جائے اور دین کے معاملہ میں کوئی کسی پر جبر نہ کر سکے۔

آریہ سماج اور نیوگ

معاصر آریہ گزٹ نے اپنی چند گذشتہ اشاعتوں میں مسئلہ نیوگ کی فلاسفی بیان کرتے ہوئے لکھا تھا۔ کہ نیوگ ضروریات انسانی میں سے ہے۔ اور ہندوستان میں اس اصلاح (خدا کرے یہ اصلاح آریہ حلقہ تک ہی محدود رہے) کے رائج ہونے کے لئے ابھی کچھ اور وقت درکار ہے۔ اس پر غیر آریہ سماجیوں کی طرف سے جو لے دے ہوئی ہے تو اب اخبار مذکور ان الفاظ میں شکایت کرتا ہے کہ

"ہم نے نیوگ کے متعلق بڑی سنجیدگی سے بحث کی تھی اور ہمارا خیال تھا کہ سنجیدہ غیر آریہ سماجی اصحاب اس سے مطمئن ہو جائیں گے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی اُن کی تسلی نہیں ہوئی"

ہم حیران ہیں کہ اس بیسویں صدی کے مہذب زمانہ میں آریہ سماج کے لیڈنگ ممبر کیونکر اس مسئلہ کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کی جرأت کرتے ہیں۔ درحقیقت یہ رسم جیسا کہ تاریخ ہند مصنفہ لالہ لاجپت رائے صاحب سے معلوم ہوتا ہے اس تاریک زمانہ کی ہے جبکہ آریوں کا تمدن وحشت کے دور میں تھا۔ اور لوگ بیوی اور خاوند کے مقدس رشتہ کی قدر و قیمت سے کماحقہ آگاہ نہ تھے آج جبکہ تہذیب و تمدن انسانی اوج کمال پر پہنچ چکے ہیں۔ اور نسل انسانی دور وحشت سے گذر چکی ہے۔ دنیا کے سامنے اس وحشیانہ رسم کو پیش کرنا جو اصول معاشرت کو تباہ کرنے والی ہے۔ علاوہ جبر کی دیدہ دلیری ہے طرفہ یہ ہے کہ خود تو آریہ سماج اس ابوتر مسئلہ پر عمل نہیں کرتی اور نیوگ کے بجائے شادی بیوگان پر عمل درآمد کر رہی ہے مگر زبان سے اس کی وکالت کرنا اپنا فرض سمجھتی ہے۔ آریہ سماج دوسرے اہل مذاہب کو تو مردم پرست قرار دیتی ہے کیونکہ وہ اپنے بانیان مذاہب کے لئے اپنے دلوں کے اندر نہایت عزت و تکریم کا جذبہ رکھتے ہیں مگر اپنا یہ حال ہے کہ سوامی دیانند جی کی ایک ایسی تعلیم (نیوگ) کی وکالت کئے جاتی ہے جس پر عمل کرنے سے خود بھی گریز کرتی ہے۔ اگر یہ مردم پرستی نہیں تو اور کیا ہے۔ جب آریہ سماج خود اپنے عمل سے اس بات کو ثابت کر رہی ہے کہ رسم نیوگ ناقابل عمل اور خلاف فطرت ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ اس کی ناحق وکالت کی جاتی ہے۔ کہنا پڑیگا کہ آریہ سماج اس تعلیم کی خوبیوں کے گن گا رہی ہے۔ تو اُس کی وجہ محض یہی ہے کہ اسکے گرو سوامی دیانند جی اس کی تعلیم دے گئے ہیں ہمارا تو یہ خیال ہے کہ اگر سوامی جی آج زندہ ہوتے اور نیوگ پر جو اعتراضات غیر آریہ سماجی طبقہ کی طرف سے

ہوئے ہیں۔ ان پر غور کرتے تو ضرور اس تعلیم کو اپنی تصنیفات سے خارج کر دیتے۔

بنگال میں بیواؤں کی دردناک حالت

مسٹر اے حسین ایم۔ اے نے تخمینہ لگایا ہے کہ اس وقت بنگال میں ۲۱۵۱۴۶۴ ہندو بیوائیں ایسی ہیں جو ۵ سال سے لے کر ۱۵ سال تک عمر رکھتی ہیں اور اسی عمر کی مسلمان بیواؤں کی تعداد ۲۴۴۴۲۳ ہے مذکورہ بالا اعداد و شمار میں سے ۴۰۷ ایسی مسلمان لڑکیاں شامل ہیں جو پانچ سال کی عمر میں بیوہ ہو گئی ہیں۔ اور باقی اس سے زائد عمر کی ہیں مسلمان بیواؤں کی یہ دردناک حالت نہایت قابل افسوس ہے۔ سب سے بڑھکر ہمیں اس بات سے حیرت ہوئی ہے کہ ۴۰۷ لڑکیاں ۵ سال کی عمر میں بیوہ ہو گئی ہیں جس سے یہ لازم آتا ہے کہ اُن کی شادیاں ۵ سال کی عمر سے بھی پیشتر ہوئی ہیں ہمارے خیال میں اس کی تمام ذمہ داری ان ملاؤں پر ہے جنکے ہاتھ میں مسلمانوں کی مذہبی باگ ڈور ہے اور جو بجائے اس قسم کی بد رسومات کی اصلاح کرنے کے اپنے عمل سے اُن کو اور بھی تقویت پہنچاتے ہیں۔ افسوس ہے افسوس کہ وہ قوم جسکو خداوند عالم نے فانکحوا ما طاب لکم من النساء فرما کر اس بات کی تعلیم دی تھی کہ وہ اس وقت شادی کریں جب وہ پسندیدگی اور ناپسندیدگی کے قابل ہو جائیں یعنی سن بلوغت کو پہنچ جائیں۔ آج اسکی یہ حالت ہے کہ انکی ہزاروں لڑکیاں پانچ سال کی عمر میں بیوہ ہو جاتی ہیں۔ ضرورت ہے کہ مسلمان رہنما بیواؤں کی اصلاح و بہبودی کی طرف توجہ دیں۔

قادیانی اصحاب کا سلوک

کچھ مدت ہوئی۔ قادیانی اصحاب میں سے ایک شخص ہماری مہمان نوازی سے ناجائز فایدہ اٹھاتا رہا۔ اور آخر کار سماٹرا کے چند لڑکوں کو یہاں سے مختلف وعدے دے دلا کر پھُسلا کر لے گیا۔ ہم نے اس پر خاموشی رکھی کچھ عرصہ کے بعد سماٹرا سے کچھ اور لڑکے آئے ہم نے اُن سے آتے ہی دریافت کیا۔ کہ وہ یہاں رہ کر تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں یا قادیان اپنے دوسرے اہل وطن کے پاس جانا چاہتے ہیں۔ اسی کے مطابق قادیاں کے سماٹری لڑکوں کو لکھا گیا۔ چنانچہ وہ آکر انہیں ہمراہ لے گئے۔ اس کے بعد ہمارے پاس جا۔ انکی انجمن نے چند لڑکے بھیج دیئے۔ چونکہ ان کا سماٹرا والوں سے تعلق نہ تھا اس لئے انہوں نے یہیں تعلیم حاصل کرنی شروع کر دی۔ اصحاب قادیان کب گوارا کر سکتے تھے کہ ہماری جماعت کا انکی غیر ممالک میں ترقی کرے۔ انہوں نے سماٹری لڑکوں کے ذریعہ انہیں بڑے بڑے سبز باغ دکھلائے۔ اور خود ان کو بھی کئی بار زبانی لالچ دینے کے لئے لاہور بھیجا جب یہ سب کوششیں ناکام ہوئیں تو ڈچ کانسل کلکتہ کو سماٹری لڑکوں سے چٹھی لکھوا دی کہ ہماری لڑکے لاہور میں سیاسی تعلیم پا رہے ہیں جو ڈچ حکومت کے لئے تکلیف دہ ہونگے اس لئے انہیں جبراً واپس جاوا بھیج دیا جائے۔ ڈچ کانسل نے وہ اصل چٹھی ہمیں بھیج دی۔ ہم نے اس پر کچھ لکھا تو الفضل صاحب نے ہم سے اصل کا مطالبہ کیا۔ ہم نے اصل چٹھی دکھا دینے کا وعدہ کیا۔ لیکن اصحاب قادیان پھر خاموش ہو گئے۔

کچھ عرصہ گذر جانے کے بعد اب پھر وہی کارروائی شروع ہو گئی ہے۔ اور زبانی اور خطوط کے ذریعہ مختلف قسم کے لالچ دیے جانے لگے ہیں اور پھر دلیری اتنی ہے کہ لکھتے ہیں سوائے خیر و عافیت اور ملکی حالات کے خطوط میں کچھ نہ تھا۔ اگر الفضل صاحب کو اپنی تسلی کرنی ہو۔ تو وہ خط موجود ہیں کسی دن تشریف لے آئیں اور پڑھ لیں۔ پھر جاوا میں جو خط لکھوا کر بھیجے گئے ہیں جن میں ہمارے احباب کو بُرا بھلا کہا گیا ہے۔ وہ بھی منگوا کر پیش کئے جا سکتے ہیں۔

اصحاب قادیان جو دقتاً فوقتاً لاہور آتے رہتے ہیں اور خود لاہور کی قادیانی جماعت کے ممبر ہماری لڑکوں کو شہر و باغات میں اکیلے آتے جاتے دیکھتے رہتے ہیں نہ اُن کے ساتھ پاسبان ہوتا ہے نہ کوئی سپاہی۔ لیکن الفضل صاحب کے نزدیک وہ مقید ہیں۔ قادیان کا جو شخص یہاں آیا اس نے یہ جاننے کے اصل مدعا بتانے کے کہ وہ خیر و عافیت کا خط لے کر آیا ہے۔ متواتر غلط بیانیاں کیں۔ اور مسجد میں جھوٹ پر جھوٹ بولتا رہا۔ اس سے منشیء دریافت کر لیا جائے الفضل صاحب اتنے گھبرائے ہیں کہ فرماتے ہیں کہ سماٹرا کے ہی طلبا قادیان میں ہیں جو جاوی زبان نہیں جانتے۔ چہ خوب۔ اصحاب قادیان کو معلوم ہے کہ سماٹرا جاوا وغیرہ کی ملکی زبان ملائی ہے اور اسی میں یوگ تکلم کرتے اور اسی کا خط وغیرہ میں استعمال کرتے ہیں۔ پھر ایسا کہہ

رامابائی اور سوامی دیانند

مندرجہ بالا عنوان کے تحت میں پنڈت اکھلا نندجی بلند شہری اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش آلوچن میں سوامی دیانند کے جیون چرتر مطبوعہ اجمیر کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں کہ سوامی جی اور رامابائی کے درمیان کچھ ایسی خط و کتابت ہوئی تھی۔ جسے دیکھ کر سوامی جی کا اکھنڈ برہمچریہ بھی داغدار ہوئے بغیر رہ نہیں سکتا۔ بلکہ خاک میں مل جاتا ہے۔ نسوانی حسن و جمال کے حالات کا سننا۔ نامحرم مستورات سے گہری خط و کتابت کرنا۔ یا اُن سے بے تکلفانہ سرگرم گفتگو ہونا شہوت پرستی کا ابتدائی زینہ ہے سوامی جی نے اس قسم کی سب باتیں کی تھیں۔ چنانچہ ذیل میں ہم اس کا پورا پورا حال تحریر کرتے ہیں۔

ہندوستان کے دکن میں میسور ایک مشہور ریاست ہے۔ وہاں ایک پہاڑ کی چوٹی پر گنگا مول نامی ایک گاؤں ہے۔ اُس گاؤں میں رامابائی پیدا ہوئی تھی۔ رامابائی ایک عالمہ عورت تھی۔ جسکے آگے سوامی جی کا علم و فضل بھی کچھ حقیقت نہیں رکھتا تھا۔ سوامی جی اس کی باتوں پر گدھ ہو بیٹھے۔ اس لئے آپس میں خط و کتابت ہونے لگی۔ سمت ۱۹۳۶ کے اساڑھ میں دیانند جی کی طرف سے پہلا خط رامابائی کے نام لکھا گیا۔ جس میں سوامی جی نے رامابائی سے حسب ذیل باتیں پوچھیں

آپ کی تعریف سنکر دل میں خوشی ہوئی۔ شریمتی پر اس خط کے ذریعے سے اپنا دلی مطلب ظاہر کر کے آپ کا قلبی مقصود جاننا چاہتا ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ آپ سوئمبر کے طریقے سے شادی کرنے کی خواہشمند ہیں۔ اور چاہتی ہیں کہ اپنے برابر گن کرم سوبھاؤ والا خوبصورت نوجوان مل جاوے۔ کیا یہ صحیح ہے۔

اگر یہاں آنے کی خواہش ہو۔ تو آ جائیے جسقدر روپیہ راستے میں خرچ ہوگا۔ اُس قدر آپ کو یہاں مل جاوے گا۔

اس خط کی کاپی ابھی تک اجمیر میں موجود ہے۔ اُسے من مانے ڈھنگ سے پتر ویوہار میں چھاپا ہے۔ اور آخر میں دستخط نہیں چھاپے اساڑھ سمت ۱۹۳۶ کی پورنما کو رامابائی کے پاس دیانند جی نے دوسرا خط بھیجا۔ جس میں حسب ذیل باتیں پوچھیں۔

شریمتی۔ آپ کا محبت نامہ ملا۔ اُس کے دیکھنے سے بہت خوشی حاصل ہوئی۔ شریمتی کو تھوڑی سی تکلیف دیتا ہوں معاف فرما دیں گی۔

شریمتی کی پیدائش کہاں کی ہے۔ عمر کتنی ہے۔ اب آپ کے پاس ہے۔ یا اکیلے ہی رہتی ہیں۔ اگر راہ کے لئے روپیہ کی ضرورت ہو۔ تو اطلاع دی جاوے۔ کہ کتنا روپیہ وہاں بھیج دیا جاوے۔

اس کے جواب میں رامابائی نے کلکتہ سے خط لکھا۔ اور اُس میں اپنی جائے پیدائش کے حالات لکھے۔ اور اپنی عمر ۲۳ برس کی بتلائی اور یہ بھی تحریر کیا۔ کہ میرے ساتھ دوسرا اور کوئی نہیں۔ اتنا لکھ کر پنڈت اکھلا نندجی تحریر فرماتے ہیں۔ کہ اس کے بعد کے خط انہوں نے نہیں چھاپے پھر لکھتے ہیں۔ کہ آخر کار رامابائی میرٹھ میں سوامی جی کے پاس کئی ماہ تک ٹھہری۔

پنڈت اکھلا نندجی اس خط و کتابت سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں۔ کہ بھلا سنیاسی کو استری کی عمر پوچھنے۔ اور اس کو سفر خرچ بھیجنے سے کیا مطلب۔ اس طرح کے کاروبار ہوتے ہوئے بھی سماجی لوگ اُن کو برہمچاری مانتے ہیں۔ یہ بات کسقدر افسوسناک ہے۔

پنڈت اکھلا نندجی کی یہ تحریر ہمارے نزدیک نہایت تعجب انگیز ہے۔ ہم اپنے خیال میں سوامی جی کو اس سے بالاتر سمجھتے ہیں۔ کہ وہ کسی نامحرم نوجوان عورت سے اس قسم کی خط و کتابت کریں۔ اس سے اُس کی عمر پوچھیں۔ اُس کے سوئمبر کے طریقے پر شادی کرنے کے ارادے اور کسی خوبصورت نوجوان آدمی کی تلاش کی خواہش کو اُس پر ظاہر کر کے یہ لکھیں۔ کہ اگر میرے پاس آنا چاہتی ہو۔ تو آ جاؤ سفر خرچ وغیرہ دیا جاوے گا۔ اور کہ تم اکیلے ہی رہتی ہو۔ یا تمہارے پاس کوئی اور آدمی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ ہم اس بات کو ماننے کیلئے ہرگز تیار نہیں ہیں۔ کہ سوامی دیانند جیسا بال برہمچاری اور تیاگی رشی کسی غیر عورت کے ساتھ اس قسم کے سلوک روا رکھے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ پنڈت اکھلا نندجی سوامی جی کے جیون چرتر مطبوعہ اجمیر کا حوالہ دے کر اس خط و کتابت کو تحریر کرتے ہیں۔ اس لئے آریہ دوستوں کا فرض ہے۔ کہ اس واقعہ کی اصلیت کو شائع کر کے سوامی جی مہاراج کی پوزیشن کو صاف کر دیں۔ کیونکہ مذکورہ بالا واقعات سوامی جی

ہندو دنیا

ضلع فیروزپور دیانند دلت ادھار منڈل

آریہ پرتی ندھی سبھا گوردات بھون لاہور نے محکمہ دلت ادھار کی ایک شاخ ضلع فیروز میں قایم ہو گئی ہے جسکا صدر مقام فیروزپور ہے۔ اس منڈل نے تھوڑے عرصہ میں بالمیکوں میں جذبہ مذہبیت پیدا کرنے کے لئے بہت ابتدائی مدارس قایم کر دیئے ہیں۔ علاوہ ازیں اُن کے اندر دوائی بھی مفت تقسیم کی جاتی ہے۔

پشاور صدر میں شاستراتھ

پشاور کے آریوں اور سناتن دھرمیوں کے درمیان اس امر پر مباحثہ ہوا ہے کہ آیا ویدوں میں اتہاس (تاریخ) ہے یا نہیں۔ دھرمی پنڈتوں کی طرف سے اس بات کا اثبات تھا کہ ویدوں میں ہے اور آریہ مناظر کی طرف سے اس کی تردید سنتے ہیں کہ سناتنی نے ویدوں سے یم یمی کے قصہ اور اس قسم کے دیگر امور کو پیش کر کے ویدوں میں اتہاس کا ہونا اس طور پر ثابت کیا کہ آریہ مناظر سے سوائے باطل تاویلات کے کچھ بن نہ آیا۔

دکن اچھوت ادھار کانفرنس

۱۸ اکتوبر ۱۹۲۵ء کو زیر صدارت ڈاکٹر وارد ہا جیلو نیڈو دکن میں ایک کانفرنس ہونیوالی ہے جس میں اس بات پر غور و خوض کیا جائے گا کہ اچھوتوں کو ہندو جاتی میں کیونکر جذب کیا جا سکتا ہے۔

بہاول نگر میں شدھی

بہاول نگر میں ۲۵ دلت خاندانوں کو اشدھ کر کے آریہ سماج میں داخل کیا گیا ہے۔ مقامی سناتن دھرمیوں کی طرف سے اس شدھی کی سخت مخالفت کی جا رہی ہے۔

پال گھاٹ میں آریہ سماج کی سرگرمیاں۔ پال گھاٹ میں آریہ اپدیشک پہنچ چکے ہیں۔ اور وہ ان اچھوتوں کو اشدھ کر کے آریہ میں شامل کر رہے ہیں جو برہمنوں کے مظالم سے تنگ آکر عیسائیت قبول کر چکے تھے۔ چنانچہ ایک شخص رام سوامی عیسائی کو آریہ بنانے پر شدید بلوہ ہو چکا ہے اور حکومت نے حالات کو مدنظر رکھکر ضروری ہدایات جاری کی ہیں۔

پنڈت مالوی کی سرگرمیاں

پنڈت مالویہ جی آج کل امرتسر میں ہندو سنگٹھن کو مضبوط کرنے کے لئے سرگرم عمل ہیں۔

مندروں کی حفاظت اور آبادی

دہلی میں ہندو مندروں کی اصلاح اور آبادی کا کام عنقریب شروع ہونے والا ہے۔ ایک مندر رکھشا کمیٹی بنائی گئی ہے جو چندہ جمع کرنے میں مشغول ہے۔ اس وقت تک ۷۵۳۳ روپے جمع ہو چکے ہیں شہر کے مندروں کی تحقیقات کی جا رہی ہے۔ اور اُن کی مرمت وغیرہ کے تخمینے لگائے جا رہے ہیں۔ کاش مسلمان بھی اپنے اوقاف کی اصلاح کی طرف توجہ کریں۔

شادی بیوگان

بیواؤں کی شادی کے متعلق ہندو مذہب کا حکم چاہے کچھ کیوں نہ ہو مگر اس میں شک نہیں کہ اس وقت ہندو قوم جس سرگرمی سے بیواؤں کی اصلاح و بہبودی کے لئے کام کر رہی ہے۔ وہ بہت سے قابل داد ہے۔ ملک میں اس قسم کی متعدد سوسائٹیاں بن چکی ہیں جو بیواؤں کی بہتری کے لئے کوشاں ہیں۔

ہندو مہاسبھا کا تبلیغی پروپیگنڈا

سبھا کے ایک تازہ اعلان سے معلوم ہوتا ہے کہ بھگوت گیتا کی ستر ہزار کاپیاں ہندوستان کے مختلف حصص میں تقسیم کرنے کے لئے ہندو سبھاؤں کو بھیج دی گئی ہیں۔

اسلام کے متعلق مختلف قسم کے شکوک و شبہات پیدا کرنے والے ہیں۔

محمد عصمت اللہ مبلغ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

"ظلّی نبی"

مولوی محمد نذیر صاحب نے ظلّی نبوت پر بہت پیچ و تاب کھائے اور ظل اللہ کی تشریح کو ملیا میٹ کرنے کی بڑی کوشش کی ہے کیونکہ مولوی صاحب کو محو من دیگر سے نیست کا دعوے ہے اس لئے سمجھانے کے لئے ہم ظلّی کے معنے حضرت مسیح موعود کی تحریر سے بتاتے ہیں + اور جیسا کہ ہم کہہ چکے ہیں کہ وہ آئینہ جو ایک سامنے کھڑے ہونے والے منہ کے تمام نقوش اپنے اندر لیکر اس منہ کا خلیفہ ہو جاتا ہے اسی طرح مومن بھی ظلّی طور پر اخلاق اور صفات الٰہیہ کو اپنے اندر لیکر خلافت کا مرتبہ اپنے اندر حاصل کرتا ہے اور ظلّی طور پر اسی صورت کا مظہر ہو جاتا ہے جیسا کہ خدا غیب الغیب ہے اپنی ذات میں وراء الوراء ہے ایسا ہی مومن کامل اپنی ذات میں غیب الغیب اور وراء الوراء ہوتا ہے۔" (براہین احمدیہ حصہ پنجم ضمیمہ صفحہ ۸۱) اس عبارت سے سمجھ آسکتا ہے کہ حضرت مسیح موعود کے نزدیک ظلّ کی کیا حقیقت ہے۔ گو مومن کی ذات میں غیب الغیب وراء الوراء کی صفت آجاتی ہے تاہم وہ غیر اللہ ہی ہوتا ہے۔ اللہ نہیں ہوتا۔ جب مومن کامل خدا کا ظل بن کر واقعی خدا نہیں بن جاتا تو نبی کا ظل کیسے نبی بن سکتا ہے۔ وہ انبیاء کی صفات و کمالات کو بیشک اپنے اندر لے لیتا ہے لیکن وہ اس سے نبی نہیں بن جاتا +

ظلی نبوت کے معنے حضرت صاحب حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۸ پر فرماتے ہیں "ظلی نبوت جس کے معنے ہیں کہ محض فیض محمدی سے وحی پانا وہ قیامت تک باقی رہیگی تاکہ انسانوں کی تکمیل کا دروازہ بند نہ ہو اور تا یہ نشان دنیا سے مٹ نہ جائے کہ آنحضرت صلعم کی ہمت نے قیامت تک یہی چاہا ہے کہ مکالمات و مخاطبات الٰہیہ کے دروازے کھلے رہیں اور معرفت الٰہیہ جو مدار نجات ہے مفقود نہ ہو جائے"۔

یہاں نہایت صفائی سے ظلی نبوت کے معنے بیان فرما دیئے ہیں۔ فیض محمدی سے وحی پانا یہی ظلی نبوت ہے اور یہ دروازہ امت محمدیہ میں ہے اور قیامت تک کھلا رہیگا۔ کیونکہ اس کے بغیر تکمیل النفس نہیں گویا محدثیت ہی ظلی نبوت ہے +

مندرجہ بالا حوالہ جات میں حضرت مسیح موعود نے ظل اللہ کی حقیقت بیان فرما دی ہے (اور وہ وہی ہے جو حضرت امیر نے فرمائی ہے) ظلی نبوت کی بھی۔ اس کے خلاف ملّانوں والی ضد کسی وقعت کے قابل نہیں +

نبوت مسیح موعود

مولوی محمد نذیر صاحب نے نبوت پر لکھتے ہوئے حضرت امیر کی بعض پرانی تحریروں کا سہارا لیا ہے افسوس ہے کہ قادیانی دوست تعصب اور تنگدلی کے سبب سے ہماری اختلافی تحریروں کو دیکھتے تک نہیں اور بار بار ہر شخص وہی اعتراض دوہرائے چلا جاتا ہے جس کا متعدد دفعہ جواب دیا جا چکا ہے۔ اب چونکہ مولوی صاحب کو اپنی علمیت اور ہمہ دانی کا گھمنڈ ہے اس لئے مختصراً یہاں لکھا جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ حضرت امیر اور سلسلہ کے دیگر مصنف حضرت مسیح موعود کے بارہ میں لفظ نبی کا استعمال کرتے رہے ہیں مثلاً (۱) مولوی سرور شاہ صاحب قادیانی استاد میاں محمود احمد صاحب بدر جلد ۱۰ صفحہ ۱۶ فروری ۱۹۱۱ء میں لکھتے ہیں "لفظ نبی کے معنے اپنے مصدروں کے لحاظ سے دو ہیں اول اپنے خدا سے خبریں پانیوالا دوم عالی مرتبہ شخص جس شخص کو اللہ تعالےٰ بکثرت شرف مکالمہ سے ممتاز کرے۔ اور غیب کی خبروں پر مطلع کرے وہ نبی ہے۔ اس معنے سے میرے نزدیک تمام مجددین سابق مختلف مدارج کے انبیاء گذرے ہیں"۔

اسی طرح مفتی محمد صادق صاحب نے بدر جلد ۹ صفحہ ۵۱-۵۲ میں شبلی نعمانی سے ملاقات کے وقت یہی بیان کیا کہ حضرت مرزا صاحب لغوی معنوں میں نبی ہیں +

خود میاں محمود احمد صاحب نے خاتم النبیین پر ۴ مارچ ۱۹۱۱ء کے بدر میں اسی موضوع پر مضمون لکھا بلکہ ۱۹۱۱ء کی شائع شدہ کتاب القول الحق موجود ہے +

مولوی محمد نذیر صاحب کا عقیدہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی شان ایسی ہے کہ جس کے انکار سے انسان کافر ہو جاتا ہے اور یہی ان کا مذہب ہے کہ جملہ مسلمان خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا ہو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں +

اب اگر حضرت امیر بھی حضرت مسیح موعود کی ایسی ہی نبوت مانتے تھے کہ جس کے انکار سے ایک مسلمان بھی کافر ہو جاتا ہے تو کوئی ایسی تحریر بھی آپ کی پیش کرنی چاہئے کہ جس میں اپنے مسلمانوں کو کافر کہا ہو۔ ورنہ اسکی عدم موجودگی میں یہی ماننا پڑیگا کہ حضرت مسیح موعود کے اور حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب کے زمانے تک احمدیہ لٹریچر میں نبوت بمعنی محدثیت ہی استعمال ہوتا رہا۔ اور یہی سب احمدیوں کا عقیدہ لا نبی بعدی کا مخالف نہیں۔ مولوی صاحب نے خواہ مخواہ زور قلم دکھایا ہے +

مولوی صاحب نے اس مضمون کے آخر پر دو مطالبات بھی کئے ہیں جن کا جواب ہم حضرت مسیح موعود کے الفاظ میں ہی دیدیتے ہیں حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ :-

(۱) "لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ جیسا کہ ابھی ہم نے بیان کیا ہے بعض اوقات خدا تعالےٰ کے الہامات میں ایسے الفاظ استعارہ اور مجاز کے طور پر اس کے بعض اولیاء کی نسبت استعمال ہو جاتے ہیں اور وہ حقیقت پر محمول نہیں ہوتے۔ سارا جھگڑا یہ ہے جس کو نادان متعصب اور طرف کھینچ کر لے گئے ہیں۔ آنے والے مسیح موعود کا نام جو صحیح مسلم وغیرہ میں زبان مقدس حضرت نبوی سے نبی اللہ نکلا ہے وہ انہی مجازی معنوں کے رو سے ہے جو صوفیہ کرام کی کتابوں میں مسلم اور ایک معمولی محاورہ مکالمات الٰہیہ کا ہے۔ ورنہ خاتم الانبیاء کے بعد نبی کیسا" (حاشیہ انجام آتھم صفحہ ۲۸)

پھر فرمایا کہ :-

"اور مسلم میں اس بارہ میں حدیث بھی ہے کہ مسیح نبی اللہ ہونے کی حالت میں آئیگا اب اگر مثالی طور پر مسیح یا ابن مریم کے لفظ سے کوئی ایسا شخص مراد ہو۔ جو محدثیت کا درجہ رکھتا ہو تو کوئی بھی خرابی لازم نہیں آتی کیونکہ محدث من وجہ نبی بھی ہوتا ہے مگر وہ ایسا نبی ہے جو نبوت محمدیہ کے چراغ سے روشنی حاصل کرتا ہے اور اپنی طرف سے براہ راست نہیں بلکہ اپنے نبی کے طفیل سے علم پاتا ہے" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۶) +

(۲) "مولوی صاحب کہتے ہیں کہ ان کا عقیدہ ہے کہ "آپکا (یعنی حضرت مسیح موعود کا) تمام شان میں مسیح اسرائیلی سے بڑھکر ہونا بموجب تحریر مسیح موعود کے آپ کو نبی ثابت کرتا ہے"

دعوے تو مولوی صاحب کا واقعی بڑا بھاری ہے لیکن اس کا ثبوت ندارد۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ آیا اس عقیدہ کی بنا کیا ہے۔ ایک شخص ۱۹۰۵ء میں حضرت صاحب سے سوال کرتا ہے کہ تریاق القلوب میں آپ نے اپنے آپ کو مسیح پر جزئی فضیلت دی ہے مگر بعد میں دافع البلا میں (کیونکہ ریویو آف ریلیجز کا مضمون دافع البلا سے ہی نقل کیا ہے) آپ نے لکھا ہے کہ میں اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھکر ہوں" ان دونوں باتوں میں تناقض ہے +

سوال کے پڑھنے سے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ فضیلت کے متعلق ہے نہ دعوے نبوت کے متعلق۔ پھر سائل کا سوال ہی واقعات کے رو سے غلط ہے۔ تریاق القلوب اس کے پاس اکتوبر ۱۹۰۲ء میں پہنچی ہے ریویو جون ۱۹۰۲ء میں۔ تریاق القلوب کے اوپر شائع ہونے کی تاریخ ۲۸ اکتوبر ۱۹۰۲ء لکھی ہے پس اس کا یہ کہنا کہ پہلے تریاق القلوب میں یوں لکھا اور پھر ریویو میں یوں واقعات سے غلط ثابت ہوتا ہے لیکن حضرت صاحب نے اسے چنداں وقعت نہیں دی۔ اس پر یہ کہنا کہ اس سائل کو یہ علم ہوگا کہ تریاق القلوب پہلے لکھا گیا تھی ہوئی تھی محض جہالت ہے کیونکہ خود میاں صاحب کو تو جو اس مسئلہ کے بانی ہیں علم نہ ہوا اور القول الفصل میں لکھدیا کہ تریاق القلوب ۱۹۰۲ء کی کتاب ہے اسی لئے تبدیلی عقیدہ کی عمارات کی بنیاد بھی آپ نے پہلے ۱۹۰۲ء ہی پر رکھی تھی اور اسی پر منسوخی عقیدہ کا فتوے صادر کیا تھا +

حضرت مسیح موعود نے مسیح ناصری پر فضیلت کا دعوے تو ضرور کیا ہے لیکن فضیلت کلی کا دعوے ہرگز نہیں کیا۔ کسی تحریر و تقریر میں فضیلت کلی کا لفظ موجود نہیں۔ وجہ یہ کہ آپ جانتے تھے کہ مسیح ناصری صاحب کتاب رسول ہے اور بغیر اتباع کسی نبی کے اللہ تعالےٰ نے اسے دیگر انبیاء کی طرح اپنے ہاتھ سے پاک کیا ہے جو یقیناً فضیلتیں ہیں۔ تمام شان میں بڑھکر کہدینے سے یہ مقصد نہیں کہ فضیلت کلی ہے کیونکہ اگر یہ مطلب ہوتا اپریل ۱۹۰۲ء میں تو دافع البلاء میں یہ لکھیں کہ مسیح پر مجھ کو فضیلت کلی ہے اور مئی ۱۹۰۲ء میں اپنی قلم سے ریویو آف ریلیجز میں یہ لکھیں :-

"ایسا ہی مثیل عیسےٰ بھی بہت سی باتوں میں عیسےٰ سے بڑھکر ہے اور یہ جزئی فضیلت ہے جس کو خدا چاہتا ہے دیتا ہے۔" (ریویو مئی ۱۹۰۲ء) +

اس لئے اگر تمام شان سے مراد حضرت صاحب کی کلی فضیلت تھی تو دوسرے ہی مہینے وہ کس طرح جزئی فضیلت ہو گئی۔

جب مولوی صاحب کے خیالات کی بنیاد ہی مکڑی کے جالے کی طرح کمزور ہو تو اس کی تائید یا تردید کے لئے احادیث لانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ ان عقاید کی تردید خود حضرت صاحب کی تحریرات میں ہی موجود ہے +

ایسے وہمی شخص کی لایعنی باتوں کی طرف اول تو توجہ دینے کی ضرورت ہی نہیں اگر کچھ قابل امر ہوا۔ تو ہم موجود ہیں۔ رہا مطالبات کا سوال وہ ذرا ہمارا لٹریچر پڑھکر پہلے ہمارے مطالبات کو اپنے پیر سے پورے کرالے۔ جن باتوں کے جوابات دیئے جا چکے ہیں پہلے ان کا مطالعہ کرے +

اناجیل اور ولادت مسیح

عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح بن باپ پیدا ہوئے تھے اور اسی پر وہ الوہیت مسیح اور کفارہ کی عمارتیں کھڑی کرتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مسیح کی ولادت کے متعلق عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہی عقیدہ ہے یا اناجیل سے اس کا کچھ ثبوت بھی ملتا ہے۔ اگر یہ بات اناجیل سے ثابت ہو جائے کہ حضرت مسیح کا باپ تھا تو اس کے یہ معنی ہونگے کہ نہ حضرت مریم روح القدس سے حاملہ ہوئیں اور نہ مسیح میں الوہیت تھی۔ اور اس کے ساتھ ہی مسئلہ کفارہ کا بھی خاتمہ ہو جاتا ہے۔ ہم نے جہانتک اناجیل کا مطالعہ کیا ہے اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مسیح بغیر باپ کے پیدا نہ ہوئے تھے بلکہ وہ یوسف نجار کے بیٹے تھے متی اور لوقا میں حضرت یسوع کے جو نسب نامے دیئے گئے ہیں وہ گو بہت حد تک مختلف ہیں مگر حضرت یسوع کا سلسلہ نسب یوسف سے ملانے میں دونو متفق ہیں۔ چنانچہ لوقا کی انجیل میں تو صاف لکھا ہے کہ "جب یسوع خود تعلیم دینے لگا تو برس تیس ایک کا تھا اور یوسف کا بیٹا تھا" (باب ۳- آیت ۲۳)

پھر حضرت مریم کا یوسف کی بیوی ہونا۔ انجیل متی باب ۱ آیت ۲۴-۲۵ سے ظاہر ہے۔ جہانتک لکھا ہے "پس یوسف نے نیند سے جاگ کر ویسا ہی کیا جیسا کہ خداوند کے فرشتے نے اسے حکم دیا تھا اور اپنی بیوی کو اپنے ہاں لے آیا۔ اور اس کو نہ جانا جب تک وہ بیٹا نہ جنی"

ان آیات سے نہ صرف حضرت مریم کا یوسف کی بیوی ہونا ثابت ہوتا ہے بلکہ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خاوند اور بیوی میں تعلق زوجیت بھی پیدا ہوا۔ اور یہ بات ایک دوسرے مقام سے معلوم ہوتی ہے کہ یوسف سے حضرت مریم کی اور اولاد بھی تھی۔ جیسا کہ لکھا ہے "جب وہ بھیڑ سے یہ ہی کہہ رہا تھا تو دیکھو اس کی ماں اور بھائی باہر کھڑے تھے اور اس سے باتیں کرنی چاہتے تھے"

پس جب یہ ثابت ہے کہ حضرت مریم کی اور اولاد بھی تھی تو پھر یہ کیونکر فرض کر لیا جاتا ہے کہ حضرت مسیح یوسف کے بیٹے نہ تھے۔ اس کے علاوہ ایک اور مقام سے یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت مسیح کی بہنیں بھی تھیں +

"کیا یہ بڑھئی کا بیٹا نہیں؟ اور اس کی ماں کا نام مریم اور اس کے بھائی یعقوب اور یوسف اور شمعون اور یہوداہ نہیں؟ اور اس کی سب بہنیں ہمارے ہاں نہیں" (متی ۱۳: ۵۵)

ان آیات کی جن میں حضرت مسیح کے بھائی اور بہنوں کا ذکر آتا ہے عیسائی لوگ یہ تاویل کرتے ہیں کہ یوسف کی ایک بیوی پہلی تھی اور یہ بہنیں اور بھائی اس بیوی سے تھے۔ اس لئے حضرت مسیح کی حقیقی بہنیں اور بھائی نہ ہوئے۔ مگر یہ تاویل ہرگز قابل قبول نہیں کیونکہ اناجیل میں کہیں ان کو سوتیلے بھائی اور بہنیں نہیں کہا گیا۔ بلکہ حضرت مریم کے ساتھ بھائیوں کا ذکر کرنا اس بات کے لئے زبردست قرینہ ہے کہ وہ بھائی حقیقی تھے نہ کہ سوتیلے۔ پھر اناجیل میں جہاں کہیں حضرت مسیح کے معاصرین آپ کو مخاطب کرتے ہیں تو ابن داؤد اور یوسف کا بیٹا کہہ کر ہی کرتے ہیں۔ ابن اللہ کہکر نہیں کرتے۔ چنانچہ جب حضرت یسوع نے یہودیوں کو کہا کہ زندگی کی روٹی میں ہوں اور میں آسمان سے آتا ہوں تو یہودی سخت برہم ہوئے اور انہوں نے حضرت مسیح کے منہ پر کہا

"کیا یہ یوسف کا بیٹا یسوع نہیں جس کے باپ اور ماں کو ہم جانتے ہیں۔ اب یہ کیونکر کہتا ہے کہ میں آسمان سے اترا ہوں" (یوحنا ۶: ۴۲)

اس جگہ یہودیوں نے حضرت یسوع کو صاف طور پر یوسف کا بیٹا قرار دیا ہے۔ جس سے حضرت مسیح نے بھی انکار نہیں کیا پس حضرت مسیح کا یہودیوں کے اس قول کی تردید نہ کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ یوسف ہی کے بیٹے تھے +

باقی رہا [illegible] مسیح کا اپنے آپ کو خدا کا بیٹا کہنا سو وہ مجازی معنوں میں ہے جیسا کہ وہ اپنے شاگردوں کو بھی بشارت دیتے ہیں کہ

"مبارک ہیں وہ جو صلح کراتے ہیں کیونکہ وہ خدا کے بیٹے کہلائینگے" (متی ۵ : ۹) +

"تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا۔ اپنے پڑوسی سے محبت رکھ اور اپنے دشمن سے عداوت لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ اپنے دشمنوں سے محبت رکھو اور اپنے ستانے والوں کے لئے دعا مانگو تاکہ تم اپنے باپ کے جو آسمان پر ہے بیٹے ٹھیرو" +

آریہ سماج اور بت پرستی

ترکی سلطنت نے اپنے ملک میں جو چند اصلاحات جاری کی ہیں ان سے آریہ گزٹ یہ نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ ترک اسلام سے باغی ہوگئے ہیں۔ حالانکہ ان اصلاحات میں کوئی بھی ایسی بات نہیں جو اسلام کے منافی ہو مگر آریہ سماجیوں کی سرشت ہی اس قسم کی واقع ہوئی ہے کہ وہ اسلام اور مسلمانوں سے دشمنی کرنا اپنا فرض عین سمجھتے ہیں۔ پس اگر آریہ گزٹ نے ترکی اصلاحات سے یہ نتیجہ نکالا ہے تو وہ معذور ہے۔ آگے چل کر یہی اخبار لکھتا ہے کہ

"دیگر ترکی اخبارات کھلم کھلا اس صداقت کا اعتراف کر رہے ہیں کہ ترکوں نے شدید ترین غلطی کا ارتکاب کیا جب پانچسو سال پیچھے انہوں نے اپنے مضبوط بت پرست مذہب کو ترک کر کے ترقی کے منافی اسلام کو اختیار کر لیا اور اس فعل نے ترکوں کو بحر ترقی سے پرے پھینک دیا"

گویا آریہ گزٹ کے نزدیک توحید پرستی سے نہیں بلکہ بت پرستی ہی سے قومی ترقی ہو سکتی ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو پھر ہم آریہ گزٹ کے آریہ ایڈیٹر سے پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ وہ اپنے گرو سوامی دیانندجی کے متعلق کیا فتوے دیتا ہے جس نے ہزاروں ہندوؤں کو ان کے آبائی بت پرست مذہب سے منحرف کر کے آریہ سماج میں داخل کیا۔ کیا سوامی جی نے اس غلطی کا ارتکاب نہیں کیا۔ جس کا ارتکاب آپ کے زعم میں ترکوں نے کیا تھا +

ہمارے خیال میں تو اصل بات یہ ہے کہ چونکہ آریہ ابھی تو گرفتار ہیں اور ابھی تک بت پرستی کے اثرات ان کے رگ و ریشہ سے خارج نہیں ہوئے۔ اس لئے انہیں رہ رہ کر یہی سوجھتا ہے کہ بت پرست مذہب ہی سے ترقی ہو سکتی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ آریہ خالص توحید کو قبول نہیں کرتے بلکہ ایشور کی صفات ازلیت و ابدیت اور قایم بالذات ہونے میں روح اور مادہ کو بھی شریک گردانتے ہیں +

شرادھ ترپن

معاصر آریہ گزٹ سناتن دھرمیوں سے اس لئے خفا ہے کہ وہ شرادھ کی رسم بجا لاتے ہیں حالانکہ خود سوامی دیانندجی نے اپنی کتاب سنسکار ودھی میں آریوں کو اس بات کی تعلیم دی ہے کہ جب کوئی شخص مر جائے تو اس کے رشتہ دار وید پرچار وغیرہ نیک کاموں کے لئے دان دیں۔ اس تعلیم کی موجودگی میں آریوں کا سناتن دھرمیوں پر یہ اعتراض کرنا کہ شرادھ میں دی ہوئی اشیا نہ مردوں تک پہنچ سکتی ہیں اور نہ انہیں کچھ فایدہ پہنچا سکتی ہیں۔ تعصب کا کرشمہ ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اگر شرادھ کی اشیا مردوں تک نہیں پہنچ سکتیں تو آریوں کا دان کیا ہوا روپیہ مردوں کو کیونکر مل جاتا ہے۔ اور انہیں کیا فایدہ پہنچاتا ہے کیا آریہ سماج نے اپنے مردوں کے ساتھ کوئی سلسلہ ڈاک قایم کر رکھا ہے کہ جس کی معرفت ان کا دان کیا ہوا روپیہ تو ان کے مردوں تک پہنچ جاتا ہے اور سناتن دھرمیوں کا نہیں پہنچتا۔ آریوں کو چاہئے کہ دوسروں کی آنکھ میں تنکا تلاش کرنے کی بجائے پہلے اپنی آنکھ کے شہتیر کو دیکھیں

ضروری گذارش پیغام صلح کے نامہ نگاروں میں سے بعض اصحاب ایسی بے احتیاطی و بے توجہی سے مضامین لکھکر بھیجتے ہیں کہ مضامین کے دیکھنے سے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ پڑھنے اور سمجھے جانے کے لئے نہیں لکھے گئے بلکہ شکستہ خط کی مشق کرنے کے لئے قلم کو جنبش دی گئی ہے۔ اس قسم کے تمام حضرات کی خدمت میں التماس ہے کہ آیندہ احتیاط سے کام لیں + (ایڈیٹر)

"سیرت خیر البشر ترکی زبان میں"

اس سے پہلے تین بار ترجمہ ترکی سیرت کے بقیہ حصہ کے طبع کرانے کے متعلق امداد کی درخواست کیجا چکی ہے۔ مگر بہت تھوڑی رقوم تا حال وصول ہوئی ہیں۔ ہماری اس تحریک پر برما سے جناب فتح محمد صاحب ایڈووکیٹ نے جو اکثر اعانت فرماتے رہتے ہیں ۱۰۰ پونڈ مطلوبہ میں سے ایک پونڈ کی رقم پندرہ روپے بھیجی ہے اور لکھا ہے کہ اسی طرح اگر ۹۹ اور باحیثیت احباب ایک ایک پونڈ کی رقم بھیجدیں تو یہ مطالبہ آناً فاناً پورا ہو سکتا ہے۔ صاحب موصوف جماعت کے افراد کی حیثیتوں اور قربانیوں سے واقف ہیں اور وہ امید کرتے ہیں کہ جماعت کے باحیثیت احباب جلد اس رقم کو پورا کر دیں گے کیونکہ یہ بڑا ضروری کام ہے گویا ترکی میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے لٹریچر کی ابتدا اس سے شروع ہوگی۔ اور عمر رضا بے جنہوں نے نہایت محنت سے اس کام کو سرانجام دیا ہے اور نصف سے زیادہ حصہ طبع بھی کروا چکے ہیں۔ کی حوصلہ افزائی ہوگی۔ امید ہے احباب جلد اس مطالبہ کو پورا کر دیں گے تاکہ کل رقم بھیجکر کتاب کی تکمیل کرائی جا سکے۔ آخر میں بڑے تشکریہ کے ساتھ ان احباب کے اسماء درج کئے جاتے ہیں جنہوں نے اب تک اس میں حصہ لیا ہے :-

۱۔ ڈاکٹر سید طفیل حسین شاہ صاحب لاہور — عـہ
۲۔ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب۔ گجرات — [illegible]
۳۔ بزم اشاعت کمیٹی۔ وزیرآباد — صہ
۴۔ قاضی محبوب عالم صاحب۔ گوجرانوالہ — ھر
۵۔ چوہدری غلام حسن صاحب نوری جالا ڈاکخانہ سوہدرہ — [illegible]
۶۔ ایم فتح محمد صاحب ایڈووکیٹ مجھنیا۔ برما — [illegible]
۷۔ پروفیسر محمد عبداللہ صاحب لاہور — صہ
۸۔ میاں محمد صدیق صاحب سب انسپکٹر پولیس اندورہ ضلع کانگڑہ — ھر
۹۔ اے۔ آر۔ کے راٹھور صاحب سب اوورسیر بارہمروار — ھر
۱۰۔ حاجی غلام غوث صاحب معرفت مومن حسین صاحب حیدرآباد — صہ
۱۱۔ مولوی عالم الدین صاحب وکیل تھجو پورہ — [illegible]
۱۲۔ منشی سلطان احمد صاحب مدرس مدرسہ امداد منڈیالہ۔ وعدہ دو پونڈ کی رقم فراہم کر دینے کا +

ظہور احمد۔ سیکرٹری

مباحثہ بھٹنڈہ

الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ بھٹنڈہ آریہ سماج کے مقابلہ میں اسلام کو کامل فتح ہوئی اور وید کا کھنڈن ہوا اور دیانندی مت کو کامل شکست ہوئی بحث اس امر پر تھی کہ "کیا ویدک دھرم عالمگیر مذہب ہے"؟ جناب مولانا ..... مولوی عصمت اللہ صاحب نے ایسی خوش اسلوبی و فصاحت بیانی سے ویدک دھرم کا کھنڈن کیا کہ آریہ سماجی بھی پکار اٹھے کہ ہمارا لیکچرار پنڈت کالی چرن مولوی عصمت اللہ صاحب کے لاجواب سوالات کے جواب دینے سے عہدہ برآ نہیں ہو سکا۔ جماعت احمدیہ و دیگر مسلمانان بھٹنڈہ کو تو وہ خوشی ہوئی کہ جس کا بیان ہی نہیں ہو سکتا نعرۂ تکبیر سے بھٹنڈہ کے در و دیوار گونج اٹھے +

ہم نہایت ہی ناشکر گذار ہونگے اگر ہم مہاراجہ صاحب پٹیالہ اور انکی ریاست کے اعلیٰ افسران کا شکریہ ادا نہ کریں جو آزادی مذہب کی اس ریاست میں ہر ایک مذہب کو حاصل ہے وہ ایسی ہے کہ شاید و شاید اور جو انتظام و امن قایم رکھنے کا یہاں ہے وہ شاید ہی کسی دیسی ریاست میں ہو۔ ۳-۴ اکتوبر ۱۹۲۵ء کی رات کو حکیم محمد حسین مرہم عیسے اور مولوی عصمت اللہ صاحب کے وعظ بھی ہوئے جس میں ان اعتراضات کا جو آریہ سماج میں اسلام پر کئے گئے تھے جواب دیا گیا اور ان غلط فہمیوں کا جو آریہ سماج کے جلسوں میں عموماً اسلام کے متعلق پھیلائی جاتی ہیں پورا ازالہ کیا گیا +

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے محض اپنے فضل و رحم سے وہ قوت بیان عطا کی کہ جس سے باطل کا ایسا سر کچلا گیا کہ اسکو پھر انشاءاللہ سر اٹھانیکا موقع نہ ملیگا اور حق کا وہ بول بالا ہوا کہ ہر کس و ناکس خدا کی حمد کے گیت گانے لگا +

نوٹ - دیو سماجی صاحبان سکھ صاحبان و سناتن دھرمی صاحبان بالاتفاق تسلیم کر رہے ہیں کہ جو شکست اس مناظرہ میں آریہ مت کو ہوئی ایسی شکست کسی مت کو دنیا میں نہ ہوئی ہوگی اور شہر میں اس بات کا بہت چرچا ہو رہا ہے +

مراقم محمد یوسف سکرٹری انجمن احمدیہ بھٹنڈہ

مورخہ ۵۔ اکتوبر ۱۹۲۵ء

ریویو

فغان کشمیر اس کتاب میں مسلمانان کشمیر پر جو مظالم حکام ریاست کی طرف سے توڑے جا رہے ہیں ان کا رونا رویا گیا ہے۔ کتاب کیا ہے دل کو ہلا دینے والی داستان ہے گذشتہ چند سالوں میں ریاست کی طرف سے کشمیری مسلمانوں کے ساتھ جو ناواجب اور ظالمانہ سلوک کئے گئے ہیں وہ فلاصتہً اس کتاب میں درج کئے گئے ہیں۔ معابد اسلامی کی بے حرمتی اور ایک مسجد کو مندر کا نام دیکر سرکاری قبضہ میں لے لینا۔ اور مسلمانوں کے قومی اور مذہبی لیڈروں کے ساتھ سنگدلانہ برتاؤ۔ ایسے دردناک واقعات ہیں کہ بے اختیار آہ نکلتی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ ریاست جموں و کشمیر کے نئے مہاراجہ صاحب اپنی بیدار مغزی اور روشن خیالی کو کام میں لیکر بہت جلد مسلمانان کشمیر کے حقوق و مطالبات پورے کر کے مسلمانان ہند کو ممنون فرمائینگے۔ یہ کتاب آل انڈیا مسلم کشمیری کانفرنس لاہور سے مفت مل سکتی ہے +

جواہرات یہ ایک ۴۰ صفحہ کی کتاب ہے جو چوہدری سراج الدین احمد صاحب نظامی کی تصنیف ہے۔ اس میں بچوں کے لئے چار دلچسپ سبق آموز کہانیاں لکھی گئی ہیں۔ زبان سلیس ہے۔ آخر میں مشکل الفاظ کی تشریح کے لئے فرہنگ بھی ہے لکھائی چھپائی اور کاغذ اچھا ہے۔ قیمت ۵ر آنے۔ ملنے کا پتہ۔ شیخ غلام علی تاجر کتب کشمیری بازار لاہور۔ کتاب کے شروع میں کسی صاحب بدر الدین بیگ کی طرف سے ایک دیباچہ بھی موجود ہے جس کا ایک فقرہ ہمیں کھٹکا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ

"دوسروں کے دلوں میں خیالات کو نقش کرنیکا بہترین طریقہ ان کو کہانیوں کی صورت میں تبدیل کر کے بیان کرنیکا ہے۔ چنانچہ تقریباً تمام مذہبی کتابوں میں قصص پائے جاتے ہیں جس سے ظاہر ہے کہ بانیان مذاہب نے بھی اس طریقہ کو موثر اور مفید تصور کیا ہے"

جس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ تمام مذہبی کتب جن میں قرآن شریف بھی شامل ہے الہامی نہیں۔ بلکہ بانیان مذاہب کے دل و دماغ کا نتیجہ ہیں جو صحیح نہیں۔ امید ہے کہ آیندہ اڈیشن میں اس کی اصلاح کر دیجائیگی +

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ ابھی تک ڈلہوزی ہی میں تشریف رکھتے ہیں۔ آپ بخیریت ہیں اور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں +

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب آجکل لاہور میں تشریف لائے ہوئے ہیں +

منشی عبدالمجید صاحب سپرنٹنڈنٹ بستی چک ۲۵/۲۲ تحصیل اوکاڑہ ضلع منٹگمری اطلاع دیتے ہیں کہ آپ کو ایک سند اول اور مبلغ پچاس روپیہ انعام اور قریباً مبلغ ۲۰۰ روپیہ انعام بعض مزارعان سٹلمنٹ کو شراب کی ناجایز کشید کرنے والوں کی گرفتاری میں مدد پہنچانے کے صلہ میں ملا ہے +

مولوی نورالدین صاحب سری نگر نے اپنا پہلا مکان تبدیل کر لیا ہے۔ اگر آیندہ کسی صاحب کو ان سے خط و کتابت کرنی ہو۔ تو اس پتہ سے کریں :-

مولوی نورالدین قاری
نور منزل۔ محلہ دانہ پورہ سری نگر

ڈاکٹر مہدی حسن صاحب سب اسسٹنٹ سرجن ماچھی سنگھ والا ضلع منٹگمری کے ہاں اللہ تعالیٰ نے فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ مولود مسعود کی عمر میں برکت دے اور اسے اپنے والد کی طرح خادم دین بنائے +

ہم نہایت رنج و غم کے ساتھ اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ ہمارے مکرم بھائی پروفیسر محمد عبداللہ صاحب اسلامیہ کالج لاہور کی والدہ ماجدہ ڈیڑھ ماہ کی طویل علالت کے بعد ۲ اکتوبر کو اس جہان فانی سے رحلت فرما گئی ہیں۔ ہمیں اس صدمہ میں پروفیسر صاحب کے ساتھ دلی ہمدردی ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو غریق رحمت کرے اور اس کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے +

تازہ خبریں

راولپنڈی میں ایک ایسی شادی ہوئی ہے جسے گڈے گڈی کی شادی کہنا بالکل موزون ہوگا۔ لڑکے کی عمر ۶ سال اور لڑکی کی عمر ۲ ½ سال ہے +

انجمن حمایت اسلام لاہور نے اشاعت اسلام کالج قایم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس کا اصل مقصد یہ ہے کہ اس میں ایسے طلبا داخل کئے جائیں جو علوم مشرقی و مغربی کے فارغ التحصیل ہوں۔ اس کالج میں انہیں قرآن۔ حدیث وغیرہ کی تعلیم دیکر تبلیغ اشاعت اسلام کے لئے مختلف علاقہ جات میں بھیجا جائیگا۔ اس مسئلہ کے ما لہ و ما علیہ پر انجمن کے سالانہ جلسہ پر جو ۱۶۔۱۷ و ۱۸۔ اکتوبر کو منعقد ہوگا پوری بحث ہوگی +

طہران کا فارسی جریدہ وطن لکھتا ہے کہ مرزا ابراہیم خان قوام الملک نے شیخ سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ کے مقبرہ کی تعمیر کیلئے ۵ ہزار طومان (ایرانی سکہ) دینے کا وعدہ کیا ہے۔ مقبرہ کے ساتھ ایک خوشنما باغ بھی تیار کیا جائے گا۔ نیز یہی اخبار رقمطراز ہے۔ کہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرہ کی تعمیر کے لئے وزارت معارف ایران نے مبلغ ..۵ طومان کی رقم دی تھی۔ تعمیر کا کام رئیس معارف ایران کی نگرانی میں انجام کو پہنچ گیا ہے +

ترکی کا نیم سرکاری اخبار جمہوریت اعلان کرتا ہے کہ اگر ترکی کو موصل نہ ملا تو وہ اپنے زور بازو کا امتحان کرنے کے لئے تیار ہے اخبار ٹائمز کا نامہ نگار مقیم قسطنطنیہ لکھتا ہے کہ خلیج ہائے اسمد وسمرنا میں سرنگیں بچھائی گئی ہیں اور درہ دانیال میں بھی سرنگیں بچھانے کی تیاریاں ہو رہی ہیں +

مجاہدین ریف نے طیطوان پر ایسی شدید گولہ باری کی ہے جس سے اہل ہسپانیہ کے بہت سے مال و جان کا نقصان ہوا ہے +

انگلستان میں عام خیال ہے کہ کمیونسٹ مبلغ فوجی چھاؤنیوں میں پروپاگنڈا کر رہے ہیں۔ خفیہ پولیس کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اشتراکی افسروں اور مبلغین کی نقل و حرکت کا اچھی طرح خیال رکھے اور اشتراکیوں کے مظاہروں کی دیکھ بھال کرے۔ یقین کیا جاتا ہے۔ کہ پارلیمنٹ کے اشتراکی ارکان مسٹر مان اور مسٹر سکایات کی خاص طور پر نگرانی کی جا رہی ہے +

یوسف سویدی بے صدر مجلس عراق نے دفتر وزیر مستعمرات کو ایک برقی پیغام روانہ کیا ہے جس میں اس دلچسپی و سعی کے لئے اس کا شکریہ ادا کیا گیا ہے جو اس نے اہل عراق کے اہم مقصد کی حمایت میں ظاہر کی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ملک عراق کا شمالی حصہ اس سے علیحدہ نہ کیا جائے +

"**ٹائمز**" کا ایک نامہ نگار لکھتا ہے کہ غازی عبد الکریم نے اہل قبائل کو حکم دیا ہے کہ وہ آخر دم تک دشمنوں کا مقابلہ کریں اور اپنے علاقہ کو دشمن کے حوالے کرنے پر اپنی بیوی اور بچوں کے قتل کو ترجیح دیں +

قاہرہ یکم اکتوبر۔ اخبار المقطم نے جیفہ کے پیغامات شائع کئے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ فرانسیسی رستے کو صاف سمجھ کر سویدا میں داخل ہو گئے لیکن دروزیوں نے اچانک حملہ کر دیا۔ اور فرانسیسی بہت سا سامان چھوڑ کر پسپا ہو گئے +

ہانگ کانگ یکم اکتوبر۔ سوئٹو کے مخالفین بولشویک حکام نے ایک روسی جہاز کو روک لیا جس پر ساٹھ روسی سوار تھے۔ اور مٹی کے تیل اسلحہ اور گولہ بارود کا ذخیرہ موجود تھا۔ یہ جہاز ولاڈی ورسٹک سے روانہ ہوا تھا اور کنٹن جا رہا تھا۔ سامان ضبط کر لیا گیا ہے اور آدمی روک لئے گئے ہیں +

لندن یکم اکتوبر۔ کل لیورپول کی لیبر کانفرنس میں ہندوستان کو نوآبادیوں کے نمونہ پر حکومت خود اختیاری دیئے جانے کی قرارداد منظور کی گئی۔ مسٹر لاسبنری نے اس قرارداد کو پیش کرتے ہوئے ذیل کی تقریر کی :۔

"آپ ہندوستان پر سنگینوں اور بموں کے بل بوتے پر قابض رہیں لیکن حصول آزادی کے لئے جدوجہد کرنیوالی قومیں اکثر اوقات بے رحمانہ سفاکی پر غالب آ جایا کرتی ہیں۔ میں یقین نہیں کرتا کہ دولت برطانیہ کا جو انداز حکومت ہندوستان میں آجکل ہے وہ زیادہ دیر تک قائم رہ سکے" مسٹر سنر بروک نے اس قرارداد کی تائید کرتے ہوئے ایک برقی پیغام پڑھ کر سنایا جو ہندوستان کی سوراج پارٹی نے الہ آباد سے بھیجا تھا۔ اس پیغام میں نوآبادیوں کے طرز پر حکومت خود اختیاری کا مطالبہ کیا گیا تھا +

وفد تنظیم آجکل صوبہ متحدہ میں دورہ کر رہا ہے۔ پرتاب گڑھ۔ سلطانپور اور فیض آباد کے شہروں میں عظیم الشان جلسے منعقد ہو چکے ہیں جن میں ڈاکٹر کچلو اور سید غلام بھیک نیرنگ نے دل ہلا دینے والی تقریریں کیں ہر مقام پر وفد تنظیم کا بڑی محبت اور گرم جوشی سے خیر مقدم کیا گیا ہے اور متعدد مقامات پر تنظیمی کمیٹیاں مرتب ہو گئی ہیں +

ٹرنر ماریسن کمپنی کا جہاز "جہانگیر" ۲۲ اکتوبر کو رابغ جانے کے لئے بمبئی سے لنگر اٹھائے گا۔ امید کی جاتی ہے کہ مولوی ظفر علی خان اور مولوی غلام رسول مہر اسی جہاز سے عازم یثرب ہونگے۔ وفد خلافت کے دیگر ارکان بھی اغلباً اسی جہاز سے تشریف لے جائینگے +

مباحثہ بھٹنڈہ منشی محمد یوسف صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ بھٹنڈہ بذریعہ تار اطلاع دیتے ہیں کہ ۴۔ اکتوبر ۲۵ء کو آریہ سماج اور مسلمانوں کے درمیان مباحثہ ہوا۔ آریہ سماج کی طرف سے پنڈت کالیچرن اور مسلمانوں کی جانب سے مولانا عصمت اللہ صاحب مناظر تھے۔ اس مناظرہ میں آریہ سماج کو ایسی کامل شکست ہوئی کہ ہندوؤں تک نے تسلیم کیا ہے۔ ریاست پٹیالہ کا تہ دل سے شکریہ ادا کیا جاتا ہے جس نے اپنی حدود ریاست میں اس قسم کی مذہبی آزادی دے رکھی ہے +

برلن مسجد کی تکمیل کے لئے احباب کرام کی خاص توجہ درکار ہے

اگرچہ ہمیں اس بات کا اعتراف ہے کہ جہاں تک بزرگان سلسلہ اور ہمدردان ملت سے ہو سکا ہے انہوں نے اس خانہ خدا کی تعمیر کرنے کیلئے خوب کوشش کی ہے۔ اور بعض احباب نے طاقت سے بڑھ کر بھی حصہ لیا ہے۔ اور اگر جرمنی کے حالات میں تغیر نہ آتا تو جمع شدہ روپیہ اس کام کی تکمیل کے لئے کافی تھا۔ مگر جرمنی کی گرانی کے ناگزیر حالات نے اخراجات کو بیحد بڑھا دیا جس کی وجہ سے ابھی تک ایک معقول رقم ٹھیکیدار تعمیر کو ادا کرنی باقی ہے اور اس کے علاوہ کچھ بیرونی جنگلہ اور باغ و پلستر تیار کرنے والا ہے جس کے لئے روپیہ کی سخت اور فوری ضرورت ہے۔ اس وجہ سے باوجودیکہ حضرت مولانا صدر الدین صاحب ایک لمبا عرصہ باہر رہ چکے تھے۔ آپ کو پھر فراہمی روپیہ کے لئے باہر نکلنا پڑا ہے اور آپ شروع ستمبر سے اس کام پر لگ گئے ہیں مگر وہ اکیلے اس بوجھ کو نہیں اٹھا سکتے۔ بلکہ ساری قوم کو چاہئے کہ وہ ان کے بوجھ کو اپنی امداد سے ہلکا کریں۔ اور یہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ جن جن احباب کے پاس اسوقت برلن مسجد کی کاپیاں موجود ہیں۔ وہ مہربانی فرما کر اپنی کاپیوں کی رقم فراہم کر کے جلد بھجوا دیں اور باقی احباب جن کے پاس کاپیاں نہیں وہ ایک کارڈ لکھکر اس غرض کے لئے دفتر سے رسید بکیں منگوالیں۔ اب موسم بھی اچھا ہو گیا ہے۔ امید ہے کہ سب احباب کی یکدم اور فرداً فرداً توجہ سے انجمن جلد اس کام سے فارغ ہو جائیگی +

خاکسار۔ محمد منظور الہی

سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا ۔ مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
اندرین دین آمدہ از مادریم ۔ ہم برین از دار دنیا بگذریم
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست ۔ بادۂ عرفان ما از جام اوست
آن رسولے کش محمد ہست نام ۔ دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن ۔ جان شد و با جان بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام ۔ ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست ۔ زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود ۔ آن نہ از خود از ہمان جائے بود

ہفتہ میں دوبار، یکشنبہ و چہارشنبہ کو شائع ہوتا ہے

جلد ۱۳ | المسیح مدینۃ لاہور | یوم یکشنبہ مطبوعہ ۲۲ ربیع الاول ۱۳۴۴ ہجری مطابق ۱۱ اکتوبر ۱۹۲۵ عیسوی | نمبر ۹۵

ہم اور اسلاف

نتیجہ افکار مرزا مظفر بیگ ساطع ایبٹ آبادی!!

یوں تو ہم کو بھی مسلمانی کا دعویٰ ہے مگر ۔ فخر تھے اسلام کے جو وہ مسلماں اور تھے
یوں تو اپنے دل میں بھی شوق شہادت ہے ضرور ۔ جو گلے رکھتے تھے زیر تیغ براں اور تھے
یوں تو ہم بھی انتم الاعلون پڑھتے ہیں سدا ۔ وہ کہ جو تھے فاتحان شام و ایراں اور تھے
یوں تو ہم کو بھی تعلق ہے ریاض دین سے ۔ وہ کہ جو پھولوں سے پر رکھتے تھے داماں اور تھے
یوں تو خالی ہم اگرفوں میں ہیں سب سے پیش پیش ۔ وہ کہ تھے جنکے سلاطین در کے درباں اور تھے
یوں تو تجویزوں کے پل باندھا کئے ہم بھی مگر ۔ جو بیاباں کو بناتے تھے گلستاں اور تھے
یوں تو ہم کو بھی ہے عزت کی ادھوری سی ہوس ۔ وہ کہ جن پر ساری دنیا تھی گل افشاں اور تھے
یوں تو فرقاں کی زیارت سے مشرف ہم بھی ہیں ۔ جو لگائے پھرتے تھے سینوں سے قرآں اور تھے
یوں تو ہم کو بھی غم ملت کا دعوےٰ ہے مگر ۔ آنسوؤں سے جنکے تر رہتے تھے داماں اور تھے
ہم میں اور اسلاف میں فرق نمایاں ہے غرض ۔ ہم مسلماں اور ہیں اور وہ مسلماں اور تھے

آج بھی چاہیں اگر ساطع ابھر سکتے ہیں ہم!
کر گئے اسلاف جو وہ کام کر سکتے ہیں ہم!

ہر کہ گیرد علتے علت شود

آج کل کے مسلمانوں کی بھی عجیب حالت ہے۔ قرآن پڑھتے ہیں حدیث پڑھتے ہیں اور ان میں مسلمان کی تعریف پاتے ہیں لیکن ان کے دل کچھ ایسے ٹیڑھے ہوگئے ہیں۔ کہ ہر بات میں ایک نئی علت نکال لیتے ہیں اور سارا زور اس بات پر ہوتا ہے کہ کسی ذریعہ سے کوئی کافر بنے منافق بنے۔ تو ہی ان کے دل کو ٹھنڈک پہنچتی ہے۔ دہلی کے ایک شخص نے ہماری جماعت کو مخاطب کرکے امرتسر کے اہلحدیث میں ایک مضمون نبوت مسیح موعود پر لکھا ہے اور ہماری طرف ایک غلط عقیدہ منسوب کرنے کی کوشش کی ہے۔ دہلی کا یہ شخص ہماری جماعت کے ایک ایک فرد سے جو دہلی میں موجود ہیں جن میں پرانے بھی ہیں اور نئے بھی دریافت کرسکتا تھا کہ ہم لوگ مرزا صاحب کو کیا منواتے ہیں اور ہمارا ایک ممبر اس بارہ میں کیا عقیدہ رکھتا ہے۔ خود دہلی میں ہماری جماعت کے قادیانی فریق اور مسیح ابن مریم کو حضرت نبی کریمؐ کے بعد لانے والوں سے خاتم النبیین کے بعد نیا یا پرانا نبی ماننے پر ہمیشہ بحث رہتی ہے۔ کیا وہ ہمارا عمل و ایمان وہاں نہیں دیکھ سکتا۔ پھر کیا نہیں سمجھ سکتا۔ کہ حضرت خاتم الانبیاء کے بعد ایک پرانے نبی

کا آنا ماننے والا کیا حق رکھتا ہے۔ کہ ایسا اعتراض کرے۔

اب میں وہ ساری عبارت نقل کر دیتا ہوں جس سے اس شخص نے ایک غلط نتیجہ نکالنے کی بے سود کوشش کی ہے۔ حضرت نبی کریمؐ کی ابتدائی عمر کے حالات بیان کرتے ہوئے حضرت امیر فرماتے ہیں: "غرض وہ تو انسان کی فطرت بتاتی ہے۔ کہ وہ کیا کام ہے جس کو لے کر وہ آیا ہے محمد رسول اللہ کا شروع میں جو کام تھا وہ یتیموں اور بیکسوں کی خبرگیری کرنا تھا۔ اور اسی لئے آپ بے قرار رہتے تھے اور اسی کی تکمیل کے لئے اللہ تعالےٰ نے آپ کو روشنی بھیجی۔ خوب یاد رکھو نبی کا کام بدلتا کبھی نہیں شروع سے آخر تک ایک ہی رہتا ہے۔ بیشک تاریخ کو دیکھ لو وہی کام آپ کا آخر میں ہے جو ابتدا میں تھا پہلے ایک بیج تھا جو پیچھے ایک درخت بن گیا۔ بعینہٖ اسی طرح اگر مرزا صاحب کو دیکھا جائے کہ کیا کام آپ کے سامنے تھا تو وہ کام شروع زندگی میں نظر آجاتا ہے گھر میں ایک کاؤں کے اندر ہیں تو وہاں بھی غیر مذاہب کی کتب کا مطالعہ اور اسلام کی ان پر عظمت ثابت کرنے کا شوق ہے"۔ الخ

عبارت مندرجہ بالا سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت امیر نے "جو پیچھے ایک درخت بنگیا" تک حضرت نبی کریمؐ کی تعریف فرمائی ہے اس کے بعد آپکے نقش قدم پر چلنے والے ایک بزرگ کا ذکر فرمایا ہے۔ اور یہ بالکل صحیح بات ہے کہ جس کام کے لئے کوئی نبی یا ولی مبعوث ہوتا ہے وہ کبھی بدلتا نہیں۔ یہاں ایک متبوع و تابع کا ذکر ہے۔ نہ کسی کی نبوت کی تعریف۔ اس میں حضرت مرزا صاحب کا کام یعنی غیر مذاہب کی تردید اور اسلام کی عظمت ثابت کرنے کا شوق بتایا گیا ہے۔ نہ آپ کی نبوت۔ سارا مضمون پڑھ جاؤ کہیں اشارہ تک حضرت مرزا صاحب کی نبوت کا نہ پاؤ گے۔ بلکہ مضمون زیادہ تر حدیث کی تائید پر زور دیتا ہے لیکن آج کل کے نام نہاد اہلحدیثوں کو یہ بھی ناگوار گذرتا ہے۔

اس پر ایڈیٹر صاحب اہلحدیث اور پھر لگاتے ہیں اور "تمنبوڑہ من چہ سرایم و من چہ سرایم" کے مصداق آپ فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کی پہلی اور آخری تصانیف میں بعد ہے اور اس پر فیصلہ کے لئے بھی تیار ہیں۔ جواباً عرض ہے کہ آپ کے ہاتھ میں قلم موجود ہے اس مبحث پر لکھیں۔ اگر کوئی معقول امر ہوگا تو جواب دیا جائے گا ورنہ "قالوا سلاماً" موجود ہے آپ اپنا کام کریں ہم اپنا کر رہے ہیں۔

دہلوی صاحب کے سوالات کے جواب یہ ہیں۔

(۱) ہم خدا کے فضل سے منافق نہیں۔ احمدیوں اور دوسرے مسلمانوں کے سامنے ہم نے تقریراً اور تحریراً ایک ہی عقیدہ پیش کیا ہے۔ قادیانی فریق کے مقابل ہماری تحریریں موجود ہیں۔ اور پھر دوسرے مسلمانوں کے سامنے ہماری تبلیغی کتب دیکھ لی جائیں۔ ہم نے سوائے مجدد کے حضرت صاحب کے درجہ کو ذرا بھی بڑھا کر نہیں دکھایا۔ منافق کی تعریف شاید آپ لوگوں کو معلوم ہی ہوگی۔

(۲) ڈاکٹر منصور رفعت کوئی آپ جیسا ہی تنگ خیال ہوگا۔ ہمارا قادیانی فریق سے سوائے ان عقائد کے اور کوئی اختلاف نہیں۔ کیونکہ ہمارے کارکن بلاتنخواہ کام کرنے والے اور ہزاروں روپے کما کر خدمت اسلام میں دینے والے ہیں۔ جو دینی اور دنیاوی عزت خدا تعالےٰ نے ہمیں دے رکھی ہے وہ آپ لوگ جانتے ہیں۔ دوسرے مسلمانوں کی امداد ایک فیصدی سے بھی کم بنتی ہے۔ ہمارے کام کے جملہ اخراجات کا بوجھ ہماری مختصر سی جماعت کے سر پر ہے۔ اس لئے ہمیں کسی کا ملاحظہ اور خوف ہو سکتا ہے کہ ہم منافقت کریں۔

(۳) ہرگز نہیں۔ نہ ہی اس خطبہ میں نبوت کی بحث ہے۔

(۴) ہم لکھو کھہا بار اعلان کر چکے ہیں کہ ہم بعد خاتم النبیین کسی پرانے یا نئے نبی کا آنا خلاف تعلیم اسلام سمجھتے ہیں۔ اور ایسا عقیدہ رکھنے والوں کو غلطی پر سمجھتے ہیں۔ دونوں حضرت نبی کریمؐ کی ہتک کرنے کے یکساں مجرم ہیں۔ اور یہ عقیدہ ہمارا حلفیہ ہے جسے ہم بارہا کلمہ شہادت کے ساتھ بیان کر چکے ہیں کہ دل نہ مانیں۔ تو ہمارا کوئی قصور نہیں۔

حساب دوستان

جن اصحاب کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ ان کے نام دفتر سے مطالبہ چندہ کے متعلق خطوط ارسال کئے جارہے ہیں جن حضرات کو ایسے خطوط ملیں انکی خدمت میں التماس ہے کہ وہ اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر محاسب صاحب احمدیہ انجمن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۳ ار ۲۳ ربیع الاول ۱۳۴۴ھ نمبر ۹۵

روح حق

عہد کا رسول

جس طرح جسمانیات میں خدا تعالےٰ کا یہ اٹل قانون ہے کہ جب خشک سالی نمودار ہونے پر ساکنان ارض کو بارش کی ضرورت محسوس ہوتی ہے تو اس کی رحمت ابر وباراں کی صورت میں ظاہر کر اُن کی دستگیری کرتی ہے اور انہیں قحط کے خوفناک مصائب کا شکار ہونے سے بچا لیتی ہے۔ اسی طرح روحانیات میں بھی اس کا ایک قانون کام کر رہا ہے جو یہ ہے کہ جب کبھی دنیا پر تاریکی و ظلمت کی گھٹا چھا جاتی ہے اور ظلم و عدوان کا دور دورہ ہوتا ہے اور روحانیت واخلاق کے قحط کے آثار ظاہر ہو جاتے ہیں اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیطانی قوتوں کے مقابلہ میں ملکوتی قوتیں دب گئی ہیں تو اس وقت دریائے رحمت جوش میں آکر کسی ایسے پُر آب گوہر کو ظاہر کرتا ہے کہ جسکی چمک کے سامنے اس ظلمتکدہ کی تمام تاریکیاں پاش پاش ہو جاتی ہیں - وہ ایک نور ہوتا ہے جسکے سامنے تمام ظلمتیں اس طرح کافور ہو جاتی ہیں کہ جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا کا منظر نظر کے سامنے آجاتا ہے اور حق بین نگاہوں کو اس میں اس کے بھیجنے والے کا جلوہ نظر آجاتا ہے۔ چنانچہ تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ جب کبھی کوئی قوم ضلالت کے گڑھے میں گری ہے تو خداوند عالم کی طرف سے کوئی ... ل یا مجدد اس کی ہدایت و رہنمائی کے لئے بھیجا گیا ہے۔

تاریخ کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ چھٹی صدی عیسوی تاریکی و ظلمت میں عدیم النظیر ہے۔ کسی ایک ملک کی تخصیص نہیں تمام دنیا میں فسق و فجور پھیلا ہوا تھا۔ ضلالت و گمراہی نے دنیا کے مختلف اقطاع پر اس طرح تسلط جما رکھا تھا کہ گویا تمام دنیا ایک ہی رنگ میں رنگی ہوئی تھی۔ پھر بھی ان تمام ممالک میں سے خطۂ عرب سب پر فوقیت لے گیا تھا۔ ملک عرب میں تمام وہ بُرائیاں جو دوسرے ممالک میں متفرق طور پر رائج تھیں۔ مجموعی طور پر پائی جاتی تھیں۔ جہالت۔ توہم پرستی۔ بت پرستی۔ جؤا۔ شراب خوری۔ زناکاری وغیرہ سب قسم کی بدیاں عرب میں موجود تھیں۔ گویا مذکورہ بالا قانون کے ماتحت اگر کوئی رسول خدا تعالےٰ کی طرف سے دنیا کی ہدایت کے لئے مبعوث کیا جاتا تو سب سے پہلے اس کی ہدایت کا محتاج ملک عرب تھا۔ چنانچہ وہ نور جسکے لئے دنیا چشم براہ تھی اور جس کے ظاہر ہونے کی خبر حضرت موسےٰ علیہ السلام نے ان الفاظ میں دی تھی:-

"خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے دہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت ان کے لئے تھی" (استثنا ۳۳ : ۲)

عین ضرورت و انتظار کے وقت فاران کی چوٹی سے جلوہ گر ہوا اور دس ہزار قدسیوں کے ساتھ مکہ میں بحیثیت فاتح داخل ہوا اور اس کے ہاتھ میں ایک ایسی آتشی شریعت تھی جسکے سامنے تمام شرائع سابقہ ماند پڑ گئیں۔ ؎

یتیمے کہ ناکردہ قرآں درست
کتب خانہ چند ملت بشست

یہی وہ دُرِ یتیم تھا جسکی تعریف حضرت داؤد نے اپنے گیتوں میں کی ہے یہی وہ محبوب تھا جسکی تعریف میں حضرت سلیمان رطب اللسان تھے۔ یہی وہ موعود نبی تھا جسکے قبول کرنے کے لئے حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کو یہ ہدایت کی تھی:-

"میں اُن کے لئے ان کے بھائیوں (بنی اسماعیل) میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کرونگا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالونگا اور جو کچھ میں اسے فرماؤنگا وہ سب ان سے کہیگا۔ اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لے کے کہیگا نہ سنیگا تو میں اس کا حساب اس سے لونگا" استثنا (۱۸ : ۱۸ و ۱۹)

یہی وہ بہادر تھا جس کی ہجرت و فتوحات کا اعلان یسعیاہ نبی نے الہام پاکر اس طرح کیا تھا۔

"عرب کی بابت الہامی کلام۔ عرب کے صحرا میں تم رات کاٹو گے۔ اے ددانیوں کے قافلو۔ پانی لے کے پیاسے کا استقبال کرنے آؤ۔ اے تیما کی سرزمین کے باشندو روٹی لیکے بھاگنے والے کے ملنے کو نکلو کیونکہ وے تلواروں کے سامنے سے ننگی تلوار سے اور کھینچی ہوئی کمان سے اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں۔ کیونکہ خداوند نے مجھ کو یوں فرمایا ہنوز ایک برس ہاں مزدور کے سے ایک ٹھیک برس میں قیدار کی ساری حشمت جاتی رہے گی اور تیراندازوں کے جو باقی رہے قیدار کے بہادر لوگ گھٹ جائینگے" (یسعیاہ ۲۱ : ۱۳-۱۷)

یہی وہ مزکی تھا جس کی بشارت ملاکی نبی نے یوں دی تھی کہ

" وہ خداوند جس کی تلاش میں تم ہو ہاں عہد کا رسول جس سے تم خوش ہو۔ وہ اپنی ہیکل میں ناگہاں آئیگا۔ دیکھو وہ یقیناً آئے گا۔ رب الافواج فرماتا ہے۔ پر اسکے آنے کے دن میں کون ٹھہر سکیگا اور جب وہ نمودار ہوگا کون ہے جو کھڑا رہے گا۔ کیونکہ وہ سنار کی آگ اور دھوبی کے صابن کی مانند ہے" (ملاکی ۳ : ۱ و ۲)

یہی وہ آخری وارث تھا جسکو خدا کی بادشاہت دی گئی۔ اور جسکے متعلق کہا گیا تھا کہ جو اس پتھر پر گریگا اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائینگے اور جس پر وہ گریگا اسے پیس ڈالے گا۔ یہی "وہ نبی" تھا جس کی یہود کو انتظار تھی اور جسکے متعلق فریسیوں نے یوحنا سے استفسار کیا تھا۔ یہی وہ سچائی کا روح تھا جسنے ظاہر ہو کر سچائی کی تمام راہ دکھائی اور صاف الفاظ میں اعلان کیا۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ یہی وہ "دوسرا مددگار" تھا جسکی بشارت حضرت مسیحؑ نے نہایت زوردار الفاظ میں دی تھی:-

"مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنی ہیں مگر اب تم اُن کی برداشت نہیں کرسکتے۔ لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائیگا اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا"

چنانچہ قرآن مجید نے بھی ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد اور ماینطق عن الھوی فرما کر حضرت مسیح کی اسی پیشگوئی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یہی وہ عظیم الشان نبی تھا۔ جسکے متعلق توریت و انجیل میں کثرت سے پیشگوئیاں پائی جاتی ہیں۔ اور جسکی آمد کو خداوند کی آمد ظاہر کیا گیا تھا۔ الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ والانجیل

نبوت مسیح موعودؑ

ہم نے آج کی اشاعت میں کسی دوسرے مقام پر جناب میاں صاحب کے ایک مرید کا مضمون بعنوان "نبوت مسیح موعود میں افراط و تفریط" شائع کیا ہے۔ مضمون نویس نے مسئلہ نبوت کے بارے میں حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات کو میاں صاحب کی تحریرات پر مقدم کرنے میں جس جرأت و دلیری سے کام لیا ہے وہ ہر طرح سے قابل تعریف ہے۔ اور ہمیں امید ہے کہ جسطرح انہوں نے میاں صاحب کی تحریرات پر حضرت صاحب کی تحریرات کو ترجیح دی ہے۔ اسی طرح امتی نبی کے مفہوم پر بھی حضرت صاحب کی تحریر کو اپنے خیالات پر مقدم کرینگے۔ اس مضمون سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ مضمون نویس کے خیال میں امتی نبی محدث سے کچھ بڑھکر ہوتا ہے۔ اور کہ وہ ایک ایسا درجہ ہے جو محدثیت اور نبوت کے درمیان بطور برزخ کے ہے۔ اور کہ یہی درجہ حضرت مسیح موعود کا ہے مگر یہ تمام باتیں حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات کے خلاف ہیں۔ حضرت صاحب نے محدث ہی کو امتی نبی قرار دیا ہے۔ اور اس کے وجود کو نبی اور اُمت کے درمیان بطور برزخ کے قرار دیا ہے۔ چنانچہ ازالہ اوہام میں لکھا ہے کہ

"صاحب نبوت تامہ ہرگز امتی نہیں ہوسکتا اور جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے۔ اس کا کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور امتی ہو جانا نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کے رو سے بکلی ممتنع ہے اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے۔ وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ یعنی ہر ایک رسول مطاع اور امام بنانے کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ اس غرض سے نہیں بھیجا جاتا کہ کسی دوسرے کا مطیع اور تابع ہو۔ ہاں محدث جو مرسلین میں سے ہے امتی بھی ہوتا ہے اور ناقص طور پر نبی بھی۔ امتی وہ اس وجہ سے کہ وہ بکلی تابع شریعت رسول اللہ اور مشکوٰۃ رسالت سے فیض پانے والا ہوتا ہے اور نبی اس وجہ سے کہ خدا تعالےٰ نبیوں کا سا معاملہ اس سے کرتا ہے اور محدث کا وجود انبیا اور امم میں بطور برزخ کے اللہ تعالےٰ نے پیدا کیا ہے۔ وہ اگرچہ کامل طور پر امتی ہے مگر ایک وجہ سے نبی بھی ہوتا ہے" (ازالہ اوہام ص ۵۲۹)

پس اس حوالہ سے صاف ظاہر ہے کہ وہ لوگ غلطی کرتے ہیں جو حضرت صاحب کی اس تحریر کے خلاف نبی اور محدث کے درمیان ایک اور مرتبہ بنانا چاہتے ہیں جو سوائے حضرت مسیح موعودؑ کے اور کسی کو نہ پہلے ملا اور نہ بعد میں ملیگا۔ حضرت صاحب صاف طور پر محدث کو نبی اور امت کے درمیان برزخ کے طور پر قرار دیتے ہیں۔ اور صاحب الشریعت کے ماسواسب کو ملہم اور محدث قرار دیتے ہیں چنانچہ تریاق القلوب کے صفحہ ۱۳۰ پر جو یہ عبارت ہے۔

"ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوےٰ کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہوسکتا"

اس پر یہ حاشیہ موجود ہے کہ

"یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالےٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحب الشریعت کے ماسوا جسقدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمۂ الٰہیہ سے سرفراز ہوں اُن کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا"

جس سے صاف ظاہر ہے کہ صاحب الشریعت ہی کو حضرت صاحب نے نبی قرار دیا ہے۔ باقی سب کو ملہم اور محدث قرار دیا ہے جن کے انکار سے کفر لازم نہیں آتا۔ جو اس بات کا ثبوت ہے کہ ان میں سے کوئی بھی نبی نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر صاحب الشریعت کے ماسوا بھی کوئی ملہم اور محدث نبی ہوتا تو اس کے انکار سے کفر لازم آتا جیسا کہ قرآن کریم نبی کے منکروں کے متعلق فرماتا ہے اولٰئک ھم الکافرون حقا

سوامی شردھانند اور پال گھاٹ

سوامی شردھانندجی نے حسب ذیل اعلان شائع کیا ہے:-

"آریوں کی قوم تیار ہو جائے جنوبی ہند کی اچھوت اقوام ہندوؤں کے مظالم کو اب برداشت نہیں کرسکتیں جس دھرم سے وہ پریم رکھتے ہیں وہ خطرہ میں ہے۔ عیسائی مبلغ اپنے لاکھوں روپیہ کے زور کے ساتھ وہاں موجود ہیں۔ مسلمان مولانا لاکھوں روپیہ کے لیے اپیل کر رہے ہیں اور اُن کے علاقہ میں پہنچ رہے ہیں۔ صرف آریہ سماج ہی ہے۔ جو اچھوتوں کو اپنی گود میں لے کر موجودہ حالات کو سنبھال سکتی ہے۔ میں کارکنوں کی جماعت کو ساتھ لے کر اکتوبر کے اخیر میں مالابار جانے والا ہوں۔ یقینی کامیابی کے لئے روپیہ کی بہت ضرورت ہوگی۔ اگر مرتی ہوئی ہندو قوم کو بچانا مطلوب ہے تو نہ صرف ازہوا بلکہ پاڑھیا اور پلایا قوموں کا بھی سدھار کرنا ہوگا۔ میں تمام غریب و امیر ہندوؤں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ دل کھولکر چندہ دیں۔ ..... بعض مسلمان رہنما بھی مالابار میں میرے خلاف طوفان بے تمیزی پیدا کرنے میں متعصب ملاؤں کے ساتھ شامل ہوگئے ہیں۔ اور مجھے نیچا دکھانے کے لئے مہاتما گاندھی کا نام بھی بیچ میں لاتے ہیں۔ تشدد کی پوشیدہ اور ظاہر دھمکیاں دی جارہی ہیں۔ اور میرے برخلاف شرمناک اور فحش لٹریچر اور گندے کارٹون نکالے جارہے ہیں۔ تاکہ میں اچھوت سدھار اور اپنی قوم کے سنگھٹن کا کام چھوڑ دوں۔ لیکن اُن کی یہ تمام شرارتیں مجھ پر بالکل اثر انداز نہیں ہوسکتیں۔ میرے کام کا راستہ صاف ہے۔ جب تک میرے بدن میں جان ہے اور اعضا کام سے جواب نہیں دے دیتے۔ میں مورچہ پر ڈٹا رہونگا۔ کیونکہ میرا عقیدہ ہے۔ کہ اس قدیم آریہ جاتی کے سدھار ہی پر موجودہ مہذب دنیا کی اخلاقی اور مجلسی بہتری کا انحصار ہے"

مسلمان تبلیغی انجمنوں کو چاہیئے کہ اس اعلان کو ذرا آنکھیں کھولکر پڑھیں یہ صرف اعلان ہی اعلان نہیں ہے بلکہ فی الحقیقت اسوقت آریہ سماج جس جوش و خروش کے ساتھ جنوبی ہند کی اچھوت کو اپنے اندر جذب کرنے میں مصروف ہے اس سے یہ امید پڑتی ہے کہ اشاعت اسلام کے لئے اس علاقہ میں بہت سی مشکلات

صلیب پر یسوع کی دعا

اناجیل اربعہ متفقہ طور پر ذکر کرتی ہیں کہ یہودیوں نے یسوع کو گرفتار کرکے تذلیل و تضحیک میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی سر پر کانٹوں کا تاج رکھنا منہ پر طمانچے ملنا، اور تھوکنا اور ٹھٹھے کرنا معمولی باتیں تھیں جو یسوع سے روا رکھی گئیں بالآخر طرح طرح کی ایذا رسانیوں کے بعد یسوع کو صلیب پر چڑھایا گیا جہاں اسے نہایت تکلیف ہوئی بیکسی کی حالت تھی کوئی پرساں حال نہ تھا شاگرد جو وفاداری کے وعدوں کے پل باندھ دیا کرتے تھے سب بھاگ گئے کوئی تو یسوع کے نام پر تین دفعہ لعنت بھیجتا ہے اور کوئی محض تیس روپیہ کی خاطر یسوع کو پکڑوا دیتا ہے۔ آخر یسوع بیچارہ بشر ہی تو تھا اپنی تکالیف مصائب و آرام کے باعث اور صلیب کی کلفتوں کی وجہ سے بمقتضائے بشریت نہایت زور سے چلا اٹھا "ایلی ایلی لما سبقتنی" یعنی اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟ ایک خدا کا آسرا رہ گیا تھا مگر وہ بھی ایلی ایلی لما سبقتنی کی صدا بلند ہونے پر ختم ہوگیا یسوع ہاں وہ یسوع جسکے متعلق متی [۱-۲۳] میں یشعیاہ کے حوالے سے عمانوایل (خدا ہمارے ساتھ) کا عظیم الشان نام انتخاب کیا جاتا ہے صلیب پر بلند آواز سے ایلی ایلی لما سبقتنی کہہ کر گویا اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ خدا اس کے ساتھ نہیں بلکہ خدا جسکے ساتھ ہے وہ عمانوایل کوئی اور ہے۔

پس اس واقعہ سے ایک طرف اگر عمانوایل ہونے سے یسوع کا انکار ثابت ہوتا ہے۔ تو دوسری طرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ یسوع صدق پہ قائم نہ رہا تھا اور وہ صلیبی موت کو خدا سے دوری سمجھتا تھا۔ یسوع کی اس بہت بڑی کمزوری پر پردہ ڈالنے کی غرض سے عیسائی حضرات نئے نئے حیلے تراشا کرتے ہیں جن میں سے ایک کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

کتاب ضربۃ عیسوی کے صفحہ ۱۳۱ میں عیسائیوں کی طرف سے جواب دیتے ہوئے لکھا گیا ہے کہ جیسے کوئی مومن مرتے دم سورہ یٰسین [۳۶] پڑھتا ہے اسی طرح یسوع نے بھی بطور دعا کے خدا کے حضور بائیسواں زبور پڑھنا شروع کیا تھا اور اسی بائیسویں [۲۲] زبور کا مطلع تھا "ایلی ایلی لما سبقتنی" الغرض یہ ایک دعا تھی جو یسوع نے صلیب پر پڑھی تھی یہ یسوع کی نہ کمزوری ہے نہ خدا سے شکوہ شکایت۔ قارئین کرام پہلے تو ہم یہ سمجھتے تھے کہ گھبراہٹ میں یسوع کے منہ سے صرف ایلی ایلی لما سبقتنی ہی نکلا ہے اس کے علاوہ اور کوئی شکوہ شکایت یسوع نے نہیں کی مگر عیسائیوں کے پیش کردہ بائیسویں [۲۲] زبور سے معلوم ہوا کہ یسوع کی چیخ و پکار کی تو کوئی حد ہی نہیں رہی تھی۔ وہاں تو یسوع کی بدحواسی اور حالت کی نزاکت کا وہ نقشہ پیش کیا گیا ہے الامان والحفیظ۔ ایلی ایلی لما سبقتنی تو خواہ مخواہ بدنام ہے یسوع کی حالت تو کہیں اس سے بھی زیادہ بری ہو رہی تھی چنانچہ ملاحظہ ہو دعا۔

"اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑا ہے؟ تو میری رہائی سے اور میرے کراہنے کی باتوں سے کیوں دور رہتا ہے میرے خدا میں دن کو چلاتا ہوں پر تو نہیں سنتا۔ رات کو بھی اور مجھے قرار نہیں۔ مگر تو قدوس ہے تو اسرائیل کی مدح میں سکونت کرنے والا ہے ہمارے باپ دادوں نے تجھ پر توکل کیا اور تو نے انہیں چھڑایا۔ انہوں نے تجھ سے فریاد کی اور رہائی پائی۔ انہوں نے تجھ پر بھروسہ کیا اور شرمندہ نہ ہوئے۔ پر میں کیڑا ہوں نہ انسان۔ آدمیوں کا ننگ ہوں اور قوم کی عار وہ سب جو مجھکو دیکھتے ہیں مجھ سے ہنستے ہیں وہ اپنے ہونٹھ پسارتے ہیں وہ سر ہلا ہلا کر کہتے ہیں کہ اس نے اپنے تئیں خداوند پر چھوڑا ہے۔ وہ اسے بچاوے جس حال کو وہ اس سے راضی ہے تو وہی اسے چھڑا دے۔ بہر حال تو ہی ہے جو مجھے پیٹ سے باہر لایا۔ میری ماں کی چھاتیوں پر بھی تو ہی میرے اعتماد کا باعث ہوا۔ میں پیدا ہوتے ہی تجھ پر پھینکا گیا جب میں اپنی ماں کے پیٹ سے نکلا تب ہی سے تو میرا خدا ہے۔ مجھ سے دور مت رہ کہ تنگی پہنچی چاہتی ہے اور مددگار کوئی نہیں۔ بہت سے بیلوں نے مجھے آگھیرا ہے۔ بسن کے مضبوط بیلوں نے چاروں طرف سے مجھ پر ہجوم کیا۔ وہ مجھ پر پھاڑنے والے اور گونجنے والے شیر کی طرح منہ پسارے ہوئے ہیں۔ میں پانی کی طرح بہا جاتا ہوں اور میرے بند بند الگ ہو چلے ہیں۔ میرا دل موم کی طرح میرے سینہ میں پگھل گیا۔ میری قوت ٹھیکرے کی طرح خشک ہوگئی۔ میری زبان تالو سے لگ جاتی ہے اور تو مجھے موت کی خاک پر بٹھاتا ہے۔ کیونکہ کتے مجھے گھیرتے ہیں بدکاروں کی گروہ میرا احاطہ کرتی ہے۔ وہ میرے ہاتھ اور میرے پاؤں چھیدتے ہیں اپنی سب ہڈیوں کو گن سکتا ہوں۔ وہ مجھے تاکتے ہیں اور گھورتے ہیں۔ وہ میرے کپڑے آپس میں بانٹتے ہیں اور میرے لباس پر قرعہ ڈالتے ہیں۔ پر تو اے خداوند مت دور رہ۔ اے میری توانائی جلد میری مدد کے لئے آ۔ میری جان کو تلوار سے بچا۔ میری وحید کو کتے کے ہاتھ سے ببر کے منہ سے اور بھینسوں کے سینگوں سے مجھے رہائی دے تو نے میری سن کے بچایا ہے۔" زبور [۲۲] تا [۲۱]

یہ تھی وہ دعا جو کہ یسوع نے صلیب پر پڑھی تھی اور اس دعا سے مندرجہ ذیل امور کا انکشاف ہوتا ہے۔

(۱) خدا نے یسوع کو چھوڑ رکھا تھا۔ (۲) خدا یسوع کی رہائی اور کراہنے سے دور رہا۔ (۳) یسوع چلاتا رہا۔ مگر خدا نے نہ سنا۔ (۴) یسوع کے باپ دادوں (یہ باپ دادے کیسے جبکہ یسوع بن باپ تھا ×) نے خدا پر توکل کیا تو خدا نے انہیں چھڑایا اور انہوں نے فریاد کی اور رہائی پائی بھروسہ کیا اور شرمندہ نہ ہوئے۔ مگر یسوع نے توکل بھی کیا اور چھڑایا نہ گیا۔ یسوع نے فریاد بھی کی مگر رہائی نہ پائی یسوع نے بھروسہ بھی کیا مگر دشمنوں کے سامنے شرمندہ ہی ہوا جو کہ اسے زبان حال سے کہہ رہے تھے۔ کیا ملا عرض مدعا کر کے۔ (۵) یسوع بقول خود آدمیوں کا ننگ اور قوم کی عار تھا۔ (۶) یسوع کو خدا ماں کے پیٹ سے باہر لایا اور یسوع تمام انسانوں کی طرح پیدائش سے وفات تک خدا کا محتاج تھا۔ کیونکہ اس نے کہا "میں پیدا ہوتے ہی تجھ پر پھینکا گیا"۔ (۷) یسوع کی تیسری بار شکایت کہ خدا یسوع سے دور ہے۔ (۸) بجائے صبر اور برداشت کے یسوع نے اپنے دکھوں اور تکلیفوں کی فہرست پیش کی کہ میرے بند بند الگ ہوگئے جاتے ہیں میرا دل پگھلا جا رہا ہے۔ میں پانی کی طرح بہا جاتا ہوں میری قوت ٹھیکری کی طرح خشک ہوگئی میری زبان تالو سے لگ گئی۔ ہائے۔ وائے۔ فریاد۔ دہائی۔ (۹) یسوع نے احاطہ تہذیب و اخلاق سے باہر ہو کر اپنے مخالفین کو درندوں اور کتوں سے نہ صرف تشبیہ دی بلکہ صاف صاف لفظوں میں ان کو بیل ببر۔ بھینسے اور کتے کہا۔ (۱۰) یسوع کی چوتھی بار شکایت کہ خدا اس سے دور ہے۔ (۱۱) یسوع کا خدا کو بلا بلا کر مایوس ہو جانا اور پھر اپنی توانائی کو بلانا کہ وہ اس کی مدد کرے۔ اور پھر توانائی کو مخاطب کر کے یہ کہنا کہ "تو نے میری سن کے بچایا" بالکل غلط ہے۔ کیونکہ توانائی تو خود ٹھیکری کی طرح خشک ہو چکی تھی وہ کیا یسوع کو بچا سکتی تھی اور پھر بزبان انجیل ثابت ہے کہ یسوع نہایت دکھ کی حالت میں صلیب پر ہی مرا اور وہ بچایا نہیں گیا ✱

دعا کے بعد چند نصائح درج ہیں کہ "اے یعقوب کی ساری نسل تم اس کی بزرگی کرو سارے اسرائیل کی ساری اولاد اس کا ڈر مانو نہ اس نے دردمند کے درد کی تحقیر نہیں کی۔ نہ اس سے اسے نفرت آئی۔ نہ اس سے اس نے اپنا منہ پھیر لیا بلکہ جب اس نے اس کو پکارا جواب دیا" وغیرہ اس میں شک نہیں کہ دردمندوں کے درد کی خدا نہ تحقیر کرتا ہے نہ ان سے نفرت اور نہ ان سے اپنا منہ پھیرتا ہے بلکہ ان کی پکار کی صدا بلند ہوتے ہی اُجِیبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ کے مطابق جواب دیتا ہے مگر افسوس کہ یسوع کے ساتھ سارا معاملہ ہی برعکس تھا۔ خدا یسوع کو چھوڑ کر کہیں دور چلا گیا تھا کہ یسوع بیچارہ بار بار کہتا تھا اے خدا اے خدا دور مت رہ۔ اے خدا اے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟ اے خدا میں چلاتا ہوں مگر تو سنتا نہیں وغیرہ وغیرہ پس معلوم ہوا کہ نہ یسوع کے درد کی پرواہ کی گئی نہ نفرت کی جگہ اظہار محبت ہوا نہ خدا یسوع کی طرف متوجہ ہوا بلکہ منہ پھیرے ہی رہا اور نہ اسکے واویلا اور فریاد کا اسنے کوئی جواب دیا۔ الغرض پادری صاحبان کا یہ جواب کہ مرتے دم صلیب پر یسوع نے صرف دعا کے طور پر زبور کو پڑھا تھا۔ اور یسوع کو خدا سے کوئی شکوہ نہ تھا بالکل غلط اور سفید جھوٹ ہے۔ زبور کی دعا کو دیکھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ جو بیقراری اور شکوہ شکایت خدا سے اس دعا میں درج ہے اور کسی دعا میں نہیں اور یہ یسوع ہی کے شایان شان تھی کیونکہ فرضی عمانوایل جو تھے۔ ہاں وہ کسی اور ہی عمانوایل کے مقدس لب تھے جن سے باوجود اسکے کہ دشمن سر پہ پہنچ چکے ہیں لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا (خوف نہ کرو خدا ہمارے ساتھ ہے) نکلا تھا۔ اللّٰھم صلّی علی محمدٍ و علٰی آل محمدٍ

× یسوع بن باپ پیدا نہ ہوا تھا۔ بلکہ جیسا کہ اناجیل سے ثابت ہے وہ یوسف نجار کا بیٹا تھا۔ (ایڈیٹر)

✱ یہ بات غلط ہے کہ مسیح صلیب پر مرا۔ اناجیل کے مجموعی بیانات سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسیح صلیب پر چڑھایا ضرور گیا مگر صلیب پر مرا نہیں۔ زبور کی محولہ بالا عبارت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کیونکہ "اے میری توانائی" سے یسوع کی اپنی توانائی مراد نہیں بلکہ اس سے خدا ہی کو مخاطب کیا گیا ہے۔ اور اسکو اپنی توانائی یعنی پشت پناہ قرار دیا ہے آخر کے الفاظ "تو نے میری سن کے بچایا ہے" بھی اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ حضرت مسیح کی دعا قبول ہوئی اور اسکو صلیبی موت سے بچایا گیا انجیل سے بھی یہی بات ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے "اس (مسیح) نے اپنی بشریت کے دنوں میں زور زور سے پکار کر آنسو بہا بہا کر اسی سے دعائیں اور التجائیں کیں جو اسکو موت سے بچا سکتا تھا۔ اور خدا ترسی کے سبب اسکی [illegible]

ہندو دنیا

لالہ لاجپت رائے کا ویدک دھرم سے اخراج

قارئین پیغام صلح کو معلوم ہوگا کہ لالہ لاجپت رائے صاحب کبھی کبھی آریہ اور ہندو دھرم کے متعلق بعض ایسے خیالات کا اظہار کر دیتے ہیں جو سچے ہونے کی وجہ سے ہندوؤں کو ناگوار معلوم ہوتے ہیں۔ حال ہی میں لالہ صاحب نے اپنے ایک تازہ مضمون میں آریہ سماج کو ہندو دھرم کا تباہ کرنے والا بتایا ہے جس پر مہاشہ کرشن مدیر پرتاپ نے ۱۷ اکتوبر کے اخبار میں لالہ جی کے متعلق مندرجہ ذیل فتویٰ صادر کیا ہے

"لالہ جی کئی سال تک آریہ سماجی رہے ہیں۔ آج کل وہ آریہ سماجی نہیں۔ لیکن جس بنا پر وہ آریہ سماجی نہیں رہے عین اسی وجہ سے وہ ہندو بھی نہیں ہو سکتے۔ ان کو ویدوں پر اعتقاد نہیں رہا اور نہ ہی وہ مانتے ہیں کہ خدا کی طرف سے انسان کی رہنمائی کے لئے کوئی الہام ہو سکتا ہے۔ لالہ جی اگر ہندو ہیں تو محض اس لئے کہ وہ ایک ہندو گھرانے میں پیدا ہوئے ورنہ آریہ سماجی اور سناتن دھرمی نقطۂ خیال سے وہ ہندو نہیں کہلا سکتے۔ پچھلے دنوں لائل پور کے ایک سناتن دھرمی اخبار نے لالہ جی کی طرف اشارہ کر کے سوال اٹھایا تھا کہ پنجاب میں ایک ہندو لیڈر ایسا ہے۔ جو مسلمانوں کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھا لیتا ہے۔ اور وہ دیسی کھانا کھا ہی نہیں سکتا۔ پچھلے دنوں کچھ اخبارات کے کرشن نمبر نکلے تھے۔ ان میں لالہ جی کا بھی ایک مختصر مضمون شائع ہوا تھا۔ اس کا پہلا فقرہ یہ تھا۔

"میں کرشن کو ایشور کا اوتار نہیں مانتا"

لالہ جی آریہ سماج کو تو ہندو دھرم کا تباہ کرنے والا جانتے ہیں اس لئے وہ آریہ سماجی نہیں ہو سکتے۔ اور اوتار کے مسئلہ کے قائل نہ ہونے کی وجہ سے وہ سناتن دھرمی بھی نہیں ہیں۔ اس لئے یہ کہنا پڑے گا۔ کہ لالہ جی ایسے ہندو ہیں جو نہ آریہ سماجی ہیں نہ سناتن دھرمی سناتن دھرمی تو وہ ہو نہیں سکتے۔ آریہ سماجی وہ ہونا نہیں چاہتے۔ کیونکہ اس سے ان پر خاص پابندیاں عائد ہوتی ہیں جنہیں ان کی طبیعت گوارا نہیں کرتی۔ ایک موقعہ پر لالہ جی نے اس سچائی کا اظہار کیا تھا۔ کہ ہندو دھرم کی بوسیدہ دیوار اسلام کی زبردست وحدانیت کے گولہ کے سامنے نہ ٹھہر سکے گی۔

آریہ سماج کو ہندو دھرم کا تباہ کرنے والا سمجھنے کے متعلق فقرہ اگر لالہ جی کے قلم سے بیماری کی حالت میں یا نادانستہ طور پر نکل گیا ہے تو قابل معافی ہے۔ ورنہ اس کے خلاف زبردست احتجاج کی ضرورت ہے۔ اور اگر وہ اس پر مصر ہیں تو اس کے بعد لالہ جی کا اور آریہ سماج کا راستہ الگ ہو جاتا ہے۔

لالہ جی کی یہ تازہ چوٹ ناقابل برداشت ہے۔ کیونکہ یہ انہیں آریہ سماج کے خیر خواہوں کے زمرہ سے خارج کر دیتی ہے۔ ان کے یہ الفاظ آریہ سماج کے دشمنوں کے ہاتھ میں ایک ہتھیار کا کام دینگے۔ ڈیڑھ سال پیشتر جب مہاتما گاندھی نے مسلمانوں کو خوش کرنے کے لئے آریہ سماج پر حملہ کیا تھا۔ تو اس وقت لالہ جی نے کسی قدر آریہ سماج کی حمایت کی تھی۔ لیکن آج وہ آریہ سماج کے ساتھ اسی بے انصافی کے مرتکب ہوئے ہیں جس کا الزام وہ مہاتما جی کو دیتے تھے۔ مہاتما جی کا قصور تو نظر انداز کیا جا سکتا تھا۔ کیونکہ ان کا آریہ سماج سے کبھی تعلق نہیں رہا۔ انہوں نے اپنے تئیں کبھی آریہ سماجی نہیں کہا اور نہ ہی آریہ سماج کے اندر رہ کر اسکے حسن و قبح سے واقف ہوئے ہیں لیکن لالہ جی کو ان کا قصور معاف نہیں کیا جا سکتا"

ڈاکٹر مونجے کا اعلان جنگ

صوبہ متوسط کے مشہور کانگرسی ہندو لیڈر ڈاکٹر مونجے نے ناگپور کے ایک ہندو جلسہ میں اپنے ہندو سامعین کو نصیحت فرمائی کہ مسلمانوں کے مقابلے میں تم بھی لاٹھی اور ڈنڈے سے ڈٹ جاؤ اور جب تک لیا نہ کرو گے مسلمان تمہارے حقوق تسلیم نہ کریں گے ڈاکٹر صاحب موصوف کے اس اعلان جنگ سے صاف ظاہر ہے کہ ہندو لیڈر اپنی قوم کو ڈنڈوں اور لاٹھیوں کی جنگ کے لئے تیار کر رہے ہیں تاکہ ان کے ناجائز حقوق اور بے جا مطالبات پورے ہو جائیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مسلمان اس اعلان جنگ کا جواب کس سپرٹ سے دیتے ہیں۔ یاران وطن کے حوصلے بہت بڑھ چکے ہیں۔ جب تک مسلمان ترکی بہ ترکی جواب دینے کے لئے طیار نہ ہونگے یہ ہنومانی پہلوان چین سے نہ بیٹھنے دینگے۔

نبوّتِ مسیحِ موعودؑ میں افراط و تفریط

(میاں صاحب کے ایک مرید کے قلم سے)

مقطع میں آپڑی ہے سخن گسترانہ بات
مقصود اس سے قطع محبت نہیں مجھے

آج یہ مضمون گمنام شایع کیا جاتا ہے اگرچہ یہ میرے اصول کے خلاف ہے مگر محض احمدیوں کو فتنے سے بچانے کے لئے ایسا کیا گیا ہے۔ اگر ضرورت ہوئی تو نام بھی ظاہر کر دیا جائے گا۔ اس مضمون میں مخاطب لاہور اور قادیان دونوں جگہ کے سردار ہیں +

ابھی کل کی بات ہے کہ حضرت مولوی نورالدین صاحب کی لڑکی کا جب انتقال ہوا ہے تو قادیان کے ہیڈ نے لکھا تھا کہ "وہ ایک طرح سے آپ کی ماں تھیں"۔ اور جب میں نے اعتراض کیا تب جمعہ کے خطبے میں وہ غلطی رفع فرمائی گئی۔ اس عرصے میں مجھکو اور احمدیوں سے زبانی گفتگو کرنے کا بھی موقع ملا۔ تو معلوم ہوا کہ وہ دراصل خلیفہ کی زوجہ کو ام المومنین خیال فرماتے ہیں۔ بلکہ بعض کے عقاید میں شرک فی النبوت اس قدر حلول کر گیا ہے کہ وہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو محمد رسول اللہ سے افضل خیال کرتے ہیں۔ اس طرح میرا خیال ہے کہ حضرت مسیح موعود جری اللہ فی حلل الانبیا کی نبوت کا اظہار قادیان میں اس قدر کثرت سے کیا جاتا ہے کہ ؎

اندرون و برون از پس و پیش
در چپ و راست زیر و بالائے

بن جاتا ہے اسی طرح اہل لاہور نبوت کی شان کو پاس بھی آنے نہیں دیتے ہیں وہ تجدید کا گھونٹ لگاتے ہیں +

میں آج چند حوالے حقیقت الوحی سے پیش کرتا ہوں کیا کوئی اہل دل ہے جو میری تسلی کر سکے۔ یہ حکم دیدینا کہ فلاں شخص سے خط و کتابت نہ کی جائے یا فلاں شخص خارج البلد کیا جائے بہت آسان ہے۔ مگر کیا اس سے قلب کی تسلی ہو سکے گی؟

جو شخص صاف صاف "امتی نبی" بن رہا ہو وہ "نبی محض" نہیں بنایا جا سکتا۔ نہ "نبی آخر زمان"۔ اگر الہام میں نبی کا لفظ ہے تو امتی کا بھی جو کہ محض ختم نبوت کے اظہار کے لئے لایا گیا ہے۔ پس اس کا ترک کسی حالت میں جائز نہیں تاکہ مرزا صاحب کی نبوت آنحضرتؐ کی نبوت کا ظل ثابت ہوتی رہے نہ کہ اصل نبوت۔ اور یہ ایک ایسا امر ہے کہ جس کے اظہار کی ضرورت انبیائے ماسبق میں نہیں ہے۔ کیا تحریرات مرزا صاحب میں سے کوئی صاحب اس قسم کا حوالہ دے سکتے ہیں کہ مجھے اٹھتے بیٹھتے نبی کہا کرو۔ حقیقۃ الوحی مطبوعہ ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۵۰ "اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی"۔ (لفظ امتی پر ایک حاشیہ ہے جو حسب ذیل ہے):-

"یاد رہے کہ بہت سے لوگ میرے دعوے میں نبی کا نام سن کر دھوکہ کھاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ گویا میں نے اس نبوت کا دعوٰی کیا ہے جو پہلے زمانوں میں براہ راست نبیوں کو ملی ہے۔ لیکن وہ اس خیال میں غلطی پر ہیں۔ میرا ایسا دعوے نہیں ہے بلکہ خدا تعالٰی کی مصلحت اور حکمت نے آنحضرت صلعم کے افاضہ روحانیہ کا کمال ثابت کرنے کے لئے یہ مرتبہ بخشا ہے کہ آپ کے فیض کی برکت سے مجھے نبوت کے مقام تک پہنچایا۔ اس لئے میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا۔ بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔ اور میری نبوت آنحضرت صلعم کی ظل ہے نہ کہ اصلی نبوت اسی وجہ سے حدیث اور میرے الہام میں جیسا کہ میرا نام نبی رکھا گیا ایسا ہی میرا نام امتی رکھا گیا تا معلوم ہو کہ ہر ایک کمال آنحضرت کے اتباع اور آپ کے ذریعہ ملا ہے"۔ ان حوالوں سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں۔

(۱) آپ صریح طور پر نبی کا خطاب پائے ہوئے تھے (۲) مگر ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔ (۳) یہ نبوت براہ راست نبوت نہ تھی۔ جیسی کہ یوشع یا عیسٰی کو ملی تھی۔ (خیال رہے کہ براہ راست نبوت اور ہے اور تشریعی نبوت اور ہے اور لازم نہیں کہ براہ راست نبوت تشریعی نبوت ہو (اس کا ثبوت کوئی نہیں دیا گیا محض میاں صاحب کی ایجاد کردہ بات ہے براہ راست نبوت اور تشریعی نبوت ایک ہی چیز ہیں) غیر تشریعی نبی مجدد اور محدث سے بڑھکر مرتبہ نہیں کہتے (۴) بلکہ یہ محض مرتبہ تھا جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے طفیل عطا کیا گیا جس کی وجہ سے ہمکو تقریباً کل ادب انبیا کا سا کرنا پڑے گا۔ (۵) آپ صرف نبی نہیں کہلائے جا سکتے۔ (۶) اگر آپ کے الہام میں آپ کا نام نبی ہے تو آپ ہی کے الہام میں آپ کا نام امتی بھی ہے پس ایک لفظ استعمال کیا جائے اور دوسرا نہیں اس کی کوئی معقول وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ ہاں خوش عقیدگی کی بات علیحدہ ہے +

حضرت مسیح موعود نے اپنے امتی نبی ہونے کی حالت کو پھر صفحہ ۳۹۰ پر دہرایا ہے۔ اور پھر لفظ نبی کی توضیح فرمائی ہے۔ اور یہاں پر لفظ نبی کی توضیح جو کچھ کی ہے وہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لغت کے لحاظ سے توضیح کی گئی ہے کیونکہ اس بیان میں بھی اُس نبوت سے انکار ہے جس کا دعوٰے کرنا قرآن نے منع کیا ہے۔ (کل اصل عبارت مہربانی فرما کے ناظرین مضمون پڑھ لیں) +

غرضیکہ ہر دو گروہ نے استدلال پر استدلال کر کے معاملہ کو بد سے بدتر کیا ہے ہیر اندہب حسب ذیل ہے یہ آپ مسیح موعود تھے۔ آپ جری اللہ فی حلل الانبیا تھے۔ آپ نبی تھے مگر ویسے نہیں جیسے کہ آدم سے محمدؐ تک ہوئے یعنی براہ راست نبوت یافتہ۔ آپ ولی اللہ بھی نہ تھے۔ بلکہ یہ وہ برزخ ہے کہ جو در گفتن نمے آید۔ آپ محض "امتی نبی" تھے۔ آپ ظلی بروزی نبی تھے۔ آپ محمدؐ کے غلام تھے۔ ؎

مقام اومبیں از راہ تحقیر
بدورانش رسولاں ناز کردند

میں نے حضرت مسیح موعود کا زمانہ پایا ہے اور کافی زمانہ پایا ہے (چاہے کوئی میری عزت کرے یا نہ کرے) مولوی نورالدین صاحب میرے خاص بزرگ دوستوں میں سے تھے۔ ان دونوں زمانوں میں لفظ "نبوت" اور "خاندان نبوت" کی اس قدر ریتبات نہ تھی۔ بلکہ مفتی محمد صادق کے کمرے میں میں نے یہی اعتراض کیا تھا۔ اور اس وقت موجودہ عرفانی اور ناصر نواب نے برا مانا تھا۔ اور دراصل گالیاں بھی دی تھیں۔ لیکن ؎

من ازاں حسن روز افزوں کہ یوسف داشت دانستم
کہ عشق از پردہ عصمت بروں آرد زلیخا را

اظہارِ حق

(ایک غیر احمدی مسلمان کے قلم سے)

جس طرح رات کی ظلمت اور تیرگی آفتاب عالمتاب کی پہلی ہی شعاع سے کافور ہو جاتی ہے۔ اسی طرح یقینی ہے کہ بدی نیکی کے سامنے ٹھہر نہیں سکتی۔ اور باطل کبھی حق کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یہی حالت محمودی جماعت کی ہے۔ جس کے پیرو سیدھے سادھے مسلمانوں کے متاع عقل و خرد کو لوٹنے کی کوشش میں مصروف رہتے ہیں۔ لیکن ہر فرعونے را موسٰے۔ جہاں یہ گمراہ لوگ دام تزویر بچھاتے ہیں۔ وہاں قوت حق چشم زدن میں نمودار ہوتی ہے۔ اور ان باطل پرستوں کو دام بچھاتے ہی بنتی ہے مقامی جماعت قادیانی نے شملہ میں اپنے گمراہ کن عقیدہ کی نشر و اشاعت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ چنانچہ اہالیان کسمپٹی کو بھی گذشتہ چھ سال سے پھیلانے کی ناکام کوشش کرتے رہے ہیں۔ امسال قرار پایا کہ جماعت احمدیہ کے ہر دو فریق مسلہ ختم نبوت پر تبادلہ خیالات فرمائیں اور کہ لکچر (جو بعد ازاں بحث کا رنگ اختیار کر گئے) صرف قرآن مجید اور حدیث شریف تک ہی محدود ہوں۔ دو تین پے در پے صحبتوں کے بعد جس نتیجہ پر مسلمانان کسمپٹی پہنچے ہیں وہ مندرجہ ذیل سطور کے ذریعہ ظاہر کیا جاتا ہے:-

لکچر یا بحث ایک غیر جانب دار اور بے تعصب غیر احمدی مسلمان کی صدارتوں میں ہوتے رہے۔ فریق قادیانی کے تقریباً سب ارکان موجود ہوتے تھے۔ اور جماعت لاہوری کی جانب سے ایک دو ممبر۔ پہلا لکچر فریق قادیانی کی جانب سے حافظ عبدالسلام صاحب نے فرمایا جس میں ایڑی سے چوٹی تک کا زور یہ ثابت کرنے کے لئے لگایا گیا کہ "خاتم النبیین" سے مراد ایسا نبی ہے جس کی مہر سے آیندہ نبی بنا کرینگے۔ اس کے بالمقابل لکچر جماعت احمدی لاہوری کے ممبر شیخ عبدالعزیز صاحب کا تھا۔ جس میں نہ صرف آپ نے حافظ صاحب کے لکچر کے پرخچے اڑا دیئے بلکہ قرآن شریف اور حدیث سے ثابت کر دیا کہ "خاتم النبیین" سے مراد ختم کرنیوالا آخری نبی ہے۔ اس کے بعد لکچر نے بحث کا رنگ اختیار کیا۔ جو حاضرین کے لئے موجب دلچسپی ہوا۔ پہلی صحبت بغیر کسی ظاہری نتیجہ کے جلدی ختم ہو گئی۔ تاہم صدر صاحب نے اپنا فیصلہ بحق لاہوری جماعت دیدیا تھا۔ کچھ دن بعد پھر ایک مجلس میں مضمون محولہ بالا ہی زیر بحث رہا۔ دس دس پانچ پانچ منٹ کا وقفہ ہر فریق کے بحث کنندہ کو دیا گیا۔ بہت پر جوش بحث کے بعد شیخ عبدالعزیز صاحب حاضرین پر یہ ثابت کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ کہ محمد مصطفٰے احمد مجتبٰے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ اور آپ کے بعد دروازہ بالکل بند ہے۔ شیخ عبدالعزیز صاحب کی پیہم مدلل قاطع۔ اور پر تاثیر تقریر دل کا اثر جو سامعین پر ہوا۔ اس کا اندازہ مندرجہ ذیل رباعی سے (جو ایک صاحب نے فی البدیہہ فرمائی) ہو سکتا ہے۔ ؎

تھے ختم رسل سرور کونین جہاں میں + کوئی بھی نبی بعد نبیؐ ہو نہیں سکتا۔
اس بارہ میں حضرتؐ کا یہ قول ہے فیصل + ہوتے تو عمر ہوتے کوئی ہو نہیں سکتا۔

پیشتر اس کے کہ اس مختصر مضمون کو ختم کیا جاوے۔ چند ایسے واقعات عرض کرنے ضروری معلوم ہوتے ہیں جو حقیقت پر مبنی ہیں۔ حافظ عبدالسلام صاحب نے اجرائے نبوت کے لئے قرآن مجید کی آیت (یا بنی آدم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم ایتی فمن اتقی و اصلح فلا خوف علیہم ولا ہم یحزنون۔ الخ) کا سہارا لیا۔ لیکن شیخ عبدالعزیز صاحب نے چیلنج دیا کہ اگر حافظ صاحب یہ ثابت کر دیں کہ مدعی نبوت نے بھی اس آیت کریمہ کو اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کیا ہے۔ تو وہ علاوہ یکصد روپیہ نقد انعام کے ان کی جماعت میں داخل ہو جاوینگے۔ علاوہ اس کے یہ بھی پیش کیا۔ کہ (۱) بنی آدم میں مسلمانوں کی تخصیص کہاں سے نکلی۔ بلکہ یہودیوں۔ عیسائیوں و دیگر اقوام سب میں نبی آنے چاہئیں۔

(۲) اس آیت کریمہ کے الفاظ سے صاحب پیغام رسولوں کے آنے کا وعدہ دیا گیا ہے۔ کیا ہمارے دوست صاحب پیغام رسول کا آنا مانتے ہیں +

(۳) اما یاتینکم سے ضرور رسول آئیں گے نکلتا ہے۔ تو اما یاتینکم منی ھدی سے ضرور ہدایتیں آتی رہیں گی نکل سکتا ہے۔ تو کیا فریق مخالف قرآن کریم کے بعد نئی ہدایتوں کا آنا بھی مانتا ہے +

(۴) قرآن فرماتا ہے۔ کہ اس میں تضاد نہیں۔ لیکن اپنے دوستوں کے قصے قبول کرنے سے قرآن میں تضاد واقع ہوتا ہے۔ جیسے کہ اس سورت کے آخر محمد رسول صلعم کی رسالت عامہ کا ذکر کیا ہے۔ لہٰذا اختلاف ہوا۔ اس اختلاف کی وجہ کیا ہے +

ہمارے خیال میں جماعت قادیانی قرآن شریف کے معنی او معارف موڑ توڑ کر بیان کرنے میں ید طولےٰ رکھتی ہے۔ اس چیلنج کا کوئی جواب ان سے نہ بن سکا۔ البتہ جماعت مذکورہ کے ایک نوگرفتار جوان صاحب کھسیانے ہو کر شیخ صاحب کا کھسیا نوچنے کو تیار ہو گئے۔ اور آستین چڑھا کر طاقت زبانی پر اتر آئے۔ مگر چند غیر احمدی حضرات کے درمیان آ جانے سے بچاؤ ہو گیا +

حافظ صاحب نے اپنے دعوے میں یہ بیان فرمایا تھا۔ کہ خاتم النبیین سے مراد ایسا نبی ہے۔ جس کی مہر سے نبی ہوا کرینگے۔ شیخ صاحب نے اس کے جواب میں بتایا کہ اگر قادیانی جماعت کے معنی قبول کر لئے جائیں تو پھر بھی ان کا مدعا حاصل نہیں ہوتا خاتم النبیین مضاف مضاف الیہ ہے۔ اور مضاف مضاف الیہ سے غیریت چاہتا ہے۔ لہٰذا نبیوں کی مہر بھی نبی نہ ہوئی۔ جس پر حافظ صاحب نے تردید کرنی چاہی۔ لیکن افسوس کامیاب نہ ہو سکے۔ اور "زید کا کتا" کی مثال پیش کر کے خود ہی نادم ہوئے +

آخر میں ہم شیخ عبدالعزیز صاحب کا شکریہ عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتے انہوں نے جسمانی۔ روحانی اور دماغی تکلیف برداشت کر کے ہمیں گرویدہ احسان کر لیا ہے۔ لیکن ساتھ ہی ہم ان کو مخلصانہ مشورہ دینگے۔ کہ وہ علم مناظرہ میں مہارت حاصل کرنے کے لئے احمدی رسایل کے علاوہ دیگر ادبی کتب کا بھی مطالعہ فرمایا کریں +

امیر اللہ۔ ابو اللج۔ کسمپٹی شملہ

مولانا عصمت اللہ صاحب کا ایک خط

اور

انجمن اسلامیہ ڈلہوزی کا سالانہ جلسہ

نیاز مند جمعیت التنظیم لاہور کے جلسہ سے فارغ ہو کر ۱۳ ستمبر ۲۵ء کو ڈلہوزی پہنچا۔ موٹر اسٹیشن پر ایوم مولوی عبدالوہاب صاحب اور انجمن اسلامیہ ڈلہوزی کی والنٹیر کور پہلے سے موجود تھی۔ خاکسار سب سے پہلے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالٰے بنصرہ العزیز کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر بہرہ اندوز سعادت زیادت ہوا اور پھر اپنے محترم بزرگ جناب ڈاکٹر فیاض احمد صاحب۔ اسسٹنٹ سرجن اور جناب چوہدری ظہور احمد صاحب بی۔ اے کی معیت میں انجمن اسلامیہ ڈلہوزی کے جلسے میں پہنچا۔ اس وقت جلسہ گاہ میں مولانا مولوی غلام محی الدین صاحب قصوری جنرل سکرٹری انجمن حمایت الاسلام لاہور تقریر فرما رہے تھے۔ حاضرین جلسہ آپ کی تقریر سے بہت متاثر معلوم ہوتے تھے اور تقریر بھی نہایت برجستہ و موثر تھی۔ تیسرے پہر خاکسار کی تقریر ہوئی جس کا عنوان اتحاد بین المسلمین تھا۔ دوران تقریر میں علمار کے موجودہ مشغلہ کفر بازی پر بھی روشنی ڈالی گئی۔ اور تناسب کے لحاظ سے کسی قدر آریہ سماج کے معتقدات کو بھی بیان کیا گیا۔ اسی روز پھر رات کو ایک مبسوط تقریر کی

جس میں اسلام اور آریہ سماج کے عقاید و اہیہ پر کافی بحث کی گئی۔ اس تقریر میں مسلمانوں کے علاوہ آریوں نے بھی شمولیت کی تھی +

مجموعی حیثیت سے انجمن اسلامیہ ڈلہوزی کا یہ جلسہ نہایت کامیاب رہا۔ لوگ کثرت سے شامل ہوتے رہے۔ چندہ بھی مقامی حیثیت کے لحاظ سے اچھا ہوا +

مگر جملہ حضار جلسہ کو اس بات کا بے انتہا افسوس رہا کہ ہمارے امیر حضرت مولانا محمد علی صاحب ایم۔ اے ایدہ اللہ بنصرہ العزیز شریک جلسہ نہ ہو سکے۔ اور حاضرین جلسہ کے دل شوق کی سچی پیاس کو اپنی محققانہ اور دلپذیر تقریر کے آب زلال سے نہ بجھا سکے جس کی وجہ صرف حضور کی ناسازی طبع تھی اور بس۔ انجمن اسلامیہ ڈلہوزی کے جلسے کی کامیابی زیادہ تر شیخ فضل الدین صاحب سکرٹری انجمن کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے۔ اور امید ہے کہ ان کی ان تھک کوششوں کی بدولت یہ انجمن اور بھی ترقی کرے گی +

اس کے بعد ایک جلسہ بوہالی میں ہوا۔ اس میں بھی خاکسار کی ایک مبسوط تقریر ہوئی جس میں اس مسئلے پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی کہ اسلام کی کوئی تعلیم ایسی نہیں۔ جو تمدنی ترقی کی مانع ہو۔ اور آریہ مذہب کی تعلیمات زیادہ تر ایسی ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر تمدن کے راستے میں قدم رکھنا ممکن نہیں ان ہی تعلیمات کی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ آریہ دھرم عالمگیر مذہب نہیں۔ اور اسلام عالمگیر مذہب ہے۔ ۱۹ ستمبر ۱۹۲۵ء اور ۲۰ ستمبر ۱۹۲۵ء کو آریہ سماج ڈلہوزی کا سالانہ جلسہ ہوا جس میں پنڈت ست دیو آریہ اپدیشک نے میری تقریروں کے جواب میں ایک نہایت ہی فحش اور بیہودہ و دل آزار تقریر کی۔ میں نے اسی وقت جواب کے لئے وقت مانگا مگر نہ دیا گیا۔ اس لئے انجمن بیلون کے سالانہ جلسہ میں اس بیہودہ تقریر کے جواب میں میں نے ایک مبسوط تقریر کی۔ جس میں ست دیو کے اعتراضات کی کما ینبغی تردید کی گئی۔ ارادہ تو تھا کہ معارضانہ رنگ میں دکھلا دیا جاتا۔ کہ ست دیو نے جتنے اعتراض اسلام پر کئے ہیں۔ وہ اسلام پر وارد نہیں ہوتے۔ بلکہ ویدک تعلیمات پر وارد ہوتے ہیں مگر صاحب اسسٹنٹ کمشنر بہادر کے حکم کی تعمیل نے مجبور کیا۔ ورنہ دکھلا دیتا کہ وید کیا فرماتے ہیں۔ خیر یار زندہ و صحبت باقی +

بندہ محمد عصمت اللہ

مسیح موعود اور اسلام

(۴)

مولوی محمد نذیر صاحب کا دماغ بھی عجیب تضادات کا مجموعہ ہے کیوں نہ ہو آپ مولوی فاضل منشی فاضل اور کیا کچھ نہیں۔ اور سب سے بڑھکر یہ کہ میاں محمود احمد صاحب کے مرید ہیں۔ احادیث میں آیا ہے کہ قرآن آسمان پر چلا جائیگا۔ اور مسیح موعودؑ اسے ثریا سے لائیگا تو اس کا مطلب لوگوں کو یہ بتائیں کہ قرآن کتابی صورت میں تو دنیا میں موجود ہو گا لیکن اس کی روح دنیا میں نہ ہو گی۔ بہت خوب۔ لیکن اگر حضرت مسیح موعود فرمائیں۔

”یہ الزام جو میرے ذمہ لگایا جاتا ہے کہ گویا میں ایسی نبوت کا دعوے کرتا ہوں جس سے مجھے اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا اور جس کے یہ معنے ہیں کہ میں مستقل طور پر اپنے تئیں ایسا نبی سمجھتا ہوں کہ قرآن شریف کی پیروی کی کچھ حاجت نہیں رکھتا اور اپنا علیحدہ کلمہ اور قبلہ بناتا ہوں اور شریعت اسلام کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہوں الخ

اب آیئے قادیانی عقاید پر اس عبارت کو پرکھئے۔ قادیانی عقیدہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے ایسی نبوت کا دعوے کیا ہے۔ جس کے رو سے تمام لوگ جو قرآن کی پیروی کرتے ہیں محمد رسول اللہ کا کلمہ پڑھتے ہیں قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے اور اسی کعبہ کو حج کے لئے جاتے ہیں اور شریعت اسلام کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھتے ہیں اور انہوں نے حضرت مرزا صاحب کی نبوت نہ مانی ہو وہ دایرہ اسلام سے خارج اور کافر ہیں۔ اب کوئی سمجھدار بتائے کہ ایسے مدعی نبوت کا اسلام۔ قرآن شریف۔ کلمہ۔ قبلہ اور شریعت اسلام سے کیا تعلق رہا۔ حقیقت تو یہی ہے جس کی طرف حضرت مسیح موعود بار بار اشارہ فرماتے ہیں اور مولوی صاحب ہیں کہ دوسرے مسلمانوں کی طرح کہتے ہیں کہ کہاں قرآن آسمان پر چلا گیا ہے۔ یعنی اس انتظار میں ہیں کہ قرآن نہ کسی کو زبانی یاد ہو نہ کتابی صورت میں۔ تب وہ حدیث کے الفاظ پورے ہوتے پائینگے۔ اسی طرح مولوی صاحب حضرت صاحب کے الفاظ دیکھنا چاہتے ہیں کہ جہاں ایسا ان کی مرضی کے مطابق لکھا ہو لیکن الفاظ کے روح کی طرف نہ جائینگے۔ مولوی صاحب آپ لوگوں نے حضرت مسیح موعود کی طرف دعوے نبوت منسوب کر کے اسلام کو عملاً منسوخ کر دیا ہے۔ اب اور کس بات کی انتظار میں ہیں کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے والا۔ نماز۔ روزہ حج۔ زکوۃ ادا کرنے والا کافر۔ مسلمان کون ہے؟ جو مرزا صاحب کی نبوت کو مانے۔ اب بتائیں کہ یہ اسلام میں فتنہ ہے یا نہیں۔ یہ آپ لوگوں پر تہمت نہیں بیواتحاد میں ذرا مرد میدان نہیں اور اعلان کریں کہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے والا۔ نماز۔ روزہ حج۔ زکوۃ ادا کرنے والا مسلمان اور دائرہ اسلام کے اندر ہے خواہ وہ مرزا صاحب کو نبی نہ مانے۔ پھر معلوم ہوگا کہ آپ کہاں تک اسلام کے خیر خواہ ہیں۔ ورنہ اسے تہمت۔ قرار دینا جھوٹ بولنا ہے۔ ہم نہیں کہتے کہ آپ کس کے تُنبیل میں گو آپ سے سب بداخلاقیاں بعید نہیں۔ جن کا نمونہ آپ کے مضمون میں جگہ جگہ پایا جاتا ہے +

(منظور الٰہی)

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ بخیر و عافیت ہیں اور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں +

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب واپس ڈلہوزی تشریف لے گئے ہیں +

حضرت ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب کوہ مری سے لاہور تشریف لے آئے ہیں +

جناب خان بہادر میاں غلام رسول صاحب ضلع لاہور ہی میں تحصیل چونیاں کے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس مقرر ہوئے ہیں +

لاہور میں آجکل ملیریا کا بہت زور ہے۔ ہمارے سکول اور تبلیغی کلاس کے بہت سے طلبا بیمار ہیں۔ ان کی صحت کے لئے دعا کی جائے +

چندہ برلن مسجد

معرفت حضرت مولوی صدرالدین صاحب دورہ ضلع فیروزپور

(۱) میاں اکبر خان صاحب رئیس جنڈوالہ ۲۰ (۲) خان صاحب خان محمد صاحب سب انسپکٹر پولیس فاضلکا ۲۰ (۳) شیخ عبدالواحد صاحب سب انسپکٹر پولیس ابوہر ۲۰ (۴) شیخ بشیر احمد صاحب خلف شیخ عبدالواحد صاحب عام (۵) ہمشیرہ بشیر احمد صاحب للعہ (۶) مائی مریم خادمہ شیخ عصم (۷) شاہ محمد صاحب ہیڈ کنسٹبل ابوہر لوسے (۸) عباس علیشاہ صاحب ہیڈ کنسٹبل وسے (۹) محمد محسن صاحب ہیڈ کنسٹبل ابوہر لسے (۱۰) محمد سلطان صاحب مد محرر ابوہر صہ (۱۱) سردار محمد صاحب ہیڈ کنسٹبل ابوہر سے (۱۲) بہادر خان صاحب ہیڈ کنسٹبل ابوہر صہ (۱۳) علی بخش صاحب کنسٹبل پولیس ابوہر عہ (۱۴) میاں غلام محمد صاحب رئیس ابوہر لعہ (۱۵) میاں شمس الدین صاحب ممبر کمیٹی ابوہر سے (۱۶) کاظم حسین صاحب کنسٹبل تھانہ ابوہر صہ (۱۷) میاں شیر محمد صاحب سکھیرہ سکنہ ابوہر ۱۰ (۱۸) میاں عبدالحق و عبدالخالق صاحبان ابوہر ۱۰ (۱۹) سلیم خان صاحب ابوہر ۱۰ (۲۰) مہربان الدین صاحب ابوہر ۱۰ (۲۱) حاجی نور بخش صاحب آنریری مجسٹریٹ و ذیلدار ابوہر ۱۵ (۲۲) میاں عبدالحمید خاں صاحب سکنہ ابوہر ۱۰ (۲۳) میاں نور احمد صاحب آنریری مجسٹریٹ و ذیلدار کندہ والہ ۱۱ (۲۴) میاں عبدالعزیز صاحب نمبردار جنڈوالہ للعہ (۲۵) چوہدری چراغ علی صاحب بی اے ضلعدار حلقہ کیوبن ۲۷ (۲۶) میاں کمال الدین صاحب ذیلدار بلوآنہ ۱۰ (۲۷) میاں جلال الدین صاحب رئیس بلوآنہ ۱۰ (۲۸) شیخ امام الدین صاحب ٹھیکیدار عظیم گڑھ سے (۲۹) میاں دین محمد صاحب رئیس کندہ والہ ۱۰ (۳۰) میاں عبدالرحمٰن صاحب سکھیرہ ۱۰ (۳۱) میاں قطب الدین صاحب سکھیرہ کندہ والہ سے (۳۲) علاؤالدین خان صاحب سکنہ علاقہ فاضلکا عسو (۳۳) سلیمان خان صاحب سکھیرہ سکنہ چنی کھیڑہ ۱۰ (۳۴) میاں فتح محمد صاحب نمبردار بستی جموال لسے (۳۵) میاں الٰہی بخش صاحب بستی جموال عسے (۳۶) میاں الٰہی بخش صاحب بستی جموال عصم (۳۷) میاں کار خان صاحب للعہ میزان السابقہ (۴۰۵۹)

ظہور احمد

سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

برلن مسجد کی تکمیل کیلئے احباب کرام کی خاص توجہ بکار ہے

اگرچہ ہمیں اس بات کا اقرار ہے کہ جہانتک بزرگان سلسلہ اور ہمدردان ملت سے ہو سکا ہے انہوں نے اس خانہ خدا کی تعمیر کرنے کے لئے خوب کوشش کی ہے۔ اور بعض احباب نے طاقت سے بڑھ کر بھی حصہ لیا ہے۔ اگر جرمنی کے حالات میں تغیر نہ آتا تو جمع شدہ روپیہ اس کام کی تکمیل کے لئے کافی تھا مگر جرمنی کی گرانی کے ناگزیر حالات نے اخراجات کو بہت بڑھا دیا جس کی وجہ سے ابھی ایک معقول رقم ٹھیکیدار تعمیر کو ادا کرنی باقی ہے۔ اور اسکے علاوہ کچھ بیرونی جنگلہ اور باغ و پلستر تیار کرنے والا ہے جس کے لئے روپیہ کی اشد۔ اور فوری ضرورت ہے اس وجہ سے باوجودیکہ حضرت مولانا صدرالدین صاحب ایک لمبا عرصہ باہر رہ چکے تھے آپ کو پھر فراہمی روپیہ کیلئے نکلنا پڑا ہے۔ اور آپ شروع ستمبر سے اس کام پر لگ گئے ہیں مگر وہ اکیلے اس بوجھ کو نہیں اٹھا سکتے بلکہ ساری قوم کو چاہیئے کہ وہ ان کے بوجھ کو اپنی امداد سے ہلکا کریں۔ اور یہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ جن جن احباب کے پاس اسوقت برلن مسجد کی کاپیاں موجود ہیں وہ مہربانی فرما کر اپنی اپنی کاپیوں کی رقم فراہم کر کے جلد بھیجوا دیں۔ اور باقی احباب جن کے پاس کاپیاں نہیں وہ ایک کارڈ لکھ کر اس غرض کیلئے دفتر سے رسید بکیں منگوا لیں اب موسم بھی اچھا ہو گیا ہے امید ہے کہ سب احباب کی یکدم اور فرداً فرداً توجہ سے انجمن جلد اس کام سے فارغ ہو جائیگی

خاکسار۔ ظہور احمد۔

سکریٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ لاہور

انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسہ کی تاریخوں میں تبدیلی

انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسہ کا انعقاد ۱۶ تا ۱۸ اکتوبر ۱۹۲۵ء قرار پایا تھا جس کے لئے ہر قسم کی تیاری مکمل ہو چکی تھی۔ اور بفضل خدا ہر طرف سے بہت حوصلا افزا وعدوں کی اطلاعات وصول ہو رہی تھیں اور اکابران قوم جمہور ملت اور طلبائے کالج و سکول کی طرف سے وصولی چندہ کا کام شروع ہو چکا تھا انگریزی و اردو میں اعلےٰ سے اعلےٰ پایہ کے خطیب اور دو بہترین ناظم کمال مہربانی سے شرکت جلسہ اور اظہار خیالات کے وعدے فرما چکے تھے لیکن بدقسمتی سے شہر لاہور میں بیماری کی ابھی کثرت ہے اور اس کے علاوہ مسلمانوں میں مسئلہ حجاز کے متعلق اس قدر ہیجان پیدا ہو رہا ہے کہ انجمن حمایت اسلام سی جماعت کیلئے جو ہمیشہ جمیع مسلمانان پنجاب کی مشترک انجمن رہی ہو اور جس میں ہر رنگ اور ہر خیال کے مسلمان ہمیشہ حصہ لیتے رہے ہوں اور جو اس وقت بھی اپنے تئیں اس باہمی اختلاف سے الگ تھلگ رکھنا چاہتی ہے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ اپنے سالانہ جلسہ کو ایک آدھ ماہ کیلئے ملتوی کر دے اور خدا سے دعا کرے کہ یہ وجہ اختلافات دور ہو جنسے اور مسلمان ایک ہو کر دوش بدوش کھڑے ہو کر مذہب و ملت کی خدمت میں مصروف ہو سکیں

اس دفعہ کے سالانہ جلسہ کا امتیاز خصوصی جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے دارالمبلغین یعنی اشاعت اسلام کالج کا قیام اسلامیہ کالج کے شعبہ سائنس کی تقویت اور مسلمانوں میں صحت جسمانی کا مزید شوق پیدا کرنے کی غرض سے مختلف کھیلوں کی نمائش ہے جمیع مسلمانان پنجاب کی خدمت میں گذارش کہ جہاں جلسہ سالانہ کی امداد کا کام شروع ہے وہ بیش از بیش تندہی سے شروع رہنا چاہیئے اور جہاں ابھی شروع ہونیوالا تھا وہ بہت جلد شروع ہو جانا چاہیئے +

خاکساران

مولوی محمد فضل الدین سنیئر وائس پریزیڈنٹ	(نواب صاحب) عبدالعزیز (مولوی) غلام محی الدین خان	سکرٹریان

تازہ خبریں

روس اپنے جنگی بیڑے کو نئے سرے سے ترتیب دینا چاہتا ہے اور چونکہ پرانے جہاز ناکارہ ثابت ہو رہے ہیں۔ اس لئے جدید ترین طرز کے جنگی جہاز تیار کروائے جائیں گے اس غرض کے لئے ایم زاف جو روسی محکمہ بحری کا افسر اعلےٰ ہے ماسکو جا رہا ہے۔ نیز ریاستہائے بالٹک کے برطانوی نگرانی میں بحری قوت کے بڑھانے سے بھی ہوشیاری اور بیداری کی ضرورت پیدا ہو گئی ہے +

سلطان نجد نے تمام اسلامی حکومتوں اور امرائے مسلمین کو دعوت دی ہے کہ وہ اپنے معتبر اور معتمد علیہ نمایندوں کے وفد حجاز روانہ کریں تاکہ وہ خود میدان کارزار کا معاینہ کر کے نجدی افواج کا طرز عمل اور آثار مقدسہ کے ساتھ ان کا احترام دیکھ لیں۔ اس مضمون کے تار ایران۔ افغانستان۔ مصر اور تمام دوسری آزاد اور نیم آزاد اسلامی حکومتوں کو بھیجے گئے ہیں اور درخواست کی ہے کہ ان کے وفود ایسے لوگوں سے مرکب نہ ہوں جو شخصی اغراض اور نفسانی خواہشات سے مغلوب ہو جانیوالے ہوں +

کچھ عرصہ قبل یہ خبر اڑی تھی کہ فرانس دروزیوں کے خلاف زہریلی گیس استعمال کر رہا ہے۔ اب معتبر ذرایع سے اس کی تصدیق ہو گئی ہے۔ اور اس کے متعلق فلسطین کی لجنہ تنفیذیہ کے سکرٹری سید جمال حسین نے حسب ذیل تار مجلس اقوام کو دیا ہے :-

بیت المقدس ۵ ستمبر۔ فرانسیسی فوجوں نے ان سرفروش شامیوں کے خلاف زہریلی گیسوں کا استعمال شروع کر دیا ہے جو محض اپنی آزادی کے لئے جنگ کر رہے ہیں حکومت فرانس نے اپنی فوجوں کے ان ظالمانہ افعال کو چھپانے کے لئے صحیح خبروں کی اشاعت کے تمام ذرایع مسدود کر دیئے ہیں۔ لجنہ تنفیذیہ جمعیت اقوام سے درخواست کرتی ہے کہ ان حرکات کو روکنے کے لئے مداخلت کرے جن کے ناپاک اور وحشیانہ ہونے پر تمام دنیا متفق ہے (الشوریٰ)

فاس کا ایک تازہ برقی پیغام مظہر ہے کہ ریفیوں نے دو فرانسیسی ہوابازوں کو مجبور کر دیا کہ زمین پر اتریں مگر انہوں نے اپنے آپ کو ریفیوں کے حوالہ کرنے سے انکار کیا اور لڑتے ہوئے جان دی +

چونکہ ابن سعود عنقریب جدہ کا دوبارہ محاصرہ کرنے والے ہیں۔ اس لئے انہوں نے قناصل دول کو جدہ خالی کرنے کے لئے چودہ دن کا الٹی میٹم دیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ابن سعود نے حجاز کو شریفی خاندان کے بقیہ اثر و اقتدار سے پاک کرنے کا تہیہ کر لیا ہے +

امان افغان لکھتا ہے کہ نہایت معتبر اطلاعات اور موثق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ ریوٹر ایجنسی کی یہ خبر کہ وہابیوں نے مدینہ منورہ اور مسجد نبوی پر گولہ باری کی ہے'' ایک بے بنیاد افواہ ہے جسکی کوئی اصلیت اور حقیقت نہیں +

شملہ۔ ۵۔ اکتوبر۔ لکھنؤ کے مولانا عبدالباری صاحب نے اپنے سکرٹری کی معرفت اس بیان سے انکار کیا ہے جو کانپور سے نکلا تھا کہ وہ حکومت ہند سے معاملہ حجاز کے متعلق کچھ گفت و شنید کر رہے ہیں +

ایک اطلاع مظہر ہے کہ مولانا عبدالباری کے ساتھ مولانا حسرت موہانی اور سید حبیب بھی حجاز جا رہے ہیں +

ملک و ملکہ بلجیم شملہ پہنچ گئے ہیں سٹیشن پر آپ کا شاندار استقبال کیا گیا +

ضلع جالندھر میں ۱۰ و ۱۱۔ اکتوبر کو دودھوا کانفرنس کا اجلاس ہوگا۔ سوامی شردھانند صدر ہوں گے +

پشاور کے ایک نامہ نگار نے سیاست مورخہ ۲۵ ستمبر ۲۵ء میں ایک مضمون کے دوران میں لکھا ہے کہ ''مولوی ظفر علی خان کے قتل مرتد کے مضامین ایک لائق وہابی عالم غلام رسول صاحب کے علم و تحقیق و تلاش ہی کا نتیجہ تھا'' +

مجلس خلافت مرکزیہ بمبئی نے چھ اشخاص کا ایک وفد حجاز بھیجنے کا ارادہ کیا ہے۔ جس کے رئیس مولانا سید سلیمان ندوی ہونگے +

سوڈان کا ایک تار مظہر ہے کہ نجدیوں نے مدینہ منورہ پر قبضہ کر لیا ہے عساکر نجد کا داخلہ بالکل پر امن تھا۔ کوئی گولہ باری نہیں ہوئی اور نہ کسی عمارت کو نقصان پہنچا۔ نجدی افواج مدینہ منورہ سے لیکر تبوک تک حجاز ریلوے پر قابض ہو گئی ہیں +

وائسرائے ہند نے اس بات کی منظوری دیدی ہے کہ راجہ سر ہری سنگھ کو کشمیر کی گدی پر بٹھایا جائے +

جبلپور میں اسلام کی تبلیغ زور و شور سے کی جا رہی ہے۔ ۲۵ اچھوت مسلمان ہو چکے ہیں +

بیروت ۶۔ اکتوبر۔ حماد بک الرش نے جو سرداران دروزیں سے ایک معزز سردار ہیں بغیر کسی شرط کے اپنے آپکو جنرل گیلیان کے حوالہ کر دیا ہے +

جریدہ جمہوریت ترکی نہایت زور سے اس امر کا اظہار کرتا ہے کہ آیندہ سال تمام سفارتخانے آستانہ سے انقرہ کو منتقل ہو جائیں گے اور جدید دار الحکومت میں اسکے لئے ہر قسم کی ضروریات مہیا ہیں +

وزارت زراعت ترکیہ نے طے کیا ہے کہ ایک وفد ترکی طلبار کا اس غرض سے مصر روانہ کیا جائے کہ وہ مصر میں پہنچکر اپنی تعلیم پوری کرے اور عملی طریقہ پر کپاس وغیرہ کی کاشت کی مشق کرے +

امرتسر، ۸ اکتوبر۔ شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی نے اپنے اپنا اجلاس ختم کر دیا ہے۔ قانون گوردوارہ کو منظور کرنے کے متعلق جو تجویز تھی وہ ایک مہینہ کے لئے ملتوی کر دی گئی ہے۔ سردار منگل سنگھ اور بعض دوسرے انتہا پسند لیڈروں کی تجویز سے سردار امر سنگھ جھبل نے یہ اعلان کیا ہے کہ وہ اس قانون سے اتفاق نہیں کر سکتے اور گورنمنٹ سے صلح کرنا ان کے لئے دشوار ہے +

فیض ۶۔ اکتوبر۔ فرانسیسی افواج باستاروں سے تیتقی کر کے اجبل تقارن جو کنان سے ۱۳ میل کے فاصلہ پر شمال میں واقع ہے پہنچ گئی ہیں +

پیرس ۷۔ اکتوبر۔ طنجہ کا ایک پیام مظہر ہے کہ غازی محمد بن عبدالکریم نے اپنے وزیر خارجہ حامد زرقان کو اس الزام میں کہ اس نے ریفی مقاصد سے غداری کی ہے توپ کے گولے سے اڑا دیا ہے۔ قبایل کے چند دیگر سردار بھی قتل کر دیئے گئے ہیں۔ (ہمارے خیال میں یہ دشمنوں کی اڑائی ہوئی خبر ہے۔ پیغام صلح)

فیض ۔ ۷ اکتوبر۔ بارش کے باعث جنگی کارروائیوں میں تاخیر پیدا ہو رہی ہے۔ لیکن فرانسیسی رسالے کی امداد سے جبل ندور در جبل برارت پر پہنچ گئے ہیں +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
اندرین دین آمدہ از مادریم
ہم برین از دار دنیا بگذریم
آن کتاب حق کہ قرآن نام او ست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
آن رسولے کش محمد ہست نام
دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او با شیر شد اندر بدن
جان شد و با جان بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست
زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ مارا وحی و ایمائے بود
آن نہ از خود از ہمان جائے بود

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما از و یابیم ہر نور و کمال
وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ما ست
ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک و ز خبرہائے معاد
ہر چہ گفت آن مرسل رب العباد
آن ہمہ از حضرت احدیت است
منکر آن مستحق لعنت است
معجزات و ہمہ حق اندر رواست
منکر آن ہمچو یمین خدا است
معجزات انبیائے سابقین
آنچہ در قرآن بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست
ہر کہ انکارے کند از شقیاست
یک قدم دوری ازان روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

اخبار

پیغام صلح

لاہور

ہفتہ میں دو بار: یک شنبہ و چہار شنبہ کو شائع ہوتا ہے

قیمت سالانہ ۵ششماہی ۳ سہ ماہی ۲

طلباء سے سالانہ ۳

جلد ۱۳ | مدینۃ المسیح لاہور یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۲۶ ربیع الاول ۱۳۴۴ھ ہجری مطابق ۱۴ اکتوبر ۱۹۲۵ء عیسوی | نمبر ۹۶

”الفضل“ کی الٹی چالیں

کچھ عرصہ ہوا بنگال کے مشہور لیڈر دیش بندھو داس کی وفات پر معاصر ”لائیٹ“ نے اپنے ایک مقالہ افتتاحیہ میں صاحب موصوف کے اخلاق فاضلہ اور ہمدردی بنی نوع انسان کا ذکر کرتے ہوئے لکھا تھا کہ گو ظاہر الحاظ سے وہ ایک ہندو تھے لیکن اس میں شک نہیں کہ ان کے اخلاق و اعمال بہت حد تک اسلامی تعلیمات کے مطابق تھے۔ اور اس طرح گو وہ انسانوں کی نظر میں مسلمان نہ ہوں، مگر خدا کی نظر میں یقیناً ایسی شخصیت کے مالک تھے جو اعلےٰ اسلامی صفات سے متصف تھی۔ چنانچہ معاصر مذکور نے ان کی اسلامی صفات کا ذکر ان الفاظ میں کیا تھا:-

”جس طرح خوبیٔ قسمت نے مسٹر داس کو مالدار بنایا تھا اسی طرح آپکا دل غربا کی محبت سے لبریز تھا۔ غریب طلباء۔ بدنصیب بیوائیں۔ بے یار و مددگار یتیم ہندو ہوں یا مسلمان جو بھی ان کے پاس اپنی داستان درد لیکر گیا۔ اس کی انہوں نے دلداری کی غریبوں پیاں کے نفقت کرنے کی بے شمار حکایتیں بنگال میں رائج ہیں۔ اگر یہ سچ ہے کہ قرآن کریم کے رو سے مذہب کی اصل روح یتیاسے کی مدد کرنے اور مفلسوں کی پرورش کرنے ہی میں ہے اور نمازیں جو اس قسم کے اعلےٰ جذبات سے خالی ہوں سوائے مذہب کے ساتھ تمسخر کرنے کے کچھ نہیں تو ہماری دلی خواہش یقیناً یہ ہے کہ بجائے خشک ظاہر پرست ملانوں کے مسلمانوں میں کثرت سے ایسے لوگ دیکھیں جو دیش بندھو کے جذبۂ ہمدردی بنی نوع انسان سے متصف ہوں“

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ اخبار مذکور کے لائق ایڈیٹر کا منشا اس تحریر سے صرف اس قدر تھا کہ مسٹر داس بہت کچھ اسلامی صفات سے متصف تھے۔ ورنہ اس تحریر میں وہ اسلام کی تعریف نہیں کر رہے تھے مگر ہمارے قادیانی معاصر نے اپنی دیرینہ عادت کے مطابق تحریف سے کام لیکر اس مضمون کو یوں پیش کیا ہے کہ لائٹ نے لکھا ہے کہ

”مسٹر داس ان عام مسلمانوں کی نگاہوں میں مسلمان نہ ہوں خدا کی نگاہ میں ضرور وہ مسلمان تھے“

ہم معاصر مذکور کو چیلنج دیتے ہیں کہ تمام مضمون سے کوئی اس قسم کا فقرہ نکال کر دکھائے۔ اصل انگریزی الفاظ جنہیں الفضل نے اپنی دست درازی کا تختۂ مشق بنا کر توڑ کر پیش کیا ہے یہ ہیں کہ خدا کی نگاہ میں داس muslim like personality کے مالک تھے

مگر اب قادیان کی یہ فطرت ثانیہ ہو چکی ہے کہ مجاز کو حقیقت بنا کر رہے کیا الفاظ Muslim-like اور Muslim (یعنے مسلم اور مسلم جیسا) میں الفضل کو کوئی فرق دکھائی نہیں دیتا ہم معاصر مذکور کی اس قسم کی تحریف کو اس کے زبان انگریزی سے کما حقہٗ واقف نہ ہونے پر محمول کرتے جیسے خود ہمارے پیشرو ایڈیٹر پیغام صلح کو اسی وجہ سے اس بارے میں غلط فہمی ہوئی مگر چونکہ الفضل باوجود اس کے کہ اصل الفاظ اس کے پاس دوبارہ سہ بارہ غور کرنے کے لئے موجود ہیں اس بات پر مصر ہے کہ کسی نہ کسی طرح لائٹ کے متعلق یہی غلط خیال دلوں میں راسخ کر دیا جائے اور بار بار مطالبہ کرتا رہتا ہے کہ اڈیٹر کو جماعت سے خارج کیا جائے اس لئے ہم اس نتیجہ پر پہنچنے کے لئے مجبور ہیں کہ دیدہ و دانستہ تحریف ہے اور اس عالمگیر بیماری کا نتیجہ ہے جو قادیان کو ایک مدت سے لاحق ہے یعنے مجاز کو حقیقت بنانا۔ اور صرف اسی دماغی کیفیت سے یہ توقع ہو سکتی ہے کہ مندرجہ بالا مضمون سے یہ نتیجہ نکالے جو الفضل نے بدیں الفاظ نکالا ہے:-

”اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ غیر مبایعین کے نزدیک ایک شخص خدا تعالےٰ کو ان صفات سے متصف نہ ملنتے ہوئے جو قرآن کریم میں بیان ہوئی ہیں اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا اقرار نہ کرتے ہوئے اور قرآن کریم کو خدا تعالےٰ کا کلام نہ تسلیم کرتے ہوئے بھی مسلمان ہو سکتا ہے“

اور پھر آگے چلکر حضرت امیر ایدہ اللہ سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ:-

”اگر مولوی محمد علی صاحب امیر غیر مبایعین ”لائیٹ“ کے اس خیال کو خلاف اسلام سمجھتے ہیں تو اس کے متعلق اعلان کر دیں اور ایڈیٹر صاحب لائٹ کو یا تو اس خیال سے رجوع کرائیں یا اپنے گروہ سے علیحدہ کرنے کا اعلان کریں“

اس مطالبہ کا ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ آپ کی سمجھ کا قصور ہے جو مجاز کو حقیقت پر محمول کرنیکی عادی ہو چکی ہے ورنہ ایڈیٹر لائیٹ کے مسٹر دیش بندھو داس کو خدا کی نظر میں مسلم جیسا کہنے کا جو مطلب ہے وہ ان کی تحریر سے ظاہر ہے +

باقی رہا آپ کا یہ مطالبہ کہ یا تو ایڈیٹر لائٹ کو اس خیال سے رجوع کرائیں یا جماعت سے علیحدہ کر دیں۔ سو اس کے جواب میں عرض ہے کہ ہمارے اور ایڈیٹر لائیٹ کے عقاید میں کوئی فرق نہیں۔ ہمارا مسلک تو یہی ہے کہ جو شخص اصولی طور پر ہم سے اختلاف رکھتا ہو۔ اس کو جماعت میں نہ رکھا جائے۔ مگر افسوس ہے کہ آپ جس بات کا مطالبہ ہم سے کرتے ہیں اس کو خود اپنی جماعت میں رائج نہیں کرتے۔ آپ کی جماعت میں وہ لوگ بھی ہیں جو حضرت مرزا صاحب کو نبی نہیں سمجھتے۔ اور وہ بھی ہیں جو کفر و اسلام کے مسئلہ میں اپنے خلیفہ سے اختلاف رکھتے ہیں۔ پہلے تو یہ تھا کہ پہلے آپ اپنے خلیفہ صاحب سے مطالبہ کرتے کہ اس قسم کی معجون مرکب جماعت نہ بنایئے بلکہ ان تمام لوگوں کو جو آپ کے عقاید سے اختلاف رکھتے ہیں۔ جماعت سے خارج کرنے کا اعلان کر دیں مگر ان کا تو یہ حال ہے کہ وہ اختلاف عقاید رکھتے ہوئے بھی بیعت لے لینے اور اپنی جماعت میں شامل کر لینے سے گریز نہیں کرتے۔ اگر آپ کے خلیفہ صاحب اس اصول پر عمل کریں تو آپ کی کثرت تعداد کی جسکے دن رات آپ گیت گایا کرتے ہیں ساری قلعی کھل جائے

اگر آپ کے خیال میں اختلاف عقیدہ کی بنا پر جماعت سے خارج کرنا ضروری ہے تو ہم جناب میاں صاحب سے یہ عرض کرینگے کہ سب سے پہلے وہ الفضل کے ایڈیٹر کو جماعت سے خارج کرے جو اپنے پیر کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے۔ آپ کے پیر کا تو یہ ارشاد ہے کہ

”ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں“

انوار خلافت صفحہ ۹۰

اور

”ہر ایک شخص جو موسٰی کو مانتا ہے مگر عیسٰی کو نہیں مانتا یا عیسٰی کو مانتا ہے مگر محمد کو نہیں مانتا یا محمدؐ کو مانتا ہے مگر مسیح موعود کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر بلکہ دائرہ اسلام سے خارج ہے“ کلمۃ الفضل صفحہ ۱۱۰

مگر آپ ہیں کہ نہایت دیدہ دلیری سے فرماتے ہیں کہ

”مولوی صاحب (حضرت امیر) نے ہمارے متعلق یہ بالکل غلط فرمایا ہے کہ ہم چالیس کروڑ مسلمانوں کو کافر قرار دیتے ہیں ہم کسی ایک مسلمان کو بھی کافر کہنا ناجائز سمجھتے ہیں چہ جائیکہ کروڑوں کو کافر کہیں“ (الفضل مورخہ ۸ اکتوبر ۱۹۲۵ء)

پہلے اپنے پیر کی عبارات پڑھیں اور پھر اس کا مقابلہ اپنی اس تحریر سے کریں۔ پھر آپ کو نظر آ جائیگا۔

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

کیا ہم امید رکھیں کہ الفضل کے آئیندہ پرچہ میں ایڈیٹر الفضل کو جماعت سے خارج کرنے کا اعلان شایع ہو جائیگا +

آج کی اشاعت میں ہم نے کسی دوسرے مقام پر مولانا محمد یعقوب خانصاحب ایڈیٹر لائٹ کا ایک مضمون بعنوان ”میاں اور مسٹر ہوبی نس ایک ہی کشتی میں“ شائع کیا ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ایڈیٹر الفضل کا پیر اور ایڈیٹر لائٹ ایک ہی کشتی میں سوار ہیں +

مسیحی کلیسیا سے چند سوالات

ہمنے اناجیل کا بغور مطالعہ کیا ہے جس سے ہمیں چند ایک شکوک پیدا ہوئے ہیں جنکو ہم رفع کرنا چاہتے ہیں اسلئے ہم تمام عیسائی دنیا سے عموماً اور ایڈیٹر نور افشاں اور پادری عبد الحق صاحب سے خصوصاً درخواست کرتے ہیں کہ وہ ان شکوک کو رفع کرنیکی کوشش کریں شکوک سوالات کی صورت میں حسب ذیل ہیں:-

(۱) انجیل یوحنا کی پہلی آیت ”ابتدا میں کلام تھا اور کلام خدا کیساتھ تھا اور کلام خدا تھا“ کی تفسیر ابتدائی مسایخ کلیسا نے کیا کی ہے؟

(۲) متی اور لوقا کی انجیلوں میں حضرت یسوع م کا جو نسب نامہ دیا گیا ہے اسمیں کیا تطابق ہے؟

(۳) انجیل متی کے پندرھویں باب کی چوبیسویں آیت ”اس (مسیح) نے جواب میں کہا کہ میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کی طرف نہیں بھیجا گیا“ اور مرقس کے آخری باب کی پندرھویں آیت ”اور اس (مسیح) نے ان سے کہا کہ تم تمام دنیا میں جاکر ساری خلق کے سامنے انجیل کی منادی کرو“ میں تضاد ہے۔ ان دونوں آیتوں میں تطبیق کیونکر کی جا سکتی ہے؟

(۴) اقانیم ثلاثہ میں جزو مشترک تو الوہیت ہے جزو غیر مشترک کیا ہے؟

(۵) [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۳ ۔ ۲۵ ربیع الاول سنہ ۱۳۴۴ نمبر ۹۶

ہندو سنگھٹن اپنے اصل روپ میں

ہندو مسلم فسادات

اگر کوئی قوم ہمسایہ اقوام کے حقوق کو نگہداشت رکھتے ہوئے اپنی اصلاح کے لئے کوشش کرے اور اپنے منتشر افراد میں اتحاد و یگانگت پیدا کرے اور ان کی روحانی اور جسمانی ترقی کے لئے سرگرم عمل ہو تو ہمارے خیال میں یہ کچھ معیوب بات نہیں اور نہ کسی دوسری قوم کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اس قسم کی اصلاحات پر اعتراض کرے مگر جب ایک قوم اپنے منتشر اجزا کو اس لئے اکٹھا کر رہی ہو کہ اپنی منظم و متفقہ کوشش سے دوسری قوم کو نقصان پہنچائے تو پھر اس قوم کے اس رویہ پر جس قدر بھی اظہار نفرت کیا جائے وہ کم ہے۔ یہی حال ہمارے برادران وطن کی سنگھٹن کا ہے گو شروع شروع میں اس بات کا پتہ لگانا ذرا مشکل تھا کہ اس تحریک کا اصل مقصد کیا ہے کیونکہ ابتدا سے لیکر آج تک ہندو لیڈروں کی طرف سے یہی ظاہر کیا جاتا رہا ہے کہ اس نئی تحریک کی غرض و غایت صرف ہندو قوم کی اندرونی اصلاح و تنظیم ہے کسی ہمسایہ قوم کو نقصان پہنچانا مقصود نہیں ہے مگر اب واقعات نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ محض ملمع سازی تھی۔ ہندو سنگھٹن کا اصل مقصد ہندو قوم کو مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے تیار کرنا اور انکو نقصان پہنچانا تھا +

ہم نے شروع ہی میں اس تحریک کو تشویش و شبہ کی نگاہ سے دیکھا تھا۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ ہندو مہاسبھا کا جو خفیہ اجلاس بنارس میں منعقد ہوا تھا اس میں مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کے لئے جو منصوبے گانٹھے گئے تھے۔ ان کے تفصیلی حالات ہمیں ایک موثق ذریعہ سے معلوم ہو گئے تھے۔ شدھی کی تحریک کو ہندوستان کے طول و عرض میں وسعت دینا اچھوت اقوام کو ہندو مذہب میں جذب کر کے اشاعت اسلام کا راستہ ان کے درمیان بند کرنا اور ہندو قوم کو سنگھٹن کی تحریک کے ذریعہ مضبوط کر کے مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے تیار کرنا اور قوم کے اس اتحاد کے ذریعہ مسلمانوں کو کمزور کرنا اور ہر ممکن طریقہ سے نقصان پہنچانا یہ سب باتیں اسی خفیہ اجلاس میں طے ہوئی تھیں۔ چنانچہ اس اجلاس کے بعد جس سرعت کے ساتھ شدھی اور سنگھٹن کی تحریکات نے ترقی کی اس سے صاف ظاہر ہے کہ فی الحقیقت یہ تحریکات برادران وطن کی کسی خفیہ اور منظم سازش کا نتیجہ ہیں +

سوائے چند مستثنیات کے تمام کے تمام ہندو لیڈر اور ہندو اخبارات نے یہ وطیرہ اختیار کر رکھا ہے کہ اپنی شر انگیز تقاریر و تحریرات کے ذریعہ ہندوؤں کے جذبات کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتے رہتے ہیں۔ ان ناعاقبت اندیشوں کی اسی شر بیانی کا نتیجہ ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان دشمنی و عداوت کی ایک وسیع خلیج حائل ہو گئی ہے۔ اور ملک کی سیاسی فضا ایسی غبار آلود ہو گئی ہے کہ ایک عرصہ تک مطلع صاف ہوتا نظر نہیں آتا۔ گو بعض سنگھٹنی لیڈر ابھی تک نفاق سے کام لے رہے ہیں اور بظاہر اس بات کا اعلان کر رہے ہیں کہ سنگھٹن کا اصل مقصود ہندوؤں کی داخلی اصلاح ہے۔ مگر ان کے اشتعال انگیز رویہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سنگھٹن کا اصل مطمح نظر کچھ اور ہے۔ ہم نے کسی گذشتہ اشاعت میں صوبہ متوسط کے مشہور قوم پرست لیڈر ڈاکٹر مونجے کی اس تقریر کا خلاصہ شائع کیا تھا جس میں انہوں نے ہندوؤں کو یہ ہدایت کی ہے کہ وہ مسلمانوں کے خلاف ڈنڈے بازی سے کام لیں کیونکہ یہ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے۔ یہی حضرت ہیں جو اردی ضلع واردھا کے ان ہندوؤں کی ستیہ گرہ میں قیادت کرنے کے لئے گئے تھے جن کو مسجدوں کے سامنے باجہ بجانے پر اصرار تھا اور جو بطور احتجاج کے حکومت کے امتناعی حکم کے خلاف ستیہ گرہ کرنے پر آمادہ تھے۔ ڈاکٹر مونجے ہی پر یہ کیا موقوف ہے جس قدر بھی سنگھٹنی لیڈر ہیں ان سب کا طرز عمل یہی ہے۔ چنانچہ آل انڈیا ہندو مہاسبھا کا جو اجلاس انہی دنوں میں دہلی میں منعقد ہوا ہے۔ اس میں نماز کے وقت مساجد کے سامنے باجہ بجانے کے متعلق جو تجاویز پاس ہوئی ہیں انکو ہم نے آج کی اشاعت میں کسی دوسری جگہ نقل کیا ہے۔ ان شر انگیز تجاویز سے صاف ظاہر ہے کہ ہندوؤں کے ذمہ وار لیڈر خواہ مخواہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات کی توہین کر کے انہیں فساد کرنے کے لئے اشتعال دلاتے ہیں۔ ورنہ یہ ہندو مذہب کا کوئی مذہبی اصول نہیں ہے کہ وہ مساجد کے سامنے عبادت کے وقت باجہ بجا کر شور و غل مچائیں۔ پھر اس ناجائز مطالبہ پر اس قدر زور کیوں دیا جاتا ہے اصل بات یہ ہے کہ ہندو قوم نے چونکہ اپنے آپ کو مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے منظم کر لیا ہے۔ اس لئے ہندو خواہ مخواہ بہانے تلاش کر کے فساد کرنا چاہتے ہیں اور اس طرح سے مسلمانوں کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ پانی پت اور علیگڈھ کے فسادات اس خیال کی تصدیق کرتے ہیں۔ پہلے تو دیہاتی ہندوؤں کی مدد سے فساد کر کے مسلمانوں کو مار پیٹ کی جاتی ہے پھر اس کے بعد ہندو وکلا بلا فیس ہندوؤں کی وکالت کرنے کو پہنچتے ہیں کیا برادران وطن کے اس طرز عمل سے صاف ظاہر نہیں ہوتا کہ یہ تمام کارروائیاں کسی منظم سازش کا نتیجہ ہیں +

پھر اس ایک بات پر اکتفا نہیں بلکہ نئے نئے شاخسانے کھڑے کئے جاتے ہیں۔ کہیں گائے کی قربانی کے خلاف شورشیں برپا کی جاتی ہیں اور کہیں ہندو عورتوں اور بچوں کے اغوا کی داستانیں مشہور کی جاتی ہیں۔ الغرض مسلمانوں کو بدنام کرنے اور نقصان پہنچانے کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جاتا۔ ہندو قوم کے اس طرز عمل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں نے اگر کروٹ نہ بدلی اور ہوش و خرد سے کام نہ لیا تو ان کی خیر نہیں۔

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں
محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائیگی

یاران وطن کا تو وہ حال ہے جو اوپر مذکور ہوا اور ادھر مسلمان ہیں کہ خواب غفلت میں پڑے خراٹے لے رہے ہیں۔ افتراق و انشقاق کی وہ گرم بازاری ہے کہ بھائی بھائی سے جدا ہے۔ خانہ جنگی کا یہ عالم ہے کہ لیڈروں تک آپس میں دست و گریبان ہو رہے ہیں۔ اے قوم اگر تجھے زندہ رہنا ہے اور عزت کے ساتھ زندہ رہنا ہے تو اپنے تمام قوائے کو مجتمع کر اور فروعی اور فضول اختلافات کو چھوڑ کر اپنی قومی ہستی کی حفاظت کے لئے طیار ہو جا۔ پہلے یاران وطن کے طریق عمل کو دیکھ اور پھر اپنی حالت کو درست کر۔ زمانہ تجھے پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ اب سونے کا نہیں بلکہ جاگنے کا وقت ہے +

سوامی دیانند اور توحید

ایک آریہ مہاشہ نے اخبار "آریہ ویر" راولپنڈی مورخہ ۱۱ اکتوبر میں ایک مضمون "توحید کا لاثانی پرچارک رشی دیانند" کے عنوان سے لکھا ہے جس میں سوامی دیانند کو توحید کا لاثانی پرچارک ثابت کرنے کے لئے ناکام کوشش کی گئی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ

"مہرشی سوامی دیانند جی مہاراج بھی ایک ایسی ہی مہان شخصیت تھے۔ اپنے وقت کے اس لاثانی انسان اور عدیم المثال برہمچاری نے جو احسانات بنی نوع انسان پر کئے ہیں۔ ان کا مفصل بیان کرنا مجھ سے بے بضاعت کی طاقت سے باہر ہے۔ لیکن میں "مشتے نمونہ از خروارے" و "اندکے از بسیارے" کے طور پر ناظرین آریہ ویر سے اسکے کثیر التعداد احسانات میں ایک بڑے احسان کا مختصر ذکر کرونگا۔ اور وہ عظیم احسان یہ ہے۔ کہ مہرشی موصوف نے ہزارہا سال کے بعد ایک اور خالص ایک ایشور کو ماننے کی تلقین کی ہے"

یہ کہنا کہ ہزاروں سالوں بعد رشی دیانند نے ہی خالص وحدانیت کی تعلیم دی ہے۔ ناظرین آریہ ویر میں سے کئی اصحاب کو چونکا دیگا۔ اور وہ اسے مبالغہ خیال فرماوینگے لیکن انہیں یقین دلانا چاہتا ہوں کہ اس رائے کے اظہار میں مبالغہ سے کام نہیں لیا گیا۔ بلکہ یہ ایک حقیقت اور امر واقعہ ہے کہ جس سمے رشی دیانند پیدا ہوئے ہیں اس سمے لوگ پرماتما کے اصل سوروپ سے بالکل بے خبر ہوئے ہوئے تھے۔ اور ایک ایشور کا ماننا توحید مفقود ہو رہا تھا۔ ان آستکوں اور ناستکوں سے جو کہ ایشور کی ہستی کے مسئلہ پر کچھ سوچ و چار کرنا ہی فضول خیال کرتے ہیں قطع نظر جو لوگ اس وقت اپنے آپکو خدا پرست کہتے تھے۔ وہ تین جماعتوں میں گنے جا سکتے ہیں۔ پورانک۔ عیسائی اور اہل اسلام۔ یہ ہرسہ جماعتیں بھی اپنے پیروؤں کو خالص وحدانیت کے نزدیک نہیں "پھٹکنے دیتے"

سوامی جی نے بنی نوع انسان پر جو احسانات کئے ہیں وہ یہ ہیں کہ تمام مذاہب اور ان کے بانیوں کے متعلق نہایت بدزبانی سے کام لیکر ان کے پیروؤں کے دلوں کو دکھایا۔ ہندوستان کے مختلف فرقوں کے اندر دشمنی و نفرت کے جذبات پیدا کئے۔ اور آخر میں اپنی جانشینی کے لئے "آریہ سماج" کے نام سے ایک ایسی خطرناک جماعت پیدا کر گئے جو آج تک ان کے نقش قدم پر چلکر ملک و قوم کے لئے تباہ کن ثابت ہو رہی ہے اور جن کے طرز عمل نے ہندوستانی قومیت کے بخیئے ادھیڑ دیئے ہیں۔ سوامی جی کی شہرت اور نیک نامی کو اور بھی چار چاند لگ جاتے ہیں اگر ان احسانات کی فہرست میں جو انہوں نے بنی نوع انسان پر کئے نیوگ کی مجرمانہ تعلیم کو بھی داخل کر لیا جائے جسکے متعلق ایک ہندو اخبار کا یہ فتویٰ ہے کہ

"اس امر خفیفی سے کوئی شخص منکر نہیں کہ اگر دنیا کے فحش لٹریچر کی ایک مکمل فہرست تیار کی جائے تو اس فہرست میں ستیارتھ پرکاش کا نام اگر پیشانی فہرست پر نہ سہی تو اس فہرست کے درمیان تو ضرور ہوگا اس کتاب کے آخری ۴ بابوں میں جہاں دیگر مذاہب کے خلاف ایک تخریبی تنقید کر کے ان کے بانی مبانیوں پر دو لتیاں چلائی گئی ہیں۔ وہاں نیوگ ایسی ناقابل عمل تعلیم کی بھی بابانگ دہل اشاعت کی گئی ہے "نیوگ" کیا ہے؟ اس کے متعلق زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں فقط چند الفاظ میں اس کی تعریف یوں کی جا سکتی ہے کہ "نیوگ" مجلس اخلاق کیلئے پلیگ سے بڑھکر ہے "فقدان عصمت اور حیا داری کا جان سوز۔ ہے جس کی بنا پر شیطانیت کو انسانیت میں داخل ہونے کا ہر ممکن راستہ مل سکتا ہے"

یہ تو ہیں سوامی جی کے احسانات۔ باقی رہا آپکا توحید کی تعلیم دینا۔ سو اس کے متعلق عرض ہے کہ سوامی جی کو تمام عمر خود بھی توحید نصیب نہیں ہوئی۔ چہ جائیکہ انہوں نے توحید کا وعظ کہا ہو۔ بقول خود سن بلوغت تک لنگ پرستی کرتے رہے۔ پھر جب ایک چوہے سے توحید کا سبق سیکھ کر براگ کے شوق میں گھر سے کچھ مال اڑا کر بھاگے ہیں تو راستہ میں پھر بت پرستی کے عشق نے زور کیا اور آپ نے کچھ روپے اور انگوٹھیاں وغیرہ بتوں پر چڑھا دیں۔ پھر جب متھرا سے فارغ التحصیل ہو کر نکلے ہیں تو اس کے بعد بھی ریاست جے پور میں شومت کا پرچار کرتے رہے ہیں۔ حالانکہ اپنے گرو ورجانند سے یہ عہد کر کے آئے تھے کہ خالص ویدوں کی مت کا پرچار کرینگے۔ سب سے آخر مرنے کے وقت آریوں کو یہ مشرکانہ تعلیم دے گئے کہ ایشور روح اور مادہ ازلی اور ابدی ہیں جس میں ابھی تک آریہ سماج پھنسی ہوئی ہے۔ سوامی جی کی تعلیم کردہ توحید کو جو درحقیقت تثلیث ہے اسلامی توحید سے کیا رشتہ۔ ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

لالہ لاجپت رائے اور اسلامی توحید

اسلامی توحید ہی وہ توحید ہے جس کی افضلیت و عظمت کو اسلام کے مخالفوں تک نے تسلیم کیا ہے۔ سنئیے! اسی "رشی" کی سوانح عمری لکھتے ہوئے جس کو آپ "توحید کا لاثانی پرچارک" قرار دیتے ہیں۔ آریہ سماج کے پرانے لیڈر لالہ لاجپت رائے صاحب کیا فرماتے ہیں:-

"جس وقت بھارت ورش میں مذہبی کمزوری اپنا پاؤں جما رہی تھی۔ اسی وقت عرب کے ریگستان میں ایک مہاپرش (عظیم الشان انسان۔ مراد آنحضرت صلعم سے ہے) ایک عجیب و غریب وحدانیت کی تعلیم دے رہا تھا۔ اسلام کی وحدانیت کیا تھی ایک آتش خیز سیلاب تھا جس کی ابلتی ہوئی لہر کے سامنے نہ بت پرستی ٹھیری نہ آتش پرستی ٹھیری نہ انسان پرستی ٹھیری۔ اور نہ عیسیٰ پرستی۔ جہاں جہاں تک سیلاب پہنچی راستہ میں صفائی کرتی چلی گئی" (سوانح عمری سوامی دیانند صفحہ ۵)

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۹ پر لکھا ہے:-

"حضرت محمدؐ نے خالص توحید کی تعلیم دی۔"

مہاشہ جی سنتے ہو! لالہ صاحب کا کیا ارشاد ہے؟ اسلام نے ہندوؤں کو اس وقت توحید کا سبق سکھلایا جبکہ ہندوستان میں جہالت کا دور دورہ تھا اور سوامی جی خود (کسی نہ کسی جون میں) اور ان کے آباؤ اجداد بت پرستی کو حرز جان سمجھتے تھے۔ یہ اسلام ہی کی برکت ہے کہ ہندوؤں کو وقتاً فوقتاً توحید کی طرف توجہ ہوئی چنانچہ تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ ہندوستان میں جس قدر اصلاحی تحریکات جاری ہوئی ہیں جو کسی نہ کسی حد تک توحید کی طرف راہنمائی کرتی ہیں وہ ہندوستان میں اسلام کے آنے اور پھیلنے کے بعد ہی پیدا ہوئی ہیں سکھ مذہب، کبیر پنتھ، برہمو سماج، آریہ سماج اور پرارتھنا سماج یہ سب کے سب مذاہب اسی اثر کا نتیجہ ہیں جو اسلام صدیوں سے ہندوستان کی سرزمین میں پیدا کر رہا تھا

نصرانی نما مشرک جماعت

نصرانی نما مشرک جماعت کے اخبار "نور افشاں" مورخہ ۹ اکتوبر میں کسی مسیحی خان نے "مسلم نما نصرانی جماعت" کے عنوان سے ایک مضمون لکھا ہے جس میں اس نے اس بات پر بہت مسرت کا اظہار کیا ہے کہ مولوی احمد سعید صاحب ناظم جمعیت العلماء ہند اور کسی مجہول الحال سکرٹری انجمن اصلاح المسلمین نے احمدی جماعت کو "نصرانی نما" جماعت قرار دیا ہے۔ اور اس کو مسیحیت کا ایک معجزہ قرار دیا ہے چنانچہ آپ لکھتے ہیں :-

"الٰہی مذہب وہی ہے جسے انسانی منصوبوں سے گزند نہ پہنچے مسیحیت کے مخالفوں کو اس بات کا کافی تجربہ ہو چکا ہے مرزا صاحب نے کہا کہ نصاریٰ کے علماء ہی بیشک دجال معہود ہیں" مگر مرزا جی کو وفات پائے چند ہی سال گذرے ہیں کہ احمدیوں کو "نصاریٰ" کے نام سے پکارا جانے لگا ہے۔ ابھی کل کی بات ہے کہ جناب سکرٹری انجمن اصلاح المسلمین نے کیفیت مباحثہ سیالکوٹ پر نور افشاں میں ریویو کرتے ہوئے لکھا ہے کہ چونکہ مسلمان کہلانے والوں میں صرف احمدی جماعت ہی وہ فرقہ ہے جو مسیح کو مصلوب مانتے ہیں۔ لہذا احمدیت مسیحی مذہب ہی کا ایک جزو ہے۔ آج پیغام صلح لاہور (۳۰/۹/۲۵) میں پڑھتے ہیں کہ

"مولوی احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ العلماء کا ایک خط ڈاکٹر کچلو کے جواب میں ۱۳۔ اگست کے تنظیم میں شائع ہوا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کو مخاطب کر کے وہ لکھتے ہیں کہ آپ ذی علم ہیں۔ پنجاب کے رہنے والے ہیں مرزا اور مرزائیوں کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ اگر واقعی اس جماعت نے انبیاء علیہم السلام کی توہین کی ہے اور ایک کاذب مدعی نبوت کی تائید میں خاتم النبیین کا استہزا کیا ہے اور ایک ملعون اور مردود جھنڈے کو رحمۃ للعالمین کے جھنڈے تک پہنچا دیا ہے تو ایسے مرتدین کی ہمت افزائی کر کے اسلام کی تخریب نہ کیجئے۔ اس گورنمنٹ پرست نصرانی نما جماعت کے مقابلہ میں بھی اعلائے کلمۃ الحق کا اظہار کیجئے" (پیغام صفحہ ۴)

مسلمانوں کے احمدی جماعت کو نصرانی نما جماعت کہنے سے آپ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ یہ مسیحیت کا معجزہ ہے مگر ہمارا خیال اس کے برعکس ہے اگر آپ اپنی ان پیش کردہ عبارتوں پر غور فرمائیں تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ یہ معجزہ مسیحیت کا نہیں بلکہ احمدیت کا ہے کیونکہ دونوں حوالے جو آپ نے پیش کئے ہیں ان میں احمدی جماعت کو "نصرانی نما جماعت" بنانے کے لئے غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے یہ احمدیت کا معجزہ ہے کہ جب تک کوئی شخص اپنی طرف سے افترا کر کے کوئی غلط عقیدہ احمدیت کی طرف منسوب نہ کرے وہ کوئی اعتراض نہیں کر سکتا۔ ان دونوں حوالوں میں جو عقاید احمدی جماعت کی طرف منسوب کئے گئے ہیں وہ دشمنوں کا افترا ہے۔ نہ ہم مسیح کو مصلوب جانتے ہیں نہ ہم کسی نبی کی توہین کرتے ہیں اور نہ ہم مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں اور نہ ہی ان کا ایسا دعویٰ تھا۔ ہم آنحضرت صلعم کو خاتم النبیین سمجھتے ہیں۔ پس ہم پر اعتراض کرنے کے لئے ہمارے دونوں مخالفوں کا افترا کے طور پر ہماری طرف غلط عقاید پیش کرنا اور آپ کا ان کی تحریرات کو وحی آسمانی سمجھ کر ہمارے خلاف پیش کرنا صاف طور پر اس بات کا ثبوت ہے کہ ہمارے تمام مخالفین جن میں مسیح کی بھیڑیں بھی شامل ہیں اس بات سے عاجز ہیں کہ ہمارے حقیقی عقاید پر نکتہ چینی کر سکیں۔ پس یہ مسیحیت کا نہیں بلکہ احمدیت کا معجزہ ہے ؎

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا۔

اگر عقاید پر غور کیا جائے تو احمدی جماعت نہیں بلکہ مولوی احمد سعید صاحب ہی کی جماعت "نصرانی نما جماعت" ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ جس طرح عیسائی حیات مسیح کے قایل ہیں۔ اسی طرح احمد سعید اینڈ کو بھی اس بات کے قایل ہیں کہ حضرت مسیح بمع جسم عنصری آسمان پر اٹھائے گئے اور ابھی تک آسمان پر زندہ ہیں۔ احمدی جماعت کا یہ عقیدہ نہیں ہے بلکہ وہ عیسےٰ کو وفات شدہ تصور کرتی ہے +

پانچ کروڑ نوّے لاکھ نومسلموں کی آبادی

افریقہ میں یدخلون فی دین اللہ افواجا کی عملی تفسیر

یہ مثل آج عیسائی پادریوں پر صادق آرہی ہے۔ اس وقت جنوبی افریقہ میں تو تبلیغ اسلام پر ایک شور عظیم برپا کیا جاتا ہے۔ لوگوں کو ڈرایا جا رہا ہے۔ کہ افریقہ ہاتھ سے گیا۔ پچھلے ماہ ایک بڑی کانفرنس جنوبی افریقہ کے بڑے شہر ڈربن اور جانس برگ میں ہوئی۔ چوٹی کے پادری وہاں جمع ہوئے۔ دشمن اسلام پادری زویمر بھی وہاں پہنچا۔ ان پادریوں نے وہاں تسلیم کیا کہ خط استوا کے شمال میں جس قدر علاقہ تھا اس میں اسلام کے مقابل عیسائیت کو شکست فاش ہوئی۔ اسلام وہاں بڑی ترقی کر رہا ہے چنانچہ پانچ کروڑ کے قریب وہاں مسلمان ہو چکے ہیں۔ اور اب خط استوا کے جنوب میں بھی اسلام پھیلنا شروع ہو گیا ہے۔ چنانچہ اسوقت وہاں کی تعداد نوّے لاکھ کے قریب ہو گئی ہے۔ اور سب سے غضب یہ ہو رہا ہے۔ کہ بعض یوروپین لڑکیاں بھی کیپ کالونی میں مسلمان ہو رہی ہیں۔ بشپ ڈربار البینڈ نے یہ تو تسلیم کیا۔ کہ مسلمان ہونے پر یہ لوگ شراب پینے سے بچ جاتے ہیں۔ جسمانی طہارت ان میں پیدا ہو جاتی ہے مسیحی اخوت کی روان میں جوش مارتی ہے۔ لیکن یہ لوگ عیسائیت کے خلاف ہو جاتے ہیں۔ اور اس امر کا فکر کرنا چاہیئے۔ کوئی ان بھلے مانسوں سے پوچھے کہ اگر کسی مذہب کے قبول کرنے پر انسان میں جسمی طہارت ہی پیدا ہو جائے۔ اور وہ شراب کی لعنت سے بچ جائیں اور اخوت حقیقی کے رشتہ میں منسلک ہو جائیں۔ تو پھر کونسی بات باقی ہے۔ جو اس دنیا کے تمدن کے لئے ضروری ہے لیکن جس بات نے ان لوگوں کو گھبرا رکھا ہے۔ وہ کچھ اور ہے اور وہ بشپ موصوف کے منہ سے نکل آئی۔ آپ کہتے ہیں کہ جس وقت کوئی شخص مسلمان ہو جاتا ہے۔ اس کا عیسائی ہونا محالات سے ہو جاتا ہے۔ اور اس میں ایک روح پیدا ہو جاتی ہے جس کے باعث وہ سفید چمڑے کی قوم سے نفرت کرتے ہیں۔ اور آپ کی حکومت کو اچھا نہیں مانتے۔ اس لئے جتنی جلدی ہو۔ ان کو عیسائی بنالو۔ بشپ موصوف نے تو فارن مشن کی اصل غرض سربستہ کو طشت از بام کر دیا۔ غیر قوموں کو مسیحی بنانے کی غرض یہ نہیں کہ وہ حلقہ بگوش مسیح ہوں۔ بلکہ اصل غرض تو یہ ہے کہ انہیں حلقہ بگوش اقوام یورپ کیا جائے اگر اس خبیث گروہ کا کوئی تعلق مذہب سے ہوتا تو وہ خود اپنے گھر کا فکر پہلے کرتے۔ جہاں لوگ عیسائیت سے دن بدن بیزار ہوتے جاتے ہیں اور اس مذہب کو نفرت سے دیکھتے ہیں۔ یہ جو اپنے گھر سے نکل دوسرے ممالک کو عیسائی بنانے جاتے ہیں۔ اور ان مشنوں کے معاون وہ لوگ ہیں جو علی الاعلان دہریہ ہوتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ یہ ایک پولٹیکل کھیل ہے۔ بہر حال جنوبی افریقہ کے مسلمان بھی جاگ اٹھے ہیں۔ تبلیغ اسلام کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ وہاں کے عماید کی خط و کتابت بھی اس معاملہ میں مجھ سے جاری ہے۔ اور مناسب لٹریچر بھی یہاں سے بھیجا جا رہا ہے۔ لیکن اس امر میں جو نہایت دلچسپ بات ہے۔ اور جس بات نے مجھے مندرجہ عنوان کی طرف متوجہ کیا وہ یہ ہے کہ افریقہ کے جس علاقہ میں عیسائیت پھیلنے کا خاص اہتمام ہو رہا ہے وہیں کا ایک اعلیٰ یوروپین افسر ووکنگ میں حاضر ہو کر میرے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوتا ہے۔ برابر تین سال سے اس افسر کے ساتھ میری خط و کتابت تھی جس کا آخری نتیجہ اس ہفتہ قبولیت اسلام ہوا۔ خدا کی شان ہے کہ ماہ اسلام تو ضیا پاشی کر رہا ہے۔ اور یہ لوگ دیوانہ وار شور ڈال رہے ہیں۔ یہ تو خدا کے مذہب کی خوبی ہے کہ یہ خود بخود اقوام دنیا کو اپنے میں جذب کر رہا ہے۔ والا جو ہماری کوششیں ہیں۔ وہ ظاہر ہیں اگلی اتوار کو یہاں ایک عظیم الشان مجمع ہوگا۔ دو تین بڑی حیثیت کے خاندان مشرف بہ اسلام ہونے والے ہیں۔ اس تقریب پر ذی حیثیت احباب تشریف لانے والے ہیں۔ انشاء اللہ آئندہ کی ڈاک میں اس مبارک جلسہ کی تفصیل دی جائیگی۔ ( )

مسجد ووکنگ (دستخط) خواجہ کمال الدین۔

ملازمت کے خواہشمند غور سے پڑھیں

گورنمنٹ آف انڈیا اور اس کے ملحقہ دفاتر میں جو صاحب ملازمت کرنا چاہتے ہوں اُن کو پہلے ایک امتحان پاس کرنا پڑتا ہے۔ جو "سٹاف سیلیکشن بورڈ" لیتی ہے۔ یہ امتحان دسمبر یا جنوری میں ہوگا اگر کوئی احمدی نوجوان اس امتحان میں شامل ہونا چاہتے ہوں تو مجھ سے خط و کتابت کر کے مزید معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ اس امتحان کے تیسرے درجہ میں جس کا گریڈ ۷۵-۴-۱۷۰ ہے انٹرنس پاس شامل ہو سکتے ہیں۔ مگر یہ ضروری ہے کہ وہ ٹائپ کم از کم ۳۵ لفظ فی منٹ کی رفتار سے کر سکتے ہوں۔ دوسرے درجہ میں ایف۔ اے پاس بیٹھ سکتے ہیں۔ اور اس کے گریڈ ۹۰-۴-۲۵۰ اور ۱۰۰-۸-۲۰۰ ہیں۔ اس میں ٹائپ ضروری نہیں +

سٹینوگرافر کا بھی غالباً امتحان ہوگا۔ اور ان کا گریڈ ۱۷۵ سے شروع ہوتا ہے۔ اور ۱۲ روپیہ سالانہ ترقی ہے +

جو احمدی نوجوان اس میں شمولیت کا ارادہ رکھتے ہونگے ان کو گذشتہ امتحانات کے پرچوں کی نقول بھیجنے کی بھی کوشش کرونگا۔ اور دہلی یا شملہ میں جہاں بھی امتحان ہوگا ان کو رہائش وغیرہ اور دیگر امور میں حتی المقدور میں مدد بھی دونگا +

شاہدین

دفتر آڈٹ آفیسر۔ انڈین سٹورز ڈیپارٹمنٹ
امپیریل سکرٹریٹ
رائے سینا۔ دہلی

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ بخیر و عافیت خدمات دینیہ میں مصروف ہیں +

حکیم محمد یار صاحب فوق جو ہماری جماعت کی طرف سے ضلع فیروزپور میں اچھوت اقوام کے اندر تبلیغ و اشاعت اسلام کا کام کر رہے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ حالات بہت کچھ امید افزا ہیں۔ اور تبلیغ نہایت زور شور سے جاری ہے +

آج کی اشاعت میں ہم نے بابو شاہدین صاحب کا ایک اعلان کسی دوسری جگہ شائع کیا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو قومی بہبودی کا خاص خیال ہے۔ کیا ہی اچھا ہو اگر دوسرے بھائی بھی اس قسم کے امور کا خیال رکھیں اور جماعت کے دوسرے بھائیوں کی حتی الوسع امداد کریں۔ جن نوجوان احمدیوں کو ملازمت کی خواہش ہو وہ براہ راست ان سے خط و کتابت کریں +

لالہ چندو لال صاحب کی عدالت میں احمدیوں اور غیر احمدیوں کا ایک مقدمہ ایک مسجد کے متعلق چل رہا تھا۔ جس کا اب فیصلہ ہو گیا ہے۔ سات غیر احمدی مسلمانوں سے جو احمدیوں کو یہ کہکر اس مسجد میں نماز پڑھنے سے روکتے تھے کہ وہ کافر ہیں۔ ایک سال کے لئے حفظ امن کی ضمانتیں طلب کی گئی ہیں۔ اور احمدیوں کو فرداً فرداً وہاں نماز پڑھنے کی اجازت دی گئی ہے +

شیخ مولا بخش صاحب ٹھیکیدار سیالکوٹ چھاؤنی لکھتے ہیں کہ وہ بہت سی تکالیف و مصایب میں گھرے ہوئے ہیں تمام بھائیوں کی خدمت میں التماس ہے کہ ان کی فلاح و بہبودی کے لئے دردِ دل سے اللہ تعالےٰ کے حضور دعا کریں +

تبلیغ کانفرنس صوبہ آگرہ

دار السلطنت آگرہ میں ۲۸ و ۲۹ و ۳۰ ماہ ربیع الاول مطابق ۱۷ و ۱۸ و ۱۹ اکتوبر بمقام ہنگ کی منڈی ہال حبیب اللہ صاحب منعقد ہوگی عماید و پیشوایان قوم کی صدارتوں میں ممتاز علماء و مقررین "ندائے تبلیغ" کی شرکت و اجتماع کا بے نظیر موقع ہے۔ اس کانفرنس کی ایک خصوصیت یہ بھی ہوگی کہ اس میں ایک مسلمان فاضل سنسکرت سند یافتہ عربی کے فارغ التحصیل سنسکرت زبان میں فضائل ..... اسلامیہ پر تقریر کرینگے۔ ایک خاص اجلاس تنظیم کا زیر صدارت

جناب ڈاکٹر سیف الدین صاحب کچلو منعقد ہوگا

میں اور ہز ہولی نس ایک ہی کشتی میں

(مولانا محمد یعقوب خان صاحب کے قلم سے)

مسٹر سی۔ آر داس مرحوم کی وفات پر میں نے انگریزی اخبار لائٹ میں ایک افتتاحیہ سپرد قلم کیا تھا جس کا لب لباب یہ تھا کہ گو بلا شبہ داس مرحوم حلقہ بگوشان اسلام میں سے نہیں تھا۔ لیکن اگر ان کے اخلاق فاضلہ اور اعمال صالحہ کو دیکھا جائے تو کہنا پڑتا ہے کہ وہ بے شمار نام نہاد مسلمانوں سے بہتر ہیں۔ اور گو بلحاظ اصطلاح شریعت ہم انہیں ہندو کا ہی لقب دینگے لیکن جہانتک انکے اعمال سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی نظر میں وہ یقیناً کروڑہا مسلمانوں کے لئے بھی قابل رشک تھے۔ اور ہندو ہو کر بکثرت نام نہاد مسلمانوں سے بڑھکر اسلامی اوصاف سے متصف تھے +

اس میں کوئی قابل اعتراض بات نہ تھی۔ ہر ایک شخص جانتا تھا کہ مسٹر داس ہندو تھے۔ اور اس مضمون میں میں نے بصراحت یہ بھی کہدیا تھا کہ بلاشبہ آپ ہندو تھے۔ کیا کوئی شخص جو عقل سلیم کو جادو بے جا مباحثات سے مسخ نہ کر چکا ہو وہم تک کر سکتا ہے کہ میرے اس مضمون کا یہ بھی منشا ہو سکتا تھا کہ مسٹر داس کو مسلمان ثابت کیا جائے معمولی انگریزی دان بشرطیکہ بال کی کھال والی علت میں مبتلا نہ ہو چکا ہو بیک نظر دیکھ سکتا تھا کہ اس کا منشا کیا تھا۔ جیسے عرض ہو چکا ہے منشا تو صرف اس قدر تھا کہ مسلمانو کو جو محض ادعائے اسلام کو اپنا مایہ ناز بلکہ مایۂ نجات سمجھے بیٹھے ہیں متنبہ کیا جائے کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک زبانی جمع خرچ کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ بلکہ اس کی نگاہ تو ہمارے اعمال پر ہے۔ اور یقیناً ایک شخص جو گو غیر مسلم ہے اور بظاہر ہمارے نبی کریم اور قرآن کریم پر ایمان نہیں رکھتا۔ لیکن اس کے اعمال وہ ہیں جن کی تعلیم قرآن دیتا ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ کی نظر میں وہ اس نام نہاد مسلمان سے کہیں بڑھ کر وقعت رکھتا ہے کیونکہ اس کے ہاں عمل نیک عمل کا لحاظ کرتا ہے۔ کسی کا نیک عمل ضائع نہیں جاتا خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم۔ اگر مسلم کا خانہ عمل خالی ہو تو محض یہ بات کہ حسن اتفاق سے وہ اسلام کا ٹکٹ اپنے اوپر لگائے رکھتا ہے اس کے لئے کچھ مفید نہ ہوگی یہ تھا منشا اس تمام مضمون کا +

لیکن بدقسمتی سے ہمارے قادیانی بھائی اس حد تک مرض بحث مباحثہ میں مبتلا ہو چکے ہیں کہ میں کہونگا کہ monomania تک حد پہنچ چکی ہے۔ یہ وہ عارضہ ہے جسے غالباً مراق کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور اس کا خاصہ یہ ہے کہ جب ایک بات نے دل و دماغ پر قبضہ جما لیا تو باقی تمام دنیا جہان کی چیزیں اسی رنگ میں رنگین نظر آتی ہیں میں نے بہتیرا غور کیا کہ آخر ہمارے بھائیوں کے پاس اس سیدھے سادھے مضمون کو محل اعتراض بنانے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے تو مجھے بجائے ناراضگی کے ہمدردی پیدا ہوئی۔ خدا جانتا ہے میں جب ان کی اس دماغی کیفیت پر غور کرتا ہوں تو مجھے رونا آجاتا ہے کہ اے خدا کیا یہ وہی قوم ہے جسے خدا کا ایک فرستادہ ابھی ابھی اپنے ہاتھوں پاک صاف کر کے گیا ہے۔ جسے خدا کے مامور نے وہ معارف بین عینک لگا کر دیں جس سے عامۃ المسلمین جو یہود کی طرح لفظ پرستی میں مبتلا تھے بے بہرہ تھے۔ مگر افسوس کل کیا تھا۔ اور آج کیا ہے وہی مسیح موعود کے شاگرد پھر اس لفظ پرستی کی دیرینہ بیماری میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ وہ جن کی شان کبھی یہ تھی کہ حمایت کرنی ہے تو بس حق کی خواہ وہ حق کسی دشمن کی زبان سے نکلے۔ اور مخالفت کرنی ہے تو صرف باطل کی۔ ہائے افسوس کہ ان کی [illegible] حمایت کرنی ہے تو بس اپنی بات کی اور مخالفت کرنی ہے تو [illegible] کی جو پیغامیوں سے تعلق رکھتی ہو۔ جب کہیں سے کوئی رائے ہاتھ آجائے جس کا کسی ”پیغامی“ کے خلاف بیان کیا جا سکے تو جس دیوانگی سے اس پر لپک پڑتے ہیں وہ جہاں مضحکہ انگیز ہے وہاں بے حد دردانگیز۔ دردانگیز اس شخص کے لئے جو یہ ایمان رکھتا ہو کہ اسلام کی تمام امیدیں اب سلسلہ عالیہ احمدیہ سے وابستہ ہیں۔ جب وہ ”اخلاق فاضلہ“ کی یہ حالت دیکھتا ہے تو سر خجالت زانوئے مایوسی میں ڈال کر دل ہی دل میں کہتا ہے کیا یہی وہ لوگ ہیں جو صحابہ سے ملا جب ہم کو پایا کے مصداق ہیں اور اسلام کی ناؤ کو پار لگانے کے دعویدار !

میرے مضمون متنازعہ فیہا کا جو منشا تھا وہ میں نے اوپر عرض کر دیا ہے میں کسی بحث مباحثہ میں پڑنے کے لئے نہیں لکھ رہا۔ صرف اپنے بھائیوں کو یہ برادرانہ مشورہ دینے کے لئے کہ خدا کے واسطے اس بیماری کا کوئی علاج سوچیں میں جانتا ہوں ہمارے اور آپ کے اختلافات ہیں لیکن اس کے یہ ہرگز یہ معنے نہیں ہونے چاہئیں کہ ہمیں آپ میں اور آپ کو ہم میں سوائے برائی کے اور کچھ نظر نہ آئے مگر بدقسمتی سے آپ بھائیوں کی ذہنیت یہ خطرناک صورت اختیار کر چکی ہے۔ ”پیغامی“ آپ کے لئے تمام بدیوں کے لئے ایک مترادف لفظ بن چکا ہے۔ ہمیں آپ سے کسی سرٹیفکیٹ کی ضرورت نہیں۔ سرٹیفکیٹ دینے والا تو ایک ہی ہے جو دھڑا بندی و ضد سے پاک ہے۔ اور نہ ہی آپ کی طرح مغلوب الغضب ہو کر کسی گنہگار کی تمام نیکیوں پر بھی پانی پھیرنے والا ہے +

دل یہ نہیں چاہتا کہ خدا کے پاک اور سچے مسیح موعود کی جماعت جس نے دنیا جہان کو اسلام کا پاک پیغام پہنچانا ہے۔ اسقدر تنگ دل تنگ چشم۔ تنگ نظر اور حمیۃ جاہلیۃ کی غیر اسلامی کمزوری میں مبتلا نظر آئے +

خدا کے واسطے آپ میں سے جو سعید ہیں وہ غور کریں کہ میں نے کیا کہا ہے جس پر آپ بکرات و مرات الفضل میں مطالبہ کر چکے ہیں کہ مجھے جماعت سے خارج کر دیا جائے۔ کیا کوئی معقول وجہ بھی ہے یا دوسرے ”ملاؤں“ کی طرح جن کے گن میں اکثر صفحات لائٹ میں گنا کرتا ہوں۔ آپ بھی اب خوشترین لذت اسی میں محسوس کرتے ہیں کہ کسی کو ”خارج“ کیا جائے۔ میں پوچھتا ہوں۔ آخر میں نے اس سے بڑھ کر کیا کہا ہے جو خود آپ کے امام حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے انہی دنوں میں ارشاد فرمایا اور جو الفضل مورخہ ۲۲ اگست میں زیر عنوان ”مکتوب امام علیہ السلام“ یوں نقل ہوا ہے :۔

”ہو سکتا ہے ایک کافر کہلانے والا شخص نجات پا جائے اور ایک مسلمان کہلانے والا شخص باوجود جنازہ کے نجات نہ پائے ......

اگر ایک شخص اپنے علم کے مطابق نیک نیتی سے سچائیوں پر عمل کرتا رہا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکو خواہ وہ دنیا کے کسی نبی پر ایمان نہ رکھتا ہو بخش دیگا“

اگر آپ مجھے دھکا دینے کے لئے بیتاب ہیں تو یاد رکھئے میں اور ہز ہولی نس ایک ہی کشتی میں ہیں +

قادیانی جماعت کی تعلیاں

معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ چند روز پیشتر قادیانی جماعت کا ایک تبلیغی وفد جس میں مولوی عمر الدین شملوی بھی شامل تھے سرحدی صوبہ کا دورہ کر رہا تھا۔ پشاور میں پبلک جلسہ کا اعلان کیا گیا۔ پہلے روز تو دیگر مذاہب کے متعلق تقریریں کی گئیں اس لئے مسلمانوں کی طرف سے کوئی مخالفت نہ ہوئی مگر دوسرے روز جب باب نبوت کھولا گیا تو ایک مولوی نے اٹھکر کہا کہ اعتراضات کیلئے وقت ملنا چاہئے اور ہماری طرف سے ختم نبوت ثابت کرنے اور اجرائے نبوت کے متعلق آپکے پیش کردہ دلائل کی تردید کرنیکے لئے میر مدثر شاہ صاحب بحیثیت نمائندہ پیش ہونگے۔ اسپر محمودیوں نے کہا کہ یہ تو ہماری ہی جماعت کے آدمی ہیں۔ مولوی نے جواب دیا کہ یہ آپکے لئے اور بھی اچھا ہے۔ ماحصل کلام یہ کہ اعتراضات کیلئے وقت نہ دیا گیا۔ جس پر مجمع میں شور و شر پیدا ہو گیا اور محمودیوں کو مجبوراً جلسہ ختم کرنا پڑا +

محمودیوں نے ایک اور چالاکی یہ کی کہ صاحبزادہ صاحب نواب سر عبدالقیوم صاحب کو جلسہ کی صدارت کے لئے تار دیا اور اسپر اپنے ملاں محمد علی کا نام امیر جماعت احمدیہ کر کے لکھدیا صاحبزادہ صاحب یہ سمجھکر کہ تار جناب مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ۔ لاہور کی طرف سے ہے پشاور پہنچ گئے مگر جب تار پہنچ کر انہیں اصل حالات کا علم ہوا تو انہوں نے ناراضگی کا اظہار کیا اور جلسہ میں شامل نہ ہوئے پشاور پر ہی منحصر نہیں بلکہ جہاں کہیں ان مجاہدین کا گروہ پہنچا اور وہاں انہوں نے نبوت کا پرچار کیا۔ وہیں انکی سخت مخالفت ہوئی۔ سننے میں آیا ہے کہ بنوں میں بھی یہی معاملہ پیش آیا اور اسی وجہ سے وہاں مخالفت ہوئی کہ مجاہدین کو بے نیل و مرام وہاں سے نکلنا پڑا +

پنجاب کا مہدی

معتبر روایت ہے کہ چشم بد دور مولوی ظفر علی خان صاحب نے دہلی میں ایک تقریر کے دوران میں پنجاب کے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ چنانچہ دہلوی معاصر ”مبلغ“ اس واقعہ کو اس طرح بیان کرتا ہے کہ

دہلی ۴ اکتوبر۔ آج بعد نماز عشا باڑہ ہندو راؤ میں حامیان انہدام مساجد و مقابر کا جلسہ ہوا جس میں مولانا ظفر علی۔ مولینا محمد علی وغیرہ نے تقریریں کیں ان تقریروں کا لب لباب یہ تھا کہ درویشوں پیروں اور علماء کو قبر پرست۔ مشرک اور شریفی ایجنٹ کہکر گالیاں دی گئیں ابن سعود کی اسلام شکن حرکات کی پردہ پوشی کرتے ہوئے اس کی تعریف و توصیف کے گیت گائے گئے۔ جب تک حنفیوں پر گالیاں پڑتی رہیں وہ بیچارے خاموش رہے مگر جب ظفر علی خاں نے اپنی تقریر میں یہ فقرہ کہا کہ محمد رسول اللہ صلعم کی ذات کو اگر خداوند کریم پیدا نہ کرتا تو یہ کائنات زمین و آسمان وغیرہ کبھی پیدا نہ کرتا۔ اسپر وہابیوں میں شور و شغب مچ گیا۔ مشرک مشرک کے نعرے بلند ہونے لگے تمام جلسہ میں شور برپا ہو گیا۔ آخر محمد علی صاحب اٹھے اور انہوں نے چند لوگوں سے کانا پھوسی کر کے تقریر شروع کی مگر جلسہ میں اس قدر ابتری پھیل گئی تھی کہ جلسہ برخاست کرنا پڑا۔ ظفر علی خاں نے اپنی تقریر میں ایک دلچسپ بات یہ کہی تھی کہ امام مہدی دنیا میں نہیں آنے کے یہ پیروں اور مولویوں کا ڈھکوسلا ہے۔ ریف کے مہدی غازی عبدالکریم ٹرکی کے مہدی مصطفےٰ کمال۔ عرب کے مہدی بقول حضرت خواجہ حسن نظامی ابن سعود اور دہلی کے مہدی یہ بیٹھے ہیں یعنی محمد علی اور پنجاب کا مہدی اپنی طرف اشارہ کر کے یہ ہے“

خواجہ حسن نظامی کی بھی ایک ہی کہی۔ آپ تو کئی دفعہ مہدی کے زمانہ ظہور کی پیشگوئیاں شائع کر چکے ہیں۔ اگر مہدی صاحب ان کا کہا مانتے تو اب تک نہ صرف ظاہر ہو چکے ہوتے بلکہ کافروں کو اپنی بے پناہ تلوار سے جہنم رسید کر چکے ہوتے +

سنا ہے کہ پنجاب کے مہدی صاحب وفد خلافت کے ساتھ حجاز جانیوالے ہیں۔ مکہ اور مدینہ میں ضرور پہنچینگے۔ ممکن ہے کہ مہدی صاحب کو مسیح بھی وہیں مل جائیں +

وہابیوں کی پہچان

حال ہی میں جناب خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی نے ایک رسالہ ”نادان وہابی“ شائع کیا ہے۔ اس میں وہابیوں کی جو پہچان خواجہ صاحب نے لکھی ہے وہ یہ ہے :۔

”مگر ان خوبیوں کے باوجود وہابی تحریک بلحاظ نتائج اسلام کا دائرہ تنگ کرنے والی ثابت ہوئی کیونکہ وہابی اپنے خیالات اور عقاید میں اس قدر ضدی اور خشک مزاج اور تنگ نظر ہوتے ہیں۔ جو اسلام کو غیر مسلم اقوام کے سامنے ایک خوفناک ہوا بنا کر پیش کرتے ہیں۔ اور جن کی صورتیں بھی خاص قسم کی ہوتی ہیں اور جن کی باتیں بھی نہایت محدود خیالی اور سختی اور کرختگی ظاہر کرتی ہیں وہ ڈاڑھیاں بڑھاتے ہیں مگر ڈاڑھی منڈے مسلمانوں سے از حد نفرت بھی کرتے ہیں۔ وہ مونچھیں منڈاتے ہیں مگر لمبی مونچھوں والے مسلمانوں کے پیچھے قینچیاں لئے ہوئے بھی دوڑے دوڑے پھرتے ہیں ان کے پائجامے ٹخنوں سے اونچے نہیں بلکہ آدھی پنڈلیوں تک ہوتے ہیں۔ وہ نماز کا گٹہ ماتھے پر دکھانے کے لئے اور سیماھم فی وجوھہم من اثر السجود کا مصداق بننے کے لئے اپنی پیشانیوں کو زمین پر زور زور سے رگڑتے ہیں۔ وہ نماز میں ٹانگیں چیر کر ہاتھ چھاتی پر رکھکر اور اس طرح اکڑ اکڑ کر کھڑے ہوتے ہیں۔ جو عاجزی اور انکساری اور خدا کے سامنے فروتنی کے بالکل خلاف معلوم ہوتا ہے +

وہ میلاد شریف کو نہیں مانتے۔ نذر نیاز کے مخالف ہیں عرس و قوالی سے اختلاف رکھتے ہیں۔ اور نماز میں زور سے آمین کہنا اور رفع یدین کرنا ہی ان کو سب سے بڑا اسلام اور سب سے بڑی اسلامی پابندی معلوم ہوتی ہے“

اخبار پیغام صلح میں اشتہار دینا کامیابی کی کلید ہے +

ہندو دنیا

ہندو سبھا کی شر انگیز تجاویز

دہلی ۵ ۔اکتوبر ۔گذشتہ شب آل انڈیا ہندو مہا سبھا کا اجلاس منعقد ہوا ۔تقریباً ہر صوبے کے نمایندے موجود تھے ۔لالہ لاجپت رائے کی غیر حاضری کی وجہ سے صدارت کے فرایض پنڈت مدن موہن مالوی نے سرانجام دیئے ۔مہاراجہ کشمیر کی وفات پر اظہار افسوس کیا گیا اور ہندو مہا سبھا کے لئے چندہ جمع کرنے کے لئے ایک کمیٹی بنائی گئی ۔ نیز یہ تجویز منظور کی گئی کہ آل انڈیا ہندو سبھا ان احکام کو خلاف انصاف سمجھتی ہے جن سے مقصود یہ ہے کہ نماز کے وقت ہندوؤں کے جلوس باجہ نہ بجائیں اور حکام کی عاید کردہ قیود کے خلاف اظہار احتجاج کرتی ہے ۔کیونکہ ان کی وجہ سے کئی مقامات پر ہندوؤں نے رام لیلا نہیں کی اور دسہرہ کے متعلق مذہبی مراسم ادا نہیں کیئے ۔

(۲) آل انڈیا مہا سبھا مسلمانوں کے اس مطالبے کو کہ مساجد کے سامنے نماز کے وقت باجہ نہ بجایا جائے محض "غدر" پر محمول کرتی ہے +

(۳) آل انڈیا ہندو سبھا تجویز کرتی ہے کہ مذہبی جلوسوں میں بھجن او باجہ کے متعلق ہندوؤں کے مذہبی حقوق کی حفاظت و صیانت کیلئے ایک کمیٹی بنائی جائے جو مندرجہ ذیل حضرات پر مشتمل ہو ۔ لالہ لاجپت رائے ۔پنڈت مدن موہن مالوی ۔سوامی شردھانند ۔ راجہ نریندرا ناتھ ۔مسٹر این سی کیلکر ۔راجہ سر رامپال سنگھ ۔ڈاکٹر ایس ایس مونجے ۔مسٹر جے رام داس ۔مسٹر ایم آر جیکا ۔بابو چندا پرشاد ۔راجہ صاحب الہیو ۔بابو جگت نرائن لال ۔لالہ ہنس راج اور بابو فلت بہاری لال +

مسجد کے سامنے باجہ بجانے پر اصرار

گورنمنٹ کے اس حکم کے خلاف کہ مسجدوں کے سامنے ہندو جلوس باجہ نہ بجائیں ہندو مہا سبھا کا ایک وفد ڈاکٹر مونجے کی سرکردگی میں اروی ضلع وار دہا پہنچا ہے تاکہ ہندوؤں کی ستیہ گرہ کی تیاری میں رہنمائی کرے ڈپٹی کمشنر ۔ڈپٹی سپکٹر جنرل پولیس اور سربرآوردہ مسلمانوں نے ان سے ملاقات کی ستیہ گرہ کے ملتوی کرنیکا فیصلہ کیا گیا ۔تاکہ ناگپور میں جو تصفیہ ہوا ہے اسے یہاں عاید کرنے کے لئے مسلمانوں کو اسپر بحث و مباحثہ کرنیکا وقت دیا جائے +

بعد کی خبر

ناگپور ۷ ۔اکتوبر ۔ناگپور کی ہندو سبھا کے وفد کی بدولت ضلع وار دہا کے قصبہ اروی میں جو ستیہ گرہ ہونے والی تھی وہ ملتوی کر دی گئی ۔دونوں فرقوں (ہندو و مسلم) میں باہم سمجھوتہ ہو گیا ہے جسکے مطابق اروی کے ہندوؤں اور مسلمانوں نے باہم عہد کیا کہ تین وقتوں کے علاوہ دن رات کے ہر وقت میں ہر قسم کا باجہ مسجدوں کے سامنے بجایا جا سکتا ہے ۔وہ تین اوقات علی الصبح (فجر) دوپہر (ظہر) اور شام (مغرب) کے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ کوئی ایک شخص یا جماعت ٹھہر کر قصداً مسجد کے سامنے باجہ نہ بجائے نہ حد سے زیادہ شور و غل مچائے +

مندرجہ بالا عہد نامہ ان مساجد کے متعلق ہے جو اس وقت موجود ہیں ۔آیندہ جو بنائی جائینگی ان کے متعلق مسلمانوں کو کوئی اعتراض نہ ہوگا ۔خواہ رات دن میں کسی وقت باجہ بجایا جائے دونوں فریقوں نے اس عہد نامہ پر دستخط کر دئے +

ستی کی رسم اور مہاتما گاندھی

دہلوی معاصر سیاست رقمطراز ہے کہ مہاتما گاندھی نے ایک تقریر میں ستی ہونے کی ضرورت پر زور دیا ہے اور فرمایا ہے کہ آج ہندو عورتوں کے ستی ہونیکی ویسی ہی ضرورت ہے جیسی کہ آج سے صدیوں پہلے تھی ۔کیونکہ پاکیزگی کے جذبات کو قایم رکھنے کے لئے یہ بہترین رسم ہے (اگر مہاتما جی نے فی الحقیقت اس رسم کے احیا پر زور دیا ہے تو ہم یہ عرض کرینگے کہ وہ دن چلے گئے جب خلیل خاں فاختہ اڑایا کرتے تھے ۔موجودہ ہندو عورتوں میں شوہر پرستی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کے وہ جذبات نظر نہیں آتے جو پرانے زمانہ میں تھے) اب ان سے ستی ہونے کی امید رکھنا فضول ہے +

عالم اسلام

ایران اور حالات حجاز

سفیر ایران مقیم دمشق کو حکومت ایران کا تار موصول ہوا ہے جس میں وزیر موصوف کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ مدینہ منورہ جا کر خود اس بات کی تحقیق و تفتیش کریں کہ آیا نجدیوں نے مقامات مقدسہ کو گرانے کی جرات کی ہے ۔وزیر موصوف سفر مدینہ کے لئے طیاری کر رہا ہے +

مسجد ایا صوفیہ کی ترمیم

مشہور ترکی انجنیر کمال الدین بے کی صدارت میں جو فن تعمیر میں شہرہ آفاق ہیں ایک کمیٹی اس غرض کے لئے قایم کی گئی ہے کہ مسجد ایا صوفیہ کے قبہ کی ترمیم کا کام شروع کرے ۔قبہ مذکورہ آثار قدیمہ میں سے ہے اور حال ہی میں اس میں شگاف پڑ گئے ہیں +

دروزیوں کی جدوجہد آزادی

بیروت ۹ ۔اکتوبر ۔بیان کیا جاتا ہے کہ سلطان اطرش نے جو دروزیوں کے سردار ہیں تمام دروزی سرداروں کو مجلس جنگ کی شرکت کے لئے دعوت دی ہے جس میں یہ طے ہوا کہ فرانس کے خلاف برابر جنگ جاری رکھی جائے +

قبایل ریف کی بیان کردہ اطاعت

پیرس ۸ ۔اکتوبر ۔فیض کا ایک تار مظہر ہے کہ فرانسیسی اور ہسپانوی افواج نے حال ہی میں جن علاقوں پر قبضہ کیا ہے ان کے قرب و جوار میں بسنے والے قبایل نے مکمل طور پر اطاعت قبول کر لی ہے نیز افواج موسم کے خوشگوار ہونے کے باعث پیشقدمی کر رہی ہیں +

اسپین کے سفارت خانہ کا بیان

لندن میں جو اسپینی سفارت خانہ ہے ۔اسے تار موصول ہوا ہے کہ اسپینی فوجیں اجدیر اور خلیج الحسیمہ کے آس پاس کے علاقہ پر بلا کسی مزاحمت کے قبضہ کر رہی ہیں اور دریائے نیکور کے کنارے تک پہنچ گئی ہیں ۔ اور چار توپیں اور بہت سا سامان جنگ گرفتار کیا گیا ہے +

کیا غازی عبد الکریم پریشان ہیں ؟

فاس ۸ ۔اکتوبر ۔عبد الکریم نے فرانسیسی اور ہسپانوی کامیابیوں سے خائف ہو کر اپنے بھائی سیدی محمد کے پاس کوہستان بیاروس میں پناہ لی ہے ۔بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے اسلحہ اور آدمیوں کی محفوظ قوت کو مجتمع کر لیا ہے +

فرانس کے غلط دعاوی

لنڈن کے اخبار ڈیلی ٹیلیگراف کے ایک نامہ نگار خصوصی نے طنجہ سے لکھا ہے کہ فرانسیسیوں کے اس دعوے کی کہ بعض ریفی قبایل نے ان کی اطاعت قبول کر لی ہے اور امیر عبد الکریم کے اقتدار کو نقصان پہنچا ہے ۔یہاں کے باشندے ذرا بھی تصدیق نہیں کرتے ۔وہ کہتے ہیں کہ قبایل کو امیر موصوف پر کامل بھروسہ ہے اور ان کے پاس اس قدر سامان جنگ ہے کہ وہ کئی سال تک جنگ کو جاری رکھ سکتے ہیں +

مجاہدین ریف کی شاندار فتح

ہسپانیہ کا ایک جنگی جہاز ڈبو دیا ۔

فاس کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ

"آج ایک نہایت شدید نقصان دہ حادثہ پیش آیا جس وقت ہسپانی جہاز اسپینکو شامع ایک ہزار ہسپانی سپاہیوں کے الحسیمہ پہنچا تو مجاہدین ریف کو خبر لگ گئی ۔اور انہوں نے گولہ باری کر کے جہاز کو غرق کر دیا +

اس جہاز نے جزیرہ پینان میں فوجوں کو سوار کیا تھا جو ساحل سے ایک ہزار گز کے فاصلہ پر واقع ہے اور انہیں اتارنے کے لئے دوسرے جہازوں کے ہمراہ پوری رفتار کے ساتھ جا رہا تھا دفعتہً دو یا تین گولیاں انجن کے کمرہ میں جا لگیں جن سے بوائلر پھٹ گئے ۔اور جہاز فوراً ڈوب گیا ۔سپاہیوں پر اسلحہ اور کارتوسوں کا بہت بوجھ تھا جسکے باعث چند سپاہیوں کے سوا کوئی تیر کر نہ نکل سکا +

اس حملہ کی تفصیلات موصول نہیں ہوئیں ۔کیونکہ رائے عامہ کے خراب ہو جانے کے ڈر سے ہسپانوی حکومت نے اس خبر کو بالکل چھپا دیا ہے اور غیر ملکی اخبارات کو بھی اس کے شائع کرنے سے منع کر دیا ہے ملیلہ کے سنسر نے تمام نامہ نگاروں کا اس وقت تک کے لئے منہ بند کر دیا ہے جب تک کہ کسی آخری نتیجہ تک نہ پہنچ جائے "

جبل الدروز میں فرانس کی پیشقدمی

لندن ۱۳ اکتوبر ۔بیروت کا ایک پیغام مظہر ہے کہ فرانسیسی فوج کا جو رسالہ جبل الدروز میں جنگ کر رہا تھا وہ بغیر کسی لڑائی کے خرلدہ پہنچ گیا ہے +

آریہ سماج اور سناتن دھرمی اپدیشک

آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند جی نے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں سناتن دھرم پر نکتہ چینی کرنے میں جس بدزبانی سے کام لیا ہے وہ آپ ہی اپنی نظیر ہے ۔پہلے تو بیچارے سناتن دھرمی چپ تھے اور آریہ سماج کے اپدیشک دیانندی سپرٹ سے سناتن دھرم کے خلاف بدزبانی سے کام لیتے تھے مگر اب انہوں نے بھی کروٹ لی ہے ۔سناتن دھرم پرتی ندھی سبھا پنجاب نے متعدد ایسے اپدیشک پیدا کئے ہیں جو آریہ مذہب کا تارو پود اس طرح بکھیرتے ہیں کہ آریہ سماجی ان کے مقابلہ میں ایک منٹ بھی نہیں ٹھیر سکتے ۔ان اپدیشکوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو آریہ سماجی اپدیشکوں کی بدزبانی کا جواب ترکی بہ ترکی دینے میں ان سے بھی زیادہ مشاق ہیں +

اب آریہ سماج میں چیخ و پکار پڑی ہوئی ہے کہ سناتنی اپدیشک آریہ سماج کے خلاف نہایت بدتہذیبی سے کام لیتے ہیں ۔اور انکی زبان بندی کیلئے ہندو لیڈروں سے اپیل کیجاتی ہے ۔ہم آریہ سماجیوں کی اس شکایت پر حیران ہیں یہ تو انکے گرو اور انکے اپنے کئے کی سزا ہے ۔اگر وہ پہلے بدزبانی سے کام نہ لیتے تو آج انکو یہ معاملہ پیش نہ آتا ۔ع

از مکافات عمل غافل مشو + گندم از گندم بروید جو ز جو

انتقاد

انتخاب لاجواب دراصل یہ ایک پرانا رسالہ ہے جو کئی سال تک مولوی محبوب عالم صاحب کے زیر ادارت شائع ہوتا رہا ہے ۱۹۲۷ء میں بعض وجوہات کی وجہ سے بند ہو گیا تھا ۔اب پھر شروع ہو گیا ۔دور جدید کا پہلا نمبر ہمارے سامنے ہے ۔اس میں ہر قسم کے مضامین مثلاً لطایف و ظرایف ۔اقوال حکما مختلف اقوام کے رسم و رواج اور توہمات ۔تاریخی حکایات درج ہیں ۔مسالاد قیمت معہ محصولڈاک ۲ روپے ( ) +

ملنے کا پتہ ۔منیجر انتخاب لاجواب لاہور

آئینہ افعال دیانند دراصل یہ کتاب سوامی دیانند کی ہندی سوانح عمری "دیانند چھل کپٹ درپن" کا اردو ترجمہ ہے جس کو چوہدری جیالال صاحب راج وید و رئیس فرخ نگر نے ۱۹۲۳ء میں مرتب کیا تھا ۔یہ کتاب دو حصوں میں شائع ہوگی پہلا حصہ چھپ چکا ہے ۔اس میں آریہ سماج کے بانی کے حالات زندگی اس تحقیق و تدقیق سے قلمبند کئے گئے ہیں کہ آریہ سماج سے قیامت تک اس کا جواب نہ بن سکیگا ۔آریہ سماج کی طرف سے سوامی جی کی جو سوانح عمریاں شائع ہوئی ہیں وہ یکطرفہ ہیں ۔اس کتاب میں مصنف نے روشن اور تاریک دونوں پہلوؤں کو نمایاں کیا ہے ۔ہمارے خیال میں ہر اس مسلمان کو جس کو آریہ سماجیوں سے سابقہ پڑتا ہے اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیئے قیمت ۱۰/

ملنے کا پتہ ۔جوتش رتن کتب خانہ فرخ نگر ۔ضلع گوڑگانوہ (پنجاب)

جوتش رتن جنتری مذکورہ بالا کتب خانہ کی طرف سے ایک جنتری بھی ریویو کے لئے موصول ہوئی ہے ۔جنتری معمولی ہے ۔اور اس پر قیمت درج نہیں ہے +

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں ورنہ تعمیل ارشاد میں تاخیر ہوگی +

تازہ خبریں

حکومت ہند نے اعلان کیا ہے کہ ۱۱ نومبر کو ہندوستان کی افواج میں جنگ یورپ کی صلح کا دن منایا جائے عین ۱۱ بجے دو منٹ کے لئے سلطنت برطانیہ میں خاموشی ہوگی +

ایک تازہ اطلاع مظہر ہے کہ ملک و ملکہ بلجیم ۲۲۔ اکتوبر کو لنکا جا رہے ہیں استقبال کی تیاریاں شروع ہو گئی ہیں +

پنجاب پراونشیل کانفرنس کا بارہواں اجلاس ۱۷، ۱۸، 19 اکتوبر کو گوجرانوالہ میں زیر صدارت سردول سنگھ صاحب کویشر منعقد ہوگا جس میں ملک کی موجودہ حالت بدلنے اور بہتر بنانے کی تجاویز پر غور کیا جائیگا +

ایک اطلاع مظہر ہے۔ کہ کوہاٹ کے لالہ جیونداس جنکو فسادات کوہاٹ کے سلسلہ میں سزا ملی تھی ڈویژنل جج کی عدالت میں اپیل دائر کرنے پر بری کر دئے گئے ہیں رہائی کا حکم جیلر کوہاٹ کے نام جاری ہو چکا ہے +

مولانا شوکت علیؒ نے مجالس خلافت کی از سر نو تنظیم کرنے اور سرمایہ خلافت کمیٹی میں چندہ دینے کیلئے ایک اپیل شائع کی ہے

اٹلی کے ایک مشہور ماہر نے پیشگوئی کی ہے کہ آئندہ موسم خزاں میں سخت زلزلے آئینگے +

۱۴ اکتوبر کو بیگم صاحبہ بھوپال نے وزیر ہند سے ملاقات کی +

اکالیوں میں باہمی پھوٹ پڑ گئی ہے بہت سے ممبروں نے گوردوارہ پربندھک کمیٹی سے استعفے دیدیئے ہیں +

گرو گجر اکالی پارٹی کا کارکن سردار پرتاب سنگھ وکیل بغیر پاسپورٹ افغانستان میں سفر کرتا ہوا گرفتار کر لیا گیا +

آئندہ ماہ جنوری میں ہریانہ ہندو کانفرنس کا اجلاس زیر صدارت پنڈت مالویہ جی ہوگا +

ہائی کورٹ کلکتہ کے ایک جج صاحب بہادر کے خلاف میونسپل کمیٹی کے ایک سب اوورسیر نے مارپیٹ کا مقدمہ دائر کیا ہے

شریمتی سروجنی نیڈو کانپور میں ہونیوالے کانگرس کے اجلاس کی صدر منتخب ہوئی ہیں +

موضع گدانہ ضلع گورداسپور کے نزدیک ایک دبے ہوئے پرانے شہر کے آثار پائے گئے ہیں +

مہاراجہ صاحب جودھپور نے اپنے سیر یورپ کے دوران میں ۵ ہزار کی چڑیاں اور کتے خرید کئے ہیں +

مہاراجہ پٹیالہ ولایت میں چاندی کی موٹر پر سوار ہوتے ہیں ۸۰۔۸۰ روپے کا پرندہ کھانے کی میز پر رکھا جاتا ہے ہر ملاقات پر نئی پوشاک بدلتے ہیں تمام یورپ میں تار دیئے گئے ہیں کہ ان کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ پھول مہیا کئے جائیں ہوائی جہاز کے ذریعے آپکے کھانے کے لئے مچھلیاں منگائی جاتی ہیں +

نظام حیدر آباد کے لئے دہلی میں ۲۰ لاکھ کی لاگت سے محل تیار ہو رہا ہے +

ہندوستان کے مشہور سائنسدان مسٹر سر جگدیش چندر بوس آئندہ سال سائنس کانفرنس بلجیم میں شامل ہونگے +

کانپور میں آل انڈیا نیشنل کانگرس کے موقعہ پر تمام ہندوستان کے شعرا کی ایک کانفرنس بھی منعقد ہوگی جس میں ہندوستان کی تمام زبانوں کے شعرا شامل ہونگے +

لندن ۸ اکتوبر۔ ملک فیصل اور مہاراجہ جودھپور کو آج ملک معظم نے قصر بکنگھم میں شرف باریابی بخشا۔

آل انڈیا خواجہ کانفرنس کا پہلا سالانہ جلسہ بمقام امرتسر ۳۱ اکتوبر و یکم نومبر ۱۹۲۵ء کو منعقد ہوگا +

۱۱ اکتوبر کو بعد از نماز مغرب باغ بیرون موچی دروازہ لاہور میں تنظیم کے متعلق ایک جلسہ ہوا جس میں متعدد اصحاب نے تقریریں رمائیں +

امرتسر ۱۱ اکتوبر شام کے سات بجے اہل امرتسر کا ایک عام جلسہ زیر اہتمام سٹی کانگرس کمیٹی مولانا داؤد غزنوی کی صدارت میں منعقد ہوا جسمیں صدر صاحب ڈاکٹر ستیہ پال سردار امر سنگھ جی جہال۔ گیانی ہیرا سنگھ جی درد۔ مولانا محمد اسمٰعیل غزنوی ماسٹر رجیت لالہ موتی چند وغیرہ اصحاب کی زبردست تقریروں کے بعد حسب ذیل قرارداد اتفاق رائے سے منظور کی گئی۔

ہاں امرتسر کا یہ عام جلسہ جنوبی افریقہ کے نئے قانون جس کی رو سے ہندوستانیوں کو نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن کے مصداق کر دیا ہے جس قانون کے ذریعہ برطانوی ہندوستانی رعایا کو ملک بدر کیا جا رہا ہے اس پر اپنے غم و غصہ کے اظہار کو ضبط تحریر میں لاتا ہوں

ایک اطلاع مظہر ہے کہ ڈاکٹر ستیہ پال معتمد عمومی پنجاب پراونشل کانفرنس گوجرانوالہ کی مجلس استقبالیہ سے درخواست کی ہے۔ کہ چونکہ کانفرنس کی تاریخیں دیوالی کی تاریخوں سے منطبق ہوتی ہیں اس لئے کانفرنس کا ایک ہفتہ کے لئے التوا کیا جائے مگر ابھی تک ڈاکٹر صاحب کو اس کا کوئی جواب نہیں ملا

الہ آباد ۹ اکتوبر۔ ڈیرہ دون سے ایک اطلاع مظہر ہے کہ سوامی وچارانند ایڈیٹر تھے اور پنڈت بشمبر دت چند دل گروہانی (ہندی کے اخبارات) زیر دفعہ ۱۵۳ الف تعزیرات ہند گرفتار کر لئے گئے ہیں

مدراس ۹ اکتوبر معلوم ہوا ہے کہ صوبہ مدراس کی مجلس وضع قوانین کی صدارت کے لئے گورنر مدراس نے مسٹر رتنا سوامی کے انتخاب کو منظور کر لیا ہے

حیدر آباد سندھ ۹ اکتوبر ایک پولیس انسپکٹر نے مدیر "شکتی" کے خلاف جو مقدمہ دائر کیا تھا۔ اس میں سب ڈویژنل مجسٹریٹ نواب شاہ نے شیو نند مدیر "شکتی" کو مجرم قرار دے کر چار ماہ قید محض کی سزا دی مدیر موصوف نے عدالت سیشن میں مرافعہ دائر کر دیا ہے عدالت مذکور نے آپ کو ضمانت پر رہا کر دیا ہے

لنڈن ۹ اکتوبر سر لائیڈ جارج کو برن کا خطاب ملا ہے
مسٹر جان ٹرنر برطانی مزدور جماعت کے ایک مشہور رہنما ہندوستان کی مزدور پیشہ جماعت کی حالت ... کا مطالعہ کرنیکی غرض سے ۹ اکتوبر کو بمبئی پہنچ گئے ہیں

سر فضل حسین ۱۳ اکتوبر کو لاہور سے پشاور کو جائینگے۔ جہاں تین روز ٹھیر کر ۳ نومبر کو واپس آجائیں گے

جلد ۱۳ | المسیح | یوم یک شنبہ | مطبوعہ ۲۹ ربیع الاول ۱۳۴۴ھ ہجری مطابق ۱۸ اکتوبر ۱۹۲۵ء عیسوی | نمبر ۹۷

جنوبی افریقہ میں اسلام کی رفتار

اخبارات میں آئے دن جو برقیات شائع ہوتی رہتی ہیں۔ اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ افریقہ میں عیسویت کی حالت بہت نازک ہو رہی ہے۔ عیسائی مشنری نالاں ہیں کہ کروڑہا روپے کے اخراجات اور حکومتی اقتدار کے باوجود ان کو ناکامی ہو رہی ہے۔ دنیا میں کوئی مشنری سوسائٹی نہیں جسکے مبلغ وہاں سرتوڑ کوشش نہ کر رہے ہوں۔ انہوں نے جابجا سکول کھول رکھے ہیں۔ افریقہ کے چپہ چپہ پر مسیحی حکومتوں کا اقتدار ہے۔ لیکن مشنریوں کو بار بار ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ اسلام کے مقابل میں وہ بالکل عاجز ہیں۔ اسلام کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو وہ روک نہیں سکتے لیکن ملانوں کو خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں۔ اپنے حلوے مانڈے کی بہت فکر ہوتی ہے۔ اس لئے وہ آئے دن کانفرنسیں کرتے ہیں۔ تاکہ اپنے آقاؤں کو بتلا سکیں کہ ان کی ناکامی اور اسلام کی کامیابی کے اسباب کیا ہیں۔ اسلام کی کامیابی کے اصلی اسباب پر تو بالکل وہ غور نہیں کرتے کیونکہ یہ ان کے ایمان کے خلاف ہے۔ مثلاً اسلامی مساوات۔ اسلامی اخوت۔ اسلامی پاکیزگی اور اسلام کی قابل فہم۔ معقول۔ اور بلند پایہ تعلیم اس کی قبولیت کی اصل وجہ ہے۔ اور ہمیشہ سے رہی ہے۔ لیکن عیسائی مبلغوں کے نزدیک اصل وجہ اسلام میں تعدد ازدواج کی آزادی ہے۔ چنانچہ دو ماہ کا عرصہ ہوا۔ کہ اس موضوع کی برقیات برلن کے اخبارات میں شائع ہوئیں۔

اب اس علت مزعومہ کا ایک نیا ایڈیشن نکلا ہے۔ برلن کے مشہور اخبار ووکال النسا نیگر مورخہ ۱۷ ستمبر کی اشاعت سرپہری میں کیپ ٹون جنوبی افریقہ کا ایک تار شائع ہوا ہے جسکا ترجمہ قارئین پیغام صلح کے تفنن طبع کے لئے ذیل میں درج کرتا ہوں:۔

"کیپ ٹون ۱۷ ستمبر حال ہی میں مشنریوں کی ایک کانگرس میں شکایت کی گئی ہے۔ کہ اسلام جنوبی افریقہ کی بالخصوص گوری نسل کی عورتوں میں لگاتار پھیلتا جاتا ہے۔ اس موقعہ پر ان ذرائع کا بھی ذکر کیا گیا ہے جو مسلمان گورے رنگ کے عیسائیوں میں اپنے مذہب کی اشاعت کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ عموماً عورتیں اور جوان لڑکیاں مسلمان خاوندوں کے ہاتھوں میں پڑ جاتی ہیں۔ اور اس میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ شمالی افریقہ میں عیسویت لگاتار پسپا ہو رہی ہے اور اسلام پھیلتا جاتا ہے۔ لیکن لوگوں کو شاید اس بات کا علم نہ ہوگا۔ کہ زمبیزی سے جنوب کی طرف بھی اسلام بڑھتا چلا جاتا ہے خصوصاً نوجوان دوشیزہ لڑکیاں جو مائیں بن جاتی ہیں۔ مسلمان مبلغ ان کو فوراً دبوچ لیتے ہیں چونکہ ان کو بتایا جاتا۔ کہ اسلام ان کی عزت و وقار کو دوبارہ بحال کرے گا۔ نہایت آسانی سے یہ لڑکیاں قبول کر لیتی ہیں۔ مسلمانوں سے ان کے نکاح ہو جاتے ہیں۔ اور وہ مسلمان خاوند احتیاط رکھتے ہیں کہ بچے بھی اسلام کی آغوش میں پرورش پائیں"

میرے نزدیک ان مسلمانوں کی وسعت قلبی۔ اخلاقی دلیری اور حوصلہ مندی نہایت ہی قابل ستائش ہے۔ جو ان بے کس اور مظلوم لڑکیوں کو پناہ دیتے ہیں۔ دنیا جانتی ہے کہ عورتوں کے بارہ میں جس قدر غیرت مسلمانوں کو ہے اور عصمت اور عفت کی قدر جسقدر اسلام میں ہے کسی دوسری قوم میں نہیں۔ یہانتک کہ یورپین اقوام غیرت کے اس شریفانہ جذبہ کی جو مسلمانوں میں ہے ہنسی اُڑاتی ہیں۔ اور اس کو اسلام کا ایک عیب بیان کرتی ہیں۔ ان بدنصیب عیسائی عورتوں کو جب افریقہ کے مسلمان ان کے مصائب سے نجات دلا کر ان کو شریفانہ زندگی بسر کرنے کا موقع دیتے ہیں۔ تو وہ بلاشبہ انسانی مروت اور اسلام کی خاطر ایک بے بہا قربانی کرتے ہیں۔

یہ بھی درست ہے کہ اسلام کے حلقہ میں داخل ہو کر یہ مظلوم عورتیں اپنا کھویا ہوا وقار پھر حاصل کر لیتی ہیں۔ اسلام میں داخل ہونا زندگی کا ایک نیا ورق الٹنا ہے۔ ہمارا ایمان ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بار بار اس کا وعدہ فرمایا ہے کہ جو شخص اسلام میں داخل ہوتا ہے۔ اس کے سابقہ گناہ دھل جاتے ہیں۔ وہ ایک نیا جنم لیتا ہے۔ اور اس کے اعمال کا **صرف** اسی دن سے حساب لیا جائے گا۔ جس دن سے وہ اسلام کی روشنی میں آ گیا۔ آخر مذہب کی غرض و غایت ہی کیا ہے اگر مذہب گناہ گاروں کو گناہ کی آلودگی سے پاک کر کے ان کو دوبارہ عزت اور پاکیزگی کی زندگی بسر کرنے کے قابل نہیں بنا سکتا۔ تو اس مذہب کا فایدہ ہی کیا ہے۔ اسلام میں یہ قوت ہے۔ عیسویت میں نہیں اور یہی وجہ ہے کہ اسلام افریقہ میں بڑھتا جاتا ہے۔ اور عیسویت ناکام ہو رہی ہے۔

لیکن عیسائی مشنریوں کو شکایت کیوں ہے۔ وہ کیوں عیسائی لڑکیوں کو نہیں سکھاتے کہ اپنی عصمت کی حفاظت کریں۔ اور وہ کیوں عیسائی مردوں کو نہیں بتاتے کہ کنواری لڑکیوں کی عفت اور عصمت کا احترام کریں۔ اور اُن کو بدراہ پر نہ چلائیں۔ وہ کیوں مردوں کو نہیں سکھلاتے کہ عورتوں کے ساتھ جب وہ عہد کرتے ہیں۔ تو ان عہدوں کو پورا کیا کریں۔ پہلے تو عشق جتاتے ہیں۔ مگر چند ہی روز کے بعد ٹھوکر مار کر پرے پھینک دیتے ہیں۔ جس قوم کے اخلاق اس طرح گرے ہوئے ہوں۔ اس کا مذہب کیسے ترقی کر سکتا ہے اسلام سے اور مسلمانوں کا ان کو مشکور ہونا چاہیئے۔ اور اُن کے خلاف شکایت کرنے کی بجائے اپنی حالت کو سدھارنا چاہیئے۔

(خاکسار فضل کریم خان)

چند سوالات مع جوابات

ایک حق طلب نے چند سوالات جواب کے لئے ہمارے پاس بھیجے ہیں جو مع جوابات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

سوال اول

امتی نبی کی نبوت کو انبیاء سابق کی نبوتوں جیسی سمجھنا کہاں تک درست ہے۔ کیا اسلام میں حضرت مسیح موعود سے پہلے ایسا نبی کوئی گذرا ہے جو نہ صاحب الشریعت نبی ہوا اور نہ براہ راست نبی ہو بلکہ اُمتی نبی ہو؟

جواب

اُمتی نبی محدث کو کہتے ہیں جیسا کہ حضرت مرزا صاحب نے ازالہ اوہام ص ۵۶۹ پر لکھا ہے کہ

"محدث جو مرسلین میں سے ہے اُمتی بھی ہوتا ہے اور ناقص طور پر نبی بھی۔ اُمتی وہ اس وجہ سے کہ وہ بکلی تابع شریعت رسول اللہ اور مشکوٰۃ رسالت سے فیض پانے والا ہوتا ہے۔ اور نبی اس وجہ سے کہ خدا تعالیٰ نبیوں کا سا معاملہ اس سے کرتا ہے اور محدث کا وجود انبیاء اور امم میں بطور برزخ کے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ وہ اگرچہ کامل طور پر اُمتی ہے مگر ایک وجہ سے نبی بھی ہوتا ہے"

جس سے صاف ظاہر ہے کہ امتی نبی کی نبوت جزئی نبوت ہوتی ہے۔ اس لئے اس کو انبیاء سابق کی نبوتوں کے برابر سمجھنا صحیح نہیں ہے امتی نبی کے اگر وہ معنے لئے جائیں جو حضرت مسیح موعود نے لئے ہیں تو تمام مجددین امت محمدیہ کو امتی نبی ماننا پڑتا ہے اور اگر قادیانی جماعت کے معنوں کو لیا جائے تو ایسا نبی نہ امت محمدیہ میں ہوا ہے اور نہ سابقہ امتوں میں۔

سوال دوم

جب یہ درست ہے کہ مکفر۔ مکذب۔ متردد امام کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے تو کیا اس کے ساتھ ہی ہر احمدی کا یہ فرض ہے کہ جب کسی شہر میں جائے تو ہر ایک امام سے پہلے یہ پوچھے کہ اس کا مسیح موعود کی نسبت کیا عقیدہ ہے۔ اور اس قسم کی پابندی ہر احمدی پر عاید کرنا کہاں تک درست ہے۔ اور خصوصاً اس حالت میں کہ قرآن حکیم نے تجسس سے منع فرمایا ہے۔ کیا اس کے دوسرے لفظوں میں یہ معنی نہ ہونگے کہ ہم مسیح موعود کی نسبت لوگوں سے کفر اور کذب کے فتوے حاصل کرتے پھریں۔

جواب

چونکہ ایسے مسلمان کے پیچھے نماز پڑھنا جایز ہے جو مرزا صاحب اور اُن کی جماعت کی تکفیر نہ کرتا ہو۔ اور آپ کے متعلق حسن ظن رکھتا ہو اس لئے اس قسم کے تجسس کی ضرورت پیش آتی ہے۔ ہر ایک امام سے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ صرف انہی لوگوں سے پوچھنا ضروری ہے جن کے متعلق ہمیں علم نہ ہو۔ جن کے متعلق ہمیں علم ہو کہ ان کا مرزا صاحب کے متعلق کیا خیال ہے۔ ان سے پوچھنے کی ضرورت نہیں اس استفسار کے یہ معنی لینا کہ "ہم مسیح موعود کی نسبت لوگوں سے کفر اور کذب کے فتوے حاصل کرتے پھریں" اس لئے صحیح نہیں کہ سب کے سب مکفر و مکذب ہی نہیں ہوتے بلکہ بعض ان میں سے ایسے بھی نکل آتے ہیں جو حضرت صاحب کے دعاوی کی تصدیق کرتے ہیں۔ پس پچھلے سے مکفرین و مکذبین کے پیچھے نماز پڑھ لینے سے یہ بہتر ہے کہ پہلے یہ امتیاز کر لیا جائے کہ وہ امام الزمان کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۳ / ۲۹ ربیع الاول ۱۳۴۴ھ نمبر ۹۷

تنظیم جماعت احمدیہ

(۱)

جماعت کی موجودہ حالت

(مولوی دوست محمد صاحب سابق ایڈیٹر پیغام صلح کے قلم سے)

جماعت احمدیہ کی تنظیم ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر غور و فکر کی شاید بہت کم لوگوں کو ضرورت محسوس ہو۔ عام طور پر یہ یقین کیا جاتا ہے۔ کہ ہماری جماعت کا ذرہ ذرہ ایک مشین کے پرزوں کی طرح منظم حالت میں کام کر رہا ہے۔ لیکن اصل حالت اگر اس کے برعکس نہیں تو کم از کم ایک حد تک مختلف ضرور ہے۔ فی الحقیقت حضرت مسیح موعود کے وقت میں جماعت کی حالت ایسی ہی تھی۔ کہ اس کا بچہ بچہ ایک آٹومیٹک مشین کے پرزوں کی طرح کام کرتا تھا۔ جماعت کے ایک فرد کے منہ سے ایک آواز نکلتی تھی۔ تو بے تار برقی پیغامات کی طرح قوم کے تمام افراد کے کانوں میں پہنچ جاتی تھی۔ اور سب اس پر غور و فکر کرنے کے لئے تیار ہو جاتے تھے۔ باہم محبت و اخوت کا تعلق اسقدر مضبوط اور گہرا تھا۔ کہ جہاں ایک بھائی کو کچھ تکلیف پہنچی اور تمام افراد جماعت اس طرح سے مضطرب اور بے کل ہو جاتے تھے جیسے ایک جسم کے مختلف اعضا۔ آج میری آنکھوں کے سامنے وہ نقشہ پھر رہا ہے۔ جو ہماری جماعت کی اخوت و محبت کو سگے بھائیوں کی اخوت و محبت سے بہت بڑھی ہوئی ثابت کرتا تھا۔ نمازوں میں ہم ایک دوسرے کے لئے رو رو کر دعائیں کرتے اور سلسلہ کی ترقی کے لئے ہر وقت کوشاں رہتے تھے۔ ایک واقعہ مجھے خوب یاد ہے۔ اور اس قسم کے بیسیوں واقعات پیش آتے رہے ہیں کہ ایک نوجوان احمدی کی شادی کسی غیر احمدی کے گھر میں ہونے والی تھی۔ لڑکی والوں کا اصرار تھا۔ کہ برات کے ساتھ باجا اور ناچ ضرور ہو۔ خود اس لڑکے کا بھائی بھی اسی کا حامی تھا۔ اور وہ نوجوان اکیلا اس کی مخالفت پر کمربستہ تھا۔ اس نے سختی کے ساتھ اپنے تمام بھائی بندوں کو اس سے روکا اور ان کے اصرار کی صورت میں شادی کرنے سے انکار کر دیا۔ آخر کار اس کے رشتہ داروں نے باہم مشورہ کر کے کچھ تجویز سوچی اور اس لڑکے سے یہ کہہ دیا۔ کہ تمہاری خواہش کے مطابق کام ہوگا۔ لیکن جب برات لڑکی والوں کے گھر گئی۔ تو وہاں وہ ایک طوائف کو لے آئے اور ناچ شروع ہو گیا۔ لڑکے نے کہا کہ مجھے پیشاب کی حاجت ہے۔ میں باہر جاتا ہوں اور وہاں سے اٹھکر وہ قریب کے کسی گاؤں میں ایک اور احمدی کے گھر میں چلا گیا۔ اور اس سے تمام ماجرا بیان کیا۔ اس احمدی نے اسی وقت لڑکی والوں کے گھر میں پیغام بھیجا کہ دولہا ہمارے پاس آگیا ہے۔ اگر تم اس کے حسب خواہش شریعت کے مطابق اس کی شادی کر دو تو فبہا ورنہ ہم یہاں سے اس کا نکاح کر کے بھیجینگے۔ یہ پیغام سنناتھا کہ لڑکی والوں کے ہوش اڑ گئے اور انہوں نے فوراً ناچ وغیرہ بند کرا دیا اور لڑکے کو واپس بلا کر اس کے حسب خواہش شرعی طریق پر اس کی شادی کی۔

یہ تھی ہماری جماعت کی روح۔ جو فی الحقیقت روح حیات کہلانے کی مستحق ہے۔ جب تک اس قسم کی عملی سپرٹ قوم کے ہر فرد میں موجود نہ ہو۔ قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ لیکن آج ہماری حالت اس سے قطعاً مختلف ہے۔ آج ہماری قوم میں بہت کم ایسے نوجوان ہیں۔ جن کے اندر ایسی سپرٹ موجود ہو۔ بہت کم ایسے بھائی ہیں جن کو اپنی ذاتی ضروریات کے ساتھ جماعت کے غریب افراد کے درد کا بھی کوئی خیال ہو۔ ہم کو یہ بھی معلوم نہیں کہ ہماری جماعت میں کتنے ایسے لوگ ہیں جن کو ایک وقت کی روٹی اگر میسر آجاتی ہے تو دوسرا وقت فاقہ سے گذارنا پڑتا ہے۔ کتنے ایسے ہیں جن کو محض احمدیت کی وجہ سے طرح طرح کے دکھوں اور مصائب کا شکار ہونا پڑتا ہے۔ شہروں کا ذکر نہیں کہ وہاں کی آبادی عموماً پڑھی لکھی ہونے کی وجہ سے جہالت اور تعصب سے اسقدر اندھی نہیں ہوتی جسقدر دیہات کی ان پڑھ آبادی۔ بہت سے ہمارے بھائی ہیں۔ جو مختلف مقامات پر مخالفین کی طرف سے ایسی بری طرح سے ستائے جاتے ہیں کہ اگر خدا تعالیٰ کی نصرت ہر وقت ان کے ساتھ نہ ہوتی تو وہ شاید کبھی کے پس گئے ہوتے۔ بعض کو ملازمتوں میں نقصان پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ بعض کو احمدی ہونے کی وجہ سے رشتہ نہیں مل سکتا اور بعض مقامات پر تو لوٹ مار سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا۔ یہ حالات فرضی نہیں۔ واقعات کے ذریعہ سے ان کو ثابت کیا جاسکتا ہے۔ اور انشاء اللہ ہم اس قسم کے واقعات کو قارئین کرام کے سامنے رکھیں گے اور ان سے دریافت کرینگے۔ کہ ان کی اصلاح کے لئے آپ نے کیا تدابیر کیں اور بحیثیت جماعت کہاں تک اپنے بھائیوں کی اعانت کا فرض ادا کیا۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی شکل میں جو نظام اس وقت ہم نے قائم کر رکھا ہے۔ اس میں شک نہیں۔ کہ جہانتک قواعد و ضوابط اور اشاعت اسلام کا تعلق ہے۔ وہ ایک بہترین نظام ہے۔ لیکن کیا جماعت کو منضبط اور مضبوط کرنے کے لئے اس نظام سے ہم نے ابتک کوئی فائدہ اٹھایا ہے؟ میرے مخاطب اس وقت کارکنان انجمن نہیں کہ ان کی توجہ کم و بیش اس طرف ہوتی ہی ہے۔ بلکہ اصل مخاطب وہ لوگ ہیں جن کے ذمہ زیادہ تر مختلف شہروں کی مقامی جماعتوں کا کام ہے۔ کیا انہوں نے اپنے شہری اور دیہاتی بھائیوں کے سود و بہبود اور انفرادی حالات پر کبھی غور کیا؟ جماعت احمدیہ کی غرض صرف یہی نہیں کہ اشاعت اسلام کے لئے لوگوں سے چندہ جمع کرے اور مختلف مقامات پر مبلغ بھیجدئے جائیں۔ بلکہ اپنی حالت کو سنوارنا اپنے آپ کو مضبوط کرنا اور مذہبی اور اخلاقی رنگ میں دوسروں سے اپنے آپ کو ممتاز کرنا اس کا سب سے پہلا فرض ہے۔ اشاعت اسلام کا کام بھی بہترین طریق پر اسی صورت میں ہو سکتا ہے۔ کہ جماعت مضبوط ہو۔ اس کا ہر فرد خوشحال اور اسلام کا سچا نمونہ ہو۔ ہمارے دلوں میں قوم کے غریب سے غریب افراد کے ساتھ سچی الفت و محبت ہو۔ اور ہر موقعہ پر ہم اپنے بھائیوں کی نصرت اور دستگیری کے لئے تیار ہوں۔ رشتہ ناطہ کے معاملات میں ذات پات اور مال و اموال کے بجائے نیک سیرت احمدی ہونا ہمارے نزدیک شرافت و نجابت کا حقیقی معیار ہو۔ اگر ایک غریب بھائی کو دوسرے مسلمان رشتہ دینے سے انکار کر دیں۔ تو ہماری قوم کے امراس سے رشتہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔ یہ نہ ہو کہ ہم اپنی لڑکیوں کے لئے مالدار غیر احمدیوں یا اپنے ہم کنبہ لوگوں کی تلاش میں لگ جائیں اور قوم کے غریب افراد کو کوئی پوچھنے والا بھی نہ ہو۔ جیسا کہ اس وقت ہماری حالت ہے۔ ایک بھائی اگر غریب ہے۔ تو تمام بھائی ملکر اسے ایسی امداد بہم پہنچا سکتے ہیں جس سے وہ اپنی حالت کو بہتر بنا سکے۔ اگر بے روزگاری ہے۔ تو جماعت کے ایسے افراد جنکے ہاتھوں میں کسی قسم کے وسائل معاش موجود نہیں یا ملازمتوں میں ان کو لگا سکتے ہیں۔ ان کو کام میں لگائیں یا تجارت وغیرہ کے لئے کچھ معمولی سرمایہ بہم پہنچایا جاسکتا ہے۔ مخالفین کی طرف سے کسی بھائی کے خلاف اگر کوئی کاروائی ہو۔ تو اس کے انسداد کے لئے جماعت کو بحیثیت مجموعی حصہ لینا چاہیئے۔

جن لوگوں نے قوموں کی تاریخ اور ان کی ترقی و عروج کا مطالعہ کیا ہے۔ وہ اس بات کو خوب جانتے ہیں۔ کہ ہر قوم کے نشو و ارتقا کا ذریعہ اگر کوئی ہے تو وہ یہی ہے۔ کہ ایک قوم کے مختلف افراد ملکر ایک دوسرے کی معاونت اور ترقی میں کوشاں ہوں۔ اگر سب کو ان کے اپنے اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ تو اس سے نہ کوئی قوم بنتی ہے۔ اور نہ زندہ رہ سکتی ہے۔ تعاون کا اصول ہی ہر جگہ کام کرتا ہے۔ قدرت کا ذرہ ذرہ ایک دوسرے کا ممد و معاون ہے۔ اور اسی وجہ سے کارخانہ عالم ہزارہا سال سے بغیر کسی خرابی کے چل رہا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی تنظیم ایسے رنگ میں کریں جس سے ہماری قوم مضبوط اور مرفع الحال ہو۔ ہمارا ہر فرد جماعت کا ایک جزو لاینفک ہو۔ اور اس کی علیحدگی یا دکھ تکلیف تمام قوم کے لئے باعث مصیبت ہو۔ ہر فرد بجائے خود مبلغ ہو۔ اور جب کبھی موقعہ پیش آئے۔ وہ مرکز سے کوئی امداد لئے بغیر خود بخود کام چلا سکے۔ کیا حضرت مسیح موعود کے وقت ہمارے ہاں کوئی مبلغ مقرر تھے؟ کیا جماعت کا ہر فرد خود بخود اپنی جگہ تبلیغ کا کام نہ کرتا تھا؟ کیوں ہم ایسا نہیں کر سکتے کہ بیرونی ممالک یا ان شہروں کے سوائے جہاں کوئی احمدی نہیں۔ اور کسی جگہ کے لئے کسی تنخواہ دار مبلغ کی ضرورت نہ پڑے۔

یہ باتیں ہیں جو ہمارے غور اور توجہ کے قابل ہیں۔ حالات ایسے پیش آرہے ہیں جنکی وجہ سے ان باتوں پر غور کرنا اور سنجیدگی کے ساتھ اصلاح کی تدابیر سوچنا ہمارا فرض اولین ہے۔ میرے مخدوم و مکرم جناب مولانا مولوی احمد صاحب کا وہ درد انگیز خطبہ میرے کانوں میں اس وقت تک گونج رہا ہے۔ جو چند ہفتے ہوئے جمعہ کے موقعہ پر انہوں نے دیا اور جماعت کے بعض ناگفتہ بہ حالات کا ذکر کر کے اس اہم ضرورت کی طرف توجہ دلائی جو اس مضمون کا موضوع ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ پیغام صلح کی آیندہ اشاعتوں میں اپنے احباب کی توجہات کو ان تدابیر عمل کی طرف منعطف کراؤں۔ جو ہماری جماعت کی تنظیم اور مذکورہ بالا ضروریات کو پورا کرنے کے لئے سودمند ہو سکتی ہیں۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

سوال (بقیہ صفحہ اول کالم ۳) سویم

اگر میری یاد غلطی نہیں کرتی تو احمدی جماعت کا یہ عام خیال ظاہر کیا جاتا ہے کہ محمد عربی جلالی شان میں ظاہر ہوئے اور مسیح موعود جمالی شان میں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ حضرت مسیح موعود کا اس کی نسبت کیا خیال ہے۔ لیکن اگر یہ درست ہے تو کیا اس میں رسول عربی کی ہتک نہیں ہے۔ اور کیا یہ خیال بجائے خود مجموعہ اضداد نہیں ہے۔ کیونکہ ایک طرف تو مسیح موعود کو رسول عربی کا کامل بروز کہا جاتا ہے اور دوسری طرف ہم محض جمالی حیثیت میں ان کو رسول عربی سے بڑھا کرتے ہیں۔ جمالی صفات جو انسان کے اخلاق کا بہترین حصہ ہیں۔ اس سے کیا ہم رسول اکرم کو محروم نہیں کر رہے جبکہ یہ کہتے ہیں کہ جلالی صفات رسول اکرم کے حصہ میں اور جمالی مسیح موعود کے حصہ میں آئیں۔ کیا فتح مکہ پر رسول اکرم نے حضرت یوسف کے اس قول کو دہرا کر کہ لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین۔ جن اعلیٰ اخلاق انسانی کا اظہار کیا ہے تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر رہی ہے اور رہے گی۔ کیا یہ جلالی صفات کا اظہار ہے یا جمالی صفات کا اظہار بدرجہ اتم ہے علاوہ اس کے کیا وہ آیت کہ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ میں۔ جمالی صفات کو علیحدہ رکھ دیا گیا ہے۔ اور کیا کامل انسانیت کا نمونہ اس اسوہ حسنہ سے ظاہر نہیں ہوتا۔ کیا یہ صحیح الزام رسول اکرم کے اخلاق پر نہ ہوگا۔ کہ وہ محض جلالی رنگ میں نبی ہو کر آئے تھے۔

جواب

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا یہ مذہب ہے کہ آنحضرت صلعم میں جلالی و جمالی دونوں شانیں پائی جاتی تھیں اور حضرت صاحب حضور کی جمالی صفات کا کامل بروز ہیں۔ پس نہ یہ مجموعہ اضداد ہے نہ اس میں آنحضرت صلعم کی ہتک ہے اور نہ اس سے حضرت مرزا صاحب کی آنحضرت صلعم پر فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ ؎

برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے
جسکا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے

سوال چہارم

کیا حضرت مسیح موعود کو جو کہ غیر نبی تھے حضرت مسیح پر کلی فضیلت ہے اگر ہے تو کن وجوہات سے؟

جواب

حضرت مسیح موعود کو حضرت مسیح پر کلی فضیلت نہیں بلکہ جزوی فضیلت ہے جیسا کہ کتاب تریاق القلوب کے صفحہ ۱۵۷ پر لکھا ہے:

"اس جگہ کسی کو یہ وہم نہ گذرے کہ اس تقریر میں اپنے نفس کو حضرت مسیح پر فضیلت دی ہے کیونکہ یہ ایک جزئی فضیلت ہے جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے۔ اور تمام اہل علم اور معرفت اس فضیلت کے قائل ہیں" (ایڈیٹر)

جدید ٹرکی ایک ہندوستانی کی نظر میں

ڈاکٹر انصاری کے عینی مشاہدات

ڈاکٹر صاحب محترم ۲۷ ستمبر کی شام کو پنجاب میل سے وارد دہلی ہوئے ممالک اسلامیہ کی سیاحت میں مسائل مہمہ اسلامیہ کے متعلق جو واقعات آپ کو معلوم ہوئے اور جو اہم معلومات آپ کو حاصل ہوئی ہیں اُن سے استفادہ کی غرض سے "ہمدرد" کا نامہ نگار ۲۸ ستمبر کی صبح کو ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ڈاکٹر صاحب نے از راہِ عنایت سوالات کی اجازت دی اور اُن کے جوابات دیکر ممنون فرمایا۔ چونکہ ڈاکٹر صاحب بمبئی میں انٹرویو دے چکے تھے اس لئے عام امور کو چھوڑ کر جو پہلے آپ بیان فرما چکے تھے بعض خاص خاص اور اہم امور کی نسبت سوالات ہی کے جوابات حاصل کرنے کی کوشش کی گئی۔

مکالمہ کو مختصر کرنے کے لئے اکثر سوالات کو حذف کر کے صرف جوابات قلم بند کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔ شاید دو ایک سوال بھی درمیان میں آ جائیں۔

ڈاکٹر صاحب ترکی اور ترکوں کی طرف سے بہت پُر امید ہیں اور آپ کو توقع ہے کہ انشاء اللہ ٹرکی مستقبل قریب میں بہترین اسلامی سلطنت ثابت ہوگی۔ آپ ترکوں اور موجودہ برسرِ اقتدار جماعت کی نسبت بے دینی اور دہریت والحاد کے مشہور کردہ افسانوں اور داستانوں کی قطعی تردید فرماتے ہیں۔

اور اُن تمام خبروں کی نسبت جو ہندوستان میں ترکوں کی لامذہبیت کے متعلق پھیلائی گئی اور مشہور کی گئی ہیں ان کی مشاہدہ اور ذاتی تحقیقات و تجارب کی بنا پر قطعی تردید فرماتے ہیں۔ اور اس قسم کے پروپیگنڈا کی غرض صرف یہ ہے کہ مسلمانانِ ہند کی نظروں سے ترکوں کو گرایا اور ان کی محبت دلوں سے زائل کی جائے اور ترکوں کی طرف سے مسلمانانِ ہند کو بدظن کر دیا جائے۔

عصمت پاشا کی مذہبیت

بعض قوانین کے نفاذ سے مثلاً خانقاہوں اور تکیوں کی بندش اُئمہ مساجد و واعظین پر قیود وغیرہ عائد کرنے کی بنا پر موجودہ حکومت کی نسبت عموماً اور عصمت پاشا کے متعلق خصوصاً جو بدظنی پھیلا دی گئی ہے اور ان کی لامذہبیت کے افسانے مشہور کئے گئے ہیں اس کی نسبت دریافت کرنے پر جناب ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ:-

عصمت پاشا ایک پکے کٹر اور پابند صوم وصلوٰۃ رکن ہیں . . . . اسلام اور عقلمند احباب و اغیار نے ان کو بدنام کرنے کا ذریعہ بنا دیا ہے۔

اُئمہ مساجد و واعظ اور قضاۃ وغیرہ پر جو قیود و پابندیاں عائد کی گئی ہیں ان کی غرض اصلاح ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ غازی عصمت پاشا نے مجھ سے کہا کہ میں جمعہ کی نماز کے لئے جایا کرتا تھا تو جامع مسجد میں جاہل واعظوں کے وعظ بھی سُنے جن کو سنکر شرم آتی تھی اور جو بالکل مبنی بر جہالت ہوتے تھے اور جو کوئی بھی ان کو سنتا اسے شرم محسوس ہوتی جب میں نے دیکھا کہ اس قدر جاہلوں کا گروہ واعظ امام اور عالم بنگیا ہے اور بجائے خلق اللہ کی ہدایت کے اس کو اپنے جاہلانہ وعظوں سے اور زیادہ گمراہ کرتے ہیں تو میں نے نیت کر لی کہ اس کی اصلاح ضرور کرونگا چنانچہ عصمت پاشا نے یہ قانون نافذ کر دیا کہ کوئی شخص اس وقت تک نہ تو وعظ کہہ سکتا ہے نہ امامت کر سکتا ہے۔ اور نہ عالم ہونے کی علامت ٹوپی پر بغہ باندھ سکتا ہے جب تک کہ مقررہ نصاب کے مطابق امامت یا موعظت قضا اور عالم ہونے کی سند نہ حاصل کرے۔ اور اس غرض سے کہ صاحب علم و بصیرت اُئمہ و واعظ عالم اور قاضی پیدا کئے جائیں عصمت پاشا نے علماء اور اہل علم و فن کو جمع کر کے ان سے مشاورت کی اور ان سے بحث و تمحیص اور ان کے شورے سے پانچ سال کا ایک نصاب مقرر کر کے قسطنطنیہ بروصہ انگورہ اور سمرنا میں مدارس کھولے تاکہ اس نصاب کے مطابق تعلیم حاصل کر کے وہ سند وعظ و درس افتاء و قضا اور امامت کے فرائض کما حقہ ادا کر سکیں اور خلق اللہ کے لئے ان کا وعظ و درس باعث ہدایت و سعادت ہو نہ کہ موجب ضلالت و گمراہی۔

اسی طرح قضاۃ پر بھی پابندیاں عائد کی گئیں اور ان کے لئے بھی نصاب مقرر کیا گیا جس میں علاوہ فقہ کے عربی ترکی اور فرانسیسی زبان کا جاننا بھی لازمی قرار دیا گیا۔ اور اسلامی قانون کے علاوہ دیگر دُول اور اقوام کے قوانین کی واقفیت بھی ضروری قرار دی گئی۔ کیونکہ اب غیر ترکی عدالتیں توڑ دی گئیں ہیں اور غیر ترکی رعایا کے مقدمات بھی ترکی عدالتوں ہی میں آتے ہیں . . . . اس لئے ضروری تھا کہ قضاۃ اور منصف اسلامی قانون کے علاوہ دیگر اقوام عالم کے قوانین سے بھی واقف ہوں۔

لیکن اس سعی اصلاح کو مذہب کی مخالفت کے عنوان سے بدنام شہرت دی گئی۔ حالانکہ جاہل مولویوں۔ اماموں۔ واعظوں۔ اور قاضیوں کے دستبرد سے مذہب کو بچانے کے لئے اور عوام کو صحیح مذہبی تعلیم سے آگاہ کرنے کی غرض سے عصمت پاشا نے یہ قدم اُٹھایا ہے۔

انگریزی ٹوپی کا قضیہ!

گذشتہ دنوں مسلمانانِ عالم کے دوست رائٹر نے یہ خبر مشتہر کی تھی کہ موجودہ ترکی حکومت نے ترکی ٹوپی کے بجائے انگریزی ٹوپی یعنی ہیٹ کو لازمی قرار دیا ہے۔ کہ جب عدالتوں یا سرکاری محاکم میں جائیں تو اپنی دستارِ فضیلت کو ہیٹ کی طرح اُتاریں۔ گویا بجائے اسلام مسنون کے فرنگی طرز پر سلام کریں۔ اس کے متعلق دریافت کرنے پر ڈاکٹر صاحب فرمایا کہ یہ بھی محض کذب و افترا ہے۔ واقعہ صرف اس قدر ہے کہ ترکوں نے فوج میں فوجی ضرورت کے لحاظ سے چھجہ دار ٹوپیاں رائج کی ہیں اور بس۔ فوج کے علاوہ برابر حسبِ دستور سابق لوگ ترکی ٹوپی پہنتے ہیں اور ان پر کسی قسم کی کوئی بندش یا قید عائد نہیں کی گئی۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ ترک تو ہیٹ سے سخت نفرت کرتے ہیں۔ اور اپنی قومی ٹوپی کو نہایت عزیز رکھتے ہیں چنانچہ تمام افسر اور حکام ترکی ٹوپی استعمال کرتے ہیں اور وہی حسب دستور سابق۔ سر۔ سینہ اور آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر سلام کرتے اور سلام کا جواب دیتے ہیں۔

خانقاہوں اور تکیوں کی شکست کے اسباب

ڈاکٹر صاحب کے متعلق اپنے پہلے انٹرویو میں بیان فرما چکے تھے اس پر صرف اس قدر اضافہ فرمایا کہ جب ذمہ دار وزراء سے اس کا ذکر آیا تو انہوں نے بیان کیا کہ یہ امر تحقیقات سے پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ تمام خانقاہیں اور تکئے حکومت کے خلاف سازشوں میں مشغول تھیں۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ سابق معزول سلطان وحید الدین نے تمام ملک میں ان خانقاہوں اور تکیوں کے ذریعہ سازشوں کا ایک وسیع جال پھیلا رکھا تھا اس لئے ان کا بند کرنا ضروری ہو گیا۔

عورتوں کے متعلق بےبنیاد افسانے

عورتوں کی مذموم فرنگیانہ آزادی کے متعلق دریافت کرنے پر ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ جو حالت پہلے تھی وہی اب بھی ہے یعنی صرف وہ خاندان اور اونچے گھرانے جن کے یہاں صدیوں سے یورپین معاشرت جاری ہے اور جنہوں نے یورپین تعلیم و تربیت اختیار کر رکھی ہے ان کے یہاں کی وہ عورتیں جن کی مائیں یورپین ہیں یعنی فرانسیسی۔ جرمنی انگریزی یا یونانی ماؤں کی بطن سے جو عورتیں ہیں وہ ہمیشہ سے یورپین لباس میں ملبوس رہتی تھیں اور ہیٹ لگا کر نکلا کرتی تھیں جس کی وجہ سے یہ نہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ ترکی عورتیں ہیں یا یورپین۔ وہ بغیر نقاب اور چارشف وغیرہ کے پھرا کرتی تھیں اور مجالس رقص وغیرہ میں بھی شریک ہوتی تھیں مگر اب ان عورتوں نے جنگ کے بعد سے بوجہ قومی عصبیت کے ہیٹ پہننی چھوڑ دی ہے اور ترکی رومال باندھنا شروع کر دیا ہے جس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ ترکی خاتون ہیں یہ طبقہ پہلے کی طرح اب بھی یورپین لباس پہنکر بے پردہ پھرتا اور مجالس رقص و سرود میں شریک ہوتا ہے ان کی تعداد جتنی پہلے تھی اتنی ہی اب بھی ہے۔ یعنی قسطنطنیہ میں پچیس فیصدی سے زیادہ نہیں ہے باقی تمام عورتیں نقاب یا چارشف استعمال کرتی ہیں۔

ڈانسنگ ہال یا ناچ گھر

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ میں قصداً تمام رقص خانوں میں گیا۔ یہ سب روسی اور یورپین رقص خانے ہیں۔ ان میں سو میں ایک یا دو سے زیادہ ترکی عورتیں نہیں ہوتی اور وہ اسی طبقہ کی ہوتی ہیں جو کہ ہمیشہ سے یورپ کی معاشرت کی عادی ہیں۔

مصطفےٰ کمال پاشا کی جانب سے اطمینان

یہ دریافت کرنے پر کہ مصطفےٰ کمال پاشا کی یہ خواہش تو نہیں ہے کہ وہ خود سلطان بن بیٹھیں۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ اس کا کوئی خطرہ نہیں اور نہ پاشائے موصوف کی طرف سے اس قسم کی کسی شبہ کی گنجائش ہے نیز یہ بھی فرمایا کہ ان کی نسبت بھی لامذہبیت کا جو الزام لگایا جاتا ہے وہ محض بہتان ہے۔ اور بعض ایسی باتیں ڈاکٹر صاحب نے بتائیں جن سے مصطفےٰ کمال پاشا کی دردِ اسلامی کا پتہ چلتا تھا۔

خلق جماعت کی ذہنیت

ڈاکٹر صاحب نے اس جماعت کی نسبت جو برسرِ اقتدار ہے فرمایا کہ یہ جماعت خاندان عثمان کے خلاف بہت سخت ہے لیکن وزارت جو اس جماعت کے ارکان پر مشتمل ہے وہ نسبتاً نرم ہے چنانچہ خلیفہ عبد المجید کی جلا وطنی کا جو ریزولیوشن مجلس ملیہ میں وزارت کی طرف سے پیش کیا گیا تھا وہ صرف ان کی ذات تک محدود تھا اور جس وزیر نے اس کو پیش کیا تھا اُس نے بہت نرم تقریر کی تھی لیکن خلق پارٹی کے انتہا پسند افراد نے اس میں ترمیم پیش کی جو تمام خاندان شاہی کی جلا وطنی پر مشتمل تھی نیز یہ کہ ۲ ماہ کے اندر اندر وہ اپنی ذاتی جائداد فروخت کر کے روپیہ وصول کرلیں۔ اور جو سخت تقریریں ہوئیں تھیں وہ بھی اسی انتہا پسند گروہ کے ارکان کی طرف سے ہوئی تھیں نہ کہ افراد کابینہ کی طرف سے وزارت اس کے حق میں نہ تھی کہ پورا خاندان جلا وطن کر دیا جائے۔

ٹرکی کی اندرونی سیاست

ترکی میں اس وقت دو جماعتیں ہیں ایک موجودہ برسرِ اقتدار جماعت جس کا نام خلق فرقہ ہے اور دوسری جماعت رؤف بے کی ہے جو ہندوستانی مسلمانوں کی پالیسی سے قریب تر ہیں کردستان کی بغاوت سے قبل منتخب کی پارٹی کے آدمی منتخب ہو کر ایک بائی الیکشن ہوئے اس میں ان کی پارٹی کے آدمی منتخب ہو کر گئے تھے جس سے توقع تھی کہ شاید آیندہ الیکشن میں ان کی پارٹی برسرِ اقتدار آ جائے۔ مگر کردستان کی بغاوت کے سلسلہ میں اس پارٹی کے تمام کلب اور انجمنیں بھی بند کر دی گئیں رؤف بے کسی قسم کا انقلاب نہیں چاہتے کیونکہ وہ سمجھتے ہیں یہ ان کے ملک کے لئے مضر ہوگا اور اس سے اجانب و اغیار کو مداخلت کا موقع ملیگا اس لئے وہ حضرت آئینی طریقوں پر کاربند ہیں۔ بہر حال اب آیندہ الیکشن میں رؤف بے کی پارٹی کے برسرِ اقتدار آنے کے متعلق صحیح اندازہ اُس وقت ہو سکیگا جبکہ پارلیمنٹ دوبارہ کھلے اور ملک کی حالت طبعی ہو جائے اور لوگوں کو بلا تکلیف اپنے سیاسی خیالات کے اظہار کا موقع ملے۔

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ پہلے جو پارٹیاں ہوئی تھیں وہ انسانی جان کا بہت کم احترام کرتی تھیں اور ایک دوسری پارٹی کے آدمیوں کو ذرا سی بات پر نشانہ بندوق بنا دیتی تھیں اس کی وجہ یہ تھی کہ خالص سیاسیات پر مبنی پارٹی نہ ہوتی تھیں۔ بلکہ ذاتیات کو دخل ہوتا تھا لیکن اب ایسا نہیں ہے بلکہ خاص پولیٹیکل نقطۂ نظر سے پارٹی قائم ہیں۔ اور اختلافات سیاسی کی بنا پر ایک دوسرے کی جان کی فکر میں کوئی نہیں ہے۔

مسئلہ موصل

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا جیسا کہ میں پہلے اخبارات میں کرائیکل وخلافت کے نمایندوں سے ظاہر کر چکا ہوں ترک جنگ نہیں کرنی چاہتے مگر وہ موصل کو چھوڑنے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں خواہ بدرجہ مجبوری ان کو جنگ کی آگ میں کودنا ہی کیوں نہ پڑے۔

یونانی غارت گری

ڈاکٹر صاحب کا بیان ہے کہ حیدر پاشا قسطنطنیہ میں اناطولیہ ریلوے کے اسٹیشن کا نام ہے سے لے کر انگورہ تک تمام آبادیاں اور بستیاں یونانیوں نے تباہ برباد کر دی ہیں۔ کوئی گاؤں قصبہ اور شہر ایسا نہیں ہے جس کو ان وحشی درندوں نے مسمار نہ کر دیا ہو۔ عمارات پل۔ ریلوے لائن۔ ریلوے انجن وغیرہ سب بالکل تباہ و برباد کر گئے ہیں۔

ترکوں کی بہت سی فیکٹریاں تھیں اُن سب کو برباد کر دیا۔ غرضیکہ ایک عالمگیر تباہی و بربادی پھیلا دی ہے۔ موجودہ حکومت انتہائی سرگرمی اور جوش و مستعدی سے از سرِ نو ہر ایک چیز کی تعمیر میں مصروف ہے۔

ہر فیکٹری از سرِ نو قائم کی ہے زر مدبّر مستقر تعمیر کیا ہے تاکہ جہازوں کی مرمت وغیرہ ہو سکے انگورہ میں ہوائی جہازوں کی ایک فیکٹری قائم کی ہے اس طرح سامانِ حرب تیار کرنے کی فیکٹریاں بھی کھولی گئی ہیں۔ غرضکہ انتہائی سعی و جہد اس امر کی جا رہی ہیں کہ جلد سے جلد گذشتہ جنگ کی پھیلائی ہوئی بربادیوں کی تلافی کریں۔

مالی حالت

اتنی ضرورتیں ایک طرف اور دوسری طرف مالی حالت نہایت کمزور ہے یعنی کل آمدنی پانچ کروڑ پچپن لاکھ روپیہ ہے یعنی حیدر آباد کی آمدنی سے تقریباً نصف گویا بڑودہ اور میسور کی ریاستوں کے برابر۔

بات یہ ہے کہ آج کل ترکی پونڈ کی قیمت صرف ۸ؔ رہ گئی ہے۔ اس کے علاوہ جنگ کی تباہی و بربادی کی وجہ سے زراعت ابھی نہیں ہو سکتی اس لئے آمدنی صرف محصول کسٹم وغیرہ سے ہوتی ہے۔

ارکان حکومت کا حیرت انگیز ایثار

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ موجودہ حکومت انتہائی کفایت شعاری سے کام لے رہی ہے۔ چنانچہ پریسیڈنٹ جمہوریہ ترکی غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی تنخواہ کل ساڑھے بارہ سو روپیہ ماہوار ہے غازی عصمت پاشا جو وزیر اعظم ہیں ان کی تنخواہ آٹھ سو روپیہ ماہوار ہے اور دیگر وزرا کی تنخواہیں پانسو سے زیادہ نہیں ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ وزرا کے مکانات نہایت مختصر اور سادے ہیں وہ اسی میں زندگی بسر کرتے ہیں اور رات دن وطن کی خدمت میں مصروف رہتے ہیں

ایک مشرقی ماہر فن تعمیرات کی مثال

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ انگورہ میں ایک مشرقی فن تعمیر کے مشہور ماہر ہیں جن کی تمام یورپ میں شہرت ہے۔ اور یورپ میں جہاں کہیں مشرقی نمودار تعمیر عمارت تعمیر کرائی جاتی ہے تو اس میں مشورہ کے لئے آپ کو طلب کیا جاتا ہے۔ چنانچہ آپکی فیس تین ہزار فرنیک روزانہ ہے یعنے چار سو روپیہ اور اسی فیس پر آپ ڈائر جرمنی کے شہر یا وغیرہ جایا کرتے ہیں لیکن خود ترکی حکومت میں آپکی تنخواہ چار سو روپیہ ماہوار ہے تنخواہ کی کمی کی وجہ یہ ہے کہ ابھی ملی حالت درست نہیں ہوئی۔ اور وہ نہ گذارہ لیکہ محبان وطن اپنے ملک کی خدمت کرنی فرض سمجھتے ہیں۔

ترکوں کی عام مذہبی حالت

ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ ترکوں کی مذہبی حالت کسی طرح دوسرے اسلامی ممالک کے مسلمانوں سے بری ہی نہیں ہے بلکہ وہ آج بھی تمام دنیا کے مسلمانوں سے اچھے اور بہتر مسلمان ہیں۔ نماز باجماعت ادا کرنے کے لئے کثرت سے سول اور فوجی افسران و اعلیٰ حکام مساجد میں جاتے ہیں اور ایک عالم اسلامی کے لئے اس قدر درد سب کے دلوں میں ہے۔

ہندوستان کا اثر

سُن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ ہندوستانی مسلمانوں کا ایک عام اور گہرا اثر نہ صرف ترکوں پر بلکہ تمام عالم اسلامی ممالک پر ہے۔ وہ بیحد مسلمانان ہند کے ممنون و منشکر ہیں اور متحیر ہیں کہ باوجود اس غلامی کے وہ عالم اسلامی کے لئے اس قدر بے جگری سے جد و جہد میں مصروف ہیں حالانکہ اپنا اس میں کوئی نفع نہیں وہ باہر کے مسلمانوں سے کوئی امداد نہیں مانگتے اور ان کو ہر قسم کی امداد دیتے رہتے ہیں اسی سلسلہ میں ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ ڈاکٹر عبدالحمید سعید بے جو کہ حزب الاہلی کے مشہور لیڈر وں میں سے ہیں ۔ ۔ ۔ انہوں نے مسلمانان ہند کی جمعیت اسلامی کی بیحد تعریف کی اور کہا کہ تعجب ہے کہ علی برادران جیسے لیڈروں کی موجودگی میں ابھی تک ہندوستان محکوم ہے اگر یہ دونوں لیڈر ہم کو دیدیئے جائیں تو ہم آج مصر کو آزاد کر کے دکھلا سکتے ہیں۔

ہندوستانی اخبارات کے تراجم ہر محکمہ میں

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ ترک ہندوستان کے مسلمانوں کے آراء و افکار سے اس قدر دلچسپی رکھتے اور ان سے واقف ہو گا ورنہ اس قدر ضروری سمجھتے ہیں کہ انہوں نے ہندوستانی اخبارات کے ترجمہ کے لئے ہر محکمہ میں مستقل انتظام کر دیا ہے جس کے ذریعہ سے تمام ہندوستانی اخبارات کا ترجمہ ترکی میں ہوتا رہتا ہے۔

آخر میں ڈاکٹر صاحب نے ترکی کے مستقبل کے متعلق امید اور اطمینان کا اظہار فرمایا اور توقع ظاہر کی کہ انشاء اللہ جلد ترکی ان توقعات کو پورا کرنے میں کامیاب ہوگا جو عالم اسلام نے اس سے وابستہ کر رکھی ہیں۔

مسئلہ ارتداد اور نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی مرحوم

(از چوہدری عبدالباری صاحب اختر سکول ماسٹر مسلم ہائی سکول لاہور)

ہماری جماعت کی طرف سے مسئلہ ارتداد کی طرف سے جو کچھ لکھا جا چکا ہے۔ وہ ایک حق پسند دل کے اذعان اور تیقن کے لئے کافی ہے۔ مگر ہم انگریزی مولویوں کی تسلی خاطر کے لئے جن کا منبع علم محض علیگڑھ کالج کی چار دیواری تک محدود ہے ۔ ذیل میں نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی مرحوم فنانشل و ریویو سکرٹری دولت آصفیہ حیدر آباد دکن کی شہرہ آفاق انگریزی کتاب ریفارمز انڈر مسلم رول

Reforms under Muslim Rule

"اصلاحات زیر حکومت اسلام" کا وہ حصہ نقل کرتے ہیں جس میں انہوں نے قتل مرتد پر بحث کی ہے۔

ہمارے محترم دوست مسٹر ظفر علی خاں بی۔ اے علیگ جو قتل مرتد کے بہت پر جوش حامی ہیں۔ ان کے لئے یہ اقتباس زیادہ دلچسپی کا موجب ہوگا۔ کیونکہ آپ حیدر آباد کی مردم خیز زمین کے ہمیشہ مرہون منت اور نمک خوار رہے ہیں۔ ہم مسٹر موصوف کو اسی "حیدر آباد" میں پڑھا ہوا مگر اب کچھ کچھ بھولا بسرا سبق یاد دلاتے ہیں۔ مسٹر موصوف کی ہمہ دان اور مطالعہ پسند طبیعت سے یہ تو بعید ہے۔ کہ وہ اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی مرحوم کی گرانقدر شخصیت اور ان کی اس مشہور کتاب سے ناواقف ہوں مگر ہم اقتباس سے پہلے کتاب اور مصنف کے مختصر حالات محض اس لئے لکھتے ہیں کہ مسٹر موصوف اور ان کے ہم نوا بھولا ہوا سبق یاد کر سکیں ہمارے قارئین کرام مصنف اور کتاب کی اہمیت کا اندازہ لگا سکیں۔

مصنف کے متعلق سر سید احمد خاں فرماتے ہیں:۔

"مولوی چراغ علی مرحوم ایک بے مثل اور مرنج و مرنجان شخص تھے ہمارے (علی گڑھ) کالج کے ٹرسٹی اور بہت بڑے معاون تھے۔ متعدد علوم میں نہایت اعلیٰ درجہ کی دستگاہ تھی۔ عربی علوم کے عالم تھے فارسی نہایت عمدہ جانتے تھے عربی زبان میں نہایت اچھی دستگاہ رکھتے تھے۔ بیشک و ایک لائق کارگزار اور جانتے تھے اعلیٰ درجہ کے مصنف تھے۔ انگریزی زبان میں بھی انہوں نے کتابیں تصنیف کی ہیں۔ مذہب اسلام کے ایک فلاسفر حامی تھے ہمارے دوست تھے" (تہذیب الاخلاق سلسلہ سوم جلد دوم۔ یکم محرم ۱۳۱۳ ہجری)

کتاب "اصلاحات زیر حکومت اسلام" کا شان نزول یہ ہے کہ ۱۸۸۳ء میں پادری ملکم میکال نے ایک انگریزی رسالے کنٹمپریری ریویو (*Contemporary Review*) میں اسلام کے خلاف چند بے سرو پا الزاموں کا سلسلہ شروع کر دیا تھا اور لکھا تھا کہ "اسلام تمدنی اور معاشرتی ترقی کا مانع ہے" مولوی صاحب موصوف نے قرآن۔ حدیث۔ فقہ و تاریخ سے ان الزاموں کا بے بنیاد ہونا ثابت کیا۔ اور بتایا کہ اسلام تمدنی معاشرتی روحانی اور اخلاقی ترقیوں کا حامی، تغیرات زمانہ کے ساتھ نئے تمدن و سیاست کا ساتھ دینے والا ہے۔

اس کتاب نے مصنف کی زندگی ہی میں جو عالمگیر شہرت اور مقبولیت حاصل کر لی تھی۔ اس کا اندازہ اس سے کیجئے۔ کہ شائع ہوتے ہی ہندوستان اور یورپ کے مشاہیر اور علمائے معاصرین نے اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اہل قلم اور نامور اشخاص نے اس قدر خط مولوی صاحب موصوف کو لکھے۔ کہ ان کی ایک جداگانہ کتاب بن سکتی ہے۔ ہم ذیل میں ان بہت سے خطوط اور آراء میں سے ڈاکٹر اسپرنگر کے اس طویل خط کے شروع کا حصہ نقل کرتے ہیں۔ جو صاحب موصوف نے مولانا مرحوم کو لکھا:۔

"آپ کی کتاب "ریفارمز انڈر مسلم رول" "اصلاحات زیر حکومت اسلام" ملی۔ جس کے لئے میرا دلی شکریہ قبول فرمایئے۔ یہ ایک نہایت عمدہ کتاب ہے۔ اور اس سے آپ کے علم و فضل اور صداقت عقل کا ثبوت ملتا ہے۔ یقین ہے کہ اس سے ہندوستان اور انگلستان میں بڑی حرکت اور قیل و قال ہو گی" (مقدمہ اعظم الکلام فی ارتقاء الاسلام حصہ دوم صفحہ ۶۶)"

اس کتاب میں ضمنی طور پر ایک موقعہ پر قتل مرتد کی بحث بھی آجاتی ہے۔ پادری میکال کا اعتراض ہے۔ کہ اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے مصنف نے اس کا جواب یہ دیا ہے۔ کہ اول تو یہ قرآن کریم کا حکم نہیں دوسرے خود فقہا میں اس مسئلہ کے متعلق اختلاف ہے قرآن میں اس کے خلاف نہایت درجہ بردباری کا حکم ہے البتہ ایسے مرتد کو جو بغاوت کرتا ہے۔ اور جنگ پر آمادہ ہے قتل کر دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ مگر یہ حکم ارتداد کی وجہ سے نہیں ہے۔ بلکہ بغاوت کی وجہ سے ہے۔ جن فقہا نے قتل کا فتویٰ دیا ہے۔ ہمارے مصنف نے ان کی وجوہ پر بحث کی ہے۔ اور ان کے استدلال کو ضعیف اور قرآن کریم کے خلاف ثابت کیا ہے۔ اور اس کے بعد عیسائیوں کے قانون کو جو مرتد اور کافر کے متعلق ہے دکھا کر بتایا ہے کہ اسلام عیسائیوں کے مقابلے میں کس قدر نرمی اور رعایت کا برتاؤ روا رکھا گیا ہے۔

اسی ضمن میں مصنف نے پادری میکال اور دیگر معترضین کے اعتراضات در بارہ عدم مساوات غیر مسلمین کو بیان کر کے سب کے جواب کمال خوبی سے ادا کئے ہیں۔ اور کامل طور پر ثابت کیا ہے کہ اسلام نے نہایت منصفانہ برتاؤ کی اجازت دی ہے۔ اور عموماً مسلم اور غیر مسلم کو یکساں حقوق دیئے ہیں۔ اور یہ بات کسی دوسرے مذہب میں نہیں پائی جاتی اسی کے ساتھ سلطنت ترکی پر جو متعصبانہ حملے کئے گئے ہیں۔ ان سب کی اصل حقیقت کو دکھا کر اور بڑے بڑے مدبرین یورپ کی آراء پیش کر کے معترضین کی غلط بیانیاں ثابت کی ہیں (مقدمہ دوم صفحہ ۵۶)

کتاب اور مصنف کی ان سرسری خصوصیتوں کے بعد اب ہم مولوی صاحب مرحوم کے اصل الفاظ لکھتے ہیں مگر ان کے سننے سے پہلے ایک دفعہ معترض کا اعتراض پیش نظر رکھ لیجئے۔

پادری ملکم میکال پہلے اپنے ایک ہمعصر مصنف سر اے کمبل (Sir A Kemball) کونسل جنرل کی رائے نقل کرتے ہیں۔ ان کا ارشاد ہے

"عیسائی نفرت اور حقارت کے مورد قرار دیئے گئے ہیں اور قرآن کی یہی تعلیم ہے"

اور پھر پادری میکال خود معترض ہے۔

"اگر کوئی مسیحی کسی مسلمان کا مذہب تبدیل کرا دے تو اسکو موت کی سزا دیجائیگی۔ اور مذہب تبدیل کرنیوالا مسلمان بھی قتل کیا جائیگا" (کنٹمپریری ریویو اگست ۱۸۸۱ء صفحہ ۲۷۵)

مولوی چراغ علی مرحوم ان دونوں تحریروں کا جواب یوں دیتے ہیں:۔

"قرآن کریم میں کسی جگہ عیسائیوں سے نفرت اور حقارت کی تعلیم نہیں دی گئی۔ اور جب میں یہ خیال کرتا ہوں تو مجھے افسوس آتا ہے۔ کہ سر اے کمبل جیسا کونسل جنرل قرآن کریم سے ایسی گہری ناواقفیت کی مصیبت میں گرفتار ہو۔ اور یہ جو ارتداد کی سزا موت بتائی جاتی ہے۔ تو یہ کوئی پیغمبر اسلام صلعم کا قانون نہیں اور نہ قرآن کریم نے الحاد کی کسی دنیاوی سزا کا فتویٰ دیا ہے" (ریفارمز صفحہ ۵۰)

مولوی صاحب موصوف کو تو ایک ایسے شخص پر افسوس آتا ہے جس کی تعلیم و تربیت ایک مخالف سوسائٹی میں اور جس کی پرورش مخالف اسلام آب و ہوا میں ہوتی ہے لیکن آج علی گڑھ اور دیوبند کی رفیع الشان عمارتوں کے مکینوں کی گہری ناواقفیت پر کون نوحہ خوانی کرے۔ آہ!

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ با من ہرچہ کرد آں آشنا کرد

اس کے بعد مصنف نے قرآن کریم کی وہ تمام آیات لکھی ہیں جو ایک مسلمان کے مذہب سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور لکھتے ہیں کہ "ریورنڈ مسٹر میکال کو یہ دیکھ کر حیرت ہوگی۔ کہ ان آیات میں سے کسی ایک آیت میں بھی ارتداد کی سزا موت نہیں بتلائی گئی۔ بلکہ برخلاف اس کے قرآن کریم ان لوگوں کو معاف کر دیتا ہے جو کسی مسلمان کو اس کے پاک مذہب سے منحرف کریں"

ودکثیرا من اھل الکتاب لو یردونکم من بعد ایمانکم کفاراً حسداً من عند انفسھم من بعد ما تبین لھم الحق فاعفوا واصفحوا حتی یاتی اللہ بامرہ ان اللہ علی کل شیئ قدیر ط	(مسلمانو) اہل کتاب میں سے بہت چاہتے ہیں کہ تمہارے ایمان کے بعد تمہیں پھر کافر بنا دیں اپنے حسد کی وجہ سے باوجود یکہ ان پر حق ظاہر ہو چکا ہے۔ تو عفو اور درگذر کرو یہاں تک کہ خدا اپنا کوئی حکم صادر کرے۔ بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ سورۃ البقر: ۱۰۹
ولا یزالون یقاتلونکم حتی یردوکم عن دینکم ان استطاعوا ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وھو کافر فاولئک حبطت اعمالھم فی الدنیا والاخرۃ واولئک اصحاب النار ھم فیھا خالدون ط	یہ کفار سدا لڑتے ہی رہیں گے۔ یہاں تک کہ اگر ان کا بس چلے تو تم کو تمہارے دین سے برگشتہ کر دیں۔ اور جو تم میں سے اپنے دین سے برگشتہ ہوگا اور کفر کی حالت ہی میں مر جائیگا تو ایسے لوگوں کا کیا کرایا دنیا و آخرت دونو جگہ اکارت جائیگا یہی اہل دوزخ ہیں۔ اور ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے سورۃ البقر: ۲۱۷
کیف یھدی اللہ قوماً کفروا بعد ایمانھم وشھدوا ان الرسول حق وجاءھم البینات واللہ لا یھدی القوم الظالمین	خدا ایسے لوگوں کو کیوں ہدایت دینے لگا جو ایمان لائے پیچھے لگے کفر کرنے اور وہ اقرار کر چکے تھے کہ پیغمبر برحق ہے۔ اور ان کے پاس اس کے کھلے ثبوت بھی آچکے ہیں اور اللہ ایسے ہٹ دھرموں کو ہدایت نہیں دیا کرتا
اولئک جزاؤھم ان علیھم لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین خالدین فیھا لا یخفف عنھم العذاب ولا ھم ینظرون	ان کی سزا یہ ہے کہ ان پر خدا کی اور فرشتوں کی اور لوگوں کی سب کی پھٹکار۔ یہ ہمیشہ اسی پھٹکار میں رہیں گے نہ تو ان سے عذاب ہی ہلکا کیا جاوے گا اور نہ ان کو مہلت ہی دیجاویگی
الا الذین تابوا من بعد ذالک واصلحوا فان اللہ غفور رحیم ط	مگر جن لوگوں نے ایسا کئے پیچھے توبہ کی اور اپنی اصلاح کر لی تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔
ان الذین کفروا بعد ایمانھم ثم ازدادوا کفراً لن تقبل توبتھم واولئک ھم الضالون۔	جو لوگ ایمان لائے پیچھے پھر گئے اور ان کا کفر بڑھتا چلا گیا تو ایسوں کی توبہ کبھی قبول نہیں ہوگی اور یہی لوگ گمراہ ہیں (سورۃ آل عمران: ۸۵-۸۹)
یا ایھا الذین امنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ اذلۃ علی المؤمنین اعزۃ علی الکافرین یجاھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ	مسلمانو! تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھر جائے تو خدا ایسے لوگ موجود کر دیگا جن کو وہ دوست رکھتا ہوگا اور جو اس کو دوست رکھتے ہوں گے۔ مسلمانوں کے ساتھ نرم کافروں کے ساتھ اپنی حفاظت اور مدافعت میں کڑے اور خدا کی راہ

(۹) ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۔ راہ میں کوشش کریں گے۔ اور کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت کا کچھ خوف نہیں رکھینگے۔ یہ خدا کا ایک فضل ہے جس کو چاہے دے۔ اور خدا بڑی وسعت والا اور علیم ہے (سورۃ المایدہ ۵۴)

ان آیات کو لکھنے کے بعد مصنف فرماتے ہیں:۔

"یہ ہے اسلام کا وہ الہامی قانون جس میں مرتدوں کے ساتھ بے انتہا مسالحت کی گئی ہے۔ اگر ٹرکی میں مذہب بدلنے والوں کے ساتھ کسی قسم کا جابرانہ اور متعصبانہ برتاؤ کیا جاتا ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ سلطان ٹرکی اس کی اصلاح نہ کریں" (ریفارمر صفحہ ۵۱)

اس کے بعد مصنف مرتدوں کے متعلق فقہ کے احکام لکھتے ہیں اور فرماتے ہیں:

"ریورنڈ میکال غلطی سے جس فقہ کو اسلام کا ناممکن التبدیل قانون لکھتے ہیں وہ مرتد کے حق میں موت کا فتوےٰ صادر کرتا ہے۔ لیکن فقہا ان اسباب وعلل کی تشخیص کرنے میں باہم مختلف الرائے ہیں جن پر فتوےٰ دیا جائیگا۔ وہ اس مرتد کے حق میں فتوےٰ دینگے۔ جو اپنے بادشاہ کے خلاف بغاوت کرتا ہے لیکن ایسی حالت میں صورت معاملہ بالکل بدل جائیگی کیونکہ یہ موت کا فتوےٰ ارتداد کی بنا پر نہیں دیا جائیگا۔ بلکہ اپنے بادشاہ کے خلاف بغاوت کے سنگین جرم کی پاداش میں دیا جائیگا" (ریفارمر صفحہ ۵۱)

اب مصنف ان احکام پر تنقیح کرتے ہیں۔ اور ان فقہی وجوہات کی تردید فرماتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:۔

"فقہا نے مرتدوں پر موت کی سزا جاری کرنے کی دو وجوہات پیش کی ہیں جو ہدایہ میں بیان کی گئی ہیں پہلی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ قرآن یہ حکم دیتا ہے کہ مشرکوں کو قتل کرو۔ سورۃ ۹: ۵+

دوسری وجہ کی بنیاد اسی مضمون کی ایک حدیث پر رکھی گئی ہے۔ کہ "جو شخص اپنا مذہب بدلے اس کو قتل کرو" لیکن یہ دونو وجوہ ضعیف اور بے بنیاد ہیں+

(۱) پہلی وجہ کا بطلان تو اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ اس استدلال میں ان متعدد آیات قرآن کے مضامین سے اغماض کیا گیا ہے۔ جو خصوصیت کے ساتھ مطلق ارتداد سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور جن کو ہم پیچھے لکھ آئے ہیں اور نیز اس استدلال کا ضعف اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ فقہا نے سورۃ توبہ کی پانچویں آیت کا صرف ایک غیر مربوط ٹکڑا پیش کیا ہے جس کو "زیر بحث سے کوئی تعلق نہیں۔ سورۃ توبہ کی آیت ان اہل مکہ سے تعلق رکھتی ہے جنہوں نے حدیبیہ کا معاہدہ توڑ دیا تھا اور جنہوں نے باوجود عہد وپیمان کے اس قبیلے پر سخت ظلم وتعدی کی تھی۔ جس نے اُن کی خلاف معاہدہ تاخت وتاراج سے تنگ آکر مسلمانوں کی حمایت میں پناہ لی تھی (دیکھو سورۃ توبہ آیات ۱ تا ۱۵ خصوصاً آیات ۳، ۴، ۸، ۱۱، اور ۱۳) علاوہ اس کے اس آیت میں مشرکوں ہی سے بحث کی گئی ہے۔ اور اہل مکہ اسی نام سے موسوم کئے گئے ہیں۔ اور مجھے اس بات کے تسلیم کرنے میں تذبذب ہے کہ وہ "مرتدین" و "مشرکین" کے لفظ سے تعبیر کئے جا سکتے ہیں یا کہ نہیں"

(۲) ابدہی وہ حدیث جس پر دوسری وجہ کی بنیاد رکھی گئی ہے سو میری رائے میں چونکہ یہ حدیث قرآن کریم کی اُن آیات کے مخالف ہے جو اوپر نقل کی گئی ہیں۔ لہذا ناقابل اعتبار ہے علاوہ بریں اس حدیث میں حدیث کی تنقید کے اصول کے مطابق کوئی ایسی علامت موجود نہیں جس سے صحیح اور موضوع حدیث میں امتیاز کیا جاتا ہے۔ امام بخاری لکھتے ہیں کہ انہوں نے ابوالنعمان سے سنا اور نعمان نے حماد سے۔ اور حماد نے ایوب سے اور ایوب نے عکرمہ کی سند پر یہ بیان کی۔ اور عکرمہ کہتا ہے کہ ابن عباس نے پیغمبر صلعم کے قول کے حوالے سے یہ کہا کہ "جو اپنا مذہب بدلے اس کو قتل کر ڈالو" (بخاری کتاب استتابۃ المرتدین۔ حکم المرتد والمرتدہ)۔

وہ بخاری میں یہی حدیث اس طرح بھی مروی ہے۔ کہ انہوں نے علی بن عبداللہ سے۔ انہوں نے سفیان سے انہوں نے ایوب اور انہوں نے عکرمہ سے سنی (حاشیہ ریفارمز انڈر مسلم اول صفحہ ۵۲)

اس حدیث میں پیغمبر صلعم اور ابن عباس کے درمیان فصل واقع ہوگیا ہے نہ تو ابن عباس یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے پیغمبر صلعم سے یہ حدیث سنی۔ اور نہ عکرمہ یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے بلاواسطہ ابن عباس سے یہ قول لیا۔ اس طرح پر حدیث کے راویوں کا سلسلہ مسلسل نہیں رہتا۔ اس لئے یہ حدیث قابل اعتبار نہیں ہو سکتی۔ عکرمہ کا چال چلن مجروح ہے کیونکہ اس کی سچائی مشتبہ ہے، اگر اس حدیث کے لفظوں پر خیال کیا جائے۔ تو ہر قسم کے تبدیل مذہب کی سزا موت قرار پاتی ہے خواہ ایک غیر اسلامی عقیدہ ترک کرکے دوسرا غیر اسلامی عقیدہ یا خود مذہب اسلام ہی کیوں نہ اختیار کیا جائے اور یہ امر بالکل خلاف عقل اور فعل عبث ہے" (ریفارمز صفحہ ۵۳ و ۵۲)

اس کے بعد مصنف اُن احادیث کو لیکر جن کو فقہا اور قتل مرتد کے حامی اپنے غلط دعووں کی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ ان پر تنقیح کرتے ہیں اور اصول روایت اور درایت سے ان کا ناقابل اعتبار ہونا ثابت کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"مسئلہ ارتداد کے متعلق چند اور حدیثیں بھی ہیں جو ایسی ہی غلطی میں ڈالنے والی اور ناقابل اعتبار ہیں"

بخاری اور مسلم نے بیان کیا ہے کہ "جب معاذ ابو موسیٰ کے پاس آیا تو دیکھا کہ ابو موسیٰ کے پاس ایک شخص پا بزنجیر کھڑا ہے۔ معاذ نے ابو موسیٰ سے پوچھا کہ اس شخص پر کیا مصیبت پڑی ہے۔ ابو موسےٰ نے جواب دیا کہ یہ ایک یہودی ہے۔ جس نے مذہب اسلام قبول کیا تھا اور اب پھر یہودی ہو گیا ہے" اس پر معاذ نے کہا کہ جب تک یہ شخص قتل نہ ہوگا میں نہ بیٹھونگا۔" اور استدلالاً یہ کہا کہ خدا اور اس کے رسول کا یہی حکم ہے" (بخاری کتاب استتابۃ المرتدین حکم المرتد والمرتدہ)+

اگر یہ حدیث صحیح ہے تو معاذ اپنی ذاتی رائے کو خدا اور اس کے پاک رسول اکرم صلعم کی طرف منسوب کرنے میں یقیناً غلطی پر تھا کیونکہ ہم قرآن میں اس قسم کا کوئی حکم نہیں پاتے۔

بیہقی اور دارقطنی نے متعدد سلسلہ ہائے رواۃ سے بیان کیا ہے کہ ایک عورت اُم مروان مرتد ہوگئی پیغمبر صلعم نے فرمایا کہ اس کو توبہ کرنیکی ہدایت کرنا چاہئے۔ اور اگر توبہ نہ کرے گی تو قتل کر دی جائیگی"

لیکن نقاد حدیث مقر ہیں کہ یہ سلسلہ روایت ضعیف ہے۔ اور مجھے اس میں کچھ شک وشبہ نہیں کہ یہ سلسلہ رواۃ اُن لوگوں کی تائید کی غرض سے وضع کیا گیا تھا جو یہ تسلیم کرتے تھے کہ مرتد عورت بھی قتل کی جائے اور اس گروہ کے خلاف ہے جو اس پر مصر تھا کہ صرف مرتد مرد ہی انتہائی سخت سزا کے مستوجب ہیں+

اس مضمون کے متعلق حضرت عائشہ رضہ سے بھی ایک حدیث مروی ہے جس میں ایک مرتد عورت کی نسبت یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس کے لئے پیغمبر صلعم نے یہ حکم فرمایا تھا کہ "وہ جنگ احد کے روز اپنے گناہ سے توبہ کرے۔ ورنہ قتل کی جائے گی" اس حدیث کو بیہقی نے بیان کیا ہے۔ لیکن اس کی صحت کی نسبت شبہ ہے۔ دیکھو نیل الاوطار از قاضی شوکانی جلد ۸ صفحہ ۹۸ (ریفارمز انڈر مسلم اول صفحہ ۵۳-۵۴) +

عالم اسلام

ملک فیصل اور موصل

لندن۔ ۱۰ اکتوبر۔ ملک فیصل نے اخبارات کو ایک بیان دیا ہے جس میں عراقیوں کی برطانیہ کے ساتھ دوستی پر زور دیا ہے اور لکھا ہے کہ حکومت عراق سے اگر موصل علیحدہ کر دیا گیا تو حکومت مذکور کے لئے یہ نہایت مصیبت کا باعث ہوگا۔ اور ممکن ہے کہ اس سے عراق کو سخت نقصان بھی پہنچے کیونکہ عراق کی حکومت میں جو ترقی ہو رہی ہے اس کو اگر غیر محدود طور پر نہیں تو بہت زیادہ دھکا لگیگا علاوہ بریں مزید جنگی خراجات کا ہونا لازمی ہے+

ریفی جنگ ختم کرنیکے لئے فرانسیسیوں کا احتجاج

پیرس۔ ۱۰ اکتوبر۔ گذشتہ شب کے اشتمالی ہیڈ کوارٹرز کے احکامات کے مطابق اشتمالیین کی چوبیس گھنٹے کی وہ ہڑتال جو جنگ مراکش کے خلاف بطور احتجاج ہونیوالی تھی۔ اور جسکا عرصہ سے انتظار تھا ۱۲۔ اکتوبر کو ہوگی+

امیر علی اور عبداللہ نے عقبہ و معاون انگریزوں کے حوالہ کیا

اخبار العراق بغدادی ہے کہ تحقیقات سے اب یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ عقبہ و معاون کو مشرقی یردان سے ملحق کرنے کا معاملہ ایک طول طویل گفتگو کا نتیجہ ہے جو امیر علی اور امیر عبداللہ کے درمیان عرصہ سے جاری تھی یہ الحاق ایک معاہدہ کے ذریعہ عمل میں آیا ہے جبکہ امیر علی اور امیر عبداللہ دونوں بھائیوں نے اتفاق رائے کیا تھا اور اپنے دستخط ثبت کئے +

جدہ میں عنقریب ایک کانفرنس ہونیوالی ہے۔

ڈیلی ایکسپریس کے نامہ نگار قاہرہ سے معلوم ہوا ہے کہ عنقریب جدہ میں ایک کانفرنس ہونیوالی ہے جس میں امیر علی اور سلطان ابن سعود کے نمائندے شریک ہوکر موجودہ مشکلات پر غور کرینگے۔ یہ تحریک انگریزوں کی ہے جو اس وقت تک حجاز کے معاملہ میں غیر طرفدار رہے ہیں۔ انگریزوں کا بیان ہے کہ ایسی حالت میں جبکہ دنیائے اسلام حجاز کے معاملہ میں پریشان ہے اور حجاز کی موجودہ صورت سے بلاد عرب کی سیاست میں اضطراب پھیلا ہوا ہے اس قسم کی کانفرنس کی ضرورت ہے جو معاملہ کو طے کردے اور مشکلات کو دور کر کے اضطراب کو دور کردے +

ترکی شامی حدود

معلوم ہوا ہے کہ حدود کی تعیین کرنیوالی فرانسیسی کمیٹی ترکی حدود سے واپس ہوگئی ہے کیونکہ ترکوں سے کوئی معاملہ طے نہیں ہوا۔ ترکی کمیٹی نے خواہش کی تھی کہ شام کے علاقہ کا کچھ حصہ ترکی حدود میں شامل کیا جائے جو معاہدہ انگورہ کے خلاف تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اب گفتگو منقطع ہوگئی ہے اور یہ اندیشہ پیدا ہوگیا ہے کہ کہیں حدود پر پھر وہی معرکہ آرائی شروع نہ ہو جائے جو دو سال قبل جاری تھی +

تحقیقات حالات حجاز

ایک عربی اخبار کے بیان کے مطابق مصری حکومت کی طرف سے ایک وفد اس غرض سے حجاز روانہ ہوا ہے کہ وہاں کے تازہ حالات کی تحقیق کرے+

قرآن مجید کی مفت اشاعت

اطلاع ملی ہے کہ مصری وزارت مال نے چار صندوق کلام مجید کے حجاز روانہ کئے ہیں۔ یہ صندوق اس جہاز پر بھیجے گئے ہیں جسکو مصر نے حجاز روانہ کیا ہے۔ یہ کلام مجید مسلمانان حجاز کو مفت تقسیم کئے جائینگے +

شام میں فرانسیسیوں کی بم بازی۔

بیروت۔ ۱۰ اکتوبر۔ دروزیوں نے جنرل گیملن کی فوج پر مزندا اور سیعین کے درمیان ایک زبردست حملہ کیا لیکن انہیں آسانی کیساتھ پسپا کر دیا گیا شمالی شام میں ہوائی جہازوں نے عربوں کے کیمپ پر بم گرائے حلب اور دمشق کے درمیانی جو ریلوے لاین ہے عرب اسے منقطع کرنیکی کوشش کر رہے تھے جنوبی شام میں جو دیہات برسرپیکار ہیں۔ ان پر بھی بم گرائے گئے +

مسجد ووکنگ (انگلستان)

بیگم صاحبہ بھوپال نے ۹ اکتوبر کو مسجد ووکنگ کا معاینہ کیا جہاں لارڈ ہیڈلے نے برٹش مسلم پارٹی کی طرف سے آپکی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا اور بیگم صاحبہ نے اسکا موزون جواب دیا +

ہندو دنیا

بمبئی میں ہندو سبھا کا اجلاس خصوصی

بمبئی میں ہندو مہا سبھا نے فیصلہ کیا ہے کہ نومبر کے دوسرے ہفتے میں آل انڈیا مہا سبھا کا ایک خاص اجلاس بمبئی میں منعقد کیا جائے چنانچہ اس مقصد کیلئے ایک مجلس عاملہ قایم کر دی گئی ہے +

آریہ سماج اور بالگھاٹ

بالگھاٹ میں آریہ سماج کے اپدیشک پہنچ چکے ہیں۔ اچھوت اقوام کو آریہ سماج میں داخل کرنیکا کام شروع ہوگیا ہے بہت سے نو عیسائیوں کو بھی شدھ کر کے آریہ سماج میں پرویش کیا گیا ہے +

ہندو ودھوا وواہ کانفرنس مدراس

مدراس ہندو ودھوا وواہ کانفرنس کے اجلاس میں ۴ اکتوبر کو مہاتما ہنس راج نے خطبہ صدارت پڑھا جسمیں ہندوؤں کی مجلسی بالخصوص شادی بیاہ کی تمام برائیوں کے دور کرنے پر زور دیا گیا۔ اور کانفرنس نے چند اہم تجاویز منظور کیں جن کا خلاصہ حسب ذیل ہے:۔

(۱) بیواؤں کی روز افزون تعداد کو کم کرنے کیلئے ۱۶ سال سے کم عمر کی لڑکیوں کی شادی ممنوع قرار دی جائے (۲) چونکہ کم عمر لڑکیوں کی بوڑھے مردوں سے شادی بیواؤں کی تعداد میں اضافہ کا موجب ہوتی ہے اسلئے یہ سلسلہ بند کر دیا جائے۔ (۳) بیواؤں کی دوبارہ شادی ضروری ہے (۴) ایسی نوجوان بیوائیں جنکی اولاد نہ ہو۔ اور اولاد کی خواہاں ہوں ان کی شادی کر دینی چاہئے (۵) ایسے لوگوں کے خلاف اظہار نفرت کیا گیا جو لڑکیوں کو فروخت کر کے بیواؤں کی تعداد میں اضافہ کرتے ہیں (۶) اضلاع امرتسر۔ گورداسپور و سیالکوٹ کی ایک ہندو ودھوا وواہ سہایک کمیٹی اور ہندو بیواؤں کی شادی کرانیکی خدمت گزار مجلس بنائی جائے۔ جو تجاویز مذکورہ بالا کو عملی جامہ پہنائے +

انتقاد

نادر قربانی یہ رسالہ خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی کی تصنیف ہے جسمیں انہوں نے ہندوستانی مسلمانوں کو نصیحت کی ہے کہ وہ ابن سعود اور شریف مکہ کی حمایت و مخالفت میں ایسے دست و گریبان نہ ہوں بلکہ انکو چاہئے کہ وہ ابن سعود اور شریف کے جھگڑے کو خیرباد کہکر پہلے اپنی ملکی ضروریات کیطرف متوجہ ہوں یہ رسالہ مفت تقسیم کیا گیا۔ اور کارکن حلقہ مشائخ دہلی سے دستیاب ہو سکتا ہے +

حاذق یہ ایک ماہواری طبی رسالہ ہے جو لاہور سے شایع ہوتا ہے قیمت سالانہ عوام سے ... ملنے کا پتہ مینیجر رسالہ حاذق و شفاخانہ رازصحت یونانی بازار حکیماں اندرون ...

واقعات عالم

ہندوستان کی خبریں

بمبئی ۱۰ اکتوبر مشہور مزدور لیڈر مسٹر جان ٹرنر نے جو آجکل ہندوستان آئے ہوئے ہیں برطانوی ٹریڈ یونینسٹ سے دوران ملاقات میں کہا۔ کہ وہ بھی طور پر ہندوستان چین۔ اور دیگر ممالک کی سیاحت کر رہے ہیں جب ان سے پوچھا گیا کہ بمبئی کے کپڑے کے کارخانوں کی ہڑتال کے متعلق انگلستان کی مزدور پارٹی کا کیا رویہ ہے تو مسٹر ٹرنر نے کہا کہ میں جنرل سکرٹری ٹریڈ یونین کانگرس کو ہڑتالیوں کی امداد کے لئے تار دے رہا ہوں اور جواب آنے پر انکا رویہ معلوم ہو جائیگا۔ روئی کے محاصل کے متعلق ان کی رائے ہے کہ اصولاً یہ ایک خراب بات ہے۔ اور اگر یہ محصول برطانیہ میں لگایا جاتا تو اسے بدمعاشی سے تعبیر کیا جاتا لیکن اپنی رائے ظاہر کرنے سے قبل میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ کہ حکومت کے ولائل اس محصول کے عاید کرنے کے متعلق کیا ہیں

امسال کانگرس اور خلافت کانفرنس کا جو اجلاس کانپور میں ہونا قرار پایا ہے اس میں شمولیت کرنے کے لئے مولانا محمد علی صاحب نے صوبہ متحدہ کے مسلمانوں سے پرزور اپیل کی ہے۔

شملہ ۸ اکتوبر وائسرائے ہند ۲ نومبر کو بمقام جمرود خیبر ریلوے کی رسم افتتاح ادا فرمائیں گے

الہ آباد ۱۰ اکتوبر صوبہ متحدہ کی حکومت نے منظور کر لیا ہے کہ آئندہ مالی سال کے دوران میں لڑکوں کے لئے جبری تعلیم کا قانون بلدہ ہائے آگرہ۔ علی گڑھ۔ جھانسی اور متھرا میں جاری کر دیا جائے اس طرح صوبہ متحدہ میں ان بلدوں کی تعداد جن میں لڑکوں کے لئے جبری تعلیم رواج پائیگی تیئس ہو جائیگی۔

بمبئی ۹ اکتوبر۔ اخبار انڈین ڈیلی میل (بمبئی) کو معلوم ہوا ہے کہ مسٹر تانبے صدر مجلس مقننہ صوبہ متوسط گورنر کے صوبہ مذکور کی مجلس عاملہ کے رکن بنائے جانے سے صدارت کی جگہ خالی ہوئی ہے ڈاکٹر بی۔ ایس مونجے اس جگہ کے لئے امیدوار ہیں۔ اس امر کا بھی امکان ہے کہ سوراجی ممبران وزارت بھی قبول کر لیں گے

پنڈت موتی لال نہرو نے مسٹر تانبے کے گورنر صوبہ متوسط کی کونسل کے رکن بنائے جانے پر ایک بیان شایع کیا ہے جن کا ماحصل یہ ہے کہ مسٹر تانبے نے گورنر صوبہ متوسط کی کونسل کی رکنیت کو قبول کر کے سوراج پارٹی کے بنیادی اصولوں کی خلاف ورزی کی ہے۔ دوسرے سوراجی لیڈروں نے بھی اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے

پشاور ۱۰ اکتوبر۔ کل یکایک جنرل فخری پاشا سفیر دولت انگورہ مقیم افغانستان کی آمد کی خبر ملی اور ساتھ ہی معلوم ہوا۔ کہ آپ نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے شہر کو تشریف لا رہے ہیں۔ قلت وقت کی وجہ سے عوام کو اطلاع نہ کی جا سکی تاہم آپ کے استقبال کے لئے ایک کثیر مجمع موجود ہو گیا تھا۔ مجلس خلافت نے ایک سپاسنامہ آپکی خدمت میں پیش کیا جسکا جواب پاشا موصوف نے فارسی زبان میں ارشاد فرمایا۔

سر جان مینارڈ یکم اکتوبر ۱۹۲۵ء سے دوبارہ پنجاب یونیورسٹی وائس چانسلر مقرر ہوئے ہیں

مدراس۔ کونسل کے آئندہ اجلاس میں اس مقصد کی تجویز پیش ہوگی کہ ضلع مالابار براہ راست وائسرائے کے [illegible] کر دیا جائے

علی گڑھ۔ ۱۱ اکتوبر فسادات کے سلسلہ میں اب تک ۴۸ ہندو ۹ مسلمان گرفتار کئے گئے ہیں چند ممتاز ہندو تجار [illegible] یاں عمل میں آئی ہیں

[illegible] گڑھ ۱۱ اکتوبر رام لیلا کمیٹی کے ایک رکن نے ۱۲۹ [illegible] کے خلاف جو دعوے دائر کیا ہے اس کے جواب [illegible] مسلمانوں کی طرف سے بھی ۱۴۳ ہندوؤں کے خلاف [illegible] کر دیا گیا ہے

[illegible] ۱۰ اکتوبر۔ ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ کونسل [illegible] انتخاب میں حصہ لینے والے امیدواروں کی [illegible] ۲۱ اکتوبر تک ہوگی قطعی تاریخ مقرر ہونے پر بعد [illegible] کی

لندن ۱۲ اکتوبر وزارت ہوائی نے آرمسٹرانگ کمپنی کو کراچی میں ہوائی جہازوں کے لئے ایک نہایت وسیع سٹیشن بنانے کا ٹھیکہ دیا ہے۔ یہ سٹیشن دنیا میں سب سے بڑا ہوائی سٹیشن ہوگا

شملہ ۱۲ اکتوبر ماہ ستمبر کے اختتام تک ہندوستان کی زراعتی حالت پر تبصرہ کرتے ہوئے حکومت ہند کا بیان ہے۔ کہ ملک کی عام اقتصادی حالت اچھی ہے۔ لیکن راجپوتانہ۔ اجمیر میواڑ اور آسام کے پہاڑی علاقوں کی زرعی حالت ناموافق ہے

شملہ ۱۲ اکتوبر ایک اطلاع مظہر ہے کہ ہز ایکسیلنسی لیڈی ریڈنگ کے طبی مشیروں نے یہ مشورہ دیا ہے کہ لیڈی ریڈنگ کا جلد اپریشن کیا جائے۔ یہ اپریشن کلکتہ میں ہوگا چنانچہ ہز ایکسیلنسی وائسرائے کا دورہ صوبہ مغربی و شمالی ملتوی کر دیا گیا ہے اور آپ ہز ایکسیلنسی کے ساتھ کلکتہ جا رہے ہیں

۱۳ اکتوبر کی ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ گو ہز ایکسیلنسی لارڈ ریڈنگ کا صوبہ سرحد کا دورہ ملتوی ہو گیا ہے تاہم خیبر ریلوے کا افتتاح ہوگا۔ اور اس رسم کو سر چالیس انس ادا کرینگے

ممالک غیر کی خبریں

لنڈن ۱۱ اکتوبر ملک معظم و ملکہ معظمہ نے کل ہز ہائینس بیگم صاحبہ بھوپال سے ملاقات کی۔

لندن۔ ۱۱ اکتوبر کل مسٹر ایمرے سے مسئلہ عراق پر اور خصوصیت کے ساتھ موصل کے متعلق ملک معظم نے طویل گفتگو کی ملک فیصل اس سے قبل ملک معظم سے اس مسئلہ پر بات چیت کر چکے تھے

ماسکو۔ ۴ اکتوبر آج بمقام یورغہ حزب العلوم منگولیا کی کانفرنس میں یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ فرمانروائے منگولیا جو قیام جمہوریہ سے پہلے حکمران تھا اس کا تمام مال و متاع بحق جمہوریہ منضبط کر کے فروخت کر دیا جائے۔ مال کی قیمت کا اندازہ ۱۰ لاکھ روبل کیا جاتا ہے جو تعلیمی اغراض میں صرف ہونگے

اس خیال سے کہ جدہ پر نجدی حملہ کرنے والے ہیں غیر ملکی لوگوں کی مال و جان کی حفاظت کے لئے انگریزوں نے اپنے جہاز بندرگاہ جدہ پر بھیج دیئے ہیں

لوکرنو ۱۰ اکتوبر۔ ہر ہیر سٹریسمین نے پورے زور کے ساتھ اس امر کا اعلان کیا ہے کہ حکومت المانی حفاظتی پیکٹ کے متعلق وہی خیال رکھتی ہے جو برطانیہ کا ہے اور وہ برطانیہ کی پورے طور پر موید ہے

لوکرنو۔ ۱۰ اکتوبر محافظتی پیکٹ کانفرنس نے اپنے اجلاس میں پیکٹ کو منظور کر لیا ہے۔ البتہ دو دفعات پر جن کا تعلق جرمنی سے مجلس اقوام میں داخلے اور مشرقی صلحناموں سے ہے آئندہ بحث ہوگی

امریکہ میں ایک ایسے فلم کیمرے ایجاد کئے گئے ہیں جو تار برقی کے ذریعہ کامیابی کے ساتھ فلموں کے عکس لیتے ہیں اور دور کے نظارے کی فلمیں جہاں آدمی نہیں پہنچ سکتے ان کیمروں کے ذریعہ سے بآسانی لی جا سکتی ہے

پیرس ۹ اکتوبر جنرل لیڈو مر ۱۱ اکتوبر کو یہاں سے موصل روانہ ہو جائینگے جہاں وہ عیسائیوں کے بیان کردہ اخراج کے متعلق تحقیقات کریں گے

لندن ۱۰ اکتوبر لین گریٹیسکے جرائد لنڈن کی اس اطلاع کو کہ پولیس نے اشتراکیوں کی ایک سازش کا جو ملک معظم کے قتل کے لئے کی گئی تھی انکشاف کیا ہے بہت اہمیت دے رہے ہیں

معلوم ہوا ہے کہ مہاراجہ پٹیالہ ۲۰ اکتوبر کو انگلستان سے ہندوستان روانہ ہو جائیں گے

لندن ۱۲ اکتوبر کانفرنس کے حلقوں میں عام طور سے یہ خیال کیا جاتا ہے کہ جرمنی مجلس اقوام میں شریک کرنے کے راستہ میں جو مشکل درپیش تھی وہ حل ہو گئی ہے بیان کیا جاتا ہے کہ مندرجہ ذیل طریقہ پر غالباً سمجھوتہ ہوگا۔ جرمنی معمولی شرائط کے ماتحت مجلس اقوام میں داخل کر لیا جائے لیکن جرمنی کی پریشانی رفع کرنے کے لئے اتحادی اس قسم کا ایک اعلان کر دینگے کہ دفعات و قوانین کی توضیح کا پورا حق مجلس کی اسمبلی کو رہیگا نیز وہ یہ بھی اقرار کریں گے کہ مجلس کو اختیار ہوگا کہ جنگ کی حالت میں اپنے فیصلہ کو نافذ کرانے کے لئے کسی حکومت پر اس کے وسائل اور ذرایع کے مطابق اس سے حصہ لیا جائیگا

لندن ۸ اکتوبر۔ اگرچہ ابھی تک برطانیہ نے الحال سرکاری طور پر کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی تاہم ریوٹر کو معلوم ہوا ہے کہ مسئلہ موصل کے متعلق ترکوں کے طرز عمل کا غالباً [illegible]

عدالت ان قانونی امور کے متعلق اپنی رائے کا اظہار نہ کرے گی۔ جو جمعیت اقوام نے اس کے سپرد کئے ہیں

پیکن۔ ۸ اکتوبر کنٹن کی فوجوں اور جنرل چینی یونگ منگ کے جو بالشیوکوں کے مخالف ہیں عہد کر کے درمیان کل دیکوے کے قریب اور دریائے ٹنگ کیانگ کے مشرقی مقامات پر جنگ شروع ہو گئی مجروحین ہر روز کنٹن پہنچائے جاتے ہیں جنرل چینی چینگ منگ کی افواج کو پیش قدمی سے روکنے کی غرض سے زبردست کمک بھیجی جا رہی ہے

پیغام صلح
لاہور
اخبار

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا	مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
اندرین دین آمده از مادریم	هم برین از دار دنیا بگذریم
آن کتاب حق که قرآن نام اوست	بادهٔ عرفان ما از جام اوست
آن رسولے کش محمد هست نام	دامن پاکش بدست ما مدام
مهر او با شیر شد اندر بدن	جان شد و با جان بدر خواهد شدن
هست او خیر الرسل خیر الانام	هر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم هر آبے که هست	زو شده سیراب سیراب که هست
آنچه ما را وحی و ایمائے بود	آن نه از خود از همان جائے بود

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما از و یابیم از نور و کمال	وصل دلدار ازل بے او محال
اعتقادے قول او دل جان ماست	هر چه زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک و ز خبر ہائے معاد	هر چه گفت آن مرسل رب العباد
آن همه از حضرت احدیت است	منکر آن مستحق لعنت است
معجزات و هم حق اندر دواست	منکر آن مورد لعن خداست
معجزات انبیاء سابقین	آنچه در قرآن بیانش بالیقین
بر همه از جان و دل ایمان ماست	هر که انکارے کند از اشقیاست
یک قدم دوری از آن روشن کتاب	نزد ما کفر است و خسران و تباب

ہفتہ میں دو بار، یک شنبہ و چہار شنبہ کو شائع ہوتا ہے

قیمت سالانہ صہ ششماہی ہمار سہ ماہی عہ ر

طلباء سے سالانہ سے ر

جلد ۱۳ | المسیح مدینۃ الہدیٰ | یوم چہار شنبہ مطبوعہ ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۴۴ھ ہجری مطابق ۱۴ اکتوبر ۱۹۲۵ء عیسوی | نمبر ۹۸

اسلام اور یورپ
یورپ کیونکر فتح ہوسکتا ہے

(ڈاکٹر خالد شیلڈرک (انگریز نو مسلم) کے قلم سے)

("اسلامک ورلڈ" سے پیغام صلح کے لئے ترجمہ کیا گیا)

عیسائیت کی کمزور پوزیشن

مختلف مسیحی کانفرنسوں کی وجہ سے جو آج کل منعقد ہو رہی ہیں مذہب کا سوال لوگوں کی توجہ کو پھر اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ وقتاً فوقتاً ایسے ریمارک ہمارے سننے میں آتے ہیں جس سے عیسائیت کی پوزیشن کی مختلف کمزوریوں کا اظہار ہوتا ہے۔ اس مذہب کے بنیادی اصولوں کے متعلق اختلاف آرا کو جب ہم دیکھتے ہیں۔ تو تعجب اور حیرانی کے ساتھ یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ "عیسائیت کونسے معتقدات کا نام ہے"؟ اور جب بڑے بڑے لوگ اس کے معتقدات کی کھلے طور پر تردید کرتے اور پھر اسی منہ سے "مسیحی تہذیب" کی قصیدہ خوانی کرنے لگتے ہیں۔ تو ان کی دیانت و امانت اور عقل و فہم پر شبہات پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ مسیحیت کی عمارت گرتی چلی جا رہی ہے لیکن اس کی جگہ کونسی چیز لے گی؟ یہ ابھی حل طلب معمہ ہے۔ مادہ پرستی اس وقت مسیحیت کی جگہ لے رہی ہے۔ اور یہ کوئی تعجب انگیز امر نہیں وہ اقوام جو مسیحی کہلاتی ہیں۔ بہت مدت سے اسکے اصولوں کی رہنمائی سے محروم ہیں۔ اور عامتہ الناس ان حالات و واقعات کو سردیوں کی لمبی راتوں میں گہری نظروں سے دیکھتے اور ان پر غور و فکر کرتے ہیں۔ بلکہ مدبرین کے نزدیک مذہب کا سوال ایک ثانوی چیز ہے۔ وہ یوں تو مذہب کا ذکر بلند آہنگی کے ساتھ کرتے ہیں لیکن جب اس کے متعلق ذرا تکلیف پیش آئے تو فوراً سب کچھ بھول جاتے ہیں۔ انفرادی طور پر لوگ اپنے اپنے کاروبار میں مصروف ہیں اور مذہب کو ایک قسم کی دوائی سمجھتے ہیں جسکی ایک خوراک ہر اتوار کو تنخواہ دار پادری لوگوں کے منہ میں ٹھونس دیتا ہے۔ کہ آسانی کے ساتھ نگلی جا سکے اور پھر ہفتہ بھر اس کا نام بھی نہ لیا جائے۔ کلیسا بھی اس الزام سے بری نہیں۔ گذشتہ زمانہ میں اس نے خیالات اور عمل کی آزادی کو روکا۔ علم کی ہر شاخ کو اس نے قطع کیا اور اس کے رستہ میں روڑے اٹکائے اور سائنس کے میدان میں ترقی کے ہر قدم کی مخالفت کی۔ اگر کوئی شخص ترقی کی طرف قدم اٹھانا چاہتا تو اسے سب سے پہلے کلیسا کی اطاعت سے اپنی گردن کو آزاد کرنا پڑتا تھا۔ پھر وہ وقت آیا جب اراکین کلیسا نے یہ محسوس کیا۔ کہ بجائے اس کے کہ عامتہ الناس میں کلیسا کے متعلق دلچسپی بڑھے۔ وہ اس سے قطعی طور پر لاپرواہ ہو چکے ہیں۔ اور اب ان میں دوبارہ دلچسپی پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ اس غرض سے کلیسا نے قرون وسطےٰ میں صلیبی جنگوں کی بنیاد ڈالی جو آج "بیرونی مشنوں" کی شکل میں کام کر رہی ہیں۔

یورپین استعماریت اور مسیحی مشن!

یہی وجہ ہے۔ کہ باوجودیکہ گھر کے اندر بہت سے لوگ مذہب وغیرہ سے لاپرواہ اور بزدل ہو چکے ہیں تاہم غیر مسیحی اقوام میں مسیحیت کی اشاعت کے وہ دل سے حامی ہیں۔ اس کی ایک خاص وجہ ہے۔ دنیا کے نقشہ کو دیکھئے اور اس میں مغربی سلطنتوں کی وسعت پر نظر ڈالئے مشنریوں کے اثر کو اس میں کسقدر دخل ہے۔ سب سے پہلے ایک مشنری بیرونی ملکوں میں جاتا اور میدان کو صاف کرتا ہے۔ وہ سلطنت کی استعماری طاقت کو بڑھانے کے لئے ہراول کا کام دیتا ہے۔ مسلمانو! کیا تم سمجھتے ہو۔ کہ مسیحی یورپ کی طرف سے مشنریوں اور مشن کے مختلف مقامات پر لاکھوں کیا پونڈ کیوں خرچ ہوتے ہیں۔ ہمیں صفائی کے ساتھ یہ کہہ دینا چاہیئے کہ ان مسرفانہ اخراجات سے آخر کچھ نہ کچھ نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ ہر ایک مشنری مسیحی ممالک کی طرف سے ایک بیرونی گارد کا کام دیتا ہے اور ہر وہ جگہ جہاں کوئی مشن قائم ہوتا ہے۔ ایک قلعہ ہے۔ یہ طریق جہاں دوسرے مذاہب کے خلاف استعمال ہوتا ہے۔ وہیں اسلام کی مخالفت بھی اس سے مقصود ہے۔ بلکہ اسلام کو سب سے زیادہ مدنظر رکھا جاتا ہے۔

ہم کیا کر رہے ہیں

ہم اس کے بالمقابل کیا کر رہے ہیں؟ کیا ہم سوئے ہوئے ہیں؟ ہمیں یاد کرنا چاہیئے کہ ایک وقت وہ تھا۔ جب ہسپانیہ۔ سسلی۔ ریاستہائے بلقان۔ اٹلی کا ایک حصہ اور بعض دوسرے ممالک مملکت اسلامیہ میں داخل تھے۔ بوڈاپسٹ کی سرزمین میں بہت سے بزرگ مسلمانوں کی لاشیں مدفون ہیں۔ اسلام فرانس کے شمال میں پائکٹوٹس۔ ٹورس اور کریسی کے مقامات تک جا پہنچا تھا۔ یہ رو جس دن سے پلٹی ہے پھر ترقی کے رستہ پر دوبارہ نہیں آئی۔ اور آج اسلام کا تنزل کے گڑھے میں گرنا ہم میں سے بہتوں کے لئے موجب افسوس ہو رہا ہے۔ کہتے ہیں کہ صبح صادق سے پہلے ظلمت انتہائی درجہ پہنچ جاتی ہے۔ ایسی گھڑی فی الحقیقت آچکی ہے۔ اور یہ زمانہ انتہائی تاریکی کا زمانہ ہے۔ لیکن اسلام کا آفتاب ابھی تک چمک رہا ہے۔ اور ان سیاہ بادلوں سے عنقریب باہر نکلنے والا ہے جو پیغام اللہ تعالےٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجا ہے۔ وہ کسی خاص قبیلہ یا قوم کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ کل نسل انسانی کے لئے آیا ہے۔

یورپ تلوار کے بغیر فتح ہوسکتا ہے

مسلمانو! کیا اس زمانہ میں ہم نے اس پیغام کو پہنچانے کی پوری کوشش کی؟ یورپ اگر آج مادہ پرست ہے اور مذہب پر لعنت بھیجتا ہے۔ تو کیا یہ ہمارا قصور نہیں؟ ہمارے آباؤ اجداد نے اسلام کو مختلف براعظموں میں پہنچایا۔ کیا ہم ان کی ایسی شاندار روایات کے اہل ہو سکتے ہیں؟ یورپ تلوار کے بغیر فتح ہو سکتا ہے۔ اور اسلام کے لئے اس کے دروازے کھل سکتے ہیں۔ مجھے پیرس کی شاندار مسجد کو دیکھنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ میں اس کی تعمیر کو مہینوں تک دیکھتا رہا ہوں۔ اور جب وہ مکمل ہوگی۔ تو ایک ایسی سرزمین میں جو اسلام کے خلاف بغض و نفرت سے بھری ہوئی ہے۔ یہ توحید الہی کا ایک مجسمہ ہوگی اور تصویری زبان میں اس حقیقت کا اعلان کرے گی۔ کہ "خدا ایک ہے"۔

مسیحیت اور انگلستان

لیکن یہ بھی ناکافی ہے۔ ایک بپٹسٹ واعظ نے حال ہی میں کہا ہے۔ کہ دوسرے ممالک کی نسبت فرانس میں مشنری بھیجنے کی زیادہ ضرورت ہے۔ وہ فی الحقیقت انگریز ہے اور غالباً کیتھولک خیال کے لوگ اس کے نزدیک کافر ہیں۔ لیکن بہرحال اس کے نزدیک فرانس کو مذہب کی تبلیغ کرنا ضروری ہے۔ میں اس سے یہ نتیجہ نکالنے کی جرأت کرونگا کہ اس شخص کی جدوجہد نے اسے یہ سبق سکھایا ہے۔ کہ مسیحیت کی گھر کے اندر چنداں ضرورت نہیں سمجھی جاتی۔ اس لئے وہ اپنی کوشش کا رخ دوسری طرف بدلنا چاہتا ہے۔ یہ ریمارک جو اس نے فرانس کے متعلق کیا ہے خود انگلستان کے لئے بھی ویسے ہی زور کے ساتھ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن مشنریوں سے ایک ایسے مذہب کی تلقین کی درخواست کرنا جسکو لوگوں کی زیادہ تعداد قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔ ایک بدترین مطالبہ ہے مسیحیت اپنے معتقدات اور تثلیث سمیت فنا ہو رہی ہے جیسے کہ قدیم مصر کے معتقدات اور تثلیث فنا ہو گئی۔ ایک تنخواہ دار پادری سے یہ امید کرنا فضول ہے کہ وہ ان حقائق کو تسلیم کریگا۔ "ایمان سے نجات" کا وعظ ابھی ہمیں کچھ عرصہ تک سننا پڑے گا۔

اسلام کے متعلق مغرب کے خیالات میں تبدیلی

لیکن .... اسلامی معتقدات کو مغرب میں پیش کرنے کا یہ سب سے زیادہ موزوں وقت ہے ایک وقت تھا جب مجھے شیطان کا آلہ سمجھا جاتا تھا۔ پھر مرتد قرار دیا گیا۔ ۱۹۱۳ء میں مارننگ پوسٹ نے میرے متعلق لکھا۔ کہ میں وہ انگریز ہوں جس نے دنیا کی ترقی کے ساتھ متوازی کی طرف قدم اٹھانے سے بظاہر انکار کر دیا ہے۔ اور ایک مشرقی مذہب کی طرف رخ پھیر لیا ہے۔ (میں اسجگہ یہ سوال کرنا چاہتا ہوں کہ مغرب کے کونسے حصہ سے پہلے پہل مسیحیت آئی تھی؟) اس کے کچھ عرصہ بعد جب طرابلس اور بلقان کی جنگیں ہوئیں۔ تو مجھے بے طرح جوشیلا اور سرپھرا قرار دیا گیا۔ آج یہ حالات کسقدر تبدیل ہو چکے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب بہت سے لوگ میرے ہی خیالات کے حامی ہیں جب میں اپنے دوست عمر فلاٹیٹ کے ساتھ جو اس جنگ میں میرے مددگار تھے گذرے ہوئے زمانہ کے واقعات کو یاد کرتا ہوں۔ اور پھر آج کل کو دیکھتا ہوں جب میرے بہت سے دوست اور رشتہ دار سب کے سب مسلمان ہیں تو میرے لئے یہ از حد خوشی اور راحت کا موجب ہوتا ہے۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ میری جنگ بے کار نہ تھی۔ آج وقت ہے کہ مغرب کے لوگوں کے سامنے اسلام کو پاکیزہ اور معقول شکل میں پیش کیا جائے مسیحیت کے وسیع نظام کو نیچا دکھائیے اور اسلام کا بوجھ اٹھانے کی کوشش کیجئے۔

ایک انگریز عورت اسلام پر

ایک انگریز عورت آنگ ایچ سمال نے ایک کتاب اسلام کے نام سے لکھی ہے جس میں وہ رقمطراز ہے۔ کہ

محمد رسول اللہ صلعم مسیح کے چھ سو سال بعد پیدا ہوئے۔ آپ کا مذہب مسیحیت کے عین سامنے پیدا ہوا۔ اس نے کھلے

(ایڈیٹر مسٹر ... خان) کو ... پرنٹر و پبلشر ... بلڈنگ لاہور ... دفتر پیغام صلح ... سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم   نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

لاہور

جلد ۱۳ / ۲ ربیع الثانی ۱۳۴۴ھ نمبر ۹۸

بے نقاب ہندو سنگھٹن

مسجدوں کے سامنے باجہ بجانے کا شوق

صوبہ متوسط میں ڈنڈے بازی شروع ہو گئی

ہم نے کسی گذشتہ اشاعت میں ان خطرناک تجاویز پر اظہار خیال کرتے ہوئے جو آل انڈیا ہندو مہاسبھا کے اجلاس منعقدہ دہلی میں نماز کے وقت مساجد کے سامنے باجہ بجانے کے متعلق پاس ہوئی تھیں لکھا تھا کہ یہ تجاویز ملک کے امن و امان کے لئے نہایت تباہ کن ثابت ہونگی اور ان کا مقصد سوائے اس کے کچھ نہیں کہ ہندوؤں کے ایک ناجائز اور فتنہ انگیز مطالبہ کی تائید کر کے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کی خواہ مخواہ توہین کی جائے اور اس طرح انہیں فتنہ و فساد برپا کرنے کے لئے مشتعل کیا جائے۔ چنانچہ واقعات نے ہمارے اس خیال کی تصدیق کر دی ہے ملک کے مختلف مقامات سے ہندو مسلم کے فسادات کی جو خبریں آ رہی ہیں وہ نہایت ہی وحشتناک ہیں اور ان کے مطالعہ سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ ہر جگہ فساد میں سبقت برادران وطن کی طرف سے کی جا رہی ہے۔ بعض جگہ ستیہ گرہ شروع کی گئی ہے اور بعض مقامات پر ڈاکٹر مونجے کی مجوزہ ڈنڈے بازی پر عمل درآمد کیا گیا ہے۔ چنانچہ ناگپور کی ایک تازہ اطلاع مظہر ہے کہ اکولہ کے ہندوؤں نے ستیہ گرہ شروع کر دی ہے اور روزانہ چار چار اشخاص کے دستے مسجد کے سامنے باجہ بجانے کے لئے جاتے ہیں جس پر حکومت کو مجبوراً دفعہ ۱۴۴ ضابطہ فوجداری کا نفاذ کرنا پڑا ہے۔ اور ضلع وارنہ میں باوجود اسکے کہ وہاں باہمی سمجھوتہ ہو چکا تھا۔ ایک شدید فساد ہوا ہے جس میں تین مسلمان جان سے مارے گئے ہیں۔

ایک زمانہ تھا کہ ہندو بزدلی میں ضرب المثل تھے اور ان کی جرات و دلیری کا یہ عالم تھا کہ فتنہ و فساد کے نام سے کانپ اُٹھتے تھے۔ مگر آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ معاملہ بالکل برعکس ہے۔ وہ ہندو جو لڑائی جھگڑا کرنا تو کجا رہا۔ اس کے نام سے کانوں پر ہاتھ رکھتے تھے اور زور بازو سے اپنی مدافعت تک کرنے کی جرات نہ رکھتے تھے آج وہی بزدل ہندو فتنہ و فساد کرنے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ اور کوئی نہ کوئی حجت نکال کر مسلمانوں کے مقابل میں اپنے دست و بازو کی قوت آزمانے میں مصروف ہیں۔ آخر اس یکایک تغیر کی وجہ کیا ہے۔ کیونکر ایک ڈرپوک قوم ایسی دلیر ہو گئی ہے کہ اس ہمسایہ قوم پر جسکے نام سے کبھی اس کے بدن پر رعشہ پڑ جایا کرتا تھا۔ جارحانہ حملہ کرنے سے ذرا نہیں جھجکتی۔ اور فتنہ و فساد کر کے اس کو نقصان پہنچانے پر تلی رہتی ہے۔ ہمارے خیال میں ہندوؤں میں یہ جرات و بے خوفی تحریک سنگھٹن ہی کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔

انسانی جماعتوں میں جہاں اور بہت سی خصوصیات پائی جاتی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب افراد اس کے اندر شامل ہو جاتے ہیں تو اُن کے اندر جرات و دلیری پیدا ہو جاتی ہے۔ جس طرح وہ افراد جو اپنی انفرادی زندگی میں نہایت امن پسند اور صلح جو شہری ہوتے ہیں اور جنگ و جدال۔ فتنہ و فساد اور خلاف ورزی قانون سے کوسوں دور بھاگتے ہیں۔ جب کسی جماعت میں شامل ہو جاتے ہیں تو اپنی انفرادی زندگی کی خصوصیات کے خلاف انہی قبیح حرکات کا ارتکاب جن میں جماعت مشغول ہوتی ہے۔ اس بے باکی سے کرتے ہیں کہ مجسم شیطان بن جاتے ہیں۔ اسی طرح وہ اشخاص جو انفرادی حیثیت میں نہایت بزدل اور دور اندیش ہوتے ہیں جماعت میں قدم رکھتے ہی نہایت دلیر و بے باک ہو جاتے ہیں اور اُن کی بزدلی اور دور اندیشی جرات و ناعاقبت اندیشی میں متبدل ہو جاتی ہیں۔ اور اس حالت میں وہ ایسے ہولناک جرائم کے ارتکاب پر آمادہ ہو جاتے ہیں جن کے تصور سے بھی انفرادی زندگی میں کانپ اٹھتے ہیں۔ جس کا سب سے بڑا سبب یہ ہوتا ہے کہ انفرادی حالت میں تو افراد کی نگاہ اپنے افعال کے انجام پر ہوتی ہے۔ اور مسئولیت کا خوف ہر وقت ان کا دامنگیر رہتا ہے۔ مگر اجتماعی حالت میں وہ اپنے آپ کو بالکل غیر مسئول سمجھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ ایسی حالت میں بے باک ہو جاتے ہیں۔ بعینہٖ یہی حالت اس وقت ہمارے ہندو برادران وطن کی ہے۔

تحریک سنگھٹن سے پیشتر ہندو قوم کے مختلف فرقوں میں نہ اتحاد تھا نہ تنظیم۔ اس لئے اگر اس انتشار کی حالت میں وہ بزدلی سے کام لیتے تھے تو یہ کچھ تعجب کی بات نہ تھی کیونکہ ایسی منتشر حالت کا یہ لازمی تقاضہ ہوتا ہے کہ افراد مسئولیت کے خوف سے ایسے امور سے اجتناب کرتے ہیں جن سے ان کو کوئی مالی و جانی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ مگر آج ہندو قوم کی حالت اس سے بالکل جدا ہے۔ سنگھٹن کی تحریک نے جس نے ہندو قوم کے مختلف فرقوں کو ایک ہی مقصد معین یعنی مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے اپنے آپ کو تیار کرنے کے لئے منظم و متحد کر دیا ہے۔ ہندوؤں میں اسقدر جرات اور دلیری پیدا کر دی ہے کہ وہ مسئولیت کے خوف سے بالکل آزاد ہو کر مسلمانوں کے ساتھ دنگہ فساد کرنے اور ان کو لوٹنے مارنے سے بالکل نہیں ڈرتے۔ فتنہ فساد کرنے والے سنگھٹنیوں کو اپنی قوم کے اس طریق عمل نے کہ وہ ہر جائز و ناجائز ذرائع سے ان کی امداد کرتی ہے۔ اور بھی شورہ پشت بنا دیا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ہندوؤں کی اس شورہ پشتی کا سدباب کیونکر کیا جائے۔ ہمارے مسلمان لیڈروں کی طرف سے جب کبھی ہندو مسلم فسادات پر اظہار خیالات ہوتا ہے تو بس یہی ہوتا ہے کہ ہندوؤں کو معاف کیا جائے تاکہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں مزید مناقشات نہ بڑھیں اور ملک کی ان دو بڑی قوموں میں اتحاد قائم رہے مگر ہمارے خیال میں مسلمان راہنماؤں کا یہ طریق مسلمانوں کے لئے نہایت نقصان دہ ثابت ہو رہا ہے۔ بے شک عفو و درگذر ایک اچھی چیز ہے مگر جب جبکہ یہ امید ہو کہ اس عفو سے فائدہ اٹھایا جائے گا یعنی آئندہ کیلئے ایسے امور سے اجتناب کیا جائیگا۔ مگر جب حالت اس کے برعکس ہو تو پھر عفو سے کام لینا نہایت تباہ کن ثابت ہوتا ہے۔ ایسے بدوں کے ساتھ جو عفو سے بجائے اصلاح کے اور دلیر ہو جاتے ہوں۔ نرمی و عفو کا برتاؤ کرنا اُن کو اپنی ہٹ دھرمی کے لئے اور موقعہ بہم پہنچانا ہے۔ اب ہندوؤں کا تشدد آمیز رویہ اس حد سے بڑھ چکا ہے اب بھی انہیں یونہی معاف کرتے چلے جانا اپنی قوم کو تباہ و برباد کرنے کے مترادف ہے۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمانوں کی بھی ایسے زبردست طریقہ پر تنظیم کی جائے کہ یاران وطن کے حملوں سے اپنی حفاظت کر سکیں۔ گو ہم شور و شر کے سخت مخالف ہیں اور دل سے چاہتے ہیں کہ ملک میں امن و امان کا دور دورہ ہو۔ مگر جب سنگھٹنی پہلوان چین سے نہ بیٹھنے دیں تو سوائے اس کے کیا چارہ کار ہے کہ ہم مسلمانوں کو یہ مشورہ دیں کہ وہ بھی ان جفاکشیوں کے بزدلانہ حملوں کا جواب محمودی اور سورانی سپرٹ سے دینے کے لئے ہر وقت آمادہ رہیں جب تک مسلمان ان آنیوالے خطرات کے مقابلہ کے لئے اپنے آپ کو تیار نہ کریں گے۔ اس وقت تک انہیں چین سے بیٹھنا نصیب نہ ہوگا۔ جو کچھ سنگھٹن سے ظہور ہو چکا ہے۔ یہ اس سے بہت بڑھ کر ہے جو ابھی پردۂ غیب میں ہے۔ اور مستقبل قریب میں ظاہر ہونے والا ہے۔ پس یہ امر نہایت ضروری ہے کہ مسلمان اپنے آپ کو آنے والے مصائب سے محفوظ رکھنے کے لئے تیار ہوں۔

بقیہ صفحہ اول کالم ۳

طور پر اپنے آپ کو ایک بلند تر الہام قرار دیا ہے۔ جو مسیحیت پر فوقیت رکھتا ہے۔ مسیحی اقوام نے اس دعوے کو غلط ثابت نہیں کیا"۔

آگے چلکر اس نے قرآن کریم کا ذکر کیا ہے اور نادانستہ طور پر اس کی عظمت کو تسلیم کر لیا ہے۔ وہ کہتی ہے کہ:۔

"قرآن کریم دوسری کتب مقدسہ پر فضیلت رکھتا ہے یہ اللہ تعالےٰ کا دائمی کلام ہے۔ اب کوئی ایسی صداقت نہیں جو اس کے بعد دنیا کے لئے نازل ہو۔ کیونکہ یہ اللہ تعالےٰ کا آخری کلام ہے۔ جو انسان کے لئے نازل ہوا ہے۔ انسانی زبان کا اصل ذریعہ عربی ہے۔ اور چونکہ اس زبان کا ہر لفظ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہے۔ اس لئے خود وہ الفاظ بھی پاکیزگی اور تقدس کا درجہ رکھتے ہیں۔ .... قرآن کریم چھپ کر شائع ہو چکا ہے۔ اور بہت سے ہاتھوں میں سے گذرتا رہتا ہے۔ پوری احتیاط کے ساتھ اس کی حفاظت کی جاتی ہے۔ اور یہ یقین کیا جاتا ہے۔ کہ اس میں کوئی تبدیلی آج تک نہیں ہوئی۔ کیونکہ آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد ان اوراق کو جن پر وہ لکھا ہوا تھا نہایت احتیاط کے ساتھ جمع کر لیا گیا تھا۔ اس سے بلند تر الہامی تعلیم اور کوئی نہیں"۔

مسیحیت کی ناکامی

مسیحیت کی ناکامی کا ذکر کرتے ہوئے وہ لکھتی ہے:۔

"اسلام کی تاریخ جس نے کلیسائے مسیحیت کے دوش بدوش ترقی کی ہے۔ اس حقیقت نفس الامری کو الم نشرح کر رہی ہے۔ کہ موخر الذکر کو خداوندی بادشاہت زمین پر قائم کرنے میں کسقدر ناکامی کا سامنا پڑا ہے"۔

میرے خیال میں یہ اقتباس اس حقیقت کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ مسیحی معتقدات کی شکست اور پوری ناکامی کا آج خود مسیحی حضرات کو بھی اعتراف ہے۔ وہ محض اس وجہ سے کہ دوسرے کے مذہب سے انہیں واقفیت نہیں جو اس قسم کی برائیوں سے پاک ہو۔ برائے نام عیسائی کہلاتے ہیں یا دہریہ بن جاتے ہیں۔ کیونکہ انہیں یہ بتایا گیا ہے کہ مذہب اور مسیحیت مترادف الفاظ ہیں اور مسیحیت کے سوائے دوسرا کوئی دین مذہب کہلانے کا مستحق نہیں

ہمارا فرض

اسی سے ہمارے فرض کا پتہ لگتا ہے جو صفائی کے ساتھ ہمارے سامنے رکھا گیا ہے۔ ہم پر جو روشنی کے اندر ہیں یہ فرض ہے کہ دوسروں کو سیدھا راستہ بتائیں۔ ہمیں سچے مرد اور سچی عورتیں بننا چاہیئے۔ اور چونکہ ہم ایک ایسے مقدس فرض کے مکلف ٹھہرائے گئے ہیں۔ اس کی ادائیگی میں ناکامی کا ساتھ ہمیں نہیں دینا چاہیئے۔

(دوست محمد)

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ بخیر و عافیت خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— انجمن کے سیکرٹری چوہدری ظہور احمد صاحب ۱۵ اکتوبر کو انجمن کے ایک خاص کام کے لئے علاقہ فیروزپور میں تشریف لے گئے تھے۔ اس دورہ میں آپ نے اس مقام کا بھی معائنہ کیا جہاں حکیم محمد یار صاحب احمدیہ انجمن کی طرف سے اچھوت اقوام میں تبلیغ و اشاعت اسلام کا کام کر رہے ہیں۔

حکیم محمد یار صاحب مبلغ انجمن لکھتے ہیں کہ ۱۰ ماہ حال کو ایک عیسائی کے ساتھ ان کا مناظرہ ہوا جس میں ان کے مدمقابل کو شکست ہوئی۔

منشی غلام حسین صاحب گھڑی ساز راجہ بازار راولپنڈی کے والد ماجد اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے ہیں۔ تمام برادران سلسلہ سے التماس ہے کہ مرحوم کے لئے جو حضرت مسیح موعود کے پرانے خادموں میں سے تھے۔ نماز جنازہ پڑھیں۔

— چوہدری شاہدین صاحب دہلوی کے گھر اللہ تعالےٰ نے فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے۔ اس خوشی میں چوہدری صاحب موصوف کی والدہ صاحبہ نے چک ۲۳۳ سے صر روپے بطور عطیہ ارسال فرمائے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس مولود مسعود کی عمر میں برکت دے اور اس کو خادم دین بنائے۔

ہر احمدی کا فرض ہے کہ وہ اخبار کی توسیع اشاعت کے لئے کوشش کرے۔

(مینجر)

ہندوستان کے گرد تسمے

وفد تنظیم جو آج کل یو پی کا دورہ کر رہا ہے۔ فسادات علیگڑھ کے متعلق جو تحقیقات کی ہیں ان کی مفصل رپورٹ سپرنٹنڈنٹ جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام انبالہ کی معرفت ہمارے دفتر میں موصول ہوئی ہے جو ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ (مدیر)

فسادات علیگڑھ

وفد تنظیم کا نتیجہ تحقیقات

فسادات علیگڑھ مورخہ ۲۲ ستمبر ۱۹۲۵ء کی اطلاع پاکر بعض ارکان وفد تنظیم بغرض تحقیقات ۲۷ ستمبر کو علیگڑھ پہنچے۔ اسی روز ڈاکٹر سیف الدین کچلو صاحب اور کنور محمد عبدالوہاب خانصاحب نے مختلف مقامات متعلقہ فسادات کا معائنہ کیا۔ شفاخانہ میں زخمیوں کو دیکھا۔ اور موقع پر حالات معلوم کئے۔ اس تحقیقات کے وقت تصدق احمد خانصاحب شروانی بیرسٹر ایٹ لا عام صدر ... صاحب شروانی رئیس بوڑھا گاؤں اور عابد علی خانصاحب شروانی رئیس بھیکم پور بھی تشریف رکھتے تھے۔ ۲۸ ستمبر کو تصدق احمد خانصاحب شروانی کے مکان پر تین ہندو حضرات جو کانگرس سے تعلق رکھتے تھے اور جن میں چودھری گوڈر سنگھ بھی تھے۔ ڈاکٹر کچلو صاحب اور سید غلام ... صاحب نیرنگ سے ملے اور ان حضرات کے ساتھ شروانی صاحب کے روبرو فسادات کے بعض پہلوؤں پر گفتگو ہوئی۔ اس کے بعد ڈاکٹر کچلو صاحب اور میر نیرنگ صاحب اور صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس۔ اور صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے بیان سرکاری معلوم کرنے کے لئے ملے۔ لیکن معلوم ہوا کہ مکمل سرکاری بیان ابھی تیار نہیں ہوا۔ اور اگرچہ افسران مذکور نے فسادات کے بعض واقعات کی نسبت کچھ صاف صاف باتیں بتائیں۔ تاہم انہوں نے وضاحت کے ساتھ یہ کہا کہ ہم ابھی اس معاملہ کے بارے میں اپنے آپ کو کسی خاص بیان کا پابند نہیں کرنا چاہتے۔ اس بات کی کوشش کی گئی کہ علیحدہ علیحدہ مقامات میں نمائندہ ہندو و مسلم حضرات سے گفتگو کیجائے۔ اس مقصد کے لئے وقت اور جگہ کا تقرر ہوکر اطلاعیں بھی دی گئیں۔ لیکن چونکہ وفد تنظیم کے لئے دورہ کے پروگرام کی پابندی لازم تھی اور اسی روز ڈیڑھ بجے دوپہر کو علیگڑھ سے روانہ ہوجانا ضروری تھا۔ اس لئے ارکان وفد مسلمان حضرات سے ملاقات نہ کر سکے البتہ خواجہ عبدالمجید صاحب بیرسٹر کو ہمراہ لے کر ڈاکٹر کچلو صاحب نے مسٹر بگیا سو کے مکان پر ہندو نمائندگان سے ملاقات کی اور ان واقعات کے بارے میں اُن کا بیان معلوم کرنے کی کوشش کی وقت کی تنگی کی وجہ سے گفتگو چند سوالات اور جوابات تک ہی محدود رہی لیکن یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ حضرات اخفا کی مصلحت پر کاربند تھے اور مکمل اور صاف بیان دینے کو آمادہ نہ تھے۔ ایک پیچیدگی یہ بھی درپیش تھی کہ ہندو اخبارات میں متناقص رنگ آمیز و یکطرفہ بیانات شائع ہوچکے تھے۔ یہ بیانات نہ صرف گمراہ کن تھے بلکہ واقعات کو الجھانے والے تھے۔ ان متناقص بیانات کی ایک عجیب مثال یہ تھی کہ رام لیلا کمیٹی کے سکریٹری صاحب کا ایک الیسا تار اخبارات میں شائع ہوا تھا۔ جو ان کے اس بیان سے بہت مختلف تھا جو سکریٹری صاحب نے حکام کے سامنے دے چکے تھے۔ تصدق احمد خانصاحب شروانی نے جو واقعات بتائے ارکان وفد کی تحقیقات سے ان کی پوری پوری تصدیق ہوئی اور شروانی صاحب کے بیان سے ارکان وفد کو بڑی امداد ملی۔ شروانی صاحب ایک پختہ کار اور آزمودہ قوم پسند لیڈر ہیں۔ وہ ہندو مسلم اتحاد کے زبردست حامی اور رہبر قوم کے صحیح الخیال لوگوں کے معتمد علیہ ہیں۔ فساد کی خبر سنتے ہی وہ فوراً موقع پر تشریف لے گئے۔ ابھی فساد ختم نہ ہوا تھا اور شروانی صاحب نے بڑی شجاعت کے ساتھ بلوے کو فرو کرانے میں امداد دی۔ ان کے غیر جانبدار ہونے میں کوئی شک نہیں اور ان کا بیان پورے طور سے قابل اعتماد ہے

خلاصہ واقعات یہ ہے کہ دسہرے کی تقریبات سے پیشتر حکام نے صحیح حالات کا اندازہ کرنے کی کوشش کی اور ذمہ دار ہندو حضرات نے حکام کو بار بار یقین دلایا کہ نقص امن کا کوئی اندیشہ نہیں۔ چار پانچ روز تک جلوس نماز مغرب کے وقت سے پہلے مدار دروازہ کی مسجد سے گذرتا رہا۔ اور کوئی جھگڑا نہ اُٹھا۔ ۱۸ ستمبر کو جلوس والوں نے عین نماز مغرب کے وقت مدار دروازہ کی مسجد کے آگے باجا بجایا مسلمانوں نے ضبط و تحمل سے کام لیا اور حکام سے جلوس والوں کے اس طرز عمل کی شکایت کی اس پر حکام نے ہندو لیڈروں سے پُر زور مطالبہ کیا کہ وہ اس قسم کی حرکات کو روکیں۔ ہندو لیڈروں نے اظہار افسوس کیا اور حکام کو یقین دلایا کہ آیندہ کوئی ایسی حرکت نہ ہوگی۔ حکام نے یہ حکم صادر کیا کہ جلوس مغرب سے پیشتر مدار دروازے کی مسجد سے گزر جایا کرے۔ لیکن واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہندو جو شورش پسند واقع ہوئے ہیں اس حکم کی خلاف ورزی پر تلے ہوئے تھے۔ اس کے بعد ۲۱ ستمبر تک پھر کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔

۲۱ ستمبر کو جس وقت ہنومان کی سواری مدار دروازے پر پہنچی۔ اور اکھاڑے بازار حلوائی خانہ سے گذر رہے تھے تو نماز مغرب میں ایک گھنٹہ باقی تھا چونکہ نماز مغرب سے پیشتر جلوس مدار دروازہ کی مسجد سے گذر نہیں سکتا تھا۔ اس لئے رام لیلا کمیٹی کے سکریٹری صاحب نے کوشش کی کہ جلوس کو وہیں ٹھیرا دیں۔ لیکن جلوس والوں نے سکریٹری صاحب کی بات نہ مانی اور سکریٹری صاحب نے حکام سے صاف صاف کہدیا کہ اب معاملہ ہمارے قابو سے باہر ہے۔ بازار حلوائی خانہ میں دونوں طرف تمام دکانیں اور بالا خانہ ہندوؤں کے قبضے میں ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس مرحلے پر اس بازار کی چھتوں سے اینٹیں برسائی گئیں۔ فوراً ایک شور برپا ہوا۔ اور بلوہ شروع ہوگیا یہانتک کہ آخر کار پولیس کو گولی چلانی پڑی۔ اس کے بعد جو کچھ ظہور میں آیا اس کو بلا لحاظ ترتیب واقعات مختصر طور پر بیان کیا جاتا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ یا تو ہندو بلوائیوں کے پاس بندوقیں ہونگی اور یا جن کے پاس بندوقیں تھیں انہوں نے ہندو حلوائیوں کی امداد کی ورنہ یہ بات سمجھ میں نہیں آسکتی کہ ایک مسلمان طوائف کے کوٹھے کے اندر ایک میراسی کیونکر گولی سے مارا گیا جبکہ ہندو حلوائی اس کوٹھے کے ایک دروازے کو کھولنے کے لئے زور لگا رہے تھے اور وہ میراسی اندر سے زور لگا رہا تھا کہ دروازہ نہ کھلے اس کوٹھے میں گولی اور چھروں کے نشان دیکھے گئے۔ اور حلوائی اس کوٹھے میں صرف اس ایک دروازے سے جا سکتے تھے جو بازار میں نہیں کھلتا بلکہ ایک گلی میں کھلتا ہے۔

حلوائیوں نے ایک اور مسلمان طوائف کے کوٹھے کے دروازے یکے بعد دیگر توڑ لئے اور اس کمرہ کے دروازے کو توڑنے کی کوشش کی جسمیں اس طوائف نے اپنے آپ کو بند کر لیا تھا۔ مگر کامیاب نہیں ہوئے۔ انہوں نے اس طوائف کا کچھ سامان توڑ دیا۔ کچھ سڑک پر پھینک دیا اور باقی لوٹ لیا۔ دو مکانوں میں جو بازار مدار دروازہ کے عقب میں واقع ہیں دو مسلمانوں پر چھرے چلائے گئے ان میں سے ایک مر گیا ایک بچ گیا۔ گلیوں میں مسلمانوں کے اور متعدد مکانات ہیں جنمیں ملا خلت اور نقصان رسانی کے نشانات موجود ہیں اچل تالاب کے قریب جو سرائے ہے اس میں کئی مکانات میں اس قسم کے نشانات موجود ہیں اس سرائے میں کئی مکانات لوٹے گئے۔ ایک بھٹیاری کے گھر سے وہ سامان جہیز لوٹا گیا جو اُس غریب نے اپنی لڑکی کی شادی کے لئے رکھا تھا۔ اسی سرائے میں ایک عورت کے کانوں سے بالیاں نوچی گئیں۔ بدایوں سے کچھ مسلمان تماشے والے آئے ہوئے تھے اُن پر حملہ کیا گیا ان میں دوازدہ سالہ لڑکا تھا اس کو مار پیٹ کر تالاب میں پھینکدیا گیا۔ وہ تیر کر نکل آیا تو اس کو دوبارہ مارا اور پانی میں پھینکدیا مگر وہ پھر تیر کر نکل آیا۔ جن مسلمانوں کو مضروب کیا گیا یا لوٹا گیا اُن کی تعداد کثیر ہے۔ شفاخانہ میں جو مضروب مسلمان داخل ہیں اُن کی فہرست کیا ہے گویا سخت بے رحمی اور سفا کی کی ایک داستان ہے۔ ان مضروبوں میں شیخ کریم الہ شامل ہے جسکی عمر نوے سال ہے۔ اس کے سر پر تین ضربات ہیں اس کے علاوہ ناک۔ کندھے اور کمر پر ضربات ہیں بھجو کی عمر ستر سال ہے اس کے سر ہاتھ پسلی اور کندھے پر ضربات ہیں کرم الہی اور محمود خاں کی عمر ساٹھ سال ہے ان دونوں کو تلوار سے زخم لگے ہیں۔ اور دیگر ضربات بھی ہیں۔ نبی بخش ساٹھ سالہ ہے ظہور احمد اور سرور کی عمر پچپن سال ہے۔ ان تینوں کو بھی سخت ضربیں آئی ہیں صرف بڈھے مردوں ہی پر حملہ نہیں کیا گیا بلکہ بڑھیا عورتوں کو سخت بے رحمی سے مجروح کیا گیا مسماۃ چھوٹی کی عمر ۶۵ سال ہے اور مسماۃ نتھو کی ساٹھ سال ہے ان دونوں کو دیگر ضربات کے علاوہ تلوار کے زخم بھی لگے ہیں۔ ان واقعات سے بلوائیوں کی انتہائی نامردی اور سفاکی معلوم ہوتی ہے۔ عورتوں اور بڑھیا عورتوں پر تلواروں سے حملہ کرنا نہ صرف حملہ آوروں پر شرم و ذلت کا ایک دائمی دھبہ ہے بلکہ ان لوگوں کو بھی ہمیشہ کے لئے ذلیل کرتا ہے۔ جنہوں نے فساد کی بنیاد ڈالی اور اس کے لئے مفسدین کو مشتعل کیا مسماۃ سعیدن کی عمر پچاس سال ہے اس کے کانوں سے بالیاں نوچی گئیں اور کان پھٹ گئے۔

یہ امر شک سے بالکل بالا ہے کہ ہندوؤں کا فساد پسند طبقہ شروع ہی سے فساد پر تلا ہوا تھا اور انہوں نے اس فساد کے لئے تیاریاں کی تھیں۔ اس سال کو ہندوؤں کی تعداد خاص طور سے زیادہ تھی اور ہندو بڑی تعداد میں آلات حرب لے کر آئے تھے مسلمانوں کا طرز عمل اول سے اخیر تک معقول اور امن پسند رہا اور اُن پر کا لعت بے خبری میں حملہ کیا گیا یہ واقعات کہ بلوائیوں نے اپنے قابل ملامت حملوں کو بازار کو چھوڑ کر گلیوں تک پہونچایا اور بے آزار مسلمانوں کو جس میں ضعیف العمر مرد اور عورتیں بھی شامل ہیں لوٹا اور مضروب کیا علیگڑھ کے فساد پسند ہندوؤں کی شورہ پشتی اور جہاں آزاری کا نہایت صریح ثبوت ہیں۔

(دستخط) سیف الدین کچلو

(دستخط) غلام بھیک نیرنگ

(دستخط) محمد عبدالوہاب خاں

بچوں کی تڑپ

وزیر آباد میں چھوٹے چھوٹے بچوں نے بزم اشاعت کے نام سے ایک انجمن بنا رکھی ہے جو اشاعت اسلام کے لئے چندہ جمع کرتی ہے حال ہی میں اس بزم کا ایک جلسہ حسب معمول منعقد ہوا جس میں جماعت پنجم کے ایک طالب علم نے جو بزم مذکورہ کا سکرٹری ہے۔ اشاعت اسلام کے متعلق ایک تقریر کی جو پروفیسر محمد عبداللہ صاحب کی معرفت اشاعت کے لئے ہمیں موصول ہوئی ہے۔ ہم طالب العلم مذکور کی حوصلہ افزائی کے لئے اس تقریر کو یہاں درج کرتے ہیں۔

حیرمعزز حاضرین

میں اس لائق نہیں ہوں کہ آپ کے سامنے سٹیج پر کھڑا ہوکر کچھ بولوں خیر آپ کی حوصلہ افزائی کو مد نظر رکھتے ہوئے اشاعت اسلام کی بابت کچھ عرض کرتا ہوں۔ یہ اشاعت دو طرح سے ہوسکتی ہے اول مال سے دوسرے جان سے۔ مال سے مطلب یہ ہے۔ کہ روپے سے اُن لوگوں کی مدد کیجائے جو کہ اشاعت اسلام کر رہے ہیں۔ اور جان سے مدعا یہ ہے۔ کہ خود دوسرے ملکوں میں جاکر اشاعت کی جائے۔ مگر میرا قیاس ہے۔ کہ ہم میں شاذ و نادر ہی ایسے لوگ ہونگے جو اپنے کاروبار کو چھوڑ کر اشاعت اسلام کے لئے دوسرے ملکوں میں نکل سکیں۔ اسی لئے مالی طریق ہی ہمارے لئے موزون اور مفید ہے پس ہم کو چاہیئے کہ ہم سب روپے پیسے سے انجمن احمدیہ کو مدد دیں جسکا مقصد اشاعت اسلام ہے۔ اسطرح بیٹھے بٹھائے ہم اشاعت اسلام کے اہم فرض سے سبکدوش ہوسکتے ہیں۔ اس طرف لوگوں کی توجہ بہت تھوڑی ہے پہلے زمانے میں لوگوں کی توجہ اسطرف بہت تھی۔ یہاں تک کہ اسلام پر جانیں قربان کرنے کو بھی تیار رہتے تھے۔ اور یہ انہیں کی کوشش کا نتیجہ ہے۔ کہ آج شام و عرب۔ ٹرکی۔ مراکش۔ ایران۔ وغیرہ ممالک میں اسلام کے شیدا کثیر تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ مجھے ایک واقعہ یاد آگیا۔ جو میں اس جگہ بیان کرنا مناسب خیال کرتا ہوں۔ ایک دفعہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحابہ سے فرمایا کہ اشاعت اسلام کرنے کے لئے کچھ روپیہ چاہیئے۔ اپنے اپنے گھروں میں گئے اور ہر ایک نے اپنے مال کا کثیر حصہ لاکر دیا۔ لطف یہ ہے کہ حضرت صدیق نے تو سارا مال اور حضرت عمر نے آدھا مال لا حاضر کیا۔ اللہ اللہ وہ کیا زمانہ تھا اور اب کیا ہے۔ اگر اب کسی کے پاس سے چندہ مانگا جائے تو وہ بہت گھبراتا ہے اور لیت و لعل کرتا ہے۔ ہم نے ایک کمیٹی بزم اشاعت کے نام سے بنائی ہوئی ہے جس کے پریزیڈنٹ شیخ محمد عبداللہ صاحب پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور ہیں۔ اور اس کمیٹی کے ۲۰ کے قریب ممبر ہیں۔ جو حسب وعدہ ہفتہ کے ہفتہ چندہ دیا کرتے ہیں۔ سب مہربانوں سے درخواست ہے کہ وہ بھی اس بزم کی ممبری قبول فرماکر مشکور فرمائیں۔ یہ جمع کردہ چندہ بغیر کسی خلفت تمام احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو بھیج دیا جاتا ہے۔ آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ عیسائی آج کل کس زور شور سے کام کر رہے ہیں۔ ملک کے ہر حصہ میں عیسائی مشن قایم ہوچکے ہیں۔ کیا مسلمان یہ گوارا کرسکتے ہیں کہ عیسائی لوگ مسلمانوں کو عیسائی بنائیں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ تو پھر آپ روپے پیسے سے مدد کیوں نہیں کرتے۔ میں اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ ہمیں اسلام کی خدمت کرنے کی توفیق دے۔ آمین ثم آمین اور ہماری بزم کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ (والسلام)

خاکسار عبداللہ جماعت ہفتم مشن ہائی سکول

وزیر آباد

ہوا کہ وہ نعش تو میاں صاحب کے مخلص مرید کی تھی چنانچہ پھر اس کی قبر کو اکھاڑ کر نعش کو دوبارہ بہشتی مقبرہ میں دفن کیا گیا۔ اب فرمائیے مذہب دل لگی بن گیا یا نہیں +

میرے اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تو نے اعمال کا محاسبہ اپنے ہاتھوں میں رکھا۔ تیری مغفرت تیری رحمت بڑی وسیع۔ تیری غفاری تیری ستاری بے نظیر۔ یہ تو ہی ہے جو ہمارے طرح طرح کے گناہوں کو دیکھتا اور پھر بھی نظر رحمت رکھتا ہے۔ انسانی قلب قطعًا ان جرائم کو برداشت نہیں کر سکتا جو نوع انسان سے سرزد ہوتے ہیں۔ خواہ وہ قلب کتنا ہی بڑا ہو۔

کیا خوب شیخ سعدی نے فرمایا ہے۔ کہ ؎

خدائے راست مسلم بزرگی و الطاف
کہ جرم بیند و نان برقرار میدارد

پھر بوستان میں ایک حکایت لکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیم اپنی مہمان نوازی میں مشہور تھے۔ بغیر مہمان کے کھانا نہ کھاتے تھے۔ ایک دن ایک آتش پرست مہمان ملا۔ کھانا اس کے سامنے رکھکر فرمایا کہ اللہ کے نام سے شروع کرو۔ اس نے کہا میں اللہ کا نام نہیں لیتا۔ میں تو اپنی اگنی کو جانتا ہوں۔ اس پر حضرت ابراہیم نے اسے دسترخوان سے اٹھا دیا۔ وحی الٰہی نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے ابراہیم یہ تمام عمر میرا نام نہ لیتا رہا اور میں اسے کھانا دیتا رہا۔ میرا علم دیکھو۔ اور اپنے تحمل کو دیکھو کہ تو ایک دفعہ بھی برداشت نہیں کر سکا +

حضرت شیخ فریدالدین عطار نے اپنی کتاب منطق الطیر میں کیا لطیف حکایت لکھی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ عالم راز و نیاز میں رسول کریم صلعم نے جناب باری میں عرض کیا کہ اگر میری امت کے اعمال کا محاسبہ مجھے مل جائے تو بڑی عنایت ہو۔ میں نہیں چاہتا کہ غیروں کو ان کے گناہوں کا علم ہو۔ مطلب یہ تھا کہ دل کھول کر انہیں بخشوں گا۔ مگر ذات الٰہی نے فرمایا کہ یہ میرا ہی حوصلہ ہے جو تمام نوع انسان اور تمہاری امت کے گناہوں کو برداشت کرتا ہوں۔ تم خود اپنی امت کے گناہوں کو برداشت نہ کر سکو گے۔ اور رہا غیروں کا علم ہونا سو میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرے بندوں کے گناہوں کا علم خود تم کو بھی نہ ہو۔ الغرض یہ جناب باری کا بڑا احسان ہے کہ محاسبہ اور نتائج اعمال اپنے ہاتھ میں رکھے ہیں۔ ورنہ حضرت انسان معاذ اللہ! یہ اپنے ہم خیالوں کے سوا کسی کو جنت میں گھسنے دیتے۔ توبہ میری! این خیالست و محالست و جنوں۔

مولانا حالی نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

چھیڑ کر واعظ کو حالی خلد سے
بسترہ کیوں اپنا پھینکواتے ہیں آپ

اور سچ تو یہ ہے کہ جنت کی تمنا ہی غلط ہے۔ ۔۔۔ اسی کا حصول ہی مومن کی تمنا ہونی چاہئیے۔ قرآن میں بھی یبتغون فضلًا من اللہ و رضوانًا آیا ہے۔ کہ مومن اللہ کا فضل ڈھونڈھتا ہے اور اس کی رضا اور خوشنودی۔ یہ کہیں نہیں فرمایا کہ مومن جنت ڈھونڈھتا ہے۔ جنت کی خوشخبری بیشک اعمالوں کے نتائج پر دی ہے۔ مگر اسے منزلًا فرما کر جتا دیا کہ وہ تو جناب الٰہی کی مہمانی ہے۔ اگر کوئی مہمان کھانوں کی تمنا سے کسی کے گھر جا اترے تو ظاہر ہے کہ وہ قابل عزت نہ ہوگا۔ لا الٰہ الا اللہ میں جو کلمہ طیبہ اسلام کا ہے مومن کا مقصود حقیقی اللہ تعالے ہی کو بتایا ہے۔ اور سب کی نفی کر دی ہے۔ پس مومن کا کام ہے کہ اللہ تعالے کو مقصود حقیقی سمجھے اور اسی کی رضا کو حاصل کرنے کی کوشش کرے یہی وہ تعلیم ہے جو مسیح موعود نے ہمیں سکھائی اور آپ نے صاف طور پر فرمایا کہ انسان کا اپنے رب سے جو تعلق پیدا ہوتا ہے اس سے بطور نتیجہ جنت خود بخود پیدا ہوتی چلی جاتی ہے۔ اس کی تلاش بے معنی ہے۔ تلاش تو اللہ تعالے ہی کی رضا کی چاہیئے جو اصل سرچشمہ زندگی ہے جس کے زندگی بخش پانی سے خود غنچہ دل میں سے جنت پھوٹ نکلتی ہے۔ ؎

ستم است کہ ہوست کشد کہ بسیر سرو و سمن درآ
تو ز غنچہ کم نہ دمیدہ۔ در دل کشا۔ بہ چمن درآ

فروگذاشت

۱۱ اکتوبر کے پرچہ میں ایک مضمون ”صلیب پر یسوع کی دعا“ شائع ہوا تھا اس میں راقم کا نام غلطی سے رہ گیا تھا۔ وہ مضمون مرزا مظفر بیگ ساطع کا ہے +

(مدیر)

عالم اسلام

شام میں فرانسیسیوں کی پریشانی

بیروت ۱۴ اکتوبر۔ جبل دروز میں فرانسیسی فوجوں نے اپنی ساری جدوجہد مصیفریہ کے علاقہ میں مرکوز کر دی ہے۔ جنرل گمیلیان نے فرانسیسی حملہ کی ابتدا کرنے کے لئے مستقر سے سامان رسد کے لانے کا انتظام کر لیا ہے +

جہاد ریف

فاس ۱۴ اکتوبر۔ سرکاری بیان مظہر ہے کہ فرانسیسی جنگی کارروائیاں اب ایک جدید صورت اختیار کریں گی کیونکہ یہ تجویز ہے کہ ریفی علاقہ میں قابض افواج کی نگرانی میں اس قسم کی حد قائم کر دی جائے کہ غازی محمد بن عبدالکریم کا ان مقامی قبایل سے سلسلہ منقطع ہو جائے جو غازی موصوف کو اب تک مدد دیتے رہے ہیں۔ اس بیان میں یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ مشرقی اضلاع میں متعدد قبایل نے وسیع قطعات کو فرانسیسیوں کے حوالہ کرنے میں مدد دینے کی رضامندی کا اظہار کیا ہے +

فیض ۱۱ اکتوبر۔ فرانسیسی رسالہ سیدی بو رقبہ تک پہنچ گیا ہے۔ یہ مقام احدیر کے جنوب میں ۱۲ میل کے فاصلہ پر ہے +

فیض ۱۱ اکتوبر۔ فرانسیسی افواج نے ہسپانوی عساکر کی امداد سے مطاسہ اور غیور عتنقہ کے قبیلوں کے بہت سے علاقہ پر قبضہ جما لیا ہے +

جنگ حجاز کے حالات

مصری وفد کی تحقیقات

قاہرہ ۱۲ اکتوبر۔ ملک الفواد شاہ مصر کا مقرر کردہ وفد حالات حجاز کی تحقیقات کرنے کے بعد واپس آگیا ہے اس نے اطلاع دی ہے کہ حجاز کی صورت حالات نازک ہے۔ کاروبار بند پڑا ہے۔ اور باشندوں کو سامان خورد و نوش کی قلت کا سامنا ہو رہا ہے۔ امیر علی کی افواج کے حوصلے پست ہو رہے ہیں اور سامان خوراک کی کمی اور مشاہرہ کی بدنظمی کے باعث اس کے سپاہی فوج سے علیحدہ ہو رہے ہیں۔ جدہ کی آبادی اسی ہزار سے کم ہو کر پندرہ ہزار پہنچ چکی ہے اور مکہ کی آبادی میں دو لاکھ سے ساٹھ ہزار تک کمی واقع ہو گئی ہے۔ وفد کا بیان ہے کہ اس نے سلطان ابن سعود سے بھی ملاقات کی۔ سلطان نے انہیں یقین دلایا کہ وہ توسیع مملکت کے خواہشمند نہیں۔ سلطان نے اعلان کیا کہ ان کا مقصد وحید حجاز کو ہاشمی خاندان کی لعنت سے پاک کرنا ہے۔ سلطان نے تجویز کی کہ دنیائے اسلام شاہ فواد کی سرپرستی میں ایک وفد تحقیقات حجاز کو روانہ کرے جو وہاں کے باشندوں سے اپنے نئے حاکم کے انتخاب کے متعلق استفسار کرے +

معلوم ہوا ہے کہ شاہ فواد نے وفد کی روداد پر اظہار اطمینان کیا ہے اور بہت اغلب ہے کہ وہ دنیائے اسلام کے فرماں رواؤں کو موتمر اسلامی کی دعوت دیں تاکہ حجاز کے مستقبل کے رپورٹ کرنے کے لئے ایک نمائندہ وفد مقرر کیا جا سکے +

سلطان اطرش دروزیوں کے قائد اعظم کا حکم

عیسائیوں سے حسن سلوک کا وعدہ

دمشق سے خبر موصول ہوئی ہے کہ بطریق یونان کو سلطان الاطرش نے ایک خط بھیجا ہے جس میں لکھا ہے کہ عیسائیان جبل دروز کے متعلق جو خبر اڑائی گئی ہے کہ ان کا قتل عام کیا جا رہا ہے قطعًا غلط اور بے بنیاد ہے دروزیو کا مقصد عیسائیوں سے تعرض کرنا یا انکو قتل کرنا نہیں ہے۔ الاطرش انکی حفاظت کا پورا سامان کر رہا ہے۔ دمشق کی پولیس نے شہر کے باشندوں کے پاس اطرش کے اشتہار گرفتار کئے ہیں جن میں اہل شہر کو جنگ آزادی میں شامل ہونیکی ترغیب دی گئی ہے۔ پولیس نے اس قسم کے اشتہاروں کی ایک کثیر تعداد پر قبضہ کیا ہے اور معاملات کی تحقیقات کر رہی ہے +

جبل دروز میں فرانسیسیوں کا نقصان

خبر سرکاری تخمینہ جو ستمبر کے ہفتہ اول میں شائع ہوا تھا یہ ہے کہ فرانسیسیو کا نقصان جبل دروز کی مہم میں بارہ سو ہے + (نشرۂ فلسطینہ)

دروزیوں کو عیسائیوں کی امداد

اخبار فلسطین راوی ہے کہ بچاس عیسائی دروزیوں کی فوج میں شریک ہیں اور فرانسیسیوں کے خلاف کام کر رہے ہیں +

ہندو دنیا

پنجاب پراونشل ہندو سیوا سمتی کانفرنس

پنڈت مالوی جی نے پنجاب پراونشل ہندو سیوا سمتی کانفرنس کے آئندہ اجلاس کی جس کا انعقاد مارچ ۱۹۲۶ء میں بمقام پٹھانکوٹ تجویز کیا گیا ہے۔ صدارت قبول کر لی ہے +

آریہ مشن مالابار

پنڈت رشی رام بی۔ اے آریہ مشنری پردھان پرتینک سبھا کی اپیل کے جواب میں ڈاکٹر گوکل چند نارنگ ممبر پنجاب لیجسلیٹو کونسل نے چھ ماہ کے لئے ایک مشنری کے اخراجات کی برداشت کا ذمہ لیا ہے۔ اور لالہ پرہلاد داس بی اے کو اس کام کے لئے مالابار بھیج دیا گیا ہے +

ہندو یونیورسٹی بنارس کو ایک لاکھ روپیہ کا عطیہ

مسٹر جے۔ ایس برلا نے بنارس ہندو یونیورسٹی کو پچاس ہزار روپیہ کی رقم اس غرض کیلئے عطا کی ہے کہ بنارس میں عورتوں کے لئے ایک بورڈنگ ہوس مسٹر موصوف کی زوجہ شریمتی مہادیوی کے نام پر بنایا جائے۔ اسکے علاوہ مسٹر ممدوح نے یونیورسٹی مذکور کو پچاس ہزار روپیہ کا ایک اور عطیہ اس مقصد کے لئے دیا ہے کہ ایف۔ اے اور بی۔ اے کی کتب نصاب ہندی میں تیار کرنے کے لئے ایک سرمایہ قائم کیا جائے جسمیں یہ رقم پہلے چندہ کا کام دے +

مسجدوں کے سامنے باجہ بجانیکا شوق

اکولہ ۱۰ اکتوبر۔ اکولا میں ہندو مسلم کشیدگی ترقی پذیر ہے۔ مسجد کے سامنے باجہ بجانے کے مسئلہ میں جو ستیہ گرہ کی جا رہی ہے۔ اس کے خلاف حکام ضلع نے دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری کے ماتحت مقدمے دائر کرنے شروع کر دیئے ہیں۔ چنانچہ کل ۴۰ رضاکار گرفتار کئے گئے۔ ستیہ گرہ منڈلی نے فیصلہ کیا ہے کہ مسجدوں کے سامنے شارع عام پر باجہ بجانے کیلئے ہر روز ایک چھوٹا سا دستہ روانہ کیا جائے حتی کہ اس مسئلہ کا آخری فیصلہ ہو جائے۔ ہندوؤں میں زبردست بے اطمینانی پھیلی ہوئی ہے اور حکام ضلع تشویش محسوس کر رہے ہیں۔ عوام کو لاٹھیاں لیکر پھرنے سے زیر دفعہ ۱۴۴ ضابطہ فوجداری منع کر دیا گیا ہے +

بعد کی خبر

ناگپور ۱۴ اکتوبر۔ اکولہ کے ہندوؤں نے ستیہ گرہ شروع کر دی ہے۔ اور روزانہ چار چار کے دستے مسجد کے سامنے باجے بجاتے لئے جاتے ہیں دوشنبہ تک ۱۲ اشخاص گرفتار کئے جا چکے ہیں۔ مسٹر ایس۔ وی کیلکر وکیل اور مسٹر چتیلے اور دس دیگر حضرات کو نوٹس دیئے گئے ہیں اور اول الذکر دو اشخاص پر ستیہ گرہ پر اصرار کرنے کے الزام میں مقدمہ دائر کر دیا گیا ہے جس کی پیشی ۱۹ اکتوبر کو ہوگی +

صوبہ متوسط میں ڈنڈے بازی شروع ہو گئی

ناگپور۔ اروی ضلع واردھا کے ہندو مسلم فسادات کی مزید معلوم شدہ تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ ۴ اشخاص جو تمام کے تمام مسلمان ہیں ہلاک اور ایک سو ہندو زخمی ہوئے ہیں +

آگرہ پراونشل ہندو کانفرنس

آگرہ پراونشل ہندو کانفرنس بریلی ۱۴-۱۵-۱۶ نومبر کو منعقد ہونیوالی ہے۔ پروپیگنڈا شروع ہو گیا ہے اور استقبالیہ کمیٹی نہایت زور شور کیساتھ سرگرم کار ہے۔ دو زبردست جلسے ہو چکے ہیں جن میں سوامی ستیہ دیو اور سوامی دیانند نے پرجوش تقریریں کیں +

انتقاد

مسلمان اور سکھوں کا راستہ — خواجہ حسن نظامی دہلوی نے ۲۴ ستمبر ۱۹۲۵ء کو انجمن اسلامیہ اور انجمن انصار المسلمین شملہ کے جلسہ میں ایک تقریر کی تھی جو اب ٹریکٹ کی صورت میں شائع ہوئی ہے اس ٹریکٹ میں ثابت کیا گیا ہے کہ مغلوں کے عہد میں سکھوں پر جو مظالم ہوئے ہیں۔ انکے ذمہ دار مسلمان بادشاہ نہیں بلکہ وہ ہندو عہدہ دار ہیں جو اپنی ذاتی رنجشوں کے باعث سکھوں پر جور و جفا کرتے تھے۔ یہ ٹریکٹ بلا قیمت کارکن حلقہ مشائخ دہلی سے مل سکتا ہے +

ہندوستان کی خبریں

۱۰- اکتوبر ۲۵ء کے اجلاس میں تنظیم کی مجلس منتظمہ نے اس مضمون کی ایک قرارداد منظور کی ہے کہ امرتسر میں فی الفور ایک یتیم خانہ کھول دیا جائے۔

۵ ا- اکتوبر کو ہائی کورٹ لاہور کے ججوں اور وکلاء نے جسٹس عبدالروف کو ملازمت سے علیحدگی پر الوداعی دعوت دی

انبالہ۔ میں ٹانگہ والوں نے حکام چھاؤنی کے اس حکم کے خلاف کہ ہر ٹانگہ والا ایک وردی خریدے احتجاج کے طور پر ۴ ا اکتوبر سے ہڑتال کر رکھی ہے اس وردی کی قیمت ۲۴ روپیہ ہے

شاہ بلجیم نے ہندوستان سے روانگی سے قبل لارڈ ریڈنگ کو گرانڈ کارڈن آف دی آرڈر آف لیو پوسٹر کا خطاب عطا کیا ہے جو بلجیم کا سب سے بڑا خطاب ہے

لیڈی ریڈنگ نے ڈاکٹر ہسپتال شملہ میں نادار انگریز اور اینگلو انڈین مریضوں کے لئے انتظام کرنے کی غرض سے [illegible] دیا ہے

پراونشل ساہوسدھار کمیٹی کا ۴ نومبر کو ایک جلسہ ہونا قرار پایا ہے

سر شرما وزیر عدالت حکومت ہند ۲۴ اکتوبر کو براستہ کلکتہ شملہ سے والٹیر (مدراس) روانہ ہونگے۔ ۲۴ اکتوبر کو کلکتہ اور ۲۶ اکتوبر کو والٹیر پہنچیں گے۔ دو روز وہاں قیام کرنے کے بعد ۲۹ اکتوبر کو مدراس تشریف فرما ہونگے اور ۳۰ کی شام کو اوٹاکمنڈ پہنچیں گے

اس اطلاع کی تردید کر دی گئی ہے کہ ڈاکٹر مونجے صوبجات متوسطکی کونسل کی صدارت کے لئے امیدوار کھڑے ہونگے۔

مہاراجہ پٹیالہ نے ایک لاکھ روپیہ کی موٹر خریدی ہے جو دنیا میں سب سے بڑی موٹر ہے اور اس کی پچاس گھوڑوں کی طاقت ہے

بیان کیا جاتا ہے کہ مہاراجہ جودھپور اپنے تازہ قیام لندن کے دنوں میں تیس ہزار پونڈ صرف کر چکے ہیں۔

بکسر کے ہندوؤں اور مسلمانوں میں مسجدوں کے سامنے باجہ بجانے کے متعلق اس شرط پر راضی نامہ ہو گیا ہے کہ ہنود مسجدوں کے سامنے اور مسلمان مندروں کے سامنے باجہ نہ بجائیں گے

حضور ملک معظم نے منظور فرمالیا ہے۔ کہ آنریبل مہاراجہ سر محمد علی خان آف محمود آباد کے بجائے جب وہ اپنا عہدہ چھوڑیں آنریبل نواب محمد احمد سعید خان صاحب آف چھتاری صوبہ متحدہ کے گورنر کی مجلس عاملہ کے ممبر مقرر ہوں

شملہ ۱۴ اکتوبر حضور ملک معظم نے آنریبل مسٹر جسٹس کیمبل آئی سی- ایس- کو آنریبل مسٹر جسٹس عبدالرؤف کی جگہ لاہور ہائی کورٹ کا مستقل جج مقرر کرنے کی منظوری دیدی ہے

والسرائے با اجلاس کونسل نے مسٹر اے ایڈیشن آئی سی- ایس کو ۱۶ اکتوبر ۱۹۲۵ء سے ۱۱ اکتوبر ۱۹۲۶ء تک اور کنور دلیپ سنگھ بیرسٹر کو ۷ ماہ کے لئے لاہور ہائی کورٹ کے ایڈیشنل جج مقرر کیا ہے

رجسٹرار۔ پنجاب یونیورسٹی کی طرف سے اعلان کیا گیا ہے کہ جو امیدوار امتحانات یونیورسٹی چار روپے ادا کریگا وہ اپنے حاصل کردہ نمبر امتحانات معلوم کر سکیگا

ممالک غیر کی خبریں

برلن۔ ۱۴ اکتوبر باوجود یکہ سرکاری حلقوں کی طرف سے یہ اظہار کیا جا رہا ہے کہ لوکرنو کانفرنس کسی نازک حالت پر نہیں پہنچی لیکن اس کا اقرار کیا جاتا ہے کہ ہینڈنبرگ کو کیمز جب کانفرنس کی رپورٹ پیش کر چکیں گے تو وزارت کا ایک اجلاس منعقد ہوگا۔ جس میں ہنڈنبرگ بھی شریک ہونگے اور بعدہ جرمن نمائندگان کانفرنس کے پاس لوکرنو تار بھیجا جائیگا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ دو صورتوں کا امکان ہے اول یہ یا تو نمائندگان کو ہدایت کی جائیگی۔ کہ وہ امن وصلح قیام میں سب سے آگے رہیں یا انہیں اس قسم کا تار دیا جائیگا جس سے کانفرنس منتشر ہو جائیگی

لندن ۱۴ اکتوبر سر جارج لائیڈ اور لیڈی لائیڈ آج صبح ۹ بجے پیرس میں چند روز قیام کرنے کی غرض سے وکٹوریہ سے روانہ ہو گئے وہ ۱۶ اکتوبر کو قاہرہ پہنچیں گے آپ کو الوداع کہنے کے لئے آپ کے بہت سے دوست سٹیشن پر آئے ہوئے تھے۔ سر جارج لائیڈ نے نئی پوزیشن پر بحث وتمحیص کرنے سے انکار کیا جسکی اہمیت کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔

نیویارک۔ ۱۲ اکتوبر مسٹر ویکس وزیر جنگ نے صحت خراب ہونے کے باعث استعفا دیدیا ہے مسٹر ڈوائٹ ڈیوس جو کئی ماہ پہلے بھی جب کہ مسٹر ویکس بیمار تھے وزیر جنگ رہ چکے ہیں مسٹر ویکس کے جانشین مقرر ہوئے ہیں

ماسکو ۱۲ اکتوبر۔ اعلان کیا گیا ہے کہ روس اور جرمنی کے مابین دو سال کے لئے ایسا تجارتی معاہدہ ہوا ہے جس کے رو سے دونوں قوموں کو مخصوص مراعات حاصل ہونگی

پیکن ۱۲ اکتوبر سوویٹ کے مخالف حکام نے روس کا جہاز بمعہ ساٹھ روسیوں اور اسلحہ کے سواٹو میں روک لیا تھا سوویٹ سفیر مقیم پیکن نے اس کے خلاف احتجاج دفتر خارجہ چین کو ایک یادداشت بھیجی ہے اور مطالبہ کیا ہے کہ جہاز کو بہت جلد آزاد کر دیا جائے اور جو حکام اس کے روکنے کے ذمہ وار ہیں انہیں سزا دی جائے سفیر مذکور نے تاوان کا حق محفوظ رکھا ہے

اضلاع متحدہ امریکہ میں ۱۹۲۴ء میں (۲۴۴۴۹۶) عورتوں کو طلاق ملی

مارسیلز۔ ۱۳ اکتوبر موصل کمیشن جس میں زیکو سلافی اور اسپین افسران شریک ہیں لیڈ وھمکی سرگرمی میں بیروت روانہ ہو گیا

لندن ۱۳- اکتوبر مسٹر ایمرے نے اپنے حلقہ انتخاب میں ایک تقریر کرتے ہوئے کہا کہ انہیں ترکوں سے گذشتہ جنگ میں ان کے خلاف جنگ کرنیکی وجہ سے کوئی بغض نہیں ہے موصل کے معاملہ میں ہماری حکومت کی پالیسی میں کوئی امر ایسا نہ تھا جس سے اشتعال پیدا ہو حکومت ان لوگوں کی بہتری کے خیال سے جن کی وہ [illegible] ہے ترکی دعاوی کا اس کے سوا اور کوئی جواب نہیں دے سکتی

ڈربن ۱۳ اکتوبر وہ جہاز جو ہڑتال میں شریک تھے۔ ان میں تیرہ روانگی کے لئے بالکل تیار ہیں

پیرس ۱۲ اکتوبر لوکرنو سے فرانسیسی ذرائع کی خبریں مظہر ہیں کہ پیکٹ کی دفعہ ۱۶ پر رضامندی کا اظہار کرنے سے قبل جرمن نمائندگان نے چوبیس گھنٹے کی مہلت مانگی ہے تاکہ وہ برلن سے مشورہ کریں

لوکرنو ۱۳ اکتوبر محافظتی پیکٹ کانفرنس کا اجلاس سہ پہر میں صرف ڈیڑھ گھنٹہ کے لئے منعقد ہوا اس عرصہ میں پنجالتی صلحنامہ اور جرمنی کی مشرقی سرحد کے معاملہ پر غور وخوض ہوا بعض امور مزید غور وخوض کے لئے ماہرین کی کمیٹی کے سپرد کئے گئے ہیں

لوکرنو۔ ۱۳ اکتوبر کیمبز جو جرمن وفد کے رکن تھے آج باین غرض برلن گئے ہیں۔ کہ موجودہ صورت کے متعلق وزارت کو مطلع کریں۔ اور مارشل ہینڈنبرگ سے بھی ملاقات کریں کیمبز نیشنلسٹ پارٹی کے ایک جلسہ میں بھی شرکت کریں گے۔ جس میں لوکرنو کانفرنس میں اب تک جو کچھ ہوا ہے اس پر غور کیا جائیگا

پیرس۔ ۱۲ اکتوبر حالانکہ انتہا لپسین کو ہڑتال کرانے میں خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی تاہم اس جماعت نے اس موقعہ سے فایدہ اٹھا کر ایک مظاہرہ کیا اور ان کی جماعت نے بڑا شور وغل مچایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہڑتال کرنیوالوں اور پولیس میں کسی قدر جھگڑا ہو گیا چند آدمی جان سے مارے گئے اور ایک شخص سورزنس میں جب کہ وہاں ہڑتالیوں کی ایک جماعت ایک فیکٹری میں گھسنا چاہتی تھی اور شہری پولیس نے انہیں روکا جان سے مارا گیا شہر پیرس کے شمال مشرقی حصے میں لڑائی بھی ہوئی اس کے بعد ایک اشتمالی موسیو پودری کو جو مراکش میں فرانسیسی سپاہیوں میں بغاوت پھیلانے کی کوشش کر رہے تھے گرفتار کیا گیا اور بعدہٗ تیرہ ماہ کی قید اور تین ہزار فرانک جرمانہ کی سزا بھی دی گئی

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا	مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
اندرین دین آمدہ از مادریم	ہم برین از دار دنیا بگذریم
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست	بادۂ عرفان ما از جام اوست
آن رسولے کش محمد ہست نام	دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن	جان شد و با جان بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام	ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست	زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود	آن نہ از خود از ہمان جائے بود

ہفتہ میں دوبار، یکشنبہ و چہارشنبہ کو شائع ہوتا ہے

جلد ۱۳	مدینۃ المسیح لاہور	یوم یکشنبہ	مطبوعہ ۶ ربیع الثانی ۱۳۴۴ ہجری مطابق ۲۴ اکتوبر ۱۹۲۵ عیسوی	نمبر ۹۹

روس جدید کا دور اصلاح و ترقی

جیلخانجات سوویٹ کا قابل تقلید انسانی نظام!

گذشتہ سال برٹش ٹریڈ یونین کانگریس (برطانی مزدوروں کی کانگریس) نے جدید روس کے سیاسی تجارتی معاشرتی واقتصادی وغیرہ حالات کی تحقیقات کے لئے جو وفد روس بھیجا تھا اس نے تمام روس کا دورہ کرنے کے بعد اپنی تحقیقات کی ایک مبسوط رپورٹ شائع کی ہے جسکا خلاصہ ان دنوں ہی آسٹر چند الفاظ میں دے چکا ہے رپورٹ مذکور نہایت دلچسپ اور مخالفین بالشویک جماعت کے شر آمیز اتہامات و پروپیگنڈا کی ایک قاطع دستاویز ہے جس سے اس امر کی تصدیق ہوتی ہے کہ بالشویک حکومت کے ماتحت روس جدید حیرت انگیز ترقی کر رہا ہے جو اجتماعی و انفرادی زندگی کے تمام شعبہ جات پر مشتمل ہے اور وہاں کے جمہور یعنی مزدور پیشہ ہی جماعت کی حالت دیگر ممالک کے لوگوں کے لئے قابل رشک ہے۔ ذیل میں رپورٹ مذکور سے جیلخانجات کی حالت ترجمہ کر کے ناظرین "تنظیم" کے سامنے پیش کی جاتی ہے تاکہ وہ مدعیٔ تہذیب ممالک اور بالشویکی روس کے نقطۂ نگاہ اور عملی خدمت بنی نوع انسان کا مقابلہ کر سکیں۔ کیا حکومت ہند اس مثال کی تقلید کر کے ہندوستان کے موجودہ وحشیانہ نظام جیلخانجات کو منسوخ کرے گی؟ رپورٹ کے حصہ زیر بحث بعنوان جیلخانجات کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

قید کرنے کا مقصد و فلسفہ جدید

سوویٹ روس میں جیلخانجات کے نظم و نسق اور غیر سیاسی قیدیوں سے سلوک کرنے کا تمام نظام فلسفہ نفسیات تعزیری کے جدید ترین نظریات پر مبنی ہے۔ جدید روسی نظام حکومت کا ایک نمایاں پہلو یہ ہے کہ جیلخانوں میں قیدیوں کی زندگی کو انسانی بنایا گیا ہے ایک عام مجرم جیلخانے میں محبوس اس لئے نہیں رکھا جاتا کہ اُسے جرم مذکور کی سزا دی جائے بلکہ اس مقصد سے اُسے قید رکھا جاتا ہے کہ اُسے ایک مفید شہری اور فردہ رہنے کی تعلیم دی جائے۔

جیلخانے آزاد مزدوروں کے کارخانے ہیں

جدید نظام روس کے تغیرات میں سے غالباً یہ اہم ترین تغیر ہے کہ ایک روسی جیلخانہ کی فضا آج کل ایک محبس یا قید خانے کی بجائے آزاد مزدوروں کی ورکشاپ کی ہے۔

جیلخانوں میں ورکشاپوں کا اجراء!

اُن تمام جیلخانوں میں جہاں جگہ مل سکتی تھی بڑی بڑی ورکشاپ کھولی گئی ہیں اور پرانی طرز کے جیلخانوں میں جو وسیع صحن تنہائی کوٹھیوں کے آگے تھے انہیں ورکشاپ کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے۔

جیلخانے اپنی ضروریات کے خود کفیل ہیں!

عام ضروریات کے لحاظ سے ہر جیلخانہ خود اپنی ضروریات مہیا کرتا ہے۔ سائن جیل کے لئے ایک بڑا باورچی خانہ جس میں قیدی کام کرتے ہیں کھانا تیار کرتا ہے۔ جدید ترین قسم کی بھاپ کی ایک لانڈری ہر جیلخانہ میں پورے دباؤ پر کام کرتی ہے۔ جہاں قیدیوں کے محکمہ ریلوے۔ سرکاری دفاتر وغیرہ یعنی کو اوپریٹو سوسائیٹیوں اور ہسپتالوں کے کپڑے دھوئے جاتے ہیں جیلخانوں کا تمام سامان (کپڑے۔ بوٹ اور دیگر اشیائے ضروریات) وہیں اندر تیار کیجاتی ہیں اور سرکاری دفاتر کی بیرونی ضروریات بھی جب ممکن ہو پوری کی جاتی ہے۔

قیدی اور انتخاب و معاوضہ مشقت

ایک قیدی جب جیلخانہ میں داخل ہوتا ہے تو اُسے کام پر لگایا جاتا ہے جو باہر وہ بطور پیشہ کرتا تھا اور اگر باہر اس نے کوئی ایک پیشہ بھی نہ سیکھا ہوا ہو تو کسی بھی پیشہ کی شاگردی قبول کرنا اس کے انتخاب پر چھوڑا جاتا ہے جسکے بعد ٹریڈ یونین کے مقرر کردہ اوقات کار اور تنخواہ کے مطابق وہ کام شروع کر دیتا ہے اور ماہانہ چیک کی شکل میں تنخواہ ادا کیجاتی ہے۔ جو اس کے رشتہ دار نکلوا سکتے ہیں یا اگر قیدی چاہے تو وہ خود جیلخانے کے کواوپریٹو سٹور سے اس کی قیمت وصول کر سکتا ہے بعض صورتیں ایسی بھی ہوتی ہیں کہ قیدی کسی صنعت کا کام کرنے سے بالکل انکار کر دیتا ہے اس حالت میں اسے ورکشاپ میں لا کر اکیلا چھوڑ دیا جاتا ہے۔ مگر بالعموم ایسے تمام قیدی چند دن کی بیکاری کے بعد کوئی نہ کوئی کام شروع کر دیتے ہیں جسکا محرک حصول تنخواہ اور اُن مراعات سے بہرہ اندوز ہونا ہوتا ہے جو اس کے دوسرے رفقا قیدیوں کو کام کرنے کے عوض ملتی ہیں۔

قیدیوں کی خوراک

قیدیوں کی خوراک یہ ہے صبح کے وقت چائے اور روٹی۔ دوپہر کے وقت کھانا جس میں حسب طلب قیدی کو شوربا اور آدھ پونڈ گوشت یا مچھلی کا راشن جو بدل بدل کر دیا جاتا ہے بوقت شام پھر چائے اور روٹی دی جاتی ہے۔

سامان رہائش

قید تنہائی کی کوٹھڑیاں دن بھر کھلی رہتی ہیں اور اکثر حالتوں میں ہر کوٹھڑی میں دس بارہ آدمی اور چارپائیاں ہوتی ہیں۔ یہ چارپائیاں دن کے وقت اوپر دیوار کے ساتھ لٹکا دی جاتی ہیں کمبل اور ایک تکیہ ہر قیدی کو مہیا کئے جاتے ہیں اور جو قیدی اپنے مزید پارچات باہر سے منگوانا چاہیں انہیں ایسا کرنے کی اجازت ہے۔ ہر قیدی کو ایک چھوٹی میز اور کپڑے لٹکانے کے لئے کھونٹیاں مہیا کی جاتی ہیں۔ اگر کوئی قیدی دن کے وقت فارغ اوقات میں آرام کرنا چاہے تو وہ چارپائیوں کو بچھا کر اُن پر لیٹ سکتا ہے۔

کھانا کھانے کا انتظام

بعض حالتوں میں کھانا ایک مشترکہ کمرہ میں کھلایا جاتا ہے اور بعض حالتوں میں قیدی اپنے میں سے چند قیدی منتخب کر کے باورچی خانہ سے کوٹھڑیوں میں کھانا پہنچانے کا کام اُن کے سپرد کر دیتے ہیں یہی قیدی برتنوں کی صفائی اور برتنوں اور کمروں کے دھلوانے کے بھی ذمہ دار ہوتے ہیں بوقت شب تمام کوٹھڑیاں مقفل رکھی جاتی ہیں اور محافظ سپاہی اُن کے دروازوں پر پہرہ دیتے رہتے ہیں۔

مسلح یا باوردی محافظوں کا فقدان

ہر جیلخانہ کا نظام اس کی عمارت کی ترتیب و مقدار ساکنین کی نسبت سے کسی قدر مختلف ہے۔ سابقہ زمانہ میں جیلخانہ جات کے تمام احاطہ جات میں قیدیوں کے فرار کو روکنے کے لئے انتہائی منظم تدابیر اختیار کی جاتی تھیں۔ قیدیوں پر کوئی محافظ سپاہی مامور نہیں اور قیدی اپنے عام پہننے کے کپڑے استعمال کرتے ہیں ان کی گنتی نہیں کی جاتی بلکہ انہیں اصلی ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ مگر ان جیلخانوں کی انتہائی حیران کن خصوصیت ان کا محافظین کا انتظام ہے اسلحہ جات تحفظ مثلاً بندوق۔ پستول۔ تلوار اور کوڑے وغیرہ کبھی احاطہ جیلخانہ کے اندر آپ کو دکھائی نہیں دینگے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ وہاں وردی میں ملازم ہوتا ہی نہیں۔ جیلخانہ اور ملیشیا کے وہ سپاہی جو وقتاً فوقتاً جیلخانہ کے اندر گشت کرتے ہیں بظاہر بالکل غیر مسلح نظر آتے ہیں گو فی الحقیقت ان کے پاس اپنے کوٹوں کے نیچے ماسر پستول ہوتا ہے۔ خود محافظ سپاہی بھی تمام کے تمام ماہر فن مزدور ہوتے ہیں اور قیدیوں کے اس دستہ کی حفاظت پر مامور ہوتے ہیں جسکے کام کی وہ مہارت رکھتے ہوں چنانچہ وہ فن قیدیوں کو بطور اُستاد سکھاتے ہیں۔ کام کرنے والے پندرہ قیدیوں کے ہر دستہ پر ایک ایسا محافظ مامور ہوتا ہے جو خود بھی قیدیوں کے ساتھ بطور فورمین یا اُستاد کام کرتا ہے۔ تمام قیدی غیر معانی شہری آبادی کا عام لباس پہنتے ہیں اس لئے ایک بیرونی شخص کے لئے محافظ سپاہی اور قیدی میں تمیز کرنا بہت مشکل ہے۔

اجنبیوں کے لئے ایک حیرت انگیز نظارہ

یہ دیکھ کر یقیناً ایک عجیب نظارہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک بڑھئی کی بڑی دکان ہے جس میں (۱۰۰) سے زائد قیدی تمام آلات یعنی ہتھوڑا وغیرہ کے ساتھ کام کر رہے ہیں جن پر صرف دو ملیشیا کے سپاہی جو بظاہر بالکل غیر مسلح دکھائی دیتے ہیں اور دو کام کرنے والے سپاہی پہرہ دے رہے ہیں۔ اور ان قیدیوں میں ڈاکو، نقب زن اور دیگر مختلف قسم کے لوگ شامل ہیں جو چوری اور تشدد کے ارتکاب پر قید بھگت رہے ہیں۔

عہد زار کا پر تشدد نظام

اس سے قبل ہر گوشہ میں اور ہر برآمدہ کے کونے میں مسلح سپاہی کھڑے رہتے تھے۔ لوہے کے پنجرے میں ایک خاص سپاہی کھڑا رہتا تھا جس کا محافظ سپاہیوں کے کمرہ سے ٹیلیفون کا براہ راست تعلق تھا تاکہ محافظ سپاہی کو حملہ کئے جانے کے خطرات سے محفوظ رکھا جا سکے۔

عورتوں اور مردوں کا اختلاط

کام کرنے کے اوقات میں عورتوں اور مردوں کو علیحدہ رکھنے کا کوئی قاعدہ نہیں۔ مرد اور عورتیں دوش بدوش اکٹھا کام کرتی ہیں۔ کپڑے سینے کے ایک کارخانے میں جبکہ وفد نے معائنہ کیا ایک مرد اور ایک عورت جو اتفاق سے خاوند اور بیوی تھے ایک ہی مشین پر کام کر رہے تھے۔

قیدیوں کے کواوپریٹو سٹور

ہر جیلخانہ کی ایک اپنی کواوپریٹو دکان ہوتی ہے جسے قیدی خود چلاتے ہیں ہر جیلخانہ کی دکان کا ذخیرہ وہاں کے قیدیوں کی ضروریات کے مطابق ہوتا ہے جہاں سے اشیا اصلی قیمت پر مہیا کی جاتی ہیں۔ کپڑے۔ بوٹ اور دیگر اشیا بھی ملتی ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۳ / ۶ ربیع الثانی ۱۳۴۴ ہجری نمبر ۹۹

گر ہمیں مکتب و ہمیں ملا است

اگر ان تمام وجوہ واسباب کا جائزہ لیا جائے جو اس زمانہ میں دنیائے اسلام کے ادبار وانحطاط کے ذمہ دار ہیں تو ہم بلا خوفِ تردید کہہ سکتے ہیں کہ اس لمبی فہرست میں سے کم از کم پچاس فیصدی وجوہات اس قسم کی نکلینگی جو بالواسطہ یا بلا واسطہ اس ہستی کے نامبارک ہاتھوں کا نتیجہ ہیں جو ملا کے منحوس نام سے موسوم ہے۔

اس جگہ ہمارا منشاء یہ نہیں کہ ان قومی جرائم کی مفصل و مبسوط فہرست دیں جو ملا کے نامۂ اعمال کو سیاہ کر رہے ہیں۔ یہ سب کچھ ناظرین کرام سے مخفی نہیں۔ مسلمانوں میں نفاق و اشتقاق کا بیج بونے والا مسلمانوں کو بدعات کی زنجیروں میں جکڑنے والا۔ مسلمانوں کو پست ہمتی کی تعلیم دینے والا بھائی کو بھائی سے لڑانے والا کون ہے؟ وہی حضرت ملا۔ کوئی شنیع فعل ایسا نہیں جس سے اس حضرت کو عار ہو اور جسکی اس سے توقع نہ کی جا سکے قومی تحریکات میں "تنظیم" سے زیادہ مفید اور بابرکت مسلمانان ہند کے لئے کونسی تحریک ہو سکتی ہے۔ ہندوستان نے ایک سرے سے دوسرے تک اسے لبیک کہا۔ لیکن اگر بوم شوم کی طرح اس اصلاحی تحریک سے کوئی الگ تھلگ کھڑا منہ بناتا رہا اور منحوس بولیاں نکالتا رہا تو وہ صرف ملا ہی تھا۔ اور جب کچھ وقت کے لئے ملک میں امن چین جیسا معلوم ہوتا تھا تو جناب ملا گھبرا گئے اور تنکے کا سہارا تلاش کرتے کیا قیوم کے نام پر طعن و تشنیع۔ کفر و الحاد۔ ڈنڈے سوٹے۔ جوتا پیزار کا وہ بازار گرم کہ الامان! اس کا دل ٹھنڈا نہ ہوا جب تک اسلام کی عزت و آبرو کو خاک میں ملا نہ دیا۔ اسلامی ہند کی فضا کو اسقدر گندہ و مغلظ کیا کہ شریف آدمی کو اس میں سانس لینا دشوار ہو گیا۔

لیکن اسوقت خصوصیت سے جس ظلم کا ہم ذکر کرنا چاہتے ہیں وہ غالباً اپنی ظلمت میں وہم و گمان سے بڑھ کر ہے۔ اور ہم اقرار کرتے ہیں کہ گو ہمارے نزدیک اگر اسلامی دنیا میں کوئی تنگ و تاریک ترین دل ہے تو وہ ملا کا دل ہے اور اگر کوئی تنگ و تاریک ترین دماغ ہے تو وہ بھی ملا ہی کا دماغ ہے۔ تاہم ہمیں اسقدر امید ایسے دل و دماغ سے بھی نہ تھی۔ مگر حضرت ملا ہمارے پست ترین توقعات سے بھی بڑھ کر نکلے۔ اور وہ جس کی امید نہ تھی وہ بھی کر دکھایا

اس اشاعت میں کسی دوسری جگہ ناظرین کرام نہایت رنج کے ساتھ یہ مطالعہ کرینگے کہ مصر کے ملانوں نے اب قرآن پاک کو بھی اپنے دستِ تطاول سے محفوظ نہیں رہنے دیا۔ قرآن جو آفتاب عالمتاب بنکر اس لئے آیا تھا کہ جہان کے گوشہ گوشہ کو منور کرے۔ ملائے مصر اس کے سامنے سیاہ بادل بنکر بنی نوع انسان کو اس کی حیات بخش روشنی سے محروم کرنا چاہتا ہے۔ وہ ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے کہ قرآنی علوم صرف عربی زبان تک محدود رہیں اور کسی غیر زبان میں اس کا ترجمہ اس کے نزدیک گناہ کبیرہ سے کم نہیں غالباً یہ بدترین جرم ہے جس کا کوئی مسلمان مرتکب ہو سکتا ہے۔ لیکن اس کی تہ میں جو ذہنیت کام کرتی ہے وہ وہی ملا ذہنیت ہے جسے ہمیشہ یہ فکر دامنگیر رہی ہے کہ مذہبی معاملات میں مسلمان کو اپنا غلام بنائے اب تک ملا یہی کہتا رہا ہے کہ اگر مذہب سیکھنا ہے تو آؤ میرے پاؤں پر سر رکھو۔ اور اگر کسی نے بطور خود قرآن کی طرف رجوع کرنے کی جرأت کی تو اسے تفسیر بالرائے کا مجرم ٹھیرا کر فوراً ملحد قرار دیا۔ وہ مذہب کا اجارہ دار بنا رہا بعینہ اس طرح جیسے قرون وسطیٰ میں عیسائی پادریوں نے پیروان مسیح کو ذہنی غلامی میں مبتلا رکھا۔ یہ وہی monopoly (اجارے) کا جذبہ ہے جس نے ویدک زمانہ میں برہمنوں کے ہاتھوں بچارے شودروں کے کان پگھلے ہوئے سیسے سے بھروائے۔ مصری ملا کی یہ ہوس وہی پرانی ہوس ہے جو نئے رنگ میں نمودار ہوئی ہے۔ یعنی یہ کہ تمام دنیا کو مذہبی معاملات میں اپنا دست نگر بنائے رکھے۔ ہندوستانی مسلمان کو کوئی حق نہیں کہ اردو زبان میں قرآن کا ترجمہ کرے نہ ایرانی فارسی میں نہ کوئی انگریز انگریزی میں نہ کوئی جرمن جرمنی میں قرآن سیکھ سکتا ہے۔ اسے ہمیشہ ملا کے دروازے پر جانا چاہیئے اور جو رطب و یابس وہاں سے ملے اسی کو اسلام سمجھے۔

مگر قانون قدرت ہے کہ جس جگہ کوئی بیماری پیدا ہوتی ہے وہاں ہی اس کا کوئی نہ کوئی علاج کا سامان بھی خدا تعالیٰ نے پیدا کر رکھا ہے۔ ہندوستان کے پہاڑوں پر ایک گھاس اور بوٹی اُگتی ہے جس سے بچھو کاٹے کی دوا بنتی ہے۔ اسکے اردگرد ہی قدرت نے اسکا تریاق بھی ایک اور بوٹی کی شکل میں پیدا کر رکھا ہے جسکو ملنے سے بچھو بوٹی کے کانٹوں کا اثر انسان کے جسم سے زائل ہو جاتا ہے۔ مقامِ مسرت ہے خود مصر ہی میں ایک روشن خیال طبقہ ان انسان نما بچھو بوٹیوں کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا ہے جو اس بات کا حامی ہے کہ قرآن دنیا بھر کی زبانوں میں شائع ہو تاکہ اسلام کی خوبیاں چمکیں اور عرب کو مسخر کریں۔ گو سردست اس گروہ کو ملا کے بالمقابل شکست ہوئی ہے مگر ہمیں یقین ہے کہ یہ ایک عارضی بات ہے اور انجام کار فتح اسی اہل حق کو ہوگی کہ قرآن کسی خاص قوم کی ملکیت نہیں وہ لندن پیرس۔ برلن نیو یارک یا ماسکو کے رہنے والے کے لئے اسی طرح ہدایت نامہ ہے جس

ڈاکٹر سیف الدین صاحب کچلو اس وقت سرگرم تنظیم المسلمین ہیں اور بلاشبہ تنظیم ایک اہم ضرورت ہے جس کے بغیر کوئی خوشگوار تغیر مسلمانوں کی حالت میں پیدا نہیں ہو سکتا۔ لیکن کیا اچھا ہو تاکہ ان کے پروگرام کا پہلا نمبر یہ ہوتا کہ عوام المسلمین کو اس ذہنی غلامی سے نجات دلائی جائے جس کے اغلال و سلاسل کارخانہ ملاّ اینڈ کو کے تیار کردہ ہیں۔ ان کی گردنوں اور ہاتھ پاؤں میں سینکڑوں ہزاروں کی تعداد میں پڑے ہوئے ہیں۔ قوموں کی تاریخ میں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی کہ کسی قوم نے جسمانی غلامی سے آزادی حاصل کی ہو۔ مگر اس سے قبل ذہنی غلامی کی تمام زنجیروں کو پاش پاش نہ کر دیا ہو۔ عیسائیت کی تاریخ سے ہی ایک ورق نکال کر دیکھئے جبتک عیسائی ملا یعنے پادری کی طاقت قائم رہی۔ عیسائی دنیا ظلمت جہالت۔ تعصب اور پستی میں پڑی رہی۔ اور شاہراہ ترقی پر اسی وقت قدم رکھا جب اس ماراستین کا سر کچل دیا۔ آج اگر مسلمان ترقی آزادی کے سچے متمنی ہیں تو اس تمنا کا ثبوت پہلے دماغی و ذہنی طور پر دینا چاہیئے ذہنی پستی اور ذہنی غلامی کے ساتھ جسمانی ترقی و جسمانی آزادی ممکن نہیں۔ نہ کبھی ایسا ہوا اور نہ کبھی ایسا ہو سکتا ہے۔

ایک موقع پر جب عدم تعاون کی تحریک زوروں پر تھی اور مہاتما گاندھی طلبائے بنگال کو مروجہ تعلیم کے خلاف تلقین فرما رہے تھے۔ آپ نے کہا کہ یہ تعلیم غلامی کی تعلیم ہے اور اگر آزادی چاہتے ہو تو ان تمام کتابوں کا انبار خلیج بنگال کی نذر کر دو۔ ہم ہندوستانی اور مصری مسلمانوں کو گو یہ تو نہیں کہینگے کہ ملانوں کو اکٹھا کر کے بنگال یا نہر سویز میں ڈبو دو۔ مگر یہ ضرور کہیں گے کہ اگر ترقی چاہتے ہو۔ آزادی چاہتے ہو تو ان ملانوں کو گوشۂ گمنامی میں ڈبو دو۔ جو دیمک کی طرح ہمیں اندر ہی اندر سے کھوکھلا کر رہے ہیں ان کی غلامی میں بہتری کی امید خیال خام ہے۔

گر ہمیں مکتب و ہمیں ملا است ٭ کار طفلاں خراب خواہد شد

علماء ازہر کے خلاف علم بغاوت

"مانچسٹر گارڈین" کا نامہ نگار رقمطراز ہے کہ اس وقت ملک مصر ایک عظیم الشان مذہبی انقلاب سے گزر رہا ہے۔ ایک طرف تو وہ دقیانوسی لکیر کے فقیر ملاں ہیں۔ جو اس بات پر اڑے ہوئے ہیں کہ مذہب کا جو منشاء و مفہوم قرون وسطیٰ کے مفسرین نے پیش کیا ہے اس سے سرمو تجاوز کفر والحاد ہے۔ اور ہمیں قطعاً کوئی حق نہیں کہ زمانہ موجودہ کے علوم سائنس کی روشنی میں قرآنی آیات پر نگاہ ڈال سکیں۔ روشن خیال طبقہ نے بسر کردگی شیخ علی عبدالرزاق اس کے خلاف علم بغاوت بلند کیا ہے وہ یہ برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں کہ اسلام کا یہ غلط نقشہ دنیا کے سامنے پیش ہو۔ ان کا دعویٰ ہے کہ جس اسلام کا پیغام جناب رسالتمآب نے دنیا کو دیا وہ تاریخ عالم کے تمام مذاہب میں سب سے بڑھ کر سیدھا اور سب سے بڑھ کر سادہ مذہب ہے۔ مگر شومئی قسمت۔ اب حال یوں ہے کہ ان ملاؤں کی بدولت اسلام پیچیدہ ترین شکل اختیار کر چکا ہے اور تنگ خیالی کی یہ نوبت پہنچ چکی ہے کہ حالات زمانہ کے لئے اس میں قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ اس لئے اس جدید خیال طبقہ نے جو نعرۂ جنگ بلند کیا ہے وہ یہ ہے۔ **الی النبی**

الی النبی: یعنی نبی کریمؐ کی طرف لوٹو۔ اور اس تمام توہمات و خرافات کو جو قرون وسطیٰ میں اسلام کے پاک نام پہ لگایا گیا اتار پھینکو تاکہ دنیا جہان کو بتا دیں کہ اسلام فقط زمانہ ماضی کے صاحبان فہم و ادراک کے لئے پیغام نہیں تھا بلکہ اب اس زمانہ حال میں بھی اسی طرح ان تمام لوگوں کے لئے آسمانی پیغام ہے جو اپنے دل اور دماغ سے کام لینے کی جرأت رکھتے ہیں۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے

مینیجر

علماء ازہر اور قرآن!

اس وقت ان دو گروہوں کے درمیان جو خاص معاملہ موجب نصادم بنا ہے وہ قرآن کریم کا غیر زبانوں میں ترجمہ کرنے کا سوال ہے۔ شیخ علی عبدالرزاق نے اس امر کا کھلم کھلا اعلان کیا کہ وہ اس بات کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ مغربی زبانوں میں قرآن پاک کے مستند تراجم کئے جاویں تاکہ مغربی ممالک اپنی آنکھوں سے اسلام کا خوبصورت اور منور چہرہ دیکھ سکیں۔ اس کے خلاف رجعت پسندان جامعہ ازہر اس پرانے خیال پر کہ قرآن کا کوئی ترجمہ نہیں ہونا چاہیئے جمے بیٹھے ہیں ان کا اصرار ہے کہ جبرئیل امین جن الفاظ میں پیغام لے کر آیا تھا بعینہٖ انہیں عربی الفاظ تک وہ پیغام محدود رہنا چاہیئے اور کوئی نیا جامہ قطعاً نہیں پہن سکتا۔ شیخ عبدالرزاق نے بڑی بحث کی کہ یہ اس حدیث نبوی کے منشاء کے خلاف ہے جس میں استعارہ کے طور پر یہ آپ نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید سات مختلف زبانوں میں نازل ہوا۔ یعنی مختلف زبانوں میں اس کے تراجم ہونے چاہئیں۔ مگر ایک شیخ کی کوشش ان جاہلیان نبی کے خلاف بھلا کب کامیاب ہو سکتی تھی۔ علماء ازہر نے ان کی ایک نہ سنی اور سردست بچارے کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ چنانچہ جب قرآن کے انگریزی تراجم کا ایک بڑا پارسل اسکندریہ پہنچا تو ان علماء کرام نے اپنا دباؤ حکومت پر ڈال کر ملک میں اس کا داخلہ بند کروایا۔

جنتر منتر یا سائنس!

بکرات و مرات ہم اس حقیقت پر زور دیتے رہے ہیں کہ مسلمانوں کے موجودہ تنزل و ادبار کی واحد وجہ یہی ہے کہ قرآن پاک کو پس پشت ڈال کر وہ صرف۔ نحو۔ منطق۔ فقہ وغیرہ بے شمار الجھنوں میں پھنسے پڑے ہیں۔ قرآن سے اس عالمگیر روگشی کے زمانہ میں جب کا نمونہ مشتے از خروارے اوپر بیان ہو چکا ہے ہمیں یہ دیکھ کر دلی خوشی ہوئی کہ دہلی سے خواجہ حسن نظامی صاحب نے اس اہم ضرورت وقت کو محسوس کرتے ہوئے اس طرف بھی توجہ کی ہے۔ اور پارہ الٓمٓ کی تفسیر اردو میں شائع کی ہے۔ گو جہاں ہمیں اس صحیح قدم پہ خوشی ہے۔ اور دلی خواہش ہے کہ ہر مروجہ زبان میں قرآن کے عام فہم تراجم شائع ہوں اور معارف قرآن سے ہر مسلم گھر منور ہو۔ وہاں ہم خواجہ صاحب کی خدمت میں یہ گذارش کئے بغیر بھی نہیں رہ سکتے۔ کہ تفسیر کے اس حصہ سے جو عملیات پر مشتمل ہے یعنی یہ کہ خاص خاص آیات کو کن کن مقاصد کے لئے بطور "عمل" استعمال کیا جا سکتا ہے ہمیں افسوس بھی ضرور ہوا۔ مثال کے طور پر سورۂ بقر کے متعلق "پانچواں عمل" یوں چلتا ہے:-

"ایک لاکھ ستر ہزار مرتبہ لفظ الٓمٓ پڑھے اور اول آخر یہ روز سات سات مرتبہ سورت یوسف علیہ السلام پڑھ لیا کرے۔ ساتویں دن مصری کی سات چھوٹی چھوٹی ڈلیوں پر دم کر دے پھر یہ ڈلی اگر جائز مطلوب کو کسی طریق سے ایک بھی کھلا دی جائیگی تو وہ دیوانہ اور شیفتہ ہو کر تابعدار ہو جائیگا۔"

یہ وہ ذہنیت ہے جو تفسیر کے تمام منشاء و مقصد پر پانی پھیر دیتی ہے۔ قرآن کا مشن صرف ایک ہے یعنی اصلاح نفس قرآن کا مقصد واحد ھدًی للمتقین۔ لیخرج من الظلمٰت الی النور ہے۔ جیسے قرآن پاک سینکڑوں دفعہ ہمارے ذہن نشین کرتا ہے۔ اس کی بلند پایہ تعلیمات کو جنتر منتر کی حیثیت دینا اس آسمانی نور کی ہتک ہے اور عوام الناس کو ایک خطرناک راستہ پہ لگانا۔

وہ اصحاب جو اکثر پوچھا کرتے ہیں کہ مرزا صاحب نے کام کیا کیا غور فرمائیں۔ علماء ازہر کا قرآن کو عربی تک مقید کرنے اور ہمارے علماء ہند کا اسے یوں گرانے میں ان کے لئے کافی سبق ہونا چاہیئے۔ مرزا صاحب قرآن کے علم بردار تھے۔ چار دانگ عالم میں اس کا چرچا کرنا آپ کا واحد مشن تھا اور بجائے جنتر منتر کے آپ نے دنیا جہان میں اعلان کیا کہ قرآن حکیم اخلاقیات و روحانیات کا ایک باقاعدہ سائنس ہے۔

ڈاکٹر سر اور کافر!

ڈاکٹر شیخ محمد اقبال کا نام نامی کسی تعارف کا محتاج نہیں آپ کئی ایک علمی ڈگریوں کے مالک ہیں اور کچھ عرصہ ہوا گورنمنٹ برطانیہ نے بھی آپ کی علمیت کے لئے آپ کو "سر" کا خطاب عطا کیا تھا۔ مگر ابھی کسر باقی تھی اور جب تک ڈاکٹر صاحب وہ قومی ڈگری بھی حاصل نہ کرتے جو ہر ایک صاحب کمال کو ہمارے "علماء کرام" کی طرف سے ملا کرتی ہے۔ تو آپ کی دستار فضیلت نامکمل رہتی۔ ہمیں خوشی ہے کہ بالآخر وہ انتہائی اعزاز بھی آپ کو حاصل ہو گیا اور ڈاکٹر اور سر کے ساتھ کافر کے طرۂ امتیاز کا بھی اضافہ ہو گیا۔ ہم مولانا مولوی دیدار علی صاحب کو جو اس یونیورسٹی کے چانسلر ہیں مبارکباد دیتے ہیں کہ ایک مستحق کو اُن کی

وفات مسیح ناصری علیہ السلام

دنیا میں ہزارہا انبیاء اور اولیاء ہوئے۔ خدا تعالےٰ سے نہایت گہرا تعلق رکھنے والے لوگ اور معرفت الہی سے کامل حصہ پانے والے بزرگ بھی کثیر تعداد میں دنیا میں ہوئے۔ لیکن ان بزرگان دین میں سے بعض خاص خاص ہستیاں اللہ تعالےٰ نے کچھ اس رنگ میں تخلیق کی ہیں۔ اور ان ہستیوں کے نشوونما کے لئے کچھ اس قسم کے حالات پیدا کر دیئے ہیں کہ ان ہستیوں کی شخصیتوں پر آئے دن خامہ فرسائی کرنے کے بغیر چارہ ہی نہیں رہتا۔ ان اخص ہستیوں کا درجہ کسقدر بھی اونچا قرار دیا جاوے لیکن بالآخر درجہ عبدیت اور درجہ بشریت سے اُن کو علیحدہ نہیں کیا جاسکتا کیونکہ نوع بشر کے جسقدر بھی لوازمات ہیں وہ ان پاک اور بزرگ ہستیوں کے وجود میں نہایت صفائی سے پائے جاتے ہیں۔ اس قسم کی بزرگ اور پاک ہستیوں میں سے حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے متعلق کچھ اس قسم کے اعتقادات رکھتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت مسیح علیہ السلام کی اصل پوزیشن اصل تعلیم اور اصل حالات زندگی سے بہت دور چلے گئے ہیں۔

تھوڑے دن ہوئے ایک مقام پر ایک احمدی مولوی کو میں نے دیکھا کہ وہ قرآن کریم کو کھولے ہوئے تھے۔ نہایت خوش الحانی اور فصیح بیانی سے اس امر پر وہ خصوصیت سے زور دے رہے تھے کہ وہ پہلے احمدی ہو گئے تھے لیکن بعد میں ان کو معلوم ہو گیا کہ مسئلہ وفات مسیح ناصری ایک غلط مسئلہ ہے اور قرآن کریم کی صحیح تعلیم یہی ہے کہ فی الواقعہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام ابھی تک زندہ آسمان پر موجود ہیں۔ اور قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہو کر مذہب نصاری کو پاش پاش کر دیں گے۔ صلیب کو توڑ دیں گے۔ خنازیر کو قتل کریں گے اور پھر ان کی موت واقع ہو گی اور مسلمان اُن کا جنازہ پڑھ کر ان کو مدینہ طیبہ میں دفن کر دیں گے۔ ایک مولوی کا قرآن کریم کو ہاتھ میں لے کر حیات مسیح ناصری پر زور دینا یہ کوئی ایسی بات نہ تھی جسکے لئے خاکسار کو اس مولوی صاحب کا لیکچر سننے کی خاص ضرورت محسوس ہوتی بلکہ اصل بات یہ تھی کہ جب اس مولوی صاحب نے یہ بیان کیا کہ وہ پہلے کبھی احمدی بھی رہ چکے ہیں اور وفات مسیح ناصری علیہ السلام کے قائل رہ کر اب پھر از سر نو حیات مسیح ناصری علیہ السلام کے قائل ہو گئے ہیں تو میری دلچسپی بڑھ گئی اور میں نے مولوی صاحب کی تقریر کو غور سے سنا۔ مولوی صاحب نے اس بات پر بہت زور دیا کہ آیت فلما توفیتنی سے حضرت مرزا صاحب (مسیح موعود علیہ السلام) اور اُن کے متبعین جو وفات مسیح ناصری علیہ السلام کا جو استدلال کرتے ہیں تو وہ ایک دھوکا اور مغالطہ ہے کیونکہ قیامت کو اللہ تعالےٰ و تبارک حضرت مسیح ناصری علیہ السلام سے صرف یہ سوال کریں گے کہ أأنت قلت للناس الخ یعنی اے عیسےٰ بن مریم کیا تو نے لوگوں کو یہ تعلیم دی تھی کہ مجھے اور میری ماں کو معبود بنا لو۔ تو حضرت مسیح علیہ السلام جواب دیں گے کہ انہوں نے توحید کی تعلیم دی تھی تثنیہ یا تثلیث کی تعلیم نہیں دی تھی۔ گویا مولوی صاحب کا استدلال یہ تھا کہ تعلیم کے متعلق ہی سوال ہے اور تعلیم کے متعلق ہی جواب ہے۔ اگر حضرت مسیح ناصری علیہ السلام قیامت سے پہلے آسمان سے زمین پر نازل ہو کر کسر صلیب کر کے تثلیث کو مٹا کر اسلام اور توحید کو پھیلا کر پھر بھی وہی جواب دیں جو قرآن کریم میں موجود ہے تو اس سے کسی قسم کی خلاف بیانی نہیں پائی جاتی اور نہ ہی مسیح ناصری علیہ السلام کے دوبارہ نزول کے خلاف ایسے جواب سے کوئی قطعی دلیل پیدا ہوتی ہے۔ احمدیوں کا استدلال سراسر غلط ہے آیت فلما توفیتنی سے وفات مسیح علیہ السلام قبل از نزول ثانی ممتنع اور محال ہے مولوی صاحب کے لیکچر کا خلاصہ جہاں تک میں سمجھتا ہوں مندرجہ بالا الفاظ میں خاکسار نے وضاحت سے بیان کر دیا ہے۔ لیکن میری جس ایک بات نے مولوی صاحب کو لاجواب کر دیا اور جس ایک بات پر حاضرین اور سامعین نے مولوی صاحب کو مجبور کیا کہ وہ جواب دیں ورنہ آئندہ کبھی حیات مسیح کی تائید میں لیکچر نہ دیا کریں۔ میں چاہتا ہوں کہ احمدیہ احباب کو بذریعہ اخبار پیغام صلح اس سے ضرور آگاہ کریں۔

خاکسار نے مولوی صاحب سے پوچھا کہ قیامت سے پہلے حضرت مسیح ناصری علیہ السلام دوبارہ تشریف لا کر اپنے معبود بنائے جانے کے عقیدہ کی تردید کریں گے کسر صلیب کریں گے۔ مذہب نصاری کو دیں گے۔ مولوی صاحب فرمانے لگے کہ بالضرور ایسا ہی ہو گا۔ تب میں نے کہا کہ مسیح ناصری علیہ السلام کی تعلیم توحید کے خلاف لوگوں نے تثلیث اختیار کی تو وہ تثلیث حضرت مسیح ناصری بھی دیکھیں گے۔ مولوی صاحب کہنے لگے ہاں نصاری کی عملی زندگی کا حضرت مسیح ناصری دوبارہ جب آویں گے تو ضرور مشاہدہ کریں گے اور کسر صلیب کر کے وفات پائیں گے۔ میں نے کہا کہ تعلیم کے متعلق تو حضرت مسیح ناصری شہادت دیتے ہیں کہ تعلیم توحید ہی وہ دیتے رہے ہیں اور اذا جئتنم کے ماتحت اس تعلیم توحید کے خلاف قوم نے جو تعمیل کی اس کے متعلق وہ لاعلمی کا اقرار کرتے ہیں پس ثابت ہوا کہ ان کی وفات کے بعد قوم نصاری نے غلط راہ پر قدم مارا اور مسیح ناصری کو جو معبود بنایا گیا تو اس کا علم قیامت سے پہلے پہلے مسیح ناصری کو کوئی نہیں ہو گا پس ان کا وفات پانا ثابت اور دوبارہ نازل ہونا غلط۔ پس اسی ایک بات نے مولوی صاحب کو لاجواب کر دیا۔

(ظہیر الدین مدنی)

بقیہ صفحہ اول کالم ۳

استعمالی جو جیلخانہ کے کسی کارخانہ میں تیار ہوتی ہوں اس دکان کو جیلخانہ کی طرف سے مہیا کی جاتی ہیں

سیاسی قیدی

مگر سیاسی قیدیوں کے ساتھ اس سے مختلف سلوک کیا جاتا ہے وہ نہ تو کوئی صنعت و حرفت کا کام کرتے ہیں اور نہ ہی کوئی معاوضہ لیتے ہیں۔ ان میں سے جو طویل سزائے قید بھگت رہے ہیں انہیں تنہائی کے کمرے ملے ہوئے ہیں جو اچھے آراستہ ہوتے ہیں اور وہ جسقدر لٹریچر باہر سے منگانا چاہیں ان پر کوئی پابندی عائد نہیں مگر لٹریچر سنسر ہو کر انہیں ملتا ہے۔ اور اسی طرح ان کی عام خط و کتابت بھی سوائے ایسی حالتوں کے جبکہ قید تنہائی اُن کی سزا کا حصہ مقرر ہوا انہیں خاص مقررہ اوقات پر ایک دوسرے سے روزانہ ملاقات اور باہمی آمد و رفت کی اجازت ہے گو ان کی رہائش و خوراک کے انتظامات بالعموم اعلےٰ معیار کے ہوتے ہیں۔ مگر عام طور پر ان کی قید حفظ عام کے لئے باعث خطرہ ہونے کا ضروری نتیجہ سمجھی جاتی ہے جسکے برخلاف عام مجرموں کو ایک معمولی خطاوار شمار کیا جاتا ہے۔ جسکے متعلق عام خیال یہ ہے کہ وہ تعلیم اور انسانی ہمدردانہ سلوک سے مفید شہری بنایا جاسکتا ہے قفقاز میں سیاسی قیدیوں کے ساتھ روس کی نسبت کسیقدر بُرا سلوک روا رکھا جاتا ہے۔ ان کی حالت بہت کچھ قابل اصلاح ہے اور بیان کیا جاتا ہے کہ ان کی حالت اور عہد زار کے سیاسی قیدیوں کی حالت میں بہت تھوڑا فرق ہے۔

مذہبی تعلیم کا انتظام کسی جیلخانہ میں نہیں اور وہاں کوئی گرجے کام نہیں کرتے بعض جیلخانوں میں گرجوں کو ورکشاپ۔ گودام یا میوزیم کے طور پر اور بعض جگہ قیدیوں کے جلسوں کے کمرہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے جہاں قیدی خود اپنی ورکشاپ کمیٹیوں کا انتخاب کرتے ہیں یہ کمیٹیاں ان کے کام اور گودام یا میوزیم کی نگرانی اور نظم و نسق کے فرائض سرانجام دیتی ہیں۔ (ماخوذ از تنظیم)

اگر مال بیچنا ہے
تو پیغام صلح میں اشتہار دو

بیان القرآن یعنی اردو تفسیر و ترجمۃ القرآن
مصنفہ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم اے امیر جماعت احمدیہ لاہور

اس بے نظیر تفسیر کی چند ایک خصوصیات جو اسے دوسری تفاسیر سے ممیز کرتی ہیں آپ کے ملاحظہ کے لئے ذیل میں لکھی جاتی ہیں (۱) قرآن کریم سے ایک مقام کو دوسرے سے حل کیا گیا ہے (۲) قرآن کریم کی تفسیر کرنے میں احادیث صحیحہ کو دوسری باتوں پر مقدم کیا گیا ہے۔ اور اس غرض کے لئے امام بخاری کی کتاب التفسیر ابن جریر اور تفسیر ابن کثیر کو سامنے رکھا گیا ہے (۳) لغات قرآن کریم کی پوری پوری تشریح کی ہے جس کے لئے مفردات امام راغب تاج العروس اور لسان العرب سے مدد لی گئی ہے (۴) قرآن کریم کی ترتیب و نظم کو خاص طور پر واضح کیا گیا ہے۔ اول آیات قرآنی کا باہمی۔ دوم رکوعوں کا باہمی تعلق۔ سوم سورتوں کا ایک دوسری سے تعلق واضح طور پر بیان کیا گیا ہے (۵) ہر ایک سورۃ کے شروع میں اُسکے تمام رکوعوں کا خلاصہ دیدیا گیا ہے۔ اور اس سورۃ کے نام میں جو حکمت ہے اُسے ظاہر کیا گیا ہے (۶) قرآن کریم کا ترجمہ لفظی مگر بامحاورہ کیا گیا ہے۔ اور ترجمہ کو الفاظ کی حد سے نہیں نکلنے دیا۔ اپنی طرف سے الفاظ بڑھانے کے اصول کو بالکل ترک کر دیا گیا ہے (۷) قرآن کریم کی لغات کے حل اور مطالب کی تشریح میں متقدمین کی آراء کو ساتھ ساتھ بیان کیا گیا ہے اور کتب کا حوالہ بھی دیا گیا ہے (۸) اس تفسیر کی اصل غرض یہ ہے کہ لوگوں میں قرآن کریم کا شوق پیدا ہو۔ اور جو لوگ زبان اردو لکھ پڑھ سکیں وہ اس تفسیر کی مدد سے خود قرآن شریف کا درس دے سکیں۔ اس لیے ہر ایک بات عام فہم عبارت میں واضح کی گئی ہے (۹) ہر ایک جلد کے شروع میں تفسیر کے مضامین کی مکمل فہرست دی گئی ہے (۱۰) ان تمام باتوں کے ساتھ کتاب کی ظاہری خوبی کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا۔ ہر ایک صفحہ کے شروع میں قرآن کریم نہایت اعلیٰ درجہ کا خوشخط متن۔ بسطور ترجمہ۔ نیچے تفسیر کا غذ نہایت اعلیٰ قسم کا جلد نہایت خوبصورت اور مضبوط پشت پر سنہری حروف میں کتاب کا نام اور جلد کا نمبر۔ وسط میں سنہری طغرے (۱۱) تمام تفسیر تین جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔ ہر ایک جلد کی ضخامت ۲۹×۲۲ تقطیع کے سات آٹھ سو صفحات کے قریب ہے۔

پہلی جلد قیمت نو روپیہ (لعہ) محصول ڈاک خرچ پیکنگ عہ
دوسری جلد قیمت آٹھ روپیہ (للعہ) محصول ڈاک وغیرہ ” عہ
تیسری جلد قیمت نو روپیہ (لعہ) محصول ڈاک وغیرہ ” عہ

جز وار کی اس جلد قیمت حصہ اول (للعہ) علاوہ محصول ڈاک
حصہ دوم (عہ)
حصہ سوم (للعہ)

نوٹ۔ وی پی کی درخواست کے ساتھ قیمت کا ایک حصہ پیشگی آنا چاہیے۔ ہر ایک شہر کے کتب فروشوں سے مل سکتا ہے۔

تمام درخواستیں بنام مینیجر دار الکتب اسلامیہ برانڈرتھ روڈ لاہور آنی چاہئیں

سوالات مع جوابات

(از قلم معجز رقم حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)
(گذشتہ سے پیوستہ سلسلہ کے لئے دیکھو نمبر ۹۸ صفحہ)

سوال چہلم

حضرت صاحب کو آخری عمر میں بار بار الہام نازل ہوا۔ انی معک و مع اھلک یہ دلیل ہے کہ آپ کی وفات کے بعد کوئی گروہ ایسا بھی ہوگا جو آپ کے اہل کے مخالف ہوگا ✦

جواب

خوب! حضرت مسیح موعود کو آخری عمر میں بار بار اگر یہ الہام ہوا کہ انی معک و مع اھلک تو بہت خوب ہوا۔ الہام تو بشر معلوم ہوتا ہے۔ مگر آپ اس سے یہ نتیجہ نکال رہے ہیں کہ حضرت صاحب کی وفات کے بعد معلوم ہوتا ہے کوئی آپ کے اہل کا مخالف ہوگا۔ اگر آپ کا یہ نتیجہ درست ہے تو بیشک یہ ایک نہایت قابل افسوس خبر ہے۔ غالباً ایسے لوگ حضرت کی برادری اور شرکا میں سے پیدا ہوں جنہیں جائیداد اور وراثت میں سے کچھ حصہ لینے کی تمنا ہو۔ یا بزرگوں کے وقت کا پرانا نقار چلا آتا ہو۔ ہمیں تو حضرت کے اہل سے ہمدردی ہے وہ اگر خود ہی ناراض نہ ہوتے تو ہم تو اب بھی خدمت کو تیار رہتے۔ اب بھی اگر کوئی صاحبزادہ صاحب ہمارے غریب خانہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے رونق بخشیں تو ہم تو اپنی آنکھیں بچھا دیں۔ اور جیسا کچھ بھی ہو خدمت کرنا اپنا فخر سمجھیں۔ یہاں ہمارے معمولی دوستوں کے بچے ہمیں کبھی مل جاتے ہیں تو ہم اُن سے نہایت محبت سے پیش آتے ہیں کجا یہ تو ہمارے مرشد اور ہمارے امام کے بچے ہیں۔ یہ آپ کو کہاں سے خیال ہوا کہ ہم اہل کے مخالف ہیں۔ استغفر اللہ العظیم۔ یہ آپ کا غلط خیال ہے۔ ہم کیوں مخالف ہوتے۔ ہم نے کوئی جائیداد یا آمدنی تقسیم کرنی تھی یہی غلط خیال میں نے اور کئی مبایعین حضرات سے سنے۔ جن سے معلوم ہوا کہ ایسے غلط خیالات اُن کے دل میں یار لوگوں نے دانستہ بٹھائے ہیں۔ اور سب سے زیادہ افسوس یہ ہے کہ خود میاں محمود احمد صاحب بھی اس خیال کی اشاعت کرتے رہتے ہیں۔ ابھی حال میں ان کا ایک خط ایک دوست کے نام میں نے پڑھا اس خط میں بھی ضمناً یہ جتلایا ہے کہ گویا مولوی محمد علی صاحب کو میاں صاحب موصوف سے کوئی خاص دشمنی تھی۔ حالانکہ سمجھ نہیں آتا کہ یہ دشمنی کہاں پیدا ہوئی کونسی شراکت تھی جو دشمنی کا موجب ہوگئی۔ پس سوائے اس کے اور کیا سمجھا جائے کہ ان باتوں سے لوگوں کو مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقا سے بدظن کیا جاتا ہے تاکہ لوگوں کی عقلوں پر پردہ پڑا رہے۔ اور لوگ مولوی محمد علی صاحب کی باتوں کو نہ سنیں اور میاں صاحب کے غلط عقاید پر غور نہ کریں ✦

عزیز من ہمیں تو اہل سے قطعاً مخالفت نہیں۔ ہمیں تو باطل سے مخالفت ہے۔ اس باطل کا پھیلانے والا خواہ حضرت مسیح موعود کے اہل میں سے کوئی فرد ہو۔ خواہ ہمارے اہل میں سے کوئی شخص ہو آج میاں محمود احمد صاحب اپنے عقاید باطلہ اور غلط اصولوں کو چھوڑ دیں۔ ہمارا ان سے کوئی جھگڑا نہیں۔ دراصل حضرت مسیح موعود کی وفات سے پہلے بطور تسلی کے یہ الہام کیا گیا کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تیرے اہل کے ساتھ ہوں۔ فطرتاً انسان کو اپنی وفات کے بعد اپنے اہل کا فکر ہوتا ہے۔ حضرت کو جب بار بار وفات کی خبر دی گئی تو آپ کو طبعاً اپنے بعد اپنے اہل کا فکر ہوتا تھا۔ اس لئے آپکو یہ تسلی دی گئی کہ میں تیرے اہل کے ساتھ ہوں۔ ایک صالح انسان دو یتیم بچے چھوڑ جاتا ہے تو ان کے خزانہ کی حفاظت کے لئے دو نبی معمار کا کام کرتے ہیں۔ جیسا کہ سورہ کہف میں مذکور ہے مختلف اولیائے کرام کی گدیوں کو دیکھو۔ ان کی اولاد مدت سے ... ہے۔ ان کی جد میں کوئی بزرگ تلوار مار گیا ہے۔ اولاد مارا ہوا شکار کھاتی رہتی ہے۔ تو مسیح موعود کے اہل کی کفالت کیوں نہ ہو۔ مگر مسیح موعود کے متعلق یہ کہنا کہ اُن کو اپنے جسمانی اہل کی فکر تھی درحقیقت ان کی شان کو گھٹانا ہے۔ ماموریں الٰہی تو منقطع الی اللہ ہوتے ہیں وہ تو تمام دنیوی تعلقات سے منقطع ہو کر فنا فی اللہ کا جام پیتے ہیں۔ خدا میں فنا ہو کر نئی زندگی پاتے ہیں۔ اس مقام پر پہنچ کر جو تعلقات مخلوق خدا سے اُن کے دوبارہ از سر نو پیدا ہوتے

وہ خدا میں ہو کر پیدا ہوتے ہیں یعنے جو خدا کا ہوتا ہے وہ ان کا ہوتا ہے۔ جو خدا کا نہیں وہ ان کا نہیں۔ اس لئے تو حضرت نوح کے جسمانی بیٹے کے متعلق جب انہوں نے ان ابنی من اھلی کہا تو وحی الٰہی نے ان کی اصلاح کر دی کہ لیس من اھلک تو معلوم ہوا کہ نبی یا مامور کو جس اہل کے متعلق خوشخبری دی جاتی ہے وہ جسمانی اہل نہیں ہوتے بلکہ روحانی اہل ہوتے ہیں یعنے ان کے متبعین کامل۔ ورنہ حضرت نوح کا بیٹا تو جسمانی لحاظ سے اہل میں داخل تھا اور الہام الٰہی میں جب اہل کے بچا لئے جانے کی بشارت موجود تھی تو حضرت نوح کی درخواست درست تھی۔ لیکن وحی الٰہی نے صاف بتلا دیا کہ جس اہل کے لئے بشارت ہے وہ متبعین کامل ہیں۔ نہ کہ جسمانی اہل۔ خود حضرت مسیح موعود نے تریاق القلوب میں آل محمد کے یہی معنے کئے ہیں اور واذا نفخ فی الصور فلا انساب بینھم کو بڑے زور سے پیش کیا ہے۔ یعنے قیامت کے دن نسبتیں قطعاً باقی نہیں رہیں گی۔ پس اللہ تعالےٰ کی معیت مسیح موعود کے جس اہل کے ساتھ ہوگی وہ وہی ہو سکتے ہیں جو آپ کے عقاید اور اصولوں اور تعلیم کے متبع ہوں۔ اس طرح یہ الہام قرآن کی آیت کے عین مطابق ہو جاتا ہے۔ جہاں فرمایا کہ انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا فی الحیوٰۃ الدنیا ویوم یقوم الاشھاد یعنے ہم اپنے رسلوں اور مومنین کی دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں نصرت کرتے ہیں۔ یعنے جب کوئی خدا کا فرستادہ آتا ہے تو ایک تو نصرت الٰہی اس کے ساتھ ہوتی ہے۔ یہ قدرت اولیٰ ہوتی ہے۔ دوسری نصرت الٰہی اس کی وفات کے بعد اس کے متبعین کے ساتھ ہوتی ہے یہ قدرت ثانیہ کہلاتی ہے۔ اور پہلی نصرت تو خود اس فرستادہ کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی معیت ظاہر کرتی ہے اور دوسری نصرت جو اس کے متبعین کو ملتی ہے وہ اللہ تعالےٰ کی معیت اس کے اہل کے ساتھ ہوتی ہے۔ اگر در خانہ کس است ایں قدر بس است حضرت صاحب کو فکر اپنے اسی اہل کے متعلق ہو سکتی تھی۔ اور اسی اہل کے متعلق تسلی دی گئی۔ فالحمد للہ علےٰ ذالک

راقم خاکسار بشارت احمد عفی عنہ

مفتی محمد صادق صاحب اور نبوت مسیح موعود

مولوی محمد نذیر صاحب نے اپنے مضمون میں جناب مفتی محمد صادق صاحب کی سند حضرت مسیح موعود کی نبوت پر پیش کی ہے۔ لیکن اگر مولوی صاحب کو سلسلہ احمدیہ کے لٹریچر پر عبور ہوتا۔ تو وہ ایسی جرأت کبھی نہ کرتے۔ قادیانی احباب کا مایۂ ناز وہ چند کتابیں ہیں جو اُن کے پیر یا چند غالی قادیانیوں کی فکر رسا کا نتیجہ ہیں جن میں نہ کوئی اصول ہے۔ اور نہ مضامین کا سر پیر نظر آتا ہے۔ تضاد کا ایک مجموعہ ہے جس پر موجودہ قادیانی گروہ کے ایمان کا سہارا ہے اور انہی کے سہارے میدان مخالف میں نکل پڑتے اور منہ کی کھاتے ہیں بہر حال سب سے پہلے ہمیں مفتی صاحب سے ایسی عرض کرنی پڑیگی کہ آپ خود ہی اپنے ہاتھوں سے اس قادیانی دوست کی تسلی کر دیں مفتی صاحب ماشاء اللہ سلسلہ کے ایک بڑے اخبار نویس لکچرار اور پھر حضرت مسیح موعود اور حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب کے ڈاک منشی بھی رہے ہیں اس لئے آپ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریریں ہر قسم کے اشتباہ سے پاک سمجھی جانی چاہئیں ورنہ پھر اُن تمام فتووں پر سے امان اٹھ جائیگا جو مفتی صاحب نے بحیثیت ڈاک منشی حضرت مسیح موعود حضرت مولانا صاحب باہر کی جماعتوں اور احباب کو لکھ کر روانہ کئے یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ موجودہ اختلاف سے پہلے سلسلہ کے مصنفین وغیرہ حضرت مسیح موعود کے بارے میں نبی بمعنی محدث استعمال کرتے رہے ہیں جیسا کہ حضرت مسیح موعود نے اپنی تصنیفات میں اس کا استعمال کیا اور اسی قسم کے بعض متشابہ اور ذو معنی عبارتوں پر قادیانی فرق کی بنیاد قائم ہے

مفتی صاحب خدا کے فضل سے زندہ ہیں اور وہ ذیل کی تحریر کو مصدقہ بکہہ سکتے ہیں کہ ہم نے ان پر کسی قسم کا بہتان نہیں باندھا۔ بلکہ انکی تحریریں پوری کی پوری نقل کر دی ہیں

(۱) مفتی صاحب کے نزدیک حضرت مسیح موعود کی نبوت لغوی معنوں میں تھی

اخبار بدر جلد ۲۰ نمبر ۱۵ ۱۹۱۱ء میں شبلی مرحوم سے اپنی ملاقات کا قصہ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"شبلی نے دریافت کیا کہ کیا ہم لوگ مرزا صاحب کو نبی ملتے ہیں میں نے عرض کیا ہمارا عقیدہ اس معاملہ میں دیگر مسلمانوں کی طرح ہے۔ کہ آنحضرتؐ خاتم النبیین ہیں آپؐ کے بعد کوئی دوسرا نبی آنیوالا نہیں نہ نیا نہ پرانا ہاں مکالمات الٰہیہ کا سلسلہ برابر جاری ہے اور وہ بھی آنحضرتؐ کی طفیل آپؐ سے فیض حاصل کر کے اس امت میں ایسے آدمی ہوتے رہے جن کو الہام الٰہی سے مشرف کیا گیا۔ اور آیندہ بھی ہوتے رہیں گے چونکہ حضرت مرزا صاحب بھی الہام الٰہی سے مشرف ہوتے رہے اور الہام الٰہی کے سلسلہ میں آپ کو خدا تعالےٰ نے بہت سی آیندہ کی خبریں بطور پیشگوئی کے بتلائی تھیں جو پوری ہوتی رہیں اس واسطے مرزا صاحب پیشگوئی کرنے والے تھے۔ اور اس کو عربی لغت میں نبی کہتے ہیں اور احادیث میں بھی آنے والے مسیح کا نام نبی رکھا"

(۲) اس کی تائید میں مفتی صاحب کی تحریرات

اخبار بدر جلد ۹ ۱۹۱۰ء میں مباحثہ منصوری کی رپورٹ کے آخر پر زیر عنوان "ہم کسی کو کافر نہیں کہتے" لکھتے ہیں:-

اثنائے مباحثہ میں مولوی محمد یحیےٰ صاحب نے بڑے جوش سے فرمایا کہ دیکھو۔ اے لوگو! احمدی صاحبان ہمیں صرف اس واسطے کہ ہم مرزا صاحب کو نہیں مانتے ہیں کافر کہتے ہیں۔ اور ہمارے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ اس پر میں نے کھڑے ہو کر عرض کی کہ جناب مولوی صاحب ہم آپ کو کافر نہیں کہتے۔ بلکہ چونکہ آپ ہمارے امام کو اور ہمیں کافر کہتے ہیں اس واسطے ہم آپ کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے کیونکہ حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ جو شخص مومن کو کافر کہتا ہے۔ وہ کفر الٹ کر کہنے والے پر جا پڑتا ہے۔ پس اگر آپ اس وقت تحریر کر دیں کہ مرزا صاحب اور ان کی جماعت کافر نہیں ہے۔ تو ابھی ظہر کی نماز آپ کے پیچھے خوشی پڑھ لیں گے" مولوی صاحب نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ہم آپ کو کافر جانتے ہیں

(ب) اس کی مزید تائید بدر ۲۴ دسمبر ۱۹۰۵ء "۱۱ مارچ ۱۹۰۸ء"

"ایک صاحب علاقہ بلوچستان نے حضرت اقدس کی خدمت میں خط لکھا کہ "آپکا ایک مرید نور محمد نام میرا دلی دوست ہے وہ بڑا نمازی ہے نیکو کار ہے۔ سب اس کی عزت کرتے ہیں۔ بصفت موصوف خلیق شخص ہے۔ دیندار ہے اس سے ہم کو آپ کے حالات معلوم ہوئے تو ہمارا یہ عقیدہ ہو گیا ہے۔ کہ حضور بڑے ہی خیر خواہ امت و مداح جناب رسول مقبول و اصحاب کبار ہیں۔ آپ کو جو برے نام سے یاد کرے وہ خود برا ہے۔ مگر باوجود ہمارے اس عقیدہ و خیال کے نور محمد مذکور ہمارے ساتھ باجماعت نماز نہیں پڑھتا اور علیحدہ پڑھتا ہے۔ اور وجہ یہ بتلاتا ہے کہ غیر احمدی کے پیچھے ہماری نماز نہیں ہوتی۔ آپ اس کو تاکید فرماویں کہ وہ ہمارے پیچھے نماز پڑھ لیا کرے تاکہ تفرقہ نہ پڑے کیونکہ ہم آپ کے حق میں برا نہیں کہتے" یہ اس خط کا اقتباس اور خلاصہ ہے۔ اس کے جواب میں اسی خط پر حضرت صاحب نے عاجز (مفتی محمد صادق صاحب) ناقل کے نام تحریر فرمایا کہ جواب میں لکھ دیں کہ چونکہ عام طور پر اس ملک کے ملاں لوگوں نے اپنے تعصب کی وجہ سے ہمیں کافر ٹھیرایا ہے اور فتوے لکھتے ہیں اور باقی لوگ ان کے پیرو ہیں۔ پس اگر ایسے لوگ ہوں کہ وہ صفائی ثابت کرنے کے لئے اشتہار دیدیں کہ ہم ان کفر مولویوں کے پیرو نہیں ہیں تو پھر ان کے ساتھ نماز پڑھنا روا ہے۔ ورنہ جو شخص مسلمانوں کو کافر کہے وہ آپ کافر ہو جاتا ہے۔ پھر اس کے پیچھے نماز کیونکر پڑھیں یہ تو شرع شریف کے رو سے جایز نہیں" ✦

(ج) اخبار بدر ۱۳ مئی ۱۹۰۹ء معاہدہ جماعت بھڈیار "ہم برادران احمدی موضع بھڈیار ضلع امرتسر ..... غیر احمدی اپنا امام بروقت نماز پنجگانہ۔ نماز جنازہ وغیرہ نہ بنائیں گے۔ ہاں معمولی رنگ میں رہنے والے بے شر غیر احمدی رشتہ دار کا جنازہ پڑھ لینگے (اس پر حضرت مسیح موعود نے اپنے دست مبارک سے لکھا) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ جو کچھ لکھا بہت خوب اور مبارک ہے تحریر مئی ۱۹۰۸ء۔ دستخط۔ مرزا غلام احمد ✦

(د) خط بنام میاں غلام قادر جیو نحل ڈاک خانہ ٹھٹھہ ہوسلے ضلع گجرات۔ میاں غلام قادر صاحب السلام علیکم۔ ۱۔ حضرت آپ کے واسطے دعا کرتے ہیں۔ ۲۔ بغیر اذن الٰہی کوئی نذر نہیں لگ سکتی۔ ۳۔ مردم

جایز ہے۔ ۴۔ جو مخالف برا نہ بولتا ہو اس کا جنازہ جایز ہے۔ مگر امام ہر حال احمدی ہو۔ خواہ وہ چاہیں تو الگ پڑھ لیں۔ ۵۔ بے نماز کا جنازہ جایز ہے مگر بد بولنے والا اور کفر کے کلمات بولنے والا نہ ہو۔ ۶۔ میت کے بعد بیٹھنا طریق سنت نہیں بدعت ہے۔ محمد صادق عفی عنہ ۱۲ اپریل ۱۹۰۸ء (اسپر نوٹ ہے) حضرت کو اتنی فرصت نہیں کہ ہر خط کا جواب خود لکھیں۔ دوسرے کو فرما دیتے ہیں کہ یہ بات لکھو۔

(ھ) خط بنام میاں جی محمد اسماعیل صاحب احمدی معرفت حکیم محمد اکرم صاحب سامانہ ریاست پٹیالہ مورخہ ۱۹ اپریل ۱۹۰۸ء بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی۔ مکرمی سلمہ۔ السلام علیکم۔ خط آیا۔ غیر احمدی کا جنازہ اور تغسیل اور تکفین درست ہے۔ اس کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانا درست ہے۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں۔ والسلام۔ از قادیان ۱۹ اپریل محمد صادق عفی عنہ منظور الٰہی

ایک اپیل

اللہ تعالیٰ کے نبی۔ رسول اور مجدد اسی غرض کے لئے آیا کرتے ہیں تا وہ بکھرے ہوئے افراد کو ایک مرکز پر جمع کریں۔ اور ان سے دینی دنیاوی معاملات میں بحیثیت جماعت کام لیں۔ اس زمانے میں جب کہ شیرازہ اسلام بکھرا ہوا تھا۔ ہر ایک خود مختاری کی زندگی بسر کر رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک مجدد کو ایک گمنام سی بستی میں مبعوث فرما کر اسے یہ الہام کیا I shall give you a large party of Islam میں تمہیں اسلام کی ایک بڑی جماعت دونگا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا فرمایا۔ اور اس مرد خدا کو ایک بڑی جماعت دے کر اس سے اشاعت اسلام کا کام کرایا۔ آپ نے ہر ایک اس مسلمان سے جو آپ کی بیعت میں داخل ہوا یہ اقرار لیا "میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا" اور پھر فرمایا کہ جو احمدی تین ماہ تک متواتر چندہ نہیں دیتا۔ وہ میری جماعت سے خارج ہے۔ اور واقعی یہ ہے بھی صحیح۔ کیونکہ جو عضو تین ماہ تک بیمار ہے اس کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ غرضیکہ آپ کی جماعت بنانے کا اور پھر چندوں وغیرہ میں اس قدر سختی پیدا کرنے کا یہ مقصد تھا تا اشاعت اسلام کا کام جس کو مسلمانوں نے پس پشت ڈالا ہوا تھا اور جس میں فلاح دارین مضمر ہے۔ ہو تا رہے۔

احمدیو! اشاعت اسلام کا کام تب ہی ہو سکتا ہے جب ہماری مسجدیں ہوں لیکچر گاہیں ہوں۔ ریڈنگ روم ہوں۔ جب ہم گھر ہی نہ بنائیں گے۔ تو پھر بلائیں گے کہاں۔ جب ہم میں صورت اتحاد کے اسباب پیدا نہ ہوں گے۔ تو دوسروں کو اپنے میں ملائیں گے کس طرح۔ عیسائیوں کو دیکھو جہاں دو عیسائی ہیں وہاں ایک گرجا ہے۔ اور پھر اسی گرجا میں آٹھ دس روپیہ ماہوار کا مالی بیٹھا ہوا ہے۔ جو اس کو آباد رکھتا ہے۔

احمدیو! ڈیرہ غازیخاں (جو ضلع کا مرکز ہے) میں یہ دیکھ کر تعجب آتا ہے۔ کہ وہاں شہر کے درمیان ایک وسیع قطعہ زمین کا مسجد کی تعمیر کیلئے خرید کیا ہوا ہے لیکن وہاں صرف ایک کوٹھڑی کی مسجد بنی ہے ایسے موقعہ پر جہاں ہمارے لیکچر سننے کیلئے ہزاروں لوگ جمع ہو سکیں۔ وہاں مسجد ریڈنگ روم وغیرہ نہ ہو کس قدر قابل افسوس بات ہے میرا دل تو چاہتا ہے کہ آج مسجد تیار ہو جائے میرا دل تو چاہتا ہے کہ خداوند تعالیٰ مجھے توفیق دے۔ تو ایک دن میں مسجد کھڑی کرا دوں لیکن یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ کسی ایک شخص کے جوش و ولولے سے کچھ نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کے حامی نہ ہوں۔

جماعت اس لئے بنائی جاتی ہے تا قومی کاموں میں آسانی پیدا ہو جاوے ایک کام ایک شخص کیلئے بوجھل ہو جاتا ہے لیکن دو تین آدمی فوراً آسانی کے ساتھ کر دیتے ہیں غرضیکہ جماعت اس لئے بنائی جاتی ہے تا سالوں کا کام مہینوں میں۔ اور مہینوں کے کام دنوں میں انجام پا دیں۔ اگر آپ اپنے قومی کاموں میں سہولت پیدا کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اگر آپ مذہبی کاموں میں آسانی پیدا نہیں کرتے تو آپ اس مقصد سے دور جا پڑے ہیں جو جماعت بنانے کا ہے خدارا غور کرو۔ کہ آپ کو یہ دو چار آنے دینے میں کوئی تکلیف نہ ہوگی لیکن اس سے ایک بڑا بھاری کام بن جاوے گا۔ بس میری اپیل کو پڑھ کر گردن دوسری طرف مت موڑ دو۔ اور یہ خداوندی ٹیکس جس کے میں نے تین درجے بنائے ہیں (۱۲ آنہ ۸ آنہ ۴ آنہ) ہر ایک احمدی بحساب انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور در مد تعمیر مسجد ڈیرہ غازیخاں کو فوراً بھیجدیوے۔ والسلام۔

خاکسار محمد عبداللہ سکینڈ ماسٹر اینگلو ورنیکولر مڈل سکول داجل (ضلع ڈیرہ غازیخاں)

عالم اسلام

جنگ مراکش

مجاہدین ریف کا زبردست حملہ

میڈرڈ۔ ۱۵ اکتوبر۔ سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے۔ کہ ریفیوں نے عنقران میں جو جارحانہ جنگی کارروائی شروع کی تھی ہسپانوی افواج نے اسے غیر موثر کر دیا ہے۔ پچیس ہزار ہسپانوی فوج عنقریب محاذ جنگ سے واپس اپنے وطن آجائیگی +

فرانسیسیوں کا جنگی کارروائی ملتوی کرنیکا فیصلہ

لندن۔ ۱۵ اکتوبر۔ مارشل پیطن نے واپس فرانس آجانے کا جو فیصلہ کیا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مراکش میں اہم جنگی کارروائیوں کا اختتام ہو چکا ہے۔ فرانسیسی ہیڈ کوارٹر پہلے ہی سے رباط منتقل کر دیئے گئے ہیں۔ اور اخبار ٹائمز کے نامہ نگار مقیم پیرس کے قول کے بموجب عنقریب ان افواج کو گھر بھیج دیا جائیگا۔ جنہیں محاذ پر خدمات انجام دیتے ہوئے بہت عرصہ گذر چکا ہے۔ اس بات کی کئی وجوہ ہیں کہ اس سال جنگ مراکش کیوں ختم نہیں ہو سکی۔ کثرت بارش کے علاوہ بڑی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ فرانسیسی موسم سرما میں غنیم کی مالی حالت پر دباؤ ڈالنا چاہتے ہیں۔ اس بات کے آثار پہلے ہی نظر آ رہے ہیں کہ ریفیوں کے نامہ و پیام کے ذرائع منقطع کرنے کا جو طرز عمل اختیار کیا جائیگا وہ کامیاب ثابت ہوگا +

جو قبائل ریفیوں سے علیحدہ ہو گئے۔ وہ اطاعت قبول کر رہے ہیں اور ابھی تک ان سے علیحدہ نہیں ہوئے۔ ان پر گولہ باری کی جائیگی۔ اور انہیں علیحدہ کرنے پر مجبور کیا جائیگا۔ اس بیان کی تصدیق موجود ہے کہ اگر غازی عبدالکریم ان شرائط پر صلح کے لئے آمادہ ہو جائیں گے جو پہلے ان کے سامنے پیش کی گئی تھیں تو ان کے ساتھ صلح کی جائیگی۔ اس لئے اگر وہ اپنی افواج کو موسم سرما کی شکایت اور مصائب میں مبتلا کرینگے تو یہ ان کا اپنا قصور ہوگا +

فرانسیسیوں کے نقصانات

پیرس ۱۵ اکتوبر۔ مالی کمیشن کے ایک رکن کو جواب دیتے ہوئے موسیو شایو نے بیان کیا کہ مراکش و شام میں گذشتہ جولائی تک ۲۰۴۲ فرانسیسی کام آئے ہیں۔ موسیو پنلو نے ۳۰ ستمبر تک کے نقصانات کے اعداد و شمار مہیا کرنے کا وعدہ کیا ہے +

فرانسیسیوں کی سفاکی

بیروت ۱۵ اکتوبر۔ فرانسیسیوں نے دمشق کے علاقہ میں دروزیوں کے خلاف جو جنگی کارروائی شروع کی تھی اس کا نتیجہ ہوا ہے کہ ایک گروہ کو بالکل نیست و نابود کر دیا گیا ہے اور اس کے ایک سو آدمی گولیوں سے مار دیئے گئے ہیں۔ ۲۴ آدمیوں کی نعشیں دمشق میں واپس لائی گئی ہیں انہیں عامۃ الناس کو دکھایا جائیگا +

دروزیوں کی جدوجہد آزادی

جیلخانہ جات دمشق اور حامہ پر حملہ اور قیدیوں کی رہائی شمالی شام پر مکمل قبضہ

لندن ۱۶ اکتوبر۔ پیرس میں جو پرائیویٹ بیانات وصول ہوئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ شام میں امن و سکون نہیں ہے۔ اخبار "ٹائمز" کا نامہ نگار مقیم پیرس رقمطراز ہے کہ ان بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ جبل حوران کے دروزیوں کی جدوجہد بارے میں کامیاب نہیں ہوئے اور وہ ان کے بہت سے سردار فی الحال اطاعت قبول کرنے پر آمادہ نہیں بیان کیا جاتا ہے کہ حال ہی میں دمشق اور حامہ میں سخت فسادات رونما ہوئے ہیں۔ جیلخانوں پر حملے کئے گئے ہیں اور قیدیوں کو چھڑا لیا گیا ہے بہت سی عمارات کو آگ لگا دی گئی ہے۔ ایپو اور ریاک سے جو افواج بطور کمک آئی تھیں انہوں نے دروزیوں سے لڑائی کی۔ اور ان کے تقریباً ایک سو آدمی مار دیئے گئے۔ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ دمشق کی حدود سے باہر تمام سڑکیں غیر محفوظ ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ شمالی شام میں ترکوں نے مکمل طور پر اپنا قبضہ جما لیا ہے۔ فرانسیسیوں کے پاس مقابلہ کے لئے کوئی فوج نہیں ہے +

ہندو دنیا

بمبئی کا انگریزی اخبار "سنڈے ایڈووکیٹ" رقمطراز ہے :-

"یہ افسوس کی بات ہے کہ ہندو مہاسبھا تحریک میں اندرونی اصلاح ہنود کی طرف کوئی توجہ نہیں۔ تمام تر کوشش یہی ہے کہ مسلمانوں کے خلاف طاقت آزمائی کے لئے ہندوؤں کو تیار کیا جائے .... مہاسبھا کی توجہ زیادہ تر ایسے معاملات کی طرف ہے جن میں خواہ مخواہ مسلمانوں سے الجھنے کا موقع ہاتھ آئے۔ مثلاً حصول ملازمت سرکاری اور مسجد کے سامنے باجا بجانا۔ ہندو سوسائٹی کی اندرونی پاکیزگی کی طرف کوئی توجہ نہیں" +

نیوگ

"آریہ ویر" کا ایک نامہ نگار یہ پسند نہیں کرتا کہ مسئلہ نیوگ کی ایجاد کا سہرا سوامی دیانند جی کے سر ہے۔ اس لئے ایک سلسلہ مضامین میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ نیوگ ایک قدیم رسم ہے۔ آپ فرماتے ہیں

"جب پرسرام جی (الیشور اوتار) نے اپنے ماتا پتا کے خون کے عوض اکیس مرتبہ تمام روئے زمین کے کشتریوں کو قتل کر دیا۔ اور دنیا میں کشتری نیست و نابود ہو گئے کشتری عورتیں جمع ہو کر براہمنوں کے پاس گئیں۔ اور ان سے اولاد کی خواہش کی۔ اور کیونکہ تمام براہمن ہو وید کے مطالب جانتے ہیں اس لئے ان کی درخواست پر وید خوان براہمنوں نے اولاد پیدا کی اور دل میں یہ نتیجہ کر کے رانیوں کے پاس گئے جو اولاد اس طریق سے پیدا ہوئی۔ وہ بیاہت خاوندوں کی ہوگی۔ اور یہ سدھانت ویدوں کا ہے۔ مہابھارت آدی پرب ادھیائے ۱۰۴"

فرقہ دارانہ جھگڑے

سناتن دھرم اور آریہ سماج حسب معمول باہمی جوتم پیزار میں مصروف ہیں۔ ایک دوسرے کے خلاف جو مضامین نکلتے ہیں ان کی سرخیاں ملاحظہ ہو :-

"کھود ا پہاڑ نکلا چوہا" "گوسائیں یدوکل بھوشن کا میدان سے بھاگنا۔ ہماری صداقت کا زخمی بیان" "آریہ ویر مہا" "آریہ سماج لنڈا بازار راولپنڈی کو عظیم الشان شکست" "سناتن شیر گوسوامی یدوکل بھوشن کی کمپنی باغ میں گرج کر تماشہ کہ وہ کہاں چھپا ہے؟" "سدرشن چکر"

قمار بازی اور دیوالی

ہندو جاتی تیرا بھلا کب ہوگا۔ فضول سے فضول رسومات اور خرابیوں کو تو دھرم کے نام سے اپنا رہی ہے۔ نام نہاد پورانک دھرم کی آڑ میں تو نے ماس کھانا۔ شراب پینا۔ بھنگ چرس کا استعمال اور قمار بازی تک ... دھرم سمجھ رکھا ہے۔ گو قانوناً بھی قمار بازی جرم ہے لیکن پھر بھی دیوالی ... ہزاروں لاکھوں ہندو جوا کھیلتے نظر آتے ہیں۔ دیوالی کے دن تو حد ہی ہو جاتی ہے۔ بڑے بڑے پنڈت دھرم کا ہتھکنڈے کرتے ہیں۔ جاہل لوگوں نے مشہور کر رکھا ہے جو دیوالی کے دن جوا نہ کھیلے۔ وہ گدھے کے جنم میں جائیگا۔ یہ سب جہالت کی باتیں ہیں۔ جوا نہ کھیلنے والوں نے تو گدھے کے جنم میں کیا جانا البتہ جوا کھیلنے والے عملی طور پر گدھے بن جاتے ہیں۔ دھارمک سوسائٹیوں کا فرض ہے کہ اس خرابی کو دور کرنے کی کوشش کریں۔ "آریہ"

واقعات عالم

ہندوستان کی خبریں

لاہور ۔ ۱۶ اکتوبر ۔ لاہور کی ٹھنڈی سڑک پر جو بت نصب ہے اور جس کے اٹھانے جانے کا جھگڑا ایک عرصہ سے چل رہا ہے آج صبح پولیس نے اس بت کے بعض اجزا ٹوٹا ہوا پایا ۔ بت کے دائیں ہاتھ میں جو قلم تھا ۔ وہ غائب ہو گیا ہے ۔ بائیں ہاتھ میں جو تلوار تھی ۔ اس میں نصف باقی رہ گئی ہے ۔ بعد میں یہ دو ٹکڑے قریب ہی گھاس پر پڑے ۔ پولیس اب بت کی حفاظت کر رہی ہے ۔ اور شہر میں کافی بے چینی پھیلی ہوئی ہے

جلسہ (ای بی ۔ ریلوے) ۱۶ اکتوبر ۔ گوالینڈ میل اور ریک انجن میں جو ٹکر لگا تھا ۔ باہم سخت تصادم ہوا جس سے نو آدمی جان سے مر گئے ۔ اور ۲۶ زخمی ہوئے دونوں انجن اور میل کی تین گاڑیاں پٹڑی سے اتر گئیں ۔ اور سخت ٹکر کی وجہ سے ایک دوسری میں گھس گئیں ۔ ان ۹ اشخاص میں سے جو جان سے مر گئے پانچ ریلوے کے ملازم تھے اور چار تیسرے درجہ کے مسافر

شملہ ۔ ۱۶ اکتوبر ۔ ہر ایکسیلنسی لیڈی ریڈنگ نے شملہ میونسپلٹی کو یہ لکھا ہے ۔ کہ وہ سیسل ہوٹل اور چیلیٹ کے پاس رکشا کے قلیوں کے لئے دو مکانات بنوانا چاہتی ہیں تاکہ وہ بارش اور سردی سے محفوظ رہیں ۔ اس کے لئے وہ دس ہزار روپیہ عطا کرنے کو تیار ہیں ۔ بشرطیکہ میونسپلٹی انکی نگرانی و حفاظت کی ذمہ داری اپنے سر لے میونسپلٹی نے ہر ایکسیلنسی کے اس عطیہ کو نہایت خوشی اور شکریہ کے ساتھ قبول کیا ہے

پنڈت جواہر لال نہرو نے آل انڈیا دیش بندھو میموریل فنڈ کے سکریٹری ہیں چند دن کی جو ٹھی فہرست اخبارات کو برغرض اشاعت بھیجی ہے ۔ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۲۰ ستمبر ۱۹۲۵ء تک ۹-۹-۱۷۰۰۴ روپیہ وصول ہو چکے ہیں

ممالک غیر کی خبریں

برلن ۔ ۱۶ اکتوبر ۔ رور سے فرانس کا آخری فوجی دستہ واپس بلا لیا گیا ہے اور اس طرح سے رور کا تخلیہ مکمل ہو گیا ہے

لوکارنو ۱۶ اکتوبر آج صبح کو تمام نمائندگان نے مغربی محافظتی پیکٹ پر قائم رہنے پر زور دیا جرمنی کی مشرقی سرحد ۔ و پنچایتی صلحنامہ کا مسئلہ اب تک طے نہیں ہوا لیکن اس معاملہ میں کسی کا دقت کا اندیشہ نہیں

لوکارنو ۔ ۱۶ اکتوبر جن صلحناموں پر دستخط ہونگے ان میں ایک تو محافظتی پیکٹ ہے ۔ اور چار پنچایتی صلحنامے ہیں ایک فرانس اور جرمنی کے مابین ۔ دوسرا جرمنی اور پولینڈ کے درمیان ۔ تیسرا جرمنی اور زیکوسلیویکیہ کے درمیان اور چوتھا بلجیم اور جرمنی کے درمیان ۔ ان کے علاوہ دو خاص اعلانات بھی ہونگے جن میں جرمنی اور پولینڈ اور جرمنی اور زیکوسلیویکیہ کے درمیان پنچایتی صلح کی ضمانت اور مجلس اقوام کے ضابطہ کی دفعہ سولہ کی پابندی کا اقرار ہوگا

پیرس ۔ ۱۶ اکتوبر نیم سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ سرکاری حلقوں میں لوکارنو کانفرنس کے نتائج پر پورے اطمینان کا اظہار کیا جا رہا ہے

جرمن نمائندگان کو وان ہینڈ برگ نے محافظتی پیکٹ پر قائم رہنے کا اختیار ۱۵ اکتوبر کو دیدیا تھا

پیرس ۱۵ اکتوبر ۔ فنون آرائش کی نمائش میں بالشویک خیمہ کے باہر اشتمالیکن (کیمونسٹ) کے مظاہرے کو پولیس نے زبردستی منتشر کیا اور اس سلسلہ میں چالیس آدمیوں کو گرفتار بھی کیا جینٹ وئین کے شمالی میئر کو ایک ماہ کے لئے اس جرم میں معطل کر دیا گیا ہے کہ ۱۲ اکتوبر کو جبکہ اشتمالیین نے عام ہڑتال کی تھی عام عبادت کی اجازت کیوں دی

میجر ۔ رنجیت سنگھ صاحب آئی ۔ ایم ۔ ایس اپنے دورہ یورپ کے حالات کے دوران میں لکھتے ہیں ۔ کہ جب میں جرمنی گیا تو ایک بڑے زمیندار اور ایک شہزادہ کو ملا ۔ اور میں ان کی زبانی اس بات کو سن کر بڑا متعجب ہوا ۔ کہ جنگ یورپ میں کوئی بھی جرمن اپنی شکست تسلیم نہیں کرتا بلکہ انہوں نے مجھے فخریہ طور پر بتلایا کہ ہم نے چوہن لوگ کس بہادری اور کامیابی

سے اکیلے ایک نہایت ہی سیدھے خطہ اور وسیع فرنٹ پر جو تقریباً ایک ہزار میل سے زیادہ بنا تھا لڑتے رہے اور چونکہ اتحادیوں نے ہمارے سامان رسائی کے جملہ ذرائع بند کر دیئے تھے اسلئے ہم کو ناکہ کشی پر مجبور ہونا پڑا اس فخریہ کلام کو سن کر میں نے محسوس کیا ۔ کہ انتقام کی سپرٹ ابھی تک اُن کے دلوں میں خلش کر رہی ہے اور جلد یا بدیر دنیا میں ایک آتش جنگ مشتعل ہونے والی ہے جس بات سے مجھے زیادہ تعجب ہوا وہ بیان تھا ۔ کہ آئندہ جنگ میں جرمنی ۔ روس چین اور افغانستان ایک طرف ہونگے اور شاید اٹالیہ بھی ان کے ساتھ شریک کار ہوگا

(سوراجیہ مدراس)

انجمن ہلال احمر کے ایک ترکی رسالہ میں ایک خبر مظہر ہے ۔ انجمن کی مرکزی کمیٹی کی طرف سے انجمنہائے صلیب احمر کی گیارہویں بین الاقوامی کانفرنس میں جو جنیوا میں ۷ اکتوبر کو منعقد ہوئی ہوگی ۔ توفیق کامل بک جنرل سکریٹری انجمن ہذا اور وزارات خارجہ کے ماتحت سکریٹری شریک ہوئے ہونگے

فخر الدین پاشا ترکی سفیر متعینہ کابل نے ترکی انجمن ہلال احمر سے درخواست کی ہے کہ افغانستان افغانی انجمن ہلال احمر کے انتظام کے لئے ترکی انجمن کی طرف سے اس کام کے لئے ایک ماہر شخص کو بھیجا جائے پاشا موصوف کی یہ درخواست منظور کر لی گئی ہے

لوکارنو ۔ ۱۰ اکتوبر خیال کیا جاتا ہے کہ کل پانچ صلحناموں کی ابتدا ہو جائیگی اور غالباً دو ہفتہ کے عرصہ میں ان پر لنڈن میں دستخط بھی کرائے جائیں گے آئندہ ہفتہ کے آغاز تک صلحنامہ اخبارات میں شائع کر دیا جائیگا ۔ اس کے بعد مجلس اقوام کی اسمبلی کا خاص اجلاس غالباً دسمبر میں طلب کیا جائیگا کہ جرمنی کو مجلس اقوام میں شریک کر لیا جائے

پیرس ۔ ۷ اکتوبر وزارت نے محافظتی پیکٹ کا ۔۔۔ مسودہ منظور کر لیا

اٹاوا ۔ ۴ اکتوبر کو بین الاقوامی پارلیمنٹوں کی کانفرنس کا اجلاس کینیڈا کے دار العلوم کی عمارت میں ہوا جب ایک ریزولیوشن کے سلسلہ میں چھوٹی قوموں کے حقوق پر انگریزی فرانسیسی اور جرمن نمائندوں میں خوب بحثیں ہوتی رہیں

کانفرنس میں ۴۸ قوموں کے نمایندگان شریک ہیں مستعدد نمائندوں نے مجلس اقوام کی یورپ میں متعدد قلیل التعداد اقوام کے ساتھ بے انصافیوں پر کمزوری ظاہر کرنے پر اظہار ملامت کیا

(انگلشمین کا خاص تار)

لندن ۔ ۴ اکتوبر ۔ اخبار ڈیلی ٹیلیگراف (لندن) کے نامہ نگار مقیم القدس کا بیان ہے ۔ کہ چالیس عرب مشاہیر کا ایک وفد لارڈ پلومر کی خدمت میں باریاب ہوا اور عربوں کے معاملات پر پوری توجہ کرنے کی درخواست کی

وفد نے پورے زور کے ساتھ کہا ۔ کہ یہودیت نوازی کی پالیسی کی وجہ سے عربوں کو بے شمار مصائب و دقتوں کا سامنا کرنا پڑا ہے عربوں کی مجلس عاملہ اب تک دو یادداشتیں بھیج چکی ہے ایک سلطنت سلوریس کے پاس جس میں کفارہ ۔ کہ جن یہودیوں نے یافہ کے ایک عرب پر جو حملہ کیا تھا اور جس کے سلسلہ میں چار یہودی گرفتار بھی کئے جا چکے ہیں اسکی تحقیقات کی درخواست کی گئی ہے دوسری یادداشت لارڈ پلومر کی خدمت میں بھیجی گئی تھی جس میں درخواست کی گئی تھی کہ مالگذاری میں جو اضافہ کیا گیا اسے منسوخ کیا جائے کیونکہ یہودیوں کے پاس کم زمین ہونے کی وجہ سے اس سے سراسر عربوں ہی کو نقصان ہے

("انگلشمین" کا خاص تار)

لندن ۔ ۱۴ اکتوبر سینٹ جارج کے اسپتال میں چار روز تک بیہوش پڑے رہنے کے بعد پروفیسر ہیرالڈ بکسویں لیفرا نے جان بحق تسلیم ہو گئے ۔ پروفیسر صاحب ساؤتھ کینسنگٹن کے امپیریل کالج آف سائینس میں ایک بے بو مگر سخت مہلک گیس سے کچھ تجربہ کر رہے تھے جس کا نام "لیویسائٹ" ہے دوران تجربہ میں محض اتفاقاً یہ گیس ان کے ناک میں چلی گئی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کالج کے اسٹاف کے کسی شخص نے ان کو دار التجربہ کے فرش پر بیہوش پڑا ہوا پایا تھا ۔ مارچ کے مہینے میں بھی وہ اسی طرح ایک زہریلی گیس سے اثر پذیر ہو گئے تھے مگر اس وقت ہلاکت سے محفوظ رہے "انگلشمین"

لندن ۔ ۷ اکتوبر مسٹر گودلت کو انڈیا کونسل کی رکنیت کیلئے دوبارہ مقرر کیا گیا ہے آپ کے عہدہ کی میعاد ۱۵ اکتوبر کو ختم ہو گئی تھی

ہوائی جہاز چلتے وقت بہت شور مچاتے ہیں اس نقص کو دور کرنے میں انگلستان کے انجینروں نے کامیابی حاصل کر لی ہے ۔ اگرچہ تفاصیل ابھی پوشیدہ رکھے گئے ۔ تاہم معلوم ہوا ہے ۔ کہ جہاز کے انجن کو خاموش کرنے کے بعد ہوا میں گھومنے والے بازوؤں کے شور کے دور کرنے میں بہت دقت پیش آئی ۔ اب وہ بڑے بڑے بازوؤں کے بجائے کئی چھوٹے چھوٹے بازو لگائے گئے ہیں جن سے جہاز کی رفتار میں کوئی فرق نہیں آیا مگر شور بالکل بند ہو گیا ہے

ہوائی جہازوں کے تباہی چند اثرات سے نجات پانے کے لئے ایک قسم کے جال ایجاد کئے گئے ہیں ان جالوں کو بموں کے ساتھ غباروں میں رکھ کر ہوا میں اڑا دیا جاتا ہے اوپر ہوا میں جا کر بم پھٹ جاتے ہیں تو یہ غبارے کھلتے ہیں اور جال دشمنوں کے جہازوں کے راستہ میں پھیل کر ان کو مچھلی کی طرح گرفتار کر لیتے ہیں

جلد ۱۳ | المسیح | یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۹ ربیع الثانی ۱۳۴۴ ہجری مطابق ۲۷ اکتوبر ۱۹۲۵ عیسوی | نمبر ۱۰

تنظیم جماعت احمدیہ

اکابرین قوم کا فرض

(مولوی دوست محمد صاحب کے قلم سے)

گذشتہ اشاعت میں یہ بتایا جاچکا ہے۔ کہ گو خدا کے فضل سے ہماری جماعت اس زمانہ میں وہ خدمات اسلام انجام دے رہی ہے جس پر کسی بڑی سے بڑی قوم کو فخر ہو سکتا ہے۔ مگر پھر بھی اصلاح کے لئے کافی گنجائش موجود ہے۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں۔ کہ اکابرین قوم کی نظروں سے پوشیدہ ہو۔ یا انہیں اس کا احساس نہ ہو۔ گذشتہ سے گذشتہ سال حضرت امیر ایدہ اللہ نے ایک سلسلہ مضامین "پیغام صلح" میں لکھا تھا۔ جسکا عنوان تھا "احباب سلسلہ سے چند باتیں" اس کے مختلف نمبروں میں آپ نے بعض اہم ضروریات قومی کی طرف احباب کرام کو توجہ دلائی تھی۔ اور ایک ایک بات پر جو ہماری قوم کی ترقی اور تنظیم کے لئے روح حیات کا حکم رکھتی ہے مفصل بحث کی تھی۔ وہ تمام مضامین ایک ٹریکٹ کی صورت میں بھی شائع ہو چکے ہیں۔ اور غالباً ہر ایک احمدی کے ہاتھوں میں پہنچ چکے ہونگے۔ لیکن ان پر عمل کہاں تک ہوا۔ یہ اللہ تعالےٰ ہی کو معلوم ہے مضامین نہایت دلچسپی سے پڑھے جانے کے باوجود طاق نسیاں پر رکھ دیئے جاتے ہیں۔ اور ان کو عملی جامہ پہنانے کی نوبت شاید بالکل نہیں آتی۔ علاوہ ازیں عام طبائع سے یہ امید کرنا بھی بے سود ہے۔ کہ وہ محض مضامین پڑھکر ہی آپ انتظامی معاملات میں قدم اٹھائیں۔ اس کے لئے ضرورت ہے کہ خود اکابرین قوم (اور اس میں تمام بیرونی جماعتوں کے سرکردہ اصحاب شامل ہیں) کوئی عملی تدابیر اختیار کریں۔ اور قوم کو ایک منظم حالت میں لانے کے لئے زبردست کوشش اور جد وجہد سے کام لیں۔

ہمارے لئے یہ بیشک خوشی کا مقام ہے۔ کہ ہماری قوم نے اسلام کی ایسی ایسی عظیم الشان خدمات سرانجام دی ہیں۔ جو بڑی بڑی اسلامی سلطنتوں سے بھی انجام نہیں پا سکیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی سب سے زیادہ خوشی ہمیں اس بات پر ہونی چاہیئے۔ کہ جس پاک دین کو لے کر مختلف اکناف عالم میں ہم بھاگے ہوئے جارہے ہیں۔ اس کا اصلی فوٹو اور صحیح تصویر اگر قرآن کریم کے اندر لفظوں کی صورت میں پائی جاتی ہے۔ تو ہماری تمام قوم اور اس کا ایک ایک فرد جسمانی رنگ میں اس کا عملی نمونہ پیش کرتا ہے۔ یہی وہ چیز ہے۔ جو حضرت مسیح موعود ہم میں پیدا کرنا چاہتے تھے۔ اور ان لوگوں کو جنہیں آپ کے فیض صحبت سے مستفیض ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ فی الواقعہ آپ نے اسلام کا مجسم مجسمہ بنا دیا جس کا اعتراف بڑے بڑے اشد مخالفین کو بھی کرنا پڑا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے زمانہ میں شدید مخالفت کے باوجود جماعت کا نظم ونسق خود بخود ایسی حالت اختیار کرچکا تھا۔ جو دوسرے مسلمانوں کے لئے قابل رشک تھی۔ اس وقت تنخواہ دار مبلغین کی بھی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ مجدد وقت کے انفاس قدسیہ نے جماعت کے تمام افراد کو ہر جگہ خود بخود مبلغ بنا دیا تھا۔ لیکن آج حالات بدل چکے ہیں۔ مجدد وقت کے تربیت یافتہ اصحاب ایک ایک کرکے ہم میں سے اٹھتے چلے جارہے ہیں۔ اور بہت سے نئے احباب جماعت میں داخل ہو چکے ہیں۔ جن کی تربیت اور تنظیم صرف چند دن ہی کے لئے نہیں بلکہ ان کو اسلام کا سچا نمونہ بنانے کے لئے بھی ضروری ہے۔ اور یہ ان چند برگزیدہ اصحاب کا کام ہے۔ جنہوں نے مسیح موعودؑ کے فیضان صحبت سے حصہ لیا ہے۔

"لاہور کے پاک ممبروں" نے جس مستعدی اور جانفشانی کے ساتھ جماعت کے ایک حصہ کو اس غلط راہ پر جانے سے بچایا جسکی طرف جناب میاں محمود احمد صاحب انہیں لے جانا چاہتے تھے۔ وہ انہی کا کام تھا۔ اس نازک موقعہ پر جب جماعت کو پیر پرستی اور عقائد باطلہ کے خطرناک گڑھے کی طرف دھکیلا جارہا تھا۔ ان لوگوں نے جو مسیح موعودؑ کی آواز کو اپنے کانوں سے سن چکے تھے۔ اور اس کی وصیت اور مذہب سے خوب آشنا تھے۔ جماعت کو غلط رستہ سے بچانے میں اپنی پوری ہمت سے کام لیا۔ اور شدید مشکلات کے باوجود صرف گیارہ سال کے عرصہ میں اس تھوڑی سی جماعت سے وہ وہ کام لئے ہیں۔ جن سے آج بڑی بڑی قومیں عاجز اور درماندہ ہیں۔ بہت ہی ناشکر گذاری ہوگی۔ اگر ان لوگوں کی قربانیوں اور جد وجہد کو ناقابل التفات سمجھا جائے۔ انہوں نے ایک گمراہی سے قوم کو بچایا اور حضرت مسیح موعودؑ کے مشن کو صحیح اور اصلی رنگ میں پورا کیا۔ اس لئے یہ کہنا بے جا نہیں۔ کہ جماعت کی تنظیم بھی انہی لوگوں کی جد وجہد پر منحصر ہے۔ لیکن نہ اس قسم کی جد وجہد جیسی اس وقت دفتری طریق پر انجمن کے ذریعہ سے ہو رہی ہے۔ بلکہ اپنے ذاتی اثر اور رسوخ سے کام لے کر اور تمام شہروں میں جہاں جہاں جماعتیں اور افراد سلسلہ موجود ہیں وہاں خود جاکر ان کی جماعتی اور انفرادی کمزوریوں کا سدباب کرنا ضروری ہے۔ ہمارے ان بزرگوں کو وقتاً فوقتاً خود باہر نکلنا چاہیئے تاکہ جماعت کے حالات کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور ضروری اصلاحات عمل میں لاسکیں نہ صرف ان مقامات پر جہاں بڑی بڑی جماعتیں پائی جاتی ہیں۔ بلکہ ایسی جگہوں پر بھی جہاں ہمارے احباب کی تعداد بہت ہی کم ہے۔ اور جو ریلوے اسٹیشنوں سے فاصلہ پر واقعہ ہیں۔ ہمارے ان بزرگوں کو وقتاً فوقتاً پہنچنا چاہیئے۔ تاکہ ان کی [illegible]

اور للّٰہیت کا اثر قوم کے ہر فرد کے دل میں تازہ ہوتا رہے۔ اور اخوت ومحبت کے جذبات زیادہ استوار ہوں۔ اس سے نہ صرف یہی ہوگا۔ کہ قوم میں ایک نئی روح اور نیا جوش پیدا ہو جائیگا بلکہ جہاں جہاں ان بزرگوں کا قدم پہنچیگا۔ بہت سے نئے احباب ان کے ذریعہ سے سلسلہ میں داخل ہونگے۔ اس طرح سے جماعت زیادہ مضبوط اور مستحکم ہوتی جائے گی۔ ہر مقام پر جہاں وہ پہنچینگے ان کے وعظ اور تقاریر ہونگے۔ سلسلہ کی حقانیت اور خوبیاں کو واضح کرنے کا موقعہ ملے گا۔ غیر مذاہب کے ساتھ گفتگوئیں اور مناظرے ہونگے۔ یا کم از کم اسلام کی پاک تصویر ان کے سامنے رکھی جا سکے گی۔ اور ایک پنتھ دو کاج تنظیم کے ساتھ ساتھ تبلیغ کا فرض بھی باحسن وجوہ سرانجام پائیگا۔ اس غرض کو پورا کرنے کے لئے میرے خیال میں بزرگان قوم کے ایسے وفد بننے ضروری ہیں جو خواہ ایک ایک دو دو احباب پر مشتمل ہوں۔ لیکن ان کا نظم اور دورہ اس طریق پر ہو۔ کہ کوئی مقام یا کوئی ضلع چھ ماہ سے زیادہ عرصہ تک کسی ایسے وفد سے خالی نہ رہے۔ (باقی آئندہ)

سیلون کی مسلم آبادی

۱۹۲۱ء کی مردم شماری کے مطابق مسلمانان سیلون کی کل تعداد ۲۵۳۲۰۲ ہے جو کل آبادی کا ۶ء۷ حصہ ہے

اسلامی آبادی کی حالت بالعموم اچھی ہے سوائے دور دراز دیہات کے باشندوں کے کہیں کہیں زراعت پیشہ ہیں۔ عام طور پر مختلف قسم کے پیشہ ور ہیں۔ سیلونی مو پیشہ ور کے متعلق بطور ضرب المثل کہا جاتا ہے کہ کوے کی طرح ہر جگہ موجود ہوتا ہے۔

سیلون کے مسلمانوں میں بھی بیداری کی لہر چل پڑی ہے جب سے جدید اصلاحات رائج ہوئی ہیں جزیرے کے مختلف حصوں میں بہت سی انجمنیں قائم ہوگئی ہیں۔

کولمبو میں کچھ دنوں تین انجمنیں رہیں:۔

۱۔ **آل سیلون ملائے ایسوسئیشن**۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں میں باہم برادرانہ تعلقات بڑھائے جاویں اور ترقی کے خیالات کو جو اسلام کے مطابق ہوں رواج دیا جائے دوم یہ کہ قومی مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے جد وجہد کی جائے سوم یہ کہ قوم کی تمدنی اور دماغی بہبود کے لئے کوشش کی جائے۔

۲۔ **سیلون احمدیہ ایسوسئیشن** اس کا مقصد یہ ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی اصلاحی تحریک کا چرچا کریں۔ اس کا اپنا ایک رسالہ The Message انگریزی اور تامل میں نکلتا ہے۔

۳۔ **دی سیلون حمایت الجعفریہ ایسوسئیشن**۔

تعلیم یافتہ حصہ کا تناسب ۴۸ و ۶ ہے نسوانی تعلیم میں سے [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح
لاہور

جلد ۱۳ - ۹ ربیع الثانی ۱۳۴۴ھ نمبر ۱

احمدیت کس کا نام ہے؟

سلسلہ احمدیہ کے متعلق تمام غلط فہمیوں کو دور کرنے اور اس کا صحیح منشا و مقصد واضح کرنے کے لئے حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ نے ایک مقالہ بزبان انگریزی سپرد قلم فرمایا ہے۔ جو "لائٹ" مورخہ ۱۶ اکتوبر کے ساتھ بطور ضمیمہ شائع ہوا ہے۔ اس کا لب لباب جو رسالہ کے ساتھ بطور دیباچہ شامل ہے۔ ناظرین "پیغام صلح" کے لئے خالی از فائدہ نہ ہوگا:-

۱ - احمدیت ایک **متحد اسلام** کا نام ہے جس میں کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

۲- احمدیت ایک **وسیع القلب اسلام** کا نام ہے جو تمام مذاہب کو آسمانی سرچشمہ سے سمجھتا ہے۔

۳- احمدیت ایک **مکمل اسلام** کا نام ہے جو تمام نامکمل خیالات مذہب کی جگہ لے کر رہے گا۔

۴- احمدیت ایک **آسان قرآن** کا نام ہے جو ہر ایک شخص خود سمجھ سکتا ہے۔

۵- احمدیت ایک **مکمل قرآن** کا نام ہے جس کی کوئی آیت نہ منسوخ ہوئی ہے نہ ہوگی۔

۶- احمدیت ایک **طاقتور قرآن** کا نام ہے جس کی روحانی طاقت یقیناً جہان کو فتح کرے گی اور جسکو ایسی روحانی فتح کے لئے نہ کبھی تلوار کی ضرورت ہوئی نہ ہوگی۔

۷- احمدیت **اختتام نبوت بہ محمد** کا نام ہے جس کے رو سے کوئی اور نبی نہیں آسکتا نہ نیا نہ پرانا۔

۸- احمدیت **تکمیل نبوت محمدیہ** کا نام ہے جس کے رو سے آپ کے شاگرد انبیاء ماسبق کے شاگردوں کی نسبت بڑھ کر روحانی فیوض کے وارث ہو سکتے ہیں۔

۹- احمدیت ان تمام برائیوں کی **مکمل اصلاح** کا نام ہے جو مسلمانوں میں پیدا ہو گئی ہیں جس میں ملاگیری اور **ملاپن کی اصلاح** بھی شامل ہے

۱۰- احمدیت ان تمام حملوں کے بالمقابل جو اسلام پر کئے جاتے ہیں **مدافعت** کا نام ہے اور ان تمام غلط فہمیوں کے جو اسلام کے متعلق مروج ہیں **ازالہ** کا نام

۱۱- احمدیت تمام روئے زمین پر **اشاعت اسلام** کا نام ہے بالخصوص عیسائی ممالک میں۔ نیز تمام دنیا میں **علوم قرآن** کے پھیلانے کا نام۔

ابھی چند ہی دن ہوئے ہیں کہ یہ رسالہ اخبار "لائٹ" کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ لیکن خدا کے فضل سے بہت سی سعید روحیں ہیں جو اس سے مستفید ہو گئی ہیں۔ مختلف مقامات سے خطوط آتے ہیں کہ اگر احمدیت یہی ہے تو ہم احمدی ہیں۔ یہی اسلام کا صحیح نقشہ ہے جو قلوب کو تسخیر کر سکتا ہے۔ اس زمانے میں جبکہ ہمارے علماء سوء کو بدنو اسلام کی اس قدر گھناؤنی تصویر دنیا کے سامنے ہے ضرورت ہے۔ کہ اس دلکش خط و خال کی غیر مسلم دنیا کے علاوہ خود مسلم دنیا میں ایک نہایت کثیر تعداد میں اشاعت کی جائے کیونکہ خود مسلمان اسلام سے اسی قدر دور پڑے ہیں جس قدر غیر مسلم۔

حق و صداقت میں عجیب طاقت ہے کہا جاتا ہے کہ تلوار کے بغیر صداقت و غلبہ کا خیال ایک وہم ہے ہم پوچھتے ہیں وہ کونسی تلوار ہے جس نے ان خیالات کے سامنے چند ہی یوم میں گردنیں جھکا دیں۔ سچ یہ ہے کہ فولاد کی تلوار سچائی کی تلوار کے بالمقابل گو ایک عارضی چمک دمک دکھلائے مگر بالآخر فتح سچائی کی تلوار ہی کی ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کی کاٹ گوشت و پوست کی کاٹ نہیں بلکہ قلوب کی کاٹ ہے جس کا اثر کوئی دنیاوی طاقت زائل نہیں کر سکتی۔ ہم پوچھتے ہیں وہ سچائی ہی کیسی جس میں کوئی کشش نہ ہو۔ کبھی کوئی حسین ایسا بھی دنیا میں ہوا جو تلوار کی دھار سے اپنے عاشق بنائے۔ حسن تو وہی ہے جو خود قلوب کو تسخیر کرے اور ہم ببانگ دہل کہتے ہیں کہ اسلام سے بڑھ کر کوئی حسن نہیں۔

لیکن اگر بدقسمتی ہے تو یہ نہیں کہ اسلام کے ہاتھ میں تلوار نہیں بدقسمتی تو یہ ہے کہ جو اسلام ہمارے ملا لوگ لئے پھرتے ہیں وہ بجائے ایک خوش شکل پری کے ایک کریہہ المنظر ڈائن ہے جس پر ممکن ہے کہ دیوبند کے دیووں کا دل آئے تو آئے ورنہ کوئی انسان اسے ایک آنکھ دیکھنے کا روادار نہیں۔ وہ خوبصورت اور دلکش چہرہ اگر آج کہیں نظر آتا ہے تو بلا مبالغہ صرف ایک جگہ۔ یعنی احمدیت میں۔ اگر آپ اس سے بھی مختصر الفاظ میں پوچھیں کہ احمدیت کیا ہے؟ تو ہم کہینگے کہ ان بیشمار چڑیلوں کے بالمقابل جو ملانوں نے اسلام کے نام سے تراش رکھے ہیں احمدیت ایک پرجمال اسلامی پری ہے جو اپنے ابتدائی رنگ و روپ میں جلوہ گر ہوئی ہے۔

"بدتمیز عورتیں"!

چند ہفتے کی بات ہے شملہ میں بعض ہندوستانی عورتوں نے پنڈت موتی لال نہرو کو ایک ظریفانہ ایڈریس پیش کیا جس میں پنڈت جی کے موچھوں کا جو بدقسمتی سے یا خوش قسمتی سے صفاچٹ تھیں رونا رویا تھا۔ یہ ہندوستانی عورتیں تقریباً سب کی سب ہندو تھیں۔ معاصر "مسلم آوٹ لک" نے اپنے مندرجہ عنوان مقالہ افتتاحیہ میں درشتی کے ساتھ اس کا نوٹس لیا۔ اور بتایا کہ ہماری مشرقی تہذیب کے یہ سراسر خلاف ہے کہ ہماری عورتیں حیا کے حدود سے اسقدر تجاوز کریں کہ مردوں کے اوپر کے ہونٹ کو بہ سر مجلس زیر بحث لائیں۔ قابل ایڈیٹر نے بتایا کہ یہ مغرب کی کورانہ تقلید ہے۔ اور خود مغربی ممالک میں بھی شریف عورتیں غیر مردوں کے ساتھ بیباکانہ آزادی نہیں برتتیں۔ یہ صرف آوارہ عورتوں کے طور اطوار ہیں۔ اور بدقسمتی سے ہندو عورتیں مغربی تہذیب کے اس بُرے پہلو کو لے رہی ہیں اسی سلسلہ میں معاصر موصوف نے اسلامی پردہ کی خوبیاں ذہن نشین کرانے کی کوشش کی اور مغربی آوارہ گرد عورتوں کی حالت سے عبرت دلائی۔

بات تو معمولی تھی مگر خدا جانے کونسے ہاتھ پس پردہ کام کر رہے تھے۔ اس سے بعض حلقوں میں ہل چل کچھ خلاف توقع پیدا ہوئی۔ یہاں تک کہ خود ہز ایکسلنسی لیڈی ہیلی زوجہ گورنر پنجاب جو پردہ کلب کی پریذیڈنٹ ہیں میدان بحث مباحثہ میں اُتر آئیں۔ لیڈی صاحبہ نے "آوٹ لک" کے مضمون کو تمام مغربی اور مشرقی عورتوں کی جو پردہ سے باہر ہیں سخت ہتک سمجھا اور مطالبہ کیا کہ جب تک پردہ کلب کی وہ ممبر جو پردہ دار ہیں یا ان کے خاوند اس مضمون کے خلاف صدائے احتجاج بلند نہ کریں غیر پردہ دار عورتیں اُن کے ساتھ میل جول بند کر دینگی۔ کیونکہ جب تک ایسا اعلان ان کی طرف سے نہ ہو جائے یہی سمجھا جائے گا کہ یہ پردہ دار خواتین خود اور ان کے خاوند بھی ایڈیٹر "آوٹ لک" کے ہمخیال ہیں اور غیر پردہ دار عورتوں کے اخلاق کے متعلق ویسی ہی بُری رائے رکھتے ہیں۔ اس لئے ان خیالات کے ساتھ غیر پردہ دار عورتیں پردہ دار عورتوں کے ساتھ ایک ہی کلب میں رہنا گوارا نہیں کر سکتیں۔ میاں سر فضل حسین اور آنریبل شیخ عبدالقادر وزیر تعلیم پنجاب سے بالخصوص مطالبہ کیا گیا کہ وہ اس اخبار کے مذکورہ ایڈیٹوریل سے اظہار نفرت کریں کیونکہ وہ مسلمانوں کے لیڈر ہیں اور ان کی بیویاں پردہ کلب کی ممبر ہیں

ہمیں تعجب ہے کہ معاملہ کو اسقدر طول دیا گیا معلوم ہوتا ہے یہ کوئی سیاسی چال ہے جو ہندوؤں کی سازش کا نتیجہ ہے۔ ہندو ایک مدت سے گورنمنٹ پنجاب میں مسلمانوں کے اقتدار کو دیکھ نہیں سکتے اور شاید لیڈی ہیلی کو ایک آلہ کار بنا کر مسلمانوں کے اس اثر کو زائل کرنے کا یہ منصوبہ ہو۔ بہرحال جو کچھ بھی ہو ہم مسٹر الیسن ایڈیٹر "آوٹ لک" کی اخلاقی جرأت کی داد دیتے ہیں کہ مغربی تہذیب کے ایک بدترین پہلو کے خطرہ سے ہندوستانی عورتوں کو متنبہ کیا۔ اہل مغرب خود اب اس بدلگامی سے جو وہاں کی عورتیں اختیار کر چکی ہیں دق آئے ہیں مگر خود کردہ را چہ علاج اب بات اُن کے قابو کی نہیں رہی۔ صحیح اسلامی پردہ ان تمام خرابیوں کا جو مغربی تمدن کے دامن پر بدترین دھبا ہیں ایک ہی علاج ہے۔ مسٹر الیسن نے یہ ... یقیناً مسلمانوں کے خیالات و جذبات کی صحیح ترجمانی کی ہے۔

خط وکتابت کرتے وقت چِٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے۔

(مینجر)

مسائل اختلافیہ کے حل کی تجویز

معاصر "بلاغ" امرتسر میں کچھ عرصہ سے یہ اعلان ہو رہا ہے کہ ختم نبوت پر ایک سلسلہ مضامین اس کی طرف سے شروع کیا جائے گا جو مختلف اسلامی فرقوں کے ذی علم اصحاب کی جولانئ طبع کا نتیجہ ہونگے اور ایک کمیٹی ان کے متعلق یہ فیصلہ کریگی کہ ان میں سے کونسا مضمون دلائل کے لحاظ سے سب سے فائق ہے۔ جن صاحب کے حق میں یہ فیصلہ ہو۔ انہیں ایک اشرفی بطور انعام نذر کی جائیگی۔

معاصر موصوف اور اس کے فاضل محرک خواجہ عباد اللہ صاحب اختر کا منشا اس تحریک سے صرف یہ ہے کہ اس ذریعہ سے ان اختلافات کا فیصلہ کیا جائے جو ختم نبوت کے متعلق امت مرحومہ کے مختلف فرقوں میں پائے جاتے ہیں۔ اس اصل غرض کو پیش نظر رکھکر بلاغ کے تازہ پرچہ میں ایک صاحب نے یہ لکھا ہے۔ کہ نہ صرف ختم نبوت بلکہ جملہ اسلامی مسائل کے فیصلہ کے لئے ایک مذہبی کانفرنس منعقد کی جائے۔ جس میں ایک ایک اختلافی مسئلہ پر مختلف فرقوں کے نمایندے اپنے اپنے خیالات تحریری پرچوں کی صورت میں داخل کریں۔ اور ایک ایسی کمیٹی بنائی جائے جو مضامین کی جانچ پڑتال کرکے یہ فیصلہ کرے۔ کہ کونسا مضمون اعلیٰ ہے۔ اور پھر اس کو شائع کرکے تین مہینے کی مہلت اس کے جواب کے لئے دی جائے۔ اگر کوئی جواب نہ ملے۔ تو مضمون لکھنے والے کو دس ہزار روپیہ انعام دیا جائے اور اگر جواب مل جائے۔ تو وہ انعام جواب دینے والے کی نذر کیا جائے۔ لیکن یہ نہیں بتایا کہ اس جواب کی صحت کا کیا معیار ہوگا۔ اور اس کے جواب الجواب کا بھی موقعہ دیا جائے گا یا نہیں۔ اگر ایسا موقعہ نہیں دیا جائے گا۔ تو اس کی وجہ کیا ہے اور اگر دیا جائیگا تو اس سلسلہ کی انتہا کہاں اور کیونکر ہوگی؟

اتحاد کی حقیقی راہ

ہمارے نزدیک مسلمانوں کے اختلافات کو مٹانے کے لئے اس قسم کی تجاویز ہرگز سودمند نہیں ہو سکیں۔ کون شخص یہ ذمہ داری لے سکتا ہے۔ کہ اس ایک مضمون پر جسکو چند اصحاب کی کمیٹی انعامی قرار دے۔ کل مسلمانوں کا اتحاد ہو جائیگا۔ بلکہ اس کے خلاف جو مضامین قابل انعام نہ سمجھے جائینگے۔ ان کے لکھنے والوں کو اس سے ایک گونہ رنج اور اراکین کمیٹی کے متعلق طرح طرح کے گمان پیدا ہونگے۔ اور یہ امر تفرقہ کو اور بھی ترقی دینے کا موجب ہوگا۔

مسلمانوں کے اندر سے اختلاف کو مٹانے کی اگر کوئی صورت ممکن ہے۔ تو وہ صرف یہ ہے۔ کہ سب سے پہلے ان کو وسیع حوصلہ اور فراخدل بنانے کی کوشش کی جائے ان کے اندر ایسی رواداری پیدا کی جائے۔ جس سے وہ اپنے خاص معتقدات کے خلاف دوسروں کے خیالات کو تحمل اور برداشت کے ساتھ سن سکیں اور ٹھنڈے دل کے ساتھ ان پر غور و فکر کریں اور سب سے بڑھکر یہ کہ مسائل کے اختلاف پر ایک دوسرے کو کافر کہنا چھوڑ دیں۔ جب تک یہ آخری بات مسلمانوں میں پیدا نہ ہوگی۔ جب تک ان کے علماء کو اس بات پر آمادہ نہ کیا جائے گا۔ کہ جو لوگ اپنے آپ کو مسلمان کہتے اور کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں ان کو کافر نہ کہیں۔ اس وقت تک نہ کوئی تفرقہ اور اختلاف دور ہو سکتا ہے۔ اور نہ انعامی مضامین کسی کام آسکتے ہیں۔ اس لئے انعام کے سوال کو چھوڑ کر سب سے پہلے مسلمانوں میں وسعت خیالی پیدا کرنے کے لئے مضامین لکھے جانے چاہئیں۔ اور خاص اسی غرض سے کانفرنسیں بھی منعقد ہونی چاہئیں۔ اور ان ذرایعہ پر غور کرنا چاہیئے جن سے یہ مقصد حاصل ہو سکے۔ اس کے بعد اختلافی مسائل کو بھی ایک ایک کرکے لیا جاسکتا اور انعام کے خیال کو یکطرف کرکے مضامین لکھوائے جا سکتے ہیں۔ ان کی فوقیت و عدم فوقیت کا فیصلہ کسی خاص کمیٹی کے سپرد کرنے کے بجائے پڑھنے والوں کی عقل و ضمیر پر چھوڑا جا سکتا ہے۔ لیکن کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ ایسے مضامین کو کثرت کے ساتھ چھپوا کر ہر مسلمان کے ہاتھوں میں پہنچایا جائے۔ اُمید ہے کہ ہمارا لائق ہمعصر ان خیالات پر سنجیدگی اور ٹھنڈے دل سے غور کریگا۔

سماجی توحید اور اسلام

"آریہ گزٹ" کا ایک نامہ نگار راوی ہے۔ کہ امرتسر میں آریہ سماج کی طرف سے ایک لیکچر اسلامی توحید پر ہوا۔ جس میں

"فاضل مقرر نے زبردست دلائل سے ثابت کیا کہ اسلام کی توحید نامکمل اور ادھوری ہے"

"وہ زبردست دلائل" کونسے تھے۔ نامہ نگار نے صرف اس قدر لکھا ہے کہ

"اپنے دعوے کے ثبوت میں مولانا روم کی مثنوی کے اشعار اور قرآن کی آیات کو پیش کیا"

لیکن آگے چلکر ایک بحث بھی لکھی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سماجی لیکچرار کا زیادہ تر زور اس بات پر تھا۔ کہ

"اسلام کا خدا ساتویں آسمان پر چڑھ جاتا ہے۔ اور اس کو آٹھ فرشتے اُٹھائے ہوئے ہیں"

ہم نہیں سمجھتے اس اعتراض کو توحید الٰہی کے مضمون سے کیا تعلق ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ سماجی لیکچراروں کے دماغ اسلام کی مخالفت میں اسقدر کند ہو چکے ہیں۔ کہ دعوے اور دلائل کی مطابقت کو بھی سمجھنے سے قاصر ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے۔ کہ سماجی توحید کے نقائص سے ان کی آنکھیں ہمیشہ بند رہتی ہیں۔ ورنہ جس مذہب میں خدا تعالےٰ کو روح و مادہ جیسی چیزوں کا قدم قدم پر اسقدر محتاج سمجھا جاتا ہے کہ ان کی امداد کے بغیر نہ اس کی خدائی چل سکتی ہے۔ اور نہ یہ کارخانہ عالم کسی طرح برقائم رکھنے کی اسے طاقت و قدرت حاصل ہے۔ اس کے نام لیوے کس منہ سے اسلامی توحید پر نکتہ چینی کر سکتے ہیں۔

حمل عرش سے مراد

سماجی نکتہ چینیوں کی نظر ہمیشہ قرآن کریم کے ظاہر الفاظ پر ہوتی ہے۔ اور ۔ ۔ زبان عربی سے بالکل کورے ہونے کے باعث قدم قدم پر ایسی ٹھوکریں کھاتے ہیں جو ان کی جہالت کا ایک کھلا ثبوت ہیں عام معاملات میں خدا تعالےٰ کے متعلق وہی الفاظ استعمال ہوتے ہیں جو انسانوں کے متعلق۔ وہ سنتا بھی اور دیکھتا بھی لیکن ہمارے اور اس کے سننے اور دیکھنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے ایسا ہی وہ عرش بھی رکھتا ہے۔ لیکن اس کے عرش سے وہ مراد نہیں ہو سکتی۔ جو ایک بادشاہ کے تخت سے مراد ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ خود بخود قائم ہے اور کسی دوسری چیز کی اسے احتیاج نہیں کہ اسے اٹھائے رکھے۔ وہ لامحدود اور جسم سے پاک ہے۔ اس لئے اسے کسی تخت کی ضرورت نہیں۔ اس کے عرش سے مراد بقول امام راغب اس کی قدرت اور علم و مرتبہ ہے۔ اور آٹھ اُٹھانے والوں سے مراد آٹھ صفات الٰہی ہیں۔ جن پر اس دنیا اور آخرت میں نظام عالم کا انحصار ہے اور ہوگا۔ یعنی ربوبیت۔ رحمانیت۔ رحیمیت اور مالکیت۔ اس دنیا میں یہ چار صفات اس کی قدرت کو قایم رکھے ہوئے ہیں۔ اور آخرت میں چونکہ ایک نئی زندگی ہوگی۔ اس لئے ان چار صفات کا بھی نیا رنگ وہاں ظاہر ہوگا۔ اس طرح سے یہ آٹھ بن گئیں۔

لیکن سماجی نکتہ چینیوں کو اس سے غرض نہیں۔ کہ مسلمان قرآن کی کسی آیت کے کیا معنے کرتے ہیں۔ ان کو چونکہ اعتراض کرنا ہے۔ اس لئے ایک غیر مسلم بات کو اٹھا کر بطور حجت پیش کر دیتے ہیں۔ بار بار مفسروں کا ذکر کرکے وہ مسلمانوں کو ڈرانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ ویدک منتروں کی شرح میں ایک بھی پرانے مفسر کا نام لیا جائے۔ تو لاتسلم کہکر اسے اڑا دیتے ہیں۔ کیا کوئی حق پسند انسان اس متضاد طریق عمل کو پسندیدہ اور حق پرستی پر مبنی قرار دے سکتا ہے۔؟

وید کے متعلق اہل وید کی آراء

(۱) ستو۔ رگوید کے دیوتا دیو ہیں۔ یجروید کے ۔ ۔ ۔ (انسان) سام وید کے دیوتا پتر ہیں۔ (ارواح بزرگان) اس لئے سام وید کا کلام ناپاک ہے۔ منوسمرتی ۔ ۔ ۔

۲۔ کرشن۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کرشن جی گیتا کے پاٹھ سے جسقدر خوش ہوتے ہیں۔ ویسا وید کے پڑھنے۔ دان ۔ یگ برتنا

وغیرہ کے کرنے سے خوش نہیں ہوتے۔ گیتا ۱ ۔ ۔ ۔ شلوک ۴۸

۳۔ یہ سب (یان یوگ مذکورہ بالا درگیتا) کامل طور پر سمجھنے پر وید۔ یگ۔ تپ اور دان سے جو پن پھل کا حصول کیا جاتا ہے اس سے بہت بلند اور اعلےٰ درجہ کو یوگی حاصل کرتا ہے گیتا ۸/۲۸

۴۔ دو قسم کی ودیا قابل تحصیل ہیں کہ جیساکہ علم الٰہی کے جاننے والے بیان کرتے ہیں پرا اور اپرا (اعلےٰ اور ادنےٰ) ان میں سے اپرا یعنی ادنےٰ ہے۔ رگوید۔ یجروید۔ سام وید۔ اتھرو وید۔ علم الخیال۔ علم صرف نحو۔ علم لغات۔ علم عروض اور علم نجوم وغیرہ۔ اور پرا (اعلےٰ) وہ ہے کہ جس سے وہ غیر فانی وجود پہچانا جاتا ہے۔ منڈک اپنشد ۱/۵

۵۔ راجہ رام موہن رائے۔

ویدوں کی تعلیم جو خلاف اپنشد ہے وہ غیر معقول ہے

ترجمہ انگریزی کین اپنشد ص ۔

۶۔ کبیر۔ وید بھروسے باندھے ڈوب مرہ۔ ترجمہ۔ وید کے بھروسہ پنڈت ڈوب کر مرتے ہیں۔

۷۔ نانک گرو۔ ویدیا سنسار کی کار پڑھ پڑھ پنڈت کرکے ویچار وار سوہی مکہ پہلا۔

ترجمہ۔ وید پڑھنا دنیوی لوگوں کا کام ہے پنڈت پڑھ پڑھ کر وچار کرتے رہتے ہیں۔ ایضاً۔ سا ۔ ۔ ۔ وید کے کھرڑ بھائی کرم کر دھو سنساری۔ پاکھنڈ میل نہ چوکئی بھائی انتر میل وکاری

ترجمہ۔ چھ شاستروں اور چاروں ویدوں کو کھڑے بک رہے ہو ارے بھائی۔ یہ دنیا دار کے کام کرتے ہو۔ اس سے فریب بازی کی میل دور نہیں ہوتی۔ بلکہ باطن میں زیادہ ناپاکی و گنہگاری بڑھتی ہے۔

۹۔ گاندھی جی۔ اگرچہ وہ (دیانند) توحید پرست تھا لیکن اس نے بت پرستی کی نہایت لطیف تحریک جاری کر دی ہے۔ یہ اس لئے کہ وہ ویدوں کے الفاظ کو الہامی مانتا تھا۔ اور کوشش کرتا تھا کہ جو کچھ ماہرین سائنس کو معلوم ہوا ہے۔ اس کا وجود ویدوں میں ثابت کرے۔ (ریاست جلد ۶ ۔ ۔ ۔ ۱۹)

ملا اور پیر انگورا کی نظر میں!

"مسلمان" کا نامہ نگار قسطنطنیہ اس امر کو بنظر استحسان دیکھتا ہے کہ حکومت انگورا نے تمام تکیوں اور خانقاہوں کو قانوناً بند کر دیا۔ شیخ اور پیر لوگ ان مقامات کو حکومت کے خلاف سازشوں کی پخت و پز کے لئے استعمال کیا کرتے تھے۔ نیز نظام اصلاحات ملکی کے خلاف یہاں منصوبے ہوا کرتے تھے۔ شیخ اور پیر نے درحقیقت اپنے لئے خدا اور انسان کے درمیان شفیع کا منصب غصب کر رکھا تھا۔ اور اسلام جیسا سادہ مذہب تکیوں۔ خانقاہوں "زاویوں" اور "دائروں" جیسی بے معنی چیزوں سے بدنما کر دیا گیا تھا۔ مسجد کی جگہ ان غیر اسلامی بدعات نے لے رکھی تھی۔ انہی کی بدولت اسلام کے بے شمار فرقے اسلامی برادری کی جڑیں کھوکھلے کر رہے ہیں اور زمانۂ حال کے نام نہاد صوفی اس قدر گر چکے تھے کہ ایک کمزور بیل کی طرح غریب مسلمانوں کے پسینے کی کمائی پر اپنا نامردانہ گزر کیا کرتے تھے۔ اور ساتھ ہی مذہبی معاملات میں انہیں الو بنایا کرتے تھے۔ قبر پرستی۔ اولیا پرستی ایسی برائیاں ہیں جو اسلام جیسے خالص موحدانہ تعلیم پر دھبہ لگا رہے ہیں۔

بائیبل کی یادگار برکتیں

اس عنوان سے نور افشاں مورخہ ۲۴ اکتوبر میں ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ جس میں راقم مضمون نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ بائیبل کے ملک کنعان کی قید سے رہا ہونے سے پہلے دنیا کے ہر چہار اطراف میں مساوات کا نام بھی نہ تھا بائیبل نے مساوات سکھائی ہے۔ عورت کو مرد کے ہم مرتبہ خیال نہ کیا جاتا تھا۔ عورت کو مرتبہ بھی بائیبل نے دلوایا۔

ہم حیران ہیں کہ جس بائیبل میں یہ اب تک الفاظ موجود ہیں

(۱) عورت کے سبب گناہ دنیا میں آیا۔

(۲) جو عورت سے پیدا ہوا وہ نیک نہیں۔

(۳) ۔ ۔ ۔ ۔ عورت کو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کی روٹی کتوں کو دینی مناسب نہیں۔

(۴) والدہ ماجدہ ملنے آتی ہیں تو جواب ملتا ہے کہ یہ میرے باپ کی مرضی کے خلاف چلتی ہے۔

وہ بائیبل یہ دعویٰ کرے کہ مساوات اور عورت کے حقوق بائیبل نے دلوائے۔

عورت کی عزت قرآن کریم میں ہے جہاں عورت کو مرد کے پہلو بہ پہلو نیک اعمال کا اجر بتایا گیا ہے فرمایا۔ ان المسلمین والمسلمات والمؤمنین والمؤمنات۔ والقانتین والقانتات والصادقین والصادقات والصابرین والصابرات والخاشعین والخاشعات والصائمین والصائمات والحافظین فروجہم والحافظات والذاکرین اللہ کثیراً والذاکرات اعد اللہ لہم مغفرۃ و اجراً عظیماً۔

یعنی مسلمان مرد مسلمان عورتیں۔ فرمانبردار مرد فرمانبردار عورتیں۔ راست گو مرد راست گو عورتیں۔ صابر مرد صابر عورتیں خشوع کرنے والے مرد اور عورتیں۔ روزہ دار مرد اور عورتیں محصن مرد اور عورتیں۔ اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں اللہ نے ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم مقرر کر دیا ہے۔

ببیں تفاوت از کجاست تا بکجا

شری گورونانک دیو کا عقیدہ

شری گورو نانک دیو مہاراج نے بت پرستی کے خلاف آواز اٹھائی اور صرف وحدانیت کی تعلیم دی۔ آپ نے بتایا کہ خدا ایک ہے۔ مورتیوں کے ذریعہ اس کی عبادت گویا اس کی ذات و صفات۔ اور قدرت کی توہین ہے۔ اس طرح آپ نے ہندوؤں میں ایک نئے عقیدے اور ایک نئے فرقہ کی بنیاد ڈالی۔

ویدوں کا زمانہ

مسٹر تلک کی دو تصنیفات بہت مشہور ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام Orion "اورین" یا ویدوں کی قدامت کے متعلق تحقیقات ہے اور دوسری کا نام Arctic home in the Vedas یعنی ویدوں کی رو سے آریوں کا پہلا گھر قطب شمالی ہے۔ پہلی کتاب ۱۸۹۳ء میں شائع ہوئی تھی۔ اب ان کے دوسرے ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ پہلی کتاب میں مسٹر تلک نے ویدوں کا زمانہ سن عیسوی سے ساڑھے چھ ہزار سال پہلے کا قرار دیا ہے۔ دوسری کتاب میں انہوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ قدیم زمانہ میں ویدک رشی قطب شمالی کے برفانی علاقہ میں رہتے تھے۔ اس کتاب کے متعلق اخبار ٹیمیوں مورخہ ۲۹ اگست ۱۹۱۲ء میں جو ریویو شائع ہوا ہے اس میں مسٹر تلک کے نتیجہ کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

"ہماری تھیوری سے اب بہت واضح طور پر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگرچہ وید آرین نسل کی سب سے پرانی کتابیں ہیں۔ مگر ان میں ان کے جن دیوتاؤں کے پوجا یا ان کی جس تہذیب یا جن خصوصیتوں کا ذکر ہے اس کی ابتدا وید منتروں کو گانے والوں رشیوں سے نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ وہ تہذیب اور پرستش انہوں نے اپنے برفانی زمانہ کے بزرگوں سے حاصل کی تھی۔ اور آیندہ کی نسلوں کے فائدہ کے لئے انہوں نے اسے گیتوں کی شکل میں محفوظ کر دیا تھا۔ اور اگر کوئی شخص آریہ

دلچسپ سوالات و جوابات

(از قلم جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

ایک دوست کی طرف سے چند سوالات برائے جواب جناب سکرٹری صاحب کو موصول ہوئے تھے۔ مگر ان کے جوابات کا حکم میرے نام جاری کیا گیا ؎ قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند۔ ناچار اپنی بساط کے موافق عرض کرتا ہوں +

سوال (۱)

کیا جس وقت آنحضرت صلعم نے تعمیر کعبہ میں حصہ لیا کعبہ میں بُت رکھے تھے؟

الجواب

کعبہ کی غرض کعبہ کی تعمیر کی غرض ابتدا سے خدائے واحد کی عبادت رہی ہے۔ خود اللہ تعالے نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ ان اوّل بیت وضع للناس ببکۃ مبٰرکا وھدی للعٰلمین "لوگوں کے لئے ۔ ۔ ۔ ۔ سب سے پہلا گھر جو بنایا گیا یقیناً وہی ہے جو مکہ میں ہے برکت دیا گیا اور جہانوں کے لئے ہدایت ہے" کیسا صاف فرمایا کہ خدائے واحد کی عبادت کے لئے دنیا میں سب سے پہلا گھر جو تعمیر کیا گیا وہ کعبہ تھا اور اس کا تمام عالموں کے لئے ہدایت کا مرکز بننا مقدر تھا +

دوسری جگہ قرآن نے اسے مسجد حرام کے لقب سے یاد فرمایا ہے۔ یعنے یہ سب سے پہلی مسجد تھی جو خدائے واحد کی پرستش کے لئے بنی۔ خود حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل کو حکم ہوتا ہے کہ ان طھرا بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں۔ اعتکاف کرنے والوں اور رکوع سجود کرنے والے کے لئے پاک صاف کرو۔ چونکہ قریش حضرت ابراہیم کی نسل میں سے تھے اس لئے وہ اس گھر کے متولی چلے آتے تھے۔ قریش کا اثر تمام عرب پر تھا۔ اس لئے کل ملک عرب میں اس گھر کی عزت و احترام بدرجہ غایت تھی۔ طواف کعبہ اور حج حضرت ابراہیم کے وقت سے برابر ان کی نسل میں اور ان کی وساطت سے کل ملک عرب میں چلا آتا تھا۔ یہ عظیم الشان ابراہیمی عبادت جو محض خدائے واحد کے لئے ہی برابر ہر سال مکہ میں اپنی پوری شان و شوکت سے منائی جاتی تھی۔ البتہ امتداد زمانہ کی وجہ سے بعض بدعات اس میں مل گئیں تھیں مثلاً برہنہ طواف کرنا یا طواف کے وقت سیٹیاں اور تالیاں بجانا وغیرہ وغیرہ جنہیں رسول کریم صلعم نے دور کر کے صحیح شکل عبادت کی قایم کی اور وحی الٰہی کے ماتحت اس عبادت میں ایسی باتیں شامل کر دیں جن سے آئندہ کے لئے شرک و بدعات کا سد باب ہو گیا۔

پادریوں کا ایک اعتراض حج کے متعلق بعض پادریوں نے جو یہ لکھا ہے کہ محمد صاحب نے مشرکوں کی اس رسم کی اصلاح نہ کی اور اُن سے ڈر کر وہی کی وہی رہنے دی۔ یہ یا تو ان کی شرارت ہے یا جہالت ہے۔ یہ مشرکوں کی رسم نہ تھی بلکہ خود رئیس الموحدین حضرت ابراہیم کی مرکز توحید کے مقام پر ایک عاشقانہ رنگ میں عبادت الٰہی تھی جس کو دوبارہ آنحضرت صلعم نے اپنی صحیح اور مکمل شکل میں قایم کیا۔

کعبہ مشرکین کی نظر میں حج اور طواف کعبہ ہمیشہ خدا کے لئے ہوا۔ بتوں کے لئے نہیں ہوا یعنے مشرکین عرب بھی حج اور طواف کعبہ خدا کے لئے ہی کرتے تھے نہ کہ اپنے بتوں کے لئے۔ اور اس گھر کو خدا کا گھر ہی سمجھتے رہے نہ کہ بتوں کا۔ چنانچہ جب ابرہہ بادشاہ یمن نے کعبہ کو ہاتھیوں کے ذریعہ ڈھانا چاہا اور ایک بڑی فوج لیکر مکہ پر چڑھ آیا اور قریش شہر چھوڑ کر باہر نکل گئے۔ حضرت نبی کریم صلعم کے دادا عبد المطلب کے چند اونٹ ابرہہ کی فوج کے سپاہیوں نے پکڑ لئے جناب عبد المطلب ابرہہ کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ میرے اونٹ دلا دو۔ ابرہہ حیران ہو گیا۔ اس نے کہا کہ میں تو تمہارا کعبہ ڈھانے کے لئے آیا ہوں تم کو صرف اپنے اونٹوں کی پڑی ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں اونٹوں کا مالک ہوں۔ اس لئے مجھے اپنے اونٹوں کی فکر ہے۔ کعبہ خدا کا گھر ہے جس کا گھر ہے وہ آپ اپنے گھر کی فکر کریگا۔ یہ وہ جواب ہے جو جناب عبد المطلب نے دیا۔ جو صاف ظاہر کرتا ہے کہ کعبہ کو خدا کا گھر سمجھا جاتا تھا نہ کہ بتوں کا۔

کعبہ کی عزت بتوں کی بدولت نہ تھی قرآن کریم میں سورہ توبہ میں مشرکین عرب کے نام ایک اعلان شائع ہوتا ہے۔ اس میں یہ حکم دیا جاتا ہے۔ یا ایھا الذین اٰمنوا انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامھم ھٰذا۔ اے مومنو یقیناً مشرک لوگ گندے ہیں پس یہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے نزدیک نہ آئیں +

غور کرو یہ اعلان اس وقت کے بعد ہوتا ہے۔ جب مسجد حرام سے بتوں کو نکال کر پھینک دیا گیا۔ اور خانہ کعبہ کے اندر کسی بت کا کوئی نام و نشان باقی نہ رہا تھا۔ مگر مشرکین عرب پھر بھی حج کے لئے اسی طرح جمع ہوتے جس طرح پہلے جمع ہوتے تھے۔ آخر کار بذریعہ حکم ان کو روک دیا گیا۔ اور فرما دیا گیا کہ خیر اس سال تو آ گئے ہیں۔ آئندہ نہ آئیں۔ اب فرمائیے۔ اگر مشرکین عرب اپنے بتوں کے لئے کعبہ کا طواف کرنے اور حج کے واسطے جمع ہوتے تھے۔ تو اب تو وہاں کوئی بت نہ تھا۔ اب کیوں آئے۔ قرآن کا یہ اعلان حجت قطعی ہے کہ مشرکین عرب کا اجتماع کعبہ کے طواف اور حج کے لئے خدا کے لئے ہوا کرتا تھا نہ کہ اپنے بتوں کے لئے۔ یہ اور بات تھی کہ اس عبادت کے اندر آجکل کے مسلمانوں کی نمازوں کی طرح کوئی روح باقی نہ رہی تھی۔ اور وہ صرف رسمی طور پر بجا لاتے تھے۔ مگر دیکھنا تو یہ ہے کہ وہ کعبہ کو خدا کا گھر سمجھ کر آتے تھے یا بتوں کا۔ اس کے لئے جناب عبد المطلب کا قول اور قرآن کریم کا یہ اعلان دو فیصلہ کن گواہ ہیں۔ بت کعبے سے نکل گئے مگر مشرکین عرب اسی طرح حج اور طواف کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ اس سے بڑھکر روشن دلیل اور کیا ہو سکتی ہے؟ الغرض اس گھر کا احترام اہل عرب کے نزدیک بدرجہ غایت تھا۔ مگر

بت پرستی کے باوجود خدا پرستی یہ لوگ بت پرست بھی ہو چکے تھے اور انہوں نے خدا تک پہنچنے کے لئے بہت سے معبودان باطلہ بنا رکھے تھے چنانچہ خود قرآن نے ان کا قول لیقربونا الی اللہ زلفی نقل کر کے بتلایا ہے کہ خدا کا قرب حاصل کرنے کے لئے انہوں نے بہت سے فرضی معبود بنا رکھے تھے۔ جیسا کہ آجکل بعض مشرک مسلمان بھی اپنے پیروں فقیروں کو یہی مقام دیدیتے ہیں۔ انہوں نے اپنے معبودوں کا جو نقشہ خدا کے دربار میں اپنے ذہن میں جما رکھا تھا وہی نقشہ انہوں نے اپنے بتوں کو کعبہ میں رکھکر ظاہر میں بھی پورا کر دکھایا۔ یعنے ہر ایک قبیلے نے اپنا اپنا بت خدا کے اس مقدس گھر میں رکھا ہوا تھا۔ گویا ہر ایک قبیلہ کا معبود خدا کے گھر میں بطور وکیل موجود تھا۔ مگر خود کعبہ کو کبھی بھی ان بتوں کا گھر نہیں سمجھا گیا بلکہ اس کی مثال یوں سمجھو جس طرح ایک بادشاہ وقت کے دربار میں مختلف قوموں کے سردار موجود ہوں۔ ایسی صورت میں وہ محل شاہی بادشاہی محل ہی سمجھا جائیگا نہ کہ ان سرداروں کا +

ابرہہ کے واقعہ سے استدلال الغرض کعبہ ہمیشہ خدائے واحد کا گھر سمجھا گیا۔ بت پرست تو یہی اپنا یہ فخر سمجھتی تھیں کہ ان کے اپنے اپنے معبودوں کو اس مقدس گھر میں کوئی جگہ مل جائے جس سے ان کی عزت افزائی ہو۔ اور اسی سے کہ وہ خدا کا گھر تھا۔ خدا کی غیرت نے بھی جب ابرہہ اس گھر کو ڈھانے آیا تھا اپنی قدرت کا کرشمہ دکھایا اور اس کو مع اس کے کل لشکر کے ہلاک کر دیا۔ اور اس کو بڑے احسان کے رنگ میں قرآن کریم میں ذکر کیا۔ الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے ہاتھیوں والوں کے ساتھ کیا کیا۔ یہ خدا نے اپنے گھر کے لئے غیرت دکھائی تھی نہ کہ بتوں کے گھر کے لئے۔ اور یہی مشرکین عرب اور قریش سمجھتے تھے۔ ورنہ وہ تو آنحضرت صلعم کے خلاف اس دلیل کو پیش کر سکتے تھے۔ کہ دیکھو خود خدا بت پرستی کا حامی ہے۔ ہمارے بت خانہ کے لئے کیسی غیرت دکھائی۔ لیکن نہیں۔ اس دلیل کو قرآن کریم نے بڑے زور سے رب کعبہ کی توحید فی العبادت کی تائید میں پیش کیا۔ اور قریش کے پاس اس کا جواب نہ تھا۔ اور جواب اس لئے نہ تھا کہ وہ خود اس گھر کو خدا کا گھر مانتے تھے نہ کہ بتوں کا۔ خود قریش کو قرآن نے الٰہی احسانات جتا کر جس معبود کی طرف بلایا وہ رب کعبہ ہی تھا۔ جیسا کہ فرمایا کہ فلیعبدوا رب ھٰذا البیت جس سے معلوم ہوا کہ اس گھر کا رب اور معبود جو سب کے نزدیک مسلم سمجھا جاتا تھا وہ خدا ہی تھا نہ کہ کوئی اور۔ اسی لئے ایک دفعہ جب اس گھر کی دوبارہ تعمیر کی

تعمیر کیوقت کوئی بت نہ تھا ضرورت پیش آئی تو تمام قریش نے اس میں حصہ لیا اور خود جناب رسالتمآب صلعم نے جو ابھی نبوت کے منصب پر مبعوث نہ ہوئے تھے اس کی تعمیر میں حصہ لیا۔ اور کعبہ کی تعمیر کا مقصد اسی خدا کی عبادت کے لئے گھر بنانا تھا جس کا رب البیت ہونا مسلم تھا۔ پس یقیناً سب نے خدا کے گھر کی تعمیر کی۔ تعمیر کے وقت تو اس میں کیا کسی بت نے ہونا تھا۔ اس میں تو دیواریں چنی جاتی اور چھت پڑتی ہوگی۔ لیکن بعد میں اگر قوم نے پھر دوبارہ اپنے بتوں کی عزت اور فخر کے لئے بت رکھدیئے تو اس میں آنحضرت صلعم بے بس تھے۔ آپ کو سدا سے بتوں سے نفرت تھی۔ جیسا کہ خود قرآن کریم کے ذریعہ آپ نے علی الاعلان کفرون کو سنایا۔ کہ قل یا ایھا الکٰفرون لا اعبد ما تعبدون ولا انتم عٰبدون ما اعبد ولا انا عابد ما عبدتم ولا انتم عٰبدون ما اعبد لکم دینکم ولی دین یعنے کہدے کہ اے کافرو میں نہیں عبادت کرتا ہوں اُن کی جن کی تم عبادت کرتے ہو اور نہ تم عبادت کرنیوالے ہو اس کی جس کی میں عبادت کرتا ہوں اور نہ میں کبھی عبادت کرنیوالا ہوں اُن کی جنکی تم عبادت کیا کرتے تھے۔ اور نہ تم عبادت کرنیوالے ہو اُس کی جس کی میں عبادت کرتا ہوں تمہارے لئے تمہارا دین اور انجام اور میرے لئے میرا دین اور انجام +

آنحضرت شروع سے بت پرستی کے دشمن تھے یہاں میں اس سورت کی تفسیر نہیں کر رہا صرف اس سے اتنا دکھانا چاہتا ہوں کہ آنحضرت صلعم کو مکہ میں رہتے ہوئے ڈنکے کی چوٹ پر مشرکین مکہ کو سنا دو کہ میں تمہارے معبودوں کی کبھی بھی عبادت کرنیوالا نہیں ہوں۔ میرا اور تمہارا مسلک جدا گانہ رہا ہے۔ اس اعلان کے خلاف مشرکین کو دم نہ مارسکے پھر صاف کہا کہ قد لبثت فیکم عمراً من قبلہ۔ افلا تعقلون کہ میں ایک عمر تمہارے درمیان گذار چکا ہوں۔ کیا عقل سے کام نہیں لیتے۔ لوگ سنتے ہیں اور آپکی توحید اور چال چلن پر حرف نہیں رکھ سکتے۔ پھر کس زور کا دعوے ہے کہ ما ضل صاحبکم وما غوی کہ تمہارا ساتھی کبھی گمراہ نہیں ہوا اور نہ حد سے بڑھا یعنی رات دن کا ساتھ رہا ہے۔ چلو کوئی حرف گیری کر کے دکھاؤ۔ یہ معمولی دعوے نہیں بہت بڑا دعوے ہے۔ رات دن کے ساتھیوں کو کہنا کہ مجھ پر کوئی نکتہ چینی کر کے دکھاؤ۔ ایسے کامل اور بے عیب کیرکٹر کے انسان اور موحد کامل نے کبھی کسی بتخانہ کی تعمیر میں حصہ لیا ہوتا تو بت پرست اس موقعہ پر جان کو آجاتے۔ وہ تو صاف کہتے کہ حضرت پہلے تو آپ بھی بتخانے کی تعمیر کیا کرتے تھے۔ اب اس کے خدا جانے کیوں دشمن ہو گئے ہاں مگر نہیں جانتا دکھلا کعبہ کبھی بتوں کا گھر نہیں سمجھا گیا **خود بت پرست اسے خدا کا گھر سمجھتے تھے**۔ صرف اسے مقدس سمجھکر اپنے بتوں کو انہیں بیجا رکھا تھا۔ ایک موحد بیشک بتوں کو نجس سمجھتا ہے مگر ایک مشرک تو ان کو مقدس سمجھتا ہے۔ اس لئے خدا کے گھر میں انہیں رکھکر بہت خوش ہو تو وہ معذور ہے مثلاً مسلمان گوبر کو نا پاک سمجھتے ہیں مگر کوئی ہندو کسی عبادتگاہ کے تقدس سے متاثر ہو کر اگر گوبر کا پوچا اس مقام پر پھیرے یا خود ہی نوش جان کر جائے تو وہ معذور ہے +

خلاصہ حاصل کلام یہ کہ آنحضرت صلعم اور تمام قریش نے جب کعبہ کی تعمیر کی تو خدا کا گھر سمجھ کر کی۔ کعبہ کی تعمیر کا مقصد اور اس کی علت ہمیشہ خدا کا گھر ہونے کی رہی اور کبھی کبھی دوبارہ تعمیر کے بعد قریش نے اس میں دوبارہ بت رکھ دیئے۔ یہ آنحضرت صلعم کے اختیار سے باہر بات تھی۔ جب اختیار ملا تو سب کو نکال باہر کیا۔ اس درمیان میں آپ کو کس قدر تڑپ تھی کہ کعبہ کو بتوں سے پاک کیا جائے۔ یہ اس آیت سے ظاہر ہے جو تحویل قبلہ کے بعد نازل ہوئی تھی کہ قد نریٰ تقلب وجھک فی السماء کہ بیشک ہم تیرے بار بار آسمان میں توجہ کرنے کو دیکھ رہے ہیں۔ یعنی تو جو بار بار ہمارے حضور میں دعا اور توجہ کرتا ہے۔ یہ ہماری نظر میں ہے تحویل قبلہ کے بعد اب جو چیز کعبہ کے متعلق حضور کے دل کو بے چین کر رہی تھی وہ یہی تھی کہ کعبہ کو بتوں سے صاف کرنے کا وقت کب آئیگا۔ اسی لئے بار بار تڑپتے تھے اور دعا کرتے تھے۔ آخر وہ وقت آ گیا اور کعبہ بتوں سے پاک ہو گیا۔ جاء الحق وزھق الباطل۔ ان الباطل کان زھوقا +

(باقی آئندہ)

حقیقۃ الوحی اور مسئلہ نبوت

(از مولوی محمد عصمت اللہ صاحب)

یہ تو ایک طے شدہ امر ہے کہ جناب میاں صاحب اور ان کے مبایعین نبوت کو ہمیشہ کے لئے جاری مانتے اور حضرت صاحب کو نفس نبوت کے لحاظ سے ویسا ہی نبی جانتے ہیں جیسا کہ پہلے نبی تھے علیہم السلام اور اسی بات کی وجہ سے وہ اس خطرناک عقیدے کے بھی قایل ہو گئے ہیں کہ جو مسلمان حضرت صاحب کے حلقہ ارادت میں شامل نہ ہو وہ کافر ہے یعنی مٹھی بھر محمودیوں کے سوا دنیا میں کوئی بھی مسلمان نہیں انا للہ وانا الیہ راجعون +

ان غلط اور ناروا عقاید کے ثبوت میں حضرت میاں صاحب کے مریدین بہت بڑے فخر و ناز کے ساتھ حقیقۃ الوحی کو ہاتھ میں لیکر پکار رہے ہیں کہ دیکھو حضرت مسیح علیہ السلام اس کتاب میں ببانگ دہل نبوت کا دعوے کر رہے ہیں۔ لاہوری احمدی اپنی نادانی اور کج فہمی سے انہیں نبی نہیں مانتے اور باب نبوت کو آنحضرت صلعم کے بعد ہمیشہ کے لئے مسدود جانتے ہیں۔ اور ناحق غیر احمدی کلمہ گویوں کو مسلمان کہے چلے جاتے ہیں +

اپنے محترم بھائیوں کی ان لن ترانیوں کو سن کر ہم یہ معلوم کرنے کے لئے مجبور ہو جاتے ہیں کہ حقیقۃ الوحی کو ہاتھ میں لیکر دیکھیں کہ اس معاملے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کیا عقیدہ تھا۔ آیا حضور بھی جیسا کہ جناب میاں صاحب کا خیال ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوۃ کو ہمیشہ کے لئے جاری مانتے تھے۔ اور اپنے آپ کو پہلے انبیاء علیہم السلام کی طرح نبی جانتے اور اپنے مریدوں کے سوا جملہ مسلمانوں کو کافر کہتے تھے یا نہیں +

جب ہم اس خیال سے حقیقۃ الوحی کو دیکھتے ہیں۔ تو روز روشن کی طرح معلوم ہو جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہم السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے آنے کے قایل نہیں۔ اور نہ اپنے آپ کو پہلے نبیوں کی طرح نبی ہی کہتے ہیں۔ اور نہ غیر احمدی کلمہ گویوں کی تکفیر کرتے ہیں +

حقیقۃ الوحی میں علمائے اسلام سے آپ نے ایک استفتا کیا ہے اس کے ص۶۴ میں یوں ارشاد فرماتے ہیں والنبوۃ قد انقطعت بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم ولا کتاب بعد الفرقان الذی ھو خیر الصحف السابقۃ ولا شریعۃ بعد الشریعۃ المحمدیۃ +

نبوۃ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی۔ اور قرآن کے بعد جس کی تعریف ہے کہ وہ صحف سابقہ میں سے بہتر ہے کوئی کتاب نہیں آ سکتی اور نہ شریعت محمدیہ کے بعد کوئی شریعت۔

مذکورہ بالا عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صاحب کے نزدیک نبوت اور کتاب اور شریعت تینوں چیزیں ختم ہو چکی ہیں۔ اگر صرف شریعت ہی ختم ہو جاتی۔ اور جناب میاں صاحب کی مصطلحہ غیر تشریعی نبوۃ کا دروازہ کھلا رہتا تو پھر والنبوۃ قد انقطعت بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم کہنے کی ضرورت نہ تھی صرف لا شریعۃ بعد الشریعۃ المحمدیۃ ہی کہدینا کافی تھا۔ حالانکہ آپ والنبوۃ قد انقطعت بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لا کتاب بعد الفرقان الذی ھو خیر الصحف السابقۃ تحریر فرماتے ہیں جس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپکو اللہ تعالے کی طرف سے علم تھا۔ کہ میرے بعد نبوۃ کو تشریعی اور غیر تشریعی دو قسموں پر تقسیم کر دیا جاویگا۔ اور یہ یقین رکھ لیا جاویگا کہ بعض صاحب کتاب انبیاء بھی غیر تشریعی نبی ہوئے ہیں۔ اور غیر تشریعی کتاب و نبوۃ کا دروازہ کھلا ہے۔ اس لئے قبل از وقوع اس خیال کی تردید بر نظر رکھکر پہلے مطلقاً ختم نبوۃ کے مسئلہ کو ذکر کیا۔ اور پھر لا کتاب بعد الفرقان ھو خیر الصحف السابقۃ کہہ کر غیر تشریعی نبوت کے ختم ہو جانے پر روشنی ڈالی اور پھر آخر میں لا شریعۃ بعد الشریعۃ المحمدیۃ کہہ کر تشریعی نبوۃ کا دروازہ بند کر دیا تا ہر کس و ناکس کو معلوم ہو جاوے کہ آنحضرت صلعم کے بعد ہر نبوۃ کا دروازہ تشریعی ہو یا غیر تشریعی بالکل بند ہے +

اب یہ کہنا کیونکر صحیح سمجھا جا سکتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد نبوت ہمیشہ کے لئے جاری ہے۔ اور حضرت مسیح موعود بھی پہلے نبیوں کی طرح ایک نبی ہیں۔ اگرچہ مذکورہ بالا عبارت اس خطرناک عقیدے کے بطلان کے لئے کافی تھی۔ مگر حضرت صاحب اسی پر بس نہیں فرماتے۔ اور توضیح مزید کے لئے استفتاء کے مذکورہ صفحہ پر رقم طراز ہیں۔ ما یعنی من النبوۃ ما یعنی فی الصحف الاولی یعنی اپنے متعلق لفظ نبوت سے وہ مراد ہی نہیں لیتے جو صحف اولی میں لی گئی ہے تا کسی کے دل میں یہ خیال تک نہ آ سکے کہ حضرت صاحب بھی ویسی ہی نبوت کے مدعی ہیں جیسی پہلے انبیائے کرام کو حاصل تھی۔ اور آپ بھی پہلے نبیوں کی طرح ایک نبی ہیں +

کیا قیامت ہے کہ حضرت صاحب تو ڈنکے کی چوٹ یہ فرمائیں کہ اپنے الہامات و اقوال میں میری مراد لفظ نبوت سے وہ ہرگز نہیں جو صحف اولی میں لی گئی جس سے ختم نبوت کی مہر ٹوٹ جاوے اور آیندہ کے لئے نبیوں کا آنا ممکن الوقوع ہو۔ مگر جناب میاں صاحب اور ان کے ہمنوا پھر بھی یہی عقیدہ رکھیں کہ حضرت صاحب بھی ویسے ہی نبی تھے۔ جیسے کہ پہلے انبیا +

بات صرف یہ ہے کہ حضرت صاحب کے بعض الہامات میں نبی کا لفظ ضرور آیا ہے جس سے یہ وہم پیدا ہو سکتا تھا کہ حضرت صاحب نے بھی نبوت کا دعوے کیا ہے۔ اسی وہم کو دور کرنے اور ختم نبوت کے مسئلہ کو آئینہ بنانے کے لئے فرما دیا۔ کہ لفظ نبوت سے ہماری وہ مراد ہی نہیں جو صحف اولے میں لی گئی۔ حکم الہی کے ماتحت لفظ نبوت سے ہماری مراد صرف کثرت مکالمہ و مخاطبہ ہے۔ اور وہ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات کے لحاظ سے محدثیت کے معنوں میں ہے۔ چنانچہ اس صفحہ پر ارشاد مذکور کے آگے لکھا ہے +

بل ھی درجۃ لا تعطی الا من اتباع نبینا خیر الوری

یعنی یہ نبوت تو صرف ایک درجہ ہے۔ جو کہ آنحضرت صلعم کی کامل اتباع کے بغیر ملا ہی نہیں کیا جاتا۔ نیز اس صفحے کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں:-

ان اللہ ما اراد من نبوتی الا کثرۃ المکالمۃ والمخاطبۃ وھو مسلم عند اکابر اھل السنۃ فالنزاع لیس الا نزاعا لفظیا فلا تستعجلوا یا اھل العقل ولعنۃ اللہ علی من ادعی خلاف ذالک مثقال ذرۃ ومعھا لعنۃ الناس والملائکۃ

اللہ تعالے نے میری نبوت سے صرف کثرۃ مکالمہ و مخاطبہ ہی مراد لی ہے۔ اور یہ امر اکابر اہل سنت کے نزدیک مسلمات میں سے ہے۔ اس بنا پر یہ صرف ایک لفظی نزاع ہے۔ اور بس۔ اس لئے اہل عقل و فطنت میری تکفیر میں جلدی نہ کرو۔ اور جو اس کے خلاف ذرہ بھر دعوے کرے اس پر خدا کے لوگوں کی اور ملائکہ کی لعنت ہو +

علاوہ ازیں تتمہ حقیقۃ الوحی ص۶۸ میں تحریر فرماتے ہیں۔ صرف مراد میری نبوت سے کثرت مکالمہ و مخاطبہ الہیہ ہے۔ جو آنحضرت صلعم کی اتباع سے حاصل ہے سو مکالمہ و مخاطبہ کے آپ لوگ بھی قایل ہیں پس یہ صرف لفظی نزاع ہوئی یعنی آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ و مخاطبہ رکھتے ہیں میں اس کی کثرت کا نام موجب حکم الہی نبوت رکھتا ہوں۔ ولکل ان یصطلح +

عبارات مذکورہ بالا سے صاف عیاں ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود کے الہامات میں جو نبی کا لفظ موجود ہے وہ ان معنوں میں نہیں ہے۔ جو صحف اولے میں مراد لئے گئے ہیں۔ آپ کے الہامات میں نبی کا لفظ صرف کثرت مکالمہ و مخاطبہ کے معنوں میں ہے جو کہ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات کے ماتحت قیامت تک جاری ہے اور اسی کا نام ولکل ان یصطلح کے لحاظ سے حضرت صاحب کی اصطلاح میں ظلی بروزی یا جزئی اور مجازی نبوت بھی ہے۔ اور اس کو محدثیت بھی کہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ جہاں حضور نے اپنے لئے نبی کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ وہیں امتی کا لفظ بھی لکھ دیا ہے تا کہ کسی کے دل میں یہ خیال پیدا نہ ہو جاوے کہ آپ بھی پہلے نبیوں کی طرح نبوت کا دعوے کرتے ہیں کیونکہ صحف اولے کی اصطلاح میں کوئی نبی کبھی دوسرے نبی کا امتی نہیں کہلا سکتا اور نہیں کہلایا۔ مگر آپ اپنے آپ کو ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی کہتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ کسی حدیث سے اس بات کا پتہ نہیں ملے گا کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی ایسا نبی آنیوالا ہے جو امتی نہیں۔ حقیقۃ الوحی ص۲۸۔ یہ کیوں صرف اس لئے کہ تا سب کو معلوم ہو جاوے کہ یہ نبوت صرف محدثیت کے معنوں میں ہے۔ اس کا حقیقۃ سے کوئی تعلق نہیں صرف مجاز ہی مجاز ہے جس کے لحاظ سے پھر ایک غیر رسول بھی رسول کہلا سکتا ہے۔ اور حقیقی رنگ میں نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نیا ہو یا پرانا تشریعی ہو یا غیر تشریعی +

حضرت صاحب کی ان کھلی کھلی تحریروں کے ہوتے ہوئے کس قدر حیرت اور کس قدر جرات کا مقام ہے کہ جناب میاں صاحب پھر بھی یہی فرما رہے ہیں کہ نفس نبوت کے لحاظ سے حضرت صاحب ایسے ہی نبی ہیں جیسے کہ پہلے انبیا علیہم السلام۔ ان ھذا الشئی عجاب (باقی آئندہ)

نزول المسیح

عنقریب جملہ علمائے اسلام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ مسئلہ حیات و وفات حضرت عیسے علیہ السلام اصول اسلام سے نہیں۔ اور فی الواقعی محض مسئلہ حیات و وفات اصول اسلام سے نہیں۔ اگر ہر دو فرق کے احمدی حضرات بھی فقط اس حد تک ماننے لگ جاویں کہ مسیح علیہ السلام زندہ ہیں تو کوئی قباحت نہیں۔ لیکن دقت وہاں پڑتی ہے جہاں تسلیم حیات کے ساتھ یہ بھی مانا جاتا ہے کہ وہ کسی وقت سرور کائنات کی امت کو سدھارنے کے لئے ظاہر ہونگے +

آقائے نامدار حضرت محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ نبوت صلعم میں کسی دوسرے نبی کا تداخل جایز نہیں۔ اس لئے جب ہم یہ عقیدہ قایم کریں کہ امت محمدیہ کی اصلاح کے لئے کسی وقت دوسرے نبی کی ضرورت بھی لاحق ہوگی تو بلا شبہ یہ عقیدہ کفر و الحاد تک پہنچا دیتا ہے۔ اس کا استدلال حسب ذیل ہے:-

قرآن مجید میں خاتم الرسل کے متعلق آیا ہے کہ ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین

یعنی محمد صلعم جسمانی طور پر تم میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں +

خاتم النبیین کی تفسیر کل شارحین اور مفسرین بلکہ خود زبان نبوی سے یہی مرقوم ہے کہ آپ کی نبوت میں جو تا قیامت ممتد ہے کسی دوسرے کی نبوت کا تصرف ممتنع و محال ہے +

اس آیت کو ذہن کے کنج عافیت میں جگہ دیکر اب ایک دوسری آیت کی طرف توجہ فرمایئے۔ وھو ھذا

ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نومن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذالک سبیلا اولئک ھم الکفرون حقا

یعنی جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور رسولوں میں تفریق واقع ہو اور کہتے ہیں کہ ہم بعض رسولوں کو مانتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں اور اس کے درمیانی راہ اختیار کرنی چاہتے ہیں پکے کافر ہیں +

نومن ببعض ونکفر ببعض کے یہ بھی معنی ہیں کہ کسی پیغمبر کے متعلق ایک وقت میں اس پر ایمان لائیں اور دوسرے وقت میں اس کا انکار کر دیں۔ اور یریدون ان یتخذوا بین ذالک سبیلا سے اس کی اور بھی وضاحت ہوتی ہے

اب سوال یہ ہے کہ جس وقت حضرت عیسے علیہ السلام امت محمدیہ کی اصلاح کے لئے تشریف لاوینگے اس وقت

(۱) وہ نبی ہونگے یا غیر نبی؟

(۲) ہم اس وقت ان کو نبی مانیں گے یا غیر نبی؟

سوال اول کا جواب صاف ہے کہ وہ نبی ہیں غیر نبی کا اطلاق ان پر مطلقاً عاید نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان کا قول قرآن مجید میں موجود ہے۔

اتنی الکتب وجعلنی نبیا وجعلنی مبرکا این ماکنت۔

یعنی مجھے کتاب دی گئی اور نبی بنایا گیا ہے اور مجھے مبارک بنایا گیا خواہ میں کہیں ہوں پس اگر وہ زندہ تو بلا شبہ خواہ کہیں ہوں نبی ہیں۔

اب رہا دوسرا سوال کہ ہم اس وقت ان کو نبی مانیں گے یا غیر نبی؟ اس کے جواب کے لئے اس مضمون کے صدر کی ہر دو آیات مذکورہ کے ماتحت ہم نہ ان کو اس وقت نبی مان سکتے ہیں۔ اور نہ غیر نبی۔ کیونکہ اگر نبی تسلیم کرتے ہیں تو آیت خاتم النبیین کی خلاف ورزی کے حلقہ الحاد میں قدم رکھتے ہیں۔ اور اگر نبی نہیں مانتے تو نومن ببعض و نکفر ببعض کے ماتحت کافرون حقا کے مصداق بنتے ہیں۔ اور غیر نبی ماننے میں قرآن مجید کی ان تمام آیات کا کہ جن میں حضرت عیسے علیہ السلام کو نبی اللہ کہا گیا ہے انکار لازم آتا ہے۔ جب تک کوئی نئی شریعت آکر قرآن مجید کی اس عبارت کو کہ جس میں حضرت مسیح کو نبی کہا گیا ہے نعوذ باللہ منسوخ نہ کر دے۔ تب تک ہمیں کیا حق حاصل ہے کہ آیات قرآنی کی خلاف ورزی کریں۔ اور شریعت جدیدہ کا آنا محال ہے۔ اس الجھن سے مخلصی پانے کے لئے ہمارے سامنے دو راہیں موجود ہیں اوّل یہ کہ نزول المسیح کی تمام احادیث سے انکار کر دیں۔ اور کسی کی

اخبار احمدیہ

عبدالکریم صاحب تاجر پونچھ اطلاع دیتے ہیں کہ مورخہ ۲ کاتک سمت ۸۲ کو ان کی اہلیہ جو بڑی ہمدرد اور نیک سیرت تھیں چھ چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ کر راہی ملک بقا ہوئیں انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ احباب اس کا جنازہ غائب پڑھیں اور تاجر صاحب کے حق میں بھی دعا کریں کہ اللہ ان کو صبر جمیل عطا کرے +

راولپنڈی کا احمدیہ سالانہ جلسہ جو مورخہ ۳۰ و ۳۱ اکتوبر کو ہونا قرار پایا تھا۔ بوجہ علالت حضرت مولوی صدرالدین صاحب ملتوی ہوگیا +

حضرت مولوی صدرالدین صاحب بلا ہور ہیں ابھی حالت بکلی صحت پذیر نہیں ہے +

احمدیہ انجمن پیسرور کا سالانہ جلسہ مورخہ ۶ و ۷ نومبر کو قرار پایا ہے +

چودھری سردار خانصاحب ایڈیٹر پیغام صلح تا حال بخار میں مبتلا ہیں +

ضلع فیروزپور سے ہمارے مبلغ حکیم محمد یار صاحب فوق اطلاع دیتے ہیں کہ موضع کھائی کھیمبکی میں بروز جمعہ سردار احمد دین صاحب و نادر علی صاحب سرداران کھائی کی سعی جمیل سے ۱۲ اشخاص ھنزول کی قوم سے فوق صاحب کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے ہیں۔ ہم سردار احمد دین صاحب اور نادر علی صاحب کے از حد مشکور ہیں کہ وہ خدمت اسلام کو بجا لا رہے ہیں۔ اللہ انہیں جزائے خیر دے ان نومسلموں کے نام حسب ذیل ہیں:-

اصلی نام	اسلامی نام
رانجھا	محمد اسمٰعیل
لدھو	محمد دین
کرم سنگھ	شمس الدین
فریدی	محمد علی
ولد فریدی بچہ	محمد دین
مہراں	رحمت بی بی
تاجو	تاج بی بی
کلا	نور احمد
نانک	نورالدین
بھاگو	سراج الدین

ہمارے مخلص سعید احمد صاحب مانسہرہ سے اپنے والدین کی صحت کے لئے بالخصوص حضرت امیر اور بالعموم سب احمدی احباب سے درخواست دعا کرتے ہیں +

متفرق خبریں

سرینگر ۱۴۔اکتوبر۔ ایک غیر رسمی دربار میں برٹش رزیڈنٹ نے ہز ہائی نس مہاراجہ ہری سنگھ بہادر عالی ریاست جموں و کشمیر کو اکسلنسی وائسرائے کا خریطہ پیش کیا جس میں ہز ہائی نس کی گدی نشینی باضابطہ اعتراف اور سابق مہاراجہ کے انتقال پر اظہار افسوس کیا گیا تھا +

لنڈن ۲۱۔اکتوبر ڈاکٹر منگانا نے حال ہی میں بڑی جستجو اور تجسس سے ایک اہم دستاویز دریافت کی ہے۔ اس دستاویز سے حقیقت بڑی وضاحت سے ثابت ہوتی ہے کہ مسلمان عیسائیوں کے محافظ اور نگہبان تھے۔ یہ دستاویز ایک حفظ نامہ کا ترجمہ ہے جو خلیفۃ المکتفی باللہ ثانی خلیفہ بغداد نے ۱۱۳۵ھ نے منظوری فرقہ کے عیسائیوں کو مرحمت فرمایا۔ یہ حفظ نامہ بڑی ہی مقفی اور مسجع عبارت میں لکھا ہوا ہے۔ اس میں بیان کیا گیا ہے کہ اس فرقہ کے مرحمت کرنے میں اس نے سابقہ خلفائے اسلام کی پیروی کی ہے اس لئے اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ جس رواداری سے اس طرح میں کام لیا گیا ہے۔ اس سے تمام خلفائے کام لیا کرتے تھے +

اٹاوہ کے عام ہندوؤں کا ایک جلسہ ۱۹۔اکتوبر کو منعقد ہوا جس میں رام کے رام لیلا کے جلوس کے ساتھ اکھاڑہ نکالنے ...

انتظامی حکم کے اور زیر دفعہ ۱۴۴۔ اوقات مقرر کرنے کے خلاف احتجاجی ریزولیوشن پاس ہوا۔ اور الہ آباد کے ہندوؤں کے احتجاج کے طور پر رام لیلا کو روک دینے کی داد دی۔ دیوالی پر ہوا کے روز ۲۸ آدمی گرفتار ہوئے۔ جن کی ضمانت فوراً ہی پہنچائی گئی۔ لیکن دوسرے دن منظور نہ ہوئی۔ احتجاج کے طور پر ۲۰۔اکتوبر کو ہڑتال رہی +

حیدرآباد سندھ ۱۹۔اکتوبر۔ ریاست خیرپور میرس کے قصبہ گمبٹ میں ہندوؤں نے کئی روز سے ہڑتال کر رکھی ہے ریاست کی پولیس نے چھ سرکردہ سنگھٹنوں کو گرفتار کرلیا ہے۔ مقامی اخبار "ہندو" میں ایک خاص تار شائع ہوا ہے۔ جس میں بیان کیا گیا ہے گمبٹ اور مضافات کے اڑھائی سو سے زیادہ ہندو ہز ہائی نس میر علی نواز کے حضور میں باریاب ہونے کے لئے گئے۔ جب وہ محل میں پہنچے تو انہیں کہا گیا کہ وہ کسی دوسرے وقت وزیر صاحب کے محل میں پہنچیں۔ جب وہ وہاں گئے تو انہیں حکم دیا گیا کہ وہ ایک اور محل کی طرف کوچ کریں۔ جو وہاں سے دو میل کے فاصلہ پر تھا۔ یہاں پہنچنے کے بعد پولیس نے انہیں واضح کیا کہ اس قدر جم غفیر کا یہاں آنا بے معنی ہے شہر گمبٹ کے صرف پندرہ نمایندے ہز ہائی نس سے ملاقات کرسکتے ہیں سنگھٹنوں کی پنچایت نے اسے منظور نہ کیا۔ اور اس امر پر مصر ہوئے کہ سارے کا سارا لاؤ لشکر نواب صاحب سے ملاقی ہو جس میں قصبہ گمبٹ کے علاوہ مضافات کے لوگ بھی شامل ہوں۔ اس پر پولیس نے ان کے نصف درجن سرکردہ اشخاص کو گرفتار کرلیا +

الہ آباد ۲۴۔اکتوبر۔ سوامی وشیشرانند سرسوتی کو مجسٹریٹ ضلع ڈیرہ دون نے پندرہ ماہ قید محض اور نو ماہ قید سخت کی سزا دی ہے دونوں سزائیں ساتھ ساتھ شروع ہونگی جرم یہ ہے کہ انہوں نے اخبارات میں ایسے مضمون لکھے ہیں۔ جن سے ہندو مسلمانوں میں نفاق کے جذبات پیدا ہوگئے ہیں +

لارڈ لارنس کے بت کے اردگرد احاطہ کھڑا کرکے اسے پبلک کی نظروں سے اوجھل کر دیا گیا ہے +

جمعرات کو سرنشر باشملہ سے مدراس اور سرفضل حسین وزیر تعلیم ہند شملہ سے براستہ کالکا لاہور روانہ ہوگئے ہیں +

امرتسر ۲۳۔اکتوبر۔ امرتسر میونسپلٹی نے فیصلہ کیا ہے کہ جو ریلوے ٹکٹ امرتسر سے باہر کا ہو یا باہر سے امرتسر کا ہو۔ اس پر آدھ آنہ فی ٹکٹ کے حساب سے ٹیکس لگایا جائے۔

معتمد بلدیہ نے اس پر جمہور کو نکتہ چینی کرنے کی دعوت دی ہے

امرتسر ۲۳۔اکتوبر۔ شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی کو اطلاع ملی ہے کہ گوردوارہ مرالی والا ضلع گوجرانوالہ پر پولیس نے محاصرہ کرلیا ہے۔ اور شرومنی کمیٹی کا مقرر کردہ گرنتھی وہاں سے نکالا گیا ہے۔ اس کی وجہ ابھی معلوم نہیں ہوئی۔ لیکن بیان کیا جاتا ہے کہ وہاں کے مہنت نے اکالیوں کے خلاف ڈگری حاصل کرلی ہے +

مسٹر نیڈو کے لڑکے کے مسلمان ہونے کی ایڈیٹر "مسلم اوٹ لک" عینی شہادت سے تصدیق کرتے ہیں +

سوامی شردہانند شدھی اور سنگھٹن کے سلسلہ میں دورہ کرتے ہوئے لکھنؤ پہنچ گئے ہیں۔ جہاں آپ جلسے کرکے تقریریں کریں گے +

آریوں میں سر منہ منڈانے پر جھگڑا

مہاراجہ صاحب کشمیر کی وفات پر جہاں دوسرے ہندو "دور ہوتے" حسب رواج سر منہ منڈائے۔ وہاں ریاست کے آریوں نے بھی جو کالج پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں۔ بھدر کرایا۔ اور کالج پارٹی نے ان کے اس فعل کی تائید کی۔ اس پر اخبار پرکاش (۱۱ اکتوبر) بہت غم و غصہ کا اظہار کرتا ہوا لکھتا ہے :-

"اگر کوئی فرد واحد یا جماعت کمزوری کی وجہ سے کوئی فعل دھرم کے خلاف کرتی ہے تو یہ اتنا قابل اعتراض نہیں جتنا یہ کہ ایک کمزوری کا اظہار کرکے اسے دھرم کے نام پر مڑھنے کی کوشش کی جائے۔ اگر ریاست جموں و کشمیر کے کلچرڈ گورنمنٹ خور بھائیوں نے کمزوری سے بھدر کرالیا تھا تو اتنی اہم بات نہ تھی جتنی کہ ان کے اس سدھانت ورودھ عمل کو سدھانت انوکول سدھ کرنے کی کوشش کی جائے۔ لیکن یہ امر تشویشناک ہے کہ ملاپ میں کسی آریہ سماجی نے بھدر کو سدھانت انوکول سدھ کرنے کی کوشش کی ہے"

گویا پرکاش کے نزدیک آریوں کا ماتم کے موقعہ پر سر ڈاڑھی اور مونچھیں منڈوانا ناجائز نہیں ہے۔ اور جو لوگ اسے جائز ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اپنی کمزوری کو دھرم کے نام پر مڑھنے کی کوشش کر رہے ہیں +

لیکن اس کے مقابلہ میں بھدر کرانے والی پارٹی کا یہ خیال ہے کہ :-

"آریہ سماج میں سر منہ نہ منڈوانے کا جو رواج پڑ گیا ہے اس کے لئے آریہ سماج کے پاس کوئی اتھارٹی نہیں ہے۔ محض بھیڑ چال ہے جو چل پڑی ہے" (ملاپ ۷ اکتوبر)

اس کے ثبوت میں ملاپ نے بانی آریہ سماج کا ارشاد بھی پیش کیا ہے۔ جو ستیارتھ پرکاش کے دسویں سملاس میں یہ ہے۔ کہ "ڈاڑھی مونچھ ہمیشہ منڈوانی چاہیئے"

اب اگر پرکاش کے نزدیک کچھ آریوں نے بھدر کرا کر دھرم کے خلاف کیا ہے۔ تو کالج پارٹی کے نزدیک تمام آریہ سماجی ڈاڑھی مونچھ نہ منڈوا کر سوامی جی کے حکم کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ اور یہ اس بات کا ایک ثبوت ہے کہ آریہ صاحبان روز بروز سوامی جی کی ہدایات کو ترک کرکے آریہ سماج کو مردہ بنا رہے ہیں +

سول انجینئرنگ کالج کپورتھلہ
بہ سرپرستی و امداد

ہز ہائی نس عالیجناب مہاراجہ صاحب بہادر دام اقبالہ، سال گذشتہ میں کالج ہذا کو ریاست نے ریکگنائزڈ کرلیا ہے۔ یہاں کے طلباء گورنمنٹ کے ہر محکمہ میں مختلف تنخواہوں پر اسوقت کام کر رہے ہیں۔ بہت سے اخبارات معززین اور انجینئروں کے علاوہ ڈائریکٹر جنرل ملٹری ورکس انڈیا۔ ایجوکیشنل کمشنر انڈیا گورنمنٹ کے ایسے جلیل القدر حکام نے یہاں کی تعلیم، ضبط، نظم و نسق اور شاعت کی تعریف فرمائی ہے۔ سب اوورسیر۔ اوورسیر اور سب انجینئر کلاسز کے پراسپیکٹس ملازم شدہ طلباء کی فہرست معہ حکام کے سرٹیفکیٹس کے پرنسپل ڈائرکٹر صاحب سے مفت مل سکتے ہیں +

ہفتہ میں دوبار، یک شنبہ و چہار شنبہ کو شائع ہوتا ہے

قیمت سالانہ ۔ ششماہی ۔ طلباء سے سالانہ

جلد ۱۳ | مدینۃ المسیح لاہور یوم یک شنبہ مطبوعہ ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۴۴ ہجری مطابق ۱۱- اکتوبر ۱۹۲۵ عیسوی | نمبر ۱۰۱

تنظیم جماعت احمدیہ

(۳) بعض ضروری تجاویز

(مولوی دوست محمد صاحب کے قلم سے)

اس سلسلہ کے دوسرے نمبر میں اکابرین سلسلہ کے متعلق میں یہ بتا چکا ہوں کہ قوم کی تنظیم اور حقیقی تربیت زیادہ تر انہی کی جدوجہد پر منحصر ہے۔ جب تک وہ اپنی ہمت اور کوششوں کو جو ہمیشہ سلسلہ عالیہ کی خدمت میں صرف ہوتی رہی ہیں زیادہ سرگرمی سے عمل میں نہ لائیں تنظیم کی تمام آوازیں اور تمام مفید تجاویز بے سود ثابت ہونگی۔ میں نے بتایا تھا کہ قوم کے بزرگوں کو خود ایک ایک دو دو کے وفد بن کر باہر نکلنا اور قوم کی حالت کو بچشم خود معائنہ کر کے اس کی اصلاح و تربیت میں کوشاں ہونا چاہیئے۔

اس کے ساتھ ہی ایک نہایت ضروری تجویز جسکی حضرت مسیح موعودؑ نے بھی ضرورت محسوس کی تھی یہ ہے۔ کہ احباب جماعت کا ایک مکمل رجسٹر بنایا جائے۔ جو صدر دفتر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور میں رہے۔ بیرونی جماعتوں کے پاس مقامی احباب کا رجسٹر ہو۔ بلکہ صدر دفتر کا رجسٹر بیرونی جماعتوں کے رجسٹرات ہی کی نقل ہونا چاہیئے۔ یہ رجسٹر اس قسم کے ہونے چاہئیں۔ کہ ان سے جماعت کے ہر فرد کے حالات کا کم وبیش پتہ لگ سکے نہ صرف ان کے نام ہی اس میں درج ہوں۔ بلکہ ان کی ولدیت۔ قومیت پیشہ۔ آمد۔ جائداد۔ اولاد۔ اولاد کی عمر اور اس قسم کے تمام باتیں اس میں آنی چاہئیں۔ اگر کوئی بھائی فوت ہو جائے ایک مقام سے دوسرے مقام پر چلا جائے یا اس کے حالات میں کوئی اور تبدیلی ہو۔ تو اس کا اندراج بھی رجسٹر میں ہوتے رہنا اور صدر دفتر میں اس کی اطلاع آتے رہنا چاہیئے اس قسم کا رجسٹر نہ صرف ہماری جماعت کے مختلف احباب کے مختلف حالات کا ہمیں پتہ دے سکتا ہے اور اس کی مدد سے ہم اپنی قوم کی ترقی و بہبودی میں کوشاں ہو سکتے اور باہم اخوت و محبت کے روابط کو مختلف طریقوں سے مضبوط کر سکتے ہیں۔ بلکہ باہم رشتہ داریوں کا بندوبست بھی نہایت آسانی سے ہو سکتا ہے اور یہ وہ بات ہے جس سے ہماری قوم بہت زیادہ مضبوط ہو سکتی اور بہت سے ناپاک اثرات سے بچ سکتی ہے۔ ان رجسٹروں کی مدد سے بڑے بڑے شہروں اور ضلعوں کی جماعتیں مقامی اور ضلع بھر کے احباب کو وقتاً فوقتاً جمع کر سکتیں اور ان کے حالات کا جائزہ لے سکتی ہیں اس وقت معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ کون کون احباب سلسلہ کے کاموں میں زیادہ جوش اور مستعدی سے کام لیتے ہیں۔ اور کون سست ہیں۔ موخر الذکر کو ہشیار کرنے اور ان سے کام لینے کی تدبیر کی جا سکتی ہے جماعت میں سے جو لوگ بیمار ہوں ان کا پتہ لگا کر انکے لئے دعا اور تیمارداری کا بندوبست کیا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی بھائی فوت ہو جائے۔ تو مذکورہ بالا سب جنازہ میں شریک ہو سکیں پھر ہفتہ وار یا پندرہ روزہ اجتماع میں مقامی حالات کو پیش نظر رکھکر تبلیغی ضروریات پر غور کیا جا سکتا اور ضروری تدابیر عمل میں لائی جا سکتی ہیں۔

ایسا ہی اس رجسٹر میں ایک خانہ اس قسم کا ہونا چاہیئے جس سے معلوم ہو سکے کہ ہماری قوم میں کسقدر احباب پڑھے لکھے ہیں اور کسقدر ان پڑھ۔ تاکہ ان پڑھ احباب کو پڑھانے کا بندوبست کیا جا سکے۔ اور اس کے لئے اگر ہماری جماعت کے پڑھے لکھے نوجوان مختلف مقامات پر نائیٹ سکول (رات کے مدارس) قائم کر دیں تو بہت کچھ مفید ہو سکتا ہے۔ ان مدارس میں غیر احمدیوں کو بھی شامل کیا جائے۔ اور ان سے معمولی فیس بھی لے لی جائے جو سکول کے اخراجات (یعنی کرایہ کمرہ۔ روشنی وغیرہ اور معلم کی تنخواہ) نکال سکے۔ یہ نہ صرف احباب جماعت کی بہبودی اور ترقی کا موجب ہوگا۔ بلکہ تبلیغ احمدیت کا ایک بہترین ذریعہ ثابت ہوگا سکول میں اردو اور انگریزی کی معمولی تعلیم دینے کے ساتھ دس پندرہ منٹ قرآن کریم کی ایک دو آیتوں کا ترجمہ اور تفسیر بھی سنا دی جایا کرے (خواہ حضرت امیر ایدہ اللہ کے بیان القرآن سے) تو یہ بہت زیادہ مفید ثابت ہوگا۔ سردیوں کے موسم میں رات کے دو گھنٹے اس مفید کام میں صرف کر دینا چنداں مشکل نہیں۔ اس سے نہ صرف تعلیم جیسی بہترین چیز کی اشاعت کا فرض ادا ہو سکیگا۔ بلکہ بہت سے لوگ ان مخرب اخلاق باتوں سے جو فرصت کے اوقات میں غیر تعلیم یافتہ لوگوں کا مشغلہ بن جاتی ہیں بچ جائینگے۔ میں نے اس قسم کا سکول یکم اکتوبر ۱۹۲۵ء سے لاہور کے ایک نہایت آباد حصہ میں کھولا ہے۔ اور ان تھوڑے دنوں میں جو تجربہ مجھے ہوا ہے۔ اس کی بنا پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ اس قسم کا سکول جاہل آبادی کی تعلیم و تربیت کے لئے بہت زیادہ مفید اور کار آمد ہو سکتا ہے۔ میرے سامنے اگرچہ اس وقت بہت سی مشکلات ہیں جو ہر نئے کام کے شروع کرتے وقت پیش آتی ہیں۔ لیکن پڑھنے والوں کی کثرت اور دفور اشتیاق کو دیکھکر میرا حوصلہ بہت زیادہ بڑھتا ہے۔ اور کسی نہ کسی طرح اس کام کو جاری رکھنے اور ترقی دینے پر مجھے مجبور کرتا ہے۔ اگر ہماری بیرونی جماعتوں کے احباب ملکر ایک ایک ایسا سکول قایم کرلیں جو ابتدائی مکاتب کی شکل میں ہو۔ اور اس میں جماعت کے ان پڑھ اصحاب کو بالخصوص اور عام مسلمانوں کو بالعموم تعلیم دینے کا بندوبست کریں۔ تو بہت تھوڑے خرچ پر وہ ایک بہت بڑا عظیم الشان کام سرانجام دینگے۔

اوپر میں نے ذکر کیا ہے۔ کہ ہفتہ وار جلسوں سے ہمیں جماعت کے مختلف افراد کے حالات کا علم ہو سکتا ہے۔ اور یہ پتہ لگ سکتا ہے کہ ان میں سے کون بیمار ہے۔ اور کسی کو کوئی اور تکالیف درپیش ہیں۔ اور ان تکالیف کے انسداد یا بشرط ضرورت بیماری کے علاج کا بندوبست کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس بارہ میں ایک بات کو بالخصوص واضح کرنا ضروری ہے۔ جہانتک جماعت کے مختلف افراد کی حیثیتوں کا معاملہ ہے باہمی تعلقات میں ان کا اثر دوسرے بھائیوں کی مختلف حیثیتوں سے کم درجہ پر نہیں ہونا چاہئے۔ قوم کے متمول افراد کو اپنے غریب اور کم حیثیت بھائیوں کو اپنے بھائی ہی سمجھنا چاہیئے۔ اور خواہ کتنی ہی خراب حالت میں ہوں۔ ان کی اصلاح اور ترقی میں کوشاں ہونا چاہیئے۔ ہم سے جو لوگ بیمار ہوں۔ اُن کی تیمارداری اور بیمار پرسی ہمارے بڑے بڑوں کو کرنی ضروری ہے۔ اور جنازہ تو ایک ایسا فرض ہے جس سے اجتناب کرنا ہماری چھوٹی سی قوم کے لئے ازحد تکلیف دہ اور شرمناک ہے۔ غریب سے غریب اور مزدوروں کا جنازہ اگر قوم کے متمول احباب اپنے کندھوں پر اٹھا کر لے جائیں۔ تو یہ جماعت کو بہت زیادہ مستحکم کرنے کا موجب ہو سکتا ہے اور غیروں کے لئے ایک اسلامی نمونہ کا کام دے سکتا ہے۔ میں اس موقعہ پر افسوس کے ساتھ یہ کہونگا۔ کہ عام رشتہ داریوں اور برادریوں میں ایسے موقعہ پر جس قسم کی پابندی سے کام لیا جاتا ہے۔ اس کی نظیر ابھی تک ہماری جماعت میں پائی نہیں جاتی۔ برادری کے ایک غریب سے غریب رشتہ دار کا کوئی بچہ فوت ہو جائے تو تمام برادری اس کے جنازہ میں شامل ہوتی ہے اور چھوٹے اور بڑے کا کوئی امتیاز روا نہیں رکھا جاتا۔ کیا ہم اس کی بھی نظیر اپنے ہاں قائم نہیں کر سکتے اور اپنی اس برادری کو دنیوی رشتہ داروں سے بڑھکر محبوب نہیں بنا سکتے؟

ایک اور بات جس پر میں زور دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ اور جسکو ہماری جماعت ایک حد تک بھلا چکی ہے۔ مؤلفۃ القلوب کا طریق ہے۔ کوئی جماعت کبھی ترقی نہیں حاصل کر سکتی۔ جب تک اس کے غریب اور کمزور افراد کو اوپر اُٹھانے اور ان کو امداد دینے کی کوشش نہ کی جائے۔ خود رسول اللہ صلعم نے اس طریق کو اختیار کیا۔ اور قرآن کریم نے زکوٰۃ کے مصارف میں ایک مصرف مؤلفۃ القلوب کا رکھا۔ اس لئے یہ نہایت ضروری ہے۔ کہ جماعت کے کمزور اور غریب افراد کی روپیہ پیسہ سے بھی امداد کی جائے۔ ہماری انجمن اس بارہ میں حسب توفیق کچھ نہ کچھ خرچ کرتی ہے۔ لیکن اس طرف تمام احباب کو زیادہ توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے۔ کہ بعض کمزور دل افراد جماعت کا غربت کی تکالیف کی وجہ سے قدم پھسل جاتا ہے۔ اور وہ جماعت سے الگ ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو بالخصوص نگاہ رکھنا چاہیئے اور ان کی اعانت و تقویت میں پوری کوشش کرنی چاہیئے۔ یہ خیال کہ ایسے لوگ پیسہ کے بندے ہیں اور اعانت کے مستحق نہیں۔ بالکل غلط ہے۔ مجبوریاں انسان سے بہت سے ناگوار کام کرا لیتی ہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ انسانی حالات کے نشیب و فراز کو مدنظر رکھتے ہوئے فطرت کے مختلف رجحانات سے غافل نہ ہوں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی تقلید میں ایسے لوگوں کی حسب استطاعت اعانت سے دریغ نہ کریں۔

آخری بات جو اس سلسلہ میں بیان کرنی ضروری ہے۔ اور جس پر حضرت مسیح موعودؑ نے جا بجا زور دیا ہے۔ اور حضرت امیر ایدہ اللہ نے بھی اپنے معمولہ بالا مضامین میں اس کا ذکر کیا ہے۔ یہ ہے۔ کہ ہم اپنے احباب کی کمزوریوں کو مشتہر کرنے اور ان کی عیب گیری کے بجائے ان کی اصلاح میں کوشاں ہوں۔ اگر ایک بھائی سے ایک غلطی سرزد ہو جائے تو اس کا نتیجہ یہ نہیں ہونا چاہیئے۔ کہ اس سے دشمنی پیدا کر لی جائے۔ اور اس غلطی کو مشتہر کر کے اسے بدنام کیا جائے۔ ہمارے دل باہم دشمنی کے بجائے ایک دوسرے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۴۳ | ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۷۴ھ | نمبر ۱۰۱

چہ می فرمایند علمائے دین متین؟

ایک اور زبردست شہادت

گذشتہ دنوں جب قتل مرتد کی بحث خوب زوروں پر تھی اور باوجود اسکے کہ تمام روشن خیال طبقہ آزادی ضمیر کی حمایت میں یک آواز ہوکر کھڑا ہوا تھا۔ "علمائے کرام" کا ایک ہی گروہ تھا جو اس بات پر تلا ہوا تھا کہ کسی نہ کسی طرح بنی نوع انسان کا یہ پیدائشی حق غصب کرے۔ لا اکراہ فی الدین کی طرح طرح تاویلات رکیکہ سے کام لیا گیا۔ ہمیں بھی ایک اسلامیہ کالج کے پروفیسر دینیات سے اس موضوع پر گفتگو کرنے کا موقع ملا۔ مگر آپ کی کج چشمی اس حد تک بڑھی تھی کہ اسی آیت کو جبر فی الدین کے لئے بطور جواز کے پیش فرمانے لگے۔ بلاشبہ بظاہر یہ نہایت بعید از قیاس بات معلوم ہوتی ہے کہ ایسے صاف اور بین آیت کے کوئی اور بھی معنے ہوسکیں مگر کوئی بات نہیں جو ان "علمائے کرام" کے لئے ناممکن ہو بقولہ تو بہ نپولین کا تھا کہ لفظ ناممکن احمقوں کی لغت میں پایا جاتا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ جہانتک کج روی کج فہمی۔ اور کج بحثی کا تعلق ہے اس آخری چودھویں صدی کے "علمائے کرام" نے اسے عملاً سچ کردکھایا ہے۔ فرمانے لگے تم ایک بے علم آدمی ہو۔ اور جبتک صرف نحو منطق۔ معانی اصول فقہ وغیرہ وغیرہ پہ عبور نہ ہو۔ بھلا قرآن نہ ہوا کوئی منہ کا نوالہ ہے جو نگل گئے۔ ایک آیت کا صحیح منشا سمجھنا کیا ممکن ہے سنو ہم بتاتے ہیں۔ لا اکراہ فی الدین کے کیا معنے ہیں۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ خواہ مذہب منوانے کے لئے کسی سے کچھ کرو۔ تنگ کرو۔ قید کرو۔ تلوار سے سر اڑا دو یہ جبر نہیں کہلائیگا۔ کیا وجہ؟ وجہ اگلا حصہ آیت میں بتلائی ہے۔ **قد تبین الرشد من الغی** کیونکہ ٹھیک راستہ گمراہی سے بالکل علیحدہ ہوچکا ہے۔ یعنی راہ راست اب اسقدر صاف ہے کہ باوجود اسقدر صفائی اگر پھر بھی کوئی آنکھیں بند کرکے اسے نہیں دیکھتا تو بے شک بزن بولے دو۔ یہ اس کا اپنا قصور ہے اس میں اکراہ (جبر) ہرگز نہیں۔

چہ خوب! یہ وہ ذہنیت ہے جو عام طور پر ملا منش لوگوں میں پائی جاتی ہے۔ اور اس کی حمایت میں طرح طرح کے دلائل بھی تراشے جاتے ہیں۔ کبھی کہا جاتا ہے۔ "اگر بینی کہ نابینا و چاہ است" یعنی اندھے کو کنوئیں میں جاتا دیکھ کر زبردستی بھی روک لینا چاہیئے کبھی ادویات کی بے محل تمثیل پیش کرکے یہ مغالطہ دیتے ہیں کہ جیسے مریض خواہ داروئے تلخ کو ناپسند کرتا ہو مگر تاہم حکیم کا فرض ہے۔ اور ایسا ہی مشفق والدین کا کہ جسطرح چاہیں زبردستی اس سے دوائی لگلوائیں۔ اسی طرح روحانی دوا کی خوراک بھی زبردستی پلائی جاسکتی ہے یہ ان نیم ملاؤں کی برکت ہے جن کے متعلق ضرب المثل نے خطرہ ایمان کا لفظ نہایت بجا طور پر استعمال کیا ہے۔ کہ یورپ ایک مدت دراز سے یہی سمجھتا رہا ہے کہ اسلام میں ذاتی خوبی مطلق نہیں۔ اور جہان میں دینی ترقی کے لئے اپنی فولادی شمشیر کے مرہون منت ہے۔ حال ہی میں جب لندن کے اخبار "سٹار" نے کرکٹ کے مشہور کھلاڑی مسٹر ہابس کے کارٹوں میں نبی کریم کا خاکہ دیا تھا اور جس نے مسلمانوں کا دل اسقدر دکھایا تھا اس میں جو حصہ سب سے زیادہ نمایاں کرکے دکھایا تھا وہ ایک لمبا خنجر تھا جو آپ کے جسم مبارک پر لٹک رہا تھا۔ اس لئے درحقیقت اس استہزا کے جو خدا کے آخری نبی کے ساتھ ہوئی اصل ذمہ دار یہی علمائے سوء ہیں جنہوں نے آپ کا یہ نقشہ کھینچکر جہاں کو دیا ہے۔ سچ ہے سہ دشمن عاقل بہ از دوست نادان۔

مگر عجب تماشے کی بات یہ ہے کہ جہاں مغربی نعوذ باللہ اسلام کے بارے میں ایک بڑا تغیر اختیار کررہا ہے اور جا نتہ ہا لے عقل دشمنوں میں اس بات کا روز بروز احساس ہو رہا ہے کہ درحقیقت یہ سب کچھ فرضی قصے تھے جو زمانہ وسطے میں اسلام کے متعلق یورپ میں رواج پاگئے اور اسلام کا دامن اس الزام شمشیر سے بالکل پاک ہے۔ ہمارے مولویان دین متین ومفتیاں شرع مبین اس میں اپنی کسر شان سمجھتے ہیں کہ وہ بھی اپنی غلطی کا اقرار کرکے اس بیہودہ خیال سے رجوع کریں کہ اسلام اشاعت مذہب کے لئے تلوار استعمال کرنے کی اجازت دیتا ہے۔

ابھی تھوڑے ہی دن ہوئے ہیں کہ بمبئی کے ایک مشہور اہل علم پارسی نے ایک مختصر سی کتاب موسوم بہ "عہد نامہ" میں ان دستاویزوں کی نقل دی تھی جو خود نبی کریم اور آپ کے علاوہ حضرت علیؓ نے زرتشتی اقوام کو بطور چارٹر دی تھیں کہ مسلمان ان کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی نہ کریں۔ انہیں پوری مذہبی آزادی ہے جس طریق پر چاہیں عبادت کریں۔ اور اب انگلستان کے مشہور ومعروف ڈاکٹر منگانا نے ایک اور اہم دستاویز دریافت کی ہے جس سے اسلام کی رواداری پر اسقدر تیز روشنی پڑتی ہے کہ وہ جو آنکھوں سے بالکل اندھا نہیں اسے دیکھ سکتا ہے۔ ڈاکٹر منگانا کا نام اسلامی دنیا کے ارباب علم سے مخفی نہیں۔ آپ انگلستان کے ایک مستشرق (یعنی ماہر علوم شرقیہ) ہیں اور مانچسٹر میں ایک بڑی بھاری لائبریری کے اسسٹنٹ لائبریرین۔ کچھ مدت ہوئی آپ نے قرآن کے تین ورق کہیں سے نکال مارے تھے جس سے قرآنی آیات میں اختلاف ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔ اور ابھی چند ماہ کی بات ہے شامی زبان میں قرآن کا ایک نسخہ آپ نے دریافت کیا گو ان دونوں صورتوں میں آپ ایک مخالف اسلام کی حیثیت سے رونما ہوئے تھے اور دنیا اسلام سے آپ کا تعارف اس رنگ میں ہوا مگر آخر دشمن بھی حق کے سامنے مجبور ہوجاتا ہے اور سر تسلیم خم کرنا پڑتا ہے۔ اور بقول **الفضل ما شہدت بہ الاعداء** آج وہی ڈاکٹر منگانا ہیں جو رائٹر کی زبانی جہان کو یہ خبر پہنچاتے ہیں:۔

"ڈاکٹر منگانا نے ایک مہتم بالشان دستاویز دریافت کی ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان ہمیشہ مسیحیوں کے محافظ رہے ہیں۔ یہ دستاویز اس چارٹر حفاظت کا ترجمہ ہے جو خلیفہ بغداد مکتفی ثانی نے ناستوری عیسائیوں کو عطا کیا تھا۔ اس کی زبان نہایت بلند پایہ اور مقفیٰ ہے اس دستاویز میں یہ بھی لکھا ہے کہ اس چارٹر کے عطا کرنے میں **مکتفی** نے کوئی نئی بات نہیں کی بلکہ تمام خلفاء سابقہ کے نقش قدم کی پیروی کی"

اس قدر بین زبردست اور ناقابل تردید شہادت کے بعد کوئی دیدہ دلیر ایسا ہوسکتا ہے جو اس بوسیدہ الزام کو لب پر لاسکے کہ اسلام آزادی ضمیر کا حامی نہیں ہو شاید دو آدمی۔ ایک عیسائی ملا۔ دوسرا مسلمان ملا۔ کیونکہ ایک کا نفس پاسکٹ اسی سے وابستہ ہے کہ اسلام کو جہاں میں بدنام کیا جائے اور دوسرے کے ٹکڑوں کی ٹوکری بھی اسی صورت میں بھر پور رہ سکتی ہے کہ اسلام کا ہوا بنا کر بیچارے عوام الناس کا شکار کریں۔

بنک کا سود اور جمعیۃ العلماء

بنک کے سود کے متعلق جو شبہات لوگوں کے دلوں میں جاگزین تھے وہ رفتہ رفتہ دور ہوتے جاتے ہیں حتیٰ کہ ہندوستان کے علما کی مقتدر جماعت۔ جمعیۃ العلماء کے اخبار "الجمعیۃ" نے اپنی ۲۹ ستمبر کی اشاعت میں اس مسئلہ کو بالکل صاف کردیا ہے۔ "بنک کا سود اور اس کا مصرف" کے تحت میں لکھا ہے۔

"شریعت کی رو سے تمام امور خیریہ میں اسے خرچ کیا جاسکتا ہے"

اس سود کو امور خیریہ میں صرف کرنے سے اگر کوئی انکار کرے تو اس پر دباؤ ڈالنا بھی اخبار مذکور کے نزدیک جائز ہے۔ وہ لکھتا ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ ان پر دباؤ ڈالنا بھی منشائے شریعت کے خلاف نہ ہوگا۔ کیونکہ شرع اسلامی کی رو سے مشکوک اور ناجائز روپے کو صرف امور خیریہ ہی میں صرف کیا جاسکتا ہے اور اپنی ذات پر خرچ کرنا ناجائز ہے۔

پس جو لوگ ڈاکخانہ کے سیونگ بنک یا دوسرے بنکوں کا سود نہیں لیتے وہ غلطی کرتے ہیں۔ اس لئے کہ سود کا تمام روپیہ گورنمنٹ عیسائی مذہب کی تبلیغ کے لئے دے دیتی ہے بنکوں میں روپیہ جمع کرانے والوں کو چاہیئے۔ کہ وہ سود کا روپیہ لیکر تبلیغ اسلام یا اسی نوع کے دوسرے نیک کاموں میں صرف کردیا کریں۔ تو ہر طرح جائز ہے۔

آریہ سماج کی تبلیغی سرگرمیاں

صوبہائے متحدہ کے تین چار لاکھ مسلمان ملکانہ راجپوتوں میں سے آریہ سماج نے بقول خود ۱۵-۲۰ ہزار ملکانوں کو مرتد کیا ہے۔ ریاست جموں میں ۳۵ ہزار اچھوت لوگ آریہ بنائے جاچکے ہیں۔ ملیبار میں مسلمانوں کی تبلیغی کوششوں کو دیکھ کر سماجی پرچارک بھی وہاں پہنچ گئے ہیں۔ اور بڑے زور شور سے کام شروع کردیا ہے۔ پنجاب کے اضلاع کانگڑہ۔ ہوشیارپور۔ گورداسپور۔ اور ریاست جموں میں دیانند دلت ادھار منڈل کی طرف سے ۱۸ پرچارک اچھوتوں اور مسلمانوں میں آریہ مت پھیلا رہے ہیں۔ عیسائیوں کی طرح تو انہوں نے بھی شفاخانے اور مدرسے اور کتب خانے اور دیگر ذرائع لوگوں کو پھنسانے کے لئے قائم کئے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کی تبلیغی کوششیں کچھ حقیقت نہیں رکھتیں۔ بلکہ وہ ایک دوسرے کو بڑی سرگرمی سے کافر بنانے میں مصروف ہیں۔ اللہ ان کو نیک ہدایت دے۔

ہاسانند کا چیلنج منظور ہے

ہاسانند صاحب آریہ نے اخبار تیج میں میرے نام چیلنج شائع کیا ہے کہ وہ حسب ذیل کمالات آریہ مذہب کی صداقت کے لئے دکھا سکتے ہیں۔

(۱) اونٹ کو سوئی کے ناکہ میں سے نکال دینا۔

(۲) ایک آدمی کے دو بنا دینا۔

(۳) چاند کے دو ٹکڑے کرکے دکھا دینا۔

اس واسطے میں اعلان کرتا ہوں کہ وہ عام جلسہ میں یہ تینوں کمالات یا ان میں سے ایک اگر دکھا دیں گے تو میں آریہ مذہب کی صداقت تسلیم کرلونگا۔ جلسہ کا صدر کوئی سکھ یا عیسائی ہونا چاہیں اور اگر وہ یہ نہ دکھا سکیں تو میں ایک چھوٹا سا روحانی کمال ان کو دکھاؤنگا کہ وہ مجمع عام میں سورج نکلنے سے لے کر سورج چھپنے تک آنکھیں بند کئے اور اپنے دونوں کان اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑے ہوئے میرے سامنے بیٹھے رہیں۔ اور میں ان کو دیکھتا رہوں۔ مجھے یقین ہے کہ سورج غروب ہوتے ہی وہ بے اختیار اور بے تاب ہوکر مجمع عام میں اسلام قبول کرنے کا اعلان کردینگے۔ اور کلمہ پڑھ لیں گے۔ اور اگر ان پر کچھ اثر نہ ہوا اور انہوں نے کلمہ نہ پڑھا تو میں مجمع عام میں اقرار کرلونگا کہ میں ناقص ہوں۔ اور میرے اندر کسی قسم کی روحانیت نہیں ہے۔ یہ بہت آسان مقابلہ ہے۔ امید ہے کہ ہاسانند جی اور ان کے سب آریہ رفیق اس اعلان کو قبول کریں گے۔ اور مجھ کو اطلاع دیں گے۔

(راقم حسن نظامی)

بقیہ صفحہ اول کالم ۳

کی محبت سے لبریز ہونے چاہئیں۔ اور اپنے بھائیوں کی غلطیوں کو اس طرح معاف کرنا چاہیئے جس طرح ہم اپنی اولاد اور اپنے سگے بھائیوں کی غلطیوں کو معاف کرتے ہیں۔ نرمی اور محبت کے ساتھ انہیں سمجھانا بھی چاہیئے۔ لیکن کوئی ایسی صورت پیدا نہ ہو جس سے اصلاح کے بجائے فساد ہو۔ اور تفرقہ اور انتشار بڑھے۔ یہی طریق میرے خیال میں اپنے بچھڑے ہوئے بھائیوں اور عامۃ المسلمین کو بھی سمجھانے میں استعمال کرنا چاہیئے کسی پر حملہ کرنا کسی کو سخت سست کہنا اور حقارت سے پیش آنا جیسا کہ بحث مباحثات کا طریق ہے کبھی مفید ثابت نہیں ہوسکتا۔ بلکہ نرمی اور محبت کا رنگ ہی کارگر ہوسکتا ہے۔ اس سے ہم دنیا کو فتح کرسکتے ہیں۔ کہ اس زمانہ کا مجدد اسی رنگ کو لے کر دنیا میں آیا ہے۔

یہ چند تجاویز میں نے احباب کرام کے سامنے اس غرض سے لکھی ہیں کہ وہ ان پر غور کرکے قوم کی ترقی و اصلاح کے لئے مناسب راہ اختیار کرسکیں۔ اور بھی کئی ایک ان سے بہتر اور مفید تر تجاویز ہونگی جو دوسرے احباب کو غور کرنے پر معلوم ہوسکینگی۔ انہیں چاہیئے۔ کہ وہ ان کو اخبار کے ذریعہ سے قوم کے سامنے رکھیں اکابرین قوم کو اپنی ضروریات کی طرف متوجہ کریں۔ اور اشتراک عمل سے اپنی قومی بہبودی اور فلاح کے سامان فراہم کریں۔ بیرونی جماعتیں اس سے بڑھکر اپنی اپنی مقامی ضروریات کو جانتی ہیں۔ جتنا ایک شخص صدر مقام پر بیٹھا ہوا اندازہ لگا سکتا ہے۔ اپنی ضروریات کو اگر کھول کر بیان کریں۔ تو امید ہے کہ انجمن کے ... وکٹ اور دیگر بزرگوں کو ان کے پورا کرنے اور چارہ کار ... کوئی عذر نہ ہوگا۔ کیا ہمارے احباب اسطرف متوجہ ہونگے؟

ویدک مذہب عالمگیر مذہب نہیں

جس قدر مذاہب عالم گیر تعلیم کے مدعی آج نظر آتے ہیں ان سب کا وجود اسلام کے بعد ہی دنیا میں نمودار ہوا ہے۔ گو وہ اپنے تائیں کسی قدیم زمانہ سے منسوب کریں۔ آج سماجی احباب بڑے زور شور کے ساتھ اپنے مذہب کو عالمگیر مذہب کہتے ہیں۔ اور موجودہ تعلیم کو کہ جسکو وہ عالمگیر کہتے ہیں ویدوں کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ لیکن جب ہم اس زمانہ کی کتب کا مطالعہ کرتے ہیں کہ جس وقت اسلام ابھی بھارت ورش میں نہ آیا تھا تو ہم کو صورت برعکس نظر آتی ہے۔ اس زمانہ کے اعلےٰ پائے کے فاضل سنسکرت اور عالم وید اصحاب نے جو کچھ ویدک تعلیم کی تبلیغ واشاعت کے متعلق لکھا ہے وہ بالکل اس کے برعکس ہے جو آج سماج پیش کرتی ہے۔ مثلاً

۱۔ دیوی بھاگوت میں مذکور ہے۔ کہ

استری اور شودر اور دوجوں کے داس یہ تینوں وید جاننے کے لائق نہیں۔ انکے لئے پران بنائے گئے ہیں۔

۲۔ منوسمرتی میں لکھا ہے۔

نہ شودر کو مت نصیحت دیوے نہ جھوٹا کھانا نہ ہون کا پس انده نہ اس کو دھرم کا اپدیش کرے اور نہ اسے برت یعنی روزہ و غانہ بتلائے کیونکہ جو شخص شودر کو دھرم کا اپدیش کرتا ہے یا اسے برت بتلاتا ہے وہ اس کے یعنی شودر کے ساتھ ہی استمبرت نام نرک میں ڈوبتا ہے

۳۔ پورب میمانسہ کے ایک جملہ کی شرح کرتے ہوئے شنکر رامانج اور مادھو وغیرہ مفسرین نے لکھا ہے کہ اگر شودر وید کو سن لے یا سننے کو آمادہ ہو تو اس کے دونکانوں میں سکہ پگھلا کر ڈالدینا چاہیئے۔ اگر کہیں خفیہ طور پر سن کر اسکو کہیں زبان سے ادا کرتا پایا جاوے تو زبان کو کاٹ ڈالنا چاہیئے۔۔ اور یاد کرکے اس پر عمل کرنا چاہے تو دل کو چیر ڈالنا چاہیئے۔

الغرض ایک دو نہیں بلکہ اس قسم کے صدہا حوالہ جات موجود ہیں کہ جن سے صاف ثابت ہے کہ ویدکی تعلیم عالمگیر تو کیا خود بھارت واشی نیچ اقوام کے لئے بھی اسکا دروازہ بند ہے یہ اسلامی تعلیم ہی کو فخر حاصل ہے کہ اس کے طفیل۔

اقوام جہاں ہوگئیں سب ملکے باہم ایک
رومی عربی ارمنی اور اہل عجم ایک
تھی سب کی روش ایک خوشی ایک الم ایک
اُس فوج کی چال ایک تھی دل ایک قدم ایک
تاتاری و خارزمی و زنگی ہوئے بھائی
سب مٹ گئی آپس کی دو رنگی ہوئے بھائی

مذکورہ بالا حوالہ جات براچین سناتن دھرم انوسار ہیں۔ اور آج بھی سناتن دھرم کے عملی نمونہ سے اس کی تصدیق ہوتی ہے لیکن علاوہ ازیں آریہ سماج بھی باوجود اتنے شور وشغب کے ابھی وہ فراخدلی پیدا نہیں ہوئی جس کا شرف اسلام کو تیرہ صدیوں سے حاصل ہے۔ اور یہ آریہ سماج کا قصور نہیں بلکہ تعلیم کا قصور ہے۔ سماج لاکھ کوشش کرے کہ سب اقوام سماج میں آجاویں مگر تعلیم میں اسقدر رکاوٹیں موجود ہیں کہ ان کے مقابل سماج بھی لاچار ہے۔ مثلاً چاروں ویدوں میں ایک بھی ایسی شرتی نہیں کہ جس میں صفائی کے ساتھ سب ذاتوں کو وید کے پڑھنے کا حق دیا گیا ہو۔ بلکہ برعکس اس کے خود وید میں صاف طور پر مذکور ہے کہ وید صرف دوجوں کے پاک کرنے کے لئے ہے۔ اتھروید کانڈ ۱۹ شودر کا ذکر تک نہیں۔ سوامی دیانند نے بھی شودر کو زنار پہننے کا مستحق قرار نہیں دیا۔ رسم زنار بندی کے موقعہ جو طریقہ پرت سوامی جی نے بتایا ہے وہ صرف دوجوں یعنی براہمن کھتری اور ویش کے متعلق ہے۔ شودر کا نام تک نہیں۔ بلکہ ایک جگہ صاف لکھا ہے کہ شودر کو زنار نہ پہنایا جائے یہ رائے اینک اچاریوں کی ہے پھر سماج کی تعلیم ہے کہ بالوں والی بھوری آنکھ والی وغیرہ وغیرہ قسموں کی مستورات سے نکاح نہ کیا جاوے۔ کیا یہ عالمگیر تعلیم ہے۔ اگر آج یورپ خدانخواستہ آریہ ہو جاوے تو انگریز مستورات کا کیا حشر

پھر سماج کی تعلیم ہے کہ ”دو“ وقت اگنی ہوتر کرنا چاہیئے جس میں ۱۶ آہوتی صبح اور ۱۶ ہی شام کو ہوں۔ ہر ایک آہوتی میں ۶ ماشہ کے قریب اندازہ گھی وغیرہ کا ہونا ضروری ہے۔ اور اگر تگر کستوری وغیرہ ان میں ڈالی جاوے۔ بھلا کیا سب آریہ اس فریضہ کو ادا کر سکتے ہیں۔ پھر سوامی جی ایک جگہ لکھتے ہیں کہ مردہ جلانے کے لئے جتنا وزن لاش کا ہو اتنا ہی گھی ہونا چاہیئے۔ اگر اتنا نہ میسر ہوسکے تو کم از کم ۲۰ سیر گھی تو ضرور ہو۔ باقی سمگری اس کے علاوہ ہے۔ کیا یہ تعلیم عالمگیر ہونے کا دعویٰ کر سکتی ہے۔ یاد رکھو عالمگیر تعلیم وہی ہے جو یہ دعویٰ کرتی ہے کہ۔ لا یکلف اللّٰہ نفساً الا وسعہا یعنی اللہ ایسی شریعت نہیں دیتا کہ جسکو لوگ بجا نہ لاسکیں۔ اور عملی نمونہ کی حالت ظاہر ہی ہے۔ دھرم پال لکھتا ہے کہ مجھے سماج نے اپنے میں اسطرح ملالیا کہ جسطرح پانی میں پانی مگر پندرہ سال تک اس کی ایسی مثال رہی کہ جس طرح دریا کا بارش کا پانی سمندر میں جاکر مل جاتا ہے اور دور تک ایک لمبی لکیر سی اس بارش کے پانی کی نمایاں رہتی ہے کہ جس سے دیکھنے والا فوراً کہدیتا ہے کہ یہ بارش کا پانی آکر ملا ہے۔ جب میں دہلی ہوتا تو محمد دین کھرکھودہ والا جو آریہ ہوکر ڈاکٹر سکھ دیو کے مکان پر رہا کرتا تھا اور پھر خاکسار کے ذریعہ دوبارہ حلقہ بگوش اسلام ہوگیا تھا۔ بیان کرتا تھا کہ جہاں تو نیچ اقوام کے سماجی ہوتے تھے وہاں تو مجھے بھی حقہ میں شریک کر لیتے تھے۔ لیکن جہاں برہمن وغیرہ سماجی ہوں وہاں پرہیز ہی رکھتے تھے۔ کیا یہ عالمگیر مذہب کے نشانات ہیں۔ یہ اسلام کی تعلیم ہی ہے جس نے شاہ وگدا کو ایک پلیٹ فارم پر متحد کر دیا ہے۔

آگیا عین لڑائی میں کہیں وقت نماز
قبلہ رو ہوکے زمیں بوس ہوئی قوم حجاز
ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز
صاحب و بندہ و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

(شیخ محمد یوسف)

گورونانک اور تناسخ

آج سکھ صاحبان کا اکثر حصہ تناسخ کا قائل نظر آتا ہے مگر شری گورونانک جی مہاراج جیسا کہ آپ کی تعلیم سے آشکارا ہے اس مسئلہ کے قائل معلوم نہیں ہوتے۔ اصول تناسخ جو ہنود نے قائم کیا ہوا ہے یہ ہے کہ انسانی روح اپنے اعمال کی جزا بھگتنے کے لئے مخلوقات عالم کے مختلف قالبوں میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔ اس اصول سے کئی اعتراضات پیدا ہوتے ہیں

۱۔ خدا کی قدرت سے انکار کرنا پڑتا ہے۔

۲۔ گناہ کرنے میں ترقی ہوتی ہے۔

۳۔ کسی بزرگ کی عزت دل میں نہیں رہتی۔

تشریح اس کی یوں ہے کہ جب ہم یہ تسلیم کرلیں کہ یہ سلسلہ کائنات ہمارے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے تو ساتھ ہی یہ بھی ماننا پڑے گا کہ اگر ہمارے اعمال نہ ہوں تو خدا قطعاً کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتا جس حال میں کسی روح نے وہ اعمال ہی نہیں کئے کہ جس سے گائے بنے تو خدا کو کیا طاقت ہے کہ وہ گائے بناسکے۔ مگر گورو صاحب اس سلسلہ کائنات کو خدا تعالےٰ کی قدرت سے پیدا ہوا مانتے ہیں۔

چنانچہ اُن کا ارشاد ہے۔

شیہاں بازاں چرغاں کوہیاں گھاس کھوائے گھاہ
گھاہ کھان تنہاں ماس کھوائے ایہہ چلائے راہ
کیڑا تھاپ دیوے پادشاہی لشکر کرے سواہ
نانک جیوں جیوں ساچے بھاوے تیوں تیوں دے گراہ

یعنی شیر باز چرغ کو بھی جو شکاری گوشت خور جانور ہیں اگر خدا چاہے تو ان کو گھاس خور بنادے اور جو گھاس خور ہیں ان کو اگر چاہے تو گوشت خور بنادے۔ ایک کیڑا ناچیز کو بادشاہ بنادے اور بادشاہوں کے لشکروں کو خاک سیاہ کردے۔ نانک دیو جی کہتے ہیں وہ جو چاہے سو کر سکتا ہے۔

پھر لکھتے ہیں :۔

حکمی ہون آکار حکم نہ کہیا جائی
حکمی ہون جیہ حکم ملے وڈیائی
حکمی اُتم نیچ حکم لکھ دکھ سکھ پائیہ
اکنا حکمی بخشیش اک حکمی سدا بھوائیہ
حکم اندر سب کو باہر حکم نہ کو
نانک حکمے جے بجھے تاں ہوں میں کہے نہ کو

یعنی جملہ اجسام عالم حکم الٰہی سے صورت پذیر ہوتے ہیں ہو الذی یصورکم فی الارحام کیف یشاء

پھر فرمایا قدرت پاتال آکاسی۔ قدرت سرب آکار یعنی پاتال آکاس قدرت سے پیدا کئے اور قدرت ہی سے سب اجسام پیدا کئے۔

پھر فرمایا۔ قدرت پون پانی بسنتر قدرت دھرتی خاک سب تیری قدرت توں قادر کرتا پاکی نائی پاک۔ یعنی ہوا پانی آگ مٹی اربعہ عناصر قدرت سے پیدا ہوئے۔ اے خدا یہ سب کائنات تیری قدرت سے ہے تو قادر ہے اور پاک ناموں سے موصوف تو پاک ہے۔

یہی تعلیم قرآن پاک کی ہے۔ ھو اللّٰہ الخالق البارئ المصور لہ الاسماء الحسنٰی یسبح لہ ما فی السمٰوٰت والارض وھو العزیز الحکیم یعنی اللہ ہر شئے کا خالق ہے۔ روح و مادہ کا بھی خالق ہے صانع حقیقی ہے اس کے سب نام پاک ہیں جو کچھ آسمان و زمین میں ہے سب اس کے قوانین کے تابع فرمان ہے وہ غالب اور حکمت والا ہے۔ بتاؤ کہیں تناسخ کا نشان باقی رہا۔ (شیخ محمد یوسف ہاتی آئینہ)

سدرشن چکر کو چکر آگیا

ہمعصر سدرشن چکر راولپنڈی اپنی تازہ اشاعت ۲۱ کاتک سمت ۱۹۸۲ میں پیغام صلح کی غدارانہ روش کے عنوان سے ایک مقالہ افتتاحیہ سپرد قلم کرتے ہوئے ہندوؤں کو بہادر کشورکشا اور حربی ثابت کرتا اور ان کے بالمقابل مسلمانوں کو کاتر اور بزدل قرار دیتا ہے۔

ہم اپنے محترم ہمعصر کے ہمخیال ہوکر مسلمانوں کو بزدل اور کاتر اور ہندوؤں کو بہادر اور کشورکشا سمجھ لیتے۔ بشرطیکہ ہمارا محترم ہمعصر کسی لغت سے یہ ثابت کردیتا کہ بہادر اور کشورکشا اسے کہتے ہیں۔ جو دھوتی باندھ کر گھر میں بیٹھا رہے۔ کسی ملک پر فاتحانہ طور پر حملہ آور نہ ہو جب اس پر حملہ ہو تو چھپ جائے۔ کوئی سختی کرے تو ڈرتے ہوئے اپنا مذہب بدل لے۔

یہی اوصاف قدیم الایام سے آج تک ہندو قوم کا جز لاینفک رہے ہیں۔ اور جوانان سنگٹھن اپنی زبان حال سے یہ ترانا گا رہے ہیں۔

من آن رستم گرد روئیں تنم
کہ دو پایہ از مشت خود بشکنم

عیسائیوں کا رسالہ ”آمد“

لاہور سے پادری جی علی بخش صاحب کے زیر ادارت ”آمد“ نامی عیسائیوں کا ایک ماہوار رسالہ نکلتا ہے۔ اس کا اگست وستمبر کا نمبر ہمارے سامنے ہے۔ ان رسالوں میں مذہب اسلام پر بہت کچھ نکتہ چینی کی گئی ہے ماہ اگست کے پرچہ میں صفحہ ۱۸ پر آپ سوال جواب کے تحت میں تحریر فرماتے ہیں

”سوال ۳۵۔ از روے اسلام عیسےٰ مسیح کا کیا درجہ ہے۔

جواب۔ جو درجہ قرآن نے عیسےٰ مسیح کو دیا ہے وہ کسی دوسرے نبی کو قرآن میں دیا نہیں گیا۔ مثلاً (۱) عیسےٰ کی اعجازی پیدائش۔ (ب) جسقدر معجزے عیسےٰ کے قرآن میں بیان ہوئے کہ وہ مٹی کے جانور کو زندہ کرتے۔ کوڑھیوں کو پاک صاف کرتے۔ مُردوں کو زندگی بخشتے تھے۔ وغیرہ۔ (ج) وہ گناہ سے بالکل مبرا تھے۔ اس لئے قرآن میں کہیں ان کو اپنے گناہوں سے معافی مانگنے کی نسبت ہدایت نہیں۔ جیسا کہ دوسرے انبیاء کو ہے۔ (د) وہ زندہ آسمان پر موجود ہیں۔ (ہ) وہ دوبارہ آسمان سے نزول کریں گے۔ (و) وہی دجال پر فتح پائیں گے۔ (ز) اس کے پیرو قیامت تک کافروں پر غالب رہیں گے“

دعویٰ تو یہ ہے کہ یہ تمام خوبیاں مسیح کی قرآن میں مذکور ہیں۔ مگر دلیل کے لئے حوالہ ایک نہیں۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ قرآن مجید میں ان میں سے ایک بھی بات موجود نہیں۔

(۱) اعجازی پیدائش کے متعلق خود قرآن نے جواب دیا کہ ان مثل عیسےٰ عند اللّٰہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون۔ یعنی عیسےٰ کی پیدائش مثل دیگر انسانوں کے ہوئی یعنی کن فیکون کے ماتحت مٹی سے پھر فرمایا فحملتہ یعنی مریم نے انکو حمل میں لیا کس طریقہ سے لیا اس کے بیان کی ضرورت نہیں حدیث کا اشارہ کافی ہے۔ کہ حملتہ امراۃ کما تحمل المراۃ یعنی اسی طرح حمل میں لیا جسطرح عام قانون کے ماتحت عورتیں بچوں کو حمل میں لیتی ہیں۔ بوقت ولادت ایک اور اعجاز ہوا۔ فجاءھا المخاض یعنی دردزہ ہوا۔ اور ایسا سخت ہوا قالت یٰلیتنی مت قبل ھذا۔ مریم کہتی ہیں اے کاش اس مصیبت کے دیکھنے سے پہلے ہی مرگئی ہوتی۔ دیکھا پادری صاحب یہ ہے اعجازی پیدائش جسکا ذکر قرآن نے کیا ہے۔

(ب) مٹی کے جانور زندہ کرنا کہیں قرآن میں نہیں آیا۔ مٹی کے جانور بنانا آیا ہے۔ زندہ کرنا نہیں۔ فیکون طیراً باذن اللّٰہ یعنی وہ مٹی کا کھلونا اڑنے والا ہوتا تھا۔ اڑنے والا ہونے سے جاندار کیونکر ہوگیا۔ ہوائی جہاز اڑتا ہے کیا معنے کہ اس میں جان ہے۔ واہ پادری صاحب۔

چند سوالات مع جوابات

اس عنوان سے ایک مضمون ایک طالب حق کے سوالات کے جواب میں ۱۸ اکتوبر کے پیغام صلح سے شروع ہوا تھا یہ سوالات کل ۵ تھے جن میں سے سوال اول و دوم کا جواب ۱۸ اکتوبر اور سوئم کا جواب ۲۱ اکتوبر اور چہارم کا جواب ۲۴ اکتوبر میں دیا جا چکا ہے۔ اس کے بعد ۲۸ اکتوبر کے پرچہ میں ایک نیا سلسلہ سوال و جواب کا شروع ہو گیا اور اس پہلے سلسلہ سے ایک سوال کا جواب بیچ میں رہ گیا۔ آج اس پہلے سلسلہ کے آخری سوال کا جواب درج کیا جاتا ہے۔ دونوں مضامین کو علیحدہ علیحدہ سمجھنے کے لئے یہ نشانی ہے کہ مضمون اول کا عنوان

"چند سوالات مع جوابات ہے"

اور مضمون ثانی کا عنوان "دلچسپ سوالات و جوابات" ہے۔

سوال ۵

نعمت اللہ خان مرحوم میاں محمود احمد صاحب کے مرید تھے اور ان ہی کا عقیدہ رکھتے تھے لاہوری احمدی جماعت نے بھی انہیں شہید کے لقب سے ملقب کیا جس سے معلوم ہوا کہ ان کے عقاید صحیح تھے ورنہ ان کو شہید کس طرح کہا جا سکتا ہے۔ اگر ان کے عقاید صحیح تھے۔ تو معلوم ہوا کہ میاں صاحب کے عقاید صحیح ہیں کیونکہ دونو ہم عقیدہ تھے

جواب

(۵) معلوم ہوتا ہے کہ آپ اخبار بہت کم دیکھتے ہیں۔ ورنہ یہ اعتراض نہ کرتے۔ یہ گورکھ دھندا تو میاں محمود احمد صاحب کے مریدوں میں بہت جگہ موجود ہے۔ کہ مرید کا عقیدہ اور ہے اور پیر کا اور یہی حال نعمت اللہ مرحوم کا تھا۔ جو بیان انہوں نے محکمہ شرعیہ ابتدائیہ کابل میں دیا تھا۔ اس میں صاف اپنا عقیدہ وہی بیان کیا تھا۔ جو ہمارا ہے۔ چنانچہ عدالت کی رپورٹ میں یہ فقرے موجود ہیں "اس شخص سے پوچھا گیا؟ تو اس نے مذہب حنفی کے پیرو ہونے (کا دعویٰ کرنے) کے باوجود یہ کہا۔ کہ مرزا غلام احمد مذکور مسیح موعود اور مہدی معہود اور نبی ظلی ہے" پھر آگے چل کر نبی ظلی کی تشریح یوں کی ہے۔ "لیکن تاہم نبی ظلی یعنے فنا فی الرسول ہے۔ اور اس پر جبریل کی وساطت کے بغیر وحی نازل ہوتی اور اسی الہام کو علم کے اسباب میں سے خیال کرتا ہوں"

میاں محمود احمد صاحب کے عقیدہ میں نبی ظلی نبی ہوتا ہے ایسا ہی نبی جیسا کہ پہلے گذر چکے صرف ظلی کا لفظ ان لوگوں کے لئے شیرہ کا کام دیتا ہے جو تلخ گولی نگل نہ سکیں اس میں لپیٹ کر نبوت کے عقیدہ کی گولی آسانی سے نگلی جا سکتی ہے۔ ہمارے عقیدہ میں نبی ظلی نبی نہیں ہوتا۔ اگر نبی ہوتا ہے تو ظلی نبی کہنا بے معنی تھا۔ جس طرح ظل اللہ اللہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح نبوت کا ظل نبوت نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ ولایت ہوتی ہے۔ یہ ایک فنا فی الرسول کا مقام ہے حضرت محمد مصطفےٰ صلعم چونکہ نبی تھے۔ انہیں فنائیت کی وجہ سے جس کو محمدیت کی چادر اڑھائی جاتی ہے۔ جس طرح اس پر محمد کا لفظ مجازی اور ظلی طور پر صادق ہوتا ہے اسی طرح نبی اور رسول کا لفظ بھی ظلی اور مجازی طور پر چسپاں ہو جاتا ہے نہ حقیقی طور پر وہ محمد ہے اور نہ حقیقی طور پر وہ نبی ہے یہی تشریح خود حضرت مسیح موعود نے ایک غلطی کے ازالہ میں لکھی ہے۔ دوئم وحی نبوت نبی کے لئے ہونی ضروری ہے۔ جو بوساطت جبریل نازل ہوتی ہے ہم حضرت مسیح موعود کی وحی کو وحی ولایت مانتے ہیں نہ کہ وحی نبوت خود حضرت صاحب نے تحفہ گولڑویہ میں جو ۱۹۰۱ء کے بعد کی کتاب ہے نبوت اور وحی نبوت کا دروازہ مسدود مانا ہے چنانچہ فرماتے ہیں "کیونکہ قرآن شریف جیسا کہ آیت فلما توفیتنی اور آیت قد خلت من قبله الرسل میں حضرت عیسیٰ کو مار چکا ہے۔ ایسا ہی آیت الیوم اکملت لکم دینکم اور آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں صریح طور پر نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر چکا ہے اور صریح لفظوں میں فرما چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں جیسا کہ فرمایا ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین لیکن وہ لوگ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دوبارہ دنیا میں واپس لاتے ہیں ان کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ وہ بدستور اپنی نبوت کے ساتھ دنیا میں آئینگے۔ اور برابر پینتالیس برس تک ان پر جبریل علیہ السلام وحی نبوت لے کر نازل ہوتا رہیگا۔ اب بتلاؤ کہ ان کے عقیدہ کے موافق ختم نبوت اور ختم وحی نبوت کہاں باقی رہا بلکہ ماننا پڑا کہ خاتم الانبیاء حضرت عیسیٰ ہیں" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۳)

مذکورہ بالا عبارت صاف بتا رہی ہے کہ حضرت مسیح موعود خاتم کے معنے ختم کرنے والے کے لے رہے ہیں اور ختم نبوت اور ختم وحی نبوت۔ کے قائل ہیں اور جو لوگ اس کے خلاف ہوں۔ ان کو ملزم ٹھیرا رہے ہیں اور نزول جبریل پیرایہ وحی نبوت کو ممتنع سمجھتے ہیں۔ یہی ہمارا عقیدہ ہے اور یہی وہ عقیدہ ہے جس کا اظہار نعمت اللہ خان مرحوم نے عدالت کابل کے سامنے کیا۔ پھر آپ فرمایئے نعمت اللہ خان مرحوم ہمارا عقیدہ رکھتے تھے یا میاں محمود احمد صاحب کا؟

خاکسار بشارت احمد عفی عنہ

حقیقۃ الوحی اور مسئلہ نبوۃ

(محمد عصمت اللہ صاحب کے قلم سے)

(گذشتہ سے پیوستہ)

اب رہا احمدیوں کے سوا تمام اہل قبلہ کا کافر ہونا۔ سو یہ بھی حضرت صاحب کا خیال نہیں۔ جناب میاں صاحب ہی کا خود تراشیدہ عقیدہ ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں

"ڈاکٹر عبد الحکیم خان اپنے رسالہ المسیح الدجال وغیرہ میں میرے پر یہ الزام لگاتا ہے۔ کہ گویا میں نے اپنی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ جو شخص میرے پر ایمان نہیں لائے گا۔ گو وہ میرے نام سے بھی بے خبر ہوگا۔ اور گو وہ ایسے ملک میں ہوگا۔ جہاں تک میری دعوت نہیں پہنچی۔ تب بھی وہ کافر ہو جائیگا۔ اور دوزخ میں پڑے گا۔ یہ ڈاکٹر مذکور کا سراسر افترا ہے۔ میں نے کسی کتاب یا کسی اشتہار میں ایسا نہیں لکھا اس پر فرض ہے۔ کہ وہ ایسی کوئی میری کتاب پیش کرے۔ جس میں یہ لکھا ہے" حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۷۸ پھر اس جھوٹ کو تو دیکھو۔ کہ ہمارے ذمہ یہ الزام لگاتے ہیں۔ کہ گویا ہم نے بیس کروڑ مسلمانوں اور کلمہ گویوں کو کافر ٹھیرایا حالانکہ ہماری طرف سے تکفیر میں کوئی سبقت نہیں ہوئی۔ خود ہی ان کے علماء نے ہم پر کفر کے فتوے لکھے۔ اور تمام پنجاب اور ہندوستان میں شور ڈالا کہ یہ لوگ کافر ہیں۔ اور نادان لوگ ان فتووں سے ایسے ہم سے متنفر ہو گئے۔ کہ ہم سے سیدھے منہ کوئی نرم بات کرنا بھی ان کے نزدیک گناہ ہو گیا۔ کیا کوئی مولوی یا کوئی اور مخالف یا کوئی سجادہ نشین یہ ثبوت دے سکتا ہے۔ کہ پہلے ہم نے ان لوگوں کو کافر ٹھیرایا تھا۔ اگر کوئی ایسا کاغذ یا اشتہار یا رسالہ ہماری طرف سے ان لوگوں کے فتوے کفر سے پہلے شائع ہوا ہے۔ جس میں ہم نے مخالف مسلمانوں کو کافر ٹھیرایا ہو۔ تو وہ پیش کریں۔ ورنہ خود سوچ لیں۔ کہ یہ کس قدر خیانت ہے۔ کہ کافر تو ٹھیراویں۔ آپ اور پھر ہم پر یہ الزام لگاویں۔ کہ گویا ہم نے تمام مسلمانوں کو کافر ٹھیرایا ہے اس قدر خیانت اور جھوٹ اور خلاف واقعہ تہمت کس قدر دل آزار ہے۔ ہر ایک عقلمند سوچ سکتا ہے۔ اور پھر جب کہ ہمیں اپنے فتووں کے ذریعہ سے کافر ٹھیرا چکے۔ اور آپ ہی اس بات کے قائل بھی ہو گئے۔ کہ جو شخص کسی مسلمان کو کافر کہے تو کفر الٹ کر اسی پر پڑتا ہے۔ تو اس صورت میں کیا ہمارا حق نہ تھا۔ کہ بموجب انہی کے اقرار کے ہم ان کو کافر کہتے" حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۲۰ ہمیں زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے قارئین کرام خود ہی ان تحریروں سے اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ جناب میاں صاحب اور ان کے غالی مبائعین کا خیال کس قدر ان تحریروں سے متجاوز ہے

(۱) ہم نے اپنے کسی مخالف کلمہ گو کو کافر نہیں کہا۔ نہ کسی پر کفر کا فتوےٰ دیا

(۲) کلمہ گویوں کو کافر ٹھیرانے کی ہماری طرف نسبت کرنا سراسر الزام اور افترا اور خیانت ہے۔ ہم نے اپنے کسی رسالے یا اشتہار یا کتاب میں ایسا نہیں لکھا۔

(۳) چونکہ ہمارے مکفرین اس بات کے قائل ہیں۔ کہ جو مسلمان کو کافر کہے گا۔ تو کفر الٹ کر اسی پر پڑے گا۔ اسی صورت میں کیا ہمارا حق نہیں کہ ہم بھی ان مکفرین کو کافر کہدیں

کیا اس سے کسی طرح پر بھی یہ نتیجہ نکل سکتا ہے۔ کہ حضرت صاحب اپنے مریدین کے سوا تمام مسلمانوں کو کافر ٹھیراتے ہیں حالانکہ حضرت صاحب اسے اپنے اوپر سراسر الزام و افترا قرار دیتے ہیں۔ ان صاف تحریروں کے ہوتے ہوئے ہماری سمجھ میں تو نہیں آتا کہ جناب میاں صاحب کس بنا پر اس غلط عقیدے کے قائل ہو گئے ہیں کہ احمدیوں کے سوا تمام مسلمان کافر ہیں

(۱) نبوۃ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ نیا ہو یا پرانا اور جناب میاں صاحب کی اصلاح کے بموجب تشریعی ہو یا غیر تشریعی

(۲) حضرت مسیح موعود انبیاے سابق کی طرح ہرگز نبی نہ تھے۔ آپ کے الہامات میں جو نبی کا لفظ آیا ہے۔ وہ ہرگز ان معنوں میں نہیں جن معنوں میں صحف اولے میں یہ لفظ انبیاے سابق کے لئے بولا گیا ہے آپ کے لئے نبوت کا لفظ مجازی معنوں میں ہے جنہیں مدنظر رکھتے ہوئے ایک غیر رسول بھی رسول کہلا سکتا ہے آپ کے لئے نبی کا لفظ صرف کثرۃ مکالمہ و مخاطبہ کے معنوں میں ہے جس کے قیامت تک جاری رہنے کا اکابر اہل سنت کو بھی اقرار ہے۔ اسی کو محدثیت بھی کہتے ہیں

(۳) حضرت صاحب کسی کلمہ گو کو کافر نہیں ٹھیراتے۔

عبارت حقیقۃ الوحی سے اس بات کی تصریح کر دینے کے بعد کہ مسئلہ نبوت اور تکفیر اہل قبلہ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کیا عقاید تھے۔ اور جناب میاں صاحب اور ان کے ہمنواؤں کے کیا عقیدے بن گئے ہیں ہم اُن حوالہ جات پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہتے ہیں۔ کہ جن سے جناب میاں صاحب اور ان کے غالی مبائعین حضرت صاحب کی نبوۃ پر استشہاد کیا کرتے ہیں

(اول) "غرض اس حصہ کثیر وحی الہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گذر چکے ہیں۔ ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔ کیونکہ کثرۃ الوحی اور کثرۃ امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی اور ضرور تھا۔ کہ ایسا ہوتا تاکہ آنحضرت صلعم کی پیشگوئی صفائی سے پوری ہو جاتی۔ کیونکہ اگر دوسرے صلحا جو مجھ سے پہلے گذر چکے ہیں۔ وہ بھی اسی قدر مکالمہ و مخاطبہ الہیہ اور امور غیبیہ سے حصہ پا لیتے تو وہ نبی کہلانے کے مستحق ہو جاتے تو اسی صورت میں آنحضرت صلعم کی پیشگوئی میں ایک رخنہ واقع ہو جاتا اس لئے خدا تعالےٰ کی مصلحت نے ان بزرگوں کو اس نعمت کو پورے طور پر پانے سے روک دیا تا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے۔ کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا۔ وہ پیشگوئی پوری ہو جائے" حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱

اس عبارت سے دعوےٰ نبوۃ کو ثابت کرنا دور از کار ہی نہیں بلکہ مرضی متکلم کے برخلاف کلام کی تشریح کرنا ہے کیونکہ اس عبارت کی ابتدا میں یہ فقرہ واقع ہے۔ کہ "اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں .... جو نبی کا نام پانے کے لئے مخصوص کیا گیا یعنی مجھے امتی نبی نام دیا گیا۔ کہ ایک پہلو سے امتی ہوں اور ایک سے نبی" یہی امتی نبوۃ جیسا کہ ہم پہلے وضاحت کے ساتھ بیان کر چکے ہیں حضرت صاحب کی اصطلاح میں ظلی بروزی جزئی مجازی نبوۃ کہلاتی ہے اسی کا نام محدثیت بھی ہے۔ لفظ امتی کی قید اس لئے اور صرف اسی لئے رکھی گئی ہے کہ تا اسے کوئی حقیقی نبوۃ نہ سمجھ لے جس کے مصداق جملہ انبیائے کرام تھے یہ نبوۃ ان معنوں میں نہیں ہے آپ ہی کا ارشاد ہے ما نعنی عن النبوۃ ما یعنی فی الصحف الاولےٰ یعنی ہم نبوۃ سے وہ معنی ہی نہیں لیتے جو صحف الاولےٰ میں لئے گئے ہیں بلکہ یہ نبوۃ بمصداق سمیتہ نبیا علےٰ سبیل المجاز کے مجازی معنوں میں ہے جس کے لحاظ سے ایک غیر رسول بھی رسول کہلا سکتا ہے اور اسی کو محدثیت بھی کہتے ہیں ہاں امت میں سے آپ ہی کا اس انعام کے لئے مخصوص ہونا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشگوئی کے ماتحت ہے جس کی تصریح حضرت صاحب نے خود کئی ایک مقامات پر کردی ہے جناب میاں صاحب اور ان کے غالی مبائعین کے لئے یہ خصوصیت اثبات نبوۃ کے مسئلے میں کوئی فایدہ نہیں دے سکتی نہ اصل مسئلہ ہی سے کوئی تعلق رکھتی ہے

اگرچہ اس قدر لکھنے کے بعد ہمیں مزید توضیح کی ضرورت نہ تھی کیونکہ اسی عبارت سے مسئلہ زیر بحث پر کافی روشنی پڑ چکی ہے۔ مگر یہ جتا دینا بھی خالی اور کافی نہیں۔ کہ ہمارے محمودی بھائی اس عبارت کو پیش کرتے ہوئے اس سے پہلی عبارت کو اپنی چالاکی سے حذف کر جایا

کہتے ہیں حالانکہ وہی عبارت اس عبارت کے قالب کے لئے بمنزلہ جان کے ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام مذکورہ بالا عبارت سے پہلے یوں رقمطراز ہیں۔

اور پھر ایک اور نادانی یہ ہے کہ جاہل لوگوں کو بھڑکانے کیلئے کہتے ہیں کہ اس شخص نے نبوۃ کا دعوے کیا ہے حالانکہ یہ ان کا سراسر افترا ہے بلکہ جس نبوۃ کا دعوے کرنا قرآن شریف کی رو سے منع معلوم ہوتا ہے۔ ایسا کوئی دعوے نہیں کیا گیا۔ صرف یہ دعوے ہے۔ کہ ایک پہلو سے میں امتی ہوں۔ اور ایک پہلو سے میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فیض نبوۃ کی وجہ سے نبی ہوں اور نبی سے مراد صرف اس قدر ہے کہ خدا تعالےٰ سے بکثرۃ شرف مکالمہ و مخاطبہ پاتا ہوں حقیقۃ الوحی ص۳۹۰

دونوں عبارتوں کو ملا کر پڑھیئے اور نتیجہ نکالئے۔ بات بالکل صاف ہے۔ کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ آپ صریح لفظوں میں اپنی نسبت دعوائے نبوۃ کو افترا قرار دیتے ہیں۔ اور پھر فرماتے ہیں۔ کہ ایک پہلو سے امتی ہوں اور ایک پہلو سے آنحضرت صلعم کے فیض نبوۃ کی وجہ سے نبی ہوں۔ یعنی امتی نبی جس کے معنی وہی جزئی مجازی ظلی بروزی نبوۃ یا بہ الفاظ دیگر محدثیت کے ہیں۔ اسی باریک نکتہ کو حل کرنے کے لئے فرماتے ہیں نبی سے مراد صرف اس قدر ہے کہ خدا تعالےٰ سے بکثرۃ شرف مکالمہ و مخاطبہ پاتا ہوں اور تتمہ حقیقۃ الوحی ص۶۸ پر لکھتے ہیں آپ جس امر کا نام مکالمہ و مخاطبہ رکھتے ہیں میں اس کی کثرۃ کا نام بموجب حکم الٰہی نبوۃ رکھتا ہوں۔ ولکل ان یصطلح

محمد عصمت اللہ

بقیہ مضمون صفحہ ۳) کوڑھیوں کو پاک صاف کرنا اگر کوئی ایسا معجزہ ہے جو نبیوں سے افضل کر دیتا ہے تو ڈاکٹروں کو سب پر افضلیت حاصل ہے۔ مردہ زندہ کرنیکے متعلق قرآن میں ایک مسیح ہی کا نہیں بلکہ سب پیغمبروں کا کام یہی بتایا گیا ہے کہ وہ روحانی مردوں کو زندہ کرتے ہیں جسمانی طور پر احیا ہونے کی قرآن تردید کرتا ہے۔ فرمایا اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والتی لم تمت فی منامہا فیمسک التی قضی علیہا الموت ویرسل الاخریٰ الیٰ اجل مسمیٰ۔ اللہ دو مرتبہ قبض روح کرتا ہے ایک موت کے وقت۔ دوسرا نیند میں۔ موت کے وقت قبض کردہ کو واپس جسم میں نہیں بھیجتا۔ نیند والی کو واپس پھیر دیتا ہے۔ قرآن نے اپنے سمجھنے کے لئے خود محکم و متشابہ کا اصول قایم کر دیا ہے۔ پس قرآن کے اس محکم اصول کے سامنے دوسری عبارتیں متشابہ ہیں +

(ج) مسیح گناہ سے مبرا تھا دلیل یہ دی ہے کہ اس کو کہیں قرآن میں اپنے گناہوں سے معافی مانگنے کی نسبت ہدایت نہیں۔ اگر اس عبارت میں جناب کی مراد استغفار ذنب سے ہے تو واضح ہو کہ معمولی بھول چوک پر بھی ذنب کا لفظ بولا جاتا ہے اور استغفار کے معنے حفاظت چاہنے کے ہیں۔ پس نقصان دہ امور سے بچنے کے لئے اللہ سے حفاظت طلب کرنیکے لئے سب انبیاء علیہم السلام کو نصیحت ہے نہ کہ کسی خاص کو۔ ہاں نصیحت کے الفاظ جدا گانہ ہیں۔ خود مسیح علیہ السلام کہتے ہیں کہ اوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ ما دمت حیًا کہ مجھے حکم ہے کہ میں دعا مانگتا رہوں اور زکوۃ دیتا رہوں جب تک بقید حیات ہوں۔ اور انجیل سے ثابت ہے کہ جناب مسیح نے رو رو کر دعائیں مانگیں یعنی کسی مصیبت سے بچنے کے لئے اللہ کی حفاظت طلب کی۔ اے باپ اگر تو چاہے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے۔ ایلی ایلی لما سبقتنی۔ اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑا۔ لیکن ان دعاؤں میں اور سردار انبیاء کی دعاؤں میں ایک بین فرق ہے گیتسمنی باغ میں جب مصیبت آتی ہے تو نہ اکیلے مسیح پر بلکہ سب حواریوں پر مگر دعا مانگتے ہیں تو صرف اپنے لئے بخلاف اس کے آقا و نامدار حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم جب معہ اپنے رفقا کے میدان بدر میں نرغہ میں پھنستے ہیں تو حضور مثل مسیح کی طرح اپنی جھونپڑی میں رو کر دعا مانگتے ہیں کہ

اللہم ان تہلک ھذہ العصابۃ من اھل الایمان فلن تعبد فی الارض ابدًا۔ اے اللہ اگر مٹھی بھر جماعت ایمانداروں کی ہلاک ہو گئی تو زمین پر تیرا کوئی نام لیوا نہ رہیگا +

دعا مانگی تو پیلے جماعت کیلئے حفاظت طلب کی مسیح علیہ السلام صلیب چڑھائے جاتے ہیں اور ایلی ایلی کا نعرہ بلند کرتے ہیں مگر غار ثور کا فرشتہ یہ دیکھتا ہے تو ہراساں نہیں ہوتا بلکہ اپنے یار سے کہتا ہے لاتحزن ان اللہ معنا۔ خوف نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے مسیح نے جو دعا خود مانگی اور شاگردوں کو سکھائی اس میں صاف

عالم اسلام

تبلیغ و تنظیم کانفرنس صوبہ آگرہ منعقدہ ۷ تا ۹ ۱ اکتوبر میں حسب ذیل قراردادیں پاس ہوئیں +

(۱) جسمانی صحت کے لئے ورزش گاہیں بنائی جائیں۔

(۲) ہندو مسلم فسادات کو روکنے کے لئے ہنود کے تیوہاروں میلوں ٹھیلوں میں مسلمان شریک نہ ہوں تا تصادم نہ ہو +

(۳) تنظیمی کمیٹیاں بنائی جاویں جو مرکز سے منسلک ہوں اور فوراً عملی کارروائی شروع کی جاوے +

(۴) شادی وغمی کے مواقعہ و تقاریب پر مقامی پنچایت کے فیصلہ کی پابندی اخراجات کے متعلق لازمی ہونی چاہئے +

(۵) تبلیغی طلبا تیار کئے جاویں +

(۶) قصبہ منجھادن ضلع کانپور کے ہندوؤں کے متعلق کہ جنہوں کے مسلمانوں کو عرصہ ۳ سال سے تنگ کر رکھا ہے اظہار نفرت کیا گیا +

(۷) یورپین جو قلعہ آگرہ اور فتح پور سیکری کی مساجد میں جوتے سمیت جاتے ہیں انکو بند کیا جاوے +

(۸) دستور العمل پر عمل درآمد ہونا چاہئے اور تنظیم مساجد مکاتب دار الیتامیٰ اور چھوٹے چھوٹے بنک اور کوآپریٹو سوسائیٹیاں فوراً قایم کی جائیں +

(۹) مسلمان خاتون تقاریب کے اخراجات کو کم کریں اور ہر خواندہ خاتون ناخواندوں کو نماز سکھائیں +

دورہ سے واپس آکر مورخہ ۲۶ اکتوبر کو امرتسر میں مسٹر محمد صادق صاحب وکیل کے زیر صدارت جمعیتہ تنظیم کا ایک جلسہ ہوا +

اعلیحضرت نظام حیدرآباد ۲۴ ربیع الثانی کو دارالسلطنت اورنگ آباد کے دورہ کے لئے روانہ ہونگے +

جامعہ ملیہ چونکہ علیگڈھ سے منتقل ہو کر دہلی آگیا ہے۔ لہذا ۲۹ اکتوبر کو اس کا ایک جلسہ دہلی قرولی باغ میں ہونا قرار پایا ہے جس میں مشاعرہ بھی ہوگا +

جنگ ریف میں فرانسیسیوں کو شکست ہو رہی ہے۔ فرانسیسی افواج پسپا ہو رہی ہیں +

طیطوان ۱۲ اکتوبر۔ یہ اطلاع بالکل غلط ہے کہ غازی عبدالکریم نے اپنے وزیر خارجہ کو غداری کے جرم میں توپ سے اڑوا دیا۔ محمد زرقان وزیر خارجہ بالکل صحیح و سالم ہیں اور ان پر غازی عبدالکریم کو کامل اعتماد ہے +

ماسکو ۱۹ اکتوبر روسی ایجنسی نے اعلان کیا ہے کہ روس کا ایران کے ساتھ دوستانہ تعلق بدستور ہے۔ روس کے رضا خاں سے کوئی پرخاش نہیں ہے +

ترکی ولایت موصل کا مطالبہ کر رہی ہے۔ اس کے تصفیہ کے لئے جمعیتہ الاقوام کے روبرو یہ قضیہ پیش ہو چکا ہے جمعیتہ نے قانونی امور کی وضاحت کے لئے یہ معاملہ ہیگ کی بین الاقوامی عدالت کے سپرد کر دیا ہے۔ اب معلوم ہوا ہے کہ ترک اپنی افواج کو تیار کر رہے ہیں جس سے صورت کے نازک ہو جانے کا اندیشہ ہے + الجمعیتہ دہلی

صوفیا ۲۰ اکتوبر۔ بلغاریہ اور ترکی میں حلیفانہ اور ثالثی معاہدہ ہو گیا ہے +

شام میں فرانس کی حالت تشویشناک ہے۔ امریکہ کے اپنے آدمیوں کی شام کے باغیوں سے حفاظت کے لئے ایک جنگی بیڑہ سکندریہ کو بھیج دیا ہے +

قاہرہ ۲۳ اکتوبر طنطا میں سالانہ میلے پر جہاں تقریبًا ۱ لاکھ آدمی جمع تھے۔ ایک وزیر صاحب کی سواری کے لئے راستہ صاف کرتے ہوئے پولیس نے ۵۴ آدمیوں کو مار ڈالا اور ۲۴۲ کو زخمی کیا +

مقدونیہ کے شمال و مشرق میں ایک جگہ بلغاریوں نے یونانی افواج پر حملہ کیا۔ اور شہر کے گرد پہاڑیوں پر قبضہ کر لیا۔ یونانیوں کی طرف سے صلح کا جھنڈا دکھانے پر بھی صلح نہیں کی۔ لڑائی جاری ہے موجب لڑائی یہ بتائی جاتی ہے کہ ایک یونانی سپاہی نے ایک بلغاری پر گولی چلائی جس کے جواب میں بلغاریوں نے حملہ کر دیا +

علیگڈھ ۱۱ اکتوبر۔ رام لیلا کے بلوے میں جو مسلمان زخمی ہسپتال بھیجے گئے تھے ان میں سے ایک ساٹھ سالہ بڈھا اور ایک ۷۰ سالہ بڑھیا راہی ملک عدم ہوئے۔ اب تک چھ مسلمان شہید ہو چکے ہیں +

ھندو دنیا

مہاراجہ صاحب بھرتپور نے اپنے قلمرو میں ذبیحہ گاؤ کو بند کر دیا ہے اور اپنی مسلم رعایا کے حقوق و جذبات کی مطلقاً پرواہ نہیں کی۔ مگر مسلمانان ریاست کو صبراً جمیلاً کا اسلامی نمونہ دکھانا چاہیئے۔ ان اللہ مع الصابرین کا نظارہ ہو کر رہیگا +

نواکھالی میں ہندو بدمعاشوں کی ایک خفیہ جماعت مدت سے مختلف جرائم مثل چوری۔ زنا بالجبر۔ عورتوں لڑکوں کا اغوا وغیرہ کر رہی تھی سو ماں کے ہیڈ ماسٹر کے ذریعہ گرفتار ہو گئی۔ ۲۰ کے اوپر ملزمان ہیں جنہوں نے اقبال جرم کر لیا تھا ضمانت پر رہا ہیں۔ ۱۴ کو پھر پیشی ہے

۲۴ اکتوبر کو اندھرا میں اچھوت کانفرنس کا جلسہ ہوا بڑے بڑے پنڈتوں سے کہا کہ ہندو دھرم میں چھوت کو دور کرنا ہی دھرم ہے نیچ اور اچھوت اقوام کو کوؤں تالابوں اور مندروں وغیرہ میں داخل کرنا چاہیئے

۲۴ اکتوبر کو مدراس میں لنکا کے راستہ سے بہت سے بدھ پروہت بدھ گیا کی پوجا اور بدھ گیا کے متعلق سوالات پر حکومت ہند سے بحث کرنے آئے ہیں +

بجنور۔ اخبارات رقمطراز ہے کہ مسلم آؤٹ لک کے دفتر میں پچھلے دنوں ایک مسلم لڑکا آیا ہے جس نے بیان کیا کہ وہ ڈیرہ غازیخاں کا رہنے والا ہے۔ اور مدت سے آریہ لوگوں نے اس کو پکڑ کر بند کر رکھا تھا۔ کئی جگہ اس کو منتقل کرتے رہے۔ اور شادی کے اور روپیہ کے بہانہ سے لالچ بھی دیئے مگر اللہ کے فضل سے وہ آریوں کی عیاریوں سے بچ کر نکل آیا +

بنگلور کے قریب ایک ہندو دیہاتی کو کسی غایب روح نے یہ آوازہ دیا کہ فلاں جگہ خزانہ مدفون ہے جس کو حاصل کرنے کے لئے ایک توحمرنیچے کی قربانی کی ضرورت ہے وہ دیہاتی بنگلور سے ایک بچے کو بہکا لایا۔ مقام موعود پر جب ذبح کرنے لگا تو بچے کے شور و غوغا نے اسے پکڑوا دیا +

۳۱ اکتوبر کو ننکانہ صاحب میں اکالیوں کا ایک شاندار جلسہ ہونا قرار پایا ہے +

اکولہ میں ہندوؤں نے ستیہ گرہ کر رکھا ہے کہ ان کو مسجدوں کے سامنے باجہ بجانے کا حق دیا جاوے۔ اب تک ۴۰۰ ستیہ گرہی گرفتار ہو چکے ہیں +

مدراس یونیورسٹی میں سنسکرت اور عربی پڑھانے کے متعلق انتظام کیا جا رہا ہے +

دھولپور تیسری پنجاب پراونشل سناتن دھرم کانفرنس کا اجلاس ۲۰ تا ۲۳ نومبر لاہور میں مہاراجہ دھولپور کے زیر صدارت ہوگا۔ نیز اس موقعہ پر ایک عظیم الشان نمائش کا انتظام کیا گیا ہے +

جمونی ایم۔ اے آریہ جس طرح ہندوستان میں اپنی بدزبانی سے مسلمانوں کا دل دکھاتے تھے اب افریقہ میں ہندوؤں کے دلوں پر نشتر چلا رہے ہیں +

لوجن سنگھ کی حالت رو بصحت ہے۔ لیکن ہاتھ میں تکلیف زیادہ ہے اور بہت کمزور ہو گیا ہے +

بقیہ مضمون کالم اول صفحہ ھذا) الفاظ موجود ہیں ہیں آزمائش میں نہ ڈال بلکہ برائی سے بچا۔ اسی کا نام استغفار ذنب ہے۔

پس قرآن مجید سے یہ ثابت ہے کہ مسیح کو دعا مانگتے رہنے کا حکم ہے اور انجیل میں دعا کے الفاظ اور دعا مانگنے کا تاریخی ثبوت موجود ہے یہی دعا ہے جو مختلف الفاظ اور زبانوں میں جملہ انبیاء کو سکھلائی گئی دفع شر کے لئے اللہ کی حفاظت طلب کرنا اور یہی معنے استغفار ذنب کے ہیں (د) وہ زندہ آسمان پر موجود ہیں (ہ) وہ دوبارہ آسمان سے نزول کرینگے (و) وہی دجال پر فتح پائینگے قرآن میں ان باتوں کا قطعًا ذکر نہیں۔ اگر ہے تو حوالہ پیش کریں (ز) اس کے پیرو قیامت تک کافروں پر غالب رہیں گے +

افسوس کہ اس کے پہلے جو ۳ وعدے ہیں ان کو آپ دانستہ چھوڑ گئے جب تک وہ تینوں وعدے پورے نہ ہوں یہ چوتھا پورا ہونا محال ہے پہلا وعدہ مسیح کی طبعی وفات ہے دوسرا رفع ہے تیسرا کفار کے الزامات سے تطہیر ہے۔ چوتھا وعدہ جس کے متعلق میں آپ نے اعتراض کیا ہے۔ اگر یہ چوتھا وعدہ پورا ہو گیا ہے تو لامحالہ سہ سابقہ وعدے بھی پورے ہو چکے ہیں +

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ مورخہ ۲۹ اکتوبر کی شب کو لاہور پہنچ گئے ۳۰ کو جمعہ آپ نے پڑھایا جس کا خطبہ آئندہ اشاعت میں دیا جائیگا +

آج ۳۱ کو جنرل کونسل کا اجلاس منعقد ہوا۔

۲۹ کی صبح کو طلبار تبلیغ نے مولانا صدرالدین صاحب کو ایک ٹی پارٹی دی۔

شعبہ تبلیغ واشاعت کے اساتذہ میں اضافہ کیا گیا اور حکیم مرہم عیسے صاحب جماعت طلبار تبلیغ کے استاد مقرر ہوئے ہیں۔

پچھلے پرچہ میں ہمارے مبلغ حکیم محمد یار صاحب فوق کی سعی جمیلہ سے چند نومسلموں کی فہرست شایع کی گئی ہے آج یہ نومسلموں کی دوسری قسط ہے اللہ تعالیٰ حکیم صاحب کو کامیابی پر کامیابی عطا کرے۔ سردار حکیم احمد دین و نادر علی صاحب کے ہم تہ دل سے مشکور ہیں۔ اللہ ان کو زیادہ سے زیادہ خدمت دین کا شوق عطا کرے علاقہ فیروزپور کے دیگر احمدی اور غیر احمدی مسلم احباب کو ان حضرات کی تبلیغی ہمت سے نمونہ لینا چاہیئے نومسلموں کے نام حسب ذیل ہیں:-

فہرست نومسلمین

(بستی کمبوہ متصل فیروزپور مورخہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۲۵ء بروز منگل)

اصلی نام	اسلامی نام
بچمن	جلال الدین
الہ دتہ	الہ دتہ
چراغ	چراغ الدین
بیگو زوجہ جمالو	نور بی بی
جمالو	جمال محمد
جی یو	ریحاں بی بی
لکھی یو	کریمان بی بی
گمو زوجہ جمالو	فتح بی بی
گجر	بشیر احمد
جلو	جمال الدین
گامڑ	ولی محمد
دانی	فاطمہ بی بی

جدید فرمانبرداری کشمیر مہاراجہ بہادر سر ہری سنگھ کی نسبت بہ اظہار وفاداری جماعت احمدیہ کشمیر سری نگر نے مورخہ ۲ کتک سمت ۱۹۸۲ زیر صدارت مولوی محمد عبداللہ صاحب وکیل ہائی کورٹ جلسہ عام منعقد کیا۔ اور حسب ذیل کارروائی عمل میں آئی حاضرین کی تعداد پانچ سو سے زیادہ تھی جلسہ باجازت گورنر صاحب بہادر منعقد ہوا۔ افسران پولیس بھی موجود تھے۔ سب سے پہلے حافظ مولوی نورالدین صاحب مولوی عالم مدرس نے جلسہ کو قرآن کریم کی تلاوت سے افتتاح کیا پھر مسٹر حبیب اللہ و دیگر طلباء مڈل سکول نے دعائیہ نظم پڑھی منشی غلام حسین صاحب نے فارسی نظم مہاراجہ بہادر کشمیر کی تعریف میں سنائی مسٹر عبدالرحیم متعلم بی اے کلاس نے تقریر کی اور اپنی نظم سنائی جس میں حضور مہاراجہ بہادر کشمیر کی توجہ کو مبذول کرایا گیا۔ کہ ہماری کیا کیا امیدیں حضور کے دامن وابستہ ہیں۔ آخری تقریر مولوی محمد عبداللہ صاحب وکیل ہائی کورٹ نے بحیثیت صدر سرگروہ جماعت احمدیہ کی جس کا خلاصہ یہ تھا۔ کہ حکومت کی وفاداری اور با امن رہنا احمدیوں کا خصوصاً اور تمام مسلمانوں کا عموماً مذہبی فرض ہے اور مہاراجہ بہادر کشمیر کا منصب یہ ہے۔ کہ وہ رعایا کی تربیت ایسی فرماویں گے جیسا کہ باپ اولاد کی تربیت کرتا ہے۔ اور خاتمہ تقریر پر وفاداری کا اظہار کرتے ہوئے دعا کی گئی

بتحریک خواجہ عبدالسلام صاحب۔ و تائید ماسٹر قمرالدین صاحب حسب ذیل رزولیوشن پاس ہوا جس کی نقل دربار کو بھیجی گئی۔

رزولیوشن

بالخصوص جماعت احمدیہ کشمیر بشمول دیگر مسلمان بلحاظ فرض اسلامیہ سری مہاراجہ بہادر کے باامن و وفادار جان نثار ہیں۔ اور موجودہ فرمانبردار ہز ہائینس مہاراجہ بہادر سری سنگھ کے وفادار جان نثار ہو کر تشکر و امتنان کا اظہار کرتے ہوئے خدا تعالیٰ سے التجا کرتے ہیں۔ کہ وہ رب العالمین حضور والا کی عمر دولت سلطنت فہم۔ انصاف۔ عدل۔ رعیت پروری۔ روشن خیالی اور ہمدردی مخلوق خدا میں لاانتہا برکت عطا فرماوے

ضرورت بدوملی مسلم ہائی سکول کے لئے ایک ... دی فاضل مدرس کی ضرورت ہے ٹرینڈ کو ترجیح دی جائیگی درخواستیں بنام **ظہور احمد** سکریٹری انجمن۔ احمدیہ بلڈنگس۔ لاہور۔ آنی چاہئیں۔

عام خبریں

کلکتہ۔ میں سرجیمز آوٹرم کے مجسمہ کو کسی نے نقصان پہنچایا اس کی تلوار کو توڑ دیا اس سے قبل لاہور میں لارڈ لارنس کے مجسمہ کو کسی نے توڑا تھا۔ یہ کلکتہ والا مجسمہ لاہور کی طرح عام آمد و رفت کی جگہ پر واقعہ ہے اور پولیس کی چوکی سے قریب ہے پھر بھی توڑنے والے کا پتہ نہیں

کانپور۔ میں کانگرس کے چالیسویں اجلاس کے ساتھ ایک آل انڈیا سودیشی نمایش بھی ہوگی۔ نمایش میں جہان اور صنعت کاریاں دکھائی جاویں گی۔ وہ ایک خاص شعبہ فنون لطیفہ بھی ہوگا۔ اور ایک دن ہندوستان کے تمام سوت کاتنے والوں کا مقابلہ بھی ہوگا

مصر ۱۹ اکتوبر کو شاہ مصر کی تاج پوشی کی سالگرہ کے موقعہ ملک فواد نے اسکندریہ کے فقراء کے لئے دو ہزار پونڈ خیرات کئے

اخبار ریاست لاہور کے مالک و ایڈیٹر سے گجرات کی میونسپل کمیٹی کے نائب نے ایسے بیانات شایع کرنے کی وجہ سے جن سے اس حیثیت عرفی کا ازالہ ہوتا ہے۔ دس ہزار روپیہ ہرجانہ بذریعہ نوٹس طلب کیا ہے

مسٹر جی۔ ڈی۔ ونلیش مکھ (بمبئی) نے ناگپور ہندو گرلز سکول پندرہ سو روپیہ ترقی تعلیم نسواں کی غرض سے بطور چندہ عطا کیا ہے

کلکتہ کلکتہ پولیس کورٹ سیالدہ میں سخت سنسنی پھیل گئی جب کہ ایک پرانے مجرم نے جو ۵ دفعہ کا سزایافتہ ہے مجسٹریٹ پر حملہ کر دیا اور وہ سخت مجروح ہوئے۔ اس سے پہلے بھی وہ حملہ آور ہو چکا ہے۔ اب اس کے خلاف ایک نیا الزام عاید کیا گیا ہے

ڈپٹی مجسٹریٹ ہاوڑے نے دو شخصوں کو اس الزام میں سو روپیہ جرمانہ کی سزا دی۔ کہ انہوں نے ۲۹ جون کو ایک پولیس ہیڈ کانسٹیبل اور ایک کانسٹیبل پر مہلک اسلحہ سے حملہ کیا تھا۔

اا اکتوبر کو مسلمانوں کے دو فرقوں کے درمیان فساد ہو گیا۔ چھ آدمی سخت زخمی ہوئے اور انہیں ہسپتال پہونچا دیا گیا۔ دو آدمی کی حالت نازک بتائی جاتی ہے۔ وجہ فساد معلوم نہ ہو سکی۔ اس سلسلہ میں چار آدمیوں کو گرفتار کیا جا چکا ہے

لالہ جیت رائے نے مندرجہ ذیل بیان کے ساتھ پنجاب صوبہ کانگرس کمیٹی کی صدارت سے استعفا دیدیا ہے

چونکہ بعض کانگرسی اصحاب کا خیال ہے کہ ہندو سنگھٹن اور ہندو معاملات میں سرگرمی سے حصہ لینے کی وجہ سے کانگرس کو نقصان پہونچنے کا احتمال ہے۔ اس لئے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس سے علیحدہ ہو کر کام کروں ابھی تک یہ معلوم نہیں ہوا کہ ورکنگ کمیٹی نے لالہ جی کا استعفا منظور کر لیا ہے یا نہیں

مدراس ۲۶ آل انڈیا ٹیلیگراف یونین کی جو شاخ مدراس میں ہے۔ اسکا ایک غیر معمولی عام جلسہ منعقد ہوا۔ اور اس میں گورنمنٹ نے بوریان کمیٹی کی سفارشات منظور کر لی ہیں۔ اس کے خلاف احتجاج کیا گیا

لاہور ۲۶ اکتوبر مسز سروجنی نائیڈو جو انڈین نیشنل کانگریس کی صدر منتخب ہوئی ہیں۔ آج کل لاہور میں مسلسل لیکچر دے رہی ہیں اور عنقریب پشاور جانے والی ہیں جہاں وہ چند روز قیام کریں گی۔

لاہور ۲۸ اکتوبر لاہور میونسپلٹی کے جونیئر وائس پریزیڈنٹ کے عہدے کے لئے کرنل گولڈنگ کا انتخاب عمل میں آیا ہے۔ یہ پہلا اتفاق ہے کہ اس عہدے کے لئے ایک یورپین منتخب کیا گیا

مجلس مملکت کے آئندہ انتخاب کے سلسلہ میں نامزد کیلئے ۴ نومبر جانچ کے ۷ نومبر اور انتخاب کیلئے ۲ نومبر مقرر ہوئی ہے

آنکھ کی بے نظیر دوائی کے متعلق ایک سردار کی حلفیہ شہادت

مکرمی جناب محمد احمد اینڈ کمپنی قادیان۔ السلام علیکم میں خدا کو حاضر ناظر جان کر شہادت دیتا ہوں کہ میں نے آپکی آنکھ کی بے نظیر دوائی کا اپنے گھر میں استعمال کرایا۔ اس کو نہایت مفید ثابت پایا۔ میرے لڑکے کی آنکھیں بہت خراب تھیں اس کے استعمال سے بہت جلد اچھی ہو گئیں۔ اس کے بعد اس دوائی کی ہمارے گاؤں میں عام شہرت ہو گئی اور بہت سے مریضوں نے اس کے ذریعہ شفا پائی ہے آپکو اجازت دیتا ہوں کہ آپ اس گواہی کو مخلوق خدا کی عام اطلاع کے لئے شایع فرما دیں۔ دستخط غزن خاں جمعدار رائیڈ رجمنٹ ۳۵ کیمل پور راولپنڈی ساکن موضع کیمل پور تحصیل فتح جنگ ضلع اٹک

دراصل یہ دوائی حضرت حکیم نورالدین صاحب مغفور کی ایجاد ہے اور گکروں اور دیگر امراض چشم کے لئے اکسیر ہے اگر کوئی شخص اسکو غیر مفید ثابت کرے تو ہم اس کو یکصد روپیہ انعام دینگے۔ قیمت فی تولہ ایک روپیہ (عہ) - ہر جگہ ایجنٹ درکار ہیں جن کو ۵ فی صدی کمیشن دیا جاویگا +

محمد احمد اینڈ کمپنی قادیان

اعلیٰ قسم کے ٹرنک

ہمارا کارخانہ عرصہ پچیس سال سے پبلک کی خدمت کر رہا ہے جس میں اعلا سے اعلیٰ قسم کے ٹرنک۔ سوٹ کیس۔ یونیفارم کیس۔ ڈسپیچ وکیش بکس بینڈ بیگ۔ سامان متعلقہ گورنمنٹ ولوکل دفاتر اور ضرورت خانگی ہر قسم پختہ اور اعلیٰ درجہ تیار ہوتا ہے جس کی بدولت کافی سرٹیفکیٹ و تمغہ جات حاصل کئے ہیں۔ جنگ عظیم کے دوران میں مال کی خرید و فروخت نے کارخانہ کو کمزور کر دیا ہے۔ اس لئے اپنے برادران سے ملتمس ہوں کہ براہ مہربانی ہماری اس حالت کو مد نظر رکھتے ہوئے خود بھی مدد فرمائیں اور اپنے دوستوں سے آرڈر بھجوا کر مشکور و ممنون فرمائیں۔ مال عمدہ ہوگا۔ آزمائش شرط ہے +

المشتہر:- **ٹی۔ ایم۔ ڈین اینڈ سنز شہر سیالکوٹ**

سول انجینیرنگ کالج کپورتھلہ

بہ سرپرستی و امداد

ہز ہائی نس عالیجناب مہاراجہ صاحب بہادر دام اقبالہٗ سال گذشتہ میں کالج ہذا کو ریاست نے ریکگنائز کر لیا ہے۔ یہاں کے طلبا گورنمنٹ کے ہر محکمہ میں مختلف تنخواہوں پر اس وقت کام کر رہے ہیں بہت اخبارات معززین اور انجینیرز کے علاوہ ڈائرکٹر جنرل ملٹری ورکس انڈیا ایجوکیشنل کمشنر انڈیا گورنمنٹ کے ایسے جلیل القدر حکام نے یہاں کی تعلیم ضبط۔ نظم و نسق اور سٹاف کی تعریف فرمائی ہے۔ سب اوورسیر۔ اوورسیر اور سب انجینیر کلاس کے پراسپکٹس ملازم شدہ طلبار کی فہرست معہ حکام سرٹیفکیٹ کے **مینیجنگ ڈائرکٹر** صاحب سے مفت مل سکتے ہیں +

ضرورت

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لئے دو ایسے احمدیوں کی ضرورت ہے جو دورہ میں تبلیغ۔ وصولی چندہ اور فروخت کتب کا کام کر سکیں۔ تنخواہ سر دست تیس روپے ماہوار اور پندرہ روپے الاؤنس اور کمیشن فروخت کتب علاوہ اس کے ہوگا۔ چھ ماہ بعد کام تسلی بخش ہونے کی صورت میں ترقی بھی ہو سکتی ہے +

ظہور احمد
سکرٹری

پیغام صلح

اخبار

لاہور

نحن انصار الله

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۶

قیمت سالانہ ... ششماہی ... سہ ماہی ...

طلباء سے سالانہ ...

ہفتہ میں دو بار، یک شنبہ و چہار شنبہ کو شائع ہوتا ہے

جلد ۱۳ | مدینۃ المسیح لاہور۔ یوم چہار شنبہ مطبوعہ ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۴۴ھ ہجری مطابق ۴۔ نومبر ۱۹۲۵ء عیسوی | نمبر ۱۰۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا	مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دین آمدہ از مادریم	ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست	بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام	دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او با شیر شد اندر بدن	جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام	ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست	زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود	آں نہ از خود از ہماں جائے بود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما از و یابیم از نور و کمال	وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست	ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک و ز خبرہائے معاد	ہر چہ گفت آں مرسل رب العباد
آں ہمہ از حضرت احدیت است	منکر آں مستحق لعنت است
معجزات و ہمہ حق اندر دو است	منکر آں مہر دین خدا است
معجزات انبیائے سابقین	آنچہ در قرآن بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان دل ایمان ماست	ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب	نزد ما کفر است و خسران و تباب

قرآن سے دنیا کی فتح

میں قرآن کو لے کے آگے بڑھوں گا۔	میں دم بھر میں سب دنیا کو سر کرونگا
نہیں مجھ کو دنیا کے ساماں کی حاجت	میں قرآن سے کام سب اپنے لونگا
مجھے کافی راشن ہے المائدہ کا	ضرورت پہ کوثر سے پانی پیوں گا
نہ ہوں گا میں منت کش تار برقی	میں حالات سب النبا سے سنونگا
علم لے کے النجم اور القمر کا	میں حرکت دلائل کی فوجوں کو دونگا
کدھر جائینگے مجھ سے دشمن خدا کے	میں الفیل سے سب کے سب روندونگا
مرے تیر قرآن کی سطریں ہونگی	میں گولوں کا کام اسکے نقطوں سے لونگا
میں الرعد کی توپ داغوں گا پیہم	میں زلزال سے زلزلے ڈال دونگا
قیامت بپا القیٰمۃ سے ہوگی	میں الحشر سے حشر برپا کروں گا
میں اعدا پہ چھوڑونگا گیس الدخان کا	میں خود نور کی روشنی میں رہوں گا
کروں گا میں سر قلعہ الفاتحہ سے	میں الفتح سے فتح کرتا چلوں گا
نرالی طرح کی لڑائی یہ ہوگی	انوکھی طرح کا میں فاتح بنوں گا

میں قرآن سے فتح دنیا کروں گا

عجب شان سے الغرض میں لڑونگا

(مرزا مظفر بیگ ساطع ایبٹ آبادی)

لندن میں قبول اسلام

مسجد دوکنگ میں بروز اتوار بتاریخ ۱۳ ستمبر ۱۹۲۵ء ایک بڑی پُر رونق تقریب ہوئی۔ چند معزز اور صاحب حیثیت احباب کی موجودگی میں کہ جن کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔ تین معزز انگریز خواتین اور دو صاحب دانش اور دماغ اشخاص نے اسلام قبول فرمایا۔ جن کے نام حسب ذیل ہیں۔ دلکنسن کا نام عمر تجویز ہوا۔ اٹکنسن کا عثمان اور مسز ولکنسن کا نام فاطمہ۔ مس میریا کا نام مریم اور مس ہنچن کا نام حلیمہ پایا۔ یہ خبر مسلمان بھائیوں کی دلی خوشنودگی کا باعث ہوگی اور وہ یہ دعا کریں گے کہ اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے مغرب کی قوموں میں سے اعلےٰ دل و دماغ کے لوگوں کو حلقہ بگوش اسلام کرے تاکہ دنیا میں حق اور صداقت پھیلے اور اذا جاء نصر اللہ والفتح۔ کا نقشہ

سر عباس علی بیگ صاحب۔ ولی محمد صاحب پرائیویٹ سکرٹری۔ ریاست بھوپال۔ سید لیاقت علی صاحب چیف جج ریاست بھوپال چودھری محمد دین صاحب سابق منسٹر بہاولپور۔ سردار محمد فرید خاں صاحب رئیس خانیوال۔ سید الطاف حسین صاحب دیوان ریاست منگرول رونق افروز تھے۔

(خواجہ عبد الغنی)

اصلی حنفیت

(ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے قلم سے)

صادق کے صدق کا بڑا بھاری نشان یہ ہوا کرتا ہے کہ جس بات کو وہ پیش کرتا ہے۔ اگرچہ لوگ اُسے حقارت کی نظر سے اس وقت

کا اعتراف کرنا پڑتا ہے ما در آنچہ دانا کند کند ناداں۔ لیک بعد از ہزار رسوائی" کا نقشہ زمانہ الٹر کے آگے پیش کر دیتا ہے۔ جب حضرت مسیح موعود نے فرمایا تھا کہ مسلمانوں کی ترقی کا راز حفاظت و اشاعت اسلام میں مضمر ہے تو عام طور پر لوگوں نے اُس وقت حقارت کی نظر سے دیکھا تھا۔ مگر آخر کار چاروں طرف سے دھکے کھا کر اسیطرف آئے اور آرہے ہیں اور ماننا پڑا کہ حفاظت و اشاعت اسلام سے ہی مسلمانوں کی فلاح وابستہ ہے۔ ابھی آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا! حضرت صاحب کے اس الہام کی چمک دن بدن بڑھ رہی ہے کہ دنیا میں ایک نذیر آیا مگر دنیا نے اسے قبول نہ کیا۔ لیکن خدا زور آور حملوں سے اس کی سچائی کو ظاہر کریگا۔

اسیطرح آپ نے جب اپنا مذہب حنفی بتلایا تو ساتھ ہی اپنی حنفیت کی یوں تشریح کی کہ ہمارے عقیدہ میں قرآن سب سے مقدم ہے اسکے بعد درجہ حدیث کا ہے یعنی وہ حدیث قابل قبول ہے جو قرآن کے مخالف نہ ہو۔ اس کے بعد تیسرے نمبر پر اجتہاد کا درجہ ہے یعنی اجتہاد وہی قابل قبول ہوگا جو قرآن و حدیث کے مطابق ہوگا اور ائمہ مجتہدین میں حنفی فقہ کو ہم سب پر فضیلت دیتے ہیں۔ مگر تاہم اس کا درجہ قرآن و حدیث کے بعد ہے۔ ظاہر ہے کہ اس سے زیادہ معقول مذہب ہو نہیں سکتا۔ حضرت مسیح موعود کے نام سے ہی چڑ ہے ورنہ جو آپ کی تعلیم ہے اُس سے کسی صاحب عقل و فہم کو انکار نہیں ہو سکتا۔ بہت دفعہ لوگ احمدیوں کی زبانی نکات و لطائف قرآنی سنتے ہیں۔ اور سر دھنتے ہیں اور سنانے والے کے ہاتھوں کو چومتے ہیں۔ مگر جب اُنہیں یہ بتایا جائیگا کہ یہ وہ علم و حکمت ہے جو حضرت مرزا صاحب نے دنیا کو سکھائے تو فوراً بگڑ جاتے ہیں اور اسی شخص کو مارنے کے درپے ہو جاتے ہیں جس کے ہاتھوں کو چوم رہے تھے۔ الغرض حضرت مسیح موعودؑ نے اپنا مذہب حنفیت قرار دیکر جو حنفیت کی تشریح کی وہ ایسی معقول تھی کہ کسی کو اس میں کلام نہیں ہو سکتا۔ چکڑالوی اور اہل حدیث تو خیر حنفی کے نام سے ہی چڑتے ہیں۔ مگر خود حنفیوں کو بھی آپ کی اس حنفیت سے انکار رہا۔ مگر آخر کار وہ زمانہ آجاتا ہے کہ مولوی احمد علی صاحب المقیم بدروازہ شیرانوالہ لاہور جو شہر لاہور میں ایک مشہور حنفی عالم ہیں اور جن کا درس بھی جاری ہے ایک رسالہ موسوم "اصلی حنفیت" نکالتے ہیں۔ اور اس میں اصلی مذہب حنفیہ کی یوں تعریف کرتے ہیں۔

" عزیز بھائیو۔ ہم تو اس معنے میں حنفی ہیں جو ہمارے سلف صالحین احناف کا پاک مسلک تھا یعنی سب سے پہلے رب العزت جل جلالہ وعم نوالہٗ کی مقدس کتاب یعنی قرآن مجید پر عمل کرنا ضروری سمجھتے ہیں جو مسئلہ کتاب اللہ سے واضح طور پر سمجھ میں نہ آئے تو سید المرسلین خاتم النبیین شفیع المذنبین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات مبارکہ سے اس کا حل تلاش کیا جاوے۔ اگر بالفرض اپنی کوتاہ نظری کم فہمی کے باعث وہاں سے بھی مسئلہ سمجھ میں نہ آئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۳ | ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۴۴ھ | نمبر ۱۰۲

خطبہ جمعہ

فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ مورخہ ۳۰ اکتوبر ۱۹۲۵ء

تشہد و تعوذ کے بعد وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ إِلَيْهِمْ أَجَلُهُمْ ۖ فَنَذَرُ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ۔ وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْبِهِ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَائِمًا ...... الیٰ .... كَيْفَ تَعْمَلُونَ۔ یونس ۲۔

قوموں کے بننے اور بگڑنے

ترقی اور تنزل کے ذکر سے قرآن کریم بھرا پڑا ہے۔ کہیں اصول کے رنگ میں اور کہیں واقعات حاضرہ کے رنگ میں۔ اور قرآن کا یہ حصہ جو بہت بلند حصہ ہے۔ اس کی طرف کم لوگوں نے توجہ دی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے جو اصول قوموں کے بننے اور بگڑنے کے متعلق بیان فرمایا ہے وہ صرف انہیں دو لفظوں میں بتا دیا۔ كَيْفَ تَعْمَلُونَ یعنی کام کیا کرتے ہو۔ باقی اس کی توضیح اور تائید میں بہت کچھ بیان ہوا ہے۔ ان آیات میں اس قانون کو بیان کیا ہے۔ .... وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ۔ اگر اللہ لوگوں کو شر کا نتیجہ دینے میں ایسا ہی جلدی کرتا۔ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ جیسا وہ بھلائی کو جلدی چاہتے ہیں۔ لَقُضِيَ إِلَيْهِمْ أَجَلُهُمْ۔ تو ان کی ہلاکت کا کبھی کا فیصلہ ہو چکا ہوتا۔ انسان جس طرح بھلائی کے نتیجے کو جلدی چاہتا ہے اس طرح برائی کے نتیجہ کو جلدی نہیں چاہتا۔ لیکن اگر انسان کی خواہش بھلائی کی طرح اللہ بدی کا نتیجہ فوراً بھیجدے تو فیصلہ ہی ہو جاوے۔ مگر اللہ ان کو کچھ مدت کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔ فَنَذَرُ الَّذِينَ پس ہم ان کو چھوڑ دیتے ہیں۔ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا جو ہماری ملاقات سے ناامید ہیں۔ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ۔ ان کی سرکشی میں اندھوں کی طرح مگر یہ مہلت محض اس لئے ہے کہ شاید وہ آخر کار اصلاح پائیں۔

انسان کی حالت کا نقشہ

پھر انسان کی حالت کے بڑے ہی نقشے قرآن کریم نے کھینچے ہیں۔ انسان کی فطرت کا نقشہ جب اس کی آنکھوں کے سامنے آتا ہے تو کھا جاتا ہے۔ غور کر کے دیکھ لو انسان کی بالکل یہی حالت ہے کہ إِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا جب مصیبت پڑتی ہے تو اللہ کو پکارتا ہے اور کہا وَدُعَاءٍ عَرِيضٍ بڑی لمبی لمبی دعائیں مانگتا ہے۔ بڑے بڑے وعدے کرتا ہے۔ اے خدا تو ایسا کر اے خدا تو ایسا کر میں تیری راہ میں دونگا۔ نماز پڑھا کرونگا۔ صدقہ دیا کرونگا۔ ساری زندگی تیرے دین میں وقف کر دونگا وغیرہ ہر قسم کے وعدے کرتا ہے اور کرتا ہے جب تک وہ مصیبت دور نہیں ہوتی لِجَنْبِهِ لیٹا ہوا بھی پکارتا ہے۔ اور قَاعِدًا بیٹھا بھی أَوْ قَائِمًا کھڑا ہوا ..... خوب زور سے دعائیں مانگتا ہے۔ مگر فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهُ جب تکلیف کی حالت گذر جاتی ہے۔ مَرَّ كَأَنْ لَمْ يَدْعُنَا إِلَىٰ ضُرٍّ مَسَّهُ اکڑبازی کے تخت پر بیٹھ جاتا ہے اور ..... روش ایسی بنا لیتا ہے کہ گویا اس نے کبھی کسی مصیبت میں اللہ کو پکارا ہی نہیں تھا۔ یہ خطا کاروں کی باتیں ہیں۔ دکھ آیا تو خدا کو بلایا جب ..... کھول کیا تو ..... ہم ہی ہیں۔ كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ..... ایسا حد سے بڑھ کار خطا کاروں ہی کو پسند آیا ہے۔ یہ مومن کی شان نہیں۔

اب انسان کی اس حالت کو واقعات سے دکھلایا۔ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوا۔ واقعات گذشتہ کو دیکھ لو کتنی نسلوں کو جب انہوں نے ظلم کیا ہم نے ہلاک کر دیا۔ وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ ان کے پاس رسول آئے اور بینات لے کر آئے۔ ہمارے لئے بھی ایک رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلعم بینات لے کر آئے۔ وَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا مگر وہ ان پر ایمان نہ لائے۔ ہم بھی اگر اپنے رسول پر ایمان نہ لاویں تو كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ ہمارے لئے بھی وہی قانون موجود ہے۔ .... اس طرح مجرموں کے لئے سنت اللہ ہے۔ ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ پھر ان قوموں کے بعد ہم نے تم کو زمین کے بادشاہ بنایا لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ تاکہ تمہارے عمل دیکھیں یہی اصل بات ہے جس کی ان آیات میں وضاحت ہے۔ بیان تو یہ تھا کہ وہ رسولوں پر ایمان نہ لائے اس لئے ان کو ہلاک کیا گیا۔ مگر آخر میں یہ نہیں فرمایا کہ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تُؤْمِنُونَ کہ تم ایمان کس طرح لاتے ہو۔ بلکہ فرمایا كَيْفَ تَعْمَلُونَ تم کیسے اعمال کیا کرتے ہیں۔ قرآن کا ایک ایک لفظ موقعہ و محل پر ہے۔ سزا اعمال پر آتی ہے۔ خالی ایمان بغیر اعمال کے مردہ ایمان ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ابتدا ایمان سے ہوتی ہے مگر اس کی نشو و نما اعمال سے ہے۔

ایمان اور عمل

ایمان اور عمل کی حیثیت سے دنیا میں چار قسم کے لوگ ہیں۔ ایک وہ کہ جن کا ایمان بھی صحیح اور اعمال بھی صحیح۔ یہ اعلےٰ قسم کے لوگ ہیں۔ دوسرے ایمان صحیح مگر اعمال اس کے مطابق نہیں تیسرے ایمان صحیح نہیں مگر اعمال قدرے درست۔ چوتھے نہ ایمان صحیح ہے اور نہ اعمال صحیح۔ عیسائیوں کا عقیدہ کفارہ تیسرے درجہ میں ہے یعنی ایک غلط عقیدہ بنا لیا ہے کہ نجات کے لئے عمل کی ضرورت نہیں مگر اپنے سارے کاروبار میں اس اصول کے خلاف چلتے ہیں اس لئے اعمال دنیا تو قدرے درست ہیں جن سے دنیا میں ترقی کرتے ہیں مگر مذہب میں عقیدہ اس کے خلاف بنایا ہوا ہے۔ نبی جو دنیا میں آتا ہے وہ صحیح عقائد پر قائم کر کے ان پر چلانے آتا ہے وہ صرف صحیح عقیدہ سکھانے نہیں آتا بلکہ اس کے ساتھ اس عقیدہ پر عملی صورت پر کاربند بھی کراتا ہے۔ وہ ایمان کے ساتھ قوت عملی بھی پیدا کرتا ہے درحقیقت ایمان کے صرف یہ معنے نہیں کہ ایک بات کو مان لیا اور بس عمل اس کے مطابق ہو یا نہ ہو۔ بلکہ ایمان کے اصل مفہوم میں عمل بھی داخل ہے اس لئے نجات صرف ایک عقیدہ کے اقرار یا ایک بات کے مان لینے سے نہیں ہاں صحیح ایمان کے بغیر صحیح عمل بھی نہیں ہوتے یہی وجہ ہے قرآن کریم نے اعمال پر زور دیا ہے۔ ثمرات اعمال پر ہی ملتے ہیں۔

ایمان کی پرکھ اعمال سے ہوتی ہے

پس كَيْفَ تَعْمَلُونَ ایک حقیقت ہے۔ کہ جس سے قوم کے ایمان کی پرکھ ہوتی ہے۔ ہماری یہ قوم اللہ کے فضل سے ایک رنگ میں خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ کی مصداق ہے۔ مجدد وقت کو اللہ تعالےٰ نے خلیفہ بنایا۔ اب اس کے بعد وہ خلافت قوم کے سپرد ہوئی ہے۔ اس لئے اب كَيْفَ تَعْمَلُونَ کے ماتحت قوم کی جانچ ہوگی۔ خدا کے فضل سے اس چھوٹی سی جماعت نے بڑا کام کیا ہے۔ قادیان سے چلتے وقت مجھے یہ وہم و گمان بھی نہ تھا کہ اس طرح میرے ساتھ ایک جماعت ہو جاوے گی اور اس سے یہ عظیم الشان کام ہونگے۔ اس وقت تو صرف اتنا خیال تھا کہ چونکہ اب یہاں غلط عقائد کی ترویج ہو گئی ہے اس لئے ان سے علیحدہ ہو کر جو کچھ ہو سکے گا تھوڑا بہت تصنیف کا شغل جاری رکھونگا لیکن اللہ کو کچھ اور منظور تھا اور یہ محض اس کا فضل ہے کہ چھوٹی سی جماعت نے وہ کام کیا کہ جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا

قوم کی کمزوریاں

لیکن باوجود ان سب کاموں کے قوم میں کمزوریاں بھی ہیں جنکو دور کرنا نہایت ضروری ہے۔ اگر یہ خیال کیا جاوے کہ کمزوری پر آگاہ کرنے سے کوئی ناراض ہوگا۔ اور کام میں رکاوٹ ہو جاوے گی اس لئے خاموش رہنا ہی بہتر ہے۔ تو یہ خیال خود ترقی کا مانع ہے کیونکہ جب تک قوم کی کمزوریاں اور غلطیاں دور نہ ہونگی ترقی نہ ہوگی آپ جانتے ہیں کہ میں نے جہاں تک میری طاقت تھی آپ لوگوں کو صحیح راستہ پر چلانے کی کوشش کی۔ اور اب میرا ارادہ ہے کہ ہماری جماعت میں جو کمزوریاں اور غلطیاں ہیں ان کو کھولکر بیان کر دوں۔ تاکہ آپ اپنی کمزوریوں کو دور کر دیں۔

اعلائے کلمۃ اللہ

جس ہمت اور عزم سے ہم اپنے ذاتی کاموں کی کمزوریوں کو دور کرنے کے درپے ہوتے ہیں اس سے بڑھکر ہمت اور عزم اس قومی کام میں اور اس کے نقصوں کی اصلاح میں دکھانے چاہئیں انسان کے ذاتی کام اسکے اپنے نفس یا بال بچے کی پرورش کے لئے ہیں مگر یہ کام قوم کی پرورش بلکہ کل دنیا کی پرورش کے لئے ہے۔ اعلائے کلمۃ اللہ سے فی الحقیقت عالمین کی ربوبیت ہوتی ہے۔ اور جس قدر کسی کام میں نفع کا دائرہ وسیع ہوتا ہے اسی قدر اس کام کی عظمت بڑھتی ہے۔ الحمد للہ رب العالمین تمام حمدوں کی مستحق تو وہ ذات پاک ہے جو حقیقی طور پر کل عالمین کی ربوبیت فرماتی ہے۔ انسانوں یا قوموں میں سے جو انسان یا قوم اللہ تعالےٰ کی اس صفت کے سایہ میں آتے ہیں اور ربوبیت عالمین کو اپنی زندگی کا مقصد ٹھیراتے ہیں۔ اسی قدر زیادہ وہ حمد کے مستحق ہوتے ہیں پس اب میں آپ سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ اپنے قومی کاموں کی طرف متوجہ ہوں اعلائے کلمۃ اللہ کے پاک مقصد کو اپنے دل میں جگہ دیں۔ میری مراد یہ نہیں کہ اپنے ذاتی کاموں کو چھوڑ دیں نہیں بلکہ انہیں اپنی جگہ پر رکھیں۔ مگر اس سب سے بڑے کام کو ان کاموں سے بڑھکر اہمیت دیں۔ دنیا میں اسوقت آپ کی قوم کو محض اللہ کے فضل سے بڑی عزت سے لوگ آپ کو حسن ظن کی نگاہ سے دیکھتے ہیں آپ پر اعتماد کرتے ہیں اس لئے آپ کے لئے اور بھی زیادہ ضروری ہے کہ اپنے آپ کو ان کے اس اعتماد کا اہل ثابت کریں ہم میں کمزوریاں ہیں ان کو دور کرنے کے لئے ہماری پوری توجہ ہونی چاہیئے۔ میں آپ سے مثال کے طور پر دریافت کرتا ہوں کہ کوئی تین ماہ سے آپ کے اخبار میں ایک تحریک شائع ہو رہی ہے کہ سیرت خیر البشر کا ترجمہ ترکی زبان میں ایک غیور ترک نے کر کے اپنی قوم کو آپ کا لٹریچر پہنچانا چاہا مگر دو تہائی کتاب کی طبع کے بعد حالات تبدیل ہو گئے اور وہ صرف چالیس پونڈ آپ سے اس کام کی تکمیل کے لئے چاہتے ہیں چالیس پونڈ (سوا پانچ سو روپیہ) کی رقم کو دیکھئے اور اپنی قوم کو دیکھئے۔ اور اس مدت کو جس میں یہ اپیل ہوتی رہی یہ کہتے ہوئے بھی شرم آتی ہے کہ اس قلیل رقم کے لئے اتنی مدت سے اپیل ہو رہی ہے اور اب تک پوری نہیں ہوئی یہ قومی کاموں سے انتہا درجہ کی غفلت اور لاپرواہی ہے۔ اسے دور کرنا ضروری ہے اور جو بھی ہمارے کاموں میں نقص ہو غفلت ہو اس سب کا دور کرنا ضروری ہے۔

قادیان کا چندہ

جناب میاں محمود احمد صاحب اب غیر احمدیوں کا چندہ قبول کر لیتے ہیں چنانچہ ۲۹ ر اکتوبر الفضل میں ایک غیر احمدی کے ایثار کی تعریف کی گئی ہے اور انہیں دین و دنیا کا اجر ملنے کی دعا کی گئی ہے۔ اس طرح سے فاضلکا کے غیر احمدیوں نے بڑی بڑی رقوم چندہ دی ہیں وہاں کے سب ڈویژنل آفیسر ملک صاحب خان صاحب نون ہیں۔ ان رقوم کا فراہم کرنا ان کی سعی کا نتیجہ ہے۔ ۲۷ ر اکتوبر کے الفضل میں ڈیڑھ ہزار روپے ان سے وصول ہونیکی اطلاع ہے۔ مگر اس میں اس امر کی وضاحت نہیں کہ آپکا ذاتی چندہ ہے یا یہ وہی رقم ہے جو فاضلکا اور ابوہر کے غیر احمدیوں سے وصول کی گئی ہے۔ اور جس سے بقول الفضل ۲۷ ر اکتوبر ۱۹۲۵ء حضرت مسیح موعود کے مزار کی چار دیواری بن گئی ہے۔ اس سے پیشتر خود جناب میاں صاحب نے مغربی افریقہ سے یہ خبر سنکر کہ وہاں کئی ہزار لوگ مسلمان ہو گئے یا احمدی ہو گئے۔ غیر احمدیوں کی خدمت میں اپیل کی تھی کہ ہسپتال صرف کر کے ثواب لیں۔ یہ اچھی بات ہے کہ انہوں نے ایک غلط راہ کو چھوڑ دیا وہ غیر احمدیوں سے چندہ لینا نامناسب سمجھتے تھے اور لاہوری احمدیوں پر یہ طعن کیا کرتے تھے کہ غیر احمدیوں سے چندہ طلب کرتے ہیں۔ زمانہ گذرنے پر انہوں نے اس بات کو محسوس کر لیا ہے کہ غیر احمدیوں سے چندہ لینا ناجائز نہیں اور نہ ہی موجب عار ہے۔ جوں جوں وہ عمر میں بڑھتے ہیں توں توں پختہ کار ہو رہے ہیں اور یہ بڑی خوشی کی بات ہے۔ معلوم نہیں انکو اس بات کا علم ہوا ہے یا نہیں کہ حضرت مسیح موعود نے شروع ہی سے اپنی کتابوں کی اشاعت کے لئے غیر احمدیوں سے چندہ مانگا اور چندہ دہندوں کے لئے بڑی بڑی دعائیں کیں۔ لاہوری جماعت بھی جھٹ

مسیح موعود کی کرتی رہے اب خدا کے فضل سے میاں صاحب بھی اسی راہ پر آ گئے ہیں۔

مراسلات

اہل قادیان کا سوء ظن

میں نے جناب کے اخبار میں جناب میاں صاحب کی جماعت کی سرگرمی اور جناب حافظ روشن علی صاحب کی تقاریر کے متعلق کچھ لکھنے سے عمداً احتراز کیا تھا کہ کہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ میں اُن کی ناکامیابی پر خوش ہو رہا ہوں مگر افسوس ہے کہ ان لوگوں نے باوجود میری اور جناب بادشاہ صاحب کی کامل بے تعصبی کے بدظنی سے کام لیا۔ بادشاہ صاحب نے صدارت قبول کر کے ان پر احسان کیا مگر جو ناروا اور نا ملایم الفاظ انہوں نے بادشاہ صاحب کے متعلق استعمال کئے وہ محمودی دل و دماغ کا ہی نتیجہ ہو سکتے ہیں۔ تہذیب بلکہ حکمت یہ تقاضہ کرتی تھی کہ جب لاہوری خیالات کا انسان صدارت کرتا ہے تو نبوت کے مسئلہ کو چھیڑا نہ جاتا خصوصاً جب سامعین غیر احمدی مخالف موجود ہیں کیونکہ بہت ممکن ہے کہ صدر ان تمام باتوں کی تردید کرے جو مقرر نے حضرت صاحب کی طرف منسوب کیں۔ پھر اس کا سامعین پر جو نیک اثر ہوتا وہ ناظرین ہی فیصلہ کر سکتے ہیں۔ بادشاہ صاحب کو تو وہ موقع جس کی وہ تاک میں تھے نہ ملا کیونکہ نبوت کے لفظ پر وہ شور برپا ہوا کہ الامان اسٹیج پر کئی ایک شخص چڑھ کر بولنے لگے کہیں جناب سید سلیمان ندوی نے بھی ذاتی طور پر چند سوالات کرنے کی اجازت مانگی ایک جوتی کا موسم اجازت طلب کرتا ہے اور لوگ مصر ہیں کہ اپنے علماء کو بولنے دیا جائے اور روکے نہیں تو بادشاہ صاحب کیا کر سکتے تھے۔ یہ بھی ان کا احسان ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو جو سنا ہے کہ قومی رپورٹ کا سب ایڈیٹر ہے پکڑ کر دھکیل دیا اور اجازت نہ دی کہ "عقائد میرزا" کا رسالہ پڑھ کر سنایا جائے بلکہ سید سلیمان صاحب ندوی کو بھی اجازت نہ دی۔ بادشاہ صاحب پر اعتراض ہے کہ انہوں نے بحیثیت صدر سید سلیمان صاحب ندوی کو تقریر کرنے کی اجازت دی۔ انہوں نے اجازت کیا دینی تھی موقع تو ایسا تھا کہ لوگ زبردستی اپنے علماء کی تقریر کراتے۔ ورنہ جلسہ بند کرنا پڑتا۔ جناب سید سلیمان صاحب ندوی نے جہاں اور باتیں مخالفانہ کیں وہاں یہ بھی کہا کہ یہ لوگ کیا اشاعت اسلام کر سکتے ہیں افریقہ میں ملتوی زمانے سے کر رہے ہیں۔ جرمنی میں سید آگے سے موجود ہے اور خیری برادرس وہاں کام کر رہے ہیں اور انگلستان میں ہمارے دوست خواجہ کمال الدین صاحب آگے سے کام کر رہے ہیں۔ جناب مرزا صاحب نے اخبار عام میں نبوت کے متعلق لکھا ہے۔ وہ خود لکھتے ہیں کہ نبی بمعنی محدث ہے اگر تمہیں پسند نہیں تو کاٹ دو اور محدث لکھ دو۔ لاہوری جماعت مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتی۔ بھائیو یہ لوگ جو کہتے ہیں کھلی ضلالت ہے اگر یہ لوگ اشاعت اسلام کا کام کریں تو سر آنکھوں پر۔ یہ لوگ ولی کہیں محدث کہیں ہمیں کچھ گلہ نہیں مگر یہ آنحضور کے بعد نبی لاتے ہیں اس کو ہم کبھی قبول نہیں کر سکتے۔ وغیرہ وغیرہ

جناب حافظ روشن علی صاحب کے جانے کے بعد آزاد دھند مورخہ ۱۸ اکتوبر میں ایک مضمون "اسلام اور قادیان" کے عنوان سے کسی ایم۔ اے احمد صاحب ریڈیکل اسٹوڈنٹ نے شائع کیا ہے۔ ہمیں کانوں کان خبر نہیں کہ یہ کون شخص ہے مگر افسوس ہے کہ جناب حکیم صاحب چودھری نے بدظنی سے کام لے کر ایسی باتیں کیں گویا کہ میں نے ہی مضمون لکھ کر کسی شخص کے نام سے شائع کیا ہے اور دلیل یہ دی کہ لکھنے والے نے مرزا صاحب کا نام عزت سے لیا ہے اور یہ کہ حوالے وہ دیئے ہیں جو کوئی غیر احمدی دے نہیں سکتا۔ مضمون پر ایک سرسری نظر بھی بتا دے گی کہ مضمون نگار ایک مہذب شخص ہے جو میاں صاحب کو جناب صاحبزادہ محمود احمد صاحب امام جماعت قادیان لکھتا ہے۔ اہل انصاف فیصلہ کر سکتے ہیں کہ یہ شخص کہاں تک لاہوری ہے۔ رہا یہ امر کہ لٹریچر سے خوب واقف ہے یہ بھی ضروری نہیں کہ صحیح ہو۔ کیونکہ ایک مضمون لکھ دینے کے لئے ایک چھوٹے سے ٹریکٹ کا مطالعہ بھی کافی ہے۔ اصل یہ ہے کہ جناب حکیم صاحب کو جو بات کڑوی لگی وہ یہ کہ راقم مضمون نے خاتمہ پر یہ لکھا ہے کہ کیا یہ وہ جماعت

[illegible]

میرا دوستانہ مشورہ اس جماعت سے یہ ہے کہ وہ بدظنی کرنے سے احتراز کرے۔ بہتر ہوگا اگر جناب اس مضمون کو بعینہٖ اپنے اخبار میں شائع کریں تاکہ اس جماعت کو معلوم ہو کہ دنیا میں حق پسند اور حق گو بھی موجود ہیں۔ (خاکسار محمد عزیز اللہ مدراس)

جناب میاں محمود احمد صاحب کا قدم اصلاح کی طرف

جناب میاں محمود احمد صاحب کا سیر و شکار پر چڑھنا کوئی انوکھی بات نہیں۔ یہ شغلہ بھی چلا چلتا ہے مگر اب کی دفعہ وہ گورداسپور کے ضلع میں سیر کرتے ہوئے منزل بمنزل ڈلہوزی جس حال میں تشریف لائے وہ لوگوں کے لئے تعجب انگیز تھا۔ کیونکہ آنکھیں جس جلوہ اور جاہ و حشم کو میاں صاحب کے ساتھ سیر یورپ میں دیکھنے کی عادی ہو گئی تھیں وہ اب کی دفعہ نظر نہ آیا۔ مگر ساتھ ہی اس امر سے مسرت بھی ہوئی کہ قوم کا روپیہ ظاہری ٹیپ ٹاپ پر جو برباد ہوتا تھا۔ اب کی دفعہ نہ ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ شاید در پردہ میاں صاحب کی قوم نے میاں صاحب کے مسرفانہ سیر و سیاحت پر کچھ اعتراض کیا ہوگا جس سے میاں صاحب نے اصلاح کی طرف قدم اٹھایا ہے۔ میاں صاحب کے اخراجات سفر یورپ پر بعض جوشیلوں کے رضامندی کے ظاہری ریزولیوشن وہ اثر نہیں رکھتے جو مخفی لوگوں کے در پردہ اعتراضات کام کر جاتے ہیں۔ ورنہ یک بیک ظاہری ٹیپ ٹاپ کو الگ کر کے مخفی طور پر میاں صاحب کی سیاحت کیا معنے رکھتی ہے۔ ایک دفعہ رسول ضلع گجرات میں اسی طرح تشریف لے گئے کہ گرد و نواح کے مریدوں تک کو خبر نہ ہوئی۔ ایک دفعہ سنا ہے لاہور اسی طرح خفیہ ورود ہوا ایسے ڈلہوزی کی سیاحت میں بھی مریدوں کی طرف سے لاعلمی کا رنگ نظر آتا ہے میاں صاحب کی سیر و سیاحت کا یہ اخفا معنے دارد کہ در گفتن نے آید۔ بات سچ یہی ہے کہ جب تک قوم میں آزادیٔ ضمیر کی روح نہ ہو وہ قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ معلوم ہوتا ہے شاید بعض اُن کے مریدوں نے اخلاقی جرأت سے کام لے کر ان کے انداز سیاحت پر اعتراض کیا ہے جس سے یہ اصلاح نظر آتی ہے۔ یہ آثار اچھے ہیں۔ اگر اسی طرح ان کی قوم اپنی آزادی کی روح میں ترقی کرتی جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد وہ دن آ جائیگا کہ میاں صاحب اپنے عقائد میں بھی اصلاح کر لینگے۔ یہ سارا قصور "حی حضور" کا ہے جس دن اس سے نکل کر سچی حریت اسلامی کی روح قوم میں پیدا ہو گئی اسی دن انشاء اللہ یہ تمام جھگڑے طے ہو کر اصلاح اور صلح مکمل طور پر معرض وجود میں آ جائے گی۔ اللّٰھم زد فزد

(خاکسار بشارت احمد)

باوا نانک رح کا فتویٰ

کیا فرماتے ہیں باوا نانک رح اس بارے میں کہ:۔

۱۔ موجودہ ہندو مسلم نفاق و فساد اچھا ہے یا نقصان دہ

۲۔ مسلمان جو ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں اچھا کہتے ہیں یا بُرا

اما الجواب۔

۱۔ راہ دو دیں اک جانے سوئی سجھ سی

۲۔ کفر گو کفرانے پیا دھیسی (وار ماجھ)

ترجمہ۔ ۱۔ ہندو مسلم ہر دو مذہب کے پیروں کو مساوی نظر سے جو دیکھے گا وہ کامیاب رہے گا۔ یعنی ہر دو اقوام ایک دوسرے کے حقوق کی نگاہ داشت کرتے ہوئے ہی کامیاب ہو سکتی ہیں

۲۔ کافر کہنے والا آپ ہی کفر میں جل کر مر جاتا ہے۔ یہ زبان نبوی کے ان پاک کلمات کا ترجمہ ہے جن میں آپ نے فرمایا کہ جو کسی کو کافر کہتا ہے وہ کفر الٹ کر اس پر پڑتا ہے۔ کیا دونوں قومیں اس ثالثانہ فیصلہ کو منظور کرینگی۔

اہل قرآن سے چند سوالات

۱۔ قرآن مجید میں کتنی نمازوں کا ذکر ہے۔؟

۲۔ اگر نماز میں سورت فاتحہ نہ پڑھی جاوے تو کیا نماز ہو جاتی ہے؟

۳۔ قرآن مجید میں کتنے روزوں کا ذکر ہے؟

۴۔ قرآن مجید کے معنے سمجھنے کے لئے کن کن باتوں کی ضرورت ہے

جوابات بحوالہ آیات قرآنیہ ہوں۔ اور جواب دہندہ اپنا نام اور پتہ مفصل تحریر فرماویں۔

[illegible]

سوال

سُرگ سے واپس کون لوگ آتے ہیں؟

ہمیشہ آواگون کے چکر میں کون پھنسے رہتے ہیں؟

دوامی مکتی کو کون حاصل نہیں کر سکتے؟

جواب۔ جو ویدوں پر عمل پیرا ہیں۔

سوال۔ دلیل؟ جواب۔ تین ویدوں کے جاننے والے سوم پینے والے اور رگیہ کرم سے پاک ہوئے لوگ میری عبادت کر کے حصول بہشت کی التجا کرتے ہیں۔ اور مذکورہ بالا افعال ثلاثہ کا پھل (اجر) بہشت میں پہنچ کر دیوتاؤں کی مانند حاصل کرتے ہیں ۲۰۔ ۲۱۔ پھر سرگ لوک (بہشت) کا اجر پا کر جب ان کے پن کا خاتمہ ہو جاتا ہے تو دنیا میں واپس آتے ہیں۔ اسطرح تینوں ویدوں میں بتلائے ہوئے کرموں کو کرنے والے خواہش مند لوگ بار بار پیدا ہونے اور مرنے کا دکھ پاتے رہتے ہیں۔ گیتا $\frac{9}{21و22}$

ایک اہل حدیث نے حدیث کی بے حرمتی کی

اخبار الفقیہ امرتسر رقمطراز ہے کہ۔ بزرگوں کے دست و پا کو بوسہ دینے کے متعلق ایک حنفی اور ایک اہل حدیث میں جھگڑا ہوا۔ جب حنفی نے حدیث پیش کی تو اہل حدیث اس کو مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی کے پاس لے گیا۔ انہوں نے اس کاغذ کو جس پر حدیث لکھی ہوئی تھی جوتیوں میں پھینک دیا۔ اہل حدیث بن کر حدیث کے الفاظ کی اسقدر بے توقیری۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ضرورت

جو احباب مناظر بننا چاہتے ہیں وہ فوراً احمدیہ انجمن سے خط و کتابت کریں۔ سابق لیاقت انگریزی انٹرنس پاس ہونی چاہیئے یہاں سنسکرت اور عربی پڑھا کر مناظر بنایا جاوے گا۔ انجمن سے وظیفہ بھی ملیگا۔

یہ سرمہ دھند جالا غبار خارش پانی گرنا

چند سوالات معہ جوابات

(از قلم جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

سوال (۶)

حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب کے ہاتھ پر خواجہ کمال الدین صاحب جو غیر احمدیوں کو مسلمان سمجھتے ہیں بیعت شدہ تھے۔ نیز میاں صاحب غیر احمدیوں کو کافر قرار دیتے تھے وہ بھی بیعت میں تھے اور مولوی صاحب خوب جانتے تھے کہ دونوں یہ عقاید رکھتے ہیں اور پھر کسی ایک کو انہوں نے بیعت سے خارج نہیں قرار دیا۔ خواجہ صاحب کو بھی چندہ دیتے رہے اور میاں صاحب کو انجمن کا پریزیڈنٹ اور اپنی جگہ امام مسجد اقصیٰ و مسجد مبارک مقرر فرمایا۔ اس لئے اسے جناب مولوی صاحب آپ کا یہ عذر کہ میں اس لئے میاں صاحب کی بیعت چھوڑتا ہوں کہ میرے عقاید میاں صاحب کے عقاید کے مخالف ہیں کیا میاں صاحب کے عقاید مولوی نورالدین صاحب کے عقاید کے خلاف نہ تھے پھر کیوں مولوی صاحب نے اپنی بیعت میں میاں صاحب کو رکھا۔ پس موجودہ اختلاف عقاید کوئی نیا امر نہیں مولوی نورالدین صاحب کے زمانہ میں بھی تھا اس لئے اختلاف عقاید تو بیعت میں حارج نہیں؟

الجواب

خوب! امر متنازعہ فیہ تو یہ تھا کہ کیا ایک شخص کے غلط عقاید کے باوجود اُسے ہم اپنا پیر بنا لیں اور اُسے اپنا روحانی مقتدا اور پیشوا تسلیم کر لیں۔ یہ کام تو مرید کا ہے کہ وہ اچھی طرح جانچ لے دیکھ لے کہ جس کو میں اپنا روحانی مرشد اور پیر بنانے لگا ہوں وہ عقاید صحیح رکھتا ہے یا نہیں آپ مثال پیش کرتے ہیں کہ مولوی نورالدین صاحب مرحوم جو پیر تھے انہوں نے میاں محمود احمد صاحب کو ان کے غلط عقاید کے باوجود اپنی بیعت سے کیوں خارج نہیں کیا۔ یہ مثال تو الٹی پیش ہو گئی۔ اجی حضرت! پیر کا کام ہے مرید کی اصلاح کرنا۔ اس کے غلط عقاید کو درست کرنا۔ اُس کے بُرے اعمالوں کی اصلاح کرنا۔ جس طرح ایک طبیب اپنے مریضوں کی شفایابی کا جویاں ہوتا ہے۔ اسی طرح پیر بھی بمنزلہ روحانی طبیب کے ہوتا ہے۔ وہ اپنے مریدوں کے روحانی امراض کی شفایابی کے لئے کوشش کرتا ہے۔ ان باتوں کے لئے وقت چاہئے۔ موقع چاہئے۔ ذرا مرید نے کہیں نافرمانی کی یا کسی عقیدہ میں غلطی اختیار کی تو فوراً اسے نکال باہر کرنا کسی شفقت علیٰ خلق اللہ رکھنے والے انسان کا کام نہیں ہوا کرتا۔ حضرت مسیح موعود تو فرمایا کرتے تھے کہ میں تو اپنے دوست کو جو شراب سے مدہوش سڑک پر پڑا ہو اپنی پیٹھ پر لاد کر لانے کو تیار ہوں۔ پس جب تک قطعاً مایوسی نہ ہو جائے اہل اللہ اپنے مریدوں کو اپنی بیعت سے خارج نہیں کیا کرتے جس طرح جب تک طبیب کو قطعاً مایوسی نہ ہو جائے وہ اپنے مریض کا علاج نہیں چھوڑتا۔ میاں محمود احمد صاحب تو حضرت مولانا نورالدین صاحب کے محسن زادہ تھے اس لئے ان کی وہ عزت کرتے تھے۔ بیعت کے وقت تو میاں صاحب کے عقاید کا کسی کو بھی علم نہ تھا تین برس کے بعد معلوم ہوا کہ ان کے عقاید میں غلطی پڑ گئی ہے۔ اس سے پہلے میاں صاحب خود تشحیذ الاذہان میں ختم نبوت پر مضمون لکھتے رہے تھے۔ غلطی میں پڑ جانے کے بعد انہیں غلطی سے نکالنے کی کوشش کرنا از حد ضروری تھا۔ چنانچہ پہلے تو مولانا مرحوم نے ڈھیل دی کہ میاں صاحب سمجھدار ہیں خود سمجھ جائیں گے مگر بعد میں جب اس طرح اصلاح نہ ہوئی تو اپنی مرض الموت میں حضرت مولانا محمد علی صاحب کو حکم دیا کہ مسئلہ کفر و اسلام پر ایک رسالہ لکھو۔ اور صاف الفاظ میں فرما دیا کہ "ہمارے میاں صاحب نے بھی اس مسئلہ کو سمجھا نہیں" میاں صاحب موصوف کو غلط رستہ سے بچنے کے لئے یہ کافی وعظ تھا۔ مگر انہوں نے غضبناک ہو کر اپنا ۵ ۲ فروری والا اعلان اخبار الفضل میں شایع کیا جس میں خلیفہ کو عضو معطل بنا کر لوگوں کو لکھا کہ ایک پیسہ کا کارڈ ہمیں بھیج کر فتویٰ پوچھ لیا کرو۔ ہم حضرت مسیح موعود کی کتب سے فتویٰ دیا کریں گے۔ اب خلیفہ کی جو شان چاہیں بنا لیں کیونکہ خود خلیفہ ہیں۔ مگر اس وقت خلیفہ نے جب ایک بات میں میاں صاحب سے اختلاف کیا تو میاں صاحب نے خلیفہ کی دھول اڑا دی +

ممکن ہے اپنی دعا اور توجہ سے حضرت مولانا مرحوم میاں صاحب کی اصلاح کی کوشش کرتے مگر موت نے فرصت ہی نہ دی۔ اور ہمارے لئے یہ فتنہ مقدر تھا۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود کا الہام تھا کہ

وہ قادر ہے وہ بارگاہ جو ٹوٹا کام بنا دے

[illegible]

مگر ایک بات تو ضرور مولانا نورالدین صاحب نے کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وفات کے وقت میاں صاحب کی وہ وقعت ان کی نظروں میں نہ رہی تھی جو ان کے غلط عقاید کی اشاعت سے پہلے تھی۔ اپنی پہلی وصیت میں مولانا مرحوم نے اپنے جانشین کا نام لکھا تھا۔ مگر بعد میں اس وصیت کو منسوخ کر کے دوسری لکھوائی۔ پہلی میں جاننے والے جانتے ہیں میاں صاحب کا نام تھا مگر دوسری میں مولانا مرحوم نے یہ نام نکال دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہی غلط عقاید کی وجہ سے ان کی نگاہ میں وہ جماعت کے مقتدا بننے کے قابل نہ رہے تھے +

سوال (۷)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صدر انجمن قایم کی فرمایئے کہ کس نے نئی انجمن قایم کی؟

الجواب

آپ پوچھتے ہیں کہ "حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صدر انجمن قایم کی فرمایئے کس نے نئی انجمن قایم کی"۔ "کس نے نئی انجمن قایم کی" سے پہلے ایک سوال آپ سے رہ گیا۔ ان سوالات کی شکل صحیح طور پر یوں ہونی چاہئے تھی کہ "حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صدر انجمن قایم کی۔ **کس نے اس انجمن کو توڑا**؟ کس نے پھر آپ کے ارشاد کے ماتحت انہی اصولوں پر از سر نو انجمن قایم کی تاکہ آپ کی وصیت پوری ہو"۔ اس کا جواب یوں ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صدر انجمن قایم کی میاں محمود احمد صاحب نے عملی طور پر اس کو توڑ دیا۔ ناچار مولوی محمد علی صاحب کو حضرت کی وصیت کو پورا کرنے کے لئے حضرت کے اصولوں کو مدنظر رکھ کر لاہور میں دوسری انجمن قایم کرنی پڑی +

حضرت مسیح موعود نے اموال سلسلہ کی حفاظت اور تمام انتظامی امور کے فیصلہ کے واسطے صدر انجمن بنائی تھی اور اسے ہی اپنا حقیقی جانشین قرار دیا تھا۔ اور شوریٰ کی پابندی کے ساتھ انجمن کے اجتہاد کو اپنی وفات کے بعد فیصلہ کن فرمایا تھا مگر میاں محمود احمد صاحب نے خلیفہ ہوتے ہی پہلی ضرب اسی انجمن کے سر پر لگائی۔ چونکہ حضرت مسیح موعود مامور من اللہ تھے اس لئے ان کو اپنی وحی کے ماتحت انجمن کے فیصلہ کو توڑ دینے کا اختیار تھا۔ مگر آپ کی وفات کے بعد یہ سلسلہ موقوف تھا اور یہ ... کچھ انجمن کے قواعد میں درج تھا۔ میاں صاحب نے سب سے پہلے مسیح موعود کا نام نکلوا کر وہاں اپنا نام لکھوایا اور اس طرح انجمن کے سر کو اپنے قدموں پر لا ڈالا۔ انجمن کے ساتھ اپنی پوزیشن وہی بنائی جو مسیح موعود کی تھی۔ اور اس طرح جمہوریت اور شوریٰ کے پاکیزہ اور اعلیٰ اسلامی اصولوں کو جنہیں مسیح موعود نے اپنی وصیت کے ذریعہ دوبارہ زندہ کیا تھا۔ پاؤں میں روند کر استبداد اور پیر پرستی اور شخصیت پرستی کا بت پھر کھڑا کر دیا۔ اب فرمایئے کہ جب انجمن کی وہ حیثیت نہ باقی رہی جو حضرت مسیح موعود نے اپنی وصیت میں قایم کی تھی۔ بلکہ وہ ایک شخص واحد غیر مامور کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بن کر رہ گئی۔ تو کیا مسیح موعود کے خدام کا فرض نہ تھا کہ حضور کی وصیت کے ماتحت انہی اصولوں پر ایک نئی انجمن کی بنیاد ڈالتے جن پر آپ نے پہلی انجمن بنائی تھی اور جسے یوں بیدردی کے ساتھ شخصیت پرستی کے بت کے آگے ذبح کر دیا گیا۔ موجودہ صدر انجمن قادیان وہ انجمن نہیں جو حضرت نے خود بنائی تھی بلکہ اس کا ایک ظاہری ڈھانچہ ہے۔ اس کی روح اس میں سے اُسی دن نکل گئی جس دن مسیح موعود کا نام نکلوا کر میاں صاحب نے اپنا نام لکھوایا تھا۔ جن اصولوں پر اس انجمن کی بنیاد تھی جب وہی نہ رہے تو محض چند آدمیوں کے مجموعہ کا نام تو انجمن نہیں ہوا کرتا۔ کچھ اصول ہوا کرتے ہیں جن پر انجمن کی بنیاد ہوا کرتی ہے۔ جب وہ نہ رہیں تو درحقیقت وہ انجمن بھی نہیں رہتی۔ ایسی انجمن کو جو خلیفہ کے ہاتھ پر کٹھ پتلی بنی ہوئی ہو خلیفہ کے نوکروں کی ایک جماعت کہنا چاہئے۔ جس طرف باب خلافت سے ہوا چلنی شروع ہوئی اسی طرف برائے نام انجمن کا مرغ بادنما پھر گیا۔ اب فرمایئے حضرت صاحب کی وصیت کے خلاف کس نے کیا اور مطابق کون کر رہا ہے؟

وفات مسیح ناصری علیہ السلام

(سلسلہ کے لئے دیکھو اخبار نمبر ۹۹)

ہر ایک شخص جو قرآن کریم کی آیات میں تدبر اور تفکر کرے گا وہ بالضرور اس بات کو بھی تسلیم کرے گا کہ آیت فلما توفیتنی سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور ان کے متبعین حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی وفات پر استدلال کرتے ہیں تو وہ ... [illegible] ... واقعہ پر

ہیں اور آیت فلما توفیتنی فی الواقعہ ہی وفات مسیح ناصری پر ایک نص صریح ہے اور قطعی اور یقینی طور پر یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ مسیحی لوگوں نے جو مریم صدیقہ اور ان کے فرزند مسیح ناصری علیہ السلام کو بطور دو معبودوں کے ماننا شروع کر دیا تو بعد وفات مسیح ناصری علیہ السلام یہ عقیدہ شروع ہوا۔ اور یہ ایک موٹی بات ہے کہ رومن کیتھولک پادریوں کا عقیدہ قرآن کریم کے نزول کے زمانہ سے پہلے ہی خوب زوروں پر تھا۔ پس ثابت ہوا کہ قرآن کریم کے نزول سے پہلے بلکہ رومن کیتھولک پادریوں کے عقاید رائج ہونے سے پہلے مسیح ناصری علیہ السلام وفات پا چکے تھے + مسیحی لوگوں کے عقاید فی الواقع قرآن کریم کے نزول سے پہلے بگڑ چکے ہوئے تھے اس لئے قرآن مجید کی تعلیم کے ماتحت ایسے غلط عقاید رائج ہونے سے پہلے مسیح علیہ السلام فوت ہو چکے ہوئے تھے +

جو شخص قرآن کریم کو پڑھ کر پھر یہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ قرآن کریم کے نزول سے پہلے مسیح ناصری فوت شدہ نہیں ہیں اور یہ کہ ابھی تک وہ بجسد عنصری زندہ موجود ہیں اس کو لازماً یہ بھی تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ابھی تک مسیحی لوگ بھی تعلیم توحید کے ہی پابند ہیں اور وہ مسیح علیہ السلام اور ان کی والدہ کی کوئی پرستش نہیں کرتے جو سراسر خلاف واقعہ اور خلاف مشاہدہ اور خلاف تعلیم قرآن مجید ہے +

پس جب یہ امر واقعہ ہے کہ مسیحی لوگ بہ مدت ہوئی تعلیم توحید کے خلاف مسیح ناصری کی پرستش شروع ہوئی۔ اور ان الفاظ کو جو مسیح ناصری کے حق میں بطور مجاز اور استعارہ کے استعمال ہوئے تھے غلطی سے یا ناسمجھی سے حقیقت پر محمول کر لیا اور ایک ابن آدم کو ابن اللہ سمجھ لیا گیا۔ اور قرآن کریم نے بار بار جو اس تعلیم پر زور دیا ہے کہ حضرت مسیح ناصری کی اصل تعلیم توحید اسلامی تھی اور یہ عقیدہ تثلیث مسیحی لوگوں کی اختراع ہے تو اس کا دوسرے لفظوں میں یہی مطلب ہے کہ قرآن کریم کو ماننے والے اس بات کو ساتھ ہی مان لیویں کہ مسیح ناصری کی وفات کے بعد یہ عقیدہ اقانیم ثلاثہ کا اختراع ہوا +

قرآن کریم نے یہ تعلیم دی کہ قیامت کے روز حضرت مسیح ناصری اللہ تعالیٰ کے دربار میں اپنے معبود بنائے جانے سے بیزاری کا اظہار کریں گے اور صاف صاف اقرار کریں گے کہ ان کی وفات کے بعد مسیحی لوگ بگڑ گئے تھے یہ بات ہویدا ہے کہ فی الواقعہ رومن کیتھولک پادریوں کا عقیدہ شروع ہونے سے بہت پہلے مسیح ناصری فوت ہو چکے تھے۔ اور ان کے آسمان پر جانے اور پھر دوبارہ نازل ہونے کی کہانی سراسر جھوٹی اور بے بنیاد ہے۔ اور جب مسیح ناصری وفات پا گئے۔ بعد میں مسیحی لوگوں نے ان کو معبود بنانا شروع کر دیا۔ اور مسیح ناصری علیہ السلام کی اصل تعلیم کے سراسر خلاف تعمیل اختیار کر لی +

الغرض آیت فلما توفیتنی وفات مسیح ناصری علیہ السلام پر نص قطعی ہے۔ چنانچہ مولویاں فرقہ ہائے اسلام کا توفیتنی کے معنے میں اختلاف کرنا ہی اس بات کا بین ثبوت ہے کہ فی الواقعہ جب یہ مان لیا جاوے کہ آیت فلما توفیتنی میں حضرت مسیح ناصری خدا کے حضور میں عرض کرتے ہیں کہ جب اے خدا تو نے مجھے وفات دیدی تو پھر یہ لوگ تعلیم توحید کے خلاف شرک کے عامل بن گئے۔ تو اس کا یہ قطعی نتیجہ ہے جو مسیحی لوگوں کے مشرکانہ عقاید کے رائج ہونے سے بہت پہلے سے مسیح ناصری کو فوت شدہ تسلیم کیا جاوے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض مولوی یہ کہتے ہیں کہ توفیتنی کے معنے وفات دینے کے نہیں ہیں بلکہ نیند دینے کے ہیں یعنی سُلا دینے کے۔ اور بعض مولوی کہتے ہیں کہ توفیتنی کے معنے رفعتنی کے ہیں یعنی آسمان پر اٹھا لینے کے لیکن وہ اتنا نہیں سوچتے کہ سوائے وفات کے اگر توفیتنی کے اس موقعہ پر کوئی اور معنی مثلاً سلا دینے یا اٹھا لینے کے کئے جاویں تو پھر یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ قیامت کو خدا کے حضور میں حضرت مسیح ناصری اپنی وفات کا نام بھی نہ لیں گے اور دوسرے لفظوں میں ان کے مرنے سے پہلے ہی قیامت برپا ہو جاویگی۔ اور آیت انی متوفیک میں جو وعدہ تھا تو وفات کا وعدہ نہ تھا اور نہ ہی توفیتنی میں اس وعدہ کے ایفا کی طرف اشارہ ہے بلکہ نیند برپا کرنے یا سلا دینے یا مسیح ناصری کو اپنی گرفت میں کر لینے کا وعدہ تھا جو پورا ہو گیا۔ مسیح ناصری نے وفات پائی ہی نہیں۔ لیکن سوچنے والی بات یہ ہے کہ اس طرح سے پھر توفیتنی کے معنے جو ہر پہلو سے ایک رنگ میں رفعتنی کے کئے جاتے ہیں یعنی حضرت عیسیٰ ناصری کو سلا کر یا قبض کر کے یا کسی اور طرح سے پکڑ کے جو بھی نتیجہ بیان کیا جاتا ہے وہ یہی ہے کہ وہ زندہ بجسد عنصری خدا کے حضور پہنچا دیئے گئے یعنی حضرت عیسیٰ کا رفع ہو گیا۔ گویا توفیتنی کے معنی جو رفعتنی کئے جاتے ہیں تو وہ سراسر غلط ہیں کیونکہ آیت انی متوفیک ورافعک الی الخ میں چار وعدے کئے بعد دیگرے ہیں اور رفع کا وعدہ بعد از وفات ہے

گویا توفیتنی ور فعتنی ہم معنی اور ہم مطلب الفاظ نہیں ہیں۔ پس ہر رنگ میں آیت توفیتنی سے وفات مسیح ناصری علیہ السلام اس زمانہ میں ثابت ہوتی ہے جب کہ مسیح ناصری کو معبود بنائے جانے کا مشرکانہ عقیدہ ابھی اختراع نہ ہوا تھا۔ اور قرآن کریم نے آیت اوینہما الی ربوۃ ذات قرار ومعین کہکر صاف بتلا دیا ہے کہ یہودیوں نے جب مسیح ناصری علیہ السلام پر قاتلانہ حملہ کیا تو وہ کامیاب نہ ہو سکے اور ایسے اسباب پیدا ہو گئے کہ وہ حضرت مسیح ناصری کو یقینی طور پر قتل نہ کر سکے اور ان کے لئے وہ امر مشتبہ ہو گیا۔ اللہ تعالے نے حضرت مسیح ناصری کو بچا لیا اور وہ معہ اپنی والدہ صدیقہ کے بنی اسرائیل کی دوسری گم شدہ اقوام کی طرف چلے گئے اور پھر مستقل طور پر انہوں نے سری نگر محلہ خان یار میں رہائش اختیار کر کے وہاں ہی وفات پائی اور ان کی روح کا رفع ہوا۔ پس آیت توفیتنی میں حضرت مسیح ناصری اپنی وفات کا ذکر کرتے ہیں اور وہ عیسائیوں کے مشرکانہ عقاید رائج ہونے سے بہت پہلے وفات پا چکے ہوئے ہیں۔ اور جو شخص بھی اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے وہ دراصل قرآن کریم کے خلاف چلتا ہے اور اگر نہیں تو اس کا فرض ہے ہمارے استدلال کو توڑے۔ فقط

"ظہیر"

بقیہ مضمون صفحہ اول) ہی ثابت کوفی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد یا ان کے مقدس شاگردوں (مثلاً امام ابو یوسف رح امام محمد رح امام زفر رح امام حسن رح) میں سے کسی کے قول پر عمل کیا جائے کیونکہ ان ہی حضرات کا ملفیہ بیان پہلے گذر چکا ہے کہ ہم ہر قول میں امام صاحب کے پابند ہیں۔ حنفیت کی اس تعریف کو دیکھو کیا یہ وہی نہیں جو حضرت مسیح موعود نے کی تھی کہ سب سے مقدم کتاب اللہ ہے پھر حدیث۔ اس کے بعد فقہ حنفیہ۔ آج مولوی احمد علی صاحب وہی تعریف حنفیت کی کرتے ہیں جو آج سے بہت سال پہلے حضرت صاحب نے کی تھی۔ یہ یاد رہے کہ مولوی احمد علی صاحب اسی فرقہ حنفیہ سے تعلق رکھتے ہیں جن کے مسلک کو ظاہر کرنے کے لئے احناف کا یہ مشہور فقرہ کافی ہے کہ وہ ایں حدیث صحیح است اما مذہب ما این نیست۔ اسی مسلک کو دیکھئے اور موجودہ تعریف حنفیت کو دیکھئے۔ ببیں تفاوت راہ از کجا ست تا بکجا۔ کچھ کرو۔ آخر دنیا کے صاحب فہم لوگ گھوم کر اسی مرکز پر انشاءاللہ آوینگے جس پر مجدد زمانہ نے مسلمانوں کو لانا چاہا تھا۔ یہ خدا کا فضل ہے ہو کر رہیگا۔ خود بخود قدم اسی طرف اٹھ رہا ہے۔ ہندوستانی بہتیرے ہیں خوش قسمت وہ جو خوشی سے مجدد کی آواز پر کان دھرے +

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالے بفضلہ بخیریت ہیں اور امور وخدمات دینیہ میں مشغول ہیں +

مورخہ یکم نومبر ۱۹۲۵ء کو برہمو سماج کے سالانہ جلسہ میں ایک مذہبی کانفرنس ہوئی جس میں ہماری انجمن کی طرف سے جناب ماسٹر محمد یعقوب خانصاحب ایڈیٹر دی لائٹ کا لیکچر ہوا مضمون ”مذاہب کی عالمگیر اخوۃ“ تھا۔ اللہ کے فضل سے آپکا لیکچر بحیثیت مضمون نہایت کامیاب ہوا +

جناب مولوی صدر الدین صاحب کی صحت میں قدرے اضافہ ہے اللہ تعالے انہیں جلد سے جلد صحت کلی عطا فرما دے +

بروز ہفتہ مورخہ ۳۱ اکتوبر کی شب کو مسجد احمدیہ میں احمدیہ ینگ مین ایسوسی ایشن کا جلسہ ہوا تھا۔ پروفیسر محمد عبداللہ صاحب نے عصمت انبیاء پر لیکچر دیا +

جناب مولانا عصمت اللہ صاحب مشہور مناظر اسلام برائے مناظرہ آریہ سماج لکھیم پور تشریف لیگئے ہوئے تھے وہاں سے آپ مورخہ ۲ نومبر کو سیالکوٹ تشریف لے گئے۔ آپ کے مناظرہ کے متعلق جو تار لکھیم پور سے موصول ہوا ہے وہ حسب ذیل ہے :-

از طرف کاظم حسین صاحب پریذیڈنٹ تبلیغ الاسلام لکھیم پور۔ مولوی عصمت اللہ صاحب جو لاہور سے تشریف لائے تھے ایک گھنٹہ سے اوپر آریہ سماج کے پلیٹ فارم پر بولتے رہے اور کوئی پچیس سوالات ان پر کئے۔ آریہ مناظر کالی چرن سے انکا کوئی جواب بن نہ پڑا خود معززین اہل ہنود اور بعض ذمہ دار آریہ صاحبان نے بھی اس امر کو تسلیم کیا شیر سنگھ نے بھی کوشش کی کہ کالی چرن کی کمزوری کو پورا کرے مگر وہ بھی ناکام رہا۔ کل رات مولوی عصمت اللہ صاحب نے مسلمانوں کے ایک کثیر مجمع میں تقریر کی ۔۔۔ مولوی حفیظ الرحمٰن صاحب تھے اسلام اور آریہ مذہب

رسیدات زر

ماہ اکتوبر ۱۹۲۵ء میں جو رقوم برلن مسجد اور اشاعت اسلام کی غرض سے وصول ہوئیں انہیں شکریہ کے ساتھ درج اخبار کیا جاتا ہے :-

۱۔ این۔ آئی۔ ایم۔ طاہر نوگاؤں — ۱۰۰، برلن مسجد
۲۔ مولوی محمد ابراہیم خان صاحب معرفت ایم احمد علی صاحب ایڈیٹر پیر — ۵ اشاعت اسلام
۳۔ معرفت شیخ فضل الرحمٰن صاحب بٹھانکوٹ — ۱۳ برلن مسجد
۴۔ ایم محی الدین صاحب انسپکٹر حلقہ روڑی — ۲ ”
۵۔ شیخ عطاء اللہ صاحب سٹوڈنٹ لاہور بابت سال ۱۹۲۶ء — ۵ جرمن مشن
۶۔ ڈاکٹر حسن علی صاحب کنجاہ — ۵ ”
۷۔ مصطفیٰ صاحب وٹرنری ہسپتال علی پور — ۵ برلن مسجد
۸۔ الٰہی بخش صاحب بخار چند کے گوٹے — ۵ تبلیغ ہند
۹۔ منشی شاہ محمد صاحب مدرس لدھا سدھا — ۵ جرمن مشن، ۵ برلن مسجد بحساب کاپی
۱۰۔ ماسٹر صادق علی صاحب ہیڈ ماسٹر پٹیالہ — ۵ جرمن مشن
۱۱۔ میاں عبدالرحمٰن صاحب پلیڈر معرفت سکرٹری جماعت سرگودھا — ۱۰ برلن مسجد
۱۲۔ مولوی محمد رمضان صاحب بہاولپور — ۳ جرمن مشن
۱۳۔ چوہدری عبدالرحمٰن صاحب جموں — ۵ جرمن مشن

”چندہ مستورات برائے برلن مسجد“

جرمن کی ایک نومسلم خاتون کی تحریک پر جو اپیل حضرت امیر ایدہ اللہ نے خواتین سلسلہ سے تکمیل برلن مسجد میں حصہ لینے کے متعلق فرمائی تھی اس کے متعلق مزید حسب ذیل زیورات وغیرہ وصول ہوئے ہیں جو شکریہ کے ساتھ شائع کئے جاتے ہیں :-

	قیمت فروخت
۱۔ والدہ صاحبہ منشی عطاء الٰہی صاحب مدرس برنالہ ریاست جموں۔ گوکھرو نقری ایک عدد	[illegible]
۲۔ اہلیہ صاحبہ چودھری عبدالحق صاحب انسپکٹر بنک زمیندارہ حلقہ کٹھار۔ کولی طلائی ایک عدد	[illegible]
۳۔ معرفت پروفیسر شیخ محمد عبداللہ صاحب لاہور دو عدد جھمکہ پھول طلائی	[illegible]
۴۔ اہلیہ صاحبہ صوفی شمس الدین صاحب شملوی اپنی اور اپنے بچوں کی طرف سے	۵ نقد

”سیرۃ خیر البشر ترکی زبان میں“

اس کے متعلق ابھی رقم مطلوبہ پوری نہیں ہوئی اور کام میں سخت التوا ہو رہا ہے۔ احباب کو جلد توجہ کر کے اس کے متعلق رقم پوری فرما دینی چاہئے بہت تھوڑی رقوم اکتوبر میں وصول ہوئی ہیں جنہیں شکریہ کے ساتھ اخبار میں درج کیا جاتا ہے :-

۱۔ حضرت امیر ایدہ اللہ — ۵
۲۔ ڈاکٹر حسن علی صاحب کنجاہ — ۲
۳۔ ایم عبدالحمید خانصاحب قلعہ پھلور — ۵
۴۔ منشی محمد سلطان صاحب منڈیالہ — ۵ از موعودہ دو پونڈ
۵۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب شملہ — [illegible]
۶۔ مخدوم محمد اشرف صاحب شملہ — [illegible]
۷۔ شیخ محمد لطیف صاحب شملہ — [illegible]
۸۔ چودہری شاہ دین صاحب شملہ — [illegible]
۹۔ منشی امیر علی صاحب ” — [illegible]
۱۰۔ شیخ اللہ دین صاحب — ۸
۱۱۔ شیخ منظور الحق صاحب — ۴

ان رقوم کی وصولی کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ نے ۳۰ اکتوبر کو خطبہ جمعہ میں احباب کو خاص توجہ اس کام کے پورا کرنے کی طرف دلائی چنانچہ اس پر مزید حسب ذیل رقوم جماعت لاہور سے فراہم ہو گئی جزاہم اللہ خیراً

۱۔ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب — [illegible]
۲۔ خانصاحب بابو منظور الٰہی صاحب — ۵
۳۔ خان محمد صاحب تھانہ دار — ۲
۴۔ میاں محمد امین صاحب — [illegible]
۵۔ ڈاکٹر شیخ غلام حیدر صاحب — [illegible]
۶۔ شیخ [illegible] صاحب — [illegible]
۷۔ ڈاکٹر نبی بخش صاحب — [illegible]
۸۔ منشی محمد عالم صاحب — [illegible]
۹۔ ڈاکٹر سید جلال شاہ صاحب — [illegible]
۱۰۔ شیخ محمد حسین صاحب فیروزپور — [illegible]
۱۱۔ میاں امیر بخش صاحب — [illegible]
۱۲۔ سید غلام مصطفیٰ شاہ صاحب — [illegible]
۱۳۔ میاں علی احمد صاحب — [illegible]
۱۴۔ عبدالکریم خانصاحب — [illegible]
۱۵۔ در ملوک صاحب — [illegible]
۱۶۔ حکیم محمد طاہر صاحب — [illegible]
۱۷۔ منشی جمال الدین صاحب — [illegible]
۱۸۔ متفرق احباب — [illegible]

میزان — [illegible]

اس کے علاوہ مبلغ [illegible] کی رقم کے وعدہ ہوئے جو امید ہے ہفتہ کے اندر اندر وصول ہو جائیں گے +

ظہور احمد سکرٹری

ضرورت

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لئے دو ایسے احمدیوں کی ضرورت ہے۔ جو دورہ میں تبلیغ۔ وصول چندہ اور فروخت کتب کا کام کر سکیں تنخواہ سر دست تیس روپیہ ماہوار اور دس روپیہ الاؤنس اور کمیشن فروخت کتب علاوہ اس کے ہوگا۔ چھ ماہ بعد کام تسلی بخش ہونے کی صورت میں ترقی بھی ہو سکتی ہے +

ظہور احمد سکرٹری

سودمند کے جوبلی نمبر کے لئے
انعامی مضمون

جو صاحب سودمند کے لئے حسب ذیل عنوان پر بہترین مضمون لکھیں گے ان کی خدمت میں پچیس روپیہ پیش کئے جائیں گے۔

”مسلمانوں کے موجودہ مالی اور اقتصادی تنزل کے اسباب اور ان کا علاج“

مضمون کے لکھنے میں حسب ذیل امور پیش نظر رکھنے سے مدد ملیگی۔

(۱) آیا مسلمانوں کی مالی حالت صرف اُن مقامات میں کمزور ہے جہاں وہ محکوم ہیں یا بلالحاظ حاکم ومحکوم ہونے کے ہر جگہ کمزور ہے۔

(۲) کیا دوسری قومیں بھی محکوم ہونے کی حالت میں ایسی ہی کمزور ہیں جیسے کہ مسلمان ہیں

(۳) افلاس کا اثر مسلمانوں کے دماغی اور جسمانی نشوونما پر ان کی جرأت ہمت وحمیت پر ان کے اخلاق وعادات پر کس حد تک پڑ رہا ہے۔

(۴) اس افلاس کا علاج اگر محض تعلیم ہے تو سوال یہ ہے کہ مسلمان تعلیم یافتوں کی مالی حالت دیگر اقوام کے تعلیم یافتگان کے مقابلہ میں کیسی ہے۔

(۵) اسی طرح اگر افلاس کا علاج صنعت وتجارت ہے تو مسلمان تاجروں اور صناعوں کی مالی حالت دیگر اقوام کے تاجروں اور صناعوں سے بہتر ہونا چاہئے مگر

(۶) اگر افلاس کا علاج کفایت شعاری اور اصلاح رسوم ہے تو باوجود پچاس سالہ کوششوں کے وہ اس بارہ میں کیوں کامیاب نہیں ہوتے۔

(۷) آیا ہر شعبہ زندگی میں مسلمانوں کے افلاس کی وجہ یہ تو نہیں ہے کہ وہ سود دیتے تو ہیں مگر لیتے نہیں اس کے نتیجہ کی عملی تدابیر کیا ہو سکتی ہیں۔

(۸) مسلمانوں کو افلاس سے نکالنے کا کیا علاج ہے۔

نوٹ - مضامین یکم دسمبر ۱۹۲۵ء تک موصول ہو جانے چاہئیں تاکہ بہترین مضمون آخر دسمبر میں مسلم یونیورسٹی کی جوبلی کے وقت شائع ہو سکے۔

ایڈیٹر سودمند علیگڑھ

واقعات عالم

ہندوستان کی خبریں

لکھنؤ - ۲۴ اکتوبر لکھنؤ ڈسٹرکٹ بورڈ کے چیرمین جو ڈھائی سال سے بورڈ کا کام کر رہے تھے۔ بعض وجوہ کی بنا پر کہیں غایب ہو گئے ہیں۔ اور کوٹ سے اپنا استعفے بھیج دیا ہے۔ ان کی گرفتاری کے لئے وارنٹ جاری ہو گیا ہے اور بورڈ ان کی جانشین انتخاب کرنے کے لئے گذارش کی گئی ہے۔

لکھنؤ - ۲۴ اکتوبر بدمعاشوں کا ایک گروہ ابھی حال میں فیض آباد کے ضلع میں گرفتار کیا گیا ہے۔ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ اس گروہ میں کوئی نشتر ڈاکو شامل ہیں۔ ان گرفتاریوں سے پہلے پولیس نے بعض مقامات پر دھاوا کیا جن میں سے کثیر مقدار میں زر و جواہر کے علاوہ بہت سی تلواریں اور بندوقیں نکلی۔ سید محمود الحسن قایم مقام ڈپٹی کمشنر فیض آباد ایک ڈاکو کی شہادت لینے میں مشغول ہیں جو کہا جاتا ہے۔ کہ اس گروہ کا سرغنہ ہے۔ گذشتہ چند سال کے عرصہ کے اندر اودھ کے بعض اضلاع میں ۲۰ الکھ کی ڈکیتیاں ہوئی ہیں جن کا ذمہ دار یہی گروہ سمجھا جاتا ہے۔

الہ آباد ۲۴ اکتوبر سوامی وشیرانند سرسوتی کو مجسٹریٹ ضلع ڈیرہ دون نے پندرہ ماہ قید محض اور ۹ ماہ قید سخت کی سزا دی ہے۔ دونوں سزائیں ساتھ ساتھ شروع ہونگی جرم یہ ہے۔ کہ انہوں نے اخبارات میں ایسے مضمون لکھے ہیں۔ جن سے ہندو مسلمان میں نفاق کے جذبات پیدا ہو گئے

امرتسر ۱۹ اکتوبر ایک ملاں مسجد کو کسی نے کھیر دی۔ جس کے کھانے سے وہ معہ اپنے عیال و اطفال او چھ کس مہمانوں کے بیہوش ہو گئے۔ معلوم ہوا کہ کھیر میں دھتورا ملا ہوا تھا۔ بیمار ہسپتال پہنچ کر تندرست ہو گئے۔ زہر کا اثر دو دن تک رہا۔

امرتسر ۲۲ اکتوبر دوسرے مقامات پر جو دیوان منعقد کئے گئے تھے ان میں شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی پر زور دیا کہ تا وقتیکہ اکالی قیدی بلا شرط نہ رہا کر دئے جائیں۔ قانون گوردوارہ قبول نہ کیا جائے۔ اس بات پر بھی زور دیا جا رہا ہے۔ کہ شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی ایک عام انتخاب کی دعوت دے چیف خالصہ دیوان نے اپنے ایک جلسہ میں حکومت سے درخواست کی ہے۔ کہ آنریبل سردار بہادر سنگھ مجیٹھیا کی بجائے جن کی میعاد اس سال ختم ہونے والی ہے کسی سکھ کو مقرر کرنے کے سوال پر غور کرے

کلکتہ ۲۲ اکتوبر مولانا ابوالکلام صاحب آزاد صدر مرکزی خلافت کیٹی کو وزیر اعظم مصر کا جوابی تار موصول ہوا ہے۔ جس میں مولانا نے حال میں شاہ فواد کی خدمت میں جو تار ارسال کیا تھا۔ اس کا شکریہ ادا کیا گیا ہے اور لکھا ہے کہ آپ کے تار میں حجاز کے واقعات کے متعلق جن پاک جذبات کا اظہار کیا گیا ہے۔ وہ تمام عالم کے مسلمانوں کے جذبات کے ترجمان ہیں

شملہ - ۲۴ اکتوبر حکومت ہند کی طرف سے ایک کمیونیک شایع ہوا ہے۔ جس میں یہ درج ہے کہ ملک معظم نے یہ خواہش ظاہر کی ہے۔ کہ امسال بھی ۱۱ نومبر کو عارضی صلح منانے کی غرض سے پوری سلطنت برطانیہ میں تمام کاروبار ۲ منٹ کے لئے روک دیا جائے لیکن ریل اور پانی پر دونوں چیزیں بند نہ ہوں۔ حکومت ہند پر اعتماد ہے کہ یہاں کی تمام وفادار رعایا ملک معظم کی اس خواہش پر عمل کریگی۔ تاکہ یہ رسم تمام برطانوی ہند میں بیک وقت ادا ہو۔ وقت ریلوے ٹائم سے ہر جگہ مقرر ہونا چاہیئے

مسٹر عبد القادر صدر پنجاب کونسل کے وزیر تعلیم کے عہدہ پر فائز ہونے سے کونسل کی صدارت خالی ہے

خبر ہے سر الگزینڈر میوڈیمن ہوم ممبر گورنمنٹ ہند کالے پانی جا رہے ہیں کس طرح ؟ گورنر بن کر۔

شملہ میں گورکھوں کی رام لیلا میں جو بم ۲ اکتوبر کو پھٹا تھا اس کے مجرم کا سراغ لگانے کے لئے گورکھا سبھا نے ۵۰۰ روپیہ کے انعام کا اعلان کیا ہے

مشہور مقدمہ قتل باولا کے سزا یافتہ مجرموں کی اپیل ۲۶ اکتوبر کو پریوی کونسل میں پیش ہوئی جو سنی نہیں گئی۔

سیتاپور - کانفرنس میں ان کانگریسی اصحاب کے مقدمہ کی نگہداشت کے لئے ایک کمیٹی مقرر کی گئی جو کاکوری کے ریلوے ڈاکہ کے سلسلہ میں گرفتار کئے گئے تھے۔

اس خبر کی تردید کی گئی ہے۔ کہ ڈاکٹر کچلو کانگریس سے علیحدہ ہو گئے ہیں

امرتسر کی خبر ہے۔ کہ ایک دکان سے مٹھائی لے کر کھانے کے بعد گیارہ آدمی بیہوش ہو گئے کہتے ہیں۔ مٹھائی زہریلی تھی شکر ہے [illegible]

عبد الکریم - کے متعلق جو یہ خبریں پھیلائی گئی تھیں - کہ ریف قبائل نے ان کا اعتماد نہیں ہے اس کی تردید ہو گئی ہے

ضلع پشاور کے ایک رئیس غلام قادر خان نے اسلامیہ کالج پشاور کو چار صد ایکڑ نہری اراضی دان دی ہے

بنوں میں سپیلز بنک آف ناردرن انڈیا کی شاخ کھول دی گئی ہے

حکیم اجمل خان خرابی صحت کی وجہ سے سوراجیہ پارٹی کی کونسل سے مستعفی ہو گئے۔

مہاراجہ جودھپور ۱۸ لاکھ خرچ کر کے یورپ سے واپس آگئے ہیں

حضور شہریار دکن کی شہزادی کا انتقال پُر ملال

یہ خبر نہایت قلق اور رنج کے ساتھ سنی جائے گی کہ اعلے حضرت نظام حیدر آباد خلد اللہ ملکہ کی صاحبزادی یعنے منجھلی صاحبزادی صاحبہ سات ماہ کی علالت (ٹپ دق) کے بعد پورے ۱۷ سال کے سن میں انتقال فرما گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ہمیں اعلے حضرت ممدوح سے اس سانحہ میں دلی ہمدردی ہے۔ خدا تعالے مرحومہ و مغفورہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور اعلے حضرت و دیگر متعلقین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرماتے: امین

ممالک غیر کی خبریں

افغانستان اور روس کا جدید معاہدہ: یہ ہوا کہ افغانستان خام پیداوار اور زراعتی اجناس بغیر محصول کے روس میں بھیج سکتا ہے۔ روس اس کے عوض میں تیل اور شکر کی بنی ہوئی چیزوں کے علاوہ دیگر مصنوعات اسی طرح آزادی کے ساتھ بھیج سکتا ہے انگریزی اخبارات میں اس پر چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں۔ کہ اس معاہدہ سے برطانیہ کو اندیشہ ہے

مسئلہ موصل کے تصفیہ جو بین الاقوامی عدالت کو حکم تجویز کیا گیا ہے ترک اس کو منظور کرنے سے معذور ہیں وہ کہتے ہیں۔ کہ یہ سیاسی معاملہ ہے اس میں قانونی چارہ جوئی کو دخل نہیں ہونا چاہیئے۔

دمشق فرانسیسوں کی گولہ باری سے دمشق تباہ ہو گیا۔ تمام عالی شان تاریخی عمارتیں منہدم ہو گئی مساجد کے گنبد شہید ہو گئے

قاہرہ ۲۱ اکتوبر سرجارج لائیڈ اور لیڈی لائیڈ آج یہاں پہنچ گئیں سڑکوں پر تماشائیوں کا ہجوم تھا۔ اور یورپین جماعت نے نئے ہائی کمشنر کا نہایت گرمجوشی سے استقبال کیا۔

لندن - ۲۱ اکتوبر اخبار ٹائمس کا نامہ نگار مقیم طنجہ کا بیان ہے کہ بیبان میں حال میں جو معرکہ پیش آیا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ریفی جنگ کے لئے بیتاب ہیں۔ بیبان کا معرکہ نہایت سخت تھا۔ اور وہاں فرانسیسیوں کے کثیر نقصانات ہوتے تھے۔ اسی زمانہ میں جنرل بواشو کے دستہ پر ان قبایل نے مشرق میں سخت حملہ کیا جن کی اطلاعت کا اس سے قبل اعلان کیا جا چکا تھا ریفی علاقوں کے رہنے والے جو طنجہ آتے ہیں ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ غازی محمد بن عبد الکریم پر قبایل کو اب تک اعتماد ہے اور غازی موصوف فرانس اور اسپین دونوں پر سرمائی حملہ کی پوری تیاری کر رہے ہیں (پایونیر ٹائمس سروس)

پیرس ۲۲ اکتوبر موسیو پین لیو نے حال میں فرانس کے جنگی نقصانات کی رپورٹ دی ہے۔ اس کے مطابق جنگ مراکش میں ۳۱ جولائی تک ۱۲۸۵ فرانسیسی سپاہی نوجوان سے مارے جا چکے ہیں اور ۵۳۰۶ سپاہی زخمی ہوئے ہیں شام کی جنگوں میں یکم اکتوبر تک ۴۲ سپاہی جان سے مارے گئے۔

ایتھنز - ۲۴ اکتوبر مسٹر رندس وزیر خارجہ نے استعفی دے دیا ہے ان کی جگہ وزیر بحری مسٹر ہڈجکر کوس عارضی طور پر مقرر کئے گئے

اخبار اسٹیٹسمین کا ایک خاص تار مظہر ہے۔ کہ مہاراجہ پٹیالہ نے سو اسپیٹسمین کتے خریدے ہیں جس کا ہر جگہ چرچا ہے۔ یہ کتے ہندوستان روانہ ہو گئے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا — مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندرین دین آمده از مادریم — ہم برین از دار دنیا بگذریم
آن کتاب حق که قرآن نام اوست — بادۂ عرفان ما از جام اوست
آن رسولے کش محمد ہست نام — دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او با شیر شد اندر بدن — جان شد و با جان بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے که ہست — زو شده سیراب سیرابے که ہست
آنچه ما را وحی و ایمائے بود — آن نه از خود از ہمان جائے بود

ما ازو یابیم ہر نور و کمال — وصل دلدار ازل بے او محال
مقتدائے قول او جان ماست — ہرچه زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک وز خبرہائے معاد — ہرچه گفت آن مرسل رب العباد
آن ہمه از حضرت احدیت است — منکر آن مستحق لعنت است
معجزات و ہمه حق اند و راست — منکر آن مورد لعن خداست
معجزات انبیائے سابقین — آنچه در قرآن بیانش بالیقین
بر ہمه از جان و دل ایمان ماست — ہر که انکارے کند از اشقیاست
یک قدم دوری ازان روشن کتاب — نزد ما کفر است و خسران و تباب

اخبار پیغام صلح لاہور

ہفتہ میں دوبار، یک شنبہ و چہارشنبہ کو شائع ہوتا ہے

قیمت سالانہ صہ ششماہی عہ سہ ماہی عہ
طلباء سے سالانہ سہ

جلد ۱۳ | مدینۃ المسیح لاہور | یوم یکشنبہ مطبوعہ ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۴۴ہجری مطابق ۸ نومبر ۱۹۲۵ء عیسوی | نمبر ۱۰۳

مسئلہ تقدیر پر ایک نظر

(شیخ محمد یوسف صاحب کے قلم سے)

تبارک الذی نزل الفرقان علیٰ عبدہ لیکون للعالمین نذیراً۔ الذی لہ ملک السموات والارض ولم یتخذ ولداً ولم یکن لہ شریک فی الملک وخلق کل شیٔ فقدرہ تقدیراً۔ ۲۵ پاک ہے وہ ذات جس نے نازل کیا قرآن کو اپنے بندہ پر تاکہ وہ جہان کے لئے ڈرانے والا ہو۔ اور پاک ہے وہ ذات کہ جسکی بادشاہت کل آسمان و زمین میں ہے۔ اس کے کوئی بیٹا نہیں اور نہ آج تک کبھی کوئی اس کی بادشاہت میں شریک نہیں ہوا۔ اس نے ہر شئے کو پیدا کیا پھر اس کے لئے ایک قانون اور اندازہ مقرر کیا۔

انسان اپنے بوجھ کو ہمیشہ دوسرے پر ڈالنا چاہتا ہے ہر دم اس کی یہی خواہش رہتی ہے کہ کام میری جگہ کوئی دوسرا کردے اور پھل میں حاصل کروں۔ اسی خیال کی بنا پر مختلف عقاید بنا لئے گئے ہیں کوئی یہ خیال کرتا ہے کہ میرے گناہ کی سزا میرے بدلے کوئی بھگت لیتا ہے اور مجھے صرف اس کے کفارہ پر ایمان رکھنا کافی ہے۔ کوئی یہ کہتا ہے کہ میرے بدلہ سزا تو دوسرا نہیں بھگتتا البتہ عرض منت کرکے مجھے بخشوا ضرور لیتا ہے کوئی کہتا ہے یہ دونوں باتیں غلط ہیں نہ کوئی میرے بدلہ میرے اعمال کی سزا بھگت سکتا ہے اور نہ کوئی عرض منت کرکے میری سزا کو موقوف کروا سکتا ہے۔ بلکہ یہ سب کاروبار اس کے حکم سے ہو رہا ہے میں جو کچھ کرتا ہوں اس کے حکم کے اندر ہے وہ جسکو چاہے نیک بنائے اور جسکو چاہے بد بناوے سب خیر و شر اس نے پیدا کیا ہے۔ اور یوں وہ اپنے اعمال کو خدا کے سر تھوپتا ہے۔ اسی کی ذیل میں اور چھوٹی چھوٹی باتیں بھی ہیں مثلاً کوئی کہتا ہے کہ میرے گناہ کے بدلہ کسی جانور کو بلی دان کرنے سے میں سزا سے چھوٹ سکتا ہوں۔ اور کوئی کہتا ہے کہ پس مرگ میرا کوئی رشتہ دار مجھے راحت پہنچاتا رہیگا کوئی کہتا ہے کہ فلاں جگہ کی زیارت یا فلاں پانی کے اشنان سے میں سزا سے بچ جاؤنگا۔

الغرض اپنا بوجھ دوسروں پر ڈالنے کے لئے مختلف قسم کے عقائد تراشے ہوئے ہیں۔ کسی کا نام کفارہ رکھ دیا ہے کسی کا شفاعت کسی کو تقدیر کہہ دیتے ہیں اور کسی کو قربانی کوئی شرادھ ہے تو کوئی تیرتھ اشنان۔ وغیرہ وغیرہ کفارہ۔ شفاعت۔ تقدیر۔ قربانی۔ شرادھ۔ تیرتھ۔ الفاظ و معنے کی حیثیت سے نہایت ہی پاکیزہ اصول ہیں۔ مگر ان الفاظ کی آڑ میں جو غلط خیالات ترویج پاگئے ہیں وہ اگر دانستہ نہیں تو غلط فہمی پر ضرور مبنی ہیں۔ قرآن مجید میں ان غلط خیالات کی تردید کی گئی ہے۔ لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ۔ کوئی کسی کا بوجھ اٹھا نہیں سکتا۔ وان لیس للانسان الا ما سعیٰ۔ انسان کو وہی ملتا ہے کہ جسکی وہ کوشش کرتا ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ ہر کوشش کا پھل انسان کو ملتا ہے۔ کیونکہ بسا اوقات بیج بو کر باوجود ہر طرح کی حفاظت و کوشش کے پھل نہیں ملتا۔ باوجود سخت محنت و مطالعہ کے طالب علم فیل ہو جاتا ہے۔ بلکہ آیت کریمہ کے یہ معنے ہیں کہ پھل جب ملے گا تو بیج کے بونے سے ملیگا۔ پاس جب ہوگا تو پڑھکر ہوگا۔ تو معلوم ہوا کہ کوشش کے لئے بھی یہ لازمی ہے کہ صحیح کوشش کی جاوے۔ بغیر بیج بونے کے یونہی خالی ہل چلائے جانا اور آبپاشی کئے جانا بالکل بے سود ہے۔ پس انسان اگر کچھ حاصل کرنا چاہتا ہے تو کسی دوسرے کا سہارا چھوڑ کر اپنے قوت بازو سے کام کرے۔

۱۔ کفارہ اچھا لفظ ہے یہ کفر سے مشتق ہے اس کے معنے ہیں کسی چیز کو ڈھانک لینا پس کفارہ وہ فعل ہے جو بدیوں کو ڈھانک دے یعنی بدی کے جذبات کو دبا دے اس لئے بدی کا کفارہ نیکی ہے۔ اگر انسان نیکی کی عادت ڈال لے تو بدی خودبخود دب جاتی ہے۔ قرآن کریم نے اس اصول کو دوسری جگہ یوں بیان فرمایا ہے۔ ان الحسنات یذہبن السیئات۔ یعنی نیکیاں بدیوں کو دور بھگا دیتی ہیں پس کفارہ کے یہ معنے ہوئے کہ ہم نیکی کے ذریعہ بدیوں کو دور کریں۔

۲۔ شفاعت۔ شفع سے مشتق ہے اس کے معنے جفت کے ہیں یعنی ایک شئے کو دوسری اس کی ہم جنس سے ملا دینا۔ اور شفاعت کے معنے ہیں کسی دوسرے سے ملجانا پس نیک لوگوں کی صحبت و ہمنشینی شفاعت ہے۔ قرآن مجید میں شفیع المذنبین کہیں نہیں لکھا شافعی کون ہوگا من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ یعنی اپنی طرف سے نہیں بلکہ اللہ کے اذن سے شفاعت کریگا اور شفاعت کیسے لوگوں کی ہوگی لا یشفعون الا لمن ارتضیٰ یعنی شفاعت کرنے والے انہیں کی شفاعت کرینگے جنہیں اللہ پسند کرے پس اعمال صالح کے ذریعہ انبیاء کے دربار میں کرسی نشینی کا شرف حاصل ہونا شفاعت ہے۔ دوسری جگہ اس کو یوں بیان فرمایا ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین۔ وحسن اولئک رفیقاً۔ یعنی جو اللہ اور رسول کی اطاعت بجا لاوینگے وہ ان لوگوں کے ہمنشین ہونگے جن پر اللہ نے انعام کیا یعنی نبیوں۔ صدیقوں۔ شہیدوں اور پاک لوگوں کی معیت ان کو حاصل ہوگی۔ اور یہ لوگ نہایت ہی اچھے رفیق ہیں پس اگر شفاعت یعنی منعم علیہ گروہ کی معیت اور رفاقت کی آرزو ہے تو اللہ اور رسول کی اطاعت بجا لاؤ

تقدیر۔ قدر سے ہے جسکے معنے اندازہ کے ہیں۔ تقدیر کا اصل مفہوم از روئے اسلام صرف اسی قدر ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ہر شئے کے لئے ایک اندازہ مقرر کیا ہوا ہے۔ یعنی ایک قانون بنا دیا ہے جسکے ماتحت کارخانہ کائنات کام کر رہا ہے۔ اور یہ اس بات سے بھی ظاہر ہے کہ قرآن مجید نے جہاں تقدیر کا ذکر کیا ہے انسان کے لئے علیحدہ ذکر نہیں کیا بلکہ اپنی تمام مخلوق کے لئے تقدیر کا ذکر کیا ہے۔ جیسے آیات مذکورۃ الصدر میں یا الذی خلق فسوّیٰ والذی قدر فھدیٰ میں کہ وہ وہ ذات ہے جس نے کل مخلوق کو پیدا کرکے درست کیا۔ اس کے لئے اندازہ مقرر کیا پھر اس اندازہ پر اسے چلا بھی دیا۔ بلکہ تقدیر کا ذکر بالخصوص اجرام سماوی کے لئے ہے وجعل الیل سکناً والشمس والقمر حسباناً ذالک تقدیر العزیز العلیم (انعام ۱۲) یعنی سورج اور چاند کو حساب کے لئے بنایا یہ غالب جاننے والے کا اندازہ ہے۔ والشمس تجری لمستقر لہا ذالک تقدیر العزیز العلیم (یٰسین) یعنی سورج اپنے مقررکردہ اصول پر چل رہا ہے یہ غالب جاننے والا کا اندازہ ہے۔ وزینا السماء الدنیا بمصابیح وحفظاً ذالک تقدیر العزیز العلیم (حم سجدہ) اور زینت دی ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں سے اور اسے محفوظ بنایا۔ یہ غالب جاننے والے کا اندازہ ہے پھر بہشت کی نعمتوں کے متعلق فرمایا قواریرا من فضۃ قدروھا تقدیراً (دہر) یعنی شیشے اور چاندی کے برتن جو اندازہ سے بنائے گئے ہیں۔

حوالاجات مذکورہ سے اس امر پر کافی روشنی پڑتی ہے کہ قرآن مجید نے لفظ تقدیر کو قانون قدرت کے مترادف رکھا ہے۔

عرف عام میں تقدیر۔ قسمت۔ لق۔ فیٹ۔ فارچون۔ ملکھت دیکھو۔ پرار بدھ وغیرہ الفاظ سے جو مفہوم لیا جاتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ نیکی اور بدی خدا ہی بندوں سے کرواتا ہے۔ اگر خدا نے کسی شخص کے لئے روز ازل میں بدبخت اور جہنمی ہونا مقرر کردیا ہے تو خواہ وہ کتنی بھی عبادت کیوں نہ کرے وہ بالآخر جہنم ہی میں جاوے گا۔ اس خیال میں نہ صرف غیر مذہب بلکہ خود اسلام کے پیرو کہلانے والے بھی گرداب مبتلا ہیں۔ مگر یہ خیال اصول اسلام کے بالکل خلاف ہے۔

اس مسئلہ کے متعلق منقولی و معقولی جو اعتراضات کئے جاتے ہیں اب ہم ان کو لیتے ہیں۔

۱۔ اعتراض اسلام کے ایمانیات میں ایک شق یہ بھی ہے کہ والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالےٰ۔ یعنی نیکی اور بدی کو خدا نے پیدا کیا۔

جواب۔ قدر کے معنے اندازہ کے ہیں معنے یوں ہوئے کہ نیکی اور بدی کا اندازہ اللہ کی طرف سے مقرر ہے جو جیسا کرے گا اس کے لئے ویسا ہی اجر مقرر ہے اسکی تائید اس آیات سے بھی ہوتی ہے۔ فرمایا ربنا ما خلقت ھذا باطلاً۔ اے رب تو نے یہ کارخانہ باطل پیدا نہیں کیا۔

پس اس نے سب صحیح پیدا کیا ہے اس نے باطل کچھ نہیں پیدا کیا۔

۲۔ قل اعوذ برب الفلق من شر ما خلق۔ کہ میں صبح کے رب کی پناہ مانگتا ہوں۔ اس بدی سے جو اس نے پیدا کی۔

جواب۔ شر کے معنے نقصان کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ مخلوق میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۳ ۔ ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۴۴ھ ۔ نمبر ۱۰۲

"بلاء دمشق"

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے قلم سے)

آہ وہ دمشق جو اپنی خوبصورتی اور محلات کی شان و شوکت باغات و انہار کی کثرت اور مساجد و مقابر کی عظمت و جلالی وجہ سے شرق کا عروس البلاد کہلاتا تھا جس کی ایک ایک اینٹ اسلامی تاریخ کا ایک ورق تھی جو کبھی خلفائے بنو امیہ کے زمانہ میں عظیم الشان السلطنت رہ چکا تھا۔ وہ آج یورپ کی تہذیب کے ایک کرشمہ کے صدقہ میں خاک و خون میں غلطاں ہے۔ سنا تو یہی جاتا تھا کہ فرانس یورپ کی ایک مہذب ترین سلطنت ہے مگر جو کچھ مراکش میں ظلم و ستم اسکے ہاتھوں مسلمانوں پر ٹوٹے وہ اس کو وحشی اقوام کی فہرست میں بھی سب سے نیچے درج کرنے کو کافی تھے۔ لیکن اسی پر بس نہ ہوا۔ دمشق میں جو بیداد اور ستمگری کا نمونہ فرانس نے دکھایا ہے اس نے ہلاکو خاں اور چنگیز خاں کے کارناموں کو بھی گرد کر دیا۔ ملک شام میں دروزیوں کی ایک پہاڑی قوم ہے۔ فرانس کی سختیوں سے عاجز آکر وہ تنگ آمد بجنگ آمد کا مصداق بن بیٹھی۔ پھر قوم دنیا کی ایک عظیم الشان سلطنت سے نبرد آزما ہوگئی۔ ان بیچاروں کی اتنی بڑی سلطنت کے آگے حیثیت ہی کیا ہے۔ مگر اپنی دلیری کے صدقہ میں فرانس کے ناک چنے چبوا دیئے۔ شام میں فرانسیسی فوج کے سپہ سالار جنرل سارائیل ہیں۔ انہیں کہیں پتہ لگا کہ چالیس دروزی شہر میں آن گھسے ہیں جو جنرل صاحب یعنی خود بدولت کو اٹھا کر لے جانا چاہتے ہیں۔ بس پھر کیا تھا۔ جنرل صاحب نے توپخانہ کا منہ شہر کی طرف کر دیا۔ مگر اس حواس باختگی میں بھی یہ کمال دکھایا کہ شہر کے اس حصہ کو بالکل بچائے رکھا جہاں عیسائی رہتے تھے۔ مسلمانوں کے حصہ شہر پر بمب بازی اور گولہ بازی سے قیامت برپا کر دی۔ مکانات مسمار ہوگئے مساجد شہید ہوگئیں۔ ہزارہا مسلمان خاک و خون میں مل گئے ہزاروں خانماں ہوگئے۔ مگر معلوم نہیں کہ وہ چالیس دروزی کبھی مرے یا نہیں جو جنرل صاحب کو اٹھا لے جانا چاہتے تھے۔ کیا مذاق ہے جنرل صاحب صاحب نہ ہوئے کوئی بچہ ہوئے یا عورت ہوئے جنہیں باوجود اسٹاف باڈی گارڈ اور فوج بے شمار کے چالیس آدمی گود میں اٹھا لیجاتے غرض عیسائی تہذیب کا مرقع دنیا کے پیش نظر ہونا تھا سو ہوگیا۔

ایک وہ اسلامی تہذیب والا دخلوا الباب سجداً کہ فاتح کی حیثیت سے جب کسی شہر میں داخل ہو تو خدا کی فرمانبرداری کو ہر وقت مدنظر رکھو۔ چنانچہ جب حضرت خالد نے اسی شہر دمشق کو فتح کیا تو یہودی اور عیسائیوں نے سینکڑوں مہ جبینوں کو دو رویہ بازاروں میں کھڑا کر دیا تا مسلمان سپاہیوں کے دلوں پر فتح پا کر ان کی عصمت و عفت کو شکست دی جائے مگر وہ اسلامی تہذیب کے علم بردار غض بصر کے عادی شہر میں سے گزر گئے اور اس حیا سوز نظارہ کی طرف نظر اٹھا کر بھی کسی نے نہ دیکھا حضرت عمر کے زمانہ میں جب ایران کی سلطنت کی طرف سے مسلمانوں کا مقابلہ بڑی زور کے ساتھ شروع ہوا تو روم کے مفتوح شدہ شہروں کو مسلمانوں نے چھوڑ دیا اور ان سے جو ٹیکس وصول کیا تھا واپس کر دیا کہ چونکہ ہم تمہاری حفاظت اب نہیں کر سکتے اس لئے اس رقم کے ہم مستحق نہیں تو عیسائی اور یہود قومیں روتی تھیں کہ ایسے عادل اور نیک حاکم ہمیں کہاں سے ملینگے۔ یہ تھی آسمانی بادشاہت۔ جو محمد رسول اللہ صلعم نے دنیا میں قائم کی تھی۔

اب اس خداوند کی بادشاہت کے مقابلہ میں اس بادشاہت کو دیکھو جسے شیطان نے مسیح کے سامنے پیش کرکے کہا تھا کہ اگر تو مجھے سجدہ کرے تو میں یہ ساری بادشاہتیں تجھے دیدوں۔ اسوقت مسیح نے تو انکار کر دیا تھا۔ مگر کیا عجب ہے کہ بعد میں فرانس جیسی بعض عیسائی سلطنتوں نے اسے قبول کر لیا ہو جبکے ماتحتین آج جنرل سارائیل ہیں جنہوں نے شہر سے ہزارہا مسلمان معصوم بچوں عورتوں اور بوڑھوں اور پرامن شہریوں کو بے قصور ہلاک اور تباہ کرکے شیطان کو سجدہ کرنے کا ثبوت دیدیا۔

اس تباہی کے متعلق آج سے سالہا سال قبل مجدد زمانہ حضرت مسیح موعود کو بذریعہ الہام اللہ تعالے نے خبر دی تھی۔ آپ کو الہام ہوا تھا "بلاء دمشق"۔ اسوقت تو کچھ سمجھ میں نہ آیا تھا کہ اس الہام کا کیا مطلب ہے۔ مگر آخر وقت آگیا کہ ہمیں یہ دردناک نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھنا پڑا۔ گرچہ قبل از وقت کچھ کہنا بے فائدہ اور نامناسب ہے۔ مگر تعجب نہیں جو بلاء کے لفظ میں یہ اشارہ ہو کہ اس تباہی کے اندر کوئی انعام الہی مخفی ہے۔ کیونکہ بلا کے معنے جہاں مصیبت ہے وہاں اس کے معنے انعام کے بھی ہیں۔ کیا عجب ہے کہ اس بلا کے اندر کوئی نتیجہ اچھا نکلنے والا ہو۔

روم کے مغلوب ہونے اور اس کے بعد میں غالب ہونے کا الہام بھی حضرت مسیح موعود کا بڑی صفائی سے پورا ہوا تھا۔ آپ کا الہام تھا غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون کہ روم مغلوب ہو گیا پاس کی زمین میں اور وہ اپنے مغلوب ہوئے پیچھے عنقریب غالب ہو جاوینگے۔ پھر جس صفائی سے یہ پیشگوئی پوری ہوئی وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ جنگ عظیم یورپ میں روم کی مغلوبیت اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ گویا اسکے ہلاکت کی مترادف تھی۔ اور پھر مصطفےٰ کمال کے ذریعہ اس کا دوبارہ غلبہ بالکل احیائے موتی کا نظارہ تھا۔ ہلاک شدہ سلطنت کے خاکستر میں سے ایک زندہ سلطنت نکل آئی اور جس شان سے زندہ ہوئی اس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں تو نہیں ملتی۔ اس نئی زندگی نے اس کی وہ کمزوریاں بھی سب دور کر دیں جنکی وجہ سے وہ پہلے کبھی ایک بیمار سلطنت کہلاتی تھی۔ اسی طرح کیا عجب ہے کہ دمشق کی اس تباہی کا نتیجہ کبھی بعد میں اچھا نکلے۔ گو یہاں روم والی پیشگوئی کی طرح صاف الفاظ میں غلبہ کا ذکر تو نہیں۔ مگر کیا عجب ہے کہ بلا کے لفظ میں کوئی اشارہ مخفی ہو۔

؎ ہر بلا کیں قوم را حق دادہ است ✱ زیر آں گنج کرم بنہادہ است

گیتا اور قرآن

تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم

گیتا۔ جو جاننے لائق ہے۔ اور جسکے جاننے سے انسان کو نجات ملتی ہے۔ اس کا بیان اب میں (اے ارجن) تجھ سے کرتا ہوں اس کا آغاز نہیں وہ سب سے بڑا ہے۔ ورا الورا ہے۔ نہ جانداروں کے مثل ہے نہ بے جانوں کے۔ گیتا ۱۳/۱۲

قرآن۔ ھو اللہ الخالق الباری المصور (الحشر) وھو العلی العظیم (آیت الکرسی) لیس کمثلہ شئی۔ ترجمہ۔ وہ خالق ہے۔ مادہ اور روح کا بھی خالق ہے۔ صانع حقیقی ہے اور بلند بزرگترین ہے کسی شئے دنیوی کے مثل نہیں۔

گیتا۔ اس جگت میں جیووں کے ہاتھ پاؤں آنکھ ماتھا منہ اور کان سب اسی کی طرف سے ہیں۔ اور وہ ان کو سب طرف پھیلا کر بیٹھا ہوا ہے۔ ۱۳/۱۳

قرآن۔ ھو الذی جعل لکم السمع والابصار والافئدۃ لعلکم تشکرون (نحل)۔ ترجمہ۔ اللہ نے تم کو کان اور آنکھیں اور دل وغیرہ جوارح عطا کئے ہیں تاکہ تم شکر کرو۔

گیتا۔ وہ سب اعضا کو اپنے اپنے متعلقہ امور کا علم دینے والا ہو کر بھی خود اعضا سے مبرا ہے۔ وہ کہیں بھی ملا ہوا نہ ہو کر سب میں ملا ہوا ہے۔ صفات رذیلہ سے مبرا اور صفات حسنہ سے متصف ہے۔ ۱۳/۱۴

قرآن۔ واللہ اخرجکم من بطون امھتکم لا تعلمون شیئا وجعل لکم السمع والابصار والافئدۃ (نحل) ھو اللطیف الخبیر وکان اللہ بکل شئی محیطاً (نساء) لہ الاسماء الحسنیٰ۔ ترجمہ۔ اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے باہر نکالا در آں حالیکہ تم کو کسی بات کا علم نہ تھا پھر کان آنکھ دل وغیرہ کے ذریعہ علم ہوا۔ وہ نہاں در نہاں ہے مگر خود سب کچھ جانتا ہے سب جگہ حاضر و ناظر ہے۔ صفات حسنہ سے متصف ہے۔

گیتا۔ وہ پرانیوں کے اندر بھی ہے اور باہر بھی۔ اچل ہے (محیط کل ہونے کے لحاظ سے کوئی ایسی جگہ نہیں کہ جہاں جگہ جاوے) تو بھی چلتا ہے (متحرک ذی شعور ہے) بہت ہی لطیف ہونے کے سبب (اس کی ذات پہنچانے میں نہیں آتا۔ دور ہے ایسا کوئی سمجھے تو نزدیک بھی ہے۔

قرآن۔ وکان اللہ بکل شئی محیطاً (نساء) ھو الحی القیوم (آیۃ الکرسی) لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر نحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ ترجمہ یعنی اللہ تعالیٰ محیط کل ہے۔ وہ زندہ اور قائم ہے (زندہ ہے تو متحرک بلا ارادہ بھی ہے) اس کو آنکھ دیکھ نہیں سکتی وہ آنکھوں کو دیکھ سکتا ہے۔ وہ لطیف ترین اور باخبر ہستی ہے۔ وہ بندے کی رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہے۔

عیسائی نقل یسوع کا جوڑ

یسوع	الیسع
یسوع نے شراب کو بڑھایا	الیسع نے تیل کو بڑھایا
یوحنا ۔ ۲ باب	۲ سلاطین ۴ / ۱-۷
یسوع نے روٹیوں کو بڑھایا	الیسع نے بھی روٹیوں کو بڑھایا
یوحنا ۔ ۶	۲ سلاطین ۴ / ۴۲
یسوع نے کوڑھی اچھے کئے	الیسع نے بھی کوڑھی اچھے کئے
لوقا ۵ / ۱۲	۲ سلاطین ۵ / ۱-۱۴
یسوع نے اندھوں کو اچھا کیا	الیسع نے بھی اندھوں کو اچھا کیا
متی ۹ : ۲۷	۲ سلاطین ۶ / ۲۰
یسوع نے مردے کو زندہ کیا	الیسع نے بھی مردہ زندہ کیا
لوقا ۵ / ۱۲	۲ سلاطین ۴ / ۸-۳۷

برابر رہے

یسوع	الیسع
یسوع پانی پر چلا	الیسع نے پانی پر لوہا تیرا دیا
متی ۱۴ / ۲۲-۳۳	۲ سلاطین ۶ / ۶
یسوع عالم الغیب نہ تھا	الیسع عالم الغیب تھا
متی ۲۱ / ۱۸-۲۲	۵ / ۱۵-۲۷
یسوع کو باوجود بڑی بڑی دعاؤں کے جب دشمن پکڑ کر لے گئے تو وہ چوں نہ کر سکا۔ متی ۲۶ / ۴۷-۵۰	الیسع کو جب دشمن پکڑنے آئے تو سارے اندھے ہوگئے۔ ۲ سلاطین ۶ / ۱۴-۲۰

بڑھ گیا

قادیان میں بغاوت

اہل حدیث مورخہ ۱۰ ربیع الثانی میں ۲۸ آدمیوں کے خارج البلد ہونے کی خبر شائع ہوئی۔ ہمیں بھی اس قسم کی ایک خبر موصول ہوئی ہے کہ قادیان میں ۴۸ اڑتالیس نوجوانوں سے مقاطعہ کیا گیا ہے جن میں سربرآوردہ "اصحاب قادیان" کے خلعت الرشید صاحبان اور خود میاں صاحب کے قریبی رشتہ داروں کے نام نمایاں طور پر پائے جاتے ہیں امید ہے کہ قادیان کا کوئی ذمہ دار آدمی اس پر روشنی ڈالیگا۔ کہ ان نوجوانوں سے بائیکاٹ کے کیا وجوہ ہیں۔ اس سے پہلے تین آدمیوں سے قادیان والوں نے یہی سلوک کیا تھا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ اب رات دن حضرت مسیح موعود کو کوستے رہتے ہیں۔ اگر اصحاب قادیان اپنے حسن اخلاق کا نیک نمونہ پیش کرتے۔ تو ممکن نہ تھا کہ ان کی اولاد اس طرح انکی باغی ہو جاتی۔ بہرحال یہ قوم کے لئے ایک غور کرنے کی بات ہے۔

قریبی کا حق

از روئے مذہب مسلمانوں کے قریب بہترین ہندوستان کی کونسی قوم ہے۔ اس کے موازنہ مذاہب کے موٹے موٹے اصولوں سے ہو سکتا ہے۔ اسلام کے خصوصی عقائد۔ اللہ کو واحد ماننا۔ سب رسولوں کو برحق ماننا۔ سب کے معبودوں کی عزت و حرمت کرنا۔ بلکہ مذہبی آزادی کے لئے جنگ کرنا۔ یعنی اگر کوئی غیر مسلم یا مسلم کسی مسلم یا غیر مسلم کے مذہبی معاملات میں مداخلت بیجا کرے تو اس کو بجبر روکنا۔ اب ہندو کیا مانتے ہیں۔ بت پرستی کرنا۔ خدا کو مجسم ماننا۔ تناسخ ماننا۔

آریہ۔ خدا غیر مجسم مگر روح و مادہ کا محتاج۔ روح و مادہ خدا کی صفات کے شریک۔ تناسخ

برہمو سماجی الہام کے منکر۔

دیو سماجی خدا کے منکر۔

سکھ۔ خدا کو ایک واحد ماننا سب کی عزت کرنا کسی کے معبود کی بے حرمتی نہ کرنا۔ بت پرستی سے بیزاری تناسخ کی حمایتی۔ خدا مجسم نہیں ہو سکتا۔ وہ ہی صرف ازلی ہے روح مادہ کا خالق ہے۔

استفتاء

۱۔ کیا ایک احمدی کے لئے جائز ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات سے اختلاف کرے۔

۲۔ کیا خطبہ الہامیہ کا ہر لفظ اور ہر فقرہ الہامی ہے۔ صفحہ ۴۴ پر ہے

۳ یعث اللہ رسولہ عیسیٰ بن مریم فیہم وجعلہ خاتم انبیاء ھم و علماً لا لسما عملہ نقل النبوۃ مع العذاب فانذرھم واخشی۔ وما کان لہ اب من بنی اسرائیل الامہ و کذالک خلقہ اللہ من غیر اب وادی فیہ الی ما ادی وکان ذالک آیۃ۔ یہاں صراحت سے حضرت عیسیٰؑ کے بے باپ پیدا ہونے کا ذکر ہے۔ کیا اس عقیدے سے اختلاف ہو سکتا ہے۔ شرح لکھیں۔ انعام اللہ خان نورث سنڈیمن

جواب سوال نمبر ۱۔ اگر الہام فی نفسہ واضح المعنی ہو۔ یا خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کی تشریح فرما دی ہو۔ تو اس قسم کے الہام کے بالمقابل اختلاف پر کمر باندھنا درست نہیں۔ کیونکہ یہ خدا تعالےٰ کے کلام کے بالمقابل مخالفانہ کوشش کرتا ہے جو ہرگز درست نہیں۔

جواب سوال نمبر ۲۔ خطبہ الہامیہ کی عبارت تمامہا اور ایسا ہی اس کا مفہوم تمامہ الہامی نہیں۔ اس کا نام خطبہ الہامیہ اس لئے رکھا گیا ہے۔ کہ ایک الہام الٰہی کے ماتحت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ عربی تقریر فرمائی۔ جو کہ آج ہمارے سامنے ایک کتاب کی شکل میں ہے اس کا واقعہ یوں ہے۔ کہ عید کی صبح کو مولانا موصوف (مولوی عبدالکریم صاحب) اندر تشریف لے گئے۔ اور عرض کیا کہ میں آج خصوصیت کے ساتھ عرض کرنے کو آیا ہوں۔ کہ آپ تقریر ضرور کریں خواہ چند ہی فقرے ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ خدا نے بھی حکم دیا ہے۔ اور فرمایا کہ رات کو الہام ہوا ہے کہ مجمع میں کچھ عربی فقرے پڑھو۔ میں کوئی اور مجمع سمجھتا تھا۔ شاید یہی مجمع ہو۔ الحکم نمبر ۱۳ جلد ۴ ، ۱۷ اپریل ۱۹۰۰ء

جب حضرت اقدس حسب تحریک جناب مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی باہمی محبت و اخوت پر تقریر فرما چکے تو اللہ تعالےٰ کے القا و ایما کے موافق حضور نے عربی زبان میں خطبہ پڑھنے کا ارادہ ظاہر فرمایا الحکم نمبر ۱۷ جلد ۴ ، یکم مئی ۱۹۰۰ء

جواب سوال نمبر ۳۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بن باپ پیدا ہونا کوئی اعتقادی مسئلہ نہیں بلکہ یہ ایک اخلاقی مسئلہ ہے جس کا اعتقادیات کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ خطبہ الہامیہ کی عبارت کا مفہوم ہرگز یہ نہیں کہ قرآن کا یہ فرمان ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش بن باپ ہے۔ بلکہ وہ حضرت مسیح موعود کا اجتہاد ہے اور اخلاقی مسائل میں اختلاف رائے ناپسندیدہ امر نہیں ہے۔ ہاں اعتقادی مسائل میں اختلاف رائے درست نہیں۔ (خاکسار عبدالستار)

تعجب نہیں

کہ آپ اور آپ کے بچوں اور دوستوں میں وہ اسلامی روح نہیں جو ہونی چاہیئے۔ انگریزی دان ہو کر آپ ہمارا انگریزی اخبار لائٹ نہیں پڑھتے جو اسلامی روح پیدا کرنے کی ہندوستان بھر میں واحد مشین ہے۔ سالانہ چندہ صرف دو روپے۔ طلباء سے ایک روپیہ (مینجر)

ایک غیر احمدی دوست کا خط

حال ہی میں ایک مدت تک قادیانی جماعت سے ... سے ان کے عقاید کے متعلق گفتگو کی۔ ان کا سب سے بڑا مسئلہ آخری نبوت ہے یہ وہ عقیدہ ہے جو دنیائے اسلام کے بالکل برعکس ہے۔ بفضلہ تعالےٰ مجھے اسلامی کتب سے اچھی واقفیت ہے آج تک کسی قادیانی صاحب نے اس مسئلہ کو حل نہیں کیا اور نہ ہی خاکسار کو تسلی کرا چکے ہیں اس وجہ سے مجھے احمدی جماعت کے ایسے خیالات سے بہت کچھ اجتناب رہا تھا اور ہے۔ چنانچہ چند سوالات بصورت تلک عشرۃ کاملہ قلمی لکھکر چیلنج دیا۔ ان کے دیدہ دانستہ گریز سے اس عقیدہ کے متعلق اسلامی دنیا کے متفق مسئلہ کے ساتھ جو ان کو ضد ہے مجھے نفرت ہویدا ہوئی اور یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ختم نبوت کے بعد نبی کیسا۔ جہاں میرے دوست نبوت کا اجرا سمجھتے ہیں وہاں در کتاب اور شریعت اپنے ہاتھوں سے بند کرتے ہیں۔ یہ دونو متضاد و متناقص امورات قابل توجہ نہیں۔ آج بفضل تعالےٰ خاکسار کے مہربان جناب حکیم محمد یار صاحب ناق مسلم مشنری احمدی جماعت لاہوری کی ملاقات ہوئی اور ان سے تبادلہ خیالات میں مسئلہ ختم نبوت پر گفتگو ہوئی۔ انہوں نے اس مسئلہ کی خوبصورتی کو دنیائے اسلام کے متحدہ و متفقہ اصول کے ماتحت رہتے ہوئے بیان کیا جس سے میں احمدی جماعت لاہوری کے ایسے خیالات کچھ قابل تحسین سمجھکر مستحق مبارکباد سمجھتا ہوں۔ اسی اثنا میں حیات مسیح پر سلسلہ گفتگو جاری ہوا۔ مسیح کا زندہ ہونا یا آسمان پر باجسد اٹھایا جانا واقعی نصوص قرآن سے نہ صرف بعید ہے بلکہ فلسفیانہ لحاظ سے بھی انسانی فطرت سے اپنے فانی ہونے کی وجہ سے کبھی غیر فانی نہیں ہو سکتی۔ میرا یقین اور ایمان ہے کہ اگر یہ دائمی زندگی اور رفعت آسمان کسی کو نصیب ہوتی تو ہمارے سید المرسلین اور ختم الانبیاء رحمت العلمین کی ذات اقدس کے لئے ہوتی جو کچھ صاحب ممدوح الذکر سے تبادلہ خیالات ہوا ہے۔ ان دونو مسائل کا حل میری طبیعت اور خیالات کے مطابق ہے۔ میرے مطمئن کرنے کے لئے کافی ہے۔ میں خوش نظری کے ساتھ احمدی جماعت لاہوری کے خیالات اور عقائد کو دیکھتے ہوئے میں وعدہ کرتا ہوں کہ ہر امکانی کوشش اثر اور رسوخ سے اس جماعت کے تبلیغی کام کی تائید اور امداد کرونگا۔ میں نے نومسلمین کی بھائی بھیلی دیکھے تجھے بے حد مسرت اور خوشی ہوئی ہے اس مشن کی ان تھک کوششوں کا معترف ہو کر مبارکباد دیتا ہوں۔ اور دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس جماعت کو انڈیا اور یورپ میں بلکہ ہر جگہ پر کامیاب کرے۔ آج مجھے شوق پیدا ہوا ہے کہ میں اس جماعت کی تنظیم اور کارگذاری کو عملی صورت سے لاہور جاکر دیکھوں۔ اور اس جماعت کے امیر جناب مولانا محمد علی صاحب سے باریابی حاصل کروں میں اس تحریر کو پیغام صلح کے لئے بھیجتا ہوں مہربانی فرما کر کسی گوشہ میں جگہ بخشی جاوے۔ خاکسار عبدالرحمن شاہ

تبلیغی کالج

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے تبلیغی کالج قائم کیا ہوا ہے۔ طلباء تبلیغ یعنی مناظرین طیار ہوتے ہیں جن احباب کو خدمت دین کی تڑپ ہو اور تھوڑے ہی عرصہ میں مناظر بننا چاہتے ہوں انہیں مناسب ہے کہ جلد سے جلد سیکرٹری صاحب انجمن مذکور سے خط و کتابت کریں۔ سابقہ تعلیم انٹرنس پاس ہونی ضروری ہے ... سنسکرت اور عربی باقاعدہ پڑھائی جا کر مناظر طیار کیا جاوے گا۔

بقیہ صفحہ اول

جو حصہ انسان کے لئے نقصان دہ ہے اس سے بچنے کے لئے خدا کی حفاظت طلب کرے۔

۳۔ وان تصبہم حسنۃ یقولوا ھذہ من عند اللہ ج وان تصبہم سیئۃ یقولوا ھذہ من عندک قل کل من عند اللہ یعنی اگر ان کو کوئی سکھ پہنچتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر کوئی دکھ پہنچتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ تیری طرف سے ہے۔ کہدے کہ دکھ سکھ سب اللہ کی طرف سے ہیں۔

جواب۔ اس کے آگے آتا ہے ما اصابک من حسنۃ فمن اللہ۔ وما اصابک من سیئۃ فمن نفسک یعنی جو سکھ ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو دکھ ہے وہ تیرے نفس کی طرف سے ہے۔

انسان فعل کرنے میں خود مختار ہے۔ اور فعل کی جزا بھگتنے میں غیر مختار ہے۔ اگر اپنے افعال کی سزا یا جزا کا بھگتنا اس کے اپنے ہی اختیار میں ہو تو کوئی انسان سزا نہ پائے کیونکہ اپنے لئے سزا لینا کون پسند کریگا۔ پس اعمال بد یہ خود کرتا ہے اور اس کی سزا جو فی الواقعی ہے تو اس کے اعمال کا ثمرہ مگر اس کا دینے والا خدا ہے اس لئے یہ دونوں باتیں صحیح ہیں۔ کہ دکھ انسان کو اس کے نفس کی طرف سے پہنچتا ہے۔ اور یہ کہ سزا کا دکھ انسان کو خدا دیتا ہے۔

۴۔ اعتراض معقولی۔

دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ بعض اشخاص پیدائشی کوڑھی یا لنگڑے یا اندھے ہوتے ہیں۔ تو وہ کون سے اعمال ہیں کہ جن کی سزا یہ دکھ ہے اس لئے یا تو تناسخ صحیح ہے کہ پچھلے جنم کے اعمال کا ثمرہ ہے کہ آتا ہے۔ اور یا تقدیر صحیح ہے کہ خدا نے بلا کسی فعل کے ان کو یہ دکھ دیا۔

جواب۔ یہ ایک اصول ہے کہ ہر سزا دکھ ہے۔ مگر ہر دکھ سزا نہیں۔ پیدائشی دکھیا ہونے کی اول تو کئی وجوہ والدین کی یا پرورش کنندوں کی لاپرواہیاں ہوتی ہیں بچے کو کیوں بخار ہوا اس لئے کہ اس کی والدہ نے اسے دھوپ میں لٹائے رکھا یا کوئی ثقیل چیز خود کھائی کہ جسکے اثر سے بچے کو قبض ہو کر بخار ہو گیا۔ والدین کو کوئی مرض تھی کہ جس کا اثر اولاد کو بھی پہنچا۔ باپ کی روح منقسم ہو کر بچے میں نہیں آتی ورنہ ایک روح کا دو قالبوں میں ہونا یا روح کا ایک قالب سے دوسرے میں انتقال لازم آئیگا جو اصول تناسخ ہے۔ بلکہ صرف باپ کے جسم کا حصہ منقسم ہو کر بچے میں آتا ہے۔ اس لئے جسم اس کا باپ کا سا ہوگا۔ نہ کہ روح بچے کا نیک یا بد ہونا ایک امر دیگر ہے۔

کوڑھی کا بچہ کوڑھی ہونا ضروری ہو سکے تو ہو سکے مگر بت پرست کا بچہ بت پرست ہونا ضروری نہیں پہلی بات کو جسم سے تعلق ہے اور دوسری کو روح سے۔ ہو سکتا ہے کہ آنکھوں والا بہشت سے محروم رہے اور اندھا اسے حاصل کرلے۔ والدین کے جسمانی دکھ کا اثر جو اولاد کو پہنچتا ہے یہ بھی قانون قدرت کے ماتحت ہے۔

اور پھر اصول مذکورہ کہ ہر دکھ سزا نہیں ہر سزا دکھ ضرور ہے کے ماتحت اکثر دکھ کسی بہتری کے لئے ہوتے ہیں۔ میرے کوٹ سے سو روپیہ کا نوٹ کیوں گر گیا۔ اس لئے کہ میں نے اسے اس جیب میں ڈال لیا تھا کہ جس میں رومال تھا۔ انسان کے دماغ کی قیمت سو روپیہ کے نوٹ سے بدرجہا زیادہ ہے۔ پس چونکہ اللہ میری طبیعت کو محتاط اور میرے دماغ کو قوت حافظہ سے منور کرنا چاہتا ہے اس لئے اس نے نوٹ کو میری جیب سے گم کروا دیا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جسکے دو تین چھوٹے بچے فوت ہو جاویں وہ بہشت میں جاتا ہے۔

چونکہ بہشت کی خوشی دنیاوی خوشی سے افضل ہے اس لئے اللہ اس کے نفس امارہ کو دنیا سے ہٹا کر اپنی طرف لگانا چاہتا ہے اور بہشتی زندگی کے لئے جو رکاوٹ ہو اسکو اس سے دور کر دیتا ہے۔

۵۔ اگر انسان کی کوشش و اختیار پر ہی موقوف ہے تو دنیا میں اونچ نیچ کیوں ہے۔ کوئی بادشاہ ہے اور کوئی غریب مزدور ہے۔

جواب۔ ہمیں اپنے چھوٹے چھوٹے گھروں میں نظام کو قائم کرنا پڑتا ہے۔ اور اس نظام کے ماتحت تقسیم کار ہوتا ہے۔ گھر کے رہنے والوں میں سبھی روٹیاں نہیں پکاتے۔ سبھی نوکریاں نہیں کرتے کوئی روٹی پکاتا ہے۔ تو دوسرا دوسرے کسی کام کو سرانجام دیتا ہے پس کارخانہ عالم میں نظام کو قائم رکھنے کے لئے اس نے کسی کو بادشاہ بنایا اور کسی کو رعیت۔ عالم الغیب ہونے کی حیثیت سے وہ دنیاوی معاملات میں مدارج بنا دیتا ہے۔ اور جسکو جس کام کا اہل دیکھتا ہے۔

دلچسپ سوالات و جوابات

(از قلم جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)
(سلسلہ کے لئے دیکھو اخبار ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۹ء)

سوال نمبر ۲

کیا ایک مسلمان کے لئے بتکدہ مثلاً سناتن دھرم مندر کے بنانے میں مالی مدد کرنا جائز ہے؟

الجواب

ہرگز نہیں۔ تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علے الاثم والعدوان۔ نیکی اور تقوے کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔ اور گناہ اور سرکشی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ بت پرستی سے بڑھکر اثم اور عدوان کیا ہو سکتا ہے جس معبد کی تعمیر کا مقصد بت پرستی ہو اس میں مدد کرنا بت پرستی کی مدد کرنا ہے جو مومن کا کام نہیں۔

سوال نمبر ۳

کیا ایک مسلمان کے لئے سکھوں کے جلسہ میں شریک ہو کر ان کا کڑھا پرشاد کھانا جائز ہے؟

جواب

سکھوں کو خواہ اہل ہنود کی ایک شاخ سمجھی جائے جنہوں نے بت پرستی سے تنگ آکر کچھ اصلاح کر لی ہے۔ یا گرو نانک صاحب کا جو مسلمان تھے مقلد سمجھا جائے۔ بہر حال دونوں صورتوں میں وہ اہل کتاب کے ذیل میں آئیں گے۔ عیسائی اپنے مقتدا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم کے صریح خلاف چلکر بھی آخر اہل کتاب ہی کہلاتے ہیں تو پھر حضرت گورو نانک صاحب تو مسلمان تھے۔ انکی تعلیم کے خلاف اگر سکھ چلیں تو ان کی غلطی ہے۔ مگر جب ان کا مقتدا اہل کتاب تھا تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کے مقلد اہل کتاب کی ذیل سے خارج کر دئے جائیں ورنہ پھر عیسائیوں کو بھی اہل کتاب سے خارج کرنا پڑیگا۔ دوسری طرف اہل ہنود کو اہل کتاب سمجھا جاتا ہے۔ اگر بطور تنزل ان کی شاخ سمجھی جائے تب بھی اہل کتاب میں سکھوں کی شمولیت ہوگی۔ پس اہل کتاب کا کھانا جائز ہے مگر ان کے مذہبی جلسوں میں جو کڑاہ پرشاد تقسیم ہوتا ہے۔ اس کے متعلق صحیح طور پر علم نہیں کہ وہ محض اللہ کے نام پر ہوتا ہے۔ یا غیر اللہ کی بھی کوئی شرکت ہوتی ہے۔ اسلام نے غیر اللہ کے نام پر جو کھانا دیا جائے اسے قطعاً حرام قرار دیا ہے۔ اس لئے ایسے مشتبہ کھانے سے بچنا چاہیئے۔

سوال نمبر ۴

کیا کسی مندر کے بتوں کو توڑ دینا یا باہر پھینک دینا کار ثواب ہے؟

جواب

اگر مشرکین شرک سے بیزار ہو جائیں اور بلا جبر و اکراہ توحید کو اختیار کرلیں۔ اور اپنے بتوں کو اپنے مندر سے نکال کر باہر پھینک دیں تو یہ تو بہت ہی بڑا ثواب ہے۔ کیونکہ مقصد پیدایش انسانی کو تباہ کرنے کے لئے شرک سے بڑھکر اور کوئی چیز نہیں۔ لیکن اگر مشرکین اپنے مذہب پر قایم رہیں تو ان کے مندر کی کیا خصوصیت ہے جملہ اہل مذاہب ادنیٰ و اعلیٰ کے معبدوں کی عزت کرنا مسلمانوں کا فرض ہے۔ لھا ما کسبت وعلیھا ما اکتسبت۔ جو اچھا کرتا ہے۔ اپنے فایدہ کے لئے کرتا ہے برا کرتا ہے اپنا نقصان کرتا ہے۔ اپنے اعمال کے جوابدہ وہ خود ہیں۔ ہمارا کام تو کلمہ حق ان کو سنا دینا ہے اور ہمیں تو قرآن کریم نے تو مذہبوں کی آزادی اور معبدوں کی حرمت کو قایم رکھنے کے لئے مسلمانوں کو جنگ کرنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ سورۂ حج میں جہاں مومنوں کو جنگ کرنے کی اجازت دیجاتی ہے۔ اس میں ظلم کفار اور اخراج از وطن کے علاوہ مذہبی آزادی اور معبدوں کی حرمت کو بھی جنگ مذہبی کے لئے ایک وجہ قرار دیا ہے۔ فرماتا ہے۔ کہ اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا وان اللہ علےٰ نصرھم لقدیر الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوات ومسٰجد یذکر فیھا اسم اللہ ولینصرن اللہ من ینصرہ ان اللہ لقوی عزیز۔ یعنے جن مسلمانوں سے کافر لڑتے ہیں ان مسلمانوں کو بھی کافروں سے لڑنے کی اجازت دی جاتی ہے اس لئے کہ ان پر ظلم ہوا ہے۔ اور کچھ شک و شبہ نہیں کہ اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔ یہ وہ مظلوم لوگ ہیں جو صرف اتنی بات کے کہنے پر کہ ہمارا رب اللہ ہے ناحق اپنے گھروں سے نکال دیئے گئے۔ اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ہاتھ سے نہ ہٹواتا رہتا۔ تو صومعے اور گرجے اور یہودیوں کے عبادتخانے اور مسجدیں جن میں کثرت سے اللہ کا نام لیا جاتا ہے ڈھا دیئے جاچکے ہوتے اور اللہ کو جو کوئی مدد کریگا اللہ بھی ضرور اس کی مدد کریگا۔ بیشک اللہ قوتوں والا سب پر غالب ہے۔"

دیکھ لیجئے مساجد کہ جن میں کثرت سے ذکر الٰہی ہوتا تھا پیچھے رکھا اور پہلے غیر قوموں کے معابد گن دیئے۔ یہ ہے اسلامی تہذیب اور مذہبی آزادی!

عیسائی اور ہندو جو صرف چاہیں اسلام پر بہتان باندھیں لیکن انصاف کی آنکھیں کسی اہل بصیرت میں اگر موجود ہوں تو اس سے بڑھکر مذہبی آزادی اور دوسرے کے مذہبی خیالات کا احترام کسی اور جگہ نظر نہیں آئیگا۔ اسی طرح اگر کسی مسجد میں جو خدائے واحد کی عبادت کے لئے بنائی گئی ہو کسی قوم نے بت رکھ چھوڑے ہوں تو چونکہ یہ ان کی زبردستی ہے اس لئے ایسی مسجد میں سے بتوں کو نکال دینا عین مذہبی آزادی کی حمایت اور اس کا قیام ہے۔

حقیقۃ الوحی اور مسئلہ نبوۃ

(۳)

(مولانا محمد عصمت اللہ صاحب کے قلم سے)

دوم "مگر بعد میں جو خدا تعالےٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی۔ اس نے مجھے اس عقیدے پر قایم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔ مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی" حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰۔

یہ عبارت بھی ہمارے محترم محمودی بھائیوں کے مفید مطلب نہیں کیونکہ اس میں بھی نبی کے ساتھ امتی کی قید موجود ہے۔ اور نتیجہ وہی کہ حضرت صاحب محدث اور مجدد ہیں۔ نیز اسی عبارت کے حاشیہ پر ارشاد ہے۔

"یاد رہے کہ بہت سے لوگ میرے دعوے میں نبی کا نام سن کر دھوکا کھاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ گویا میں نے اس نبوت کا دعوےٰ کیا ہے۔ جو پہلے زمانے میں براہ راست نبیوں کو ملی ہے۔ لیکن وہ اس خیال میں غلطی پر ہیں۔ میرا ایسا دعوےٰ نہیں ہے۔ بلکہ خدائے تعالےٰ کی مصلحت اور حکمت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضہ روحانیہ کا کمال ثابت کرنے کے لئے یہ مرتبہ بخشا ہے کہ آپ کے فیض کی برکت سے مجھے نبوت کے مقام تک پہنچایا۔ اس لئے میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا۔ بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی اور میری نبوۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ظل ہے نہ کہ اصلی نبوۃ۔ اسی وجہ سے حدیث اور میرے الہام میں جیسا کہ میرا نام نبی رکھا گیا۔ ایسا ہی میرا نام امتی بھی رکھا گیا ہے تا معلوم ہو کہ ہر ایک کمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع اور آپ کے ذریعے سے ملا ہے۔" حاشیہ صفحہ ۱۵۰۔

اس ارشاد میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام چند باتوں کو صراحت کے ساتھ طے فرما دیتے ہیں:-

اوّل یہ کہ میں نے اس نبوۃ کا دعوےٰ ہی نہیں کیا جو پہلے زمانے میں براہ راست نبیوں کو ملی ہے۔

دوم یہ کہ میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔

سوم یہ کہ میری نبوۃ آنحضرت صلعم کی ظل ہے نہ کہ اصلی نبوۃ۔ جو نبوت محمدی نبوۃ علےٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی ظل ہو۔ اور جس کے لئے صرف نبی کہنا ناجایز اور ناروا ہو اور جو پہلے نبیوں کی طرح براہ راست بھی نہ ہو۔ اور اصلی بھی نہ ہو۔ بلکہ مجازی اور ظلی ہو اور قید امتی کے ساتھ مقید ہو۔ وہی تو محدثیت ہے جو لم یبق من النبوۃ الا المبشرات کے ماتحت ختم نہیں ہوئی ہمیشہ تک جاری ہے۔ حضرت صاحب کو اسی محدثیت کا دعوےٰ ہے۔ اور بس۔

کہاں یہ دعوےٰ اور کہاں جناب میاں صاحب کا عقیدہ۔

بہ بیں تفاوت رہ از کجا است تا بہ کجا

احمدی بھائیو۔ ذرا ان ارشادات کو جناب میاں صاحب کے عقاید کے ساتھ ملا کر دیکھو۔ زمین آسمان کا فرق نظر آتا ہے یا نہیں۔

حضرت صاحب فرما رہے ہیں۔ میری نبوت اصلی نہیں۔ مگر میاں صاحب آپ سے اصلی نبوت قرار دے رہے ہیں۔

حضرت صاحب فرما رہے ہیں۔ میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا۔ مگر میاں صاحب آپ کو صرف نبی کہہ رہے ہیں۔

آپ فرما رہے ہیں۔ میں پہلے نبیوں کی طرح نبی نہیں ہوں۔ مگر میاں صاحب پہلے نبیوں کی طرح نبی کہتے ہیں۔

کیا اسی کا نام مسیح موعود کے مسلک کی پیروی ہے۔ اور کیا اسی کا نام احمدیت ہے۔ سوچو اور غور کرو۔ کیا تم وہ نہیں ہو جنہوں نے صداقت کی خاطر اعزہ کی ایذا رسانیوں احباب کے طعنوں اور مولویوں کے تکفیری فتووں کی ذرہ بھر پرواہ نہیں کی۔ دکھ سہے۔ طعنے برداشت کئے۔ اور فتووں کو ہنسی خوشی مولویوں ہی کے گھر بھیج دیا۔ کیونکہ کالا سے بدبو رنگش خاوند مگر صداقت کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ آج غلو محبت میں آکر کیوں حقیقت سے دور ہوئے جاتے ہو۔ مجاز کو حقیقت بنا لینا داناؤں کا کام نہیں۔ حقیقت آخر حقیقت ہی ہے اور مجاز مجاز۔

ہم حضرت میاں صاحب کو اپنے پیارے آقا کا لخت جگر سمجھتے ہیں۔ اور اس لحاظ سے جناب ممدوح کی جس قدر بھی عزت کریں وہ کم ہے۔ اور جس قدر بھی محبت رکھیں وہ تھوڑی ہے۔ مگر کیا کریں قرآن پاک اور حدیث نبوی اور حضرت مسیح موعود کے اقوال اجازت نہیں دیتے کہ ہم حقیقی احمدیت سے الگ ہو کر جناب میاں صاحب کے مسلک کی پیروی کریں۔ ہر احمدی کا فرض ہے کہ وہ حق و ناحق کو پہچاننے کے لئے کورانہ تقلید کی بندشوں سے آزاد ہو کر قرآن و حدیث اور حضرت مسیح موعود کے اقوال کی عینک سے واقعہ کی حقیقت کو دیکھے۔ اور اللہ تعالےٰ سے بصدق دل دعا کرے۔ اللھم اھدنا الصراط المستقیم۔

سوم "اسی طرح قرآن شریف میں پیشگوئی ہے وان من قریۃ الا نحن مھلکوھا قبل یوم القیامۃ او معذبوھا عذابا شدیدا۔ یعنی کوئی ایسی بستی نہیں جس کو ہم قیامت سے پہلے ہلاک نہ کریں گے یعنی آخری زمانے میں ایک سخت عذاب نازل ہوگا۔ اور دوسری طرف یہ فرمایا۔ وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا پس اس سے بھی آخری زمانے میں ایک رسول کا مبعوث ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ اور وہی مسیح موعود ہے۔" تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۵

ہم پہلے اصولاً ظاہر کر چکے ہیں کہ ختم نبوت کے متعلق حضرت مسیح موعود کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ آپ آخری نبی ہیں۔ پھر یہ بھی بتلا چکے ہیں۔ کہ حضرت صاحب اپنے آپ کو اصلی نبی نہیں کہتے۔ اور فرماتے ہیں کہ میری نبوت اصلی نہیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا۔ اب ان محکمات کے ہوتے ہوئے لفظ رسول کو حقیقی معنوں میں لینا حضرت صاحب کے منشا کے خلاف ہے۔ اس لئے لفظ رسول کے وہی معنی ہونگے۔ جو محکمات مذکورہ کے ماتحت ہو سکیں اور وہ یہی ہیں کہ آپ اپنے زمانے کے مجدد ہیں۔ چونکہ اس امت کا آخری مجدد مسیح موعود ہوگا اس لئے آنحضرت صلعم کی پیشگوئی کے بموجب آپ کو مجازی رنگ میں نبی اور رسول کے لفظ سے پکارا گیا ہے۔ جس کے یہ معنی نہیں کہ آپ حقیقتہً نبی اور رسول ہیں۔ چنانچہ آپ ہی کا ارشاد والا ہے۔ اور یہ بھی اہل سنت میں متفق علیہ امر ہے۔ کہ آخری مجدد اس امت کا مسیح موعود ہے جو آخری زمانے میں ظاہر ہوگا۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۹۳

ذرا دونوں عبارتوں کو ملا کر پڑھئے نتیجہ بالکل صاف ہے کہ آپ پر رسول کا لفظ مجازی رنگ میں بولا گیا ہے۔ اور حقیقت میں آپ اپنے زمانے کے مجدد ہیں۔

اسلام اور قادیان

(از قلم ایم۔ اے احمد صاحب میڈیکل سٹوڈنٹ)

قادیان کے امتیازی عقاید مسلمہ یہ ہیں (۱) جناب مرزا غلام احمد صاحب نبی و رسول ہیں (۲) جناب مرزا صاحب کا منکر کافر ہے (۳) کوئی مسلمان جو مرزا صاحب کا منکر ہو اس کے پیچھے نماز حرام اور قطعی حرام ٹھہراتے ہیں (۴) جناب مرزا صاحب کے نہ ماننے والے مسلمان کو احمدی لڑکی دینا حرام ہے (۵) مرزا صاحب کے نہ ماننے والے مسلمان کا جنازہ پڑھنا حرام ہے۔ اب ایک مبصر بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ ان عقاید کی موجودگی میں قادیاں اور اسلام کا کیا تعلق ہے۔ ذیل میں بالاختصار عقاید مذکورہ کے نتائج پر نظر ڈالی جاتی ہے۔

قادیان میں کلمہ منسوخ

جبکہ اہل قادیان کا عقیدہ ہے کہ جو مسلمان جناب مرزا صاحب کو نہ مانے وہ مسلمان نہیں اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ صرف لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے سے ایک شخص مسلمان نہیں ہو سکتا۔ پس عملاً تو کلمہ

طلیبہ قادیان میں منسوخ کر دیا گیا جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد جبکہ حضرت عیسیٰ ظاہر نہ ہوئے حضرت موسیٰ کا کلمہ پڑھنا کافی تھا ظہور عیسیٰ کے بعد حضرت موسیٰ کا کلمہ پڑھنا کافی نہ تھا جب تک مسیحی کلمہ نہ پڑھا جائے انسان دایرہ دین میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ اسی طرح حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جبکہ میرزا صاحب کے ماننے بغیر ایک مسلمان بھی مسلمان نہیں تولامحالہ مسلمانوں کی اصطلاح میں ایک نیا کلمہ بن گیا۔ اور جس طرح ہر نبی توجیہ کے بعد اپنی رسالت منواتا ہے۔ اسی طرح جناب میرزا صاحب بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ جناب میاں محمود احمد صاحب امام جماعت قادیان کا ارشاد ہے کہ میرزا صاحب نے جو مکہ معظمہ کو چٹھی لکھی ہے اسی کو پڑھ لیں آیا لاالہ الا اللہ کی تعلیم دیکر چھوڑ دیا یا آگے اپنے آپ کو بھی منوانے کی کوشش کی ہے آپکا طریق عمل صاف ہے پھر ہم اس سے کیونکر منحرف ہوں۔ پھر لکھا ہے "پس جو حکم نبی کے انکار کے متعلق قرآن کریم میں ہے وہی میرزا صاحب کے منکر کی بنسبت ہے۔" (صفحہ الفول الفضل)

"اب اسلام صرف حضرت مسیح موعود (یعنی میرزا صاحب) کی اتباع میں ہے پس جو آپ کی اتباع سے باہر ہے وہ مسلمان نہیں۔"

"یہ لوگ خدا کے رسول برحق حضرت مسیح موعود کا انکار کرتے ہیں ہم ان کو مسلمان نہیں سمجھتے ہیں۔" (ریویو نمبر ا جلد ۲۷)

کفار عرب سے بڑھکر کافر

جماعت قادیان کو تکفیر مسلمانان عالم میں خاص شغف ہے۔ جناب میرزا صاحب مرحوم تریاق القلوب میں فرماتے ہیں کہ ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا مگر کتاب حقیقۃ النبوۃ میں جناب صاحبزادہ محمود احمد صاحب امام جماعت قادیان اپنے والد مکرم کے مذہب کو منسوخ کر دیتے ہیں اور انوار خلافت صفحہ ۹۰ پر اعلان فرماتے ہیں کہ ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں۔ آپ کا اخبار الفضل اصولی انتہا کر دیتا ہے او میرزا صاحب کے نہ ماننے والے مسلمانوں کو ابوجہل وغیرہ کفار عرب سے بھی بڑھکر کافر ٹھہراتا ہے۔ ملاحظہ ہو الفضل جلد ۳ صفحہ ۔ خطبہ الہامیہ میں حضرت مسیح موعود (یعنی میرزا صاحب) نے آنحضرت کی بعثت اول اور ثانی کی باہمی نسبت کو ہلال اور بدر سے تعبیر فرمایا ہے جس سے لازم آتا ہے کہ بعثت ثانی کے کافر (یعنی میرزا صاحب کے نہ ماننے والے مسلمان) بعث اول کے کافروں سے بڑھکر ہیں۔" پس جس طرح حضرت عیسیٰ کے بعد جب تک کوئی کلمہ مسیحی نہ پڑھے دایرہ اسلام میں داخل نہیں ہو سکتا بعینہ اسی طرح قادیان کے نزدیک جب تک کوئی میرزا صاحب پر ایمان نہ لائے دایرہ اسلام میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے جیسے ظہور محمدی کے بعد صرف عیسیٰ کا اقرار ایمان نجات کے لئے کافی نہیں۔ مسلمانان عالم جناب میرزا صاحب پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے کے باوجود دایرہ اسلام سے خارج ٹھہرے ہیں۔ کیا یہ کلمہ طیبہ کی عملی تنسیخ نہیں ہے؟"

قادیان میں نئی شریعت

اسی طرح اگر کوئی شریعت و سنت محمدیہ پر عمل کرتا ہے تو قادیان کے نزدیک وہ بھی دایرہ اسلام سے خارج ہے جب تک جناب میرزا صاحب کی اتباع نہ کرے۔ کیونکہ قادیان میں اس شریعت پر جو میرزا صاحب سے پہلے موجود تھی یہ اضافہ ہوا ہے کہ جناب میرزا صاحب کی اتباع کی جائے آج اسلام بغیر میرزا صاحب کی اتباع کے نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ میرزا صاحب کے اس حکم سے پہلے غیر احمدیوں کے پیچھے نماز جایز تھی اب حرام ہو گئی۔ میرزا صاحب کے دعوے سے پہلے ہر مسلمان کا جنازہ جایز تھا اب میرزا صاحب کے بعد حرام ہو گیا۔ پہلے ہر مسلمان کو لڑکی دینا حلال امر تھا اب حرام ہے۔ کیا اکیلے اور خاص کلمہ طیبہ کو ایمان کے لئے ناکافی قرار دینا نماز مسلمین کو جبتک وہ میرزا غلام احمد صاحب کو نہ مانیں باطل اور بے ثمر بتانا ان کے نکاح باطل ٹھہرانا۔ ان کے مردوں کی نجات کے لئے دعائے مغفرت میں شرکت منع کرنا۔ یہ اگر شریعت اسلام کا منسوخ کرنا نہیں ہے تو کیا ہے؟ اور کیا یہ وہ جدید احکام نہیں ہیں جو جناب میرزا صاحب کے بعد ظاہر ہوئے؟

(منقول از اخبار آزاد ہند مدراس)

نبوت مسیح موعود

یہ تو دنیا کو بخوبی معلوم ہے کہ ملاّں آں باشد کہ چپ نشود۔ پھر لائلپور کے مولوی فاضل کیسے خاموش رہ سکتے ہیں انہیں ہمارا مضمون پڑھکر واقعی حیرانی ہونی چاہیے ہم نے حضرت مسیح موعود کی تحریر سے ظل اللہ کے معنے دکھا دیئے۔ تو اب آپ اس ظل کے ساتھ ناقص اور غیر ناقص کا سوال لے دوڑے ہیں۔ حالانکہ اگر انہیں ذرا سی بھی سمجھ ہوتی تو معلوم کر جاتے کہ حضرت مسیح موعود کا مطلب ان الفاظ کے لکھنے سے صرف یہ نہ تھا۔ کہ مومن کامل دنیا میں اللہ تعالےٰ کی صفات کا مظہر ہوتا ہے۔ وجہ یہ کہ وہ اخلاق اور صفات آلہیہ کو اپنے اندر لے لیتا ہے اور وہ کیسے ان صفات کو حاصل کرتا ہے۔ صرف فنافی اللہ کے مقام تک پہنچنے کے سبب سے۔ اب اسی کو ذرا نبوت پر لگا لیجئے۔ ایک مومن کامل کب نبوت کی صفات کا مظہر ہوتا ہے جب کہ وہ اخلاق و صفات نبویہ کو اپنے اندر لے لیتا ہے۔ اور وہ کیسے حاصل کرتا ہے۔ فنافی الرسول کے مقام تک پہنچنے کے سبب سے اب پہلا شخص صفات الہیہ کا ظل ہے۔ دوسرا صفات نبویہ کا ظل۔ اگر پہلا ناقص ہے تو دوسرا بھی ناقص ہے کیوں؟ وجہ یہ کہ خدا لامحدود ہے۔ انسان محدود۔ اس لئے خدا کی برابری نہیں ہو سکتی۔ اور خدائی صفات کامل طور پر انسان میں نہیں آسکتیں۔ دوسرا یعنی ظل نبی کیوں ناقص ہے۔ اس لئے کہ ہم خود مانتے ہیں۔ کہ جس شخص کا وہ ظل ہے وہ صاحب الشریعت نبی تھا۔ اس پر قرآن جیسا الہام نازل ہوا۔ لیکن جسے ظلی نبی ہیں مانتے وہ نہ صاحب الشریعت نبی تھا اور نہ قرآن جیسا مکمل کلام اس پر نازل ہوا۔ گویا دوسرا شخص بھی کامل ظل ثابت نہ ہوا۔ کیونکہ اس نے نبوت کی ساری صفات اپنے اندر نہ لیں محض ہمارے کہ دینے سے کوئی شخص کامل ظل نہیں کہلا سکتا واقعات کے رنگ میں اس کا ثابت کرنا ضروری ہے۔ اب اس سے اگر مولوی صاحب کا دماغ پراگندہ ہو جائے تو وہ ہمیں معاف رکھیں اور پہلے اپنے دماغ کا علاج کرائیں

مولوی فاضل صاحب فرماتے ہیں۔ کہ اگر ہم ایسی تحریر دکھا دیں کہ جس میں یہ لکھا ہوتا کہ ظل آلہ کامل طور پر خدا کے صفات کو جذب کر لیتا ہے تب ظلی نبی کی اصطلاح کے مقابل میں ایسی تحریر پیش ہوتی کچھ اچھی بھی لگتی۔ لیجئے صاحب وہ بھی لیجئے۔

"یہ امر کہ خدا تعالےٰ سے کسی کا کامل تعلق اس کی بڑی علامت یہ ہے کہ صفات آلہیہ اس میں پیدا ہو جاتی ہیں اور بشریت کے رذایل شعلہ نور سے جل کر ایک نئی ہستی پیدا ہوتی ہے اور ایک نئی زندگی نمودار ہوتی ہے جو پہلی زندگی سے بالکل مغایر ہوتی ہے اور جیسا کہ لوہا جب آگ میں ڈالا جائے اور آگ اس کے تمام رگ و ریشہ میں پورا غلبہ کرے تو وہ لوہا بالکل آگ کی شکل پیدا کر لیتا ہے مگر نہیں کہ سکتے کہ آگ ہے گو خواص آگ کے ظاہر کرتا ہے اسی طرح جس کو شعلہ محبت الٰہی سر سے پیر تک اپنے اندر لیتا ہے۔ وہ بھی مظہر تجلیات آلہیہ ہو جاتا ہے۔ مگر نہیں کہ سکتے کہ وہ خدا ہے بلکہ ایک بندہ ہے جس کو اس آگ نے اپنے اندر لے لیا ہے" الخ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵) اب یہاں صفات الٰہیہ نے پیدا ہو کر بشریت کے رذایل دور کر کے ایک نئی ہستی پیدا کر دی ہے اور اس کے رگ و ریشہ میں صفات آلہیہ جلوہ گر ہو گئی ہیں۔ لیکن باوجود اس کے ہم انہیں ظلی ہی کہیں گے۔ لیکن دوسری طرف سے ایک شخص نے ایک نبی کامل کی کامل پیروی کر کے نبوت کی صفات اپنے اندر لے لی ہے۔ تو جھٹ کہہ دیا جاتا ہے کہ وہ نبی بن گیا حالانکہ جیسی مغایرت حقیقت میں خدا کے ساتھ تھی۔ ویسی ہی ظاہر طور پر نبی کامل سے بھی ہے۔ ظلی نبی کو الہامات پیشگوئیوں۔ اور خصوصاً شریعت کے بارہ میں کامل نبی سے کچھ نسبت ہی نہیں۔ اول الذکر ایک قطرہ ہے موخر الذکر ایک سمندر۔ پھر ظلی نبی کو کامل نبی کہنا محض دل خوش کن بات ہے ورنہ حقیقت اس میں کچھ بھی نہیں۔

مولوی صاحب نے اپنے عجیب و غریب دماغ سے ایک نئی اصطلاح ظلی مومن کی بھی ایجاد دے فرماتے ہیں "کیا اس کا یہ مطلب ہے۔ کہ ظل اللہ اللہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح ظلی مومن مومن نہیں ہوتا ظلی صالح صالح نہیں ہوتا۔ اب ایسے شخص کو کون سمجھا سکتا ہے کیا ظل اللہ کہنے کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اس میں خدا کی صفات کچھ بھی جلوہ گر نہیں ہوتیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ کسی شخص کو ظل تب ہی کہا جائیگا جب کہ اس میں خدائی صفات کا جلوہ نظر آئے۔ ورنہ ایک بے حقیقت اور وہمی بات پر ظل کا لفظ نہیں آسکتا بعینہ اسی طرح جب کسی شخص پر نبوت کی صفات و اخلاق کا پرتو پڑے تو اسے ظلی نبی کہا جائیگا یونہی نہیں ظل اللہ کسی کو کہنا بھی ایک حقیقت اپنے اندر رکھتا ہے۔ اسی طرح ظلی نبی کہنا بھی کچھ حقیقت رکھتا ہے۔ لیکن نہ اول الذکر آلہ ہے اور نہ موخر الذکر نبی۔ مولوی فاضل صاحب ماشاء اللہ چیلنج پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ حقیقۃ الوحی کا صفحہ ۳۹۱ مدنظر رکھکر حضرت مسیح موعود کی نبوت کو ولایت ثابت کر کے دکھا دیں عرض ہے۔ کہ اس پر میں اپنے پہلے مضمون میں لکھ چکا ہوں تاہم صفحہ ۳۹۱ کو حل کرنے سے پہلے صفحہ ۳۹۰ کا مولوی فاضل صاحب سے حل کرا لینا ضروری ہے۔ تاکہ خلط بحث نہ ہو مولانا صاحب! حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔ "اور پھر ایک اور نادانی یہ ہے۔ کہ جاہل لوگوں کو بھڑکانے کے لئے کہتے ہیں۔ کہ اس شخص نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے حالانکہ یہ ان کا سراسر افترا ہے بلکہ جس نبوت کا دعوےٰ کرنا قرآن شریف کے رو سے منع معلوم ہوتا ہے ایسا کوئی دعوےٰ نہیں کیا گیا۔ صرف یہ دعوےٰ ہے کہ ایک پہلو سے میں امتی ہوں اور ایک طرف سے آنحضرت کے فیض نبوت کی وجہ سے نبی ہوں اور نبی سے مراد صرف اس قدر ہے کہ خدا تعالےٰ سے بکثرت شرف مکالمہ و مخاطبہ پاتا ہوں بات یہ ہے۔ کہ جیسا کہ مجدد صاحب سرہندی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص رہیں گے لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ و مخاطبہ سے شرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے" (صفحہ ۳۹۰) میں مولوی صاحب کو چیلنج نہیں دیتا کیونکہ یہ انہیں کی پارٹی کا طرہ امتیاز ہے تاہم اتنا کہونگا کہ حضرت مسیح موعود کی عزت اور لاج رکھ لینے کے لئے مندرجہ بالا حوالہ جسے حضرت صاحب نے اپنی کتاب میں زیر لائین کر کے اپنی نبوت کی چابی قرار دے دیا ہے حضرت مجدد صاحب سرہندی کے مکتوبات سے نکال کر دکھا دیں۔ اگر آپ نہ دکھا سکیں اور ہرگز نہ دکھا سکیں گے تو صفحہ ۳۹۰ چھوڑ کر صفحہ ۳۹۱ کا حوالہ دینا کس منہ سے آپ کو زیبا دیتا ہے پھر آپ قرآن شریف سے ثابت کریں۔ کہ کسی نبوت کا دعوےٰ بعد آنحضرت صلعم منع ہے حضرت مسیح موعود کی تعریف نبوت اور اس پر بیرونی شہادت جو آپ نے پیش کی ہے۔ ہر دو کو چھوڑ کر خلاف واقعہ نتیجہ پیدا کر لینا کہاں کی امانت ہے۔ پہلے تعریف کی تشریح کرو۔ پھر جو بیرونی شہادت پیش کی گئی ہے اسے پرکھو بعد ازاں نتیجہ ان ہر دو کے مطابق کرو پھر معلوم ہو جائیگا۔ کہ فاسد عقاید کس بنیاد پر قایم ہیں اور پتہ لگ جائیگا۔ کہ مخلوق خدا کو کون دھوکا دے رہا ہے یا خود دھوکا کھا رہا ہے

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ بخیریت خدمت دینی میں مصروف ہیں +

جناب چوہدری عالم دین صاحب وکیل شیخوپورہ کی والدہ محترمہ ۲۵ اکتوبر کو انتقال فرما گئیں۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔ احباب ان کا جنازہ غایب پڑھیں +

مورخہ ۷ و ۸ کو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام پشاور کا سالانہ جلسہ ہے جناب مولوی عصمت اللہ صاحب و مولوی عبدالحق صاحب ودیارتھی کے لیکچر ہونگے +

مورخہ ۶ نومبر کو مسلم ہائی سکول کے طلبا اور دیگر احمدی طلبا نے احمدیہ ہوسٹل میں ایک ٹی پارٹی کے ذریعہ سے مذہبی ماہواری جلسوں کو بدستور سابق قایم کرنے کا افتتاح کیا +

جناب شاہدین صاحب کا مکتوب شملہ سے آیا ہے جو جملہ احمدی حضرات کے قابل مطالعہ ہے۔ وہو ہذا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

برادرم السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ ۱۴۔ اکتوبر کے پرچہ میں جو امتحان برائے ملازمت دفاتر گورنمنٹ آف انڈیا کی اطلاع شایع ہوئی تھی اس کی اشاعت کے ساتھ ہی بہت سے دوستوں کے خط آنے شروع ہو گئے۔ اور آج تک جتنے خطوط ملے ہیں میں نے ان کا جواب دیا ہے اب چونکہ ۱۰ نومبر تک ہی درخواستیں کی جائیں گی۔ اس لئے ظاہر ہے کہ اب خطوط کا جواب وقت پر دوستوں کو پہنچنا ناممکن ہو گا۔ لہذا یہ

چند سطور ہمراہ رقعہ ہذا ہیں بہت ہی جلد شایع کرنے کا انتظام فرمائیں اور ان سطور کی اشاعت کے بعد سوائے ان دوستوں کے جو امتحان میں شمولیت کے لئے درخواست دے چکے ہونگے یہ عاجز اور کسی سے خط و کتابت نہ کریگا۔ والسلام۔ خاکسار۔ شاہدین۔

بحوالہ اعلان مورخہ ۱۴ اکتوبر ۱۹۲۵ء۔ امتحان دسمبر میں ہوگا۔ لیکن ابھی تک تاریخ مقرر نہیں ہوئی۔

(۱) جو دوست انٹرنس پاس ہیں اور ٹائپ کوئی آدھ گھنٹہ تک ۳۵ لفظ فی منٹ کی رفتار سے کر سکتے ہیں وہ تھرڈ ڈویژن کے مقابلہ میں بیٹھ سکتے ہیں بشرطیکہ ان کی عمر ۲۴ سال سے کم ہو۔ اس ڈویژن کا گریڈ ۵۰ روپے ۴ روپے سالانہ ترقی - ۷۰ تک ہے۔

(۲) جو دوست بی۔اے یا ایف۔اے پاس ہوں اور عمر ۲۴ سال سے کم ہو وہ سیکنڈ ڈویژن کے مقابلہ میں بیٹھ سکتے ہیں۔ اس ڈویژن کا گریڈ ۱۰۰-۸-۳۰۰ ہے۔

اس سال صرف یہی دو امتحان ہونگے۔

طریقہ درخواست - خزانہ ضلع میں دس روپے بطور فیس امتحان سٹاف سلیکشن بورڈ جمع کرا کر وہاں سے رسید لی جائے۔ اس رسید کو اس درخواست کے ہمراہ

Secretary
Staff Selection Board,
Home Deptt
Delhi

کے نام رجسٹری کر دیا جائے۔ درخواست میں صرف یہ لکھا جائے کہ میں سیکنڈ یا تھرڈ ڈویژن کا امتحان دینا چاہتا ہوں مجھے فارم بھیجا جائے پھر جب فارم ملے تو اس کو بھی خانہ پری کر کے بہت جلد واپس بھیج دینا چاہئے۔ یہ درخواست جو رسید کے ہمراہ بھیجی جائیگی ۱۶ نومبر سے پہلے سکرٹری کو مل جانی ضروری ہے۔

تیاری امتحان - جو دوست درخواستیں بھیجیں ان کو کوئی روزانہ انگریزی اخبار باقاعدہ دیکھتے رہنا چاہئے۔ گذشتہ امتحان کے پرچوں کی کاپیاں حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اگر کامیاب ہوگیا تو ان دوستوں کو جنہوں نے امتحان دینا ہوگا بھیج دونگا لیکن درخواست بھیجنے سے پہلے ہر بھائی کو یہ خیال کر لینا ضروری ہے کہ امتحان دہلی میں ہوگا۔ اور ان کو دو چار روز یہاں رہنا ہوگا۔ اور یہ سب کچھ خرچ اُن کو خود کرنا ہے +

بعض بھائیوں نے لکھا ہے کہ امتحان کے علاوہ کوئی اور ملازمت کا انتظام کرنے کی کوشش کی جائے۔ ایسے بھائیوں پر روشن رہے۔ کہ حقیر ایک نہایت ہی معمولی حیثیت کا کلرک ہے اور کوئی پوزیشن نہیں۔ اس قسم کے خطوط بھیجنا میرا مذاق اڑانا ہے +

شاہدین
البرٹ سکوئر نمبر ۱۷
رائے سینا۔ دہلی

انتقال پر ملال

نہایت افسوس سے اطلاع دی جاتی ہے کہ ہماری جماعت کے ایک نہایت ہی بزرگ اور مخلص دوست قاضی محمد عبد الصمد صاحب پشاوری سب انسپکٹر پولیس بلوچستان جو حضرت مسیح موعود کے صحبت یافتہ متقی انسان تھے۔ گذشتہ ہفتہ مقام کوئٹہ میں وفات پاگئے اللہ تعالےٰ مرحوم کو مغفرت نصیب کرے اور انکے پسماندگاں کو صبر عطا فرمائے انا للہ و انا الیہ راجعون۔ جملہ احباب نماز جنازہ اپنے اس مرحوم دوست کے لئے ادا فرماویں +

ضرورت

سی۔ پی (صوبہ متوسط ہند) سے ایک صاحب جناب عبد الرحمن صاحب نامی نے حضرت امیر کی خدمت میں تحریر کیا ہے کہ صوبہ ہذا کے لئے کتاب جمع قرآن مصنفہ حضرت امیر کی سخت ضرورت ہے۔ جس قدر کاپیاں ممکن ہوں ارسال فرمائی جاویں۔ لہذا بحکم حضرت امیر احباب سلسلہ سے درخواست ہے کہ جن احباب کے پاس کتاب مذکور کی زاید کاپیاں ہوں بہت جلد دفتر انجمن میں ارسال فرماویں +

واقعات عالم

یو۔پی میں صنعت و حرفت کو فروغ دینے کے لئے ایک کمیٹی کا تقرر کیا گیا ہے۔ اس نے یہ سفارش کی ہے کہ ایسا ایکٹ منظور کیا جائے جس سے صنعتوں کو حکومت کی طرف سے امداد مل سکے +

کول کمیشن کے سامنے شہادت دیتے ہوئے سر جرج انڈرسن نے کہا کہ ۲۵ سالوں کے اندر امریکہ میں تیل دستیاب نہیں ہوسکیگا۔ اور دنیا کے اندر اس وقت جو تیل ہے وہ اس قدر کم ہو جائیگا کہ تمام دنیا کی ضرورت پوری نہیں کر سکیگا +

سنا گیا ہے کہ آیندہ مسلم لیگ کا صدر ڈاکٹر کچلو بنایا جائیگا +

سرکاری طور پر اس بات کا اعلان کیا گیا ہے کہ رائٹ آنریبل ای۔ ایف۔ ایل وڈ کو لارڈ ریڈنگ کی جگہ ہندوستان کا وائسرائے مقرر کیا گیا ہے +

مورخہ ۲۰ اکتوبر کو شام کے ۳½ بجے شولاپور شہر کے بازار میں فساد ہوگیا۔ وجہ یہ تھی کہ ہندوؤں کا ایک جلوس ایک مسجد کے سامنے سے گذر رہا تھا اس پر فساد ہوگیا دو مسلمان ہلاک ہوئے اور فریقین کے دس اشخاص مجروح ہوئے +

سوامی شردھانند جی اچھوت پن کو دور کرنے کے لئے مالابار روانہ ہوچکے ہیں +

بمبئی میں مہاتما گاندھی کی خدمت میں چاندی کا چرخہ پیش کیا گیا +

۲۳ - اکتوبر کو کلکتہ میں چھ جگہوں پر آتشزدگی کی وارداتیں ہوئیں +

مسٹر فخر الدین پاشا ترکی سفیر متعینہ کابل ہندوستان میں سیاحت کی غرض سے آئے ہوئے ہیں۔ اور آپ نیڈو ہوٹل میں مقیم ہیں۔ ۲۷ اکتوبر کی شام کو ڈیڑھ لاکھ کی مالیت کے آپ کے جواہرات و زیور چرائے گئے +

فرانسیسی افواج نے ۷۰ گھنٹے تک دمشق شہر پر گولہ باری کی شہر کا بڑا بھاری حصہ تباہ و برباد ہوگیا ہے۔ ۲۵ ہزار اشخاص مکانات کے ملبہ کے نیچے دب گئے ہیں۔ ہزاروں اشخاص بے خانماں ہو رہے ہیں فلسطین اپنی طرف سے بہترین کام کر رہا ہے +

جزایر شرق الہند کے کمانڈر انچیف کی لڑکی مہاتما گاندھی جی کے چرنوں میں ہندوستان آرہی ہے۔ اس نے تمام زر و جواہرات مہاتما جی کی نذر کر دینے کا فیصلہ کر لیا ہے +

بمبئی پراونشل ہندو کانفرنس ۵-۶ دسمبر کو بمبئی میں ہوگی۔ لالہ لاجپت رائے صدر ہوں گے +

شریفیوں کا سعودیوں پر حملہ

بمبئی میں جس مقام پر مولانا محمد علی و ڈاکٹر کچلو کی سزا یابی کے موقعہ مشہور خلافت کانفرنس کا اجلاس ہوا تھا اسی مقام پر شب کو ایک جلسہ ہوا جس میں ہزارہا آدمی شریک تھے۔ چند شریفی بھی شریک تھے اور انہوں نے حسب عادت جلسہ کو درہم برہم کرنا چاہا مگر اس میں ان کو کامیابی نہ ہوئی۔ اس جلسہ میں مولانا ظفر علی خاں صاحب نے ایک معرکۃ الآراء تقریر ارشاد فرمائی جب آپ تقریر فرما چکے تو تقاضاء حاجت کی ضرورت آپکو محسوس ہوئی۔ اور آپ نے ایک کارکن خلافت سے ذکر کیا۔ یہ نیک نہاد خادم خلافت آپکو ہمراہ لیکر تنہا روانہ ہوگیا۔ اور مولانا اُن کے ہمراہ جلسہ سے تھوڑا راستہ قطع کیا تھا کہ جلسہ کے اندر انتشار و شورش پھیلانے میں جو لوگ ناکام رہے تھے وہ بھاگتے ہوئے آئے اور کہنے لگے یہ لیڈر جانے نہ پائے۔ اس کے بعد آپ پر لاٹھیوں سے حملہ کیا۔ ہمراہ جو خادم خلافت تھا اس کے تو ایسی ضربات آئیں کہ وہ غریب وہیں ڈھیر ہوگیا۔ مگر مولانا اپنی پتلی چھڑی پر وار روکتے اور قطع مسافت کرتے رہے یہاں تک کہ ایک دوکان پر پہنچ کر پناہ گیر ہوئے۔ آپ کے ایک ہاتھ کی انگلی میں چوٹ آئی۔ اور بازو پر ضرب لگی۔ سر پر جو ضرب لگائی گئی اس کو آپ نے سنبھال دیا اگر وہ بھرپور پڑ جاتی تو یقیناً وہ خطرناک اور مہلک ثابت ہوتی۔ پھر سالم آپ پھر سواری کر کے جلسہ میں تشریف لائے۔ اور اسی وقت سارا ماجرا بیان فرمایا۔ مشتعل اور انتقام جو مجمع کو صبر و سکون کی تلقین مانع ہوئی جو آپ کے آنے سے پہلے ہی اس خبر سے سخت مضطرب اور مشتعل ہو چکا تھا کہ مولانا ظفر علی خاں صاحب شہید کر دیئے گئے اور صدر جلسہ نے تمسکل جلسہ کو بدستور جاری رکھا اور غضبناک مجمع کو جلسہ کو چھوڑ کر جانے اور انتقام لینے سے باز رکھا کہ کچھ پرواہ نہیں اگر مولانا شہید ہوگئے تو مسلمان شہداء میں ایک اور کا اضافہ ہو جائیگا +

بہر حال مولانا مولانا پر بزدل شریفیوں نے قاتلانہ حملہ کیا۔ اور اگر خدائے حی و قیوم رد نہ فرماتا تو یہ شقی گروہ یقیناً آپ کو شہید کر دیتا۔ دیکھیں

ایک کلرک کی ضرورت

ایک کلرک کی ضرورت ہے۔ انٹرنس پاس کو ترجیح دیجاویگی۔ تنخواہ حسب لیاقت ۲۵ روپے سے ۳۰ روپے تک ماہوار ہوگی۔ درخواستیں بنام

سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

یہ سرمہ دھند۔ جالا۔ غبار۔ خارش۔ پانی گرنا۔ سرخی اور ضعف بصر کے لئے مفید ہے

پیغام صلح

اخبار — لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا	مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم	ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست	بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام	دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن	جان شد و باجاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام	ہر نبوت را برو شد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست	زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ مارا وحی و ایمائے بود	آں نہ از خود از ہماں جائے بود

ما از و یابیم از نور و کمال	وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست	ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک و ز خبرہائے معاد	ہر چہ گفت آں مرسل ربّ العباد
آں ہمہ از حضرت احدیت است	منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اندرست	منکر آں موردِ لعن خدا است
معجزات انبیائے سابقین	آنچہ در قرآں بیانش بالیقین
بر ہمہ از جاں دل ایمان ما است	ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب	نزد ما کفر است و خسران و تباب

ہفتہ میں دوبار، یکشنبہ و چہار شنبہ کو شائع ہوتا ہے

قیمت سالانہ صہ ششماہی چار سے ۴ہ ششماہی

طلباء سے سالانہ سے

جلد ۱۳ | المسیح مدینۃ لاہور | یوم چہار شنبہ مطبوعہ ۲۳ ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۴ ہجری مطابق ۱۱ نومبر سنہ ۱۹۲۵ عیسوی | نمبر ۱۴۴

برلن مسجد کی تکمیل کیلئے اٹھو!

جلسہ سالانہ تک چالیس ہزار

حضرت امیر ایدہ اللہ صاحب کے قلم سے

ذیل میں ہم حضرت امیر ایدہ اللہ کا مکتوب قوم کے نام درج کرتے ہیں جس میں آپ نے قوم کو برلن مسجد و برلن مشن کی فوری ضروریات کی طرف متوجہ فرمایا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ ہر احمدی مرد و زن آپ کی آواز پر لبیک کہتا ہوا اپنی پوری طاقت سے مطلوبہ رقم جلسہ سالانہ سے پیشتر فراہم کرنے کی کوشش کرے گا۔ پیغام صلح و برکاتہ

برادران مکرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ

برلن مسجد کی مشکلات کا خاتمہ نہیں ہوا۔ ساڑھے چھ ہزار کے قریب پہلا قرضہ ہے اڑھائی ہزار روپیہ اس وقت اور قرض لے کر بھیجا ہے۔ یوں یہ رقم نو دس ہزار تک پہنچ گئی ہے۔ اور ابھی اسی قدر اور رقم وہاں بھیجنی ہے جس کے بغیر مسجد کی تکمیل نہیں ہوسکتی۔ یہ رقم جو بیس ہزار کے قریب ہے۔ اس کی وجہ کسی قدر زائد کام اور کسی قدر نرخوں کا بڑھ جانا ہے جس کی وجہ سے ٹھیکیدار نے کام ادھورا چھوڑ دیا ہے۔ اور نرخوں کی روز افزوں گرانی کا یہ حال ہے کہ جس کام کی تکمیل کے لئے تین چار ماہ پیشتر سترہ ہزار مارک مطلوب تھے آج اس کے لئے بیس اکیس ہزار مارک مطلوب ہیں اس لئے اور اس لئے بھی کہ سردیوں کی برفباری اور بارش سے مسجد کا نقصان نہ ہوجائے کام کی تکمیل شروع کردی گئی ہے۔ مولٰنا مولوی صدرالدین صاحب جرمنی سے بہت کمزور ہوکر واپس آئے اور مناسب یہ تھا کہ وہ کچھ دن ایک جگہ رہ کر کام کرتے تاکہ کچھ گھر کی آسائش کا آرام ملتا۔ مگر مجبوراً انہیں چندہ کے لئے سفر پر بھیجنا پڑا کچھ دن پھر کر کوئی اڑھائی تین ہزار کے قریب رقم آئی پھر وہ بیمار ہوگئے یہاں آکر جو میں نے ان کی حالت دیکھی تو مجھے بہت فکر ہوا۔ لیکن سوائے اس کے کچھ چارہ نہ تھا کہ انہیں پھر دوبارہ بھیجا جاتا۔ چنانچہ کل وہ چلے گئے ہیں۔ میری اپنی حالت یہ ہے کہ میں کہیں باہر نکلنے کے قابل نہیں۔ کوئی تین ماہ سے پھوڑوں و پھنسیوں وغیرہ کی تکلیف کی وجہ سے گھر سے باہر نہیں نکل سکتا اور یہ تکلیف کبھی کم کبھی زیادہ ہوتی رہتی ہے۔ مولوی صاحب اکیلے پھریں بھی تو کچھ رقم مطلوبہ کا جلد فراہم ہونا مشکل امر ہے۔ لیکن ہمارے احباب اگر مل کر تھوڑی تھوڑی کوشش کریں تو کام بہت سہل ہوجاتا ہے۔ اور ایک دو ماہ میں وہ کام ہوسکتا ہے جو اکیلا آدمی پھر کر سال میں مشکل کرسکتا ہے۔ مجھے یہ علم ہے کہ ہمارے احباب نے خود بھی چندہ دل کھول کر دیا ہے۔ اور فراہمی چندہ میں امداد کرتے رہے ہیں۔ لیکن یہ اب اس کا آخری مرحلہ ہے۔ اور اس کے لئے اگر ایک دفعہ پھر کچھ ایثار دکھایا جائے اور کچھ کمر ہمت باندھی جائے تو ایک قوم کی ہمت کے سامنے بات کچھ بھی نہیں۔ لیکن قوم کے کام کے کرنے کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ ہر شخص یہ سمجھ لیتا ہے کہ قوم کا کام ہے۔ کوئی نہ کوئی اسے کر ہی لے گا۔ اس صورت میں کوئی کام اتمام کو نہیں پہنچتا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ قوم کا ہر فرد یہ سمجھ لے کہ یہ ذمہ داری میرے ہی اوپر ہے اور میں نے ہی اس کام کو کرنا ہے۔ یہ وہ صورت ہے جہاں اللہ تعالےٰ کی تائید اور نصرت ایسی شامل حال ہوتی ہے کہ کوئی کام ناتمام نہیں رہ سکتا اگر ہمارے احباب میں سے ہر ایک شخص باامتیاز مرتبہ وحیثیت اس ذمہ داری کو اپنی ہی ذمہ داری سمجھ کر کام کرے تو خواہ کتنی بھی چھوٹی جماعت ہے جلسہ سالانہ تک ساری رقم مطلوبہ ہوسکتی ہے۔ یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ جرمنی میں مسجد کی تعمیر یا تکمیل کا کام تو ایک عارضی کام ہے۔ مگر اس کے علاوہ جو انجمن کو پندرہ بیس ہزار روپیہ سالانہ مشن اور رسالہ پر خرچ کرنا پڑتا ہے وہ بھی پورا کرنا ہے۔ اس لئے میں امید کرتا ہوں کہ ہمارے احباب جہاں کہیں ہوں اس وقت اٹھ کھڑے ہونگے۔ اور کمر ہمت باندھ کر اپنی سعی اور دعا سے اس کام میں لگ جائیں گے جن احباب کے پاس برلن مسجد کی کاپیاں ہیں وہ ان پر کام شروع کردیں۔ اور جن کے پاس نہیں وہ دفتر سے کاپیاں فوراً منگوالیں مجھے امید ہے کہ ان چند الفاظ کو پڑھ کر ہمارے احباب بلا توقف اس کار خیر میں مولٰنا صدرالدین صاحب کا ہاتھ بٹانا شروع کردینگے۔ جہاں اکیلے اکیلے آدمی ہیں وہ اپنی اپنی جگہ کوشش میں لگ جائیں۔ اور جہاں جماعتیں ہیں وہاں جماعت میں جمعہ کے دن سب احباب کو یہ خط دے دیا جائے۔ جو تجاویز اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے ضروری سمجھ جائیں۔ وہ جماعت میں پیش کرکے فوراً عملدرآمد میں لائی جائیں۔ اگر ہر ایک جماعت ایک ایک رقم کی ذمہ داری لے لے تو یہ سب سے بہتر ہے۔ اس رقم کو خواہ وہ احباب خود ملکر یا چندہ کرکے پورا کردیں۔ والسلام خاکسار محمد علی

ہندوستان کی حالت

	انگلینڈ	امریکہ	جاپان	ہندوستان
تعلیم (فی سینکڑہ)	۹۳٫۵	۹۵٫۴	۹۷٫۸	[illegible]
پیدائش فی (ہزار)	۲۹٫۱۲	۲۲٫۴	۲۴٫۱۱	[illegible]
اموات فی (ہزار)	۹٫۸	۸٫۸	۱۵٫۳	[illegible]
خردسال بچوں کی اموات (فی ہزار)	۴۲٫۲	۹۴	۱۰۵	۲۷۵
عمر طبیعی	۵۰	۵۶	۴۷	۲۳٫۵
فی کس سالانہ آمدنی	۳۵۰۰	۸۶۴۰	۲۸۶۰	۲۵۰
فی کس روزانہ آمدنی	۱۲ سے	للعہ	للعہ	ایک آنہ پائی

(دکھ دائے مسلم)

مسیحی تبلیغی جدوجہد

دنیا بھر میں صرف اینگلیکن اور پراٹسٹنٹ سوسائٹیاں جو اشاعت مسیحیت میں مصروف ہیں ۷۰۰ کی تعداد میں ہیں رومن کیتھولک سوسائٹیاں جنکی تعداد کہیں زیادہ ہے اور دیگر مخالف الخیال سوسائٹیاں اس کے علاوہ ہیں۔

ان سوسائٹیوں کا بجٹ مختلف ممالک کی طرف سے ۱۹۲۴ کے لئے حسب ذیل تھا۔

	پونڈ
ممالک متحدہ امریکہ	۹۷۳۶۰۸۴
کینیڈا	۷۴۲۰۹۴
جزائر برطانیہ	۲۸۶۹۳۵۳
ناروے سویڈن۔ ہالینڈ سوئٹزرلینڈ ..	۷۸۰۹۲۰
جرمنی ...	۶۳۹۵
کل میزان	۱۴۱۱۴۸۴۶ پونڈ

یعنی تقریباً اکیس کروڑ روپیہ

اس سے ساٹھ سال قبل یعنی ۱۸۶۳ء میں مشنری بجٹ کل ڈیڑھ کروڑ روپیہ تھا۔

ان سوسائٹیوں کے متعلق ۲۹۱۸۸ مشنری کام کرتے ہیں اور ۱۴۹۰۵۰ مقامی کارکن۔ مشن ہسپتالوں کی تعداد ۸۵۸ اور دوائی خانوں کی تعداد ۱۲۸۶ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۳ ۔ ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۴۴ھ ۔ نمبر ۱۰۴

خدا کعبہ میں نہیں رہتا

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے قلم سے)

کیا مسلمان کچھ عرصہ کعبہ کی طرف مُنہ کرکے ایسی حالت میں بھی نماز پڑھتے رہے جب وہاں بہت سے بت رکھے ہوئے تھے

یہ ایک سوال ہے جو ہمارے ایک معزز دوست کی طرف سے موصول ہوا ہے یہ اعتراض نہایت معقول ہوتا۔ اگر کعبہ کی طرف مُنہ کرکے نماز پڑھنے کے یہ معنے ہوتے کہ مسلمان کسی ایسی ہستی کی عبادت کرتے ہیں جو کعبہ کے اندر رہتی ہے۔ تو بیشک کہہ سکتے تھے کہ مان لیا آج کل مسلمانوں نے اُس گھر کو اپنے خدا کے رہنے کے لئے صاف کر رکھا ہے۔ مگر ایک زمانہ تھا کہ بجائے خدا کے اس گھر میں بت رہا کرتے تھے اُس وقت جو اس گھر کی طرف مُنہ کیا تو کیوں کیا۔ اس وقت تو مسلمانوں کا خدا اُس میں نہیں رہا کرتا تھا کہ مسلمان یہ کہیں کہ ہم نے اپنے خدا کی طرف مُنہ کیا۔ بلکہ اُس وقت تو کافروں کے بت اُس میں رہا کرتے تھے۔ تو کیا اس سے یہ لازم نہیں آیا کہ مسلمان اُس وقت کافروں کے (نعوذ باللہ) بتوں کی پرستش کے مرتکب ہوگئے۔ اور یہیں تک نہیں۔ آج کل بھی مسلمان انسان پرستی کے مرتکب ہو رہے ہیں کیونکہ کعبہ کے اندر لوگ صفائی کرنے اور نماز پڑھنے بھی جاتے رہتے ہیں۔ اور زمین کے گول ہونے اور دن رات کے اختلاف کی وجہ سے زمین کے کسی نہ کسی حصہ پر کسی نماز کا وقت تو ضرور ہوتا ہے اور مسلمان بھی تمام اکناف عالم میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اس لئے نماز تو کعبہ کی سمت میں ہر وقت ہوتی رہتی ہے۔ فرض کرو کوئی آدمی صفائی کرنے یا نماز پڑھنے کے لئے کعبہ کے اندر گیا۔ تو اس وقت جو کعبہ کی طرف مُنہ کرکے نماز پڑھ رہے ہوں تو کیا ان کی عبادت اُس انسان کے لئے نہ ہوگی جو کعبہ کے اندر کھڑا ہے یا بیٹھا ہے ضرور ہوگی۔ کیونکہ اسوقت تو کعبہ کے اندر تو وہی حضرت ہیں جو صفائی کر رہے ہیں یا نماز پڑھ رہے ہیں اگرچہ معلوم نہیں کہ خود بدولت کعبہ کے اندر پہنچ کر پھر کسی کی عبادت کر رہے ہیں۔ الغرض یہ اعتراض جسکی تفصیل میں نے خود کر دی ہے غلط فہمی سے پیدا ہوا ہے۔ کعبہ کی طرف مُنہ کرکے نماز پڑھنے کے یہ معنے قطعاً قطعاً ہرگز نہیں کہ مسلمان کسی ایسی ہستی کی عبادت کرتے ہیں جو کعبہ کے اندر رہتی ہے مسلمانوں کا خدا کعبہ کے اندر نہیں اس کی کرسی تو آسمان و زمین سب پر پھیلی ہوئی ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ وسع کرسیہ السمٰوٰت والارض۔ وہ ہر سمت موجود ہے جیسا کہ فرمایا فاینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ جس طرف بھی مُنہ کرو گے اُسی طرف خدا کا مُنہ پاؤ گے۔ ایسی صریح آیات بینات کے ہوتے ہوئے پھر یہ خیال کرنا کہ مسلمان کعبہ کی طرف مُنہ کرکے نماز اس لئے پڑھتے ہیں کہ اُس طرف خدا ہے یہ قطعاً غلط ہے۔ کعبہ کے متعلق قرآن نے یہی بتلایا کہ وہ ایک مسجد ہے یعنی خدائے واحد کی عبادت کے لئے ایک گھر ہے جو دنیا میں سب سے پہلے اس مقصد کے لئے بنایا گیا۔

رو بہ کعبہ کرنے کا فلسفہ

پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کعبہ کی طرف مُنہ کرکے نماز پڑھنے کا حکم سب مسلمانوں کو دینا خواہ وہ کہیں بھی ہوں کیا معنے رکھتا ہے۔ اس سوال کا جواب سننے سے پہلے ایک بات کو سمجھ لینا چاہئے وہ یہ کہ کسی قوم کی زندگی اور بقا کے لئے دو باتوں کا ہونا ازبس ضروری ہے ایک تو اس قوم کا امتیاز خصوصی جس سے وہ بظاہر بھی دوسری قوم سے الگ نظر آئے۔ دوم اسکی جمعیت اور وحدت جسکی وجہ سے اسکے افراد آپس میں مجتمع رہیں۔ اگر کسی قوم کا ظاہر و بین طور پر کوئی امتیاز خصوصی نہیں جس سے وہ دوسری اقوام سے الگ نظر آئے تو کچھ عرصہ کے بعد وہ قوم دوسری قوموں میں [illegible] گم ہو جائیگی یا علاوہ ازیں اگر کسی قوم سے افراد میں جمعیت اور وحدت نہیں تو پھر اس کے مختلف افراد خود پریشان ہوکر بکھر جائینگے اور رفتہ رفتہ وہ قوم صفحہ ہستی سے نابود ہو جائیگی۔ اسلام ایک عالمگیر مذہب تھا۔ دنیا میں منافرت قومی اور مفاخرت ملی کو مٹا کر وہ سچی اخوت، وحدت، مساوات اور حریت کو قایم کرنے آیا تھا۔ اس لئے وہ تمام قومی حد بندیوں کو توڑ کر ایک قوم بنانا چاہتا تھا جسکا نام اسلام نے مسلم رکھا تھا جب ایک نئی قوم بنانا مقصود تھا تو اس کی زندگی اور بقا کے سامان بھی بطور اصول کے اس مذہب میں داخل کرنے ضروری تھے۔ چنانچہ اس امتیاز خصوصی اور جمعیت و وحدت ملی کے لئے ایک زبردست اصول قایم کیا اور وہ یہ تھا کہ اس مسجد کو خدا کی عبادت کے لئے مرکز بنا دیا جو دنیا میں خدائے واحد کی سب سے پہلی عبادتگاہ ہونے کا فخر اور امتیاز رکھتی تھی اور جہاں سے اُس مذہب کا چشمہ پھوٹا تھا۔ جو تمام عالم کی ہدایت کے لئے مقدر تھا۔ جس درخت کی شاخوں نے تمام اکناف عالم میں پھیلنا تھا اس کی بقا کے لئے جڑھ سے نہایت مضبوط تعلق کی ضرورت تھی۔ اس لئے اُس جڑھ کو ہی مرکز قرار دیکر نہ صرف مذہب کا تعلق جڑھ سے مضبوط کیا۔ بلکہ امت مسلمہ محمدیہ کی امتیاز خصوصی اور جمعیت و وحدت ملی کو بھی قایم اور مستحکم کر دیا۔ جسکی قوم مسلم کی زندگی اور بقا کے لئے اشد ضرورت تھی۔

قبلہ کی غرض امتیاز قومی

اس کی تفصیل قرآن سے سنیے۔ کیونکہ قرآن کریم تحویل قبلہ کے متعلق اپنے اغراض و مقاصد خود بیان فرماتا ہے۔

(۱) پہلی بات امتیاز خصوصی کے متعلق سن لیجئے فرماتا ہے۔ وما جعلنا القبلۃ التی کنت علیہا الا لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علیٰ عقبیہ اور ہم نے قبلہ نہیں بنایا اسے جس پر تو اب ہوا ہے۔ مگر اس لئے کہ ہم امتیاز پیدا کر دیں اس میں جو رسول کی اتباع کرتا ہے اُس سے جو اپنی ایڑیوں پر واپس ہوتا ہے یعنی کعبہ کو قبلہ بنانے میں ہماری غرض یہ ہے کہ ہمارے رسول صلعم کی اتباع کرنے والوں اور آپ کے انکار کرنے والوں میں امتیاز پیدا کر دیا جائے۔ گویا امت مسلمہ محمدیہ کا امتیاز خصوصی یہ قایم کیا گیا کہ وہ سب کے سب کعبہ کی طرف مُنہ کرکے نماز پڑھیں یعنی نماز کے وقت ایک جماعت جو دنیا میں [illegible] ایک دیکھنے والے کو نظر آ جائے کہ مختلف شکلوں مختلف زبانوں مختلف رنگوں مختلف لباسوں مختلف قوموں کے لوگ باوجود اس قدر اختلاف کے خدا کے احکام کی فرمانبرداری میں سب کے سب متحد الخیال ہوکر اس رسول کے متبع ہیں جسکی بعثت کا مقام کعبہ تھا۔ نماز اللہ تعالےٰ کے آگے دراصل اپنی عبودیت اور فرمانبرداری کا اظہار ہے پس ایک نماز کا نظارہ کرنے والا یہ دیکھ کر حیران ہو جاتا ہے۔ کہ اس قدر اختلاف رکھنے والے لوگ جب معاملہ خدا کی فرمانبرداری اور عبودیت کا آن پڑتا ہے تو کس طرح آپس میں اتحاد اور مساوات کا رنگ اختیار کر لیتے ہیں اور اس معاملہ میں کیسی یکجہتی کے ساتھ اپنی قوم کی اس بنیاد کو نہیں بھول جاتے جہاں سے آفتاب ہدایت کا درخت اُگا تھا۔ اور سب کا مُنہ اسی ایک مرکز کی طرف ہوتا ہے جہاں سے آفتاب ہدایت طلوع ہوا گویا زبان حال سے یوں گویا ہیں کہ ہم ان تمام ہدایات کو ماننے کے لئے تیار ہیں جو اس رسول کے ذریعہ خدا لائے ہیں جو کعبہ میں مبعوث ہوا یہی وہ امتیاز تھا جو قوم مسلم کو دوسری اقوام سے جدا کرتا تھا اور ایک قوم جسکی بنیاد مذہب پر رکھی گئی ہو یعنی خدا کی ہدایات اور احکام کی فرمانبرداری پر اس کے امتیاز خصوصی کے اظہار کے لئے نماز سے بڑھکر اور کوئی موقعہ نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ یہی وہ خاص وقت ہوتا ہے جس وقت خدا اور بندے کا تعلق اپنے صحیح شکل میں ہر ایک دیکھنے والے کو نظر آتا ہے۔ پس اسلام نے نماز کے وقت تمام قوم مسلم کو کعبہ کی طرف مُنہ کرنے کا حکم دیکر اپنے صحیح موقعہ پر اس کا وہ امتیاز خصوصی قایم کر دیا جو ایک مذہبی قوم کی زندگی اور بقا کے لئے ازبس ضروری تھا۔

قبلہ کی غرض وحدت قومی

دوسری بات جمعیت و وحدت قومی کی تھی قرآن سے سن لیجئے۔ تحویل قبلہ پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ولکل وجھۃ ھو مولیھا فاستبقوا الخیرات این ما تکونوا یات بکم اللہ جمیعا ان اللہ علیٰ کل شیء قدیر۔ اور ہر ایک کے لئے ایک طرف ہے جدھر وہ مُنہ کرتا ہے پس نیکیوں کی طرف سبقت کرو جہاں کہیں بھی تم ہوگے اللہ تم کو اکٹھا کر لائے گا بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے یہاں بتایا ایک اصول یاد رکھا ہر ایک آدمی سے نئے کام لینے کی کوئی سمت ہوتی ہے مومن کے لئے اگر کوئی سمت ہو سکتی ہے تو وہ نیکی اور بھلائی کی ہی ہو سکتی ہے۔ پس عبادت میں کوئی نہ کوئی سمت اختیار کرنی پڑیگی۔ پھر اگر کوئی ایسی سمت اختیار کر لی جائے جس سے کوئی اور نیکی پیدا ہو جائے تو مومن کا فرض ہے کہ اس کو لے۔ پھر اس نیکی کا ذکر کیا جو ایک مرکز خاص کی طرف ایک جہت ہوکر نماز پڑھنے میں مضمر تھی۔ فرمایا کہ دنیا کے کسی حصہ میں بھی تم ہوگے اس یکجہتی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم میں جمعیت اور وحدت قایم رہے گی۔ یات بکم اللہ جمیعا میں جہاں یہ بتایا کہ اس طرح اللہ تعالےٰ تم میں جمعیت اور وحدت کو قایم رکھیگا وہاں یہ بھی سمجھا دیا کہ اسطرح اپنے مرکز سے تمہارا تعلق قایم رہیگا اور تم میں وحدت ملی اور جمعیت قومی کے استحکام کے لئے اپنے مرکز پر جمع ہونے کی اسپرٹ قایم رہے گی۔ اور حج کی شکل میں جہاں اللہ تعالےٰ کے ساتھ تعلقات ترقی کرینگے وہاں قومی وحدت اور جمعیت کی روح بھی تازہ ہوتی رہے گی۔

الغرض خود قرآن کریم نے بتلا دیا کہ کعبہ کی طرف مُنہ کرنا قوم مسلم کا ایک امتیاز خصوصی ہے اور عبادت میں آخر مُنہ کسی طرف تو کرنا تھا۔ پھر ایک مرکز کی طرف سب کا مُنہ کرنا جب ایک بڑی بھاری نیکی اپنے اندر رکھتا ہو کہ اس سے وحدت ملی اور جمعیت قومی پیدا ہوتی ہے تو پھر کیوں نہ اسکو اختیار کیا جائے۔

رو بہ کعبہ ہونا اسلئے نہیں کہ وہ مسکن معبود ہے

تو اب یہ جھگڑا تو جاتا رہا کہ کعبہ کی طرف مُنہ کرنا کسی معبود کی طرف مُنہ پھیرنے کے مترادف ہے۔ کعبہ میں مسلمانوں کا قطعاً کوئی معبود نہیں اور نہ خود کعبہ معبود ہے۔ کیونکہ فلیعبدوا رب ھذا البیت قرآن کی آیت نص صریح ہے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کرو۔ کعبہ کی طرف مُنہ کرنا محض ایک مرکز قایم کرنے کی غرض سے ہے تاکہ اس کی وجہ سے وحدت و جمعیت قوم میں پیدا ہو اور دوسری اقوام سے امتیاز قایم رہے۔ اس سے بڑھکر کچھ نہیں تو پھر اس مرکز اسلامی میں ابتدائی زمانہ میں جب بت پرست اُس کے متولی تھے اگر کچھ بت رکھے ہوئے تھے اور مسلمانوں نے اس گھر کی طرف مُنہ کرکے نماز پڑھ لی تو کیا ہرج لازم آیا۔ مسلمانوں نے نہیں رکھے تھے وہ تو موحد تھے۔ شرک اور بت پرستی کے دشمن تھے وہ محکوم تھے مجبور تھے۔ جب تک مکہ فتح نہ ہوتا وہ بت وہاں سے نکال نہ سکتے تھے۔ اُن کے دل کو دکھ ضرور تھا کہ اُن کے مرکز سے ابھی تک بت کیوں نہیں نکالے گئے۔ خود وحی الٰہی ان کو تسلی دیتی ہے کہ فلنولینک قبلۃ ترضٰھا فول وجھک شطر المسجد الحرام یعنی ہم ضرور تجھے اس قبلہ کا متولی بنا دینگے جسے تو پسند کرتا ہے۔ پس تو اپنے مُنہ کو مسجد حرام کی طرف پھیر دے۔

بتوں کی موجودگی میں قبلہ بنانے کا راز

البتہ یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ مشیت الٰہی نے مسجد حرام کو قبلہ بنانے میں اس قدر جلدی کیوں کی ذرا مکہ فتح ہو لینے دیا ہوتا۔ بت نکل گئے ہوتے پھر شوق سے قبلہ بناتے۔ مگر باوجود اس کے کہ بت اس سے ابھی نہیں نکلے تھے مسجد حرام کو قبلہ بنانے کی اتنی جلدی کیا پڑی ہوئی تھی۔ سو واضح ہو کہ اس میں بھی ایک راز تھا اصل میں اللہ تعالےٰ نہ صرف مسلمانوں پر یہ بات واضح کر دینا چاہتا تھا کہ کعبہ کی طرف مُنہ کرنے کے یہ معنے نہیں کہ خدا کعبہ کے اندر ہے بلکہ تمام کفار اور دشمنان اسلام پر قیامت تک کے لئے حجت تمام کر دینا چاہتا تھا کہ نماز کے وقت مسلمانوں کے کعبہ کی طرف مُنہ کرنے پر تمہارا اعتراض صرف تمہاری اپنی لغویت اور نامعقولیت پر دلالت کرتا ہے۔ کیا مزے کی بات ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے کہ قل یا ایھا الکٰفرون لا اعبد ما تعبدون ولا انتم عٰبدون ما اعبد الخ سنا دو کہ اے کافرو میں ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو اور نہ تم اُس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ کعبہ کی طرف نماز میں مُنہ کرتے تھے اس میں ابھی کافروں کے معبود بت رکھے ہوئے ہیں مگر [illegible] لا اعبد ما تعبدون کہ اے کافرو میں ان کی عبادت نہیں کرتا جنکی تم کرتے ہو یہ دیکھو تک نہیں ان کافروں کو بڑی زور سے یہ وحی سناتے ہیں کہ انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جہنم کہ بیشک تم اور تمہارے بت اور معبود جہنم کا ایندھن ہیں۔ یعنی یہ بت تمہارے لئے جہنم تیار کر رہے ہیں۔ ذرا اس توحید کے کمال کو دیکھو جو آپ

لے قلب ہیں موج زن ہیں۔ غور کرو۔ منہ کعبہ کی طرف کر کے نماز پڑھتے ہوئے یہ دنیا کو سنانا کہ میں ان کی عبادت نہیں کر رہا جنکی کفار عبادت کرتے ہیں۔ بلکہ ان کو جہنم کا ایندھن سمجھتا ہوں کیا یہ نہایت صفائی سے ظاہر نہیں کرتا کہ مسلمان کعبہ یا کعبہ کے اندر کسی رکھی ہوئی چیز کے پرستار نہیں۔ بت ابھی کعبہ کے اندر موجود ہیں مسلمان کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہے ہیں اور دنیا کو یہ سنا رہے ہیں کہ ہم کافروں کے معبودوں کی قطعاً عبادت نہیں کرتے بلکہ ان کو جہنم کا ایندھن سمجھتے ہیں۔ خدا کے لئے مجھے بتاؤ کہ یہ کیا ظاہر کرتا ہے کیا یہ صاف ظاہر نہیں کرتا کہ مسلمان کعبہ پرست نہیں۔ کعبہ کے اندر رکھی ہوئی چیز کے بھی وہ پرستار نہیں۔ خواہ کوئی وہاں بت رکھ دے یا وہاں آدمی کھڑا ہو جائے یا خود حجر اسود جو طواف کے شروع اور ختم کرنے کے لئے بطور نشان کے صرف ایک معمولی ان گھڑا پتھر لگایا ہوا ہے اور اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں۔ بازبان حال سے وہ ایک پیشگوئی کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔

کعبہ جل گیا تو بھی قبلہ تھا

ارے مسلمان تو اس وقت بھی کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے جب کعبہ جل گیا تھا۔ اور حضرت عبداللہ ابن زبیر کو دوبارہ تعمیر کرنا پڑا تھا۔ آخر جب کعبہ جل گیا تھا تو کیا اس کی دوبارہ تعمیر سے پہلے مسلمانوں نے اس طرف منہ کر کے نمازیں پڑھنا چھوڑ دی تھیں؟ کعبہ کا جانا بھی حکمت الٰہی کا ایک کرشمہ تھا۔ دشمنان اسلام کو بتا دیا کہ کعبہ پرستی کا الزام مسلمانوں پر مت لگاؤ۔ وہ ایک مرکز ہے جسے خدا نے قائم کیا ہے جل گیا تو اور پھر بن گیا تو اس کے مرکز ہونے میں فرق نہیں آیا اور نہ آئیگا۔ عبادت خدا کی ہوتی ہے اور وہ حی و قیوم ہمیشہ قائم ہے اور مومن کا معبود اور رب وہی ہے۔

لا تکفروا اھل قبلتکم

میں یہاں یہ بات کہنے سے رُک نہیں سکتا کہ ایک طرف تو خدا تعالے قرآن میں کعبہ کو قبلہ بنانا مسلمان قوم کا امتیاز خصوصی قرار دیتا ہے اور وحدت ملی کے لئے بطور بنیاد بتلاتا ہے اور اسی لئے حضرت نبی کریم صلعم فرماتے ہیں کہ لا تکفروا اھل قبلتکم کہ اپنے اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنا۔ کیونکہ پھر امتیاز خصوصی مٹ جاتا ہے اور وحدت قومی باقی نہیں رہتی اور اس طرح اسلام کی ہستی مٹتی ہے مگر دوسری طرف ہمارے ملا اور علما لوگ کس بیدردی سے اہل قبلہ کی تکفیر کر کے اس جمعیت قومی کے پرزے اُڑاتے ہیں اور امت مسلمہ کے امتیاز خصوصی کو مٹاتے ہیں۔ کیا ایسے علما بائیکاٹ کرنے کے قابل نہیں جو اسلام کی جڑھ پر تبر چلا رہے ہیں ابن سعود یا کوئی یورپین حرمین میں کہیں بم گرائیں تو تمام مسلمان چیخ اٹھیں مگر علما اپنے کفر کے فتوں سے خود مقصد قبلہ کو تباہ کر دیں اور اسلام کی جڑھ پر تبر چلائیں تو کوئی آواز نہ اُٹھے کیا مسلمانوں میں اس کا احساس نہیں رہا۔ یا خطرہ کا صحیح طور پر علم نہیں؟ یاد رکھو یہ گھر کا دشمن سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ اس مار آستین سے بچنے کی فکر کرو۔

(**سوال نمبر ۶**) کیا ایسے کمرے میں نماز پڑھنا جائز ہے جہاں دیواروں پر چاروں طرف تصاویر لگی ہوں یا سوائے قبلہ رُخ کے اور طرف لگی ہوں۔

(**الجواب**) شہروں پہاڑوں دریاؤں مکانوں کے منظر اگر قبلہ رُخ بھی ہوں تو کچھ حرج نہیں۔ جانداروں کی تصاویر بھی اگر قبلہ رُخ نہ ہوں تو کچھ حرج نہیں۔ البتہ اگر ایسی تصاویر قبلہ رُخ ہوں تو وہ بعض علما کے نزدیک درست نہیں اور وہ صرف اس خیال سے کہ کمزور طبیعت اور جہلا کے اندر کسی قسم کی شرک کی تحریک نہ پیدا ہو۔ ورنہ ایک موحد قلب کے لئے کسی کمرہ میں تصویروں کا ہونا کیا اثر رکھتا ہے اور اس کے لئے ایسے کمرہ میں نماز پڑھنا کیوں ناجائز ہو۔ ہاں احتیاط کا پہلو جدا ہے یعنی احتیاط کرلینی چاہیئے کہ ایسا نہ ہو کہ نماز کے وقت تصویر سامنے ہونے سے کسی کو دھوکا لگے یا کسی کمزور عقیدہ انسان کے دل پر بُرا اثر پڑے یا خود اپنی توجہ قلبی میں فرق پڑے۔ اگر ایسی صورت نہیں تو پھر نماز پڑھ لینے میں کوئی حرج نہیں۔

(**سوال نمبر ۷**) کیا ایک مسلمان کے لئے تھیٹر، رام لیلا، راون کا جلنا وغیرہ تماشے دیکھنا اور ڈھول باجوں کی آوازیں سننا جائز ہے؟

(**الجواب**) تفریح کے طور پر کوئی سیر یا تماشہ جس سے کسی گناہ کی بنیاد نہ پڑتی ہو ناجائز نہیں۔ مثلاً کوئی سینما اس خیال سے دیکھے کہ اس سے علم میں ترقی حاصل کرے۔ یا رام لیلا اس لئے دیکھے کہ اس سے کچھ ہندوؤں کے مذہبی رسوم کا پتہ چلتا ہے تو کیا حرج ہے یا تفریح کے لئے کہیں بینڈ بج رہا تھا وہ سن لیا یا تھیٹر کا تماشا ہو رہا تھا دیکھ لیا اس میں کوئی گناہ تو سرزد نہیں ہوا۔ مگر جس وجہ سے ان چیزوں کو اچھا نہیں سمجھا جاتا وہ یہ ہے کہ بعض وقت ان چیزوں سے کوئی بُرا اثر انسان قبول کر کے اپنے وقت اور روپے اور صحت کو اس میں ضائع کر دیتا ہے چونکہ میلوں۔ تماشوں ناچ گانے کی محفلوں میں اس قسم کے خطرہ کا اکثر احتمال ہوتا ہے۔ اس لئے قرآن کریم نے والذین ھم عن اللغو معرضون فرما کر بتلا دیا کہ مومن کی فلاح کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان تمام چیزوں سے اعراض کرے جن میں کوئی نفع نہیں بلکہ نقصان کا احتمال ہے۔ ویسے بجائے خود کوئی ایسی تفریح جس میں ...... کسی گناہ کے پیدا ہونے کا احتمال نہیں منع نہیں بلکہ تفریح تو انسان کی صحت کے لئے ایک ضروری چیز ہے

(**سوال نمبر ۸**) جمعہ کے جائز ہونے کے لئے کم سے کم کتنی آبادی ہونی چاہیئے اور اس کے علاوہ کیا شرائط درکار ہیں۔

(**جواب**) کوئی شرائط درکار نہیں۔ صرف کم سے کم دو آدمی ہونے چاہئیں تاکہ ایک امام بن سکے اور دوسرا مقتدی۔ جو تعداد نماز کی جماعت کے لئے ضروری ہے۔ وہی تعداد جمعہ کی نماز کے لئے ہے۔ یعنی جماعت سے نماز پڑھنے کے لئے کم سے کم دو آدمی ہونے چاہئیں یہی تعداد نماز جمعہ کے لئے ہے۔ اس سے زیادہ کوئی شرط نہیں۔

برادری مذاہب کا بنیادی اصول

ہمیں یہ سنکر خوشی حاصل ہوئی کہ برہمو سماج کے جلسہ سالانہ پر تمام مذاہب کو مدعو کیا گیا کہ "برادری مذہب" پر اپنے اپنے اصولوں کے مطابق مختلف مدعیان مذاہب لکچر دیں۔ چنانچہ اسلام کی طرف سے ہمارے معزز ایڈیٹر لائیٹ محمد یعقوب خاں صاحب کا لکچر ہوا جنہوں نے نہایت صفائی سے قرآن کریم سے ثابت کر کے دکھایا کہ اسلام وہ مذہب ہے جو نہ صرف اپنی کتاب اور اپنے نبی کو منواتا ہے۔ بلکہ دنیا کے تمام مذاہب کو ابتداً منجانب اللہ اُن کے بزرگوں کو راستباز ٹھیراتا ہے۔ اور مذاہب کی آپس کی صلح اور اخوت کے لئے اس سے بڑھکر اور کوئی اصول نہیں ہو سکتا۔ مگر ہمیں اس بات کا افسوس ہی رہا کہ اور کوئی مذہب اس زریں اصول کو اپنی مسلمہ کتاب الٰہی سے نکال کر نہ دکھا سکا۔ اپنے دماغ سے جو کسی کی مرضی چاہے کہے مگر اپنی مسلمہ کتاب آسمانی سے نکال کر دکھانا کارے دارد ہے۔ یہ سہرا قرآن کریم کے سر پر ہی ہے

سکھ مذہب ہاں سکھ مذہب کے نمائندہ سردار جودھ سنگھ صاحب پروفیسر خالصہ کالج امرتسر کی پوزیشن اس بارے میں مضبوط تھی۔ آپ نے بھی اپنی تقریر میں جو اسلام کے نمائندہ کے بعد ہوئی یہ بتایا کہ جہانتک دوسرے مذاہب کی عزت و احترام کا سوال ہے۔ نمائندہ اسلام نے جو کچھ کہا بعینہ وہی سکھ مذہب کی تعلیم ہے۔ اس سے ہمیں تعجب نہیں کیونکہ سکھ مذہب درحقیقت اسلام ہی کا بچہ ہے۔ اور حضرت باوا نانک صاحب علیہ الرحمۃ اللہ ایک سچے اور با خدا مسلمان تھے۔ جیسے خود سردار صاحب نے اپنی تقریر کے دوران میں فرمایا کہ آپ حج کرنے بھی گئے اور گو کعبہ کی طرف پاؤں کر کے سونے سے حاجیوں کو کچھ شبہ ہوا۔ مگر آپ کی شکل و شباہت بالکل مسلمانوں والی تھی اور کوئی پہچان نہ سکا۔ حقیقت یہ ہے کہ صرف ظاہری شکل ہی مسلمانوں کی نہ تھی، بلکہ آپ کا دل بھی نور اسلام سے منور تھا۔

برہمو سماج اسی طرح ہندو مذہب میں سکھ تحریک کے علاوہ دوسری تحریک برہمو سماج کی ہے جو اسلام سے متاثر ہو کر پیدا ہوئی۔ اور آج اگر ہمیں اہل ہنود میں سے صرف دو ایسے گروہ نظر آتے ہیں جو دوسرے مذاہب اور ان کے بانیاں کی عزت کے اصول پر کاربند ہیں یعنی سکھ اور برہمو سماج۔ تو درحقیقت یہ سہرا بھی اسلام کے سر ہے جس نے ہندوستان میں

عالمگیر اخوت الغرض اسلام کا یہ اصول کہ سب اقوام کی طرف انبیا آئے اور وہ قابل عزت ہیں ایک ایسا اصول ہے جس کے سامنے دنیا کو گردن جھکانے کے سوائے کوئی چارہ نہیں۔ اس زمانہ میں جبکہ عالمگیری کی ہوا ہر طرف چلتی نظر آتی ہے۔ اور انسانی قلب باہمی مناقشات سے متنفر ہو کر عالمگیر اخوت انسانی کی طرف مائل نظر آرہا ہے۔ اگر کوئی مذہبی اصول ایسا ہے جو اس عام خواہش کو پورا کر سکے اور مذہب کو مذہب سے اور انسان کو انسان سے رشتہ اخوت میں منسلک کر سکے تو وہ یہی ایک اصول ہے کہ سب مذاہب کو منجانب اللہ تسلیم کیا جائے جسکی تعلیم سب سے اول اسلام نے دی۔

ایک پنڈت اور ایک پیر

پنڈت ہنسہ نند پرچارک آریہ سماج نے پیر حسن نظامی صاحب کو چیلنج دیا ہے کہ میں اپنے دھرم کی صداقت کے ثبوت میں تین معجزے دکھانے کو تیار ہوں:۔

سوئی کے ناکے سے اونٹ کو گذارنا۔

ایک آدمی کے دو آدمی بنانا۔

چاند کو دو ٹکڑے کرنا۔

پیر حسن نظامی صاحب نے چیلنج کو منظور کرتے ہوئے جواب دیا ہے کہ اگر پنڈت مذکور ان میں سے ایک معجزہ بھی کر دکھائے تو میں اقرار کرلونگا کہ آریہ دھرم میں صداقت ہے ایسے جلسہ کا صدر کوئی سکھ ہو یا عیسائی۔ اگر پنڈت جی کوئی معجزہ نہ دکھا سکے تو پھر میں معجزہ دکھاؤنگا۔ اور وہ یہ کہ پنڈت جی آنکھیں بند کر کے اور دونوں کانوں کو ہاتھوں سے پکڑ کر طلوع آفتاب سے غروب تک میرے پاس بیٹھا رہے تاکہ میں اس پر نظر جماؤں مجھے اُمید کامل ہے کہ غروب ہونے سے قبل وہ کلمہ طیبہ پڑھ کر وہیں عام مجلس میں اسلام کا اعلان کر دے گا۔ اگر میں ایسا نہ کر سکا تو میں وہیں اعلان کر دونگا کہ مجھ میں کوئی روحانی طاقت نہیں۔

مذہب یا مداری کا کھیل

مذہبی معاملات میں اس قسم کی حرکات کو کوئی سنجیدہ شخص پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھ سکتا۔ ہمارے نزدیک اس تمسخرانہ انداز میں مذہب کا ذکر کرنا کسی واعظ مذہب کے شایان شان نہیں خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو۔ مذہب کا مقصد نہایت اعلیٰ و ارفع ہے یعنی انسان کی اخلاقی اور روحانی بہبودی۔ اس بلند مقام سے گرا کر اسے چند شعبدہ بازیوں اور ہتھکنڈوں کی سطح پر لانا مذہب کی ہتک ہے جس کا مرتکب اگر کوئی ایسا شخص ہو جو مذہب کی حقیقت سے جاہل مطلق ہو تو ہو مگر کم از کم ایسے شخص سے جو پنڈت کہلاتا ہو یا پیر ایسی خفیف اور سوقیانہ حرکت کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ ہمیں آریہ دھرم سے بہت سی باتوں میں اختلاف ہے تاہم ہم آریہ دھرم کو یہ حیثیت دینے کیلئے تیار نہیں جو خود اس کے نادان دوست اور پرچارک نے اسے عطا کی ہے ہم سمجھتے ہیں کہ آریہ دھرم کا نصب العین بھی اس سے بہت بلند ہے خواہ اسکے حصول کے راستے ہمارے نزدیک صحیح نہ ہوں۔ ہمیں یقین ہے کوئی سنجیدہ مزاج آریہ جو اپنے مذہب کے وقار کا احساس رکھتا ہے۔ ہرگز پسند نہیں کرے گا۔ کہ اسے مداری کے کھیل کی حیثیت میں جہانگے سامنے پیش کیا جائے

پیری کا پھندا ایک مسلمان کی حیثیت سے ہم حسن نظامی صاحب کی خدمت میں با ادب تمام التجا کرتے ہیں کہ خدا کے واسطے جہاں مذہب کا سوال ہو آپ اسلامی وقار کو نظر انداز نہ کیا کریں اسلام جیسا بلند مذہب اور اسکے متعلق ایک تماشے اور کھیل کا خیال پیدا کرنا بالآخر تبلیغ اسلام کے لئے سخت مضر ثابت ہوگا۔ کیونکہ ہر شخص جو پیری مریدی کی بھول بھلیاں میں گرفتار نہ ہو دیکھ سکتا ہے کہ صداقت اسلام کو جو عقل سلیم کی مضبوط چٹان پر قائم ہے ایسے بازاری تماشوں کا مرہون منت بنانا اسکے لئے کسقدر مزیل شان ہے ایسے دعوے ایک بیہودہ بڑے بڑھ کی حقیقت نہیں رکھتے خود نبی کریم کو ارشاد ہوتا ہے۔ ما انت علیھم بمصیطر مگر آپ ہیں کہ زبردستی بھی دوسرے کو منوانے کے مدعی ہیں۔ بلا شبہ آپ کا منشا تو صرف اسقدر ہوگی کہ ذرا میدان

تبلیغ الاحمدیت
فی عہدِ المسیح الموعود

اس اندھیر گردی کے زمانہ میں جب کہ شرک اور بدعت کے سمندر کی امواج مذہب اسلام کی دیواروں کو گرانے کے واسطے زور مار رہی تھیں۔ جب وعدہ خداوندی وہ انسان جس کو مسیح موعود کہا گیا تھا۔ حسب بشارات دنیا میں تشریف لایا۔ وہ وقت ہمارے واسطے بھی نہایت مبارک تھا۔ جبکہ اس پاک انسان کے مطہر ہاتھوں میں ہم لوگوں نے اپنے ہاتھ کو دیا تھا۔ ہم اپنی قسمت پر ناز کرتے تھے۔ کہ ہم نے مسیح موعود کا زمانہ پایا۔ جس کو ترستے ترستے اور انتظار کرتے دنیا کا ایک بڑا گروہ صدیوں ہوئیں گذر چکا تھا۔ ہم لوگ اس فرخندہ فال انسان کی مجلس میں بیٹھتے تھے۔ مصافحہ کرتے تھے۔ اس کے پیارے ہاتھوں کو چومتے تھے۔ اور آنکھوں پر لگاتے تھے اور گھنٹوں پاس بیٹھ کر اس کے پاؤں۔ ہاتھ دباتے تھے۔ اور وہ پیارا چہرہ ہم جیسے خاکساروں کو اپنے گرد دیکھ کر پھولا نہ سماتا تھا۔ اللہ تعالےٰ کی حمد کرتا تھا۔ اور ہم لوگوں کے واسطے دل وجان سے دعائیں کرتا تھا۔ اس پیارے انسان کی تعلیم کو اس کی کتابوں میں پڑھتے تھے اور خود اس کی زبان سے اس کے دعوے کی تشریح سنتے تھے۔ جس میں اس کی تبدیلی عقاید کا ذکر کبھی نہ ہوتا تھا۔ اور نہ وہ انسان یہ بیان کرتا تھا۔ کہ میری سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی کتب اب منسوخ ہو چکی ہیں۔ اور اب ان سے دلایل پکڑنا غلطی ہے۔ اور نہ وہ مبارک انسان بھی یہ کہتا سنا گیا کہ وہ پہلے کچھ عرصہ تک اپنی نبوت کے سمجھنے میں غلطی کرتا رہا تھا۔ ہم نے کبھی نہ سنا تھا کہ اس مسیح موعود نے یہ کہا تھا کہ میرے نہ ماننے سے کفر لازم آتا ہے۔ یا غیر احمدیوں کا جنازہ ناجایز ہے۔ ہم لوگ تو اس پیارے کے دصال تک اور پھر خلیفۃ المسیح مولوی نورالدین مرحوم کے وفات تک یہی سمجھتے تھے کہ ہم جیسے بہت انسان ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود کے دعادی کو آپ کی زبان مبارک سے بارہا مفصل سنا تھا۔ مگر ہم کو کیا معلوم تھا کہ ہمارا نصیب جلدی بگڑ جاویگا۔ کہ احمدیت کو بدنام کر کے بانئے سلسلہ کی ذات پاک کے برخلاف چند احمدیوں کی خود غرضی اور کج روی اور کم فہمی کی وجہ سے خود حضرت مسیح موعود کا بیٹا غلطی کھا کر اسلامی دنیا کے سامنے ایسا عقیدہ پیش کریگا جس کی سند نہ ہم نے حضرت مسیح موعود کی کتب میں پائی تھی نہ ہی ایسے عقیدہ کی تائید کے لئے حضرت مسیح موعود کا کوئی بیان یا وعظ کبھی سنا تھا۔ اور نہ ہی مولوی نورالدین مرحوم کی زندگی میں اس غالیانہ عقیدہ کی منحوس آواز ہمارے کانوں میں پڑی تھی۔ ابتدائے احمدیت میں ہم گوجرانوالہ شہر میں صرف ۲+۱ آدمی تھے۔ جن میں خاکسار ابھی بچہ ہی تھا۔ اس واسطے ہم لوگ غیر احمدیوں کی انگلیوں پر ½ ۵ آدمی شمار ہوا کرتے تھے۔ اللہ تعالےٰ میرے اُن مرحوم احمدی دوستوں کو قیامت کے دن حضرت محمد صلعم کی بغل میں جگہ دیوے۔ جن میں سے بعض زندہ ہیں اور بعض فوت ہو گئے ہیں۔ حضرت مسیح موعود کے بعد بہشت میں جگہ دیوے۔ آمین۔ میں اپنے ان فوت شدہ دوستوں کے واسطے بہت دعائیں کرتا رہتا ہوں۔ ان دوستوں میں ایک صاحب باباگوما دھنیا (دھلاج) بھی تھے۔ میں اپنی ابتدائی تبلیغ احمدیت کا قصہ عوام الناس کے سامنے تحریر کر کے پیش کرتا ہوں۔ اس باباگوما دھنیا کی تبلیغ احمدیت کا ذکر خیر کرتا ہوں۔ امید ہے پیغام صلح کے نئے ناظرین

Neno Alma a diayal ala

Alamadiyal میں خود تفاوت کرینگے۔ جس طرح مسیح ناصری کی موت کے بعد عیسائیوں نے مسیح ناصری کو ابن اللہ بنانے کی خاطر تثلیث کی بنیاد ڈالی تھی۔ اور

کو بجائے

کے سچا اور قابل پیروی مروج کیا تھا اور مسیح کی نبوت کی بجائے مسیح ناصری کے ابن اللہ ہونے کے عقیدہ کو مروج کیا تھا۔ اس طرح یہاں پر بھی اہل قادیان سے یہ عقیدہ تراشا گیا۔ اور امانت اور دیانت کی پرواہ نہ کی۔ اور یہ بات بھی ضرور ہونی تھی۔ کیونکہ مسیح محمدی مسیح ناصری کا مثیل کامل تھا۔ حضرت مسیح موعود کی زندگی میں ہم لوگ اسلام اور احمدیت کو نہایت سادہ سمجھتے تھے۔ اور اسی واسطے تبلیغ احمدیت میں خود کو ئی تراشیدہ حوالجات کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔ جو کچھ ہم لوگ مسیح موعود کے منہ مبارک سے یا دیان سے سن کر آتے تھے۔ بعینہ وہ ہم غیر احمدی دوستوں اور اپنے احباب میں بیان کر دیتے تھے۔ غلطی کا ازالہ کا

اشتہار ہم لوگوں نے جب پڑھا تھا۔ تو اس وقت ہم لوگوں نے کبھی خیال تک بھی نہ کیا تھا۔ کہ حضرت مسیح نے اپنی نبوت کے بارے میں اپنا پہلا عقیدہ یا بیان اب بدل لیا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ اس پر شاہد ہے۔ اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہو۔ اور وہ لوگ ہمارے نزدیک قابل پرستش عنداللہ ہیں۔ جنہوں نے مل ملا کر ایسا غالیانہ عقیدہ مروج کیا ہے۔ المختصر میں اپنے مرحوم دوست گوما دھنیا کی تبلیغ احمدیت کی طرف پھر عود کرتا ہوں مرحوم باباگوما ایک سیدھا سادھا ناخواندہ کشمیری بزرگ ۵۵ سالہ تھا جب اس نے مسیح موعود کی زیارت کے لئے گوجرانوالہ سے لیکر امرتسر تک ریل میں سفر کیا۔ آگے امرتسر سے لیکر قادیان پیدل گیا تھا۔ یہ مرد خدا اپنے سینہ میں ایمانداری سے کام کرتا تھا۔ یہ بڈھا بابا احمدیت میں رنگین ہو کر حیات و وفات مسیح پر خوب اپنی زبان میں غیروں کے ساتھ بحث مباحثہ کرتا رہتا تھا۔ اور احمدیت کے اصولوں پر خوب عبور رکھتا تھا۔ غرضیکہ حضرت مسیح موعود کا عشق اور محبت اس بڈھے احمدی کے دل میں بہت تھا۔ لوگ اس کو پاگل۔ بیوقوف وغیرہ ناموں سے یاد کرتے تھے۔ مگر ان الفاظ کی نہ ہی پرواہ کیا کرتا تھا۔ اور نہ ہی غیر احمدیوں کے ناجایز حملوں سے کبھی گھبرایا کرتا تھا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ حق کی پیروی کرنے والے ہمیشہ ہی سے ایسے ناموں سے یاد کئے جاتے تھے۔ اب اس کی تبلیغ احمدیت کا مختصر قصہ سن لیجئے۔ وہ دل سے چاہتا تھا کہ ہر ایک معرفت حق میں احمدیت کو قبول کر لیوے۔ ایک شام کا ذکر ہے کہ وہ اپنے مکان پر جہاں اس کی دوکان بھی تھی بیٹھا ہوا حقہ نوش کر رہا تھا کہ ایک مسلمان خاتون سر پر روئی کا گٹھڑ اٹھائے ہوئے آئی۔ اور السلام علیکم کہا کہ چچا اس روئی کو صبح تک صاف کر دو ہمیں ضرورت ہے۔ میاں گوما نے جواب دیا بعد نماز فجر کل سویرے صبح آجانا۔ میں انشاء اللہ روئی کو صاف کر چھوڑونگا یہ جواب لیکر وہ مسلم خاتون چلی گئی۔ رات آگئی۔ بڈھا باباگوما سو گئے۔ چار بجے کو اٹھے تہجد پڑھی اور چند دعائیں۔ اپنے اسلام واحمدیت سلسلہ یاروں اغیار اور اولاد اور ہمسائیگان کے واسطے کیں۔ نماز تہجد سے فارغ ہو کر آپ ذکر الہٰی میں مشغول ہو گئے۔ حتیٰ کہ پاس کی مسجد سے بانگ نماز ہوئی۔ بڈھے میاں نے ذکر الہٰی کو ختم کر کے نماز فجر کو ادا کر کے اپنے کام پر آئے۔ آپ نے اعوذ باللہ پڑھی بعد ازاں بسم اللہ کہکر تاڑے کو ضربات لگانی شروع کر دیں۔ اور ساتھ ہی یہ مناجات اور مدح پڑھنی شروع کر دی تھی۔ جو وہ اکثر گایا کرتے تھے +

اول نام خدا ئیدا جہڑا سچا پروردگار + دوجا نام رسول دا جو امت دا سردار

مرحوم اپنا مست ہو کر یہ مناجات پڑھتا تھا اور ساتھ ہی اپنے تاڑے کو ضربات لگا کر رفت۔ رفت......... الخ کی آوازیں پیدا کرتا تھا جن کا شور بہت دور تک سنا جاتا تھا۔ اس مناجات کو ختم کرنے کے بعد وہ اپنی ساختہ مناجات پڑھتا تھا۔ اس کی اپنی ہوئی مدح کا شعر حسب ذیل ہے:۔

مائے نی سن میری ماۓ مرزا مہدی آیا نی
وچ قادیاں دے اس نے آکے ڈیرا لہ دا لا یا نی۔ الخ

المختصر اپنا کام ختم کر کے مرحوم آرام کے لئے ٹھہر گیا۔ اس کو کیا معلوم تھا کہ کوئی باہر کھڑے ہو کر اس کی دعا مناجات اور مدح کو بھی سن رہا تھا۔ جب اس نے دوکان کا دروازہ کھولا۔ اس نے دیکھا کہ مسلمان خاتون کھڑی ہے۔ اور بعد السلام علیکم وہ خاتون اندر داخل ہو کر دوکان میں بیٹھ گئی۔ اس نے دیکھا کہ روئی کا ایک صاف شدہ انبار پڑا ہے۔ پوچھا چچا۔ کیا یہی میرا دیا ہوا روئی ہے۔ مرحوم نے ہاں میں جواب دیا۔ روئی کو لیکر خاتون نے اپنی پونیاں بانٹنی شروع کر دیں۔ مرحوم کو قدرے پرانی کھانسی اور تھوڑی محنت کرنے سے دمہ کی مرض ہو جاتی تھی۔ جب یہ دمہ کا دورہ ہوتا تھا۔ وہ یہ سمجھ کر کہ اب شاید جان نکل ہی جائیگی تسبیحات پڑھا کرتا تھا + جب اس کے دمہ کا دورہ ختم ہو گیا اور خاتون نے دیکھا کہ اس کی حالت میں فرق آگیا تھا۔ اس نے کہا چچا۔ اگر آپ ناراض نہ ہوں میں آپ سے ایک بات کہنی چاہتی ہوں۔ میرے اندر آنے سے قبل آپ مرزا صاحبان کا گیت گا رہے تھے۔ اب جب کہ آپ کے کام کی وجہ سے دمہ ہو گیا۔ آپ نے اللہ اللہ کرنا شروع کر دیا تھا کیا معاملہ ہے۔ دنیا جہان سب صبح سویرے اٹھ کر نماز پڑھتے ہیں۔ قرآن شریف پڑھتے ہیں۔ ایک آپ ہیں۔ کہ آپ مرزا مرزا پڑھتے تھے۔ آپ قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھے ہیں۔ آپ کو مرزا صاحبان کے قصے نہ پڑھنے چاہئیے۔ اللہ اور رسول کا نام پڑھنا چاہئیے۔ مسلم خاتون کی یہ باتیں سن کر مرحوم چوکنا ہو گیا۔ دمہ جاتا رہا۔ گوما نے خاتون کو کہا تم کو کس طرح پتہ لگا ہے کہ میں مرزا صاحبان

کا قصہ صبح صبح ہی پڑھ رہا تھا۔ عورت نے جواب دیا۔ میں سویرے گھر سے نکلی تھی۔ جب میں تمہاری دوکان کے دروازے پر پہنچی۔ تم بار بار یہی کہتے تھے۔ مرزا آیا نی۔ مرزا آیا نی۔ تاڑے کی سخت اور بلند آوازوں کی وجہ سے میں تمام سرگذشت کو اچھی طرح سے نہ سن سکتی تھی۔ تم اپنے خیالات میں مگن تھے۔ میں نے تمکو اس حالت میں ہٹانا نامناسب خیال کیا۔ جب تم نے خود دوکان کا دروازہ کھولا تب میں نے تم کو سلام علیکم کی۔ ورنہ میں تمام وقت باہر ہی منتظر کھڑی تھی۔ جب تم اپنا راگ الاپتے تھے۔ گوما کو عورت کے ان الفاظ سے کہ مرزا صاحبان کا قصہ یا تم اپنا راگ بول رہے تھے۔ دل میں قدرے غصہ محسوس ہوا۔ مگر جلدی ہی کہا بیٹی میں مرزا صاحبان کا قصہ نہیں پڑھ رہا تھا۔ نہ ہی میں کوئی راگ گا رہا تھا۔ میں تو تہجد نماز کے مناجات کے ساتھ اپنے پیرومرشد حضرت مرزا صاحب قادیان والے کی مدح پڑھا کرتا ہوں۔ تمکو غلطی لگی ہے۔ میں تو قصوں کو فضول اور بیہودہ خیال کرتا ہوں۔ مرزا صاحب اس چودھویں صدی کے امام اور مہدی ہیں۔ آپ کا نام مرزا غلام احمد ہے آپ کو خدا تعالےٰ نے حق کے ساتھ اس وقت قادیان میں مجدد کر کے بھیجا ہے مسلمانوں کی خیر اب اس بات میں ہے کہ وہ حضرت جی کو مان جاویں عیسیٰ مسیح جو مائی مریم کا بیٹا تھا وہ مر گیا ہوا ہے۔ اس کی قبر کشمیر میں ہے وہ آسمانوں کے اوپر نہیں گیا ہے۔ ہاں اسکی روح آسمانوں پر گئی ہوئی ہے جیسے عام نیک ارواح ہوتے ہیں۔ قرآن حدیث سے عیسیٰ مسیح کے مرنے کی گواہی ثابت ہے۔ اس پر مسلم خاتون نے کہا چچا۔ مجھے تو آج پتہ لگا ہے۔ تم بھی مرزائی ہو گئے ہو۔ گوما نے کہا بیٹی میں نہ تو مرزائی ہوں۔ نہ مرچی۔ نہ رضائی۔ نہ تلائی۔ میں تو مسلمان ہوں۔ ہاں حضرت مرزا صاحب کا نہایت ادنےٰ غلام ہوں۔

مسلم خاتون۔ چچا گوما۔ ہمارے مولوی لیا الہیا وغیرہ کہتے ہیں قادیان والے مرزا صاحب نے پیغمبری کا دعوےٰ کیا ہے۔ جھوٹے پر خدا کی لعنت ہے۔ حضرت مرزا صاحب تو نہ نبی ہیں نہ رسول ہیں۔ ہاں اس صدی کے مجدد ضرور ہیں +

مسلم خاتون۔ جب سارا جہان کہتا ہے۔ مرزا صاحب نے پیغمبری کا دعوےٰ کیا ہے۔ نہ معلوم۔ وہ لوگ سچے ہیں یا آپ کے مرزا صاحب۔ اس کا فیصلہ کون کرے +

گوما۔ بیٹی اس بات کا فیصلہ حضرت صاحب سے ہو سکتا ہے۔ آپ کی کتابیں موجود ہیں۔ میرے پیر بھائی نواب خاں اور محمد بخش حجام کے پاس حضرت جی کی کتابیں موجود ہیں۔ مسلم خاتون۔ آپ نے اپنے مرزا صاحب کو خود بھی دیکھا ہے یا سن سنا کر مرید ہو گئے گوما۔ پہلے میں نے حضرت کا ذکر اپنے پیر بھائیوں سے سنا میری اللہ کے فضل سے تسلی ہوئی پھر میں خود قادیان شریف گیا تھا اور حضرت سے ملاقات کی تھی۔ مسلم خاتون۔ آپ کے صاحب کو دعوے کئے ہوئے کتنے سال ہوئے ہیں۔ گوما۔ سال۔ مسلم خاتون۔ آپ کو کس طرح پتہ ملا ہے۔ کہ قرآن میں عیسیٰ کے مرنے کی خبر درج ہے۔ گوما۔ قرآن شریف میں ۳۰ آیات میں جن سے عیسیٰ کے مرنے کی خبر ملتی ہے۔ مسلم خاتون۔ تم قرآن مجید پڑھے ہوئے ہو۔ گوما۔ نہیں۔ جب تم قرآن نہیں پڑھے ہوئے ہو۔ تم کو کیا خبر ہے کہ ۳۰ کونسی آیات ہیں گوما۔ میں اگر پڑھا نہیں۔ تو یہ میرا قصور ہے۔ میرے حضرت کی کتاب میں ثبوت اور حوالے موجود ہیں۔ مسلم خاتون۔ حدیث میں کونسی عیسیٰ کے خبر ہے۔ گوما۔ میں حدیث نہیں جانتا البتہ امام مالک علیہ الرحمتہ کا قول ہے کہتے ہیں عیسیٰ مر گیا۔ مسلم خاتون۔ آخری نبی کون ہے۔ گوما۔ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ مسلم خاتون۔ عیسیٰ نبی زندہ ہے اور آخر آنیوالا ہے۔ گوما۔ جبکہ عیسیٰ ابھی زندہ ہے اور تم بولتی ہو کہ وہ آخر میں آئیگا۔ پھر محمد رسول آخری نبی کس طرح ہو سکتے ہیں۔ مسلم خاتون۔ آخری زمانہ میں نبی ہو کر آئیگا۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے گوما۔ ایک طرف تم مانتی ہو کہ حضرت محمد رسول اللہ آخری نبی ہیں ہے کہ عیسیٰ مسیح آخری زمانہ میں آئیگا۔ یہ تو دو مختلف خیالات ہیں۔ مسلم خاتون۔ عیسیٰ مسیح ضرور آئیگا۔ حدیث میں بھی یہ بات ثابت ہے۔ میں امامکم منکم یعنی تمہارا امام تمہارے درمیان ہوگا۔ خاتون کو نبی مانتے ہیں۔ گوما۔ توبہ توبہ۔ میرے باؤں دوزخ میں ہیں عقیدہ ہے یا یہ عقیدہ ہو۔ مسلم خاتون۔ لوگ کہتے ہیں مرزا نبی ہونیکا دعوے کیا ہے تم نے قادیان جا کر مرزا صاحب کی گوما۔ میں قادیان میں چند دن رہا۔ میں نے حضرت کی زبان سے ذکر نہیں سنا تھا نہ ہی قادیان میں کسی پیر بھائی نے یہ بات

(بقیہ صفحہ

واقعات عالم

طہران ۳۱ اکتوبر۔ آج مجلس نے اسی رایوں کی کثرت سے یہ ریزولیوشن پاس کیا ہے کہ قوم کی فلاح وبہبود کے نام سے مجلس نے اسی رایوں کی کثرت سے ریزولیوشن پاس کیا ہے کہ قوم کی فلاح وبہبود کے نام سے مجلس نے خاندان قاچار کو معزول کر دیا ہے اور آئینی اور قومی قوانین کی رو سے رضا خان پہلوی کو عارضی حکومت کے اختیارات سپرد کئے جاتے ہیں۔ قومی مجلس آئندہ ایک مستقل حکومت کا فیصلہ کریگی +

لندن ۲ نومبر شاہ ایران نے جو اس وقت پیرس کے ایک ہوٹل میں فروکش ہیں مجلس کے اس فیصلہ پر احتجاج کیا ہے کہ ان کے خاندان قاچار کو تخت سے معزول کر دیا جائے۔

شاہ ایران ایران سے تازہ واقعات کی مزید اطلاعات کا انتظار کر رہے ہیں +

تبریز ۲ نومبر اس خبر سے کہ شاہ ایران کو معزول کر دیا گیا ہے یہاں کوئی بے چینی پیدا نہیں ہوئی ہے۔ شہر میں آج سے تین دن تک جشن منایا جائیگا +

لندن یکم نومبر طہران کی تازہ ترین اطلاعات مظہر ہیں کہ ایران کے طول و عرض میں آقا رضا خاں کے تخت نشین ہونے کو عام طور پر پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں +

لندن ۳ نومبر۔ نامہ نگار ٹائمز رقمطراز ہے کہ مصطفےٰ کمال پاشا شام کا لباس اور انگریزی ٹوپی (ہیٹ) پہن کر اجلاس میں آئے۔ ڈپٹی یا تو اس لباس میں ملبوس تھے۔ اور یا صبح کا لباس پہنے ہوئے تھے۔

غازی موصوف نے تقریر میں بار بار اس بات پر زور دیا کہ ترکی پرانی بیڑیوں کو کاٹ ڈالے۔ اور ملک کی ترقی و تہذیب کو رائج کرے کمال پاشا نے روس سے بہت بڑے دوستانہ تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ مغربی طاقتوں کے ساتھ جھگڑے معاہدوں کے مطابق طے ہو رہے ہیں موصل کے متعلق آپ نے فرمایا کہ مجھے یقین ہے کہ ترکی سے انصاف انصاف ہوگا۔ آپ نے حفاظتی معاہدہ کا ذکر جس کا مطلب برقراری امن ہے لیکن آپ نے کہا۔ کہ جب تک تمام لوگ اس میں شامل نہ ہوں عالمگیر امن قایم نہیں ہوسکتا +

ترکی ٹکسال میں سونے کے سکے ڈھالے گئے ہیں۔ جن پر یہ عبارت ہے "الجمہوریۃ الترکیہ انقرہ ۱۳۴۲ھ" اور عنقریب برونز کے سکے جاری ہونگے۔ جن پر غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے برہنہ سر کی تصویر ہوگی +

اب شام ولبنان کے تمام ملک میں بے قاعدہ جنگ شروع ہوگئی ہے۔ اور چھوٹی چھوٹی جماعتیں ہر مقام پر علم بغاوت لے کر کھڑی ہوگئی ہیں چند جماعتیں شوف اور وادی تیم میں ہیں۔ چند جماعتوں نے اطراف دمشق اور وادی عجم میں اضطراب برپا کر رکھا ہے اور ایک زبردست جماعت نے حماہ میں جنگی کارروائیاں شروع کر دی ہیں۔ ہنگامہ حماہ کے علاوہ بیروت میں جو بے چینی پھیلی ہوئی ہے۔ اور دمشق میں جو فتنہ برپا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اب بغاوت کی آگ دروز اور حوران ہی تک محدود نہیں۔ بلکہ تمام علاقہ شام فرانس کا جؤا گردن سے اتار دینے کے لئے تیار ہوگیا ہے شوف کے جو لوگ مدد کے لئے جبل دروز گئے ہوئے تھے وہ اب دروزیوں کی ایک بڑی جماعت لیکر شوف پہنچ گئے ہیں تاکہ جنوبی لبنان میں فرانسیسی افواج پر حملے کریں۔ تاکہ فرانسیسیوں کا سلسلہ آمد و رفت اور خبر رسانی منقطع کر کے اس طریقہ سے جنگ کو پھیلا دیا جائے۔ فرانسیسی کسی جگہ اپنی قوت کو مجتمع نہ کر سکیں۔ (فلسطین)

انجمن حمایت اسلام لاہور کا سالانہ جلسہ

برادران اسلام سے اپیل

انجمن حمایت اسلام لاہور گذشتہ چالیس سال سے قوم اور مذہب کی خدمات انجام دے رہی ہے۔ وہ زمانہ پر آشکارا ہیں۔ اور بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ اس مدت میں اس نے نہ محض مسلمانوں کے قومی ناموس ہی کو محفوظ رکھا ہے۔ بلکہ نئے حالات اور ماحول کے لحاظ سے ان کے لئے دینی و دنیوی ترقی کی بہترین راہ کھول دیں۔ اس نے سرسید علیہ الرحمتہ کی آواز کا پرجوش خیر مقدم کیا۔ اور اسی کے وجود کی برکت ہے۔ کہ آج پنجاب میں ملت بیضا کے نونہال تعلیم میں ہمسایہ اقوام کے دوش بدوش نظر آتے ہیں۔ ہر مقام پر حصول علم کا خاص شوق پیدا ہوگیا ہے۔ اور مسلمانوں کے لئے نظم و نسق ملک کے تمام شعبوں میں شرکت کا موقع نکل آیا ہے +

انجمن کی وسیع قومی خدمات کا سنگ بنیاد ۱۸۸۴ء میں رکھا گیا تھا۔ اس نے لڑکوں کے لئے درس گاہیں کھولیں لڑکیوں کی تعلیم کا انتظام کیا۔ ایک عظیم الشان یتیم خانہ کی بنیاد رکھی ایک اعلیٰ درجہ کے کالج کا اہتمام کیا۔ جو آج نہ محض پنجاب بلکہ ہندوستان کی چند نہایت منتخب اعلےٰ تعلیم گاہوں میں شمار ہوتا ہے۔ اس وقت شہر لاہور میں انجمن کے تین ہائی سکول ایک مڈل سکول اور آٹھ لنسوانی درس گاہیں موجود ہیں۔ علاوہ بریں ضلع لاہور۔ گورداسپور۔ اور آگرہ کے علاقہ ارتداد میں ساٹھ سے زاید اس کے ابتدائی مدارس ہیں۔ مردانہ و زنانہ یتیم خانے نہایت اعلےٰ پیمانہ پر چل رہے ہیں۔ جن کے ساتھ عمدہ کارخانے قایم ہیں تالیف و طبع و اشاعت اسلام کے شعبے ان سے علاوہ ہیں۔ انجمن کی عام درس گاہوں میں مجموعی طور پر سات ہزار طلبا تعلیم پاتے ہیں۔ اور اس کے سالانہ مصارف کا تخمینہ کم و بیش سوا چھ لاکھ روپیہ ہے

یہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں کہ اب تک انجمن نے جو کام کیا وہ قوم ہی کی مساعدت کا نتیجہ تھا۔ لیکن نہایت ادب کے ساتھ یہ افسوسناک حقیقت عرض کرنا پڑتی ہے۔ کہ انجمن کے دایرہ عمل کی ترقی اور ضروریات و احتیاجات کی بیشی سے اس کے کام جو اضافہ ہوا قوم نے اس کے مطابق اپنی کریمانہ یاوری و اعانت فرمائی کا فرض انجام نہ دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ انجمن کے مصارف کے مقابلے میں اس کی آمد کم رہ گئی ہے۔ قوم کا فرض ہے کہ وہ اپنی بیش از بیش توجہات عالیہ سے انجمن کے افادی ادارہ کو تمام مالی احتیاجات سے بے نیاز کر دے۔ اور اسے اپنے پروگرام کو وسیع تر کرنے کے قابل بنا دے +

انجمن کا سالانہ جلسہ اکتوبر کی بجائے ۲۵ دسمبر ۱۹۲۵ء بروز یکشنبہ۔ دوشنبہ۔ سہ شنبہ۔ اسلامیہ کالج کے وسیع میدان میں منعقد ہوگا۔ قوم و ملت کے بہی خواہان کے لئے یہ زرین موقع ہے۔ کہ وہ اس تقریب سعید پر عملی ہمدردی کا روشن ثبوت پیش کریں۔ اور نہ صرف خود ہی جلسہ میں شریک ہوں۔ بلکہ اپنے احباب و رفقا کو بھی شرکت کی ترغیب دیں۔ رزاق دوجہاں کے عطا کردہ زر و مال سے قسموں کا حصہ ادا کریں اور دیگر حضرات سے بھی چندہ فراہم کر کے اپنے ہمراہ لائیں +

الملتمس

خادم قوم محمد شفیع (میاں سر) کے سی ایس آئی۔ سی آئی ای خان بہادر ڈاکٹر۔ بیرسٹر ایٹ لا) پریزیڈنٹ انجمن حمایت اسلام لاہور

(بقیہ مضمون صفحہ ۴) مسلمان خاتون آپکے مرزا صاحب کا عقیدہ شروع سے ایک ہے یا کوئی بدلا ہے۔ گوما۔ استغفر اللہ۔ استغفر اللہ۔ وہ امام مہدی مجدد کیسا جو اپنا عقیدہ بدلے مسلمان خاتون سنا ہے کہ ایک اشتہار غلطی کا ازالہ (تمہاری جماعت کے پاس شاید ہو) قادیان سے حال میں شائع ہوا ہے اسمیں یہ بات صاف لکھی ہوئی ہے۔ گوما۔ غلطی کے ازالہ کے اشتہار کا مطلب یہ نہیں ہے کہ پہلے حضرت صاحب نبی نہ تھے۔ اب نبی بن گئے ہیں۔ مسلم خاتون پھر دوبارہ پتہ کرتی ہوں آپ مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں۔ گوما۔ میں حضرت کو نبی نہیں مانتا بلکہ ہمارے حضرت نے محمد رسول اللہ کے بعد نبی ہونے کے دعویدار کو کاجب (کاذب) کہا ہے لعنتی کہا ہے مردود کہا ہے۔

مسلم خاتون۔ بابا تم بڑے ایماندار ہو گوما بیٹی تمہاری مہربانی مسلم خاتون میں بھی انشاء اللہ تعالےٰ آپکے مرزا صاحب کے بارہ میں گھر جا کر اپنے عزیزوں سے مرزائی میں گفتگو کرونگی گوما ہم کو مرزائی کہنا ناواجب ہے مسلم خاتون پھر آپ کو کیا کہوں۔ گوما مسلمان۔ مسلم خاتون تم لوگ اُن لوگوں کو جو مسلمان ہیں اگر مرزا صاحب کو نہیں مانتے کیوں کافر کہتے ہو۔ گوما۔ توبہ توبہ۔ یہ گفتگو یہاں تک ختم ہوگئی کہ مسلم خاتون چلی گئی۔ گوما کے وعظ کا اچھا اثر ہوا۔ کچھ مدت بعد اس کے گھر کے لوگوں نے اور بیٹیوں نے بیعت کر لی۔ الحمد للہ مرحوم گوما اب گوجرانوالہ کے قبرستان میں مدفون ہے سب احمدی اور ناظرین اخبار اس میرے مرحوم دوست کے حق میں دعا مغفرت کرکے عند اللہ ماجور ہوں +

حسن علی سینیر سب اسسٹنٹ سرجن۔ کنجاہ۔ ضلع گجرات

سول انجینیرنگ کالج کپورتھلہ

بہ سرپرستی و امداد

ہز ہائی نس علیجناب مہاراجہ صاحب بہادر دام اقبالہٗ۔ سال گذشتہ پر کالج ہذا کو ریاست نے درنگستا نود کر لیا ہے۔ یہاں کے طلبا گورنمنٹ کے ہر محکمہ میں مختلف تنخواہوں پر اس وقت کام کر رہے ہیں۔ بہت اخبارات اور انجینیروں کے علاوہ ڈائرکٹر جنرل ملٹری ورکس انڈیا ایجوکیشنل کمشنر انڈیا گورنمنٹ کیلئے ایسے جلیل القدر حکام نے یہاں کی تعلیم جبط نظم نسق اور سٹاف کی تعریف فرمائی ہے۔ سب اوورسیر۔ اوورسیر۔ اور سب انجینیر کلاسز کے پراسپکٹس لازم شدہ طلبا کی فہرست معہ حکام سرٹیفکیٹ کے مینیجنگ ڈائرکٹر صاحب سے مفت مل سکتے ہیں +

جلد ۱۳ | مدینۃ المسیح لاہور یوم یک شنبہ مطبوعہ ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۴۴ھ ہجری مطابق ۱۵ نومبر ۱۹۲۵ء عیسوی | نمبر ۱۰۵

راس اُمید کے مسلمان

جنوبی افریقہ میں اسلام کیونکر پھیلا

(مولوی دوست محمد صاحب کے قلم سے)

جنوبی افریقہ میں اسلام اور مسیحیت کی باہمی کشمکش کا حال بعض گذشتہ اشاعتوں میں لکھا جا چکا ہے۔ لیکن سب سے پہلا سوال جو ایک متلاشی حق کے دل میں پیدا ہو سکتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اسلام وہاں کیونکر آیا اور اپنی اشاعت کا دامن کس طرح ان دور دراز علاقوں میں اس نے پھیلایا؟ اس کے متعلق ذیل کا بیان جو "مسلم ورلڈ" میں شائع ہوا ہے۔ قابل غور ہے:-

۱۶۵۶ء میں ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی نے اس ملک کو جاوا وغیرہ کے مجرموں کے لئے تعزیری مقام کے طور پر استعمال کرنے کا ارادہ لیا اور جہانتک واقعات سے معلوم ہوتا ہے۔ اول اول جن مجرموں کو وہاں بھیجا گیا وہ بٹاویہ کے مسلمان تھے۔ ان لوگوں کی تعداد ۱۷۱۳ء میں جبکہ اس مقام پر چیچک کا نہایت سخت حملہ ہوا ۷۵ تک پہنچ چکی تھی۔ ان میں سے دو تہائی چیچک سے مر گئے اور جو باقی بچے۔ ان کو زیادہ آزادی حاصل ہو گئی جس سے فائدہ اٹھا کر انہوں نے وہاں کی دیسی عورتوں کو مسلمان کر کے ان سے شادی کر لی۔

ان جلاوطنوں میں سے بعض ایسے نیک سیرت انسان تھے۔ کہ ان کے اخلاق و اعمال کا نہایت عمدہ اثر اس ملک کے باشندوں پر پڑا۔ اور نہ صرف زندگی میں وہ عوام الناس کے ہادی اور معلم بنے رہے بلکہ مرنے کے بعد بھی ان کی قبریں مرجع خواص و عوام بن گئیں۔ ان لوگوں میں سے ایک کا نام شیخ یوسف تھا جو جاوا کے شہر بنٹام کے رہنے والے تھے۔ وہ ایک نہایت بزرگ انسان اور شاہی خاندان کے امراء میں سے تھے۔ بہادر بھی بہت تھے اور ریاست بنٹام کی خود مختاری کے لئے بادشاہ کی طرف سے ہالینڈ والوں کا مقابلہ کیا۔ موخر الذکر نے ۱۶۸۳ء میں دغابازی سے انہیں قید کر لیا۔ کچھ عرصہ تک انہیں لنکا میں رکھا گیا اور اس کے بعد ۱۶۹۴ء میں راس امید (کیپ آف گڈ ہوپ) بھیج دیا گیا۔ اس وقت ان کے ساتھ ۴۹ نفوس وہاں پہنچے۔ اور پانچ سال کے بعد ۱۶۹۹ء میں وہیں فوت ہو گئے۔

ایک اور بزرگ مسلمان عبداللہ عبدالسلام تھے۔ انہوں نے وہاں پہنچکر آزادی حاصل کرنے کے بعد مسلمانوں کو جمع کیا اور ان کا مذہب انہیں سکھایا۔ وہ قرآن کے حافظ تھے اور اپنے ہاتھ سے انہوں نے قرآن لکھا۔ قرآن کریم کا یہ پہلا نسخہ ہے جو ان بلاد میں شائع ہوا۔

ان لوگوں کی مخلصانہ جدوجہد اور اس کی کامیابی کو دیکھ کر عیسائی کیمپ میں حسد کی آگ مشتعل ہو گئی۔ اور انہوں نے اسلام کے مقابلہ کے لئے سر توڑ کوشش کی۔ ایک مسلمان کو انہوں نے عیسائی بھی بنایا لیکن عام طور پر ان کا کوئی اثر نہیں ہوا اس کی مفصل کیفیت ایک خط سے معلوم ہوتی ہے جو ۱۸۲۴ء میں ایک سول ملازم نے وہاں کے حالات کے متعلق لکھا ہے۔ اس خط سے پتہ لگتا ہے۔ کہ اس وقت وہاں ملایا کے مسلمانوں کی تعداد تین ہزار تک پہنچ چکی تھی اور ان کی مساجد وہاں تھیں جن میں وہ باقاعدہ نمازیں پڑھتے اور ارکان دین بجا لاتے تھے۔ وہ لکھتا ہے کہ نہایت افسوس اور شرم کے ساتھ اس امر کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ اس ملک کے ادنٰے طبقات میں اسلام بہت زیادہ ترقی کر رہا ہے ... اسلام اس ملک کے آزاد لوگوں اور غلاموں کے دلوں میں اپنی جگہ لے رہا ہے بالفاظ دیگر مشرک اور بت پرستوں میں سے عیسائیت کی نسبت اسلام میں زیادہ لوگ آتے ہیں۔ اور اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ غلاموں کے مالک اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ ان کے غلام بھی بپتسمہ پائیں تب عیسائیت کی شرم کو دھونے کے لئے بظاہر یہ بہانہ کیسا ہی دلفریب ہو لیکن دنیا جانتی ہے کہ جہاں جہاں عیسائیت کو اسلام کا مقابلہ پیش آیا ہے اسے اسی طرح سے منہ کی کھانی پڑی ہے۔ اور اس کی شہادت میں آج افریقہ کا حمام براعظم اور راس امید کے موجودہ ترقی یافتہ حالات شاہد عادل ہیں۔ کیا آج وہاں کے غلاموں کے مالک اور دوسرے بڑے بڑے لوگ جو مسیحیت کے دل سے حامی ہیں اس بات کے لئے سر توڑ کوشش نہیں کرتے کہ ان کے مملوک تثلیث کے پرستار بن جائیں لیکن نتیجہ کیا ہے؟ کاش مسیحی حضرات اور ڈاکٹر زویمر اپنے گریبان میں منہ ڈالکر دیکھیں تو اصلیت ان پر آشکارا ہو جائے۔

موجودہ حالات

اس وقت اس تمام صوبہ میں مسلمانوں کی تعداد ۲۱ ہزار چار سو چونتیس نفوس تک پہنچ چکی ہے۔ اگر ان کے ساتھ نٹال۔ ٹرانسوال۔ اور رہوڈیشیا کے مسلمانوں کو بھی شامل کیا جائے۔ تو یہ تعداد قریباً ساٹھ ہزار تک جا پہنچتی ہے۔ خود راس امید کے اندر تیس مساجد موجود ہیں اور صوبہ کے تمام اضلاع اور مختلف شہروں میں مسلمانوں کی کافی تعداد پائی جاتی ہے۔ مسلمانوں کے اپنے سکول بھی ہیں جہاں عربی کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ایک اسلامی یتیم خانہ ہے اور بہت سی اسلامی کلبیں وغیرہ ہیں۔ حال ہی میں ایک مسلمان اخبار نے جنوبی افریقہ کی مسلم کانگرس بنائے جانے کی تحریک کی ہے۔ تاکہ اس میں تمام اسلامی جماعتوں کو شریک کر کے متحدہ مساعی سے کام لیا جائے۔

قریباً تمام مسلمان رنگدار اقوام سے ہیں۔ اگرچہ بہت لوگوں کی قومیت مخلوط ہے۔ اکثر باشندے جزائر شرق الہند سے آئے ہوئے ہیں۔ اور از روئے مردم شماری ۷۷ یورپین ہیں۔ ان میں سے بہت سے انگریزی اور افریقی زبانیں بولتے ہیں۔ اکثر لوگوں نے عربی بول چال کا علم حاصل کر لیا ہے۔ کیونکہ انہیں مکہ جانے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ آج کل بہت لوگ حج کرنے کے لئے جاتے ہیں۔ اسلام کے متعلق کچھ نہ کچھ لٹریچر بھی پایا جاتا ہے۔ اور آج کل چار اخبارات وہاں سے شائع ہوتے ہیں جن میں سے دو افریقین وائس اور افریقین ورلڈ انگریزی اور پانٹو زبان میں نکلتے ہیں۔ کیپ انڈین انگریزی اور گجراتی میں شائع ہوتا ہے۔ اور مسلم آؤٹ لک صرف انگریزی میں۔

صرف ادنٰے طبقات کے لوگوں پر ہی نہیں تعلیم یافتہ حلقوں میں بھی اسلام کا اثر نہایت عمدہ ہے۔ "کیپ ٹائمز" نامی اخبار اپنی ۸ جون ۱۹۲۵ء کی اشاعت میں رقمطراز ہے کہ "بہت لوگ اسلام کے سادہ اصولوں کے خواص کا اثر پورے طور پر نہیں سمجھتے۔ ان اصولوں میں سے جو پانچ ارکان نماز۔ روزہ وضو زکوٰۃ اور حج پر مشتمل ہیں وہ جسمانی صحت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور وہ اخلاق کو بلند کرنے اور روحانیت کو بڑھانے کا موجب ہیں۔ ان اصولوں کی سادگی جہانتک دیسی دل و دماغ کا تعلق ہے۔ مسیحیت کے پیچدار معتقدات کا اسے دشمن بنا دیتا ہے۔ اس حقیقت کا بہت کم لوگوں کو اعتراف ہے۔ لیکن جن لوگوں نے واقعات کو انصاف کی نظروں سے مطالعہ کیا ہے اور اس بات کو نوٹ کیا ہے۔ کہ وحشی لوگوں نے اسلام کے ماتحت کسقدر ترقی حاصل کی ہے۔ وہ اس سے اتفاق کرینگے۔ بانٹو قبائل میں اسلام کے لئے ترقی کا میدان موجود ہوتے ہوئے ہمیں چاہیئے کہ دیانتداری اور مردانگی کے ساتھ اس ملک کی سرپرستی سے ہاتھ اٹھالیں"

مجلسی طور پر وہاں کے مسلمانوں کے ساتھ گورنمنٹ کی طرف سے وہی سلوک ہوتا ہے جو دیگر رنگدار اقوام سے۔ لیکن آج کل ایک مسودہ قانون پارلیمنٹ کے سامنے ہے جسکا یہ منشا ہے۔ کہ مسلمانوں کو یورپین اقوام کے برابر حقوق دیئے جائیں۔ راس امید کے صوبہ میں انہیں رائے دہندگی کا حق حاصل ہے لیکن دوسرے صوبوں میں کاروبار کے لحاظ سے اکثر لوگ خیاطت۔ معماری۔ نجاری۔ کونجڑے میوہ فروشی۔ گاڑیبانی اور ساحل پر ماہی گیری کا کام کرتے ہیں۔ بہت لوگوں کے اپنے گھر ہیں۔ اور وہ بڑی بڑی مزدوریاں لیتے ہیں۔ ان کی عورتیں کپڑے دھونے کا اور کارخانوں میں کام کرتی ہیں۔ ان کے بچے اور اولاد بہت ہے۔ بازاروں میں وہ کھلی پھرتی ہیں کوئی پردہ ان کے ہاں نہیں۔ خاوندوں کی طرف سے ان کے ساتھ عمدہ سلوک ہوتا ہے۔ شادی وہاں رجسٹری کے ذریعہ ہوتی ہے۔ اور اگرچہ ایک سے زیادہ بیویوں اور طلاق کا رواج بھی پایا جاتا ہے۔ لیکن قانوناً اسکی کوئی حیثیت نہیں۔

اسلام کی اس سرعت اشاعت اور مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے اثر کو دیکھ کر عیسائیوں نے اب ایک نیا بہانہ تراشا ہے کہ مسلمان غیر اقوام کی نوجوان عورتوں کے ساتھ ناجائز تعلقات قائم کر لیتے ہیں اور اس سے وہ اسلام کو قبول کر کے مسلمان اولاد پیدا کرتی ہیں۔ یہ عذر آج لنڈن کی مشنری کمیشن رپورٹ کے اندر بیان کیا گیا ہے۔ حالانکہ اگر بداخلاقی کو ذریعہ اشاعت قرار دیا جائے تو اس فن میں مسیحیت کے دلدادوں کو جو کمال حاصل ہے وہ شاید کسی مسلمان کے خواب و خیال میں بھی نہ آیا ہوا چاہیئے تھا کہ اس سے مسیحیت کو ترقی حاصل ہوتی یعنی زمانہ جانتا ہے کہ عیسائیت کی بھیڑیں ہر قسم کے جائز و ناجائز سامانوں سے آراستہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۲۳ ۔ ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ ۔ نمبر ۱۰۵

نماز میں اشتراک زبان

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے قلم سے)

کلکتہ کے انگریزی اخبار "مسلمان" میں یہ خبر پڑھ کر افسوس ہوا کہ ٹرکی میں آج کل یہ تحریک بھی شروع ہے کہ کیوں نماز کو بجائے عربی کے ترکی میں نہ پڑھا جائے۔ یعنی ہر قوم کو اپنی زبان میں نماز پڑھ لینی چاہیئے۔ اس امر پر ترکی کے کسی اخبار میں بہت زور دیا گیا ہے اور اس نے امام ابوحنیفہ صاحب کا کوئی قول بھی اپنی تائید میں پیش کیا ہے۔

ترکوں نے جسقدر ترقیات پچھلے دنوں میں کی ہیں وہ قابل تعریف ہیں اور اپنی قومیت کو مستحکم کرنے کے لئے جسقدر وہ کوشش کر رہے ہیں نہایت مستحسن ہیں۔ مگر انہیں یہ ضرور یاد رکھنا چاہیئے کہ جہاں وہ بحیثیت قوم کے ترک ہیں وہاں بحیثیت مذہب کے وہ مسلمان بھی ہیں۔ اور باوجود اپنی خاص قومیت کے وہ اسلام کی عالمگیر نسل انسانی کی وحدت اور اخوت کی زنجیر میں بھی منسلک ہیں۔ اپنی قومیت کے پہلو کو مستحکم کرتے کرتے انہیں اپنے مذہبی پہلو کو نظر انداز نہیں کر دینا چاہیئے۔ اگر قومیت کے پہلو میں انہوں نے افراط سے کام لے کر مذہبی پہلو میں تفریط اختیار کی تو پھر ان کی یہ ترقی مسلمانوں کی ترقی کی مترادف نہ ہوگی۔ انہیں قومیت کی خصوصیتوں کو اس قدر اپنا مقصود خاطر بنانا نہیں چاہیئے جسے اسلام کی عالمگیر اخوت اور وحدت کو صدمہ پہنچے ان ہی میں سے نماز کا مسئلہ ہے۔

وحدت فی العبادت

اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے اور وہ تمام اقوام عالم کو باوجود اُن کے امتیازات خصوصیہ کے وحدت اور اخوت کی ایک زنجیر میں باندھنا چاہتا ہے۔ اس کے لئے جو اصول اس نے قائم کئے ہیں اُن میں ایک بڑا بھاری اصول وحدت فی العبادت بھی ہے۔ یعنی مختلف اقوام عالم کو وحدت کے رشتہ میں منسلک کرنے کے لئے جہاں سب کا مشترک طور پر قبلہ ایک قرار دیا۔ رسول ایک قرار دیا۔ کتاب ایک قرار دی۔ وہاں عبادت میں بھی اشتراک پیدا کر دیا۔ روزے اور زکوٰۃ میں زبان کی ضرورت نہ تھی۔ مگر نماز اور حج میں زبان کی ضرورت ہے اس لئے نماز اور حج میں عبادت کی زبان بھی ایک قرار دی۔ اور اگر عبادت کی زبان ایک نہ ہو تو عبادت میں جماعت نہیں ہو سکتی۔ ظاہر ہے وحدت اور اخوت کے لئے جماعت ایک بنیادی پتھر ہے۔ اگر جماعت نہیں تو وحدت ختم ہے۔ جب تک جماعت والی عبادتوں میں وحدت نہ ہو۔ جماعت نہیں ہو سکتی۔ اس لئے ضروری تھا کہ ان عبادتوں میں ہر رنگ کی وحدت پیدا کر دی جائے تا جماعت کا جو اصل مقصد ہے حاصل ہو۔

اشتراک زبان کی ضرورت

اس وحدت انسانی کے حصول کے لئے آج یورپ تڑپتا ہے۔ کیونکہ تعلقات بین الاقوامی اس کے بغیر قائم نہیں رہ سکتے۔ کبھی وہ اپنی مشترک زبان یعنی لنگوا فرنکا فرنچ زبان کو بناتے ہیں اور کبھی اُن کے ماہر اللسان ملکر نئی مشترک زبان ایجاد کرتے ہیں۔ جیسے اس پرنٹو کا نام دیتے ہیں۔ آخر یہ مصیبت انہیں کیوں پڑی ہوئی ہے وہ سمجھتے ہیں کہ جب مختلف اقوام باہم ملیں گی تو اُن کی ایک مشترک زبان بھی ہونی چاہیئے۔ اسلام ان امور کو جو مبنی بر حکمت تھے کس طرح نظرانداز کر سکتا تھا۔ جب وہ تمام قوموں کو ملانے آیا تھا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ اشتراک زبان کے اصول کو ہاتھ سے جانے دیتا۔

اشتراک زبان سے نتیجے

اس نے اشتراک زبان کو ایسے موقعہ پر لیا جو وحدت اور مساوات انسانی کے لئے اکسیر کا حکم رکھتا تھا۔ نماز اور حج سے بڑھ کر وحدت انسانی کا بہترین نظارہ کہیں نظر نہیں آسکتا۔ شاہ و گدا دوش بدوش کھڑے ہیں گورے اور کالے۔ امیر اور غریب ایک لباس میں آستانہ الوہیت پر حاضر ہیں۔ عبادات اسلامی ذرائع ہیں انسانی اخلاق کو سدھارنے اور ان کو بنانے کے ان سے بڑھ کر کندن بنانے کی اور کوئی بھٹی نہیں انسانی قلب پر کسی خُلق کے اثر پذیر ہونے کے لئے ان عبادات سے بڑھکر اور کوئی موقعہ نہیں۔ اس لئے نماز اور حج میں اس وحدت کو ایسی مکمل شکل میں نمایاں کیا کہ کوئی پہلو افتراق اور انشقاق کا باقی نہ رکھا۔ سب ایک ہی وضع میں کھڑے ہوتے ہیں جھکتے ہیں سجدہ میں گرتے ہیں۔ اُٹھتے ہیں۔ بیٹھتے ہیں۔ ایک ہی زبان میں متفق اللسان ہو کر جناب باری میں دعا کرتے ہیں۔ اُس کی تکبیر و تہلیل کی صدا ایک ہی آواز میں بلند کرتے ہیں جس سے بڑھکر دل ہلا دینے والا نظارہ اور دل کی شقاوت کی نرمی سے بدل دینے والا نسخہ ہو نہیں سکتا۔

وحدت فی العبادت کا فائدہ

آج تمام عالم ایک مسلمان کا اپنا وطن ہے۔ وہ جہاں جاتا ہے اپنے آپ کو ایک جماعت کے اندر پاتا ہو۔ ایک اجنبی دیار میں جہاں کے لوگوں کا رنگ مختلف ہے۔ زبان مختلف ہے۔ وہ نہ کسی کی سمجھتا ہے یہ اپنا مافی الضمیر کسی کو سمجھا سکتا ہے نہ وہ جانتا ہے کہ کوئی یہاں مسلمان بھی ہے یا نہیں۔ نہ پوچھنے کے لئے اس قوم کی زبان کو جانتا ہے۔ مگر جب وہ ایک جماعت کو دیکھتا ہے کہ وہ اُسی شکل اور اسی زبان میں عبادت کر رہی ہے جو اسلام کا امتیاز خصوصی ہے۔ اور جس میں وہ خود بھی عبادت کرتا ہے۔ وہ اس اجنبی ملک میں اجنبی قوم میں فوراً اپنے تئیں ایک جماعت کے اندر پاتا ہے۔ وہ اجنبی شہر اس کا اپنا وطن بنجاتا ہے۔ وہ اجنبی لوگ اس کو اپنے بھائی نظر آنے لگتے ہیں۔ وہ بلا تامل اپنے ان بھائیوں میں ملکر اپنے مولا کے سامنے حاضر ہو جاتا ہے اور اسلام کی عالمگیر وحدت پر اس کا اپنا وجود ایک نشان ٹھیر جاتا ہے

عدم اشتراک زبان کے نقصانات

لیکن اب ذرا تھوڑی دیر کے لئے زبان کے اس اشتراک کو الگ رکھ کر مرقع عالم پر نظر دوڑاؤ تو عجیب دردناک بین نظر ہوگا

وحدت اسلامی میں تفرقہ (۱) سب سے پہلے تغیر کہ مسلم کے لئے سارا جہاں اس کا اپنا گھر نہ رہا۔ بلکہ جہاں زبان بدلی اور وہ بے وطن ہو گیا۔ اور بدقسمتی سے زبان اسقدر جلد جلد بدلتی ہے کہ الامان خیر سے اسی صوبہ پنجاب میں دوابہ دوابہ کی زبان الگ ہے میں نے تو ایک ضلع کے اندر بھی زبان کا اختلاف دیکھا ہے۔ مگر وہ میں تو خدا کی پناہ۔ ملتے کی زبان بھلا وسط پنجاب کے لوگ کیا سمجھینگے اور وسط پنجاب کی زبان مشرقی پنجاب کے لوگ کیا سمجھینگے۔ نہ نکی زبان میں اختلاف ہو جانے سے بنگالہ کا ایک مسلمان پنجاب میں آکر اپنے مسلمان بھائیوں سے مطلق بیگانہ ہوگا۔ وہ اُن کی نماز کو نہیں سمجھ سکتا۔ نماز کے لئے کسی خاص زبان کا جب امتیاز خصوصی نہ رہا۔ غیر شخص کو کیا پتہ لگ سکتا ہے کہ پڑھنے والا کیا پڑھ رہا ہے وہی نماز پڑھ رہا ہے جو وہ خود پڑھا کرتا ہے یا کچھ اور پڑھ رہا ہے۔ نماز صرف ارکان کا تو نام نہیں آخر وہ تو صرف ایک ڈھانچہ ہے۔ اصل تو وہ دعائیں اور تسبیح و تہلیل ہیں جو انسان پڑھتا ہے۔ غیر زبان کا شخص اُسے کیا سمجھ سکتا ہے۔ کہ پڑھنے والا کیا پڑھ رہا ہے۔ جب تک اسلامی نماز کا امتیاز خصوصی باقی تھا۔ اور اس کی ایک مشترک شکل عربی میں قائم تھی۔ ایک جاہل سے جاہل انسان بھی ان الفاظ کو سنکر کم سے کم یہ تو ضرور سمجھ سکتا تھا کہ یہ وہی الفاظ ہیں جو میں پڑھا کرتا ہوں۔ اس لئے اپنے بھائیوں کے ساتھ ملجانے میں اسے کوئی تامل نہ ہو سکتا تھا۔ زبان کا اشتراک اٹھ جانے سے ایک مسلمان پنجاب میں نماز کو جسطرح سن جاتا ہے۔ وہ افغانستان میں نہیں سنتا۔ ایران میں کچھ اور سنتا ہے۔ ترکی میں نئے رنگ میں سنتا ہے۔ اور وہ کہیں بھی کچھ نہیں سمجھتا۔ وہ جماعت اور اخوت اور وحدت سے الگ ایک منفرد ہستی ہو جاتا ہے۔ آج اس زمانہ میں جب تمام اقوام عالم اذا النفوس زوجت کے ماتحت ایک دوسرے سے مل رہی ہیں اور تمام دنیا ایک شہر کا حکم رکھنے لگی ہے تو مسلمانوں کا عبادات میں بھی باہمی اشتراک زبان سے محروم ہو جانا اسلامی وحدت اور اخوت کے لئے کسقدر سم قاتل ہے۔

توجہ الی اللہ ناممکن (۲) جب امام کی زبان کو مقتدی نہیں سمجھتا تو ایسے امام کے پیچھے مقتدی کو حضور قلب اور توجہ الی اللہ کیا خاک پیدا ہو سکتی ہے۔ مقتدی کے لئے تو امام کی ساری نماز ہی بے معنی ہے۔ شاید کوئی یہاں یہ اعتراض کرے کہ اب بھی تو عربی نہ جاننے والے کے لئے اُس کی نماز بے معنی ہے۔ مگر یہ ٹھیک نہیں۔ اس لئے کہ نماز کے لئے جب ایک مشترک زبان مقرر کر دی گئی۔ اور یہ بھی بتا دیا گیا کہ نماز کو سمجھ کر پڑھنا ہے تو پھر جہاں ہر ایک مسلمان پر نماز کا پڑھنا فرض ہے۔ وہاں نماز کی زبان کو جاننا افضل اور کم سے کم نماز کے الفاظ کے معنے سمجھنا اُس پر فرض ہے۔ بجائے اس کے کہ ایک شخص ملک ملک کی زبان سیکھے تا کہ وہاں کی نماز میں سمجھے کہ یہ کسقدر آسان ہے کہ وہ صرف ایک زبان میں نماز کے معنے سمجھ لے جو تمام ممالک کی نمازوں کے لئے مشترک ہو۔ ایک پڑھا لکھا آدمی تین منٹ میں اور ان پڑھ آدمی تین دن میں یہ معنے سمجھ لیتا ہے۔ یہ روز کا تجربہ ہے۔ سینکڑوں ان پڑھ نماز کا ترجمہ سیکھ لیتے ہیں اور اس درد دل سے نمازیں پڑھتے ہیں کہ عربی کے عالموں کے لئے قابل رشک ہوتے ہیں۔ اصل میں سارا جھگڑا تو درد دل اور توجہ الی اللہ کا ہے۔ جب تک یہ نہ ہو کچھ بھی نہیں جس کو تعلق باللہ پیدا کرنے کا شوق ہوتا ہے وہ سب کچھ کر لیتا ہے۔ لوگوں کو دنیوی تعلقات کے حصول کے لئے بڑی بڑی مشکلات آسان نظر آتی ہیں یورپ میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے سیر و سیاحت کرنے کے لئے اور سینکڑوں قسم کے جھک مارنے کے لئے زبان کی تمام مشکلات کو حل کرنا آسان ہے۔ روپیہ کمانے کے لئے ہفت زبان بن جانا سہل ہے۔ مگر خدا کے ساتھ تعلق جوڑنے کے لئے ایک مشترک اسلامی زبان کے چند الفاظ کے معنے جاننے سخت مشکل ہیں۔ قرآن بھی کہتا ہے وانها لکبیرة الا علی الخٰشعین الذین یظنون انهم ملٰقوا ربهم وانهم الیه راجعون۔ کہ بیشک نماز بہت بوجھل ہے سوائے ان لوگوں کے جو اللہ کے حضور میں عاجزی کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ انہوں نے اپنے رب سے ملنا ہے اور انہوں نے اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ خوئے بدرا بہانہ بسیار۔ نماز نہ پڑھنے کے بہانے ہیں۔ ورنہ یورپ کے مختلف ممالک کی سیاحت میں زبان کی ناواقفیت کا علاج ہو سکتا ہے۔ مگر ایک مشترک اسلامی زبان کے چند کلمات کو سمجھنا قیامت ہے۔ اور اس کے لئے اہل زبان ہونا ضروری قرار دیا جاتا ہے۔ اگر نماز اہل زبان پر ہی اثر ڈال سکتی ہے۔ تو پھر اکثر ہمارے عربی دان علما کی حالت کیوں اس قدر تنزل میں ہے۔ آج عربی زبان کل ملک عرب میں۔ عراق میں۔ الجزیرہ میں شام میں۔ فلسطین میں۔ مصر میں۔ طرابلس میں۔ ٹیونس میں۔ سومالی لینڈ میں۔ الجزائر میں۔ مراکش میں۔ نوبیا میں۔ سوڈان میں۔ زنجبار میں۔ بعض جزائر بحر الہند میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ تو یہ لوگ تو کم سے کم جو کچھ نماز میں پڑھتے ہیں بوجہ اہل زبان ہونے کے اسے سمجھتے ہیں۔ تو کیا وجہ ہے کہ ان الصلوٰة تنهٰی عن الفحشاء والمنکر کا قرآنی ارشاد ہوتے ہوئے کہ بیشک نماز بے حیائی اور بُرے کاموں سے روکتی ہے ان ممالک میں فسق و فجور کی کثرت دوسرے ملک کے مسلمانوں سے کسی طرح کم نہیں اگر واقعی اہل زبان ہونے کی وجہ سے تعلق باللہ کا رستہ صرف ان کے لئے ہی کھلا تھا یا عربی دانوں کے لئے۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ ان میں ہمیں کوئی روحانی یا اخلاقی ترقی دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں نظر نہیں آتی۔ وجہ یہی ہے کہ ان کو تعلق باللہ حاصل نہیں۔ جو الفاظ ان کے زبان سے نکلتے ہیں وہ حلق سے نیچے نہیں اُترتے۔ تو معلوم ہوا کہ محض زبان جاننا کوئی چیز نہیں جب تک دل ساتھ نہ ہو۔ اگر دل ساتھ ہو تو ایک ان پڑھ شخص جو نماز کے معمولی معنے جانتا ہے ایک عربی دان عالم سے بہت بہتر نماز پڑھ سکتا ہے۔ بلکہ نماز کے معنے جاننے والے شخص کو اگر یہ احساس ہو کہ میں اپنے رب کے آگے کھڑا ہوں تو وہ زیادہ موثر ہے بہ نسبت اُس عرب کے جو ڈاکہ ڈالنے کی تجویزیں نماز کے دوران میں کر رہا ہو۔ میرا اس سے یہ مطلب

نہیں کہ نماز کے معنے سمجھنے ضروری نہیں۔ نہیں بلکہ ضروری ہیں۔ اگر ہمارے مولویوں نے عوام الناس کو نہیں سکھائے یا اُن کو سیکھنے کے لئے تاکید نہیں کی تو یہ اُن کی سخت غفلت اور گناہ عظیم ہے۔ مگر یہ کوئی نرالا تغافل نہیں۔ انہوں نے مسلمانوں کے متعلق سینکڑوں باتیں ہیں جن میں ہمیشہ تغافل سے کام لیا۔ انہوں نے مذہب کو اپنی جائداد سمجھا اور بہتوں نے روٹی کمانے کے لئے مذہب سے عوام الناس کو دانستہ ناواقف رکھا۔ اس لئے اسے یہ کہنا کہ یہ تجربہ ناکام ثابت ہوا۔ غلط ہے۔ تجربہ ناکام تو جب ہوتا کہ کبھی علماء یہ کوشش کرتے کہ عوام الناس نماز کو سمجھ کر پڑھیں اور پھر کامیابی نہ ہوتی تو خیر کچھ بات بھی تھی۔ مگر کبھی یہ کوشش نہیں ہوئی۔ اور جہاں ہوئی وہاں کامیابی نے منہ دکھایا۔ ہمارے مجدد زمانہ نے جب اپنی جماعت کو نماز کو سنوار کر پڑھنے کی تاکید کی تو ہر ایک جاہل سے جاہل شخص نے بھی نماز کے ترجمے کو سیکھا اور ہزاروں کی تعداد میں اس خشوع و خضوع سے نمازیں پڑھتے ہیں کہ غیر از جماعت لوگوں پر بھی اثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ خود مولانا ابوالکلام آزاد ایک وقت قادیان گئے اور انہوں نے اس سے متاثر ہو کر ایک مضمون پدر میں شائع کیا تھا۔ اور کئی غیر از جماعت علماء متاثر ہو کر آئے۔ غرضکہ یہ غلط ہے کہ تجربہ ناکام ثابت ہوا۔ بلکہ تجربہ جب کبھی کیا گیا ہمیشہ کامیاب ہوا۔ مگر ایک بات ہے جو نماز کے لئے ضروری ہے اور وہ ہے دل کا ساتھ ہونا۔ جب تک یہ ساتھ نہیں نماز بے اثر ہے۔ اور اسی دل کے ساتھ نہ ہونے کا نشان یہ ہے کہ نماز کی زبان کے چند کلموں کے سمجھنے کی کوشش کرنا پہاڑ کاٹنے کے برابر نظر آتا ہے۔ آج دل ساتھ ہوتا تو یہ گھاٹی کچھ ایسی کٹھن تو نہ تھی جس سے مسلمان یوں جی چُراتے۔

جماعت میں تفرقہ

(۳) جب امام کی زبان مقتدی نہیں سمجھتا تو نماز میں اس کی تقلید بھی نہیں کر سکتا۔ نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنے کا تو حکم ہے نہیں کہ وہ لوگوں کو دیکھ دیکھ کر رکوع سجود میں جائے۔ یہ تو مشترک زبان کی تکبیر یا سمع اللہ لمن حمدہ یا سلام ہے جس کو ہر ایک سمجھتا ہے۔ اور امام اور جماعت کی تقلید کرتا ہے۔ مگر جہاں زبان مختلف ہو وہاں ان اشاروں کو زبان نہ جاننے والا کیا سمجھیگا۔ امام سجدہ میں تو مقتدی رکوع میں امام جلسہ میں تو مقتدی سجدہ میں۔ تعدیل ارکان کی وحدت بھی غارت ہو کر ایک بے تمیزی اور بے نظمی کا نقشہ جمیگا اور بس۔

اصلاح کا دروازہ بند اور باہم بے اعتباری

(۴) امام بھی آخر انسان ہے وہ غلطی کر سکتا ہے۔ وہ غلطی کرے اور اس کے ہم زبان غلطی سے ناواقف ہوں اور غیر شخص فرض کرو ایک عالم ہے جو اس ملک کی زبان نہیں جانتا وہ ان غلطیوں کی اصلاح کسطرح کرے۔ وہ ان کی غلطی سمجھ ہی نہیں سکتا۔ تو اصلاح کیا کریگا دھوکہ میں اپنی نماز بھی تباہ کرے گا۔ اور جب کوئی ایک مشترک زبان نہیں۔ تو نماز پر سے امان ہی اُٹھ گیا۔ مختلف زبانوں والے لوگ ایک دوسرے پر اعتبار کسطرح کریں کہ وہ صحیح طور پر نماز پڑھتے ہیں۔

تحریف نماز کا دروازہ کھل جانا

(۵) اسلام نے عبادت کے لئے مشترک زبان عربی کو رکھا تھا۔ مشیت الٰہی نے ہی ساری دنیا کے لئے جس رسول کو منتخب کیا وہ عربی تھا۔ تمام دنیا کی قوموں کے لئے جو کتاب آئی وہ عربی زبان میں آئی۔ اس لئے عربی وہ زبان تھی جسکے اندر خدا کا کلام اور رسول کا کلام اقوام عالم تک پہنچا۔ خدا نے انسان کو جو دعائیں سکھائیں اور رسول نے جو دعائیں بتلائیں اور جو نمازیں پڑھی تھیں وہ سب عربی تھیں۔ اس لئے وہ الفاظ جو قرآن اور حدیث کے نماز میں پڑھے جاتے ہیں بجائے خود مقدس سمجھے جاتے ہیں اس میں کمی بیشی کرنے کو لوگ گناہ سمجھتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ نماز کے الفاظ محفوظ رہتے ہیں۔ اس حفاظت کا نتیجہ یہ ہے کہ تمام اقوام عالم میں نماز کی وحدت قائم ہے۔ کیا مجال ہے کہ فرق آجائے ذرا امام غلطی کرے تو مقتدی فوراً اصلاح کر دیتا ہے۔ لیکن ان دعاؤں کا ترجمہ وہ تقدس نہیں رکھتا۔ قرآن کے ترجمے کو ہم قرآن نہیں کہہ سکتے۔ ترجمے میں مترجم کے خیال کو بھی دخل ہوتا ہے۔ ترجمہ کلام الٰہی نہیں وہ انسانی کلام ہے گو اپنے اندر مفہوم کلام الٰہی کا رکھتا ہو۔ مگر یہ بھی ممکن ہے کہ وہ مفہوم غلط ہو۔ ہر ایک انسان کو حق حاصل ہے کہ وہ اس ترجمہ میں اگر کچھ اصلاح کو ضروری سمجھتا ہے تو کرے۔ کیونکہ مترجم اور وہ دونوں انسان ہیں۔ لہذا ترجمہ کو نماز میں پڑھنے کے وقت ضروری نہیں کہ ہر ایک اہل زبان ان الفاظ کا پابند ہو جن میں کسی مترجم نے ترجمہ کر دیا ہے۔ ایک نمازی کہہ سکتا ہے کہ میں خود اہل زبان ہوں۔ مترجم نے زبان غلط لکھی ہے۔ یا ان الفاظ کے مترادف دوسرے الفاظ بھی ہیں وہ کیوں نہ استعمال کئے جائیں۔ جب مفہوم ہی لینا ہے اور خدا کے الفاظ کی پابندی نہ کی گئی تو انسان کے الفاظ کی پابندی کیوں ضروری ہو۔ لہذا ایک ہی زبان کے جاننے والوں میں نماز کی وحدت اُڑ گئی۔ ایک ہی قوم میں ایک ہی زبان بولنے والوں کی نمازیں مختلف ہو گئیں۔ اور نہ صرف جماعت اور وحدت سب رخصت ہو گئی۔ بلکہ اس پابندی کے ٹوٹنے سے رفتہ رفتہ نماز میں جو کچھ پڑھا جاتا ہے۔ ان میں اسقدر مغائرت پیدا ہو جائیگی کہ نماز کی اصلی شکل دنیا سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو جائے گی۔ دوسری قوموں کے آسمانی کتابوں کے تراجم کو دیکھو۔ اصلی کتاب کا پتہ ہی نہیں لگتا۔ تمام تحریفات کا موجب یہی تراجم ہیں۔

الفاظ قرآنی کی برکات سے محرومی

عربی کو وہ جامعیت حاصل ہے جو کسی اور زبان کو نہیں۔ پھر اللہ تعالےٰ نے قرآن میں عربی کی فصاحت و بلاغت کا وہ کمال دکھایا ہے جو بے نظیر ہے تمام دنیا کے انسانوں کو اس جیسی ایک سورت بنا لانے کا چیلنج دیا ہے اور کوئی مثل نہ لا سکا۔ اس خدا کے کلام میں عربی زبان میں جو دعائیں آگئی ہیں وہ اپنی جامعیت میں بے مثل ہیں۔ ترجمے میں یہ بات پیدا کرنی ناممکن ہے۔ خدا کے کلام کی جامعیت انسان کے ترجمے میں کسطرح آئے۔ رسول اللہ صلعم کے چشمہ نبوت سے نکلی ہوئی دعاؤں کا مقابلہ ایک اُمتی کسطرح کر سکے۔ پس عربی قرآن یعنی اصل قرآن اور مسنون دعاؤں کو چھوڑ کر نماز میں ترجمے پڑھنے سے قرآنی دعاؤں کی جامعیت اور ان کی برکات سے اور رسول اللہ صلعم کی دعاؤں کی خوبیوں سے محروم رہ جانا شامت اعمال نہیں تو اور کیا ہے۔

عربی کا اثر مٹنے سے اسلام کو نقصان

(۷) زبان کا اثر قوموں کے تمدن قوموں کے خیالات پر پڑتا ہے انگریز اس بات پر مرتے ہیں کہ کسی طرح مختلف ممالک عالم میں انگریزی زبان گھس جائے۔ جہاں زبان انگریزی گئی وہاں انگریزیت گھس گئی۔ وہاں کے تمدن۔ وہاں کے خیالات پر انگریزی اثر پڑے بغیر نہیں رہتا۔ آج ہندو ہندی کے لئے اور سکھ گورمکھی کے لئے تڑپتے ہیں ملکسطرح اُردو کو بائیکاٹ کرنا چاہتے ہیں۔ صرف اس لئے کہ عربی کی آمیزش سے اس زبان میں بھی اسلامی اثر آگیا ہے۔ جہاں عربی گئی وہاں سمجھو اسلام گیا۔ مسلمان اگر سیاست اور تجارت کے ذریعہ عربی کا اثر اگر غیر ممالک پر نہ ڈال سکیں تو عبادت کے ذریعہ سے ڈال سکتے ہیں۔ چاہیئے تھا کہ عربی کو زیادہ زور سے دنیا میں پھیلاتے یہ اسلامی خیالات سے مالا مال زبان ہے جس دماغ میں گھُسے گی۔ اسلامی تخیل کو ساتھ لیجائے گی۔ مگر افسوس اس زبان کو تو کیا پھیلائینگے۔ خود اس کو اپنے گھروں سے بھی نکالنے کی فکر ہے اور سے نادانو یہ آثار اچھے نہیں۔ اپنے ہاتھوں سے اپنی جڑ میں نہ کاٹو قومیت کے بت کے آگے اس کی بھینٹ نہ چڑھاؤ۔ عقلمند قوموں کی طرف دیکھو اور اس سے نصیحت پکڑو۔ عربی کو گھروں سے نکالو گے تو ڈر ہے کہ اسی طرح رفتہ رفتہ اسلام نہ نکل جائے۔ اللّٰہم ارحم امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

حج کی تباہی

(۸) نماز کی جب یہ گت بنی تو حج بیچارے کا کیا حال۔ وہ تکبیر کی پُر اثر صدائیں اور لبیک کی دل ہلا دینے والی گونجیں جو انسان کے ایک بحر ذخار میں سے عجیب وحدت اور ہم آہنگی کے ساتھ اٹھتی ہیں اور خدائے واحد کے حضور تمام اقوام عالم کی متفق اللسان التجائیں جو نور اور اثر اور برکتیں اپنے اندر رکھتی ہیں۔ وہ زبان کا اشتراک مٹ جانے سے ایک شور بے ہنگام اور ایک مجمع غیر نظام بن جائیگا۔ اور بغیر ایک دوسرے کی عبادت کو سمجھنے کے ہر ایک کی اپنی اپنی بولیاں بولنے سے جو طوفان بے تمیزی برپا ہوگا اس سے دق ہو کر وہ بزرگ جو آج زبان عبادت کی وحدت کو ہٹانے کے درپے ہیں۔ کل قبلہ کی وحدت کو بھی ہٹانے کی فکر کرنے لگیں گے۔ اور الگ الگ ڈیڑھ اینٹ کا قومی قبلہ بنانے کا ریزولیوشن پاس کرینگے۔

نماز کی زبان عربی کا قرآن سے ثبوت

مذکورہ بالا امور سے یہ بات روز روشن کی طرح نظر آگئی کہ اگر عقل خداداد کو انسان جواب نہ دیدے تو ظاہر ہے کہ عبادت میں اشتراک زبان ازحد ضروری ہے۔ ورنہ اسلام کے عالمگیر مذہب ہونے اور اُسکی ساری وحدت اور اخوت کا خاتمہ ہے۔ اب اسکی تائید میں میں قرآن کریم سے یہ بتانا چاہتا ہوں کہ خدا کا حکم بھی یہی ہے کہ قرآن کو عربی الفاظ میں ہی نماز میں پڑھا جائے۔

(۱) ان ربک یعلم انک تقوم ادنیٰ من ثلثی الیل ونصفہٗ وثلثہٗ وطائفۃ من الذین معک واللہ یقدر الیل والنہار علم ان لن تحصوہ فتاب علیکم فاقرءوا ما تیسر من القرآن۔ بیشک تیرا رب جانتا ہے کہ تو رات کے دو تہائی اور نصف اور ایک تہائی کے قریب نماز میں کھڑا رہتا ہے اور وہ لوگ بھی جو تیرے ساتھ ہیں۔ اور اللہ ہی نے رات اور دن کا اندازہ کیا ہوا ہے۔ جانتا ہے کہ تم اس کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ پس اس نے تم پر رجوع برحمت کیا پس قرآن سے اتنا پڑھو جو آسانی سے پڑھ سکو۔ یہاں صاف لفظوں میں نماز میں قرآن پڑھنے کا حکم ہے۔

(۲) قرآن کو عربی خود قرآن نے فرمایا ہے۔ انا انزلناہ قرآناً عربیاً لعلکم تعقلون۔ بیشک ہم نے قرآن کو عربی میں نازل کیا تاکہ تم عقل پکڑو۔

(۳) قرآن کے ترجمے کو پڑھنا قرآن کا پڑھنا نہیں ہوتا۔ قرآن صرف معنے کا نام نہیں۔ قرآن ان الفاظ مع معنے کا نام ہے جو بین الدفتین موجود ہیں۔ قرآن کی وحی الفاظ میں نازل ہوئی۔ جیسا کہ خود قرآن فرماتا ہے کہ لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ۔ ان علینا جمعہ وقرآنہ فاذا قرأناہ فاتبع قرآنہ ثم ان علینا بیانہ۔ اے رسول قرآن کی وحی کے ساتھ اپنی زبان کو جلدی جلدی نہ چلایا کرو۔ بیشک اس وحی کو حافظہ میں جمع کرا دینا اور پڑھا دینا ہمارا کام ہے۔ پس جب ہم قرآن پڑھا کریں تو اس کے پڑھنے کی پیروی کیا کرو۔ پھر اس کے معنے اور تفسیر سمجھا دینا بھی ہمارا ہی کام ہے۔

یہاں صاف لفظوں میں پہلے قرآن کا پڑھنا اللہ تعالےٰ نے اپنی طرف منسوب کیا اور اس کو حافظہ میں جمع کرنے کے لئے یہ ہدایت فرمائی کہ ہمارے پڑھنے کی پیروی کیا کرو۔ قرأت یعنی پڑھنا الفاظ کے پڑھنے پر بولا جاتا ہے نہ کہ کسی خیال کے دل میں پڑنے پر کیونکہ معنے بلا الفاظ محض ایک تخیل ہوتا ہے۔ وحی کے الفاظ جو خدا کی طرف سے پڑھے جاتے ہیں ان کی پیروی آنحضرت صلعم کرتے ہیں۔ وحی میں الفاظ ہونے پر یہ دلیل قطعی ہے۔ پھر اس پر دو قرینے اور قائم کئے ایک تو لا تحرک بہ لسانک۔ زبان کی حرکت لفظوں پر ہوتی ہے نہ کہ معنے یا تخیل پر زبان اپنی حرکت سے لفظوں کو پیدا کیا کرتی ہے۔ نہ کہ معنوں کو دوسرا قرینہ ثم علینا بیانہ۔ گویا ان لفظوں کے معنے اور تشریح سمجھانے کا مرحلہ الگ رکھا۔ اگر خود معنے ہی خیال میں آیا کرتے تھے تو پھر ان کے معنے اور تشریح کیا معنے ہیں۔ الغرض صاف لفظوں میں یہاں قرآن نے وحی کو الفاظ میں نازل کرنے کا ذکر فرمایا ہے۔ اور پھر بعد میں اس کے معنے اور تفسیر بذریعہ وحی خفی کے سکھلانے کا بیان فرمایا ہے۔ پھر یتلوا علیہم ایاتہ ویزکیہم ویعلمہم الکتاب والحکمۃ میں آیات کی تلاوت اور کتاب کی تعلیم ان دونوں کو الگ الگ دو کام قرار دیکر بتلا دیا کہ قرآن کا انہی الفاظ عربی میں جن میں وہ نازل ہوا ہے پڑھنا بھی ایسا ہی ضروری ہے جس طرح اُس کے معنی کی تعلیم دینا پس اب فاقرءوا ما تیسر من القرآن اور رتل القرآن ترتیلا اور قرآناً عربیاً ہ یکجائی طور پر نظر ڈالو تو صاف نتیجہ نکلیگا کہ قرآن کو نماز میں انہی عربی الفاظ میں پڑھو جن میں وہ نازل ہوا ہے۔

حدیث سے ثبوت

حدیث سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے سلیمان فارسی کو یہ نہیں فرمایا کہ تم فارسی میں نماز پڑھ لیا کرو۔ نہ آپ کے صحابہ نے جب ایران اور مصر فتح کیا تو وہاں کے نومسلموں کو کہا کہ تم اپنی زبان میں نماز پڑھ لیا کرو۔

ناظرین کرام خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے۔

نبوت مسیح موعود

(از مرزا عبد الکریم صاحب تاجر پونچھ)

مولوی فاضل منشی فاضل ۔ ممتاز ان فاضل بننا بہت آسان ہے۔ مشکل ہے تو تبیان کی بات کہنا بہت مشکل ہے۔ آجکل ہمارے ایک مہربان مولوی فاضل اور منشی فاضل حکیم صاحب ال کی پوری نبوت مسیح موعود پر الفضل میں کچھ عرصہ سے خامہ فرسائی کر رہے ہیں۔ لیکن ایسے عجیب عجیب نکات معرفت فرماتے ہوتے ہیں جنہیں غالباً سمجھنے کی ادعائی لے خود بھی کبھی تکلیف گوارا نہیں کی۔ فرماتے ہیں "پہلا حوالہ مضمون نگار نے جو پیش کیا ہے وہ براہین احمدیہ حصہ پنجم کے صفحہ ... کا ہے جس کا ماحصل حضرت مسیح موعود کے الفاظ میں یہ ہے کہ "ایک مومن ظلی طور پر اخلاق و صفات الہیہ کو اپنے اندر لے کر خدا فہمی کا درجہ اپنے اندر حاصل کرتا ہے اور ظلی طور پر اسی کا مظہر ہو جاتا ہے۔ اور جیسا کہ خدا غیب الغیب اور ورا ء الورا ہوتا ہے۔ ویسا ہی یہ مومن کامل اپنی ذات میں غیب الغیب اور ورا ء الورا ہو جاتا ہے"۔ اس کے بعد مدیر پیغام نتیجہ نکالتا ہے۔ کہ گو مومن کی ذات میں غیب الغیب اور ورا ء الورا کی صفت آجاتی ہے تاہم وہ غیر اللہ ہی ہوتا ہے۔ اللہ نہیں ہو جاتا جب مومن کامل خدا کا ظل بن کر خدا نہیں ہو جاتا تو نبی کا ظل بن کر کیسے نبی بن سکتا ہے۔ اس پر ہمارے فاضل صاحب کیا عجیب نکتہ بگھارتے ہیں۔ فرماتے ہیں "ہم کب کہتے ہیں کہ ظل اللہ اللہ ہو جاتا ہے ہم تو یہ کہتے ہیں کہ ظل اللہ کے اللہ نہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ انسان گو صفات الہیہ کو ایک حد تک ہی اندر جذب کر سکتا ہے مگر صفات لازمہ الوہیت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوتا" گویا یہ پتہ ہم کو آج لگا کہ خدا کی صفات لازمہ الوہیت کوئی اور ہیں اور غیر لازمہ الوہیت کوئی اور +

یا جیسا کہ حکیم صاحب فاضل آگے خود ہی لکھتے ہیں کہ "خدا تعالیٰ کی کامل اور غیر محدود صفات انسان کو ہرگز نہیں مل سکتیں" خدا تعالیٰ میں کوئی صفات ناقصہ بھی ضرور پائی جاتی ہیں۔ اور وہ وہی ہونگی جن سے متصف ہو کر بندے خدا تعالیٰ کے پیارے۔ فنا فی اللہ ہو کر ظل اللہ کا منصوبہ حاصل کر لیتے اور ورا ء الورا اور غیب الغیب بن جایا کرتے ہیں۔ حکیم صاحب نے میدان تو بالکل صاف کر دیا۔ اب بھی اگر ہمارے لاہوری احمدی اور غیر احمدی فضلا حضرت صاحب کو عین اصل نبی نہ مانیں تو ان کی مرضی ورنہ حکیم صاحب کی بہت نکتہ رسی نے تو کمال ہی کر دیکھایا ع

"این کار از تو آید و مرداں چنین کنند"

مگر میں حکیم صاحب سے اتنا ضرور پوچھونگا۔ کہ حضرت جب نبی کا ظل عین نبی ہی بن جاتا ہے۔ تو ظل اور بروز اور مثیل وغیرہ الفاظ بولنے کی حضرت مسیح موعود کو کیا ضرورت پڑ گئی پھر فرماتے ہیں کہ "اگر پیغام حضرت مسیح موعود کی ایسی تحریر بتاتا جس میں یہ لکھا ہوتا کہ ظل اللہ کامل طور پر خدا تعالیٰ کی صفات کو جذب کر لیتا ہے تب ظلی نبی کی اصطلاح کے مقابل میں ایسی تحریر پیش ہوتی کچھ اچھی بھی لگتی" تو معلوم ہوا۔ کہ بغیر کامل طور پر صفات الہیہ جذب کرنے کے ... یا متخلق باخلاق اللہ بننے کے بھی کوئی شخص ظل اللہ بن سکتا ہے۔ تو جب یہ حالت ہے تو اس سے تو ثابت ہوا کہ ظلی نبی بننے کے لئے بھی کامل صفات نبوت پیدا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ جس طرح بقول آپ کے (جیسا کہ آپ کی تحریر کا مفہوم ہے) لوگ غیر لازم صفات الوہیت کو حاصل کر کے بھی ورا ء الورا اور غیب الغیب بن سکتے ہیں۔ تو بغیر کامل صفات نبوت جذب کرنے کے اسی طرح "ذاتی نبی" بننے میں کیا اشکال ہو سکتا ہے حضرت مسیح موعود کی اتباع شریعت محمدیہ کی حاجت ہی کیا ... ... دل و جان سے نثار رہے۔ اور فرماتے رہے ... ... دوری از آن عالی جناب نزد ما کفر است و خسران و تباب +

پھر ... ... پر غور نہیں کرتے کہ حضرت نام ... نبی پانے کے متعلق من وجہ نبی من وجہ امتی کا اظہار کرتے ہیں۔ فی الواقعہ نبی بن جانا اور شے ہے۔ اور نبی کا خطاب پانا اور ہے ع

"لا نسبت بالیمین اور پیغمبر بسیار اور ہے"

مگر حکیم صاحب آپ ہزار دفعہ ایسی بات در اصل ... نکلا دیا ... نقص ہے ... مسیح موعود ... خدا تعالیٰ کی قسمیں ... نبوت کا ... آسمانی

نوشتوں میں نبوت کے نام سے مخصوص کیا گیا ہے کیا یہ حقیقۃ النبوۃ میں آپ نے یہ نہیں پڑھا کہ +

نمبر ا "یہ وہ نبوت نہیں ہے جو پہلے زمانوں میں براہ راست نبیوں کو ملا کرتی تھی"

نمبر ۲ پھر نہیں پڑھا کہ "ما نعنی من النبوۃ ما یعنی فی الصحف الاولیٰ" +

نمبر ۳ پھر و ما نعنی اللہ من نبوتی الاکثر المکالمۃ

نمبر ۴ پھر یہ نہیں پڑھا کہ میری نبوت آنحضرت کی نبوت کا ظل ہے نہ کہ اصلی نبوت +

نمبر ۵ پھر یہ نہیں پڑھا کہ میری نبوت سے کہ وہ نبوت نہیں ... مستقل نبیوں کی نبوت کے ہیں +

نمبر ۶ پھر یہ نہیں پڑھا کہ میں امتی بھی ہوں۔ اور نبی بھی +

نمبر ۷ پھر یہ نہیں پڑھا کہ نبی اور امتی کا مفہوم متنافی ہے +

نمبر ۸ پھر ازالہ میں یہ نہیں پڑھا کہ جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے اوسکا کامل طور پر کسی دوسرے کا مطیع ہو جانا نصوص قرآنیہ و حدیثیہ کے برخلاف ہے

محدث کے لفظ سے بھی ناحق آپ لوگوں کو ایک چڑ سی ہو گئی ہے ورنہ حدیث شریف میں صاف لکھا ہے کہ امت محمدیہ سے پہلے بھی محدث مکلم ہو گذرے ہیں۔ اور یہی دعوے حضرت صاحب کا ہے کہ ما نعنی اللہ من نبوتی الاکثر المکالمۃ یعنی میری نبوت سے مراد بھی خدا نے کثرت مکالمہ ہی رکھی ہے مگر محدثیت کی معاذ اللہ آپ لوگ تحقیر کرتے ہیں۔ حالانکہ اسی کے یہ سارے نام ہیں۔ ظلی مجازی بروزی نبوت جس کو خوش فہمی سے آپ لوگ عین نبوت تصور کئے بیٹھے ہیں حالانکہ حضرت صاحب کو ایسی کسی نبوت کا دعوے نہیں کرتے جو آسمانی کتابوں کی اصطلاح میں نبوت کہلاتی ہے +

کیا آپ نے یہ فقرہ کبھی نہیں پڑھا کہ "مجھے نبوت کا دعوے کرنا قرآن شریف کے رد سے منع معلوم ہوتا ہے ایسا کوئی دعویٰ نہیں کیا گیا" اور اس سے پیشتر فرمایا کہ :۔

"پھر ایک اور نادانی یہ ہے کہ جاہل لوگوں کو بھڑکانے کیلئے کہتے ہیں۔ کہ اس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ یہ اونکا سراسر افترا ہے" اب اگر مسیح موعود فی الواقعہ نبی تھے تو اونکو اسی صراحت سے اپنی نبوت سے انکار کر دینا کہاں جائز تھا پھر قرآن کریم میں یہ کہاں لکھا ہے کہ صرف صاحب شریعت نبی اور براہ راست آنے والے نبی بند کئے گئے ہیں اور بغیر شریعت کے نبی جاری کئے گئے ہیں بندگان خدا خدا نے آپ کو ذی شعور انسان بنا کر مسلمانوں کے گھر پیدا کیا ہوئے مسلمان بنے پھر بھی محمد رسول اللہ صلعم کی فدویت آپ ایک غلام آتا ہے۔ کہ میرے آقا حضرت نبی کریم صلعم کی سب لوگ سچی پیروی کرو۔ صرف رسمی اسلام اور صرف نام کا اسلام بیکار ہے نہیں ہے تو اسکا الٹا اثر آپ لوگوں پر یہ ہوتا ہے کہ آقا کو چھوڑ کر ایک نیا خدا نہ کھڑا کرنے کے درپے ہو گئے ہو خدا سے ڈرو اوس کی عزت اپنے نبی اعظم کے لئے جب بھڑکے گی۔ تو یہ سب چالاکیاں رفو چکر ہو جائیں گی۔ مخالف مولویوں کی ہاں میں ہاں ملا کر حضرت مسیح موعود کو ناحق نا کردہ گناہ ء گنہگار نہ کرو۔ اور اس تہمت سے باز آؤ یہ ظلم عظیم ہے سب لوگوں کا ایمان بے شک ظلی ہے کیونکہ اصلی ایمان تو حضرت نبی کریم صلعم کا ہے اور کسی کا ایمان نہیں حتیٰ کہ حضرت مسیح موعود کو بھی آنحضرت صلعم نے مسلمان بنایا ہے آپ لوگ کیا سمجھ رہے ہیں قرآن و حدیث صحیح کے ماتحت کر کے حضرت مسیح موعود کے اقوال میں غور کرنا اور شریعت اسلام کا ادب احترام کرنا سیکھو اور اسکو تقویم پارینہ نہ سمجھو کہ اسی سے سب کی نجات ہو گی قرآن حدیث صحیح پر ہی اصول دین قائم کرو تب سیدھا رستہ پاؤ گے ورنہ کو اصل گردانا عین گمراہی ہے اور سچے دل سے اقرار کرو کہ رضیت باللہ ربا و بالاسلام دینا و محمد نبیا تب فرد ہو جاؤ گے تو اگر بغلام احمد نبیا کہو گے تو مصیبت میں پڑ جاؤ گے خدا سے ڈرو اور ایسی چوڑی فاضلیتوں پر مغرور نہ ہو کیونکہ انہ تو لو و اسست و بعد از توبہ۔ و ما علینا الا البلاغ المبین و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

قرآن مجید یعنی سچائی کا روح

(کرم بخش صاحب حسن ابدالی کے قلم سے)

میرے مسیحی بھائیو! انجیل مقدس میں ایک سچائی کی روح کے آنے کا وعدہ کیا گیا تھا جس نے آ کر سچائی کی تمام راہیں بتانی تھیں۔ (۲) یسوع مسیح کا جلال ظاہر کرنا تھا (۳) اس کے سچا ہونے کی گواہی دینی تھی (۴) اور دنیا کو گناہ اور راستبازی اور عدالت کے بارے میں قصور وار ٹھہرانا تھا (۵) اسی سچائی کی روح نے شفیع بننا تھا اور ابد تک ساتھ رہنا تھا (۶) جو باتیں یسوع مسیح نے کہنی تھیں مگر شاگردوں کی برداشت سے باہر ہونے کی وجہ سے نہ کہہ سکتا تھا۔ وہ سب اس نے خدا سے حاصل کر کے تعلیم کرنی تھیں اور بہت سی نبوتیں کرنی تھیں +

یہ سچائی کی روح تمہارے اعتقاد کے مطابق وہی روح القدس ہے جو رسولوں کی عید ( ) کے دن ملی تھی آندورکی آندھی کے سناٹے کی آواز کی مانند ہوئی اور سارا گھر بھر گیا اور انہیں آگ کے شعلے کی پھٹتی ہوئی زبانیں دکھائی دیں۔ اور ان میں سے ہر ایک پر آ ٹھہریں اور وہ غیر زبانیں بولنے لگے مگر میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ انہوں نے اس سچائی کی روح کو ہرگز نہ پایا۔ کیونکہ اول تو انمیں وہ سچائی کی روح تب ملتی جو ان میں قوت برداشت ہوتی۔ دوئم ملنے کا بیان مشتبہ ہے۔ سوئم وہ تو پہلے سے روح القدس کے حامل تھے۔ اور اس کے وسیلے سے بیماروں کو شفا بخشتے تھے۔ بدروحوں کو نکالتے تھے۔ اور شہروں کو آگ سے بھسم کرنے کی طاقت و قدرت رکھتے تھے۔ چہارم یہ بات اور بھی مشکل ہو جاتی ہے۔ جب مرقس ۱۶: ۱۷-۱۸۔ اور یوحنا کی ۱۴: ۱۲۔ اور اعمال ۲: ۳۸-۴۰ وغیرہ پر غور کیا جاتا ہے۔ کیونکہ رسولوں کو جو روح القدس ملی تھی اس سے معجزات صادر ہوتے تھے۔ مگر مندرجہ بالا حوالہ جات کی رو سے تمہیں بھی وہی روح القدس ملی ہے تاہم تم معجزات نہیں دکھلا سکتے رسولوں کو پہلے ہی روح القدس مل چکی تھی اس لئے آنیوالی روح حق نہ ملی۔ اس امر کو ثابت کرنے کے لئے مندرجہ ذیل دلائل کافی ہونگی :۔

(۱) قوت برداشت کا نہ ہونا۔ (۲) ملنے کے بیانات کا مشتبہ ہونا۔ (۳) روح القدس کا پہلے ہی موجود ہونا۔ (۴) روح القدس کی یاد دلائی باتوں سے لکھی ہوئی اناجیل تطابق نہ ہونا (۵) روح ملنے کے سلسلہ کا ابد تک نہ ہونا۔ (۶) اناجیل سے مسیح کے جلال کا ظاہر نہ ہونا +

تم حیران ہو کر پوچھو گے کہ اگر روح القدس نہیں ملی تو وعدہ کہاں گیا؟ مگر میں تمہیں غور کرنے کو کہونگا۔ اور تمہاری توجہ کو مندرجہ آیات کی طرف مبذول کروں گا :۔

(۱) کیونکہ کچھ میں نے اپنی طرف سے نہیں کہا۔ بلکہ باپ جس نے مجھے بھیجا اسی نے مجھے حکم دیا ہے کہ کیا کہوں اور کیا بولوں یوحنا ۱۲/۴۹

(۲) جو کلام تم سنتے ہو۔ وہ میرا نہیں بلکہ باپ کا ہے جس نے مجھے بھیجا۔ یوحنا ۱۴/۲۴

(۳) اے قدوس باپ ۔۔۔۔ تیرا کلام سچائی ہے۔ یوحنا ۱۷/۱

(۴) جو باتیں میں نے تم سے کہی ہیں وہ روح ہیں۔ یوحنا ۶/۶۳

(۵) یعنی سچائی کی روح جو باپ کی طرف سے نکلتا ہے وہ میری گواہی دیگا۔ یوحنا ۱۵/۲۶

آیت ۱ و ۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ مسیح نے کہا وہ خدا کا کلام ہے +

آیت ۳ و ۴ سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کا کلام سچائی بھی ہے اور روح بھی اور آیت ۵ میں ملاو ۲ و ۳ و ۴ کا لب لباب ہے یعنی سچائی کی روح سے مراد کلام الٰہی ہے جو سچائی کی تمام راہیں دکھائیگا جو کچھ خدا سے لیگا وہی کہیگا ہمیشہ رہیگا۔ مسیح کا جلال ظاہر کریگا دنیا کا گناہ راستبازی اور عدالت کے بارے میں قصور وار ٹھہرائیگا مسیح کے سچا ہونے کی گواہی دیگا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہی شفیع ہوگا +

اگلے زمانے خدا نے باپ دادوں سے حصہ بحصہ اور طرح بطرح نبیوں کی معرفت کلام کر کے اس زمانے کے آخر میں ہم سے بیٹے کی معرفت کلام کیا۔ مگر وہ کلام الٰہی جو کامل ہوگا۔ اور مسیح کا جلال ظاہر کریگا اور شفیع ہوگا کہاں

نبی کی معرفت کیا جائیگا۔ یہ ایک سوال ہے جو ہر ایک مسیحی کرنے کا حق رکھتا ہے اس کا جواب تلاش کرنے کے لئے ہمیں انجیل مقدس میں مندرجہ ذیل مقامات ملتے ہیں:۔

(۱) جب یہودیوں نے یروشلم سے کاہن اور لیوی یہ پوچھنے کو یوحنا کے پاس بھیجے کہ تو کون ہے؟ تو اس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا۔ بلکہ اقرار کیا کہ میں تو مسیح نہیں ہوں۔ انہوں نے اس سے پوچھا پھر تو کون ہے؟ کیا تو ایلیاہ ہے؟ اس نے کہا میں نہیں ہوں۔ پھر پوچھا گیا تو وہ نبی ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ نہیں پس انہوں نے اُس سے کہا۔ تو ہے کون تا ہم اپنے بھیجنے والوں کو جواب دیں؟ تو اپنے حق میں کیا کہتا ہے۔ اس نے کہا "میں جیسا یسعیا نبی کی کتاب میں لکھا ہے بیابان میں ایک پکارنے والے کی آواز ہوں"

مندرجہ بالا بیان سے ثابت ہوا کہ اس وقت تین انبیاء کی آمد کا انتظار تھا۔

(۱) ایلیاہ (۲) مسیح (۳) وہ نبی

ایلیاہ کی بابت کتاب مقدس میں یوں لکھا تھا کہ وہ بگولے میں ہو کر آسمان پر جا رہا (سلاطین ۲: ۱۱) اور مسیح کی آمد سے پہلے پھر زمین پر اتریگا جیسا کہ لکھا ہے کہ دیکھو میں خداوند کے ہولناک دن سے پہلے ایلیاہ کو تمہارے پاس بھیجوں گا۔ ملاکی ۴/۵)

چنانچہ یوحنا جس نے اپنا نام بیابان میں پکارنے والے کی آواز بتایا ہے۔ وہ مثیل ایلیاہ ہو کر آیا۔ اور اس امر کی تصدیق خود مسیح نے کی۔ اور خداوند یسوع نے مسیح ہونے کا دعوےٰ کیا اور اس بارے میں پطرس رسول کے الہامات مندرجہ اناجیل مقدس کی تصدیق کی اور خوش ہو کر بہشت کی کنجیاں اسے عنایت کیں +

مگر وہ نبی جس کا ذکر یوحنا ۱/۲۱ و ۲۵ میں کیا گیا اور جس کی بابت خدا نے اپنے نبی موسےٰ کی زبانی کیا تھا۔ میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے ایک نبی برپا کرونگا۔ اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ اور جو کچھ میں اسے فرماؤں گا وہ سب اُن سے کہیگا۔ اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لے کے کہیگا نہ سنیگا تو میں حساب اس سے لونگا۔ استثنا ۱۸: ۱۸ +

نہ صرف توریت میں لکھا ہوا ہے۔ کہ اب تک بنی اسرائیل میں موسےٰ کی مانند کوئی نبی نہ ہوا تھا۔ بلکہ انجیل میں بھی لکھا ہے ۔۔۔ توبہ کرو اور رجوع لاؤ تاکہ تمہارے گناہ مٹائے جائیں اور اس طرح خداوند کے حضور سے تازگی کے دن آئیں۔ اور وہ اس مسیح کو جو تمہارے واسطے مقرر ہوا آپ کے یعنے یسوع کو بھیجے ضرور ہے کہ وہ آسمان میں اس وقت تک رہے جب تک وہ سب چیزیں بحال نہ کی جائیں۔ جن کا ذکر خدا نے اپنے پاک نبیوں کی زبانی کیا ہے۔ جو دنیا کے شروع سے ہوتے آئے ہیں۔ چنانچہ موسےٰ نے کہا۔ خداوند خدا تمہارے بھائیوں میں سے **مجھ سا ایک نبی برپا کریگا۔** جو کچھ وہ تم سے کہے اس کی سننا۔ اور یہ ہوگا کہ جو شخص اس نبی کی نہ سنیگا وہ امت میں سے نیست و نابود کیا جاویگا بلکہ سموئیل سے لیکر پچھلوں تک جتنے نبیوں نے باتیں کیں اُن سب نے ان لوگوں کی خبر دی ہے" +

انجیل مقدس کی مندرجہ بالا نبوت سے مفصلہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:۔

(۱) یہ پیشگوئی جو موسےٰ کی پانچویں کتاب میں بھی درج ہے یسوع مسیح کے وقت تک پوری نہیں ہوئی۔ کیونکہ یہودی انتظار میں تھے۔

(۲) وہ نبی مسیح کی پہلی آمد کے بعد مگر دوسری آمد سے بہت پہلے تشریف لائے گا۔

عام طور پر خیال کیا جاتا ہے۔ کہ مسیح ہی وہ نبی تھا۔ کیونکہ اس نے کہا ہے کہ موسیٰ نے میرے حق میں لکھا ہے۔ اور بعض نئے شاگردوں کا اجتہاد بھی اس بات پر تھا۔ مگر یہ سراسر خوش اعتقادی ہے کیونکہ اول تو علماء یہود تین انبیاء

(۱) ایلیاہ (۲) مسیح (۳) وہ نبی

کی آمد کے منتظر تھے۔ دوم خداوند یسوع نے نہ نبی ہونے کا دعوےٰ کبھی نہ کیا۔ ہاں مسیح ہونے کا دعوےٰ بڑے زور سے کیا اور آخر دم تک اسپر قائم رہا۔ سوم اس نے اس پیشگوئی کا حوالہ تک نہیں دیا۔ گو اس وقت باب اور آیات کے شمار کا حساب نہ تھا۔ تاہم دستور تھا کہ وہ آیت پڑھکر سنائی جاتی تھی۔ جیسا پولوس رسول نے اپنے نامجات میں جا بجا آیات کتاب مقدس درج کی ہیں۔ خداوند یسوع کے کلام میں اس پیشگوئی کی آیات کا کہیں بھی ذکر نہیں ہے۔ ہاں اس نے موسیٰ کی توریت کی طرف ضرور اشارہ کیا ہے۔ اور وہ سچا تھا کیونکہ اس نے حوالہ بھی دیا ہے۔ اگرچہ وہ اس پیشگوئی کے متعلق نہیں ہے۔ چہارم۔ تمہارے اعتقاد کے مطابق **یسعیاہ نبی** نے اُس کی پیدائش کی خبر دی جو موسیٰ سے بہت ہی بعد گذرا ہے۔ اور چونکہ یہ ایک نشان ہے۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ صرف پہلی بار اس کا تذکرہ کیا گیا ہو۔ اس سے یہ بھی استنباط ہو سکتا ہے۔ کہ یسعیا نبی سے پہلے کسی نے خداوند یسوع کی خبر نہیں دی۔ اگر اس کے بعد اخبار کا سلسلہ چل پڑا ہو۔ تو مضائقہ نہیں۔ اس کے علاوہ جو مشابہت (مماثلت) توریت میں درج ہے۔ وہ خداوند یسوع میں نہیں پائی جاتی۔ پس وہ نبی کی پیشین گوئی مندرجہ استثنا ۱۸: ۱۵ و ۱۸/۱۸ دیوحنا ۱۵/۲۴ و ۱۶/۱۵ و ۱۲/۲۵ میں ذکر کردہ کلام الٰہی کو سنانے والا انسان کامل اگر کوئی ہو سکتا ہے۔ تو وہ صرف نبی عرب (فداہ ابی وامی) صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں۔ کیونکہ وہی مثیل موسیٰ ہیں۔ اور انہوں نے یہ دعوےٰ بڑے دھڑلے سے کیا۔ اور مماثلت مندرجہ توریت کو لفظ بلفظ پورا کیا +

پانی کے بغیر کھیتی

ایک نہایت دلچسپ مضمون

گو ظاہرا طور پر یہ بات ناممکن معلوم ہوتی ہے۔ بعض زمیندار اس پر مذاق اڑائینگے۔ مگر یہ امر واقعہ ہنسی کی بات نہیں۔ ایسی زمینیں جن میں آب پاشی کے ذرائع کم ہیں یا بارشیں کم ہوتی ہیں۔ وہاں کامیابی کے ساتھ فصلیں پیدا ہو سکتی ہیں۔ اور برسوں کی تکلیفات کے بعد یہ تجربہ کامیاب ہو چکا ہے۔

اس کی سرگذشت اس طرح پر ہے۔ امریکہ میں عیسائیوں کا ایک فرقہ مارمن کہلاتا ہے۔ جس کا بانی جوزف اسمتھ نامی ایک معمولی حیثیت کا آدمی تھا۔ جس نے یہ دعویٰ پیش کیا۔ کہ اسے ہارڈو کے قریب ایک سونے کے ورقوں پر لکھی ہوئی بائبل ملی ہے۔ جو مسیح مذہب کی پاک کتاب ہے۔ اس کی بنیاد پر اس نے اپنے اوپر الہام ہونے کا دعوےٰ کیا۔ تھوڑے عرصہ میں اس کے کئی سو مرید بن گئے۔

۱۸۲۷ء میں اس نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس کے خلاف مارمن لوگوں میں جوش پیدا ہو گیا۔ ان کو وطن سے نکالا گیا۔ جو اپنے بال بچوں سمیت صوبہ یوٹاہ میں جا بسے۔

اس صوبہ کا رقبہ ۸۲ ہزار مربع میل ہے۔ گریٹ سالٹ لیک سٹی اس کا صدر مقام ہے۔ جو بڑا اقبال مند شہر ہے۔ اس صوبہ کی آبادی ۴/۱ ۳ لاکھ ہے۔ دو تین لاکھ مارمن آباد ہیں۔ صوبہ یوٹاہ میں بہت تھوڑی بارش ہوتی ہے۔ جو شاید سال میں سات آٹھ انچ سے زیادہ نہ ہوگی۔ مارمن لوگ جب وہاں بسے تو خشک زمین کے سوا وہاں کچھ نہ تھا۔ سبزی کہیں دیکھنے میں نہ آتی تھی۔ امریکہ میں یہ صوبہ سب علاقوں سے زیادہ خشک ہے مارمن لیڈروں نے وہاں زراعت کا انوکھا طریقہ و تجربہ شروع کیا۔ اور وہ یہ تھا۔ کہ وہ خشک بے آب زمین سے اناج اور دوسری چیزیں اگانی چاہتے تھے۔ زمین تیار کی گئی۔ اور بونے کے موسم میں بوئی گئی۔ گیہوں مکی کپاس۔ اور دوسری فصلیں بوئی گئیں۔ مگر بارش نہ ہونے سے سوکھ گئیں۔ تاہم بعض دانے ایسے جاندار تھے کہ انہوں نے خشکی اور عدم رطوبت کا مقابلہ کامیابی سے کیا۔ اور اُن میں مناسب موقعہ پر خوشے نکلے۔ اور تھوڑا سا اناج پیدا ہو گیا۔ اس اناج کو احتیاط سے رکھا گیا۔ اور دوسرے سال پھر بویا گیا۔ تو اس سے اور زیادہ پیدا ہوا آخر کار کئی سال پھر بویا گیا۔ تو اس سے اور زیادہ پیداوار ہوئی۔ آخر کار کئی سال کے بعد تماشا دیکھا گیا۔ کہ سارے کے سارے کھیت میں اناج بھرپور ہو گیا۔ جس سے خشک کھیتی کا لفظ واقعہ ہوا۔ اور مارمن لوگوں نے بنی نوع انسان کی ایک شاندار خدمت انجام دی اس فرقہ کے لوگ اسے اپنے نبی اور امام کی فوق الفطرت اعجازی طاقت سے منسوب کرنے لگے۔ اور سینکڑوں لوگ اس کے پیرو بن گئے۔ مگر یہ سائنس کا مسئلہ ہے۔ کہ اگر آج آپ ایک من بوجھ دقت سے اٹھاتے ہیں۔ تو ایک ہفتہ کے اندر اُسے اٹھانے میں کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ اسی اصول پر خشک کھیتوں میں اناج بویا گیا۔ کئی دانوں میں اتنی قوت طبعی موجود تھی۔ کہ وہ نمی کی طرف سے لاپرواہ ہو گئے۔ روشنی اور ہوا سے غذا حاصل کر کے سرسبز ہونے لگے۔ جن میں قدرتی طاقت موجود نہ تھی وہ جلد مرجھا گئے۔ اور دوسرے ہرے بھرے رہے۔ ان دانوں کی پیداوار کو اگلے سال بویا گیا۔ تو اُن سے زیادہ خوشے پیدا ہوئے۔ رفتہ رفتہ ان دانوں کا شمار اتنا بڑھ گیا۔ کہ سب کے سب نمی کو ناہی اور کمی پر غالب آ گئے۔ جو کچھ صوبہ یوٹاہ میں ہوا ہے۔ وہ ہمارے ملک اور ہمارے ہاں بھی ہو سکتا ہے۔ محکمہ زراعت پنجاب نے چند گندم کی قسمیں مہیا کی ہیں اور اسی اصول کو مدنظر رکھ کر تجربہ کیا ہے گندم کی چند اقسام بارانی علاقوں یا خشک علاقوں میں خاطر خواہ ثابت ہو گئی ہیں۔ اگر تجربہ کو اور بھی وسیع پیمانہ پر کام میں لایا جائے۔ تو دوسری فصلیں بھی خشک علاقوں میں پیدا کی جا سکتی ہیں۔

اگر کوئی فارغ البال زمیندار اپنے ہاں تجربہ کریں۔ اور چند سال کے بعد اس میں کامیابی حاصل کریں۔ تو وہ بیج دوسرے علاقہ میں بویا جا سکتا ہے۔ اور بارش کے بغیر بار آور ہو سکتا ہے۔ امریکہ سے خشک کھیتی کا بیج آ سکتا ہے۔ مگر جغرافیائی حالت ہمارے ہاں کسی قدر مختلف ہیں۔ اسی وجہ سے یہ مناسب ہے۔ کہ بارانی علاقہ کے عمدہ گیہوں منگوا کر کاشت کئے جاویں۔ اگر ایک بیگہ میں سے پانچ سیر اناج پہلے سال بر آمد ہو جائے۔ تو وہی کافی ہے۔ اُسے اگلے سال کاشت کیا جاوے۔ رفتہ رفتہ اس تجربہ میں کامیابی ہونا ممکن ہے۔

اگر یہ تجربہ کامیاب ہو جاوے۔ تو ہمارے ملک کو بیحد نفع ہوگا کروڑوں من اناج غیر آباد علاقوں سے پیدا ہو سکتا ہے۔ ملک خوشحال ہو جائے گا۔ نہر کی محتاجی نہ رہے گی جھگڑا جاتا رہیگا +

تنظیم

بقیہ مضمون صفحہ ۳ **ائمہ مجتہدین کے قول کا درجہ**

اصول کی کتابوں میں بھی تمام علمائے ربانی کا یہی مذہب ہے۔ کہ نماز عربی میں پڑھنی چاہیئے خدا اور رسول کے بعد کسی امام مجتہد کا قول کیا وقعت رکھتا ہے جب کہ وہ امام خود فرماتا ہے۔ کہ اترکوا اقوالی الی خبر الرسول یعنے رسول کی حدیث کے آگے میرے قول کو چھوڑ دو پھر خدا کے قول کے آگے تو بدرجہ اولیٰ اس قول کو چھوڑ دینا چاہیئے مجتہدین کی نسبت صاف آیا ہے کہ **قد یخطی** و قد یصیب یعنی کبھی خطا بھی کرتے ہیں اور کبھی درست اجتہاد بھی کرتے +

نماز میں اپنی زبان میں دعا

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب نے نماز میں دعا ماثورہ کے بعد ایسا کرنے کو کہا ہوگا۔ لوگوں کے سمجھنے میں غلطی لگی جو عربی دعائیں مشترکہ طور پر نماز میں پڑھی جاتی ہیں۔ اُن کے علاوہ چونکہ سجدوں میں بہت دعائیں کرنے کا ارشاد خود رسول اللہ صلعم کا ہے اور جلسہ نماز میں درود شریف کے بعد بھی آپ نے دعائیں کرنے کو فرمایا ہے اور عام اجازت دی ہے۔ کہ جو مرضی چاہے دعا کرو۔ سو ایسی عام اجازت میں جائز ہے کہ ہر شخص اپنی زبان میں دعا کرے کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ ہر شخص اتنی عربی جانتا ہو کہ وہ اپنا مافی الضمیر عربی میں ادا کرے +

پس جہاں اجازت عام ہو وہاں اپنے مافی الضمیر کو اپنی زبان میں ادا کر لینے کا کوئی حرج نہیں۔ مگر جو حصہ خود رسول کریم صلعم نے مشترک طور پر تمام جماعت اسلامی کو تعلیم دیا ہے۔ وہ مشترک اسلامی زبان یعنے عربی کے سوا اور کسی زبان میں جائز نہیں +

واقعاتِ عالم

مولینا ابوالکلام آزاد کی پُرزور اپیل

باجے اور گائے کا مسئلہ کیونکر طے کیا جائے؟

کلکتہ ۹ نومبر مولانا ابوالکلام آزاد صاحب نے اخبارات کے نام ایک بیان شایع کیا ہے جو حسب ذیل ہے:-

"مسجدوں کے سامنے باجے کا مسئلہ روز بروز اہم ہوتا جا رہا ہے۔ اور روز افزوں مشکلات کا ایک سبب بن گیا ہے مجھے ہندو اور مسلمان لیڈروں کو اس بات میں خاموش دیکھ کر سخت حیرت ہو رہی ہے۔ گذشتہ سال ستمبر میں تمام لیڈروں اور مختلف الخیال جماعتوں کے نمایندوں کی جو اتحادی کانفرنس دہلی میں منعقد ہوئی تھی"۔ اس میں اس مسئلہ کا نہایت عمدہ حل کر دیا گیا تھا۔ اس کانفرنس کا ریزولیوشن ہمارے سامنے تھا۔ اور یہ صرف یہی امر تعجب خیز ہے۔ کہ اس مسئلہ پر ہندوستان کے مختلف جگہوں پر جھگڑے ہوتے ہیں بلکہ بعض مقامات پر وہ حضرات بھی حصہ لے رہے ہیں۔ جو اس سمجھوتہ میں بہ حیثیت فریق کے شریک تھے اور کوئی شخص یہ کہنے کے لئے نہیں اٹھتا ہے کہ تمام جھگڑے کانفرنس کے اس ریزولیوشن کی رو سے طے کر دیئے جائیں۔

"یہ بدامنی کی حالت کب تک قایم رہے گی؟ بہرحال جو لوگ اس سمجھوتہ میں بحیثیت فریق کے شریک تھے۔ ان کا فرض ہے۔ کہ اس کے مطابق عمل کریں۔ اتحادی کانفرنس نے باجے اور گائے دونوں مسئلوں کو ایک ہی طریقے پر طے کیا تھا اور دونوں ریزولیوشن کے الفاظ بھی کم و بیش یکساں تھے۔ جو سمجھوتہ اس وقت ہوا تھا اس کے تین حصے تھے۔

(۱) مسلمان ہندوؤں کو مسجد کے سامنے باجہ بجانے سے بہ جبر نہیں روک سکتے ہیں۔ اسی طرح ہندو بھی مسلمان کو ذبیحہ گاؤ کے حق سے جبریہ نہیں روک سکتے۔

(۲) ہندوؤں کو مسجد کے سامنے باجہ بجانے کے حق کو اسطرح استعمال کرنا چاہیے کہ ان کی نماز میں خلل نہ پڑے۔ اسی طرح مسلمانوں کو بھی ذبیحہ گاؤ کے حق کو اس طرح استعمال کرنا چاہیے کہ ہندوؤں کے مذہبی جذبات کو صدمہ نہ پہنچے۔

(۳) جو رسم جہاں جیسی ہے وہ ویسے ہی باقی رہے گی۔ اور اس پر اس فیصلہ سے کوئی اثر نہ ہوگا۔

اس ریزولیوشن کی روشنی میں میں نے اور پنڈت موتی لال نہرو نے مل کر ناگپور کے جھگڑے کو طے کیا۔ میں نہیں سمجھتا کہ یہی معاملہ دوسرے مقامات پر بھی اسی طرح سے کیوں نہیں طے کیا جاتا ہے اگر فریقین فساد پیدا کرنے والے اور قتل و خون ریزی پر نہیں تلے ہوئے ہیں۔

اتحادی کانفرنس کے اس ریزولیوشن میں جو خاص اصول مد نظر رکھا گیا تھا وہ یہ تھا۔ یہ اس سے کہیں کے مروجہ دستور پر کوئی اثر نہ پڑے۔ لہذا یہ طے کرنا بہت آسان ہے کہ گذشتہ پانچ سال کے عرصہ میں کسی جگہ مسجد کے سامنے باجہ بجانے کی اجازت دیتے ہیں نماز کے اوقات روکا جاتا تھا یا نہیں۔ اس سے یہ معلوم ہو جائیگا کہ دستور کیا چلا آتا ہے اور اس طرح سے یہ جھگڑا آسانی سے طے ہو جائیگا۔

آل انڈیا کانگرس کمیٹی کا جب پٹنہ میں جلسہ ہو رہا تھا۔ اسوقت میرے لایق دوست پنڈت مدن موہن مالوی مجھ سے ملے اور مذکورہ بالا اصولوں کو تسلیم کیا ان کی یہ رائے تھی کہ یہ جھگڑے صرف اس صورت میں طے ہو سکتے ہیں۔ کہ سب سے پہلے یہ طے کر لینا چاہیے۔ کہ گذشتہ پانچ سال کے عرصہ میں کسی جگہ کیا دستور رہا ہے وہی دستور باقی رہنا چاہیے۔ میں نہیں سمجھتا کہ پھر ہندو مسلمان لیڈران کیوں نہیں آگے بڑھتے۔ اور اس تنازعہ کا تصفیہ کیوں نہیں کرتے جب کہ یہ اصول اس طرح پر طے ہو گیا ہے۔

عام فہم اور محب وطن کے نام پر میں ہندو اور مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس بیسویں صدی میں جب کہ آزادی اور ترقی کے مقدس الفاظ ان کی زبانوں پر ہیں مذہبی جنون کو اپنے اوپر غالب نہ آنے دیں اور ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں کو اپنی فتح اور شکست کا ذریعہ نہ قرار دیں دونوں میں سے کسی فریق کی فتح بھی دراصل ملک کی تباہ کن شکست ہے۔

میں چاہتا ہوں کہ تمام وہ لیڈران جنہوں نے گذشتہ اتحادی کانفرنس میں حصہ لیا تھا۔ وہ آگے بڑھیں اور نہایت آزادی سے کہیں کہ آیا وہ اس سمجھوتہ پر قایم رہنا چاہتے ہیں یا نہیں اگر وہ سمجھتے ہیں کہ اتحادی کانفرنس کا ریزولیوشن ماننے کے قابل ہے تو پھر ان کی خاموشی سمجھ میں نہیں آتی ہے۔ انہیں چاہیئے کہ وہ کم سے کم لوگوں سے یہ درخواست کریں کہ وہ ان مسایل کو نہ چھیڑیں جو فی الحال طے ہو چکے ہیں۔ اور اپنے اختلافات کو اس ریزولیوشن کی روشنی میں مٹا دیں۔

میں مہاتماجی کو بھی ایک خط لکھ رہا ہوں جو آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے صدر ہیں۔ تاکہ وہ کانگرس کی مجلس عاملہ کا ایک جلسہ اس غرض سے مدعو کریں۔ کہ وہ اتحادی کانفرنس کے اس ریزولیوشن کی رو سے ان تنازعات کے طے کرنے کے لئے عملی قدم اٹھائے۔

سمرنا کے قریب موسم خزاں میں جب کہ فوجی نمائیش ہو رہی تھی۔ اس موقع پر مصطفٰے کمال پاشا نے ایک تقریر کی جس میں آپ نے نمائش سے اظہار اطمینان کرنے کے بعد فرمایا۔ کہ یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ جمہوریہ کی افواج میں برابر ترقی ہو رہی ہے۔ جو آیندہ کے کاموں میں پہلے سے بھی زیادہ آسانی پیدا کرے گی۔ دوران تقریر میں آپ نے حاضرین کو یہ اطمینان دلایا کہ ترکی کی سرزمین اندرونی اور بیرونی خطرات سے بالکل محفوظ ہے۔ (ڈیلی ٹیلیگراف)

لندن ۸ نومبر جنرل گیملیان کو توقع ہے۔ کہ اس ہفتہ کے اختتام تک فرانسیسی کمک شام پہنچ جائیگی۔ اس وقت بلوائیوں کو محصور کرنے کی کارروائی شروع کر دی جائیگی۔ کمک نے آنے پر جنرل مذکور کا خیال ہے۔ کہ ان کے پاس ۳۰ ہزار سپاہی ہو جائیں گے لیکن ماہرین کا خیال ہے۔ کہ سرحد پر اگر ترکوں نے کہیں یکایک جنگی کارروائیاں شروع کر دیں۔ اور جبل دروز کے علاقہ میں سے حال ہی میں فرانسیسی فوجیں ہٹا کر دمشق بھیجی گئی تھیں کافی فوج موجود رہے۔ اس لئے کم سے کم چالیس ہزار سپاہی ہونے چاہئیں۔ ("پایونیر" ٹائمس سروس)

کلکتہ ۱۱ نومبر کل علی الصباح علی پور کی پولیس نے خفیہ پولیس کے افسروں کی مدد سے چوبیس پرگنہ کے ضلع میں بڑا ناکور کے تھانے کی حدود کے اندر دکھنیسور مقام پر ایک مکان پر تاخت کی۔ اور ایک بم بنانے کا کارخانہ دریافت کر لیا جہاں سے انہیں ایک بھرا ہوا تیار بم، بم بنانے کے مصالحہ جات اور ایک ریوالور اور ایک پستول دستیاب ہوئے پولیس نے نو بنگالی نوجوانوں کو گرفتار کیا ہے بہت سے جرم ثابت کرنے والے کاغذات بھی تلاش میں پکڑے گئے ہیں۔ کہا جاتا ہے۔ کہ ان کاغذات سے اس تحریک کا پتہ چلتا ہے جسے ترامی (انارکسٹ) خیال کیا جاتا ہے۔

دمشق ۹ نومبر گذشتہ موسم گرما میں جن عربوں نے بغداد میں فرانسیسی سفارتخانے پر حملہ کر کے ایک افسر کو قتل اور دو سپاہیوں کو مجروح کر دیا تھا۔ ان میں سے تین عربوں کو آج شہر کے عام میں پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔ لاشیں چھ گھنٹے تک پھانسی کے تختوں پر لٹکتی رہیں۔ ہر مردے کے جسم پر بڑے بڑے اشتہارات چسپاں تھے۔ جن پر مرنے والوں کے جرم کی پوری کیفیت عبرت عامہ کے لئے ثبت تھی۔ ہزارہا لوگ اس دردناک حالت کے ملاحظہ کے لئے جمع ہوئے۔

پیرا ۱۰ نومبر جمہوریہ ترکی میں جمعہ کی بجائے اتوار کے دن تعطیل کا اعلان کیا گیا ہے۔

حکومت ہنگری اپنے آیندہ مجلس ملیہ کے اجلاس میں ایک مسودہ قانون پیش کریگی جس کی رو سے ۱۸ سال سے کم عمر کے اشخاص کو شراب فروخت کرنے اور خرید نے کی ممانعت ہو گی۔

قاہرہ ۸ نومبر جب دوسرے صندوق کا ڈھکنا اٹھایا گیا تو ایک انسانی غالعش کا انکشاف ہوا جو سونے تمام ملفوف تھا اور [illegible] کی شکل معلوم ہوتی تھی

مین پوری ۱۰ نومبر مقبول شاہ صاحب [illegible]

اطلاع دیتے ہیں۔ کہ ۸ نومبر کو جمعیۃ تنظیم کا ایک جلسہ زیر صدارت حکیم محمد احمد صاحب کے منعقد ہوا۔ استقبالیہ کمیٹی مرتب کی گئی۔ شیخ ابو حسین صاحب صدر اور مولوی معین الدین احمد صاحب سکریٹری منتخب ہوئے۔

۱۴ نومبر کے جلسہ کی صدارت جناب عطا محمد خان صاحب وکیل فرمائیں گے

آنکھ کی بینظیر دوائی کے متعلق

ایک سردار کی حلفیہ شہادت

مکرمی جناب محمد احمد اینڈ کمپنی قادیاں السلام علیکم میں خدا کو حاضر ناظر جانکر شہادت دیتا ہوں۔ کہ میں نے آپکی بینظیر آنکھ کی دوائی کا اپنے گھر میں استعمال کرایا اسکو نہایت مفید ثابت پایا میرے لڑکے کی آنکھیں بہت خراب تھیں۔ اسکے استعمال سے بہت جلد اچھی ہو گئیں۔ اسکے بعد اس دوائی کی ہمارے گاؤں میں عام شہرت ہو گئی اور بہت سے مریضوں نے اسکے ذریعہ شفا پائی ہے میں آپکو اجازت دیتا ہوں۔ کہ آپ اس گواہی کو مخلوق خدا کی عام اطلاع کیلئے شایع فرمائیں دستخط نعزن خان جمعدار رایدھوسٹ ۲۹ کیول پیدا راولپنڈی ساکن موضع کیمل پور تحصیل فتح جنگ ضلع اٹک۔ دراصل یہ دوائی حضرت حکیم نورالدین صاحب مغفور کی ایجاد ہے اور ککروں اور دیگر امراض چشم کے لئے اکسیر ہے اگر کوئی شخص اس کو غیر مفید ثابت کرے تو ہم اس کو یک صد روپیہ انعام دیں گے قیمت فی تولہ ایک روپیہ چار آنے

نوٹ ہر جگہ ایجنٹ درکار ہیں جن کو ۲۵ فیصدی کمیشن دیا جائیگا۔

محمد احمد اینڈ کمپنی قادیاں

سول انجینئرنگ کالج کپورتھلہ کو

سرپرستی و امداد

ہز ہائی نس عالیجناب مہاراجہ صاحب بہادر دام اقبالہ نے سال گذشتہ پر کالج ہذا کو ریاست نے رکگنائز کر لیا ہے۔ یہاں کے طلبا گورنمنٹ کے ہر محکمہ میں مختلف تنخواہوں پر اس وقت کام کر رہے ہیں بہت اخبارات اور انجینئرز کے علاوہ ڈائرکٹر جنرل ملٹری ورکس انڈیا ایجوکیشنل کمشنر انڈیا گورنمنٹ کے ایسے جلیل القدر حکام نے یہاں کی تعلیم ضبط نظم نسق اور صفائی کی تعریف فرمائی ہے سب اوورسیر۔ اوورسیر اور سب انجینئر کلاس کی پراسپکٹس ملازم شدہ طلبا کی فہرست معہ حکام سرٹیفکیٹ مینیجنگ ڈائرکٹر صاحب سے مفت مل سکتے ہیں۔

خریداران پیغام صلح میں سے کسی صاحب نے نومبر کے پہلے ہفتہ میں منی آرڈر تعدادی ۵ روپیہ کا ارسال فرمایا ہے اور کوپن پر یہ عبارت تحریر فرمائی ہے

"مبلغ ۵ روپیہ چندہ از خریدار نمبر ۳ وصول فرماویں"

مگر یہ عبارت انگریزی میں تھی اور یہ منی آرڈر یہاں ۱۵/۱۱ کو وصول ہوا ہے کوپن پر فرستندہ کا نام نہیں پڑھا جاتا۔ اور رجسٹری دیکھنے پر معلوم ہوا کہ محولہ بالا خریدار نمبر ۳ کا چندہ ۲۶/۱۲ تک پہلے ہی وصول ہے سو جن صاحب نے یہ منی آرڈر ارسال فرمایا ہو۔ وہ مہربانی فرما کر اس کی پوری پوری تفصیل تحریر فرماویں مینجر

جلد ۱۳ | مدینۃ المسیح لاہور | یوم چہار شنبہ مطبوعہ ۳۰ ربیع الثانی ۱۳۴۴ھ ہجری مطابق ۱۸ نومبر ۱۹۲۵ء عیسوی | نمبر ۱۰۶

قبہ خضرا

علیٰ ساکنہا الف الف سلام

اس وقت جبکہ ہندوستان کے مسلمانوں میں قبوں کی بحث چھڑی ہوئی ہے سرور عالم کے مزار کے قبے کی تاریخ دلچسپی سے خالی نہ ہوگی اس لئے میں اسکا مختصر حال بیان کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں جب مسجد تعمیر فرمائی تو اس کے متصل ازواج مطہرات کے لئے حجرے بھی بنوائے۔ مسجد سے ملا ہوا حضرت عائشہؓ کا حجرہ تھا جو کچی اینٹوں سے بنایا گیا تھا اور اوپر کھجور کے پتے تھے۔ اس کا طول زیادہ تھا اور عرض علےٰ اختلاف روایات سات یا آٹھ ہاتھ۔ اور بلندی صرف اس قدر تھی کہ متوسط قد کا آدمی کھڑا ہو سکے۔ امام حسن بصری کا بیان ہے کہ سن بلوغ کے قریب جب میں اس حجرہ میں گیا تھا تو میں نے ہاتھ سے اس کی چھت چھولی تھی۔ اس کے ایک دروازہ میں عرعر کی لکڑی کا صرف ایک پٹ کا کواڑ لگا ہوا تھا۔ دوسرا دروازہ مسجد میں تھا۔

اسی حجرے میں سرور عالم نے انتقال فرمایا اور اسی میں لوگوں نے جنازہ کی نماز فرداً فرداً ادا کی۔ ایک دروازے سے داخل ہوتے تھے اور جنازہ پڑھکر دوسرے سے نکل جاتے تھے اور اسی میں دفن بھی کئے گئے اس کے بعد حجرہ کے دو حصے کر دئے گئے۔ ایک میں حضرت عائشہؓ رہتی تھیں۔ دوسرے میں تبرک شریف تھی۔ حضرت عمرؓ نے بعض لوگوں کو دیکھا کہ وہ تبرکاً روضہ کی مٹی اٹھاتے ہیں اس لئے اس حفاظت کے واسطے ایک دیوار بنوا دی۔ پھر اسی میں حضرت ابوبکر صدیق اور اُن کے بعد حضرت عمر فاروق بھی دفن کئے گئے رضی اللہ عنہما۔ یہ تینوں قبریں ایک سطر میں واقع نہیں ہیں بلکہ معتمد بیان کے مطابق حضرت ابوبکرؓ کا کا سر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دوش مبارک کے مقابل میں ہے اور حضرت عمرؓ کا سر صدیق اکبر کے پہلو میں۔ اسی وجہ سے حضرت عمرؓ کے پاؤں حجرہ کی دیوار کے اندر آ گئے۔

ان تینوں قبروں کے بعد ایک قبر کی جگہ اور اس میں باقی ہے جہاں بنی ہاشم امام حسنؓ کو دفن کرنا چاہتے تھے۔ لیکن اُن کو اجازت نہ دی گئی اور وہ جگہ خالی رہی۔ اسی کی بابت روایات میں پیشین گوئی ہے کہ یہاں عیسیٰ یا مہدی دفن ہوں گے۔ خلفاء بنی اُمیہ نے اس خیال سے کہ مبادا پھر بنی ہاشم کوئی جھگڑا کریں اس حجرہ کو ہر طرف سے بند کرا دیا اور کوئی کھڑکی یا دروازہ نہیں رکھا۔

۸۸ھ میں ولید بن عبد الملک اُموی خلیفہ نے حضرت عمرؓ بن عبد العزیز والی مدینہ کو حکم دیا کہ مسجد نبوی بڑھائیں اور اُمہات المومنین کے حجرے بھی اس میں شامل کر لیں۔ اہل مدینہ نے ہر چند واویلا کی کہ یہ حجرے بدستور قایم رکھے جائیں تاکہ اطراف عالم سے جو مسلمان زیارت کو آئیں وہ دیکھیں کہ اُن کے نبی نے کس سادگی کے ساتھ دنیا میں اپنی زندگی گذاری ہے لیکن کسی نے اُن کی فریاد کو نہ سنا اور بجز حجرۂ عائشہؓ کے تمام حجرے مسجد میں ملا لئے گئے

حجرۂ عائشہؓ کو جس میں رسول اللہ اور شیخین کی قبریں ہیں مسجد کا جزو نہیں بنایا اور اس غرض سے کہ نماز میں وہ مصلیوں کے سامنے نہ پڑے ایک پنج گوشہ کج خطیرہ اُس کے گرد کھینچ دیا خطیرہ کی تعمیر کے وقت تینوں قبریں نمایاں ہوئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر سطح زمین کے برابر تھی اور شیخین کی قبریں کسی قدر مرتفع تھیں چونکہ اُن کے اوپر چھت سے خس و خاشاک گرا تھا اور خاک پڑی ہوئی تھی۔ عمر بن عبد العزیز نے ارادہ کیا کہ اس کے جھاڑنے کی سعادت حاصل کریں۔ اُن کو دیکھ کر قاسم بن محمد بن ابو بکر نے بھی شرکت کے لئے اپنا دامن چڑھایا۔ امام زین العابدین بھی تیار ہوئے اور سالم بن عبد اللہ بن عمر بھی اُٹھے۔ ابن عبد العزیز نے دیکھا کہ اس مرقد پاک پر یہ ہجوم ادب کے خلاف ہوگا۔ اس لئے خود بھی بیٹھ گئے اور اُن لوگوں کو بھی روکدیا۔ اور اپنے خاص غلام مزاحم کو حکم دیا کہ اندر جاکر احتیاط سے صفائی کر دو۔ لیکن ابن عبد العزیز کو اپنی اس محرومی پر سخت افسوس رہا۔

جب اس خطیرہ کی بنیادیں کھودی جا رہی تھیں تو یکایک دو پاؤں نمودار ہو گئے۔ کھودنے والا جس کا نام وردان تھا دیکھ کر بے ادبی کے خطرہ سے سہم گیا اور نکل کر الگ کھڑا ہو گیا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز بھی گھبرا اُٹھے۔ اُس وقت وہاں عروہ بن زبیر بھی موجود تھے۔ انہوں نے کہا یہ دونوں پاؤں حضرت عمرؓ کے ہیں جن کے لئے حجرہ کی دیوار کھود کر جگہ نکالی گئی تھی پھر ان کو مٹی سے چھپا دیا اور ہٹ کر دیوار بنائی اور حسب سابق کوئی دروازہ نہیں رکھا کہ قبروں کو لوگ دیکھ سکیں۔ اس خطیرہ کی دیواریں سقف مسجد تک نہ تھیں اور نہ اس پر کوئی چھت تھی۔ صرف سال کی لکڑی ڈالکر اوپر سے موم جامہ کا پردہ اُڑھا دیا گیا تھا۔

مدتہائے دراز کے بعد چھٹی صدی کے وسط میں حجرۂ شریفہ میں اندر کی جانب دیوار کا ایک حصہ ٹوٹ گیا اور اس کے گرنے کی آواز باہر سنائی دی خلیفہ بغداد کو اطلاع کی گئی۔ اُس نے علماء و فقہا سے مشورہ لیا انہوں نے کہا کہ کوئی متقی صالح مسجد کی اوپر کی کھڑکی سے حجرہ کے اندر اُتارا جائے تاکہ جو کچھ ٹوٹا ہو اُس کو درست کر دے۔ اس زمانہ میں عباسی خاندان میں بدر ضعیف نامی ایک عابد و زاہد شیخ تھے وہ اندر اُتارے گئے چند اینٹیں گری تھیں وہ مسجد کی مٹی سے تیار کی گئیں جن سے اس شکست کی مرمت کی۔

حجرہ کے اندر گارا ڈھونے کا ایک کھپرا جو پہلی تعمیر کے وقت کا پڑا ہوا تھا ملا۔ اس میں وہاں کی خاک پاک بھر کر بطور تحفہ کے خلیفہ بغداد کے لئے روانہ کی گئی جس روز وہ بغداد پہنچا ہے اُس کے استقبال کے لئے خلیفہ اور امراء سے لے کر عام مخلوق کا اس قدر ازدحام تھا کہ کبھی اس سے پہلے دیکھا نہ گیا۔ شہر کے تمام کاروبار اُس روز بند ہو گئے۔

اقوام کے فلسفۂ عروج و زوال کا یہ بھی ایک اہم مسئلہ ہے کہ جب کسی جماعت پر دماغی موت طاری ہو جاتی ہے تو وہ عقیدت کے نمائشی مظاہروں پر قانع رہتی ہے اور دین کا حقیقی جذبہ جو محرک عمل ہوتا ہے اُن کے دلوں سے نکل جاتا ہے۔ چنانچہ اسی زمانہ میں شام میں صلیبی جنگ ہو رہی تھی اور غازی نور الدین شہید والئے حلب تھوڑی سی فوج لئے ہوئے صلیبی فدائیوں کے ٹڈی دل کے مقابلہ میں اپنا خون اور پسینہ ایک کئے ہوئے تھا لیکن یہ بغدادی اور خلیفہ مستضی باللہ اُس طرف رُخ بھی نہیں کرتے تھے اور جس رسول کے خاک مزار کی محبت کا جوش و خروش دکھایا تھا اس کے دین کی امداد کے لئے اُن کی رگ حمیت ذرا بھی نہیں پھڑکی تھی

تھوڑے ہی زمانہ کے بعد پھر روضہ کے اندر سے کچھ گرنے کی آواز آئی۔ مدینہ کا امیر قاسم بن مہنی حسنی تھا۔ اُس نے کہا کہ کوئی بزرگ تلاش کرو تو میں اس کو اندر اُترنے کی اجازت دوں۔ اس زمانہ میں صوفیہ کے شیخ الشیوخ موصل کے عمر نسائی تھے جنہوں نے مجاورت رسول کی غرض سے مدینہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ لوگوں نے انہیں کو منتخب کیا مگر سلسل البول اور ریاح کے عارضے کی وجہ سے انہوں نے انکار کیا کہ کہیں روضۂ شریف کی بے ادبی نہ ہو جائے لیکن لوگوں کے سخت اصرار کی وجہ سے اُن کو راضی ہونا پڑا۔ آخر تین دن پیاسے اور بھوکے رہے۔ اس کے بعد مسجد کی چھت کے متصل جو روشن دان ہے اُس سے لٹکائے گئے حجرہ کے اندر جاکر انہوں نے شمع جلائی۔ گرے ہوئے حصہ کی مرمت کی اور قبروں پر جو گرد پڑی ہوئی تھی اُس کو اپنی داڑھی سے جھاڑا۔

صلیبی جنگ کے دوران میں ۵۵۷ھ میں دو رومی عیسائی مغربی حاجیوں کے بھیس میں مدینہ میں داخل ہوئے وہاں انہوں نے محبت رسول اور دینداری کا اظہار کیا اور کہا کہ ہم تو صرف اس لئے ترک وطن کر کے یہاں آئے ہیں کہ جوار رسول میں ۔۔۔۔۔ رہیں اور عبادت کریں۔ اہل مدینہ نے جب اُن کے اظہار محبت و عبادت اور بالخصوص اُن کی خیرات و مبرّ کو دیکھا تو گرویدہ ہو گئے اور اُن کی خواہش کے مطابق حجرہ شریفہ کے متصل اُن کو ایک مکان رہنے کے لئے دیا۔ اُن دونوں نے اس مکان سے روضۂ اطہر کی طرف سرنگ کھودنی شروع کی۔ رات کو کھودتے اور صبح سویرے مٹی کو مشک میں بھر کر شہر کے باہر لیجاکر پھینک دیتے۔ اور دن پھر اردگرد کے نخلستانوں اور قبا وغیرہ کی زیارت گاہوں میں گھوم گھوم کر پانی پلاتے۔

اس زمانہ میں عرب سلطان نور الدین شہید کے زیر اقتدار آ چکا تھا۔ اس نے ایک رات سرور عالم کو خواب میں دیکھا کہ آپ دو گورے آدمیوں کی طرف اشارہ کر کے فرما رہے ہیں کہ یہ دونوں کتے مجھے ستا رہے ہیں۔ اور تو خبر نہیں لیتا۔ سلطان یہ خواب دیکھ کر چونک پڑا اور صبح کو علماء کو بلا کر تعبیر پوچھی لیکن وہ صحیح بات سمجھنے سے قاصر رہے۔ متواتر تین رات اُس نے یہی خواب دیکھا۔ اور اب اس کو یارائے تحمل نہ رہا اور یہ خیال کر کے کہ مدینہ میں ضرور کوئی حادثہ گذرا ہے وہ اپنے وزیر جمال الدین موصلی اور بیس سوار لیکر روانہ ہو گیا اور بر جناح استعجال سولہ روز میں مدینہ پہنچ گیا۔ لوگ اس کے یکایک اس طرح آ جانے سے متعجب ہوئے۔ امیر مدینہ نے آنے کا سبب دریافت کیا۔ اُس نے تنہائی میں لیجا کر اس سے خواب کا واقعہ بیان کیا۔ اور پوچھا کہ روضہ شریف میں کوئی جدید امر تو ظہور پذیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

لاہور

جلد ۱۳ | ۳۰ ربیع الثانی ۱۳۴۴ھ | نمبر ۱۰۶

معجزۂ رسالت

یعنی

اسی عالم میں قیامت کا نقشہ

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے قلم سے)

اصل میں تو ایک دوست نے چند سوالات حضرت امیر کی خدمت میں بھیجے تھے جن کے جوابات کا مجھے ارشاد ہوا تھا۔ وہ **سوالات** حسب ذیل ہیں۔

(۱) طاعون کیا ہے
(۲) یہ کیوں رونما ہوئی۔
(۳) اس کے ظاہر ہونے کا مقصد کیا ہے۔
(۴) یہ کس کی طرف سے آئی ہے۔

اُن کے **جوابات** تو صرف اسی قدر ہیں کہ

(۱) طاعون ایک بیماری ہے جو وبا کے طور پر پھیلتی ہے۔
(۲) ہانگ کانگ سے غلہ کے جہازوں میں چوہوں کے ذریعہ آگئی چوہے کے جسم پر جو پسو ہوتے ہیں ان کے کاٹنے سے اس کا زہر انسان کے اندر داخل ہو جاتا ہے۔
(۳) اس کے ظاہر ہونے کے مقصد کا تو اللہ کو ہی علم ہے۔ مگر قرآن کے ذریعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض دفعہ امراض خدا کی طرف توجہ اور تضرع کے لئے بھی آتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ پس خدا کی طرف توجہ اور تضرع اور ابتہال بھی اس کا ایک مقصد ہے۔ اس کے علاوہ اور کیا کیا مقاصد ہیں یہ اللہ ہی جانتا ہے۔ اس کے علم پر کون احاطہ کر سکتا ہے۔
(۴) اللہ کی طرف سے آئی ہے

مگر حقیقت یہ ہے کہ نہ صرف سائل کے دل میں بلکہ بہت سے لوگوں کے دلوں میں دنیوی عذابوں کے متعلق بعض وساوس کھٹکتے ہونگے جن کے حل کے لئے میں اصولاً مختصر طور پر کچھ عرض کر دینا چاہتا ہوں۔

یہ تو ایک مسلم امر ہے کہ یہ دنیا دارالعمل ہے اور آخرت دارالجزا ہے یعنی اللہ تعالےٰ نے ہمیں اس عالم میں صرف اس لئے رکھا ہے کہ ہم عمل کریں جیسا کہ قرآن میں آیا ہے کہ الذی خلق الموت والحیوٰۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا۔ موت اور حیات کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے۔ غرضکہ یہ دنیا تو دارالعمل ہے اور ان عملوں کی جزا کے لئے دوسرا عالم ہے۔ جہاں ان عملوں کا خواہ نیک ہوں یا بد پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ جیسا کہ قرآن میں آیا ہے۔ واتقوا یوماً ترجعون فیہ الی اللہ ثم توفیٰ کل نفس ما کسبت وھم لا یظلمون۔ اس دن سے ڈرو جس دن تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے پھر ہر ایک نفس اپنے کمائے ہوئے عمل کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔ پس اس دنیا میں عملوں کی جزا سوائے خاص خاص صورتوں کے پوری پوری نہیں ملتی۔ خاص خاص صورتیں یہ کہ کبھی کوئی شخص یا قوم ظلم میں حد سے بڑھ گئی اور پیمانہ لبریز ہو گیا تو عذاب میں مبتلا ہو گئی۔ جیسا کہ قرآن میں آتا ہے۔ فان للذین ظلموا ذنوباً مثل ذنوب اصحابھم فلا یستعجلون۔ پس بے شک ظالموں کے لئے ایک پیمانہ مقرر ہے جیسا کہ ان سے پہلے ان کے ہم مشرب لوگوں کے لئے پیمانے مقرر تھے پس جلدی نہ کرو۔ یا بعض دفعہ کسی نیک بندہ کی اصلاح کے لئے اُس کے اعمال پر گرفت ہو جاتی ہے۔ تاکہ وہ ہوشیار ہو جائے یا بعض اعمال ایسے ہوتے ہیں جن کا تعلق صحت کے قوانین سے وابستہ ہوتا ہے اور ان کے لحاظ رکھنے یا توڑنے کا بدلہ قدرت خود دیتی ہے یا بعض اعمال کا بدلہ سوسائٹی یا حکومت کے قوانین کے رو سے ملجاتا ہے لیکن یہ نتیجہ ہے کہ اکثر دفعہ لوگ اپنی چالاکیوں سے حکومت یا سوسائٹی کے قوانین سے بچے رہتے ہیں۔ پس خاص خاص صورتوں کو الگ کر کے عام طور پر سنت اللہ یہی ہے کہ عملوں کی جزا و سزا اس عالم میں نہیں ملتی بلکہ اس کے لئے دوسرا عالم مقرر ہے۔

اس عالم میں انسان دو قسم کے امتحانوں کے اندر مبتلا ہے۔ اور وہ امتحان سکھ اور دکھ کے ہیں۔ اگر دونو رنگ کے یہ امتحان نہ ہوں تو انسان کے اخلاق فاضلہ کا نشو و نما اور ان کا اظہار کامل طور پر نہیں ہو سکتا۔ بعض اخلاق کا اظہار سکھ اور نعمتوں کی فراوانی میں ہوتا ہے اور بعض اخلاق کا اظہار دکھ اور افلاس اور مصیبتوں میں ہوتا ہے۔ اسی لئے انسانی اخلاق کے نشو و نما اور اس کے محاسن کے حسن کو ظاہر کرنے کے لئے دونوں باتیں ساتھ ساتھ چلتی ہیں یعنی کبھی سکھ اور نعمتوں کی کثرت ہوتی ہے۔ اور کبھی دکھ اور افلاس اور مصائب کا دور دورہ ہوتا ہے۔ قرآن کریم بھی فرماتا ہے کہ انا جعلنا ما علی الارض زینۃ لھا لنبلوھم ایھم احسن عملا۔ یعنی ہم نے جو کچھ زمین پر بنایا ہے اس کے لئے زینت بنایا ہے تاکہ ہم لوگوں کو آزمائیں کہ کون اچھے عمل کرتا ہے۔ یہاں دنیا کی زینتوں اور سکھوں کا مقصد عملوں کا امتحان بتلایا۔ اور دوسری جگہ فرمایا کہ ولنبلونکم بشیٔ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات کہ ہم تمہیں آزمائیں گے خوف سے اور بھوک سے اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے۔ یہاں دنیا کے مصائب افلاس اور دکھوں کا مقصد عملوں کا امتحان بتلایا

پس ایک طرف دنیا میں سکھوں اور دکھوں کا سلسلہ تقدیری رنگ میں بھی چلتا ہے تا عملوں کا امتحان ہو اور دوسری طرف جیسا کہ میں نے اوپر ذکر کیا ہے خاص خاص صورتوں میں عملوں کی جزا سزا کا رنگ سکھ اور دکھ کی شکل میں اس عالم میں بھی نظر آ جاتا ہے۔ اسلئے ان دونوں قسم کے سکھوں اور دکھوں کے آپس میں خلط ملط ہو جانے سے انسانی عقل ایک تحیر کے عالم میں رہ جاتی ہے چونکہ صحیح اور کامل علم اسکے سامنے نہیں ہوتا۔ اس لئے دنیا کے سکھوں اور دکھوں کا نظارہ اس کو گھبرا دیتا ہے۔ اور اس کو اپنے احاطۂ علم سے باہر پاکر بجائے اس کے کہ انسان اپنے فہم کے قصور اور علم کے نقص اور عجز کا اعتراف کرتا وہ کبھی تو تناسخ کے چکر میں جا پھنستا ہے اور خدا کی ساری خدائی کی پیدائش کو ہی نیک اور بد اعمال کے نتائج پر منحصر کر دیتا ہے۔ اور کبھی دہریہ بنکر ساری حقیقتوں اور صداقتوں کا انکار کر دیتا ہے۔

درحقیقت یہ نفس کا تکبر ہوتا ہے جو وہ اپنی عقل کو اتنا کامل اور محیط علیٰ کل شیٔ سمجھتا ہے کہ جس چیز تک اس کی عقل کی رسائی نہ ہو اس سے انکار کر دیتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالےٰ نے محض اپنے رحم اور فضل سے جب انسان کی کمی علم اور کوتاہی عقل کی تلافی کے لئے وحی و الہام کے سلسلہ سے اس کی دستگیری فرمائی اور اپنے رسول کو شریعت دیکر بھیجا تاکہ نوع انسان کو نیکی اور بدی کا صحیح امتیاز بتلایا جائے تو ساتھ ہی یہ بھی اہتمام کیا کہ زمانہ رسالت میں اعمال کے نتائج کا ایک نقشہ اسی دنیا میں دکھایا جائے۔ تا عالم آخرت کا خاکہ چھوٹے پیمانے پر نظر کے سامنے آ جائے اور نتائج اعمال پر دلیل مستحکم قائم ہو جائے اور اس طرح ان لوگوں پر حجت تمام ہو جائے جو اس عالم کے سکھوں اور دکھوں کی پیچیدگیوں سے گھبرا جاتے ہیں اور بعض دفعہ نیکوں کو تکالیف میں مبتلا اور بدوں کو مزے اُڑاتے دیکھکر یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ اس عالم میں جو کچھ ہو رہا ہے اندھا دھند ہو رہا ہے اور نیکی اور بدی کا کوئی نتیجہ نہیں اور اس عالم کے چلانے والی قوتوں میں کوئی شعور نہیں۔

پس جب کوئی رسول اللہ تعالےٰ کی طرف سے شریعت لے کر آتا ہے۔ اور فلاح دنیوی و اخروی کے لئے نیک اور بد اعمال کو الگ الگ کھول کر سناتا ہے اور نیک اعمال کے اچھے نتائج کی بشارت دیتا ہے اور بُرے اعمال کے نتائج سے ڈراتا ہے۔ تو ان نتائج اعمال پر یقین پیدا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ اس رسول کے زمانہ میں نتائج اعمال پر سے ایک حد تک پردہ اٹھا دیتا ہے اور وہ نقشہ جو آخرت میں نظر آنے والا تھا وہ اسی عالم میں چھوٹے پیمانے پر ایک حد تک نظر آ جاتا ہے۔ اور الٰہی احکام کے اتباع کرنے والے فلاح دارین کے وارث ہو جاتے ہیں اور نافرمان خسر الدنیا والاخرۃ کے مصداق ٹھیر جاتے ہیں۔ رسول کی رسالت شریعت اور آخرت یعنی نتائج اعمال پر یہ ایک ایسا عظیم الشان نشان معجزہ ہوتا ہے کہ ایک دہریہ کی گردن بھی اس کے آگے جھک جاتی ہے۔ اُسے اعمال کے نتائج اسی دنیا میں صاف نظر آ جاتے ہیں۔ وہ انہیں اتفاق نہیں کہہ سکتا کیونکہ پہلے سے ان نتائج اعمال کے دکھائے جانے کا اعلان رسول کے ذریعہ اللہ تعالیٰ بار بار کر چکا ہوتا ہے۔ اور اعلان کے وقت نافرمانوں کی شان و شوکت کو دیکھکر اور فرمانبرداروں کے عجز اور کمزوری پر نظر کر کے وہ اعلان بچوں کا ایک کھیل معلوم ہوتا ہے۔

مثال کے طور پر محمد رسول اللہ صلعم کے معجزۂ رسالت کو لیجئے زمانہ میں یہ معجزہ اپنے پورے کمال اور پوری شان و شوکت کے ساتھ دکھایا گیا جس کی نظیر اور رسولوں کے زمانہ میں بھی نہیں ملتی۔ قوم کے اخلاق بگڑ چکے تھے۔ اعمال میں وہ بہت نیچے گر چکی تھی۔ اس لئے جب آپ تشریف لاتے ہیں تو اعلان کرتے ہیں اور بار بار اعلان کرتے ہیں جن میں سے ایک دفعہ کا اعلان یہ ہے۔ قرآن کریم میں آتا ہے انی لکم منہ نذیر و بشیر وان استغفروا ربکم ثم توبوا الیہ یمتعکم متاعاً حسناً الیٰ اجل مسمی ویؤت کل ذی فضل فضلہ وان تولوا فانی اخاف علیکم عذاب یوم کبیر۔ بیشک میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے تمہیں ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا ہوں اور کہ تم اپنے رب سے مغفرت چاہو اور اس کی طرف رجوع کرو۔ تو وہ تم کو وقت مقرر تک دنیا میں رسائے بسائے گا۔ اور ہر ایک بڑھکر نیکی کرنے والے کو بڑھکر بدلہ دیگا اور اگر تم پشت پھیروگے تو پھر بیشک مجھے تم پر ایک بڑے سخت دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔ اس اعلان کے وقت کفار مکہ ہنستے ہونگے وہ قوت اور غلبہ میں تھے سکھ اور آرام میں تھے۔ وہ اپنے اعمال کے نتائج سے بے خبر اور بے پرواہ تھے۔ ان کو اعلان کیا جاتا ہے کہ سنبھل جاؤ دنیا کی بساط پر عالم آخرت کا نقشہ کھینچکر دکھایا جائیگا۔ اور نتائج اعمال اسی دنیا میں اپنی شکل دکھائینگے تاکہ نیکی اور بدی کا فرق اور فائدہ و نقصان نظر آ جائے اور ہر ایک جویائے حق کے دل میں نتائج اعمال پر یقین پیدا ہو جائے۔ کیونکہ جب تک یہ یقین پیدا نہ ہو نیکی کیلئے تحریک پیدا ہو نہیں سکتی۔ اسی لئے سورۂ بقرہ کے شروع میں جہاں ایمانیات کا ذکر کیا ہے۔ وہاں اور چیزوں پر تو صرف یؤمنون کے لفظ سے ایمان لانے کا ذکر کیا ہے۔ مگر آخرت کے متعلق وبالاخرۃ ھم یوقنون فرما کر یقین کو ضروری ٹھیرایا ہے۔ کیونکہ اصل چیز عمل ہے اور عمل کے لئے تحریک نہیں ہو سکتی جب تک یقین پیدا نہ ہو۔ اس لئے رسالت جب عمل کرنے پر زور دے گی تو ضرور ہے کہ عمل کے نتائج کا ایک نقشہ چھوٹے پیمانے پر اللہ تعالےٰ اس عالم میں بھی دکھا دے تاکہ یقین پیدا ہو جائے اور تا بعد میں اگر کبھی اعمال کے نتائج حسب دلخواہ نظر نہ بھی آئیں تو ایک فہیم انسان یہ سمجھ لے کہ نتائج اعمال اگر اب نہ نکلے تو پرواہ نہیں آئندہ چلکر ضرور نکل کر رہینگے۔ اور اگر اس جہان میں نظر نہیں آتے تو پھر کوئی دوسرا جہان لازمی طور پر ہونا چاہیے جہاں اعمال کے نتائج پورے طور پر ظاہر ہوں۔ کیونکہ جب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ عالم اسباب میں عمل ایک سبب ہے اور نتیجہ اس کا نکلنا لازمی ہے۔ تو اگر اس عالم میں اعمال کے نتائج پورے طور پر نہ نکلیں تو ضرور ہے کہ موجودہ عالم جو دارالعمل ہے بجائے خود ایک سبب ہو اور ایک اور عالم موجودہ عالم کے لئے بطور نتیجہ کے ہونا چاہیے جو دارالجزا ہو۔

پس نتائج اعمال کے اس نقشہ سے قیامت پر یقین پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی لئے قرآن کریم میں الساعۃ جہاں قیامت کے متعلق بولا گیا ہے۔ وہاں دنیا میں نتائج اعمال کے اس نقشہ پر بھی بولا گیا ہے۔ ہر ایک عقلمند اس نظارہ کو دیکھکر یقین کر لیتا ہے کہ نتائج اعمال برحق ہیں اور یہ تمام کائنات عالم کی مشین کسی مدبر بالارادہ علیم حکیم ہستی کے ہاتھ میں ہے۔ جہاں ہر ایک چیز عدل اور انصاف پر قائم ہے یونہی اندھا دھند نہیں۔ صرف ہماری کمی علم ہمیں دھوکا دیتی ہے۔ چنانچہ جب مشیعت الٰہی نتائج اعمال پر سے پردہ اٹھاتی ہے تو ہماری عقل قوانین الٰہیہ کی قدرت کو دیکھکر دنگ رہ جاتی ہے اور اعمال کے نتائج اس قوت کے ساتھ معرض ظہور میں آتے ہیں کہ بڑے بڑے گردن کشوں کی شان و شوکت کو چشم زدن میں خاک میں ملا دیتے ہیں۔ اور نہایت عاجزوں اور کمزوروں کو اٹھا کر تخت سلطنت پر جا بٹھاتے ہیں۔ یہ نقشہ جس صفائی سے محمد رسول اللہ صلعم کے زمانۂ رسالت میں دکھایا گیا وہ بینظیر ہے۔

مگر اتنا ہی نہیں اس معجزۂ رسالت یعنی نتائج اعمال کے ظہور سے

پہلے ضرور ہے کہ قوم کو خواب غفلت سے بیدار کیا جائے۔ ان پر وعظ و نصائح اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے اچھی طرح حجت تمام کی جائے۔ مگر اکثر لوگ فطال علیہم الامد فقست قلوبہم کے مصداق ہوتے ہیں۔ دلوں پر مدتوں کے زنگ چڑھے ہوئے چھٹنے آسان نہیں ہوتے۔ اس کے لئے جہاں ایک طرف رسول کی قوت تزکیہ اور فیوض باطنی کام کرتے ہیں وہاں دوسری طرف مصائب آسمانی زلازل اور قحط اور وباؤں کی شکل میں آکر دلوں کو ہلا دیتے ہیں اور جسطرح زمین کو ہل جوت کر جب تک نرم نہ کیا جائے آسمانی بارش چنداں مفید نہیں ہوتی۔ اسی طرح جب تک زمین قلب پر مصائب کے ہل نہ چلیں وحی کی آسمانی بارش بھی عام طور پر مفید نہیں ہوتی اسی لئے اللہ تعالٰے رسالت کے ساتھ ساتھ مصائب کو بھی بھیجتا ہے تا دلوں میں نرمی پیدا ہو اور لوگ خدا کی طرف رجوع کریں۔ چنانچہ قرآن کریم میں آتا ہے۔ وما ارسلنا فی قریۃ من نبی الا اخذنا اھلھا بالباسآء والضرآء لعلھم یضرعون ۔ ثم بدلنا مکان السیئۃ الحسنۃ حتی عفوا و قالوا قد مس اٰباءنا الضرآء والسرآء فاخذنٰھم بغتۃ وھم لا یشعرون۔ اور نہیں بھیجا ہم نے کسی بستی میں نبی مگر ہم نے پکڑا اسکے لوگوں کو سختی اور مصائب سے تاکہ وہ ہمارے حضور گڑگڑائیں۔ پھر ہم نے سختی کی جگہ آسانی کو بدلا۔ یہانتک کہ وہ خوب بڑھے چڑھے اور لگے کہنے کہ اس طرح کی سختیاں اور راحتیں تو ہمارے بڑوں کو بھی پہنچ چکی ہیں۔ پس پھر ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا اس حالت میں کہ انہیں خبر بھی نہ ہوئی۔ ان آیات میں کیسی صفائی سے فرمایا کہ معجزہ رسالت یعنی نتائج اعمال کا نظارہ کھلے طور پر دنیا کو دکھانے سے قبل رحمت الٰہی جہاں وحی رسالت کے ذریعہ قوم کو متنبہ کرتی ہے وہاں مصائب اور تکالیف بھیجکر دلوں کو جنبش دیتی ہے۔ تا ان میں نرمی پیدا ہو کر ہدایت کے بیج کو نشوونما دینے کی قابلیت پیدا ہو جائے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ کے زمانہ میں فرعون کے غرق ہونے سے قبل فرعون کی قوم پر طرح طرح کے مصائب نازل ہوئے۔ اسی طرح محمد رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں معجزہ رسالت کے آخری فیصلہ سے قبل قحط اور جنگوں سے غافل قوم کو بار بار بیدار کیا گیا اور دلوں کو جنبش دی گئی۔

پس یہ بھی ایک سنت اللہ معلوم ہوئی کہ رسالت اور نتائج اعمال کی طرف سے جو سستی اور غفلت عام طور پر قوم پر طاری ہوتی ہے اس سے بیدار کرنے کے لئے مصائب آسمانی بھی ایک مفید کام کرتے ہیں اور اسی لئے زمانہ رسالت میں نتائج اعمال کے ظہور سے قبل مصائب آسمانی بھیجکر ان سے بھی ایک مفید کام لیا جاتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ قبول رسالت کے لئے دلوں کو نرم کیا جائے۔

لیکن چونکہ رسالت محمدیہ کا دامن قیامت تک دراز ہے اور آپ کی رسالت تمام اقوام عالم کے لئے ہے اس لئے ضروری تھا کہ جہاں ایک طرف وقتاً فوقتاً آپ کے خلفاء روحانی جو آپ کے بروز اور ظل کا حکم رکھتے ہیں دنیا میں مبعوث ہوتے ہیں جو آپ کی رسالت کی تبلیغ کے حامل ہوں وہاں دوسری طرف دلوں کی سختی کو دور کرنے کے لئے کچھ مصائب آسمانی بھی نازل ہوں۔ لہذا ہمارے زمانہ میں جب آپ کا ایک عظیم الشان خلیفہ مبعوث ہوا جو آپ کا بروز اعظم تھا۔ اور مسیح اور مہدی کے لقب سے ممتاز تھا اور جسکا کام خاص طور سے رسالت محمدیہ کی تبلیغ کو تمام عالم کے گوشہ گوشہ تک پہنچانا تھا تو اسی لحاظ سے سنت اللہ کا دوسرا پہلو بھی ظاہر ہوا اور بڑی زور سے مصائب آسمانی دنیا پر نازل ہوئیں تا دلوں کی سختی کو نرمی سے متبدل کیا جاوے۔ کہیں طاعون پھیلی۔ کہیں زلزلے آئے انفلوانزا نے عالم پر قبضہ کیا تو جنگ عظیم نے عیسائی دنیا کو تہ و بالا کر دیا۔ وغیرہ وغیرہ۔ ان مصائب کے کیا کیا مقاصد ہیں اس کا صحیح علم تو اللہ ہی کو ہے۔ [illegible] ایک [illegible] الٰہی معلوم ہوتا ہے [illegible] مادہ پرست اور غافل دنیا میں ایک انقلاب عظیم پیدا کیا جائے اور [illegible] دراز کی سختی قلب کو نرم کیا جائے تا اس میں ہدایات اسلامی کے بیج نشوونما پا سکیں اور رسالت محمدیہ کے قبول کرنے کی طرف [illegible] کا رجحان [illegible] پیدا ہو۔ [illegible]

[illegible]

تا [illegible]

گر زمیں زیر و زبر گردد نہ ایم ہیچ غم
غم ہمیں دارم کہ گم گردد رہ رخشان تو

یہ زلازل تو دنیا میں آئے اور آرہے ہیں اور قلوب کی زمین پر مصائب کے ہل چلا کر نرم کیا جا رہا ہے۔ مگر افسوس ہے تو یہ ہے کہ آسمانی بارش کے پانی کو وہاں تک پہنچانے میں کوتاہی اور سستی ہماری طرف سے ہو رہی ہے۔ جہاں یہ پانی پہنچ جاتا ہے۔ وہیں کھیتی لہلہانے لگتی ہے

قادیاں میں شکست اسلام پر خوشی

معاصر الفضل ۱۳ نومبر مدینۃ المسیح یعنی قادیان کے کوائف میں یہ خبر بھی بڑے فخر سے شائع کرتا ہے:-

" ۱۱ نومبر ۱۱ بجکر ۱۱ منٹ پر محاربہ عظیم میں فتح کی یادگار میں دو منٹ کی تقریب ادا کی گئی جناب ناظر صاحب اعلیٰ نے تمام دفاتر سلسلہ میں تحریری حکم کے ذریعہ اس کی اطلاع دیدی تھی اور عوام میں ڈھنڈورہ کے ذریعہ اعلان کیا گیا تھا"

باقی تمام دنیا تو جس بات کی یادگار میں اس وقت دو منٹ کی خاموشی اختیار کرتی ہے وہ صرف اسقدر ہے کہ اس لمحہ ایک نہایت دردناک دور کا بذریعہ Armistice خاتمہ ہوا۔ یہ خاموشی کسی خوشی کے رنگ میں نہیں بلکہ شکرگذاری کے رنگ میں کہ دنیا سے کئی سال کے بعد ایک عظیم الشان مصیبت ٹلی۔ اس کا تعلق قطعاً اس امر سے نہیں کہ کس کو فتح ہوئی اور کس کو شکست۔ مگر قادیان نے جہاں ہر مصیبت پر جو اسلامی دنیا کو پیش آتی ہے۔ ایک خاموشی کی لہر دوڑ پڑتی ہے۔ اس شکرگذاری کے موقع کو بھی کسی نہ کسی طرح خوشی کا موقع بنا ہی لیا۔ ظاہر ہے کہ اس "فتح" سے جسکی خوشی اس اہتمام سے سال بہ سال قادیان دار الامان میں منائی جاتی ہے مراد وہ فتح ہے جسکا نتیجہ یہ تھا کہ صدیوں کی حکومت کے بعد اسلام ارض یورپ سے بیک بینی و دو گوش نکال باہر پھینک دیا جائے۔ صرف یہ نہیں بلکہ اسلام کی طاقت ہمیشہ کے لئے کچل دی جائے۔ وہ فتح جسکے متعلق اس وقت کے وزیر اعظم برطانیہ (لائڈ جارج) نے انتہائی خوشی میں یہ اعلان کیا تھا کہ وہ مقصد عظمٰی (یعنی فتح بیت المقدس) جس کے لئے تمام کی تمام عیسائی دنیا قرون وسطیٰ میں اسلام سے ایک مدت دراز بر سر جنگ رہی مگر حاصل نہ ہو سکا تھا وہ آج برطانیہ کی افواج نے بلا اشتراک غیر حاصل کر لیا ہے اور اب دنیا کی بہبودی اسی میں ہے کہ تمام دنیا پر مسیح کی بادشاہت کا جھنڈا مضبوط گاڑ دیا جائے۔ ہاں اس سلطنت فرانس کی فتح جسکے ہاتھ شمالی افریقہ کے مسلمان بچوں بوڑھوں اور عورتوں کے بے گناہ اور تازہ بتازہ خون سے انہی دنوں رنگین ہو رہے ہیں اور جس نے ابھی کل ہی اسلامی تہذیب و تمدن کو جو دمشق جیسے تاریخی شہر کی اینٹ اینٹ سے ٹپکتی تھی گولہ و بارود کی نذر کیا اور پچیس ہزار مسلم آبادی کو اس بیدردی اور سفاکی سے موت کی گھاٹ اتارا جسے غیروں نے بھی نہایت غیض و غضب سے سنا۔

نبوت اور تکفیر کا پھل

خدا کی شان وہ جو اس لئے آیا تھا کہ پہلے محمدیاں بر مینار بلند محکم افتاد "کا دورہ اس کے دم قدم سے آئے آج اس کی "امت" کی یہ حالت ہے کہ اس بات پر خوشیاں منا رہے ہیں کہ پائے محمدیاں بہ چاہ عمیق تر فرو رفت (یعنی مسلمان اور بھی ذلیل ہوئے) پھر ہمارے قادیانی بھائی نہیں مانتے جب انہیں کہا جاتا ہے کہ علیحدہ نبوت قائم کرنے اور مسلمانوں کی تکفیر کا یہی لازمی نتیجہ ہے کہ عامۃ المسلمین سے ہمدردیاں بالکل منقطع ہوں اور حجت بازی کرتے ہیں کہ ہم کافر کسی برے رنگ میں نہیں کہتے۔ کیا انہیں اس سے زیادہ مبین ثبوت کی ضرورت ہے کہ گو انہیں خود بھی محسوس نہ ہوتا ہو تاہم ان الفاظ کے استعمال سے ان میں اور عام مسلمانوں میں ایک وسیع خلیج حائل ہوتا جاتا ہے اور باہمی ہمدردی بالکل منقطع ہوتی جاتی ہے اور وقت آنے والا ہے کہ وہ ایکدوسرے سے ایسے ہی بغض رکھینگے جیسے عیسائی یہودیوں سے۔ ادھر خلیفہ صاحب نے تو ولایت کے لکچروں میں بھی یہ کہہ دیا تھا کہ احمدیت کو عام اسلام سے وہی نسبت ہے جو عیسائیت کو یہودیت سے ہے۔

ناظرین کرام خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں

ایک غلط فہمی کا ازالہ

ہمارے محترم جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب [illegible] فرماتے ہیں اخبار پیغام صلح ۱۹۲۵ مجریہ ۱۱ نومبر ۱۹۲۵ میں سوال نمبر ۲ کا جواب جو کہ میری طرف سے شائع ہوا ہے اس سے بعض دوستوں کو غلط فہمی ہوئی ہے جس کا ازالہ میں ضروری سمجھتا ہوں۔

میں نے اس میں صاف لکھا تھا کہ "ایسی تفریح جس میں کسی گناہ کے پیدا ہونے کا احتمال نہیں منع نہیں" اور یہی اب پھر دوبارہ عرض کرتا ہوں۔ لیکن جن سے اخلاق پر برا اثر پڑتا ہے وہ یقیناً ممنوع ہیں مثلاً کنچنی کا ناچ۔ لونڈوں کا ناچ۔ یورپین مسوں کا ناچ۔ بھانڈوں اور نقالوں کی فحش اور مخرب اخلاق نقلیں۔ بلکہ فحش مذاق کی مجلسیں اور دیگر ہیچ قسم تماشے یہ سب فحشا کی حد تک پہنچتے ہیں اس لئے منع ہیں۔ ان سے نہایت گندہ اور ناپاک اثر انسان کے اخلاق پر پڑتا ہے جو کسی صورت میں جائز نہیں

بقیہ صفحہ اول کالم ۳

نہیں ہوا۔ اس نے کہا نہیں۔ پھر سلطان کو بھی لیجا کر معائنہ کرایا سب چیزیں بدستور تھیں۔ لیکن سلطان کو اطمینان نہ ہوا۔ تب امیر نے کہا کہ خواب میں دو شکلیں آپ کو دکھلائی گئی ہیں ان کو آپ پہچان سکیں گے؟ اس نے کہا کہ یقیناً کیونکہ متواتر تین راتیں میں نے ان کو دیکھا ہے۔ امیر نے کہا کہ اس کی آسان صورت یہ ہے کہ آپ مسجد نبوی میں بیٹھ جائیں ہم ملاقات اور سلام کے بہانہ سے سارے اہل مدینہ کو سامنے سے گذار دیتے ہیں۔ چنانچہ یہی کیا گیا لیکن وہ دونوں صورتیں نظر نہ آئیں سلطان نے کہا کیا کوئی باقی نہیں رہا۔ امیر نے کہا نہیں صرف دو مغربی حاجی ہیں جو بقیع میں پانی پلاتے رہتے ہیں۔ اگر آپ حکم دیں تو ان کو بھی بلالیں۔ فرمایا کہ ہاں۔ اتنی دیر میں کہ وہ آئیں اہل مدینہ میں سے ان لوگوں نے جو ان کے زیر بار احسان تھے ان کی تعریفوں کے پل باندھ دیئے۔ جب وہ آگئے تو سلطان جو گھڑی بھر سے ان کی مدح و ثنا اور دینداری تقویٰ کی تعریف سن رہا تھا حیران ہو گیا۔ امیر نے جب پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ ہیں تو یہی دونوں۔ سلطان نے احترام کے ساتھ ان سے ہاتھ ملایا اور گفتگو شروع کی۔ باتیں کرتا ہوا ان کے ساتھ اس گھر میں گیا جس میں وہ مقیم تھے۔ گو دردہ بہت غور نگاہ سے دیکھا لیکن وہاں کوئی خاص بات نظر نہ آئی۔ جب واپس آنے لگا تو فرش کے نیچے پاؤں تلے کوئی چیز ہلتی ہوئی معلوم ہوئی۔ فرش کو اٹھوا دیا دیکھا کہ ایک لکڑی کا تختہ ہے۔ اس کو ہٹایا تو اندر سرنگ نظر آئی جو روضہ کی طرف کھودی جا رہی تھی۔ اسی وقت ان دونوں کو گرفتار کیا۔ اور ان سے ٹھیک ٹھیک کیفیت دریافت کی۔ ان دونوں نے اعتراف کیا کہ ہم اپنی حکومت کی طرف سے اس لئے بھیجے گئے تھے کہ رسول عربی کی نعش کو نکال کر روم میں لیجائیں۔ اس کے بعد وہ دونوں حجرہ کے متصل جالی والی دیوار کے نیچے قتل کر دیئے گئے۔

اس کے بعد کثیر مقدار میں سیسہ جمع کیا اور حجرہ کی بنیادوں کو ہر طرف سے کھدوایا؟ ۹ ذراع پہنچکر جب پانی نکلنے لگا تب نیچے سے سطح زمین تک ان میں وہی سیسہ پلوا دیا تا کہ آیندہ اس قسم کی نباشوں سے محفوظ رہے پھر بدستور ان بنیادوں پر دیواریں تعمیر کرا دیں۔

(باقی آیندہ)

گیتا اور قرآن

آریہ سماج کا عقیدہ ہے کہ وید کے بعد دروازہ الہام بند ہے۔ وید ہی سب زبانوں کے لئے مکمل شریعت ہے۔ مگر شری گیتا اور قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ رسول اور شریعت مقتضیات زمانہ کے لحاظ سے بہت مرتبہ آئے ہیں۔ ابتداء آفرینش سے برابر پے در پے نبی معہ شریعت آتے رہے۔ حتیٰ کہ ہر آغازے را انجام کے مصداق ایک زمانہ ایسا بھی آگیا کہ جسنے اب آئندہ کے لئے نبی معہ شریعت کا آنا ملتوی کر دیا۔ مگر باشم الہام والہام جاری و ساری رہا اور تا قیامت رہے گا۔ چنانچہ گیتا کا قول ہے۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اتا رو ساکن کرتا ہوں۔

حضرت نبی اس کا یوں ترجمہ کرتے ہیں۔ [illegible]

وفد تنظیم صوبجات متحدہ میں شاندار کامیابی

پیغام صلح کا خصوصی تار

وفد تنظیم ۷ نومبر کو ڈیرہ دون پہنچا۔ وفد ڈاکٹر کچلو۔ مولانا عبدالماجد کنور عبدالوہاب خاں اور راؤ عبدالحمید خاں ایم۔ایل۔سی پر مشتمل تھا۔ ریلوے سٹیشن پر وفد کا نہایت شاندار استقبال ہوا۔ دو دن وہاں قیام رہا۔ تین عظیم الشان جلسے ہوئے۔ عامتہ المسلمین نے تحریک تنظیم کو نہایت گرمجوشی سے لبیک کہا۔ وہاں سے وفد بذریعہ موٹر کار سہارنپور گیا اور ۹ نومبر کو علی گڑھ پہنچا۔ سر رحیم بخش۔ ۱۰ نومبر کو شامل وفد ہوئے۔ تنظیم کانفرنس کے استقبال کا انتظام مکمل کیا گیا۔ سر رحیم بخش نے یونیورسٹی کے اگزیکٹو کونسل کے اجلاس کی صدارت کی۔ ڈاکٹر کچلو۔ فرنی پاشا۔ سٹاف یونیورسٹی اور طلباء سے ملاقی ہوئے۔ اس کے بعد وفد فرخ آباد روانہ ہوا۔ جہاں وہ ۱۲ نومبر کو پہنچا۔ معززین شہر اور کارکنان نے سٹیشن پر وفد کا خیر مقدم کیا۔ مجلس شوریٰ ہوئی۔ اور تنظیم کمیٹی قائم کی گئی۔ جس کے پریزیڈنٹ حیدر جان وکیل اور سکرٹری مولوی محمد یعقوب قرار پائے ہر طبقہ کے لوگ شامل ہوئے۔ مختلف مقامی اکھاڑوں نے جسمانی ورزش دکھائی۔ رات کو عام جلسہ ہوا۔ مولانا عبدالماجد۔ ڈاکٹر کچلو۔ مولانا ناصر اور کنور عبدالوہاب نے تقریریں کیں۔ وفد نے پھندن میاں سے درگاہ شریف پر ملاقات کی جنہوں نے پوری امداد کا وعدہ فرمایا۔ وفد شمس آباد بھی گیا۔ قصبہ میں سے وفد کا جلوس نکالا گیا۔ جامع مسجد میں زیر صدارت نواب سید اقبال بہادر ایک عظیم الشان جلسہ ہوا۔ کنور عبدالوہاب اور ڈاکٹر کچلو نے تقریریں کیں۔ اور پروگرام کی تشریح و توضیح کی۔ مضبوط تنظیم کمیٹی قائم کی گئی جس کے پریزیڈنٹ سید فضل حسین اور سکرٹری مرزا دلی حیدر قرار پائے۔ نواب سید حیدر سلطان۔ نواب سید اقبال بہادر نواب سید محمد سلطان آنریری مجسٹریٹ۔ عبدالعزیز خاں رئیس اور کئی اور معززین مجلس منتظمہ کے ممبر منتخب ہوئے۔ نواب سید محمد عباس نے والنٹیر کور بنانے کا وعدہ کیا۔ نوابوں کے خاندان نے وفد کو چار کی دعوت دی۔ تمام مقامات پر وفد کو تھیلیاں پیش کی گئیں یا وعدے کئے گئے ہر جگہ لوگ نہایت جوش و خروش سے تنظیم کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ اور عظیم الشان کامیابی ہو رہی ہے +

آل انڈیا تنظیم کانفرنس کا اجلاس بمقام علی گڑھ

(بذریعہ تار خصوصی)

یہ قرار پایا ہے کہ علی گڑھ جوبلی کے موقع پر آل انڈیا تنظیم کانفرنس کا اجلاس ۲۹ دسمبر کو منعقد ہوگا۔ اس عظیم الشان کانفرنس کی تیاری کے لئے وفد تنظیم کو صوبجات متحدہ میں اپنا دورہ ۲۴ نومبر سے بند کرنا پڑیگا۔ صوبہ متحدہ میں دورہ کی دعوت وفد تنظیم کو صوبہ مذکورہ کی جمعیتہ تبلیغ الاسلام کی طرف سے دی گئی تھی۔ اب آل انڈیا تنظیم کانفرنس کے اجلاس بمقام علی گڑھ کی مجلس استقبالیہ کا قیام بھی اسی جمعیتہ کی کوششوں سے عمل میں آیا۔ مہمانوں کے قیام اور پنڈال کا انتظام علی گڑھ یونیورسٹی کی طرف سے ہوگا۔ صوبہ متحدہ کو جمعیتہ تبلیغ الاسلام نے تنظیم کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لئے اپنے تمام وسایل مجلس استقبالیہ کے پیش کر دیئے ہیں +

جماعت اشاعت

اسلام کی تاریخ سینکڑوں۔ ہزاروں۔ لاکھوں علماء و فضلا اور ائمہ مجتہدین کے روشن کارناموں سے لبریز ہے اس میں محدثین کرام کی وہ مقدس جماعت بھی ہے جس نے رسول اللہ صلعم کے اقوال و افعال کو مشرق سے لیکر مغرب اور جنوب سے لیکر شمال تک پہنچایا۔ مفسرین کا وہ برگزیدہ گروہ بھی ہے جس نے اپنی پیہم کوششوں سے قرآن مجید کی تعلیمات اور اس کے مواعظ و حکم کو خواص سے عوام تک میں پھیلایا اور پھر قابل احترام فقہا کا وہ وسیع حلقہ بھی ہے جس نے بے شمار پیدا ہونے والے نئے نئے تمدنی مسایل کو اسلامی قالب میں ڈھالنے کی قابل قدر کوششیں کیں +

لیکن ان کے علاوہ ایک چھوٹی سی مقدس جماعت بھی ہے جس نے اُن سب سے زیادہ ضروری خدمت انجام دی ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ احادیث کی اشاعت۔ قرآن مجید کی تعلیم و تفہیم اجتہادات بھی چیزیں ہیں جن کا نتیجہ اسلام کی توسیع اشاعت اسلام ہے اسلام جس طرح اٹھا۔ بڑھا اور دفعتہً عرب و عجم میں پھیل گیا۔ اس کی اس حیرت انگیز ترقی میں انہیں چیزوں کو دخل ہے تاہم اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جس طرح اسلام ترقی کرتا گیا نئی نئی قومیں اس کی حلقہ بگوش ہوتی گئیں مختلف عقاید و مختلف مذاہب کے افراد اپنے قدیم عقیدہ و مذہب سے الگ ہو ہو کر اس میں شامل ہوتے گئے۔ اسی طرح نہایت غیر محسوس طریقہ پر اس کی سادہ تعلیمات میں گوناگوں رنگ آمیزیاں بھی ہوتی گئیں۔ کس درجہ حیرت کی بات ہے کہ وہ دین جس نے شرک کا ہلکے سے ہلکا نقش بھی مٹا دیا تھا جس کے ابتدائی پیرووں نے اپنے تئیں اس درجہ رنگ توحید میں رنگ لیا تھا کہ اس درخت کو بھی جس کے نیچے جناب رسول خدا صلعم نے بیعت لی تھی۔ اور جس کو اسی خصوصیت کی بنا پر کچھ لوگ وقعت و محبت کی نگاہ سے دیکھنے لگے تھے۔ محض اس بنا پر کٹوا دیا کہ اسلام میں کہیں خدا پرستی کے عوض شجر پرستی نہ شروع ہو جائے۔ جب ہندوستان میں پہنچا تو اس کی یہ حالت ہو گئی کہ کہیں کسی درویش کی جریب کہیں کسی بزرگ کی عبا اور کہیں کسی صاحبدل کا نقش قدم مستحق سجود و جبہ سائی سمجھا جانے لگا +

جب تغیر و انقلاب کا یہ حال ہو تو ضرورت تھی کہ انہیں علمائے دین میں سے ایک جماعت ایسی بھی اٹھے جس کا کام صرف اس لئے ہو کہ اسلام کے مرقع تعلیمات میں جو نقوش مرور ایام یا اور دوسرے حالات کی وجہ سے پیدا ہوں اُن کو مٹاتا رہے۔ یہ جماعت پیدا ہوئی اور اس نے نہایت مستعدی سے اپنے فرایض انجام دیئے۔ اور اسلام کا وہ خوشنما چہرہ کہ جس کو دیکھ کر ہر ذی فہم اس کا شیدا ہو جاتا تھا۔ مگر ملانا ازم نے اپنی کوتہ فہمی اور مطلب براری اور ناحق کی غیظ و غضب سے دود آلود کر دیا تھا۔ از سر نو معارف حقہ کے مصفے چشمہ سے دھو کر دنیا کے سامنے پیش کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نہ صرف صاحب فہم فراخدل مسلمان ہی سنبھل گئے بلکہ غیر مسلموں کے جوق کے جوق جو ایک وقت ایک پاک مذہب سے متنفر تھے آج حلقہ بگوش اسلام ہونا اپنا فخر سمجھنے لگے۔ مبارک ہے وہ سعید روح جو خدمت دین کو دنیا پر مقدم سمجھ کر اس نیک جماعت کا ساتھ دیتی ہے +

دو مرتدوں کا دوبارہ قبول اسلام

مورخہ ۱۱ نومبر ۱۹۲۵ء کو خاکسار بتقریب دورہ پیترالی ریاست ممدوٹ ضلع فیروزپور گیا۔ یہاں مسمات رکھی اور خانوں مشرف باسلام ہوئے۔ یہ عورت اور اس کا نوجوان بچہ بعمر ۱۶ سال ہنر قوم سے تھے پہلے یہ سود مسلمان ہو کر پھر مرتد ہو گئے تھے۔ اور چوہڑوں کے پاس رہا کرتے تھے۔ کل مسجد پیترالی میں نماز ظہر ادا کی گئی۔ اہلیان پیترالی کو بلایا۔ امام مسجد اور دیگر مولوی صاحب تشریف لائے۔ دو تین گھنٹہ تک اس بات پر مخالفت کرتے رہے کہ یہ لوگ مرتد ہیں پھر مسلمان نہیں ہو سکتے۔ ہم نے فتوے فیروزپور کے مولوی صاحبان سے منگوایا ہے جس کے اثبات میں کوئی حدیث اور آیت وہ پیش نہیں کر سکتے تھے اور یہ فتوے ہے کہ مرتد ہو کر مسلمان نہیں ہو سکتا۔ بالآخر میں کھڑا ہو گیا اور کہا کہ جو دوزخ کی آگ خریدنا چاہتا ہے وہ علیحدہ ہو جاوے اور جو بہشت لینا چاہتا ہے وہ علیحدہ ہو جاوے۔ اس سے ان میں تذبذب پیدا ہو گیا اور خاموش ہو گئے میں نے کہا مولوی صاحب فیصلہ قرآن سن لو۔ اللہ تعالیٰ چوتھے پارہ میں فرماتا ہے ان الذین امنو ثم کفروا ثم امنوا ثم کفروا اس آیت مقدسہ سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلعم کے زمانہ میں بھی لوگ مسلمان ہو کر مرتد ہو جاتے تھے اور پھر مسلمان ہو جاتے تھے۔ دوسری بات یہ ہے کہ در توبہ کھلا ہوا ہے جب کوئی اپنے گناہوں سے توبہ کرکے رجوع کرے کر سکتا ہے۔ اسلامی تعلیم کے اندر کوئی حد اور پابندی نہیں ہے۔ آخر الامر بڑی مشکل کے بعد سب لوگ مرتدین کے گھر گئے۔ خاکسار کے ہاتھ پر مجلہ شرائط اسلامی سے ہر دو نے قبول اسلام کیا۔ اور اپنے سابقہ گناہوں سے توبہ کی۔ مسماۃ رکھی کا نام برکت بی بی اور خانوں کا نام خان بہادر رکھا گیا۔

اور مسماۃ برکت بی بی کا نکاح اسی مجمع میں خاکسار نے مسمی قمر الدین سے پڑھا جو کہ ایک بین پچیس سالہ نو مسلم ہے۔ مٹھائی تقسیم ہوئی۔ مولوی صاحبان نے دو دو حصے لئے۔ نکاح خاکسار نے پڑھا۔ اور مولوی صاحب امام مسجد جو مرتد کا قبول اسلام عدم جواز سمجھتے تھے دو روپے نقد چہرہ شاہی لیکر خوش ہوئے اور کلیجہ کو ٹھنڈا کیا۔ شب باشی پیترالی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ہر لحظ کامیابی بخشے۔ آمین +

اس جگہ چند گھر ہنروں کے اور بھی ہیں۔ اُن سے خوب تبادلہ خیال ہوتا رہا۔ مسمی جمیل معتبر کا پسر باہر گیا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے قریب رحمت کر لیا ہے۔ دو چار دن کے بعد واپس پیترالی جاؤنگا دعا فرمائی جاوے۔ (ج بل) جمیل کا بیان ہے کہ میرا لڑکا آجاوے پھر سمجھوتہ کرکے فیصلہ کرینگے +

خادم بادگاہ حکیم محمد امین مسلم مشنری احمدیہ

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ بخیریت خدمت دینی میں مصروف ہیں +

۱۴-۱۵-۱۶ نومبر کو اسلامیہ کالج میں جناب مولوی عصمت اللہ صاحب کے لیکچر ہوئے +

۱۵ نومبر کو میاں میر میں جناب مولوی عبدالحق صاحب کا لیکچر ہوا +

جناب مولوی عبدالحق صاحب مولیوں کی طرف تشریف لے گئے ہیں اللہ انہیں کامیاب کرے +

جناب مولوی صدر الدین صاحب ضلع منٹگمری میں دورہ کناں ہیں اور وہاں اپنے مواعیظ حسنہ سے لوگوں کو مستفیض کر رہے ہیں +

حسب دعوت خاکسار جناب مولانا مولوی حکیم محمد یار فوق صاحب نے کوٹہ میں تشریف لا کر ایک عام جلسہ میں اپنی دل لبھانے والی تقاریر سے ہندو و مسلم و دیگر غیر مسلم و اچھوت اقوام کو ایسا شیفتہ و گرویدہ بنایا کہ بے ساختہ سامعین کے منہ سے مرحبا مرحبا کا شور و غل مچا ہوا تھا +

آپ نے تقریباً چار گھنٹہ صداقت اسلام کو مذاہب عالم کے مقابلہ میں اس شان اور شستگی سے ثابت کیا کہ حاضرین جلسہ اور جناب صدر صاحب نے اختتام لیکچر پر آنے والے جمعہ تک دوبارہ مولوی صاحب ممدوح سے پھر کوٹہ تشریف آوری کا وعدہ لیا۔ آپ کے لیکچر کا اثر حضرات اہل حدیث اور غیر مسلم فرقہ پر جادو نما ہوا ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک جگہ پر اپنے مشن میں صاحب ممدوح کو کامیابی عنایت فرماوے آمین۔

احقر العباد حکیم عبدالرحمن شاہ احمدی مہتمم جلسہ

درخواست جنازہ ہمارے ایک نہایت ہی مخلص بھائی امام علی خاں صاحب سکنہ ڈیرہ دون جو ہمارے عزیز بھائی سید تحمل حسین صاحب کے خسر تھے یکم اکتوبر ۱۹۲۵ء کو اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے ہیں مرحوم نہایت پرہیزگار اور جماعت کا ایک سرگرم ممبر تھا۔ جملہ احباب مرحوم کے لئے جنازہ غایب ادا فرما دیں۔ مرحوم اپنے پیچھے بیوی اور کئی بچے چھوڑ گیا ہے ہمیں مرحوم کی بیوی اور بچوں اور جملہ متعلقین سے دلی ہمدردی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں صبر عطا فرماوے اور مرحوم بھائی کی مغفرت کرے۔ آمین +

میاں محمد زمان صاحب منڈی زمیندارہ چارسدہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ ہمارا ایک احمدی بھائی مسمی فیض محمد صاحب ساکن پڑانگ تحصیل چارسدہ بمقام ہری پور ایک مقدمہ کی پیشی کے لئے گیا تھا۔ بقضائے الٰہی بمقام ہری پور فوت ہو گیا۔ جملہ احباب سلسلہ سے درخواست ہے کہ مرحوم کا جنازہ غائبانہ پڑھیں۔ اللہ اس کو مغفرت بخشے +

انا للہ وانا الیہ راجعون

۸ نومبر ۱۹۲۵ء سے جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن بعد نماز مغرب ۶ بجے سے ۷ بجے تک روزانہ مسجد احمدیہ میں درس قرآن مجید دیا کریں گے +

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں ورنہ عدم تعمیل معاف

واقعات عالم

شریمتی اینی بیسنٹ ولایت سے روانہ ہندوستان ہو چکی ہیں۔ میجر گراہم پول بھی آپ کے ساتھ ہیں +

مسٹر یعقوب حسن نے کانگریس میں عدم تعاون کے پروگرام کے واپس لے جانے کی تجویز پیش کرنے کا نوٹس دیا ہے۔ لیکن گورنمنٹ سے تعاون کے بھی آپ حق میں نہیں +

ریاست کشمیر میں سکھوں پر جو پابندیاں تھیں وہ دور کر دی گئیں۔ خالصہ جی نے ریاست کا دھنیاواد کیا ہے +

ریاست ریوا میں قبیل ایل ایل ڈکلنے کے خلاف احکام جاری کئے گئے ہیں۔ خلاف ورزی کی صورت میں پچاس روپیہ تاوان کی سزا ہوگی +

سلسلہ بے تار برقی کے انگلستان اور کوئٹہ کے درمیان کلام کرنے کا کامیاب تجربہ کیا گیا۔ انگلینڈ کی باتیں اور گراموفون کی آواز کوئٹہ میں سنی گئی +

یو۔پی کے آنریبل راجہ رامپال سنگھ اور سید رضا علی کونسل آف سٹیٹ کی ممبری کے امیدوار ہیں۔ ان کے مقابلہ پر کوئی نہیں +

دورہ کچھ کے بعد مہاتما گاندھی اپنے آشرم سابرمتی میں پہنچ گئے۔ آپ کی صحت اچھی نہیں +

لاہور کے بعض حلقوں میں کہا جاتا ہے کہ سر محمد شفیع کو پبلک سروس کمیشن کا ممبر بنایا جائیگا +

طہران کی خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ ایران رضا خاں کے تخت نشین کئے جانے کے حق میں ہے +

خیبر ریلوے ۲۷ میل لمبی ہے معلوم ہوا ہے کہ اس پر پچاس ہزار پونڈ فی میل کے حساب سے ساڑھے تیرہ لاکھ پونڈ خرچ آیا ہے +

کرنسی کمیشن ۱۲ نومبر کو دہلی پہنچنے والا ہے۔ وہاں کی شہادتیں قلم بند کر کے کلکتہ اور بمبئی وغیرہ جائیگا +

دمشق کے مظلوموں کی ہمدردی کے طور پر زغلول پاشا نے ۱/۲ ہزار روپیہ دیا +

آناوہ میونسپل بورڈ نے پاس کیا ہے کہ ۱۲ سال سے کم عمر کا کوئی مویشی حدود میونسپلٹی میں ذبح نہ کیا جائے +

کانپور کانگریس کے اجلاس پر ۱/۲ ۱ لاکھ خرچ کا اندازہ ہے ۲۷ ہزار جمع ہو چکا ہے اور ۵ ہزار جمع ہونے والا ہے +

معلوم ہوا ہے کہ اب یہ طے شدہ امر ہے کہ سر میاں فضل حسین ۲۴ نومبر کو وزارت تعلیم پنجاب کا چارج خان بہادر شیخ عبد القادر سے لیں گے +

رنگیلا رسول، کے مقدمہ کی سماعت ۱۳ نومبر کو جسٹس دلی نیو کی عدالت میں ہوئی اور مہاشہ راجپال پبلشر "رنگیلا رسول" کی طرف سے مسٹر جیک چند ایڈووکیٹ پیش ہوئے +

دمشق ۹ نومبر۔ آج علی الصباح اس جماعت کے تین عربوں کو جنہوں نے گذشتہ موسم سرما میں بغداد کے قافلہ پر حملہ کیا تھا پھانسی دیدی گئی۔ اس حملہ میں ایک فرانسیسی کپتان جان سے مارا گیا تھا۔ اور تین فرانسیسی زخمی ہوئے تھے +

پھانسی کے بعد لاشوں کو کچھ گھنٹہ تک لٹکائے رکھا گیا۔ جسے لوگوں نے دیکھا۔ ہر لاش پر جرم کی تفصیلات موٹے موٹے حروف سے لکھی ہوئی لٹکا دی گئی تھیں +

ولایتی اخبار جان بل لکھتا ہے کہ اب حکومت برطانیہ نے موصل کے متعلق اپنی روش بدل دی ہے۔ مسٹر ایمری وزیر نو آبادیات کو جو موصل کے رکھنے پر اصرار کرتے تھے۔ اب علیحدہ ہو جانا چاہئے +

دہلی ۔ ۷ نومبر یار محمد خاں ولد رسالدار فقیر محمد خاں پلیشنر اور مہری چند ولد دیوان ٹیک چند کا شاہی فوجی سینڈ ہرسٹ کے لئے انتخاب ہوا ہے اور وہ آئندہ ۱۴ فروری سے اپنی تعلیم شروع کرینگے

لندن ۸ نومبر سیاسی قتل کے سلسلہ میں بعض اہم گرفتاریاں ہوئی ہیں۔ عبدالحلیم آفندی اور ربالی بک کو جو قسطنطنیہ میں مصری سفارت خانہ کے معتمد ثانی تھے گرفتار کیا گیا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ عبدالحلیم آفندی کے محمود اسمعیل سے بھی تعلقات تھے۔ جسے سر دار مرلی اسٹیک کے قتل میں سزائے موت دی جا چکی ہے +

واشنگٹن ۱۰ نومبر جہاں تک ممکن ہو امریکہ کی حکومت نے سرکاری

علاوہ بریں آقائے رضا خان کی حکمرانی کے تسلیم کرنے جانے کا امر ہو چکا اعلان کر دیا ہے کہ ایران و امریکہ کے بین الملی معاہدات کی پوری طرح پابندی کی جائے گی +

پیرس ۵ نومبر ٹائمز آف انڈیا کا خاص نامہ نگار ہم سرکاری طور پر یہ تخمینہ لگایا گیا ہے کہ دمشق کی گولہ باری میں ۵ لاکھ پونڈ خرچ ہوا

بمبئی ۷ نومبر وہ وفد جو مولانا عبدالباری کی نگرانی میں حجاز جانیوالا ہے اور جس میں مولانا حسرت موہانی مسٹر حبیب قدوائی شامل ہونگے پاسپورٹ کے لئے کوشش کر رہا ہے +

بمبئی کا مشہور اخبار ٹائمز آف انڈیا لکھتا ہے کہ بعض خلافتی لیڈر جو بظاہر عدم تشدد کے حامی تھے اور بباطن لاٹھیوں اور چاقوؤں سے لوگوں کو دھمکا کر اپنا ہمنوا بنایا کرتے تھے۔ اب اپنی کرتوت کا مزہ چکھ رہے ہیں۔ اور اب ان کے مخالف انہی کے اسلحہ سے ان کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ اس کی دلچسپ خوش آئند پیش کا ایک عبرتناک نمونہ کراچی نے پیش کیا ہے یہاں حجاز کو جانے والا نام نہاد وفد خلافت کا اہم معلوم ہوا ہے کہ وفد کے سرگروہ ظفر علی خاں ایک جلسہ میں گئے اور ایسی ضرورت لاحق ہوئی کہ جلسہ سے باہر جائے جب وہ باہر گئے تو ان پر کئی آدمیوں نے حملہ کیا ظفر علی خاں نے قریب کی ایک دوکان میں پناہ لی۔ ایک ایسے وفد کے لئے یہ تجربہ بازیبا نہیں ہے جو ساتکروڑ مسلمانوں کی نمایندگی کا دعویدار

(بقیہ مضمون صفحہ ۳)

چون بنیاد دین سست گردد بیے
نمایم خود را بشکل کسے

یہی اصول قرآن کریم نے بتایا ہے۔ فاما یاتینکم منی ھدی فمن تبع ھدای فلاخوف علیہم ولا ھم یحزنون۔ البقر پھر جب کبھی میری طرف سے تمہارے پاس کوئی ہدایت آئے تو جس نے میری ہدایت کی پیروی کی سو نہ ان کو ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہونگے +

دوسری جگہ اس اصول کو بایں الفاظ ادا کیا ہے۔

یبنی ادم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم ایتی فمن اتقی واصلح فلاخوف علیہم ولا ھم یحزنون۔ (اعراف)

توجمہ۔ اے بنی آدم جب کبھی تمہارے پاس تم میں سے یعنی نسل انسان سے۔ رسول آئیں۔ اور میرے احکام تم کو پہنچائیں تو جو کوئی ان کو مان کر اصلاح کرے اسپر کوئی خوف و حزن نہ ہوگا +

یہ وعدہ حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے بعد ان کی نسل سے کیا گیا تھا۔ جس کا ایفا اس طرح ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد حضرت نوح۔ حضرت ابراہیم۔ حضرت موسٰے حضرت عیسٰے علیہم السلام علیہم اجمعین کو وقتاً فوقتاً اصلاح عالم کے لئے اللہ تعالیٰ نے بھیجا اور سب کے آخر آقائے نامدار حضرت محمد مصطفٰے احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ پس گیتا اور قرآن اس عقیدہ میں متفق علیہ ہیں اور آریہ سماجی اور ان کے وید ان ہر دو کے مخالف ہیں +

یہ سرمہ دھند۔ جالا۔ غبار۔ خارش۔ پانی گرنا سرخی اور ضعف بصر کے لئے مفید ہے

سول انجنیرنگ کالج کپورتھلہ
بہ سرپرستی و امداد

ہز ہائینس عالیجناب مہاراجہ صاحب بہادر دام اقبالہ سال گذشتہ ہر کالج ہذا کو ریاست نے ریکگنائزڈ کر لیا ہے۔ یہاں کے طلبا گورنمنٹ کے ہر محکمہ میں مختلف تنخواہوں پر اس وقت کام کر رہے ہیں۔ بہت اخبارات اور انجنیرز کے علاوہ ڈائرکٹر جنرل ملٹری ورکس انڈیا ایجوکیشنل کمشنر انڈیا گورنمنٹ کے لیے ایسے جلیل القدر حکام نے یہاں کی تعلیم ضبط۔ نظم۔ نسق اور شاف کی تعریف فرمائی ہے۔ سب اوورسیر اور سب انجنیر کلاسز کی پراسپکٹس ملازم شدہ طلبا کی فہرست معہ احکام سرٹیفکیٹ مینیجنگ ڈائرکٹر صاحب سے منگوا سکتے ہیں

تار کا پتہ مسلمان لاہور — رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا — مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
اندرین دین آمدہ از مادریم — ہم برین از دار دنیا بگذریم
آن کتاب حق کہ قرآن نام او — بادۂ عرفان ما از جام اوست
آن رسولے کش محمد ہست نام — دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن — جان شد و با جان بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را بروشد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست — زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ مارا وحی و ایمائے بود — آن نہ از خود از ہمان جائے بود

ہفتہ میں دوبار یک شنبہ و چہار شنبہ کو شائع ہوتا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما از و یابیم از نور و کمال — وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست — ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک و ز خبرہائے معاد — ہر چہ گفت آن ہست بس العباد
آن ہمہ از حضرت احدیت است — منکر از حکم حق لعنت است
معجزات و ہمہ حق اندر رواست — منکر آن مورد لعن خداست
معجزات انبیائے سابقین — آنچہ در قرآن بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست — ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
یک قدم دوری ازان روشن کتاب — نزد ما کفر است و خسران و تباب

قیمت سالانہ صہ ششماہی ہے — طلبا سے سالانہ سہ

پیغام صلح — لاہور

جلد ۱۳ | مدینۃ المسیح لاہور یوم یک شنبہ مطبوعہ ۵ جمادی الاول ۱۳۴۴ھ ہجری مطابق ۲۱ نومبر ۱۹۲۵ء عیسوی | نمبر ۱۰۷

قبہ خضرا

گذشتہ سے پیوستہ

اس واقع سے پہلے اسی طرح کا ارادہ مصر کے فاطمی خلیفہ حاکم بامر اللہ نے بھی کیا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین کی نعشوں کو مدینہ سے مصر میں منتقل کرائے تاکہ اس کا پایۂ تخت مقبول انام اور زیارت گاہِ خاص و عام بن جائے۔ اس کام کے لئے اس نے اپنے ایک درباری ابو الفتوح کو مدینہ میں بھیجا۔ اہل مدینہ مضطرب اور بے قرار ہو کر اس کے پاس جمع ہوئے اور اس کو اس سے باز رکھنے کے لئے منت سماجت کی۔ لیکن شاہی حکم تھا وہ اس پر مُصر رہا۔ اس مجمع میں ایک قاری زلبانی نامی تھا اس نے قرآن کی یہ آیت تلاوت کی الا تقاتلون قوماً نکثوا ایمانہم وھموا باخراج الرسول وھم بدأوکم اول مرۃ اتخشونھم فاللہ احق ان تخشوہ ان کنتم مؤمنین تم ان لوگوں سے کیوں نہیں لڑتے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑ ڈالیں اور رسول کے نکالنے کا ارادہ کیا۔ انہوں نے تمہارے ساتھ پہلے چھیڑ شروع کی۔ کیا تم ان سے ڈرتے ہو۔ پس اگر ایمان رکھتے ہو تو اللہ زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو۔

اس کے سننے سے مجمع میں اسقدر جوش پیدا ہو گیا کہ اگر وہ مصری حکومت کے ماتحت نہ ہوتے تو یقیناً ابو الفتوح کو مار ڈالتے اس سے اس کی آنکھیں کھل گئیں کہ وہ کس قدر سخت مہم پر بھیجا گیا ہے کیونکہ جب ابھی سے یہ حالت ہے تو جب قبر کھدنی شروع ہو گی اس وقت کیا ہو گا۔ اس لئے ڈر گیا۔ اسی روز شام کے وقت ایک نہایت خطرناک آندھی آئی جس کو لوگوں نے اس ناپاک ارادہ کی نحوست قرار دیا۔ ابو الفتوح ان سب باتوں سے خوف زدہ ہو کر واپس چلا گیا۔ اور حاکم بامر اللہ کو اس فعل کے انجام سے ڈرایا۔

حجرہ شریف پر عقیدت مندوں نے سونے اور چاندی کی بے شمار قندیلیں۔ ریشمی اور اونی پردے چڑھائے تھے جو سب کے سب وہاں اسباب خانہ میں رکھے ہوئے تھے ۶۵۴ھ میں جب وہاں آگ لگی تو یہ سب سامان جل گیا۔ ساری مسجد نبوی بھی بجز اس تبرک خانہ کے جس میں مصحف شریف رکھا ہوا تھا اور جو صحن مسجد کے متصل واقع تھا جل گئی۔ حجرہ کی دیواریں جا بجا سے شق ہو گئیں۔ اور سقف مسجد کا جلا ہوا ملبہ اس میں بھر گیا۔ لوگ سوء ادبی کے خیال سے جرأت نہیں کرتے تھے کہ اس کو اندر سے نکال دیں۔ جب مسجد کی مرمت شروع ہوئی تو ۶۵۵ھ میں خود خلیفہ مستعصم باللہ کو لکھا گیا کہ وہ بہ نفس نفیس آکر اس کو صاف کرے۔ لیکن یہ خط وہاں اس وقت پہنچا جب ہلاکو محاصرہ کے لئے آرہا تھا۔ اس لئے لوگوں نے اس کو بدستور اسی حالت میں چھوڑ دیا۔ صرف ارد گرد پردہ کی ایک دیوار بنا دی۔

اب تک حجرہ شریفہ پر کوئی قبہ نہیں بنایا گیا تھا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبہ پر سخت ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا تھا سنن ابو داؤد میں ہے کہ آپ نے ایک انصاری کے مکان پر قبہ دیکھا۔ صحابہ سے پوچھا یہ کس کا گھر ہے؟ لوگوں نے اس کا نام بتایا۔ آپ کا دل اس کی طرف سے بیزار ہو گیا جب وہ خدمت میں حاضر ہوتا تو اس کی طرف سے منہ پھیر لیتے۔ اس نے لوگوں سے ذکر کیا جب معلوم ہوا کہ قبہ کی وجہ سے یہ خفگی ہے تو جا کر اس کو توڑ ڈالا۔ پھر جب دوسری بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ادھر سے گذر ہوا تو اس قبہ کو نہ دیکھا۔ صحابہ سے دریافت فرمایا۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ جب اس مالک مکان کو معلوم ہوا کہ آپ اسے ناپسند فرماتے ہیں تو اس نے گرا دیا۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یاد رکھو ہر ایک عمارت بنانے والے پر وبال ہے۔ بجز اسکی جس سے چارہ نہو۔

لیکن ۶۷۸ھ میں ایک رئیس احمد بن برہان نے فرط عقیدت کے جوش اور تحصیل ثواب کی امید میں حجرہ پر قبہ تعمیر کرا دیا۔ اہل مدینہ بدعت سمجھ کر اس سے سخت ناراض ہوئے کیونکہ علاوہ ازیں کہ قبہ کو آنحضرت ناپسند کرتے تھے۔ قبر شریف پر معماروں اور مزدوروں کے چڑھنے سے اس کی بے حرمتی ہوئی۔

اتفاقاً اسی دوران میں کسی معاملہ میں دربار سے اس پر خفگی ہوئی اور امیر علم الدین شجاعی کے نام حکم آیا کہ اس کو پٹوا دو اس کا سارا مال و متاع ضبط کر و۔ اس نے اس حکم کی تعمیل کی۔ مدینہ والے احمد کی اس مصیبت کو روضہ اطہر کی بے ادبی کی سزا سمجھتے تھے۔

حجرہ شریفہ کے ساتھ جو مقصورہ ہے۔ جس میں لوگ زیارت کے لئے جاتے ہیں وہ ملک ظاہر کے زمانہ میں مسجد کا ایک حصہ لے کر بنایا گیا ہے۔ اہل مدینہ اسی وجہ سے اس کو ہمیشہ سے ناپسند کرتے رہے توشہ خانہ اس کے بعد بنا ہے۔

۸۸۱ھ میں حجرہ شریفہ کی پھر از سر نو تعمیر ہوئی۔ کیونکہ بیرونی دیوار خراب ہو گئی تھی جب وہ گرائی گئی تو اندر کی دیواروں میں شگاف نظر آئے جلی ہوئی لکڑیاں اور اینٹوں کا انبار بھی دکھائی دیا۔ ان سب کو نکال کر روضہ صاف کیا اور حسب سابق مع گنبد کے پھر تعمیر کر دیا۔

۸۸۶ھ میں پھر آتشزدگی کا حادثہ ہوا۔ اس میں حجرہ شریفہ خراب ہو گیا اور مقصورہ بالکل جل گیا ملک اشرف قاتبائی نے سنگ رخام سے پھر تعمیر کرایا پیتل کا محجر اس کے بعد بنایا گیا۔ حجرہ کی موجودہ شکل ملک اشرف ہی کی تعمیر ہے۔ بجز اس کے کہ سلاطین عثمانیہ کی طرف سے کبھی کبھی مرمت اور رنگ آمیزی ہوتی رہی۔ (جامعہ ملیہ)

اس مضمون کے متعلق ایک نوٹ جس کا تعلق مضمون کی گذشتہ اشاعت سے ہے اسی پرچہ میں کسی دوسری جگہ قابل ملاحظہ ہے۔ (ایڈیٹر)

استغفار ابراہیم

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے قلم سے)

ایک معزز دوست ارشاد فرماتے ہیں کہ ذیل کی دو آیتوں کا مفہوم بظاہر متناقض معلوم ہوتا ہے۔ سورۃ ۹۔ آیت ۱۱۴۔ وما کان استغفار ابراھیم لابیہ الا عن موعدۃ وعدھا ایاہ فلما تبین لہ انہ عدو للہ تبرا منہ ان ابراھیم لاواہ حلیم ۔ اس سے تو ثابت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب معلوم ہوا کہ وہ خدا کے دشمن ہیں تو اس سے بیزار ہو گئے۔ مگر سورۃ ۲۶ آیت ۸۶ میں پھر واغفر لابی انہ کان من الضالین کہکر دعا مانگی جاتی ہے۔ جواباً یہ عرض ہے کہ در حقیقت پہلی آیت دوسری آیت کی توضیح کرتی ہے۔ دوسری آیت سورۃ الشعرا کی ہے جو مکی ہے۔ اس میں حضرت ابراہیم کی دعا کا ذکر ہے انہوں نے اپنے بزرگ کے لئے دعا کی ہے کہ اے میرے رب میرے بزرگ کی مغفرت فرما بیشک وہ گمراہوں میں سے ہے۔ یعنی اسے ہدایت نصیب ہو اور ضلالت سے نکلکر راہ راست کی طرف آجاوے مغفرت کی دعا مردوں اور زندوں کے لئے یکساں کی جاتی ہے۔ مغفرت میں جہاں گناہوں کے بد نتائج سے حفاظت طلب کی جاتی ہے وہاں انسانی کمزوریوں میں جا گرنے سے بھی حفاظت کی مانگی جاتی ہے اس لئے آپ نے اپنے بزرگ کے لئے دعا کی کہ جن گمراہیوں میں وہ گرفتار ہے اس سے اس کی نجات ہو کیونکہ اس کی گمراہی یا تو اس کی شامت اعمال کی وجہ سے تھی اور یا اپنی کمزوریوں کی وجہ سے وہ اس میں گرفتار تھا۔ اس لئے ان سے حفاظت کی دعا جناب باری میں آپ نے کی مدینہ میں جب سورۃ توبہ نازل ہوئی اور اس میں یہ آیت نازل ہوئی کہ ماکان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربی من بعد ما تبین لہم انہم اصحٰب الجحیم یعنی نبی اور مومنوں کے لئے یہ شایاں نہیں کہ وہ مشرکوں کے لئے خواہ وہ ان کے رشتہ دار ہی ہوں مغفرت چاہیں اس کے بعد کہ ان کو واضح ہو جائے کہ وہ جہنم کے وارث ہیں۔ تو اس آیت سے اعتراض حضرت ابراہیم پر پڑتا تھا۔ یعنی جب ایک مشرک کی مغفرت طلب کرنا اس کے بعد کہ اس کا جہنمی ہونا واضح ہو جائے ایک نبی یا مومن کے لئے جائز نہیں۔ تو پھر حضرت ابراہیم اپنے بزرگ کے لئے جو مشرک تھا کیوں مغفرت چاہتے رہے۔ اس لئے اس آیت کے ساتھ ہی دوسری آیت میں اس اعتراض کا جواب دیا ہے۔ کہ ما کان استغفار ابراھیم لابیہ الا عن موعدۃ وعدھا ایاہ فلما تبین لہ انہ عدو للہ تبرا منہ۔ ان ابراھیم لاواہ حلیم۔ فرمایا کہ ابراہیم کا اپنے بزرگ کے لئے مغفرت طلب کرنا صرف ایک وعدے کی بنا پر تھا جو اس نے اس سے کیا تھا لیکن جب ابراہیم پر واضح ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے۔ تو وہ اس سے بیزار ہو گئے۔ بیشک ابراہیم بہت نرم دل اور بردبار تھے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح
لاہور

جلد ۱۳ ۱۴ر جمادی الاول ۱۳۴۴ھ نمبر ۱۰۷

قتلِ دجال

دجال۔ دجل سے مشتق ہے جس کے معنے ہیں دھوکہ۔ فریب حق و باطل کو ملا دینا۔ دجال کے معنے ہیں گروہ عظیم جو حق میں باطل اس کثرت سے ملاوے کہ حق چھپ جائے آج اگر دنیا کے واقعات پر نظر ڈالی جائے اور تاریخ کو غور سے پڑھا جائے تو مذہبی دنیا میں حق کے ساتھ باطل کو کثرت سے ملانے والے مسیحی پادری نظر آتے ہیں جن کا کام ہی یہ ہے کہ اسلام کے متعلق غلط فہمی پھیلائی جائے۔ وہ اسلام کے دین حق پر باطل کا اس قدر روغن قاز ملتے ہیں کہ اصل شکل بالکل چھپ جاتی ہے۔ اور اسلام کی اسقدر بھیانک اور مکروہ شکل نظر آتی ہے کہ کوئی عقلمند انسان اسے نظر انتخاب سے نہیں دیکھ سکتا۔ اسی لئے ہمارے حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ دجال جس کے آخری زمانہ میں خروج کا ذکر احادیث میں آتا ہے۔ اس سے مراد ایسے ہی لوگ ہیں جو حق اور باطل کی تلبیس کرتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ایسا ہی ثابت ہے۔ آپ نے دجال کے شر سے بچنے کے لئے سورۂ کہف کی پہلی دس آیات پڑھنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ ان میں عیسائیت کے عقیدہ اتخاذ ولد کا ذکر ہے۔ پھر یہ بھی فرمایا کہ وہ گرجے سے نکلے گا۔ اور ابن صیاد کے واقعہ نے تو معاملہ کو بالکل صاف کر دیا۔ عہد نبوت میں اس شخص نے اپنی چالاکی سے حق کو باطل سے ملتبس کرنا چاہا جس پر صحابہ کو یقین ہو گیا کہ یہی وہ دجال معہود ہے جس کی پیشگوئی آنحضرت صلعم نے فرمائی۔ آنحضرت صلعم کے سامنے حضرت عمرؓ نے قسم کھا کر کہا کہ یہی وہ دجال معہود ہے۔ اور آپ نے اس کا انکار نہیں کیا۔ حالانکہ نہ وہ عزیب کانا تھا۔ نہ اس کی پیشانی پر ک۔ ف۔ ر لکھا ہوا تھا۔ نہ اس کے پاس وہ خاص عظیم الشان گدھا تھا۔ نہ بہشت و دوزخ اس کے ساتھ تھے۔ باوجود اس کے کہ مدینہ میں داخل ہونا دجال کے لئے ناممکن بتلایا گیا تھا وہ خاص مدینہ میں سکونت رکھتا تھا۔ غرضکہ ظاہر الفاظ دجال والی پیشگوئی کے مطلق اس پر چسپاں نہ ہوتے تھے بلکہ صریح مخالف پڑے ہوئے تھے مگر باایں ہمہ صحابہ اسے دجال سمجھتے تھے۔ صرف اس لئے کہ اس میں دجل کی صفت موجود تھی۔ یعنی حق و باطل کو ملتبس کرنا۔ اب ان دونوں قسم کی حدیثوں کو ملا کر دیکھو تو اصل حقیقت صاف نظر آ جائے گی۔ ایک طرف قرآن میں سورۂ کہف کی پہلی دس آیات میں ایک گمراہ کن عیسائی کے عقیدہ کا ذکر اور حدیث میں گرجے سے دجال کا خروج اور دوسری طرف ابن صیاد کا واقعہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دجال کی اصلی صفت دجل ہے یعنی حق و باطل کا التباس اور باقی الفاظ اپنے ظاہر پر محمول نہیں تو صاف نظر آ جاتا ہے کہ دجال معہود وہ مسیحی پادری ہیں جو دن رات اسلام پر افترا پردازیاں کرتے رہتے ہیں اور حق کو باطل کے ساتھ چھپانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے۔ مسیح موعودؑ کا کام جہاں کسر صلیب تھا وہاں قتل دجال بھی تھا۔ صلیب مسیحیت کا بنیادی پتھر ہے۔ جہاں صلیب نظر آوے گی وہ بلاشبہ مسیحیت کا نشان سمجھا جاوے گا۔ گویا تمام دنیا میں بالاتفاق صلیب مسیحیت کے مترادف ہے۔ صلیب کا توڑنا مسیحیت کا توڑنا ہے یعنی مسیحیت کے اصولوں کو جن کا کلی انحصار واقعہ صلیب پر ہے دلائل قاطعہ سے غلط ثابت کر کے اس مذہب کو ہلاک کر دینا دوسرا کام قتل دجال ہے۔ کسر صلیب میں جہاں مسیحیت کے اصولوں کو توڑنا ایک کام تھا وہاں قتل دجال میں مسیحی پادریوں کے ان دجل کو طشت از بام کرنا تھا جو انہوں نے حق کے متعلق اختیار کر رکھے تھے۔ انہوں نے اسلام کی خوبصورت شکل پر باطل کے اس قدر غلاف چڑھائے تھے اور اس کے چاروں کھونٹ میں اس کے متعلق اس قدر غلط فہمیاں پھیلا رکھی تھیں کہ اصل شکل دین حق کی باطل بالکل مخفی ہو گئی تھی۔ اور اسلام بدترین شکل میں دنیا کے سامنے نظر آ رہا تھا۔ اور یہ دجل دانستہ اس لئے کیا گیا تھا کہ اسلام کی اصلی شکل اسقدر خوبصورت اور مقبولِ خاص و عام تھی کہ اس کے سامنے مسیحیت کبھی فروغ نہیں پا سکتی تھی اسلام کی معقولیت کے سامنے مسیحیت کی غیر معقول تعلیم ایک لمحہ کے لئے بھی ٹھیر نہیں سکتی تھی۔ آج افریقہ میں پادریوں کو یہی ماتم پڑا ہوا ہے کہ مسیحیت اور اسلام جہاں بالمقابل آن کھڑے ہوتے ہیں وہاں بے اختیار انسان کی نظر انتخاب اسلام پر جا پڑتی ہے۔ دراصل اسلام کی شکل بگاڑ کر دکھانے کا نسخہ جو یورپ میں مسیحیت استعمال کر چکی تھی افریقہ میں استعمال کرنے کا ابھی مسیحیت کو موقعہ نہ ملا تھا جو یکایک اسلام اپنی خوبصورت شکل لے کر سامنے آ گیا۔ اور بلا ہی لے گیا۔ اور مسیحیت منہ چڑاتی رہ گئی لہٰذا مسیحیت کو دنیا سے رخصت کرنے کے لئے دو ہی کام ہو سکتے تھے ایک تو اس کے اصول کی غلطیوں کو طشت از بام کر دینا۔ دوم اسلام کے خوبصورت چہرہ پر جو مسیحیت نے نقاب ڈال رکھا تھا اس نقاب کو اٹھا دینا اس آفتاب کے سامنے مسیحیت کی تاریکی کا بالطبع رخصت ہو جانا لابدی تھا۔ اسی لئے حدیث شریف میں مسیح موعود کے دو کام بتلائے گئے تھے ایک تو کسر صلیب یعنی مسیحیت کے اصولوں کا ابطال۔ دوم قتل دجال یعنی اس دجالیت کو مٹا دینا جو مسیحیت نے اسلام کے متعلق پھیلا رکھی تھی۔ یعنی ان تمام کذب و بہتان کی حقیقت کو طشت از بام کر دینا جو مسیحیت نے اسلام کے متعلق پھیلا رکھی تھیں اور اسلام کا اصلی خوبصورت چہرہ دنیا کے سامنے پیش کر دینا۔ قربان جائیے رسول اکرم صلعم کے۔ کس خوبصورتی سے قتلِ دجال کی حقیقت کو واضح کیا ہے۔ فرماتے ہیں دجال اس طرح پگھل جائے گا جس طرح نمک پگھلتا ہے۔ ایک طرف مسیح موعودؑ کا دجال کو قتل کرنا اور دوسری طرف دجال کا نمک کی طرح پگھلنا۔ دونوں کو ملا کر نظر غائر ڈالو۔ قتل کرنے کے لئے ضروری نہیں ہوتا کہ کوئی کسی کو تلوار ہی سے قتل کرے۔ بلکہ دوسرے کی ہلاکت کے لئے اسباب جمع کرنے کا نام قتل ہے۔ نمک کو مٹانے کے لئے ضروری ہے کہ آب شیریں اس تک پہنچایا جائے وہ خود بخود پگھل جائے گا۔ آنحضرت صلعم گویا یہاں قتل دجال کا طریق خود بتلا گئے ہیں کہ اسلام کا آب شیریں اس جگہ تک پہنچا دو جہاں دجال نے دجالیت کے نمک کا پہاڑ کھڑا کر رکھا ہے۔ اس میٹھے پانی کے چشمہ کے پہنچتے ہی وہ نمک پگھلتا چلا جائے گا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ نے جب یہ دعویٰ کیا ؎

> چون مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند
> مصلحت را ابنِ مریم نام من بنہادہ اند

تو آپ نے جہاں مسیحیت کے اصولوں کو توڑ کر کسر صلیب کی ڈیوٹی کو ادا کیا وہاں قتل دجال اسی طریق پر کیا جو آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا یعنی اسلام کو اس کی اصلی خوبصورت شکل میں دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اور جہاں جہاں دجال نے اسلام پر جھوٹ اور بہتان کے پہاڑ کھڑے کئے تھے وہاں اسلام کے چشمہ شیریں کو پہنچانا شروع کیا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دجالیت جو صدیوں سے ایک پہاڑ کی طرح حق کو چھپائے ہوئے کھڑی تھی اس پانی کے پہنچتے ہی نمک کی طرح پگھلنی شروع ہو گئی اور حق اپنی اصلی خوبصورت شکل میں ظاہر ہونے لگا۔ یہ مسیحیت کے لئے ایک مصیبت تھی۔ اس پر دوہری زد پڑی۔ ایک تو اس کے اپنے اصولوں کی جڑ پر تبر چلا۔ دوسرے بالمقابل اسلام کا اصلی چہرہ نظر آنے لگا جس کے حسن اور ضیاباری کے آگے مسیحیت کو منہ چھپا لینا پڑا۔ جب حق کا پانی دجالیت کے نمک کو پگھلا کر مسیحیت کو بہا لے چلا تو ڈوبتوں نے تنکے کا سہارا تلاش کرنا شروع کیا۔ اور یہ کہنا شروع کیا کہ مسیح موعودؑ نے دجالیت کے نقاب کو ہٹا کر جو اسلام کا اصلی چہرہ دکھایا ہے یہ دراصل اسلام نہیں بلکہ احمدیوں نے ایک نیا مذہب گھڑ کر پیش کیا ہے۔ جسے جدید اسلام کا نام انہی پادری صاحبان کی طرف سے اب عطا ہوا ہے۔ یہ دجال کی آخری حرکت مذبوحی ہے۔ الفضل ما شہدت بہ الاعداء یہ دشمنوں کی طرف سے ان اصولوں کی خوبی اور صداقت کا اعتراف ہے جسے مسیح موعودؑ کی جماعت دنیا کے سامنے پیش کر رہی ہے اور بتا رہی ہے کہ وہ اصلی اسلام ہے۔ اسلام کے دشمن ان اصولوں کی صداقت سے انکار نہیں کر سکے۔ ان کی خوبیوں سے انکار کرنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ کہا تو یہ کہا کہ یہ اسلام کے اصول نہیں احمدیوں کے من گھڑت اصول ہیں۔ مگر یہ بھی ایک دجل ہے جو حق کے پانی سے نمک کی طرح انشاء اللہ پگھل کر بہ جائے گا۔ کیونکہ یاد رہے کہ مسیح موعودؑ اور آپ کی جماعت جو بھی اصول پیش کر رہی ہے وہ قرآن اور سنت سے پیش کر رہی ہے۔ جو عین اسلام ہے قرآن و سنت کے علاوہ جو کچھ بھی کوئی پیش کرے خواہ مسلم پیش کرنے یا غیر مسلم۔ وہ بدعت ہے اس کا تعلق اسلام سے مطلق نہیں۔

مسیحیت اب حق کے دریا میں غرق ہو رہی ہے۔ ڈوبتوں کو یہ تنکا سہارا دے کر بچا نہیں سکتا۔ مسیحیت نے اگر یہ دعویٰ کیا تھا کہ جو اصول احمدی پیش کر رہے ہیں وہ اُن کے من گھڑت ہیں تو اس کا فرض تھا کہ وہ قرآن و سنت سے اُن کا نقیض ہونا ثابت کر کے دکھاتی۔ مگر وہ ایسا نہ کر سکی اور قیامت تک نہیں کر سکتی۔ اس کے بالمقابل حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کی جماعت نے جو بھی اصول اسلام کے پیش کئے وہ سب کے سب قرآن و سنت سے پیش کئے۔ جو عین اسلام ہے ارے نادانو۔ مسیح موعودؑ تو وہ عظیم الشان انسان تھا جو صرف اصول ہی قرآن سے پیش نہیں کیا کرتا تھا بلکہ ان اصولوں کے دلائل بھی بالالتزام قرآن سے ہی دیا کرتا تھا۔ اس نے تمام غیر مذاہب کو چیلنج دیا تھا کہ اگر اُن کی آسمانی کتابیں مکمل ہیں تو چاہیے کہ وہ اپنے اصولوں پر دلائل بھی خود دیں نہ کہ دلائل کے لئے وہ انسانی دماغ کی محتاج ہوں۔ مگر کوئی اس چیلنج پر مدمقابل نہ ہوا۔ لیکن وہ خدا کا پہلوان مرتے دم تک اسی اصول پر کاربند رہا۔ ہمیشہ جس اصول کو دنیا کے سامنے پیش کرتا اس کے دلائل تک قرآن ہی سے پیش کرتا اور یہی مسلک اپنی جماعت کو وصیت کر گیا۔ آج غیر مذاہب میں سے کوئی مرد میدان نہیں جو اپنے اصولوں کے دلائل بھی اپنی آسمانی کتاب میں سے دے۔ یہ سہرا مسیح موعود اور اس کی جماعت ہی کے سر ہے کہ اسلام کا جو اصول بھی پیش کیا گیا ہے نہ صرف وہ اصول بلکہ اس کے دلائل تک قرآن میں سے بالالتزام دیئے گئے۔ پھر یہ کہنا کسقدر دجل ہے کہ جو کچھ احمدی پیش کر رہے ہیں وہ اصل اسلام نہیں بلکہ جدید اسلام ہے۔ اگر یاد رکھو مسیح موعود آ چکا جس کے ہاتھ پر قتل دجال مقدر تھا۔ اس نے اسلام کے چشمہ شیریں کا رُخ اس زمین کی طرف کر دیا جہاں دجالیت کے نمک کے پہاڑ کھڑے تھے وہ پگھل رہے ہیں اور پگھلتے جائیں گے۔ اور اسلام کا اصلی اور خوبصورت چہرہ روز بروز ظاہر ہوتا اور چمکتا جائے گا۔ واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون۔

طریق مناظرہ کی اصلاح

اس وقت ہندوستان بھر میں جو طریق مناظرہ مروج ہو رہا ہے۔ وہ فائدہ بخش ہونے کی بجائے حد سے زیادہ نقصان رساں ہے جس سے آئے دن موالفت کی بجائے منافرت کی خلیج وسیع ہوتی چلی جاتی ہے۔ حالانکہ مناظرہ کا حقیقی مقصود تو صرف یہ ہے۔ کہ مسئلہ زیر بحث کی اصلی حقیقت کھل جائے۔ اور باہمی گفتگو سے جو امر حق ہو۔ وہ ظاہر ہو جائے۔ اسی مفید مطلب کو حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ مناظرین کا آئینہ دل زنگار کدورت سے بالکل صاف ہو اور ایک دوسرے کو ناحق گرانے کی کوشش نہ کرے۔ اور اپنے جھوٹ کو سچ بنانے کے درپے نہ ہو۔ مگر افسوس کا مقام ہے کہ بعض نفسانی اغراض کے جراثیم نے اس مفید ترین کو بالکل غیر مفید بنا دیا۔ اور ملک میں طلاب حقانیت کی تعداد بڑھانے کی بجائے ہزل گو یا دوسرا اور گالی گلوچ نکالنے والے لوگوں کا اضافہ کر دیا ہے۔ مہاشہ دھرم بھکشو جی مہاشہ کالی چرن جی مبلغ وغیرہ آریہ مناظر اسی مہلک بیماری کی زندہ مثالیں ہیں۔ مگر تاہم ناظرین کرام اخبار احمدیہ میں یہ خبر پڑھکر نہایت خوش ہونگے۔ کہ آریہ سماج وچھو والی لاہور نے مناظرے کے اس لایعنی طریق کی اصلاح کی توجہ منعطف کر کے انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور کو چیلنج دیا ہے کہ تناسخ کے مضمون پر محض ابطال باطل اور احقاق حق کا پہلو ملحوظ رکھکر اور ایک دوسرے کا احترام مدنظر رکھتے ہوئے تہذیب و متانت کے ساتھ دوستانہ طریق پر مناظرہ کیا جاوے جس سے حق تو ضرور ظاہر ہو جائے مگر کسی کی آن میں ذرا بھر بھی فرق نہ آنے پائے۔ انجمن نے بھی اس خیال سے مناظرے کو منظور کر لیا ہے۔ کہ جب آریہ دوست اپنے طریق مناظرہ کی اصلاح پر آمادہ ہیں تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ احقاق حق اور ابطالِ باطل سے پہلو تہی کی جاوے۔ ہمیں امید ہے کہ یہ مناظرہ اول سے آخر تک آریہ سماج کے وعدے کے مطابق دوستانہ رنگ میں نہایت ہی متانت اور تہذیب کے ساتھ انجام پائے گا۔ اور حق کا بول بالا کرنے والا ثابت ہوگا۔

انجمن کی طرف سے مولانا عصمت اللہ صاحب مناظرہ کرینگے احباب کو بھی اس مناظرے کی دلچسپی لینی چاہیئے۔

اچھوت اقوام اور آریہ سماج

ہمارے سماجی دوستوں کو اپنے متعلق ناحق یہ گمان پیدا ہوگیا ہے کہ اسلام کی نقل کرکے وہ ہندو مذہب کو اس کے فطری نقائص سے پاک کرسکتے اور اسلام کا منہ چڑا سکتے ہیں۔ جہاں کہیں کوئی ایسی تحریک ہوتی ہے جس میں اسلام کا قدم آگے بڑھتا ہوا نظر آتا ہے وہ فوراً اس کو پیچھے ہٹا کر خود اس کی جگہ لینے کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ لیکن کوا اگر ہنس کی چال چلنے لگے تو اس کا کوا پن زائل نہیں ہوجاتا۔ ہندو مذہب کی تبلیغ کرنے سے اس کا تبلیغی مذہب ہونا ثابت نہیں ہوجائے گا۔ نہ اچھوت اقوام کو آریہ بنا لینے سے ان کا اچھوت پن زائل ہوسکتا ہے۔

اس کی بہت سی مثالیں اور تلخ تجربات خود سماجی حضرات کو پیش آچکے ہیں ایک تازہ تجربہ مالا بار میں انہیں کرنا پڑا ہے جہاں کی اچھوت اقوام ہندو مذہب کے مستبدانہ اصولوں سے تنگ آکر ان سے نجات حاصل کرنے کے درپے ہیں اور اسلام کی طرف منہ موڑ رہی ہیں۔ سوامی شردہانند اور دوسرے سماجی حضرات نے خیال کیا کہ یہ مفت کی کھیر ہے فوراً مالابار کی طرف منہ اٹھا دوڑے۔ اور خدا جانے کیا کیا سبز باغ دکھا کر ان لوگوں کو آریہ کرنا شروع کردیا۔ ان آریہ ہونے والوں نے سمجھا کہ آریہ سماج بھی شاید جادو کا کوئی لیپ ہے جسکو ماتھے میں لے کر ہندو مذہب کی تمام مصیبتوں سے وہ نجات پا جائینگے۔ اخدند ہو کر انہوں نے بڑے طمطراق سے ممنوع سڑکوں کی طرف قدم اٹھانے کی جرات کی لیکن برہمن لوگ بھی بڑے کایاں ہیں انہوں نے ہنس کی اس چال میں ان کے کوا پن کو فوراً پہچان لیا اور سرکاری احکام کے ذریعہ انہیں آگے قدم بڑھانے سے روکدیا آریہ سماج اس پر پیچ و تاب کھا رہا ہے کہ مدراس گورنمنٹ نے ان احکام سے گویا سماج کو چیلنج دے دیا ہے۔ حالانکہ اس میں گورنمنٹ کا کوئی قصور نہیں ہندو مذہب کی فطرت ہی ایسی واقعہ ہوئی ہے کہ جب تک اس کے ساتھ تعلق قایم رہے گا اچھوت کی لعنت دور نہیں ہوسکتی۔ برخلاف اس کے انہی اچھوتوں میں سے جو شخص مسلمان ہوجاتا ہے اس کو کوئی بھی ممنوع سڑکوں پر چلنے سے نہیں روک سکتا اور نہ دوسرے حقوق انسانی سے انہیں محروم کرسکتا ہے۔ اس لئے ان لوگوں کو جو ہندوستان کی بہبودی کے لئے اچھوت پن کی لعنت سے اس کو آزاد کرنا چاہتے ہیں آریہ سماج کے تلخ تجربہ سے سبق حاصل کرکے اسلام کی امداد حاصل کرنی چاہیئے کہ اس پر ان اقوام کی بہبودی اور نجات منحصر ہے۔

موصل اور ترک

ترکی مظالم کی داستانیں یورپ میں عام طور پر مشہور ہیں۔ ارمنوں کا قتل و غارت۔ یونانیوں پر ظلم و ستم پرانی باتیں ہیں جو یورپ کی سنہری اغراض کو پورا کرنے کے لئے وضع ہوئیں۔ اور خود اہل یورپ میں سے ہی وہ لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے علانیہ اس کی تردید کی اب موصل کا قصہ کئی ماہ سے شروع ہے اور وہاں کے تیل کے چشمے پھر انہی دروغ بافیوں کا موجب ہوئے ہیں جو یورپین حرص و آز کا ہمیشہ سے آلہ کار رہی ہیں کہا جاتا ہے کہ موصل کی عیسائی اقوام ترکوں کی شاکی ہیں اس لئے وہ ان پر حکومت کرنے کے اہل نہیں حالانکہ اگر اس اصول کو صحیح سمجھا جائے تو خود برطانیہ اور کوئی بھی دوسرے یورپین قوم دوسرے ممالک پر حکمرانی کی اہل نہیں ٹھیرتی۔

لیکن ارمنی اور یونانی داستانوں کی طرح موصل کے قصوں کی تردید بھی خود برطانوی اہل قلم نے بڑے زور سے کی ہے مسٹر فلپس کا مضمون اسبارہ میں خاص طور پر قابل ذکر ہے جنہوں نے بتایا ہے کہ ترکوں اور موصل کے عیسائیوں کے باہمی تعلقات جنگ عظیم سے پہلے نہایت خوشگوار تھے دوران جنگ میں روسیوں نے انہیں اکسایا اور ترکوں کے خلاف کھڑا کردیا جسکی وجہ سے انہیں سخت نقصان اٹھانا پڑا اب انہی عیسائیوں کو یورپ کی ایک دوسری قوم ترکوں کے خلاف ابھار رہی ہے اور اپنے خلاف حق پروپاغنڈا سے انہیں بدنام کرکے ان کے قدیمی حقوق کو چھیننا چاہتی ہے۔

مسٹر فلپس لکھتے ہیں کہ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مسیحی قدیم زمانہ میں ترکوں کے ساتھ نبھاتے رہے ہیں اور آیندہ بھی نبھا سکتے ہیں بشرطیکہ صرف یہ ہے کہ انکو تنہا چھوڑ دیا جائے اور تیل اور اقتدار کی شطرنج میں انہیں مہرہ نہ بنایا جائے۔

کاش اقتدار پرست برطانوی اپنے ایک ہم وطن کی اس حق گوئی سے فایدہ اٹھائیں اور اس کی تائید میں آواز اٹھا کر اپنی حق پسندی کا ثبوت دیں۔

تحریف بائیبل از روئے بائیبل

۱۔ موسیٰ مرگیا اور اس کی قبر کا آج تک کسی کو پتہ نہیں استثنا ۳۴:۵

۲۔ آجتک اسرائیل میں موسیٰ کی مانند کوئی نبی نہیں ہوا۔ استثنا ۳۴:۱۰

جو کتاب موسیٰ پر اتری اسی میں یہ ذکر کہ موسیٰ مرگیا اور اس کی قبر کا آج تک کسی کو پتہ نہیں۔ اور یہ کہ آج تک اسرائیل میں موسیٰ کی مانند کوئی اور نبی نہیں ہوا۔ یہ ہر دو فقرات ظاہر کرتے ہیں کہ یا تو یہ کتاب موسیٰ کے بہت عرصہ بعد لکھی گئی اور یا یہ فقرات لوا یزا ہیں

۳۔ اس کا نام عمانوایل رکھیں گے متی ۱/۲۳۔ سوال ہوتا ہے کہ مسیح کا نام عمانوایل کب اور کس نے رکھا۔ فرشتہ کہتا ہے کہ اس کا نام یسوع رکھنا۔ متی ۱/۲۱۔ اس کا نام یسوع رکھا گیا متی ۱/۲۵ مگر عمانوایل نام نئے عہد نامہ میں کس نے رکھا کب رکھا اس کا کچھ پتہ نہیں۔

۴۔ وہ دہی اور شہد کھائیگا۔ یسعیاہ ۷:۱۴۔ سوال ہوتا ہے کہ مسیح کے متعلق یہ کہاں سے ثابت ہے کہ وہ دہی اور شہد کھاتا تھا البتہ یوحنا کے متعلق تو ہے کہ اس کی خوراک شہد تھی متی ۳/۴ ان ہر دو حوالا جات سے ثابت ہوتا ہے کہ یا تو ان پیشگوئیوں کا مصداق مسیح نہیں اور یا یہ الفاظ الحاقی ہیں۔

۵۔ وہ ناصرۃ نام ایک شہر میں جا بسا تاکہ جو نبیوں کی معرفت کہا گیا تھا پورا ہو کہ۔ وہ ناصری کہلائیگا۔ متی ۲:۲۳

۶۔ لکھا ہے کہ مسیح دکھ اٹھائیگا اور تیسرے دن مردوں میں سے جی اٹھیگا لوقا ۲۴:۴۶۔ یہ دونو عبارتیں کہ وہ ناصری کہلائیگا اور تیسرے دن مردوں میں سے جی اٹھیگا پرانے عہدنامہ میں کہیں ہیں۔ لہذا یا تو یہ عبارات پرانے عہدنامہ سے نکالدی گئی ہیں اور یا نئے عہدنامہ میں یہ الحاق ہے۔

۷۔ چونکہ بہتوں نے اس پر کمر باندھی ہے کہ جو باتیں ہمارے درمیان واقع ہوئیں ان کو ترتیب وار بیان کریں۔ جیساکہ انہوں نے جو شروع سے دیکھنے والے اور کلام کے خادم تھے انہیں ہم کو پہنچایا اس لئے اسے معزز تھیوفلس میں نے بھی مناسب جانا کہ سب باتوں کا سلسلہ شروع سے ٹھیک ٹھیک دریافت کرکے انہیں تیرے لئے ترتیب سے لکھوں لوقا ۱/۱

اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اناجیل مروجہ الہامی نہیں بلکہ احادیث کی طرح روائتی سوانح عمریاں ہیں جن میں تحریف۔ ترمیم و تنسیخ بہت کچھ دخل ہے۔

علاوہ ازیں تحریف کا تازہ نمونہ دیکھنا ہو تو ۱۸۶۰ء اور ۱۹۰۸ء کے ہر دو نسخوں کے مقامات ذیل ملا کر دیکھ لیں آئینس کی آئتیں حذف کردی گئی ہیں۔ متی ۱۷/۲۱ - ۱۸/۱۱ - ۲۳/۱۴ × مرقس ۹/۴۴ و ۴۶ - ۱۱/۲۶ - ۱۵/۲۸ - لوقا ۲۳/۱۷ + یوحنا ۵/۴ -

گیتا اور قرآن

گیتا: اے ارجن جسطرح جلتی ہوں آگ بہت سے ایندھن کو بھسم کردیتی ہے۔ اسی طرح گیان کی آگ سب قسم کے پاپوں کو بھسم کردیتی ہے

گیتا ۴/۳۷

ایضاً: اے ارجن تو سب دھرم چھوڑکر مجھے اکیلے کو بھج میں تجھ کو سب پاپوں سے مکت کرونگا۔ گیتا ۱۸/۶۶

قرآن۔ کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ انہ من عمل منکم سوءا بجہالۃ ثم تاب من بعدہ و اصلح فانہ غفور رحیم۔ انعام - ۶

ترجمہ۔ تمہارے رب نے رحمت کو اپنے نفس پر فرض کرلیا ہے۔ پس جو کوئی لاعلمی (اگیانتا) سے کوئی برا کام کرے۔ پھر اس کے بعد توبہ کرے اور اپنی اصلاح کرے۔ تو اللہ بخشنے والا رحیم ہے۔

مگر آریہ سماجی اس توبہ کے اصول کو جس میں گیتا اور قرآن متفق علیہ ہیں۔ نہیں مانتے۔

اسلام اور آزادی ضمیر

مذکورہ بالا مضمون پر بتاریخ ۱۹ نومبر ۱۹۲۵ء بعد نماز مغرب جناب محمد یعقوب خاں صاحب ایڈیٹر لائٹ کا لکچر انگریزی میں اسلامیہ کالج حبیبیہ ہال میں ہوا۔ آپ نے نہایت خوبی سے واضح کیا کہ اسلام نے کسطرح ہر ایک قسم کی بندشوں اور قیدوں سے ضمیر انسانی کو آزاد کیا۔ وہ بندشیں کہیں تو عناصر پرستی کی شکل میں تھی اور کہیں انسان پرستی کے کہیں تقلید پرستی کے۔ تو کہیں نفس پرستی کے۔ علیٰ ہذا القیاس کہیں توہم پرستی کی زنجیر تھی تو کہیں غیر معقولیت کی۔ قابل لکچرار نے نہایت خوبی سے اپنے لکچر کو ادا کیا سامعین خاصی کثیر تعداد میں تھے۔

مسیح کی قبر کی جگہ

پیغام صلح مجریہ ۱۸ نومبر ۱۹۲۵ء میں قبۃ الخضرا کا مضمون جو کسی رسالہ سے نقل ہوا ہے اس میں یہ فقرہ قطعاً غلط ہے کہ روضہ نبوی میں ایک قبر کی جگہ خالی ہے۔ جس میں مسیح ابن مریم آکر مدفون ہونگے۔ یہ صرف گپ بازی ہے۔ قرآن کریم سے مسیح ابن مریمؑ کی وفات ثابت ہے۔ ان کی قبر سرینگر کشمیر میں ہے۔ یہ ایک تحقیق شدہ امر ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں بنی حضور صلعم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قبر بھی اسی حجرہ میں بنی اس کے بعد صرف ایک قبر کی جگہ باقی تھی۔ جو حضرت عائشہ نے اپنے لئے رکھی ہوئی تھی۔ مگر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ہونے لگی تو آپ نے حضرت عائشہ سے درخواست کی انہیں وہاں دفن ہونے کی اجازت دی جائے۔ انہوں نے حضرت عمر کو اپنے اوپر مقدم کیا اور اپنی قبر کی جگہ دے دی۔ مگر وہ جگہ اتنی تنگ تھی کہ دفن ہوتے وقت حضرت عمر کے پاؤں دیوار کے نیچے آگئے اس کے بعد وہاں کوئی جگہ باقی نہیں رہی چنانچہ خود حضرت عائشہ جن کا وہ حجرہ تھا جب فوت ہوئیں تو وہاں وہ دفن نہ ہوسکیں۔

(ڈاکٹر بشارت احمد)

بقیہ صفحہ اول کالم ۳

یعنی مشرکوں کے لئے مغفرت چاہنا اور ان کے لئے ہدایت کی دعا کرنا منع نہیں آخر یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دل کی تڑپ اور دعاؤں کا ہی نتیجہ تھا کہ دنیا کی ہدایت کے لئے آپ کو رسالت عطا ہوئی۔ آپ زمانہ رسالت میں جسقدر تڑپ تڑپ کر دعائیں کرتے تھے وہ قرآن اور حدیث سے ثابت ہے اور جن کے لئے دعا کرتے تھے ان میں کثرت سے مشرک تھے۔ طائف کے واقعہ کے بعد بھی آپ وہاں کے مشرکوں کے لئے دعا ہی کرتے ہیں۔ جنگ احد میں زخم کھا کر بھی ان کے لئے دعا ہی کرتے ہیں۔ لیکن ایسے لوگوں کے لئے دعا اور استغفار کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک حد مقرر کردی۔

ایک جگہ فرمایا کہ جب یہ بات صاف طور پر ظاہر ہوجائے کہ یہ جہنمی ہیں اس وقت کے بعد ان کے لئے استغفار بیفایدہ اور ناجائز ہے اور دوسری جگہ فرمایا کہ جب یہ ظاہر ہوجائے کہ وہ خدا کے دشمن ہیں۔ تب استغفار ناجائز ہے۔ کسی کا جہنمی ہونا تو نہیں معلوم ہوسکتا جب تک کہ اس کی موت شرک پر نہ واقع ہوجائے یا بذریعہ وحی الٰہی نبی کو خبر نہ دی جائے۔ البتہ کسی کا خدا کا دشمن ہونا اس طرح معلوم ہوسکتا ہے کہ باوجود بار بار سمجھانے اور حجت تمام کرنے کے وہ کسی صورت میں بھی حق کی دشمنی سے باز نہیں آتا اور ہمیشہ خدا کے دین کی بیخ کنی کو کوشاں رہتا ہے۔ تو پھر ایسے شخص سے مومن کا ایسا محبت کا تعلق ہونا کہ وہ اس کے لئے تڑپ تڑپ کر دعائیں کرے ایک غیر موزون امر ہے۔ چنانچہ جب حضرت ابراہیم کو معلوم ہوگیا کہ ان کا بزرگ کسی غلط فہمی سے حق کی مخالفت نہیں کررہا بلکہ بیخ دانستہ توحید کا دشمن ہے تو پھر اس سے ظاہری اور باطنی پر قطع تعلق کرلیا۔ اسی طرح جب ایک شخص کا شرک پر ہی خاتمہ ہوجائے یا اس کے اقوال اور افعال سے یہ بات صاف طور پر ثابت ہوجائے کہ وہ غلط فہمی میں مبتلا نہیں بلکہ دانستہ حق کا دشمن ہے تو پھر اس کے لئے مغفرت کی دعا کرنا نہ نبی کو شایان ہے نہ مومنوں کو۔

مراسلات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

کیا وہ بھی دن تھے جب ہماری قلیل و غریب جماعت کا مقابلہ تین زبردست طاقتوں کے ساتھ تھا۔ ایک حضرات علماء تھے جو مخالفت کی آگ میں جل کر اعلیحضرت مرزا صاحب کی طرف نبوت کا دعوےٰ منسوب کرتے تھے۔ ایک عوام کا طبقہ تھا جو علماء کے رعب و اثر کے نیچے دب کر حضور کو جھوٹا نبی کہہ کر آپ پر پھبتیاں اڑانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں چھوڑتا تھا۔ ایک قادیان کا غالی گروہ تھا جو محبت میں ڈوب کر مجدد وقت کو نبوت کا مدعی ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی تک زور لگاتا تھا۔ مگر آج حضرت ملا کا زور زایل ہو رہا ہے اور تکفیر کے فتوؤں کو بے پروائی کے قدموں نے پورے زور کے ساتھ روند ڈالا ہے۔ اب جب عوام ان قیود کے آہنی زنجیروں کو توڑ کر مکفر علماء کی پگڑی اچھالنے لگے ہیں۔ ہمارا لٹریچر آہستہ آہستہ اپنا کام کرتا نظر آرہا ہے تو قادیانی جماعت فرش سے لے کر عرش تک کوشش کر رہی ہے کہ اعلیحضرت مرزا صاحب کو دنیا میں نبی کی حیثیت میں پیش کرے مگر اسکے بودہ دلایل کا جو المناک حشر ہو رہا ہے وہ اس مضمون سے ظاہر ہے۔ جو "قادیانی جماعت سے بچو"، کے عنوان سے آزاد ہند مورخہ ۵ نومبر میں لکھا گیا ہے اور جس کو دیکھ دیکھ کر محمودی حضرات جلے دل کے پھپھولے پھوڑ رہے ہیں (یہ مضمون اس پرچہ میں کسی دوسری جگہ دیا گیا ہے۔) کاش جناب میاں صاحب ایک لمحہ کے لئے غور کریں کہ ان کے ان الفاظ سے کہ "آپ کو لفظ نبی اور محدث میں فرق معلوم نہ تھا"، ہمارے سلطان القلم اور نبی کے مقدس باپ کی اہل نظر اصحاب کی نظروں میں کیا علمی حیثیت ہوگی۔

افسوس کہ مسلمانان دنیا کو ایک قوم بننے کی جدوجہد میں سرگرم کار ہیں اور صلح و محبت کے قوانین آئے دن مختلف موومنٹ کی شکلوں میں رو بکار آرہے ہیں اور ہر ایک سلیم الفہم شخص اتحاد بین المسلمین کے لئے کوشاں ہے مگر قادیان سے آواز اٹھتی ہے کہ دنیا میں ایک نبی آگیا۔ اور جو اس پر ایمان نہ لائیں کافر۔ وہ کوشش جو چودہ سو سال سے محمد صلعم اور آپ کے متبعین نے کی کہ ساری دنیا ایک قوم ہو وہ رایگاں گئی۔ اس طرح اگر نبی آتے جائیں تو آئے دن مرکز بدلتے رہینگے اور وہ عظیم الشان مقصد جس کے لئے محمد صلعم تشریف لائے تھے تباہ ہو جائیگا۔ دیکھو اب چالیس کروڑ مسلمان یعنے چودہ سو سال کی محنت کے سبز کھیت صرف میرزا صاحب کی وجہ سے کافر ہو گئے تو پھر اسی قدر تعداد کے مسلمان ہونے کے لئے کتنے دن لگیں گے۔ اور کیا معلوم کہ پھر کوئی میاں محمود جیسا آکر اسی تعداد کو بھی تکفیر کے گھاٹ نہ اتار دیگا۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمارے میاں صاحب کو دیر تک زندہ رکھے اور وہ اپنے خیالات سے رجوع کریں۔ کیا جناب میاں صاحب کے بعد خلافت کے سوال پر اختلاف اور پھر مخالفت نہ ہوگی اور کیا پھر تکفیر کی بھٹی از سر نو تیار نہ کی جائیگی کہ لوگ اس میں جھونک دئے جائیں اور پھر یہیں کوئی بتلائے کہ اگر رفتہ رفتہ مسلمانوں کی تعداد کم ہوتی جائے تو پھر دنیا آگے چل کر کب ایک واحد قوم ہو۔

یہ بات میرے اور میرے دوستوں کے لئے کافی ہے کہ محمد علی اور اس کے اصول سچے اور زندہ ہیں۔ آج اگر کوئی شخص میرزا صاحب کے بتلائے ہوئے اصول پر بال بال گامزن ہے تو محمد علی ہے اور دنیا میں کوئی طبقہ احمدی جماعت کہلانے کے لائق ہے تو وہ محمد علی اور اس کے رفقاء ہیں۔ میاں صاحب اور ان کی جماعت کے اصول اگر دنیا میں زندہ رہ سکتے تو پھر اس کے سامان بھی دنیا میں پیدا ہوتے۔ مگر خدا کو منظور یہ ہے کہ محمد علی کے اصول دنیا میں زندہ ہوں یہی وجہ ہے کہ تنظیم وغیرہ تحریکیں آج صفحہ ہستی پر آکر دل ہلا دینے والی تقاریر کر رہی ہیں مجھے پرانی وضع کے لوگوں سے تو بحث نہیں۔ نوجوان طبقہ میرے سامنے ہے یہی وہ ہے جو ہمارے رنگ میں رنگے جانے والا ہے اور یہ وہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں کے پیغام کو جو دے رہا ہے سر آنکھوں پر لے رہا ہے اور محمد علی کے زندگی بخش پیغام کے کہ "اہل قبلہ کی تکفیر مت کرو"، سامنے آنکھیں بچھا رہا ہے۔ اب دنیا کو ایک قوم بنانے کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان لاہوری خیالات کا احمدی ہو۔ دنیا کی آنکھ اب ایک نمونے کیلئے لاہور کی طرف اٹھتی ہے۔ اب نور خدا نظر آتا ہے تو وہ لاہور میں ہے اور اور تسلی کا ہاتھ ... بڑھ سکتا ہے تو وہ لاہور میں ہے۔

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے ٭ لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

خاکسار محمد عزیز اللہ سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام مدراس

خط و کتابت ممالک غیر

چین

برادر محی الدین صاحب چین سے لکھتے ہیں کہ میں ... سابقہ خط ۳ ستمبر کے مطابق میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں میں نے ایک علیحدہ پیکٹ کے ذریعہ سے چار چینی اور ایک چینی انگریزی اناجیل آپکے نام روانہ کی ہیں۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ تا آپ کو معلوم ہو جائے کہ عیسائی مشنری کس طرح چینیوں میں اپنے مذہب کو پھیلانے کے لئے بے دریغ روپیہ خرچ کر رہے ہیں۔ جیسا کہ میں پہلے لکھ چکا ہوں میں اس ملک میں ۹ سال سے اوپر عرصہ سے ہوں اور اپنے تجربہ کی بنا پر آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ باوجود بے دریغ روپیہ خرچ کرنے اور ہزارہا مشنری بھیجنے کے عیسائیت کی کامیابی ایک موہوم بات ہے اور ان کے اصولوں کا چینیوں پر اتنا اثر نہیں ہو سکا جتنا خیال کیا جاتا ہے۔ محض اس وجہ سے کہ وہ چینی طبائع اور قدیم مذہب کے بالکل خلاف واقع ہوا ہے اور نہ اس کی تعلیم لاؤ سنر کے اصولوں سے مطابقت کھاتی ہے۔ برخلاف اس کے اسلام ایک ایسا مذہب ہے کہ وہ چینی طبائع کو اپیل کرتا ہے اور اس میں اعلےٰ سے اعلےٰ اخلاقی تعلیم موجود ہے جو نہ صرف عیسائیت کی طرح خیالی ہے۔ ایک ممکن العمل ہے۔ میری عاجزانہ رائے ہے کہ ہم قرآن کریم کا چینی ترجمہ کر کے اسے اتنی ارزاں قیمت پر لوگوں کے ہاتھوں میں دے سکیں کہ جو غریب سے غریب آدمی کو بھی دو بھر نہ معلوم ہو سکے تو ہماری کامیابی یقینی ہے۔ اناجیل بہت ارزاں قیمت پر مل سکتی ہیں اس لئے ہمیں بھی یہی کوشش کرنی چاہئے کہ ارزاں سے ارزاں قیمت چینی ترجمہ قرآن کی رکھی جائے۔ اگر آپ اس بارہ میں کچھ مفید مشورہ دے سکیں تو باعث مشکوری ہوگا۔ گو میرے پاس اس وقت تک بارہ چینی علماء کی درخواستیں آچکی ہیں جو ترجمہ قرآن کا کام کرنے کو تیار ہیں لیکن ان میں سے میں صرف دو آدمیوں کو اس کا اہل خیال کرتا ہوں۔ اس لئے میرا ارادہ ہے کہ سب سے پہلے میں چند اسلامی کتب کا ترجمہ چینی زبان میں چھپواؤں۔ جو ترجمہ کا ضمیمہ سمجھی جائینگی۔ کیا آپ چند چیدہ کتب مجھے بھیج سکتے ہیں جنہیں میں چینی زبان میں ترجمہ کرواؤں۔

برادر الیاس صاحب چین سے لکھتے ہیں کہ: میں آپ کی جماعت کی مخلصانہ مذہبی کوششوں کو معلوم کر کے از حد خوش ہوا ہوں۔ ... اسلام اور دیگر کتب کے لئے آپ کا مشکور ہوں۔ ہمارے چینی بھائی بہت غریب اور جاہل ہیں کیونکہ جب سے گذشتہ ایک ہزار سال گذرے اسلام یہاں آیا۔ اس کی ترقی اور نظام کی طرف کوئی توجہ نہیں کی گئی۔ اس لئے میں امید رکھتا ہوں کہ آپ ہماری ہمت افزائی کے لئے اپنا لٹریچر ہمیں بھیجتے رہیں گے تاکہ ہم میں کچھ بیداری پیدا ہو جائے۔ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب سے عرض کر دیں کہ وہ ہمیں اپنے نیک مشوروں سے ممنون احسان فرمایا کریں ۔

برٹش گائینا

امام عیدون صاحب لکھتے ہیں: کہ پانچ شلنگ کا پوسٹل آرڈر اخبار لائٹ کی قیمت سالانہ کے لئے ارسال خدمت ہے۔ جو کچھ خدمات اسلام آپ کی جماعت یورپ و دیگر ممالک میں بجا لا رہی ہے ہم سب کو ان کا اعتراف ہے۔ ملاں ہی اسلام کے لئے ایک لعنت ہے اور اس کے خوبصورت چہرہ پر ایک بدنما دھبہ۔ اور اس نو آبادی میں بھی یہ لعنت اپنے پورے زور سے برس رہی ہے میرا خیال ہے کہ یہاں کے مسلمانوں میں اصلاح کی سخت ضرورت ہے خصوصاً ان میں جو یہاں پیدا ہو کر مذہب سے بالکل بیگانہ ہو رہے ہیں۔ جو لوگ ہندوستان سے آئے ہیں ان کی حالت تو بالکل مایوسانہ ہے۔ اور وہ سخت توہم پرستی میں گرفتار ہیں میں یہاں اس بات کا اظہار اپنا اخلاقی فرض سمجھتا ہوں کہ اگر میں نے اپنی تعلیم کا مطالعہ نہ کیا ہوتا تو آج میں اسلام سے بیزار ہو کر عیسائی ہو گیا ہوتا۔ اور میں خدا تعالےٰ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس نے محض اپنے فضل سے مجھ تک آپ کا لٹریچر پہنچا دیا۔ اور اس خدائی فضل کے شکرانہ میں میں اپنا دس سالہ بچہ اسلام کی خدمت کے لئے آپ کی نذر کرتا ہوں وہ انگریزی پرائمری سکول کی چوتھی جماعت میں تعلیم پا رہا ہے میں اسے کچھ اردو بھی سکھا رہا ہوں اس کے لاہور تک پہنچانے کے جملہ اخراجات ادا کرنے پر تیار ہوں۔ نیز جتنی مدد ہو سکیگی ہمیں اس کے اخراجات کے لئے بھیجتا رہونگا میرا یہی ایک بچہ ہے۔ جسے میں خدا کی راہ میں اور اس کے دین کی خدمت کے لئے آپ کے سپرد کرنا چاہتا ہوں۔ آپ کا جواب آنے پر میں اسے کسی معتبر دوست کے ہمراہ یا خود آکر لاہور چھوڑ دونگا۔ موجودہ زمانہ میں جبکہ اسلامی ممالک انحطاط پر ہیں اور ملاں گردی کے مسلمان جہالت اور توہم پرستی کے گڑھے میں گر رہے ہیں سوائے حفاظت اور تبلیغ اسلام کے اور کوئی ذریعہ مسلمانوں کی ترقی کا نہیں یا مذہب حق کی سچائی ہے اور یہ صرف اسی ذریعہ سے دنیا میں پہنچایا جا سکتا ہے جو مجدد وقت کا تجویز کردہ ہے ۔

آسٹریا

کرنیل رشید غالب بے صاحب لکھتے ہیں کہ:۔ آپکا ۲۸ ستمبر کا خط معہ تمام کتب و اخبار لائٹ ملا میں ترکی کا پنشن یاب کرنیل ہوں اور اس ملک میں مقیم ہوں۔ افسوس کہ میری مالی حالت مجھے اجازت نہیں دیتی کہ میں آپ کی کچھ مدد کر سکوں۔ آپ ایک نوجوان اور شہید ترک کے نام پر اخبار بھیجتے رہیں وہ انشاء اللہ اخبار کی قیمت بھی ادا کر دیگا۔ جو عظیم الشان جدوجہد آپ اشاعت اسلام کے لئے کر رہے ہیں ہم اس کا اعتراف کرتے ہیں۔ یہ کام خود مسلمانوں کی غفلت اور کاہلی اور جہالت و غلامی دور کرنے کے لئے مفید تھا اگر وہ اس میں آپ کے ساتھ شریک ہو جاتے آپ کے اخبار کا بچوں کا صفحہ نہایت ہی مفید ہے۔ اگر مسلمان عیسائی اقوام کو اپنا مذہب دینا چاہتے ہیں تو اس کے ساتھ ہی انہیں یورپین اقوام کی ذہنی اور مادی ترقی سے بھی کچھ حاصل کرنا چاہئے تاکہ وہ دین و دنیا میں باعزت قوم بن جائیں ۔

قادیانی مذہب سے بچو

جناب دلاور حسین صاحب فاروقی لکھتے ہیں کہ:۔

میاں محمود احمد صاحب قادیانی کا خیال ہے کہ ان کے باپ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نبی تھے۔ خداوند عظیم اپنے کلام قدیم قرآن الکریم میں ارشاد فرماتا ہے۔ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔ ترجمہ۔ اب ہم نے (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے دین کو کامل کر چکے اور ہم نے آپ پر اپنی نعمتیں پوری کر دیں۔ اور ہم نے آپ ہی کے لئے دین اسلام کو پسند فرمایا۔ حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اس دین اسلام کی حقیقت سے یہ اطلاع دی الاسلام ان تشہد ان لا الٰہ الا اللہ و ان محمد رسول اللہ و تقیم الصلوٰۃ و تؤتی الزکوٰۃ و تصوم رمضان و تحج البیت ان استطعت الیہ سبیلا (بخاری و مسلم) ترجمہ۔ اسلام یہ ہے کہ گواہی دے تو اس پر کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ اور یہ محمد بھیجے ہوئے اللہ کے ہیں اور پڑھا کر تو نماز اور دیتا رہ زکوٰۃ اور رمضان کے روزے رکھا کر اور تجھ کو راہ مروی کا مقدور ہو تو اللہ کے گھر کا حج کر۔ اللہ جلشانہ اس شخص کے حق میں جو دین اسلام کے سوا اور کسی دین کی تلاش میں بھٹکتا پھرتا ہے فرماتا ہے۔ من یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ و ھو فی الاخرۃ من الخٰسرین۔ ترجمہ۔ جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کی تلاش میں ہو تو خدا کے پاس اس کا وہ دین مقبول نہیں۔ اور وہ آخرت میں گھاٹے میں ہوگا اوپر کی دونوں آیتوں اور حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول مقبول کا دین مکمل ہو گیا۔ اس میں کوئی نقص بھی باقی نہ رہا اس کے پانچ رکن ہیں ان میں افراط و تفریط درست نہیں۔ افراط و تفریط کی گنجائش ہوتی تو اسلام ناقص رہتا اور اللہ اکملت لکم دینکم نہیں فرماتا۔ خود مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے چند اعتقادات شایع کئے ہیں۔ ہم ان کو یہاں درج کرتے ہیں تاکہ لوگ گمراہ نہ ہوں۔

(۱) قرآن کریم نے شریعت کی تمام حاجتوں کو مکمل کر دیا ہے اور جو شخص قرآن شریف میں سے کچھ کم و بیش کرے وہ شیطان اور بدکاروں میں سے ہے (مواہب الرحمٰن ۱۹۰۳ء)

(۲) لہٰذا میں اظہار الحق عام و خاص اور تمام بزرگوں کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں کہ یہ الزام سراسر افترا ہے۔ میں نہ نبوت کا مدعی ہوں.... اور سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم ہو گئی " (اشتہار ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء)

(۳) اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اس امت کے لئے کوئی نبی نہیں آئیگا نیا ہو یا پرانا (نشان آسمانی ۱۸۹۲ء)

(۴) مدار اصل حقیقت جس کی میں نے علی رؤس الاشہاد گواہی دیتا ہوں یہی ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ کوئی پرانا نہ کوئی نیا۔" (انجام آتھم ۱۸۹۶ء)

(۵) "ان (مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری) پر واضح رہے کہ ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قایل ہیں اور آنحضرت کے ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور وحی نبوت نہیں۔ بلکہ وحی ولایت جو زیر سایہ نبوت محمدیہ اور بااتباع آنجناب اولیاء اللہ کو ملتی ہے۔ اس کے ہم قایل ہیں اور اس سے زیادہ جو شخص ہم پر الزام لگاوے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑتا ہے۔"

(۶) "والنبوۃ قد انقطعت بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم ولا کتاب بعد القرآن الذی ھو خیر الصحف السابقۃ ولا شریعۃ بعد الشریعۃ المحمدیۃ (ترجمہ) اور نبوت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر منقطع ہو چکی ہے اور بعد قرآن شریف کے جو تمام کتب سابقہ سے افضل ہے کوئی کتاب نہیں اور نہ شریعت محمدیہ کے بعد کوئی بعد کوئی شریعت۔" (ضمیمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۴ و ۶۹)

مرزا صاحب کے خیالات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ نبوت کے مدعی نہ تھے۔ اگر کوئی اس کو مدعی نبوت سمجھتا تو اس کے پاس ایسا سمجھنے والا تقویٰ اور دیانت کو چھوڑتا ہے اور وہ شیطان اور بدکاروں میں سے۔ اور خود مدعی کاذب اور کافر ہے۔

مرزا صاحب مجدد بھی نہیں ہو سکتے کیونکہ میاں محمود احمد جو اپنے پدر بزرگوار کے علم و فضل سے خوب واقف ہیں کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود ۱۸۹۱ء سے لیکر ۱۹۰۱ء تک جو انکار نبوت کرتے رہے اور یہ کہتے رہے کہ "میں محدث ہوں" تو اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کو لفظ نبی اور محدث میں فرق معلوم نہ تھا۔ (مسیح موعود اور ختم نبوت اپریل ۱۹۲۹ء صفحہ ۱ و ۲)

بیٹے فرط محبت میں باپ کو نبی بنا رہے ہیں اور باپ اس شخص کے حق میں جو اپنے آپ کو نبی سمجھتا ہے کہتے ہیں کہ وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑتا ہے۔ اور وہ شیطان اور بدکاروں میں ہے۔ اس کے بعد مرزا صاحب کو کوئی شخص مجدد مان سکتا ہے اور نہ نبی کیونکہ وہ مجدد نہیں ہو سکتا جس کو نبی اور محدث میں فرق معلوم نہ ہو۔ اور وہ نبی بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ایسا سمجھنے والا شیطان اور بدکاروں میں ہے۔ اور یہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑتا ہے۔ ہر ایک کو یہ ضرور چاہیئے کہ قادیانی دین سے بچے رہے رسول مقبول نے فرمایا ہے لانبی بعدی میرے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا اگر کسی نے نبوت کا دعوے کیا تو ضرور سمجھو کہ وہ دجال کا پیش خیمہ ہے۔

اللھم انی اعوذ بک من شر فتنۃ المسیح الدجال۔

بیشک اگر میاں محمود صاحب کے اقوال کو مجدد زماں کی صداقت کے لئے دلیل ٹھہرایا جائے تو حضرت اقدس جناب مرزا صاحب کو مجدد بھی تسلیم نہیں کر سکتا۔ چہ جائیکہ نبی۔ مگر میاں محمود احمد صاحب کے دلایل جیسا کہ اس مضمون سے واضح ہے خود باطل ہیں۔ لہذا حضرت مرزا صاحب کے متذکرہ بالا اقوال ہی آپ کی صداقت کے کافی ثبوت ہیں (ایڈیٹر)

سوالات معہ جوابات

(جناب ڈاکٹر بشارت صاحب کے قلم سے)

سوال ۱

آپ لکھتے ہیں کہ خلیفہ کا خلیفہ نہیں ہو سکتا مگر آپ نے پہلے مولانا مولوی نورالدین صاحب کو خلیفہ کیوں مانا تھا۔

جواب

حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب کو نبی کا خلیفہ نہیں مانا تھا۔ اُن کی خلافت منصوصہ خلافت نہ تھی۔ خلافت منصوصہ یعنی اسلامی اصطلاح میں خلافت اُسے کہتے ہیں جو کسی نبی کی جانشینی ہو۔ خواہ وہ روحانی رنگ میں ہو جیسے مجددین اور مامورین الٰہی ہوتے ہیں یا ظاہری رنگ میں جیسے بادشاہ ہوتے ہیں۔ محمد رسول اللہ صلعم نبی تھے اُن پر قرآن میں آیت استخلاف نازل ہوئی تھی۔ اس لئے اُن کے خلفاء کی خلافت منصوصہ تھی۔ یعنی آیت استخلاف کے ماتحت تھی حضرت مسیح موعود بھی آیت استخلاف کے ماتحت خلیفہ محمدی تھے۔ مگر حضرت مسیح موعود نبی نہ تھے۔ اس لئے اُن پر آیت استخلاف بھی نازل نہیں ہوئی۔ اُن کے جانشین کو خلیفہ صرف لغوی معنوں میں کہہ سکتے ہیں مگر وہ اسلامی اصطلاح میں خلیفہ نہیں کہلا سکتا کیونکہ اس کی خلافت منصوصہ نہیں۔ دنیا کے ہر ایک بادشاہ یا ولی کے جانشین کو لغوی معنوں کے لحاظ سے خلیفہ کہہ سکتے ہیں۔ مگر اسلامی اصطلاح میں خلافت صرف نبوت کی ہوا کرتی ہے۔ خلافت کی خلافت نہیں ہوا کرتی۔

سوال ۲

کیا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نبی تھے یا غیر نبی۔ اگر آپ غیر نبی تھے تو حضرت صاحب نے جو کئی جگہ اپنی کتب مثلاً براہین احمدیہ حصہ پنجم حقیقۃ الوحی میں اپنے آپ کو نبی لکھا ہے اس کے کیا معنے اور اگر حضرت صاحب واقعی اپنی تحریروں اور الہامات کی بنا پر نبی ہیں تو پھر ہمارا آپ کا کیا اختلاف۔

جواب ۲

حضرت صاحب غیر نبی تھے۔ جہاں جہاں نبی لکھا ہے مجازی طور پر لکھا ہے نہ کہ حقیقی طور پر۔ اگر کوئی شخص نبی ہے تو اُسے اپنے آپ کو مجازی نبی لکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ حقیقۃ الوحی میں حضرت صاحب صاف فرماتے ہیں کہ سمیت نبیا من اللہ علی طریق المجاز لا وجہ الحقیقۃ۔ یعنی اللہ کی طرف سے میرا نام نبی مجازی طور پر رکھا گیا ہے۔ نہ کہ حقیقی طور پر۔ ایک جویائے حق کے لئے تو حضرت صاحب کا ایسا صاف ارشاد کافی سے بھی زیادہ ہے۔ بہتر ہو کہ آپ کتاب النبوۃ فی الاسلام مصنفہ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ملاحظہ فرماویں۔ انشاء اللہ وہاں ہر ایک تحریر کی تشریح پاویں گے۔

سوال ۳

کیا حضرت صاحب کو کسی الہام میں یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ آپ غیر نبی ہیں

جواب ۳

جی ہاں۔ حضرت صاحب کو الہام ہوا تھا۔ انت محدث اللہ فیک مادۃ فاروقیۃ کہ تو اللہ کا محدث ہے تجھ میں مادہ فاروقی ہے۔ محدث کی تعریف خود حدیث شریف میں آئی ہے۔ رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء کہ وہ ایسے لوگ ہوتے ہیں جن سے خدا مکالمہ کرتا ہے مگر وہ انبیاء نہیں ہوتے

سوال نمبر ۴

اگر حضرت کا منکر کافر نہیں تو حضرت صاحب نے جو حقیقۃ الوحی میں اپنے منکروں کو بھی کافر لکھا ہے۔ اس کے کیا معنے نیز حضرت نے اپنے منکروں کے ساتھ نماز ناجایز کیوں فرمائی نیز غیر احمدیوں کو رشتہ دینے اور ان کا جنازہ پڑھنے سے کیوں منع فرما کر احمدیوں کو رکاوٹیں ڈالدیں۔ اور احمدیوں اور غیر احمدیوں میں کیوں اختلاف کو وسیع کر دیا۔

جواب نمبر ۴

حضرت صاحب نے تو حقیقۃ الوحی میں لکھا ہے کہ یہ کہنا مجھ پر جھوٹ اور بہتان ہے کہ میں نے بیس کروڑ مسلمانوں کو کافر کہا ہے چنانچہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۲۰ پر فرماتے ہیں۔

"پھر اس جھوٹ کو تو دیکھو کہ ہمارے ذمہ یہ الزام لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے بیس کروڑ مسلمانوں اور کلمہ گو کو کافر ٹھہرایا ہے۔ حالانکہ ہماری طرف سے تکفیر میں کوئی سبقت نہیں ہوئی۔ خود ہی ان کے علماء نے ہم پر کفر کے فتوے لکھے۔ اور تمام پنجاب اور ہندوستان میں شور ڈالا کہ یہ لوگ کافر ہیں اور نادان لوگ ان فتوؤں سے ایسے ہم سے متنفر ہو گئے کہ ہم سے سیدھے منہ سے کوئی نرم بات کرنا بھی ان کے نزدیک گناہ ہو گیا۔ کیا کوئی مولوی یا کوئی اور مخالف یا کوئی سجادہ نشین یہ ثبوت دے سکتا ہے کہ پہلے ہم نے ان لوگوں کو کافر ٹھہرایا تھا۔ اگر کوئی ایسا کاغذ یا اشتہار یا رسالہ ہماری طرف سے ان لوگوں کے فتوے کفر سے پہلے شائع ہوا ہے جس میں ہم نے مخالف مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہو تو وہ پیش کریں ورنہ خود سوچ لیں کہ یہ کس قدر خیانت ہے کہ کافر تو ٹھہراویں آپ اور پھر ہم پر الزام لگاویں کہ گویا ہم نے تمام مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہے۔ اس قدر خیانت اور جھوٹ اور خلاف واقعہ تہمت کس قدر دل آزار ہے۔"

اس تحریک کو پڑھکر اب یہ کہنے کی کون جرأت کر سکتا ہے۔ کہ حضرت صاحب نے مسلمانوں کو کافر کہا ہے کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ سراسر جھوٹ ہے بھلا وہ کہہ بھی کس طرح سکتے تھے وہ تو کافروں کو مسلمان بنانے آئے تھے وہ کس طرح مسلمانوں کو کافر بنا کر تیرہ سو برس کی ترقی اسلام کو خاک میں ملا دیتے۔ البتہ جن لوگوں نے حضرت صاحب کو کافر یا مفتری علی اللہ کہا ہے۔ ان کے متعلق حضرت صاحب نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ حدیث شریف کے ماتحت مسلمانوں کو کافر کہنے والے پر کفر پلٹ کر پڑتا ہے۔ اور اس نے جو ایک کلمہ گو کو کافر کہتا ہے تو بطور سزا کے کفر اسی پر لوٹتا ہے۔

یہ ایک سزا تھی جو حضرت شارع علیہ السلام نے اہل قبلہ کلمہ گو کو کافر کہنے والوں کے لئے مقرر کی تھی اور جس کو حضرت مسیح موعود نے جاری کیا تاکہ ان دشمنان اسلام کو جو مسلمانوں کو کافر کہکر اسلام کا بیڑا تباہ کر رہے ہیں تنبیہ ہو اور ان کی تکفیر بازی کے مرض کا علاج ہو اور یہ بالکل سچ ہے کہ بغیر ان پر یہ شرعی حد جاری کئے یہ باز آنے والے بھی نہیں ہیں۔ اگر آج تمام مسلمان ان تمام مکفرین کو جو اہل قبلہ کو کافر کہتے ہیں الگ کر دیں اور ان سے مسلمانوں کا سا سلوک کرنا چھوڑ دیں تو آج ان لوگوں کو ہوش آجائے چنانچہ حضرت صاحب نے جو اس زمانہ کی اصلاح کے لئے مامور تھے اس طرف توجہ فرمائی اور حکم دیدیا کہ ان مکفرین سے رشتہ ناطہ اور ان کا جنازہ اور ان کے پیچھے نمازیں پڑھنا سب ترک کر دو۔ گویا ان سے مسلمانوں کا سا سلوک کرنا سب چھوڑ دو۔ مگر بہرحال یہ احکام صرف ان لوگوں کے لئے آپ نے جاری کئے تھے جو آپ کو نعوذ باللہ کافر یا مفتری علی اللہ کہتے تھے۔ باقی مسلمانوں کا اس سے تعلق نہیں۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۳ پر صاف تحریر ہے کہ جن لوگوں نے کفر کا فتوے دیا ان ہی کو حدیث کے ماتحت الٹ کر کافر ٹھہرایا گیا ہے اور بس۔ ملاحظہ ہو:۔

"اور پھر جبکہ ہمیں اپنے فتووں کے ذریعہ سے کافر ٹھہرا چکے اور آپ ہی اس بات کے قایل ہو گئے کہ جو شخص مسلمان کو کافر کہے وہ کفر اسی پر الٹ کر پڑتا ہے تو اس صورت میں کیا ہمارا حق نہ تھا کہ بموجب انہیں کے اقرار کے ہم ان کو کافر کہتے۔"

پس حضرت صاحب نے کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہا تکفیر کی سزا دینے والے کو مکفر نہیں کہہ سکتے۔ قاتل کو قتل کی سزا دینے والا قاتل نہیں کہلا سکتا۔ زیادہ تشریح اگر چاہتے ہوں تو حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب کی تصنیف "رد تکفیر اہل قبلہ" پڑھ لیں۔

سوال نمبر ۵

حضرت نعمت اللہ ولی کی پیشگوئی میں جو مسیح موعود کے متعلق فرمائی گئی تھی جس کا ایک فقرہ پسر آں یادگار مے بینم ہے۔ اگر حضرت مسیح موعود کا کوئی فرزند بھی بطور آپ کی یادگار کے اس وقت تک موجود نہیں تو حضرت نعمت اللہ کی مذکورہ پیشگوئی کس طرح پوری ہوئی حالانکہ اس پیشگوئی پر حضرت مسیح موعود بھی مہر لگا گئے ہیں۔

جواب نمبر ۵

افسوس ہی آتا ہے کہ احمدی جماعت جیسی معقول جماعت قرآن اور حدیث کے معیار کو چھوڑ کر بہشتی مقبرہ اور نعمت اللہ ولی کی پیشگوئی کے معیار پر آن گرے۔ بیسیوں لغو پیشگوئیاں خود احمدیوں کے خلاف بنا کر اور نعمت اللہ ولی کی طرف منسوب کر کے لوگ لئے پھرتے ہیں۔ میں نے مان لیا کہ ایک پیشگوئی کو حضرت صاحب نے لیا ہے مگر بہرحال تائید کے طور پر لیا ہے نہ کہ اُسے حق اور باطل کا معیار قرار دیا ہے۔ اور اس پیشگوئی کو اپنے اوپر چسپاں کرنے کے لئے آخر کئی جگہ تاویلیں کرنی پڑی ہیں۔ کیونکہ یہ ضروری نہیں کہ ہر جگہ پیشگوئی لفظاً لفظاً ظاہر الفاظ میں پوری ہو۔ پھر پسر کا لفظ اس قدر وسیع ہے کہ جس کی حد نہیں بیٹا بھی ہو سکتا ہے۔ اور آپ کی نسل میں کوئی لڑکا بھی ہو سکتا ہے۔ اغلب ہے کہ وہی مصلح موعود جس کی خود حضرت صاحب نے بھی پیشگوئی فرمائی ہے پسر ہو۔ پھر پسر جسمانی بھی ہو سکتا ہے۔ اور روحانی بھی۔ جو آپ کا متبع کامل ہو وہی آپ کا پسر ہے۔ (باقی آئندہ)

اخبار احمدیہ

چوہدری رحمت خان ہیڈ کلرک دفتر کا نکاح مورخہ ۲۴ نومبر ۱۹۲۹ء کو بروز اتوار جناب چوہدری عبدالعزیز صاحب مرحوم بنگلہ بہاؤ الدین کی لڑکی سے ہونا قرار پایا ہے۔ چوہدری صاحب مذکور چار دن کی رخصت پر اپنے گاؤں رسول نگر تشریف لے گئے ہیں اللہ تعالیٰ جانبین میں ربط و اتحاد رکھے۔

مناظرہ مورخہ ۲ نومبر ۱۹۲۹ء کو بوقت شب ۷ سے ۹ بجے تک آریہ سماج وچھووالی آریہ سماج کے سالانہ جلسہ پر آریہ سماج کے چیلنج پر مولوی عصمت اللہ صاحب احمدی کا مناظرہ ہوگا۔ مضمون تناسخ ہے۔ امید ہے کہ جملہ احباب سلسلہ و دیگر مسلمانان لاہور شریک مناظرہ ہونگے۔ مناظرہ دوستانہ طریق پر ہوگا۔

قبول اسلام ہمارے مبلغ حکیم محمد یار صاحب کھائی کھیکی ضلع فیروز پور سے اطلاع دیتے ہیں کہ ان کے ہاتھ پر مندرجہ ذیل نے اسلام قبول کیا ہے۔

واقعات عالم

پل کھاٹ میں رتھ کا میلہ شروع ہو رہا ہے۔ آریوں نے جن نیچ قوموں کو اپنے میں شامل کر لیا ہے۔ اونچی ذات کے اہل ہنود ان کے "اگر برن" اور کال نیچی سڑک کے داخلہ کو گوارا نہیں کر سکتے۔ ۱۲ نومبر کو میلہ شروع ہونے کا دن تھا۔ سوامی شردھانند کے پہنچ جانے سے آریوں میں ایک جوش پیدا ہوگیا۔ آریہ سماج لیڈروں اور سب ڈویژنل مجسٹریٹ کے درمیان مشاورت ہوئی اور اس میں یہ بات ظاہر ہوگئی کہ اچھوت قوموں کو "اگر برن" میں داخلہ کی اجازت نہیں مل سکتی۔ پنڈت رشی رام نے مزید اطلاعات حاصل کرنے کی غرض سے مجسٹریٹ کو ایک خط لکھا۔

مجسٹریٹ کا جواب

مجسٹریٹ نے جواب دیا کہ آریہ سماجیوں کے مراسم رتھ میں شرکت کرنے سے مجھے بذات خود کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن کل نیچی اور ملحقہ اگر برن کے باشندے ان اچھوتوں کو داخلہ اگر برن کے لائق نہیں سمجھتے۔ اس لئے میں اس وقت تک تو آریہ سماجیوں کو اسی طبقہ میں شمار کرتا ہوں جس کے وہ دراصل افراد ہیں جب تک وہ عدالت میں اپنا حق داخلہ ثابت نہ کریں +

اس کے جواب الجواب میں پنڈت رشی رام نے مجسٹریٹ کو لکھا کہ اونچی ذات اور نیچی ذات کے آریوں میں سماج کوئی فرق نہیں سمجھتی۔ نیچ قوم کے آریوں کو برہمن محلوں میں داخل ہونے کا حق ہے۔

سوامی شردھانند آریہ سماج لیڈروں اور حکام پولیس کے مابین بھی گفت و شنید ہوئی +

مراسم شروع ہونے پر جب آریہ سماجیوں نے سڑک پر داخل ہونا چاہا تو مجسٹریٹ نے حسب دفعہ ۱۴۴۔ ۱۲ نومبر سے ۱۶ نومبر تک مخصوص سڑکوں پر ان کا داخلہ روک دیا۔ سوامی جی اپنا بیان شائع کرنے والے ہیں +

کلکتہ ۱۲ نومبر۔ ٹھک کوئی اور گنا نورو کے مابین ۵۳ میل کے محیط میں ایک خوفناک طوفان باد رو نما ہوا جس سے عمارتوں اور درختوں کو سخت نقصان پہنچا۔ کئی ہزار تاڑ کے درخت جڑ سے اکھڑ گئے۔ ٹرینیں کئی کئی گھنٹے تک دیر کر کے آ رہی ہیں۔ بداگرا اور منگلور کے مابین سلسلہ تار برقی منقطع ہوگیا۔ تیجری میں نیز بلکی کشتیاں بالکل تباہ ہوگئیں۔ اور ۳۵ ماہی گیر کشتیوں کا جن پر ۱۲۵ ملاح تھے کوئی پتہ نشان نہیں +

راس کمورن سے ۱۳ نومبر کا پیام برقی مظہر ہے کہ وہاں طوفان باد آیا جس کے بعد شدید بارش ہوئی کئی مکانات منہدم ہوگئے۔ اور متعدد درخت بیخ و بنیاد سے اکھڑ گئے۔ راس کمورن کی سڑک غرق آب ہوگئی۔ جہاز علیم داد جو راسٹورم سے کالی کٹ جا رہا تھا اسکو سخت مشکلات کا سامنا ہوا اور وہ کودلم کے قریب ایک چٹان سے ٹکر گیا۔ عملہ میں ۱۷ اشخاص تھے جن میں تین لڑکے تھے۔ ان میں سے تین بارہ آدمی تیر کر ساحل تک آ سکے۔ تینوں لڑکوں اور ایک جوان کا پتہ نہیں +

جو لوگ بچ کر ساحل پر آئے ان کا بیان ہے کہ جس وقت جہاز ڈوبنے لگا تو وہ سب کے سب سمندر میں کود پڑے۔ تینوں بچوں کے باپوں نے اپنی اپنی اولاد کو بچانے کی انتہائی کوشش کی اور وہ ان کو اپنے پیٹوں پر لے کر تیر رہے تھے۔ چاروں طرف تاریکی چھائی ہوئی تھی اور سمندر متلاطم تھا۔ باپوں سے ان کے بچے چھوٹ کر ہمیشہ کے لئے آغوش بحر میں سو گئے۔ چند اشخاص کے بدن چٹانوں سے ٹکرا ٹکرا کر مجروح ہوگئے۔ پادری پربرا نے ان مصیبت کے مارے جہاز رانوں کو روپیہ اور پوشاک سے امداد دی۔ جہاز کارسین کے کپتان نے اپنے مالک تاجر مسٹر تاج بھائی پوربندر کو طلب استعانت کا تار دیا ہے +

پیکنگ ۱۵ نومبر۔ شہر پیکنگ کے قرب و جوار میں جو لڑائی کا اندیشہ تھا وہ جنگ تولن کی غیر متوقع حرکت سے دفع ہوگیا ہے۔ جنرل موصوف نے مجبوری افواج کو جانب شمال ہٹا لیا گیا ہے +

صوفیہ ۱۳ نومبر۔ سابق سفیر انگلستان کے بیٹے ایم مجاراف کو جو میونسپل بورڈ صوفیہ کے ممبر (چیئرمین) تھے۔ ایک سابق ملازم بورڈ نے قتل کر دیا۔ وجہ قتل یہ تھی کہ مقتول نے اسے نوکری سے برخاست کر دیا تھا۔ قاتل نے بھی خودکشی کر لی +

ٹومون ۱۴ نومبر۔ کل صبح جب کہ ساحل پر تختہ البحر نہر پلم کے پرزے صاف کئے جا رہے تھے گیس پھٹ گئی اور آبدوز میں آگ لگ گئی۔ کوارٹر ماسٹر مل کر خاکستر ہوگیا۔ ۱۰ دوسرے کارکن جو کہ بری طرح جل گیا تھا ہسپتال روانہ کیا گیا۔ الارم دیئے جانے پر ملاحوں کو اسباب ساحل پر لانے کا حکم دیا گیا +

نمائش کو الوداعی دعوت دی جس میں ملک معظم کا پیغام بھی پڑھا گیا جس میں انہوں نے کمشنران مذکور کی خدمات کا دلی شکریہ ادا کرتے ہوئے انہیں خدا حافظ کہا تھا +

لنڈن ۱۵ نومبر۔ خبر پہنچی ہے کہ لارڈ جمفورڈ بیمار رہیں +

لنڈن ۱۳ نومبر۔ فرانسیسی نامہ نگاران شام کے ذریعہ اطلاعات موصول ہوئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ شامی صورت حالات نہایت نازک ہو رہی ہے۔ مجاہدین تمام فرانسیسی دستوں پر حملہ آور ہو رہے ہیں اسی ضمن میں اخبار "ٹائمز" کا نامہ نگار مقیم حیفہ رقمطراز ہے کہ ۱۵۰۰ مجاہدین اسلام نے حسبیہ پر قبضہ کر لیا۔ جو لوگ بھاگ کر بیروت میں پناہ گزین ہوئے ان کا بیان ہے کہ حملہ آوروں نے وہاں علم عربی نصب کر دیا۔ نیز سقوط مرج عیون کی خبریں بھی موصول ہو رہی ہیں +

پیرس ۱۵ نومبر۔ اخبار "مالن" کا نامہ نگار مقیم رابط بیان کرتا ہے کہ غازی عبد الکریم کا سفیر شرائط صلح پر گفت و شنید کرنے کے لئے یہاں پہنچ گیا ہے +

بیت المقدس ۹ نومبر (ٹائمز آف انڈیا کا خاص تار) خبر آئی ہے لیکن تصدیق نہیں ہوئی کہ بے قاعدہ جنگ کرنیوالی ٹولیوں نے شہر دمشق پر قبضہ کر لیا۔ اس وقت تک "زد و برد" فیشن کی معرکہ آرائیاں زوروں پر ہیں۔ اور کامیابی کے ساتھ بڑھتی جا رہی ہیں +

معلوم ہوا ہے کہ اب بے قاعدہ مجاہد لشکروں کو یہ محسوس ہوگیا ہے کہ فرانسیسی قوت کو منتشر و منقسم کر دینے کی سخت ضرورت ہے اس لئے حمص اور دمشق کے درمیانی علاقہ میں جہاں ان کا قبضہ ہے وہ تمام سلسلہ مواصلات منقطع کر رہے ہیں۔ ان کا ارادہ جانب مغرب بڑھنے کا ہے جہاں وہ حمص، بعلبک، ریاق اور دمشق کے درمیان سلسلہ آمد و رفت کو منقطع کر دینگے +

دروزیوں کا بھی ارادہ ہے کہ دمشق اور ذرع کے درمیان سلسلہ ریلوے کاٹ دیا جائے مجاہدین کے بڑے بڑے لشکر اس وقت حمص بعلبک۔ ریاق کے اطراف میں ہیں۔ اگر ان مقامات پر مجاہدین کا قبضہ ہوگیا تو سمجھ لیجئے کہ دمشق اور حلب اور حوران نہ صرف صدر مقام سے الگ ہو جائیں گے بلکہ ان کا باہمی تعلق بھی جاتا رہیگا +

خیال کیا جاتا ہے کہ بے قاعدہ مجاہدین کے گروہ دمشق و حلب پر اور مجاہدین دروز دیرالزور پر حملہ کرنے ہی والے ہیں +

فرانسیسی سپاہ متعینہ حمص کو بنق میں محصور پالیا ہے لیکن مجاہدین سے مڈبھیڑ نہیں ہوئی جو کسی عمدہ موقع کے منتظر ہیں +

سنگٹاؤ ۱۶ نومبر۔ ننشنگ کی باغی فوج نے سفید روسی دستہ پر جو چانگ ٹسونگ کے ساتھ ہے پیچھے سے حملہ لیا۔ سفید روسی فوجیں یہ کوشش کر رہی ہیں کہ دو صوبوں کی فوجوں کو منقطع کر دیں۔ تقریباً تین ہزار روسی مارے گئے۔ زخمی روسی بغیر مرہم پٹی کے پڑے رہے تھے یہاں تک کہ سینیلو سے غیر ملکی ڈاکٹر جرات کر کے میدان کارزار کی طرف بڑھے اور زخمیوں کو اٹھا کر لے آئے +

پیکنگ ۱۶ نومبر۔ جنوبی چین سے سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ کوان تنگ میں سرخ افواج کا برابر اثر ہوتا جاتا ہے۔ اور وہاں سے اپنے مخالفین کو انہوں نے نکال دیا ہے۔ اب ان کا ارادہ ہے کہ وہ فوکیان میں داخل ہوں +

جنرل لنگ پن این نے پیکنگ تار دیا ہے اور آبدوز کشتیاں منگائی ہیں تاکہ بلینان میں سرخ افواج اتر نہ سکیں +

آنکھ کی بے نظیر دوائی کے متعلق

ایک سردار کی حلفیہ شہادت

مکرمی جناب محمد احمد اینڈ کمپنی قادیان السلام علیکم۔ میں خدا کو حاضر ناظر جان کر شہادت دیتا ہوں کہ میں نے آپ کی بے نظیر آنکھ کی دوائی کا اپنے گھر میں استعمال کرایا اس کو نہایت مفید پایا۔ میرے لڑکے کی آنکھیں بہت خراب تھیں۔ اس کے استعمال سے بہت جلد اچھی ہوگئیں۔ اس کے ذریعہ شفا پائی ہے۔ میں آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ آپ اس گواہی کو مخلوق خدا کی عام اطلاع کے لئے شائع فرمائیں۔ دستخط۔ غزن خان جمعدار ایڈجوٹنٹ ۲۳ کیمبل پور۔ راولپنڈی۔ ساکن موضع کیمل پور تحصیل فتح جنگ ضلع اٹک۔ دراصل یہ دوائی حضرت حکیم نور الدین صاحب مغفور کی ایجاد ہے۔ گکروں اور دیگر امراض چشم کے لئے اکسیر ہے اگر کوئی شخص اس کو غیر مفید ثابت کرے تو ہم اس کو ایک صد روپیہ انعام دیں گے قیمت فی تولہ ایک روپیہ (عہ)

نوٹ۔ ہر جگہ ایجنٹ درکار ہیں جن کو ۵ فیصدی کمیشن دیا جائیگا +

محمد احمد اینڈ کمپنی قادیان

سول انجینئرنگ کالج کپورتھلہ

بہ سرپرستی و امداد

ہز ہائی نس عالیجناب مہاراجہ صاحب بہادر دام اقبالہ سال گذشتہ پر کالج ہذا کو ریاست نے ریکگنائز کر دیا ہے۔ یہاں کے طلبا گورنمنٹ کے ہر محکمہ میں مختلف تنخواہوں پر کام کر رہے ہیں بہت اخبارات اور انجینئرز کے علاوہ ڈائرکٹر جنرل ملٹری ورکس انڈیا ایجوکیشنل کمشنر انڈیا گورنمنٹ کے لئے ایسے جلیل القدر حکام نے یہاں کی تعلیم ضبط۔ نظم۔ نسق اور سٹاف کی تعریف فرمائی ہے۔ سب اوورسیر۔ اوورسیر اور سب انجینئر کلاسز کی پراسپکٹس ملازم شدہ طلباء کی فہرست معہ احکام سرٹیفکیٹ مینجنگ ڈائرکٹر صاحب سے مفت مل سکتے ہیں +

ایک نہایت ہی خوبصورت زیور

جسے امریکہ اور انگلستان کے شریف اور بڑے بڑے گھرانے کی نیک خواتین نے پسند فرمایا ہے بلکہ خوبصورتی کا زیور قرار دیا ہے۔ یہ ایک نہایت ہی مضبوط خوبصورت چمکدار فینسی لیڈی رسٹ واچ ہے جو تمام امریکن سنہری گھڑیوں میں سے پسند کی گئی ہے۔ کلائی پر بندھی ہوئی نہایت قیمتی سے قیمتی زیور پر بھی فوقیت لے جاتی ہے۔ سائز پیسے کے برابر ہے۔ گارنٹی چھ سال قیمت صرف چھ روپے آٹھ آنے (۶ روپے ۸ آنے)

ملنے کا پتہ: منیجر دی ریلائیبل سپلائنگ کمپنی لودھیانہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ہفتہ میں دو بار یکشنبہ و چہارشنبہ کو شائع ہوتا ہے

جلد ۱۳ | مدینۃ المسیح لاہور | یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۸ جمادی الاول ۱۳۴۴ھ ہجری مطابق ۲۵ نومبر ۱۹۲۵ عیسوی | نمبر ۱۰۸

خطبہ جمعہ

۶۔ نومبر ۱۹۲۵ء

ولکل وجھۃ ھو مولیھا فاستبقوا الخیرٰت ..... ان اللہ علٰی کل شیء قدیر

قبلہ کے مضمون میں اللہ تعالےٰ نے یہ ایک ارشاد ہماری ہدایت کے لئے کیا ہے ولکل وجھۃ ھو مولیھا ہر شخص کے لئے ایک سمت ہوتی ہے جس کی طرف وہ اپنا منہ پھیر لیتا ہے فاستبقوا الخیرات تو اے مسلمانو! تم نیکیاں یا خیرات کے لینے میں آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ این ما تکونوا یأت بکم اللہ جمیعا جہاں کہیں تم ہوگے اللہ تم کو اکٹھا کرکے لائیگا۔

اس اصول کے ماتحت وہ خیرات جس کے متعلق اللہ تعالےٰ کے کلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت کی ہے۔ اسکو لینے کی ہر وقت کوشش کرنی چاہیئے۔ اچھی بات کو لینا اور اس پر عمل پیرا ہونا یہ سب سے زیادہ ضروری فرض ہے۔

میں نے پچھلے جمعہ میں کہا تھا کہ میں ان امور کو جو ہمارے اندر کمزوریوں کے رنگ میں پائے جاتے ہیں بیان کرنا چاہتا ہوں تا کہ ہم اپنی اصلاح کر سکیں اور اس مفید کام کو ترقی دے سکیں جو ہمارا مطمح نظر ہے۔ ان باتوں میں ضروری ہے کہ میں یہ بھی بتاؤں کہ یہ جماعت یا سلسلہ کس غرض کے لئے قایم ہوا ہے اسی غرض کو پورا کرنے کی کوشش ہماری طرف سے ہونی چاہیئے۔

پہلی بات اس بارہ میں یہ ہے کہ مسلمانوں کے اندر جو بڑی کمزوری اس زمانہ میں پائی جاتی ہے وہ ان کے باہمی تفرقے۔ بغض و عناد اور ایک دوسرے کی بیخکنی کی کوشش ہے۔ آج مسلمان جو تباہ ہو رہے ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ جیسا کہ قرآن کریم کا ارشاد تھا جیسا کہ رسول پاک صلعم کا حکم تھا۔ بجائے ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہونے کے بجائے رحماء بینھم بننے کے وہ ایک دوسرے کے دشمن بن گئے ہیں۔

دو قسم کی شہادت جب اکٹھی ہو جائے تو بڑی زبردست شہادت بن جاتی ہے۔ ایک اللہ تعالےٰ کی قولی شہادت اور دوسرے اس کی فعلی شہادت۔ قولی شہادت تو یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنی طرف سے ایک ہدایت دیدیتا ہے کہ یوں کرو اور یوں نہ کروگے تو یہ ہوگا۔ اور فعلی شہادت یہ ہے کہ ایسے واقعات پیدا ہو جاتے ہیں جن سے اللہ تعالےٰ کا وہ قول فعل کے رنگ میں سچا ثابت ہو جاتا ہے۔ مثلاً دیکھو کہ جہاں اس نے مسلمانوں کو اکٹھا اور ملکر رہنے کی ہدایت کی ہے وہاں بتایا ہے۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا۔ اللہ تعالےٰ کے رسّے کو اکٹھے ہوکر مضبوط پکڑو اور تفرقہ نہ کرو اور اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب تم باہم دشمن تھے پھر تمہارے دلوں میں الفت ڈالی۔ پس تم اللہ کی نعمت سے بھائی بھائی ہوگئے۔ یہ تو قولی شہادت تھی کہ تم کو ایک ہوکر رہنا چاہیئے جیسا کہ محمد رسول اللہ صلعم نے تم کو ایک بنایا اگر تم ایسے ہی بنے رہوگے تو تمہیں کامیابی ہوگی ورنہ وہ جو پہلی حالت تھی کنتم علٰی شفا حفرۃ من النار کہ آگ کے گڑھے پر تم کھڑے تھے وہی حالت پھر پیدا ہو جائیگی۔ اور یہاں تک اس مضمون پر زور دیا کہ اسلام کی ایک بڑی موٹی پہچان قایم کر دی لاتقولوا لمن القٰی الیکم السلام لست مؤمنا جو شخص تمہیں سلام علیکم کہے تم اسے یہ نہ کہو تو مسلمان نہیں۔ آج لوگ بڑی بڑی تلاش کرتے ہیں۔ کہ کون کونسی چیز ضروریات اسلام میں داخل ہے یہانتک کہ اوپر یا نیچے ہاتھ باندھنا۔ آمین اونچی یا نیچی آواز سے کہنا۔ داڑھی مونچھ پاجامے کا خاص حد تک رکھنا فلاں لفظ یا جملے کے یوں معنے کرنا غرض دین کے ہر ایک ادنےٰ سے ادنےٰ تفصیل کو یوں ضروریات اسلام میں داخل کر لیا گیا ہے کہ اس سے ذرا ادھر ادھر ہونے پہ کفر کا فتویٰ تیار ہے

اور قرآن کو بالائے طاق رکھا ہوا ہے جو ہدایت اس میں ہے اس پہ کوئی غور نہیں کرتا کہ یہ سب کچھ سہی یہ سب ضروریات دین سہی لیکن یہ بھی آخر اللہ تعالےٰ کا ہی ارشاد ہے۔ لاتقولوا لمن القٰی الیکم السلام لست مؤمنا کیا اس کی بات ایسی ہی ہے کہ اس کی طرف کوئی توجہ نہ ہونی چاہیئے؟ اتنا بھی نہیں دیکھتے کہ جو شخص نہ صرف سلام علیکم کہے بلکہ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہو۔ نماز پڑھتا ہو۔ روزے رکھتا ہو۔ زکوٰۃ دیتا ہو۔ اور دین کے تمام احکام بجالاتا ہو آیا اس کو بھی کافر کہتے چلے جاتے ہیں۔ اور ہر ایک بات کی پرواہ کرتے ہیں اگر نہیں تو احکم الحاکمین کے حکم کی کوئی پرواہ نہیں

تو خیر یہ تو خدا کی قولی شہادت تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈرایا بھی ہے کہ اللہ تعالےٰ کا وعدہ ہے کہ میں مسلمانوں کے اوپر کسی ایسے دشمن کو مسلط نہ ہونے دونگا جو انہیں ہلاک کر سکے حتٰی یکون بعضھم یھلک بعضاً۔ یہانتک کہ ان کے بعض بعض کو ہلاک نہ کرنے لگ جائیں۔ کتنا بڑا مسلمانوں کو وعدہ دیا گیا تھا۔ کہ کوئی باہر کا دشمن ان پر مسلط نہ ہوسکیگا جو انہیں ہلاک کر سکے۔ ان کی ہلاکت کا اگر کوئی ذریعہ ہوسکتا ہے تو وہ ان کی باہمی جنگ لڑائی ہے۔ اب دیکھو دنیا سے واقعات کی شہادت تلاش کرو جہاں کہیں مسلمان ہلاک ہوئے ہیں جہاں جہاں ان پر تباہی آئی ہے اپنے ہی تفرقوں سے آئی ہے اور وہی ان کی ہلاکت کا موجب ہوئے ہیں

تو قولی شہادت بھی ہوگئی اور فعلی شہادت نے بھی اس کی تصدیق کر دی قرآن کریم نے سب سے بڑا کام یہی کیا تھا کہ توحید الٰہی کے ساتھ وحدت نسل انسانی اور اخوت اسلامی کو قایم کیا مگر مسلمانوں نے اس عمارت کو گرایا اور اس اخوت کی جڑ میں پر دل کھول کر تبر چلا رہے ہیں۔ مجدد وقت کا فرض تھا کہ وہ اس مہلک غلطی کو بھی دور کرتا۔ اور اس نے اس مسئلہ کو کھول کھول کر دا منہ کیا کہ جس شخص میں ننانوے وجوہ کفر کے ہوں اور ایک وجہ اسلام کی ہو تو اسے بھی کافر نہ کہو مسلمان ہی کہو۔ ان کو یہ فکر نہ تھی کہ ان پر سے کفر کا فتویٰ دو۔ ہو بلکہ وہ مسلمانوں کے ایک خطرناک مرض کا علاج کر رہے تھے لوگوں کے کافر کہنے سے وہ ڈرتے نہ تھے وہ تو کیا ڈرتے میرے جیسا عاجز انسان جسے اس عظیم الشان انسان سے وہ نسبت ہے جو خاک کو آسمان سے اس کی تو مجھے بھی پرواہ نہیں ہوتی کہ لوگ مجھے کافر کہتے ہیں بلکہ ایک حد تک خوشی ہوتی ہے کہ اس انسان کا خوف دل سے نکلکر خدا کا خوف پیدا ہوتا ہے۔ تو مرزا صاحب کو کیوں اس کا ڈر ہوتا تھا لیکن اصل کی خاطر آپ نے اس کی مدافعت کی۔ لوگ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے بھی وہی کام کیا جو اُن کے مخالفین نے کیا تھا کیونکہ انہوں نے بھی اپنی نمازوں کو الگ کیا۔ حالانکہ یہ غلط ہے حضرت مرزا صاحب نے کسی پر کفر کا فتویٰ نہیں لگایا اگر وہ کفر کا فتویٰ لگاتے تو بیشک اس الزام کے نیچے آتے۔ انہیں نے نمازوں کو الگ کرنے میں پہل نہیں کی لیکن ایک سچے طبیب کی طرح اُن کا فرض تھا کہ بیماری کا علاج کرتے خواہ وہ دوائی کسی کو اچھی لگے یا بُری۔ آخر کافر کہنے والوں کا کوئی علاج ضروری تھا یا نہیں وہی علاج آپ نے کیا۔ ایک شخص قتل کرتا ہے تو جو اس قاتل کو پھانسی کی سزا دے وہ قاتل نہیں کہلائے گا۔ وہ سزا دیتا ہے جو ایسے جرموں کو روکنے کے لئے علاج ہے۔ ایسا ہی جو حضرت مسیح موعودؑ نے کہا کہ نماز ان کے پیچھے نہ پڑھو تو یہ ایک علاج کے طور پر تھا۔ اگر آج ایسا ہوتا کہ کافر کہنے والوں کے منہ پر لوگ جرات سے یہ کہہ سکتے کہ ہم تم سے وہ معاملہ کرینگے جو کافروں سے کیا جاتا ہے کیونکہ تم نے ایک مسلمان کو کافر کہا تو کسی کی کیا مجال تھی کہ آئندہ ایسا کرتا۔ اگر مسلمانوں میں یہ جرات ہو کہ وہ کافر کہنے والوں کو علی الاعلان یہ کہہ سکیں کہ ہم تم سے وہ مقابلہ کرینگے جو رسول اللہ صلعم کے قول کے ماتحت مکفرین سے ہونا چاہیئے تو کیا یہ کفربازی کی بیماری ایک دن بھی رہ سکتی ہے افسوس یہ ہے کہ یہی جرات مسلمانوں میں نہیں۔ میں نے بڑے بڑے لیڈروں کو دیکھا ہے بڑے بڑے درد دل رکھنے والوں کو بھی دیکھا ہے جو اس بات کو بُرا سمجھتے ہیں لیکن عملاً کہنے کی ان میں جرات نہیں۔ کر دکھانے کی ان میں جرات نہیں۔

خدا کے فضل سے ہماری جماعت اس بارہ میں اکیلی ہے جو اس اصول کو ہاتھ میں لے کر میدان عمل میں نکل پڑی ہے کہ کوئی کلمہ گو کافر نہیں ہو سکتا۔ اس لحاظ سے یہ اکیلی جماعت ہے کہ اس اصول کو جسکے ساتھ اسلام کی زندگی وابستہ ہے لیکر نکل پڑی ہے اور با آواز بلند کہہ رہی ہے کہ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔ ہم خدا کے فضل سے مرزا صاحب کو منوانے اور آپ کی تعلیم کو پہنچانے میں بھی کسی سے کم نہیں لیکن یہ آپ کی تعلیم ہی کا نکتہ ہے۔ ہم نے بڑی کوشش کی کہ بعض آزاد خیال جماعتیں کسی طرح اس کو اپنے پروگرام میں شامل کرلیں پچھلے سال مسلم لیگ میں بھی تحریک کی تھی۔ اس کی استقبالیہ کمیٹی نے تو اس کو بطور رزولیوشن منظور بھی کر لیا تھا۔ لیکن پھر عام اجلاس کے موقع

دیکھو صفحہ ۴ کالم ۳

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۳ / ۹ر جمادی الاول ۱۳۴۳ھ نمبر ۱۰۸

ظلی نبی

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے قلم سے)

ظلی نبی کے مفہوم میں فرق

محمودی صاحبان کا عقیدہ تو یہ ہے کہ ظلی نبوت عین نبوت ہے۔ نبوت اور ظلی نبوت میں کوئی فرق نہیں صرف طریق حصول میں فرق ہے جو نبوت بالواسطہ یعنی اپنے نبی متبوع کے اتباع کامل سے۔ فنا الرسول ہو کر ملی اُسے طریق حصول کے فرق کی وجہ سے ظلی نبوت کہدیا ورنہ وہ دونو اصلی نبوت ہیں۔ یعنی بہ اعتبار نبوت دونو اپنی اپنی جگہ مستقل نبوت ہیں لیکن ہم ظلی نبوت کو عین نبوت نہیں سمجھتے بلکہ اس کا غیر سمجھتے ہیں یعنی ظلی نبوت کو ولایت یا فنا الرسول کے مترادف سمجھتے ہیں ظلی نبوت اس لئے کہا کہ ایک امتی جب بوجہ کمال اتباع کے اپنے نبی متبوع کے رنگ میں رنگین ہو جاتا ہے تو اس کے وجود کے آئینہ میں اس کے مطاع نبی کے تمام خط و خال نظر آتے ہیں جیسے ایک آئینہ میں تمام خط و خال نظر آتے ہیں۔ پس چونکہ وہ اپنے نبی متبوع کی شکل اپنے وجود کے آئینہ میں دکھاتا ہے اس لئے وہ اپنے نبی متبوع کا ظل ٹھیرتا ہے۔ چونکہ اس کا مطاع نبی ہوتا ہے اس لئے نبوت کا رنگ بھی اس کے وجود کے آئینہ میں جھلکتا ہے۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ اس کے نبی متبوع سے نبوت اُس میں منتقل ہو جاتی ہے بلکہ صرف وہ اپنے مطاع نبی کے رنگ میں رنگیں ہوتا ہے۔

ایک غلطی کے ازالہ کا حوالہ

یہی بات حضرت مسیح موعودؑ نے ایک غلطی کے ازالہ میں بیان فرمائی ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں "میں نے انعکاسی اور ظلی طور پر محبت کے آئینہ کے ذریعہ سے وہی نام پایا"۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں "اور چونکہ میں ظلی طور پر محمد ہوں صلی اللہ علیہ وسلم پس اس طور سے خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹی۔ کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت محمد تک ہی محدود رہی یعنی بہر حال نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی نبی رہا نہ اور کوئی" ایک اور جگہ فرماتے ہیں "پس جو شخص میرے پر شرارت سے یہ الزام لگاتا ہے جو دعویٰ نبوت اور رسالت کا کرتے ہیں وہ جھوٹا اور ناپاک خیال ہے مجھے بروزی صورت نے نبی اور رسول بنایا ہے اور اسی بنا پر خدا نے بار بار میرا نام نبی اللہ اور رسول اللہ رکھا۔ مگر بروزی صورت میں۔ میرا نفس درمیان نہیں ہے بلکہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اسی لحاظ سے میرا نام محمد اور احمد ہوا۔ پس نبوت اور رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی۔ محمد کی چیز محمد کے پاس رہی علیہ الصلوٰۃ والسلام"

حضرت مسیح موعودؑ کی فرمودہ مثال

اور سیرۃ المہدی میں جناب مرزا بشیر احمد صاحب ظلی نبوت کی ایک مثال روایت کرتے ہیں جو حضرت مسیح موعودؑ نے اسطرح بیان فرمائی۔

روایت نمبر ۲۹۹ "فرمایا کہ ایک بادشاہ نے ایک نہایت اعلیٰ درجہ کے کاریگر سے کہا کہ تم اپنے ہنر اور کمال کا مجھے نمونہ دکھاؤ اور نمونہ بھی ایسا نمونہ ہو کہ اس سے زیادہ تمہاری طاقت میں نہ ہو۔ گویا اپنے انتہائی کمال کا نمونہ ہمارے سامنے پیش کرو۔ اور پھر اس بادشاہ نے ایک دوسرے اعلیٰ درجہ کے کاریگر سے کہا کہ تم بھی اپنے کمال کا اعلیٰ ترین نمونہ بنا کر پیش کرو۔ اور ان دونوں کے درمیان اس بادشاہ نے حجاب حائل کر دیا۔ کاریگر نمبر اول نے ایک دیوار بنائی۔ اور اس کو نقش و نگار سے اتنا آراستہ کیا کہ بس حد کر دی۔ اور اعلیٰ ترین انسانی کمال کا نمونہ تیار کیا۔ اور دوسرے کاریگر نے ایک دیوار بنائی مگر اس کے اوپر کوئی نقش و نگار نہیں کئے۔ لیکن اس کو ایسا صاف کیا اور چمکایا کہ ایک صفا شیشے سے بھی اپنے صیقل میں وہ بڑھ گئی۔ پھر بادشاہ نے پہلے کاریگر سے کہا کہ اپنا نمونہ پیش کرو۔ چنانچہ اس نے وہ نقش و نگار سے مزین دیوار پیش کی۔ اور سب دیکھنے والے اسے دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ پھر بادشاہ نے دوسرے کاریگر سے کہا کہ اب تم اپنے کمال کا نمونہ پیش کرو۔ اس نے عرض کیا کہ حضور یہ حجاب درمیان سے اُٹھا دیا جاوے۔ چنانچہ بادشاہ نے اُسے اٹھوا دیا۔ تو لوگوں نے دیکھا کہ بعینہٖ اسی قسم کی دیوار جو پہلے کاریگر نے تیار کی تھی دوسری طرف بھی کھڑی ہے کیونکہ درمیانی حجاب اُٹھ جانے سے اس دیوار کے نقش و نگار بغیر کسی فرق کے اس دوسری دیوار پر ظاہر ہو گئے"۔ ظلی نبوت کی یہ مثال عین ہمارے عقاید کے مطابق ہے کیونکہ اگر پہلی دیوار کے نقش و نگار کو جسکا عکس دوسری دیوار پر پڑا نبوت کے قائم مقام سمجھا جائے تو پھر ظاہر ہے کہ دوسری دیوار میں تو قطعاً کوئی نبوت والے نقش و نگار نہیں۔ صرف پہلی دیوار کے نقش و نگار کا انعکاس ہے۔ پہلی دیوار کا عکس پڑنے سے دوسری دیوار میں درحقیقت تو کوئی نقش و نگار نہیں بن گئے۔ اگر پھر وہ پردہ درمیان میں ڈالدیا جائے تو وہاں کچھ بھی نہیں۔ یہ تو پہلی دیوار کا فیض ہے جس کی اتباع اور انعکاس سے دوسری دیوار مزین نظر آتی ہے۔ ورنہ اپنی ذات میں مستقل طور پر تو وہ کوئی نقش و نگار نہیں رکھتی۔ وہ تو صرف ایک عکس دکھاتی ہے پس پہلی دیوار اگر نبوت رکھتی ہے تو دوسری دیوار قطعاً نہیں رکھتی۔ دوسری دیوار میں جو کچھ نظر آرہا ہے۔ وہ سب کچھ پہلی دیوار کا ہے جو صرف منعکس ہو رہا ہے مگر اس میں منتقل نہیں ہوا۔ اگر یہ نقش و نگار نبوت منعکس نہ ہوں تو دوسری کی اپنی ذات میں نقش و نگار نبوت کچھ بھی نہیں۔ عکس پڑنے سے یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اصل کے نقش و نگار دوسری چیز میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ بلکہ اصل کی چیز اصل کے پاس رہتی ہے۔ "ایک غلطی کے ازالہ" کا حوالہ جو اوپر دیا گیا اس میں یہی مطلب حضرت مسیح موعودؑ کا اس فقرہ سے تھا کہ محمد کی نبوت محمد کے پاس ہی رہی نبوت محمدیہ کا انعکاس جس امتی میں بھی ہوگا وہ ظلی نبوت کا حامل ہو جائے گا۔ یہ فنا فی الرسول کے مقام کا لازمی تقاضہ ہے

محمدیت اور نبوت مترادف ہیں

وجہ یہ کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مستقل طور پر قیامت تک کے لئے اب نبی ہیں صرف آپ اب نبوت کے مالک ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ محمدیت اور نبوت دونو آپس میں اب اس طرح لازم ملزوم ہیں کہ یوں کہنا چاہیئے کہ محمدیت اور نبوت آپس میں مترادف ہیں۔ اسی لئے قرآن کریم نے اور نبیوں کو یاایھا النبی کہکر نہیں پکارا کیونکہ نبوت کا سلسلہ جاری تھا۔ شک پڑسکتا تھا کہ معلوم نہیں کونسا نبی مراد ہے۔ مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یاایھا النبی کہکر پکارا۔ اس میں جہاں آپ کی عزت و عظمت کا اظہار مقصود تھا۔ وہاں یہ بھی بتانا منظور تھا کہ اب آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اس لئے نبی کے لفظ سے آپ کو خطاب کرنے سے اب کوئی شک کی جگہ باقی نہ رہی تھی کیونکہ جب اور نبی کوئی نہیں تو پھر صرف نبی کا لفظ ہی معرفہ ہے۔ جب نبی کہکر پکارینگے تو اس سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہونگے ولا غیر۔ پس جب محمدیت اور نبوت آپس میں مترادف ہیں تو کوئی شخص نبوت کے رنگ میں رنگیں نہیں ہوسکتا جب تک اس میں محمدیت منعکس نہ ہو۔ یعنی وہ فنا فی الرسول ہو کر آپ کا ظل نہ ہو۔ اسی طرح جس کسی میں فنا فی الرسول ہونے کی وجہ سے محمدیت منعکس ہوگی اس میں نبوت بھی منعکس ہوگی۔ یعنی جو آپ کا ظل ہوگا وہ نبوت کا بھی ظل ہوگا۔ پس کوئی ظلی نبی نہیں ہوسکتا جبتک وہ ظلی طور پر محمد نہ ہو اور جو کوئی ظلی طور پر محمد ہوگا۔ وہ ظلی طور پر نبی بھی ہوگا۔ مگر جسطرح اس کے یہ معنے نہیں کہ وہ سچ مچ محمد و احمد بن گیا۔ اسی طرح اس کے یہ معنے بھی نہیں کہ وہ سچ مچ نبی اور رسول بن گیا۔ اُس میں محمدیت یا نبوت صرف منعکس ہوئی منتقل نہیں ہوئی۔

مسئلہ ظل اور تناسخ میں فرق

یاد رکھو کہ کسی چیز کے دوسری چیز میں منعکس ہونے کو بروز یا ظل کہتے ہیں اور کسی چیز کے دوسری چیز میں منتقل ہو جانے کو تناسخ کہتے ہیں۔ تناسخ میں دونو چیزیں ایک دوسرے کی عین ہوتی ہیں۔ مگر بروز یا ظل میں دونو چیزیں یعنی اصل اور ظل ایک دوسرے کی غیر ہوتی ہیں۔ اگر غیر نہ ہوں تو پھر وہ تناسخ ہے۔ مثلاً محمدیت اگر کسی میں منتقل ہو جائے تو جس میں منتقل ہوگی وہ عین محمد بن جائیگا یعنی محمدیت پہلے شخص میں اب نہ رہیگی۔ بلکہ دوسرے شخص میں چلی جائے گی۔ اور وہ دوسرا شخص دیسے ہی اب اصلی اور حقیقی اور عین محمد ہے جیسے کبھی پہلا شخص ہوا کرتا تھا جس میں سے اب محمدیت جاتی رہی۔ یہ تناسخ ہے۔ لیکن [illegible] محمدیت کسی میں منعکس ہوگی تو اس کے یہ معنی ہونگے کہ محمدیت تو پہلے ہی شخص میں برقرار ہے۔ مگر اس کے بعض صفات بوجہ اتباع کامل کے دوسرے شخص کے وجود کے آئینہ میں نظر آتے ہیں یہ دوسرا شخص پہلے کا عین نہ ہوگا بلکہ غیر ہوگا۔ اس کو ظل یا بروز کہتے ہیں۔

ظل میں انعکاس ہوتا ہے انتقال نہیں ہوتا

یہ میں بتا چکا ہوں کہ محمدیت اور نبوت اب لازم و ملزوم اور دونو ایک دوسرے کے مترادف ہیں۔ محمد کی نبوت محمد کے پاس ہی رہے گی۔ محمد صلعم سے نکل کر دوسرے کے پاس نہیں جاسکتی۔ پس اگر محمدیت کسی شخص میں منتقل ہوسکتی ہے تو نبوت بھی اس میں منتقل ہو جائیگی کیونکہ وہ تو محمدیت کے ساتھ ہے۔ جہاں وہ۔ وہاں وہ۔ اور محمدیت کا منتقل ہونا ناممکن ہے کیونکہ وہ تو پھر تناسخ ہے اور اسلام کے عقیدہ کے خلاف ہے تو پھر نبوت بھی دوسرے میں منتقل نہیں ہوسکتی۔ محمد کی نبوت تو محمد کے پاس ہی رہے گی۔ جسطرح محمدیت دوسرے شخص میں صرف منعکس ہوتی ہے اسی طرح نبوت بھی دوسرے شخص میں صرف منعکس ہوگی یعنی اس شخص میں بعض صفات نبوت پیدا ہو جائینگے۔ مگر جسطرح وہ اصلی محمد نہ بنا بلکہ غیر محمد رہا یعنی ظل محمد ہے۔ اسی طرح وہ اصلی نبی نہ بنا بلکہ غیر نبی رہا یعنی ظلی نبی ہے۔ پس جب یہ ثابت ہو چکا کہ محمدیت اور نبوت اپنے ظل یا بروز میں صرف منعکس ہوتی ہے منتقل نہیں ہوتی۔ اگر منتقل ہو جائے تو پھر وہ دونو عین ہیں جو تناسخ ہے اور خلاف عقیدہ اسلام ہے۔ تو جو ظل ہوگا ضرور ہے کہ وہ اصل سے غیر ہو۔ لہذا ظلی نبوت۔ نبوت اصلی سے غیر ہوئی۔ اور ظلی نبی نبی نہ ہوا بلکہ غیر نبی ہوا۔ ظلی نبی سے صرف اتنا مراد ہوگا کہ ایک شخص بوجہ اتباع کامل کے فنا فی الرسول کے مقام پر پہنچکر اپنے نبی متبوع محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو اپنے وجود کے آئینہ میں منعکس کر رہا ہے یعنی آپ کے رنگ میں رنگین ہے اور محمدیت اور نبوت کی صفات سے ایک حد تک متصف ہے۔ مگر اس کے اندر محمدیت اور نبوت حضرت محمد صلعم سے نکلکر منتقل نہیں ہو گئی۔ لہذا وہ یقیناً غیر نبی ہے۔ وہ نبی تبھی ہو سکتا تھا جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور محمدیت اس میں منتقل ہو جاتی۔ مگر یہاں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ اسلام ظل یا بروز کا تو قائل ہے۔ لیکن تناسخ کا قائل نہیں۔

ظل غیریت کو چاہتا ہے

پس ظلی نبی کا اطلاق صرف غیر نبی پر ہوسکتا ہے تو پھر ہم کسی نبی کو ظلی نبی نہیں کہہ سکتے کیونکہ ظل غیریت کو چاہتا ہے۔ حدیث میں ظل اللہ کا لفظ سلطان عادل کے لئے آگیا ہے۔ یہ ظل کا لفظ ہی بتلاتا ہے کہ وہ اللہ نہیں۔ ظل اس لئے کہا کہ اس بادشاہ میں خدا کی صفت عدل کا انعکاس ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے جو اپنی نسبت ظلی نبی کا کلمہ استعمال کیا اس سے بات کو صاف کر دیا یعنی یہ کہ آپ نبی نہیں بلکہ غیر نبی ہیں صرف نبوت کے رنگ میں رنگین ہیں۔ جیسا کہ آپ خود مواہب الرحمٰن میں فرماتے ہیں کہ "ایشان را رنگ انبیاء دادہ مے شود و در حقیقت انبیاء نیستند"

ظلی مومن

حال میں ایک محمودی بزرگ نے اپنے عقل و فہم کے سمندر میں غوطہ لگایا ہے اور بڑے فخر و ناز سے ایک دور کی کوڑی ڈھونڈ کر لائے ہیں۔ انہوں نے خود ہی ایک اصطلاح "ظلی مومن" کی گھڑی اور پھر خوش ہو کر یوں گویا ہوئے کہ صاحب چونکہ ظلی مومن مومن ہوتا ہے۔ اس لئے ظلی نبی نبی ہونا چاہیئے۔ بات اصل میں یہ ہے کہ یہ بزرگ بوجہ مولوی فاضل ہونے کے اور دھڑے بازی سے دماغ کند ہو جانے کے ظل اور تناسخ میں فرق نہ کر سکے۔ وہ ظل کو سمجھے ہی نہیں۔ صرف مولویت اور فضیلت کا زور دکھا رہے ہیں باقی خیر سلّا ہے ظلی مومن کی اصطلاح گھڑ کر بہت خوش ہوئے کہ تیر مار لیا۔ الفضل میں لن ترانیاں بھی کیں۔ اتنا نہ سمجھے کہ مومن کو اگر وہ مومن ہے ظلی مومن کیوں کہینگے یہ ظلی کا طرہ اس کے سر پر آخر کیوں خواہ مخواہ لگایا جائے گا۔ مگر دنیا کو یہ کسطرح معلوم ہوتا کہ توازن دماغی میں نقص ہے۔ ظل اللہ حدیث کی اصطلاح تھی ظلی نبی صوفیا کی اصطلاح تھی۔ چونکہ ان میں ظل تو غیریت پر دلالت کرتا ہے اس سے سوچا کہ آؤ ہم ایسی اصطلاح گھڑیں جس میں ظل عینیت کو چاہے۔ اس لئے دل میں ٹھان لی کہ آج سے ہم مومن کو ظلی مومن کہا کرینگے۔ اگر یہ قاعدے کے خلاف ہو تو ہو۔ بہر حال ایجاد بندہ ہے۔ اگرچہ گندہ ہے تو ہو۔

ظل عین نہیں ہوتا بلکہ غیر ہوتا ہے

مگر موجد صاحب یاد رکھیں کہ اگر اس طرح خلاف قاعدہ بلا سوچے سمجھے خواہ اس سے کوئی مفہوم پیدا ہو یا نہ ہو آپ ظل کا لفظ ہر ایک چیز پر لگاتے جائینگے اور اس سے

اس کا جلیبی۔ فرمایئے جا سینگی تو زمانہ سے عقل و علم او اپنا بوریا بستر اٹھا کر رخصت ہونا پڑے گا۔ مثلاً آپ کے قاعدہ کے مطابق اگر کوئی انسان کو ظلی انسان کہنا شروع کرے اور اس سے علاوہ انسان مراد لے اور گدھے کو ظلی گدھا کہے اور اس سے خود گدھا مراد لے۔ تو فرمایئے اسے سوائے اس کے کہ پاگل خانہ کو بھیجدیا جائے اور کیا کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ کوئی ہستی اگر انسان ہے تو اسے ظلی انسان کہنا بے معنی ہوگا۔ اور اگر کوئی وجود گدھا ہے تو اسے گدھا ہی کہنا چاہیئے نہ کہ ظلی گدھا۔ سمجھ نہیں آتا کہ اصل کو ظل کہنے کے کیا معنے ہیں۔ یہ تو ہو سکتا ہے کہ اگر کسی بندر کو ہم بعض صفات انسانیہ کی وجہ سے ظلی انسان کہدیں تو گو یہ ہماری ایجاد ہوگی مگر خیر اس کے یہ معنے ہونگے کہ بندر اگرچہ انسان نہیں مگر بعض صفات انسان کے ایک حد تک اپنے اندر رکھتا ہے۔ گویا بات وہی ہو گی کہ ظلی انسان انسان نہ ہوا۔ اسی طرح کسی انسان کو اس کے دماغی توازن کے نقص کی وجہ سے ہم ظلی گدھا کہدیں تو گو یہ قابل تضحیک ایجاد ہو گی مگر خیر اس کے یہ معنی ہونگے کہ گو وہ گدھا تو نہیں مگر اس کے بعض صفات کسی حد تک اپنے اندر رکھتا ہے۔ مگر خود کسی گدھے کو ظلی گدھا کہنا دیوانگی ہے اسی طرح صداقت کو ماننے والا مومن کہلاتا ہے اور اس کا انکار کرنے والا کافر کہلاتا ہے۔ اگر ظلی مومن سے مراد ماننے والا ہے تو اسے ظلی مومن کیوں کہا جاتا ہے وہ مومن کیوں نہیں اور اگر وہ صداقت کو نہیں مانتا۔ منکر ہے تو وہ کافر ہے پھر وہ مومن کا غیر ہے۔ پس یہ ظلی مومن کیا ہوا؟ ماننے اور نہ ماننے کے درمیان کونسا مقام ہے جو ظلی مومن کو عطا ہو گا۔ اگر وہ عین مومن ہے تو اسے ظلی کیوں کہا جاوے اور اگر مومن سے غیر ہے تو ہمارا مدعا ثابت ہے کہ ظل غیر ہی کو کہا جاتا ہے۔ ظلی مومن کی اصطلاح کے موجد صاحب کی خدمت میں مودبانہ گذارش ہے کہ بہتر ہوتا کہ اس بیش قیمت نکتہ کو آپ اپنے دماغ میں ہی محفوظ رکھتے اور ظل اور تابع کی درمیانی حدبندی کو توڑ کر دین حق کو بدنام نہ کرتے۔

ازالہ اوہام کے حوالہ پر بحث

شاید آپ کو ازالہ اوہام کے کسی حوالہ پر ناز ہو تو سُن لیجیے کہ سخن شناس نہ دلبرا خطا اینجا ست۔ آپ نے اپنی غلط اصطلاح کی تائید میں غلط حوالہ دیکر دوہری غلطی کی جو قابل افسوس ہے یا خدا جانے فضیلت کا ہی نشان ہو۔

اس حوالہ دینے میں اوّل تو آپ نے یہ ستم ڈھایا کہ اس میں کچھ اپنی طرف سے ملایا۔ مثلاً یہ کہاں لکھا ہے کہ ادنیٰ درجہ کا ایمان بھی آنحضرت صلعم کا ظل ہے۔ وہاں تو صرف اتنا لکھا ہے۔ کہ "ادنیٰ درجہ صراط مستقیم کا بھی بغیر اتباع ہمارے نبی صلی علیہ وسلم کے ہرگز انسان کو حاصل نہیں ہو سکتا"۔ پھر آگے چلکر جہاں ظل کا لفظ استعمال ہوا ہے وہاں سے قطعاً قطعاً کوئی صحیح الدماغ شخص یہ نتیجہ نہیں نکال سکتا کہ ظلی مومن مومن ہوتا ہے۔ حوالہ سنیئے "کوئی مرتبہ شرف و کمال کا اور کوئی مقام عزت اور قرب کا بجز سچے اور کامل متابعت اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم ہرگز حاصل کر ہی نہیں سکتے ہمیں جو کچھ ملتا ہے ظلی اور طفیلی طور پر ملتا ہے"۔ اس کلام سے تو یہ بات معلوم ہوئی کہ مومن کو شرف و کمال کے مرتبہ اور عزت و قرب الٰہی کے مقام کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ظل بنے یعنی آپ کے رنگ میں رنگین ہو۔ جب تک اس کے اندر محمدیت منعکس نہ ہو۔ وہ مقام شرف و قرب کو حاصل نہیں کر سکتا۔ یہی مطلب اس آیت قرآنی کا ہے کہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ کے محبوب بنجاؤ گے یعنی محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم حقیقی طور پر محبوب الٰہی ہیں۔ جب تک کوئی آنحضرت صلعم کی اتباع کامل طور پر نہ کرے کہ محمدیت اس میں منعکس ہو جائے۔ وہ محبوبیت الٰہی کے مقام پر نہیں پہنچ سکتا۔ گویا محبوبیت الٰہی کے مقام پر کھڑا ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ ظل محمد ہو۔ ظلی مومن کہاں سے نکلا؟ اس حوالہ سے تو نہیں نکلا۔ پس ضرور ہے کہ موجد صاحب کے دماغ سے نکلا ہو۔ جیسا کہ میں ثابت کر چکا ہوں حاصل کلام یہ ہے کہ اصل اور ظل میں غیریت لازمی ہے۔ دونوں میں عینیت نہیں ہو سکتی۔ اس لئے اصل کو ظل کہنا ایک بے معنی بات ہے۔

اپنا ظل آپ کا لطیفہ

بھلا غور کرو کہ یہ کیسی لغو بات ہے کہ ایک چیز اپنی ظل آپ ہی ہو۔ ہاں ظلی مومن کی اصطلاح کے موجد صاحب کا میں بیشک ممنون احسان ہوں کہ یہ بزرگ جو ظلی مومن کی اصطلاح کے موجد ہیں جناب مولوی فاضل محمد نذیر صاحب لائلپوری کے ظل ہیں یعنی وہ خود آپ بنفس نفیس ہیں۔ کیونکہ ظلی مولوی فاضل۔ مولوی فاضل ہوا کرتا ہے اور ظلی محمد نذیر خود محمد نذیر ہوا کرتے ہیں

اور ظلی لائلپوری خود لائلپوری ہوا کرتے ہیں۔ اور سا تھ ہی لما دیں کہ "ظلی مومن بھی ہیں سچے مومن ہیں"۔ تو فرمایئے آپ اس وقت اپنے اس ایجاد کردہ قاعدہ پر کسقدر نازاں اور فرحاں ہونگے؟ اور پبلک آپ کے دماغ کی نسبت کیا رائے قائم کریگی؟

برلن سے خوشخبری

ایک جرمن مرد اور ایک خاتون کا قبول اسلام

مولوی فضل کریم خاں اپنے تازہ خط مورخہ ۱۶ر نومبر ۱۹۲۸ء میں تحریر فرماتے ہیں:۔ کہ

"میں آپ کو ایک خوشخبری دینا چاہتا ہوں جس نے کل صبح سے مجھے مسرت و امتنان سے مخمور کر رکھا ہے۔ ہائڈبرگ جرمنی کا ایک مشہور شہر ہے۔ قدیم الایام سے یہاں ایک یونیورسٹی قائم ہے۔ یہ یونیورسٹی خاص امتیازات رکھتی ہے۔ دنیا بھر میں مشہور ہے جسطرح انگلستان میں کیمبرج کا قصبہ کیمبرج یونیورسٹی کی وجہ سے مشہور ہے اسی طرح ہائڈبرگ کے قصبہ کی شہرت اس کی یونیورسٹی کی وجہ سے ہے۔ یہاں کا ایک علم دوست شخص ہر ڈاکٹر ہنس لوبا ورحلقہ اسلام میں داخل ہوا ہے۔ علمی مذاق کا انسان ہے۔ اسلامی لٹریچر سے بہت واقفیت رکھتا ہے۔ اپنے حلقہ میں با اثر ہے اور مجھے امید ہے کہ یہ صاحب اسلام کے بہت مفید خادم ثابت ہونگے۔ ان کے خلوص کا یہ حال ہے کہ جس مسیحی جماعت سے ان کا تعلق تھا اُس کی ممبری سے بریں الفاظ استعفا دیدیا کہ میں اب اسلام میں داخل ہوتا ہوں۔ میرا نام چرچ کی ممبری سے کاٹ دیا جائے۔

ایک اور ڈاکٹر صاحب عرصہ سے میرے زیر نظر ہیں۔ ان کو لٹریچر دیا گیا ہے۔ ہمارا لٹریچر اپنے دوستوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی رحمت سے دور نہیں کہ ان کو حوصلہ اور شرح صدر نصیب ہو۔ اور قبولیت اسلام کا اعلان کریں۔ بلا ناغہ ہماری مجالس میں آتے ہیں اور بعض اوقات اپنے دوستوں کو بھی ساتھ لاتے ہیں۔ میں یہ الفاظ لکھ ہی رہا تھا کہ ایک جرمن خاتون آپہنچی کچھ گفتگو کے بعد انہوں نے بھی قبولیت اسلام کا اعلان لکھکر دیدیا فالحمدللہ علیٰ ذالک

آریہ سماج کا نیوگ ویدوں پر کلنک ہے

(منقول از سدرشن ہکر)

میں نے سال ۱۸۹۷ء میں ستیارتھ پرکاش پڑھکر سارے سدھانتوں کے آگے سر جھکا دیا۔ مگر نیوگ کے مضمون نے مجھے چونکا دیا۔ ہرچند اس کو بُرا۔ ناقابل تعمیل۔ وید دودھ سمجھا۔ مگر سوامی جی کی طرف سے رگ وید منڈل ۱۰۔ سوکت ۱۰ کا ایک منتر کا حصہ حوالہ کے طور پر پڑھا۔ "نیم راچھیں سو بھگے پتم سر"

ارتھ۔ اے بھاگ والی میرے سے علاوہ اور پتی کی اچھیا کر"۔ تو خود کو چونکہ ویدوں میں شردھا کمال تھی۔ اور سوامی جی کو ویدوں کا رشی بے مثال سمجھا ہوا تھا۔ اس لئے لفظی معنے درست سمجھکر اور سارا منتر نہ تلاش کر کے ہم اندھ وشواش میں خاموش ہو گئے۔ ایک دفعہ ساتنی پنڈت سے اس وید منتر کا ذکر کیا۔ ساتنی پنڈت نے بتلایا۔ کہ یہ ویدوں میں ایک یمی سوکت ہے۔ یم اور یمی بہن اور بھائی ہیں۔ یہ ان کا آپس میں فرضی سمباد (مکالمہ) ہے۔ یہ ۱۵ یا ۱۶ منتر سلسلہ وار بطور سوال و جواب کے ہیں۔ اور اس میں بھائی بہن کو لکھتا ہے۔ میں تیرا پتی یا خاوند نہیں ہو سکتا۔ تو دوسرا پتی کر کے اولاد پیدا کر۔ اگرچہ بات معقول تھی۔ مگر ہم آریہ سماج کے اندھ وشواشی تھے۔ لہذا ان پر اعتراض کیا کہ بہن بھائی کی گفتگو یا کہانی ویدوں میں نہیں ہو سکتی۔ اور سوامی کی بات درست ہے۔ اس طرح اندھ وشواش آریوں میں یہ ویدوں کا کلنک نیوگ صرف بحث کے لئے جاری رہا۔ عمل اس پر کسی نے نہ کیا۔ یہانتک کہ دو دعوا و دواچسپکو سوامی جی منع کر گئے ہیں۔ وہ تو آریہ لوگوں میں دھڑا دھڑ جاری ہے۔ پرکاش و آریہ گزٹ میں پنر دواہ کے اشتہار جاری ہوتے۔ اپدیشک پنر دواہ کرتے ہیں۔ مگر نیوگ فرمودہ ستیارتھ پرکاش پہ کسی نے بھی عمل نہ کیا سوامی جی کی مرتیو کے قریباً چالیس برس بعد جبکہ سوامی جی کی پیدائش کو پورا ایک سو سال فرض کرکے شتابدی منائی۔ آریہ بہنی ندھی بھائی نے پیدا سے تجویز کی۔ توشتابدی کی یادگار میں پنجاب پرتی ندھی سبھا نے ایک ایماندار پستک آریہ سماج کے لئے تیار کروائی۔ پنڈت ستیانند جی مترجم بنے۔ کئی آریہ سماجی ودوان پڑتال کرنے والے مقرر ہوئے۔ یعنی ستیارتھ پرکاش بنوانے کا کام ایک جامع پستک آریہ سماج کے لئے تیار کروائی۔ پنڈت ستیانند جی مترجم بنے۔ کئی آریہ سماجی ودوان پڑتال کرنے والے بھی ہے۔ پستک وید امرت تیار کروائی۔ اور اتنی بھاری جلد خوشنما عمدہ کاغذ کی مجلد پستک صرف تین روپیہ میں وہی منظور کرکے بھیجا کی مہر لگائی۔ اشتابدی سے پہلے سماجوں میں ڈیلیگیشن ہوا کر پستک بھجوادی۔ میانوالی میں ایک سماجی صاحب سے نیوگ کا ملاحظہ کیا۔ پڑھا اور دل باغ باغ ہو گیا۔ رگ وید کا وہ یمی سوکت ملا رگ وید و اتھروید کے دونوں منتر یکساں درج کئے گئے اور وید امرت میں لکھا ہے۔ کہ اس سوکت سے بہن بھائی کا دواہ نشیدھ ہے۔

سوامی جی کا ممولہ سارا منتر ان ۱۵ منتروں میں درج ہے جن کا مطلب بھائی کی طرف سے بہن کو کہا گیا ہے۔ کہ آئندہ کوئی ایسا سمان آویگا۔ کہ بہن بھائی آپس میں پراکرم کرینگے۔ مگر ہم ایسا نہیں کرتے۔ اس لئے تو کسی اور شخص کو پتی بنا۔

تب ہم حیران ہوئے۔ کہ اگر ستیارتھ پرکاش میں ٹکڑہ منتر کا حوالہ سوامی جی کا دیا ہوا ہے۔ تب تو غضب ہے۔

(۱) کیا سوامی جی نے سارا منتر نہ پڑھا تھا۔ یا سارا سوکت نہ دیکھا تھا۔ اور نادانی سے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے یہ ٹکڑہ منتر لکھکر نیوگ کو ثابت کرنے کی کوشش کی۔

بقیہ صفحہ اول کالم ۳

موقع پر بات رہ گئی۔ یہ جو تنظیم شروع ہوئی ہے اس کے اندر بھی ایک اسی قسم کا ریزولیوشن بھیجا تھا کہ تنظیم نہیں ہو سکتی جب تک وحدت نہ ہو وحدت پیدا کرنی سب سے زیادہ ضروری ہے اور اس کے لئے کفربازی دور ہونی چاہئیے بھلا وہ کیا تنظیم ہوگی جس میں ایک دوسرے کو کافر سمجھنے اور کافر کہنے والے موجود ہوں اس لئے یہ ضروری تھا کہ سب سے پہلے کفربازی کے مرض کا استیصال کیا جاتا بہر حال اس کے لئے وہاں بھی کوشش کی لیکن کامیابی نہیں ہوئی لیکن یہ ہم جانتے ہیں کہ طبائع۔۔۔۔ اسطرف مائل ہوتی جا رہی ہیں مگر ہمیں اس اصول کو صرف اپنی زبانوں تک محدود نہ رکھنا چاہیئے بلکہ عملاً اس پر گامزن ہونا چاہیئے۔ بہت سی باتیں ہیں جو صرف زبانوں پر آکر رہ جاتی ہیں اور ان کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ میرا کیا بگڑ جاتا ہے اگر کسی کو کافر کہوں یا نہ کہنے سے کیا سنور جاتا ہے۔ کیا چیز ہے جسکے لئے ہمیں اس اصول کو اختیار کرنا ضروری ہے۔ قرآن نے کہا ہے۔ من جاھد فانما یجاھد لنفسہ جو شخص کوئی کوشش کرتا ہے وہ اپنے نفس کے لئے کرتا ہے پس دیکھنا چاہیے کہ آیا تمکو بھی اس سے کوئی فائدہ پہنچتا ہے یا نہیں کہ تم کسی کو کافر نہ کہو تم کو اس صورت میں فائدہ ہو سکتا ہے۔ کہ تمہارے عمل کے اوپر آجائے۔ عقیدہ کیا ہے؟ عقیدہ اس اصول کا نام ہے جسکے اوپر تم عمل پیرا ہو سکتے ہو اگر تمہارے اندر اپنے مسلمان بھائیوں کے لئے اختلاف کے موقعہ پر کوئی رواداری پیدا نہیں ہوتی تو تم نے اس عقیدہ سے کچھ بھی نہیں سیکھا۔ اختلاف رائے میں ایک دوسرے کی عزت کرنا سیکھو بعض صریح باتوں میں بعض وقت مجھ کو غلطی لگ سکتی ہے پھر بھی میں تمہارا بھائی ہوں۔ مجھ سے اختلاف رائے ہو تو میرا فرض ہے کہ آپکی عزت کروں اور آپ کا فرض ہے کہ آپ میری عزت کریں۔ بعض لوگ نفرت کو پھیلا کر کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن یاد رکھو کہ وہ اسلام جو یہ سکھاتا ہو کہ غیر کو بھی اس کے نبی کو بھی مان لو اس کی کتاب کو خدا کی طرف سے سمجھو وہ نفرت پھیلانے کا حامی نہیں ہو سکتا۔ کیا اس نے اس تعلیم سے اختلاف رائے کی عزت کرائی یا نہیں؟ تو کیا وجہ ہے کہ میں اپنے بھائی کے اختلاف رائے کی عزت نہ کروں اگر میں اس کی عزت نہیں کرتا اور اسکو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہوں تو گویا میں اختلاف رائے کی عزت نہیں کرتا اور یہ طریق اسلام کی تعلیم کے خلاف ہے۔ ہمیں ضرورت ہے اس بات کی کہ ہم اس عقیدہ کی دنیا سے بیخکنی کریں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آسکتا ہے۔ ہماری جنگ تمام ان لوگوں سے ہے جو کسی نہ کسی رنگ میں آنحضرت صلعم کے بعد کسی نبی کے آنے کے قائل ہیں اپنے قادیانی بھائیوں سے بھی جنگ ہے اور اُن سے بھی جو ابھی حضرت عیسےٰ کے آسمان سے اترنے کے انتظار میں ہیں۔ لیکن ہماری یہ جنگ اس صورت میں کامیاب نہیں ہو سکتی کہ ہم اس بات پر اُتر آئیں کہ یہ بھی بے ایمان ہے اس سے بھی قطع تعلق کرو اور فلاں بھی کافر ہے اس کو بھی چھوڑ دو۔ ایک کلمہ بنیاد ختم نبوت کی آس کا لفظی اشتراک ہے۔ منہ سے تو کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ لا نبی بعدی آنحضرت صلعم پر ختم ہے۔ اس مشترک بنیاد کے اوپر کھڑے ہو کر ہم اس کام کو بڑی آسانی سے کر سکتے ہیں۔ اس لفظ کے اندر اتنی طاقت ہے کہ اسی کی

موہ بنا پر ہم تمام دنیا کو منوا سکتے ہیں۔ خوب غور کرو اسطرح سے کامیابی نہیں ہو سکتی کہ دنیا میں نفرت پھیلائی جائے۔ آج کل کے تعلیم یافتہ ہیں جو اس اصول کو ماننے جا رہے ہیں مرزا صاحب کے وہ قائل نہ ہوں لیکن جو بات وہ لایا تھا وہ کامیاب ہوتی جا رہی ہے

تکفیر اہل قبلہ اور حضرت مسیح موعود

اسلام کی جو عظیم الشان خدمات حضرت مسیح موعود نے سرانجام دی ہیں ان میں سے ایک خدمت اپنی نوعیت کے لحاظ سے نہایت ہی قابل قدر ہے کہ تکفیر اہل قبلہ کے مرض کو آپ نے مسلمانوں میں سے دور کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔ آج امت مرحومہ جس قدر تباہی اور بربادی کا منہ دیکھ رہی ہے اس کی اصل وجہ اگر غور کر کے دیکھا جائے تو ان کی باہمی تکفیر اور ایک دوسرے کو گمراہ اور کافر کہنے کے سوائے اور کچھ نہیں۔ اس بات کو مسلمانوں کے اہل دانش و بینش اصحاب اس وقت دل سے محسوس کرتے ہیں لیکن انہیں حوصلہ نہیں کہ اس کے خلاف علانیہ آواز بلند کریں۔ حضرت مسیح موعود نے ایسے وقت میں اس کے خلاف آواز اٹھائی جب تمام جہان آپ کا مخالف ہو چکا تھا۔ آپ نے صاف طور پر کہا کہ ایک مسلمان کلمہ گو پر کفر کا فتوےٰ لگانا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے خلاف ہے۔ اور جو شخص ایسا کرتا ہے وہ حدیث نبوی کے مطابق اپنے اس فتوے کا خود ہی مورد ٹھہرتا ہے اس اصول کی بنا پر آپ نے ایسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے اپنی جماعت کو روکا جو تکفیر مسلمین کو اپنا شغل بنائے ہوئے ہیں یا آپ کی تکذیب کر کے ظلم کے درجہ تک پہنچ جاتے ہیں۔ ان کے ماسوا جو لوگ خاموش اور درمیانی حالت میں ہیں نہ کسی کلمہ گو کو کافر سمجھتے ہیں اور نہ تکذیب کو اپنا شعار بناتے ہیں۔ ان کے متعلق آپ نے صاف طور پر فرمایا کہ ایسے لوگ باوجود اس کے کہ آپ کی جماعت میں نہیں لیکن کلمہ گو اور اہل قبلہ ہونے کی وجہ سے ہم انہیں مسلمان سمجھتے ہیں اور انہیں کافر قرار دینا کسی حالت میں جائز نہیں۔ بلکہ آپ نے ان لوگوں کا جنازہ جائز قرار دیا۔ ان سے رشتہ ناطہ کے تعلقات جائز سمجھے۔ چنانچہ آپ کے بعض مریدین نے آپ کی اجازت سے ایسے لوگوں کی زوجیت میں اپنی لڑکیاں دیں جن میں سے ایک زندہ مثال جناب میاں محمود احمد صاحب کے خسر خلیفہ رشید الدین صاحب کی صاحبزادی کی ہے جو لاہور کے ایک غیر از جماعت سے بیاہی گئی۔ اور میاں محمود احمد صاحب اس کی برات میں شامل ہوئے۔

یہ تو حضرت مسیح موعود کا طرز عمل تھا جو ظاہر ہے کہ تکفیر اہل قبلہ کے طریق کے بالکل خلاف ہے۔ لیکن افسوس کہ جناب میاں محمود احمد صاحب نے اپنے غلط خیال سے نہ صرف حضرت مسیح موعود کی پوزیشن کو ہی مخدوش کر دیا ہے۔ بلکہ مخالفین کے ہاتھ میں ایک اور حربہ دیدیا ہے کہ آپ تمام ان مسلمانوں کو جو آپ کی بیعت میں شامل نہ تھے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے تھے۔ چونکہ میاں صاحب نے یہ غلط خیال آپ کی طرف منسوب کیا ہے مخالفین کو بہت بڑی بات ہو گئی ہے کہ آپ کے خلاف اس بات کا پروپیگنڈا کر کے لوگوں کو آپ سے بیزار کر دیں۔ اس وقت ہمارے سامنے لاہوری پیر بخش کا ایک ٹریکٹ ہے جس کا عنوان ہے "تکفیر اہل قبلہ کی نسبت مرزا صاحب کی نصیحت اور مسلمانوں کی تکفیر"۔ اس ٹریکٹ میں بتایا ہے کہ مرزا صاحب نے باوجود ازالہ اوہام صفحہ ۵۹۷ میں فتنہ انگیز تحریروں اور تکفیر اہل قبلہ سے منع کیا تھا لیکن حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۳ پر خود ہی اپنے منکروں کو کافر قرار دیا۔

افسوس ہے کہ ہمارے مخالفین ایسی تحریروں کے پڑھنے کے وقت علم و عقل سے کام نہیں لیتے صرف ایک بات کے پیچھے لگ کر اپنے حسب مطلب معنوں سے دوسروں کو غلط فہمی میں مبتلا کرنے لگ جاتے ہیں۔ کاش اس حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱۶۴ پر میاں پیر بخش صاحب نے حضرت مسیح موعود کی یہ عبارت بھی چشم انصاف کے ساتھ پڑھی ہوتی کہ۔

"پھر اس جھوٹ کو تو دیکھو کہ ہمارے ذمہ یہ الزام لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے بیس کروڑ مسلمانوں اور کلمہ گو کو کافر ٹھہرایا ہے۔ حالانکہ ہماری طرف سے تکفیر میں کوئی سبقت نہیں ہوئی۔ خود ہی ان کے علماء نے ہم پر کفر کے فتوے لکھے۔ اور تمام پنجاب اور ہندوستان میں شور ڈالا کہ یہ لوگ کافر ہیں اور نادان لوگ ان فتووں سے ایسے ہم سے متنفر ہو گئے کہ ہم سے سیدھے منہ سے کوئی نرم بات کرنا بھی ان کے نزدیک گناہ ہو گیا کیا کوئی مولوی یا کوئی اور مخالف یا کوئی سجادہ نشین یہ ثبوت دے سکتا ہے کہ پہلے ہم نے ان لوگوں کو کافر ٹھہرایا تھا۔ اگر کوئی ایسا کاغذ یا اشتہار یا رسالہ ہماری طرف سے ان لوگوں کے فتوے کفر سے پہلے شائع ہوا ہے جس میں ہم نے مخالف مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہو تو وہ پیش کریں ورنہ خود سوچ لیں کہ یہ کس قدر خیانت ہے کہ کافر تو ٹھہراویں آپ اور پھر ہم پر یہ الزام لگاویں کہ گویا ہم نے تمام مسلمانوں کو کافر ٹھہرا دیا ہے اس قدر خیانت اور جھوٹ و خلاف واقعہ تہمت کس قدر دل آزار ہے۔"

حضرت مسیح موعود کی یہ عبارت اس افترا کی کیسے طور پر تردید کرتی ہے جو حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۳ کی بنا پر آپ پر کیا جاتا ہے اور اگر غور کر کے دیکھا جائے تو خود صفحہ ۱۶۳ کی عبارت بھی اس افترا کی متحمل نہیں۔ کیونکہ آپ نے اس عبارت میں منکرین سے انہی لوگوں کو مراد لیا ہے جو آپ کو مفتری قرار دیتے ہیں۔ اور آگے چل کر یہ صاف لکھا ہے کہ اگر ایسے لوگ ہوں جو

"مولویوں کے کفر کی نسبت نام بنام ایک اشتہار شائع کر دیں بعد اس کے حرام ہو گا کہ میں ان کے اسلام میں شک کروں"

اس سے صاف ثابت ہے کہ آپ کا ایسا انکار جو تکفیر اور تکذیب کی حد تک نہ پہنچا ہو کسی کلمہ گو کے کفر کا موجب نہیں اور نہ آپ نے کہیں ایسا فتوےٰ دیا جس میں بلا استثناء تمام مسلمانوں کو محض انکار دعوےٰ کی بنا پر کافر قرار دیا ہو۔ بلکہ اس کے خلاف جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے۔ ان لوگوں کا جو خاموش اور درمیانی حالت میں ہیں جنازہ پڑھنا بھی جائز قرار دیا۔ میاں پیر بخش نے یہ ایک بہت بڑا افترا حضرت مسیح موعود پر کیا ہے کہ آپ نے اپنی جماعت کو حکم دیا کہ ان کے جنازے نہ پڑھو ہم انہیں چیلنج دیتے ہیں کہ آپ کی کسی تصنیف کسی تقریر یا ڈائری وغیرہ سے یہ ثابت کریں کہ آپ نے بلا استثنا تمام مسلمانوں کو جنازہ پڑھنے سے منع کیا ہو اور اگر یہ نہیں اور ہرگز کوئی ایسی عبارت حضرت مسیح موعود کی موجود نہیں تو انہیں خدا سے ڈر کر اپنے الفاظ کو واپس لینا چاہئے۔ اور ایسے ناپاک ترین فعل سے بارگاہ الٰہی میں سچے دل سے تائب ہونا چاہئے حضرت مرزا صاحب کا دعوےٰ ان کی سمجھ میں اگر نہیں آتا تو اس کے یہ معنے نہیں کہ خواہ مخواہ آپ کے متعلق کذب و افترا سے کام لیا جائے اور غلط باتیں آپ کی طرف منسوب کی جائیں۔ ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ ایک بھی ایسی تحریر حضرت مسیح موعود کی موجود نہیں جس میں آپ نے

(۱) تمام مسلمانوں کو محض اپنے دعوے کے انکار کی وجہ سے کافر ٹھہرایا ہو یا۔

(۲) مکفرین اور غیر مکفرین سب کے جنازے ناجائز قرار دئیے ہوں۔

بلکہ صاف طور پر آپ کی ایسی تحریرات موجود ہیں جن میں آپ نے

(۱) ہر ایک کلمہ گو کو مسلمان قرار دیا ہے سوائے اس کے جو مسلمانوں کی تکفیر کر کے خود کافر ٹھہریں۔

(۲) ایسے لوگوں کو جو خاموش اور درمیانی حالت میں ہیں جنازہ جائز قرار دیا۔

ان دو باتوں کی تائید میں بیسیوں حوالے پیش کئے جا سکتے ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:۔

پھر اس عرصہ ملاقات کرنے والے مسٹر فضل حسین صاحب بیرسٹر (بٹالہ) نے عرض کیا کہ اگر تمام دوسرے مسلمانوں کو کافر کہا جائے تو پھر اسلام میں تو کچھ بھی نہیں رہتا۔ فرمایا ہم کسی کلمہ گو کو اسلام سے خارج نہیں کہتے۔ جب تک کہ وہ ہمیں کافر کہہ کر خود کافر نہ بن جائے۔ . . . . اس شخص نے عرض کیا کہ وہ آپ کو کافر کہتے ہیں تو کہیں لیکن اگر آپ نہ کہیں تو اس میں کیا حرج ہے۔ **فرمایا کہ ہمیں کافر نہیں کہتا ہم اسے ہرگز کافر** نہیں کہتے لیکن جو ہمیں کافر کہتا ہے اسے کافر نہ سمجھیں تو اس میں حدیث اور متفق علیہ مسئلہ کی مخالفت لازم آتی ہے اور یہ ہم سے نہیں ہو سکتا۔

پھر نماز کے متعلق ایک شخص نے بلوچستان سے حضرت اقدس مسیح موعود کی خدمت میں خط لکھا جس کا جواب حضرت صاحب نے خود یہ لکھا کر بھجوایا۔

"چونکہ عام طور پر اس ملک کے ملاں لوگوں نے اپنے تعصب کی وجہ سے ہمیں کافر ٹھہرایا ہے اور فتوے لکھے ہیں اور باقی لوگ اُن کے پیرو ہیں پس اگر ایسے لوگ ہوں کہ وہ صفائی کی خاطر اشتہار دیدیں کہ ہم ان مکفر مولویوں کے پیرو نہیں تو **پھر ان کے ساتھ نماز پڑھنا روا ہے**۔ ورنہ جو شخص مسلمانوں کو کافر ٹھہرائے وہ آپ کافر ہو جاتا ہے پھر اس کے پیچھے نماز کیونکر پڑھیں۔ یہ تو شرع شریف کے رو سے بھی جائز نہیں۔"

ان حوالجات سے ظاہر ہے کہ دوسرے مسلمانوں کے پیچھے نماز پڑھنے کے لئے حضرت مرزا صاحب اپنی بیعت کی قید نہیں لگاتے پھر حضرت مرزا صاحب نے اپنی کتاب تریاق القلوب میں ایک اصول باندھ دیا ہے کہ بجز صاحب الشریعت نبی یا احکام جدید لانیوالے نبی کے اور ملہمین اور نبیوں کا منکر کافر نہیں ہوتا۔ تو پھر کس طرح سے یہ مان لیا جائے کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنے انکار کی وجہ سے کسی پر کفر کا فتوےٰ لگایا ہے۔

میاں پیر بخش نے اپنی تائید میں جو عبارات پیش کی ہیں مثلاً

"میرا انکار میرا انکار نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار ہے"

"میں سچ سچ کہتا ہوں کہ الحمد سے لیکر والناس تک سارا قرآن چھوڑنا پڑیگا پھر سوچو میری تکذیب کوئی آسان امر نہیں"

ان عبارات میں "انکار" اور "تکذیب" کے الفاظ ایک ہی معنی میں استعمال کئے ہیں اور صرف مکذبین ہی ان عبارات کے مخاطب ہیں۔ کاش کوئی سوچے اور غور کرے۔ آخر میں ہم میاں محمود احمد صاحب سے یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ وہ دیکھیں کہ کہاں تک ان کی باتوں نے حضرت مسیح موعود کی تکذیب میں کس قدر امداد بہم پہنچائی ہے۔ اور بجائے اس کے کہ سلسلہ عالیہ کی صداقت کو منوانے میں ان کی کوششیں کام دیتیں اس کی تخریب اور بیخ کنی میں کام آرہی ہیں۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ کیا وہ اس پر غور کریں گے؟

رہا یہ دعوےٰ کہ حضرت مرزا صاحب مدعی نبوت تھے سو جو شخص حضرت مرزا صاحب کی ان تحریروں کو پڑھیگا تو آپ نے خدا کی قسم کھا کر لکھی اور شائع کی ہوئی ہیں وہ شخص ضرور ہی ان مولویوں کو ایمان اور اسلام کی دولت سے بالکل بے نصیب اور محروم ہی پائیگا۔

"حضرت مرزا صاحب قادیانی کی مؤکد بقسم تحریریں کہ میں کسی نبوت کا دعوےٰ نہیں کرتا"

از مکتوب حضرت ممدوح جو مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری کے نام آپ نے لکھا۔ اور جو الحکم جلد ۸ نمبر ۳ مورخہ ۲۴ جنوری ۱۹۰۴ء صفحہ ۵ پر چھپا۔

حضرت صاحب کا خط

"آجکل اکثر لوگوں کی آنکھوں پر جس قدر تاریکی و بدظنی و بدگمانی چھا گئی ہے اگر غور سے دیکھا جاوے تو اس کا باعث بجز ترک تقویٰ اور کوئی چیز نہیں حضرت عیسےٰ نے کسی کو چوری کرتے ہوئے دیکھا تھا اس کو کہا کہ کیا تو چوری کرتا ہے۔ تو اس نے جواب دیا اللہ تعالیٰ کی قسم ہے میں چوری نہیں کرتا تب حضرت عیسےٰ نے فرمایا کہ میں نے اپنی آنکھوں کو جھٹلایا اور تیری تصدیق کی۔ انہوں نے چور کو چوری کرتے ہوئے دیکھ کر پھر بھی اس کے قسم کھانے پر دیدہ دانستہ اس کو بری ٹھہرا دیا۔ اس کا یہی سبب تھا کہ اس نبی معصوم کی آنکھیں تقویٰ کے کحل الجواہر سے مکحل تھیں سو اس نے نہ چاہا کہ ایک شخص کو اللہ جل شانہ کی قسم کھاتے دیکھ کر پھر اس قسم کی ذلت اور خواری کی نظر سے دیکھے لیکن اس جگہ اس عاجز نے ان موجودہ علماء کے مقابل پر جو اس عاجز کو ایک عمر سے تائید اور خدمت اسلام میں مشغول اور فدا شدہ دیکھتے ہیں کئی مرتبہ خدا تعالےٰ کی قسمیں کھا کر کہا کہ میں کسی نبوت کا دعوےٰ نہیں کرتا۔ اور نہ معجزات کا منکر ہوں اور نہ لیلۃ القدر اور معراج اور ملائک کے وجود کا انکاری اور نہ کسی دوسرے عقیدہ اسلام سے برگشتہ ہوں مگر پھر بھی یہ لوگ تکفیر سے باز نہیں آتے . . . . . ان لوگوں نے بغیر اس کے کہ میرے حالات کا ان کو پورا علم ہوتا یونہی کافر کافر کا شور مچا دیا اور ہر چند میں نے ہزار ہا دفعہ ان کے روبرو شہادت دی کہ میں کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل اور مسلمان ہوں۔ اور ان سب باتوں پر ایمان رکھتا ہوں جو قرآن کریم اور احادیث صحیحہ مرفوعہ متصلہ میں درج ہیں اور قبلہ کی طرف نماز پڑھتا ہوں۔ لیکن ان علماء نے میرے اس بیان کی بھی کچھ پرواہ نہیں کی میں نے یہ بھی کہا . . . . کہ میری تالیفات میں کوئی امر مخالف اسلام نہیں ہے۔ بلکہ ہر ایک جگہ اصل عقیدہ اسلام کو مسلم رکھ کر نکات کشفیہ اور معارف و حقائق کا بیان ہے لیکن افسوس کہ یہ علماء میرے تمام بیانات سن کر صرف یہی جواب دیتے ہیں کہ تمہارے دل میں تو کفر ہے اور زبان پر ایمان گویا انہوں نے دل کو چیر کر دیکھ لیا ہے۔ الخ

حلف سے مؤکد اقرار عقائد

"دیکھو میں رب عظیم کو شاہد ٹھہراتا ہوں اور اس کریم کی حلف اٹھاتا ہوں کہ میں مومن مسلم موحد ہوں . . . میں اللہ کی کتاب (قرآن مجید) پر ایمان لایا۔ اور گواہی دیتا ہوں کہ اس کا خلاف زندیقیت ہے اور جو شخص کوئی ایسی بات منہ سے نکالے کہ جس کا کوئی اصل صحیح شرع میں نہیں خواہ وہ ملہم ہو یا مجتہد ہو اس کے ساتھ شیاطین کھیلتے ہیں (اور میں قسم کھاتا ہوں) کہ میں ایمان لایا ہوں

اس بات پر کہ ہمارے رسول آدم کی اولاد کے سردار اور سید المرسلین ہیں۔ اور کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ نبیوں کو ختم کر دیا۔" (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۱)

ختم نبوت کے عقیدہ پر قسمیں۔

"میں عامۃ الناس پر ظاہر کرتا ہوں کہ مجھے اللہ جل شانہ کی کی قسم ہے کہ میں کافر نہیں کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میرا عقیدہ ہے۔ اور لکن رسول اللہ وخاتم النبیین پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت میرا ایمان ہے میں اپنے اس بیان کی صحت پر اس قدر قسمیں کھاتا ہوں جس قدر خدا تعالیٰ کے پاک نام ہیں۔ اور جس قدر قرآن کریم کے حرف ہیں اور جس قدر آنحضرت صلعم کے خدا تعالیٰ کے نزدیک کمالات ہیں۔ کوئی عقیدہ میرا اللہ اور رسول کے فرمودہ کے خلاف نہیں"

کرامات الصادقین صفحہ ۲۵

قسم بخدا کہ میرا دعوے نبوت کا نہیں

"واللہ انی لا ادعی النبوۃ ولا اجاوز الملۃ ولا اغترف الا من فضالۃ خاتم النبیین وآمن باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ واصلی واستقبل القبلۃ فلم تکلف ونبی الا اخافون رب العلمین"

سر الخلافہ صفحہ ۸۷

نبوت کے مدعی پر لعنت۔

مولوی غلام دستگیر قصوری کے اشتہار کے جواب میں جو آپ نے اشتہار لکھا اس میں صاف لکھا ہے :۔

"واضح رہے کہ ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں اور لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کے قائل ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت جو زیر سایہ نبوت محمدیہ اور باتباع آن سرور کائنات صلعم اولیاء اللہ کو ملتی ہے اس کے ہم قائل ہیں اور اس سے زیادہ جو شخص ہم پر الزام لگا دے وہ تقوےٰ اور دیانت کو چھوڑتا ہے"

ایضاً

اگر یہ اعتراض ہے کہ نبوت کا دعوے کیا ہے اور وہ کلمہ کفر ہے جو بجز اس کے کیا کہیں کہ لعنت اللہ علی الکاذبین المفترین اور اگر یہ اعتراض ہے کہ کسی نبی کی توہین کی ہے اور کلمہ کفر ہے تو اس کا جواب بھی یہی ہے کہ لعنت اللہ علی الکاذبین۔ (انوار الاسلام صفحہ ۳۴)

نبوت غیر تشریعی کا دعویٰ بھی جائز نہیں

"محی الدین ابن عربی نے لکھا ہے کہ نبوت تشریعی جائز نہیں دوسری جائز ہے۔ مگر میرا مذہب یہ ہے۔ کہ ہر قسم کی نبوت کا دروازہ بند ہے۔ بدر ۱۰ اپریل ۱۹۰۳ء زیر عنوان از ملفوظات امام الزمان)

ہر قسم کی نبوت کا اختتام رسول اللہ صلعم پر ہو چکا

ہست او خیر الرسل خیر الانام ٭ ہر نبوت را بروشد اختتام

اور اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں بھی لکھا ہے۔

والنبوۃ قد انقطعت بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم

دعوی صرف یہ ہے۔

وارسلنی ربی لتائید دینہ
مجددٌ لھذا القرن عبدٌ ممجدٌ

کرامات الصادقین صفحہ ۶

اور حضرت صاحب کی آخری کتاب حقیقت الوحی میں بھی صاف لکھا ہے "ان رسولنا خاتم النبیین وعلیہ انقطعت سلسلۃ المرسلین" یعنی نبوت رسول اللہ صلعم کے بعد منقطع ہو چکی۔

یہ تحریریں حضرت مرزا صاحب قادیانی کی ہیں جن کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ نبوت کے مدعی تھے۔ اگرچہ اس وقت اہل قادیان کے عقائد میں بہت سی نئی نئی باتیں اور حد غلو سے بھی گذرے ہوئے اعتقادات شامل ہو گئے۔ لیکن حقیقت الامر یہی ہے کہ ربانی سلسلہ کی طرف سے اس سلسلہ کی بنیاد صداقت اور حق پرستی پر پڑی تھی یعنی دعوت وتبلیغ حق واحیاء شریعت وقیام فرض امر بالمعروف ونہی عن المنکر اس سلسلہ کا مقصد [illegible] خود حضرت مرزا صاحب اور آپ کے پیروؤں کی پہلی جماعت میں اس قسم کے عقائد نہ تھے جو آج اہل قادیان کے ہیں۔ اس قسم کے معاملات ہمیشہ ابتدا میں کچھ ہوتے ہیں اور آگے چل کر کچھ اور بن جاتے ہیں اور فتنہ غلو ہمیشہ ہی دنیا میں ایک بڑا فتنہ رہا ہے اور یہی فتنہ غلو اس جماعت قادیان کے ذریعے اس وقت ظاہر ہو رہا ہے۔ اور اس فتنہ غلو کی وجہ سے رفتہ رفتہ اب یہاں تک نوبت پہنچی ہے۔ کہ اس سلسلہ کی بنیادی صداقت اہل قادیان کے غلو اور محدثات میں گم ہو گئی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اہل قادیان کا اب وہ مذہب نہیں جو حضرت مرزا صاحب اور آپ کے پیروؤں کی پہلی جماعت کا تھا۔

تاریخ عالم کی پرانی سے پرانی گمراہی کا بھی سرچشمہ اگر ڈھونڈھا جائے تو یہی سوء فہم کا فتنہ نکلے گا۔ بتلانے والے نے کیا کہا تھا۔ اور سمجھنے والوں نے کیا سمجھا۔ غرض حضرت مرزا صاحب قادیانی کو قادیان کے نادان معتقدوں نے کچھ سے کچھ بنا دیا۔ جب معتقدین نے غلو کیا اور مخالفین تعصب اور تشدد۔ تو ظلمات بعضہا فوق بعض کی صورت بن گئی۔ اور اصل حقیقت گم ہو گئی۔ مگر اصحاب طریق وکشف کی باتوں کے سمجھنے کے لئے بھی دل صاف اور فہم مستعد وعالی چاہیئے۔ صرف مدرسوں کی دماغ سوختگی اور تسبیح وسجادہ کی دکان آرائی سے یہاں کام نہیں چلتا۔

چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطاست
سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست

علماء سوء اور مشائخ دنیا پرست پر چونکہ حضرت مرزا صاحب کی بے پردہ حق پرستیاں بہت گراں گزری ہیں۔ اس لئے یہ لوگ اس سلسلہ کے سخت دشمن بن گئے۔ جو صداقت پسند تھے اُن میں سے بھی بعض غلط فہمیوں میں مبتلا ہو گئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ان علماء سوء نے ہر طرح سے مخالفت کرنی شروع کر دی۔ پہلے تضلیل وتکفیر کا سلسلہ چلا اور اب قتل وسلب تک نوبت پہنچانے پر آترے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب سے علماء سوء اور مشائخ دنیا پرست کی مخالفت اس لئے ہوئی کہ حضرت مرزا صاحب نے ان کے معتقدات باطلہ خوب ہی ثابت کر کے دکھلائے۔ اور سب سے زیادہ علماء دنیا کو ان کی ہوا پرستیوں اور غفلتوں پر سرزنش کی یہی چیز ہر زمانے میں ہر مصلح کو علماء عہد کی نظروں میں مبغوض بناتی رہی ہے۔

اگر حضرت مرزا صاحب کے بعض اقوال علماء سوء کو اپنی کوتاہ نظری سے خلاف اسلام معلوم ہوتے ہیں۔ تو بصورت ثبوت اس طرح کی تمام باتوں کو جو اس راہ کے بڑے بڑے کاملین وواصلین تک کو پیش آتی ہیں غلبہ احوال یا مشاہدات کا نتیجہ سمجھنا چاہیئے کیونکہ آپ سے پہلے بزرگان کے کلام آپ سے بھی زیادہ دعووں کے ساتھ کتابوں میں ابتک موجود ومذکور ہیں۔ کسی نے اسی عالم میں کہا۔

لوائی ارفع من لواء محمد

کسی نے کہا۔

سبحانی سبحانی ما اعظم شانی

کوئی پکار اٹھا۔ لیس فی جبتی الا اللہ

کوئی بول اٹھا بطشی اشد من بطش اللہ

شبلی صاحب نے مرید کو اپنا کلمہ پڑھوا دیا۔

لا الہ الا اللہ شبلی رسول اللہ

حضرت پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ نے یہاں تک فرما دیا۔

اوتی الانبیاء اسم النبوۃ واوتینا لقب النبوۃ

اور فرمایا۔

جئنا بحراً وقف الانبیاء علی ساحلہ

اور یہ تو مشہور ومعروف ہے کہ

قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ

غرض حضرت مرزا صاحب ہی نہیں بلکہ کہنے والوں نے یہاں تک بھی کہا۔

نہ من تنہا دریں میخانہ مستم
جنید وشبلی وعطار ہم مست

تعجب تو یہ ہے کہ جب ان اقوال کو مولوی لوگ سنتے ہیں تو حوالہ مغلوبیت سکر وحال کر کے خاموش ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ان بزرگوں کے دیگر اقوال واعمال صالحہ اور وصول حصول مراتب عرفانی وحقیقت کے شواہد ان کے سامنے ہیں۔ معلوم نہیں ان کی نظروں میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے کیا ایسا قصور کیا ہے کہ باوجود کمال زہد وورع واتباع شریعت وقیام امر بالمعروف ونہی عن المنکر وایثار فی اللہ وللہ وخدمت دین وحفاظت اسلام از دشمنان اسلام کے جس سے کسی مخالف موافق کو انکار نہیں ان کو حسن ظن اسلامی کا مستحق نہ سمجھا جائے اور حرف بحرف کلمات غریبہ کی بنا پر جن کی اصلیت کا انہیں علم نہیں۔ [illegible] پر اتر آئیں۔ افسوس کہ ھلا شققت قلبہ پر ذرا بھی ان کا دھیان نہیں۔ علماء سوء اور مرزا صاحب کے الہامات سے نبی کا لفظ نکال کر کہتے ہیں کہ دیکھو اپنے نبی ہونے کا الہام پیش کرتے ہیں۔ مگر ان کو یہ معلوم نہیں کہ غیر نبی کے الہام غیر پر حجت نہیں ہوتے۔ پھر ان الہامات میں تو انت منی بمنزلۃ ولدی بھی موجود ہے۔ پھر کب انہوں نے بمنزلہ ولد اللہ اپنے کو منوایا۔ اصل یہ ہے کہ اصحاب احوال وطریق کے معاملات عجیب وغریب واقع ہوتے ہیں۔ اور یہ قوم اصحاب احوال وطریق کی اپنے کلمات واقوال غریبہ کے لئے بہت کچھ عذر پیش کرتی ہے جیسا کہ حضرت مرزا صاحب نے اس لفظ نبی کے متعلق عذر پیش کئے ہیں مثلاً "سمیت نبیًّا من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ" [illegible] حق وانصاف نے اُن عذرات کو قبول کیا ہے۔ [illegible] ذوق حقیقت سے محروم اور الفاظ کی قید وصورت میں محبوس ہیں ان کا فہم رسا وہاں تک نہیں پہنچا اور دائت اسگ اید می سنگر سنگ شیر کے پنجے اور ناخن دھونڈھنے لگتے ہیں۔ بلاشبہ اصحاب احوال وطریق کے لئے شریعت الٰہی یعنی قرآن پاک محک رد وقبول ومعیار ظن ویقین ہے مگر اس کے یہ معنے نہیں کہ علماء سوء ومولویان زمانہ ان کے بعض متشابہ الفاظ یا مشاہدات یا الہامات اور رویا پر بھی فتوے جڑنے لگ جاویں اور کافر کافر کے سوا ان کا نام ہی باور نہ رکھیں۔ جب ارباب تقلید وقال وفقہا ومتکلمین کے لئے اگر وہ رائے وقیاس میں غلطی کر جائیں باب تاویل مفتوح ہے۔ تو پھر حضرت مرزا صاحب کو کیوں مستثنےٰ رکھا گیا۔ کہ ان کی متشابہ وحی ولایت کو قابل تاویل نہ سمجھا جاوے . . . .

. . . . جس نفس قدسی کی ساری زندگی زہد وانقطاع حقیقی وکمال مرتبہ عرفان ومحبت الٰہی واعمال صالحہ وخفیہ وترک ماسوی اللہ میں بسر ہو جائے۔ اس کی یہ قابل تاویل عبارتیں مستلزم کفر وخلاف اسلام اگر سمجھی جائیں تو کس قدر غضب اور ظلم ہے۔ لیکن جن علماء دنیا وفقہاء دولت کی ساری عمریں یکسر دنیا سازی دین بازی مکر وحیل وفساد وزر ورشوت پرستی وبندہ نفسانی میں ضائع جائیں اور جن کو اہل اللہ سے وہ نسبت ہو جو حیوان کو انسان سے یا انسان کو ملائکہ سے ہے ان کو پورا حق حاصل ہو کہ اپنی خود ساختہ سند افتا پر بیٹھ کر کفر کا فتویٰ لکھیں اور ان کی ان تمام باتوں کو بالکل نظر انداز کر دیں جو انہوں نے اسلام کی حفاظت اور حمایت کے لئے سارے عمر کیں اور اپنی جان تک کو اس پر قربان کر دیا۔ میں مانتا ہوں کہ ایسے الفاظ ظلی نبی وغیرہ نا فہموں کے لئے فتنہ بن گئے ہیں۔ معتقدین مقلدین ان کو حجت گردانتے لگے ہیں اور منکرین متعصبین ان کا انکار وتکفیر لیکن ارباب حق واقتصاد یا تو ان کی تاویل کرتے ہیں یا ان کے معاملے کو عالم [illegible] کے حوالے کر دیتے ہیں اور خاموشی اختیار کرتے ہیں۔ البتہ عمل واعتقاد ہر حال میں احکام شریعت وظواہر نصوص کتاب اللہ وسنت انبیاء پر ہی دیکھتے ہیں۔ قرآن مجید کے سوا کوئی نہیں جو محک حق وباطل وحجت وبرہان ہو۔ والعصمۃ للانبیاء وما عداھم قد یخطی ویصیب ٭

سوالات مع جوابات

(از قلم معجز رقم حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)
(سلسلہ کے لئے دیکھو اخبار پیغام صلح مورخہ ۱۲ نومبر ۱۹۲۵ء)

سوال نمبر ۲

اگر نبوت ورسالت رحمت الٰہی ہے تو یہ رحمت رحمۃ للعالمین کی امت پر کیوں بند کر دی گئی۔ اور اگر نبوت کو آپ کوئی عذاب الٰہی سمجھتے ہیں تو گذشتہ تمام انبیاء نے کونسا گناہ کبیرہ کیا تھا جس کے سبب ان پر عذاب نبوت نازل کیا گیا؟

جواب نمبر ۲

نبوت ورسالت بنی نوع انسان کے لئے یقیناً رحمت الٰہی ہے۔ اور ہمارے حضرت نبی کریم محمد مصطفےٰ صلعم تمام جہانوں اور تمام زمانوں کے لئے رحمت ہو کر آئے تھے۔ جیسا کہ فرمایا وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین۔ آپ کی نبوت کی رحمت [illegible] قیامت تک دراز ہے [illegible] ایسی پائیدار ملی ہے جو ہم سے کسی وقت [illegible] رسول اللہ صلعم کے بعد کسی اور نبی کو نا ظاہر کیے [illegible] ان کے عقیدہ کے رو سے تو آنحضرت صلعم کی نبوت والی رحمت ختم ہو چکی [illegible]

کسی دوسری رحمت کی ضرورت پڑی۔ حالانکہ یہ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین کے قطعاً خلاف ہے۔ آنحضرت صلعم کی رسالت کی رحمت ہی اب قیامت تک چلیگی۔ اس رحمت کے ہوتے ہوئے ہمیں کسی اور نئی رحمت کی ضرورت نہیں۔ اور اگر آپ کا یہ منشاء ہے کہ جونبی ہوا کرتا تھا اسے نبوت ایک رحمت ملا کرتی تھی تو پھر اب کیوں نہیں ملتی تو اگر کوئی آپ سے یہ سوال کرے کہ آگے خدا کی طرف سے کتاب ملا کرتی تھی جو رحمت ہوتی تھی۔ اب کیوں نہیں نئی کتاب ملتی۔ کیا وہ عذاب تھی جو آگے ملی اور اب رحمۃ للعالمین کی امت پر نہیں ملتی۔ جو آپ اس کا جواب دینگے وہی ہمارا جواب ہوگا +

اصل میں آپ کا سوال صحیح نہیں ہے۔ نبوت ایک منصب ہے جس پر اللہ تعالےٰ اپنی مشیت کے ماتحت ایک شخص کو کھڑا کرتا ہے اور اسکے ذریعہ نوع انسان کو ہدایت دیتا ہے۔ یہ ہدایت خود یعنے کتاب اور ہدایت لانے والا یعنے نبی دونوں نبی نوع انسان کے لئے رحمت ہوتے ہیں کیونکہ وہ فلاح دنیوی و اخروی کا موجب ٹھیرتے ہیں۔ نبوت کسی ترقی روحانی کا نام نہیں۔ اگر یہ ترقی روحانی کا ہی ایک درجہ تھا جو کہ انسان کو اپنے اعمال کے نتائج میں خود بخود ملتا چلا جاتا ہے۔ تو پھر انبیاء کو جب نبوت ملا کرتی تھی تو وہ اس قدر گھبراتے کیوں تھے۔ اُن کو تو اس وقت خوش ہونا چاہیئے تھا اور بہت شکریہ ادا کرنا چاہیئے تھا مگر معاملہ اس کے برعکس ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب نبوت ملتی ہے تو کس قدر گھبراتے ہیں اور کتنے عذر پیش کرتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں میری زبان نہیں چلتی کبھی کہتے ہیں کہ میں فرعون کا ایک آدمی قتل کر آیا ہوں۔ اور آخر کار اپنی مدد کے لئے اپنے بھائی کو پیش کر کے کہتے ہیں کہ ھو افصح منی لسانا۔ کہ وہ مجھ سے بڑھ کر فصیح اللسان ہے۔ گویا اس کام کے لئے اپنے بھائی کو اپنے پر ترجیح دیتے ہیں۔ اگر یہ نبوت کوئی روحانی ترقی تھی تو یہ تماشا کیا ہے کہ گھبرا گھبرا کر عذر پر عذر کرتے چلے جاتے ہیں اور ہر طرح جان چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں اور جب کسی طرح جان نہیں چھٹتی تو کہتے ہیں واجعل لی وزیراً من اھلی ھرون اخی کہ میرے اہل میں سے میرے بھائی کو میرا بوجھ بٹانے والا بنا دیجئے۔ اللہ اللہ۔ یہ لفظ وزیراً قابل غور ہے۔ بوجھ بٹانے والا۔ معلوم ہوا کہ نبوت کوئی بوجھ تھا کوئی اہم ذمہ داری تھی۔ جس سے گھبرا رہے ہیں۔ جس کے لئے کوئی بوجھ بٹانے والا مانگ رہے ہیں۔ اسی طرح ہمارے نبی کریم صلعم کو جب منصب نبوت عطا ہوتا ہے۔ تو کس قدر گھبراتے ہیں۔ ڈرتے ہوئے اور کانپتے ہوئے گھر تشریف لاتے ہیں۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ اپنی اہلیہ محترمہ کو فرماتے ہیں مجھے اڑھا دو۔ مجھے اڑھا دو۔ یہ الفاظ آپکی زبان مبارک سے نکلتے ہیں کہ خشیت علےٰ نفسی۔ یعنے میں اپنے نفس پر اتنے بڑے بوجھ اور ذمہ داری سے ڈرتا ہوں۔ اس ذمہ داری کے بوجھ نے جس طرح آپ کی پشت کو توڑ رکھا تھا اسکی خدا تعالےٰ گواہی دیتا ہے فرماتا ہے۔ الم نشرح لک صدرک ووضعنا عنک وزرک الذی انقض ظھرک۔ کیا ہم نے تیرے سینہ کو نہیں کھولدیا اور تجھ سے تیرے بوجھ کو نہیں اٹھا دیا جو تیری پشت کو توڑے ڈال رہا تھا۔ اللہ اللہ نبوت کا نام یہاں وزر یعنی بوجھ رکھا ہے +

سو صاحب من! نبوت تو بڑا بھاری بوجھ ہے جس کا اٹھانا خاص لوگوں کا ہی کام ہے۔ اگر یہ محض کمال روحانی کا ایک مقام ہوتا تو پھر نبیوں کا اس قدر گھبرانا اور جان چھڑانے کی کوشش کرنا اور ڈرنا کیا معنے رکھتا ہے۔ اُن کو تو خوش ہونا چاہیئے تھا۔ اور کیوں خدا نے اُسے بوجھ کے لفظ سے تعبیر کیا +

مختلف اوقات میں مختلف اقوام میں ہدایت کی ضرورت پیش آتی رہی۔ ان ضرورتوں کے مطابق اللہ تعالےٰ نبی بھیجتا رہا۔ آخر ایک وقت آیا کہ تمام زمانوں اور تمام قوموں کے لئے ایک عالمگیر مذہب اور ایک کامل ہدایت کی ضرورت پیش آئی۔ اُس وقت ہمارے نبی کریم صلعم کو قرآن جیسے مکمل ہدایت نامہ کے ساتھ بھیجکر اس ضرورت کو پورا کر دیا۔ پس جب ہدایت تکمیل کو پہنچ گئی۔ تو نبوت بھی ختم ہو گئی۔ اب صرف تجدید کا کام باقی رہ گیا جو جاری ہے

خط و کتابت کرنے وقت چِٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں ورنہ عدم تعمیل معاف + مینیجر

اخبار احمدیہ

یہ خبر خوشی سے پڑھی جائے گی کہ عزیز مکرم مولوی الٰہی بخش صاحب خلف الرشید جناب مولوی عزیز بخش صاحب بی۔ اے سپرنٹنڈنٹ ضلع جھنگ اور میاں عبد العزیز صاحب برادر ڈاکٹر محمد الدین صاحب ساکن کھاریاں ۔۔۔ اسسٹنٹ سرجن کلاس کے آخری امتحان میں خدا کے فضل سے کامیاب ہوئے ہیں ہم ہر دو صاحبان اور ان کے متعلقین کو تہ دل سے مبارکباد دیتے ہیں۔ اور خدا کا شکر بجا لاتے ہیں +

مولوی میر مدثر شاہ صاحب ایک ماہ کے واسطے مقامات ذیل کا دورہ کرنے والے ہیں۔ اور جلسہ سالانہ تک دورہ ختم کر لیں گے وہاں کے احباب مطلع رہیں۔ میر صاحب خود بھی صحیح تاریخوں سے احباب کو اطلاع دیں گے۔ جناب عالی وہاں کے احباب انکی خدمات سے فائدہ اٹھائیں اور انکے گوجرانوالہ۔ گجرات۔ سیالکوٹ۔ بدوملی۔ چندر کے منگولے۔ جموں جہلم اور لائلپور و علاقہ چک ۹۵ متصل بنگلہ خانوانہ۔ وزیر آباد و پسرور

مولوی فرزند الدین اور ماسٹر محمد خلیل جو انجمن کی طرف سے بہ سائ ضلع علی گڈھ بطور مبلغ و مدرس کام کر رہے تھے وہ یکم اکتوبر و یکم ستمبر ۱۹۲۵ء سے علی الترتیب ملازمت انجمن سے علیحدہ کئے گئے ہیں۔ احباب مطلع رہیں +

شیخ محمد یوسف محصل انجمن ۲۵ نومبر ۱۹۲۵ء سے ضلع فیروزپور وغیرہ میں دورہ پر جانے والے ہیں۔ احباب ان کی امداد فرماویں اور اپنے چندوں کے تقاضے ادا کریں +

منشی سردار خان سابق مبلغ انجمن پسرور بیمار ہے۔ احباب ان کی صحت کے لئے دعا فرماویں +

جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مسجد احمدیہ میں روزانہ درس قرآن مجید دیتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کا درس عجیب پر لطف ہوتا ہے۔ اور دلکش بھی۔ درس کا وقت بعد نماز مغرب ۶ بجے سے ۷ بجے تک ہے +

جناب میاں خان محمد صاحب سب انسپکٹر پولیس تھانہ نیگلہ فاضلکا کچھ دنوں سے کوتوالی لاہور میں تبدیل ہو آئے ہیں۔ آپ کو سلسلہ سے بڑا اخلاص ہے۔ اور اشاعت اسلام کے کام سے بڑی دلچسپی ہے جزاہم اللہ خیراً

مولوی عصمت اللہ صاحب کے تین لکچر متواتر یعنی ۱۴-۱۵ اور ۱۶ نومبر کو اور مولوی یعقوب خانصاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی ایڈیٹر لائٹ کا ایک لکچر انگریزی زبان میں اسلامیہ کالج لاہور کے حبیبیہ ہال میں ۲۲ نومبر ۱۹۲۵ء کو ہوا +

جناب خان بہادر میاں غلام رسول صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس جو کچھ دن ہوئے لدھیانہ تبدیل ہو گئے ہیں۔ ایک مقدمہ میں شہادت کے لئے تشریف لائے تھے۔ اور تین چار روز قیام فرما کر واپس تشریف لے گئے +

سالانہ جلسہ میں صرف چند ہی روز باقی ہیں اس کے متعلق اخبار میں مفصل تحریک درج ہوگی۔ سر دست اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ احباب جلسہ کے لئے چندہ اہتمام سے جمع کرنا شروع کر دیں۔ اور جو بزرگ جلسہ پر اجناس دیا کرتے ہیں۔ وہ خود ہی حسب دستور سابق اجناس پہنچانے کا فکر فرماویں۔ یہ تو ان کو علم ہی ہے کہ جس قدر اجناس ہر سال وہ عطا فرمایا کرتے ہیں یہ اب لازمی طور پر ان کے ذمہ ہو چکی ہیں۔ اور یہ خدا کا شکر ہے کہ ان کو توفیق ملتی ہے +

بارھواں سالانہ جلسہ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

۲۵ دسمبر ۱۹۲۵ء کو جمعہ مبارک کی نماز کے بعد شروع ہوگا
۲۸ دسمبر ایک بجے دوپہر تک جاری رہیگا +

جلسہ سالانہ میں جو اصحاب تقریر کرنا چاہیں یا کوئی نظم پڑھنے کا ارادہ رکھتے ہوں۔ وہ خاکسار کو جلد اطلاع دے کر مشکور فرماویں تاکہ پروگرام جلدی مرتب کیا جاوے +

خاکسار

ظہور احمد

جائنٹ سکرٹری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ماسلمانیم از فضل خدا	مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
اندرین دین آمدہ از مادریم	ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست	بادۂ عرفان ما از جام اوست
آن رسولے کش محمد ہست نام	دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن	جان شد و با جان بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام	ہر نبوت را بروشد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست	زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ مارا وحی و ایمائے بود	آن نہ از خود از ہمان جائے بود

ہفتہ میں دو بار یک شنبہ و چہار شنبہ کو شائع ہوتا ہے

پیغام صلح

اخبار

لاہور

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما از و یابیم از نور و کمال	وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست	ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک وز خبر ہائے معاد	ہر چہ گفت آن مرسل رب العباد
آن ہمہ از حضرت احدیت است	منکر آن مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اندر است	منکر آن مورد لعن خدا است
معجزات انبیائے سابقین	آنچہ در قرآن بیانش با یقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست	ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
یک قدم دوری ازان روشن کتاب	نزد ما کفر است و خسران و تباب

قیمت سالانہ عہ ششماہی ۱ ماہی ۸ طلباء سے سالانہ سے

جلد ۱۳ | المسیح مدینۃ لاہور | یوم یکشنبہ | مطبوعہ ۱۲ جمادی الاول ۱۳۴۴ ہجری مطابق ۲۹ نومبر ۱۹۲۵ عیسوی | نمبر ۱۰۹

سالانہ جلسہ کی اطلاع

بارھواں سالانہ جلسہ

خدا تعالےٰ کے فضل وکرم سے سالانہ جلسہ بہت قریب آگیا ہے اور احباب کرام اپنے مرکزی مقام لاہور میں تشریف لانے کی تیاریوں میں مصروف ہونگے اس اجتماع مقدس میں شامل ہونیوالے جمیع احباب مخلصین کی خدمت میں التماس ہے کہ بارھویں سالانہ جلسہ کی تاریخیں ۲۵ دسمبر ۱۹۲۵ء بعد نماز جمعہ سے ۲۸ دسمبر ۱۹۲۵ء دوپہر تک قرار پائی ہیں۔ اور اس میں تمام محبوں اور مخلصوں کا تشریف لانا نہایت ضروری ہے اول تو اس لئے کہ ہمارے اس جلسہ کی غرض ہی یہ ہے کہ تاہر ایک مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اُٹھانے کا موقعہ ملے اور ان کے معلومات وسیع ہوں اور خدا تعالےٰ کے فضل وکرم سے ان کی معرفت ترقی پذیر ہو اور ان میں خدمت اسلام کی روح پیدا ہو دوم ایسے موقع پر احباب کے یکجا جمع ہونے میں یہ بھی فوائد ہیں کہ اس ملاقات سے تمام بھائیوں کا تعارف بڑھے گا اور اس جماعت کے تعلقات اخوت استحکام پذیر ہوں گے اور نیکوں کی صحبت سے تزکیہ نفس ہوگا۔ ماسوا اس کے اس جلسہ کی ضروریات میں سے یہ بھی ہے کہ ہندوستان۔ یورپ۔ امریکہ کی دینی ہمدردی کے لئے تدابیر حسنہ پیش کی جائیں۔ کیونکہ اب یہ ثابت شدہ امر ہے کہ یورپ امریکہ وغیرہ کے سعید لوگ اسلام کے قبول کرنے کے لئے طیار ہو رہے ہیں اور اب صرف اپنوں اور غیروں کو اسلام کی سچی اور صحیح تعلیم پہنچانے کی ضرورت ہے۔ اس لئے اس جلسہ پر جو کئی بابرکت مصالح پر مبنی اور مشتمل ہے۔ جمیع احباب مخلصین ضرور تشریف لاویں بلکہ اپنے ہمراہ دوسرے دوستوں کو بھی لانے کی کوشش کریں اور اپنا سرہانی بستر لحاف وغیرہ بھی بقدر ضرورت ساتھ لاویں اور اللہ اور رسول کی راہ میں ادنےٰ ادنےٰ حرجوں کی پرواہ نہ کریں۔ خدا تعالےٰ مخلصوں کو ہر ایک قدم پر ثواب دیتا ہے اور اس کی راہ میں کوئی محنت اور صعوبت ضائع نہیں ہوتی

ہماری اس تحریک کو معمولی بات نہ سمجھیں یہ وہ امر ہے جسکی خالص تائید حق اور اعلاء کلمہ اسلام پر بنیاد ہے اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالےٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے لوگوں کے دلوں کو طیار کیا ہے جو عنقریب اس میں آملینگے یقیناً یاد رکھیں کہ عنقریب وہ وقت آتا ہے بلکہ نزدیک ہے کہ قرآن پاک کی صداقت ہمیشہ کے لئے دنیا میں قائم ہوگی۔ خدا تعالےٰ اس اثرت وسطےٰ سے دین فہم کی راہ زمین پر قائم کردیگا وہی راہ جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو سکھلائی وہی ہدایت جو ابتدائے صدیق شہدا اور صلحا پاتے رہے یہی ہوگا اور ضرور یہی ہوگا۔ مبارک وہ لوگ جن پر قرآن مجید کی سیدھی راہ کھولی گئی ہے

اس جماعت کا کام

اس جماعت کا کام صرف یہی نہیں کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کو مسیح موعود مان لیں بلکہ یہ بھی ہے کہ اس صداقت کو قبول کرنے کے بعد اور کام بھی کریں کیونکہ صرف قبول کر لینا اور عملی طور پر کسی کام کو نہ کرنا کوئی ایسی اچھی بات نہیں بلکہ ایسی صورت میں تو یہ خطرہ ہے کہ ماننے کے بعد کہیں وہ پھر خدا سے دور نہ ہو جائیں۔

پہلا کام

یہ ہے الذین یوفون بعھد اللہ ولا ینقضون المیثاق کے ماتحت اپنے عہد کو پورا کریں ایک عہد تو وہ ہے جو ہم نے حضرت مسیح موعود کے ہاتھ پر کیا ہے کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھینگے۔ ہمیں اس عہد کا پورا دھیان ہونا چاہیئے اور ہمیں ہر وقت اس کا خیال ہونا چاہیئے کہ ہم اس عہد کو پورا کر رہے ہیں یا نہیں۔

دوسرا کام

یہ ہے کہ ہم آیۃ کریمہ والذین یصلون ما امر اللہ بہٖ ان یوصل کے ماتحت جس کام کے جوڑنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے اس کو جوڑیں اور جس سے تعلق کے پیدا کرنے اور قائم رکھنے کا حکم ہے اُسے پیدا کریں اور قائم رکھیں ہر ایک شخص کو دیکھنا چاہیئے کہ جس تعلق کے جوڑنے اور پیدا کرنے کا اُسے حکم دیا گیا ہے اس نے اس کے مطابق اسے جوڑا اور قائم کیا ہے یا نہیں دوسرے لوگوں کو چھوڑو ان میں اور ہم میں ایک فرق ہے۔ ہم مسیح موعودؑ اور مہدی آخر زماں کی جماعت ہیں اور ہم نے حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر از سر نو عہد باندھا ہے۔ پس دوسرے لوگوں سے بڑھ کر ہم کو اس بات پر نظر ڈالنی چاہیئے کہ کیا ہم نے اس کے مطابق کام کیا ہے اور کیا ہم اپنے عہد کو پورا کر رہے ہیں۔

ہمارا بڑا تعلق بحیثیت جماعت کے یہ ہے کہ ہم اپنے مرکزی مقام لاہور کے ساتھ مضبوط تعلق قائم رکھیں اور اسے ٹوٹنے نہ دیں اور حضرت امیر کی پوری پوری اطاعت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں کریں کسی کو امیر اپنا مان لینا صرف نام کا نہ ہونا چاہیئے بلکہ اس کی ہر آواز پر جو صرف قوم کی بہبودی کے لیے ہوتی ہے کان دھرنا چاہیئے۔ ہمارا تعلق اس مرکزی مقام لاہور سے دوسرے پیر خانوں کی طرح نہیں ہے اور نہ یہاں کوئی پیری مریدی کا سلسلہ ہے کہ لوگ صرف یہاں اپنے پیر کی زیارت کے لئے آئیں اور پیر کے گھٹنوں اور پاؤں کو آکر ہاتھ لگا جائیں یا اس کے ہاتھوں کو چوم جائیں۔ بلکہ ہمارا اجتماع حضرت مسیح موعودؑ کی وصیت کے مطابق ہے جس میں آپ نے تاکید فرمائی تھی کہ میرے بعد سب ملکر کام کرو۔ پس یہ اس خدا کے مامور کی وصیت ہے۔ جو اس پر عمل نہیں کرتا وہ خود سمجھ لے کہ اس نے خدا کے مامور کی اور اس کی وصیت کی کہاں تک عزت کی۔

ہر کام انتظام کے ماتحت ہونا چاہیئے

جماعت کا ... حضرت امیر ... تو اس اقتدا میں بے ترتیبی نہ ہونی چاہیئے بلکہ ایک منتظم صورت میں آپ کی اقتدا کی جائے۔ اسلام کی تعلیم میں یہی نظر آتا ہے کہ ہر کام نظام کے ماتحت ہو اور جماعت ایک نظام کے ماتحت اپنے تمام کاموں کو سرانجام دے حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت بھی خدا تعالےٰ نے مسلمانوں میں ایک نظام قائم کرنے کی ہی غرض سے کی تاکہ ایک نظام کے ماتحت حفاظت و اشاعت اسلام ہو۔ بغیر نظام کے دنیا کے کوئی اہم امور سرانجام نہیں پاتے آج مسلمان تنظیم کے لئے پھڑک رہے ہیں اور کچھ نہیں بنتا لیکن خدا نے اپنے مامور کے ذریعہ اس تنظیم کو سلسلہ احمدیہ کی شکل میں قائم کیا۔ پس ہمیں اپنی اس تنظیم کو جو خدا نے قائم کی ہے ضائع نہ کرنا چاہیئے۔ اس لئے ہمارے احباب کا خصوصیت کے ساتھ یہ فرض ہے کہ اپنی حالت کو منتظم صورت میں رکھنے کے لئے مرکزی مقام میں جمع ہوں اور اس نظام میں کسی قسم کا کوئی تفرق اتصال نہ پیدا ہونے دیں۔ قل ان کان اباؤکم و ابناؤکم و اخوانکم و ازواجکم و عشیرتکم و اموال اقترفتموھا و تجارۃ تخشون کسادھا و مسٰکن ترضونھا احب الیکم من اللہ و رسولہ وجھاد فی سبیلہ فتربصوا حتیٰ یاتی اللہ بامرہ

مشکلیں بھی آئیں تو تعلق نہ ٹوٹے

جماعت کی ترقی اسی میں ہو سکتی ہے کہ سب مل کر کام کریں پھر اس میں مشکلات بھی پیش آتی ہیں بعض وقت ملازمت کی طرف سے ہی مشکل پیش آجاتی ہے بعض دفعہ بال بچوں کی طرف سے ہی مشکل پیش آجاتی ہے۔ مگر مل کر کام کرنے میں ان باتوں کی پرواہ نہ کرنی چاہیئے۔ آپس کے تعلقات اس رنگ میں بڑھ سکتے ہیں کہ بھائیوں کی صورتیں آکر دیکھیں اور قوم کی بہبودی کے لئے اپنی قیمتی رایوں سے اپنی مرکزی انجمن کو قوت دیں۔

تیسرا کام یہ ہے

یخشون ربھم ویخافون سوء الحساب۔ یعنی وہ ڈرتے بھی ہیں اور نیک عمل بھی کرتے ہیں سچے مومن اور اسلام کے متبع تب ہی ہم کہلا سکتے ہیں کہ ہم خدا سے ڈریں اور اس کے کسی حکم کی مخالفت قولاً و عملاً کسی طرح بھی نہ کریں اور نیک عمل بھی کریں صرف لوگوں سے یہ کہنا کہ دیکھو ہم ہی اس وقت تبلیغ اسلام کا کام کر رہے ہیں اور ہم ہی کامیاب ہیں اس سے کچھ فائدہ نہیں بلکہ اس تبلیغ کے کام میں اور بھی ترقی کریں۔ ہم کو چاہیئے کہ ہم اس بات سے بھی ڈریں کہ اللہ تعالےٰ نے کہیں ہمیں کسی گناہ کے بدلے یا کسی سستی یا کوتاہی کے باعث پکڑ نہ لے۔

ہم موجب فتنہ نہ بنیں

ہماری جماعت کے ہر فرد کو دیکھنا چاہیئے کہ انہیں ہم میں سے کوئی ایسا شخص نہ ہو کہ وہ لوگوں کے لئے موجب فتنہ بنے اور اس کا ایک ہی طریق ہے کہ ہم میں سے ہر شخص

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۳ / ۱۲ جمادی الاول ۱۳۴۴ھ نمبر ۱۰۹

بہشتی مقبرہ

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے قلم سے)

ایک دوست نے دریافت فرمایا تھا کہ کیا حضرت صاحب کی کتاب الوصیت پر آپ کا ایمان ہے۔ اگر ہے تو بہشتی مقبرہ کی بابت اس میں حضرت صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ مقبرہ بہشتی میں صرف بہشتی ہی دفن ہو سکتے ہو سکتے ہیں چونکہ قادیانی جماعت کے لوگ شرائط مقررشدہ کی پابندی کرکے بہشتی مقبرہ میں دفن ہو سکتے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ حالانکہ مولوی صاحب کے نزدیک حضرت خلیفہ صاحب کے مرید گمراہ ہیں۔ کیا گمراہوں کے لئے ہی اللہ تعالےٰ نے جنت کا دروازہ کھولا ہوا ہے۔ اگر ایسا ہی ہے تو پھر کسی کو آپ سے ہم عقیدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے۔

جواب بہشتی مقبرہ پر ابھی حال ہی میں میرا ایک مبسوط مضمون پیغام صلح ۹۸ مجریہ ۱۲ اکتوبر ۱۹۲۵ء میں نکل چکا ہے۔ وہ ملاحظہ فرمائیں مگر میں یہاں صرف دو باتوں کی طرف توجہ مبذول کرا دینا چاہتا ہوں۔

(۱) حق اور باطل کے پرکھنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے ہماری عقل کو اپنے علم یعنی وحی کے ذریعہ مدد دی ہے۔ لہٰذا کسی امر کو سمجھنے اور حق و باطل کے فرق کرنے کے لئے ہمارے پاس جو ذرائع ہیں۔ ان میں سے ایک تو وحی یعنی قرآن کریم اور اس کی شرح حدیث شریف ہے اور دوسرے ہماری عقل اور ہمارا ضمیر ہے۔ ان کے علاوہ تیسرا ذریعہ ہمارے لئے کوئی نہیں ہم ان دو ذرائع سے ہی کسی چیز کو پرکھ سکتے ہیں پس اگر کسی عقیدہ کو ایک طرف تو قرآن اور حدیث غلط ٹھیرا دیں اور دوسری طرف ہماری عقل اور ہمارا ضمیر بھی یہی فتویٰ دے تو فرمایئے کیا ہم اس غلط عقیدہ کو صرف اس وجہ سے مان لیں کہ اس کے ماننے والے فلاں قبرستان میں دفن ہو رہے ہیں جسکے متعلق یہ ظن ہے کہ اس میں بہشتی ہی دفن ہونگے۔ میں نے یہاں لفظ ظن استعمال کیا ہے اس لئے کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ بہشتی مقبرہ کے متعلق جو کچھ ہے صرف ظن ہی ظن ہے۔ اس سے بڑھکر کچھ نہیں خدا تعالےٰ نے ہرگز ہرگز نہ قرآن میں نہ حضرت مسیح موعودؑ کے الہام میں کہیں فرمایا کہ اس قبرستان میں جو قادیان میں بنایا گیا ہے سوائے بہشتیوں کے کوئی دفن ہو ہی نہیں سکتا۔ یہاں ملائکہ کا پہرہ لگا ہوا ہے۔ خود حضرت صاحب کا یہ تمنا کرنا اور اللہ تعالےٰ سے بار بار یہ دعا کرنا کہ اس میں ایسے ہی لوگ دفن ہوں جو بہشتی ہوں ظاہر کرتا ہے کہ دونو ہی پہلو سامنے تھے۔ یعنی یہ بھی پہلو سامنے تھا کہ ممکن ہے کہ اس میں بہشتی ہی دفن ہوں اور یہ بھی پہلو سامنے تھا کہ ممکن ہے کہ ایسا نہ ہو سکے۔ ورنہ اس قدر تڑپ تڑپ کر بار بار التجا کرنے کی کیا ضرورت تھی باقی رہا دعا کا قبول ہونا۔ یہ مشیت الٰہی پر موقوف ہوتا ہے۔ بڑے بڑے انبیاء اور اولیاء بعض دفعہ بڑی بڑی تڑپ کر دعائیں کرتے ہیں مگر ہوتا وہی ہے جو منظور الٰہی ہوتا ہے خدا کسی کا محکوم تو نہیں۔ بہشتی مقبرہ کے متعلق دعا قبول ہوئی یا نہیں یہ واقعات عالم بتلا رہے ہیں کہ نہیں ہوئی۔ صریح غلط عقاید رکھنے والے اگر کسی زمین میں دفن ہو رہے ہوں تو ظاہر ہے کہ وہ مقام جنت کا تو مترادف ہرگز نہیں۔ میرا اس سے مطلب یہ نہیں کہ دفن ہونے والے جہنمی ہیں استغفراللہ۔ مجھے اس سے کوئی غرض نہیں کہ کون جنتی ہے اور کون دوزخی۔ یہ خدا کا کام ہے جسے چاہے جنت میں بھیجے اور جسے چاہے دوزخ میں۔ لیکن یہ سچ ہے کہ کسی خاص زمین میں دفن ہو جانے سے باطل عقیدہ حق نہیں بن جائیگا۔ باطل باطل ہی ہے خواہ اس کا ماننے والا کعبہ میں سکونت رکھے یا وہیں دفن ہو جائے۔ اور حق حق ہی ہے خواہ اس کا ماننے والا کسی کفرستان میں رہتا ہے یا کسی گڑھے میں اس کی لاش پھینک دی جائے۔ ہم یہ مان سکتے ہیں کہ ایک قبرستان جنت نہیں ہے مگر یہ نہیں مان سکتے کہ ایک باطل عقیدہ حق ہے۔ جیسا کہ میں اوپر دکھا چکا ہوں قبرستان کا جنت ہونا ظنی ہے مگر باطل کا غلط ہونا حق ہے۔ اور خدا کا یہ فیصلہ قرآن میں ہے۔ کہ ان الظن لا یغنی من الحق شیئاً۔ کہ ظن حق کے مقابلہ میں کوئی شئے نہیں۔ ہم حق کو لینگے اور ظن کو چھوڑ دینگے۔

(۲) اگر بطریق تنزل ہم ایک منٹ کے لئے یہ تسلیم کرلیں کہ بہشتی مقبرہ میں بہشتی ہی دفن ہوتے ہیں تو اس کے یہ معنی ہونگے کہ جنہیں مجاورین بہشتی مقبرہ اس قبرستان میں دفن کرنے کی اجازت دیتے ہیں وہ سیدھے آنکھیں بند کرکے جنت میں داخل ہو جاتے ہیں اور کل باتوں سے بچ جاتے ہیں جن کا ذکر قرآن و حدیث میں ہے یعنی قبر کے سوالات اعمال کا محاسبہ موازنہ وغیرہ وغیرہ بڑے مزے میں ہے۔ گویا منکر نکیر میزان، اعمال ناموں کا پڑھنا اور اُن پر نتایج مرتب کرنا یہ سب کام اب ہمارے دوست مجاورین بہشتی مقبرہ کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ اور اس کے ملائکہ اب یہ سب امور ان لوگوں کے سپرد کرکے خود آرام کر رہے ہیں۔ غرضیکہ یہ خدا کی صفت مالک یوم الدین کی انسانوں کو مل گئی یا نہیں اور صفت بھی وہ جو ام الصفات میں سے ہے۔ پھر ہم احمدی دوسرے جو دوسروں پر اعتراض کیا کرتے تھے کہ انہوں نے خدا کی صفت خلق کرنے کی اور شفا دینے کی اور مردے زندہ کرنے کی اور علم غیب جاننے کی مسیح کو دے رکھی ہیں جو ہرگز جائز نہیں ہے۔ کیا اسی اعتراض کے اب ہم خود نشانہ نہیں بن گئے کہ صفت مالک یوم الدین کو مجاورین مقبرہ کو دے بیٹھے۔ اور اگر یہ کہو کہ نہیں اعمال کا محاسبہ موازنہ ان لوگوں کا بھی اللہ تعالےٰ کریگا جو بہشتی مقبرہ میں دفن ہوتے ہیں تو پھر کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ ان لوگوں میں ایسے لوگ بھی نکل آئیں جن کی بدیاں زیادہ ہوں اور وہ بجائے جنت کے جہنم کے سزاوار ہوں۔ تو ایسی صورت میں کیا اللہ تعالےٰ ان کو جہنم میں بھیجے گا یا جنت میں۔ اگر جہنم میں تو پھر آپکا یہ قضیہ غلط ہو گیا۔ کہ اس میں ایسے ہی لوگ دفن ہونگے کہ جو بہشتی ہونگے اور اگر یہ کہو کہ خواہ وہ جہنمی ہی ثابت ہوں مگر خدا اب مجبور ہوگا کہ اسے جنت میں بھیجے۔ تو پھر کیا یہ خدا کی صفت یغفر لمن یشاء و یعذب من یشاء کے خلاف نہ ہوگا کہ جسے چاہے مغفرت کرے جسے چاہے عذاب دے۔ اور درحقیقت اس صفت کے وارث تو اب بہشتی مقبرہ کے مجاور ہوئے جنکے فیصلہ کے آگے خدا بھی اب مجبور ہے۔ اور جب یہ حالت مجبوری کی ہے تو پھر محاسبہ اعمال ہی بیکار ہے۔ جب خدا کو یہ اختیار ہی باقی نہ رہا کہ وہ مغفرت کرے یا عذاب دے۔ تو اس برائے نام محاسبہ کا کیا فائدہ۔ مجاورین بہشتی مقبرہ کا قلم جو چل گیا سو چل گیا۔ وہ تقدیر مبرم ہے۔ اور اگر یہ کہو کہ مجاورین بہشتی مقبرہ کا قلم چلیگا ہی اسی کے حق میں جو بہشتی ہوگا۔ تو پھر میرے خیال میں ان بزرگوں کا قدم خدا سے بھی آگے بڑھا ہوا ہے۔ کیونکہ خدا تو باوجود عالم الغیب والشہادۃ اور علیم بذات الصدور ہونے کے پھر بھی اعمال انسانی کو کتاب کی شکل میں محفوظ رکھتا ہے اور اس کا محاسبہ اور موازنہ کرتا ہے تب اعمال پر نتایج مرتب کرتا ہے۔ مگر مجاورین مقبرہ نہ عالم الغیب۔ نہ ظاہر اور پوشیدہ باتوں کے جاننے والے۔ نہ دل کی نیتوں اور اخلاص کا اندازہ کرنے والے۔ نہ اُن کے سامنے انسان کا اعمالنامہ۔ نہ عملوں کو تولنے کا کوئی میزان۔ مگر ایسی اٹکل چلاتے ہیں کہ ان کی یہ تکے بازی ایک طرف اور خدا کا یہ سارا سلسلہ محاسبہ ایک طرف مجال ہے جو دونوں میں سرمو فرق آجائے۔ اگر خدا تعالےٰ کو ازل میں ہی ایسے مبارک وجود ملجاتے تو محاسبہ اعمال کے سارے جھگڑے پیدا ہی نہ ہوتے۔ پس سوچیئے کہ آپ کا قضیہ تسلیم کرنے سے اللہ تعالےٰ کی صفت محاسبہ اعمال کی انسان کو منتقل ہو جاتی ہے یا نہیں اور کسقدر محالات عقلی لازم آتے ہیں۔

(۳) شاید آپ کو یہ وسوسہ پیدا ہو کہ پھر شروع میں ہی خود حضرت مسیح موعودؑ کو یہ مشکلات کیوں نظر نہ آگئیں۔ سو اس کے متعلق یہ گذارش ہے۔ کہ جب ایک امر کا روشن پہلو زیادہ نمایاں ہوتا ہے تو بعض دفعہ اس کا دوسرا پہلو نظر سے مخفی رہ جاتا ہے۔ حضرت صاحب نے رویا میں اپنے جماعت کے برگزیدہ لوگوں کا مقام عالی دیکھا جس کا نام بہشتی مقبرہ بتایا گیا۔ ظاہر ہے کہ یہ اشارہ اس مقام کی طرف تھا جو عالم برزخ میں آپ کی جماعت کے برگزیدہ لوگوں کے لئے مقدر تھا۔ . . . . مگر آپ کو تو ہر وقت اپنی جماعت کی خیرخواہی اور بہبودی اور فلاح کی فکر رہتی تھی۔ آپ نے اس رویا کو ظاہر طور پر پورا کرنے کی کوشش میں یہ فایدہ سوچا کہ اس طریقہ سے جماعت میں تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ کی ایک روح پیدا ہو جائے گی کیونکہ جو چیز ظاہر میں نظر آوے اس کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔ بہشتی بننے کے لئے ضرورت تھی تقویٰ کی اور جہاد فی سبیل اللہ کی۔ اس لئے آپ نے بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے کے لئے شرط بھی یہی دو رکھیں یعنی ایک یہ کہ متقی ہو۔ دوم یہ کہ اس نے اشاعت اسلام کے لئے اپنے ترکہ کا کم سے کم دسواں حصہ دیا ہو۔ اس تحریک کا اثر ہونا لازمی تھا۔ چنانچہ اس کا اثر ہوا۔ اور دھڑا دھڑ لوگوں نے اللہ کی راہ میں ترکوں کی وصیت کی۔ مگر اس تجویز کا مشکل پہلو یہ تھا کہ تقویٰ کا پیمانہ انسان کے پاس نہ تھا۔ ھو اعلم بمن اتقیٰ۔ تقویٰ کی باریکیوں کا علم سوائے اللہ کے کس کے پاس ہو سکتا ہے۔ آپ کو بھی اس مشکل کی جھلک نظر آتی تھی جس کی وجہ سے بار بار خدا سے دعا کرتے تھے کہ تو ایسا کر کہ اس میں بہشتی ہی دفن ہوں۔ مگر اصل یہ ہے کہ یہ مشکل اپنے تمام شرح و بسط کے ساتھ اس وقت نظر کے سامنے نہ تھی اور اس وقت اس کا نظر آنا تھا بھی مشکل کیونکہ مستقبل کا پردہ اس پر پڑا ہوا تھا اور آپ کی نظر کے سامنے اُس وقت کے احمدی تھے جنکے دماغ اپنے امام کے فیض سے معقولیت اور معرفت کی روشنی سے منور تھے اور غالباً آپ کو اُن کی معقولیت پر حسن ظن ہوگا کہ اگر کوئی مشکل اس میں آگے چلکر نظر آئی بھی تو وہ اپنی عقل خداداد سے خدا اور رسول کے حکم کے ماتحت اس کی اصلاح کر لینگے۔ مگر جب وہ شمع معرفت رخصت ہوئی تو جن پر عارضی رنگ چڑھا تھا اُتر گیا۔ اور جن پر پختہ رنگ چڑھا ہوا تھا وہ رہ گیا۔ اس رنگ پلٹنے سے مستقبل پر جو پردہ پڑا ہوا تھا وہ اٹھ گیا اور جو غیب میں تھا وہ اب شہود میں آنے لگا۔ اب واقعات زمانہ کے ساتھ ساتھ وہ مشکل اپنی پوری شرح و بسط میں نظر آنے لگی۔ اب معلوم ہوا کہ جو بات بظاہر آسان نظر آتی تھی وہی سب سے مشکل تھی۔ تقویٰ کے اندر عقاید صحیحہ بھی داخل ہیں۔ جب اختلاف ہوگا تو جو عقیدہ ایک کے نزدیک صحیح ہوگا وہ دوسرے کے نزدیک غلط ہوگا۔ یعنی جو ایک کے نزدیک تقویٰ ہوگا وہ دوسرے کے نزدیک گناہ ہوگا۔ گویا تقویٰ کے معیار میں ہی اختلاف ہو گیا تو ایسی صورت میں جو بہشتی مقبرہ پر قبضہ کریگا وہ دوسرے فریق کو دفن کیوں ہونے دیگا۔ گویا کمزور اور متعصب اور ضدی انسان خدا کی جنت پر ہی قابض ہو گیا۔ چنانچہ اسی قسم کے واقعات کے ظہور نے یہ روز روشن کی طرح جتلا دیا کہ جس مقام کے داخلہ میں انسانی ہاتھ کا دخل ہو وہ مقام جنت کا مترادف تو ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یہ بات اب تو صاف نظر آرہی ہے مگر اُس وقت نظر سے مخفی تھی کیونکہ ابتدا میں اس تجویز کا صرف روشن پہلو نظر کے سامنے تھا۔ اس لئے اس کا دوسرا پہلو نظر سے مخفی رہا۔ حضرت مسیح موعود بھی آخر انسان تھے۔ خدا تو نہ تھے عالم الغیب بھی نہ تھے۔ اس وقت کے حالات کی وجہ سے اس کی طرف سے ذہول رہا۔ مگر جب زمانہ نے مستقبل پر سے پردہ ہٹایا تو دوسرا پہلو صاف نظر آنے لگا۔ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے مسیح اسرائیلی کی طرف جو یہ منسوب ہے کہ انہوں نے بہشت کی کنجیاں اپنے حواری پطرس کو پکڑا دی تھیں اور جو آج تک پطرس کے جانشینوں یعنی پوپوں کے چارج میں چلی آتی ہیں۔ ممکن ہے کہ اسی طرح ان کے کسی کلام سے غلطی لگی ہو یا کسی کلام کرنے میں خود انہیں بات کا دوسرا پہلو مدنظر نہ رہا ہو اور ذہول ہو گیا ہو۔

باقی رہا یہ کہ مسیح موعودؑ کو ذہول ہونا کسطرح ممکن ہے۔ سو یاد رہے کہ بڑے بڑوں سے ذہول ہوتا رہا ہے خود حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات کا مسئلہ لے لو۔ تیرہ ۱۳ سو برس سے بڑے بڑے اکابرین اُمت اور صلحائے سلف حیات مسیح کو مانتے چلے آئے حالانکہ قرآن میں صریح آیات موجود تھیں مگر ذہن اس طرف نہیں گیا۔ خود حضرت مسیح موعودؑ نے براہین احمدیہ میں حیات مسیح کے عقیدہ کی ہی تائید کی ہے۔ حالانکہ آپ سے بڑھکر کس نے قرآن پڑھا ہوگا۔ مگر جبتک خدا نے نہ چاہا اس مسئلہ سے ذہول رہا۔ یعنی ذہن اس طرف نہیں گیا۔ خلق طیر۔ مریضوں کو شفا دینا۔ اندھوں کو سوجاکھا کرنا۔ مردوں کو زندہ کرنا۔ علم غیب کا جاننا یہ سب باتیں شرک فی الصفات کے رنگ میں ہیں۔ مگر بڑے بڑے اکابر آئمہ اور مجددین عظام مانتے چلے آئے۔ گو کچھ تاویلیں کیں۔ گو نہایت کمزور۔ ان مشکلات کا حل قرآن میں موجود تھا۔ مگر اس طرف سے ذہول رہا۔ اُدھر ذہن نہیں گیا۔ تو پھر یہ کسی بزرگ کی عظمت کے منافی نہیں کہ اُس سے کسی خاص امر میں ذہول ہو جائے۔ انسان کا علم آخر محدود ہے۔ جب تک خدا نہ چاہے اور ایسے اسباب نہ پیدا کر دے جس سے ذہن کسی خاص امر کی طرف منتقل ہو انسان سے ذہول ہو جانا تقاضائے فطرت ہے۔ خود خدا فرماتا ہے ولا یحیطون بشیئ من علمہ الا بما شاء اور لوگ نہیں احاطہ کرتے اس کے علم سے کچھ بھی مگر جتنا وہ چاہتا ہے۔ ہمارا یہ ایمان ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بہشتی مقبرہ ٹھیک دکھایا گیا۔ مگر وہ وہ بہشتی مقبرہ ہے جس میں مرنے کے بعد مومن کو اللہ تعالےٰ خود خاما ئد فا قبرہ کے ماتحت داخل کرتا ہے۔

مراسلات

اناجیل اور تحریف

(از قلم معجز رقم حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

مذکورہ بالا عنوان سے ایک مضمون کسی صاحب کا جو "حق پسند" کے نام سے منتسب ہیں پیغام صلح مجریہ ۱۸ نومبر ۱۹۲۹ء میں شائع ہوا ہے۔ اسی قسم کا ایک مضمون اس سے قبل کچھ عرصہ ہوا پیغام صلح میں شائع ہو چکا ہے جس کا جواب نہایت خوبی اور وضاحت کے ساتھ جناب مولوی مصطفے خان صاحب بی اے کے نام سے پیغام صلح میں نکل چکا ہے۔ "حق پسند" صاحب نے مولوی صاحب موصوف کے دلایل کی تردید تو کچھ بھی نہ کی۔ بلکہ جہاں تک میں سمجھتا ہوں ان دلایل کو قطع نظر کر کے وہی پرانا مضمون کسی قدر زیادہ تفصیل کے ساتھ پھر دہرا دیا ہے۔

مضمون نگار صاحب کا دعوے ہے کہ اناجیل میں تحریف لفظی مطلق نہیں اس کے برخلاف دو باتیں بڑی زبردست پڑی ہوئی ہیں۔ ایک تو موجودہ زمانہ کی تحقیق۔ دوم خدا کی گواہی یعنی قرآن کریم۔ ان دو امور پر روشنی ڈالنا اور اس گتھی کو سلجھانا ان کا فرض تھا مگر افسوس ہے کہ وہ اس مشکل کو حل نہ کر سکے۔

---

(۱) موجودہ زمانہ کی تحقیق نے ثابت کر دیا ہے کہ اناجیل نہ صرف محرف و مبدل بلکہ اس کے بابوں کے باب الحاقی ہیں۔ اس کا جواب صرف اس قدر دیدینا کافی نہیں کہ یہ محققین درحقیقت عیسائی نہیں ہیں مادہ پرست ہیں۔ یہ جواب حد درجے کا کمزور ہے۔ کیسی روایت پر تو جرح نہیں کی یوں کہ کر جان چھڑالی جاوے کہ راوی ہمارا دشمن ہے۔ دشمنی سے ایک غلط روایت بیان کرتا ہے۔ بلکہ ایک تنقید اور تحقیق ہے جو دلایل اور تحقیقات پر مبنی ہے اسے دلایل سے توڑنا چاہیئے۔ تنقید کرنے کا دوست دشمن سب کو حق ہے دیکھنا یہ ہے کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ یہ نہیں دیکھنا ہے۔ کہ کون کہتا ہے۔ تحقیقات پر نظر ڈالنی ہے۔ اگر وہ درست ہے تو قبول کرنا پڑیگا۔ اور اگر غلط ہے تو اس کی غلطی بتانا چاہیئے۔ اتنا کہہ دینے سے تو عہدہ برآ نہیں ہوسکتے کہ وہ مسیحی نہیں ہیں۔ اور ہمارے دشمن ہیں۔ اور یہ بھی غلط ہے کہ وہ مسیحی نہیں ہیں۔ ان میں سے بعض پرلے درجہ کے راسخ الاعتقاد مسیحی اور مذہبی مقتدا ہیں۔

---

(۲) قرآن کریم میں اگر اناجیل کی تصدیق کی آیات بھی ہیں تو اس میں ایسی آیات بھی ہیں جو علے الاعلان اناجیل میں تحریف کا ہونا بتلاتی ہیں۔ ایک محقق کا فرض ہے کہ دونو قسم کی آیات میں تطبیق دیکر دکھائے۔ صرف تصدیق کی آیات کو لیکر پیش کر دینے سے یکطرفہ ڈگری کسی کو نہیں مل سکتی۔ ایک آیت یحرفون الکلم عن مواضعہ کو لے لینا اور دوسری آیات کو چھوڑ دینا درست نہیں۔ اور پھر اس آیت کے ترجمہ کے لئے حضرت ابن عباس اور امام بخاری کے دامن میں پناہ لینا بھی ٹھیک نہیں۔ ہم نے قرآن کریم کی آیات کو واقعات صحیحہ کی روشنی میں پڑھنا ہے۔ اگر کسی بزرگ نے اپنے تقوے پر قیاس کر کے یہ سمجھ لیا کہ خدا کی کتاب میں کوئی تبدیلی کر ہی نہیں سکتا تو یہ صرف ان کی حسن ظنی تھی۔ اب واقعات اور تحقیقات نے ہمارے سامنے روز روشن کی طرح تحریف لفظی کو پیش کر دیا تو ہم واقعات اور حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے۔

اب میں چند سوالات جناب مضمون نگار صاحب کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اور وہ یہ ہیں:-

---

(۱) آپ کی ساری تگ و دو اس امر کے ثابت کرنے کے لئے کہ اناجیل میں تحریف لفظی نہیں ہے کیا مقصد رکھتی ہے؟ آخر اس میں اسلام کو کیا نفع پہنچیگا؟ اگر آپ کی یہ تحقیقات درست بھی ہو تو پھر بھی جب آیت ما ننسخ من آیۃ او ننسہا نات بخیر منہا او مثلہا کے ماتحت شریعت موسوی اور عیسوی منسوخ ہو چکی ہیں تو قرآن کی موجودگی میں توریت و انجیل اب قابل عمل نہیں رہیں پس تحریف لفظی نہ بھی ہو تب بھی یہود اور عیسائیوں کے مفید مطلب اس میں کچھ نہیں؟

---

(۲) آپ فرماتے ہیں چونکہ بائیبل میں تحریف لفظی کوئی نہیں اس لئے ان پر نکتہ چینی نہ کرو۔ اس سے آپکا کیا مطلب ہے؟ کیا ہم مان لیں کہ خدا ایک بھی ہے اور تین بھی اور مسیح خدا کا بیٹا ہے۔ اور وہ ہمارے لئے کفارہ ہوا۔ اور حضرت لوط نے (نعوذ باللہ) اپنی بیٹیوں سے زنا کیا۔ حضرت سلیمان نے بت کو سجدہ کیا۔ اور حضرت داؤد نے اوریاہ کی جورو سے زنا کیا اور اسکے خاوند کو چالاکی سے قتل کر دیا۔ اور ہارون نے شرک کیا۔ اور آدم کا گناہ اس کی نسل میں موروثی چلا آتا ہے۔ اور یسوع سے پہلے جتنے انبیا آئے سب چور اور بٹ مار ہی آئے۔ اور بعض تحریریں جو بائیبل میں نہایت فحش زبان میں ہیں وہ سب خدا کی وحی ہیں۔ ان کو مان کر پھر قرآن کو جواب دیدیں۔ اور جواب دیتے وقت نہایت افسوس سے قرآن کریم کی خدمت میں یہ عرض کر دیں کہ جناب چونکہ آپ نے بائیبل کی تصدیق کرنے پر ہی اپنے منجانب اللہ ہونے کا سارا دارومدار رکھا ہے۔ اسلئے آپ کے سچا ماننے کے لئے ہم مجبور ہیں کہ بائیبل کے لفظ لفظ کی تصدیق کریں اگرچہ وہ آپ کے اصولوں کے ہی خلاف کیوں نہ ہوں اور آپکے عصمت انبیاء کے دعووں پر وہ پانی ہی کیوں نہ پھیرتے ہوں۔ آپنے ان کی تصدیق پر اپنی سچائی کو منحصر کر کے اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی ماری۔ ہم آپ کو چھوڑ سکتے ہیں مگر اب اناجیل کو تو نہیں چھوڑ سکتے۔

---

(۳)۔ آپ یہ خود تسلیم کرتے ہیں۔ کہ توریت و انجیل میں دوسرے بزرگوں کے کلام بھی شامل ہے۔ مگر یہ فرماتے ہیں کہ "الہامی کلام میں اور دوسروں کے کلام میں بخوبی تمیز ہو جاتی ہے" کیا خوب! آپ کو کوئی خاص خوشبو آجاتی ہو تو پتہ نہیں یا کوئی خاص معیار خدائی اور انسانی مخلوط کلام میں سے ہر ایک کو تمیز کر لینے کا جناب نے دریافت کر لیا ہو تو معلوم نہیں مگر دوسرے لوگ اس خاص قوت تمیز سے عاری ہیں۔ پس اگر یہ کوئی قوت خاص جناب میں ودیعت ہے تو للہ بنی نوع انسان پر رحم فرمایئے اور بہت جلد وہ معیار دنیا میں شائع فرما دیجئے جس سے خدا کے کلام اور انسان کے کلام میں جب وہ مخلوط ہو جائیں۔ تو آسانی سے فرق کیا جاسکے۔

---

(۴)۔ یہ جب آپ کو مسلم ہے کہ توریت و اناجیل میں الہامی کلام اور انسانی کلام دونوں شامل ہیں تو پھر یہ فرمایئے کہ قرآن سے جو آپ توریت و اناجیل کی تصدیق کی آیات پیش کرتے رہے ہیں۔ تو اس سے کیا مطلب تھا۔ کیا قرآن الہامی اور انسانی دونوں کلاموں کا مصدق ہے؟ یا توریت و اناجیل میں سے صرف الہامی کلام کا؟ اگر صرف الہامی کلام کا تو گویا آپ نے تسلیم کر لیا کہ مصدق کے معنے یہ نہیں کہ توریت و اناجیل میں بین الدفتین جو کچھ موجود ہے قرآن سب کی تصدیق کرتا ہے۔ بلکہ توریت و اناجیل میں جو الہامی کلام ہے صرف اسی کی تصدیق قرآن کرتا ہے۔ باقی کی نہیں۔ ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ قرآن کی تصدیق سے مراد اس کلام کی تصدیق ہے جو توریت اور انجیل میں الہامی ہے۔ کیونکہ ان میں بہت سا کلام ایسا بھی ہے جو الہامی نہیں یہ آپ بھی مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لوگوں نے اس میں اور کلام ملا دیا ہم کہتے ہیں ملا بھی دیا اور کچھ بدل بھی دیا۔ اور ہم کیا کہتے ہیں قرآن کہتا ہے۔ ایک طرف تو فرماتا ہے یکتبون الکتاب بایدیہم ثم یقولون ھذا من عند اللہ کہ اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اس میں تو ہم اور آپ دونو متفق ہیں آپ بھی مانتے ہیں کہ بائیبل میں انسانی کلام بھی ہے۔ باقی رہا کلام کا بدلنا سو اس کی نسبت قرآن فرماتا ہے کہ قد کان فریق منہم یسمعون کلام اللہ ثم یحرفونہ من بعد ما عقلوہ وھم یعلمون کہ بیشک ان میں سے ایک گروہ ہے جو اللہ کے کلام کو سنتا ہے اور پھر دیدہ و دانستہ اسے بدل دیتا ہے مد واضح ہو کہ کلام الفاظ بمعہ معنے پر بولا جاتا ہے صرف معنی پر نہیں بولا جاتا۔ دوسری جگہ فرماتا ہے یحرفون الکلم عن مواضعہ اس کی توضیح دوسری آیت سے کر دی یحرفون الکلم من بعد مواضعہ یعنے کلموں کو جو جس جگہ کتاب میں رکھے ہوئے تھے وہاں سے بدل دیا۔ اب کلموں کو اپنی جگہ سے بدل دینا اور پھر اپنی طرف سے لکھ کر اسے کتاب اللہ کا نام دینا قرآن سے روز روشن کی طرح ثابت ہے۔ معلوم نہیں تحریف لفظی اور کسے کہتے ہیں۔ اب واقعات عالم کو تو یہ ایک حقیقت ہے کہ بائیبل میں تحریف لفظی ہوئی ہے اور ہو رہی ہے۔ ابھی تھوڑے ہی عرصہ کی بات ہے کہ انجیل میں یہ آیت موجود تھی "یہ مگر اس طرح کے دیو بغیر دعا اور روزہ کے نہیں نکالے جاتے" (متی باب ۱۷۔ آیت ۲۱) اب بائیبل میں سے نکالدی گئی جبکہ میں سیالکوٹ میں مشن اسکول میں پڑھتا تھا۔ پادری ینگ سن صاحب سے ڈاکٹر اقبال جو اس وقت میرے ہم جماعت تھے کئی دن اس آیت پر بحث کرتے رہے۔ کہ مسیح نے جواب میں کہا۔ کہ "تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے" (متی ۱۹: ۱۷) پادری ینگسن صاحب کا یہ حال تھا کہ ایک رنگ آتا تھا اور ایک رنگ جاتا تھا۔ بے پریشان ہوئے۔ آج وہ آیت بائیبل میں یوں پاتے ہیں "تو مجھ سے نیکی کی بابت کیوں پوچھتا ہے" آیا ان دونوں آیتوں کے الفاظ اور مفہوم میں کوئی فرق ہے یا نہیں۔ ظاہر ہے کہ ہے

پس جب تحریف لفظی میرے سامنے موجود ہے۔ تو میں یا کوئی اپنے نفس و حواس کے مشاہدہ اور تجربہ کو کس طرح رد کر سکتا ہے۔ کیا آپ کا یہ مطلب ہے کہ چاہے تمام دنیا کے واقعات حقہ بائیبل کے محرف اور مبدل ہونے پر گواہی دیں۔ مگر ہم قرآن کو ماننے والے اس کا انکار کرتے چلے جائیں آپ اس پر یہ فرماتے ہیں "کیونکہ قرآن اس پر ساکت نہیں" مگر میں بھی یہی کہتا ہوں کہ قرآن اس پر ساکت نہیں۔ قرآن نے آج سے تیرہ سو برس پہلے دنیا کو بتلایا کہ اس میں تحریف ہو چکی ہے۔ اور بعض باتیں یہ لوگ اپنے ہاتھوں سے لکھ لکھ کر کتاب اللہ کے نام سے مشہور کرتے ہیں۔ پس قرآن کا ساکت نہ ہونا تو ہماری تائید میں ہے۔ اگر قرآن ساکت ہوتا تو بیشک جو جس کی مرضی ہوتی مانتا۔ مگر جب قرآن ناطق ہو اور یہ فرمائے کہ تحریف لفظی و معنوی دونوں طریق پر یہ لوگ کرتے ہیں۔ اور یہی تحقیقات زمانہ ہو۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ اس کا انکار کیا جائے۔ اگر قرآن کی آیات مبہم بھی ہوتیں تب بھی ہمارا فرض تھا کہ ہم قرآن کے وہ معنے کرتے جس کی تائید واقعات صحیحہ کریں۔ مگر حقیقت تو یہ ہے کہ سب سے پہلے اہل کتاب کی ان مخفی کارروائیوں کا راز طشت از بام قرآن نے ہی کیا۔ تحقیقات موجودہ نے تو صرف اس کی تائید کی۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

---

(۵)۔ باقی رہیں آیات تصدیق جو آپ نے پیش کی ہیں ان میں سے میں سب سے پہلے اس آیت کو لیتا ہوں جس کو آپ نے بطور بنیاد پیش کیا ہے آپ فرماتے ہیں "وما کان ھذا القرآن ان یفتری من دون اللہ ولکن تصدیق الذی بین یدیہ وتفصیل الکتاب لاریب فیہ من رب العالمین۔ اللہ کے سوا یہ قرآن کسی کا افترا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہ توریت اور انجیل کی تصدیق کرتا ہے۔ اور ان کی تفصیل ہے اس لئے رب العالمین کی طرف سے ہونے میں اشتباہ نہیں ہو سکتا۔ جب قرآن شریف توریت و انجیل کے مصدق مفصل ہونے کے سبب کلام الہی ثابت ہوا تو توریت و انجیل کا صحیح کلام الہی ہونا لازم آیا۔ اگر قرآن شریف محرف کتابوں کا محرف ہے کتابوں کا مصدق ہے تو قرآن شریف خود معتبر نہ رہا"

یہ استدلال جو آپ نے قرآن کی طرف منسوب کر کے پیش کیا ہے۔ کہ "قرآن شریف توریت و انجیل کے مصدق مفصل ہونے کے سبب کلام الہی ثابت ہوا" قرآن کے تحت مزیل شان ہے۔ بقول آپ کے قرآن یوں استدلال کرتا ہے کہ میرے خدا کی طرف سے ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ میں توریت انجیل کی تصدیق کرتا ہوں یعنے کہتا ہوں کہ وہ شروع سے لیکر آخر تک سب کا سب خدا کا کلام ہیں۔ اس لئے میں خدا کا کلام یقیناً ہوں اور افترا نہیں ہوسکتا یہ استدلال سخت غلط ہے۔ کوئی عقلمند آدمی ایسا استدلال نہیں کر سکتا اور قرآن تو پھر خدا کا کلام ہے معلوم ہوتا ہے۔ آپ نے اس پر اچھی طرح غور نہیں کیا۔ اس استدلال کی منطقی شکل یوں قایم ہوگی۔ کہ جو کتاب یا تحریر توریت۔ انجیل کو خدا کا کلام مان لے وہ کبھی افترا علی اللہ نہیں ہو سکتی۔ بلکہ یقیناً خدا کا کلام ہے۔ اس لئے قرآن جو توریت و انجیل کو خدا کا کلام مانتا ہے وہ افترا علی اللہ نہیں بلکہ خدا کا کلام ہے۔ اب میں اگر یوں کہوں کہ یہ مضمون جو پیغام صلح میں شائع ہوا ہے چونکہ توریت و انجیل کو خدا کا کلام مانتا ہے اس لئے یقیناً خدا کا کلام ہے۔ تو آپ ہی انصاف فرمایئے آپ اس استدلال کے متعلق کیا رائے قایم کرینگے۔ آیت کے معنے تو صاف تھے تصدیق کے معنے میں کسی کو سچا قرار دینا قرآن کے ذریعہ تصدیق الذی بین یدیہ کے ماتحت تمام دنیا کی آسمانی کتابوں کی دو طریق پر تصدیق ہوئی۔ ایک تو قرآن نے سب کو ابتداءً منجانب اللہ تسلیم کیا۔ دوسرے ان کتب میں جو پیشگوئیاں آخر زمان نبی اور شریعت کے آنے کی تھی وہ قرآن کے نزول اور آنحضرت صلعم کی بعثت سے سچی ثابت ہوئیں ورنہ ان کے غلط ہونے سے خود وہ کتب بھی معرض اشتباہ میں پڑ جاتیں۔ یہاں جس تصدیق کا ذکر ہے وہ پیشگوئیوں کے مصداق ہونے کا ہی بیان ہوسکتا ہے فرمایا کہ یہ کتاب افترا علی اللہ کس طرح ہوسکتی ہے جبکہ یہ ان پیشگوئیوں کی مصداق ہے جو تمہاری کتب میں موجود ہیں۔ اور اس کے نزول سے ہی تمہاری وہ پیشگوئیاں سچی ثابت ہوتی ہیں۔ اگر یہ کتاب نہ آتی تو تمہاری اپنی کتب بھی جھوٹی قرار پاتیں اور اتنا ہی نہیں بلکہ وہ باتیں جو پہلی کتب میں وقتی تقاضے کے ماتحت مجمل یا نامکمل طور پر تھیں۔ خدا نے جو اب سارے جہان کا رب کہلائیگا مفصل اور مکمل طور پر بیان کر دی ہیں۔ اس میں قرآن کی ضرورت اور اس کے کتب ہائے سابقہ کی پیشگوئیوں کا مصداق ہونے کو بطور دلیل کے پیش کیا ہے۔ یعنے جو کچھ تعلیم تمہارے پاس تھی وہ ابھی کسی تفصیل و تکمیل کی محتاج تھی اور جو تمہاری کتب کی پیشگوئیاں تھیں وہ کسی مصداق کی محتاج تھیں سو قرآن نے آکر اس ضرورت کو پورا کر دیا اپنی تعلیم کو دیکھ لو اس کی تفصیل و تکمیل ہو گئی یا نہیں؟ ....

.... اپنی پیشگوئیوں کو دیکھ لو ان کی تصدیق ہوگئی یا نہیں؟ تو جبکہ اس کتاب نے ان تمام باتوں کو پورا کر دیا اس کے منجانب اللہ ہونے میں کس طرح شک ہو سکتا ہے +

تصدیق و تحریف پر اس قدر بحث کافی ہے۔ اگر در خانہ کس است ایں قدر بس است۔ اصل سمجھ لینے کے بعد باقی آیات حل کرنی مشکل نہیں ہیں۔ باقی آیات جو آپ نے پیش کی ہیں ان پر مجملاً عرض کئے دیتا ہوں۔

فیه هدیً ونور اگر توریت و انجیل کے متعلق آگیا تو یہ کس کو انکار ہے۔ کہ اس میں کوئی الہامی کلام نہیں مگر تثلیث اور کفارہ اور انسان کے فطرتی گناہ گار ہونے اور انبیاء کے گناہوں کی تفصیل کو آپ بھی ہدایت اور نور نہ سمجھتے ہونگے +

فیها حکم الله فاتوا بالتوراة فاتلوها ان کنتم صادقین - یہ تو وہی پیشگوئیوں کا جھگڑا ہے۔ اللہ کا فیصلہ توریت میں موجود ہے اسے لے آؤ اور پڑھو تو حق کھل جائیگا۔ یا یوں سہی کہ کسی مسئلہ میں جھگڑا تھا جس کے متعلق خدا نے فرمایا کہ توریت میں ہمارا حکم موجود ہے اسے لے آؤ اور پڑھ لو۔ اس سے تو اتنا معلوم ہوا کہ امر متنازعہ فیہ کے متعلق توریت میں تحریف نہ ہوئی تھی۔ مگر باقی کے متعلق تو کچھ بھی نہیں۔ اور توریت میں الہامی کلام موجود ہونا اس کے محرف ہونے کے منافی نہیں +

ولیحکم اهل الانجیل بما انزل الله فیه

یہ سارا رکوع اس اصول کو پیش کر رہا ہے کہ مسلمان حکومت کو مختلف مذاہب کے لوگوں کا فیصلہ ان کی مروجہ شریعتوں کے مطابق کرنا چاہیے اہل توریت کا توریت کے مطابق۔ اہل انجیل کا انجیل کے مطابق۔ گورنمنٹ انگلشیہ شرع محمدی پر کوئی مقدمہ فیصلہ کرتی ہے تو اس کے یہ معنی تو نہیں کہ وہ اسے الہامی بھی مانتی ہے۔ مسلمان تو توریت و انجیل کو الہامی مانتے تھے۔ البتہ ان میں تحریف کے قایل تھے۔ مگر کچھ بھی ہو۔ ہر ایک اہل کتاب کے مقدمات کا فیصلہ اس کی اپنی مسلمہ کتاب کے رو سے ہونا چاہیے۔ مذہبی آزادی کا یہ بہترین سبق تھا جو قرآن نے مسلمان سلطنتوں کو پڑھایا تھا +

قل یا اهل الکتاب لستم علی شیء حتی تقیموا التوراة والانجیل وما انزل الیکم من ربکم - اس کے معنے تو یہ ہوئے کہ اے اہل کتاب تمہارے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں جبتک تم توریت و انجیل کو اور جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ قایم نہ کرو +

اس سے کیا یہ مراد ہے کہ اپنی اپنی جگہ توریت و انجیل پر عمل کر لیا کرو۔ قرآن کی تمہیں ضرورت نہیں۔ یا یہ اس امر کا مطالبہ ہے کہ تمہارا فرض ہے کہ تم توریت و انجیل جس کے تم منجانب اللہ ہونے کے مدعی ہو۔ ان کو دوبارہ قائم کرو گے۔ تو تم کو لازمی طور پر ماننا پڑیگا کہ قرآن بھی منجانب اللہ ہے۔ اس فیصلہ کے لیے اسی آیت کو جو الحق تک ختم ہے پورا کر کے پڑھ لو تو وضاحت ہو جائیگی۔ آگے ہے **ولیزیدن کثیراً منهم ما انزل الیک من ربک طغیاناً وکفراً۔ فلا تأس علی القوم الکافرین** اور جو تجھ پر تیرے رب کی طرف سے اتارا گیا ہے بیشک ان میں سے بہتوں کی سرکشی اور انکار میں بڑھائیگا۔ سو تو کافر قوم پر افسوس نہ کر۔ آیت بھی پوری ہوگئی۔ اور بات بھی صاف ہوگئی۔ معلوم ہوا کہ یہاں قرآن کے انکار پر اہل کتاب پر حجت تمام کی جا رہی ہے۔ اہل کتاب اپنے من گھڑت اصولوں پر محمد رسول اللہ صلعم کو اور قرآن کو پرکھتے تھے +

فرمایا جبتک تم اپنی آسمانی کتابوں کو نہ قایم کرو تمہارے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں۔ جن اصولوں پر تم قرآن کو پرکھتے ہو ان کے رو سے تو تمہاری اپنی آسمانی کتابیں بھی منزل من اللہ ہونے کے مقام پر قایم نہیں رہ سکتیں۔ اور جب تمہاری اپنی کتابیں بھی قایم نہ رہیں تو تمہارے ہاتھ میں کیا رہ گیا تمہارا فرض ہے کہ وہ معیار قایم کرو جس پر تمہاری اپنی کتابوں کے منجانب اللہ ہونے کا دعوے بھی قایم رہ سکے۔ ایسے معیار کے رو سے قرآن بدرجہ اولے منزل من اللہ ثابت ہوگا۔ یہ مطالبہ ایسا صریح تھا کہ اس کے بعد بھی جو انکار کرے تو وہ زیادہ محض سرکشی اور خدا کی نعمت کی ناشکری کر رہا ہے اور ایسے سرکش اور ناشکرے منکروں پر افسوس بے فایدہ ہے +

فان کنت فی شک مما انزلنا الیک فسئل الذین یقرءون الکتب من قبلک۔ لقد جاءک الحق من ربک فلا تکونن من الممترین - جو کچھ خدا کی طرف سے تیری طرف سے نازل ہوا ہے۔ اس کے متعلق اے مخاطب اگر تجھے کچھ شک ہو تو ان لوگوں سے پوچھ جو تجھ سے پہلے کتاب پڑھتے ہیں۔ بیشک تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے حق آگیا۔ پس تو جھگڑا کرنے والوں میں سے نہ ہو +

یہ بھی وہی پیشگوئیوں کا معاملہ ہے قرآن سے پہلے تمام کتب میں ایک آخری نبی اور آخری شریعت کی پیشگوئی تھی جس کے متعلق فرمایا کہ بیشک اہل کتاب سے دریافت کرلو کہ وہ یہ مانتے ہیں یا نہیں۔ اگر مانتے ہیں تو پھر حق آگیا۔ یعنی ان پیشگوئیوں کا صحیح مصداق آگیا۔ اب جھگڑا نہ کرو +

یا اهل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم الخ سے بھی ظاہر ہے کہ اگر کوئی حصہ ایسا تھا۔ جو اسلام میں اور دیگر اہل کتاب میں مشترک تھا تو کوئی حصہ ایسا بھی تھا جو دونوں میں مشترک نہ تھا۔ ورنہ کلمة سواء بیننا وبینکم کی طرف بلانا بے معنے تھا +

---

(۶) اب ایک آخری سوال عرض کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ آجتک جنابکو اصلی توریت و انجیل کا بھی کہیں پتہ لگا ہے؟ غالباً اس سے تو جناب کو انکار نہ ہوگا کہ جو کچھ ہمارے ہاتھوں میں ہے وہ محض تراجم ہیں۔ تو میری درخواست یہ ہے کہ وہ اصلی الفاظ وحی کے کہاں ہیں جن کی تحریف زیر بحث ہے۔ یہاں تو سرے سے وحی الہی کے الفاظ ہی ندارد ہیں۔ جو کچھ ہے دوسری زبانوں میں اصل کتب کے معنے اور مفہوم ہی ہیں جو ممکن ہے کہ مترجم نے غلط ترجمہ کر دئے ہوں۔ اس سے بڑھکر تحریف لفظی کیا ہوگی کہ اصل الفاظ ہی دنیا سے مٹ گئے۔ باایں ہمہ آپکا یہ اصرار کہ اصلی الفاظ الہی تک اسی طرح قایم ہیں [illegible]

---

(۷)۔ اس کے بعد ایک آخری عرض کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ اپنے مضمون میں قرآن کی قرأتوں کے اختلاف کو آپ نے ناحق لپیٹ لیا ہے اس پر یہاں بحث نہیں کرنا چاہتا کیونکہ وہ ایک لمبی بحث ہے۔ آپ حضرت مولانا محمد علی صاحب کی کتاب جمع قرآن ملاحظہ فرمالیں۔ وہاں اس پر مفصل بحث موجود ہے۔ مگر اتنا عرض کئے دیتا ہوں کہ آپ کے اس مضمون سے اسے کچھ تعلق نہ تھا۔ بعض ان پڑھ اور بڈھے عرب مردوں اور عورتوں کے لب و لہجہ کے فرق کے جواز کو آپکا تحریف اناجیل کے مقابلہ میں پیش کرنا انصاف کا خون کرنا ہے۔ کہاں سرے سے اناجیل کے اصلی الفاظ ہی ندارد۔ اور کہاں قرآن کی حفاظت کا یہ عالم کہ ایک شوشہ تک کا فرق نہیں۔ حقیقت میں مقابلہ ہی کوئی نہیں۔ خدا کا وعدہ انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون قرآن کے متعلق جس صفائی سے پورا ہوا ہے وہ اپنی نظیر آپ ہی ہے +

فرنگی محل کا کچا چٹھا

مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلی کے نام

ان کے بھانجے

شیخ عبدالعلی صاحب کھیاروی کا کھلا عریضہ

جناب خالو صاحب قبلہ مدظلہ۔ تسلیم۔ اخبارات میں یہ خبر دیکھکر میں چونک پڑا کہ فرنگی محلی وفد اسی ہفتہ جدہ روانہ ہو جائیگا اب تک تو میری یہ کیفیت تھی کہ ہزار گونہ سخن بر دہان و لب خاموش لیکن خبر کے بعد۔ مجھے اپنا پرایا یاد نہیں آتا ہے لہذا میں تمام دنیا سازیوں سے علیحدہ ہو کر بحیثیت ایک ٹھیٹھ دیہاتی مسلمان کے آپ سے حسب ذیل باتیں دریافت کرنے پر اپنے کو مجبور کرتا ہوں +

(۱) آپ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ ہم نے جدہ کی حزب الوطنی جماعت سے معاہدہ کیا ہے۔ ہم روپیہ مہیا کریں گے۔ اور وہ فوج کا انتظام کر کے ابن سعود کو حجاز سے نکالیگی۔ کیا یہ وفد اسی خونریزی کی ابتدا کرانے جا رہا ہے۔ کیا دیار حبیب کے علاوہ آپ کا ذوق خون آشامی کہیں اور نہیں پورا ہو سکتا؟ اور کیا بلد الامین کے لئے ہر مسلمان کے دل میں ایسا ہی خونریز احترام ہونا چاہیئے؟

(۲) حیدرآباد میں حضور نظام سے مل کر آپ کا یہ کہنے کا ارادہ تھا کہ اب آپ کچھ کریں ورنہ میں حجاز جا کر اپنی جان دیدوں گا۔ اس پر آپ نے عمل کیا یا نہیں؟ اگر کیا تو کیا نظام کے پاس کوئی ایسا ذریعہ ہے جس سے بلا انگریزی امداد کے وہ حجاز میں مداخلت کر سکیں۔ اگر نہیں کیا یا نظام نے آپکی درخواست پر توجہ نہیں کی تو کیا ہم لوگ آپکی حجاز سے واپسی کے منتظر نہ رہیں +

(۳) مولوی حامد رضا خاں بریلوی کو اپنی جماعت میں شامل کرنے کے لئے آپ نے اپنے تین سو ساٹھ کفروں پر جو باقاعدہ توبہ نامہ لکھ کر دیا ہے کیا اس میں کوئی دفعہ انگریزی حکومت سے سرتابی کی بھی ہے؟ اور کیا آپ نے اس سے بھی توبہ کی ہے؟

(۴)۔ آپ نے اپنی اوما نیسرائے کی جس بالواسطہ گفتگو کا تذکرہ مجھ سے کیا تھا وہ سر محمد شفیع کے ذریعہ سے ہو رہی ہے؟ الطاف الرحمن نے گفتگو کی خبر کے متعلق جو تردیدی تار دیا ہے۔ کیا آپ کو اس کا علم ہے؟ وہ تار بجائے لکھنؤ سے شملہ سے کیوں شائع ہوا ہے؟

(۵)۔ کیا اس بنا پر کہ مولانا محمد علی اکثر اپنی تقریروں میں یہ کہدیا کرتے ہیں کہ اگر ہندو میرے ماں باپ کو ذلیل کریں تب بھی میں اُن سے نہ لڑونگا آپ اب بھی خاین ہیں [illegible] کو زیادہ عزت نہیں دیتے

(۶)۔ آپ نے فرمایا تھا کہ محمد علی میری ذات پر حملہ کرتے ہیں" اور "فرنگی محل کے جامع الشروط خلیفہ" کا جملہ اپنے ہمدرد سے ثبوت میں نقل کیا تھا۔ یہ بھی فرمایا تھا کہ "محمد علی فرنگی محل کے وقار کو صدمہ پہنچانا چاہتے ہیں" لکھنؤ کے جلسہ میں آپ کے [illegible] نے کیا اسی کا انتقام لیا ہے؟ آپ کا ایک قول یہ بھی تھا کہ "جس وقت میں نے خلافت کمیٹی قایم کی ہے محمد علی شوکت علی کہاں تھے۔ اب یہ انجمن بنا رہا ہوں اس میں بھی بیسیوں محمد علی شوکت علی پیدا ہو جائیں گے" لکھنؤ کے جلسہ میں جن لوگوں نے "نہ سنیں گے" کا شور بلند کیا کیا وہی نئے محمد علی شوکت علی ہیں؟

(۷)۔ خلافت کمیٹی کی روح رواں محمد علی شوکت علی۔ مولانا ابوالکلام آزاد۔ حکیم اجمل خاں۔ اور ڈاکٹر انصاری کے ایسے سرفروش اور آسمان کے نیچے سوا خدا کے کسی سے نہ ڈرنے والے لوگ ہیں۔ اس کی بابت تو آپ کی رائے یہ تھی وہ حکومت کی منظور نظر ہے یہ فرمایئے کہ اپنی جماعت کے متعلق کیا خیال ہے جس میں خان بہادر شمس العلماء حجی حضوری۔ اور تعلقدار ممبر ہیں اور جس کے سارے گدیہ کے ایک تیسرے درجہ کے تعلقہ دار ہیں۔ جن کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ تعلقدار ہو جانے کے بعد انہوں نے ایک حرف بھی اپنی زبان سے حکومت کے خلاف نہیں نکالا ہے +

(۸)۔ عین حضرت عمرؓ کی شہادت کے روز جس دن شیعہ عید غدیر مناتے ہیں کانفرنس کرنے کی آپ کو کیا ضرورت پیش آئی تھی؟ شیعہ سنی اتحاد کے لیے کیا اس سے بہتر دن نہیں مل سکتا تھا؟ کیا اس کانفرنس میں حضرت عمرؓ کے نام پر کسی نے نعرہ لگایا تھا جو کسی عالم صاحب نے سنا تھا اور سن کر چپ ہو رہے تھے؟ کیا اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ ابن سعود کو ارض پاک سے خارج کرنے کے لیے علمائے کرام اور صوفیائے عظام خلفائے راشدین کی شان میں گالیاں تک سننے پر آمادہ ہیں +

(۹)۔ کیا آپ کو اس کا علم ہے کہ شریف نے اپنے عہد حکومت میں مکہ معظمہ میں ایک نیا مصلے شیعوں کے لیے قایم کر دیا تھا اور مدینہ منورہ میں شیعہ گورنر مقرر کیا تھا اسی بنا پر زیادہ تر شیعہ لوگ اس کے ہوا خواہ ہیں۔ شریف کی یہ حرکات کیا آپ بھی بنظر استحسان دیکھتے ہیں؟

(۱۰)۔ آپ نے میرے سامنے تذکرہ فرمایا تھا کہ "اگر شیعہ فلاں فلاں بات کا اعتقاد رکھتے ہیں تو وہ ضرور کافر ہیں" کیا آپ کا اب بھی یہی فتولے ہے؟

مجھے امید ہے کہ میرے ان سوالات کا جواب آپ اخبار کے ذریعہ بہت جلد عنایت کریں گے۔ یہ بھی عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ آپکی "پردہ کانفرنس" میں میں عدم افشائے وعدہ اور رازداری کے عہد کے بعد داخل ہوا تھا اس لیے اس "خلوت" میں جو جو "کار دیگر" ہوئے ہیں ان میں کی اپنی آنکھوں دیکھی اور اپنے کانوں سنی۔ کوئی بات میں نے اب تک شائع نہیں کی۔ آپ مجھے عہد شکنی [illegible] گا۔ ورنہ آپ کو مفتیوں اور زیادہ شکایت ہوگی +

خاکسار عبدالعلی قدوائی۔
زمیندار کھیارہ۔ ڈاک خانہ جہانگیرآباد ضلع بارہ بنکی

صوفی جماعت علی شاہ کے کمالات روحانی

(منقول از اخبار ہمدرد دہلی)

سیالکوٹ کے ضلع میں علی پور ایک آبادی ہے صوفی صاحب اسی مقام کے باشندے ہیں۔ رنگ خوب گورا ہے۔ قد لمبا ہے۔ آنکھیں بڑی بڑی اور نگاہیں شرم آلود دزدیدہ۔ یا متجسس نظر آتی ہیں۔ عمر پچاس سال کے قریب ہے۔ آواز اچھی [illegible] بولتے ہیں تو خوش خلقی کی سعی کرتے ہیں +

نقشبندیہ خاندان میں پیری مریدی کا [illegible] جناب کے کامیاب کاروبار میں ہمیشہ خوب چلتا ہے۔ انگریزی تعلیم یافتہ لوگوں کو مرید کرنے کی

رہتے ہیں۔ اس واسطے ایک انجمن بھی بنائی ہے۔ اخباری پروپگنڈہ کی طاقت سے واقف ہیں۔ اخبارات و رسایل کو در پردہ امداد دیکر اپنی شان میں نظم و نثر کے قصاید شایع کرتے رہتے ہیں +

از حد لمننی بزرگ ہیں۔ ہمیشہ مریدوں کے ہاں دورے لگاتے رہتے ہیں۔ کشمیر۔ میسور۔ حیدرآباد۔ بمبئی کی خوش عقیدہ ذہنیت کو ان سے زیادہ بہت کم لوگوں نے کیا ہوگا۔ اس لئے ہمیشہ انہی مقامات کے دورے کرتے ہیں اور نذر و نیاز کے علاوہ مسجد و مدرسہ و انسداد [illegible] وغیرہ نام سے بکثرت چندے جمع کرتے ہیں +

ہمیشہ ان کے ساتھ مفت کی روٹیاں کھانے والوں کی بھیڑ جمع رہتی ہے نکمے بے فکرے۔ کاہل وجود آدمی ان کے مرید ہو کر گھر گھر دعوتیں کھاتے پھرتے ہیں جو مرید ان کی دعوت کرتا ہے دس کی جگہ پچاس آدمی کا کھانا پکاتا ہے۔ کیونکہ یہ بن بلائے آدمیوں کی بھیڑ کو سمیٹ کر دعوت میں لیجانے کے عادی ہیں۔ اور اسی میں اپنی شان دیکھتے ہیں +

بااثر اور زبان دراز اخبارات سے بہت ڈرتے ہیں اور مختلف حیلوں سے روپے دیکر ان کی دہان دوزی کرتے رہتے ہیں

نفاق انگیزی ان کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو ہندوؤں سے اور سنیوں کو شیعوں سے اور قادیانیوں سے اور وہابیوں سے رات دن لڑاتے رہتے ہیں۔ کیونکہ آجکل اسی نفاق انگیزی سے جتھہ بندی ہوتی ہے۔ اپنے وعظ میں ہندوؤں کو اور شیعوں کو اور قادیانیوں کو اور وہابیوں کو اس قدر فحش گالیاں دیتے ہیں کہ چودھویں صدی کی تہذیب ہاتھ باندھکر سامنے آجاتی ہے +

انگریزی سرکار کی حلقہ بگوشی مگر انگریزی سرکار کے نہایت خیر خواہ ہیں۔ اور مریدوں کو اطاعت و وفاداری کی تعلیم دیتے رہتے ہیں۔ مزاج میں تحمل و برداشت حد سے زیادہ ہے ایک دفعہ حضور نظام کے دستر خوان پر تھے۔ اپنا جھوٹا نوالہ حضور کو دینے لگے۔ جیسا کہ خوش اعتقاد مریدوں کو دیا کرتے ہیں۔ حضور نظام برہم ہوگئے اور کھڑے کھڑے دستر خوان سے اٹھا دیا۔ انہوں نے وہاں تو صبر کیا مگر انگریزی علاقہ میں جاکر کہا کہ نظام کے عقاید میں خرابی آگئی ہے اور ان کو رات دن روپیہ جمع کرانے کی دھن لگی رہتی ہے +

ابن سعود کی مخالفت میں زبانی کوشش کے علاوہ روپیہ بھی بے دریغ خرچ کرتے ہیں اور لوگوں کو تعجب ہے۔ کہ وہ کہاں سے آتا ہے۔ احمد آباد بمبئی میں شورش پیدا کر کے حیدرآباد گئے وہاں بالکل امن تھا۔ انہوں نے اپنے جلسہ کا اعلان کرایا۔ حضور نظام نے حکم دیا کہ ان کو وعظ نہ کہنے دو۔ میری رعایا میں باہمی بگاڑ پیدا ہوگا +

جمعہ کے دن مکہ مسجد میں حضور نظام نے ان کو دیکھا تو تمام نمازیوں کے سامنے کہا کہ تم نے یہ کیا حمد و ثنا کی شان بنائی ہے عجز و انکسار پیدا کرو۔ صوفی صاحب دم بخود گردن جھکائے سنتے رہے۔ باہر نکلکر مریدوں سے کہا کہ نظام کے دماغ میں کچھ خلل آگیا ہے۔ بزرگوں کو نصیحت کرتا ہے اپنے اعمال و افعال کو نہیں دیکھتا۔ نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے رات دن روپیہ جمع کرتا ہے۔ انگریزی حکومت اس سے لاکھ درجہ اچھی ہے +

مولینا شوکت علی۔ مولینا محمد علی۔ مولینا ظفر علی خاں وغیرہ حامیان ابن سعود کو سب و شتم کرنا اور مسلمانوں کو ان کے خلاف بھڑکانا تو معمولی کام ہے مگر حضور نظام کو بھی مریدوں کے سامنے رات دن برا کہتے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ مجھکو جو دو سو روپیہ ماہوار نظام دیتا ہے یہ رشوت ہے تاکہ میں اس کے پوشیدہ راز انگریزی علاقہ میں ظاہر نہ کروں۔ اسواسطے میں یہ روپے اپنے خرچ میں نہیں لاتا۔ خیرات کر دیتا ہوں کیونکہ ایسے مشتبہ روپے مجھکو جایز نہیں +

مہاراجہ کشن پرشاد سابق وزیر اعظم حیدرآباد کی نسبت ان کا بیان ہے کہ وہ وزارت کے لئے اسلام سے محبت ظاہر کرتے ہیں ورنہ وہ تو پکے ریاکار منافق ہیں۔ نواب سالار جنگ کی شیعیت کو برا کہتے ہیں اور آزاد خیالی کو پسند کرتے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ انگریزی گورنمنٹ سے میل جول کی طاقت سے وہ قایم ہیں۔ ورنہ اب تک حضور نظام ان کی جاگیر ضبط کر لیتے مرید عورتوں کو بے پردہ سامنے بلاتے ہیں۔ اور عورتوں کے حلقہ میں بیٹھکر ان کو توجہ دیتے ہیں۔ وہ آجکل کے ہر پیر سے زیادہ دولتمند ہیں اور ملک پور میں ان کی دولت کے بڑے بڑے آثار قایم ہوگئے ہیں +

جب ان کا انتقال ہو جائیگا تو ان کے روحانی کمالات کتابوں میں لکھے رہ جائیں گے۔ ورنہ اب تک تو دنیا ان کی نسبت مختلف قسم کے شبہات میں مبتلا ہے +

راقم۔ ایک مسلمان

انجمن حمایت اسلام لاہور کا

آیندہ سالانہ اجلاس ۲۰-۲۱-۲۲-۲۳ دسمبر ۱۹۲۵ء کو اسلامیہ کالج کے میدان میں منعقد ہونا قرار پایا ہے۔ ۱۹ دسمبر ۱۹۲۵ء کو سال گذشتہ کی طرح جلوس نکلیگا اور ۲۱ دسمبر ۱۹۲۵ء کو جلسہ کے متعلق جسمانی ورزش کی نمایش ہوگی۔ مقتدر بزرگان قوم۔ علمائے کرام مشہور مقرران و مستند ناظم صاحبان اپنے کلام و نصایح سے حاضرین کو مستفیض فرماوینگے اور جلسہ میں ضروری قومی و اسلامی معاملات پر بحث و مشورہ ہوگا۔ امید ہے کہ خدائے تعالے اپنے فضل و کرم سے جلسہ کو غیر معمولی کامیابی بخشیگا۔ مفصل پروگرام عنقریب شایع کیا جائیگا +

عام مسلمانوں سے عموماً اور آپ کے اخبار کے ناظرین سے خصوصاً استدعا ہے کہ اجلاس ہذا میں اپنی شرکت سے انجمن کو ممنون فرمائیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔ لاہور سے باہر کے شامل ہونے والے حضرات سے یہ بھی التجا ہے۔ کہ وہ اپنی تشریف آوری کی تاریخ و وقت سے نیازمند کو مطلع فرماویں۔ تاکہ ان کے استقبال و قیام کا انتظام کیا جاوے۔ قیام اور کھانے کا انتظام انجمن کی طرف سے ہوگا +

داخلہ کے ٹکٹ کی شرح حسب ذیل ہے:-

پلیٹ فارم خاص: ہے کے خرید کرنیوالے اصحاب ایک سال کے لئے

کرسی صہ انجمن کے ممبر ہونگے۔ اور سالانہ جلسہ کے وقت بحث و مشورہ میں ان کو رائے دینے کا حق بھی ہوگا +

کرسی (وزیٹر) عہ یہ ممبر تصور نہ ہونگے اور نہ رائے دے

فرش مفت سکیں گے +

علاوہ ازیں میں آپ کی توجہ انجمن کی روز افزوں ضروریات کی طرف مبذول کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ سال رواں میں عمارات اور اسلامیہ کالج کی ترقی پر ایک معتدبہ رقم خرچ ہو چکی ہے۔ اور ۱۹۲۶ء کے مصارف کا تخمینہ بھی تقریباً آٹھ لاکھ روپیہ کا ہے۔ اور میں مستدعی ہوں کہ آپ کے ناظرین خود بھی مالی امداد بخشیں اور اپنے احباب و اقارب سے چندہ جمع کر کے ارسال فرماویں +

عبد العزیز۔ آنریری سکرٹری

اخبار احمدیہ

مولانا مولوی صدر الدین صاحب منٹگمری میں ہیں۔ اور اشاعت کے کام میں مصروف ہیں +

ہمارا ایک احمدی بھائی مسمی فیض محمد ساکن نبہ رنگ تحصیل حافظ آباد بمقام ہری پور جو کہ ایک مقدمہ کی پیشی کے لئے تشریف لے گیا تھا بقضائے الہی بمقام ہری پور فوت ہو گیا ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون احباب جنازہ غایب پڑھیں۔ اللہ تعالے انکو مغفرت بخشے +

جنازہ غائب حاجی مولا بخش صاحب مالک کالونی ہوس لائل پور کا انتقال ہو گیا۔ جمعہ کی نماز کے بعد ان کا جنازہ غایب حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے پڑھا احباب بھی ان کی نماز جنازہ غائب پڑھکر عند اللہ ماجور ہوں +

احباب کو یہ خبر سنکر رنج عظیم ہوگا کہ منشی محمد الدین صاحب مالک کارخانہ ٹرنک شہر سیالکوٹ جو ایک نہایت ہی مخلص اور حضرت موعود کے پہلے خادموں میں سے ہیں ان کا لخت جگر عزیز محمد عبد اللہ صرف بیس بائیس گھنٹہ بیمار رہکر بتاریخ ۱۸ نومبر ۱۹۲۵ء کو فوت ہوگئے انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ہمیں اس خبر سے نہایت رنج اور افسوس ہوا ہے اور منشی محمد الدین صاحب کے غم میں پوری پوری ان کے ساتھ ہمدردی ہے۔ اللہ تعالے انکو صبر اور اجر عطا فرمائے اور مرحوم کو غریق رحمت فرمائے احباب جنازہ غایب ضرور پڑھیں اور مرحوم کی مغفرت کے لئے دعا کریں +

ضرورت

انجمن کے دفتر کے واسطے ایک ہوشیار و قابل کلرک کی ضرورت ہے جس کے سپرد ذمہ واری کا کام کیا جاوے۔ اخبار میں پہلے اعلان کیا گیا تھا اور درخواستیں طلب کی گئیں۔ لیکن اس وقت تک کوئی موزوں آدمی نہیں ملا تنخواہ حسب لیاقت دی جاویگی +

ظہور احمد۔ سکرٹری

شہنشاہ معظم کی والدہ ملکہ الگزینڈرا کا انتقال

لنڈن ۲۱ نومبر۔ ملکہ الگزینڈرا کا آج شام کو پانچ بجکر ۲۴ منٹ پر انتقال ہو گیا۔ آپ کی عمر اکیاسی سال سے چند دن کم تھی۔ آپ عرصہ سے علیل تھیں لیکن کل ان کی طبیعت زیادہ خراب ہو گئی۔ نزع کی حالت کا شنکر ملک معظم ملکہ معظمہ نیز شاہی خاندان کے دوسرے اراکین جمع ہوگئے۔ اور انتقال کے وقت سب موجود تھے۔ اس حادثہ کی وجہ سے متعدد مراسم ملتوی کر دیئے گئے جن میں سب سے زیادہ قابل ذکر وہ دعوت ہے جو شہزادہ ویلز کے اعزاز میں گلڈ ہال میں دی جانیوالی تھی۔ کھانے کی میزیں لگ چکی تھیں۔ اور بہت سے مہمان بھی آچکے تھے کہ اس خبر کے پہنچنے پر تمام سامان دعوت اس شفاخانہ میں بھیجدیا گیا جس سے ملکہ آنجہانی دلچسپی لیا کرتی تھیں +

ملکہ الگزینڈرا کے ایک صاحبزادہ اور تین صاحبزادیاں بقید حیات ہیں یعنی ملک معظم جارج پنجم شہزادی رائل ڈچز آف فایف شہزادی وکٹوریا الگزینڈرا۔ ملکہ میری ملکہ ناروے آخر الذکر دونوں اپنی والدہ کی تیمارداری میں آخر وقت تک مصروف رہیں ملکہ آنجہانی اپنے شوہر یعنی قیصر ایڈورڈ ہفتم کیساتھ ۱۹۰۱ء میں انگلستان کی ملکہ تھیں ۱۹۱۰ء میں قیصر ایڈورڈ کی وفات کے بعد ۱۵ سال گذشتہ گزنی میں گذارے آپ شاہ ڈنمارک کی دختر اور ہندوستان کی بہن تھیں اس

آنکھ کی بینظیر دوائی کے متعلق

ایک سردار کی حلفیہ شہادت

مکرمی جناب محمد احمد اینڈ کمپنی قادیان۔ السلام علیکم۔ میں خدا کو حاضر ناظر جان کر شہادت دیتا ہوں کہ میں نے آپ کی بینظیر آنکھ کی دوائی کا اپنے گھروں میں استعمال کرایا۔ اس کو نہایت مفید پایا میرے لڑکے کی آنکھیں بہت خراب تھیں۔ اس کے استعمال سے بہت جلد اچھی ہوگئیں۔ اس کے ذریعہ شفا پائی ہے۔ میں آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ اس گواہی کو مخلوق خدا کی عام گواہی کے لئے شایع فرمائیں۔ دستخط عزیز خان جمعدار ایڈجوٹنٹ ۱۲ کیمل پور۔ راولپنڈی ساکن موضع کیمل پور تحصیل فتح جنگ ضلع اٹک۔ دراصل یہ دوائی حکیم نور الدین صاحب مغفور کی ایجاد ہے۔ ککروں اور دیگر امراض چشم کے لئے اکسیر ہے اگر کوئی شخص اس کو غیر مفید ثابت کرے۔ تو ہم اس کو ایک صد روپیہ انعام دیں گے۔

قیمت فی تولہ ایک روپیہ (عہ)

(نوٹ) ہر جگہ ایجنٹ درکار ہیں۔ جن کو پانچ فی صدی کمشن دیا جائیگا۔

محمد احمد اینڈ کمپنی قادیان

سول انجنیرنگ کالج کپورتھلہ

بہ سرپرستی و امداد

ہز ہائی نس عالیجناب مہاراجہ صاحب بہادر دام اقبالہ سال گذشتہ پر کالج بذا کو ریاست نے ریکگنائز کر لیا ہے۔ یہاں کے طلبا گورنمنٹ کے ہر محکمہ میں مختلف تنخواہوں پر کام کر رہے ہیں بہت اخبارات اور انجنیرز کے علاوہ ڈایریکٹر جنرل ملٹری ورکس انڈیا ایجوکیشنل کمشنر انڈیا گورنمنٹ کے نیز ایسے جلیل القدر حکام نے یہاں کی تعلیم ضبط۔ نظم۔ نسق اور شاف کی تعریف فرمائی ہے۔ سب اوورسیر اور سب انجنیر کلاسز کی پراسپکٹس ملازم شدہ طلبا کی فہرست معہ احکام سرٹیفکیٹ منیجنگ ڈائرکٹر صاحب سے مفت پا سکتے ہیں

ایک نہایت ہی خوبصورت زیور

جسے امریکہ اور انگلستان کے شریف اور بڑے بڑے گھرانے کی نیک خواتین نے پسند فرمایا ہے۔ بلکہ خوبصورتی کا زیور قرار دیا ہے یہ ایک نہایت ہی مضبوط خوبصورت چمکدار فینسی لیڈی رسٹ واچ ہے جو تمام امریکن سنہری گھڑیوں میں سے پسند کی گئی ہے کلائی پر بندھی ہوئی نہایت قیمتی سے قیمتی زیور کو بھی فوقیت لے جاتی ہے۔ سائز مین کے برابر ہے گارنٹی چھ سال قیمت صرف چھ روپیہ آٹھ آنے دہرے

ملنے کا پتہ:- منیجر دی ریلایبل سپلائنگ کمپنی لودھیانہ

پیغام صلح لاہور

ہفتہ میں دوبار، یک شنبہ و چہار شنبہ کو شائع ہوتا ہے

قیمت سالانہ عہ ششماہی ؏ سہ ماہی ؏

طلباء سے سالانہ سہر

جلد ۱۳ | مدینۃ المسیح لاہور | یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۱۶ جمادی الاول ۱۳۴۴ھ ہجری مطابق ۲ دسمبر ۱۹۲۵ء عیسوی | نمبر ۱۱۰

حضرت امیر کا ارشاد

تمام احباب جلسہ پر ضرور آئیں

دعوت احباب

برادران مکرم۔ السَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔

اللہ تعالےٰ کے فضل و احسان نے ہماری بڑی دستگیری فرمائی ہے اور اپنی خاص نصرت اور تائید سے ہمیں کامیابی کے ساتھ بہت سے مشکل مراحل سے گذارا ہے اس ایک سال میں علاوہ انجمن کے معمولی کاموں کے ہائی سکول کی شاندار عمارت قریباً سوا لاکھ روپے کی لاگت کی کھڑی ہوگئی ہے۔ برلن مسجد کا کام بھی اس کے ساتھ ہی تکمیل کو پہنچ رہا ہے۔ لیکن اگر ایک طرف اللہ تعالےٰ کے یہ افضال ہیں تو دوسری طرف خاص مشکلات بھی ہیں جن میں سے ہماری قوم اس وقت گذر رہی ہے برلن مسجد کی تکمیل کا سوال ابھی سامنے ہے اور اس کا بوجھ ابھی ہماری پیٹھ سے اترا نہیں جماعت کی تنظیم کا اہم کام بھی ناقص حالت میں ہے جماعت کی ترقی کے لئے جس کے ساتھ خدمت اسلام کا یہ سارا کام وابستہ ہے بہت بڑی کوشش بکار ہے۔ رایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجاً کی دلکش صدا ہمارے کانوں میں گونج رہی ہے لیکن اس نظارے کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے لئے بہت بڑی سعی اور عظیم الشان قربانیوں کی ضرورت ہے۔ دنیا تاریکی اور ظلمت سے پُر ہے اور قرآن کریم کی روشنی کے ساتھ اس ظلمت کو پاش پاش کرنے کا کام اتنا اہم ہے کہ اس کے لئے انعمت علیہم کا عزم و ایثار بکار ہے۔ ان تمام امور پر غور و فکر کے لئے ان کا حل سوچنے کے لئے ہماری احمدی قوم کے جلسہ سالانہ کا اجتماع ہے۔ اور یہ ہمارا بارھواں سالانہ اجلاس ہے۔ اگر باراں سال بعد بھی ہماری قوم میں وہ طاقت پیدا نہ ہو جس کے ساتھ وہ دنیا میں خود زندہ رہنے کے علاوہ زندگی کے پانی سے دنیا کو سیراب کرسکتی ہو تو مقام افسوس ہوگا۔

میں اُن جملہ احباب کو جو لاہور کی احمدی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں ۲۵ دسمبر کی دوپہر سے ۲۸ دسمبر کی دوپہر تک

دعوت دیتا ہوں

اور امید کرتا ہوں کہ میری اس دعوت پر میرے دوست لبیک کہیں گے۔ ابتک ہم میں یہ نقص موجود ہے کہ بہت سے احباب چھوٹے چھوٹے عذروں کی وجہ سے یا محض سفر کی تکلیف سے بچنے کیلئے جلسہ سالانہ میں شمولیت اختیار نہیں کرتے اور بعض ہمارے دوست شاید اس اجتماع کو وہ اہمیت نہیں دیتے جو اس کا حق ہے۔ اس لئے میں اُن کی خدمت میں خصوصیت سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس غفلت کو ترک کردیں ہر ایک شخص کو خدا کے رستے میں نکلنے کا آج کہاں موقع ملتا ہے۔ یہ اللہ تعالےٰ کے فضل نے ہمیں ایک موقعہ دیا ہے کہ خدمت دین کیلئے گھر سے باہر نکلیں اور کچھ تکالیف خدا کے رستے میں اٹھائیں کیونکہ اس سے وہ حقیقی راحت پیدا ہوتی ہے جو انسان کو جنت میں لے جاتی ہے ایسا نہ ہو کہ کل کو ان غفلتوں پر افسوس کرنا پڑے جب افسوس کا فایدہ نہ ہوگا۔ ایسا نہ ہو کہ ہماری مشابہت ان لوگوں سے ہو جن کے متعلق ارشاد ہے۔ ان تقول نفس یٰحسرتیٰ علی ما فرطت فی جنب اللہ کہ وہ کہتے ہیں ہائے افسوس جو میں نے اللہ کے کام میں کوتاہی کی۔ بحیثیت ایک دوست ہونے کے مجھے اپنے دوستوں پر یہ حق بھی حاصل ہے کہ انہیں اپنی کسی ذاتی راحت یا رنج میں شامل ہونے کے لئے بلاؤں تو وہ میری آواز کو سنیں۔ مگر میں خدا کے دین کے رنج و راحت میں شامل ہونے کے لئے انہیں بلاتا ہوں اور جو با این ہمہ بھی بیدار ہونا نہیں چاہتے انہیں یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں۔ فستذکرون ما اقول لکم و افوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد اور جو احباب آئیں وہ یہ فکر کرکے آئیں کہ خدا کے دین کو قوت پہنچانے میں وہ کس طرح معاون ہوسکتے ہیں۔ والسلام

خاکسار
محمد علی

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۳ - ۱۵ جمادی الاول ۱۳۴۴ھ نمبر ۱۱۰

قادیان کا نظام جدید

میاں محمود احمد صاحب کی اپنے سابقہ فیصلوں پر نظر ثانی

حضرت مسیح موعود کا اسلام کے بنیادی مسئلے کو نہ سمجھنا اور وفات تک غلطی پر رہنا

میاں صاحب کا خود بیس سال کے بعد اس غلطی کو سمجھنا

احمدی احباب کو معلوم ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جب اپنی وفات کے متعلق پے در پے الہامات ہوئے تو آپ نے ایک وصیت لکھی اور ایک انجمن بنائی۔ جس کے قواعد آپ کی منظوری سے مرتب ہوئے اور انہی قواعد کے ماتحت یہ انجمن حضرت صاحب کی بقیہ زندگی میں سلسلہ کے سارے کاروبار سر انجام دیتی رہی۔ پھر آپ کی وفات کے بعد حضرت مولوی نور الدین صاحب کی زندگی میں بھی اسی انجمن کے سپرد سلسلہ کے سارے کاروبار رہے۔ یہانتک کہ لنگرخانہ جس کا انتظام حضرت مسیح موعود اپنی وفات تک خود کرتے رہے تھے وہ بھی حضرت مولینا مرحوم کی زندگی میں انجمن کے سپرد ہو گیا۔ لیکن صاحبزادہ محمود احمد صاحب نے خلافت کے اختیارات لیتے ہی ایک اور انجمن بنام "ترقی اسلام" کی بنیاد رکھی اور اسی سلسلہ میں کچھ نظارتیں قایم کیں۔ اور یوں حضرت مسیح موعود کی قایم کردہ انجمن کے بالمقابل ایک نیا نظام قایم کیا۔ اور اس انجمن کے قواعد میں بھی ایک ایسی تبدیلی کی جس نے انجمن کے وجود کو خلیفہ کی مرضی کے پورا کرنے کا ایک آلہ بنا دیا اور اس کی وہ بنیاد نہ رہنے دی جو حضرت مسیح موعود نے قایم کی تھی۔ آج صاحبزادہ صاحب نے پورے گیارہ سال گذرنے کے بعد اپنی اس کارروائی پر نظر ثانی کی ہے۔ اور انجمن ترقی اسلام کو مشاورت نظارتوں کو صدر انجمن کے ہی ماتحت کر دیا ہے۔ مگر نہ اس بنیاد پر جس بنیاد پر حضرت مسیح موعود نے اسے قایم کیا تھا۔ بلکہ ایک نیا اصول قایم کر کے اسکی کایا ہی پلٹ دی ہے۔ صاحبزادہ صاحب کی سابقہ کارروائی کا نتیجہ ان کی اپنی تحریر کے مطابق یہ ہوا کہ قوم کا ہزارہا روپیہ گیارہ سال میں برباد ہوا۔ اور یہی وجہ ہوئی کہ انہیں اس پر نظر ثانی کرنے کی ضرورت پیش آئی۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ انسان کے بنائے ہوئے قواعد پر یا کاموں پر نظر ثانی کرنا گناہ ہے یا ان میں ترمیم کرنا عیب ہے۔ بلا شبہ تجربہ سے کاموں کے نقص معلوم ہوتے ہیں۔ اور اپنے کئے ہوئے کام کی غلطی کو تسلیم کر لینا بڑی دانشمندی ہے۔ گو نظارت وہ امر عزم کے خلاف ہی علوم صریح غلطیوں کے سامنے عزم کے بت کی پرستش کرنا سب سے بڑی غلطی اور ہم سچے دل سے صاحبزادہ صاحب کو ان کی اس نظر ثانی پر اس حد تک مبارکباد دیتے ہیں کہ انہوں نے نظر ثانی کی گو اس نظر ثانی میں حضرت مسیح موعود کے کاموں کے قایم کردہ طریق عمل کی صریح تحقیر ہے۔ قوم کے روپے کی بربادی کا افسوس خود صاحبزادہ صاحب کو بھی ہے جو ان کے ترقی اسلام کی انجمن علیحدہ بنانے اور نظارتیں قایم کرنے کا نتیجہ ہے جیسا کہ وہ خود لکھتے ہیں۔

"اس وقت تک دونوں طریقوں کے علیحدہ علیحدہ ہونے کی وجہ سے بعض نقصانات ہو رہے تھے۔ جن کے دور کرنے کے لئے ضروری سمجھا گیا کہ دونوں کو ملا دیا جائے سب سے پہلا نقصان تو یہ تھا کہ خرچ میں زیادتی تھی .... دوسرا نقص یہ تھا کہ دو محکموں کے علیحدہ علیحدہ ہونے کی وجہ سے آمدن کم ہوتی تھی .... پھر اس طرح ایک ملکی سی رقابت بھی دونوں صیغوں میں پیدا ہو گئی .... اسی وجہ سے نہ صرف دونوں صیغوں میں کشمکش ہوتی تھی بلکہ جس طرح دو بیویوں والے خاوند کی شامت آ جاتی ہے اسی طرح میری حالت ہوتی تھی .... پھر ایک اور نقص تھا اور وہ وقت کا ضائع ہوتا تھا"۔

جناب میاں صاحب نے ان نقصوں کی اصلاح کے لئے قدم اٹھایا اور مشورہ طلب کیا۔ اور ان کے اپنے الفاظ میں "۱۹۲۴ء میں جو مجلس شوریٰ ہوئی اس میں بڑی بحث و مباحثے اور تبادلہ خیالات کے بعد یہ فیصلہ ہوا تھا کہ ان دونوں صیغوں کو ملا دیا جائے اور مجلس معتمدین کے کام کو بھی نظارت کے سپرد کر دیا جائے"۔ یعنی مجلس معتمدین کو توڑ دیا جائے اور نظارتیں قایم رہیں۔ مگر میاں صاحب نے شوریٰ کی اس رائے کو صحیح نہ سمجھ کر فیصلے کو بدل دیا اور یہ قرار دیا کہ ترقی اسلام کو توڑ دیا جائے اور نظارتوں کو مجلس معتمدین کے ماتحت کر دیا جائے۔ گو اسکے ساتھ ہی مجلس معتمدین کی کچھ ہیئت کا پلٹنے کی ضرورت محسوس ہوئی جسکا ذکر آگے آئیگا۔ شوریٰ کے فیصلے کو قبول نہ کرنے کی وجہ یہ ہوئی کہ شوریٰ نے حضرت مسیح موعود کے قایم کردہ نام کو بھی مٹانا چاہا تھا مگر میاں صاحب نے اسے پسند نہیں کیا۔ جیسا کہ وہ لکھتے ہیں:۔

"میں نے اس فیصلہ کے بعد غور کر کے اس میں کسی قدر تبدیلی کر دی ہے اور وہ یہ کہ جیسا کہ میں نے بارہا سنایا ہے۔ صدر انجمن کا نام اور اس کے کام کا طریق اوروں کا تجویز کردہ تھا نہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لیکن چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس کے متعلق منظوری ہو چکی تھی اس لئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ تمام نام جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں قرار پا چکے تھے ان کو قایم رکھا جائے .... کیا وجہ ہے کہ اس نام کو چھوڑ دیا جائے جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تجویز نہ کیا ہو مگر آپنے منظور کیا ہو پس بجائے اس کے کہ نظارت کے قواعد میں تبدیلی کر کے مجلس معتمدین کو اس میں شامل کر دیا جاتا میں نے یہ مناسب سمجھا کہ مجلس معتمدین کے قواعد میں تبدیلی کر کے نظارت کو اس میں شامل کر دیا جائے"۔

جناب میاں صاحب نے ساری قوم کے مشورہ کو رد کر کے حضرت مسیح موعود کے منظور کردہ **نام** کو قایم رکھا یہ بھی کوئی خوشی کا مقام نہیں کیونکہ خود میاں صاحب لکھتے ہیں کہ "صدر انجمن کا نام اور اس کے کام کا طریق" دونوں حضرت مسیح موعود کے منظور کردہ تھے۔ تو جہاں اتنی مدت کے بعد میاں صاحب نے نقایص دیکھ کر نام کی طرف توجہ کی کیا اچھا ہوتا کہ بجائے نام کے وہ کام کے طریق کی طرف توجہ کرتے۔ نام کیا چیز ہے۔ اگر وہ بدل جائے اور کام کا طریق نہ بدلے تو کچھ حرج نہیں۔ لیکن اگر نام قایم رہے اور کام کا طریق وہ نہ رہے تو اس نام کا رہنا نہ رہنا برابر ہے۔ بلکہ یہ نام کی پرستش ہے۔ جس طرح ایک جسم کے اندر جان ہوتی ہے وہ جان نکل جائے تو جسم لاش کی طرح رہ جاتا ہے۔ اسی طرح نام جسم کے قایم مقام ہے۔ اور کام کا طریق اس کی روح ہے۔ میاں صاحب نے نام کی طرف توجہ فرمائی مگر کام کے طریق کو اور بھی تبدیل کر کے گویا نام کی لاش قوم میں باقی رکھ لی ہے کہ وہ اس مردہ کو کندھوں پر اٹھائے پھریں اور اس کی پرستش کریں ہماری رائے یہ ہے کہ یہ انہوں نے ارادتاً نہیں کیا بلکہ قصور قوم کا ہے جسکو اب اتنی جرات ہی باقی نہیں رہی کہ وہ جناب میاں صاحب کی خدمت میں عرض کرتے کہ نام آپ جو چاہیں رکھ دیں لیکن کام کا طریق جو اس نام کے نیچے اصل حقیقت ہے وہ تبدیل نہیں ہونا چاہیے جب نام اور کام کا طریق دونوں کے متعلق جناب میاں صاحب کو اعتراف ہے کہ حضرت صاحب کے منظور کردہ ہیں اور نام کی اس قدر عزت کی جاتی ہے کہ اس کا قایم رکھنا ضروری ہے تو کام کا طریق جو اس نام کی روح ہے اسے کیوں ضروری قرار نہیں دیا جاتا۔

ہم میاں صاحب سے باادب التماس کرتے ہیں کہ وہ اس معاملہ پر پھر نظر ثانی کریں۔ یہ تو صحیح ہے کہ صدر انجمن احمدیہ کا نام اوروں کا تجویز کردہ تھا اور حضرت مسیح موعود نے اسے منظور کیا تھا مگر کام کا طریق اوروں کا تجویز کردہ نہ تھا بلکہ یہ حضرت مسیح موعود کا اپنا تجویز کردہ تھا۔ کام کے طریق سے مراد وہ قواعد نہیں جو بنائے گئے۔ بلکہ مراد وہ بنیاد ہے جس پر وہ قواعد بنائے گئے۔ قواعد تو تبدیل ہوتے رہے ہیں اور تبدیل ہوتے رہیں گے۔ لیکن جس بنیاد پر وہ قواعد بنے تھے وہ بنیاد تبدیل نہیں ہو سکتی۔ اور وہی بنیاد سارے کام کی اصل روح ہے اور اس کا تجویز کرنے والا کوئی دوسرا نہ تھا۔ بلکہ خود حضرت مسیح موعود تھے اور یہ بنیاد ایک انجمن کا وجود ہے۔ جو ہمہ وجوہ کامل اختیارات رکھتی ہے اور کسی کے ماتحت نہیں۔ اس انجمن کی بنیاد حضرت صاحب نے خود رکھی اس وقت رکھی جب آپ کو موت کا پیغام پہنچا۔ دیکھو رسالہ الوصیت میں اس صورت میں "ایک انجمن چاہئے کہ ایسی آمدنی کا روپیہ جو وقتاً فوقتاً جمع ہوتا رہیگا اعلاء کلمہ اسلام اور اشاعت توحید میں جس طرح مناسب سمجھیں خرچ کریں"۔

حضرت مسیح موعود کے الفاظ **جس طرح مناسب سمجھیں خرچ کریں**۔ قابل غور ہیں۔ یہ انجمن جو کچھ بھی اس کا کام ہو کامل طور پر بااختیار انجمن ہے وہ کسی دوسرے کے ماتحت نہیں بلکہ جس طرح وہ خود چاہے ان اموال کو خرچ کرے اور آگے چلکر اور بھی صفائی سے لکھتے ہیں "چونکہ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے اسلئے اس انجمن کو دنیا داری کے رنگوں سے بکلی پاک رہنا ہوگا اور اسکے تمام معاملات نہایت صاف اور انصاف پر مبنی ہونے چاہئیں"۔ یہاں نہ صرف انجمن کو اپنا جانشین بتایا ہے بلکہ یہ بھی بتا دیا ہے کہ تمام معاملات کو وہی انجمن طے کرے گی اور وہ پوری بااختیار ہوگی۔

یہ تو حضرت صاحب کی ابتدائی تحریریں ہیں جو الوصیت میں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک بااختیار انجمن کی بنیاد حضرت مسیح موعود نے کسی کی تجویز سے نہیں رکھی نام بیشک اوروں نے رکھا اور حضرت صاحب نے منظور کیا۔ لیکن کام کا طریق یعنی یہ کہ جو کچھ معاملات ہوں وہ انجمن شوریٰ سے طے کرے اور وہ پوری بااختیار ہو۔ یہ خود حضرت مسیح موعود کی ہدایت الٰہی کے ماتحت اپنی تجویز ہے اس لئے نام بدل سکتا ہے مگر یہ کام کا طریق نہیں بدل سکتا کہ تمام معاملات انجمن کی رائے سے طے ہونگے ہاں انجمن اگر کسی کو کوئی اختیار دے تو دے وہ بھی اسی کا فیصلہ ہے اور اسی کی رائے سے طے ہوا ہے۔ اسے یہ بھی اختیار ہے کہ آج کسی کو ایک اختیار دے کل کو لے کیونکہ وہ بااختیار رہے۔ یہ حضرت مسیح موعود کے اپنے الفاظ کا صاف اور واضح مفہوم ہے چنانچہ مزید قوت دینے کے لئے آپ نے انجمن ہوگی بنادی جس کے پہلے قواعد آپ کی منظوری سے مرتب ہوئے اور آپ کے دستخط اصل رجسٹروں پر موجود ہیں۔ اس انجمن کو آپ کی زندگی میں ہی ایک واقعہ پیش آیا کہ انجمن کے ایک عہدیدار نے جو آپ سے خاص تعلق قرابت بھی رکھتے تھے انجمن کے احکام کی تکمیل سے انکار کیا۔ اور اس پر یہاں تک اصرار کیا کہ معاملہ حضرت صاحب تک پہنچا جس پر آپ خود اجلاس انجمن میں تشریف لائے اور ذیل کی تحریر اپنی قلم سے لکھ کر دے گئے۔

"میری رائے تو یہی ہے کہ جس امر پر انجمن کا فیصلہ ہو جائے کہ ایسا ہونا چاہئے اور کثرت رائے اس میں ہو جائے تو وہی امر صحیح سمجھنا چاہئے اور وہی قطعی ہونا چاہئے۔ لیکن اس قدر میں زیادہ لکھنا پسند کرتا ہوں کہ بعض دینی امور میں جو ہماری خاص اغراض سے تعلق رکھتے ہیں مجھ کو محض اطلاع دی جائے۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ انجمن خلاف منشاء میرے ہرگز نہ کریگی لیکن صرف احتیاطاً لکھا جاتا ہے کہ شاید وہ ایسا امر ہو کہ خدا تعالیٰ کا اس میں کوئی خاص ارادہ ہو۔ اور یہ **صورت صرف میری زندگی تک** ہے اور بعد میں ہر ایک امر میں صرف اس انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا۔ والسلام۔ مرزا غلام احمد ۲۷ اکتوبر ۱۹۰۷ء"۔

اس کھلی تحریر کے بعد جناب میاں صاحب نے جو کچھ کارروائی ۱۹۱۴ء میں کی کہ انجمن کو خلیفہ کے ماتحت کر دیا اور پھر الگ نظارتیں اور الگ انجمن ترقی اسلام قایم کر دی اور سلسلہ کے اموال کے کثیر حصہ کے خرچ کو بجائے انجمن کے ان کے سپرد کر دیا یہ سب کارروائی حضرت مسیح موعود کی کھلی تحریروں کے صاف صاف خلاف تھی اور ہے۔ اور اب نظر ثانی کے بعد جب جناب میاں صاحب نے حضرت مسیح موعود کے منظور کردہ نام کی تو اتنی عزت کی کہ جماعت کے فیصلہ کے باوجود انجمن کے نام کو مٹانا پسند نہ کیا۔ لیکن آپ کے تجویز کردہ اصول کو کہ اصل اختیار سب انجمن کے ہاتھ میں رہے اس طرح پاش پاش کیا کہ اگر پہلے اس کے کبھی زندہ ہونے کی امید تھی تو اب وہ بھی جاتی رہی۔ ہاں شاید کچھ عرصہ پھر تجربہ کر کے اور نقصان اٹھا کر پھر نظر ثانی کریں تو ممکن ہے اس طرف بھی توجہ کریں اور ہماری غرض اس وقت نہایت نیک نیتی سے یہی ہے کہ وہ حضرت صاحب کے منظور کردہ نام کو اگر چھوڑ بھی دیں تو حرج نہیں مگر کام کرنے کا طریق جو حضرت صاحب نے پسند فرمایا تھا کہ ان کے بعد ہر ایک معاملہ میں انجمن کو پورا اختیار رہوگا۔ اسے دوبارہ اختیار فرمائیں۔ اس سے مالی مشکلات بھی انشاء اللہ تعالیٰ کم ہو جائیں گی یہی فایدہ شوریٰ پر عمل کا ہوتا ہے کہ کام کے نقص سہولت سے دور ہوتے رہتے ہیں اور اخراجات حد سے تجاوز کرنے نہیں پاتے۔ اور شوریٰ شوریٰ نہیں رہتا جب اس کے فیصلوں کو ایک آدمی کی رائے رد کر سکے خواہ وہ کتنا ہی بڑا آدمی اور کیسا ہی اہل الرائے کیوں نہ ہو شوریٰ میں برکت ہے۔ اور جو لوگ کسی کام کو بغیر شوریٰ کے چلانا چاہتے ہیں وہ [illegible]

رکھتے ہیں جس کے فیصلے قطعی نہ ہوں وہ آخر کار کام کو نقصان پہنچا دیتے ہیں۔ نبی کریم صلعم نے احد کی جنگ میں اپنی رائے کے خلاف شوریٰ کی رائے پر عمل کر کے ہمارے لئے نمونہ قائم کر دیا ہے۔ اور پھر آپ نے متعدد احادیث میں یہ نصیحت فرمائی ہے کہ اگر اپنی بہتری چاہتے ہو تو شوریٰ پر عمل کرو۔ ایک حدیث میں ہے ماتشاور قوم قط الا ہدوا۔ جو قوم شوریٰ پر چلتی ہے وہ کامیاب ہوتی ہے۔ اور ایک میں ہے کہ جب حضرت علی نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ کے بعد جو اہم معاملات پیش آئیں ان میں طریق عمل کیا اختیار کیا جائے تو آپ نے فرمایا اجمعوا العابد من امتی فاجعلوہ بینکم ولا تقضوہ برائے واحد میری امت کے نیک لوگوں کو جمع کرو اور اس معاملہ میں آپس میں مشورہ کرو اور ایک کی رائے سے اس کا فیصلہ نہ کرو۔ رسول اللہ صلعم کے اس عمل کے ہوتے ہوئے کہ آپ نے شوریٰ کے فیصلہ پر اپنی رائے کے خلاف عمل کیا۔ اور آپ کی اس ہدایت کے ہوتے ہوئے کہ ایک کی رائے سے معاملہ کا فیصلہ نہ کرو۔ کس قدر غلط رستہ ہے کہ شوریٰ کو بکلی ترک کر دیا جائے اور یا شوریٰ کے فیصلہ کو ایک شخص کی رائے سے رد کر دیا جائے۔ حضرت مسیح موعود نے جو تجدید فرمائی اس میں یہ بھی ایک امر تھا کہ آپ نے اصول شوریٰ کو زندہ کیا اور اپنے بعد قوم کی انجمن کو اپنا پورا اور با اختیار جانشین ٹھیرایا۔

ان تمام صریح ہدایات کے ہوتے ہوئے جو قرآن کریم اور حدیث میں اور حضرت مسیح موعود کی تحریروں میں موجود ہیں کتنی بڑی غلطی جناب میاں صاحب نے نظر ثانی کے وقت کی ہے کہ محض ایک بے بنیاد خوف کی بنا پر کہ انجمن ان کا حکم ماننے سے انکار نہ کر دے اصل طریق کار یعنی اصول شوریٰ کی بنیاد اکھیڑ دی ہے۔ ۲ نومبر کے الفضل میں جو انکی تحریر چھپی ہے اسکو پڑھکر حیرت کی انتہا نہیں رہتی۔ لکھتے ہیں۔

”مجلس معتمدین کے بنیادی اصول میں جو دراصل یہی اسلام کا بنیادی مسئلہ خلیفہ وقت کا وجود شامل نہ تھا۔ ایک ریزولیوشن خلافت ثانیہ میں پاس کیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو خلیفہ کہیگا مجلس مانے گی مگر یہ اصولی بات نہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک میرے دل کی جماعت کہتی ہے میں ایسا کروں گی۔ لیکن جو جماعت یہ کہہ سکتی ہے وہ یہ بھی تو کہہ سکتی ہے کہ میں ایسا نہ کرونگی۔ پس جو انجمن یہ پاس کر سکتی ہے کہ ہم خلیفہ کی ہر بات مانیں گے وہی اگر آج سے دس سال بعد کہے کہ نہیں مانیں گے تو انجمن کے قانون کے لحاظ سے وہ ایسا کہہ سکتی ہے . . . . اگر اتنی قربانی کے بعد بھی سلسلہ کی حالت غیر محفوظ ہو یعنی چند لوگوں کے رحم پر ہو جو اگر چاہیں کہ خلافت کا انتظام قائم رہے تو قائم رہے اور اگر نہ چاہیں تو نہ رہے۔ تو یہ کبھی گوارا نہیں کیا جا سکتا۔ اور چونکہ مسئلہ خلافت کے جماعت کے بنیادی اصول میں شامل نہ ہونے سے جماعت ایسے خطرات میں رہ سکتی ہے جو مبائعین کو غیر مبائعین میں بدل دے اور دس گیارہ آدمیوں کی جنبش قلم سے قادیان مثلاً لاہور بن جائے اس لئے جماعت کے وہ کام جو تبلیغ اور تربیت سے تعلق رکھتے تھے وہ ایک ایسی انجمن کے حوالے نہیں کئے جا سکتے تھے جو خواہ مبائعین کی انجمن ہی ہو اور خواہ بہترین مخلص ہی اس کے ممبر کیوں نہ ہوں اس کے لئے ضرورت تھی کہ ایک ایسا نقطہ قرار دیا جائے جس پر جماعت قائم کر دی جائے۔ تا اسے اس بارہ میں ٹھوکر نہ لگ سکے“۔

ہمارے نزدیک اس نقطہ کے قائم کرنے میں جو دراصل نابی مذہب کا نقطہ ہے میاں صاحب کو وہ ٹھوکر لگی ہے جو ان کی ساری جماعت کی ٹھوکر کا موجب بن گئی ہے۔ حضرت مسیح موعود تو اپنی قلم سے اپنی وصیت میں یہ لکھ جائیں کہ ان کی بنائی ہوئی انجمن ان اموال کو جو جمع ہوں ”اعلائے کلمہ اسلام اور اشاعت توحید میں جس طرح مناسب سمجھیں خرچ کریں“ اور اپنی قلم سے اپنی وفات سے چند ماہ پیشتر پھر لکھ دیں کہ آپ کے بعد ہر ایک امر میں صرف اس انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا ”خواہ وہ دینی امور ہی ہوں“۔ لیکن میاں صاحب جبتک ایک نیا نقطہ قرار نہ دے لیں جس سے احمدیت تبدیل ہو کر بابیت کا رنگ اختیار کرے اس وقت تک وہ حضرت صاحب کی بنائی ہوئی انجمن کو باوجود اس کے اس اقرار کے جو انہوں نے خود اس سے لیا کہ وہ ان کا ہر ایک حکم مانے گی اس قابل بھی نہیں سمجھتے کہ ”جماعت کے وہ کام جو تبلیغ اور تربیت سے تعلق رکھتے تھے“ وہ اس کے سپرد کئے جائیں ہمیں سمجھ نہیں آتا کہ جناب میاں صاحب اپنے ہی مریدین سے اس قدر خائف کیوں ہیں حتی کہ جو بڑے سے بڑے مخلص مرید ہیں ان سے بھی ان کو یہ خطرہ ہے کہ ایک جنبش قلم سے قادیان کو لاہور بنا دیں۔ مریدوں سے۔ مخلص مریدوں سے یہ خطرہ ہمارے تو وہم و گمان میں نہیں آتا۔ دنیا میں بڑے بڑے کام اغماض پر چلتے ہیں۔ لاہور کی انجمن کے ممبر بھی تو احمدی ہی ہیں۔ پھر وہ قادیان والوں کی نسبت بہت زیادہ آزاد خیال ہیں۔ میاں پیری مریدی کا سلسلہ بھی نہیں ان کی انجمن با اختیار انجمن بھی ہے۔ انہوں نے تو کوئی کام تباہ نہیں کر دیا۔ قادیان کے احمدیوں پر یہ شبہات کیوں پیدا ہوتے ہیں کیا محض اس وجہ سے کہ قادیان میں جن لوگوں نے خلیفہ کے حکم سے سرکشی اختیار کی ہے ان میں عہدہ نظارت پر کام کرنے والوں کے فرزند بھی ہیں یا مخلص سے مخلص مریدوں کے صاحبزادے بھی ہیں۔ اور خطرہ ہے کہ کسی وقت ان کے والد بھی اپنی اولاد کے ہمخیال نہ ہو جائیں۔ اگر یہ خطرہ ہے تو اس کا یہ علاج نہیں جو میاں صاحب نے سوچا ہے۔ یہ بیگانا ریاں وہ نہیں جو خاکستر میں اپنے سے بہت مدت تک دبی رہ سکیں۔ اس کا صحیح علاج کرنا چاہیے ان وجوہ کو دور کرنا چاہیے جن سے یہ بغاوت پیدا ہوئی ہے اور وہ ہے انتہا درجہ کی محکومیت کی حالت میں قوم کو رکھنا اور بڑے سے بڑے آدمیوں پر جاسوس لگا رکھنا یہ باتیں بظاہر اس وقت رعب قائم رکھنے کے لئے ضروری نظر آتی ہیں جس طرح گورنمنٹوں کے سامنے بعض وقت prestige (رعب) کا ہوا ایسا آجاتا ہے کہ وہ اس کی خاطر ہر ایک قسم کی غلطی کرتی چلی جاتی ہیں۔ لیکن اگر حضرت مسیح موعود کے قائم کردہ اصول پر انہی لوگوں کو ذرا آزادی رائے دی جائے اور قوم کے معاملات میں قوم کی آواز کو دخل دیا جائے تو حالت رو باصلاح ہو سکتی ہے +

یہ کہنا کہ خلافت اسلام کا بنیادی اصول ہے اہل تشیع سے بھی ایک قدم آگے گذر جانا ہے مگر یہ سب سے بڑھکر حضرت مسیح موعود پر اعتراض ہے۔ کیونکہ انجمن آپ نے بنائی کلی اختیارات آپ نے انجمن کو دیئے اور اپنی وصیت میں اسے اپنا جانشین قرار دیا اور خلیفہ کا نہ وصیت میں ذکر کیا نہ اپنے ہاتھ سے لکھی تھی نہ قواعد انجمن میں اتنی بڑی خامی آپ کو نظر آئی کہ یہاں اسلام کا بنیادی اصول ہی نہیں۔ نہ جناب میاں صاحب نے اس تحریر کے لکھنے کے وقت حضرت صاحب کو یاد دلایا جو انجمن میں بیٹھکر لکھی تھی کہ آپ یہ کیا غضب کر رہے ہیں کہ آپ کے بعد ہر ایک امر میں یہانتک کہ دینی امور میں بھی انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا اور اسلام کے بنیادی اصول خلافت کو ملیامیٹ کر رہے ہیں۔ تو اس مراسلہ کے بنیادی مسئلہ کو خود حضرت مسیح موعود نے بھی نہ سمجھا اس میں کسی کا کیا قصور ہے۔ لیکن اگر میاں صاحب کی رائے صحیح ہے کہ خلافت اسلام کا بنیادی مسئلہ ہے تو پھر ماننا پڑے گا کہ حضرت مرزا صاحب اسلام کے بنیادی اصول سے بھی ناواقف تھے اور وفات تک غلطی پر رہے۔ اور تعجب یہ ہے کہ خود میاں صاحب کو اس سے پیشتر پتہ نہ تھا کہ یہ انجمن ایسی ہے جس کے قواعد میں اسلام کا بنیادی مسئلہ ہی نہیں کیونکہ میاں صاحب شروع سے اس مجلس کے ممبر ہیں۔ حضرت صاحب کی وصیت کو انہوں نے پڑھا قواعد ان کے سامنے مرتب ہوئے اور ممبر ہونے کی حیثیت میں وہ اس بات کے ذمہ وار تھے کہ اسلام کے بنیادی اصول کے خلاف قواعد نہ ہوں۔ حضرت صاحب کی تحریر ان کی آنکھوں کے سامنے لکھی گئی اس وقت بھی انہیں یہ یاد نہ آیا پھر حضرت مولوی نورالدین صاحب کے زمانہ میں انجمن کے پریزیڈنٹ رہے اس وقت بھی اسلام کے بنیادی مسئلہ کے نہ ہوتے ہوئے پریزیڈنٹی کو قبول کر لیا۔ اور سب سے بڑھکر یہ کہ اپنی خلافت کے گیارہ سال بھی ان کو یہ بات سمجھ نہ آئی۔ اور بڑے زور شور سے ساری جماعت کو جمع کر کے یہ قاعدہ پاس کر دیا کہ جو کچھ خلیفہ کہیگا اسے انجمن مانے گی۔ حالانکہ آج میاں صاحب لکھتے ہیں۔

”پہلے تو مجلس معتمدین اس طرح اختیارات تجویز کرتی کہ جنہیں دیکھکر حیرت ہوتی کہ کس طرح مذہب اور یہ اختیارات جمع ہو سکتے ہیں۔ مثلاً مجلس نے پاس کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے احکام ماننا ضروری ہے“۔

اب یہ پاس کرنے والی مجلس جسے دیکھکر اس قدر حیرت ہوتی ہے کہ مذہب اور یہ ریزولیوشن کس طرح جمع ہو سکتے ہیں۔ اس لامذہب مجلس کی طرف دیکھا جاتا ہے تو حیرت کی انتہا نہیں رہتی۔ حضرت مولینا مولوی نورالدین صاحب مرحوم اس کے پریزیڈنٹ ہیں۔ خود جناب میاں صاحب اس کے ایک ممبر ہیں۔ اور اس فیصلہ پر دستخط خود حضرت مسیح موعود کے ہیں کس قدر تعجب ہے کہ خود مامور من اللہ کی آنکھیں بھی بند ہو گئیں اور وہ جنہوں نے اس کے بعد خلیفہ بننا تھا ان کی بھی آنکھیں بند ہو گئیں کس قدر زبردست جادو اس فیصلہ میں بھرا تھا۔ اور پھر حیرت پر حیرت یہ کہ جناب میاں صاحب جب تخت خلافت پر بیٹھتے ہیں تو سب سے پہلے ایسا ہی ایک لامذہبی کا ریزولیوشن اپنے مریدین سے پاس کراتے ہیں یعنی وہ قاعدہ جو پہلی انجمن نے حضرت مسیح موعود کے لئے تجویز کیا تھا اس میں سے حضرت مسیح موعود کا نام کٹوا کر جناب میاں صاحب اپنا نام رکھواتے ہیں۔ یعنی خود ساری جماعت کو جمع کر کے پاس کراتے ہیں کہ جناب میاں صاحب کے احکام کا ماننا ضروری ہے۔ اور اسی کو دیکھکر آج انہیں یہ حیرت پیدا ہوتی ہے کہ کس طرح مذہب اور یہ اختیارات جمع ہو سکتے ہیں۔ تو میاں صاحب کی اس تحریر یا تحریک کے موجب ماننا پڑا کہ اس وقت خلیفہ جماعت اور ان کے تمام مریدین بالکل بے سوچے سمجھے کارروائی کر رہے تھے یا خلافت کے رنگ نے سب کو مست کر رکھا تھا کہ وہ ریزولیوشن پاس کیا جسے دیکھکر آج حیرت ہوتی ہے کہ مذہب اور یہ اختیارات کس طرح جمع ہو سکتے ہیں۔ اور اس وقت یہ خیال بھی کسی کو نہ آیا کہ مسیح موعود کا نام کاٹنے کے یہ معنے ہیں کہ آیندہ کے لئے یہ جماعت حضرت مسیح موعود کے احکام کی پرواہ نہ کرے گی بلکہ خلیفہ کے احکام کو مانے گی۔ چنانچہ یہ تغیر اندر ہی اندر اس ریزولیوشن کے بعد ہو گیا کہ جماعت کو حضرت مسیح موعود کے مذہب کی پرواہ نہ رہی بلکہ آنکھیں بند کر کے جو کچھ میاں صاحب کہتے ہیں اس کی پیروی کرتے چلے جاتے ہیں۔ ایک دن میاں صاحب کہدیتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کی فلاں سنہ سے پہلے کی تحریریں منسوخ ہیں تو ساری جماعت یہی مان رہی ہے کہ ہاں سب تحریریں منسوخ ہیں۔ چند دن بعد کہدیتے ہیں کہ نہیں اس سنہ سے پہلے کی تحریریں مجمل تھیں بعد میں وضاحت ہو گئی تو اب منسوخی کا نام کوئی نہیں لیتا۔ ایک دن کہتے ہیں کہ اکتوبر ۱۹۰۲ء سے پہلے کی تحریریں منسوخ ہیں تو ساری جماعت کا یہی مذہب ہے۔ اگلے دن کہدیتے ہیں کہ نہیں وہ ہم نے جلدی میں لکھا۔ یا تھا نومبر ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریریں منسوخ ہیں اور نومبر ۱۹۰۱ء اور اکتوبر ۱۹۰۲ء کے درمیان کی تحریریں منسوخ نہیں تو ساری جماعت ملا چون وچرا اپنا مذہب بدل کر فوراً یہ پکار اٹھتی ہے کہ اکتوبر ۱۹۰۲ء سے پہلے کی نہیں بلکہ نومبر ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریریں منسوخ ہیں۔ یہ وہ عصمت کبریٰ کا مقام ہے جو ہمارا اس نے اپنے لئے تجویز کیا تھا کہ اس مقام کا صاحب شرق کو مغرب کہدے تو اسی طرح ماننا ہوگا اور سفید کو سیاہ کہدے تو وہی ماننا ہوگا۔ افسوس ہے کہ یہ احمدیت کا اصول نہ تھا۔ غرض آج گیارہ سال بعد جناب میاں صاحب سلسلہ کے تمام پہلے رنگ کو ملیامیٹ کر کے ایک نیا سلسلہ بنا رہے ہیں اور بڑے زور سے فرماتے ہیں کہ یوں ہونا چاہئے تھا۔ حضرت مسیح موعود بھی اپنی وفات تک غلطی پر رہے۔ اور مولانا مولوی نورالدین صاحب بھی اپنی وفات تک غلطی پر رہے۔ اور جناب میاں صاحب نے بھی گیارہ سال تک غلط طریق پر سلسلہ چلایا اور آج سمجھ آئی کہ ہونا یوں چاہئے تھا۔ معلوم نہیں ابھی کل کو کیا سمجھ آتی ہے۔ اور موجودہ کارروائی کی کیا گت بنتی ہے۔ فرماتے ہیں:

”اسی طرح انجمن کے قواعد میں یہ تھا کہ ہم خلیفہ وقت کی بات مانیں گے گویا خلیفہ کو وہ اختیار دیتے تھے کہ تم ہم سے بات منوا لینا۔ حالانکہ ہونا یہ چاہئے تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انجمن کو یہ اختیارات دیئے ہیں حضرت خلیفہ اول کے وقت یہ اختیارات ملے یا یہ کہ آپ نے یہ اختیار قائم رکھے اور یہ زاید دیئے اسی طرح ہر خلیفہ کے وقت ہونا چاہئے کیونکہ اصل قائم مقام جماعت کا خلیفہ ہے۔ اس لئے صدر انجمن خواہ کتنے اختیار رکھے اور خواہ بالکل آزاد کر دی جائے تو بھی اس کے اختیارات بیاتی ہونگے جو اوپر سے آئے ہونگے اور خلیفہ اگر دیکھے کہ انجمن غلطی کرتی ہے تو اس سے اختیارات چھین بھی سکتا ہے“ +

پہلے تو حضرت مسیح موعود نبوت کے مسئلہ کو نہ سمجھے تھے نبی کے معنے نہ جانتے تھے۔ محدث کے معنے نہ جانتے تھے کہتے تھے کہ آنحضرت صلعم کے بعد مدعی نبوت پر لعنت ہے وہ کافر ہے کاذب ہے۔ اور نہ جانتے تھے کہ خود نبی ہیں مگر اس کی اصلاح تو بقول میاں صاحب وفات سے چھ سال پیشتر ہو گئی۔ لیکن خلافت کا مسئلہ نبوت سے بھی زیادہ مشکل نکلا کہ اس کی سمجھ وفات تک نہ آئی۔ غلطی پر ہی گذر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اور آج آپ کی وفات سے سترہ سال بعد وہ غلطی بیٹے نے نکال دی اصل میں تو نبوت کو نہ سمجھنے کی غلطی کے نکالنے کا سہرا بھی جناب میاں صاحب کے سر پر ہی ہے۔ کیونکہ حضرت صاحب تو آخر تک یہی لکھتے رہے۔ سمیت نبیا من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ مگر اس کا اعتراف تو جناب میاں صاحب نہیں کرتے البتہ خلافت کے مسئلے کو نہ سمجھنے کی غلطی جو حضرت مسیح موعود سے ہوئی اسے نکالنے کا صاف اقرار ہے۔ اور اس قدر ترقی لازماً ہونی چاہئے تھی۔ لیکن یہاں ایک اور حل طلب معمہ ہے۔ حضرت مسیح موعود تو بارہ سال تک مسئلہ نبوت کو نہ سمجھے اور بیٹا اور خلیفہ بیس سال تک مسئلہ خلافت کو نہ سمجھا۔ تو چونکہ اس سلسلہ میں نہ سمجھنا ہی موجب فضیلت ہے جتنی لمبی مدت تک بے سمجھی رہے گی اسی میں بڑائی کا راز مضمر ہے تو دونوں میں سے بڑا کسے کہیں۔ معمے تو بہت سے ہیں مگر یہاں ہم صرف ایک اور معمے کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں۔ شاید کوئی اس کا حل کر دے۔ ۲ نومبر کے الفضل میں صفحہ ۲ کے پہلے کالم کی دوسری سطر میں فرماتے ہیں ”صدر انجمن نام ہے خلیفہ اور اسکے مشیروں کا“ اور اسی کالم کی آخری سطر سے شروع کر کے ارشاد ہوتا ہے۔ . .

چند سوالات کے جوابات

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے قلم سے)

سوال نمبر ۱

خلیفہ کا خلیفہ نہیں ہو سکتا تو مولوی نورالدین صاحب کو کیوں خلیفہ کہا گیا۔

الجواب

اسلامی اصطلاح میں خلافت اس نبوت کی ہوا کرتی ہے۔ جو شریعت کی بانی ہوتی ہے نبوت جو شریعت لاتی ہے خلافت اس پر عمل کرواتی ہے خواہ ظاہری حکومت کے ذریعہ کروائے۔ خواہ باطنی حکومت کے ذریعہ یعنی خواہ بادشاہ لوگ شریعت کے احکام کی سیاست کے ذریعہ تعمیل کروائیں یا خلفائے روحانی اپنے فیوض روحانی سے لوگوں میں احکام شریعت پر عمل کرنے کے لئے تحریک پیدا کریں بہرحال جو خود خلیفہ ہے۔ کوئی نئی شریعت نہیں لایا ہے۔ اس کی خلافت بے معنی ہے وہ کونسا نیا حکم یا قانون لایا [illegible] تعمیل کے لئے آگے خلافت چلتی اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آیت استخلاف [illegible] ہوئی اور حضرت مسیح موعود پر نہیں ہوئی۔ آنحضرت صلعم شریعت لانے والے نبی تھے اسلئے خلافت [illegible] تھی۔ مسیح موعود نہ شریعت لانے والے تھے نہ نبی تھے اس لئے خلافت کی ضرورت نہ تھی۔ [illegible] حضرت مولوی نورالدین صاحب کو خلیفہ اسلامی اصطلاح میں نہیں کہہ سکتے۔ ان کو خلیفہ لغوی معنوں میں کہا گیا جس طرح حضرت مسیح موعود کو نبی لغوی معنوں میں کہا گیا۔ جس طرح لغوی معنوں کے رو سے کثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ [illegible] والے کو نبی کہہ سکتے ہیں۔ اسی طرح لغوی معنوں کے رو سے ہم ہر قسم کے جانشین کو خلیفہ کہہ سکتے ہیں مگر اسلامی اصطلاح کی رو سے نہ وہ نبی ہیں نہ یہ خلیفہ ہیں۔

سوال نمبر ۲

حضرت عیسے علیہ السلام صاحب شریعت نبی تھے تو حضرت موسیٰ نبی شریعت کے خلیفہ کیونکر ہوئے۔

الجواب

یہ تو ایک حقیقت ہے کہ حضرت عیسے علیہ السلام پر بھی کچھ شریعت کے احکام نازل ہوئے جیسا کہ قرآن میں آتا ہے ولاحل لکم بعض الذی حرم علیکم۔ اور میں اس لئے آیا ہوں کہ بعض باتوں کو جو تم پر حرام [illegible] ہیں حلال کردوں اور یہ بھی سچ ہے کہ حضرت عیسیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ تھے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں آیا ہے ولقد اتینا موسی الکتاب وقفینا من بعدہ بالرسل وآتینا عیسی ابن مریم البینت وایدنہ بروح القدس اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب [illegible] اور اُن کے بعد پے در پے رسول بھیجے اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو کھلے [illegible] اس کی روح القدس سے مدد کی۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ [illegible] کے بعد خلفا کا سلسلہ جاری رہا اور ان میں سب سے آخری خلیفہ حضرت عیسے علیہ السلام تھے۔ بات اصل میں یوں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح مستقل شریعت کے بانی [illegible] اس لئے خلفا تو دونوں کے چلنے تھے۔ جیسا کہ آیت استخلاف [illegible] کما استخلف الذین من قبلھم۔ مگر دونوں [illegible] تھا اور وہ یہ تھا کہ محمد رسول اللہ صلعم کی شریعت [illegible] تھی۔ اس لئے آئندہ خلافت محمدیہ کے ذمہ تبلیغ کا کام [illegible] کے علاوہ صرف تجدید کا کام تھا اور اس لئے خلفائے محمدیہ کا [illegible] مجدد کا قرار پایا مگر موسوی شریعت میں حسب اقتضائے وقت [illegible] گنجائش باقی تھی۔ اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خلافت کے ذمہ شریعت کی تعمیل کروانے کے علاوہ ترمیم کا کام بھی باقی تھا اور یہ [illegible] ریعت میں بغیر نبوت کے نہیں ہو سکتی تھی۔ اس لئے خلفائے [illegible] کا منصب نبی کا قرار پایا چنانچہ حضرت عیسے علیہ السلام گو [illegible] شریعت نہیں لانے تھے مگر آپ نے موسوی شریعت میں [illegible] احکام میں ترمیم کی جیسا کہ ولاحل لکم بعض [illegible] علیکم سے ظاہر ہے۔ یہاں بعض کا لفظ قابل توجہ ہے [illegible] یعت محمدیہ چونکہ کامل اور دائمی تھی اس لئے خلفائے محمدی کا کام [illegible] ید کا رہ گیا اور شریعت موسوی چونکہ وقتی اور اس میں ترمیم کی گنجائش [illegible] لئے خلفائے موسوی کے لئے کام نبوت کا باقی تھا۔ یہ شریعت [illegible] کامل اور دائمی ہونے کا نقصان ہے کہ اس کے بعد نبوت کا کام [illegible] لیا جائے کہ نبوت کا کام ابھی باقی ہے جیسا کہ دوسرے [illegible] عقیدہ ہے کہ ابھی حضرت عیسے نبی آئینگے یا محمودیوں کا عقیدہ [illegible] مرزا صاحب نبی تھے تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ شریعت محمدیہ [illegible] نہیں اور وقتی ہے اور اس میں ترمیم کی گنجائش ہے اور یہ شریعت محمدیہ کی ہتک ہے۔

سوال نمبر ۳

حضرت عیسے علیہ السلام کے خلیفے کون تھے؟

الجواب

ضروری نہیں کہ حضرت عیسے کے خلیفہ ہوں۔ کیونکہ یہ تو ضروری ہے کہ خلافت بغیر نبوت کے نہیں ہوتی مگر یہ ضروری نہیں کہ ہر ایک نبوت کی خلافت ہو۔ میں کہہ چکا ہوں کہ خلافت اس نبوت کی ہوا کرتی ہے جو بانی شریعت ہوتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اسرائیلی شریعت کے بانی تھے اس لئے آپ کے بعد جو انبیاء بھی آئے وہ اگرچہ حسب اقتضائے زمانہ شریعت اسرائیلی میں ترمیم و تنسیخ کرتے رہے۔ مگر محمد رسول اللہ صلعم کی طرح انہوں نے اس شریعت کو منسوخ نہیں کیا۔ شریعت تو وہی رہی جو حضرت موسیٰ لائے تھے مگر حسب اقتضائے زمانہ بعض احکام میں انبیاء کو ترمیم و تنسیخ کا حق حاصل تھا جو وہ کرتے رہے۔ اس لئے وہ سب کے سب ہی خلیفہ حضرت موسیٰ کے ہی کہلاتے رہے کیونکہ اپنی وحی کے ماتحت اسی شریعت کی معہ کچھ ترمیم کے تعمیل کرانا ان کا فرض تھا۔ اسی طرح حضرت عیسے علیہ السلام بھی حضرت موسیٰ کے خلیفہ تھے۔ اپنی وحی کے ماتحت اسی شریعت موسوی کی معہ کچھ ترمیم کے تعمیل کرانا ان کا فرض تھا جو وہ کرتے رہے۔ ان کے بعد خلفائے روحانی کا سلسلہ منقطع ہو گیا کیونکہ یہود تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کر کے ملعون ہو گئے۔ انہوں نے شریعت میں وہ اصلاح قبول ہی نہ کی جو حسب حکم خدا حضرت عیسے نے کی تھی۔ اس لئے سلسلہ روحانی خلافت کا ان میں تو اب چل نہ سکتا تھا۔ رہ گئے وہ لوگ جو حضرت عیسے علیہ السلام کے پیرو تھے۔ انہوں نے سرے سے شریعت کو ہی لعنت قرار دیکر شریعت کو جواب دیدیا۔ چلو چھٹی ہوئی۔ نہ سر ہو گا نہ درد سر ہو گا۔ اب ان میں خلافت کس طرح جاری ہو۔ جب شریعت ہی نہیں تو خلافت بھی نہیں۔ خلافت تو شریعت کو منوانے اور اس پر عمل کرانے کے لئے ہوتی ہے۔ جہاں شریعت اُڑ گئی وہاں خلافت اُڑ گئی۔ اس لئے حضرت عیسے علیہ السلام پر موسوی خلافت آکر ختم ہو گئی۔ اب تو صرف ایک ہی شکل باقی تھی اور وہ یہ تھی کہ کوئی ایسا نبی آئے جو موسیٰ کی طرح از سر نو شریعت لائے اور وہ محمد رسول اللہ صلعم تھے۔

سوال نمبر ۴

لاہور مدینۃ المسیح کیونکر ہوا اور کس وجہ سے۔

الجواب

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا تھا۔ کہ "ہم مکہ میں مرینگے یا مدینہ میں" اس الہام میں مکہ اور مدینہ اپنے حقیقی معنوں پر تو محمول نہیں کیونکہ آپ کی وفات نہ مکہ میں ہوئی نہ مدینہ میں۔ پس ظاہر ہے کہ یہ الفاظ مجاز اور استعارہ کے طور پر استعمال ہوئے ہیں۔ اور یہ مجاز اس لئے استعمال ہوا کہ بوجہ فنا فی الرسول ہونے کے آپ آنحضرت صلعم کا بروز تھے آنحضرت صلعم کی بعثت مکہ میں ہوئی تھی اور وفات مدینہ میں۔ مسیح موعود کی بعثت قادیان میں ہوئی اور وفات لاہور میں۔ اس لئے مجازی طور پر آپ کے لئے قادیان اگر مکہ ہے تو لاہور مدینہ۔ آپ کو "داغ ہجرت" کا بھی الہام ہوا تھا۔ آنحضرت صلعم بھی ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ تشریف لے گئے تھے اور وہیں اپنے رب سے جا ملے۔ اور آپ کی تعلیم کی اشاعت کا مرکز مدینہ ہی قرار پایا۔ اسی طرح مسیح موعود بھی قادیان سے لاہور تشریف لائے اور یہیں سے اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے اور آپ کی صحیح تعلیم کا مرکز بھی لاہور ہی قرار پایا۔ اور "داغ ہجرت" کا الہام حضرت مسیح موعود کی قادیان سے علیحدگی پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ ہجرت کے معنے ہی کسی جگہ سے علیحدہ ہو جانے کے ہیں۔ حضرت مسیح موعود کی قادیان سے علیحدگی کسی تفصیل کی محتاج نہیں آپ کا دامن ان عقائد سے پاک ہے جو وہاں رائج ہیں۔ آج آپ کا صحیح مذہب لیکر کوئی وہاں رہ نہیں سکتا لہٰذا ناچار ونا چار آپ کے احباب کو آپ کا صحیح مذہب لیکر قادیان سے لاہور کی طرف ہجرت کرنی پڑی۔ دراصل یہ بھی قادیان سے مسیح موعود کی ہی ہجرت ہے پہلے بنفس نفیس خود حضور قادیان سے لاہور تشریف لائے۔ اور پھر واپس وہاں نہ گئے۔ بعد ازاں آپ کا مذہب وہاں سے رخصت ہو کر لاہور آگیا۔ اور اپنے ہی فرزند اور متبعین کے ہاتھوں آپ کے مذہب کی یہ جلاوطنی اور ہجرت درحقیقت ایک افسوسناک داغ ہے۔ جو احمدیت کی تاریخ پر نظر آتا ہے۔ اسی لئے ہجرت کے ساتھ داغ کا لفظ بھی الہام ہوا تھا۔ یعنی "داغ ہجرت"

سوال نمبر ۵

وید کا ایک دفعہ نازل ہونا صحیح اور مناسب سمجھا جاتا ہے کیونکہ خدا کو علم تھا۔ اس لئے خدا کی کتاب کا ایک دفعہ نازل ہونا مناسب تھا۔ بار بار خدا نے کتابیں کیوں نازل کیں۔ خدا کو ایک دفعہ تمام قانون کا نازل کرنا کیوں پسند نہ آیا؟

الجواب

وید والوں کو وید ہاتھ میں لے کر تو یہ کہتے ہوئے کچھ زیب نہیں دیتا کہ ابتدائے عالم میں خدا نے اپنے علم کامل سے وید نازل کر دیئے اب کسی اور کتاب کی ضرورت نہیں۔ اگر یہی وید تمام زمانوں کے لئے تھے اور یہی علم کامل خدا کا ہے جو ویدوں میں ہے تو نسل انسانی کی بدقسمتی پر جسقدر بھی ماتم کریں کم ہے اور خدا کے علم کامل سے بھی ایمان اُٹھ جاتا ہے۔ بالفرض اگر وید میں کچھ کلام الٰہی کا حصہ تسلیم بھی کر لیا جائے تو پھر وید بزبان حال سے پکار پکار کر اعلان کر رہا ہے کہ میں صرف اسی زمانہ کے لئے مقصد تھا جب انسانی دماغ اپنی ابتدائی حالت میں تھا۔ آج میری باتیں بچوں کے ساتھ باتیں کرنے کے مترادف ہیں اور یہ تو اب ایک طے شدہ امر ہے کہ وید کا زمانہ چار ہزار برس سے آگے نہیں جاتا۔ ابتدائے عالم میں اُن کے نازل ہونے کا دعویٰ محض یار لوگوں کا افسانہ ہے۔ بہرحال وید ابتدائے آفرینش میں نازل ہوئے ہوں یا صرف چار ہزار برس کے نازل شدہ ہوں ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں جبتک تعلیم مکمل اور اعلیٰ درجہ کی نہ ہو محض قدامت پر فخر کرنا نادانی ہے۔ البتہ ہم نے تو اس اصول کو دیکھنا ہے کہ کیا ابتدائے آفرینش میں اللہ تعالےٰ کو یک دفعہ اپنا سارا علم جو انسان کے لئے قیامت تک کے واسطے ضروری ہے بذریعہ وحی نازل کر دینا چاہیئے یا بتدریج انسان کی استعداد کے مطابق نازل کرنا چاہیئے۔

سو اس کی نسبت یہ گذارش ہے کہ انسانی دماغ کی بناوٹ ہی ایسی ہے کہ وہ بتدریج علم کو قبول کرتا ہے۔ کتنا ہی بڑا عالم ہو جب وہ کسی انسان کی تربیت کرنے لگتا ہے تو بتدریج علم سکھاتا ہے اور پھر جب طالب العلم ایک بچہ ہو جس کا دماغ بھی ابھی نشوونما کر رہا ہو۔ وہاں تو اور بھی آہستگی سے اور تدریجاً تعلیم و تربیت کی جاتی ہے۔ جیسے ریاضی سکھانی ہو یا دنیا کی کوئی سائنس سکھانا ہو اُسے ابتدا میں کیسے سادہ اور موٹے اصول سکھاتے ہیں۔ پھر بتدریج ان اصولوں کی باریکیاں اور پیچیدگیاں سکھلاتے جاتے ہیں۔ اسی طرح مذہب کی تعلیم ضرور ہے کہ ابتداءً نہایت سادی ہو صرف موٹے موٹے اصول اخلاق اور عبادات کے سکھائے جائیں۔ خصوصاً ابتدائے آفرینش میں جب انسانی دماغ بالکل ایک بچہ کی طرح ابھی ابتدائی حالت میں تھا۔ وہ دنیا کی پیچیدگیوں اور چالاکیوں سے واقف نہ تھا۔ وہ بالطبع اپنے خالق کو مانتا تھا۔ دکھ درد میں اُسے پکارتا تھا۔ اردگرد سوائے اس کے اپنے خاندان کے لوگوں کے اور کوئی نہ تھا۔ اس کے لئے کافی تھا کہ اُسے حقوق العباد میں سے چند موٹے موٹے اصول معاشرت کے اور حقوق اللہ میں سے نہایت سادہ شکل عبادت کی بتلا دی جائے اور بس۔ اس وقت اُسے اللہ تعالےٰ کی صفات کا باریک در باریک علم اور باریک در باریک گناہوں سے بچنے کی راہیں سکھانا ریاضی کے ایک ابتدائی طالب العلم کو پہلے ہی دن ساری اقلیدس پڑھا دینے کے مترادف تھا۔ جو نہ صرف ناممکن اور غیر مفید ہے بلکہ سخت مضر ہے۔ کیونکہ ایک سادہ انسان کو جو فطرتاً اپنے خالق کو مانتا ہے خدا کی ہستی کے ثبوت سنانا گویا اس کے دماغ میں یہ خیال ڈالنا ہے کہ یہ بھی ممکن ہے کہ خدا نہ ہو۔ اسی طرح باریک در باریک گناہوں سے بچنے کی راہیں بتانا درحقیقت ان گناہوں کا خیال اس کے دماغ میں داخل کرتا ہے۔ مثلاً ایک سادہ انسان جسکے ذہن میں ریاکاری کا خیال بھی کبھی نہ آیا ہو۔ اُسے ریاکاری کی باریکیاں بتانا درحقیقت اُسے ریاکاری سکھلانی ہے۔ آج ہم اپنے بچوں کے بارے میں یہی بات ملحوظ رکھتے ہیں۔ بہت سی باتیں ہوتی ہیں جو بالغ مردوں کے سامنے ذکر کرنے میں مضائقہ نہیں ہوتا مگر بچوں کے سامنے بیان کرنے میں ہمیں نہایت تامل ہوتا ہے۔ کیونکہ ہم نہیں چاہتے کہ ان کے سادہ قلب پر خواہ مخواہ کسی بات کا بُرا اثر پڑ جائے۔ پس انسانی دماغ کے ابتدائی نشوونما کی حالت میں اُسے صرف اپنے خالق کی سادہ عبادت اور اپنے خاندان کے لوگوں کے ساتھ طرز معاشرت کے موٹے اصول سکھلانے کافی تھے۔ چنانچہ وحی الٰہی نے انسانی تعلیم کا یہی طریق اختیار کیا۔

جب خاندان نے ترقی کر کے قوموں کی شکل اختیار کی۔ تو اب ضروری ہوا کہ معاشرت کے ساتھ تمدن کے اصول بھی سکھائے جائیں خدائی معرفت کے علم کی بھی مزید تشریح کی جائے۔ اس لئے قومی

مشریعتیں معرض وجود میں آئیں۔ اُن میں بھی حسب ضرورت زمانہ ترمیم وتنسیخ ہوتی رہی مگر جب وہ زمانہ آگیا کہ دنیا کی قومیں ایک دوسرے سے ملنے لگیں اور باہمی آمد ورفت کے ذرائع کھل گئے اور قلم نے تمام دنیا کے انسانوں کو ایک دوسرے کے علم سے مستفیض ہونے کا موقعہ دیدیا تو خدا نے ایک عالمگیر مذہب کی بنیاد رکھی تا قوموں کی باہمی مفاخرت اور منافرت ختم ہو کر اور وحدت ومساوات قائم ہو کر دنیا میں سچی صلح وامن قایم ہو۔ اسی لئے اس کامل اور عالمگیر مذہب کا نام الاسلام رکھا۔ اور الذی علم بالقلم۔ علم الانسان مالم یعلم فرما کر پہلی وحی میں ہی اعلان کر دیا کہ محمد رسول اللہ صلعم کے ذریعہ جو علم کامل انسان کو دیا جا رہا ہے یہ اب قلم کے ذریعہ دنیا میں پھیلایا جائیگا۔ اور چونکہ اب قلم کے ذریعہ تمام دنیا باہمی ارتباط پیدا کرنے لگی ہے اور اس طرح علم انسانی باہمی تبادلۂ علم سے اپنی انتہائی ترقی پر پہنچنے لگا ہے۔ اس لئے خدا کبھی جسقدر علم انسان کے لئے بذریعہ وحی جاننا ضروری تھا نازل فرمانے لگا ہے۔ پھر اس ترقی کے زمانہ میں جہاں انسانی دماغ نے اس قدر استعداد حاصل کر لی تھی کہ وہ حق اللہ اور حق العباد کی باریکیوں کو کما حقہ سمجھ سکے۔ وہاں اس نے سیہ کاریوں اور خواہش پرستیوں کی بھی بڑی بڑی باریک راہیں ایجاد کر لی تھیں تا اُن کے ذریعہ وہ حق العباد کو نہایت آسانی سے ہضم کر جائے اور اس کی مادی ترقی اور عیش وآرام کے روز افزوں سامانوں کی چکا چوند نے اس کی آنکھوں کو اپنے مالک حقیقی کی طرف سے بلکل بند کر دیا تھا۔ اور وہ اب اپنے رب کی ہستی کا انکار کر کے اپنی عبودیت کے جوئے کو اُتار پھینکنے کی فکر میں تھا۔ اس لئے جو مذہب اب آتا اس کے لئے ضروری تھا کہ وہ حق العباد کی تمام باریک راہوں پر کامل طور پر روشنی ڈالتا۔ اور منفرد اشخاص اور قوموں سب کے حقوق کی حفاظت کرتا اور اللہ تعالےٰ کی معرفت کو کھول کر بیان کرتا اس کے صفات کا علم اسکی ہستی کا ثبوت وغیرہ سب پر بحث کرتا ہر ایک دعوے کی دلیل دیتا۔ کیونکہ اب انسان بلا دلیل کسی بات کو ماننے کے لئے تیار نہ تھا۔ پس قرآن نے آکر ان تمام باتوں کو پورا کیا۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے۔ آنکھیں کھول کر دیکھو تمام دنیا کے مذاہب کی آسمانی کتابوں کو پڑھو قرآن کے سوا تمہیں یہ باتیں کہیں نظر نہ آویں گی۔ فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شہداءکم من دون اللہ ان کنتم صادقین

(باقی آیندہ)

تکمیل برلن مسجد

قابل توجہ احباب

اس سے پیشتر پیغام صلح کے کالموں میں حضرت امیر ایدہ اللہ کی طرف سے ایک پُر زور اپیل برلن مسجد کے کام کی تکمیل کے متعلق شایع ہو چکی ہے اور فرداً فرداً چٹھی کی شکل میں بھی احباب کی خدمت میں بھجوائی جا چکی ہے۔ تا حال بہت کم احباب نے توجہ فرمائی ہے۔ اس کے متعلق سب احباب کو فرداً فرداً کوشش کرنی ضروری ہے تاکہ جلسہ تک کل روپیہ کا انتظام ہو کر انجمن اس کے بوجھ سے فارغ ہو یہ بڑا اہم کام ہے اور احباب کی فوری توجہ چاہتا ہے کیونکہ وقت بہت تھوڑا باقی ہے اس سلسلہ میں قریشی وزیر محمد صاحب طالبعلم لاہور۔ ڈاکٹر محمد امین صاحب موگا۔ سید امیر علی شاہ صاحب کوٹ موکل۔ قاضی عبدالمجید خاں صاحب و عبدالعزیز صاحب صدیقی تخت محل ماسٹر انعام اللہ خاں صاحب فورث سنڈیمن بابو محمد رمضان صاحب بہاولپور ریاست قابل شکریہ ہیں اور سب سے بڑھ کر چوہدری منظور حسن صاحب چیمہ چک ۲۲ نو بہار ضلع گجرات جنہیں سلسلہ میں شامل ہوئے بہت کم عرصہ ہوا ہے لیکن آپ کی ہمت بہت ہی بلند ہے اگر اسی طرح سب احباب اپنی اپنی جگہ کوشش میں لگ جائیں تو کام کا پورا ہونا مشکل امر نہیں ہے۔ آپ کا خط جو اس کے متعلق وصول ہوا ہے حسب ذیل ہے۔ کاپی اگرچہ آپ کی خدمت میں روانہ کر دی گئی ہے لیکن آپ کی تڑپ قابل قدر ہے یہی فکر ہے کہ یہ کام وقت پر پورا ہو جائے۔ اللہ ان کو جزائے خیر دے آمین

(ظہور احمد سکرٹری)

قارئین کرام خط وکتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔

حضرت امیر کی خدمت میں ایک مخلص کا خط

قابل تقلید نمونہ

قبلہ وکعبہ جناب حضرت صاحب دام فیوضکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا پیغام برلن مسجد کے چندہ کے متعلق پیغام صلح میں پڑھکر میں نے اپنا مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ سالانہ جلسہ تک انشاءاللہ یکصد روپیہ چندہ اپنے غیر احمدی احباب سے اکٹھا کرونگا۔ چنانچہ اس خیال سے میں صرف ایک یوم کے لئے اپنے چک ۳۶ جنوبی سرگودہ میں گیا۔ دفتر میں میں نے اطلاع دی تھی کہ کاپی چندہ مجھے روانہ کی جاوے مگر اب تک نہیں پہنچی جسکے لئے دفتر میں دوبارہ یاد دہانی کرا چکا ہوں جو جلدی مجھے ملنی چاہیئے) میں چونکہ اپنی مربع کی زمینداره مصروفیتوں کے باعث زیادہ نہیں ٹھیر سکتا تھا۔ صرف ایک دو گھنٹہ میں مجھے اس کار خیر میں مبلغ پنتالیس ۴۵ روپیہ چندہ مل گیا۔ اگر میرے پاس کاپی ہوتی تو رستہ کے چکوں سے بھی چندہ کرتا خیر اس نیک کام میں میرے عزیز برادران جو غیر از جماعت مسلمان ہیں۔ چوہدری امان اللہ صاحب وچوہدری خوشی محمد صاحب وچوہدری محمد اسماعیل صاحب نے جو میری امداد وصول چندہ کے متعلق کی اور آئندہ کے لئے وعدہ کیا اس کے لئے بذریعہ پیغام صلح اُن کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ متذکرہ بالا صاحبان نہایت پڑھے لکھے اور باخدا اشخاص ہیں اور عموماً مجھ سے سلسلہ کی کتابیں لیکر پڑھتے رہتے ہیں۔ چنانچہ میری دعوت پر انہوں نے امسال سالانہ جلسہ پر لاہور آنے کا بھی وعدہ کیا ہے۔ نیز میں دیگر برادران سلسلہ سے بھی التماس کرتا ہوں کہ اگر ہر ایک برادر اپنے دل میں وعدہ کرے کہ سالانہ جلسہ تک میں حسب مقدور دس پندرہ بیس روپیہ چندہ اکٹھا کرونگا تو کوئی بڑی مشکل بات نہیں۔ اس طور سے ہم جناب حضرت صاحب کی فرمودہ رقم سے بہت زیادہ رقم اکٹھی کر کے اپنی جسارت ایمانی کا ثبوت دے سکتے ہیں۔ ہم نے بیعت کے وقت اقرار کیا ہوا ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم سمجھینگے۔ اس لئے ہمیں حضرت صاحب کی ہر آواز پر لبیک کہکر فی الفور مستعد ہو جانا چاہیئے۔ زیادہ والسلام

(منظور حسن چیمہ)

اخراجات جلسہ سالانہ ۱۹۲۵ء

نصف رقم فراہم ہو گئی مگر صرف نصف باقی ہے

سب احباب فرداً فرداً حصہ لیں

جیسا کہ احباب کو معلوم ہو چکا ہے کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا بارھواں سالانہ اجلاس ۲۵ لغایت ۲۸ دسمبر ۱۹۲۵ء کو ہونا قرار پایا ہے۔ اس کے لئے اس وقت سب سے ضروری بات جس کا انتظام کرنا ہمارے ذمے ہے وہ اخراجات جلسہ سالانہ کا پورا کرنا ہے۔ اور چونکہ وقت بہت تھوڑا باقی رہ گیا ہے اس لئے جلد سے جلد سب احباب اپنی اپنی جگہ اس کا حصہ نکالکر ۱۰ دسمبر ۱۹۲۵ء تک بالضرور بھجوا دیں۔ جہاں جماعتیں ہیں وہاں ساری جماعت کو اکٹھا کر کے حسب استطاعت سب سے رقوم وصول کر کے اکٹھی بھجوائی جائیں۔ خدا کے فضل سے صرف جماعت لاہور نے کل اخراجات کا نصف حصہ اپنے ذمہ لیا ہے۔ اور اب باقی ایک ہزار روپیہ کا تمام بیرونی جماعتوں کو پورا کرنا باقی ہے۔

دوسری گذارش یہ ہے کہ اجناس میں گھی کے سوائے باقی تمام اشیاء کا انتظام ہو گیا ہے اس لئے وہ احباب جن کے ہاں گھی عمدہ اور خالص ہوتا ہے اگر بجائے نقدی کے گھی بھجوانے کا انتظام کر دیں تو بڑی اچھی بات ہے کیونکہ خالص گھی لاہور سے دستیاب ہونا مشکل ہے۔ جو احباب اس پر آمادہ ہوں وہ اس کی اطلاع فوراً دیکر ممنون فرمادیں اور ۱۵ دسمبر تک گھی لاہور پہنچانے کا انتظام کریں۔

خاکسار ظہور احمد

سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

کڑاہ پرشاد

کڑاہ پرشاد کے متعلق ایک صاحب کے مزید استفسار پر حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب یوں رقمطراز ہیں۔

گرو بابا نانک صاحب مسلمان تھے۔ انہوں نے اہل ہنود کو بھی اسلام کی طرف لانا چاہا تھا۔ سب سے پہلے بت پرستی چھڑا کر توحید کی طرف لانے کی کوشش کی۔ اس میں وہ کسی حد تک کامیاب ہوئے۔ مگر بعد میں شرک کسی نہ کسی رنگ میں سکھوں میں سرایت کرتا رہا۔ چنانچہ دربار صاحب امرتسر میں سالہا سال بتوں کا ہجوم رہا ابھی حال میں سکھوں نے وہ بت وہاں سے نکلوائے۔ مگر پھر بھی گرنتھ صاحب کی تعظیم پرستش کی حد تک پہنچی ہوئی ہے۔ اپنے گردوں اور درباروں کی تعظیم میں پیر پرستی اور قبر پرستی کا رنگ صاف طور پر پایا جاتا ہے۔ واتخذوا احبارھم ورھبانھم ارباباً من دون اللہ کے وہ مصداق ہیں۔ اسلام کی توحید بہت بلند ہے۔ سکھ مذہب کو اس توحید سے کوئی نسبت نہیں جس میں کسی قسم کی بھی شرک کی ملونی ہو اسلامی توحید مسلمانوں کو اس کے پاس بھی پھٹکنے نہیں دیتی پس ایسے گرو پرست اور کتاب پرست لوگوں کا کڑاہ پرشاد خالصۃً للہ کہاں ہو سکتا ہے؟ اس لئے مسلمانوں کے لئے ایسا کھانا جائز نہیں ہو سکتا۔

عذر گناہ بدتر از گناہ

از قلم بابو منظور الٰہی صاحب

قادیانی جماعت کا دوسرے مسلمانوں سے چندے لینے پر ہمارے اخبار کی کسی گذشتہ اشاعت میں ایک نوٹ لکھا گیا تھا۔ اس پر اخبار الفضل نے بجائے معاملہ صاف کرنے کے ایک معمہ بنا دیا ہے ملک صاحب خانصاحب کے ڈیڑھ ہزار روپیہ بھیجنے پر لکھتے ہیں کہ یہ رقم ملک صاحب نے اپنی طرف سے بھیجی تھی نہ کہ غیر احمدیوں کی طرف سے اس لئے انہی کے نام سے وصول کی گئی۔ بہت خوب۔ لیکن ہم نے یہ کب کہا تھا کہ ملک صاحب نے اپنی طرف سے نہیں بھیجی تھی بلکہ غیر احمدیوں کی طرف سے بھیجی تھی۔ مطلب تو یہ تھا کہ عام چندہ سے یہ رقم جمع کی گئی تھی۔ رہی وصولی رقم وہ تو ایک ہی شخص کی طرف سے وصول ہوتی تھی۔ خواہ ملک صاحب کی طرف سے ہوتی یا جماعت کے کسی دوسرے فرد کی طرف سے۔ مناسب طریق تو یہ تھا کہ ملک صاحب کی تصدیق یا تکذیب کرا کر اس پر لکھا جاتا۔ لیکن ملاں آں باشد کہ چپ نشود والی مثال پوری کرنے کا الفضل کو خاص شوق ہے۔

آپ نے یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ قادیانی جماعت نے دریوزہ گری کبھی نہیں کی۔ قادیان میں بیٹھکر ایڈیٹر الفضل تو یہ لفظ کہہ سکتا ہے لیکن باہر سے جو اُن کے خاص ممبر چندہ جمع کر کے بھیجتے رہے ہیں وہ یہ لفظ حلفیہ نہیں لکھ سکتے۔ اگر الفضل کو ایسے قادیانی دریوزہ گروں کے نام معلوم کرنے کا شوق ہو۔ تو ہم وہ بھی بتانے کو تیار ہیں۔ دریوزہ گری کا بظاہر انکار کرنے کے باوجود وہ لکھتا ہے۔ "ہاں کسی ایسی غرض کے لئے جو عام اسلامی مفاد سے تعلق رکھتی ہو۔ اور جس کا براہ راست تبلیغ احمدیت سے تعلق نہ ہو۔ اس کے لئے اگر کوئی شخص چندہ دے تو اُسے قبول کیا جا سکتا ہے مثلاً انسداد ارتداد ایسا کام تھا جہاں ہمارے مدنظر تبلیغ احمدیت کا سوال نہیں تھا بلکہ مسلمانوں کی طرف سے آریوں کے حملہ کا اندفاع تھا۔ اس کے لئے اگر کسی نے ہماری جان بازی اور بے ریا خدمتگذاری سے متاثر ہو کر مالی امداد کی تو اُسے ہم نے منظور کر لیا"۔

اس امر کو علیحدہ رکھکر کہ کہاں تک قادیانیوں نے انسداد ارتداد کے کام میں عام اسلامی مفاد کو مدنظر رکھا یا کہاں تک ان کی اس کاروائی کا براہ راست تبلیغ احمدیت سے تعلق نہ تھا۔ ہم یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ اگر کسی دوسری جماعت کو بھی کسی ایسی غرض کے لئے جو عام اسلامی مفاد سے تعلق رکھتی ہو۔ اور جس کا براہ راست تبلیغ احمدیت سے تعلق نہ ہو۔ کوئی شخص اُس جماعت کی جان بازی اور بے ریا خدمتگذاری سے متاثر ہو کر مالی امداد کرے اور وہ جماعت اُسے منظور کرے تو کیا وہ دریوزہ گری کہلائیگی۔ مسلمانوں کا ارتداد اسلام سے خواہ ہندوازم کی طرف ہو۔ یا عیسویت کی طرف وہ اسی مد میں آئیگا۔ یہ قادیانی جماعت کا انصاف ہے کہ اگر اُن کے کسی نیک کام کی وجہ سے دوسرے مسلمان اُن کو امداد دیں تو یہ جماعت کی جان بازی اور بے ریا خدمتگذاری کا صلہ کہلائیگا۔ لیکن اگر جماعت لاہور کی خدمات اسلام کی وجہ سے دوسرے مسلمان اسے امداد دیں۔ تو یہ دریوزہ گری کہلائیگی۔

الفضل کا ایک منشا یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے مسلمان بلا غیر کسی تحریک کے اُن کی جان بازیوں کے لٹو بنکر انہیں امداد دیتے ہیں حالانکہ یہ امر بالکل خلاف واقعہ ہے۔ غیر از جماعت لوگوں میں سے جو شخص بھی ہماری ہر دو جماعتوں کو کسی قسم کی امداد کریگا۔ وہ ہم دونوں کے کسی نہ کسی ممبر کی ترغیب وتحریص یا اس کے زیر اثر ہونے کی وجہ

سے دیگا۔ یہ کبھی نہیں ہوتا۔ کہ ایک بے تعلق شخص بغیر کسی شخص کی ترغیب و تحریص کے ہمارے کاموں میں شرکت اختیار کرے۔ خصوصاً ایسے حالات میں کہ احمدیوں کے خلاف فضا سخت مکدر ہو رہی ہو۔ اور ان کے خلاف تکفیر بازی کا زور ہے۔

ہم میں اور قادیانی جماعت میں اس معاملہ میں اتنا فرق ہے کہ ہم آریہ و عیسویت کے مشنری پروپیگنڈے کو خواہ وہ ہند میں ہو یا دیگر اسلامی ممالک میں اور دیگر مذاہب کے لوگوں میں اشاعت اسلام کو عام اسلامی مفاد سے متعلق سمجھتے ہیں۔ اس لئے ان امور میں تمام مسلمانوں سے ہر قسم کی امداد کو جائز خیال کرتے ہیں۔ لیکن الفضل کا خیال ہے۔ (ممکن ہے اس کی جماعت کا ایسا خیال نہ ہو) کہ صرف انسداد ارتداد علاقہ آگرہ وغیرہ ہی عام اسلامی مفاد سے تعلق رکھتا ہے۔ عیسویت کا مشنری فتنہ جو اسلامی ممالک میں پھیل رہا ہے اور نیز عیسائی ممالک میں تبلیغ اسلام یہ عام اسلامی مفاد سے تعلق نہیں رکھتے۔ بلکہ یہ براہ راست تبلیغ احمدیت سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہمارے نکتہ نگاہ کے رو سے تعلیم قرآن و حدیث کو صحیح معنوں میں پیش کرنا ہی احمدیت ہے۔ اسی میں اشاعت و حفاظت اسلام آجاتی ہے لیکن غالباً الفضل کے نزدیک عام اسلامی مفاد کچھ اور ہیں اور احمدیت کچھ اور

رہا جان بازی اور بے ریا خدمتگذاری کے دعاوی۔ ہم کیا اور ہماری بساط کیا۔ ہم تو مزدور ہیں خدا کی راہ میں کام کئے جاتے ہیں۔ وہ بہتر جانتا ہے کون مخلص ہے اور کون ریاکار۔ جب تک اس کی نصرت شامل حال نہ ہو۔ کسی کی مدد بھی کچھ نہیں کر سکتی۔

تازہ خبریں

یونان پر قہر الٰہی

ایتھنز۔ ۲۴ر نومبر لیکابیٹس کی چوٹیوں سے جو ایتھنز کے نواح میں واقع ہیں۔ ایک زبردست سیلاب آیا ہے جس سے ایتھنز میں شدید اتلاف جان کا اندیشہ پیدا ہو گیا ہے۔ قدیم زمانے کے تیس مقابر تباہ و برباد ہو گئے ہیں۔ ماہرین آثار قدیمہ اس نقصان کو غیر معمولی اہمیت دے رہے ہیں۔

اناطولیہ میں زلزلہ

اناطولیہ کے علاقہ دنیار میں زلزلہ سے سخت نقصان پہنچا۔ جمعیۃ ہلال احمر ترکیہ نے اس کی خبر پاتے ہی فوراً پچاس خیمے روانہ کئے تاکہ جن کے گھر گر گئے ہیں انہیں آرام ملے۔

ارض روم میں مارشل لاء

قسطنطنیہ۔ ۲۵ر نومبر۔ ارض روم میں مارشل لا کا نفاذ کر دیا گیا ہے کیونکہ جو تدابیر حکومت نے ملک کو ترقی دینے اور جدید باتیں قبول کرنے کے لئے اختیار کی ہیں ان کے خلاف متعصب و قدامت پسند طبقہ نے مظاہرہ کرنے کا انتظام کیا تھا۔

آریہ سماج کے جلسے میں مناظرہ پر مشاجرہ
آریاؤں اور سناتن دھرمیوں میں سر پھٹول
متعدد اشخاص کو چوٹیں

لاہور ۲۶ر نومبر۔ کل شام کے سات بجے آریہ سماجوں کے مشترکہ سالانہ جلسہ منعقدہ تالاب واٹر ورکس میں آریوں اور سناتن دھرمیوں میں اس موضوع پر مباحثہ ہوا کہ آیا برہمن جنم سے بنتا ہے یا کرم سے آریہ مناظر کا لہجہ اور سناتن دھرمی مناظر کا تمسخر از بس اشتعال انگیز تھا۔ آریہ مناظر نے پرانوں کے حوالہ سے یہ دکھلایا کہ فلاں فلاں شانتی بندگ ہرنی۔ بعوٹی اور کنچنی کے پیٹ سے پیدا ہوئے اور برہمن بن گئے۔ اور ان پر ویدوں کا تر داس وجہ سے ہوا تھا کہ وہ "جنم سے برہمن" تھے۔ نیز کہا کہ کوئی سماجی ثابت کرے کہ سوامی دیانند جی مہاراج برہمن تھے تو انعام ہے اس کے جواب میں آریہ مناظر نے سخت فحش کلامی کی جس کے جواب میں سناتن دھرمی مناظر نے بھی تہذیب کو ذبح کر کے رکھ دیا۔ اس پر سماجیوں اور سناتن دھرمیوں میں سخت افسوسناک خوب سر پھٹول ہوئی اور لٹھ بھی ایک دوسرے پر برسائے گئے۔ متعدد آدمیوں کو چوٹیں آئیں۔ جلسہ میں سخت ابتری اور انتشار اور بڑے درجے کی بدامنی پیدا ہو گئی۔ اس ہاؤ ہو اور ہڑبونگ میں لوگوں نے جلسہ گاہ سے بدحواس ہو کر بھاگنا شروع کر دیا۔ کاش ہم مباحثوں میں دائرہ تہذیب سے باہر نہ ہوا کریں۔

اخبار احمدیہ

۲۸؍۱۱ بفضل تعالےٰ آج جمعہ نہایت پر لطف گذرا حاضرین کی تعداد پچاس کے قریب ہو گی خاکسار نے بدستور سابق جمعہ پڑھایا۔ اور بعد از جمعہ ہمارے مولانا شیخ محمد یوسف صاحب مبلغ احمدی نے اتحاد اسلام پر اور اسلام کے عالمگیر ہونے کے اس بات میں دلکش و دلفریب تقریر فرمائی سامعین محظوظ ہوئے اللہ تعالےٰ کامیاب فرماوے آمین

حکیم محمد یار فوق مبلغ ضلع فیروزپور سے لکھتے ہیں۔

۲۴؍۱۱ کو آریہ سماج کے سالانہ جلسہ پر مولانا عصمت اللہ صاحب کا پنڈت رامچندر دہلوی سے تناسخ کے مضمون پر زبردست مناظرہ ہوا مولوی صاحب نے سوال کئے۔ آریہ مناظر آخر تک اُن کا جواب نہیں دے سکا۔ مناظرہ کی پوری روئداد اگلے پرچہ میں درج اخبار کی جائے گی۔

دعا شیخ محمد صدیق صاحب تھانہ دار مقام اندورہ ضلع کانگڑہ مرض ذیابیطس میں مبتلا ہیں وہ احباب سے دعا کی درخواست کرتے ہیں

خط و کتابت ممالک غیر بذریعہ برادر صادق حسین صاحب نیروبی سے تحریر فرماتے ہیں کہ اس علاقہ میں جماعت احمدیہ کی کوشش سے اسلام خوب ترقی کر رہا ہے تین معزز عیسائیوں نے ماہ ستمبر ۱۹۲۵ء میں اسلام قبول کیا۔ ان کے نام مستقیم محمد ابراہیم مستقیم احمد رکھے گئے برادر تجمل حسین صاحب و دیگر دوست پیغام حق پہنچانے میں خوب کوشش سے کام لے رہے ہیں۔

جلسہ سالانہ خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ ۲۵ دسمبر سے ۲۸ دسمبر تک ہو گا۔ احباب کو جلسہ میں شمولیت کے حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے دعوت دی ہے۔ جو اسی اخبار میں کسی دوسری جگہ درج ہے۔ اور جدا بھی بذریعہ پیکٹ احباب کی خدمت میں روانہ ہو گی۔ جس احباب کی خدمت میں یہ دعوت پہنچے مہربانی فرما کر اس کی دیگر احباب تک اشاعت کریں۔ اور جلسہ سالانہ میں خود شامل ہونے کی کوشش کریں۔ اور دیگر احمدی احباب کو اور ایسا ہی اپنے دوسرے مسلمان دوستوں اور رشتہ داروں کو جلسہ میں شامل کرنے کی کوشش کریں۔

خدا کا شکر ہے۔ کہ کل ۲۰ر نومبر ۱۹۲۵ء کو بائیس ہزار روپیہ بلڈنگ گرانٹ مسلم ہائی سکول لاہور کا بقایا منجانب گورنمنٹ سے وصول ہو گیا ہے۔ ہم اس کے لئے تہ دل سے گورنمنٹ کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اور ایسا ہی جناب ڈائرکٹر صاحب بہادر اور انسپکٹر صاحب بہادر سررشتہ تعلیم کے شکرگزار ہیں۔ جنہوں نے سلسلہ احمدیہ کی اس درسگاہ کی قدر افزائی فرمائی۔ اور ضرورت کا احساس کر کے گورنمنٹ سے اس امداد کے دلانے میں کوشاں ہوئے۔

جلسہ سالانہ کے اخراجات کے واسطے گذشتہ جمعہ میں حسب معمول یہاں تحریک کی گئی۔ حسب معمول ان احباب نے جو چندہ اجناس کی صورت میں دیا کرتے تھے۔ اجناس دینے کا وعدہ فرمایا۔ اور بعض نے نقد چندہ دیا باقی احباب سلسلہ کی خدمت میں خواہ وہ لاہور کے ہوں یا دیگر مقامات کے عرض ہے کہ وہ ۱۵ دسمبر تک توجہ کر کے خود بھی اور دیگر احباب سے بھی چندہ وصول کر کے محاسب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نام بھجوا دیں۔ کہ سلسلہ کے مہمانوں کی مہمانداری کے اعلیٰ ترین فرض کی ادائیگی میں ہم سب کا حصہ ہو

مولوی عصمت اللہ صاحب گذشتہ جمعہ اور ہفتہ کے لئے لکچر دینے کے لئے لائلپور تشریف لے گئے تھے۔

مبلغین کلاس کی تعلیم باقاعدہ شروع ہو گئی ہوئی ہے۔ اور جسقدر طلبا لینے تھے وہ لے لئے گئے ہیں۔ لہذا مزید گنجائش نہیں ہے۔ احباب مطلع رہیں۔

جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب جنرل سکرٹری احمدیہ انجمن دینی خدمت پر ریاست اٹک میں تشریف لے گئے ہیں **جناب** مولوی صدرالدین صاحب تا حال علاقہ منٹگمری سے ہنوز واپس تشریف نہیں لائے۔

جو احباب جلسہ سالانہ پر کوئی نظم یا مضمون سنانا چاہیں وہ سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو اطلاع کر دیں۔

ہر جگہ سے آنے والے احباب اگر فہرست مہمانان سے اطلاع

دیں تو اچھا ہے۔ تا منتظمین انتظام کریں۔ اور جہاں سے مستورات ہمراہ آنے والی ہوں۔ اس کی بھی اطلاع کی جاوے۔ **برلن** میں برلن مسجد کی تکمیل ہو رہی ہے۔ اور مولوی فضل کریم خاں انچارج برلن مشن اس میں مصروف ہیں۔ انجمن نے فوٹو بھیجنا اور بذریعہ تار بھیجنا منظور فرمایا ہے۔ اس کی تکمیل کے لئے ابھی روپے کی اشد ضرورت ہے۔ احباب اس سے بے فکر نہ ہوں چنانچہ حال ہی میں حضرت امیر نے احباب میں اس غرض کے لئے پُر زور تحریک کی ہے۔ امید ہے احباب آپ کی صدا پر لبیک کہینگے۔ اور اس عظیم الشان کار خیر میں اور صدقہ جاریہ میں اپنے نام معاونین کی فہرست میں درج کرائیں جو ابد الآباد تک خدا کی بارگاہ میں لکھا رہے گا اور نہیں مٹے گا۔ انسان کی اصل جمع اور حقیقی خزانہ یہی ہے۔ جو وہ اپنے ہاتھ سے خدا کے دین کی اعانت میں خرچ کرتا ہے۔ باقی جسقدر مال اس دنیا کے بنکوں میں جمع رہتا ہے۔ وہ دوسروں کا مال ہے۔ اس کا نہیں

ضروری اطلاع

مندرجہ ذیل احباب کی طرف سے دفتر میں چند رقوم بطور امانت موصول ہوئی ہیں۔ متعدد مرتبہ بذریعہ خط و کتابت احباب گرامی سے اس کی تفصیل کے متعلق استفسار کیا گیا ہے۔ مگر اب تک کوئی جواب نہیں آیا۔ اس لئے بذریعہ اخبار معزز ناظرین کو اطلاع دی جاتی ہے کہ جن دوستوں کی طرف سے یہ رقم بطور امانت جمع ہوئی ہیں وہ ۱۵ یوم تک دفتر میں اطلاع فرماویں۔ تا ان کے ارشاد کے مطابق رقم مناسب فنڈ میں داخل کر دی جاوے۔ اگر کسی صاحب کی طرف سے پندرہ یوم تک کوئی اطلاع اس رقم کی تفصیل کے متعلق نہ آئی تو انجمن کے کسی مد میں حسب منشاء خود رقم داخل کر دیگی۔

تفصیل یہ ہے

تاریخ وصولی	نام و پتہ فرستندہ	رقم
۴-۱۰-۲۱	ایم عبدالرحمٰن صاحب مرینہ ہاؤس کنیا کالونی	۱۲—۷—۰
۲۷-۱۱-۲۲	محمد یار علی صاحب جنت پور روڈ کلکتہ	۱—۸—۰
۱۸-۱۲-۲۲	بھولا سنگھ صاحب سب اوورسیئر ملک پور بریلی	۲—۹—۰
۱۵-۱۱-۲۳	میاں قمرالدین صاحب ترکھان	۳—۰—۰
۹-۲-۲۴	ڈبلیو ایم رضوی پرسرام بنگلہ بڑودہ	۱۵—۰—۰
۲۳-۸-۲۴	نامعلوم الاسم	۲—۳—۰
۲۷-۱۰-۲۴	؍؍ ؍؍	۴—۰—۰
۸-۹-۲۵	محمد حسین صاحب باورچی	۴—۲—۹
۱۶-۱۲-۲۴	میاں فقیر محمد صاحب دھرم سالہ	۴—۱۵—۰
۱۰-۹-۲۴	دوست خاں صاحب بغداد	۲—۰—۰
۲۰-۹-۲۴	سید نصیر الدین محمود احمد صاحب محلہ وہنیا کوٹ	۱—۵—۰
۱۱-۹-۲۴	ہاشم اے۔ ابراہیم صاحب نائجیریا	۴—۱۱—۰
۳۰-۹-۲۴	محمد حسین شاہ صاحب جھا جھا سنگھر	۳—۲—۰
۱۴-۱۰-۲۴	ڈاکٹر اے۔ ابن حق صاحب جورہٹ	۲—۱۱—۰
	میزان کل	۱۲—۸—۰

فنانشل سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

خریداران کتب کو مژدہ

ہمارے ہاں کتب اسلامیہ کا کافی ذخیرہ موجود ہے جن میں مذہب اسلام کی سچائی اور منجانب اللہ ہونا براہین قاطعہ سے روز روشن کی طرح دکھلائی گئی ہے۔ اور مذہب باطلہ خصوصاً مسیحیت اور آریہ مذہب کے عقاید اور اصول کی مقصودی طور پر اچھی طرح تردید کی گئی ہے۔ اور جو غلط خیالات مسلمانوں میں تقلیدی طور سے رواج پا چکے تھے جیسے حضرت عیسیٰ کی حیات اور ان کا آسمان پر اس خاکی جسم کیساتھ بغیر خورد و نوش رہنا نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ سے ازالہ کیا گیا ہے۔ اور یاجوج ماجوج اور دجال کی حقیقت کو بالکل سامنے دکھایا گیا ہے۔ فہرست کتب درخواست کرنے پر مفت مل سکتی ہے۔

سر الخلافہ - حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب چھپ کر تیار ہو گئی ہے اس کتاب میں حضرت صاحب نے اہل تشیع کو تبلیغ کی ہے۔ اور خلافت کی حقیقت بتائی ہے۔ اور ثابت کیا ہے۔ کہ زمانہ نبوت کے بعد حضرت ابو بکرؓ خلافت کے حقدار تھے اس کے پڑھنے اور مطالعہ سے بے شمار لطائف کا علم حاصل ہوتا ہے۔

قیمت ۸ر ملنے کا پتہ: منیجر دارالکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور۔

جلد ۱۳ | [illegible] یوم یکشنبہ مطبوعہ ۲۰ جمادی الاول ۱۳۴۴ ہجری مطابق ۶ دسمبر ۱۹۲۵ عیسوی | نمبر ۱۱۱

جرمن مشن قابل توجہ احباب

جیساکہ احباب کو معلوم ہے کہ انجمن نے اس مشن کو کھولنے سے پہلے اس کے اخراجات کے پورا کرنے کا پختہ وعدہ جماعت سے لے لیا تھا۔ اور ان وعدوں کی بنا پر اس مشن کا مستقل بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھایا تھا اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے اور احباب کے خلوص کی وجہ سے اس کو کامیاب بنایا ہے اور اس کے عمدہ نتائج ہم کو اپنی آنکھوں سے دکھا دیئے ہیں۔ یعنی مشن کے ساتھ ایک مسجد اور مبلغین کی رہائش کے لئے مکان بھی تیار ہوگیا۔ رسالہ بھی جاری ہے۔ اور لٹریچر بھی پیدا ہو رہا ہے اور چالیس سے زیادہ نومسلمین کی تعداد ہو چکی ہے۔ جنمیں بڑے بڑے قابل لوگ کے ڈگری یافتہ بھی شامل ہیں۔ اللہ تعالےٰ کے ان افضال کو دیکھ کر ہماری ہمتیں بلند ہونی چاہئیں اور ان نعمتوں کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے تاکہ وہ اور زیادہ انعامات فرمائے۔ وہ احباب جنہوں نے اس مشن کے اخراجات کے لئے مستقل سالانہ وعدے فرمائے ہوئے ہیں اور ابھی تک انہوں نے اپنی رقوم ادا نہیں فرمائیں فوری توجہ فرمائیں اور جلسہ سالانہ پر جبکہ ان کا سال ختم ہو جائے گا اپنی بقایا کی کل رقم ہمراہ لاویں۔ انجمن کو اس مشن کا قرضہ ادا کرنے کے واسطے روپیہ کی سخت ضرورت ہے۔ اور یہ جلسہ اُن کے وعدہ کی آخری حد ہے اور اللہ تعالےٰ کا وعدوں کے متعلق ارشاد ہے اوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا۔ پھر وہ وعدے جو خالص جہاد دینی کی اغراض پر مبنی ہیں بہت بڑی اہمیت رکھتے ہیں اس لئے انہیں ہر قسم کی احتیاط فرما کر جلسہ پر اپنے ان وعدوں کو بالضرور پورا فرما دینا چاہیئے

(خاکسار ظہور احمد سکرٹری)

"چندہ مستورات برائے برلن مسجد"

اس سلسلہ میں حسب ذیل زیورات و رقوم اور ماہ نومبر ۱۹۲۵ء میں وصول ہوئی ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان خواتین اور ان کے محرکین کو اس کا اجرعظیم اپنی جناب سے عطا فرماوے۔ چونکہ تکمیل مسجد کے لئے ابھی کافی روپیہ کی اور ضرورت ہے اور یہ کام مکمل نہیں ہوسکتا جب تک کہ ساری جماعت فرداً فرداً حصہ نہ لے جس میں ہماری مستورات بھی شامل ہیں۔ اس لئے اُن بہنوں کی خدمت میں جنہوں نے تاحال اس تحریک میں حصہ نہیں لیا درخواست ہے کہ وہ بھی جلسہ سالانہ تک اپنی طاقت کے مطابق ضرور حصہ لیں اور جنہوں نے اپنی طاقت سے کم حصہ لیا ہے وہ بھی توجہ فرما دیں تاکہ یہ اللہ کا گھر پورے طور پر مکمل ہو کر ہمیشہ کے واسطے ان کے لئے دعاؤں کا موجب بنے

(۱) والدہ صاحبہ ڈاکٹر سعید احمد صاحب دیب گراں ضلع ہزارہ ہنسلی نقرئی ایک عدد
(۲) اہلیہ صاحبہ " " " " لونگ طلائی ایک بندی طلائی ایک
(۳) بنت " " " " ہنسلی نقرئی ایک عدد
(۴) ہمشیرہ صاحبہ " " " " پازیب نقرئی ایک عدد
(۵) اہلیہ صاحبہ مرحومہ محمد راشد علی عباس قاضی گڑھی کا کوری ڈیڑھ روپیہ نقد

(خاکسار ظہور احمد سکرٹری)

سیرت خیر البشر بزبان ترکی

ماہ نومبر ۱۹۲۵ء میں اس کے متعلق مزید حسب ذیل رقوم وصول ہوئی ہیں جنہیں شکریہ کے ساتھ درج اخبار کیا جاتا ہے ان تمام رقوم کی وصولی کے بعد ابھی ۲۴ روپیہ کی رقم کی اور ضرورت ہے تاکہ یہ کام تکمیل کو پہنچ جائے۔ سب احباب تھوڑا تھوڑا حصہ لے کر جلد اس رقم کو پورا کرکے ممنون فرماویں۔

(۱) ڈاکٹر غلام محمد صاحب لاہور ۔ ۔ ۔ ۵
(۲) شیخ دوست محمد صاحب کوتوالی شہر لاہور ۔ ۔ ۔ ۲
(۳) مولوی عبدالوہاب صاحب " ۔ ۔ ۔ ۱
(۴) بابو محمد عثمان غنی صاحب " ۔ ۔ ۔ ۱
(۵) مولانا احمد صاحب " ۔ ۔ ۔ ۱
(۶) مولانا صدرالدین صاحب " ۔ ۔ ۔ ۵
(۷) شیخ محمد نصیب صاحب " ۔ ۔ ۔ ۱
(۸) ماسٹر فقیر اللہ صاحب " ۔ ۔ ۔ ۱
(۹) سید الف شاہ صاحب کاہی ۔ ۔ ۔ ۱۰
(۱۰) سیٹھ اسماعیل آدم صاحب بمبئی ۔ ۔ ۔ ۱۰
(۱۱) مولوی محمد حسن صاحب لاہور ۔ ۔ ۴ ۔ ۱
(۱۲) ایم عبدالمجید خاں صاحب سپرنٹنڈنٹ بستی چک ۲۴ ۔ ۔ ۔ ۴
(۱۳) مولوی عبدالہادی خاں صاحب عظیم کلہ ۔ ۔ ۔ ۱۰
(۱۴) معرفت شیخ محمد نصیب سکرٹری انجمن شملہ ۔ ۱۲ ۔ ۲
(۱۵) شیخ محمد دین جان صاحب وکیل لاہور ۔ ۔ ۔ ۳
(۱۶) مرزا خدابخش صاحب حکیم لاہور ۔ ۔ ۔ ۳

کل میزان ۔ ۔ ۔ ۹۷

(ظہور احمد سکرٹری)

اخبار پیغام صلح کی خریداری بڑھانے کے لئے احباب خاص توجہ فرماویں۔

"رسیدات زر"

ماہ نومبر ۱۹۲۵ء میں جو رقوم برلن مسجد شاعت اسلام کی غرض سے وصول ہوئیں انہیں شکریہ کے ساتھ اخبار میں درج کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ان سب احباب کو بہت بڑا اجر اپنی جناب سے عطا فرماوے۔

(۱) حافظ خدابخش صاحب و چوہدری غلام حسین صاحب چک ۲۱ اوکاڑہ ۔ ۔ برلن مسجد
(۲) بابو فیض الرحمن صاحب مرتسر بموقع خانی معرفت صدرالدین ۔ ۔ برلن مسجد
(۳) بابو عمر حیات " " " ۔ ۔ ۔ ۵ "
(۴) چوہدری نعمت خاں صاحب سب جج دہرہ سالہ ۔ ۔ ۔ عطیہ
(۵) نور حسن بدرالدین صاحب پوسٹ ماسٹر لسنی ۔ ۔ ۔ ۵ برلن مسجد
(۶) بابو احمد دین صاحب سیلفن ماسٹر کاہی ۔ ۔ ۔ ۵ "
(۷) منشی شہاب الدین " کاکاخیل ۔ ۔ ۔ ۲ "
(۸) چوہدری اللہ دتا " سرینگر ۔ ۔ ۔ ۱۲ [illegible]
(۹) منشی فضل احمد صاحب انڈین اور سیر ملو ۔ ۔ ۔ برلن مسجد
(۱۰) بابو فقیر محمد صاحب سٹور کیپر ورکشاپ کلکتہ معرفت شیخ محمد حسین ۔ ۔ ۔ "
(۱۱) ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب کھاریاں ۔ ۔ ۔ "
(۱۲) آغا میر احمد شاہ صاحب وزیر ریاست معرفت [illegible] ۔ ۵ "
(۱۳) مرزا عزیز بیگ صاحب برنالہ پٹیالہ ۔ ۔ ۔ ۱ "
(۱۴) ڈاکٹر سعید احمد صاحب دیب گراں ڈاکخانہ مانسہرہ ۔ ۔ ۔ برلن مسجد عطیہ
(۱۵) صاحبزادہ شریف نور صاحب ہیلتھ آفیسر کوہاٹ ۔ ۔ ۱۰ برلن مسجد
(۱۶) بابو عبداللہ جان صاحب کلپ سب انجینئر کوہاٹ ۔ ۔ ۱۰ "
(۱۷) پیر زمان شاہ صاحب ہیڈ کلرک معرفت ۔ ۔ ۲ "
(۱۸) میاں عالم شاہ صاحب اکونٹنٹ " ۔ ۔ ۱ "
(۱۹) مرزا حاکم بیگ " ۔ ۔ ۲ "
(۲۰) چوہدری مبارک احمد صاحب " ۔ ۔ ۱۵ "
(۲۱) پیر شمس الدین صاحب انجنٹ انجمن ۔ ۔ ۲۰ برلن مسجد و رسالہ
(۲۲) معرفت شیخ محمد نصیب دفتر انجمن ۔ ۔ ۱۵ عطیہ
(۲۳) مولوی محمد الدین صاحب خوشنویس لاہور ۔ ۔ ۵ برلن مسجد
(۲۴) منشی عبدالحکیم صاحب خوشنویس ۔ ۸ ۔ ۶ "

(ظہور احمد سکرٹری)

احباب توجہ فرماویں

ہمارے احباب بعض وقت بڑی فروگذاشت کرتے ہیں کہ اپنے پتہ تبدیل ہونے پر دفتر میں اطلاع نہیں دیتے اور نہ کسی اخبار کے نمبر کے نہ ملنے پر جلدی اطلاع دیتے ہیں۔ براہ کرم احباب اس بات پر ضرور توجہ فرما دیں کہ ایک تو وہ اپنا پتہ تبدیل ہونے پر دفتر میں جلد اطلاع دیا کریں اور دوسرے اخبار کے کسی نمبر کے نہ ملنے پر بھی بہت جلد دفتر کو اطلاع دیا کریں۔ احباب کو بھی آسانی رہیگی اور تعمیل بھی جلد ہوسکیگی۔ اور شکایت کا موقعہ بھی نہ ہوگا۔

منیجر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۳۱، ۲۰ جمادی الاول ۱۳۶۲ھ نمبر ۱۱۱

ذبیحہ اور قربانی

(جناب ڈاکٹر بشارت صاحب اسسٹنٹ سرجن کے قلم سے)

غیر مذاہب کی طرف سے جو گوشت خوری یا ذبیحہ یا قربانی کے مخالف ہیں، اسلام کے سچے اور پُرحکمت مذہب پر طرح طرح کے اعتراضات ذبیحہ اور قربانی پر ہوتے رہتے ہیں۔ ایک معزز دوست کے اسی قسم کے سوالات پر کچھ عرض کرتا ہوں۔ انہوں نے اس مسئلہ کو تین سوالوں میں تقسیم کیا ہے اسی کے مطابق جواب عرض کرتا ہوں:۔

سوال نمبر ۱

خدا کا مارا (جانور) حرام اور بندہ کا مارا (جانور) حلال۔ اس کی وجہ کیا ہے؟

الجواب

خدا کے مارے ہوئے کا صحیح مفہوم

خدا کے مارے سے اگر یہ مطلب ہے کہ خدا تعالےٰ کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا جانور مسلمان حرام سمجھتے ہیں اور انسان کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا جانور (حلال) سمجھتے ہیں۔ تو پھر یہ اعتراض بالکل بجا ہے۔ کیونکہ اس سے بڑھکر نالائقی اور کیا ہوگی کہ خود احکم الحاکمین خداوند تعالےٰ جب اپنے مقدس ہاتھوں سے ذبح کرکے دیں تو مسلمان نہ کھائیں اور جب گلو قصائی ذبح کرکے دے تو کھالیں۔ بلکہ یہ پرلے درجہ کی گستاخی بھی ہے۔

لیکن اگر خدا کے مارے ہوئے سے مطلب ہے مردہ جانور جو کسی بیماری سے مرگیا ہو۔ تو یہ الفاظ کسقدر دھوکا دہ ہیں جو بالعموم آریہ لوگ اعتراض کرتے وقت استعمال کرتے ہیں۔ اگر یہ کہو کہ موت کا پیدا کرنا خدا کا کام ہے اس لئے اُسے خدا کا مارا ہوا کہا گیا تو پھر ذبح کرنے سے جو موت واقع ہوتی ہے اُس کا پیدا کرنا بھی تو خدا ہی کا کام ہے۔ اگر وہ خدا کا مارا ہُوا ہے تو یہ بھی خدا کا مارا ہُوا ہے۔ فرق دونوں میں یہ ہے کہ موت کے اسباب میں سے ایک جگہ بیماری تھی اور دوسری جگہ حلق پر چھری کا چلنا تھا۔ دونو اپنی اپنی جگہ سبب ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کا نتیجہ موت ہے۔ اسباب پر جو نتیجہ نکلتا ہے وہ چونکہ خدا کے قانون کے نیچے نکلتا ہے۔ اس لئے نتیجے کو خدا کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ پس دونوں صورتوں میں موت کا پیدا کرنے والا خدا تعالےٰ ہے۔ یعنی نتیجہ کے لحاظ سے دونوں خدا کے مارے ہوئے ہیں۔ سبب کے لحاظ سے ایک چھری کے چلنے سے مرا ہے اور دوسرا بیماری سے مرا ہے صرف لفظوں کے ایک چکر سے دھوکا لگتا ہے۔ اور اہل باطل کا یہی طریق ہوتا ہے کہ وہ پیچ دار باتیں کرکے دوسرے کو دھوکا دیتے ہیں۔ رہا یہ امر کہ مردہ کیوں نہیں کھاتے سو اس کی نسبت یہ عرض ہے کہ جو جانور طبعی موت سے مرتا ہے وہ کسی بیماری کے زہر سے مرتا ہے۔ بیماری کا زہر اس کے اعضائے رئیسہ میں اس قدر پھیل جاتا ہے اور ان پر ایسا بُرا اثر کرتا ہے کہ اس کی زندگی کو ختم کر دیتا ہے تو فرمائیے ایسا زہریلا گوشت اگر دوسرا جاندار کھائے تو اس زہر کا کیسا بُرا اور خطرناک اثر اس پر پڑیگا جس زہر نے ایک جاندار کی جان لی وہ دوسرے کی جان لیلے تو کیا عجب ہے۔ اس لئے گوشت کھانے کا بہترین طریق یہی ہوسکتا ہے کہ ایک تندرست جانور کو ذبح کرکے اس کا گوشت کھایا جائے۔ تا گوشت کھانے کا نفع حاصل ہو اور نقصان سے انسان بچا رہے۔

سوال نمبر ۲

جھٹکے اور ذبح میں کیا فرق ہے کہ وہ حرام اور یہ حلال؟

الجواب

جھٹکہ اور ذبیحہ

تندرست گوشت کھانے کے لئے ضروری تھا کہ تندرست جانور پر موت وارد کی جائے مارنے کے طریق دو قسم کے ہوسکتے ہیں۔ ایک وہ جن میں خون نکل جائے۔ دوسرے وہ جن میں خون نہ نکلے یا بہت کم نکلے۔

علم طب جس طریق کو نظر استحسان سے دیکھے گا وہ پہلا طریق ہے۔ یہاں اس کی ساری فزیالوجی مفصل طور پر بیان کرنے کا موقعہ نہیں۔ صرف مختصراً عام فہم الفاظ میں اتنا بتلا دینا چاہتا ہوں کہ خون جہاں انسان کے اعضاء اور اس کے چھوٹے سے چھوٹے اجزا کو غذائیت اور آکسیجن پہنچاتا ہے جس سے ان کی پرورش ہوتی ہے۔ وہاں وہ ان کے تمام فضلات اور اور غلاظتوں کو جو نہایت زہریلے ہوتے ہیں اپنے اندر حل کرکے پیشاب اور پسینے اور تنفس کے رستے خارج کرتا رہتا ہے۔ ان فضلات اور غلاظتوں کا زہر اس قدر خطرناک ہوتا ہے کہ اگر خون میں اس کی مقدار بڑھ جائے تو طرح طرح کے امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ مثلاً وجع، مفاصل۔ نقرس وغیرہ اور اگر اس کے اخراج میں کچھ فرق آجائے مثلاً جب گُردے خراب ہو جاتے ہیں اور پیشاب کے ذریعہ یہ زہر اچھی طرح خارج نہیں ہوسکتا تو اعصاب میں تشنج پیدا ہوکر غشی طاری ہو جاتی ہے جس کا نتیجہ موت ہوتا ہے۔

جو رگیں دل سے تمام اطراف جسم کو مصفا اور آکسیجن اور غذائیت سے پُر خون پہنچاتی ہیں وہ شریان کہلاتی ہیں۔ اور جو رگیں تمام اطراف جسم سے زہریلا اور گندہ خون لیکر واپس دل کو آتی ہیں وہ ورید کہلاتی ہیں۔ دل کی حرکت سے دوران خون جاری ہے دل کے سکڑنے سے مصفا خون شریانوں میں جسم کی طرف چلتا ہے اور دل کے پھیلنے سے جو خلا اس میں پیدا ہوتا ہے اس کی کھینچ پڑنے سے گندہ خون واپس دل کی طرف دوڑتا ہے جسم کے گوشت اور پٹھوں کی حرکت بھی اس خون کو جلد واپس کھینچنے میں مدد کرتی ہے۔ تندرست گوشت حاصل کرنے کے لئے یہ ضروری تھا کہ یہ گندہ اور زہریلا خون جسم میں سے نکال دیا جائے۔ اسی لئے اسلام نے حکم دیا کہ گردن کے سامنے کی خون کی رگوں کو کاٹ دو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دماغ اور اس کے ... کا تعلق قلب سے برقرار رہتا ہے اور قلب کی حرکت جاری رہتی ہے جو بتدریج آہستہ آہستہ خون کے نکل جانے سے بند ہوتی ہے۔ قلب کی اس حرکت سے تمام خون کٹی ہوئی رگوں سے نکل جاتا ہے۔ ایک طرف دل پھیلتا ہے دوسری طرف جانور کی حرکت مذبوحی سے یعنی اس کے تڑپنے سے پٹھوں میں حرکت ہوتی ہے جس سے تمام جسم کے وریدوں کا زہریلا خون فوراً دل میں آتا ہے اور وہاں سے شریانوں کے ذریعہ کٹے ہوئے گلے سے جلدی جلدی خارج ہوتا جاتا ہے۔

مگر برخلاف اس کے جھٹکے میں تلوار کا وار گردن کی پشت پر پڑتا ہے اور گردن کے مہرے کی ہڈیوں کو توڑتے ہوئے حرام مغز کو کاٹ دیتا ہے۔ اور اس طرح دماغ اور اس کے اعصاب کا تعلق دل اور اس کی رگوں سے یکلخت اور یکدم منقطع ہو جاتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دل کی حرکت اچانک بند ہو جاتی ہے اور تمام خون اندر کا اندر ہی رہ جاتا ہے۔ صرف وہ مصفا خون جو شریانوں کے ذریعہ دل سے دماغ کی طرف چل چکا ہوتا ہے وہ گلے کی شریانیں کٹنے سے نکل جاتا ہے مگر باقی تمام جسم کا زہریلا اور گندہ خون جو وریدوں کے ذریعہ دل کی طرف آرہا تھا دل کی حرکت بند ہو جانے سے وہیں کا وہیں رہ جاتا ہے۔ دل میں اب کوئی حرکت نہیں جو اس زہریلے خون کو کھینچ کر پھر شریانوں کے ذریعہ گردن کی طرف بھیجکر جسم سے خارج کردے بلکہ شکم کے اندر کی رگوں کے پھیل جانے سے تمام خون کا رُخ اندر شکم کی طرف ہو جاتا ہے۔ نتیجہ یہ کہ وریدوں کا خون بمعہ اپنے تمام زہریلے مواد کے اندر ہی رہ جاتا ہے۔ اسی لئے اسلام نے گلا گھُٹ کر مرا ہُوا۔ سینگ کے صدمہ سے مرا ہُوا۔ گر کر یا چوٹ کھا کر مرا ہُوا سب حرام کر دیا۔ علیٰ ہذا القیاس جھٹکہ بھی۔

یہ تو کچھ ایسی دقیق بات نہ تھی کہ سکھوں اور گورکھوں کو سمجھ نہیں آتی۔ صرف اسلام سے دشمنی اور مسلمانوں سے ضد ہے جو اسلام کے پُراز حکمت اصولوں کو اختیار کرنے سے مانع ہے۔ ورنہ غور کرکے دیکھو تو ذبیحہ کے فوائد اور جھٹکے کے نقصانات بالمقابل ایسے واضح ہیں کہ کوئی عقلمند انکار نہیں کرسکتا کسی جانور کو مارنے میں خواہ ذبح کیا جاوے یا جھٹکہ کیا جاوے چار باتیں ضروری ہیں۔ ایک تو مارنے والا۔ دوسرے وہ آلہ جس سے مارا جاوے تیسرے وہ جانور جسے مارا جاتا ہے چوتھے وہ مقصد جسکے لئے جانور کو مارا جائے۔ ان چاروں امور میں ذبیحہ میں صریح فوائد ہیں اور جھٹکے میں نقصان:۔

(۱) ذبح کرنے کے لئے کسی غیر معمولی طاقت کی ضرورت نہیں ہر ایک آدمی نہایت آسانی سے گلے کے سامنے کی نرم رگوں پر چھری پھیر سکتا ہے۔ مگر جھٹکے کے لئے نہایت طاقت کی ضرورت ہے کہ ایک ہاتھ میں جانور کی گردن کی مضبوط ہڈیاں بمعہ تمام نرم گوشت کے کٹ جاوے۔ اگر ضرب لگانے والا کمزور ہُوا۔ تو نہ گردن کٹتی ہے نہ جانور مرتا ہے۔ زندہ جانور کا قیمہ بنتا رہتا ہے۔ جانور کو الگ عذاب اور مارنے والا الگ حیران پریشان۔

(۲) ذبح کرنے کے لئے ایک معمولی تیز چھری کافی ہے مگر جھٹکے کے لئے تیز دھار کے علاوہ نہایت وزنی آلہ ہونا چاہیئے جو ہڈی جیسی سخت چیز کو ایک ضرب میں کاٹ کر رکھدے پس اس کے لئے کوئی خاص آلہ یا مشین چاہیئے۔ جو ہر جگہ دستیاب نہیں ہوسکتا

(۳) جانور کو جو گردن کی سخت ہڈی کٹنے میں تکلیف ہوگی وہ نرم رگوں کے کٹنے میں نہیں ہوسکتی۔ صرف ایک دفعہ رگوں پر چھری چلنے کی دیر ہوتی ہے۔ اس کے بعد درد اور تکلیف کی حس مطلق نہیں رہتی۔ اس کا تڑپنا حواس کے ساتھ نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ پٹھے بے اختیاری کے ساتھ سکڑتے اور پھیلتے ہیں جیسے کلوروفارم کی بیہوشی میں یا بعض امراض کی غشی میں تشنج ہوتا ہے اس کا جاندار کو کچھ علم نہیں ہوتا۔ جو کچھ ہونا ہوتا ہے وہ صرف چھری پھرنے کے وقت ہو جاتا ہے۔ مگر جو ضرب گردن کی سخت ہڈی کو توڑے گی اس کی تکلیف صرف گردن کے سامنے کی نرم رگوں کے کٹنے سے کسقدر زیادہ ہوگی کسی توضیح کی محتاج نہیں۔

(۴) جانور کو مارنے کا مقصد ہے تندرست گوشت کا ملنا اسی لئے مردہ جانور کھانا درست نہ تھا۔ لیکن جب جھٹکے میں خون بمعہ اپنے زہریلے مواد کے اندر ہی رہ گیا تو تندرست گوشت کا مقصد تو فوت ہوگیا۔ پس کیا بلحاظ آسانی اور سہولت کے اور کیا بلحاظ تندرست گوشت حاصل کرنے کے ذبیحہ ہی جانور کو مارنے کا بہترین طریق ہے۔ اور جھٹکے میں نہ صرف مشکلات ہیں بلکہ جانور کو بھی سخت تکلیف ہے اور گوشت بھی ہر ایک قسم کے زہر سے پاک اور تندرست حاصل نہیں ہوتا۔

سوال نمبر ۳

قربانی سے کیا فائدہ ہے۔ بلکہ ایک جاندار کو مارنے سے کیا فائدہ بلکہ بے رحمی ہے۔ اس کا فلسفہ بیان کرنا چاہیئے۔

الجواب

ذبیحہ اور قربانی

چونکہ یہ مسئلہ دقیق ہے اس لئے ہر ایک بات کو بتدریج لینا چاہیئے۔

نباتات کا احساس

(۱) سب سے پہلے تو یہ جاننا چاہیئے کہ سوچ اور زندگی کا جس قسم کا احساس حیوانات میں ہے قریباً اسی قسم کا احساس نباتات میں ہے۔ یہ موجودہ تحقیقات ہے اور تحقیقات بھی ڈاکٹر بوس کی ہے جو ہمارے ہندو بھائی ہیں اور اس تحقیقات کو تمام محققین سائنس نے تسلیم کر لیا ہے۔ اس لئے اگر حیوانات کے گوشت کھانے میں بیدردی ہے تو نباتات کھانے میں بھی بے دردی ہے۔

حیوانات کا احساس

(۲) دوسری بات یہ جان لینی چاہیئے کہ نباتات اور حیوانات میں جو حس ہے وہ اس قسم کی نہیں جو انسان میں ہے۔ انسان میں خود شناسی ہے وہ اپنی ہستی کو سمجھتا ہے۔ اور جو عمل وہ کرتا ہے سمجھ کر کرتا ہے اس میں Reason یعنی عقل وفہم وادراک ہے یہ باتیں حیوانات میں نہیں ہوتیں۔ حیوانات کی زندگی محض اضطراری ہے۔ وہ جو کچھ

کرتے ہیں Instinct یعنی تقاضائے فطرت کے ماتحت کرتے ہیں وہ کسی امر کو سوچ سمجھ کر نہیں کرتے۔ نہ ان کو اپنی ہستی اور شخصیت کی کوئی سمجھ ہے اسی لئے ایک بیل کسی کو سینگ مار کر مار دے تو اُسے کوئی عدالت پھانسی نہیں دیدیتی اسی طرح کبھی بیلوں نے ملکر اپنی حیثیت اور شخصیت پر غور نہیں کیا اور اپنے مالکوں کے خلاف ان کے ظلم و بیداد کی اپیل نہیں کی۔ کیونکہ اپنے آپ کو اور اپنی ہستی کو سمجھنے کا ان میں مادہ نہیں وہ اپنی زندگی کو اور اپنی موت کو نہیں سمجھتے۔ ان کی مثال ایسی ہی ہے جیسے نوع انسان میں بچے کی ہے۔ ایک بچہ اپنی ہستی کو اپنی زندگی کو اپنی موت کو مطلق نہیں سمجھتا۔ وہ جب بڑا ہوتا ہے تو اس کے والدین اس کے بچپن کے حالات اسے سناتے ہیں اور وہ تعجب کرتا ہے حالانکہ بچپن میں تمام وہ جذبات اس میں نظر آتے تھے جو ایک بالغ انسان میں پائے جاتے ہیں وہ اپنی ماں کو اپنے باپ کو شناخت کرتا تھا۔ وہ اپنی ماں سے سخت محبت کرتا تھا اس کے ہٹ جانے سے روتا تھا۔ وہ کھانے کے لئے دوڑتا تھا۔ وہ خوفناک چیزوں سے ڈرتا تھا۔ اس میں محبت کے جذبات تھے۔ اس میں غضب کے بھی جذبات تھے۔ وہ کسی سے ناراض ہوتا تھا تو اُسے مارتا بھی تھا۔ علیٰ ہذالقیاس ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہر ایک بات وہ سمجھ کر کرتا ہے۔ مگر جب وہ بڑا ہوتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بات بھی سوچ کر نہیں کرتا تھا۔ بلکہ اسے اپنی ہستی کی بھی خبر نہ تھی۔ صرف فطرت سب کچھ کراتی تھی۔ اسی لئے بچہ اگر کسی کو پتھر مار کر اس کی آنکھ پھوڑ دے تو کوئی عدالت اسے سزا نہیں دیگی کیونکہ یہ امر مسلم ہے کہ وہ نہ مارنے کو جانتا ہے نہ سزا کو سمجھتا ہے۔ حالانکہ بظاہر وہ اسی طرح غضب میں آتا ہے جس طرح ایک بالغ انسان آتا ہے اور اپنا انتقام اسی طرح لیتا ہے جیسے ایک سمجھدار انسان لیتا ہے۔ مگر سب جانتے ہیں کہ جو کچھ وہ کرتا ہے بے سمجھی میں کرتا ہے۔ پس یہی وہ Instinct یعنی فطرت ہے جو حیوانوں میں کام کرتی ہے وہ بھی سب کچھ کرتے ہیں اور سمجھ کچھ نہیں ہوتی وہ اپنی ہستی کو بھی نہیں جانتے۔ نہ سمجھتے ہیں کہ موت کیا ہے اور زندگی کیا ہے۔ جو کچھ کرتے ہیں فطرت کے تقاضے سے کرتے ہیں اور بلا سمجھے کرتے ہیں۔ اسی لئے جانور کی شرارت پر کوئی عدالت سزا نہیں دیتی۔ شہد کی مکھی کے چھتے کے خانے اس وضع کے ہوتے ہیں کہ چھوٹی سی چھوٹی جگہ میں بڑی سے بڑی مقدار شہد کی آسکے۔ اس نے کسی ریاضی اور انجنیرنگ کے کالج میں یہ نہیں پڑھا۔ نہ وہ سمجھتی ہے۔ بلکہ فطرت ایسا کراتی ہے۔ اسی لئے قرآن نے اوحیٰ ربک الی النحل فرمایا۔ یعنی اس کا نام وحی فطرت رکھا۔ وہ عقل نہیں ہے جو سب کچھ کراتی ہے۔ بلکہ محض فطرت ہے۔ پس جب حیوانات اور نباتات کو اپنی ہستی کی خبر ہی نہیں۔ نہ موت اور زندگی کی سمجھ ہے۔ تو پھر ان کی یہ اضطراری اور بے سمجھ زندگی ہے۔ جو کچھ ان میں جذبات نظر آتے ہیں وہ محض فطرت ہیں۔ کسی انسان کا ان کو اپنے اوپر قیاس کرکے ان کی موت اور زندگی کے احساس کو اپنی موت اور زندگی کے احساس کی طرح سمجھنا سخت غلطی ہے۔ ان کو اپنی ہستی کی نہ سمجھ ہے نہ خبر۔ جو کچھ ہے تقاضائے فطرت ہے

بے رحمی صحیح مفہوم

(۳) تیسری بات یہ سمجھ لینی چاہیئے کہ کسی چیز کو اس کی مقصد پیدائش کے مطابق استعمال میں لانا بے رحمی نہیں ہوتی۔ مثلاً گھوڑے کی پیدائش کا مقصد یہ ہے کہ وہ انسان کی سواری کے کام آئے۔ اب کسی گھوڑے کو گاڑی میں جوتنا یا اس پر سواری کرنا بے رحمی نہیں کہلا سکتا۔ ہاں اگر کسی لالہ جی پر سواری کی جائے یا انہیں گاڑی میں جوتا جائے تو یہ بے رحمی ہوگی۔ اگر ہر ایک چیز کے پیدا ہونے کے مطابق اس کا استعمال کرنا بھی بے رحمی میں داخل ہونے لگے تو پھر کسی لالہ کا کیا حق ہے کہ وہ گئو ماتا کے سارے کنبے کو اپنی غلامی میں رکھیں اور طرح طرح کے ظلم اُن پر توڑیں۔ اس کے خصم کو یعنی بیل کو تو ہل میں جوتیں۔ اس سے سارا دن مشقت لیں۔ اس پر بوجھ لادیں۔ اس کے بچے کو رسی سے باندھے رکھیں ماں کا دودھ نہ پینے دیں۔ خود گئو ماتا کو رسی سے باندھ کر قید رکھیں اس کے بچے کا دودھ خود پی جائیں۔ بچے کو برائے نام دودھ دیں۔ یہ ظلم و ستم روز توڑا کریں اور رحم دل کے رحم دل بنے رہیں کہتے ہیں مہاراج ہم گھاس دانہ کھلاتے ہیں۔ مگر سوال تو یہ ہے کہ تم کو کس احمق نے کہا ہے کہ گھاس دانہ کھلاؤ۔ تم اسے آزاد کر دو وہ آپ وہ آپ اپنا گھاس دانہ جنگل میں کھاتی پھرے گی۔ تمہیں اگر کوئی اسی طرح پکڑ کر قید کرے۔ اور سارا دن تم کو ہل میں جوتے۔ تم پر بوجھ لادے۔ تمہارے بچے کو رسی ڈال کر کھونٹے سے باندھ دے۔ اُن کا دودھ نہ پینے دے۔ اور اس کی ماں کو الگ کھونٹے سے باندھ دے اور بچے کا دودھ خود پی جائے اور یہ کہے کہ یہ سب کچھ ہم اس لئے کرتے ہیں کہ تمہیں روٹی دیتے ہیں۔ تو فرماؤ یہ کسقدر ظلم ہے۔ اس سے بہتر ہے کہ وہ مار دے۔ قتل کردے یہ روز روز کا ناقابل برداشت ظلم تو نہ کرے اور اس طرح بچے اور اس کی ماں کو اپنی بے رحمی اور بے دردی کا فسانہ تو نہ بنا دے پس بات اصل میں یہ ہے کہ خالق کائنات نے جو چیز جس کام کے لئے پیدا کی ہے اُسے اُسی کام میں لگانا بے دردی اور بے رحمی نہیں ہوتی۔ جن جانوروں کو دودھ کے لئے پیدا کیا اُن کا دودھ پینا۔ جنہیں اُون کے لئے پیدا کیا اُن سے اُون حاصل کرنا۔ جنہیں بوجھ لادنے اور سواری کے لئے پیدا کیا اُن سے بوجھ لادنے اور سواری کا کام لینا۔ جنہیں کھانے کے لئے پیدا کیا اُنہیں کھانا عین منشائے خالق فطرت ہے۔ اسے بے رحمی کہنا عقل کو جواب دینا ہے۔ کیسی سچی خالق فطرت کی آواز ہے جو قرآن سے آرہی ہے۔ اولم یروا انا خلقنا لہم مما عملت ایدینا انعاماً فہم لہا مالکون۔ وذللنہا لہم فمنہا رکوبہم ومنہا یاکلون۔ ولہم فیہا منافع ومشارب افلا یشکرون۔ فرماتے ہیں کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ بیشک ہم نے ان کے لئے پیدا کئے چوپائے جو ہمارے ہاتھوں نے بنائے پھر یہ ان کے مالک بنے ہوئے ہیں اور انہیں ان کے بس میں ہم نے کر دیا پس یہ ان میں سے بعض پر سواری کرتے ہیں اور بعض کو کھاتے ہیں اور ان کے لئے ان میں بہت فائدے ہیں اور پینے کی چیز یعنی دودھ ہے تو پھر کیا یہ ان نعمتوں کی قدر نہیں کرتے۔ پس جانور کو کھانا۔ اس کا دودھ پینا اس پر بوجھ لادنا۔ اس پر سواری کرنا اسکو عین اس کی پیدائش کے مقصد کے مطابق کام میں لانا ہے اس لئے یہ بے رحمی نہیں ان میں سے کسی کو بھی بے رحمی کہنا حماقت ہے بلکہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ معترض بے رحمی کے صحیح مفہوم کو نہیں جانتا

گوشت خوری تقاضائے فطرت انسانی ہے

(۴) چوتھی بات یہ ہے کہ گو خالق فطرت کے قوانین میں ہمیں صاف نظر آتا ہے کہ بعض جاندار گوشت خور ہیں اور بعض سبزی خور۔ گویا گوشت خوری ہمیں قدرت کی پیدا کردہ مخلوق میں صاف نظر آتی ہے۔ مگر کیا انسان کے لئے بھی گوشت خوری یا غذائے حیوانی کا استعمال خالق فطرت کا منشا ہے یا انسان اپنی فطرت کے خلاف کام کرتا ہے سو اس کے لئے یہ عرض ہے کہ انسان اپنی بناوٹ میں سبزی خور اور گوشت خور دونو واقع ہوا ہے۔ اس کے گوشت خور ہونے پر مفصلہ ذیل امور دلالت کرتے ہیں :-

(۱) فطرت نے انسان کے بچہ کے لئے سب سے پہلے جو غذا تجویز کی وہ گوشت اور چربی کا جوہر یعنی دودھ تجویز کیا۔ وہ بہترین شکل غذا کی ہے جو ایک بچہ کے نازک معدہ کے لئے موزوں اور زود ہضم ہے۔ اس لئے دنیا میں کوئی شخص Vegetarian ویجی ٹیرین نہیں یعنی کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میری پرورش محض نباتات پر ہوتی ہے۔ لالہ جی دبا دب دودھ پیتے ہیں۔ گھی مکھن کھاتے ہیں گویا جانور کے خون اور گوشت کا نکلا ہوا عرق پیتے ہیں۔ اس کے جسم کی چربی اور گوشت جب دودھ میں حل ہو کر آتے ہیں تو خوب پیتے ہیں اور مزے لے لے کر گھی کھاتے ہیں۔ مگر جب وہی چیز اپنی اصلی شکل یعنی گوشت اور چربی میں نظر آتی ہے تو رام رام کرکے بھاگنے لگتے ہیں۔ مثل ہے۔ گڑ کھائیں اور گلگلوں سے پرہیز۔ پس جب جانور کے گوشت اور چربی کو دودھ اور مکھن کی شکل میں نوش کرتے ہیں تو پھر گوشت سے بھاگنا بے معنی ہے میں اوپر یہ کھول کر بتا چکا ہوں کہ جانوروں کو نہ موت اور زندگی کا صحیح احساس ہے۔ اور چونکہ وہ اسی مقصد کے لئے پیدا ہوئے ہیں اس لئے نہ ان کا مارنا بے رحمی ہے پھر کوئی وجہ نہیں کہ دودھ اور مکھن کھانے والے گوشت نہ کھائیں۔ شاید یہاں کسی کو یہ وسوسہ گذرے کہ جب انسان کا دودھ پیتے ہیں تو پھر اُن کا گوشت بھی کھانا چاہیئے۔ مگر میں یہ اوپر بتا آیا ہوں کہ تندرست گوشت سوائے ذبیحہ کے نہیں مل سکتا۔ علاوہ انسان کا احساس موت اور زندگی کا اور اس کی پیدائش کا مقصد اس کے منافی ہے کہ اس کو ذبح کرکے کھایا جائے۔ وہ اپنی موت اور زندگی کا احساس رکھتا ہے اس لئے اس کو ذبح کرنا بے رحمی ہے۔ اس کی پیدائش کا مقصد بہت اعلیٰ ہے۔ وہ اس لئے نہیں پیدا ہوا کہ اس کا گوشت کھایا جائے اس لئے اس کا گوشت کھانا درست نہیں ہے۔

(۲) خود انسان کے دانتوں کو دیکھو تو ان جانوروں کے دانت بھی موجود ہیں جو سبزی خور ہیں اور ان جانوروں کے دانت بھی موجود ہیں جو گوشت خور ہیں اسی طرح معدہ انتڑیاں جگر اور لبلبے کے عرقوں کو جو غذا کو ہضم کرتے ہیں دیکھو تو ان میں گوشت اور چربی کو ہضم کرنے کی بھی خاصیت قدرت نے رکھی ہوئی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی فطرت کا تقاضہ سبزی کے علاوہ گوشت کھانا بھی ہے

(۳) جسم انسانی کی پرورش کے لئے ان اجزائے اغذیہ کی ضرورت بھی ہونا جو گوشت سے نکلتی ہیں صاف دلالت کرتا ہے کہ گوشت انسانی غذا کا ایک جز ہے۔

(۴) انسان کا جسم چونکہ خود گوشت کا ہے۔ اس لئے فطرتاً وہ غذا نہایت جلد اس کا جزو بدن بن سکتی ہے۔ جو گوشت کی قسم سے ہوگی۔ اسی لئے انسان کی جو مختلف غذائیں ہیں ان میں گوشت یا حیوانی غذا انسان کے لئے سب سے زیادہ زود ہضم اور مقوی ہے۔ نباتاتی غذا میں فضلہ زیادہ ہوتا ہے اور دیر ہضم ہوتی ہیں مگر چونکہ دونو قسم کی اغذیہ انسان کے لئے ضروری ہیں اس لئے ملا کر کھانا نہایت افضل ہے۔ لیکن اگر گوشت کا جزو نہ ہو اور انسان کو مشقت و محنت کا کام کرنا پڑے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ بدل ما یتحلل کے نہ ہونے سے جسم کمزور ہوتا چلا جائیگا۔ اور طاقت جسمانی میں کمی ہوتی چلی جائے گی۔ اسی لئے گوشت خور قومیں نہایت مضبوط اور قوی ہوتی ہیں۔

(۵) انسان کی فطرتی خواہش کا گوشت کی طرف ہونا بتلاتا ہے۔ کہ اس کی غذا گوشت بھی ہے۔ ان قوموں پر نظر ڈالو جو دنیا کے تمدن اور خیالات کے اثر سے علیحدہ ابھی فطر کی ابتدائی حالت میں ہیں۔ وہ سب کی سب گوشت خور ہوتی ہیں

(۶) قدرت نے انسان کو ان علاقوں میں بھی پیدا کردیا جہاں سوائے گوشت کے کچھ ملتا ہی نہیں بیابانوں ریگستانوں صحراؤں میں وہاں کی اقوام بھیڑ بکریاں پالکر ان کے اُون سے لباس اور دودھ اور گوشت سے خوراک حاصل کرتی ہیں۔ یا شکار کھیلتی ہیں۔ بعض سواحل پر رہنے والی یا منطقہ بارده شمالی میں رہنے والی قوموں کو سوائے مچھلی یا دریائی شکار کے کچھ ملتا ہی نہیں ان کا گذارہ سوائے گوشت کے اور کسی چیز پر نہیں ہوسکتا غرضکہ یہ تمام امور بتلاتے ہیں کہ قدرت نے انسان کی غذا گوشت بھی بنائی ہے اور اس سے انکار کرنا قدرت کے فعل اور انسانی فطرت اور اس کے تقاضوں سے انکار کرنا ہے جو سخت نادانی ہے۔

ذبیحہ کا اخلاق پر مفید اثر

(۵) پانچویں بات میں اب یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جانور کو ذبح کرکے اس کے گوشت کا استعمال نہ صرف جسمانی نشو و نما کے لئے ضروری ہے۔ بلکہ بعض اخلاق انسانی کے نشو و نما کے لئے بھی از حد ضروری ہے۔ اگر دنیا میں انسان اس لئے آیا ہے کہ وہ تمام کائنات پر حکومت کرے۔ وہ دنیا کی قوموں میں عدالت کرے وہ ظالموں کو ان کے ظلم کی سزا دے۔ وہ حقوق انسانی کو تلف کرنے والوں کو اپنی طاقت سے زیر کرے وہ مظلوموں مقتولوں کے انتقام میں ظالموں اور قاتلوں کو قتل کرے وہ ڈاکوؤں کو فنا کرے وہ ظالم سلطنتوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دے تو

چھری چلنی ضروری ہے کہ اس میں شجاعت اور بہادری کے اخلاق کا نشو و نما بھی کامل طور پر ہو۔ اس کے لئے ضروری تھا کہ انسان جانور کو ذبح کرے کہ اس کے دل میں جائز خون گرانے کی ہمت ہو۔ اگر کوئی شخص ایک مرغی تک ذبح نہیں کرسکتا خون دیکھکر غش کھا جاتا ہے۔ گوشت دیکھکر کانپ اُٹھتا ہے۔ چُھری چلتی ہُوئی دیکھکر سہم جاتا ہے۔ ایسا شخص تو اس قابل ہے کہ کہیں زنانہ لباس پہن کر ناچا کرے۔ ایسے شخصوں نے کبھی دنیا میں سلطنتیں کی ہیں؟ ایسے شخص کبھی دنیا میں عدالت اور انصاف کر سکتے ہیں؟ ہماری انگریزی گورنمنٹ نے تو ایک مجسٹریٹ کو اسکی مجسٹریٹی سے گورداسپور میں معزول کر دیا تھا صرف اس بنا پر کہ وہ کسی مجرم کی پھانسی کے وقت وہاں کھڑا رہنے کی جرات نہ کرسکتا تھا۔ گورنمنٹ نے کہا کہ ایسا شخص جو ایک قاتل کو سزا دینے کے قابل نہیں وہ کیا عدالت اور انصاف کریگا لہٰذا رخصت! ہمارے ہندو بھائی آج سنگھٹن میں کچھ کر رہے ہیں جو مسلمان کیا کرتے تھے۔ غرضکہ جانور ذبح کرنے میں شجاعت اور بہادری کے اخلاق نشو و نما پاتے ہیں جن کے بغیر انسان کی ہستی بیکار ہے۔ گوشت خور قوموں کی بہادری مسلّم ہے

تکبیر کا اخلاقی فائدہ (۶) چھٹی بات یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اسلام کا سب سے بڑا کمال اخلاق کا توازن ہے کوئی خلق بھی ہو اپنے اعتدال پر ہی مستحسن ہوتا ہے اگر اعتدال سے گذر جائے تو وہ مذموم ہے۔ مثلاً حلم یک خلق ہے۔ اگر اپنے موقعہ پر ہو تو بہت عمدہ ہے۔ لیکن اگر اعتدال سے گذر جائے تو پھر یہ بزدلی اور بے غیرتی بن جاتا ہے فیاضی ایک عمدہ خلق ہے۔ اگر اعتدال سے بڑھ جائے تو اسراف بن جائیگا۔ اسی طرح شجاعت اور بہادری ہے اگر اعتدال پر ہو تو بہت ہی عمدہ چیز ہے۔ دنیا میں یہی ہیرو پیدا کرتا ہے۔ لیکن غلبہ کے وقت اگر اس میں توازن نہ رہے تو پھر سخت دلی اور تکبر پیدا ہو جاتا ہے۔ اسلام کا بڑا کمال یہ ہے کہ جہاں کسی خلق کے نشو و نما کی راہ بتاتا ہے وہاں اس کے توازن کے لئے بھی سامان کر دیتا ہے۔ جانور کے ذبح کرنے سے جہاں شجاعت اور بہادری کے اخلاق نشو و نما پاتے ہیں وہاں یہ بھی اندیشہ ہوتا ہے کہ انسان کا جانور پر اسقدر غلبہ کہ اس کی جان تک لینے کی اسے قدرت حاصل ہے نا[illegible] طور پر قلب انسانی پر تکبر اور سخت دلی کا بڑا اثر نہ پیدا کرے اس لئے اس اخلاقی توازن کے لئے اسلام نے حکم دیا کہ عین اس غلبہ کے وقت اللہ کی بڑائی کی طرف ذہن منتقل کرو یعنی تکبیر کہو۔ یعنی اپنے غلبہ کے وقت اُس غالب علیٰ امرہٖ کی بڑائی کو مدنظر رکھو جو انسان پر اس سے بہت بڑھکر غلبہ رکھتا ہے جتنا انسان جانور پر رکھتا ہے تا اس سے اپنی بڑائی کا خیال مرٹ جائے اور دل میں نرمی پیدا ہو۔ اور خدا کی بڑائی کے سامنے اپنی بڑائی ہیچ نظر آئے۔ کچھ شک نہیں کہ تکبیر کی یہ بھی غرض ہے کہ غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح نہ ہو یعنی شرک نہ ہو۔ مگر اصل راز یہ ہے کہ جانور کو ذبح کرنے سے جہاں ایک طرف شجاعت اور بہادری کا خلق نشو و نما پاتا تھا وہاں اس میں اعتدال قائم نہ رہنے سے تکبر اور سخت دلی پیدا ہو جانے کا اندیشہ تھا اس لئے تکبیر کو بطور علاج ساتھ رکھدیا کہ ایک مسلمان کو اپنے غلبہ کے وقت اپنے مالک کی بڑائی کا خیال رہے اور اس طرح تکبر اور سخت دلی کے مرض سے بچا رہے۔ بلکہ فروتنی اور نرم دلی کا خلق پیدا ہو۔ اسی لئے مسلمان ہر فتح اور غلبہ کے وقت نعرۂ تکبیر بلند کیا کرتے تھے۔ جانور کو ذبح کرتے وقت بھی تکبیر یہی نفع رکھتی ہے

قربانی کا فلسفہ (۷) ساتویں بات میں یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ شجاعت اور بہادری غیروں کے سامنے دکھانا آسان ہے مگر اپنے نفس کے مقابلہ میں دکھانی بڑی مشکل ہے۔ بڑے بڑے بہادر اور شجاع۔ پہلوان اور بادشاہ نفس کے غلام ہوتے ہیں۔ خواہشات نفسانی انہیں جس راہ چاہتی ہیں چلاتی ہیں۔ اس لئے نفس کے مقابلہ میں جب انسان بہادری اور شجاعت دکھاتا ہے۔ تو اس کا نام ایثار اور قربانی ہوتا ہے۔ یہ بہادری کا معراج ہے۔ خواہشات نفسانی ایک طرف اسے کھینچتی ہیں اور خدا کا حکم اسے دوسری راہ چلاتا ہے۔ سب سے بڑی بہادری یہ ہوتی ہے کہ نفس کا مقابلہ کرکے خدا کے حکم کے آگے گردن رکھدے اور خواہشات نفسانی کی حیوانیت کو ذبح کردے یہ اصل بہادری اور سچی قربانی ہے واضح ہو کہ انسانیت دو حصوں پر منقسم ہے۔ ایک تو اس میں بہیمیت ہے اور دوسری ملکوتیت۔ بہیمیت تو وہ حصہ ہے جو اس میں اور دوسرے حیوانوں میں مشترک ہے۔ یعنی اپنے خواہشوں کی پیروی۔ حیوان نادانستہ تقاضائے فطرت سے پیروی کرتے ہیں انسان دانستہ اپنے فہم و ادراک کے ماتحت خواہشات کی پیروی کرتا ہے۔ ملکوتیت وہ حصہ ہے جس کے ذریعہ انسان اپنے جذبات اور خواہشات کو صحیح رستہ پر چلانے کی قابلیت رکھتا ہے۔ اس کی مدد وحی الٰہی سے کی جاتی ہے۔ خدا کے حکم کے ماتحت صفت ملکوتی انسان کو ترقی کے راہ پر چلاتی ہے۔ مگر بہیمیت یعنی حصہ حیوانیت اسے سفلی خواہشات کی طرف لیجاتی ہے۔ جبتک یہ بہیمیت یا حیوانیت ذبح نہ ہو ملکوتیت ترقی نہیں کرسکتی۔ ضرور تھا کہ انسان خدا کے حکم کے سامنے اپنی حیوانیت کو قربانی کردے تا وہ ترقیات کا وارث ہو۔ پس حکمت الٰہی نے یہ چاہا کہ انسان اپنی حیوانیت اور بہیمیت پر چھری پھیرنے کی نشانی یہ قائم کرے۔ کہ بظاہر بھی ایک حیوان کو خدا کے نام ذبح کیا کرے۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ جس معاہدہ کو کسی ظاہری نشان کے ساتھ پورا کیا جائے وہ دل پر بہت اثر کرتا ہے اس لئے اپنی حیوانیت کے قائم مقام سچ مچ ایک حیوان کو لے کر ذبح کرنے میں جو اثر ہے وہ صرف زبانی اقرار میں نہیں ہوسکتا۔ جب تک دل ساتھ نہ ہو زبانی اقرار کوئی چیز نہیں۔ اس لئے سب سے زیادہ ضروری بات یہ ہے کہ دل پر اثر پڑے۔ اس کے لئے یہ التزام کرنا پڑا کہ ایک جانور کو ذبح کرواکے گویا خون کے حرفوں سے قربانی کرنے والے کے دل پر لکھدیا جاتا ہے کہ اس نے اپنی ساری بہیمیت اور حیوانیت کو اللہ تعالےٰ کے حکم کے سامنے ذبح کرنا ہے اسی واسطے قرآن کریم نے صاف فرمایا کہ لن ینال اللہ لحومھا ولا دماؤھا ولکن ینالہ التقویٰ منکم۔ ان کے گوشت اور ان کے خون اللہ کو نہیں پہنچتے لیکن تمہاری طرف سے جو اس کام میں تقویٰ ہے وہ اس تک پہنچتا ہے۔ ظاہر ہے کہ قربانی میں تقویٰ اللہ تو یہی ہے کہ اللہ کے حکم کے سامنے اپنی حیوانیت کو ذبح کرنے کے لئے انسان ہر وقت تیار ہے۔ پس اگر یہ معاہدہ قربانی کرنے میں ملحوظ خاطر نہیں تو پھر گوشت اور خون تو اللہ کو نہیں پہنچتا۔ وہ قربانی بیفائدہ اور بے معنی ہے۔ اصل تو وہ معاہدہ اور تقویٰ ہے جو قربانی میں مدنظر ہے۔ قربانی کے ذریعہ ہر سال اس معاہدہ کی تجدید ہوتی رہتی ہے جو انسان نے اللہ تعالےٰ کے ساتھ کر رکھا ہے کہ وہ اپنی حیوانیت کو اس کے حکم کے سامنے ہر وقت قربان کرنے کو تیار ہے۔ جہاں نفس اور حکم الٰہی بالمقابل آجائینگے وہ نفس کو ذبح کر دیگا۔

ایک درخت کی اگر دو شاخیں ہوں ایک کاٹ دو تو دوسری بڑھتی ہے۔ انسان میں سے حیوانیت کٹ جائے تو ملکوتیت بڑھے گی اور ترقی کریگی۔ حیوانیت ہر وقت اپنا آرام چاہتی ہے۔ ملکوتیت دوسروں کے آرام کے لئے اپنے آرام کو قربان کردینے میں دریغ نہیں کرتی۔ حیوانیت ہر ایک چیز کو اپنے قبضہ میں لانا چاہتی ہے ملکوتیت دوسروں کے حقوق کی عزت کرتی ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس۔ قربانی کیا ہے حیوانیت کے جذبات کو کاٹنا ہے اور ملکوتیت کے جذبات کو ترقی دینا ہے قربانی سے نفس پرستی ختم ہوتی ہے اور ایثار اور خدا پرستی شروع ہوتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان اس قربانی کے بعد ایک نئی زندگی پاتا ہے جو دائمی اور جنتی ہوتی ہے جو نفس کے لئے نہیں ہوتی بلکہ خدا کے لئے ہوتی ہے۔ اسی لئے ہمارے نبی کریم صلعم کو جنہوں نے قربانی کی کامل اور صحیح تصویر دنیا کے سامنے پیش کی خدا کی طرف سے حکم ہوتا ہے کہ قل ان صلواتی و نسکی ومحیای و مماتی للہ رب العالمین۔ کہدے کہ بیشک میری نماز اور میری قربانیاں اور میری زندگی اور میرا مرنا اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ گویا نماز اور قربانی وہ ذرایع ہیں جن سے انسان کی زندگی نفس کے لئے نہیں بلکہ محض اللہ کے لئے ہو جاتی ہے۔

سنہ ۱۹۰۵ء میں بھی حضرت مسیح موعود کا یہی مذہب تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر شریعت اور نبوّت کا خاتمہ ہوچکا ہے

از تقریر حضرت امام الزمان مسیح موعود علیہ السلام جو حضور نے سنہ ۱۹۰۵ء بمقام لودھیانہ ایک بڑے مجمع میں فرمائی

میرا مذہب قال اللہ قال الرسول ہے دیانت نیکوکاری اور تقویٰ کا تقاضا یہ تھا کہ پہلے مجھ سے پوچھتے اگر میں قال اللہ اور قال الرسول سے تجاوز کرتا تو پھر بیشک انہیں اختیار اور حق تھا کہ وہ مجھے جو چاہتے سو کہتے۔

لیکن جبکہ میں ابتدا سے بیان کرتا آیا ہوں کہ میں قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے ذرا ادھر ادھر ہونا بے ایمانی سمجھتا ہوں میرا عقیدہ یہی ہے جو اس کو ذرا بھی چھوڑیگا وہ جہنمی ہے۔ پھر میں نے اس عقیدہ کو نہ صرف تقریروں میں بلکہ ساٹھ کے قریب اپنی تصنیفات میں بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے۔ اور دن رات مجھے یہی خیال اور فکر رہتا ہے۔ پھر اگر مخالف خدا سے ڈرتے تو کیا ان کا فرض نہ تھا کہ وہ مجھ سے پوچھتے کہ فلاں بات خارج از اسلام ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے یا تم اس کا کیا جواب دیتے ہو۔ مگر نہیں اس کی ذرا بھی پرواہ نہیں کی گئی سنا اور کافر کہدیا میں نہایت تعجب سے ان کی اس حرکت کو دیکھتا ہوں کیونکہ اول تو حیات و وفات مسیح کا مسئلہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں جو اسلام میں ..... داخل ہونے کے لئے شرط ہو یہاں بھی ہندو یا عیسائی مسلمان ہوتے ہیں مگر بتاؤ کیا اس سے یہ اقرار بھی لیتے ہو بجز اس کے کہ امنت باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ وقدرہ خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت جبکہ یہ مسئلہ اسلام کی جزو نہیں پھر وفات مسیح کے اعلان سے مجھ پر اور میری جماعت پر اس قدر تشدد کیوں کیا گیا ہے کہ یہ کافر ہیں دجال ہیں۔ ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جائے ان کے مال لوٹ لینے جائز ہیں اور ان کی عورتیں گھروں میں بغیر نکاح رکھ لینا درست ہے ان کو قتل کرنا ثواب کا کام ہے وغیرہ وغیرہ۔ ایک تو وہ زمانہ تھا کہ یہی مولوی شور مچاتے تھے کہ اگر ۹۹ وجوہ کفر کے ہوں۔ اور ایک وجہ اسلام کی ہو تب بھی کفر کا فتوےٰ نہ دینا چاہیئے۔ اس کو مسلمان ہی کہو مگر اب کیا ہوگیا کیا میں اس سے بھی گیا گذرا ہوگیا؟ کیا میں اور میری جماعت اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ نہیں پڑھتی؟ کیا میں نمازیں نہیں پڑھتا یا میرے مرید نہیں پڑھتے کیا ہم رمضان کے روزے نہیں رکھتے؟ اور کیا ہم ان تمام عقاید کے پابند نہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی صورت میں تلقین کئے ہیں۔ میں سچ کہتا ہوں اور خدا تعالےٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اور میری جماعت مسلمان ہے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر اسی طرح ایمان لاتی ہے جس طرح پر ایک سچے مسلمان کو لانا چاہئے میں ایک ذرہ بھی اسلام سے باہر قدم رکھنا ہلاکت کا موجب یقین کرتا ہوں اور میرا یہی مذہب ہے کہ جس قدر فیوض اور برکات کوئی شخص حاصل کرسکتا ہے۔ اور جس قدر تقرب الی اللہ پا سکتا ہے وہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اطاعت اور کامل محبت سے پاسکتا ہے ورنہ نہیں آپ کے سوا اب کوئی راہ نیکی کی نہیں۔

میرے آنے کی غرض اور مقصود صرف اسلام کی تجدید اور تائید ہے۔ اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ میں اس لئے آیا ہوں کہ کوئی شریعت سکھاؤں یا نئے احکام دوں یا کوئی نئی کتاب نازل ہوگی ہرگز نہیں۔ اگر کوئی شخص یہ خیال کرتا ہے تو میرے نزدیک وہ سخت گمراہ اور بیدین ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر شریعت اور نبوت کا خاتمہ ہوچکا ہے۔ اب کوئی شریعت نہیں آسکتی۔ قرآن مجید خاتم الکتب ہے

دکھائی ہے۔ اغلب ہے کہ اس ٹکر سے بھی اکھڑ کر کہیں آگے نہ نکل جائیں +

آغا صاحب تقریر ختم کر کے جب بیٹھ گئے تو مفتی محمد دین وکیل گجراتی نہایت پیچ و تاب کھا کر اٹھے اور یوں گویا ہوئے کہ آغا صاحب کا مسئلہ اثبات حدیث میں غلط فہمی ہوئی ہے قرآن خود مفصل و مشرح ہے اسکو حدیث کی ضرورت نہیں ورنہ لازم آئیگا کہ قرآن ناقص و نامکمل ہے۔ نیز صحاح ستہ قرآن کا حاشیہ ہرگز نہیں ہو سکتا بلکہ قرآن کے برعکس ہے وغیرہ کہکر بیٹھ گئے تو آغا صاحب نے دوبارہ اٹھکر فرمایا اگر بقول مفتی صاحب قرآن خود مفصل و مشرح ہے تو جناب مفتی صاحب ذیل کے سوالات کی شرح قرآن سے ثابت کریں +

قرآن کریم میں آیا اقیموا الصلوۃ مگر ہم کو تو قرآن کریم سے اوقات نماز کا بھی پورا پتہ نہیں ملتا۔ اگر مسئلہ قرآن میں مشرح ہے تو اوقات نماز میں علماء اہلقرآن کا آپس میں اختلاف کیوں ہے ؟

دیگر تعداد رکعت و ترتیب رکعت اور ترتیب اذکار کا تو قرآن میں کچھ پتہ ہی نہیں چلتا۔ نیز قرآن مجید میں ارشاد ہے "اٰتوا الزکوٰۃ"، مگر قرآن مجید میں فی سینکڑا کی شرح کہیں نہیں ملتی۔ اگر کوئی شرح ہے تو مفتی صاحب دکھا دیں۔ ہمارا تو ایمان ہے کہ بغیر حدیث کے چارہ نہیں۔ بغیر حدیث کے ہم کو یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ فلاں آیت کے نازل ہونیکی وجہ و غرض و غایت کیا ہے۔ آنحضرت کی مکی زندگی کیسے گذری اور مدنی کیسے گذری۔ اسلام کیونکر پھیلا۔ لہذا حدیث کو چھوڑ کر سوائے پریشانی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ آغا صاحب جب تقریر ختم کر کے بیٹھ گئے تو محمد دین صاحب نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ جو حکم قرآن میں نہیں وہ دین ہی نہیں۔ لہذا تعداد رکعت اور شرح زکوٰۃ کا ذکر اگر قرآن میں نہیں تو یہ فرض ہی نہیں۔ ویسے اپنے طور پر کسی مسکین کو دیدیا کرو فقط چلو جلسہ برخاستہ ....

غرضکہ ان کی جہالت اس قدر ترقی پذیر ہو گئی ہے کہ سید عمر گجراتی نے بیٹھے بٹھائے یوں ڈینگ ماری کہ بخاری کو ہم اس قدر بھی سچا نہیں جانتے کہ اس میں [illegible] جو لکھا ہے ہمارے نزدیک وہ بھی قابل اعتبار نہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ خداوند کریم بچاوے اس گمراہ کن فرقہ سے۔ والسلام +

محمد حیات پٹواری ساکن [illegible] ڈاکخانہ جلالپور جٹاں ضلع گجرات

نبوت کا انکار کفر ہوا کرتا ہے نہ گناہ

اس وقت تک مسئلہ نبوت و کفر و اسلام پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اس مسئلہ پر نہایت ہی لاجواب اور بے نظیر مستند تحریریں لکھی ہیں اور گو تمام طور پر اب اس کو حل شدہ مسئلہ سمجھا جاتا ہے مگر حضرت صاحب کی تحریریں جتنی بھی بار بار پڑھی جائیں اتنا ہی یہ مسئلہ زیادہ صاف ہوتا چلا جاتا ہے۔ ہم اس وقت حضرت صاحب کی آخری تحریر سے جس کے بعد کوئی بھی تحریر حضور نے نہیں لکھی اس مسئلہ کو دکھانا چاہتے ہیں کہ حضرت صاحب کی نبوت ایسی نبوت ہے کہ اگر حضرت صاحب خود بھی اپنی نبوت کا انکار کر دیں تو یہ صرف آپکا گناہ ہی ہوگا کفر نہیں ہوگا حالانکہ نبوت کا انکار کفر ہوا کرتا ہے نہ گناہ۔

حضرت مرزا صاحب اپنی نبوت کے متعلق یوں فرماتے ہیں :-

"جس بنا پر میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں وہ صرف اس قدر ہے کہ میں خدا کی ہمکلامی سے مشرف ہوں۔ اور وہ میرے ساتھ بکثرت بولتا اور کلام کرتا اور غیب کی باتیں میرے پر ظاہر کرتا ہے .... اور انہیں امور کی کثرت کی وجہ سے اس نے میرا نام نبی رکھا ہے سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں۔ **اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا۔**"

اس عبارت سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت مسیح موعود نبی نہ تھے اور نہ آپ کی نبوت انبیاء اولوالعزم والی نبوت تھی کیونکہ اگر انبیاء السابقین والی نبوت ہوتی تو آپ یہ نہ فرماتے کہ میں اس سے انکار کردوں تو میرا گناہ ہوگا بلکہ یہ فرماتے کہ میں اس سے انکار کردوں تو میرا کفر ہوگا۔ اور یہی بات ہے جس سے قطعی اور یقینی طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ نبوت فقط ایسی ہی نبوت تھی جسکا انکار اگر حضرت صاحب خود بھی کر دیتے تو یہ آپ کا گناہ ہی ہوتا کفر نہ ہوتا۔

معلوم ہوا کہ اگر دوسرا بھی کوئی اس نبوت سے جو حضرت صاحب [illegible] انکار کر دے تو وہ [illegible] کافر نہیں ہوگا۔

کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ جب خود مدعی نبوت پر اپنی نبوت کے انکار کر دینے سے صرف گناہ ہی عاید ہو سکتا ہے کفر عاید نہیں ہو سکتا تو دوسرے اگر تمام لوگ بھی جس قدر موجود ہیں سب کے سب ہی ایسی نبوت کو نہ مانیں اور اس سے انکار کر دیں تو یہ صرف ان کا گناہ ہی ہوگا کفر نہیں ہوگا۔ اب فرمایئے یہ نبوت ہی کیا ہوئی اور اس نبوت کا محدثیت سے بڑھکر مرتبہ ہی کیا ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت صاحب نے جو الفاظ ازالہ اوہام میں لکھے تھے کہ نبوت کا دعوٰے نہیں بلکہ محدثیت کا دعوٰے ہے جو خدا کے حکم سے کیا گیا ہے۔ یہی لفظ اس تحریر میں لکھے ہیں۔ صرف یہاں تبادلہ الفاظ ہے وہاں محدث ہے اور یہاں نبی بمعنی محدث ہے۔ ورنہ سمجھ نہیں آتی کہ دو دعوے جو ایک دوسرے کے متضاد ہوں خدا کے حکم کے موافق کس طرح ہو سکتے ہیں۔ محدثیت کے لئے امتی ہونا شرط ہے۔ محدث امتی ہی ہوگا اور نبی امتی نہیں ہوگا پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک شخص محدث بھی ہو اور نبی بھی یا کوئی نبی محدث۔

ریویو مناظرہ

(کرم بخش [illegible] حسن ابدال حال وارد لاہور)

مورخہ ۲۵ نومبر [illegible] شام کے سات بجے مولوی محمد عصمت اللہ مبلغ اسلام۔ اور پنڈت راجندر آریہ اپدیشک کے درمیان قبل از وقت طے کردہ شرائط کے ماتحت دوستانہ اور پرامن طریق پر تبادلہ خیالات ہوا مسئلہ زیر بحث تناسخ تھا۔ دلچسپ روئیداد ہونے کی وجہ سے حوالہ اخبار کرنا مناسب خیال کرتا ہوں تاکہ روئیداد سے غیر حاضر اصحاب بھی لطف مناظرہ حاصل کر سکیں +

آریہ سماج کے پردھان کی اسندھا پر پنڈت صاحب کے اشارہ پر مولوی عصمت اللہ صاحب نے تناسخ کی تردید میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اور پنڈت راجندر صاحب نے اپنی دہلوی زبان میں اپنے مفہوم کو ادا کیا۔ پنڈت صاحب کی آواز تو اتنی بلند نہ تھی کہ سارے منڈل میں بخوبی سنائی دیتی تاہم ان کا اونچی سٹیج پر کھڑا ہو کر سامعین کے زائد حصہ کی طرف رخ کر کے تقریر کرنا۔ انہیں ایک خاص طور پر فائدہ مند رہا۔ برخلاف اس کے مولوی صاحب کا سٹیج کم اونچا۔ زاید حصہ پبلک کو پشت پر رکھنے والا تھا۔ مولوی صاحب نعرہ دار الفاظ میں چاروں طرف گھوم گھوم کر دیتے پھر بھی "ذرا اونچی آواز سے"۔ "مولانا صاحب ذرا اونچی آواز سے" کا شور برپا ہو جاتا یہ سب کچھ مساوات کے درجہ کو نظر انداز کر لینے سے ہوا۔ اور اس کے ذمہ دار آریہ سماجی منتظمین ہیں +

وقت مناظرہ دس دس منٹ تھا۔ پہلے دس منٹ کے عرصہ میں مولوی صاحب نے مندرجہ ذیل سوالات پیش کئے۔ اور جواب حاصل کرنیکی خواہش ظاہر کی +

(۱) آواگون۔ یونی چکر۔ پنر جنم الفاظ ویدوں سے ثابت کرو؟

تشریح۔ یہ الفاظ تناسخ کے مفہوم کو ادا کرتے ہیں۔ یہ ویدوں میں موجود نہیں۔ جب ویدوں میں مفہوم تناسخ ادا کرنے والے الفاظ موجود نہیں تو ویدوں سے تناسخ کس طرح ثابت ہو گیا۔ ویدوں کے پیروؤں کو تناسخ کے ثبوت میں وید منتر پیش کرنے چاہئیں۔

(۲) تفریق الوان کیوں ہے؟

تشریح۔ چوری۔ زناہ وغیرہ گناہوں کا ارتکاب ہر جگہ ہو سکتا ہے۔ اگر بفرض محال چوری کی سزا لنگڑا پیدا ہونا ہے۔ تو افریقہ کا چور پنر جنم میں لنگڑا پیدا ہو کر سیاہ فام کیوں پیدا ہوتا ہے؟ اور انگلستان کا چور پنر جنم میں لنگڑا پیدا ہو کر سفید کیوں ...... گناہ ایک سزا ایک پھر یہ تفریق الوان کیسی؟

(۳) تناسخ گناہ سکھاتا ہے۔

تشریح۔ تناسخ کے پیرو مانتے ہیں کہ انسان پنر جنم میں۔ حیوانات و نباتات وغیرہ موجودات دنیا میں تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ اگر یہ سچ ہے۔ تو نباتات میں بھی انسان۔ حیوانات میں بھی انسان۔ اور دیگر موجودات میں بھی انسان ہی ہیں۔ جو اپنی شکل تبدیل کئے ہوئے ہیں۔ جو کوئی گناہ کریگا۔ نباتات حیوانات وغیرہ میں جون بدلیگا۔ معلوم ہوا حیوانات اور نباتات صرف انسان کے گناہ کرنے سے ہی پیدا ہوتے ہیں جو شخص یہ چاہے کہ غلہ سستا ہو۔ دودھ گھی بہت ملے اسے چاہئے کہ انسانوں کو گناہ کرنے پر آمادہ کرے۔ بلکہ خود بھی تاکہ دوسروں کے لئے نمونہ ہو۔ کیونکہ اگر گناہ نہ کریگا تو کھانے [illegible] پہننے کے لئے کپڑا۔ روشنی دماغی اور طاقت کے لئے دودھ دہی اور گھی [illegible] سے دستیاب ہوگا؟

مسلمان گناہ کی [illegible] الٹے ہیں۔ [illegible]

وغیرہ) کو مار کر انہیں قید سے رہائی دلواتے ہیں۔ اور آریہ گناہ کا بیج بوتے ہیں۔ خدا کو مادہ اور روح کے محتاج ہونے کی تعلیم دیتے ہیں بہ نوگھی وغیرہ کی کثرت چاہتے ہیں، سنو جی تناسخ مان کر اس شعر پہ عمل کرنا پڑتا ہے۔ ؎

اے دیانت بر تو لعنت از تو رنجے یافتم
اے خیانت بر تو رحمت از تو گنجے یافتم

(۴) اگر پنر جنم میں انسان کو حیوانات نباتات کی جون ملتی ہے۔ تو کوئی زمانہ بتلاؤ جب صرف شہر لاہور کی چیونٹیوں سے دنیا بھر کے انسانوں کی تعداد بڑھ گئی یا بڑھ جائیگی یا کم از کم برابر ہو گئی یا ہو جائیگی؟

تشریح۔ جب تمام حیوانات اور نباتات انسانوں کی تبدیلی جون کا نتیجہ ہیں تو وہ زمانہ بتلائیں جب یہ برابر تعداد میں تھے۔ جواب میں کوئی گپ نہ ہانک دیں۔ علم تاریخ یا علم حساب سے جواب دینا۔ غور کا مقام ہے جب صرف انسان ہی ہونگے اور پھل وغیرہ نہ ہونگے تو وہ ایک دوسرے کو ہی کھاتے ہونگے۔ اور اس گناہ کی وجہ سے ہی تقریباً تناسخ چکر میں پھنس گئے ہونگے۔ کیا ایشور نے خود بے انصافی نہیں کی یا جی کیا ہے۔ ایشور جی خود اس چکر میں مبتلا ہوئے ہیں کیونکہ یہ روح مادہ اور ایشور بھی تو قدیم سے ہیں۔ ایشور نیک اعمالی کی وجہ سے سب سے بڑا ہے۔ اور روح نے کچھ کم درجہ نیکی کی تھی اس لئے درمیانہ ہو گیا۔ مگر شامت آئی تو غریب مادہ کی جس پر بت بھر لگی رہتی ہے)۔

(۵) مذہبی دلایل سے تناسخ کا درست ہونا ثابت کرو؟

معزز ناظرین یہی پانچ سوالات تھے۔ جو مولوی صاحب موصوف نے پیش کئے۔ ان سوالات کے خاتمہ پر پنڈت جی اٹھے۔ اور جواب دینے شروع کئے۔ پنڈت جی کی یہ حالت تھی کہ وید منتر پڑھنے میں سست تھے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ باوجود اہل زبان ہونے کے رک رک کر بولتے تھے۔ سماجی حضرات نے خاموشی اختیار کی۔ اور کان لگا کر سننا شروع کیا کہ پنڈت جی کیا جواب دیتے ہیں یہ پنڈت جی نے بتیرے ہاتھ پاؤں مارے الزامی جوابات کی آڑ میں بھاگنا چاہا۔ آواگون۔ یونی چکر کے الفاظ کو ٹھیک سنسکرت قرار دیا۔ مگر ایک بے پر کی بھی اڑا دی کہ کسی ودوان نے آواگون کا شبد استعمال نہیں کیا۔ سوامی دیانند کی ستیارتھ پرکاش کا حوالہ دینے پر ہندی۔ سنسکرت کی ذات پات کا لحاظ کرنے لگے۔ چور کی ڈاڑھی میں تنکا ایک بات بھول گئے وہ یہ کہ پنر جنم کے لفظ کو ویدوں سے ثابت کرنے پر تل پڑے۔ اور یونی چکر کے لفظ کی یوں شدھی کی کہ چکر کو چھکر کے بوشنٹ سے اسے صاف کیا۔ پھر کیا تھا۔ ایک وید منتر بھی پڑھ دیا۔ اور وید منتر جاننے والے سجانتے پنڈت تاکو را سے شدھ کرنے لگے۔ مگر مولانا صاحب نے اس اضافہ کی وہ بدھیاڑ کی کہ تاکو را کی جو آڑ انہوں نے لی تھی۔ زیادہ عرصہ تک نہ رہ سکی۔ بلکہ تاکو را کے الفاظ ان کے حق میں نقصان دہ ثابت ہونے لگے ؎

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا۔

بالآخر پنڈت صاحب مان گئے کہ الفاظ آواگون۔ یونی چکر۔ اور پنر جنم وغیرہ موجود نہیں مگر صرف مفہوم ہے۔ وید منتر درجانے پنڈت سجانتے پنڈت کو مولوی صاحب نے نہایت خوش اسلوبی سے صاف کر دیا۔ رہے الزامی جوابات وہ اس طرح سے اڑ گئے۔ جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ پنڈت جی کو بہت ہی خفیف ہونا پڑا جب بھری سبھا میں مولوی صاحب موصوف نے ان کی لیاقت کے ڈھول کا پول کھول دیا +

مولوی صاحب نے نہ صرف پنڈت جی سے یہ اقرار لیا کہ الفاظ اواگون یونی چکر اور پنر جنم وغیرہ ویدوں میں موجود نہیں۔ بلکہ یہ جملہ "دنیا بھر کے انسانوں اور شہر لاہور کی چیونٹیوں کی تعداد کبھی برابر نہیں ہوئی" بھی انہیں کے منہ سے کہلوایا۔ اگرچہ پنڈت جی کو آخری وقت کے ملنے کی امید بھی تھی۔ تاہم پنڈت جی وقت کو ناکافی خیال کرتے تھے۔ اور ایک دو منٹ مانگنے پر مجبور ہو جاتے تھے۔ ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ پنڈت صاحب نے پانچویں سوال کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اس بارے میں خاموش ہی رہے کیا ہم انہیں "الخاموشی نیم رضا" کے مقولے کا مصداق ٹھہرائیں +

مرزا مظفر بیگ صاحب روئداد مناظرہ عنقریب ایک پمفلٹ کی صورت میں شائع کرنے والے ہیں۔ ناظرین منتظر رہیں +

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز خدا کے فضل سے تصنیف و تالیف کے کام کو باقاعدہ محنت و جانفشانی سے سرانجام دے رہے ہیں +

امرتسر کسی آریہ سماج کے جلسہ میں ستیہ دیو نے اسلام پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اسلام کیا وحشیانہ مذہب ہے۔ کہ اگر کوئی مرتد ہوا یا ذرا ادھر ادھر سر پھیرا تو اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ خدا کا شکر ہے کہ مسلمانان امرتسر علے الخصوص غزنوی صاحبان اس کے جواب کی ہمہ تن کوشش کر رہے ہیں۔ تا اسلام کے منور اور مقدس چہرہ سے یہ بدنما داغ دور ہو جائے مولوی عصمت اللہ صاحب اس غرض کے لئے آج بروز جمعرات امرتسر تشریف لے جائیں گے +

جلسہ سالانہ بہت قریب آ رہا ہے۔ یہاں انتظام ہو رہا ہے بیرونی جماعتوں کے سکرٹریوں اور پریذیڈنٹوں سے خصوصاً اور دیگر احمدی احباب سے عموماً التماس ہے کہ وہ اپنی اپنی جگہ جلسہ سالانہ کے لئے چندہ جمع کر کے جلد بھجدیں۔ اور اجناس دینے والے اصحاب اجناس روانہ کر دیں ۱۵ دسمبر تک چندہ یا جنس آ جانا چاہئے +

جناب مرزا عنایت اللہ بیگ صاحب آنریری ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس نے پنشن حاصل کی ہے۔ آپ سرگودھا اور زیادہ تر گورداسپور ملازم رہے ہیں۔ آپ کا سادہ طرز زندگی اور نیکی محکمہ پولیس کے لئے قابل رشک رہی ہے۔ اور ایک اعلےٰ نمونہ ہر مذہب و ملت کے لوگ جنہیں ان کے ساتھ واسطہ رہا ہے۔ اور آپ کے ماتحت لوگ آپ سے خوش رہے ہیں۔ اور ثنا خوان رہے ہیں +

مولوی عبدالحق صاحب فاضل سنسکرت مدراس سے یہ خط لکھتے ہیں:۔

میں تقریباً ایک ہفتہ سے مدراس میں ہوں اس وقت تک کوئی خاص قابل ذکر بات نہ تھی کہ جس کے متعلق میں کوئی اطلاع دیتا سوائے اس کے کہ یہاں معمولی طور پر دو لیکچر ہوئے کہ جن کا اثر اچھا ہوا احمد پٹلو صاحب کو تار دیا تھا کہ کیا میں پالگھاٹ پہنچ جاؤں۔ مگر ان کا جواب موصول ہوا کہ میں خود مدراس آ رہا ہوں اس لئے آپ میرا انتظار کریں کل وہ تشریف لے آئے ہیں پالگھاٹ کے متعلق ان سے مفصل بات چیت ہوئی ان کی رائے یہ ہے کہ وہاں ایک وسیع پیمانہ پر کامیابی کی امید ہے ان لیکچروں سے عیسائیت اور آریوں کا اثر بہت حد تک زایل ہو چکا ہے۔ یہاں ایک انجمن نے ان کو اور معدودے اشخاص کو بھیجا تھا۔ وہاں کے آریہ مشنری رشی رام نے جو ایک پنجابی ہے۔ بادشاہ صاحب سے یہ دریافت کیا کہ میں نے انگریزی اخبار میں پڑھا ہے کہ مولوی عبدالحق صاحب یہاں آ رہے ہیں انہوں نے کہا کہ ہاں ہم نے بلایا ہے یہ سنکر وہ پالگھاٹ سے یہ کہکر کہیں چلا گیا ہے کہ میں کچھ دنوں کے بعد پھر آؤنگا۔ اب یہاں شہر میں ایک اعلےٰ پیمانہ پر چیدہ لیکچروں کا انتظام کیا جاتا ہے غالباً کل یا پرسوں سے شروع ہونگے میں نے مدراس شہر میں چل پھر کر مختلف سوسائیٹیوں کے کام کو دیکھا ہے۔ عیسائی تو یتیم خانے اور مفت تعلیم اور ڈسپنسریوں اور کالجوں کی سر فلک عمارتیں بناتے ہی ہیں۔ اور نہایت شاندار طریق پر ادنےٰ اقوام کی تربیت کر رہے ہیں۔ سمندر کے ساحل کے کنارہ کے کل ماہی گیر عیسائی ہیں اور اندازہ کیا گیا ہے کہ اس مدراس پریزیڈنسی میں ۱۰۰۰ روزانہ کی اوسط سے بپتسمہ دیا جاتا ہے۔ یہاں جس قدر اعلےٰ پیمانہ پر عیسائی مشن کام کر رہا ہے پنجاب میں اس کی نظیر کہیں نہیں ملتی۔ ایثار اور قربانی کی بے نظیر مثالیں ان لوگوں میں پائی جاتی ہیں۔ ہزارہا کی تعداد میں ایسے لوگ موجود ہیں کہ جنہوں نے اپنی زندگی کو اس کام کے لئے وقف کیا ہوا ہے وہ بالکل راہبانہ زندگی بسر کرتے ہیں اور اپنے خورد و نوش کے علاوہ کوئی روپیہ پیسہ نہیں لیتے۔ یہ ایک طویل داستان ہے اس کو چھوڑ کر ہندوؤں کو دیکھئے تو ان کے اندر بھی ایک قومی روح کام کر رہی ہے اور بیسیوں آشرم بیواؤں یتیموں اور غریبوں کی امداد کے لئے بنے ہوئے ان کی عالیشان عمارتوں کو بھی دیکھکر حیرت ہوتی ہے ان کا اندرونی نظام بھی نہایت قابل تعریف ہے۔ ان کے اندر لڑکوں کو صنعت و حرفت sewing machine (؟) اور دیگر ریلیف کے کاموں میں جینئندہ (؟) لوگوں کو امداد دینے کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔ ان کی تعلیمی حالت بھی قابل تعریف ہے۔ تھیوسوفیکل سوسائٹی بھی بڑے اعلےٰ پیمانے پر کام کر رہی ہے۔ اب آجکل یہاں ایک نوجوان [illegible] سوسائٹی

ان لوگوں نے بنائی ہے کہ جس میں مسلمان ہندو اور عیسائی نوجوان مرد اور عورتیں ممبر ہو رہی ہیں ان کے اغراض و مقاصد بھی دلکش ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ مسلمانوں کا کوئی انسٹیٹیوشن مجھے ابھی تک نظر نہیں آیا کہ جہاں اس قسم کے کام ہوتے ہیں +

یہاں کی انجمن دعوت و تبلیغ الہی الظی (؟) ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کو ترقی دے۔ ان لوگوں کے خیالات کچھ سلجھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اسی لئے انہوں نے احمد بادشاہ صاحب کو وفد تبلیغ کا امیر بنا کر بھیجا تھا میں امید کرتا ہوں کہ چند دنوں کے بعد ہم سب انشاء اللہ پالگھاٹ روانہ

تازہ خبریں

بمبئی ۲۳ نومبر۔ کثرت رائے سے صوبہ خلافت کمیٹیوں نے مولانا ابوالکلام آزاد کو کانپور خلافت کانفرنس کی صدارت کے لئے منتخب کیا ہے صرف ایک صوبہ نے مولوی ظفر علی خاں کے لئے رائے دی +

رنگون ۲۵ نومبر۔ ہز ہائینس ملکہ سپایالٹ آج صبح کے پانچ بجے چھل روڈ میں قلب کی حرکت کے بند ہو جانے سے راہی ملک عدم ہو گئیں +

سر محمد حبیب اللہ کے اپنی رخصت سے واپس آ جانے پر سر فضل حسین نے جو کہ لاہور واپس آ گئے پنجاب کی وزارت تعلیم کا چارج لے لیا +

اطلاع موصول ہوئی ہے کہ علاقہ کرم میں افغانی سکہ کے مقابلہ میں بڑے پیمانہ پر جعلی سکہ چلایا جا رہا ہے حکومت افغانیہ مجرموں کی تلاش میں ہے +

مسلم گرلز انٹرمیڈیٹ کالج میں ۲۷ اور ۲۸ دسمبر کو مسلم مستورات کی کانفرنس منعقد ہوگی +

دہلی ۲۵ نومبر۔ مندرجہ ذیل غیر معمولی گزٹ سرکار ہند کی طرف سے شائع ہوا ہے +

ہز میجسٹی کنگ ایمپرر کی والدہ ملکہ الیگزنڈرا کی وفات کے ماتم کے متعلق گورنر جنرل معہ کونسل ہز میجسٹی کے ملازمان سول سفوج بری فورس اور رائل جہاز کو فرماتے ہیں کہ وہ ۲۰ دسمبر ۱۹۲۵ء تک معاس دن کے ماتمی لباس پہنیں مذکورہ تاریخ تک ان کو اپنے بائیں ہاتھ پر ماتمی بلا لگانا ہوگا فورٹ ولیم اور دیگر قلعہ جات میں سنیچر تک جھنڈے آدھے جھکے ہوئے رہیں +

لکھنؤ ۲۶ نومبر۔ آل انڈیا مسلم لیگ کانفرنس نے فیصلہ کیا ہے کہ لیگ کا سترھواں سالانہ اجلاس ۳۰ اور ۳۱ دسمبر ۱۹۲۵ء کو علی گڑھ منعقد کیا جائے۔ اور سر عبدالرحیم صدر منتخب ہوئے ہیں مدراس ہائی کورٹ میں ترقی پانے کے وقت تک آپ لیگ کے ممبر تھے اب گورنر بنگال کی انتظامیہ کونسل سے عنقریب سبکدوش ہونے والے ہیں

لنڈن ۲۳ نومبر۔ عدالت ہیگ کے فیصلے نے ترکی جذبات کو برانگیختہ کر دیا ہے "ٹائمز" کے نامہ نگار قسطنطنیہ کے بموجب روایت عام طور پر کہا جا رہا ہے۔ کہ عدالت بین الاقوامی نے ہر ایک اصول عدالت کو نظرانداز کر دیا۔ اور یہ اس امر کا کافی ثبوت ہے کہ ترکوں نے موتمر الاقوام کی ثالثیت قبول نہ کرنے میں اظہار تدبر کیا تھا +

آکسفورڈ ۲۴ نومبر۔ آج دارالعوام میں وزیر اعظم نے حسب ذیل قرارداد تعزیت پیش کی:۔

ملک معظم کو اپنی مادر مہربان ملکہ الیگزنڈرا کی حادثہ وفات سے جو صدمہ عظیم پہنچا ہے۔ اس کے لئے خدمت شاہی میں ایک مودبانہ پیام تعزیت روانہ کیا جائے۔ جس میں ملک معظم کو یقین دلایا جائے کہ آنجہانی ملکہ معظمہ نے اپنی محبت سے قلوب عوام کو جس طرح مسخر کر لیا تھا۔ اس کا نقش ہمارے صفحہ دل سے کبھی محو نہیں ہو سکتا۔ اس غم و الم میں آپ کے ساتھ جو عالمگیر اظہار ہمدردی ہو رہا ہے ہم سب اس میں بدل شریک ہیں +

مختلف پارٹیوں کے لیڈروں نے اپنی تائیدی تقریروں میں آنجہانی ملکہ کے صفات حسنہ کا تذکرہ اور ان کے حادثہ مرگ پر اپنے دلی جذبات الم کا اظہار کیا +

دارالامرا میں لارڈ سالسبری نے قرارداد تعزیت پیش کی مختلف امرا نے نہایت موثر اور دردناک تقریریں کیں +

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۸۳۲ | تار کا پتہ مسلمان لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

پیغام صلح

اخبار

لاہور

ہفتہ میں دو بار، یک شنبہ و چہارشنبہ کو شائع ہوتا ہے

قیمت سالانہ صہ ششماہی ہجر سہ ماہی عہ

طلباء سے سالانہ سعہ

جلد ۱۳ | مدینۃ المسیح لاہور | یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۲۲ جمادی الاول ۱۳۴۴ ہجری مطابق ۹ دسمبر ۱۹۲۵ عیسوی | نمبر ۱۱۲

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم
ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادہ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام
دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن
جان شد و با جان بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست
زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود
آں نہ از خود از ہماں جائے بود

ما ازو یابیم از نور و کمال
وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست
ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک و ز خبرہائے معاد
ہر چہ گفت آں مقبل رب العباد
آں ہمہ از حضرت احدیت است
منکر آں مستحق لعنت است
معجزات و ہمہ حق اند و راست
منکر آں مورد لعن خدا است
معجزات انبیائے سابقین
آنچہ در قرآن بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست
ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جلسہ بلا رہا ہے

خدا کی راہ میں نکلو

امید ہے کہ احباب اپنی پوری شان شوکت اپنے اس سالانہ اجتماع میں جمع ہو کر دکھائینگے اور سلسلہ کے مرکزی مقام لاہور کو بارونق بنائینگے اور اپنی ملاقات سے احباب میں باہمی تعلقات کو بڑھا کر فرحت و انبساط کا موجب ہونگے۔ احباب کرام کو معلوم ہے کہ ہمارا سالانہ جلسہ کوئی معمولی جلسہ نہیں ہے بلکہ وابستگان اسلام کے لئے پختگی ایمان و ایقان کا ایک بڑا بھاری ذریعہ بھی ہے ہاں وہ مبارک دن جو جلسہ کے آرہے ہیں بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ آ گئے ہیں اس لحاظ سے بھی نہایت مبارک ہیں کہ احباب میں ایک قوت اور جماعت میں ایک نظام کا باعث ہوتے ہیں۔ پس خوشخبری ہو ان اصحاب کو جنہوں نے احباب کی صورتیں دیکھنے کے انتظار میں گھڑیاں گن گن کر گذاری ہیں اور شادمانی ہو ان احباب کو جنکی چشم انتظار اس مبارک نظارہ کے دیکھنے کے لئے لگ رہی ہے کہ خدا کے فضل و کرم کے ساتھ خدا کی راہ میں نکلو! کا فرحت افزا پیغام جسمیں کہ ان کی دلی خوشی اور قلبی راحت کا سامان مضمر ہے ان کے گوش گذار کیا جا رہا ہے۔ اگرچہ یہ پیغام بہت مختصر اور اسکے الفاظ بالکل محدود ہیں لیکن درحقیقت اس میں اثر جذب اور کشش کے نہایت وسیع سامان موجود ہیں اور ہمیں خیال ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ یہ مختصر سا پیغام ہر ایک اس شخص میں جو سلسلہ لاہور سے تعلق رکھتا ہے اور اسکو مرکز سلسلہ یقین کرتا ہے جوش مسرت اور وفور محبت پیدا کر دینے کے لئے کافی ہے اور وہ سب کچھ چھوڑ کر اس آواز پر لبیک کہنے کے لئے تیار ہو جائیگا۔ دنیا کے دھندے اور کاروبار کے بکھیڑے اس کے لئے کسی قسم کی رکاوٹ کا باعث نہیں بن سکیں گے۔ جو احباب عام طور پر سالانہ جلسہ کی شمولیت کی سعادت حاصل کرتے ہیں ان کے متعلق تو ہمیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں کیونکہ انہیں اس امر کے متعلق کافی تجربہ ہو چکا ہے کہ شمولیت جلسہ کی وجہ سے جو انوار اور برکات حاصل ہوتی ہیں وہ نہایت قیمتی اور بیش بہا ہوتی ہیں اور انکا کسی اور صورت میں میسر آنا ناممکن ہے لیکن وہ لوگ جو بوجہ اپنی سستی اور غفلت کے اس کا تجربہ نہیں رکھتے ان کو ہمارا یہ پیغام بہت زیادہ توجہ اور غور کے ساتھ سننا چاہیئے اور اس پر عمل پیرا ہونے کے لئے جہانتک بھی ہو سکے پوری کوشش کرنا چاہیئے سالانہ جلسہ میں شمولیت بوجہ اسکے کہ حضرت مسیح موعود نے اسکو ضروری قرار دیا ہے ہر ایک اس شخص کا جو اپنے آپ کو احمدی کہتا ہے دینی فرض ہے کیونکہ یہ شمولیت ایسی بابرکت اور مفید ہے کہ اسکے ذریعہ نہ صرف ان برے اور ناپسندیدہ اثرات کا قلع قمع ہو جاتا ہے جو گرد و پیش کے حالات کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں بلکہ ایک نیا ایمان اور نئی قوت

وعظ و نصائح

از حضرت مسیح موعودؑ

اپنی اولاد کی اصلاح کی فکر کرو

بعض لوگوں کا یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ اولاد کے لئے کچھ مال چھوڑنا چاہیئے مجھے حیرت آتی ہے کہ مال چھوڑنے کا تو ان کو خیال آتا ہے۔ مگر یہ خیال ان کو نہیں آتا کہ اس کا فکر کریں کہ اولاد صالح ہو طالح نہ ہو مگر یہ وہم کبھی نہیں آتا اور نہ اس کی پروا کی جاتی ہے۔ بعض اوقات ایسے لوگ اولاد کے لئے مال جمع کرتے ہیں۔ اور اولاد کی صلاحیت کی فکر اور پروا نہیں کرتے۔ وہ اپنی زندگی ہی میں اولاد کے ہاتھ سے نالاں ہوتے ہیں اور اس کی بداطواریوں سے مشکلات میں پڑ جاتے ہیں۔ اور وہ مال جو انہوں نے خدا جانے کن کن حیلوں اور طریقوں سے جمع کیا تھا آخر بدکاری اور شراب خوری میں صرف ہوتا ہے۔ اور وہ اولاد ایسے ماں باپ کے لئے شرارت اور بدمعاشی کی وارث ہوتی ہے۔

اولاد کا ابتلاء بھی بہت بڑا ابتلاء ہے۔ اگر اولاد صالح ہو تو پھر کس بات کی پروا ہو سکتی ہے۔ خدا تعالےٰ خود فرماتا ہے ھو یتولی الصالحین۔ یعنی اللہ تعالےٰ آپ صالحین کا متولی اور متکفل ہوتا ہے اگر بدبخت ہے تو لاکھوں روپیہ اس کے لئے چھوڑ جاؤ۔ وہ بدکاریوں میں تباہ کر کے پھر قلاش ہو جائیگی۔ اور ان مصائب اور مشکلات میں پڑیگی جو اس کے لئے لازمی ہیں۔ جو شخص اپنی رائے کو خدا تعالیٰ کی رائے اور منشاء سے متفق کرتا ہے وہ اولاد کی طرف سے مطمئن ہو جاتا ہے۔ اور وہ اسی طرح پر ہے کہ اس کی صلاحیت کے لئے کوشش کرے اور دعائیں کرے اس صورت میں خود خدا تعالےٰ اس کا تکفل کریگا اور اگر بدچلن ہے تو جائے جہنم میں اسکی پروا تک نہ کرے

حضرت داؤد علیہ السلام کا ایک قول ہے کہ میں بچہ تھا۔ جوان ہوا اب بوڑھا ہو گیا۔ میں نے متقی کو کبھی ایسی حالت میں نہیں دیکھا کہ اسے رزق کی مار ہو اور نہ اس کی اولاد کو ٹکڑے مانگتے دیکھا اللہ تعالےٰ تو کئی پشت تک رعایت رکھتا ہے۔ پس خود نیک بنو اور اپنی اولاد کے لئے ایک عمدہ نمونہ نیکی اور تقوےٰ کا ہو جاؤ۔ اور اس کو متقی اور دیندار بنانے کے لئے سعی اور دعا کرو جس قدر کوشش تم ان کے لئے مال جمع کرنے کی کرتے ہو۔ اسی قدر کوشش اس امر میں کرو۔

خوب یاد رکھو کہ جب تک خدا تعالےٰ سے رشتہ نہ ہو۔ اور سچا تعلق اس کے ساتھ نہ ہو جاوے۔ کوئی چیز نفع نہیں دے سکتی۔ یہودیوں کو دیکھو۔ کہ کیا وہ پیغمبروں کی اولاد نہیں۔ یہی وہ قوم ہے۔ جو اس پر ناز کیا کرتی تھی اور کہا کرتی تھی نحن ابناء اللہ واحباءہ ہم اللہ کے فرزند اور اس کے محبوب ہیں۔ مگر جب انہوں نے خدا تعالےٰ سے رشتہ توڑ دیا۔ اور دنیا ہی دنیا کو مقدم کر لیا۔ کیا نتیجہ ہوا۔ خدا تعالےٰ نے اسے سور اور بندر کہا اور اب جو حالت ان کی مال و دولت ہوتے ہوئے بھی ہے۔ وہ کسی سے پوشیدہ نہیں پس وہ کام کرو جو اولاد کے لئے بہترین نمونہ اور سبق ہو۔ اور اس کے لئے ضروری ہے کہ سب سے اول خود اپنی اصلاح کرو۔ اگر تم اعلےٰ درجہ کے متقی اور پرہیزگار بن جاؤ گے۔ اور خدا تعالےٰ کو راضی کر لو گے۔ تو یقین کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالےٰ تمہاری اولاد کے ساتھ بھی اچھا معاملہ کریگا۔ قرآن شریف میں خضر اور موسیٰ علیہ السلام کا قصہ درج ہے کہ ان دونوں نے ملکر ایک دیوار کو بنا دیا جو یتیم بچوں کی تھی وہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وکان ابوھما صالحا۔ ان کا والد صالح تھا۔ یہ ذکر نہیں کیا کہ وہ آپ کیسے تھے۔ پس اس مقصد کو حاصل کرو۔ اولاد کے لئے ہمیشہ اس کی نیکی کی خواہش کرو۔ اگر وہ دین اور دیانت سے باہر چلے جاویں پھر کیا اس قسم کے امور اکثر لوگوں کو پیش آجاتے ہیں۔ بددیانتی خواہ تجارت کے ذریعہ ہو یا رشوت کے ذریعہ یا زراعت کے ذریعہ۔ جس میں حقوق شرکار کو تلف کیا جاتا ہے۔

اس کی وجہ یہی میری سمجھ میں آتی ہے کہ اولاد کے لئے خواہش ہوتی ہے۔ کیونکہ بعض اوقات صاحب جائیداد لوگوں کو یہ کہتے سنا ہے کہ کوئی اولاد ہو جائے جو اس جائیداد کی وارث ہو۔ تاکہ غیروں کے ہاتھ میں نہ چلی جاوے۔ مگر وہ نہیں جانتے۔ کہ جب مر گئے تو شرکار کون؟ اور اولاد کون؟ سب ہی تیرے لئے تو غیر ہیں اولاد کے لئے اگر خواہش ہو تو اس غرض سے ہو کہ وہ خادم دین ہو“۔

الحکم ۱۰ نومبر ۱۹۰۵ء] حضرت مسیح موعودؑ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۳۱ / ۲۰ جمادی الاول ۱۳۶۲ھ نمبر ۱۱۲

روح انسانی کا احساس لذت و درد

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے قلم سے)

کسی زندہ چیز میں دو باتیں لازمی ہیں ایک احساس دوسرے حرکت۔

نباتات میں یہ ادنیٰ درجہ پر ہوتے ہیں۔ یعنی ان کا احساس بھی اپنی ادنیٰ حالت پر ہوتا ہے اور حرکت بھی صرف اس کے اجزاء میں ہوتی ہے۔ سوائے اُن پودوں کے جو حیوانیت سے نزدیک ہوتے ہیں وہ حیوانوں کی طرح حرکت بھی کرتے ہیں

حیوانات میں یہ احساس ترقی کرجاتا ہے اور حرکت بھی نہ صرف اجزاء میں ہوتی ہے۔ بلکہ کل جسم بھی حرکت کرتا اور اور چلتا پھرتا ہے۔

انسان میں یہ احساس اور زیادہ ترقی کرجاتا ہے اور حرکت بھی ترقی کرجاتی ہے۔ مگر ایک بات خاص پیدا ہوتی ہے جو روح انسانی کی خصوصیت ہے وہ ہے خودشناسی اور خود اختیاری یعنی انسان اپنی زندگی اور حالت کو سمجھتا ہے۔ وہ خارج سے جو کچھ محسوس کرتا ہے اُسے سمجھتا ہے جس سے دُکھ اور سکھ کی کیفیت اس میں پیدا ہوتی ہے اسی طرح جو وہ حرکات کرتا ہے اسے سمجھ کر کرتا ہے۔ اور اس لئے وہ اپنے افعال و اعمال کا ذمہ دار ٹھیرتا ہے

انسان کو جو حواس ... ملے ہیں وہ اس لئے ملے ہیں تاکہ وہ ان سے خارج کو محسوس کرے۔ خارج میں جو چیزیں اس کے فطرتی تقاضوں کو پورا کرتی ہیں ان سے یہ خوشی اور لذت اور سکھ محسوس کرتا ہے۔ اور جو چیزیں اس کے فطرتی تقاضہ کے خلاف ہوتی ہیں اُن سے یہ رنج اور دکھ محسوس کرتا ہے۔ مثلاً پیاس کا فطرتی تقاضہ ہے سرد اور شیریں پانی اگر یہ خارج میں ملجائے تو انسان خوشی اور لذت محسوس کرتا ہے۔ اور اگر نہ ملے یا سخت گرم اور کڑوا اور بدبودار پانی ملے تو یہ دُکھ اور حزن محسوس کرتا ہے۔ اسی طرح بھوک کے لئے اگر عمدہ کھانا اور لذیذ پھل ملجائیں تو یہ سکھ اور خوشی اور لذت محسوس کرتا ہے اور اگر نہایت بُرا اور بد ذائقہ کھانا ملے تو یہ دکھ اور رنج محسوس کرتا ہے۔ اسی طرح اگر خوبصورت اور ہم عمر اور نوجوان اور نیک بی بی ملجائے تو خوشی اور لذت محسوس کرتا ہے۔ اگر نہ ملے یا اس کے خلاف ملے تو یہ دکھ محسوس کرتا ہے۔ ان سب تقاضوں کے لئے ضرور ہے کہ ان کے پورا ہونے کا سامان خارج میں موجود ہو۔ اگر خارج میں نہ ہو تو نہ وہ تقاضے پورے ہوسکتے ہیں نہ کوئی سکھ انسان محسوس کرسکتا ہے۔ خیالی پانی سے پیاس نہیں بجھتی۔ خیالی روٹی سے پیٹ نہیں بھرتا۔ خیالی بی بی سے تنہائی دور نہیں ہوتی۔ اور تخیل بھی بجائے خود خارج سے وابستہ ہے۔ جب تک خارج میں کوئی چیز موجود نہ ہو اس کا تخیل بھی پیدا ہو نہیں سکتا۔ تو پھر تخیل کا فطری تقاضوں کو پورا کرنا خلاف حقیقت ہے جسے کوئی عقلمند قبول نہیں کرسکتا

پس تین باتیں بطور نتیجے کے اس سے نکلیں یعنی انسان کے سکھ یا دکھ محسوس کرنے کے لئے تین باتیں ضروری ہیں:-

(۱) انسان کے اندر فطرتی تقاضے موجود ہوں۔

(۲) ان کے پورا ہونے کے خارج میں سامان موجود ہوں

(۳) ان کے پورا ہونے یا نہ ہونے کو محسوس کرنے کے لئے انسان کے اندر حواس موجود ہوں۔

جیسا کہ میں بتا آیا ہوں سلسلہ ارتقا کی کڑی میں انسانی روح کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ جو کچھ محسوس کرتی ہے اسے سمجھتی ہے۔ اور جو کچھ سمجھتی ہے وہ علم کے رنگ میں اس کے اندر محفوظ ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے فطرتی تقاضوں کو بھی سمجھتی ہے۔ خارج میں جو اس کے پورا کرنے کے لئے سامان ہیں انہیں بھی سمجھتی ہے اور خارج کو محسوس انہی حواس سے کرنا سیکھتی ہے جو اس کے جسم کو ملے ہوئے ہیں جو بھی علم اُسے ملتا ہے وہ انہی حواس کے ذریعہ ملتا ہے۔ پس دُکھ اور سکھ کا احساس بھی اُسے انہی ذرائع سے ہوتا ہے وہ غیر جسم کے ساتھ ساتھ روح بھی نشو و نما پاتی ہے اُس کے فطرتی تقاضے اور حواس اسی سانچے میں ڈھلتے چلے جاتے ہیں جس میں جسم انسانی نشو و نما پاتا ہے۔ یہاں تک کہ انسانی ہستی کا خلاصہ یعنی روح جب جسم سے رخصت ہوتی ہے تو وہی فطری تقاضے اور وہی حواس ساتھ لے جاتی ہے جو مشترک طور پر جسم اور روح دونو میں نشو و نما پا چکے تھے۔ وہ سکھ اور دکھ کا احساس اب کسی اور شکل میں نہیں کرسکتی سوائے اس کے جس میں وہ دنیا میں محسوس کرتی رہی۔ اس لئے مرنے کے بعد یعنی جسم دنیوی سے علیحدہ ہو جانے کے بعد بھی سکھ اور دکھ کے لئے انہی تین باتوں کی ضرورت ہونی لابد ہے جن کی دنیا میں ضرورت تھی۔

یعنی۔ (۱) فطرتی تقاضوں کا موجود ہونا۔

(۲) ان کے پورا ہونے کا سامان خارج میں موجود ہونا۔

(۳) ان کے پورا ہونے یا نہ ہونے کو محسوس کرنے کے لئے روح انسانی میں حواس کا موجود ہونا اگر یہ تین باتیں نہ ہونگی تو روح انسانی کو دکھ اور سکھ کا کوئی احساس بھی نہ ہوگا اور جب احساس نہیں تو وہ موت ہے۔ اسے زندگی نہیں کہا جاسکتا۔

پس عالم آخرت میں روح کو لذت اور سکھ محسوس کرنے کے لئے اس کے فطری تقاضوں اور حواسوں کے مطابق خارج میں سامان موجود ہونے چاہئیں یعنی کھانے پینے اور پہننے۔ اور زوجیت کے سبھی سامان مہیا ہونے چاہئیں جن سے وہ دنیا میں متمتع ہوتی رہی۔ اگر خارج میں نہ ہوں تو پھر روح کوئی لذت اور سکھ بھی محسوس نہیں کرسکتی۔ محض خیالی چیزیں کسی سکھ اور لذت کا موجب نہیں ہوسکتیں۔۔ علیٰ ہٰذا القیاس دکھ اور درد محسوس کرنے کے لئے بھی خارج میں ہی سامان ہونا چاہیئے۔ جب فطری تقاضے وہی ہیں اور حواس وہی ہیں جو جسم دنیا کے سانچے میں نشو و نما پا چکے ہیں اور روح درحقیقت انہی تمام تقاضوں اور حواسوں کا نچوڑ اور جوہر اور خلاصہ ہے تو پھر لابد ہے کہ وہ تقاضے بھی انہی صورتوں میں پورے ہوکر روح انسانی کو لذت اور سکھ پہنچا سکتے ہیں جن میں دنیا میں پہنچاتے رہے۔

میں یہ نہیں کہتا کہ عالم آخرت کا کھانا اور پینا اور زوجیت کے تعلقات وغیرہ بالکل یہی ہونے چاہئیں جو اس دنیا میں ہیں۔ اس دنیا کی زندگی فانی اور ہر چیز ایک حدبست کے اندر ہے۔ عالم آخرت کی زندگی دائمی اور ہر چیز غیر محدود رنگ میں ہوگی تو پھر ضرور ہے کہ دنیا کے فانی اور محدود سامان راحت کے مقابل میں آخرت کے سامان راحت بھی غیر فانی اور لا محدود رنگ میں ہوں وہاں کے مناسب حال فرق ہونا ضرور ہے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ہونے چاہئیں انہی سے ملتے جلتے۔ اسی لائن پر۔ انہی فطرت کے تقاضوں اور حواسوں کے مطابق۔ ورنہ پھر روح انسانی نہ اُن کو محسوس کرسکتی ہے اور نہ سمجھ سکتی ہے۔ جس کے لئے حواس موجود نہیں وہ اسے محسوس کیا کرے گی اور اُسے سمجھے ہی گی کیا؟ وہ تو مرنے کے بعد انہی ذرائع سے سکھ اور دکھ کو محسوس کرسکتی ہے جن سے وہ اس دنیوی زندگی میں محسوس کرتی رہتی۔

اسی لئے قرآن کریم نے عالم آخرت کے سکھ اور راحت کا جب نقشہ کھینچا تو روح انسانی کے فطری تقاضوں اور خواہشوں کے مطابق لذات اور خوشی اور سکھ کا خارج میں سامان موجود ہونے کا تذکرہ فرما کر ایک اور بات یہ بھی بتلائی ہے کہ وہ چیزیں ان چیزوں سے ملتی جلتی ہونگی۔ یعنی وہی تو نہ ہونگی۔ مگر ان ہی سے ملتی جلتی ہونگی۔ جو انہی حواس سے محسوس ہوسکیں جو انسانی فطرت کا جزو ہیں چنانچہ فرماتے ہیں وبشر الذین امنوا وعملوا الصلحت ان لھم جنت تجری من تحتھا الانھار کلما رزقوا منھا من ثمرۃ رزقا قالوا ھذا الذی رزقنا من قبل واتوا بہ متشابھا ... ولھم فیھا ازواج مطھرۃ وھم فیھا خلدون ٭ اور خوشخبری دیدو ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے کہ بیشک ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہونگی۔ جب جب اُن کو اس میں سے پھل کھانے کو دیئے جائینگے تو وہ کہینگے کہ یہ ہمیں پہلے بھی کھانے کو دئے جا چکے ہیں۔ اور وہ ان سے ملتے جلتے دئے جائینگے اور اس میں ان کے لئے ازواج ہونگی پاکیزہ اور اس میں وہ ہمیشہ رہینگے۔ یہاں یہ امر قابل غور ہے کہ عالم آخرت کی لذات اور سکھ کو محسوس کرنے کے لئے جہاں ایک طرف عین فطرت کے تقاضوں اور حواس کے مطابق خارج میں سامان مہیا ہونے کی خوشخبری دی۔ وہاں دوسری طرف یہ بھی بتلا دیا کہ گو وہ بالکل یہی سامان تو نہ ہونگے جو ہمیں دنیا میں ملتے ہیں۔ مگر ان سے ملتے جلتے ضرور ہونگے جن کو انہی حواس سے محسوس کیا جاسکے گا جو انسانی فطرت کے لازم حال ہیں اور جو انہی تقاضائے فطرت کو پورا کرتے ہونگے جو کبھی بدل نہیں سکتے۔ لاتبدیل لخلق اللہ ہاں یہ ضروری ہے کہ ان کی کیفیات اُس عالم کے حسب حال ہوں۔ یہاں کی طرح مادی محدود اور فانی نہ ہوں۔

جرمن مشن قابل توجہ احباب

جیسا کہ احباب کو معلوم ہے کہ انجمن نے اس مشن کو کھولنے سے پہلے اس کے اخراجات کے پورا کرنے کا پختہ وعدہ جماعت سے لے لیا تھا۔ اور ان وعدوں کی بنا پر اس مشن کا مستقل بوجھ اپنے کندھوں پہ اٹھایا تھا اللہ تعالے نے اپنے فضل سے اور احباب کے خلوص کی وجہ سے اس کو کامیاب بنایا ہے اور اس کے عمدہ نتایج ہم کو اپنی آنکھوں سے دکھا دیئے ہیں۔ یعنی مشن کے ساتھ ایک مسجد اور مبلغین کی رہائش کے لئے مکان بھی تیار ہوگیا۔ رسالہ بھی جاری ہے۔ اور لٹریچر بھی پیدا ہو رہا ہے اور چالیس سے زیادہ نومسلمین کی تعداد ہوچکی ہے۔ جس میں بڑے بڑے قابل لوگ Ph.D. کے ڈگری یافتہ بھی شامل ہیں۔ اللہ تعالےٰ کے ان افضال کو دیکھ کر ہماری ہمتیں بلند ہونی چاہئیں اور ان نعمتوں کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے تاکہ وہ اور زیادہ انعامات فرمائے۔ وہ احباب جنہوں نے اس مشن کے اخراجات کے لئے مستقل سالانہ وعدے فرمائے ہوئے ہیں اور ابھی تک انہوں نے اپنی رقوم ادا نہیں فرمائیں فوری توجہ فرمائیں اور جلسہ سالانہ پر جب کہ ان کا سال ختم ہو جائے گا اپنی بقایا کی کل رقم ہمراہ لاویں۔ انجمن کو اس مشن کا قرضہ ادا کرنے کے واسطے روپیہ کی سخت ضرورت ہے۔ اور یہ جلسہ اُن کے وعدہ کی آخری حد ہے اور اللہ تعالےٰ کا وعدوں کے متعلق ارشاد ہے اوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا۔ پھر وہ وعدے جو خالص جہاد دینی کی اغراض پر مبنی ہیں بہت بڑی اہمیت رکھتے ہیں اس لئے انہیں ہر قسم کی احتیاط فرما کر جلسہ پر اپنے ان وعدوں کو بالضرور پورا فرما دینا چاہیئے۔

(خاکسار ظہور احمد سکرٹری)

ضروریات سالانہ جلسہ

احباب جلسہ کی ضروریات کا ضرور خیال رکھیں یہی چند دن ہیں کہ روپیہ کی اشد ضرورت ہے جلسہ پر احباب چندہ لائینگے ہی لیکن جلسہ کی ضروریات کے لئے ہر جگہ سے الگ کچھ چندہ فوراً ہی آنا چاہیئے۔ اس میں تاخیر نہ کیجاوے والسلام۔ (ایڈیٹر)

خطبہ جمعہ

مورخہ ۲۰/ نومبر ۱۹۲۵ء

اقتربت الساعۃ وانشق القمر۔ ۔ ۔ فھل من مدکر (سورۃ القمر ۵۴ع اول) یہ آخری آیت میں نے پڑھی ہے ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر اس کو اس سورت میں بار بار دہرایا ہے یوں تو قرآن کریم کے اندر کئی ایک مضامین کو دہرا کر بیان کیا گیا ہے لیکن اس رنگ میں کہ چند باتوں کے ذکر کے بعد ایک ہی آیت کو دہرایا جائے صرف تین سورتیں اس طرح آئی ہیں ایک سورت الرحمٰن میں فبای الاء ربکما تکذبان۔ ایک یہ آیت ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر اور ایک سورت مرسلات میں ویل یومئذ للمکذبین۔ کیوں اس مضمون کو یا ان آیات کو خاص طور پر بار بار دہرایا ہے ظاہر ہے کہ جب ہم کسی کو بڑے درد دل کے ساتھ کسی امر کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں۔ تو وہ بات جس میں اس کی بھلائی ہوتی ہے جس میں اس کا فایدہ نظر آتا ہے ہمارا دل چاہتا ہے کہ اس کو بار بار بیان کریں دعامیں بھی اپنی التجا کو بار بار بیان کرنے کو جی چاہتا ہے دل میں ایک درد ہوتا ہے جسکی وجہ سے بار بار ایک بات کو دہرایا جاتا ہے کہ ایسا ہو جائے اللہ تعالےٰ نے بھی اپنے کلام میں اس اسلوب کو اختیار فرمایا ہے۔ ایک واقعہ کو بیان کرتا ہے پھر اس کے پیچھے فرماتا ہے ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر ہم نے اس قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کیا ہے۔ ہے کوئی جو نصیحت حاصل کرے۔ گویا انسان کی فطرت کو اپیل کرتا ہے کہ اسقدر سہل کرکے ان باتوں کو جن میں بھلائی اور بہتری اور بہتری ہے بیان کیا ہے اب بھی تم نصیحت حاصل کرتے ہو یا نہیں۔ واقعی وہ امور جو انسان کو خدا تک پہنچانے والے ہیں وہ باتیں جن سے انسان کو عرفان الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ بہت مشکل چیزیں ہیں خدا کی رضا کو حاصل کرنا فی الحقیقت بہت مشکل کام ہے جبکہ ایک بڑے عزیز دوست کی رضا کو حاصل کرنا بھی مشکل ہوتا ہے تو اس ذات پاک کی رضا کو حاصل کرنا جو وراء الورا ہے بہت ہی مشکل نظر آتا ہے لیکن وہ فرماتا ہے ہم نے بہت ہی سہل کرکے رکھدیا ہے اب بھی اگر نصیحت حاصل نہیں کرتے تو تمہارا اختیار ہے۔

کسقدر آسان کیا ہے قرآن کو۔ اس کا سیکھنا آسان۔ اس کا حفظ کرنا آسان۔ اس کا سمجھنا آسان۔ اس پر عمل کرنا آسان۔ کوئی چیز مشکل نہیں جسکو کہ سکتا ہو۔ سیکھنا اسقدر آسان کہ سب سے پہلے وہ قوم جو بے علم تھی۔ اس نے اس کو سیکھا اور ایسا سیکھا کہ چھوٹا اور بڑا غلام اور آقا۔ مزدور اور امیر یکساں طور پر اسے سیکھتے ہیں۔ کوئی فرق ان میں نظر نہیں آتا۔ وہ بھی جنہوں نے کبھی لکھنا پڑھنا نہ سیکھا تھا اسی سہولت کے ساتھ اسے سیکھ لیتے ہیں جس سہولت کے ساتھ لکھے پڑھے اسے سیکھتے ہیں۔ تمام قوم کے چھوٹے اور بڑے یکساں طور پر اسے پڑھتے ہیں۔ اس کا نظارہ کہیں نظر نہیں آتا بیشک ساری تاریخ انسانی کو دیکھو لو کوئی بھی مثال دکھائی نہ دیگی اس کا سیکھنا آج بھی آسان ہے۔ غیر زبان کا سیکھنا بہت مشکل ہوتا ہے لیکن ہندوستان میں چلے جاؤ۔ ایران میں چلے جاؤ۔ یورپ میں چلے جاؤ۔ چین میں چلے جاؤ۔ افریقہ میں چلے جاؤ۔ ان تمام مختلف ملکوں اور مختلف زبانوں اور مختلف تہذیب کے لوگوں کو دیکھوگے کہ قرآن کو سب جانتے ہیں۔ کیا کسی اور کتاب کے متعلق یہ نظارہ دکھائی دیتا ہے؟ اپنے ہی ملک میں دیکھو لو۔ باوجودیکہ تعلیم میں ہندو مسلمانوں سے بہت آگے ہیں لیکن اپنی مذہبی کتاب کو سیکھنے میں مسلمانوں کا سوواں بلکہ ہزارواں حصہ بھی وہ نہیں۔

حفظ کرنا اس قدر آسان ہے کہ دنیا کے کسی ملک میں چلے جاؤ شروع سے آخر تک اس کو حفظ پاؤ گے۔ کونسی کتاب ہے جسکے پیروؤں نے شروع سے آخر تک اسے اس طرح حفظ کیا ہو۔ پھر سمجھنا تو اور بھی مشکل کام تھا لیکن اس کو سمجھا کس نے؟ ایک امی قوم نے ان پڑھ قوم نے جسکو علم سے قطعاً کوئی لگاؤ نہ تھا اور ایسا سمجھا کہ آج اس کی باریکیوں کو ان سے بڑھ کر پہنچنا مشکل ہے۔ اس کتاب کا سمجھنا بہت ہی آسان ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس کے اندر انسان کی فطرت کا نقشہ کھینچا ہے۔ اس کا سمجھنا اس لئے دشوار نہیں کہ جب تنہائی میں کوئی شخص قرآن کو پڑھتا ہے تو اس کی فطرت کا نقشہ سامنے آجاتا ہے۔ جو چیز فطرت کے مطابق ہو فہم کے مطابق ہو وہ بہت جلد سمجھ آجاتی ہے اگر تنہائی میں قرآن کو پڑھیں تو خود بخود روشنی آتی ہے جسطرح سے ان ظاہری چیزوں کو دیکھنے کے لئے ایک تو آنکھیں ہیں جن کے اندر روشنی ہے اور ایک باہر سے روشنی آتی ہے اسی طرح سے خدا تعالےٰ کی رضا کو معلوم کرنے کے لئے ایک فطرت کی روشنی ہے۔ اور قرآن میں اس فطرت کا نقشہ کھولکر رکھدیا ہے جو باہر کی روشنی کا کام دیتا ہے اور اس لئے اس کا سمجھنا بہت ہی آسان ہو جاتا ہے

پھر عمل کرنا اور بھی آسان ہے کسی مذہب پر عمل کرنا اس قدر آسان نہیں جسقدر اسلام اور قرآن پر کیونکہ یہ فطرت کا مذہب ہے مشکل وہ چیز ہے جسکی طرف فطرت کو دھکے دیکر لے جانا پڑے۔ لیکن قرآن کے احکام فطرت کے مطابق ہیں کوئی چیز ایسی نہیں جو فطرت کی طاقت و وسعت سے بڑھکر ہو۔ اس لیے اس پر عمل کوئی مشکل کام نہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کس طرح قرآن کے ایک ایک حرف پر عمل کیا چلو یہ بھی دعوے سے کہتا ہوں۔ قرآن کے برابر کسی کتاب پر عمل نہیں کیا گیا یہانتک کہ جو ان کے فوری پیرو ہوئے ہیں ان کے اندر بھی وہ نمونہ نظر نہیں آتا یہ قرآن ہی کی خصوصیت ہے کہ اس پر عمل کرنے والے ہمیشہ ہوتے رہے ہیں۔

تو ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر کا فرمان بالکل صحیح ہے۔ اس قرآن کو بہت آسان کردیا۔ پڑھنے کے لیے بھی آسان کردیا۔ حفظ کرنے کے لئے بھی آسان کردیا سمجھنے کے لئے بھی آسان کردیا اور عمل کرنے کے لئے بھی آسان کردیا کوئی کتاب اس کے سامنے رکھ لو۔ ویدوں کو رکھ لو۔ بائیبل کو رکھ لو۔ ژند وستا کو رکھ لو کسی کو اسقدر سہل اور آسان نہ پاؤ گے۔ مگر وہ کتاب جسکو اسقدر سہل اور آسان بنایا گیا تھا۔ جسکے اوپر عمل کرا کر یہ ثابت کردیا تھا کہ اس کا دعویٰ سچا ہے کہ ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر آج مسلمانوں میں اس کی حالت کیا ہے۔ اس کو اس قدر مشکل سمجھ لیا گیا ہے کہ اسے ہاتھ بھی نہیں لگاتے۔ تمام دوسری چیزیں پڑھ جاتے ہیں۔ جن سے فطرت کی روشنی ایک حد تک مسخ اور مدھم ہو جاتی ہے لیکن قرآن کو پڑھنا نہیں چاہتے اپنی بڑی بڑی درسگاہوں کو دیکھ لو وہاں کیا پڑھاتے ہیں اور کیوں قرآن کی طرف نہیں آتے۔ اصل یہ ہے کہ وہ علوم جو قرآن کی خدمت کے لئے پیدا کئے گئے تھے وہ اصل بن گئے ہیں اور قرآن کو ان کا خادم بنا دیا گیا ہے وہ منطق اور فلسفہ جو قرآن کے خادم تھے ان کو اصل سمجھ لیا گیا ہے آج اسلامی قانون جانتے ہو کیا ہے؟ اسلامی قانون آج قرآن کا نام نہیں۔ حدیث کا نام نہیں۔ اسلامی قانون ہے فتاوےٰ عالمگیری۔ عدالتیں جبر نہیں کرتیں کہ تم ضرور اسی کو اپنا قانون مانو۔ اگر مسلمان کہیں کہ قرآن ہی ہمارا اصل ہے تو عدالتوں کو کوئی ضرورت نہیں کہ دوسری کسی چیز کو اس کی جگہ دیں لیکن مسلمان ہی اگر قرآن کو چھوڑ بیٹھیں تو عدالتوں کا کیا قصور؟ جب دینی درسگاہوں کا یہ حال ہے کہ تمام علوم پڑھتے ہیں لیکن قرآن کا نام نہیں لیتے تو دنیوی درسگاہوں میں کون اس کو پوچھتا ہے۔ وہ جو آقا تھا اسکو تو کسی کمرہ میں بند کردیا گیا ہے اور وہ جو خادم تھے ان کو اسکی جگہ پر بٹھا دیا گیا ہے میں نہیں سمجھتا کہ اس سے بڑھکر کونسی حالت ادبار کی آتی کہ سب سے بہتر چیز کو پیچھے ڈالدیا اور جو کم مرتبہ پر تھی اس کو اپنا مطمح نظر بنالیا۔

خدا نے تم میں ایک شخص کو کھڑا کیا اور اس نے اصل اسلام کو تمہارے سامنے رکھدیا کہ جو قرآن ہے پھر حدیث گو حدیث بھی خادم قرآن ہے اس کو قرآن کی جگہ نہیں دی جاسکتی پھر فقہ ہے اور فقہ میں المجتہد قد یخطی ویصیب کا اصول کام کرتا ہے۔ لیکن یہاں قرآن کو چھوڑ کر۔ حدیث کو چھوڑ کر فقہ کو اصل سمجھ لیا گیا ہے کہتے ہیں کیا امام ابو حنیفہ قرآن کو نہ سمجھتے تھے کوئی کہتا ہے کیوں جی مرزا صاحب تم سے بڑھکر قرآن کو نہ جانتے تھے۔ یقیناً یہ بزرگ ہم سے بہت بڑھکر قرآن کو سمجھتے تھے لیکن پھر بھی غلطی کا امکان تو ہے اُن کے قیاس کو قرآن کی جگہ نہیں دی جاسکتی خود امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں اترکوا قولی لقول اللہ۔ اللہ کے قول کے سامنے میرے قول کو چھوڑ دو۔ یہ تو امام ابو حنیفہ کا مذہب اور ان کا حکم ہے اور ہم ان کے قول کو قرآن کی جگہ دیتے ہیں اور حضرت مرزا صاحب تمام چیزوں پر قرآن کو مقدم کرتے ہیں اور ان تمام کی نسبت بھی کہتے ہیں کہ انہیں قرآن و حدیث پر پیش کرتا ہوں اور اگر انہیں قرآن و حدیث کے مخالف پاؤں تو تھوک کی طرح پھینک دوں۔ تو ایک شخص تم میں کھڑا ہوا جس نے قرآن کو اپنے اصل مقام پر رکھا یاد رکھو اسی کا نام بلند ہوگا کیونکہ اس نے قرآن کو بلند کیا آپ نے تمہیں بتایا کہ اول قرآن۔ پھر حدیث پھر ائمہ کا اجتہاد ہے خواہ کوئی کتنا بڑا انسان ہو اس کا اجتہاد ہمیشہ قرآن اور حدیث کے بعد دیکھا جائیگا اور قرآن کے سامنے اس کو ترک کرنا پڑیگا۔

یہ وہ تعلیم ہے جو مجدد وقت نے تمہیں دی لیکن جس غرض سے میں نے اس طرف توجہ دلائی ہے وہ یہ ہے کہ چاہیئے تھا کہ قرآن کے پڑھنے اور پڑھانے میں ہم ایک نمونہ قایم کرتے۔ اس جماعت کے اندر قرآن کا جاننا قرآن کا سمجھنا ایسا امتیازی نشان ہو جاتا کہ جہاں کوئی کسی احمدی کو دیکھتا تو یہی کہتا کہ یہ وہ جماعت ہے جس نے قرآن کو اپنا مطمح نظر بنا رکھا ہے۔ یہ حالت ابھی پیدا نہیں ہوئی۔ میں یہ نہیں کہتا کہ سب قرآن کے حافظ بن جاؤ یا دنیا کے تمام کاروبار چھوڑ دو۔ صحابہ دنیا کے تمام کاروبار کرتے تھے باایں قرآن کو وہ خوب جانتے تھے ضروری ہے کہ تمہارے گھروں میں قرآن کا عشق ہو تمہاری بیوی اور بچوں پر قرآن کا رنگ چڑھا ہوا ہو۔ دیکھو امامت کے لئے اسلام نے کیا معیار رکھا تھا اعلم بالقرآن۔ قرآن کو سب سے زیادہ جاننے والا ہو۔ تم امام نہیں ہو سکتے جب تک دوسروں سے بڑھکر قرآن تمہیں نہ آتا ہو جسطرح سے حضرت عمرؓ نے قرآن کی تعلیم لازمی کردی تھی اسی طرح تمہارا یہ فرض ہے کہ قرآن کے سیکھنے اور سکھانے کو اپنے گھروں میں لازمی قرار دو۔ لیکن یہاں قرآن کا درس شروع ہوتا ہے کہتے ہیں ایک دفعہ سن لیا دو دفعہ سن لیا بار بار کیا سنا جائے۔ میں نے اسی لئے ایک دفعہ قرآن پڑھا کر پھر کسی دوسرے سے کہا کہ وہ درس دے پھر کسی اور سے کہا کہ وہ درس دے پھر کسی اور سے کہا کہ وہ دے۔ ابھی کل پرسوں سے ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے درس دینا شروع کیا ہے ان کو قرآن کا علم اللہ تعالےٰ نے بہت دیا ہے اور میں تو ان سے بہت کچھ سیکھ سکتا ہوں۔ آپ لوگ بھی ان کے درس کو سنیں اور اس سے فایدہ اٹھائیں۔ تم جانتے ہو کیا حال تھا اس شخص جس نے مسلمانوں کو ازسرِ نو قرآن کی طرف توجہ دلائی۔ وہ کس طرح قرآن کو سیکھتے تھے۔ جب کوئی مسئلہ لکھنا ہوتا تو سارا قرآن پڑھ جاتے اور دوسرے حضرت مولانا نورالدین صاحب مرحوم ہیں وہ مرض الموت میں بھی جب میں قرآن کے نوٹ سنانے جاتا تو اٹھ کر بیٹھ جاتے اور ایسا معلوم ہوتا کہ اس وقت ان کی بیماری دور ہوگئی ہے۔ انہی لوگوں کا یہ اثر تھا کہ تم نے قرآن کو دنیا میں پھیلایا۔ حضرت مسیح موعودؑ کے عشق قرآن کو دیکھو کہ ازالہ اوہام جب لکھی تو اس وقت مسلمانوں نے کفر کا فتویٰ لگا کر بالکل اپنے سے الگ کردیا تھا۔ مخالفت کا طوفان پورے جوش پر تھا۔ مگر اس وقت بھی یہ تجویز کرتے ہیں کہ قرآن کریم کی تفسیر لکھکر اور اس کا انگریزی ترجمہ کراکر یورپ اور امریکہ میں بھیجا جائے ایک گاؤں کا رہنے والا شخص انگریزی جانتا نہیں، دنیا سے کچھ واسطہ نہیں مسلمان چاروں طرف سے کفر کے فتوے دے رہے ہیں مخالفت کی آگ بھڑکی ہوئی ہے لیکن دل میں یہی جوش ہے کہ قرآن کو یورپ اور امریکہ تک پہنچایا جائے اور اس کے ساتھ ہی کیسی پیشگوئی کی ہے کہ یہ میرا کام ہے جسکو میں کرونگا یا جو میری شاخ ہے اور مجھ سے ہے۔ ظاہر پرست لوگ دیکھتے ہیں کہ فلاں سید ہے آل رسول ہے یا مرزا کا بیٹا ہے اسلئے قابل عزت ہے بیشک مرزا کا بیٹا قابل عزت ہے لیکن نیکیوں کے روحانی فرزند بھی ان کے بیٹے ہی ہوتے ہیں۔ اس سے مرزا جی کی صداقت ثابت ہوتی ہے تو ایک تو میں نے کہا کہ تمہارے گھروں میں قرآن ہونا چاہیئے تمہاری بیویاں تمہاری لڑکیاں سب قرآن جاننے والی ہوں میں اس کے لئے انتظام کرنے کو تیار ہوں جو شخص اپنی بیوی کو بچوں کو لڑکی کو قرآن پڑھانا چاہتا ہے میں اس کے لئے انتظام کردونگا۔ کوئی اسپر بوجھ نہیں صرف تمہارے اندر اس کا خیال اور تڑپ ہونی چاہیئے۔ میں دیکھتا ہوں کہ بہت سے ہمارے دوستوں کے بچے ہیں کہ قرآن کا ان کو وہ عشق نہیں جو ہم چاہتے ہیں۔ وہ فہم نہیں جو ان میں پیدا ہونا چاہیئے۔ ان کو قرآن سکھانا ضروری ہے اس کا تمہیں فکر ہونا چاہیئے۔

یہ تو ایک کام ہے اور دوسرا کام ہے قرآن کا پہنچانا اور خدا جانتا

مراسلات

چند سوالات مع جوابات

(از قلم جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

(سلسلہ کے لئے دیکھو پیغام صلح ۲۵ دسمبر ۱۹۳۱ء)

سوال ۶

ختنہ کرنے میں کیا مطلب ہے؟

الجواب

ختنہ کرنے میں مطلب یہ ہے کہ انسان ان تمام گندگیوں سے نجات پا جائے جو اس چمڑے کے نیچے جمع ہوتی رہتی ہیں۔ اور ان تمام امراض سے محفوظ رہے جو اس چمڑے سے پیدا ہوتے ہیں جن میں بعض مثلاً سرطان وغیرہ سخت خطرناک اور مہلک ہوتے ہیں۔ اور بعض ایسے تکلیف دہ ہوتے ہیں کہ زندگی تلخ کر دیتے ہیں۔ ایک مچھ کاٹ جائے تو پیشاب کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ان امور کی تفصیل علم طب سے اگر لکھنے لگوں تو ایک رسالہ بنتا ہے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ اس نے ختنہ کا حکم دیکر تمام قسم کی گندگیوں اور امراض سے نجات عطا فرمائی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ابتدائی زمانہ دیکھو اور اس فعل کی حکمت پر نظر ڈالو تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ بغیر وحی الٰہی کے اس قدر پُر حکمت فعل کو اس وقت انسان سمجھ ہی نہیں سکتا تھا۔ آج اس کی حکمتوں پر نظر کر کے عقل انسانی حیران اور ششدر رہے +

سوال ۷

حضرت خضر علیہ السلام اور بی بی مریم اور والدہ حضرت موسیٰ کا اپنے الہام کا پیرو ہونا کس نبی کی شریعت کی پابندی تھی؟

الجواب

حضرت خضر کو تو ابھی الگ رکھو کیونکہ میں تو ان سے اچھی طرح واقف بھی نہیں کہ وہ ہیں کون بزرگ۔ انسان بھی ہیں یا نہیں؟ یا صرف فرشتہ ہیں۔ اور انسان ہیں تو نبی ہیں یا غیر نبی۔ پہلے بی بی مریم اور حضرت موسیٰ کی والدہ کو لے لو۔ ان کا اپنے الہام کی پیروی کرنا کس نبی کی شریعت کی پابندی تھی۔ اسی شریعت کی پابندی تھی جس کی وہ تبع تھیں۔ کسی شریعت نے کسی حاکم یا بزرگ کے جائز حکم کی تعمیل یا کسی خیر خواہ یا حکیم کے نیک مشورہ پر عمل کرنے سے روکا نہیں۔ آپ کو شاید معلوم نہ ہو اللہ تعالیٰ بھی جس کا ولی بن جائے اسے مفید مشورے دیا کرتا ہے۔ اللّٰہ ولی الذین اٰمنوا یخرجہم من الظلمٰت الی النور۔ اللہ مومنوں کا ولی ہوتا ہے انہیں تاریکیوں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔ یعنی ہر مصیبت کے موقعہ پر مددگار ہوتا ہے۔ انہیں اپنے کلام سے مشورہ دیتا ہے۔ اپنی نصرت سے مدد کرتا ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح کوئی شفیق حاکم یا مالک یا بزرگ کسی اپنے محکوم یا غلام یا دوست کو اس کی بہبودی کے لئے نیک مشورے دیتا ہے۔ حضرت مریم کو خوشخبری دی کہ تمہیں ایک نہایت صالح لڑکا عطا ہوگا۔ دوسرے لفظوں میں یہ ارنکاح کر لو اس میں یہ ایک نیک مشورہ تھا۔ دردِ زہ کے موقعہ پر تکلیف میں ایک حکیم کے مشورہ کی ضرورت تھی۔ انسان حکیم تو وہاں کوئی موجود نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کی صفت ہمدردی کو آئی حضرت مریم کو ایسی ہدایتیں کیں جن سے ان مشکلات کا حل ہوگیا۔ لوگوں کی بیہودہ گوئی کے جوابوں سے بچنے کے لئے مشورہ دیا کہ روزہ رکھ لو۔ اُن کے ہاں روزے میں دنیوی بات چیت نہ کرتے تھے۔ گویا حالات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پر حکمت مشوروں سے حضرت مریم علیہا السلام کی مدد کرتا رہا۔ اس میں کوئی بات خلاف شریعت تو نہ تھی +

حضرت موسیٰ کی والدہ حضرت موسیٰ کی ولادت کے وقت نہایت مشکل میں تھیں۔ فرعون کے حکم سے ہر نو زائیدہ بچہ کو قتل کر دیا جاتا تھا۔ ایک ماں کے لئے یہ کس قدر سخت وقت تھا کہ وہ حالت زچگی میں ہر وقت اس منحوس گھڑی کی منتظر ہے جس میں فرعون کے سپاہی اس کے بچہ کو اس کے سامنے ذبح کریں گے۔ اس بچہ کو بچانے کے لئے ماں کا دل تڑپتا ہے۔ مگر گھر میں چھپا نہیں سکتی۔ لوگ تلاش کر لیتے۔ کسی اور سے نہیں کہہ سکتی کہ فرعون کے ڈر سے کوئی لے نہیں سکتا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ اپنے علم کامل سے مشورہ دیتا ہے کہ اسے دریا میں ڈال دو۔ میں پھر سے ہی پاس واپس لے آؤنگا۔ وہ دریا میں ڈال دیتی ہیں۔ احتیاطاً ان کی بہن پاس بہتے ہوئے صندوق کو نظر میں رکھتی ہوئی ساتھ ساتھ جاتی ہیں۔ آخر فرعون کے گھر میں پہنچ کر بچہ پھر واپس ماں کو مل جاتا ہے۔ اس میں شریعت کے خلاف کوئی عمل نہیں۔ کسی کے نیک اور مفید اور جائز مشورہ پر عمل کرنا شریعت میں منع نہیں +

ایسے الہامات مبشرات کہلاتے ہیں۔ دنیا کے واقعات میں اللہ تعالیٰ اپنے علم کامل سے اپنے بندوں کی مدد کرتا ہے۔ وہ تمام مشورے جائز ہوتے ہیں۔ ان پر عمل اسی شریعت کے ماتحت ہوتا ہے جس کے وہ لوگ تبع ہوتے ہیں۔ حضرت مریم کا عمل اسرائیلی شریعت پر تھا۔ حضرت موسیٰ کی والدہ کا عمل اس شریعت پر ہوگا جو حضرت یعقوب کی اولاد میں رائج تھی +

باقی رہ گئے حضرت خضر علیہ السلام۔ اگر وہ انسان تھے اور غیر نبی تھے جیسا کہیں عرض کر آیا ہوں ان کا عمل اپنے نبی نوح کی شریعت پر ہوگا۔ اور اگر وہ نبی تھے تو اپنی وحی کے ماتحت ان کا عمل ہوگا۔ مگر میں تو انہیں فرشتہ ہی سمجھتا ہوں۔ علماء سابقین میں سے بھی بعض علماء کا یہی خیال ہے۔ اور قرآن میں جو سورہ کہف میں حالات بیان ہوئے ہیں ان سے بھی ایسا ہی نظر آتا ہے کیونکہ وہ حالات شریعتوں کے اصولوں کے کچھ ایسے خلاف پڑے ہوئے ہیں کہ خواہ مخواہ اعتراض پیدا ہوتا ہے۔ اور غالباً آپ کا اعتراض بھی اسی وجہ سے ہوگا۔ اس لئے میں اپنا خیال اس کے متعلق عرض کر دیتا ہوں:-

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جو چیز بھی پیدا کی ہے وہ کسی مقصد کے لئے کی ہے۔ اور اس مقصد کے حصول کے لئے کچھ قاعدے قوانین مقرر کر دیئے ہیں جن کے ماتحت چلکر وہ چیز اپنے مقصد پیدائش کو حاصل کر لیتی ہے۔ انسان کو بھی علیٰ ہٰذا القیاس اپنے مقصد پیدائش کو حاصل کرنے کے لئے کچھ قاعدوں اور قوانین کی پابندی کرنی پڑتی ہے۔ مگر ان قاعدوں اور قوانین میں کچھ تو وہ ہیں جن میں ان کو مطلق دخل نہیں انہیں **تقدیر** کہتے ہیں۔ اور کچھ وہ ہیں جنہیں یہ اپنے ارادے سے تصرف کرتا رہتا ہے اس تصرف کو **تدبیر** کہتے ہیں۔ مگر جن قوانین میں تصرف کرنا اس کی مقدرت میں ہے۔ اور ان میں اس کے ارادہ کو بھی دخل ہے۔ ان میں یہ بھی ضرور تھا کہ اللہ تعالیٰ اسے ان قوانین پر صحیح طور پر عمل کرنے کی ہدایت دیتا تا کہ ان کے غلط استعمال سے یہ اپنا نقصان نہ کر بیٹھے۔ ان ہدایتوں کا نام **شریعت** ہے۔ یعنی ان قوانین الٰہیہ کو جن میں انسانی ارادہ کو تصرف کرنے کی مقدرت ہے صحیح طور پر استعمال کرنے کا طریق بتلانا شریعت کا کام ہے۔ اور جن میں انسانی ارادہ کو دخل نہیں ان قوانین یا افعال الٰہیہ کا نام **تقدیر** ہے۔ مگر چونکہ تقدیری قوانین سے بھی انسان کا واسطہ پڑتا ہے۔ اس لئے اسلام نے جہاں شریعت کے قوانین کی پابندی پر زور دیا۔ وہاں تقدیری قوانین کے آگے بھی سر تسلیم خم کرنے کی ہدایت کی۔ چنانچہ ایک کامل مسلم کی یہ تعریف کی کہ بلیٰ من اسلم وجہہ للّٰہ وھو محسن یعنی اللہ کے لئے کامل فرمانبرداری کے ساتھ اپنی گردن رکھ دے اور نیکی کرنے والا بھی ہو۔ یعنی خدا کی تقدیر کے آگے بھی صبر اور تسلیم کے ساتھ سر کو جھکا دے اور شریعت کے قوانین پر بھی بڑھکر قدم مارنے والا ہو۔ پس مومن کا کام جہاں ایک طرف شریعت کے اوامر و نواہی پر کاربند ہونا ہے۔ وہاں خدا تعالیٰ کی تقدیر یعنی افعال الٰہیہ سے بھی صلح کرنا ہے۔ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ شریعت کے قوانین پر عمل کرنے کے لئے بہت بڑے علم کی ضرورت ہے جو اللہ تعالیٰ صاحب شریعت نبی کو عطا فرماتا ہے۔ مگر تقدیری قوانین یعنی افعال الٰہیہ کا علم ضروری نہیں کہ صاحب شریعت نبی ہی جانتا ہو۔ اس کے متعلق اتنا ہی علم اسے مل سکتا ہے۔ جتنا اللہ تعالیٰ بتانا چاہے۔ ورنہ بعض دفعہ خود ایک صاحب شریعت نبی افعال الٰہیہ کو دیکھکر اسی طرح حیران رہ جاتا ہے جیسے ایک عامی آدمی۔ چونکہ ان کی وجہ اور حکمت نظر سے مخفی ہوتی ہے۔ اس لئے طرح طرح کا اعتراض انسان کے دل میں پیدا ہوتے ہیں۔ ایک مسکین آدمی کا مالی نقصان ہو جاتا ہے اور سمجھ نہیں آتا کہ یہ تو آگے ہی مرا ہوا تھا۔ اسے اور کیوں مار گیا۔ ایک صالح والدین کا جوان لڑکا مر جاتا ہے اور سمجھ نہیں آتا کہ اس داغ کے لئے یہی نیک لوگ کیوں رہ گئے تھے؟ پھر ایک طرف جہاں اس قسم کے نقصانات مالی و جانی سمجھ نہیں آتے وہاں دوسری طرف یہ سمجھ نہیں آتا کہ ظالم اور بدخلق لوگوں کو بعض دفعہ نفع پر نفع پہنچتا جاتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غیبی امداد انہیں پہنچ رہی ہے۔ افعال الٰہیہ کے یہ اطوار بعض دفعہ بڑے بڑے لوگوں کو ٹھوکر لگوا دیتے ہیں۔ خود حضرت موسیٰ باوجود اتنے بڑے صاحب شریعت نبی ہونے کے آخر اعتراض کرتے چلے گئے۔ وہ افعال الٰہیہ کو اپنی شریعت کی عینک سے دیکھ رہے تھے۔ ان کی اصل وجہ اور حکمت نظر سے مخفی تھی۔ ہر فعل پر دل میں اعتراض اٹھتا گیا۔ جب اصل حقیقت ظاہر ہوگئی تو آنکھیں کھل گئیں +

حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ علم ہوا کہ سب سے زیادہ علم والا وہ ہے۔ جو دوسرے لوگوں کے علم کو طلب کرتا ہے تو ان کو اپنے علم کے بڑھانے کا نہایت درجہ شوق ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو شریعت کے علم کے علاوہ اپنے افعال تقدیری کی حکمت کا بھی کچھ علم دینا چاہا تا قلب انسانی میں افعال الٰہیہ سے بھی صلح پیدا ہو۔ اس کے لئے ان کو مجمع البحرین جانے کا حکم ہوا اور بتایا گیا کہ وہاں تمہارا مقصد تمہیں مل جائیگا۔ یہ جانے کا حکم اسی طرح تھا جس طرح انہیں شریعت لینے کے لئے کوہ طور پر جانے کا حکم ہوا کرتا تھا۔ اور یہ اس لئے کہ تمام علائق دنیوی سے منقطع ہو کر توجہ تام حاصل ہو۔ یہ ہمارے نبی کریم صلعم کا ہی کمال تھا کہ انقطاع الی اللہ کا مقام خلوت و جلوت میں ہر جگہ میسر ہو جاتا تھا۔ حضرت موسیٰ کو اس کے لئے عامۃ الناس سے علیحدگی اختیار کرنی پڑتی تھی چنانچہ آپ مجمع البحرین تشریف لے گئے۔ اس مقام کو مجمع البحرین اس لحاظ سے بھی کہا کہ وہاں علوم کے دو سمندروں کا ملنا مقدر تھا۔ ان میں سے ایک شریعت کے علم کا سمندر تھا۔ تو دوسرا افعال الٰہیہ کی حکمتوں کے علم کا۔ اس سے قبل جس وادی مقدس میں **قرب الٰہی** حضرت موسیٰ کو عطا ہوا تھا اسے اسی قرب کے لحاظ سے طویٰ کا نام دیا گیا۔ اسی طرح مجمع البحرین کا نام بھی اپنے اندر یہ اشارہ رکھتا تھا کہ وہاں علم کے دو سمندر آپس میں ملیں گے مگر حضرت موسیٰ بجائے خود علم کا ایک سمندر ہونے کے نئے علم کے لئے اس طرح بیتاب تھے جس طرح ایک مچھلی پانی کے لئے ہوتی ہے۔ اسی لئے اس مقام کا نشان بھی یہ بتلایا کہ جہاں مچھلی پانی میں چلی جائے وہیں تم کو وہ علم کا پانی ملیگا۔ جو تمہارے دل بے تاب کے لئے جو ماہیٔ بے آب ہو رہا ہے موجب تسکین ہوگا۔ اس میں مسلمانوں کے لئے ایک سبق ہے کہ باوجود علم رکھنے کے مزید علم کی کس قدر تڑپ ہونی چاہئے +

خیر جب آپ کی اس بحر علم سے ملاقات ہوتی ہے تو اس نے ان سے کہا جیسا کہ قرآن میں لکھا ہے کہ انک لن تستطیع معی صبرا وکیف تصبر علیٰ ما لم تحط بہ خبرا یعنے آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے۔ اور کیسے صبر کر سکتے ہیں جبکہ آپ کو اصل حقیقت کی پوری پوری خبر نہیں۔ اس کلام سے صاف ظاہر ہے کہ کچھ امور تھے جن کو خدا کے حکم کے ماتحت اس نے کرنے تھے چونکہ حضرت موسیٰ کو اس کی خبر نہ تھی وہ صبر نہیں کر سکتے تھے۔ اور واقعات نے بھی یہی بتلایا کہ وہ کچھ تقدیری امور تھے۔ کوئی شریعت اجازت نہیں دیتی کہ کسی غریب کی کشتی کو اس خیال سے توڑ ڈالو کہ وہ بیگار میں نہ جائے۔ یا کسی جوان کو بگڑا ذبح کر دیا جائے۔ یا حضرت موسیٰ کا اتنا کہنا کہ تعمیر کی اجرت لینے میں کیا ہرج ہے۔ وہ بزرگ آپے سے باہر ہو کر حضرت موسیٰ کو رخصت کر دیں۔ حدیث کا فقرہ بھی جو حضر نے کہا یہی ظاہر کرتا ہے۔ حضرت خضر نے حضرت موسیٰ کو کہا۔ یا موسیٰ انی علیٰ علم من اللّٰہ علمنیہ لا تعلمہ انت وانت علیٰ علم من علم اللّٰہ لا اعلمہ۔ یعنے اے موسیٰ میں اللہ کے علم میں سے ایک ایسے علم پر ہوں جسے تو نہیں جانتا اور تو اللہ تعالیٰ کے علم میں سے ایک ایسے علم پر ہے جسے میں نہیں جانتا۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ کا علم کسی اور چیز پر مبنی تھا۔ اور حضرت خضر کا کسی اور چیز پر۔ حضرت موسیٰ کا علم شریعت پر مبنی تھا اور حضرت خضر کا تقدیر پر۔ لہٰذا دونوں کا ایک دوسرے سے مختلف ہونا لازمی تھا۔ اور اسی لئے اس قدر اختلاف تھا کہ حضرت موسیٰ ان پر صبر نہ کر سکتے تھے۔ مشیت الٰہی بعض تقدیری امور کا علم حضرت موسیٰ کو دینا چاہتی تھی۔ اس لئے ان کو انقطاع تام کے لئے علیحدگی کا حکم ہوتا ہے۔ وہاں اُن سے اس فرشتہ سے ملاقات ہوتی ہے جو افعال الٰہیہ کا کارکن تھا۔

ایک کشف کے ذریعہ یہ علوم حضرت موسیٰ پر ظاہر کئے جاتے ہیں۔ اسی لئے اسے معراج موسیٰ بھی کہتے ہیں۔ اگر یہ کشف نہ ہو تو یہ کس طرح ممکن تھا کہ حضرت خضر کشتی توڑتے اور دوسری سوار یا اور کشتی کا مالک چپکے بیٹھے دیکھتے رہتے اور ایک نوجوان کو مار کر چلتے بنتے اور کوئی بات تک نہ پوچھتا۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہاں یہ لکھا نہیں ہے کہ یہ کشف ہے تو قرآن میں معراج محمدی کے متعلق بھی نہیں لکھا ہے کہ وہ کشف تھا۔ وہاں صاف لکھا ہے سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ۔ پاک ہے وہ ذات جو راتوں رات لے گیا اپنے بندہ کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی طرف اور جہاں حضرت مریم سے فرشتہ ملتا ہے وہاں بھی کہیں نہیں لکھا کہ یہ ایک کشف تھا۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے انسانی دماغ کو اس قدر معطل نہیں کرنا چاہا کہ وہ خود غور کرنے کی عادت چھوڑ دے +

اس کشف میں تقدیری علوم کا کچھ علم حضرت موسیٰ کو دیا گیا۔ ایک مسکین کا کیوں نقصان ہوا؟ ایک صالح والدین کا لڑکا کیوں مر گیا؟ ظالم اور کج خلقوں کو مدد کیوں پہنچی؟ اس کی حکمت بتلا دی۔ معلوم ہوگیا کہ افعال الٰہیہ اگر بعض دفعہ سمجھ میں نہ آئیں تو اس سے بدگمان نہیں ہونا چاہئے۔ اس کی حکمت کا ہمیں علم نہ ہونا اس فعل کو نادرست نہیں ٹھیراتا۔ بلکہ ہر ایک فعل الٰہی مبنی بر حکمت ہوتا ہے +

اس کشف کا قرآن میں ذکر اس لئے کیا تا امت محمدیہ کو اس سے وہ علم حاصل ہو جو حضرت موسیٰ کو اس قدر محنت سے حاصل ہوا تھا۔ یہ فیہا کتب قیمہ کا نمونہ ہے۔ مگر اس کے علاوہ چونکہ محمد رسول اللہ صلعم حضرت موسیٰ سے نہایت درجہ مماثلت رکھتے ہیں گویا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات آنحضرت صلعم کے لئے بطور پیشگوئی کے ہیں۔ اس لئے اس کشف اور اس میں بالالتزام ان واقعات مذکورہ کو بیان کرنے کا منشاء

تھا کہ تا ان تقدیری امور کی حقیقت واضح کر دی جائے جو آنحضرت صلعم کے حالات میں پائے جاتے ہیں اور لوگ ناواقفیت سے اعتراض کرتے ہیں۔ چنانچہ پہلا واقعہ یہ تھا کہ ایک کشتی کو عیب دار بنا دیا گیا تا ایک ظالم بادشاہ قبضہ نہ کرے۔ اس میں ملک عرب کی طرف اشارہ تھا۔ کشتی کے ساتھ مشابہت اس لئے دی گئی کہ جس طرح کشتی طوفان سے نجات دیتی ہے اسی طرح انبیا کا پیغام بھی نجات عالم کا موجب ہوتا ہے۔ ملک عرب کو جب اللہ تعالے نے تمام دنیا کی نجات کے لئے پیغام ربننے کے لئے تجویز کیا تو اسے ریگستانی بنا کر عیب دار کر دیا تا فاتحین دنیا کے لئے کشش کا موجب نہ ہو۔ اور وہاں ایک آزاد قوم پرورش پا کر دنیا میں خدا کے پیغام کی حامل ہو۔ یہود اور عیسائی فرقوں کا پہلا اعتراض تھا کہ کل دنیا کا نبی ملک عرب جیسے بنجر اور ویران ملک میں کیوں مبعوث ہوا۔ جس کی حکمت بیان کر دی گئی۔ دوسرا واقعہ قتل غلام تھا جس سے یہ بتانا مقصود تھا کہ مفسد کا قتل دنیا کے لئے مفید ہوتا ہے۔ مدینہ کے مفسد یہودیوں کا قتل درحقیقت ملک عرب اور بالخصوص اسلام کے امن کے لئے ضروری تھا۔ اس کے بغیر حق زندہ نہ رہ سکتا تھا۔ تیسرے واقعہ سے یہ جتلانا مقصود تھا کہ جو شخص بلا کسی اجرت کے لینے کے دن رات ان لوگوں کی اصلاح میں لگا رہتا ہے جو اس کے خون کے پیاسے ہیں وہ کسی کے خون کا پیاسا کب ہو سکتا ہے۔ جو شخص بادشاہت میں بھی فقیرانہ زندگی بسر کرتا ہے۔ اور دوسرے کے مصائب پر اس کا دل پگھلتا ہے وہ کسی انسان کی دشمنی کا خیال بھی دل میں نہیں لا سکتا۔ اور جن دو قوموں یعنے یہود اور نصاریٰ نے آپ کے ساتھ نہایت بدسلوکی اور کج خلقی کی انہی کی دیوار آپ نے سیدھی کر دی۔ یعنے توریت و انجیل کو منجانب اللہ تسلیم کر کے ان کے بزرگوں اور کتاب کی تصدیق کی اور بلا اجرت بلا کسی معاوضہ کے کی۔ اور دیوار کے نیچے خزانہ وہی پیشگوئیاں تھیں جن میں مثیل موسیٰ یعنے حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے آنے کا ذکر تھا۔ اپنے تئیں ان کا مصداق قرار دیکر ان کے محفوظ ہونے پر مہر لگا دی اور آئندہ کے لئے بھی ان کو محفوظ کر دیا تاکہ یہ لوگ جب اپنے قوائے روحانی سے پورا کام لیں تو انہیں سمجھ آ جائے کہ واقعی توریت اور انجیل نے انہیں اسی کی طرف ہدایت کی تھی۔ غرضیکہ حضرت خضر اور حضرت موسیٰ کے پیش آمدہ واقعات میں کوئی نئی شریعت کے اصولوں کا نقشہ دکھانا منظور نہ تھا۔ جن اصولوں پر عمل ہی نہ کرنا ہو ان کو قرآن میں درج کرنا بے فایدہ تھا۔ بلکہ بعض تقدیری امور کا نقشہ دکھا کر ایک طرف عام طور پر تو یہ بات ذہن نشین کرانی مقصود تھی کہ افعال الہیہ میں سے بعض امور اگر سمجھ میں نہ آویں تو فوراً اعتراض کر دینے چاہئیں بلکہ اس حکمت کو تلاش کرنا چاہیئے جو درپردہ ان میں مخفی ہوتی ہے۔ اور اگر پتہ نہ لگے تو بھی حسن ظن سے کام لینا چاہیئے۔ اسی طرح اللہ تعالے کی تقدیر سے سچی صلح ہو سکتی ہے۔ اور اس کے تقدیری قوانین کی کامل فرمانبرداری اسی رنگ میں ہوا کرتی ہے۔ اور دوسری طرف خاص طور پر ان امور پر بھی روشنی ڈالنی تھی جو تقدیر الہٰی کے ماتحت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آئے اور ان کی حکمت اور حقیقت کو نہ سمجھ کر بعض لوگوں نے جلد بازی سے اعتراض کر دیا۔ بتا دیا کہ وہ امور مبنی برحکمت تھے اور تقدیر الہٰی سے تھے اور بہتری اور نفع انہی میں تھا ✦

حضرت مسیح موعود کا فیصلہ ہی صراط مستقیم ہے

ہم نے دوسری جگہ "سیالکوٹ میں اہل قرآن کا جلسہ" کے عنوان سے جو سرگذشت درج اخبار کی ہے۔ اس سے مجدد وقت حضرت مسیح موعود کی صداقت پر کس قدر ایمان تازہ ہوتا ہے۔ آپ نے جو طریق قرآن و حدیث کے متعلق اختیار فرمایا وہی حق اور صراط مستقیم ہے۔ یعنے قرآن سب پر مقدم ہے۔ اور **سنت** اس کی عملی تفسیر ہے جو حضرت نبی کریم صلعم نے خود اپنے عمل سے کر کے دکھائی۔ اور تعامل کے سلسلہ نے اس پر مہر صداقت لگا دی ✦

اس کے بعد مرتبہ احادیث کا ہے۔ آپ کے وہ اقوال جو احادیث صحیحہ کے ذریعہ ہم تک پہنچ گئے وہ ہمارے لئے واجب العمل ہیں لیکن چونکہ درحقیقت وہ قرآن کریم کی ہی مزید تشریح کے طور پر ہیں اس لئے ضروری ہے کہ وہ قرآن کے خلاف نہ ہوں۔ یعنے قرآن تمام روایات کے لئے بطور حکم اور قاضی کے ہے۔ یہی وہ زرین اصول ہے جس پر عمل کر کے ہر ایک جھگڑے اور اختلاف کا آسانی سے فیصلہ ہو سکتا ہے ورنہ دیکھ لو کہ خود اہل قرآن میں جس طرح اختلاف رونما ہے وہ مقام حیرت ہے۔ اور ابھی کے آدمی و کے پیرشدی اس فرقہ کو دن ہی کتنے گذرے ہیں۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا ✦

سیالکوٹ میں اہل قرآن کا جلسہ
اور دال گوشت کی تقسیم

(منقول از اخبار اہلحدیث امرتسر)

کمترین ۳۱۔ اکتوبر ۱۹۲۵ء کو سیالکوٹ گیا تو معلوم ہوا کہ یہاں آج اور کل اہل قرآن کا جلسہ ہے۔ لہذا میں بھی شریک جلسہ ہو گیا۔ ۳۱۔ اکتوبر ۱۹۲۵ء بوقت ۹ بجے صبح جلسہ مذکور بصدارت آغا محمد صفدر رضا صاحب منعقد ہوا۔ بباعث طوالت مضمون کارروائی جلسہ کو اختصار سے پیش کیا جاتا ہے ✦

صاحب صدر مذکور نے خطبہ صدارت ادا کرتے ہوئے مولوی حیدر علی صاحب کی کافرگری پر اظہار نفرت کیا۔ نیز برادران احناف کی تقلید اور دروازہ اجتہاد کی بندش پر افسوس کیا۔ پھر مولوی احمد دین امرتسری، مولوی چراغ دین اکال گڑھی و مفتی محمد دین گجراتی نے یکے بعد دیگرے انکار حدیث پر تقریریں کیں۔ بوقت ۲ بجے تناول طعام کے لئے چلے آئے اور یہ بات سننے میں آئی کہ بکرا جو مہمانوں کے لئے ذبح ہوا ہے وہ لاہوری اہل قرآن کے کسی مولوی نے ذبح کیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ ہم گوجرانوالی جماعت اہل قرآن کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا ہرگز نہیں کھاتے۔ اس لئے کہ وہ تو آنا تکبیر نہیں پڑھتے اور فقط "بسم اللہ اللہ اکبر" کہتے ہیں۔ جب یہ بات گوجرانوالی جماعت کو معلوم ہوئی تو اسی ضد سے دوسرے دن گوجرانوالی جماعت کے ایک مولوی نے اپنے ہاتھ سے بکرا ذبح کیا۔ اور کہا کہ اگر لاہوری اہل قرآن ہمارے ہاتھ کا ذبیحہ نہیں کھاتے تو ہم ان کے ہاتھ کا ذبیحہ نہیں کھاتے۔ جب یہ کیفیت لاہوری فریق نے سنی تو انہوں نے گوشت کھانے سے قطعی انکار کر دیا۔ نماز تو پہلے ہی علیحدہ پڑھتے تھے۔ پھر بالکل واپس چلے جانے پر آمادہ ہو گئے۔ مگر میزبانوں و منتظمان جلسہ نے منت سماجت سے انہیں بیٹھنے پر مجبور کیا۔ اور لاہوری فریق کے لئے علیحدہ ہانڈی میں دال پکائی گئی۔ اور رات کو بھی ہر دو فریق کی اس امر پر کہ اوقات الصلوٰۃ پانچ ہیں یا تین چھیڑ چھاڑ ہوتی رہی ✦

الغرض صبح کو یہ بات ٹھہرائی گئی کہ ہر دو فریق میں مناظرہ ہونا چاہئے لہذا گوجرانوالی جماعت کی طرف سے مولوی محمد فاضل اور لاہوری جماعت کی طرف سے مولوی حشمت علی مناظر قرار پائے۔ نیز مولوی حشمت علی نے ایک اقرار نامہ بدیں مضمون پیش کیا کہ جو فریق پانچ وقت ثابت ہونے پر تین نمازیں ادا کریگا وہ ملعون و مرتد متصور ہوگا۔ اور جو تین ثابت ہونے پر پانچ وقت نمازیں ادا کریگا وہ بھی الفاظ مذکورہ کا مستحق ہوگا۔ مولوی حشمت علی نے اقرار نامہ مذکور پر اپنی جماعت کے دستخط کرا کے گوجرانوالی جماعت کے آگے دستخط کرنے کے لئے پیش کیا۔ تو لاہوری جماعت کے چند اشخاص نے مجبوراً دستخط کر دیئے مگر مولوی احمد دین امرتسری نے فرمایا کہ میں دستخط اس لئے نہیں کرتا کہ میرا مذہب تم ہر دو فریق سے جداگانہ ایک تیسرا مذہب ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہر دو اوقات الصلوٰۃ یعنی پانچ اور تین کا قایل ہوں۔ تم پہلے آپس میں فیصلہ کر لو پھر مجھ سے بحث کر لینا۔ مفتی محمد دین وکیل گجراتی نے تو دستخط کرنے سے قطعی انکار کر دیا۔ آخر آیت اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس۔ الآیہ پر بحث شروع ہو گئی مگر ۱۰ بجے تک کوئی فیصلہ نہ ہوا۔ ہر دو فریق ایک دوسرے کو سامری صفت اور مرتد و ملعون وغیرہ کے خطابات دیکر جلسہ گاہ کی طرف چلے آئے۔ اور راستہ میں مولوی حشمت علی لاہوری نے کہا کہ ہمارا اختلاف اوقات الصلوٰۃ میں رفع ہونا مشکل ہے۔ اب خاموشی اختیار کرنی چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ کسی غیر آدمی کو اس رنجش و بدامنی کا پتہ لگ جائے . . . .

الغرض جلسہ میں بصدارت مفتی محمد دین وکیل گجراتی علمبردار جکڑالوی، مولوی حشمت علی لاہوری، مولوی محمد حسین ڈیرہ اسمٰعیل خاں، مولوی محمد فاضل گوجرانوالی نے تقریریں کیں۔ جن کا ماحصل یہ تھا کہ قرآن خود مفصل و مشرح ہے ہم کو حدیث کی ضرورت نہیں۔ لہذا جو شخص قرآن کے سوا کسی دیگر کتاب سے مسئلہ تلاش کرے وہ جہنمی ہے۔ حاضرین پچاس ساٹھ تک محدود تھے۔ جو اسی خیال کے تھے۔ اخیر میں بموجب پروگرام آغا محمد صفدر رضا صاحب کی تقریر تھی۔ ان کی تقریر کا ماحصل یہ تھا کہ مسلمانوں کو آپس میں اتفاق کرنا چاہیے۔ نیز جناب مقرر مذکور نے بخاری و مسلم کے مجموعہ جات کے نہایت دیانتداری و احتیاط سے مرتب کئے جانے کا ثبوت کتب تواریخ سے دیکر فرمایا کہ ہم قرآن شریف کو متن اور حدیث کو حاشیہ سمجھتے ہیں جب تک حاشیہ کو پڑھ کر بغور سمجھا نہ جاوے متن کی عبارت کا مطلب سمجھ میں نہیں آتا۔ لہذا بغیر حدیث کے قرآن کریم کا مطلب سمجھنا مشکل ہے۔ اور اہل قرآن کہلانے والوں نے حدیث کا انکار کر کے قرآن سے جو مکر کھائی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس مکر سے بھی اکڑ کر کہیں آگے نکل جائیں ✦

آغا صاحب تقریر ختم کر کے جب بیٹھ گئے تو مفتی محمد دین وکیل گجراتی نہایت پیچ و تاب کھا کر اٹھے اور یوں گویا ہوئے کہ آغا صاحب کو مسئلہ اثبات حدیث میں غلط فہمی ہوئی ہے قرآن خود مفصل و مشرح ہے اس کو حدیث کی ضرورت نہیں۔ ورنہ لازم آئیگا کہ قرآن ناقص ناکمل ہے۔ نیز صحاح ستہ قرآن کا حاشیہ ہرگز نہیں ہو سکتا بلکہ قرآن کے برعکس ہے دیکھو کہہ کر بیٹھ گئے تو آغا صاحب نے دوبارہ اٹھ کر فرمایا اگر بقول مفتی صاحب قرآن خود مفصل و مشرح ہے تو جناب مفتی صاحب ذیل کے سوالات کی شرح قرآن سے ثابت کریں:-

قرآن کریم میں آیا اقیموا الصلوٰۃ مگر ہم کو تو قرآن کریم سے اوقات نماز کا بھی پورا پتہ نہیں ملتا۔ اگر مسئلہ قرآن میں مشرح ہے تو اوقات نماز میں علماء اہل قرآن کا آپس میں اختلاف کیوں ہے؟

دیگر تعداد رکعت و ترتیب رکعت اور ترتیب اذکار کا تو قرآن میں کچھ پتہ نہیں چلتا۔ نیز قرآن مجید میں ارشاد ہے "اٰتوا الزکوٰۃ" مگر قرآن مجید سے چالیس فی سینکڑہ کی شرح کہیں نہیں ملتی۔ اگر کوئی شرح ہے تو مفتی صاحب دکھا دیں۔ ہمارا تو ایمان ہے کہ بغیر حدیث کے چارہ نہیں۔ بغیر حدیث کے ہم کو یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ فلاں آیت کے نازل ہونے کی وجہ غرض و غایت کیا ہے۔ آنحضرت کی مکی زندگی کیسے گذری اور مدنی کیسے گذری۔ اسلام کیونکر پھیلا۔ لہذا حدیث کو چھوڑ کر سوائے پریشانی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ آغا صاحب جب تقریر ختم کر کے بیٹھ گئے تو محمد دین صاحب نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ جو حکم قرآن میں نہیں وہ دین ہی نہیں۔ لہذا تعداد رکعت اور شرح زکوٰۃ کا ذکر اگر قرآن میں نہیں تو یہ فرض ہی نہیں۔ ویسے اپنے طور پر کسی مسکین کو دیدیا کرو۔ فقط جلوہ جلسہ برخاست . . . . . .

غرضیکہ ان کی جسارت اس قدر ترقی پذیر ہو گئی ہے کہ سید عمر گجراتی نے بیٹھے بیٹھے یوں ڈینگ ماری کہ بخاری کو ہم اس قدر بھی سچا نہیں جانتے کہ اس میں جو "لا الٰہ الا اللہ" جو لکھا ہے ہمارے نزدیک وہ بھی قابل اعتبار نہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ خداوند کریم بچاوے اس گمراہ کن فرقہ سے۔ والسلام ✦

محمد حیات پٹواری ساکن ساتل ڈاکخانہ جلالپور جٹاں ضلع گجرات

پیر جماعت علی شاہ

(منقول از ہمدرد دہلی)

ہمدرد کی گذشتہ اشاعت میں ایک صاحب نے حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب پر کسی قدر روشنی ڈالی ہے۔ بدنصیبی سے مجھے بھی کسی قدر تجربہ ہوا ہے۔ ایک وقت پونہ سے حیدر آباد تک حضرت کا ساتھ رہا۔ تبادلہ خیالات کے ضمن میں جو خیالات میں نے سنے وہ بالکل ایک ایسے شخص کے سے تھے جو محض مریدوں کی تعداد بڑھانے اور طلب منفعت کی غرض سے مسلمان کہلاتا ہو۔ اس کے بعد حیدر آباد دکن میں کئی دفعہ مجھے آپ کے وعظ میں شریک ہونے اور بعض اوقات ملنے کا اتفاق ہوا۔ پہلی بات جسے میں تعجب کی نظر سے دیکھتا ہوں یہ ہے کہ مخالف سے بھی دو ہی تین دفعہ کی گفتگو میں آپ شیر و شکر ہو جاتے ہیں اور ایسا بتلاتے ہیں کہ تھوڑے ہی عرصہ میں وہ بدنصیب مرید با اخلاص ہو جاتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہر مرید عاشق زار بنا رہتا ہے اور سوائے آپ کی ذات بابرکات کے کسی اور بزرگ کو بزرگ تو کیا مسلمان سمجھنے سے بھی گریز کرتا ہے۔ ؎

الٰہی سحر ہے پیران خرقہ پوش میں کیا
کہ اک نظر میں جوانوں کو رام کرتے ہیں (اقبال)

پیر صاحب کو ہر مشائخ مولوی سے بلکہ دشمنی ہے۔ مولوی محمد عظیم صاحب ایک پنجابی بزرگ حیدر آباد آئے ہوئے تھے۔ آپ نے ان سے ملتے ہی مخالفت شروع کی اور جس ذلیل طریقہ سے مقابلہ کیا ہے تمام حیدر آباد واقف ہے۔ ؎

عجب واعظ کی دینداری ہے یارب
عداوت ہے اسے سارے جہان سے

بعض وجوہات سے مجھے آپ کی پرائیویٹ لائف کی طرف بھی متوجہ ہونا پڑا۔ اور جہاں تک میں نے دیکھا اس تصویر کے دونوں رخ تاریک نظر آئے۔

آپ جب کبھی مریدوں اور معتقدین کے حلقہ میں بیٹھتے ہیں تو اپنی کرامات اور مباحثوں کا تذکرہ ہوتا ہے یا سفر حجاز کا۔ مگر زیادہ وقت آپ کا دیگر مشائخین یا علماء کی غیبت میں صرف ہوتا ہے۔ ؎

کرتے ہیں گماں آپ کرامات کا اپنی
منظور مریدوں کی ہے تعداد فزائی (اقبال)

عموماً سب میں حلقہ ہوتا ہے اور اس کے بعد کسی کم سن خوش گلو مرید سے اپنی مدح میں قصیدہ گوایا جاتا ہے۔

گاتا ہے جو شب کو تو سحر کو ہے تلاوت
اس رمز کے اب تک نہ کھلے ہم پہ معانی
وارث ہیں آگاہ شریعت سے بھی واقف
پوچھو تو تصوف کی تو منصور ہے ثانی (اقبال)

چار سال سے پہلے میں نے ایک مرتبہ دیکھا تو ناخنوں اور پاؤں کے ناخن بلا مبالغہ آدھ آدھ انچ بڑھے ہوئے تھے۔ علیٰ ہذا مونچھ اور ڈاڑھی کے بال بھی۔ جب نے ادبا عرض بھی کیا تو فرماتے ہیں۔ میاں یاد الٰہی سے اتنی فرصت کہاں۔ جو حجام کی طرف متوجہ ہوں۔ اللہ۔ اللہ کیا استغراق ہے۔ مریدان صادق اپنے قصائد میں آپ کو نعوذ باللہ خدا سے بھی دو فٹ اوپر ہی پہنچا دیتے ہیں۔ اور آپ ہیں کہ آنکھیں بند کئے سنا کرتے ہیں۔

ایک دفعہ آپ وعظ فرما رہے تھے۔ ایک بدنصیب نے اعتراض کر دیا بس ایسا کیا تھا۔ مریدوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ یہ مردود کیا جانے۔ بھلا ہم پر اعتراض کرتا ہے۔ بس فدائیوں نے اٹھکر معترض کی مرمت شروع کی اور بڑی دقت سے بیچارے غریب کو بچایا گیا۔

عورتوں کو مرید کرنے کا شوق بے حد ہے۔ اور خاصکر نوجوان اور حسین مستورات کو نہایت ہی خوشی سے مرید کرتے ہیں۔ عموماً عورتوں کے درمیان بیٹھکر حلقہ کرتے ہیں۔ بوڑھی اور بدصورتوں کو ذرا دور رکھ کے خوبصورت اور جوان مریدنیوں کو قرب عطا فرمائی جاتی ہے۔ دیر تک ہاتھ لیکر اپنے ہاتھ میں رکھتے ہیں۔ بیٹھے پھونکتے ہیں۔ اور دعاؤں کی تو بس بھرمار ہوتی ہے۔ تقریباً آدھے حیدرآباد کی عورتیں آپ کی مرید ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ سب بدظن ہیں۔ آپ کا جادو مریدوں پر جس قدر چلا اس کا عشر عشیر بھی عورتوں پر کارگر نہ ہوا۔ میں نے آپ کی مریدنیوں میں سے اکثر مستورات آپ کے حلقہ بیعت سے نکل کر دوسرے بزرگوں کی طالب ہوتے دیکھا ہے۔

مریدوں سے روپیہ وصول کرنے کا طریقہ نہایت ہی عمدہ ہے یعنی نہ تو کسی پر بار محسوس ہوتا ہے اور نہ کوئی گھبراتا ہے۔ ہر شہر میں چار چھ خلیفہ موجود ہیں مگر عموماً فی الحال اور مالدار شخص کو خلافت دی جاتی ہے وطن سے بھی ایک کارڈ کلتے ہیں کہ فلاں بزرگ کی برسی ہے۔ مریدوں سے دو دو آنے چندہ وصول کر کے روانہ کر دو۔ بس خلفائے کرام ہر ایک سے دو دو آنہ وصول کر لیتے ہیں۔ اور کبھی دوسرے بزرگ کی فاتحہ کا کارڈ موصول ہوتا ہے۔ اور چار چار آنے چندہ لینے کا خلفائے کرام کو حکم مل جاتا ہے۔ مگر خلفاء بھی بار بار یاددہی کی زحمت نہیں دیتے اور زنا تاریخ مقررہ پر خود مریدین سے کہکر چندہ وصول کر لیتے ہیں۔ اور ایک کثیر رقم روانہ کر دی جاتی ہے۔

اس شہر میں جو بات ہو اڑ جاتی ہے سب میں
میں نے بھی سنی اپنے احبا کی زبانی (اقبال)

بماگر اپنی پوری ملاقات کا ذکر اور حضرت کے اوصاف کا بیان کرنے بیٹھوں تو ممکن ہے کہ وہ ہمدرد کے کئی ایک کالم ہفتوں کے لئے سیاہ کر دیں۔ اس لئے فی الحال اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ اگر کسی صاحب کو مزید حالات۔ معلومات حاصل کرنے ہوں تو وہ حیدرآباد جائیں اور دیکھ آئیں۔

راقم۔ ایک مسلمان

اخبار احمدیہ

لائل پور سے فضل قادر صاحب لکھتے ہیں:۔

[illegible] میر مدثر شاہ صاحب ٢٥ نومبر ١٩٢٥ء کو بروز جمعرات تشریف لائے۔ ٢٦ نومبر ١٩٢٥ء کو بوقت ٩ بجے مولوی عصمت اللہ صاحب تشریف لے آئے۔ ٢٧ نومبر کو جمعہ تھا۔ جمعہ شاہ صاحب نے پڑھایا [illegible] کو مولوی عصمت اللہ صاحب نے اسلام اور دیگر مذاہب [illegible] باغ میں تقریر فرمائی۔ دوسرے روز شام کو چار بجے سید [illegible] شاہ صاحب نے گول باغ میں قرآن شریف سے رد تناسخ پر نہایت عالمانہ تقریر کی جو کہ بہت مقبول ہوئی۔ بروز جمعرات کے ساڑھے سات بجے سے گیارہ بجے تک مبائعین میاں صاحب [illegible] پر خلوت میں تبادلہ خیالات کیا گیا۔ ہماری طرف سے [illegible] صاحب اور اس طرف سے مولوی محمد نذیر صاحب منشی و مولوی فاضل مقرر تھے۔ شاہ صاحب باوجود آنکھوں کی سخت تکلیف کے مبائعین میاں صاحب کے مجبور کرنے پر صرف لیمپ کی روشنی میں حوالے پڑھتے رہے۔ مبائعین کی طرف سے پہلی بات جو پیش کی گئی۔ وہ یہ تھی کہ جناب میاں محمود احمد صاحب کی کسی تحریر کو درمیان میں معرض بحث میں نہ لایا جاوے۔ صرف حضرت صاحب کی تحریرات سے فیصلہ کیا جاوے۔ نصف گھنٹہ اس پر گفتگو ہوتی رہی۔ بالآخر میر صاحب نے انہیں منوالیا کہ ان کے لئے میاں صاحب کی تحریرات حجت ہیں اور ہمارے لئے حضرت امیر کی تمام تحریرات حجت اور درمیان میں زیر بحث لائی جا سکتی ہیں مگر تاہم شاہ صاحب کی طرف سے میاں صاحب کی کسی تحریر کا حوالہ پیش نہ کیا گیا۔ پہلی بات جو میر صاحب نے پیش کی یہ تھی کہ میں مانتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود کی تحریرات اور الہامات میں لفظ نبی آیا ہے۔ مگر یہی محدث ہے۔ اس کے لئے انہوں نے بہت حوالے پہلی اور پچھلی تحریرات کے دیئے۔ اور ثابت کیا کہ حضرت مسیح موعود کا ہمیشہ محدث ہونے کا دعویٰ رہا کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ مبائع مولوی کی طرف سے حقیقۃ الوحی صفحہ ١٤٩ و ٣٩١ پیش کیا جاتا رہا اور ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ دعوے میں تبدیلی ہوئی لفظ نبی سے مراد محدثیت نہیں بلکہ حقیقی نبوت ہے۔ پریزیڈنٹ انہوں نے مولوی عصمت اللہ صاحب کو تجویز کیا تھا۔ پریزیڈنٹ صاحب نے نہایت خوبی سے اپنے عہدہ کے فرائض کو پورا کیا۔ دوران گفتگو میں کوئی بات خلاف قاعدہ نہ ہوئی۔ وقت ختم ہونے پر ایک نامعلوم الاسم مبائع صاحب اپنی خواب بیان کرنے لگے میں نے انہیں بند کیا کہ ہم اس قسم کی خوابیں یا الہامات سننا نہیں چاہتے جن سے ہمارے امیر کی ہتک مقصود ہو۔ اور حضرت مسیح موعود کی تحریرات کی موجودگی میں کسی کی خوابیں ہمارے لئے حجت نہیں ہو سکتیں۔ جس پر تمام مبائع میاں صاحب مجھ پر ٹوٹ پڑے۔ گالیاں دینے اور مارنے تک نوبت پہنچی اور جلسہ درہم برہم ہو گیا۔ نتیجہ اس تبادلہ خیال کا یہ ہوا کہ شیخ اللہ بخش صاحب عرائض نویس اور مرزا محمد اکبر صاحب سٹوڈنٹ زراعتی کالج جو ہماری طرف سے بدظن ہو کر محمودی ہونے کو تھے خاتمہ پر کہہ اٹھے کہ ہم آج احمدی ہو گئے ہیں۔

٢٩ نومبر ١٩٢٥ء کو صبح دس بجے میر صاحب نے قرآن شریف احادیث اور دیگر اولیاء اللہ کی تحریرات و حضرت مسیح موعود کی تحریرات نیز میاں محمود احمد صاحب کی ١٩١٤ء تک کی تحریرات سے ثابت کیا کہ حضرت مسیح موعود کا دعوےٰ صرف مجدد وقت اور مسیح موعود ہونے کا تھا ہرگز ہرگز میاں صاحب کے دماغ میں بھی ١٩١٤ء تک مسیح موعود کی نبوت نہ تھی یہ اس کے بعد کی ایجاد ہے۔ ایسے الفاظ نبوت و رسالت کے دیگر اولیاء اللہ بھی استعمال کرتے آئے ہیں ان پر اسی طرح کفر کے فتوے لگتے رہے ہیں۔ قرآن کریم سے وفات مسیح اور مثیل مسیح آنے کے دلائل دیئے اور احادیث سے بھی یہی ثابت کیا گیا۔ لکچر کا نہایت اعلیٰ اثر ہوا سامعین کے اکثر شکوک رفع ہو گئے۔ سوائے مبائعین میاں صاحب کے باقی تمام متفق تھے چنانچہ ایک بزرگ اسی وقت میرے ہمراہ میرے مکان پر تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ مجھے آج بالکل وضاحت ہو گئی ہے کوئی شبہ نہیں بیعت کا اعلان عنقریب کرونگا۔ شام کے چار بجے مولوی عصمت اللہ صاحب نے رد تکفیر اہل قبلہ پر لکچر دیا۔ سامعین کی تعداد بہت تھی اور لکچر بہت شوق سے سنا گیا۔

ضروری ہدایات برائے جلسہ سالانہ

(١) جلسہ پر آنے والوں کی اطلاع ہر جگہ سے آنی چاہیئے تاکہ مکانات کا انتظام درست طور پر ہو سکے۔ اطلاع نہ آنے سے مہمانوں کو تکلیف ہوتی ہے اور انتظام کرنے والوں کو بھی۔

(٢) جلسہ پر آنے والے احباب اپنے لحاف بستر ساتھ لائیں۔

(٣) چندہ اخراجات جلسہ ہر جگہ سے جلد سے جلد آنا چاہیئے۔

(٤) اپنے احباب کو چاہیئے کہ ایسے دوسرے احباب کو ساتھ لائیں جو سلسلہ کے کام سے دلچسپی رکھتے ہوں تاکہ وہ بچشم خود یہاں کی حالت کا مشاہدہ کریں۔

چوہدری رحمت خان بدر کلرک دفتر چند دنیاوی تکالیف میں گرفتار ہیں۔ لہٰذا احباب سلسلہ چوہدری صاحب موصوف کے لئے دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے مصائب کو دور کرے آمین۔

آنکھ کی بےنظیر دوائی کے متعلق

ایک سردار کی حلفیہ شہادت

مکرمی جناب محمد احمد اینڈ کمپنی قادیان۔ السلام علیکم میں خدا حاضر ناظر جان کر شہادت دیتا ہوں کہ میں نے آپ کی بےنظیر آنکھ کی دوائی کا اپنے گھر میں استعمال کرایا۔ اس کو نہایت مفید پایا۔ میرے لڑکے کی آنکھیں بہت خراب تھیں۔ اس کے استعمال سے بہت جلد اچھی ہو گئیں اس کے ذریعہ شفا پائی ہے میں آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ اس گواہی کو مخلوق خدا کی عام گواہی کے لئے شائع فرمائیں دستخط عزیز خان جمعدار ایڈجوٹنٹ ٥٦ کیمل پور۔ راولپنڈی ساکن موضع کمل پور تحصیل فتح جنگ ضلع اٹک۔ دراصل یہ دوائی حکیم نورالدین صاحب مغفور کی ایجاد ہے۔ ککروں اور دیگر امراض چشم کے لئے اکسیر ہے۔ اگر کوئی شخص اس کو غیر مفید ثابت کرے تو ہم اس کو ایک صد روپیہ انعام دینگے۔ قیمت فی تولہ ایک روپیہ (عہ)

محمد احمد اینڈ کمپنی قادیان

سول انجینئرنگ کالج کپورتھلہ

بہ سرپرستی و امداد

ہز ہائی نس عالیجناب مہاراجہ صاحب بہادر دام اقبالہٗ سال گذشتہ پر کالج ہذا کو ریاست نے ریگنائز کر لیا ہے۔ یہاں کے طلباء گورنمنٹ کے ہر محکمہ میں مختلف تنخواہوں پر کام کر رہے ہیں۔ بہت اخبارات اور انجینئرز کے علاوہ ڈائرکٹر جنرل ملٹری ورکس انڈیا ایجوکیشنل کمشنر انڈیا گورنمنٹ کے لئے ایسے جلیل القدر حکام نے یہاں تعلیم ضبط نظم و نسق اور مشاف کی تعریف فرمائی ہے۔ سب اور سیر اور سب انجینئر کلاس پراسپکٹس ملازم شدہ طلباء کی فہرست معہ احکام سرٹیفکیٹ مینیجنگ ڈائرکٹر صاحب سے مفت پا سکتے ہیں۔

ایک نہایت ہی خوبصورت زیور

جسے امریکہ اور انگلستان کے شریف اور بڑے بڑے گھرانے کی نیک خواتین نے پسند کیا ہے۔ بلکہ خوبصورتی کا زیور قرار دیا ہے یہ ایک نہایت ہی مضبوط خوبصورت چمکدار رفینی لیڈی رسٹ واچ ہے جو تمام امریکن سنہری گھڑیوں میں سے پسند کی گئی ہے۔ کلائی پر بندھی ہوئی نہایت قیمتی سے قیمتی زیور سے بھی فوقیت لیجاتی ہے سائز بٹن کے برابر ہے۔ گارنٹی چھ سال قیمت صرف چھ روپے آٹھ آنے (عہ)

ملنے کا پتہ:۔ **مینیجر دی ریلائبل سپلائنگ کمپنی لودھیانہ**

فروخت مکان قادیان

ایک مکان غلاقی دو منزلہ جو میں نے محض اپنی رہائش کے لئے بڑے شوق سے امانی بنوایا تھا۔ اور مصالح مثلاً اینٹ لکڑی وغیرہ عمدہ اور پائیدار لگوایا تھا۔ جیسا کہ قادیان کے اکثر احمدی اصحاب جانتے ہیں اور جس میں تمام ضروریات کا خیال رکھا گیا ہے قابل فروخت ہے اسکے ساتھ بالکل سامنے مال مویشی رکھنے کے لئے یا مردانہ مکان بنانے کے لئے خام مکان ہے۔ دونوں مکانات کے بیچ میں ایک گلی ٣٧×٨ فٹ کی ہے۔ اس کے چھت لینے کی صورت میں اوپر سے ایک مکان ہو جاتا ہے نیچے دو علیحدہ علیحدہ۔ یہ مکان مفتی محمد صادق صاحب کے متصل ننگل [illegible] کے شہر میں واقع ہے۔ جو صاحب خریدنا چاہیں۔ وہ مجھ سے خط و کتابت کریں۔

المشتہر

محمد نصیب احمدیہ بلڈنگس لاہور

معذرت پچھلے اخبار میں صفحہ ٥ پر جو شروع نصف کالم ہے وہ غلطی سے اس مضمون کا حصہ اس میں چھپ گیا جو آج کے اخبار میں (سیالکوٹ میں القرآن کا جلسہ) کے عنوان کے ماتحت شائع ہوتا ہے امید ہے کہ ناظرین اس فروگذاشت کو معاف فرماوینگے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا	مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندرین دین آمده از مادریم	ہم برین از دار دنیا بگذریم
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست	بادهٔ عرفان ما از جام اوست
آن رسولے کش محمد ہست نام	دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن	جان شد و با جان بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام	ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست	زو شده سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود	آن نہ از خود از ہمان جائے بود

ہفتہ میں دو بار یکشنبہ و چہارشنبہ کو شائع ہوتا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما ازو یابیم از نور و کمال	وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست	ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک وز خبرہائے معاد	ہر چہ گفت آن مصطفیٰ از رب العباد
آن ہمہ حضرت الصدیق است	منکر آن مستحق لعنت است
معجزات و ہمہ حق اندر دل است	منکر آن موجب خذلان است
معجزات انبیائے سابقین	آنچہ در قرآن بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست	ہر کہ انکار کند از اشقیاست
یک قدم دوری ازان روشن کتاب	نزد ما کفر است و خسران و تباب

قیمت سالانہ صہ ششماہی بہ سہ ماہی ۱۲

طلباء سے سالانہ سے

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۵

فَلَا يَنَالُهُمْ بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ نَبِيٌّ ... نصر من اللّٰہ

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۱۳ | مدینۃ المسیح لاہور یوم یکشنبہ مطابق ۲۷ جمادی الاول ۱۳۴۴ ہجری مطابق ۱۳ دسمبر ۱۹۲۵ عیسوی | نمبر ۱۳۱

خطبۂ جمعہ

از حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز
فرمودہ ۲۷ نومبر ۱۹۲۵ء

قد افلح المؤمنون ٥ الذین ہم فی صلوتہم خاشعون ٥ ...... ثم انکم یوم القیمۃ تبعثون ٥ (المؤمنون رکوع ۱)

یہ رکوع تو بہت ہی عالی مضامین اپنے اندر رکھتا ہے میں اس میں سے صرف پہلی آیت کے متعلق اسوقت کچھ کہونگا سارا رکوع اس لئے پڑھ دیا ہے کہ قرآن کو جو لوگ عربی میں سمجھتے ہیں بجائے خود ان کے دلوں پر اس کا اثر ہوتا ہے کہ کوئی ترجمہ کوئی تفسیر کوئی وعظ وہ اثر پیدا نہیں کر سکتا قرآن کے الفاظ ہی انسان پر اثر ڈالنے کے لئے کافی ہیں۔ فرماتا ہے قد افلح المؤمنون کامیاب ہوگئے مومن بامراد ہوگئے مومن دینی و دنیوی خیرات انہوں نے حاصل کرلیں ہر قسم کے نفع کے مالک وہ بن گئے۔ الذین ہم فی صلاتہم خاشعون۔ جن کی نمازوں میں ان کو خشوع حاصل ہوتا ہے۔ بڑا عظیم الشان دعویٰ ہے کہ نماز اور نماز کے اندر خشوع کو مومن کی فلاح کا ذریعہ اور سب سے بڑا ذریعہ بتایا ہے اور کس طرح قرآن کے اس مضمون کا خلاصہ ہماری اذان کے اندر آجاتا ہے حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح۔ نماز کی طرف آؤ یہی تو فلاح ہے۔

یوں تو بہت سی باتیں ہیں ان کو میں بیان نہیں کر سکتا کہ نماز انسان کے اندر کیا کیا کمالات اور طاقت پیدا کر سکتی ہے قربانی کا سبق نماز سکھاتی ہے پابندی اوقات کا سبق نماز سکھاتی ہے خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کا مادہ نماز پیدا کرتی ہے انسان کے اندر عاجزی اور انکسار کا خلق جسکے ساتھ بہت سی کامیابیاں وابستہ ہیں۔ نماز پیدا کرتی ہے۔ توجہ جسکے ساتھ بڑے بڑے مقصد حاصل ہوتے ہیں نماز سے پیدا ہوتی ہے جماعت کا رنگ۔ مساوات کا سبق نماز سکھاتی ہے۔ غرض بہت سی باتیں ہیں جن کو نماز پیدا کرتی ہے۔ مگر وہ نماز جسکے اندر خشوع ہو۔

نماز کے اندر خشوع کیا ہے؟ جو ظاہری حالت انسان کی ہوتی ہے اسکے مطابق اسکی دلی کیفیت کا ہونا یہ خشوع ہے کھڑا ہے اور یوں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہے۔ وہی احساس دل کے اندر ہو۔ اس بات کا احساس ہو کہ بڑی مقتدر ہستی کے سامنے کھڑا ہوں۔ رکوع کے اندر جاتا ہے۔ جھک جاتا ہے۔ اپنے آپ کو ذلیل کرتا ہے اس کا احساس دل میں ہو کہ اس احکم الحاکمین کے سامنے جھکا ہوا ہوں۔ سجدے کے اندر جاتا ہے مٹی پر ماتھا رکھ دیتا ہے۔ اس سے بڑھکر عاجزی کا مادہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس وقت اللہ تعالےٰ کی جبروت اور اپنی عبودیت کا احساس قلب میں ہونا ضروری ہے اسی کا نام خشوع ہے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے اندر چند لفظ ہیں جن میں نماز کی کیفیت کو بیان کیا ہے حدیثوں میں اس میں شک نہیں کہ بعض وقت بلکہ اکثر راویوں کا کلام ملا ہوا ہے۔ جو کچھ سنا اس کو اپنے لفظوں میں انہوں نے بیان کردیا۔ لیکن بعض وقت حدیث کے لفظ ہی بتا دیتے ہیں کہ وہ نبوت کے سرچشمہ سے نکلے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص نماز پڑھنے کھڑا ہوتا ہے فانما یناجی ربہٗ وہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہے۔ مناجات کا لفظ اصل میں اسی مادہ سے ہے جس سے نجات کا لفظ نکلا ہے یعنی نجوۃ سے جسکے معنے بلند زمین ہیں۔ اور مناجات یہ ہے کہ کسی شخص سے علیحدہ ہو کر گفتگو کرنا۔ اور نجات کا مفہوم اس کے اندر پایا جاتا ہے۔

تو چاہے تم ایک مجمع کے اندر خدا کے سامنے کھڑے ہو اور چاہے گھر کی کوٹھڑی میں تاریکی کے اندر کھڑے ہو۔ دونوں حالتوں میں یناجی ربہٗ کی کیفیت پیدا ہونی چاہیئے۔ تم کسی بڑے آدمی سے ملنے کے لئے جاتے ہو تو پہلے اس سے تنہائی کا وقت چاہتے ہو خواہ دو تین منٹ ہی مل سکیں لیکن تنہائی کا وقت ہو تو کسطرح سے اس کے سامنے اپنا دل کھول کر رکھ دیتے ہو۔ اپنی مشکلات کو اس سے بیان کرتے ہو اس سے چاہتے ہو کہ وہ ان مشکلات سے رہائی حاصل کرنے میں تمہیں مدد دے۔ اسی طرح نماز کے لئے تم آتے ہو تو سمجھ لو کہ اپنے مولےٰ سے کچھ عرض معروض کرنے آتے ہو۔ کچھ مشکلات ہمارے سامنے ہیں اور کون انسان ہے جسکے سامنے مشکلات نہیں۔ ان مشکلات سے تم نکلنا چاہتے ہو اور خدا تعالےٰ ہی سب طاقتوں کا مالک ہے کہ وہ ان مشکلات سے تمہیں بچائے۔ تو تم اپنی تکلیفوں اور مشکلات کو اپنی عاجزی اور بیکسی اور بے سروسامانی کو اس کے سامنے رکھو اور اس سے مدد چاہو پھر کسی بڑے آدمی سے تم چاہتے ہو کہ وہ تمہیں ترقی کی منزل کی طرف راہنمائی کرے اور اس میں تمہارا معاون ہو تو جب نماز میں اپنے مولےٰ سے خلوت اور تنہائی کا موقعہ ملتا ہے کیوں یہ التجا نہیں کرتے کہ وہ تمہیں تمہاری ترقی کے منازل کی طرف رہنمائی فرمائے یہی چیزیں ہیں جو فی الحقیقت مناجات کہلاتی ہیں۔ علیحدگی کے وقت عرض کرنا ہی مناجات ہے۔ اور یہی نماز ہے خوب یاد رکھو جب تک انسان اپنے دل کو کھولکر خدا کے سامنے نہ رکھدے۔ اس وقت تک وہ کیفیت نہیں پیدا ہو سکتی جو نماز میں پیدا ہونی چاہیئے۔ اس چھوٹی سی سورت کو دیکھو جو نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے پہلے اللہ تعالےٰ کو مخاطب کر کے اس کے مقام عظمت کو بیان کیا ہے۔ تیرے لئے سب حمد ہے۔ تو ربوبیت کرنے والا ہے تو بن مانگے دینے والا اور بڑا رحم کرنے والا ہے تو جزا سزا کے دن کا مالک ہے۔ یہ اللہ تعالےٰ کی عظمت بتائی۔ اور فی الحقیقت اپنا مقام انسان اسی وقت پہچانتا ہے جب خدا کی عظمت اس کے دل پر مستولی ہوتی ہے اس کے بعد کہا ایاک نعبد اے ربوبیت کرنے والے اے رحم کرنیوالے اے مالک تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں۔ مگر ہماری کوشش کام نہیں دیتی اس لئے ایاک نستعین تیری ہی ہم مدد مانگتے ہیں۔ اھدنا الصراط المستقیم ہم کو سیدھا رستہ سکھا۔ صراط الذین انعمت علیہم ان لوگوں کا رستہ جن پر تو نے انعام کیا۔ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین مغضوبوں یا بھٹکے ہوؤں کا رستہ نہ ہو کسقدر جامع دعا ہے۔ اور فی الحقیقت جو نماز خدا کے رسول نے ہمیں سکھائی ہے دنیا کی ساری دعاؤں اور کتابوں کو تلاش کرو۔ اس سے زیادہ جامع تمہیں نہیں ملیگی۔ خود قرآن کریم میں بھی اس کے بعد کوئی مناجات نہیں۔ نماز کے اندر یہ جو موجودہ حالت ہوگئی ہے کہ محض رسم رہ گئی ہے یہانتک کہ ایک دوست نے کہا کہ نماز کو جو ایک قشر کی صورت میں رہ گئی جس میں حقیقت کچھ نہیں رہی کیوں نہ اس رسم کو بھی اڑا دیا جائے۔

یہ سچ ہے لیکن یہ ایک ایسا جسم ہے کہ اس کے اندر انسان جب چاہے جان ڈال سکتا ہے۔ اس کو ترک کرنا ہمیشہ کے لئے اس امید کو کھو دینا ہے جو مسلمانوں کی اصلاح کی ہو سکتی ہے۔ اس لئے ہر حالت میں اسلام نے اس کو فرض رکھا۔

غرض آج مسلمانوں کی حالت اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ نماز پڑھنے کے لئے جب کھڑے ہوتے ہیں نہ اس وقت ان کو معلوم ہوتا ہے کہ کیا کر رہے ہیں اور کیا کہہ رہے ہیں اور نہ جب پڑھکر نکلتے ہیں تو ان کی ایسی حالت ہوتی ہے کہ اس میں ایک عظیم الشان دربار سے ہو کر آنے کا اثر محسوس ہو۔ اسی حالت کو دیکھکر ترکوں میں یہ تحریک ہو رہی ہے کہ نماز ترکی زبان میں ادا کی جائے۔ لیکن خوب یاد رکھو کہ عربی میں نماز رکھو یا ترکی میں جب تک اس کے اندر مناجات کی کیفیت پیدا نہیں ہوتی اس وقت تک اس کا اپنی زبان یا غیر زبان میں ہونا برابر ہے عرب لوگ جو عربی میں نماز پڑھتے ہیں ان کو تو زبان کی دقت نہیں مگر ان کی حالت ترکوں سے بھی بدتر ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ نماز کے اندر مناجات کی کیفیت نہیں۔ یہ سچ ہے کہ نماز کے اندر ایسی کیفیت پیدا کرنے کے لئے نماز کے معنے جاننے بھی ضروری ہیں مگر یہ کوئی مشکل امر نہیں سورہ فاتحہ اور بعض اور چھوٹی چھوٹی سورتوں اور چند تسبیحات کے معنے ایک ان پڑھ کو بھی بتائے جا سکتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی جو بڑی بھاری ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ نماز کے اندر اپنی زبان میں بھی انسان اپنی حاجت کو حقیقی حاجت روا کے سامنے پیش کرے۔ نماز میں ایک حصہ ایسا ہے کہ وہ تمام انسانوں میں مشترک ہے تو دوسرا حصہ ایسا بھی ہے جو ہر شخص کی ذات سے تعلق رکھتا ہے اور یہ دوسرا حصہ ہی سنت طریق ہے۔

خود نبی کریم صلعم اور آپ کے صحابہ نماز کے اندر اس طرح پر دعائیں کرتے تھے۔ کھڑے رہنے کی حالت میں رکوع سے اٹھکر سجدے سے اٹھکر رکوع میں سجدے میں وغیرہ غرض علاوہ سورہ فاتحہ و تسبیحات اور ایک حصہ قرآن کے نماز کے اندر ضروری ہے کہ نماز پڑھنے والا اپنی زبان میں بھی اپنی خود حاجت کو پیش کرے تاکہ اس کی نماز میں مناجات کا رنگ پیدا ہو اور نماز کی اصل غرض حاصل ہو۔ مناجات کی اصل کیفیت اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب انسان کے دل سے جوش کے ساتھ ایک بات پھوٹکر باہر نکلے اور اس کی کیفیت یہ ہو جائے کہ وہ گویا خدا کے حضور کھڑا ہے اس کے سامنے اپنی معروضات کو پیش کر رہا ہے۔ اور کم سے کم یہ کہ اگر وہ خدا کو نہیں دیکھ رہا تو خدا اسے دیکھ رہا ہے نماز نہ صرف نماز پڑھنے والے کے اخلاق کو بلند کرتی ہے بلکہ قومی ترقی کا راز بھی نماز میں ہے اسلام میں فرقے تو کتنے ہیں جو ایک دوسرے سے بعض مسائل میں اختلاف رکھتے ہیں لیکن قوم میں زندگی انہیں تحریکات نے پیدا کی ہے جنہوں نے نماز کی طرف توجہ کی ہے جیسے وہابیت کی تحریک لوگوں نے تو صرف اسقدر سمجھا ہوا ہے کہ سینے پر ہاتھ باندھنا اونچی آواز سے آمین کہنا رفع یدین کرنا ہی وہابیت ہے ورنہ اس میں شک بھی نہیں کہ اپنے پہلے بلند مقام سے تنزل کرکے بعض حالات میں اسی حد تک یہ تحریک اب آرہی ہے لیکن اپنی اصلیت میں یہ

دیکھو صفحہ ۶ کالم ۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۳ / ۲۷ جمادی الاول ۱۳۴۴ھ / ۱۱ دسمبر

نبی کا نام پانے کی خصوصیت اور اس کی اصل حقیقت

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱)

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے قلم سے)

مرد باخدا عالم باعمل حضرت مسیح موعودؑ و مہدی مسعود کی تحریر میں اگر کوئی متشابہ عبارت نظر آئے تو حق پرستی کا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ ایک محقق آپکی دوسری تحریروں سے اس کو حل کر لے نہ یہ کہ آپ کے متعلق یہ دنیا میں اعلان کرے کہ آپ نے اپنے عقائد میں تبدیلی کر لی تھی اور پہلے جن عقائد پر لعنت بھیجا کرتے تھے بعد میں نعوذ باللہ انہی عقائد کو اختیار کر لیا تھا جیسا کہ میاں محمود احمد صاحب نے اپنی کتاب حقیقۃ النبوۃ میں اعلان کیا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے ۱۹۰۱ء میں اپنے عقیدہ میں تبدیلی اختیار کر لی تھی۔ اس سے پہلے چونکہ وہ نبوت کے صحیح مفہوم کو سمجھتے نہ تھے اس لئے نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجا کرتے تھے۔ مگر بعد میں بڑی زور سے دعوے نبوت کرنے لگے۔ یعنی معاذ اللہ وہی بات کہنے لگے جس پر پہلے لعنت بھیجا کرتے تھے۔ جب ۱۹۰۱ء سے بعد کی کتابوں سے بھی دعوئے نبوت کا انکار دکھایا گیا تو ملت محمودیہ کی آخری جائے پناہ حقیقۃ الوحی کا صفحہ ۳۹۱ رہ گیا۔ گویا یوں سمجھنا چاہیئے کہ بمطابق عقائد محمودیاں نبوت کے بارے میں حضرت مسیح موعودؑ کی تمام اگلی پچھلی تصانیف نعوذ باللہ دریا برد کر دینی چاہئیں صرف حقیقۃ الوحی میں سے ایک صفحہ ۳۹۱ بچا کر نکال لینا چاہیئے اور بس حسبنا کتاب اللہ کے قائم مقام سمجھ لینا چاہیئے۔ چنانچہ میں نے اکثر محمودیوں کو دیکھا ہے کہ وہ کتاب حقیقۃ الوحی کو بغل میں دبائے پھرتے ہیں اور صفحہ ۳۹۱ پر ایک کاغذ نشان کے لئے رکھا رہتا ہے۔ جہاں موقعہ ہوا اسی کو پڑھنے بیٹھ گئے۔ اس مایہ ناز صفحہ ۳۹۱ پر حضرت امیر مولانا محمد علی صاحب نے جس خوبی سے اپنی کتاب النبوۃ فی الاسلام میں بحث کی ہے وہ سیر کن ہے۔ اس کے بعد کچھ لکھنا محض تحصیل حاصل ہے۔ مگر میرے ایک دوست نے مجھے مجبور کر کے وعدہ لے لیا کہ میں بھی کچھ لکھوں اسلئے کچھ عرض کئے دیتا ہوں۔

یہ مضمون صفحہ ۳۹۰ حقیقۃ الوحی سے شروع ہوتا ہے اس لئے وہیں سے سلسلہ وار شروع کرنا چاہیئے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:-

"اور پھر ایک اور نادانی یہ ہے کہ جاہل لوگوں کو بھڑکانے کے لئے کہتے ہیں کہ اس شخص نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے حالانکہ یہ سراسر افترا ہے۔"

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر حضرت صاحب نے بڑی زور سے دعوئے نبوت کیا تھا تو جو شخص یہ کہا کرتے تھے کہ جناب مرزا صاحب نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے۔ ان کا کہنا "افترا" کیونکر ہو سکتا تھا۔ آج محمودی صاحبان صاف کہتے پھرتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ انصاف تو یہ ہے کہ یا تو اسے بھی "سراسر افترا" کہو اور اگر محمودی صاحبان اپنے اس قول کو درست سمجھتے ہیں تو پھر غیر احمدیوں کا یہی بات کہنا کیونکر "سراسر افترا" ہو سکتا تھا۔ پس حضرت صاحب کے اس فقرہ کا مطلب صاف ہے یعنی جو کچھ بھی دعویٰ آپ کا تھا اس دعوے کو "نبوت کا دعویٰ" کہنا آپ کے نزدیک "سراسر افترا" تھا۔

تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ کا دعویٰ کیا تھا۔ اسکے آگے پڑھو چلو۔ فرماتے ہیں۔

"بلکہ جس نبوت کا دعویٰ کرنا قرآن شریف کے رو سے منع معلوم ہوتا ہے ایسا کوئی دعویٰ نہیں کیا گیا۔ صرف یہ دعویٰ ہے کہ ایک پہلو سے اُمتی اور ایک پہلو سے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض نبوت کی وجہ سے نبی ہوں۔ اور نبی سے مراد صرف اسقدر ہے کہ خدا تعالےٰ سے بکثرت شرف مکالمہ و مخاطبہ پاتا ہوں"۔

اس عبارت سے مندرجہ ذیل نتائج نکلتے ہیں۔

(۱) قرآن شریف کے رو سے جس نبوت کا دعویٰ کرنا منع معلوم ہوتا ہے وہ دعویٰ آپکا ہرگز نہیں۔ اب یہ تو ظاہر ہے کہ قرآن شریف میں جس نبوت کا اور جن نبیوں کا ذکر ہے اُن کو "نبوت کا مدعی" کہنا قطعاً افترا نہیں۔ بلکہ ان کو نبی کہنا از حد ضروری ہے ورنہ انسان مومن نہیں رہتا۔ اس لئے معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی وہ نبوت تو ہرگز نہیں جس کا ذکر قرآن میں ہے خود حضرت صاحب بھی اسی حقیقۃ الوحی میں اپنے متعلق ہی فرماتے ہیں کہ ما نعنی من النبوۃ ما یعنی فی الصحف الاولیٰ۔ ہم نبوت سے وہ مراد نہیں لیتے جو پہلے صحیفوں میں مراد لی گئی۔ چلو یہ تو فیصلہ ہوا کہ آپ کا دعویٰ اس نبوت کا تو ہرگز نہیں جسکا ذکر قرآن شریف میں ہے اور جسکے مدعیوں کو "نبوت کا مدعی" کہا کرتے تھے۔

(۲) آپ کا دعویٰ "صرف" یہ ہے کہ "ایک پہلو سے امتی اور ایک پہلو سے آنحضرت صلعم کے فیض نبوت کیوجہ سے نبی"

کیا یہ وہی دعویٰ نہیں جو آپ ہمیشہ سے کرتے آئے جیسا کہ ازالہ اوہام میں فرمایا کہ

"صاحب نبوت تامہ ہرگز امتی نہیں ہو سکتا اور جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے اس کا کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور امتی ہو جانا نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کے رُو سے بکلی ممتنع ہے اللہ جلشانہ فرماتا ہے وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ یعنی ہر ایک رسول مطاع اور امام بنانے کے لئے بھیجا جاتا ہے اس غرض سے نہیں بھیجا جاتا کہ دوسرے کا مطیع اور تابع ہو۔ ہاں محدث جو مرسلین میں سے ہے امتی بھی ہوتا ہے اور ناقص طور پر نبی بھی۔ امتی وہ اس وجہ سے کہ وہ بکلی تابع شریعت رسول اللہ اور مشکوٰۃ رسالت سے فیض پانے والا ہوتا ہے اور نبی اس وجہ سے کہ خدا تعالےٰ نبیوں کا سا معاملہ اس سے کرتا ہے۔ اور محدث کا وجود انبیاء اور امم میں بطور برزخ کے اللہ تعالےٰ نے پیدا کیا ہے۔ وہ اگرچہ کامل طور پر امتی ہے مگر ایک وجہ سے نبی بھی ہوتا ہے"

اور جس وجہ سے نبی ہوتا ہے اسے اسی جگہ حقیقۃ الوحی میں بیان فرما دیا ہے چنانچہ جب فرمایا کہ "ایک پہلو سے امتی اور ایک پہلو سے آنحضرت صلعم کے فیض نبوت کی وجہ سے نبی" تو ساتھ ہی نبی کے لفظ سے جو ابہام پیدا ہوتا تھا اُسے صاف کر دیا۔ فرمایا کہ "نبی سے مراد صرف اس قدر ہے کہ خدا تعالیٰ سے بکثرت شرف مکالمہ و مخاطبہ پاتا ہوں" یہ فقرہ صاف بتلا رہا ہے کہ نبی کے لفظ سے کچھ اور نہ سمجھ لینا۔ بلکہ صرف اسقدر مراد ہے کہ "کثرت مکالمہ مخاطبہ"۔ "صرف اس قدر" کے الفاظ بتلا رہے ہیں کہ اسلامی اصطلاح میں نبی سے صرف اس قدر ہی مراد نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ کچھ اور بھی مراد ہوتا ہے۔ اس لئے آپ نے نبوت میں سے صرف اس ایک صفت کو اپنے او پر چسپاں کیا جسے آپ نے کثرت مکالمہ مخاطبہ کے نام سے موسوم کیا۔ جیسا کہ اسی حقیقۃ الوحی میں فرمایا کہ ما عنی اللہ من نبوتی الا کثرۃ المکالمۃ والمخاطبۃ و لعنۃ اللہ علیٰ من اراد فوق ذالک کہ اللہ نے میری نبوت سے مراد نہیں رکھا مگر کثرت مکالمہ مخاطبہ اور خدا کی لعنت اس پر جو اس سے زیادہ کچھ مراد رکھے۔ اب اگر نبوت کے مفہوم میں کثرت مکالمہ و مخاطبہ سے بڑھ کر اور کچھ نہیں تو یہ لعنت کس چیز کے دعوے پر ڈال رہے ہیں۔ یہ فقرہ صاف بتلا رہا ہے کہ نبوت میں سے صرف اس جز کے آپ مدعی ہیں جو کثرت مکالمہ و مخاطبہ ہے۔ جو حدیث میں لم یبق من النبوۃ الا المبشرات کے ماتحت اس امت میں جاری و ساری ہے اور جسکے پانے والے کو حدیث میں محدث کہا گیا اور خود حضرت صاحب نے بھی اپنی کتب میں اسے محدث ہی فرمایا۔ جس کا ترجمہ خود ہی یوں کیا کہ ایک پہلو سے امتی اور ایک پہلو سے نبی"۔ اور اسی فقرہ کو یہاں دہرایا ہے اور انہی معنوں میں دہرایا ہے جن میں آپ نے اپنی پہلی کتب میں استعمال فرمایا تھا۔ یعنی محدث کے معنوں میں۔ یہ میں نہیں کہتا حضرت صاحب کی تحریر کہتی ہے حقیقۃ الوحی کی اسی عبارت کو آگے پڑھو خود بخود واضح ہو جائیگا۔ فرماتے ہیں:-

"بات یہ ہے کہ جیسا کہ مجدد صاحب سرہندی نے اپنے مکتوب میں لکھا ہے کہ اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص رہینگے لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ مخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے۔"

اس کلام سے صاف طور پر واضح ہو گیا کہ آپ نے جو یہ فرمایا ہے کہ میں ایک پہلو سے امتی اور ایک پہلو سے نبی ہوں اس سے مراد یقیناً محدث ہے۔ کیونکہ اس کی تائید میں مجدد صاحب سرہندی صاحب کا حوالہ پیش کرتے ہیں مجدد صاحب سرہندی نے نبی کا لفظ تو مطلق نہیں لکھا۔ وہاں محدث کا لفظ لکھا ہے حضرت صاحب کو اس حوالہ کا علم تھا اس سے قبل سے اپنی کتب میں خود نقل کر چکے تھے۔ اس لئے اچھی طرح سے اس کا علم تھا۔ یہاں اس حوالہ کو بالالفاظ نقل نہیں کیا بلکہ صرف اس کا مفہوم لیا ہے اور اپنے الفاظ میں ادا کیا ہے۔ آپ نے اس حوالہ کے لفظ "محدث" کے مفہوم کو اپنی تحریر میں "نبی" کے لفظ سے ... ظاہر فرمایا ہے۔ یعنی جو مفہوم مجدد صاحب محدث سے لیتے ہیں وہی مفہوم آپ یہاں نبی کے لفظ سے لے رہے ہیں۔ یعنی یہ نبوت جس کا آپ کو دعویٰ ہے دوسرے لفظوں میں محدثیت ہے۔

اس لئے یہ بات تو صاف ہو گئی کہ آپ نے جو یہاں اپنا دعویٰ ایک پہلو سے امتی اور ایک پہلو سے نبی کا بیان فرمایا تو اس کا مقام وہی محدث کا رکھا جسے خود متعدد دفعہ اپنی کتب میں بیان فرما چکے تھے اور مجدد صاحب کا حوالہ دے چکے تھے اور اب پھر مجدد صاحب سرہندی کا دوبارہ حوالہ دیکر بات صاف کر دی کہ جو مجدد صاحب سرہندی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے اس سے بڑھکر کوئی دعویٰ نہیں۔ ورنہ یہ حوالہ یہاں درج کرنا ہی بے معنی تھا۔ اب آگے چلو۔ فرماتے ہیں:-

---

"اب واضح ہو کہ احادیث نبویہ میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ایک شخص پیدا ہوگا جو عیسیٰ اور ابن مریم کہلائیگا۔ اور نبی کے نام سے موسوم کیا جائیگا یعنی اس کثرت سے مکالمہ و مخاطبہ کا شرف اسکو حاصل ہوگا اور اس کثرت سے امور غیبیہ اس پر ظاہر ہونگے کہ بجز نبی کے کسی پر ظاہر نہیں ہو سکتے جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ فلا یظھر علیٰ غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول یعنی خدا اپنے غیب پر کسی کو پوری قدرت اور غلبہ نہیں بخشتا جو کثرت اور صفائی سے حاصل ہو سکتا ہے بجز اس شخص کے جو اس کا برگزیدہ رسول ہو۔"

اب یہاں اس پیشگوئی کا ذکر فرماتے ہیں جس میں آنے والے مسیح موعودؑ کا ذکر ہے۔ آپ کے اس ارشاد سے مندرجہ ذیل نتائج نکلتے ہیں:-

(۱) آنحضرت صلعم نے ایک شخص کی پیشگوئی فرمائی ہے جو عیسیٰ اور ابن مریم کہلائیگا۔

(۲) اور جو نبی کے نام سے موسوم کیا جائیگا اس وجہ سے کہ اس کے ساتھ مکالمہ مخاطبہ اور اظہار امور غیبیہ اس کثرت کے ساتھ ہوگا کہ بجز نبی کے کسی کے ساتھ نہیں ہوسکتا۔

یہاں آنیوالے مسیح موعودؑ کا حدیث میں جو نام نبی آگیا ہے اس کی توجیہ کر رہے ہیں کہ کیوں وہ نبی کہلائیگا۔ فرماتے ہیں اس لئے کہ اس کے ساتھ اتنا کثرت مکالمہ مخاطبہ ہوگا کہ سوائے نبی کے اور کسی سے نہیں ہوتا۔ پس چونکہ یہ ایک صفت نبی کی اس میں پائی جائیگی۔ اس لئے اسکو نبوت کے نام سے موسوم کیا جائے گا۔ اور ظاہر ہے کہ جس میں کوئی صفت کسی کی بدرجہ کمال پائی جائے تو مجازاً وہی نام اُسے دیدیا جاتا ہے۔ مثلاً کسی انسان میں بہادری بدرجۂ کمال پائی جائے جو شیر کی ایک صفت ہے تو اسے ہم مجازاً شیر کا نام دینگے۔ یا کسی انسان میں خوبصورتی بدرجہ کمال پائی جائے جو چاند کی ایک صفت ہے تو ہم مجازاً اسے چاند کا نام دیدینگے۔ اسی لئے کسی میں مبشرات یعنی مکالمہ مخاطبہ نہایت کثرت سے اگر پایا جائے گا جو نبوت کی ایک صفت ہے تو ہم مجازاً اسے نبی کا نام دیدینگے۔ پس یہی بات حضرت صاحب بیان فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کی پیشگوئی میں جو نبی کا نام مسیح موعودؑ کو دیا گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ اس میں صفت کثرت مکالمہ مخاطبہ کی جو ایک صفت نبوت کی ہے پائی جاتی تھی اس وجہ سے اسے نبی کا نام دیا گیا جو کہ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں صرف مجاز کے طور پر ہی دیا جاسکتا ہے چنانچہ دوسری جگہ اسے خود صاف کر دیا جہاں فرمایا کہ "سمیت نبیا من اللہ علیٰ طریق المجاز و لا علیٰ وجہ الحقیقۃ" (حقیقۃ الوحی) یعنی مجھے نبی کا نام مجاز کے طور پر دیا گیا نہ کہ حقیقت کے طور پر۔ اور بات بھی سچ ہے اگر آنیوالا مسیح موعود واقعی نبی تھا تو اس کے متعلق یہ توجیہیں کرنی کیا ضرور تھیں کہ وہ نبی کے نام سے کیوں موسوم ہوگا۔ مثلاً ہم کبھی وجہ نہیں بیان کرتے کہ شیر کو جب ہم شیر کہنے لگتے ہیں تو کیوں کہتے ہیں یا چاند کو جو ہم چاند کہہ رہے ہیں اس کی وجہ یہ ہے یا وہ ہے۔ البتہ اگر ہم کسی انسان کو شیر یا چاند کہینگے تو وجہ بیان کرینگے کہ ایسا ہم کیوں کہتے ہیں۔ پس حضرت صاحب کا نبی کے نام پانے کی وجہ بیان فرمانا ہی ظاہر کرتا ہے کہ نبی کا نام حقیقت کے رنگ میں آنے والے مسیح موعودؑ پہ چسپاں نہیں ہوسکتا تھا صرف مجاز کے رنگ میں چسپاں کیا گیا ہے لہذا اس مجاز کو اختیار کرنے کی وجہ بیان کرنی ضروری تھی۔ مگر اتنا ہی نہیں۔ حضرت صاحب نے بات کو صاف کرنے میں کسر نہیں چھوڑی چنانچہ جو حوالہ میں نے اوپر حقیقۃ الوحی سے نقل کیا ہے اس میں کس صفائی سے فرمایا کہ میرا نام نبی مجازی طور پر ہے نہ کہ حقیقت کے طور پر۔ پھر اب شبہ کی گنجائش مطلق باقی نہ رہی

یہ تو اب ثابت ہوگیا کہ آپ کا دعویٰ اسی نبوت کا ہے جو محدثیت والی ہے۔ اور آپ کو "نبی کا نام" مجاز کے طور پر دیا گیا۔ کیونکہ آپ کو مکالمہ مخاطبہ سے کثیر حصہ ملا۔ مگر اس پر ایک اعتراض ہوسکتا تھا وہ یہ کہ مکالمہ مخاطبہ تو کثرت سے دوسرے محدثین سے بھی ہُوا۔ مگر ان کو حدیث میں تو کہیں مجازاً نبی اللہ نہیں فرمایا پھر کیا راز ہے کہ مسیح موعودؑ کو مجازاً نبی کا نام دیا گیا۔

(میں نے مجازاً کا لفظ یہاں اس لئے استعمال کیا ہے کہ میں اوپر ثابت کرچکا ہوں کہ نبی کا نام جو حدیث میں دیا گیا ہے وہ مجازاً دیا گیا ہے اس لئے ابہام سے کلام کو صاف رکھنے کے لئے ضروری تھا کہ نبی کا نام پانے کا صحیح مفہوم مخاطب کے دماغ میں رہے)۔

غرضکہ حضرت صاحب اس نکتہ کو حل کرنے لگے ہیں کہ کیا وجہ ہے کہ اور محدثین کو مجازاً نبی کا نام حدیث میں نہیں دیا گیا اور مسیح موعودؑ کو دیا گیا۔ فرماتے ہیں:-

اور یہ بات ایک ثابت شدہ امر ہے کہ جسقدر خدا تعالےٰ نے مجھ سے مکالمہ مخاطبہ کیا ہے اور جسقدر امور غیبیہ مجھ پر ظاہر فرمائے ہیں تیرہ سو برس ہجری میں کسی شخص کو آج تک بجز میرے یہ نعمت عطا نہیں کی گئی اگر کوئی منکر ہو تو بار ثبوت اس کی گردن پر ہے۔ غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس اُمت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جسقدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گذر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی صفائی سے پوری ہو جاتی کیونکہ اگر دوسرے صلحا جو مجھ سے پہلے گذر چکے ہیں وہ بھی اسی قدر مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ اور امور غیبیہ سے حصہ لیتے تو وہ نبی کہلانے کے مستحق ہو جاتے تو اس صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی میں ایک رخنہ واقع ہو جاتا اس لئے خدا تعالےٰ کی مصلحت نے ان بزرگوں کو اس نعمت کو پورے طور پر پانے سے روک دیا تا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا وہ پیشگوئی پوری ہو جائے"

اس کلام سے مندرجہ ذیل نتائج نکلے:-

(۱) حضرت مسیح موعودؑ بھی اس امت کے اولیاء۔ ابدال۔ اقطاب میں سے ایک ہیں۔

(۲) مگر جسقدر کثرت مکالمہ مخاطبہ اور اظہار امور غیبیہ کی حضرت مسیح موعودؑ کو ملی۔ دوسروں کو نہیں ملی۔

(۳) نبی کا نام مجازاً اسی شخص کو دیا جائیگا جس میں نبوت کی ایک صفت مکالمہ مخاطبہ کی (میں اوپر ثابت کرچکا ہوں کہ مکالمہ مخاطبہ نبوت کا صرف ایک جُزو ہے) بدرجہ کثیر پائی جائے۔ کیونکہ مجاز کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ جس صفت کی وجہ سے کوئی نام کسی کو دیا جائے وہ صفت بدرجہ کمال اس میں پائی جائے۔

(۴) اس لئے نبی کا نام مجاز کے طور پر سوائے مسیح موعودؑ کے اور کسی پر عاید نہیں ہوسکتا۔

(۵) اسی لئے حدیث میں نبی کا نام سوائے مسیح موعودؑ کے اور کسی کو نہیں دیا گیا۔

(۶) مگر اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ گذشتہ اولیاء۔ ابدال اقطاب نے آنحضرت صلعم کی اتباع کرنے میں کوئی کمی کی تھی یا ان کے روحانی کمالات میں کوئی نقص تھا بلکہ مکالمہ مخاطبہ محض ایک "امت" ہے جو خدا کی طرف سے عطا ہوتی ہے۔ ان کو اس لئے یہ نعمت پورے طور پر نہ دی گئی تا آنحضرت صلعم کی پیشگوئی صفائی سے پوری ہو۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہوسکتا کہ آنحضرت صلعم نے ایک پیشگوئی کر کے اپنی امت کو روحانی کمالات سے روک دیا۔ بلکہ صرف اتنا مطلب ہے کہ خدا نے امور غیبیہ ان بزرگوں پر کثرت سے ظاہر نہیں کئے۔ کیونکہ اس صورت میں پھر نبی کا نام مجازاً ان پر بھی چسپاں ہوسکتا تھا اور پھر آنحضرت صلعم کا مسیح موعودؑ کو نبی کا نام دینا بے معنی ہو جاتا۔

حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰ و صفحہ ۳۹۱ پر جو کچھ مضمون نبوت کے متعلق تھا وہ لفظ لفظ میں نقل کرچکا اور بحث کرچکا۔ اس لئے چار و ناچار اب مجھے بھی اپنا مضمون ختم کرنا پڑا۔ مگر اب سارے کا خلاصہ دوبارہ عرض کئے دیتا ہوں جو بطور نتائج کے نکلتا ہے:-

(۱) حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق یہ کہنا کہ انہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا "سراسر افترا" ہے۔

(۲) قرآن شریف میں جس نبوت کا ذکر ہے اس کا دعویٰ کرنا اب قرآن شریف کے رو سے منع ہے۔

(۳) حضرت مسیح موعودؑ ایک پہلو سے امتی اور ایک پہلو سے نبی تھے جسے دوسرے لفظوں میں محدث کہتے ہیں وہی محدث جسکے حضرت مجدد سرہندی صاحب قائل تھے۔

(۴) حدیث میں حضرت مسیح موعودؑ کو جو نبی کا نام دیا گیا تو مجاز کے طور پر دیا گیا کیونکہ ان میں نبوت کی ایک صفت کثرت مکالمہ مخاطبہ کی پائی جاتی تھی۔

(۵) اولیا۔ اقطاب۔ ابدال کے زمرہ میں سے آپ ہی نبی کا نام پانے کے لئے اس وجہ سے مخصوص ہوئے کہ آپ میں کثرت مکالمہ مخاطبہ کی صفت بدرجہ کمال پائی گئی۔ جو مجازاً اس نام کے عائد ہونے کے لئے ضروری تھی۔

(۶) دیگر اولیا۔ اقطاب۔ ابدال کو جو اسقدر کثرت مکالمہ مخاطبہ نہ ہُوا تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان کے کمالات روحانی میں کوئی نقص تھا۔ بلکہ یہ صرف ایک نعمت تھی جو آنحضرت صلعم کی پیشگوئی میں رخنہ نہ پڑنے کی خاطر روک لی گئی۔

(۷) وہ رخنہ یہ تھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی تو نہ آسکتا تھا مگر مسیح موعودؑ کے متعلق پیشگوئی میں آنحضرت صلعم نے نبی کا لفظ فرمایا تھا۔ یہ نبی کا نام اب سوائے اس کے درست نہ ٹھیر سکتا تھا کہ مجاز کے طور پر مسیح موعودؑ پر چسپاں کیا جائے۔ اور مجاز اسی پر چسپاں ہوسکتا تھا کہ جس میں کوئی صفت نبوت کی پائی جائے اور بدرجۂ کمال پائی جائے۔ جو صفت نبوت کی باقی تھی وہ المبشرات کے ماتحت مکالمہ مخاطبہ تھی جو امت میں جاری تھی۔ اور ہر ایک امتی اس کا وارث ہوسکتا تھا۔ اس لئے ہر ایک مرد کامل میں یہ صفت تو پائی جاتی تھی۔ لیکن اگر سب میں یہ صفت درجۂ کمال پر پہنچ جاتی تو سب پر ہی مجازی طور پر نبی کا لفظ چسپاں ہوسکتا تھا تو پھر نبی کا لفظ جو حدیث میں پیشگوئی کے اندر مسیح موعودؑ کے لئے آگیا تھا بے معنی ہو جاتا تھا۔ اور یہ اندیشہ پڑتا تھا کہ مبادا اس خصوصیت کو جو بطور مجاز کے ہے کوئی حقیقت نہ سمجھ لے کیونکہ جب مجاز کے طور پر سب اولیا نے نبی کا نام پا لیا تو پھر صرف مسیح موعودؑ کو حدیث میں نبی اللہ کہنے کی خصوصیت یہ مطلب رکھتی تھی کہ یا تو حقیقت کے طور پر مسیح موعودؑ کو نبی کہا گیا ہے اور یا یہ خصوصیت ہی بے معنی ہے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے نوع انسان کی ہدایت کے لئے یہ اہتمام کیا کہ مکالمہ مخاطبہ کی نعمت اس کثرت کے ساتھ اور کسی ولی کو نہ عطا فرمائی کہ نبی کا نام مجازی طور پر اس پر چسپاں ہوسکتا اور یہ نعمت کثرت کے ساتھ صرف مسیح موعودؑ کو دی تاکہ نبی کا نام مجازی طور پر صرف آپ ہی پر چسپاں ہو اور اس طرح پیشگوئی میں نبی کا لفظ جو خصوصیت رکھتا ہے وہ مجاز کی حد سے آگے نہ بڑھے اور پیشگوئی بھی صفائی سے پوری ہو جائے۔ یہ ہے وہ حقیقت جو اپنے نبی کے نام پانے کے متعلق حضرت صاحب نے بیان فرمائی تھی تاکہ کسی کو آپ کے نبی کے نام سے ٹھوکر نہ لگے۔ اور حدیث میں نبی کا نام پانے کی خصوصیت سے وہ ابتلا میں نہ پڑے اور ختم نبوت کو ہاتھ سے نہ کھو بیٹھے۔ مگر بد قسمتی دیکھو کہ اسی کو ختم نبوت کے توڑنے کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ ہر چہ گیرد علتی علت شود حالانکہ یہ ساری تحریر حضرت صاحب کی ختم نبوت کو برقرار رکھنے کے لئے تھی اور حدیث میں مسیح موعودؑ کے متعلق جو نبی کا لفظ آگیا تھا اس کی تاویل اور توجیہ تھی۔ اور پیش بندی تھی کہ کوئی مجاز کو حقیقت نہ سمجھ لے۔ بایں ہمہ ایک حصہ جماعت نے غلو سے کام لیا اور نعوذ باللہ اس صفحہ ۳۹۱ کو اپنے غلو کا مؤید سمجھا مگر اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ دوسرے حصہ جماعت پر اس صفحہ کی اصل حقیقت کو کھول دیا اور ان کی تازگی ایمان کا موجب بنایا۔ اللہ جانتا ہے کہ اس صفحہ نے حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت پر اور آپ کے عقیدہ ختم نبوت پر میرے ایمان کو دوبالا کر دیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

حساب دوستاں

ناظرین پیغام صلح کی خدمت میں گذارش ہے کہ جلسہ سالانہ پر اپنے اپنے بقائے جن کی اطلاع بعض احباب کو جا چکی ہے اور بعض کو جا رہی ہے۔ صاف فرماویں اخبار کو روپے کی نہایت ضرورت ہے۔ اور اس کے تمام اخراجات اس کے تمام معاونین نے ہی پورے کرنے ہیں۔ امید کی جاتی ہے کہ اگر تمام بقائے وصول ہو جاویں تو اخبار اپنے اخراجات خود برداشت کرسکتا ہے۔

لہذا تمام دوست اپنے اپنے حسابات حسب اطلاع جلسہ سے پہلے بیباق فرماویں

(مینجر)

آریوں اور سناتن دھرمیوں کا زبردست مناظرہ

(از قلم مولوی عصمت اللہ صاحب)

آریہ سماج وچھووالی اور انارکلی لاہور کے مشترکہ سالانہ جلسہ منعقدہ ۲۵ نومبر ۱۹۲۵ء میں رات کے ۷ بجے سے ۸ بجے تک آریہ سماج اور سناتن دھرم سبھا کے درمیان ورن ویوستھا کے مضمون پر زبردست مناظرہ ہوا۔ آریہ سماج کی طرف سے پنڈت بدھ دیو ودیا النکار اور سناتن دھرم سبھا کی طرف سے پنڈت گوری شنکر جی مناظر تھے ہمارا دونوں فرقوں میں سے کسی ایک کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ اور نہ کسی کی فتح و شکست کے ساتھ ہی کوئی خاص دلچسپی ہے۔ مگر چونکہ اس علمی اکھاڑے کے دیکھنے والوں میں ہم بھی شامل ہو گئے تھے۔ اور فریقین کے دلائل و حجج سے استفادہ حاصل کرنا ہمارا مقصود تھا۔ اس لئے اس منظر کے دیکھنے سے جو اثر ہمارے دل پر ہوا اور فریقین کے بیانات اور دلائل و براہین سننے سے جس نتیجے پر ہم پہنچے ہیں اسے بلا کم و کاست و بغیر کسی فریق کی جنبہ داری کے سلک تحریر میں منسلک کر کے ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔ تاکہ حقیقۃ الحال سب پر منکشف ہو جائے۔

پنڈت گوری شنکر جی سناتن دھرم کی طرف سے حسب ذیل تین سوال ہوئے۔

(۱) ورن سنکر کسے کہتے ہیں۔ اور اسکی تعریف کیا ہے۔

(۲) ویدک رشیوں کا کیا ورن تھا۔

(۳) گن۔ کرم۔ سبھا کے لحاظ سے ورن ویوستھا پر شاستر کا ہر مان دکھایا جاوے۔ اور کہ آریہ سماج کا اس جدید ورن ویوستھا پر عمل بھی ہے یا نہیں۔

پنڈت بدھ دیو جی ودیا النکار کی طرف سے تینوں سوالوں کا حسب ذیل جواب تھا۔

(۱) برہمن اور کھشترانی کے ملاپ سے جو اولاد ہو گی۔ وہ ورن سنکر کہلائے گی۔ (۲) ورن رشی برہمن تھے۔

تیسرے سوال کے جواب میں اتھرو وید کا ایک منتر پیش کیا گیا۔ جس کا مضمون یہ تھا۔ کہ کون برہمن کون کھشتری کون ویش جس جس ورن کا جو ہو گا۔ وہ اسی کی جائداد کا وارث ہو گا۔ اور یجر وید کے ایک منتر کا ایک ٹکڑا برہمنو سیہ مکھم آسیت بھی پیش کیا گیا۔ جس کے یہ معنے ہیں کہ برہمن پرمیشر کا منہ ہیں۔ مگر گن۔ کرم۔ سبھاؤ کے لحاظ سے ورن ویوستھا پر آریہ سماج کا عمل نہیں دکھایا گیا۔

جواب الجواب میں پنڈت گوری شنکر سناتن دھرمی مناظر نے ایک نہایت ہی پر لطف بات کہی۔ جس کا آریہ سماجی مناظر سے آخر تک جواب نہ ہو سکا۔ اور وہ یہ کہ اگر ورن کا تعلق جنم سے نہیں۔ تو برہمن اور کھشترانی کے ملاپ سے جو اولاد ہو گی۔ وہ ورن سنکر کیونکر کہلائیگی اور برہمن تو وہی ہو گا جو وید پڑھے اور پڑھائے۔ رشیوں کے پیدا ہونے کے وقت تو وید موجود ہی نہ تھے جنہیں پڑھکر برہمن کہلا سکتے۔ پھر انہیں وید پڑھنے کے بغیر کیوں برہمن کہا گیا۔ یا تو یہ کہدو کہ وہ برہمن ہی نہ تھے اور یا یہ کہدو کہ برہمن ہونا جنم پر موقوف ہے۔ برہمن نہ مانو گے تو وید نہیں مل سکتے۔ برہمن کہو گے تو جنم سے ورن ویوستھا ثابت ہو جاویگی۔ باقی رہے وید منتر سو اُن سے تو ہمارا مطلب ثابت ہوتا ہے نہ کہ آپ کا۔ برہمن اگر پرمیشر کا منہ ہے تو جنم سے۔ نہ کہ کرم سے۔ چنانچہ اسی منتر کے آگے لکھا ہے۔ پدبھیام شودرو اجایت۔ اُس کے دونوں پاؤں سے شودر پیدا ہوئے۔ یہ صریح قرینہ ہے کہ برہمن کا منہ ہونا بھی جنم کے لحاظ سے ہے اتھرو وید کا منتر بھی قریبًا ایسا ہی ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ جو جس ورن کا ہو گا۔ اُسی کی جائداد پائیگا۔ برہمن برہمنوں کی اور کھشتری کھشتریوں کی۔ یہ نہیں کہ شودر برہمن بن کر برہمنوں کی جائداد پالے۔ یہ منتر تو صریح طور پر ورن کو جنم پر موقوف کرتا ہے۔ پنڈت جی کا اس سے کوئی مطلب حل نہیں ہو سکتا۔ اس معقول استدلال کا درحقیقت آریہ مناظر کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ اور اس نے اس سے پہلو تہی کر کے اپنی حقیقی کمزوری کو پورانک حوالوں کی آڑ میں چھپانا چاہا۔

اور کثرت سے مضحکہ آمیز پورانک حوالے پیش کر دیئے۔ اول تو وہ تمام حوالے النکار اور استعارے تھے۔ جن کے الفاظ کے لغوی معنوں سے اپنے مقصود پر روشنی ڈالنا عقل و انصاف سے بالکل بعید تھا۔ دوسرے اگر مان بھی لیا جاوے کہ اُس سے آریہ مناظر ہی کا مقصود ثابت ہوتا تھا۔ تو پھر بھی اس سے وہ اعتراض رد نہیں ہو سکتا تھا۔ جو کہ ویدک رشیوں کے برہمن ہونے کے متعلق سناتن دھرمی مناظر نے پیش کیا تھا۔ پورانک حوالوں کے جواب میں سناتن دھرمی مناظر بھی چوکنے والا نہیں تھا۔ اُس نے سنسکار ودھی اور ستیارتھ پرکاش کے حوالوں سے ثابت کر دیا کہ ورن ویوستھا جنم پر موقوف ہے۔ کرم پر نہیں چنانچہ سوامی دیانند جی کی ستیارتھ پرکاش سے گیارھویں سملاس کی یہ تحریر پیش کی گئی۔ کہ منش۔ پشو۔ پکشی۔ برکش۔ جل جنتو آدی جاتیاں پرمیشور کرت ہیں۔ جیسے پشوؤں میں گئو۔ اشو ہستی۔ آدی جاتیاں۔ برکشوں میں پیپل۔ بٹ۔ آم۔ آدی۔ پکشیوں میں ہنس کاک دک آدی۔ جل جنتوؤں میں متیہ مکر آدی جاتی بھید ہیں۔ ایسے منشیوں (انسانوں) میں براہمن کھشتری۔ ویش شودر ریتج جاتی بھید البشر کرت ہے۔

تو اس وقت آریہ مناظر کو ندامت کے گریبان میں سر ڈال لینے کے سوا لئے اور کوئی چارہ کار ہی باقی نہ رہا۔

پورانک حوالے اس قسم کے تھے۔ کہ جن سے پرندوں وغیرہ کے پیٹ سے آدمیوں کا پیدا ہونا ثابت ہوتا تھا ایسے حوالوں سے ہر صاحب عقل سمجھ سکتا ہے۔ کہ یہ استعارے ہیں۔ اور ان سے کسی خاص حقیقت پر روشنی ڈالنا مقصود ہے نہ کہ پرندوں سے آدمیوں کا پیدا ہونا۔

ہمیں افسوس ہے۔ آریہ مناظر نے اس قسم کے بیکار حوالوں سے کام لے کر اپنا مطلب نکالنا چاہا۔ مگر پھر بھی نہ نکلا ہاں سناتن دھرمی مناظر کی یہ بات ضرور قابل گرفت تھی۔ کہ اس نے سوامی دیانند جی مہاراج کی نسبت بھی ایک اشتعال انگیز فقرہ استعمال کر دیا اور کہہ دیا۔ کہ وہ بھی جنم کے برہمن نہ تھے۔ ہم سناتن دھرمی مناظر کی اس بات کو تسلیم کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہیں۔ اگرچہ دیانند چھل کپٹ درپن کی تحریر اور سوامی جی کا اپنے والد ماجد کا نام نہ بتانا بظاہر سناتن دھرمی مناظر کے حق میں فیصلہ دیتا ہے مگر تاہم سناتن دھرمی مناظر معذور تھے کیا کرتے۔ پورانوں کے اشتعال انگیز حوالوں کا کچھ نہ کچھ جواب دینا ہی تھا۔ سچ ہے۔

شکایت ناروا ہے شکوہ ہائے دل کی اولظالم
نہ ہوتا گر ستم تجھ سے تو کیوں دل سے گلا ہوتا

سناتن دھرمیوں نے بہت بڑی برداشت سے کام لیا اور پورانک حوالہ جات سن کر بالکل خاموش رہے۔ مگر آریوں نے سوامی جی کے متعلق معمولی سی بات سن کر عظیم شیم کے نعرے بلند کر کے شروع کر دیئے اور پر لطف مناظرے کو تو تو میں میں کے فضول جھگڑے میں بے لطف کر دیا۔

ورن ویوستھا کے متعلق سوامی جی کی تحریرات سخت متناقض ہیں اور ہرگز قابل یقین نہیں کہیں تو وہ یہ تحریر کرتے ہیں کہ گن، کرم سبھاؤ کے لحاظ سے ورن مقرر کرتے چاہئیں۔ اور کہیں یہ تحریر فرماتے ہیں کہ چاروں ورن پرمیشر کی طرف سے ہیں۔ اور اسی کے بنائے ہوئے ہیں۔ کہیں شودروں کو برہمنوں کی پدوی دینے کی فکر میں ہیں۔ اور کہیں یہ کہتے ہیں کہ شودروں کو وید سکھتا ہی نہ پڑھائی جاوے۔ کہیں لکھتے ہیں شودر برہمن ہو جاتا ہے۔ اور کہیں رقم طراز ہیں۔ شودر کا جسم بدبودار ذروں سے بنتا ہے جو کہ بدل ہی نہیں سکتے۔ ستیارتھ پرکاش میں لکھا ہے۔ کہ اعمال و اوصاف کے مطابق ورنوں کی ویوستھا لڑکیوں کی سولھویں برس اور مردوں کی پچیسویں برس کے امتحان میں مقرر کرنی چاہئے۔ اور اسی طریقہ سے یعنی برہمن ورن کا برہمنی کھشتری ورن کا کھشترانی ویش ورن کا ویش عورت اور شودروں کا شودر عورت کے ساتھ بیاہ ہونا چاہیئے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرد پچیس برس سے پہلے اور عورت سولہ برس سے پہلے کسی ورن میں بھی شمار نہیں ہو سکتی۔ نہ براہمن کہلا سکتی ہے۔ نہ کھشتری نہ ویش اور نہ شودر۔ پھر آخر ان کا شمار کس میں ہو گا۔ جس میں شمار کرو گے وہی ورن جنم سے ماننا پڑیگا۔ غرض سوامی جی کی متناقض تحریریں اور مناظرے میں آریہ مناظر کی حیرانی ثابت کر رہی ہے کہ سناتن دھرمی اپنے اس دعوے میں بالکل حق پر ہیں کہ ورن جنم پر موقوف ہیں سوامی جی اپنے ذاتی خیال پر جو کہ مقتضیات زمانہ سے ان کے دل میں پیدا ہوا۔ ملمع کاری کر کے ہندو بھائیوں کو غلط فہمی میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں۔ مگر آخر سونا سونا ہی ہے اور ملمع ملمع۔

جب ناؤ دیا جائیگا ہو جائے گا منافق

ہم سناتن دھرمی مناظر کی قابلیت اور متانت اور ظریف ترین ظریفانہ انداز کی تعریف کرتے ہیں۔ اور آریہ مناظر کی درشت گوئی۔ اشتعال انگیزی اور ناحق طرفداری کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے اور برملا کہتے ہیں کہ سناتن دھرمی میدان جیت گئے اور آریہ بھائیوں کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

مسئلہ قتل مرتد اور حق کی فتح

(از مرزا مظفر بیگ ساطع ایبٹ آبادی)

امرتسر سے جناب مولوی محمد اسماعیل صاحب غزنوی کا ایک خط حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ کی طرف آیا جس میں انہوں نے لکھا تھا۔ کہ امرتسر میں آریہ صاحبان سے ۴ دسمبر ۱۹۲۵ء کو قتل مرتد کے مسئلہ پر ہمارا مناظرہ قرار پایا ہے۔ لہٰذا اس مسئلہ کی تردید میں آج تک جو لٹریچر آپ کی جماعت کی طرف سے شایع ہو چکا ہے ہمیں بھیج دیجئے نیز اپنا کوئی لائق مناظر بھی روانہ فرمایئے۔ تاکہ آریہ سماج سے مسئلہ قتل مرتد پر مناظرہ کیا جا سکے۔ اس کے جواب میں چند ٹریکٹ و ضروری کتابیں مولوی صاحب موصوف کو بھیج دی گئیں۔ اور مناظرہ میں امداد دینے کے لئے حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ نے جناب مولانا محمد عصمت اللہ صاحب مبلغ اسلام کو امرتسر پہنچنے کا حکم دیا چنانچہ مولانا صاحب حضرت امیر کے حکم کی تعمیل میں قتل مرتد کے بت کو پاش پاش کر دینے والے ہتھیاروں کو لیکر امرتسر وارد ہو گئے مولانا صاحب کے اس سفر میں خاکسار کو بھی معیت کا فخر حاصل تھا۔ امرتسر میں جو واقعات پیش آئے۔ وہ میرے اپنے دیدہ و شنیدہ ہیں لہٰذا میں انہیں قارئین کرام کی ضیافت طبع کے لئے درج ذیل کرتا ہوں۔ امید ہے کہ ان واقعات کا اندراج خالی از دلچسپی نہ ہو گا۔ ہم ۴ دسمبر ۱۹۲۵ء ۸ بجے صبح امرتسر میں پہنچ گئے مولانا محمد اسماعیل صاحب کا پتہ کیا تو معلوم ہوا کہ مولانا صاحب آج ہی صبح کی گاڑی سے لاہور تشریف لے گئے ہیں۔ اور نماز جمعہ کے بعد لاہور سے واپس تشریف لائیں گے مجبورًا ہمیں ان کے انتظار میں اپنی جماعت کے ایک عزیز دوست بابو ثناء اللہ صاحب کے ہاں ٹھیرنا پڑا نماز جمعہ اپنی جماعت سے مل کر ادا کی قبل از نماز جناب مولانا محمد عصمت اللہ صاحب نے ایک نہایت زوردار خطبہ پڑھا۔ اور بہت ہی مؤثر پیرایہ میں قرآن شریف کی حقیقی تعلیم پر عملدرآمد کرنے کی توجہ دلائی اور بتلایا کہ اگر انسان قرآن شریف کی صحیح تعلیم پر عمل پیرا ہو تو آسمانِ ترقی کا درخشندہ ستارہ بن سکتا ہے چنانچہ اصحاب کرام کی امثال بیان فرماتے ہوئے توجہ دلائی کہ یہ لوگ عرب میں گمنامی کی زندگی بسر کر رہے تھے مگر قرآن شریف نے انہیں حضیض خاک سے اٹھا کر اوج و افلاک پر لا بٹھایا۔

نماز کے بعد عصر کے قریب مولانا محمد اسماعیل صاحب کا پھر پتہ کیا۔ مگر جواب ملا کہ وہ تا حال واپس نہیں آئے مناظرہ کا وقت رات کے آٹھ بجے تھا ادھر ساڑھے سات بج چکے تھے۔ مگر مولانا صاحب لاہور سے واپس نہ آئے۔ بالآخر ہم ہم دکھا نا ٹھیک آٹھ بجے میدان مناظرہ میں جو کہ مندر آریہ سماج واقعہ بھم بازار میں قرار پایا تھا۔ پہنچ گئے۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ مولانا محمد اسماعیل صاحب ابھی تک لاہور سے نہیں لوٹے دل میں طرح طرح کے خیالات پیدا ہو رہے تھے کہ نامعلوم کن واقعات کے باعث مولانا صاحب نے

اس قدر تاخیر کر دی اور ابھی تک نہ پہنچ سکے۔ آخر مناظرہ کا وقت ہو چکا تھا کہ مولانا صاحب مع دیگر احباب کے تشریف لائے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ مولانا صاحب اسی وقت اور ابھی ابھی لاہور سے واپس تشریف لا رہے ہیں۔ آپ کے اس قدر توقف کی وجہ ہمیں یہ معلوم ہوئی کہ لاہور میں زمیندار کے عملہ نے مولانا کو کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ آپ قتل مرتد کے مسئلہ کے خلاف امرتسر میں مناظرہ کرنے والے ہیں۔ اور ہم آپ کو مشورہ دیتے ہیں کہ آپ ہرگز اس مناظرہ کو قایم نہ کیجئے اور فوراً مناظرہ کو ملتوی کرا دیجئے۔ کیونکہ اگر آپ نے قتل مرتد کو ناجایز قرار دیتے ہوئے اس پر مناظرہ کیا تو ہماری ساری تحریروں اور مضامین پر پانی پھر جائے گا۔ ہم ایک عرصہ تک قتل مرتد کے حق میں مسلسل مضامین لکھتے رہے ہیں۔ اب آپ ہمارے سارے اثر کو زایل کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کے ایسا کرنے سے امیر افغانستان پر بھی حرف آئیگا۔ اور امیر صاحب کا نعمت اللہ خاں کو سنگسار کرانا بھی لغو اور خلاف اسلام ٹھہریگا۔ آپ کیوں مخالفین کی تقویت کا باعث بنتے ہیں۔ ہم آپ کو نہایت زور سے مجبور کرتے ہیں کہ آپ مناظرہ بند کر دیں۔ مگر واہ رے استقلال۔ مولانا محمد اسمعیل صاحب نے زمیندار کے عملہ کو صاف جواب دیدیا اور جرأت ایمان سے کام لیتے ہوئے کہدیا کہ نہ مجھے آپ کے اخبار کے مضامین کی پرواہ ہے۔ اور نہ میں قرآن شریف کے مقابلہ پر امیر افغانستان کی کچھ حقیقت سمجھتا ہوں۔ میں سمجھتا اور خوب سمجھتا ہوں۔ کہ قرآن شریف میں کہیں بھی مرتد کی سزا قتل نہیں آئی۔ میں آریہ سماج ...... سے ضرور مناظرہ کرونگا۔ اور انہیں بتا دونگا کہ قرآن شریف ضمیر کی آزادی کو ہر انسان کا فطری حق قرار دیتا ہے اور جو لوگ اسلام میں رہ کر پھر اسے چھوڑنا چاہیں انہیں کامل خود مختاری سونپتا ہے +

زمیندار کے عملہ سے اس گفتگو میں مولانا صاحب کا بہت سا وقت ضایع ہو چکا تھا۔ جب مولانا صاحب نے ایڈیٹر صاحب زمیندار سے پوچھا کہ اب امرتسر کس وقت گاڑی جائیگی تو ایڈیٹر صاحب نے عمداً مولانا صاحب کو غلط وقت بتایا تاکہ مولانا صاحب وقت پر نہ پہنچ سکیں۔ اور گاڑی سے رہ جائیں۔ جب مولانا صاحب امرتسر وقت پر پہنچ ہی نہ سکے تو مناظرہ خود بخود ملتوی ہو جائیگا۔ مولانا صاحب ایڈیٹر صاحب زمیندار کے بتلائے ہوئے وقت پر سٹیشن پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ گاڑی امرتسر کی طرف دیر ہوئی روانہ ہو چکی ہے۔ مولانا صاحب حیران ہو گئے اور انہیں اڈیٹر صاحب کی دیانتداری پر سخت افسوس لگنے لگا۔ اب انہیں امرتسر کی طرف جانے والی کوئی بھی ایسی گاڑی نہیں مل سکتی تھی جو انہیں مناظرہ کے وقت پر امرتسر پہنچا دے۔ ادھر مولانا صاحب کو اپنی عزت کا خیال پیدا ہوا کہ اگر میں وقت پر پہنچکر مناظرہ میں شریک نہ ہو سکا تو آریہ صاحبان ہماری شکست کا اعلان کر دینگے اور ہماری اس مجبوری کو گریز اور مناظرہ سے فرار تعبیر کریں گے۔ چنانچہ مولانا صاحب نے اپنی عزت کے خوف سے سپیشل موٹر لی اور بہت مشکل سے امرتسر پہنچے۔ اور مناظرہ کے وقت پلیٹ فارم پر حاضر ہو سکے۔ اب میں مناظرہ کی روئیداد و کارروائی کو پیش کرتا ہوں +

مناظرہ کی کارروائی کو شروع کرنے کی غرض سے پریزیڈنٹ صاحب آریہ سماج نے فرمایا کہ آج اسلامی جہاد پر مناظرہ کیا جائیگا لہذا ہم مولانا محمد اسمٰعیل صاحب غزنوی سے استدعا کرتے ہیں کہ وہ اسلامی جہاد کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کریں۔ اس پر مولانا صاحب نے فرمایا کہ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ آج اسلامی جہاد پر مناظرہ نہیں ہے۔ بلکہ آج مسئلہ قتل مرتد پر مناظرہ ہوگا سوامی ستیہ پال صاحب نے اپنے گذشتہ لکچر میں بڑے دعوے سے فرمایا تھا کہ وہ مذہب جو تلوار کے زور اور ڈر سے اپنے متبعین کو اپنے اندر رکھ سکتا ہے اور انسان کی آزادی ضمیر کو سلب کرتا ہے خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ قرآن شریف میں مرتد کی سزا قتل بیان کی گئی ہے۔ اسلام صداقت کا دعوے نہیں کر سکتا۔ اس پر میں نے کھڑے ہو کر سوامی صاحب کو للکارا کہ سوامی صاحب آپ نوٹ کر لیجئے کہ آپ نے مرتد کی سزا قتل قرآن شریف سے ثابت کرنی ہوگی۔ اور ہمارا یہ دعوے ہے کہ قرآن شریف میں کہیں بھی مرتد کی سزا قتل نہیں آئی۔ الغرض سوامی صاحب نے ۴ دسمبر ۱۹۲۵ء مناظرہ کے لئے مقرر کر دی۔ چنانچہ آج ہم اس غرض سے اس جگہ حاضر ہوئے ہیں کہ سوامی صاحب اپنے دعوے کے مطابق ہمیں قرآن شریف سے مرتد کی سزا قتل ثابت کر دیں۔

آریہ سماج کی طرف سے جواباً کہا گیا کہ آج صرف قتل مرتد پر ہی مناظرہ نہیں بلکہ اسلامی جہاد پر بھی ہے۔ مگر پہلے اسلامی جہاد پر مناظرہ ہوگا۔ بعد میں قتل مرتد پر +

مولانا صاحب نے فرمایا کہ سوامی صاحب کیوں نہیں اعلان کر دیتے کہ ہم نے بہت تلاش کیا مگر ہمیں مرتد کی سزا قتل قرآن شریف میں کہیں بھی نہیں ملی۔ اور اگر قرآن شریف میں قتل مرتد کا ذکر ہے تو ثابت کیجئے۔ ورنہ اس سردی میں لوگوں کا وقت خواہ مخواہ کیوں ضایع کر رہے ہیں رہا جہاد سو آج قتل مرتد کا مسئلہ صاف کر لو کل جہاد پر بھی ہم مجاہدانہ ہاتھ دکھانے کے واسطے طیار ہیں۔ اور اگر اسی وقت اقرار کر لو کہ مرتد کی سزا قتل قرآن شریف میں کہیں نہیں تو ہم اسی وقت جہاد پر مناظرہ کر لیتے ہیں +

مولانا صاحب کی ان معقول باتوں کے جواب میں آریہ سماج کی طرف سے ایک مہاشہ جی اٹھے اور فرمانے لگے کہ چونکہ امیر امان اللہ خاں والیٔ افغانستان نے جو کہ خلیفۃ المسلمین ہیں ایک احمدی بھائی کو ارتداد کی وجہ سے سنگسار کرا دیا اور امیر صاحب کے اس فعل کی تائید میں علماء دیوبند و مولانا عبد الباری صاحب فتویٰ دیا کہ احمدی مرتد ہیں اور مرتد کی سزا اسلام میں قتل ہے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ مولانا عبد الباری صاحب امام الہند ہیں اور آپ مسلمان لوگ ان کے پیچھے جانیں لڑا دینے کو طیار ہیں۔ پس جب ایسی ایسی ہستیاں مرتد کے واجب القتل ہونے کا فتوے صادر کر رہی ہیں تو اُن کو قرآن شریف سے مرتد کی سزا قتل ملی ہی ہوگی۔ اور امیر افغانستان تو کبھی غلطی کر ہی نہیں سکتے۔ کیونکہ وہ خلیفۃ المسلمین ہیں اور خلیفہ قرآن کے برخلاف کوئی کام نہیں کر سکتا۔ اخبار زمیندار و سیاست نے بھی مضامین لکھ کر قتل مرتد کو جائز قرار دیا۔ مولانا صاحب نے جواباً فرمایا کہ مجھے حیرت ہے کہ مہاشہ صاحب کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ امیر افغانستان خلیفۃ المسلمین ہیں بھی کہ نہیں۔ اور مولانا عبد الباری صاحب امام الہند کہلاتے ہیں یا عام علماء میں سے ایک عالم ہیں۔ مہاشہ جی کو معلوم ہونا چاہیئے کہ نہ امیر افغانستان خلیفۃ المسلمین ہیں اور نہ مولانا عبد الباری صاحب امام الہند۔ ورنہ ہی ہم مسلمان عبد الباری صاحب کے پیچھے اپنی جانیں لڑا دینے کے لئے طیار ہیں۔ رہا علماء کا فتوے اور زمیندار و سیاست کے مضامین سو ان سب کو کوئیں میں ڈالو۔ ہم افراد کے خیالات کے قائل ہیں۔ افراد اگر قرآن شریف کے خلاف کوئی فتویٰ یا مضمون لکھیں گے تو ہم نہایت آزادی سے اس کو پائے استحقار سے ٹھکرا دیں گے۔ حضرت خلیفۃ المسلمین عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ جیسی عظیم الشان شخصیتوں کی قرآن شریف کے مقابلہ پر پرواہ نہیں کی گئی اور معمولی بدوی مسلمان جرأت ایمانی سے کام لیتے ہوئے خلیفۂ وقت کو قرآن کے ماتحت لے آنے کی ٹھان لیتا تھا۔ امیر افغانستان بیچارے تو ایک خاص طبقہ و ملک کے تاجدار ہیں انہیں وہ درجہ کہاں حاصل جو کہ ان دین و دنیا کے تاجداروں کو حاصل تھا۔ آج اگر امیر افغانستان یا کوئی اور بڑے سے بڑا آدمی قرآن شریف کے خلاف کچھ فتوے دیتا اور خیال رکھتا ہے تو ہم اس کے فتوے اور ذاتی خیال کو مطلقاً کچھ حقیقت نہیں سمجھتے۔ ہماری گردنیں اگر کسی حکم کے سامنے جھک سکتی ہیں تو وہ صرف قرآن شریف اور صرف قرآن شریف ہے۔ مہاشہ صاحب کا یہ فرمانا کہ چونکہ امیر افغانستان نے ایک احمدی بھائی کو سنگسار کرا دیا تھا۔ اس لئے امیر صاحب موصوف نے قرآن شریف کے حکم کے مطابق ایسا کیا ہوگا۔ اس کا جواب تو میں دے چکا ہوں کہ امیر افغانستان کا کوئی ذاتی فعل ہمارے لئے حجت نہیں ہو سکتا۔ مگر توضیح کے طور پر پھر توجہ دلاتا ہوں کہ پچھلے دنوں ریاست جموں میں ایک آریہ مہاشہ رام چند کو قتل کرا دیا گیا تھا۔ کیا مہاراجہ جموں کا یہ فعل ویدوں کے مطابق تھا اور کیا مہاراجہ جموں کو ویدوں سے آریوں کا قتل کرا دینا ملا تھا کہ مہاشہ رام چندر جی پر ابتدا کی گئی۔ مگر آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ نہ مہاراجہ جموں کا کوئی ذاتی فعل ویدوں کے لئے حجت ٹھہر سکتا ہے اور نہ امیر افغانستان کی کوئی ذاتی کارروائی قرآن شریف کے نام کو بدنام کرنے والی ہو سکتی ہے۔ یہ افراد کے افعال ہیں ان میں الہامی کتب کو کوئی دخل نہیں ہم پھر سوامی ستیہ پال کو للکارتے ہیں کہ اگر ان میں کوئی بل اور کوئی شکتی ہے تو اُٹھیں اور قرآن شریف سے مرتد کی سزا قتل ثابت کر دیں +

ناظرین اس وقت آریہ سماج ایک بیچارگی و بے بسی کے عالم میں تھی نہ کوئی جواب بن آتا تھا نہ کوئی معقول بات پیش کی جا سکتی تھی۔ بالفاظ دیگر اگر کچھ کہا جاتا تھا کہ مناظرہ جہاد اسلامی و قتل مرتد دونوں پر ہوگا۔ پہلے جہاد پر بعد میں قتل مرتد پر۔ فی الحقیقت آریہ سماج قتل مرتد کے مسئلہ سے گھبراتی تھی۔ اور اسلامی جہاد کے مسئلہ کو سامنے لا کر جس کے متعلق پہلے کوئی تصفیہ نہیں ہوا تھا جان چھڑا رہی تھی۔ سماجی حضرات کا مسئلہ قتل مرتد سے جی چرانا قابل ملاحظہ تھا۔ اسلامی نمایندہ کی طرف سے بار بار قرآن شریف کو پیش کیا جاتا تھا کہ سماجی صاحبان قرآن شریف سے مسئلہ قتل مرتد کو ثابت کریں۔ مگر سماجی صاحبان کانوں پہ ہاتھ دھرتے اور اس طرف آنے سے ایسے گھبراتے جیسے بھیڑیے سے بھیڑ وہ اچھی طرح سمجھ چکے تھے کہ قتل مرتد ایک ایسا مسئلہ ہے کہ اگر ہم نے ایک قدم آگے رکھا تو قرآن شریف وہ شیر خدا ہے کہ ہمیں چیر پھاڑ کے رکھ دیگا۔ اللہ اللہ یہ تھا قرآن شریف کا رعب جس کو مخالف و موافق محسوس کر رکھا تھا۔ سماجی کیمپ میں ایک لرزہ طاری تھا۔ اور قرآن کے غلام آریہ حضرات کو میدان میں نکلنے کے لئے للکار رہے تھے۔ سوامی ستیہ پال جی پر تو اتنا رعب طاری ہو گیا تھا کہ وہ اول سے آخر تک خاموش ہی رہے۔ اور سٹیج پر نمودار ہونے کی جرأت نہ کر سکے۔ کہاں تو دعوے کہ ہم قرآن سے قتل مرتد کا ثبوت دینگے اور کہاں اس طرح دبک کر بیٹھنا ایک نمایاں فرق تھا۔ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا +

سوامی ستیہ پال پر رعب اسلامی اپنا وہ نمایاں کام کر چکا تھا کہ بیچارے ایک لفظ تک تو کہنے کے لئے نہ اُٹھ سکے بمید ان مناظرہ میں نکلنا ان کے لئے موت کے برابر تھا۔ کہاں وہ تعلّی اور دعوے کہاں یہ بیچارگی۔ کیا خوب فرمایا حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے ؎

الا یا ایہا الساقی ادر کاساً و ناولہا
کہ عشق آساں نمود اول ولے افتاد مشکلہا

سماجی حضرات سے اور تو کوئی بات بن نہ آئی اور نہایت کامل صفائی سے یہ کہدیا کہ مولوی صاحب گریز کرتے ہیں اور مناظرہ نہیں کرنا چاہتے۔ اس پر مولانا صاحب نے فرمایا کہ جو لوگ آپ کے مندر میں آ دھمکے ہوں اور چیلنج پر چیلنج دیتے ہوں کیا وہ لوگ گریز کرتے ہیں۔ کیا آپ کے مقابلہ پر ڈٹ جانا اور آپ کے مناظر کو جو دبکا بیٹھا ہے بار بار للکارنا ہی گریز کہلاتا ہے۔ یہ تو وہی بات ہے کہ الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ گریز کریں خود اور الزام دیں ہم کو۔ اگر مرد میدان ہو اور اپنے دعوے کا کچھ بھی پاس ہے تو اٹھو اور قرآن شریف سے مرتد کی سزا قتل ثابت کر دکھاؤ۔ ورنہ کہدو کہ بہت تلاش کیا مگر قرآن شریف سے مرتد کی سزا قتل کہیں نہیں ملی۔ بس خیر با دخیر شما۔ خواہ مخواہ پبلک کو اس سردی میں بٹھا کر ان کا وقت ضایع نہ کیا جائے +

سماجی بیچارے بہتیرے ہاتھ پاؤں مارتے مگر بن کچھ بھی نہ آتی۔ بالآخر نہایت بوکھلاہٹ کے عالم میں کہدیا کہ امرتسر میں جو تنظیم کانفرنس ہوئی تھی اس میں بہت سے علماء اس لئے شریک نہیں ہوئے تھے کہ اس کانفرنس میں احمدیوں کو بھی دعوت دی گئی ہے اور وہ مرتد اور کافر ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ علماء آج تک احمدیوں کو مرتد سمجھ رہے ہیں۔ یہ بات آریہ سماج کی سب سے کمزور بات تھی مگر کیا کرتے آخر کچھ نہ کچھ تو بیچاروں کو کہنا پڑتا تھا۔ اس کے جواب میں مولانا محمد اسمٰعیل صاحب نے فرمایا آپ لوگ اب تنکوں کا سہارا لے رہے ہیں۔ اور اصلی بات سے بہت دور بھاگنا چاہتے ہیں۔ مگر سن لو کہ ہم آپ کے ان تنکوں کو بھی توڑ کے رکھے دیتے ہیں اور ہم اعلان کرتے ہیں کہ احمدی بھائی مرتد نہیں کافر نہیں بلکہ مسلمان ہیں۔ وہ ہمارے بھائی ہیں ان کا شمار مسلمانوں میں کیا جاتا ہے۔ رہا افراد کا خیال اس کو آگ لگاؤ۔ ہم افراد کی رائے کے قائل نہیں۔ ہم قرآن شریف کے سوا کسی کو اپنا سردار تسلیم نہیں کرتے میں نے کانفرنس کے ایام میں بھی کامل دو گھنٹہ تقریر کر کے اس بات کو صاف کیا تھا اور بتلایا تھا کہ احمدی ہمارے بھائی اور پکے مسلمان ہیں۔ .... وہ اشاعت اسلام میں ہم سب سے پیش پیش حصہ لے رہے ہیں اور کوئی وجہ نہیں کہ ہم انہیں مسلمان نہ سمجھیں میں نے اپنے لکچر

میں ان لوگوں کو للکارا تھا جو احمدیوں کا کافر کہتے ہیں کہ وہ میرے سامنے آئیں مگر کسی کو جرات نہ ہو سکی۔ آریہ صاحبان کو متوجہ ہونا چاہیے۔ اور اپنے مناظر کو میدان مناظرہ میں اترنے کی جرات دلانی چاہیے ✦

اس اثنا میں ایک ہندو صاحب نے بلند آواز سے اعلان کیا کہ بیشک سوامی ستیہ پال جی نے یہ دعوےٰ کیا تھا کہ قرآن میں مرتد کی سزا قتل لکھی ہوئی ہے۔ اور انہوں نے بیڑا اٹھایا تھا کہ وہ اس کو ثابت کریں گے۔ اس بیچارے ہندو صاحب کو چاروں طرف سے شور و غل کر کے خاموش کرا دیا گیا۔ ہمیں سماج کی اخلاقی حالت پر افسوس ہے کہ اس نے اپنے ایک ہندو بھائی کی شہادت کو بھی وقعت نہ دی۔ اس تو تو میں میں کے مباحثہ کا نتیجہ جو نکلنا تھا وہ ظاہر تھا۔ آریہ سماج کے پریذیڈنٹ صاحب نے مجلس مناظرہ کو ختم کر دینے کا اعلان کر دیا۔ مسلمان فتح کی خوشی میں اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہوئے آریہ سماج مندر سے رخصت ہو گئے۔ الغرض یہ آریہ سماج کی ایسی مذہبی شکست ہے جو سماج کو بہت دیر تک یاد رہیگی اور پوجنیہ پاد سوامی ستیہ پال تو بھول کر بھی تمام عمر یہ کہنے کی جرات نہ کر سکیں گے کہ قرآن شریف میں قتل مرتد کی سزا قتل لکھی ہوئی ہے۔ اس کا نام ہے حق کی فتح۔ اور باطل کی سرنگونی۔ اللہ اکبر۔

اب مولانا محمد اسمعیل صاحب غزنوی نے امرتسر میں ایک جلسہ خاص اہتمام سے منعقد کرنے کی تجویز فرمائی ہے۔ جس میں مسلمان مقررین مسئلہ قتل مرتد کی تردید میں تقریریں کریں گے اور اسلامی جہاد پر روشنی ڈالیں گے۔ نیز ویدوں سے قتل مرتد کا ثبوت دیں گے اور ویدک جہاد کا نقشہ ویدوں سے پیش کریں گے۔ فقط ✦

اخبار احمدیہ

درخواست دعا۔ منشی نور محمد صاحب نائب ضلعدار نہر جام پور ضلع ڈیرہ غازی خاں ٹانگ ٹوٹ جانے کی وجہ سے ڈیڑھ ماہ سے بیمار ہیں۔ وہ دعا کی درخواست کرتے ہیں۔ احباب ضرور ان کی صحت کے لئے دعا فرماویں ✦

ایسے ہی منشی سردار خاں صاحب ملازم انجمن بھی مدت سے بیمار ہیں ان کی صحت کے لئے بھی ضرور دعا کی جاوے ✦

جناب حق نواز خاں صاحب پولیس ٹریننگ سکول پھلور سے اپنی کامیابی کے لئے درخواست دعا کرتے ہیں ✦

ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کل ۸ دسمبر ۲۹ء کو بستی اقوام جرایم پیشہ یعنی چک ۲۵ اکاڑہ بغرض معائنہ تشریف لے گئے ہیں ✦

شیخ محمد یوسف صاحب محصل انجمن ضلع فیروزپور لدھیانہ میں بغرض تبلیغ و تحصیل چندہ کے لئے دورہ کر رہے ہیں۔ احباب ان کا ہاتھ بٹائیں ✦

کچھ عرصہ سے شیخ فضل الٰہی صاحب ضلعدار نہر موضع کھنا ضلع فیروزپور سے جگراؤں تبدیل ہو کر گئے ہوئے ہیں۔ شیخ صاحب کو دینی امور و سلسلہ سے انس ہے۔ اور خدا کے فضل سے بڑے لائق ہیں۔ ایسے ہی ڈاکٹر نظام الدین صاحب میڈیکل پریکٹیشنر شہر پشاور سے اپنے وطن مالوف جگراؤں میں تشریف لے آئے ہیں۔ شیخ محمد یوسف صاحب کے جانے پر ان بزرگوں کی مساعی جمیلہ سے ایک احمدیہ انجمن بغرض تبلیغ و اشاعت اسلام و تبلیغ سلسلہ قایم ہوئی ہے۔ باقاعدہ جس کے ممبر منتخب کئے گئے ہیں۔ اور ماہوار چندہ مقرر کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ ہر دو بزرگان سلسلہ کی کوشش سے یہ انجمن خدا کے فضل سے عمدگی سے اس علاقہ میں تبلیغ اسلام و سلسلہ احمدیہ کے کام کو سرانجام دے گی تاکہ آیندہ اسلام کا لوگوں کو علم ہو۔ اور سلسلہ احمدیہ کی نسبت جو غلط فہمیاں ملانوں نے ڈالی ہوئی ہیں۔ وہ دور ہوں۔ اور لوگ اس زمانہ کے راستباز حضرت مسیح موعود کا ساتھ دیں ✦

یہ خبر نہایت افسوس سے سنی جائیگی کہ ہمارے سلسلہ کے ایک مخلص ممبر چوہدری غلام حسین صاحب ہیڈ کنسٹبل پولیس تھانہ ملوٹ ضلع فیروزپور چند روز ہوئے کہ قتل کئے گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون ہمیں مقتول کے ورثا سے دلی ہمدردی اور بہت افسوس و رنج ہے۔ اللہ تعالےٰ انہیں غریق رحمت فرماوے اور ورثا کو صبر جمیل کی توفیق بخشے اور حافظ و ناصر ہو۔ آمین۔ تفصیل حالات کیلئے خط لکھا ہوا ہے امید ہے کہ

(بقیہ مضمون صفحہ اول)

تحریک ایک زبردست تحریک تھی۔ جس نے انسان کو انسان کی غلامی سے نکال کر اپنے مولیٰ کی حضور لا کھڑا کیا۔ اور اس کی نماز کے اندر وہ خشوع خضوع پیدا کیا جو کامیابی کی اصل جڑ ہے۔ اسی طرح احمدیت اگر دنیا میں کامیاب ہوگی تو اپنے بحث مباحثوں سے نہیں وفات مسیح کی دلائل پڑھنے سے بھی نہیں بلکہ اس قوت سے جو نماز کے ساتھ قوم میں پیدا ہوتی ہے ✦

جس بات نے اب تک احمدیت میں ایک نمایاں کیفیت پیدا کی ہے وہ وفات مسیح نہیں۔ وہ یہی ایک بات ہے کہ نماز کے اندر خشوع و خضوع پیدا کیا۔ جو لوگ حضرت صاحب کے زمانہ میں قادیان میں گئے ہیں وہ اس نظارہ کو بھول نہیں سکتے جو وہاں نماز کے اندر نظر آتا تھا عجیب خشوع و خضوع کی حالت طاری ہوتی تھی۔ اسی اثر سے وہ طاقت تم میں پیدا ہوئی جو آج تم سے اس قدر عظیم الشان کام کرا رہی ہے۔ لیکن اگر تم نے نماز کی اس کیفیت کو قایم نہ رکھا تو اس کا نقصان تم خود اور آنے والی نسلیں اٹھائیں گے۔ تو آج تم پھر اس گرمجوشی کو اپنے اندر پیدا کرو۔ اور پھر دیکھو کہ نماز تمہارے اندر کیا کیفیت پیدا کرتی ہے۔ نماز کا ادب اور احترام تمہارے دلوں میں پورے طور پر ہونا چاہیئے۔ اور اللہ تعالےٰ نے خاشعون کے ساتھ علیٰ صلوتہم یحافظون بھی کہا ہے۔ مجھے کہنا پڑتا ہے اور اپنے دوستوں کی بہتری کے لئے کہنا پڑتا ہے کہ وہ توجہ نماز کے لئے مسجدوں میں حاضری کے لئے ان میں نہیں جو ہونی چاہیئے۔ اپنی مسجدوں کو آباد کرو مسجدوں کی آبادی سے تمہارے گھر آباد ہونگے بعض گھر ہیں جو مسجد کے ارد گرد آباد ہیں۔ نماز کی اذان ہوتی ہے اور وہ نہیں آتے۔ خدا جانتا ہے اس قدر دل دکھتا ہے کہ دل سے ایک صدا اٹھتی ہے کہ اے خدا میرے گھر سے یہ آواز نکلتی ہے حی علی الفلاح یہ لوگ سنتے ہیں اور فلاح کی طرف نہیں آتے تو ہی ان کے دلوں کو اس طرف توجہ دلا کہ تیری آواز پر وہ دوڑیں اور فلاح حاصل کریں۔ یہ تو نزدیک والے ہیں۔ اور جو دور کے رہنے والے ہیں خدا کے لئے وہ بھی مسجد کے اندر پہنچنے کی کوشش کیا کریں آج تو بہت سے روشنی کے سامان اور سڑکیں بھی پختہ ہیں صحابہ کے وقت تو یہ نہ تھا وہ لوگ اندھیری راتوں میں بارشوں کے اندر بھی دور سے چل کر مسجد کے اندر آتے تھے۔ خدا نہیں تم کو مجبور کرتا کہ اپنے کاروبار کو چھوڑو لیکن خدا کے احکام کی عزت اپنے کاروبار اور آسائش و آرام سے زیادہ کرو۔ اور سستی اور غفلت کو چھوڑ کر نماز کے اندر توجہ کو بڑھاؤ ✦

جلسہ سالانہ

بروز جمعۃ المبارک ۲۵ دسمبر کو بعد نماز جمعہ شروع ہوگا۔

۲۶

۲۷

۲۸ کو ایک بجے تک جاری رہیگا۔

جلسہ سالانہ کے متعلق ضروری یاد داشتیں

۱۔ سب سے پہلے یہ گذارش ہے کہ جملہ احباب اس میں شریک ہوں۔ اور اپنے ہمراہ خصوصًا ان دوستوں کو لائیں جو سلسلہ کے قریب ہوں تاکہ وہ خود ہمارے کاروبار کو دیکھ کر اور خیالات کو سن کر تسلی پائیں۔ اور اللہ انہیں توفیق دے تو خدمت اسلام کے لئے وہ بھی ہمارے ساتھ شامل ہوں ✦

۲۔ دوسری بات جلسہ سالانہ کے اخراجات کا پورا کرنا ہے جس کے لئے ۱۵ دسمبر ۲۹ء تک کل جماعتوں و افراد کو اپنی اپنی رقم بھجوا دینی چاہیئے ✦

۳۔ تیسری بات یہ ہے کہ جلسہ پر تمام احباب خود فردًا فردًا ہوں اور خواہ جماعت کے رنگ میں جلسہ سالانہ پر اپنے اپنے کل بقائے چندہ ماہوار، حیرمن بقن وغیرہ سے ادا فرما کر انجمن کو مالی مشکلات سے بچائیں۔ اور خصوصًا برلن مسجد کے لئے کافی رقم جمع کر کے لائیں ✦

امید ہے کہ ہر بھائی ان ضروری امور پر کاربند ہو کر جماعت اور انجمن کو تقویت کا موجب بنیگا ✦

ظہور احمد

سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

پیغام صلح لاہور

ہفتہ میں دوبار، یک شنبہ و چہارشنبہ کو شائع ہوتا ہے

قیمت سالانہ ؎ ششماہی ؎ سہ ماہی

طلباء سے سالانہ ؎

جلد ۱۳ | مدینۃ المسیح لاہور | یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۳ جمادی الاول ۱۳۴۴ھ ہجری مطابق ۱۶ دسمبر ۱۹۲۵ء عیسوی | نمبر

حضرت امیر کا ارشاد

ہماری مستورات اور سالانہ جلسہ

"اب تک ہماری مستورات سالانہ جلسہ میں بہت کم حصہ لیتی رہی ہیں۔ لاہور جیسے مقام میں مکانیت کی دقت بھی مانع تھی کہ اس امر پر زیادہ زور دیا جاتا اب چونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنا مدرسہ بن جانے سے یہ دقت رفع ہوگئی ہے اور اگر زیادہ تعداد میں مستورات جلسہ سالانہ میں شامل ہونا چاہیں تو اُن کے لئے مکان کا انتظام ہو سکتا ہے۔ اس لئے میں اُمید کرتا ہوں کہ ہمارے احباب اس امر کی طرف زیادہ توجہ کریں گے۔ اور جہانتک ممکن ہو اپنی مستورات کو شمولیت جلسہ کی تحریک کرکے انہیں اپنے ساتھ لائیں گے۔ اس سے علاوہ اس کے کہ مستورات کے دلوں میں خدمت دین کا جوش پیدا ہو برادران سلسلہ کے تعلقات اخوت بھی مضبوط ہونگے بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ حقیقی تعلقات اخوت پیدا ہی نہیں ہو سکتے جب تک کہ مستورات میں باہمی تعلقات محبت پیدا نہ ہوں۔

یہ تو ظاہر ہے کہ اولاد پر باپ کی نسبت بھی ماں کا رنگ زیادہ چڑھتا ہے کیونکہ بچپن کا سارا تعلق ماں سے ہوتا ہے۔ اور بچے ایک غیر محسوس طریق پر ماؤں کے رنگ میں رنگے جاتے ہیں۔ اس لئے اگر ہم اپنی آئندہ نسلوں میں خدمت اسلام کے لئے تڑپ پیدا کرنا چاہتے ہیں تو یہ ہو نہیں سکتا جب تک کہ ہماری مستورات قومی کاموں میں برابر کا حصہ نہ لیں۔ انکی طرح طرح کی مصروفیتوں کی وجہ سے اور اس سبب سے کہ ان میں علم کی کمی ہے انہیں وعظ و نصیحت کے جلسوں میں عموماً کم شامل ہونے کا موقع ملتا ہے۔ اس لئے یہ اور بھی زیادہ ضروری ہے کہ اس قومی اجتماع میں جب قوم کے اندر بیداری اور زندگی کی ایک نئی لہر اٹھتی ہے ہماری مستورات ضرور شامل ہوں تاکہ ایک طرف وہ خود اس سے فائدہ اٹھا کر اپنی اولاد پر بھی نیک اثر ڈالیں اور دوسری طرف سلسلہ اور جماعت کے لئے اُن کے وجود قوت کا موجب ہوں۔ امید ہے کہ احباب اس طرف بہت جلد توجہ کرکے بواپسی سکرٹری صاحب کو اطلاع دیں گے تاکہ وہ اس کے مطابق مکانوں کا انتظام کر رکھیں"۔ خاکسار

محمد علی

حضرت مسیح موعودؑ کی آواز پر لبیک کرو!!

مدینۃ المسیح لاہور چلو

یہ تو ہمارے احباب کو معلوم ہی ہے کہ ۲۵ دسمبر ۱۹۲۵ء سے ۲۷ دسمبر ۱۹۲۵ء تک جلسہ کی تاریخیں مقرر ہو چکی ہیں اور یہ بھی ان کو معلوم ہے کہ دسمبر میں جلسہ کی بنیاد حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے ہاتھ سے رکھی تھی اور پسند فرمایا تھا کہ جہانتک ممکن ہو ہر ایک احمدی اس میں شریک ہو کر نہ صرف ایک دوسرے سے تعارف اور تحابب بڑھائیں بلکہ بالمواجہ دینی فائدہ یہ بھی اٹھائیں کہ خدمت اسلام کی روح اپنے اندر پیدا کریں علاوہ ازیں لاہور کے سالانہ جلسہ پر آنے والے احباب حضرت مسیح موعودؑ کے اس الہام کو پورا کرتے اور اپنے عمل سے اس کی تصدیق کرتے ہیں جو کہ لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں نظیف مٹی کے ہیں اور ظاہر ہے کہ جس کثرت کے ساتھ احباب لاہور آئینگے اور ان خادمان دین کی خدمات کو اپنی آنکھ سے ملاحظہ کرینگے اسی قدر مسیح موعودؑ کی صداقت اور آپکے الہام کی صداقت پر مہر لگانے والے بنینگے پھر اس لحاظ سے بھی ہر ایک احمدی کا فرض ہے کہ وہ سلسلہ کے مرکزی مقام لاہور میں آئے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے آخری ایام جو قرب و مراتب الٰہی میں سب ایام سے بڑھ کر تھے لاہور میں ہی گذرے ہیں علاوہ ازیں اس جگہ کے اس اثر کے جو حضرت مسیح موعودؑ کی وجہ سے متبرک اور مقدس جگہ قرار پا چکی ہے ایک کثیر جماعت کامل کردہ کرتا اور حضرت امیر کے فیوض سے مستفیض ہونا اعلےٰ نتائج کا موجب ہو سکتا ہے اس کے سوائے جلسہ میں شمولیت کے اور بھی بہت سے روحانی فوائد متصور ہیں پس احباب کو ان فوائد کے حصول کے لئے ضرور ہی سالانہ جلسہ میں شامل ہونے کی پوری پوری کوشش کرنی چاہیئے۔ اور جماعت کا کوئی فرد بھی ایسا نہ ہونا چاہیئے جو کسی معمولی سی رکاوٹ کی وجہ سے شمولیت جلسہ سے محروم رہ جائے کیونکہ ایک نہایت مفید اور بابرکت کام میں شامل نہ ہونا کسی محب صادق کے لئے ہرگز مناسب نہیں ہے زندگی کا کیا اعتبار ہے جب خدا نے اپنے فضل سے آپ محبان کو زندگی میں ایسے بابرکت اجلاس کے دیکھنے کا موقع دیا ہے تو آپ محبان اس کو غنیمت سمجھیں اور اس موقع سے ضرور ہی فائدہ اٹھائیں جو گھڑیاں خدا کی راہ میں اور اس کی رضا کی راہ میں گذریں وہ تمام سال کی گھڑیوں سے بہت ہی مبارک اور مفید سمجھنی چاہئیں۔

ہمارے دوستوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے فرض کو پہچانیں مومنوں کا دن تو ہر روز ترقی کے لئے آتا ہے پس ہم نے صرف یہ نہیں دیکھنا کہ ہم میں کچھ کمی تو نہیں آئی بلکہ اس بات پر نظر کرنا ہے کہ ہم نے نیا کیا ترقی کی ہے پھر جہاں اپنے اندر ذرا بھی کمزوری پائیں فوراً اس کی اصلاح کریں بنابریں احباب سے ہماری یہ التجا ہے کہ اب چونکہ جلسہ میں صرف سات آٹھ روز باقی رہ گئے ہیں اس لئے آپ محبان ابھی سے اپنے اپنے حلقہ اثر میں سالانہ جلسہ کے اخراجات اور اس میں سرانجام ہونے والے کاموں اور جلسہ میں ہر ایک احمدی کی شمولیت کے لئے ایک زبردست تحریک کریں اور اس جلسہ کو دوسرے تمام دنیا کے جلسوں سے کامیاب بنانے میں ساعی ہوں۔

یہ بہت ضروری ہے کہ کم از کم ایک روپیہ فی کس پیشگی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے دفتر میں بمعہ مصارف جلسہ پہنچ جائے تاکہ کسی قسم کی دقت انتظام میں پیش نہ آئے اور جو لوگ سلسلہ کے مرکزی مقام لاہور میں کم آتے ہیں یا جنہیں یہاں آنے کا کسی ایک یا دوسری وجہ سے آج تک موقعہ نہیں ملا انہیں ساتھ لائیں تاکہ کمزوروں کے قلوب پر جو زنگ بوجہ دوری آگیا ہے وہ یہاں پہنچکر صیقل قرآنی سے نکھر جائے اور وہ بھی اس نور سے معمور ہوں جس سے اصحاب کبار مسیح موعودؑ کے سینے منور اور معمور ہیں۔

میرے بزرگو بھائیو عزیزو تمکو خدا را بتلاؤ کہ کیا سچ نہیں ہے کہ تم دین قویم کے پیرو خطاب اسلام سے متصف اور امانت الٰہی کے حامل ہو اگر یہ سچ ہے تو پھر تم کیوں بڑے زور شور سے خدا کی راہ میں نہیں نکلتے خدا کی راہ میں نہ اور دین کی خدمت کا حق ادا کرو۔ یاد رکھو دین و دنیا کے مقابلہ کا ابتلا ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگا ایک طرف دنیا کی محبوبیت ہوتی ہے اور دوسری طرف دین اس کے مقابلہ میں ہوتا ہے اور دین کی خاطر دنیا کی محبوب سے محبوب چیز کو بھی چھوڑنا پڑتا ہے گو یہ بڑی آزمائش ہوتی ہے مگر جب تک ایک انسان اس میں سے نہ گذرے وہ خدا کے پیاروں میں داخل نہیں ہو سکتا۔ آج تو لوگوں کی یہ حالت ہے کہ ذرا ذرا سی بات پر بھی خدا کی راہ میں نکلنے سے عذر پیش کر دیتے ہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جنگ کے موقعہ پر بھی یہ بات نہ تھی وہاں تو جنگ میں جاتے وقت بھی اگر کوئی یہ عذر کرتا کہ ہمارا گھر بے پناہ ہے تو مسموع نہ ہوتا اسی طرح بہت تھوڑے ہیں جو دین کے کام کی اہمیت کو خیال میں لاتے ہیں چاہیئے کہ ہر جگہ کے احباب دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے عہد کو پورا کریں اس زمانہ کے مجدد اعظم حضرت مسیح موعودؑ نے اس بات کو شرائط بیعت میں کیوں داخل کیا کہ میں دین کو دنیا پر مقدم رکھونگا اسی لئے کہ مسلمانوں پر ایک ایسا زمانہ آگیا ہے کہ الا ماشاء اللہ مسلمانوں پر اب یہ حال ہو گیا ہے کہ وہ دین کو دنیا کے مقابلہ میں مفید خیال کریں۔ لیکن کوئی شخص کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ دین کی حقیقی منشاء کے ماتحت دنیا کو

دیکھو صفحہ ۳ کالم ۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح
لاہور

جلد ۱۳ / ۲۷ جمادی الاول ۱۳۴۴ھ نمبر ۱۱

"فضیلت" کی حقیقت

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۹ و ۱۵۰)

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے قلم سے)

وہی بزرگ جو "ظلی مومن" کے موجد ہیں جن کے ہاں ظل عین کے معنوں میں مستقل ہوتا ہے یعنی ظلی مولوی فاضل محمد نذیر لائلپوری یعنی خود بنفس نفیس "ظلی" اخبار الفضل نمبر ۶۷ مجریہ ۸/ دسمبر ۱۹۲۵ء میں یعنی عین الفضل مذکور میں اپنی دیانت داری اور عجیب و غریب منطق کا نمونہ یوں پیش کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کی تحریر میں سے ایک عبارت آگے پیچھے سے کاٹ کر نقل کر دیتے ہیں اور پھر اس پر بگڑی کرتے ہیں اور لاہوری احمدیوں کو للکارتے ہیں۔ آپکی قطع و برید کردہ عبارت یوں ہے:-

"عزیزو! جبکہ میں نے ثابت کر دیا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو گیا ہے اور آنیوالا مسیح میں ہوں۔ تو اس صورت میں جو شخص پہلے مسیح کو افضل سمجھتا ہے اس کو نصوص حدیثیہ اور قرآنیہ سے ثابت کرنا چاہئے کہ آنیوالا مسیح کچھ چیز ہی نہیں نہ نبی کہلا سکتا ہے نہ حکم۔ جو کچھ ہے پہلا ہے" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۵)

یہ عبارت نقل کرکے ہم غریبوں پر پھر زجر فرماتے ہیں اور غضبناک ہو کر فرماتے ہیں۔

"وہ دھوکہ دیتے ہیں۔ وہ ذرا اس حوالہ کو پڑھیں اور بتائیں مسیح موعودؑ علیہ السلام نے اس جگہ اپنی نبوت کو وجہ فضیلت قرار دیا ہے یا نہیں؟"

کیا دیدہ دلیری ہے۔ دھوکا خود دے رہے ہیں کہ اگلی پچھلی تشریحات کو کاٹ کر ایک عبارت نقل کر دی اور الفضل پڑھنے والوں کو دھوکا دیدیا۔ اور دھمکیاں دوسروں کو دے رہے ہیں۔ معلوم نہیں خدا کے سامنے کھڑا ہونے کا بھی ان موقعوں پر خیال رہتا ہے یا نہیں؟ یا یہ سمجھ رکھا ہے کہ خدا بھی کوئی دھڑے باز ہے اور یہی دھڑے بازی کے کام قیامت کے دن بخشوائینگے۔ بالفعل میں اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھتا۔ صرف اس عبارت کو مکمل نقل کر دیتا ہوں جو حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۹ سے صفحہ ۱۵۰ تک کا نچوڑ خود حضرت مسیح موعودؑ نے نکالا ہے پڑھنے والے خود پڑھ لیں اور مولوی فاضل صاحب کی دیانت داری کے متعلق رائے قائم کر لیں۔ حضرت صاحب حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۵ پر تحریر فرماتے ہیں

"غرض نہ اہل کتاب نہ اہل اسلام اس بات کے قائل ہیں کہ پہلا مسیح آنے والے مسیح سے افضل ہے۔ یہود تو دو مسیح قرار دیکر آخری مسیح کو نہایت افضل سمجھتے ہیں اور جو لوگ اپنی غلط فہمی سے صرف ایک ہی مسیح مانتے ہیں وہ بھی دوسری آمد کو نہایت جلالی آمد قرار دیتے ہیں اور پہلی آمد کو اس کے مقابل پر کچھ بھی چیز نہیں سمجھتے۔ پھر جبکہ خدا نے اور اس کے رسول نے اور تمام نبیوں نے آخری زمانہ کے مسیح کو اس کے کارناموں کی وجہ سے افضل قرار دیا ہے تو پھر یہ شیطانی وسوسہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ کیوں تم مسیح ابن مریم سے اپنے تئیں افضل قرار دیتے ہو۔ عزیزو! جبکہ میں نے یہ ثابت کر دیا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو گیا ہے اور آنے والا مسیح میں ہوں تو اس صورت میں جو شخص پہلے مسیح کو افضل سمجھتا ہے اس کو نصوص حدیثیہ اور قرآنیہ سے ثابت کرنا چاہئے کہ آنے والا مسیح کچھ چیز ہی نہیں نہ نبی کہلا سکتا ہے نہ حکم جو کچھ ہے پہلا ہے۔ خدا نے اس بندہ کے موافق مجھے کبھی رہا اب خدا سے لڑو۔

ہاں میں صرف نبی نہیں بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی بھی تا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ اور کمال فیضان ثابت ہو۔"

اس تحریر سے مندرجہ ذیل نتائج نکلتے ہیں:-

(۱) اہل کتاب اور اہل اسلام دونو آنے والے مسیح کو پہلے مسیح سے یا مسیح کی آمد ثانی کو پہلی آمد سے افضل سمجھتے ہیں۔

(۲) چونکہ حضرت مرزا صاحب آنے والے مسیح موعودؑ ہیں اس لئے اپنے مسلمات کے رُو سے اہل کتاب اور اہل اسلام کو چاہیئے کہ آپ کو پہلے مسیح سے افضل سمجھیں۔

(۳) لیکن پہلا مسیح چونکہ نبی تھا اس لئے اس پر فضیلت یہ غلط فہمی پیدا کرتی تھی کہ پھر آنے والا مسیح موعودؑ بھی نبی ہو گا۔ اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے فرمایا کہ ایسا نہیں ہے۔ وہ صرف نبی نہیں۔ بلکہ ایک پہلو امتی اور ایک پہلو نبی ہے یعنی پہلے مسیح میں اور دوسرے مسیح میں یہ ایک فرق ہے۔

(۴) لیکن اس سے شبہ یہ پڑتا تھا کہ جب پہلا مسیح نبی ہے اور دوسرا مسیح ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی ہے اور جو شخص صرف ایک پہلو سے نبی ہو اور ہر پہلو سے نبی نہ ہو تو اس کا نبی کہلانا صرف مجازی طور پر ہو گا نہ کہ حقیقی طور پر تو پھر فضیلت کیسے ہوئی۔ اس کی وجہ یہ بتلائی کہ آخری زمانہ کے مسیح کو اس کے کارناموں کی وجہ سے افضل قرار دیا ہے یعنی آخری مسیح کی وجہ فضیلت نبوت نہیں۔ بلکہ اس کے کارنامے ہیں۔ اگر نبوت وجہ فضیلت ہوتی تو پھر پہلا مسیح افضل ہوتا جو ہر پہلو سے نبی ہے۔ مگر چونکہ وجہ فضیلت کارنامے ہیں اس لئے پچھلا مسیح پہلے مسیح سے افضل ہے۔

اب ذرا انصاف کرو کہ ظلی مولوی فاضل صاحب کا یہ فرمانا کہ وجہ فضیلت نبوت ہے کسقدر غلط ہے اور حوالہ کو کاٹ کر پیش کرنا کسقدر دیانتداری ہے۔

اب کچھ فضیلت کے متعلق تھوڑا سا عرض کر دینا چاہتا ہوں:-

آنحضرت صلعم سے قبل ہر ایک نبی اپنی قوم اور زمانہ کے لئے مختص تھا۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کل دنیا اور زمانوں کے لئے نبی اور رسول تھے۔ تمام دنیا کی اصلاح کا کام آپ کے سپرد تھا۔ اور اسی لئے آپ کی قوت قدسی اور کارناموں کا اندازہ اسی نسبت سے کرنا چاہیئے جو ایک قوم اور ساری دنیا میں نسبت ہو سکتی ہے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کی رسالت کی تبلیغ اور تجدید دین کا کام جب آپ کے خلفا کے سپرد ہے تو ضرور ہے کہ بوجہ اپنے نبی متبوع کی عظمت اور شان اور وسعت رسالت اور عظیم الشان کارناموں کے ان بزرگوں کو بھی بہت بڑی استعداد اور شان و شوکت روحانی عطا ہو اور ان کے کارنامے بھی بہت بڑھ چڑھ کر ہوں۔ چنانچہ اسی وجہ سے خلفائے محمدی کے کارنامے اگرچہ وہ غیر نبی تھے خلفائے موسوی سے جو نبی تھے بڑھ چڑھ کر نظر آتے ہیں۔ چنانچہ پہلے خلیفہ محمدی حضرت ابوبکرؓ تھے وہ غیر نبی تھے اور پہلے خلیفہ موسوی حضرت یوشع بن نون تھے جو نبی تھے۔ پھر جو عظیم الشان کارنامے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ سے ظہور پذیر ہوئے ان کے مقابل میں حضرت یوشع کے کارنامے ہیچ نظر آتے ہیں عرب کے مرتد ہو جانے سے اسلام پر کسقدر نازک وقت آگیا تھا اور بفضلہ حضرت ابوبکرؓ نے کس خوبصورتی سے سنبھالا اور ساتھ ہی گرد و نواح کی زبردست سلطنتوں کے مقابل میں کسطرح آپ پہاڑ کی طرح سینہ سپر ہوئے۔ یہ وہ کارنامے ہیں جنکی نظیر گذشتہ انبیاء میں بھی ملنی مشکل ہے علی ہذا القیاس بہت سے نبی پہلے ایسے گذرے ہیں جن پر بہت کم لوگ ایمان لائے اور بہت کم لوگ ہدایت پذیر ہوئے اور بالمقابل خلفائے محمدی کے ہاتھوں سے ہزارہا ہزار لوگ ہدایت پا گئے اور روحانی کمال حاصل کر گئے۔ مگر یہ سب کچھ فیض رسالت محمدی تھا جو خلفائے محمدی کے ہاتھوں سے ایسے عظیم الشان کارنامے ظہور پذیر ہوئے درحقیقت یہ تمام فضیلتیں محمد رسول اللہ صلعم کی ہیں جو دوسرے انبیاء کے مقابلہ میں نظر آتی ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ بھی فرماتے ہیں۔ ~

ہم ہوئے خیر امم تجھ سے ہی اے خیر رسل
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

پس خلفاء کے یہ کارنامے رسالت محمدیہ کے فیض کی وجہ سے ہیں۔ جو کچھ ہے محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سرکار کا فیض اور عطیہ ہے۔ وہ اپنی ذات میں مستقل طور پر کچھ نہیں رکھتے۔ مگر ایک نبی جو اپنی ذات میں مستقل طور پر نبی ہے۔ جو براہ راست بغیر اتباع کسی دوسرے نبی کے نبوت کا مالک ہے۔ وہ اگر کسی پہلے نبی کی شریعت پر عمل کرتا اور کرواتا ہے تو صرف اس لئے کہ اس کی اپنی وحی اس کو عمل کرنے کا حکم دیتی ہے۔ وہ بطور خود روحانی مملکت کا بادشاہ ہے۔ اس لئے جو کچھ اس کا ہے وہ اس کا اپنا ہے مگر ایک مجدد یا محدث یا امتی نبی روحانی مملکت پر اگر حکومت کرتا ہے تو محض اپنے روحانی بادشاہ کی رعایا۔ اس کا فرمانبردار غلام ہونے کی وجہ سے وہ سلطنت اس کی اپنی ملک نہیں بلکہ وہ اصلی بادشاہ کی نیابت کر رہا ہے۔ چونکہ اصلی بادشاہ بہت بڑا شہنشاہ ہے اس لئے اس کا نائب بھی بڑی عظمت و شوکت رکھتا ہے۔ جو ممکن ہے چھوٹی سلطنتوں کے بادشاہوں سے بہت بڑھ چڑھ کر ہو۔ لیکن بہرحال وہ رعیت ہے اور اصلی بادشاہ نہیں۔ چونکہ بہت بڑے بادشاہ کا نائب ہے۔ اس لئے اس کے ہاتھ سے وہ وہ کارنامے ہو سکتے ہیں جو اس سے چھوٹی سلطنتوں کے مالک بادشاہوں سے نہیں ہو سکتے۔ مثلاً ہمارے ہندوستان کے بادشاہ جارج خامس ہیں اور بہت بڑے بادشاہ ہیں ہندوستان میں ان کے نائب وائسرائے بہادر ہیں۔ آج تمام ہندوستان پر اُن کی حکومت ہے۔ اُن کے بالمقابل افغانستان کا ایک بادشاہ ہے۔ وائسرائے کی حکومت اور شان و شوکت کے بالمقابل افغانستان کے بادشاہ کی شان و شوکت اور حکومت بالکل ہیچ ہے۔ جو کارنامے وائسرائے دکھا سکتے ہیں وہ بادشاہ افغانستان نہیں دکھا سکتا۔ آج اگر وائسرائے چاہیں تو بادشاہ افغانستان کو سلطنت کرنا مشکل ہو جاوے۔ لیکن بایں ہمہ بادشاہ افغانستان کا شمار بادشاہوں میں ہے اور وائسرائے کا نہیں اس لئے کہ بادشاہ افغانستان اپنی سلطنت کا خود مالک ہے اور وائسرائے نہیں وہ حقیقت میں اپنے بادشاہ کی رعیت ہیں۔ ان کی حکومت کی ساری عظمت و شوکت اپنے بادشاہ کی عظمت و شوکت کی وجہ سے ہے ان کی اپنی سلطنت کوئی نہیں وہ ایک پہلو سے رعیت ہیں اور ایک پہلو سے بادشاہ۔ اور بادشاہ محض اپنے اصلی بادشاہ کا ظل اور نائب ہونے کی حیثیت سے۔ اسی طرح ایک نبی خواہ وہ ایک قوم ہی کی طرف ہو وہ اپنی روحانی مملکت کا بادشاہ ہے اور مالک ہے مگر ایک محدث یا امتی نبی روحانی مملکت کا مالک نہیں بلکہ ایک پہلو سے امتی یعنی رعیت روحانی اور ایک پہلو سے نبی یعنی بادشاہ روحانی ہے اور بادشاہ روحانی محض اپنے اصلی اور حقیقی بادشاہ کے ظل اور نائب ہونے کی وجہ سے وہ اپنی ذات میں بادشاہ یعنی نبی نہیں۔ بلکہ رعیت یعنی امتی ہے اس کی ساری روحانی شان و شوکت اور کارنامے اپنے عظیم الشان بادشاہ روحانی محمد مصطفےٰ صلعم کے غلام اور نائب ہونے کی وجہ سے ہے۔ وہ حقیقت میں اپنے بادشاہ کی رعیت ہے۔ اور اس کی اپنی بادشاہت مجاز کے طور پر ہے۔ مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ جو کارنامے وہ کر سکتا ہے وہ دوسری سلطنتوں کے بادشاہ بھی نہیں کر سکتے۔ وجہ یہ کہ جس بادشاہ کی وہ نیابت کر رہا ہے وہ بہت بڑا بادشاہ ہے۔ یہ سب اس بڑے اور اصلی بادشاہ کی بادشاہت کا فیض ہے جو اس کے نائب کو دوسرے اصلی بادشاہوں پر فضیلت دے رہا ہے۔ پس نائب کی فضیلت بوجہ اپنے کارناموں کے دوسرے بادشاہوں پر یقیناً ہے مگر اس کا شمار بادشاہوں یعنی نبیوں کی فہرست میں نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ حقیقت میں رعیت یعنی امتی ہے۔

پس جہاں حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے آپ کو پہلے مسیح سے تمام شانوں میں افضل فرمایا وہاں ساتھ ہی کارناموں کی وجہ سے افضل ہونا بھی بتلا دیا یعنی اس کے کارنامے ایسے عظیم الشان ہیں کہ اپنے ہر پہلو اور ہر شان سے پہلے مسیح کے کارناموں سے افضل ہیں اور جہاں آپ نے پہلے مسیح سے اپنی فضیلت کو جزئی فضیلت قرار دیا جیسے ریویو مئی ۱۹۰۲ء میں تحریر فرمایا:-

"ایسا ہی مثیل ملنے بھی بہت سی باتوں میں عیسیٰ سے بڑھکر ہے۔ اور یہ جزئی فضیلت ہے جس کو خدا چاہتا ہے دیتا ہے"

وہاں اس لحاظ سے فرمایا کہ غیر نبی کو نبی پر فضیلت جزئی ہی ہو سکتی ہے کیونکہ ایک نبی کا براہ راست نبی ہونا اور صاحب کتاب ہونا ایسی فضیلت ہے جو غیر نبی کو حاصل نہیں۔ یہ کہنا کہ فضیلت کا عقیدہ دعوئے مسیحیت کے آخر میں آ کر بدل لیا بالکل لغو ہے۔ اگر عقیدہ بدل لیتے تو اپریل ۱۹۰۲ء میں دافع البلاء میں یہ لکھکر کہ پچھلا مسیح پہلے مسیح سے

تمام شانوں میں افضل ہے پھر اگلے ہی مہینے میں یعنی ریویو مئی ۱۹۰۲ء میں یہ کس طرح لکھ دیتے کہ مثیل عیسیٰ کو عیسیٰ پر جزئی فضیلت ہے۔ اور پھر حقیقۃ الوحی میں پہلے مسیح کی فضیلت کو اس کے کارناموں سے مختص کیوں کرتے جب پچھلا مسیح پہلے مسیح سے ہر پہلو میں افضل تھا تو پھر اس کی فضیلت کو ایک خاص وجہ سے مختص کرنا بے معنی تھا۔

باقی رہا حضرت مسیح موعودؑ کا فرمانا کہ "اوائل کے زمانہ میں میرا عقیدہ یہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت" یہ ایک بچہ بھی سمجھ سکتا ہے کہ یہ اس وقت کا زمانہ ہے جو آپ کے دعوئے مسیحیت سے پہلے تھا۔ ورنہ کیا یہ ممکن ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو مسیح کا مثیل کہہ رہا ہے وہ یہ سمجھ کر کہہ رہا ہے کہ "مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت" دعوئے مسیحیت سے پہلے چونکہ آپ مسیح علیہ السلام کو زندہ آسمان پر سمجھتے تھے اس لئے آپ کے کبھی وہم میں بھی نہیں آتا تھا کہ آپ ہی آنے والے مسیح موعودؑ ہونگے۔ مگر جب اللہ تعالےٰ نے بذریعہ وحی کے آپ کو فرمایا کہ "مسیح ابن مریم فوت ہو گیا وجعلناک المسیح ابن مریم کہ ہم نے تجھے مسیح ابن مریم بنا دیا تو پھر اس کے بعد یہ سمجھنا کہ مجھے مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ممکن نہیں تھا چنانچہ اس الہام کے بعد ہی آپ نے اپنے مسیح موعودؑ ہونے کا اعلان کیا اور بڑے زور سے لکھا:—

> ایننک منم کہ حسب بشارات آمدم
> عیسیٰ کجاست تا بنہد پا بہ منبرم
> چوں کافراستم بہ پرستہ مسیح را
> غیوری خدا بہ سرش کرد ہمسرم

ان اشعار میں نہ صرف اپنے آپ کو مسیح کا ہمسر کہا بلکہ مسیح کو تو اپنے منبر پہ پاؤں تک نہیں دھرنے دیتے۔ پھر یہ کہنا کہ اس وقت حضرت صاحب اپنے آپ کو مسیح سے کوئی نسبت نہ دیتے تھے۔ کسقدر خلاف واقعہ ہے۔ بلکہ حضرت صاحب کی طرف یہ منسوب کرنا بھی گستاخی ہے۔ کیونکہ پھر اس کے یہ معنے ہونگے کہ حضرت صاحب نعوذ باللہ خلاف واقعہ باتیں لکھ دیا کرتے تھے۔ اور یہ قطعاً غلط ہے

پس حق یہی ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے دعوئے مسیحیت کے بعد کوئی عقیدہ تبدیل نہیں کیا نہ نبوت کا نہ فضیلت کا جہاں تمام شانوں میں اپنے آپ کو مسیح سے افضل کہا وہاں صاف وجہ بھی بیان فرما دی کہ "کارناموں کی وجہ سے"۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ آپ کے کارناموں کو پہلے مسیح کے کارناموں پر ہر پہلو اور ہر شان سے فضیلت ہے۔ ویسے ہی جیسے حضرت ابو بکرؓ کے کارناموں کو حضرت یوشع کے کارناموں پر ہر پہلو اور ہر شان سے فضیلت ہے۔ پس یہ ایک فضیلت جزئی ہوئی جو غیر نبی کو نبی پر حاصل ہے۔ کیونکہ جو فضیلت کسی وجہ سے مخصوص ہوگی وہ ظاہر ہے کہ جزئی ہوگی

مطلوب ہے

مجھے اسلامک ریویو (ووکنگ) بابت مئی ۱۹۲۲ء (جلد ۱۰ نمبر ۵) مطلوب ہے اگر کسی صاحب کے پاس زاید پرچہ ہو تو مجھے اطلاع دیں۔ جلسہ سالانہ پر لیتے آئیں۔

خاکسار
محمد علی
احمدیہ بلڈنگس لاہور

خریداران اپنے چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں تاکہ تعمیل ارشاد میں دیر نہ ہوا کرے۔

مینیجر

حق پسند صاحب معاف فرمائیں

ایک بزرگ کا جو اپنے آپ کو "حق پسند" سے ملقب کرتے ہیں ایک مضمون "اناجیل اور تحریف" کے عنوان سے پیغام صلح میں شائع ہوا تھا۔ جس کا جواب جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی قلم سے نکل چکا ہے جس میں تصدیق و تحریف پر نہایت خوبصورتی سے معقول طریق پر روشنی ڈالی گئی تھی۔ اور بتا دیا گیا تھا کہ تصدیق سے قرآن کریم نے یہ مراد لیا ہے کہ توریت و اناجیل من جانب اللہ ہیں۔ اور قرآن ان کی پیشگوئیوں کا مصداق ہے۔ مگر قرآن نے ساتھ ہی یہ بھی جتا دیا ہے کہ ان کتب میں جابجا تحریف لفظی و معنوی ہو چکی ہے اس مضمون کے جواب میں "حق پسند" صاحب کا ایک مضمون ہمیں وصول ہوا ہے۔ جس میں نہایت افسوس ہے کہ انہوں نے لفظی بحث شروع کر دی ہے اور طریق بحث کو اصولی حیثیت سے گرا کر لفظ پرستی کے چکر میں ڈالا ہے جس میں پڑ کر سوائے اس کے کہ تضیع اوقات ہو۔ اور تو ہمیں بڑے کچھ فائدہ نہیں اور پھر مطالبات یا تو مکررات ہیں جنہیں ڈاکٹر صاحب پہلے ہی حل کر چکے ہیں۔ مثلاً لکل جعلنا منکم شرعۃ ومنھاجا۔ ہم نہیں مانتے کہ ہر ایک قوم میں نبی اور شریعت آئی مگر اس سے یہ کہاں نکلا کہ ان میں تحریف نہیں ہوئی۔ ان باتوں پر بحث ہو چکی ہے اور یا وہ مطالبات ہیں جو بالکل اصل بحث سے جداگانہ اور غیر معقول ہیں مثلاً یہ کہ قرآن سے مصدقاً کے مقابل میں مکذباً دکھاؤ۔ بھلا یہ بھی کوئی طریق بحث ہے۔ غور کرنے کی بات ہے کہ مکذباً کے تو یہ معنے ہوئے کہ قرآن یہ کہتا ہے کہ توریت و انجیل منجانب اللہ نہیں ہیں بلکہ افترا علی اللہ ہیں نہ یہ ڈاکٹر صاحب مانتے ہیں اور نہ کوئی مسلمان مانتا ہے کہ توریت و انجیل افترا علی اللہ ہیں اس لئے یہ مطالبہ کسقدر غیر معقول ہے۔

پس یا تو ماننا پڑیگا کہ مصدق اور مکذب کے معنے کا امتیاز بھی حق پسند صاحب کو نہیں اور یا یہ ماننا پڑیگا کہ اب معقول جواب نہ بن پڑنے کی وجہ سے وہ ایسی غیر معقول باتوں میں ڈالکر حق کو باطل سے ملتبس کرنا چاہتے ہیں۔ پھر اسکی کوئی وجہ نہ تھی کہ حضرت مرزا صاحب کو درمیان میں بیٹھا جاتا۔ کجا تحریف اناجیل کی بحث اور کجا حضرت مرزا صاحب کے کسی فعل کو خواہ مخواہ اعتراض کے رنگ میں پیش کر دینا۔ اس کا مطلب سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ بات کو اصل بحث سے دور ڈالدیا جائے یا کم سے کم فریق ثانی کو جو حضرت مرزا صاحب کا مرید ہے رنج پہنچے اور وہ اشتعال میں اگر کچھ سخت کہہ بیٹھے تو حق پسند صاحب کو باتیں بنانے کا موقعہ ملے یہ حق پسندی کی شان نہیں ہے بلکہ ناحق پسندی کا نشان ہے۔ اسی طرح اناجیل کی نسبت تحقیقات موجودہ کو یا تو مانا جائے یا رد کیا جائے تذبذب تو نہ ہوسکی محض رد نے کہا گئے کہ میں نے یہ نہیں لکھا تھا میں نے وہ لکھا تھا۔ پھر یہ کہ حق پسند صاحب یہ شرط بھی لگاتے ہیں کہ جب تک ڈاکٹر صاحب کے جوابات پر حق پسند صاحب تسلی ہو جانے کا ووٹ پاس نہ کرینگے بحث آگے نہیں چلیگی بلکہ وہیں پڑی جھولا کریگی۔ دنیا میں کبھی اس طریق پر کسی بحث کا فیصلہ نہیں ہوا۔ اس لئے ایسی کجروی کی حالت میں اس بحث کا آگے چلانا فضول اور محض تضیع اوقات ہے۔ لہذا ہم حق پسند صاحب سے ان کے مضمون کو اخبار میں درج نہ کرنے کی معافی چاہتے ہیں۔

ان کو ان مضامین کے تحریر فرمانے اور اس معاملہ میں مسلمانوں کی اصلاح کرنے کی ضرورت نہیں۔ ان کا ہاتھ بٹانے کے لئے عیسائی پادری بڑے زور سے اسی مسئلہ کو آج مسلمانوں سے منوانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ چنانچہ ہمارے دفتر میں اس وقت مسیحی پادری سلطان محمد خان کا رسالہ بنام تصحیف التحریف ہمارے سامنے پڑا ہے۔ اس رسالہ میں بالکل یہی کوشش کی گئی ہے جو حق پسند صاحب فرما رہے ہیں اور اس کوشش کا مقصد صرف یہ ہے کہ قرآن کی معاذ اللہ عدم ضرورت ثابت کی جائے۔ یا کم سے کم یہ ثابت کیا جائے کہ اسلام صرف عربوں کا ایک قومی مذہب تھا۔ جب انجیل اور توریت اپنی اصلی شکل میں موجود ہیں اور ان پر عمل کر لینے سے انسان ویسے ہی نجات کا مستحق ہو جاتا ہے جیسا کہ قرآن پر عمل کرنے سے تو پھر کیا ضرورت ہے کہ ایک عیسائی یا یہودی مسلمان ہو۔ پس اسلام عالمگیر مذہب نہ رہا۔ صرف ایک قومی مذہب بنگیا۔ اگر کوئی سلمان عیسائی ہو کر انجیل پر عمل کرے تو کیا ہرج ہے۔ نجات کہیں ہاتھ سے نہ گئی اور عیسائی

گورنمنٹ میں رسوخ بھی حاصل ہوگیا۔

> رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی

(ایڈیٹر)

بقیہ مضمون صفحہ اول

دین کے مقابلہ میں نہ چھوڑے۔

یاد رکھو جب تک جماعت کے افراد میں یہ خیال اور جذبہ پیدا نہ ہوگا اسوقت تک حقیقی ترقی نہ ہوگی پس چاہیئے کہ جماعت کے افراد میں سے کسی کے لئے بھی دین کی راہ میں نکلنے کے موقع پر دنیا روک نہ ہو۔ جماعت کے لوگوں کی خدمت میں با دب التماس کیجاتی ہے کہ وہ اپنے فرض کو جانیں اور پہچانیں اگر وہ خدا تک پہنچنا چاہتے ہیں اور احمدیت کا بابرکت پھل چکھنا چاہتے ہیں تو دین کو دنیا پر مقدم کریں اور جب تک جماعت کے ہر فرد کو احساس اور دل میں اس کے اسلام کا درد پیدا نہ ہوگا اور جماعت اپنے سلسلہ کے مرکزی مقام لاہور کی آواز پر لبیک نہ کہیگی اور جب تک حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ارشاد اور حکم کی عزت اور احترام اپنے دل میں پیدا نہ کریگی کوئی کامیابی کی صورت نہ ہوگی حضرت مسیح موعودؑ کے اولین خدام کی قدر کرو۔ قرآن پاک میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر اولین ایمان لانے والوں کے لئے بھی تعریفی کلمات آتے ہیں قرآن پاک میں حکم ہے کہ صلحا کی صحبت اختیار کرو گوشہ نشینی کی زندگی کوئی قیمتی زندگی نہیں ہوتی جو لوگ دین کے لئے کوشش کر رہے ہیں ان کے ساتھ ملکر آپکو بھی کوشش کرنی چاہیئے عزیزو بزرگو بھائیو تم جتنے احمدی کہلاتے ہو ہندوستان میں تم نے تبلیغ کا کام اتنا نہیں کیا جتنا کہ ولایت میں کیا خدا چاہتا ہے کہ اب تم یہاں بھی وہ سب کچھ کرو جو ہر جگہ تم کر رہے ہو یعنی فرض تبلیغ کو ادا کرو تم خدا کی ایک برگزیدہ جماعت ہو اگر تم نے ذرا بھی سستی کی تو پھر بتاؤ تم اس دعوے میں کہ ہم ہی خدا کے فضل و کرم کے ساتھ خدا کی برگزیدہ جماعت میں کہاں تک درست اتر سکتے ہو۔ جب تک عمل نہیں ہوگا تب تک کچھ نہیں ہوگا اس لئے ہمارے دوستوں کو چاہیئے کہ اول تو ہر ایک فرد جو احمدی کہلاتا ہے اور جماعت لاہور سے تعلق رکھتا ہے وہ ضرور ضرور ہی جلسہ میں شرکت اختیار کرے اور غیر از جماعت مسلمانوں کو بھی ہمراہ لانے کی کوشش کرے تاکہ ان کے دلوں میں سلسلہ حقہ احمدیہ کے متعلق صحیح طور پر علم ہو جائے کہ اس کے بانی نے یعنی حضرت مسیح موعودؑ نے کوئی نیا اسلام یا نیا عقیدہ نہیں سکھایا اور نہ کوئی نبوت کا دعویٰ کیا اور مخالف مولویوں اور سلسلہ احمدیہ کے نادان دوستوں یعنی اہل قادیان نے جو از راہ غلو حضرت مسیح موعودؑ کو نبی نبی کہنا شروع کیا ہے اور طرح طرح کی غلط فہمیاں اس سلسلہ کے متعلق ڈالی ہوئی ہیں وہ دور ہو جائیں اور وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ انہیں حضرت مسیح موعودؑ کے دعاوی یا تعلیم کے متعلق جو کچھ بتایا گیا تھا کہ آپ نعوذ باللہ مدعی نبوت یا رسالت ہیں یا کوئی نئی تعلیم لیکر آئے ہیں یا اہل قبلہ کلمہ گو کو آپ نعوذ باللہ کافر یا دائرہ اسلام سے خارج کہتے ہیں یا غیر از جماعت کا جنازہ پڑھنا یا نماز کو آپ نے حرام قرار دیا ہے وہ بالکل جھوٹ اور غلط اور افترا ہے اسلئے وہ لوگ یہ بھی آکر دیکھیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت ......

ایک مخلص خادم دین اسلام جماعت ہے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کی اس جماعت کا کوئی عقیدہ بھی خلاف اسلام یا خلاف قرآن نہیں ہے ہم دوبارہ پھر اپنے تمام محبوں اور مخلصوں کی خدمت میں بادب التماس کرتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک احمدی کو اسلئے بھی لاہور آنا چاہیئے کہ لاہور وہ مقام ہے جسکو حضرت مسیح موعودؑ .... بہت پسند فرماتے تھے اور بار بار یہاں آتے تھے یہاں حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت میں بڑے بڑے نشان .... ظاہر ہوئے۔

دیکھو فتح اسلام کا وہ بہت بڑا بھاری نشان لیکھرام کا لاہور میں ہوا پھر جلسہ مہوتسو جسکی حضور مسیح موعودؑ کو بھی خواہش تھی کہ وہ قادیان میں ہو مگر خدا کے علم میں یہ بھی لاہور میں ہی ہونا تھا وہ بھی لاہور میں ہی ہوا اور حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت پر ایک بڑا نشان اسمیں ظاہر ہوا۔ پھر سخت سے سخت دشمنوں کی ہلاکت اور انکی ناکامی کے نشانات بھی لاہور میں ہی ہوئے۔ پھر احمدیہ بلڈنگس ہی وہ جگہ ہے کہ یہاں مسیح موعودؑ کو یہ الہام ہوا۔ انی احافظ کل من فی الدار۔ اور اس الہام اور قادیان کے متعلق جو الہام ہوا اسمیں ایک فرق ہے وہاں ہے۔ انی احافظ کل من فی الدار الا الذین علوا باستکبار مگر لاہور کے متعلق یہ اخیر کا فقرہ الہام میں نہیں آیا۔

پھر یہاں ہی مسیح موعودؑ کو یہ الہام ہوا۔ انی معک ومع اہلک پھر مسیح موعودؑ کی اولیں خدام کی بہت بڑی جماعت اور افراد لاہور کی طرف ہی ہیں۔

پھر سلسلہ کی سب سے بڑی خدمت اور پھر قرآن پاک کے تراجم انگریزی وار دو کرکے دنیا جہان میں پہنچانے کا سب سے بڑا دینی کام اور سب سے بڑی خدمت اسی لاہور کی جماعت کو ہی خدا کے فضل سے نصیب ہوئی ہے جو

مراسلات

سوالات مع جوابات

(از قلم ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

سوال نمبر ۱

عورتوں کے کانوں اور ناک میں کتنے کتنے سوراخ ہونے چاہئیں؟

جواب (۱)

اس کا مذہب سے کیا تعلق ہے؟ عورتیں اپنے ناک کان میں جتنے بھی چاہیں سوراخ کریں۔ ہو جیسے میری رائے پوچھتے ہیں تو وہ یہ ہے کہ ناک میں تو مطلق سوراخ نہیں ہونا چاہیے۔ اور کان کی لویں ایک ایک سوراخ کافی ہے +

سوال نمبر ۲

کھانے اور پینے کی چیزوں پر بعض آیات پڑھنے سے ان میں خاص امراض کے لئے شفائی اثرات آجاتے ہیں

جواب نمبر ۲

قرآن کریم نے اپنے آپ کو روحانی امراض کے لئے شفاء للناس کہا ہے۔ وہ کوئی طب کی تو کتاب نہیں کہ اس کی آیات میں طبی اثر ہوں۔ البتہ قرآن کریم میں بعض دعائیہ آیات ہیں جنہیں دعا کے طریق پر پڑھنا ممکن ہے کسی مریض کو فائدہ دیجئے کیونکہ دوا کی طرح دعا بھی ایک تدبیر ہے۔ اور بعض دفعہ جہاں دوا کام نہیں کرتی وہاں دعا کر جاتی ہے

سوال نمبر (۳)

کیا کسی بزرگ کے کوئی پہننے کی چیز یا بال یا دیگر اشیاء رکھنے سے برکات کا نزول ہوتا ہے تاریخ میں ہے کہ حضرت خالد آنحضرت صلعم کے موئے مبارک دستار میں رکھتے تھے +

جواب

تبرک کو اپنا محافظ و ناصر سمجھنا ہرگز درست نہیں۔ بلکہ اس میں حد سے بڑھنے سے شرک پیدا ہو جاتا ہے۔ اصل بات تو اتنی ہے کہ کسی دوست سے محبت ہو تو اس کی کوئی چیز بطور یادگار کے انسان رکھ لیتا ہے پھر اگر محبوب قابل عزت و احترام ہو تو اسکی یادگار اور بھی محبت اور احترام کو تازہ کی رکھتی ہے جو چیز برکات کو جذب کرتی ہے دراصل وہ محبت و احترام ہی ہے جو کسی غلام کو اپنے آقا سے ہوتی ہے۔ حضرت نبی کریم صلعم کی کسی یادگار کو محبت اور احترام سے اگر حضرت خالد نے رکھ لیا تو یہ ان کی محبت کا تقاضا تھا اس سے بڑھ کر جو کچھ ہے وہ خوش اعتقادی دوستوں کی رنگ آمیزی ہے۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ آقا کی محبت اور احترام کا اظہار اس کے احکام کی اتباع سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی یہی فرمایا کہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ کہدے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ کے محبوب بن جاؤ گے۔ جو محبت کا مدعی ہو اس کے اخلاص اور صداقت کا معیار اگر کوئی ہو سکتا ہے تو وہ اتباع ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ بطور زوائد کے ہے اگر اتباع نہیں تو دو ہزار تبرکات جسم پر لپیٹے پھرو۔ وہ ایک کھیل ہے۔ تماشہ ہے کسی محبوب کے کہنے کی اگر کوئی محب پروا نہ کرے اور اس کے گیسوؤں کے بالوں کو سینے سے لگائے پھرے تو یا تو وہ دیوانہ ہے یا اپنے دعوے میں جھوٹا ہے۔ خود نبی کریم صلعم نے یہی فرمایا۔ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر آپ وضو کر رہے تھے صحابہ اس پانی کو جو وضو سے گرتا تھا اپنے جسم پر مل لیتے تھے۔ آپ نے صحابہ کو فرمایا کہ ایسا کیوں کرتے ہو۔ صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت کی وجہ سے آپ نے فرمایا کہ اگر اللہ اور اس کے رسول کی محبت رکھتے ہو تو راستبازی کو اپنا شعار بناؤ اور امانت کو صحیح طور پر اس کے دینے والے کو ادا کرو۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو اخلاق فاضلہ عطا فرمائے ہیں یہ درحقیقت اخلاق الٰہیہ کے اظلال و آثار ہیں جو بطور امانت کے انسان کو دیئے گئے ہیں۔ اس امانت کو بلحاظ آیت ان تؤدوا الامانات الیٰ اھلھا۔ اس کے دینے والے کو واپس کرنا ازبس ضروری ہے۔ اور وہ اس طرح کہ اخلاق اور قوتوں کو انسان اللہ تعالیٰ ہی کی راہ میں لگا دے اور اپنے تمام اقوال و افعال کو اسی کی مرضی کے تابع کر دے۔ پس اللہ اور رسول کی محبت کا جو صحیح تقاضا ہے درحقیقت اللہ اور رسول کے احکام کی اتباع ہے۔ باقی زوائد ہیں +

سوال نمبر ۴

کیا تبرکات کی زیادتی حق و باطل کے فیصلہ کے لئے معیار ہو سکتا ہے +

جواب

ہرگز نہیں۔ تبرکات کی حقیقت بیان کر چکا ہوں حق و باطل کا فیصلہ اصول صحیحہ کی تحقیقات سے ہوا کرتا ہے۔ نہ کہ تبرکات سے +

سوال نمبر ۵

حضرت مسیح موعود کے تبرکات آجکل قادیانی جماعت کے پاس زیادہ ہیں یا لاہوری جماعت کے پاس؟

جواب

حضرت مسیح موعود جس گھر میں رہا کرتے تھے وہیں آپ کے کپڑے وغیرہ ہونگے۔ لہذا ایسی چیزیں قادیانی جماعت کے پاس یقیناً زیادہ ہوں گی۔ سو ان کو مبارک رہے۔ ہمارے لئے حضرت مسیح موعود کے عقائد صحیحہ اور ان کی تعلیم حقہ بس کرتی ہے۔ اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی اتباع کامل کی اور جس کام کے لئے آپ مامور تھے اس میں حصہ لینے کی ہمیں بیش از بیش توفیق عطا فرماوے۔ اس سے بڑھکر کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ ان کی صحیح تعلیم کو خاک میں ملا کر کپڑے اور بال سینے سے لگائے پھرنا ایک مذاق ہے +

سوال نمبر ۶

کیا کشوف و الہامات و رویا کی زیادتی ایمان کی زیادتی کا پختہ ثبوت ہے؟

جواب

کسی شخص کی زیادتی ایمان کا ثبوت تو اس کا عمل ہے۔ جو کسی اصول پر عمل کرتا ہے۔ تو ثابت ہے کہ اسے مانتا بھی ہے۔ باقی رہا عمل کا اخلاص۔ یعنے خدا نے بھی اس کی نیت کو خالص پایا اور اس کے عمل کو پسند فرمایا۔ سو اس کا ثبوت ہے اس کے ساتھ نصرت الٰہی کا ہونا۔

پس اصل چیز عمل ہے جو اخلاص سے ہو۔ قیامت کو بھی انہی چیزوں کی بابت سوال ہوگا۔ خدا کسی بندہ سے نہیں پوچھے گا کہ تجھے کتنے الہامات ہوئے۔ اور کتنی خوابیں آئیں۔ نہ یہ چیزیں میزان اعمال میں تولی جائینگی +

اگر کسی شخص کو الہام و رویا کے ذریعہ کچھ بتایا جاتا ہے۔ اور وہ اسی طرح پورا ہو جاتا ہے تو یہ اس کے ایمان کو تازہ کر دیتا ہے یہ محض فضل ربی ہوتا ہے۔ اور ہر ایک انسان میں یہ استعداد موجود ہے مگر جبتک نفس تکبر اور حرص و ہوا اور حسد و بغض وغیرہ سے بکلی صاف اور خالی نہ ہو جائے۔ اور شیطان کو اس میں دخل کی کوئی راہ باقی نہ رہے اس وقت تک ان الہامات و رویا و کشوف پر اپنے ایمان و عمل کی بنیاد رکھنا سراسر حماقت ہے۔ حضرت مسیح موعود نے ایسے ہی لوگوں کے لئے حقیقۃ الوحی لکھی تھی اس کے پہلے صفحہ پر ہی ارشاد فرماتے ہیں۔

"بعد ہذا واضح ہو کہ مجھے اس رسالہ کے لکھنے کے لئے یہ ضرورت پیش آئی کہ اس زمانہ میں جس طرح اور صدہا طرح کے فتنے اور بدعتیں پیدا ہو گئی ہیں اسی طرح یہ بھی ایک بزرگ فتنہ پیدا ہو گیا ہے کہ اکثر لوگ اس بات سے بے خبر ہیں کہ کس درجہ اور کس حالت میں کوئی خواب یا الہام قابل اعتبار ہو سکتا ہے۔ اور کن حالتوں میں یہ اندیشہ ہے کہ وہ شیطان کا کلام ہو نہ خدا کا۔ اور حدیث النفس ہو نہ حدیث الرب۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ شیطان انسان کا سخت دشمن ہے۔ وہ طرح طرح کی راہوں سے انسان کو ہلاک کرنا چاہتا ہے۔ ممکن ہے کہ ایک خواب سچی بھی ہو اور پھر بھی وہ شیطان کی طرف سے ہو اور ممکن ہے کہ ایک الہام سچا ہو اور پھر بھی وہ شیطان کی طرف سے ہو کیونکہ اگرچہ شیطان بہت بڑا جھوٹا ہے لیکن کبھی سچی بات بتلا کر دھوکا دیتا ہے تا ایمان چھین لے ہاں وہ لوگ جو اپنے صدق و صفا اور عشق الٰہی میں کمال کے درجہ تک پہنچ جاتے ہیں ان پر شیطان تسلط نہیں پا سکتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان عبادی لیس لک علیہم سلطان۔ ان کی نشانی یہ ہے کہ خدا کے فضل کی بارشیں ان پر ہوتی ہیں اور خدا کی قبولیت کی ہزاروں علامتیں اور نمونے ان میں پائے جاتے ہیں جیسا کہ ہم اس رسالہ میں انشاء اللہ ذکر کرینگے +

لیکن افسوس کہ اکثر لوگ ایسے ہیں کہ ابھی شیطان کے پنجہ میں گرفتار ہیں مگر پھر بھی اپنے خوابوں اور الہاموں پر بھروسہ کر کے اپنے ناپاک اعتقادوں اور ناپاک مذہب کو ان خوابوں اور الہاموں سے فروغ دینا چاہتے ہیں۔ بلکہ بطور شہادت ایسی خوابوں اور الہاموں کو پیش کرتے ہیں؟"

وولنگ مشن

کلیسائے مسیحیت پر گولہ باری

اراکین کلیسا کی طرف سے ڈین انج کے تازہ ترین بیانات

مسیح کے دوبارہ جی اٹھنے اور بائیبل کے معجزات کے متعلق

مسیحی معتقدات جس طرح سے اس زمانہ میں اراکین کلیسا کی گولہ باری کا شکار ہوئے ہیں۔ اس کی نظیر شاید گذشتہ زمانہ میں ملنی مشکل ہے۔ مذہب مذہب میں ان کی مثال نہیں نظر آتی ہے۔ ابھی چار سال کا ہی عرصہ ہوا ہے۔ ڈاکٹر رشڈل ڈین آف کارلائل نے اکسفورڈ "ماڈرن چرچ مینز کانفرنس" میں تقریر کرتے ہوئے معرکۃ الآرا بیان دیا تھا کہ مسیح نہ کنواری کے پیٹ سے پیدا ہوئے نہ ان کا دعوے خدائی تھا۔ نہ خدائی صفات ان میں پائی جاتی تھیں۔ بلکہ ہر معنے میں وہ انسان تھے ان کے معجزات کی اصلیت اور حقیقت جو بائیبل کے اندر بیان ہوئی ہے کچھ نہیں ہے +

ڈاکٹر رشڈل کے اس بیان سے انگلستان میں ایک تہلکہ مچ گیا اور وہاں کے اخبارات نے اس کو "مذہبی گولہ باری" کے نام سے تعبیر کیا ہے یہی نام لنڈن کے اخبار "ڈیلی اکسپریس" نے اپنی ۲۵ نومبر ۱۹۲۵ء کی اشاعت میں ڈین انج کے تازہ ترین بیانات کو دیا ہے جو انہوں نے مسیح کے مردوں سے دوبارہ جی اٹھنے اور بائیبل کے معجزات کے بارہ میں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ شائع کئے ہیں۔ فی الحقیقت اگر غور کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ تو یہ دونوں عقائد جو اس مسیحیت کی کلیسا کے اندر ہمیشہ سے چلی آتی ہے۔ جڑوں کے کاٹنے والی ہے۔ اور اگر عوام الناس کی طرف سے ان تقاریر کی تائید کی گئی۔ تو مسیحیت اپنے پاؤں پر کھڑی نہیں رہ سکتی +

ڈین انج کے یہ بیانات ایک کتاب کے اندر شائع ہوئے ہیں جو "ریلیجس ورسس سائینس" (یعنی مذہب و سائینس) کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب میں سائینس کے بسند نت مسائل پر بعض مشہور آدمیوں کی قلم سے کئی ایک مضامین ہیں۔ ڈی بالفور نے ایک تمہید اس پر لکھی ہے اور نہیں سینٹ پال کے گرجا کے فاضل ڈین انج نے چالیس صفحات اس کے مطالب کو دم لئے ہیں سے لئے ہیں جن میں سے ذیل کے بیانات قابل ذکر ہیں +

اس حقیقت نے جو کہ زمین کی محدود دنیا کے قیام کی جگہ نہیں جیسے ایک تشکلی دار قاب ہوتا ہے۔ بلکہ یہ ایک کرہ ہے جو سورج کے گرد گھوم رہا ہے اور خود سورج بھی لکھو کھا ۔ ۔ ۔ میں سے ایک ستارہ ہے۔ اس نقشہ کو جو مسیحیت نے دنیا کی بنا لکھا ہے پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دئے گئے +

اس وقت تک کی سائینس نے معلوم کر لیا کہ اس کی حقیقت کیا ہے۔ معمولی حیثیت کا آدمی خواہ پڑھا لکھا ہو یا ان پڑھ دنیا اور مافیہا کو تین منزل مکان کی طرح سمجھتا تھا جس میں سب سے اونچی منزل پر آسمان تھا جو اللہ تعالیٰ فرشتوں اور نیک روح کا جائے رہائش سمجھی جاتی تھی۔ دوسری منزل ہماری زمین ہے اور تیسری طبقات سفلی جہاں شیاطین اور ناپاک ارواح کو قید رکھا اور عذاب دیا جاتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ بہشت اور دوزخ یقیناً جغرافی مقامات سمجھے جاتے تھے ایمانیات میں سے مسیح کے عالم ارواح میں اترنے اور آسمان پر چڑھنے کا عقیدہ کچھ کم حیثیت نہیں رکھتا۔ اور یہ ظاہر ہی ہے کہ مسیح کا جسمانی طور پر جی اٹھنا۔ اس کے جسمانی وجود سے گہرا تعلق رکھتا ہے جدید انکشافات نے اس طرح مسیحی معتقدات پر بہت گہرا اثر ڈالا ہے +

یہ امر کہ کلیسا نے ان معتقدات اور ایمانیات کو لفظی معنوں میں لیا ہے کلیسائے انگلستان کے مذہبی اصولوں سے ظاہر ہے جنہیں یہ بتایا گیا ہے کہ جناب مسیح گوشت ہڈیوں اور تمام ان چیزوں کے ساتھ جو انسانی جسم کی تکمیل کے لئے ضروری ہیں۔ آسمان پر چڑھ گئے۔ اور وہیں اب تک بیٹھے ہیں عبادت کی روٹی اور شراب کے مسیح کا گوشت اور خون بن جانے سے اس بنا پر انکار کیا گیا۔ کہ مسیح کا جسم آسمان پر ہے اور ایک جسم کی خاصیات کے یہ خلاف ہے۔ کہ وہ ایک ہی وقت میں ایک سے زیادہ جگہوں پر موجود ہو۔

کاپرنی کا علم ہیئت اور آسمانوں کے متعلق تمام علوم جن کی بنیاد اس کے اوپر رکھی گئی ہے کسی جغرافی آسمان کا حامی نہیں۔ ہمارے اوپر کی تمام جگہ غیر منتہی معلوم ہوتی ہے اور ان تمام ستاروں کروں سیاروں وغیرہ میں سے جو اس کی وسعت کے اندر ہر جا پھیلے ہوئے ہیں ہم نہیں سمجھ سکتے کہ کسی ایک کو اللہ تعالیٰ کی رہائش کی جگہ اور آسمانی ہیکل کے طور پر منتخب کیا گیا ہو زمین کے پہلے طبقہ پر جس کو سزا کی جگہ سمجھا جاتا ہے۔ ایمان جو علم ہیئت کی رو سے غلط ثابت نہیں ہوا بغیر کسی جہل و حجت کے محو ہوتا ہوا معلوم ہوتا ہے ......

لیکن اس سے قدیم مذہب باطل ہو چکا ہے۔ تھوڑا عرصہ ہوا کہ میں نے ایک کتاب پر جو کہ ایک ایسے شخص نے لکھی تھی جس کو عام طور پر ہمارا مذہبی پیشرو سمجھا جا سکتا ریویو کیا تھا۔ میں نے اس کتاب میں یہ پڑھا کہ مسیحیوں سے اب اس بات کی توقع نہیں کی جاتی۔ کہ وہ کسی خاص آسمان پر جو ہمارے سروں پر ہے ایمان لائیں ایک جغرافی آسمان کے اس انکار کو میں نے اس کی اہمیت کی وجہ سے خاص طور پر قابل قدر قرار دیا کیونکہ یہ اس شخص کی طرف سے ظاہر کیا گیا جو راسخ العقیدگی کا ایک نمونہ ہے ......

ایک اور مذہبی ممتاز آدمی نے مسیح کی صعود پر بحث کرتے ہوئے کہا کہ آسمان میں کے الفاظ کو استعارۃً لینا چاہیئے لیکن ہمیں ضرور ماننا چاہیئے کہ مسیح کا جسم ایک خاص بلندی تک زمین سے اٹھایا گیا تھا میں پورے خلوص کے ساتھ یہ دریافت کرتا ہوں۔ کہ کیا اس قسم کا غلط ملط زیادہ دیر تک قابل برداشت ہو سکتا ہے کیا یہ ضروری نہیں کہ کلیسیا اس سوال پر غور کرے جس کو چار سو سال تک اس نے اپنے سامنے آنے نہیں دیا۔ کیا مسیحی اصحاب علم ہیئت کے ان انکشافات کو جواب یقینی واقعات کا رنگ اختیار کر چکے ہیں۔ اپنے روایتی مذہب کی ان ترمیمات کے ساتھ جن کا وہ متحمل ہو سکے ماننے کے لئے تیار ہیں یا نہیں۔ لفظ پرستی سے کام لینا کسی اطمینان کا موجب نہیں ہو سکتا۔ معجزات کے متعلق ڈین موصوف رقمطراز ہیں اگر تمام صحیفۂ فطرت کسی مقصد کو اپنے سامنے لئے ہوئے ہے۔ تو یہ مناسب نہیں کہ خاص حالات کے خاص اسباب کی تلاش کریں اس اصول کی بنا پر صحیفۂ قدرت کے قوانین دوسرے قوانین کے مانند خاص مقاصد سے وابستہ ہیں۔ اور اگر قوانین قادر مطلق اور عالم کل ہستی کے بنائے ہوئے ہیں۔ تو ہمیں امید رکھنی چاہیئے۔ کہ وہ باقاعدہ اور ایک ہی طریق سے اپنا کام کریں گے۔ وہ مشین جس کو مرمت کی ضرورت ہے ناقص مشین ہے۔ لیکن وہ مشین جس کے پیچھے کوئی عقل و سمجھ کام نہ کرتی ہو مشین کہلانے کی مستحق نہیں تمام وہ باتیں جو سائنس نے قدرت کے کاموں کی باقاعدگی اور یکسانیت کے متعلق معلوم کی ہیں۔ ایک پیدا کنندہ اور مدبر بالارادہ ہستی کی موجودگی کی بڑے زور سے حمایت کرتی ہیں ......

ڈاکٹر ٹیمپل بشپ آف مانچسٹر نے ڈین موصوف کی تائید کی ہے وہ لکھتے ہیں۔

مسیح کا آسمان پر چڑھنا صاف طور پر چڑھنا ایک مثال ہے جسکو عمداً وضع کیا گیا ہے ...... وہ عقیدہ جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ مسیح علیہ السلام آسمان کی طرف چڑھ گئے وہ یہ بھی بتاتا ہے۔ کہ وہ خدا کے داہنے ہاتھ بیٹھے ہیں یہ صاف طور پر ایک تصویر میں بیان ہے جس میں مسیح کا خدا تعالیٰ کے ساتھ اسکی طاقت اور عالمگیر قدرت میں اتحاد ظاہر کیا گیا ہے +

اگرچہ ہم اپنے خداوند کے جسم کے آسمان پر چڑھنے کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتے تاہم یہ ہمارا عقیدہ ہے۔ کہ وہ اپنی مرضی سے پھر ظاہر ہوگا +

فی الحقیقت آسمان کوئی خاص جگہ نہیں۔ بلکہ ایک روحانی حالت کا نام ہے مسیحؑ کے آسمان پر چڑھنے سے دراصل اللہ تعالیٰ کی محبت مراد ہے اور کوئی شخص بھی یہ کہنے سے قائل نہیں کر سکتا کہ انہوں نے فنا و ارضی سے بلندی کی طرف عروج کیا اگرچہ آسمان پر چڑھنے کا بیان دنیا کے ایک نقشہ کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے جسکو ہم بالکل نہیں مانتے +

مگر کلیسا کو جیسا کہ ڈین موصوف نے استدعا کی ہے۔ ایک جغرافی آسمان کے خیال کو ترک ہی کرنا ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ مسیح کی جسمانی وجود اور عالم ارواح میں اترنے کے عقیدہ سے بھی ہاتھ اٹھانا پڑیگا۔ اور چونکہ آسمان پر چڑھنے کا عقیدہ مردوں سے جی اٹھنے کے عقیدہ سے گہرا تعلق رکھتا ہے۔ اسلئے

اول الذکر کا موخر الذکر پر گہرا اثر پڑیگا اور یہ نہ صرف اس لائنفہ کو جو مسیحیت نے تمام کائنات کا بنا رکھا ہے پھاڑ کر رکھ دیگا بلکہ آسمان پر بھی چڑھنے کا عقیدہ ایک کچا دھاگا ثابت ہوا +

ڈین موصوف نے اگرچہ جناب مسیح کے معجزات اور پیدائش کے متعلق کچھ نہیں کہا۔ لیکن جس طرح سے انہوں نے آسمان پر چڑھنے اور بائیبل کے دوسرے معجزات سے انکار کیا ہے۔ اس سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ کنواری کے پیٹ سے پیدائش کے عقیدہ سے بھی ان کا انکار ہے +

گذشتہ دس سال کے واقعات پر اگر ہم ایک سرسری نظر ڈالیں جو برقی رو کی طرح پوری تیزی سے یکے بعد دیگرے ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ تو ہمیں حیرانی ہوتی ہے۔ کہ مغربی دنیا اپنے مذہبی معتقدات کے متعلق کتنا چلی جا رہی ہے سب سے پہلے ۱۹۱۷ء میں بعض پادریوں نے اس حلف کے لینے سے انکار کیا جس میں انہیں بلا چون و چرا یہ اقرار کرنا پڑتا تھا۔ کہ جو کچھ بائیبل کے اندر ہے۔ وہ سب کا سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے بائیبل کے متعلق اس وقت یہ بیان کیا گیا۔ کہ وہ صرف گنوارانہ کہانیوں کا مجموعہ ہے جس میں نیم بربریت پائی جاتی ہے یہ تجویز کی گئی۔ کہ عہدنامہ عتیق کو سکولوں کی آخری جماعتوں میں پڑھایا جائے ورنہ بقول بشپ آف برمنگھم بچے سکولوں کے اندر اس قسم کی کہانیاں جیسی کہ کتاب پیدائش کے شروع میں ہے ابتدا میں سچی سمجھ کر پڑھیں گے۔ اور بعد ازاں غیر صحیح ثابت ہوں گی۔ اس سال کیمبرج میں ماڈرن چرچ مین" کی کانفرنس کے اندر اس سوال کا کہ مسیح نے کلیسا کی کیا خود بنیاد رکھی تھی ایک طرح سے نفی میں جواب دیا گیا اس کے بعد جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے ۱۹۲۱ء میں آکسفورڈ کی کانفرنس میں الوہیت مسیح کے اعتقاد کو رد کیا گیا اصل معنوں میں آپ کو انسان قرار دیا گیا تھا۔ اس وقت یہ بتایا گیا تھا۔ کہ جناب مسیح نے استعارۃً اپنے آپ کو خدا کا بیٹا قرار دیا جن معنوں میں تمام انسان اللہ تعالیٰ کے فرزند ہیں ۱۹۲۳ء میں کانفرنس کے اندر یہ بھی اعلان کیا گیا تھا۔ کہ مسیحیت صرف محبت کا مذہب ہے یہ بھی اس کانفرنس میں اعتراف کیا گیا تھا کہ بردے مذہب یہ اسی طرز کا ہے بیوقت عام مذہبی لوگوں نے ارچ بشپ آف کنٹربری سے یہ استدعا کی کہ وہ کلیسا کو جدید الخیال لوگوں سے پاک کر دیں لیکن ارچ بشپ موصوف نے ایسا کرنے سے انکار کیا۔ انہیں یہ معلوم تھا کہ علم اور معقولیت جدید الخیال لوگوں کا ہی موہبہ ہے +

آکسفورڈ کی آخری کانفرنس میں فطری گناہ کے اعتقاد کا ابطال اور اسکی تردید کی گئی چند ماہ ہوئے بشپ آف برمنگھم نے یہ اعلان کیا۔ کہ اعتشائے ربانی کی رسم شرکت و بت پرستی میں کلیسا کے اندر آئی ہے ہمیں خوشی ہے کہ اس بارہ میں انگلستان کے مختلف حصص میں ہماری کتاب ینابیع المسیحیت کی پیروی کی ہیں ایسی آوازیں بلند ہوئی ہیں۔ جن میں کتاب مذکور کے بیانات بیان کردہ نتائج کی تائید کی گئی ہے۔ یہ مانا گیا ہے کہ مسیح کی پیدائش اور صلیب اور آسمان پر چڑھنے کی تاریخیں صحیح نہیں۔ بلکہ محض فرضی ہیں۔ جو بت پرستی کے اندر بہت سے فرضی دیوتاؤں کے متعلق کے واقعات زندگی سے مشابہ ہیں۔ ان دیوتاؤں کے متعلق بھی یہ مانا گیا ہے کہ وہ ۲۵ دسمبر یا اس کے قریب کی تاریخوں میں پیدا ہوئے اپنی نسل سے وہ گناہوں کا کفارہ دینے اور ان کی نجات کے لئے اپنی زندگیاں تلف کرنے کے لئے آئے ان کے بعد ایسٹر کی اتوار سے پہلے جمعہ کے دن صلیب دئے گئے یا مار ڈالے گئے وہ ایسٹر کی اتوار کو اپنی قبروں میں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور آسمان کو چلے گئے۔ قارئین کرام بالخصوص مسیحی حضرات سے یہ استدعا کرتے ہیں کہ وہ ان نتائج اور اعترافات کو جمع کریں اور اپنے مذہب کی اس کھلی کھلی حقیقت کو پہنچاننے کی کوشش کریں کیا ان کا موجودہ مذہب اسلام کی ایک اور سادہ شکل نہیں اور محمد رسول اللہ صلعم خدا تعالےٰ کے سچے نبی نہیں جنہوں نے ایک ایسے مذہب سے جو صرف بت پرستی کا دوسرا نام تھا نسل انسانی کو بچا لیا محمد رسول اللہ صلعم نے ہی دنیا میں یہ اعلان کیا کہ بائیبل انسانی ملاوٹ اور دست برد سے محفوظ نہیں۔ اور مسیح اور انکی ماں خدائی مرتبہ پر نہیں ہیں آپ نے یہ جتایا کہ مسیح ہر لحاظ سے انسان ہی تھا۔ اور ویسے ہی خدا کے بیٹے تھے۔

جیسے کوئی دوسرا نبی ہو سکتا ہے کوئی شخص دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔ اور ہر شخص اپنے گناہوں کا خود ذمہ دار ہے محمد رسول اللہ صلعم اگر خدا کے نبی نہیں پھر یہ بھی سمجھ میں نہیں آ سکتا کہ ایک نبی کے کرنے کی کیا غرض ہو سکتی ہے۔ آپ نے ان مشرکانہ معتقدات کو جو مسیح علیہ السلام کے سادہ مذہب کے ساتھ شامل کر دیئے گئے غلط اور باطل ٹھیرا دیا۔ آپ مسیح علیہ السلام کو دیوتا کی اس حیثیت سے جو دجال نے انہیں دے دی تھی۔ نجات دلانے کے لئے آئے (دجال سے مراد وہ گروہ ہے جس نے اپنی ناپاک کوششوں سے اور طریق عمل سے حقیقی مسیحی مذہب کو برباد کر دیا) محمد رسول اللہ صلعم نے زمانہ جاہلیت میں وہ کام کیا جس کو سائنس آج کر رہی ہے آج دین انجی کی جدید انکشافات اس بات پر مجبور کر رہی ہیں کہ وہ دنیا کے اس نقشہ کو غلط قرار دیں جو مسیحیت نے تجویز کر رکھا ہے اور جغرافی آسمان اور دوزخ مسترد کریں۔ لیکن محمد رسول اللہ صلعم نے ان دونوں میں جب کہ زمین کو کل دنیا کا مرکز سمجھا جاتا تھا یہ جہان کو یہ بتایا کہ نہ تو آسمان ہمارے سروں پر ہے۔ اور نہ دوزخ ہمارے پاؤں کے نیچے بہشت اور دوزخ دو جگہوں کے نام نہیں بلکہ وہ زندگی بعد الموت کی دو مختلف حالتیں ہیں چنانچہ قرآن کریم نے صاف طور پر فرمایا ہے۔ سارعوا الی مغفرۃ من ربکم وجنۃ عرضھا السموات والارض۔ اپنے رب کی مغفرت اور اس جنت کی طرف جلدی کرو جس کی وسعت آسمان اور زمین کے برابر ہے (آل عمران ۳: ۱۳۲) ان الفاظ میں اسلامی بہشت کی کنجی گویا کہ ہمیں دے دی گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت کسی خاص جگہ میں محدود نہیں بلکہ آسمانوں اور زمین پر محیط ہے تمام کی تمام زمین اس کے اندر آجاتی ہے مذکورہ بالا آیت جس وقت نازل ہوئی تو شاہ ہرقل کے ایک قاصد نے آنحضرت صلعم سے دریافت کیا۔ کہ اگر جنت اسی قدر وسیع ہے جس قدر آسمان اور زمین تو دوزخ کہاں ہوگا آنحضرت صلعم نے جواب میں فرمایا۔ سبحان اللہ این اللیل اذا جاء النھار جب دن چڑھتا ہے تو اس وقت رات کہاں ہوتی ہے؟ اس سے معلوم ہوا دوزخ اور بہشت ہمارے دل سے پیدا ہوتے ہیں جو کہ عقیدہ کے حالات سے متاثر ہوتا ہے جیسا کہ قرآن کریم نے اس جگہ بتایا ہے۔ آخری زندگی میں بہشت اور دوزخ کی دو مختلف حالتوں کے لئے کنجی کا کام دیگا۔ چند دن ہوئے کلیسائے انگلستان کے عام مذہبی واعظ وایسٹ منسٹر ہال میں جمع ہوئے۔ تاکہ کتاب نماز کے متعلق تجویز شدہ ترمیمات پر غور و فکر کریں منجملہ اور باتوں کے مسٹر ایسلن نے یہ ترمیم پیش کی کہ ان عقائد میں سے جو کہ مقدس اتھانیشس[1] کے تجویز کردہ ہیں۔ ان الفاظ کو نکال دیا جائے جن میں یہ جتایا گیا ہے کہ کیتھلک ایمان یہ ہے۔ اس پر اگر کوئی پکے دل سے ایمان نہ رکھے تو وہ نجات حاصل نہ کر سکے گا (دعائے عام صفحہ ۲۶) انہوں نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اس نہایت خطرناک فقرہ کو نکال دیا جائے جو میں یقین کرتا ہوں کہ تمام تاریخ میں ہمیشہ خطرناک دکھائی دیتا رہا ہے اور یہ اس کتاب کے اندر پایا جاتا ہے جو گنہگاروں کے لئے نجات کی خوشخبری پیش کرتی ہے یہ عقیدہ اس زمانہ میں تراشا گیا تھا جو مقابلۃً انسانی زندگی سے عاری تھا اور اسے ہماری کتاب نماز میں موجودہ شکل میں اس زمانہ میں داخل کیا گیا تھا جب انسانی زندگی وحشت زیادہ نمایاں تھی ہیرالڈ ورڈ کلارک نے کہا۔ کہ یہ عقیدہ بھی بڑی تقریبوں کے موقع پر ان کی خوشی کو سالہا سال تک زائل کرتا رہا میں نے کبھی ان الفاظ کو نہیں دہرایا اور نہ کبھی دہراؤنگا۔ یہ میرے لئے نہایت تکلیف دہ بات ہے کہ نمازیوں کی اوازوں کے ساتھ ساتھ با جماعت الفاظ کو گائے جن پر میں ایمان نہیں رکھتا اور میں سمجھتا ہوں ہماری نمازوں کے اندر وہ نہ ہونے چاہئیں سر رابرٹ ولیمس نے کہا کہ عام مذہبی واعظین نے ان فقرات کے برخلاف نہایت بروقت اجتماع کیا ہے آخر کار مسٹر مارسٹن کی ترمیم منظور ہو گئی۔ کیا وہ کلیسا جو نماز کے اندر

---

[1] یہ اسکندریہ کا ایک بشپ ہو گذرا ہے جس ان عقائد کو تجویز کیا تھا جو آج مسیحی کلیسا میں رائج ہیں + ۱۲

اپنے فقرات کو یہ تقریر بہ پنہ دیتا ہے مسیح کا نمایندہ یا روح القدس کا مورد
اور بعض قبطلی کی پیشگوئی کا مصداق تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ ان الفاظ کو جنہیں
مذہبی واعظین نے منتشر کیا ہے اصل سپرٹ مسیحیت کے خلاف ہے لیکن
ہم ذیل لیج اور اس کے ساتھیوں کی توجہ کو ذیل کے الفاظ کی طرف بھی معطوف
کرانا چاہتے ہیں کہ کیا وہ ان کی گتھی کو سلجھانے کی کوشش کرینگے +

اور کیتھولک ایمان یہ ہے کہ ہم واحد اللہ کی پرستش کرتے ہیں اور تثلیث
اور ثالوث توحید میں کریں نہ اقانیم کو مخلوط کریں۔ نہ جوہر کو تقسیم۔ کیونکہ
اقنومیت باپ کی اور ہے بیٹے کی اور روح القدس کی اور۔ لیکن باپ بیٹے
روح القدس کی الوہیت ایک ہی ہے۔ جلال برابر عظمت یکساں ازلی جیسا
باپ ویسا بیٹا اور ویسے ہی روح القدس ہے۔ باپ غیر مخلوق بیٹا غیر مخلوق
اور روح القدس غیر مخلوق۔ باپ غیر محدود بیٹا غیر محدود روح القدس غیر محدود
باپ ازلی۔ بیٹا ازلی۔ روح القدس ازلی (دعائے عام صفحہ ۲۲)

یہ توسیعی عقاید ہیں۔ جو کلیسیا کی کتاب نماز کے اندر پائے جاتے
ہیں۔ امید ہے کہ مسیحی حضرات دوسرے عقاید کی طرح ان پر غور و فکر سے کام
لینگے۔ لیکن مذکورہ بالا جدید خیالات کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے
سامنے جو سب سے زیادہ مشکل ترین بات ہے مشکل کام تھا وہ اب
تکمیل کو پہنچنے والا ہے۔ کلیسیا کے بہترین لوگ وہی خیال رکھتے ہیں اور
پیش کرتے ہیں۔ جو قرآن کریم کے اندر بیان کئے گئے ہیں۔ خدا یسوع کے
متعلق اگر اس خیال کو ترک کر دیا جائے۔ جو ان کے معصوم عن الخطا
ہونے۔ ان کی الوہیت۔ کفارہ اور آسمان پر چڑھ جانے کے متعلق
کلیسیا میں رائج ہے۔ تو وہ محض خدا کے نبی ثابت ہوتے ہیں۔
اور اس طرح سے ان کا کام بحیثیت ایک نبی کے۔ جیسا کہ انہوں
نے خود کہا ہے۔ غیر مکمل رہ سکتا ہے۔ از منہ متوسط کا کلیسیا جو ان
مشرکانہ اور مسیح کے مخالفانہ معتقدات کا بانی ہے۔ آنے والے
تسلی دہندہ کے منصب کا اہل نہیں ہو سکتا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ہی اصلی تسلی دہندہ تھے اور ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم بھی
ایسا ہی ثابت کریں +

خواجہ کمال الدین
مسجد ووکنگ انگلستان

نہایت ضروری اطلاع

جلسہ سالانہ ۲۵ دسمبر ۱۹۲۵ء نماز جمعہ سے شروع ہو کر
۲۷ دسمبر کی شام تک رہے گا۔ گو پہلے ارادہ تھا کہ ۲۸ دسمبر کی
دوپہر تک جلسہ رکھا جائے۔ چنانچہ اسی کے مطابق تاریخیں شائع
کی گئی تھیں۔ لیکن چونکہ بعض احباب جوبلی کے موقعہ پر ۲۸ دسمبر
۱۹۲۵ء کو علیگڈھ پہنچنا چاہتے ہیں اس لئے یہ تبدیلی کی گئی ہے

ظہور احمد
سکرٹری

ارشاد حضرت امیر

۲۵ دسمبر جو ہمارے سالانہ جلسہ کا پہلا دن ہے جمعہ ہے
اور میری یہ خواہش ہے کہ جملہ احباب یہ کوشش کریں کہ نماز جمعہ
میں ضرور شریک ہوں۔ ایک یا سوا بجے تک جو گاڑیاں لاہور پہنچ
جاتی ہیں۔ ان میں جو احباب آئیں وہ بھی غالباً جمعہ میں وقت پر
شامل ہو سکتے ہیں۔ لیکن چونکہ گاڑیاں بعض وقت لیٹ بھی ہو جاتی
ہیں پھر اسٹیشن سے یہاں تک پہنچنے اور اسباب وغیرہ رکھنے۔ وضو
کرنے میں بھی دیر ہو جاتی ہے۔ اس لئے مناسب یہ ہے کہ سب
احباب جمعہ کی صبح یہاں پہنچنے کی کوشش کریں۔ یعنی ایسی گاڑیوں
میں جو صبح نو دس بجے تک پہنچ جاتی ہیں +

نوٹ۔ جلسہ ۲۷ دسمبر کی شام کو ختم ہو جائیگا۔ اس لئے
بعض احباب جو علی گڈھ جوبلی کے موقعہ پر پہنچنا چاہتے ہیں وہ وہاں
بھی ۲۸ دسمبر کو جو جوبلی کا دن ہے پہنچ سکتے ہیں +

خاکسار **محمد علی**

اخبار احمدیہ

مجلس منتظمہ نے جلسہ سالانہ کا کام کلی طور پر پروفیسر محمد عبد اللہ
صاحب ایم۔ ایس سی کے سپرد کیا ہے۔ وہی اس کے انچارج
و ذمہ دار ہوں گے۔ اور باقی تمام کارکنان ان کے معاونین و مددگار
ہوں گے +

جلسہ سالانہ کے لئے جس قدر آٹا صرف ہوتا تھا۔ اس کا نصف
جناب شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم اور نصف شیخ مولا بخش صاحب
مالک فلور ملز لایل پور دیا کرتے تھے۔ شیخ صاحب مرحوم کے قائم مقام
ملک غلام محمد صاحب رئیس لاہور ہوئے ہیں۔ چنانچہ آٹا آ بھی گیا ہے
اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔ شیخ مولا بخش صاحب کی فلور ملز
لایل پور اور ملک صاحب کی فلور ملز قصور میں ہیں +

جلسہ سالانہ پر آنے والے مہمانوں کے آرام و سہولت کے لیے
جناب نیاز حسین صاحب سوداگر بانس اکاڑہ نے پچاس بانسیاں چارپائی
کی۔ اور ایسا ہی جناب ثناء اللہ صاحب ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول
عیلے خیل ضلع میانوالی نے پچاس چارپائیوں کے لئے بان اور ستو
چارپائیوں کے پائے جناب شیخ عبد المجید صاحب سپرنٹنڈنٹ
چک ۲۵۸ اکاڑہ نے عطا فرمائے ہیں۔ ان تمام احباب کا ہم شکریہ
ادا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور خدمت
دین کی توفیق وافر بخشے آمین۔ چونکہ اور چارپائیاں بھی درکار ہیں۔ اور
یہ ناکافی ہیں۔ اس لئے وہ احباب جنہیں خدا تعالیٰ نے مقدرت
بخشی ہے۔ اور زمین پر سو نہیں سکتے۔ زمین پر لیٹنے والوں کی تکلیف
کا احساس کر کے اس مد میں روپیہ یا اشیاء عطا فرماویں
اور ثواب حاصل کریں +

پروگرام بارھواں سالانہ جلسہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور بتاریخ ۲۵-۲۶-۲۷ دسمبر ۱۹۲۵ء

پہلا دن ۲۵ دسمبر ۱۹۲۵ء (بروز جمعہ)

½۱ بجے . . . . نماز جمعہ

پہلا اجلاس

صدر جلسہ شیخ میاں مولا بخش صاحب رئیس لائل پور

تلاوت قرآن

۳ بجے سے ½۳ بجے تک۔ میر مدثر شاہ صاحب { حقیقۃ الوحی اور اسوۂ محمدؐ کا ثبوت

½۳ بجے سے ½۵ بجے تک۔ مولانا مولوی صدر الدین صاحب مسلم مشنری برلن جرمنی } جرمن میں تبلیغ اسلام

نماز مغرب

دوسرا اجلاس

صدر جلسہ ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب

½۶ بجے سے ۸ بجے تک۔	مسٹر امیر علی صاحب	انگریزی لیکچر
۸ بجے سے ۹ بجے تک	خواجہ نذیر احمد صاحب	انگریزی لیکچر
۹ بجے سے ۱۰ بجے تک	مولوی یعقوب خانصاحب	انگریزی لیکچر

دوسرا دن ۲۶ دسمبر ۱۹۲۵ء (بروز شنبہ)

بعد نماز صبح درس قرآن شریف ڈاکٹر بشارت احمد صاحب

پہلا اجلاس

صدر جلسہ عبد الجبار شاہ صاحب۔

۹ بجے سے ½۹ تک { تلاوت قرآن مجید، نظم } طلباء مسلم ہائی سکول

½۹ سے ¾۱۰ تک۔ حافظ محمد حسن صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ وکیل گجرات } احمدیت پر اعتراضات کا جواب

¾۱۰ بجے سے ½۱۱ تک۔ مولوی مصطفےٰ خانصاحب بی۔ اے۔ مسلم مشنری انگلستان } مسلمانوں کا مقدس فرض

½۱۱ بجے سے ½۱۲ تک۔ مولانا غلام حسن خان صاحب وعظ

½۱۲ بجے سے ½۱ تک مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی امیر جماعت احمدیہ لاہور } پیغام اسلام۔

دوسرا اجلاس

صدر جلسہ شیخ نیاز احمد صاحب رئیس وزیر آباد

تلاوت قرآن

½۲ بجے سے ¼۳ تک۔ چوہدری رحمت خان صاحب بدر نظم

¼۳ بجے سے ۴ تک چوہدری ظہور احمد جائنٹ سکرٹری } رپورٹ؛ ڈاکٹر محمد حسین شاہ جنرل سکرٹری } اپیل

۴ بجے سے ۵ بجے تک۔ مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی امیر جماعت احمدیہ لاہور } بقیہ مضمون پیغام اسلام

تیسرا اجلاس

½۶ بجے سے ۱۰ بجے تک احمدیہ کانفرنس . . . .

تیسرا دن ۲۷ دسمبر ۱۹۲۵ء (بروز یکشنبہ)

بعد نماز فجر درس ڈاکٹر بشارت احمد صاحب

پہلا اجلاس

صدر جلسہ مولانا غلام حسن خانصاحب

۱۰ سے ½۱۰ تک تلاوت قرآن کریم و نظم صوفی محمد اسلم خانصاحب

½۱۰ بجے سے ۱۱ بجے تک۔ شیخ عبد الحی صاحب (دہلوی) اسلام میں احمدیت کا مقام

۱۱ سے ¾۱۱ تک ڈاکٹر الہٰی بخش صاحب تقریر

¾۱۱ سے ½۱۲ تک ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب۔ جماعت تنظیم احمدیہ

½۱۲ بجے سے ۲ تک مولانا مولوی صدر الدین صاحب لیکچر

دوسرا اجلاس

صدر میاں غلام رسول خانصاحب

۳ بجے سے ¼۳ تک۔ تلاوت قرآن کریم و نظم خواجہ غلام نبی مہجور

¼۳ بجے سے ¾۳ تک لال حسین صاحب . . . .

¾۳ بجے سے ¼۴ تک مولوی غلام فرید صاحب . . . .

¼۴ بجے سے ¾۴ تک مولوی ظہیر الدین صاحب . . . .

¾۴ بجے سے ½۵ بجے تک مولوی صدیق حسین صاحب . . . .

تیسرا اجلاس

صدر جلسہ شیخ عبد الرحمٰن خانصاحب

تلاوت قرآن کریم و نظم

½۷ بجے سے ۱۰ بجے تک مولوی عصمت اللہ صاحب } اسلام ہی عالمگیر مذہب ہے، مناظرہ آریہ سماج

دعا

جلسہ مستورات

۲۶ دسمبر ۲۵ء بروز شنبہ

½۱۰ بجے سے ½۱۱ تک۔ میر مدثر شاہ صاحب تقریر

½۱۱ بجے سے ½۱۲ تک مولانا مولوی صدر الدین صاحب "

۲۷ دسمبر ۲۵ء (بروز یکشنبہ)

½۱۰ بجے سے ½۱۱ مولوی مصطفےٰ خانصاحب تقریر

½۱۱ بجے سے ½۱۲ تک حضرت امیر "

الداعی الی الخیر

سید محمد حسین شاہ۔ ایل۔ ایم۔ ایس۔ جنرل سکرٹری

جلد ۱۳ | المسیح لاہور | یوم یک شنبہ مطبوعہ ۴ جمادی الثانی ۱۳۴۴ھ ہجری مطابق ۲۰ دسمبر ۱۹۲۵ عیسوی | نمبر ۱۵

خطبہ جمعہ

مؤرخہ ۴ دسمبر ۱۹۲۵ء

ولو یؤاخذ اللہ الناس بظلمہم ما ترک علیہا من دابۃ ۔۔۔۔۔۔۔ ان فی ذالک لآیۃ لقوم یسمعون ۔ (النحل رکوع ۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر جو حالت دنیا کی ہو چکی تھی باوجود اس کے کہ ان کے اندر رسول آتے رہے باوجودیکہ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنا قانون بیان فرمایا ہے۔ ان من امۃ الا خلا فیہا نذیر کوئی قوم ایسی نہیں جس میں کوئی نبی نہ آیا ہو۔ باوجود ان کی حالت یہانتک پہنچی ہوئی تھی۔ کہ فرماتا ہے تاللہ لقد ارسلنا الیٰ امم من قبلک فزین لہم الشیطان اعمالہم فہو ولیہم الیوم۔ اللہ کی قسم گویا اپنی ذات کی قسم کھا کر بتایا ہے کہ ہم نے تجھ سے پہلی قوموں کی طرف رسول بھیجے ۔ ان رسولوں نے کیا کیا؟ اس کو چھوڑ دیا ہے اور ان کی آخری حالت کو بیان کیا ہے فزین لہم الشیطان اعمالہم شیطان نے ان کے بُرے عمل اچھے کرکے دکھائے ۔ بدی ان کو اچھی معلوم ہونے لگی۔

بدی دراصل ایسی چیز نہیں کہ کسی کو اچھی معلوم ہو۔ ہر شخص بدی کو بری نگاہ سے دیکھتا ہے۔ یہ الگ ہے کہ اپنی بدی کو برا نہ سمجھتا ہو۔ لیکن بدی کو فی الحقیقت کوئی بھی اچھا نہیں سمجھتا۔ چوری کوئے لوٹنا کوئے تو جھوٹ کوئے تو کوئی بھی ایسا شخص نہیں جو ان کو اچھا سمجھتا ہو۔ صرف خواہش نفس سے مغلوب ہو کر بعض لوگ اس کا ارتکاب کرنے لگتے ہیں اور پھر آہستہ آہستہ انکی حالت یہانتک پہنچ جاتی ہے کہ وہ بدی اچھی معلوم ہونے لگتی ہے۔ یہ انسان کی فطرت اللہ تعالےٰ نے ایسی بنائی ہے کہ جس راہ پر اسے لگاؤ میں آہستہ آہستہ اسی پر قائم ہو جاتی ہے۔ فی الحقیقت اس وقت وہ چیز جس کو انسان کی ذہنیت کہتے ہیں بالکل تبدیل ہو جاتی ہے وہ پھر افعال کو اس نقطہ نگاہ سے نہیں دیکھتے جس سے دوسرے لوگ دیکھتے ہیں

تو فرماتا ہے فزین لہم الشیطان اعمالہم فہو ولیہم الیوم۔ اور یہ بالکل سچ ہے خواہ اس وقت کا عرب کا نقشہ دیکھو خواہ ایران اور ہندوستان اور یورپ وغیرہ کا تمام ملکوں کی یہ حالت تھی کہ بدی اچھی معلوم ہوتی تھی سانپنے بڑے بڑے دیوتاؤں۔ بزرگوں اور رشیوں کی طرف بدیاں منسوب کرتے تھے۔ کیوں؟ اس لئے کہ فزین لہم الشیطان اعمالہم شیطان نے ان کے بُرے اعمال کو اچھا بنا کر دکھایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بڑا دشوار کام تھا ایسی قوم کی اصلاح جو بدی کو اچھا سمجھتی ہو جو بدی میں منہمک ہو گئی ہو۔ بڑا ہی مشکل کام ہے۔ یہ عظیم الشان کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تھا اور آپ نے ایسا کام کرکے دکھایا کہ ان کی ذہنیت کو چند ہی سال میں تبدیل کر دیا اور ایسا اخلاق کے اوپر قائم کیا کہ ان کا ہر ایک فعل اعتدال اور سوچ سمجھ پر مبنی ہوتا تھا بڑا اعلےٰ درجہ کا دماغی توازن ان میں پیدا کر دیا۔

یہ نقشہ کوئی اس زمانہ کے لئے خاص نہ تھا اور اس قصہ کو سنانے کی غرض ہی کیا ہو سکتی ہے اگر یہ محض قصہ زمانہ کے لئے ہو اس کے سنانے سے غرض دراصل مسلمانوں کو تنبیہ کرنا ہے۔ کہ ایسی حالت تم پر بھی آئیگی۔ واقعی آج ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کو کسطرح بُرے کام اچھے معلوم ہونے ہیں۔ آپس میں تفرقہ ایک دوسرے سے دشمنی ایک دوسرے کی بیخکنی کی کوشش آج مسلمانوں کے نزدیک بہترین افعال ہیں ان کے اعمال سے صاف یہ شہادت ملتی ہے آپس میں جھگڑا ہو تو [illegible] نظر آتے ہیں وقت کی مال کی قربانی بھی کر لیتے ہیں دشمن کے مقابلہ پر نکلنا سمجھتی ہی قوم پہلے درجہ کی نکمی بےہمت نظر آتی ہے۔ پھر اغراض نفسانی کے لئے لڑتے ہیں بہانہ بناتے ہیں کہ دین کے درد کے لئے لڑ رہے ہیں۔ اس کا آخری [illegible] جو اس وقت ہماری آنکھوں کے سامنے ہے وہ یہ قبروں کے جھگڑے ہیں۔ اس نقشہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے کیا یہ صحیح ہے یا نہیں کہ ان کی ذہنیت اسی طرح تبدیل ہو چکی ہے جس طرح پہلی قوموں کی ذہنیت بدل جاتی تھی تاللہ لقد ارسلنا الیٰ امم من قبلک فزین لہم الشیطان اعمالہم آیا یہ نقشہ ان کے اندر نظر آتا ہے یا نہیں باہم لڑ رہے ہیں اور کتنا اس لڑائی میں انہیں مزا آتا ہے کہ اس کے لئے سفر بھی ہوتے ہیں قربانیاں بھی ہوتی ہیں۔ روپیہ بھی بے دریغ خرچ کیا جاتا ہے اور اگر کوئی سمجھانے والا ہو۔ تو اس کو بھی برا سمجھنے لگتے ہیں نکمی باتوں پر باہمی بحثوں اور جھگڑوں میں پڑے رہتے ہیں اور ایک دوسرے پر دست درازیاں کر رہے ہیں اس میں شک نہیں کہ انسانوں سے غلطیاں ہوتی ہیں لیکن مسلمانوں میں یہ حالت ہو گئی ہے کہ جہاں اپنے بھائی سے کوئی غلطی ہوئی فوراً اس کے پیچھے پڑ گئے ابن سعود یا اسکے اعوان انصار کا قبوں کو گرانا واقعی اچھا نہیں غلطی ہے لیکن اگر ایک مسلمان سے غلطی ہو جائے تو کیا اس کی بیخکنی کے درپے ہو جانا چاہیئے قبوں کا بنوانا کیسا ہی ہو لیکن ان کا گرانا یقیناً بہت بڑی غلطی ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ عذر ہو سکتا ہے کہ وہاں شرک ہوتا ہے لیکن اگر ان عمارتوں کی وجہ سے شرک مان لیا جائے تو پھر بھی ان کا گرانے کی اجازت اسلام نہیں دیتا۔ مسلمانوں کو تو بت پرستوں کے مندر گرانے کی بھی اجازت نہیں عیسائیوں کے گرجے منہدم کرنے کی بھی اجازت نہیں۔ بلکہ جنگ کی غرض یہ قرار دی کہ ان مندروں اور گرجاؤں کی حفاظت کیجائے لولا دفع اللہ الناس بعضہم ببعض لہدمت صوامع وبیع وصلوات اسلام جنگوں کی غرض یہ ہے کہ مندر بھی قایم رہیں اور گرجے بھی وہی گرجا گھر جنکے قایم رکھنے کے لئے جنگ کا حکم دیتا ہے ان میں جن عقائد کی تعلیم ہوتی ہے اس کے متعلق فرمایا تکاد السموات یتفطرن منہ وتنشق الارض وتخر الجبال ہدا ان دعوا للرحمٰن ولدا قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ گر جائیں کہ خدا کا بیٹا بناتے ہیں۔ اتنا خطرناک تو ان کا اعتقاد لیکن اس کی حفاظت کے لئے جنگ کرنے کا حکم دیا یہ بھی نہیں کہ اس اعتقاد ہی کی بیخکنی کے لئے یہ کہا ہو کہ گرجے گرا دو یہ مسلمانوں کو فتح کا وعدہ تو دیا مگر اس کی غرض یہ نہیں بتائی کہ دوسروں کے مذہب کو مٹایا جائے لا اکراہ فی الدین اسلام کا طغرائے امتیاز ہے اگر مسلمان شرک کرتے ہیں قبوں کے اوپر تو کسی کا حق نہیں کہ ان کو گرائے۔

تو بہر حال یہ ایک برا فعل ہے۔ میں اس کو برا سمجھتا ہوں مگر یہ بھی نہ ہونا چاہیئے کہ اب اس برے فعل کی وجہ سے ہاتھ دھو کر ابن سعود کے پیچھے پڑ جاویں اور مسلمانوں میں تفرقہ اندازی کریں۔ ہمارے ملک ہندوستان کے اسکو ایک کیمپ بنا لیا گیا ہے سوچنا چاہیئے کہ ایسی باتوں سے کیا نتیجہ ہے یہ کس قسم کی عقلمندی کا کام ہے جلسے ہوتے ہیں ریزولیوشن پاس ہو۔ برا بھلا کہتے ہیں گالیاں دیتے ہیں یہاں جو جلسہ ہوا میں تو اس میں گیا لیکن میں نے سنا ہے کہ اس میں داخلہ کے لئے یہ اقرار لیا جاتا تھا کہ ابن سعود کو کافر سمجھتے ہیں یہ بہت بری اور خطرناک بات ہے کہ ہر ایک برا کام کرنے سے کوئی شخص کافر نہیں ہو جاتا ہمارے قادیانی دوستوں کو بھی یہ غلطی لگی کہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہر ایک برا کام کرنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کا ماننا ضروری نہیں اور اگر ضروری نہیں اور اگر ضروری ہے تو نہ ماننے والا کافر ہوا۔ اسی سے ساری تفریق جتنی آگے چلتی ہے پیدا ہوتی ہے حالانکہ ہر ایک ضروری فعل کے نہ کرنے سے کوئی کافر نہیں ہو جاتا۔

دیکھئے ابھی دعوےٰ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار کو نقصان پہنچا ہے حالانکہ وہ بھی غلط ثابت ہوا لیکن کیا ان لوگوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نے جوش مارا ہے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جوش مارے تو اس وقت انھیں جب ایک عیسائی اسلام کو مٹانا چاہتا ہے جب آریہ اسلام پر حملہ آور ہوتا ہے کیا سارے یورپ اور امریکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملے نہیں ہوتے یورپ امریکہ کو چھوڑ کر کہیئے کہ ہمارے علماء کو کیا علم ہے کہ وہاں کیا ہوتا ہے لیکن افسوس تو یہ ہے کہ جب آنکھوں کے سامنے وہی نظارہ ہو تو تب بھی احساس نہیں ہوتا۔ یہ رنگیلا رسول کا مقدمہ کتنا عرصہ ہو گیا ہے اسے چلتے ہوئے کیا ان مسلمانوں میں سے کسی کو کچھ حرکت ہوئی ہے۔ اتنا گندہ اس مقدمہ میں رسول اللہ صلعم کے متعلق پھیلایا گیا ہے جس کی انتہا نہیں مخالف پارٹی کی طرف سے نہایت اہتمام کے ساتھ اس مقدمہ کو چلایا جاتا ہے لیکن مسلمانوں کو احساس نہیں کہ کوئی مقابلہ کرتے۔ رسول اللہ صلعم پر رات دن حملے ہوتے ہیں۔ لیکن کوئی نہیں اٹھتا کسی کی محبت جوش میں نہیں آتی اٹھتے ہیں تو اس وقت اٹھتے ہیں جب مسلمانوں کو باہم لڑانا ہو کیا یہ رسول اللہ صلعم کی محبت کام کر رہی ہے ہاں ایمان تو یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کیلئے اپنی جان اور مال سے بھی دریغ نہ کرے لیکن کیا ان کے دلوں میں یہ جوش رسول خدا صلعم کی محبت کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے؟ اگر ایسا ہے تو اس وقت جب لاکھوں کروڑوں اعتراض ہوتے ہیں کیوں اس وقت اٹھ کر ان اعتراضات کا جواب نہیں دیتے کہتے ہیں مرزا ۔۔۔۔ کافر ہے بے ایمان لیکن ان کافر کہنے والوں اور اس شخص کے کام میں جسے کافر کہا جاتا ہے ایک فرق دیکھو گے یہاں چند سال میں کئی تحریکیں پیدا ہوئیں اور ہیضہ لکوں کی طرح چند دن کی زندگی کے بعد مر گئیں لیکن جس شخص کے دل میں رسول خدا صلعم کی سچی محبت تھی۔ اس نے جس تحریک کو شروع کیا وہ خدا کے فضل سے بہ ترقی ہے ۔ لوگ کہتے ہیں تم اور تحریکات میں حصہ نہیں لیتے میں کہتا ہوں یہ خدا کا فضل ہے کہ ہم پیچھے ہو رہے ہیں ہم بھی اگر دوسری طرف توجہ کرتے تو ہم اس کام کو جو ہمارے سامنے ہے نہ کر سکتے۔ ہمارا صرف دشمنان اسلام سے مقابلہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح
لاہور

جلد ۳۱ / ۱۴ جمادی الثانی ۱۳۸۴ھ نمبر ۱۱۵

مسیح موعودؑ کی روح کہاں ہے؟

لاہور آکر دیکھئے

حضرت مسیح ناصری کی طرح مسیح موعودؑ کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ آپ کے کلام میں وہی مجاز و استعارہ کا رنگ پایا جاتا ہے۔ کتنے ہی حقائق و دقائق تھے جو پیشگوئیوں کے اندر دبے پڑے تھے اور چشم ظاہر بین ان کے عجیب و غریب نقشے کھینچا کرتی تھی۔ بالآخر آپ نے جس زبان میں ان سے صدیوں کا پراسرار پردہ اٹھایا وہ وہی استعارہ کی زبان تھی۔ یاجوج ماجوج۔ دجال خر دجال۔ دابۃ الارض۔ کسر صلیب، قتل خنزیر نزول مسیح وغیرہ وغیرہ جنہیں ملاں لوگ نہایت مضحکہ انگیز رنگ میں پیش کیا کرتے تھے ان کی آپ نے وہ تشریح و توضیح فرمائی کہ کوئی معقول آدمی اس سے انکار نہیں کرسکتا۔ ایسا کرنے میں آپ نے اپنے اسی امتیازی خصوصیت یعنی استعارہ سے کام لیا۔ خود آپ کے دعاوی بھی استعارہ ہی کے رنگ میں ہیں۔

جس طرح مسیح موعودؑ کی زندگی ہر ایک پہلو سے استعارہ کے رنگ میں ہمارے لئے سبق آموز تھی اسی طرح اگر چشم بصیرت سے کام لیا جائے تو صاف نظر آجائیگا کہ آپ کی وفات بھی اپنے اندر ایک نہایت ہی سبق آموز کیفیت رکھتی ہے۔ ہاں وہ سبق اس کے لئے نہیں جو موٹی آنکھ رکھتا ہے اسے وہی دیکھ سکتا ہے جو جانتا ہے کہ باریک حقائق کا علم ہمیشہ استعارہ کے رنگ میں دیا جاتا ہے۔ مشیت ایزدی آپؑ کو اپنی زندگی کے آخری دنوں میں لاہور بلاوجہ نہیں لائی۔ اس کے اندر بھی آنے والوں کے لئے بزبان استعارہ ایک سبق تھا۔ خدا تعالےٰ نے لاہور احمدیہ بلڈنگس کو یہ شرف بخشا کہ آپؑ کی روح اسجگہ رفیق اعلےٰ سے ملے۔ اور آپ کے جسم خاکی کا قادیان لے جانا بھی بے حقیقت نہ تھا۔ درحقیقت استعارہ کے رنگ میں ہر ایک صاحب بصیرت کو یہ دکھانا مقصود تھا کہ مسیح موعودؑ کے بعد قادیان میں جو کچھ باقی رہ جائیگا وہ صرف آپ کی تعلیمات کا ظاہری نقشہ ہوگا جس میں روح کوئی نہیں ہوگی۔ روح کے لئے یہی مقدر ہے کہ وہ لاہور رہ جائے جہاں آپ کے "پاک ممبر" رہتے ہیں یہی وہ راز تھا کہ آپ کی موت جو اچانک آئی اپنے اندر رکھتی تھی۔ یعنی یہ کہ آنے والی نسلوں کے لئے سبق ہو کہ اب قادیان میں احمدیت کے ظاہری ڈھانچے کے سوا باقی کچھ نہیں رہا۔ روح مغز حقیقت کیلئے خدا تعالےٰ کی مشیت نے لاہور کو منتخب کرلیا ہے۔

ہمارا یہ کہنا محض دعوےٰ بے دلیل نہیں ہے۔ لاہور آکر دیکھئے بچشم خود ملاحظہ کیجئے کہ خدا کے فضل و کرم سے وہ روح جو مسیح موعودؑ چھوڑ کر اہل لاہور کے سپرد کر گئے وہ کہاں تک ان کے اندر کام کر رہی ہے۔ مسیح موعودؑ کے مشن کا لب لباب کیا تھا؟ بس یہی کہ اسلام کا جھنڈا دنیا میں بلند ہو۔ اسلام کی پاک تعلیم دنیا کے کونوں تک پہنچ جائے۔ درحقیقت احمدیت کے معنے سوائے خدمت اسلام کے اور کچھ نہیں۔ اسلام کا خوبصورت چہرہ دلائل و براہین کے ساتھ اس آب و تاب سے چمکا تاکہ دشمن کو بھی تعریف و تحسین کے سوا کوئی چارہ نہ رہے یہی حضرت مسیح موعودؑ کا واحد مشن تھا اور یہی آپ کی روح تھی۔ اب خدا کے لئے تمام خوش اعتقادیوں کی پٹی اُتار کر ٹھوس حقائق پر ایک نظر ڈالئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ آج اگر مسیح موعودؑ کی روح کہیں بستی ہے تو وہ آپ کے ان "پاک ممبروں" کے سینوں میں جو لاہور احمدیہ بلڈنگس کی چار دیواری میں رہتے ہیں جن کے ہاتھوں میں مسیح موعودؑ نے اپنی روح خدا تعالےٰ کے سپرد کی۔ ان خدمات اسلامی کو بالتفصیل سننا ہے اور دین کے راستہ میں قربانیوں کی کہانی اپنے کانوں سے سننی ہے جو جماعت احمدیہ لاہور نے محض خدا کے منشاء کے مطابق اور اس کی تائید سے اس قلیل عرصہ میں دکھائیں تو آپ سالانہ جلسہ پر سکرٹری کی رپورٹ سننے کے لئے تشریف لائیں۔ مختصراً کس کو معلوم نہیں کہ آج **تمام دنیا** میں اگر قرآن پاک کی کوئی تفسیر مستند سمجھی جاتی ہے اور مسلم اور غیر مسلم ہر دو علمی ملقوں میں عزت اور احترام کا خراج پاتی ہے وہ انگریزی ترجمہ و تفسیر ہے جو مولانا مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کے ہفت سالہ محنت و مشقت کا پھل ہے۔ بہت سے لوگ ہیں جنہوں نے اسی اثنا میں عزم بالجزم کیا کہ اس قسم کی کوئی خدمت اسلام کا شرف انہیں بھی حاصل ہو۔ خود احباب قادیان نے بھی اس طرف قدم اٹھایا۔ مگر این سعادت بزور بازو نیست۔ خدا تعالےٰ کا مسیح تو اپنی **روح** لاہور چھوڑ گیا تھا اور کون ہے جو اس زمانہ میں اس روح کے بغیر اسلامی خدمت کا سہرا حاصل کرسکتا ہے۔ سہ نشان فتح نمایاں بنام ما باشد۔ یہ سعادت اور یہ فتح صرف ان کے لئے مقدر تھی جن میں وہ **روح** تھی جو مسیح موعودؑ ودیعت کر گئے تھے۔ محمد علی کون تھا جو اس قدر عظیم الشان کام کرسکتا جسکے سامنے تمام دنیا سر تسلیم خم کر دیتی۔ ہاں محمد علی کے سینہ میں وہ **روح** کام کر رہی ہے جو حضرت مسیح موعودؑ کی **روح** ہے۔ انگریزی ترجمہ تفسیر جیسی ضخیم اور پر معارف تصنیف کے بعد خدا تعالےٰ نے آپ کے قلم سے جو اسلامی خدمت **بیان القرآن** یعنی اردو ترجمہ و تفسیر قرآن کریم کے رنگ میں لی وہ بھی **اظہر من الشمس** ہے۔ اپنے رنگ کی ایک ہی تفسیر جسکی خوبیاں اپنے اور غیر سب تسلیم کرتے ہیں۔ آج اگر انگریزی دان دنیا میں مولوی محمد علی صاحب کا ترجمۃ القرآن انگریزی مستند سمجھا جاتا ہے تو اسی طرح روشن خیال اردو دان ہندوستان میں سب سے اونچا مقام آپ ہی کے **بیان القرآن** کو حاصل ہے۔ یہ ہے مسیح موعودؑ **کی روح** جو **عمل** کے رنگ میں **کام** کے رنگ میں **خدمت** کے رنگ میں نہ کہ خوش اعتقادی۔ کورانہ تقلید۔ گوسفندانہ دست بوسی اور قبر پرستی کے رنگ میں اصحاب بصیرت کو تلاش کرنی چاہیئے۔ اسکے علاوہ نبی کریم کی سیرت اردو و انگریزی میں اگر کوئی مقبول خلائق ہوئی ہے تو وہ اسی کی تصنیف ہے جسکے اندر مسیح موعودؑ کی **روح** ابھی تک زندہ ہے اور دوسروں کو زندہ کر رہی ہے۔ ترجمہ و تفسیر بخاری شریف بزبان انگریزی و اردو کا عظیم الشان کام بھی آپ ہی کے دامن سعادت میں پڑا۔ سرزمین یورپ پر (والیان ملک کو چھوڑ کر) سب سے پہلے جس جماعت کو ایک سر بفلک خانہ خدا کھڑا کر دکھانے کا امتیاز حاصل ہوا وہ یہی جماعت ہے جسکے مردوں اور عورتوں نے مسیح موعودؑ کی **روح** سے کام لیتے ہوئے ہر ایک قسم کی مالی قربانی کی۔ اور اس جماعت کی ایک دوسری مقتدر شخصیت کے ہاتھوں یہ خدمت انجام پائی۔ صدر الدین تو ایک معمولی انسان تھا۔ اس کو اگر خدا تعالےٰ نے یہ قابل رشک توفیق بخشی کہ وہ سرزمین جرمنی کے دارالخلافہ میں پہلی مسجد کے بانی ہوکر تاریخ عالم میں اپنے لئے ایک ممتاز جگہ بنائے تو اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ لاہور کے دوسرے "پاک ممبروں" کی طرح آپ میں بھی وہی **روح** جلوہ گر ہے۔ جسے حضرت مسیح موعودؑ احمدیہ بلڈنگس کی چار دیواری میں چھوڑ کر اپنے مالک حقیقی سے ملے۔

الغرض اگر آپ کی طبیعت مائل ہے تک مقام پرستی۔ مزار پرستی۔ ہیکل پرستی پیر پرستی۔ انبوہ پرستی۔ اور ایسی قسم دیگر پرستشوں کا کوئی شائبہ باقی ہے تو بلاشبہ بہت سے مقامات ہیں جہاں آپ کی یہ نفسانی آرزو پوری ہوسکتی ہے۔ لیکن اگر آپ کی آنکھ ان سفلی خواہشات و توہمات کی حقیقت تک پہونچنے کی اہلیت حاصل کرچکی ہے اور فقط اس بات کی متمنی ہے کہ محض استخوان کو پھینک کر مغز کو حاصل کرے۔ ظاہری قالب پر دھوکا نہ کھا کر حقیقی **روح** کو تلاش کرے تو آپ کے لئے صرف ایک ہی جگہ ہے اور وہ لاہور ہے جہاں مسیح موعودؑ کی **روح** ابھی تک زندہ کام کر رہی ہے۔ لاہور آئیے اور اس **روح** سے اپنے ایمان کو تروتازہ کیجئے۔ اپنی روح کو زندہ کیجئے۔ سالانہ جلسہ اس ایمانی اور روحانی تروتازگی کا سال میں ایک ہی بہترین موقع ہے اسے ہاتھ سے جانے نہ دیجئے

تنگ آمد بجنگ آمد

قاعدہ ہے کہ جب انسان کے پاس حق اور صداقت نہ رہے تو وہ تنگ آکر جنگ کرنے لگ جاتا ہے۔ چنانچہ یہی حالت آجکل قادیانی احمدیوں کی ہے۔ جب لاہوری احمدیوں سے انہیں گفتگو کرنے کا موقعہ ملتا ہے ایسی بدتہذیبی کی طرز اختیار کرلیتے ہیں کہ حیرت آتی ہے۔ چھٹتے ہی تو کہدیتے ہیں کہ تم احمدی نہیں ہو۔ گویا انہوں نے میاں صاحب کی مریدی میں یہی سیکھا ہے کہ حق اور واقعات کا انکار کریں۔ ایک شخص اہل قبلہ ہے محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت کا قائل ہے کلمہ گو ہے اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے۔ مگر یہ لوگ اُسے کہتے ہیں کہ تو مسلمان نہیں۔ ایک شخص حضرت صاحب کو مسیح اور مہدی مانتا ہے مگر یہ اُسے کہتے ہیں کہ تو احمدی نہیں۔ اسی طرح بغیر کسی شرم کے کہدینگے کہ لاہوری احمدیوں میں اور قادیانیوں میں صرف یہ فرق ہے کہ لاہوری میاں صاحب سے عناد رکھتے ہیں۔ حالانکہ یہ جھوٹ ہے اور سراسر افترا ہے۔ مگر یہ جھوٹ کی لعنت سے ذرا نہیں ڈرتے زبان کی اس دلآزاری کے علاوہ اب ہاتھا پائی پر بھی نوبت لے آتے ہیں چنانچہ حال ہی میں لائلپور میں ایک لاہوری احمدی کو ان قادیانیوں نے صرف اس قصور پر مارا کہ اس نے کہدیا تھا کہ ہمیں قرآن و حدیث اور حضرت مسیح موعودؑ کے کلام کے بعد تمہاری خواب کی ضرورت نہیں۔ ایسے ہی گجرات میں حافظ محمد حسن صاحب پلیڈر کی گفتگو محمد رمضان صاحب محمودی سے ہو رہی تھی حافظ صاحب کی تقریر پر کسی نے کہدیا جزاک اللہ اس پر برکت علی محمودی سکرٹری نے کہا کہ یہ مباحثہ ہے یا .... (ایک نہایت فحش کلمہ کہا)۔ اور بعد میں یہانتک نوبت پہنچی کہنے لگے کہ ہمارے مکان سے نکل جاؤ ورنہ ہم ڈنڈوں سے تواضع کرینگے۔ یہ گھر پر آئے ہوئے مہمانوں کی عزت تھی۔ اسی طرح راولپنڈی میں ایک احمدی سے جب ایک قادیانی بزرگ گفتگو کر رہے تھے تو جواب نہ بن پڑنے پر ایسے آپے سے باہر ہوئے کہ فرمانے لگے کہ نکل جاؤ ورنہ ہم ڈنڈوں سے تواضع کرینگے واہ رے فیض خلافت! یہ ڈنڈے بازی اور درشت کلامی کیا ظاہر کر رہا ہے؟ تمام دنیا کے مسلمانوں کو کافر بنانے والوں کو خود کیوں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھول گیا **المسلم من سلم المسلمون من یدہ و لسانہ** کہ مسلمان وہ ہے کہ جس کی زبان اور ہاتھوں سے دوسرے مسلمان امن میں رہیں۔

بقیہ مضمون صفحہ اول

آج کوئی نیچری یا دیوبندی شیعہ ہو جو صحابہ کو گالیاں دے یا عیسائی ہو جو اسلام کی ہتک کر رہا ہو اسکے خلاف کوئی جوش نہیں لیکن احمدی کو سب سے زیادہ بُرا سمجھا جاتا ہے۔ یہ حالت بہت بُری ہوتی ہے کہ انسان اعتدال کو چھوڑ دے اور میں تو اپنی قوم کو بھی اس حالت سے ڈراتا ہوں کہ بعض وقت ایک غلطی پر انسان کا قدم جمتا جاتا ہے اور پھر وہ اسی پر قائم ہوجاتا ہے اور وہ اس کو اچھی معلوم ہونے لگتی ہے خیال رکھنا چاہیئے کہ ہماری بھی وہ حالت نہ ہوجائے کہ ہم غلطی اور صحت میں تمیز نہ کرسکیں اپنی حالت کو ہمیشہ اعتدال پر رکھنا چاہیئے خواہ مخواہ کسی کے متعلق بغض رکھنا یا اسکی مخالفت کرنا ٹھیک نہیں اگر کسی جماعت کا کام اچھا ہے تو اسکی امداد کرنی چاہیئے اگر کام بُرا ہو تو کرنے والا خواہ میں ہوں یا اور کوئی بڑا آدمی اس سے الگ ہوجانا چاہیئے۔ یہ خیال کرنا بالکل صحیح نہیں کہ فلاں بڑا آدمی چونکہ یہ کام کرتا ہے اس لئے صحیح ہے۔ اس عذر سے کوئی شخص بچ نہیں سکتا قرآن کریم میں صاف ہے کہ مجرم جب کہینگے کہ بڑوں کو جنہوں نے گمراہ کیا ہے دُگنا عذاب دیا جائے تو جواب ملیگا لکل ضعف کسی شخص کا یہ عذر مسموع نہ ہوگا کہ مجھے فلاں بڑے آدمی کو ٹھوکر لگی تو ہمکو اپنا قدم ہمیشہ صحیح مسلک پر رکھنا چاہیئے اور خواہ مخواہ کسی کو بُرا نہیں کہنا چاہیئے لایجرمنکم شنان قوم علیٰ الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ۔ کسی قوم کی دشمنی تمہیں انکے حق میں انصاف سے نہ روکے۔ عدل کرو یہ تقوے سے قریب تر ہے۔ عیسائیوں میں بھی جو اچھے کام ہیں انکی بھی قدر کرنی چاہیئے۔ مجھے ایک دفعہ ایک شخص نے زور دیا کہ تم قادیان والوں کے فلاں کام کی تعریف کرتے ہو۔ میں کہتا ہوں خواہ مخواہ ہر بات پر انکو بھی بُرا کہنے کی ضرورت نہیں جو نیک کام وہ کر رہے ہوں اسکو اچھا اور نیک ہی کہنا چاہیئے اب دیکھو تبلیغ اسلام کا انکے اندر بڑا جوش ہے۔ اسکے لئے وہ چندے بھی بڑے بڑے دیتے ہیں یہ الگ امر ہے کہ بڑے آدمیوں کی غلطی کیوجہ سے کام کو نقصان پہنچے لیکن بحیثیت جماعت انمیں بڑا جوش ہے۔ اور یہ بہت خوبی کی بات ہے ایسی بات کو ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھنا چاہیئے۔ اپنے دماغ کو برے تاثرات سے پاک رکھنا چاہیئے بعض اوقات ایک چھوٹی غلطی پر اڑ کر انسان اتنی دور نکل جاتا ہے کہ پھر سوچ سمجھ سے بھی کام نہیں لے سکتا۔ اس وقت اسکی حالت **لہم قلوب لا یفقہون بہا ولہم اعین لا یبصرون بہا ولہم اذان لا یسمعون بہا** کی مصداق ہوتی ہے۔ اسیات سے بچنا چاہیئے کہ اپنے دماغ کو ایسی حالت پر رکھا جائے کہ آخر کار صحیح بات کا اندازہ کرنے کا مادہ ہی نہ رہے۔

خطبہ ثانی

میرا ارادہ ہے کہ ہر جمعہ ایک حدیث کا ترجمہ بھی سنا دیا کروں ایک حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کر رہے تھے **فجعل الناس یتمسحون بوضوئہ** لوگوں میں تبرک لینے کی عادت تو ہے ہی۔ آپ کے وضو سے بھی لوگ تبرک لینے لگے جو پانی گرتا اسکو لیکر منہوں پر ملتے۔ رسول اللہ صلعم نے پوچھا تمہیں ایسا کرنے پر کیا بات آمادہ کرتی ہے۔ انہوں نے کہا حب اللہ

ورسولہ اللہ اور اسکے رسول کی محبت قال من سرہ ان یحب اللہ ورسولہ فلیصدق فالحدیث اذا حدث و یؤد الامانۃ اذا ائتمن

رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اگر اللہ اور اسکے رسول کی محبت اچھی لگتی ہے تو اسکے اظہار کا یہ طریق نہیں گویا ایک جذبہ اور جوش کو جو ایک عارضی بات تھی آپ نے پسند نہیں کیا اور فرمایا محبت کے اظہار کا طریق یہ ہے۔

جب بات کہے تو سچ کہے۔ امانت رکھے تو اسکو وقت پر ادا کرے حدیثوں میں بعض و قت بڑا علم ملتا ہے کیسی اعلےٰ درجہ کی بات فرمائی کہ اللہ اور رسول کی محبت ہے تو اپنے اخلاق کو درست کرو۔ سچائی سب اخلاق فاضلہ کے جڑ ہے اور سچائی میں یہ بات بھی داخل ہے کہ منہ سے ایک بات کر تو اسے سچ کر دکھائے یعنی پورا کرے۔ خواہ کتنی بھی مشکلات پیش آئیں جو انسان ایسا کرے وہ دنیا کا معزز ترین انسان ہے۔ اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں بھی اسکی خوبی بیان کی ہے اور صحابہ کا ذکر کرتے ہوئے بتایا ہے کہ وہ اپنی بات کو سچ کر دکھاتے ہیں منھم من قضیٰ نحبہ و منھم من ینتظر ان میں سے وہ بھی ہیں جنہوں نے اپنی نذر کو پورا کر دیا ہے اور وہ بھی جو ابھی انتظار میں ہیں گویا وہ ابھی منتظر ہیں کہ کب انکو موقعہ پیش آئے کہ وہ اپنی بات کو سچ کر دکھائیں پس میں بھی آپ لوگوں سے یہ کہتا ہوں کہ لوگوں کو نہ دیکھو کہ وہ کیا کرتے ہیں اور کیا نمونہ یہاں یا وہاں نظر آتے ہیں اگر اللہ اور اسکے رسول سے محبت ہے تو سچائی کا صدق کا جوہر اپنے اندر پیدا کرو۔

اخبار اہل حدیث کی قطع و برید

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی قلم سے)

برادر عزیز اللہ صاحب نے مدراس سے کسی اخبار سے ایک مضمون نقل کر کے بھیجا تھا اور لکھا تھا کہ عقائد غالیہ محمودیہ نے سلسلہ عالیہ احمدیہ کو کس قدر بدنام کر رکھا ہے چنانچہ وہ مضمون پیغام صلح میں شائع ہوا اور ایڈیٹر پیغام صلح کی طرف سے اس پر ایک نوٹ بھی نکلا کہ یہ عقاید غالیہ خلافت محمودیہ کا طغرائے امتیاز ہیں۔ حضرت مسیح موعود کا دامن ان سے پاک ہے مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس مضمون کو اپنے اخبار اہل حدیث میں نقل کر کے یہ نوٹ چڑھایا کہ درحقیقت یہ عقائد حضرت مرزا صاحب کے ہیں اور اپنی تائید میں حضرت صاحب کی کتاب اربعین سے آگے پیچھے سے قطع و برید کر کے ایک عبارت پیش کر دی۔ اور بہت خوش ہوئے کہ تیر مار لیا اور احمدی جماعت کو للکارا۔ مولوی صاحب موصوف کی قطع و برید کردہ عبارت حسب ذیل ہے:۔

"شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب الشریعت ہو گیا۔ پس اس تعریف کے رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں کیونکہ میری وحی میں امر بھی اور نہی بھی"

اس عبارت کو قطع و برید اس لئے کیا گیا کہ صرف اسقدر عبارت سے مصنف کا مفہوم متشابہ اور مبہم ہو جاتا ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا حضرت مرزا صاحب اپنے صاحب شریعت نبی ہونے پر استدلال کر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ صاحب شریعت ہی ہوتا ہے جسکی وحی میں چند اوامر اور نواہی ہوں اور وہ میری وحی میں بھی ہیں اس لئے میں صاحب شریعت نبی ہوں۔ چنانچہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے اسی غرض کے لئے یہ تمام قطع و برید کی کہ حضرت صاحب کی تحریر متشابہ بنکر نتیجہ غلط نکلے۔ اور یہ جان کر کیا۔ کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ انہوں نے یہ ساری کتاب پڑھی نہ ہو۔ پڑھی اور ضرور پڑھی مگر انہوں نے یہی کرنا تھا کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ کہ جن لوگوں کے دلوں میں ٹیڑھا پن ہوتا ہے وہ متشابہ باتوں کی پیروی کیا کرتے ہیں۔ اسی کتاب میں اسی عبارت سے چند سطریں آگے جا کر لکھا ہوا ہے کہ "ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور قرآن ربانی کتابوں کا خاتم ہے"۔ تو پھر جو شخص قرآن کو ربانی کتابوں کا خاتم مان رہا ہے۔ وہ اپنے آپ کو صاحب الشریعت کس طرح کہہ سکتا ہے۔ اسی اربعین میں دوسری جگہ لکھا ہوا ہے "اور اس جگہ میری نسبت کلام الٰہی میں رسول اور نبی کا لفظ اختیار کیا گیا ہے کہ یہ رسول اور نبی اللہ ہے۔ یہ اطلاق مجازاً اور استعارہ کے طور پر ہے"۔

اب فرمائیے جو شخص اپنے متعلق نبی اور رسول کے لفظ کو محض مجاز اور استعارہ بتاتا ہے وہ صاحب الشریعت نبی ہونے کا کس طرح دعویٰ کر سکتا ہے۔

مگر اس سے قبل میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ اس کتاب اربعین میں جو مضمون زیر بحث ہے وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے منجانب اللہ ہونے کا ایک ثبوت پیش کیا تھا کہ اگر آپ مفتری ہوتے تو آپ کو الہام کے دعوے کے بعد ۲۳ سال کی مہلت نہ ملتی اور آپ اس سے قبل ہی ہلاک کر دئے جاتے۔ اور اس کی تائید میں آیت لو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین پیش کی تھی جس میں اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلعم کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ اگر تو ہم پر کچھ بھی باتیں افترا کرے تو ہم تیرا دایاں ہاتھ پکڑ کر تیری رگ جان کاٹ دیں۔ چونکہ آپ صلعم وحی الٰہی کے مدعی ہونے کے بعد برابر ۲۳ سال تک زندہ رہے اور نہایت کامیاب دنیا سے تشریف لیگئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو مہلت رسول کریم صلعم کو ملی وہ ایک مفتری کو نہیں مل سکتی۔ ورنہ پھر یہ دلیل بیکار ہو جاتی ہے۔ حضرت مرزا صاحب چونکہ دعوئے الہام کرنے کے بعد ۲۳ سال سے زیادہ عرصہ تک زندہ رہے۔ اس لئے یہ ماننا پڑیگا کہ آپ مفتری نہ تھے۔ یہ دلیل چونکہ بڑی زبردست تھی۔ ملاں لوگوں کے ہاتھ پلے تو کچھ نہ تھا۔ سوچ سوچ کر یہ راہ نکالی کہ چونکہ آنحضرت صلعم صاحب شریعت نبی تھے اس لئے خدا تعالےٰ کا یہ زجر صرف صاحب الشریعت کے لئے ہو سکتا۔ دوسرے ملہموں کے لئے نہیں۔ اس پر حضرت مسیح موعودؑ نے جواب دیا کہ اول تو بعض الاقاویل کو صاحب الشریعت کے لئے مختص کرنا غلط ہے۔ دوم اگر اسے بطریق تنزل مان بھی لیں تو نتیجہ یہ نکلا کہ صاحب شریعت کی وحی کے رنگ کا کوئی فقرہ اگر افترا کیا جاوے تو اس پر قطع وتین یعنی ہلاکت وارد ہوگی۔ صاحب الشریعت کی وحی کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ اس میں اوامر و نواہی ہوتے ہیں تو اب اگر کسی کی وحی میں بعض الہامات اوامر و نواہی کے رنگ میں ہوں تو پھر ضروری ہے کہ اگر وہ افترا ہوں تو قطع وتین والی وعید عائد ہو۔ اسی طرح فرمایا کہ میری وحی میں بھی بعض اوامر و نواہی تجدید کے رنگ میں آگئے ہیں۔ مثلاً قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم و یحفظوا فروجھم ذالک ازکیٰ لھم۔ اب اگر یہ الہام منجانب اللہ نہیں اور افترا ہے تو ضروری ہے کہ قطع وتین یعنی ہلاکت کی وعید عائد ہو۔ پس جب یہ وعید آپ پر عائد نہیں ہوئی تو آپ کی وحی کے منجانب اللہ ہونے میں کوئی شک نہ رہا۔ یہ خلاصہ ہے حضرت صاحب کی تمام تحریر کا۔ اب اصل عبارت پڑھو اور مولوی ثناء اللہ صاحب کے اتباع متشابہات اور زیغ قلب کا نمونہ ملاحظہ کرو۔

اربعین کی اصل عبارت یوں ہے:۔

"اسی لئے میں بار بار کہتا ہوں کہ صادقوں کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا زمانہ نہایت صحیح پیمانہ ہے اور ہر گز ممکن نہیں کہ کوئی شخص جھوٹا ہو کر اور خدا پر افترا کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ نبوت کے موافق یعنی تئیس۲۳ برس تک مہلت پا سکے۔ ضرور ہلاک ہوگا اس بارے میں میرے ایک دوست نے اپنی نیک نیتی سے یہ عذر پیش کیا تھا کہ آیت لو تقول علینا میں صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب ہیں اس سے کیونکر سمجھا جائے کہ اگر کوئی دوسرا شخص افترا کرے تو وہ بھی ہلاک کیا جائیگا۔ میں نے اس کا یہی جواب دیا تھا کہ خدا تعالےٰ کا یہ قول محل استدلال پر ہے اور منجملہ دلایل صدق نبوت کے یہ بھی ایک دلیل ہے اور خدا تعالےٰ کے قول کی تصدیق تبھی ہوتی ہے کہ جھوٹا دعویٰ کرنے والا ہلاک ہو جائے ورنہ یہ قول منکر پر کچھ حجت نہیں ہو سکتا اور نہ اس کے لئے بطور دلیل ٹھیر سکتا ہے بلکہ وہ کہہ سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تئیس۲۳ برس تک ہلاک نہ ہونا اس وجہ سے نہیں کہ وہ صادق ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ خدا پر افترا کرنا ایسا گناہ نہیں ہے جس سے خدا اسی دنیا میں کسی کو ہلاک کرے کیونکہ یہ اگر کوئی گناہ ہوتا اور سنت اللہ اس پر جاری ہوتی کہ مفتری کو اسی دنیا میں سزا دینا چاہئے تو اس کے لئے نظیریں ہونی چاہئے تھیں اور تم قبول کرتے ہو کہ اس کی کوئی نظیر نہیں بلکہ بہت سی ایسی نظیریں موجود ہیں کہ لوگوں نے تئیس۲۳ برس تک بلکہ اس سے زیادہ خدا پر افترا کئے اور ہلاک نہ ہوئے تو اب بتلاؤ کہ اس اعتراض کا کیا جواب ہوگا۔ اور اگر کہو کہ صاحب الشریعت افترا کر کے ہلاک ہوتا ہے نہ ہر ایک مفتری۔ تو اول تو یہ دعویٰ بے دلیل ہے خدا نے افترا کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی۔ ماسوا اسکے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب الشریعت ہو گیا۔ پس اس تعریف کے رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی۔ مثلاً یہ الہام قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم و یحفظوا فروجھم ذالک ازکیٰ لھم۔ یہ براہین احمدیہ میں درج ہے اور اس میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور اس پر تئیس۲۳ برس کی مدت بھی گذر گئی"

تشریح کی ضرورت نہیں۔ اگر آپ کو صاحب شریعت ہونے کا دعویٰ ہوتا تو معترض کے اس آیت کو صاحب شریعت کے لئے مختص کرنے پر یہ کیوں فرماتے کہ "یہ دعویٰ بے دلیل ہے۔ خدا نے افترا کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی" وہ تو اس آیت سے صرف اتنا استدلال کرتے تھے کہ مفتری ۲۳ سال کی مہلت نہیں پاتا۔ اور چونکہ آپ نے ۲۳ سے زیادہ مہلت پائی اس لئے آپ کے صادق ہونے میں شبہ نہیں ہو سکتا۔ جس نے اسے صاحب شریعت کے لئے مختص کیا اسے جواب دیا کہ اس کا یہ دعویٰ بے دلیل ہے خدا نے افترا کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی پھر بطریق تنزل معترض کے دعوے کو مانکر یہ سمجھایا کہ صاحب شریعت کی وحی میں یہی بات خاص ہوتی ہے کہ اس میں اوامر اور نواہی ہوتے ہیں پس اگر امر اور نہی کے رنگ کا کوئی فقرہ اگر افترا کیا جاوے تو ضرور ہے کہ اس پر وہی وعید عائد ہو جو صاحب شریعت پر ہوتا ہے۔ تو جب ایسے بعض الہام آپ کے الہاموں میں موجود تھے۔ جو امر اور نہی کے رنگ میں تھے اور بطور تجدید آپ کو الہام ہوئے تھے اور ان پر ۲۳ برس گذر چکے تھے تو پھر آپ کے صادق ہونے میں کیا شبہ باقی رہ جاتا ہے۔ پھر آگے چل کر آپ نے اس امر کی تشریح کر دی کہ صاحب شریعت کے علاوہ دیگر ملہمین کو بھی بعض دفعہ امر اور نہی کے رنگ میں کوئی الہام ہو جاتا ہے۔ وہ کوئی نئے احکام نہیں ہوتے بلکہ وہی پرانے احکام ہوتے ہیں جو "بطور تجدید" کسی مامور یا ملہم کو الہام ہو جاتے ہیں وہ شریعت ہرگز نہیں بلکہ "بیان شریعت" ہوتے ہیں۔ بہرحال یہ جواب بطریق تنزل تھا۔ ورنہ اصل جواب تو وہی تھا کہ خدا نے اس آیت متنازعہ فیہ میں شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی۔ اور مسیح موعود پر بھی یہ آیت چسپاں ہو سکتی ہے۔ اور آپ اس آیت کے رو سے صادق ٹھیرتے ہیں۔

ایک "حامئی نسواں" کے مدعی صاحب

تعدد ازواج پر اعتراضات

میری خواہش ہے کہ قرآن کریم سے تعدد ازواج کے متعلق مسئلہ پر ایک رسالہ شائع کروں۔ لیکن اس سے قبل خواتین . . . . . . سے چند سوالات کے جوابات حاصل کرلوں۔ بعض اصحاب ایک وقت میں ایک سے زیادہ یعنی چار عورتوں تک کو شادی میں لانے کا جواز قرآن شریف سے نکالتے تھے۔ لیکن یہ مردوں کا اپنا اجتہاد ہے۔ عورتوں نے بحیثیت جماعت اپنے فطری جذبات کا اظہار کبھی نہیں کیا۔ صدیوں کے طرز عمل نے جو مردوں کی ہی رائے کے تابع ہوتا رہا ہے۔ ممکن ہے۔ عورتوں میں دماغی غلامی پیدا کردی ہو۔ مگر ایسی غلامی سے آزاد ہو کر رائے زنی ہونا چاہئیے۔ رسول اکرم کی مثال سے خواتین متاثر ہوں وہ ایک خاص استثنائی صورت تھی۔ سوالات یہ ہیں:۔

(۱) اگر آپ کے اولاد نہیں ہے۔ یا ہے۔ اور لڑکیاں ہی ہیں۔ اس حالت میں آپ پسند کرینگی کہ آپ کے خاوند دوسرا عقد کرلیں؟

(۲) اگر آپ صاحب اولاد ہیں۔ اور اولاد نرینہ بھی ہے۔ تو کیا آپ پسند کرینگی کہ دوسری یا تیسری بیوی آپ پر لائی جائے؟

(۳) کیا آپ میں سے کسی نے اپنی دلی خواہش اور آزاد مرضی سے نہ صرف خاوند کو دوسری شادی کی اجازت دی بلکہ اس پر مجبور کیا ہے؟

(۴) اگر دو یا دو سے زیادہ بیویوں کو رہنے کے لئے ایک ہی قسم کے مکانات۔ اسباب رہائش یکساں اخراجات غرضیکہ سب کچھ مساوی طریق پر دیدیا جائے۔ لیکن خاوند کی محبت اگر ایک بیوی کے حصہ میں رہے تو آپ اس میں کیا ہرج سمجھتی ہیں؟

(۵) کیا ایسی مثال ہے۔ کہ جہاں دو یا دو سے زیادہ بیویاں ہوں وہاں خاوند کی محبت سب سے مساوی ہو۔ یا ایسا ہونا ممکن ہے۔؟

(۶) کیا آپ پسند کرتی ہیں۔ کہ آپ کی لڑکی بحیثیت زوجہ ۲ یا ۳ یا ۴ کسی سے بیاہی جائے۔

(۷) اگر سوال نمبر ۶ کا جواب "ہاں" ہے۔ تو کیا یہ اس خیال سے تو نہیں ہے کہ آپ کی لڑکی اس لئے بحیثیت زوجہ نمبر ۲ کے بیاہی جا رہی ہے کہ پہلی بیوی سے اسکے خاوند کی ناراضگی ہے۔ تو کیا اگر اور خاتون انہیں خیال سے آپ کی لڑکی پر اپنی لڑکی بحیثیت زوجہ نمبر ۲ بھیجیں۔ تو آپ پسند کرینگی؟

(۸) ایک وقت میں ایک سے زیادہ عورتوں کو آپ کسی صورت میں ہی پسند کرتی ہیں۔ تو اس کو روکنے کی بہتر تدبیر کیا ہے؟

جواب

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب "حامئی انسان" کی قلم سے)

یہ سوالات "حامئی نسواں" صاحب نے خواتین کو مخاطب کر کے کیوں کئے ہیں اور ان کو اپنا اپنا بیان قلمبند کروانے کے لئے کیوں بلایا ہے۔

خوش ہو کر اپنا اپنا بیان کریں لکھوا دیں کہ ہم ہرگز ہرگز سوتن کو پسند نہیں کرتے۔ اور اگرچہ پیغام صلح کی پڑھنے والی خواتین کی تعداد بہت قلیل ہے۔ اور وہ تمام دنیا کی عورتوں کی وکیل نہیں ہو سکتیں مگر پھر بھی حامئی نسواں صاحب کو اس سے موقع ملجائیگا اور وہ ایک رسالہ شائع فرمادینگے اور اس میں ان بیانات کو شائع فرماکر اپنا فیصلہ صادر فرما دینگے۔ کہ بس کثیر الازدواجی کا مسئلہ خلاف فطرت نسوانی ہے۔ اگر انصاف کی پوچھو تو آپ حامئی نسواں صاحب کو یوں چاہیئے کہ تمام مردوں کی خدمت میں سوالات تحریر فرمادیں کہ کیا وہ بھی ایک سے زیادہ عورتوں کے خواہشمند ہیں یا نہیں اور ان کی یہ فطرت اگر کہیں کثیر الازدواجی کے رنگ میں روک دی گئی ہے۔ مثلاً یورپ تو کیا وہاں بغیر نکاح کے ایک سے زیادہ عورتیں رکھنے کا رواج ہے یا نہیں ان میں اُن مردوں کو ہرگز مخاطب نہ فرمادیں. زنانہ مزاج ہوں یا لڑکپن کی غلط کاریوں کی وجہ سے عورت سے گھبراتے ہوں بلکہ صرف صحیح الفطرت اور صحیح القویٰ مردوں کو مخاطب فرمادیں۔ اور اگر سب نے بیان یہ لکھوایا کہ فطرتاً ہم ایک سے زیادہ کے خواہشمند ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ اکثر ہمارے حالات اور واقعات ایک سے زیادہ نکاح کرنے کے مناسب حال نہیں ہوتے اور اگر مرد آپ کو یہ بھی بتلادیں کہ دنیا میں جہاں خارجی اسباب کا فطرت انسانی پر اثر نہیں پڑا اور فطرت انسانی کا ظہور اپنی اصلی شکل میں ہونے لگا۔ مثلاً وہ قومیں جو دنیا سے الگ تھلگ جنگلوں میں خالص انسانی فطرت پر گامزن ہیں اُن میں بلا استثنا ایک سے زیادہ بیویوں کا رواج ہے۔ اور اس سے پرے چلو تو حیوانی فطرت میں بھی جس سے انسان نکلا ہے دو ہی رنگ نظر آتے ہیں۔ یا تو ایک نر اور ایک مادہ۔ اور یا ایک نر اور کئی مادہ۔ یہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ ایک مادہ کے کئی نر ہوں۔ اور ہو کیسے سکتا ہے جبکہ قدرت کی بناوٹ ہی ایسی ہے کہ مادہ ایک وقت میں ایک ہی نر سے حاملہ ہو سکتی ہے۔ اور حاملہ ہو کر عرصہ دراز کے لئے وہ نر کے قابل نہیں رہتی۔ مگر نر بالمقابل اس کے اتنے عرصہ میں بہت سی مادہ کو حاملہ کر سکتا ہے۔ اسی لئے قدرت نے عورت کی فطرت ہی ایسی بنائی ہے کہ وہ بچہ کی طرح ایک ہی کی ہو کر رہنا پسند کرتی ہے اور مرد کی فطرت ایسی بنائی ہے کہ وہ ایک بزرگ کی طرح کئی بچوں کو بھی اپنے آغوش میں رکھ سکتا ہے۔ پس اگر مرد یہ سب بیانات آپ کی خدمت میں لکھوالیں تو پھر مہربانی فرماکر ایک رسالہ مردوں کی حمایت میں تحریر فرمادیں کہ ایک سے زیادہ نہ بیان کرنا خلاف فطرت مرداں ہے اس لئے کثیر الازدواجی فرض ہے۔ پھر اپنے دونو رسالے میز پر رکھ کر دونو کا موازنہ کریں۔ ایک طرف تو حمایت نسواں کثیر الازدواجی کے خلاف پڑی ہوئی ہے۔ دوسری طرف حمایت مرداں کثیر الازدواجی کی تائید کر رہی ہے۔ ان دونو امور کو اگر وحی الٰہی اور عقل سلیم کے ترازو میں رکھ کر تولیں گے تو نتیجہ وہی نکلیگا جو اسلام نے بطور اصول کے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ یعنی ایک مرد کی ایک ہی بی بی ہونی چاہیئے مگر بطور علاج کے ایک سے زیادہ کی اجازت ہے۔ اجی حضرت علاج کے طور پر تو کونین جیسی کڑوی دوا بھی پینی پڑتی ہے۔ اب اگر آپ تمام دنیا کے لوگوں کا بیان قلمبند کرنا شروع کردیں اور وہ سب کے سب لکھا دیں کہ کونین کی کڑواہٹ ہمیں سخت ناپسند ہے تو کیا آپ کا یہ نتیجہ نکالنا درست ہوگا کہ کونین ہرگز نہیں پینی چاہیئے کیونکہ کیونکہ اس کی کڑواہٹ کو فطرت انسانی ناپسند کرتی ہے۔ یاد رکھئے کثیر الازدواجی ایک علاج ہے۔ یہ کڑوا گھونٹ ہی سہی۔ مگر بطور علاج کے بعض دفعہ پینا پڑتا ہے۔ آج یورپ عورتوں کی کثرت کی بیماری کا علاج ڈھونڈ رہا ہے۔ اور سوچ رہا ہے کہ کیوں نہ کثیر الازدواجی کا کڑوا گھونٹ پی کر اپنا علاج کرے۔ ورنہ اس کا انجام زناکاری حرامکاری اور قوم کی بربادی ہے۔ ایسے واقعات دنیا میں ہوتے ہیں جن میں مجبوراً یہ پیالہ پینا پڑتا ہے۔ آپ اولاد کے نہ ہونے کو حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھیں آپ شاید اس کی کثرت سے گھبرا گئے ہوں تو وہ اور بات ہے ذرا فرانس اور جرمن سے جاکر پوچھیں کہ وہ کسقدر اپنی قوم کی آبادی کو بڑھانے کے لئے متفکر ہیں۔ خاندانوں کا اولاد نہ ہونے کی وجہ سے دنیا سے مٹ جانا معمولی بات نہیں کبھی عورت بوجہ مرض کے زوجیت کے قابل نہیں رہتی۔ اسے اگر طلاق دیدی جائے تو اس کا کوئی خبرگیراں نہیں رہتا کیونکہ جب وہ کسی مرد کے قابل نہیں تو نکاح کون کریگا۔ تو ایسی صورت میں اسے زوجیت میں رکھ کر مرد یا نکاح ثانی کرے یا زنا کرے۔ آپ کے نزدیک ان دونوں میں سے کون افضل ہے بعض دفعہ عشق و محبت کا تیر ایسا زبردست پڑتا ہے کہ سوائے نکاح ثانی۔ زنا یا موت کے اس کا کوئی حل ہی نہیں ہوسکتا ان تینوں میں سے جو چاہیں پسند فرمالیں سینکڑوں تیں مردوں کے مارے جانے سے سینکڑوں عورتیں بیوہ ہو جاتی ہیں ان کا کوئی خبرگیراں نہیں رہتا۔ انہیں کوئی بر نہیں ملتا۔ ایسی صورت میں ایک سے زیادہ نکاحوں کی اشد ضرورت ہوتی ہے اسی آخری صورت کے ماتحت رسول کریم صلعم نے نکاح کئے تھے۔ تو آپ نے یہ سطرح فرمایا کہ رسول کریم صلعم نے واقعہ کو اللہ رکھو وہ بیشک ہیں۔ کیا وہ ہمارے لئے نمونہ نہیں؟ کیا معاذاللہ وہ خلاف فطرت انسانی نمونہ دکھا گئے؟ ایک مسلمان تو ایسا خیال کرنا بھی اپنی پہلے درجہ کی نالائقی سمجھتا ہے وآپ صلعم ہمارے لئے بہترین نمونہ ہیں۔ آپؐ نے اپنی ساری جوانی ایک عمر رسیدہ بیوی کے ساتھ اس محبت سے گذاری کہ نظیر نہیں ملتی۔ اخیر عمر میں جب ایسے واقعات پیش آئے جن میں ایک سے زیادہ بیویاں کرنا ناگزیر ہوگیا تو آپ نے وہ بھی کرکے دکھلا دیا کے ساتھ حسن معاشرت کرکے نوع انسانی کے لئے بہترین نمونہ قائم کیا۔ پس اگر آنحضرت صلعم کو اپنی زندگی میں ایسے واقعات پیش آئے جنکے ماتحت ایک سے زیادہ نکاح کرنے پڑے تو وہی واقعات جب دوسروں کو پیش آئیں تو وہ بھی کیوں ایک سے زیادہ نکاح نہ کریں +

اللہ تعالےٰ نے کثیر الازدواجی کو بطور علاج کے انسان کے لئے جائز قرار دیا ہے علاج کڑوا لگے یا میٹھا بہرحال مرض کے لئے علاج کرنا پڑتا ہے اس کے لئے عورتوں سے سوال کرتے پھرنا کہ تم کیا چاہتی ہو خواہ مخواہ کی تضیع اوقات ہے۔ یہ ایسا ہی سوال ہے کہ کوئی کونین کے متعلق سوال کرتا پھرے کہ بھائیو تمہیں کونین کڑوی لگتی ہے یا میٹھی؟ پھر کیوں دنیا کے لئے کونین پینی بند کردی جائے؟ قربان اس حمایت نسوانی کی منطق عجیب کے! یہ تو وہی مثل ہوئی کہ کھود ا پہاڑ تو نکلا چوہا! اتنی طبعزادائی اور اتنے سوال کرکے نتیجہ کیا نکلا؟ ہیچ!

قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ
اخبار الجمعیۃ کی بدذہنی

چودھویں صدی کے علماء سوء کی تہذیب کا نمونہ اگر دیکھنا ہو۔ تو الجمعیۃ مجریہ ۱۷ دسمبر ۱۹۲۵ء جو جمعیۃ العلماء کا آرگن ہے۔ پڑھ لو۔ یہ ان مولویوں کا اخبار ہے جو آج ہندوستان کے مسلمانوں کے بیڑے کے ناخدا بنے پھرتے ہیں۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گدی پر بیٹھنے کے اور آپ کے اخلاق کے نمونہ کو اپنے وجودیں میں دکھلانے کے مدعی ہیں۔ اس میں ایک مضمون نکلا ہے۔ جس میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق اس قدر بیہودہ الفاظ اور دشنام دہی سے کام لیا گیا ہے اور ایسی بازاری زبان استعمال کی گئی ہے کہ دہلی کے ہیجڑوں۔ نقالوں اور بھانڈوں کو بھی مات کردیا ہے۔ قاعدہ ہے کہ جو کچھ دیگ کے اندر ہوتا ہے وہی باہر نکلتا ہے۔ ان علماء سوء کے اندر سے جب کچھ نکلتا ہے عموماً ایسا ہی نکلتا ہے۔ کہ جس کے تعفن سے انسانی دماغ پراگندہ ہو جائے۔ اور تہذیب انسانی شرم سے آنکھیں بند کرے۔

حضرت مسیح موعود کے دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ کا جواب تو کچھ بن نہیں پڑتا۔ گالیاں دے دے کر دل ٹھنڈا کرتے رہتے ہیں۔ مسیح ابن مریم اور دجال کے متعلق حضرت مرزا صاحب نے تاویل نہیں کی۔ حق کو کھول کر دکھایا ہے۔ وہ تمہارا حیّ و قیوم خدا مسیح ابن مریم جسے مدتوں سے آسمان پر زندہ بٹھایا ہوا تھا وہ مرچکا۔ قرآن نے اسے ماردیا۔ وہ اب زندہ نہیں ہو سکتا۔ وہ اب آکر تمہارے کسی فرضی باب لد پر دجال کو قتل نہیں کرے گا۔ حدیث کے لفظوں کی تاویل یعنے اصل حقیقت کو تلاش نہ کروگے تو یاد رکھو حقیقی طور پر دنیا میں کوئی باب لد ہے۔ اور نہ اس قسم کا کانا دجال کبھی دنیا میں ہوگا۔ حدیث کی تذلیل نہ کرو۔ حضرت مرزا صاحب نے ان روائتوں کی اصل حقیقت کو ظاہر کرکے حدیث کی پیشگوئیوں کی عزت کو قائم کیا۔ مگر اسلام چاہے بدنام ہو یا ذلیل تمہیں پرائی بدشگونی کے لئے اپنی ناک کٹوائی منظور ہے۔ حدیث کی پیشگوئیاں بیشک نعوذباللہ ایک لایعنی طومار نظر آدیں۔ مگر کسی طرح مرزا صاحب جھوٹے ثابت ہوں اگر عقلمند ہوتے تو مرزا صاحب کا شکریہ ادا کرتے جنھوں نے پیشگوئیوں کی ان روائتوں کو مجاز اور استعارہ کے رنگ میں بتلاکر اور ان کی اصل حقیقت کو ظاہر کرکے ان کی صداقت پر مسلمانوں کے ایمان کو تازہ کیا۔ اس پر استہزا کرنا درحقیقت عقل انسانی سے بلکہ خود ان حدیثوں سے استہزا کرنا ہے جن کا حل سوائے اس طریق کے نہیں ہو سکتا جو حضرت مرزا صاحب نے بتلایا۔ ورنہ پھر ملحدوں اور نیچریوں کی طرح انہیں نعوذ باللہ ایک بے معنی طومار سمجھ کر رد کرنا پڑیگا۔

بیشک ناک رگڑو۔ سیفیاں پڑھو۔ وظیفے اور عملیات کرو۔ اور جو ترکش میں تیر باقی ہے۔ نکال مارو۔ "مرزا" خدا کی طرف سے تھا۔ اس کے ہاتھ کا لگایا ہوا سلسلہ انشاءاللہ علیٰ رغم انف بڑھے گا۔ اور پھولے گا اور پھلے گا۔ اور تم جلوگے اور کڑھوگے اور کڑھ کڑھ کر مرجاؤگے۔ واللہ متم نورہ ولوکرہ الکفرون۔

آج بھی ہر میدان میں دشمنان اسلام کے دنگلوں میں ...... کامیاب ہیں۔ اور تم باوجود ادعائے علم و فضل کے خائب و خاسر اور ناکام و نامراد ہو۔ اگر سمجھ ہو تو عبرت حاصل کرو۔

لدھیانہ میں تمہارے پٹھوؤں نے قادیانیوں کے جلسے میں آگ شرارت اور فساد سے کام لیا تو تمہیں اپنے آدمیوں کی اس بدتہذیبی اور فساد انگیزی پر افسوس کرنا چاہیئے تھا۔ مگر خدا کی شان ہے تم اس پر فخر کرتے ہو۔ لیکن تم بھی مجبور ہو۔ جب طبائع مسخ ہو جاتی ہیں۔ تو وہ زین لہم الشیطان اعمالہم کا مصداق ہو جاتی ہیں۔ یہ شیطان ہے جو شیطانی افعال کو اچھے کرکے دکھاتا ہے۔ اگر کچھ خدا کا ڈر ہے تو اپنے ضمیر کی فکر کرو۔ اور یاد رکھو کہ لاہوری احمدی جنہیں پیغامیوں کے نام سے یاد کرتے ہو۔ احمدیت کو بقول تمہارے کھا نہیں رہے۔ بلکہ حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کی غلامی اور کفش برداری کو اپنا فخر اور اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔ اور ان کے کام حفاظت و اشاعت اسلام کو اپنا مقصود و عین سمجھتے ہیں۔ اور ان کے بتائے ہوئے راہ پر گامزن ہیں۔ اور ان کے دشمنوں کو اسلام کا دشمن جانتے ہیں +

ایڈیٹر

۲۸ دسمبر ۱۹۲۵ء کی صبح کو مختلف جماعتوں کے ساتھ
حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ملاقات کرینگے

ایک غریب طالبعلم لکھتا ہے

میں ایک نہایت ہی غریب طالبعلم ہوں۔ گورنمنٹ کالج مظفرپور میں پڑھتا ہوں۔ میری غربت سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کو خوب معلوم ہے جس کے متعلق ان سے دریافت کیا جاسکتا ہے۔ مجھے ازحد خواہش مندرجہ ذیل کتب پڑھنے کی ہے۔ مگر میں اپنی حیثیت سے مجبور ہوں۔ لہذا قارئین پیغام صلح سے التماس ہے کہ مجھے مندرجہ ذیل کتب بطور امداد غرباء کے اپنے پاس سے قیمت دیکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے خرید دیں یا اس کی قیمت سکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو میری طرف سے ادا کردیں۔ کتابیں بلیک بذریعہ سکرٹری صاحب کے مجھے بھیجیں۔ براہ راست میرے پاس ارسال نہ کریں۔ قرآن شریف انگریزی مصنفہ مولوی محمد علی صاحب (۲) آئینہ کمالات (۳) سیرت خیر البشر (۴) درثمین کامل (۵) ملفوظات احمدیہ (۶) آسمانی فیصلہ +

بہاولپور میں ایک آریہ سماجی کی علمی لیاقت کا اظہار

از قلم منشی محمد رمضان ہیڈ ڈرافٹسمین ریاست بہاولپور

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ بعد حمد و ثنا خالق کون و مکان اور درود سرور کائنات صلعم یہ آں جناب عرض پرداز ہوں کہ چند دنوں سے ایک آریہ لیکچرار بہاولپور میں برائے تبلیغ آیا ہوا ہے جس کی مجلس میں اکثر اس کے ہم خیال اور معدودے چند مسلم غیرمسلم اور غیرہم خیال بھی شامل ہوتے رہے ہیں مجھکو بھی ایک آریہ سماج جو ہمارے دفتر میں ملازم ہے (بابو سالگرام اوورسیر) اس نے کہا کہ آپ بھی ہماری سماج میں لیکچرار کا لیکچر سننے کے لئے آویں کیونکہ ایک بڑا لائق لیکچرار آیا ہوا ہے۔ رات کے ۷ بجے سے ۸ بجے تک لیکچر ہوا کرتا ہے۔ اس کے کہنے پر میں نے آنے کا وعدہ کیا۔ وعدہ مذکورہ یکم دسمبر ۲۵ء کو مقررہ وقت پر اپنے ہمراہ دو ریاست کے مولوی صاحب (مسمیان مولوی عبدالمالک مولوی عبدالستار صاحبان) کو لیکر آریہ سماج کے جلسہ میں شریک ہوگئے لائق لیکچرار صاحب کھڑے ہوئے۔ لیکچر شروع ہوا۔ اس روز تمام لیکچر کا مضمون گوشت خوری پر تھا۔ اس کے قرآن کی آیات دیتے ہوئے ختم کیا۔ آیات قرآن شریف بالکل غلط پڑھتا تھا۔ اور اس کے مابین چند اور قابل غور باتیں ہم نے نوٹ کرلیں اور نامکمل لیکچر کو آئندہ روز مکمل کرنے کا وعدہ کیا۔ جلسہ برخاست ہوا ہر ایک اپنے مکان پر چلا گیا۔ ہم بھی اپنے دل میں ان نوٹ کردہ باتوں کو جگہ دیتے ہوئے اپنے اپنے مکان پر چلے آئے دوسرے روز پھر اسی طرح حسب وعدہ لیکچرار صاحب مضمون کو مکمل گوش گذار کرنے کو معہ اپنے ایک ہمراہی (مسمی امام الدین صاحب) کے حاضر جلسہ ہوئے ہم اس روز لیکچر شروع ہونے سے پہلے جلسہ گاہ میں چلے گئے تھے میں نے اپنے ایک مہربان (مسمی بابو کنج لعل صاحب) کو بلاکر پہلے یہ کہا کہ آپ اپنے لیکچرار صاحب کو یہ عرض کردیں کہ براہ مہربانی آپ آیات قرآنی کو غلط نہ پڑھیں۔

...ہے کہ یہ کام ان کے کرنے کا نہیں بلکہ کسی اور کے کرنے کا تھا جو ہر طرح ان سے فوقیت اور عظمت رکھنے والا اور وہ سوائے نبی کے اور کوئی نہیں ہو سکتا ؛

جناب میاں صاحب مسلمانوں کی اس حالت کو اثبات پیش کرکے نبی کے آنے کی حکم دلیل بنانا چاہتے ہیں میں یہ پوچھتا ہوں کہ کیا حضرت صاحب کو ان امور کی خبر تھی یا نہیں۔ کیا وہ مسلمانوں کی اس حالت سے واقف تھے یا نہیں۔ باوجود ان تمام خرابیوں کے ان میں کونسی بات باقی رہ گئی تھی جس نے آپ کو بھی مجبور کیا کہ آپ ان لوگوں کو مسلمان ہی کہتے چلے جائیں ؛

دوم۔ اس سے قبل مجددین کے زمانہ میں مسلمانوں کی کیا حالت ہو جاتی رہی اور وہ مجدد کس خاص امر کے لئے مبعوث کئے جاتے رہے کیا ان کے وقتوں میں جن جن علاقوں میں ان کو مبعوث کیا جاتا رہا کیا یہی نقشہ نظر نہیں آتا۔ تاریخی واقعات آپ کے سامنے ہیں۔ حضرت ابن تیمیہ کے زمانے کے واقعات کو پڑھیں۔ حضرت مجدد مہدی کے زمانے کی طرف نگاہ کریں۔ اور کیا ان لوگوں کا کام اس کے علاوہ کچھ اور ہوا کرتا تھا۔ کہ وہ بھی خدا کی آیات کو ان لوگوں پر ظاہر کرکے ان میں کامل ایمان پیدا کرکے انہیں تباہی سے بچانے تھے۔ یہ تو میرے سوال ہیں مگر کاش آپ اپنے خطبوں سے پہلے حضرت صاحب کی تحریروں کو پڑھ لیا کریں اگرچہ میں مجبور ہوں۔ کیونکہ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ آپ جب کبھی حضرت صاحب کی کسی تحریر کو پڑھتے ہیں تو آپ کے سامنے ایسے نکات آجاتے ہیں کہ مجبوراً آپ کو ایک آدھ ہی سطر پیش کرنی پڑتی ہے۔ مگر برائے خدا حضرت صاحب کی مندرجہ ذیل تحریر کو پڑھ کر فیصلہ فرمائیں کہ آپ اس قسم کی دلایل بازی کو جائز رکھ کر قوم کے ساتھ کیا سلوک فرما رہے ہیں ؛

جس تحریر کو میں آنجناب کی خدمت میں پیش کرنے لگا ہوں اس میں مندرجہ ذیل امور قابل غور ہیں :۔

(۱) یہ تحریر حضرت صاحب کی اپنے دعوے ماموریت کے بعد کی ہے ؛

(۲) یہ تحریر حضرت صاحب کی زندگی میں کم سے کم تین بار چھپ کر شائع ہوئی ہے۔ ... اس کا ایک ایڈیشن کا فاقہ ہے ؛

(۳) یہ حضرت صاحب کی تحریر پر آنحضرت صلعم فخر موجودات کی نبوت پر دلیل ہے ؛

(۴) حضرت صاحب نے اس کو غیر مذاہب کے سامنے بطور دلیل پیش کیا ہے۔ اگر یہ دلیل حضرت صاحب کی غلط ہے۔ تو حضرت صاحب کے حقایق و معارف متعلقہ قرآن معلوم۔ اور ساتھ ہی نعوذ باللہ روح القدس کی تائید کو بھی ایک خواب موہوم ہی آپ کو تصور کرنا پڑیگا ؛

(۵) یہ ضرورت نبوت پر بھی ایک نص صریح ہے ؛

(۶) حضرت صاحب کے دعوے کی بھی یہ تحریر حامل ہے ؛

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تحریر فرماتے ہیں :۔

"اگر کوئی کہے کہ فساد اور بد عقیدگی اور بد اعمالیوں میں یہ زمانہ بھی تو کم نہیں۔ پھر اس میں کوئی نبی کیوں نہیں آیا۔ تو جواب یہ ہے کہ وہ زمانہ (مراد آنحضرت صلعم کے وقت کے زمانے سے) توحید اور راست روی سے بالکل خالی ہو گیا تھا۔ اور اس زمانہ میں چالیس کروڑ لا الٰہ الا اللہ کہنے والے موجود ہیں۔ اور اس زمانہ کو بھی خدا تعالیٰ نے مجدد کے بھیجنے سے محروم نہیں رکھا۔"

تنقیح طلب امور یہ ہیں :۔

کہ آپ تو فرماتے ہیں کہ جب مسلمان میں فساد نظر آئے مسلمان نماز روزہ سے غافل ہوں۔ اور زکوٰۃ کی طرف سے غافل ہو جائیں۔ وہ غدار بن جائیں۔ مولویوں کی حالت بگڑ جائے اور وہ اس قابل نہ رہیں۔ کہ دوسروں کو سنبھال سکیں۔ تو خداوند تعالیٰ انہی میں نبی بھیجتا ہے۔ اور چونکہ یہ امور آپ کو مسلمان میں دکھائی دیتے ہیں . . . .

. . . . . . لہذا نبی کے آنے پر ان کو آپ دلیل ٹھہراتے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ آیا مسلمانوں پر اس صدی سے پیشتر اس قسم کی حالتیں آتی رہیں یا نہیں۔ ان کی موجودگی کی نسبت سوال ہے۔ نہ کہ ان کی قوت کی نسبت سے میں خیال کرتا ہوں

اگر آپ کو اس سے انکار نہ ہوگا تو اس وقت ان میں آنحضرت صلعم کے بعد کون کون لوگ نبی ہو کر آئے۔ اگر نہیں آئے۔ اور یقیناً نہیں آئے۔ اور باوجود ان کے نہ آنے کے مولویوں کے بگڑنے پر مسلمانوں کی حالت کے تباہ ہو جانے پر اللہ تعالیٰ نے ان میں نبی نہ بھیج کر ان کی پھر بھی اصلاح اور حفاظت کی۔ اور واقعی اللہ تعالیٰ کو اس مقصد کے حاصل کرنے میں مجدد بھیج کر کامیابی ہوئی۔ تو اب اس کو نبی بھیج کر یہ نیا تجربہ کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ لیکن تعجب تو یہ ہے کہ جن امور کی موجودگی کو آپ نبی کے آنے کی شرائط میں داخل فرماتے ہیں۔ حضرت صاحب تو ان کو لیتے ہی نہیں۔ بلکہ وہ تو توحید اور راست روی کے ایک ہی وقت میں قوم یا ملک میں یا جہاں سے بالکل معدوم ہو جانے کو نبوت کے اجراء پر محکم دلیل لاتے ہیں۔ لیکن ان امور کی غیر موجودگی کا تو حضرت صاحب کو انکار ہے اس لئے وہ نبی کے آنے کی ضرورت کو محسوس نہیں فرماتے۔ مانند اس فساد۔ بد عقیدگی اور بد اعمالیوں کے علاج کے لئے مجدد کی موجودگی کو وہ لابدی سمجھتے ہیں۔ اس لئے اگر آپ ان بد اعمالیوں کی وجہ سے ایک نبی کا آنا ضروری تصور فرماتے ہیں تو حضرت صاحب کی اس دلیل کو توڑیں اور پھر اجراء نبوت کا نام لیں ؛

بر رسولاں بلاغ باشد و بس

آپکا صادق

ایک قریشی ایس ایس۔ آر۔ پی ایس

اخبار احمدیہ

لائل پور سے فضل قادر صاحب لکھتے ہیں کہ جو . . . . . . روئداد تبادلہ خیالات در خلوت از مریدان میاں صاحب ۹ دسمبر ۱۹۲۵ء اخبار پیغام صلح میں شائع ہوئی ہے۔ اس ضمن میں ایک نہایت ضروری بات بیان کرنے درج کرنے سے رہ گئی تھی۔ اس کو اب اخبار میں درج کرکے شائع کیا جاتا ہے تاکہ ناظرین کرام مولوی و منشی فاضل محمد نذیر صاحب لائلپوری مبلغ میاں صاحب کی علمی لیاقت اور ان کے عقاید کا اندازہ لگا سکیں کہ یہ لوگ کس قدر حد غلو سے بڑھے ہوئے عقاید رکھتے ہوئے حضرت مسیح موعود پر بھی وہ حملہ کرتے ہیں کہ آپ کے خداوندی علم اور حکم کو بھی نہیں سمجھتے تھے ؛

تبادلہ خیالات

تبادلہ خیالات کے وقت پہلی تقریر میر مدثر شاہ صاحب نے کی تھی اس لئے خاتمہ منشی فاضل صاحب نے کرنا تھا۔ میر صاحب نے اپنی تقریر کے آخری وقت میں فرمایا کہ آپ بار بار یہی کہتے ہیں کہ تبدیلی دعوے ہوئی۔ حضرت مسیح موعود تو ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۱ اور سراج منیر صفحہ ۳ پر فرماتے ہیں کہ نبوت کا دعوے نہیں بلکہ محدثیت کا دعوے ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے۔ اور پھر فرماتے ہیں کہ یہ وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا جس نے سمجھنا ہو سمجھ لے۔ تو فرمائیے کہ کیا خدا تعالیٰ کے حکم اور علم میں تبدیلی واقع ہو سکتی یا ہوئی۔ اگر نہیں تو کیا حضرت مسیح موعود خداوند تعالیٰ کے حکم اور علم کو نہیں سمجھتے تھے خدا تو حکم دیتا تھا کہ تم نبی ہو خاتم النبیین کے بعد نبی آسکتا ہے مگر وہ مدعی نبوت کو کافر کہتے رہے اور پھر اس کو خدا کا علم و حکم قرار دیتے رہے حالانکہ خدا کا حکم اس کے صریح خلاف تھا۔ جواباً مبایعین صاحبان کے فاضل صاحب یوں گویا ہوئے مثلاً اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انسان جس خیال پر ہو اس کو وہ خدا کی طرف منسوب کرتا ہے۔ اور بسا اوقات انسان کے دل میں ایک بات پیدا ہوتی ہے وہ کہدیتا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے میرے دل میں یہ بات ڈالی ہے اسی طرح پر حضرت مسیح موعود بھی اپنے اجتہاد کو خدا کی طرف منسوب کرتے رہے اور اس کو خدا کا حکم اور علم قرار دیتے رہے حالانکہ وہ خدا کا حکم اور علم نہ تھا بلکہ ان کا اپنا اجتہاد تھا۔ خدا کے علم میں وہ شروع سے نبی تھے اور الہام میں بھی شروع سے نبی ہی کہا جاتا تھا مگر چونکہ حضرت صاحب کا خیال تھا کہ خاتم النبیین۔ کے بعد نبی نہیں آسکتا اور تعریف نبوت غلط سمجھنے کی وجہ سے اپنے آپ کو نبی نہیں سمجھتے تھے بلکہ محدث سمجھتے تھے اسی کو خدا کی طرف سے حکم اور علم کہتے رہے جو صحیح نہ تھا۔ اس کے بعد میر صاحب کے لئے وقت نہ تھا۔ جلسہ ختم ہو گیا جس طرح کہ پہلے لکھا گیا ہے۔ اس سے پیشتر و مجھ صرف اس قدر ہی علم جناب میاں صاحب کی تحریرات سے ہوا تھا کہ ان کے عقیدہ کے رو سے حضرت مسیح موعود ۱۹۰۱ء سے پہلے اپنی نبوت سے نا واقف و منکر رہے مگر جو آج نبی نہ مانے وہ ایسا ہی کافر جیسے محمد رسول اللہ

...گا ... کرتے رہے جو ... کہ اس سے پیشتر خاتم النبیین ... ... انسان لغزش اور مردود ہو جاتا ...

حضرت اقدس نے جو شرائط نبوت ۱۹۰۱ء سے پہلے پیش کی ہیں معاذ اللہ ... کے خلاف اور قرآن شریف کے خلاف و فقط ... ... گر آپ چوتھی بات جو جناب مولوی فاضل نے بیان فرمائی ... ... ہوئی تھی کہ جو کچھ علم اور حکم وہ خدا کی طرف منسوب فرماتے ... ... خیال ہی تھے ورنہ حقیقتاً کچھ بھی نہ تھا۔ نعوذ باللہ من ذالک ... معلوم کہ یہ فرقہ حضرت مسیح موعود کو نبی بنانے کے شوق میں کس درجہ تک آپ کے مرتبہ کو گرا ناجائیگا۔ والسلام فضل قادر

احمدیہ گورنمنٹ مسلم ہائی سکول لاہور

یہ خبر نہایت مسرت و خوشی سے پڑھی جائے گی۔ کہ ہمارے مسلم ہائی سکول لاہور کی ٹیم ہاکی و والی بال نے پانچ دن کے متواتر مقابلہ کے بعد محض خدا کے فضل سے ڈسٹرکٹ ٹورنمنٹ میں ہاکی اور والی بال کے میچ میں کامیابی حاصل کی اور ہر دو چاندی کے کپ (پیالے) حاصل کئے۔ الحمد للہ قوم کے لئے یہ خوشی کی بات ہے ہم جناب سید غلام مصطفےٰ شاہ صاحب بی۔ اے بی۔ ٹی ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول لاہور اور ان کے ماتحت عملہ کو دل سے مبارکباد دیتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قدم آگے بڑھانے کی توفیق دے۔ اور دینی پہلو میں بھی نتائج درخشاں ہوں۔ مفصل کیفیت انشاء اللہ دوسرے اخبار میں آئے گی ؛

شاہدرہ سے سیدھی بدوملہی اور وہاں سے نارووال ضلع سیالکوٹ تک ایک ریلوے لائن منظور ہوئی ہے جو امید ہے انشاء اللہ تعالیٰ دسمبر ۱۹۲۶ء تک مکمل ہو جائے گی۔ یہ امر ہمارے سکول بدوملہی کی ترقی کا باعث ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ ؛

مجلس منتظمہ نے اپنے ۱۳ دسمبر ۱۹۲۵ء کے اجلاس میں بدوملہی مسلم ہائی سکول کے ہندو طلباء کا مذہبی تہواروں کا خیال رکھتے ہوئے سال بھر میں ۱۳ ہندو تہواروں کی تعطیلات منظور فرمائی ہیں ؛

مہتمم صاحب تصنیفات کی رپورٹ پر تصنیفات سلسلہ احمدیہ کی جلد ہفتم کی طبع کے لئے انجمن نے تیرہ سو دس روپے منظور کئے ہیں امید ہے جلد چھپ جائے گی ؛

تبلیغی کلاس کی بہترین حالت بنانے اور ان کو علم کے ساتھ عملی ترقی کرنے کے لئے خاص توجہ حضرت امیر فرما رہے ہیں۔ چنانچہ متواتر ہدایات جاری کی ہیں۔ کہ طلباء رتی الوسع نماز تہجد کے پابند ہوں کہ یہی کامیابی کا اصل راز ہے۔ اور یہی بات ایک مبلغ کے لئے اسے اپنے مقصد میں سچا راہبر ہے۔ فرمایا کہ پانچوں نمازیں اساتذہ کے ساتھ آکر مسجد میں باجماعت ادا کریں۔ اول بھی انہی کے سپرد کی۔ اور پھر تاکید فرمائی کہ صبح کی نماز کے لئے ۵½ بجے مسجد میں طلباء پہنچا کریں۔ آپ ان میں کام کرنے کی روح پھونکنا چاہتے ہیں۔ اور عبادت الٰہی میں سچا اخلاص۔ خدا ایسا ہی کرے۔

قبول اسلام

حکیم محمد یار صاحب نوز کھائی بھیکی مبلغ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور بتاریخ ۲۲ نومبر ۱۹۲۵ء اور ۴ دسمبر ۱۹۲۵ء کو رپورٹ کرتے ہیں کہ ان کے ہاتھ پر ایک ہندو میاں بیوی اور ایک عیسائی خاندان نے اسلام قبول کیا۔

ضلع فیروزپور میں ہماری تبلیغی جدوجہد کا یہ نتیجہ ہے کہ بعض غیر مسلم لوگ مشرف باسلام ہو رہے ہیں۔ چنانچہ مسمی روشن سکنہ موہنکی ریاست جلال آباد معہ بیوی خود کے کھائی میں آکر مشرف باسلام ہوا اللہ تعالیٰ نو مسلمین کو اسلام کا کامل نمونہ بنائے آمین۔ اسمائے نو مسلمین حسب ذیل ہیں :۔

سابقہ نام	ولدیت	قومیت	سکونت	عمر	اسلامی نام
شن	واصل	مہتر	موہنکی	۴۰ سال	قطب دین
تیا	بھگو	"	"	۱۸ سال	عائشہ بی بی

اسمائے نو مسلمین جو عیسائیت سے اسلام میں آئے۔

نمبر شمار	سابقہ نام	ذات	عمر	ولدیت	اسلامی نام
۱	مسٹر حاصل	عیسائی	۴۰ سال	غلام	محمد دین
۲	مسز حاصل	"	۳۰ "	بوٹا	عائشہ بی بی
۳	لکھر	"	۸ "	حاصل	نور محمد
۴	منگی	"	۱۰ "	"	زینب بی بی
۵	سراج	"	۶ "	"	سراج الدین
۶	رانی	"	۱۲ "	"	تاج بی بی
۷	ماہی	مہتر	۲۵ "	فریدا	دین محمد

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

پیغام صلح لاہور

ہفتہ میں دوبار، یکشنبہ و چہارشنبہ کو شائع ہوتا ہے

قیمت سالانہ ... طلبائے سالانہ ...

جلد ۱۳ | مدینۃ المسیح لاہور مورخہ چہارشنبہ مطبوعہ ۷ جمادی الثانی ۱۳۴۴ ہجری مطابق ۲۳ دسمبر ۱۹۲۵ عیسوی | نمبر ۱۱۶

وعظ و نصائح از حضرت مسیح موعود

حقیقی مسلمان کا مقصد

حقیقی مسلمان کا یہ مقصد نہیں ہوا کرتا کہ اس کو خوابیں آتی رہیں۔ بلکہ اس کا مقصد تو ہمیشہ یہ ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ اس سے راضی ہوجاوے۔ اور جہاں تک اس کی طاقت اور ہمت میں ہے۔ اس کو راضی کرنے کی سعی کرے۔ اگرچہ یہ بات نرے مجاہدہ اور سعی سے نہیں ملتی۔ بلکہ یہ بھی خدا تعالےٰ کے فضل اور توفیق پر موقوف ہے۔ مگر اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ وہ رحیم کریم ایسا ہے۔ اگر کوئی اس کی طرف بالشت بھر آتا ہے تو وہ ہاتھ بھر آتا ہے۔ اور اگر کوئی معمولی رفتار سے اس کی طرف قدم اٹھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف دوڑ کر آتا ہے۔ غرض مومن کبھی ان باتوں کو اپنی زندگی کا آخری مقصد تجویز نہیں کرتا کہ اسے خواب آنے لگیں یا کشوف ہوں یا الہامات ہوں۔ وہ تو ہمیشہ یہی چاہتا ہے کہ خدا تعالےٰ اس سے راضی ہوجائے اور اس کے ساتھ موافقت تامہ ایسی ہو کہ یہ خدا سے راضی ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ کی مقادیر اور قضا سے راضی ہوجانا بھی سہل امر نہیں۔ یہ ایک مشکل اور تنگ راہ ہے۔ اس سے ہر کوئی گذر نہیں سکتا۔ پس جب انسان ان اغراض کو مدنظر رکھیگا کہ خدا تعالےٰ اس سے راضی ہوجاوے۔ اور وہ خدا تعالیٰ سے راضی ہوجاوے اور متقی اور مخلص مومن ہوکر اعمال صالحہ بجا لاوے۔ تو ایسے لوگوں کے ساتھ اللہ تعالےٰ کے جو معاملات ہوا کرتے ہیں۔ اور جو سنت اللہ اس کی جاری ہے۔ وہ اس کے ساتھ بھی ضرور ہوگی۔ اس کی خواہش کی حاجت ہی کیا۔ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ یعنی جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے۔ اور پھر انہوں نے سچی استقامت دکھائی یعنی ہر قسم کے مصائب اور مشکلات۔ عسر یسر میں انہوں نے قدم آگے ہی بڑھایا۔ اور ہر قسم کے امتحانوں میں پاس ہوگئے تو پھر اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان پر ملائکہ کا نزول ہوتا ہے۔ جو ان کو خوشخبریاں دیتے ہیں کہ ہم تمہارے ولی ہیں۔ اور اس حیات دنیا میں تمہیں کوئی غم اور حزن نہ ہوگا۔

یا دوسری جگہ فرمایا۔ اللہ ولی الذین اٰمنوا یخرجھم من الظلمات الی النور۔

یعنی اللہ تعالےٰ مومنوں کا ولی ہوتا ہے اور انہیں ہر قسم کی تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے۔

میں نے ایسے لوگ دیکھے ہیں کہ جن کو اس بات کا شوق ہوتا ہے کہ انہیں کشف ہو۔ اور بعض کشف قبور تسخیر وغیرہ بیہودہ باتوں کی طرف توجہ کرتے ہیں مگر اپنے تجربہ سے کہتا ہوں۔ کہ یہ چیزیں کچھ بھی نہیں اصل بات یہی ہے کہ انسان کا دل خدا تعالےٰ کی خالص محبت سے اس طرح پر لبریز ہوجاوے جیسے کہ عطر کا شیشہ بھرا ہوا ہو۔ اور خدا تعالےٰ اس سے خوش ہوجاوے۔ یہ مراد اگر مل جاوے تو اس سے بڑھکر اور کوئی مراد نہیں ہے۔ جب خدا تعالےٰ سے ایسا قرب اور تعلق ہو کہ اس کا دل اللہ تعالیٰ کا

تخت گاہ

ہو تو ممکن ہے کہ یہ اس کے انوار و برکات سے مستفیض نہ ہو۔ اور اس کا کلام نہ سُنے۔ اگر چاہتے ہو کہ اس کا کلام سُنو تو اس کا قرب حاصل کرو مگر یہ یاد رکھو کہ اصل مقصود تمہارا یہ نہ ہو۔ ورنہ میرا اپنا یہی مذہب ہے کہ یہ بھی ایک قسم کا شرک ہوگا کیونکہ خدا کی رضاجوئی اور اس کی محبت کی غرض اصل تو یہ ہوئی کہ الہام یا کشوف ہوں اور پھر بایک طور پر اس کے ساتھ نفسانی غرض یہ ملی ہوئی ہوتی ہے کہ اس سے ہماری شہرت ہو۔ لوگوں میں ہم ممتاز ہوں ہماری طرف رجوع ہو۔ یہ باتیں صافی تعلقات میں ایک روک ہوجاتی ہیں۔ اور اکثر اوقات شیطان ایسے وقت پر قابو پالیتا ہے۔ کہ وہ باریک نفسانی غرض کو پالیتا ہے۔ پھر نفسانی خواہشیں بھی آنے لگتی ہیں اور اس طرح پر آخر موقع پاکر شیطان ہلاک کردیتا ہے

اس لئے نہایت امن کی راہ یہی ہے کہ انسان اپنی غرض کو صاف کرے۔ اور خالصۃً رُوبخدا ہو اس کے ساتھ اپنے تعلقات کو صاف کرے اور بڑھاوے اور وجہ اللہ کی طرف دوڑے۔ وہی اس کا مقصود اور محبوب ہو اور تقویٰ پر قدم رکھ کر اعمال صالحہ بجا لاوے پھر سنت اللہ اپنا کام آپ کریگی اس کی نظر و نتائج پر نہ ہو۔ بلکہ نظر تو اسی ایک نقطہ پر ہو اس حد تک پہنچنے کے لئے اگر یہ شرط ہو کہ وہاں پہنچکر سب سے زیادہ سزا ملیگی۔ تب بھی اسی کی طرف جاوے یعنی کوئی ثواب یا عذاب اس کی طرف جانے کا اصل مقصد نہ ہو۔ محض خدا تعالیٰ ہی اصل مقصد ہو۔ جب وفاداری اور اخلاص کے ساتھ اس کی طرف آئیگا اور اس کا قرب حاصل ہوگا۔ تو یہ وہ کچھ دیکھیگا جو اس کے وہم و گمان میں بھی کبھی نہ گذرا ہوگا۔ اور کشوف اور خواب تو کچھ چیز ہی نہیں ہیں۔ پس میں تو اسی راہ پر چلانا چاہتا ہوں۔ اور یہی اصل غرض ہے۔ اسی کو قرآن شریف میں فلاح کہا ہے۔ قد افلح من زکٰھا۔

الحکم ۱۷ دسمبر ۱۹۰۶ء — حضرت مسیح موعود

اس زمانہ میں حضرت مرزا صاحب کا کھڑا ہونا اسلام کی صداقت کا ثبوت ہے

یہ اظہر من الشمس ہے کہ حضرت مرزا صاحب کا اشاعت اسلام کے لئے کھڑا ہونا اور مجددیت کا دعویٰ کرنا اسلام کی صداقت کا ایک بیّن ثبوت ہے۔ حضرت صاحب جب خدمت اسلام کے لئے کھڑے ہوئے بہت معمولی حالت میں تھے اور کسی کو بھی آپ کی اس شان و شوکت کی خبر نہ تھی۔ اس وقت آپ اکیلے تھے اور چند لوگ بھی آپ کے ساتھ نہ تھے اُس وقت آپ نے فرمایا تھا کہ چونکہ میں اسلام کا کھیل ہوں اور اسلام کو لیکر اٹھا ہوں اور اسی کی تبلیغ کرنا چاہتا ہوں میرا نام تمام دنیا میں پھیل جائیگا چنانچہ ایسا ہی ہوا آپ نے قرآن پاک کی اتباع میں خدا کی محبت کو جذب کرلیا اور آپ کے ذریعہ اشاعت اسلام کا کام پورے زور کے ساتھ ہوا اور ہو رہا ہے۔ یورپ جیسے کفرستان ملک کو ہی دیکھ لو وہی ملک جو ہمیں تثلیث پرستی میں گرفتار دکھائی دیتا تھا اُسی میں آج لا الٰہ الا اللہ کی آواز گونج رہی ہے اس کے علاوہ اب یہ آواز امریکہ اور دوسرے بلاد سے بھی آرہی ہے اور باوجود اس کے کہ مسلمانوں کی حکومت سینکڑوں سال سے چلی آتی ہے لیکن کیا کسی مسلمان حکومت کے ذریعہ یہ بات حاصل ہوئی تھی جو حضرت مرزا صاحب کے ذریعہ اشاعت اسلام کی حاصل ہوئی ہے ہرگز نہیں۔ بس خدا نے ہمیں دکھلایا ہے کہ جو شخص اسلام کا نام لیکر اٹھیگا اور اسکی خدمت کیلئے کمربستہ ہوجاویگا خدا اُسکی ایسی ہی مدد کریگا جیسی اس وقت کے مجدد حضرت مرزا صاحب کی اُنہوں نے کی۔

حضرت مرزا صاحب کی دوسری قوموں نے تو کیا خود مسلمانوں نے بھی مخالفت کی۔ طرح طرح کے ظلم کئے فتوے لکھے پتھر مارے گالیاں دیں مگر پھر بھی آپ نے ان کے حق میں یہی فرمایا

اے دل تو نیز خاطر اینان نگاہ دار
کاخر کنند دعوے حب پیمبرم

پھر آپ کی دعاؤں سے مایوس العلاج مریضوں کا شفا پانا دیوانہ کتے کے کاٹے کا اُس وقت بچ جانا جبکہ سگ گزیدہ کی بھونک اُٹھنے لگے جس وقت کوئی علاج نہیں ہوسکتا پھر اسلام کی صداقت آسمانی نشانوں اور کراماتوں سے دکھانا پھر لاٹ پادری لیفرائے کو اسلام کی صداقت کے متعلق چیلنج دینا پھر تمام بادشاہان وقت کی خدمت میں اسلام کی دعوت کے متعلق خط لکھنا اور آپ کا اپنے تمام مقاصد میں کامیاب اور مظفر و منصور ہوجانا اور ایک ایسی جماعت کا بنانا جو رات دن خدمت اسلام کے لئے کمربستہ ہے۔ آپ کی صداقت کا بہت بڑا ثبوت ہے اور اس سے پتہ لگتا ہے کہ اسلام خدا تعالےٰ کا سچا مذہب ہے اور اس کا ثمرہ اُس کے سچے متبعین کو ہر زمانہ میں ملتا رہتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

سلد ۱۳ ہ ۷ رجمادی الثانی ۱۳۴۴ھ نمبر ۱۱۶

مسائل متنازعہ فیہ میں ہمارا مسلک

مبائعین میاں صاحب سے ہمارا اختلاف شروع ہوئے [illegible] برس ہوگئے۔ اس لمبے عرصہ میں بحث و مباحثہ کا جو سلسلہ [illegible] ہے اور ان کے درمیان جاری رہا اس سے صاف معلوم [illegible] ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات پر اس بحث مباحثہ نے [illegible] قدر روشنی ڈالی ہے اور اس ضمن میں اسقدر دور افتادہ [illegible] ات بھی ڈھونڈ ڈھونڈ کر میدان بحث میں لائی گئی ہیں کہ [illegible] ممکن نہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کی کوئی ایسی تحریر اور نکل [illegible] ئے جو طرفین میں سے کسی کے عقائد میں انقلاب پیدا کرسکے [illegible] رت صاحب نے مسئلہ نبوت اور کفر و اسلام کے متعلق جو کچھ لکھا جو کچھ کہا وہ سب کا سب ہمارے سامنے موجود ہے اور [illegible] فیصلہ کرنا ہمارا کام ہے۔ دونوں فریق حضرت صاحب کی [illegible] یروں کو ہی مانتے ہیں اور انہی سے ہی اپنا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ مگر عقائد میں ہر دو فریق کے اسقدر اختلاف شدید ہے کہ [illegible] ید ہی کسی مذہبی جماعت کے دو فرقوں میں ایسا شدید اور [illegible] لی اختلاف ہو۔ اس اختلاف کی شدت کو تسلیم کرنے کے [illegible] جو ہمیں ہمیشہ یہ خیال رہا ہے کہ ہمارے مبائعین دوستوں [illegible] حضرت صاحب کی تحریروں پر غور نہیں کیا صرف ایک ہٹ [illegible] ضد پر قائم ہوگئے ہیں اس لئے ہم نے ضروری سمجھا ہے کہ [illegible] ائل متنازعہ فیہ میں حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات اور اقوال [illegible] جو عقائد ہم نے سمجھے ہیں ان کو ایک فیصلہ کی صورت میں [illegible] پیش کیا جائے ممکن ہے کہ کوئی سعید روحیں اس سے [illegible] اٹھائیں۔

ہم اپنے اس مضمون کو کوئی مناظرانہ رنگ نہیں دینا چاہتے صرف اپنے اُن عقائد کو حضرت مسیح موعودؑ کی صریح عبارتوں [illegible] پیش کرتے ہیں جو ہم نے آپ کی تعلیم کے مطابق اختیار کئے ہیں [illegible] اہم سب سے بڑا اختلافی مسئلہ مسئلہ نبوت ہے اس مسئلہ کی [illegible] خافین ہیں ہم کوشش کرینگے کہ سب کے متعلق ہمارا عقیدہ ہے اس کو صاف الفاظ میں کھول کر بیان کیا جائے۔

الف۔ ہم حضرت مسیح موعودؑ کو امام الزمان اور مجدد وقت [illegible] ہم یقین کرتے ہیں اور حضور کو اسی قسم کا محدث یعنی مکلم من اللہ [illegible] ہیں جیسے کہ اس امت میں آپ سے پہلے ہوتے رہے۔ ہم [illegible] کو کسی قسم کا نبی... نہیں مانتے کیونکہ آپ نے فرمایا ہے [illegible] ما جزئی متعدد کئی قسمیں کھا کر کہا کہ میں کسی نبوت کا دعویٰ نہیں کرتا

ہم لوگ نبوت کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم یقین [illegible] تے ہیں اور یہ بھی ہمارا ایمان ہے کہ رسول پاک کے بعد قیامت [illegible] کوئی بھی نبی صادق آنے والا نہیں ہے۔ اور نہ ہمارے [illegible] یک نبیوں کی کوئی یہ اقسام ہیں کہ ایک نبی براہ راست ہوتے [illegible] جو بغیر استفاضہ کسی نبی سابق کے خدا سے بلا واسطہ منصب [illegible] ت پاتے ہیں اور ایک نبی امتی ہوتے ہیں جو یہ منصب نبی [illegible] ق کے استفاضہ سے بالواسطہ یعنی امتی ہوکر پاتے ہیں۔ [illegible] قسم کی کوئی تقسیم نبیوں کی ہم نہیں مانتے۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے مستقل نبی حقیقی نبی کا [illegible] صرف اُنہی انبیاء کے لئے استعمال کیا ہے جو انبیاء اللہ ہیں [illegible] قرآن پاک یا کتب الٰہیہ میں مذکور و موجود ہیں ان انبیاء اللہ [illegible] سوا کسی اور ملہم کے لئے یہ الفاظ آپ نے کبھی استعمال نہیں فرمائے

اگر کہیں آپ نے اپنے لئے نبی کا لفظ بولا بھی ہے تو استعارتاً مجازاً بولا ہے اور اس کے ساتھ صرف مجازی یا استعار طور پر نبی کا لفظ لکھ دیا ہے تا یہ اشتباہ نہ رہے کہ میں جو اپنے لئے لفظ نبی بول رہا ہوں یہ انہی معنوں میں ہے جن معنوں میں کہ لفظ نبی کتاب اللہ میں استعمال ہوا ہے . . . . .

ہم یقین رکھتے ہیں [illegible] نبوت کی یہ کوئی قسم ہی نہیں ہے جو بالواسطہ ملے یعنی امتیت کا پہلو اپنے ساتھ رکھتی ہو ایسی کوئی نبوت نہ کسی نبی کو کبھی پہلے ملی اور نہ اب مل سکتی ہے

(ب) ہمارے عقیدہ کے رُو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ من کل الوجوہ بند اور مسدود ہے صرف اُن الہام اور رؤیا کا دروازہ کھلا ہے جو اولیاء اللہ مجددین کو ہوتے ہیں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بقدم چلکر اور آپ کی اتباع میں ہوکر ایک کامل مومن اللہ کی طرف سے بشارتیں اور الہام پا سکتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم دل سے خاتم النبیین یقین کرتے ہیں اور حضور کے خاتم النبیین ہونے کا یہ نتیجہ ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت [illegible] وقت کے نبی رہیں اور حضور ہی کی لائی ہوئی خدا کی طرف سے کتاب قرآن مجید ہر وقت اور ہر آن اور ہر زمانہ میں قابل اتباع رہے علاوہ خاتم النبیین کے معنے نبیوں کے ختم کرنے والے کے ہیں۔ جو لوگ نبیوں کی مہر اس کے معنے کرتے ہیں یہ معنے لغتاً غلط ہیں اور ان معنوں کا کچھ بھی مطلب نہیں نکلتا۔ اپنے پاس سے الفاظ اس میں لگا کر ان معنوں کا مطلب بیان کیا جاتا ہے۔ اور حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے بھی کہیں یہ معنے نہیں کئے کہ "نبیوں کی مہر"۔

نبوت کا دروازہ کھلا ماننے سے نہ قرآن کریم کامل اور مکمل کتاب [illegible] رہ سکتی ہے نہ حضرت نبی کریم کا خاتم النبیین ہونا ثابت ہوسکتا ہے

(ج) اس امت میں آنحضرت صلعم کے بعد قیامت تک مجدد اور محدث اور بڑے بڑے اولیاء ہی آئینگے۔ نبی نہیں آئینگے خود حضرت مسیح موعودؑ نے ہمیشہ اپنا اور اپنی جماعت کا یہی مذہب بتلایا ہے جیسا کہ آپ کی آخر زندگی تک یہ مذہب جماعت کا اخبار بدر کی پیشانی پر ہمیشہ لکھا جاتا رہا ہے۔

ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر وشد اختتام

یعنی ہر قسم کی نبوت کا خاتمہ رسول پاک پر ہوچکا ہے اور حضرت مسیح موعودؑ کا آخر تک یہی مذہب رہا جیسا کہ حضور نے اپنی آخری کتاب حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۲۷ پر لکھا "ان النبوۃ قد انقطعت بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم" حضرت مسیح موعودؑ اپنے شروع دعویٰ سے ہی اپنے کو محدث فرماتے ہیں اور الہامات میں بھی خدا نے آپ کو محدث کرکے فرمایا اسی لئے جہاں الہامات میں آپ کے متعلق نبی یا رسول کا لفظ آیا آپ نے اس کی تاویل فرمائی حتیٰ کہ آپ کی آخری تحریر تک بھی یہ تاویل لفظ نبی کی موجود ہے کوئی ایسا وقت حضرت مسیح موعودؑ پر ایسا نہیں آیا جس میں آپ نے اس لفظ نبی کی اپنے متعلق تاویل نہ فرمائی ہو اور لفظ نبی کے معنے کو صرف علیٰ الظاہر نہ کیا ہو کہیں فرمایا کہ میرے الہام میں جو خدا نے مجھے نبی کرکے پکارا ہے تو یہ مجازاً ہے نہ حقیقتاً کہیں فرمایا ہے کہ اس سے مراد اصلی نبوت نہیں ہے بلکہ ظلی نبوت ہے۔ کہیں فرمایا میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا کہیں فرمایا کہ آنحضرت صلعم کا کامل پیرو صرف نبی نہیں کہلا سکتا کیونکہ اس میں نبوت تامہ کاملہ محمدیہ کی ہتک ہے غرض کئی وجوہ نبی کے لفظ کی تاویل کے لکھے اور کئی قسم کی اس لفظ کی تاویل فرمائیں اور اس کی خاص وجہ یہی تھی کہ حضرت مسیح موعودؑ کا یہی ایمان تھا کہ حضرت نبی کریم صلعم کے بعد کسی قسم کا بھی نبی نہیں آسکتا۔ یہ بات حضرت صاحب کی کسی تحریر سے ثابت نہیں ہوتی۔ کہ آپ پر کچھ زمانہ تک نبی کے لفظ اور نبی کے معنے کی اصل حقیقت ظاہر نہ ہوئی تھی اس لئے ایک وقت تک نبی کے لفظ کی تاویل کرتے رہے اور جب اصل حقیقت ظاہر ہوگئی تو اس تاویل کو چھوڑ دیا ہم جس طرح حضرت صاحب کی پہلی تحریروں میں اس لفظ نبی کی یہ تاویل پڑھتے ہیں کہ یہ لفظ نبی میرے الہام میں مجاز اور استعارہ کے طور پر ہے اسی طرح ہم یہی تاویل آپ کی آخری تحریرات میں بھی

پڑھتے ہیں [illegible] آپ پر اسی قسم کے ہی الہامات ہوتے تھے [illegible] امت میں پہلے اولیاء اللہ کو بھی ہوتے رہتے ہیں کسطرح اپنے لئے نبی اور رسول کے الفاظ اُن معنوں میں لے سکتے تھے جن معنوں میں کہ نبیوں کے لئے یہ لفظ کتب اللہ میں استعمال ہوئے تھے اور کسطرح اپنے لئے ان دونوں لفظوں نبی اور رسول کا اطلاق حقیقی معنوں میں . . . . جائز رکھ سکتے تھے پس آپ نے اُن الفاظ کو جو آپ کے متعلق الہام میں واقع ہوئے یوں تاویل کی کہ یہ بطور مجاز و استعارہ ہیں اور اس تاویل پر تا وفات قائم رہے اور اپنے رسول اور نبی ہونے کا انکار فرماتے رہے اب جبکہ یہ ثابت شدہ امر ہے کہ ایک غیر نبی کو بھی اللہ تعالیٰ نے محض اس کو اپنی ہمکلامی سے شرف بخشنے کی بنا پر کبھی مجازاً نبی کہا ہے جیسا کہ اس نے بعض اولیاء امت کو بھی [illegible] الہام میں ان کو مجازاً نبی کہا ہے تو یہ کسطرح ہو سکتا ہے کہ حضرت صاحب کو جو یقیناً یقیناً امتی ہونے کی وجہ سے غیر نبی ہی تھے ان کو خدا اپنی ہمکلامی کی بنا [illegible] کہتا بلکہ حقیقتاً نبی کہتا۔ پس اس وجہ سے آپ نے [illegible] موعودؑ نے اپنے آپ کو نبی نہیں مانا اور [illegible] انکار فرماتے رہے کیونکہ آپ جانتے تھے کہ آپ [illegible] ہیں اور غیر نبی ہیں۔ اور اس بات کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ [illegible] اپنے آپ کو نبی نہیں مانا اور ان الفاظ کی [illegible] مجازی نبی [illegible] سے فرماتے [illegible] گویا آپ کے خیال میں کبھی بھی تبدیلی [illegible] نبی کی تاویل کے [illegible] آئی۔ اور یہ بات ہم کو آپ کے اس رفتار عمل کے ذریعہ سے مل رہی ہے جو قریب قریب آپ کی وفات کے دن تک چلتی رہی چنانچہ ہم اسجگہ ۲ مارچ ۱۹۰۸ء قبل عصر کی ایک ڈائری الحکم نمبر [illegible] مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۰۸ء سے نقل کرتے ہیں اور اس [illegible] صاف صاف الفاظ دکھاتے ہیں کہ آپ کا آخر وقت میں بھی وہی دعویٰ محدث ہونے کا ہے نہ نبی ہونے کا آپ نے اپنے محدث کا لفظ ۱۰ مارچ ۱۹۰۸ء میں بھی کہ نہیں چھوڑا چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

پھر ہمیں تشریعی نبوت کا دعویٰ نہیں ہے
ہمارا ایمان ہے کہ نبوت آنحضرت پر ختم ہوگئی ہے
اب اسی شریعت کی خدمت بذریعہ الہامات
[illegible] کشفات مخاطبات اور بذریعہ پیشگوئیوں کے کرنے
کا ہمارا دعویٰ ہے۔

مجدد صاحب لکھتے ہیں کہ یہی خوابیں اور الہامات جو گاہ گاہ انسان کو ہوتے ہیں اگر کثرت سے کسی کو ہوں تو وہ محدث کہلاتا ہے یہ سب کچھ ہم نے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں مفصل لکھ دیا ہے اس کا مطالعہ کرکے اپنی تسلی کرلیں۔

پھر ۱۷ مئی ۱۹۰۸ء کو ۱۱ بجے صبح سے ایک بجے دوپہر تک جو تقریر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمائی اس میں یہ الفاظ موجود ہیں۔

"یہ بھی مجھ پر الزام لگایا جاتا ہے کہ میں نبوت
کا دعویٰ کرتا ہوں اور کہ میں نے نیا دین بنالیا
ہے یا میں کسی الگ قبلہ کی فکر میں ہوں نماز
میں نے الگ بنالی ہے یا قرآن کو منسوخ کرکے
اور قرآن بنا لیا ہے سو اس تہمت کے جواب
میں بجز اس کے کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین
کہوں اور کیا کہوں میرا دعویٰ صرف یہ ہے کہ
موجودہ مفاسد کے باعث خدا نے مجھے بھیجا
ہے اور میں اس امر کا اخفا نہیں کرسکتا کہ مجھے
مکالمہ مخاطبہ کا شرف عطا کیا گیا ہے اور خدا
مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے اور کثرت سے ہوتا ہے
اسی کا نام نبوت ہے مگر یہ حقیقی نبوت نہیں"۔

غرض نہ آپ نے نبوت کی تعریف اوائل میں اور کی اور نہ بعد میں اور [illegible] یہ حضرت صاحب کی کتابوں سے ہرگز ثابت نہیں ہوسکتا کہ آپ نے اپنے دعویٰ میں کبھی کوئی تبدیلی کی یا لفظ نبی کو اپنے لئے اُن معنوں میں کبھی بھی استعمال فرمایا جن معنوں میں آپ نے انبیاء اللہ کے لئے اس کو استعمال فرمایا تھا اور نہ آپ کو لفظ نبی کے معنے سمجھنے

میں کبھی غلطی لگی تھی۔

حضرت مسیح موعودؑ نے سمیت نبیا من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ فرما کر صاف بتلا دیا ہے کہ آپ فی الواقع نبی نہ تھے صرف مجاز کے طور پر آپ کا نام نبی رکھا گیا تھا آپ کی تمام تصنیفات ملفوظات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حقیقی کا لفظ آپ نے انہی معنوں میں استعمال کیا ہے۔ اور آپ کا حقیقۃ الوحی میں اس فقرہ کے لکھنے کا مطلب یہی تھا کہ آپ اپنے کو فی الواقع نبی نہیں سمجھتے تھے اس لئے ہمارا یہی عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا اور نبوت تشریعی اور غیر تشریعی یکساں بند ہیں جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے۔ محی الدین ابن عربی نے لکھا ہے کہ نبوت تشریعی جائز نہیں دوسری جائز ہے مگر میرا مذہب یہ ہے کہ ہر قسم کی نبوت کا دروازہ بند ہے۔ بدر ڈائری ۱۷ اپریل ۱۹۰۳ء

غور کیجئے!

نبی ہو۔ اور امتی کے لفظ کے بغیر مجرد نبی نہ کہلا سکتا ہو۔

نبی ہو۔ اور نبی کا لفظ اس کے لئے بطور استعارہ اور مجاز کے ہو۔

نبی ہو۔ حنفی المذہب ہو۔ جیسا کہ مسیح موعود کے سب سے بڑے اور اول صحابی حضرت مولانا نور الدین اعظم نے لکھا کہ آپ حنفی المذہب تھے۔

نبی ہو۔ اور اپنے الہاموں کو حدیث موافق قرآن سے بھی کم رتبہ دیتا ہو۔

نبی ہو۔ مگر ان معنوں میں نبی نہ ہو جن معنوں میں پہلے انبیاء اللہ صحف والے میں نبی کہلائے۔

نبی ہو۔ اور عقاید اور احکام بوساطت وحی بذریعہ نزول جبرئیل اس کو حاصل نہ ہوئے ہوں۔

نبی ہو۔ اور کہے میری نبوت کچھ بھی نہیں۔

یہ چند اصولی باتیں ہیں۔ اگر تعصب کے خیالات سے الگ ہو کر ان متذکرہ بالا امور پر نظر ڈالی جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ حقیقت اور پوشیدہ اور دل سے یہ گواہی نہ نکلے کہ فی الواقع ایسا شخص کسی طرح بھی نہ تشریعی نہ غیر تشریعی کسی قسم کا بھی نبی نہیں بن سکتا۔ اگر یہ لکھا جائے تو ہم میں اور قادیانی احمدیوں میں یہی ایک مسئلہ اصل فارق ہے۔ باقی سب اس کے پیچھے بلکہ اس کے نیچے ہیں۔ اور ہم انہی متذکرہ بالا امور کی وجہ سے حضرت مسیح موعود کو نبی اور رسول نہیں مانتے۔ کتنے افسوس کی بات ہے۔ کہ حضرت صاحب تو صدہا دفعہ اپنی تصنیفات میں نبی اور رسول ہونے سے انکار کریں اور اس لفظ نبی کی اپنے لئے یہ تاویلیں فرمائیں۔ مگر ہم آپ کو ویسا ہی نبی اور رسول مانیں۔ جیسا کہ مذکور فی القرآن انبیاء اللہ و رسل اللہ ہیں۔

کیا حضرت صاحب کا علم ہم سے بھی ناقص تھا۔ کہ وہ تو خدا کے فرمودہ کو نہ سمجھیں کہ خدا ان کو نبی کہتا ہے۔ اور وہ تاویل کرتے ہیں۔ اور اپنے کو نبی نہیں سمجھتے۔ اور ہم اُن کو آپ سے زیادہ سمجھنے لگیں۔ اور کہیں کہ نہیں وہ تو خدا کے نبی اور رسول تھے۔ اور اُن کو رسول نبی ماننا ہر ایک کا فرض ہے جب خود ملہم کہتا ہے۔ کہ میرے پر جو یہ الہام ہیں نبی اور رسول کا لفظ بولا گیا۔ یہ فی الواقع اُن معنوں میں نہیں بولا گیا۔ جن معنوں میں نبیوں اور رسولوں کے لئے خدا کے کلام میں بولا جاتا رہا ہے۔ تو پھر حیف ہے ہمارے اس اقرار پر کہ ہم نے آپ کو مسیح موعود اور راستباز مان لیا ہے۔ کیا یہ کسی کو راستباز ماننا ہوتا ہے یا کاذب کہ وہ جو کچھ کہے اُس کے خلاف اپنی آواز بلند کیجئے جب خود حضرت مسیح موعود نے ان الہامات میں آئے ہوئے ان الفاظ کی تاویل کی ہے۔ اور ان کو ظاہر پر حمل نہیں کیا۔ اور نہ کبھی نبوت اور رسالت کا دعوے کیا تو ہم کون ہیں۔ کہ ہم دخل در معقولات کریں۔ اور خواہ مخواہ دین کی باتوں میں غلو کریں۔ اور عیسائیوں کی ریس کریں۔ جب تک دنیا میں حضرت صاحب کی تحریریں موجود ہیں تب تک حضرت صاحب کو نبی ثابت کرنا ایسا ہی محال اور ناممکن ہے جیسا کہ حضرت عیسےٰ کو خدا کا بیٹا یا خدا ثابت کرنا۔

جب حضرت مسیح موعود نے صاف حقیقۃ الوحی میں بھی لکھا ہے۔

النبوۃ قد انقطعت بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم

تو پھر اس بات کی گنجائش ہی کیا رہ سکتی ہے۔ کہ آپ معاذ اللہ رسالت یا نبوت کے مدعی تھے۔

غور کا مقام ہے کہ خود تو حضرت مسیح موعود نبوت کا دعوے نہ کریں۔ قرآن پاک میں خدا تعالےٰ رسول پاک کو خاتم النبیین کے الفاظ سے یاد فرمائے۔ اور حضرت مسیح موعود خود اپنے الہام میں آئے ہوئے الفاظ نبی اور رسول کی تاویل کریں۔ اور ان کو ظاہر پر حمل نہ کریں۔ یہ تین زبردست شہادتوں کے ہوتے ہوئے کوئی احمدی کس طرح کہنے کی جرأت کر سکتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود نبی ہیں۔ مگر افسوس بااینہمہ ہمارے قادیانی احمدی احباب یہ کہے ہی چلے جاتے ہیں۔ کہ مسیح موعود نبی اور رسول ہیں۔ کوئی ان سے پوچھے کہ بھائی اگر ہمارے سید و مولا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نبی آجائے۔ اور آپ کے فیضان نبوت کو اپنی آمد سے پیچھے رہنے دے آگے نہ چلنے دے۔ جیسا کہ آپ لوگوں کا عقیدہ ہے۔ کہ اب کوئی لاکھ دفعہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھے۔ لاکھ دفعہ قرآن مجید کو اللہ کی کتاب مان لے اور قرآن پاک میں موجود انبیاء اللہ کی نبوت و رسالت پر ایمان لے آئے قیامت کو مان لے۔ اور تمام ان احکام اور عقاید کا بھی پابند ہو جائے جو قرآن پاک ہم سب کے لئے حکم دیتا ہے۔ وہ مسلمان ہی نہ مانا جائے تو بتاؤ ہمارے لئے یا اسلام کے لئے یہ خوشی کا موقع ہے یا افسوس اور غم کا۔ جب مسیح موعود کو نبی نہ ماننے سے انسان کو اسلام سے ہی قطع تعلق لازم آتا ہے حالانکہ نہ قرآن میں مسیح موعود کا رسول اللہ کے بعد نبی ہو کر آنے کا کوئی ذکر ہے۔ نہ تکمیل دین کے لئے سوائے خلفائے محمدیہ کے کسی اور کے آنے کا کوئی بیان ہے۔ تو یہ کس قدر افسوس اور آہ کرنے کا مقام ہے۔

افسوس ہمارے قادیانی احمدی بھائیوں نے کبھی اس پر غور نہیں کیا۔ اور خواہ مخواہ نبی نبی کہتے چلے جاتے ہیں کہتے ہیں کہ مسیح موعود نے نبوت کا دعوے کیا ہے۔ مگر انصاف کا مقام ہے۔ کہ کیا ایسا شخص جس نے خود بھی سینکڑوں جگہ نبوت سے صاف انکار کیا ہو اور اپنے کو غیر نبی (دیکھو تریاق القلوب) لکھا ہو کبھی نبوت کا مدعی بن سکتا ہے۔ انکار کے الفاظ اس کے سوا اور کیا ہوتے ہیں۔ کہ میں نبی نہیں۔ میں غیر نبی ہوں۔ میں محض ظل اور امتی ہوں اس کے سوا میری نبوت کچھ بھی نہیں۔ اور یہ اقرار بھی ہو کہ یقیناً موجود ہو کہ میں کسی نبوت کا دعوے نہیں کرتا۔ اور یہ بھی حقیقۃ الوحی میں لکھا ہے کہ خدا نے میرا نام مجازاً نبی رکھا ہے۔ نہ حقیقتاً۔ پھر اس سے بڑھ کر لکھتے ہیں۔ کہ یہ نادان لوگوں کو بھڑکانے کے لئے کہتے ہیں۔ کہ اس شخص نے نبوت کا دعوے کیا ہے۔ حالانکہ یہ ان کا سراسر افترا ہے۔ ایسی صراحت کے ساتھ نبوت کے دعوے سے انکار کرنے والے کی نسبت یہ کہنا۔ کہ اس نے نبوت کا دعوے کیا ہے۔ کمال درجہ کی جرأت اور غلو ہے۔ جو ہماری سمجھ میں تو نہیں آتا۔

کھلی چٹھی بنام پنڈت راجندر صاحب دہلوی مہا اپدیشک آریہ سماج

مہربانم جناب پنڈت صاحب تسلیم

مورخہ ۲۴ نومبر ۱۹۲۵ء کو آریہ سماج وچھو والی کے سالانہ جلسہ میں تناسخ کے بحث پر میری آپ سے بالمشافہ رو در رو گفتگو ہوئی۔ میرے سوالات اور آپ کے جوابات کو پبلک نے اچھی طرح سنا۔ اور معلوم کر لیا کہ میرے سوالات کیا تھے۔ اور آپ کے جوابات کیا مگر لاہور کے آریہ اخبارات نے جن کا خمیر طینت ہی افترا پردازی اور بہتان افزائی ہے۔ اس دوستانہ گفتگو پر جو کہ ایک حق پسند انسان کے لئے منزل مقصود کی طرف رہنمائی کرنے والی تھی۔ وہ حاشیہ آرائی کی۔ اور وہ بے پر کی اڑائی۔ کہ پناہ بخدا سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ کر دکھایا۔ پبلک کو ناحق مغالطہ میں ڈالنے کی کوشش کی اور جو کچھ جی میں آیا لکھا۔ اس لئے مجھے بھی ضرورت محسوس ہوئی کہ اصلی حالات کی چہرہ کشائی کر کے اس کذب و افترا کے ناپائدار قلعے کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا جاوے تا کہ دروغ کا منہ کالا اور صداقت کا بول بالا ہو۔

اس مفید ترین مقصد کو حاصل کرنے کا بہترین طریقہ یہی ہے۔ کہ میں اپنے ان سوالات کو جو کہ ۲۴ نومبر ۱۹۲۵ء کے جلسہ میں آپ کے سامنے پیش کئے گئے تھے۔ بہ ہیئت تحریر میں لا کر افادہ عام اور اظہار حقیقت کی غرض سے اخبارات میں شائع کرا دوں اور بغرض جواب آپ کے پاس بھیجوں آپ ان کے جوابات لکھ کر میرے پاس بھیج دیں۔ اور مناسب سمجھیں . . . . تو اخبارات میں بھی شائع کرا دیں۔ مجھے اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ مگر شرط یہ ہے کہ جوابات کے ساتھ میرے سوالات کی اصلی عبارت کو بھی طور پر تحریر فرماویں۔ اس میں کمی بیشی کرنے کا آپ کو کوئی اختیار نہ ہوگا۔ میں اپنے طور پر اپنے سوالات اور آپ کے جوابات کو ان کی اصلی عبارت میں پبلک پر ظاہر کر دوں گا۔ اس سے تمام اصلی حقیقت جس پر آریہ اخبارات نے افترا پردازی کا پردہ ڈال دیا ہے۔ بالکل بے نقاب ہو جاویگی۔

میں امید کرتا ہوں کہ اس منصفانہ طریق حقیقت فہمی و حق گوئی سے آپ گریز نہیں کریں گے۔ اب سوالات تحریر کرتا ہوں۔ آپ انہیں غور سے ملاحظہ فرمایئے۔ اور جوابات لکھیئے۔ تاریخ تحریر نیاز نامہ ہذا سے پندرہ روز تک جواب کا انتظار کرونگا۔

(۱) آریہ صاحبان تناسخ کو آواگون۔ پنر جنم اور یونی چکر کہتے ہیں کیا ان لفظوں میں سے کوئی لفظ ویدوں میں موجود ہے۔ اگر موجود ہے۔ تو پتہ دیا جاوے۔

(۲) آریہ صاحبان کے نزدیک مسلم ہے۔ کہ تمام حیوانات از قسم چرند و پرند اور تمام حشرات الارض کسی زمانہ میں انسان تھے۔ جو کہ بداعمالی کی سزا میں پرندے چرندے اور حشرات الارض بن گئے اس خیال کی صحت اور تناسخ کی صداقت کے لئے ضرورت ہے۔ کہ صفحات تاریخ میں کسی ایسے زمانے کی تلاش کی جاوے۔ جس میں انسانوں کی تعداد دوسرے جانداروں کے بالمقابل زیادہ ہو۔ یا کم از کم برابر ہی ہو۔ اگر کوئی ایسا زمانہ معلوم ہو سکے۔ تو کیونکہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ تمام چیزیں انسانوں سے جانور بنی ہیں اس وقت تمام جانداروں سے قطع نظر کر کے صرف چیونٹیوں ہی کو لیتا ہوں اگر آپ کہیں تو دنیا کی چیونٹیوں کو چھوڑ کر صرف ہندوستان کی چیونٹیں لے لیتا ہوں۔ یہ بھی منظور نہیں تو پنجاب ہی کی چیونٹیوں پر اکتفا کرتا ہوں۔ پنجاب بھی منظور نہیں تو ضلع لاہور ہی سہی۔ اور یہ بھی نہیں تو صرف شہر لاہور ہی کی چیونٹیں لے لیتا ہوں۔ اور آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا آپ اوراق تاریخ میں کوئی ایسا زمانہ بتلا سکتے ہیں جس میں انسانوں کی تعداد چیونٹیوں سے زیادہ یا کم از کم برابر ہو۔ اگر نہیں تو اس قدر کثرت کے ساتھ چیونٹیں کہاں سے آگئیں۔ یہ کثرت صریحاً اس امر پر دلالت کرتی ہے۔ کہ چیونٹیوں اور انسانوں کے سوا تمام جانداروں کا وجود کسی سابقہ بداعمالی کا نتیجہ نہیں۔ پس تناسخ کیونکر سچا کہا جا سکتا ہے۔

(۳) چوری۔ ڈاکہ زنی۔ زناکاری وغیرہ عیوب دنیا کے تمام ملکوں میں کم و بیش اختلاف کے ساتھ یکساں موجود ہیں پھر کیا وجہ کہ بالعموم افریقہ میں سیاہ فام۔ یورپ میں سفید رنگ۔ اور ہندوستان میں گندمی رنگ والے آدمی پیدا ہوتے ہیں۔

(۴) اس بات کو معلوم کر لینے کے بعد کہ غلے کی کثرت دودھ دہی کی افراط۔ اجناس کی ارزانی۔ ہاتھی گھوڑوں اور گائے بھینسوں کی بہتات گنہگاری کی کثرت پر موقوف ہے۔ اور انسان اپنی بقا اور قیام کے لئے فطرتاً ان چیزوں کی کثرت کا خواہش مند ہے۔ اور یہ خواہش پوری نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ گناہگاری کی انتہائی حد تک نہ پہنچے۔ پس کیوں نہ سمجھا جاوے کہ مسئلہ تناسخ انسان کو گناہگار بننے کی ترغیب دیتا ہے۔ اور اس کا لب لباب یہ ہے۔

اے دیانت بر تو لعنت از تو رنجے یافتم
اے خیانت بر تو رحمت از تو گنجے یافتم

(۵) سوامی دیانند جی اپنی کتاب سنسکار بدھی کے صفحہ پر رقم طراز ہیں کہ سولہ برس سے کم عمر کی عورت میں اگر پچیس برس سے کم عمر کا مرد استقرار حمل کرتا ہے تو وہ حمل پیٹ میں ہی بگڑ جاتا ہے۔ اور اگر پیدا بھی ہو۔ تو زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہ سکتا۔ اگر منا کا زندہ بھی رہے۔ تو اس کا جسم اور اعضا نہایت کمزور رہیں گے۔ اس لئے بہت چھوٹی عمر میں سولہ برس سے کم عمر والی عورت میں کبھی استقرار حمل نہیں کرنا چاہیئے۔

جو اپنے خاندان کی بڑائی۔ اعلےٰ اولاد۔ طویل العمر۔ مضبوط عقیل۔ طاقت ہمت والے علما اور امیر آدمی پیدا کرنا چاہے تو ۱۶ سال سے پہلے لڑکی اور ۲۵ سال سے پہلے لڑکے کی شادی کبھی نہ کرے۔ صفحہ ۵۸۔

سوامی جی کی ان تحریروں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ضعف و توانائی۔ صحت و مرض۔ امارت یا غربت وغیرہ۔ اچھے یا برے۔ باقاعدہ یا بے قاعدہ استقرار حمل پر موقوف ہے۔ اگر سوامی جی کی تحریر کے مطابق استقرار حمل ہوا تو اولاد۔ توانا۔ تندرست۔ اور امیر پیدا ہوگی ورنہ ضعیف و بیمار اور غریب۔ پس کسی کی کمزوری و توانائی صحت و مرض۔ امارت و غربت اعمال سابقہ کی وجہ سے نہیں۔ اس نتیجہ سے کہنا پڑیگا۔ کہ سوامی جی مہاراج بھی۔ آواگون کے فلسفے کو سچا نہیں سمجھتے۔ بلکہ میرے ہم خیال ہیں کہ تناسخ باطل ہے۔

پس تنازع کا کوئی قابل تسلیم وجہ موجہ بیان فرمایئے۔ اور ظاہر کیجئے کہ تنا سخ کیوں تسلیم کیا جاوے +

میں تاریخ تحریر نیاز نامہ ہذا سے ۱۵ دن تک آپ کے جواب کا منتظر رہونگا +

آپ کا خیر اندیش
بندہ محمد عصمت اللہ سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام
لاہور۔ احمدیہ بلڈنگس

مراسلات

ایک شیعہ مجتہد کا اجتہاد

(از قلم الحافظ سلیم احمد خاں اٹاوی)

شیعہ اخبار ذوالفقار نجف یکم دسمبر ۱۹۲۵ء میں ایک سوال مع جواب شائع ہوا ہے۔ ناظرین شیعی مجتہد کی رکیک وخفیف تاویل ملاحظہ فرمائیں اور داد فصاحت دیں۔ ایک شیعہ سوال کرتا ہے کہ ایک سنی مولوی شیعوں کو یہ کہکر تنگ کر رہا ہے کہ حضرت علی اور امام جعفر صادق علیہم السلام نے حضرات شیخین (ابوبکر وعمر) کی تعریف حسب ذیل الفاظ میں کی ہے:۔

"هما امامان عادلان قاسطان (صحیح مقسطان ہے۔ قاسطان سیاق وسباق کے قرینہ سے غلط ہے ناقل) کانا علی الحق وماتا علیه فعلیهما رحمة الله یوم القیامة۔ یعنی یہ دونوں امام عادل اور قاسط تھے۔ دونوں حق پر تھے اور حق ہی پر مرے۔ پس ان دونوں پر قیامت کے روز خدا کی رحمت ہو۔ للہ ارشاد فرمائیں کہ یہ معاملہ کیا ہے"

الجواب

(از حضور علامۃ السید علی الحائری قبلہ وکعبہ مدظلہم)

وہ معاملہ کیا ہے؟ سوا اس کے کہ کلام امام علیہ السلام کو سمجھنا کوئی آسان امر نہیں ہے۔ ان لوگوں کو اس ذومعنی کلام بلاغت نظام کے سمجھنے میں مغالطہ ہوا ہے۔ سنئے "اماماں" سے مراد ہے یہاں وہ امام جو داعی الی النار ہو۔ بقولہ تعالے وجعلنا منهم ائمة يدعون الى النار (پ ۲۰ ع ۷) اور "عادلان" سے مراد ہے عدول عن الحق بقولہ تعالے۔ ثم الذين كفروا بربهم يعدلون (پ ۷ ع ۷) اور "قاسطان" سے مراد ہے دوزخ میں بجائے لکڑی کے ہوں گے۔ بقولہ تعالے واما القاسطون فكانوا لجهنم حطبا (پ ۲۹ ع ۱۲) اور "کانا علی الحق" میں حق علیؑ کا نام ہے بقولہ صلعم علیؑ مع الحق والحق مع علیؑ (متفق علیہ) مطلب یہ کہ دونوں حق پر یعنی علی پر مسلط و مستولی ہے۔ اور "ماتا علیہ" یعنی حق علی پر مستولی ہونے کی حالت ہی میں وہ دونوں دنیا سے فوت ہو گئے۔ "فعلیهما رحمة الله یوم القیامة" میں رحمت رسول خدا صلعم کا قرآنی نام اور لقب ہے بقولہ تعالے وما ارسلناك الا رحمة للعالمين (پ ۱۷ ع ۷) پس مطلب یہ ہوا کہ قیامت کے روز رسول رحمۃ للعالمین ان دونوں پر مسلط ہوگا اور اس حق علی کی ان سے باز پرس کریگا۔ اب فرمائیے اس ساری عبارت میں کونسا کلمہ ان کی تعریف میں ثابت ہوا۔۔۔۔۔ جو لوگ ان کلمات کو مدحیہ رنگ میں لیتے ہیں انہیں معارف کلام امام علیہ السلام کے سمجھنے کی مطلق قابلیت نہیں ہے"

واہ کیا کہنے اس نکتہ زا طبیعت اور محققانہ تحقیق کے۔ اب کون ہے جو "مدرسہ کار شریعت مدار" کے اجتہاد کا قایل ہو کر داد فصاحت نہ دے کیا اچھا ہوتا اگر مجتہد صاحب اس مضحکہ خیز تاویل کی بجائے اس حدیث ہی کو ضعیف و وضعی کہکر سائل کی تسلی کر دیتے۔ تا اہل علم کو ہنسی کا موقع نہ ملتا +

شیعہ حضرات سنیوں کے مقابلہ میں ہمیشہ "لولا علی لهلك عمر" سے حضرت علی کی فضیلت ثابت کیا کرتے ہیں۔ اس لئے ہم بھی آج "مجتہد پنجاب" کی طرح جواب دیکر شیعوں کا ہمیشہ کے لئے منہ بند کئے دیتے ہیں۔ پس سنئے۔ کہ "علی" سے مراد یہاں اللہ تعالے ہے بقولہ تعالی اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ (پ ۲۵ ع ۹) اور له ما في السموات والارض وهو العلي العظيم (سورۃ شوریٰ رکوع اول)۔ پس جبکہ علی اللہ تعالے کا نام ہے تو اس فقرہ کے معنی یہ ہوئے کہ اگر اللہ تعالے نہ ہوتا یعنی اگر اللہ کی مدد اور نصرت نہ ہوتی تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ اب بتاؤ اس سارے فقرہ میں حضرت علی کی تعریف میں کونسا لفظ ہے۔ جس پر شیعوں کو ناز ہے +

حضرت عمر رضؓ جیسے غیور موحد انسان کی شان سے بعید ہے کہ وہ ایسا کلمہ شرک کہیں جس میں غیر اللہ کو نصیر و معین بنایا گیا ہو۔ اور یہ معنی اس فقرہ کے اس لئے صحیح ہیں کہ بقول شیعہ حضرت عمر رضؓ نے ایک دفعہ حضرت علیؓ کی زوجہ محترمہ کے بطن مبارک پر لات مار کر حمل ساقط کر دیا اور حضرت شیر خدا علی مرتضیٰ یہ سب کچھ چپ چاپ کھڑے دیکھتے رہے۔ اور عمر رضؓ کے ڈر کے مارے کچھ دم نہ مار سکے۔ اب کیا یہ عقل میں آ سکتا ہے کہ عمر رضؓ جیسا بہادر انسان اپنے سے کمتر اور کمزور شخص کے متعلق یہ کہے کہ اگر وہ نہ ہوتا تو میں ہلاک ہو جاتا۔ عقل سلیم اس بات کو ہرگز تسلیم نہیں کر سکتی۔ ہاں وہ عمر رضؓ جس نے حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت کہا کہ اگر میں حضور علیہ السلام کو بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھتا تو کبھی بھی اس پتھر کو بوسہ نہ دیتا۔ پھر جس عمر رضؓ نے اس درخت کو جس کے نیچے صلح حدیبیہ کے وقت بیعت ہوئی تھی اس لئے کاٹ ڈالا تھا کہ مبادا لوگ اس کو پوجنے لگ جائیں اور شرک شروع ہو جائے ایسے اشد شدید موحد کے متعلق یہ خیال کرنا کہ اس نے کسی شخص کے متعلق یہ کہا ہے کہ اگر وہ نہ ہوتا تو عمر رضؓ ہلاک ہو جاتا بدیہی البطلان ہے پس ثابت ہوا کہ لولا علی الخ میں علی سے مراد حضرت عمر رضؓ کی اللہ تعالے ہے نہ علی علیہ السلام جیسا کہ شیعوں کا زعم باطل ہے +

اسی طرح حدیث انا مدینة العلم وعلي بابها الخ میں علی سے مراد اللہ تعالے ہے۔ بقولہ تعالی وهو العلي العظيم (پ ۳ ع ۲) آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ میں علم کا شہر ہوں اور اللہ تعالے اس کا دروازہ ہے۔ چونکہ دروازہ کا کام رہنمائی کرنا ہوتا ہے۔ اس لئے اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ جس شخص کی اللہ تعالے رہنمائی کرے میں اس کے لئے علم کا شہر ہوں۔ یعنی مجھ سے علم وایمان کا فائدہ وہی شخص اٹھا سکتا ہے جس کو اللہ ہدایت دے۔ اب فرمایئے اس تمام عبارت میں کونسا کلمہ حضرت علی کی تعریف میں ثابت ہوا جس پر شیعہ اکڑ اکڑ کر گلے کی رگیں پھلاتے ہیں +

رہے اماماں عادلان الخ کے الفاظ سو بیشک یہ کلمات حضرت علیؓ ہو نے حضرات شیخین رضؓ کی تعریف ہی میں فرمائے ہیں لیکن شیعہ اپنے حقد وعناد کے سبب سے ان کلمات عالیہ کو نہیں سمجھ سکے۔ اس لئے ہم قرآنی آیات سے اب تفسیر کرکے سمجھائے دیتے ہیں سنو! "اماماں" سے مراد ہیں ائمۂ ہدیٰ یعنی وہ امام جو داعی الی الحق ہوں بقولہ تعالی۔ انی جاعلك للناس اماما (پ ۱ ع ۱۵) اور "عادلان" سے مراد ہیں عدل والضاف کرنے والے صلحا بقولہ تعالی۔ ان الله يامر بالعدل والاحسان (پ ۱۴ ع ۱۹)۔ عدل فاروقی تمام جہان میں ضرب المثل ہے اس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا الا من سفه نفسه۔ اور "قاسطان" کی جگہ مقسطان ہے جس سے مراد صاحب انصاف ہیں۔ بقولہ تعالے اوفوا المكيال والميزان بالقسط (پ ۸ ع ۷) اور ان الله يحب المقسطين (سورۃ حجرات رکوع اول) معلوم ہوا کہ حضرات شیخین رضؓ اللہ کے محبوب ہیں "کانا علی الحق" میں حق سے مراد اللہ تعالے کا پاک کلام ہے بقولہ تعالی جاء الحق وزهق الباطل (پ ۱۵ ع ۹) مطلب یہ ہے کہ دونو حق پر یعنی اللہ تعالے کے بتائے ہوئے سیدھے راستے پر تھے اور قرآن پر عامل۔ اور "ماتا علیہ" دونوں حق پر مرے۔ یعنی دونوں کا خاتمہ بالخیر ہوا اور ایمان کی حالت میں فوت ہوئے۔ اور "فعلیهما رحمة الله یوم القیامة" میں رحمت رسول کریم صلعم کا قرآنی لقب ہے بقولہ تعالی وما ارسلناك الا رحمة للعالمين (پ ۱۷) اور رحمت کے متعلق حق تعالی کا یہ ارشاد ہے ان رحمة الله قريب من المحسنين (پ ۸ ع ۱۴) کہ اللہ کی رحمت محسنین سے قریب ہے۔ اور حضرات شیخین کا محسن ہونا اظہر من الشمس ہے۔ پس دلیل کا محتاج نہیں۔ تو اب مطلب یہ ہوا کہ اللہ کی رحمت یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم زندگی میں بھی حضرات شیخین رضؓ کے ساتھ ہوں گے اور اس جہان سے گزرنے کے بعد بھی قیامت تک ساتھ رہیں گے۔ یعنی آنحضرت صلعم کی معیت اور قرب ان کو قیامت تک حاصل رہیگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ زندگی میں بھی حضرات شیخین رضؓ کے سایہ کی طرح حضور علیہ السلام کے ہر وقت ساتھ رہتے اور فوت ہو جانے کے بعد بھی ان دونوں کو حضور انور کی معیت مبارک نصیب ہوئی کہ آج تک ایک ہی جگہ تینوں پاک وجود مدفون ہیں۔ مدا لکیں پاکیں حضرات شیخین رضؓ ہیں اور درمیان میں حضور علیہ السلام خواب استراحت فرما رہے ہیں رضی اللہ عنہم

یہ معنی ہم نے اس لئے کئے ہیں کہ اگر حضرات شیخین رضؓ کافر یا منافق ہوتے (نعوذ باللہ) جیسا کہ شیعہ کہتے ہیں تو کبھی ان کو آنحضرت صلعم کی معیت نصیب نہ ہوتی۔ یعنی کبھی پھر حضور علیہ السلام کے قرب میں نہ رہنے پاتے اور مدینہ سے نکال دیئے جاتے اور منافق ہونے کی حالت میں رسول خدا صلعم ضرور ان دونوں سے جہاد کرتے بقولہ تعالیٰ

یا ایها النبي جاهد الكفار والمنافقين واغلظ عليهم (پ ۲۸ ع ۲۰) اور لئن لم ينته المنافقون والذين في قلوبهم مرض والمرجفون في المدينة لنغرينك بهم ثم لا يجاورونك فيها الا قليلا ملعونين اينما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتيلا (پ ۲۲ ع ۶)۔ یعنی اے نبی کافروں اور منافقوں سے جہاد کر اور ان پر سختی کر۔ اور منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں کفر کی بیماری ہے۔ اور وہ لوگ جو مدینے میں جھوٹی اور بری خبریں اڑاتے ہیں اگر اپنی کرتوتوں سے باز نہ آئیں گے تو اے رسول ہم تمہیں ضرور ان سے لڑنے پر مستعد کریں گے۔ ان پر لعنت کی جائیگی جہاں وہ پکڑے جائیں گے۔ اور وہ خوب قتل کئے جائیں گے +

ان آیات سے ثابت ہے کہ کافر منافق حضور علیہ السلام کے قرب میں نہیں رہ سکتے۔ پس فعلیهما رحمة الله یوم القیامة کے جو معنی ہم نے کئے ہیں وہی صحیح ہیں نہ وہ جو "علامۃ السید علی الحائری" نے کئے ہیں۔ اور فی طغیانهم یعمهون ہو کر اپنی حماقت وحیرانی کا ثبوت دیا ہے +

علی گڈھ جوبلی

ڈاکٹر سیف الدین کچلو صاحب کا پیغام

اگر علی گڑھ کے اجتماع سے ملک کی دوسری ضروریات وابستہ نہ ہوتیں۔ تو میں پھر بھی مسلمانان ہندوستان کو مدجوبلی میں شامل ہونے کی ترغیب دیتا۔ میرے خیال میں جوبلی کا وہ تاریخی اجتماع ہر لحاظ سے اس قابل ہے کہ مسلمان اس کی طرف پیش قدمی کریں۔ ہمیں سر سید کے خیالات سے اتفاق ہو یا نہ ہو۔ ہمارے لئے ان کی زندگی کے ماحصل کی محافظت کرنا ازبس ضروری ہے۔ اگر ہم محض فروعی اختلافات کی بنا پر اس امانت کی پاسبانی نہ کر سکیں۔ جو سر سید مرحوم کی طرف سے ہمیں سونپی گئی ہے۔ تو ہم اپنے فرائض کی ادائیگی سے قاصر رہیں گے۔ اگر ہم ہر سال اس قومی جایداد کا جائزہ نہیں لے سکتے تو کیا نصف صدی کے گذر جانے کے بعد بھی ہمارا یہ حق نہیں ہے کہ ہم بلا لحاظ اختلاف علی گڈھ پہنچیں۔ حالات کا معائنہ کریں ملی دان کے فرائض کو ادا کرنے میں کومی خادموں کا ہاتھ بٹائیں۔ جو گذشتہ پچاس سال سے نہایت شدید اور مایوس کن حالات میں ایک قومی امانت کی پاسبانی کا حق ادا کر رہے ہیں +

علی گڈھ تعلیم گاہ کے افتتاح پر پچاس سال گذر چکے ہیں میں خیال کرتا ہوں کہ دوسری جوبلی تک ہماری نوے فیصدی آبادی رخصت ہو چکی ہوگی۔ اور وہ لوگ جو آج پیدا ہو رہے ہیں۔ دوسری جوبلی تک سفید ریش ہونگے۔ لہذا جشن جوبلی میں شامل ہونا میرے نزدیک موجودہ نسل کی فرض شناسی کا ایک آخری قدم ہے۔ جو مسلم یونیورسٹی کے متعلق وہ اٹھائیگی۔ اور اس کے بعد ہمیں یہ مہمان نئی نسل کے حوالے کر دینا ہوگا +

میری سچے دل سے یہ خواہش ہے کہ ہم علی گڈھ کو بہترین حالت میں آنے والی نسل کے حوالے کریں۔ پس مسلمانان ہندوستان کا علی گڈھ میں جمع ہونا۔ حالات کا سنجیدگی کے ساتھ سمجھنا اور مستقبل کے متعلق فکر کرنا ہمارا آخری فرض ہے مجھے پورا بھروسہ ہے کہ ہر فرزند اسلام اپنے فرض پہنچا ئیگا اور اس کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کریگا

میں کیوں مسلمان ہوا؟

اس نام سے ایک سولہ صفحہ کا ٹریکٹ اخویم شیخ دوست محمد صاحب سابق پیارے لال آریہ سماجی نے شائع کیا ہے جو اس قابل ہے کہ ہمارے دوست خود بھی اسے پڑھیں اور اس کی بہت سی کاپیاں سماجی حضرات میں تقسیم کریں قیمت ۲ آنہ

ملنے کا پتہ شیخ دوست محمد کلرک دفتر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

قتل مرتد اور مسیحیت

(از قلم مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع شاہجہانپوری)

پادری زویمر صاحب نے جو کہ عربی کے ایک بڑے بھاری فاضل ہیں حال ہی میں ایک ٹریکٹ شائع کیا ہے جس کا نام ہے "شریعت ارتداد" اس ٹریکٹ میں پادری صاحب موصوف نے بزعم خود یہ ثابت کرنے کی بیسود کوشش کی ہے کہ اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے۔ پادری صاحب نے اپنے اس ٹریکٹ میں قرآن شریف کی چند آیتوں کے غلط تراجم و مفسرین کے طبع زاد اجتہاد کو پیش کرکے اپنا اُلّو سیدھا کرنا چاہا ہے۔ پادری صاحب کے اس ڈھول کا پول کھولنے کے لئے تو ایک مستقل مضمون لکھنے کا ارادہ ہے جو کہ انشاء اللہ ٹریکٹ ہی کی صورت میں قارئین کرام تک پہنچیگا مگر اس وقت میں صرف یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ یہ پیروان یسوع دوسروں کی آنکھ کا تنکا دیکھ تو سکتے ہیں مگر اپنی آنکھ کا شہتیر انہیں نظر نہیں آتا۔ کاش بجائے اس کے کہ فاضل پادری صاحب اسلام کو ملزم گردانتے اور نشانۂ سب و شتم بناتے پہلے اپنے ہی گریبان میں منہ ڈالکر اپنے گھر کا حال دیکھ لیتے۔ مجھے حیرت ہے کہ جب خود عیسائی مذہب اور اس کی الہامی کتب میں قتل مرتد کو جائز قرار دیا گیا ہے اور بڑے زور سے مرتد کی سزا قتل بیان کی گئی ہے تو پادری صاحب کو اسلام کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی۔ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اسلام کی الہامی کتاب قرآن شریف میں ارتداد کی سزا قتل کہیں نہیں بیان کی گئی بلکہ قرآن شریف تو فرماتا ہے فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر۔ لست علیہم بمصیطر۔ فمن شاء اتخذ الی ربہ سبیلا۔ لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی۔ وغیرہ قرآن شریف کی مندرجہ بالا تعلیم کی موجودگی میں قرآن شریف پر یہ الزام لگانا کہ وہ مرتد کی سزا قتل تجویز کرتا ہے سورج پر اندھیرا پھیلانے کا الزام اور عطر سے بدبو کو منسوب کرنا نہیں تو اور کیا ہے۔ ہم بڑے زور سے دعوے کرتے ہیں کہ قرآن شریف کا مقدس دامن ایسی لالغوں سے کلیتاً پاک و صاف ہے مگر برعکس اس کے توریت و انجیل کا دامن ان بدنما دھبوں سے داغدار ہے۔ چنانچہ ذیل میں بدنصیب مرتدین کو تلوار کے سایہ میں مقدس توریت و مقدس انجیل کی عدالت میں پیش کیا جاتا ہے امید ہے کہ مسیحی حضرات مرتدین کے مقدمہ میں دلچسپی سے کام لیں گے۔

استثناء ۱۳ باب ۶ اگر تیرا بھائی جو تیری ماں کا بیٹا ہے یا تیرا ہی بیٹا یا بیٹی یا تیری ہمکنار جورو یا تیرا دوست جو تجھے تیری جان کے برابر عزیز ہو تجھے پوشیدہ میں پھسلائے اور کہے کہ آؤ غیر معبودوں کی بندگی کریں جن سے تو اور تیرے باپ دادے واقف نہیں تھے یعنی ان لوگوں کے معبودوں میں سے جو تمہارے گرداگرد تمہارے نزدیک یا تم سے دور زمین کے اس سرے سے اُس سرے تک رہتے ہیں۔ تو تُو اس سے موافق نہ ہونا اور نہ اس کی بات سننا۔ تو اُس پر رحم کی نگاہ نہ رکھنا۔ تو اس کی رعایت نہ کرنا تو اُسے پوشیدہ نہ رکھنا بلکہ تو اس کو ضرور قتل کرنا۔ اسکے قتل پر پہلے تیرا ہاتھ پڑے اور بعد اسکے سب قوم کے ہاتھ۔ اور تو اُسے سنگسار کرنا تاکہ وہ مر جائے کیونکہ اس نے چاہا کہ تجھے خداوند تیرے خدا سے اسی سے جو تجھے زمین مصر سے غلام خانے میں سے نکال لایا برگشتہ کرے۔ تب سارے بنی اسرائیل سنکے ڈرینگے اور تمہارے درمیان پھر ویسی شرارت نہ کرینگے۔ اگر تو ان شہروں میں سے کسی کی بابت جو خداوند تیرے خدا نے تجھے سکونت کے لئے بخشے یہ افواہ سنے کہ بعضے لوگ بنی بلیعال تمہارے درمیان سے نکل گئے (مرتد ہوگئے) اور اپنے شہر کے لوگوں کو یوں کہہ کے گمراہ کیا کہ آؤ ہم چلیں اور غیر معبودوں کی جنہیں تم نے نہیں جانا بندگی کریں۔ تب تجھے پوچھنا اور تلاش کرنا اور خوب تحقیق کرنا ہوگا اور دیکھ اگر یہ بات سچ ہو اور یقین کو پہنچے کہ ایسا مکروہ کام تمہارے درمیان کیا گیا تو تُو اس شہر کے باشندوں کو تلوار کی دھار سے ضرور قتل کریگا اور اسے اور سب کچھ جو اس شہر میں ہے اور وہاں کے مواشی کو تلوار کی دھار ہی سے نیست و نابود کریگا۔ اور اس کی ساری لوٹ وہاں کے کوچے کے بیچوں بیچ اکٹھی کریگا۔ اور اس شہر کو اور وہاں کی لوٹ کو خداوند اپنے خدا کے لئے آگ سے جلا دیگا اور وہ ہمیشہ کو ایک ٹیلا ہوگا۔ پھر بنایا نہ جائیگا۔ اور ان حرم کی چیزوں میں سے کچھ تیرے ہاتھ سے لگا لپٹا نہ رہے تاکہ خداوند اپنے قہر شدید سے باز آئے اور تجھ پر کرم کرے اور تجھ پر رحم فرمائے اور تجھے زیادہ کرے جیسا کہ اس نے تمہارے باپ دادا سے قسم لی ہے جس وقت کہ تو خداوند اپنے خدا کی آواز سنے کہ تو اس کے حکموں کو جو آج میں تجھے فرماتا ہوں حفظ کرے تاکہ تو اس کو جو خداوند تیرے خدا کی نظروں میں بھلا ہے بجا لائے۔

استثناء ۱۷ باب ۲ اگر تمہارے درمیان تیری بستی کے پھاٹکوں کے اندر جو خداوند تیرا خدا تجھ کو دیتا ہے کہیں کوئی مرد یا عورت پائی جائے جس نے خداوند تیرے خدا کے حضور بدکاری کی ہو کہ اس کے عہد کو توڑا ہو اور جاکے غیر معبودوں کی بندگی کی ہو اور انہیں سجدہ کیا ہو خواہ سورج کو خواہ چاند کو خواہ آسمانی فوج کے کسی جسم کو جن کی پرستش کا حکم میں نے نہیں کیا۔ اور یہ تجھے کہا جائے اور تو سن پائے اور تحقیقات کرے اور دیکھو یہ سچ نکلے اور یہ بات یقین کو پہنچے کہ اسرائیل میں ایسا گھنونا کام ہوا تو تُو اس مرد یا اس عورت کو جس نے یہ برا کام کیا۔ اپنے پھاٹکوں پر باہر لا کے اس مرد یا عورت پر یہانتک پتھراؤ کیجیو کہ وہ مر جائیں۔ وہ جو واجب القتل ہے دو یا تین آدمیوں کی گواہی سے قتل کیا جائے لیکن ایک ہی آدمی کی گواہی سے وہ قتل نہ کیا جائے۔ گواہوں کے ہاتھ پہلے اس پر اٹھیں تاکہ اس کو قتل کریں اور ان کے بعد باقی سب لوگوں کے ہاتھ۔ تم یونہیں اپنے بیچ سے شرارت کو نیست و نابود کیجیو۔

خروج ۳۱ باب ۱۵ چھ دن تک کاروبار کیا جائے اور ساتویں دن تمہارے لئے روز مقدس خداوند کے آرام کا سبت ہوگا جو کوئی اس میں کام کریگا مار ڈالا جائے گا۔

گنتی ۱۵ باب ۳۲ تا ۳۶ اور جب بنی اسرائیل بیابان میں تھے انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ سبت کے دن لکڑیاں جمع کرتا تھا۔ تب وہ جس کو جو لکڑیاں جمع کر رہا تھا پکڑ کے موسیٰ اور ہارون اور ساری جماعت کے پاس لائے۔ انہوں نے اسے قید میں ڈالا کیونکہ ان کو نہیں کہا گیا تھا کہ اس سے کیا کیا جائے۔ تب خداوند نے موسیٰ کو فرمایا کہ یہ شخص مار ڈالا جائے۔ ساری جماعت خیمہ گاہ کے باہر اس پر پتھراؤ کرے۔ چنانچہ ساری جماعت اسے خیمہ گاہ کے باہر لے گئی اور اسے سنگسار کیا کہ وہ مر گیا۔

خروج ۲۲ باب ۲۰ جو کوئی فقط خداوند کے سوا کسی معبود کے لئے قربانی کرے وہ عذاب سے مار ڈالا جائے۔

خروج ۳۲ باب ۱۹ تا ۲۹ اور یوں ہوا کہ جب وہ لشکرگاہ کے پاس آیا اور بچھڑا اور رنگ ناچ دیکھا تب موسیٰ کا غضب بھڑکا اور اس نے تختے اپنے ہاتھوں سے پھینک دئے اور پہاڑ کے نیچے توڑ ڈالے اور اس نے اس بچھڑے کو جسے انہوں نے بنایا تھا اور اس کو آگ سے جلایا اور پیسکر خاک سا بنایا اور اس کو پانی پر چھڑک کر بنی اسرائیل کو پلایا۔ اور موسیٰ نے ہارون کو کہا کہ ان لوگوں نے تجھ سے کیا کیا کہ تو ان پر ایسا بڑا گناہ لایا۔ ہارون نے کہا کہ میرے خداوند کا غضب نہ بھڑکے۔ تو اس قوم کو جانتا ہے کہ بدی کی طرف مائل ہے سو انہوں نے مجھے کہا کہ ہمارے لئے ایک معبود بنا جو ہمارے آگے چلے کہ یہ مرد موسیٰ جو ہمیں مصر کے ملک سے چھڑا لایا۔ ہم نہیں جانتے کہ اسے کیا ہوا۔ تب میں نے انہیں کہا کہ جس کسی کے پاس سونا ہو وہ توڑ لائے انہوں نے مجھے دیا اور میں نے اسے آگ میں ڈالا سو یہ بچھڑا نکلا۔ اور جب موسیٰ نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ بے قید ہوگئے کہ ہارون نے انہیں ان کے مخالفوں کے روبرو ان کی رسوائی کیلئے بے قید کرایا تھا۔ تب موسیٰ لشکرگاہ کے دروازے پر کھڑا ہوا اور کہا جو خداوند کی طرف ہو سو میرے پاس آئے۔ تب سب بنی لاوی اس پاس جمع ہوئے اور اس نے انہیں کہا کہ خداوند اسرائیل کے خدا نے فرمایا کہ تم میں سے ہر مرد اپنی کمر پر تلوار باندھے ہر ایک دروازے سے دوسرے دروازے تک تمام لشکرگاہ میں گذرتے پھرو اور ہر مرد تم میں سے اپنے بھائی کو اور ہر ایک آدمی اپنے دوست کو اور ہر ایک آدمی اپنے قریب کو قتل کرے۔ اور بنی لاوی نے موسیٰ کے کہے کے موافق کیا۔ چنانچہ اُس دن لوگوں میں سے قریب تین ہزار مرد مارے گئے اور موسیٰ نے کہا کہ آج خداوند کے لئے اپنے تئیں مخصوص کرو ہر ایک مرد اپنے بیٹے اور اپنے بھائی پر حملہ کرے تاکہ وہ تمہیں آج ہی برکت دے۔"

عبرانیوں ۱۰ باب ۳۸ تا ۳۹ "اور میرا راستباز بندہ ایمان سے جیتا رہیگا اور اگر وہ ہٹیگا تو میرا دل اس سے خوش نہ ہوگا۔ لیکن ہم ہٹنے والے نہیں کہ ہلاک ہوں بلکہ ایمان رکھنے والے ہیں کہ جان بچائیں۔"

انجیل کی رو سے بھی وہ زندہ رہ سکتا اور جان بچا سکتا ہے جو مذہب سے نہ ہٹے اور مرتد نہ ہو ورنہ ہلاک کیا جائے گا اس کی مفصل تشریح اسی عبرانیوں ۱۰ باب ۲۸ "جب موسیٰ کی شریعت کا نہ ماننے والا دو یا تین شخصوں کی گواہی سے بغیر رحم کئے مارا جاتا ہے تو خیال کرو کہ وہ شخص کسقدر زیادہ سزا کے لائق ٹھیریگا جس نے خدا کے بیٹے کو پامال کیا"۔ یہودا ۴ "کیونکہ بعض ایسے شخص چپکے سے ہم میں آئے ہیں جن کی اس سزا کا ذکر قدیم زمانے (شریعت موسوی) میں پیشتر لکھا گیا تھا۔ یہ بے دین ہیں اور ہمارے خدا کے فضل کو شہوت پرستی سے بدل ڈالتے ہیں اور ہمارے واحد مالک اور خداوند یسوع مسیح کا انکار کرتے ہیں"۔

ظاہر ہے کہ قدیم زمانے یعنی شریعت موسوی میں ایسے لوگوں کی سزا قتل ہے اور انجیل اس کی موید ہے۔ توریت کے متعلق جناب یسوع متی ۵ باب ۱۷ تا ۱۹ میں فرماتے ہیں۔ "یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلیگا جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے پس جو کوئی ان چھوٹے سے چھوٹے حکموں میں سے بھی کسی کو توڑیگا اور یہی آدمیوں کو سکھائیگا وہ آسمان کی بادشاہت میں سب سے چھوٹا کہلائیگا۔ لیکن جو اُن پر عمل کریگا اور ان کی تعلیم دیگا وہ آسمان کی بادشاہت میں بڑا کہلائیگا"۔

انجیل کے محولہ بالا مقام میں جناب یسوع نے نہایت زور سے توریت کے احکام (قتل مرتد وغیرہ) پر عمل کرنے کی تاکید فرمائی ہے اور فرمایا کہ تم نہ صرف خود ان احکام پر عمل کرو بلکہ اور لوگوں کو بھی اس کی تعلیم دو۔ اور ان احکام (مرتد کو سنگسار یا قتل وغیرہ کرنا) پر عمل کرنا خدا کی بادشاہت سے محرومی کا باعث ہے یہی وجہ ہے کہ یسوع کے متبعین نے یہوداہ۔ عبرانیوں کے متذکرۃ الصدر حوالہ جات میں قتل مرتد کی حمایت کی ہے اور مسئلہ کے لئے تو خود جناب مسیح نے نہایت کھلے کھلے الفاظ میں فیصلہ فرماکر موسیٰ اور اس کی شریعت کی تائید فرمائی چنانچہ دیکھو لوقا ۱۹ باب ۲۷ لکھا ہے کہ "مگر میرے اُن دشمنوں کو جنہوں نے نہ چاہا تھا کہ میں ان پر بادشاہی کروں یہاں لاکر میرے سامنے قتل کرو"۔

مندرجہ بالا توریت و انجیل کے حوالہ جات سے بخوبی ثابت ہوگیا ہے کہ مسیحیت میں قتل مرتد کو جائز قرار دیا گیا ہے اور انجیل و توریت کے حکم کے مطابق ہزاروں کی تعداد میں مرتدین کو قتل و سنگسار کیا گیا ہے۔ کہاں ہیں آزادیٔ ضمیر کے دعویدار آئیں اور توریت و انجیل کو اٹھا کر دیکھیں کہ وہ مرتدین اور مذہب کے بارے میں آزاد خیال آدمیوں کے حق میں کیا فرما رہی ہیں۔ انجیل و توریت میں خون کا ایک دریا بہ رہا ہے جسکی ہر موج رہ رہ کر مرتدین کی آزادی کا نوحہ و آزاد خیال لوگوں کی مرگ کا افسانہ بزبان حال پیش کر رہی ہے۔ انجیل و توریت کے اس خلاف انصاف حکم کے مقابلہ میں قرآن شریف کی تعلیم لا اکراہ فی الدین کو دیکھکر قرآن شریف کی عظمت و صداقت کے سامنے انسان کا بے اختیار سر جھک جاتا ہے ؎

ہاں تنگ نہ کر ناصح ناداں مجھے اتنا
یا چل کے دکھا دے دہن ایسا کمر ایسی

جن لوگوں کی الہامی کتب میں اس قدر بے رحمانہ تعلیم موجود ہو وہ جو کچھ بھی کریں کم ہے اور بنی نوع انسان پر جتنا ظلم بھی کریں تھوڑا ہے۔ چنانچہ مثال کے طور پر چند واقعات اس جگہ پیش کرکے دکھاتا ہوں کہ مقدس یسوع کے پیرو توریت و انجیل کے حکم پر عملدرآمد کرنے میں کسقدر غالی تھے۔ دیکھو ہسٹری آف دی انٹلیکچوئل ڈیویلپمنٹ مصنفہ ڈاکٹر جان ولیم ڈریپر صفحہ ۱۹۸

۱۴۸۱ء تا ۱۸۰۸ء کے درمیان صرف اختلاف رائے کی وجہ سے تین لاکھ چالیس آدمی سزایاب ہوئے ان میں سے بتیس ہزار آدمی ایسے تھے جو زندہ جلائے گئے اور یہ سب کے سب عیسائی تھے۔ پھر دیکھو ہسٹری مذکورہ صفحہ ۲۲۶ سرویٹس کو اختلاف رائے کی وجہ سے نہایت بیلدردی سے دھیمی دھیمی آگ پر زندہ بھونا گیا۔

پھر دیکھو ہسٹری مذکورہ صفحہ ۲۲۶ شاہ چارلس پنجم کے عہد ۱۵۲۱ء میں تیس ہزار عیسائی اس وجہ سے قتل کر دئے گئے کہ وہ بچوں کو بپتسمہ دینا ضروری نہ سمجھتے تھے۔

پھر دیکھو صفحہ ۲۵۹ برونو کو اس عقیدہ کی بنا پر کہ وہ ہماری دنیا

خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی نے ذیل کا اشتہار ہمارے پاس بغرض اشاعت بھیجا ہے۔ اس سے آریہ سماج کی ایک خوفناک سازش پائی جاتی ہے۔ لہذا بغرض اطلاع عام شائع کیا جاتا ہے +

آریہ سماج کی خوفناک سازش

صوبہ برہما میں مسلمانوں کیخلاف خفیہ ارادے

نہایت مخفی کاغذ دستیاب ہوگیا

ذیل میں ایک کاغذ کی نقل شائع کی جاتی ہے جو میرے رفیقوں کو صوبہ برہما سے حاصل ہوئی ہے اور خاص ایک آریہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر ہے۔ اس تحریر کے پڑھنے سے ہندوستان کے تمام مسلمانوں کو اندازہ ہوگا کہ آریہ سماجی کیا ارادہ رکھتے ہیں اور کس طرح کام کر رہے ہیں۔ مگر مسلمان اس کے مقابلہ میں صرف باتیں بناتے ہیں یا شکوہ شکایت کرتے ہیں۔ یہ تحریر میرے پاس اصل حالت میں موجود ہے۔ جو صاحب دیکھنی چاہیں دیکھ سکتے ہیں +
(حسن نظامی)

رپورٹ و نقل اسکیم اشاعت صوبۂ برہما

(جو ایک آریہ کارکن نے اپنے مرکز کو بھیجی)

(۱) بذریعہ مدرسین اشاعتی کام نہایت خوبی سے آیندہ نسل میں اشاعت پذیر ہو سکتا ہے۔ اس لئے ملک برہما میں اس کام کو شروع کر دیا گیا ہے اور فی الحال تیس مدرس ہمارے مشن کے اس مد میں کام کر رہے ہیں جن میں گیارہ صوبہ برہما کے اپر حصہ میں ہیں۔ اور ۱۷ مشنری ہائی سکولوں میں اور دو اسلامی مدرسوں میں ہیں +

گذشتہ دو سال سے یہ کام شروع کیا گیا ہے نتیجہ اس شعبہ کا نہایت اچھا ہو رہا ہے۔ مدراسی ہندو۔ بدھسٹ بھائیوں اور مسلمانوں میں یہ کام جاری ہے۔ آریہ سماجی خیالات سے بدھسٹ بھائیوں کو آگاہ کیا گیا۔ نفرت دور کی گئی۔ اور ان میں مسلمانوں سے نفرت کا بیج بویا گیا۔ اور مدراسی ہندو بھائیوں کے بچوں کے ذریعہ انکے والدین سے مدرسین نے راہ و رسم پیدا کی اور اس قوم میں دو سال کے اندر اس شعبہ کے ذریعہ ایک سو چالیس مرد و عورت نے ایمان لائے جن میں تین عورتیں گریجویٹ ہیں۔ جو اسوقت ہماری اشاعت میں سرگرم امداد کر رہی ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دو سال کے اندر اس شعبہ نے اٹھارہ سو روپیہ خرچ کیا ہے اور دو سو روپے انکے ذریعہ سے چندہ وصول ہوا۔

ایک ڈیپارٹمنٹ بھونگی ہو کر اشاعت کرنا اور بدھسٹ مذہب کی کتابیں پڑھکر ان کا کھنڈن کرنا موزوں معلوم ہوا تو تین سال سے یہ شعبہ بمشورہ سوامی شردھانند قایم ہوا اس شعبہ میں ساٹھ بھونگی اس وقت اشاعت میں مشغول ہیں۔ گاؤکشی کا انسداد ان کا نصب العین ہے۔ **چونکہ صوبۂ برہما میں تجارت مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے اس لئے اس پر قبضہ کرنا نہایت ضروری ہے** اس لئے ایک طرف کئی تاجر سماج کی طرف سے تجارتی کام شروع کر دیا ہے۔ دوسری طرف مسلمانوں سے گاؤ خوری کی وجہ سے نفرت پیدا کی جا رہی ہے جس سے امید ہے کہ ایک نہ ایک دن تجارت ہمارے ہاتھوں میں ہوگی اور ملک برہما میں مسلمانوں کی ترقی کا راز صرف ایک ہے۔ اس کی جڑ کاٹ دی جائے تو ان کی ترقی مسدود ہو جاتی ہے۔ وہ یہ کہ برہمی مستورات سے شادی کر لیتے ہیں۔ اس طرح جو اولاد ہوتی ہے وہ مسلمان اور عورت بھی مسلمان ہو جاتی ہے۔ اس کام کو ان بھونگیوں کے ذریعہ نہایت اعلیٰ پیمانہ پر انجام دیا جا رہا ہے چنانچہ خاص بدھسٹ بھونگیوں نے بھی اب اس کی مانعت (ممانعت) کی کوشش شروع کر دی ہے۔ اور کئی انجمنیں بدھسٹ قوم کی اس کام کو انجام دینے کے لئے قایم ہیں۔ اس شعبہ میں تین سو روپیہ خرچ ہوا۔ اور نو سو روپیہ کی آمدنی ہوئی۔ تیسرا شعبہ لیکچراروں کا اور مصنفوں کا ہے۔ چوتھا شعبہ **مصنوعی مسلمانوں کا**۔ پانچواں شعبہ ڈاکٹروں کا۔ چھٹا شعبہ تاجروں کا اور دیگر کئی شعبہ جات اسی میں منسلک ہیں جنکی اطلاع ہفتہ عشرہ میں دونگا +

پڑھو ہندوستان کے مسلمانو! خاصکر برہما کے مسلمانو کتنا بڑے تباہ و برباد کرنے کے کیا کیا سامان ہو رہے ہیں۔ خدا اپنا کچھ فکر کرو۔ فقط

رسول خدا صلعم کے متعلق اغیار کے خیالات

(منقول از کریسنٹ)

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میرؔ ہوئے
اُن کی زلفوں کے سبب اسیر ہوئے

ہمارے دل سے ایک آہ نکلتی ہے جس وقت ہم اس کملی والے سرکار کے حالات پڑھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ دنیائے اسلام کے بادشاہ ہوئے مگر عالیشان محل کی بجائے جھونپڑیوں میں قیام فرماتے رہے۔ آپ جو چاہتے کر سکتے مگر کبھی عمدہ لباس زیب تن نہ فرمایا۔ آپ رسول خدا شہنشاہ اسلام تھے مگر تخت پر نہ بیٹھے روئی کا گدیلہ بھی پسند نہ فرمایا۔ فرش پر بیٹھتے تو چٹائی کے نشان پہلو مبارک پر نظر آتے۔ رات کو اندھیرے میں بسا اوقات چراغ تک نہ ملا۔ جو کچھ آیا مسکینوں یتیموں اور اسلام کے لئے وقف کر دیا۔ آج غیر مسلم عیسائی۔ ہندو صائب الرائے اصحاب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں رطب اللسان ہیں۔ لہذا آج ہم ان بزرگوں ہی کی تحریریں آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں +

ہز ایکسلنسی مہاراجہ سر کرشن پرشاد بہادر سی۔ آئی۔ ای۔ رسول خدا صلعم کی شان میں فرماتے ہیں:-

محمدؐ پہ دل ایسا شیدا ہوا ہے	ستارہ نصیبہ کا چمکا ہوا ہے
نہ ہے آپ کا کوئی ہمسر نہ ہوگا	یہ دیکھا ہوا ہے یہ سمجھا ہوا ہے
مزا اس کو آتا ہے عشق نبی کا	وہ جس کی نظر میں سمایا ہوا ہے
خداوند عالم ہے جس طرح واحد	رسول خدا بھی تو یکتا ہوا ہے
احد اور احمد میں ہے فرق اتنا	یہ بندہ ہوا ہے وہ مولا ہوا ہے
مجھے کوئی کافر کہے یا مسلماں	کہے جس کے جو جی میں آیا ہوا ہے
موحد ہوں عارف ہوں صوفی ہوں شادؔ	میرے حال پر فضل مولا ہوا ہے
فقط نعت گوئی سے اے شاد مجکو	یہ عزت ملی ہے یہ رتبہ ہوا ہے

اسی طرح آپ نے بہت سی نعتیں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں لکھی ہیں جن میں سے ایک شعر یہ بھی ہے ؎

بلوائیں مجھے شاد جو سلطان مدینہ
جاتے ہی میں ہو جاؤنگا قربان مدینہ

اسی طرح سے پنڈت دلو رام صاحب کوثری نے بھی رسول خدا کی شان میں بہت سی نعتیں لکھی ہیں جن میں کا ایک شعر ملاحظہ ہو:-

ترا کوثری رہتا ہے ہندوؤں میں
ہے ظلمت میں آب بقا یا محمد

بابا گرو نانک صاحب نے اپنے گرو گرنتھ صاحب میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بہت سے اشلوک لکھے ہیں جن میں سے ایک یہاں درج کیا جاتا ہے:-

[illegible]

(ناجہ محمد بھگت اجالیں) یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر عبادت ضائع ہے۔ اور یہ بھی کہا ہے:-

پہلا نام خدا کا دوجا نام رسول تیجا کلمہ پڑھ نانکا جو درگاہے پویں قبول

مہاتما ستیہ دھاری جی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں لکھتے ہیں

"پیشوائے دین اسلام آنحضرت محمد صلعم کی زندگی دنیا کو بے شمار قیمتی سبق پڑھاتی ہے اور تقریباً آنحضرت صلعم کی ہر ایک حیثیت دنیا کے لئے سبق آموز ہے بشرطیکہ دیکھنے والی آنکھ اور سمجھنے والا دماغ اور محسوس کرنے والا دل ہو"

(کتاب بحر نبوت مصنفہ ستیہ دھاری مطبوعہ ۲۰ جنوری سنہ ۱۹۱۴ء)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ایک پادری کا بیان:-

اگر ان کی تعلیم پر انصاف و ایمانداری سے تنقیدی نظر ڈالی جائے تو یہ کہنا ہی پڑتا ہے کہ محمد رسول اللہ تھے (انگلستان کے مشہور پادری ریورنڈ آئزک ٹیلر)

"ایک جرمن مسیحی کی رائے پیغمبر اسلام کی نسبت منشیات و مسکرات کو حرام قرار دینا حضرت محمد صلعم کا وہ زبردست احسان ہے جس کے بار گراں سے نسل انسانی کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتی۔ اقوام یورپ کو تو اس بارے میں مسلمانوں پر حسد کرنا لازم ہے۔ اسلامی تعلیم کی برتری و فضیلت مثل اظہر من الشمس ہے اسلام کامل مذہب ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ اسلامی تعلیم بالکل خالص ہے۔ آہ! اگر اسلامی تعلیم دنیا میں جلوہ افگن نہ ہوتی تو ہماری کیا کیفیت ہوتی۔ احسانمندی کی رو سے دنیا پر واجب ہے کہ دنیا پر آپ نے تہذیب و تمدن کا جو حیرت انگیز اثر ڈالا ہے اس کو کبھی فراموش نہ کریں" جرمنی کا مشہور علامہ جوآکیم دی بولف

جی پروفیسر صاحب رسول خدا کی نسبت ... ہیں:-

... کل دنیا کو کسی دنیا نے زیادہ فائدہ ... یا اسلام ... اگر محمد صلعم کو قریش ہجرت سے پہلے ... تو مشرق و مغرب دونوں ناقص رہ جاتے اگر آپ ... دنیا کے ظلم بڑھتے بڑھتے اسے تباہ کر دیتے اگر آپ پیدا نہ ہوتے تو یورپ کے تاریک زمانے دو چند بلکہ سہ چند تاریک ہو جاتے اگر آپ نہ آتے تو انسان ریگستان میں پڑے بھٹکتے۔ میں یہ اعتقاد رکھ کر اعتراف کرتا ہوں کہ نہایت اعلیٰ درجے کے فلاسفر اور سائنس دان اور فضلائے عصر عالی دماغ اور عیسائی ایک دن بالاتفاق تصدیق کریں گے کہ بلاشک حضرت محمد صاحب خدا کے رسول ہیں +

(پروفیسر باسورتھ سمتھ کی مشہور کتاب محمد اینڈ محمڈنزم)

ایک برہمو سماجی حضرت محمد صاحب کی نسبت فرماتے ہیں:-

"آنحضرت کی ذات سے جو جو فیض دنیا کو پہنچے ان کے لئے صرف عرب نہیں بلکہ تمام دنیا کو شکرگذار ہونا چاہیئے محمد کو کتنی تکلیفیں ہیں جو اس بزرگ نے نسل انسانی کے لئے اپنے اوپر برداشت نہیں کیں کیا کیا مصیبتیں اس کام میں اس کو اٹھانی نہیں پڑیں اور تنگدل و متعصب ایسے بزرگ کی نسبت کچھ ہی کہیں لیکن جو انصاف پسند اور کشادہ دل ہیں وہ کبھی حضرت محمد صلعم کی بے بہا خدمات کو جو نسل انسانی کی بہبودی کے لئے بجا لائے بھلا کر احسان فراموش نہیں ہو سکتے اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ پرلے درجے کے تنگدل اور ناحق شناس لوگ ہیں۔ اسلام کا جھنڈا جو ہمیشہ کے لئے ان کی یادگار رہیگا ان کی فضیلت کا عالیشان نشان ہے"

جیون چرتر حضرت محمد مصنفہ شری جان شرد ... پہلا ...

اخبار احمدیہ

چند روز ہوئے دو بجے رات کے قریب زلزلہ آیا تھا اور خفیف محسوس ہوا۔ کل بعد ۱۸ اور ۱۹ دسمبر کی درمیانی رات کو قریباً بارہ بجے زلزلہ کا پہلے سے زیادہ جھٹکا محسوس ہوا۔ اور کچھ دیر رہا۔ زلزلوں کے متعلق حضرت مسیح موعود کی متعدد پیشگوئیاں ہیں +

سید ... صاحب جیلر گلگت جو آجکل رخصت پر ... میں تشریف رکھتے ہیں لکھتے ہیں کہ ان کی والدہ بیمار ہیں احباب دعا فرماویں ... لائل پور اور قصور سے جلسہ کے لئے آنا آ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ... مولا بخش صاحب اور ملک غلام محمد صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے +

۱۳ دسمبر ۱۹۲۵ء کے اخبار پیغام صلح میں چوہدری غلام حسین صاحب ہیڈ کانسٹیبل پولیس تھانہ ملوٹ ضلع فیروزپور کے قتل ہونے کی خبر شائع کی گئی تھی مقتول کا جنازہ غائب حضرت امیر سلسلہ نے جماعت لاہور کے ساتھ ۱۸ دسمبر کو پڑھا۔ اس خبر کی اشاعت کے وقت یہ بھی لکھا گیا تھا کہ تفصیلی حالات دریافت کئے ہیں چنانچہ شیخ عبدالواحد صاحب سب انسپکٹر پولیس تھانہ ابوہر ضلع فیروزپور جن کے ماتحت مرحوم دیر تک کام کرتا رہا ہے۔ تحریر فرماتے ہیں کہ غلام حسین دنیا سے نہایت ہی بے وقت اور ناشاد جان بحق ہوا۔ ایک نامی رڈاکو کی گرفتاری پر آپ کی بہادر طبیعت نے آمادہ کیا ڈاکو کے متعلق اسے علم تھا کہ وہ مسلح بہ بندوق ہے۔ مگر قضا نے مرحوم کو احتیاط سے کام لینے دیا۔ نہ ہی کوئی خاص امداد لینے کی ضرورت سمجھی بلکہ نہ ہی موقع پر پہنچکر ڈکیت کے سامنے ہو جانے سے دریغ کیا ہوا۔ وار سے ڈاکو نے بندوق کا فائر کیا جو مقتول کی چھاتی کے پار گذر گیا اور فوراً روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اللہ اسکی روح کو داخل جنت کرے۔ ... برس چھ مہینہ میں سب انسپکٹر پولیس ہونیوالا تھا امتحان سب انسپکٹری اسے بوجہ حاذق افسران عالی ہو چکا تھا صرف جگہ کا منتظر تھا افسوس موت نے بے وقت آن پکڑا افسران اسکے پسماندگان کی بہتری کیواسطے کوشاں ہیں۔ مرحوم میرا نہایت پیارا دوست تھا جہاں تک مجھے ذاتی علم ہے اس میں شک نہیں کہ مرحوم بڑا دلیر اور جوان مرد تھا۔ اور اپنے فرض منصبی کی ادائیگی سے وقت بیوقت دریغ نہ کرتا تھا۔ اور بڑی دلیری و جانفشانی سے اپنے فرض کو ادا کرتا تھا۔ اس موقع پر مرحوم نے اپنی جان اور عزیز پسماندگان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اس نے فرض شناسی کو مقدم کیا جو گورنمنٹ برطانیہ کا حقیقی ہو اور امتیازی طغریٰ ہے اور آب زر سے لکھنے کے قابل یعنی یہ کہ فرض ادا کرو۔ خواہ جان جائے۔ اس قسم کی مثالیں ایک دو نہیں بلکہ گورنمنٹ برطانیہ کے راج میں بے شمار ہیں اور پھر یہ مثال بھی کہ گورنمنٹ نے ایسے جانبازوں کی بڑی قدر کی اور دنیا میں ان کا نام زندہ رکھا۔ ہو آنیوالی نسلوں کے لئے ایک زبردست نشان راہ ہوتا ہے۔ اس لئے ہم امید کرتے ہیں کہ محکمہ پولیس کے حکام بالا علی الخصوص افسران پولیس ضلع فیروزپور مقتول کے پسماندگان کی بہتری اور پرورش کا خیال رکھکر مقتول کے حقوق کی نگہداشت سے سرگرم ...